اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے سیلئے موجود ہو جسکی فہرست مطبوعہ ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہو جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم کر سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہو اس کتاب کے بیش بہا کے تین صفحہ جو سادے ہین انمین بعض کتب فقہ اُردو و فارسی و عربی وغیرہ کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہو اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کا نشان قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

کتب فقہ اُردو

مذہب اہل سنت

راہ نجات - جلی قلم -
مفتاح الجنت -
حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالہ بے نمازان ساز مولوی عبد الشکور
غایۃ الاوطار اُردو - ترجمہ دُر مختار عربی کامل چار جلد مین مطبوعہ ۱۲۹۸ء کاغذ سفید و حنائی گندہ -
ایضاً - کاغذ رسمی
کشف الحاجات - ترجمہ اُردو مالابد منہ -
ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ -
۱ - ہزار مسئلہ -
۲ - مسائل ثمانیہ -
۳ - صد و سی مسئلہ -
۴ - مناجات -
۵ - حلیہ شریف -
۶ - نور نامہ
۷ - چہل مسائل -
شرح محمدی - منظوم مسائل فقہیہ -
تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -
حیرت الفقہ - مسائل مشکل فقہ -
جواب السائلین -
نور الہدایہ اُردو - ترجمہ شرح وقایہ جلدین اولین مطبوعہ مطبع نظامی -
نور الہدایہ - اُردو ترجمہ جلدین آخرین معاملات ہین -
کنز الدقائق اُردو - مسمی بہ تحفۃ العجم
رسالہ چار باب -
چہل مسائل فقہ -
اشرف المسائل - معروف بجواہر اشرف -
رسالہ تجہیز و تکفین میت -
احسن المسائل - ترجمہ کنز الدقائق نعیم طبع -
احسن المواعظ - مولفہ حافظ غلام محمد غوث صاحب مطبوعہ ۱۲۹۶ء

کتب فقہ فارسی

بدائع منظوم -
نام حق -
مائۃ مسائل -
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر
شرح مختصر وقایہ کور میری -
مسلک المتقین منظوم -
شرح فارسی مختصر وقایہ - مطبوعہ ۱۲۸۲ء
فتاواے برہنہ -
شعار الاسلام - مطبوعہ ۱۲۸۲ء
ہدایہ کامل - ترجمہ فارسی حامل المتن چار جلدین کامل مطبوعہ ۱۲۸۲ء
کنز الدقائق - فارسی
مالابد منہ - مع وصیت نامہ -

جلد چہارم

فہرست ابواب و فصول فتاوی ہندیہ ترجمۂ فتاوی عالمگیریہ جلد چہارم

إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ کہ فتاوائے جلیل عدیم المثیل منبع مسائل و احکام شرع افتاء وقائع انام مدار و
معتمد دین اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ و سنن سنیہ احسن الفتاوی فی فقہ حنفیہ

اعنی

فتاوی ہندیہ

ترجمہ

فتاوی عالمگیریہ

جلد چہارم

مترجمہ جامع صناعات ریاضیہ عقلیہ حاوی اصناف فنون نقلیہ مطلع افکار مرضیہ مؤلف تفسیر مواہب الرحمن تاویل القرآن و اسرار
الفرقان البحر العلامۃ مولانا السید امیر علی مد ظلہ العالی جو بفرمائش ... و انبار و ریاضت مولانا حاجی ... ترجمہ کی

مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ میں بحسن خوبی طبع ہوا

الحمد للہ المتوحد بجلال ذاتہ لا کوحدۃ الآحاد المتفرد بکمال صفاتہ لا کفردیۃ الافراد لا الہ الا ھو ذرا الانام بمشیتہ وجعل الکائنات بقدرتہ من غیر امر ممتثل ولا فعل مفتعل والصلوۃ والسلام علی رسولہ سیدنا سلطان ذوی الامجاد مولٰنا محمد وآلہ واصحابہ الی یوم التناد اما بعد بندہ مفتقر الی اللہ الغنی العلی عبد الرزاق محمد المعروف بالامیر علی تو قدہ اللہ بظل رحمتہ وتجاوز عن سیئاتہ بفیض مغفرتہ کہتا ہی کہ مین نے بعد اتمام ترجمہ جلد ثالث کتاب مستغنی عن الاوصاف معروف بفتاوای عالمگیریہ کے باستعجال تمام بلا وجود ہجوم الآلام جلد رابع فتاواے موصوف کا ترجمہ شروع کیا عبارت مین سلاست ملحوظ ہی کہ مضمون دقیق بالکلیہ بسہولت عبارت سے جلد ذہن نشین ہو جاے اور لحن القول وعبارت آرائی سے پرہیز کیا کہ قطع نظر از ذمائم دیگر مفاد ترجمہ ہاتھ سے نہ کھو جاے اور باقی مدارک متعلقہ ترجمہ مقدمہ مین مصرح ہین واسأل اللہ عز وجل ان یعصمنی من الزلل ویجنبنی من الخطاء والخلل وھو ولیی وحسبی ونعم الوکیل قال بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الشفعہ

اسمین سترہ باب ہین

باب اول

شفعہ کی تفسیر وصفت وحکم کے بیان مین ۔ شرع مین بقعہ خرید شدہ کے مالک ہونے کو بعوض اُسقدر ثمن کے جتنے مین مشتری کو پڑا ہی شفعہ کہتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی ۔ شرط شفعہ کے چند انواع ہین ازانجملہ عقد معاوضہ پایا جاوے اور عقد معاوضہ بیع ہی یا جو بیع کے معنی مین ہو پس جو بیع یا بیع کے معنی مین نہوا اُسمین شفعہ ثابت نہوگا جیسے کہ ہبہ وصدقہ ومیراث ووصیت کے ساتھ شفعہ واجب نہین ہوتا ہی اسواسطے کہ شفعہ سے لینے کے یہ معنی ہین کہ جسکا ماخوذ منہ مالک ہوا ہی اُسکو ماخوذ منہ سے اپنی ملک مین لینا سو جہان معنی معاوضہ معدوم ہین اور شفیع نے لینا چاہا پس یا تو قیمت سے لیگا یا مفت لیگا مگر قیمت سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی اسواسطے کہ ماخوذ منہ بقیمت اُسکا مالک نہین ہوا ہی اور مفت لینا

کی بھی راہ نہیں ہی اسواسطے کہ تبرع بچیز غیر مقسوم نہیں ہی پس لینا اصلا ممتنع ٹھہرا۔ اور اگر ہبہ بشرط عوض ہوا اور واہب و موہوب لہ دونون نے باہم قبضہ کرلیا تو شفعہ واجب ہوجائیگا اور اگر دونون مین سے فقط ایک نے قبضہ کیا نہ دوسرے نے تو ہمارے ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک شفعہ مستحق نہوگا اور اگر ایک شخص نے ایک عقار بدون شرط عوض کے ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے واہب کو اُسکے عوض ایک دار دیا تو دونون مین سے کسی مین شفعہ ثابت نہوگا نہ دار ہبہ مین اور نہ دار عوض مین۔ اور جو دار بدل الصلح ہوا اُسمین شفعہ واجب ہوتا ہی خواہ اس دار پر صلح باقرار ہو یا بانکار یا بسکوت۔ اور اسی طرح جس دار سے باقرار صلح کرلی ہو اُسمین بھی شفعہ واجب ہوتا ہی اور اگر بانکار صلح کی ہو تو شفعہ واجب نہوگا مگر شفیع حجت قائم کرنے مین قائم مقام مدعی کے ہوجائیگا پھر اگر شفیع نے اس بات کے گواہ قائم کیے کہ یہ دار مدعی کا ہی یا مدعا علیہ سے قسم لی اور اُسنے قسم سے انکار کیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوجائیگا اور اسی طرح اگر بسکوت صلح کی ہو تو بھی شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ حکم بدون شرط پائی جانے کے ثابت نہین ہوتا ہی پس بوجود شرط مین شک ہونے کے ساتھ ثابت نہوگا اور اگر بدل الصلح مین منافع ہون تو جس دار سے صلح کی ہی اُسمین شفعہ ثابت نہوگا خواہ صلح باقرار ہو یا بانکار۔ اور اگر مدعی و مدعا علیہ نے اس قرارداد پر صلح کی کہ مدعی یہ دار مدعویہ لے اور مدعا علیہ کو دوسرا دار دیدے پس اگر صلح بانکار ہو تو دونون مین سے ہر ایک دار مین بقیمت دوسرے کے شفعہ واجب ہوگا اور اگر ایسی صلح باقرار ہو تو صلح صحیح نہین ہی پس دونون مین سے کسی دار مین شفعہ واجب نہوگا اسلیے کہ دونون گم ملک مدعی ہین از انجملہ مال کا معاوضہ مال سے ہو اور اس شرط سے یہ حکم نکلتا ہی کہ اگر ایسی جنایت سے جو موجب قصاص فیما دون النفس ہی ایک دار پر صلح کی تو شفعہ واجب نہوگا اور اگر ایسی جنایت سے جو موجب ارش ہی نہ موجب قصاص ایک دار پر صلح کی تو اُسمین حق شفعہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر غلام کو ایک دار پر آزاد کیا تو شفعہ واجب نہوگا۔ اور از انجملہ مبیع عقار ہو یا جو عقار کے معنی مین ہی خواہ یہ عقار محتمل قسمت ہو یا محتمل قسمت نہو جیسے حمام و چکی و کنواں و نہر و چشمہ و چھوٹے چھوٹے دار اور اگر اسکے سوا دوسری چیز ہوگی تو اُسمین عامۂ علماء کے نزدیک حق شفعہ نہوگا۔ اور از انجملہ مبیع سے بائع کی ملک زائل ہوجانا شرط ہی۔ پس اگر زائل نہوئی تو شفعہ واجب نہوگا جیسا کہ بیع بشرط الخیار للبائع مین ہی پھر اگر بائع نے اپنے خیار کی شرط ساقط کردی تو شفعہ واجب ہوجائیگا اور اگر بیع مین مشتری کا خیار ہو تو شفعہ واجب ہوگا۔ اور اگر دونون (یعنے بائع و مشتری) کا خیار ہو تو شفعہ واجب نہوگا اور اگر بائع نے شفیع کا خیار شرط کیا تو شفیع کو حق شفعہ نہوگا پس اگر شفیع نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع جائز ہوئی اور اُسکا حق شفعہ نہوگا اور اگر فسخ کردی تو بھی اُسکا حق شفعہ نہوگا اور ایسی صورت مین شفیع کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ وہ اجازت دے اور نہ فسخ کرے یہانتک کہ خود بائع اجازت دے یا مدت خیار گذر جانے سے خود بیع تمام ہوجاوے پس شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ خیار عیب و خیار رویت وجوب حق شفعہ سے مانع نہین ہی۔ از انجملہ حق بائع زائل ہوجانا شرط ہی پس خرید فاسد مین شفعہ واجب نہوگا اور اگر بطور فاسد خریدے ہوئے عقار کو مشتری نے بطور بیع صحیح فروخت کردیا پھر شفیع آیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے مبیع کو بیع اول پہلے یا بیع ثانی پر پس اگر بیع ثانی پر لینا اختیار کیا تو ثمن کے عوض لے اور اگر بیع اول پر لینا اختیار کیا تو مبیع کی قیمت کے عوض لے اور وہ قیمت معتبر ہوگی جو مشتری کے قبضہ کرنے کے روز مبیع کی قیمت تھی اسواسطے کہ بطور بیع فاسد خریدی ہوئی چیز قبضہ سے مثل مغصوب کے مضمون ہوتی ہی اور اسی اصل سے اس صورت مین کہ ایک شخص نے بطور بیع فاسد ایک زمین خرید کر اُسپر عمارت بنائی امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ قول نکلتا ہی کہ شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک حاصل نہوگا۔ اور از انجملہ یہ ہی کہ جس دار کے ذریعہ سے شفیع حق شفعہ کا خواستگار ہی وہ دار مشفوعہ کی خرید کے وقت

ف یعنی جان سے کم مین [illegible] قصاص ہی جیسے بہ کان کاٹنا ۱۲ ف یعنی جراحت مین مال واجب ہوتا ہی ۱۲ ف یعنی اسکی ضمانت مین قیمت واجب ہوتی ہی ۱۲م

شفیع کی ملک ہو پس جس دار مین خود شفیع بالاجارہ یا بالعاریت رہتا ہو اُسکے ذریعہ سے اُسکو حق شفعہ حاصل نہوگا اور نہ ایسے دار کے ذریعہ سے جسکو
اُسنے مشتری کے دار مشفوعہ خریدنے سے پہلے فروخت کر دیا ہو اور نہ ایسے دار کے ذریعہ سے جسکو اُسنے مسجد کر دیا ہو۔ اور از انجملہ
یہ ہے کہ مشتری کے انکار کے وقت شفیع کی ملک ہونا بحجت مطلقہ یعنے بگواہان یا بتصدیق مشتری ظاہر ہونا شرط ہے اور یہ شرط وجوب
ظہور حق کی شرط ہے نہ ثبوت حق کی ۔ پس جب مشتری نے دار مشفوع بہا (یعنے جسکے ذریعہ سے شفعہ چاہتا ہے) کا ملک شفیع ہونے سے
انکار کیا تو شفیع کو حق شفعہ مین لینے کا اختیار نہوگا جب تک اس بات کے گواہ قائم نکرے کہ یہ دار میری ملک ہے اور یہ قول امام اعظم
و امام محمد رح کا ہے اور دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح کا ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ دار
مشفوعہ وقت بیع کے شفیع کی ملک نہو پس اگر شفیع کی ملک ہوگا تو شفعہ واجب نہوگا اور از انجملہ یہ ہے کہ شفیع کی جانب سے بیع
یا حکم بیع کی صریحاً یا دلالۃً رضامندی نہ پائی جاوے پس اگر شفیع بیع یا حکم بیع پر صریحاً راضی ہوگیا یا دلالۃً راضی ہوا مثلاً مالک دار نے اُسکو
اس دار کی فروخت کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے فروخت کر دیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اسی طرح اگر مضارب نے مال مضاربت سے
(کیونکہ دلالۃً رضامندی پائی جاتی ہے)
ایک دار فروخت کیا اور رب المال ایک دوسرے اپنے ذاتی دار کی وجہ سے اسکا شفیع ہے۔ تو رب المال کو حق شفعہ نہ ملیگا خواہ دار
مضاربت مین نفع ہوا ہو یا نہوا ہو۔ اور شفیع کا مسلمان ہونا وجوب شفعہ کے واسطے شرط نہین ہے۔ پس ذمیون مین باہم
شفعہ واجب ہوگا اور ذمی کا مسلمان پر حق شفعہ ہوگا اور اسی طرح حریت (آزاد ہونا) و ذکورۃ (مذکر ہونا) و عقل و بلوغ و عدالت بھی شرط نہین ہے
پس ماذون اور مکاتب و معتق البعض و عورتون و لڑکون و مجنون اور اہل بغی (باغیان) کا حق شفعہ واجب ہوگا لیکن نابالغ کا جو حق واجب
ہو یا نابالغ پر واجب ہوا اُسمین خصم اُسکا وہ ولی قرار دیا جائیگا جو اُسکے مال مین تصرف کرتا ہے یعنے باپ یا باپ کا وصی یا اسکا دادا
یا اُسکا وصی یا قاضی یا وصی قاضی ہکذا فی البدائع ۔ اور صفت شفعہ یہ ہے کہ حق شفعہ سے لینا بمنزلہ ابتدائی خرید کے ہے
پس جو امر مشتری کو بلا شرط حاصل ہو جیسے خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنا وہ شفیع کو بھی حاصل ہوگا اور جو بدون شرط کے
مشتری کو حاصل نہو وہ بدون شرط کیے شفیع کو بھی حاصل نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور حکم شفعہ کا یہ ہے کہ سبب شفعہ
پائے جانے پر شفعہ طلب کرنا جائز ہے اور بعد طلب کے متاکد ہو جائیگا اور بعد رضاے مشتری یا حکم قاضی کے ملک ثابت
ہوگی یہ نہایہ مین ہے۔ ہمارے اصحاب رح نے فرمایا کہ منقولات مین بالذات شفعہ واجب نہین ہوتا ہے فقط عقار کی تبعیت
مین واجب ہو جاتا ہے اور بالذات شفعہ فقط عقارات مثل دار و کرم وغیرہ اراضی مین واجب ہوتا ہے اور ایسی اراضی مین
واجب ہوتا ہے جو ہر طرح مملوک ہوتے کہ ایسی اراضی جسکو امام المسلمین نے بیت المال کے واسطے رکھا ہو اور لوگون کو مزارعت پر
دیتا ہو پھر ان کاشتکارون کی اُسمین کوئی مثل عمارت و درخت ہو گئی اور مٹی کے پاٹے ہوئے ہے او بشرطیکہ اُنھون نے ایسی مٹی سے
پاٹا ہو جسکو اپنی ملک سے لائے ہون پھر اگر ایسی اراضی فروخت کی گئی تو اسکی بیع باطل ہے اور اس کردار کی بیع جائز ہے
بشرطیکہ معلوم ہو مگر اسمین حق شفعہ نہوگا۔ اسی طرح اراضی میان دیہی اگر اُسکو کاشتکار لوگ جوتتے ہون۔ تو اُسکی بیع بھی جائز
نہین ہے۔ اور خصاف رح کے ادب القاضی کے باب شفعہ مین ہے کہ شفعہ فقط حق الملک کے ذریعہ سے واجب ہوتا ہے حتے کہ
اگر دار وقف کے پہلو مین کوئی دار فروخت کیا گیا تو وقف کنندہ کو اُسکا حق شفعہ حاصل نہوگا اور متولی وقف اُسکو نہین لے سکتا ہے
فتاوی فقیہ ابو اللیث رح مین لکھا ہے کہ اسی طرح اگر یہ دار کسی خاص شخص پر وقف ہو تو اُس شخص کو بھی جسپر وقف ہے اس وقف کے
سبب سے حق شفعہ حاصل نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زمین موقوفہ مین ایک شخص کا گھر ہو تو اُسکو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا اور
اگر اُسنے خود اپنی عمارت فروخت کی تو اُسکے پڑوسی کو بھی اُسمین حق شفعہ نہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ اور تجرید مین ہے کہ عقار مین سے

۱۵ جو اہل الملی ہیں اُسے بغاوت کیئے ہون ۱۲

مثل عقار وقف کے جسکی بیع جائز نہین ہی اُسمین جو شخص وقف کی بیع جائز ہونے کا قائل ہی اُسکے نزدیک شفعہ نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی - اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا اور ہنوز اُسپر قبضہ نکیا تھا کہ اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو اس شخص کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور جو دار کسی عورت کا مہر قرار دیا گیا یا آزادی کا عوض قرار دیا گیا اُسمین شفعہ واجب نہین ہوتا ہی یہ تبئین مین ہی - اور اگر کسی شخص نے ایک عورت سے بدون تسمیہ مہر کے نکاح کیا پھر اسکی مہر مثل کے عوض اُسکے ہاتھ اپنا ایک دار فروخت کیا تو اسمین شفعہ واجب ہوگا - اور اگر عورت سے اسی دار کو مہر ٹھہرا کر نکاح کیا یا مہر بیان کر دیا پھر عورت نے اس دار پر مہر کی راہ سے قبضہ کیا تو شفعہ واجب نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر عورت سے مہر بیان کر کے نکاح کیا پھر اُسکے ہاتھ اس مہر کے عوض ایک دار فروخت کیا تو شفیع کو اُسمین حق شفعہ حاصل ہوگا - اسیطرح اگر کسی عورت سے بغیر مہر کی شرط پر نکاح کیا پھر قاضی نے اُسکے واسطے مہر مقرر کر دیا پھر اس مقررہ مہر کے عوض اُسکے ہاتھ ایک دار فروخت کیا تو بھی اُسمین شفیع کا حق شفعہ واجب ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر کسی عورت سے ایک دار پر اس شرط سے نکاح کیا کہ عورت اُسکو ہزار درم واپس دے تو امام اعظم رح کے نزدیک دار کے کسی حصہ مین شفعہ واجب نہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک بقدر حصہ ہزار درم کے شفعہ واجب ہوگا - اسیطرح اگر عورت نے شوہر سے ایک دار پر اس شرط سے خلع کیا کہ شوہر اُسکو ہزار درم واپس دے تو اُسمین ایسا ہی اختلاف ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر قتل عمد سے قاتل نے ایک دار پر اس شرط سے صلح کی کہ ولی مقتول اُسکو ایک ہزار درم واپس دے تو امام اعظم رح کے نزدیک دار مین شفعہ نہوگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک شفیع اس دار کے گیارہ جزون مین سے ایک جز و ہزار درم مین لے سکتا ہی - اسیطرح اگر زخمہائے سر دو سر عمدی سے جنمین قصاص لازم آتا ہی صلح کی تو بھی یہی اختلاف ہی اور اگر دو موضحہ زخم سے جنمین سے ایک عمدًا اور دوسرا خطاءً تھا ایک دار پر صلح کی تو امام اعظم رح کے نزدیک دار مین شفعہ نہوگا اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک شفیع نصف دار کو پانچ سو درم مین لے سکتا ہی اسواسطے کہ موضحہ خطا کا ارش پانچ سو درم ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر کسی عورت سے بغیر مہر نکاح کیا اور اُسکے واسطے اپنا دار مہر قرار دیا یا کہا کہ مین نے تجھسے اس شرط سے صلح کی کہ اپنا یہ دار تیرا مہر قرار دیا یا کہا کہ مین نے تجھے یہ دار مہر مین دیا تو ان صورتون مین شفیع کے واسطے کچھ حق شفعہ نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اُسکا کچھ مہر بیان نکیا پھر اُسکو ایک دار دیا تو اسکی دو صورتین ہین اگر شوہر نے یون کہا کہ مین نے یہ دار تیرا مہر قرار دیا تو دار مین حق شفعہ نہوگا اور اگر یون کہا کہ یہ دار بعوض تیرے مہر کے کر دیا تو اُسمین شفعہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنی نابالغہ بیٹی کو ایک دار پر بیاہ دیا پھر اس دار کو شفیع نے شفعہ مین طلب کیا اور باپ نے اُسکے مہر مثل کے عوض ثمن مسمی معلوم پر یا دار کی قیمت پر دیدیا تو یہ بیع ہی اور شفیع کو اسمین حق شفعہ حاصل ہوگا - اسیطرح اگر وہ لڑکی بالغہ ہو اور اُسنے خود سپرد کیا تو یہ بیع ہوگی اور شفیع کو اُسمین شفعہ حاصل ہوگا - اور اگر کسی شخص کی کفالت بالنفس سے ایک دار پر صلح کی تو اُسمین شفعہ نہوگا خواہ مکفول عنہ کی کفالت بالنفس حق قصاص مین ہو یا حد شرع مین یا مال مین یہ سب صورتین حکم شفعہ و بطلان صلح مین یکسان ہین - اور اگر مطلوب سے جسقدر مال کا مطالبہ ہی اُس مال سے صلح کی پس اگر یون کہا کہ مین نے تجھسے اس شرط پر صلح کی کہ فلان شخص تمام مال مطلوب سے بری ہوا تو یہ جائز ہی اور شفیع کو اُسمین حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ مرد اجنبی کا کسی شخص کے قرضہ سے اپنی ملک پر صلح کر دینا مثل صلح قرضدار کے صحیح ہی اور اگر یون کہا کہ مین نے مدیون کیطرف سے تیرے قبضہ مین دیا تو صلح باطل ہی یہ مبسوط مین ہی

ع

[illegible]

اور جس شخص کا ہبہ کرنا بغیر عوض نہیں جائز ہی جیسے باپ کا اپنی بیٹے کا مال یا مکاتب یا غلام ماذون کا ہبہ کرنا اگر ایسے شخص نے بعوض ہبہ کیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک نہیں صحیح ہی اور شفعہ واجب نہوگا اور امام محمد رحمہ کے نزدیک صحیح ہی اور شفعہ واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر ایک شخص کو ایک دار اس شرط پر ہبہ کیا کہ وہ شخص واہب کو ہزار درم ہبہ کرے تو جب تک دونون باہم قبضہ نکرلین تب تک شفیع کو اُسمین حق شفعہ نہوگا اور اگر کہا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم مین اپنا دار فروخت کرنے کی وصیت کی پھر موصی مرگیا پھر موصی لہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا - اور اگر موصی نے کہا کہ مین نے یہ وصیت کی کہ میرا دار فلان شخص کو بعوض ہزار درم کے ہبہ کیا جاوے تو یہ صورت اور موصی کا خود بعوض ہبہ ہونا دونون حکم مین یکسان ہین - اور اگر دار مین سے ایک نصیب مسمی بشرط عوض ہبہ کیا اور دونون نے باہم قبضہ کرلیا تو جائز نہین ہی اور ہمارے نزدیک اُسمین شفعہ نہوگا - اسیطرح اگر مال عوض قابل قسمت ہو مگر اُسکو غیر منقسم رکھا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایک شخص کو ایک دار اس شرط پر ہبہ کیا کہ موہوب لہ واہب کو اپنے دین سے جو اُسکا واہب پر آتا ہی بری کرے اور اُس دین کو مسمی نکیا اور موہوب لہ نے قبضہ کرلیا تو شفیع کو دار مین حق شفعہ حاصل ہوگا - اسیطرح اگر اُسکو اس شرط سے ہبہ کیا کہ موہوب لہ اس دوسرے دار مین جو کچھ اپنا دعوی کرتا ہی اس سے بری کرے اور موہوب لہ نے دار ہبہ پر قبضہ کرلیا تو یہ صورت بھی استحقاق شفعہ مین مثل صورت مذکورہ کے ہی یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص نے ہزار درم مین ایک باندی خریدی پھر بائع سے باندی کے عیب سے خواہ بائع کیطرف سے اقرار عیب ہو یا انکار رہو ایک دار پر صلح کی تو اُسمین شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ جامع کبیر کے باب الشفعہ فی الصلح مین ہی - اور اگر بعد قبضہ کرنے کے بائع کے ساتھ عیب سے ایک دار پر صلح کی تو نقصان عیب مین صلح کنندہ کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر زید کا عمرو پر دین ہو اور عمرو اُسکا مقر ہو یا منکر ہو پھر اُسنے اس دین سے ایک دار پر صلح کی یا بعوض اس دین کے عمرو سے ایک دار خرید کر قبضہ کرلیا تو شفیع کو اُسمین حق شفعہ حاصل ہوگا - پھر اگر زید نے اور شفیع نے مبلغ دین اور جنس دین مین باہم اختلاف کیا تو یہ بمنزلہ مشتری و شفیع کے ثمن مین اختلاف کرنیکے ہی اور جس شخص پر دین ہی اُسکے قول پر التفات نکیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک دار مثلاً تین آدمیون مین مشترک ہو پھر ایک شخص نے آکر اُس دار مین کچھ اپنا دعوے کیا پھر شرکاء دار مین سے ایک نے مدعی کے ساتھ کسی قدر مال پر اس شرط سے صلح کرلی کہ حصہ مدعی خاصتہً اس صلح کرنے والے کا ہوگا پھر باقی دونون شریکون نے شفعہ طلب کیا پس اگر یہ صلح شرکاء دار کے اقرار کے ساتھ ہو مثلاً شرکاء دار نے دعوی مدعی کا اقرار کیا پھر اُس سے فقط ایک شریک نے اس شرط پر صلح کی کہ حصہ مدعی خاصتہً صلح کنندہ کا ہوگا تو باقی شریکون کو حق شفعہ حاصل ہوگا - اور اگر یہ صلح شریکون کے انکار کے ساتھ ہو تو اُنکو شفعہ حاصل نہوگا - اور اگر صلح کنندہ دعوی مدعی کا مقر ہوا اور باقی دونون شریک حق مدعی ہونے سے منکر ہون تو قاضی شریک صلح کنندہ سے دعوی مدعی کے گواہ طلب کریگا پس اگر اُسنے گواہ قائم کردیے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ وہ مشتری ہی کہ اُسنے خریدکردہ چیز مین اپنے بائع کی ملکیت اس غرض سے ثابت کی کہ اُسکی خرید صحیح ہوجاوے پھر جب گواہ مقبول ہوگئے تو جو امر ان گواہون سے ثابت ہوا وہ مثل اُسکے ہی جو اقرار شرکاء سے ثابت ہوا اور جو اقرار شرکاء سے ثابت ہوتا ہو اُسمین باقی دونون شریکون کو حق شفعہ پہونچتا تھا پس ویسا ہی اسیطرح ثابت شدہ مین بھی اُنکو حق شفعہ حاصل ہوگا - اگر کسی مدعی نے ایک دار مین اپنے حق کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے ایک دوسرے دار کی سکونت پر صلح کرلی تو جس دار سے صلح کی گئی ہی اُسمین شفیع کو حق شفعہ نہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر مدعی نے دین یا ودیعت یا جراحت سمجھا کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے ایک دار پر یا دار کی

دیوار پر صلح کرلی تو اُسمین شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا - اور اگر سکونت دار سے جسکی اُسکے حق مین وصیت کی گئی تھی یا خدمت غلام سے ایک بیت پر صلح کرلی تو اُسمین شفعہ نہوگا - اور اگر مدعی نے مدعا علیہ پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکے ساتھ اس شرط پر صلح کرلی کہ مدعی میری دیوار پر اپنی دھنیان رکھ لے یا دھنیان رکھنے کی جگہ ہمیشہ کے واسطے اُسکی ہوجاوے یا کسیقدر مدت معلومہ تک ہوجاوے تو قیاساً یہ جائز ہے اسواسطے کہ جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہے خواہ عین ہو یا منفعت ہو ولیکن امام رح نے اس قیاس کو ترک کرکے فرمایا کہ ایسی صلح باطل ہے اور شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا - اسیطرح اگر اس شرط پر صلح کی کہ مدعی اپنے پانی بہنے کا راستہ میرے دار کی جانب کردے تو بھی اس دار کے پڑوسی کو یہ اختیار نہوگا کہ اس پانی بہنے کے راستہ کو شفعہ مین لے لے - اور اگر دار کے اندر ایک راستہ محدود معروف پر صلح کی تو جار ملاصق کو اختیار ہوگا کہ اسکو شفعہ مین لے لے اور دار کے اندر راستہ مثل مسیل آب کے نہین ہے اسواسطے کہ عین راستہ مملوک ہوتا ہے پس شفیع راستہ مین شریک ہوجائیگا اور دیوار پر دھنیان وغیرہ رکھنے مین اور مسیل آب مین شریک نہوگا یہ مبسوط مین ہے - منتقی مین امام محمد رح سے املا مین روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور شفیع کے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر شفیع نے یون کہا کہ مین نے اس شرط پر بیع کی اجازت دی کہ مین اسکو شفعہ مین لے لونگا تو اُسکو شفعہ حاصل رہیگا اور اگر شفعہ مین لینے کا ذکر نکیا تو اسکو شفعہ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر ایک شخص نے اپنا دار اس شرط سے فروخت کیا کہ میرے واسطے شفیع اُس ثمن کا جو مشتری پر ہوا ہے ضامن ہو اور شفیع حاضر تھا پس اُسنے ضمانت قبول کرلی تو بیع جائز ہوجائیگی اور شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اسواسطے کہ شفیع کیطرف سے بیع تمام ہوئی پس اسکو حق شفعہ نرہا - اسیطرح اگر مشتری نے اس شرط سے دار خریدا کہ شفیع بائع کیطرف سے ضمان درک کا ضامن ہو اور شفیع حاضر ہے پس اُسنے ضمان قبول کرلی تو بیع جائز ہوجائیگی اور اسکو شفعہ نہ ملیگا یہ شرح طحاوی مین ہے - اور اگر مشتری خیار ابدی شرط کرے تو شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا پس اگر مشتری نے اپنا خیار باطل کردیا اور بیع تمام کردی اور ہنوز تین روز نہین گذرے تھے تو شفعہ واجب ہوجائیگا اسیطرح صاحبین رح کے نزدیک بھی بعد تین روز گذرنے کے یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر مشتری نے اپنے واسطے ایک مہینہ یا اسکے مشابہ کسی مدت کی شرط کی تو امام اعظم رح کے نزدیک شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا پھر اگر مشتری نے تین روز گذرنے سے پہلے اپنا خیار باطل کردیا ہے کہ بیع سابق منقلب ہوکر بیع صحیح ہوگئی تو شفیع کا شفعہ واجب ہوجائیگا یہ محیط مین ہے - اور فتاوے عتابیہ مین ہے کہ اگر کوئی دار تین روز کی خیار کی شرط پر فروخت کیا پھر تین روز اور زیادہ کردیے اور شفیع وقت بیع کے اسکا شفعہ طلب کرچکا ہے تو پہلے مدت خیار گذرنے پر شفیع اسکو لے لیگا اور اگر دو پڑوسیون مین سے ایک نے اسکو علی الاصل رد کردیا تو دوسرا پڑوسی اسکو لے لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر کوئی دار بعوض ایک غلام معین یا عوض معین کے خریدا اور اس خرید مین دونون مین سے ایک کے واسطے خیار مشروط ہے پس اگر بائع کے واسطے مشروط ہو تو قبل بیع تمام ہونے کے شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا خواہ شرط خیار دار مین ہو یا غلام مین یہ محیط مین ہے اگر ایک دار بعوض ایک غلام کے خریدا اور مشتری کے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کی تو شفیع کو اسمین شفعہ حاصل ہوگا پس اگر شفیع نے مشتری کے قبضہ سے وہ دار لے لیا تو اسکے حق مین بیع واجب ہوگئی پھر اگر مشتری نے بیع کی اجازت دی اور اپنا خیار باطل کردیا تو وہ غلام بائع کے سپرد ہوگا اور اگر مشتری نے بیع سے انکار کرکے بیع توڑ دی تو اپنا غلام بائع سے لیگا اور قیمت غلام جو اُسنے شفیع سے لی ہے بائع کو دیدیگا - اور شفیع کا دار کو شفعہ مین لے لینا یا مشتری کیطرف سے بیع کو

اختیار کرنا شمار نہوگا اور نہ غلام مین خیار ساقط کرنا شمار ہوگا۔بخلاف اسکے اگر مشتری نے خود اُس دار کو فروخت کیا تو یہ امر مشتری
کیطرف سے بیع کا اختیار کرنا قرار دیا جائے گا۔ اور اگر وہ دار بائع کے قبضہ مین ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بائع سے وہ دار
غلام کی قیمت کے عوض سے لے اور وہ غلام مشتری کو سپرد کردیا جائیگا۔اور اگر وہ دار مشتری کے قبضہ مین ہو پھر
غلام بائع کے پاس مرگیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور مشتری اُس دار کو واپس کردیگا اور شفیع کو اختیار ہوگا کہ بائع سے اُسکو
بعوض قیمت غلام کے لے لے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دار فروخت کرنے والے کو خیار حاصل ہو پھر اس دار مبیعہ کے
پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو بائع کو اُسمین حق شفعہ حاصل ہوگا پس اگر بائع نے اُسکو شفعہ مین لیا تو یہ امر بائع
کیطرف سے بیع کا نقض قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر خیار مشتری کا ہو اور دار مبیعہ کے پہلو مین دوسرا دار
فروخت کیا گیا تو مشتری کو اُسمین حق شفعہ حاصل ہوگا پھر اگر اسکو شفعہ مین لے لیا تو یہ امر اُسکی طرف سے بیع کی اجازت
قرار دیا جائیگا پھر اگر شفیع نے آکر مشتری سے دار اول شفعہ مین لیا تو اُسکو دوسرے دار کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اسواسطے
کہ شفیع کو دار اول مین ملکیت ابھی حاصل ہوئی ہی پس اس سے وہ دوسرے دار کا وقت عقد سے پڑوسی نہوگا الا اُس
صورت مین کہ شفیع کا کوئی دوسرا دار اس دار ثانیہ کے پہلو مین واقع ہو۔ اور دوسرا دار مشتری کے سپرد رہیگا اسواسطے
کہ شفیع کا دار اول اُسکے قبضہ سے لے لینا اُسکی ملک فی الاصل ثابت ہونے کی منافی نہین ہی اسیواسطے شفیع کا عہدہ
بیع اسی مشتری پر ہوتا ہی پس جب شفیع نے دار اول اُس سے لیا تو اس سے مشتری کے حق مین انعدام سبب تملک
ثانیہ ظاہر نہوا یہ مبسوط مین ہی۔اگر کوئی دار خریدا اور کبھی اُسکو دیکھا نہ تھا پھر اسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا
اور اُسکو شفیع نے شفعہ مین لیا تو روایت صحیحہ کے موافق مشتری کا خیار رویت ساقط نہوگا اسواسطے کہ بحق شفعہ
لینے سے دلالۃً رضامندی ثابت ہوتی ہی اور خیار رویت تو صریحاً رضامندی سے ساقط نہین ہوتا ہی پس
دلالۃً رضامندی سے بھی ساقط نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ایک عقار کے شریکون نے عقار کو باہم
تقسیم کیا تو تقسیم سے اُنکی جار کو حق شفعہ حاصل نہوگا خواہ تقسیم بقضاء قاضی ہو یا برضاء باہمی ہو یہ نہایہ مین ہی
اور خرید فاسد مین حق شفعہ نہین ہوتا ہی خواہ مبیع ایسی چیز ہو جو قبضہ سے مملوک ہوجاتی ہی یا ایسی نہو اور خواہ
مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا ہو یا نکیا ہو۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ ابتدا سے بیع فاسد قرار پائی ہو۔ اور اگر بطور
صحیح منعقد ہونے کے بعد پھر فاسد ہوگئی ہو تو شفیع کا حق اپنے حال پر باقی رہیگا آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر ایک نصرانی نے
دوسرے نصرانی سے ایک دار بعوض شراب کے خریدا اور ہنوز دونون نے باہم قبضہ نکیا تھا کہ دونون یا ایک مسلمان ہوگیا
یا دار پر قبضہ ہوجانے اور شراب پر قبضہ نہونے کی حالت مین ایسا ہوا تو بیع فاسد ہوجائیگی مگر شفیع کو اختیار ہوگا کہ
دار کو شفعہ مین لے لے اگرچہ بیع فاسد ہوگئی۔اگر مشتری نے بطور فاسد خریدے ہوئے دار کو اپنے قبضہ مین کرلیا
حتے کہ اُسکا مالک ہوگیا پھر اس دار کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو مشتری کو شفعہ حاصل ہوگا پس اگر اُسنے
ہنوز دوسرے دار کو شفعہ مین نہ لیا تھا کہ اُسکے بائع نے اُس دار مبیعہ کو بوجہ فساد بیع کے واپس کرلیا تو مشتری کو
دوسرے دار کے لینے کا اختیار نرہیگا اور اگر مشتری دوسرے کو بحق شفعہ لے چکا ہو پھر اُسکے بائع نے اُس سے دار
مبیعہ بحکم فساد بیع واپس لیا تو بحق شفعہ لینا برقرار رکھا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مشتری نے کوئی دار بطور فاسد خریدا
اور اُسپر ہنوز قبضہ نکیا تھا کہ اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اس دار کو شفعہ مین لیوے

اسواسطے کہ دار اول ہنوز اسکی ملک مین ہے پس بائع اپنی ملک کے ساتھ دوسرے دار کا جار ہوگا اگر شفعہ کا حکم ہونے سے پہلے بائع نے وہ دار مشتری کے سپرد کر دیا تو بائع کا حق شفعہ باطل ہو گیا - اور مشتری کو اُسمین حق شفعہ حاصل نہوگا اسواسطے کہ دوسرے دار کی بیع ہو جانے کے بعد اُسکو جوار حاصل ہوا ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر کسی شخص نے بطور فاسد ایک دار خریدا تو اُسمین حق شفعہ نہوگا (نہ قبضہ سے پہلے اور نہ قبضہ کے بعد) سو قبضہ سے پہلے اسوجہ سے نہوگا کہ اُسمین ملک بائع باقی ہے اور بعد قبضہ کے اسوجہ سے نہوگا کہ فسخ کا احتمال ہے پھر اگر مشتری نے اُسمین کچھ عمارت بنائی تو امام اعظم رح کے نزدیک بائع کا حق استرداد منقطع ہو گیا اور مشتری پر اس دار کی قیمت واجب ہوگی اور شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا - اور صاحبین رح کے نزدیک بائع کا حق استرداد منقطع نہوگا پس شفیع کا اُسمین شفعہ واجب نہوگا - اور شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا کہ مشتری کو حکم کرے کہ اپنی بنائی ہوئی عمارت منہدم کر دے - اور اگر مشتری نے اُس دار کو مسجد بنایا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ بالاجماع حق مالک منقطع ہو جائیگا کذا فی الکافی اگر کسی نے سو قفیز گیہون کی بیع سلم مین راس المال ایک دار ٹھہرایا اگر سپرد کر دیا تو شفیع کو شفعہ حاصل ہوگا - اور اگر سپرد نکیا یہان تک کہ دونون جدا ہو گئے تو سلم و شفعہ باطل ہو جائینگی کیونکہ یہ جدائی فسخ ہے اور اگر سپرد کر لے اور جدا ہو جانے کے بعد دونون نے بیع کو توڑ لیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ یہ شفیع کے حق مین فسخ نہین بلکہ بیع جدید ہے یہ قنیہ مین ہے - ایک شخص کے واسطے ایک دار کی وصیت کی گئی اور اُسنے یہ نہین جانا تھا کہ اُس دار کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا پھر موصی لہ نے وصیت قبول کی تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا - اور اگر علم وصیت سے پہلے موصی لہ مرگیا پھر اس دار کے پہلو کا دار فروخت کیا گیا اور وارثون نے اسکی شفعہ کا دعوی کیا تو اُنکو شفعہ ملیگا اسلیے کہ موصی لہ کا مرنا بمنزلہ اُسکے قبول کرنے کے ہے یہ فتاوے کبری مین ہے - اگر اپنے دار کے حاصلات کی ایک شخص کے واسطے اور اُسکے رقبہ کی دوسرے کے واسطے وصیت کی پھر اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو اُسکا شفعہ اُس موصی لہ کو ملیگا جسکے حق مین رقبہ دار کی وصیت تھی یہ محیط سرخسی مین ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا اور اُسکے اوپر کا بالاخانہ دوسرے کا ہے پس نیچے کے مالک نے سفل کو فروخت کیا تو بالاخانہ والے کو شفعہ کا استحقاق ہے اور اگر بالاخانہ والے نے بالاخانہ فروخت کیا تو نیچے والے کو اُسکا حق شفعہ حاصل ہوگا - پھر اسکے بعد جاننا چاہیے کہ اگر بالاخانہ کا رستہ نیچے سے ہو تو حق شفعہ بسبب شرکت راہ کے حاصل ہوگا اور اگر بالاخانہ کا رستہ بڑے کوچہ کیطرف سے ہو تو حق شفعہ بسبب جوار کے ہوگا پھر اگر بالاخانہ والے نے نیچے کا مکان شفعہ مین نہ لیا یہان تک کہ بالاخانہ گر گیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اور امام محمد رح کے قول پر باطل نہوگا - اور اگر بالاخانہ گرے ہوئے کی حالت مین نیچے کا مکان فروخت کیا گیا تو برقیاس قول امام ابو یوسف رح بالاخانہ والے کو حق شفعہ نہوگا بنابرینکہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک حق شفعہ بسبب عمارت کے ہوتا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکو حق شفعہ حاصل ہوگا اسلیے کہ امام محمد کے نزدیک حق شفعہ بسبب حق استقرار عمارت کے ہوتا ہے نہ بسبب نفس عمارت کے اور بالاخانہ کا حق القرار ہنوز باقی ہے یہ ذخیرہ مین ہے - اگر نیچے کا مکان ایک شخص کا اور بالاخانہ دوسرے کا ہو اور اس دار کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو حق شفعہ دونون کو حاصل ہوگا اور اگر حق شفعہ لینے سے پہلے بالاخانہ اور نیچے کا مکان دونون منہدم ہو گئے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اب شفعہ فقط نیچے والے مکان کے مالک کو حاصل ہوگا کیونکہ جسکے ذریعہ سے استحقاق شفعہ ہوتا ہے یعنے زمین وہ قائم ہے اور بالاخانہ کے مالک کو شفعہ نہ ملیگا اسوجہ سے کہ جسکے ذریعہ سے

استحقاق شفعہ تھا وہ زائل ہوگیا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونون کو استحقاق شفعہ حاصل رہیگا اسلیے کہ بالاخانہ والے کا حق
بھی قائم ہو کیونکہ جب سفل والا نیچے کا مکان بنا دے گا تو وہ بھی اپنا بالاخانہ اُسپر قائم کریگا اور اُسکو یہ بھی اختیار ہو کہ
خود ہی نیچے کا مکان بنوا کر پھر اُسپر بالاخانہ بنوالے اور سفل کے مالک کو اس سفل سے نفع حاصل کرنے سے منع کرے
یہان تک کہ صاحب سفل اُسکو اُسکا حق دیدے یہ کافی مین ہو- دو شخصون نے ایک دار خریدا حالانکہ ایک اُنمین سے
اُسکا شفیع ہو تو جسقدر حصہ اجنبی کا ہوگیا اُسمین شفیع کو حق شفعہ نرہا اسواسطے کہ اُس اجنبی کی خرید تمام نہوئی جب تک کہ
شفیع نے اُسکے واسطے بیع قبول نہین کی یہ فتاوے قاضی خان مین ہو- ایک شخص نے کسیقدر مدت معلومہ کے واسطے
اپنا دار کرایہ دیا پھر قبل مدت گذرنے کے اُسکو فروخت کیا اور مستاجر ہی اُسکا شفیع ہو تو یہ بیع حق مستاجر مین موقوف
رہیگی کیونکہ اجارہ قائم ہو پس اگر مستاجر نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع اُسکے حق مین تمام ہوجائیگی اور اُسکو حق شفعہ
حاصل ہوگا کیونکہ سبب شفعہ پایا گیا اور اگر اُسنے بیع کی اجازت ندی لیکن شفعہ طلب نکیا تو اجارہ باطل ہوجائیگا
یہ محیط سرخسی مین ہو- اگر کسی شخص نے بیج بوئی ہوئی زمین خریدی پھر کھیتی اوگی یہان تک کہ مشتری نے اُسکو کاٹ لیا
پھر شفیع حاضر ہوا تو زمین کو زمین کے حصہ ثمن مین لے لیگا پس زمین تخم ریختہ کی قیمت لگائی جاوے (اور بغیر
تخم ریختہ کی قیمت لگائی جاوے) پس بعوض مقدار حصہ زمین کے لے لے یہ محیط سرخسی مین ہو- اور اگر قطع کرنے کے
واسطے ایک درخت خریدا تو اُسمین شفعہ نہین ہو اسیطرح اگر اُسکو مطلقاً خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر درخت کو مع جڑون
اور موضع زمین بقدر قیام درخت کے خریدا تو اُسمین حق شفعہ ہوگا- اور اسیطرح اگر کھیتی یا رطبہ کاٹ لینے کے واسطے خریدا
تو اُسمین شفعہ نہوگا اور اگر مع زمین خریدی ہو تو کل مین استحساناً شفعہ واجب ہوگا اور قیاساً کھیتی مین شفعہ نہونا چاہیے
اور اگر ایک زمین خریدی اور اُسمین چھوٹے چھوٹے پودے تھے پس اُسنے گوڑا پس ان درختون مین پھل آئے یا اُسمین
کھیتی تھی پس وہ تیار ہوگئی تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اس سب کو ثمن متقررہ مین لے لے یہ مبسوط مین ہو- اور اگر
کوئی عمارت کھود لینے کے واسطے خریدی تو شفیع کو اسمین حق شفعہ نہوگا اور اگر مع اصل اُسکو خریدا ہو تو شفیع کو حق شفعہ
حاصل ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو- اور اگر عمارت مین سے حصہ بائع خریدا اور وہ نصف ہو تو اُسمین شفعہ نہوگا اور یہ بیع فاسد
ہوگی- اسیطرح اگر پوری عمارت ایک ہی شخص کی ہو مگر اُسنے اسمین سے نصف فروخت کی تو بھی یہی حکم ہو یہ مبسوط
مین ہو- اگر قطع کرنے کے واسطے کوئی درخت خریدا پھر اسکے بعد زمین خریدی اور درخت اُسمین لگا رہنے دیا تو شفیع کو
درخت مین حق شفعہ حاصل نہوگا- اسیطرح اگر پھلون کو جھاڑ لینے کے واسطے یا عمارت کو گرا لینے کے واسطے خریدا
پھر اسکے بعد زمین خریدی تو بھی یہی حکم ہو کہ شفیع کو فقط زمین مین حق شفعہ حاصل ہوگا یہ محیط مین ہو- اگر ایک شخص نے
ایک بیت اور اُسکے اندر کی پن چکی مع اُسکے پانی کی نہر و متاع کے خریدا تو شفیع کو بیت مین اور تمام اُن آلات پن چکی مین
جو پن چکی گھر سے مرکب ہین حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ یہ آلات پن چکی گھر کے تابع ہین- اور علی ہذا اگر حمام خریدا
تو شفیع کو استحقاق ہوگا کہ حمام کو مع حمام کے آلات مرکبہ کے جیسے دیگین وغیرہ شفعہ مین لے لے اور مسئلہ اولے جو آلات
بیت سے مزائل ہین اور مسئلہ ثانیہ مین جو آلات حمام سے مزائل ہین نہین لے سکتا ہو لیکن چکی کا اوپر کا پاٹ استحساناً
لے سکتا ہو اگرچہ مرکب نہین ہو یہ ظہیریہ مین ہو- اگر ایک نیستان خریدا جسمین نرکل اور ایسی مچھلیان تھین جو بدون شکار کے
پکڑی جا سکتی ہین تو شفیع اس نیستان و نرکل کو شفعہ مین لے سکتا ہو اور مچھلیون کو نہین لے سکتا ہو- اور اگر کوئی چشمہ

مبسوط

یا نہر یا کنوان مع اصل رقبہ کے خریدا تو شفیع کو اُنمین حق شفعہ حاصل ہوگا - اسیطرح اگر چشمہ قیر یا نفط یا کان نمک تو
یہ سب شفعہ مین لے سکتا ہی کیونکہ فی المعنی اتصال پایا جاتا ہی لیکن اگر مشتری ان چیزون مین سے کسیقدر انکی جگہ سے
اُٹھا لیگیا ہو تو جسقدر لیگیا ہی اُسکو نہین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی - اور تفرید مین لکھا ہی کہ شفیع کو اختیار ہوگا کہ جو عمارت
مین داخل ہوجاتی ہی اور پائخانہ اور ہر شی شفعہ مین لے لیوے رہا ظلہ سو اگر دار مین درآیا ہو تو صاحبین کے نزدیک
داخل ہوگا اور امام اعظم رہ کے نزدیک تفصیل ہی کہ اگر مشتری نے وقت خرید کے یہ کہا کہ معہ ہر حق کے جو اس دار کے
واسطے ہی تو داخل ہوگا ورنہ نہین - اور درخت اور پھل اور کھیتی بدون شرط کے داخل نہین ہوتی اور قیاس یہ چاہتا ہی
کہ پھل بدون ذکر کے داخل ہوجاوین یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے باغ انگور خریدا اور اُسکا ایک شفیع غائب ہی
پھر درختون مین پھل آئے پھر مشتری نے انکو کھا لیا پھر شفیع غائب آیا اور اُسنے اس باغ کو شفعہ مین لیا پس اگر وہ درخت
وقت قبضہ مشتری کے فقط پھولدار ہون کہ ہنوز پھل نمود نہ ہوے ہون تو شفیع کے حق مین ثمن مین سے کچھ ساقط نہوگا اور
اگر وقت قبضہ مشتری کے پھل نمود ہوگئے ہون تو بقدر انکے ثمن مین سے ساقط کیا جائے گا اور انکی اُس روز کی قیمت
معتبر ہوگی جس روز مشتری نے باغ مذکور پر قبضہ کیا کذا فی الذخیرہ - اگر خریدی ہوئی زمین مین کھیتی ہو کہ جسکی ہنوز کچھ قیمت نہو
پھر وہ کھیتی تیار ہوئی اور مشتری نے اُسکو کاٹ لیا پھر شفیع نے اُس زمین کو شفعہ مین لے لیا تو ثمن مین سے کچھ ساقط نہوگا
یہ محیط سرخسی مین ہی - مکاتب نے اگر کوئی دار خریدا یا فروخت کیا اور اُسکا مولی اس دار کا شفیع ہی تو اُسکو بحق شفعہ لینے کا اختیار
ہوگا خواہ یہ مکاتب قرضدار ہو یا نہو کذا فی البدائع اور اگر مولی نے اپنا دار فروخت کیا اور مکاتب اُسکا شفیع ہی تو اُسکو
حق شفعہ حاصل ہوگا کذا فی التاتارخانیہ -

دوسرا باب مراتب شفعہ کے بیان مین - اگر چند شفعہ جمع ہوجاوین تو اُنمین ترتیب کا لحاظ کیا جائیگا پس
شریک کو خلیط پر اور خلیط کو جار پر مقدم کرینگے پس اگر شریک نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو خلیط کا حق شفعہ واجب ہوگا
اور اگر دو خلیط ہون تو تقدیم یون ہوگی کہ پہلے اخص ہوگا پھر اعم - اور اگر خلیط نے بھی اپنا حق شفعہ دیدیا تو جار کا حق
شفعہ واجب ہوگا اور یہ جواب موافق ظاہر الروایۃ کے ہی اور یہی صحیح ہی اسواسطے کہ ہر ایک ان تینون امور مین سے
استحقاق شفعہ کے واسطے سبب صالح ہی لیکن بعض انمین سے بہ نسبت بعض کے قوی التاثیر ہی پس وہ مقدم رکھا جائیگا
پس جب شریک نے اپنا شفعہ دیدیا تو اُسکی شرکت نابود سمجھی جائیگی اور ایسی قرار دیجائیگی کہ گویا نہ تھی پھر باقی مین ترتیب کا
لحاظ کیا جائیگا جیسے ابتدائً فقط خلط و جوار جمع ہونے مین لحاظ ہوتا اور اسکا بیان یہ ہی کہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک
دار دو شخصون مین مشترک واقع ہی جسکا راستہ ایسے کوچہ غیر نافذہ مین سے ہی پس دونون شریکون مین سے ایک نے
اپنا حصہ فروخت کیا تو حق شفعہ اُسکے شریک کو حاصل ہوگا پس اگر اُسنے اپنا حق شفعہ دیدیا تو حق شفعہ تمام اہل کوچہ کو حاصل
ہوگا اور اس استحقاق مین ملاصق و غیر ملاصق سب برابر ہونگے اسلیے کہ وے سب راستہ مین خلیط ہین پھر اگر ان سب نے
اپنا حق شفعہ دیدیا تو حق شفعہ جار ملاصق کو ملیگا - اور اگر اس کوچہ مین سے ایک دوسرا کوچہ غیر نافذہ پھوٹا ہوا اور اُسمین
کوئی دار فروخت کیا گیا تو فقط خاصۃً اسی کوچہ والے لوگون کو حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ اس کوچہ والون کی
خلطہ بہ نسبت کوچہ پچھلیا یعنے اگلے کوچہ والون کی اخص ہی اور اگر اگلے کوچہ کا ایک دار فروخت کیا گیا تو اُسکا حق شفعہ
اگلے اور پچھلے دونون کوچہ والون کو حاصل ہوگا اسواسطے کہ اگلے کوچہ مین ان سب کے خلطہ برابر ہی - اور امام محمد رح

نے فرمایا کہ اہل درب بوجہ رستہ کے مستحق شفعہ ہوتے ہین بشرطیکہ رستہ اُنکی ملک ہو یا قنا غیر مملوکہ ہو۔ اور اگر کوچہ نافذہ کے اندر کوئی دار فروخت کیا گیا تو سوائے جار ملاصق کے کسی کو حق شفعہ نہ ملیگا۔ اسیطرح اگر دو دار ہون کہ اُنکے درمیان رستہ نافذ غیر مملوک ہو اور اُنمین سے ایک فروخت کیا گیا تو سوائے اُسکے جار ملاصق کے کسی کو شفعہ نہ ملیگا اور اگر یہ راستہ مملوک ہو تو غیر نافذ کے حکم مین ہوگا۔ اور طریق نافذ جسکی وجہ سے استحقاق شفعہ نہین ہوتا ہی وہ رستہ کہلاتا ہی جسکو اس رستے والے بند نہ کر سکین اور اسی بنا پر نکلتا ہی کہ اگر چھوٹی نہر ہو کہ اُس سے اراضی معدودہ یا کرم معدودہ سینچے جاتے ہون پھر ان معدودہ مین سے کوئی زمین یا باغ انگور فروخت کیا گیا تو سب شریک شفیع ہونگے ملاصق و غیر ملاصق دونون برابر ہونگے اور اگر نہر کبیر ہو تو شفعہ فقط جار ملاصق کو ملیگا۔ اور چھوٹی و بڑی نہر کی تعریف مین اختلاف ہی امام اعظم رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُسمین کشتی چلتی ہو تو بڑی ہی کذا فی البدائع اور شیخ امام عبد الواحد شیبانی نے فرمایا کہ کشتی سے اس مقام پر شاریات جو چھوٹی چھوٹی کشتیان ہوتی ہین مراد رکھی ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اس نہر سے ایک دوسری نہر کاٹی گئی کہ چند اراضی و بساتین و کروم کو سینچتی ہی پھر ایک زمین یا باغ جسکا پانی اسی نہر سے ہی فروخت کی گئی تو اس نہر سے سینچنے والے بہ نسبت نہر کبیر والون کے اس مبیع کے شفعہ کے احق ہونگے (یعنے اُنھین کو حق شفعہ ملیگا نہ نہر کبیر والون کو) اور اگر نہر کبیر کی اراضی مین سے کوئی زمین فروخت کی گئی تو چھوٹی نہر والے اور بڑی نہر والے حق شفعہ مین برابر ہونگے کیونکہ اُنکا حق شرب یکسان ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر طریق اعظم سے ایک فنائے واسع منفرج ہو بازقاق یا درب غیر نافذ اور اُسکے اندر چند دار ہون اور اُنمین سے ایک دار فروخت کیا گیا تو ان گھرون کے مالک سب شفیع ہونگے امام زاہد شیخ عبد الواحد شیبانی نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ یہ فنا مربع ہو اور اگر مدور ہو گی تو حق شفعہ جار ملاصق کو ملیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک دار واقع ہی اُسکے اندر ایک بیت ہی اور وہ بیت دو آدمیون کا ہی اور دار مین ایک قوم شریک ہی پھر بیت مین سے ایک شریک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو پہلے حق شفعہ شریک کو ملیگا پس اگر اُسنے دیدیا تو پھر شرکاء دار کو ملیگا پس اگر اُنھون نے دیدیا تو سب اہل کوچہ کو ملیگا اور حق شفعہ مین سب لوگ برابر ہونگے پھر اگر اہل کوچہ نے بھی دیدیا تو حاصل ملاصق کو ملیگا اور جار ملاصق وہ شخص جو اس دار کی پشت پر رہتا ہی اور اُسکے دار کا دروازہ دوسرے کوچہ کیطرف ہی امام خصاف رح کے ادب القاضی کے باب شفعہ کی شرح مین لکھا ہی کہ پھر اگر اس دار کے ملاصق جسمین یہ بیت مبیعہ واقع ہی کئی آدمی ہون تو جو جار ملاصق اس بیت مبیعہ کا ہی وہ اور جو انتہائے دار سے ملاصق ہی نہ اس بیت سے دونون حق شفعہ مین یکسان ہونگے یہ محیط مین ہی۔ ایک دار دو شریکون مین مشترک ایک کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہی اُنمین سے ایک شریک نے اپنا حصہ دار کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو شفعہ پہلے شریک دار کو ملیگا پس اگر اُسنے حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو اُس شخص کو ملیگا جو اپنے دار اور اس دار کے درمیانی دیوار مین شریک ہی پس اگر اُسنے بھی دیدیا تو اہل کوچہ کو ملیگا اور سب لوگ اس حق شفعہ مین برابر ہونگے پس اگر اُنھون نے بھی دیدیا تو اُس جار (یعنے پڑوسی) کو ملیگا جسکے دار کی طرف اس دار کی پشت ہی اور اُسکے دار کا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہی اور امام خصاف رح کے ادب القاضی مین لکھا ہی کہ پھر واضح ہو کہ جو جار رستہ کے شریک سے موخر ہی وہ ایسا جار ہی جو دونون دارون کے درمیانی دیوار مشترک کے نیچے کی زمین مین شریک نہو اور اگر شریک ہوگا تو وہ موخر نہوگا بلکہ استحقاق شفعہ مین مقدم ہوگا اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک زمین دو آدمیون مین مشترک ہو اور مقسوم نہو اُسمین اُن دونون نے بیچ مین ایک دیوار بنائی پھر باقی زمین کو

باہم تقسیم کرلیا پس دیوار اور جو زمین دیوار کے نیچے رہی وہ دونون مین مشترک ہوگی پس ایسا جار بعض مبیع مین شریک ٹھہرا - اور اگر ان دونون نے تمام زمین کو باہم تقسیم کرکے اُسکے درمیان مین ایک خط کردیا پھر دونون مین سے ہرایک نے کچھ مال دیکر دیوار بنائی تو دونون مین سے ہرایک زمین کے لحاظ سے دوسرے کا فقط پڑوسی ہوگا اور عمارت مین شریک ہوگا اور عمارت کی شرکت موجب شفعہ نہین ہوتی ہی اور امام قدوری نے ذکر کیا کہ جو شخص دیوار کے نیچے کی زمین مین شریک ہی وہ امام محمد رح کے نزدیک اور دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابویوسف رح کے نزدیک بحکم شرکت تمام مبیع مین مستحق شفعہ ہوتا ہی پس اُس پڑوسی سے جسکا پڑوس تمام مبیع سے ملاصق ہی مقدم ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اور امام کرخی رح نے فرمایا کہ امام ابویوسف رح سے جو روایتین آئی ہین اُنمین سے اصح روایت یہ ہی کہ جو شخص دیوار مین شریک ہی وہ باقی دار کے حق شفعہ مین بہ نسبت جار کے اولی و مقدم ہی - اور فرمایا کہ امام محمد رح سے ایسے چند مسائل مروی ہین جو اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ جو شخص دیوار مین شریک ہی وہ اولی و اقدم ہی چنانچہ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک دیوار دو شخصون کے درمیان مین ہی کہ ہر ایک کی اُسپر لکڑیان رکھی ہوئی ہین اور دیوار کا دونون مین مشترک ہونا فقط اسی وجہ سے ثابت و معلوم ہوتا ہی کہ اُسپر دونون کی لکڑیان رکھی ہین پھر ان دونون دارون مین سے ایک فروخت کیا گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر دوسرے کے مالک نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ دیوار ہم دونون مین مشترک ہی تو وہ نسبت پڑوسی کے شفعہ کا حقدار ہوگا اسلیے کہ وہ شریک ہی اور اگر اُسنے گواہ قائم نکیے تو مین اُسکو شریک نہ ٹھہراؤنگا اور امام محمد رح کا یہ قول کہ وہ بہ نسبت پڑوسی کے شفعہ کا حقدار ہوگا یعنے تمام دار کا حقدار ہوگا نہ فقط اس دیوار مشترک کا اور یہی مقتضاے ظاہر اطلاق ہی یہ بدائع مین ہی - امام محمد رح نے فرمایا کہ جہان شریک نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو جار کے واسطے جبھی حق شفعہ ثابت ہوگا کہ جب جار نے بیع کی خبر سنتے ہی شفعہ طلب کیا ہو اور اگر نہ طلب کیا ہو تو اُسکو حق شفعہ حاصل نہوگا یہ محیط مین ہی - ایک دار کبیر مین چند مقصورات ہین پس مالک دار نے اُنمین سے ایک مقصورہ یا قطعہ معلومہ یا بیت فروخت کیا تو اُسکے پڑوسی کو اس مبیع مین حق شفعہ حاصل ہوگا چاہے دار کے کسی جانب کا پڑوسی ہو اسلیے کہ یہ مبیع تمام دار مین سے ہی اور شفیع اس دار کا جار ہی پس اس مبیع کا بھی جار ہوا اور اگر اُسنے مشتری کو حق شفعہ دیدیا پھر مشتری نے یہ مقصورہ یا قطعہ مبیعہ فروخت کیا تو اب اُس جار کو شفعہ نہ ملیگا بلکہ اُس شخص کو ملیگا جو اس مقصورہ یا قطعہ مبیعہ کا جار ہی اسواسطے کہ مبیع مشتری کی ملک مین ایک علحدہ مقصود چیز ہوگئی پس منجملہ دار ہونے سے خارج ہوگئی یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک مکان مین سے نیچے کا مکان دو شخصون مین مشترک ہی (مثلاً زید و عمرو) اور اُسکا بالاخانہ زید و خالد دو شخصون مین مشترک ہی پس زید نے جو نیچے واوپر دونون مین شریک ہی اپنا حصہ فروخت کیا تو نیچے کے مکان مین جو شخص اُسکے ساتھ شریک ہی اُسکو اُسکے نیچے کے حصہ مین حق شفعہ حاصل ہوگا اور بالاخانہ مین جو شخص شریک ہی اُسکو حصہ بالاخانہ مین حق شفعہ ہوگا اور نیچے کے مکان مین جو شخص شریک ہی اُسکو بائع کے حصہ بالاخانہ مین حق شفعہ نہوگا اور جو بالاخانہ مین شریک ہی اُسکو نیچے کے مکان کے حصہ بائع مین حق شفعہ نہوگا اسواسطے کہ نیچے کے مکان کا شریک بالاخانہ کا جار ہی یا حقوق بالاخانہ مین شریک ہی اگر بالاخانہ کا راستہ نیچے کے مکان مین سے ہو اور بالاخانہ کا شریک نیچے کے مکان کا جار ہی یا حقوق کا شریک ہی اگر بالاخانہ کا راستہ اس دار مین سے ہو پس جو شخص عین بقعہ مین شریک ہی

وہ حق شفعہ کے واسطے اولی واقدم ہی اگر ایک دار پر ایک شخص کا بالاخانہ ہو اور بالاخانہ کا راستہ اس دار مین سے ہو
اور باقی دار دوسرے شخص کا ہو پھر بالاخانہ کے مالک نے بالاخانہ مع اُسکے راستہ کے فروخت کیا تو استحساناً حق
شفعہ نیچے کے مکان کے مالک کو حاصل ہوگا اور اگر اس بالاخانہ کا راستہ دوسرے شخص کے دار مین سے ہو اور
بالاخانہ فروخت کیا گیا تو جسکے دار مین علو کا راستہ ہی وہ بہ نسبت اُسکے جسکے دار پر بالاخانہ ہی حق شفعہ کا مستحق ہوگا پھر
اگر صاحب الطریق نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا پس اگر بالاخانہ کا کوئی جار ملازق نہو تو بسبب جوار کے اُسکو حق
شفعہ ملیگا جسکے دار پر بالاخانہ ہی۔ اور اگر بالاخانہ کا جار ملازق موجود ہو تو وہ شخص مع اُس شخص کے جسکے دار پر بالاخانہ
واقع ہی دونون حق شفعہ مین سے سکتے ہین اسواسطے کہ دونون جار ہین۔ اور اگر بالاخانہ کا جار اُسکے ملازق نہو بلکہ
بالاخانہ اور اُسکے مسکن کے درمیان دار کا کوئی ٹکڑا واقع ہو تو اُس جار کو حق شفعہ نہ ملیگا۔ اور اگر نیچے کے مکان کے
مالک نے نیچے کا مکان فروخت کیا تو بالاخانہ والا اُسکا شفیع ہوگا اور اگر وہ دار فروخت کیا گیا جسمین علو کا راستہ ہی
تو بالاخانہ والا بہ نسبت جار کے مستحق شفعہ ہوگا یہ بدائع مین ہی۔ ایک دار زید و عمرو کے درمیان مشترک ہی اور اس
دار مین ایک دیوار زید و خالد کے درمیان مشترک ہی پس زید نے اپنا حصۂ دار و دیوار فروخت کیا تو جو شخص دار مین
شریک ہی وہ بہ نسبت شریک دیوار کے حق شفعہ دار کا مستحق ہوگا اور جو دیوار مین شریک ہی وہ دیوار کی شفعہ مین زیادہ
مستحق ہی اور باقی دار کا جار ہی اسیطرح اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہوا اور اُسمین ایک کنوان ایک شریک
اور کسی دوسرے کے درمیان مشترک ہو پس دار و کنوئین کے حصہ دار نے اپنا کنوئین و دار کا حصہ فروخت کیا
تو دار کا شریک حصہ دار کے حق شفعہ کا مستحق ہی اور کنوئین کا شریک حصہ چاہ کے حق شفعہ کا مستحق ہی اور باقی دار کے
حصہ کا جار ہی یہ نہایہ مین ہی۔ ایک دار مین تین شخص برابر شریک ہین سوائے موضع چاہ یا طریق کے پس جو شخص
تمام مین شریک ہی اُسنے تمام دار مین سے اپنا حصہ فروخت کیا تو جو شریک ایسا ہی کہ اسکا تمام دار مین حصہ ہی بہ نسبت
اُس شریک کے جسکا بعضے دار مین حصہ ہی حق شفعہ کا زیادہ مستحق ہی اسواسطے کہ اُسکی شرکت اعم ہی اور جو اقوی ہو وہی
استحقاق شفعہ مین مقدم ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ صاحب الطریق بہ نسبت صاحب مسیل الماء کے حق شفعہ مین
اولی ہی بشرطیکہ رقبۂ مسیل الماء اسکی ملک نہو اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک دار فروخت کیا گیا اور اسمین ایک شخص کا
راستہ ہی اور دوسرے کا پانی بہنے کا استحقاق ہی تو صاحب الطریق بہ نسبت صاحب مسیل الماء کے استحقاق شفعہ
مین اولی ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک دار مین تین بیت ہین اسطرح کہ مقدم دار مین ایک بیت ہی پھر دوسرا اُسکے پہلو
مین پھر تیسرا دوسرے کے پہلو مین اور ہر بیت کا ایک ہی ایک شخص مالک ہی پھر ان مالکون مین سے ایک نے
اپنا بیت فروخت کیا پس اگر ان بیوت کا راستہ دار مین ہو تو باقی دونون آدمیون کو راستہ کی شرکت کی وجہ سے
حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر ان بیوت کے دروازہ دار مین نہون بلکہ ایک کوچہ نافذہ مین ہون پس اگر درمیانی
بیت بیچا گیا تو حق شفعہ اول و آخر کو ملیگا اور اگر اول بیچا گیا تو حق شفعہ درمیانی بیت والے کو ملیگا اور اگر آخر والا
بیچا گیا تو حق شفعہ فقط درمیانی بیت کے مالک کو ملیگا۔ ایک دار مین تین بیت ایک دوسرے پر واقع ہین اور
ہر ایک کا ایک ایک شخص مالک ہی پھر ایک نے اپنا بیت فروخت کیا تو باقی دونون اُسکی شفعہ مین شریک ہونگے
بشرطیکہ سب بیوت کا راستہ اس دار مین ہو اور اگر بیوت کے دروازے کوچہ مین ہون پس اگر بیچ والے نے فروخت کیا

تو اعلی و اسفل کو استحقاق شفعہ ہوگا اور اگر اعلے نے فروخت کیا تو درمیانی کو اور اگر اسفل نے فروخت کیا تو بھی درمیانی
کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے - ایک دار میں تین بیت ہیں اور باقی میدان ہے اور میدان تین آدمیوں
میں مشترک ہے اور بیوت انہیں سے دو شخصوں میں مشترک ہیں پس ہر دو مالکان بیوت میں سے ایک نے اپنا حصہ
بیوت و میدان اس شخص کے ہاتھ جو بیوت و میدان میں اسکا شریک ہے فروخت کیا تو باقی دونوں آدمیوں کو جو صحن
میں اسکے شریک ہیں استحقاق شفعہ نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے - ایک دار ایک شخص کا ہے اور اسمیں ایک بیت ہے جو اسکے اور
ایک دوسرے کے درمیان مشترک ہے پس مالک دار نے اپنا دار فروخت کیا اور جار نے شفعہ طلب کیا اور بیت کے شریک
نے بھی شفعہ طلب کیا تو بیت کا شریک حصہ بیت کے حق شفعہ میں اولی ہوگا اور باقی دار پڑوسی اور اس شریک کے
درمیان انصافاً نصف حق شفعہ میں بٹ سکتا ہے یہ بدائع میں ہے - امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک
دیوار مع اسکی زمین کے خریدی پھر باقی دار خریدا پھر دیوار کے جار نے شفعہ طلب کیا تو اسکو دیوار کا شفعہ ملیگا اور باقی دار
میں حق شفعہ نملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے - ایک دریبہ غیر نافذہ میں ایک قوم کے گھر واقع ہیں پھر ان گھروں میں سے ایک
گھر کے مالک نے ایک بیت جو بڑے کوچہ کی راہ پر ہے اس شرط سے فروخت کیا کہ مشتری اسکا دروازہ بڑے رستہ کیطرف
توڑ لے اور اس بیت کا جو رستہ دریبہ میں تھا وہ فروخت نکیا تو اصحاب دریبہ کو استحقاق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ وقت
بیع کے رستہ میں انکی شرکت موجود تھی - اور اگر اہل دریبہ نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا پھر مشتری نے اسکے بعد وہ بیت
فروخت کیا تو اہل دریبہ کو استحقاق شفعہ اسوجہ سے حاصل نہوگا کہ دوسری بیع کے وقت انکی شرکت باقی نہیں رہی
پس حق شفعہ جار ملازق کو ملیگا اور وہ مالک دار ہے اسیطرح اگر دار میں سے کوئی قطعہ بغیر اسکے اس راستہ کے جو دریبہ میں ہے
فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے - ایک دریبہ غیر نافذہ کی انتہا پر ایک مسجد خطہ ہے اور اس مسجد خطہ کا دروازہ دریبہ
میں ہے اور مسجد کی پشت یا دوسری جانب بڑے رستہ کی طرف ہے تو ایسا دریبہ دریبہ نافذہ ہے اگر اسمیں کوئی دار فروخت کیا جائے
تو اسکا حق شفعہ فقط جار کو ملیگا اور مسجد خطہ سے وہ مسجد مراد ہے جسکو امام المسلمین نے وقت تقسیم غنیمت کے خط کردیا ہو - اور
یہ حکم اسواسطے ہے کہ جب مسجد خطہ ٹھہری اور اسکی پشت بڑے رستہ کیطرف ہوتی اور مسجد کے گرد ایسے گھر نہوئے جو مسجد اور
بڑے رستہ کے درمیان حائل ہوں تو یہ دریبہ بمنزلہ دریبہ نافذہ کے ہوگا - اور اگر مسجد اور بڑے رستہ کے درمیان
ایسے گھر ہوں جو اس مسجد اور بڑے رستہ میں حائل ہوں تو اہل دریبہ کو بوجہ شرکت کے شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے
کہ یہ دریبہ نافذہ نہوگا اور اگر مسجد خطہ انتہا پر نہو بلکہ ابتدائے کوچہ میں واقع ہو پس اگر ابتدائے کوچہ سے مسجد تک
نافذہ پایا جاوے تو اسمیں سوائے جار ملازق کے کسی کو شفعہ حاصل نہوگا اور اسکے ماسوائے غیر نافذہ ہوگا حتے کہ اس کوچہ کے
لوگوں کو سب کو شفعہ حاصل ہوگا - اور اگر یہ مسجد خطہ نہو بلکہ اہل دریبہ میں سے کسی شخص نے دوسرے سے ایک دار ابتداء
دریبہ میں خرید کر اسکو مسجد بنا دیا ہو اور اسکا دروازہ دریبہ کیطرف رکھا ہو خواہ بڑے راستے کیطرف اسکا دروازہ رکھا ہو
یا نرکھا ہو پھر ایک شخص نے اہل دریبہ میں سے اپنا دار فروخت کیا تو بوجہ شرکت کے اہل دریبہ کو شفعہ کا استحقاق ہوگا
یہ محیط میں ہے - ایک شخص مالک خان ہے اور خان میں ایک مسجد ہے جسکو اسنے جدا کرکے لوگوں کو اسمیں اذان دینے
و جماعت سے نماز پڑھنے کا اذن عام دیدیا پس لوگوں نے ایسا ہی کیا اور وہ مسجد جماعت ہوگئی پھر مالک خان نے
خان کا ہر ہر حجرہ ایک ایک شخص کے ہاتھ فروخت کردیا یہانتک کہ وہ دریبہ ہوگیا پھر انمیں سے ایک حجرہ فروخت کیا

تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکا حق شفعہ سب لوگون کو جو حجرون کے مالک ہین حاصل ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی
ایک دار مین ایک دروازہ دربیہ کیطرف ہی اور دار کے دوسرے دروازہ سے بڑے راستہ کیطرف نکل گیا ہی پس اگر یہ
راستہ عام لوگون کی رہگذر ہو تو اہل دربیہ کو حق شفعہ نہوگا اسلیے کہ کوچہ نافذہ ہی اور اگر یہ راستہ خاص اہل دربیہ کا ہو
تو اہل دربیہ سب شفیع ہونگے کیونکہ کوچہ غیر نافذہ ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور زقیقات کہ جنکی پشت پر وادی ہی دو صورت
سے خالی نہین اگر موضع وادی دراصل مملوک ہو پھر انھون نے اُسکو وادی بنا دیا تو یہ اور وہ مسجد جسکو انتہاے
کوچہ پر بنالیا ہی حکماً یکسان ہین اور اگر وہ وادی دراصل ایسا ہی وادی ہو تو یہ اور مسجد خطہ حکماً یکسان ہین ایسا ہی
امام زاہد شیخ عبد الواحد شیبانی سے منقول ہی اور شیخ موصوف رح فرماتے تھے کہ بخارا کے زقیقات جنکی پشت پر
وادی ہو اگر ان زقیقون مین سے کسی زقیقہ کا دار فروخت کیا جاوے تو سب اہل زقیقہ شفیع ہونگے اور یہ مثل طریق
نافذہ کے قرار ندیا جائیگا پس شاید شیخ موصوف رح نے اس وادی کا مملوک ہونا معلوم کیا ہو - اور شیخ اجل شمس الائمہ
سرخسی رح ان زقیقات کا حکم مثل حکم کوچہ نافذہ کے قرار دیتے تھے اور بعضے علماء نے فرمایا کہ جائز ہی کہ بخارا مین جنکی انتہا پر وادی ہی وہ باعتبار لعدم
پر قیاس کیے جاوین اور امر شفعہ کا مبنی نفاذ حادث و نفاذ خطہ پر رکھا جاوے یہ محیط مین ہی - کوچہ غیر نافذہ مین اگر کوئی دار فروخت کیا گیا
تو حق شفعہ تمام اہل کوچہ کو ملیگا اور کوچہ غیر نافذہ کے مدور یا معوج یا مستقیم ہونے سے حکم مین فرق نہوگا یہ ملتقط مین ہی - ایک کوچہ
غیر نافذہ مین ایک عطف مدور ہی جسکو فارسی مین (خم گرد) کہتے ہین اور اس عطف مین چند منزل ہین پھر ایک شخص نے اصلی یا عطفی
کوچہ مین یا عطف مین ایک حویلی فروخت کی تو حق شفعہ تمام شریکون کو ملیگا اور اگر یہ عطف مربع ہو مثلاً کوچہ مذکور ممدود چلا گیا ہو اسکے ہر جانب
زقیقہ ہو اور کوچہ مین اور دونون زقیقون مین گھر ہون پھر ایک شخص نے عطف مین اپنی حویلی فروخت کی تو حق شفعہ فقط اصحاب عطف
کو ملیگا اہل کوچہ کو نہ ملیگا اور اگر کوچہ مین کسی نے اپنی حویلی فروخت کی تو اسمین سب لوگ شفیع ہونگے - اور حاصل یہ ہی کہ عطف کے
مدور ہونے سے وہ کوچہ حکم مین دو کوچون کے نہین ہو جاتا ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ ایسے عطف سے گھرون کی ہیأت
متغیر نہین ہوتی ہی جیسے کہ کوچہ مین دو زقیق ہونے سے متغیر نہین ہوتی ہی اور اگر عطف مربع ہو تو وہ دوسرے کوچہ
کے حکم مین ہو جاتا ہی کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ ایسے عطف مین گھرون کی ہیأت بدل جاتی ہی پس گویا کوچہ کے اندر
کوچہ ہوگیا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک کوچہ طول مین چلا گیا ہی اور اُسکے اسفل مین دوسرا کوچہ ہی جو نافذ نہین ہی اور
ان دونون کے بیچ مین دربیہ حائل ہی اور اول کوچہ کے لوگون کا دوسرے مین کچھ حق نہین ہی پس کوچہ علیا مین
کوئی دار فروخت کیا گیا تو کوچہ اسفل والون کو بھی حق شفعہ ملیگا کیونکہ اُنکی شرکت موجود ہی اور اگر کوچہ اسفل مین
فروخت کیا گیا تو شفعہ فقط اہل اسفل کو ملیگا اسیطرح اگر کوچہ مذکور مین زائغہ واقع ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ قنیہ مین ہی -
منتقی مین لکھا ہی کہ ابن سماعہ رح نے امام ابو یوسف رح سے اُنھون نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ ایک دربیہ
مین ایک زائغہ ہی جو تمام دربیہ کو مدور گھیرے ہوئے ہی اور اس زائغہ مین جسپر دربیہ ہی ایک دار فروخت کیا گیا تو یہ لوگ سب
اُسکے شفعہ مین شریک ہونگے اور اگر دربیہ مستطیل ہو اور اسمین زائغہ ہو مگر ایسا نہو جیسا مین نے تجھسے بیان کیا ہی
بلکہ وہ کوچہ کے مشابہ ہو تو زائغہ کے گھرون کا حق شفعہ اہل زائغہ کو ملیگا اور اہل دربیہ اُنکے حق شفعہ مین شریک
نہونگے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ دونون یکسان ہین اور اہل زائغہ اپنے گھرون کے حق شفعہ مین شریک ہونگے
اور اہل دربیہ اُنکے شریک نہونگے یہ ذخیرہ مین ہی - ہشام رح نے امام محمد رح سے روایت کی ایک شخص نے دوسرے دار مین سے

ایک بیت جو اس شخص کے دار کے پہلو مین ہی خرید کر اُسکا دروازہ اپنے دار کیطرف پھوڑ لیا پھر فقط اس بیت کو فروخت کیا پس
اس شخص کا جار آیا اور اُسنے اس بیت کو شفعہ مین طلب کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا ہی کہ اگر مشتری نے اس بیت کا دروازہ
اُس دار کیطرف سے بند کر دیا تھا اور اپنے دار کیطرف پھوڑ لیا تھا یہان تک کہ یہ بیت اُسکے دار مین سے شمار ہوتا تھا تو
اُسکے پڑوسی کو اس بیت کا حق شفعہ ملیگا - حسن بن زیاد کی کتاب الشفعہ مین لکھا ہی کہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک عطف
سفر دواقع ہی اور یہ عطف اپنے دوسرے کنارہ سے اسی کوچہ مین جسمین واقع ہی نافذ ہوگئی ہی پس اس عطف مین ایک
دار فروخت کیا گیا تو اسکا حق شفعہ فقط اُسی شخص کو ملیگا جسکا دار اس دار مبیعہ سے ملاصق ہی - اور اگر یہ عطف اس کوچہ
مین نافذ نہوا ہو تو حق شفعہ تمام اہل عطف کو ملیگا پھر اگر اُنھون نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو اہل کوچہ کو اُسمین
حق شفعہ حاصل نہوگا یہ محیط مین ہی - ایک دار فروخت کیا گیا اور اُسکے دو دروازے دو زقاق مین ہین تو دیکھا جائیگا
کہ اگر دراصل وہ دار واحد دو دار ہون کہ ہر ایک کا دروازہ ایک ایک زقاق مین ہو اور اُسکو کسی شخص نے خرید کر درمیانی
دیوار دور کر کے دونون کو ایک کر دیا ہو تو ہر زقاق والون کو اختیار ہوگا کہ اپنی طرف کے متصل دار کو حق شفعہ مین
لے لین اور اگر دراصل ایک ہی دار ہو مگر اُسکے دو دروازے ہون تو دونون زقاق والون کو پورے دار مین برابر
حق شفعہ حاصل ہوگا اور اسکی نظیر یہ ہی کہ اگر ایک زقاق ہو اور اُسکے اسفل مین دوسرا زقاق اسکے پوری جانب تک ہو
پھر اُنکی درمیانی دیوار دور کر دی گئی حتے کہ دونون ایک کوچہ ہو گئے تو ہر زقاق والون کو فقط اپنی ہی زقاق کے مبیع مین
شفعہ ملیگا دوسری جانب مین نہ ملیگا - اسیطرح اگر کوچہ غیر نافذہ کے اسفل کی دیوار دور کر دی گئی یہان تک کہ کوچہ نافذہ
ہوگیا تو سب اہل کوچہ کو بشرکت استحقاق شفعہ حاصل رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - شفعۃ الاصل کے آخر مین
لکھا ہی کہ ایک دار مین ایک حجرہ دو آدمیون مین مشترک ہی پس ایک شریک نے اپنا حصہ حجرہ دوسرے شخص کے
ہاتھ فروخت کر دیا تو اسکی دو صورتین ہین کہ اگر حجرہ دونون مین منقسم ہو تو حق شفعہ اُس دار کے رستہ کے شریکون
مین مشترک ہوگا فقط شریک حجرہ کو نہ ملیگا پھر اگر دار کے رستہ کے شریکون نے شفعہ دیدیا تو دار کے جار ملاصق کو ملیگا یہ
محیط مین ہی - ایک قوم نے ایک زمین خرید کر اُسکو اسطرح تقسیم کر لیا کہ ہر ایک نے ایک دار کی جگہ لے لی اور اُسمین سے ایک
کوچہ مشترک اپنی آمد و رفت کے لیے چھوڑ دیا پس وہ کوچہ ممدود غیر نافذ رہگیا پس اس کوچہ کی انتہا پر ایک دار فروخت کیا گیا
تو سب لوگ اُسکی شفعہ مین شریک ہونگے اور جس شخص کا دار اس دار مبیعہ سے اگلی طرف ہو یا پچھلی طرف ہو حق شفعہ
مین دونون برابر ہین اسیطرح اگر اُن لوگون نے اپنے باپ دادا سے اسیطور پر میراث مین پایا ہو اور یہ نجانتے ہون
کہ اسکی اصل کیونکر تھی تو یہ صورت اور صورت مذکورہ دونون حکماً یکسان ہین کذا فی المبسوط فی باب الشفعۃ فی البناء
وغیرہ - اگر ایک دار مین سے ایک بیت خریدا اُسکا بالاخانہ دوسرے شخص کا ہی اور بیت مبیعہ کا رستہ دوسرے دار مین ہی
تو اُسکا حق شفعہ فقط اُسیکو ملیگا جسکے دار مین اس بیت کا رستہ ہی پھر اگر اُسنے شفعہ دیدیا تو حق شفعہ بالاخانہ والے کو
بسبب حق جوار کے حاصل ہوگا کذا فی المبسوط فی باب الشفعہ فی العروض اگر ایک دار مبیعہ کے دو جار ہون اُنمین سے
ایک غائب ہی اور دوسرا حاضر ہی پس حاضر نے ایسے قاضی سے نالش کی جو شفعہ بالجوار کا قائل نہین ہی پس اُسنے حاضر
کا شفعہ باطل کر دیا پھر غائب حاضر ہوا اور اُسنے ایسے قاضی سے نالش کی جو شفعہ بالجوار کا قائل ہی تو اس طالب شفعہ
کے نام پورے دار کی شفعہ کی ڈگری کریگا - اور اگر قاضی اول نے فرمایا ہو کہ مین پورے شفعہ کو جو اس دار سے متعلق ہی

باطل کرتا ہون تو غائب کا حق شفعہ باطل نہوگا ایسا ہی امام محمد رح نے فرمایا ہی اور یہی صحیح ہی یہ بدائع مین ہی - ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک دار اپنی اولاد کے واسطے میراث چھوڑا پھر اولاد مین سے ایک آدمی مرا اور اُسنے اپنا حصہ میراث اپنے تین بیٹون کے درمیان میراث چھوڑا پس تین مین سے ایک نے اپنا حصہ دار فروخت کیا تو اُسکے حق شفعہ مین بائع کے باپ کی اولاد اور سگے دادا کی اولاد سب برابر شفیع ہونگے کوئی کسی کے بہ نسبت اولی نہوگا یہ محیط مین ہی شفعہ حسن بن زیاد مین ہی کہ ایک قوم نے ایک دار جسمین چند منزل ہین میراث پایا اور باہم تقسیم کرلیا پس ہر ایک کے حصہ مین ایک منزل آئی اور راستہ باہم مشترک چھوڑ دیا پھر ایک مالک منزل نے اپنی منزل فروخت کردی اور باقی منازل کے مالکون نے حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو پڑوسی کو حق شفعہ حاصل ہوگا اگر اُسکے ملک منزل مبیعہ سے ملاصق ہو اور اگر اُس راستہ سے ملازق ہو جو سب مین باہم مشترک ہی اور منزل مبیعہ سے ملاصق نہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ منزل مبیعہ کو بسبب جوار طریق مشترک کے شفعہ مین لے لے اور اگر ملازق منزل یا ملازق طریق مشترک نہو بلکہ اس دار کی کسی دوسری منزل سے ملازق ہو تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا - پس یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہی کہ حق شفعہ جسطرح مبیع کے پڑوسی کو ملتا ہی اسیطرح حق المبیع کے پڑوسی کو بھی ملتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی شیخ ابو عمرو الطبری کی کتاب الشرب مین ہی کہ ایک دار مین تین بیت ہین ہر بیت کا ایک ایک علیحدہ مالک ہی اور سب بیوت کا راستہ اس دار مین ہی مگر اس دار کا راستہ دوسرے دار مین ہی اور دوسرے دار کا ایک کوچہ غیر نافذہ مین ہی پس دار داخلہ کے بیوت مین سے ایک بیت فروخت کیا گیا تو باقی دونون بیت کے مالک بہ نسبت دار خارجہ کے مالک کے حق شفعہ مین اقدم ہونگے پھر اگر ان دونون نے اپنا حق مشتری کو دیدیا تو دار خارجہ کے مالک کو شفعہ ملیگا پس اگر اُسنے بھی دیدیا تو تمام اہل کوچہ حق شفعہ مین شریک ہونگے - ایک زمین چند آدمیون مین مشترک تھی اُسکو اُنھون نے باہم تقسیم کرلیا مگر راستہ اپنے درمیان مشترک چھوڑ دیا اور اُسکو نافذہ بنایا پھر راستہ کے دائین بائین گھر بنائے اور اُنکے دروازے کوچہ کیطرف رکھے پھر بعض نے اپنا دار فروخت کیا تو حق شفعہ سب لوگون کو برابر حاصل ہوگا - اور اگر اُن لوگون نے کہا ہو کہ ہم نے یہ راستہ مسلمانون کا راستہ کردیا تو بھی یہی حکم ہی شیخ صدر الشہید رح نے فرمایا کہ یہی حکم مختار ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک دار خریدا پھر اسی کوچہ مین دوسرا دار خریدا تو اہل کوچہ کو دار اول بحق شفعہ لینے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ دار اول خریدنے کے وقت مشتری شفیع نہ تھا پھر دوسرے دار مین مشتری بھی اہل کوچہ کے ساتھ شفیع ہوگیا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہی پھر ایک شخص نے ہر ایک کا حصہ ہر ایک سے ایک بعد دوسرے کے خرید لیا تو جار کو بحق شفعہ اختیار ہوگا کہ اول تہائی لے لے اور باقی دو تہائی لینے کی اُسکو کوئی راہ نہوگی - اور اگر ایک دار چار آدمیون مین مشترک ہو پھر ایک شخص نے تین آدمیون کا حصہ ایک بعد دوسرے کے خرید لیا اور چوتھا شریک غائب ہی پھر وہ حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اول کا حصہ شفعہ مین لے لے اور باقی دو حصہ دارون کا حصہ لینے مین مشتری کا شریک ہوگا - اور اگر چارون شریکون مین سے ایک شریک نے دو شریکون کا حصہ ایک بعد دوسرے کے خریدا ہو پھر چوتھا شریک حاضر ہوا تو دونون حصون مین شریک شفعہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ہارونی مین لکھا ہی کہ ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہی پس ایک شخص نے انمین سے ایک کا حصہ خریدا پھر دوسرے شخص نے دوسرے کا حصہ خریدا پھر تیسرا شریک جسنے اپنا حصہ نہین فروخت کیا ہی

تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونون حصے حق شفعہ مین لے لے اور اگر تیسرا شریک حاضر نہوا حتے کہ پہلا مشتری دوسرے مشتری کے پاس آیا اور شفعہ طلب کیا تو اُسکو ایسا اختیار حاصل ہوگا اور اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کردی جاویگی پس دونون حصے اُسکے ہوجاوینگے پھر اسکے بعد اگر تیسرا شریک جو غائب تھا حاضر ہوا اور اُسنے شفعہ طلب کیا تو جو حصہ مشتری اول نے لیا تھا وہ پورا لے لیگا اور جو حصہ دوسرے نے خریدا تھا اُسمین سے آدھا لے لیگا - اور اگر تیسرا شریک ایسے وقت مین آگیا کہ ہنوز قاضی نے مشتری اول کے نام دوسرے مشتری کے خرید کردہ حصہ کی شفعہ کی ڈگری نہین کی ہو تو تیسرے شریک کے نام پورے دونون حصون کی ڈگری ہوگی یہ محیط مین ہے ایک دار فروخت شدہ مین دوسرے شخص کا حق مسیل الماء ہے تو اُسکو بسبب جوار کے حق شفعہ حاصل ہوگا اور مسیل مثل شرب کے نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر ایک شخص کی زمین مین دوسرے کی نہر ہو اور اُسپر ایک بیت کے اندر ایک پن چکی ہو پھر مالک نہر و پن چکی و بیت نے سب فروخت کیا پس مالک زمین نے سب مین شفعہ طلب کیا تو اُسکو شفعہ ملیگا اور اگر اس زمین اور موضع پن چکی کے درمیان کسی دوسرے کی زمین ہو اور دوسری جانب نہر کی دوسرے شخص کی ہو اور ان دونون سے بھی شفعہ طلب کیا تو ان دونون کو بھی حق شفعہ مین اس مال مبیع کے لینے کا اختیار ہوگا کیونکہ وہ دونون بھی حق جوار نہر مین یکسان ہین اگرچہ ان شفیعون مین سے بعضے کا جوار چکی کی جانب قریب ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر دجلہ کے مانند کسی نہر کبیر سے ایک چھوٹی نہر ایک قوم کے واسطے جاری ہو اور ان لوگون کی اراضی کا پانی اسی نہر صغیر سے ہو گیا پھر نہر صغیر والون مین سے کسی نے اپنی زمین مع اُسکے شرب کے فروخت کی تو جن لوگون کی اراضی کا پانی اس نہر صغیر سے ہے وہ لوگ اسکی شفعہ مین حقدار ہونگے اُنمین جو شخص اس زمین مبیعہ سے نزدیک ہے وہ اور جو دور ہے وہ سب یکسان ہونگے اور اگر اس زمین مبیعہ کے ساتھ ملا ہوا دوسرا قطعہ زمین ہو جسکا پانی بڑی نہر سے ہے تو اُسکا مالک اس قطعہ مبیعہ کے شفعہ مین اُن لوگون کے ساتھ جنکی اراضی کا پانی نہر صغیر سے ہے مشترک نہوگا - اور کتاب ہلال البصری مین ہے کہ ایک نہر پیچیدہ کے سامنے کی یا پیچھے کی زمینین فروخت کی گئین پس اگر اُسکی پیچیدگی بتربیع ہو تو وہ نہر حکما مثل دو نہر کے ہوگی تو فقط موضع پیچیدگی تک کے شرب کے شریکون کو حق شفعہ ملیگا پھر اگر اُنھون نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو پھر باقیون کو حاصل ہوگا جنکا اس نہر سے سینچنے کا حق ہے - اور اگر پیچیدگی استدارۃ یا انحراف کے ساتھ ہو تو سب اہل نہر کو حق شفعہ حاصل ہوگا پس مشائخ نے ایسی پیچیدہ نہر کو مثل نہر واحد کے قرار دیا - منتقی مین بروایت ابن سماعہ رح امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہے اُنکی زمینین و باغات اس نہر پر واقع ہین جنکا شرب اسی نہر سے ہے اور یہ سب لوگ اُسمین شریک ہین پس جو زمین یا باغ انمین سے فروخت کیا جاویگا اُسمین یہ سب لوگ حق شفعہ مین شریک ہونگے - پھر اگر اُن لوگون نے اِن زمینون و باغات کو گھر بنا لیا اور اس پانی سے بے پروا ہوگئے تو اُنمین فقط بسبب جوار کے حق شفعہ رہجائیگا جیسا کہ شہر کے گھرون مین ہوتا ہے اور اگر اِن زمینون مین سے ایسی باقی رہگئے جو زراعت کیجاوے اور باغات مین سے ایسا باقی رہا جو اس پانی سے سینچا جاوے تو یہ لوگ برحال خویش شرب و شفعہ مین باہم شریک رہینگے یہ محیط مین ہے - ایک نہر سے ایک قوم کا شرب ہے مگر نہر کی زمین دوسرے شخص کی ہے پھر ایک شخص نے اپنی زمین فروخت کی حالانکہ نہر کا پانی منقطع تھا تو بقول امام محمد رح کے اُن لوگون کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور بقیاس قول امام ابو یوسف رح کے

جس حال مین پانی منقطع تھا تو ان لوگون کو حق شفعہ نہ ملیگا جیسا اُنکا قول بالاخانہ منہدم مین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اگر ایک شخص نے ایک نہر مع اُسکے رقبہ کے خریدی اور اعلاے نہر کے ایک طرف ایک شخص کی زمین واقع ہی اور اسفل نہر کے ایک طرف دوسرے کے زمین واقع ہی تو ان دونون شخصون کو اعلے سے اسفل تک تمام نہر مین حق شفعہ حاصل ہوگا اور یہی حکم کاریز چشمہ و کنوئین کا ہی پس یہ چیزین عقارات مین سے ہین کہ انمین بسبب جوار کے حق شفعہ حاصل ہوتا ہی - اسیطرح اگر کاریز کا دھانہ کسی کی زمین مین ہو اور جہان اُسکا پانی ظاہر نکلکر بہتا ہو دوسرے کی زمین ہو تو اُسکے وہانہ سے اُسکے پانی گرنے کی جگہ تک جتنے لوگون کو جوار حاصل ہوگا وہ سب لوگ اُسکی شفعہ مین شریک ہونگے - اور اگر کوئی نہر خالص ایک شخص کی ہو جسپر اُسکی زمین بھی واقع ہو اور سواے اسکے اور لوگون کی بھی زمینین واقع ہون مگر اُنکا شرب اس نہر سے نہو پھر مالک نہر نے فقط نہر کو فروخت کیا تو یہ سب لوگ اُسکے شفعہ مین شریک ہونگے کیونکہ اُنکی ملک اس مبیع سے متصل ہی اور اگر اُسنے فقط زمین کو بدون نہر کے فروخت کیا تو جسکی ملک اس زمین سے ملاصق ہی وہ حق شفعہ مین باقیون سے اقدم ہوگا - اور اگر اُسنے نہر و زمین دونون کو فروخت کیا تو نہر کے حق شفعہ مین یہ سب لوگ برابر شریک ہونگے کیونکہ سب کی ملک اس نہر سے متصل ہی اور زمین کے حق شفعہ مین وہ شخص جسکی ملک اس زمین سے متصل ہی باقیون سے اقدم ہوگا کیونکہ اُسکی ملک اس زمین سے متصل ہی بمنزلہ ایک راستہ کے جو ایک شخص کے دار مین واقع ہی اور خالص اُسیکی ملک ہی اور اُسنے راستہ فروخت کیا تو جو شخص اس راستہ کا جار ہی وہ حق شفعہ مین بہ نسبت زمین کے جار کے اولی ہوگا - اور اگر وہ شخص راستہ مین شریک ہو تو شفعہ دار مین لے لیگا اسواسطے کہ جار سے شریک مقدم ہوتا ہی - اسیطرح اگر نہر مین شریک ہو تو حصہ زمین سے لیگا اور بہ نسبت باقی پڑوسیون کے احق و اقدم ہوگا اور راستہ اور نہر بات مین برابر ہین یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک شخص نہر مین شریک ہو تو شریک بہ نسبت اُس شخص کے جسکی زمین مین نہر بہتی ہی حق شفعہ مین احق ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اعلاے نہر ایک شخص کا اور نہر کا اسفل دوسرے کا ہی اور یہ نہر کسی غیر شخص کی زمین مین جاری ہی پھر ایک شخص نے مالک اعلی سے اُسکا حصہ نہر خریدا اور مالک اسفل اور اُس شخص نے جسکی زمین مین نہر بہتی ہی دونون نے شفعہ کا دعوی کیا تو دونون کو بسبب جوار کے شفعہ ملیگا - اسیطرح اگر مالک اسفل نہر سے کسی نے اُسکا حصہ خریدا اور اعلی النہر کے مالک نے شفعہ چاہا تو بسبب جوار کے اُسکو ملیگا - اسیطرح اگر ایک کاریز ہو کہ اُسکا منبع دو آدمیون مین کسی مقام معلوم تک مشترک ہو اور اس سے نیچے دونون مین سے فقط ایک کی ہو پھر نیچے کے مالک نے فقط اپنا اسفل فروخت کیا تو شریک اور پڑوسی حق شفعہ مین برابر ہونگے - ایک نہر ایک شخص کی ہی اُس سے دوسرے نے درخواست کی کہ مین تیری نہر مین سے کھود کر اپنی زمین مین ایک نہر لیجاؤن اور ایسا ہی ہوا پھر نہر اول فروخت کی گئی حالانکہ وہ کسی دوسرے کی زمین مین جاری ہی تو صاحب زمین اُسکے حق شفعہ کے واسطے اولی قرار دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی - نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک دار ایک کوچہ خاصہ مین واقع ہی اُسکے مالک نے اُسکو بلا طریق فروخت کیا تو اہل کوچہ کو حق شفعہ حاصل ہوگا اسیطرح اگر زمین بدون شرب کے فروخت کی تو اہل شرب کو حق شفعہ ملیگا پھر اگر یہ زمین یا یہ دار دوبارہ فروخت کیا تو ان لوگون کو اسمین حق شفعہ نہ ملیگا یہ ظہیریہ مین ہی - امام محمد رح نے اس صورت مین کہ ایک زمین قراح جسکے بیچ مین ایک ساقیہ جاری ہی کہ قراح دونون جانب اسی ساقیہ سے سینچی جاتی ہو فروخت کی گئی اور دو شخص شفیع آئے

جنمین سے ایک شخص قراح کے اس جانب اپنی ملک متصل رکھتا ہی اور دوسرا دوسری جانب مد رکھتا ہی فرمایا کہ وے دونون قراح کے شفیع ہونگے اسواسطے کہ ساقیہ اس قراح کے حقوق مین سے نہین ہی پس حد فاصل معتبر نہوگی جیسے دیوار ممتد - اور اگر یہ ساقیہ جوار قراح مین ہو اور اس ساقیہ سے ہزار جریب اس قراح سے خارج سینچا جاتا ہو تو بہ نسبت جار کے صاحب ساقیہ حق شفعہ کا احق ہوگا یہ بدائع مین ہی -

تیسرا باب طلب شفعہ کے بیان مین

- شفعہ عقد و جوار سے واجب ہوتا ہی - اور طلب و اشہاد سے متاکد ہو جاتا ہی اور لے لینے سے ملک حاصل ہوتی ہی - پھر طلب کی تین قسمین ہین طلب مواثبہ - طلب تقریر و اشہاد طلب تملیک - پس طلب مواثبہ یہ ہی کہ جسوقت شفیع نے بیع کو معلوم کیا تو چاہیے کہ اُسیوقت اور اُسی دم شفعہ طلب کرے اور اگر اُسنے سکوت کیا اور طلب نکیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور یہی روایت الاصل اور ہمارے اصحاب سے مشہور ہی اور ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی کہ اگر شفیع نے مجلس علم مین شفعہ طلب کیا تو اُسکو ملیگا ورنہ نہین بمنزلہ خیار مخیرہ و خیار القبول کے (کہ آخر مجلس تک ممتد ہوتا ہی) پھر مشائخ نے کیفیت لفظ طلب مین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اگر اُسنے ایسی لفظ سے شفعہ طلب کیا جس سے طلب شفعہ سمجھی جاوے خواہ کسی لفظ سے طلب کیا ہو تو جائز ہی حتے کہ اگر اُسنے کہا کہ مین نے شفعہ طلب کیا یا شفعہ طلب کرتا ہون یا مین شفعہ طلب کرتا ہون تو جائز ہی اور اگر اُسنے مشتری سے کہا کہ مین تیرا شفیع ہون اور یہ دار تجھسے شفعہ مین لے لونگا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفیع نے بیع معلوم کرنے پر کہا کہ الحمد للہ یا سبحان اللہ واللہ اکبر یا اُسکا کوئی ساتھی چھینکا اور اُسنے تشمیت کی یا کہا کہ السلام علیک اور مین نے اس دار کا شفعہ طلب کیا تو اس سے حق شفعہ باطل نہوگا اسیطرح اگر یہ کہا کہ کسنے خریدا ہی اور کتنے کو خریدا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر فارسی زبان مین یون کہا کہ (شفاعت خواہم) تو شفعہ باطل ہو جائیگا - اور بیع فاسد مین طلب شفعہ کا اعتبار اسوقت ہوگا جب حق بائع منقطع ہوا ہو وقت خرید کے نہوگا - اور بیع فضولی اور بیع بشرط الخیار للبائع مین امام ابو یوسف رح کے نزدیک طلب کا اعتبار وقت بیع کے اور امام محمد رح کے نزدیک وقت اجازت کے طلب شفعہ کا اعتبار ہی اور ہبہ بشرط العوض مین دو روایتین ہین ایک مین وقت قبضہ کے طلب کا اعتبار ہی اور دوسری مین وقت عقد ہبہ کے اعتبار ہی - اگر ایک دار کے شریک و جار نے اس دار کے فروخت ہونے کو سنا اور وہ دونون ایک ہی جگہ موجود تھے پس شریک نے شفعہ طلب کر لیا اور جار خاموش رہا پھر شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو جار کو یہ اختیار نہوگا کہ دار کو شفعہ مین لے لے - ایک دار فروخت کیا گیا اُسکے دو شفیع ہین اُنمین سے ایک حاضر اور ایک غائب ہی پس حاضر نے نصف دار شفعہ مین طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو گیا - اسیطرح اگر دونون حاضر ہون اور ہر ایک نے نصف مین شفعہ طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہو گیا یہ محیط سرخسی مین ہی - پھر واضح ہو کہ شفیع کو بیع کا علم کبھی خود سُننے سے حاصل ہوتا ہی اور کبھی اُسکو دوسرے شخص کے خبر دینے سے حاصل ہوتا ہی لیکن اس خبر مین آیا عدد و عدالت شرط ہی یا نہین سو اسمین ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہی امام اعظم ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ ان دونون مین سے ایک بات شرط ہی خواہ مخبر کی تعداد پوری ہو یعنے دو مرد ہون یا ایک مرد و دو عورتین ہون اور خواہ مخبر مین عدالت ہو - اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ مخبر مین نہ عدالت شرط ہی اور نہ عدد حتے کہ اگر شفیع کو ایک شخص نے بیع کی خبر دی خواہ یہ مخبر عادل ہو یا فاسق خواہ آزاد ہو یا غلام ماذون ہو یا محجور خواہ بالغ ہو یا نابالغ خواہ مذکر ہو یا مؤنث پس شفیع نے

سکوت کیا اور خبر یہ فی الفور بنا بر روایت الاصل کے یا فی المجلس بنا بر روایت امام محمدؒ کے شفعہ طلب نکیا تو صاحبین رح
کے نزدیک اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اگر خبر کا صدق ظاہر ہوا اور کرخی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا کہ ہر دو روایت مین سے
یہ روایت اصح ہے یہ بدائع مین ہے اگر خبر دہندہ ایک ہی شخص غیر عادل ہو پس اگر شفیع نے اس خبر مین اُسکی تصدیق کی
تو بالاجماع اُسکی خبر سے بیع ثابت ہو جائیگی اور اگر اس امر مین اُسکی تکذیب کی تو اُسکی خبر سے بیع ثابت نہوگی اگر صدق خبر
ثابت ہو جاوے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک اُسکی خبر سے بیع ثابت ہو جائیگی جبکہ صدق خبر
ظاہر ہوا یہ ذخیرہ مین ہے - اور طلب اشہاد یون ہوتی ہے کہ اپنے طلب مواثبہ کے گواہ کر لے تاکہ وجوب طلب علی الفور
متاکد ہو جاوے اور ایسا اشہاد صحت طلب کے واسطے شرط نہین ہے لیکن حق شفعہ مین توثق ہو جاتا ہے جبکہ مشتری نے
طلب شفعہ سے انکار کیا اور کہا کہ تو نے بیع سے آگاہ ہونے پر فوراً شفعہ نہین طلب کیا بلکہ طلب کو ترک کرکے تو مجلس سے
کھڑا ہو گیا تھا اور شفیع کہتا ہے کہ مین نے طلب کیا تھا تو قول اس صورت مین مشتری کا مقبول ہے پس مضبوطی کے واسطے
وقت طلب شفعہ کے گواہ کر لینا ضرور ہے - اور طلب اشہاد جب ہی صحیح ہوتی ہے کہ مشتری یا بائع یا مبیع کے حضور مین ہو
پس انہین سے کسی کے حضور کی حالت مین شفیع یون کہے کہ فلان شخص نے یہ دار یا ایک دار جسکے حدود اربعہ ذکر کردے
خریدا ہے اور مین اُسکا شفیع ہون اور مین اُسکا شفعہ طلب کر چکا ہون اور اسوقت بھی طلب کرتا ہون تم لوگ اسپر
شاہد رہو - پھر طلب الاشہاد ضرور ہے جبکہ شفیع اشہاد کا قابو پاوے پس جب اُسنے ان تین مین سے کسی کے سامنے اشہاد
کا قابو پا کر طلب اشہاد نکیا تو مشتری کی ذات سے ضرر دور کرنیکے واسطے اُسکا شفعہ باطل ہوگا پس اگر اُسنے اُن تین
مین سے نزدیک کو چھوڑ کر جو دور ہے اُسکی طرف گیا پس اگر یہ سب ایک ہی شہر مین ہون تو استحساناً اُسکا حق شفعہ باطل
نہوگا اور اگر وہ جو دور ہے دوسرے شہر مین ہو یا اسی شہر کے کسی گانون مین ہو تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے
کہ مصر واحد اپنے نواحی و اماکن کے ساتھ مثل مکان واحد کے قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ تینون ایک ہی مکان
حقیقی مین موجود ہون مگر شفیع نے اقرب کو چھوڑ کر ابعد سے طلب کیا تو جائز ہے پس ویسی ہی اس صورت مین بھی جائز ہے
لیکن اگر باوجود اقرب کی طرف پہونچ جانیکے پھر چھوڑ کر ابعد کی طرف چلا گیا تو ایسی صورت مین اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا
اور اگر ہنوز مشتری نے مبیع پر قبضہ نکیا ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ بائع کے حضور مین طلب اشہاد کرے یا مبیع
کے حضور مین - اور اگر مبیع مشتری کے قبضہ مین ہو تو شیخ کرخی رح نے نوادر مین ذکر کیا کہ بائع پر اشہاد صحیح
نہین ہے ولیکن امام محمد رح نے جامع کبیر مین صریح فرمایا کہ بائع پر بعد تسلیم مبیع کے استحساناً اشہاد صحیح ہے نہ قیاساً یہ محیط
سرخسی مین ہے - اور طلب مواثبہ کرنے کے بعد پھر طلب اشہاد کا بھی محتاج ہوگا کہ طلب مواثبہ کے وقت اُس سے
طلب اشہاد ممکن نہوسکے مثلاً اُسنے بائع و مشتری و دار مبیعہ کی غیبت مین بیع کا حال سنا ہو اور اگر اُسنے اُن تینون
کے سامنے بیع کو سنکر طلب مواثبہ کے ساتھ گواہ کر لیے تو یہ کافی ہے اور دونون طلبون کے قائم مقام ہوگا یہ
خزانۃ المفتین مین ہے اور طلب تملیک یہ ہے کہ قاضی کے سامنے اس غرض سے مرافعہ کرے کہ اُسکے نام شفعہ
کی ڈگری کر دے اور اگر اُسنے اس خصومت کو ترک کیا پس اگر اُسنے مثل مرض و حبس وغیرہ کسی عذر کی وجہ
سے ترک کی اور توکیل اُس سے نہو سکی تو اُسکا حق شفعہ باطل نہوگا اور اگر اُسنے بلا عذر خصومت ترک کی تو امام
اعظم رح کے نزدیک اور دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا شفعہ

باطل نہوگا کذا فی المحیط السرخسی اور یہی ظاہر المذہب ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الہدایہ اور امام محمد رحمہ اور زفر رحمہ سے اور
ایک روایت مین امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہے کہ اگر اُسنے اشہاد کر لیا اور ایک مہینہ تک بلا عذر خصومت ترک
کر دی تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا مگر فتوی امام اعظم و امام ابو یوسف کے قول پر ہے (بعض قول امام ابو یوسف جو موافق قول امام اعظم کے ہے ۱۲ منہ) یہ محیط سرخسی مین ہے - اور طلب التملیک
کی یہ صورت ہے کہ شفیع قاضی سے یون کہے کہ فلان شخص نے ایک دار خریدا ہے پھر اُس دار کا محلہ اور حدود بیان کر دے
اور مین اُسکا شفیع ہون بوجہ اپنے ایک دار کے پھر اُسکے حدود بیان کر دے پس آپ حکم فرما دین کہ وہ مجھے سپرد کر دے -
پھر بعد اس طلب التملیک کے بھی شفیع کو دار مشفوعہ مین ملک حاصل نہین ہوتی ہے جب تک کہ قاضی حکم نہ دے یا مشتری اُس
دار کو اُسکے سپرد نہ کر دے حتے کہ اگر بعد اس طلب کے قبل حکم قاضی یا قبل تسلیم مشتری کے کوئی دار اس دار مبیعہ کے پہلو
مین فروخت کیا گیا پھر قاضی نے اُسکے واسطے حکم دیا یا مشتری نے اُسکو دار سپرد کر دیا تو شفیع کو دوسرے دار مبیعہ مین
حق شفعہ حاصل نہوگا اور اسیطرح اگر حکم قاضی یا تسلیم مشتری سے پہلے شفیع نے اپنا دار فروخت کر دیا یا خود مر گیا تو اُسکا حق شفعہ
باطل ہو جائیگا اسکو امام خصاف رحمہ نے اپنے ادب القاضی مین ذکر فرمایا ہے اور شفیع کو اختیار ہے کہ اُسوقت تک بحق شفعہ لینے سے
انکار کرے اگرچہ مشتری اُسکو دیتا رہے جب تک کہ قاضی اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کرے یہ محیط مین ہے - اور جب شفیع نے قاضی
کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا تو قاضی اُسکے دعوی کی سماعت نکریگا جب تک کہ خصم حاضر نہو پس اگر وہ دار بائع کے قبضہ مین ہو
تو سماعت دعوی کے واسطے بائع و مشتری دونون کا حاضر ہونا شرط ہے اسواسطے کہ شفیع ملکیت و قبضہ دونون کے واسطے
حکم طلب کرتا ہے اور اس صورت مین ملکیت تو مشتری کی اور قبضہ بائع کا ہے پس دونون کی موجودگی شرط ہوئی اور اگر
وہ دار مشتری کے قبضہ مین ہو تو فقط مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور اگر شفیع غائب ہو
تو بعد آگاہ ہونیکے اُسکو اسقدر مہلت دیجائیگی کہ چلکر طلب اشہاد کر لے پس اگر وہ یا اُسکا وکیل حاضر ہوا تو خیر ورنہ اُسکا
شفعہ باطل ہو جائیگا پھر اگر وہ حاضر ہوا اور پھر غائب ہو گیا اور اُسنے طلب اشہاد کر لی ہو تو وہ اپنی شفعہ پر باقی رہیگا اسواسطے
کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک تاخیر طلب التملیک سے اُسکا شفعہ باطل ہی نہین ہوتا ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک باطل
ہوتا ہے مگر بسبب عذر کے نہین باطل ہوتا ہے اور اس صورت مین بسبب عذر کے طلب التملیک مین تاخیر واقع ہوئی ہے
اور اگر مشتری ایسے شہر مین ظاہر ہوا جہان دار مبیعہ نہین واقع ہے تو وہان شفیع پر طلب واجب نہوگی بلکہ وہین
واجب ہوگی جہان دار مبیعہ واقع ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر شفیع کو راہ مکہ مین بیع کا حال معلوم ہوا پس اُسنے طلب مواثبہ
کر لی مگر طلب اشہاد سے خود عاجز رہا تو کوئی وکیل کر دے جو اُسکے واسطے شفعہ طلب کرے پس اگر اُسنے نکیا اور چلا گیا تو
شفعہ باطل ہو جائیگا - اور اگر اُسنے ایسا شخص نہ پایا جسکو وکیل کرے مگر اُسکو ایک پیک دستیاب ہوا تو اُسکے ہاتھ ایک خط
لکھ بھیجے اور اُسمین وکیل کر دے پس اگر اُسنے ایسا نکیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اُسنے وکیل یا پیک نہ پایا تو اُسکا
شفعہ باطل نہوگا یہان تک کہ پیک کو پاوے یہ ظہیریہ مین ہے ایک شخص کا شفعہ قاضی پر ہے تو چاہیے کہ قاضی کو سلطان کے
پاس لیجاوے جسکی طرف سے یہ قاضی متولی قضاء ہے اور اگر سلطان پر ہو اور قاضی نے اُسکے حاضر کرنے سے انکار کیا تو وہ
شخص اپنی شفعہ پر باقی رہیگا اسواسطے کہ یہ عذر ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - شفیع کو اگر رات مین بیع کا علم ہوا اور وہ نکلکر اشہاد
پر قادر نہ تھا پس اگر صبح ہوتے ہی اُسنے اشہاد کر لیا تو صحیح ہے یہ خلاصہ مین ہے - اور امام محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر وہ وقت
ایسا ہو کہ لوگ اسوقت تک اپنی حاجات کے واسطے نکلتے ہون تو نکلکر طلب کریگا یہ حاوی مین ہے - فتاوے مین ہے

کہ اگر یہودی نے سنیچر کو بیع کا حال سُنا مگر شفعہ نہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ شفیع بالجوار نے اگر اس خوف سے قاضی سے شفعہ طلب نکیا کہ وہ قاضی شفعہ بالجوار کو جائز نہیں جانتا ہے پس اگر میں طلب کروں تو باطل کر دیگا پس طلب نکیا تو یہ شخص اپنی شفعہ پر رہیگا اسواسطے کہ یہ عذر ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر باغیوں میں سے ایک شخص نے دوسرے سے جو اُنکے لشکر میں ہے ایک دار خریدا اور اُسکا شفیع اہل حق کے لشکر میں ہے پس اگر شفیع کو یہ قدرت نہیں کہ خود اُنکے لشکر میں جاوے یا کوئی وکیل بھیجے تو وہ اپنی شفعہ پر رہیگا اور طلب الاشہاد کا ترک کرنا اُسکے حق میں مضر نہوگا اور اگر شفیع کو قدرت تھی کہ خود اُنکے لشکر میں جاوے یا کوئی وکیل بھیجے مگر اُسنے طلب اشہاد نکیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ شفیع اگر خارجیوں یا باغیوں کے لشکر میں ہو اور اُسے خوف کیا کہ اگر میں اہل عدل کے لشکر میں جاؤں تو مجھے قتل کرینگے پس اُسنے طلب الاشہاد نکی تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ قادر ہے کہ بغاوت چھوڑ کر اہل عدل کے لشکر میں جاوے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر بائع و مشتری نے اس بات پر اتفاق کیا کہ شفیع کو چند روز سے بیع کا حال معلوم ہوا ہے پھر اسکے بعد دونوں نے طلب میں اختلاف کیا پس شفیع نے کہا کہ جب سے مجھے معلوم ہوا تبھی سے میں نے طلب کیا ہے اور مشتری نے کہا تو نے نہیں طلب کیا ہے تو قول مشتری کا قبول ہوگا اور شفیع پر واجب ہوگا کہ گواہ لاوے اور اگر شفیع نے کہا کہ مجھے اسیوقت معلوم ہوا ہے اور میں شفعہ طلب کرتا ہوں اور مشتری نے کہا کہ تجھے پہلے سے معلوم ہوا ہے اور تو نے طلب نہیں کیا تو قول شفیع کا قبول ہوگا۔ اور شیخ زاہد امام عبد الواحد شیبانی سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب شفیع کو خرید کا حال معلوم ہوا اور اُسنے مواثبۃ شفعہ طلب کر لیا تو اُسکا حق ثابت ہوگا لیکن اسکے بعد اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں وقت سے بیع کو جانا اور شفعہ طلب کر لیا ہے تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی اور اگر کہتا ہے کہ میں نے اسیوقت بیع کا حال معلوم کیا ہے تو جھوٹا ہوگا پس اس بات میں حیلہ یہ ہے کہ کسی شخص سے کہے کہ تو مجھے خرید کی خبر دے پھر کہے کہ اسوقت مجھے خبر دیگئی تو اپنے قول میں سچا ہوگا اگرچہ اس سے پہلے بھی خبر پاچکا ہے اور محمد بن مقاتل نے اپنی نوادر میں ذکر کیا کہ اگر شفیع نے مشتری سے وقت متقدم میں شفعہ طلب کیا ہو مگر اُسکو اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں ایسا اقرار کرتا ہوں تو گواہوں کی ضرورت پڑیگی پس اُسنے یوں کہا کہ (الساعۃ علمتُ وانا طالب الشفعۃ) تو اُسکو ایسا کہنے کی اور ایسی قسم کھا جانیکی گنجایش ہوگی اور اپنی قسم میں استثنا کرلے یہ محیط میں ہے۔ پھر اگر قاضی سے مشتری نے یہ درخواست کی کہ شفیع سے قسم لیوے کہ واللہ اسنے جسوقت بیع کا حال جانا اُسیوقت بدون تاخیر کے یہ شفعہ بطلب صحیح طلب کیا تو قاضی اُس سے اسطور سے قسم لیگا پھر اگر مشتری نے اس بات کے گواہ پیش کیے کہ شفیع نے ایک زمانہ سے بیع کا حال جانا مگر شفعہ طلب نہیں کیا اور شفیع نے گواہ پیش کیے کہ میں نے جسوقت بیع کا حال جانا اُسیوقت شفعہ طلب کیا ہے تو شفیع کے گواہ قبول ہونگے اور قاضی اُسکے واسطے شفعہ کی ڈگری کر دیگا یہ امام اعظم کا مذہب ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری کے گواہ قبول ہونگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر مشتری نے شفیع کے بیع کا حال سننے کے وقت شفعہ طلب کرنے سے انکار کیا تو مشتری سے اُسکے علم پر قسم لیجاویگی اور اگر مشتری سے ملاقات کرنے کے وقت شفعہ طلب کرنے سے انکار کیا تو اُس سے قطعی قسم لیجاویگی یہ ملتقط میں ہے۔ اگر شفیع قاضی کے پاس آیا اور مشتری پر خرید دار کا دعوی کیا اور قاضی سے اپنے واسطے شفعہ کی درخواست کی تو قاضی مدعا علیہ کیطرف توجہ کرنے سے پہلے مدعی کیطرف متوجہ ہو کر موضع دار یعنے شہر و محلہ و حدود دار دریافت کریگا اسواسطے کہ اُسنے اس دار میں حق کا دعوی کیا ہے پس اُسکو ضرور معلوم ہونا چاہیے کیونکہ دعوی مجہول صحیح نہیں ہے پس ایسا ہوگیا کہ

گویا اُسنے رقبہ دار کا دعوی کیا - پھر جب اُسنے یہ سب بیان کیا تو اس سے دریافت کریگا کہ آیا مشتری نے دار پر قبضہ کرلیا
یا نہین کیونکہ اگر مشتری نے قبضہ نکیا ہو تو شفیع کا دعوی فقط مشتری پر صحیح نہین ہی یہان تک کہ بائع حاضر ہووے پھر جب
اُسنے یہ بھی بیان کیا تو اُس سے سبب شفعہ اور مشفوع بہا کے حدود دریافت کریگا اسواسطے کہ سبب مین لوگ مختلف
ہوتے مین پس احتمال ہی کہ اُسنے سبب غیر صالح کی وجہ سے دعوی کیا ہو یا کسی دوسرے کی وجہ سے یہ مدعی حق شفعہ سے محجوب
ہو پھر جب اُسنے سبب صالح بیان کیا اور دوسرے کی وجہ سے محجوب نہ نکلا تو اُس سے دریافت کریگا کہ تجھکو کب بیع کا علم ہوا
اور وقت علم کے تو نے کیا کیا اسواسطے کہ شفعہ بسبب طول زمان اور بسبب اعراض کے یا جو امر اعراض پر دلالت کرے
پاے جانے سے باطل ہو جاتا ہی پس اسکا حال کھل جانا ضرور ہی پھر جب اُسنے یہ بھی بیان کرلیا تو اُس سے دریافت کریگا
کہ اُسنے کیونکر طلب اشہاد کی اور کس کو گواہ کیا ہی اور آیا جسکے حضور مین گواہ کیے وہ دوسرے سے اقرب تھا یا نہ تھا جیسا کہ
ہم نے اوپر بیان کیا ہی پھر جب اُسنے یہ سب بیان کرلیا اور شروط طلب مین کچھ خلل نپایا گیا تو اُسکا دعوی تمام ہو گیا
پھر مدعا علیہ کیطرف متوجہ ہو کر اُس سے دریافت کریگا کہ جس دار کی وجہ سے مدعی خواستگار شفعہ ہی وہ شفیع کی ملک ہی
یا نہین اگرچہ یہ دار شفیع کے قبضہ مین ہو جو بظاہر ملکیت پر دلالت کرتا ہی اسواسطے کہ ملک ظاہر استحقاق شفعہ کیواسطے
کافی نہین ہی پس ضرور ہی کہ استحقاق شفعہ کے واسطے اُسکی ملکیت بحجت ثابت ہو پس اس بات کو دریافت کریگا پس پھر اگر
مدعا علیہ نے ملک مدعی ہونے سے انکار کیا تو مدعی سے کہیگا کہ اس امر کے گواہ پیش کرے کہ یہ دار تیری ملک ہی پس اگر مدعی
ایسے گواہ قائم کرنے سے عاجز ہوا اور اُسنے مدعا علیہ کی قسم طلب کی تو قاضی مشتری سے قسم لیگا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون
کہ یہ مدعی اُس دار کا مالک ہی جسکی وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہی اسلیے کہ مدعی نے اسپر ایسے حق کا دعوی کیا ہی کہ اگر اُسکا اقرار
کرے تو اُسکے ذمہ لازم ہو جاے مگر چونکہ دوسرے کے قبضہ مین ہی اسواسطے اُس سے علم پر قسم لیجاویگی اور یہ امام ابو یوسف
کے نزدیک ہی کذا فی التبیین اور اسی پر فتوے ہی کذا فی السراجیہ پس اگر مشتری نے قسم سے نکول کیا یا شفیع کے گواہ قائم
ہو گئے یا مشتری نے خود ہی ایسا اقرار کرلیا تو جس دار کی وجہ سے شفیع حق شفعہ کا دعوی کرتا ہی اُسمین شفیع کی ملک ثابت
ہو گئی اور سبب بھی ثابت ہو گیا پھر قاضی اسکے بعد مدعا علیہ سے دریافت کریگا کہ آیا تو نے خریدا ہی یا نہین پھر اگر اُسنے خرید
سے انکار کیا تو شفیع کو حکم دیگا کہ تو گواہ قائم کر کہ اُسنے خریدا ہی پس اگر شفیع ایسے گواہ قائم کرنے سے عاجز رہا اور اُسنے مشتری
کی قسم طلب کی تو قاضی اُس سے قسم لیگا کہ واللہ مین نے نہین خریدا ہی یا واللہ مجھپر یہ شخص اس دار مین استحقاق شفعہ
جس وجہ سے اُسنے ذکر کیا ہی نہین رکھتا ہی پس یہ تحلیف علی الحاصل ہی اور یہ امام اعظم و امام محمد کا قول ہی - اور اول تحلیف
علے السبب ہی اور وہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی پس اگر اُسنے قسم سے نکول کیا یا اقرار کرلیا یا شفیع کے گواہ قائم ہو گئے تو قاضی
شفعہ کی ڈگری کر دیگا اسواسطے کہ حق بحجت ظاہر ہو گیا یہ تبیین مین لکھا ہی - اور اجناس مین گواہی ادا کرنیکی کیفیت اسطرح
بیان فرمائی کہ گواہون کو یون گواہی دینی چاہیے کہ یہ دار جو دار مبیعہ کے جوار مین واقع ہی وہ اس مشتری کے یہ دار (یعنے
دار مشفوعہ) خریدنے سے پہلے سے اس شفیع کی ملک ہی اور وہ اسدم تک اسیکی ملک ہی ہم نہین جانتے ہین کہ اسکی ملک
سے نکلا ہو - اور اگر گواہون نے کہا کہ یہ دار اس جار کا ہی تو کافی نہین ہی - اور اگر یون گواہی دی کہ شفیع نے یہ دار فلان شخص
سے خریدا ہی اور وہ شفیع کے قبضہ مین ہی یا فلان شخص نے یہ دار اسکو ہبہ کیا ہی تو یہ کافی ہی پس اگر شفیع نے مشتری سے قسم
لینے کا ارادہ کیا تو اُسکو ایسا اختیار حاصل ہی یہ ذخیرہ و محیط مین ہی - امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص نے

ایک دار کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ دار اس مدعی کے باپ کے ہاتھ مین رہا اور جب تک وہ مرا ہی اسیکے قبضہ مین تھا تو مدعی
کے نام دار کی ڈگری کیجائیگی اور اگر اسکے پہلو مین کوئی دار فروخت کیا گیا تو یہ شخص شفعہ کا مستحق نہوگا یہانتک کہ اپنی
ملک کے گواہ قائم کرے - ایک دار ایک شخص کے قبضہ مین ہی اسنے اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کا ہی پھر اسکے پہلو مین دوسرا
دار فروخت کیا گیا پس مقرلہ نے شفعہ طلب کیا تو اسکو شفعہ نہ ملیگا یہانتک کہ اس بات کے گواہ قائم کرے کہ یہ دار میرا ہی
یہ محیط سرخسی مین ہی - خصاف رحمہ نے اسقاط شفعہ کے واسطے ذکر کیا کہ بائع نے اگر ایک شخص کے واسطے ایک حصہ دار کا اقرار
کیا پھر باقی دار اسکے ہاتھ فروخت کر دیا تو اسکا جار مستحق شفعہ نہوگا اور شیخ ابو بکر خوارزمی رحمہ اس مسئلہ مین شیخ خصاف رحمہ کی خطا
بیان کرتے تھے اور خود یون فتوی دیتے تھے کہ جار کو حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ شرکت سوائے اقرار بائع کے
کسی طرح ثابت نہین ہوئی ہی یہ ذخیرہ مین ہی - دو شخصون نے ایک نیستان اپنے باپ سے میراث پایا اور دونون مین
سے ایک وارث معین کو میراث کا علم نہوا اور اسنے نجانا کہ میرا اسمین حصہ ہی پھر اس نیستان کے پہلو مین دوسرا
نیستان فروخت کیا گیا پس اسنے شفعہ بھی طلب نکیا پھر جب اسکو معلوم ہوا کہ اسمین میرا حصہ ہی تو اسنے نیستان مبیعہ
مین شفعہ طلب کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکا حق شفعہ باطل ہوگیا اسواسطے کہ شفعہ متاکد ہونیکی شرط یہ ہی کہ بیع
کا حال معلوم ہونے کے وقت طلب مواثبہ پائی جاوے پھر جب اسنے طلب نکیا تو اسکو حق شفعہ باقی نرہیگا اور
جہالت کچھ عذر نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی

چوتھا باب شفیع کے کل یا بعض مبیع کے استحقاق کے بیان مین

- ایک شخص نے پانچ منزلین
ایک ہی شخص سے ایک ہی عقد مین ایک کوچہ غیر نافذہ مین خریدین پس شفیع نے چاہا کہ ایک منزل لے لے تو مشائخ
نے فرمایا کہ اگر شفیع نے راستہ کی شرکت کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہو تو بعض کو نہین لے سکتا ہی اسواسطے کہ اسمین
بلاضرورت تفریق صفقہ لازم آتی ہی اور اگر اسنے بحکم جوار شفعہ طلب کیا اور اسکا جوار صرف اسی منزل سے ہی جسکو
طلب کرتا ہی تو اسکو اس ایک منزل کے لینے کا اختیار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر شفیع نے چاہا کہ بعض
مبیع کو شفعہ مین لے اور بعض کو نہ لے پس اگر بعض مبیع بعض سے ممتاز نہو مثلاً مشتری نے ایک دار خریدا اور
شفیع نے بعض دار سوائے بعض کے یا وہ جانب جو دروازہ سے متصل ہی سوائے باقی کے لینا چاہا تو ہمارے اصحاب
کے نزدیک بلاخلاف اسکو ایسا اختیار نہوگا مگر چاہے تو کل لے لے یا سب چھوڑ دے اسلیئے کہ اگر اسنے کچھ لیا اور کچھ نہ لیا
تو مشتری کے حق مین تفریق صفقہ ہوجائیگی خواہ ایک مشتری نے ایک ہی سے خریدا ہو یا ایک نے دو سے خریدا ہو
یا زیادہ سے حتے کہ اگر شفیع نے چاہا کہ دو بائع مین سے ایک کا حصہ لے لے تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ کے
موافق اسکو یہ اختیار نہوگا خواہ مشتری نے دار مذکور پر قبضہ کر لیا ہو یا نکیا ہو اور یہی صحیح ہی - اور اگر دو شخصون نے
ایک شخص سے ایک دار خریدا تو بالاجماع شفیع کو اختیار ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے لے خواہ قبضہ سے پہلے
یا اسکے بعد یہی ظاہر الروایۃ ہی اسواسطے کہ صفقہ ابتدا سے متفرق ہوا ہی پس بعض کا لینا تفریق صفقہ نہوگی اور برابر ہی
چاہیے ہر واحد کے واسطے نصف ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا سب کے واسطے ایک ہی ثمن بیان کیا ہو اور دونون صورتون مین
چاہیے مشتری اپنی ذات کیواسطے عاقد ہو یا کسی غیر کیواسطے حتی کہ اگر دو شخصون نے ساتھ ہی ایک شخص کو خرید کیواسطے وکیل کیا پھر وکیل
نے دو آدمیون سے دار خریدا پھر شفیع آیا تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ دونون بائعون مین سے ایک کا حصہ شفعہ مین لے لے

اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو وکیل کیا اور دونون نے ایک شخص سے دار خریدا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ ایک وکیل نے جسقدر خریدا ہی اُسکو لے لے اسیطرح اگر وکیل دس آدمی ہون اور اُنھون نے ایک شخص کے واسطے دار خریدا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے ایک سے لے لے یا دو سے یا تین سے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اس باب مین ہم مشتری کیطرف دیکھتے ہین اور جسکے واسطے خریدا ہی اُسکی طرف نہین دیکھتے ہین اور یہ نظر صحیح ہی - اور اگر بعض مبیع بعض سے ممتاز ہو مثلاً دو دار ایک ہی صفقہ مین خریدے اور شفیع نے چاہا کہ ایک دار سوائے دوسرے کے لے لے پس اگر یہ شفیع ان دونون کا شفیع ہو تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن چاہے دونون لے لے یا دونون چھوڑ دے اور یہ ہمارے اصحاب ثلثہ رحمہم اللہ کا قول ہی خواہ یہ دونون دار متلاصق ہون یا متفرق ہون ایک ہی شہر مین ہون یا دو شہرون مین ہون - اور اگر شفیع دونون مین سے ایک کا شفیع ہو دوسرے کا شفیع نہو اور بیع ایک ہی صفقہ مین واقع ہوئی پس آیا یہ شفیع کو اختیار ہی کہ کل کو شفعہ مین لے لے سو امام اعظم رح سے مروی ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی فقط اُسیقدر حصہ رسد لے سکتا ہی جسکا وہ جار ہی - اسیطرح اگر دو دار متلاصق ہون اور اُنمین سے ایک کا ایک شخص بسبب جوار کے شفیع ہو تو امام محمد رح سے بھی مروی ہی کہ اُسکو شفعہ فقط اسیقدر مین مل سکتا ہی جسکا وہ جار ہی اور ایسا ہی امام محمد رح نے اس مسئلہ مین فرمایا ہی کہ اگر چند قراح متلاصقہ ہین اور اُنمین سے ایک قراح ایک شخص کی زمین سے متصل ہی اور ان قراحون کے درمیان نہ راستہ ہی اور نہ نہر مگر ایک مسناۃ ہی تو فرمایا کہ جار کو فقط اُسی قراح کا حق شفعہ ملیگا جو اُسکی زمین سے متصل ہی - اسیطرح گانون کے مسئلہ مین کہ ایک گانون مع اپنے گھرون و زمین کے فروخت کیا گیا تو ہر شفیع کو یہی اختیار ہوگا کہ فقط جو قراح اُس سے متصل ہی اُسیکو لے لے - اور حسن بن زیاد رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ شفیع کو اختیار ہوگا کہ سب کو شفعہ مین لے لے - شیخ کرخی رح نے فرمایا کہ حسن بن زیاد رح کی روایت اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ امام ابو حنیفہ رح کا قول مثل قول امام محمد رح کے تھا پھر اُنھون نے اس سے رجوع کرکے دونون کو مثل دار واحدہ کے قرار دیا ہکذا فی البدائع

پانچوان باب - حکم بالشفعہ اور شفعہ مین خصومت کرنیکے بیان مین - دعوے کے وقت شفیع پر ثمن حاضر کرنا لازم نہین ہی بلکہ اُسکو اُسکی طرف سے خصومت کرنا جائز ہی اگرچہ اُسنے مجلس قاضی مین ثمن حاضر نکیا ہو پھر جب قاضی نے اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کردی تو ثمن حاضر کرا سکتا ہی اور یہ روایت کتاب الاصل کی ہی اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ جب ثمن حاضر نکرے تب تک قاضی اُسکے نام شفعہ کی ڈگری نکریگا اور اگر قبل احضار ثمن کے قاضی نے ڈگری کردی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ جب تک اُسکو ثمن ندیوے تب تک عقار اُسکو دینے سے روک رکھے اور ایسا حکم قضاء امام محمد رح کے نزدیک اسوجہ سے نافذ ہو جائیگا کہ یہ صورت مجتہد فیہ ہی - اور اگر قاضی کے اس کہنے کے بعد کہ مشتری کو ثمن دیدے شفیع نے ثمن دینے مین تاخیر کی تو حکم بالشفعہ بالاجماع باطل نہوگا یہ تبیین مین ہی - پس اگر شفیع نے دار مشفوعہ مشتری سے لیا اور اُسکو ثمن دیا تو اُسکا عہدہ اور ضمان مال مشتری پر ہوگا - اور اگر بائع سے لیکر اُسکو ثمن دیا تو ہمارے نزدیک اُسکا عہدہ و ضمان مال بائع پر ہوگا - اور ابو سلیمان رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ اگر مشتری نے بائع کو دار کا ثمن دیدیا اور دار پر قبضہ نکیا ہو یہان تک کہ قاضی نے دونون کے حضور مین شفیع کے واسطے شفعہ کی ڈگری کردی تو شفیع اُس دار کو بائع سے اپنے قبضہ مین لیکر مشتری کو ثمن ادا کردیگا

اور اُسکا عہدہ مشتری پر ہوگا اور اگر مشتری نے ہنوز ثمن ندیا ہو تو شفیع ثمن بائع کو دیگا اور اُسکا عہدہ بائع پر ہوگا
پھر اگر شفیع نے اس صورت مین دار مین عیب پایا اور بحکم قاضی بائع یا مشتری کو واپس دیا پھر مشتری نے چاہا
کہ اُسکو اپنی خرید سابق پر لے یا بائع نے چاہا کہ اُسی خرید کے حکم سے مشتری کو واپس دے تو مشتری کو اختیار ہوگا
چاہے لے لے یا چھوڑ دے۔ اور اگر شفیع نے مشتری سے دار مشفوعہ لیکر چاہا کہ مشتری پر سند کے واسطے ایک نوشتہ
لکھے تاکہ شفیع کے واسطے مشتری پر مضبوطی رہے تو اُسکو ایسا اختیار ہوگا اور کتاب مین یون بیان تحریر کرے کہ
اولاً مشتری نے اسکو خریدا ہی پھر اسپر اپنی شفعہ مین لینے کا حال بترتیب لکھے اور شفیع وہ نوشتہ جو مشتری نے اپنے بائع پر
لکھا ہی لے لے اور اگر مشتری نے وہ نوشتہ دینے سے انکار کیا تو اُسکو اختیار ہی ولیکن شفیع کو اپنی ذات کیواسطے احتیاط
چاہیے پس ایک قوم کو اس بات پر گواہ کرے کہ مشتری نے یہ دار شفیع کو بحق شفعہ سپرد کیا ہی۔ اور اگر شفیع نے دار مذکور
بائع سے لیا ہو تو جیسا نوشتہ مشتری سے لینے مین تحریر کرنا بیان کیا گیا ویسا ہی بائع پر تحریر کرے اور اس نوشتہ مین
یہ تحریر کرے کہ مشتری نے یہ اقرار کیا کہ جو کچھ اس نوشتہ مین لکھا ہی مین نے تسلیم کیا اور اجازت دی اور اقرار کیا کہ میرا
اس دار یا اسکے ثمن مین کچھ حق نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر چاہے تو نوشتہ دونون پر بدین مضمون تحریر کرے کہ دار
مبیعہ بحق شفعہ شفیع کو سپرد کیا اور بائع نے مشتری کی رضامندی سے ثمن پر قبضہ کیا اور بائع ضمان الدرک کا ضامن
ہوا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر قاضی نے شفیع کے واسطے بحق شفعہ دینے کا حکم دیا یا مشتری نے خود سپرد کر دیا تو ان دونون
مین بیع کے احکام ثابت ہونگے یعنے خیار رویۃ و خیار عیب اور وقت استحقاق کے ثمن واپس لینا لیکن شفیع تاوان
غرور واپس نہین لے سکتا ہی حتے کہ اگر اُسنے دار مشفوعہ مین عمارت بنائی پھر وہ دار استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا
اور شفیع کو حکم دیا گیا کہ اپنی عمارت توڑ لے تو شفیع کو یہ اختیار ہوگا کہ جس سے اُسنے دار لیا ہی اُس سے اپنا ثمن واپس
اور مشہور روایت کے موافق یہ اختیار نہوگا کہ عمارت کی قیمت واپس لے مگر امام ابو یوسف سے ایک روایت ہی کہ
قیمت عمارت بھی لے سکتا ہی اور مشتری (ایسی صورت مین تاوان غرور) واپس لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر
خریداد ادھار بوعدہ ایک سال کے مثلاً واقع ہوئی پس شفیع نے حاضر ہو کر شفعہ طلب کیا اور چاہا کہ اسی مدت کے
وعدہ پر ادھار لے تو بدون رضامندی ماخوذ منہ کے اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر ماخوذ منہ راضی نہوا تو قاضی شفیع
سے کہیگا کہ یا تو فی الحال ثمن نقد دیدے یا صبر کر یہان تک کہ میعاد آ جاوے۔ پس اگر اُسنے فی الحال ثمن نقد ادا کیا
اور قبضہ کرنا بائع سے حاصل ہوا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائیگا۔ اور اگر فی الحال ثمن نقد ادا کرکے
مشتری سے قبضہ حاصل کیا تو مشتری کے حق مین ادائے ثمن کی میعاد بحالہ باقی رہیگی حتے کہ بائع کو قبل میعاد آنیکے
ولایت مطالبہ مشتری سے حاصل نہوگی۔ اور اگر شفیع نے صبر کیا یہان تک کہ میعاد آگئی تو شفیع اپنے حق شفعہ پر ہوگا
اور یہ سب اُسوقت ہی کہ ادھار کی میعاد معلوم ہو اور اگر میعاد ادائے ثمن مجہول ہو جیسے کھیتی کٹنا و روندی جانا و میوہ
اسکے اشباہ اور شفیع نے کہا کہ مین فی الحال ثمن دیکر مبیع لیے لیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ محیط و ذخیرہ و فتاوے
عتابیہ مین ہی۔ اور اگر کسی میعاد فاسد کے ادھار پر خرید اپھر مشتری نے ثمن فی الحال دیدیا تو بیع جائز ہو جائیگی
اور شفعہ ثابت ہوگا اسیطرح اگر ایسی زمین فروخت کی گئی جسمین مزارع کی کھیتی موجود ہی تو بیع کے وقت شفعہ طلب
کرے۔ اور مجرد مین خیار ہو بدا اور ادھار میعاد عطاء کی صورت مین مروی ہی کہ اُسکا فی الحال شفعہ مین لینا جائز ہی

اور اگر فی الحال طلب نکیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ شافعی المذہب نے اگر بسبب جوار کے شفعہ طلب کیا تو قاضی اُس سے دریافت کریگا کہ آیا تو شفعہ بالجوار کا قائل ہی یا نہین پس اگر اُسنے کہا کہ ہان تو اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کر دیگا ورنہ نہین یہ سراجیہ مین ہی۔ زید نے عمرو سے ایک دار ہزار درم کو خرید کر پھر دوسرے کے ہاتھ دو ہزار درم کو فروخت کر کے سپرد کر دیا پھر شفیع حاضر ہوا اور اُسنے بیع اول پر دار لینا چاہا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جسکے قبضہ مین موجود ہی اُس سے لیکر اُسکو ہزار درم دیگا اور پھر اُس سے کہا جائیگا کہ اپنے بائع سے جسنے تیرے ہاتھ فروخت کیا ہی باقی ہزار درم لے لے۔ اور حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ اگر شفیع ایسے وقت حاضر ہو کہ مشتری اُس دار کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر چکا ہی اور غائب ہوگیا ہی اور شفیع نے اُسکو بیع اول پر لینا چاہا تو شفیع اور دوسرے مشتری کے درمیان خصومت قائم نہوگی۔ پس حاصل یہ نکلا کہ اگر شفیع نے دار کو بیع اول پر لینا چاہا تو امام اعظم رح کے نزدیک مشتری اول کا حاضر ہونا شرط ہی اور یہی قول امام محمد کا ہی اور امام ابو یوسف کے قول مین مشتری اول کا حاضر ہونا شرط نہین ہی۔ اور اگر شفیع نے بیع ثانی پر لینا چاہا تو مشتری اول کا حاضر ہونا بلا اختلاف شرط نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ پھر اگر شفیع نے کہا کہ اگر مین تین روز تک ثمن نہ لاؤن تو مین شفعہ سے بری ہون پھر وہ اس مدت تک ثمن نہ لایا تو امام محمد رح سے ابن رستم رح نے روایت کی کہ اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ نہین باطل ہوگا اور یہی صحیح ہی اور اگر شفیع نے دینار حاضر کیے حالانکہ ثمن درم ہین یا علی العکس تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور فتاوے عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر شفیع سے بحالت خصومت مین مشتری نے درخواست کی کہ فلان وقت تک خصومت ملتوی کرے اور شفیع نے اسکو قبول کر لیا تو ایسا ہی رہیگا۔ اور منتقی مین بروایت بشر رح کے امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ شفیع کا یہ قول کہ میرا کچھ حق فلان شخص کے پاس نہین ہی شفعہ سے بریت ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار ہی پس ایک مدعی نے اگر اس قابض پر دعوی کیا کہ اسنے یہ دار فلان شخص سے خریدا اور مین اسکا شفیع ہون اور اسپر گواہ قائم کر دیے اور قابض نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ فلان شخص نے میرے پاس یہ دار ودیعت رکھا ہی تو قاضی مدعی کے نام شفعہ کی ڈگری کر دیگا اسواسطے کہ قابض بسبب دعوی فعل کے یعنے اُسنے خریدا ہی خصم قرار دیا گیا ہی اور اگر مدعی نے قابض پر خرید کا دعوے نکیا بلکہ یہ دعوی کسی اور ہی شخص پر کیا تو قابض پر ڈگری نہوگی اور اسکی صورت یہ ہی کہ یہ مدعی قابض سے یون کہے کہ فلان شخص یعنے غیر قابض نے یہ دار فلان بائع سے اسقدر درمون کو خریدا اور ثمن ادا کیا اور مین اسکا شفیع ہون اور اس دعوی کے گواہ قائم کر دیے اور قابض نے اس امر کے گواہ دیے کہ فلان شخص نے میرے پاس یہ دار ودیعت رکھا ہی تو ان دونون مین خصومت نہوگی یہانتک کہ غائب حاضر ہووے اسواسطے کہ قابض اس صورت مین بوجہ ظاہری قبضہ کے خصم ٹھہرایا گیا ہی نہ بسبب دعوی فعل کے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے کھرے درمون سے ایک دار خریدا مگر زیوف یا نبہرہ درم ادا کیے تو شفیع اُس دار کو کھرے درمون کے عوض لے سکتا ہی کذا فی السراجیہ۔ اور اگر بائع جید دراہم کے بدلے زیوف لینے پر راضی ہوگیا ہی تو بھی مشتری کو اختیار ہوگا کہ شفیع سے کھرے درم لے لے یہ مضمرات مین ہی

چھٹا باب۔ اس بیان مین کہ ایک دار فروخت کیا جاوے اور اسکے چند شفیع جمع ہون

جاننا چاہیے کہ اگر چند شفیع جمع ہوں تو قبل استیفاء حقوق و قضاے قاضی کے ہر ایک کا حق پورے دار میں ثابت ہوگا حتی کہ اگر ایک دار کے دو شفیع ہوں اور ایک شفیع نے لینے سے اور حکم قضا سے پہلے اپنا حق شفعہ مشتری کو دے دیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ کل دار کو لے لے اور بعد استیفاء و بعد قضاء کے ہر ایک کا حق اسقدر سے جتنے کا دوسرے کے واسطے حکم ہوگیا ہے معدوم ہوجاتا ہے حتے کہ اگر ایک دار کے دو شفیع ہوں اور قاضی نے دونوں کے واسطے آدھے آدھے دار کے حق شفعہ کا حکم دیدیا پھر ایک شفیع نے اپنا حق شفعہ نصف دیدیا تو دوسرے کو پورے دار کے لینے کا اختیار نہوگا۔ اور اگر بعض کا حق شفعہ بہ نسبت بعض کے اقوی ہو اور قاضی نے حقدار قوی کے نام شفعہ کا حکم دیا۔ تو حق ضعیف باطل ہوجائیگا حتے کہ اگر دو شفیع ایک شریک و دوسرا جار جمع ہوے اور شریک نے قبل حکم قاضی کے حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو جار کو اختیار ہوگا کہ وہ دار اپنے حق شفعہ میں لے لے (اور اگر حکم ہو چکا تو باطل ہوگا ۱۲) - اور اگر قاضی نے شفیع شریک کے نام شفعہ دار کی ڈگری کردی پھر شریک نے شفعہ سپرد کیا تو پھر جار کو شفعہ نملیگا یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر دو شفیع میں سے ایک غائب ہو تو حاضر کو اختیار ہوگا کہ پورا دار شفعہ میں لے لے اور اگر اُسنے نصف لینا چاہا اور مشتری اسپر راضی ہوگیا تو اسکو ایسا اختیار ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ میں تجھے فقط آدھے کے سوا نہ دونگا تو اسکو کل لے لینے کا اختیار ہوگا کذا فی المبسوط - اور اگر حاضر نے غائب کے پیٹھ پیچھے کہا کہ میں آدھا یا تہائی لونگا اور یہ مقدار اُسکے حق کی مقدار ہے تو اسکو یہ اختیار نہوگا لیکن چاہے تو کل لے لے یا سب چھوڑ دے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر قاضی نے شفیع حاضر کے واسطے پورے دار کا حکم دیدیا پھر دوسرا شفیع حاضر ہوا اور اسکے واسطے نصف کا حکم دیا پھر تیسرا شفیع حاضر ہوا اُسکے واسطے یہ حکم دیا کہ دونوں میں سے ہر ایک کے مقبوضہ سے ایک تہائی لے لے تاکہ دونوں میں سے ہر ایک کے برابر ہوجاوے پھر جس شفیع کے واسطے پہلے پورے دار کا حکم دیا تھا اُسنے دوسرے سے کہا کہ میں تجھے پورا دار دیتا ہوں سو تو سب لے لے یا سب چھوڑ دے تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اپنا نصف لے لے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چند شفیعوں میں سے ایک شخص نے پہلے حاضر ہوکر اپنا شفعہ ثابت کیا تو قاضی اُسکے واسطے پورے دار کا حکم دیدیگا پھر اگر دوسرے شفیع نے حاضر ہوکر اپنا شفعہ ثابت کیا تو قاضی نظر فرمادیگا اگر دوسرا شفیع مثل اول کے ہوگا تو قاضی اُسکے واسطے نصف دار کے شفعہ کا حکم دیگا اور اگر دوسرا شفیع اول سے اولی ہوگا مثلاً پہلا جار ہو اور دوسرا خلیط ہو تو قاضی شفیع اول کا شفعہ باطل کرکے پورے دار کا دوسرے کیواسطے حکم دیگا اور اگر دوسرا شفیع اول سے ادون ہو تو اسکے نام کچھ ڈگری نکریگا یہ سراج الوہاج میں ہے اگر ایک ایسے شخص نے ایک دار خریدا جو اُسکا شریک ہے پھر اُسکے مثل دوسرا شفیع آیا تو قاضی اُسکے نام نصف دار کا حکم دیگا اور اگر دوسرا شفیع اُس سے اولی آیا تو قاضی اُسکے نام پورے دار کی ڈگری کریگا اور اگر دوسرا شفیع اُس سے ادون آیا تو اُسکو کچھ شفعہ نملیگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر حاضر کے نام پورے دار کی ڈگری ہوگئی اور اُسنے دار میں عیب پاکر واپس کردیا پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو بیع اول پر سواے نصف دار کے زیادہ لینے کا اختیار نہوگا خواہ یہ رد بالعیب بحکم قاضی ہو یا بلا حکم قاضی ہو اور خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور اگر غائب نے جو حاضر ہوا ہے یہ چاہا کہ شفیع حاضر کے واپس کرنے کی وجہ سے میں پورا دار شفعہ میں لوں بیع اول کو چھوڑ دوں تو دیکھا جائیگا کہ اگر رد کرنا بغیر حکم قاضی ہو تو اُسکو ایسا اختیار ہوگا اسواسطے کہ جو رد بغیر حکم قاضی ہو وہ بیع مطلق جدید شخص ثالث کے حق میں بیع

قرار دیجاویگی پس پورا دار شفعہ مین لے سکتا ہی جیسے کہ ابتدائی بیع مین لے سکتا ہی ایسا ہی امام محمد رح نے جواب کو مطلقاً ذکر فرمایا ہی ان دو صورتون کی کہ اگر رد بالعیب قبضہ سے پہلے یا قبضہ کے بعد ہو کچھ تفصیل نفرمائی - اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب مطلق اُس صورت پر محمول ہی کہ جب رد بالعیب قبضہ کے بعد ہوا سواسطے کہ قبضہ سے پہلے بسبب عیب کے بغیر حکم قاضی واپس کرنا بیع جدید ہی لیکن امام محمد رح کے اصل پر عقار کی بیع قبضہ سے پہلے جائز نہین ہی ہان یہ جواب مطلق امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کی اصل کے موافق ٹھیک ہی - اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب مطلق سب ائمہ کے موافق ٹھیک ہی اور اگر رد بالعیب بحکم قاضی ہو تو لے نہین سکتا ہی اسواسطے کہ ایسی ویسی فسخ مطلق اور سرے سے عقد بیع کا اسطرح دور کر دینا ہی کہ گویا تھا ہی نہین اور حق شفعہ لینا بیع کے ساتھ مختص ہوتا ہی اور اگر شفیع حاضر نے دار مشفوعہ کے کسی عیب پر قبل اسکے کہ اُسکے نام شفعہ کی ڈگری ہو مطلع ہو کر حق شفعہ مشتری کو دیدیا پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ کل دار لے لے یا چھوڑ دے اور اگر شفیع حاضر نے دار مشفوعہ کو بسبب عیب کے بعد ازانکہ اُسکے نام شفعہ کی ڈگری ہو گئی ہی واپس کر دیا پھر دو شفیع حاضر ہوئے تو دونون اس دار کی دو تہائی حق شفعہ مین لے سکتے ہین اور دو شفیع و تین ہونے کی صورت مین حکم یکسان ہی یعنی حق غائب مین سے بقدر حصہ حاضر کے ساقط ہو جاتا ہی اور اگر شفیع حاضر نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید ا ہو پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہی چاہے پورے دار کو پہلی بیع پر لے لے یا پورے کو دوسری بیع پر لے لے اور اگر مشتری اول دار خرید کردہ کا شفیع ہو اور اُس سے شفیع حاضر نے خرید لیا پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے نصف دار کو پہلی بیع پر لے لے اسواسطے کہ مشتری اول کو حق خرید اپنے خریدنے سے پہلے حاصل نہین ہوا تھا تاکہ اپنے خریدنے کی وجہ سے اُس نے اعراض کر کے الاقرار دیا جاوے پس جب دار کو شفیع حاضر کے ہاتھ فروخت کیا تو غائب کے واسطے فقط اُسی قدر حق حاصل ہوگا جسقدر مشتری اول کی مزاحمت کے ساتھ اُسکے حصہ مین آوے اور یہ نصف ہی اسلیے کہ بیع اول کے وقت سبب شفعہ ہر ایک کیواسطے پورے دار کے شفعہ کا موجب ہوا پھر شفیع حاضر کا حق بسبب اُسکے خریدنے کے باطل ہو گیا کیونکہ خریدنا دلیل اعراض ہی پس مشتری اول و شفیع غائب کا حق پورے دار مین باقی رہگیا سو وہ دونون مین تقسیم کیا جائیگا پس بیع اول پر شفیع غائب نصف دار لے سکتا ہی - اور اگر چاہے تو پورے دار کو دوسری بیع پر لے لے اسواسطے کہ سبب شفعہ دوسرے عقد کے وقت شفیع کے واسطے موجب حق شفعہ تھا پھر شفیع حاضر کا حق پہلے عقد کے وقت باطل ہو گیا اور دوسری خرید پر اُسکے اقدام کرنے سے بدینوجہ کہ خرید کرنا دلیل اعراض ہی متعلق نہوا پس غائب کو اختیار حاصل ہو جائیگا کہ دوسرے عقد پر پورے دار کو لے لے اور اگر مشتری اول کوئی اجنبی ہو لیکن اُسنے دار کو ہزار درم مین خرید کر کسی اجنبی کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے بیع اول پر لے یا بیع ثانی پر کیونکہ سبب و شرط استحقاق دونون بیع مین سے ہر ایک بیع کے انعقاد کے وقت موجود تھا پس اگر اُسنے بیع اول پر لیا تو دار کا ثمن مشتری اول کو دے اور عہدہ بیع مشتری اول پر ہوگا اور دوسری بیع ٹوٹ جاویگی اور دوسرا مشتری اپنا ثمن پہلے مشتری سے واپس کر لیگا - اور اگر اُسنے بیع ثانی پر لیا تو دونون بیع تمام ہو جاوینگی اور عہدہ مشتری ثانی پر ہوگا مگر اتنی بات ہی کہ اگر شفیع نے دوسرے مشتری کو پایا اور دار مذکور اُسکے قبضہ مین ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ دوسری بیع پر دار مذکور کو لے لے خواہ مشتری اول حاضر ہو یا نہو

اور اگر پہلی بیع پر لینا چاہا تو اُسکو ایسا اختیار نہوگا یہانتک کہ دوسرا مشتری حاضر ہوا ایسا ہی قاضی امام اسبیجابی رح نے اپنی شرح مختصر الطحاوی مین ذکر فرمایا اور کچھ اختلاف نہین بیان کیا اور امام کرخی رح نے ذکر کیا کہ یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی اور اگر مشتری نے دار مذکور مین سے نصف فروخت کیا پورا نہین فروخت کیا پھر شفیع آیا اور اُسنے چاہا کہ پورا دار بیع اول پر لے لے تو پورا دار لے سکتا ہی اور نصف دار کی دوسری بیع جو اول نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا ہی باطل ہوجائیگی اور اگر اُسنے چاہا کہ دوسری بیع پر نصف دار لے لے تو اُسکو یہ اختیار ہی۔ اور اگر مشتری نے وہ دار فروخت نکیا بلکہ کسی شخص کو ہبہ کیا یا کسی کو صدقہ مین دیا اور موہوب لہ یا متصدق علیہ نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر شفیع حاضر ہوا اور مشتری و موہوب لہ دونون حاضر ہین تو شفیع اُسکو عقد بیع پر لیگا نہ عقد ہبہ پر اور مشتری کا حاضر ہونا ضرور ہی حتے کہ اگر شفیع آیا اور اُسنے فقط موہوب لہ کو پایا تو اُسکے ساتھ کچھ خصومت نہین کر سکتا ہی جبتک کہ مشتری کو نپاوے پھر مشتری کو پاکر اُس سے عقد بیع پر لے لیگا اور اُسکا ثمن مشتری کو ملیگا اور ہبہ باطل ہوجائیگا ایسا ہی قاضی امام اسبیجابی رح نے بلا ذکر خلاف بیان کیا ہی اور اگر مشتری نے نصف دار تقسیم کر کے ہبہ کر کے سپرد کیا اور موہوب لہ نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر شفیع حاضر ہوا اور اُسنے باقی نصف شفعہ مین آدھے ثمن کے عوض لینا چاہا تو اُسکو اختیار نہوگا لیکن اگر چاہے تو کل کو پورے دامون کے عوض لے لے یا سب چھوڑ دے اور (اگر اُسنے کل لے لیا تو) ہبہ باطل ہوجائیگا اور اُسکا ثمن واہب یعنی مشتری کو ملیگا یہ بدائع مین ہی۔ ایک شخص نے ایک ایسا دار جسکے دو شخص شفیع ایک حاضر اور دوسرا غائب ہی خریدا اور شفیع حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے اُسکے نام شفعہ کا حکم دیدیا پھر دوسرا شفیع آیا تو وہ اپنا حق شفعہ شفیع حاضر سے جسکے نام قاضی نے حکم دیدیا ہی طلب کریگا نہ مشتری سے۔ اور یہ اُسوقت ہی کہ شفیع حاضر نے پورا دار شفعہ مین طلب کیا ہو اور اگر اُسنے بدین گمان کہ مین فقط نصف کا مستحق ہون نصف طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اسیطرح اگر دونون حاضر ہون اور ہر ایک نے نصف کو شفعہ مین طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہوجائیگا کیونکہ جب ہر ایک نے کل کا شفعہ طلب نکیا تو جس نصف کا شفعہ طلب نہین کیا ہی اُس سے اُسکا حق شفعہ باطل ہوگیا پس جب نصف مین سے باطل ہوا تو کل سے بھی باطل ہوگیا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی

سا تواں باب۔ مشتری کا جوار شفیع سے انکار کرنا اور اُسکے متعلقات کے بیان مین۔ اجناس مین گواہی ادا کرنے کی کیفیت یون بیان فرمائی ہی کہ گواہون کو اسطرح گواہی دینا چاہیے کہ یہ دار جو اُس دار مبیعہ کے جوار مین واقع ہی مشتری کے اس دار مبیعہ کے خریدنے سے پہلے سے اس شفیع کی ملک ہی اور وہ ہمکو اسی کی ملک ہی ہم نہین جانتے ہین کہ وہ اُسکی ملک سے خارج ہوا۔ اور اگر گواہ نے بیان کیا کہ یہ دار اس جار کا ہی تو کافی نہین ہی۔ اور اگر دو گواہون نے اسطرح گواہی دی کہ شفیع نے یہ دار فلان شخص سے خریدا تھا اور وہ اُسکے قبضہ مین ہی یا اُسکو اُسنے ہبہ کیا تھا (بقبضہ تا اینندم) تو یہ کافی ہی۔ اور اگر شفیع نے مشتری سے اس بات پر قسم لینی چاہی تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ محیط و ذخیرہ مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک دار کا دعوے کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ دار اس مدعی کے باپ کے قبضہ مین تھا وہ مر گیا درحالیکہ یہ دار اُسی کے قبضہ مین تھا تو مدعی کے نام اس دار کی ڈگری کردی جائیگی۔ پھر اگر اسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو مدعی مذکور اُسکے شفعہ کا مستحق نہوگا۔ یہانتک کہ اپنی ملک کے گواہ قائم کرے۔ ایک دار ایک شخص کے قبضہ مین ہی اُسنے اقرار کیا کہ یہ دار فلان شخص کا ہی

له اسواسطے کہ ظاہر حالت مشعر ملک ہی اور معارض موجود نہین ۱۲

پھر اسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا اور مقر لہ نے شفعہ طلب کیا تو نہ ملیگا یہان تک کہ اس بات کے گواہ قائم کرے کہ یہ دار میرا دار ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسکا ایک شفیع ہی اُسنے اقرار کیا کہ یہ میرا دار جسکی وجہ سے استحقاق شفعہ ہی فلان شخص کا ہی پس اگر اُسنے شفعہ سے سکوت کیا تھا اور ہنوز شفعہ طلب نکیا تھا تو مقر لہ کو شفعہ نہ ملیگا اور اگر اُسنے شفعہ طلب کر لیا ہی تو مقر لہ کو شفعہ ملیگا یہ محیط مین ہی اور شیخ خصاف رح نے اسقاط شفعہ کیواسطے یہ طریقہ ذکر کیا کہ اگر بائع نے ایک حصہ دار کا مشتری کے واسطے اقرار کر دیا پھر اُسکے ہاتھ باقی دار فروخت کیا تو جار شفیع مستحق شفعہ نہوگا اور شیخ ابو بکر خوارزمی اس مسئلہ مین شیخ خصاف رح کا تخطیہ کرتے تھے اور خود جار کے واسطے شفعہ واجب ہونے کا فتوی دیتے تھے واللہ اعلم کذا فی الذخیرہ

آٹھوان باب شفیع کے حاضر ہونے سے پہلے دار مشفوعہ مین مشتری کے تصرف کرنیکے بیان مین

اگر مشتری نے زمین خرید کردہ مین عمارت بنائی یا پیڑ لگائے یا کھیتی بوئی پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کر دیجائیگی اور مشتری پر جبر کیا جائیگا کہ عمارت کو توڑ کر یا پودے اُکھاڑ کر زمین خالی شفیع کے سپرد کرے لیکن اگر توڑنے و اُکھاڑنے مین زمین کے حق مین ضرر ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے زمین کو بعوض ثمن کے لیکر عمارت و پودون کو ٹوٹی ہوئی اور اُکھڑے ہوئے کے حساب سے قیمت لگا کر لے لے یا چاہے تو مشتری کو اُسکے منہدم کرنے و اُکھاڑ لینے پر مجبور کرے اور یہ حکم ظاہر الروایۃ کے موافق ہی اور زراعت کی صورت مین اجماع ہی کہ اگر مشتری نے زمین مین زراعت کر لی پھر شفیع حاضر ہوا تو مشتری اُسکے اُکھاڑ لینے پر مجبور نہ کیا جائیگا بلکہ کھیتی پکنے تک انتظار کرے پھر اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کیجائیگی پس زمین کو پورے ثمن مین لے لیگا کذا فی البدائع پھر جب وہ زمین مشتری کے پاس چھوڑی گئی تو بلا اجرت چھوڑی جائیگی اور اس جنس کا ایک مسئلہ فتاوے ابو اللیث مین ہی اُسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے ایک زمین مزارعت پر لی اور اُسمین کھیتی بوئی پھر جب کھیتی ساگا ہوئی تو مزارع نے وہ زمین مع حصہ زراعت مالک زمین کے خرید لی پھر شفیع آیا تو اُسکو زمین اور آدھی کھیتی مین شفعہ ملیگا لیکن جب تک کھیتی تیار نہو جاوے تب تک زمین نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی - جامع الفتاوے مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے زمین خرید کر اُسمین کھیتی بوئی اور کھیتی سے زمین کو نقصان پہونچا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکا ثمن اس زمین کی ناقص حالت کی قیمت پر اور جس روز خریدی ہی اُس روز کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے پس جسقدر ثمن قیمت ناقصہ کے پرتے مین پڑے اُتنے کو لے لے یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے ایک دار خرید کر اُسکو طرح طرح کے رنگ سے رنگا تو شفیع کو اختیار ہی چاہے اُس دار کو لیکر جسقدر رنگ سے زیادتی ہوئی ہی دیدے یا ترک کر دے یہ قنیہ مین ہی - ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسکی عمارت منہدم کر دی یا کسی اجنبی نے منہدم کر دی یا خود منہدم ہو گئی پھر شفیع آیا تو اُسکا ثمن بنی ہوئی عمارت کی قیمت اور زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے سو جسقدر زمین کے پرتے مین آوے اُتنے کو شفیع لے لیگا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ عمارت منہدم ہی اور منقوض یعنے ٹوٹن سمالہ باقی ہو لیکن جب بالفعل مشتری یا بالفعل اجنبی منہدم ہو وے تو بنی ہوئی عمارت کی قیمت پر تقسیم ہوگا اور جب خود منہدم ہوی ہو تو گری ہوئی عمارت کی قیمت پر تقسیم ہوگا اسلیے کہ گرا دینے کی وجہ سے گرانے والے کی ضمان مین داخل ہوگی پس اُسکی قیمت اُس وصف پر معتبر ہوگی جس وصف پر اُسکے ضمان مین داخل ہی اور خود گر جانے سے کسی کی ضمان مین

داخل نہین پس اسکی قیمت اسی حالت پر اعتبار کیجائیگی جسپر وہ گری ہوئی موجود ہے کہ اگر زمین کی قیمت پانچ سو
درم اور عمارت کی قیمت پانچ سو درم ہو پھر وہ عمارت گر گئی اور ٹوٹن باقی ہے مگر اب اسکی قیمت تین سو درم ہے تو ثمن
قیمت زمین پانچ سو درم اور قیمت منقوض تین سو درم پر آٹھ حصے ہو کر تقسیم ہوگا پس شفیع اُس زمین کو پانچ
آٹھوین حصے مین لے لیگا اور اگر عمارت جل گئی یا اسکو سیل بہا لیگئی اور ٹوٹن مین سے کچھ نرہا تو شفیع زمین کو
پورے ثمن مین لیگا اسواسطے کہ مشتری کے پاس کوئی ایسی چیز نہین رہگئی جسکا کچھ ثمن ہو اور اگر مشتری نے
عمارت کو نگرایا بلکہ بدون زمین کے اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر شفیع حاضر ہوا تو اسکو اختیار ہوگا کہ بیع کو توڑ کر
سب کو پورے ثمن مین لے لے یہ محیط مین ہے۔ اگر مشتری نے عمارت کو توڑ ڈالا تو شفیع سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے
خالی زمین کو بعوض اسکے حصہ زمین کے لے لے یا چھوڑ دے اور اسکو یہ اختیار ہوگا کہ ٹوٹن کو لے لے اسیطرح اگر کسی
اجنبی نے عمارت کو گرا دیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر خود گر گئی ہو اور ٹوٹن ضائع نہوا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسلیے کہ حق
شفعہ اُس سے ساقط ہو گیا ہے حالانکہ وہ عین قائم ہے اور نہین جائز ہے کہ مشتری کو مفت دیدی جاوے اسیطرح
اگر مشتری نے دار کا دروازہ اُکھاڑ کر فروخت کر لیا تو شفیع کے ذمہ سے بقدر اسکے حصہ کے ساقط ہو جائیگا۔ یہ
سراج الوہاج مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا جسمین سے آدھا غرقاب ہو کر مثل فرات کے ہو گیا
کہ اسمین اسیطرح پانی جاری تھا کہ اسکا روک نہین ہو سکتا تھا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے باقی کو بعوض اسکے حصہ
ثمن کے لے لے۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خریدکر اسکی عمارت کسی شخص کو ہبہ کر دی یا اسکو مہر ٹھہرا کر اسپر
کسی عورت سے نکاح کیا اور وہ ہدم ہوئی تو شفیع کو اس عمارت منقوضہ لینے کی کوئی راہ نہوگی ولیکن زمین کو
اسکے حصہ ثمن کے عوض لے لیگا اور منہدم نہوئی ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ مشتری کا تصرف باطل کرکے پورے دار
کو پورے ثمن مین لے لے یہ مبسوط مین ہے اگر زمین جسمین کوئی نخل یا شجر پھل لگا ہوا ہے خریدی اور بیع مین شرط کر لی کہ یہ پھل
میرے ہونگے پھر شفیع آیا اور اسوقت تک یہ پھل قائم تھے تو اسکو اختیار ہوگا کہ یہ سب مبیع لے لے اور یہ حکم
باستحسان ہے اور اگر شفیع ایسے وقت گیا کہ بائع یا مشتری یا کوئی اجنبی ان پھلوں کو توڑ چکا ہے تو پھلوں مین شفعہ
نہوگا لیکن اگر چاہے تو زمین و درخت کو بعوض اسکے حصہ ثمن کے لے لے اور پھلون کا حصہ نکالنے کے واسطے
یہ کیا جائیگا کہ ثمن کو زمین و درخت و پھل کی روز عقد کی قیمت (اور زمین و درخت کے روز بیع کی قیمت) پر
تقسیم کرینگے پس جسقدر پھلون کے پڑتے مین پڑے وہ شفیع کے ذمہ سے ساقط کرکے اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا
جی چاہے زمین و درخت کو اسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے۔ پس اگر شفیع نے ان دونون کو لے لیا اور اسکے
پھل بائع کے پاس رہے تو امام محمد نے فرمایا کہ یہ پھل مشتری کو لینے لازم ہونگے اور مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ انکو
واپس کر دے۔ اور اگر پھل قائم ہون پھر مشتری نے اُنپر قبضہ کرکے کھا لیے یا فروخت کر دیے یا کسی اور وجہ سے
اُسکے پاس تلف ہوئے اور شفیع نے مبیع کو لینا چاہا تو اسکے ذمہ سے پھلون کا حصہ ثمن ساقط کر دیا جائیگا۔ اور اگر
بیع ایسے وقت واقع ہوئی کہ درخت مین پھل نہ تھے پھر مشتری کے قبضہ سے پہلے بائع کے پاس اسمین پھل آگئے
پھر شفیع آیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ زمین و درخت و پھل سب لے لے اور یہ اختیار نہوگا کہ بعض لے لے اور بعض
نہ لے اور شفیع پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اگر ان پھلون کو بائع یا مشتری یا کسی اجنبی نے توڑ لیا اور وہ

بائع کے پاس یا مشتری کے پاس موجود ہین تو شفیع کو یہ اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو زمین و درخت کو اُسکے حصۂ
ثمن کے عوض سے لے اور اگر یہ پھل بدون کسی شخص کے فعل کے تلف ہوئے مثلاً جل گئے یا کسی اور آفت
پہونچنے سے جاتے رہے اور اُنمین سے اسقدر نرہے کہ جنکی کچھ قیمت ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا چاہے مبیع کو پورے
ثمن مین لے لے یا ترک کر دے اور اگر بائع یا مشتری نے ان پھلون کو توڑ لیا پھر اسکے بعد بدون کسی کے
فعل کے تلف ہوئے مثلاً پانی کی بہیا آئی اور وہ بہہ گئے یا آگ لگی اور جل گئے تو امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ یہ
بھی پہلی صورت کی مثل ہے اسواسطے کہ یہ پھل مشتری کے ہو چکے تھے اور اُنمین شفعہ نہ تھا پس مین اسکا خیال نہین کیا تا ہون
کہ یہ مشتری کے فعل سے تلف ہوئے یا بغیر فعل مشتری تلف ہوئے کیونکہ یہ پھل جب جدا ہو گئے تو حق شفیع
ساقط ہو گیا پس گویا یہ پھل دراصل ہی جدا تھے۔ اور اگر مشتری نے زمین و درخت پر قبضہ کر لیا اور اسوقت تک
اُسمین پھل نہ تھے پھر مشتری کے پاس اُسمین پھل آئے پھر شفیع آیا اور اُسوقت تک یہ پھل درخت مین لگے تھے
تو اُسکو اختیار ہوگا کہ درخت و زمین و پھل سب بعوض اُسیقدر ثمن کے جسپر بیع واقع ہوئی تھی لے لے اور
ثمن مین کچھ زیادتی نکیجائیگی اور اگر ایسی صورت مین کہ مشتری کے قبضہ مین درخت مین پھل آئے ہین مشتری
نے اُنکو توڑ لیا پھر شفیع آیا اور یہ پھل مشتری کے پاس موجود تھے پھر مشتری نے اُنکو کھا کر یا فروخت کر کے اپنے
پاس سے تلف کر دیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے زمین و درخت کو پورے ثمن مین لے لے اور اُسکو پھلون
کیطرف کوئی راہ نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر دار خرید کردہ مین مشتری نے شفیع کے لینے سے پہلے اسطرح
تصرف کیا کہ اُسکو ہبہ یا صدقہ کر کے سپرد کر دیا یا کرایہ پر دیدیا یا اُسکو مسجد قرار دیا اور اُسمین نماز پڑھی گئی یا پورے
طرح سے اُسکو وقف کر دیا یا اُسکو مقبرہ کر دیا اور اُسمین مردہ دفن کیا گیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اُسکو لے لے اور
مشتری کا تصرف توڑ دے یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ دار مشفوعہ مین مشتری
کا تصرف اُسوقت تک صحیح رہیگا جب تک شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم نہو اور مشتری کو اختیار ہے کہ اُسکو فروخت
کرے یا کرایہ پر دیدے اور ثمن و کرایہ اُسکو حلال ہوگا اور اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ دار مشفوعہ کی عمارت گرا دے
یا اسکے مثل کوئی تصرف کرے لیکن شفیع کو استحقاق حاصل ہوگا کہ اُسکے سب تصرفات توڑ دے سوائے قبضہ
کے یا جو امر قبضہ کو پورا کرتا ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر شفیع نے چاہا کہ دار مشفوعہ سے مشتری کا قبضہ اس غرض
سے توڑ دے کہ یہ دار پھر اپنے بائع کے قبضہ مین چلا جاوے اور شفیع اُس سے لے لیوے تو شفیع ایسا نہین
کر سکتا ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر مشتری نے نصف دار غیر مقسوم خرید اتو شفیع اُسقدر حصہ مشتری جو بعد قسمت
کے اُسکو حاصل ہوگا لے لیگا اور شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ اس تقسیم کو توڑ دے (کیونکہ یہ تقسیم قبضہ کو پورا
کرتی ہے) خواہ یہ تقسیم قاضی کیطرف سے ہو یا بتراضی طرفین ہو بخلاف اسکے اگر دو شریکون مین سے ایک شریک
نے دار مشترکہ مین سے اپنا حصہ فروخت کیا اور مشتری نے دوسرے شریک کے ساتھ حصہ بانٹ کر لیا تو
شفیع کو اس تقسیم کے توڑ دینے کا اختیار ہوگا کیونکہ جسنے مقاسمہ کر لیا ہے اُسکی طرف سے عقد بیع واقع نہین
ہوا تھا تو یہ تقسیم متمم قبضہ نہوگی۔ پھر جس صورت مین کہ شفیع کو تقسیم مشتری توڑ دینے کا اختیار نہو تو جس
جانب سے مشتری کے حصہ مین پڑے وہی شفیع کو ملیگا اور یہی امام ابویوسف رح سے مروی ہے اور اطلاق

کتاب اسی پر دال ہے یہ تتمیہ مین ہے۔ دو شخصون نے ایک دار خریدا اور وہ دونون اس دار کے شفیع بھی تھے اور سوا ے
ان دونون کے ایک تیسرا شخص بھی اسکا شفیع ہے پھر دونون نے اسکو باہم تقسیم کر لیا پھر تیسرا شخص آیا تو اسکو اختیار
ہوگا کہ ان دونون کی تقسیم کو توڑ دے خواہ دونون نے بقضاء قاضی تقسیم کر لیا ہو یا باہمی رضامندی سے بانٹ
لیا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک زمین سو درم کو خریدی اور اُسمین سے مٹی نکالکر سو درم کو فروخت
کر لی پھر شفیع آیا اور اُسنے شفعہ طلب کیا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ شفیع اُس زمین کو نصف ثمن یعنے
پچاس درم مین لیگا اور ثمن اُس زمین کی اُس قیمت پر جو مٹی دور کرنے سے پہلے تھی اور اُس مٹی کی قیمت پر جو دور
کی گئی ہے تقسیم کیا جائیگا پھر شفیع کے ذمہ سے جسقدر مٹی کی قیمت کے پرتے مین پڑے ساقط کیا جائیگا اور قاضی امام علی
سغدی نے فرمایا کہ شفیع کے ذمہ سے نصف ثمن اور مٹی کا حصہ ساقط نکیا جائیگا۔ پھر اگر مٹی نکلوانے کے بعد شفیع
کے حاضر ہونے سے پہلے مشتری نے اُس زمین کو پاٹ کر جیسی تھی ویسے ہی کر دی پھر شفیع آیا تو شیخ امام ابو بکر محمد
ابن الفضل نے فرمایا کہ مشتری کو حکم دیا جائیگا کہ جو کچھ تو نے ڈالا ہے سب دور کر دے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے
اگر ایک شخص نے اپنا نصف دار دوسرے کے ہاتھ جو شفیع نہین ہے فروخت کر کے بقضاء قاضی اُسکا حصہ بانٹ کر دیا
پھر شفیع آیا اور حال یہ ہے کہ حصہ مشتری اور دار شفیع کے درمیان بائع کا حصہ واقع ہے تو اس سے شفیع کا حق شفعہ
باطل نہو جائیگا پھر اگر تقسیم کے بعد بائع نے اپنا حصہ شفیع کے شفعہ اولی طلب کرنے سے پہلے فروخت کیا پھر شفیع نے
شفعہ طلب کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر قاضی نے پہلے شفعہ اخیر کے واسطے حکم دیا تو اُسکا شفعہ شفیع و مشتری کے درمیان
برابر نصفا نصف کر دیگا اسواسطے کہ مشتری بھی مثل شفیع کے حصہ بائع کا جار ہوگیا ہے تو جار ہونے مین دونون برابر
ٹھہرے اور اگر قاضی نے پہلے شفعہ اولے کا حکم دیا تو شفیع کے نام دوسرے شفعہ کا بھی حکم دیگا اسلیے کہ اس صورت
مین کوئی ملک مشتری کی باقی نہین رہی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ منتقی مین مذکور ہے کہ فرمایا کہ اگر کسی شخص نے
ایک دار ایک ہزار درم مین خریدا پھر اُسکو دو ہزار درم کے عوض فروخت کیا پھر شفیع دوسری بیع سے آگاہ ہوا
پہلی بیع سے آگاہ نہوا اور اُسنے خصومت کر کے یہ دار اپنے حق شفعہ مین دوسری بیع پر بحکم حاکم یا بغیر حکم حاکم لے لیا پھر اُسکو
پہلی بیع کا حال معلوم ہوا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے لینے کو توڑ دے اور بیع اول مین اُسکا حق شفعہ باطل
ہوگیا اسیطرح اگر اُسکے مالک نے اُسکو ہزار درم کے عوض فروخت کیا پھر بائع و مشتری نے باہم بیع کا مناقضہ
کر لیا اور مشتری نے وہ دار بائع کو واپس دیدیا پھر شفیع نے بائع سے دو ہزار درم کو خریدا اور اُسکو پہلی بیع کا
حال معلوم نہوا پھر معلوم ہوا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی خرید کو توڑ دے یہ محیط مین ہے اور اگر مشتری نے ہزار
درم کے عوض خرید کر بائع سے بیع کا مناقضہ کر لیا پھر بائع سے دو ہزار درم کے عوض خریدا پھر شفیع نے بعوض
دو ہزار درم کے شفعہ مین لیا اور اُسکو پہلی بیع کا حال معلوم نہوا پھر معلوم ہوا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے لینے
کو توڑ دے خواہ بحکم قاضی لیا ہو یا بغیر حکم قاضی لیا ہو یہ بدائع مین ہے اور اگر مشتری نے ایک ہزار درم کو دار خریدا
پھر ثمن مین ایک ہزار درم بڑھا دیے پس شفیع کو دو ہزار درم مقدار ثمن معلوم ہوئی اور ایک ہزار درم معلوم نہوئے
پس اگر شفیع نے بحکم قاضی دو ہزار درم دیکر لیا ہے تو زیادتی باطل ہوگی اور شفیع پر فقط ایک ہزار درم واجب ہونگے
اور اگر باہمی رضامندی سے لیا تو ایسا لینا بمنزلہ از سر نو خریدنے کے قرار دیا جائیگا پس اُسکا حق شفعہ باقی رہیگا

یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر مشتری نے دار خرید کرکے اپنے مرتے وقت کسی شخص کے واسطے اُسکے دینے کی وصیت کر دی
تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ وصیت کو توڑ کر مشتری کے وارثون سے حق شفعہ مین لے لے اور اُسکا عہدہ وارثون پر رہیگا
یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر ایک گانون خریدا اور اُسمین گھر و درخت و خرما کے درخت ہین پھر مشتری نے گھرون و درختون
کو فروخت کر دیا پھر دوسرے مشتری نے بعضے درخت کاٹے اور بعضے گھر منہدم کر دیے پھر شفیع آیا تو شفیع کو زمین اور بغیر
کٹے ہوئے درخت اور بغیر ڈھائے ہوے گھر مل سکتے ہین اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ کٹے ہوئے درخت لے لے اور
شفیع کے ذمہ سے کٹے ہوئے درختون اور ڈھائے ہوئے گھرون کا حصہ ثمن ساقط ہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی
اگر ایک شخص نے ایک دار خرید کر اُسکی عمارت گرا کر پھر اس عمارت سے زیادہ نافع عمارت بنائی تو شفیع ایسے دار کو شفعہ
مین لے سکتا ہی اور ہمارے نزدیک اُسکا ثمن زمین کی قیمت اور اُس عمارت کی قیمت پر جو دار مذکور مین خریدنے کے
روز موجود تھی تقسیم کیا جائیگا اور شفیع کے ذمہ سے عمارت کا حصہ ثمن ساقط کیا جائیگا اسواسطے کہ عمارت کو مشتری نے
خود گرایا ہی پھر مشتری اپنی ساختہ عمارت کو توڑ لیگا یہ مبسوط مین ہی۔

نوان باب

اُن امور کے بیان مین جنسے حق شفعہ بعد ثابت ہونے کے باطل ہوجاتا ہی اور جنسے باطل
نہین ہوتا ہی۔ واضح ہو کہ جن امور سے حق شفعہ بعد ثابت ہونے کے باطل ہوجاتا ہی اُنکی دو قسمین ہین ایک
اختیاری دوسرے ضروری پھر اختیاری کی دو قسمین ایک صریح یا جو صریح کے قائم مقام ہو اور دوسری دلالت
(یعنے بدلالت ساقط ہو) پس صریح کی یہ صورت ہی کہ مثلاً شفیع یون کہے کہ مین نے اپنا حق شفعہ باطل
کر دیا یا مین نے حق شفعہ ساقط کر دیا یا مین نے تجھے شفعہ سے بری کر دیا یا مین نے شفعہ تجھے دیدیا یا اسکے
مثل دوسرے الفاظ کہے مگر ضرور ہی کہ اُسنے ایسے الفاظ بیع واقع ہونے کے بعد کہے ہون خواہ اُسکو بیع کا علم ہوا ہو
یا نہوا ہو کیونکہ صریحاً اپنا حق ساقط کرنے مین جاننا و نجاننا دونون یکسان ہین بخلاف دوسری قسم دلالت کے کہ بطریق
دلالت اگر شفیع نے اپنا حق ساقط کیا تو جبتک بیع کا حال جاننے کے بعد ساقط نکرے تب تک ساقط نہوگا۔ اور دلالت
کی یہ تفسیر ہی کہ شفیع کی طرف سے کوئی ایسا فعل پایا جاوے جو مشتری کے واسطے عقد بیع و اُسکے حکم کی رضامندی
پر دلالت کرتا ہو مثلاً شفیع کو مشتری کے خریدنے کا علم ہوا مگر اُسنے بلا عذر فی الفور شفعہ طلب نکیا یا اُس مجلس سے
جسمین آگاہ ہوا ہی اُٹھ کھڑا ہوا یا طلب شفعہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کام مین مشغول ہوگیا علے اختلاف الروایتین
اسیطرح اگر شفیع نے مشتری سے اس دار مشفوعہ کا مول چکایا یا اس سے درخواست کی کہ مجھے بطور بیع تولیہ
دیدے یا مشتری سے اس مبیع کو اجارہ پر لینا یا مزارعت یا معاملت پر لینا چاہا اور یہ سب امور شفیع کیطرف سے مشتری
کے خریدنے کا حال معلوم کرنے کے بعد واقع ہوے تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر شفیع نے مشتری سے درخواست
کی کہ اس مبیع کو میرے پاس ودیعت رکھدے یا میرے واسطے اسکی وصیت کر دے یا مجھے صدقہ مین دیدے تو یہ امور
بھی حق شفعہ دیدینے مین شمار ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ (انا و کیلہا بکذا) پس شفیع نے جواب
دیا کہ ہان تو یہ بھی تسلیم شفعہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور قسم ضروری کی یہ مثال ہی کہ مثلاً شفیع دو طرح کی طلب کے بعد
شفعہ مین لے لینے سے پہلے مر جاوے تو ہمارے نزدیک یہ حکم ہی کہ اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا مگر مشتری کے مر جانے
سے شفیع کا حق باطل نہوگا اور شفیع کو اختیار رہیگا کہ مشتری کے وارث سے لے لے یہ بدائع مین ہی۔ عقد بیع سے

سے پہلے شفعہ کا دیدینا صحیح نہین ہی اور بعد بیع کے صحیح ہی خواہ شفیع کو اپنا حق شفعہ واجب ہونا معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور جس شخص کو ساقط کرکے دیدیا ہی اُسکو معلوم ہوا ہو یا معلوم نہوا ہو یہ محیط مین ہی- اور اگر مشتری نے شفیع سے کہا کہ مین نے اس دار کی عمارت مین اسقدر خرچ کیا ہی اور مین بسبب اس خرچ کرنے اور بسبب ثمن دینے کے اسکا وکیل ہون پس شفیع نے جواب دیا کہ ہان تو یہ امر شفیع کیطرف سے تسلیم شفعہ ہی یہ مبسوط مین ہی- کتاب الصلح کے دسوین باب مین شفعہ دیدینے کے مسائل ذکر فرمائے اور فرمایا کہ اگر شفیع نے دار مشفوعہ کو بحق شفعہ لے لیا تو پھر شفعہ دیدینا صحیح نہین ہی اور اگر ہبہ بشرط عوض ہو تو اسمین باہمی قبضہ سے پہلے شفعہ دیدینا صحیح نہین ہی کذا فی التاتارخانیہ اور اگر ہبہ بشرط عوض مین شفیع نے واہب و موہوب لہ کے باہمی قبضہ کے بعد شفعہ دیدیا ہو پھر دونون نے اقرار کیا کہ یہ عقد ہبہ نہ تھا بلکہ جسقدر عوض ہی اسی پر بیع واقع ہوئی تھی تو شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اور اگر ہبہ بغیر عوض مین شفیع نے شفعہ دیدیا ہو پھر دونون نے اقرار کیا کہ یہ بشرط عوض تھا یا عقد بیع تھا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا- اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک دار بشرط ہزار درم عوض کے ہبہ کیا پھر ہر دو عوض مین سے فقط ایک پر قبضہ ہوا اور ہنوز دوسرے پر قبضہ نہوا تھا کہ شفیع نے اپنا حق شفعہ دیدیا تو یہ باطل ہی تو جب دوسرے عوض پر قبضہ واقع ہو تو شفیع کو استحقاق ہوگا کہ چاہے اس دار کو حق شفعہ مین لے لے اسواسطے کہ جسوقت شفیع نے اپنا شفعہ ساقط کیا ہی اُسوقت اُسکا حق واجب ہی نہین ہوا تھا کیونکہ ہبہ بشرط عوض جبھی مثل بیع کے ہوجاتا ہی جب باہمی قبضہ ہو جاوے اور سبب وجوب متحقق ہونے سے پہلے شفعہ دیدینا باطل ہی یہ مبسوط مین ہی- اگر شفیع نے اپنا حق شفعہ کسی کو ہبہ کیا یا کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ تسلیم شفعہ نہین ہی ایسا ہی فتاوائے اہل سمرقند مین لکھا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الشفعہ مین باب الشہادۃ سے کچھ پہلے ذکر فرمایا کہ اگر شفیع نے شفعہ فروخت کر دیا تو یہ امر شفعہ کا دیدینا قرار دیا جائیگا مگر ثمن واجب نہوگا اور یہی صحیح ہی اور امام محمد رح نے بھی شفعۃ الجامع مین ایسی بات ذکر فرمائی ہی جو اسپر دلالت کرتی ہی یہ محیط مین ہی- [یعنی حق شفعہ مین تسلیم ہی مگر حق بیع مین بیع نہین ہی ۱۲] اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر بائع نے مبیع مین کوئی باندی یا غلام بڑھا دیا تو شفیع کو اختیار حاصل ہو جائیگا کہ چاہے دار مشفوعہ کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر بائع نے ثمن مین سے کسیقدر گھٹا دیا تو شفیع کو شفعہ حاصل ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ گھٹانا اصل عقد سے ملتحق ہوگا جیسا کہ اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ بیع بعوض ہزار درم کے واقع ہوئی ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر بیع بعوض پانچ سو درم کے نکلی تو اُسکو حق شفعہ حاصل ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر شفیع نے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ دیدیا تو یہ تسلیم صحیح ہی اگرچہ اُسنے جسکو دیا ہی معین نہین کیا اسی طرح اگر دار مشفوعہ بائع کے قبضہ مین موجود ہونے کی حالت مین شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے تجھے اس دار کا شفعہ دیدیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر بائع نے دار مبیعہ مشتری کے سپرد کر دیا پھر شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا تو یہ تسلیم استحسانًا صحیح ہی- اور اگر بائع سے یون کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تیرے سبب سے یا تیرے واسطے دیا تو یہ تسلیم قیاسًا و استحسانًا صحیح ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور اگر دار کا مشتری کسی دوسرے کیطرف سے اسکے خریدنے کا وکیل ہی اور شفیع نے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ دیدیا حالانکہ اُسنے جسکو دیا ہی معین نکیا تو یہ تسلیم صحیح ہی اسیطرح اگر دار مبیعہ وکیل کے قبضہ مین ہونے کی صورت مین وکیل سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا تو یہ تسلیم قیاسًا و استحسانًا صحیح ہی اور اگر شفیع نے یہ کلام وکیل سے ایسے

وقت کہا کہ جب وکیل اُس دار کو موکل کے سپرد کر چکا ہو تو تسلیم استحساناً صحیح ہوگی اور اگر مشتری کسی دوسرے کیطرف سے خرید کا وکیل ہو اور شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ خاصکر تجھے دیا نہ دوسرے کو تو یہ تسلیم موکل کیواسطے صحیح ہوگی (قال المترجم وفیہ خلاف اور دو اتیان) کذا فی المحیط اور اگر کسی اجنبی سے شفیع نے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ دیدیا تو ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر شفیع نے ابتداءً کسی اجنبی سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا یا تیری وجہ سے اسکے شفعہ سے اعراض کیا تو تسلیم صحیح نہین ہے اور قیاساً و استحساناً اسکا شفعہ باطل ہوگا اور اگر کسی اجنبی سے کہا کہ مین نے اسکا شفعہ تیری وجہ یا تیری سفارش سے موکل کو دیدیا یا موکل کو ہبہ کر دیا یا موکل کے لیے شفعہ سے اعراض کیا تو یہ تسلیم موکل کے واسطے صحیح ہے اور اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر کسی اجنبی نے شفیع سے کہا کہ تو اپنا شفعہ موکل کو دیدے پس اُسنے کہا کہ وہ مین نے تیرے واسطے دیا یا ہبہ کیا یا اُس سے اعراض کیا تو استحساناً یہ تسلیم ہے کیونکہ جب اجنبی نے اُس سے کہا کہ تو اپنا شفعہ زید کو دیدے پس اُسنے کہا کہ وہ مین نے تیرے واسطے دیدیا پس یہ کلام بجائے جواب کے ٹھہرا پس ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے یون جواب دیا کہ مین نے تیری وجہ سے اسکا شفعہ زید کو دیا اور اگر اجنبی کے مخاطب کرنے پر شفیع نے یون کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیا یا مین نے اسکا شفعہ تجھے ہبہ کیا یا مین نے اسکا شفعہ تیرے ہاتھ فروخت کیا تو یہ کلام تسلیم شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ یہ کلام مبتدا ہے خواہ مخواہ جواب نہ ٹھہرایا جائیگا کیونکہ مستقل بنفسہ ہے پس کلام تسلیم نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے - اور اگر کسی اجنبی نے شفیع سے کہا کہ مین تجھسے اسقدر مال پر اس شرط سے صلح کرتا ہون کہ تو اسکا شفعہ اُسکو دیدے پس شفیع نے دیدیا تو یہ تسلیم صحیح ہے مگر مال بدل الصلح واجب نہوگا اور اگر یون کہا کہ مین تجھسے اسقدر مال پر اس شرط سے صلح کرتا ہون کہ اسکا شفعہ میرا ہو تو یہ صلح باطل ہے اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور اگر شفیع سے اجنبی نے یون کہا کہ مین تجھ سے اسقدر درمون پر اس شرط سے صلح کرتا ہون کہ تو اپنا حق شفعہ دیدے اور یون نہ کہا کہ مجھے دیدے اور شفیع نے اسکو قبول کر لیا تو اجنبی پر مال واجب نہوگا اور شفیع کا شفعہ باطل نہوگا اور اگر شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے تیری بیع تجھے تسلیم کر دی یا مشتری سے کہا کہ مین نے تیری خرید تجھے دی تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر کسی اجنبی سے کہا کہ مین نے اس دار کی خرید تجھے دیدی تو یہ کلام تسلیم شفعہ نہین ہے اور اُسکا حق شفعہ باطل نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور اسقاط شفعہ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا جائز ہے چنانچہ اگر شفیع نے یون کہا کہ مین نے اسکا شفعہ دیا بشرطیکہ تو نے اپنے واسطے خریدا ہو پس (اگر اُسنے اپنے واسطے خریدا ہے تو شفعہ ساقط ہو جائیگا) اور اگر اُسنے دوسرے کے واسطے خریدا ہو تو شفعہ باطل نہوگا اور یہ جواز اسواسطے ہے کہ یہ اسقاط ہے اور اسقاط محتمل تعلیق ہوتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے - اور اگر شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے اسکا شفعہ تجھے دیا بشرطیکہ تو نے اسکو اپنے واسطے فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہو مگر بائع نے اُسکو دوسرے کے واسطے فروخت کیا تھا تو شفیع کا یہ کلام تسلیم شفعہ نہوگا - اور فتاوے فقیہ ابو اللیث مین ہے کہ اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا پھر یہ بات نکلی کہ مشتری نے یہ دار کسی دوسرے کیواسطے خریدا تھا تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا اور فتاوی فضلی مین لکھا ہے کہ یہ کلام موکل کے واسطے تسلیم شفعہ ہے ولیکن مختار وہی ہے جو فتاوے ابو اللیث رح مین مذکور ہے ایسا ہی شیخ صدر الشہید رحمہ نے

ذکر فرمایا اور حاوی مین ہی کہ اگر مشتری نے شفیع سے کہا کہ مین نے یہ دار اپنے واسطے خریدا ہی پس شفیع نے شفعہ دیدیا
پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے دوسرے کیواسطے خریدا تھا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور امام ابوحنیفہؒ
نے فرمایا کہ باطل نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شریک کے ہوتے ہوئے جار نے پہلے اپنا حق شفعہ دیدیا تو یہ تسلیم
صحیح ہی حتے کہ اسکے بعد شریک نے بھی اپنا حق شفعہ دیدیا تو پڑوسی کو یہ اختیار نہوگا کہ حق شفعہ مین لے سکے
یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر غلام ماذون کے واسطے حق شفعہ واجب ہوا پس اُسنے شفعہ دیدیا تو جائز ہی خواہ اسپر
دین ہو یا نہو اور اگر اُسکے مولی نے شفعہ دیدیا تو جائز ہی بشرطیکہ ماذون پر دین نہو اور اگر ماذون پر دین
ہو تو مولی کا دیدینا ماذون غلام کے حق مین جائز نہوگا یہ مبسوط مین ہی اور بعد محجور ہوجانے کے ماذون کا
شفعہ دیدینا جائز نہین ہی کذا فی التاتارخانیہ اور اگر مکاتب نے اپنا حق شفعہ دیدیا تو بھی جائز ہی یہ مبسوط مین ہی
اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ اسقدر ثمن یا اس جنس کے ثمن سے یا فلان مشتری کے ہاتھ فروخت کیا گیا ہی پس اُسنے
شفعہ دیدیا پھر اسکے برخلاف نکلا پس آیا اُسکا دیدینا صحیح ہوگیا سو اس جنس کے مسائل مین اصل یہ قرار پائی ہی
کہ دیکھنا چاہیے کہ اگر دونون حالتون مین شفیع کی غرض دیدینے مین مختلف نہوتی ہو تو تسلیم صحیح رہیگی اور شفعہ
باطل ہوگا اور اگر غرض مختلف ہوئی جاتی ہو تو تسلیم صحیح نہوگی اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ بدائع مین ہی۔
اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ ثمن سو دینار ہین کہ اُنکی قیمت ہزار درم
یا ہزار درم سے کم ہی یا زیادہ ہی تو ہمارے نزدیک اگر دینارون کی قیمت ہزار درم سے کم ہو تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا
ورنہ اُسکا تسلیم کرنا صحیح رہیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ مشتری فلان شخص ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا
پھر معلوم ہوا کہ دوسرا شخص ہی تو شفیع کو اُسکا شفعہ ملیگا اور اگر خبر دیگئی کہ مشتری زید ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا
پھر معلوم ہوا کہ زید و عمرو ہی تو زید کے حق مین اُسکا دیدینا صحیح ہوگا مگر حصہ عمرو مین اُسکو اختیار ہوگا چاہے شفعہ مین
لے لے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اگر خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہین پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ہزار درم سے کم نکلا تو وہ
اپنے شفعہ پر رہیگا اور اگر ہزار درم یا زیادہ نکلا تو اُسکا حق شفعہ باطل ہوگیا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر شفیع سے
ثمن کوئی کیلی یا وزنی چیز بیان کی گئی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر معلوم ہوا کہ ثمن دوسری صنف کی کیلی یا وزنی
چیز ہی تو شفیع ہر حال مین اپنے شفعہ پر رہیگا خواہ جو چیز ثمن ظاہر ہوئی ہی وہ از راہ قیمت اُس سے زیادہ ہو یا کم
یا برابر ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن کوئی چیز قیمتی چیزون مین سے ہی پھر ظاہر ہوا کہ کوئی کیلی
یا وزنی چیز ہی یا خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہین پھر معلوم ہوا کہ ثمن کوئی کیلی یا وزنی چیز ہی تو شفیع ہر حال مین اپنے شفعہ
پر رہیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن فلان چیز قیمتی چیزون مین سے ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا
پھر معلوم ہوا کہ ثمن اسکے سواے دوسری چیز قیمتی چیزون مین سے ہی مثلاً خبر دیگئی کہ ثمن ایک دار ہی پھر
معلوم ہوا کہ ثمن ایک غلام ہی تو کتاب مین امام محمد رح نے یہ جواب فرمایا ہی کہ شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا اور کوئی
تفصیل نہین فرمائی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ یہ جواب ایسی صورت مین صحیح ہی کہ جب اُس چیز کی
قیمت جو ثمن ظاہر ہوئی ہی اُس چیز کی قیمت سے جو خبر دیگئی ہی کم ہو اور اگر اُسکی قیمت جو ثمن ظاہر ہوئی اُس چیز
کی قیمت سے جو خبر دیگئی تھی زیادہ ہو یا برابر ہو تو صحیح نہین ہی اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ایک غلام ہی جسکی قیمت

ایک ہزار درم ہی یا اور اسکے مانند کوئی چیز ذوات القیم مین سے بیان کی گئی پھر معلوم ہوا کہ اُسکا ثمن درم یا دینار ہین
تو امام محمد رح نے بغیر تفصیل کے یہ جواب فرمایا ہی کہ شفیع اپنی شفعہ پر رہیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب
ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب اُس چیز کی قیمت جو ظاہر ہوئی ہی اُسکی قیمت سے کم ہو جسکے ثمن ہونیکی شفیع کو خبر
دیگئی تھی اور اگر اُسکی قیمت سے جو خبر دیگئی تھی زیادہ ہو یا برابر ہو تو حکم یہ ہی کہ شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا
کہ بخلاف مسئلہ اولے کے اس صورت مین یہ حکم علے الاطلاق صحیح ہی۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ایک غلام ہی جسکی
قیمت ہزار درم ہی پھر ظاہر ہوا کہ اُسکی قیمت ہزار درم سے کم ہی تو شفیع کو شفعہ ملیگا اور اگر ظاہر ہوا کہ اُسکے قیمت ہزار
درم یا اُس سے زیادہ ہی تو شفعہ نہ ملیگا۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ ثمن
ذوات القیم مین سے کوئی چیز ہی تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا لیکن اگر اُس چیز کی قیمت ہزار درم ثمن سے کم ہو تو ملیگا یہ محیط
مین ہی۔ اور اگر شفیع کو نصف دار خریدنے کی خبر دیگئی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے کل دار خریدا ہی تو شفیع
اپنی شفعہ پر رہیگا اور اگر شفیع کو پورے دار کے خریدنے کی خبر دیگئی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے
نصف دار خریدا ہی تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ یہ جواب ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب
آدھے کا ثمن پورے کے ثمن کے برابر ہو مثلاً خبر دیگئی کہ اُسنے پورا دار ہزار درم کو خریدا ہی پس شفیع نے شفعہ دیدیا
پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے نصف دار ہزار درم مین خریدا ہی تو یہی حکم ہی اور اگر ایسا نہو مثلاً اُسکو خبر دیگئی کہ مشتری نے پورا
دار ہزار درم مین خریدا ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے نصف دار پانچ سو درم مین خریدا ہی تو شفیع اپنی
شفعہ پر رہیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر شفیع نے آدھے مین شفعہ دیدیا تو پورے مین باطل ہو جائیگا۔ اور اگر شفیع
نے نصف دار شفعہ مین طلب کیا تو آیا یہ امر پورے دار کے شفعہ کا دیدینا ہی یا نہین سواسمین امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے
باہم اختلاف کیا ہی پس امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ امر پورے دار کا شفعہ دینا نہین ہی کذا فی البدائع اور یہی اصح ہی اسواسطے کہ
آدھے کی تسلیم چاہنا باقی کا سپرد کرنا نہین ہی نہ صریحاً نہ دلالۃً یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر شفیع نے اپنا نصف دار یا تہائی یا نصف سے
زیادہ کچھ باقی رکھکر فروخت کیا اور جسقدر فروخت کیا وہ غیر مقسوم ہی تو شفیع کو بذریعہ مابقی کے حق شفعہ حاصل ہوگا
یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر شفیع نے دار مشفوعہ کے رقبہ کا دعوی کیا کہ یہ میرا ہی یعنے بوجہ شفعہ کے نہین (بلکہ اور
سبب سے اپنی ملک ہونے کا دعوی کیا) تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اُسنے حق شفعہ طلب کرنیکے بعد دار مشفوعہ
کے رقبہ کا دعوے کیا کہ یہ میرا ہی تو اُسکے دعوی کی سماعت نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر حق شفعہ سے
کچھ عوض پر صلح کرلی تو شفعہ باطل ہو گیا اور عوض کو واپس کردے اسلیے کہ حق شفعہ دفع ضرر کی غرض سے بخلاف
قیاس ثابت ہوا ہی پس حق اعتیاض مین اُسکا ثبوت ظاہر نہوگا اور شرط جائز کے ساتھ ساقط نہین ہوتا ہی تو فاسد
سے بدرجہ اولی نہوگا چنانچہ اگر شفیع نے کہا کہ جو تو نے خریدا ہی اُس سے مین نے اپنا حق شفعہ ساقط کردیا اس شرط
سے کہ جو مین نے خریدا ہی اُس سے تو اپنا شفعہ ساقط کردے تو شفیع کا شفعہ ساقط ہو جائیگا اگرچہ مشتری اُس چیز
سے جسکو شفیع نے خریدا ہی اپنا شفعہ ساقط نکرے اور مالی عوض کے ساتھ حق شفعہ ساقط کرنا ایک فاسد شرط ہی
کیونکہ وہ غیر ملائم ہی اسواسطے کہ یہ عوض ایک محل کے اندر محض حق کے بدلے مین لینا ہی پس ایسا لینا حرام و رشوت
ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر شفیع شریک و جار دونون ہو اور اُسنے اپنا وہ حصہ جسکی شرکت کے ذریعہ سے شفعہ لے سکتا تھا

فروخت کر دیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بوجہ جوار کے شفعہ طلب کرے یہ بدائع مین ہے۔ شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شفیع نے پہلے مشتری کو سلام کیا پھر شفعہ طلب کیا تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا ایسا ہی لیث بن مساور نے فرمایا ہے اور شیخ ابراہیم بن یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہ امام محمد رحمہ سے مروی ہے اور ہم اسیکو لیتے ہین کذا فی الحاوی اور یہی مختار ہے کذا فی الخلاصہ والمضمرات اور اگر مشتری اپنے بیٹے کے ساتھ کھڑا ہوا اور شفیع نے مشتری کے بیٹے کو سلام کر کے پھر شفعہ طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر مشتری کو سلام کیا تو ایسا نہین ہے اور اگر اُسنے دونون مین ایک کو اسطرح سلام کیا کہ السلام علیک اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُسنے کسکو سلام کیا تو شفیع سے دریافت کیا جائیگا کہ تو نے باپ کو سلام کیا یا بیٹے کو پس اگر اُسنے کہا کہ مین نے باپ کو سلام کیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ بیٹے کو سلام کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔ اور اگر مشتری و شفیع نے اختلاف کیا یعنے مشتری نے کہا کہ تو نے میرے بیٹے کو سلام کیا پس تیرا شفعہ باطل ہو گیا اور شفیع نے کہا کہ مین نے تجھے سلام کیا ہے تو شفیع کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر مشتری کو دار فروخت ہونے کی خبر دیگئی اور اُسنے کہا (الحمد للہ فقد ادعیت شفعتہا او سبحان اللہ فقد ادعیت شفعتہا) یعنے سب تعریف خدا تعالی کو سزاوار ہے اور مین نے ضرور اُسکا شفعہ طلب کیا یا پاک ہے خداوند تعالے اور مین نے ضرور اُسکا شفعہ طلب کیا تو امام محمد رحمہ کی روایت مین شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا کذا فی البدائع۔ شفیع نے بیع کا حال سُنکر کہا کہ الحمد للہ مین نے ضرور اُسکا شفعہ طلب کیا تو مذہب مختار کے موافق اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور ناطقی نے فرمایا کہ سبحان اللہ یعنے پاک ہے خداے تعالی یا کیف اصبحت یعنے شب بخیر گذری یا کیف امسیت یعنے دن اچھی طرح گذرا ان اقوال کو کہکر شفعہ طلب کرنے کی صورت مین جو حکم ذکر فرمایا ہے اُسپر قیاس کر کے کہا جاتا ہے کہ اگر مشتری سے ملنے کے وقت شفیع نے کہا کہ خدا تیری عمر دراز کرے پھر شفعہ طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا کذا فی الظہیریہ اسیطرح اگر کہا کہ شفعہ ہم [illegible] خواستم ودیا فتم تو بھی شفیع اپنی شفعہ پر رہیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر مشتری سے اپنی حاجتون کی درخواست کی یا مشتری کے سامنے کوئی حاجت پیش کی پھر شفعہ طلب کیا تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اور اور اگر مشتری سے دار مبیعہ کا ثمن دریافت کر کے اُسکے تبلانے کے بعد پھر شفعہ طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا یہ مضمرات مین ہے ایک دار فروخت کیا گیا پھر بائع یا مشتری نے شفیع سے یہ بات کہی کہ تو اپنی خصومت سے جو تیری ہماری طرف سے ہو ہمکو بری کر دے پس شفیع نے ایسا ہی کیا حالانکہ اُسکو یہ نہین معلوم ہے کہ انکی طرف میرا حق شفعہ واجب ہوا ہے تو حکم قضاء مین اُسکو شفعہ نہ ملیگا مگر فیما بینہ وبین اللہ تعالے اُسکو شفعہ ملیگا بشرطیکہ ایسی صورت ہو کہ اگر شفیع کو اسکا حال معلوم ہو جاتا تو وہ شفعہ سے بری نکرتا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر شفیع نماز مین تھا کہ اُسکو بیع کی خبر دیگئی پس اُسنے نماز پوری کر لی پس اگر یہ نماز فرض ہو تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اسیطرح اگر واجب ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر سنت ہو تو بھی یہی حکم ہے اسلیے کہ یہ سُنن راتبہ نماز واجب کے معنی مین ہین اور یہ نماز سنت دو رکعت ہو یا چار رکعت ہو جیسے نماز ظہر سے پہلے کی چار۔ یعنی سنت ہوتی ہین حتے کہ اگر دو رکعت پڑھنے کے بعد اُسکو خبر دیگئی پس اُسنے بیع کے قعدہ سے اُٹھکر اُسمین دوسرا دوگانہ ملاکر چار پوری کر لین تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ یہ دونون دوگانہ بمنزلہ ایک نماز واجب کے ہین یہ بدائع مین ہے فتاوے ابو اللیث و واقعات ناطفی مین لکھا ہے کہ اگر نماز

یعنی اللہ کے نزدیک دیانۃ اُسکا حق شفعہ باطل نہوگا ۱۲ منہ

تطوع مین شفیع کو بیع سے آگاہی حاصل ہوئی پس اُسنے یہ دوگانہ چار رکعت یا چھ رکعت کرلیا تو امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ استحساناً شفعہ باطل نہوگا اور شیخ صدر الشہید نے فرمایا کہ مذہب مختار یہ ہے کہ باطل ہوجائیگا اسواسطے کہ شفیع معذور نہین ہے یہ ذخیرہ و محیط و مضمرات و کبری مین ہے۔ فتاوے آہو مین لکھا ہے کہ شفیع کو وقت خطبہ کے بیع کی خبر دیگئی پس اُسنے طلب نکیا یہان تک کہ امام نماز سے فارغ ہوا پس اگر شفیع امام سے اسقدر قریب ہو کہ خطبہ کو سنتا ہو تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا ورنہ اسمین مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور اگر شفیع کو ختم نماز قعدہ اخیرہ مین خبر دیگئی پس اُسنے طلب نکیا یہان تک کہ تمام دعا اللہم ربنا آتنا فی الدنیا والدین حسنۃ ختم کرکے پھر سلام پھیرا تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا یہ تاتارخانیہ کی گیارہوین فصل مبطل شفعہ مین ہے۔ نوازل مین لکھا ہے کہ اگر شفیع کو ایسے وقت خبر ملی کہ وہ امام کے ساتھ جماعت کی نماز شروع کرنا چاہتا تھا پس وہ شفعہ طلب کرنیکے واسطے نگیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ کی

تیرہوین فصل مین ہے

دسوان باب ۔ شفعہ مین گواہی اور کرنے اور شفیع و مشتری و بائع کے درمیان اختلاف واقع ہونیکے بیان مین ۔ شفیع و مشتری کے درمیان جو اختلاف واقع ہو وہ یا ثمن کی طرف راجع ہوگا یا مبیع کی طرف راجع ہوگا پس جو اختلاف ثمن کی طرف راجع ہو وہ تین حال سے خالی نہین یا جنس ثمن مین اختلاف ہوگا یا مقدار ثمن مین یا صفت ثمن مین ۔ پس اگر جنس ثمن مین اختلاف ہو مثلاً مشتری نے کہا کہ مین نے سو دینار کو خریدا ہے اور شفیع نے کہا کہ ہزار درم کو خریدا ہے تو قول مشتری کا قبول ہوگا کیونکہ جنس ثمن کے پہچاننے مین شفیع سے مشتری زیادہ ہے پس جنس کے دریافت مین اُسیکے قول کیطرف رجوع کیا جائیگا یہ بدائع مین ہے۔ اگر شفیع و مشتری نے ثمن مین اختلاف کیا تو مشتری کا قول قبول ہوگا اور دونون سے باہم قسم نہ لیجائیگی ۔ اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رحمہ و امام محمد کے نزدیک شفیع کے گواہ قبول ہونگے اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ گواہ مشتری کے قبول ہونگے ۔ اور اگر مشتری نے کسیقدر ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اُس سے کم ثمن کا دعوی کیا اور حال یہ ہے کہ بائع نے ہنوز ثمن پر قبضہ نہین کیا ہے تو شفیع اس مبیع کو بعوض اُسقدر ثمن کے جسکو بائع بیان کرتا ہے لے لیگا اور اسقدر کمی یون قرار دیجائیگی کہ بائع نے مشتری کے ذمہ سے گھٹا دی ہے۔ اور اگر بائع نے دعوی مشتری سے زیادہ ثمن کا دعوی کیا تو دونون سے قسم لیجائیگی پھر دونون بیع پھیر لینگے اور اگر دونون مین سے کسی نے قسم سے انکار کیا تو ظاہر ہوجائیگا کہ ثمن کی مقدار اُسیقدر ہے جسقدر دوسرا کہتا ہے پس شفیع اسیقدر پر شفعہ مین لے لیگا اور اگر دونون نے قسم کھالی تو قاضی دونون کے درمیان بیع فسخ کردیگا اور شفیع اس مبیع کو بائع کے بیان پر لے سکتا ہے اور اگر بائع ثمن پر قبضہ کرچکا ہو تو شفیع اس مبیع کو اُسقدر دامون کے عوض لے سکتا ہے جسکو مشتری نے بیان کیا ہے اور بائع کے قول پر التفات نکیا جائیگا ۔ اور اگر ثمن کا ادا کرنا ظاہر نہوا اور بائع نے کہا کہ مین نے یہ دار ہزار درم کو فروخت کرکے ثمن وصول کرلیا ہے تو شفیع اُسکو ہزار درم کے عوض لے سکتا ہے اور اگر اُسنے یون کہا کہ مین نے ثمن پر قبضہ کرلیا اور وہ ہزار درم ہے تو اُسکے قول پر التفات نکیا جائیگا یہ ہدایہ مین ہے ۔ اور اگر کوئی دار بعوض عرض کے خریدا اور ہنوز باہمی قبضہ نہوا تھا کہ یہ عرض تلف ہوگیا یا مشتری نے دار پر قبضہ کرلیا تھا مگر عرض بائع کے قبضہ مین نہ دیا تھا کہ عرض تلف ہوگیا یا بائع و مشتری مین بیع اسطرح ٹوٹ گئی کہ شفیع کو بعوض قیمت عرض کے دار مذکور شفعہ مین لینے کا حق باقی رہگیا

پھر بائع و مشتری نے عرض مذکور کی قیمت مین اختلاف کیا تو قسم سے بائع کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون مین سے
کسی نے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح[۵] و امام محمد رح کے
نزدیک بائع کے گواہ قبول ہونگے اور یہی[۵] قول امام ابو یوسف کا ہے - اور اگر مشتری نے عمارت دار کو گرا دیا یہانتک
کہ شفیع کے ذمہ سے ثمن سے بقدر قیمت عمارت کے ساقط ہوگیا پھر دونون نے قیمت عمارت مین اختلاف کیا اور
اس بات پر اتفاق کیا کہ خالی میدان کی قیمت ہزار درم ہے یا عمارت و میدان دونون کی قیمت مین اختلاف کیا
پس اگر فقط عمارت کی قیمت مین اختلاف کیا تو قسم سے مشتری کا قول قبول ہوگا اور اگر عمارت و میدان دونون کی
قیمت مین اختلاف کیا تو میدان کی قیمت اندازہ کیجائیگی اور عمارت کی قیمت کے بارہ مین مشتری کا قول قبول ہوگا
اور اگر دونون مین سے ایک نے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام
ابو یوسف رح نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول پر قیاس کرکے شفیع کے گواہ قبول ہونگے اور امام محمد رح نے فرمایا
کہ امام اعظم رح کے قول پر قیاس کرکے مشتری کے گواہ قبول ہونگے - اور اگر دونون نے صفت ثمن مین اختلاف کیا
مثلاً مشتری نے کہا کہ مین نے نقدی ثمن دینے پر خریدا ہے اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ ادھار میعادی پر خریدا ہے
تو مشتری کا قول قبول ہوگا - اور جو اختلاف مبیع کیطرف راجع ہوتا ہے وہ یہ ہے - کہ دونون اسطرح اختلاف کرین کہ یہ
تمام چیز جسپر بیع واقع ہوئی آیا ایک ہی صفقہ سے واقع ہوئی یا دو صفقہ سے واقع ہوئی مثلاً مشتری نے ایک دار
خریدا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے اسکا میدان علیحدہ بعوض ایک ہزار درم کے خریدا ہے اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ
تونے دونون کو اکٹھا[یعنی عمارت و میدان ۱۲ منہ] دو ہزار درم مین خریدا ہے تو قول شفیع کا قبول ہوگا اور دونون مین سے جسنے گواہ قائم کیے
اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے اور دونون فریق نے کوئی وقت بیان نکیا تو امام اعظم رح و امام
ابو یوسف رح کے نزدیک[یعنی اور شہادت مین کوئی وقت خرید بیان نکیا ۱۲ منہ] مشتری کے گواہ قبول ہونگے اور امام محمد کے نزدیک شفیع کے گواہ قبول ہونگے یہ بدائع مین ہے
منتقی مین بروایت ابن سماعہ رح امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی سے ایک دار خریدا اور اسکے دو شفیع ہین
انمین سے ایک شفیع مشتری کے پاس شفعہ طلب کرنے آیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے یہ دار ہزار درم کو خریدا ہے -
پس شفیع نے اُسکے قول کی تصدیق کرکے ہزار درم دیکر لے لیا پھر دوسرے شفیع نے آکر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مشتری نے
اسکو پانچ سو درم مین خریدا ہے تو دوسرا شفیع اس دار مین سے آدھا دار بعوض دو سو پچاس درم کے پہلے شفیع کو
دیکر لے لیگا اور پہلا شفیع مشتری سے دو سو پچاس درم واپس لیگا اور پہلے شفیع کے پاس نصف دار بعوض پانچ سو
درم کے باقی رہجائیگا اور بھی منتقی مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار ایک ہزار درم کو خریدکر اُسپر
قبضہ کر لیا پھر شفیع نے آکر شفعہ طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اسکو دو ہزار درم کے عوض خریدا ہے اور شفیع نے
کہا کہ نہین بلکہ تونے ایک ہزار درم کو خریدا ہے مگر شفیع کے پاس گواہ نہ تھے اور مشتری نے جو کچھ کہا تھا اُسپر قسم کھالی
پس شفیع نے دو ہزار درم دیکر دار مذکور لے لیا پھر دوسرا شفیع آیا اور اُسنے شفیع اول پر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ بائع نے
یہ دار فلان مشتری کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا تھا تو دوسرا شفیع اسمین سے نصف دار بعوض پانچ سو درم کے
لے لیگا اور پہلا شفیع مشتری سے اس نصف کے ثمن سے جسکو دوسرے شفیع نے لیا ہے پانچ سو درم واپس لیگا
پھر شفیع اول سے کہا جائیگا کہ جو نصف تیرے قبضہ مین ہے اُسکی بابت اگر تیرا جی چاہے تو دوبارہ گواہ پیش کر ورنہ

[۵] ظاہر امام ابو یوسف و امام محمد ۱۲ منہ

[۵] ظاہر امام اعظم ۱۲ منہ

تجھے کچھ نہین مل سکتا ہی۔ اور اسکے معنی یہ ہین کہ شفیع اول نے اگر مشتری سے یہ کہا کہ شفیع ثانی نے گواہون سے
یہ بات ثابت کر دی کہ خرید بعوض ہزار درم کے واقع ہوئی ہی پس جو نصف میرے قبضہ مین ہی اُسکے مقابلہ مین پانچ سو
درم ہوئے سو مین تجھسے پانچ سو درم واپس لونگا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن اگر اُسنے دوبارہ گواہ قائم کیے کہ خرید بعوض
ہزار درم کے واقع ہوئی ہی تو ایسا ہو سکتا ہی اسکا سبب وہ ہی جسکی طرف کتاب مین اشارہ فرمایا ہی کہ شفیع ثانی اپنے
گواہون سے فقط نصف دار کا مستحق ہوگا اور اسکے معنی یہ ہین کہ شفیع ثانی کے گواہ ہر گاہ کہ نصف دار مین کار آمد ہوئے
تو ہزار درم کے عوض خرید واقع ہونا فقط اسی نصف مین ثابت ہوگا جسکا شفیع ثانی مستحق ہوا ہی نہ اُس نصف مین
جو شفیع اول کے قبضہ مین ہی پس شفیع اول اپنے نصف مقبوضہ کے حق مین بعوض ہزار درم کے خرید ثابت ہونے
کے واسطے دوبارہ گواہ پیش کرنے کا محتاج ہوگا پھر مشتری سے پانچ سو درم زائد واپس لینے کا مستحق ہوگا۔ یہ
محیط مین ہی۔ فتاوے عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر مشتری نے ایک دار خریدا پھر شفیع آیا اور اُسنے مشتری کے کہنے پر
ہزار درم ثمن دیکر شفعہ مین لے لیا پھر اس بات کے گواہ پائے کہ مشتری نے پانچ سو درم کو خریدا تھا تو اُسکے گواہ
مقبول ہونگے اور اگر شفیع نے پہلے ہزار درم ثمن خرید ہونے مین مشتری کے قول کی تصدیق کی ہو تو پھر اسکے
برخلاف پر اُسکے گواہ مقبول نہونگے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر بائع و مشتری نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ بیع بائع
کے واسطے شرط خیار کر کے واقع ہوئی ہی اور شفیع نے اس سے انکار کیا تو امام اعظم و امام محمد اور دو روایتون مین سے
ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف کے نزدیک قول بائع و مشتری کا قبول ہوگا اور شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اسلیے
کہ بیع بائع و مشتری کے اقرار سے ثابت ہوئی اور ویسی ہی ثابت ہوئی جیسا دونون نے اقرار کیا ہی۔ اور جامع مین
مذکور ہی کہ اگر بائع نے شرط خیار ہونے کا دعوی کیا اور مشتری و شفیع نے اس سے انکار کیا تو استحساناً قول مشتری کا
قبول ہوگا اسواسطے کہ خیار فقط شرط کرنے سے ثابت ہوتا ہی اور بائع احداث شرط کا دعوی کرتا ہی اور مشتری اُس سے
منکر ہی۔ اسیطرح اگر مشتری نے خیار شرط ہونے کا دعوی کیا اور بائع و شفیع نے اس سے انکار کیا تو قول بائع کا قبول
ہوگا اور شفیع مبیع کو شفعہ مین لے لیگا یہ محیط مین ہی۔ دو آدمیون نے باہم خرید فروخت کی پس شفیع نے دونون کے
سامنے شفعہ طلب کیا پس بائع نے کہا کہ یہ بیع ہم دونون مین سچی بیع نہ تھی بلکہ از راہ معاملہ تھی اور مشتری نے اُسکے
قول کی تصدیق کی تو شفیع کے حق مین ان دونون کے قول کی تصدیق نکیجائیگی بلکہ قول اُسیکا معتبر ہوگا جو جواز بیع
کا دعوی کرتا ہی لیکن اگر صورت حال اسی بات پر دلالت کرتی ہو جو بائع و مشتری نے بیان کیا ہی تو ایسا نہوگا مثلاً
مبیع بیش قیمت چیز ہوا اور اس بیع مین ایسے قلیل ثمن کے عوض فروخت کی گئی کہ ایسی چیز اسقدر قلیل ثمن کو نہین
فروخت ہوتی ہی تو ایسی صورت مین قول بائع و مشتری کا قبول ہوگا اور شفیع کو شفعہ نہ ملیگا یہ خزانۃ المفتین مین
ہی منتقی مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک دار فروخت کیا پھر بائع و مشتری دونون نے باتفاق
اقرار کیا کہ یہ بیع فاسد تھی اور شفیع نے کہا کہ جائز واقع ہوئی ہی تو قول شفیع کا معتبر ہوگا اور مین شفیع کے حق مین
بائع و مشتری کے فساد بیع کے اقرار کی بالکل تصدیق نکرونگا اور اگر دونون مین سے ایک نے فساد بیع کا دعوی کیا
اور دوسرے نے انکار کیا تو اس صورت مین مین اُسکا قول قبول کرونگا جو صحت بیع کا مدعی ہی سوا اسکے کہ دونون
نے ایسی چیز کی وجہ سے فساد بیع پر اتفاق کیا کہ جسمین مین مدعی فساد کا قول معتبر رکھتا ہون تو مین دونون کے قول کی

تصدیق کردونگا اور شفیع کے واسطے حق شفعہ نہ ٹھہراؤنگا اور اس سے میری یہ مراد ہی کہ اگر بائع ومشتری دونون نے ایسے سبب سے فساد بیع پر اتفاق کیا کہ اسی سبب سے بیع فاسد ہونے مین اگر بائع ومشتری دونون اختلاف کرتے تو مدعی فساد کا قول قبول نہوتا بلکہ جو شخص صحت بیع کا مدعی ہوتا اُسیکا قول مقبول ہوتا مثلاً دونون مین سے فقط ایک نے بیع مین میعاد فاسد یا خیار فاسد ہونے کے شرط کا دعوی کیا تو جب ایسے سبب سے بیع فاسد ہونے پر دونون اتفاق کرین تو شفیع کے حق مین ان دونون کی تصدیق نکیجائیگی۔ اور اگر دونون نے ایسے سبب سے فساد بیع پر اتفاق کیا کہ اسی سبب سے اگر بیع فاسد ہونے مین دونون باہم اختلاف کرتے تو مدعی فساد کا قول قبول ہوتا تو جب ایسے سبب سے بیع فاسد ہونے پر دونون اتفاق کرینگے تو شفیع کے حق مین بھی دونون کی تصدیق کیجائیگی اور منتقی مین اسکی صورت یون بیان فرمائی کہ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ تونے یہ دار میرے ہاتھ بعوض ہزار درم وایک رطل شراب کے فروخت کیا ہی بائع نے کہا کہ تونے سچ کہا تو مین شفیع کے حق مین ان دونون کے قول کی تصدیق نکرونگا اور اگر مشتری نے یون کہا کہ تونے یہ دار میرے ہاتھ بعوض شراب کے فروخت کیا اور بائع نے اُسکی تصدیق کی تو شفیع کو شفعہ ملیگا یہ تو منتقی کی عبارت ہی اور امام قدوری نے اپنی کتاب مین جو کچھ منتقی مین مذکور ہی امام ابو یوسف رح کا قول اُسنے دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق قرار دیا ہی اور امام قدوری نے فرمایا کہ بنا بر اس روایت کے گویا امام ابو یوسف رح ایسے اختلاف کو اس اختلاف پر قیاس فرماتے ہین جو دونون متعاقدین مین واقع ہو چنانچہ اگر دونون متعاقدین نے باہم اسطرح اختلاف کیا کہ مشتری نے کہا کہ تونے یہ دار میرے ہاتھ بعوض ہزار درم وایک رطل شراب کے فروخت کیا ہی اور بائع نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے تیرے ہاتھ اُسکو بعوض ہزار درم کے فروخت کیا ہی تو قول بائع کا قبول ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ تونے یہ دار میرے ہاتھ بعوض شراب یا سور کے فروخت کیا ہی اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اُسکو بعوض ہزار درم کے فروخت کیا ہی تو قول مشتری کا مقبول ہوگا اسواسطے کہ شراب کے عوض بیع واقع ہونا کسی حال مین جائز نہین ہی اور مدعی جواز کا قول اُسی عقد مین مقبول ہوتا ہی جو عقد کسی حال مین جائز ہو سکے بخلاف ایسے عقد بیع کے جو بمیعاد فاسد ہو یا بعوض ہزار درم وایک رطل شراب کے ہو۔ اب رہا امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک سو ان دونون کے نزدیک اگر بائع ومشتری نے فساد بیع پر اتفاق کیا اور شفیع نے دونون کی تکذیب کی تو ہر حال مین شفیع کو شفعہ نہ ملیگا جیسا کہ اُس صورت مین ہوتا ہی کہ دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس بیع مین بائع کے واسطے خیار کی شرط تھی اور شفیع نے دونون کی تکذیب کی تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی کھیت کا دسوان حصہ بعوض ثمن کثیر کے خریدا پھر باقی کھیت قلیل دامون کو مول لیا تو شفیع کو دسوین حصہ مین شفعہ ملیگا نہ باقی مین پھر اگر شفیع نے اُس سے اسطرح قسم لینی چاہی کہ واللہ مین نے اسطرح بیع کرنے مین تیرا شفعہ باطل کرنا نہین چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اسلیے کہ اگر اُسنے ایسا اقرار کیا تو اُسپر کچھ لازم نہ آئیگا اور اگر یون قسم لینی چاہی کہ واللہ بیع اول بطور تلجیہ نہ تھی تو اُسکو یہ اختیار ہی اسلیے کہ یہ ایسی بات ہی کہ اگر اُسنے خصم ہونے کی صورت مین اسکا اقرار کیا تو اُسپر لازم ہوگی اور کتاب مین یہ جو مذکور ہی کہ اگر اُسنے اسطرح قسم لینی چاہی کہ واللہ مین نے اسطرح بیع کرنے مین تیرا حق شفعہ باطل کرنا نہین چاہا تو ایسی قسم لے سکتا ہی اسکی تاویل یہی ہی یعنے اس دعوی پر قسم لینی چاہی کہ بیع اول بطور تلجیہ واقع ہوئی یہ قنیہ مین ہی۔ اجناس مین لکھا ہی کہ اگر مشتری نے کہا کہ مین نے یہ دار اپنے نابالغ بیٹے کے واسطے خریدا ہی اور شفیع کی شفعہ سے انکار کیا پس اگر شفیع

اس بات کا اقرار کیا کہ ہمکا نابالغ لڑکا موجود ہی تو مشتری پر قسم عائد نہوگی اور اگر شفیع نے اُسکے نابالغ لڑکے ہونے سے انکار کیا تو شفیع سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ اسکا کوئی نابالغ لڑکا موجود ہی - اور اگر لڑکا بالغ ہوا اور مشتری نے یہ دار اُسکے قبضہ مین دیدیا تو مشتری کی ذات سے خصومت دور ہوگئی اور جب تک اُسنے بالغ بیٹے کو نہین سپرد کیا ہی تب تک وہ شفیع کا خصم رہیگا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص نے ایک عورت سے خریدا اور چاہا کہ اُسکے فروخت کرنے پر گواہ کرلے مگر سوائے ایسے شخص کے جو شفعہ کا مستحق ہی کسی دوسرے کو اُس عورت کا شناسا نپایا تو اُس عورت پر ان لوگون کی گواہی اگر اپنے فروخت کرنے سے انکار کرے تو مقبول نہوگی یہ محیط مین ہی - اگر بائع کے دو بیٹون نے شفیع پر یہ گواہی دی کہ اسنے شفعہ دیدیا ہی اور اسوقت تک دار مبیعہ بائع کے پاس ہی پس اگر بائع اس بات کا مدعی ہو کہ شفیع نے شفعہ دیدیا ہی تو ان دونون کی گواہی مقبول نہوگی اور اگر بائع اس بات سے منکر ہو تو ان دونون کی گواہی قبول ہوگی اور اگر یہ دار مبیعہ مشتری کے قبضہ مین ہو تو ان دونون کی گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ ایسی صورت مین وہ دونون اس گواہی سے نہ اپنے باپ کو کوئی نفع پہونچاتے ہین اور نہ اُس سے کوئی ضرر دور کرتے ہین - اور اگر دونون بائعون نے شفیع پر تسلیم شفعہ کی گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول نہوگی اگرچہ دار مبیعہ مشتری کے قبضہ مین ہو اسلیے کہ وہ دونون دار مبیعہ مشتری کے قبضہ مین دینے سے پہلے اسی دار کی بابت خصم تھے اور جو شخص جس چیز مین کبھی خصم ہو اسی چیز مین اُسکی گواہی مقبول نہوگی اگرچہ اب وہ خصم نرہا ہو اور بائع کے دو بیٹون کی گواہی اسواسطے مقبول ہوئی کہ وے دونون اس دار کی بابت کبھی خصم نہ تھے - اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب بائع کے دونون بیٹون نے شفیع پر تسلیم شفعہ کی گواہی دی ہو اور اگر دونون نے مشتری پر یہ گواہی دی کہ مشتری نے دار مشفوعہ شفیع کو دیدیا ہی تو ان دونون کی گواہی مقبول نہوگی خواہ یہ دار اُنکے باپ کے قبضہ مین ہو یا مشتری کے قبضہ مین ہو اور خواہ اُنکا باپ اسکا مدعی ہو یا نہو یہ محیط مین ہی - اور اگر ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہو اُنمین سے ایک دو شریکون نے گواہی دی کہ ہم سب نے یہ دار فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہی اور فلان شخص نے ایسا دعوی کیا مگر ایک شریک ثالث اس سے منکر ہی تو شریک پر ان دونون کی گواہی جائز نہوگی اور شفیع کو اختیار ہوگا کہ اس دار کی دو تہائی حق شفعہ مین لے لے اور اگر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا مگر تینون شریکون نے یون اقرار کیا کہ اسنے خریدا ہی تو بھی ان لوگون کی گواہی باطل ہوگی مگر شفیع کو اختیار ہوگا کہ پورا دار شفعہ مین لے لے یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کو کسی دار کے خریدنے یا فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اُسنے خریدا یا فروخت کیا اور موکل کے دو بیٹون نے شفیع پر تسلیم شفعہ کی گواہی دی پس اگر خریدنے کے واسطے وکیل کیا ہو تو ان دونون کی گواہی مقبول نہوگی خواہ یہ دار بائع کے قبضہ مین ہو یا وکیل کے یا موکل کے قبضہ مین ہو اور اگر بیع کے واسطے وکیل کیا ہو پس اگر دار مبیعہ موکل یا وکیل کے قبضہ مین ہو تو دونون کی گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ ان دونون کی گواہی سے اُنکے باپ کو تقرر ملک کا نفع حاصل ہوتا ہی اور اگر دار مبیعہ مشتری کے قبضہ مین ہو تو دونون کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر دو بائعون نے مشتری پر یہ گواہی دی کہ شفیع نے جسوقت بیع کا حال سنا اسیوقت شفعہ طلب کیا ہی اور شفیع اقرار کرتا ہی کہ مین نے ایسا چند روز سے معلوم کیا ہی اور مشتری کہتا ہی کہ اُسنے شفعہ نہین طلب کیا تو دونون بائعون کی گواہی باطل ہوگی ایسی ہی ان دونون کے اولاد کی گواہی بھی باطل ہی

جیساکہ اس صورت مین مذکور ہوا کہ دونون نے یہ گواہی دی کہ مشتری نے دار مبیعہ شفیع کے سپرد کر دیا ہی۔ اور اگر شفیع
نے کہا کہ مین نے اسیوقت بیع کا حال جانا ہی تو قسم سے اُسیکا قول قبول ہوگا اور اگر دونون بائعون نے یہ گواہی دی کہ
اسنے چند روز ہوئے جب سے بیع کا حال معلوم کیا ہی توان دونون کی گواہی باطل ہوگی بشرطیکہ دار مشفوعہ ان دونون
کے قبضہ مین یا مشتری کے قبضہ مین ہو یہ مبسوط مین ہی۔ دو گواہ اس بات کے قائم ہوئے کہ شفیع نے شفعہ دیدیا ہی
اور دو گواہ اس بات کے قائم ہوئے کہ بائع و مشتری نے دار مشفوعہ دیدیا ہی تو اُس شخص کے نام ڈگری ہوگی جسکے
قبضہ مین دار مذکور موجود ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر دو شخص مشتری کے واسطے درک کے ضامن ہوئے پھر دونون
نے مشتری پر یہ گواہی دی کہ اُسنے دار مشفوعہ شفیع کے سپرد کر دیا ہی تو دونون کی گواہی باطل ہوگی اسیطرح اگر دونون
نے یہ گواہی دی کہ شفیع نے شفعہ دیدیا ہی تو بھی یہ دونون بمنزلہ دو بائعون کے قرار دیے جائینگے کہ ان دونون کی گواہی
قبول نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مشتری نے یہ اقرار کیا کہ مین نے یہ دار ایک ہزار درم کو خریدا ہی پس شفیع نے اسیقدر
درمون کے عوض شفعہ مین لے لیا پھر بائع نے دعوی کیا کہ ثمن دو ہزار درم ہین اور اسپر گواہ قائم کر دیے تو اُسکے
گواہ مقبول ہونگے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ شفیع سے باقی ایک ہزار درم لے لے اگرچہ اُسنے اقرار کیا تھا کہ ثمن ایک
ہزار درم ہی اسیطرح اگر بائع نے یون دعوی کیا کہ مین نے مشتری کے ہاتھ یہ دار بعوض ایک اسباب معین کے
فروخت کیا ہی اور اُسپر گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکے گواہون کی سماعت کر کے مشتری پر اسی اسباب معین کی ڈگری
کر دیگا۔ اور شفیع کو وہ دار اس اسباب معین کی قیمت کے عوض دیا جائیگا پس اگر وہ مقدار جو مشتری نے
شفیع سے لی ہی یعنے ہزار درم اس اسباب کی پوری قیمت سے کم ہو تو مشتری اسقدر کمی کے شفیع سے لے لیگا اور
اگر اس اسباب کی قیمت زیادہ ہو تو ہزار درم مین سے جسقدر اس اسباب کی قیمت سے زیادہ ہی اسکو شفیع
واپس لیگا۔ اور اگر کسی عورت سے ایک دار پر اس شرط سے نکاح کیا کہ عورت اُسکو ایک ہزار درم واپس دے
یہان تک کہ امام اعظم رح کے نزدیک سوائے امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے بقدر حصہ ہزار درم کے شفعہ واجب ہوا
پھر دونون نے اُس عورت کے وقت عقد کے مہر مثل مین اختلاف کیا یعنے شوہر نے کہا کہ اُسکا مہر مثل ایک ہزار
درم ہی اور شفیع کو نصف دار شفعہ مین ملنا چاہیے اور شفیع نے کہا کہ اُسکا مہر مثل پانچ سو درم ہی اور مجھے دو تہائی
دار شفعہ مین ملنا چاہیے تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو دونون اماموں
کے نزدیک مشتری کے گواہ قبول ہونگے جیساکہ عمارت تلف کردہ شدہ کی مقدار قیمت مین اختلاف کرنیکی صورت
مین ہوتا ہی پس اگر کسی زمین یا دار مین اپنے حق کا کسی شخص پر دعوی کیا پھر اُس سے اس حق کے عوض ایک
دار پر صلح کر لی تو اس حق متدعویہ کی قیمت کے عوض شفیع کو اُس دار مین شفعہ ملیگا پھر اگر دونون نے اس حق کی
مقدار قیمت مین اختلاف کیا تو قول مدعی کا یعنے ماخوذ منہ کا مقبول ہوگا اور اگر دونون نے اُسکی قیمت کے
ثبوت کے واسطے اپنے اپنے گواہ پیش کیے تو اس مقام پر مذکور ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک شفیع کے گواہ
قبول ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے ایک دار ایک ہزار درم کو خریدا پھر شفیع و مشتری نے باہم
اختلاف کیا اور مشتری نے کہا کہ اس دار مین یہ عمارت مین نے ایجاد کی ہی اور شفیع نے اُسکی تکذیب کی تو قول
مشتری کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو شفیع کے گواہ قبول ہونگے اسیطرح اگر

قیمت دیکر شفیع اس دار صلح کو شفعہ مین لیگا ۱۲ منہ

اگر دونون نے زمین کے درختون کی نسبت ایسا اختلاف کیا تو بھی یہی حکم ہی ولیکن واضح رہے کہ مشتری کا قول جبھی قبول ہوگا کہ جب اُسکا قول محتمل صدق ہو حتے کہ اگر اُسنے اسطرح دعوی کیا کہ مین نے یہ درخت اس زمین مین کل کے روز تیار کر دیے ہین تو اُسکے اس قول کی تصدیق نہوگی اسیطرح اور جو چیزین جو درختون کے مانند ہون جیسے عمارت وغیرہ اُنمین بھی ایسی صورت مین یہی حکم ہی اور اگر اُسنے یون کہا کہ مین نے دس برس ہوئے کہ اسکو خریدا ہی اور اُسمین یہ درخت وغیرہ نئے تیار کیے ہین تو اُسیکا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی- اگر مشتری نے کہا کہ مالک دار نے پہلے میرے ہاتھ فقط زمین فروخت کر کے پھر اُسکی عمارت مجھے ہبہ کر دی یا کہا کہ پہلے مجھے عمارت ہبہ کر کے پھر میرے ہاتھ زمین فروخت کر دی ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے دونون کو ایکبارگی خریدا ہی تو قول مشتری کا مقبول ہوگا اور شفیع کا جی چاہے مبیع کو بلا عمارت شفعہ مین لے لے یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے تجھے عمارت ہبہ نہین کی ہی تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور عمارت کو لے سکتا ہی- اور اگر کہا کہ ضرور مین نے تجھے عمارت ہبہ کر دی ہی تو یہ جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہی- اور اگر مشتری نے کہا کہ مالک دار نے مجھے یہ بیت مع اسکے راستہ کے جو اس دار مین سے ہی ہبہ کر دیا پھر مین نے باقی دار خریدا ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے کل دار خریدا ہی تو شفیع کو فقط اُسقدر شفعہ مین مل سکتا ہی جسقدر خریدنے کا مشتری اقرار کرتا ہی اور جسکے ہبہ کا مدعی ہی اُسمین شفعہ نہین مل سکتا ہی اور دونون مین سے جسنے گواہ قائم کیے اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہ قبول ہونگے کیونکہ ان گواہون سے ہبہ کی زیادتی ثابت ہوتی ہی مگر امام محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہونے چاہیے ہین کیونکہ ان گواہون سے استحقاق کی زیادتی ثابت ہوتی ہی یہ بدائع مین ہی- اگر جار نے اقرار کیا کہ اس دار مین سے یہ بیت مشتری کو ہبہ کیا ہی اور مشتری نے دعوی کیا کہ ہبہ خریدنے سے پہلے ہوا ہی پس جار کو شفعہ نہ ملنا چاہیے اسواسطے کہ مشتری باقی دار خریدنے کے وقت حقوق مین شریک تھا اور جار کہتا ہی کہ نہین بلکہ خریدنا ہبہ سے پہلے واقع ہوا ہی پس جسقدر خریدا ہی اُسمین مجھے شفعہ ملنا چاہیے تو شفیع کا قول قبول ہوگا اور اگر خریدنے سے پہلے ہبہ واقع ہونے کے گواہ قائم ہو گئے تو صاحب ہبہ بہ نسبت جار کے باقی دار کے حق شفعہ مین مقدم ہوگا کذا فی المحیط اور اگر بائع نے بیت مذکور ہبہ کرنے سے انکار کیا تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور اگر اُسنے مشتری کے قول کی تصدیق کی تو وہ بیت موہوبلہ کا ہو جائیگا مگر باقی گھر کے شفعہ باطل کرنے مین ان دونون کے قول کی تصدیق نکیجائیگی لیکن اگر اس امر کے گواہ قائم ہو جاوین کہ یہ ہبہ خریدنے سے پہلے واقع ہوا تھا تو البتہ مشتری اس دار کا شریک ہو جائیگا اور بہ نسبت جار کے استحقاق مین مقدم ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی- اور اگر ایک شخص نے ایسے دو دار جنکا ایک شفیع ملاصق ہی خریدے اور مشتری نے کہا کہ مین نے ان دونون کو ایک بعد دوسرے کے خریدا ہی پس مین دوسرے دار کے حق شفعہ مین تیرے ساتھ شریک ہون اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے دونون کو ایک ہی صفقہ مین خریدا ہی پس مجھے دونون شفعہ مین ملنے چاہیے ہین تو شفیع کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ مشتری نے دونون کے خریدنے کا تو اقرار کیا اور یہ امر ثبوت شفعہ کا سبب ہی پھر اُسنے جدا جدا صفقہ کا دعوی کرکے اپنے واسطے حق ثابت ہونے کا دعوی کیا ہی تو شفیع کا قول قبول ہوگا اگر مشتری نے کہا کہ مین نے چوتھائی دار خریدا پھر تین چوتھائی خریدا ہی پس تیرا

پوراحق شفعہ چوتھائی دارمین ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے تین چوتھائی خرید کر پہر چوتھائی خریدا ہی تو قول شفیع کا قبول ہوگا اسواسطے کہ مشتری نے تین چوتھائی خریدنے کا اقرار کیا اور یہ امر حق شفعہ ثابت ہونے کا سبب ہی پہر ایسی بات کا دعوی کیا جو اس حق کو ساقط کرتی ہی یعنے چوتھائی کی خرید مقدم تھی پس اُسکے قول کی تصدیق نکیجائیگی اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے یہ دار تمام ایک ہی صفقہ مین خریدا ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے پہلے نصف خریدا ہی پس مین نصف لے لونگا تو قول مشتری کا مقبول ہوگا اور شفیع کو اختیار ہوگا چاہے کل دار کو لے لے یا چھوڑ دے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص زید نے مثلاً گواہ قائم کیے کہ مین نے یہ دار فلان شخص یعنے خالد سے ہزار درم کو خریدا ہی اور عمرو نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اس دار کا یہ بیت خالد سے ایک سو درم کو ایک مہینہ ہوا کہ خریدا ہی تو جسکے گواہون نے خرید کا وقت بیان کیا ہی مین اُسکے نام اس بیت کی ڈگری کرونگا پھر اُسکو باقی دار مین حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر عمرو کے گواہون نے وقت نہ بیان کیا تو دونون مدعیون کے واسطے اس بیت کے نصفانصف ہونے کا حکم دونگا اور باقی دار کا زید کے نام جسنے پورا دار خریدنے کے گواہ قائم کیے ہین حکم دونگا اور دونون مین سے کسی کا دوسرے پر حق شفعہ نہوگا کیونکہ دونون مین سے کسیکا پہلے خریدنا ثابت نہین ہوا۔ اور اگر دو دار باہم ملے ہوئے ہون اور ایک شخص نے گواہ دیے کہ مین نے اسمین سے یہ دار بعوض ہزار درم کے ایک مہینہ ہوا کہ خریدا ہی اور دوسرے نے دوسرے دار کی نسبت گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکو دو مہینہ ہوئے کہ خریدا ہی تو اسکی گواہی کے بیان وقت کے موافق مین اسکے نام یہ دار دو مہینہ سے خریدنے کا حکم دونگا پھر دوسرے دار مین اسکا حق شفعہ قرار دونگا اور اگر دونون فریق گواہون نے گواہی مین وقت نہ بیان کیا ہو تو ہر ایک مدعی کے نام اُسکے دار متدعویہ کے خریدنے کا حکم دونگا اور کسی کے واسطے دوسرے پر حق شفعہ کا حکم نہ دونگا اسیطرح اگر ایک شخص اپنے دار متدعویہ پر قبضہ کرچکا ہو اور دوسرے نے نکیا ہو تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر ایک مدعی کے گواہون نے وقت بیان کیا اور دوسرے کے گواہون نے بیان نکیا تو جسکے گواہون نے وقت بیان کیا ہی اُسکے نام دوسرے مدعی پر حق شفعہ کا حکم دونگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا پھر شفیع نے دعوی کیا کہ اسنے کچھ دار منہدم کردیا ہی اور مشتری نے اُسکی تکذیب کی تو قول مشتری کا قبول ہوگا اور گواہ شفیع کے مسموع ہونگے کذا فی فتاوے قاضی خان۔

گیارہوان باب۔ شفعہ کے واسطے وکیل کرنے اور وکیل شفعہ سے شفعہ دیدینے اور اسکے متصلات کے بیان مین۔ اگر مشتری نے کسی دار کے خریدنے کا اقرار کیا اور وہ اُسکے قبضہ مین موجود ہی تو اسمین شفعہ واجب ہوجائیگا اور وکیل اسمین خصم ہوگا اور مشتری سے اس امر کے گواہ کہ مین نے یہ دار اُسکے مالک سے خریدا ہی ایسی حالت مین مقبول نہونگے کہ جب اُسکا مالک غائب ہو حتے کہ اگر اُسکا مالک اُسوقت حاضر ہوا کہ جب مشتری اُس سے خریدنے کے گواہ پیش کرچکا ہی اور اُسنے حاضر ہوکر جو کچھ مشتری نے اُسکے مالک ہونے کا اقرار کیا ہی اس اقرار کی تصدیق کی مگر مشتری نے جو اپنے خریدنے کا دعوی کیا ہی اُسکی تکذیب کی تو وہ دار شفیع کے ہاتھ سے لیکر بائع کو دیدیا جائیگا کیونکہ ان لوگون کے بیان سے یہ ثابت ہی کہ اصل ملک اُس بائع کی ہی اور مشتری کی جانب سے اس ملک کا انتقال ثابت نہین ہوا مگر مالک دار سے اس بات پر قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے یہ دار اس مشتری کے ہاتھ نہین فروخت کیا ہی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو دار مذکور اُسکو واپس دیا جائیگا۔ پھر اسکے بعد اگر مالک دار کے سامنے اس بات کے

گواہ قائم ہوئے کہ اُسنے یہ دار اس مشتری کے ہاتھ فروخت کیا ہی تو خرید ثابت ہو جائیگی اور وہ دار شفیع کے قبضہ مین دیا جائیگا
اور ایسے گواہ مشتری و شفیع دونون کیطرف سے قبول ہونگے - اور اگر بائع نے بیع کا اقرار کیا اور مشتری نے انکار کیا اور
یعنے بمقابلہ و مواجہہ اصل مالک کے ہوں ۱۲ منہ
دار مبیعہ ہنوز بائع کے قبضہ مین موجود ہی تو شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اگر مشتری نے اپنے خریدنے کا اقرار کیا
مگر کہا کہ فلان شخص کا اسمین کچھ حق شفعہ نہین ہی تو مین وکیل سے شرکت یا جوار جس وجہ سے اُسکا حق شفعہ واجب
ہوا ہی گواہ طلب کرونگا پس اگر اُسنے ایسے گواہ قائم کردیے تو اُسکے واسطے شفعہ کا حکم دونگا اور اسکی صورت یہ ہی
کہ یون گواہ قائم کرے کہ دار مبیعہ کے پہلو مین جو دار واقع ہی وہ میرے موکل فلان شخص کی ملک ہی اور اگر اُسنے
یون گواہ دیے کہ دار مبیعہ کے پہلو مین جو دار واقع ہی وہ میرے موکل کے قبضہ مین ہی تو مین ایسے گواہ اُسکی طرف سے
قبول نکرونگا اور فرمایا کہ ایسے مقدمہ مین موکل کے دو بیٹون یا اُسکے والدین یا اُسکے زوج یا زوجہ کی گواہی قبول
نکرونگا اور اُسکے مولی کی گواہی بھی قبول نکرونگا جبکہ وکیل یا موکل اس مولے کا غلام یا مکاتب ہو یہ مبسوط مین ہی
یعنے مثلاً ماذون نے کسی کو وکیل بالشفعہ کیا تو ماذون کے مولی کی گواہی مقبول نہ ہوگی
اور اگر وکیل شفعہ نے بسبب شرکت کے حق شفعہ ثابت کرنے کا ارادہ کرکے اسطرح گواہ قائم کیے کہ اس وکیل کے فلان
موکل کا اس دار مبیعہ مین حصہ ہی اور گواہون نے اس حصہ کی مقدار بیان نکی تو وکیل کیطرف سے ایسے گواہ مقبول نہونگے
اور نہ اُسکے نام حق شفعہ کا حکم ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے واسطے کوئی دار شفعہ مین
لینے کا وکیل کیا اور وکیل کو ثمن سے آگاہ نہ کیا تو توکیل صحیح ہی پھر اگر وکیل نے اُسقدر مال کے عوض جتنے کو مشتری نے
خریدا ہی شفعہ مین لیا تو موکل کے ذمہ لازم ہوگا اگرچہ یہ مال ثمن اسقدر کثیر ہو کہ لوگ اپنے اندازہ مین ایسا خسارہ نہ اُٹھاتے
ہون خواہ اُسنے بحکم قاضی لیا ہو یا بغیر حکم قاضی لیا ہو یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے شفیع کو وکیل کیا کہ دار مشفوعہ اپنے شفعہ
مین میرے واسطے لے لے پس شفیع نے اسکو ظاہر کردیا تو دار مذکور کو شفعہ مین نہین لے سکتا ہی کیونکہ شفیع کا غیر
کے واسطے دار مذکور طلب کرنا اُسکی طرف سے تسلیم شفعہ ہی پس وہ تو یہی طلب کرتا ہی کہ موکل کے ہاتھ بیع کرے حالانکہ
اگر وہ اپنے واسطے بیع طلب کرتا تو شفعہ کا دیدینے والا قرار دیا جاتا سو جب غیر کے واسطے بیع طلب کرتا ہی تو بدرجہ اولی
شفعہ دیدینے والا قرار دیا جائیگا اور جب اس بات کا ظاہر کردینا بمنزلہ شفعہ دیدینے کے قرار دیا گیا تو خواہ مشتری
حاضر ہو یا حاضر نہو دونون صورتون مین حکم یکسان ہی - اور اگر شفیع نے اس بات کو پوشیدہ رکھا یہان تک کہ دار
مشفوعہ لے لیا پھر اس بات کو ظاہر کیا پس اگر مشتری نے اُسکو دار مذکور بغیر حکم قاضی دیدیا ہی تو یہ جائز ہی اور دار مذکور اُسکے موکل کا ہوگا
کیونکہ اگرچہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ شفیع اپنا شفعہ دے چکا تھا پھر لے لیا لیکن مشتری کا سادگی سے بغیر حکم قاضی اُسکو دیدینا بمنزلہ ابتدائی
بیع کے قرار دیا جائیگا پس ایسا ہو گیا کہ گویا شفیع نے شفعہ دیکر پھر موکل کیواسطے دار مذکور مشتری سے خریدا ہی - اور اگر قاضی نے بحق شفعہ
دیدینے کا حکم دیا ہو تو دار مذکور مشتری کو واپس دیا جائیگا کیونکہ جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ شفیع لینے سے پہلے شفعہ کا دیدینے والا قرار
پاچکا ہی تو ثابت ہوا کہ مشتری پر قاضی کا حکم قضا بلا سبب تھا پس حکم قضا باطل ہوگا اور دار مذکور مشتری کو واپس دیا جائیگا یہ مبسوط
مین ہی - اور اگر شفیع نے مشتری کو دار مشفوعہ شفعہ مین لینے کا وکیل کیا تو نہین صحیح ہی خواہ دار مذکور مشتری کے قبضہ مین ہو یا بائع کے
قبضہ مین ہو کذا فی المحیط - اور اگر بائع کو وکیل کیا کہ میرے واسطے دار مشفوعہ شفعہ مین لے لے تو قیاساً جائز ہی مگر استحساناً جائز نہین ہی
اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھے اسقدر درمون سے شفعہ مین لینے کا وکیل کیا اور اُسنے لیا پس اگر خرید بھی اسیقدر درمون پر یا اس سے
کم پر واقع ہوئی ہو تو یہ شخص وکیل ہوگا اور اگر اسقدر درمون سے زیادہ پر واقع ہوئی ہو تو یہ شخص وکیل نہوگا - اسیطرح

اگر کہا کہ مین نے تجھے اُسکو شفعہ مین طلب کرنے کا وکیل کیا بشرطیکہ اُسکو فلان شخص نے خریدا ہو پھر معلوم ہوا کہ اُسکو فلان شخص کے سوائے دوسرے شخص نے خریدا ہی تو بھی یہ شخص وکیل نہوگا۔ اور اگر شفیع نے دو آدمیون کو شفعہ کے واسطے وکیل کیا تو دونون مین ایک شخص کو تنہا خصومت کرنے کا اختیار ہوگا اگرچہ دوسرا اُسکے ساتھ نہو مگر دار مشفوعہ لینے کا اختیار بدون دوسرے کی موجودگی کے نہوگا اور اگر دونون مین سے ایک وکیل نے قاضی کے سامنے مشتری کو شفعہ دیدیا تو موکل پر جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر شفیع نے حق شفعہ لینے کے واسطے ایک وکیل کیا تو وکیل کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے کو وکیل کرے (لیکن یہ تسلیم موکل بھی جائز ہوگی ۱۲ منہ) لیکن اگر موکل نے وکیل کو اس طرح اختیار دیا ہو کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہی تو ہو سکتا ہی پس اگر موکل نے وکیل کو ایسا اختیار دیا ہو اور اس اختیار کے موافق اُسنے دوسرا وکیل کرکے اُسکو بھی اختیار دیا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہی تو اس وکیل ثانی کو یہ اختیار نہوگا کہ کسی غیر کو وکیل کرے جو شخص شفعہ کے واسطے وکیل ہی اگر اُسنے شفعہ دیدیا تو شفعۃ الاصل مین لکھا ہی کہ اگر اُسنے قاضی کی مجلس مین دیدیا۔ تو صحیح ہی اور اگر غیر مجلس قاضی مین دیا تو امام اعظم رح و امام محمد کے نزدیک اور پہلے قول مین امام ابو یوسف کے نزدیک نہین صحیح ہی پھر امام ابو یوسف رح نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ مجلس قاضی اور غیر مجلس قاضی دونون مین شفعہ دیدینا صحیح ہی۔ پس بنا بر روایت کتاب الشفعہ کے مجلس قاضی مین وکیل مذکور کا شفعہ دیدینا صحیح ہی اور یہان کوئی اختلاف بیان نہین کیا ہی اور کتاب الوکالۃ اور ماذون کبیر مین ذکر فرمایا ہی کہ مجلس قاضی مین وکیل مذکور کا شفعہ دیدینا امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہی اور امام محمد رح اسمین خلاف کرتے ہین پس کتاب الوکالۃ و ماذون کبیر کی روایت سے ظاہر ہوا کہ جو حکم کتاب الشفعہ مین مذکور ہی وہ فقط امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر دار مشفوعہ کے دو شخص شفیع ہون اور دونون نے ایک شخص کو اپنے واسطے حق شفعہ لینے کا وکیل کیا پس اُسنے مجلس قاضی مین خاص ایک موکل کا شفعہ دیدیا اور دوسرے کے واسطے پورا دار شفعہ مین لے لیا تو یہ جائز ہی۔ اور اگر اُسنے قاضی کے سامنے بیان کیا کہ مین نے دونون موکلون مین سے ایک کا شفعہ دیا اور فقط دوسرے کا شفعہ طلب کیا تو ایسا نہین کر سکتا ہی جب تک یہ بیان نکرے کہ اُسنے دونون مین سے کس کا حصہ دیا اور کس کا حصہ لیتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ وکیل بالشفعہ نے اگر شفعہ طلب کیا اور مشتری نے شفعہ سپرد کر دینے کا دعوی کیا پس اگر موکل پر شفعہ دیدینے کا دعوی کرکے وکیل سے اسطرح قسم لینے کی درخواست کی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ میرے موکل نے شفعہ دیدیا ہی یا موکل سے اسطرح قسم لینے کی درخواست کی کہ واللہ مین نے اس مشتری کو اپنا یہ شفعہ نہین دیا ہی پس اگر اُسنے وکیل سے قسم لینے کی درخواست کی تو قاضی اُسکو قسم نہ دلائیگا اور اگر اُسنے موکل سے قسم لینے کی درخواست کی تو قاضی اُس سے یون کہیگا کہ تو یہ دار وکیل کو دیدے تاکہ وہ اپنے موکل کے واسطے بحق شفعہ لے لے اگرچہ مشتری موکل سے قسم لینے کی درخواست کر چکا ہی۔ اور اگر مشتری نے وکیل پر تسلیم شفعہ کا دعوے کیا اور اُس سے قسم لینے کی درخواست کی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قاضی اُس سے قسم نہ لیگا اور اسمین امام ابو یوسف خلاف کرتے ہین۔ اسیطرح اگر دو گواہون نے وکیل پر یہ گواہی دی کہ اُسنے غیر مجلس قاضی مین شفعہ دیدیا ہی تو بھی امام اعظم و امام محمد کے نزدیک دونون کی گواہی باطل ہی اور اسمین بھی امام ابو یوسف رح خلاف کرتے ہین۔ اسیطرح اگر دو گواہون نے وکیل پر یون گواہی دی کہ اُسنے کسی

قاضی کے سامنے شفعہ دیدیا ہو مگر اس قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ وکیل معزول کیا گیا ہو تو بھی امام اعظم و امام محمدؒ
کے نزدیک نہین جائز ہو اور اگر وکیل مذکور نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ مین نے غیر مجلس قاضی مین یا کسی
دوسرے قاضی کے سامنے شفعہ دیدیا ہو تو یہ اقرار صحیح ہو اور ایسا ہوگا کہ گویا اسنے از سر نو اسوقت اس قاضی کے
سامنے شفعہ دیا یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر وکیل کے یا موکل کے دو بیٹون نے یون گواہی دی کہ اسنے غیر مجلس
قاضی مین شفعہ دیدیا ہو تو مین انکی گواہی جائز رکھونگا اور وکالت ثابت ہونے کے واسطے وکیل یا موکل کے دو
بیٹون کی گواہی جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر ایک شخص نے اپنا دار فروخت کرنے کے واسطے ایک شخص
کو وکیل کیا اور اُسنے ہزار درم کو فروخت کر دیا پھر مشتری سے سو درم گھٹا دیے اور موکل کو اس گھٹی کا تاوان دیدیا
تو شفیع اُس دار کو شفعہ مین فقط ہزار درم مین لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - کسی دار کے خریدنے کے وکیل
نے اگر دار خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور قبل اسکے کہ دار مذکور اپنے موکل کے قبضہ مین دے شفیع نے اگر وکیل سے
شفعہ طلب کیا تو صحیح ہے اور اگر موکل کو دینے کے بعد طلب کیا تو صحیح نہین ہے اور اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا - اور
یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین و فتاوے کبرے مین لکھا ہے اور ایسا ہی اصحاب متون نے ذکر کیا ہے - اگر بائع کسی
شخص کی طرف سے وکیل بیع ہو تو شفیع اس وکیل سے لے سکتا ہے بشرطیکہ اُسکے قبضہ مین موجود ہو اسوجہ سے
کہ یہ وکیل عاقد ہے اسیطرح اگر بائع کسی میت کا وصی ہو تو جن چیزون کی بیع اُسکی طرف سے جائز ہے اسمین شفیع
کو یہی اختیار ہے یہ سراج الوہاج مین ہے - اگر مشتری نے شفیع کی خصومت کرنے سے پہلے یہ کہا کہ مین نے یہ دار
فلان شخص کے واسطے خریدا ہے پھر اُسکو دیدیا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکے و مشتری کے درمیان کچھ خصومت نہوگی
اور اگر شفیع کے خصومت کرنے کے بعد اُسنے ایسا کہا تو خصومت اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگی اور اگر مشتری مذکور نے
اس بات کے گواہ پیش کیے کہ مین نے خریدنے سے پہلے یہ کہا تھا کہ مین فلان شخص کا وکیل ہون تو گواہ قبول
نہونگے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ مقر لہ کے حاضر ہونے تک اُسکے سر سے خصومت دور ہونے کے واسطے یہ
گواہ مقبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر کسی شخص کو کسی دار معین کا حق شفعہ طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا
تو وکیل مذکور سوا اس دار کے دوسرے مقدمہ شفعہ مین خصومت نہین کر سکتا ہے کیونکہ وکالت مقید کرنے
سے مقید ہو جاتی ہے اور اس صورت مین موکل نے جس دار کو معین کیا ہے اُسی کی خصومت کے ساتھ وکالت کو
مقید کر دیا ہے ہان اگر ہر حق شفعہ مین جو موکل کے واسطے واجب ہو وے خصومت کرنے کا وکیل کیا ہو تو البتہ
جائز ہے اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ ہر حق شفعہ مین جو موکل کے واسطے پیدا ہو جاوے اُسمین خصومت کرے جیسا کہ جو
حقوق شفعہ اسوقت موجود ہین اُنمین خصومت کر سکتا ہے مگر سوائے حق شفعہ کے دین وغیرہ دوسرے کسی حق
مین خصومت نہین کر سکتا ہے کیونکہ وکالت شفعہ کے ساتھ مقید ہے لیکن جس سبب سے شفعہ طلب کرتا ہے
اس حق کے اثبات مین خصومت کر سکتا ہے اور اگر کسی شخص کو اپنا شفعہ طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے
شفعہ مین لے لیا پھر کسی مدعی نے آکر اس دار مشفوعہ مین اپنا کچھ دعوے کیا تو یہ وکیل اُسکا خصم نہوگا اور اگر اس
وکیل نے دار مذکور مین کوئی عیب پایا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اس عیب کی وجہ سے اسکو واپس کر دے اسمین کچھ موکل غائب
کے حاضر ہونے تک انتظار کرنے کی ضرورت نہوگی یہ مبسوط مین ہے - اگر ایک شخص کو اپنے ہر حق کے جو اُسکے واسطے

ثابت ہی طلب کرنے اور خصومت کرنے اور وصول و قبضہ کر لینے کا وکیل کیا تو وکیل کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکا شفعہ طلب کرے ہان جس شفعہ کا اُسکے نام حکم ہوچکا ہی اُسپر قبضہ کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اپنا شفعہ طلب کرنے کا وکیل کیا پھر وکیل آیا اور حال یہ تھا کہ دار مشفوعہ کی عمارت غرق ہوچکی تھی یا زمین مشفوعہ کے درخت جل چکے تھے پس وکیل نے پورے ثمن مین مبیع بحق شفعہ لے لی مگر موکل راضی نہوا تو یہ لینا موکل کے ذمہ پڑیگا موکل اُسکو رد نہین کر سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر شفعہ طلب کرنے کے وکیل سے مشتری نے درخواست کی کہ اتنے دنون تک میرے ساتھ جھگڑا کرنے سے اس شرط سے باز رہے کہ وکیل مذکور کو اپنا استحقاق خصومت و شفعہ بحالہ باقی رہیگا تو یہ جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر اتنے دن گذرنے سے پہلے وکیل مر گیا اور موکل کو اُسکے مرنے کا حال معلوم نہوا تو وہ اپنے استحقاق شفعہ پر رہیگا پھر جب میعاد گذر گئی اور موکل کو اُسکے مرنے کا علم ہوگیا مگر اُسنے شفعہ طلب نکیا یا کسی دوسرے وکیل کو اپنے واسطے شفعہ طلب کرنے کو نہ بھیجا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا جیسا کہ وکیل مذکور کے بھیجنے سے پہلے ابتدائی حال مین حکم تھا (اور اگر موکل اُس شہر مین نہوم تو اتنی مدت تک مہلت ہوگی کہ جہان شفیع موجود ہی وہان سے لوگون کی چال چلکر یہان پہونچ جاوے کذا فی المبسوط

بارہوان باب - نابالغ کے شفعہ کے بیان مین - نابالغ استحقاق شفعہ مین مثل بالغ کے ہوتا ہی - یہ مبسوط مین ہی - فرمایا کہ حمل استحقاق شفعہ مین بالغ کے مثل ہی پس اگر خرید واقع ہونے کے وقت سے چھ مہینہ سے کم مین وضع حمل ہوا تو اس بچہ کو شفعہ ملیگا اور اگر چھ مہینہ یا زیادہ مین وقت خرید سے وضع حمل ہوا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا کیونکہ بیع واقع ہونے کے وقت اس بچہ کا وجود نہ حقیقۃً ثابت ہوا نہ حکماً لیکن اگر بیع سے پہلے اُسکا باپ مر گیا ہو اور یہ بچہ اُسکا وارث ہوا ہو تو اس صورت مین شفعہ کا مستحق ہوگا اگرچہ وقت بیع سے چھ مہینہ یا زیادہ مین وضع حمل ہوا ہو کیونکہ وقت بیع کے اُسکا وجود حکماً ثابت ہی اسلیے کہ وہ اپنے باپ کا وارث ہوا ہی - پھر واضح ہو کہ جب صغیر کے واسطے شفعہ واجب ہو تو اس شفعہ کے طلب کرنے اور لینے کا کار پرداز وہی شخص ہوگا جو اُسکے استیفا حقوق کے واسطے شرعاً اُسکا قائم مقام ہو اور یہ شخص اُسکا باپ ہوتا ہی یا باپ کا وصی پھر سگے دادا پھر دادا کا وصی پھر وہ وصی جسکو قاضی مقرر کرے پھر اگر ان لوگون مین سے کوئی موجود نہو تو جسوقت یہ لڑکا بالغ ہوا اُسوقت اپنے استحقاق شفعہ پر ہوگا پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اُسکو خیار بلوغ و شفعہ حاصل ہوا پس وہ رد نکاح اختیار کریگا یا طلب شفعہ سو ان دونون مین سے جو امر پہلے واقع ہوگا وہ جائز ہوجائیگا اور دوسرا باطل ہوجائیگا اور اس باب مین حیلہ یہ ہی کہ یون کہے کہ مین نے دونون کو طلب کیا شفعہ کو اور خیار کو - اور اگر نابالغ کا قائم مقام ان لوگون مین سے کوئی موجود ہو اور اُسنے باوجود امکان کے طلب شفعہ کو ترک کیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا حتے کہ جب یہ نابالغ بلوغ کو پہونچے تو اُسکو لینے کا حق حاصل نہوگا اور یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور اگر نابالغ کے باپ یا باپ کے وصی یا جو شخص انکے مانند اُسکا شرعی قائم مقام ہی کسی نے صغیر کا شفعہ دیدیا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا دیدینا صحیح ہوگا حتے کہ جب نابالغ اپنے بلوغ کو پہونچا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ مبیع مشفوعہ کو شفعہ مین لے لے خواہ شفعہ دینے والے نے مجلس قاضی مین شفعہ دیا ہو یا غیر مجلس قاضی مین دیا ہو یہ محیط مین ہی - اور اگر مشتری نے ایک دار کو اسقدر ثمن کثیر کے عوض خرید ا کہ لوگ اپنے اندازہ مین اسقدر خسارہ نہین اٹھاتے ہین اور اس

دار کا شفیع ایک نابالغ ہی پس اُسکے باپ نے اسکا شفعہ دیدیا تو ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اس صورت مین تسلیم شفعہ امام محمد رح کے نزدیک بھی صحیح ہی اور اصح یہ ہی کہ یہ تسلیم بالاجماع صحیح نہین ہی اسوجہ سے کہ ایسے ثمن کثیر ہونے کے باعث سے باپ اُسکے لینے کا اختیار نہین رکھتا ہی اور طلب شفعہ سے سکوت کرنا یا شفعہ دیدینا جبھی صحیح ہو سکتا ہی کہ جب وہ شخص اُسکو لے سکتا ہو پس نابالغ وقت بلوغ کے اپنے استحقاق شفعہ پر ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اگر خرید مشفوعہ کی اُسکی قیمت سے بہت کم ثمن پر واقع ہوئی مگر نابالغ کے باپ نے اُسکا شفعہ دیدیا تو امام اعظم رح سے روایت ہی کہ یہ جائز ہی اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ یہ نہین جائز ہی اور امام ابو یوسف رح سے اسمین کوئی روایت نہین ہی یہ کافی مین ہی - ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے ایک دار خریدا اور باپ ہی اُسکا شفیع ہی تو ہمارے نزدیک باپ اُسکو شفعہ مین لے سکتا ہی جیساکہ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا مال اپنے واسطے خریدا تو جائز ہوتا ہی پھر کس طرح شفعہ مین لیگا اُسکی یہ صورت ہی کہ یون کہے کہ مین نے اسکو خریدا اور خود شفعہ مین لے لیا اور اگر بجاے باپ کے باپ کا وصی ہو پس اگر وصی کے اس دار کے لینے مین نابالغ کے حق مین منفعت ہو مثلاً خرید بغبن یسیر واقع ہوئی کہ دار کی قیمت مثلاً دس درم تھی اور وصی نے گیارہ درم کو خریدا تو ایسا غبن یسیر وصی کی جانب سے اجنبی کے ساتھ اُسکے تصرف کرنے مین برداشت کر لیا جاتا ہی اور وصی کے خود شفعہ مین لینے سے یہ غبن مرتفع ہوتا ہی پس جب ایسی صورت ہوئی تو وصی کا شفعہ مین لینا نابالغ کے حق مین نافع ٹھہرا تو بقیاس قول امام اعظم رح دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف کے نزدیک وصی اُسکو شفعہ مین لے سکتا ہی جیساکہ اگر وصی نے مال صغیر مین سے کوئی چیز اپنے واسطے خریدی تو ایسی صورت مین جائز ہی - اگر وصی کے شفعہ مین یہ دار لینے مین نابالغ کے حق مین منفعت نہو مثلاً دار مذکور کی خرید نابالغ کے واسطے اس دار کی قیمت کے برابر ثمن پر واقع ہوئی تو بالاتفاق وصی کو شفعہ مین لینے کا اختیار نہوگا جیساکہ اگر وصی نے اپنے واسطے نابالغ کا کوئی مال اُسکی قیمت کے برابر ثمن پر خریدنا چاہا تو بالاتفاق جائز نہین ہی - پھر جس صورت مین وصی کو شفعہ مین لینا جائز ہی تو وصی یون کہے کہ مین نے خرید کیا اور شفعہ طلب کیا پھر قاضی کے پاس مرافعہ کرے تاکہ قاضی اس نابالغ کی طرف سے ایک کارپرداز مقرر کرے کہ جس سے وصی شفعہ مین لے لے اور اُسکو ثمن دیدے پھر وہ کارپرداز یہ ثمن لیکر وصی کو دیدیگا یہ محیط مین ہی - اگر باپ نے ایک دار خریدا اور اُسکا نابالغ بیٹا اُسکا شفیع ہی پس باپ نے نابالغ مذکور کے واسطے شفعہ طلب نکیا یہان تک کہ نابالغ مذکور بالغ ہوگیا تو بالغ کو یہ اختیار نہوگا کہ دار مذکور کو شفعہ مین لے اسواسطے کہ اُسکا باپ بحق شفعہ لینے پر قادر تھا کیونکہ خرید کرنا شفعہ مین لینے کا منافی نہین ہی پس اُسکا شفعہ سے سکوت کرنا شفعہ کا مبطل ہوگیا ہی - اور اگر باپ نے اپنا کوئی دار فروخت کیا اور اُسکا نابالغ لڑکا اُسکا شفیع ہی اور باپ نے اُسکا شفعہ طلب نکیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا حتے کہ جسوقت نابالغ مذکور بالغ ہو تو اُسکو شفعہ مین لینے کا اختیار ہوگا اسوجہ سے کہ باپ اس صورت مین شفعہ طلب کرنے پر قادر نہ تھا اسلیے کہ وہی بائع تھا اور ایسے شخص کا سکوت کرنا جو نہین لے سکتا ہی شفعہ کا مبطل نہین ہوتا ہی - اور اگر وصی نے اپنا کوئی دار فروخت کیا یا اپنے واسطے خرید کیا اور نابالغ اُسکا شفیع ہی مگر وصی نے اُسکے واسطے شفعہ طلب نکیا تو نابالغ اپنے شفعہ پر رہیگا حتے کہ جسوقت بالغ ہو تو لے سکتا ہی یہ ذخیرہ و محیط سرخسی مین ہی - مگر واجب یہ ہی کہ جس صورت مین باپ نے اپنے واسطے کوئی دار خریدا اور نابالغ

[Interlinear note: یعنی اگر وصی شفعہ مین نہ لے تو ... نابالغ کے ... اگرچہ غبن یسیر سے ... لیکن وصی کے خود ۱۲]

اُسکا شفیع ہی تو اس صورت مین جواب مین تفصیل ہونی چاہیے یعنے اگر نابالغ کے واسطے لینے مین اُسکے حق مین کوئی ضرر نہو مثلاً اس دار کی خرید اُسکی قیمت کے برابر ثمن پر یا قیمت سے اسقدر زیادہ ثمن پر کہ ایسی زیادتی کو لوگ اندازہ مین برداشت کر لیتے ہین واقع ہوئی ہو تو درصورت باپ کے سکوت کے نابالغ کو بھی بعد بالغ ہونے کے استحقاق شفعہ نہوگا۔ اور اگر نابالغ کے واسطے لینے مین ضرر ہو مثلاً باپ نے دار مذکور کی قیمت سے اسقدر زیادہ ثمن دیکر خرید اکہ ایسی زیادتی کو لوگ اپنے اندازہ مین برداشت نہین کرتے ہین اور باپ نے اُسکے واسطے شفعہ مین لینے سے سکوت کیا تو نابالغ کو بعد بالغ ہونے کے استحقاق شفعہ ہوگا کیونکہ باپ کو نابالغ کے مال مین اپنے ساتھ اسطرح تصرف کرنے کا اختیار نہین ہی کہ جسمین نابالغ کے حق مین ضرر ہو پس اس صورت مین باپ کو نابالغ کے واسطے شفعہ مین لینے کا اختیار ہی نہ تھا تو اُسکا شفعہ لینے سے سکوت کرنا شفعہ کا مبطل نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر باپ نے یا وصی نے کہا کہ مین نے نابالغ کے واسطے یہ دار بعوض ہزار درم کے خریدا ہی پس شفیع نے اُس سے کہا کہ تو خدا سے ڈر کہ تو نے اُسکو پانچ سو درم کو خریدا ہی پس باپ یا وصی نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو نابالغ کے حق مین انکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور شفیع اُسکو ہزار درم مین لے سکتا ہی لیکن اگر شفیع اس بات کے گواہ قائم کرے کہ مشتری نے اسکو پانچ سو درم مین خریدا ہی تو البتہ تصدیق ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ باپ نے اگر اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے کوئی دار خریدا پھر اُسنے اور شفیع نے ثمن مین اختلاف کیا تو باپ کا قول قبول ہوگا۔ کیونکہ باپ شفیع کے ثمن متدعویہ کے عوض شفیع کے مالک ہونے سے انکار کرتا ہی اور اس صورت مین باپ پر قسم عائد نہین ہوتی ہی اسلیے کہ قسم سے انکار کرنا کچھ مفید نہین ہی یہ محیط مین ہی۔

کیونکہ شفعہ باطل ہوگیا[1]

تیرھوان باب۔ اگر خرید بعوض عروض واقع ہو تو اُسکے حکم شفعہ کے بیان مین۔

اگر مشتری نے خریدا تو ضرور ہی کہ یا تو ایسی چیز کے عوض خریدیگا جسکا مثل موجود ہی جیسے کیلی و وزنی چیزین و عددی چیزین جو باہم متقارب ہین یا ایسی چیز کے عوض خریدیگا جسکا مثل نہین ہی جیسے مذروعات متفاوتہ مثل کپڑے یا جیسے غلام اور اُسکے مانند چیزین۔ پس اگر اُسنے ایسی چیز کے عوض خریدا جسکا مثل موجود ہی تو شفیع اُسکو بعوض مثل کے لے لیگا اور اگر ایسی چیز کے عوض خریدا جسکا مثل نہین ہی تو شفیع اُس چیز کی قیمت کے عوض لیگا اور یہ عامہ علماء کے نزدیک ہی۔ اور اگر بائع و مشتری نے باہم دار کو دار کے عوض خرید فروخت کیا تو ہر دار کے شفیع کو اختیار ہوگا کہ دوسرے دار کی قیمت کے عوض شفعہ مین لے لے اسواسطے کہ دار مثلی نہین ہی۔ پس اُسکے مثل کے عوض لینا ممکن نہین ہی اور اسی سے یہ مسئلہ نکلتا ہی کہ اگر کوئی دار بعوض عرض[2] کے خریدا اور ہنوز باہمی قبضہ نہوا تھا کہ یہ عرض تلف ہوگیا تو بائع و مشتری کے درمیان بیع ٹوٹ جاویگی اور شفیع کو شفعہ ملیگا اسیطرح اگر مشتری نے فقط دار پر قبضہ کر لیا ہو اور عرض مذکور بائع کے قبضہ مین ندیا ہو یہان تک کہ وہ تلف ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی پھر واضح ہو کہ شفیع اُسی چیز کے عوض لے لیگا جو بوجہ عقد کے واجب ہوئی نہ اُس چیز کے عوض جو مشتری نے واجب شدہ کے بدلے بائع کو دی ہی چنانچہ اگر مشتری نے ایک دار بعوض درم یا دیناروں کے خریدا پھر اس ثمن کے بدلے کوئی عرض دیا تو شفیع دار مشفوعہ کو بعوض درم یا دینار کے لیگا نہ بعوض عرض کے یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر کوئی دار بعوض ایک غلام معین کے خریدا تو ہمارے نزدیک شفیع کو اختیار ہوگا کہ دار مذکور کو بعوض اس

[1] مشتری نے ... (حاشیہ، ناخوانا)
[2] اسباب

غلام کی قیمت کے لے لے اور اگر غلام مذکور بائع کے قبضہ سے پہلے مرگیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور ہمارے نزدیک شفیع کو اختیار ہوگا کہ دار مذکور کو بعوض اس غلام کی قیمت کے لے لے اسیطرح اگر بائع نے غلام مذکور مین کوئی عیب پاکر واپس کرکے بیع توڑلی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر انمین سے کوئی بات نہ واقع ہوئی یہان تک کہ شفیع نے وہ دار بائع سے لیا تو غلام مذکور کی قیمت کے عوض لیگا اور غلام مذکور اُسکے مالک کے پاس رہیگا بائع کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے غلام مذکور کی قیمت کے عوض بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی لیا پھر قبضہ سے پہلے یہ غلام مرگیا یا اسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا تو یہ قیمت بائع کو ملیگی یہ مبسوط مین ہے۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے ایک دار بعوض ایک غلام معین کے خریدا اور شفیع نے دار مذکور بعوض غلام معین کی قیمت کے بحکم قاضی لے لیا پھر وہ غلام استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور وہ دار مذکور کو شفیع سے لے لیگا۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ شفیع نے دار مذکور بعوض قیمت غلام کے بحکم قاضی لیا ہو۔ اور اگر مشتری نے بغیر حکم قاضی وہ دار شفیع کو بعوض قیمت غلام مذکور کے دیدیا ہو پس اگر مشتری نے شفیع سے غلام مذکور کی قیمت بیان کردی ہو کہ اسقدر ہے پھر یہ قیمت کہ ثمن ہر طرح سے معلوم ہوگیا پھر وہ غلام استحقاق مین لیا گیا تو مشتری کو دار مذکور کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور مشتری کا اسطرح دینا از سرنو بیع قرار دیجائیگی اور بائع کے واسطے مشتری پر دار مذکور کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مشتری نے شفیع سے غلام کی قیمت مفصل نہ بیان کی ہو بلکہ یون کہا ہو کہ مین نے تجھے یہ دار بعوض قیمت غلام مذکور کے دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اس صورت مین دار مذکور شفیع سے واپس لے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر غلام کے عوض ایک دار خریدا پھر غلام مین عیب پاکر اُسکو واپس کردیا تو دار مشفوعہ کو شفیع اس غلام صحیح سالم کی قیمت کے بدلے لیگا کیونکہ عقد بیع مین صحیح سالم غلام ٹھہرا تھا اور شفیع پر ویسی غلام کی قیمت واجب ہوگی جو عقد مین ٹھہرا تھا اور اگر کوئی غلام بعوض کسی دار کے خریدا تو یہ صورت اور دار کو بعوض غلام کے خریدنے کی صورت دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے غیر کے غلام کے عوض ایک دار خریدا اور مالک غلام نے اجازت دیدی تو شفیع کو شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر معین کیلی یا وزنی چیز کے عوض خریدا پھر یہ چیز استحقاق ثابت کرکے لے لی گئی تو شفعہ باطل ہوگیا کیونکہ جب کیلی و وزنی چیز عقد مین معین قرار پائی ہے۔ تو اُسکا و غلام کا یکسان حکم ہوتا ہے اور اگر کیلی یا وزنی چیز مشتری کے ذمہ قرار پائی اور اُسنے جدا ہونے سے پہلے ادا کردی پھر وہ استحقاق مین لے لی گئی تو شفیع کا شفعہ بحالہ رہیگا کیونکہ جب کیلی یا وزنی چیز بطور دین کے مشتری کے ذمہ ٹھہری تو اُسکا اور دراہم کا یکسان حکم ہے۔ اور منتقی مین بروایت ابن سماعہ رح کے امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار بعوض ایک کر گیہون معین یا غیر معین کے شہر کوفہ مین خریدا اور دونون نے باہمی قبضہ کرلیا پھر شہر مرو مین شفیع نے دار مشفوعہ کے شفعہ کا مخاصمہ کیا اور مشتری پر شفیع کی ڈگری ہوگئی اور دار مذکور کوفہ مین واقع ہے یا مرو مین تو فرمایا کہ مشتری کو اختیار ہے چاہے شفیع سے مواخذہ کرکے اول گیہون کے مثل کوفہ مین گیہون لیکر اُسکو دار مشفوعہ مرو مین سپرد کردے یا دار مذکور اُسکے سپرد کرنے کا قصد کرکے مرو مین اُس سے ان گیہون کی کوفہ کی قیمت لیکر دار مذکور اُسکو دیدے۔ اور منتقی مین دوسرے مقام پر فرمایا کہ اگر ایسے ایک کر گیہون کی قیمت دونون جگہ یکسان ہو تو جہان شفیع کے نام شفعہ کی ڈگری ہوئی ہے وہین مشتری کو کر دیدے۔ پس اگر قیمت مین تفاوت ہو تو دیکھنا چاہیے کہ جہان شفیع دینا چاہتا ہے اگر وہان اُس کر کی قیمت گران ہو تو یہ امر شفیع کے اختیار مین ہے

چاہے دیدے اور اگر وہان اسکی قیمت ارزان ہو مگر مشتری اُسپر راضی ہوگیا تو یہ مشتری کو اختیار ہر اور اگر مساوات ہو
توبس جگہ ایسے گیہوؤن کی قیمت موضع خرید سے مساوی ہو وہان مشتری کو قیمت دیدے یہ محیط مین ہر- اور اگر کسی
شخص نے ایک داربعوض ایک کُر ترچھوارے کے خریدا پھر شفیع ایسے وقت حاضر ہوا کہ جب رُطب یعنی ترچھوارے
لوگون کے ہاتھ آنے سے منقطع ہوچکے تھے تو شفیع اس دار کو ان چھوارون کی قیمت کے بدلے لے لیگا کذا فی الکافی

چودھوان باب فسخ بیع و اقالہ مین استحقاق شفعہ ہونا اور اسکے متصلات کے بیان مین

اگر مشتری نے دار خرید کردہ مین بعد قبضہ کے عیب پاکر بسبب عیب کے اُسکو واپس کیا اور یہ امر اسوقت واقع ہوا
کہ شفیع اپنا شفعہ دیچکا ہر تو پھر شفیع کو اختیار حاصل ہوگا چاہے یہ دار شفعہ مین لے لے بشرطیکہ عیب کی وجہ سے واپس
کرنا بغیر حکم قاضی واقع ہوا ہو اور اگر بحکم قاضی واپس کیا ہر تو شفیع اُسکو شفعہ مین نہین لے سکتا ہر اور اگر مشتری نے دار
مذکور عیب کی وجہ سے قبضہ سے پہلے واپس کیا پس اگر بحکم قاضی واپس کیا تو شفیع کے واسطے شفعہ نہوگا اور اگر بغیر حکم
قاضی واپس کیا تو بھی امام محمد رح کے نزدیک یہی حکم ہر مگر بنابر قول امام اعظم و امام ابویوسف رح کے مشائخ نے اختلاف
کیا ہر بعضے مشائخ نے فرمایا کہ شفیع کو استحقاق شفعہ ہوگا اور بعضون نے فرمایا کہ نہوگا- اور اگر مشتری نے دار مذکور بخیار
رویت یا بخیار شرط واپس کیا ہو تو شفیع کو از سرنو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا خواہ یہ واپسی قبضہ سے پہلے واقع ہوئی ہو
یا قبضہ کے بعد واقع ہوئی ہو خواہ باہمی رضامندی سے واقع ہوئی ہو یا بغیر باہمی رضامندی کے واقع ہوئی ہو
یہ محیط مین ہر اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر مشتری نے دار مبیعہ واپس کیا پس اگر ایسے سبب سے واپس کیا جو ہر طرح فسخ ہر
جیسے خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کرنا یا عیب کی وجہ سے قبضہ سے پہلے بغیر حکم قاضی یا بحکم قاضی واپس کرنا
یا بعد قبضہ کے عیب کی وجہ سے بحکم قاضی واپس کرنا تو ایسی صورت مین شفیع کو از سرنو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا- اور
اگر واپس کرنا ایسے سبب سے ہو جو (بائع و مشتری کے حق مین فسخ اور) تیسرے کے حق مین بیع جدید ہر جیسے قبضہ کے بعد
بغیر حکم قاضی بسبب عیب کے واپس کیا یا اقالہ کر لیا تو شفیع کے واسطے از سرنو استحقاق شفعہ حاصل ہوگا- اور اگر شفیع نے
اولًا شفعہ نہ دیا ہو یہان تک کہ بائع و مشتری نے باہم عقد بیع کو فسخ کر لیا تو حق شفعہ باطل نہوگا خواہ یہ فسخ ایسے سبب
سے ہو جو ہر طرح سے فسخ ہر یا ایسے سبب سے ہو جو بعض وجہ سے فسخ ہر اور بعض وجہ سے بیع جدید ہر یہ ذخیرہ مین ہر-
اگر کسی شخص نے کوئی دار یا زمین خریدی پھر شفیع نے اپنا شفعہ دیدیا پھر بائع و مشتری دونون نے باتفاق اقرار
کیا کہ یہ بیع بطور تلجیہ تھی اور مشتری نے بیع مذکور بائع کو واپس کر دی تو شفیع کے واسطے از سرنو استحقاق شفعہ حاصل
نہوگا کیونکہ تسلیم شفعہ کے بعد شفیع کا کچھ حق نہین رہا پس ان دونون کا اقرار اُسکے بطلان حق کو متضمن نہین ہر سو تلجیہ
ان دونون کے اقرار سے ثابت ہوگا اور یہ واپسی بسبب تلجیہ کے ہوگی پس شفیع کو از سرنو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا
اور منتقی مین لکھا ہر کہ ایک شخص نے ایک دار خرید کر قبضہ کر لیا اور شفیع نے شفعہ دیدیا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے
تو اس دار کو فلان شخص کے واسطے خریدا تھا اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے اپنے واسطے خریدا تھا اور اب تو یہ از سرنو
بیع کرتا ہر پس مین اس بیع پر یہ دار شفعہ مین لے لونگا تو قول شفیع کا قبول ہوگا پھر اگر فلان شخص غائب ہو تو شفیع کو
یہ اختیار نہوگا کہ دار مذکور لے لے یہان تک کہ وہ شخص غائب آجاوے- اور اگر مشتری نے کہا کہ مین اس بات کے
گواہ قائم کرتا ہون کہ مجھے فلان شخص نے ایسا حکم دیا تھا اور مین نے اُسکے واسطے خریدا ہر تو اس دعوی کے گواہ

مشتری کی طرف سے مقبول نہونگے جب تک کہ وہ شخص غائب حاضر نہو جاوے یہ محیط مین ہو۔ اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر مشتری نے بائع کے واسطے ایک روز کا خیار دیا تو یہ جائز ہو پھر اگر بائع نے اس دن مین بیع توڑ دی تو ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہو کہ شفیع کو از سرنو حق شفعہ حاصل نہوگا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے اور ابن سماعہ رح نے امام ابویوسف سے روایت کی کہ شفیع کو شفعہ حاصل ہوگا کذا فی المحیط السرخسی

پندرھوان باب - اہل کفر کے شفعہ کے بیان مین - اگر ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک دار بعوض مردار یا خون کے خریدا تو شفیع کے واسطے اُسمین حق شفعہ نہوگا - ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک دار بعوض شراب کے خریدا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر شراب مذکور سرکہ ہو گئی پھر بائع و مشتری دونون مسلمان ہو گئے پھر نصف دار استحقاق مین لے لیا گیا پھر شفیع حاضر ہوا تو نصف دار کو نصف شراب کی قیمت کے بدلے لے لیگا اور نصف سرکہ کے بدلے نہین لے سکتا ہی پھر مشتری اپنے بائع سے آدھا سرکہ واپس لیگا اگر بعینہ موجود ہو اور اگر اُسنے تلف کر دیا ہو تو نصف سرکہ کے مثل واپس لیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک دار بعوض شراب یا سور کے خریدا اور اُسکا شفیع کوئی ذمی یا مسلمان ہی تو ہمارے اصحاب کے نزدیک شفعہ واجب ہوگا پھر جب شفعہ واجب ہوا پس اگر شفیع ذمی ہو تو دار مشفوعہ کو شراب مذکور کے مثل اور سور کی قیمت کے بدلے لے لیگا اور اگر مسلمان ہو تو دار مشفوعہ کو شراب و سور کی قیمت کے بدلے لیگا یہ بدائع مین ہی - ایک دار بعوض شراب کے فروخت کیا گیا اور اُسکے دو شفیع ہین ایک کافر ہی اور دوسرا مسلمان ہی تو کافر اسمین سے نصف دار کو نصف شراب کے بدلے لیگا اور مسلمان نصف دار کو نصف شراب کی قیمت کے بدلے لیگا اور اگر ثمن مین سور قرار پائی ہو تو ہر شفیع نصف قیمت کے بدلے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر اُسکا شفیع ایک مسلمان اور ایک ذمی ہو پھر ذمی مسلمان ہو گیا تو ذمی بھی اُسمین سے نصف دار بعوض نصف شراب کی قیمت کے لیگا جیسا کہ اگر وقت عقد کے مسلمان ہوتا تو یہی حکم تھا اور اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہ کافی مین ہی - اگر کوئی دار بعوض شراب کے خریدا پھر بائع و مشتری مین سے ایک مسلمان ہو گیا اور ہنوز شراب پر قبضہ نہین ہوا ہی اور دار پر قبضہ ہو گیا ہی یا نہین ہوا ہی تو بیع ٹوٹ جائیگی ولیکن شفیع کا حق شفعہ باطل نہوگا پس اگر شفیع مسلمان ہو یا جس سے لیتا ہی وہ مسلمان ہو تو شفیع اُسکو قیمت شراب کے بدلے لے لیگا اور اگر دونون کافر ہون تو شفیع اس دار کو اس شراب کے مثل کے بدلے لے لیگا - اور اگر شراب پر قبضہ ہو جانے کے بعد دار پر قبضہ ہونے سے پہلے بائع و مشتری دونون مین سے کوئی مسلمان ہو گیا تو عقد بیع صحیح رہیگا اور اگر ذمی نے کنیسہ یا بیعہ یا آتش خانہ فروخت کیا تو بیع جائز ہی اور اُسمین شفیع کو شفعہ کا استحقاق ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اگر مرتد نے کوئی دار خریدا پھر مرتد قتل کیا گیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا کیونکہ شفعہ خروج مبیع سے متعلق ہی اور یہ پایا گیا اور اسکے بعد عقد کا فسخ ہو جانا موجب بطلان شفعہ نہین ہی - اور اگر مرتد نے دار فروخت کیا پھر وہ قتل کیا گیا یا دار الحرب مین جا ملا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسمین شفعہ نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر بائع مرتد دار الحرب مین جا ملنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو اُسکی بیع جائز ہو گی اور شفیع کو اُسمین شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر دار الحرب مین جا ملنے و اُسکا مال تقسیم ہو جانے کے بعد وہ مسلمان ہوا تو اُسکے مبیع مین استحقاق شفعہ نہوگا - اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکی بیع جائز ہی اور اُسمین شفیع کا حق شفعہ ہی خواہ وہ مسلمان ہو جاوے یا دار الحرب

مین جاملے اور اگر مسلمان نے کوئی دار خریدا اور اُسکا شفیع ایک مرتد ہی اور وہ بسبب مرتد ہونے کے قتل کیا گیا
یا خود مرگیا یا دار الحرب مین جاملا تو اس دار مین اُسکا شفعہ نہوگا اور نہ اُسکے وارثون کا شفعہ ہوگا۔ اور اگر کسی
عورت مرتدہ کا شفعہ واجب ہوا اور وہ دار الحرب مین جاملی تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر یہ عورت مرتدہ
کسی دار کی فروخت کرنے والی ہو تو شفیع کو اُسمین استحقاق شفعہ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص مرتد یا مرتدہ شفیع ہوا اور
اُسنے شفعہ دیدیا تو جائز ہی اور اگر اُسنے شفعہ ندیا اور شفعہ مین دار مشفوعہ لینا چاہا تو قاضی اُسکے واسطے شفعہ کا حکم ندیگا
لیکن اگر مسلمان ہوجاوے تو حکم دیگا اور اگر قاضی نے اُسکا شفعہ باطل کردیا پھر وہ مسلمان ہوا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا۔
اور اگر قاضی نے اُسکو مہلت دی ہو تاکہ اپنے معاملہ مین سوچ و فکر کرے پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اپنے شفعہ پر ہوگا مگر یہ
حکم اُسوقت ہی کہ اُسنے خرید کا حال جاننے کے وقت شفعہ طلب کیا ہو اور اگر اسلام لانے کے وقت تک اُسنے
شفعہ نہ طلب کیا ہو تو اس صورت مین اُسکو استحقاق شفعہ نہوگا کیونکہ اُسنے طلب مواثبہ کو فروخت ہونے کا حال
جاننے کے بعد ترک کیا ہی۔ اور اگر مرتد دار الحرب مین جاملا پھر اُسکی میراث اُسکے وارثون مین تقسیم ہونے سے
پہلے دار فروخت کیا گیا تو اُسکے وارثون کو استحقاق شفعہ ہوگا اور اگر مرتد نے کوئی دار کسی مسلمان یا ذمی سے بعوض
شراب کے خریدا تو بیع باطل ہی اور اُسمین شفعہ نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر حربی مستامن نے کوئی دار خریدا پھر
دار الحرب مین چلا گیا تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا جب اُس سے ملاقات ہو طلب کرسکتا ہی کیونکہ اُسکا دار الحرب
مین چلا جانا مثل اُسکے مرجانے کے ہی اور مشتری کا مرجانا شفیع کے شفعہ کو باطل نہین کرتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر
مسلمان نے دار الاسلام مین کوئی دار خریدا اور اُسکا شفیع ایک حربی مستامن ہی پھر وہ دار الحرب مین چلا گیا
تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا خواہ اُسکو خرید کا حال معلوم ہوا ہو یا نہوا ہو۔ اور اگر حربی مستامن نے ایک دار خریدا
اور اُسکا شفیع بھی حربی مستامن ہی پھر دونون دار الحرب مین چلے گئے تو شفیع کو اُسمین شفعہ کا استحقاق نہوگا کیونکہ
اُسکا دار الحرب مین چلا جانا ایسا ہی جیسا دار الاسلام والے کا دار الاسلام مین مرجانا اور یہ ظاہر ہی کہ دار مشفوعہ
دار الاسلام مین ہی۔ اور اگر شفیع و مشتری دونون دار الحرب مین ہون پس اگر شفیع مسلمان یا ذمی ہو جو امان لیکر
دار الحرب مین گیا ہی تو جسوقت وہ آگاہ ہوا اپنے استحقاق شفعہ پر ہوگا پھر اگر وہ دار الاسلام مین آیا حالانکہ وہ بیع
کا حال جانتا ہی مگر اُسنے شفعہ طلب نکیا یہان تک کہ پھر کہین چلا گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر اُسنے شفعہ
طلب کیا پھر اُسکو دار الحرب وغیرہ کی طرف کوئی سفر پیش آیا تو وہ اپنے شفعہ پر رہیگا اگر طالب شفعہ ہی۔ اور
اگر شفیع کوئی حربی مستامن ہو اور اُسنے طلب شفعہ کے واسطے وکیل کیا اور خود دار الحرب مین چلا گیا تو اُسکو شفعہ
نہ ملیگا جیسا کہ شفعہ طلب کرنے کے واسطے وکیل کرنے کے بعد مرجانے کا حکم ہی۔ اور اگر شفیع کوئی مسلمان یا ذمی ہو
اور اُسنے کسی حربی مستامن کو وکیل کیا پھر یہ وکیل دار الحرب مین چلا گیا تو اُسکی وکالت باطل ہوگئی اور شفیع
اپنے شفعہ پر رہیگا کیونکہ وکیل مذکور کا دار الحرب مین چلا جانا مثل اُسکے مرجانے کے ہی اور وکیل کا مرجانا
وکالت کو باطل کرتا ہی موکل کے شفعہ کو باطل نہین کرتا ہی پس ایسا ہی وکیل مذکور کا دار الحرب مین چلا جانا
یہی حکم رکھتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی مسلمان نے دار الحرب مین کوئی دار خریدا اور اُسکا شفیع بھی مسلمان ہی
پھر اس دار الحرب کے سب لوگ مسلمان ہوگئے تو شفیع کو استحقاق شفعہ نہوگا۔ جاننا چاہیے کہ جو حکم قضاء قاضی کا

محتاج نہیں ہی اسمین دار الحرب و دار الاسلام یکسان ہی۔ اور جو حکم قضاء قاضی کا محتاج ہی وہ حکم اُن مسلمانون کے حق مین جو دار الحرب مین ہین ثابت نہوگا اسواسطے کہ اس حکم کا سبب دار الحرب مین پیدا ہوا ہی اور اول کی مثال یہ ہی کہ جیسے خرید فروخت جائز ہی اور ام ولد بنانا صحیح ہی اور عتق نافذ ہو جائیگا اور نماز و روزہ اُسپر واجب ہی پس یہ احکام سب احکام اسلام ہین اور جو مسلمان کہ دار الحرب مین ہین اُنپر بھی جاری ہونگے اور ثانی کی مثال جیسے زنا کرنا چنانچہ اگر دار الحرب والے مسلمان نے زنا کیا پھر دار الحرب دار الاسلام ہوگیا تو اسپر حد قائم نکیجائیگی کذا فی المحیط

سولھوان باب۔ مرض مین شفعہ کے بیان مین۔ اگر مریض نے ایک دار دو ہزار درم کو خریدا حالانکہ اُسکی قیمت ایک ہزار درم ہی اور اسکے سوائے اُس مریض کے پاس ہزار درم موجود ہین پھر مرگیا تو بیع جائز اور شفیع کو اسمین شفعہ کا استحقاق ہوگا کیونکہ مریض مذکور نے اس بیع مین بقدر ایک تہائی کے محابات کی ہی اور اجنبی کے حق مین مریض کی طرف سے اسقدر محاباۃ جائز ہوتی ہی پس اس دار مین شفیع کا شفعہ واجب ہوگا اور اگر مریض نے تین ہزار درم قیمت کا دار دو ہزار درم کو فروخت کیا اور اُسکا شفیع کوئی اجنبی ہی تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ دو ہزار درم مین لے لے یہ مبسوط مین ہی ایک مریض نے ایک دار ہزار درم کو فروخت کیا حالانکہ اُسکی قیمت دو ہزار درم ہی اور اسکے سوائے مریض مذکور کا کچھ مال نہین ہی تو مشتری سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے اس دار کو دو ہزار درم کی دو تہائی مین لے لے ورنہ چھوڑ دے اور شفیع کو اختیار ہوگا چاہے دار مذکور کو ایک ہزار درم اور ایک ہزار کی ایک تہائی کے بدلے شفعہ مین لے لے (یعنے دو ہزار کی دو تہائی کے بدلے) یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مریض نے ایک دار بعوض دو ہزار درم کے میعادی اودھار فروخت کیا حالانکہ اُسکی قیمت تین ہزار درم ہی تو میعاد باطل ہوگی مگر مشتری کو اختیار دیا جائیگا چاہے بیع فسخ کر دے یا فی الحال دو ہزار درم ادا کر دے تاکہ وارثون کو اُنکا پورا حق پہونچ جاوے اور ان دونون مین جو بات مشتری نے اختیار کی بہر حال شفیع کو اختیار ہوگا چاہے دار مذکور کو نقد دو ہزار درم کو لے لے۔ اور اگر مریض نے ایک دار تین ہزار درم کو ایک سال کے اودھار پر فروخت کیا حالانکہ اُسکی قیمت دو ہزار درم ہی پھر مرگیا تو بالاجماع یہ حکم ہی کہ ایک تہائی سے زیادہ مین اودھار کی میعاد باطل ہی لیکن اسمین اختلاف ہی کہ یہ تہائی ثمن کے حساب سے اعتبار کیجائیگی یا قیمت کی راہ سے معتبر ہوگی پس امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ثمن کے حساب سے معتبر ہوگی پس وہ دو تہائی ثمن یعنے دو ہزار درم فی الحال ادا کرے اور باقی ایک ہزار درم اپنی میعاد پر دے اگر اُسکو بیع منظور ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ تہائی باعتبار قیمت کے لگائی جاویگی پس اگر اُسکو منظور ہو تو دو تہائی قیمت یعنے ایک ہزار تین سو تینتیس و یک تہائی درم فی الحال ادا کرے اور باقی اپنی میعاد پر دے یہ محیط مین ہی۔ اگر مریض نے کوئی دار اُسکی قیمت کے برابر دامون کو اپنے وارث کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا شفیع کوئی اجنبی ہی تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا اسواسطے کہ مریض کا مرض الموت مین اپنا کوئی مال عین کسی وارث کے ہاتھ فروخت کرنا اگرچہ اس مال عین کی قیمت کے برابر دامون کے عوض ہو امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہی الا اس صورت مین کہ باقی وارث لوگ اسکی اجازت دیدین۔ مگر صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی تو شفعہ بھی واجب ہوگا اور اگر مریض نے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور وارث اُسکا شفیع ہی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو شفعہ نہ ملیگا

بیع نہین صحیح ہی ۱۲ منہ

اسواسطے کہ شفعہ سے ایسا ہو جائیگا گویا اُسنے ابتدا اگر وارث کے ہاتھ فروخت کیا ہی اور صاحبین رح کے نزدیک شفعہ
واجب ہوگا اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ مریض نے قیمت کے برابر دامون کو فروخت کیا ہو اور اگر بیع مین محابات
کی مثلاً تین ہزار قیمت کا دار دو ہزار درم کے عوض فروخت کیا پس اگر وارث کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا شفیع کوئی
اجنبی ہی تو اسمین کچھ شک نہین ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک
بیع جائز ہی مگر مقدار محاباۃ دور کیجائیگی پس شفعہ واجب ہوگا کذا فی البدائع اور اصح مذہب امام ابو حنیفہ رح کا ہی یہ مبسوط
مین ہی۔ اور اگر مریض نے کسی اجنبی کے ہاتھ بمحاباۃ فروخت کیا ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک وارث کو شفعہ نملیگا
لیکن شفیع اُسکو اسی صفقہ کے ساتھ اسطرح لیگا کہ اُسکے پاس یہ صفقہ تحویل پا کر بتقدیر صفقہ ابتدائی ہو جائیگا خواہ وارث
لوگ اسکی اجازت دین یا اجازت ندین کیونکہ اجازت کا محل وہ عقد ہوتا ہی جو موقوف ہو اور یہان مشتری کی خرید
نافذ واقع ہوئی ہی کیونکہ دو ہزار درم کے عوض فروخت کرنے مین ایک تہائی کی قدر محابات ہی اور اسقدر نافذ ہی
پس مشتری کے حق مین یہ محابات لغو ٹھہری تو حق شفعہ مین بھی لغو ہوگی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر دو شفیعون مین سے
فقط ایک وارث ہو تو دوسرا شفیع اُسکو لے لیگا۔ اور اگر مریض نے حالت صحت مین اپنا دار بیع کیا اور وارث نے
شفعہ مین لے لیا پھر بائع نے حالت مرض مین ثمن مین سے گھٹا دیا تو جائز نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ باقی وارث
اُسکی اجازت دین اور اگر یہ گھٹانا وارث کے لینے سے پہلے واقع ہوا پس اگر وارث نے لیا تو گھٹانا باطل ہو جائیگا
اور اگر نہ لیا تو صحیح رہیگا یہ تاتارخانیہ مین عتابیہ سے منقول ہی۔ ایک مریض نے تین ہزار درم قیمت کا دار بعوض
دو ہزار درم کے فروخت کیا اور سوائے اس دار کے اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر مرگیا اور اُسکا بیٹا اس دار کا شفیع ہی
تو بیٹے کو اسمین شفعہ نملیگا اسواسطے کہ اگر مریض مذکور ان دامون کے عوض بیٹے کے ہاتھ فروخت کرتا تو جائز نہوتا
اور کتاب الوصایا مین مذکور ہی کہ صاحبین رح کے قول کے موافق اگر بیٹا چاہے تو اُسکو اُسکی قیمت کے عوض شفعہ
مین لے سکتا ہی اور اصح یہی ہی جو یہان مذکور ہی کیونکہ جامع مین صریح فرمایا ہی کہ یہ بالاجماع سب ائمہ کا قول ہی
یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مریض کا اس دار کے سوائے کچھ اور مال بھی ہو اور وارثون نے اجازت دیدی تو بالاتفاق
اُسکو شفعہ حاصل ہوگا یہ شرح مجمع البحرین مین ہی۔ اگر کسی مریض نے اپنا دار فروخت کیا اور بیع مین محابات کی
پھر مرض سے اچھا ہو گیا اور وارث اُسکا شفیع ہی پس اگر وارث نے ابتک بیع کا حال نجانا ہو تو اُسکو شفعہ مین
لے سکتا ہی کیونکہ جس مرض کے پیچھے صحت ہو جاوے وہ مرض بمنزلہ حالت صحت کے ہی اور اگر وارث کو بیع کا
علم ہوا ہو مگر اُسنے شفعہ طلب نکیا یہان تک کہ مریض اچھا ہو گیا تو اُسکو شفعہ حاصل نہوگا کذا فی المبسوط

ستر ہوان باب۔ متفرقات کے بیان مین امام محمد رح نے جامع کبیر مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر شفیع نے
دار مشفوعہ فروخت ہونے کے بعد اپنے اُس دار مین سے جسکے ذریعہ سے مستحق شفعہ ہی کسیقدر دار مشاع یعنے غیر مقسوم
فروخت کیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اسیطرح اگر کسیقدر دار مقسوم جو دار مشفوعہ سے متصل نہین ہی فروخت کیا تو
بھی اُسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر دار مشفوعہ سے ملحق حصہ مقسوم فروخت کر دیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔ دو دار
ہین جنمین سے ایک دار اور دونون کا راستہ دو شخصون مین مشترک ہی اور دوسرا دار فقط تیسرے شخص کا
ہی پھر تیسرے شخص نے اپنا دار خاص فروخت کیا تو دونون شخصون کو بذریعہ راستہ کے شفعہ حاصل ہوگا الخ

اگر دونون نے دار مشترکہ کو باہم تقسیم کر لیا پس ایک کے حصہ مین کسیقدر دار اور اُسکا پورا راستہ آیا اور دوسرے کے حصہ مین فقط بعض دار بدون راستہ کے آیا اور جسکے حصہ مین راستہ نہین آیا اُسنے اپنے حصہ کے واسطے ایک رستہ طریق اعظم کی طرف دروازہ توڑ کر بنا لیا اور جو دار فروخت کیا گیا ہی اُسکے یہ دونون جار ہین تو جسکے حصہ مین مشترک راستہ آیا ہی وہ اس دار مبیعہ کے شفعہ کا اولاً مستحق ہوگا پھر اگر اُسنے اپنا شفعہ دیدیا تو دوسرا اندر بعہ جار کے اُسکو شفعہ مین لے لیگا اور اس تقسیم کی وجہ سے اُسکا شفعہ باطل نہو جائیگا یہ محیط مین ہی- اگر شفیع نے زمین کو شفعہ مین لیا پھر اُسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر کسی شخص نے استحقاق ثابت کر کے وہ زمین لے لی اور اس مستحق نے شفیع کو حکم دیا کہ اپنی عمارت توڑ لے اور درخت اوکھاڑ لے تو شفیع مذکور مشتری سے بقدر ثمن واپس لیگا اور عمارت و درختون کی قیمت نہ بائع سے واپس لے سکتا ہی اگر زمین مذکور اس سے لی ہو اور نہ مشتری سے لے سکتا ہی اگر زمین مذکور اُس سے لی ہو اور اسکے معنی یہ ہین کہ توڑنے و اُکھاڑنے سے جسقدر نقصان ہوا وہ دونون مین سے کسی سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ تبیین مین ہی- اور ہمارے نزدیک شفعہ شفیعون کی تعداد پر ہوتا ہی (یعنے اُنکے حصص کی مقدار پر نہین ہوتا ہی) چنانچہ اگر ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہو ایک کا نصف اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا چھٹا حصہ ہو اور نصف کے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا اور باقی دونون شریکون نے شفعہ طلب کیا تو حصہ مبیعہ دونون کو نصفا نصف شفعہ مین دلایا جائیگا اور اگر چھٹے کے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی دونون کو نصفا نصف دلایا جائیگا اور اگر بعض نے اپنا حق دیدیا تو حصہ مبیعہ باقی شفیعون مین اُنکی گنتی پر حصہ ہو کر ہر ایک کو تقسیم ہوگا اور اگر شفیعون مین سے کوئی غائب ہو تو حصہ مبیعہ حاضرین کے درمیان اُنکی گنتی کے موافق حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور اگر شفیع حاضر کے نام پورے حصے کے شفعہ کا حکم ہو گیا پھر دوسرا حاضر ہوا تو اُسکے نام آدھے کا حکم ہوگا اور اگر تیسرا حاضر ہوا تو اُسکے نام ہر ایک کے مقبوضہ کی تہائی کا حکم ہوگا اور اگر حاضر نے بعد از انکہ اُسکے نام پورے حصہ کا حکم دیا گیا تھا اپنا حق شفعہ دیدیا تو پھر اُسکے سوائے جو شخص شفیع حاضر ہو وہ فقط نصف لے سکتا ہی یہ کافی مین ہی- ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دار فلان شخص کے ہاتھ اسقدر دامون کو فروخت کیا ہی اور ثمن وصول نہین کیا ہی اور فلان شخص نے کہا کہ مین نے تجھسے نہین خریدا ہی تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اُسکو شفعہ مین لے لے اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُسنے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہی اور فلان شخص حاضر ہی اور خرید سے انکار کرتا ہی اور اگر غائب ہو تو شفیع کو مشتری کے ساتھ کچھ خصومت نہوگی یہ محیط مین ہی- ایک شخص کے دار کے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور اس جار کو زعم ہی- کہ اس دار مبیعہ کا رقبہ میرا ہی مگر اس بات کا خوف کرتا ہی کہ اگر مین نے اسکے رقبہ کا دعوی کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفعہ کا دعوی کیا تو یہ دعوی نکر سکیگا کہ یہ رقبہ دار میرا ہی تو اُسکو کیا کرنا چاہیے جس سے اُسکا شفعہ باطل نہو تو مشائخ نے فرمایا کہ یون کہے کہ یہ دار میرا ہی اور مین اسکے رقبہ کا دعوی کرتا ہون سو اگر مجھے مل گیا تو خیر ورنہ مین اسکے حق شفعہ پر ہون (اس سے اُسکا شفعہ باطل نہوگا) کیونکہ یہ سب ایک کلام ہی پس شفعہ سے سکوت متحقق نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہی کہ اگر شفیع نے اُسکے رقبہ کا دعوی کیا اور کہا کہ میرے گواہ غائب ہین لیکن مین اُسکو شفعہ مین

لیے لیتا ہون تو یہ کلام اس بات کا اقرار ہی کہ بائع اسکا مالک ہی پس اسکے بعد اُسکے گواہ مقبول نہونگے اور امام ابو یوسف رح
سے مروی ہی کہ ملک کا دعوی کرنے سے اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اُسنے نصف دار کا دعوی کیا اور کہا کہ مین اسکے
گواہ قائم کرونگا اور باقی کو شرکت کے ذریعہ سے لونگا تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص کا دار ہی کہ اُسکو ایک
غاصب نے غصب کر لیا پھر اُسکے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور غاصب و مشتری دار و شفعہ سے انکار کرتے ہین
تو اُس شخص کو چاہیے کہ شفعہ طلب کرے تاکہ جسوقت دار مغصوبہ کی نسبت اپنی ملک کے گواہ قائم کرے تو شفعہ ثابت ہو
اور جسوقت طلب کرے تو غاصب کو قاضی کے پاس لیجاوے اور قاضی کو صورت حال سے آگاہ کر دے پھر اسکے بعد
دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے گواہ قائم کیے تو اُسکے نام دار مغصوبہ کی ملک اور دوسرے دار کے شفعہ کے واسطے حکم دیا جائیگا اسواسطے
کہ جو بات گواہوں سے ثابت ہو وہ ایسی ہی جیسے بمعائنہ ثابت ہوئی اور اگر اُسنے گواہ نہ قائم کیے تو قاضی اُن دونون سے
قسم لیگا پس اگر دونون قسم کھا گئے تو مدعی کے نام دونون مین سے کسی دار کی ڈگری نہ کریگا اور اگر دونون نے قسم سے
انکار کیا تو اُسکے نام دونون دارون کی ڈگری کر دیگا اور اگر غاصب نے قسم کھالی اور مشتری نے انکار کیا تو اُسکے نام
دار مغصوبہ کی ڈگری نکریگا مگر شفعہ کی ڈگری کر دیگا اور اگر اسکے برعکس واقع ہو تو اسکے برعکس حکم دیگا کیونکہ قسم سے انکار کرنا
اقرار ہی اور اقرار خاص اُسیکے حق مین حجت ہوتا ہی جسنے اقرار کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک دار فروخت کیا گیا
اور اُسکا ایک شفیع ہی پس اس دار کے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور مشتری اول نے اسکا شفعہ طلب کیا اور
اُسکے نام حکم ہو گیا پھر شفیع مذکور حاضر ہوا تو اُسکے واسطے اُس دار کی جو اُسکے پہلو مین واقع ہی ڈگری کر دیجائیگی اور دوسرے
دار کا مشتری کے نام حکم قضا باقی رہیگا اور اگر شفیع مذکور دونون دار کا جار ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو اُسکے نام پہلے
اول دار اور نصف دوسرے دار کی ڈگری کیجائیگی یہ بدائع مین ہی - امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے
نصف دار خریدا پھر باقی نصف دوسرے شخص نے خریدا پس مشتری اول نے اس سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور قاضی نے
بوجہ شرکت کے اسکے نام شفعہ کی ڈگری کر دی پھر جار نے دونون شفعون مین مخاصمہ کیا تو پہلی خرید کا نصف دار اُسکو
استحقاق شفعہ مین ملیگا اور دوسرے نصف مین اُسکا کچھ حق نہوگا اسوجہ سے کہ اُسکے ساتھ حکم قضا متعلق ہو چکا ہی اسیطرح
اگر ایک ہی مشتری نے پہلے نصف دار خریدا ہو پھر دوسرا نصف خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر دوسرے نصف کا مشتری
پہلے نصف کے مشتری کے سواے دوسرا شخص ہو اور اُسنے دوسرے مشتری سے کچھ مخاصمہ نکیا یہان تک کہ جار نے
نصف اول شفعہ مین لے لیا تو جار ہی اس دوسرے نصف کا اولے حقدار ہوگا یہ محیط مین ہی - اصل یہ ہی کہ شفعہ کا استحقاق
اُسی ملک سے ہوتا ہی جو خرید کے وقت قائم ہو نہ اُس ملک سے جو پھر پیدا ہو جاوے اسواسطے کہ سبب شفعہ دو ملکون
کا اتصال ہی پس خرید کے وقت اُسکے موجود ہونے کا اعتبار ہی اور جب لے لیا تو بمنزلہ استحقاق کے ہو گیا پس اگر بحکم قاضی
لیا ہو تو اسکا ثبوت تمام لوگون کے حق مین ہو جائیگا اور اگر برضامندی لیا تو خاصتہً انہین دونون کے حق مین ثابت
ہوگا - ایک دار دو ہزار درم کو خریدا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے کچھ دعوی کیا اور مشتری نے
بانکار اُس سے پانچ سَو درم پر صلح کر لی پھر شفیع نے مشتری سے دار مذکور بیع اول پر لے لیا تو مدعی نے جو کچھ مشتری سے
لیا ہی وہ مشتری کو واپس کر کیونکہ قاضی نے ہرگاہ شفعہ کا حکم دیدیا تو ضمن میں یہ بھی حکم دیا کہ یہ دار بائع کی ملک ہی پس ظاہر ہو گیا کہ مُسکے
و مدعی کے درمیان کچھ خصومت نہین ہی اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی نے جو مال لیا ہی وہ اپنے کسی حق کے عوض نہین لیا

اور نہ دفع خصومت کے مقابلہ مین لیا ہی پس صلح ٹوٹ گئی اور اگر شفیع نے بغیر حکم قضا لیا ہو تو مدعی مال صلح مشتری کو واپس ندیگا کیونکہ شفیع نے باہمی رضامندی سے لیا ہی اور دونون کی باہمی رضامندی انھین دونون کے حق مین حجت ہی کسی غیر کے حق مین حجت نہین ہی پس یہ لینا ایسا ہی کہ گویا دونون کے درمیان بیع جدید ہوئی پس ظاہر ہوا کہ مشتری و مدعی مین کچھ خصومت نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر ایک شخص نے ایک دار میراث پایا پھر اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا اُسنے یہ دار شفعہ مین لیا پھر دوسرے دار کے پہلو مین تیسرا دار فروخت کیا گیا پھر موروثی دار کسی شخص نے استحقاق ثابت کرکے لے لیا اور مستحق نے شفعہ طلب کیا تو مستحق دوسرے دار کو شفعہ مین لے لیگا اور تیسرے دار کا مقدم حقدار وارث ہوگا ایسا ہی امام قدوری نے ذکر فرمایا اور یہ ذکر نہ فرمایا کہ اگر مستحق نے شفعہ طلب نکیا تو کیا حکم ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ دوسرا دار اُس شخص کو واپس دیا جائیگا جسپر شفعہ کی ڈگری ہوئی ہی یعنے جسنے اُسکو خرید اتھا اور تیسرا دار اُسیکے قبضہ مین چھوڑ دیا جائیگا جسکے قبضہ مین ہی یہ ظہیریہ مین ہی- ایک شخص نے ایک دار خریدکر اُسپر قبضہ کرلیا اور شفیع نے اُسکو لینا چاہا پس مشتری نے کہا کہ مین نے اُسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کردیا اور وہ میرے قبضہ سے باہر ہوگیا پھر اُسنے میرے پاس ودیعت رکھا ہی تو اُسکے قول کی تصدیق نکی جائیگی اور شفیع کا خصم ضرور ٹھہرایا جائیگا اور اگر اُسنے اس بات کے گواہ قائم کیے تو گواہی کی سماعت نہوگی اسیطرح اگر اُسنے کہا کہ مین نے دار مذکور فلان شخص کو ہبہ کیا اور اُسنے قبضہ کرلیا پھر میرے پاس ودیعت رکھا ہی تو اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر اس بات پر گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہون کی سماعت نہوگی اور اگر پہلی صورت مین دوسرا مشتری اور دوسری صورت مین موہوب لہ آیا اور حال یہ گذرا کہ قاضی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم دیچکا ہی پھر مشتری یا موہوب لہ نے اگر خرید یا ہبہ کے گواہ قائم کیے تو گواہون کی سماعت نہوگی اور شفعہ کے واسطے جو حکم قضا ہی وہ خرید وہبہ کا نقیض ہی اسواسطے کہ جو شخص قابض تھا وہ مقضی علیہ ہوا پس جو شخص اُسکی جانب سے ملک حاصل کرنے کا دعوی کرے وہ بھی مقضی علیہ ہوگیا- ایک دار زید کے قبضہ مین ہی وہ دعوی کرتا ہی کہ مین نے عمرو سے خرید کر اُسکو ثمن دیدیا ہی اور یہ دار عمرو کا معروف ہی اور عمرو دعوی کرتا ہی کہ مین نے یہ دار زید کو ہبہ کیا تھا اور عمرو نے زید سے رجوع کرنا چاہا تو عمرو کا قول قبول ہوگا اور اگر ہنوز قاضی نے واہب کے نام واپس لینے کا حکم ندیا ہو کہ شفیع حاضر ہوا تو شفیع اس دار کا بہ نسبت واہب کے زیادہ حقدار ہی اور اگر شفیع حاضر نہوا تو قاضی واہب کے واسطے ہبہ سے رجوع کا حکم دیدیگا اور جب اُسنے واہب کے واسطے رجوع کا حکم دیدیا پھر شفیع حاضر ہوا تو رجوع ہبہ توڑ دیا جائیگا اور دار مذکور شفیع کو دیا جائیگا- اور اگر قابض یعنے زید نے یہ دعوی کیا کہ مین نے عمرو سے اس شرط سے خریدا تھا کہ عمرو کو خیار حاصل ہی اور ثمن ادا کردیا تھا اور عمرو نے یہ دعوی کیا کہ مین نے ہبہ کرکے سپرد کردیا ہی اور شفیع حاضر ہوا تو اُسکو شفعہ مین لے لیگا اور خیار باطل ہوجائیگا کیونکہ مالک دار یعنے عمرو نے ہرگاہ اقرار کیا کہ مین نے زید کو ہبہ کرکے سپرد کردیا ہی تو ضرور یہ اقرار کیا کہ قابض کی ملک اُسمین ثابت ہوئی اور خیار ساقط ہوگیا اور قابض یعنے زید مقر ہی کہ مین نے خریدا ہی پس قابض کے اقرار خرید سے اصل مالک کے خیار ساقط ہوجانے سے اس دار مین شفعہ ثابت ہوجائیگا- کتاب الاصل مین لکھا ہی کہ اگر دار مشفوعہ بائع کے قبضہ مین ہو اور قاضی نے بائع پر شفیع کے شفعہ کی ڈگری کی پھر شفیع نے بائع سے اقالہ کی درخواست کی تو بائع کا اقالہ کرنا جائز ہی

اور یہ دار بائع کی ملک مین عود کر جائیگا مشتری کی ملک مین عود نکریگا اور مشتری کے حق مین قرار دیا جائیگا کہ گویا بائع نے یہ دار شفیع سے خریدا ہی- اسیطرح اگر دار مشفوعہ مشتری کے قبضہ مین ہوا اور قاضی نے شفیع کیواسطے شفعہ داسکی ڈگری کر دی اور شفیع نے مشتری سے لیکر اپنا قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دار مذکور بائع کی ملک ہو جائیگا یہ محیط مین ہی- اگر شفیع کے واسطے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا اور بعد اس حکم کے دار مشفوعہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اور ثمن ادا کرنے سے پہلے شفیع مرگیا تو دار مذکور وارثان شفیع کو ملیگا اسواسطے کہ شفعہ کے واسطے قاضی کا حکم بمنزلہ بیع کے ہی اور اگر دار مشفوعہ لینے کے بعد شفیع مرگیا تو یہ دار اُسکے وارثون مین میراث ہوگا- اور اگر قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا اور مشتری نے شفیع سے یہ درخواست کی کہ یہ دار ثمن مین کچھ بڑھاکر مجھے واپس دے اور یہ زیادتی ثمن کی جنس سے ٹھہرائی یا غیر جنس سے ٹھہرائی اور شفیع نے ایسا ہی کیا تو پہلے دامون کے بدلے دار مذکور مشتری کا ہو جائیگا اور زیادتی باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ دار مذکور مشتری کو واپس دینا بمنزلہ اقالہ کے ہی اور اقالہ فقط پہلے ہی ثمن پر ہوتا ہی- اسیطرح اگر شفیع کے واسطے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا پھر اُسکے بعد مشتری نے شفیع سے کہا کہ یہ دار ثمن مین کچھ بڑھاکر بائع کو واپس دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ بھی اقالہ کیا اور اقالہ جسطرح بائع و مشتری مین ہوتا ہی ویسا ہی بائع و شفیع مین متحقق ہوگا- یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اور اگر بیع واقع ہونے کے بعد شفیع شفعہ مین لینے سے پہلے مرگیا تو ہمارے نزدیک اُسکے وارث کو شفعہ مین لینے کا استحقاق نہوگا اور دار مشفوعہ کی بیع اُسکی موت کے بعد ہو تو وارث اُسکو شفعہ مین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی- اگر بائع و مشتری مرگئے اور شفیع زندہ موجود ہی تو اُسکو شفعہ مین لینے کا اختیار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اور اگر مشتری مرگیا اور شفیع زندہ ہی تو اُسکو شفعہ حاصل ہی اور اگر میت پر قرضہ ہو تو دار مشفوعہ اُسکے دین کے واسطے فروخت نہ کیا جائیگا بلکہ شفیع اُسکو شفعہ مین لے لیگا اگرچہ دار مذکور سے قرضخواہ و شفیع دونون کا حق متعلق ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر قاضی یا اُسکے وصی نے اس دار کو میت کے قرضہ مین فروخت کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بیع کو باطل کرکے اُسکو شفعہ مین لے لے جیسا کہ اگر مشتری نے اپنی زندگی مین اُسکو فروخت کیا تو یہی حکم ہی اسیطرح اگر میت نے اس دار کے لیے وصیت کی تو بھی شفیع اسکو لے لیگا اور وصیت باطل ہو جائیگی- یہ مبسوط مین ہی ایک شخص نے دوطرح کی طلب سے شفعہ کو ثابت کر لیا تھا پھر مرگیا تو اُسکے وارث کو یہ اختیار نہوگا کہ شفعہ مین لے لے کذا فی السراجیہ- اور اگر شفیع اُس دار کا مالک مشتری کے سپرد کرنے سے ہوا پھر مرگیا تو یہ دار اُسکے وارثون مین میراث ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر بائع نے مشتری کے ذمہ سے کسیقدر ثمن گھٹا دیا تو شفیع کے ذمہ سے بھی اسیقدر کم ہو جائیگا اسیطرح اگر شفیع نے دار مشفوعہ ثمن دیکر لے لیا پھر بائع نے مشتری سے کسیقدر ثمن گھٹا دیا تو بھی شفیع کے ذمہ سے اسیقدر ساقط ہو جائیگا حتے کہ شفیع نے جسکو ثمن ادا کیا ہی اُس سے اسقدر واپس لے سکتا ہی اسیطرح اگر بائع نے مشتری کو بعض ثمن سے بری کیا یا اُسکو ہبہ کر دیا تو اسکا حکم بھی گھٹا دینے کے مانند ہی اور شفیع دار مشفوعہ کو باقی ثمن کے عوض لے لیگا اور اگر بائع نے مشتری کے ذمہ سے سب ثمن ساقط کر دیا تو شفیع کے ذمہ سے ساقط نہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ پورا ثمن گھٹا دینا بکلمہ واحدہ ہوا اور اگر چند بار کرکے گھٹایا تو شفیع اس دار مشفوعہ کو اخیر ثمن کے عوض لے لیگا یہ سراج الوہاج مین ہی- اور اگر مشتری نے بائع کے واسطے ثمن مین کچھ بڑھا دیا تو یہ زیادتی شفیع پر لازم نہوگی

سے کہ شفیع اُسکو ثمن اول پر لے سکتا ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار ہزار درم کو خریدا اور
باہم قبضہ کر لیا پھر بائع کے واسطے ثمن مین ایک ہزار درم بڑہا دیے بدون اسکے کہ بیع کا مناقضہ کیا ہو پھر شفیع کو دو ہزار
درم کا حال معلوم ہوا یہ معلوم نہوا کہ ثمن ایک ہزار درم تھا پس شفیع نے بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی اُسکو دو ہزار درم مین
لے لیا پس اگر بحکم قاضی لیا ہو تو قاضی اس حکم کو باطل کر کے پھر حکم دیگا کہ شفیع اُسکو شفعہ مین ایک ہزار درم کے عوض
لے لے کیونکہ حکم اول ایسی چیز کے واسطے تھا جو شفعہ کے ساتھ واجب نہ تھی اور اگر اُسنے بغیر حکم قاضی لیا ہو تو یہ از سر نو
خرید ہی پس نہ ٹوٹیگی - اور جامع الفتاوی مین ہی کہ اگر ایک دار خرید کر کے دوسرے کو ہبہ کر دیا پھر شفیع آیا تو امام ابو یوسف
کے نزدیک شفیع اُس دار کو لیکر اُسکا ثمن کسی عادل کے پاس رکھدیگا و امام محمد رح کے نزدیک جب تک واہب حاضر نہو
تب تک نہین لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک مکاتب بقدر وفاے کتابت مال چھوڑ کر مرگیا پھر اُسکے جوار مین
ایک دار فروخت کیا گیا پھر وارثون نے اُسکا مال کتابت ادا کر دیا تو ان وارثون کو شفعہ ملیگا کیونکہ مکاتب کی آزادی
کا حکم اُسکی آخر حیات سے دیا گیا پس اُسکے وارثون کا جوار اس دار کے بیع ہونے سے پہلے ثابت ہو گیا یہ کافی مین ہی -
ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسکا ایک شفیع ہی پس شفیع نے کہا کہ مین نے بیع کی اجازت دی اور مین اسکو شفعہ
مین لے لونگا یا کہا کہ مین بیع پر راضی ہوا اور مین شفعہ مین لونگا یا کہا کہ مین نے بیع تسلیم کی اور مین شفعہ لونگا اور نوادر
مین ہی کہ یا یون کہا کہ میرا اس دار مین کچھ حق نہین ہی تو شخص مذکور اپنے شفعہ پر رہیگا بشرطیکہ اُسنے کلام موصول بیان کیا ہو
اور اگر فصل کیا مثلاً سکوت کر کے پھر کہا کہ مین شفعہ مین لونگا تو اُسکو استحقاق شفعہ نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - امام محمد رح
سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار خریدا اور اُسکے شفیع نے آکر دعوی کیا کہ اس مشتری کے خریدنے
سے پہلے مین نے یہ دار اس بائع سے خریدا تھا اور مشتری نے اُسکے دعوی کی تصدیق کی اور دار مذکور اُسکو دیدیا پھر
ایک دوسرا شفیع آیا اور اُسنے شفیع کے خریدنے سے انکار کیا تو پورا دار شفعہ مین لے لیگا - اور اگر مشتری نے شفیع سے ابتدا
مین یون کہا ہو کہ تو نے میرے خریدنے سے پہلے یہ دار خریدا تھا اور وہ تیری خرید پر تیرا ہی اور شفیع نے کہا کہ مین نے اُسکو
نہین خریدا تھا اور مین اسکو اپنے شفعہ مین لیتا ہون پس شفیع نے مشتری سے لے لیا پھر دوسرا شفیع آیا تو دوسرے کو فقط
نصف دار مل سکتا ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص سے ایک دار خریدا اور کہا کہ مین نے فلان شخص کے واسطے خریدا ہی
اور اسپر گواہ کر لیے پھر شفیع آیا تو مشتری اُسکا خصم قرار دیا جائیگا لیکن اگر مشتری نے اس بات کے گواہ پیش کیے
کہ فلان شخص نے مجھے وکیل کیا تھا تو البتہ خصم نہ ٹھہرایا جائیگا - اور اگر بائع و مشتری نے کہا کہ ہم نے اس دار کی
بعوض ہزار درم و ایک رطل شراب کے خرید فروخت کی ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ ہزار درم کے عوض بیچا ہی تو
شفیع کا قول قبول ہوگا اور شرح طحاوی مین لکھا ہی کہ خرید کے وکیل نے اگر کوئی دار خریدا اور شفیع حاضر ہوا تو وکیل سے
لے لیگا اور عہدہ وکیل پر ہوگا اور موکل کی موجودگی کیطرف التفات نہ کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص نے
ایک دار بعوض ایک غلام کے خریدا پھر غلام کو کانا پایا مگر اسپر راضی ہو گیا تو شفیع اس دار کو اس غلام صحیح سالم کی
قیمت کے بدلے لیگا اور اسیطرح اگر بسبب عیب کے اُسکو واپس کیا تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ جسوقت بیع واقع ہوئی تو صحیح
سالم غلام ٹھہرا تھا عیب دار نہین ٹھہرا تھا یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص نے ایک عقار بعوض درمون کے جو بطور
جزاف تھے خریدا اور بائع و مشتری دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ جزافی درمون کی تعداد ہمکو نہین معلوم ہی

اور بعد باہمی قبضہ واقع ہونے کے یہ درم بائع کے پاس تلف ہوگئے تو شفیع کو کیا کرنا چاہیے تو قاضی امام ابو بکر رح نے
فرمایا کہ دار کو شفعہ مین لیکر اپنے زعم کے موافق ثمن ادا کرے لیکن اگر مشتری نے اس مقدار پر زیادتی ثابت کی تو ایسا
نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی ایک شخص کے پاس ایک زمین ہی کہ جسپر مؤنت اور خراج بہت ہی کہ جسکی وجہ سے اُسکو کوئی نہین
خریدتا ہی پس اُسکو مالک نے اپنے ایک دار کے ساتھ جسکی ہزار درم قیمت ہی ایک ہزار درم کو فروخت کیا اور اس دار
کا ایک شفیع ہی تو اس دار کو اُسکے حصہ ثمن کے بدلے لیگا پس ثمن اس دار کی قیمت پر اور زمین کی اُس قیمت پر
کہ اصحاب سلطان اگر خریدین تو لگا دین اور اگر کوئی بھی اسکی خرید کی طرف رغبت نکرتا ہو تو اُسکی وہ قیمت اعتبار
کیجائیگی جو آخر وقت مین تھی جسوقت لوگون کی رغبت اس سے جاتی رہی ہی کیونکہ تقسیم کا مدار قیمت پر ہی کذا فی القنیہ
اور یون کہا جا سکتا ہی کہ بنا بر قول امام اعظم رح کے کہ پورے ہزار درم بمقابلہ دار کے قرار دیے جاوین اگر اس زمین کی
بالکل کچھ قیمت نہو یہ محیط مین ہی+ اور منتقی مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار
ہی اور قاضی جانتا ہی کہ یہ دار اسیکا ہی پس اسکے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور اسکے فروخت ہونے کے بعد شفیع
نے کہا کہ میرا یہ دار فلان شخص کا ہی کہ ایک سال ہوا جب سے مین اُسکے ہاتھ فروخت کر چکا ہون اور یہ اقرار ایسے
وقت مین کیا کہ اگر اُسوقت اپنے واسطے شفعہ طلب کرتا تو لے سکتا تھا تو اسکو شفعہ نہ ملیگا اور نہ اُس مقر لہ کو ملیگا تاوقتیکہ
اس بات کے گواہ ندے کہ مین نے خریدا ہی اسلیے کہ اقرار حجت قاصرہ ہی کہ فقط مقر کے حق مین صحیح ہوتی ہی دغیرہ کے
حق مین متعدی نہین ہوتی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ فتاوی عتابیہ مین ہی کہ اگر مشتری نے شفیع کے واسطے خیار کی
شرط کی پس شفیع نے کہا کہ مین نے بیع اس شرط سے اختیار کر لی کہ مجھے شفعہ حاصل ہی تو جائز ہی اور اگر اُسنے یہ نکہا ہو
کہ اس شرط سے کہ مجھے شفعہ حاصل ہی تو اُسکا شفعہ باطل ہوگا مگر چاہیے یہ ہی کہ شفیع تاخیر کردے تاکہ خود بائع اجازت دیدے
یا مدت گذر جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شفیع نے بلا حکم قاضی زمین مشفوعہ پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ شخص اہل سنت
مین سے ہی اور جانتا ہی کہ بعضے علما نے ایسا فرمایا ہی تو فاسق نہوگا اور اگر نہین جانتا ہی تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ وہ ظالم
ٹھہرا بخلاف اول کے کہ وہ ظالم نہوگا یہ فتاوی کبری مین ہی۔ ایک شخص نے ایک مشتری پر بذریعہ جوار کے شفعہ
کا دعوی کیا اور مشتری شفعہ جوار کا قائل نہین ہی اور اُسنے شفعہ سے انکار کیا تو اُس سے اس طور سے قسم لیجائیگی کہ
واللہ میری جانب اس شخص کا حق شفعہ بنا بر قول ایسے مجتہد کے جو شفعہ بالجوار کا قائل ہی نہین ہی ایک شخص نے ایک
دار خریدا اور ہنوز اُسپر قبضہ نکیا تھا کہ اُسکے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا تو مشتری کو شفعہ حاصل ہوگا۔ ایک شخص نے
ایک دار شفعہ مین طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے تجھے شفعہ مین دیا پس اگر شفیع کو ثمن معلوم ہی اور اس
صورت مین تسلیم صحیح ہی تو دار مذکور شفیع کی ملک ہو جائیگا اور اگر شفیع کو ثمن نہین معلوم ہی تو دار مذکور شفیع کی ملک
نہو جائیگا اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ محیط مین ہی ایک شخص مر گیا اور اُسنے دو ہزار درم قیمت کا ایک دار چھوڑا
اور اُسپر ہزار درم قرضہ ہی اور اُسنے تہائی مال کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی ہی اور قاضی کی راے مین یہ
مصلحت معلوم ہوا کہ پورا دار فروخت کردے اور وارث و موصی لہ دونون اُسکے شفیع ہین تو دونون اُسکو شفعہ مین
لینگے۔ اور اگر اُسپر قرضہ نہو اور اُسکے وارثون مین کوئی نابالغ ہو پھر قاضی کی راے مین دار مذکور کا فروخت کرنا
مصلحت معلوم ہوا تو موصی لہ اور بعض وارثان بالغ کو شفعہ نہ ملیگا اور نہ نابالغ کو ملیگا اگر اُسنے بعد بالغ ہونے کے طلب

یہ جامع کبیر مین ہی - شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوکان خریدی اور شفیع نے شفعہ
طلب کیا اور مشتری نے اُسکو شفعہ دیا لیکن دونون نے اُسکے ثمن مین جھگڑا کیا اور شفیع نے دوکان نہ لی -
یہان تک کہ ایک مدت گذر گئی پھر چاہا کہ جسقدر مشتری نے بیان کیا اُسکے عوض لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن
اگر مشتری راضی ہوجاوے تو ہوسکتا ہی اور اگر یہ بات ثابت ہوگئی کہ ثمن وہی تھا جو شفیع نے کہا تھا تو اُسکو لے لینے کا
اختیار ہوگا اور جب یہ بات صحیح ہوجاے کہ ثمن اُسیقدر تھا جسقدر شفیع نے کہا تھا تو اُسکا شفعہ باطل نہوجائیگا یہ تاتارخانیہ
مین ہی - ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار ہی پھر ایک شخص نے آکر اُسکے شفعہ کا دعوی کیا اور قابض سے کہا کہ تونے اسکو
فلان شخص سے خریدا ہی اور فلان شخص یعنے بائع نے اُسکے قول کی تصدیق کی اور قابض نے کہا کہ مین نے اسکو اپنے باپ
سے میراث پایا ہی اور شفیع نے اس بات کے گواہ ادیے کہ یہ دار بائع مذکور کے باپ کا تھا اور وہ مرگیا اور اُسنے بائع کے
واسطے میراث چھوڑا ہی اور اُسنے بیع کے گواہ قائم نکیے تو قاضی قابض سے فرمائیگا کہ تیرا جی چاہے شفیع کے قول کی تصدیق
کرکے اُس سے ثمن لے لے اور عہدہ اسکا تجھپر ہوگا پس اگر اُسنے انکار کیا تو شفیع اس دار کو لیکر اسکا ثمن بائع کو دیدیگا
اور بائع یہ ثمن مشتری کو دیدیگا اور اسکا عہدہ بائع پر ہوگا - اسیطرح اگر قابض نے کہا کہ مجھے فلان شخص نے
ہبہ کیا ہی اور شفیع نے کہا کہ تونے فلان شخص سے خریدا ہی اور بائع نے شفیع کی تصدیق کی تو اسمین بھی وہی
حکم ہی جو ہمنے بتفصیل بیان کیا ہی یہ محیط مین ہی - دارہاے مکہ معظمہ کی بیع صحیح نہین ہی لیکن انکی عمارت فروخت
کرسکتا ہی اور اسمین شفعہ بھی نہین ہی اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ دارہای مکہ معظمہ کی بیع صحیح ہی اور اسمین
شفعہ بھی ہوتا ہی اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ قنیہ مین ہی - فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر شفیع نے
دار مشفوعہ مین عمارت بنائی پھر دار مذکور مین کوئی عیب پایا تو بقدر نقصان عیب مشتری سے واپس لیگا اور مشتری بھی
بائع سے واپس لیگا بشرطیکہ مشتری نے بحکم قاضی دیا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر مشتری نے ایک دار اس شرط سے
خریدا کہ بائع اسکے ہر عیب موجودہ سے بری ہی یا اسمین کوئی عیب ایسا موجود تھا جسکو مشتری جانتا تھا مگر وہ راضی ہوگیا
تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ عیب پر راضی نہو اور واپس کردے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اصل مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے
ایک دار خریدا اور یہ شخص اُسکا شفیع تھا اور ایک شخص دوسرا اُسکا شفیع ہی کہ وہ غائب ہی پھر مشتری نے اسمین سے
ایک بیت مع اُسکے رستہ کے کسی کو صدقہ مین دیدیا پھر جو کچھ باقی رہا اُسکو فروخت کردیا پھر شفیع غائب نے آکر چاہا
کہ مشتری کا عقد صدقہ توڑدے اور اُسکی بیع توڑدے پھر جو دیکھا تو مشتری نے باقی دار اُسی شخص کے ہاتھ فروخت
کیا ہی جسکو صدقہ دیا تھا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ کل دار مین اُسکا صدقہ توڑدے ہان فقط آدھے مین توڑ سکتا ہی
اور اگر اُسنے باقی دار کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہو تو شفیع غائب کو اختیار ہوگا کہ اُسکا کل دار کا صدقہ
توڑدے اور یہی کتاب الاصل مین لکھا ہی کہ بیع مین شفعہ دیدینا ہبہ بشرط عوض مین بھی تسلیم شفعہ ہوجاتا ہی حتی کہ اگر
شفیع کو یہ خبر دیگئی کہ دار مشفوعہ فروخت کیا گیا ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ فروخت نہین کیا گیا بلکہ مالک
نے بشرط عوض ہبہ کیا ہی تو اُسکو استحقاق شفعہ نہوگا اسیطرح ہبہ بشرط عوض مین شفعہ دیدینا عقد بیع مین بھی تسلیم شفعہ
ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے ایک دار خریدا اور وہ بسبب جوار کے اُسکا شفیع ہی پھر دوسرے جار نے شفعہ
طلب کیا اور مشتری نے پورا دار اُسکو دیدیا تو نصف دار شفعہ مین اور نصف دار بوجہ خرید کے قرار دیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی

اگر کوئی دار اس شرط سے فروخت کیا کہ فلان شخص اُسکے ثمن کا کفیل ہووے حالانکہ یہ شخص اُسکا شفیع ہے تو اِسکا شفعہ
جاتا رہیگا اگر کفالت قبول کی یہ قنیہ ہے اور اگر قرضہ سے کسی دار پر صلح واقع ہوئی پھر دونون نے اقرار کیا کہ قرضہ کچھ نہ تھا تو شفیع کو
شفعہ نہ ملیگا اور اگر بجاے صلح کے بیع واقع ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص نے ایک
باندی بعوض ہزار درم کے خریدی اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری نے باندی مین ایسا عیب پایا کہ جس سے
باندی مین دسوین حصہ کا نقصان آتا ہے پھر بائع نے خواہ اقرار کیا یا انکار کیا مگر ایک دار پر صلح کر لی تو شفیع اس دار کو بحساب
بعوض حصہ عیب کے لے سکتا ہے اسواسطے کہ یہ عیب مال ہے اسیوجہ سے اگر واپس کرنا ممتنع ہوتا ہے تو قیمت نقصان مشتری
واپس لیتا ہے حالانکہ محض حق کا معاوضہ لینا نہین جائز ہے اور اگر اس حصہ عیب کے عوض کوئی چیز خریدے تو بیع جائز ہوتی ہے پس
ثابت ہوا کہ یہ دار بمقابلہ مال کے حاصل کیا ہے اور مشتری کو اختیار ہے کہ ان دونون کو پورے ثمن پر بطور مرابحہ فروخت کرے
اور یہ اختیار نہین ہے کہ دار اور باندی کو بدون بیان کے مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر مشتری نے دار مذکور مین عیب پاکر
شفیع کے شفعہ مین لینے سے پہلے واپس کر دیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور عیب کے بارہ مین مشتری اپنی حجت سابقہ پر ہوجائیگا
اور مشتری کو اختیار ہے کہ جب تک اُسنے نقصان عیب نہین لیا ہے تب تک باندی کو پورے ثمن پر مرابحہ سے فروخت کرے
ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسکے عیب سے ایک غلام پر صلح کر لی تو شفیع اس دار کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے سکتا ہے
پس اگر اُسنے لے لیا پھر غلام مذکور استحقاق مین لے لیا گیا یا بخیار رویت واپس دیا گیا یا صلح کی کسی شرط کے موافق واپس
دیا گیا تو شفیع کو اختیار ہوگا چاہے حصہ عیب مشتری کو دیدے یا دار واپس کر دے اور مشتری بمقابلہ بائع کے اپنی حجت پر ہوگا
بشرطیکہ مشتری نے اُسکو بحکم قضا واپس لیا ہو کیونکہ یہ سب کے حق مین فسخ ہے اسیطرح اگر مشتری نے غلام مذکور بسبب عیب کے
بحکم قاضی بائع کو واپس دیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر باہمی رضامندی سے واپس دیا ہو تو شفیع پر کچھ لازم نہ آویگا یہ
کافی مین ہے - واضح ہو کہ جو استحقاق عقد بیع سے پہلے کسی حق کی وجہ سے ہو وہ عقد کو باطل کر دیتا ہے اور جو عقد سے
متاخر پیدا ہوا ہو وہ باطل نہین کرتا ہے ایک شخص نے ایک دار ہزار درم کو خریدا پھر مشتری نے اُسکے ثمن مین بڑھا دیا
یا اُسمین کسی نے کچھ دعوی کیا اور مشتری نے بانکار کچھ دیکر صلح کر لی پھر شفیع نے اُسکو بحکم قاضی ہزار درم کے عوض
شفعہ مین لیا تو مشتری نے جسقدر ثمن مین بڑھایا ہے وہ بائع سے واپس لیگا اور مدعی کو جو کچھ بدل الصلح مین دیا ہے مدعی
سے واپس لیگا اسواسطے کہ شفیع عقد صلح اور زیادتی ثمن دونون سے سابق حق شفعہ کی وجہ سے اس دار کا مستحق
ہوچکا ہے پس اُسکا استحقاق اُس صلح و زیادہ ثمن دونون کے بطلان کا سرے سے موجب ہوا اور اگر مشتری نے
بغیر حکم قاضی یہ دار شفیع کو دیدیا ہو تو جسقدر اُسنے ثمن مین بڑھایا ہے اُسکو بائع سے واپس لیگا مگر مدعی سے بدل الصلح
واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر مشتری بھی اس دار کا شفیع ہو اور مشتری نے قبضہ کرکے دار مذکور کسی کو ہبہ کر دیا
تو دوسرے شفیع کو اختیار ہوگا کہ نصف دار شفعہ مین لے لے اور جب اُسنے لے لیا تو باقی نصف مین بھی ہبہ باطل
ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص نے کسی دار کی نسبت گواہی دی کہ یہ فلان شخص کا ہے مگر اُسکی گواہی رد
کر دی گئی پھر اسی گواہ نے وہ دار خریدا اور اُسکا کوئی شخص شفیع ہے تو یہ شفیع بہ نسبت گواہ مذکور کے مقرلہ کے اس دار
کا زیادہ حقدار ہوگا اور اگر اسکا کوئی شفیع نہو بلکہ مشتری نے اسکو کسی غیر شخص کے واسطے جسنے مشتری کو اُسکے
خریدنے کا حکم دیا تھا خرید کیا تو یہ دار موکل کو ملیگا نہ مقرلہ کو اور اگر مشتری نے اپنے واسطے خریدا اور

ف یہ غلطی سے ایسا واقع ہوا ۱۲ ... بجائے شفیع کو دیگا

اُسکا شفیع غائب ہی تو مقر لہ کو اختیار ہوگا کہ دار مذکور مشتری سے لے لے پھر اگر مشتری نے مقر لہ سے دوبارہ یہ دار خریدا قبل اسکے کہ شفیع حاضر ہووے تو شفیع کو حاضر ہونے کے بعد اختیار ہوگا چاہے دار مذکور کو خرید اول پر لے یا خرید ثانی پر لے لے اور اگر دار مذکور قابض سے کسی دوسرے شخص نے خریدا پھر مشتری سے اس گواہ مذکور نے خریدا تو شفیع کو اختیار ہوگا چاہے بیع اول پر لے یا ثانی پر پس اگر اُسنے بیع اول پر لیا تو بیع ثانی باطل ہوجائیگی اور گواہ مذکور اپنا ثمن اپنے بائع سے واپس لیگا - بائع و مشتری دونون نے باتفاق اقرار کیا کہ عقد بیع بطور تلجیہ تھا یا اس عقد مین بائع یا مشتری کیواسطے خیار تھا اور دونون نے عقد فسخ کردیا (مگر شفیع نے انکار کیا) تو حق شفیع مین دونون کے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی او شفیع کو شفعہ ملیگا - ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ فلان دار معین بعوض اپنے فلان غلام معین کے میرے واسطے خرید دے اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ خرید موکل کے واسطے صحیح ہوگی اور وکیل اس غلام معین کی قیمت اپنے موکل سے لے لیگا - دو دار باہم متصل ہین اور دونون مین سے ہر ایک دار خاص دو آدمیون مین مشترک ہی پھر ہر ایک نے اپنا ایک دار کا حصہ بعوض دوسرے کے دوسرے دار کے حصہ کے فروخت کیا تو شفعہ انھین دونون مین رہیگا پڑوسیون کو نملیگا یہ کافی مین ہی - ایک دار فروخت کیا گیا اور اسکے تین شفیع ہین انمین سے ایک حاضر ہی اور اُسنے کل شفعہ مین طلب کیا اور لے لیا پھر دونون غائب مین سے ایک حاضر ہوا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اول کے مقبوضہ کا نصف لے لے اور اگر اُسنے ایک تہائی پر اس سے صلح کی تو اُسکو ایسا اختیار ہی پھر اگر تیسرا حاضر ہوا تو تہائی والے کا مقبوضہ لیکر اُسکو دوسرے کے مقبوضہ مین ملاکر برابر تقسیم کر لینگے اور اگر اُنکے ساتھ کوئی چوتھا شریک ہو تو تہائی والے کے مقبوضہ مین سے نصف لیکر دوسرے کے مقبوضہ مین ملاکر تین تہائی تقسیم کر لینگے تہائی والے کو تہائی ملیگا پس ان لوگون کو سب پندرہ حصے ہر ایک کو پانچ حصے ملینگے اور اگر چوتھے نے فقط اُس شخص پر قابو پایا جسنے فقط تہائی لیا ہی اور یہ دار اٹھارہ حصون مین تقسیم ہوا ہی تو تہائی والے سے اُسکے مقبوضہ کا آدھا لے لیگا - ایک دار کے تین شفیع ہین انمین سے دو نے دار مذکور اس شرط سے خریدا کہ ایک کا چھٹا حصہ اور باقی دوسرے کا ہوگا تو خرید صحیح ہی اور کسی کو دوسرے کے حصہ مین شفعہ حاصل نہوگا پھر اگر تیسرا حاضر ہوا تو دار مذکور کے اٹھارہ حصے کیے جاوینگے جنمین سے چھٹے حصے کے خریدار کو دو حصے اور باقی دونون کو آٹھ آٹھ حصے ملینگے اور مسئلہ کی تخریج نو سے ہوگی اور اگر شفیع ثالث نے فقط چھٹے حصے کے خریدار کو پایا اور دوسرے کو نپایا تو اُسکے مقبوضہ مین سے نصف لیگا اور اگر دوسرے کو بھی پایا تو دار مذکور موافق بیان مذکورۂ بالا کے اِن لوگون مین اٹھارہ حصون مین تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص نے نصف دار خرید کیا اُسکو جار نے لے لیا اور بائع سے بحکم قاضی یا بتراضی اُسکا مقاسمہ کر لیا پھر ایک شفیع جو رستہ مین شریک ہی حاضر ہوا تو وہ جار کا مقبوضہ سب لے لیگا اور اس تقسیم کو نہین توڑ سکتا ہی بخلاف اسکے اگر ایک دار خریدا اور اسکو دو شفیعون نے لے لیا اور باہم تقسیم کر لیا پھر تیسرا شفیع حاضر ہوا پس اگر اُس سے دونون شفیعون سے ملاقات نہوئی بلکہ اُسنے ایک ہی کو پایا تو اُسکے مقبوضہ مین سے نصف نہین لے سکتا ہی بلکہ چوتھائی لے لیگا - ایک مشتری نے دو شفیعون مین سے ایک سے کہا کہ مین نے یہ دار تیرے حکم سے تیرے واسطے خریدا ہی پس مقر لہ نے اُسکی تصدیق کی مگر دوسرے شفیع نے تکذیب کی

تو دار مذکور دونون کے درمیان بحق شفعہ مشترک ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ یہ دار تیرا ہی میرا تھا ہی نہیں یا مجھسے پہلے
تو نے اسکو خریدا تھا یا مین نے تجھے ہبہ کر دیا اور تو نے اسپر قبضہ کر لیا پس مقرلہ نے اُسکی تصدیق کی اور دوسرے شفیع نے تکذیب
کی تو مقرلہ کا شفعہ باطل ہو گیا اور پورا شفعہ دوسرے کو ملیگا یہ کافی مین ہے۔ اگر مفاوض نے اپنا موروثی خاص دار فروخت کیا
اور اُسکا شریک اُس دار کا بذریعہ اپنے موروثی خاص دار کے شفیع ہے تو شفیع مذکور کو اسمین شفعہ حاصل نہوگا یہ مبسوط مین ہے
اگر دو متفاوضین مین سے ایک شریک نے دوسرے کا شفعہ جو اُسکو بذریعہ اپنے ایک خاص موروثی دار کے حاصل ہوا
دیدیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر مضارب کسی دار مضاربت کی وجہ سے جسمین نفع شامل ہے شفیع ہوا اور اسکے پاس
سوا اس دار کے مال مضاربت مین سے کچھ نہین ہے پس مضارب نے شفعہ دیدیا تو رب المال کو اختیار ہوگا چاہے اپنے
واسطے شفعہ مین لے لے اور اگر رب المال نے شفعہ دیدیا تو مضارب کو اختیار ہوگا چاہے اپنے واسطے شفعہ مین لے لے یہ
مبسوط مین ہے۔ اگر مضارب نے بعض مال مضاربت سے کوئی دار خریدا اور اُسکے پہلو مین رب المال نے اپنے واسطے
ایک دار خریدا تو مضارب کو اختیار ہوگا چاہے باقی مال مضاربت سے اس دار کو شفعہ مین لے لے یہ محیط سرخسی مین ہے
اگر مضارب نے مال مضاربت سے جو ہزار درم ہے دو دار خریدے کہ جنمین سے ہر ایک دار ہزار درم قیمت کا ہے پھر انمین سے
ایک کے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا تو مضارب کو اسمین شفعہ حاصل نہوگا اور رب المال کو اسمین شفعہ ملیگا کیونکہ
ہر دو دارین مضاربت مین سے ہر ایک مشغول ہے پس شفعہ کو مضارب نہین لے سکتا ہے اور یہ اسواسطے کہ دُور کی
تقسیم بقسمت واحدہ نہین ہوتی ہے بوجہ اسکے کہ دور مین منفعت کی راہ سے تفاوت ہوتا ہے پس ہر ایک کا اعتبار علی الانفراد
ہوتا ہے اگر دونون مین سے کسی مین نفع شامل ہو تو مضارب کو رب المال کے ساتھ بقدر حصہ نفع کے شفعہ حاصل ہوگا
یہ مبسوط مین ہے۔ ایک مضارب کے پاس مال مضاربت کے دو ہزار درم ہین پس اُسنے ایک ہزار درم سے ایک دار
خریدا پھر باقی ہزار درم سے دوسرا دار خریدا جسکا وہ دار مضاربت کی وجہ سے اور اپنے خاص دار کی وجہ سے شفیع ہے اور
رب المال بھی اپنے خاص دار کی وجہ سے اُسکا شفیع ہے تو اسمین سے ایک تہائی رب المال کو شفعہ مین اور ایک تہائی
مضارب کو شفعہ مین ملیگا اور باقی ایک تہائی مضاربت مین رہیگا اور اگر اس صورت مین کوئی اور شخص شفیع ہو تو
ایک تہائی دار شفیع کو ملیگا اور باقی دو تہائی دار رب المال اور مضارب اور مضاربت کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا
یہ محیط سرخسی مین ہے۔ فتاوی عتابیہ مین لکھا ہے کہ اگر شفیع نے شفعہ طلب کیا پھر جس دار کی وجہ سے شفعہ طلب کرتا تھا
اُسکی نسبت کسی دوسرے کی ملک ہونے کا اقرار کر دیا تو مقرلہ کو شفعہ ملیگا۔ اسیطرح اگر اپنے ایک دار کے ذریعہ سے ایک
دار جو اُسکے پہلو مین فروخت کیا گیا شفعہ مین لیا پھر اس دار شفعہ کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا اُسکو بھی شفعہ مین
لیا پھر اسکے پہلو مین دوسرا بحکم قاضی شفعہ مین لیا پھر اُسکا دار اول استحقاق مین لے لیا گیا تو جو دار اُسنے پہلے شفعہ مین
لیا ہے وہ مشتری کو واپس دے اور باقی دار اس لینیوالے کیواسطے رہجائیگا پھر اگر دونون دارون مین سے ایک دار
استحقاق مین لیا گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا لیکن اگر مستحق نے اجازت دیدی تو باطل نہوگا اور اگر دونون مشترون
مین سے ایک مشتری بھی شفیع ہو تو دوسرے شفیع کو نصف دار دوسرے دار کی نصف قیمت مین شفعہ مین ملیگا یہ
تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دار کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکو شفیع نے لیا پھر بائع مریض ہو گیا
حالانکہ وہ شفیع کا مورث ہے اور اُسنے مشتری کے ذمہ سے کچھ دام کم کر دیے تو گھٹانا باطل ہوگا اور اگر مشتری نے دار مذکور

اس وارث بائع کے ہاتھ بطور بیع تولیہ یا بطور بیع مرابحہ فروخت کیا تو گھٹانا صحیح ہوگا اور اسکے مثل وارث کے ذمہ سے بھی گھٹایا جائیگا یہ کافی مین ہی جس شخص نے خریدنے کیواسطے حکم دیا ہی اُسکی یا اُسکے بیٹے کی گواہی درحالیکہ دار اپنے بائع کے قبضہ مین ہو قبول نہوگی اور اگر مشتری کے قبضہ مین ہو تو بائع کے بیٹے کی گواہی قبول ہوگی اور اگر دو نے شفیع کے شفعہ دیدینے پر اور دو نے مشتری کے تسلیم کرنے پر گواہی دی تو دونون گواہیان ساقط ہوجائینگی اور اگر شفیع نے خرید واقع ہونے کی گواہی دی پس اگر شفعہ طلب کرچکا ہی تو اُسکی گواہی باطل ہوگی اور اگر شفعہ دیدیا تو جائز ہی اور اگر کہا کہ مین نے خرید کی اجازت دی پھر طلب کیا تو جائز ہی۔ اور اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ مین نے یہ مبیع فلان شخص کے ہاتھ فروخت کی ہی مگر مشتری نے انکار کیا تو شفعہ ثابت ہوگا اور اگر مشتری غائب ہو تو شفیع نہین لے سکتا ہی یہانتک کہ مشتری حاضر ہوجاوے اور اگر بائع نے بیع کا اقرار کیا مگر مشتری کو بیان نکیا تو شفعہ ثابت نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر ذمی نے مسلمان کو طلب شفعہ کیواسطے وکیل کیا تو مسلمان وکیل پر ذمیون کا اسطرح گواہی دینا کہ اسنے شفعہ دیدیا ہی مقبول نہوگی کیونکہ یہ لوگ وکیل مذکور پر اُس سے ایک قول صادر ہونے کی گواہی دیتے ہین اور وہ اس سے منکر ہی اور ذمیون کی گواہی مسلمان پر حجت نہین ہوتی ہی اور اگر کوئی ذمی ہی وکیل ہو اور شفیع نے یہ اجازت دیدی ہو کہ جو امر وکیل کرے وہ جائز ہی تو ان لوگون کی گواہی قبول ہوگی اور شفعہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اگر وکیل نے ایسا اقرار کیا تو جائز ہوگا کیونکہ موکل نے عام طور پر مطلقاً یہ اجازت دیدی ہی کہ جو کچھ وکیل کرے وہ جائز ہی ایسے ہی اس بات کی اگر اُسپر اہل ذمہ نے گواہی دی تو بھی یہی حکم ہوگا کیونکہ اس بات کے اثبات کیواسطے کہ اُسنے ایسی بات کہی ہی اہل ذمہ کی گواہی ذمی پر جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر بائع نے کہا کہ مین نے اسکو یہ مبیع ہبہ کردی ہی اور مشتری نے کہا کہ مین نے اس سے اسقدر دامون کو خریدی ہی تو بائع کا قول قبول ہوگا اور ہبہ سے رجوع کرسکتا ہی اور اگر شفیع نے حاضر ہوکر ثمن کے عوض لے لیا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر مشتری کے اقرار پر لیا ہو پھر بائع نے اکر بیع سے انکار کیا تو مبیع کو واپس لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک مضارب نے دار خریدا اور رب المال اُسکا شفیع ہی اُسنے شفعہ دیدیا پھر مضارب نے اُسکو فروخت کیا تو رب المال کو شفعہ حاصل نہوگا کیونکہ مضارب نے اُسیکے واسطے فروخت کیا ہی اور جسکے واسطے فروخت کیا جاوے اُسکو شفعہ نہین ملتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر قاضی نے وکیل کیواسطے شفعہ کا حکم دیدیا پھر مشتری نے اُسکے واسطے دستاویز لکھدینے سے انکار کیا تو قاضی اپنے حکم قضا کی ایک تحریر لکھکر اُسپر گواہیان کرادیگا۔ جیسے اُسنے وکیل مذکور کیواسطے حکم دیا ہی اسیطرح اگر مشتری تسلیم و انقیاد سے باز رہے تو بھی اپنے حکم قضا کی ایک تحریر اُسکو لکھدیگا تاکہ حجت رہے اور اُسکے حق مین بہتر خیال کرکے اُسپر گواہیان کرادیگا۔ اور جبکہ تمام خصومات مین قاضی اُس ڈگریدار کو ایک سجل عنایت کرتا ہی جبکہ وہ درخواست کرے تاکہ اُسکے پاس حجت رہے تو ایسا ہی قضاء شفعہ مین اُسکو یہ سجل عنایت کریگا یہ مبسوط مین ہی یتیمہ مین لکھا ہی کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین چند شریکون مین مشترک ہی جنمین سے بعض غائب ہین اور بعضے حاضر ہین اور غائب کا حصہ جار نے خریدا تو آیا شفیع جار کو اختیار ہی کہ شریک غائب کی غیبت مین اُسکو شفعہ مین لے لے تو فرمایا کہ ہان اور اگر شریک غائب حاضر ہوا تو بہ نسبت جار کے زیادہ حقدار و مقدم ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر دو شخصون نے ایک شخص کو ایک دار بشرط عوض ہزار درم کے ہبہ کردیا اور ہزار درم دونون نے بانٹے ہوئے اُس سے لے لیے اور دار مذکور

اُسکے قبضہ مین دیدیا تو شفیع کو اُسمین شفعہ ملیگا کیونکہ دار مین شیوع نہین ہی بلکہ تملک واحد ہی اور ہزار درم مین شیوع نہین ہی کیونکہ جب ہر ایک نے قبضہ کیا تو اپنے حصہ مقسومہ پر قبضہ کیا ہی- اور اگر ہزار درم مذکور غیر مقسومہ ہون تو امام اعظم رحمہ کے قول مین جائز نہوگا کیونکہ جو چیز محتمل قسمت ہی اُسمین شیوع ہونا صحت تعویض کا مانع ہی جیسا کہ صحت ہبہ کا مانع ہی اور ہزار درم اس صورت مین محتمل قسمت ہین یہ مبسوط مین ہی

کتاب القسمۃ

اسمین تیرہ باب ہین

باب اول۔ قسمت کی ماہیت اور سبب و رکن و شرط و حکم کے بیان مین- واضح ہو کہ بعض حصون کو بعض سے مفرز و ممیز کرنے کو قسمت کہتے ہین اور یہ قسمت معنی مبادلہ سے کبھی جدا نہین ہوتی ہی لیکن مکیلات و موزونات و عددیات متقاربہ یعنے ذوات الامثال مین افراز و تمیز کے معنی اظہر و ارجح ہوتے ہین کیونکہ دو شریکون مین سے جو کچھ ایک شریک دوسرے سے لیتا ہی وہ مثل اُسکے ہوتا ہی جو دوسرے کے پاس چھوڑ دیتا ہی پس اُسکا اپنے حق کے مثل وصول پانا مانند عین حق کے وصول پانے کے قرار دیا گیا اسیواسطے دونون مین سے ہر ایک کو اختیار ہوتا ہی کہ اپنا حصہ بغیر شریک کی رضامندی کے لے لے اور دونون مین سے جو شخص سرتابی کرے وہ تقسیم کرنے پر مجبور کیا جاتا ہی اور جو چیزین غیر مثلی ہین اُنمین مبادلہ کے معنی ارجح و اظہر ہوتے ہین پس حقیقۃً و حکماً مبادلہ ہوتی ہی اسیوجہ سے یہ جائز نہین ہی کہ اُسکو ثمن اول پر مرابحہ سے فروخت کرے حالانکہ مثلی چیزون مین یہ جائز ہی لیکن شریکون مین سے جو شخص اس قسمت سے انکار کرے اُسپر بھی جبر کیا جائیگا کیونکہ اس قسمت مین منفعت کی تکمیل ہی اور مبادلہ پر بوجہ ایسے حق کے جسکا یہ مستحق ہی اور وہ اپنے حق مذکور کو بدون اسکے نہین پا سکتا ہی جبر کرنا جائز ہی جیسا کہ مشتری پر دار مشفوعہ شفیع کو دینے کے واسطے جبر کیا جاتا ہی اگرچہ یہ تسلیم معاوضہ ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اس قسمت کا سبب یہ ہی کہ سب شریک یا بعضے شریک اپنی ملک سے بطور خاص انتفاع حاصل کرنے کی درخواست کرین یہ تبیین مین ہی- اور رکن قسمت وہ فعل ہی جس سے دو حصون مین افراز و تمیز حاصل ہو جیسے کیلی چیزون مین کیل اور وزنیون مین وزن اور مذروعات مین گز سے ناپنا اور عددیات مین گنتی کذا فی النہایہ- اور شرط قسمت یہ ہی کہ ایسی غیر مقسوم چیز ہو کہ قسمت سے اُسکی منفعت تبدیل نہوا اور نہ فوت ہو جاوے اسلیے کہ ٹکڑے کرنا تو اس غرض سے کہ منفعت کی تکمیل اور ثمرۂ ملک کی تتمیم ہو سو جہان منفعت بدل گئی وہان یہ فعل تفویت و تبدیل ہو گیا افراز و تقسیم نہوا یہ محیط سرخسی مین ہی اور حکم قسمت یہ ہی کہ ہر ایک کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے اسطرح ممیز و متعین ہو جاوے کہ ہر ایک شریک کو دوسرے کے حصہ سے کچھ تعلق نرہے یہ تبیین مین ہی اموال مشترکہ مین دو طرح کی قسمت ہوتی ہی قسمت اعیان اور قسمت منافع اسکو مہایات کہتے ہین پھر اعیان کبھی غیر منقول ہوتے ہین جیسے دور و عقار اور کبھی منقول ہوتے ہین جیسے عروض و حیوانات و حبوب از قسم مکیلات و موزونات وغیرہ اور کبھی قسمت تمام شریکون کی رضامندی سے ہوتی ہی اور کبھی بعض کی رضامندی سے ہوتی ہی اور یہ قاضی اور اُسکے امین کی راے پر ہی کذا فی الینابیع-

دوسرا باب۔ کیفیت قسمت کے بیان مین- ایک سفل دو آدمیون مین مشترک ہی اور اسکا علو ان

دونون کے سواے دوسرے کا ہی یا علو دو آدمیون مین مشترک اور اسکا سفل ان دونون کے سواے دوسرے کا ہی اور اسکی تقسیم کا ارادہ کیا تو امام اعظم رح کے قول پر ساحت سفل کے پچاس گز کے مقابلہ مین سو گز علو کی مساحت قرار دیجائیگی اور امام ابو یوسف رح کے قول پر ایک گز کے مقابلہ مین ایک ہی گز رکھا جائیگا اور اگر دو آدمیون مین ایک بیت کامل یعنے سفل مع علو کے مشترک ہو اور ایک سفل بدون اُسکے علو کے مشترک ہو مثلاً علو کسی غیر کا ہو یا ایک علو بدون اُسکے سفل کے مشترک ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جو علو بدون سفل کے مشترک ہی اُسمین سے سو گز بمقابلہ بیت کامل کے تینتیس و تہائی گز کے قرار دیے جاوینگے کیونکہ موافق صورت اول کے امام کے نزدیک علو مثل نصف سفل کے ہوتا ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک بیت کامل کے پچاس گز بمقابلہ سو گز اُس سفل کے جسکا علو مشترک نہین ہی یا اُس علو کے جسکا سفل مشترک نہین ہی قرار دیے جاوینگے کیونکہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک علو و سفل دونون برابر ہین اور امام محمد رح ان سب مین قیمت کے برابر ہونے کا اعتبار کرتے ہین اور اسی پر فتوی ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر شریکون نے ایک دار کو باہم تقسیم کیا اور اُسمین ایک پیخانہ ہی جسکا راستہ طریق اعظم کی طرف ہی یا ایک ظلہ ہی تو ان دونون کے مساحت کے گز اس دار کی مساحت کے گزون مین شامل نہ کیے جاوینگے اسواسطے کہ پیخانہ و ظلہ جب عام راستہ پر بنے ہوئے ہون تو انکے بنے رہنے کا استحقاق نہین ہوتا ہی بلکہ یہ چیزین توڑ دیے جانے کی مستحق ہین اور جو چیز توڑ دیے جانے کی مستحق ہو وہ مثل ٹوٹے ہوئے کے قرار دی جاتی ہی پس وہ دار مذکور کے گزون مین حساب نہ کی جائیگی مگر جسکے تحت مین پڑے اُسکے حق مین اُسکی قیمت لگائی جائیگی - اور اگر ظلہ کسی کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہو تو دار کے گزون مین اُسکے گزون کا حساب لگایا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے دو زمین یا دو دار ترکہ چھوڑے اور اُسکے دونون وارثون نے اسطرح تقسیم ترکہ کی درخواست کی کہ ہر ایک کو دونون زمینون اور دونون دارون مین سے اُسکا حصہ ملجاوے تو تقسیم جائز ہی اور اگر دونون وارثون مین سے ایک نے یہ چاہا کہ میرا حصہ دونون دارون یا دونون زمینون مین سے ایک زمین یا ایک دار مین جمع کر دیا جاوے اور دوسرے نے انکار کیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ قاضی ہر دار و ہر زمین کو علیحدہ تقسیم کر دیگا اور دونون مین سے کسی کا حصہ ایک دار یا ایک زمین مین جمع نکریگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ یہ قاضی کی راے پر ہی اگر اُسکی راے مین آوے تو جمع کر دے ورنہ نہین - اور اگر دونون دارون مین سے ہر ایک دار ایک ایک شہر مین واقع ہو تو اسکا حکم کتاب مین مذکور نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول پر ایک کا حصہ ایک دار مین جمع نکریگا خواہ دونون دار ایک ہی شہر مین ہون یا دو شہرون مین ہون خواہ متصل واقع ہون یا منفصل واقع ہون اور ہلال رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ اگر دو شہرون مین واقع ہون تو جمع نکریگا اور دو دور مختلفہ بمنزلہ مختلف جنسون کے ہین - اور اگر دو بیت دو شخصون مین مشترک ہون تو قاضی کو اختیار ہی چاہے دونون مین سے ایک کا حصہ ایک بیت مین جمع کر دے [جمع دار ۱۲ منہ] خواہ دونون بیت متصل ہون یا منفصل ہون اور اگر دو منزل دو آدمیون مین مشترک ہون پس اگر دونون منفصل واقع ہون تو مثل دو دارون کے ہین کہ ایک کا حصہ ایک منزل مین جمع نکریگا بلکہ ہر منزل کو علیحدہ تقسیم کر دیگا اور اگر دونون متصل واقع ہون تو مثل دو بیت کے ہین قاضی کو اختیار ہی کہ ایک کا حصہ ایک منزل مین جمع کر دے اور یہ سب

امام اعظم کا قول ہی۔ اور صاحبین رح نے فرمایا کہ دار و بیت یکسان ہین اسمین قاضی کی راے ہی جو کچھ اسکی رای مین مصلحت ہو کرے۔ یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر کوئی دار و کھیت ہو یا دار و حانوت ہو تو دونون مین سے ہر ایک کو علیحدہ تقسیم کریگا کیونکہ جنس مختلف ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر ترکہ مین ایک دار و حانوت ہو اور سب وارث بالغ ہون اور باہم اس بات پر راضی ہو گئے کہ یہ دار و حانوت ایک وارث کو اُسکے پورے حصہ ترکہ کے بدلے دیدین تو جائز ہی کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک ایک کا حصہ جمع نکرنے کے یہ معنی ہین کہ بطور جبر کے قاضی جمع نہین کر سکتا ہی لیکن اگر وارث لوگ باہم اس بات پر رضامند ہو جاوین تو یہ جائز ہی اور اگر ترکہ مین سے ایک وارث کے پورے حصے کے بدلے دوسرے وارث نے بدون باقیون کی رضامندی کے اُسکو ایک دار دیدیا تو جائز نہین ہی یعنے باقیون کے حق مین اسکا نفاذ نہوگا مگر اُس صورت مین کہ وہ لوگ اجازت دیدین اور بدون اجازت کے اُن لوگون کو یہ اختیار رہیگا کہ دار مذکور اُس سے واپس کر لین اور اُسکو تقسیم مین شامل کرین اور یہ تو ظاہر ہی مگر اشکال یہ ہی کہ جس وارث نے یہ دار دیا تھا وہ باقیون کے واپس کرنے کے بعد اسمین سے اپنا حصہ لیگا یا نہین سو بعض مشایخ نے فرمایا کہ نہین لیگا محیط مین ہی۔ ایک دار چند لوگون مین مشترک ہی اُنھون نے اُسکی تقسیم چاہی اور دار کے ایک جانب عمارت زیادہ ہی پس ایک شریک نے چاہا کہ اس زیادتی کا عوض دراہم ہون اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض مین زمین ہو تو زمین ہی اُسکا عوض قرار دیا جائیگا اور جسکے حصہ مین وہ عمارت پڑی ہی اُسکو یہ تکلیف نہ دیجائیگی کہ بمقابلہ عمارت کے درم دیوے الا اُس صورت مین کہ یہ متعذر ہو تو قاضی کو اختیار ہوگا کہ اُسکا عوض درم قرار دے اور اگر زمین و عمارت ہو تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ انمین سے ہر ایک کو باعتبار قیمت کے تقسیم کریگا اور امام ابو حنیفہ رح سے روایت ہی کہ زمین کو بمساحت تقسیم کرے پھر جسکے حصہ مین عمارت پڑے یا جسکا حصہ بہ نسبت غیر کے جید ہو وہ دوسرے کو درم دیدے تاکہ دونون مین مساوات ہو جاوے پس یہ دراہم بضرورت تقسیم مین داخل ہونگے اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ جسکے حصہ مین عمارت ہی وہ میدان صحن مین سے جسقدر عمارت کے مقابلہ مین مساوات رکھتا ہو اسقدر شریک کو دیدے اور اگر پھر بھی زیادتی رہگئی اور مساوات تحقیقی متعذر ہوئی مثلاً میدان صحن مین اسقدر نہین ہی کہ قیمت عمارت کو وفا کرتا ہو تو اُس حال مین زیادتی کے مقابلہ مین درم دیدے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر شریکون نے طریق کی بابت اختلاف کیا بعض نے کہا کہ یہ طریق قسمت سے الگ کر دیا جاوے اور بعض نے کہا کہ الگ کیا جاوے تو قاضی دیکھیگا کہ اگر ہر ایک اپنے حصہ کیواسطے رستہ نکال سکتا ہی تو طریق مذکور کو تقسیم کر دیگا الگ نکریگا کہ اُنکے درمیان مشترک رہے اور اگر ہر ایک اپنے حصہ کیواسطے رستہ نہ نکال سکے تو قاضی بقدر طریق کے تقسیم نہ کریگا کیونکہ صورت اول مین اس تقسیم سے انکی کوئی منفعت فوت نہین ہوتی ہی بخلاف صورت ثانیہ کے کہ اسمین ایسا نہین ہی اور ہمارے مشائخ رح نے فرمایا کہ اس قول سے کہ اپنے حصہ کیواسطے رستہ نکال سکتا ہی ایسا رستہ مراد لیا ہی کہ جسمین آدمی گذر جاوے نہ ایسا رستہ جسمین جانور مع بوجھ گذر جاوے اور اگر ایسا نکل سکتا ہو کہ جسمین ایک آدمی نگذر سکے تو یہ اصلا رستہ نہین ہی اور اگر شریکون نے تقسیم دار مین سے رستہ کی فراخی و تنگی مین اختلاف کیا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ رستہ کی چوڑائی باب اعظم سے کچھ زیادہ رکھے اور طول اُنچائی مین آسمان تک رکھے نہ بقدر طول باب اعظم کے اور بعضون نے فرمایا کہ اُسکی چوڑائی بقدر باب اعظم کی چوڑائی کے اور طول علے بقدر بلندی باب اعظم کے رکھے کیونکہ اتنی مقدار سے وہ لوگ جسطرح قبل قسمت کے منتفع

یعنے باب اعظم کی بلندی سے زیادہ فضا کو تقسیم کر دے یعنے وہ قسمت مین شامل کر دے ۱۲ منہ

[illegible]

انتفاع حاصل کرتے تھے اب بھی حاصل کر سکتے ہین اور طول باب اعظم سے زیادہ اونچائی کی تقسیم کا فائدہ یہ ہو کہ اگر
کسی شریک نے اپنے حصہ مین جناح نکالنا چاہا پس اگر دروازہ کی اونچائی سے اوپر ہو تو نکال سکتا ہی اور اگر نیچے ہو
تو اس سے منع کیا جائیگا اور اگر زمین ہو تو اسمین سے اسقدر راستہ کیواسطے چھوڑ دیگا کہ دو بیل گذر جاوین اور طریق
کی مقدار اسقدر نہ رکھیگا کہ ساتھ ہی دو بیل اسمین سے گذر جاوین اگرچہ اسکی جانب احتیاج ہی کیونکہ جیسے اسکی جانب
احتیاج ہی ویسے ہی بیل مع گاڑی گذرنے کی جانب احتیاج ہی پس اسکا لحاظ غیر متناہی کی طرف مودے ہوگا
یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اہل طریق مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ یہ راستہ میرا ہی پس اگر اسکا اصل حال معلوم
نہو جاوے تو طریق مذکور سب مین برابر مشترک قرار دیا جائیگا کیونکہ طریق مذکور پر انکا قبضہ و استعمال برابر ہی اور
یہ نکیا جائیگا کہ جسقدر مساحت دار و منزل ہر ایک کے قبضہ مین ہی اسکے حساب سے انکو راستہ مین حصہ دیا جاوے
کیونکہ جسکے پاس چھوٹی منزل ہی اور جسکے پاس بڑا دار ہی دونون کی حاجت راستہ کے حق مین یکسان ہی۔ اور
اسکا حکم شرب کے برخلاف ہی کیونکہ اگر شرب مین شریکون نے ایسا اختلاف کیا تو یہ شرب ان شریکون مین انکی
زمینون کی مقدار کے حساب سے قرار دیا جاتا ہی۔ اور اگر طریق کا اصل حال معلوم ہو جاوے کہ انکے درمیان
کیونکر مشترک ہی تو اسی اصل کے موافق انمین مشترک قرار دیا جائیگا پس اگر دار ایک شخص کا اور اسمین راستہ
دوسرے کا بھی ہی پھر مالک دار مر گیا اور اسکے وارثون نے دار مذکور باہم تقسیم کر لیا مگر راستہ اپنے اور راستہ
والے کے واسطے تقسیم سے الگ کر دیا پھر انھون نے راستہ کو فروخت کیا اور اسکا ثمن تقسیم کرنا چاہا تو نصف
ثمن راستہ والے کو اور نصف ان وارثون کو ملیگا اور اگر اصل حال معلوم نہوا کہ یہ دار ان لوگون مین میراث
تقسیم ہوا ہی اور ان لوگون نے اس سے انکار کیا تو ثمن مذکور ان لوگون اور راستہ والے کے درمیان گنتی کے
حساب سے تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر اعداد ہر جہ سے جنس واحد ہون یعنے ان اعداد مین از راہ اسم و معنی دونون
طرح سے مجانست ثابت ہو جیسا کہ غنم یا بقر یا کیلی و وزنی چیزین یا کپڑے تو ایسے اعداد کو قاضی بعضے شریکون کی درخواست
پر بطور قسمت جمع تقسیم کریگا اور جو اجناس ہر وجہ سے مختلف ہون انمین بعض شریکون کی درخواست پر قاضی اعداد
کو بطور قسمت جمع تقسیم نکریگا اور اگر از راہ حقیقت جنس واحد ہون اور بحسب المعنی اجناس مختلفہ ہون جیسے رقیق پس
اگر انکے ساتھ ایسی چیز ہو جو بطور قسمت جمع تقسیم ہو سکتی ہو تو قاضی بلا اختلاف سب کو بطور قسمت جمع تقسیم کر دیگا۔
اور اس شی کو قسمت مین اصل ٹھہرائیگا اور رقیق کو اسکے تابع قرار دیگا اور یہ جائز ہی کہ ایک بات دوسرے کی تبعیت
مین ثابت ہو اگرچہ بالذات و مقصوداً ثابت نہو اور اگر انکے ساتھ کوئی ایسی چیز جو بطور قسمت جمع تقسیم ہو سکے نہو وے
تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ قاضی بطور قسمت جمع تقسیم نکریگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ قاضی کو اختیار ہی کہ
بطور قسمت جمع تقسیم کر دے ایسا ہی اصل مین مذکور ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دو شریکون مین گیہون مشترک
ہون یا دراہم یا کپڑے ہون مگر سب ایک ہی جنس ہو پھر ایک نے اپنا حصہ منجملہ جدا کر لیا تو جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی
اور قاسم کو چاہیے کہ جسکو تقسیم کرتا ہی اسکو ایک کاغذ پر تحریر کرتا جاوے تاکہ یادداشت ہو سکے اور تقسیم مین جسقدر حصے
ہون سب کو برابر کر دے اور تقسیم سے ایک کو دوسرے سے جدا کر دے اور پیمایش کر دے تاکہ اسکی مقدار معلوم ہو
اور عمارت کی قیمت اندازہ کرا دے کیونکہ اکثر آخر حال مین اسکی ضرورت پڑتی ہی اور ہر حصہ کو اسکے راستہ و شرب کے ساتھ

دوسرے سے علیحدہ کردے تاکہ کسی کے حصہ کو دوسرے سے کچھ تعلق نرہے پس تمیز وافراز کے معنی پورے پورے متحقق ہوجاوین اور حصہ کا نام رکھے یعنے اول اور جو اُس سے متصل ہی اُسکا ثانی علی ہذا القیاس ثالث وغیرہ پھر شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے سو جسکے نام اولاً قرعہ نکلے اُسکو حصہ اول اور جسکے نام ثانیاً نکلے اسکو سہم ثانی دے۔ اور اصل اس بات مین یہ ہی کہ حصون مین سے جو سب سے کم ہی اُسکو دیکھے چنانچہ اگر کمتر حصہ تہائی ہو تو تین حصون پر تقسیم کرے اور اگر کمتر چھٹا حصہ ہو تو چھ حصون مین بانٹ دے تاکہ تقسیم ممکن ہو۔ اور اسکی شرح یہ ہی کہ ایک زمین ایک جماعت کے درمیان مشترک ہی انمین سے ایک کے دس حصے ہین اور دوسرے کے پانچ حصے ہین اور تیسرے کا ایک حصہ ہی اور ان لوگون نے اسکا تقسیم کرنا چاہا تو انکے حصون کی مقدار پر زمین مذکور تقسیم کیجائیگی یعنے دس اور پانچ اور ایک اور اسکی کیفیت یہ ہی کہ انکے سہام کے موافق برابر ہر طرح سے تسویہ کرکے زمین مذکور کے حصے کیے جاوین پھر انکے سہام کی تعداد پر گولیان بناکر انمین قرعہ ڈالا جاوے سو جو گولی اولاً نکلے وہ سہام مین کسی طرف رکھی جاوے اور وہی اول حصہ ہوگا پھر دیکھا جاوے کہ اس گولی مین کسیکا نام ہی پس اگر مثلاً دس حصون والے کا نام نکلے تو قاضی اُسکو یہ حصہ جسکے کنارہ گولی رکھی گئی تھی اور اسکے متصل نو حصے اور دیدیگا تاکہ اُسکے سب حصے باہم متصل ہون پھر باقی حصہ دارون مین بھی اسیطرح قرعہ ڈالیگا پھر جو گولی اولاً نکلی اُسکو باقی چھ حصون مین کسی جانب رکھیگا پھر گولی کو دیکھیگا کہ اسمین کسکا نام ہی پس اگر مثلاً پانچ حصے والے کا نام ہو تو قاضی اُسکو یہ حصہ اور اسکے متصل اور چار حصے دیگا پھر ایک حصہ جو باقی رہگیا وہ ایک حصہ کے شریک کو دیدیگا اور اگر گولی مین ایک حصے والے کا نام ہو تو جس حصے پر وہ گولی رکھی گئی ہی وہ حصہ ایک حصہ والے کو دیدیگا اور باقی پانچ حصے اُس پانچ حصہ والے شریک کے رہجاوینگے اور گولی بنانے کی یہ صورت ہی کہ قاضی شریکون کے نام علحدہ علحدہ پرچون پر لکھے پھر ہر پرچہ کو علیحدہ لپیٹ کر ایک مٹی کے لوندے مین رکھکر اپنی ہتھیلی مین رکھکر دونون ہاتھون سے گول کرے تاکہ غلولہ[له] کی شکل ہو جاوے اور واضح ہو کہ ہر حصہ کا اُسکے راستہ و شرب کے ساتھ جدا کردینا افضل ہی سو اگر قاضی نے ایسا نکیا یا ایسا ممکن نہوا تو جائز ہی یہ کافی مین ہی ایک شخص مرگیا اور اُسنے تین بیٹے اور پندرہ خم چھوڑے جنمین سے پانچ خم سرکہ سے پر تھے اور پانچ خالی تھے اور پانچ خم آدھے آدھے سرکہ سے بھرے تھے اور سب برابر تھے پس بیٹون نے یہ بات چاہی کہ ان مٹکون کو بدون اپنی جگہ سے علیحدہ کرنے کے باہم برابر تقسیم کرین تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکی صورت یہ ہی کہ ایک بیٹے کو دو مٹکے پورے بھرے ہوئے اور ایک مٹکا آدھا اور دو خالی دیے جاوین اور دوسرے کو بھی اسیطرح دیے جاوین اور تیسرے کو باقی پانچ مٹکے جنمین سے ایک پورا بھرا ہوا اور ایک خالی اور تین آدھے آدھے بھرے ہوئے ہین دیے جاوین تو اسطرح مساوات ہوسکتی ہی۔ دو آدمیون مین پانچ روٹیان مشترک تھین اسطرح کہ ایک کی دو روٹیان تھین اور دوسرے کی تین روٹیان تھین پھر انھون نے ایک شخص ثالث کو بُلایا اور تینون نے برابر روٹیان کھائین پھر تیسرے نے ان دونون کو پانچ درم دیے اور کہا کہ مین نے جسقدر تم دونون کی روٹیون مین سے کھایا ہی اُس حساب سے تم دونون تقسیم کرلو تو فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ دو روٹیون والے کو دو درم اور تین روٹیون والے کو تین درم ملینگے اسواسطے کہ ہر ایک نے ایک روٹی اور دو تہائی روٹی غیر مقسوم کھائی ہی

[له] بندقہ غلولہ بندقی غلہ یا گولی ۱۲ منہ

اسمین سے دو تہائی روٹی تو دو روٹیون والے کی اور ایک پوری روٹی تین روٹیون والے کے حصہ مین ہے پس تین
ہر تہائی کو ایک سہم قرار دیتا ہون پس یہ ہوا کہ ہر ایک نے دو روٹیون والے کے حصہ مین سے دو حصہ کھائے اور تین روٹیون
والے کے حصہ مین سے تین حصے کھائے پس کل پانچ حصے ہر ایک کی خوراک ہوئی پس تیسرے نے جو معاوضہ دیا ہے وہ
بھی اسی حساب سے تقسیم ہوگا اور فقیہ ابوبکر رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک دو روٹیون والے کو ایک درم ملیگا اسواسطے
کہ اُسنے اپنی دو روٹیون مین سے ایک روٹی پوری اور دو تہائی روٹی کھالی ہے اور تیسرے کو سواے ایک تہائی
روٹی کے کچھ نہین کھایا ہے اور دونون مین سے ہر ایک نے ایک روٹی پوری اور دو تہائی روٹی کھائی ہے پس تیسرے
نے تین روٹیون مین سے ایک روٹی پوری اور تہائی روٹی کھائی ہے پس تین روٹیون والے کو پانچ درم مین سے چار درم
ملنے چاہیے ہین یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ دو شخصون نے باہمی مشترک بھوسے کو بذریعہ جال اسکے تقسیم کیا
تو جائز ہے کیونکہ اسمین تفاوت بہت قلیل ہوتا ہے یہ ظہیریہ مین ہے شیخ ابوجعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ سلطان نے
ایک گانون والون پر کچھ مال بطور ڈانڈ لازم کیا اور انھون نے باہم اختلاف کیا بعض نے کہا کہ بقدر املاک ہمیر
تقسیم ہوگا اور بعض نے کہا کہ نہین بقدر رؤس یعنے تعداد کے تقسیم ہوگا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ ڈانڈ انکی املاک
کی حفاظت کی غرض سے ہو تو یہ ڈانڈ مقدار املاک کے حساب سے تقسیم ہوگی کیونکہ یہ ملک کی مؤنت ہے پس جو ایک
پر بقدر اُسکی ملک کے پڑیگی اور اگر یہ غرامت اُنکی جان کی حفاظت کی غرض سے ہو تو عدد رؤس کے حساب سے تقسیم
ہوگی مگر اس صورت مین عورتون اور بچون پر کچھ نہوگا کیونکہ انسے تعرض نہین کیا جاتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر دو شریکون
نے اپنے مشترک انگورون کو کیان یا ترازو یا پیمانہ سے تقسیم کیا تو صحیح ہے کذا فی الظہیریہ۔

تیسرا باب جس صورت مین تقسیم کیجائیگی اور جس صورت مین نہ کیجائیگی اور جو جائز ہے اور جو نہین جائز ہے
اُسکے بیان مین۔ ایک دار دو شخصون مین مشترک ہے مگر ایک کا حصہ زیادہ ہے پس زیادہ حصہ والے نے تقسیم کی درخواست
کی اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی بالاتفاق تقسیم کر دیگا اور اگر کم حصہ والے نے درخواست کی اور زیادہ حصہ والے نے انکار
کیا تو بھی حکم یہی ہے اسکو شیخ امام خواہرزادہ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ اور اگر چھوٹا بیت اسطرح دو شخصون مین
مشترک ہو پس اگر کم حصہ والا بعد تقسیم کے اپنے حصہ سے نفع نہ اُٹھا سکے اور اسی حصہ دار نے تقسیم کی درخواست کی
تو مشائخ نے فرمایا کہ قاضی تقسیم کر دیگا اور امام خصاف رح نے ذکر کیا کہ ایک دار دو شخصون مین مشترک ہے اور ہر ایک کا
حصہ ایسا ہے کہ بعد تقسیم ہو جانے کے وہ اپنے حصہ سے نفع نہین اُٹھا سکتا ہے مگر دونون نے تقسیم کی درخواست کی
تو قاضی تقسیم کر دیگا اور اگر ایک نے درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی تقسیم نکریگا کیونکہ درخواست کرنے والا
متعنت ہے۔ اور اگر تقسیم کا ضرر فقط ایک کو پہونچتا ہو بایں طور کہ ایک کا حصہ زیادہ ہو کہ بعد تقسیم ہو جانے کے بھی وہ
اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکتا ہے پس زیادہ کے حصہ دار نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی تقسیم
کر دیگا اور اگر کم کے حصہ دار نے درخواست کی تو تقسیم نکریگا اور شیخ جصاص رح نے اسکے برعکس نقل کیا ہے کذا فی فتاوی
قاضیخان اور اصح وہی ہے جو خصاف رح نے ذکر کیا ہے یہ تبیین مین ہے۔ امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر ایک طریق
چند آدمیون کی شرکت مین ہو کہ اگر اسکو باہم تقسیم کر لین تو بعض کے واسطے راہ و منفذ نہین رہتا ہے پس
بعضون نے اسکے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرون نے انکار کیا تو مین انہین تقسیم کر دونگا اور اگر ہر ایک کیواسطے پھر

و منفذ رہتا ہو تو میں انہیں تقسیم کر دونگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ طریق مذکور انہیں برابر مشترک ہو کہ اگر انہیں تقسیم کیا جاوے تو کسی کے واسطے راہ و منفذ نہیں رہتا ہے۔ اور اگر یہ راستہ انہیں اسطرح مشترک نہو بلکہ کسیکا زیادہ حصہ ہو اور کسیکا کم ہو کہ اگر تقسیم کر دیا جاوے تو کم کے حصہ دار کے واسطے راہ و منفذ نہ رہے اور زیادہ حصہ دار کے واسطے راہ و منفذ رہے تو جیسا مسئلہ بیت میں زیادہ کے حصہ دار کی درخواست پر تقسیم کر دیتا ہے اسیطرح اس مسئلہ میں بھی زیادہ کے حصہ دار کی درخواست پر قاضی راستہ کو تقسیم کر دیگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ بیت کے برخلاف مسئلہ طریق میں دونوں حالتوں میں سے کسی حال میں تقسیم نکریگا یہ محیط میں ہے۔ اگر مسیل الماء (پانی کی موری ۱۲) دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے اسکے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا پس اگر اسمیں سوائے اس موری کے کوئی دوسری جگہ ایسی ہو کہ جس سے انکار کرنے والے کا پانی نکل جا سکتا ہو تو میں تقسیم کر دونگا اور اگر کوئی دوسری جگہ بدون ضرر کے ایسی نہ نکلے تو تقسیم نکرونگا اور یہ اور طریق یکسان ہے یہ مبسوط میں ہے دو آدمیوں کا مشترک بیت منہدم ہو گیا پس ایک نے زمین کے تقسیم کی درخواست کی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونوں میں تقسیم کر دیجائیگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نہ کیجائیگی اور اگر دونوں میں سے ایک نے چاہا کہ جیسی عمارت بنی تھی ویسے ہی بنا دے اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو نوادر بن رستم میں مذکور ہے کہ منکر پر بنانے کے واسطے جبر نکیا جائیگا لیکن اگر اسپر دونوں کی دھنیاں ہوں تو بنانے کے واسطے مجبور کیا جائیگا اور اگر انکار کرنے والا تنگدست ہو تو اسکے شریک سے کہا جائیگا کہ تو خود بنا لے اور شریک کو اسپر دھنیاں رکھنے سے منع کر یہانتک کہ تیرا خرچہ تجھے دیدے یہ حاوی میں ہے۔ اور قاضی حمام و دیوار اور اسکے مشابہ چیزوں کو شریکوں میں تقسیم نکریگا اور اگر سب شریک اس بات پر راضی ہوئے تو تقسیم کر دے کیونکہ ضرر اٹھانے پر وہ لوگ خود راضی ہو گئے ہیں اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ یہ حکم حمام میں ہے کہ ہر واحد بعد تقسیم کے حمام سے دوسری طرح نفع اٹھا سکتا ہے مثلاً اپنے حصے کا بیت بنا لے اور بسا اوقات ہر ایک کا یہی مقصود ہوتا ہے اور رہا دیوار کے حق میں پس اگر وہ لوگ تقسیم پر اس غرض سے راضی ہوئے کہ بدون دیوار گرائے ہر ایک اپنے حصہ سے نفع اٹھا دے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ لوگ اسطرح راضی ہوئے کہ دیوار گرا کر اسکی نیو باہم تقسیم کریں تو قاضی ایسا فعل خود نکریگا لیکن اگر ان لوگوں نے باہم ایسا فعل کر لیا تو انکو اس فعل سے منع نکریگا۔ اگر کسی شخص کی زمین میں اسکی اجازت سے دو آدمیوں نے مشترک عمارت بنائی پھر دونوں نے اس عمارت کی تقسیم کا قصد کیا اور مالک زمین غائب ہے تو باہمی رضامندی سے دونوں ایسا کر سکتے ہیں اور اگر دونوں میں سے ایک نے انکار کیا تو اسپر جبر نکیا جائیگا اور اگر عمارت منہدم کرنے کا قصد کیا تو اسطرح تقسیم میں اتلاف (برباد کرنا) ملک ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قاضی ایسی تقسیم خود نکریگا۔ لیکن اگر انھوں نے خود ایسا کر لیا تو قاضی انکو منع نکریگا۔ اور اگر مالک زمین نے دونوں کو اپنی زمین سے نکال دیا تو دونوں اپنی عمارت گرا لینگے پھر منقول قابل قسمت ہے تو قاضی بعض شریک کی درخواست کے موافق اسکو تقسیم کر دیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اصل میں امام محمد رح نے فرمایا کہ بازار میں ایک دوکان دو آدمیوں میں مشترک ہے کہ اسمیں دونوں خرید فروخت کرتے ہیں یا دستکاری کا کوئی کام کرتے ہیں پس ایک نے اسکی تقسیم کا قصد کیا اور دوسرے نے انکار کیا اور مالک زمین غائب ہے تو قاضی دیکھیگا کہ اگر تقسیم کر دی جاوے تو ہر ایک اپنے حصے میں وہی کام کر سکتا ہے جو قبل قسمت کے کرتا تھا یا نہیں پس اگر کر سکتا ہو تو تقسیم کر دے اور اگر نکر سکتا ہو تو تقسیم نکرے یہ محیط میں ہے۔

اگر غیر کی زمین مین ایک کھیتی چند وارثون مین مشترک ہو اور انھون نے اس کھیتی کی تقسیم کا ارادہ کیا پس اگر کھیتی پختگی پر پہونچگئی ہو تو بدون کٹے ہوئے انکی رضامندی سے یا بغیر رضامندی کسی طرح مین اس کھیتی کو انمین تقسیم نکرونگا کیونکہ گیہون ربوی مال مین سے ہے پس مجازفۃً اسکی تقسیم نہین جائز ہے ہان پیمانہ سے جائز ہے سو بدون کٹنے کے پیمانہ سے تقسیم کرنا ممکن نہین ہے۔ اور اگر ہنوز وہ کھیتی ساگا ہووے (یعنی اسمین سوء جاری ہونا ہو) تو مین انمین تقسیم نکرونگا لیکن اگر وہ لوگ ساگے مین یہ شرط کر لین کہ جسقدر جسکے حصہ مین پڑیگا اسکو وہ اپنے حصہ کے مثل جائز سمجھیگا اور اس شرط پر باہم تقسیم کر لین تو مین اسکی اجازت دونگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک کھیتی دو آدمیون مین مشترک ہے پس دونون نے اس کھیتی کو بدون زمین کے باہم تقسیم کرنا چاہا تو قاضی تقسیم نکریگا کیونکہ جب کھیتی پختگی پر پہونچی یعنے اسمین بالیان آگئی ہون تو وہ مال ربوی ہو گئی اور قسمت مین مبادلہ کے معنی ہمیشہ متحقق ہین تو مجازفۃً جائز نہین ہے اور جب تک وہ ساگا ہو توبھی قاضی تقسیم نکریگا کہ جب تقسیم بشرط ترک ہو یعنے بعد تقسیم کے کھیت مین چھوڑ دینگے اور اگر یہ شرط کی کہ ہم اکھاڑ لینگے تو قاضی تقسیم کر سکتا ہے اور یہ حکم دو روایتون مین سے ایک کے موافق ہے اور دوسری روایت کے موافق قاضی کو تقسیم نہ کرنا چاہیے اگرچہ دونون اسپر راضی ہو جاوین۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ دونون نے قاضی سے تقسیم کی درخواست کی ہو اور اگر ایک نے درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو ہر حال مین قاضی تقسیم نکریگا۔ اور اگر دونون نے کھیتی کو خود باہم تقسیم کر لیا پس اگر کھیتی پوری ہو کر بالیون دار ہو گئی ہو تو اسکا حکم تو گذر چکا یعنے جب تک کاٹی نجاوے تب تک مجازفۃً جائز نہین ہے اور اگر یہ کھیتی ہنوز ساگا ہو پس اگر اس شرط سے باہم تقسیم کر لی کہ کھیت مین چھوڑ دینگے تو جائز نہین ہے اور اگر یہ شرط کی کہ بعد تقسیم کے اکھاڑ لینگے تو سب روایتون کے موافق جائز ہے یہ محیط مین ہے اور اگر دونون کی مشترک زمین مین مشترک کھیتی ہو اور دونون نے بدون زمین کے کھیتی کی تقسیم کی درخواست کی پس اگر کھیتی ہنوز ساگا ہو اور دونون نے زمین مذکور مین اسکے چھوڑ رکھنے کی شرط کی یا ایک نے ایسی شرط کی تو قسمت جائز نہین ہے اور اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ اکھاڑ لینگے تو تقسیم جائز ہے اور اگر کھیتی پوری ہو گئی ہو اور دونون نے کاٹ لینے کی شرط کی تو بالاتفاق تقسیم جائز ہے اور اگر دونون نے یا ایک نے چھوڑ رکھنے کی شرط کی تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک تقسیم نہین جائز ہے اور امام محمد رح کے قول مین جائز ہے اور ہمیطرح اگر طلع النخیل دو آدمیون مین مشترک ہو اور سواے درخت خرما کے دونون نے فقط کیریون کی تقسیم چاہی پس اگر دونون نے یا ایک نے درخت پر چھوڑ رکھنے کی شرط کی تو تقسیم جائز نہین ہے اور اگر فی الحال توڑنے پر اتفاق کیا تو تقسیم جائز ہے اور اگر یہ پھل پورے ہو گئے ہون اور دونون نے درخت پر چھوڑ رکھنے کی شرط کی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین جائز ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور اگر چالیس گز دو آدمیون مین مشترک ہون جسمین سے دس کھرے ہون اور تیس ردی ہون پس ایک نے دس گز کھرے لے لیے اور دوسرے نے تیس ردی لے لیے اور قیمت مین یہ دس ان تیس کے برابر ہین تو یہ جائز نہین ہے یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اگر ایک نبیل خرما یا خم سیر کہ دونون مین مشترک ہو اور ایک نے اسکی تقسیم کی درخواست کی تو مین اسکو دونون مین تقسیم کر دونگا کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جسکا پیمانہ و وزن ہو سکتا ہے اور تقسیم اسمین یہ ہے کہ محض جدا کر کے ممیز کر دیا جاوے اور ہر ایک شریک خود ایسا کر سکتا ہے تو قاضی بھی بعض شریکون کی درخواست پر ایسا کریگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور لکڑی اور دروازہ اور چکی اور چوپایہ اور موتی بدون

دونون کی رضامندی کے تقسیم نکیا جائیگا اور تجرید مین لکھا ہو کہ اسیطرح قصبہ اور جو چیز چیرنے اور توڑنے سے تقسیم ہو دے
اور اسمین ضرر ہو یہی حکم رکھتی ہی اسیطرح ایک لکڑی کا بھی یہی حکم ہو بشرطیکہ اُسکے قطع کرنے مین ضرر متصور ہو یہ خلاصہ
مین ہو۔ اور جواہرات تقسیم نکیے جاوینگے کیونکہ انکی جہالت بہت بڑھی ہوئی ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ جواہرات بدون معین
کرنے کے ایسی چیز کا جو مال نہین ہو عوض نہین ہو سکتے ہین جیسے نکاح وخلع یہ تبیین مین ہو۔ اور مختصر خواہر زادہ مین
لکھا ہو کہ کمان اور زین اور مصحف تقسیم نکیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور اگر اپنے غنم کی پیٹھ کے پشم کی دو آدمیون
کے واسطے وصیت کر دی پھر دونون نے یہ پشم جھاڑنے سے پہلے اُسکی تقسیم کا ارادہ کیا تو مین اسکی تقسیم نکرونگا اسیطرح
تھنون کے اندر دودھ کا حکم ہو کیونکہ یہ اموال ربوی ہین اسلیے کہ کیلی ہین یا وزنی ہین کہ کیل و وزن ہی سے تقسیم ہو سکتی ہین
اور کیل و وزن سے تقسیم کرنا بدون پشم کاٹے ہوئے یا دودھ دوہے ہوئے ممکن نہین ہو اور باندی کے پیٹ کا بچہ
سو کسی حال مین شریکون مین تقسیم نہین ہو سکتا ہو اسیطرح اگر دونون نے باہمی رضامندی سے اُسکو تقسیم کر لیا تو بھی جائز
نہین ہو یہ مبسوط کے باب ما لا یقسم مین ہو اور اگر ایک کپڑا دو آدمیون مین مشترک ہوا اور دونون نے اُسکو باہم تقسیم کیا
اور باہمی رضامندی سے طول وعرض مین پھاڑ لیا تو یہ جائز ہو اور بعد تقسیم پوری ہونے کے کسیکو دونون مین
سے رجوع کرنے کا اختیار نہوگا یہ مبسوط کے باب قسمۃ الحیوان والعروض مین ہو اور اگر سلا ہوا کپڑا دو آدمیون مین
مشترک ہو تو قاضی اُسکو شریکون مین تقسیم نکریگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور بھی قاضی مختلف قیمت کے
دو کپڑون کو تقسیم نکریگا کیونکہ تعدیل ومساوات بدون اسکے ممکن نہین کہ گھٹی ہوئی قیمت کے کپڑے کے ساتھ درم
ملائے جاوین اور جبراً تقسیم مین درمون کا داخل کرانا جائز نہین ہو ہان اگر دونون اسپر راضی ہو جاوین تو قاضی تقسیم
کر سکتا ہو یہ عینی شرح ہدایہ مین ہو۔ اور اگر شریکون کے درمیان زطی کپڑا اور ہروی کپڑا اور تکیہ وبچھونا مشترک ہو تو
بدون اُنکی رضامندی کے قاضی تقسیم نکریگا۔ اور اگر تین کپڑے دو آدمیون مین مشترک ہون اور ایک نے
(پھر کسی طریقہ پر باہم راضی ہو جاوین ۱۲)
تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو مین دیکھونگا کہ اگر بدون قطع کے اُنکی تقسیم درست ہو سکتی ہو
باین طور کہ مثلاً دو کپڑون کی قیمت تیسرے کے برابر ہو تو قاضی دونون مین اسطرح تقسیم کر دے کہ ایک کو دو کپڑے
دیدے اور دوسرے کو تیسرا دیدے اور اگر بدون قطع کرنے کے ٹھیک نہین پڑتی ہو تو مین تقسیم نکرونگا لیکن
اگر باہم کسی طریقہ پر راضی ہو جاوین تو تقسیم ہو سکتی ہو ایسا ہی کتاب مین مذکور ہو اور اصح یہ ہو کہ یون کہا جاوے
کہ اگر سب کی قیمت برابر ہو اور ڈیڑھ کپڑا ہر ایک کا حصہ ہو تو قاضی ایک ایک کپڑا دونون مین تقسیم کرکے تیسرے کو
مشترک چھوڑ دے اسیطرح اگر یون تقسیم ٹھیک ہوتی ہو کہ ایک کا حصہ ایک کپڑا اور دو تہائی کپڑا اور دوسرے کا حصہ
ایک کپڑا اور ایک تہائی کپڑا ہو یا ایک کا حصہ ایک کپڑا اور چوتھائی کپڑا اور دوسرے کا حصہ پونے دو کپڑے ہون
تو بھی دونون کو ایک ایک کپڑا تقسیم کرکے تیسرا انمین مشترک چھوڑ دیگا یہ نہایہ مین ہو۔ اور اگر کاریز یا نہر یا کنوان
یا چشمہ ہو کہ اُسکے ساتھ زمین نہو اور شریکون نے تقسیم کی درخواست کی تو قاضی تقسیم نکریگا اور اگر اسکے ساتھ ایسی
زمین ہو کہ جسکا پانی اسکے سواے اور کہین سے نہو تو یہ زمین تقسیم کر دیجائیگی اور یہ کنوان یا چشمہ یا کاریز
اسی طرح شرکت مین چھوڑ دیا جائیگا کہ ہر ایک اسمین سے اپنے حصۂ زمین کو سینچے۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک
کو یہ قدرت حاصل ہو کہ اپنی زمین کا پانی کہین اور سے لگائے یا چند زمینین اور متفرق نہرین اور کنوین ہون

۵۷ یعنی معلوم ہونا دشوار ہو اور ہر ایک کی ... مجہول ہو سکتی ہین ۱۲ منہ

تو یہ سب انہین تقسیم کیے جاوینگے کیونکہ اس تقسیم مین انہین سے کسی کے حق مین ضرر نہین ہی اور نہر و چشمہ و کیسرہ کی تقسیم اس مقام پر زمین کے تابع ہی پس قسمت اس صورت مین بمنزلہ بیع کے ہی اور زمین کی بیع مین اسکا شرب لینے پینے کا پانی تبعاً داخل ہو جاتا ہی اگرچہ شرب کی بیع مقصوداً جائز نہین ہی پس ایسی ہی تقسیم مین بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی اور جو ظروف ایک ہی چیز و اصل سے بنا لیے گئے ہون جیسے طاش و قمقمہ و طشت جو پیتل یا تانبے سے بنے ہوئے ہون ایسے ظروف مختلفۃ الجنس کے ساتھ ملائے گئے ہین پس قاضی انکو جبراً نہین تقسیم کر سکتا ہی یہ عنایہ مین ہی۔ اور چاندی و سونے کے ٹکڑے اور جو اسکے مشابہ ہین کہ ڈھالے ہوئے نہون جیسے لوہے و پیتل و تانبے کے ٹکڑے یہ سب تقسیم کیے جاوینگے اسیطرح اگر ایک بالاخانہ دو آدمیون مین مشترک ہو اور ہر ایک کا حصہ اسقدر ہو کہ بعد تقسیم کے اُس سے انتفاع حاصل کر سکتا ہو اور اُسکا سفل کسی غیر کا ہو یا سفل ان دونون مین مشترک ہو اور علو کسی غیر کا ہو تو یہ سب بعضے شریکون کی درخواست کے وقت تقسیم کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور دارون کی تقسیم مین یہ ہی حالت کا گزون سے تقسیم کیا جائیگا اور عمارت باعتبار قیمت کے تقسیم کیجائیگی اور جائز ہی کہ بعض شریک کو بعض پر باعتبار زیادتی قیمت عمارت و موضع کے فضیلت حاصل ہو کیونکہ حصون مین از راہ صورت و معنی کے تعدیل وہین تک ہو سکتی ہی جہان تک ممکن ہو اور جب از راہ صورت تعدیل ممکن نہو تو از راہ معنی معتبر ہوگی پھر اسکی تین صورتین ہین۔ یا تو زمین کو باہم نصفا نصف تقسیم کرنا چاہا اور یہ شرط کی کہ عمارت جسکے حصہ مین پڑے وہ دوسرے کو عمارت کی نصف قیمت دیدے اور عمارت کی قیمت معلوم ہی۔ یا اسی طرح تقسیم کرنا چاہا مگر عمارت کی قیمت معلوم نہین ہی یا زمین کو نصفا نصف تقسیم کرنا چاہا اور عمارت کی تقسیم نکی پس اگر صورت اول ہو تو جائز ہی اور اگر دوسری صورت متحقق ہو تو استحساناً جائز ہی قیاساً جائز نہین ہی اور اگر تیسری صورت متحقق ہو تو تقسیم جائز ہی پھر عمارت جسکے حصہ مین پڑے وہ عمارت کی نصف قیمت دوسرے شریک کو دیکر اُسکا مالک ہو جائیگا کذا فی محیط السرخسی اور سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ آپ نے کہا کہ اگر دو آدمیون کی مشترک زمین جسمین درخت ہین و زراعت ہی بدون درختون و زراعت کے تقسیم کی گئی پھر درخت و زراعت دونون مین سے ایک شریک کے حصہ مین لگے تو جسکے حصہ مین درخت و زراعت پڑی ہی وہ دوسرے شریک کو درختون و زراعت کے حصہ کی قیمت ادا کرکے مالک ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ چند لوگ ایک زمین کے جسکا ایک ٹکڑے مین زراعت ہی بوجہ میراث کے مالک ہوئے پھر زمین مذکور ان لوگون مین بدون زراعت کے اور بدون زراعت کی قیمت انداز کرنے کے تقسیم کی گئی تو وہ ٹکڑا جسمین کھیتی ہی جسکے حصہ مین آویگا ہم اُس سے قیمت زراعت کا مواخذہ کرینگے اور اگر اُسنے کہا کہ مین قیمت دینے پر راضی نہین ہون اور مجھے اس تقسیم کی ضرورت نہین ہی تو حاکم اُسکو قیمت زراعت ادا کرنے پر مجبور کریگا اور یہی حال دار کا ہی کہ اگر دار کو حاکم نے گزون سے تقسیم کیا اور اُسکی عمارت کی قیمت انداز نکری تو عمارت مذکور جسکے حصہ مین پڑیگی اُس سے قیمت عمارت کا مواخذہ کیا جائیگا خواہ قیمت کی مقدار بیان ہوئی ہو یا نہوئی ہو یہ ذخیرہ مین ہی اگر شریک لوگ قاضی کے پاس حاضر ہوے اور اُنکے قبضہ مین ایک دار یا عقار ہی اور انھون نے دعوی کیا کہ ہمنے فلان شخص سے اسکو میراث پایا ہی تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ قاضی ان لوگون مین اسکو تقسیم نکریگا یہان تک کہ یہ لوگ اُس فلان شخص کی موت اور تعداد وارثون کے گواہ دین۔ اور صاحبین رح نے فرمایا کہ انکے اقرار پر

انہین تقسیم کردے اور حساب مین تحریر کردے کہ مین نے انکے اقرار پر انہین تقسیم کیا ہی- اور اگر عقار کی نسبت اُن لوگون نے دعوی کیا کہ ہم نے اسکو خریدا ہی تو انہین تقسیم کردیگا- اور اگر سواے عقار کے کوئی مال مشترک ہو اور اُنھون نے دعوی کیا کہ ہم نے اسکو میراث پایا ہی تو بالاتفاق سب کے نزدیک تقسیم کردیگا- اور اگر اُن لوگون نے دعوی کیا کہ یہ ہماری ملک ہی اور یہ بیان نہ کیا کہ کیونکر اُنکی ملک مین منتقل ہوا ہی تو بھی اُنہین تقسیم کردیگا اور یہ کتاب القسمۃ کی روایت ہی اور جامع صغیر مین لکھا ہی کہ دو شخصون نے ایک زمین کا دعوی کیا اور اس امر کے گواہ دیے کہ زمین مذکور ہمارے قبضہ مین ہی اور اُسکی تقسیم کی درخواست کی تو قاضی دونون مین تقسیم نکریگا جب تک اس بات کے گواہ ندین کہ یہ زمین ہماری ہی کیونکہ احتمال ہی کہ دوسرے کی ملک ہو اور انکے قبضہ مین ہو یہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ قول خاص امام اعظم کا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب کا قول ہی اور یہی اصح ہی کیونکہ قسمت دو طرح پر ہوتی ہی ایک بحق الملک جو تکمیل منفعت کی غرض سے ہی دوم بحق قبضہ بغرض تتمیم حفاظت سو پہلی قسم یہان ممتنع ہی کہ ملک ثابت نہین ہی اور دوسری بھی ممتنع ہی کہ اُسکی ضرورت نہین ہی کیونکہ زمین خود ہی محفوظ چیز ہی- اور اگر دو وارث حاضر ہوے اور دونون نے فلان مورث کی موت اور تعداد وارثون کے گواہ دیے اور دار متروکہ اُنکے قبضہ مین ہی مگر اُنمین کوئی وارث غائب یا نابالغ ہی تو حاضرین کی درخواست پر قاضی ترکہ تقسیم کردیگا اور غائب کا حصہ قبضہ کرنے کے واسطے کوئی وکیل یا نابالغ کا حصہ قبضہ کرنے کی غرض سے کوئی وصی مقرر کریگا کیونکہ اسطرح مقرر کرنے مین غائب کے حق مین مصلحت ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک اس صورت مین بھی اصل میراث کے گواہ قائم کرنے ضرور ہین بلکہ اولے ہی- اور صاحبین رح کے نزدیک اُنکے اقرار پر اُنہین تقسیم کردیگا اور غائب و نابالغ کا حصہ جدا کرلیگا اور گواہ کردیگا کہ مین نے بالغ وارثان حاضرین کے اقرار پر تقسیم کردیا ہی اور غائب یا نابالغ اپنی حجت پر ہی- اور اگر شرکاء حاضرین مشتری ہون تو کسی شریک کے غائب ہونے کی صورت مین تقسیم نکریگا اگرچہ وہ لوگ خرید کرنے کے گواہ قائم کرین یہان تک کہ شریک غائب حاضر ہووے- اور اگر پورا عقار ترکہ یا کسیقدر اسمین سے غائب وارث کے قبضہ مین ہو تو تقسیم نکریگا اسیطرح اگر اسکے ودیعت رکھنے والے کے قبضہ مین ہو تو بھی تقسیم نکریگا اسیطرح اگر کل نابالغ کے قبضہ مین ہو یا اسمین سے کسیقدر ہو تو بھی حاضرین کے اقرار پر تقسیم نکریگا اور صحیح مذہب کے موافق اس صورت مین گواہ قائم کرنے یا نکرنے مین کچھ فرق نہین ہی- اور اگر فقط ایک وارث حاضر ہوا تو قاضی تقسیم نکریگا اگرچہ وہ گواہ قائم کرے کیونکہ اُسکے ساتھ کوئی خصم نہین ہی سو اگر یہ شخص اپنی طرف سے خصم ہوگا تو میت کی طرف سے کوئی خصم نہین اور نہ غائب کیطرف سے کوئی خصم ہی اور اگر یہ شخص اپنی مورث میت اور غائب کیطرف سے خصم ہو تو اسکی طرف سے کوئی خصم نہین جسپر گواہ قائم ہون- اور اگر دو وارث حاضر ہون مگر ایک صغیر ہو دوسرا بالغ ہو تو قاضی صغیر کیطرف سے ایک وصی مقرر کریگا اور اگر گواہ قائم ہوجاوین تو تقسیم کردیگا یہ کافی مین ہی- اور اگر ترکہ مین سے کسیقدر صغیر کی والدہ کے قبضہ مین ہو تو اسکا وہی حکم ہی جو غائب کے قبضہ مین ہونے کی صورت مین مذکور ہوا کہ قاضی تقسیم نکریگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور جاننا چاہیے کہ یہان ایک ایسا مسئلہ ہی جسکا جاننا ضرور ہی اور وہ یہ ہی کہ صغیر کیطرف سے قاضی کسی وصی کو جبھی مقرر کریگا جبکہ صغیر حاضر ہو اور اگر غائب ہو تو اُسکی طرف سے وصی مقرر نکریگا بخلاف بالغ غائب کے کہ بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے قاضی بالغ غائب کیطرف سے وصی مقرر کریگا اور وصی مقرر کرنے مین صغیر حاضر و غائب مین

فرق یہ ہی کہ صغیر جب حاضر ہوا تو جواب کی ضرورت سے قاضی اُسکی طرف سے وصی مقرر کردیگا کیونکہ صغیر کے حاضر ہونے سے اُسپر دعوے صحیح ہوگیا مگر وہ جواب دہی سے عاجز ہی پس اُسکی طرف سے وصی مقرر کیا جاوے تاکہ اُسکے خصم کو جواب دے اور اگر صغیر حاضر نہو تو اُسپر دعوی صحیح نہوگا پس جوابدہی لازم نہوگی تو وصی مقرر کرنے کی بھی ضرورت نہوگی یہ نہایہ مین ہی۔ اگر ایک دار میراث ہو اور اُسمین تہائی کی وصیت ہو اور بعضے وارث حاضر ہون اور بعضے غائب ہون۔ تو موصی لہ بمنزلہ وارث کے شریک قرار دیا جائیگا پس اگر موصی لہ تنہا حاضر ہوا تو مثل تنہا ایک وارث کے حاضر ہونے کے اس صورت مین بھی قاضی موصی لہ کے گواہون کی سماعت نکریگا اور نہ دار مذکور شریکون مین تقسیم کریگا اور اگر موصی لہ کے ساتھ کوئی وارث حاضر ہوا تو مثل دو وارثون کے حاضر ہونے کی صورت کے اس صورت مین بھی قاضی انکے گواہون کی سماعت کریگا اور دار مذکور کو شرکا مین تقسیم کردیگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دو شریکون نے مشترک راستہ تقسیم سے الگ کردیا اور راستہ مذکور پر ایک چھظلہ ہی کہ ایک شخص کا راستہ اُسکے اوپر سے ہی اور یہ شخص استطاعت رکھتا ہی کہ اپنا دوسرا راستہ نکال لے پس دوسرے شخص نے اسکو ظلہ کے اوپر سے گذرنے سے منع کیا تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور اُسمین ایک صفہ ہو اور صفہ مین ایک بیت ہو اور اس بیت کا راستہ اس صفہ مین سے ہو اور کوٹھری کی چھت کا پانی صفہ کی چھت پر سے بہتا ہو پھر دونون نے دار مذکور کو باہم تقسیم کیا اور ایک کے حصہ مین صفہ آیا اور دار کا کچھ صحن آیا اور دوسرے کے حصہ مین بیت اور دار کا کچھ صحن آیا اور دونون نے تقسیم مین طریق اور پانی بہنے کی راہ کا کچھ ذکر نہین کیا اور بیت والے نے چاہا کہ اپنے بیت مین بدستور سابق صفہ مین سے ہو کر جاوے اور بیت کی چھت کا پرنالہ صفہ کی چھت پر بہا دے پس اگر صاحب بیت ایسا کر سکتا ہو کہ اپنا راستہ اور پانی کا پرنالہ اپنے حصہ مین کسی جگہ نکالے تو تقسیم جائز ہی اور صاحب بیت کو یہ حق و اختیار نہوگا کہ صفہ مین ہو کر گذرے اور اپنا پرنالہ صفہ پر بہاوے خواہ دونون نے قسمت مین یہ ذکر کیا ہو کہ ہر واحد کے واسطے اُسکا حصہ مع اُسکے حقوق کے ہی یا ذکر نکیا ہو اور اگر صاحب بیت ایسا نکر سکے کہ اپنا راستہ اور پانی کا راستہ دوسری جگہ نکالے پس اگر دونون نے تقسیم مین یہ ذکر کیا ہو کہ دونون مین سے ہر ایک کیواسطے اسکا حصہ مع حقوق کے ہی تو راستہ و پانی کا پرنالہ تقسیم مین داخل ہو جائیگا اور قسمت جائز ہوگی اور اگر دون نے ایسا ذکر نہ کیا ہو تو راستہ و پانی بہنے کی راہ تقسیم مین داخل نہوگی اور تقسیم فاسد ہوگی اس سب کو شیخ الاسلام نے شرح کتاب القسمۃ مین ذکر فرمایا ہی اور شیخ رح نے آخر باب مین ذکر فرمایا کہ دو شریکون ملنے دار مشترک باہم تقسیم کرلیا پھر جب حدود قائم ہوگئے تو ظاہر ہوا کہ ایک کے واسطے رستہ ہی نہین ہی پس اگر وہ شخص اپنے حصہ مین کسی جگہ اپنا راستہ نکال سکتا ہی تو تقسیم جائز ہی اور اگر اپنے حصہ مین کسی جگہ اپنا راستہ نہین نکال سکتا ہی پس اگر وقت قسمت کے جانتا ہو کہ اُسکے واسطے رستہ نہین ہی تو بھی تقسیم جائز ہی اور اگر نجانتا ہو تو تقسیم فاسد ہی اور مسئلہ متقدمہ کے قیاس پر اس مسئلہ آخر باب مین یون کہنا چاہیے کہ اگر اپنے حصہ مین کسی دوسری جگہ اپنا رستہ نہین نکال سکتا ہی تو تقسیم جبھی فاسد ہوگی کہ جب حقوق کا ذکر نکیا ہو اور اگر حقوق کا ذکر کیا ہو تو راستہ تقسیم مین داخل ہو جائیگا پس دونون مسئلون پر نظر کرنے سے حاصل جواب یہ نکلتا ہی کہ اگر اپنے حصہ مین کسی جگہ راستہ نہین نکال سکتا ہی پس اگر حقوق کا ذکر کیا ہو تو راستہ اور پانی کی راہ تقسیم مین داخل ہو جائیگی اور تقسیم فاسد نہوگی اور اگر حقوق کا ذکر نکیا ہو تو طریق و مسیل قسمت کی تحت مین داخل نہونگے پس اگر وقت قسمت کے

جانتا ہو کہ اُسکے واسطے کوئی رستہ نہو گا اور نہ پانی کی راہ ہو گی تو بھی قسمت جائز ہو گی اور اگر نجانتا ہو تو تقسیم فاسد ہو گی
اور شیخ الاسلام رحمہ نے باب قسمۃ الارضین والقری مین ذکر فرمایا کہ رستہ اور پانی بہنے کی موری بدون ذکر حقوق و مرافق
کے تقسیم مین داخل ہو جاتے ہین جبکہ رستہ و مسیل الماء غیر کی زمین ہو اور شریکون کے حصہ مین نہو اور نہ شریک لوگ
اپنے حصون مین ان حقوق کو ایجاد کر سکتے ہون اور یہ داخل ہونا اسواسطے ہی کہ تقسیم فاسد نہو جاوے یہ ذخیرہ مین ہے
اور اگر دو شریکون نے دار مشترک کو اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک دوسرے کا ایک دار ہزار درم کو خریدے
تو اس شرط سے تقسیم باطل ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ہر تقسیم جو مقسوم یا مقسوم کے سواے دوسری چیز کے ہبہ کرنے یا صدقہ دینے
یا بیع کرنے کی شرط پر ہووے فاسد ہے اسیطرح ہر خرید جو بشرط التقسیم ہو باطل ہے اور تقسیم باین شرط کہ اسکو کوئی معلوم چیز
بڑھا دیگا جائز ہے جیسے ثمن مین زیادہ کر دے یا مبیع مین کچھ بڑھا دے۔ اور جو حصہ بذریعہ قسمت فاسدہ قبضہ مین لیا گیا
ہو اسمین ملک ثابت ہو جاتی ہے اور تصرف نافذ ہو جاتا ہے جیسے خرید فاسد کے مقبوضہ کا حکم ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر ایک دار دو
آدمیون مین مشترک ہو تو کچھ ڈر نہین ہے کہ ایک شریک پورے دار مین سکونت رکھے اور اس بنا پر یون کہا جا سکتا ہے
کہ اگر دونون نے قسمت ملک کی درخواست کی تو قاضی ایسی تقسیم کر سکتا ہے اور اگر انھون نے قسمت حفظ و انتفاع
کو چاہا تو قاضی کی کچھ ضرورت نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے اگر ایک دار دو آدمیون مین مشترک ہو اور دونون نے اس
شرط سے تقسیم کیا کہ ایک تو پوری زمین لے لے اور دوسرا پوری عمارت لے لے زمین مین سے کچھ نہ لے تو اسکی تین صورتین ہین
اول یہ کہ جسکے واسطے عمارت لینے کی شرط کی ہے اُسکے ذمہ یہ شرط لگائی کہ عمارت کو توڑ لے تو اس صورت مین تقسیم جائز ہے اور
دوسری یہ کہ عمارت توڑنے یا نہ توڑنے کی شرط سے سکوت کیا اور شرط نہ لگائی تو بھی تقسیم جائز ہے۔ اور تیسری یہ کہ دونون نے
عمارت چھوڑ رکھنے کی شرط لگائی تو تقسیم فاسد ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر تقسیم مین ایک دیوار ایک شریک کے حصہ مین آئی اور
اسپر دوسرے شریک کی دھنیان رکھی ہین اور اسنے چاہا کہ دیوار سے دھنیان دور کر دے تو ایسا نہین کر سکتا ہے لیکن اگر
تقسیم مین دونون نے دھنیان دور کرنے کی شرط کر لی ہو تو ایسا کر سکتا ہے خواہ تقسیم سے پہلے دھنیان فقط خاصۃ ایک
کی ہون اور دیوار دونون مین مشترک ہو یا چھت و دھنیان مع دیوار کے دونون مین مشترک ہون پھر تقسیم مین دیوار ایک
کے حصہ مین آئی اور چھت و دھنیان دوسرے کے حصہ مین آئین یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور تجرید مین لکھا ہے کہ اسیطرح پایہ کا اور
سیڑھی کا اور اسطوانہ کا جسپر دھنیان رکھی ہون یہی حکم ہے اسیطرح اگر بالاخانہ والے کے حصہ مین ایک روشندان آیا
جو سفل والے کے حصہ مین ہے تو صاحب سفل اُسکو مسدود نہین کر سکتا ہے لیکن اگر دونون نے اُسکے بند کر لینے کی
شرط کر لی ہو تو بند کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ایک کھیت پانچ وارثون مین جنمین ایک نابالغ اور دو غائب
اور دو حاضر ہین مشترک ہو پس دونون حاضرین مین سے ایک کا حصہ ایک مشتری نے خریدا اور دوسرے شریک
حاضر سے قاضی کے پاس اُسکی تقسیم کر دینے کا مطالبہ کیا اور قاضی کو اس معاملہ سے آگاہ کر دیا تو قاضی اس شریک
کو حکم فرمائیگا کہ تقسیم کر دے اور ہر دو غائب اور صغیر کیطرف سے وکیل کر دیگا اور یہ اسواسطے کہ مشتری مذکور بائع کا
قائم مقام ہوا اور بائع کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنے شریک سے قسمت کا مطالبہ کرے یہ ظہیریہ مین ہے ابن سماعہ
نے امام محمد رح کو لکھا کہ ایک قوم نے ایک دار میراث پایا اور بعض نے اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا پھر یہ مشتری
اجنبی غائب ہو گیا اور وارثون نے تقسیم کی درخواست کی اور میراث کے گواہ قائم کر دیے تو امام محمد رح نے جواب مین فرمایا

کہ اگر وہ وارث مقدمہ مین حاضر آئے تو قاضی اسکو تقسیم کر دیگا خواہ مشتری حاضر ہو یا نہو کیونکہ مشتری مذکور بمنزلہ اُس وارث کے ہولجسنے اُسکے ہاتھ فروخت کیا ہی۔ اصل مین لکھا ہی کہ اگر ایک گانون اور اُسکی زمین دو شخصون مین بسبب خریدنے کے مشترک ہو پھر دونون مین سے ایک مرگیا اور اپنا حصہ اپنے وارثون کیواسطے میراث چھوڑا پس وارث نے میراث پانے اور اصل شرکت و حالت کے گواہ قائم کیے مگر اُنکے باپ کا شریک غائب ہی تو جب تک وہ حاضر نہو جاوے تب تک قاضی اس گانون کو تقسیم نکریگا اور اگر اُنکے باپ کا شریک حاضر آیا مگر بعضے وارث غائب ہین تو قاضی انہین تقسیم کر دیگا کیونکہ بعض وارث کا حاضر ہونا ایسا ہی جیسے مورث مردہ اگر زندہ ہوتا اور خود حاضر ہوا جیسے باقی وارث حاضر ہون اور اور اگر اصلی شرکت بوجہ میراث کے ہو مثلاً دو آدمیون نے اپنے باپ سے ایک گانون میراث پایا پھر قبل بٹوارہ ہونے کے ایک مرگیا اور اپنا حصہ وارثون مین میراث چھوڑا پھر اس میت ثانی کے وارث حاضر ہوئے حالانکہ انکا چچا غائب ہی اور اُنھون نے حاضر ہوکر اپنے باپ سے میراث پانے اور اپنے باپ کے اپنے دادا سے میراث پانے کے گواہ قائم کر دیے تو قاضی اُنمین تقسیم کر دیگا اور اُنکے چچا کا حصہ الگ کر دیگا اسیطرح اگر اُنکا چچا حاضر آیا مگر بعض وارثون مین سے غائب ہین تو بھی قاضی انمین تقسیم کر دیگا یہ محیط مین ہی۔ نوازل مین ہی کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک گانون اُسی کے رہنے والون مین مشترک ہی جسمین سے چوتھائی وقف ہی اور چوتھائی پر بٹ بنجر ہی اور آدھی زمین ملک شائع ہی پس اُنھون نے چاہا کہ اُسمین سے مقبرہ بنادین اور تھوڑی زمین کی تقسیم چاہی تاکہ اسمین فرودگاہ و مقبرہ بنادین تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر پورا گانون ہر فریق کے حصے کے موافق تقسیم کرا دیا گیا تو قسمت جائز ہی اور اگر اُن لوگون نے چاہا کہ اس گانون مین سے کوئی جگہ تقسیم کرلین تو بٹوارہ نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی اگر وارثون مین سے کسی وارث سے ایک شخص نے اُسکا تھوڑا حصہ خریدا پھر دونون یعنے بائع و مشتری حاضر ہوئے اور دونون نے تقسیم کی درخواست کی تو جب تک بائع کے سوائے کوئی دوسرا وارث بھی حاضر نہو تب تک قاضی دونون مین تقسیم نکریگا اور اگر مشتری نے بائع مذکور سے اُسکا حصہ خرید لیا پھر بائع مذکور نے اس دار مین سے کچھ اور میراث پایا یا خریدا تو بائع مذکور مشتری مذکور کا اس دار کے حصہ اول کے مقدمہ مین خصم نہوگا تاوقتیکہ دوسرا وارث بھی حاضر نہو اور اگر مشتری مذکور جسنے وارث سے خریدا ہی اور سوائے بائع کے دوسرا وارث دونون حاضر ہوئے اور وارث بائع غائب ہوگیا اور مشتری نے اپنے خریدنے اور قبضہ کرنے اور دار و تعداد وارثان کے گواہ قائم کیے پس اگر مشتری نے دار پر قبضہ پایا ہو اور وارثون کے ساتھ اسمین رہتا ہو پھر اُسنے اور اُسکے ساتھ سوائے بائع کے دوسرے وارث نے تقسیم طلب کی اور جسطرح ہمنے بیان کیا ہی گواہ قائم کیے تو قاضی دار مذکور کو تقسیم کر دیگا۔ اسیطرح اگر سوائے مشتری کے دوسرے وارثون نے تقسیم کی درخواست کی تو قاضی انکی درخواست پر دار مذکور کو تقسیم کر دیگا اور غائب کا حصہ مشتری کے قبضہ مین رکھیگا مگر خرید واقع ہونے کا حکم ندیگا۔ اور اگر مشتری نے دار پر قبضہ نہ پایا ہو تو غائب کا حصہ جدا کرلیگا اور مشتری کو ندیگا۔ اور اگر فقط مشتری نے تقسیم کی درخواست کی اور وارثون نے انکار کیا تو مین تقسیم نکرونگا کیونکہ مین نہین جانتا ہون کہ وہ مالک ہی یا نہین ہی اور بائع کی غیبت مین مین گواہ اُسکے حصہ کے خریدنے کے قبول نکرونگا۔ اور نیز منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک دار دو شخصون مین مشترک ہی پھر ایک نے اپنا حصہ مشترک غیر مقسوم کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری نے

بائع کو حکم دیا کہ دوسرے شریک سے اپنا حصہ بانٹکر کے قبضہ کرلے پس اُسنے مقاسمہ کیا تو جائز نہین ہی۔ اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اس شرط پر حصہ بانٹ کیا کہ دونون مین سے ایک شخص دار کو لے لے اور دوسرا نصف دار لے تو جائز ہی اگرچہ دار بہ نسبت نصف دار کے از راہ قیمت افضل ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دو آدمیون نے تقسیم مین اس شرط سے باہم صلح ٹھہرائی کہ دونون مین سے ایک اس دار کو لے لے اور دوسرا دوسرے دار مین سے ایک منزل لے لے یا دونون مین سے ہر ایک کسی دوسرے دار مین سے کچھ حصص معلومہ لے یا دونون مین سے ایک اس دار کو لے لے اور دوسرا ایک غلام لے یا اسکے مانند اور اجناس مختلفہ پر باہم صلح کی تو ایسی صلح جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دو شخصون مین دو دار اسطرح مشترک ہون کہ ایک دار مین سو گز اور دوسرے مین سو گز یا زیادہ ہون پھر دونون نے اس قرارداد پر صلح کی کہ ایک شریک اس دار کے تمام گز یعنے مقدار مساحت لے لے اور دوسرا دوسرے دار کا حصہ پیمائشی لے لے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر دو آدمیون مین ایک دار مین میراث مشترک ہو اور ایک دوسرے دار مین میراث مشترک ہو پھر دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ ایک شریک وہ سب حصہ جو اس دار مین ہی لے لے اور دوسرا شریک وہ سب حصہ جو دوسرے دار مین ہی لے مگر اُسپر کچھ دراہم معلومہ زیادہ کیے پس اگر دونون نے سہام بیان کر دیے ہون کہ ہر دار مین سے کتنے سہام ہین تو جائز ہی اور اگر نہ بیان کیے ہون تو جائز نہین ہی اور اگر بجاے سہام کے پیمائش کے گز مکسر بیان کر دیے ہون۔ تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول مین جائز ہی اور امام اعظم رح کے قول مین نہین جائز ہی۔ دو دار تین آدمیون مین مشترک ہین اُنمین سے ایک بڑا ہی اور دوسرا چھوٹا ہی پس سب نے باہم اس قرارداد سے تقسیم کیا کہ ایک شخص چھوٹا دار لے اور دوسرا بڑا دار لے مگر جسنے بڑا دار لیا وہ کسی قدر دراہم معلومہ تیسرے کو جسنے کچھ نہین لیا ہی دیدے تو یہ جائز ہی اسیطرح اگر اس قرارداد پر صلح کی کہ بڑے دار کو دو آدمی لے لین اور تیسرا چھوٹے دار کو لے تو بھی جائز ہی۔ اسیطرح اگر ایک دار ان تینون مین مشترک ہو اور سب نے اس شرط سے صلح کی کہ اس دار کو دو آدمی اسطرح لے لین کہ ہر ایک دونون مین سے اسمین سے معین ٹکڑے لے اور دونون تیسرے کو کچھ دراہم معلومہ دیدین تو بھی جائز ہی اسیطرح اگر سبھون نے دونون لینے والون مین سے ایک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ وہ نہ لینے والے کو دو تہائی ان دراہم معینہ کی دے تاکہ اُسکے منزل مین داخل ہو تو یہ بھی جائز ہی کیونکہ یہ شخص اُس تیسرے حصہ کی دو تہائی خریدنے والا ہوگا اور دوسرا اُسکے حصہ کی ایک تہائی خریدنے والا ہوگا اسیطرح اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکو اس قرارداد سے باہم تقسیم کر لیا کہ ہر ایک اُسمین سے نصف لیکر ایک شریک دوسرے کو ایک غلام معین دیدے بشرطیکہ اسکو دوسرا سو درم دے تو بھی جائز ہی۔ اسیطرح اگر دونون نے دار مشترک کو اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک عمارت لے اور دوسرا شریک کھنڈل گرا ہوا لے بشرطیکہ عمارت لینے والا دوسرے کو کسیقدر دراہم معلومہ دے تو بھی جائز ہی اسیطرح اگر اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک بالاخانہ لے اور دوسرا شریک نیچے کا مکان لے اور باہم شرط کی کہ کوئی شریک دوسرے کو کسیقدر دراہم معلومہ دیدے تو بھی جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دونون نے کپڑے اس شرط سے تقسیم کیے کہ جسکے حصہ مین یہ کپڑا آوے وہ ایک درم پھیر دے اور جسکے حصہ مین یہ دوسرا کپڑا آوے وہ دو درم پھیر دے تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر گانون و زمین چند لوگون مین مشترک ہو اور دو

عرض کی پیمائش کا باہم حاصل ضرب ... سے حاصل ہو ۱۲ منہ

اُنھون نے زمین کو پیمائش سے اس شرط پر تقسیم کیا کہ جسکے حصہ زمین مین درخت یا گھر پڑے اُسپر درخت و گھر کی
قیمت مین درم واجب ہونگے تو یہ جائز ہی اور یہ حکم باستحسان ہی یہ مبسوط مین ہی - دو شریکون نے مال شرکت
باہم اس قرار داد سے تقسیم کیا کہ ایک شریک تمام نقدی درم و دینار سے لے اور دوسرا تمام عروض و متاع دوکان لے اور
تمام قرضے جو لوگون پر آتے ہین سے لے بدین شرط کہ اگر قرضہ مین سے کچھ کسی پر ڈوب گیا تو اُسکا نصف اسکا شریک
اُسکو واپس دیگا تو ایسی تقسیم فاسد ہی کیونکہ اس قسمت مین بیع کے معنی ضرور ہوتے ہین اور بیع اسطرح پر جائز نہین ہی
پس دونون مین سے ہر ایک پر یہ واجب ہی کہ جو کچھ اُسنے لیا ہی اُسکا نصف اپنے شریک کو واپس دے یہ محیط سرخسی مین ہی
اگر دو شخصون مین ایک دار مشترک ہو پس اُنھون نے اُسکو باہم تقسیم کر دیا بدین شرط کہ ایک شریک دوسرے کو کسی قدر
دراہم معلومہ اُسکے حصہ پر بڑھا دے تو یہ جائز ہی پھر واضح ہو کہ جو چیز عقد بیع مین عوض مستحق ہونے کی صلاحیت
رکھتی ہی ایسی چیز کا عقد قسمت مین شرط کرنا باہمی رضامندی کی صورت مین جائز ہی پس نقود یعنے درم و دینار وغیرہ
خواہ فی الحال دینا ٹھہرا ہو یا اُدھار ہو اور کیلی و وزنی چیزین خواہ معین ہون یا اُنکا وصف بیان کرکے ذمہ پر
فی الحال دینا ٹھہرا ہو یا کسی میعاد پر ادا کرنا قرار پایا ہو یہ چیزین عقد بیع مین عوضاً مستحق ہوتی ہین تو عقد قسمت مین بھی
مشروط ہو سکتی ہین پس اگر ان چیزون مین کسی چیز کے واسطے بار برداری و خرچہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے
ادا کرنے کی جگہ بیان کرنی ضرور ہی جیسا کہ بیع سلم و عقد اجارات مین ہوتا ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے
نزدیک اگر اسکے ادا کرنے کے واسطے کوئی خاص جگہ بیان کر دی تو جائز ہی اور اگر نہ بیان کی ہو تو تقسیم جائز ہوگی اور
اسکا ادا کرنا اُسی جگہ لازم ہوگا جہان دار مقسومہ واقع ہی حالانکہ صاحبین کے نزدیک مثل بیع سلم کے بدلیل قیاس
یہ چاہیے تھا کہ اسکے ادا کرنے کے واسطے وہ جگہ متعین ہوتی جہان عقد واقع ہوا مگر صاحبین رح نے بدلیل استحسان
یون فرمایا کہ تقسیم کا پورا ہونا دار مقسومہ کے پاس ہوتا ہی اور اس چیز کا واجب ہو جانا بھی تقسیم کے پورے
ہونے پر ہوگا پس جہان تقسیم پوری ہوئی ہی وہی جگہ اُسکے ادا کے واسطے بھی متعین ہوگئی جیسا کہ عقود اجارات
مین بھی صاحبین کے نزدیک جس جگہ عقد اجارہ قرار پایا ہی یعنے دار کرایہ پر لینا قرار پایا ہی وہ جگہ کرایہ کا ایسا
مال ادا کرنے کے واسطے متعین نہین ہوتی ہی بلکہ جو دار کرایہ لیا ہی وہین ادا کرنا لازم ہوتا ہی اور اگر کوئی حیوان
معین بڑھانا شرط کیا تو جائز ہی اور اگر حیوان غیر معین ہو تو جائز نہین ہی خواہ اُسکا وصف بیان کیا ہو یا نکیا ہو
خواہ فی الحال دینا ٹھہرا ہو یا دینے کے واسطے کچھ میعاد ہو - اور اگر کوئی کپڑا بڑھانا شرط کیا اور اُسکا وصف بیان
کرکے کسی میعاد معین پر دینا اپنے ذمہ لیا تو جائز ہی اور اگر کچھ میعاد معین نہ لگائی تو جائز نہین ہی یہ مبسوط
باب قسمۃ الدور بالدراہم یزیدہا مین ہی - اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اُنھون نے باہم تقسیم کر لیا
اس طرح کہ ایک نے مقدم دار کو جو ایک تہائی ہی لیا اور دوسرے نے موخر دار کو جو دو تہائی ہی لیا تو یہ جائز ہی اور
اگر دار مذکور دونون مین اسطرح مشترک ہو کہ ایک کا ایک تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہو پس دو تہائی والے نے اپنے
حصہ مین ایک بیت جسکا دروازہ سر راہ ہی لے لیا اور دوسرے نے جسکا حق ایک تہائی ہی اپنے حق مین باقی سب لے لیا
جو اُسکے حق سے زیادہ ہی لے لیا تو یہ جائز ہی اسیطرح جو کچھ دوسرے کے حصہ مین بڑا ہی اُسکے واسطے غلہ نہو تو بھی جائز ہی
اور اگر دو شریکون نے دار مشترکہ کو باہم اسطرح تقسیم کیا کہ ایک شریک نے دار کا کسی قدر ٹکڑا لیا اور دوسرے نے باقی دار کا ٹکڑا لیا

اور دونون نے مشترک راستہ اس شرط سے چھوڑ دیا کہ راستہ مین سے ایک کا ایک تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہو تو جائز ہو
اگرچہ دار مذکور دونون مین نصفا نصف مشترک ہو کیونکہ راستہ کا رقبہ دونون کی ملک اور محل معاوضہ ہو اور اگر دو شریکون نے دار مشترک
کو اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک دار کے موخر سے ایک تہائی اپنے پورے حق کے بدلے لے اور دوسرا اُسکے مقدم سے دو تہائی
اپنے حق کے بدلے لیوے تو جائز ہو اگرچہ اسمین غبن ظاہر ہو یہ مبسوط باب قسمۃ الدار بتفضیل بعضہا مین ہو۔ اگر برابر کے دو شریکون
نے دار مشترکہ کو باہم تقسیم کرکے اسطرح لیا کہ ایک نے بقدر نصف کے لیا اور دوسرے نے بقدر تہائی کے اور باقی ایک چھٹا
حصہ دونون نے مشترک راستہ چھوڑ دیا تو یہ جائز ہو اسیطرح اگر دونون نے یہ شرط کی کہ راستہ کا رقبہ تمام اُس
شخص کا ہو جسنے تھوڑا حصہ لیا ہو اور بڑے حصہ والے کو فقط اسمین آمد و رفت کا حق حاصل ہو تو بھی جائز ہو۔ اور
شیخ امام رح نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہو کہ حق المرور کی بیع جائز ہو یعنے آمد و رفت کا حق فروخت کرنا جائز ہو
اور حاصل کلام یہ ہو کہ حق المرور کی بیع کے حق مین دو روایتین ہین۔ اور شیخ امام شمس الائمہ سرخسی رح نے اس مسئلہ
کی شرح مین فرمایا کہ اگرچہ حق المرور کی بیع مین دو روایتین ہین مگر ایسی تقسیم سب روایتون کے موافق جائز ہونے کے
دلائل مین سے ایک دلیل قوی یہ ہو کہ اس راستہ کا رقبہ دونون کی ملک تھا اور دونون کو اسمین آمد و رفت کا حق حاصل
تھا پھر ایک نے راستہ کے رقبہ مین سے اپنا حصہ اپنے شریک کی ملک بعوض اُس حق کے جو اُسنے تقسیم دار مین اپنے شریک
کے حصہ مین سے لیا ہو کر دیا اور اپنے واسطے آمد و رفت کا حق باقی رکھا تو ایسا کرنا شرط سے جائز ہو چنانچہ اگر کسی نے اپنا مملوکہ
راستہ کسی دوسرے کے ہاتھ اس شرط سے فروخت کیا کہ مجھے حق المرور حاصل رہے تو بیع جائز ہو یا مثلاً
کسی شخص نے سفل یعنے نیچے کا مکان اس شرط سے فروخت کیا کہ مجھے اسپر بالاخانہ برقرار رکھنے کا حق حاصل ہو تو یہ
جائز ہو پس ایسا ہی اس تقسیم مین بھی جائز ہو اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دوسرے دار کا ایک ٹکڑا بھی
دونون مین مشترک ہو اور دونون نے اس شرط سے باہم تقسیم کیا کہ دونون مین سے ایک اس دار کو لے اور دوسرا دوسرے
دار کے ٹکڑے کو لے پس اگر دونون اُس ٹکڑے کے سہام سے آگاہ ہون کہ کسقدر ہین تو تقسیم جائز ہو اور اگر دونون
نہ جانتے ہون تو تقسیم رد ہوگی اور اگر ایک جانتا ہو اور دوسرا انجانتا ہو تو بھی تقسیم رد ہو۔ ایسا ہی اصل کی کتاب القسمۃ
مین مذکور ہو اور جواب مین جیسا چاہیے پوری تفصیل مذکور نہین ہو پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جواب مین اسطرح تفصیل
ہونی چاہیے کہ جسکے واسطے وہ ٹکڑا شرط کیا گیا ہو اگر وہ شخص جانتا ہو تو بالاتفاق بلا اختلاف تقسیم جائز ہو اور اگر وہ شخص
نجانتا ہو اور شرط کرنے والا جانتا ہو تو مسئلہ مین اسطرح اختلاف ہوگا کہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے قول پر یہ تقسیم مردود ہوگی
اور امام ابو یوسف رح کے قول پر جائز ہوگی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہو بلکہ مسئلہ تقسیم مین ایسی قسمت
بالاتفاق سب کے قول مین مطلقاً مردود ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک قوم نے اپنے موروثی مشترک قریہ کو بغیر حکم قاضی
باہم تقسیم کیا حالانکہ انہین کوئی وارث صغیر بھی ہو جسکا وصی نہین ہو یا وارث غائب ہو جسکا وکیل نہین ہو تو یہ تقسیم جائز
نہوگی اور اسیطرح اگر انہون نے سوائے قاضی کے کسی صاحب الشرط یعنے داروغہ یا کسی عامل کے حکم سے مثل عامل ستاق
یا عامل طسوج یا عامل خراج یا عامل مؤنت کے باہم تقسیم کیا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اسیطرح اگر کسی فقیہ کے حکم پر یہ لوگ
باہم راضی ہوگئے ہون اور اُسنے اصل و میراث پر ان لوگون کے گواہ سُنکر پھر اس گانون کو ان لوگون مین بانصاف
تقسیم کر دیا ہو حالانکہ وارث صغیر جسکا کوئی وصی نہین ہو یا وارث غائب جسکا وکیل نہین ہو پایا جاوے تو بھی تقسیم

ایک مین جائز اور دوسری نہین جائز ۱۲ ما

جائز نہوگی کیونکہ حاکم کی ولایت صغیر و غائب پر نہین ہی کیونکہ اس قسمت کا حکم تراضی خصوم ہوا ہی پس جسکی طرف
سے رضامندی پائی گئی اُسی پر مقصور رہیگا ہان اگر غائب نے حاضر ہوکر یا صغیر نے بالغ ہوکر اجازت دیدی
تو جائز ہوگی کیونکہ ثابت ہوا کہ جسوقت یہ عقد پایا گیا اُسیوقت اسکا اجازت دینے والا تھا آیا تو نہین دیکھتا ہی
کہ اگر قاضی نے اسکی اجازت دی تو جائز ہوجائیگی اور یہ عقد نظیر اس صورت کا ہی کہ اگر اُسنے صغیر کا مال فروخت
کیا پھر صغیر نے بالغ ہوکر اجازت دی تو بیع جائز ہوگی۔ اور اگر اجازت دینے سے پہلے غائب یا صغیر مرگیا
پھر اُسکے وارث نے اجازت دی تو قیاساً جائز نہوگی اور یہی امام محمد رح کا قول ہی اور استحسان یہ ہی کہ تقسیم
کی حاجت جیسے مورث کی زندگی مین تھی ویسے ہی اب بھی قائم ہی پس اگر یہ قسمت توڑ دی جاوے تو فی الحال اسی
صفت کے ساتھ اس تقسیم کا اعادہ کرنا پڑیگا اور اُسکا اعادہ وارث ہی کی رضامندی سے ہوگا تو باوجود اسکی طرف سے
رضامندی پائے جانے کے اُسکو توڑ کر پھر اعادہ کرنے مین کچھ فائدہ نہین ہی یہ مبسوط مین ہی پھر واضح ہو کہ غائب یا اُسکے
وارث کی اجازت یا وصی کی یا بعد بلوغ کے صغیر کی اجازت جبھی کارآمد ہوگی کہ جب اجازت کے وقت وہ چیز جسمین تقسیم
جاری ہوئی ہی قائم ہو جیسا کہ محض بیع موقوف مین جبھی اجازت کارآمد ہوتی ہی جب اجازت کے وقت مبیع قائم ہو
اور واضح ہو کہ اجازت جسطرح صریح بالقول ثابت ہوتی ہی اسیطرح اجازت کا ثبوت بدلالت فعل سے بھی ہوسکتا ہی جیسا کہ
محض موقوف مین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور میراث کی کتابین وارثون مین تقسیم نکیجاوینگی لیکن ہر واحد اُس سے باری باری
نفع حاصل کرسکتا ہی اور اگر کسی وارث نے چاہا کہ ورقون سے انکو تقسیم کرے تو ایسا نہین کرسکتا ہی اور نہ یہ بات اسکی طرف
سے مسموع ہوگی اور کسی طرح سے یہ کتابین تقسیم نکیجائینگی اور اگر صندوق قرآن ہو تو بھی وارث کو ایسا اختیار نہوگا اور اگر سب
وارث راضی ہوگئے تو قاضی ایسا حکم ندیگا اور اگر تمام مصحف ایک کا ہو مگر اسمین سے تینتیس ۳۳ سہام مین سے ایک
سہم دوسرے کا ہو تو دوسرے کو تینتیس ۳۳ روز مین ایکدن یہ مصحف دیا جائیگا تاکہ نفع حاصل کرے اسیطرح اگر ایک کتاب
کی بہت سی جلدین ہون جیسے شرح مبسوط مثلاً تو بھی اُسکی تقسیم نکیجائیگی اور اسکے تقسیم کی کوئی راہ نہین ہی اور ہر صنف مختلف
مین بھی یہی حکم ہی اور حاکم ایسی تقسیم کا باوجود سب کی رضامندی کے حکم ندیگا اور اگر باہم راضی ہوئے کہ کتاب کی قیمت
اندازہ کرائی جاوے پھر ایک اسمین بعض کو بتراضی قیمت دیکر لے لے تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی
یتیمیہ مین لکھا ہی کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے نابالغ اولاد اور دو لڑکے بالغ اور
ایک دار چھوڑا اور کسی کو وصی مقرر نہین کیا پھر قاضی نے دونون بالغون مین سے ایک کو وصی مقرر کردیا پھر اس
وصی نے اپنے اقربا مین سے دو آدمیون کو بلایا اور اُنکے حضور مین ترکہ اسطرح تقسیم کردیا کہ تمام کتابین تو اپنے
واسطے اور اپنے دوسرے بھائی بالغ کیواسطے لین اور دار مذکور باقی دونون نابالغ اولاد کیواسطے دونون مین
مشترک قرار دیا مگر پہلے انکی قیمت اندازہ کراکے تعدیل کرلی ہی پس آیا ایسی قسمت جائز ہی تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر تقسیم
کرنیوالا عالم پرہیزگار ہو تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگی۔ اور مین نے شیخ ابو حامد سے دریافت کیا کہ کیا باپ کو اختیار ہی کہ
اپنے نابالغ فرزند کے ساتھ بٹوارہ کرلے تو فرمایا کہ ہان۔ اور شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے
چند لوگون مین مشترک زمین سے حاضرین کا حصہ خریدا اور بعضے شریک غائب ہین تو باوجود اُنکے غائب ہونے کے
یہ زمین کیونکر تقسیم کیجائیگی اور آیا مشتری کو اس زمین مین زراعت کرنے کی کوئی راہ ہی پس شیخ رح نے فرمایا کہ شریکون

یا بعض شریکون کی غیبت مین اس زمین کی تقسیم جائز نہین ہی لیکن اگر یہ زمین موروثی ہو تو قاضی شریک غائب کیطرف سے ایک وکیل مقرر کر دیگا تو البتہ تقسیم ہو سکتی ہی۔ رہی اُسکی زراعت کرنا سو اگر قاضی کی راے مین آیا کہ شریک مشتری کو پوری زمین کی زراعت کی اجازت دیدے تاکہ خراج ضائع نہو تو قاضی کو ایسا اختیار ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے کوئی اراضی فروخت کی اور بائع کیطرف سے مشتری کیواسطے ایک شخص نے ضمان درک قبول کر لی پھر ضامن مر گیا تو اُسکا مال اُسکے وارثون مین تقسیم کیا جائیگا کیونکہ تقسیم سے کوئی مانع نہین ہی اور اگر وارثون مین سے ہر ایک نے اپنا حصہ فروخت کر دیا پھر میت پر ضمان درک لازم آئی تو وارثون کی طرف لینے کے واسطے رجوع کرکے اُنکی بیع توڑ دی جاویگی کیونکہ ایک روایت کے موافق یہ مال ضمان بمنزلہ ایسے دین کے ہی جو مقارن موت ہو اور یہی روایت مختار ہی یہ فتاوے کبری مین ہی

چوتھا باب۔ اُن چیزون کے بیان جو قسمت کی تحت مین بلا ذکر داخل ہو جاتی ہین اور جو نہین داخل ہوتی ہین۔ اراضی کی تقسیم مین درخت داخل ہو جاتے ہین اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر نکیا ہو جیسا کہ اراضی کی بیع مین داخل ہوتے ہین۔ اور کھیتی و پھل داخل نہین ہوتے ہین اگرچہ حقوق کا ذکر کیا ہو اسی طرح اگر بجاے حقوق کے مرافق کا ذکر کیا ہو تو بھی ظاہر الروایت کے موافق کھیتی و پھل داخل نہونگے۔ اور اگر تقسیم مین یہ ذکر کیا کہ ہر قلیل و کثیر جو اس اراضی مین سے ہی اور اسمین ہی پس اگر اسکے بعد یہ لفظ کہا کہ جو اسکے حقوق مین سے ہی تو کھیتی و پھل داخل نہونگے اور اگر یہ لفظ نکہا کہ جو اسکے حقوق مین سے ہی تو کھیتی و پھل داخل ہو جاوینگے اور جو متاع اس زمین مین رکھی ہوئی ہو وہ کسی حال مین داخل نہوگی۔ اور شرب و طریق آیا تقسیم مین بدون ذکر حقوق داخل ہوتے ہین یا نہین سو حاکم شہید رہ نے اپنی مختصر مین ذکر فرمایا کہ یہ دونون داخل ہو جاتی ہین اور ایسا ہی امام محمد رہ نے اصل کی کتاب القسمۃ مین دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہی چنانچہ فرمایا کہ اگر کوئی زمین چند لوگون مین موروثی مشترک ہو اسکو اُنھون نے بدون حکم قاضی باہم تقسیم کر لیا پس ہر ایک کے حصہ مین ایک قراح علیحدہ آئی تو اُسکو اُسکا شرب اور طریق اور پانی کی سبیل اور جو حق اُسکے واسطے ثابت ہو حاصل ہوگا اور صحیح قول یہ ہی کہ یہ دونون داخل نہین ہوتے ہین یہ محیط مین ہی۔ تین آدمیون مین ایک زمین مشترک ہی اور کسی غیر کی زمین مین انھین لوگون کے کچھ درخت خرما مشترک ہین اور ان لوگون نے اسطرح باہم تقسیم کیے کہ دو آدمیون نے زمین لے لی اور تیسرے نے درختان مذکور مع اصول لے لیے تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ جڑون سمیت درخت بمنزلہ دیوار کے ہین اور معلوم ہی کہ اگر تقسیم مین ایک کے حصہ مین دیوار قرار دی تو جائز ہی پس ایسے ہی درختون مین بھی جائز ہی۔ اور اگر اس شرط سے تقسیم کی کہ مثلاً زید کیواسطے یہ قطعہ زمین اور یہ درخت ہی حالانکہ یہ درخت دوسرے قطعہ زمین مین واقع ہی اور عمرو کیواسطے وہ قطعہ زمین اور خالد کیواسطے وہ قطعہ زمین قرار دیا جسمین درخت مذکور واقع ہی پس خالد نے چاہا کہ زید میرے حصہ زمین مین سے اپنا درخت کاٹ لے تو ایسا اختیار نہین رکھتا ہی اور درخت مذکور جڑ سمیت زید کا رہیگا کیونکہ درخت بمنزلہ دیوار کے ہی اور معلوم ہی کہ تقسیم مین دیوار کے نام سے شرط کرنے مین شخص دیوار دار اُسکا مع اصل مستحق ہوتا ہی اور یہ درخت بھی جبھی تک درخت کہلائیگا جب تک قطع نکیا جاوے مگر بعد قطع کر دینے کے وہ درخت نہین بلکہ لکڑی کی بلی ہی پس درخت کے مستحق ہونے مین ضرور ہی کہ جڑ سمیت اُسکا مستحق ہو

[حاشیہ: یعنے دوسرا قطعہ زمین جسمین کہ یہی درخت نہین ہین ۱۲]

اور اگر زید نے اُس درخت کو خود قطع کیا تو زید کو اختیار ہوگا کہ اُسکی جگہ پر جو درخت چاہے لگا دے کیونکہ زمین مذکور میں سے اتنی جگہ کا جسمین درخت تھا زید مستحق ہے اور اگر خالد نے زید کو اپنی زمین میں ہو کر درخت تک جانے سے منع کیا تو تقسیم فاسد ہوگی کیونکہ اس تقسیم میں ضرر ہے اسواسطے کہ زید کو اپنے درخت تک پہونچنے کی کوئی راہ نہیں رکھی گئی ہے لیکن اگر تقسیم میں درخت کے بارہ میں یہ کہا گیا ہو کہ درخت مع ہر حق کے جو اسکو ثابت ہے تو تقسیم جائز ہوگی اور زید کو اپنے درخت تک پہونچنے کے واسطے راہ ملیگی کذا فی المبسوط پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے کتاب میں یون ذکر فرمایا کہ زید اس تقسیم میں جڑ سمیت درخت کا مستحق ہوگا اور یہ ذکر نفرمایا کہ جڑ کی جگہ کی مقدار کیا ہے اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ تقسیم میں زمین میں سے اُسقدر حصہ داخل ہوگا جو تقسیم کے روز جڑون کے مقابلہ میں ہو اور جڑون سے وہ جڑین مراد لی ہین کہ اگر وہ قطع کر دیجاوین تو درخت خشک ہو جاوے اور اسی قول کیطرف شمس الائمہ سرخسی نے میلان کیا ہے اور بعضون نے فرمایا کہ تقسیم مین اُسقدر زمین داخل ہوگی جسقدر تقسیم کے روز درخت کی موٹائی تھی اور اسی کی طرف کتاب مین اشارہ فرمایا ہے کیونکہ کتاب مین یون فرمایا کہ اگر درخت کی موٹائی بڑھگئی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ جسقدر بڑھی ہے اُسقدر چھانٹ دے پس یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام محمد رح نے مقدار زمین اُسیقدر قرار دی ہے جسقدر تقسیم کے روز درخت کی موٹائی تھی یہ ظہیریہ مین ہے ۔ چند لوگون نے پیداواری کی زمین مشترک کو باہم تقسیم کر لیا اور کسی حصہ دار کے حصہ مین باغ انگور و بستان اور بیوت آگئے اور ان لوگون نے تقسیم مین یہ شرط کی کہ مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہے تحریر کی تھی یا نہین تحریر کی تھی تو اس حصہ دار کو جو کچھ اُسکے حصہ مین درخت و عمارت آئی ہے سب ملیگی مگر کھیتی و پھل اسمین داخل نہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے ۔ اگر کوئی گانون چند لوگون مین میراث مشترک ہو اُسکو ان لوگون نے باہم تقسیم کیا پس بعض کے حصہ مین کھیت اور کھیتون کے اندر پڑا ہوا غلہ آیا اور بعض کے حصہ مین باغ انگور آیا تو یہ جائز ہے یہ مبسوط مین ہے ۔ چند لوگون مین ایک گانون اور زمین اور پن چکی موروثی مشترک تھی اُسکو ان لوگون نے باہم تقسیم کیا پس ایک کے حصہ مین پن چکی اور اُسکی نہر آئی اور دوسرے کے حصہ مین کھیت معلومہ اور بیوت معلومہ آگئے اور تیسرے کے حصہ مین بھی کچھ کھیت معلوم آگئے اور باہم تقسیم اس قرارداد سے ہوئی کہ ہر حق کے ساتھ جو اُسکو ثابت ہے حصہ دار کو ملیگی پس جسکے حصہ مین نہر آئی ہے اُسنے چاہا کہ دوسرے حصہ دار کی زمین مین ہو کر اپنی نہر تک جاوے مگر زمین والے نے اُسکو منع کیا پس اگر نہر مذکور اس زمین کے اندر واقع ہو اور بدون زمین مین ہو کر جانے کے کسیطرح نہر تک نہ پہونچ سکے تو زمین کا مالک اُسکو منع نہین کر سکتا ہے اور اگر اسطرح واقع ہو کہ بدون زمین مین جانے کے نہر تک پہونچ سکتا ہو مثلاً نہر مذکور مذ زمین سے یکسو ہو تو نہر کا مالک دوسرے حصہ دار کی زمین مین ہو کر نہین جا سکتا ہے ۔ اور اگر نہر مذکور کا راستہ حصہ دار کے سوائے کسی غیر کی زمین مین ہو تو وہ راستہ تقسیم مین نہر والے کے حصہ مین داخل ہو جائیگا خواہ لفظ حقوق ذکر کرنے سے نہر والا اپنی نہر تک بدون اس زمین مین جانے کے پہونچ سکتا ہو یا نہ پہونچ سکتا ہو اور اگر ان لوگون نے تقسیم مین حقوق و مرافق وغیرہ ایسے الفاظ کی شرط نہ لگائی اور حال یہ ہے کہ نہر مذکور کا رستہ کسی غیر کی زمین مین ہے پس اگر وہ حصہ دار جسکے حصہ مین نہر آئی ہے اپنے حصہ سے اُس نہر کا رستہ نہین نکال سکتا ہے ۔ تو تقسیم فاسد ہوگی الا اُس صورت مین کہ تقسیم کے وقت اس سے آگاہ ہو ۔ اور اگر اپنے حصہ مین سے اُسکا راستہ

ف یعنی [illegible] استحقاق [illegible] محصل [illegible] کو حاصل ہوگا ۱۲

نکال سکتا ہو تو تقسیم جائز ہوگی۔ اور اگر بطن نہر مین اُسکا مرور ممکن ہو مثلاً نہر مذکور کا پانی کسی جگہ سے ریختہ ہوتا ہو اور اس جگہ یہ شخص جا سکتا ہو تو یون قرار دیا جائیگا کہ یہ شخص اپنے حصہ مین نہر تک جانے پر قادر ہے پس تقسیم جائز ہوگی اور اگر کسی جگہ سے نہر کھلی ہوئی نہو تو تقسیم فاسد ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر نہر کے دونون جانب مسناۃ ہو کہ مسناۃ پر سے ہو کر راستہ ہو تو تقسیم جائز ہوگی اور اس شخص کا راستہ اسی مسناۃ پر سے ہوگا نہ دوسرے شریک کی زمین سے اگرچہ تقسیم مین حقوق کا ذکر کیا ہو اسوجہ سے کہ یہ شخص مسناۃ پر سے ہو کر نہر تک پہونچ کر انتفاع حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر شریکون نے تقسیم مین مسناۃ کا کچھ ذکر نکیا پھر مالک زمین اور مالک نہر نے باہم اختلاف کیا تو یہ مسناۃ مالک نہر کی ہوگی کہ اُسپر نہر کے اگرانے کی مٹی ڈالے اور اُسپر ہو کر چلے یہ امام ابو یوسف و امام محمد کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ نہر کے واسطے کچھ حریم نہین ہوتا ہے۔ اور اگر کسی زمین قسمت مین راستہ نہو اور باہم شریکون نے اُسکے حصہ دار پر یہ شرط لگائی کہ اس زمین مین اسکا راستہ نہوگا تو یہ جائز ہے اور اُسکے واسطے کوئی راستہ نہوگا جبکہ وہ بروز تقسیم اس سے آگاہ تھا کہ اُسکے واسطے راستہ نہوگا۔ اور درخت خرما و عام درختون مین بھی یہی حکم ہے۔ ایک حصہ دار کا حصہ دوسرے کی اراضی مین واقع ہو اور دونون نے یہ شرط کر لی تھی کہ ایک کو دوسرے کی زمین مین ہو کر راستہ نہ ملیگا تو اسکا اور نہر کا حکم یکسان ہے۔ ایک نہر ایک نیستان مین گرتی تھی تو اُسکے مالک کو اُسکے بہاؤ کا اختیار بحالہ رہیگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک دار مشترک کو اُسکے شریکون نے باہم تقسیم کیا اور ایک کے حصہ مین ایسا بیت آیا جسمین کبوتر تھے پس اگر اُنھون نے تقسیم کے وقت بیت مذکور کے ساتھ ان کبوترون کو ذکر نکیا ہو تو یہ کبوتر بدستور سابق اُنمین مشترک رہینگے اور اگر ذکر کیا پس اگر یہ کبوتر ایسے ہون کہ بدون شکار کیے پکڑے نجا سکتے ہون تو تقسیم فاسد ہوگی کیونکہ تقسیم مین بیع کے معنی موجود ہوتے ہین اور ایسے کبوترون کی بیع جو بدون شکار کیے نہین ہاتھ آسکتے ہین فاسد ہے اور اگر یہ کبوتر بدون شکار کیے ہاتھ آسکتے ہین تو تقسیم جائز ہوگی کیونکہ ایسے کبوترون کی بیع جو بدون صید کے ہاتھ آسکتے ہین جائز ہے پس تقسیم بھی جائز ہوگی اور یہ سب اُسوقت ہے کہ جب شریکون نے رات مین ان کبوترون کے اپنے گھونسلے مین مجتمع ہونے کے وقت تقسیم کیا ہو اور اگر دن مین ان کبوترون کے گھونسلون سے نکل جانے کے بعد تقسیم کیا ہو تو تقسیم فاسد ہوگی یہ فتاوی کبرے مین ہے۔ اگر دو شخصون نے ایک دار مشترک کو باہم تقسیم کیا پس ایک نے دار مذکور کا ایک ٹکڑا لیا اور دوسرے نے دوسرا ٹکڑا لیا اور دوسرے کے حصہ مین ایک باہری پیخانہ اور سایہ ظلہ آیا تو تقسیم اس صورت مین مثل بیع کے ہے یعنے باہری پیخانہ تقسیم مین داخل ہو جائیگا خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور ظلہ امام اعظم رح کے نزدیک بدون ذکر حقوق و مرافق کے داخل نہوگا۔ اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک داخل ہو جائیگا بشرطیکہ اُسکا دروازہ دار مین ہو خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر اہل طریق نے یہ ظلہ توڑ ڈالا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی اور یہ شخص اپنے شریک سے کچھ واپس نہ لے سکیگا یہ مبسوط مین ہے دو شخصون نے مشترک باغ انگور کو باہم تقسیم کیا اور دونون نے باتفاق قدیمی راستہ ایک کے واسطے قرار دیا اور نیا راستہ دوسرے کے واسطے رکھا اور اس نئے راستے پر کچھ درخت لگے ہین تو دیکھنا چاہیے کہ اگر باتفاق دونون نے نئے راستے کا رقبہ اسکے واسطے قرار دیا ہے تو یہ درخت بھی اُسیکے ہو جاوینگے کیونکہ تقسیم بمنزلہ بیع کے ہے اور زمین کی بیع مین درخت داخل ہو جاتے ہین اور اگر دونون نے فقط آمد و رفت کا حق اُسکے واسطے قرار دیا ہو

تو یہ دستور سابق انہین مشترک رہینگے کیونکہ رستہ مذکور اُسکی ملک نہین ہوا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک دار دو شخصون
مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکا ایک دروازہ اُکھاڑ کر اُسی دار مین رکھدیا پھر دونون نے اُس دار کو باہم تقسیم کیا
تو یہ دروازہ رکھا ہوا کسی کے حصہ مین بدون ذکر کے داخل نہوگا جیسا کہ بیع کی صورت مین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی
اور حوض تقسیم نہین کیا جاتا ہی خواہ وہ دردہ ہو یا اس سے کم ہو کذا فی خزانۃ الفتاوے

پانچوان باب - تقسیم سے رجوع کرنے اور تقسیم مین قرعہ ڈالنے کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ فقط
تقسیم سے کوئی خاص حصہ کسی خاص شریک کی ملک نہین ہوجاتا ہی بلکہ اسکے واسطے تقسیم کے بعد چار باتون سے
کسی ایک بات کا پایا جانا بھی ضرور ہوتا ہی یا تو قبضہ ہوجاوے یا حکم قاضی ہو یا قرعہ اُسکے نام نکلے یا شریک لوگ ایک
وکیل کردین کہ وہ ہر ایک کے واسطے ایک حصہ لازم کردے یہ ذخیرہ مین ہی اگر گلۂ بکری دو آدمیون مین مشترک ہو
اور دونون نے اُسکے برابر دو ٹکڑے کیے پھر قرعہ ڈالا پس ایک کے حصہ مین ایک ٹکڑا آیا اور دوسرے کے حصہ مین دوسرا
ٹکڑا آیا پھر دونون مین سے ایک نے نادم ہوکر تقسیم سے رجوع کرنا چاہا تو رجوع نہین کرسکتا ہی کیونکہ قرعہ نکلنے
اور حصہ برآمد ہونے پر قسمت تمام ہوگئی ہی - اسیطرح اگر دونون کسی تیسرے شخص کی تقسیم پر راضی ہوئے اور اُسنے
حصہ بانٹ کیا اور برابر حصہ لگانے مین کچھ قصور نہ کیا پھر دونون کے نام قرعہ ڈالا تو ہر ایک پر اُسکے نام کا حصہ
لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہی اور اگر شریک تین آدمی ہون اور ایک کے نام قرعہ نکل چکا ہو تو تینون مین سے ہر ایک
کو اس تقسیم سے رجوع کرنے کا اختیار ہی - اور اگر دو کے نام قرعہ نکل چکا ہو پھر ان تینون مین سے کسی نے رجوع
کرنا چاہا تو رجوع نہین کرسکتا ہی اور اگر شریک چار آدمی ہون تو جب تک تین آدمیون کے نام قرعہ برآمد نہو
تب تک چارون مین سے ہر ایک کو تقسیم سے رجوع کرنے کا اختیار رہیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر قاسم یعنی
بانٹنے والا شریکون کی باہمی رضامندی سے بانٹتا ہو اور قرعہ سے بعضے سہام برآمد ہونے کے بعد بعض نے
اس تقسیم سے رجوع کیا تو اُسکو اختیار ہی لیکن اگر سوا ے ایک کے سب سہام برآمد ہوچکے ہون پھر رجوع کیا
تو یہ حکم نہین ہی اور بعض سہام برآمد ہونے کے بعد رجوع کا اختیار اس وجہ سے ہی کہ ایسی تقسیم و تمیز کا اعتبار و اعتماد
اُنکی باہمی رضامندی پوری ہونے پر ہی اور بعضے سہام کے برآمد ہونے سے اتمام نہین ہوتا ہی پس ہر ایک کو
قبل اتمام کے رجوع کا اختیار ہی کذا فی النہایہ اور اگر چند لوگون مین بکریان مشترک ہون اور اُنکے حصہ نکالنے سے
پہلے شریکون نے قرعہ ڈالا کہ جسکے نام اولاً نکلے اُسکو اسقدر بکریان گن دینگے اسیطرح ایک بعد دوسرے کے
سب کے واسطے ایسا ہی کرتے جاوینگے تو یہ جائز نہین ہی - اور اگر میراث مین اونٹ اور گاے اور بکریان مشترک
ہون پس اُنہون نے اونٹون کا ایک حصہ قرار دیا اور گاے کا ایک حصہ اور بکریون کا ایک حصہ بنایا پھر اسیطرح
قرعہ ڈالا تو یہ جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر میراث مین اونٹ اور گاے اور بکریان ہون پھر انہون نے اونٹ
کا ایک حصہ اور گاے کا ایک حصہ اور بکریون کا ایک حصہ بنایا پھر باہم قرعہ ڈالا اس شرط سے کہ جسکے حصہ مین اونٹ
آوین وہ اسقدر درم اپنے دونون شریکون کو دے کہ وہ نصفا نصف تقسیم کرلین تو یہ جائز ہی یہ مبسوط مین ہی - اور
اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو پھر دونون نے اس قرارداد سے تقسیم کیا کہ ایک شریک اس دار کا موخر
مین سے تہائی اپنے پورے حق کے عوض سے لے اور دوسرا اس دار کا مقدم دو تہائی اپنے پورے حق مین لے

توجب تک دونون مین حدود قائم نہوجاوین تب تک دونون مین سے ہرایک کو اس تقسیم سے رجوع کا اختیار ہی اور
قبل حدود قائم ہونے کے دونون کی قولی رضامندی کا اعتبار نہین ہی اور اس رضامندی کا اعتبار جبھی ہوگا کہ
جب حدود قائم ہوجاوین یہ ذخیرہ مین ہی۔ امام ناطقی رح نے ذکر فرمایا کہ قرعہ ڈالنا تین طرح کا ہوتا ہی اول اسواسطے
کہ جسکے نام قرعہ نکلے اُسکا حق ثابت ہوجاوے اور دوسرے کا حق باطل ہوجاوے اور ایسا قرعہ باطل ہی چنانچہ
اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی مگر اُس ایک کو معین نہ کیا پھر اگر
قرعہ ڈالے تو باطل ہی اور دوم طیب خاطر کے واسطے قرعہ ڈالنا اور یہ جائز ہی جیسے کہ سفر کے وقت اپنی بیبیون مین
قرعہ ڈالنا کہ جسکے نام نکلے اُسکو ساتھ لیجاوے یا باری کے واسطے کہ کس جورو کے پاس پہلے پہل جاکر سووے
اور سوم اسواسطے ہوتا ہی کہ برابر حقدارون مین ایک کا حق اُسکے دوسرے مقابل کے مقابلہ مین ثابت کرنے
کے واسطے تاکہ دونون مین سے ایک کا حق جدا کردے اور ایسا قرعہ جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور
جب شریکون مین قرعہ ڈالنا چاہے تو چاہیے کہ یون کہدے کہ شریکون مین سے جسکا قرعہ پہلے نکلیگا اُسکو اس
جانب سے حصہ دونگا اور اُسکے پیچھے جسکا نام نکلیگا اُسکو پہلے کے حصہ کے پہلو مین دونگا کذا فی شرح الطحاوی علے ہذا القیاس ۱۲ منہ

چھٹا باب۔ تقسیم مین خیار ہونے کے بیان مین۔ تقسیم تین طرح کی ہوتی ہی ایک ایسی تقسیم جسمین انکار
کرنے والے پر جبر نہین کیا جاتا ہی جیسے اجناس مختلفہ کی تقسیم۔ دوسرے وہ تقسیم جسمین انکار کرنے والے پر جبر
کیا جاتا ہی جیسے کیلیات و وزنیات یعنے مثلی چیزون مین ہوتا ہی اور تیسری ایسی تقسیم جسمین غیر مثلیات مین انکار
کرنے والے پر جبر کیا جاتا ہی جیسے ایک قسم کے کپڑے اور خیارات تین ہوتے ہین ایک خیار شرط دوسرا خیار
عیب تیسرا خیار رویت پس اجناس مختلفہ کی تقسیم مین یہ سب خیارات ثابت ہوتے ہین اور مثلیات مثل
مکیلات و معدودات مین خیار عیب ثابت ہوتا ہی خیار رویت و خیار شرط ثابت نہین ہوتا ہی اور غیر مثلیات جیسے
ایک قسم کے کپڑے اور گائے اور بکری وغیرہ انکی تقسیم مین خیار عیب ثابت ہوتا ہی اور آیا خیار شرط و خیار رویت
بھی ثابت ہوتا ہی یا نہین سو موافق روایت ابو سلیمان رح کے ثابت ہوتا ہی اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ فتاوے
صغری مین ہی پھر امام محمد رح نے کتاب مین یون ذکر فرمایا کہ گیہون اور جو اور ہر چیز جو کیل کیجاتی ہی اور ہر چیز جو وزن کیجاتی ہی
مین ایسی چیزون کی تقسیم مین خیار رویت ثابت رکھتا ہون اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ گیہون و جو کہنے سے اور مکیل اور موزون
کہنے سے یہ مراد ہی کہ ہر دونون بالمجموع ہون ہر ایک چیز تنہا نہووے تاکہ مقسوم چند اجناس مختلفہ ہوجاوین
پس تقسیم ایسی تقسیم ہوجاوے کہ دونون کی رضامندی کا حکم اُسکا موجب نہووے پس اسمین خیار رویت
ثابت ہوا اور اگر امام محمد رح نے اس سے الگ الگ فقط گیہون حصہ مین آنا یا جو حصہ مین آنا مراد لیا ہی
تو ایسی صورت پر محمول ہوگی کہ جب اسکی صنعت مختلف ہو مثلاً بعض سخت و ٹھوس ہو اور بعض نرم ہو اور بعض سرخ ہو
اور بعض سپید ہو اور دونون نے اسکو اسیطرح تقسیم کر لیا ہے کہ تقسیم ایسی وجہ پر واقع ہوئی کہ دونون کی تراضی کا حکم اُسکا
موجب نہین ہی۔ یا ایسی صورت پر محمول ہی کہ اسکی صنعت تو ایک ہی طرح کی ہی لیکن ایک کے حصہ مین ڈھیری سے اچھے
اوپر سے گیہون آئے اور دوسرے کے حصہ مین نیچے کے آئے۔ اور واضح ہو کہ یہی حکم سونے کے ٹکڑون اور چاندی
کے ٹکڑون مین ہی اور یہی حکم چاندی اور سونے کے برتنون اور جواہرات و موتیون مین ہی اور یہی حکم تمام عروض مین ہی

اور یہی حکم ہتھیارون و تلوارون و زین مین ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر دو ہزار درم دو آدمیون مین مشترک ہون اور ہزار ایک تھیلی مین ہون پس دونون نے اس قرارداد پر تقسیم کیا کہ ہر ایک نے ایک تھیلی لے لی حالانکہ دونون مین سے ایک نے تمام مال دیکھا تھا اور دوسرے نے اُسکو نہین دیکھا تھا تو جسنے دیکھا ہی اُسپر تقسیم جائز ہوگی اور اسمین دونون مین سے کسی کو خیار نہوگا لیکن اگر اُس شخص کا حصہ جسنے مال نہین دیکھا ہی ناکارہ ہووے تو اُسکو خیار حاصل ہوگا - اور اگر دو شخصون نے ایک دار باہم تقسیم کیا حالانکہ دونون مین سے ہر ایک نے وہ حصہ دار اور وہ منزل جو اُسکے حصہ مین آئی ہی اوپر سے دیکھی تھی مگر اندر سے نہین دیکھی تھی تو دونون مین سے کسی کو خیار حاصل نہوگا - اسیطرح اگر دونون نے بستان و کرم کو باہم تقسیم کیا پس ایک کے حصہ مین بستان آیا اور دوسرے کے حصہ مین کرم آیا اور جو کچھ جسکے حصے آیا ہی اُسکو اُسنے نہین دیکھا تھا نہ اوپر سے اور نہ اندر سے نہ اُسنے درخت خرما اور نہ اور قسم کے درخت دیکھے لیکن اُسنے چہار دیواری کو باہر سے دیکھا تھا تو دونون مین سے کسی کو خیار حاصل نہوگا اور اوپر سے دیکھنا مثل اندر کے دیکھنے کے قرار دیا جائیگا اسیطرح کپڑے کے تہ کیے تھان مین اوپر سے کپڑے کا کوئی جزو دیکھ لینا خیار ساقط ہونے کے حق مین مثل تمام تھان کے دیکھنے کے ہی کذا فی المبسوط - اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رح کے اس قول کی کہ (نہ اُسنے درخت خرما اور نہ اور قسم کے درخت دیکھے) یہ تاویل ہی کہ پورے درخت خرما اور پورے اور قسم کے درخت نہین دیکھے بلکہ فقط درختون اور درختان خرما کی چوٹیان دیکھی ہین کیونکہ اگر اُسنے درختون کی چوٹیان بھی نہ دیکھی ہون تو خیار رویت ساقط نہوگا اور یہ قائل بیع محض مین بھی ایسا ہی فرماتا ہی پھر واضح ہو کہ جب عقد قسمت مین خیار رویت ثابت ہوا تو جہان ثابت ہوگا وہان جس چیز سے بیع محض مین خیار باطل ہوتا ہی اُس چیز سے عقد قسمت مین بھی خیار باطل ہو جائیگا اور خیار عیب عقد قسمت کی دونون قسمون مین ثابت ہوتا ہی - اور اگر شریکون مین سے کسی نے اپنے حصہ کی کسی چیز مین عیب پایا پس اگر قبضہ سے پہلے معلوم کر لیا تو اپنا پورا حصہ واپس کر دے خواہ مقسوم کوئی شی واحد ہو یا اشیاء مختلفہ ہون جیسا بیع مین حکم ہی اور اگر قبضہ کے بعد معلوم کیا پس اگر مقسوم ایسی چیز ہو جو حقیقۃً و حکماً واحد ہی جیسے دار واحدہ یا حکماً واحد ہو نہ حقیقۃً جیسے مکیل و موزون تو اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ پورا حصہ واپس کر دے اور یہ اختیار نہوگا کہ کچھ واپس کرے اور کچھ واپس نہ کرے جیسا بیع محض مین حکم ہی اور اگر مقسوم اشیاء مختلفہ ہون جیسے بکریان تو فقط عیب دار کو واپس کر دے جیسا کہ بیع محض مین حکم ہی - اور جس چیز سے بیع محض مین خیار عیب باطل ہو جاتا ہی اُس سے قسمت مین بھی باطل ہوتا ہی - اور اگر باندی مین عیب پانے کے بعد اُس سے خدمت لی تو استحساناً اُسکو واپس کر سکتا ہی اور اگر دار مین عیب پانے کے بعد برابر اُسمین رہتا رہا تو اُسکو بھی استحساناً واپس کر سکتا ہی - اور اگر کپڑے کو برابر پہنتا رہا یا چوپایہ پر برابر سوار ہوتا رہا یا عیب جاننے کے بعد برابر اُسنے ایسا کیا تو قیاساً و استحساناً ان دونون کو واپس نہین کر سکتا ہی اور خیار شرط کی صورت مین اگر اُسنے دار مین مدت خیار مین سکونت اختیار کی یا برابر رہتا رہا تو امام محمد رح نے کتاب البیوع مین فرمایا کہ اگر مشتری نے دار مبیعہ مین مدت خیار مین سکونت کی تو اُسکا خیار ساقط ہو جائیگا اور اسمین دو صورتین ہو سکتی ہین ایک یہ کہ مشتری نے مدت خیار مین اپنی سکونت پیدا کی اور دوم یہ کہ وہ اُسمین رہتا تھا اور مدت خیار مین بھی برابر رہتا رہا مگر امام محمد رح نے ان دونون کی تفصیل نہین فرمائی اور ہمارے مشائخ مین سے جسنے مسئلہ قسمت مین ان دونون صورتون مین فرق کیا ہی اُسنے خیار شرط مین بھی ان دونون صورتون مین فرق کیا ہی اور فرمایا کہ از سر نو سکونت پیدا کرنے سے خیار شرط باطل ہوتا ہی اور اگر رہتا تھا اور برابر رہتا رہا

ل [illegible]

۵۲ بیع محض سے خالص بیع کا عقد مراد ہی نہ وہ جسمین ضمناً بیع کے معنی ہون جیسے عقد قسمت وغیرہ ۱۲ منہ

تو باطل نہین ہوتا ہی اور اِن دونون عقدون مین کچھ فرق نہین ہی اور مشائخ مین سے جسنے یون فرمایا ہی کہ قسمت مین خیار عیب باطل نہین ہوتا ہی نہ سکونت پیدا کرنے سے اور نہ سکونت پر مداومت رکھنے سے وہ فرماتا ہی کہ خیار شرط سکونت پیدا کرنے سے اور سکونت پر مداومت کرنے سے باطل ہوتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر حصہ دار نے وہ حصہ دار جو اُسکو تقسیم مین ملا ہی بدون عیب جاننے کے فروخت کر دیا پھر مشتری نے اسی عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کر دیا پس اگر اُسنے بدون حکم قاضی اُسکو قبول کر لیا تو اُسکو قسمت کے توڑنے کا اختیار نہوگا اور اگر اُسنے بحکم قاضی قبول کیا ہی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ تقسیم توڑ کر واپس کر دے اور واضح ہو کہ اس باب مین گواہون سے ثابت ہو کر قاضی کا حکم ہونا یا اُسکے قسم سے انکار کرنے سے ثابت ہو کر حکم ہونا دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مشتری مذکور نے دار مذکور مین سے کچھ گرا دیا قبل اسکے کہ عیب سے واقف ہو تو پھر اُسکو بسبب عیب کے واپس نہین کر سکتا ہی مگر نقصان عیب کے سکتا ہی جیسا کہ بیع محض مین حکم ہی اور فرمایا کہ بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسنے جسقدر مال نقصان مشتری کو دیا ہی اُسکو قاسم سے واپس لے اور اس حکم کو یون ہی مطلقاً بدون ذکر خلاف کے بیان فرمایا اور ہمارے مشائخ مین سے بعض نے فرمایا کہ یہ حکم جو بیان مذکور ہوا فقط امام اعظم رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک یون حکم ہی کہ مال نقصان کو قاسم سے واپس لیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ کتاب القسمۃ مین جو حکم مذکور ہی وہ بالاتفاق سب کا قول ہی مگر صحیح یہ ہی کہ مسئلہ مذکورہ مین اختلاف ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شریک ہی نے خود اُسمین سے کچھ گرا دیا اور اسکو فروخت نہ کیا پھر اُسمین کچھ عیب پایا تو نقصان عیب کو اپنے شریکون کے حصون مین سے لیگا لیکن اگر اُسکے شریک اس امر پر راضی ہون کہ تقسیم توڑ دی جاوے اور یہ شخص اس حصہ کو بعینہ گرا ہوا واپس کر دے تو یہ حکم نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور واضح ہو کہ تقسیم مین جہان جہان خیار رویت بالاتفاق و بلا اختلاف الروایات ثابت ہوتا ہی وہان خیار شرط بھی ثابت ہوتا ہی اور جس سے بیع محض مین خیار شرط باطل ہوتا ہی اُس سے عقد قسمت مین بھی باطل ہوتا ہی اور جسطرح بیع محض مین خیار شرط ثابت ہوتا ہی اُسیطرح عقد قسمت مین بھی ثابت ہوتا ہی حتیٰ کہ تین روز کیواسطے خیار شرط بلا خلاف جائز ہی اور جو تین روز سے زائد ہی اُسمین امام اعظم رح اور اُنکے صاحبین مین اختلاف ہی کذا فی المحیط۔ اور اگر خیار شرط مین تین روز گذر گئے پھر دونون سے ایک نے تین روز کے اندر بخیار شرط رد کر دینے کا دعوےٰ کیا اور دوسرے نے اجازت دینے کا دعویٰ کیا تو مدعی اجازت کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو جو شخص رد کا دعوےٰ کرتا ہی اُسکے گواہ قبول ہونگے کذا فی المبسوط

ساتوان باب - اُن لوگون کے بیان مین جو غیر کی طرف سے متولی تقسیم ہو سکتے ہین اور جو نہین ہو سکتے ہین

اصل یہ ہی کہ جو شخص کسی چیز کی بیع کا اختیار رکھتا ہی وہ اُسکی تقسیم کا بھی اختیار رکھتا ہی یہ محیط مین ہی۔ نابالغ و معتوہ کیطرف سے اسکے باپ کی تقسیم ہر چیز مین جائز ہی بشرطیکہ اُسمین غبن فاحش نہو اور باپ کے مرنے کے بعد اسکا وصی باپ کا قائم مقام ہوتا ہی اور اگر باپ کا وصی موجود نہو تو اُسکے دادا کا بھی یہی حکم ہی اور ماں نے جو ترکہ چھوڑا ہی اُسمین سوا عقار کے باقی چیزون کا تقسیم کرنا ماں کے وصی کے فعل سے جائز ہی بشرطیکہ اولیاء مذکورہ بالا مین سے کوئی موجود نہو کیونکہ ماں کا وصی اُسکی ماں کا قائم مقام ہی اور ماں کا تصرف کرنا ایسی چیزون مین جو اُسکے نابالغ فرزند کی ملک ہی سوائے عقار کے باقی مین بطور بیع کے صحیح ہی پس ایسے ہی بطور قسمت کے بھی صحیح ہی اور ماں اور بھائی اور چچا کا تقسیم کرنا اور شوہر کا اپنی نابالغہ جورو یا بالغہ غائبہ جورو کیطرف سے تقسیم کرنا صحیح نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور

کافر یا مملوک یا مکاتب کا اپنے فرزند نابالغ آزاد مسلمان کی طرف سے تقسیم کرنا جائز نہین ہی اور ملتقط کا لقیط کی طرف سے تقسیم کرنا بھی جائز نہین ہی اگرچہ لقیط اپنے ملتقط کے عیال مین ہو یہ مبسوط کین ہی۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے واسطے کل چیز مین کوئی وصی مقرر کیا اور اُسنے یتیم کیطرف سے عقار و عروض مین تقسیم کی تو جائز ہی اور اگر اُسکو فقط نفقہ یا کسی خاص چیز کی حفاظت کے واسطے وصی مقرر کیا ہو تو جائز نہین ہی اور یہ بخلاف باپ کے وصی مقرر کرنے کے ہی کہ اگر باپ نے کسی امر خاص مین اُسکو وصی مقرر کیا تو وہ سب امور کے واسطے وصی ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصی نے مال مشترک دو نابالغون مین تقسیم کیا تو جائز نہین ہی جیسا کہ اگر وصی نے ایک نابالغ کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو نہین جائز ہی بخلاف باپ کے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ اولاد کا مال اُنہین باہم تقسیم کر دیا تو جائز ہی جیسا کہ اگر باپ نے اپنی اولاد نابالغ مین سے ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو جائز ہی اور اس بات مین وصی کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ ایک نابالغ کا غیر مقسوم حصہ کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر کے پھر مشتری کے ساتھ دوسرے نابالغ کے حصہ کا مقاسمہ کر لے پھر اُس مشتری سے دوسرے نابالغ کا حصہ جو فروخت کیا ہی اُسی کے واسطے خرید لے پس دونون نابالغون کا حصہ جدا جدا ہو جائیگا اور یہ تقسیم اسواسطے جائز ہوئی کہ یہ تقسیم مشتری اور وصی کے درمیان جاری ہوئی ہی اور دوسرا حیلہ یہ ہی کہ دونون کا حصہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر کے پھر اسی شخص سے دونون کا حصہ جدا کیا ہوا خرید ے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر نابالغ و وصی کے درمیان مال مشترک ہو تو وصی کا تقسیم کرنا جائز نہین ہی لیکن اگر اس تقسیم مین نابالغ کے واسطے منفعت ظاہرہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی اگرچہ نابالغ کے واسطے منفعت ظاہرہ ہووے اور اگر باپ نے اپنا اور اپنے فرزند نابالغ کا مال مشترک تقسیم کیا تو جائز ہی اگرچہ اُسمین نابالغ کے واسطے منفعت ظاہرہ نہووے یہ محیط مین ہی۔ اگر وارثون مین نابالغ اور بالغ ہون اور وارثان بالغ حاضر ہون پس وصی نے بالغون سے حصہ بانٹ اسطرح کیا کہ سب نابالغون کا حصہ اکٹھا جدا کیا اور یون نہ کیا کہ ہر نابالغ کا حصہ جدا کرے تو تقسیم جائز ہوگی پھر اسکے بعد اگر وصی نے نابالغون کا حصہ باہم تقسیم کر دیا تو یہ تقسیم جائز نہوگی اور اگر وارث لوگ بالغ ہون اور غائب ہون تو وصی کا مال عقار اُنہین تقسیم کرنا جائز نہین ہی مگر مال عروض اُنہین تقسیم کرنا جائز ہی اور اس سے مراد یہ ہی کہ وارث لوگ سب بالغ ہون اور اُنہین سے بعضے حاضر ہون اور بعضے غائب ہون پس اُسنے حاضرین سے تقسیم کی اور اُنکا حصہ جدا کیا۔ اور بقالی نے اپنی کتاب مین مال عروض کے ساتھ اتنا زیادہ لفظ کیا کہ مال عروض تا سبب کے ترکہ مین سے الخ یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر وارثون مین ایک صغیر ہو اور ایک بالغ غائب ہو اور باقی بالغ وارث حاضر ہون اور وصی نے بالغ غائب کا حصہ مع صغیر کے حصہ کے جدا کر لیا اور وارثان حاضر سے مقاسمہ کر لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ مقاسمہ عقار و غیر عقار سب مین جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک بالغ کیطرف سے عقار مین نہین جائز ہی اور یہ بنا بریں سکے ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک بالغ کیطرف سے وصی کی بیع مال عقار مین تین جگہ جائز ہی ایک تو جب میت پر قرضہ ہو اور دوسرے جبکہ ترکہ مین وصیت ہو اور تیسرے جبکہ وارثون مین کوئی صغیر ہو پس بیع کے مانند تقسیم مین بھی ایسا ہی ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر وارثون مین بالغ و نابالغ دونون ہون اور وصی نے ہر بالغ و ہر نابالغ کا حصہ جدا جدا کر کے ہر ایک کو تقسیم کر دیا تو بالکل جائز نہین ہی۔ اور اگر ترکہ کے واسطے ایک تہائی کی وصیت ہو پھر وصی نے

اس موصی لہ سے حصہ بانٹ کر کے ایک تہائی موصی لہ کو دیا اور دو تہائی وارثون کے واسطے رکھ لیا تو صحیح ہو اور اگر یہ مال وصی کے پاس تلف ہو گیا تو اُسپر ضمان واجب نہو گی - اور اگر وارث لوگ بالغ ہون اور غائب ہون پھر وصی نے موصی لہ سے حصہ بانٹ کر کے وارثان مذکور کا حصہ لے لیا تو جائز ہو ایسا ہی اصل مین مذکور ہو اور اگر موصی لہ غائب ہو اور وارث لوگ بالغ ہون اور حاضر ہون اور وصی نے وارثون سے حصہ بانٹ کر کے موصی لہ کا حصہ لے لیا تو امام اعظم رہ کے نزدیک یہ تقسیم باطل ہو مگر امام ابو یوسف رح اسمین خلاف کرتے ہین یہ ذخیرہ مین ہو ایک شخص مر گیا اور کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کر گیا اور ترکہ پر غیر مستغرق قرضہ ہو اور وارثون نے وصی سے درخواست کی کہ ترکہ مین سے بقدر قرضہ کے جدا کر کے باقی ہم مین تقسیم کر دے تو اُسکو اختیار ہو گا کہ اُنمین تقسیم نہ کرے اور بقدر دین کے غیر مقسوم ہونے کی حالت مین فروخت کر دے یہ ظہیریہ مین ہو - اگر دو وصیون نے مال تقسیم کیا پس ایک نے بعض وارثون کا حصہ لیا اور دوسرے نے باقی وارثون کا حصہ لیا تو یہ نہین جائز ہو اور اگر تقسیم کے پہلے دونون مین سے ایک وصی غائب ہو گیا اور دوسرے نے وارثون سے تقسیم کی تو امام اعظم رح و امام محمد رہ کے نزدیک نہین جائز ہو - اور امام ابو یوسف اسمین خلاف کرتے ہین - اور جس شخص کو برسام ہو یا خود بیہوشی طاری ہوئی ہو یا کبھی جنون ہو جاتا ہو اور کبھی افاقہ ہو جاتا ہو تو اُسکی طرف سے حصہ بانٹ کر دینا جائز نہو گا لیکن اگر اُسنے حالت صحت و افاقہ مین رضامندی ظاہر کی ہو یا وکیل کر دیا ہو تو جائز ہو یہ ذخیرہ مین ہو - وصی مرد ذمی ہو اور وارث لوگ مسلمان ہین تو ایسا وصی اپنے وصی ہونے سے خارج کیا جائیگا مگر قبل نکالے خارج کیے جانے کے اگر اُسنے تقسیم کی ہو تو قسمت جائز ہو گی اور اسیطرح اگر میت کے سوائے کسی غیر کا غلام اس میت کا وصی ہو تو جب تک خارج نکیا جاوے تب تک وصی قرار پاویگا یہ محیط سرخسی مین ہو - قسمت کے احکام مین ذمی لوگ بمنزلۂ اہل اسلام کے ہین سوائے سور و شراب کے کہ اگر سور و شراب اُنمین مشترک ہو اور بعض نے تقسیم کی درخواست کی اور بعض نے انکار کیا تو مین انکار کرنے والون پر تقسیم کے واسطے جبر کرونگا جیسا کہ سوائے سور و شراب کے اور چیزون کی تقسیم کے واسطے مجبور کرتا ہون - اور اگر ذمیون نے باہم شراب کو تقسیم کر لیا اور بعض نے ازراہ پیمانہ زیادہ لی تو ایسی زیادتی ذمیون کے حق مین بھی جائز نہو گی اور اگر کسی ذمی کا وصی مسلمان ہو تو اس مسلمان وصی کے حق مین شراب و سور کا مقاسمہ کرنا مکروہ جانتا ہون لیکن یہ مسلمان کسی ذمی کو اپنا نائب وکیل کر دے جو نابالغ کیطرف سے شراب کا حصہ بانٹ کرا کے بعد تقسیم کے اُسکو فروخت کر دے - اور اگر کسی ذمی نے مسلمان کو ایسی میراث کی تقسیم کے واسطے جسمین شراب و سور ہی وکیل کیا تو مسلمان سے ایسا فعل جائز نہین ہو جیسے کہ مسلمان کو شراب و سور کا فروخت کرنا و خریدنا جائز نہین ہو اور اس مسلمان وکیل کو یہ بھی اختیار نہین ہو کہ شراب و سور کے مقاسمہ کے واسطے اپنی طرف سے دوسرے کو وکیل کر دے اسوجہ سے کہ اُسکا موکل اسکے سوائے غیر شخص کی رائے پر راضی نہین ہوا ہو اور اگر راضی ہوا ہو مثلاً اُسنے یہ کام اسکی رائے پر سونپ دیا ہو اور اسنے کسی ذمی کو اپنی طرف سے وکیل قسمت کر دیا تو جائز ہو یہ مبسوط مین ہو - اگر وارثون مین سے ایک وارث مسلمان ہو گیا اور اُسنے کسی ذمی کو اسواسطے وکیل کیا کہ جسقدر شراب و سور ہین اُنکا مقاسمہ کرے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہو مگر صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہو جیسا کہ اگر کسی مسلمان نے ذمی کو شراب فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا تو یون ہی حکم ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو - اور اگر اُس

وارث نے جو مسلمان ہوگیا ہی شراب کا اپنا حصہ لیکر اُسکو سرکہ کر ڈالا تو جسقدر شراب سرکہ کر ڈالی ہی اسمین سے دوسرے وارثون کے حصہ کا ضامن ہوگا اور یہ سرکہ اُسیکا ہو جائیگا - اور اگر کسی ذمی کے ترکہ مین فقط شراب و سور ہون اور اُسکے قرضخواہ لوگ مسلمان ہون اور اُسکا کوئی وصی نہو تو قاضی اسکی فروخت کے واسطے ذمیون مین سے ایک شخص کو مقرر کریگا کہ وہ اسکو فروخت کر کے میت کا قرضہ ادا کر دے یہ مبسوط مین ہی - اور اگر حربی مستامن نے اپنے ذمی بیٹے کیطرف سے مقاسمہ کیا تو جائز نہین ہی اور اگر اُسکا بیٹا بھی باپ کے مانند حربی ہو تو تقسیم جائز ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر مرتد نے جو حالت ردت مین بدین جرم قتل کیا گیا ہی اپنے نابالغ فرزند کی طرف سے جو مثل اُسکے مرتد ہی مقاسمہ کیا تو جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - اور ماذون کا تقسیم کرنا مثل آزاد مرد کی تقسیم کے ہی کذا فی محیط السرخسی - اور مکاتب بھی تقسیم مین مثل آزاد کے ہی - اور تقسیم مین مثل بیع کے معاوضہ کے معنی موجود ہین اور اگر مکاتب بعد قسمت کے عاجز ہوگیا تو اُسکے مولے کو فسخ قسمت کا اختیار نہوگا اور اگر مولے نے بغیر رضامندی مکاتب کے اُسکی طرف سے مقاسمہ کیا تو نہین جائز ہی خواہ مکاتب حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر مولی نے اسطرح اسکی طرف سے مقاسمہ کر لیا پھر مکاتب عاجز ہوگیا اور یہ چیز مولی کی ہوگئی تو یہ تقسیم جائز نہو جائیگی جیسے کہ مولی کے اور تصرفات بسبب مکاتب کے عاجز ہو جانے کے نافذ نہین ہو جاتے ہین اور اگر مکاتب نے تقسیم کیواسطے کوئی وکیل کیا پھر خود عاجز ہوگیا یا مرگیا تو اُسکے وکیل کو یہ اختیار نہوگا کہ اسکے بعد مقاسمہ کرے اور اگر مکاتب مذکور آزاد کر دیا گیا تو اُسکا وکیل اپنی وکالت پر رہیگا اور اگر مکاتب نے اپنی موت کے وقت کسیکو وصی مقرر کر دیا اور وصی نے اُسکے بالغ وارثون سے اُسکے نابالغ فرزند کیواسطے مقاسمہ کیا اور مکاتب اپنی کتابت کی ادا کے لائق مال چھوڑ مرا ہی تو اُسکے وصی کا بٹوارہ اس صورت مین جائز ہوگا جیسے کہ مکاتب مذکور اگر آزاد ہوتا تو جائز ہوتا کیونکہ مکاتب کا مال کتابت ادا کر دیا جائیگا اور یہ حکم دیا جائیگا کہ وہ اپنی حیات کے آخر جزو مین آزاد ہوکر مرا ہی پس گویا اُسنے خود کتابت کا مال ادا کر کے انتقال کیا پس اُسکا وصی اُسکے نابالغ فرزند کیطرف سے تصرف کرنے مین مثل وصی آزاد کے ہوگا - اور امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ مکاتب مذکور کا وصی اُسکے فرزند بالغ غائب کے حق مین مثل وصی آزاد مرد کے ہی حتے کہ سوائے عقار کے اُسکا تقسیم کرنا جائز ہی انتہے کلامہ اور جو وہان ذکر فرمایا ہی یہی اصح ہی اور اگر مکاتب مذکور نے اپنی کتابت ادا کرنے کے لائق مال نہ چھوڑا ہو اور وصی نے اُسکے نابالغ فرزند کیواسطے اُسکے بالغ وارثون سے مقاسمہ کر لیا اور اُسکے وارثون نے اُسکی کتابت کیواسطے سعایت کی تو تقسیم جائز نہوگی پھر اگر وارثون نے قبل اس قسمت کے رد کر دینے کے مال کتابت ادا کر دیا تو یہی تقسیم کافی ہوگی کذا فی شرح المبسوط

آٹھوان باب - ایسی حالت مین تقسیم ترکہ کا بیان کہ میت پر یا میت کا قرضہ موجود ہو یا موصی لہ موجود ہو اور بعد تقسیم کے قرضہ ظاہر ہونے کے بیان مین اور وارث کا ترکہ مین دین کا یا اعیان ترکہ مین سے کسی مال عین کا دعوی کرنے کے بیان مین

اگر وارثون مین سے کسی وارث نے میت پر قرضہ ہونے کا اقرار کیا اور باقیون نے انکار کیا تو ترکہ ان لوگون مین تقسیم کیا جائیگا پھر جبکہ مقر کا حصہ تمام دین ادا ہونے کیواسطے کافی ہو تو ہمارے نزدیک مقر کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے حصہ مین سے تمام قرضہ ادا کرے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر وارثون نے میت کا دار یا زمین تقسیم کر لی حالانکہ میت پر قرضہ ہی پھر قرضخواہ اپنا دین طلب کرنے کو حاضر ہو

تو انکو اختیار ہوگا کہ اس تقسیم کو توڑ دین خواہ قرضہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ اور اگر وارثون نے قاضی سے تقسیم ترکہ کی درخواست کی اور میت پر قرضہ ہی اور قاضی اُسکو جانتا ہی اور قرضخواہ غائب ہی پس اگر دین مستغرق ہو یعنی تمام ترکہ کو محیط ہو تو قاضی ترکہ مذکور وارثون مین تقسیم نہ کریگا اسواسطے کہ وارثون کا اُسمین کچھ حق نہین ہی پس تقسیم کا کچھ فائدہ نہوگا اور اگر قرضہ غیر مستغرق ہو تو قیاساً اس صورت مین بھی تقسیم نہ کریگا بلکہ سب ترکہ متوقف رکھیگا مگر استحساناً یہ حکم ہو کہ بقدر دین کے موقوف رکھکر باقی کو وارثون مین تقسیم کردے اور امام اعظم رح کے نزدیک اسمین کسی صورت مین وارثون سے کوئی کفیل نہ لیگا اور صاحبینؒ اسمین خلاف کرتے ہین۔ اور اگر قاضی کو میت پر قرضہ ہونا معلوم نہو تو وارثون سے دریافت کریگا کہ آیا میت پر قرضہ ہی پس اگر انھون نے کہا کہ ہان تو اُسنے قرضہ کی مقدار دریافت کریگا کیونکہ اسمین حکم مختلف جاتا ہی یعنے اگر مقدار قرضہ بقدر ہو کہ تمام ترکہ کو محیط ہو تو اور حکم ہی اور اگر محیط نہو تو اور حکم ہی پس دریافت کرنا ضرور ہی۔ اور اگر وارثون نے کہا کہ میت پر قرضہ نہین ہی تو قول اُنھین کا مقبول ہوگا کیونکہ وارث لوگ میت کے قائم مقام ہین پھر اُنسے دریافت کریگا کہ آیا ترکہ مین وصیت ہی پس اگر انھون نے کہا کہ ہان تو اُنسے دریافت کریگا کہ آیا یہ وصیت تعیین ہی یا وصیت مرسلہ ہی کیونکہ دونون حالتون مین حکم مختلف ہی چنانچہ اسکا بیان عنقریب آتا ہی انشاءاللہ تعالی اور اگر انھون نے کہا کہ ترکہ مین وصیت نہین ہی تو اب ترکہ کو انمین تقسیم کردیگا پھر اسکے بعد اگر قرضہ ظاہر ہوا تو قاضی تقسیم کو توڑ دیگا اسیطرح اگر قاضی نے اُنسے دریافت نہ کیا ہو کہ دین ہی یا نہین اور ترکہ تقسیم کردیا ہو حتی کہ ظاہرا یہ جائز ہو چکی ہو پھر دین ظاہر ہوا تو بھی قاضی تقسیم مذکور کو توڑ دیگا لیکن اگر وارثون نے یہ قرضہ اپنے مال سے ادا کردیا تو قاضی دونون صورتون مین تقسیم کو نہ توڑیگا اسیطرح اگر قرضخواہ نے میت کو قرضہ سے بری کردیا تو بھی تقسیم کو نہ توڑیگا اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ وارثون نے قرضخواہ کا حصہ الگ کیا ہو اور سوائے اسکے جسکو وارثون نے تقسیم کرلیا ہی میت کا اور کچھ مال بھی نہو اور اگر وارثون نے قرضخواہ کا حصہ جدا کردیا ہو یا سوائے اُس مال کے جسکو تقسیم کیا ہی میت کا اور کچھ مال ہو تو قاضی اس تقسیم کو نہ توڑیگا اسیطرح اگر کوئی دوسرا وارث ظاہر ہو جسکو پہلے گواہون نے نہ بتلایا تھا یا تہائی یا چوتھائی کا موصی لہ ظاہر ہوا تو قاضی تقسیم مذکورہ کو توڑ کر پھر دوبارہ تقسیم کریگا اور اگر وارثون نے کہا کہ ہم اس وارث یا موصی لہ کا حق اپنے مال سے ادا کیے دیتے ہین اور تقسیم نہ توڑینگے تو قاضی اُنکے قول پر التفات نہ کریگا لیکن اگر یہ وارث یا موصی لہ اس امر پر راضی ہو جاوے تو ہو سکتا ہی۔ اور اگر کوئی قرضخواہ یا ہزار درم وصیت مرسلہ کا موصی لہ ظاہر ہوا اور وارثون نے کہا ہم اس قرضخواہ یا ایسے موصی لہ کا حق اپنے مال سے ادا کیے دیتے ہین اور تقسیم کو نہ توڑینگے تو اُنکو یہ اختیار حاصل ہی۔ اسوجہ سے کہ وارث اور تہائی و چوتھائی وغیرہ کے موصی لہ کا حق تو عین ترکہ مین ہی سو جب وارثون نے یہ چاہا کہ ہم اُسکا حق اپنے مال سے ادا کرین تو یہ چاہا کہ ترکہ مین سے جو کچھ اُسکا حصہ ہی ہم خرید لین تو یہ بدون اُسکی رضامندی کے صحیح نہین ہو سکتا ہی اور رہا قرضخواہ کا حق یا ہزار درم وصیت مرسلہ کے موصی لہ کا حق سو یہ حق عین ترکہ مین نہین ہی بلکہ معنی ترکہ مین ہی بدین معنی کہ مالیت ترکہ سے اسقدر حق انکو پھر دیا جاوے پس خواہ مالیت ترکہ مین سے دیا جاوے یا وارثون کے مال سے دیا جاوے دونون برابر ہین۔ اور اسیطرح اگر وارثون مین سے کسی نے قرضخواہ کا حق اپنے مال سے اس شرط سے ادا کردیا کہ

ترکہ میں سے واپس نہ لیگا تو بھی قاضی اس تقسیم کو نہ توڑیگا بلکہ برابر باقی رکھیگا کیونکہ قرضخواہ کا حق ساقط ہو گیا اور وارث کا قرضہ
ترکہ پر ثابت نہیں ہوا کیونکہ اُسنے شرط کر لی تھی کہ میں ترکہ سے واپس نلونگا اور اگر وارث نے ادائے قرضہ کے
وقت شرط کر لی ہو کہ میں ترکہ سے واپس لونگا یا سکوت کیا ہو تو تقسیم مذکور رد ہو جائیگی - پھر واضح ہو کہ یہ جو ذکر فرمایا کہ
اگر وارثوں نے ترکہ تقسیم کر لیا پھر دوسرا وارث یا تہائی وغیرہ کا موصی لہ ظاہر ہوا تو قاضی اس تقسیم کو توڑ دیگا
یہ اُس وقت ہے کہ جب یہ تقسیم بغیر حکم قاضی ہو - اور اگر یہ تقسیم بحکم قاضی ہو پھر کوئی وارث یا تہائی کا موصی لہ ظاہر ہوا تو یہ قاضی
اس تقسیم کو نہیں توڑ سکتا ہے جبکہ قاضی نے اسکا حصہ جدا کر دیا - اور رہا موصی لہ سوا اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے [یعنی جز تہائی وغیرہ ۱۲]
بعضوں نے فرمایا کہ نہیں توڑ سکتا ہے اور اسی طرف امام محمد رح نے اشارہ فرمایا ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط میں ہے - اور اگر کسی
شخص نے از راہ تبرع میت کا قرضہ ادا کر دیا تو قرضخواہ کو تقسیم توڑنے کا استحقاق حاصل نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے - وارثوں
نے تقسیم ترکہ چاہی حالانکہ ترکہ پر قرضہ ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ کوئی اجنبی باجازت قرضخواہ بشرط براءت میت اس دین کا ضامن
ہو جاوے - اور اگر اُسنے بشرط براءت میت ضمانت نہ کی تو یہ تقسیم نافذ نہوگی اسواسطے کہ جب بشرط براءت میت اُسنے
ضمانت کی تو یہ حوالہ ہو گیا پس قرضہ اُس اجنبی کیطرف منتقل ہو جائیگا اور ترکہ مواخذہ دین سے چھوٹ جائیگا - یہ
وجیز کردری میں ہے - اور اگر بعض وارث نے قرضہ ادا کر دیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ باقیوں سے واپس لے خواہ اُسنے
ادا کرنے کے وقت واپس لینے کی شرط کر لی ہو یا نہ کی ہو لیکن اگر اُسنے تبرعاً ادا کر دیا ہے تو ایسا نہ کرے اور واپس [یعنی بقدر رحصہ رسد ۱۲ منہ]
اسوجہ سے لیگا کہ وارثوں میں سے ہر ایک وارث اس قرضہ کے مطالبہ میں گرفتار ہے کہ اگر قرضخواہ اُسکو قاضی کے
پاس لے گیا تو اُسپر پورے قرضہ کی ڈگری کر دیگا پس یہ شخص حکم قضا سے مجبور و مضطر ہوگا متبرع نہوگا لیکن اگر اُسنے
تبرع کا ارادہ کر لیا مثلاً اُسنے شرط کر دی کہ میں وارثوں سے واپس نہ لونگا تو البتہ متبرع ہو جائیگا - اور اگر وارثوں
نے دار کو باہم تقسیم کر لیا اور وارثوں میں میت کی جورو بھی ہے پھر اُسنے بعد تقسیم کے اپنے شوہر پر مہر کا دعوی کیا
اور گواہ قائم کر دیے تو تقسیم توڑ دیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر بعض وارث نے ترکہ کی تقسیم پوری ہو جانے
کے بعد ترکہ میں اپنے قرضہ کا دعوے کیا تو اُسکا دعوی صحیح ہے اور اُسکے گواہوں کی سماعت ہوگی اور اُسکو اختیار
ہوگا کہ تقسیم توڑ دے یہ محیط میں ہے - چند وارثوں میں مال میراث مشترک ہے اور اس میراث پر قرضہ یا وصیت کچھ
نہیں ہے پھر کسی وارث نے انتقال کیا اور اس وارث میت پر قرضہ ہے یا اُسنے کچھ وصیت کر دی ہے یا اُسکا کوئی وارث
غائب ہے یا صغیر ہے پھر میت اول کی میراث کو وارثوں نے بغیر حکم قاضی باہم تقسیم کیا تو میت ثانی کے قرضخواہوں کو
اختیار ہوگا کہ اس تقسیم کو باطل کر دیں اسیطرح صاحب وصیت اور وارث غائب اور صغیر کو بھی یہی اختیار ہے - یہ
تاتارخانیہ میں ہے - اور اگر کسی وارث نے اپنے نابالغ فرزند کے واسطے تہائی کی وصیت ہونے کا دعوی کیا اور
گواہ قائم کر دیے حالانکہ وارث لوگ دار کو باہم تقسیم کر چکے ہیں تو یہ تقسیم اُسکے فرزند کا حق جو بوجہ وصیت کے حاصل
ہوا ہے باطل نہیں کرتی ہے مگر اُسکے باپ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو وصیت اُسکے فرزند کے واسطے حاصل ہوئی اُسکا لیکے
لڑکے کے واسطے یہ اختیار ہے کہ تقسیم کو توڑ دے کیونکہ یہ قسمت اُسکے ساتھ پوری ہوئی ہے اور جو شخص ایسی چیز کے توڑنے کا
قصد کرے جو اُسکے ساتھ پوری ہوئی ہے تو اُسکی کوشش برباد جائیگی اور جب اُسنے تقسیم پر اقدام کیا تو اس بات کا
اعتراف کیا کہ میرے بیٹے کے واسطے وصیت نہیں ہے مگر ایسا حکم قرضہ کی صورت میں نہیں ہے لیکن جب اُسکا

بیٹا بالغ ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنے حق وصیت کا مطالبہ کرے اور تقسیم کو توڑ دے یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر ایک دار
چند لوگون مین میراث مشترک ہو پس اُسکو اُنھون نے جس جس قدر باپ سے میراث کا حصہ پایا ہی بانٹ لیا پھر ایک
وارث نے دعوی کیا کہ میرا ایک سگا بھائی ایک مان باپ سے ہم لوگون کے ساتھ باپ کی میراث کا وارث ہوا تھا پھر بعد
انتقال باپ کے اُسنے بھی انتقال کیا اور مین اُسکا وارث ہون اور اُسکی میراث طلب کی اور کہا کہ تم لوگون نے
مجھے فقط وہ حصہ بانٹ دیا ہی جو مین نے اپنے باپ سے میراث پایا ہی اور اس تقسیم کی جو تحریر ہوئی تھی اُسمین ان
لوگون نے یہ نہین لکھا تھا کہ جو حصہ جسکو پہونچا ہی اُس سے دوسرے کا کچھ حق متعلق نہین ہی اور وارث مذکور نے
اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور تقسیم نہ ٹوٹیگی اور اگر اُن لوگون نے یہ تحریر کیا ہو
کہ جو حصہ جسکو پہونچا اُس سے دوسرے کا کچھ حق متعلق نہین ہی تو یہ تحریر اُسکے دعوی کی نفی ہی اور یہ جو فرمایا ہی کہ اس
تقسیم کی جو تحریر ہوئی تھی اُسمین ان لوگون نے یہ نہین لکھا تھا الی آخرہ اس سے شبہہ دور کرنا اور اسکا مقصود یہی
کہ دونون صورتون مین جواب یکسان ہی اسیطرح اگر مدعی مذکور نے اس دعوے کے گواہ قائم کیے کہ مین نے یہ دار اپنے
باپ سے باپ کی زندگی مین خریدا ہی یا اُسنے مجھے یہ دار ہبہ کیا اور مین نے لیکر قبضہ کر لیا ہی یا یہ دار میری مان کا ہی مین نے
اُس سے میراث پایا ہی تو بھی اُسکے گواہ قبول ہونگے یہ مبسوط مین ہی- اگر وارثون نے دین کو باہم تقسیم کیا پس اگر
یہ دین میت کا لوگون پر ہو اور وارثون نے دین و عین کو اکٹھا تقسیم کیا باین طور کہ یون شرط کی کہ یہ دین جو فلان
شخص پر آتا ہی مع اس عین کے اس وارث کا ہی اور وہ دین جو فلان شخص دیگر پر آتا ہی مع اس مال عین دیگر
کے اس دوسرے وارث کا ہی (علی ہذا القیاس) تو ایسی تقسیم عین و دین دونون مین باطل ہی- اور اگر وارثون
نے اعیان کو باہم تقسیم کر لیا پھر دیون کو باہم تقسیم کیا تو اعیان کی تقسیم صحیح ہوگی اور دیون کی تقسیم باطل ہوگی
اور اگر یہ قرضہ میت پر آتا ہو اور وارثون نے باہم اس قرارداد سے تقسیم ترکہ کیا کہ ہر واحد ہر ایک قرضخواہ کے قرضہ
کا علیحدہ ضامن ہو جاوے یا اس قرارداد سے تقسیم کیا کہ ایک وارث سب دیون کا ضامن ہو جاوے پس اگر
تقسیم ترکہ مین ضمانت مشروط ہو تو تقسیم فاسد ہوگی اور اگر تقسیم مین ضمانت مشروط نہو بلکہ تقسیم کے بعد بغیر شرط کے
ضامن ہو گیا پس اگر اس شرط سے ضامن ہوا کہ ترکہ سے واپس لونگا تو یہ تقسیم نافذ نہوگی یعنے اُسکو اس تقسیم کے توڑ دینے کا
اختیار ہوگا اور اگر اس شرط سے ضامن ہوا کہ میت سے اور اُسکے میراث سے کچھ واپس نہ لونگا اور اس شرط سے کہ قرضخواہ میت
مقروض کو بری کر دے تو یہ جائز ہی بشرطیکہ قرضخواہ لوگ اُسکی ضمانت پر راضی ہو جاوین یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر
قرضخواہون نے اسکے قبول سے انکار کیا تو اُنکو تقسیم توڑنے کا اختیار ہی- اور اگر قرضخواہ لوگ اُسکی ضمانت پر
راضی ہوئے اور اُنھون نے میت کو بری کر دیا پھر اُنکا مال اس ضامن سے وصول نہوا بلکہ ڈوب گیا تو اُنکو اختیار
ہوگا کہ جہان کہین میت کا مال پاوین اُس سے وصول کر لین کذا فی المبسوط- اور اگر ضمانت مین یہ شرط نہ کی کہ
قرضخواہ اپنے قرضہ از میت کو بری کر دے تو تقسیم نافذ نہوگی اگرچہ قرضخواہ لوگ اسپر راضی ہو جاوین- جس قرضخواہ
کا میت پر قرضہ ہی اگر اُسنے اُس تقسیم کی اجازت دیدی جسکو وارثون نے بانٹا ہی پھر چاہا کہ تقسیم مذکور کو توڑ دے
تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اگر اراضی تین آدمیون مین اُنکے باپ کی میراث مشترک ہو اور اُنمین سے
ایک مر گیا اور ایک بالغ بیٹا چھوڑا پس باپ نے اور اُسکے دونون چچا نے اراضی مذکور کو اُسکے دادا کی میراث پر تقسیم کیا

بچے دین کی ضمانت کا مسئلہ

پھر اس پوتے نے اس بات کے گواہ قائم کیے کہ میرے دادا نے میرے واسطے ایک تہائی کی وصیت کی تہی اور چاہا کہ تقسیم باطل کر دی جاوے تو اسکے دعوی کی سماعت نہو گی۔ اور اگر دادا کی طرف سے وصیت کا دعوی نہ کیا بلکہ اپنے باپ پر اپنا قرضہ ہونے کا دعوی کیا تو دعوی صحیح ہوگا اور اگر گواہ قائم کر دے تو قرضہ ثابت ہوجائیگا اور اگر اسکے دونون چچا نے یہ کہا کہ تیرا قرضہ تیرے باپ پر ہی دادا پر نہین ہی اور ہمنے تجھے تیرے باپ کا حصہ دیدیا پس تیرا جی چاہے اسکو قرضہ مین فروخت کر دے یا تیرا جی چاہے اسکو اپنے پاس رہنے دے اور تو تقسیم نہین توڑ سکتا ہی اسواسطے کہ تجھے تقسیم توڑنے مین کچھ فائدہ نہین ہی اسوجہ سے کہ تقسیم توڑنے پر تیرا قرضہ تیرے باپ کے حصہ میراث سے ادا کیا جائیگا دادا کے ترکہ سے نہین ادا کیا جائیگا تو دونون ایسا نہین کہہ سکتے ہین کیونکہ انکا بھتیجا یعنی مدعی مذکور یہ کہہ سکتا ہی کہ ایسا نہین ہی بلکہ توڑنے مین یہ فائدہ ہی کہ میت کے مال مین زیادتی ہو جائیگی۔ اگر ایک زمین چند وارثون مین میراث مشترک ہو اور اسکو وارثان مذکورین نے باہم تقسیم کر کے قبضہ کر لیا پھر ایک وارث نے دوسرے کے حصہ پر اُس سے خرید کر قبضہ کر لیا پھر میت پر قرضہ نکلا اور اسکے گواہ قائم ہوئے تو ترکہ کی تقسیم و خرید دونون وارث کیطرف سے مصروف ہونگی اور قرضہ ہونے کی صورت مین اس تصرف کا نفاذ نہوگا یہ مبسوط مین ہی اور اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ فلان شخص مر گیا اور اسنے یہ دار میراث چھوڑا ہی اور یہ نہ کہا کہ اُن لوگون کے واسطے یا اپنے وارثون کیواسطے میراث چھوڑا ہی پھر اسکے بعد اقرار کنندہ نے دعوی کیا کہ میت مذکور نے میرے واسطے تہائی کی وصیت کر دی ہی یا میت پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر اُسنے اقرار مین یہ کہا ہو کہ اُن لوگون کے واسطے یا اپنے وارثون کیواسطے میراث چھوڑا ہی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو پھر اُسکے گواہ مقبول نہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ دار میرے باپ کی میراث ہی پھر سواے باپ کے دوسرے کی میراث کا دعوی کیا تو بسبب تناقض کے اسکا دعوی مسموع نہوگا یہ مبسوط مین ہی چند وارثون نے اپنے مورث کا دار متروکہ میراث مین تقسیم کیا اور میت کی جورو اسکی مقر ہی پس اُس عورت کو آٹھوان حصہ پہونچا اور اُسکا آٹھوان حصہ جدا کر دیا گیا پھر عورت مذکورہ نے دعوی کیا کہ یہ دار میرے شوہر نے مجھے مہر دیا تھا یا مین نے اپنے مہر کے عوض یہ دار اُس سے خریدا تھا تو یہ دعوی مسموع نہوگا کیونکہ جب عورت نے وارثون کی تقسیم مین مساعدت کی تو گویا اس امر کا اقرار کیا کہ شوہر کی موت کے وقت یہ دار شوہر کی ملک تھا پس اُسکا دعوی مسموع نہوگا۔ اسیطرح اگر چند آدمیون نے اپنے باپ کی میراث کا دار یا زمین تقسیم کی اور ہر ایک کو ایک ٹکڑا پہونچا پھر ایک نے دوسرے وارث کے حصہ مین کسی عمارت یا درخت کا اس غرض پر دعوی کیا کہ اسکو مین نے بنایا یا لگایا ہی تو اس دعوے پر اسکے گواہ مقبول نہونگے کذا فی فتاوی قاضیخان

نوان باب۔ تقسیم مین غرور کے بیان مین۔ واضح ہو کہ اصل یہ ہی کہ ہر تقسیم جو باختیار قاضی یا باختیار ہر دو شریک واقع ہوئی۔ اگر ایسی تقسیم ہو کہ درصورت ایک کے انکار کرنے کے قاضی سے درخواست کرنے اس منکر پر تقسیم کیواسطے جبر کیا جاتا ہے جیسے دار واحدہ و زمین واحد کی تقسیم تو ایسی تقسیم مین اگر ایک شریک نے اپنے حصہ مین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر دونون حصون مین سے ایک حصہ استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا تو عمارت و درخت کی قیمت دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہی کیونکہ یہ شخص مغرور یعنی فریب دیا گیا نہین ہوا ہی اسواسطے کہ ایسی تقسیم مین ہر شریک اپنی ملک کو دوسرے کی ملک سے بے لاگ کر لینے پر مضطر تھا تاکہ شریک کا

ارتفاق اُسکی ملک سے منقطع ہوجاوے پس ایسی تقسیم مین ہر واحد احیاء حق کی غرض سے ایسی تقسیم پر مضطر کیا گیا ہے اور مضطر کیطرف سے غرور نہین متحقق ہوتا ہے بلکہ مختار کی طرف سے متحقق ہوتا ہے اور اگر ایسی تقسیم ہو کہ جسمین بصورت انکار کے منکر پر جبر نکیا جاوے جیسے اجناس مختلفہ کی تقسیم ہے تو ایسی تقسیم مین بصورت استحقاق متحقق ہونے کے عمارت کی قیمت دوسرے سے واپس لیگا کیونکہ احیاء حق کے واسطے اس تقسیم پر مضطر نہین ہے کیونکہ اگر ہر جنس کو علیحدہ علیحدہ اسطرح تقسیم کر لیتا کہ اُس جنس سے جس طور سے نفع حاصل کرتا تھا وہ منفعت فوت نہو جاوے تو بھی اُسکا احیاء حق ہو جاتا اور یہ مبادلہ محضہ ہے پس ہر واحد دوسرے کیطرف سے مغرور قرار پایا کیونکہ اُسنے اُسکے سلامت حصہ کی ضمان کر لی ہے۔ اور اگر دو شریکون نے دار یا زمین کو برابر تقسیم کر لیا اور ہر واحد نے اپنے حصہ مین عمارت بنائی پھر دار مذکورہ استحقاق مین لے لیا گیا تو کوئی ایک دوسرے سے عمارت کی قیمت نہین لے سکتا ہے اور اگر دو دار یا دو قطعہ زمین ہون اور ہر واحد نے ایک ایک اپنے اپنے حق مین لے لیا پھر ایک نے اپنے دار مین عمارت بنائی پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا تو عمارت کی نصف قیمت دوسرے سے واپس لیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک واپس نہین لے سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم بالاتفاق سب کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر دو تون نے دو باندیان باہم تقسیم کر لین پھر ایک نے اُس باندی سے جسکو اُسنے لیا ہے وطی کی اور باندی مذکور اُس سے بچہ جنی پھر وہ باندی استحقاق ثابت کر کے لے لیگئی اور شریک نے بچہ کی قیمت تاوان دیدی تو دوسرے شریک سے بچہ کی نصف قیمت واپس لیگا اور یہ امام اعظم کا قول ہے اسواسطے کہ امام کے نزدیک رقیق مین تقسیم اضطراری وجبری جاری نہین ہوتی ہے پس یہ معاوضہ باہمی اختیاری ہوگا اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک قسمت اضطراری رقیق مین جاری ہوتی ہے پس غرور متحقق نہوگا تو دوسرے شریک سے بچہ کی قیمت مین سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور جو باندی اُسکے شریک کے پاس رہی اسمین سے نصف لے لیگا۔ یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک دار اور زمین خالی از زراعت دو وارثون مین مشترک ہو اور بغیر حکم قاضی اُنھون نے اُسکو بانٹ لیا اور ایک نے اپنے حصہ مین کوئی عمارت بنائی پھر وہ حصہ استحقاق مین لے لیا گیا اور عمارت توڑ دی گئی تو تقسیم رد کیجائیگی اور اپنے شریک سے عمارت کی قیمت مین کچھ نہین لے سکتا ہے ایسا ہی کتاب القسمۃ کے بعضے نسخون مین مذکور ہے اور یہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اُنھون نے دار کو علیحدہ تقسیم کیا ہو اور زمین کو علیحدہ بانٹا ہو پس یہ ایسی تقسیم ہوگی کہ اسکے واسطے جبراً حکم ہو سکتا ہے اور بعضے نسخون مین یہ لکھا ہے کہ اپنے شریک سے عمارت کی نصف قیمت واپس لے سکتا ہے اور یہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ دونون نے اسطرح تقسیم کیا ہو کہ ایک نے دار لے لیا ہو اور دوسرے نے زمین لے لی ہو پس یہ ایسی قسمت ہوگی کہ حکم اُسکا موجب نہین ہو سکتا ہے۔ اگر چند دار چند لوگون مین مشترک ہون جسکو قاضی نے بطور قسمت الجمع کے شریکون مین اسطرح تقسیم کیا کہ ہر شریک کا حصہ ایک دار مین جمع کر دیا اور سب کو اسپر بجبر آمادہ کیا پھر ایک نے اپنے حصہ کے دار مین کوئی عمارت بنائی پھر یہ دار استحقاق مین لے لیا گیا اور اُسکی عمارت توڑ دی گئی تو یہ شریک اپنے ساتھی شریکون سے عمارت کی قیمت نہین لے سکتا ہے سو صاحبین رح کے نزدیک اسوجہ سے نہین لے سکتا ہے کہ ہرگاہ قاضی کی راے مین اسطرح تقسیم کرنا بہتر معلوم ہوا تو ایسی تقسیم اُنکے نزدیک جبراً واجب

ہو سکتی ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک اسوجہ سے نہیں لے سکتا ہی کہ ہرگاہ قاضی نے اسکو بطور قسمت الجمع تقسیم کیا تو اُسنے ایک صورت مجتہد فیہا مین حکم دیا (پس اُسکا حکم نافذ ہو جائیگا) پس اس صورت مین بالاتفاق یہ دار ہائے مختلفہ ایک ہی دار کے حکم مین ہو گئے ہین یہ محیط مین ہی۔ ایک دار دو آدمیون مین مشترک تھا پس ایک شخص نے اگر ایک شریک حاضر سے کہا کہ مجھے تیرے شریک نے اسواسطے وکیل کیا ہی کہ مین تیرے ساتھ اُسکا حصہ بانٹ کرون پس اُسنے نہ اُسکی تصدیق کی اور نہ تکذیب کی مگر حصہ بانٹ کر دیا پھر شریک حاضر نے اپنے حصہ مین عمارت بنائی پھر غائب آیا اور اُسنے اُسکے وکیل کرنے سے انکار کیا تو عمارت بنانے والا عمارت کی قیمت اُس وکیل سے لے لیگا کذا فی خزانۃ المفتین۔

دسوان باب

ایسی تقسیم کے بیان مین جسمین کسیقدر حصہ پر استحقاق ثابت کیا گیا۔ اگر دو شریکون نے ایک دار مشترک باہم اسطرح تقسیم کر لیا کہ ایک نے اُسکا تہائی لیا اور دوسرے نے دو تہائی لیا مگر قیمت مین دونون حصے برابر ہین پھر اسمین کسیقدر ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا گیا تو تین حال سے خالی نہین یا تو دونون حصون مین سے کوئی جزو شائع کا استحقاق ثابت ہوگا یا دونون مین سے کسی ایک کے حصہ مین سے جزو شائع کا استحقاق ثابت ہوگا یا دونون مین سے ایک حصہ مین سے کسی جزو معین کا استحقاق ثابت ہوگا پس اگر ہر دو حصون مین سے جزو شائع کا استحقاق ہو تو تقسیم مذکور ٹوٹ جائیگی اور اگر ایک حصہ مین سے کسی بیت معین پر استحقاق ثابت کیا گیا تو تقسیم جائز رہیگی اور اگر دونون حصہ دارون مین سے ایک حصہ دار کے تمام مقبوضہ مین سے نصف مثلاً کا استحقاق ثابت کیا گیا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی لیکن جسکے حصہ مین استحقاق ثابت کیا گیا ہی اُسکو اختیار حاصل ہوگا چاہے دوسرے شریک کے مقبوضہ کا چوتھائی لے لے یا چاہے تو تقسیم توڑ دے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تقسیم ٹوٹ جائیگی اور یہی امام محمد سے مروی ہی۔ اور اگر اُس حصہ دار نے جسکے قبضہ مین تہائی ہی اپنے مقبوضہ کا آدھا فروخت کر دیا پھر باقی استحقاق مین لیا گیا تو دوسرے شریک کے مقبوضہ مین سے چوتھائی لے لیگا کیونکہ استحقاق ثابت ہونے سے تقسیم باطل نہوگی مگر خیار حاصل ہوگا اور چونکہ تقسیم توڑنا اور واپس کرنا اس صورت مین متعذر ہی اسوجہ سے اپنے شریک کے مقبوضہ کا چوتھائی لے لیگا کیونکہ جسقدر استحقاق مین لیا گیا ہی وہ اُسکی نصف ملک ہی اور نصف اُسکا عوض ہی جو اُسنے اپنے شریک کے پاس چھوڑا ہی اور جبکہ یہ عوض اُسکے پاس سالم نرہا تو جو کچھ اُسنے شریک پاس چھوڑا ہی واپس لیگا اور اُسکی بیع جائز رہیگی۔ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تقسیم ٹوٹ جائیگی اور جو کچھ فروخت کیا ہی اُسکی قیمت تاوان دیگا اور وہ قیمت اُس حصہ کے ساتھ جو اُسکے شریک کے قبضہ مین ہی ملا کر دونون مین نصفا نصف تقسیم کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اسیطرح (۱۰۰) سو جریب زمین دو آدمیون مین برابر مشترک ہی پھر دونون نے اُسکو اس قرارداد سے تقسیم کر لیا کہ ایک نے اپنے حق کے عوض دس جریب مین جسکی قیمت ہزار درم ہی لے لی اور دوسرے نے نوّے جریب جسکی قیمت ہزار درم ہی لے لی پھر ہر ایک نے وہ حصہ جو اُسکو ملا تھا اُسکی قیمت سے کم یا زیادہ کو فروخت کیا پھر دس جریب مین سے ایک جریب استحقاق مین لے لیگئی پھر مابقی کو مشتری نے اپنے بائع کو واپس کر دیا تو بقیاس قول امام اعظم رح یہ حکم ہی کہ نوّے جریب والے حصہ دار سے ایک جریب کے پچاس درم واپس لیگا اور بقول امام ابو یوسف رح نو جریب باقی دونون مین نصفا نصف ہوگی اور نوّے جریب الا ایک جریب کے پانچ سو درم دوسرے کو تاوان دیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر سو بکریان دو آدمیون مین برابر مشترک ہون اور

دونون نے اسطرح تقسیم کر لیا کہ ایک نے چالیس بکریان جنکی قیمت پانچ سو درم ہے لین اور دوسرے نے ساٹھ بکریان جنکی قیمت پانچسو درم ہے لین پھر چالیس مین سے ایک بکری جسکی قیمت دس درم ہے استحقاق مین لے لیگئی تو بالاتفاق یہ حکم ہے کہ ساٹھ بکریون والے سے پانچ درم واپس لیگا اور بالاتفاق تقسیم جائز ہوگی اور جسکے حصہ مین استحقاق ثابت ہوا ہے اُسکو خیار حاصل نہوگا کذا فی المحیط۔

گیارھوان باب - تقسیم مین غلطی واقع ہونے کے دعوے کے بیان مین - دو حصہ دارون مین سے

ایک نے تقسیم مین از راہ قیمت غلطی واقع ہونے کا دعوے کیا مثلاً تقسیم مین غبن واقع ہونے کا دعوے کیا پس اگر یہ غبن یسیر ہو یعنے کوئی اندازہ کرنے والا اسقدر کو بھی اندازہ کرتا ہو تو اُسکے دعوے کی سماعت نہوگی اور نہ اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر غبن فاحش ہو یعنے کوئی اندازہ کرنے والا اسقدر کم قیمت کو اندازہ نکرتا ہو پس اگر یہ تقسیم بحکم قضا ہو نہ بتراضی تو بالاتفاق اسکے گواہ مسموع ہونگے اور اگر بتراضی ہو نہ بقضاء قاضی تو کتاب مین اسکا حکم مذکور نہین ہے اور فقیہ ابو جعفر رحمہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ اسکے گواہون کی سماعت ہوگی تو اسکی ایک وجہ معقول ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ سماعت نہوگی تو اسکی بھی ایک وجہ معقول ہے کذا فی الصغری اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوے ہے کذا فی الغیاثیہ اور امام فضلی رحمہ سے منقول ہے کہ اُسکے گواہون کی سماعت ہوگی جیسا کہ قضاء قاضی سے مقاسمہ ہونے کی صورت مین حکم ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح المختصر اور امام اسبیجابی نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا کہ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ مدعی نے استیفاء حق کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر استیفاء حق کا اقرار کر لیا ہو تو پھر غلط یا غبن کا دعوے اُسکی طرف سے صحیح نہوگا لیکن اگر غصب کا دعوے کرے تو البتہ اُسکے دعوے کی سماعت ہوگی یہ فتاوے صغری مین ہے۔ اگر دو حصہ دارون مین سے ایک نے غلطی کا دعوی اسطرح کیا کہ اُس سے مدعی غصب نہین ہوتا ہے مگر تقسیم سے مقدار واجب حاصل ہونے مین غلطی واقع ہونے کا دعوے کیا مثلاً سو بکریان دو شخصون مین مساوی مشترک تھین اور دونون نے تقسیم کر لین پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو نے غلطی سے پچپن بکریون پر قبضہ کر لیا ہے اور مین نے فقط پینتالیس بکریون پر قبضہ کیا ہے اور دوسرے نے جواب دیا کہ مین نے قبضہ مین کچھ غلطی نہین کی بلکہ ہمنے اسیطور سے تقسیم کیا تھا کہ مجھے پچپن بکریان ملین اور تجھے پینتالیس ملین اور دونون مین سے کسی کے گواہ قائم نہوئے تو دونون مین تحالف واجب ہوگا اسواسطے کہ تقسیم عقد بیع کے معنی مین ہے اور بیع مین جب مقدار معقود علیہ مین اسطرح اختلاف ہوتا ہے تو معقود علیہ کے بعینہ قائم ہونے کی صورت مین دونون سے باہم قسم لیجاتی ہے اسیطرح قسم مین مقسوم کے بعینہ قائم ہونے کی صورت مین دونون سے باہم قسم لیجائیگی اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ پہلے دونون سے استیفاء حق کا اقرار نہ پایا گیا ہو اور اگر پہلے استیفاء حق کا اقرار صادر ہو چکا ہو تو دعوے غلط مسموع نہوگا الا از راہ غصب مسموع ہو سکتا ہے اور اگر یون کہا کہ ہمنے برابر تقسیم کیا اور اپنا اپنا حصہ لے لیا پھر تو نے میرے حصہ مین سے غلطی سے پانچ بکریان لے لین اور دوسرے نے کہا کہ مین نے تیرے حصہ مین سے غلطی سے کچھ نہین لیا ہے بلکہ ہمنے تقسیم اسطرح کی تھی کہ مجھے پچپن بکریان ملین اور تجھے پینتالیس اور دونون مین سے کسی کے پاس گواہ نہین ہین تو دونون سے باہم قسم نلیجائیگی بلکہ جو شخص اپنے حق مین غلطی کا مدعی ہے اُسیکا قول قبول ہوگا۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ایک قوم نے ایک زمین یا دار باہم تقسیم کیا اور ہر ایک نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر ایک نے غلطی کا دعوی کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا ہے

کہ تقسیم کا اعادہ اسوقت تک نکیا جائیگا کہ اپنے دعوی پر گواہ قائم کرے اور جب اُسنے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو تقسیم دوہرائی جاویگی تاکہ ہر ذی حق اپنا حق بھرپاوے - اور واجب یہ تھا کہ تقسیم کا اعادہ نہ کیا جاتا اسواسطے کہ وضع مسئلہ اسپر ہی کہ ہر واحد نے اپنے حق پر قبضہ کرلیا اور بعد قبضہ کے غلط کا دعوے کرنا دعوی غصب ہی اور دعوے غصب مین مدعی کے نام اُس چیز کی ڈگری کیجاتی ہی جسکی بابت گواہ قائم ہوئے ہین اور تقسیم دوہرائی نہین جاتی ہی اور اس اشکال کا جواب یہ ہی کہ امام محمد رح نے فقط یہ بیان کیا ہی کہ دعوے غلط کے گواہ قائم ہونے پر تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا اور دعوی کی کچھ کیفیت بیان نہین فرمائی پس احتمال ہی کہ اُسکا دعوی ایسا ہو جس سے گواہ قائم ہونے پر تقسیم کا اعادہ واجب ہو اور اسکا بیان یہ ہی کہ مدعی غلط نے دوسرے سے کہا کہ ہمنے دار مذکور کو باہم برابر تقسیم کیا تھا کہ ہزار گز مجھے ملے اور ہزار گز تجھے ملے پھر تو نے سو گز میرے حصہ مین سے کسی خاص جگہ سے غلطی سے لے لیا اور دوسرا کہتا ہی کہ نہین بلکہ تقسیم اس قرارداد سے تھی کہ مجھے ایک ہزار ایک سو گز ملے اور تجھے نو سو گز ملے اور گواہون نے یہ گواہی دی کہ تقسیم برابر برابر واقع ہوئی اور یہ گواہی نہ دی کہ مدعا علیہ نے مدعی کے حصہ مین سے خاص جگہ سے سو گز لے لیا ہی تو گواہون سے یہ ثابت ہوا کہ تقسیم برابر برابر واقع ہوئی ہی مگر ایک کے قبضہ مین زیادتی موجود ہی اور یہ ثابت نہوا کہ اسمین سے حق مدعی کس جانب سے ہی پس تقسیم کا اعادہ واجب ہوگا تاکہ مساوات ہو جاوے - اور ایسی گواہی مسموع ہوگی اگرچہ گواہون نے غصب واقع ہونے کی گواہی نہین دی ہی اسواسطے کہ اس صورت مین مدعی غلط نے دو باتون کا دعوے کیا ایک تو برابر برابر تقسیم ہونے کا اور دوسرے سو گز غصب واقع ہونے کا اور گواہون نے ایک بات کی گواہی دی یعنے تقسیم برابر برابر واقع ہوئی ہی - اور اگر مدعی کے پاس اپنے دعوے کے گواہ نہون تو جسکی طرف غلطی سے زیادہ پہونچنے کا دعوے کیا ہی یعنے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی اور دونون سے باہمی قسم نہ لیجائیگی پس اگر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو غلطی ثابت نہوگی اور تقسیم بحالہ باقی رہیگی اور اگر اُسنے انکار کیا تو غلطی ثابت ہو جائیگی پس تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا جیسا کہ گواہ قائم کرنے کی صورت مین گذرا ہی اسیطرح بکری و گائے و اونٹ و کپڑے یا کسی کیلی و وزنی چیز مین جو تقسیم واقع ہو اور بعد تقسیم و قبضہ کے کوئی حصہ دار غلطی واقع ہونے کا دعوے کرے تو اُسمین بھی یون ہی حکم ہی اور ان تمام مسائل اور مسئلہ اولی مین یکسان حکم ہونے سے یہ مراد نہین ہی کہ تمام باتون مین یکسان حکم ہی بلکہ فقط بعض باتون مین یکسان حکم مراد ہی اور وہ یہ ہی کہ مجرد دعوے کرنے سے تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ کیلی و وزنی چیزون مین اگر مدعی غلط نے اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے تو بھی تقسیم کا اعادہ نہین کیا جاتا ہی بلکہ باقی دونون مین بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم کیجاتی ہی اور گائے و بکری و کپڑون مین اور اُن چیزون مین جنمین تفاوت ہوتا ہی تقسیم کا اعادہ واجب ہی جیسا کہ مسئلہ دار مین بیان ہوا ہی پس تمام باتون مین یکسان ہونا کیونکر مراد ہو سکتا ہی اور اگر زید و عمرو نے دو دار باہم اسطرح تقسیم کرلیے کہ زید نے ایک دار لیا اور عمرو نے دوسرا دار لیا پھر مثلاً زید نے غلطی کا دعوی کیا اور گواہ لایا کہ اسقدر گز اُس دار مین سے جو عمرو کے قبضہ مین ہی تقسیم مین میرے حصہ پر زیادتی کی راہ سے مجھے چاہیے ہین تو اس صورت مین مدعی کے نام اسقدر گزون کی ڈگری ہو جائیگی اور تقسیم کا اعادہ نکیا جائیگا اور یہ مثل دار واحدہ کے نہین ہی یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی اور بقیاس قول امام اعظم رح کے دعوی فاسد ہی خواہ یہ دعوی ایک دار مین ہو یا دو دارون

مین ہوا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ دونون حصہ دارون مین سے ایک مثلاً زید نے یہ دعوی کیا کہ تقسیم مین عمرو نے
یہ شرط کر لی تھی کہ اپنے حصہ مین سے اسقدر گز تجھے دونگا۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک تقسیم فاسد ہونے کی وجہ یہ ہی کہ عمرو نے
جب اپنے حصہ مین سے اسقدر گز زیادہ دینا شرط کیا تو زید کے ہاتھ اسکا فروخت کرنے والا ہوا اور دار مین سے چند گزون کی
بیع امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہی پس مثل اُسکے تقسیم مین بھی جائز نہین ہی اور جب دعوے کا فاسد ہونا ثابت ہوا
تو تقسیم کا اعادہ واجب ہوگا کہ فساد دفع ہو۔ اور صاحبین رح کے نزدیک دار مین سے چند گزون کی بیع جائز ہی پس تقسیم
بھی جائز ہوگی۔ پھر واضح ہو کہ صاحبین نے دار واحد و دارین مین فرق کیا ہی اور فرمایا کہ دو دار ہون تو تقسیم کا اعادہ
نہ کیا جائیگا اور اگر ایک دار ہو تو تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا حالانکہ واجب تھا کہ دار واحد مین بھی تقسیم کا اعادہ نہ کیا جاوے
بلکہ مدعی کے نام حصہ مدعا علیہ سے اسقدر گزون کی ڈگری کر دیجاوے جیسا کہ دو دار کی صورت مین حکم ہی کیونکہ اعادہ
تقسیم اسوجہ سے ہوتا ہی کہ مدعی کا حصہ متفرق ہو کر اُسپر ضرر عائد نہو اور یہان کوئی وجہ پائی نہین جاتی ہی کیونکہ مدعی نے
دس گز معین کا دعوی کیا ہی۔ پس اگر اُسکے نام اُسکی ڈگری ہو جاوے تو اُسپر کچھ ضرر عائد نہوگا کیونکہ اصل تقسیم مین وہ یون ہی
ان گزون کا مستحق ہوا ہی اور اگر اُسنے دس گز شائع کا دعوی کیا تو بھی یہی بات ہی کیونکہ جب اُسنے شریک کے حصہ
مین سے دس گز شائع اپنے واسطے شرط کر لیے باوجودیکہ جانتا ہی کہ شریک جب ان گزون کو جو شائع ہین مجھے تقسیم کر کے
دیگا تو ہوسکتا ہی کہ میرا حصہ متفرق ہو جاوے تو وہ اپنے حصے کے متفرق ہونے پر راضی ہو گیا ہی پس دار واحدہ مین
جو تقسیم کا اعادہ واجب کیا ہی اسکی وجہ یہی ہی کہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہی کہ مدعی نے یون دعوے کیا کہ شریک نے
میرے واسطے اپنے حصہ مین سے دس گز کی شرط کی ہی اور مین نہین جانتا ہون کہ کیونکر شرط کی آیا دس گز مین میرے
حصہ سے متصل شرط کیے ہین یا دس گز شائع شرط کیے ہین جو شریک کے تمام حصہ مین سے ہوسکتے ہین۔ اور
گواہون نے بھی مطلقاً دس گز مشروط ہونے کی گواہی دی پس جب یہ حالت ٹھہری تو مدعی کی طرف سے حصہ متفرق
ہونے کی رضامندی ثابت نہوئی کیونکہ برتقدیریکہ دس گز معین اُسکے حصہ سے متصل مشروط ہون تو تفرق پر راضی
نہوگا اور برتقدیریکہ دس گز شائع مشروط ہون تو تفرق پر راضی ٹھہریگا پس جب قاضی کو یہ معلوم نہوا کہ شرط کیونکر
ٹھہری تھی تو بناء قضا اُسی پر رکھیگا کہ میر دار واحدہ مین سے ہر ایک از روے تقسیم مستحق تھا اور وہ یہ ہی کہ ہر ایک کا حصہ
ایک ہی جگہ مجتمع ہو وے بخلاف دو دار کے کہ دو دارین اگرچہ ہم مسئلہ کو اس صورت پر بھی محمول کرین کہ مدعی نے اپنے
دعوے مین کہا کہ مجھے نہین معلوم میرے واسطے اسنے دس گز کیونکر شرط کر دیے تھے تو بھی تقسیم کا اعادہ نہوگا کیونکہ
اعادہ تقسیم سے حصہ متفرق ہونے کا ضرر جو مدعی کو لاحق ہوتا ہی زائل نہوگا ہر چند کہ اُسنے یہ دس گز معین اپنے واسطے
کسی خاص جگہ سے شرط کر لیے ہون کیونکہ بیشتر ایسا ہوسکتا ہی کہ اعادہ تقسیم مین یہ دس گز دار مدعی کے متصل نہ واقع ہون
پس اعادہ تقسیم مفید نہ ٹھہرا یہ محیط مین ہی۔ اگر دو آدمیون نے دس کپڑے باہم تقسیم کیے ایک نے چار کپڑے لیے اور
دوسرے نے چھ کپڑے لے لیے پس چار لینے والے نے چھ مین سے ایک خاص کپڑے کا یون دعوی کیا کہ یہ مجھے
تقسیم مین ملا تھا اور اسکے گواہ قائم کر دیے تو اُسکے نام ڈگری ہو جائیگی خواہ مدعی نے اس زیادت پر قبضہ ہو جانے کا
اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر گواہ قائم نہ ہوئے تو کتاب مین مذکور ہی کہ چھ والے سے قسم لیجائیگی اور تحالف یعنی دو طرفی
قسم واجب نہوگی اور یہ اُس صورت پر محمول ہی کہ جب مدعی نے جس کپڑے کا دعوی کیا ہی اسکے قبضہ کا اقرار کیا ہو

پھر دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے غلطی سے لے لیا ہی پس دوسرے پر غصب کا دعوی کرنے والا اقرار دیا جائیگا اور ایسی صورت مین دو طرفی قسم عائد نہین ہوتی ہی- اور اگر چارہ والے نے چھ تھانون مین سے کسی خاص کپڑے کا اسطرح دعوی کیا کہ یہ مجھے تقسیم مین ملا تھا اور دوسرے نے گواہ دیے کہ مجھے تقسیم مین ملا تھا تو چارہ والے کے گواہون پر حکم ہوگا کیونکہ وہی مدعی غیر قابض ہی اور فرمایا کہ تقسیم واقع ہونے پر گواہ کر لینا دوسرے پر زیادتی کا دعوی کرنے سے مانع نہین ہی بخلاف اسکے اگر استیفاء حق کے گواہ کر لیے ہون تو یہ دعوی نہین کر سکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر حصہ دارون نے باہم اختلاف کیا اور دو بٹوارہ کرنے والون نے گواہی دی تو انکی گواہی قبول ہوگی اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو مذکور ہوا یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور خصاف رح نے امام محمد کو بھی دونون امامون کے ساتھ ذکر کیا ہی اور بٹوارہ کرنے والے خواہ قاضی کیطرف سے ہون یا دوسرے ہون دونون یکسان ہین اور طحاوی نے فرمایا کہ اگر بانٹنے والون نے باجرت تقسیم کیا ہو تو بالاجماع انکی گواہی مقبول نہوگی اور اسی طرف بعض مشائخ نے میل کیا ہی یہ ہدایہ مین ہی- اور بٹوارہ کرنے والون کی گواہی مقبول ہی خواہ اُنھون نے باجرت بانٹا ہو یا بلا اجرت اور یہی صحیح ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی- اور اگر ایک تقاسم نے گواہی دی تو مقبول نہوگی کیونکہ ایک شخص کی گواہی غیر پر مقبول نہین ہوتی ہی یہ ہدایہ مین ہی- اور اگر قاضی کیطرف سے بٹوارہ کرنے والے نے غیر کے ساتھ ہو کر تقسیم پر گواہی دی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک مقبول ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک بٹوارہ کرنے والے نے ایک دار دو آدمیون مین تقسیم کیا اور غلطی سے ایک کو دوسرے سے زیادہ دیا اور ایک نے اپنے حصہ مین عمارت بنائی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ از سر نو تقسیم کرین اور جسکی عمارت دوسرے کے حصہ مین واقع ہو وہ اپنی عمارت توڑ لے اور قاسم سے عمارت کی قیمت نہین لے سکتے ہین ولیکن جو اجرت اُسنے لی ہی اُسکو واپس لے سکتے ہین یہ ظہیریہ مین ہی- دو آدمیون نے چند کھیت تقسیم کیے پس ایک کے حصہ مین دو کھیت آئے اور دوسرے کے حصے مین چار آئے پھر دو کھیت والے نے دوسرے کے چار کھیتون مین سے ایک کھیت معین کا اسطرح دعوے کیا کہ یہ میری تقسیم مین آیا تھا اور اسکے گواہ قائم کر دیے تو اُسکے نام ڈگری کیجائیگی اور یہی حکم کیرون کی صورت مین ہی- اور اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکے قبضہ مین ہی اُس سے قسم لے اور اگر ہر ایک نے اس امر کے گواہ قائم کر دیے کہ یہ میرے حصہ مین آیا تھا تو غیر قابض مدعی کے نام ڈگری ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور اگر دونون نے حد مین اختلاف کیا مثلاً دونون حصون کے بیچ مین حد مائل تھی پس دونون مین سے ہر ایک نے کہا کہ یہ میرے حصہ کی ہی دوسرے کی سمت داخل ہو گئی ہی اور دونون نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے نام اُس حد کی جو دوسرے کے قبضہ مین ہی ڈگری کیجائیگی- اور اگر گواہ قائم نہوے تو دونون سے باہم قسم لیجائیگی اور جو جسکے قبضہ مین ہی اُسی کے قبضہ مین رکھا جائیگا اور موضع حد دونون مین مشترک رہیگا اور اگر باہم قسم کے بعد دونون مین سے کسی نے تقسیم کا ارادہ کیا تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر دونون مین سے کسی نے نقض قسمت کی درخواست کی تو تقسیم توڑ دیجائیگی اور بغیر حکم قاضی فسخ نہوگی جیسا کہ بیع مین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- منتقی مین ابن سماعہ کی روایت سے امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ ایک دار دو شخصون مین مشترک ہی اسکو قاضی نے دونون مین بانٹ دیا

پھر ایک حصہ دار نے دوسرے سے کہا کہ جو حصہ میرے پاس ہی وہ تجھے پہونچا تھا اور جو تیرے پاس ہی وہ میرا ہی اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ جو مجھے پہونچا تھا وہی میرے پاس ہی تو فرمایا کہ جو جسکے پاس ہی وہ اُسکا ہوگا اور کسی کے قول کی دوسرے پر تصدیق نہ کیجائیگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص مر گیا اور اُسنے ایک دار اور دو فرزند چھوڑے اُنھون نے دار مذکور کو باہم تقسیم کر لیا اور ہر ایک نے آدھا لیا اور تقسیم ہونے اور قبضہ ور پورا حق پانے کے گواہ کر لیے پھر دونون مین سے ایک نے دوسرے کے قبضہ کے ایک بیت کا دعوی کیا تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی الا یہ کہ مدعا علیہ اسکا اقرار کرے اور اسوجہ سے تصدیق نہ کیجائیگی کہ اُسنے اس امر کے گواہ کر لیے ہین کہ مین نے پورا حق بھر پایا ہی پھر اسکے بعد جو کچھ اسنے دوسرے کے مقبوضہ مین دعوی کیا ہی اس دعوی مین مناقض ہی پس اس دعوی کے اُسکے گواہ مقبول نہونگے لیکن اگر اُسکے مدعا علیہ نے اقرار کر لیا تو یہ اقرار اُسکا ملزم ہی اور مناقض کا خصم اگر اُسکے دعوی کا اقرار کرے تو استحقاق ثابت ہو جاتا ہی۔ اور اگر بیشتر اُسنے اپنے حق بھر پانے پر گواہ نہ کیے ہون اور نہ اُسکی طرف سے تقسیم کا اقرار سنا گیا ہو حتے کہ اُسنے کہا کہ ہم نے یہ دار تقسیم کیا اور میرے حصہ مین یہ طرف اور وہ بیت جو میرے شریک کے قبضہ مین ہی آیا اور شریک نے کہا کہ نہین بلکہ یہ بیت اور جو کچھ میرے قبضہ مین ہی سب میرے حصہ مین آیا تھا تو مین مدعی سے دریافت کرونگا کہ آیا یہ بیت تقسیم سے پہلے تیرے شریک کے قبضہ مین تھا کہ اُسنے بعد تقسیم کے تجھے نہ دیا یا بعد تقسیم کے تیرے قبضہ سے غصب کر لیا ہی پس اگر اُسنے کہا کہ بعد تقسیم کے میرے قبضہ مین تھا پھر اسنے مجھسے غصب کر لیا یا مین نے اسکو عاریت دیا یا اجارہ پر دیا تھا تو مین تقسیم کو نہ توڑونگا اور اگر اُسنے کہا کہ تقسیم کے بعد میرے شریک کے قبضہ مین تھا پھر اُسنے مجھے سپرد نہ کیا تو دونون باہم قسم کھاوینگے اور تقسیم رد کرینگے۔ اور اگر پیمایشی گزون مین غلطی واقع ہونے کا دعوے کیا اور کہا کہ مجھے ہزار گز پہونچے تھے اور تجھے ہزار گز پہونچے تھے پھر تیرے پاس ایک ہزار ایک سو گز ہوگئے اور میرے پاس نو سو گز رہے اور دوسرے نے کہا کہ مجھے ہزار گز پہونچے تھے اور تجھے نو سو گز پہونچے تھے اور مین نے اپنے ہزار گز پر قبضہ کیا کچھ بڑھایا نہین ہی تو قسم کے ساتھ مدعا علیہ کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے ایکہزار ایک سو گز پہونچے تھے اور تجھے ایک ہزار ایک سو گز پہونچے تھے اور دوسرے[1] نے کہا کہ نہین بلکہ مجھے ہزار گز اور تجھے ہزار گز پہونچے تھے پھر تو نے ایک ہزار ایک سو گز پر قبضہ کر لیا اور مین نے نو سو گز پر قبضہ کیا تو دونون باہم ایک دوسرے کے دعوی پر قسم کھاوین اور تقسیم کو رد کرین۔ اور اگر کہا ہو کہ مین نے اپنے حصے کے گزون پر پورے پر قبضہ کیا تھا پھر تو نے سو گز غصب کر لیے ہین تو مین تقسیم کو نہ توڑونگا اور جسکی طرف زیادتی کا دعوے کیا جاتا ہی اُس سے قسم لونگا۔ اور اگر دو شریکون نے سو بکریان تقسیم کین پس ایک کے قبضہ مین ساٹھ بکریان آئین اور دوسرے کے قبضہ مین چالیس[2] آئین پھر چالیس والے نے کہا کہ ہم دونون مین سے ہر ایک کے حصہ مین پچاس پچاس بکریان پڑی تھین اور ہمنے باہم قبضہ بھی کر لیا تھا پھر تو نے مجھسے دس بکریان معین غصب کر کے اپنی بکریون مین ملا دین اب وہ پہچان نہین پڑتی ہین اور دوسرے نے غصب سے انکار کیا اور کہا کہ نہین بلکہ مجھے ساٹھ پہونچی تھین اور تجھے چالیس تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر اول نے کہا کہ مجھے پچاس پہونچین تھین مگر تو نے مجھے چالیس بکریان دی ہین اور دس تیرے پاس رہگئین تو نے مجھے نہین دی ہین اور دوسری نے کہا کہ مجھے ساٹھ پہونچین تھین اور تجھے چالیس تو دونون باہم قسم کھاوینگے اور تقسیم کو رد کر لینگے۔ اور اگر مدعی نے قبل اسکے اپنا حق بھر پانے پر گواہ کر لیے ہون تو

[1] یعنے جسکی طرف غلطی کا دعوے کیا ہی ۱۲
[2] یعنے بعد خواست مدعی ۱۲ منہ

تو ساٹھ بکریوں والے کا قول قبول ہوگا اور اُسپر قسم عائد ہوگی اور اگر بعد قبضہ ہوجانے کے غصب کا دعوے کیا تو منکر سے قسم لیجائیگی۔ اور اگر مدعی نے اپنا حق بھر پانے پر گواہ نہ کریے ہون پس چالیس والے نے دعوی کیا کہ میرے باپ کی سو بکریاں تھین پس پچاس مجھے پہونچین اور پچاس تجھے پہونچین اور ہمنے باہم قبضہ کرلیا پھر تونے مجھسے دس بکریاں غصب کرلین اور وہ یہ ہین اور ساٹھ والے نے کہا کہ نہین بلکہ باپ کی بکریاں ایک سو بیس[۱۲۰] عدد تھین پس ساٹھ مجھے پہونچین اور ساٹھ تجھے پہونچین اور ہمنے باہم قبضہ کرلیا اور مین نے تجھسے کچھ غصب نہین کیا پس یہ قول اس بات کا اقرار ہی کہ دس بکریاں فاضل ہین جنمین تقسیم جاری نہین ہوئی ہی پس اگر اُسنے بعینہ ان دس بکریون کے واسطے قسم کھالی تو دس بکریاں واپس دیگا تاکہ دونون مین تقسیم کردیجاوین۔ اور اگر مدعا علیہ نے سو سے زیادہ ہونے کا اقرار نہ کیا بلکہ کہا کہ باپ کی بکریاں[۱۰۰] سو عدد تھین جسمین سے ساٹھ مجھے پہونچین اور چالیس تجھے پہونچین تو اسکا قول قبول ہوگا مگر اسکے ساتھ اُس سے ان دس بکریون پر جنکی نسبت مدعی نے بڑھتی ہونے کا دعوی کیا ہی قسم لیجائیگی اسوجہ سے کہ شریک نے اُسکو سو کے حصہ سے بری کیا ہی مگر حصہ مذکور پر جو زیادتی اسکے پاس ہی اس سے بری نہین کیا ہی پس اگر بعینہا قائم ہون تو اُنکو دونون برابر تقسیم کرلینگے ورنہ تقسیم فاسد ہوجائیگی پس راہ یہ نکلیگی کہ ساٹھ اور چالیس دونون واپس کرکے پھر دونون مین ازسرنو تقسیم ہون کیونکہ تقسیم اولی فاسد تھی کذا فی المبسوط

بارھوان باب

مہایاۃ کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ مہایاۃ تقسیم منافع کو کہتے ہین اور یہ مہایاۃ اُن اعیان مشترکہ مین جنسے باوجود بقاے عین کے انتفاع ممکن ہو جائز ہی اور جب بعضے شریکون نے اسکی درخواست کی اور دوسرے کسی نے اعیان کی تقسیم کی درخواست نہ کی ہو تو واجب ہوجاتی ہی اور تقسیم مہایاۃ کبھی بزمان ہوتی ہی اور کبھی بمکان ہوتی ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دونون شریکون مین سے ایک نے مہایاۃ کی درخواست کی اور دوسرے نے تقسیم عین کی درخواست کی تو قاضی تقسیم کردیگا یہ کافی مین ہی علماء نے مہایاۃ کی کیفیت جواز مین گفتگو کی ہی بعضون نے فرمایا کہ اگر جنس واحد کی اعیان متفاوتہ مین جنمین خفیف تفاوت ہی جیسے کپڑے و اراضی وغیرہ مہایاۃ جاری ہو تو ایک وجہ سے افراز ہوگا اور ایک وجہ سے مبادلہ ہوگا حتے کہ دونون شریکون مین سے ایک اکیلا مہایاۃ نہین کرسکتا ہی اور اگر ایک نے اسکی درخواست کی اور دوسرے نے اصل مال یعنے عین کے تقسیم کی درخواست نہ کی تو وہ مہایاۃ پر مجبور کیا جائیگا اور اگر جنس مختلف جیسے دور و عبید وغیرہ مین مہایاۃ جاری ہوئی تو ہمین ہر طرح سے مبادلہ کا اعتبار کیا جائیگا حتے کہ بدون دونون کی رضامندی کے جائز نہوگا اور یہی اصح ہی کیونکہ عاریت تو وہ ہوتی ہی جو بغیر عوض ہو اور یہ بعوض ہی کیونکہ دونون مین سے ہر ایک اپنے حصہ کی منفعت دوسرے کی باری تک دوسرے کے پاس اس شرط سے چھوڑتا ہی کہ دوسرا اپنے حصہ کی منفعت اسکے پاس اسکی باری پر چھوڑدے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور دونون مین سے ایک کے مرنے سے مہایاۃ باطل نہین ہوتی ہی اور نہ دونون کے مرنے سے باطل ہوتی ہی اسواسطے کہ اگر باطل ہوجاوے تو حاکم اُسکو پھر دوہرائے گا پھر توڑنے اور دوہرانے سے کچھ فائدہ نہ ہوا یہ ہدایہ مین ہی۔ اور دونون کو یہ اختیار ہی کہ جب ایک کی رائے مین آوے یا دونون کی رائے مین آوے تو عین کو تقسیم کرلین اور مہایاۃ باطل کردین۔ اور امام محمد رح نے باب المہایاۃ فی الحیوان مین ذکر فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک کو بعذر یا بلاعذر مہایاۃ توڑ دینے کا اختیار ہی اور شارح شیخ الاسلام خواہر زادہ نے شرح مین فرمایا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی

اور موافق اس ظاہر الروایۃ کے ایک کو بعذر یا بلا عذر مہایاۃ توڑنے کا بھی اختیار ہوگا کہ جب یہ مہایاۃ دونون کی رضامندی
سے ہوئی ہو اور اگر بحکم حاکم ہوئی ہو تو تاوقتیکہ دونون اُسکے توڑنے پر اتفاق نکرین فقط ایک نہین توڑ سکتا ہی
اور جب مہایاۃ دونون کی رضامندی سے ہوئی پھر اُسکو دونون نے توڑ دیا تو پھر یہ احتیاج نہین ہی کہ اُسیکے مثل
دوبارہ اعادہ کیجاوے بلکہ اس بٹوارہ سے زیادہ انصاف کے ساتھ بٹوارہ کی احتیاج ہی اور ایسا بٹوارہ وہ ہی جو بقضاء
قاضی ہو - اور دونون شریکون مین سے کسیکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنی حویلی مین کوئی جدید عمارت بنادے یا توڑ دے
یا کوئی دروازہ پھوڑے یہ ذخیرہ مین ہی - ایک دار دو شخصون مین مشترک ہی اُسمین چند منزلین ہین پس باہم
دونون نے اسطرح مہایاۃ کی کہ ہر ایک شریک منزل معلوم مین یا بالاخانہ معین یا سفل معلوم مین سکونت رکھے
یا اُسکو کرایہ پر دیدے تو یہ جائز ہی اور اگر مہایاۃ زمانہ کی راہ سے کی مثلاً یون مہایاۃ کی کہ ایک شریک اس
دار مین ایک سال تک رہے اور دوسرا اسمین ایک سال تک رہے یا ایک سال تک یہ کرایہ پر دے اور
ایک سال تک وہ کرایہ پر دے پس سکونت کے واسطے باہمی رضامندی سے مہایاۃ زمانی جائز ہی مگر اسطور
سے کہ ایک سال تک یہ کرایہ پر چلاوے اور ایک سال تک وہ کرایہ پر چلاوے اسمین مشایخ نے اختلاف کیا ہی
اور شیخ امام معروف بخواہر زادہ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہی کہ جائز ہی بشرطیکہ سال مین دونون کے کرایہ کا مال برابر ہو
اور اگر ایک کی باری مین کرایہ بڑھا تو بڑھتی مین دونون شریک ہونگے اور اسی پر فتوے ہی اسی طرح دو
دارون مین سکونت و کرایہ پر چلانے کی مہایاۃ جائز ہی باین طور کہ ایک اس دار مین رہے اور دوسرا اُس
دار مین رہے یا ایک یہ دار کرایہ پر چلاوے اور دوسرا وہ دار کرایہ پر چلاوے پس اگر دونون نے باہمی رضامندی
سے ایسا کیا تو جائز ہی - اور اگر ایک نے درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو امام کرخی رح نے ذکر فرمایا
کہ امام اعظم رح کے قول مین قاضی اُسپر جبر نکریگا اور اگر دار واحد ہو تو جبر کریگا - اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر فرمایا
کہ اظہر یہ ہی کہ قاضی جبر کریگا مگر فرق یہ ہی کہ دو دار ہونے کی صورت مین اگر ایک کے پاس بہ نسبت دوسرے کے
کرایہ زیادہ آیا تو کوئی دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور دار واحدہ کی صورت مین اگر کرایہ پر مہایاۃ کرلی
اور ایک کی باری مین بہ نسبت دوسرے کے کرایہ زیادہ آیا تو زیادتی مین دونون شریک ہوجاوینگے - اور دو دار
جو دو شہرون مین واقع ہین اگر مہایاۃ کی پس اگر اُسکو باہمی رضامندی سے کیا تو جائز ہی اور (درصورتیکہ کسی کے
انکار کے) قاضی جبر نکریگا یہ ظاہر الروایۃ ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر ہر ایک نے اپنے قبضہ کا دار کرایہ پر
دیدیا پھر ایک نے چاہا کہ مہایاۃ کو توڑ کر رقبہ دار کو باہم تقسیم کرلے تو اُسکو اختیار ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ مدت
اجارہ گذر گئی ہو اور اگر مدت اجارہ نگذری ہو تو کرایہ پر دینے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ مہایاۃ کو توڑ دے اور یہ
اسوجہ سے ہی کہ مستاجر کا حق محفوظ رہے یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر غلام سے خدمت لینے مین مہایاۃ کی کہ
یہ غلام اس شریک کی ایک مہینہ تک خدمت کیا کرے اور وہ غلام دوسرے شریک کی ایک مہینہ تک خدمت
کیا کرے تو مہایاۃ جائز ہی اور یہ بخلاف ایک غلام کے اجارہ دینے کی مہایاۃ کے ہی کہ یون مہایاۃ کی کہ یہ شریک
اس غلام واحد کو ایک مہینہ تک کرایہ پر دے اور اُسکی اجرت کھاوے پھر دوسرا اسیکو ایک مہینے تک کرایہ پر دے
اور اُسکی اجرت کھاوے کیونکہ یہ بلا خلاف نہین جائز ہی کذا فی الذخیرہ اور اگر دونون نے دو غلامون مین دونون سے

ایک سال تک خدمت لینے پر مہایاۃ کی تو جائز ہے اور اگر دونون غلامون کی اجرت پر مہایاۃ کی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک نہین جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ دونون کی باری مین کرایہ برابر آیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر دو شخصون مین دو باندیان مشترک ہون اور دونون نے اسطرح مہایاۃ کی کہ ایک باندی اسکے لڑکے کو دودھ پلاوے اور دوسری باندی دوسرے کے لڑکے کو دودھ پلاوے تو جائز ہے کذا فی التبئین ۔ دو شخصون نے اپنے درمیان مشترک گاے مین اسطرح مہایاۃ کی کہ یہ گاے ہر ایک کے پاس پندرہ روز تک رہے وہ اسکا دودھ دوہ لیا کرے تو یہ باطل ہے اور کسی کو بڑھتی دودھ حلال نہوگا اگرچہ اسکا شریک اسکو حلت مین کردے کیونکہ یہ ہبہ مشاع ہے ایسی چیز مین جو قابل تقسیم ہے الا اس صورت مین کہ بڑھتی والے نے بڑھتی دودھ کو تلف کر دیا ہو پس جب دوسرا شریک اسکو حلت مین کر دیگا تو یہ امر ضمانت سے بری کر دینا ہے پس جائز ہوگا اور جب تک عین زیادتی قائم ہے تب تک یہ امر ہبہ یا ابراء عین ہے اور یہ باطل ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے ۔ اور اگر کوئی نخل و شجر دو شریکون مین مشترک ہو اور دونون نے اسطرح مہایاۃ کی کہ ہر ایک اسکے پھلون مین سے کسی قدر لے تو جائز نہین ہے ۔ اسیطرح اگر بکریان دو آدمیون مین مشترک ہون اور دونون نے اتفاق کیا کہ ہر ایک انمین سے کسی قدر بکریان لیکر انکو چارہ دے اور انکے دودھ سے نفع اٹھاوے تو بھی جائز نہین ہے یہ کافی مین ہے ۔ اور پھلون یا پھلون کی مثل چیزون مین جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اپنے شریک کا حصہ خرید لے پھر اپنی باری گذرنے پر کل فروخت کر دے یا لبن مقدر سے جو حصہ شریک ہے بطور قرض انتفاع حاصل کرے کیونکہ قرض مشاع جائز ہے یہ تبیین مین ہے اور دو چوپایہ و ایک چوپایہ مین از راہ سواری یا کرایہ پر چلانے کے دونون طرح امام اعظم رحمہ کے نزدیک مہایاۃ جائز نہین ہے اور صاحبین کے نزدیک دو چوپایون کی صورت مین مہایاۃ جائز ہے خواہ سواری لینے کی راہ سے ہو یا کرایہ پر چلانے کی راہ سے ہو مگر ایک چوپایہ ہونے کی صورت مین اگر کرایہ پر چلانے کی راہ سے مہایاۃ کی تو جائز نہین ہے اور اگر سواری مین مہایاۃ کی تو شیخ امام معروف بخواہرزادہ نے فرمایا کہ جائز ہونا چاہیے پس نہ سواری کی راہ سے اور نہ کرایہ پر چلانے کی راہ سے کسی طرح جائز نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے ۔ اور اگر دونون نے دو مملوکون مین خدمت لینے مہایاۃ کی پھر ایک مر گیا یا بھاگ گیا تو مہایاۃ ٹوٹ جائیگی اور اگر اس غلام نے تین روز کم مہینہ بھر خدمت کی ہو تو دوسرا بھی اپنے غلام سے تین روز کم خدمت لیگا بخلاف اسکے اگر اسنے مہینہ بھر سے تین روز زیادہ خدمت کر دی ہو تو دوسرے کو چاہیے کہ اسکے غلام کی تین روز خدمت زیادہ نہ لیجائیگی اور اگر ایک کا غلام پورا مہینہ بھاگا رہا اور دوسرے نے اپنے غلام سے پورا مہینہ خدمت لی تو اسپر ضمان واجب نہوگی اور نہ اجرت قیاس ہوگی اور یہ قیاس تھا کہ نصف اجر المثل کا ضامن ہے ۔ اور اگر ایک خادم اس شخص کی خدمت سے جسکے واسطے مہایاۃ مین یہ خادم شرط کیا گیا ہے ہلاک ہو گیا تو اسپر ضمان واجب نہوگی اور اسیطرح اگر منزل اس شخص کی سکونت سے جسکے واسطے شرط کی گئی ہے منہدم ہو گئی تو بھی اسپر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر یہ منزل اس مشروط لہ کے آگ روشن کرنے سے جل گئی تو بھی اسپر ضمان واجب نہوگی اسیطرح اگر اسنے منزل مذکور مین وضو کیا اور کوئی شخص اسکے وضو کے پانی سے پھسل پڑا یا اسمین کوئی چیز رکھی اور اس سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی تو اسپر ضمان واجب نہوگی ۔ اور اگر اسنے اسمین کوئی عمارت بنائی یا کنوان کھودا تو جسقدر اسکے شریک کی ملک ہے اُتنے کا ضامن ہوگا حتے کہ اگر شریک ایک تہائی کا مالک ہو تو تہائی کا ضامن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ہر حال مین نصف کا ضامن ہوگا اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ عمارت بنانے کی صورت مین

جواب مذکور (یعنے ضمان دار ہونا) غلط ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اگر ان مشائخ کا کہنا صحیح ہو تو مستاجر کی صورت مین حکم یون ہونا چاہیے کہ اگر مستاجر نے کرایہ کے مکان مین کوئی عمارت بنائی اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو ضامن نہوگا جیسا کہ دار مین کوئی چیز رکھنے کی صورت مین حکم ہی مولف رح نے فرمایا کہ یہان جو روایت مذکور ہی وہ ان مشائخ کے قول کے برخلاف ہی اور جو روایت یہان ہی (یعنے اوپر بیان ہوئی) وہی اجارہ کی صورت مین ہوگی کہ اجارہ کی صورت مین بھی مستاجر پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک مرگیا اور اُسپر قرضہ ہی تو اُسکا حصہ اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا۔ دونون مین سے ایک نے بطور بیع فاسد اپنا حصہ فروخت کیا تو جب تک مشتری کے سپرد نہ کرے تب تک مہایاۃ باطل نہوگی کیونکہ بیع فاسد مین اُسکی ملک زائل نہوگی جب تک مشتری کے سپرد نکرے جیسا بیع بشرط الخیار للبائع مین ہی اور اگر بیع بشرط خیار للمشتری ہو تو مہایاۃ باطل ہوجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہی اور دونون مین سے ہر ایک اس باندی کی بابت دوسرے پر بدگمانی رکھتا ہی (کیونکہ بیع بائع کی ملک سے خارج ہوگئی) پھر ایک نے کہا کہ یہ باندی ایک روز تیرے پاس رہے اور ایک روز میرے پاس رہے اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ ہم اسکو کسی عادل کے پاس رکھین تو مین عادل کے پاس نہ رکھونگا بلکہ ایک ایک روز دونون کے پاس رہنے کا حکم دونگا اور اگر دونون نے اسمین جھگڑا کیا کہ پہلے کسکے پاس رہے تو قاضی کو اختیار ہی چاہے جس سے پہل کرے یا قرعہ ڈالدے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ دونون کا دل مطمئن کرنے کے واسطے قرعہ ڈالنا اولی ہی اور اسی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میل کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک غلام و ایک باندی دو آدمیون مین مشترک ہی اور دونون نے اس امر پر مہایاۃ کی کہ باندی ایک شخص کی خدمت کرے اور دوسرے کی خدمت غلام کرے پس اگر دونون نے انکی خوراک کے ذکر سے سکوت کیا ہو تو قیاساً دونون کی خوراک دونون پر نصفا نصف واجب ہوگی مگر استحساناً یہ حکم ہی کہ مہایاۃ مین جو خادم جسکی خدمت کیواسطے مشروط کیا گیا ہی اُسکی خوراک اسی پر واجب ہوگی اور ان دونون کے کپڑے ذکر سے اگر دونون نے سکوت کیا تو قیاساً و استحساناً غلام و باندی کا کپڑا دونون پر نصفا نصف واجب ہوگا اور اگر مہایاۃ مین یہ شرط بیان کردی ہو کہ جو خادم جسکی خدمت کے واسطے مشروط ہی اُسکا کھانا اُسیکے ذمہ ہی مگر خوراک کی مقدار بیان نکی تو قیاساً جائز نہونا چاہیے مگر استحساناً جائز ہی اور کپڑے کی صورت مین اگر مقدار بیان نہ کی ہو تو قیاساً و استحساناً جائز نہین ہی۔ اور اگر مقدار خوراک بیان کردی تو قیاساً جائز نہین ہی اور استحساناً جائز ہی اسی طرح کپڑے کی صورت مین اگر کوئی شی معلوم شرط کی تو قیاساً جائز نہین ہی اور استحساناً جائز ہی اور چوپایون کے چرانے مین مہایاۃ کرنا ہمارے نزدیک جائز ہی اسیطرح اگر ان چوپایون کے چرانے کے واسطے اجرت پر چرواہا مقرر کرنے مین مہایاۃ کی تو بھی جائز ہی۔ اور ایک دار اور ایک زمین مین اسطرح مہایاۃ کرنا کہ ایک شریک اس دار مین سکونت کرے اور دوسرا اس زمین مین زراعت کرے جائز ہی اسیطرح اگر ایک دار و ایک حمام مین مہایاۃ کی تو بھی جائز ہی اور ایک دار و ایک مملوک مین اسطرح مہایاۃ کرنا کہ یہ شریک اس دار مین ایک سال تک سکونت رکھے اور دوسرا اس غلام سے ایک سال تک خدمت لے جائز ہی لیکن اگر غلام کی مزدوری ایک سال تک لینے پر مہایاۃ کی تو امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین ہی اگر ایسی چیز کی مہایاۃ کرنے مین جو باندازہ زمان و مکان دونون ہو سکتی ہی دونون نے اختلاف کیا تو قاضی دونون کو حکم دیگا کہ تم دونون

یعنے بزمان ہو یا بمکان ہو ۱۲ منہ

ف اس بیع سے بیع صحیح مراد ہی ۱۲

کسی بات پر اتفاق کرو (یعنے بزمان ہو یا بمکان ہو) پس اگر دونون نے اس بات کو اختیار کیا کہ بزمان ہو تو بدایت کیواسطے قاضی قرعہ ڈالدیگا یہ تبیین مین ہے۔ دو باندیان دو شخصون مین مشترک ہین اور انمین سے ایک باندی بہ نسبت دوسرے کے خدمتگاری مین بڑھکر ہے پس دونون نے یون مہایاۃ کی کہ جو باندی خدمتگزاری مین بڑھکر ہے اُس سے ایک شریک ایک سال تک خدمت لے اور دوسری سے دوسرا شریک دو سال تک خدمت لے تو جائز ہے اور اگر دونون شریکون نے دو باندیون مین مہایاۃ کر لی پھر ایک باندی جسکی خدمت کرتی تھی اُس سے حاملہ ہو گئی تو مہایاۃ باطل ہو جائیگی اور دوسری کی بابت از سر نو مہایاۃ ہو گی کذا فی محیط السرخسی

تیرھوان باب

متفرقات کے بیان مین۔ قاضی کو جائز ہے کہ بٹوارہ کرنے مین اپنی اجرت لے لے لیکن نہ لینا مستحب ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ قاضی کو چاہیے کہ لوگون مین بٹوارہ کرنے کے واسطے ایک قاسم مقرر کرے جو بیت المال سے روزینہ پاوے اور لوگون سے بٹوارہ کرنے پر اجرت نہ لے بلکہ یہی افضل ہے اور اگر قاضی نے ایسا نہ کیا تو ایسا قاسم مقرر کرے جو بٹوارہ کرنے کی اجرت حصہ دارون سے لے اور اجرت کی مقدار وہ ہو گی جو ایسے کام کرنے والے کو ملنی چاہیے یعنے اجر المثل تاکہ حصہ دارون سے زیادہ لینے پر تحکم نہ کرے مگر یہ واجب ہے کہ یہ شخص قاسم ایک مرد عادل ہو اور قسمت کے مسائل سے آگاہ ہو اور امین ہو۔ اور قاضی ایک ہی قاسم کو اجرت پر بٹوارہ کے لیے لینے کے واسطے لوگون کو مجبور نہ کریگا یہ کافی مین ہے۔ اگر شریکون نے کسی قاسم کو اپنے درمیان حصہ بانٹ کرنے کے واسطے اجرت پر لیا تو اُسکی اجرت ان لوگون کی تعداد پر ہر ایک کے ذمہ برابر ہو گی ہر ایک کے حصے کے موافق ہر ایک کے ذمہ نہو گی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر حصہ دار کے حصہ کے موافق اُسپر اجرت واجب ہو گی خواہ قاضی کا قاسم ہو یا دوسرا ہو اور یہ امام ابو حنیفہ رح سے بھی ایک روایت ہے رہی کیال و وزان قسمت کی اجرت سو اسکی نسبت بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے مگر اصح یہ ہے کہ اسکی بابت امام رحمہ اللہ کا قول مثل قول صاحبین کے ہے۔ اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا اور قاضی نے اپنے قاسم کو حکم دیا کہ دونون مین تقسیم کر دے تو حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اُسکی اجرت درخواست کرنے والے پر ہو گی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُسکی مزدوری دونون پر ہو گی کذا فی الظہیریہ قال المترجم وہو الاصح کذا قیل اور اگر شریکون نے باہمی صلح و رضامندی سے حصہ بانٹ کر لیا تو جائز ہے لیکن اگر شریکون مین کوئی نابالغ ہو تو ایسی صورت مین حکم قاضی کی ضرورت ہو گی اور قاسم اُنکو مشترک نہ چھوڑیگا یہ کافی مین ہے۔ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ مکانون اور زمینون کے قاسم کی اجرت حصہ دارون کی تعداد پر ہر ایک کے ذمہ برابر ہو گی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ حصہ کی مقدار کے حساب سے ہر حصہ دار پر ہو گی اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک دار تین آدمیون مین اسطرح مشترک ہے کہ ایک کا آدھا ہے اور دوسرے کا تہائی ہے اور تیسرے کا چھٹا حصہ ہے (تو امام اعظم کے نزدیک تینون برابر مزدوری ادا کرین اور صاحبین کے نزدیک آدھے کا حصہ دار آدھی مزدوری اور دوسرا تہائی اور تیسرا چھٹا حصہ اجرت دے) اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ شریکون نے اپنے حصہ بانٹ کی قاضی سے درخواست کی ہو اور قاضی کے قاسم نے بانٹ دیا ہو۔ اور اگر اُن لوگون نے خود ہی کسیکو قاسم باجرت مقرر کر لیا تو اُسکی اجرت کا ہر ایک برابر دیندار ہو گا پھر آیا کم حصہ دار زیادہ حصہ دار سے بقدر زیادتی واپس لے سکتا

یا نہین تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ نہین لے سکتا ہی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ لے سکتا ہی - اسیطرح اگر شریکون
نے کسیکو وکیل مقرر کیا کہ ہمارے درمیان حصہ بانٹ کرنے کے واسطے اجرت پر کوئی قاسم مقرر کرے اور وکیل
نے ایسا ہی کیا تو قاسم کی اجرت وکیل کے ذمہ ہوگی پھر مال اجرت جسکو وکیل اپنے موکلون سے واپس لیگا اُسکے واپس
لینے مین اسیطرح اختلاف ہی کہ امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ سب سے برابر واپس لیگا اور صاحبین نے فرمایا کہ ہر حصہ دار سے
اُسکی ملک کے حساب سے واپس لیگا یہ محیط مین ہی اگر شریکون نے اناج مشترک کی کیل کے واسطے یا مشترک
کپڑے کے گز ناپنے کے واسطے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کیا پس اگر حصہ بانٹنے کے واسطے اجیر کیا ہو
تو اسمین وہی اختلاف ہی جو ہمنے اوپر بیان کیا ہی اور اگر فقط کیل کرنے یا گزون سے ناپنے کے واسطے اجیر کیا ہو
تاکہ کیلی چیز یا گزی چیز کی مقدار معلوم ہو جاوے تو اُسکی اجرت ہر شریک کو بقدر اپنے حصہ کے دینی پڑیگی - اور منتقی
مین ہی کہ ابراہیم نے امام محمد سے روایت کی کہ دو شخصون کے درمیان مشترک گیہون کے حصے جدا کیے گئے
تو کیال کی اجرت ہر شریک پر بقدر اُسکے حصے کے واجب ہوگی اور حساب کنندہ کی اجرت بحساب تعداد شرکاء
ہر ایک پر برابر واجب ہوگی فرمایا کہ اس تقسیم کے زمانہ مین جو شخص ہو اُسکی اجرت بقدر حصہ کے لازم ہوگی اور جو حساب
کرے اُسکی اجرت عدد روس پر یعنی اُسکے دینے کا ہر تقسیم کرنیوالے پر برابر لازم ہوگی یہ قیاس قول امام اعظم رحمہ ہی
اور صاحبین رحمہ کے قول مین بقدر حصہ کے اجرت لازم ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - ہشام نے امام محمد رحمہ سے روایت
کی ہی کہ ایک زمین دو شخصون مین مشترک ہی اُسمین ایک شریک نے عمارت تیار کی پھر دوسرے نے اُس سے کہا
کہ اس زمین سے اپنی عمارت دور کردے تو زمین مذکور دونون مین تقسیم کیجائیگی تو جسقدر عمارت ایسے شریک کے
حصہ مین پڑی جسنے اُسکو نہین بنایا ہی اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے عمارت مذکور کو دور کردے یا بنانے والے کو اُسکی قیمت
دیکر راضی کردے اور یہ حکم اسوجہ سے ہی کہ اگر اُسنے عمارت مذکور دور کردی تو اُسکا حق پورے مین باطل ہو جاتا ہی
اور اگر تقسیم کی گئی تو اُسقدر مین جتنی اُسنے اپنی ملک مین بنائی ہی اُسکا حق باطل نہوگا پس تقسیم اولی ہوئی یہ محیط
سرخسی مین ہی - اور اگر شریکون مین سے ایک نے تقسیم کی درخواست کی اور باقیون نے انکار کیا اور درخواست
کرنے والے نے ایک قاسم باجرت مقرر کیا تو اُسکی اجرت امام اعظم رحمہ کے نزدیک خاصۃً اسی درخواست کرنے والے پر
ہوگی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ سب پر ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - شیخ الاسلام نے شرح کتاب القسمۃ
مین ذکر فرمایا ہی اگر ایک شریک نے زمین مشترکہ مین دوسرے شریک کی بلا اجازت عمارت بنائی تو دوسرے شریک کو
اختیار ہوگا کہ اُسکی عمارت توڑ دے - اور نیز شرح کتاب القسمۃ مین ہی کہ دو غلام دو شخصون مین مشترک ہین پھر
ایک شریک غائب ہو گیا پھر دوسرے شریک حاضر کے پاس ایک اجنبی آدمی آیا اور کہا تو غائب کی طرف سے میرے
ساتھ ان دونون غلامون کا بٹوارہ کرلے کہ وہ میری تقسیم کو پسند کرتا ہی پس حاضر نے اُسکے ساتھ بٹوارہ کرکے ایک
غلام آپ لیا اور دوسرا غلام اُس اجنبی کو دیدیا پھر شریک غائب حاضر ہوا اور اُسنے تقسیم مذکور کی اجازت دیدی پھر
اجنبی کے پاس وہ غلام مرگیا تو تقسیم جائز ہوگی اور غائب کیطرف سے اجنبی کا قبضہ جائز ہوگا اور اجنبی پر اُسکی ضمان
واجب نہوگی - اور اگر غلام مذکور اجنبی کے پاس غائب کی اجازت تقسیم سے پہلے مرگیا تو تقسیم باطل ہو جائیگی
اور باقی غلام مین سے غائب کو نصف غلام ملیگا اور غلام میت کے اپنے حصہ کی تضمین مین اُسکو اختیار ہوگا چاہے

اس اجنبی کے پاس مرا ہی تاوان لے یا اپنے شریک سے تاوان لے اور دونون مین سے جس سے اُسنے تاوان لیا وہ مال تاوان کو دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر دو شریکون مین سے ایک شریک کے حصہ مین ایک درخت آیا جسکی شاخین دوسرے شریک کے حصہ مین لٹکتی ہین تو دوسرا شریک ان شاخون کے قطع کرنے کے واسطے اُسپر جبر نہین کرسکتا ہی کیونکہ وہ درخت کا مع شاخون کے مستحق ہوا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - دو شریکون مین سے ایک کے حصہ مین عمارت آئی اور دوسرے شریک کا اُسکے پہلو مین خالی میدان ہی پس دوسرے شریک نے اپنے میدان مین ایک بیت تیار کرنا چاہا مگر اسکے بننے سے پہلے شریک کی ہوا و دھوپ رکتی ہی تو ظاہر الروایۃ کے موافق دوسرے شریک کو بیت تیار کرنے کا اختیار ہی اور پہلا شریک اُسکو منع نہین کرسکتا ہی اور یہی پر فتوے ہی اور شیخ نصیر رح اور شیخ صفار رح نے فرمایا کہ اُسکو منع کرنے کا اختیار ہی یہ فتاوے صغری مین ہی - تین آدمیون نے اپنے باپ سے ایک دار میراث پایا اور اُسکو تین تہائی تقسیم کرکے ہر ایک نے اپنے حصہ پر قبضہ کر لیا بعد ایک اجنبی نے آکر ایک حصہ دار سے اُسکا حصہ خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا پھر باقی دونون حصہ دارون مین سے ایک حصہ دار آیا اور کہا کہ ہمنے تقسیم نہین کیا ہی اور مشتری مذکور نے اُس سے تمام دار مین سے دوم حصہ شائع خرید ا پھر تیسرا حصہ دار آیا اور کہا کہ ہم اس دار کو باہم تقسیم کر چکے ہین اور اس بات کے گواہ پیش کیے اور بائع اول نے اُسکے دعوے کی تصدیق کی مگر بائع ثانی نے تکذیب کی اور مشتری نے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ تمنے تقسیم کر لیا تھا یا نہین تو تقسیم جائز رہے گی اسواسطے کہ تقسیم ہو جانا ایسے گواہون سے جسکو خصم نے پیش کیا ہی ثابت ہو گیا اور تقسیم بعد پورے ہو جانے کے بعضے شریکون کے انکار کرنے سے باطل نہین ہوتی ہی پس ظاہر ہوا کہ بائع اول نے خاصۃً اپنا حصہ فروخت کیا ہی پس اُسکی بیع جائز ہوئی - اور دوسرے دار کا حصہ سوم شائع فروخت کیا ہی تو اسمین سے ایک تہائی اُسکے حصہ مین سے ہوا اور باقی دو تہائی دوسرون کے حصہ مین سے ہوا تو خاص اُسکے حصہ کی تہائی کی بیع جائز ہوگی مگر مشتری کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے حصہ کی تہائی کو تہائی ثمن مین سے لے یا سب چھوڑ دے کیونکہ مشتری کے حق مین تفریق صفقہ لازم آتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر وارثون نے اللہ تعالی کے فرائض کے موافق ترکہ کو باہمی رضامندی سے آپسمین تقسیم کر لیا اور ہر ایک کا حصہ جدا کر دیا پھر چاہا کہ باہمی رضامندی کے ساتھ اس تقسیم کو باطل کرکے دور و اراضی کو مشاع مشترک کر دین جیسے پہلے تھی تو اُنکو یہ اختیار ہوگا کذا فی التاتارخانیہ - فرمایا کہ اگر ایک دار دو آدمیون مین مشترک ہو پھر ایک نے دار مین سے ایک بیت مین سے اپنا حصہ فروخت کر دیا تو اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ بیع کو باطل کر دے - اسیطرح اگر اُسمین سے ایک بیت فروخت کر دیا تو بھی بدون شریک کی اجازت کے جائز نہین ہی پس اگر شریک نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہو کر بیت مبیعہ مشتری کا ہو جائیگا اور باقی دار دونون مین مشترک رہیگا اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو بیع باطل ہوگی اسیطرح اگر زمین مشترک مین سے ایک گز یا معلوم جگہ فروخت کر دی تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر کپڑے یا بکریان یا اسکے مانند چیزین جو تقسیم ہو سکتی ہین دو شخصون مین مشترک ہون پھر ایک شریک نے بکری یا کپڑے مین سے ایک حصہ فروخت کیا تو یہ جائز ہی اور امام محمد رح کی روایت مین شریک کو اُسکے باطل کرنے کا اختیار نہین ہی - اور حسن بن زیاد کی روایت کے موافق یہ مسئلہ اور مسئلہ اولی یکسان ہی سب بدون شریک کی اجازت کی بیع جائز نہوگی اور اسی روایت کو طحاوی نے لیا ہی

اور فرمایا کہ اگر دو شخصون مین ایک دار مشترک ہو پھر ایک نے اُسمین سے ایک بیت کا کسی شخص غیر کے واسطے
اقرار کر دیا اور دوسرے نے انکار کیا تو ایسا اقرار موقوف رہیگا اس مین سے متعلق نہوگا کیونکہ اسمین
دوسرے شریک کا حق ہی پس یہ شخص تقسیم کے واسطے مجبور کیا جائیگا پس اگر بیت مذکور مقر کے حصہ مین آیا تو اُسکو
مقر لہ کو دیدیگا اور اگر دوسرے کے حصہ مین آیا تو جو کچھ مقر کے حصہ مین ہی وہ مقر اور مقر لہ کے درمیان بانٹ
دیا جائیگا پس امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مقر لہ بیت مذکور کے گزون کی تعداد پر شریک کیا جائیگا
اور مقر اس بیت کے گزون کی تعداد پر شریک کیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک مقر تو اسیطرح شریک کیا جائیگا
جیساکہ شیخین رح نے فرمایا ہی اور مقر لہ بیت مذکور کے آدھے گزون کے حساب سے شریک کیا جائیگا پورے بیت کے
گزون کی تعداد پر شریک نہ کیا جائیگا اور اسکا بیان یہ ہی کہ فرض کرو کہ پورا دار مع بیت کے سو گز ہی اور فقط بیت
دس گز ہی پس دار مذکور دونون مین آدھا آدھا تقسیم کیا جائیگا پھر جسقدر مقر کے پاس آیا اُسکے پچپن(۵۵) حصے کیے جائینگے
جسمین سے دس حصے مقر لہ کے ہونگے اور یہ پورے بیت کے مساحتی گز ہین اور مقر کے پینتالیس(۴۵) حصے ہونگے
اور یہ تعداد اُن گزون کی ہی جو بیت کی منہائی کے بعد نصف دار کے گز ہین پس ہر پانچ حصے کو مین ایک سہم
ٹھہراتا ہون پس جسقدر مقر کو ملا ہی اُسکے گیارہ سہم ہوئے جسمین سے دو سہم مقر لہ کو ملینگے اور نو سہم مقر کو ملینگے
اور امام محمد رح کے قول کے موافق جسقدر مقر کو ملا ہی اُسکے دس سہم کرنے چاہیے ہین اسلیے کہ اُنکے نزدیک مقر لہ
پانچ ہی گز کے حساب سے شریک کیا جائیگا۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ ایسی چیز کا اقرار کیا ہو جو محتمل
قسمت ہی جیسے دار یا اُسکے مانند چیزین اور اگر ایسی چیز کی نسبت اقرار کر دیا جو محتمل قسمت نہین ہی جیسے حمام اور
اُسمین سے ایک بیت معین کا ایک شریک نے کسی غیر کے واسطے اقرار کر دیا اور دوسرے شریک نے اس سے
انکار کیا تو اس مقر پر اُسکی نصف قیمت لازم ہوگی اسیطرح اگر دار مین سے کسی شہتیر کا کسی غیر کے واسطے اقرار کر دیا تو
بھی یہی حکم ہی یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور اگر کیلی یا وزنی چیز دو شخصون مین مشترک ہو مگر وہ ایک ہی کے قبضہ مین
ہو پھر دونون نے اُسکو باہم تقسیم کیا اور ہنوز اُس شخص نے جو قابض نہ تھا اپنے حصے پر قبضہ نہ کیا تھا کہ اُسکا حصہ
تلف ہو گیا تو اسکا تلف ہونا دونون پر پڑیگا اور جو کچھ باقی رہا ہی وہ مشترک دونون مین تقسیم ہوگا اور اس مسئلہ
و اسکے ہمجنس مسئلون مین اصل یہ ہی کہ کیلی و وزنی چیز کی تقسیم مین اگر قبضہ سے پہلے ایک کا حصہ تلف ہو گیا تو تقسیم
ٹوٹ جاویگی اور مال وہی ہو جاویگا جو تقسیم سے پہلے تھا قال المترجم پس قبضہ پایا جانا چاہیے خواہ قبضہ قدیم متجدد
ہو جاوے یا جدید ہو فافہم اور اگر اُس شخص کا حصہ تلف ہوا جسکے قبضہ مین یہ کیلی یا وزنی چیز تھی اور دوسرے کا
حصہ تلف نہ ہوا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی اور اسی اصل سے استخراج کر کے ہمنے کہا کہ اگر زمیندار نے اپنے بٹائی کے کاشتکار
سے کہا کہ غلہ تقسیم کر کے میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر دے اُسنے ایسا ہی کیا پھر زمیندار کے قبضہ کرنے سے پہلے
ایک حصہ تلف ہو گیا پس اگر زمیندار کا حصہ تلف ہوا تو تقسیم ٹوٹ جائیگی اور جو کچھ کاشتکار کے قبضہ مین ہی اُسمین
سے زمیندار اپنے حصے کے لیے نصف بٹوالیگا کیونکہ زمیندار کا حصہ اُسکے قبضہ کرنے سے پہلے تلف ہو گیا ہی
اور اگر کاشتکار کا حصہ تلف ہو گیا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی کذا فی الذخیرہ اور اگر اُسنے ڈھیری کو تقسیم کر کے زمیندار کا
الگ کیا پھر اپنا حصہ اولاً اپنے گھر اُٹھا لیگیا پھر جب لوٹا تو دیکھا کہ جو اُسنے زمیندار کا حصہ الگ کیا تھا وہ تلف ہو گیا

۵۵ قال المترجم محل قسمت [illegible] کے نزدیک اُسکو کہتے ہین جو [illegible] کہ بعد تقسیم کے منفعت مقصودہ [illegible]

تو ایسا تلف ہونا زمیندار کے ذمہ قرار دیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے چند وارث چھوڑے اور اپنا تہائی مال مسکینون کو دینے کی وصیت کی پھر قاضی نے ترکہ تقسیم کیا اور تہائی مال مساکین کیواسطے الگ کر لیا اور باقی دو تہائی وارثون کیواسطے رکھا اور ہنوز انمین سے کسیکو کچھ ندیا تھا کہ تہائی یا دو تہائی کو کچھ ضائع ہو گیا تو اسکا ضائع ہونا ان سب پر ہوگا اور تقسیم پھر دوہرائی جائیگی اور اگر قاضی نے تہائی مال مساکین کو دیدیا اور دو تہائی ضائع ہو گیا اور وارث لوگ غائب ہین یا کوئی وارث غائب ہے یا نابالغ ہے تو یہ دو تہائی وارثون کا مال گیا۔ دو شخصون مین اناج مشترک ہے پس ایک نے دوسرے کو بانٹنے کا حکم دیا اور اُسکو اپنا ایک تھیلا دیا کہ اناج مین سے میرا حصہ اسمین ناپ دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ جائز ہے اور اس سے قبضہ متحقق ہو جائیگا۔ اسیطرح اگر اُسی شریک سے کہا کہ مجھے اپنا یہ تھیلا عاریت دے اور اسمین میرے واسطے میرا حصہ ناپ دے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر یون نہ کہا کہ اپنا یہ تھیلا مجھے عاریت دے بلکہ یون کہا کہ مجھے اپنے پاس سے کوئی تھیلا عاریت دے اور میرے واسطے اسمین ناپ دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو اس سے اُسکا اپنے حصہ پر قبضہ متحقق نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر چند وارثون نے حاضر ہو کر قاضی سے التماس کیا کہ ترکہ ہم لوگون مین تقسیم کر دے اور ان لوگون نے دعوی کیا کہ یہ میراث ہے تو قاضی اُسکو ان لوگون مین تقسیم نہ کریگا جب تک کہ یہ لوگ اپنے مورث کے مرجانے اور اُسکے وارثون کی تعداد کے گواہ قائم نہ کرین پھر اگر گواہ قائم ہوئے اور اُنھون نے مورث کے مرنے کی گواہی دی اور کہا کہ ان لوگون کے سواے میت کا کوئی وارث نہین ہے تو قیاساً انکی گواہی قبول نہ ہوگی مگر استحساناً مقبول ہوگی اور اگر گواہون نے کہا کہ ان لوگون کے سواے میت کا ہم کوئی وارث نہین جانتے ہین تو قیاساً و استحساناً انکی گواہی قبول ہوگی اور اگر گواہون نے کہا کہ اس شہر مین ان لوگون کے سواے میت کا ہم کوئی وارث نہین جانتے ہین تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مقبول نہوگی۔ اور نظر برین اختلاف مذکورہ جب انکی گواہی مقبول ہوئی۔ تو موافق فرائض اللہ تعالے کے ترکہ انمین تقسیم کیا جائیگا اور قسمت مین جو وارث ایسا ہو کہ بر تقدیر کسی دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے محجوب ہوتا ہو اور جو ایسا ہو کہ اس تقدیر پر محجوب نہوتا ہو دونون برابر ہین سواے زوج و زوجہ کے کہ ان دونون کو انکے ہر دو حصہ مفروضہ مین سے بڑا فریضہ یعنے زوج کو نصف اور زوجہ کو چوتھائی دیا جائیگا۔ اور اگر گواہون نے فقط مورث کے مرنے کی گواہی دی اور اسکے ماسوا سے سکوت کیا تو قاضی ترکہ کو تقسیم نہ کریگا خواہ ترکہ عروض ہو یا عقار ہو اور اگر وارث ایسے ہون کہ بر تقدیر ظہور کسی دوسرے وارث کے محجوب ہوتے ہون جیسے چچا و دادا و بھائی و بہنین تو قاضی ترکہ کو ایسے وارثون مین تقسیم نکریگا خواہ ترکہ عروض ہو یا عقار ہو اور اگر وارث ایسے ہون کہ برین تقدیر محجوب نہوتے ہون جیسے مان و باپ و ولد تو ترکہ انمین موافق فرائض اللہ تعالے کے تقسیم کریگا لیکن زوج و زوجہ اسکے ہر دو حصہ مفروضہ مین سے امام اعظم رح کے نزدیک چھوٹا حصہ (یعنے شوہر کو چوتھائی اور جورو کو آٹھوان حصہ) دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک ہر دو مفروضہ مین سے بڑا حصہ دیگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ زوج کو چوتھائی اور زوجہ کو آٹھوین حصہ کا چوتھائی دیگا۔ اور ایک روایت مین شوہر کو پانچوان حصہ اور زوجہ کو نوین حصہ کا چوتھائی دیگا یہ ینابیع مین ہے۔ ایک شخص ایک جورو اور دو پسر چھوڑ کر مر گیا اور یہ عورت دعوی کرتی تھی کہ مین حاملہ ہون تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رح

نے فرمایا کہ یہ عورت ایک ثقہ دائی یا دو دائیون کو دکھلائی جاوے کہ وہ اُسکی کوکھ ٹٹولکر دریافت کرین پس اگر دائیون کو
علامات حمل سے کچھ ظاہر نہوا تو قاضی میراث کو تقسیم کر دیگا اور اگر علامات حمل سے کچھ ظاہر ہوا پس اگر وارثون نے اُسکے
وضع حمل تک انتظار کیا تو قاضی تقسیم نہ کریگا۔ اسیطرح اگر ایک شخص اپنی حاملہ جورو و ایک بیٹا چھوڑ کر مرا تو قاضی میراث
کو اس عورت کے وضع حمل تک تقسیم نکریگا۔ اور اگر وارث ایک سے زیادہ ہون اور اُنھون نے وضع حمل تک انتظار کیا
پس اگر ولادت کے دن دور ہون تو قاضی ترکہ تقسیم کر دیگا اور اگر نزدیک ہون تو تقسیم نہ کریگا اور دونون کی نزدیکی و دوری
کی مقدار قاضی کی راے پر ہے۔ اور اگر ترکہ تقسیم کیا گیا تو حمل کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ کتنے
عدد کا حصہ رکھا جائیگا اور خصاف رحمہ نے امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ذکر کیا ہے کہ ایک پسر کا حصہ رکھا جائیگا اور اسی پر فتویٰ
ہے اور یہ حکم ایسی صورت مین ہے کہ وارث ایسے ہون کہ بر تقدیر بیٹا پیدا ہونے کے بیٹے کے ساتھ وارث ہو سکتے ہون
اور اگر ایسے ہون کہ بیٹے کے ساتھ وارث نہوتے ہون مثلاً چند بھائی اور ایک حاملہ عورت چھوڑ کر مرا ہو تو پورا ترکہ
موقوف رکھا جائیگا ان لوگون کو تقسیم نہ کیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر مالک دار مر گیا اور اُسنے چند
بالغ وارث اور ایک حاملہ جورو چھوڑی تو دار مذکور ان وارثون مین تقسیم کیا جائیگا اور حمل کا حصہ نرکھا جائیگا پھر جب آگے
بچہ پیدا ہوگا تو تقسیم مذکور دوہرائی جائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص اپنی حاملہ جورو اور دو پسر و دو دختر چھوڑ مرا
اور اولاد نے تقسیم میراث کی درخواست کی تو فقیہ ابو جعفر رحمہ نے فرمایا کہ عورت کو میراث کا آٹھوان حصہ یعنے چالیس
سہم مین سے پانچ ملینگے اور دونون بیٹیون کو سات سہم اور دونون بیٹون کو چودہ سہم ملینگے اور حمل کے واسطے
چودہ سہم رکھ چھوڑے جاوینگے مگر مشائخ نے جو حکم فتوے کے واسطے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ حمل کے واسطے ایک پسر کا
حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اور مسئلہ کی تخریج چونسٹھ سے ہوگی جسمین سے آٹھ سہام اُسکی جورو کو اور چودہ سہام دونون بیٹیون
کو اور اٹھائیس دونون بیٹون کو دیے جاوینگے اور چودہ سہام ایک پسر کا حصہ حمل کے واسطے رکھ چھوڑا جائیگا۔ ایک
حاملہ عورت مر گئی اور اُسکے پیٹ مین ایک بچہ ایک رات دن پھرکتا تھا پھر بعضے لوگون نے کہا کہ بچہ مر گیا اور بعضون نے کہا کہ نہین
مرا پھر وہ عورت اسیطرح دفن کر دیگئی پھر لوگون نے اسکو کھودا تو دیکھا کہ اُسکے ساتھ ایک مردہ لڑکی پڑی ہے اور عورت مذکور اپنا خاوند اور
مان و باپ چھوڑ مری تھی پس آیا اس لڑکی کو جو اُسکے ساتھ پائی گئی ہے مال سے کچھ ملیگا یا نہین سو مشائخ بلخ نے فرمایا
کہ اگر وارثون نے اقرار کیا کہ یہ لڑکی اسی عورت میت کی ہے کہ اُسکی وفات کے بعد زندہ پیدا ہوئی تھی تو یہ لڑکی اپنی
مان کی وارث ہوگی پھر اسکا حصہ اسکے وارث لینگے اور اگر وارثون نے ایسا اقرار نہ کیا تو اُسکے واسطے میراث کا حکم نہوگا
لیکن اگر عادل گواہون نے گواہی دی کہ عورت مذکور اسکو زندہ جنی تھی تو اسکے نام میراث کا حکم ہوگا اور ان عادل
گواہون کو ایسی گواہی دینے کے واسطے شرعاً بھی گنجائش ہوگی کہ جب یہ لوگ عورت مذکور کی قبر کے پاس سے
دفن ہونے کے وقت سے اُکھاڑے جانے کے وقت تک جدا نہوئے ہونگے اور قبر کے اندر سے اُنھون نے
بچہ کی آواز سنی ہو تاکہ اُنکو ایسا علم حاصل ہوا ہو۔ اور اگر اس صورت مین گواہ نہون اور وارثون سے اُنکے علم
پر قسم لیگئی پس اگر اُنھون نے قسم کھالی تو اس مردہ لڑکی کے واسطے میراث کا حکم نہوگا۔ اور اگر کسی حاملہ سے بچہ کا
سیر باہر نکلا اور وہ بچہ باواز تھا پھر باقی بچہ مذکور خارج ہونے سے پہلے مر گیا تو اُسکو میراث نہ ملیگی یہ فتاوی قاضی خان
مین ہے۔ ایک زمین مشترک شریکون مین تقسیم کی گئی اور اُنمین ایک شریک غائب ہے پھر جب وہ اس تقسیم سے

واقف ہوا تو کہا کہ زمین کی وجہ سے مین اس تقسیم پر راضی نہوا پھر اپنے کاشتکارون کو اپنے حصہ کی زراعت کے واسطے اجازت دی تو تقسیم مذکور کو رد کر دینے کے بعد یہ امر اس تقسیم پر رضامندی نہین ہے۔ ایک زمین تقسیم کی گئی پھر ایک شریک اپنے حصے سے راضی نہوا پھر اسکے بعد اسمین زراعت کی تو اسکا کچھ اعتبار نہین ہے کیونکہ تقسیم رد کرنے سے رد ہو گئی۔ یہ قنیہ مین ہے۔ اگر ایک دار مین سے ایک بیت ایک شخص کے قبضہ مین ہو اور دو بیت دوسرے کے قبضہ مین ہون اور ایک بڑی حویلی تیسرے کے قبضہ مین ہو اور ان لوگون مین سے ہر ایک پورا دار اپنی ملک ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ تو انمین سے ہر ایک کو اسکا مقبوضہ ملیگا اور صحن ان تینون مین تین تہائی ہوگا اور اگر انمین سے کوئی شخص اپنے وارث چھوڑ کر مرگیا تو اسکے وارثون کو تہائی صحن ملیگا۔ اور اگر شریکون نے ایک دار تقسیم کیا اور راستہ چھوٹا یا بڑا یا پانی کی نالی اپنے درمیان ویسے ہی مشترک چھوڑ دے تو یہ جائز ہے کذا فی المبسوط۔

کتاب المزارعۃ

اسمین چودہ[۱۴] باب ہین

باب اول۔ مزارعت کے مشروع ہونے اور اسکی تفسیر و رکن و شرائط جواز و حکم کے بیان مین۔

مزارعت کے مشروع ہونے مین اختلاف ہے امام اعظم رح کے نزدیک عقد مزارعت فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور لوگون کی حاجت کی وجہ سے فتوے صاحبین رح کے قول پر ہے۔ مزارعت کی تفسیر شرعی یہ ہے۔ کہ کسیقدر حاصلات دینے پر عقد زراعت قرار دینے کو مزارعت کہتے ہین اور یہ عقد بعض حاصلات پر زمین کو یا کاشتکار کو اجارہ لینا ہے کذا فی محیط السرخسی اور رکن مزارعت ایجاب و قبول ہے یعنے زمیندار کاشتکار سے یون کہے کہ مین نے یہ زمین اسقدر حاصلات پر تجھے کاشت کے واسطے دی اور کاشتکار کہے کہ مین نے قبول کی یا مین راضی ہوا یا ایسی کوئی بات جو اسکے قبول کرنے اور رضامندی پر دلالت کرے پائی جاوے پس جب ایجاب و قبول پایا گیا تو دونون کے درمیان عقد مزارعت پیدا ہو جائیگا۔ اور شرائط مزارعت دو طرح کے ہوتے ہین ایک وہ شرائط جو مزارعت جائز کہنے والے امام کے قول کے موافق مصحح عقد مزارعت ہین اور دوسرے وہ شرائط جو مفسد عقد مزارعت ہین پھر شرائط مصححہ کی چند قسمین ہین کہ بعضے شرائط مصححہ مزارع کی جانب راجع ہوتے ہین اور بعضے آلات مزارعت کی طرف اور بعضے مزروع کی طرف اور بعضے کھیتی کی یعنی حاصلات کی طرف اور بعضے مزروع فیہ کی طرف اور بعضے مدت مزارعت کی طرف راجع ہوتے ہین پس جو شرائط مصححہ کہ مزارع کی طرف راجع ہین وہ دو ہین اول یہ کہ مزارع شخص عاقل ہو پس مجنون یا ایسے نابالغ کے ساتھ جو مزارعت کو سمجھتا نہین ہے مزارعت صحیح نہین اور بالغ ہونا جواز مزارعت کے واسطے شرط نہین ہے حتے کہ طفل ماذون کے ساتھ وفقۃ واحدۃ مزارعت جائز ہے اسیطرح حریت بھی صحت مزارعت کے واسطے شرط نہین ہے پس غلام ماذون کے ساتھ وفقۃ واحدۃ مزارعت صحیح جائز ہے دوم یہ کہ مزارعت جائز کہنے والے کے قول پر بقیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالی یہ شرط ہے کہ مزارع مرتد نہووے اور صاحبین رح کے نزدیک جواز مزارعت کے واسطے یہ شرط نہین ہے اور مرتد کی مزارعت فی الحال نافذ ہوتی ہے۔ اور جو شرط مزروع کی طرف راجع ہے وہ یہ ہے کہ بیج معلوم ہو یعنے جو بونا ہو بیان کر دیا جاوے

لیکن اگر کاشتکار سے زمیندار نے کہدیا کہ زمین مین جو تیرا جی چاہے کاشت کرنا تو جائز ہی اور کاشتکار کو اختیار ہوگا کہ جو چاہے بووے مگر اُسکو درخت لگانے کا اختیار نہوگا کیونکہ عقد مزارعت کے تحت مین کھیتی داخل ہی درخت لگانا داخل نہین ہی یہ بدائع مین ہی ۔ اور بیج کی مقدار بیان کرنا شرط نہین ہی کیونکہ زمین سے آگاہ کرنے سے بیجون کی مقدار معلوم ہوجاتی ہی اور اگر دونون نے بیج کی جنس بیان نہ کی پس اگر زمیندار کی طرف سے بیج ٹھہرے ہون تو جائز ہی کیونکہ تخم ریزی سے پہلے اُسکے حق مین مزارعت متاکد نہوگی اور تخم ریزی کے وقت تو یہ امر معلوم ہوجائیگا اور تاکد عقد کے وقت اعلام پایا جانا ایسا ہی جیسے وقت عقد کے اعلام پایا گیا ۔ اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور دونون نے بیج کی جنس بیان نہ کی تو مزارعت فاسد ہوگی کیونکہ زمیندار کے حق مین یہ مزارعت قبل تخم ریزی کے لازم ہوگی پس نامعلوم ہونا جائز نہین ہی لیکن اگر بطور عموم کاشتکار کی راے پر سونپا ہو مثلاً مالک زمین نے اُس سے کہا ہو کہ مزارعت پر اس قرار داد پر دی کہ اسمین جو تیری راے مین آوے یا جو میری راے مین آوے زراعت کر تو یہ جائز ہی کیونکہ جب اُسنے کاشتکار کی راے پر یہ کام چھوڑا تو ضرر پر راضی ہوا ۔ اور اگر اُسنے بطور عموم اُسکی راے پر نچھوڑا ہو اور بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے ہون اور دونون نے جنس تخم بیان نہ کی ہو تو مزارعت فاسد ہوجائیگی مگر جب اُسنے کوئی بیج بو دیا تو منقلب ہوکر جائز ہوجائیگی کیونکہ جب زمیندار نے زمین اور کاشتکار کے درمیان تخلیہ کر دیا اور یہان تک اُسکے قبضہ مین چھوڑ دی کہ اُسنے بیج زمین مین ڈالدیا تو اُسنے ضرر برداشت کرلیا پس امر مفسد زائل ہوکر جائز ہوجائیگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی ۔ اور جو شرط غلہ پیداوار زراعت کی طرف راجع ہی وہ چند طرح کی شرطین ہین ازانجملہ یہ کہ عقد مین اسکا ذکر ہو حتے کہ اگر عقد مین اسکے ذکر سے سکوت کیا ہو تو عقد فاسد ہوگا اور ازانجملہ یہ کہ دونون کے واسطے ہونے کی شرط ہو حتے کہ اگر یہ شرط کی کہ تمام حاصلات پیداوار دونون مین سے ایک کسی کے واسطے ہو تو عقد مزارعت صحیح نہوگا ۔ اور ازانجملہ یہ کہ ہر دو زمیندار و کاشتکار مین سے ایک کے واسطے حاصلات مین سے بعض حصہ کی شرط ہو حتے کہ اگر سواے اس پیداوار کے دوسری چیز سے ہونے کی شرط لگائی تو عقد صحیح نہوگا کیونکہ اُس عقد کے واسطے شرکت لازم ہی پس جو شرط ایسی ہوگی کہ شرکت کو قطع کرتی ہی وہ عقد کی مفسد ہوگی ۔ ازانجملہ یہ کہ حاصلات غلہ مین سے جو بعض ٹھہرا ہی اُسکی مقدار نصف یا ثلث یا چوتھائی وغیرہ بیان سے معلوم ہو ۔ ازانجملہ یہ کہ یہ حصہ معلومہ تمام پیداوار زمین سے جزو شائع ہو حتے کہ اگر دونون مین سے کسیکے واسطے کسیقدر قفیز معلومہ کی شرط لگائی ہو تو عقد صحیح نہوگا اسیطرح اگر جزو شائع تو ذکر کیا مگر اس جزو پر کچھ قفیز معلومہ زیادہ کرنے کی شرط لگائی تو مزارعت صحیح نہوگی علی ہذا اگر ایک کیواسطے یہ شرط لگائی کہ جسقدر بیج خرچ ہوئے ہین وہ اسکو دیکر باقی دونون مین مشترک ہو تو مزارعت صحیح نہوگی کیونکہ جائز ہی کہ زمین مین سواے اس مقدار تخم کے زیادہ پیدا نہو اور جو شرط امر زروع فیہ یعنے زمین کیطرف راجع ہی وہ چند طرح کی ہی ازانجملہ یہ کہ یہ زمین قابل زراعت ہو حتے کہ اگر یہ زمین شور یا نمناک ہوگی تو عقد جائز نہوگا ۔ اور اگر زمین کو مدت مزارعت مین قابل زراعت ہو لیکن وقت عقد کے کسی عارض کی وجہ سے زراعت نہو سکتی ہو [illegible] منقطع ہو یا برف گرتا ہو یا اسکے مثل کوئی امر مانع ہو حالانکہ یہ مانع ایسا ہو کہ مدت مزارعت کے اندر ہی دور ہوسکے تو مزارعت جائز ہوگی ۔ ازانجملہ یہ ہی کہ زمین معلومہ ہو اور اگر مجہول ہوگی تو مزارعت صحیح نہوگی کیونکہ اس جہالت سے جھگڑا پیدا ہوسکتا ہی اور اگر زمین مزارعت پر اس قرار داد سے دی کہ جسمین گیہون بووے اسمین یہ بٹائی اور جسمین جو بووے

اُسمین یہ بٹائی ہی تو عقد فاسد ہوگا کیونکہ مزروع فیہ مجہول ہی اسیطرح اگر یون کہا کہ اس قرار داد سے کہ بعض مین گیہون بودے اور بعض مین جو بووے تو بھی فاسد ہی کیونکہ صریحا بعض بعض کرنا قطعی تجہیل ہی - اور اگر یون کہا کہ اس قرار داد سے کہ جسمین تو گیہون بودے تو بٹائی یا جو بووے تو یہ بٹائی ہی تو یہ جائز ہی کیونکہ اُسنے پوری زمین گیہون یا جو بونے کے واسطے قرار دی ہی پس تجہیل نرہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ زمین مذکورہ فارغ کاشتکار کے سپرد کی گئی ہو یعنے مالک زمین کی طرف سے موانع دور کرکے زمین اور کاشتکار کے درمیان تخلیہ کیا گیا ہو حتے کہ اگر مالک زمین کے ذمہ کھیتی کے کام مین سے کچھ کام شرط کیا گیا ہو تو مزارعت صحیح نہوگی کیونکہ تخلیہ نپایا گیا اسیطرح اگر زمیندار و کاشتکار دونون کے ذمہ کام کرنا مشروط ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین ہی اور تخلیہ کے یہ معنی ہین کہ مالک زمین کاشتکار سے یون کہدے کہ زمین مین نے تیرے سپرد کی اور یہ بات بھی منجملہ تخلیہ سے ہی کہ زمین مذکور عقد کے وقت فارغ ہو اور اگر ایسا نہو بلکہ اُسمین زراعت موجود ہو جو اُگ آئی ہو تو عقد جائز ہوگا مگر یہ عقد معاملت ہوگا عقد مزارعت نہوگا اور اگر اُسکی کھیتی پوری ہو کر پختگی پر آگئی ہو تو یہ بھی جائز نہوگا کیونکہ کھیتی کو تیار ہوجانے کے بعد کسی کام کی حاجت نہین ہی پس اس عقد کو عقد معاملہ تجویز کرنا متعذر رہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور جو شرط کہ آلات مزارعت کیطرف راجع ہی وہ یہ ہی کہ بیل اس عقد مین تابع عقد قرار دیا جاوے اور اگر بیل بھی عقد مین مقصود ہو تو مزارعت فاسد ہوجائیگی - اور جو شرط مدت کیطرف راجع ہی وہ یہ ہی کہ مدت معلومہ ہو پس مزارعت بدون بیان مدت کے صحیح نہوگی کیونکہ ابتداے زراعت کا وقت مختلف ہوتا ہی حتے کہ جس موضع مین اس امر مین تفاوت نہو وہان بغیر بیان مدت کے مزارعت جائز ہوگی اور اُسکا وقت وہ ہوگا جسوقت کوئی پہلے کھیتی پھوٹے یہ بدائع مین ہی اور اگر وقت ایسا بیان کیا کہ اسوقت کاشتکار کو زراعت کی گنجایش نہین ہی تو مزارعت فاسد ہوگی اور مدت کا ذکر کرنا اور نہ ذکر کرنا یکسان ہوگا اسیطرح اگر ایسی مدت بیان کی کہ دونون مین سے ایک اسوقت تک غالباً زندہ نرہیگا تو بھی مزارعت جائز نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - اور منجملہ شرائط صحیحہ کے یہ ہی کہ بٹائی کا حصہ اسطور سے بیان کیا جاوے کہ پیداوار غلہ سے شرکت منقطع نہونے پاوے کذا فی محیط السرخسی پس اگر دونون نے ایک کا حصہ بیان کردیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکا حصہ بیان کیا ہی جسکی طرف سے بیج نہین ٹھہرے ہین تو قیاساً و استحساناً مزارعت جائز ہوگی اور اگر اُسکا حصہ بیان کیا کہ جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین تو استحساناً مزارعت جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور منجملہ اُسکے یہ ہی کہ یہ بیان کرنا چاہیے کہ بیج کسکی طرف سے قرار پاوے اسوجہ سے کہ اگر مالک زمین کی طرف سے بیج ٹھہرے تو یہ عقد مزارعت کاشتکار کو اجارہ لینا ہوگا اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے تو یہ عقد زمین کو اجارہ لینا ہی اور معقود علیہ مجہول ہوگا اور اسکے احکام بھی مختلف ہین چنانچہ جسکی طرف سے بیج نہین ٹھہرے ہین اُسکے حق مین یہ عقد فی الحال لازم ہوگا اور اسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین اُسکے حق مین تخم ریزی سے پہلے یہ عقد لازم نہوگا لہذا اگر کسی شخص نے اپنی زمین مع بیج دوسرے کو بطور مزارعت جائز دیدی پھر مالک زمین سے بیج و زمین لیکر خود زراعت کی تو یہ اعانت کار نہین ہی بلکہ عقد مزارعت کو توڑتا ہی - اور فقیہ ابوبکر بلخی نے فرمایا کہ اس حکم کا مدار عرف پر ہی چنانچہ اگر ایسے موضع مین یہ عقد واقع ہوا جہان عرف یہ ہی کہ بیج زمیندار کی طرف سے ہوتے ہین یا کاشتکار کی طرف سے ہوتے ہین تو اُنکے عرف کا اعتبار کیا جائیگا اور اُنکی عرف مین جسپر بیج دینا واجب ہوتا ہی اُسیکے ذمہ بیج قرار دیے جاوینگے بشرطیکہ

یہ عرف انکا مستمر ہو یعنے برابر یہی معمول ہو اور اگر عرف مشترک ہو یعنے کبھی مالک زمین دیتا ہو اور کبھی کاشتکار دیتا ہو
کسیکی خصوصیت نہو تو مزارعت صحیح نہوگی۔ اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ جب عقد مین کوئی ایسا لفظ ذکر نہ کیا ہو کہ جس سے
معلوم ہوجاوے کہ بیج کسکی طرف سے ہین۔ اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا ہو کہ جس سے یہ معلوم ہوجاوے مثلاً
مالک زمین نے کہا کہ مین نے تجھے یہ زمین اسواسطے دی کہ تو میرے واسطے اسمین کھیتی بووے یا کہا کہ مین نے
تجھے اجارہ پر اس غرض سے لیا کہ تو آدھی پیداوار کی بٹائی پر اسمین کاشتکاری کرے تو یہ اس بات کا بیان
ہوگا کہ بیج مالک زمین کے ذمہ ہین اور اگر یون کہا کہ تاکہ تو اپنے واسطے اسمین زراعت کرے تو یہ اس امر کا
بیان ہو کہ بیج کاشتکار کے ذمہ ہین یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور ابن رستم رحمہ نے اپنی نوادر مین امام محمد رح سے روایت
کیا کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنی یہ زمین ایک سال کیواسطے تجھے آدھے کی بٹائی پر اجارہ دی یا کہا کہ تہائی
کی بٹائی پر اجارہ دی تو یہ مزارعت جائز ہو اور بیج کاشتکار کے ذمہ ہونگے اور اگر یون کہا کہ مین نے اپنی زمین تجھے مزارعت پر دی
یا کہا کہ تہائی کی بٹائی پر تجھے مزارعت پر عطا کی تو جائز نہین ہو کیونکہ اسمین اسکا بیان نہین ہو کہ بیج کسکے ذمہ ہین حالانکہ یہ امر شرط ہو
اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اسواسطے اجارہ پر لیا کہ تہائی کی بٹائی پر تو میری زمین مین زراعت کرے تو یہ جائز ہو اور
بیج مالک زمین کے ذمہ ہونگے یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور مزارعت کی فاسد کرنے والی شرطین چند انواع ہین ازانجملہ یہ کہ تمام
پیداوار غلہ دونون مین سے کسی ایک کے واسطے شرط کیا تو یہ شرط مفسد ہو کیونکہ شرکت کو قطع کرتی ہو ازانجملہ یہ کہ مالک
زمین پر کام کرنے کی شرط لگائی تو مفسد ہو کیونکہ یہ شرط مزروع فیہ سپرد کرنے سے مانع ہو ازانجملہ یہ کہ مالک زمین کے ذمہ
بیل دینا شرط کیا ازانجملہ یہ کہ کھیتی کاٹکر کھلیان مین ڈالنے اور روندائی اور دانہ صاف کرانے کی شرط کاشتکار کے ذمہ
لگائی تو مفسد ہو اور اصل یہ ہو کہ کھیتی تیار ہوکر خشک ہونے سے پہلے کھیتی کی اصلاح کے واسطے جن باتون کی
ضرورت ہوتی ہو جیسے سینچنا و حفاظت کرنا و نکانا و نالیان و برہے وغیرہ تیار کرنا اور ایسی باتین یہ سب کاشتکار
کے ذمہ ہین اور جن امور کی ضرورت کھیتی پوری تیار ہوکر خشک ہونے کے بعد تقسیم غلہ سے پہلے ہوتی ہو جیسے
پھٹک کر دانہ صاف کرنا وغیرہ وہ ان دونون کے ذمہ اُسی حساب سے جو پیداوار غلہ مین مشروط ہو ہوتا ہو۔ اور
تقسیم غلہ کے بعد حصہ رسدی کے احراز کے واسطے جن امور کی ضرورت ہوتی ہو جیسے اُٹھا کر گھر پہونچانا وغیرہ تو یہ کام
دونون مین سے ہر ایک پر اپنے اپنے حصہ کے واسطے لازم ہو اور امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہو کہ انھون نے کھیتی کاٹنے
اور کھلیان مین ڈالنے اور روندنے و دانہ پاک کرنے کی شرط کاشتکار کے ذمہ جائز رکھی ہو اسوجہ سے کہ لوگون کا تعامل
پایا جاتا ہو اور ہمارے بعضے مشائخ ماوراء النہر نے بھی اسی پر فتوے دیا ہو اور اسیکو مشائخ خراسان مین سے نصیر بن
یحیی و محمد بن سلمہ نے اختیار کیا ہو کذا فی البدائع۔ اور ظاہر الروایت کے موافق کاشتکار کے ذمہ کھیتی کاٹنے و روندنے
اور دانہ پاک کرنے کی شرط لگانی مفسد ہو کذا فی فتاوے قاضی خان اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الکبرے۔ اور نصر بن
یحیی و محمد بن سلمہ سے مروی ہو کہ انھون نے فرمایا کہ یہ سب باتین کاشتکار کے ذمہ ہوتی ہین خواہ شرط لگائی ہو یا نہ
لگائی ہو اسوجہ سے کہ عرف یہی ہو اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ہمارے دیار مین یہی صحیح ہو اور شیخ ابو بکر
محمد بن الفضل رحمہ سے مروی ہو کہ انسے جب اس مسئلہ پر فتوے طلب کیا جاتا تو فرماتے تھے کہ اسمین عرف ظاہر ہو
یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ ازانجملہ یہ ہو کہ جسکی طرف سے بیج نہ تھا اُسکے واسطے بھوسے کی شرط کرنا۔ ازانجملہ یہ ہو کہ

مالک زمین کاشتکار کے ذمہ ایسے کام کی شرط لگا دے جسکا اثر و منفعت مدت مزارعت کے بعد باقی رہے جیسے چہار دیواری بنانا و کنگرہ درست کر دینا اور نہر کھود کر تیار کر دینا اور کاریز بنانا اور اسکے مثل کام جنکا اثر و منفعت مدت مزارعت گذرنے کے بعد باقی رہتا ہے۔ رہا زمین گوڑنا (ہل چلانا) پس اگر عقد مین دونون نے بغیر صفت تثنیہ یعنے دوبار گوڑنے کے مطلقاً شرط کیا تو عامہ مشائخ نے فرمایا کہ مزارعت فاسد نہو گی اور یہی صحیح ہے اور اگر دوبارہ گوڑنا شرط کیا تو مزارعت فاسد ہوگی کیونکہ دوبار گوڑنے کے یا تو یہ معنی ہین کہ ایک دفعہ زراعت کے واسطے گوڑے اور دوسری دفعہ کھیتی کٹنے کے بعد گوڑ دے تاکہ گوڑی ہوئی زمین اپنے مالک کے پاس واپس پہونچے تو ایسی شرط بلاشک مفسد ہے کیونکہ بعد کھیتی کٹنے کے گوڑنا اس سال کے کامون مین سے نہین ہے اور یا یہ معنی ہین کہ قبل زراعت کے دوبارہ گوڑ کر زراعت کرے اور یہ کام ایسا ہے کہ اسکا اثر و نفع مدت مزارعت کے بعد بھی باقی رہتا ہے تو یہ شرط مفسد ہوگی حتے کہ جہان کہین اسکا اثر و نفع باقی نہین رہتا ہے وہان یہ شرط مفسد نہو گی۔ اور رہے احکام مزارعت سو از انجملہ یہ ہے کہ اصلاح زراعت کے واسطے جن کامون کی ضرورت پڑتی ہے وہ کاشتکار پر واجب ہین اور جو کام زراعت کی ضرورت کے ایسے ہین کہ انہین خرچہ پڑتا ہے جیسے کھاد ڈالنا اور نکائی وغیرہ تو یہ خرچہ دونون پر ہر ایک کے حصہ کے موافق پڑیگا۔ اور یہی حال کھیتی کاٹنے اور کھلیان مین لیجانے اور روندنے کا ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ پیداوار غلہ دونون مین موافق شرط عقد کے مشترک ہوگا اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر زمین مین کچھ نہ پیدا ہوا تو دونون مین سے کسی کو کچھ نہ ملیگا یعنے نہ کاشتکار کو اپنے کام کی اجرت ملیگی اور نہ زمیندار کو زمین کا پوتہ ملیگا خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے ہون یا زمیندار کی طرف سے ٹھہرے ہون یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر تیار و پختہ ہونے سے پہلے کھیتی پر کوئی آفت پڑ گئی تو دونون مین سے کسیکا دوسرے پر کچھ حق واجب نہو گا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ بیج دینے والے کیطرف یہ عقد لازم نہین ہوتا ہے اور دوسرے عاقد کی طرف لازم ہوتا ہے حتے کہ اگر بیج والے نے بعد عقد مزارعت قرار دینے کے اس سے انکار کر دیا اور کہا کہ مین اس زمین کی زراعت نہین چاہتا ہون تو اسکو اختیار ہے خواہ اسنے کسی عذر سے انکار کیا یا بلا عذر انکار کیا ہو اور اگر دوسرے عاقد نے انکار کیا تو اسکو بدون عذر کے ایسا اختیار نہین ہے یہ بدائع مین ہے اور اگر زمین مین تخم ریزی کر دی تو عقد مزارعت دونون جانب لازم ہو جائیگا حتے کہ بدون عذر کے دونون مین سے کوئی اسکے بعد فسخ عقد نہین کر سکتا ہے یہ محیط مین ہے اور منتقی مین امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ٹھہرے ہون اور اسنے کاشتکار کو سپرد کیے تو دونون مین سے کسیکو مزارعت باطل کرنے کا اختیار نہو گا اور اگر اسنے بیج کاشتکار کو نہ دیے ہون تو مالک زمین کو عقد مزارعت باطل کرنے کا اختیار ہوگا اور کاشتکار کو نہو گا یہ ذخیرہ مین ہے اور از انجملہ یہ کہ کاشتکار کو زمین جوتنے پر مجبور کرنے کی ولایت حاصل ہونا یا حاصل نہونا ہے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ دونون نے عقد مین زمین جوتنے کی شرط کر لی ہو یا اس شرط سے سکوت کیا ہو پس اگر جوتنے کی شرط کر لی ہو تو کاشتکار اسپر مجبور کیا جائیگا اور اگر اس سے سکوت کیا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر زمین ایسی ہو کہ اسمین بدون جوتنے کے زراعت معتاد کہ جیسے عرف مین لوگون کا مقصود ہوتا ہے پیدا ہوتی ہو تو کاشتکار پر جوتنے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور اگر ایسی ہو کہ بدون جوتنے کے اسمین بالکل پیداوار نہوتی ہو یا ہوتی ہو مگر ایسی قلیل کہ اسکے مثل کاشتکاری سے مقصود نہین ہوتی ہے تو کاشتکار پر جوتنے کے واسطے جبر کیا جائیگا۔

اور علی ہذا اگر کاشتکار نے سینچنے سے انکار کیا پس اگر زمین ایسی ہو کہ بارش کا پانی اُسکو کافی ہوتا ہو اور بدون سینچنے کے اُسمین زراعت معتاد پیدا ہوتی ہو تو کاشتکار پر سینچنے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور اگر ایسی زمین ہو کہ اُسکو فقط بارش کا پانی کافی نہوتا ہو تو کاشتکار پر جبر کیا جائیگا - ازانجملہ یہ ہو کہ پیداوار غلہ مین جو باہم شرط قرار پائی ہو اُسپر زیادہ کرنا یا گھٹانا جائز ہو - اور اصل یہ ہو کہ جو مقدار ایسی ہو کہ ابتداے عقد اُسپر قرار پا سکتا ہو وہ محتمل زیادت بھی ہو (یعنے حصہ شائع مثلاً چھٹا حصہ دو تہائی و چوتھائی وغیرہ) اور جو مقدار ایسی ہو کہ عقد اُسپر قرار نہین پا سکتا ہو وہ محتمل زیادت بھی نہین ہو (جیسے دو من و چار من وغیرہ) اور گھٹانا دونون صورتون مین جائز ہو - اور مزارعت مین گھٹانا و بڑھانا دو طرح پر ہوتا ہو - یا تو کاشتکار کی طرف سے ہوگا یا مالک زمین کی طرف سے ہوگا اور ضرور ہو کہ بیج یا تو کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے ہونگے یا مالک زمین کی طرف سے ٹھہرے ہونگے - اور اگر کھیتی کاٹنے کے بعد درصورتیکہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور مزارعت مثلاً آدھے کی بٹائی پر ہو اور کاشتکار نے اپنے حصہ مین سے ایک چھٹا حصہ مالک زمین کے واسطے بڑھا دیا اور مالک زمین کے واسطے دو تہائی کر دیا اور مالک زمین اسپر راضی ہو گیا تو ایسی زیادتی جائز نہین ہو اور حاصلات غلہ دونون مین موافق شرط کے مشترک رہیگی - اور اگر مالک زمین نے کاشتکار کو اپنے حصہ مین سے چھٹا حصہ بڑھا دیا اور دونون راضی ہو گئے تو بڑھانا جائز ہو اور اسکی وجہ یہ ہو کہ صورت اول مین کاشتکار نے جو چیز اجارہ پر لی تھی اُس سے معقود علیہ یعنے منفعت پوری حاصل کر کے اپنا کام تمام کرنے کے بعد پوتہ پر بڑھایا ہو اور ایسا بڑھانا (بوجہ معقود علیہ قائم نہونے کے) جائز نہین ہو اور دوسری صورت مین جو پوتہ کاشتکار پر واجب ہوا تھا اُسمین سے کمی کر دی اور ایسی کمی کرنا معقود علیہ کے قائم ہونے کو نہین چاہتا ہو (پس معقود علیہ قائم نہونے کی حالت مین بھی جائز ہو) - اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہووے اور مالک زمین نے زیادتی کر دی تو جائز نہین ہو اور اگر کاشتکار نے بڑھایا تو جائز ہو - یہ سب اُس صورت مین کہ کھیتی کاٹنے کے بعد دونون مین سے کسی نے زیادتی کر دی ہو - اور اگر کھیتی کاٹنے سے پہلے دونون مین سے کسی نے زیادہ کیا تو چاہے کوئی زیادہ کرے جائز ہو کذا فی البدائع

دوسرا باب - انواع مزارعت کے بیان مین - اصل یہ ہو کہ زمین کی بعضی پیداوار غلہ کے عوض زمین کو اجارہ لینا جائز ہو اسیطرح زمین کی بعض پیداوار غلہ کے عوض کاشتکار کو اجارہ پر لینا جائز ہو اور ان دونو کے سوائے دوسری چیز کو زمین کی بعض پیداوار غلہ کے عوض اجارہ پر لینا جائز نہین ہو یہ محیط مین ہو - پھر جو شخص مزارعت کو جائز رکھتا ہو اُسکے قول پر مزارعت کی دو قسمین ہین اول یہ کہ زمین دونون مین سے کسی ایک کی ہووے اور دوم یہ کہ زمین دونون کی ہووے - پس اگر زمین ایک ہی کی ہو تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ بیج ایک ہی کیطرف سے ہو اور دوسری یہ کہ بیج دونون کی طرف سے ہو - پس اگر زمین ایک ہی کی ہو اور بیج ایک ہی کی طرف سے ہو تو اُسمین چھ صورتین ہین جنمین سے تین صورتین جائز ہین اور تین صورتین فاسد ہین - پس تینون جائز صورتون مین سے ایک یہ ہو کہ زمین ایک کی ہو اور بیج اور بیل اور کار زراعت دوسرے کیطرف سے ہو اور دونون نے مالک زمین کے واسطے پیداوار غلہ سے کوئی حصہ معلوم شرط کیا تو جائز ہو کیونکہ اس صورت مین

جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہون وہ بعض معلوم حاصلات زمین کے عوض زمین کا اجارہ پر لینے والا قرار پاویگا - اور دوسری
یہ ہی کہ دونون مین سے ایک کی طرف سے کار زراعت ہو اور باقی سب دوسرے کی طرف سے ہو تو یہ بھی جائز ہی کیونکہ
جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین وہ اپنی زمین مین اپنے بیل اور بیج سے کار زراعت کرنے کے واسطے بعض پیداوار
معلوم کے عوض دوسرے کا اجارہ پہ لینے والا قرار پاویگا اور تیسری یہ صورت ہی کہ زمین اور بیج دونون مین سے
ایک کی طرف سے ہو اور بیل اور کار زراعت دوسرے کیطرف سے ہو تو یہ بھی جائز ہی کیونکہ مالک زمین
اس غرض سے دوسرے کا اجارہ پر لینے والا ٹھہریگا تاکہ دوسرا اپنے بیل اور اپنے کام سے مالک زمین کی
زمین مین اُسکے بیج بووے - اور تینون فاسد صورتون مین سے ایک یہ ہی کہ زمین اور بیل ایک کی طرف سے
ہو اور باقی دوسرے کی طرف سے ہو تو یہ فاسد ہی اور امام ابو یوسف رحمۃ سے مروی ہی کہ جائز ہی بسبب اسکے کہ عرف
پایا جاتا ہی مگر فتوے ظاہر الروایۃ کے موافق ہی اسواسطے کہ زمین کی منفعت ہمجنس منفعت گاو نہین ہی کیونکہ زمین
کی منفعت یہ ہی کہ اپنی طبعی قوت سے بیج اُگا وے اور بیل کی منفعت یہ ہی کہ زراعت کے کام مین آوے پس
جب بیل کی منفعت ہمجنس منفعت زمین نہوئی تو بیل عقد مین زمین کے تابع نہوگا پس بیل کا اجارہ مقصوداً
بعض حاصلات زمین کے عوض قرار پایا اور یہ فاسد ہی چنانچہ اگر ایک کی طرف سے فقط بیل ہی ہو تو فاسد
ہوتا ہی - اور دوسری صورت یہ ہی کہ بیج ایک کی طرف سے ہو اور باقی دوسرے کی طرف سے ہو تو یہ فاسد
ہی اسواسطے کہ اس صورت مین جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین وہ زمین کو اجارہ پر لینے والا قرار پائیگا پس
اُسکے اور زمین کے درمیان تخلیہ ہونا ضرور ہی حالانکہ اُسکے قبضہ مین نہ آئیگی بلکہ جو شخص تخم ریزی وغیرہ کا
زراعت انجام دیگا اُسکے پاس رہیگی - اور علی ہذا اگر تین یا چار آدمی نے شرکت کی اور ایک کی طرف سے فقط
بیل ہو یا فقط بیج ہو ئے تو عقد فاسد ہوگا اور تیسری صورت یہ ہی کہ بیج اور بیل ایک کیطرف سے ہو اور زمین
اور کار زراعت دوسرے کی طرف سے ٹھہرے تو یہ بھی فاسد ہی - یہ سب اُس صورت مین ہی کہ دونون مین سے
ایک کی طرف سے زمین ہو اور بیج دوسرے کی طرف سے ہون - اور اگر زمین ایک کی ہو اور یہ شرط ٹھہری
کہ بیج دونون کی طرف سے ہون پس اگر زراعت کا کام کرنا مالک زمین کے سوا دوسرے کے ذمہ دونو
نے شرط کیا اور دونون نے یہ بھی شرط کی کہ پیداوار غلہ دونون مین برابر تقسیم ہو تو عقد فاسد ہوگا اسلیے کہ اس
صورت مین مالک زمین نے عامل سے گویا یہ کہا کہ تو میری زمین مین میرے بیجون سے اس شرط سے زراعت
کر کہ تمام پیداوار غلہ میرا ہوگا اور اپنے بیجون سے زراعت کر اس شرط سے کہ تمام پیداوار غلہ تیرا ہوگا تو یہ فاسد ہی
اسواسطے کہ یہ مزارعت بعوض پوری حاصلات کے بدین شرط ہی کہ عامل کو آدھی زمین عاریت دے اسیطرح
اگر دونون نے یہ شرط لگائی کہ پیداوار غلہ دونون مین تین تہائی مشترک ہو جسمین سے ایک تہائی عامل کی
ہو اور دو تہائی مالک زمین کی ہو یا اسکے برعکس شرط کی تو بھی فاسد ہی کیونکہ اسمین بھی زمین مین سے کچھ عاریت
دینا ہی - اور جب مزارعت فاسد ہوئی تو جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین ہر ایک کی بیجون کی مقدار کے حساب
سے مشترک ہوگا پھر مالک زمین نے پیداوار زمین سے جو کچھ لیا ہی وہ اُسکے پاس مسلم رہیگا کیونکہ اُسکی زمین
مین اُسکی ملک سے پیدا ہوا اور دوسرے پر اسکی آدھی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ دوسرے نے

اُسکی زمین سے بطور عقد فاسد کے پوری منفعت حاصل کی ہی اور جو کچھ اُسنے پیداوار مین سے لیا ہی اُسمین سے بقدر بیجون
کے اُسکو حلال ہوگا اور باقی مین سے آدھی زمین کا کرایہ اور جو کچھ اُسکا خرچہ پڑا ہی وہ بھی نکال کر باقی کو صدقہ کر دیگا -
اسواسطے کہ یہ زیادتی اُسکو دوسرے کی زمین سے بطور عقد فاسد حاصل ہوئی ہی - اور اگر زمین و بیج دونون کی طرف
سے ہون اور کار زراعت کی دونون نے دونون پر شرط لگائی اس قرارداد پر کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین
نصفا نصف مشترک ہو تو جائز ہی اسواسطے کہ ہر ایک عاقد نصف زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کرنے والا
ہو گیا پس اس عقد مین نصف زمین کا عاریت دینا پایا گیا مگر اس شرط سے نہین کہ مستعیر اُسکے واسطے زراعت کا کام
کر دے - اور اگر زمین دونون مین مشترک ہو اور دونون نے یہ شرط کی کہ بیج اور کار زراعت ایک کی طرف سے ہو
اس قرارداد پر کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین نصفا نصف مشترک ہو تو یہ نہین جائز ہی کیونکہ جسکی طرف سے
بیج نہین ٹھہرے ہین وہ دوسرے سے گویا یہ کہنے والا ہو گیا کہ تو اپنی زمین مین اپنے بیجون سے اس شرط سے
زراعت کر کہ تمام پیداوار تیری ہوگی اور میری زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کر بدین شرط کہ جو کچھ پیداوار
ہوگی وہ میری ہوگی پس اُسکے حق مین یہ مزارعت بشرط پوری حاصلات سے لینے کی ہوئی پس جائز نہوگی اور اگر
بیج ایک نے دیے اور عمل دوسرے کے ذمہ شرط کیا اور شرط لگائی کہ تمام پیداوار دونون مین نصفا نصف مشترک
ہو تو بھی نہین جائز ہی کیونکہ بیج دینے والے نے اپنے واسطے نصف زمین مین دوسرے کی طرف سے کار زراعت
انجام دینے کے مقابلہ مین آدھے بیج کا ہبہ کرنا یا قرض دینا شرط کیا اور یہ باطل ہی اسیطرح اگر دو تہائی حاصلات عامل
کے واسطے اور ایک تہائی بیج دینے والے کے واسطے شرط کیا یا بیج دینے والے کے واسطے دو تہائی اور عامل کے
واسطے ایک تہائی شرط کیا تو بھی نہین جائز ہی اسواسطے کہ بیج دینے والے نے محض بیجون کی وجہ سے اپنے واسطے
حاصلات مین سے زیادہ حصہ کی شرط لگائی ہی - اور اگر بیج عامل کیطرف سے ہون اور دونون نے دو تہائی
پیداوار عامل کے واسطے شرط لگائی تو جائز ہی اسواسطے کہ جسکی طرف سے بیج نہین ہین وہ اپنی زمین اس شرط سے
مزارعت پر دینے والا ہوا کہ کاشتکار اُسکو اپنے بیجون سے بو دے بدین شرط کہ دو تہائی پیداوار کاشتکار کی ہوگی
اور یہ جائز ہی - اور اگر زمین اور بیج دونون کیطرف سے ہون اور دونون نے ایک شخص کے ذمہ کار زراعت انجام
دینے کی شرط لگائی اور آدھے کی بٹائی کی شرط لگائی تو جائز ہی پس جسنے کام نہین کیا ہی اُسنے گویا اپنے حصہ کیواسطے
کار زراعت مین دوسرے سے استعانت چاہی ہی - اور اگر زمین دونون مین برابر مشترک ہو اور بیج برابر دونون
کی طرف سے ہون اور دونون نے یہ شرط کی کہ کاشتکار (یعنے جو شخص کار زراعت انجام دیگا) کو دو تہائی پیداوار اور دوسرے کو ایک تہائی ملیگی -
تو دو روایتون مین سے اصح روایت کے موافق یہ جائز نہین ہی اسواسطے کہ تمام پیداوار دونون کے بیجون سے
پیدا ہوئی ہی اور بیج برابر دونون کے مشترک ہین تو پیداوار بھی دونون مین برابر مشترک ہوگی پس دو تہائی
والے نے جو زیادہ لیا وہ اپنے کام ہی کے مقابلہ مین لیا ہی حالانکہ جو شخص محل مشترک مین کام انجام دیتا ہی وہ مستحق اجرت
نہین ہوتا ہی - اور اگر اس صورت مین جسکے بیج نہین ہین اُسکے واسطے دو تہائی پیداوار کی شرط لگائی ہو تو بھی نہین
جائز ہی اسواسطے کہ اس شخص نے کاشتکار کے حصہ مین سے جسقدر زیادتی اپنے واسطے شرط کی وہ بغیر زمین و بغیر
تخم و بغیر کام کے شرط کی ہی (پس جائز نہوگی) اور اگر زمین دونون مین مشترک ہو اور دونون نے سوا کاشتکار کے

دوسرے کے ذمہ دو تہائی بیج دینے شرط کیے بدین شرط کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین برابر مشترک ہوگی تو جائز نہین ہی اسواسطے کہ اسنے کاشتکار کے کام کے مقابلہ مین چھٹا حصہ بیج قرض دینے کی شرط کی ہی - اور اگر دونون نے کاشتکار کے ذمہ دو تہائی بیج دینے اس شرط سے شرط کیے کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین برابر مشترک ہوگی تو بھی جائز نہین ہی کیونکہ غیر کاشتکار نے گویا در واقع کاشتکار سے یون کہا کہ اپنی زمین مین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار تیری ہوگی اور میری زمین مین اپنے اور میرے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار میری ہوگی پس یہ مزارعت بشرط تمام حاصلات لے لینے کے ہی اور یہ جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص کے پاس زمین ہی اُسنے چاہا کہ دوسرے شخص سے بیج لیکر زراعت کرے اور جو پیداوار ہو وہ دونون مین نصفا نصف مشترک رہے تو اس بات مین اسکے لیے حیلہ یہ ہی کہ اُس شخص سے آدھے بیج خریدے پھر بائع اُسکو ان نصف بیجون کے ثمن سے بری کر دے پھر اُس سے کہے کہ اپنی زمین مین ان تمام بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ جو پیداوار ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور مزارعت فاسدہ کے احکام چند طرح کے ہین ازانجملہ یہ کہ کاشتکار پر کار زراعت مین سے کوئی کام واجب نہین ہوتا ہی کیونکہ اسکا واجب ہونا تو عقد کی وجہ سے ہوتا ہی اور عقد صحیح نہین ہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ سب اُسکی ہوتی ہی جسکی طرف سے بیج تھے خواہ مالک زمین کے بیج ہون یا کاشتکار کے بیج ہون اور اُسپر کچھ صدقہ کرنا واجب نہین ہوتا ہی - اور ازانجملہ یہ ہی کہ اگر بیج زمیندار کے ہون تو اُسپر کاشتکار کے واسطے اجر المثل (یعنی ایسے کام کی جو اجرت ہوتی ہو ۱۲) واجب ہوگا اور اگر بیج کاشتکار کے ہون تو کاشتکار پر واجب ہوگا کہ زمیندار کو اُسکی زمین کا اجر المثل (ایسی زمین کا جو کرایہ پڑتا ہو ۱۲) ادا کرے - اور ازانجملہ یہ کہ جب بیج زمیندار کی طرف سے ہون اور تمام پیداوار کا مستحق ہوا اور اُسنے کاشتکار کو اُسکا اجر المثل ضمان دیا تو تمام پیداوار اُسکے واسطے حلال ہوگی اور اگر بیج کاشتکار کے ہون اور تمام پیداوار کا مستحق ہوا اور زمیندار کو اُسکی زمین کا اجر المثل ادا کر دیا تو تمام پیداوار اُسکے حق مین حلال نہوگی بلکہ پیداوار مین سے بقدر اپنے بیجون کے اور بقدر زمین کے اجر المثل کے لے لیگا اور یہ اُسکو حلال ہوگی اور زیادتی کو صدقہ کر دیگا - اور ازانجملہ یہ ہی کہ مزارعت فاسدہ مین اجر المثل واجب نہین ہوتا ہی تا وقتیکہ زمین کو استعمال مین لانا نہ پایا جاوے اور ازانجملہ یہ ہی کہ مزارعت فاسدہ مین زمین کو استعمال مین لانے کے بعد اجر المثل واجب ہوجاتا ہی اگرچہ زمین مذکور مین کچھ پیداوار نہوئی ہو - اور ازانجملہ یہ ہی کہ مزارعت فاسدہ مین جو اجر المثل واجب ہوتا ہی اُسکے ساتھ یہ شرط ہی کہ مقدار مسمّٰی سے زیادہ نہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک پورا اجر المثل واجب ہوگا اور یہ اختلاف ایسی صورت مین ہی کہ عقد مین اجرت یعنے دونون مین سے ہر ایک کا حصہ بیان کر دیا گیا ہو اور اگر بیان نہ کیا گیا ہو تو بالاتفاق پورا اجر المثل واجب ہوگا یہ بدائع مین ہی اور جس صورت مین صاحبین رح کے نزدیک مزارعت فاسد ہوگئی یا جس صورت مین صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہوتی ہی امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہوگئی اور کاشتکار یا زمیندار نے چاہا کہ ہمکو زراعت حلال ہوجاوے تو اسکے واسطے حیلہ وہ ہی جو شیخ اسمعیل الزاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہی کہ زمیندار و کاشتکار دونون کا حصہ الگ کیا جاوے پھر زمیندار کاشتکار سے یون کہے کہ میرا تجھپر زمین کا اجر المثل یا نقصان زمین واجب ہوا ہی اور تیرا مجھپر تیرے کام اور تیرے بیلون کے کام کا اجر المثل و تیرے

بیجون کا مثل واجب ہوا ہی پس آیا تو اسقدر گیہوؤن پر اُس حق سے جو تیرا مجھپر واجب ہوا ہی اُس سے جو میرا تجھپر واجب ہوا ہی باہمی صلح کرتا ہی پس کاشتکار کہے کہ مین نے صلح کری یا کاشتکار زمیندار سے کہے کہ میرا تجھپر میرے اور میرے بیلون کے کام کا اجر المثل واجب ہوا ہی اور تیرا مجھپر تیری زمین کا اجر المثل یا نقصان زمین واجب ہوا ہی پس آیا تو نے اُس حق سے جو تیرا مجھپر واجب ہی اس سے جو میرا تجھپر واجب ہوا ہی اسقدر گیہوؤن پر صلح کی پس مالک زمین کہے کہ مین نے صلح کرلی پھر جب دونون اس بات پر راضی ہوگئے تو صلح جائز ہی اور جو حصہ جسکو پہونچا وہ اُسکو حلال ہوگا اسواسطے کہ حق انھین دونون مین دائر ہی ان دونون سے باہر کسی کا حق نہین ہی پس جب دونون باہم راضی ہوگئے تو حرمت
یعنے اسکا حق اسیر اذا فقد اسکا حق اسیر ہی
کا سبب دور ہوگیا یہ نہایہ مین ہی۔ پھر جس صورت مین مزارعت فاسد نہو اگر ایسی صورت مین بیل ایک کے ذمہ شرط کیے تو باوجود اسکے کہ ایک کے ذمہ بیل کرایہ لینا شرط کیا ہی مزارعت فاسد نہوگی۔ اگرچہ عقد مزارعت مین ایک دوسرا عقد شرط کیا یعنے بیل کرایہ پر لینا پس مشروط صفقہ در صفقہ ہوا جاتا ہی مگر مزارعت فاسد نہونا اسوجہ سے ہی کہ بیل کرایہ لینے سے مراد فقط اس بات کا اظہار ہی کہ کسکے ذمہ بیل واجب ہین اور درحقیقت بیلون کو کرایہ پر لینا مقصود نہین ہی اور اُسپر دلیل یہ ہی کہ جسپر بیل کرایہ لینے کی شرط کیجاتی ہی اگر اُسنے بیل کرایہ پر نہ لیے بلکہ خود ہی زمین کو گوڑ دیا یا ایسے بیل سے جو اُسکو ہبہ مین ملا ہی یا میراث مین ملا ہی زمین کو جوتا یا کوئی بیل خرید کر اُس سے زمین جوتی تو یہ جائز ہی اگرچہ اُسنے بیل کرایہ پر نہین لیے پس معلوم ہوا کہ بیل کرایہ لینے کے ذکر سے مقصود فقط یہ ہی کہ ہل جتنے کے بیل دونون مین سے ایک کے ذمہ شرط کردیے اور حقیقۃً بیل کرایہ پر لینا مقصود نہین ہی (تاکہ صفقہ در صفقہ لازم آوے۔ اور مزارعت فاسد ہوجاوے) کذا فی المحیط

تیسرا باب۔ مزارعت مین شرطین پائی جانے کے بیان مین۔ زید نے عمرو کو زمین اور بیج اس شرط سے دیے کہ خود آپ اور اپنے بیل اور اپنے نوکرون سے زراعت کرے پس اگر دونون نے یہ شرط کی کہ تمام پیداوار زید کی ہوگی تو یہ جائز ہی ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا ہی اور امام محمد رح نے جائز کہنے سے یہ مراد نہین رکھی ہی کہ مزارعت جائز ہی۔ کیونکہ یہ عقد مزارعت نہین ہوسکتا ہی اسواسطے کہ مزارعت مین جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین مشترک ہوتی ہی حالانکہ اس صورت مین پیداوار مشترک نہین ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ پوری پیداوار زید کے واسطے شرط کرنا جائز ہی۔ اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ پوری پیداوار کاشتکار یعنے عمرو کے واسطے ہی تو یہ بھی جائز ہی اور مراد امام محمد رح کی یہ ہی کہ عمرو کے واسطے پوری پیداوار کی شرط لگانا جائز ہی۔ اور اگر بیج کاشتکار یعنے عمرو کی طرف سے ہون تو اسکی چند صورتین ہین ایک یہ کہ مالک زمین نے مثلاً عمرو سے یہ کہا کہ میری زمین مین اپنے ایک کر گیہون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار میری ہوگی تو یہ فاسد ہی اسواسطے کہ اس صورت مین عمرو پورے پیداوار کے بدلے زمین کا اجارہ پر لینے والا ہوگیا اور شرع نے زمین کو بعوض بعض پیداوار کے اجارہ لینا خلاف قیاس جائز فرمایا ہی پس پوری پیداوار کی عوض زمین اجارہ لینا اصل قیاس پر رہا (اور قیاس اسکو جائز ہی نہین رکھتا ہی) اور جب یہ عقد فاسد ہوا تو پوری پیداوار عمرو کی ہوگی اور عمرو پر مالک زمین کے واسطے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا پھر عمرو کے حق مین اس پیداوار مین سے بقدر اپنے بیجون کے اور جو کچھ اُسنے اجر المثل دیا ہی حلال ہوگا اور باقی زیادتی کو صدقہ کردیگا۔ اور اگر مالک زمین نے کاشتکار سے کہا

نے صلح کی

کہ میرے واسطے میری زمین میں اپنے بیجوں سے زراعت کر دے بشرطیکہ تمام پیداوار میری ہوگی تو یہ شرط جائز ہے اور
کاشتکار مالک زمین کو بیج قرض دینے والا ہو جائیگا اور پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار اس کام
میں از راہ احسان مالک زمین کا معین قرار دیا جائیگا - اور اگر کاشتکار سے یوں کہا کہ میرے واسطے میری زمین میں
اپنے بیجوں سے بدین شرط زراعت کر دے کہ تمام پیداوار تیری ہوگی تو یہ فاسد ہے اور تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی
اور کاشتکار کے واسطے مالک زمین پر اُسکے بیجوں کے مثل بیج واجب ہونگے اور اُسکے کام کے مثل کام کی جو اجرت ہو
وہ واجب ہوگی - اور اگر کاشتکار سے مالک زمین نے یہ کہا کہ میری زمین میں اپنے بیجوں سے زراعت کر بدین شرط
کہ تمام پیداوار تیری ہوگی تو یہ جائز ہے اور تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور مالک زمین اپنی زمین اُسکو عاریت دینے والا
قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کاشتکار سے مالک زمین نے یوں کہا کہ میرے واسطے میری زمین میں اپنے بیجوں
سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار ہم دونوں میں نصفا نصف مشترک ہوگی تو یہ مزارعت جائز ہے اور تمام پیداوار
دونوں میں آدھوں آدھ مشترک ہوگی اور مزارع اپنے بیج مالک زمین کو قرض دینے والا قرار دیا جائیگا بمقتضائے حکم
مالک زمین کے کہ اُسکو حکم دیا کہ میرے واسطے زراعت کر پس مالک زمین حکماً ان بیجوں کا قابض ہو گیا اس وجہ سے کہ اُسکی
ملک سے یہ بیج متصل ہو گئے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ مجھے (۱۰۰) سو درم قرض دے پھر
اُنکے عوض میرے واسطے ایک کر گیہوں خرید کر میری زمین میں اس شرط سے بو دے کہ تمام پیداوار ہم دونوں میں آدھوں
آدھ مشترک ہوگی تو یہ جائز ہے پس ایسے ہی اس صورت میں بھی جائز ہے اور اگر کاشتکار نے مالک زمین کو مزارعت پر بیج
دیے مثلاً مالک زمین کو ایک کر گیہوں اس شرط سے دیے کہ اس سال زراعت کر کے انکو اپنی زمین میں بو دے بدین
شرط کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ پیداوار کر دے وہ ہم دونوں میں نصفا نصف مشترک ہوگی تو یہ فاسد ہے اور تمام پیداوار بیجوں
کے مالک کی ہوگی ایسا ہی مزارعۃ الاصل میں مذکور ہے اور کتاب الماذون کے اوائل میں یوں ذکر فرمایا کہ تمام پیداوار
مزارع یعنی مالک زمین کی ہوگی - اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب المزارعۃ میں فرمایا کہ دونوں مسئلوں میں فرق نہیں ہے -
لیکن جو ہمنے کتاب الماذون سے نقل کیا ہے اُسکی تاویل یہ ہے کہ بیجوں کے مالک نے مالک زمین سے یوں کہا کہ اسکو اپنے
واسطے بو دے اور پیداوار ہم دونوں میں نصفا نصف مشترک ہو اور اس صورت میں تمام پیداوار مالک زمین
کی ہوگی کیونکہ بیجوں کا مالک اس صورت میں مالک زمین کو بیج قرض دینے والا ہو گیا اور یہ امر اُسکے اس کہنے سے معلوم
ہوا کہ انکو اپنے واسطے بو دے پھر جب مزارعت فاسد ہوئی تو یہ کھیتی مالک زمین کے واسطے رہگئی اور ہشام رحمہ نے بھی مسئلہ
ماذون کو اپنے نوادر میں ایسا ہی ذکر کیا ہے جیسا ہمنے بیان کیا اور کتاب المزارعۃ میں یہ ذکر نہ کیا کہ بیجوں کے مالک نے مالک
زمین سے کہا کہ اپنے واسطے انکی زراعت کرے بلکہ یہ ذکر کیا ہے کہ بیجوں کے مالک نے مالک زمین سے یوں کہا کہ انکو بو دے
تاکہ پیداوار ہم دونوں میں مشترک ہو اور اس صورت میں مالک زمین بیجوں کا قرض لینے والا نہو گا بلکہ بیج اپنے مالک کی ملک
میں رہینگے پس فساد مزارعت کی صورت میں بیجوں کا منافع اُنکے مالک کا ہوگا اور اگر یوں کہتا کہ ان بیجوں کو تو اپنی زمین
میں اپنے واسطے زراعت کرے بدین شرط کہ تمام پیداوار ہم دونوں میں مشترک ہوگی اور باقی مسئلہ بحالہا رہتا تو تمام پیداوار
مالک زمین کی ہوتی جیسا کہ کتاب الماذون کے مسئلہ میں مذکور ہوا ہے یہ محیط میں ہے - اگر ایک شخص نے دوسرے
کو اپنے بیج دیکر کہا کہ انکو اپنی زمین میں بو دے تاکہ تمام پیداوار تجھے حاصل ہو یا کہا کہ اپنی زمین میں میرے بیجوں سے

زراعت کرتا کہ تمام پیداوار تجھے حاصل ہو تو یہ جائز ہے اور بیجون والا مالک زمین کو یہ بیج قرض دینے والا ہوجائیگا تاکہ وہ اپنی زمین مین ایسی زراعت کرے اور مالک زمین کا اُسپر قبضہ حقیقۃً ہاتھ سے پایا گیا ہے۔ اور اگر بیجون کے مالک نے اُس سے کہا ہو کہ میرے واسطے اپنی زمین مین میرے بیجون سے زراعت کر اور تمام حاصلات پیداوار تیری ہوگی تو یہ فاسد ہے اور تمام پیداوار بیجون والے کو ملیگی۔ اور اگر بیجون کے مالک نے اپنے بیج مالک زمین کو دیکر کہا اپنی زمین مین بووے بدین شرط کہ تمام پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی تو یہ شرط جائز ہے اور بیجون کا مالک زمین کے مالک سے اُسکی زمین عاریت لینے والا ہوجائیگا اور اُس سے بونے کے کام مین استعانت چاہنے والا ہوجائیگا کہ اُسکے بیج اس مستعار زمین مین بووے اور یہ سب جائز ہے اور اگر یون کہا کہ ان بیجون کو اپنے واسطے اپنی زمین مین بووے بدین شرط کہ جو کچھ پیداوار اللہ تعالے کے فضل سے ہو وہ سب میری ہوگی تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مالک زمین پر واجب ہوگا کہ بیجون والے کو اُسکے بیجون کے مثل ادا کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین مزارعت کے واسطے دوسرے کو اس شرط سے دی کہ جو کچھ پیداوار اللہ تعالے کے فضل سے اس زمین مین ہو وہ ہم دونون مین آدھی آدھی مشترک ہوگی اور دونون نے بیل کاشتکار کے ذمہ شرط کرنے سے سکوت کیا یا کاشتکار کے ذمہ شرط کیے تو بہرحال بیل کاشتکار کے ذمہ ہونگے خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا مالک زمین کی طرف سے ہون اسواسطے کہ بیل آلات زراعت مین سے ہے پس اُسکے ذمہ چاہیے جسکے ذمہ زراعت کا کام ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اگر عقد مزارعت مین کسیقدر پیداوار سواے مالک زمین و کاشتکار کے کسی غیر شخص کے واسطے شرط کی گئی تو دیکھا جاوے کہ اگر اس غیر کے ذمہ کار زراعت کرنا مشروط نہین ہے تو اس سے عقد مزارعت مین فساد نہ آویگا اور جسقدر اس غیر کے واسطے شرط کیا ہے وہ اُسکو ملیگا جسکی طرف سے بیج ہین۔ اور اگر مزارعت کا کام اس غیر کے ذمہ مشروط ہو ہیں اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون مثلاً ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو اسواسطے دی کہ اپنے بیجون اور بیل سے اسمین زراعت کرے اور اسمین یہ شخص غیر بھی کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالے کے فضل سے پیداوار ہو اُسمین سے ایک تہائی مالک زمین کی اور ایک تہائی کاشتکار کی جسکی طرف سے بیج ہین اور تہائی اس کارگزار کی جسکی طرف سے بیج نہین ہین تو ایسی مزارعت فاسد ہے اور مراد یہ ہے کہ مزارعت اس دوسرے شخص کارگزار کے حق مین فاسد ہے اور یہ نہین مراد ہے کہ شخص اول کے حق مین فاسد ہے اسواسطے کہ دوسری مزارعت پہلی مزارعت مین شرط نہین ہے حتے کہ اگر دوسری مزارعت پہلی مزارعت مین مشروط ہو مثلاً یون کہا کہ بدین شرط کہ یہ شخص کارگزار اُسکے ساتھ مزارعت کا کام کرے تو بعضے مشائخ کے نزدیک مزارعت اولی بھی فاسد ہوجائیگی اور شمس الائمہ حلوائی اسی پر فتوے دیتے تھے۔ اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو یہ مزارعت جائز ہوگی اسلیے کہ بیج جب زمیندار کیطرف سے ہوئے تو زمیندار ان دونون کام کرنے والون کو بعض پیداوار کے عوض اجارہ لینے والا ہوگیا اور یہ جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر عقد مزارعت مین بعض پیداوار دونون مین سے کسی کے غلام کے واسطے شرط کی گئی تو اسکی دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور تہائی مالک زمین کیواسطے اور تہائی پیداوار کاشتکار کے واسطے اور تہائی مالک زمین کے غلام کے واسطے شرط کی گئی تو یہ مزارعت جائز ہے خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہو خواہ غلام پر بھی مزارعت کا کام کرنا شرط کیا ہو یا نہ کیا ہو

یہ حکم اُسوقت ہے کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور مالک زمین یا غلام کے واسطے تہائی پیداوار کی شرط کی گئی ہو
اور اگر کاشتکار کے غلام کے واسطے تہائی پیداوار کی شرط کی گئی ہو تو بھی مزارعت جائز ہوگی خواہ غلام پر قرضہ ہو
یا نہو خواہ کاشتکار کے ساتھ اُسکے غلام کا کار زراعت انجام دینا مشروط ہو یا نہو۔ یہ اُسوقت ہے کہ جب بیج مالک زمین
کی طرف سے ہون اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون پس اگر مالک زمین کے غلام کے واسطے تہائی پیداوار کی شرط
کی گئی تو مزارعت جائز ہے بشرطیکہ غلام مذکور پر قرضہ نہو اور نہ اُسکے ذمہ کار زراعت شرط کیا گیا ہو اور جسقدر غلام کے واسطے
شرط کیا گیا ہے وہ ابتدا سے مولی کے واسطے مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا اور اگر غلام مذکور کے ذمہ کار زراعت مشروط ہوا ور اُسپر
قرضہ نہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق مزارعت فاسد ہوگی اور اگر غلام مذکور پر قرضہ ہووے پس اگر غلام مذکور کے ذمہ کار زراعت
مشروط نہو تو مزارعت جائز ہے اور جسقدر غلام کے واسطے مشروط ہے وہ ابتدا سے اُسکے مولی کے واسطے مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا
گویا دونون نے ابتدا سے یہ شرط کر لی تھی کہ پیداوار مین سے دو تہائی مالک زمین کو اور ایک تہائی کاشتکار کو ملیگی اور اگر
باوجود اسکے غلام مذکور کے ذمہ کار زراعت مشروط ہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق مزارعت فاسد ہے۔ اور اگر اس صورت مین
کاشتکار کے غلام کے واسطے تہائی پیداوار مشروط ہو پس اگر غلام پر قرضہ نہو اور نہ اُسکے ذمہ کار زراعت شرط کیا گیا ہو تو
یہ جائز ہے اور دو تہائی پیداوار کاشتکار کی اور ایک تہائی مالک زمین کی ہوگی اور اگر اسکے ساتھ غلام کا کار زراعت انجام
دینا بھی دونون نے شرط کیا ہو پس اگر عقد مزارعت مین غلام کا کار زراعت انجام دینا شرط کیا ہو تو مزارعت دونون کے
حق مین فاسد ہوگی اور اگر غلام کے ذمہ کار زراعت انجام دینا اصل عقد مین مشروط نہو بلکہ گفتگوے مزارعت سے یہ بات
بھی بطور علحدہ ملا دی ہو تو مالک زمین و کاشتکار کے درمیان مزارعت جائز ہوگی اور غلام کے حق مین فاسد ہوگی اور اگر غلام
مذکور پر قرضہ ہو پس اگر غلام کا کار زراعت شرط نہ کیا گیا ہو تو مزارعت جائز ہوگی اور جسقدر غلام کے واسطے مشروط
ہے وہ کاشتکار کے واسطے ابتدا سے مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا۔ اور اگر اُسکے ذمہ کار زراعت شرط کیا گیا ہو تو اس
صورت مین وہی حکم ہے جو حکم درصورت غلام پر قرضہ نہوتے اور اسکے ذمہ کار زراعت مشروط ہونے کے مذکور
ہوا ہے اور اگر دونون مین سے ایک کے بیل کیواسطے بعض پیداوار شرط کی گئی تو اسکا وہی حکم ہے جو حکم درصورت
کسی کے غلام کے واسطے درصورت غلام پر قرضہ نہونے کے بعض پیداوار شرط کرنے مین مذکور ہوا ہے۔ اور اگر
مساکین کے واسطے تہائی پیداوار شرط کی گئی تو مزارعت جائز ہے اور جسقدر مساکین کے واسطے شرط کیا ہے وہ اُسی
شخص کے واسطے ابتداءً مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا جسکی طرف سے بیج ہون پس بیج والے کو ملیگا مگر تنہا اُسکے
فیما بینہ وبین اللہ تعالی واجب ہوگا کہ یہ اناج مساکین پر صدقہ کر دے لیکن قاضی ایسا کرنے کے واسطے اُسپر جبر
نہین کر سکتا ہے اور نہ موجب فساد مزارعت ہوگا۔ اور جو حکم ہمنے دونون مین سے کسی کے غلام کے واسطے بعض
پیداوار شرط کیے جانے کی صورت مین بیان کیا ہے وہی حکم دونون مین سے کسی کے مدبر یا ایسے مملوک کے واسطے
جسکی کمائی کا مولی مالک ہوتا ہے بعض پیداوار شرط کیے جانے کی صورت مین ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دونون مین
سے ایک کے مکاتب یا اُسکے قریب کے واسطے یا کسی اجنبی کے واسطے تہائی پیداوار کی شرط کی پس اگر بیج مالک
زمین کیطرف سے ہون اور دونون نے اُس شخص کے کار زراعت انجام دینے کی شرط کی تو جائز ہے اور یہ شخص
اس عقد مزارعت مین کاشتکار کے ساتھ ہوگا اور اُسکو تہائی پیداوار ملیگی اور اگر دونون نے اُسکے کار زراعت

انجام دینے کی شرط نہ کی تو مزارعت جائز ہی اور یہ شرط باطل ہی اور تہائی پیداوار مالک زمین کو ملیگی اور اگر بیج کاشتکار
کی طرف سے ہون پس اگر شخص ثالث کے کار زراعت انجام دینے کی شرط نہ کی ہو تو مزارعت جائز ہی اور جسقدر
اس ثالث کے واسطے شرط کیا گیا ہی وہ کاشتکار کا ہوگا اور شخص ثالث کو کچھ نہ ملیگا اور اگر شخص ثالث کے کار زراعت
انجام دینے کی شرط کی ہو اور اُسنے کام کیا تو اُسکا اجر المثل کاشتکار پر واجب ہوگا اور جسقدر حصہ پیداوار اُسکے واسطے شرط
کیا گیا تھا وہ کاشتکار کو ملیگا کیونکہ مالک زمین و کاشتکار کے درمیان مزارعت جائز ہی۔ اور کاشتکار اور اس شخص ثالث
کے درمیان جسکی نسبت کار زراعت انجام دینا شرط کیا گیا ہی مزارعت باطل ہی اور یہ صورت ایسی ہو گئی کہ جیسے ایک
شخص نے اپنی زمین دو شخصون کو زراعت کے واسطے اس شرط سے دی کہ دونون مین سے ایک اپنے بیجون سے
زراعت کرے اور دوسرا فقط زراعت کا کام کرے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی
کہ اسمین اپنے بیجون اور اپنے عمل سے تہائی بٹائی پر زراعت کرے اور تہائی مالک زمین کی ہوگی بدین قرار داد کہ اسکو فلان
شخص کے بیل سے جوتے و سرا وسے بدین شرط کہ تہائی پیداوار فلان شخص کی ہوگی اور فلان شخص اس امر پر راضی
ہو گیا تو کاشتکار پر فلان شخص کے واسطے اُسکے بیل کا اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ اُسنے بیل والے سے تہائی پیداوار کو
بیل کرایہ لیا حالانکہ بیل عقد مزارعت مین بالمقصود داخل نہین کیا جاتا ہی پس ان دونون مین عقد فاسد ہوگا مگر اُسنے
بیل والے کے بیل سے منفعت پوری حاصل کر لی ہی پس اُسکے واسطے اجر المثل واجب ہوگا اور پیداوار مین سے
ایک تہائی مالک زمین کو ملیگی اور دو تہائی کاشتکار کو ملیگی اور اُسکے حق مین حلال ہوگی کیونکہ اُسکے اور مالک زمین کے
درمیان عقد فاسد نہین ہوا ہی۔ اور اگر اس صورت مین بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو دو تہائی پیداوار
اُسکو ملیگی اور بیل کا اجر المثل اسی پر واجب ہوگا کیونکہ اُسنے عمل کو تہائی پیداوار پر اجارہ لیا اور یہ جائز ہی مگر بیل کو تہائی
پیداوار پر بالمقصود اجارہ لینا فاسد ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو مالک زمین اور
کاشتکار کے درمیان مزارعت جائز ہی اور بیل والے کے ساتھ فاسد ہی اور مالک زمین پر بیل والے کے بیل کا
اجر المثل واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر دونون نے باہم یون شرط لگائی کہ جو کچھ اس گوشہ مین پیدا ہو وہ ایک کا ہی اور
باقی پیداوار دوسرے کی ہی تو یہ نہین جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر زمین خراجی ہو اور دونون نے
یہ شرط لگائی کہ خراج دیکر باقی کو نصفا نصف بانٹ لینگے تو یہ فاسد ہی مگر یہ حکم اُسوقت ہی کہ خراج موظف ہو اور فاسد
اسوجہ سے ہی کہ شاید زمین مین فقط اسیقدر پیدا ہو جس سے خراج موظف ادا ہو سکے۔ اور اگر خراج مقاسمہ ہو
جیسے تہائی پیداوار یا چوتھائی پیداوار وغیرہ تو جائز ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے جسکے بیج ہین اُسکے
واسطے یہ شرط لگائی کہ پیداوار مین سے دسوان حصہ جسکے بیج ہین اُسکو دیکر باہم تقسیم کر لینگے تو مزارعت صحیح ہی
اسواسطے کہ اس شرط سے پیداوار مین شرکت منقطع نہین ہوتی ہی کیونکہ پیداوار اگرچہ کیسی ہی قلیل ہو اُسکا دسوان
حصہ نکل سکتا ہی اور جسکی طرف سے بیج ہین اگر اُسنے چاہا کہ اپنے بیجون کے قدر مجھے پہونچ جاوے پھر باقی مین
بٹائی ہو تو اُسکے واسطے یہی حیلہ ہی کہ اپنے واسطے دسوان یا تہائی وغیرہ کوئی حصہ بقدر بیجون کے شرط کر لے اور باقی
دونون مین بٹائی پر مشروط رکھے کذا فی النہایہ۔ اور اگر ایسے شخص کے واسطے جسکی طرف سے بیج نہین دیے گئے ہین
دسوان حصہ شرط کیا اور باقی باہم دونون مین بٹائی پر مشروط رکھا تو یہ جائز ہی۔ اور اگر یہ زمین عشری ہو اور دونون

نے شرط لگائی کہ عشر نکالکر باقی بٹائی پر رہے پس اگر یون کہا کہ اگر یہ زمین کسی کھودی ہوئی نہر سے سینچی گئی تو عشر نکالکر اور اگر چرس سے سینچی گئی تو آدھا عشر نکالکر باقی غلہ ہم دونون مین برابر مشترک ہوگا تو یہ جائز ہی پس اگر پیداوار ہوئی تو سلطان وقت عشر یا نصف عشر اپنا حق لے لیگا اور باقی دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا پس اگر سلطان نے ان دونون سے کچھ نہ لیا یا اہل کار سلطان نے ان لوگون سے تھوڑا سا اناج سلطان سے پوشیدہ لے لیا اور سلطان کو اطلاع بھی نہوئی تو عشر جو سلطان کو دینا شرط کیا گیا تھا وہ امام اعظم رح کے قول مین بقیاس جانب دانندۂ مزارعت کے مالک زمین کو ملیگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک وہ بھی دونون مین موافق شرط بٹائی کے تقسیم ہوگا - اور اگر مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ سلطان ہم سے پورا عشر لیگا یا نصف عشر لیگا بہر حال مین تجھسے اسطرح معاملہ کرتا ہون کہ جو کچھ سلطان لے لے اسکے لینے کے بعد زمین کی پیداوار مین سے آدھا میرا اور آدھا تیرا ہی تو امام اعظم رح کے قول کے قیاس پر یہ فاسد ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک جسطرح دونون نے کہا اسیطرح جائز ہوگا - اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جب بارش زیادہ ہوتی ہی تو زمین کو فقط بارش کا پانی کافی ہوتا ہی اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ بارش کم ہونے کی صورت مین چرس سے سینچنے کی ضرورت پڑتی ہی پس سلطان ایسی صورت مین اپنا عشر لینے یا نصف لینے کے واسطے اغلب کا اعتبار کرتا ہی پس دونون نے گویا یہ کہا کہ ہمکو نہین معلوم کہ اس سال بارش کیسی ہوگی اور سلطان ہم سے پیداوار زمین سے لیا لیگا پس دونون نے اس طریقہ سے باہم معاملہ کیا پھر امام اعظم رح کے نزدیک عشر یا نصف عشر مالک زمین پر واجب تھا ہی پس اس شرط سے دونون نے پیداوار مین سے مالک زمین کے واسطے ایک جزو مجہول یعنے عشر یا نصف عشر شرط کیا اور ایسی جہالت مفسد عقد ہی اور صاحبین کے نزدیک عشر یا نصف عشر پیداوار مین سے واجب ہوتا ہی اور پیداوار دونون مین برابر مشترک ہی پس ایسی شرط لگانے کے معنی گویا یہ ہوئے کہ پوری پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہی اور یہ مفسد عقد نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مزارعت مین دونون نے باہم اسطرح شرط کی کہ جسقدر گیہون پیدا ہون وہ دونون مین برابر مشترک ہون اور جسقدر جو پیدا ہو وہ ہم دونون مین سے خاص اسکے ہون یا یون شرط لگائی کہ گیہون خاص ایک کے اور جو خاص دوسرے کے ہون حالانکہ بیج چاہے جسکی طرف سے ہون تو یہ جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر زمین خراجی ہو اور مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ ہمکو نہین معلوم کہ سلطان اس سال ہم سے خراج موظف لیگا یا خراج مقاسمہ لیگا اور اسکے معنی یہ ہین کہ بعضی اراضی پر خراج موظف مقرر ہوتا ہی مگر بعضے سال یہ اراضی اس خراج موظف کو برداشت نہین کر سکتی ہی پس ایسی حالت مین سلطان کو روا نہین ہی کہ خواہ مخواہ خراج موظف وصول کرے بلکہ خراج مقاسمہ لے سکتا ہی اور خراج مقاسمہ آدھی پیداوار تک ہوتا ہی - سو مالک یہی کہتا ہی کہ مجھے نہین معلوم کہ اس سال اراضی کو خراج موظف برداشت کرنے کی طاقت ہوگی کہ سلطان خراج موظف لے لے بنا برین کاشتکار سے کہتا ہی کہ مین تیرے ساتھ اس طور پر معاملہ کرتا ہون کہ اسمین سے حصہ سلطان خواہ خراج موظف ہو یا خراج مقاسمہ ہو دیکر باقی ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگا تو ایسی مزارعت فاسد ہی - اور اگر اپنی زمین دو شخصون کو اس شرط سے دے کہ دونون اپنے بیج سے اسمین زراعت کرین بدین شرط کہ دونون مین سے ایک کو تہائی پیداوار ملیگی

قوله [illegible]
عيناً ولذلك لو لم
يرتفع كان بينهما
كما في الباقي فتعين
انه ان يرتفع فالباقي
بينهما وان لم يرتفع
فالكل بينهما فعلى
ان فكلك في معنى
ان الكل بينهما
فافهم ١٢ منه

اور دوسرے کو دو تہائی قفیز پیداوار ملینگے تو امام رحمہ کے قیاس کے موافق پوری مزارعت فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک تہائی والے کے حق میں جائز ہے اور جسکے واسطے دو تہائی قفیز پیداوار مشروط ہے اسکے حق میں فاسد ہے یہ کافی میں ہے اگر عقد مزارعت میں بیج بونا مالک زمین کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں تو مزارعت فاسد ہے اور اگر بیج مالک کیطرف سے ہوں تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کاشتکار کے ذمہ نہر اکھارنا اور کاریزیں درست کرنا شرط کیا یہاں تک کہ عقد فاسد ہو گیا پس اگر زراعت کے بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں تو پوری پیداوار کاشتکار کی ہوگی کیونکہ اُسیکے بیجوں سے پیدا ہوئی ہے اور مالک زمین کا اُسپر اُسکی زمین کا کرایہ واجب ہوگا اور کاشتکار کا نہر و کاریز کے درستی کے کام کا اجر المثل مالک زمین پر واجب ہوگا پس دونوں باہم مقاصہ کر لیں اور جسکا بڑھتی نکلے وہ لے لے۔ اور اگر نہر اکھارنا عقد مزارعت میں کاشتکار کے ذمہ شرط نہ کیا گیا ہو مگر کاشتکار نے خود ہی نہر اکھاری تو مزارعت جائز ہوگی اور کاشتکار کے واسطے نہر اکھارنے کی کچھ اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہوں اور عقد مزارعت میں کاشتکار کے ذمہ نہر اکھارنا اور مسناۃ درست کرنا شرط کیا گیا تو عقد فاسد ہوگا اور تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور عامل کے واسطے مالک زمین پر کار زراعت کا و اصلاح کاریز و نہر دونوں کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر دونوں نے مالک زمین کے ذمہ نہر اکھارنا و کاریز درست کر دینا شرط کیا تاکہ زمین میں پانی آوے تو مزارعت دونوں کی شرط کے موافق جائز ہوگی خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں یا مالک زمین کی طرف سے ہوں یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر عقد مزارعت میں دونوں میں سے کسی کے ذمہ کھاد ڈالنا شرط کیا گیا پس اگر کاشتکار کے ذمہ شرط کیا گیا تو مزارعت فاسد ہوگی چاہے بیج دونوں میں سے کسی کی طرف سے ہوں پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں تو تمام پیداوار اُسکی ہوگی اور اُسپر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور کاشتکار نے جو کھاد زمین میں ڈالی ہے اُسکی قیمت کی بابت مالک زمین پر کاشتکار کو کچھ دینا واجب نہوگا۔ اور اگر بیج مالک کی طرف سے ہوں تو تمام پیداوار اُسیکی ہوگی اور اُسپر کاشتکار کا اجر المثل و جو کھاد ڈالی ہے اُسکی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر کھاد ڈالنا مالک زمین کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں تو مزارعت فاسد ہے اور تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور کاشتکار پر زمین کا اجر المثل اور کھاد کی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر بیج زمیندار کی طرف سے ہوں تو مزارعت جائز ہوگی اور اگر عقد مزارعت سے علیحدہ کھاد ڈالنا شرط کیا گیا تو اسکا حکم کتاب میں مذکور نہیں ہے اور قاضی امام عبد الواحد شیبانی رحمہ سے منقول ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ اگر عقد سے خارج کھاد ڈالنا کاشتکار کے ذمہ شرط کیا گیا تو مزارعت جائز ہوگی چاہے بیج دونوں میں سے کسی کی طرف سے ہوں اور اگر مالک زمین کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں تو جائز نہیں ہے جیسا کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہونے کی صورت میں مالک زمین کے ذمہ زمین جوتنے کی شرط نہیں جائز ہے اور اگر بیج بھی مالک زمین کی طرف سے ہوں تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہونے کی صورت میں مالک زمین نے یہ شرط کی کہ زمین میں کھاد ڈالے تو بعض نے فرمایا کہ متقدمین کے نزدیک مزارعت فاسد ہے اور متاخرین کے نزدیک مزارعت فاسد نہیں ہوتی ہے اور فتوی متاخرین کے قول پر ہے۔ یہ شیخ خجندی اور عزیز بن ابی سعید نے فرمایا ہے کذا فی جواہر الاخلاطی۔ ایک شخص نے اپنا باغ انگور یا زمین معاملۃ یا مزارعۃ پر کسی شخص کو دیا اور یہ قبض کھاد ڈالنے اور کاریز درست کرنے اور نہر اکھارنے اور

وغیرہ پاٹنے کا التزام کرتا ہی پس اگر یہ امور اُسکے ذمہ شرط کیے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر سکوت کیا تو یہ امور اُسکے ذمہ لازم نہونگے اور اگر اُسنے وعدہ کر لیا تو شاید نہ وفا کرے تو اسکی صورت یہ نکلتی ہی کہ عامل کو تھوڑی سی اجرت پر آگاہ کرکے بدون عقد مین مشروط کرنے کے ان کامون کے واسطے اجارہ پر لے لے پس یہ صحیح اور اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور عقد بھی فاسد نہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہی - اور اگر چرخ و چرس دونون مین سے ایک کے ذمہ شرط کیا گیا تو مثل بیل کے شرط کرنے کے ہی اسواسطے کہ چرخ و چرس سینچنے کے آلات مین سے ہی اور سینچنا کاشتکار پر واجب ہی پس اگر چرخ و چرس کاشتکار کے ذمہ مشروط ہو تو یہ جائز ہی خواہ بیج دونون مین سے کسی کی طرف سے ہون اور اگر مالک کے ذمہ مشروط ہون حالانکہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہین تو فاسد ہی اور اگر بیج مالک کی طرف سے ہون تو جائز ہی جیسا کہ بیل کی شرط لگانے کی صورت مین مذکور ہوا ہی - اور اگر سینچنے کا چوپایہ مع چارہ کے ایک کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر چوپایہ مع چارہ کے کاشتکار کے ذمہ شرط کیا گیا تو جائز ہی بیج دونون مین سے چاہے جسکی طرف سے ہون جیسا کہ بیل کے شرط لگانے کی صورت مین مذکور ہوا ہی - اور اگر مالک زمین کے ذمہ اسکی شرط لگائی پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو فاسد ہی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو جائز ہی جیسا کہ بیل شرط کیے جانے کی صورت مین مذکور ہوا ہی اور اگر چوپایہ مع چارہ کے مالک کے سوائے کسی شخص غیر کے ذمہ شرط کیا گیا تو یہ فاسد ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مالک زمین نے یون شرط لگائی کہ اگر کاشتکار نے زمین جوت کر زراعت کی تو اُسکو تہائی ملیگا اور اگر بغیر جوتے زراعت کی تو چوتھائی ملیگا تو مزارعت جائز ہی پھر جو اصل مین مذکور ہی اسکو جسطرح ابو حفص رح نے روایت کیا ہی اُسکے بہ نسبت ابو سلیمان رح کی روایت مین کچھ زیادتی ہی کہ مالک نے کہا کہ اور اگر کاشتکار نے زراعت کی اور دو بار زمین کو جوتا تو اُسکو آدھا ملیگا اور ذکر کیا کہ اگر کاشتکار نے دو بار جوتا اور زراعت کی تو موافق شرط کے پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی - اور شیخ عیسے بن ابان نے اسپر طعن کیا اور کہا کہ یہ جو ذکر کیا ہی کہ اگر اُسنے دو بار جوتکر زراعت کی تو پیداوار موافق شرط کے دونون مین برابر تقسیم ہوگی اسکے صحت کی صورت نظر نہین آتی ہی کیونکہ مالک زمین نے اُسکو تین عقدون مین خیار دیا ہی اور جب وہ ان تینون مین سے کسی عقد کی جانب میل کریگا تو ایسا ہو جائیگا کہ گویا ابتدا سے سوائے اسکے اور کوئی عقد نہ تھا اور ظاہر ہی کہ اگر ابتدا سے دونون نے یہ شرط لگائی ہوتی کہ دو بارہ گوڑ کر زراعت کرے اور اُسکو نصف پیداوار ملیگی تو مزارعت فاسد تھی (پس ایسا ہی اس صورت مین بھی فاسد ہونی چاہیے) اور اسی طرف شیخ ابو القاسم الصفار بلخی رح نے میل کیا ہی مگر فقیہ ابو بکر بلخی رح نے فرمایا کہ امام محمد رح نے جو بروایت ابو سلیمان ذکر کیا ہی وہ صحیح ہی اور فقیہ ابو بکر ان دونون صورتون مین فرق کہتے تھے کہ اگر ابتدا سے فقط دو بار جوتنے پر عقد مزارعت قرار دیا تو مزارعت جائز نہین ہی اور اگر دو بار جوتکر زراعت کرنے کے ساتھ اور عقود بھی ہون تو دو بار جوتنے کی شرط سے مزارعت جائز ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ دانہ و بھوسہ دونون مین نصفا نصف ہو تو جائز ہی اور دانہ و بھوسہ دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا - اسیطرح اگر دونون نے یہ شرط کی کہ تبن یا تنقل یا غاسج ہم دونون مین برابر مشترک ہو تو جائز ہی اور موافق شرط کے سب دونون مین مشترک ہوگی - اور اگر دونون نے اسیطرح شرط کی کہ دانہ فقط ایک کا ہو اور بھوسہ دوسرے کا ہو تو اسمین آٹھ صورتین ہین جسمین سے چھ فاسد ہین

حاشیہ: ۱۲ قال المترجم لاحاجۃ الیہ ... البلادی ... (حاشیہ ناخوانا)

اور دو جائز مین پس فاسدہ صورتون مین ایک یہ ہی کہ دونون نے شرط کی کہ دانہ مالک زمین کا اور بھوسہ کاشتکار
کا ہو دوسری یہ کہ بھوسہ مالک زمین کا اور دانہ کاشتکار کا ہو اور تیسری یہ کہ دونون نے شرط کی کہ دانہ مالک زمین
کا ہو اور بھوسہ دونون مین مشترک ہو اور چوتھی یہ کہ دونون نے شرط لگائی کہ دانہ کاشتکار کا اور بھوسہ دونون مین
مشترک ہو۔ پانچوین یہ صورت ہی کہ دونون نے یون شرط لگائی کہ دانہ دونون مین مشترک ہو اور بھوسہ مالک
زمین کا ہو اور اس صورت مین اگر بھوسہ ایسے شخص کے واسطے شرط کیا جسکی طرف سے بیج ہین تو جائز ہی
اور اگر اُسکے واسطے شرط کیا ہی جسکی طرف سے بیج نہین ہین تو جائز نہین ہی اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی
کہ یہ بالکل نہین جائز ہی اور بعضے مشائخ سے مروی ہی کہ اگر دونون نے اسطرح سے شرط لگائی کہ دانہ دونون مین مشترک
ہو اور بھوسے کے بیان سے سکوت کیا تو عرف و رواج کے موافق بھوسہ بھی دونون مین مشترک ہوگا۔ اور
چھٹی صورت یہ ہی کہ دونون نے یہ شرط کی کہ بھوسہ دونون مین مشترک ہو اور غلہ کے بیان سے سکوت کیا تو
جائز نہین ہی پس ان صورتون مین مزارعت صحیح نہین ہی اسواسطے کہ یہ ایسی شرط ہی کہ اصل مقصود کی شرکت
کو قطع کرتی ہی بوجہ اسکے کہ احتمال ہی کہ دونون مین سے ایک چیز حاصل ہو دوسری حاصل نہو اور اگر اپنی زمین زراعت
کے واسطے دی اور اُسکی کھیتی ساگا ہو گئی تھی اور دونون نے یہ شرط لگائی کہ غلہ دونون مین برابر مشترک ہو
اور بھوسہ مالک زمین کو ملے تو نہین جائز ہی اور اگر دونون نے یہ شرط کی ہو کہ غلہ دونون مین برابر مشترک ہو
اور بھوسے کے بیان سے سکوت کیا ہو تو عقد جائز ہوگا اور بھوسہ مالک زمین کو ملیگا اور اگر دونون نے بھوسہ
کاشتکار کے واسطے شرط کیا ہو تو فاسد ہی کیونکہ ایسی کھیتی جو ساگا ہو چکی ہی مزارعت پر دینا زمین و بیج مزارعت پر
دینے کے مانند ہی اور اس صورت مین اگر بیج والے کے واسطے بھوسہ شرط کیا جاوے تو جائز ہو سکتا ہی اور اگر دوسرے
کے واسطے شرط کیا جاوے تو نہین جائز ہوتا ہی۔ (پس ایسا ہی صورت مذکورہ مین بھی ہی) یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
اگر کاشتکار کے ذمہ شرط لگائی کہ کُسم بووے اور دونون نے کسم اور کڑا اور ڈنڈیون مین شرکت شرط کر لی تو جائز ہی
اور اگر کُسم و کڑ دونون نے مشترک ہونے کی شرط کر لی اور ڈنڈیان کسی ایک کے واسطے ہونے کی شرط کی پس اگر ڈنڈیان
اُسکے واسطے مشروط کین جسکی طرف سے بیج ہین تو جائز ہی اور اگر اُسکے واسطے شرط کین جسکی طرف سے بیج نہین ہین
تو نہین جائز ہی اور اگر یون شرط کی کہ کُسم و کڑ ایک کی ہو اور ڈنڈیان دوسرے کی ہون تو نہین جائز ہی اور اگر یون
شرط کی کہ کُسم ایک کا اور کڑ دوسرے کی ہو تو بھی نہین جائز ہی اسیطرح اگر اپنی زمین دوسرے کو کٹ بونے کیواسطے
دی اور دونون نے شرط کی کہ کٹ ایک کی اور بیج دوسرے کے ہون تو بھی یہی حکم ہی کہ عقد جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی
اگر اپنی زمین زراعت کیواسطے دی کہ اسمین گیہون و جو بووے بدین شرط کہ گیہون خاص ایک کے اور جو خاصۃً دوسرے کے
ہون تو فاسد ہی اسیطرح ہر شی جسکی حاصلات مین دو نوع حاصل ہون جنمین سے ہر ایک مقصود ہو سکتی ہی اسمین
یہی حکم ہی جیسے بذر کتان و کتان کہ اگر ایک کے واسطے خاصۃً کتان شرط کی اور دوسرے کے واسطے خاصۃً بذر کتان
شرط کی تو نہین جائز ہی۔ اور خربزہ و ککڑی کے بیج خاصۃً ایک کے واسطے شرط کرنا بمنزلہ بھوسے کے شرط کرنے کے ہی
بخلاف رطبہ و تخم رطبہ یا کُسم و کڑ کہ انمین ایسا نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اصل یہ ہی کہ مالک زمین و کاشتکار
یعنی یہ ہر ایک باوقات مقصود ہوتی ہی ۱۲ منہ
دونون نے اگر عقد مزارعت مین شرط فاسد لگائی تو اس شرط کو دیکھنا چاہیے پس اگر ایسی شرط ہو کہ ہر دو متعاقدین مین سے

کسی کو اس شرط سے کچھ فائدہ نہین ہی مثلاً دونون نے ایک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ اپنا حصہ پیداوار فروخت نہ کرے یا نہ کھاوے تو مزارعت جائز ہی اور اگر ہر دو متعاقدین مین سے کسی کے واسطے اس شرط مین کوئی فائدہ ہو تو اسکی دو صورتین ہین یعنے اگر یہ شرط صلب عقد مین داخل ہو بدین طور کہ اُسکے واسطے کچھ بدل مقرر ہو کیونکہ عقود معاوضات مین صلب عقد کے مقابلہ مین جب تک بدل نہو تب تک عقد جائز نہین ہوتا ہی پس اگر شرط اسطرح داخل ہو تو ایسی مزارعت شروط فاسد ہوگی اور کبھی عود کرکے جائز نہو جائیگی اگرچہ اُس شخص نے جسکے واسطے مفاد شرط تھا شرط کو باطل کردے مثلاً عقد مزارعت مین دونون نے ایک کے واسطے نصف پیداوار کے ساتھ بیس درم مشروط کیے پھر جسکے واسطے بیس درم شرط کیے گئے تھے اُسنے قبل عمل کے شرط باطل کردی یا مثلاً دونون نے کھیتی کاٹنا اور روندنا دونون مین سے ایک کے ذمہ شرط کیا تھے کہ حکم مذکورہ کتاب کے موافق عقد فاسد ہوا پھر جسکے واسطے یہ شرط تھی اُسنے یہ شرط باطل کردی تو عقد مذکور جائز نہو جائیگا۔ اور اگر ایسی شرط صلب عقد مین داخل نہو بلکہ عقد سے مستفاد ہو یعنے اسطور سے۔ کہ اُسکے واسطے بدل مین سے کچھ حصہ نہو مثلاً مزارعت مین دونون مین سے ایک کے واسطے خیار مجہول یا میعاد مجہول کی شرط کی پھر جسکے واسطے شرط تھی اُسنے مفسد متقرر ہونے سے پہلے شرط مذکور کو ساقط کردیا تو ہمارے علماے ثلثہ کے نزدیک عقد مزارعت منقلب ہوکر جائز ہو جائیگا اور اگر ایسی شرط دونون کے واسطے مشروط ہو تو تقرر مفسد سے پہلے جب تک دونون اسکے ابطال پر متفق نہون تب تک عقد منقلب ہوکر جائز نہو جائیگا۔ اور فقط ایک کے باطل کرنے سے یہ نہین ہو سکتا ہی کہ منقلب ہوکر جائز ہو جاوے اسلیے کہ شرط مفسد دوسرے کے واسطے باقی رہیگی اور اسقدر فساد عقد کے واسطے کافی ہی اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی کہ ایک شخص اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے تو مزارعت فاسد ہوگی پھر اگر بائع نے یا مشتری نے اس شرط کو باطل کیا تو عقد جائز نہو جائیگا ہان اگر دونون نے متفق ہوکر باطل کردی تو عقد منقلب ہوکر جائز ہو جائیگا۔ اور اگر ایک نے دوسرے پر یہ شرط لگائی کہ پیداوار مین سے اپنا حصہ مجھے ہبہ کردے تو مزارعت فاسد ہوگی پھر اگر موہوب لہ نے قبل عمل کے یہ شرط باطل کردی تو عقد جائز ہو جائیگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ فقط موہوب لہ کے باطل کرنے سے واجب ہی کہ عقد مزارعت جائز نہو جاوے لیکن اصح وہی ہی جو کتاب مین مذکور ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر دی اور بعضے کام کاشتکار پر یا اپنے اوپر شرط کیے تو اسمین دو صورتین ہین اوّل یہ کہ تخم مالک زمین کی طرف سے ہو پس اسمین تین صورتین ہین یا تو اُسنے کاشتکاری کے بعض کام کاشتکار کے ذمہ شرط کیے اور باقی سے سکوت کیا یا ایسے بعضے کام اپنے اوپر شرط کیے اور باقی سے سکوت کیا یا بعضے کار مزارعت اپنے اوپر شرط کیے اور بعضے کاشتکار کے ذمہ شرط کیے پس اگر بعضے کاشتکار کے ذمہ شرط کرکے باقی سے سکوت کیا ہو مثلاً زمین جوتنا و زراعت کرنا اُسکے ذمہ شرط کرکے سینچنے کے ذکر سے سکوت کیا تو اسمین چھ صورتین ہین یا تو زمین ایسی ہوگی کہ بدون سینچے اُسمین کچھ پیدا نہو یا کچھ پیدا ہو مگر ایسا نہو جیسا ایسی زمین سے پیداوار ہونے کی امید ہی اور ان دونون صورتون مین مزارعت فاسد ہوگی اسیطرح اگر اس زمین سے بدون سینچنے کے ایسی کھیتی اُگے جیسی اس زمین سے امید ہی لیکن بدون سینچنے کے خشک ہو جاتی ہی تو بھی مزارعت

فاسد ہوگی۔ اور اگر اس زمین سے جیسی امید ہو ویسی کھیتی اُگے اور بدون سینچنے کے خشک نہو مثلاً یہ زمین ایسے شہر مین
واقع ہو جہان بارش کثرت سے ہوتی ہو تو مزارعت جائز ہوگی اسیطرح اگر سینچنے سے اتنا فائدہ ہو کہ پیداوار جید ہو جاوے
تو بھی مزارعت جائز ہوگی اسیطرح اگر معلوم نہو کہ آیا سینچنے سے پیداوار جید ہوگی یا یون ہی ہوگی باین طور کہ یہ معلوم
نہو کہ بارش زیادہ ہوگی یا کم ہوگی تو بھی یہی حکم ہے۔ دوسری صورت یہ کہ جب مالک زمین نے بعضے کام مثلاً سینچنا اپنے ذمہ
شرط کیا اور باقی کے ذکر سے سکوت کیا تو اسکا حکم اسی بنا پر ہے جیسا ہمنے ذکر کیا ہے کہ اگر یقیناً معلوم ہو کہ پیداوار مین اس
سینچنے کی کچھ تاثیر نہین ہے تو مزارعت جائز ہوگی اگرچہ اس مزارعت مین مالک زمین کے ذمہ کار زراعت مشروط ہی
اور اسکے ماسوائے سب صورتون مین مزارعت فاسد ہے اور اگر مالک زمین نے سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کاشتکار پر
رکھا تو یہ صورت اور جبکہ سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کے ذکر سے سکوت کیا ہے دونون یکسان ہین۔ تیسری صورت
کہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور مالک زمین نے بعضے کام کاشتکار کے ذمہ شرط کیے مثلاً تخم ریزی اُسکے ذمہ
شرط کی اور مثلاً سینچنے کے ذکر سے سکوت کیا تو مزارعت جائز ہے۔ اور اگر بعضے کام مالک زمین نے اپنے اوپر شرط کیے
اور بعضے کاشتکار کے ذمہ شرط کیے تو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا حکم کہ مالک زمین کی طرف سے بیج ہونے کی صورت مین
جب مالک زمین نے بعضے کام اپنے اوپر شرط کیے ہین یا بعضے اپنے اوپر اور بعضے کاشتکار پر شرط کیے ہین مذکور ہوا ہے
یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین اور بیج دوسرے کو دیے اور مزارعت اس شرط سے قرار دی کہ جو بیج تو نے
زمین جوت کر بوئے اُسمین یہ بٹائی اور جو بغیر جوتے بو دیے اُسمین یہ بٹائی اور اگر جوت کر اور پھر دوبارہ جوت کر بوئے
اُسمین یہ حساب بٹائی کا ہوگا تو یہ جائز ہے اسیطرح اگر یون کہا کہ اس زمین مین سے جو زمین تو نے جوت کر زراعت
کی اُسمین یہ بٹائی اور اسمین سے جو زمین بغیر جوتی ہوئی زراعت کی اُسمین یہ بٹائی ہوگی تو بھی جائز ہے اور جو کام
کاشتکار نے اسمین سے اختیار کیا اُسکو بٹائی مین وہی ملیگا جو اُسکے مقابلہ مین شرط کیا گیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ
مسئلہ ثانیہ مین جو حکم مذکور ہے وہ خطا ہے اُسکے صحیح ہونے کی کوئی صورت نہین ہے اور ہرگاہ اُسنے اس زمین مین سے کہا
تو مزارعت کا فاسد ہونا واجب ہے کیونکہ جب اُسنے (اس زمین مین سے) یہ لفظ کہا تو یہ لفظ تبعیض پر بولا جاتا ہے پس
اُسنے یہ شرط لگائی کہ بعض زمین جوت کر بووے اور بعض جوتی بووے اور یہ بعض مگر مجہول ہے اُسکی مقدار معلوم نہین
پس یہ مزارعت کے فاسد ہونے کا موجب ہوا اور یہ جو ہمنے کہا ہے اُسکی صحت کی دلیل چند مسائل ہین جو امام محمدؒ
نے کتاب الاصل مین ذکر فرمائے ہین ازانجملہ یہ ہے کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ اس زمین مین سے جسمین تو نے
گیہون کی زراعت کی تو تجھے یہ حصہ بٹائی ملیگا اور اس زمین مین سے جسمین تو نے جو بوئے تو تجھے یہ بٹائی ملیگی۔
اور اس زمین مین سے جسمین تل بوئے تو تجھے یہ بٹائی ملیگی تو ان صورتون مین مزارعت فاسد ہے اور ازانجملہ یہ ہے
کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ اس زمین مین سے جتنی تو نے جمادی الاولے مین بوئی تو تجھے یہ بٹائی ملیگی اور اسمین
جتنی تو نے جمادی الآخر مین بوئی تو تجھے یہ بٹائی ملیگی تو یہ مزارعت فاسد ہے۔ اور ازانجملہ یہ مسئلہ ہے کہ اگر مالک زمین نے
کہا کہ اس زمین مین سے جتنی تو نے بارش کے پانی سے بو کر تیار کی تو تجھے یہ بٹائی ملیگی اور اسمین سے جتنی تو نے
چرس و ڈول سے سینچکر تیار کی اُسمین تجھے یہ بٹائی ملیگی تو مزارعت فاسد ہے اور شیخ امام جلیل ابوبکر محمد بن الفضلؒ
فرماتے تھے کہ جو حکم مسئلہ سابقہ یعنے جوتنے کے مسئلہ مین مذکور ہوا ہے وہ صاحبین رح کا قول ہے اور ان مسائل مین

جو حکم امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہی یہ بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح کے ہی یعنی اگر امام اعظم رح کے نزدیک مزارعت جائز ہوتی تو ایسے مسائل مین یہ حکم دیتے اور وجہ اسکی یہ ہی کہ کلمہ منہا مین مِن جسکا ترجمہ اسمین سے ہی امام اعظم رح کے نزدیک تبعیض کے واسطے ہی اور صاحبین کے نزدیک صلہ کے واسطے بولا گیا ہی پس صاحبین کے موافق حاصل جواب ان سب مسائل مین یہ نکلا کہ مزارعت جائز ہی جیسا کہ جوتنے کے مسئلہ مین مذکور ہی اور لفظ من کو شیخ موصوف نے سب مسائل مین صلہ کے واسطے قرار دیا ہی اور سوائے شیخ موصوف کے اور مشائخ نے فرمایا کہ ان مسائل مین جو حکم مذکور ہی وہ بھی صاحبین کا قول ہی اور جوتنے کے مسئلہ مین جو حکم مذکور ہی وہ بھی صاحبین کا قول ہی اور یہ مشائخ لفظ مِن کو سب مسائل مین تبعیض کے واسطے قرار دیتے ہین اسوجہ سے کہ حقیقۃً از روے لغت یہ کلمہ تبعیض کے واسطے ہی ہان صلہ کے واسطے آتا ہی مگر مجازاً آتا ہی اور ہمارا کلام اُسکے معنی حقیقی مین ہی اور برین تقدیر مسئلہ مین جہالت ضرور ثابت ہوگی لیکن جوتنے کے مسئلہ مین یہ جہالت یعنی مقدار زمین کا مجہول ہونا موجب فساد مزارعت اسوجہ سے نہوگا کہ تاکد مزارعت کے وقت یہ جہالت زائل ہوگئی اور جب یہ جہالت وقت تاکد مزارعت کے زائل ہوئی تو بمنزلہ اسکے ہوا کہ گویا وقت عقد مزارعت کے زائل تھی مگر جو وگیہون کے مسئلہ مین وقت تاکد عقد مزارعت کے بھی یہ جہالت قائم رہیگی کیونکہ گیہون بویا ہوا ٹکڑا اور جو بویا ہوا ٹکڑا جب معلوم ہوگا کہ جب وہ تخم ریزی کر چلے مگر تخم ریزی کرنے کے وقت جو تاکد عقد کا وقت ہی یہ معلوم نہوگا پس تاکد عقد کے وقت جہالت قائم ہوگی اور یہی صورت جمادی الاولے وجمادی الآخری کے مسئلہ مین ہی اور یہی بات سینچنے کے مسئلہ مین بھی ہی کیونکہ سینچنے سے اُسکی مراد وہ سینچنا ہی جو اُن لوگون مین معتاد تھا یعنے تخم ریزی کے بعد پانی دینا پس تاکد عقد کے وقت جہالت باقی رہیگی حتے کہ اگر اس سینچنے سے زراعت سے پہلے سینچنا مراد ہو تو مثل جوتنے کے مسئلہ کے اسمین بھی مزارعت صحیح ہوگی کیونکہ تاکد عقد کے وقت جہالت زائل ہوگئی۔ اور اگر عقد مین بعض کے لفظ سے تصریح کر دی ہو مثلاً یون کہا کہ اگر اس زمین مین سے بعض ٹکڑا تو نے جوت کر بویا اُسمین تجھے یہ بٹائی ملیگی اور جو بعض ٹکڑا تو نے بغیر جوتے اس زمین مین سے بویا اُسمین تجھے یہ بٹائی ملیگی پس آیا عقد فاسد ہوگا سو اِسکو امام محمد رح نے کتاب مین نہین ذکر فرمایا اور بر قیاس قول امام ابو بکر محمد بن الفضل رح کے مزارعت فاسد ہونا چاہیے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اپنی زمین اسواسطے دی کہ امسال اسمین اپنے بیجون سے اور اپنی کاشت سے زراعت کرے بدین شرط کہ اگر اُسنے جمادی الاول کی پہلی تاریخ کھیتی بوئی تو تمام پیداوار دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور اگر جمادی الثانی کی پہلی تاریخ کھیتی بوئی تو دو تہائی پیداوار مالک زمین کی اور ایک تہائی کاشتکار کی ہوگی تو جس عالم نے مزارعت کو جائز رکھا اُسکے نزدیک بنا بر قیاس قول امام اعظم رح کے شرط اول جائز ہی اور شرط دوم فاسد ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول مین دونون شرطین جائز ہین پس بنا بر قیاس قول امام اعظم رح کے اگر اُسنے جمادی الاول مین زراعت کی تو پیداوار دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی۔ اور اگر اُسنے جمادی الثانی مین زراعت کی تو پوری پیداوار اُسکی ہوگی جسکی طرف سے بیج ہون پس اگر عامل کی طرف سے ہون تو اُسپر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر مالک زمین کی طرف سے ہون تو اُسپر کاشتکار کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک چونکہ دونون شرطین جائز ہین لہذا اگر اُسنے جمادی الثانی مین زراعت کی تو تمام پیداوار دونون مین تین تہائی ہوگی۔ اور اگر یون کہا کہ بدین شرط کہ جو کچھ اس زمین مین سے فلان

روز بوے اُسکی پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی یا جو کچھ اس زمین مین سے فلان روز بوئے اُسکی پیداوار ہم
دونون مین اسطرح ہوگی کہ دو تہائی مالک کی اور ایک تہائی کاشتکار کی ہوگی تو یہ سب فاسد ہی۔ اور اگر مسئلہ اولی
مین کاشتکار نے نصف زمین اول تاریخ جمادی الاول مین بوئی اور نصف زمین اول تاریخ جمادی الثانی مین بوئی تو
جسقدر اُسنے وقت اول مین بوئی ہی اسکی پیداوار دونون مین موافق شرط کے نصفا نصف ہوگی اور جسقدر وقت
دوم مین بوئی ہی وہ بقیاس قول امام اعظم رح بیجون والے کی ہوگی اور موافق قول صاحبین رح کے دونون مین موافق
شرط کے مشترک ہوگی بخلاف اسکے جسطرح اُسنے مسئلہ ثانیہ مین کہا ہی کہ جو کچھ اس زمین مین سے تو نے اسے آخر کہ اس
صورت مین ایسا حکم نہین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ بدین شرط کہ اگر کاشتکار نے کھیتی کو چرس یا دولاب سے سینچا تو کاشتکار کی
دو تہائی اور مالک زمین کی ایک تہائی ہوگی اور اگر اسکو نہر کے پانی یا بارش کے پانی سے سینچا تو پیداوار دونون
مین نصفا نصف ہوگی تو یہ مزارعت موافق شرط کے جائز ہی اور یہ حکم امام اعظم رح کے دوسرے قول کے قیاس پر ہی
اور امام اعظم رح کے اول قول کے قیاس پر دونون شرطین فاسد ہونگی۔ اور اگر یون کہا کہ جسقدر اس زمین مین سے
چرس سے سینچکر تیار کی اُسکی پیداوار مین سے ایک تہائی مالک کی اور دو تہائی کاشتکار کی ہوگی اور اگر اسکو نہر کے
پانی سے سینچا تو پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ مزارعت فاسد ہی یعنے بالاتفاق فاسد ہی علے قول
جمہور المشائخ اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی علے قول الامام ابی بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ علے اظہر الاقاویل
کذا فی المبسوط۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے شخص کو اس شرط پر دی کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون
مین برابر مشترک ہوگی اور اگر اُسنے جَو بوئے تو تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی تو یہ جائز ہی کیونکہ مالک نے اسکو مزارعت
اور اعارہ مین مختار کر دیا ہی پس اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی اور اگر
جَو بوئے تو پوری پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور اگر زمین اس شرط سے دی کہ اگر کاشتکار نے گیہون بوئے تو دونون مین نصفا نصف
ہونگے اور اگر جَو بوئے تو تمام پیداوار مالک کی ہوگی تو یہ عقد گیہوؤن کے حق مین جائز ہی یعنی اگر گیہون بوئے تو دونون مین برابر
مشترک ہونگے اور اگر جَو بوئے تو تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور کاشتکار پر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو زمین کا اجر المثل دیوے
یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اور ایک کُر گیہون اور ایک کُر جَو اس شرط سے دیے کہ اگر اُسنے گیہون بوئے
تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور بیج مالک کو واپس کرنے واجب ہونگے اور اگر اُسنے جَو بوئے تو تمام پیداوار مالک
زمین کی ہوگی اور کاشتکار اُسکے سب گیہون اُسکو واپس کر دیگا تو یہ سب موافق دونون کے شرط کرنے کے جائز ہی اور اگر جَو کی تمام
پیداوار کاشتکار کیواسطے مشروط کی ہو تو بھی جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی
کہ اسمین اپنے بیجون سے بدین شرط زراعت کرے کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور اگر جَو بوئے
تو پوری پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور اگر تِل بوئے تو پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی تو یہ عقد گیہون اور جَو کے حق
مین جائز ہی اور تلون کے حق مین فاسد ہی اور اگر اس صورت مین بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور
باقی مسئلہ بحالہ رہے تو یہ جائز ہی کیونکہ مالک نے اسکو تین باتون مین مختار کیا کہ چاہے مزارعت کرے یا استعانت
کرے یا زمین عاریت قبول کرے اور بیج قرض قبول کر لے اور ایسا کرنا اجارہ محضہ مین جائز ہی یہ محیط مین ہی۔
ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین دی کہ اس سال اسمین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کرے

اور صاحبین رح کے نزدیک دونون جائز ہین ۱۲ منہ

قال المترجم یہ اُس صورت مین ہی کہ بیج کاشتکار کا ہو

کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور اگر اسمین جو بوئے تو مالک زمین کے واسطے تہائی ہوگی
اور اگر تِل بوئے تو چوتہائی مالک زمین کی ہوگی تو یہ عقد موافق دونون کے اشتراط کے جائز ہے اسلیے کہ مالک زمین کے
حق مین بیج چھٹکانے کے وقت عقد کا تاکد ہوگا اور اس حالت مین معلوم ہوجائیگا کہ کون بیج بوئے ہین اور اگر بعض
ٹکڑے مین جَو بوئے اور بعض مین تِل بوئے تو بھی موافق اشتراط کے جائز ہے جس قسم کے بیج مین جو شرط ٹھہرائی ہے اُسیکے
موافق رکھا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر بیس برس کے واسطے اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ اسمین گیہون
یا جَو یا جو غلہ ربیع و خریف کا بو یا وہ دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اس زمین مین سے جہان درخت لگایا یا
انگور لگائے یا خرما کے درخت جمائے وہ دونون مین تین تہائی ہونگے کہ مالک زمین کی ایک تہائی اور عامل کی دو
تہائی ہوگی تو یہ عقد موافق اشتراط باہمی کے جائز ہے خواہ اُسنے کل زمین مین دونون قسم مین سے ایک ہی قسم کو
اُگایا یا بعض زمین مین زراعت کی اور بعضے مین تاک انگور وغیرہ لگائے سب ظاہر الروایۃ کے موافق جائز ہے یہ خزانۃ المفتین
مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے شخص کو بشرط اُسکے بیجون اور اُسکے بیل سے اس شرط پر زراعت کرنے
کے واسطے دی کہ بعض ٹکڑے مین گیہون بووے اور بعض ٹکڑے مین جَو بووے اور بعض مین تِل بووے پس
زمین سے جسقدر ٹکڑے مین سے گیہون بوویگا اُسمین آدھے کی بٹائی اور جسقدر ٹکڑے مین جو بوویگا اسمین مالک کی
ایک تہائی اور جسقدر ٹکڑے مین تِل بوویگا اُسمین مالک زمین کی دو تہائی ہوگی تو یہ سب فاسد ہے اور جب عقد
فاسد ٹھہرا تو پوری پیداوار بیج والے کی ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر اپنی زمین ایک شخص کو اس سال
اپنے بیجون و بیل و اپنے کام سے بدین قرارداد کہ کار زراعت کے واسطے اپنے مال سے مزدور مقرر کرے مزارعت پر
دی تو یہ جائز ہے اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی کہ مالک زمین کے مال سے مزدور مقرر کرے تو یہ مزارعت فاسد ہے کیونکہ
مالک زمین کے مزدور کے ساتھ کام کرنا شرط کرنا مثل مالک زمین کے ساتھ کام کرنے کے ہے حالانکہ یہ مفسد مزارعت ہے
اسیطرح اگر دونون نے یہ شرط کی کہ کاشتکار اپنے مال سے بدین شرط مزدور مقرر کرلے کہ کاشتکار پیداوار مین سے پہلے
یہ مال مزدوری واپس نکال لے پھر جو باقی رہے اُسکی دونون مین بٹائی ہو تو یہ بھی فاسد ہے کیونکہ پیداوار مین سے جسقدر
کاشتکار کے واسطے واپس نکال لینا شرط کیا وہ ایسا ہے کہ گویا کاشتکار کے واسطے ابتداءً مشروط کیا اور چونکہ یہ مقدار
معلوم ہے اسواسطے ایسا ہوگیا کہ گویا کاشتکار کے واسطے پیداوار سے کچھ قفیز معلوم مشروط کردیے حالانکہ یہ ناجائز ہے اور
اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور دونون نے یہ شرط کی کہ کاشتکار اپنے مال سے مزدورون کی مزدوری دے
تو جائز ہے اور اگر مالک زمین کے مال سے مزدورون کی مزدوری شرط کی تو نہین جائز ہے کیونکہ یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ
مالک بیج و زمین کا کاشتکار کے ساتھ کام کرنا شرط کیا۔ اسیطرح اگر دونون نے یہ مزدوری کاشتکار کے ذمہ مشروط
کی مگر بدین شرط کہ کاشتکار اس مال مزدوری کو پیداوار مین سے واپس لے تو بھی فاسد ہے جیسا کہ کاشتکار کے واسطے
پیداوار مین سے اتنی مقدار معلوم شرط کرنا فاسد ہے پس ایسے واقعہ مین عقد مزارعت فاسد ہوگا اور پوری پیداوار
بیجون کے مالک کی ہوگی اور کاشتکار کے واسطے اسکے کام اور اسکے مزدورون کے کام کا اجر المثل واجب ہوگا
یہ مبسوط مین ہے۔

چوتھا باب مزارعت و معاملت مین مالک زمین و باغ کے خود متولی کار ہوجانے کے بیان مین۔ امام محمد رحمہ اللہ

نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر دی پھر مالک زمین نے کار زراعت خود انجام دیا تو اسکی دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور اسکی بھی دو صورتین اول یہ کہ کاشتکار کے حکم سے اُسنے کار زراعت انجام دیا اور اسمین تین صورتین ہین ایک یہ کہ کاشتکار نے مالک زمین سے اپنے کام مین مدد لی اور ایسی صورت مین تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے نصفا نصف ہوگی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہو اُسی صورت مین ہو کہ زراعت کے وقت مالک زمین نے یہ نہ کہا ہو کہ مین اپنے واسطے اس زمین مین زراعت کرتا ہون اور اگر یہ لفظ کہدیا ہو تو پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مزارعت ٹوٹ جاویگی لیکن امام محمد رح نے حکم کو مطلقاً بیان فرمایا ہو اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جیسا حکم مطلقاً امام محمد رح نے بیان فرمایا ہو وہی صحیح ہو دوسری صورت یہ کہ کاشتکار نے کچھ درمون معلومہ پر مالک زمین کو مزدور کیا کہ کار زراعت انجام دے پس ایسی صورت مین اجارہ باطل ہوگا اور مزارعت اپنے حال پر رہیگی اور تیسری صورت یہ ہو کہ کاشتکار نے مالک زمین کو یہ زمین اپنے حصہ مین سے کچھ بٹائی دینے کی شرط پر مزارعت کے واسطے دی تو ایسی صورت مین یہ دوسرا عقد مزارعت فاسد ہوگا اور پہلی مزارعت اپنے حال پر رہیگی۔ یہ سب اُس صورت مین کہ مالک زمین نے بحکم مزارع کار زراعت خود انجام دیا ہو۔ اور اگر بیج مالک کی طرف سے ہون اور مالک نے بدون حکم کاشتکار خود کار زراعت انجام دیا ہو تو وہ مزارعت کا توڑنے والا ہو جائیگا اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو ایسی صورت مین کاشتکار کے حکم سے زراعت کرنے اور بلا حکم زراعت کرنے مین ویسا ہی حکم ہو جیسا کہ پہلی صورت مین مذکور ہوا مگر ایک بات سے فرق ہو وہ یہ ہو کہ اس صورت مین اگر مالک زمین نے کاشتکار کے حکم سے یا بلا حکم زراعت کی تو کاشتکار کے واسطے اُسکے بیجون کے مثل بیجون کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے کاشتکار کے بیج اُسکے پاس سے برباد کیے ہین اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون یا کاشتکار کیطرف سے ہون اور کاشتکار نے مالک زمین کو حکم دیا کہ اس کام کے واسطے ایک مزدور مقرر کرلے تو تمام پیداوار مالک زمین و کاشتکار کے درمیان باہمی شرط کے موافق ہوگی اور مزدور کی مزدوری مالک زمین کاشتکار سے واپس لیگا بخلاف اسکے اگر کاشتکار نے مالک زمین سے استعانت لی اور اُسکو کسی مزدور مقرر کرنے کے واسطے حکم نہ دیا کہ ایسی صورت مین مالک زمین مزدوری کاشتکار سے واپس نہین لے سکتا ہو۔ اور جیسا حکم مزارعت مین مذکور ہوا ہو ویسا ہی معاملت یعنے درختون کو بٹائی دینے کی صورت مین ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنا درخت خرما آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دیا کہ اُسکی نر مادی لگا دے اور اُسکی حفاظت کرے اور اُسکو سینچے پھر عامل نے مالک درخت سے اس کام مین استعانت لی اور مالک درخت نے یہ کام کر دیا تو پھلون کی حاصلات دونون کی شرط کے موافق دونون مین مشترک ہوگی۔ اور اگر مالک درخت نے بغیر حکم عامل کے درخت پر قبضہ کر لیا اور یہ کام اپنے آپ انجام دیے تو تمام حاصلات مالک درخت کی ہوگی اور عقد معاملہ ٹوٹ جائیگا اگرچہ مالک درخت بلا عذر عقد معاملہ توڑنیکا اختیار نہین رکھتا ہو۔ اور اگر مالک درخت خرما نے شگوفہ خرما برآمد ہونے کے بعد اپنے عامل کی بلا اجازت خود اسکی پرداخت کی تو پھلون کی حاصلات دونون مین مساوی مشترک ہوگی۔ اور اگر مالک نے شگوفہ برآمد ہونے سے پہلے درخت مذکور کو لے لیا اور اُسکی پرداخت کی پھر مالک سے عامل نے لیکر اُسکی پرداخت کی یہان تک کہ پھل پورے چھوہارے ہو گئے تو یہ سب پھل مالک درخت کے ہونگے۔ اور اگر کسی نے اپنی

زمین اور بیج کسی دوسرے کو آدھے کی بٹائی دیدے پھر کاشتکار نے زمین پر قبضہ کرنے کے بعد مالک زمین کو مزارعت پر اس شرط سے دی کہ پیداوار زمین سے ایک تہائی کاشتکار کی اور دو تہائی مالک زمین کی ہوگی تو دوسری مزارعت فاسد ہے اور جو کچھ پیداوار ہوگی وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگی (یعنی پہلی بٹائی کے موافق ۱۲ منہ) یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر دی اور بیج کاشتکار کے ذمہ شرط کیے پھر جب کاشتکار نے اسمین کھیتی بوئی اور سینچی اور وہ اُگی تو اسکے بعد کاشتکار کی بلا اجازت مالک زمین آپ خود اور اپنے مزدوروں کو لیکر اُسکی پرداخت کرنے لگا اور اُسکو سینچا یہان تک کہ کھیتی تیار ہوکر کاٹی گئی تو تمام پیداوار مالک و کاشتکار کے درمیان موافق باہمی شرط کے مشترک ہوگی۔ اور اگر کاشتکار نے تخم ریزی کر دی مگر ہنوز اُسنے پانی نہ دیا اور نہ کھیتی اُگی تھی کہ مالک زمین نے کاشتکار کی بلا اجازت اُگنے سے پہلے اُسکو سینچا تو بدلیل قیاس تمام پیداوار مالک زمین کی ہونی چاہیے کیونکہ بیج اُگنے سے پہلے درحقیقت زمین کے اندر رکھا ہوتا ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ بتکلف اُسکو مٹی سے صاف کر لے سکتے ہین پس اُسکا زمین کے اندر ہونا مانند زمین کے اوپر ہونے کے ہوا اور زمین کے اوپر سے اگر مالک زمین بیج لیکر بووے اور سینچے یہان تک کہ بیج جم آوے تو مزارعت کا توڑنے والا ٹھہرایا جاتا ہے پس ایسا ہی زمین کے اندر بیج ہونے کی صورت میں یہی حکم ہونا چاہیے لیکن بدلیل استحسان یہ حکم ہے کہ تمام پیداوار دونوں میں موافق شرط مزارعت کے مشترک ہوگی کیونکہ ایسی حالت میں مالک زمین کا سینچنا دلالۃً کاشتکار کی اجازت سے ہوا ہے۔ یہ حکم اُس صورت میں کہ کاشتکار نے تخم ریزی کی اور مالک نے بدون اُسکی اجازت کے پانی دیا اور اگر کاشتکار کی بلا اجازت مالک نے تخم ریزی کر دی اور ہنوز اُگی نہ تھی کہ پھر کاشتکار نے اُسکو سینچا اور تمام اُسکی پرداخت کی یہان تک کہ کھیتی تیار ہوکر کاٹی گئی تو ذکر فرمایا کہ تمام پیداوار دونوں میں موافق شرط کے مشترک ہوگی اور اس صورت میں قیاس و استحسان کو ذکر نفرمایا۔ اور اگر بیج زمین کے اوپر رکھے ہون اور مالک نے اگر یہ بیج لیکر خود زراعت کر دی اور کاشتکار سے اجازت نہیں لی تو مزارعت کا توڑنے والا ہوگا اور اگر کاشتکار نے اگر مالک کی بلا اجازت تخم ریزی کی اور سینچا تو پیداوار دونوں میں موافق شرط باہمی کے قیاساً و استحساناً مشترک ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین اور بیج دوسرے شخص کو امسال مزارعت کے واسطے بدین شرط دی کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ ہم دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور کاشتکار نے اسمین تخم ریزی کرکے پانی دیا یہان تک کہ کھیتی اُگی پھر بغیر اجازت کاشتکار کے مالک زمین نے خود مع اپنے مزدورون کے اُسکی پرداخت کی اور اُسکو سینچا یہان تک کہ کھیتی تیار ہوکر کاٹی گئی تو تمام پیداوار دونون میں نصفا نصف ہوگی اور مالک زمین اپنے کام میں متطوع قرار دیا جائیگا۔ اور اگر مالک زمین نے جو کام خود کر دیا ہے اسکے واسطے کوئی مزدور مقرر کرکے اُس سے یہ کام کروایا ہو (یعنی احسان کیا ۱۲ منہ) تو اُسکے مزدور کا کام کرنا مثل اسکے کام کرنے کے ہے اور مزدور کی مزدوری مالک کے ذمہ ہوگی کیونکہ اُسنے خود ہی مزدور مقرر کیا ہے اور اگر کاشتکار نے تخم ریزی کی اور ہنوز کھیتی اُگی نہیں اور نہ کاشتکار نے اسمین پانی دیا تھا کہ اُگنے سے پہلے اُسکے مالک نے سینچا اور اُگی اور برابر اُسکی پرداخت کرتا رہا یہان تک کہ تیار ہوکر کاٹی گئی تو استحساناً تمام پیداوار دونوں میں موافق شرط کے مشترک ہوگی اور مالک زمین اس کام میں متبرع قرار دیا جائیگا اور قیاساً یون ہونا چاہیے کہ تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی کیونکہ اُگنے سے پہلے جو بیج کے گیہون زمین کے اندر ہین وہ ایسے ہین کہ گویا زمین کے باہر بورون مین بھرے ہین مگر فتوے اسی

مسئلہ مین حکم استحسان کے موافق ہی کیونکہ زمین مین بیج ڈالنا اُگنے کا سبب ہوتا ہی اور اسی وجہ سے قصداً مزارعت فسخ کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مالک زمین نے تخم ریزی کی اور پانی نہ دیا اور ہنوز کھیتی اُگی نہ تھی کہ کاشتکار نے اُسکو پانی دیا اور برابر اُسکی پرداخت کرتا رہا یہان تک کہ تیار ہو کر کاٹی گئی تو موافق شرط کے تمام پیداوار دونون مین مشترک ہوگی اور اگر مالک زمین نے اُسکو لیکر زمین مین تخم ریزی کردی اور سینچا اور کھیتی اُگی پھر کاشتکار اُسکو پانی دیتا رہا اور پرداخت کرتا رہا یہان تک کہ کھیتی تیار ہو کر کاٹی گئی تو تمام پیداوار مالک کی ہوگی اور کاشتکار اپنے کام مین متطوع قرار دیا جائیگا اور اُسکے واسطے کچھ اجرت نہوگی کذا فی المبسوط۔

پانچوان باب ۔ کاشتکار کا کسی غیر کو مزارعت پر دینے کے بیان مین۔ اگر کاشتکار نے چاہا کہ زمین کسی دوسرے شخص کو مزارعت پر دیدے پس اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون تو کاشتکار کو یہ اختیار نہوگا کہ زمین دوسرے شخص کو مزارعت پر دیدے لیکن اگر مالک زمین نے اُسکو صریحاً اس بات کی اجازت دی ہو یا دلالۃً اجازت دی ہو مثلاً یون کہا کہ اس کام مین تو اپنی راے پر عمل کر تو ایسا کرسکتا ہی۔ اور کاشتکار کو اختیار ہی کہ کہ کار مزارعت انجام دینے کے واسطے اپنے مال سے مزدور مقرر کرلے بشرطیکہ مالک زمین نے یہ شرط نہ کی ہو کہ کاشتکار خود ہی کار زراعت کرے۔ اور اگر کاشتکار نے کسی غیر کو آدھے کی بٹائی پر زمین مزارعت کے واسطے دیدی حالانکہ مالک زمین نے اُسکو صریحاً یا دلالۃً کسی طرح اُسکو اس کام کی اجازت نہ دی تھی تو مذکور ہی کہ کاشتکار اول و کاشتکار ثانی کے درمیان مزارعت جائز ہوگی اور مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا اور مالک زمین و بیج کو اختیار ہوگا کہ اپنے بیج دونون مین سے جس سے چاہے تاوان لے پس اگر اُسنے کاشتکار اول سے تاوان لیا تو وہ دوسرے کاشتکار سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر اُسنے دوسرے سے تاوان لیا تو وہ پہلے کاشتکار سے واپس لیگا اور اگر زمین مذکور مین نقصان آگیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اور آخر قول پر امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا نقصان دوسرے کاشتکار پر ہوگا اور کاشتکار اول پر نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ پھر دیکھنا چاہیے کہ جسقدر کاشتکار اول کے حصہ مین آیا ہی یعنے نصف پیداوار اسمین سے کاشتکار اول کو صرف اُسیقدر حلال ہوگا جسقدر اُسنے مالک زمین کو تاوان دیا ہی۔ اور زیادتی کو صدقہ کردے کیونکہ اُسنے یہ زیادتی زمین مغصوبہ سے حاصل کی ہی اور جسقدر دوسرے کاشتکار کے حصہ مین آیا اُسکی بابت مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ سب اُسکو حلال ہی۔ اور اگر مالک زمین و بیج نے کاشتکار کو صریحاً یا دلالۃً اس بات کی اجازت دیدی ہو مثلاً کہدیا ہو کہ اسمین اپنی راے سے کام کر اور مالک زمین نے اُسکے ساتھ آدھی بٹائی کی شرط کی تھی پھر کاشتکار اول نے دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدی تو دوسری مزارعت جائز ہوگی اور زمین مین جو کچھ پیداوار ہوگی اُسمین سے نصف مالک زمین کی اور نصف دوسرے کاشتکار کی ہوگی اور پہلا کاشتکار درمیان سے نکل جائیگا۔ اور اگر کاشتکار اول نے دوسرے سے یہ شرط کی ہو کہ آدھی پیداوار تو مالک زمین کی ہوگی اور آدھی ہم دونون مین تین تہائی یا آدھون آدھ ہوگی تو یہ بھی جائز ہی۔ اور تمام پیداوار ان سب مین موافق شرط کے تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اپنی مین اور بیج اس شرط سے دیئے کہ اس سال اسمین آدھے کی بٹائی پر زراعت کرے اور یہ نہ کہا کہ اسمین اپنی راے سے کام کرے پھر کاشتکار نے دوسرے کاشتکار کو یہ زمین اس شرط سے دی کہ اس سال انھین بیجون سے اسمین بدین شرط

زراعت کرے کہ دوسرے کی پیداوار مین سے ایک تہائی ہوگی اور اول کی دو تہائی ہوگی پس دوسرے نے اس شرط
سے زراعت کی تو تمام پیداوار دونون مین اُس شرط کے موافق جیسا دونون کے باہمی عقد مین ٹھہری ہو تقسیم ہوگی
اور پہلا کاشتکار بغیر رضامندی مالک زمین کے دوسرے کاشتکار کو پیداوار مین شریک کرنے کی وجہ سے
خلاف کرنے والا ہو گیا پس مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے اپنے بیجون کا تاوان لے
اور اسیطرح قول امام محمدؒ اور اول قول امام ابویوسف رحمہ کے موافق نقصان زمین کا تاوان بھی دونون مین سے
جس سے چاہے لے پس اگر اُسنے دوسرے سے تاوان لیا تو یہ سب تاوان کاشتکار اول سے واپس لیگا۔
اور اگر اُسنے اول سے تاوان لیا تو وہ دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور قول امام اعظم رحمہ اور آخر قول
امام ابویوسف رحمہ کے موافق نقصان زمین کا تاوان فقط دوسرے کاشتکار سے لے سکتا ہے پھر دوسرا اسکو اول
سے واپس لیگا پھر کاشتکار اول اپنے حصہ پیداوار مین سے جسقدر اُسنے بیجون کی ضمان دی اور تاوان دیا ہے نکال
لیگا اور باقی کو صدقہ کر دیگا اور دوسرا کاشتکار اپنے حصہ مین سے کچھ صدقہ نہ کریگا اور اگر مالک زمین نے کاشتکار
اول سے یہ کہا ہو کہ اسمین اپنی راے سے عمل کر اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو دوسرے کاشتکار کو تہائی پیداوار ملیگی
اسوجہ سے کہ کاشتکار اول نے عقد صحیح کے ساتھ اُسکے واسطے تہائی پیداوار شرط کر دی پس یہ پیداوار خاصۃً
اُسیکے حصہ مین سے رکھی جائیگی پس یہ پیداوار کاشتکار اول کے حصہ کی دو تہائی ہوئی اور مالک زمین نصف
پیداوار کا مستحق ہوگا جیسا کہ اُسنے اپنے واسطے شرط کر لی تھی اور کاشتکار اول کے حصہ مین سے باقی ایک تہائی
حصہ یعنے تمام پیداوار کا چھٹا حصہ وہ اُس کاشتکار اول کو ملیگا کہ اُسنے کار زراعت کے انجام دہی کی ضمانت
کر لی تھی۔ اور اگر اسیطرح واقع ہوا کہ مالک زمین نے بیج اور زمین اس شرط پر کاشتکار کو دیے کہ اس سال اسمین
زراعت کرے سو جو کچھ اسمین اللہ تعالے روزی کرے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا اور کہدیا کہ اس بات
مین اپنی راے پر عمل کرے پھر کاشتکار نے اُسکو کسی دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدیا تو جائز ہے اور تمام
پیداوار مین سے نصف اس دوسرے کو ملیگی اور باقی نصف پیداوار مالک زمین اور کاشتکار اول کے درمیان
نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ اس صورت مین مالک نے اپنے واسطے تمام پیداوار کا نصف شرط نہین کیا
بلکہ فقط یہ شرط کی ہے کہ کاشتکار اول کو جو کچھ خدا تعالی روزی کرے اُسکا نصف میرا ہوگا پس یہ پیداوار کاشتکار دوم
کا حصہ نکالکر جو باقی رہی وہ ہے پس وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور صورت سابقہ مین یہ تھا کہ مالک زمین نے
اپنے واسطے تمام پیداوار کا نصف شرط کر لیا تھا پس کاشتکار اول کا دوسرے کے ساتھ عقد مزارعت کرنے سے
مالک کا حق کم نہوگا۔ اسیطرح اگر مالک زمین نے کاشتکار سے یون شرط کیا ہو کہ اسمین جو کچھ پیداوار تجھے اللہ تعالی
دے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی یا جو کچھ اسکی پیداوار مین سے تیرے ہاتھ آوے وہ ہم دونون مین
نصفا نصف ہوگی تو یہ قول اور قول مذکور کہ جو کچھ اسمین اللہ تعالے روزی کرے دونون یکسان ہین۔ اور
اگر مالک نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ اسمین اپنی راے پر عمل کر اور باقی مسئلہ بحالہا رہے تو دوسرے کاشتکار کے
زراعت کرنے کے وقت کاشتکار اول خلاف کرنے والا اور ضامن ہو جائیگا اور تمام پیداوار دونون کاشتکارون
مین نصفا نصف ہوگی اور مالک زمین کو اُسمین سے کچھ نہ ملیگا۔ اور مالک زمین اپنا بیج دونون مین سے

جس سے چاہے تاوان لے اور نقصان زمین کے تاوان لینے مین اختلاف ہی جیسا کہ ہمنے بیان کر دیا ہی- اور اگر دوسرے نے ہنوز زراعت نہ کی ہو کہ اُسکے پاس بیج تلف ہو گئے یا زمین غرق ہو گئی اور فاسد ہو گئی اور اُسمین ایسا سبب پیدا ہو گیا کہ جس سے زمین مین نقصان آگیا تو اس سے ان دونون مین سے کسی پر تاوان لازم نہوگا اسلیے کہ پہلا کاشتکار زمین بیج دوسرے کاشتکار کو فقط دیدینے سے ضامن نہین ہو جاتا ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر اُسنے زمین و بیج کسی دوسرے شخص کو دیکر اُس سے کار زراعت مین استعانت چاہی یا اُسکو کار زراعت کیواسطے اجیر مقرر کیا تو مخالف نہین ہوتا ہی یہ مبسوط مین ہی- اور اگر کاشتکار اول نے دوسرے کاشتکار سے استعانت لی تو تمام پیداوار کاشتکار اول اور مالک زمین کے درمیان مشترک ہوگی اور اگر کاشتکار اول نے دوسرے کو یہ زمین عاریت دیدی تاکہ اپنے واسطے اُسمین زراعت کرلے تو عاریت دینا جائز ہی اور جب مستعیر اُسمین زراعت کریگا تو تمام پیداوار اُسیکو دیجائیگی اور پہلا کاشتکار تمام زمین کا اجر المثل اُسکے مالک کو تاوان دیگا کیونکہ اُسنے آدھی پیداوار دینے پر مالک زمین سے زمین اجارہ پر لی تھی حالانکہ مالک زمین کو پیداوار زمین سے کچھ نہ دیا اور اس صورت مین اور اس دوسری صورت مین کہ کاشتکار نے زمین کسی کو عاریت نہ دی اور نہ خود زراعت کی یا عاریت دی مگر مستعیر نے اُسمین زراعت نہ کی ان دونون مین فرق ہی کہ اس صورت ثانیہ مین کاشتکار پر مالک زمین کے واسطے زمین کے اجر المثل مین سے کچھ واجب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی- اگر کسی نے دوسرے کو زمین دی کہ اس سال اسمین اپنے بیجون سے بدین شرط زراعت کرے کہ تمام پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور کہدیا کہ اسمین اپنی رائے سے کام کرے یا یہ نہ کہا پھر کاشتکار نے یہ زمین اور اسکے ساتھ بیج بھی کسی دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدیے تو یہ جائز ہی پھر جب پیداوار حاصل ہوگی تو اُسمین سے آدھی دوسرے کاشتکار کی اُسکے کام کے مقابلہ مین ہوگی جیسے کہ کاشتکار اول یعنے بیجون کے مالک نے شرط کر دی تھی اور آدھی مالک زمین کے منافع مین ہوگی جیسے کہ بیجون کے مالک یعنے کاشتکار اول نے شرط کر دی تھی اور کاشتکار اول کو کچھ نہ ملیگا- اور اگر دوسرے کاشتکار کیواسطے دونون مسئلون مین تہائی پیداوار کی شرط کی ہو تو جائز ہی اور دوسرے کو ایک تہائی اور مالک زمین کو آدھی ملیگی اور چھٹا حصہ کاشتکار اول کا ہوگا اور اُسکو حلال ہوگا- اور اگر کاشتکار اول کو اس شرط سے زمین دی کہ اسمین اپنے بیجون سے آدھے کی بٹائی پر زراعت کرے پھر کاشتکار اول نے دوسرے کو اس شرط سے کہ اسمین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کرے کہ دو تہائی پیداوار دوسرے کاشتکار کی ہوگی اور ایک تہائی کاشتکار اول کی ہوگی اور اُسنے اسی شرط سے زراعت کی تو پیداوار مین سے دو تہائی دوسرے کاشتکار کی ہوگی اسواسطے کہ جو کچھ پیدا ہوا ہی وہ اسکے بیجون سے پیدا ہوا ہی پس اُسکے بیجون کی پیداوار مین سے کوئی غیر کچھ نہین لے سکتا ہی الا شرط کے ساتھ اور شرط مین اُس نے فقط تہائی پیداوار کاشتکار اول کے واسطے مشروط کی ہی- پھر یہ تہائی پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مالک زمین کا کاشتکار اول پر تہائی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا- اور اگر بیج کاشتکار اول کیطرف سے ہون تو دو تہائی پیداوار دوسرے کاشتکار کی ہوگی جیسے کہ کاشتکار اول نے شرط کی ہی اور تہائی پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مالک زمین کا کاشتکار اول پر اپنی تہائی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا کذا فی المبسوط فی باب تولیۃ المزارع و مشارکتہ و البذر من قبلہ اور اگر کسی شخص کو اپنی زمین اور بیج بدین شرط مزارعت پر دی کہ پیداوار مین سے بیس قفیز کاشتکار کی اور

۵ قول یہ اس صورت مین کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون ۱۲ منہ

پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار سے یہ کہدیا کہ اسمین اپنی رائے سے کام کرے یا یہ لفظ نہ کہا پھر کاشتکار نے یہ زمین اور بیج کسی دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدیے اور اُسنے زراعت کی تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور دوسرے کاشتکار کا اپنے کام کا اجر المثل پہلے کاشتکار پر اور پہلے کاشتکار کا اپنے اس کام کا اجر المثل مالک زمین پر واجب ہوگا۔ اسیطرح اگر اس زمین مین کچھ نہ پیدا ہوا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کسی کاشتکار کو اپنی زمین اور بیج آدھے کی بٹائی پر دیے اور کہا کہ اسمین اپنی رائے سے کام کرے یا یہ لفظ نہ کہا پھر کاشتکار نے دوسرے کاشتکار کو اس شرط سے کہ اُسکو پیداوار مین سے بیس قفیز ملینگے مزارعت پر دی تو اول وثانی کے درمیان مزارعت فاسد ہے اور دوسرے کا اول پر اپنے کام کا اجر المثل واجب ہوگا اور تمام پیداوار کاشتکار اول اور مالک زمین کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اگر کاشتکار کو زمین اس شرط سے دی کہ اپنے کام اور اپنے بیجون سے بدین شرط زراعت کرے کہ بیس قفیز پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور باقی کاشتکار کی ہوگی یا بیس قفیز کاشتکار کی اور باقی مالک زمین کی ہوگی۔ پھر کاشتکار نے یہ زمین دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدی اور بیج کاشتکار اول کی طرف سے ٹھہرے یا کاشتکار دوم کی طرف سے ٹھہرے پس دوسرے کاشتکار نے زراعت کی تو تمام پیداوار دونون کاشتکارون مین نصفا نصف ہوگی اور مالک زمین کے واسطے اُسکی زمین کا اجر المثل کاشتکار اول پر واجب ہوگا۔ اور اگر دونون کاشتکارون کی عقد مزارعت واقع ہوجانے کے بعد قبل اسکے کہ کاشتکار دوم بیج کی زراعت شروع کرے مالک زمین نے چاہا کہ اپنی زمین سے لے اور جو عقد مزارعت دونون مین ہوا ہے اُسکو توڑ دے تو اُسکو ایسا اختیار ہے پس اگر عقد دوم مین بیج کاشتکار دوم کی طرف سے ہو تو اُسکے اور کاشتکار دوم کے درمیان نقض عقد ہوگا کیونکہ عقد اول بسبب فاسد ہونے کے مستحق نقض تھا اور اگر بیج کاشتکار اول کی طرف سے ہو تو کاشتکار اول کا دوسرے کاشتکار کو کار زراعت کے واسطے اجارہ لینا توڑا جائیگا یہ بھی بسبب اسکے کہ عقد اول فاسد تھا۔ اور اگر دوسرے کاشتکار نے کار زراعت شروع کر دیا ہو یعنے بیج بو دیا ہو تو مالک زمین کو زمین لینے کا اختیار نہوگا یہان تک کہ کھیتی کاٹی جاوے۔ اور اگر مالک زمین نے کاشتکار اول کو آدھے کی بٹائی پر زمین دیدی اور کہا کہ اسمین اپنی رائے سے کام کرے یا یہ لفظ نہ کہا ہو پھر کاشتکار اول نے کاشتکار دوم کو زمین اور اسکے ساتھ بیج بھی بیس قفیز پیداوار پر مزارعت کے واسطے دی تو دوسرا عقد فاسد ہوگا اور دوسرے کاشتکار کا اجر المثل کاشتکار اول پر واجب ہوگا اور تمام پیداوار کاشتکار اول و مالک زمین کے درمیان نصفا نصف ہوگی۔ اور اگر اس صورت مین بیج دوسرے کاشتکار کی طرف سے ہو تو تمام پیداوار اُسیکی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ اول کاشتکار کو زمین کا اجر المثل دے اور کاشتکار اول پر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دے کذا فی المبسوط فی باب مشارکۃ العامل مع الآخر۔ مالک زمین مثلاً زید نے اپنی زمین کاشتکار مثلاً عمرو نامے کو اسواسطے دی کہ ہم دونون کے بیجون سے زراعت کرے اور بیل عمرو کی طرف سے ٹھہرے بدین شرط کہ جو کچھ پیدا ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پھر عمرو نے اپنے حصہ مین ایک شخص خالد کو شریک کر لیا جسنے اُسکے ساتھ کار زراعت انجام دیا تو مزارعت اور شرکت دونون فاسد ہین اور تمام کھیتی زید و عمرو کے درمیان دونون کے بیجون کی مقدار کے حساب سے مشترک ہوگی اور زید کا آدھی زمین کا اجر المثل عمرو پر واجب ہوگا اور خالد کا اپنے کام کا اجر المثل بھی

عمرو پر واجب ہوگا کیونکہ اُسنے بطور اجارہ فاسدہ کے کام کیا ہی اور عمرو کا اپنے کام کا اجر المثل زید پر واجب نہوگا کیونکہ اسنے ایسی چیز مین کام کر دیا ہی جسمین وہ شریک تھا پس شرکت کی وجہ سے مستحق اجرت نہوگا اور عمرو پر لازم ہوگا کہ اپنے خرچہ اور بیجون کی مقدار اور تاوان کی مقدار حاصلات مین سے نکالکر جو کچھ بڑھے اُسکو صدقہ کر دے کیونکہ یہ زیادتی اُسکو غیر شخص کی زمین سے اجارہ فاسدہ کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہی یہ فتاوی کبرے مین ہی- ایک شخص نے اپنی زمین ایک کاشتکار کو اس شرط سے دی کہ اپنے بیجون اور بیل سے اس دوسرے شخص کے ساتھ زراعت کرے بدین شرط کہ جو کچھ اسمین پیداوار ہوگی وہ تین تہائی اسطرح ہوگی کہ ایک تہائی مالک زمین کی اور ایک تہائی بیجون اور بیل والے کی اور ایک تہائی دوسرے شخص کارگزار کی ہوگی پس یہ مزارعت مالک زمین اور پہلے کاشتکار کے حق مین صحیح ہی اور عامل کارگزار کے حق مین فاسد ہی پس پیداوار مین سے ایک تہائی مالک زمین کی ہوگی اور دو تہائی کاشتکار اول کی ہوگی اور دوسرے[له] کاشتکار کا اجر المثل واجب ہوگا حالانکہ اس صورت مین یہ واجب تھا کہ مزارعت سب کے حق مین فاسد ہوجاوے کیونکہ بیجون کے مالک یعنے کاشتکار اول نے زمین کا اجارہ لینا اور عامل یعنے کار زراعت انجام دینے والے کا اجارہ لینا ایک مین جمع کر لیا ہی- اور اس مسئلہ مین اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون تو مزارعت سب کے حق مین صحیح ہوگی اور تمام پیداوار ان سب مین موافق شرط کے مشترک ہوگی

کذا فی البدائع

چھٹا باب- ایسی مزارعت کے بیان مین جسمین معاملہ مشروط ہو- اگر مزارعت مین معاملہ مشروط ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو مزارعت اور معاملت دونون فاسد ہونگی اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون تو مزارعت اور معاملت دونون جائز ہونگی اور اگر مزارعت مین معاملہ مشروط نہو بلکہ بطور عطف بیان کیا گیا ہو تو مزارعت جائز ہی خواہ بیج دونون مین سے کسیکی طرف سے ہون- اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین مزروعہ جسمین درختان خرما ہین دوسرے شخص کو اس شرط سے دی کہ اُسکو اپنے بیجون سے زراعت اور درختون مین کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اسمین حاصلات ہوگی وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور چند سال معلومہ کے واسطے یہ عقد مشروط قرار دیا تو یہ عقد فاسد ہی اسواسطے کہ زمین کے حق مین کاشتکار اس زمین کو نصف پیداوار پر اس شرط سے اجارہ لینے والا ہی کہ اپنے بیجون اور اپنے کام سے زراعت کرے اور درختون کے حق مین درختون کا مالک کاشتکار کو آدھی حاصلات پر اجارہ لینے والا ہی پس یہ دونون عقد بوجہ اسکے کہ ہر ایک مین معقود علیہ مختلف ہی باہم مختلف ہوئے حالانکہ ایک عقد دوسرے مین مشروط ہی اور یہ امر مفسد عقد ہی کذا فی المحیط پھر جو کچھ حاصلات ہوگی اُسمین زمین کی تمام پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دے اور بیجون کی مقدار اور تاوان کو پیداوار مین نکالکر جسقدر بڑھے اُسکو صدقہ کر دے کیونکہ یہ زیادتی اُسنے غیر شخص کی زمین سے بذریعہ عقد فاسد حاصل کی ہی اور درختون کی پوری حاصلات درختون کے مالک کی ہوگی اور سب حاصلات اُسکے واسطے پاک و حلال ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ عامل کو اُسکے کام کا اجر المثل دے اور اگر درختون کی حاصلات کی بابت دونون مین تہائی و دو تہائی کی شرط ٹھہری ہو یا کھیتی کی بابت تہائی و دو تہائی کی شرط ٹھہری ہو تو بھی حکم یہی ہوگا- اور اگر زراعت کے

[له] یہ اجر المثل واجب ہونے کی دلیل ہی ۱۲ منہ

[له] یعنی کاشتکار اول کے ذمہ واجب ہوگا ۱۲ منہ

[له] معاملہ یعنی درختوں پر دینا ۱۲ منہ

بیج مالک زمین کی طرف سے ہوں اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عقد مذکور جائز ہوگا کیونکہ اس صورت میں مالک زمین و درختان نے کاشتکار کو اس غرض سے اجارہ لیا کہ میری زمین و درختوں کا کام انجام دے پس عقد دونوں میں واحد ہوگا بدین وجہ کہ معقود علیہ واحد ہی یعنے کاشتکار کی ذات سے منفعت حاصل کرنا۔ اسیطرح اگر مالک نے کاشتکار سے شرط کر لی کہ درختوں کے پھلوں میں سے تو دسویں حصے پر اور زراعت میں سے نصف پر بٹائی ہوگی تو بھی جائز ہی اسواسطے کہ تخم مشروط کی مقدار مختلف ہونے سے عقد مختلف نہیں ہوتا ہی بلکہ معقود علیہ مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہی۔ اور اگر اپنی زمین و باغ انگور اسی طور سے شرط کر کے دوسرے شخص کو دیا تو اسکا حکم بھی ویسا ہی ہوگا جیسا کہ درختان خرما کی صورت میں مذکور ہوا ہی۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین مزروعہ جسمین درختان خرما ہیں دوسرے شخص کو دی اور کہا کہ میں تجھے یہ زمین دیتا ہوں کہ تو اپنے بیجوں اور اپنے کام سے اسمین زراعت کر بدین شرط کہ جو کچھ اسمین پیداوار ہوگی وہ ہم دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور میں تجھے یہ درخت معاملت پر اس شرط سے دیتا ہوں کہ تو ان درختوں کو سینچا کر اور نر مادی لگا اور جو کچھ اسمین سے حاصلات ہوگی وہ ہم دونوں میں نصفا نصف ہوگی یا تجھے تہائی ملیگی اور مجھے دو تہائی اور اس عقد کے واسطے چند سال معلومہ کاٹ دیدیا تو یہ جائز ہی کیونکہ اس صورت میں اُسنے ایک عقد کو دوسرے میں مشروط نہیں کیا ہی بلکہ معطوف کیا ہی اسیطرح اگر اپنی زمین اور باغ انگور دوسرے شخص کو دیا اور کہا کہ تو اس زمین میں اپنے بیجوں سے زراعت کر اور اس باغ انگور کا جو کام ہی اُسکو انجام دے کہ اسکو پیراستہ کر اور پانی دیا کر تو یہ عقد صحیح ہی کیونکہ اُسنے ایک عقد کو دوسرے میں مشروط نہیں کیا ہی کذا فے المبسوط۔

ساتوان باب

مزارعت میں خلاف شرط عمل کرنے کے بیان میں۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اس شرط سے دی کہ اسمین گیہون کی زراعت کرے تو کاشتکار کو سوائے گیہون کے دوسری چیز کا اختیار نہیں ہی اگرچہ یہ دوسری قسم کا اناج زمین کے لحاظ سے اُگنا آسان ہو اور بہ نسبت گیہون کے زمین کے حق میں کم مضر ہو اسیطرح اگر یون کہا خذ ہذہ الارض تزرعہا حنطۃ او لتزرعہا حنطۃ او قال فازرعہا حنطۃ بالفاء یعنے یہ زمین لے کہ تو اسمین گیہون کی زراعت کرے یا تاکہ تو اسمین گیہون کی زراعت کرے یا ایکر اسمین گیہون کی زراعت کر تو یہ سب شرط ہین حتے کہ اگر اُسنے سوائے گیہون کے دوسری چیز بوئی تو مخالف ہو جائیگا کذا فی خزانۃ المفتیین اور اگر یون کہا کہ وازرعہا حنطۃ بالواو یعنے یہ زمین لے اور اسمین گیہون کی زراعت کر تا پس آیا یہ شرط ہی یا مشورہ ہی تو اس مسئلہ کو کتاب المزارعۃ میں ذکر نہیں فرمایا اور کتاب المضاربۃ میں یون ذکر فرمایا ہی کہ اگر ایک شخص نے ہزار درم دوسرے شخص کو مضاربت پر دیے اور کہا کہ تو یہ درم آدھے کی مضاربت پر لے اور اسکے کوفہ میں کار کرنا تو یہ مشورہ ہی حتے کہ اگر اُسنے سوائے کوفہ کے دوسری جگہ کام کیا تو خلاف کرنے والا نہوگا۔ پس ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ واجب ہی کہ مزارعت میں بھی یہی حکم ہووے اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل رح فرماتے کہ مزارعت میں یہ لفظ شرط قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ اسکی شرط قرار دینے کی صورت میں یہ کلام تخم کی قسم کا بیان ہو جائیگا پس مزارعت قیاساً و استحساناً دونوں طرح جائز ہو جائیگی اور اگر ہم اس لفظ کو مشورہ قرار دین تو تخم کی قسم کا بیان نہوا پس مزارعت قیاساً جائز نہوگی بخلاف مضاربت کے یہ محیط میں ہی۔ ایک سال کے میعادی کاشتکار

یعنے بطور مشورہ ذکر کیا ہی ۱۲ منہ

کہ مضاربت میں مشورہ قرار دینے سے بھی مضاربت قیاساً و استحساناً جائز رہتی ہی ۱۲ منہ

نے زمین مین زراعت کی پھر سب کھیتی ٹیڑیان کھا گئین یا اکثر کھیتی کھا گئین اور کچھ تھوڑی سے بچ رہی پس کاشتکار نے چاہا کہ باقی مدت مین اسمین کوئی دوسری چیز بووے مگر مالک زمین نے اُسکو منع کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر دونون مین کسی قسم معین کے بیج بونے کی شرط پر مزارعت ٹھہری ہو تو کاشتکار کو اسکے سوائے دوسرے قسم کے بیج بونے کا اختیار نہوگا اور اگر عقد مزارعت عام ہو کہ جو چاہے بووے یا مزارعت مطلقہ ہو تو کاشتکار کو اختیار ہوگا کہ باقی مدت مین جو چاہے بووے۔ اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اگر دونون مین کسی خاص قسم کے بیج بونے کی شرط پر مزارعت ٹھہری ہو تو یہی چاہیے کہ اُسکو اختیار ہو کہ جو تخم زمین کے حق مین تخم مشروط کے مثل ہو یا اُسکی بہ نسبت ضرر مین کم ہو وہ بووے کذا فی فتاوی قاضی خان

(کوئی لفظ عام یا خاص نہ بیان کیا ہو ۱۲ منہ)

آٹھوان باب

مالک زمین و درخت کی طرف سے یا کاشتکار و عامل کیطرف سے کمی و بیشی کرنے کے بیان مین۔ اصل یہ ہی کہ اگر معقود علیہ ایسی حالت مین ہو کہ ابتداے مزارعت اسپر جائز ہو تو اُسپر بڑھانا بھی جائز ہوگا اور اگر ایسی حالت مین ہو کہ ابتداے عقد مزارعت اُسپر جائز نہو تو اُسپر زیادہ کرنا بھی جائز نہوگا کیونکہ بدل بڑھانے کا اعتبار اصل پر ہی اور اصل کسی معقود علیہ کی مقتضی ہی تاکہ اُسکے مقابلہ مین ہو پس اسیطرح زیادت بھی کسی معقود علیہ کی مقتضی ہوگی تاکہ اُسکے مقابلہ مین ہو۔ اور کمی کرنا دونون حالتون مین جائز ہی کیونکہ کمی کرنا بعض بدل کا ساقط کرنا ہی پس قیام بدل کو چاہتا ہی قیام معقود علیہ کو نہین چاہتا ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے حصہ پیداوار مین کچھ بڑھایا۔ پس اگر کھیتی پوری تیار ہوجانے اور خرما کی کیریون کی بالیدگی پوری ہوجانے سے پہلے بڑھایا تو جائز ہی کیونکہ پیداوار غلہ پر عقد مزارعت ابتدا سے جائز ہی جب تک کہ یہ پیداوار ابھرتی اور بڑھتی جاتی ہو پس عقد مین اسکی زیادتی بھی جائز ہی جیسا کہ بیع و اجارہ مین ہوتا ہی اور اگر کھیتی پوری تیار ہوجانے اور خرما کی کیریان پوری بڑھجانے کے بعد بڑھایا تو جسکی طرف سے بیج اور جسکے درخت ہین اُسکی طرف سے نہین جائز ہی اور جسکی طرف سے بیج نہین ہین اُسکی طرف سے جائز ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ بیجون کے مالک کیطرف سے زیادہ کرنا ایسی حالت مین ہی کہ ابتداے مزارعت ایسی پیداوار پر نہین جائز ہی پس بدل مین زیادہ کرنے کی تصحیح نہین ممکن ہی اسواسطے کہ معقود علیہ یعنے منافع فوت ہوچکے ہین اور یہ بھی تجویز کرنا کہ یہ حط ہی نہین ممکن ہی کیونکہ جسکی طرف سے بیج ہین وہ مستاجر ہی اور مستاجر گویا منافع کا مشتری ہی اور مشتری کی طرف سے زیادتی کو گھٹانا تجویز نہین کیا جاسکتا ہی اسواسطے کہ ثمن اُسپر ہوتا ہی اُسکا نہین ہوتا ہی پس ثمن کے مانند اس صورت مین پیداوار ہی پس اسکا حط تجویز کرنا ممکن نہوگا اور رہا وہ شخص جسکی طرف سے بیج نہین ہین وہ مواجر ہی اور مواجر کی طرف سے اجرت کا گھٹانا متصور ہی پس اُسکی طرف سے بیجون والے کو پیداوار مین سے کچھ بڑھانا یون تجویز کیا جاسکتا ہی کہ اُسنے اپنی اجرت مین سے کچھ گھٹا دیا حالانکہ گھٹا دینا معقود علیہ کے فوت ہوجانے کی حالت مین بھی جائز ہی اور ہرچند کہ کھیتی گھٹانے کے وقت مال عین تھی اور عین مال مین گھٹانا نہین صحیح ہوتا ہی لیکن عقد کے وقت یہ کھیتی عین نہ تھی پس بہ لحاظ عقد کے گھٹانا صحیح ہوا اور جسقدر اپنے حصہ مین سے گھٹا کر دوسرے کے واسطے بڑھایا ہی وہ دوسرے کی ملک ہوگیا جیسا کہ بائع نے ثمن پر قبضہ کرلیا پھر مشتری کے واسطے بعض ثمن گھٹا دیا تو صحیح ہی اگرچہ گھٹانے کے وقت ثمن مال عین ہوگیا تھا یہ محیط سرخسی رحمہ اللہ مین لکھا ہی۔ اگر دو

آدمیون نے آدھے کی بٹائی پر مزارعت یا معاملت کی اور عامل نے اپنا کام انجام دیا یہان تک کہ جو کچھ پیدا ہوا تھا
وہ حاصل ہوا پھر دونون مین سے ایک نے دوسرے کے واسطے اپنے حصہ مین سے چھٹا حصہ بڑھایا کہ دوسرے کی
دو تہائی ہوگئی اور دوسرا اس بات پر راضی ہوگیا پس اگر یہ امر کھیتی پوری تیار ہونے اور پھلون کی باڑھ پوری
ہونے سے پہلے واقع ہوا تو جائز ہی اور اگر کھیتی پوری تیار ہونے اور پھلون کے باڑہ پوری تیار ہونے کے بعد
واقع ہوا پس اگر بڑھانے والا مالک زمین ہو یا مالک درختان نے معاملہ مین بڑھایا ہو تو باطل ہی اور اگر دوسرے
نے یعنے عامل نے ایسا کیا تو جائز ہی اسیطرح اگر مالک زمین نے جسکی طرف سے بیج نہون اُسنے عامل کے واسطے
جسکی طرف بیج ٹھہرے ہین بڑھایا تو بھی جائز ہی۔ اور اگر معاملہ یا مزارعہ مین آدھے کی بٹائی کی شرط کی اور دونون نے
ایک کے ذمہ بیس درم شرط کیے تو مزارعت و معاملت فاسد ہوگی بیج چاہے جسکی طرف سے ٹھہرے ہون یا کسی
شرط کر دی ہو۔ پھر مزارعت کی صورت مین تمام پیداوار بیج والے کی ہوگی اور معاملت مین تمام حاصلات مالک
درختان کی ہوگی۔ اسیطرح اگر ایک نے دوسرے کے واسطے بیس قفیز بڑھا دینے کی شرط کی تو بھی یہی حکم ہی

یہ مبسوط مین ہی

نوان باب۔ کھیتی پوری تیار ہونے سے پہلے یا درختون کے پھل کیری ہونے کی حالت مین مالک
زمین کے مرجانے یا مدت گذر جانے کے بیان مین اور جو اسکے متصلات ہین کہ کاشتکار یا عامل کے مرجانے
یا مدت عقد کے اندر مرجانے کے بیان مین اور اس باب مین کھیتی کے خرچہ کے بعضے مسائل داخل ہین۔
اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین مزارعت پر دی اور بیج کاشتکار کیطرف سے ٹھہرے ہین پھر کھیتی تیار
ہو کر کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے اُسکے اُگنے کے بعد مالک زمین مرگیا تو بدلیل قیاس یہ حکم ہی کہ عقد مزارعت
ٹوٹ جاوے اور وارثان مالک کو یہ اختیار ہو کہ اپنی زمین لے لین اور استحساناً یہ حکم ہی کہ کھیتی کٹنے کے وقت تک
عقد مزارعت باقی رہیگا اور یہ نہوگا کہ از سر نو اجارہ ثابت ہو جاوے اور وارثان مالک زمین کو تین طرح کا اختیار
ہو جاوے چاہین تو کھیتی کو اُکھاڑین اور اُکھاڑی ہوئی کھیتی ان لوگون مین مشترک ہوگی یا چاہین تو قاضی کے
حکم سے زراعت کا خرچہ اُٹھاوین حتے کہ تمام خرچہ حصہ رسد کاشتکار سے واپس لینگے یا چاہین تو کاشتکار کو اُسکا حصہ
زراعت تاوان دیدین پس کھیتی وارثون کی ہو جائیگی۔ یہ سب اُس صورت مین ہی کہ کھیتی کرنے کے بعد مالک
زمین مرگیا اور اگر کھیتی بونے سے پہلے مرگیا مگر کاشتکار نے زمین مین کچھ درستی کر دی تھی مثلاً زمین کو گوڑ دیا تھا
اور اسکی نہرین کھود دی تھین اور مسناۃ درست کر دی تھین پھر مالک مرگیا تو مزارعت ٹوٹ جائیگی اور کاشتکار
کے ان کامون کی نگاہداشت کے واسطے یہ نہوگا کہ عقد باقی رہے اور اگر مالک زمین کھیتی بونے کے بعد اُگنے
سے پہلے مرگیا پس آیا مزارعت باقی رہیگی یا نہین سو اسمین مشائخ رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہی۔ اور اگر ایسی
صورت مین مالک زمین نے انتقال نہ کیا لیکن یہ صورت ہوئی کہ کاشتکار نے بونے مین تاخیر کی یہان تک کہ
سال کے آخر مین اُسنے کھیتی بوئی اور سال گذرا حالانکہ کھیتی ہنوز ساگا تھی قابل کاٹنے کے نہ تھی پھر مالک زمین نے
چاہا کہ کھیتی کو اُکھاڑ ڈالے اور کاشتکار نے روکا تو مالک زمین کو اُکھاڑ ڈالنے کا اختیار نہوگا اور کھیتی مین کاشتکار
کے حق کی نگاہداشت کے واسطے ان دونون کے درمیان آدھی کھیتی مین کھیتی کٹ جاتے کے وقت تک

حکماً اجارہ ثابت ہو جائیگا حتے کہ کاشتکار مالک زمین کو اس زمین کا آدھا اجر المثل دیگا - اور درصورتیکہ مالک زمین
نے پٹہ کی میعاد کے درمیان مین انتقال کیا اور کاشتکار نے کہا کہ مین کھیتی نہین اُکھاڑونگا تو از سر نو اجارہ
ثابت نہو جائیگا بلکہ عقد مزارعت باقی رہیگا حتے کہ کاشتکار وارثان مالک زمین کو اجر المثل کچھ نہ دیگا اور کھیتی کاٹنے
کے قابل ہونے کے وقت تک دونون پر اُسکا کام آدھا آدھا لازم ہوگا اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے حکم کے ہے
کہ مالک زمین نے سال کے بیچ مین انتقال کیا حالانکہ اُسوقت تک کھیتی ساگا تھی تو پورا کام کاشتکار پر واجب ہوگا
حتے کہ اُسپر کھیتی اُکھاڑ لینا لازم نہین ہے بلکہ زمین کا نصف اجر المثل لازم ہوگا - اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ کاشتکار
نے کھیتی اُکھاڑ لینے کا ارادہ نکیا اور اگر کاشتکار نے کھیتی اُکھاڑنے کا ارادہ کیا تو مالک زمین کو وہی تین اختیارات
حاصل ہونگے جو ہمنے صورت اول مین وارثان مالک زمین کے حق مین بیان کیے ہین - اور واضح ہو کہ درصورتیکہ
کھیتی ساگا ہونے کی حالت مین مالک زمین نے درمیان میعاد مین انتقال کیا اور صورتیکہ کھیتی ساگا ہونے کی
حالت مین مدت مزارعت گذر گئی ان دونون صورتون مین فرق ہے چنانچہ موت کی صورت مین فرمایا ہے کہ اگر وارثون
نے بحکم قاضی کھیتی کا خرچہ اُٹھایا تو حصہ رسد تمام خرچہ کاشتکار سے واپس لینگے اور مدت گذر جانے کی صورت مین
فرمایا ہے کہ اگر مالک زمین نے بحکم قاضی کھیتی کا خرچہ اٹھایا تو کاشتکار سے بقدر حصہ رسد نصف قیمت واپس لیگا - اور
اگر عقد معاملہ کی صورت مین پھل اچھے ہونے کی حالت مین پٹہ کی میعاد گذر گئی اور عامل نے کچے پھل توڑنے
سے انکار کیا تو بغیر اجارہ کے یہ درخت اُسکے پاس چھوڑے جاوینگے بخلاف اسکے اگر عقد مزارعت کی صورت
مین کھیتی ساگا ہونے کی حالت مین پٹہ کی میعاد گذر گئی تو یہ زمین کاشتکار کے پاس باجرت چھوڑی جاویگی یہ
محیط مین ہے - اور اگر مزارعت مین بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور کاشتکار نے زراعت کی پھر کھیتی کے تیار
ہوکر کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے کاشتکار مرگیا اور اُسکے وارثون نے کہا کہ ہم لوگ سابق دستور کا زراعت
انجام دینگے تو اُنکو یہ اختیار ہے اسواسطے کہ وہ لوگ اپنے مورث کے قائم مقام ہین اور اُنکے واسطے کچھ اُجرت
نہوگی اور نہ اُنپر کچھ اُجرت واجب ہوگی - اور اگر اُنھون نے کہا کہ ہم کام نہین کرتے ہین تو اُنپر جبر نہ کیا جائیگا
اور مالک زمین سے کہا جائیگا (یعنے مین کاشتکار ۱۲ منہ) کہ تو کھیتی اُکھاڑ لے وہ تیرے اور وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی
یا ان لوگون کو انکے حصہ زراعت کی قیمت دیدے یا کھیتی مین انکے حصہ کا خرچہ اُٹھا اور تیرا خرچہ ان لوگون کے
حصہ پیداوار مین سے وصول ہوگا - اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور جب کھیتی ساگا ہوئی تب ہی
مزارعت کی میعاد گذر گئی تو دونون مین سے جو شخص دوسرے کے غائب ہونے کی حالت مین کھیتی کی بابت
کچھ خرچ کریگا وہ اس خرچہ مین متطوع قرار دیا جائیگا اور مالک زمین کا کاشتکار کے ذمہ کچھ بوتہ واجب نہوگا - اور
(یعنے دوسرے سے اسکے حصے کے موافق واپس نہین لے سکتا ہے ۱۲ منہ)
اگر مالک زمین کے غائب ہونے کی حالت مین کاشتکار نے یہ امر قاضی کے سامنے پیش کیا تو قاضی اُسکو
حکم دیگا کہ اپنے دعوی کے گواہ پیش کرے - پھر اگر گواہ پیش کرنے مین تاخیر ہوئی اور کھیتی خراب ہو جانے کا
خوف ہوا تو قاضی اُس سے فرمادیگا کہ اگر تو سچا ہے تو مین نے تجھے کھیتی کی درستی مین خرچ کرنے کا حکم دیا پس
اسطرح حکم دینے سے نظر اصلاح حاصل ہو جائیگی اسواسطے کہ اگر کاشتکار مذکور سچا ہوگا تو حکم مذکور اپنے موقع پر
ہوا اور اگر جھوٹا ہوگا تو قاضی کی طرف سے کوئی حکم ثابت نہوا - اور قاضی کاشتکار پر نصف زمین کا اجر المثل

۵ یعنے وارثان اور کاشتکار نے ۱۲ منہ

۶ یعنے عقد مزارعت مین آدھے کی بٹائی ٹھہری تھی ۱۲ منہ

لازم کریگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین اور اپنے بیج کسی کاشتکار کو دیے کہ اس سال اسمین بدین شرط
زراعت کرے کہ پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی پس کاشتکار نے زراعت کی اور ہنوز کھیتی کاٹنے کے
لائق نہوئی تھی کہ کاشتکار چھوڑ کر بھاگ گیا پھر مالک زمین نے بحکم قاضی کھیتی کے کام مین خرچ کیا یہان تک کہ
کھیتی تیار ہوئی پھر کاشتکار آیا تو جب تک مالک زمین کو اسکا پورا خرچہ نہ دے تب تک کاشتکار کو کھیتی مین سے
لینے کی کوئی راہ نہوگی۔ اور واضح ہو کہ قاضی مالک زمین کو خرچہ کا حکم ندیگا جب تک کہ مالک زمین اپنے قول
کے گواہ پیش نہ کرے کیونکہ مالک زمین یہ دعوی کرتا ہی کہ قاضی کو لازم آتا ہی کہ اس کھیتی کی بابت بنظر اصلاح
خرچ کرنے کا حکم فرما دے حالانکہ قاضی اسکا باعث نہین جانتا ہی پس اسکو اس بات کے واسطے گواہ پیش کرنے
کا حکم دیگا اور حال کھلنے کے واسطے ایسے گواہ اس مدعی کی طرف سے بغیر خصم کے قبول کریگا یا خود قاضی اسمین
خصم ہوگا جیسا کہ ودیعت اور لقطہ کی صورت مین خرچہ نفقہ کے دعوی مین ہوتا ہی[مدعا علیہ] پھر جب اسنے گواہ قائم کیے تو
قاضی کا اسکو خرچہ کا حکم دینا مثل مستودع کو خرچہ اور لقطہ کا حکم دینے کے ہوگا پس اسکو اختیار حاصل ہوگا کہ جو کچھ
اسنے خرچ کیا ہی وہ سب واپس لے کذا فی المبسوط اور اگر دونون نے مقدار خرچہ مین اختلاف کیا تو مزارع کا
قول قبول ہوگا مگر مزارع سے اسکے علم پر قسم لیجائیگی کذا فی المحیط اور اگر کاشتکار بھاگ نہ گیا بلکہ یہ صورت ہوئی کہ
کھیتی پوری تیار ہونے سے پہلے مزارعت کی میعاد گذر گئی حالانکہ کاشتکار غائب ہی تو قاضی مالک زمین سے
فرمائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو تو اپنے خرچہ سے کھیتی کو تیار کر پھر جب کھیتی کاٹنے کے لائق ہو جائیگی تو کاشتکار جب تک
تیرا خرچہ ندیگا تب تک کھیتی کو ہاتھ نہین لگا سکیگا اور اگر اسنے تیرا خرچہ دینے سے انکار کیا تو مین اسکا حصہ زراعت
فروخت کر کے اسکے ثمن مین سے تیرا خرچہ دیدونگا اور اگر اسکا حصہ زراعت تیرا خرچہ ادا ہونے کے واسطے
کافی نہوگا تو تیرا اس سے زیادہ اسپر کچھ نہوگا۔ پھر اگر کاشتکار نے مالک زمین کو اسکا خرچہ دینے سے انکار کیا تو
قاضی اسکا حصہ فروخت کریگا۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم بنا بر قول صاحبین رح کے ہی اور امام اعظم رح کے
نزدیک قاضی اسکا حصہ زراعت فروخت نکریگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ نہین بلکہ یہ حکم بالاجماع سب کے نزدیک
ہی اور ان مسائل مین دونون مین سے کوئی شخص جو کچھ کھیتی اسکے حصہ مین آئی ہی اسمین سے کچھ صدقہ نکریگا
کیونکہ جس سبب سے ہر ایک کو اپنا حصہ ملا ہی اسمین کوئی خبث و فساد متمکن نہین ہوا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی
اگر مزارعت کی میعاد گذر گئی حالانکہ ہنوز کھیتی سبزا گا ہی اور کاشتکار یا مالک دونون مین سے کوئی غائب ہی پس
اگر مالک زمین غائب ہو اور کاشتکار نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا تاکہ قاضی اسکو حکم دے کہ کھیتی کی درستی
مین اپنے پاس سے خرچ کرے تو قاضی اسکو حکم ندیگا جب تک کہ اس دعوے کے گواہ نہ لاوے کہ یہ کھیتی
میرے اور فلان غائب کے درمیان مشترک ہی پس جب اسنے اس دعوے کے گواہ قائم کیے تب اسکو
خرچ کرنے کا حکم دیگا اور ان گواہون کی سماعت کرنا اسواسطے نہین ہی کہ غائب پر حکم فرما دے چنانچہ اگر مالک
زمین نے حاضر ہوکر شرکت سے انکار کیا اور کہا کہ یہ زمین اور کھیتی سب میری ہی تو نے مجھ سے غصب کر لی ہی
تو کاشتکار کو اس سے اپنا خرچہ واپس لینے کا حق حاصل نہوگا جب تک کہ دوبارہ اس بات کے گواہ پیش
نہ کرے کہ یہ کھیتی ہم دونون مین مشترک ہی بلکہ اس گواہی کی سماعت فقط اسوجہ سے ہی کہ حفاظت قاضی کے

ذمہ واجب ہی کیونکہ مدعی نے جو دعوے کیا اُس سے مراد یہ ہی کہ قاضی پر حفاظت واجب ہی اسوجہ سے کہ غائب کے مال
کی حفاظت کرنا قاضی پر واجب ہی پس قاضی کو اختیار رہا کہ مدعی کے محض دعوے پر یہ بات اپنے ذمہ لازم نہ کرے
تاوقتیکہ مدعی اپنے دعوی کے گواہ قائم نہ کرے۔ پھر گواہ قائم کرنے سے پہلے قاضی کو اختیار ہی چاہے اُسکو اسطرح
حکم دیدے کہ اگر یہ واقعہ ایسا ہی ہی جیسا تو بیان کرتا ہی تو مین نے تجھے خرچ کرنے کا حکم دیا اور گواہ قائم کرنے کے بعد
اُسکو مطلقاً حتماً خرچ کرنے کا حکم دیگا اور فرمائیگا کہ تو خرچ کر۔ اور اگر گواہ قائم کرنے سے پہلے قاضی کو کھیتی خراب ہوجانے کا
خوف ہوا تو قاضی اُسکو شرطیہ خرچ کرنے کا حکم دیگا (یعنے بلا شرط ہو یعنے قاضی پر واجب ہوجائیگا) جیسا کہ ہمنے بیان کیا ہی (یعنے اگر بات یون ہی جیسی تو بیان کرتا ہی
تو مین نے تجھے خرچ کرنے کا حکم دیا) اور واضح ہو کہ قاضی نے جو فرمایا کہ اگر یہ واقعہ ایسا ہی ہی جیسا تو بیان کرتا ہی اسکی
مراد یہ ہی کہ اگر یہ کھیتی فلان شخص اور تیرے درمیان مشترک ہی تو مین نے تجھے خرچ کرنے کا حکم کیا یہ ذخیرہ مین ہی۔
اور فتاوے عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر اُسنے بغیر حکم قاضی کے خرچ کیا تو متبرع قرار دیا جائیگا اور کاشتکار پر آدھی زمین
کا اجر المثل واجب نہوگا اسیطرح اگر غائب نے حاضر ہوکر اسکے خرچ کرنے سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر
مدت مزارعت گذرنے سے پہلے کاشتکار غائب ہوگیا تو قاضی کے حکم سے جو شخص حاضر ہی یعنے مالک زمین خرچ
کریگا اور جو کچھ خرچ کیا ہی وہ سب کاشتکار سے واپس لیگا خواہ کھیتی رہے یا تلف ہوجاوے۔ اسیطرح اگر کاشتکار
تنگدست ہو اُسکے پاس خرچ کرنے کو نہو تو بھی یہی حکم ہی جو ہمنے بیان کیا ہی اور اگر اُسنے بغیر حکم قاضی خرچ کیا تو
متبرع قرار دیا جائیگا اور اگر کاشتکار خوش حال ہو تو خرچ کرنے پر مجبور کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر
مزارعت کی مدت گذر گئی حالانکہ کھیتی ساگا ہی اور مالک زمین نے کھیتی اُکھاڑنی چاہی اور کاشتکار نے انکار کیا
تو جو اختیارات کہ مالک زمین کو حاصل ہوئے ہین وہ کاشتکار کو حاصل نہونگے چنانچہ اگر کاشتکار نے کہا کہ
مین مالک زمین کے حصہ زراعت کی قیمت اُسکو دیے دیتا ہون تو بدون رضامندی مالک زمین کے ایسا
اختیار نہین رکھتا ہی اور اگر کاشتکار نے اُکھاڑنی چاہی اور مالک زمین نے اُسکو اُسکے حصہ کی قیمت دینی چاہی
تو بدون رضامندی کاشتکار کے اُسکو یہ اختیار ہی اور فرق یہ ہی کہ مالک زمین صاحب اصل ہی اور کاشتکار
صاحب تبع ہی اور مالک اصل بدون رضامندی صاحب تبع کے تابع کا مالک ہوجاسکتا ہی اور صاحب تبع
بدون رضامندی صاحب اصل کے اصل کا مالک نہین ہوسکتا ہی کذا فی المحیط

دسوان باب

دو شریکون مین سے ایک کی زمین مشترک مین مزارعت کرنے اور غاصب
کی زراعت کرنے کے بیان مین۔ اگر اراضی چند لوگون مین مشترک ہو اور بعض نے بعض زمین بقصد
خود اپنے بیجون سے زراعت کی اور بعض نے سب کے مشترک پانی مین سے سینچنے کے واسطے لیا اور اسیطرح
چند سال تک زمین مشترک رہی اور یہ سب باتین شریکون کے بغیر اجازت واقع ہوئین پس اگر یہ زمین جو
اُسنے اپنی کھیتی مین لگائی ہی اتنی ہو کہ اگر بالفرض مہایاۃ واقع ہوتی تو اتنی ہی زمین اُسکے حصہ مین آتی یا
اس سے پہلے مہایاۃ کرتے ہون اور اُسکے شریکون نے تقسیم کی درخواست نہ کی ہو تو جسقدر زمین اُسنے
اپنے کام مین لگائی ہی اُسکی بابت اُسپر ضمان واجب نہوگی اور جو کچھ اُسنے اس زمین شرکت مین حاصل کیا ہی
اُسمین اُسکے شریک لوگ شرکت نہین کرسکتے ہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ امام ابو یوسف رح سے مروی ہی

کہ اگر کسی مسلمان کاشتکار کو اپنی زمین دی اور اجازت دیدی کہ اسمین کھیتی کرے پس اُسنے زراعت کی پھر مالک زمین نے چاہا کہ کاشتکار کو نکال دے تو جائز نہین ہی[یعنے عاریت دی ۱۲] اسواسطے کہ مسلمان کو تغریر دینا حرام ہی۔ اور اگر اُس سے مالک زمین نے کہا کہ اپنا بیج اور خرچہ لے لے اور کھیتی میری ہو جائیگی اور کاشتکار اُسپر راضی ہو گیا پس اگر کھیتی اُگنے سے پہلے ایسا ہوا تو جائز نہین ہی۔ اسواسطے کہ اُگنے سے پہلے کھیتی کی بیع نہین جائز ہی خواہ بیج زمین مین موجود ہون یا تلف ہو گئے ہون دونون صورتون مین کچھ فرق نہین ہی یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔

ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین زراعت کی اور مالک زمین کو پہلے معلوم نہوا اور اُسوقت معلوم ہوا کہ کھیتی کاٹنے کی لائق تھی پھر جسوقت معلوم ہوا وہ اُسوقت راضی ہو گیا یا ایک مرتبہ یہ کہا کہ مین نہین راضی ہوتا ہون پھر کہدیا کہ مین راضی ہو گیا تو کاشتکار کے واسطے کھیتی حلال ہو گی اسکو خانیہ مین صحیح بیان فرمایا ہی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ حکم بدلیل استحسان ہی اور ہم اسکو لیتے ہین یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر تین مردون نے ایک زمین آدھے کی بٹائی پر زراعت کیواسطے لی اور انمین سے ایک غائب ہو گیا پھر باقی دونون نے تھوڑی زمین مین گیہون کی زراعت کی پھر تیسرا حاضر ہوا اور اُسنے باقی زمین مین جَو بوئے پس اگر ان لوگون نے ہر ایک کی اجازت سے ایسا کیا تو گیہون ان سب مین مشترک ہونگے مگر مالک زمین کا حصہ نکالنے کے بعد جن دونون نے گیہون بوئے ہین وہ تیسرے سے مقدار بیج مین سے بقدر تہائی کے اُسکے حصہ پیداوار مین سے لے لینگے اسیطرح جَو بھی ان سب مین مشترک ہونگے اور مالک زمین کا حصہ نکالنے کے بعد تیسرا شخص دونون کے حصہ پیداوار مین سے بیجون کا حصہ بقدر دو تہائی کے لے لیگا۔ اور اگر ان لوگون نے اسطرح زراعت باہمی اجازت سے نکی ہو تو گیہون مین سے ایک تہائی مالک زمین کی ہو گی اور دو تہائی دونون کاشتکارون کی اور دونون کاشتکار تہائی زمین کا نقصان مالک زمین کو تاوان دینگے اور تہائی پیداوار دونون کے واسطے حلال ہو گی اور باقی تہائی مین سے اپنا خرچہ نکالکر باقی کو صدقہ کر دینگے اسواسطے کہ اسمین سے بقدر دو تہائی کے انکا حصہ تھا جسکو اُنھون نے بویا ہی پس وہ تو موافق شرط کے حلال رہا اور باقی ایک تہائی مین دونون غاصب ہوئے پس اس مغصوب کی پوری پیداوار انھین دونون کی ہو گی۔ رہا تیسرا کاشتکار پس اُسکو جَو کی پیداوار مین سے پانچ چھٹے حصے ملینگے اور چھٹا حصہ مالک زمین کو ملیگا کیونکہ اُسنے اسمین سے دو تہائی بطور غصب کے بوئی ہی پس اُسکی پیداوار اُسیکی ہو گی اور ایک تہائی اُسنے حق طور سے بوئی ہی پس اُسمین سے بھی آدھا موافق شرط کے اُسکا ہو گا اور جتنی زمین اُسنے بوئی ہی اُسمین سے دو تہائی زمین کا نقصان مالک زمین کو تاوان دیگا پس اُسکی پیداوار مین سے بقدر تاوان و خرچہ کے نکالکر باقی کو صدقہ کر دیگا یہ فتاوی کبرے مین ہی۔ اگر غاصب کے زراعت کرنے سے زمین مغصوبہ مین نقصان آگیا پھر مالک زمین کے فعل سے یہ نقصان زائل ہو گیا تو غاصب بالکل بری نہو گا۔ اور اگر بدون مالک کے فعل کے زائل ہو گیا ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ اگر مالک زمین کو واپس دینے سے پہلے زائل ہوا ہو تو غاصب بری ہو گا اور اگر واپس دینے کے بعد زائل ہوا ہو تو بری نہو گا۔ اور بعضون نے فرمایا کہ دونون صورتون مین بری ہو جائیگا اور اسی پر فتوے ہی جیسا کہ مبیع کے عیب

ف: اس صورت میں ہر ایک کی زراعت تمام ہو یا بعض ہو ہر صورت ۱۲

زائل ہوجانے کی صورت مین حکم ہی یہ غیاثیہ مین ہی- اگر ایک شخص نے ایک زمین دوسرے کو مزارعت پر دی اور بیج کاشتکار کے ذمہ شرط کیے پس مزارع نے اُسمین زراعت کی پھر ایک شخص نے آکر استحقاق ثابت کرکے زمین لے لی تو زمین کو بدون زراعت کے لیگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ کھیتی اُکھاڑنے کے واسطے حکم کرے اگرچہ زراعت مذکور ہنوز سا گا ہوا ور یہ نہوگا کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے تک زمین مذکور کاشتکار کے پاس اجارہ پر چھوڑی جاوے اور اُکھڑی ہوئی کھیتی اس دینے والے اور کاشتکار کے درمیان نصفا نصف ہوگی پھر کاشتکار کو اختیار ہی چاہے اُکھڑی ہوئی آدھی کھیتی لینے پر راضی ہوجاوے اور اس سے زیادہ اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے تو اُکھڑی ہوئی کھیتی اُس شخص کو جسنے زمین دی تھی دیدے اور اُس سے اپنے حصہ کی قیمت اس حساب سے کہ اسقدر زراعت اُسکی زمین مین ثابت ہی نہ غیر کی زمین مین ہے لے اور اس قول کے معنی یہ ہین کہ ایسی کھیتی مین سے جسکو زمین مین برقرار رہنے کا حق ثابت ہی اپنے حصہ کی قیمت لے لے کذا فی المحیط پھر امام اعظم رح کے قول کے موافق جس شخص نے استحقاق ثابت کیا ہی وہ اس زمین کا نقصان فقط کاشتکار سے لیگا اور کاشتکار یہ تاوان اُس شخص سے جسنے اُسکو یہ زمین دی ہی واپس لیگا اور یہی امام ابو یوسفؒ کا دوسرا قول ہی اور اول قول امام ابو یوسف کے موافق اور امام محمد رح کے قول کے موافق صاحب استحقاق کو اختیار ہی چاہے زمین دینے والے سے نقصان لے یا کاشتکار سے لے پس اگر اُسنے کاشتکار سے لیا تو کاشتکار اُسکو زمین دینے والے سے واپس لیگا اور یہ غصب العقار کے مسئلہ پر مبتنی ہی کذا فی المبسوط- اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور اگر زمین دینے والے کیطرف سے بیج ٹھہرے ہون اور صاحب استحقاق نے زمین لے لی اور ان دونون کو اُسنے کھیتی اُکھاڑنے کا حکم کیا اور دونون نے کھیتی اُکھاڑی تو کاشتکار کو اختیار ہوگا چاہے اُکھڑی ہوئی آدھی کھیتی لینے پر راضی ہوجاوے اور اسکے سوا اُسکو کچھ نہ ملیگا یا چاہے تو اُکھڑی ہوئی کھیتی دینے والے کو دیدے اور فقیہ ابو بکر بلخی رح کے قول پر اُس سے اپنا اجر المثل لے لے اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ کے قول پر اُس سے اپنے حصہ زراعت کی قیمت لے لے اور اگر صاحب استحقاق نے مزارعت کی اجازت دیدی تو اس صورت کو امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر نہین فرمایا ہی اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ اسکا حکم تفصیل کے ساتھ ہی یعنے اگر بیج زمین دینے والے کی طرف سے ہون تو صاحب استحقاق کی اجازت کچھ کارآمد نہوگی اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو مزارعت سے پہلے اُسکی اجازت صحیح ہوگی اور بعد مزارعت کے اُسکی اجازت صحیح نہوگی اور یہ صورت ایسی ہوگئی کہ ایک شخص نے دوسرے کا دار کرایہ پر دیدیا پھر مالک دار نے اجارہ کی اجازت دیدی پس اگر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے اجازت دی تو جائز ہی اور اگر مدت گذرنے کے بعد اجازت دی تو نہین جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- منتقی مین مذکور ہی کہ ابو سلیمان نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہی- کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کرکے ایک شخص کو ایک سال کے واسطے مزارعت پر دی پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور کاشتکار نے اُسمین زراعت کی اور ہنوز کھیتی اُگی نہ تھی کہ مالک زمین نے مزارعت کی اجازت دیدی تو اُسکی اجازت جائز ہی اور جو کچھ زمین مین پیدا ہو

وہ مالک زمین اور کاشتکار کے درمیان اُسی شرط سے جو غاصب نے ٹھہرائی ہی مشترک ہوگا اور اُسپر کچھ ضمان واجب نہوگی لیکن اگر مالک زمین کی اجازت سے پہلے کچھ نقصان آیا ہو تو بقیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ کے کاشتکار یہ نقصان مالک زمین کو تاوان دیگا اور بقول امام محمد رح کے مالک زمین کو اختیار ہی چاہے کاشتکار سے یہ نقصان تاوان لے یا غاصب سے اور اگر کھیتی اُگی ہے کہ ایسی ہوگئی کہ اُسکی کچھ قیمت ہی پھر مالک زمین نے اجازت دی تو مزارعت جائز ہوجائیگی اور پھر مالک کو بعد اجازت دینے کے مزارعت توڑنے کا اختیار نہوگا لیکن مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا اور جو کچھ اُسمین غلہ پیدا ہوگا وہ سب کاشتکار و غاصب کے درمیان مشترک ہوگا اور قولہ پھر مالک زمین نے اجازت دی تو مزارعت جائز ہوجائیگی اسکے یہ معنی ہین کہ اجازت دینے کے بعد مالک زمین کو یہ اختیار نہوگا کہ کاشتکار سے کھیتی اُکھاڑ لینے اور زمین خالی کر دینے کا مطالبہ کرے اور قبل اجازت دینے کے اُسکو ایسا اختیار تھا اور یہ معنی نہین ہین کہ کھیتی مالک زمین کی ہوجائیگی ۔ اور نیز منتقی مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کرکے کسیکو آدھے کی بٹائی پر دی اور بیج غاصب کی طرف سے ٹھہرے پھر مالک زمین نے مزارعت کی اجازت دیدی اور یہ اجازت قبل زراعت کے یا بعد زراعت کے واقع ہوئی تو اجازت باطل ہی حتے کہ مالک زمین کو زراعت مین سے کچھ نہ ملیگا اور موافق اشارہ شیخ الاسلام کے اسکے معنی یہ ہین کہ جب بیج غاصب کی طرف سے ہوئے تو عقد مزارعت بحق مستحق واقع نہوا اور منتقی مین فرمایا کہ زمین مذکور بعد اجازت کے غاصب و کاشتکار کے پاس بمنزلۂ عاریت کے ہوگی اور اگر اجازت دینے کے بعد مالک نے چاہا کہ اپنی اجازت سے پھر جاوے اور زمین لے لے پس اگر کاشتکار نے ہنوز زراعت نہ کی ہو تو اُسکو ایسا اختیار ہی اور اگر کاشتکار قبل اجازت کے زراعت کرچکا ہو اور بعد اجازت کے اُگی ہو یا اُسنے بعد اجازت کے زراعت کی اور وہ اُگی ہو یا بعد اجازت کے زراعت کی اور ہنوز نہ اُگی ہو تو ان صورتون مین مالک کو ایسا اختیار نہوگا کیونکہ اُسکے رجوع کرجانے مین مسلمان کے حق مین تغریر ہی اور یہ حرام ہی ۔ اسیطرح اگر کھیتی مین بالیان آجانے کے بعد مالک نے مزارعت کی اجازت دی ہو حالانکہ ہنوز کھیتی قابل کاٹنے کے نہوئی تھی پھر مالک نے اپنی اجازت سے رجوع کرنا چاہا تو اُسکو ایسا اختیار نہوگا و لیکن غاصب سے کہا جائیگا کہ کھیتی جب تک کاٹنے کے قابل ہو تب تک تو اسکی زمین کے اجر المثل کا ضامن ہو اور غاصب و کاشتکار مین جسطرح عقد مزارعت تھا اُسیطرح رہیگا ۔ اور اگر غاصب نے کہا کہ مین فقط اپنے حصہ زراعت کے حساب سے اجر المثل تاوان دینے کا ضامن ہونگا تو اس سے زیادہ کے واسطے مجبور نکیا جائیگا اور کاشتکار سے کہا جائیگا کہ تو بقدر اپنے حصہ زراعت کے اجر المثل کا ضامن ہو پس اگر دونون نے تاوان اجر المثل قبول کیا اور دونون راضی ہوگئے تو کھیتی کاٹنے کے قابل ہونے تک کا زراعت غاصب و کاشتکار دونون کے ذمہ ہوگا اسواسطے کہ جسوقت غاصب نے پوری اجرت دینے سے انکار کیا تو ایسا ہوگیا کہ گویا دونون نے کسی غیر کی زمین مین یہ زراعت کی ہی ۔ اور اگر غاصب نے کہا کہ مین اجر المثل کچھ نہ دونگا اور مین اپنی کھیتی اُکھاڑے لیتا ہون تو کاشتکار کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے ساتھ اپنا حصہ بھی اُکھاڑ لے یا زمین کا اجر المثل اپنے مال سے ادا کرکے خود مع اپنے مزدور دن

کے زراعت کا کام کرے پھر جب کھیتی کاٹی جاوے تو غاصب کا حصہ نکال کر اُسمین سے جسقدر کاشتکار نے غاصب کے حصہ کا اجر المثل اور مزدورون کی مزدوری دی ہے وہ کاشتکار سے لیگا اور جو بڑھیگا وہ غاصب کا ہوگا اور اسمین سے عاملون کی اجرت نہ لیگا - اور اگر کاشتکار نے کہا کہ مین کچھ تاوان اجر المثل نہین اُٹھاتا ہون اور نہ اسمین کوئی کام کرونگا بلکہ مین کھیتی اُکھاڑے لیتا ہون پس اگر غاصب نے بھی اُسکے ساتھ اتفاق کیا تو دونون کھیتی اُکھاڑ کر خالی زمین اُسکے مالک کو سپرد کردین اور اگر غاصب نے اس سے انکار کیا تو غاصب کو اختیار ہوگا کہ زمین کا اجر المثل اپنے مال سے ادا کرے اور اُس سے کہا جائیگا کہ تو خود اپنے مزدورون کے ساتھ کار زراعت انجام دے یہان تک کہ کھیتی کاٹی جاوے پھر تو حصہ کاشتکار مین سے جسقدر تو نے اُسکی طرف سے تاوان زمین اور مزدورون کی مزدوری دی ہے لے لینا اور تیرے حق مین سب وہی باتین ہونگی جو پہلی صورت مین کاشتکار کے واسطے مذکور ہوئی ہین اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ بہ قضاء قاضی ہو - اور اگر دونون مین سے کسی نے بغیر حکم قاضی اور بغیر اجازت دوسرے کے ایسا کیا تو وہ متطوع قرار دیا جائیگا اور دوسرے کو اُسکا حصہ زراعت پورا دیا جائیگا - اور دونون مین سے کسی پر یہ واجب نہوگا کہ جسقدر اُسکو زراعت مین سے حصہ ملا ہے اُسمین سے صدقہ کردے لیکن غاصب کے واسطے مالک کی اجازت سے پہلے جو کچھ حصہ زراعت واجب ہوا ہے وہ حاصلات غصب ہے اسکا یہ حکم نہین ہے - اور اگر تخم ریزی سے پہلے مالک زمین نے مزارعت کی اجازت دیدی پھر کاشتکار نے تخم ریزی کی لیکن بیج نہ اُگے اور اسی حال مین مالک زمین نے اپنی زمین لینی چاہی پس کاشتکار نے کہا کہ مین مزارعت چھوڑے دیتا ہون اور مجھے کام کرنے کی ضرورت نہین ہے اسواسطے کہ بیج نہین اُگے - اور غاصب نے کہا کہ مین مزارعت باقی رکھونگا اسواسطے کہ جب بیج زمین مین ڈالا گیا تو فی الحال عقد ہو لیا ہے تو غاصب سے کہا جائیگا کہ کھیتی کاٹنے تک تجھ پر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا پس اگر وہ اسپر راضی ہوگیا تو کاشتکار پر واجب ہوگا کہ مزارعت کو موافق اشتراط غاصب کے پورا کرے اور تمام اجرت غاصب پر واجب ہوگی اور حصہ کاشتکار مین سے کچھ اجرت واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر غاصب نے کہا کہ مین زمین کا اجر المثل نہ دونگا اور اپنا بیج لے لونگا یعنے مالک زمین سے لے لونگا - تو کاشتکار سے کہا جائیگا کہ تجھے اختیار ہے چاہے مزارعت باطل کرکے غاصب کو اُسکا بیج دیدے اور مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دیدے اور اگر چاہے تو تجھ پر زمین کا اجر المثل کھیتی کاٹنے کے وقت تک واجب ہوگا پس اگر وہ اسپر راضی ہوگیا تو مزارعت جائز ہوگی اور بیجون والے کو اپنے بیج لینے کی کوئی راہ نہوگی اور کاشتکار نے جو کچھ زمین کا اجر المثل تاوان دیا ہے اُسمین متطوع قرار دیا جائیگا اور مزارعت یعنی حاصلات زراعت دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور جسقدر اناج دونون مین سے ہر ایک کے حصہ مین آویگا اسمین سے کوئی کچھ صدقہ نکریگا یہ محیط و ذخیرہ مین ہے اگر کسی شخص نے بیج غصب کرکے اپنی زمین مین بوئے تو ان بیجون کے اُگنے سے پہلے بیجون کے مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کے فعل کی اجازت دیدے اسواسطے کہ بیج اُگنے سے پہلے زمین مین قائم ہے پس اسکا اعتبار اسطرح ہوگا کہ گویا زمین کے اوپر رکھا ہے - اور بیج اُگنے کے بعد اگر اُسنے اجازت دی تو اُسکی اجازت کار آمد نہوگی یہ محیط مین ہے ایک زمین غصب کرکے اُسمین زراعت کی پھر اُسکی زراعت پر کسی دوسرے شخص نے کھیتی بوئی تو کھیتی دوسرے کاشتکار کی ہوگی اور پہلے کو واسطے بیجون کے مثل بیج تاوان دیگا اور اگر زمین مین نقصان آیا تو نقصان کا تاوان غاصب اول پر واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے

عیون مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کر کے اُسمین گیہون بوئے پھر دونون نے خصومت
کی حالانکہ ہنوز بیج ویسے ہی تھے اُگے نہ تھے تو مالک زمین کو اختیار ہوگا چاہے اُگنے تک چھوڑ دے پھر اُگنے
کے بعد اُس سے کہے کہ اپنی کھیتی اُکھاڑ لے یا بیجون کی وجہ سے جو کچھ زیادتی ہو گئی ہی وہ غاصب کو دیدے اور امام رحمہ
سے اسکی تفسیر یون مروی ہی کہ ایک مرتبہ زمین بغیر تخم ریختہ اندازہ کیجاوے اور ایک بار زمین مذکور تخم ریختہ اندازہ کیجاوے
پس جو تفاوت ہو وہی زیادتی ہی اور مختار یہ ہی کہ مالک اُسکو اُسکے بیجون کی قیمت تاوان دیگا مگر یہ بیج اس حساب
سے اندازہ کیے جاوینگے کہ غیر کی زمین مین ریختہ ہین یہ خلاصہ مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنی زمین مین تخم ریزی
کی اور وہ نہ اُگی اور اُسکو ایک اجنبی نے سینچا پس اُگی تو قیاس چاہتا ہی کہ کھیتی سینچنے والے کی ہو مگر استحساناً یہ حکم ہی
کہ کھیتی مالک زمین کی ہوگی اسواسطے کہ مالک زمین از روے دلالت ایسے سینچنے پر راضی ہی بخلاف تخم ریزی سے
پہلے سینچنے کے کہ اُسمین ایسا نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور خلاصہ مین بنا بر حکم قیاس کے ذکر فرمایا
کہ کھیتی سینچنے والے کی ہوگی اور اُسپر بیجون کی قیمت اس حساب سے کہ ایسی زمین مین ریختہ ہین جسمین اُنکو برقرار
رہنے کا حق حاصل ہی واجب ہوگی بشرطیکہ بیج مذکور کے زمین مین خراب ہوجانے سے پہلے اُسنے سینچا ہو اور اگر خراب
ہوجانے کے بعد اسطرح اُگنے سے پہلے کہ اُسکی کچھ قیمت ہو اُسنے پانی دیا اور اُسکے سینچنے سے بیج اُگے تو بحکم قیاس اُسپر
نقصان زمین واجب ہوگا یعنے ایک بار یہ زمین اسطرح اندازہ کیجائیگی کہ اسمین تخم ریزی ہوئی اور بیج خراب ہوگئے ہین
اور ایک بار اسطرح اندازہ کیجاوے کہ اس زمین مین تخم ریزی نہین ہوئی ہی پس جو کچھ تفاوت ہو وہ نقصان تاوان دے
اور یہ کھیتی اسی سینچنے والے کی ہوگی - اور اگر کھیتی اُگ کر کچھ قیمت دار ہوجانے کے بعد سینچنے والے نے اسمین
پانی دیا تو جسدن اُسنے پانی دیا ہی اُسدن جو کھیتی کی قیمت تھی وہ سینچنے والے پر واجب ہوگا اور کھیتی سینچنے والے
کی ہوگی - اور اگر کھیتی کو ایسے وقت مین سینچا کہ اُسوقت سینچنے کی حاجت کامل نہ تھی لیکن سینچنے سے کھیتی عمدہ
جید ہو گئی تو یہ کھیتی مالک زمین کی ہوگی اور سینچنے والے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ جواب فقیہ ابوجعفر رح کا ہی اور فقیہ
ابو اللیث رحمہ اللہ نے یون جواب فرمایا ہی کہ بہر حال اجنبی سینچنے والا متطوع ہی اور اُسکو کچھ نہ ملیگا کذا فی الخلاصہ
مترجم کہتا ہی کہ اس دیار مین بھی موافق حکم فقیہ ابو اللیث رح کے فتوی واجب ہی فافہم - اگر ایک شخص نے
دوسرے کی زمین مین تخم ریزی کی پھر مالک زمین نے اُسکو سینچا یہان تک کہ کھیتی تیار ہوئی تو اس صورت
مین حکم قیاس لیا گیا ہی یعنے پوری کھیتی مالک زمین کی ہوگی پھر اگر مالک زمین نے کھیتی کو ایسی حالت مین پانی
دیا کہ دانہ زمین مین ویسا ہی تھا تو اُسپر واجب ہوگا کہ بیج والے کو اُسکے بیجون کی قیمت اس حساب سے کہ دوسرے
کی زمین مین بغیر حق القرار ریختہ ہین تاوان دے اور اگر بیج زمین مین خراب ہوجانے کے بعد اُسنے پانی دیا اور
کھیتی جمی حالانکہ اگر پانی نہ دیتا تو نہ جمتی یا جمتی مگر اُسکی کچھ قیمت نہوتی تو پوری کھیتی مالک زمین کی ہوگی اور اُسپر
بیجون والے کے واسطے کچھ ضمان واجب نہوگی - اور اگر بیج مالک زمین کے سواے کسی دوسرے شخص کی
طرف سے ہون اور پانی بھی مالک زمین کے سواے کسی دوسرے شخص نے دیا تو اس مسئلہ مین پانی دینے
والے کے واسطے وہی حکم ہوگا جو مالک زمین کی طرف سے بیج ہونے کی صورت مین پانی دینے والے کے حق مین
مذکور ہوا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنی زمین مین بیج بوئے پھر دوسرے شخص نے اگر اسمین اپنے

بیج ڈالے پھر کھیتی اُگی پس اگر یہ کھیتی بدون پانی دینے کے اُگی تو پوری کھیتی دوسرے شخص یعنے غیر مالک زمین کی ہوگی اور بقیاس قول امام اعظم رح اُسپر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکے بیجون کی قیمت بدین حساب کہ یہ بیج ایسی زمین مین ریختہ ہین جسمین اُنکو برقرار رہنے کا استحقاق حاصل ہی ادا کرے - اور اگر مالک زمین کے بیج زمین مین خراب ہوجانے کے بعد اُسنے اپنے بیج ڈالے ہون پھر یہ سب بیج اُگے تو اس دوسرے شخص پر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو نقصان زمین اس حساب سے کہ زمین ایسے تخم سے مزروعہ ہی جنکو اس زمین مین برقرار رہنے کا استحقاق ہی ادا کرے اور پوری کھیتی دوسرے شخص کی ہوگی - اور اگر مالک زمین کی کھیتی اُگنے اور قیمتی ہوجانے کے بعد دوسرے شخص نے اپنے بیج اس زمین مین ڈالے پھر یہ سب کھیتی ملی ہوئی جمکر تیار ہوئی تو دوسرے شخص پر واجب ہوگا کہ جس روز اُسکی کھیتی کا مالک زمین کی کھیتی کے ساتھ ملنا ظاہر ہوا ہی اُسدن مالک زمین کی کھیتی کی جو کچھ قیمت تھی وہ اس حساب سے قیمت لگا کر کہ اس کھیتی کو اس زمین مین برقرار رہنے کا استحقاق ہی مالک زمین کو ادا کرے اور یہ سب امام اعظم رح کا قول ہی - اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ ان سب صورتون مین یہ سب کھیتی ان دونون مین مشترک ہوگی - یہ سب حکم اُس صورت مین ہی کہ جب یہ کھیتی بدون سینچنے کے تیار ہوئی ہو یا دوسرے شخص کے سینچنے سے تیار ہوتی ہو - اور اگر مالک زمین کے سینچنے سے تیار ہوئی ہو تو پوری کھیتی مالک زمین کی ہوگی پھر اگر دوسرے شخص کے بیج خراب ہونے سے پہلے مالک زمین نے پانی دیا ہو تو مالک زمین پر لازم ہوگا کہ دوسرے شخص کو اُسکے بیجون کی قیمت دے اور اگر دوسرے شخص کے بیج خراب ہوجانے کے بعد اُسنے پانی دیا ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی کذا فی المحیط - اور اس جنس کے مسائل ہمنے کتاب الغصب کے گیارھوین باب مین ذکر کردیے ہین قال المترجم یعنے اختلاط بمال غیرہ مسائل زرعت فافہم

گیارھوان باب

جو زمین مزارعت پر دی ہو اُسکے فروخت کرنے کے بیان مین - اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین ایک سال مزارعت کے واسطے بدین شرط دی کہ اسمین اپنے بیجون و آلات سے زراعت کرے اور جب کاشتکار نے اُسمین کھیتی بوئی تو مالک زمین نے زمین کو رکو فروخت کردیا تو اسمین دو صورتین ہین - اوّل یہ کہ بیع کے وقت کھیتی ساگا ہو اور اس صورت مین یہ بیع کاشتکار کی اجازت پر موقوف ہوگی خواہ مالک زمین نے کھیتی کے ساتھ زمین فروخت کی ہو یا بدون کھیتی کے فقط زمین فروخت کی ہو پس اگر کاشتکار نے زمین و کھیتی دونون کی بیع کی اجازت دیدی تو بیع نافذ ہوجائیگی اور اُسکا ثمن زمین پر اور کھیتی کی بیع کے روز کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جسقدر زمین کے پرتے مین آئیگا وہ مالک زمین کا ہوگا اور جسقدر کھیتی کے پرتے مین آئیگا وہ مالک زمین و کاشتکار کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا - یہ اُس صورت مین کہ کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے کھیتی تیار ہونے تک انتظار کرے یا چاہے بیع کو فسخ کردے - یہ اُس صورت مین کہ مالک نے زمین اور کھیتی ایک ساتھ فروخت کردی ہو - اور اگر مالک زمین نے فقط زمین فروخت کی کھیتی فروخت نہ کی اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی تو زمین مشتری کی ہوگی - اور کھیتی بائع اور کاشتکار کے درمیان موافق شرط بٹائی کے آدھی آدھی ہوگی اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو جس طرح ہمنے بیان کیا ہی مشتری

کو خیار بعاصل ہوگا۔ اور اگر مالک نے زمین اور اپنا حصہ زراعت فروخت کیا اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی
تو مشتری پورے ثمن مین زمین کو اور مالک زمین کے حصہ زراعت کو لے لیگا اور اگر کاشتکار نے اجازت ندی
تو اُسکو مثل مذکورہ بالا خیار حاصل ہوگا اور اگر اس صورت مین کاشتکار نے چاہا کہ بیع فسخ کردے تو صحیح یہ ہی
کہ اُسکو یہ اختیار نہوگا۔ صورت دوم یہ ہی کہ مالک زمین نے زمین ایسے وقت فروخت کی کہ جب کھیتی کاٹنے کے
لائق ہوگئی تھی پس اگر زمین بدون کھیتی کے فروخت کی تو بلا توقف بیع جائز ہوگی ۔ اور اگر زمین کو تمام کھیتی کے
ساتھ فروخت کیا تو یہ بیع زمین اور مالک کے حصہ زراعت کے حق مین نافذ ہوگی اور کاشتکار کے حصہ زراعت
کے حق مین موقوف رہیگی پس اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی تو کاشتکار کو ثمن مین سے اُسکے حصہ زراعت
کے حساب سے حصہ ملیگا اور باقی سب ثمن مالک زمین کا ہوگا اور اگر کاشتکار نے اجازت ندی پس اگر
مشتری کو خریدنے کے وقت مزارعت سے آگاہی نہ تھی تو چونکہ مشتری کے حق مین صفقہ متفرق ہوتا ہی مشتری
کو اختیار ہوگا چاہے لے یا نہ لے۔ اور اگر کھیتی ساگا ہونے کی حالت مین مالک نے زمین اور کھیتی فروخت کردی
اور کاشتکار نے بیع کی اجازت ندی اور مشتری کو فسخ بیع کا اختیار حاصل ہوا مگر اُسنے بیع فسخ نکی یہان تک
کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو بیع مذکور زمین اور مالک زمین کے حصہ زراعت کے حق مین نافذ ہوجائیگی
لیکن مشتری کو اختیار ہوگا چاہے زمین و مالک کا حصہ زراعت بعوض ان دونون کے حصہ ثمن کے لے۔ یا
ترک کردے اور اگر مالک نے زمین مع اپنے حصہ زراعت کے فروخت کی ہو اور کاشتکار نے بیع کی اجازت
ندی اور مشتری نے بیع فسخ نہ کی یہان تک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو بیع مذکور نافذ ہوجائیگی اور مشتری
زمین اور مالک کے حصہ زراعت کو پورے ثمن مین لے لیگا اور مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہوگا اسیطرح اگر مالک
نے زمین کو بدون زراعت کے فروخت کیا اور کاشتکار نے بیع کی اجازت ندی اور مشتری نے بیع فسخ نکی
یہان تک کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو زمین کی بیع نافذ ہوجائیگی اور مشتری کو خیار حاصل نہوگا یہ محیط مین ہی
فتاوائے فضلی مین لکھا ہی کہ اگر اپنی زمین مزارعت پر دی پھر کاشتکار کے زراعت کرنے سے پہلے اُسکو فروخت
کیا تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون پس اس صورت مین مشتری کو
اختیار ہوگا چاہے کاشتکار کو زراعت سے منع کرے پھر اگر کاشتکار نے کام مثل [illegible] نہ کیا ہو اور کار
کاشتکاری مین سے کوئی کام نکیا ہو تو کاشتکار کے واسطے حکماً و دیانۃً کچھ لازم نہوگا اور اگر اُسنے بعضے کار ہائے
زراعت جیسے نہر اگار تا و کار زمین درست کرنا انجام دیے ہون تو بھی قضاءً یہی حکم ہی لیکن دیانۃً مالک زمین پر
فیما بینہ و بین اللہ تعالے لازم ہوگا کہ جو کام اُسنے کیا ہی اُسکی بابت اُسکو راضی کرلے اگرچہ شرعاً قضاءً یہ حکم نہین ہی
دوم یہ کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون پس اس صورت مین مشتری کو اختیار نہوگا کہ کاشتکار کو زراعت سے
منع کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا باغ انگور دوسرے شخص کو بٹائی پر دیا اور عامل نے باغ مذکور مین
تھوڑا کام انجام دیا پھر عامل مذکور کی رضامندی سے مالک نے باغ مذکور فروخت کیا پس اگر باغ انگور یا
درختان خرما مین سے کچھ پھل وغیرہ حاصلات نہوئے ہون تو عامل کو ثمن مین سے کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ عامل
کیطرف سے فقط عمل پایا جاتا ہی اور مجرد عمل کی کچھ قیمت نہین ہی۔ اور اگر مالک نے باغ انگور مین پھل آنے کے

بعد زمین کو مع اپنے حصہ کے فروخت کیا پس اگر عامل نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہے اور پھلون مین سے بائع کا حصہ مشتری کا ہوگا اور عامل کا حصہ عامل کا ہوگا اور اگر پھل برآمد ہونے سے پہلے ایسی بیع واقع ہوئی تو حکم قضا کی راہ سے عامل کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ پھل آنے سے پہلے وہ کسی چیز کا مالک نہین ہے وہ تو پھل آنے کے بعد البتہ مالک ہوتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - ایک زمین جسمین تخم ریزی ہوچکی ہے مگر ہنوز اُگی نہین ہے فروخت کیا پس اگر تخم مذکور زمین مین خراب ہوگیا ہو تو وہ مشتری کا ورنہ بائع کا ہوگا اور اگر مشتری نے زمین مین پانی دیا یہانتک کہ کھیتی اُگی اور بیع کے وقت بیج زمین مین بگڑا نہ تھا تو بھی کھیتی بائع کی ہوگی اور مشتری نے جو کام کردیا اُسمین متطوع قرار دیا جائیگا - اسیطرح اگر بیج جم آیا ہو مگر ہنوز اُسکی کچھ قیمت نہوئی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے کہ سب صورتون مین کھیتی بائع کی ہوگی لیکن اگر اُسنے زمین کے ساتھ اس تخم کو صریحًا یا دلالۃً فروخت کیا ہو تو ایسا نہین ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الکبری

بارھوان باب - مزارعت و معاملت مین عذر واقع ہونے کے بیان مین - جو امور مزارعت کی فسخ کے واسطے عذر ہوتے ہین وہ چند انواع ہین بعضے مالک زمین کیطرف راجع ہین اور بعضے کاشتکار کی طرف پس اول یعنے جو مالک زمین کیطرف راجع ہین وہ دین فادح ہے کہ جو بدون اس زمین کے ثمن کے ادا نہین ہوسکتا ہے یعنے یہ زمین اس دین مین فروخت کیجاوے پس ایسے عذر سے عقد مزارعت فسخ ہوگا بشرطیکہ فسخ ممکن ہو باین طور کہ یہ امر قبل زراعت کے ہو یا بعد زراعت کے کھیتی تیار ہوکر قابل درو ہوجانے کے بعد ہو اسوجہ سے عقد کو باقی رکھنا اور پورا کرنا اُس سے بدون ضرر برداشت کرنے کے ممکن نہین ہے پس اسپر ضرر برداشت کرنا لازم نہین ہے پس قاضی پہلی زمین کو اُسکے قرضہ مین فروخت کردیگا پھر مزارعت فسخ کردیگا اور فقط عذر پیش آنے سے مزارعت خود فسخ نہوجائیگی - اور اگر فسخ ممکن نہو باین وجہ کہ کھیتی تیار ہوکر قابل درو ہوئی ہو تو قرضہ مین فروخت نکیجاویگی اور عقد فسخ نکیا جائیگا یہانتک کہ کھیتی کاٹنے کے قابل ہوجاوے اور مالک زمین مذکور قید سے رہا کیا جائیگا اگر قرضخواہ نے اُسکو قید کرایا ہو یہانتک کہ کھیتی پک کر تیار ہوجاوے اسواسطے کہ قید سزاے نادہندی ہے اور یہ شخص کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے نادہند نہین ہوسکتا اسواسطے کہ زمین فروخت کرنے سے یہ شخص شرعًا ممنوع ہے اور شخص ممنوع معذور ہے - پھر جب کھیتی کاٹنے کے لائق ہوجاوے تو دوبارہ بدین غرض قید کیا جائیگا کہ اپنی زمین فروخت کرکے خود ہی قرضہ ادا کرے ورنہ قاضی اُسکی طرف سے فروخت کریگا - اور دوم جو کاشتکار کی طرف راجع ہین وہ عذر مثل مرض کے کہ کاشتکار کام کرنے سے معذور ہو اور مثل سفر کے کیونکہ وہ محتاج الیہ ہے اور جیسے ایک حرفہ چھوڑ کر دوسرا اختیار کرنا اسوجہ سے کہ بعض پیشہ ایسا ہوتا ہے جس سے اُسکا پیٹ نہ بھرے اور جیسے کوئی ایسا مانع پیش آوے جو اُسکو کام کرنے سے باز رکھے کذا فی البدائع - اور معاملہ مین یعنے درختون کی بٹائی مین اگر دونون مین سے کسی نے موافق مقتضاے عقد کے کارروائی کرنے سے انکار کیا تو بدون کسی عذر کے اُسکو اختیار نہوگا پس معاملہ دونون طرف سے لازم ہوتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے - امام محمد رح نے اصل مین فرمایا کہ اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور اُسنے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اس سال مزارعت کو چھوڑ دون -

یا کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اس سال اس زمین کے سوائے دوسری زمین مین زراعت کرون تو اسکو اختیار ہو اور مزارعت کو فسخ کرسکتا ہی یہ محیط مین ہی اور فتاوی خانیہ مین لکھا ہی کہ مرض کی صورت مین بھی سفر کے قیاس پر تفصیل ہونا واجب ہی کہ اگر اُسنے درختون کی بٹائی اس شرط سے لی کہ خود اور اپنے مزدورون سے کام کرے تو اُسکا بیمار ہونا عذر نہوگا اور اگر عقد معاملہ اس شرط سے کیا کہ خود ہی کام کرے تو اُسکا بیمار ہونا عذر ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور مالک درختان و مالک زمین کی طرف سے منجملہ عذر کے یہ ہی کہ اُسکے ذمہ ایسا قرضہ لاحق ہوجاوے جو سوائے ثمن درختان و ثمن زمین کے کسی طرح ادا نہین ہوسکتا ہی۔ اور ایسی حالت مین فسخ عقد صحیح ہونے کے واسطے موافق روایت کتاب الزیادات کے حکم قاضی یا طرفین کی باہمی رضامندی ضرور ہی اور موافق روایت کتاب المزارعۃ و اجارات و جامع صغیر کے حکم قضاء و کاشتکار یا عامل کی رضامندی کی احتیاج نہین ہی پس ہمارے بعضے مشائخ نے روایت زیادات کو لیا ہی اور بعضون نے کتاب الاصل و جامع صغیر کی روایت کو لیا ہی۔ اور اگر اُسنے قبل فروخت کرنے کے قاضی سے عقد مزارعت یا عقد معاملت فسخ کرنے کی درخواست کی تو قاضی اس درخواست کو منظور نکریگا پس اُسکو چاہیے کہ خود فروخت کرے اور قاضی کے سامنے قرضہ ہونا ثابت کردے تاکہ قاضی اس بیع کو تمام کردے۔ اور عقد مذکور حکماً ٹوٹ جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور جن چیزون سے عقد مزارعت بعد واقع ہونے کے فسخ ہوجاتا ہی اُسکے چند انواع ہین ازانجملہ فسخ ہی اور وہ دو طرح کا ہوتا ہی ایک فسخ صریح اور وہ اسطرح ہوتا ہی کہ بلفظ فسخ یا اقالہ ہو اور دوسرا بدلالت اور وہ دو طرح کا ہی اول یہ کہ جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہون وہ مقتضائے عقد کے موافق کارروائی کرنے سے انکار کرے پس اگر اُسنے کہا کہ مین اس زمین کی مزارعت نہین چاہتا ہون تو عقد فسخ ہوجائیگا اسواسطے کہ عقد مذکور اُسکے حق مین لازمی نہین ہی پس اُسکو بمقتضائے عقد کارروائی کرنے سے انکار کرنے کا اختیار باقی ہی دوم یہ کہ ماذون نے اپنی زمین و بیج کسی شخص کو مزارعت پر دے پھر اُسکو اُسکے مولے نے مجبور کردیا تو عقد فسخ ہوجائیگا ازانجملہ یہ کہ مدت مزارعت منقضی ہوجاوے ازانجملہ یہ کہ مالک زمین مرجاوے خواہ زراعت سے پہلے مرجاوے یا بعد زراعت کے مرے خواہ اُسوقت کھیتی تیار ہوگئی ہو یا ہنوز سبز ہو ازانجملہ یہ کہ کاشتکار مرجاوے خواہ زراعت سے پہلے مرجاوے یا بعد زراعت کے خواہ اُسوقت کھیتی تیار ہوکر کاٹنے کے لائق ہوگئی ہو یا نہوئی ہو کذا فی البدائع

تیرھوان باب

اُن صورتون کے بیان مین کہ کاشتکار یا عامل مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُسنے کھیتی یا پھل کیا کیے ہین۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کاشتکار مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُسنے کھیتی کے ساتھ کیا کیا تو زراعت مین سے مالک زمین کا حصہ کاشتکار کے مال مین دین قرار دیا جائیگا اور اگر وارثون نے دعوی کیا کہ کھیتی چوری گئی ہی تو اُنکے قول پر التفات نکیا جائیگا اور یہ حکم اسوجہ سے ہی کہ مالک زمین کا حصہ کاشتکار کے پاس بدین دلیل امانت تھا کہ اگر تمام کھیتی کاشتکار کے پاس تلف ہوجاتی تو مالک زمین کے واسطے کچھ ضامن نہوتا۔ پس جب ثابت ہوا کہ اُسکے پاس امانت تھا حالانکہ وہ بدون امانت کا حال بیان کیے ہوئے مرگیا تو یہ شخص ایسا امین ہوگیا جو امانت کو مجہول یعنے بلا بیان چھوڑکر مرجاتا ہی پس ضامن ہوجائیگا اور اگر وارثان کاشتکار و مالک زمین نے اس امر مین اختلاف کیا کہ کاشتکار کی موت سے قبل زراعت کی قیمت کسقدر تھی تو وارثان کاشتکار کا قول قبول ہوگا اسیطرح اگر درختون کا عامل مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُسنے پھلون کے ساتھ کیا کیا ہی تو بھی اسیطرح حکم ہی

اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ کھیتی کا جمنا اور پھلون کا نکلنا معلوم ہو جاوے اور اگر یہ امر معلوم نہو تو کاشتکار یا عامل مذکور ضامن نہوگا۔ اور اگر عامل نے اپنے ترکہ مین درم و دینار چھوڑے حالانکہ اُسپر حالت صحت کے قرضے موجود ہین تو ایسی صورت مین مالک زمین و درخت باقی قرضخواہون کے ساتھ شریک کردیا جائیگا۔ اور اس قول سے امام محمد رح کی مراد یہ ہو کہ یہ معلوم ہو کہ عقد مزارعت و عقد معاملت حالت صحت مین واقع ہوا ہو اور اگر عقد مزارعت و معاملت کا واقع ہونا فقط باقرار مریض یعنے عامل و کاشتکار کی حالت مرض کے اقرار سے معلوم ہو تو یہ قرضہ بمنزلہ ایسے قرضہ کے ہوگا جو حالت مرض مین مریض کے اقرار سے واجب ہوتا ہو پس دیون الصحۃ (صحت کے قرضے) سے موخر ہوگا کذا فی الذخیرہ ہ

چودھوان باب ۔ مریض کے مزارعت و معاملت کرنے کے بیان مین۔ اس باب کے مسائل ایک قاعدہ پر مبنی ہین وہ یہ ہو کہ جو شخص مریض مرض الموت ہو اُسکا تصرف ایسے امور مین جن سے قرضخواہون یا وارثون کا حق متعلق نہین ہو مثل صحیح تندرست کے تصرف کے ہو اور جن امور سے قرضخواہون یا وارثون کا حق متعلق ہو اُسمین تصرف دو طرح پر ہو ایک یہ کہ اس تصرف سے قرضخواہون و وارثون کا حق باطل نہو جاوے بلکہ اُنکا حق ایک محل سے منتقل ہو کر دوسرے ایسے محل مین جاوے جو مالیت مین مثل محل اول کے ہو جیسے بیع و اُسکے اشباہ پس ایسا تصرف مریض کا اور تندرست صحیح کا یکسان ہو اور دوسرے یہ کہ تصرف سے قرضخواہون و وارثون کا حق باطل ہوتا ہووے اور اس قسم کا تصرف مریض سے محجور ہو جیسے تبرعات کے طور پر تصرف کرنا (مثلاً تمام مال کسی شخص کو بخش دینا) پھر واضح ہو کہ قرضخواہون و وارثون کا حق اُسی مال سے متعلق ہوتا ہو جسمین میراث جاری ہو جیسے اعیان ترکہ اور جسمین میراث نہین جاری ہوتی ہو جیسے منافع اُس سے ان لوگون کا حق متعلق نہین ہوتا ہو اسیطرح جسمین میراث جاری ہوتی ہو مگر وہ مال نہین ہو اور نہ وہ مال کے حکم مین ہو اُس سے بھی ان لوگون کا حق متعلق نہین ہوتا ہو امام محمد رح نے کتاب الاصل (جسکو مبسوط بھی کہتے ہین) مین فرمایا کہ اگر کسی مریض مرض الموت نے اپنی زمین بشرائط مزارعت کسیکو کاشتکاری کے واسطے دی ہو تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور اس صورت مین مزارعت جائز ہو خواہ کاشتکار اجنبی ہو یا وارث ہو اور خواہ مریض پر اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام ترکہ کو محیط ہو یا نہو اور خواہ مریض کے واسطے پیداوار مین سے اسقدر مشروط ہو جو زمین کے اجر المثل کے برابر ہو یا اس سے کم مشروط ہو اور خواہ مریض کا سوائے اس زمین کے کچھ مال ہو یا نہو۔ دوم یہ کہ بیج بھی مریض کی طرف سے ہون اور مریض کے پاس سوائے اس زمین و بیج کے کچھ مال نہو اور اس صورت مین دو صورتین ہین اول یہ کہ کاشتکار شخص اجنبی ہو اور میت پر قرضہ نہو پس اس صورت مین زراعت مین سے زراعت کے جمکر قیمت دار ہو جانے کے روز حصہ کاشتکار کی قیمت کو اور کاشتکار کے اجر المثل کو دیکھا جائیگا۔ پس اگر زراعت مین سے زراعت جمکر قیمت دار ہو جانے کے روز حصہ کاشتکار کی قیمت اور اُسکا اجر المثل ہو یا حصہ کاشتکار کی قیمت بہ نسبت اجر المثل کے کم ہو تو کاشتکار کو اُسکا حصہ زراعت دیا جائیگا اور اگر زراعت جمکر قیمت دار ہو جانے کے روز زراعت مین سے حصہ کاشتکار کی قیمت بہ نسبت اُسکے اجر المثل کے زیادہ ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر حصہ کاشتکار میت کی تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو تو کاشتکار کو اُسکا پورا حصہ دیا جائیگا بعض

بطور وصیت کے اور بعض بطریق معاوضہ کے اور اگر زراعت سے حصہ کاشتکار میت کے تہائی مال سے نکل سکتا
پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو بھی یہی حکم ہی کہ کاشتکار کو اُسکا پورا حصہ زراعت دیا جائیگا اور اگر وارثون
نے اجازت ندی تو کاشتکار کو اسمین سے بقدر اُسکے اجر المثل کے بطور معاوضہ دیا جائیگا پھر سب جسقدر
اُسکے واسطے مشروط تھا اُسکے مابقی مین سے ایک تہائی اُسکو بطور وصیت دیدیا جائیگا اور باقی دو تہائی
وارثون کا ہوگا - اور جسقدر اجر المثل سے بڑھا ہی اُسمین وصیت کا اعتبار یوم حصاد پر ہوگا یعنے جسقدر اجر المثل
سے بڑھا ہی اُسکی قیمت کھیتی کاٹنے کے روز کی معتبر ہوگی - یہ اُس صورت مین ہی کہ کاشتکار اجنبی ہو اور میت پر
قرضہ نہو اور اگر اُسپر اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام مال کو محیط ہو خواہ قرضہ صحت یا قرضہ مرض تو ایسی صورت مین زراعت
مین سے جس روز اُگنے کے بعد قیمت دار ہوگئی ہی قیمت حصہ کاشتکار اور اُسکے کام کے اجر المثل کیطرف دیکھا
جائیگا پس اگر زراعت اُگنے اور قیمت دار ہونے کے روز زراعت سے حصہ کاشتکار کی قیمت اُسکے اجر المثل
کے برابر ہو یا کم ہو تو جسقدر کاشتکار کے واسطے مشروط ہی وہ کاشتکار کو دیا نجائیگا بلکہ جسقدر اُسکے قبضہ مین ہی
اُسمین مریض کے قرضخواہ لوگ شریک ہونگے اور یہ مقبوضہ ان سب مین موافق ہر ایک کے حصہ کے
تقسیم ہوگا بشرطیکہ سواے اسکے مریض کا کچھ مال نہو پس کاشتکار کے حصہ مین وہ قیمت لگائی جائیگی جو اس حصہ زراعت
کے لائق درو ہونے کے وقت تک بڑھکر ہوگئی ہی اور قرضخواہ لوگ اپنے اپنے قرضہ کی مقدار پر شریک کیے جاوینگے
اور اگر زراعت مین سے اُسکے اُگنے اور قیمت دار ہونے کے وقت حصہ کاشتکار کی قیمت کاشتکار کے اجر المثل
سے زائد ہو تو کاشتکار فقط اپنے اجر المثل کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور جسقدر زیادہ ہی وہ نہ لگایا جائیگا اور
قرضخواہ لوگ اپنے اپنے حقوق کے ساتھ شریک کیے جاوینگے اور کاشتکار کے اجر المثل سے جسقدر اُسکا حصہ
زائد ہی اُس زیادتی مین سے اُسکو کچھ ندیا جائیگا لیکن یہ ہوگا کہ جسقدر اس تقسیم مین کاشتکار کے حصہ مین پڑیگا
وہ اُسکو زراعت مین سے لیگا اور جو قرضخواہون کے حصہ مین پڑیگا وہ فروخت کرکے اُنکے قرضے ادا کیے
جاوینگے - یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہی اُس صورت مین ہی کہ کاشتکار کوئی اجنبی ہو - اور اگر کاشتکار وارث ہو پس
اگر امام اعظم رحمہ اللہ جواز مزارعت کے قائل ہوتے تو اُنکے قیاس پر یہ حکم ہی کہ مزارعت فاسد ہی حتے کہ وارث
کاشتکار پیداوار مین سے کچھ مستحق نہین ہی بلکہ فقط اُسکو اُسکے اجر المثل مین کے درم ملینگے اور کچھ نہ ملیگا خواہ مریض
پر قرضہ ہو یا نہو اور خواہ زراعت مین سے حصہ وارث کی قیمت اُسکے کام کی اجرت مثل کے برابر ہو یا زائد ہو
اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر یہ حکم ہی کہ اگر مریض پر قرضہ نہو تو زراعت کے جمکر قیمت دار ہونے
کے روز زراعت مین سے حصہ وارث کی قیمت اور اُسکے اجر المثل کو دیکھا جاویگا پس اگر زراعت مین سے
اُگنے اور قیمت دار ہونے کے روز حصہ وارث کی قیمت اُسکے کام کی اجرت مثل کے برابر یا کم ہو تو اُسکو اپنا
حصہ مشروط ملیگا اور اس دن کے بعد کھیتی تیار ہونے اور کاٹنے کے روز تک جسقدر زیادہ ہو جاوے
اُسمین وہی حکم ہی جو اجنبی کی صورت مین مذکور ہوا ہی - اور اگر زراعت جمکر قیمت دار ہونے کے روز زراعت
مین سے حصہ وارث کی قیمت اُسکے اجر المثل سے زائد ہو تو اُسکو پیداوار مین سے بقدر اپنے اجر المثل
کے ملیگا اور حصہ مشروط جسقدر اس اجر المثل سے زائد ہو اُسمین سے وارث کو بالکل کچھ نہ ملیگا کیونکہ اگر اُسمین سے

اُسکو کچھ ملنے کا استحقاق ہو تو یہ استحقاق بطریق وصیت ہو سکتا ہی حالانکہ وارث کے واسطے وصیت نہین ہی- اور اگر مریض پر اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام مال کو محیط ہو تو اس صورت مین وہی حکم ہی جو اجنبی کی صورت مین مذکور ہوا ہی یہ محیط مین لکھا ہی- ایک صحیح نے اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر کسی مریض کاشتکار کو دی اور بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے حالانکہ کاشتکار کا اسکے سوائے (خلاف مریض ۱۲ منہ) کچھ مال نہین ہی پھر زمین مذکور مین کھیتی پیدا ہوئی پھر مریض کاشتکار مرگیا تو اسکا حکم وہی ہی جو اس صورت مذکور ہوا ہی کہ ایک مریض نے اپنی زمین دوسرے کو مزارعت پر دی اور بیج مالک زمین یعنے مریض کی طرف سے ٹھہرے ہین اسواسطے کہ اس صورت مین مریض مذکور کاشتکار کا بعوض بعض پیداوار کے اجارہ پر لینے والا اقرار پایا ہی اور جو صورت ہمنے یہان بیان کی ہی اسمین کاشتکار مریض بعوض بعض پیداوار کے زمین اجارہ پر لینے والا اقرار پایا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر کسی مریض نے اپنی زمین جسمین کھیتی ہی مگر ہنوز ساگا ہی قابل درو نہین ہوئی ہی یا درختان خرما جسمین کھڑے ہین یا اور درخت جسمین کچی ہری کیریان ہین ایسی نہین ہین کہ انکی کچھ قیمت اندازہ کیجاوے کسی شخص کو اس شرط سے دی (خرما کی کیریان ۱۲ منہ) کہ اسمین سے جو کچھ اللہ تعالی نصیب کرے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا تو اسکا حکم وہی ہی جو ہمنے مزارعت کی صورت مین جبکہ بیج مریض مالک زمین کی طرف سے ہون بیان کیا ہی- اور اگر کسی مریض نے اپنا باغ درخت خرما بٹائی پر اس سال کے واسطے اس شرط سے دیا کہ اسکی پرداخت کرے اور پانی دے اور نرمادی لگادے اور جو کچھ اسمین اللہ تعالی روزی کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پھر درخت خرما مین کھڑے نکلین کہ اُسمین کی آدمی کھڑے عامل کے اجر المثل کے برابر یا اُس سے کم قیمت تھین پھر عامل اُسکی برابر پرداخت کرتا رہا اور پانی دیتا رہا یہان تک کہ یہ کھڑی گدر ہوئین کہ انکی قیمت مال کثیر ہی پھر یہ گدر خرما خراب ہو کر حشف (حشف آدھ خرما خراب شدہ و ناکارہ ۱۲ منہ) ہو گئے کہ انکی قیمت کھڑی رہنے کی حالت مین انکی قیمت سے بھی کم ہو گئی پھر درخت کا مالک مرگیا حالانکہ اُسپر بہت قرضہ ہی کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہی تو جو کچھ میت نے چھوڑا ہی وہ عامل اور قرضخواہون مین اسطرح تقسیم کیا جائیگا کہ قرضخواہ لوگ اپنے اپنے قرضہ کی مقدار سے شریک کیے جاوینگے اور عامل آدھے حشف کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور خرما کی بربادی کا عامل ضامن نہوگا اور اگر میت پر قرضہ نہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عامل کو آدھے خرمائے تباہ شدہ (خرمائے ناکارہ ۱۲ منہ) ملینگے اور آدھے وارثون کو ملینگے کذا فی المحیط

اس باب کے متصل فصل در بیان اقرار مریض در معاملہ و مزارعہ

امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک کاشتکار بیمار ہوا اور اسکے پاس کسی شخص کی زمین ہی جسمین وہ زراعت کرتا ہی اور اُسپر حالت صحت کا قرضہ ہی پس مریض مذکور نے اقرار کیا کہ بیج اُسکی طرف سے تھا اور اُسنے مالک زمین کے واسطے دو تہائی پیداوار شرط کی تھی پھر مرگیا اور قرضخواہون نے اس سے انکار کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر مریض نے کھیتی کاٹنے کے لائق ہو جانے کے بعد ایسا اقرار کیا تو اُسکے اقرار کی تصدیق نکیجائیگی اور پہلے قرضخواہان صحت کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر جب قرضخواہان صحت کا قرضہ ادا ہو گیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دو تہائی پیداوار مین سے کچھ بچا تو مالک زمین کو اسمین سے بقدر اسکی زمین کی اجر المثل کے دیا جائیگا اور اس سے زیادہ پوری دو تہائی پیداوار تک جو رہا وہ بطور وصیت کے مالک زمین کو دیا جائیگا بشرطیکہ مال میت کا تہائی ہوتا ہو- اور اگر مریض نے ایسا اقرار ایسی حالت مین کیا کہ اُسوقت کھیتی ساگا تھی تو قرضخواہان صحت کے حق مین بھی (یعنے بمقدار تہائی مال میت ۱۲ منہ) اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی- اور اگر قرضہ ادا کر دیا گیا

اور مال مین سے کچھ باقی رہا تو باقی مال میت کی تہائی مین سے مالک زمین کو اُسکا حق مشروط پورا کر دیا جائیگا یہ اُسوقت ہی کہ مریض مذکور پر قرضہ صحت ہو - اور اگر مریض پر ایسا قرضہ مرض ہو کہ حالت مرض مین اُسکے اقرار ہی سے ثابت ہوا ہو پھر مریض نے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی مزارعت مین اقرار کیا پس اگر اُسنے کھیتی سہاگا ہونے کی حالت مین ایسا اقرار کیا تو پہلے مالک زمین کا حق ادا کرنا شروع کیا جائیگا پس دو تہائی پیداوار زمین سے اُسکی زمین کا اجر المثل اُسکو دیا جائیگا اگر دو تہائی پیداوار اُسکی اجر المثل سے زیادہ ہو اور اگر مریض نے یہ اقرار ایسی حالت مین کیا کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہو گئی تھی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اقرار مزارعت بہ نسبت اقرار قرضہ کے پہلے واقع ہوا ہو تو پہلے مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دیا جائیگا پھر مریض کا حالت مرض کا اقراری قرضہ ادا کیا جائیگا اور اگر اقرار قرضہ اقرار مزارعت سے پہلے ہو تو مالک زمین اُس شخص کے ساتھ جسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہی بقدر زمین کے اجر المثل کے حصہ دار کر دیا جائیگا - یہ سب اُسوقت مین ہی کہ جب کاشتکار کی طرف سے بیج ہونے کی صورت مین کاشتکار نے ایسا اقرار کیا ہو - اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہونے کی صورت مین کاشتکار مریض نے ایسا اقرار کیا تو اُسکے اقرار کی تصدیق کیجائیگی خواہ اُسنے کھیتی قابل درو ہونے سے پہلے ایسا اقرار کیا ہو یا قابل درو ہونے کے بعد ایسا اقرار کیا ہو - اور اگر مسئلہ مذکورہ مین مالک زمین مریض ہو اور اُسنے ایسا اقرار کیا تو اُسکا حکم سب صورتون مین وہی ہی جو کاشتکار کے اقرار کرنے کی صورتون مین بیان کیا گیا ہی - اگر کسی شخص نے اپنا باغ خرما دوسرے کو بٹائی پر دیا پھر جب باغ کے پھل پورے ثمر یعنی خرما ہو گئے تو عامل بیمار[ع] ہو گیا اور کہا کہ مالک باغ نے میرے واسطے چھٹا حصہ شرط کیا ہی اور مالک باغ نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق کی مگر قرضخواہون و وارثون نے تکذیب کی تو عامل کا قول قبول ہوگا پھر اگر اُسکے وارثون یا قرضخواہون نے کہا کہ ہم اس امر کے گواہ پیش کرتے ہین کہ مالک باغ نے اُسکے واسطے نصف حاصلات کی شرط کی ہی تو اُنکے گواہون کی سماعت نہو گی اور اگر اُنھون نے اپنے دعوے پر مالک باغ سے قسم طلب کی تو قاضی اُنکے دعوے پر مالک مذکور سے قسم نہ لیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو کتاب مین مذکور ہی کہ اُنکے اِس دعوے پر کہ مالک باغ نے عامل کے واسطے نصف حاصلات شرط کی ہی مالک باغ سے قسم نہ لیجائیگی یہ امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف کے قول پر قسم لیجائیگی - اسیطرح اگر عامل زندہ رہا اور وہ اقرار کر چکا تھا کہ میرے واسطے مالک باغ نے چھٹا حصہ شرط کیا تھا پھر دعوی کیا کہ مالک باغ نے میرے واسطے نصف شرط کیا ہی اور مین نے چھٹا حصہ شرط کرنے کا جھوٹا اقرار کیا تھا اور درخواست کی کہ مالک باغ سے قسم لیجاوے تو مالک باغ سے قسم لینا چاہیے - یہ اُسوقت ہی کہ عامل کوئی اجنبی ہو - اور اگر عامل مالک باغ کا وارث ہو اور عامل نے اقرار کیا کہ مالک باغ نے میرے واسطے چھٹا حصہ شرط کیا ہی اور یہ اقرار خرما پک جانے کے بعد واقع ہوا تو اُسکے اقرار کی تصدیق کیجائیگی اور اگر وارثان عامل اور اُسکے قرضخواہون نے کہا کہ ہم اس امر کے گواہ پیش کرتے ہین کہ مالک باغ نے عامل کے واسطے نصف شرط کیا ہی تو اُنکے گواہون کی سماعت ہوگی اور اگر اُنھون نے مالک باغ سے اس دعوے پر قسم لینی چاہی تو مالک باغ سے قسم لیجائیگی اور اگر ایک مریض نے اقرار کیا کہ مین نے اپنا باغ خرما اپنے فلان وارث کو بٹائی پر دیا ہی حالانکہ ہنوز اُسکے

[ع] یعنی [illegible] ۱۲ منہ

پھل پختہ نہوئے تھے پھر مریض مذکور نے حالت مرض مین قرضہ کا اقرار کیا پھر مرگیا تو پہلے عامل کا قرضہ ادا کیا جائیگا پس اُسکے کام کا اجر المثل اُسکو دیا جائیگا پھر وہ قرضہ ادا کیا جائیگا جسکا اُسنے مرض مین اقرار کیا ہی ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا ہی اور شاید یہ قول صاحبین رحمہ اللہ کا ہی اور امام اعظم رح کے قول پر یہ مسئلہ صحیح ہونا چاہیے - پھر اگر وارث عامل نے کہا کہ میرا پورا حق مجھے نہین ملا ہی کچھ باقی رگیا ہی اور باقی وارثون نے کہا کہ تیرا کچھ حق باقی نہین رہا ہی اسواسطے کہ تیرا حق اجر المثل تھا اور وہ سب تجھے پہونچ گیا پس عامل نے چاہا کہ باقی وارثون سے قسم لے پس آیا قسم لے سکتا ہی تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر وارث عامل نے اقرار کیا ہو کہ عقد حالت صحت مین واقع ہوا اور اقرار حالت مرض مین تو اُسکو قسم لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ عقد حالت مرض مین واقع ہوا ہی تو قسم نہین لے سکتا ہی کذا فی المحیط

پندرھوان باب - رہن مین مزارعت و معاملہ کرنے کے بیان مین - ایک شخص نے اپنی زمین و باغ خرما رہن کیا اور مرتہن کو سپرد کرنے کے بعد مرتہن سے کہا کہ اسکو پانی دے اور نرمادی لگا اور اسکی حفاظت کر بدین شرط کہ جو کچھ حاصلات ہو وہ نصفا نصف ہوگی اور مرتہن نے اسکو قبول کیا تو عقد معاملہ فاسد ہی اور مرتہن کو نرمادی لگانے اور سینچنے کا اجر المثل ملیگا اور حفاظت کرنے کا کچھ نہین ملیگا اور جو کچھ پیدا ہوگا وہ رہن رہیگا - اسیطرح اگر کھیتی بوئی ہوئی زمین رہن کی مگر ہنوز ساگا تھی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کوئی زمین قابل زراعت یعنے خالی کھیت رہن ہوا اور راہن نے اسکو مزارعت پر دیا اور مرتہن نے قبول کیا اور بیج مرتہن کی طرف سے ہین تو مزارعت جائز ہی اور جو حاصلات ہو وہ موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور زمین مذکور رہن سے نکل جاویگی اور بدون تجدید رہن کے رہن کیطرف عود نکریگی اور اگر بیج راہن کیطرف سے ہون تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ بعد زراعت کے اُسکو رہن مین کرلے - اور اگر کسی شخص نے خالی کھیت جسمین درخت خرما ہین رہن کیا پھر مرتہن کو حکم دیا کہ اس سال اسمین اپنے بیجون سے آدھے کی بٹائی پر کار زراعت کرے اور درختون کی پرداخت کرے اور سینچے اور حفاظت کرے اور آدھے کی بٹائی شرط کردی تو مزارعت جائز ہی اور معاملہ فاسد ہی کیونکہ اگر تنہا مزارعت زمین کا عقد قرار دیتا تو جائز تھا - اور یہ زمین رہن سے باہر ہوجائیگی اور اگر تنہا عقد معاملہ قرار دیتا تو جائز نہ تھا پس اسیطرح جبکہ دونون کو جمع کیا تو جو تنہا جائز تھا وہ جائز ہوا اور جو تنہا جائز نہ تھا وہ ناجائز ہوا اور معاملہ کا فاسد ہونا موجب فساد مزارعت ہوسے سے نہین ہوا کہ مزارعت پر معاملہ معطوف ہی مشروط نہین ہی کذا فی المبسوط

سولھوان باب - ایسے عتق و کتابت کے بیان مین جسمین مزارعت و معاملت ہو اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو اس شرط سے آزاد کیا کہ میری زمین مین بدین شرط زراعت کرے کہ جو کچھ اللہ تعالے اسمین پیدا کرے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس غلام اسپر راضی ہوگیا تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ زمین مولی کی طرف سے ہو اور بیج اور کام غلام کی طرف سے ہو تو ایسی صورت مین مزارعت فاسد ہی اور عتق جائز ہی اسواسطے کہ یہ ایسی مزارعت فاسد ہی جسمین عتق مشروط ہی اور ایسا عتق ہی جسمین مزارعت مشروط ہی لیکن مزارعت ایسا عقد ہی جسمین دوسرا عقد شرط کرنے سے باطل ہوجاتا ہی

اور عتق باطل نہین ہوتا ہی۔ اور اگر ایسے عقد پر غلام مذکور نے زراعت کی اور کھیتی پیدا ہوئی تو پوری کھیتی غلام کی ہوگی اور غلام پر مولے کے واسطے اُسکی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا جسطرح تمام مزارعات فاسدین ہوا کرتا ہی اور غلام پر یہ بھی لازم ہوگا کہ اپنی قیمت جسقدر ہو ادا کرے دوم یہ کہ زمین و بیج مولی کی طرف سے ہو اور غلام کی طرف سے خالی کام ہو اور ایسی صورت مین بھی مزارعت فاسد ہی اور عتق جائز ہی اور اس صورت مین تمام پیداوار مولی کی ہوگی اور مولے پر غلام کے کار زراعت کا اجر المثل جسقدر ہو غلام کے واسطے واجب ہوگا اور مولے کیواسطے غلام پر غلام کی قیمت جسقدر ہو واجب ہوگی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنا غلام اس شرط سے مکاتب کیا کہ اس سال مکاتب اپنے مولی کی زمین مین اس شرط سے زراعت کرے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اسمین پیدا کرے وہ دونون مین مشترک ہو تو اس مسئلہ کی بھی دو صورتین ہین اول یہ کہ زمین و بیج مولی کی طرف سے ہو اور مکاتب کی طرف سے فقط کار زراعت ہو تو اس صورت مین مزارعت فاسد ہی اور کتابت بھی فاسد ہی اور جب کتابت فاسد ہوئی تو مولے کو اُسکے توڑ دینے کا اختیار ہوگا جیسا کہ غلام مذکور کو بعوض شراب و سور کے مکاتب کرنے کی صورت مین ہی پس اگر مولی نے کتابت کو نہ توڑا حتے کہ مکاتب نے زمین مذکور مین زراعت کی اور زمین مین کھیتی پیدا ہوئی تو پوری کھیتی مولی کی ہوگی اور مولے پر مکاتب کے واسطے اُسکے کام کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور مکاتب آزاد ہوجائیگا اسواسطے کہ مکاتب نے وہ شرط پوری کی جسپر عقد کتابت مشروط تھا یعنے اس سال اس زمین کی زراعت کرنا اور اس سال اس زمین کی زراعت کرنا وقت تعلیق عقد کے معلوم تھا اور جس امر کے ساتھ کتابت فاسدہ کی تعلیق ہی جب وہ وقت عقد کے معلوم ہو اور مکاتب اُسکو پورا کردے تو عتق ہوجاتا ہی جیسے کہ اُسکو شراب یا سور پر مکاتب کیا اور مکاتب نے اسکو ادا کردیا تو یہی حکم ہی پس مولے کے واسطے مکاتب پر مکاتب کی قیمت واجب ہوئی اور مولی پر مکاتب کے واسطے مکاتب کے کام کا اجر المثل واجب ہوا پس اگر دونون برابر ہون تو مقاصہ واقع ہوجائیگا اور اگر مکاتب کی قیمت اُسکے کام کے اجر المثل سے زیادہ ہو تو بقدر زیادت کے مولے اُس سے لیگا۔ اور اگر اُسکے کام کا اجر المثل اُسکی قیمت سے زیادہ ہو تو وہ مولے سے کچھ نہین لے سکتا ہی دوم یہ کہ زمین مولی کی طرف سے اور بیج اور کام مکاتب کی طرف سے ہو اور اس صورت مین بھی کتابت اور مزارعت دونون فاسد ہین اور مولے کو اختیار ہوگا کہ کتابت کو توڑ دے اور اگر اُسنے کتابت نہ توڑی اور مکاتب کے کام سے زمین مین کثیر زراعت پیدا ہوئی یا کچھ بھی نہ پیدا ہوئی تو مکاتب آزاد نہوگا اور جو حکم مزارعت مین مذکور ہوا ہی جب کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون ویسا ہی عقد معاملت کی صورت مین حکم ہی کذا فی المحیط

سترھوان باب — عقد مزارعت و معاملہ مین تزویج و خلع و عمد آخون سے صلح واقع ہونے کے بیان مین

فرمایا کہ اگر کسی عورت سے اپنی زمین اس سال زراعت کرنے پر بدین شرط نکاح کیا کہ یہ عورت اس سال اپنے بیجون اور کام سے اسمین زراعت کرے اور جو کچھ اسمین پیداوار ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی تو نکاح جائز ہی اور مزارعت فاسد ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک عورت مذکور کا مہر اس زمین کی اجرت کے نصف کے مثل ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکا مہر اُسکے مثل عورتون کے مہر اور زمین کے اجر المثل دونون مین سے کم مقدار ہوگی۔ پس اگر عورت مذکور نے زمین مین زراعت کی اور پیداوار ہوئی یا نہوئی اور مالک زمین نے

اسکو طلاق نہ دی تو تمام پیداوار عورت کی ہوگی اور اُسپر زمین کا نصف اجر المثل لازم ہوگا اور شوہر پر اسکا مہر کچھ واجب نہوگا یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اُسپر پوری زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور شوہر پر اُسکا مہر اُسکے مہر المثل و زمین کی اجرت دونون مین سے کم مقدار واجب ہوگی پس اگر اُسکا مہر المثل زمین کی اجرت کے برابر ہو یا زیادہ ہو تو اُسنے اپنا حق جو کچھ شوہر پر واجب ہوا تھا بھر پایا پس مقاصہ واقع ہو جائیگا اور اگر مہر المثل کم ہو تو پوری اجرت زمین سے جسقدر کم ہے اُسقدر شوہر کو واپس دے کذا فی محیط السرخسی اور اگر اسکے بعد شوہر نے اُسکو طلاق دیدی۔ پس اگر عورت کو قبل دخول کے طلاق دی پس اگر یہ طلاق قبل زراعت کے واقع ہوئی تو بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے عورت کے واسطے شوہر پر زمین کے اجر المثل کا چوتھائی واجب ہوگا اور شوہر کا بسبب مزارعت کے اُسپر کچھ واجب نہوگا اور بنا بر قول امام محمد رحمہ اللہ کے عورت کے واسطے متعہ واجب ہوگا۔ اور اگر بعد زراعت کے واقع ہوئی تو امام ابو یوسف کے قول پر عورت کے واسطے زمین کے اجر المثل کا چوتھائی مہر واجب ہوگا اور شوہر کا اُسپر بسبب مزارعت کے فاسد ہونے کے تمام زمین کا پورا اجر المثل واجب ہوگا پس بقدر چوتھائی کے مقاصہ ہو جائیگا اور باقی تین چوتھائی اجر المثل زمین کا عورت اسکو واپس دیگی اور بنا بر قول امام محمد رحمہ اللہ کے چونکہ شوہر نے قبل دخول کے اُسکو طلاق دی ہے اسواسطے شوہر پر متعہ واجب ہوگا اور شوہر کا اُسپر زمین کا پورا اجر المثل واجب ہوگا اور باہم مقاصہ نہوگا۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ شوہر نے عورت کے ساتھ دخول سے پہلے اُسکو طلاق دیدی اور اگر بعد دخول کے اُسکو طلاق دی پس اگر قبل زراعت کے طلاق دی تو بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے عورت کیواسطے شوہر پر نصف زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور شوہر کا بسبب مزارعت کے عورت مذکورہ پر کچھ واجب نہوگا اور بنا بر قول امام محمد رحمہ اللہ کے عورت کا بوجہ نکاح کے شوہر پر مہر مثل اور تمام زمین کے اجر المثل سے جو کم مقدار ہو واجب ہوگی اور شوہر کا عورت پر بسبب مزارعت کے کچھ واجب نہوگا اور اگر بعد زراعت کے طلاق دی تو بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے شوہر کا عورت مذکورہ پر بسبب فساد مزارعت کے پوری زمین کا اجر المثل واجب ہوا اور عورت کا بسبب نکاح کے شوہر پر نصف زمین کا اجر المثل واجب ہوا پس بقدر نصف کے مقاصہ واقع ہو جائیگا اور باقی نصف زمین کا اجر المثل عورت پر شوہر کو واپس دینا واجب ہوگا۔ اور بنا بر قول امام محمد رحمہ اللہ کے عورت کا بسبب نکاح کے شوہر پر مہر المثل و زمین کے اجر المثل سے جو کم مقدار ہو وہ بطور مہر واجب ہوئی اور شوہر کی عورت پر زمین کی پوری اجرت مثل واجب ہوئی پس اگر اُسکا مہر مثل پوری زمین کے اجرت کے برابر یا زیادہ ہو تو وہ شوہر کو کچھ واپس نہ دیگی اور مقاصہ واقع ہو جائیگا۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ بیج و کار زراعت عورت کی طرف سے ہو اور مرد کی طرف سے فقط زمین ہو اور اگر اسکا الٹا ہو کہ عورت کی طرف سے زمین اور مرد کی طرف سے بیج و کار زراعت ہو اور باقی مسئلہ بحالہا رہے تو نکاح جائز ہے اور مزارعت فاسد ہے اور اگر اسکے بعد شوہر نے زراعت کی تو پوری پیداوار شوہر کی ہوگی اور شوہر پر بسبب مزارعت کے عورت کے واسطے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور عورت کے واسطے شوہر پر بسبب نکاح کے بالاجماع مہر المثل چاہیے جسقدر ہو واجب ہوگا اسواسطے کہ شوہر نے اسکے بضع کے مقابلہ مین نصف پیداوار بدل ٹھہرائی ہے حالانکہ یہ مجہول ہے اور بالاجماع جب مقابلہ بضع مین تسمیہ مجہول ہو تو مہر المثل واجب ہوتا ہے بخلاف اسکے اگر بیج عورت کیطرف سے ہو ن

تو امام ابو یوسف رحمہ کے قول پر جہالت اسوجہ سے نہین ہر کہ شوہر نے اس صورت مین عورت کی بضع کے مقابلہ مین
منفعت زمین قرار دی ہر اور یہ معلوم ہر پس وجوب مہر المثل سے مانع ہوئے پھر اگر شوہر نے قبل دخول کے
عورت کو طلاق دیدی پس اگر قبل زراعت کے ہو تو عورت کے واسطے شوہر پر بسبب نکاح کے متعہ واجب ہوگا
اور شوہر کا بسبب مزارعت کے عورت پر کچھ واجب نہوگا اور اگر بعد زراعت کے طلاق دی تو عورت کا شوہر پر
بسبب نکاح کے متعہ واجب ہوگا اور بسبب مزارعت کے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر شوہر نے عورت
مذکورہ سے دخول کے بعد اُسکو طلاق دی پس اگر قبل زراعت کے طلاق دی تو عورت کا شوہر پر بسبب نکاح کے
مہر المثل واجب ہوگا اور بسبب زراعت کے شوہر پر کچھ واجب نہوگا اور اگر زراعت کے بعد طلاق دی تو
عورت کا شوہر پر بسبب نکاح کے مہر المثل اور بسبب مزارعت کے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر بیج و
زمین شوہر کیطرف سے ہو اور عورت کی طرف سے فقط کام زراعت ہو تو یہ صورت اور جس صورت مین کہ بیج و کام
زراعت دونون شوہر کی طرف سے مذکور ہوئے ہین دونون کا حکم یکسان ہر۔ اور اگر زمین و بیج عورت کی طرف سے
ہو اور شوہر کی طرف سے فقط کام زراعت ہو تو یہ صورت اور جس صورت مین کہ بیج و کام عورت کی طرف سے
ہر دونون یکسان ہین کذا فی المحیط اور اگر ایک عورت سے اس شرط سے نکاح کیا کہ اُسکو اپنا باغ خرما آدھے
کی بٹائی پر دے تو عورت کے واسطے مہر المثل واجب ہوگا کیونکہ شوہر نے اُسکے بضع اور اُسکے عمل کے مقابلہ مین
نصف حاصلات قرار دی ہر (اور یہ مجہول ہر پس مہر المثل واجب ہوگا بنا برعلے قول الثانی رحمہ اللہ) اور اگر عورت
سے اس شرط سے نکاح کیا کہ عورت اُسکو ایک باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دے تو اس مسئلہ مین اختلاف ہر اسواسطے
کہ شوہر نے اُسکے بضع اور آدھی حاصلات کے مقابلہ مین اپنے کام انجام دینے کا التزام کیا ہر یہ ظہیریہ مین ہر
رہے مسائل خلع سو واضح ہو کہ باب خلع مین عورت اور باب نکاح مین مرد ایک دوسرے کی نظیر ہر۔ کیونکہ
باب خلع مین جس سے بدل کی توقع ہر وہ عورت ہر چنانچہ باب نکاح مین جس سے بدل کی توقع ہوتی ہر وہ
مرد ہوتا ہر پس اگر عورت نے اپنی منفعت بضع کے مقابلہ مین منفعت زمین قرار دی تو امام ابو یوسف کے نزدیک
شوہر کا عورت پر بسبب خلع کے نصف اجر المثل زمین کا واجب ہوگا اور امام محمد رحمہ کے نزدیک شوہر نے جس قدر
مہر عورت کا قرار دیا ہر اُس سے اور زمین کے اجر المثل سے جو مقدار کم ہو وہ مرد کے واسطے واجب ہوگی۔ اور
اگر عورت نے منفعت بضع کے مقابلہ مین نصف پیداوار قرار دی تو بالاجماع سب کے نزدیک شوہر کے واسطے
وہ مہر واجب ہوگا جو اُسنے نکاح کے وقت عورت کے واسطے مقرر کیا تھا۔ اور عمد اخون سے صلح واقع ہونے کا
حکم نظیر اس حکم کا ہر جو خلع مین مذکور ہوا ہر کہ جس سے بدل کی توقع ہر یعنے قاتل نے اگر اپنی زمین یا اپنے نفس
کے منفعت کو بدل قرار دیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ولی قتیل کو زمین کے اجر المثل کا نصف اور
قاتل کے کام کا نصف اجر المثل ملیگا اور امام محمد رحمہ کے نزدیک مقتول کے وارث کو مقتول کی دیت اور تمام
زمین کے اجر المثل سے جو کم مقدار ہو وہ ملیگی اور اگر قاتل نے اندرین صورت کہ بیج اُسکی طرف سے ہون
نصف پیداوار کو بدل قرار دیا تو (سب کے نزدیک بالاتفاق) ولی قتیل کے واسطے قاتل پر مقتول کی پوری
دیت واجب ہوگی اور عفو ہر حال مین مثل نکاح کے صحیح ہر کیونکہ عفو ایسی چیز ہر جو شروط فاسدہ سے معلق

فعل صلح کے باطل نہین ہوتا ہی - یہ سب اُس صورت مین ہی کہ عمداً خون سے صلح واقع ہوئی ہو اور اگر قتل خطا سے یا ایسے قتل عمد سے جسمین قصاص نہین لیا جا سکتا ہی صلح واقع ہوئی ہے کہ مال ہی واجب ٹھہرا تو مزارعت و صلح دونون فاسد ہونگی اور ولی مقتول کا حق ارش جنایت لینے مین قاتل کیطرف ویسا ہی باقی رہیگا جیسا صلح سے پہلے تھا اور جب صلح فاسد ہوئی تو اُسکا وجود و عدم یکسان ہوا پس ولی مقتول کا حق ارش جنایت لینے مین یون ہی رہا جیسا ہمنے بیان کیا ہی کذا فی المحیط

اٹھارھوان باب - مزارعت اور معاملت مین وکیل کرنے کے بیان مین - اگر ایک شخص کو حکم دیا کہ میری زمین مزارعت پر یا میرا باغ خرما معاملت پر دیدے اور اس سے زیادہ نہ کہا تو جائز ہی بشرطیکہ زمین و باغ خرما کو توکیل مین معین کر دیا ہو اور اگر مدت بیان نہ کی تو اس سال کی اول زراعت کی طرف منصرف ہوگا اور اگر پیداوار کا حصہ بیان نہ کیا تو صاحبین کے نزدیک عرف کے ساتھ متقید کیا جائیگا اور ایسا ہی امام اعظم رح کے قیاس پر ہی اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور ایسا ہی حکم باغ خرما کی بٹائی مین ہی - اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو امام اعظم رح کے نزدیک بقلیل و کثیر دینا جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک متقید بعرف ہوگا اور اگر وکیل نے موکل کے حکم سے مخالفت کی تو غاصب ہو جائیگا اور اگر اُسکے حکم کے موافق کاربند رہا تو پیداوار پر قبضہ کرنے کا حق موکل کو حاصل ہوگا بشرطیکہ بیج اُسکی طرف سے ہون اور یہی حکم درختون کی بٹائی مین ہی اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو پیداوار پر قبضہ کرنے کا حق وکیل کو حاصل ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کسی شخص نے اپنی زمین معین مزارعت پر دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے وہ زمین کسی شخص کو مزارعت پر دی اور اس سے شرط کر لی کہ اسمین گیہون بووے یا جو بووے یا تل بووے یا جوار بووے تو یہ جائز ہی - اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین اور اسکے ساتھ بیج مزارعت پر لے پس وکیل نے زمین کو گیہون کے بیج یا جو وغیرہ اقسام حبوب مین سے کسی کے ساتھ لیا تو موکل کے حق مین جائز ہی - اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین مزارعت پر لے پس اُسنے مالک زمین سے اپنے موکل کے واسطے اس شرط سے لی کہ اسمین گیہون کی زراعت کرے یا جو کی زراعت کرے یا اسکے سوائے اور کسی قسم کے اناج کی شرط کی - تو موکل اس زمین مین سوائے اس بیج کے جسکی مالک زمین نے شرط کی ہی کوئی بیج نہین بو سکتا ہی - اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میری زمین اس سال مزارعت پر دیدے پس وکیل نے گیہون یا جو بونے کے واسطے بعوض ایک کر درمیانی گیہون یا ایک کر کھرے جو یا تل یا چانول وغیرہ کے جو زمین مین پیدا ہوتے ہین زمین مذکور دیدی تو یہ استحساناً جائز ہی اور قیاساً وکیل مخالف ہی اسواسطے کہ موکل تو اسی امر پر راضی ہوا تھا کہ میری زمین مزارعت پر دیدے تاکہ موکل اُسکی پیداوار مین شریک ہو اور وکیل نے اسکے برخلاف فعل کیا کہ اُسے اجرت معینہ پر اجارہ پر دیدی ولیکن امام رح نے استحسان کیا اور فرمایا کہ وکیل کے فعل سے موکل کا مقصود بطور انفع حاصل ہوا کیونکہ اگر وکیل مزارعت پر دیتا پھر کاشتکار اُسمین زراعت نکرتا یا کھیتی پر کوئی آفت آجاتی تو مالک زمین کو کچھ نہ ملتا اور جو فعل وکیل نے کیا ہی اُسمین موکل کا حق بطور دین کے مستاجر کے ذمہ ثابت ہو گیا جبکہ مستاجر کو زراعت کرنے کا قابو ملا اگرچہ مستاجر زراعت نکرے یا کھیتی پر آفت آجاوے اور جب وکیل ایسا فعل کرے جو اُسی جنس سے ہو جسکا موکل نے حکم کیا ہی اور جس

خاص فعل کا موکل نے نام لیا ہی اُسکی بہ نسبت موکل کے حق مین زیادہ نافع ہو تو وکیل مخالف نہوگا اور جب وکیل مخالف
نہ ٹھہرا تو اُسکا عقد کرنا ایسا ہی گویا موکل نے خود ہی عقد کیا ہی پس مستاجر کو اختیار ہوگا کہ جو اُسکی راے مین آوے
زراعت کرے کیونکہ گیہون یا جو وغیرہ کی تقئید اس صورت مین مالک زمین کے حق مین کچھ مفید نہین ہی کیونکہ پیداوار
مین اُسکی شرکت نہین ہی بخلاف مزارعت پر دینے کے کہ اُسمین شرکت ہوتی ہی۔ اور اگر وکیل نے زمین مذکور
کو بعوض درمون و کپڑون وغیرہ مالون کے ساتھ جنکی زراعت نہین ہوتی ہی اجارہ پر دیا ہو تو یہ عقد اجارہ موکل
کے واسطے جائز نہوگا کیونکہ اُسنے جنس مین اختلاف کیا کہ رب الارض نے صریح حکم دیا کہ مزارعت پر دے اور اسکے
یہ معنی ہین کہ زمین کا ایسی چیز کے عوض اجارہ دینا جو زمین مین پیدا ہوتی ہی پس جب وکیل نے ایسی چیز کے عوض
اجارہ پر دی جو زمین مین نہین پیدا ہوتی ہی تو اُسنے اس چیز کی جنس مین خلاف کیا جسکا موکل نے صریح حکم دیا تھا
پس یہ وکیل بمنزلۂ ایسے وکیل کے ہی جو ہزار درم کے عوض فروخت کرنے کا وکیل کیا گیا اور اُسنے سو دینار کے
عوض فروخت کی کہ یہ بیع موکل کے حق مین نافذ نہوگی بخلاف اسکے اگر اُسنے دو ہزار درم کے عوض فروخت کی۔ تو
استحساناً نافذ ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین مزارعت پر لے اور اس سے
زیادہ کچھ نہ کہا پس وکیل نے ایک کر گیہون وغیرہ اناج کے عوض اجارہ پر لی تو جائز نہین ہی لیکن اگر بیج مالک
زمین کی طرف سے ہون اور وکیل نے زمین مذکور اس شرط سے لی کہ تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور
مالک زمین پر واجب ہوگا کہ کاشتکار کو ایک کر گیہون دے یا جو زمین مین پیدا ہوتا ہی شرط کیا تو جائز ہی
اور اگر وکیل نے مالک زمین کے ذمہ درم یا کپڑے شرط کیے تو جائز نہین ہی لیکن اگر موکل اس سے راضی
ہو جاوے تو ہو سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ لو وکلہ بان یاخذہا لہ مزارعۃ بالثلث اگر وکیل کو اسواسطے وکیل
کیا کہ یہ زمین میرے واسطے تہائی کے ساتھ بٹائی دینے پر لے پس وکیل نے اُسکو اس شرط سے لیا کہ کاشتکار
اُسمین زراعت کرے اور تہائی پیداوار کاشتکار کی اور دو تہائی مالک زمین کی تو یہ عقد کاشتکار کے حق
مین جائز نہوگا اسواسطے کہ جو کلام کاشتکار نے کہا ہی اُسکا موقع یہ ہی کہ مالک زمین کے واسطے تہائی ہو کیونکہ اُسنے
بیان کر دیا کہ مالک زمین ہی اپنی زمین کی منفعت کے عوض پیداوار کا مستحق ہی پس جس لفظ پر حرف با
داخل ہی وہ پیداوار زمین سے اُسیکا حصہ ہوگا حالانکہ وکیل نے اُسکے ضد پر خلاف کیا۔ اور اگر موکل نے اُسکو
یون حکم کیا کہ یاخذ الارض والثلث کہ زمین اور تہائی لے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو یہ عقد کاشتکار کے حق مین
جائز ہوگا کیونکہ اسمین معقود علیہ کاشتکار کا عمل ہی اور وہ بمقابلہ اپنے کام کے پیداوار کا مستحق ہی جب وکیل نے
اُسکے واسطے تہائی کی شرط کی تو اُسکے حکم کا فرمانبردار ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری
زمین اس سال ایک کر دو سیائی گیہون کے عوض اجارہ پر دیدے اور وکیل نے اُسکو آدھے کی بٹائی پر دیدیا
بدین شرط کہ کاشتکار اُسمین گیہون کی زراعت کرے اور کاشتکار نے زراعت کی تو وکیل مخالف ہوگا یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میری زمین تہائی کی بٹائی کے ساتھ مزارعت پر دیدے اور
وکیل نے اس شرط سے دیدی کہ تہائی مالک زمین کی ہو تو یہ جائز ہی اور اگر مالک زمین نے کہا کہ میری مراد
یہ تھی کہ کاشتکار کے واسطے تہائی ہو تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی لیکن اگر بیج اُسیکی طرف سے ہون تو ایسی صورت

مین قول اُسیکا قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی

اُنیسواں باب - کاشتکار پر ضمان واجب ہونے کے بیان مین - اگر کاشتکار نے باوجود قدرت پانے کے زمین کا سینچنا ترک کیا یہان تک کہ کھیتی خشک ہوگئی تو اُگی ہوئی کھیتی کا ضامن ہوگا اور قیمت اندازہ کرنے مین وہ وقت معتبر ہی کہ جب کھیتی ایسی حالت مین تھی کہ اسکو پانی نہ دینا مضر تھا پس اگر ایسی حالت مین کھیتی کی کچھ قیمت نہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت لگائی جاوے پس جسقدر دونون اندازون مین فرق ہو اُسکے نصف کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - کاشتکار نے پانی دینے مین تاخیر کی پس اگر یہ تاخیر معتاد ہو کہ ایسا لوگ کرتے ہون تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی - اگر کاشتکار نے کھیتی کی حفاظت چھوڑ دی حتے کہ اُسکو کوئی آفت جیسے جانورون کا چر جانا وغیرہ پہونچی تو ضامن ہوگا - اور اگر اُسنے ٹیڑیون کو نہ ہانکا حتے کہ ٹیڑیون نے کھیتی چاٹ لی تو دیکھا جائیگا کہ اگر ٹیڑیاں اس کثرت سے تھین کہ انکا ہانکنا اور دفع کرنا اس سے ممکن نہ تھا تو اسپر ضمان واجب نہوگی - اور حاصل یہ ہی کہ جس صورت مین کاشتکار نے حفاظت باوجود قادر ہونے کے چھوڑ دی ہی اسپر ضمان واجب ہوگی ورنہ واجب نہوگی - یہ اُسوقت ہی کہ کھیتی پختہ نہوئی ہو اور اگر پختہ ہوگئی ہو تو کاشتکار پر حفاظت چھوڑ دینے سے ضمان واجب نہوگی کذا فی الذخیرہ قال المترجم واما فی بلادنا فینبغی ان یجب فلا فرق فی ذلک فیما اذا کان الزرع بقلا او مدرکا فافہم - ذاری نے اگر کدس کی حفاظت رات مین چھوڑ دی تو ضامن ہوگا بشرطیکہ رات مین اُسکے ذمہ حفاظت کرنے کا رواج ہو یہ قنیہ مین ہی - فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ اگر کاشتکار نے بدون اجازت اُس شخص کے جسنے زمین مزارعت پر دی ہی یعنی زمین دہندہ کی کھیتی کو کاٹا اور کھلیان کیا اور روندا اور یہ امر دہندہ نے اُسکے ذمہ شرط نہ کیا تھا تو دہندہ کا حصہ کاشتکار مذکور کے ذمہ مضمون ہوگا اور اگر دہندہ نے یہ امر اُسکے ذمہ شرط کیا ہو پھر کاشتکار نے اس فعل مین غفلت کی یہان تک کہ کھیتی تلف ہوگئی تو فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا - اور فقیہ ابو اللیث نے ذکر کیا کہ اگر کاشتکار مذکور نے اسقدر تاخیر کی کہ اُسکے مثل لوگ تاخیر نہین کرتے ہین تو ضامن ہوگا اور اگر ایسی تاخیر کی کہ اُسکے مثل لوگ تاخیر کرتے ہین تو ضامن نہوگا اور یہ بنا بر مختار ائمہ بلخ کے ہی کہ ان کامون کا کاشتکار کے ذمہ شرط کرنا صحیح ہی کذا فی المحیط - اسیطرح کپاس کی روئی جب پھول جاوے تو اُسکے چُن لینے مین بھی یہی حکم ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - کاشتکار نے تخم گیہون میدان صحرا مین نہ ڈالے حالانکہ عقد مین یہ فعل اُسکے ذمہ مشروط تھا تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی مجموع النوازل مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک کھیتی دو آدمیون مین مشترک ہی انمین سے ایک نے اُسکو پانی دینے سے انکار کیا تو اُسپر جبر کیا جائیگا اور اگر حاکم کے پاس اس امر کے مرافعہ کرنے سے پہلے کھیتی خراب ہوگئی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر قاضی کے پاس مرافعہ کرنے اور قاضی کے سینچنے کا حکم دینے کے بعد اُسنے سینچنے سے انکار کیا - اور کھیتی خراب ہوگئی تو ضامن ہوگا کذا فی الذخیرہ والخلاصہ - فتاوے النسفی مین ہی کہ مالک زمین کا بیل کاشتکار کے پاس ہی کاشتکار نے اُسکو چرواہے کے پاس چراگاہ بھیجا تو کاشتکار ضامن نہوگا اور نہ چرواہا ضامن ہوگا اور جو بیل مستعار ہو یا کرایہ پر لیا گیا ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی - شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین مشائخ سے دو روایات

مضطرب آئے ہین اور فتوے اس روایت مذکورہ پر ہر کیونکہ مستودع مال ودیعت کو مثل اپنے مال کے حفاظت کرتا ہر اور وہ اپنے بیل کو چراگاہ مین محفوظ جانتا ہر پس ایسی ہر ودیعت کے بیل کے ساتھ ہر۔ اور اگر اُسنے بیل کو چرتا چھوڑ دیا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہر اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فتوے اسپر ہر کہ وہ ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہر امام محمد رہ نے اصل مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اس شرط سے دی کہ اس سال اُسمین زراعت کرے اور معاوضہ مین ایک کر گیہون جو کاشتکار کے پاس موجود ہین قرار دیے تو جائز ہر پس اگر پورے سال کاشتکار مذکور نے زراعت کی پھر جب سال گذر گیا اور کھیتی کاٹنے کے لائق ہو گئی تو کاشتکار نے وہ کر جسکے عوض زمین اجارہ پر لی تھی تلف کر دیا تو کاشتکار کے ذمہ زمین کا اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو اور اس اناج کے مثل اناج اُسپر واجب نہوگا کہ جب اجارہ فاسد ہوا تو کاشتکار پر لازم آیا کہ منفعت زمین جو اُسنے پوری حاصل کی ہر واپس کرے مگر چونکہ منفعت بعینہ واپس کرنا متعذر ہر اسواسطے اُسکے ذمہ قیمت منفعت یعنے اجر المثل واپس کرنا واجب ہوا یہ محیط مین ہر۔ ایک شخص کا شرب تلف کر دیا یعنے غیر شخص کے شرب یعنے پانی سے اپنی زمین سینچی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور اسی پر فتوی ہر یہ جواہر اخلاطی مین ہر۔ بذریعہ فتوے دریافت کیا گیا کہ رواج یہ ہر کہ باغبان گرمیون مین باغ مین رہتے ہین اگر کوئی باغبان گرمیون مین باغ مین نرہا اور باغ کو ضائع چھوڑ دیا حتے کہ کسی نے [کاشتکار شامل ہر ۱۲ منہ] درخت کاٹ لیا یا چوب وانج لے گئے تو بالاتفاق جواب استفتا سب مشائخ نے یہی دیا کہ باغبان پر ضمان واجب ہوگی اور اسی جنس کا یہ مسئلہ ہر کہ اہل سمرقند کا رواج یہ ہر کہ جاڑون مین باغبان محلون مین رہتے ہین باغون مین نہین رہتے ہین لیکن گرمیون مین باغون مین جاتے ہین اور اُسکو دیکھ بھال آتے ہین اور اس دیکھ بھال کو منجملہ حفاظت کے سمجھتے ہین اور اگر جاڑون مین کوئی شخص باغ مین آیا اور چوب وانج لے گیا یا درخت کاٹ لیا تو یہ حکم ہر کہ اگر باغبان نے معمولی دیکھ بھال کر لی ہو تو ضامن نہوگا اور اگر معمولی دیکھ بھال نکی ہو تو ضامن ہوگا کذا فی المحیط

بیسوان باب – مزارعت و معاملت مین کفالت کے بیان مین – اگر مزارعت و معاملت مین کفالت بالزراعۃ شرط کی اور بیج کاشتکار کی طرف سے ہر تو دونون فاسد ہو جائینگے اور اگر مزارعت مین کفالت مشروط نہو تو کفالت باطل ہوگی اور مزارعت صحیح ہوگی اور وجہ یہ ہر کہ ہرگاہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہر تو کام کرنا اُسکے ذمہ مضمون نہین ہر چاہے کام زراعت انجام دے یا مزارعت ترک کر دے اور غیر مضمون کی کفالت فاسد ہوتی ہر پس جب مزارعت مین ایسی کفالت شرط کی تو ایسی شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین ہر پس مثل بیع و اجارہ کے عقد فاسد ہوگا اور اگر عقد مین ایسی کفالت مشروط نہو تو عقد شرط مفسد سے خالی ہوگا پس عقد صحیح رہیگا – اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہو پس دو حال سے خالی نہین یا تو مزارعت مین کاشتکار کا اپنے ہاتھون کام انجام دینا مشروط ہر یا ایسی شرط نہین ہر پس اگر مشروط نہین ہر تو کفالت و مزارعت دونون صحیح ہونگی خواہ یہ امر عقد مین مشروط کیا ہو یا بعد عقد کے شرط کر لیا ہو کیونکہ کفیل نے ایسے مضمون کی کفالت کی جسکا استیفاء کفیل سے ممکن ہر کیونکہ یہ کام کاشتکار کے ذمہ مضمون ہر کہ اُسکے ایفاء پر مجبور کیا جا سکتا ہر اور بحکم مزارعت اُسکے ذمہ لازم ہو گیا اُسکا استیفاء کفیل سے ممکن ہر – اور اگر مکفول لہ نے کفیل کو کام کے واسطے پکڑا اور کفیل نے یہ کام انجام دیا تو کاشتکار پر

کفیل کے واسطے اُسکے کام کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر کاشتکار پر آپ کام انجام دینا مشروط ہو پس اگر کفالت عقد مزارعت مین مشروط ہو تو دونون فاسد ہو جائینگی اور اگر عقد مین مشروط نہو تو مزارعت صحیح ہوگی اور کفالت باطل ہوگی اور وجہ یہ ہے کہ کفیل نے ایسے فعل کی کفالت کی جسکا استیفاء کفیل سے ممکن نہین ہے کیونکہ جسطرح کاشتکار کے ہاتھون سے کام ہوگا وہ غیر سے ممکن نہین ہے پس یہ کفالت باطل ہوگی جیسا کہ اجارہ مین ہے یہ مبسوط سرخسی مین لکھا ہے اور عقد معاملہ مین اگر مالک باغ نے عامل سے اسکے کام کا کفیل لیا تو اسکا حکم نظیر حکم مزارعت ہے جبکہ مزارعت مین مالک زمین کیطرف سے بیج ہون۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر دی اور مالک زمین نے کاشتکار سے اپنے حصہ کا کفیل لیا یا کاشتکار نے مالک زمین سے اپنے حصہ کا کفیل لیا تو یہ کفالت فاسد ہے پس اگر عقد مزارعت مین مشروط ہوگی تو مزارعت فاسد ہوگی اور اگر مشروط نہوگی تو مزارعت فاسد نہوگی اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے سے اپنے حصہ کی بابت اس امر کا کفیل لیا کہ دوسرا میرا حصہ تلف نکرے تو ضامن ہو پس اگر ایسی کفالت عقد مزارعت مین مشروط ہو تو مزارعت فاسد اور کفالت جائز ہوگی۔ اور اگر مزارعت مین مشروط نہو تو مزارعت و کفالت دونون جائز ہونگی۔ اور اگر مزارعت فاسد ہو اور ہر ایک نے دوسرے سے اپنے حصہ زراعت کی بابت کفیل لیا تو کفالت باطل ہوگی کذا فی المحیط

اکیسوان باب ۔ نابالغ و ماذون کی مزارعت کے بیان مین۔ غلام ماذون نے اگر اپنی زمین شرائط کے ساتھ مزارعت پر دی تو مزارعت جائز ہے بنا بر قول اُس مجتہد کے جو جواز مزارعت کا قائل ہے خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا ماذون کی طرف سے۔ اسیطرح اگر اُسنے مزارعت پر کوئی زمین بشرائط مزارعت لی تو بھی جائز ہے اور اسیطرح جس نابالغ لڑکے کو اپنے باپ یا وصی کی طرف سے تجارت کی اجازت حاصل ہو وہ زمین کو مزارعت پر لینے و دینے کا اختیار رکھتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ماذون نے ایک زمین مزارعت پر دی پھر اُسکے مولے نے اُسکو محجور کر دیا تو دو حال سے خالی نہین یا تو بیج غلام کی طرف سے ہونگے۔ یا کاشتکار کی طرف سے ہونگے۔ پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو مزارعت باقی رہیگی خواہ مولے نے اُسکو قبل زراعت کے محجور کیا ہو یا بعد زراعت کے۔ اور اگر بیج ماذون کیطرف سے ہون پس اگر بعد زراعت کے محجور کیا ہو تو مزارعت باقی رہیگی اور اگر قبل زراعت کے محجور کیا ہو تو مزارعت ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر ماذون نے کوئی زمین مزارعت پر لی پھر مولے نے اُسکو محجور کر دیا پس اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو مزارعت باقی رہیگی اسواسطے کہ غلام کی طرف مزارعت لازم ہوگی پس اُسکے حق مین محجور کرنا کارآمد نہوگا اور اگر بیج ماذون کی جانب سے ہون تو بعد زراعت کے محجور کرنے کی صورت مین یہی حکم ہے کیونکہ مزارعت لازم ہوگئی اور قبل زراعت کے مزارعت باطل ہو جائیگی کیونکہ مولے کو اختیار ہے کہ اُسکو کار زراعت سے منع کرے کیونکہ زراعت اُسپر لازم نہین ہے پس حجر کارآمد ہوا اور باوجود حجر کے کار زراعت انجام دینا متعذر ہوا پس معقود علیہ فوت ہوگیا پس عقد فسخ ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر غلام ماذون نے اپنی زمین و بیج کسی شخص کو امسال آدھے کی بٹائی پر مزارعت کے واسطے دی پھر مولے نے زراعت سے منع کر دیا اور مزارعت فسخ کر دی۔

لیکن اُسنے اپنے غلام کو مجبور نہین کیا تو مزارعت برحال خود باقی رہیگی اور مولی کی ممانعت کارآمد نہوگی اور کاشتکار کو زرع کرنے کا اختیار ہوگا کیونکہ یہ حجر خاص اذن عام پر واقع ہوا ہی پس صحیح نہوگا اسیطرح اگر غلام ماذون نے کوئی زمین مزارعت پر لی اور بیج ماذون کیطرف سے ہین پس مولی نے اُسکو منع کیا اور مجبور نکیا تو اُسکی ممانعت کارآمد نہوگی اور ماذون زراعت کرسکتا ہی اور وجہ وہی ہی جو ہمنے بیان کردی ہی یہ محیط مین ہی۔ نابالغ یا غلام مجبور نے اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر کسی کاشتکار کو دی تو یہ باطل ہی پس اگر کاشتکار نے کام کیا اور کھیتی پیدا ہوئی اور مزارعت سے نقصان نہوا تو استحساناً پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی اور اگر زراعت سے زمین مین نقصان آیا تو کاشتکار نقصان کا ضامن ہوگا اور پیداوار پوری اُسیکی ہوگی اور جب غلام آزاد ہوجائیگا تو کاشتکار نے جو مال نقصان اُسکے مولی کو دیا ہی وہ غلام مذکور سے واپس لیگا اور نابالغ سے بعد بالغ ہونے کے یہ مال نہین لے سکتا ہی پھر غلام اُس کاشتکار سے نصف پیداوار لے لیگا اُسمین سے غلام کو اُسقدر ملیگا جسقدر اُسنے کاشتکار کو تاوان دیا ہی اور اگر کچھ باقی رہا تو وہ زیادتی مولی کی ہوگی اور اگر مولے نے کہا کہ مین نقصان زمین نہین دیکھتا ہون اور آدھی پیداوار لینے پر راضی ہون تو غلام کی آزادی سے پہلے اور بعد اُسکو یہ اختیار ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر بیج ماذون کیطرف سے ہون تو مزارعت صحیح نہین ہی خواہ مزارعت سے زمین مین نقصان آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ اور اگر شخص آزاد نے اپنی زمین بشرائط مزارعت کسی غلام مجبور کو یا طفل مجبور کو جو مفاد عقد کو جانتا ہی مزارعت پر دی پس اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور غلام کاشتکار عمل سے زندہ بچ رہا تو قیاس سے یہ حکم ہی کہ مزارعت باطل ہی اور پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور استحساناً مزارعت صحیح ہی اور تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی ۔ اور اگر کھیتی کاٹنے کے لائق ہوجانے سے پہلے غلام یا طفل مرگیا تو اسمین دو صورتین ہین ۔ یا تو اپنی موت سے مرا یعنے مشقت کار زراعت سے نہین مرا تو مالک زمین غلام کی صورت مین غلام کی قیمت تاوان دیگا اور لڑکے کی صورت مین کچھ ضامن نہوگا اور جب اُسنے غلام کی قیمت تاوان دیدی تو پوری پیداوار مالک زمین و بیج کے ہوگی اور طفل کی صورت مین پیداوار مالک زمین و وارثان طفل کے درمیان موافق شرط کے مشترک ہوگی وجہ دوم یہ کہ دونون مشقت کار زراعت سے مرگئے تو غلام کی صورت مین مالک زمین اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ ایسے کام سے مرا ہو جو اُسنے زمین مین کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے کیا ہی یا ایسے فعل سے جو اُسنے کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے بعد کیا ہی اور پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی ۔ غلام کے مولے کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اور طفل کاشتکار ہونے کی صورت مین اگر طفل مذکور ایسے کام سے مرا جو اُسنے زمین مین کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے کیا ہی تو مالک زمین کی مددگار برادری پر طفل مذکور کی دیت واجب ہوگی اور اگر ایسے کام سے مرا جو اُسنے زمین مین کھیتی کاٹنے کے لائق ہو جانے کے بعد کیا ہی تو ضمان واجب نہوگی ۔ اور اگر مسئلہ مذکورہ مین بیج غلام یا طفل کیطرف سے ہو تو پوری پیداوار طفل و غلام کی ہوگی اور مالک زمین کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اور ان دونون پر کچھ اجرت زمین واجب نہوگی اور نہ تاوان نقصان زمین لازم ہوگا پس تاوان نقصان اسوجہ سے لازم نہوگا کہ دونون نے زراعت مالک زمین کی اجازت سے

کی ہر اور اجرت زمین واجب نہونا جو فرمایا اس سے یہ مراد ہر۔ کہ غلام پر فی الحال اجرت واجب نہوگی مگر بعد آزاد ہونے کے واجب ہوگی اور لڑکے کی صورت مین لڑکے پر فی الحال وبعد بلوغ کے دونون وقتون مین اجرت واجب نہوگی پس غلام مجبور تو اپنے اقوال کی ضمانت مین بعد آزاد ہونے کے پکڑا جاتا ہر۔ اور قبل آزاد ہونے کے نہین ماخوذ ہوتا ہر اور طفل محجور کبھی ماخوذ نہین ہوتا ہر یہ محیط مین ہر۔ ایک وصی جس یتیم کا وصی تھا اُسکی زمین خود مزارعت پر لیا کرتا تھا پس مشائخ مین سے بعض نے فرمایا کہ مطلقاً جائز ہر جیسے کسی دوسرے کو مزارعت پر دیدینے کا حکم ہر اور بعض نے فرمایا کہ اگر بیج یتیم کی طرف سے ہون تو نہین جائز ہر کیونکہ اسمین فی الحال اُسکے بیجون کا اتلاف ہر اور اگر بیج وصی کی طرف سے ہون تو جائز ہر کیونکہ وصی اُسکی زمین کا اجارہ لینے والا ہو جائیگا (یعنے احتمال ضرر بمقابلہ نفع بیجا نہین ہر ۱۲ منہ) پس یہ امر بمنزلہ اسکے ہوا کہ وصی نے خود یتیم کو اجارہ پر مقرر کیا اور یہ امام اعظم رہ کے نزدیک جائز ہر کہ یہ یتیم کے حق مین بہتر ہر۔ اور مختار یہ ہر کہ اگر اجر المثل یا ضمان المثل یا ضمان نقصان (یعنے) وتخم یتیم کے حق مین بہ نسبت اُس حصہ پیداوار کے جو اُسکو ملتا ہر بہتر ہو تو مزارعت جائز نہوگی (یعنے اُسکو یہ تاوان دلایا جائیگا اور تمام پیداوار وصی کی ہوگی) اور اگر حصہ پیداوار یتیم کے حق مین بہتر ہو تو مزارعت جائز ہوگی اسواسطے کہ پوری نظر شفقت یتیم کے حق مین یون ہی ہر اور امام ابو یوسف رہ سے مروی ہر کہ اگر وصی نے یتیم کے بیج لیکر اُسکی زمین مین بوئے اور مزارعت پر گواہ کر لیے تو اُسنے یہ بیج قرض لیے اور زمین اجارہ پر لی پس اگر پیداوار یتیم کے حق مین بہتر ہوگی تو اُسکو پیداوار ملیگی اور اگر اجرت زمین اُسکے حق مین بہتر ہوگی تو اُسکو اجرت ملیگی یہ فتاوی کبری مین ہر

بائیسوان باب ۔ مالک زمین وکاشتکار کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ جو اختلاف مالک زمین وکاشتکار کے درمیان واقع ہوتا ہر وہ دو طرح کا ہوتا ہر۔ ایک یہ کہ دونون جواز مزارعت وفساد مزارعت مین اختلاف کرین یعنے ایک شخص اسطرح مدعی جواز ہو۔ کہ مزارعت آدھی یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ حصے کی شرط سے جو پیداوار مین موجب قطع شرکت نہین ہر واقع ہوئی ہر اور دوسرا شخص ایسی شرط کا دعوے کرے جو پیداوار مین شرکت کو قطع کرتی ہر اور اسکی چند صورتین ہین ایک یہ کہ چند قفیز معلومہ (مثلاً ۱۲) پر مزارعت واقع ہونے کا دعوے کرے دوم یہ کہ نصف پیداوار از دس قفیز زیادتی کا دعوے کرے سوم یہ کہ نصف پیداوار سے دس قفیز کمی کا دعوے کرے۔ پس اگر ایک (مثلاً) نے نصف یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ حصہ پیداوار پر مزارعت مشروط ہونے کا دعوی کیا (یعنے جواز کا دعوے کیا ۱۲) اور دوسرے نے چند قفیز معلومہ پر مزارعت مشروط ہونے کا دعوے کیا (یعنے فساد کا دعوے کیا ۱۲ منہ) تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون پس اگر قبل زراعت کے ایسا اختلاف ہوا تو مدعی فساد کا قول قبول ہوگا خواہ مدعی فساد مالک زمین ہو یا کاشتکار ہو اور دونون سے ایک دوسرے کے دعوے پر باہم قسم نہ لیجائیگی اور اگر قبل زراعت کے ایسا اختلاف کرکے دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو گواہ اُسکے مقبول ہونگے جو جواز مزارعت کا دعوے کرتا ہر۔ اور اگر ایسا اختلاف زراعت کے بعد پڑا تو جسکے بیج مین اُسکا قول قبول ہوگا خواہ وہ جواز کا مدعی ہو یا فساد کا مدعی ہو خواہ زمین مین کچھ کھیتی اُگی ہو یا نہ اُگی ہو اور اگر دونون نے

گواہ قائم کیے تو مدعی جواز کے گواہ قبول ہونگے۔ دوم یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور اس صورت مین مالک زمین ویسا ہی جیسا صورت اول مین کاشتکار تھا پس صورت اول مین جو احکام کاشتکار کیواسطے مذکور ہوئے ہین وہ سب اس صورت مین مالک زمین کے واسطے ثابت ہونگے۔ یہ بیان اس صورت کا ہے کہ ایک نے نصف وثلث وغیرہ حصہ کا دعوے کیا ہے اور دوسرے نے چند قفیز معلومہ کا دعوی کیا ہے اور اگر ایک نے نصف پیداوار مشروط ہونے کا دعوی کیا اور دوسرے نے نصف پیداوار کے ساتھ زیادہ دس قفیز مشروط ہونے کا دعوی کیا تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور اس صورت مین اگر دس قفیز کے زیادہ ہونے کا مدعی بیجون کا مالک ہو یعنے مالک زمین تو کاشتکار کا قول جو فقط نصف پیداوار مشروط ہونے کا دعوے کرتا ہے مقبول ہوگا خواہ ایسا اختلاف قبل زراعت کے ہو یا بعد زراعت کے واقع ہو۔ اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو جو شخص دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کا دعوی کرتا ہے اُسکے گواہ مقبول ہونگے۔ اور اگر دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کا مدعی وہ شخص ہو جسکی طرف سے بیج نہین ہین یعنے کاشتکار پس اگر دونون نے قبل زراعت کے ایسا اختلاف کیا تو مدعی جواز کا قول قبول ہوگا یعنے جسکی طرف سے بیج ہین اور اگر بعد زراعت کے ایسا اختلاف کیا تو جسکی طرف سے بیج نہین ہین یعنے کاشتکار کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے اپنے گواہ قائم کیے تو جو شخص دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کو ثابت کرتا ہے اُسکے گواہ قبول ہونگے۔ یہ اُسوقت ہے کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور اگر کاشتکار کیطرف سے ہون تو اس صورت مین کاشتکار ویسا ہی ہوگا جیسا صورت اول مین مالک زمین ہے پس جو احکام مالک زمین کے واسطے اس صورت مین مذکور ہوئے ہین وہ سب اس صورت مین کاشتکار کے واسطے ہونگے۔ یہ اُسوقت ہے کہ ایک نے نصف حصہ مشروط ہونے کا اور دوسرے نے نصف کے ساتھ دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کا دعوی کیا ہو۔ اور اگر دوسرے نے نصف سے دس قفیز کم مشروط ہونے کا دعوے کیا ہو تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہو اور اسمین بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اختلاف بعد زراعت کے ہو پس اگر زمین مین کچھ کھیتی اُگی ہو اور نصف مشروط ہونے کا مدعی وہ ہو جسکی طرف سے بیج نہین ہین یعنے کاشتکار تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ کاشتکار کے قبول ہونگے اور اگر زمین مین کچھ کھیتی اُگی نہو تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی اُسیکے جسکی طرف سے بیج ہین یعنے مالک زمین کے قبول ہونگے۔ یہ اُسوقت ہے کہ بعد زراعت کے دونون نے اختلاف کیا اور دوم یہ کہ دونون نے قبل زراعت اختلاف کیا تو اسمین بھی دو صورتین ہین کہ مدعی صحت وہ شخص ہو۔ جسکی طرف سے بیج ہین پس قول اُسیکا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی اُسیکے قبول ہونگے۔ اور اگر مدعی صحت کاشتکار ہو تو قول مالک زمین کا اور گواہ کاشتکار کے قبول ہونگے کذا فی الذخیرہ۔ یہ سب جو مذکور ہوا ہے اس صورت مین ہے کہ دونون نے عقد مزارعت کے جائز ہونے و فاسد ہونے مین اختلاف کیا ہو اور اگر دونون نے عقد جائز ہونے پر اتفاق کیا مگر مقدار مشروط مین

اختلاف کیا مثلاً جسکی طرف سے بیج ہین اُسنے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے تہائی پیداوار شرط کی ہے اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے میرے واسطے نصف پیداوار شرط کی ہے تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور اس صورت مین اگر قبل زراعت کے اختلاف واقع ہوا اور دونون مین سے کسی ایک کے پاس یا دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو دونون سے ہر ایک کے دعوے پر قسم لیجادیگی اور پہلے کاشتکار سے قسم لینی شروع کیجائیگی اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف رح کا پہلا قول ہے اور دوسرا قول امام ابو یوسف رح کا یہ ہے کہ پہلے مالک زمین سے قسم لینی شروع کیجائیگی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رح کا دوسرا قول یہ ہے کہ پہلے کاشتکار سے قسم لیجائیگی اور یہی امام محمد رح کا قول ہے پھر اگر دونون نے قسم کھالی تو قاضی دونون کے درمیان عقد فسخ کر دیگا بشرطیکہ دونون مین سے کوئی فسخ کی درخواست کرے اور اگر دونون سے قسم کھا لینے کے بعد کسی ایک نے گواہ قائم کیے پس اگر قاضی دونون کے درمیان سے عقد کو فسخ کر چکا ہو تو اُسکے گواہون کیطرف التفات نکریگا اور اگر ہنوز قاضی نے عقد فسخ نکیا ہو تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے۔ اور باہمی قسم واقع ہونے سے پہلے دونون مین سے جسنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اُسکے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو کاشتکار کے گواہ قبول ہونگے یہ اُسوقت ہے کہ قبل زراعت کے دونون نے اختلاف کیا۔ اور اگر زراعت کے بعد دونون نے اختلاف کیا پس اگر دونون مین سے کسی نے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو کاشتکار کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو دونون سے باہم قسم نہ لیجائیگی یہ سب اُس صورت مین ہے کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو اس صورت مین کاشتکار ویسا ہی ہے جیسا کہ صورت اول مین مالک زمین ہے پس اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک زمین کے مقبول ہونگے اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون تپس اگر بعد زراعت کے اختلاف ہے تو دونون سے باہمی قسم نہ لیجائیگی اور اگر قبل زراعت کے اختلاف ہو تو دونون سے باہمی قسم لیجائیگی اور پہلے مالک زمین سے قسم شروع کیجائیگی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو کتاب مین مذکور ہے کہ اس مسئلہ مین دونون سے باہمی قسم لیجائیگی یہ محمول ایسی صورت پر ہے کہ بیجون کے مالک نے یہ کہا ہو کہ مین مزارعت کو نہین توڑتا ہون اور اگر اُسنے کہا کہ مین مزارعت کو توڑتا ہون تو باہمی قسم کے کچھ معنی نہین ہین۔ یہ سب جو ہمنے ذکر کیا اُس صورت مین کہ دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ بیج اس شخص کی طرف سے ہین کذا فی المحیط۔ اور اگر دونون مین سے ایک یا دونون مر گئے اور دونون کے وارثون نے حصص کی شرط مین اختلاف کیا تو مالک زمین کے وارثون کا قول اور کاشتکار کے وارثون کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دونون نے اسطرح اختلاف کیا کہ بیج کسکی طرف سے ہین تو قول کاشتکار اور اُسکے وارثون کا قبول ہوگا اور گواہ مالک زمین و اُسکے وارثون کے قبول ہونگے۔ اور اگر دونون نے بیجون و شرط مین اختلاف کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک زمین کے قبول ہونگے کیونکہ وہی خارج ہے اور کاشتکار صاحب الید یعنی فی الحال قابض ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین زراعت کی پھر جب کھیتی کاٹی تو مالک زمین نے کہا

کہ تو میرا اجیر تھا تو نے میرے بیجون سے زراعت کی تھی اور کاشتکار نے کہا کہ مین کاشتکار تھا مین نے اپنے بیجون سے زراعت کی ہی تو قول کاشتکار کا قبول ہوگا کیونکہ دونون نے اس امر پر اتفاق کیا ہی کہ بیج کاشتکار کے قبضہ مین تھے پس اس صورت مین قول قابض کا قبول ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین مع بیج دو شخصون کو اس شرط سے دیے کہ دونون اس زمین مین اس سال زراعت کرین اور جو کچھ اسمین اللہ تعالے پیدا کرے اُسمین سے اس شخص کا تہائی ہوگا اور مالک زمین کا دو تہائی ہوگا اور دوسرے کاشتکار کے واسطے مالک زمین پر سو درم ہونگے تو یہ مزارعت موافق شرط کے جائز ہی کیونکہ مالک زمین نے دونون مین سے ایک کو بعوض بدل معلوم یعنے سو درم کے کسیقدر مدت معلومہ کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا اور دوسرے کو حصہ پیداوار کے عوض مدت معلومہ تک کام کرنے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا اور ان دونون عقدون مین سے ہر ایک تنہا تنہا جائز ہی پس دونون کو جمع کر دینے کی صورت مین بھی جائز ہی پھر اگر زمین مین بہت پیداوار ہوئی اور دونون عاملون نے باہم اختلاف کیا اور ہر ایک نے دعوی کیا کہ مالک نے جسکے واسطے تہائی پیداوار شرط کی ہی وہ مین ہون تو مالک زمین کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ میرے واسطے تہائی مشروط تھی تو جسکے واسطے مالک زمین نے تہائی کا اقرار کیا ہی وہ مالک زمین کے اقرار سے تہائی پیداوار لیگا اور دوسرا اپنے گواہون سے تہائی پیداوار لے لیگا مگر اُسکو اجرت مین سے کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ تہائی پیداوار کے استحقاق کے ساتھ ضرور ہی کہ اجرت منتفی ہو جسکا مالک زمین نے اقرار کیا ہی۔ اور اگر زمین مین کچھ نہ پیدا ہوا اور دونون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ جسکے واسطے مالک نے اجرت قرار دی ہی وہ مین ہون تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک زمین پر ہر ایک کے واسطے سو درم اجرت واجب ہوگی پس ایک کے واسطے اسوجہ سے کہ مالک نے اُسکے واسطے اقرار کیا ہی اور دوسرے کے واسطے اسوجہ سے کہ اُسنے اپنے گواہون سے ثابت کی ہی اور اس صورت مین اور نیز صورت اول مین ان دونون کے گواہون کے مقابلہ مین مالک زمین کے گواہون کیطرف التفات نکیا جائیگا اور اگر مالک زمین نے اپنی زمین دو کاشتکارون کو اس شرط سے دی کہ دونون اپنے بیجون سے اسمین زراعت کرین اور جو کچھ اسمین پیدا ہوگا اُسمین سے خاص اس ایک کے واسطے نصف پیداوار ہوگی اور مالک زمین کے واسطے اُسپر سو درم اجرت واجب ہوگی اور دوسرے کے واسطے تہائی پیداوار ہوگی اور مالک زمین کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ اُسنے اپنی زمین دونون کو اجارہ پر دی یعنے نصف زمین خاص ایک کاشتکار کو بعوض سو درم اجرت کے دی اور نصف زمین دوسرے کو اس نصف کی پیداوار مین سے تمام زمین کی پیداوار کی تہائی کے حساب سے دینے پر دی اور ان دونون عقدون مین سے ہر ایک تنہا صحیح ہی پس باجتماع بھی صحیح ہی پھر اگر دونون نے زمین مذکور مین زراعت کی اور زمین مین پیدا نہوا پس دونون مین سے ہر ایک نے مالک زمین سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے چھٹا حصہ زراعت شرط کیا ہی پس دونون مین سے ہر ایک اپنے زعم مین جسقدر شرط کرنے کا زعم کرتا ہی اُسمین اُسیکا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو مالک زمین کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر زمین مین زراعت کثیر پیدا ہوئی اور دونون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ جسنے اجرت زمین دینے کی شرط کی تھی وہ

مین ہون اور مالک زمین نے دونون مین سے ایک پر اجرت کا دعوی کیا اور دوسرے پر چھٹے حصہ پیداوار کا دعوی
کیا تو مالک زمین نے جسپر اجرت کا دعوے کیا ہی اُس سے اجرت لے لیگا کیونکہ دونون نے اُسپر اجرت مشروط
ہونے پر اتفاق کیا ہی اور دوسرے پر مالک نے بعض پیداوار کا دعوی کیا حالانکہ وہ منکر ہی تو قول منکر کا قبول
ہوگا اور مالک زمین سے کہا جائیگا کہ تونے اسپر چھٹے حصہ پیداوار کا دعوے کیا ہی اُسکے گواہ پیش کر۔ اور اگر دونون
نے گواہ قائم کیے تو مالک زمین کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دو شخصون نے اپنی زمین ایک کاشتکار کو اس
شرط سے دی کہ اسمین اپنے بیجون و کام سے زراعت کرے اور جو کچھ اسمین پیدا ہوگا اُسمین سے دو تہائی کاشتکار
کا اور ایک تہائی خاص اس مالک زمین کا ہوگا اور دوسرے مالک کے واسطے اُسکے حصہ کی بابت کاشتکار پر
سو درم واجب ہونگے تو یہ جائز ہی پھر اگر زمین مذکور مین بہت پیداوار ہوئی اور دونون مالکون مین سے ہر ایک
نے دعوی کیا کہ جسکے واسطے تہائی پیداوار مشروط ہی وہ مین ہون تو کاشتکار کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون مالکون
مین سے ہر ایک نے اپنے اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کو تہائی پیداوار ملیگی اور ان دونون کے
گواہون کے مقابلہ مین کاشتکار کے گواہ مقبول نہونگے۔ ایک شخص نے دو کاشتکارون کو اپنی زمین و بیج اس
شرط سے دی کہ خاص اس کاشتکار کو تہائی پیداوار ملیگی اور دوسرے کو پیداوار مین سے بیس قفیز ملینگے۔ اور
باقی مالک زمین کی ہوگی پس دونون نے زراعت کی اور زمین مین پیداوار بہت ہوئی تو جس کاشتکار کیواسطے
تہائی شرط کی تھی اُسکو تہائی ملیگی اور باقی دو تہائی مالک زمین کی ہوگی اور دوسرے کاشتکار کے واسطے اُسکے
کام کا اجر المثل واجب ہوگا خواہ زمین مین کچھ پیدا ہو یا نہو اسواسطے کہ عقد مزارعت مالک اور اُس کاشتکار کے درمیان
جسکے واسطے تہائی مشروط تھی صحیح ہی اور مالک اور دوسرے کاشتکار کے درمیان فاسد ہی لیکن ایک کے ساتھ
جو عقد ہی وہ بحرف عطف دوسرے کے عقد پر معطوف ہی اُسمین مشروط نہین ہی۔ اور اگر دونون کاشتکارون
مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ میرے واسطے تہائی مشروط ہی تو مالک زمین کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون
نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کاشتکار کو تہائی پیداوار ملیگی۔ پس ایک کاشتکار کو اس وجہ سے کہ مالک زمین نے
اسکے واسطے اقرار کیا ہی اور دوسرے کو اسوجہ سے کہ اُسنے اپنے گواہون سے ثابت کیا ہی۔ اور اگر زمین
مین کچھ پیداوار نہوئی اور دونون کاشتکارون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ جسکے واسطے اجر المثل
ہونا چاہیے وہ مین ہون تو مالک زمین کا قول قبول ہوگا کہ یہ شخص ہی جسکے واسطے اجر المثل چاہیے ہی اور
اگر دونون نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو مالک زمین کے گواہ قبول ہونگے کیونکہ مالک زمین
اپنے گواہون سے اپنے اور دوسرے کاشتکار کے درمیان عقد صحیح ہونا ثابت کرتا ہی اور دوسرا کاشتکار
اپنے گواہون سے اسکی نفی کرتا ہی پس جسکے گواہون سے شرط صحت عقد ثابت ہوتی ہی اُسکو ترجیح ہی۔ اور
اگر دو مالکون نے اسی شرط سے اپنی زمین ایک کاشتکار کو دی اور بیج کاشتکار کی طرف سے ہین۔ تو ان
سب صورتون مین جو ہمنے بیان کر دی ہین کاشتکار کے واسطے وہی احکام ثابت ہونگے جو مسئلہ مذکورہ بالا
مین مالک زمین کے حق مین جسکی طرف سے بیج ہین مذکور ہوئے ہین کیونکہ یہ دونون فی المعنی یکسان ہین۔
کذا فی المبسوط

تئیسوان باب - بغیر عقد کے اراضی کی زراعت کے بیان مین - ایک شخص نے اپنی زمین ایک کاشتکار کو ایک سال مزارعت کے واسطے اس شرط سے دی کہ اپنے بیجون سے اسمین زراعت کرے پس کاشتکار نے اُسمین زراعت کی پھر سال گذرنے کے بعد بدون اجازت مالک زمین کے اُسمین زراعت کی پھر مالک زمین کو یہ بات معلوم ہوئی خواہ کھیتی اُگنے سے پہلے یا اُسکے بعد مگر اُسنے اجازت ندی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس گانون کے لوگون مین یہ عادت جاری ہو کہ ایک بار کے بعد مکرر بدون تجدید عقد کے زراعت کرتے ہین - تو یہ جائز ہو اور جو پیداوار ہوئی ہو وہ سال گذشتہ کے عقد کی شرط کے موافق دونون مین مشترک ہوگی - اور شیخ امام اسمعیل زاہد رح سے منقول ہو کہ اُنھون نے فرمایا کہ کتاب مین یہ مسئلہ ذکر کر کے فرمایا کہ یہ جائز نہین ہو اور کاشتکار پر لازم ہو کہ مثل صورت غصب کے پیداوار مین سے بقدر اجرت اپنے کام اور اپنے بیلون کے اور اپنے بیجون کے لیکر باقی کو صدقہ کر دے اور ہمارے مشائخ اسی حکم کے موافق جو کتاب مین مذکور ہو فتوے دیتے تھے - مگر مین نے بعض کتب مین دیکھا کہ یہ جائز ہو اور ایسا ہو کہ جیسے ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو دی اور کہا کہ مین نے یہ زمین تجھے اسی طور پر دی جسطرح فلان کاشتکار کے پاس پہلے سال تھی تو یہ جائز ہو پس صورت مسئلہ بدرجہ اولی جائز ہونا چاہیے اور مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک حکم یون ہو کہ اگر یہ زمین مزارعت پر دینے کے واسطے رکھی گئی ہو اور پیداوار مین سے کاشتکار کا حصہ اس گانون کے لوگون کے عرف سے معلوم ہو اور کبھی مختلف نہوتا ہو پھر کسی شخص نے ایسی زمین مین زراعت کر لی تو استحسانًا جائز ہو اور اگر یہ زمین مزارعت پر دینے کے واسطے نہ رکھی گئی ہو یا پیداوار مین سے کاشتکار کا حصہ اس موضع مین یکسان نہو بلکہ ہر ایک کے قرارداد کے موافق مختلف ہوتا ہو تو جائز نہین ہو اور کاشتکار غاصب قرار دیا جائیگا اور واضح ہو کہ عادت کی طرف اُسوقت لحاظ کیا جائیگا جب یہ معلوم نہو کہ کاشتکار نے براہ غصب اُسمین کھیتی کی ہو - اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس شخص نے براہ غصب زراعت کی ہو مثلاً وقت زراعت کے کاشتکار نے یون اقرار کیا کہ مین اس زمین مین اپنے واسطے زراعت کرتا ہون مزارعت پر زراعت نہین کرتا ہون یا یہ شخص ایسا ہو جو زمین کو مزارعت پر نہین لیتا ہو اسکو عار جانتا ہو تو یہ شخص غاصب ہوگا اور پیداوار اُسیکی ہوگی اور اُسپر نقصان زمین کا تاوان واجب ہوگا اسیطرح اگر اُسنے بعد زراعت کے اقرار کیا کہ مین نے اس زمین مین براہ غصب زراعت کی ہو تو قول اُسیکا قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ پیداوار مین غیر کا کچھ استحقاق ہونے سے انکار کرتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو - مین نے بعض فتاوے مین یون لکھا دیکھا کہ زمینین جو دیہات مین ہین یا وقف یا ملک اور اس مواضع کی عادت یہ ہو کہ جسکا جی چاہتا ہو ان زمینون مین زراعت کرتا ہو اور متولی وقف سے اجازت نہین مانگتا ہو اور نہ مالک زمین سے اور متولی و مالک لوگ اُنکو منع نہین کرتے ہین اور کاشتکار لوگ غلہ تیار ہونے پر بٹائی و دہقانی کا حصہ دیدیتے ہین اور یہ لوگ انکار نہین کرتے ہین اگر ایسی زمینون مین کوئی شخص کھیتی کرے بدون اسکے کہ متولی یا مالک سے مزارعت لیوے تو یہ زراعت بطور مزارعت کے ہوگی - اور اگر کوئی ایسا موضع ہو کہ جسمین زراعت کے واسطے مالک کی اجازت ضرور ہوتی ہو اور اگر کوئی مالک کی بلا اجازت زراعت کرے تو مالک اُسکو منع کرتا ہو یا ملک مین

خود کاشت کرتا ہو اور کبھی کاشتکار کو دیدیتا ہو پس ایسے موضع مین اگر کسی نے بلا اجازت مالک کے یا بے اجازت متولی وقف کے زمین ملکی یا وقفی مین زراعت کی تو زمین وقفی مین مزارعت پر حمل کرینگے اور زمین ملکی مین نہین کذا فی المحیط - کاشتکار نے زمین سے پیداوار غلہ اُٹھا لیا مگر زمین مذکور مین گیہوؤن کے دانہ چھٹک رہ گئے اور وہ اُگے اور کھیتی تیار ہو گئی تو یہ کاشتکار و مالک زمین کے درمیان بحساب ہر ایک کے حصہ پیداوار کے تقسیم ہوگی اسواسطے کہ دونون کے مشترک بیج سے اُگی ہو مگر کاشتکار کو چاہیے کہ اپنے حصہ سے زائد کو صدقہ کر دے اور اگر مالک زمین نے اُسکو سینچا ہو اور پر داخت کی ہو حتے کہ وہ اُگی تو یہ اُسیکی ہوگی کیونکہ جب اُسنے پانی دیا تو اسکا مالک ہو گیا پس اگر ان دانون کی قیمت ہو تو مالک زمین اسکا ضامن ہوگا ورنہ نہین - اور اگر اُسکو کسی اجنبی نے پانی دیا مگر بطور تطوع تو یہ اُگی ہوئی کھیتی کاشتکار و مالک زمین[یعنی حصص کاشتکار ۱۲ منہ] کے درمیان مشترک ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر ایک شخص کی زمین مین بغیر کسی کے بوئے ہوئے کوئی درخت یا کھیتی اُگی تو وہ مالک زمین کی ہوگی کیونکہ اُسکی زمین سے پیدا ہوئی ہی پس زمین کا جزو ہوگی پس مالک زمین کی ہوگی کذا فی المحیط

چوبیسوان باب - متفرقات مین - اگر اپنی زمین و بیج کسی کو اس شرط سے دی کہ امسال اسمین زراعت کرے اور جو کچھ اسمین سے اللہ تعالے روزی کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس کھیتی تحصیل ہو گئی پھر دونون نے چاہا کہ اسکو کاٹ کر فروخت کر دین تو اُسکا کاٹنا و فروخت کرنا دونون کے ذمہ ہوگا خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا مالک زمین کی طرف سے - اور اگر کھیتی قابل درو ہو گئی مگر سلطان نے انکو اُسکے کاٹنے سے منع کیا خواہ براہ ظلم منع کیا یا کوئی مصلحت دیکھکر منع کیا یا اس غرض سے منع کیا کہ اپنا خراج وصول کرے تو اسکی حفاظت ان دونون پر لازم ہوگی یہ مبسوط باب مایفسد المزارعہ مین ہی - اگر کوئی زمین کسی کے پاس رہن ہو اور کسی غیر شخص نے چاہا کہ یہ زمین راہن سے مزارعت پر لے تو اُسکو چاہیے کہ مرتہن کی اجازت سے راہن سے مزارعت پر لے - اور اگر کسی شخص نے اپنی زمین ایک سال یا دو سال کے واسطے مزارعت پر دی اور بیج مالک زمین کی طرف سے ہین پھر مالک زمین نے چاہا کہ اپنی زمین کاشتکار کے ہاتھ سے نکال لیوے پس اُسنے کاشتکار سے کہا کہ تیرا جی چاہے اسمین اپنے بیجون سے زراعت کر یا میرے پاس چھوڑ دے پس کاشتکار نے کہا کہ مجھے میرے کام کا اجر المثل دیدے پس مالک زمین نے کہا کہ تجھے دیدونگا - پھر مالک زمین نے چاہا کہ خود اسمین زراعت کرے پھر جب کاشتکار کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُسنے جا کر زمین مین زراعت کی پھر کھیتی پختہ ہو کر تیار ہوئی پس اگر مالک زمین نے اُسکے اس فعل کی اجازت دیدی ہو تو پیداوار دونون مین مشترک ہوگی اور یہ مسئلہ واقعۃ الفتوے ہی یعنے ایسا واقعہ ہوا تھا اور اسمین یون فتوے دیا گیا ہی - اور اگر ایک کاشتکار مر گیا اور متاجر نے وارثان کاشتکار کو بیج دیکر کہا کہ اسنے اس زمین مین زراعت کرو پس اُنھون نے زراعت کی تو پیداوار کسکی ہوگی اور یہ مسئلہ واقعۃ الفتوے ہی پس تمام مفتیون کے جواب مین اس امر پر اتفاق تھا کہ پیداوار وارثان کاشتکار کی ہوگی اسواسطے کہ عقد مزارعت کاشتکار کے مرنے سے فسخ ہو گیا پس یہ فعل متاجر کی طرف سے وارثان کاشتکار کو بیج قرض دینا

شمار ہوا اسواسطے کہ مستاجر کے قول مین کوئی ایسی بات نہین ہے جس سے ثابت ہو کہ اُسنے پیداوار مین سے اپنے واسطے کچھ شرط کر لیا ہے مثلاً یون کہا ہو کہ ان بیجون سے اس زمین مین میرے واسطے زراعت کر دیا یون کہا ہو کہ تا کہ کھیتی ہمارے و تمھارے درمیان مشترک ہو۔ اور مستاجر کے واسطے وارثان کاشتکار پر ان بیجون کے مثل بیج واجب ہونگے یہ محیط مین ہے۔ قاضی بدیع الدین رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے بالغ پسر کی زمین معاملہ پر دیدی اور بیٹا آتا جاتا تھا تو فرمایا کہ یہ رضامندی نہین ہے۔ اور بھی قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک مستاجر نے کاشتکار کو اپنا باغ انگور ایک سال کے واسطے ہزار من انگور فلانسی پر بعقد معاملہ دی تو فرمایا کہ نہین جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص سے ایک سال یا دو سال کے واسطے اجرت معلومہ پر ایک زمین اجارہ لی پھر یہ زمین کسی کاشتکار کو مزارعت پر دی پس اگر بیج مستاجر کی طرف سے ہون تو جائز ہے اور اگر کاشتکار کی طرف سے ہون تو نہین جائز ہے ایسا ہی حاکم احمد رح سمرقندی نے اپنے شروط مین ذکر فرمایا ہے اور ابن رستم نے اپنے نوادر مین یہ مسئلہ ذکر کیا اور اسکو امام محمد رح کا اول قول قرار دیا اور بنا بر دوم قول امام محمد رح کے یہ حکم ہے کہ کاشتکار کو یہ زمین مزارعت پر دینا نہین جائز ہے خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا اجارہ لینے والے کیطرف سے ہون یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوے عتابیہ مین ہے کہ اگر کسی نے اپنا باغ انگور یا زمین حرام یا نجس پانی سے سینچا تو جو کچھ پیدا ہو وہ حلال ہے جیسے کسی نے اپنے گدھے کو غیر کی گھاس چرائی پھر اُسکا کرایہ آوے وہ اُسکو حلال ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے زید نے عمرو سے ایک زمین اجارہ لی پھر وہ زمین عمرو کی جورو یا بیٹے کو مزارعت پر دی اور بیج کاشتکار کی طرف سے ہین اور یہ بیٹا اپنے باپ کی عیال مین ہے پس باپ یعنے عمرو نے اسمین زراعت کی پس اگر بیٹے کی اعانت کے طور پر زراعت کر دی باین طور کہ بیج اپنے بیٹے کو قرض دیے تو پیداوار غلہ اس بیٹے اور زید کے درمیان موافق شرط کے مشترک ہوگا اور اگر عمرو نے اپنے واسطے زراعت کر لی باین طور کہ بیٹے کو بیج قرض نہ دیے تو پوری پیداوار عمرو کی ہوگی جسنے کاشت کی ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ایک عورت سے ایک زمین اجارہ پر لیکر قبضہ کرنے کے بعد یہ زمین عورت مذکور کے شوہر کو مزارعت یا معاملت یا مقاطعت پر دیدی تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے اولاد صغار و کبار و زوجہ چھوڑی اور یہ اولاد بالغ اسی عورت سے ہے یا میت کی کسی دوسری زوجہ سے ہے پس اولاد بالغ نے کھیتی کا کام شروع کیا اور اپنے درمیان مشترک زمین مین یا غیر کی زمین مین بطریق کاشتکارون کے جیسا لوگ کیا کرتے ہین زراعت کی اور یہ سب اولاد زوجہ زندہ کی عیال ہین یہی عورت انکے احوال کی نگران ہے اور یہ اولاد کبار زراعت کرتے ہین اور ایک ہی بیت مین سب غلہ جمع کرتے ہین اور سب اسمین سے خرچ کرتے ہین پس یہ تمام غلہ اس عورت اور اولاد کے درمیان مشترک ہوگا یا فقط زراعت کرنے والون کا ہوگا یہ مسئلہ واقعۃ الفتوے تھا یعنے ایسا واقعہ ہوا تھا جسپر فتوے طلب کیا گیا تھا پس علماے مفتیین کے جواب اس بات پر متفق ہوئے کہ اگر زراعت کرنے والون نے اپنے سب لوگون کے باہمی مشترک بیجون سے باقیون کی خود اجازت سے اگر وہ لوگ مانع ہین یا اُنکے وصی کی اجازت سے اگر نابالغ ہین زراعت کی ہے تو یہ سب غلہ سب مین مشترک ہوگا اور اگر زراعت کرنے والون نے اپنے ذاتی

بیجون سے زراعت کی ہو تو یہ سب غلہ فقط زراعت کرنے والون کا ہوگا۔ اور اگر زراعت کرنے والون نے باہمی مشترک بیجون سے باقیون کی بلا اجازت یا اُنکے وصی کی بلا اجازت زراعت کی ہو تو یہ سب غلہ زراعت کرنے والون کا ہوگا کیونکہ زراعت کرنے والے بیج کے غاصب ہو گئے اور جو شخص غصب کے بیج سے زراعت کرے تو غلہ غاصب کا ہوتا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو مزارعت پر دی حالانکہ زمین مذکور مین کپاس کے ٹھونٹھ ہین تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر یہ ٹھونٹھ زراعت سے مانع نہون تو مزارعت جائز ہے اور اگر مانع ہون تو مزارعت فاسد ہوگی لیکن اگر عقد مزارعت ایسے وقت کیطرف مضاف کیا جسوقت زمین مذکور بالکل خالی ہو جاوے تو عقد جائز رہیگا اور اگر اس سے سکوت کیا تو جائز نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ زید نے عمرو کو ایک زمین بشرائط مزارعت مزارعت پر دی اور عمرو نے اُسمین زراعت کی اور غلہ پیدا ہوا پھر خالد آیا اور کہا کہ مین نے یہ زمین بکر سے خریدی ہے اور یہ زمین اُسکی ملک تھی پس نصف غلہ بٹائی کا مجھے چاہیے ہے پھر اُسنے نصف غلہ لے لیا پھر زید آیا پس اگر اُسنے خالد کے قول کی تصدیق کی اور عمرو سے مخاصمہ نکیا تو اُسکو کچھ نملیگا اور اگر اُسنے خالد کی تکذیب کی اور عمرو سے مخاصمہ کیا پس اگر خالد نے نصف غلہ براہ تغلب لے لیا ہو تو زید کو اختیار ہوگا کہ باقی نصف مین عمرو کے ساتھ شرکت کرے کیونکہ جسقدر مال مشترک مین سے تلف ہوا وہ شرکت مین گیا اور جو باقی رہا وہ شرکت مین رہا پھر دونون ملکر مدعی یعنے خالد سے جو اُسنے لیا ہے واپس لینگے اگر اُسکو پاوین۔ اور اگر خالد نے تغلب کی راہ سے نہ لیا ہو بلکہ عمرو نے باختیار خود اُسکو دیا ہو تو زید کو اختیار ہوگا کہ عمرو سے باقی نصف لے لے۔ اور اگر خالد نے جسوقت نصف غلہ لیا ہے عمرو سے کہا ہو کہ یہ زمین میری طرف سے مزارعت پر لے اور اسنے لے لی پس آیا یہ مزارعت صحیح ہوگی اور مزارعت اولے فسخ ہو جائیگی تو حکم یہ ہے کہ اگر بیج عمرو کی طرف سے نہون تو یہ مزارعت صحیح نہوگی اور نہ مزارعت اولی فسخ ہوگی اور اگر بیج عمرو کیطرف سے ہون حتے کہ اُسکو فسخ کا اختیار ہو تو باوجود اسکے بھی اس مقام پر چاہیے کہ مزارعت فسخ نہو بخلاف اسکے اگر اُسنے ابتداءً فسخ کی تو فسخ ہو سکتی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا باغ انگور دوسرے کو معاملہ پر دیا اور عامل نے باغ مذکور مین کچھ کام نکیا تو باغ کے پھلون مین اُسکا کچھ استحقاق نہوگا اسیطرح اگر اُسنے کام تو کیا مگر درختون و پھلون کی حفاظت نہ کی حتے کہ پھل ضائع ہو گئے تو کچھ مستحق نہوگا۔ اسواسطے کہ حفاظت کرنا بھی عامل کے حق مین منجملہ عمل کے ہے مگر کاشتکار نے اگر زراعت مین مثل تشذیب وسقی کے نہ کیا یہان تک کہ زراعت مین نقصان آیا پس آیا پیداوار مین کچھ استحقاق رکھتا ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ حکم تفصیل ہے یعنے اگر بیج اُسکی طرف سے ہون تو مستحق ہوگا بخلاف عامل کے کہ اگر اُسنے باغ انگور مین کچھ کام نکیا اور پھل کسی شخص نے توڑ لیے یا خراب ہو گئے تو کچھ مستحق نہوگا۔ اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو چاہیے کہ کچھ مستحق نہو اسواسطے کہ پیداوار اُسکی ملک سے نہین اُگی ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک سال کی مزارعت پر ایک زمین دی پھر کھیتی سال کے تمام ہونے سے پہلے تیار ہو کر کاٹ لی گئی تو مزارعت ٹوٹ جائیگی بشرطیکہ جب باقی سال کسی دوسری چیز کی زراعت کے واسطے کافی نہو یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص کو اپنی زمین دی کہ اسمین خرما کی گٹھلیان بووے اس شرط سے

کہ انکو ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرے اور حاصلات دونون مین مشترک ہوگی تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ موضع تحویل معین کر دیا مثلاً یون کہا کہ یہان سے اس دوسری زمین مین منتقل کر دے یا کہا کہ اسی زمین کے اس جانب سے دوسری جانب منتقل کر دے تو اس صورت مین عقد فاسد ہوگا خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہو یا مالک زمین کی طرف سے۔ اور اگر اُسنے موضع تحویل معین نکیا تو قیاس یہ چاہتا ہی کہ جائز نہو اور استحساناً عقد جائز ہی اور جو چیز ایسی ہو کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر تحویل کیجاتی ہو اُسکا یہی حکم ہی اور بعض فتاوے مین مثالاً بیان کیا کہ جیسے بادنجان وغیرہ کے درخت۔ قال المترجم یہ وہان کا عرف ہی اور دیار ہند مین امید ہی کہ یہ حکم نہو واللہ اعلم ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین کھنڈل اس شرط سے دی کہ کاشتکار اسکی تعمیر کرے اور کاشتکار مع مالک زمین کے دونون کے بیجون سے تین برس تک زراعت کرے تو مزارعت فاسد ہی اسواسطے کہ کاشتکار کے ذمہ تعمیر کی شرط مفسد عقد ہی پس اگر مالک و عامل نے دونون کے بیجون سے ایک سال بویا تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ زمین کو نے لے اور تمام کھیتی دونون مین بقدر ہر ایک کے بیج کے مشترک ہوگی اور کاشتکار کے واسطے مالک زمین پر اپنے کام یعنے تعمیر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور مالک زمین کے واسطے کاشتکار پر اپنی اُسقدر زمین کا جتنی کاشتکار کے بیجون کی زراعت مین گھری تھی اجر المثل واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور شیخ ابو القاسم رہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے جیحون کے کنارے کی زمین مین زراعت کی اور کھیتی تیار ہو گئی پھر ایک قوم نے آکر دعوے کیا کہ زمین ہماری ہی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کھیتی تو بیجون والے کی ہوگی اور رقبہ زمین مزروعہ کا یہ حکم ہی کہ اگر قوم مذکور نے اُسپر اپنا استحقاق ثابت کیا تو انکا ہوگا ورنہ اُسکا ہوگا جسنے اُسکو احیاء کیا ہی کذا فی الحاوی۔ ایک کاریز دو زمینون کے درمیان ہی ایک زمین بہ نسبت دوسری زمین کے اونچی ہی اور کاریز مذکور پر درخت لگے ہین کہ اُنکا لگانے والا معلوم نہین ہوتا ہی تو شیخ الاسلام ابو بکر محمد بن الفضل رہ نے فرمایا کہ اگر نیچی زمین مین بدون کاریز کے پانی ٹھہرا رہتا ہی۔ اور امساک آب مین کاریز کی احتیاج نہین ہی تو کاریز کے مقدمہ مین قسم کے ساتھ اونچی زمین والے کا قول قبول ہوگا اور جب کاریز کے مقدمہ مین اُسکا قول قبول ہوا تو اُسپر جو درخت ہین وہ بھی اُسیکے ہونگے تا وقتیکہ دوسرا اپنے گواہ قائم نکرے۔ اور اگر نیچی زمین امساک آب مین کاریز کی محتاج ہی تو کاریز اور جو درخت اُسپر ہین۔ سب دونون مین مشترک ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے کسی نے دعوی کیا کہ یہ خاصۃً میری ہی تو بدون گواہون کے اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی مگر دونون مین سے ہر ایک کو دوسرے سے قسم لینے کا اختیار ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر دو شخصون نے مزارعت پر ایک زمین اس شرط سے لی کہ دونون اس زمین مین مالک زمین کے بیجون سے زراعت کرین بشرطیکہ جو کچھ پیداوار ہو وہ تین تہائی ہوگی ایک تہائی مالک زمین کی اور ایک ایک تہائی ہر ایک کاشتکار کی پھر دونون نے اُسمین زراعت کی مگر کوئی ایسی آفت کھیتی کو پہونچی کہ کچھ پیدا نہوا پھر دونون مین سے ایک کاشتکار نے کہا کہ اسمین فصل خریف کی زراعت نکرونگا پھر ایک نے بدون علم دوسرے کے اسمین فصل خریف بوئی

پیداوار حاصل ہوئی پس آیا دوسرے کاشتکار کو اس فصل خریف کی پیداوار مین سے بسبب اُس کام کے جو اُسنے
اس زمین مین گذشتہ فصل مین کیا ہی کچھ ملیگا تو فرمایا کہ نہین ملیگا لیکن اگر کچھ دیکر اُسکی رضامندی حاصل کر لے
تو یہ افضل ہی- اور ایسے مسائل مین اصل یہ ہی کہ بدون عقد کے عمل کی کچھ قیمت نہین ہوتی ہی پس بدون
عقد کے محض عمل کی وجہ سے کچھ مستحق نہو گا لیکن امام محمدؒ نے کتاب المزارعۃ مین اسیکے مثل مسئلہ مین ذکر فرمایا ہی
کہ وہ عامل کو رضامند کر لے یہ ذخیرہ مین ہی- شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین محدود بیع الوفا
واقع ہوئی اور ہر دو متعاقدین نے ہر دو عوض مین قبضہ کر لیا اور مشتری نے اس زمین مین چند سال تک
زراعت کی اور غلہ لے لیا تو خراج کس پر واجب ہوگا فرمایا کہ بائع پر اگر زمین مذکور مین بوجہ زراعت کے نقصان
آیا ہو پھر دریافت کیا گیا کہ اگر بائع نے اُس سے ضمان نقصان کا مطالبہ نکیا تو بھی اُسپر خراج لازم ہوگا-
فرمایا کہ ہان- آدھے بھوسے کی شرط پر خرمن کوبی نہین جائز ہی کیونکہ یہ قفیز الطحان کے معنی مین ہی- اور
تہائی یا چوتھائی پر کپڑا بننے کے مسئلہ مین ذکر کیا کہ مشائخ بلخ رحمہم اللہ نے لوگون کے تعامل کی وجہ سے حکم جواز
اختیار کیا ہی اور مشائخ بخارا نے حکم کتاب کے موافق کہ یہ قفیز الطحان کے معنی مین ہی جائز نہین ہی اختیار کیا ہی
علے ہذا پنبہ چیدن وارزن کوفتن وگندم درودن مین بھی یہی اختلاف ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی- اگر کسی مرتد
نے اپنی زمین و بیج کسی کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دی اور اُسنے اسی شرط پر زراعت کی اور کھیتی پیدا
ہوئی پس اگر مرتد مذکور مسلمان ہو گیا تو یہ زراعت دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور اگر حالت
ردت مین قتل کیا گیا تو پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور دینے والے کو بیجون اور نقصان زمین کا تاوان دیگا
یہ اُسکا قول ہی جسنے بقیاس قول امام اعظم رح مزارعت کی اجازت دیکر اختیار کیا ہی اور یہ تاوان ہر حال مین
کاشتکار پر واجب ہوگا خواہ زمین مین کچھ پیدا ہو یا نہو اور بنا بر قول صاحبین رح کے یہ مزارعت صحیح ہی
اور پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی- اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور
مرتد حالت ردت مین قتل کیا گیا پس اگر زمین مین نقصان آیا ہو تو کاشتکار نقصان زمین کا تاوان
دیگا اور پوری زراعت اُسکی ہوگی- اور اگر زمین مین نقصان نہ آیا ہو تو قیاس چاہتا ہی کہ پوری پیداوار
اُسکی ہو مگر استحساناً تمام پیداوار کاشتکار و وارثان مرتد کے درمیان مشترک ہوگی اور یہ قیاس و استحسان بقیاس
قول امام اعظم رحمہ اللہ ہی اور صاحبین کے نزدیک یہ مزارعت صحیح ہی- اور اگر کاشتکار مرتد ہو اور بیج اُسکی طرف
سے ہون پس اگر مرتد مذکور اپنی حالت ردت پر قتل کیا گیا تو امام اعظم رح کے قول پر تمام پیداوار اُسکی
ہوگی اور مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا- اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو بالاجماع سبکے نزدیک تمام
پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی- اور اگر دونون مرتد ہون اور بیج مالک زمین کیطرف
سے ہون تو پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ بیج اور نقصان زمین تاوان دے اسواسطے
کہ کاشتکار کے واسطے مالک زمین کا حکم بالمزارعۃ صحیح نہوا تو کاشتکار مثل غاصب کے ہو گیا کہ اُسنے زمین و بیج
غصب کئے ہین- اور اگر دونون مسلمان ہو گئے یا بیجون کا مالک مسلمان ہو گیا تو تمام پیداوار دونون مین
موافق شرط کے مشترک ہوگی جیسا کہ اگر وقت عقد کے مسلمان ہوتا تو یہی حکم تھا- اور اگر بیج کاشتکار کیطرف

سے ہون حالانکہ وہ حالت ردت مین قتل کیا گیا تو پیداوار اُسکی ہوگی اور اُسپر نقصان زمین کا تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ مالک زمین کا حکم بالمزارعۃ وارثون کے حق مین صحیح نہین ہے۔ اور اگر زمین مین کچھ نقصان نہ آیا ہو تو مثل غصب کے وارثان مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا۔ اسیطرح اگر مالک زمین مسلمان ہوگیا تو یہ ایسا ہے کہ جیسے وقت عقد کے مسلمان تھا یعنے حکم یہی ہے۔ اور اگر دونون مسلمان ہوگئے یا کاشتکار مسلمان ہوا اور مالک زمین حالت ردت مین قتل کیا گیا تو کاشتکار وارثان مقتول مذکور کو نقصان زمین تاوان دیگا اسواسطے کہ مالک مذکور کا کاشتکار کو زراعت کے واسطے حکم دینا وارثون کے حق مین صحیح نہین ہے اور اگر زمین مین کچھ نقصان نہ آیا ہو تو قیاس یہ ہے کہ پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور وارثان مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا مگر استحساناً پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر دونون قتل کیے گئے یا دونون مسلمان ہوگئے یا دونون دار الحرب مین جا ملے یا دونون مر گئے تو پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی۔ اور مرتدہ عورت کی مزارعت و معاملت مین بھی امام اعظم کا یہی قول ہے یہ مبسوط مین ہے اور مسلمان و حربی کے درمیان دار الاسلام یا دار الحرب مین عقد مزارعت صحیح ہے اسیطرح دو حربیون یا دو مسلمانون کے درمیان دار الحرب مین عقد مزارعت جائز ہے خواہ یہ دونون مسلمان امان لیکر دار الحرب مین گئے ہون۔ یا وہین مسلمان ہوئے ہون۔ اور اگر دار الحرب پر مسلمان غالب ہوگئے اور انھون نے فتح کر لیا تو یہ سب اراضی فئی و مال غنیمت ہوگی پس جو حصہ زراعت حربی کا ہے وہ بھی فئی ہوگا مگر جو حصہ مسلمان کا ہے وہ فئی نہوگا۔ اور اگر امام نے ان حربیون کی اراضی اُنکے پاس چھوڑ دی اور اُنپر منت و احسان کیا یا یہ لوگ مسلمان ہوگئے تو جو معاملات اُنکے درمیان جسطرح تھے بحالہ باقی رہینگے لیکن جو معاملہ دو مسلمانون مین فاسد ہوتا ہے وہ فاسد ہو جائیگا۔ اگر مسلمان نے حربی کے واسطے عقد مزارعت مین دس قفیز پیداوار شرط کی تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین صحیح ہے۔ اور اگر ایسا عقد مزارعت ایسے دو مسلمانون مین جو دار الحرب مین مسلمان ہوئے ہین واقع ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک صحیح ہے۔ اور صاحبین رح کے نزدیک نہین صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین و بیج بطور مزارعت فاسدہ دی اور مزارع نے زمین جوتی اور نہرین اگارین پھر بیجون کے مالک نے مزارعت باقی رکھنے سے انکار کیا تو اُسپر کاشتکار کے کام کا اجر المثل واجب ہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ مجمع النوازل مین مذکور ہے کہ ایک کاشتکار نے ایک زمیندار سے درخواست کی کہ اپنی زمین مجھے چوتھائی کی بٹائی پر دیدے پس زمیندار نے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اس شرط سے زراعت کر کہ تہائی میری ہوگی ورنہ نہین پھر جب اُسنے بعد زراعت کے کھیتی کاٹی تو دونون نے اختلاف کیا تو مذکور ہے کہ تہائی زمیندار کی ہوگی اور باقی پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور نیز مجمع النوازل مین ہے کہ ایک کھیتی دو آدمیون مین مشترک ہے انمین سے ایک غائب ہوگیا اور دوسرے نے کھیتی کو کاٹا تو یہ متبرع قرار دیا جائیگا کذا فی المحیط۔

کتاب المعاملۃ

اسمین دو باب ہین

باب اول - معاملہ کی تفسیر و شرائط و احکام کے بیان مین - معاملہ کی تفسیر یہ ہی کہ معاملہ عبارت ہی کام کے اوپر بعوض بعض حاصلات کے عقد قرار دینے سے مع تمام شرائط جواز معاملہ کے - اور معاملہ کے واسطے چند شرطین ہین ازانجملہ یہ ہی کہ عاقدین معاملہ دونون عاقل ہون پس جو شخص عقد معاملہ کو نہ سمجھتا ہو اُسکا عقد جائز نہوگا اور بالغ ہونا شرط نہین ہی اور ایسی ہی حریت یعنے آزاد ہونا بھی شرط نہین ہی - اور ازانجملہ یہ ہی جسنے معاملہ کو جائز رکھا ہی اُسکے نزدیک بقیاس قول امام اعظم رحمہ یہ چاہیے کہ دونون عقد کرنے والے مرتد نہون حتے کہ اگر دونون مین سے کوئی مرتد ہوا اور عقد معاملہ واقع ہوا - پس اگر مالک درخت مرتد ہو پھر وہ اسلام لایا تو حاصلات دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور اگر حالت ردت مین قتل کیا گیا یا مرگیا یا دار الحرب مین جا ملا تو پوری حاصلات مالک کی ہوگی کیونکہ اُسکی ملک سے پیدا ہوئی ہی اور عامل کو اگر اُسنے کام کیا ہو تو اُسکے کام کا اجر المثل ملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک دونون صورتون مین تمام حاصلات عامل مسلمان اور وارثان مالک مرتد کے درمیان مشترک ہوگی جیسا کہ اگر دونون مسلمان مرے تو یہی حکم ہی - اور اگر عامل مرتد ہو پس اگر وہ مسلمان ہوگیا تو بالاجماع جو حاصلات ہو وہ دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی یہ سب اُس صورت مین کہ عقد معاملہ ایک مسلمان اور ایک مرتد کے درمیان واقع ہوا - اور اگر دو مسلمان مین واقع ہوا پھر دونون مرتد مرگئے یا ایک مرتد ہوگیا تو حاصلات دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی - اور عقد معاملہ عورت مرتدہ کا بالاجماع بدفع واحد جائز ہی - ازانجملہ یہ شرط ہی کہ اگر ایسا درخت جسمین پھل موجود ہین معاملہ پر دیا تو پھل ایسی حالت مین ہون کہ انمین عامل کے کام سے زیادتی ہو - پس اگر ایک خرما کا درخت جسمین طلع یا بسر ہین کہ سرخ یا سبز ہوگئے ہین مگر اُنکا بڑھنا پورا نہین ہوگیا ہی تو معاملہ جائز ہوگا - اور اگر اُنکا بڑھنا پورا ہوگیا ہو مگر ہنوز وہ رطب نہوئے ہون تو معاملہ فاسد ہوگا اور پوری حاصلات مالک درخت کی ہوگی - ازانجملہ یہ ہی کہ حاصلات دونون کے واسطے مشروط ہو پس اگر دونون نے ایک کے واسطے حاصلات مشروط کی تو معاملہ فاسد ہوگا - اور ازانجملہ یہ ہی کہ بعض حاصلات جو ہر ایک کے واسطے مشروط ہی وہ مشترک و معلوم القدر ہو یعنے تہائی و چوتھائی وغیرہ مقدار حصہ مشترک معلوم ہو اور ازانجملہ یہ ہی کہ جسمین عقد معاملہ قرار پایا ہی وہ عامل کے سپرد کردے یعنے اُسکے اور عامل کے درمیان تخلیہ کردے کوئی مانع اور کچھ لگاؤ نرکھے حتے کہ اگر دونون کے ذمہ اسمین کام کرنا عقد مین مشروط ہو تو معاملہ فاسد ہوگا اور واضح ہو کہ مدت کا بیان کرنا جواز معاملہ کے واسطے استحسانًا شرط نہین ہی کیونکہ بدون بیان مدت کے لوگون مین اسکا تعامل جاری ہی پس پہلا پھل جو سال کے اول مین اُترتا ہی اُسپر عقد معاملہ کا وقوع ہوگا یعنے اسی پر مدت قرار دیجائیگی - اور اگر کوئی زمین دی کہ اسمین رطاب کی کاشت کرے یا ایسی زمین دی

جمع رطبہ ۱۲

جسمین اصول رطبہ باقی ہین اور مدت بیان نکی پس اگر ایسی شی ہو کہ اُسکے جمنے و کاٹنے کی ابتدا و انتہا کا وقت معلوم ہو تو معاملہ فاسد ہوگا اور اگر اُسکے کاٹنے کا وقت معلوم ہو تو معاملہ جائز ہی اور پہلی کٹائی جو واقع ہو اسی پر مدت کی انتہا قرار دیجائیگی جب پہلدار درختون مین ہوتا ہی - اور شرائط مفسدہ کے چند انواع ہین از انجملہ یہ کہ تمام حاصلات دونون مین سے ایک کے واسطے مشروط ہو پس یہ شرط مفسد عقد ہی - از انجملہ یہ کہ دونون مین سے ایک کے واسطے کسیقدر قفیز معلومہ مشروط ہون - از انجملہ یہ کہ مالک زمین کے ذمہ کام مشروط ہو - از انجملہ یہ کہ حاصلات تقسیم ہونے کے بعد اُسکا اُٹھا لانا اور حفاظت کرنا شرط کیا گیا ہو - از انجملہ یہ کہ اگر خرما کے پھل توڑنا یا انگور کے پھل توڑنا عامل کے ذمہ شرط کیے تو بلا خلاف یہ شرط مفسد ہی - از انجملہ کاشتکار کے ذمہ ایسے کام کی شرط کرنا جسکی منفعت مدت معاملہ گذرنے کے بعد باقی رہے جیسے کھاد ڈالنا و انگورون کی ٹٹیان کھڑی کرنا یا درخت جمانا و زمین گوڑنا اور جو اسکے مانند کام ہون کیونکہ یہ امور بمقتضاے عقد نہین ہین اور نہ ایسے ہین کہ ضرورات معقود علیہ اور اُسکے مقاصد مین سے ہون - از انجملہ یہ ہی کہ جسمین عامل کا کام بعقد معاملہ قرار دیا گیا ہی اسمین معاملہ پر دینے والا شرکت رکھتا ہو تو معاملہ فاسد ہی چنانچہ اگر ایک باغ خرما دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک شریک نے دوسرے شریک کو مدت معلومہ کے واسطے معاملہ پر دیا بدین شرط کہ جو حاصلات ہو وہ دونون مین تین تہائی ہو اسطرح کہ دو تہائی اُس شریک کی جسنے کام کیا ہی اور ایک تہائی اُس شریک کی جسنے کام نہین کیا ہی تو ایسا معاملہ فاسد ہی - اور تمام حاصلات دونون مین بحساب ہر ایک کی ملک کے تقسیم ہوگی مگر جس شریک نے کام کیا ہی اُسکے واسطے دوسرے شریک پر کام کا اجر المثل واجب ہوگا - اور اگر دونون یون شرط کرتے کہ تمام حاصلات دونون مین بحساب ہر ایک کی ملک کے تقسیم ہوگی - تو معاملہ جائز ہوتا اور اگر شریک ساکت نے شریک عامل کو حکم دیا کہ جس سے درخت خرما کی نر مادی لگائی جاتی ہی وہ خرید کرے اور اُسنے خرید کی تو جسقدر دام اُسنے دیلے ہین اُسکے آدھے دام اُس سے واپس لیگا - اور معاملہ جائز ہی خواہ عامل ایک شخص ہو یا زیادہ ہون چنانچہ اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما دو شخصون کو بٹائی پر دیا تو جائز ہی خواہ اُسنے دونون عاملون کا حصہ برابر رکھا ہو یا کم زیادہ رکھا ہو - پھر واضح ہو کہ معاملہ صحیحہ کے احکام چند انواع ہین از انجملہ یہ کہ عقد معاملہ مین جن کامون کی ضرورت درختون و باغ انگور و رطبہ و اصول بادنجان وغیرہ کو اس قسم کی ہی جیسے سینچنا و نہر درست کرنا و حفاظت کرنا و درختان خرما کی نر مادی لگانا تو ایسے کام سب عامل کے ذمہ ہین اور جو کام ایسے ہین کہ اُنمین درختون و باغ انگور و زمین مین خرچہ پڑتا ہی جیسے زمین مین کھاد دینا اور ایسی زمین گوڑنا جسمین انگور وغیرہ کے درخت و رطبہ ہی اور انگور کی ٹٹیان کھڑی کرنا اور اسکے مثل کام جنمین خرچہ ہی وہ دونون پر بقدر ہر ایک کے حق کے واجب ہوگا اور خرما کے پھل توڑنا اور انگور کے خوشہ چننا بھی اسمین داخل ہی - از انجملہ یہ ہی کہ جو حاصلات ہو وہ دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی - از انجملہ یہ ہی کہ اگر درختون مین کچھ نہ آوے تو دونون مین سے کسیکو کچھ نہ ملیگا - از انجملہ یہ ہی کہ عقد معاملہ طرفین سے لازم ہوتا ہی حتے کہ دونون مین سے کسی کو انکار کا یا فسخ عقد کا بدون دوسرے کی رضامندی کے اختیار نہین ہی لیکن اگر کوئی عذر پیش آوے جسکا شرع مین اعتبار ہی تو فسخ کر سکتا ہی - از انجملہ

یہ کہ عامل پر کام کیواسطے جبر کرسکتا ہی لیکن اگر عامل معذور ہو تو ایسا نہین کرسکتا ہی۔ ازانجملہ یہ کہ جو حصہ شرط کیا گیا ہی اُسپر
بڑھانا یا اُس سے گھٹانا جائز ہو مگر اصل یہ ہی کہ بڑھانے مین بڑھانا اسی صورت مین جائز ہوگا جب ابتداسے
عقد قرار دینا ہوسکے ورنہ نہین ہان گھٹانا دونون صورتون مین جائز ہی چنانچہ اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما
آدھے کی بٹائی پر دیا اور پھل نکلے پس اگر انکا بڑھنا پورا نہوگیا ہو تو دونون مین سے ہر ایک کی طرف سے دوسرے
کے حق مین حصہ مشروط مین سے حصہ بڑھادینا جائز ہی اور اگر کیریون کا بڑھنا پورا ہوگیا تو عامل کیطرف
سے مالک باغ کے واسطے بڑھانا جائز ہی اور مالک کی طرف سے عامل کے واسطے کچھ بڑھانا نہین جائز ہی۔
ازانجملہ یہ ہی کہ عامل کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے عامل کو معاملہ پر دیدے لیکن اگر مالک نے عامل سے یہ کہدیا
ہو کہ اپنی راے پر عمل کر تو دیسکتا ہی۔ اور واضح ہو کہ حکم معاملہ فاسدہ کے چند انواع ہین۔ ازانجملہ یہ کہ عامل
پر کام کرنے کے واسطے جبر نہین کیا جاسکتا ہی۔ ازانجملہ یہ کہ پوری حاصلات مالک کو ملیگی اور مالک اسمین سے
کچھ صدقہ نکریگا۔ ازانجملہ یہ کہ عامل کے کام کا اجر المثل پھلون کے پیدا ہونے پر نہین ہی بلکہ اجر المثل واجب
ہوگا خواہ پھل پیدا ہون یا کچھ نہ پیدا ہو ازانجملہ یہ ہی کہ اجر المثل مقدار مسمّے پر مقدر رہوگا اُس سے زیادہ نہین
دیا جائیگا یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح کے نزدیک پورا واجب ہوگا۔ یہ اختلاف اُس
صورت مین ہی کہ عقد معاملہ مین دونون مین سے ہر ایک کا حصہ بیان کیا گیا ہو اور اگر بیان نکیا گیا ہو
تو بلاخلاف پورا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور واضح ہو کہ جو امور فسخ معاملہ مین عذر ہوتے ہین ازانجملہ یہ کہ عامل
چور ہو چوری مین مشہور ہو کہ اُسکی ذات سے پھلون کی نسبت خوف کیا جاوے۔ اور جن امور سے عقد معاملہ
خود فسخ ہوجاتا ہی وہ اقالہ کرنا ہی اور مدت معاملہ گذر جانا اور متعاقدین کا مرجانا کذا فی البدائع اور عقد معاملہ عامل
کے بیمار ہونے سے فسخ ہوجاتا ہی بشرطیکہ کام کرنا اُسکو اسطرح مضر ہو کہ وہ کام سے ضعیف ہوتا ہو۔ اور اگر عامل
نے چاہا کہ مین کام نکرون تو صحیح قول کے موافق اُسکو یہ قابو نہ دیا جائیگا یہ تبیین مین ہی۔

دوسرا باب ـ متفرقات مین۔ اگر درختون و باغہاے انگور مین بعض پھلون کے عوض
معاملہ قرار دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی بشرطیکہ مدت معلوم
اور جزو مشاع یعنے مثل تہائی و چوتھائی وغیرہ کے بیان کردیا ہو اور فتوے اس امر پر ہی کہ معاملہ جائز ہی اگرچہ
مدت بھی بیان نکی ہو یہ سراجیہ مین ہی اور رطبیات و اصول بادنجان مین مساقات جائز ہی یہ سراج الوہاج مین
ہی۔ اگر باغ خرما یا اَور درخت یا باغ انگور کسی شخص کو چند ماہ معلوم کے واسطے معاملہ پر دیا حالانکہ یقیناً
یہ بات معلوم ہی کہ نخل یا شجر یا انگور مین اتنی مدت مین پھل نہ آویگا تو معاملہ فاسد ہی اور اگر اتنی مدت ہو
کہ جسمین کبھی پھل آجاتا ہی اور کبھی نہین آتا ہی تو عقد معاملہ موقوف رہیگا پس اگر اس مدت مقررہ مین پھل آگیا
تو معاملہ صحیح ہوجائیگا اور اگر نہ آیا تو فاسد ہوجائیگا اور یہ اُسوقت ہی کہ اس مدت مین ایسا پھل آگیا ہو
جیسا اس معاملہ مین امید ہی اور اگر ایسا پھل آیا کہ جیسا ایسے معاملہ مین مرغوب نہین ہوتا ہی تو معاملہ
جائز نہوگا کیونکہ جو مرغوب نہین ہی اُسکا وجود و عدم یکسان ہی اور اگر اس مدت مقررہ مین درخت خرما مین
پھل نہ آئے تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اس مدت کے بعد اس سال بھر مین ان درختون مین کچھ پھل پیدا ہونے

ف قال المترجم اسکے معنی یہ ہین کہ اجر المثل اگر مثلاً دس ہو اور مسمّی بارہ تو دس ملیگا اور

کسی علت سے نہ آئے تو معاملہ جائز ہی اور اگر اس مدت گذرنے کے بعد اسی سال مین اُسمین پھل آگئے تو
معاملہ فاسد ہی یہ خلاصہ مین ہی - اور اگر کوئی زمین پانچ سو برس کے واسطے معاملہ پر دی تو نہین جائز ہی اور
اگر سو برس کے واسطے دی حالانکہ دینے والے کی عمر بیس برس کی ہی تو جائز ہی اور اگر بیس سے زیادہ ہو تو نہین
جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر باغ خرما کسی شخص کو بعقد معاملہ اس شرط سے دیا کہ درخت و پھل دونون مین
نصفا نصف ہون پس اگر یہ درخت حد نمو و زیادتی کی حالت مین ہون تو عقد معاملہ درختون و پھلون دونون
کے حق مین جائز ہوگا اور اگر یہ درخت حد نمو و زیادت سے خارج ہو گئے ہون تو معاملہ فاسد ہی اور درختون
کا حد نمو و زیادت سے خارج ہونا یون پہچانا جاتا ہی کہ جب پورے ہو جاوین اور پھل آجاوین یہ ذخیرہ مین ہی
ایک شخص نے دوسرے کو ایک باغ انگور معاملہ پر دیا حالانکہ اُسمین جو درخت ہین وہ سوائے حفاظت کے کسی
کام کے محتاج نہین ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت ہو کہ اگر اُسکی حفاظت نہ کیجاوے تو اُسکے پھل
پکنے سے پہلے ہاتھ سے جاتے رہین تو معاملہ جائز ہوگا اور اس صورت مین یہ حفاظت نمو و زیادت کے واسطے
کار معاملہ شمار ہوگی اور اگر ایسی حالت ہو کہ پکنے سے پہلے اگر حفاظت نکیجاوے تو کچھ پھل ہاتھ سے نہ جاوینگے
تو معاملہ جائز نہوگا اور عامل کو ان پھلون مین سے کچھ حصہ نملیگا - اور اگر درختان جوز کسی شخص کو معاملہ پر دیے
تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ انکا معاملہ جائز ہی اور عامل کو اسمین سے حصہ ملیگا کیونکہ یہ سینچنے یا حفاظت
کے محتاج ہوتے ہین حتے کہ اگر ان دونون باتون مین سے کسی کے محتاج نہون تو معاملہ جائز نہوگا یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی - اور مختصر شیخ الاسلام خواہر زادہ رح مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے باغ خرما دو شخصون کو
بدین شرط معاملہ پر دیا کہ ایک عامل کے واسطے چھٹا حصہ اور دوسرے کے واسطے نصف اور مالک کیواسطے
تہائی ہوگی تو یہ جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کسی شخص نے اپنا درخت خرما دو عاملون کو بدین شرط دیا کہ
دونون اپنے پاس سے اُسکی تلقیح کرین اس شرط سے کہ پیداوار ہم سب مین تین تہائی ہوگی تو یہ جائز ہی اور اگر
یون شرط لگائی کہ مالک درخت کے واسطے ایک تہائی اور خاص اس عامل کے واسطے دو تہائی ہوگی اور دوسرے عامل کیواسطے اس عامل پر
جسکے واسطے دو تہائی حاصلات مشروط ہی سو درم واجب ہونگے تو یہ فاسد ہی اور جب معاملہ فاسد ہوا تو پوری
حاصلات مالک درخت کی ہوگی اور دوسرے عامل کے واسطے اس عامل پر جسکے واسطے دو تہائی حاصلات
مشروط تھی اجر المثل واجب ہوگا مگر مقدار مسمی یعنی سو درم سے زائد نکیا جائیگا پھر یہ عامل جسکے واسطے دو تہائی
مشروط تھی مالک سے زمین سے اپنے کام کا اجر المثل اور دوسرے عامل کے کام کا اجر المثل پورا چاہے جسقدر ہووے لیگا
اور اگر مالک باغ نے عامل کے ذمہ بعضے کارہائے معاملہ کی شرط لگائی اور باقی کامون سے سکوت کیا
مثلاً سینچنے کے کام سے سکوت کیا پس وہ کام جس سے سکوت کیا ہی اگر ایسا کام ہو کہ پھلون کے حاصل ہونے
کے واسطے یہ کام ضروری ہی یعنے بدون اس کام کے مثلاً بدون سینچنے کے بالکل پھل نہ آوین یا کچھ پھل آوین
مگر ایسے نہ آوین کہ جیسی اس باغ سے امید تھی یا ایسے ہی پھل آوین جیسی اس باغ سے امید ہی لیکن بدون
سینچنے کے خشک ہو جاوین تو ان سب صورتون مین معاملہ فاسد ہوگا - اور اگر وہ کام جس سے سکوت کیا ہی
ایسا کام ہو کہ پھلون کی پیدایش مین بالکل موثر نہو یا پھلون کے جید ہونے مین موثر ہو اور یہ بات فی الحال

معلوم ہو یا فی الحال یہ معلوم نہو کہ یہ کام پھلون کے جید ہونے مین موثر ہوگا یا نہوگا تو معاملہ جائز ہوگا - اور اگر مالک باغ نے سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا پس اگر یہ معلوم ہو کہ سینچنا پھلون کی پیدائش مین موثر نہین ہی تو معاملہ جائز ہوگا اگرچہ اسمین مالک باغ کے ذمہ کام مشروط ہی اور اگر یہ معلوم ہو کہ سینچنا پھلون کی پیدائش مین موثر ہی چنانچہ اسطرح کہ بدون سینچے کے بالکل پھل پیدا نہونگے یا پیدا ہونگے مگر سینچنے سے جید ہوجاوینگے تو معاملہ فاسد ہی اور اگر یہ معلوم نہو کہ سینچنا پھلون کی پیدائش مین کچھ موثر ہوگا یا نہوگا تو بھی معاملہ فاسد ہی - اور اگر مالک باغ نے سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کام عامل کے ذمہ شرط کیے تو اس طرح کا معاملہ اور وہ معاملہ کہ جسمین سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کام سے سکوت کیا ہو دونون یکسان ہین - اور اگر مالک باغ کے ذمہ حفاظت کرنا شرط کیا گیا پس اگر درختان باغ ایسی جگہ مین واقع ہون کہ وہان حفاظت کی ضرورت نہین ہی مثلاً باغ کے گرد چہار دیواری ہو اور یہ چہار دیواری ایسی ہو کہ اُس سے پوری حفاظت ہو تو اسکا حکم وہی ہی جو مالک زمین کے ذمہ سینچنے کی شرط مین جبکہ سینچنا پھلون کی پیدائش مین بالکل موثر نتھا مذکور رہوا ہی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما معاملہ پر اس شرط سے دیا کہ حاصلات دونون مین نصفا نصف ہوگی اور اس شرط سے کہ عامل سو درم کے عوض فلان شخص کو کام کے واسطے مزدور کرے تو یہ فاسد ہی بخلاف اسکے اگر یہ شرط لگائی کہ عامل سو درم پر کسی شخص کو اجیر مقرر کرے اور اجیر کو خود معین نکیا تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک باغ خرما دو شخصون مین مشترک ہی دونون نے باغ مذکور ایک عامل کو دیا کہ اس سال اسکی پرداخت کرے اور جو کچھ پیدا ہوگا اُسکا نصف عامل کا ہوگا اس نصف مین سے دو تہائی ایک کے حصہ مین سے اور ایک تہائی دوسرے کے حصہ مین سے ہوگی اور باقی حاصلات دونون مالکون کے درمیان اسطرح ہوگی کہ دو تہائی اُس مالک کی ہوگی جسکے حصہ مین سے عامل کے واسطے تہائی شرط کی اور ایک تہائی باقی دوسرے مالک کے واسطے ہوگی تو یہ جائز ہی اور اگر دونون نے یون شرط لگائی کہ باقی کی دو تہائی اُس مالک کی جسکے حصہ مین سے عامل کے واسطے دو تہائی[ف] مشروط ہی تو معاملہ فاسد ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک باغ خرما دو شخصون مین مشترک ہی دونون نے اُسکو مدت معلومہ کے واسطے ایک شخص کو اس شرط سے معاملہ پر دیا کہ آدھی پیداوار عامل کی ہوگی اور آدھی دونون مالکون کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہی اور یہ ظاہر ہی - اور اگر دونون نے یون شرط لگائی کہ نصف حاصلات دونون مین سے خاص اُس مالک کی ہوگی اُسمین کچھ کمی نہووے اور باقی آدھے مین عامل و دوسرا مالک نصفا نصف کے شریک ہونگے یا شرط کی کہ تین تہائی کے شریک ہونگے تو یہ فاسد ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر باہم یون شرط ٹھہرائی کہ عامل کی نصف حاصلات ہوگی جسمین سے ایک تہائی ایک مالک کے حصہ مین سے اور دو تہائی دوسرے کے حصہ مین سے ہوگی اور باقی نصف دونون مالکون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ فاسد ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما دو شخصون کو دیا کہ دونون اُسکی پرداخت کرین - بدین شرط کہ خاص اس عامل کے واسطے نصف پیداوار ہوگی اور دوسرے کے واسطے چھٹا حصہ ہوگی اور مالک کے واسطے تہائی ہوگی تو یہ جائز ہی کیونکہ اُسنے دو عاملون کو اسطرح اجیر کیا کہ ایک کو نصف پر

[ف] قال المترجم فی النجوم الاصل شارط الثلثین من نصیبه [illegible]

اور دوسرے کو چھٹے حصے پر مقرر کیا۔ اسیطرح اگر مالک نے ایک عامل کے واسطے تہائی حاصلات شرط کی اور اپنے واسطے دو تہائی اور دوسرے عامل کے واسطے اپنے اوپر سو درم مزدوری شرط کی تو بھی جائز ہی کیونکہ اُسنے دو مزدورون کو مختلف مزدوری پر مزدور مقرر کیا ہی اور یہ طور علیحدہ علیحدہ جائز ہی پس بحالت اجتماع بھی جائز ہی اور اگر سب نے باہم یون شرط لگائی کہ مالک باغ کے واسطے تہائی حاصلات ہو اور خاص اس عامل کے واسطے دو تہائی ہو اور دوسرے عامل کے واسطے اس عامل پر جسکے واسطے دو تہائی مشروط ہی۔ سو درم اجرت ہو تو عقد فاسد ہوگا کیونکہ یہ ایسی شرط ہی جسکو عقد معاملہ مقتضی نہین ہی کیونکہ معاملہ اس امر کو مقتضی ہوتا ہی کہ عاملون کی اجرت مالک باغ پر واجب ہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر نصف باغ خرما معاملہ پر دیا تو نہین جائز ہی۔ اور اگر ایک شخص نے معاملہ پر باغ خرما اس شرط سے دیا کہ عامل اُسمین کام کرے پھر درختان باغ و اُنکی حاصلات دونون مین نصفا نصف ہونگی تو یہ معاملہ فاسد ہی اور واضح ہو کہ اس صورت مین اور کھیتی کی صورت مین فرق ہی یعنے اگر دوسرے کو ایسی زمین دی جسمین کھیتی ہی جو ہنوز ساگا ہی اس شرط سے کہ اسکی پرداخت کرے اور سینچے یہان تک کہ کاٹنے کے لائق ہو جاوے اور جو کچھ اللہ تعالے کے فضل سے پیداوار ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کو درخت لگانے کے لائق زمین پودے بٹھلانے کو اس شرط سے دی کہ درخت اور اُنکے پھل دونون مین مشترک ہونگے تو یہ جائز ہی اور اگر یہ شرط لگائی کہ درخت ایک کے ہونگے اور پھل دوسرے کے ہونگے تو یہ جائز نہین ہی کیونکہ اس شرط سے قطع شرکت ہوتی ہی کہ شاید اس مدت مین ان درختون مین پھل نہ آوین پس عامل کو کچھ حاصل نہوگا۔ اور اگر دونون نے یون شرط لگائی کہ پھل دونون مین نصفا نصف ہون اور درخت خاصةً ایک کے ہون پس اگر پودے اُس شخص کے واسطے شرط کیے جسکے پودے تھے تو یہ جائز ہی اور اگر اُس شخص کے واسطے شرط کیے جسنے اپنے

(یعنے مثلاً جسنے اپنے مال سے خریدے ہین ۱۲ منہ)

مال سے نہین خریدے ہین تو یہ فاسد ہی حالانکہ بدلیل قیاس یہ حکم ہی کہ دونون صورتون مین جائز نہو اور امام ابو یوسف رح سے بھی نوادر مین یہ روایت مروی ہی اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی کہ پھل دونون مین مشترک ہون اور درختون کے ذکر سے سکوت کیا تو درخت اُسکے ہونگے جسنے اپنے پاس سے دیے ہین یہ ذخیرہ مین ہی اگر کسی شخص نے اپنی زمین جو درخت جمانے کے لائق ہی دوسرے شخص کو چند سال معلومہ کے واسطے بدین شرط دی کہ اُسمین درخت یا انگور کے درخت یا خرما کے درخت لگا دے اس شرط سے کہ اللہ تعالی کے فضل سے درخت یا درختان خرما یا درختان انگور جو تیار ہونگے وہ دونون مین نصفا نصف ہونگے اور اس شرط سے کہ زمین بھی دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ فاسد ہی اور جب ایسا معاملہ فاسد ہوا حالانکہ عامل نے اسی معاملہ پر زمین اپنے قبضہ مین لیکر اُسمین نخل یا شجر یا درختان انگور لگائے اور اُسمین پھلون کی بہت حاصلات ہوئی تو سب درخت و شجر و درختان انگور مالک زمین کے ہونگے اور مالک زمین پر واجب ہوگا کہ عامل کو جسنے یہ پودے لگائے ہین ان پودون کی قیمت اور اُسکے کام کا اجر المثل ادا کرے۔ اسیطرح اگر مالک زمین نے عامل کے واسطے زمین مین سے کچھ دینا شرط نہ کیا مگر یہ کہا کہ تو اس زمین مین شجر یا درختان خرما یا انگور لگا بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالی اسمین سے پیدا کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی

اور بدین شرط کہ تیرے واسطے مجھپر سو درم واجب ہونگے یا ایک کُر گیہون ہونگے یا اس زمین کے سوا جسمین پودے لگائے ہین دوسری زمین مین سے نصف زمین دینی واجب ہوگی تو یہ سب فاسد ہے یہ محیط مین ہے اور اگر پودے مالک زمین کیطرف سے ہون اور اُسنے اور مالک زمین نے باہم یہ شرط کی کہ جو کچھ اسمین سے پیدا ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور یہ شرط کی کہ عامل کے واسطے مالک زمین پر سو درم واجب ہونگے تو یہ فاسد ہے اور اگر اُسنے اسی قرارداد پر کام کیا تو حاصلات دونون مین نصفا نصف ہوگی - اور اگر پودے عامل کیطرف سے ہون اور دونون نے یون شرط کی کہ حاصلات دونون مین نصفا نصف ہوگی اور یہ شرط کی کہ مالک زمین کے واسطے کاشتکار پر سو درم واجب ہونگے تو یہ فاسد ہے پس سب حاصلات عامل کی ہوگی اور مالک زمین کے واسطے اپنی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر پودے اور بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور باقی مسئلہ بحالہا ہو تو بھی فاسد ہے اور سب حاصلات عامل کی ہوگی اور مالک زمین کے واسطے کاشتکار پر اُسکی زمین کا اجر المثل اور پودون کی قیمت واجب ہوگی اور اُسکے بیجون کے مثل بیج واجب ہونگے - اسیطرح اگر عامل نے بجائے سو درم کے گیہون یا حیوان مین سے کوئی جانور معین یا غیر معین مالک کے واسطے شرط کیا ہو تو یہ مشروط بھی سب مفسد عقد کے معنی مین ہے یہ مبسوط مین ہے - فتاوی عتابیہ مین ہے کہ اگر کسی شخص نے کیریان نکل آنے کے بعد اپنا باغ خرما دوسرے کو معاملہ پر دیا پس اگر عامل کے کام سے ان پھلون مین زیادتی ہو جتے کہ عامل اُنمین شریک ہو جاوے تو جائز ہے اور اگر یہ استحقاق مین سے لیے گئے تو عامل مذکور اُس شخص سے جسنے اُسکو دیا ہے اپنا اجر المثل لے لیگا - ورنہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اس غرض سے دی کہ اسمین اپنی طرف سے اشجار لیکر یا شاخہاے کرم لیکر انگور لگادے اور اسکے واسطے کوئی مدت مقرر نکی پس شخص مذکور نے پودے جماکے پھر درختان انگور تیار ہوئے اور اشجار بڑے ہوگئے اور مالک زمین سے زمین سالانہ کسیقدر اجرت معلومہ کے عوض کرایہ پر لی پھر مالک زمین نے شخص مذکور سے ایام ربیع مین نوروز سے پہلے کہا کہ اس زمین سے اپنے درخت دور کردے تو مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اگر اُسنے پھل نکلنے کے وقت ایسا کہا تو اُسکو اختیار ہے اسواسطے کہ ایسے وقت مین بونے والے کو اپنے درخت اُکھاڑنے مین زیادہ ضرر ہوگا مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اگر سال پورا ہونے سے پہلے ایسا کہا حالانکہ شخص مذکور نے مالک زمین سے یہ زمین سالانہ اجارہ پر لی ہے تو مستاجر پر درخت اُکھاڑنے کے واسطے جبر نہین کیا جا سکتا ہے اگر وہ انکار کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - زید نے اپنے ایک فرزند عمرو نامے کو ایک زمین دی تاکہ اُسمین اپنی طرف سے درخت لگاوے بدین شرط کہ درختون سے جو کچھ حاصلات ہوگی وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور کوئی مدت مقرر نکی پس عمرو نے اُسمین درخت لگائے پھر زید مر گیا اور عمرو کے ساتھ اور بھی وارث چھوڑے پھر باقی وارثون نے چاہا کہ زمین تقسیم کرنے کے واسطے عمرو سے یہ زمین خالی کرادین اور اُس سے کہین کہ اپنے درخت اسمین سے دور کردے تاکہ زمین تقسیم کیجاوے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ زمین محتمل قسمت ہو تو ان سب مین موافق حصہ کے تقسیم کیجائیگی پس جسقدر عمرو کے حصہ مین پڑے وہ زمین مع اُسکے درختون کے اُسکی ہوگی اور جسقدر غیرون کے حصہ مین آوے اُسکی بابت عمرو کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے درخت اُکھاڑ کر زمین برابر کردے بشرطیکہ ان لوگون مین باہم صلح نہوجاوے

اور اگر یہ زمین محتمل تقسیم نہو تو عمرو کو حکم دیا جائیگا کہ سب درخت اُکھاڑ لے لیکن اگر انھین باہم کسی طور سے صلح ہو جاوے تو ایسا نہین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ اسمین درخت لگا وے بدین شرط کہ جو پیدا ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا پھر مدت مقررہ گذر گئی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا چاہے درختون کی نصف قیمت اُسکے بونے والے کو دیکر سب درخت اپنی ملک مین لے لے یا اُنکو اُکھاڑ دے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین کسی عامل کو دی اُسنے مالک کے حکم سے اُسمین درخت لگائے پس اگر پودے مالک کے ہون تو درخت مالک کے ہونگے اور اگر مالک نے عامل مذکور سے کہا ہو کہ میرے واسطے پودے لگا دے تو بھی یہی حکم ہی اور عامل کے واسطے مالک پر اُسکے پودون کی قیمت لازم ہوگی۔ اور اگر یہ کہا ہو کہ اسمین پودے لگا دے اور یہ نکہا کہ میرے واسطے لگا دے پس عامل نے اپنے پاس سے اسمین پودے لگائے تو سب پودے عامل کے ہونگے اور مالک اُس سے کہہ سکتا ہی کہ اُنکو اُکھاڑ لے۔ اور اگر یون کہا ہو کہ اسمین اس شرط سے پودے لگا دے کہ سب درخت نصفا نصف مشترک ہونگے تو جائز ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اسواسطے دی کہ اُسمین درخت لگا وے اور پودے اُسکو دیدیے پھر مالک زمین نے کہا کہ پودے مین نے دیے ہین پس درخت میرے ہین اور بونے والے نے کہا کہ وہ پودے تو میرے پاس سے چوری گئے اور مین نے اپنے پاس سے پودے جمائے ہین پس درخت میرے ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ درختون کے باب مین مالک زمین کا قول قبول ہوگا کیونکہ یہ درخت اُسکی زمین سے متصل ہین اور جو پودے اُسنے جمانے والے کو دیے تھے اُنکی بابت عامل کا قول قبول ہوگا کہ چوری گئے یہان تک کہ عامل ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ امین تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو دی تاکہ وہ باغ انگور لگا وے تو یہ سب مالک زمین کا ہوگا اور لگانے والے کو جو اُسنے پودے وغیرہ لیے ہین اُنکی قیمت اور اُسکے کام کا اجر المثل ملیگا یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا باغ انگور دوسرے کو معاملہ پر دیا اور ایک مدت تک عامل نے اُسکے کامون کی انجام دہی مین کوشش کی پھر اُسکو چھوڑ کر چلا گیا پھر پھل پختہ ہونے کے وقت آیا اور حصہ شرکت طلب کیا پس اگر اُسنے مالک کو یہ باغ انگور پھل بر آمد ہونے کے بعد ایسی حالت مین واپس کیا کہ اگر یہ پھل اندازہ کیے جاتے تو کچھ قیمت ہوتی تو اُسکی شرکت باطل نہوگی اور شرط سابق کے موافق وہ شریک ہوگا اور اگر پھل نکلنے سے پہلے اُسنے واپس کیا یا بعد پھل نکلنے کے ایسے وقت واپس کیا کہ اگر اُسوقت قیمت اندازہ کیجاتی تو کچھ قیمت نہوتی تو عامل مذکور ان پھلون مین شریک نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا رطبہ جو اپنے کاٹنے کی میعاد پر پہونچ گیا ہی دوسرے کو اس شرط سے دیا کہ یہ شخص اسکی پرداخت کرے اور اُسکو سینچے یہانتک کہ اُسکے بیج بر آمد ہون بدین شرط کہ اللہ تعالے اسکے بیجون مین سے جسقدر نصیب کریگا وہ ہم دونون مین مشترک ہونگے تو استحسانًا یہ جائز ہی اگرچہ دونون نے اسکا وقت نہین بیان کیا ہی۔ اسواسطے کہ بیج پک جانے کا وقت معلوم ہی پس اُسنے بیج دونون مین مشترک ہونگے اور رطبہ فقط اُسکے مالک کا ہوگا اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی ہو کہ رطبہ دونون مین مساوی مشترک ہو تو معاملہ فاسد ہوگا کذافی الظہیریہ۔ اگر شجر یا کرم یا نخل کے پودے بوئے ہوئے جو زمین مین جم گئے ہین۔ مگر ہنوز انھین پھل

شجر یعنی درخت اور کرم یعنی درختان انگور اور نخل یعنی درختان خرما ۱۲ م

نہین آئے ہین کسی دوسرے کو اس شرط سے دیے کہ انکی پرداخت کرے اور پانی دے اور اُسکے نخل کی
تلقیح کرے اور جو کچھ اسمین حاصلات ہوگی وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی تو ایسا معاملہ فاسد ہی لیکن اگر
چند سال معلوم بیان کر دیے تو ہو سکتا ہی کیونکہ یہ نہین معلوم کہ کتنے دونون مین نخل یا شجر یا کرم بار ور ہونگے
کیونکہ ایک ہی قسم کے درختون مین زمین کی قوت و ضعف کی وجہ سے تفاوت ہو جاتا ہی یعنے کسی درخت کی
زمین قوی ہوتی ہی اور کسی کی ضعیف پس اگر دونون نے مدت معلومہ بیان کر دی تو مقدار معقود علیہ یعنے
عامل کے عمل کی مقدار معلوم ہو جائیگی پس معاملہ جائز ہوگا اور اگر انھون نے اُسکو بیان نکیا تو جائز نہین ہی یہ
مبسوط مین ہی- اگر کسی نے اپنے درخت خرما کو بٹائی پر دیا اور عامل نے چاہا کہ درختون مین پیوند کرے تو شاخ
پیوند مالک کے ذمہ ہوگی پھر پیوند کا کام یعنے درخت مین آلہ سے شگاف کرنا جسمین شاخ پیوند سماوے اور جو
اسکے مانند کام جس سے پیوند تمام ہو سب عامل کے ذمہ ہین اور علے ہذا انگور کا باغ لگانے مین وہ شاخ
جس سے دبہ لگایا جاوے مالک کے ذمہ ہی اور وہ کام جس سے دبہ لگ جاوے یعنے دبہ لگا دینا عامل کے
ذمہ ہی اسیطرح ستون مالک کے ذمہ اور اُنکا نصب کرنا باغ انگور مین عامل کے ذمہ ہی ایسے ہی ہمارے دیار
مین عرف و عادت جاری ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ ذخیرہ مین ہی- ایک کاشتکار نے ایک زمین مین بدون
حکم مالک زمین کے درختون کے پودے بو دیے پھر جب بڑے درخت ہو گئے تو دونون نے ان درختون کی
بابت جھگڑا کیا پس اگر مالک زمین اس امر کا مقر ہو کہ کاشتکار نے یہ درخت میری زمین مین لگا دیے ہین تو وہ
کاشتکار کے ہونگے لیکن کاشتکار کے حق مین از راہ دیانت فیما بینہ و بین اللہ تعالے حلال نہونگے اگر اُسنے مالک
کی بلا اجازت لگائے ہون اور اگر اُسنے مالک کی اجازت سے بدون شرط شرکت کے لگائے ہین تو اُسکے
حق مین حلال ہونگے یہ فتاوی کبرے مین ہی- ایک شخص نے دوسرے کو ایک پودا دیا تاکہ اسکو ایک گانون کی
نہر کے کنارے لگا دے اور اُسنے لگا دیا پھر جب وہ پورا درخت ہو گیا تو دینے والے نے لگانے والے
سے کہا کہ تو میرا خادم تھا اور میرے عیال مین تھا مین نے تجھے یہ پودا دیا تھا تاکہ تو اسکو میرے واسطے جماوے
پس درخت میرا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ پودا اس جمانے والے کا تھا تو درخت اُسیکا
ہوگا- اور اگر پودا جسنے دیا ہی اُسکا ہو پس اگر جمانے والا اس دینے والے کے عیال مین ہو کہ اُسکے واسطے
ایسے کام کرتا ہو تو درخت اس دینے والے کا ہوگا کیونکہ ظاہر حال اُسکے واسطے شاہد ہی اور اگر اُسکے واسطے ایسے
کام نکرتا ہو اور نہ اُسکی اجازت و حکم سے یہ پودا جما دیا ہو تو درخت اس جمانے والے کا ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ
دینے والے کو پودے کی قیمت ادا کرے- اسیطرح اگر کسی پودا لگانے والے نے کسی شخص کی زمین سے کوئی
پودا اُکھاڑ لیا پھر اُسکو زمین مین جما دیا تو یہ جمانے والے کا ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکے
پودے کی وہ قیمت جو اُسکے اُکھاڑ لینے کے روز تھی ادا کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- ایک شخص نے
اپنا باغ انگور کسی شخص کو معاملہ پر دیا پھر اسمین پھل آئے اور دینے والا اُسکے گھر کے لوگ ہر روز اس باغ
مین جاتے اور پھل کھاتے اور اپنے ساتھ لاتے تھے اور عامل باغ مذکور مین فقط کبھی کبھی جاتا تھا پس
اگر دینے والے کے گھر کے لوگون نے بلا اجازت اس دینے والے کے پھل کھائے یا باندھ لائے ہین تو تاوان

انھین لوگون پر لازم ہوگا دینے والے پر واجب نہوگا جیسے اجنبی کی صورت مین حکم ہو یعنے اگر اجنبی نے بلا اجازت مالک ایسا کیا تو یہی حکم ہو۔ اور اگر ان لوگون نے دینے والے کی اجازت سے ایسا کیا ہو حالانکہ یہ لوگ ایسے ہین کہ انکا نفقہ اس دینے والے پر واجب ہو تو دینے والا حصہ عامل کا ضامن ہوگا جیسا کہ اگر وہ خود لیکر ان لوگون کو دیتا تو یہی حکم تھا۔ اور اگر یہ لوگ ایسے نہون کہ جنکا نفقہ اس دینے والے پر واجب ہو تو دینے والے پر ضمان واجب نہوگی کیونکہ اس صورت مین سبب ہوا تو یہ لازم آویگا کہ دینے والے نے لوگون کو مال غیر تلف کرنے کی راہ بتائی حالانکہ ایسی صورت مین ضمان لازم نہین آتی ہو (پس اس صورت مین بھی ضمان لازم نہ آویگی لیکن یہ لوگ ضامن ہونگے) یہ فتاوے کبری مین ہو۔ اگر ایک شخص کو اپنا باغ خرما بٹائی پر اس شرط سے دیا کہ اسکی پرداخت کرے اور پانی دے اور اسمین نرمادی لگاوے پس جو کچھ اسمین اللہ تعالے بیدا کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس عامل نے اسکی پرداخت کی اور اسمین نرمادی لگائی حتے کہ پھل آگئے اور کیریان سبز ہوگئین پھر مالک زمین مرگیا تو قیاساً یہ حکم ہو کہ عقد معاملہ ٹوٹ جائیگا اور جو پھل جس حالت سے موجود ہین وہ وارثان مالک اور عامل کے درمیان نصفا نصف ہونگے کیونکہ مالک نے عامل کو بعوض بعض حاصلات کے اجارہ پر لیا ہو حالانکہ اگر بعوض کسیقدر دراہم معلومہ کے اجارہ پر لیتا تو دونون مین سے کسی کے رضا سے اجارہ ٹوٹ جاتا پس ایسا ہی اس صورت مین بھی کہ بعض حاصلات کے عوض اجارہ پر لیا ہو اجارہ ٹوٹ جائیگا پھر یہ ٹوٹ جانا بوجہ کسی ایک عاقد کے مرنے کے ایسا ہو کہ گویا دونون نے اپنی زندگی مین باہمی رضامندی سے توڑ لیا حالانکہ اگر زندگی مین باہمی رضامندی سے ایسی حالت مین کہ کیریان کچی ہین دونون اجارہ توڑتے تو یہ حاصلات دونون مین نصفا نصف ہوتی پس ایسا ہی اس صورت مین ہو لیکن امام رح نے استحساناً فرمایا کہ عامل کو اختیار ہوگا چاہے اس باغ کی پرداخت جیسے پہلے کرتا تھا کیے جاوے یہان تک کہ پھل پک جاوین اگرچہ وارث لوگ اس بات کو برا جانین۔ اسواسطے کہ مالک زمین کے مرنے سے عقد معاملہ ٹوٹ جانے مین عامل کے حق مین ضرر رسانی اور اسکے اس حق کا ابطال ہو جسکا بذریعہ عقد معاملہ کے وہ مستحق ہوا تھا یعنے پھل درختون مین پکنے کے وقت تک چھوڑ دینا حالانکہ اگر معاملہ ٹوٹ جاوے تو فی الحال اسکو توڑ لینے لازم ہونگے اور اسمین عامل کے واسطے ضرر ہی اور جسطرح نقض اجارہ ضرر رفع کرنے کی غرض سے جائز ہو اجارہ باقی رکھنا بھی دفع ضرر کی غرض سے جائز ہی۔ اور جیسے دفع ضرر کی غرض سے ابتداءً انعقاد عقد ہو جانا جائز ہو اس عقد کا باقی رکھنا تاکہ ضرر دور ہو بدرجہ اولی جائز ہی۔ اور اگر عامل نے کہا کہ مین آدھی کیریان لیے لیتا ہون تو اسکو اختیار ہو اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اسکی ذات سے ضرر دور کرنے کے واسطے تھا پھر جب اسنے اپنے اوپر ضرر کا التزام کر لیا تو مالک زمین کے مرنے سے عقد ٹوٹ جائیگا لیکن عامل کو یہ اختیار نہین ہو کہ مالک زمین کے وارثون کو ضرر لاحق کرے پس وارثون کو اختیار حاصل ہوگا چاہین ان کیریون کو توڑ کر عامل کے ساتھ نصفا نصف بٹوارہ کر لین اور اگر چاہین تو عامل کو کیریون کی نصف قیمت دیدین۔ اور تمام کیریان انکی ہو جائنگی۔ اور اگر چاہین تو کیریان پختہ ہونے تک جو کچھ خرچ پڑے وہ اٹھا دین۔

پھر عامل کے حصہ کے ثمن سے اپنا نصف خرچہ واپس لین اور اگر عامل مرگیا تو اُسکے وارثون کو اختیار ہی۔ کہ معاملہ کے باغ وغیرہ پر سابق دستور درستی سے کام کرین اگرچہ مالک زمین اسپر راضی نہو کیونکہ یہ لوگ عامل کے قائم مقام ہین۔ اور اگر عامل کے وارثون نے کہا کہ ہم ان کیریون کو توڑ کر تقسیم کیے لیتے ہین تو مالک زمین کو وہی اختیارات حاصل ہونگے جو پہلی صورت مین ہمنے مالک کے وارثون کے واسطے بیان کیے ہین۔ اور اگر دونون مرگئے تو درختون کی پرداخت کرنے یا نکرنے مین (یعنے موت مالک زمین) عامل کے وارثون کا اختیار ہی کیونکہ عامل کو اپنی زندگی مین مالک زمین کے مرجانے کی صورت مین ایسا اختیار تھا اور وارث لوگ اسکے قائم مقام ہین پس انکو بھی یہی اختیار ہوگا اور یہ امر از باب توریث الخیار نہین ہی بلکہ از باب خلافت ہی کہ جو حق مورث کو باستحقاق حاصل تھا یعنے پھل پختہ ہونے تک پھلون کو درخت پر لگا رکھنا وہ وارثون کو بطور خلافت حاصل ہوگا اور اگر ان لوگون نے درختون کی پرداخت کرنے سے انکار کیا تو وارثان مالک زمین کو ویسے ہی اختیارات حاصل ہونگے جیسے ہمنے صورت اول مین بیان کیے ہین۔ اور اگر دونون مین سے کوئی نہ مرا لیکن معاملہ کی مدت گذر گئی حالانکہ اُسوقت تک کیریان کچی سبز تھین تو یہ صورت اور موت کی صورت دونون یکسان ہین یعنے خیار عامل کو حاصل ہوگا اگر چاہے تو بدستور سابق کام کرتا رہے یہان تک کہ پھل پختہ ہوجاوین اور پھر دونون مین نصفا نصف تقسیم ہونگے لیکن اس صورت مین یہ بات ہی کہ اگر عامل نے پھلون کا درخت پر لگا رکھنا اختیار کیا تو اُسوقت سے پختہ ہونے تک اُسپر زمین کا نصف اجر المثل واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا باغ انگور بٹائی پر دیا پھر عامل سال کے اندر مرگیا اور مالک نے بدون حکم قاضی پھلون کے پختہ ہونے تک خرچہ اٹھایا تو متبرع نہوگا بلکہ پھلون سے وصول کرلیگا اور عامل کو پھلون مین سے اپنے حصہ لینے کی کوئی راہ نہوگی جب تک کہ مالک کا خرچہ ندے اور یہی حکم مزارعت مین ہی۔ اور اگر عامل (یعنے وارث عامل) غائب ہوگیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو مالک زمین اپنا خرچہ واپس نہین لے سکتا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر مرد آزاد نے اپنا باغ خرما کسی غلام مجور یا طفل مجور کو بٹائی پر دس سال کے واسطے دیا بدین شرط کہ اُسکے کامون کی پرداخت کرے اور اُسکو سینچے اور نر مادی لگا دے اور جو کچھ اللہ تعالی اسمین پیدا کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس عامل مذکور نے اسی معاملہ پر کام کیا تو استحسانًا اگر غلام و طفل مذکور کام کرنے سے صحیح سالم بچ رہا تو سب حاصلات اُسکے و مالک کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اگر باغ مذکور مین کام سے غلام مذکور یا طفل مذکور مرگیا پس غلام کی صورت مین تمام حاصلات مالک باغ کی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ غلام کے مالک کو غلام کی قیمت ادا کرے اور اگر طفل مجور عامل ہو تو حاصلات مالک اور طفل کے وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور مالک باغ کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ غلام ماذون یا طفل ماذون نے اپنا باغ خرما کسی کو بٹائی پر دیا اور ہنوز عامل نے کام نکیا تھا کہ دینے والا مجور کیا گیا تو معاملہ نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ معاملہ طرفین سے لازم ہوتا ہی۔ حتے کہ غلام کو قبل عامل کے کام کرنے کے معاملہ توڑنے کا اختیار نہین ہی پس معاملہ ٹوٹنے کے حق مین اُسکا مجور ہونا کارآمد نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر غلام مجور یا طفل مجور نے جسکے قبضہ مین ایک باغ

خرما ہی دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر دیا اور عامل نے کام کیا تو پوری حاصلات مالک باغ کی ہوگی پھر اگر دینے والا طفل مجور ہو تو عامل کو کبھی کچھ اجرت نہ ملیگی نہ فی الحال اور نہ طفل مذکور کے بالغ ہونے کے بعد اور اگر غلام مجور ہو تو فی الحال نہین مل سکتی ہی مگر غلام آزاد ہو جانے کے بعد اُس سے اپنی اُجرت کا مواخذہ کر سکتا ہی یہ محیط مین ہی - ایک کاشتکار نے زمیندار کی زمین مین درخت جمائے پھر مدت معاملہ منقضی ہو گئی پس اگر اُسنے زمیندار کے واسطے جمائے ہون تو کاشتکار متبرع ہوگا اور اگر زمیندار نے اُسکو حکم دیا ہو کہ انکو میرے لیے خرید کر میرے واسطے جما دے تو بھی یہ درخت زمیندار کے ہونگے مگر زمیندار پر واجب ہوگا کہ کاشتکار نے جتنے دامون کو یہ درخت خریدے ہین وہ کاشتکار کو دیدے اور اگر کاشتکار نے اپنے واسطے زمیندار کی اجازت سے لگائے ہین تو کاشتکار کے ہونگے اور زمیندار کو اختیار ہوگا کہ اُس سے کہے کہ یہان سے اُکھاڑ لے اور زمین برابر کر دے - ایک گانون کے لوگون نے متفق ہو کر ہر ایک نے تھوڑا تھوڑا بیج لا کر ایک معلم کے واسطے بویا تو جو کچھ پیداوار ہو وہ بیج والون کی ہوگی اسواسطے کہ اُن لوگون نے بیج معلم کو نہین سپرد کیا ہی یہ وجیز کردری مین ہی - ایک نہر دو آدمیون مین مشترک ہی اُسکے کنارے درخت لگے ہوئے ہین پس دونون مین سے ہر ایک نے ان درختون کا دعوے کیا کہ خاصۃً میرے ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر انکا لگانے والا معلوم ہو جاوے تو اُسکے ہونگے اور اگر نہ معلوم ہو تو جسقدر درخت دونون مین سے کسی کی خاص ملک مین ہون وہ اُسکے ہونگے اور جسقدر دونون کی مشترک جگہ مین ہون وہ دونون مین مشترک ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - باغ انگور کو ایک شخص نے باجارہ طویلہ اجارہ پر لیا پھر اُسنے درختون اور زمین کو خریدا پھر درختون و زمین کو بعقد معاملہ دوسرے شخص کو دیا تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک کاشتکار نے بٹائی پر پیاز بویا اور تھوڑا اُکھاڑا اور تھوڑا ویسا ہی بغیر اُکھاڑا چھوڑ دیا پھر مدت معاملہ گذر جانے کے بعد کاشتکار کے پانی دینے اور اُگانے سے وہ اُگا تو جسقدر ایسا اُگا ہی جو زمین مین تھا اُکھاڑا نہین گیا تھا وہ کاشتکار و مالک زمین کے درمیان اُس شرط کے موافق جو انمین قرار پائی تھی مشترک ہوگا اور جو ایسا اُگا ہی جو اُکھاڑا گیا تھا اور زمین سے بھی اُکھڑ گیا تھا تو وہ اُس کاشتکار کا ہوگا جسنے اُسکو سینچکر اُگایا ہی اور اُسپر ضمان استہلاک واجب ہوگی - اور اگر بدون سینچنے کے اُگا ہو تو چاہیے کہ دونون کے درمیان اس حساب سے تقسیم ہو کہ جسقدر ہر ایک کا بیجون مین حق تھا اُسی حساب سے یہ پیداوار ہر ایک کو ملے یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے گانون کے حوض کے کنارے ایک درخت جما دیا پھر اسکے بعد اُسکو کاٹ لیا پھر اُسکی جڑ پھوٹی اور درخت ہوا تو یہ بھی اُسیکا ہوگا جسنے پودا جما دیا تھا کیونکہ اُسکے ملک کی شاخ ہی یہ وجیز کردری مین ہی - نوازل مین ہی کہ خربزون کے ایک فالیز مین کچھ بقیہ رہگیا تھا اُسکو لوگون نے لوٹ کھایا پس اگر وہ بقیہ اسی واسطے چھوڑ گیا تھا کہ جسکا جی چاہے لے لے تو اسمین کچھ خوف نہین ہی جیسا کہ اگر کھیتی کاٹ لی اور کھیت مین کچھ بالیان رہگئین تو اُنکے چُن لینے مین مضائقہ نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی - عامل پر واجب ہی کہ اپنے آپ کو حرام سے بچاوے اور اُسکے حق مین جائز نہین ہی کہ ہانڈی پکانے مین درختون و خشک شاخون مین سے کچھ جلاوے اور نہ عالم

وعریش مین سے نکالکر جلانا جائز ہی اور جب وقت بیع کے خشک شاخین دور کی گئین اور باغ انگور سے باہر نکالی گئین تو اُسکے حق مین ان خشک شاخون مین سے لے لینا حلال نہین ہی - اور بدون اجازت مالک باغ کے اپنے مہمان وغیرہ کے واسطے باغ مین سے انگور یا اور پھل باہر لانا جائز نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی ایک مریض نے اپنا باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دیا اور عامل نے اُسکی پرداخت کی اور نرمادی دی اور سینچا یہانتک کہ پھل آئے پھر مالک باغ مرگیا اور سوا اس باغ و اُسکے پھلون کے کچھ مال نچھوڑا تو ان پھلون کو دیکھا جائیگا کہ شگوفہ برآمد ہوکر کفرے ہوجانے کے روز انکی کیا قیمت تھی پس اگر انکی نصف قیمت عامل کے اجر المثل کے برابر یا کم ہو تو عامل کو آدھے پھل ملینگے اور اگر اُسکے اجر المثل سے زیادہ ہو تو جس روز تقسیم واقع ہوئی ہی اُس روز عامل کے اجر المثل کی طرف لحاظ کرکے بقدر اُسکے اجر المثل کے دیا جائیگا پھر جسقدر اُسکے پورے حصہ تک رہگیا ہی وہ میت کے تہائی ترکہ مین سے عامل کو بطور وصیت دیا جائیگا لیکن اگر عامل مذکور وارث ہو تو اُسکو وصیت مین کچھ نہ ملیگا - اور اگر مریض پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہو پس اگر نصف کفرے کی قیمت وقت طلوع کے اُسکے اجر المثل کے برابر ہو تو قرضخواہون کے ساتھ عامل تمام پھلون کے نصف کے ساتھ شریک کیا جائیگا اور اگر نصف کفری کی اُسکے اجر المثل سے زائد ہو تو قرضخواہون کے ساتھ بقدر اپنے اجر المثل کے شریک کیا جائیگا - اور اگر صحیح آدمی نے مریض کو اپنا باغ خرما اس شرط سے بٹائی پر دیا کہ عامل کو پیداوار کے دسون حصون مین سے ایک حصہ ملیگا پس مریض نے اپنے مزدورون و مددگارون سے باغ مذکور مین کام کیا اور سینچا اور نرمادی دی یہانتک کہ پھل پیدا ہوئے پھر عامل مریض مرگیا اور سوائے اس حاصلات کے کچھ مال نچھوڑا حالانکہ اُسپر قرضہ ہی - اور مالک باغ اُسکے وارثون مین سے ہی اور عامل مذکور کے کام کا اجر المثل اُسکے حق سے زائد ہی تو اُسکو فقط اُسی قدر مل سکتا ہی جسقدر اُسکے واسطے مشروط ہی کیونکہ مریض کا تصرف اس صورت مین ایسی چیز مین ہی جس سے وارثون کا اور قرضخواہون کا کچھ حق متعلق نہین ہی یعنے منافع بدن یہ مبسوط مین ہی - ایک قوم کی مشترک نہر کے کنارے کچھ درخت لگے ہین اور یہ نہر ایک کوچہ غیر نافذہ مین جاری ہی اور بعضے درخت اس محلہ کے درمیانی میدان مین لگے ہین پھر اس کوچہ کے آدمیون مین سے بعض نے دعوے کیا کہ ان درختون کا لگانے والا فلان شخص ہی اور مین اُسکا وارث موجود ہون اور اہل محلہ مذکور نے اس سے انکار کیا تو مدعی سے اُسکے دعوے کے گواہ طلب کیے جاوینگے پس اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو جسقدر درخت اس نہر کے حریم سے باہر لگے ہون وہ سب اہل کوچہ کے درمیان مشترک ہونگے اور جسقدر حریم نہر پر واقع ہون تو وہ سب نہر والون مین مشترک ہونگے کیونکہ جب درخت لگانے والا معلوم نہوا اور نہ پودون کا مالک معلوم ہوا تو انہین حکم قرار دیے جاوینگے یہ فتاوے کبرے مین ہی - فتاوے ابو اللیث رح مین ہی کہ ایک درخت ایک شخص کی زمین مین ہی اُسکی بعضی جڑین جاکر دوسرے کی زمین مین اُگین پس اگر دوسری زمین والے نے پانی دیکر اُگایا ہو تو اُگایا ہوا اُسیکا ہوگا اور اگر خود اُگا ہو تو درخت کے مالک کا ہوگا بشرطیکہ دوسرا زمین والا اس امر کی تصدیق کرے کہ یہ اسکے درخت کی جڑ پھوٹی ہی اور اگر اُسنے

تکذیب کی تو قول اُسیکا قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ ایک شخص کی گٹھلی کو ہوا دوسرے کے باغ انگور مین اُڑا لیگئی اور وہان اُس سے درخت اُگا تو مالک باغ کا اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہین ہو اسیطرح اگر کسی کا اخروٹ دوسرے کے باغ انگور مین جا پڑا اور وہان اُگا تو یہ درخت مالک باغ کا ہوگا اسواسطے کہ گو دا ضائع ہو جانے کے بعد گٹھلی سے یہ درخت اُگا ہو پس یہ صورت اور صورت اول دونون یکسان ہین یہ فتاوے کبری مین ہو۔ اگر باغ خرما مین پھل برآمد ہونے کے بعد زمین و درخت سب استحقاق مین لے لیے گئے تو یہ سب صاحب استحقاق کے ہونگے اور عامل اُس شخص سے جسنے اُسکو معاملہ پر باغ مذکور دیا تھا اپنا اجر المثل لے لیگا اور اگر کچھ پھل برآمد نہوئے ہون تو عامل کو کچھ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین عتابیہ سے منقول ہو۔ ایک شخص کے درخت کی دوسرے کی ملک مین جاکر جڑین پھوٹین اور پودے پیدا ہوئے پھر مالک درخت نے یہ پودے کسی شخص غیر کو سواے اُس زمین کے مالک کے ہبہ کر دیے پس اگر یہ پودے ایسے ہون کہ درخت اصل قطع کیے جانے پر خشک ہو جاوین تو ہبہ جائز نہوگا اور اگر خشک نہون تو ہبہ جائز ہوگا یہ فتاوے کبری مین ہو۔ اگر عامل نے مدت معاملہ کے اندر زمیندار کے باغ انگور مین پودے لگائے پھر مدت معاملہ گذر گئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے زمیندار کے واسطے لگائے ہین تو درخت زمیندار کے ہونگے اور عامل متبرع ہوگا اور اگر زمیندار نے اُسکو حکم دیا ہو کہ پودے میرے واسطے خرید کر میرے باغ مین لگا دے تو بھی یہ درخت زمیندار کے ہونگے مگر زمیندار پر واجب ہوگا کہ جتنے درمون کو اُسنے خریدے ہین وہ عامل کو دیدے اور اگر اُسنے زمیندار کی اجازت سے اپنے واسطے لگائے ہون تو درخت اُسکے ہونگے مگر زمیندار اُسکو اُکھاڑ لینے کے واسطے حکم دیسکتا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایسے شخص نے جسکے پاس باغ انگور بٹائی پر تھا شہتوت کے پتے کسی کے ہاتھ فروخت کر دیے حالانکہ مالک باغ سے اجازت نہ لی تو دیکھا جائیگا کہ اگر پتے باقی موجود ہونے کی حالت مین مالک باغ نے بیع کی اجازت دیدی تو ثمن اُسکو ملیگا اور اگر مشتری نے یہ پتے تلف کر دیے پھر مالک نے اجازت دی یا ندی تو اُسکو ثمن مین سے کچھ نہ ملیگا ہان اُسکو اختیار ہوگا چاہے عامل سے تاوان لے یا مشتری سے یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک شخص نے درخت بٹائی پر دیے مگر درختون مین بالکل پھل نہ آیا پھر مالک نے یہ درخت فروخت کر دیے تو بیع نافذ ہو جائیگی اور معاملہ فاسد ہو جائیگا کیونکہ عامل نے اُنکو بعوض پیداوار کے اجارہ پر لیا تھا اور جب اسمین کچھ پیدا نہوا تو عامل کا حق اس سے متعلق نہوا پس بیع صحیح ہو گئی اور اگر اُسنے درختون کی حفاظت کی اور سینچا ہو تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے واسطے ایسا کیا تھا اور اُسکا حق پھلون سے متعلق تھا اور پھل پیدا نہوئے یہ وجیز کردری مین ہو۔ اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلان باغ خرما معاملہ پر لے پس وکیل نے ایسی شرط سے لیا کہ جسکے اندازہ مین لوگ خسارہ برداشت کرتے ہین تو یہ معاملہ موافق شرط کے موکل کے حق مین جائز ہوگا اور مالک درخت ہی اپنے حصہ کے وصول کرنے کا متولی ہوگا اور اگر وکیل نے عامل کے حق مین اسقدر حصہ شرط لیا کہ جسقدر لوگ اندازِ قیمت مین خسارہ برداشت نہین کرتے ہین تو عامل کے ذمہ لازم نہوگا لیکن اگر چاہے تو قبول کرے پھر اگر اُسنے کام کیا خواہ اپنا حصہ جانتا ہو یا نجانتا ہو تو اُسکو وہی حصہ ملیگا جو اُسکے واسطے شرط کیا گیا ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما دوسرے کو دیکر وکیل کیا کہ اُسکو

اس سال کے واسطے بٹائی پر دیدے پس وکیل نے اسقدر حصہ پر بٹائی پر دیا کہ لوگ اندازِ قیمت مین اتنا خسارہ نہین
اُٹھاتے ہین اور عامل نے اُسمین کام کیا تو پوری حاصلات درختون کے مالک کی ہوگی اور عامل کے واسطے
وکیل پر اپنے کام کا اجر المثل واجب ہوگا - اور مزارعت مین اگر ایسا واقع ہو تو پوری پیداوار کاشتکار
و وکیل کے درمیان موافق شرط کے مشترک ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص نے اپنے درخت دوسرے
کو اس شرط سے دیے کہ اُنکی پرداخت کرے اور جنہین باندھنے کی ضرورت ہو انکو باندھے اور جنہین تشذیب کی
ضرورت ہو اُنکی تشذیب کرے پھر عامل نے درختون کے باندھنے مین تاخیر کی یہان تک کہ انکو پالا مار گیا حالانکہ
یہ درخت ایسے تھے کہ اگر باندھے بجا دین تو انکو پالا مار جاوے تو پالے سے جسقدر نقصان ہوا ہے اُسکا عامل
ضامن ہوگا یہ فتاوی کبری مین ہے - اگر کسی شخص نے دوسرے کو باغ خرما یا درختون کے معاملہ مین
وکیل کیا پس اگر عامل کی طرف سے وکیل ہو تو باتفاق روایات حصہ عامل وصول کرنے کا وہی متولی ہوگا
اور اگر درختون کے مالک کی طرف سے وکیل ہو تو کتاب المعاملہ کی روایت کے موافق وکیل کو مالک باغ کے
حصہ وصول کرنے کا اختیار نہین ہے اور کتاب الوکالۃ کی روایت کے موافق اختیار ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اگر
عامل نے زمین مین زمین دینے والے کی اجازت سے درخت خرما یا انگور یا اور قسم کے درخت لگائے پھر
جب وہ بڑے ہو کر پھل لائے تو کسی دوسرے شخص نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو وہ اپنی زمین لے لیگا اور
درختان خرما و انگور وغیرہ جو درخت اُسمین لگائے گئے ہین اُکھڑوا دیگا اور جب دونون ان درختون کو اُکھاڑینگے
تو دونون سے بالاتفاق وہ نقصان جو اُکھاڑنے سے زمین مین پیدا ہو گیا ہے تاوان لیگا اور درخت جمانے والا
اُسکو نقصان غرس بھی دیگا یہ امام اعظم رح کا اور آخر قول امام ابو یوسف رح کا ہے اور عامل نے اُکھاڑنے اور
درخت جمانے کا جو کچھ نقصان تاوان دیا ہے وہ اُس شخص سے جسنے زمین اُسکو دی تھی واپس لیگا -
اور اول قول امام ابو یوسف رح کے موافق اور یہی قول امام محمد رح کا ہے استحقاق ثابت کرنے والے کو اختیار ہے
کہ یہ سب نقصان اُس شخص سے لے جسنے عامل کو زمین دیدی تھی امام محمد رح کے نزدیک غصب کرنے والا
مثل تلف کرنے والے کے ضامن ہے اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک استحقاق ثابت کرنے والا
یہ ضمان تلف کرنے والے سے لے سکتا ہے نہ غصب کرنے والے سے پھر جسنے درخت لگائے ہین یعنے تلف
کرنے والا وہ اس مال تاوان کو اُس شخص سے جسنے اُسکو زمین دی ہے یعنے غاصب سے واپس لیگا کیونکہ اُسنے
درخت جمانے والے کو باہمی عقد معاوضہ مین دھوکا دیا ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر ایک شخص کو اپنا باغ خرما
آدھے کی بٹائی پر دیا اور یہ نہ کہا کہ اپنی راے پر عمل کرے پھر عامل نے دوسرے عامل کو بٹائی پر دیدیا اور اُسنے
کام انجام دیا تو جو کچھ پیداوار حاصل ہو وہ مالک باغ کی ہوگی اور دوسرے عامل کے واسطے پہلے عامل پر اپنے
کام کا اجر المثل چاہیے جسقدر ہو واجب ہوگا اور پہلے عامل کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور واضح ہو کہ یہ جو فرمایا کہ اجر المثل
چاہیے جسقدر ہو یہ امام محمد رح کا قول ہے اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے قول مین یہ ہے کہ اجر المثل مقدار
مستحق سے زیادہ نکیا جائیگا کذا فی المحیط - اور اگر دوسرے عامل کے پاس تمام پھل جو درختون پر لگے تھے
درختون پر خراب ہو گئے بدون اسکے کہ دوسرے عامل کے فعل کا اسمین کچھ دخل ہو تو دونون مین سے کسی پر

یعنے بنابر قول آخر ۱۲ منہ

تاوان لازم نہوگا اور اگر عامل ثانی کے فعل سے جسمین اُسنے عامل اول کے حکم کے برخلاف کیا ہو خراب ہوگئے
تو مالک کے واسطے اِسکا تاوان دوسرے عامل پر واجب ہوگا نہ عامل اول پر۔ اور اگر عامل ثانی کے فعل
سے جسمین اُسنے عامل اول کے حکم کے برخلاف نہین کیا ہو خراب ہوگئے تو باغ کے مالک کو اختیار ہے کہ
دونون مین سے جس سے چاہے تاوان لے پس اگر اُسنے عامل اول سے تاوان لینا پسند کیا تو اول یہ
مال تاوان دوسرے عامل سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر اُسنے دوسرے سے تاوان لیا تو وہ مال تاوان
عامل اول سے واپس لیگا۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ مالک نے عامل اول سے یہ نہ کہا ہو کہ اسمین اپنی رائے
سے عمل کرے اور اگر یہ کہا ہو اور اُسکے واسطے آدھی حاصلات شرط کردی ہو اور اُسنے دوسرے کو تہائی پیداوار
پر دیدیا تو یہ جائز ہے اور جو کچھ پھل پیدا ہون اُسمین سے آدھے مالک باغ کے اور چھٹا حصہ عامل اول کا ہوگا۔
اور امام محمد رحمہ نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ اگر مالک نے عامل سے یہ نہ کہا کہ اسمین اپنی رائے سے عمل
کرے اور اُسکے واسطے کچھ شئے معلوم شرط کردی اور عامل اول نے دوسرے کے واسطے بھی یون ہی شرط کی
تو دونون فاسد ہین اور عامل اول پر تاوان لازم نہوگا کذا فی البدائع

(حاشیہ بین السطور: الا تہائی دوسرے کی ۱۲ — یعنے تہائی و چھٹا کائی ذخیرہ حصہ معلوم ۱۲ منہ)

کتاب الذبائح

اسمین تین باب ہین

باب اول۔ ذکوۃ کے رکن و شرائط و حکم و انواع کے بیان مین **قال المترجم** ذکوۃ بدال معجمہ
در اصل لغت بمعنی گردن کاٹنا و مراد شرعی طور سے جس سے شرع مین جانور حلال ہوجاوے گردن کاٹنا ہے۔
قال۔ ذکوۃ دو قسم کی ہوتی ہے ایک اختیاری دوسری اضطراری۔ پس جو جانور ذبح کیے جاتے ہین اُنمین ذکوۃ
اختیاری کا رکن ذبح کرنا ہے جیسے بکری و گاے وغیرہ اور جو جانور نحر کیے جاتے ہین اُنمین نحر کرنا ذکوۃ اختیاری
کا رکن ہے جیسے اونٹ مگر ذبح یا نحر کا رکن ہونا اُسوقت ہے کہ جب ذبح و نحر پر قادر ہو پس بدون ذبح و نحر
کے یہ جانور حلال نہونگے۔ اور ذبح یعنے بریدن رگہاے گلوے گردن کی رگین کاٹنا اور اسکا محل
اوپر کی گردن کے کنارہ اور دونون جبڑون کے بیچ مین ہے اور نحر یعنے بریدن رگہاے گلوے گردن
کی رگین کاٹنا مگر اسکا محل آخر حلق ہے۔ اگر کسی نے جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اُسکو نحر کیا یا جو نحر کیا جاتا ہے اُسکو
ذبح کیا تو حلال ہوگیا کیونکہ گردن کی رگین کٹ گئین۔ مگر یہ مکروہ ہے اسواسطے اونٹ کے حق مین سنت
یہ ہے کہ نحر کیا جاوے اور سواے اونٹ کے دوسرے جانورون مین ذبح کرنا مسنون ہے یہ بدائع مین ہے۔
اور جامع صغیر مین لکھا ہے کہ ذبح کرنے مین اوپر کی گردن یا بیچ کی گردن یا نیچے کی گردن مین جہان ذبح
کرے کچھ ڈر نہین ہے۔ اور فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ ایک قصاب نے اندھیری رات مین ایک
بکری ذبح کی اسطرح کہ حلقوم سے اوپر یا حلقوم سے نیچے کاٹ دیا تو اُسکا کھانا حرام ہے کیونکہ اُسنے مذبح یعنے حلقوم
کے سواے دوسری جگہ سے ذبح کی۔ اور اگر اس صورت مین قصاب مذکور بعض مقام کاٹنے پایا تھا
کہ اُسکو معلوم ہوگیا پس اُسنے دوبارہ گردن کاٹی قبل اسکے کہ پہلے کاٹنے سے بکری مرجاوے تو اسمین دو صورتین ہین

(حاشیہ بین السطور: مثلاً گردن ۱۲ — کیونکہ اُسنے خلاف سنت عمل کیا ۱۲ منہ — یعنے بکری)

(حاشیہ: مثلاً کان الفساد لعدم قولہ اعمل فیہ برأیہ فافہم ۱۲ منہ — ؏ قال المترجم بناء علی العقد فاسد فذکرنا قبیل ہذا من انہ عند محمد لا یلزمہ الضمان علی العامل الاول فتامل ۱۲ منہ — ؏ قال مکروہ ای مکروہ تنزیہی مراد و نص علیہ بعضہم ۱۲ منہ)

ہین کہ اگر اُسنے پہلی دفعہ پورا کاٹ دیا تھا تو ایسی صورت مین وہ بکری حلال نہوگی کیونکہ پہلے زخم سے بہ نسبت دوسرے کے وہ بکری جلد مر جاویگی اور اگر اُسنے پہلی دفعہ تھوڑا کاٹا تھا تو اِس صورت مین دوبارہ گردن کاٹنے سے حلال ہو جائیگی یہ ذخیرہ و محیطین مین ہی۔ اور ذکوۃ اضطراری کا رکن یہ ہی کہ عقر یعنے جرح پایا جاوے خواہ کسی جگہ ہو اور یہ بات صید مین ہوتی ہی اسیطرح اونٹ یا گاے یا دُنبہ بکری مین سے جو اسطرح بدک جاوے کہ اُسکا مالک اُسپر قدرت نپاوے یعنے اُسکا ۱۲ اُسمین بھی ذکوۃ اضطراری ہوتی ہی کیونکہ وہ صید کے معنی مین ہی۔ اگرچہ پہلے مستانس تھی اور اونٹ و گاے و بیل خواہ جنگل مین اسطرح بدک جاوے یا شہر مین بہرحال اُسکی ذکوۃ بھی عقر ہی ایسا ہی ہدایہ مین ہی ۱۲ امام محمد رہ سے مروی ہی اور بکری اگر جنگل مین اسطرح بدک جاوے تو اُسکا حلال کرنا عقر سے ہوگا اور اگر شہر مین بدک جاوے تو عقر سے اُسکا حلال کرنا روا نہین ہی اسیطرح جو جانور انمین سے کنوئین وغیرہ مین گر پڑے اور اُسکا مالک اُسکے نکالنے پر یا اُسکے ذبح کرنے کی جگہ یا نحر کرنے کی جگہ پر چھری چلانے پر قابو نپاوے تو وہ بھی زخم سے ذبح ہو جائیگا۔ منتقی مین مذکور ہی کہ اگر اونٹ نے کسی شخص پر حملہ کیا اور اِس شخص نے حلال کرنے کی نیت سے اُسکو قتل کر ڈالا تو اُسکا کھانا حلال ہی کیونکہ جب وہ شخص اُسکے پکڑنے پر قادر نہوا تو وہ بمنزلہ صید کے ہو گیا۔ اور شرائط ذکوۃ چند انواع ہین بعض تو ذکوۃ اختیاری و ذکوۃ اضطراری دونون کو شامل ہین اور بعض خاص ایک کے ساتھ مخصوص ہین نہ دوسرے کے ساتھ۔ پس جو شرائط دونون کو شامل ہین ازانجملہ یہ ہی کہ ذبح کرنے والا عاقل ہو پس مجنون کا یا جو لڑکا ذبح کو نہین سمجھتا ہی اُسکا ذبیحہ نہ کھایا جائیگا اور اگر لڑکا ذبح کو سمجھتا ہو اور ذبح کرنے پر قادر ہو اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا اور سکران یعنے جو شخص نشہ مین ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی ازانجملہ یہ ہی کہ ذبح کرنے والا اسلمان ہو یا کتابی ہو پس مشرکون کا ذبیحہ اور مرتدون کا ذبیحہ نکھایا جائیگا کیونکہ مرتد جس دین کی طرف منتقل ہو گیا ہی اُسکا مقر نہین ہی۔ اور اگر مرتد ایک طفل مراہق یعنے قریب ببلوغ ہو تو امام اعظم رہ و امام محمد رہ کے نزدیک اُسکا ذبیحہ نکھایا جائیگا اور امام ابو یوسف رہ کے نزدیک کھایا جائیگا بنابرین کہ طرفین کے نزدیک اُسکی ردت صحیح ہی اور امام ابو یوسف رہ کے نزدیک نہین صحیح ہی۔ اور اہل کتاب کا ذبیحہ کھایا جائیگا خواہ اہل حرب ہون یا غیر ہون خواہ نصارای بنی تغلب ہون یا غیر ہون کیونکہ نصارائے بنی تغلب نصارای عرب کے دین پر ہین۔ اگر کوئی کتابی اپنا دین چھوڑ کر کسی غیر کتابی کافرون کے دین پر ہو گیا تو اُسکا ذبیحہ نہ کھایا جائیگا اور اگر کوئی غیر کتابی کافر اپنا کفر چھوڑ کر کسی اہل کتاب کے دین مین آگیا تو اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا۔ اور اصل یہ ہی کہ ذبح کرنے والے کا حال و دین اُسکے ذبح کرنے کے وقت کا دیکھا جائیگا اُسکے ماسوا کا کچھ اعتبار نہین ہی اور ہمارے اصحاب کے اصول مین سے ہی کہ جو شخص کفر کے ملتون مین سے کسی ملت کو چھوڑ کر دوسری ملت کفر مین جو اُسکے قریب ہی داخل ہو گیا تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا در اصل وہ اسی ملت کے لوگون مین سے ہی۔ اور جو شخص کتابی و غیر کتابی سے پیدا ہوا ہی اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا خواہ باپ کتابی ہو یا مان کتابی ہو یہ حکم ہمارے نزدیک ہی اور صابیہ فرقہ کا ذبیحہ امام اعظم کے نزدیک کھایا جائیگا اور امام ابو یوسف رہ و امام محمد رہ کے نزدیک نہین کھایا جائیگا۔ پھر واضح ہو کہ اہل کتاب کا ذبیحہ جبھی کھایا جائیگا کہ جب اُسکے ذبح

کرنے کے وقت وہان حاضر نہو اور نہ اُس سے کچھ سنا ہو یا حاضر ہو اور اس سے فقط اللہ تعالی کا نام سُنا ہو کیونکہ جب اُس سے کوئی لفظ نہین سنا تو بحسن ظن اس امر پر محمول کیا جائیگا کہ اُسنے فقط اللہ تعالی کا نام لیا ہی جیسا مسلمان کے ساتھ حسن ظن کیا جاتا ہی۔ اور اگر اُسکی زبان سے اللہ تعالی کا نام سُنا گیا مگر اُسنے اللہ تعالے عز و جل کے لفظ سے مسیح علیہ السلام کو مراد لیا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا لیکن اگر اُسنے صیح اسطرح بیان کیا کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنے ایسے اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہون جو تین مین سے ایک ہی تو اُسکا ذبیحہ حرام ہی اور اگر اُسکی زبان سے فقط مسیح علیہ السلام کا نام سنا گیا یا اُسنے اللہ سبحانہ تعالے کا نام اور مسیح علیہ السلام کا نام لیا تو اُسکا ذبیحہ نکھایا جائیگا۔ ازانجملہ ہمارے نزدیک شرط ہی کہ ذکوۃ کی حالت مین اللہ تعالی کا نام لے خواہ کوئی نام ہو خواہ نام کے ساتھ کوئی صفت ملاوے جیسے اللہ اکبر۔ اللہ اعظم۔ اللہ اجل اللہ الرحمن۔ اللہ الرحیم وغیرہ یا نہ ملاوے جیسے فقط اللہ یا رحمن یا رحیم وغیرہ کہے اور یہی حکم تہلیل و تسبیح و تحمید کا ہی اور خواہ تسمیہ معہودہ یعنے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جانتا ہو یا نجانتا ہو اور خواہ تسمیہ زبان عربی مین ہو یا فارسی وغیرہ کسی زبان مین ہو اور خواہ وہ عربی الفاظ اچھی طرح ادا کر سکتا ہو یا نہ ادا کر سکتا ہو ایسا ہی بشر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رہ سے روایت کیا ہی۔ کہ اگر کسی شخص نے ذبیحہ پر بزبان رومی یا فارسی تسمیہ کہا خواہ وہ عربی اچھی طرح ادا کر سکتا ہی یا نہین تو یہ تسمیہ کافی ہی اور تسمیہ کی شرائط مین سے یہ ہی کہ ذبح کرنے والا تسمیہ کہے حتے کہ اگر غیر نے تسمیہ کہا اور ذبح کرنے والا خاموش رہا حالانکہ بھولا نہین ہی یاد ہی تو ذبیحہ حلال نہوگا اور ازانجملہ یہ ہی کہ تسمیہ سے یہ قصد کرے کہ ذبیحہ پر اللہ تعالی کا نام لیتا ہی اور اگر اُسنے تسمیہ سے شروع کام پر اللہ تعالی کا نام لینا مراد لیا ہی تو ذبیحہ حلال نہوگا اور علی ہذا اگر الحمد للہ کہا اور اس سے تسمیہ کی نیت نہ کی بلکہ اُسنے بطریق شکر کے اللہ تعالی کے حمد کرنے کی نیت کی تو ذبیحہ حلال نہوگا اسیطرح اُسنے تسبیح یا تہلیل یا تکبیر کہی اور اس سے ذبیحہ پر تسمیہ کہنے کی نیت نہ کی بلکہ فقط یہ نیت تھی کہ صفات مخلوقات سے اللہ تعالی پاک ہونے اور اُسکی وحدانیت کے وصف کو بیان کرے تو ذبیحہ حلال نہوگا کذا فی البدائع اور اگر اُسکو چھینک آئی پس اُسنے الحمد للہ کہا یعنے چھینک پر تحمید کی نیت کی پھر ذبح کر دیا تو یہ جانور حلال نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ازانجملہ یہ ہی کہ غیر کے نامون سے اللہ تعالے کے نام کی تجرید کرے یعنے فقط اللہ تعالے کا نام زبان سے کہے کسی غیر کا نام نہ ملاوے اگرچہ نبی علیہ السلام کا نام کیون نہو۔ ازانجملہ یہ ہی کہ اللہ تعالے کے نام ذکر کرنے سے خالص اُسکی تعظیم کا قصد کرے اُسمین معنے دعا کا شائبہ نہو حتے کہ اگر اُسنے کہا کہ اللہم اغفرلی تو یہ تسمیہ نہوگا کیونکہ یہ دعا ہی اور دعا مین محض تعظیم ہی مقصود نہین ہوتی ہی۔ وقت بیان تسمیہ کا پس ذکوۃ اختیاری مین وقت ذبح کے بیان کرے اُس سے مقدم کرنا جائز نہین ہی مگر یون ہی کچھ پہلے نہایت تھوڑی سے دیر کہ جس سے بچاؤ نہین ہو سکتا ہی۔ اور ذکوۃ اضطراری مین تیر پھینکنے اور سیکھا ہوا کتا وغیرہ چھوڑنے کے وقت تسمیہ کہدے۔ اور جو شرط مذکی کی طرف یعنے جسکی ذکوۃ مطلوب ہی راجع ہی وہ یہ ہی کہ یہ جانور حلال ہو اور یہ ذکوۃ اضطرار یہ مین ہی نہ اختیار یہ مین۔ اور جو قسم شرط کہ محل ذکوۃ کی طرف راجع ہی ازانجملہ یہ ہی کہ ذکوۃ اختیاری کے وقت تسمیہ کا محل معین کرے اور اسی سے اس صورت کا حکم نکلتا ہی کہ اگر تسمیہ کہکر ایک جانور ذبح کیا پھر دوسرا ذبح کیا اور گمان کیا کہ پہلا تسمیہ اسکے حق مین بھی کافی ہو گیا ہی

تو یہ جانور نہ کھایا جائیگا اور ضرور ہی کہ ہر جانور کے واسطے علیحدہ تسمیہ کہے - ازانجملہ یہ ہی کہ جو جانور شکار نہو اُسمین وقت ذبح کے اصل حیات باقی ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اصل حیوۃ کافی نہین ہی بلکہ حیوۃ مستقرہ ہونا چاہیے کذا فی البدائع - اور متردیہ و منخنقہ و موقوذہ اور بکری مریضہ و نطیحہ و مشقوقۃ البطن اگر ذبح کی گئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسمین حیوۃ مستقرہ باقی ہی تو ذبح سے بالاجماع حلال ہو جائیگی اور اگر اُسمین حیوۃ مستقرہ نہو تو بھی ذبح سے حلال ہو جائیگی خواہ زندہ رہ سکتی ہو یا نرہ سکتی ہو یہ امام اعظم رح کا مذہب ہی اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور جو جانور بدون ذبح کے حلال نہین ہوتے ہین اُنمین بعد ذبح کے خون کا نکلنا آیا حلال ہونے کی شرائط مین سے ہی یا نہین تو اسمین کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہین آئی ہی اور بعضے فتاوے مین مذکور ہی کہ دو باتون مین سے ایک بات ہونا چاہیے یا تو ذبیحہ حرکت کرے یا خون نکلے اور اگر کوئی بات نہ پائی گئی تو حلال نہوگا یہ بدائع مین ہی - اگر کوئی گاے یا بکری ذبح کی گئی اور اُس سے خون نکلا مگر اُسنے حرکت نکی اور خون ایسا نکلا جیسا زندہ سے نکلا کرتا ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ مذبوحہ کھائی جائیگی اور ہم اسکو اختیار کرتے ہین - ایک شخص نے ایک بیمار بکری ذبح کی اور اُسکے مُنھ کے سواے کسی جزو بدن نے حرکت نکی پس اگر اُسنے مُنھ کھول دیا تو نہ کھائی جائیگی اور اگر بند کر لیا تو کھائی جائیگی - اور اگر آنکھ کھول دی تو نہ کھائی جائیگی اور اگر آنکھ بند کر لی تو کھائی جائیگی اور اگر اُسنے پانون پھیلا دیے تو نہ کھائی جائیگی اور اگر کھینچ لیے تو کھائی جائیگی اور اگر اُسکے بال نہ کھڑے ہوئے تو نہ کھائی جائیگی اور اگر کھڑے ہوگئے تو کھائی جائیگی اور یہ سب ایسی بکری مین ہی جسکا ذبح کے وقت زندہ ہونا معلوم نہو تا کہ ان علامات سے اُسکا زندہ ہونا پہچانا جاوے اور اگر وقت ذبح کے یقیناً اُسکا زندہ ہونا معلوم ہو تو ہر حال مین کھائی جائیگی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور ذکوۃ کا حکم یہ ہی کہ جو جانور ذبح کیا گیا ہی وہ طاہر ہو جاتا ہی پس اگر حلال جانورون مین سے ہو تو اُسکا کھانا بھی حلال ہو جاتا ہی اور اگر حلال جانورون مین سے نہو تو سواے کھانے کے اُس سے اور طور پر نفع اُٹھانا جائز ہو جاتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور خنثے اور مخنث کا ذبیحہ جائز ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور حائض کا ذبح کرنا اور روٹی و ہانڈی پکانا مکروہ نہین ہی مگر اُسکے سواے اگر دوسرا یہ کام کر لے تو اولی ہی یہ غرائب مین ہی - عورت مسلمہ و کتابیہ ذبح کرنے مین مثل مرد کے ہی - اور گونگے کا ذبیحہ خواہ مسلمان ہو یا کتابی ہو کھایا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور محرم نے جو صید ذبح کیا خواہ حل مین ذبح کیا ہو یا حرم مین وہ حلال نہین ہی - اور جو جانور حرم مین ذبح کیا گیا وہ حلال نہین ہی اسیطرح حرم مین جو صید ذبح کیا گیا خواہ حلال نے ذبح کیا یا محرم نے وہ حلال نہین ہی بخلاف اسکے اگر محرم نے سواے صید کے ذبح کیا تو اُسکا یہ حکم نہین ہی کیونکہ یہ فعل مشروع ہی یہ کافی مین ہی - ایک نصرانی نے حرم مین ایک صید ذبح کیا تو حلال نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی - ایک مسلمان نے ایک مجوسی کی بکری اُنکے آتشکدہ کے واسطے ذبح کی یا کافر کی بکری اُنکے آلہہ (معبودون ۱۲) کے واسطے ذبح کی تو اُسکا کھانا جائز ہی کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالی کا نام لیا ہی مگر مسلمان کے حق مین ایسا فعل کرنا مکروہ ہی یہ تاتارخانیہ مین جامع الفتاوی سے منقول ہی - مشکل مین لکھا ہی کہ اگر کسی نے مہمان کے پیش نظر اُسکی تعظیم کے واسطے

کوئی جانور ذبح کیا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہی اسیطرح اگر کسی امیر وغیرہ کی آمد مین اُسکی تعظیم کے واسطے ذبح
کیا تو بھی اُسکا کھانا حلال نہین ہی ہان اگر مہمان کی غیبت مین اُسکی ضیافت کے واسطے ذبح کیا تو کچھ ڈر نہین ہی
یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ تجرید مین ہی کہ اگر مسلمان نے جانور ذبح کیا پھر بعد ذبح کے مجوسی نے اُسکے گلے پر چھُری
پھیر دی تو حرام نہو جائیگا۔ اور اگر مجوسی نے ذبح کیا بعد اُسکے ذبح کے مسلمان نے اُسکے گلے پر چھُری پھیری
تو حلال نہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ واضح ہو کہ ذکوۃ مین جو رگین کاٹی جاتی ہین وہ چار ہین۔ ایک حلقوم
یعنے سانس کی آمد رفت کا راستہ دوسری مرّی یعنے کھانے پانی کا راستہ تیسرے وچوتھے دو وداجین یعنی
گردن کے منکے کی دونون طرف دو رگین ہین جنمین خون کی آمد رفت ہی پس اگر یہ چارون کٹ گئین تو ذبیحہ
حلال ہوگیا اور اگر اکثر کٹ گئین تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی اور صاحبین رح نے فرمایا حلقوم
و مرے و دونون دواجین مین سے ایک کا کٹ جانا ضرور ہی مگر صحیح قول امام اعظم رح کا ہی۔ کیونکہ جو حکم کل کا
ہوتا ہی وہی اکثر کا ہوتا ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور جامع صغیر مین (حلقوم و مری یا و داجین ۱۲) لکھا ہی کہ اگر نصف حلقوم و نصف مرے و نصف
دواج کٹ گئی تو ذبیحہ حلال نہوگا کیونکہ حلت کل یا اکثر کے قطع ہونے پر ہی اور موضع احتیاط مین نصف
کو کل کا حکم نہین دیا گیا ہی کذا فی الکافی اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر حلقوم و مرے و اکثر ہر دونون وداجین
مین سے کٹ گئین تو جانور حلال ہو جائیگا ورنہ حلال نہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ سب جوابات
مین سے یہ جواب اصح ہی۔ اور اگر گدی کی طرف سے بکری ذبح کی گئی پس اگر اُسکے مرنے سے پہلے ان
رگون مین سے اکثر کٹ گئین تو حلال ہو جائیگی اور اگر اکثر یہ رگین کٹ جانے سے پہلے وہ مرگئی تو حلال
نہوگی اور یہ فعل مکروہ ہی اسوجہ سے کہ ایک تو خلاف سنت ہی اور دوسرے اسمین زیادہ تکلیف دہی ہی
یہ محیط مین ہی۔ ایک گاے یا بکری بچہ جننے پر آلگی تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا ذبح کرنا مکروہ ہی کہ اسمین بچہ کی
تضییع ہی اور یہ امام اعظم کا قول ہی اسواسطے کہ اُنکے نزدیک مان کے حلال کرنے سے بچہ پیٹ کا حلال نہین ہوتا ہی
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی شخص نے اُٹنی یا گاے حلال کی پھر اُسکے پیٹ مین سے مردہ بچہ نکلا تو
وہ نہ کھایا جائیگا خواہ اُسکو اس بات کا شعور ہوا ہو یا نہوا ہو اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف
و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُسکی خلقت پوری ہوگئی ہو تو کھایا جائیگا کذا فی الہدایہ۔ اور اگر جنین یعنے
پیٹ کا بچہ زندہ نکلا اور اتنی مہلت نہ تھی کہ اُسکو ذبح کیا جا سکے (یعنے اتنی دیر زندہ نہ رہا کہ اُسکو ذبح کیا جا سکے ۱۲ منہ) پس وہ مرگیا تو کھایا جائیگا اور یہ تفریع
بنا بر قول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے ہی نہ بنا بر قول ابی حنیفہ رح کے کذا فی النہایہ۔ ایک شخص نے
بکری کا پیٹ پھاڑ کر زندہ بچہ نکالکر اُسکو ذبح کیا پھر بکری کو ذبح کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بکری اس زخم سے
زندہ نہ رہ سکے تو حلال نہوگی اسواسطے کہ اُسکی موت پہلے زخم سے ہوگی اور یہ زخم ذکوۃ نہین ہی اور اگر
اس سے زندہ رہ سکے تو ذبح سے حلال ہو جائیگی کیونکہ ذکوۃ یہ دوسرا یعنے ذبح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین
ہی۔ ایک شخص کی گاے پر بچہ پیدا ہونے مین بہت تکلیف پیش آئی اور پیدا ہونا مشکل ہوگیا پس اُسنے
گاے کی فرج مین ہاتھ ڈالکر پیٹ ہی مین اُسکا بچہ ذبح کر دیا خواہ مذبح سے اُسکو ذبح کیا یا ذبح کرنے کی جگہ
کے سوا دوسری جگہ سے ذبح کر دیا پس اگر ذبح کی جگہ سے ذبح کیا تو حلال ہی اور اگر غیر جگہ سے ذبح کیا پس

ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ ... قال المترجم لعل ہذا التفریع علی قول الصاحبین فانہ لا اقل من ان یکون فیہما من الحیوۃ ... وان لم یکن مستقرۃ فینبغی ان یحل عندہ لا عندہما فافہم ۱۲ منہ

اگر وہ شخص ذبح کرنے کی جگہ سے ذبح نہین کر سکتا تھا تو حلال ہوگا اور اگر ذبح کی جگہ سے ذبح کر سکتا تھا
مگر اُسنے غیر جگہ سے ذبح کیا تو حلال نہوگا یہ وجیز کردری مین ہی- ایک بلی نے مرغی کی گردن کاٹ دی تو وہ
ذبح کرنے سے حلال نہوگی اگرچہ پھڑکتی رہے یہ ملتقط مین ہی- اور آلہ دو طرح کا ہوتا ہی قاطعہ وفاسخہ پیر قاطعہ
دو طرح کا ہوتا ہی تیز اور کند- پس تیز آلہ سے بلا کراہت ذبح کرنا جائز ہی خواہ لوہے کا ہو یا نہو جیسے کسی نے
نرکل کے پوست سے یا سنگ مرمر سے یا عصا کی کھپاچ سے یا ہڈی کی کھپاچ سے ذبح کیا تو جائز ہی- اور
کند آلہ سے ذبح کرنا جائز ہی مگر مکروہ ہی اور اگر اُکھڑے ہوئے دانت یا ناخن سے ذبح کیا تو حلال ہی مگر فعل
مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- اور جو آلہ فاسخہ سے ہوتا ہی وہ ناخن قائم و دندان قائم ہی کہ اُس سے بالاجماع
ذبح کرنا جائز نہین ہی اور اگر ذبح کیا تو جانور مردار ہو جائیگا یہ بدائع مین ہی- اور اونٹ کے ذبح کرنے مین
سنت طریقہ یہ ہی کہ اُسکا بایان بازو و ساق باندھکر کھڑا کر کے نحر کرے یعنی آخر حلق سے ذبح کرے پس
اگر اونٹ کو کروٹ سے لٹا کر نحر کیا تو جائز ہی مگر طریقہ اول افضل ہی- اور بکری گائے مین سنت یہ ہی کہ
اُسکو کروٹ سے لٹا کر ذبح کرے کیونکہ اس طریقہ سے رگون کا کاٹنا اچھی طرح ممکن ہی اور سب صورتون
مین اپنے ساتھ جانور کو قبلہ رخ رکھے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی- مستحب یہ ہی کہ دن مین ذبح کرے اور ذبح ہتیار کی
مین یہ مستحب ہی کہ لوہے کے تیز آلہ سے جیسے چھری و تلوار وغیرہ سے ذبح کرے اور غیر حدید سے اور رات
مین حدید سے مکروہ ہی- اور مستحبات مین سے ہی کہ رگون کو اچھی طرح کاٹے اور تکیہ لگانا اس حال مین مکروہ ہی
اور حلقوم کی طرف سے ذبح کرنا مستحب ہی اور گدی کی طرف سے مکروہ ہی اور منجملہ مستحبات کے یہ ہی کہ رگین
سب کاٹے اور بعض کاٹنا اور بعض نہ کاٹنا مکروہ ہی- اور یہ مستحب ہی کہ فقط رگین کاٹنے پر اکتفا کرے اور
سر کو جدا نہ کر دے اور اگر ایسا کیا تو مکروہ ہی اور ذبح کے وقت یہ کہنا کہ اللہم تقبل عن فلان مکروہ ہی ہان یہ
لفظ ذبح سے فارغ ہونے کے بعد کہے یا اُس سے پہلے کہے لیکن اگر اُسنے ذبح کے وقت کہا تو ذبیحہ
حرام نہوگا اور ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے ذبیحہ کی کھال کھینچنا مکروہ ہی اور اگر ذبیحہ ٹھنڈا ہونے
سے پہلے اُسکی نخاع تک چھری بھونکی یا کھال کھینچی تو اُسکے کھانے مین ڈر نہین ہی- اور مذبح کی طرف
جانور کو پانون پکڑ کے کھینچ لیجانا مکروہ ہی اور اُسکو لٹا کر اُسکے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ ہی مگر یہ سب باتین
ایسی ہین کہ اِنسے ذبیحہ حرام نہین ہو جاتا ہی یہ بدائع مین ہی اور جس جانور کو نحر کرنا چاہیے اگر اُسکو ذبح کیا
یا جسکو ذبح کرنا چاہیے اُسکو نحر کیا تو جائز ہی مگر مکروہ ہی کہ اُسنے سنت کو ترک کیا یہ خزانۃ المفتین مین ہی
اگر کسی نے اونٹ یا گائے یا بکری کی گردن ماری اور سر جدا کر دیا مگر تسمیہ کہا پس اگر حلقوم کی طرف سے
گردن ماری ہی تو وہ کھائی جائیگی مگر اس شخص نے بہت برا کیا اور اگر اُسنے درنگی و توقف کے ساتھ گردن
ماری تو نہ کھائی جائیگی کیونکہ وہ ذکوۃ سے پہلے مر گئی پس مردار ہو گئی اور اگر اُسکے مر جانے سے پہلے اُسکی
رگین کاٹ دین تو کھائی جائیگی کیونکہ ذکوۃ مین جو فعل چاہیے ہی وہ اُسکی زندگی مین پایا گیا لیکن یہ
فعل مکروہ ہی کیونکہ اُسنے بلا حاجت اُسکی تکلیف بڑھا دی اور اگر اُسنے اپنا فعل بلا توقف پورا کر دیا تو کھائی
جائیگی کیونکہ ظاہر یہی ہی کہ وہ ذکوۃ سے مری ہی یہ بدائع مین ہی- اگر جانور کو بدون قبلہ کی طرف توجہ کے

ذبح کیا تو حلال ہوگا مگر مکروہ ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی - ایک شخص کا بیل مرنے لگا اور مالک کے پاس کوئی آلہ نہین ہی
سوائے ایسی چیز کے جس سے اُسکے مذبح مین جرح کرسکے اور اگر وہ ذبح کرنے کا آلہ تلاش کرتا ہی تو اتنی
دیر مین وہ مرجائیگا اسکو حلال کرنا نہ ملیگا پس اُسنے بیل مذکور کے مذبح کو مجروح کردیا تو حلال نہوگا لیکن اگر
رگین کاٹ دین تو حلال ہوجائیگا یہ قنیہ مین ہی - اور نخع مکروہ ہی یعنے اُسکی نخاع تک چھری بھونکنا مگر ذبیحہ
کھایا جائیگا اور نخاع رقبہ کی ہڈی مین ایک سپید رگ ہی (جسکو حرام مغز کہتے ہین) اور بعض نے فرمایا
کہ نخع کے یہ معنی ہین کہ اُسکا سر پکڑ کے کھینچے تاکہ اُسکا مذبح پھیل جاوے اور بعض نے فرمایا کہ نخع اسکو
کہتے ہین کہ تڑپنے سے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اُسکی گردن توڑ دے - بہرحال یہ سب مکروہ ہی اسواسطے
کہ یہ بلا ضرورت حیوان کی تعذیب ہی - اور حاصل یہ ہی کہ جو بات ذکوۃ مین محتاج الیہ نہین ہی مگر اُسمین جانور
کے حق مین زیادہ تکلیف ہی وہ مکروہ ہی یہ کافی مین ہی - بقالی نے فرمایا کہ مستحب یہ ہی کہ یون کہے بسم اللہ
اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ مکروہ ہی کہ واو سے فی الفور تسمیہ ہونا منقطع ہوجاتا ہی کذا فی المحیط
ایک ذبح کرنے والے نے اللہ تعالی کے نام کے ساتھ ملا ہوا بغیر واو کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا نام مبارک ذکر کیا تو اسمین تین صورتین ہین یا تو لفظ محمد کو نصب کے ساتھ ذکر کیا یا جر کے
ساتھ یا رفع کے ساتھ اور ان سب صورتون مین ذبیحہ حلال رہا اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا نام بطریق عطف کے نہین مذکور ہی پس مبتدا ہوگا لیکن مکروہ ہی اسواسطے کہ صورت مین وصل
پایا جاتا ہی - اور اگر اُسنے واو کے ساتھ ذکر کیا پس اگر جر کے ساتھ ذکر کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا کیونکہ یہ شخص
ان دونون نامون کے ساتھ ذبح کرنے والا ہوگیا اور اگر اُسنے رفع سے ذکر کیا تو ذبیحہ حلال ہوگا کیونکہ
لفظ محمد مبتدا ہوگا اور اگر لفظ محمد نصب کے ساتھ ذکر کیا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور علی ہذا القیاس
اگر اللہ تعالی کے نام پاک کے ساتھ کوئی نام دوسرا ذکر کیا تو اسمین اسیطرح حکم ہی یہ نہایہ مین ہی - و قال
المترجم اللہ تعالے کے نام کے ساتھ دوسرا نام ذکر کرنے مین دو صورتین ہین یا بلا واو ذکر کیا یا بواو ذکر کیا
پس صورت اولی مین یعنے جب بلا واو ذکر کیا پس یا تو بزبان عربی تسمیہ کہا سو اسکا حکم وہی ہی جو کتاب
مین مذکور ہی اور اگر بزبان اردو بیان کیا تو شاید وہی حکم ہو جو عربی زبان مین ہی مگر اردو والے کبھی حرف
عطف دور کردیتے ہین جیسے ہم تم ملکر یہ کام کرلین حالانکہ عطف مقصود ہی مگر بظاہر ہمارا حکم شرعی ملفوظ پر
ہوگی اور اگر بواو ذکر کیا تو میرے نزدیک بہرحال ذبیحہ حرام ہی کیونکہ اسمین نصب و جر وغیرہ شقوق کا احتمال
نہین ہی فان حلت اراقۃ الدم انما یجوز بذکر اسم اللہ تعالے وحدہ فلا یحل ادخال اسم مع اسمہ تعالی وان
کان من اسماء الانبیاء والاولیاء ولا عبرۃ بافعل الجہلۃ وان کانوا فی صورۃ المشائخ والعلماء واللہ
تعالی اعلم بالصواب اور اگر کسی نے بسم اللہ بغیر ہا کہا پس اگر اُس سے تسمیہ کا ارادہ کیا تو ذبیحہ حلال
ہوگا ورنہ نہین کیونکہ عرب کے لوگ کبھی بطور ترخیم کے حذف کردیتے ہین اسیطرح اگر یون کہا
کہ بسم اللہ تقبل من فلان تو ذبیحہ حلال ہوگا مگر فعل مکروہ ہی اور اگر ذبح کرنے سے پہلے یا بعد یون کہا
کہ اللہم تقبل من فلان تو کچھ ڈر نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر ذبح کے وقت کہا کہ لا الہ الا اللہ اور

قول اقرب ہین بلکہ فی الواقع دونون کا ایک معنی ہین فقط اختلاف عبارت ہی ۱۲ منہ

دونون ودجین وحلق ومرے مین سے نصف قطع کیا پھر کہا محمد رسول اللہ پھر باقی قطع کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا کہ تسمیہ کو مجرد اللہ تعالے کے نام سے کہنا فرض ہی یہ قنیہ مین ہی اور اگر کہا بسم اللہ وصلی اللہ علے محمد یا کہا صلے اللہ علے محمد بدون واو کے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولیکن یہ فعل مکروہ ہی اور بقالی مین لکھا ہی کہ ذبیحہ حلال ہوگا اگر موافقت تسمیہ ہو- اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے اشتراک فی التسمیہ مراد لیا ہی تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اگر اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے تبرک فعل ذبح قصد کیا تو ذبیحہ حلال ہوگا ولیکن یہ فعل مکروہ ہی یہ محیط مین ہی- اور جس شخص نے عمداً تسمیہ چھوڑ دیا ہی اُسکا ذبیحہ حلال نہوگا اور اگر اُسنے بھولے سے چھوڑ دیا ہی تو حلال ہوگا اور مسلمان وکتابی دونون تسمیہ چھوڑنے کے حکم مین یکسان ہین لذا فی الکافی اور فتاوے عتابیہ مین ہی کہ لڑکا اور بالغ بھولنے کے حکم مین یکسان ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی- اگر کسی قصاب سے اپنا جانور ذبح کرایا اُسنے کہا کہ مین نے عمداً تسمیہ چھوڑ دیا ہی[1] تو جانور حلال نہوگا اور قصاب اُس جانور کی قیمت تاوان دیگا — یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر اُسنے بسم اللہ کہا مگر اُسکے دل مین نیت نہ آئی تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ ذبیحہ کھایا جائیگا اور یہی صحیح ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اگر ایک شخص نے بکری کو لٹایا اور چھری ہاتھ مین لی اور تسمیہ کہا پھر اُسکو چھوڑ کر دوسری بکری کو ذبح کیا اور عمداً اُسپر تسمیہ نکہا تو وہ حلال نہوگی یہ خلاصہ مین ہی- اور اگر ایک بکری کو لٹایا تاکہ ذبح کرے اور چھری ہاتھ مین لی- اور تسمیہ کہا پھر یہ چھری چھوڑ کر دوسری چھری لیکر اُس سے بکری ذبح کر دی تو وہ حلال ہوگی- اور اگر شکار مین ایک تیر لیا اور تسمیہ کہا پھر یہ تیر رکھدیا اور دوسرا تیر لیکر مارا تو شکار اُسی تسمیہ کی وجہ سے حلال نہوگا یہ جواہر خلاطی مین ہی- اگر ذبح کرنے کے واسطے ایک بکری کو لٹایا اور تسمیہ کہا پھر کسی شخص سے کچھ کلام کیا یا پانی پیا یا چھری تیز کی یا ایک لقمہ کھالیا یا اور اسکے مثل کوئی کام جو عمل کثیر نہین ہی کیا تو ذبیحہ اسی تسمیہ سے حلال ہو جائیگا اور اگر بہت کلام کیا یا بہت عمل کیا تو اس ذبیحہ کا کھانا مکروہ ہوگا اور عمل کثیر کے واسطے اس مقام پر کوئی تقدیر نہین ہی بلکہ جہان واقعہ ہو وہان کے لوگون کی عادت کو دیکھا جائیگا پس اگر لوگ اپنی عادت مین اس کام کو کثیر سمجھتے ہون تو کثیر ہوگا اور اگر قلیل گنتے ہون تو قلیل ہوگا پھر واضح ہو کہ اس صورت مین مکروہ کا لفظ ذکر فرمایا ہی- اور مشائخ نے اس کراہت مین اختلاف کیا ہی[2] اور اضاحی زعفرانی مین ہی کہ اگر اپنی چھری تیز کی تو تسمیہ منقطع ہو جائیگا کچھ تفصیل نہین ہی کہ عمل کثیر ہو یا قلیل ہو یہ محیط مین ہی اگر ایک شخص تسمیہ کہہ چکا تھا پھر بکری ہاتھ سے چھوٹ گئی اور لیٹے سے اُٹھ کھڑی ہوئی پھر اُسنے اُسکو لٹا دیا تو تسمیہ منقطع ہوگیا یہ بدائع مین ہی ایک شخص نے حمار وحشی کا ایک گلہ دیکھکر تسمیہ کہکر اپنا کتا چھوڑا اور اُسنے کوئی گدھا پکڑا تو وہ حلال ہی یہ وجیز کردری مین ہی- ایک شخص نے اپنی بکریون کو دیکھا پس کہا کہ بسم اللہ پھر ایک کو پکڑ کر لٹایا اور ذبح کر دیا اور عمداً تسمیہ اس گمان پر چھوڑ دیا کہ وہی تسمیہ کافی ہوگا تو یہ بکری نکھائی جائیگی یہ بدائع مین ہی- اگر ایک بکری کو دوسری بکری پر لٹایا پس اگر دونون کو ایکبار چھری چلانے مین ذبح کر ڈالا تو ایک ہی تسمیہ کافی ہی- چند گرگریان ایک شخص کے ہاتھ[3] مین ہین پس اُسنے تسمیہ کہکر ایک کو ذبح کیا

[1] یعنی بھولے سے تسمیہ چھوڑ دیا ۱۲

[2] یعنی کراہت تنزیہی ہی یا تحریمی ۱۲ منہ

[3] گویا مکوہ ۱۲

پھر اُسکے پیچھے ہو دوسرے کو ذبح کیا مگر تسمیہ نکہا تو دوسری حلال نہو گی۔ اور اگر اُسنے سب پر ایکبارگی چھُری چلائی تو ایک ہی تسمیہ کافی ہی کذا فی خزانۃ المفتین۔

دوسرا باب۔ اُن حیوانون کے بیان مین جنکا کھانا جائز ہی اور جنکا کھانا نہین جائز ہی۔ حیوان در اصل دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ جو پانی مین جیتے ہین اور دوسرے وہ جو خشکی مین جیتے ہین پس جو پانی مین جیتے ہین اُن سب حیوانون کا کھانا حرام ہی سوا مچھلی کے کہ خاصۃً مچھلی کا کھانا حلال ہی لیکن مچھلیون مین سے بھی جو مچھلی مر کر اوپر اُتر آوے وہ حرام ہی اور جو حیوانات خشکی مین جیتے ہین وہ تین طرح کے ہین ایک وہ جسمین بالکل خون نہین ہی دوم وہ کہ جسمین خون سائل نہین ہی سوم وہ کہ جنمین خون سائل ہی پس جن جانورون مین بالکل خون نہین ہی جیسے ٹیڑی اور شہد کی مکھی و بھڑ اور مکھیان و مکڑی و جز دود و بچھو وغیرہ یہ سب حلال نہین ہین سواے ٹیڑی کہ فقط ٹیڑی حلال ہی اسیطرح وہ جانور جنمین خون سائل نہین ہی جیسے سانپ و وزغ و سام ابرص و تمام حشرات و ہوام الارض جیسے چوہا و جرد و قنافذ و ضب و یربوع و ابن عرس وغیرہ سب حلال نہین ہین اور ان جانورون کی حرمت مین کسی نے خلاف نہین کیا ہی مگر فقط گوہ مین کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہی۔ اور جن جانورون مین خون سائل ہی وہ دو طرح کے ہوتے ہین ایک مستانس اور دوسرے متوحش پس بہائم یعنے چوپایہ مین سے جو مستانس ہین وہ مثل اونٹ و گاے و بکری کے بالاجماع حلال ہین اور جو متوحش ہین جیسے ہرن و نیل گاے و حمار وحشی و اونٹ وحشی پس باجماع مسلمین حلال ہین۔ اور درندون مین سے جو مستانس ہین یعنے کتا و چیتا و پالو بلی پس یہ حلال نہین ہین۔ اسیطرح سباع مین جو متوحش ہین جنکو سباع وحشی کہتے ہین اور سباع الطیر اور سباع مین سے ہر ذی ناب اور طیر مین سے ہر ذی مخلب حلال نہین ہی پس سباع وحشی مین سے ذی ناب مثل شیر و بھیڑیا و کفتار و پلنگ و چیتا و لومڑی و دستور برعی و سنجاب و سمور و دلق و دب و قرد و فیل و اُسکے امثال پس ان سبکی حرمت مین کسی کا خلاف نہین ہی سواے کفتار کے کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہی۔ اور طیور مین سے جو ذی مخلب ہین جیسے باز و باشہ و چرغ و شاہین و چیل و بغاث و نسر طائر و عقاب و اُسکے امثال یہ سب حرام ہین۔ اور طیور مین سے جنکی مخلب نہین ہوتی ہی اور وہ مستانس ہین جیسے مرغی و بط یا متوحش ہوتے ہین جیسے کبوتر و فاختہ و گرگرہ یا ولبک و کلنگ و زاغ زراعت یعنے جو کوا دانہ و کھیتی وغیرہ اور ایسی چیزین کھاتا ہی یہ سب بالاجماع حلال ہین یہ بدائع مین ہی۔ اور قمری و سودانیہ و زرزر کے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اہل جلالہ کا گوشت مکروہ ہی اور ابل جلالہ وہ ابل ہی جسکی بیشتر غذا نجاست ہو اسواسطے کہ وہ اکثر نجاست کھائیگا تو اُسکا گوشت متغیر ہو کر بدبودار ہو جائیگا پس اُسکا کھانا مثل طعام بدبودار کے مکروہ ہی اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا ہی کہ اُس سے کام وغیرہ کا انتفاع حلال نہین ہی مگر جبکہ چند روز قید رکھا جاوے اور اُسکو چارہ کھلایا جاوے تو پھر اُس سے انتفاع حلال ہی اور جو قدوری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی وہ اجود ہی پھر واضح ہو کہ اُسکے قید رکھنے کے واسطے ظاہر روایت مین کوئی مدت مقرری نہین ہی اور ایسا ہی امام محمد رحمہ

مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رح اُسکے قید رکھنے کی کوئی میعاد نہین مقرر فرماتے تھے اور یہ کہتے تھے
کہ یہان تک قید رکھی جاوے کہ تطیب ہوجاوے - اور امام ابویوسف رہ نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی کہ
وہ تین روز تک قید رکھی جاوے اور ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی کہ اُونٹنی اور بکری و بیل
جب جلالہ ہوگی کہ جب اُس سے بدبو آنے لگے اور متغیر ہوجاوے اور اُس سے بدبو پھوٹے تو اسوقت وہ
جلالہ ہوگی کہ اُسکا دودھ نہ پیا جائیگا اور اُسکا گوشت نہ کھایا جائیگا مگر اُسکا بیع کرنا اور ہبہ کرنا جائز ہی اور یہ
حکم اُسوقت ہی کہ جب وہ نجاست مین کچھ اور نہ ملاتی ہو بلکہ اکثر خالی نجاست کھاتی ہو - اور اگر اُسنے مخلوط
کرکے نجاست کھائی تو جلالہ نہوگی پس کھانا مکروہ نہوگا کیونکہ اُسمین بدبو نہ آویگی - اور جو مرغی چھوٹی پھرتی ہی
اُسکا گوشت وغیرہ مکروہ نہین ہی اگرچہ وہ نجاست کھاتی ہو کیونکہ نجاست اُسکی غذا مین غالب نہین ہوتی ہی
بلکہ وہ نجاست کو دوسری چیز سے ملا دیتی ہی یعنے دانہ بھی کھاتی ہی مگر افضل یہ ہی کہ مرغی قید رکھی جاوے
تاکہ اُسکے پیٹ سے جو کچھ نجاست ہی وہ جاتی رہے پھر اُسکو کھاوے یہ بدائع مین ہی - ابابیل و صلصل و
ہدہد کے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ یہ پرندہ ذی مخلب نہین ہوتے ہین یہ ظہیریہ مین ہی - امام ابویوسف
سے روایت ہی کہ مین نے امام ابوحنیفہ رح سے پوچھا عقعق کا کھانا کیسا ہی تو فرمایا کہ کچھ ڈر نہین ہی پھر مین نے
کہا کہ وہ نجاسات کھاتا ہی تو فرمایا کہ وہ نجاست کو دوسری چیز سے ملا لیتا ہی پھر کھاتا ہی پھر اصل امام اعظم رحمہ اللہ
کے نزدیک یہ ہی کہ جو جانور نجاست کو دوسری چیز سے ملالے جیسے مرغی اُسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی
اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ عقعق مکروہ ہی جیسے مرغی مکروہ ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور
دو دوز نبور مین جب تک جان نہ ڈالی جاوے تب تک اُسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی کذا فی الظہیریہ
اور شیخ خلف رہ سے مروی ہی کہ زنبورون کا چھتہ کھانا مکروہ ہی یہ ملتقط کے باب الکراہۃ مین ہی - اور
کھایا جائیگا یعنے اُسکا کھانا روا ہی اور چمگادڑ کے حق مین بعض جگہ مذکور ہی کہ اُسکا کھانا روا ہی اور بعض جگہ
مذکور ہی کہ نہین روا ہی کیونکہ اُسکے دانت ہوتے ہین یعنے ذی ناب ہی - اور بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ
شقراق کا کھانا روا نہین ہی اور رخم کا کھانا روا ہی - قال المولف رح کہ یہ مین نے اپنے والد رح کے خط سے لکھا
دیکھا ہی اور شقراق ایک سبز پرندہ ہوتا ہی جسمین قلیل سرخی کا میل ہوتا ہی کہ ہر چیز پر حملہ کرتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی
ابراہیم سے مروی ہی کہ ائمہ رحمہم اللہ پرندون مین سے ہر ذی مخلب کو اور جو نجس و مردار خوار ہی مکروہ جانتے
تھے اور ہم اسیکو اختیار کرتے ہین کیونکہ جو پرند نجس و مردار خوار ہی جیسے دیسی کالا کوا و جنگلی کوا اُسکو طبیعت پاکیزہ پلید
و خبیث جانتے تھے ہان جو کوا کہ جنگل مین کھیتی اور دانہ چن چن کر کھاتا ہی وہ مباح و پاک ہی اور ساگر کوا
کھانے کو مخلوط کرتا ہو کہ کبھی نجاست کھاتا ہو اور کبھی دانہ چنتا ہو تو امام ابویوسف رح سے مروی ہی کہ وہ مکروہ ہی
اور امام اعظم رح سے مروی ہی کہ اُسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور مرغی کے قیاس پر یہی صحیح ہی یہ مبسوط
مین ہی - پالتو گدھے کا گوشت حرام ہی اور اسیطرح اُسکا دودھ و اُسکی چربی بھی حرام ہی اور سواے کھانے
کے اور طور پر اُسکی چربی استعمال کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی پس بعضون نے اُسکو کھانے پر
قیاس کرکے حرام کہا ہی اور بعضون نے اُسکو مباح کہا ہی اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور حمار وحشی

اگر اہلی ہو جاوے یعنی اُسکو پالو کر لین اور اسیر اکاف ڈالنا شروع کرین یعنے مثل پالو کے ہو جاوے تو وہ کھایا جائیگا اور اگر پالو گدھا وحشی ہو جاوے تو بھی نہین کھایا جائیگا (پالان خر ۱۲) یہ شرح طحاوی مین ہے - اور امام اعظم رح کے نزدیک گھوڑون کا گوشت مکروہ ہے مگر صاحبین نے اسمین خلاف کیا ہے اور مشائخ نے کراہت کے معنی مین اختلاف کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ امام اعظم رح نے مکروہ سے مکروہ تحریمی مراد لیا ہے اور گھوڑی کے دودھ کا حکم اُسکے گوشت کے مثل ہے (یعنے مکروہ ہے) کذا فی فتاوی قاضیخان اور شیخ امام سرخسی نے فرمایا کہ امام اعظم رح نے جو حکم دیا ہے وہ احوط ہے اور صاحبین نے جو حکم دیا ہے وہ اوسع ہے کذا فی السراجیہ اور بغل یعنے خچر سو امام اعظم رح کے نزدیک ہر حال مین اُسکا گوشت مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک بھی یہی حکم ہے درصورتیکہ اسپ نر و مادہ خر سے پیدا ہوا ہو اور اگر نر گدھے اور مادہ گھوڑی سے پیدا ہوا ہو تو بعض نے فرمایا کہ صاحبین رح کے نزدیک مکروہ نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے - اگر بکری کا بچہ گدھی یا سوری کا دودھ پلا پلا کر پالا گیا پس اگر چند روز تک اُسکو گھاس کھلائی گئی ہو تو اُسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے کیونکہ وہ بمنزلہ جلالہ کے ہوگا اور جلالہ مین یہ حکم ہے کہ اگر چند روز تک اُسکو خالی گھاس کھلائی جاوے تو اُسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے پس ایسا ہی اس صورت مین بھی حکم ہے یہ فتاوی کبرے مین ہے

تیسرا باب متفرقات مین - ایک بکری نے کتے کی صورت کا بچہ دیا پس اُسکی حالت مین اشکال پیش آیا پس اگر کتے کی طرح آواز کرتا ہو تو نکھایا جائیگا اور اگر بکری کیطرح آواز کرتا ہو تو کھایا جائیگا اور اگر دونون کیطرح آواز کرتا ہو تو اُسکے سامنے پانی رکھا جاوے پس اگر زبان سے پیئے تو نہ کھایا جاوے کیونکہ وہ کتا ہے اور اگر مُنھ سے پیئے تو کھایا جاوے کہ وہ بکری ہے اور سا اگر دونون طرح سے پیئے تو بھوسا اور گوشت اُسکے سامنے رکھا جاوے پس اگر اُسنے بھوسا کھایا تو بکری ہے کھائی جائیگی اور اگر گوشت کھایا تو کتا ہے نہ کھایا جاوے - اور اگر اُسنے دونون کو کھایا تو ذبح کیا جاوے پس اگر امعار یا آنتین نکلین تو نہ کھایا جاوے اور اگر کرش یعنے اوجھ نکلا تو کھایا جاوے یہ جواہر اخلاطی مین ہے - اور سات اجزاء حیوان مین سے جنکا کھانا حرام ہے وہ سات ہین اول دم مسفوح یعنے خون جو تیزی کے ساتھ رگون سے آوے اور دوم ذکر یعنے نر کا عضو تناسل سوم دونون خصیے چہارم قبل یعنے مادہ کی پیشاب گاہ پنجم غدہ ششم مثانہ ہفتم مرارہ یعنے پتّا یہ بدائع مین ہے **قال المترجم** بال وکھر وسینگ وہڈی کو بسبب ظہور کے بیان نکیا حالانکہ انمین حرمت یا کراہت منفسہ نہین ہے - اگر کسی نے کوئی بکری ذبح کی اور وہ تڑپ کر پانی مین گر کر مری یا اونچے سے نیچے گر پڑی تو اُسکی ذکوۃ مین کچھ مضر نہین ہے کیونکہ فعل ذکوۃ اُسمین مستقر ہوا پس اُسکا انزہاق روح اسی فعل سے ہوا اور بعد استقرار فعل ذکوۃ کے اُسکے اضطراب کا کچھ اعتبار نہین ہے پس یہ گوشت ہے کہ پانی مین گر پڑا - یا اونچے سے نیچے گر پڑا ہے یہ مبسوط مین ہے - ایک شخص کی مرغی کسی درخت مین اُڑ کر لٹک گئی حالانکہ اُسکا مالک اُس تک نہین پہونچ سکتا ہے پس اگر مالک کو اُسکے ہاتھ سے جاتے رہنے یا مر جانے کا خوف نہین ہے اور باوجود اسکے اُسنے اُسکو تیر وغیرہ مارا تو وہ نہ کھائی جائیگی اور اگر اُسکو اُسکے جاتے رہنے کا خوف ہو پس اُسنے تیر پھینک مارا تو کھائی جائیگی - اور کبوتر اگر مالک کے پاس سے اُڑ گیا اور اُسکو مالک نے یا غیر نے تیر پھینک مارا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ گھر آنا نہ جانتا ہو تو اُسکا کھانا حلال ہے خواہ یہ تیر اُسکے مذبح پر لگا ہو یا اور جگہ لگا ہو کیونکہ یہ شخص ذکوۃ اختیاری سے عاجز ہے اور اگر گھر آنا جانتا ہو پس اگر یہ تیر اُسکے مذبح پر لگا تو حلال ہے اور اگر دوسری جگہ لگا تو

مشائخ رحمہ نے اختلاف کیا ہو اور صحیح یہ ہو کہ وہ حلال نہوگا یہی امام اعظم رح سے مروی ہو کیونکہ جب وہ کبوتر اپنے گھر آتا جاتا ہو تو یہ شخص ذکوۃ اختیاری پر قادر ہے۔ اور اگر ہرنی گھر مین ہل گئی ہو پھر وہ جنگل مین نکل گئی پھر اُسکو کسی شخص نے تسمیہ کہکر تیر مارا پس اگر اسکی مذبح پر پہونچا تو حلال ہو ورنہ نہین حلال ہو لیکن اگر وہ وحشی ہو گئی ہو کہ بدون شکار کے ہاتھ نہ آوے تو حلال ہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص نے ایک بکری ذبح کی اور حلقوم و رگین کاٹ ڈالین مگر ہنوز اُسمین جان باقی تھی کہ کسی شخص نے اُسکے جسم سے ایک ٹکڑا کاٹ لیا تو یہ کٹا ہوا ٹکڑا کھانا حلال ہو یہ جوہرہ نیرہ مین ہو۔ ایک شخص نے زید کو حکم دیا کہ میری بکری ذبح کردے اور اُسنے ذبح نکی یہانتک کہ مالک نے وہ بکری عمرو کے ہاتھ فروخت کردی پھر زید نے اُسکو ذبح کر ڈالا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنے حکم دینے والے سے یہ مال تاوان واپس نہین لے سکتا ہو خواہ اُسکو بیع کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو۔ یہ فتاوے کبرے مین ہو۔ اگر بھیڑیے نے بکری کی چکتی کاٹ لی تو یہ کٹی ہوئی چکتی کھانا روا نہین ہو اور زمانۂ جاہلیت کے عرب لوگ اسکو کھالیتے تھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ زندہ جانور مین سے جو ٹکڑا جدا کر لیا جاوے وہ مردار ہو اور شکار مین دیکھا جائیگا کہ اگر صید مذکور بدون اس جدا کیے ٹکڑے کے زندہ رہ سکے تو اسکا کھانا روا نہین ہو اور اگر بدون اسکے زندہ نرہ سکے جیسے سر جدا کیا ہوا اور باقی دونون کا کھانا روا ہی۔ اور اگر بھیڑیے نے کسی بکری کی کھوپڑی اُتار لی تو جب تک وہ زندہ ہو تب تک اُسکے لبہ یعنے اوپر کے کنارہ گردن اور جبڑے کے درمیان چھری چلاکر ذبح کر لینے سے حلال ہو جائیگی یہ وجیز کردری مین ہو۔ منتقی مین ہو کہ ایک اونٹ ایک کنوئین مین گر پڑا جانتا ہو کہ اُس سے نہ مریگا حالانکہ وہ مرگیا تو نہ کھایا جائیگا اور اگر مشکل ہو تو کھایا جائیگا یہ محیط کی کتاب الصید مین ہو۔ ایک شخص نے اپنی بکریان ایک چرواہے کے سپرد کین اُسنے ان بکریون مین سے ایک بکری ذبح کی اور کہا کہ مین نے اسکو ایسی حالت مین ذبح کیا ہو کہ جب یہ مردہ تھی اور مالک نے کہا کہ نہین بلکہ تونے اسکو زندہ ہونے کی حالت مین ذبح کیا ہو تو قسم سے چرواہے کا قول قبول ہوگا اور اُسکا کھانا حلال نہوگا یہ فتاوے کبریٰ مین ہو۔ ایک بھیڑیے نے ایک بکری کی رگہاے گردن کاٹ ڈالین اور ہنوز وہ زندہ موجود تھی تو اُسکی ذکوۃ یعنے ذبح کر کے حلال کرنے کی کوئی صورت نہین ہو کیونکہ محل ذبح جاتا رہا ہو یہ وجیز کردری مین ہو۔ ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ اگر ایک شخص نے ایک بکری کے دو ٹکڑے کر دیے پھر دوسرے نے اُسکی رگہاے گردن کاٹ دین درحالیکہ اُسکا سر حرکت کرتا تھا یا ایک شخص نے اُسکا پیٹ پھاڑ کر جو کچھ اُسکے پیٹ مین تھا باہر نکال دیا پھر دوسرے نے اُسکی رگہاے گردن کاٹ دین تو یہ بکری نکھائی جائیگی کیونکہ پہلے شخص کا فعل قاتل ہو اور امام قدوری رح نے ذکر کیا کہ اسمین دو صورتین ہین کہ اگر پہلے شخص کی ضرب اُسکے پٹھے کے متصل واقع ہوئی ہو تو یہ بکری نکھائی جائیگی اور اگر سر کے متصل واقع ہوئی ہو تو کھائی جاویگی کذا فی البدائع

کتاب الاضحیہ

اس کتاب مین نو باب ہین

باب اول - اضحیہ کی تفسیر و رکن وصفت و شرائط و حکم کے بیان مین اور جس شخص پر یہ واجب ہوتا ہی اور جسپر نہین ہوتا ہی اُسکے بیان مین - شرع مین[۱] حیوان مخصوص بسن مخصوص کو جو یوم مخصوص مین بہ نیت قربت وقت وجود شرائط و سبب اس نیت سے ذبح کیا جاوے اضحیہ کہتے ہین یہ تبیین مین ہی - اور جس جانور کا قربانی کرنا جائز ہی اُسکو قربانی کی نیت سے قربانی کے دنون مین ذبح کرنا اضحیہ کا رکن ہی کیونکہ رکن اُسے کہتے وہ ہی جس سے اس شے کا تقوم ہو اور اضحیہ کا تقوم اسی فعل سے ہی پس یہ رکن ہو الکذا فی النہایہ رہا صفت تضحیہ کا بیان سو تضحیہ دو طرح کا ہوتا ہی واجب و تطوع - پھر واجب کے چند انواع ہین ازانجملہ یہ کہ غنی و فقیر دونون پر واجب ہو ازانجملہ یہ کہ فقیر پر واجب ہو نہ غنی پر - ازانجملہ یہ کہ غنی پر واجب ہو نہ فقیر پر - پس جو غنی و فقیر دونون پر واجب ہوتا ہی وہ منذور بہ ہی یعنے نذر کی ہو مثلاً کہا کہ اللہ تعالے کے واسطے مجھپر واجب ہی کہ مین ایک بکری یا ایک بدنہ یا یہ بکری یا یہ بدنہ قربانی کرون - اسیطرح اگر اُسنے ایسا کلام اپنی تنگدستی کی حالت مین کہا پھر وہ ایام نحر مین فراخ حال ہو گیا تو اُسپر دو بکریان قربانی کرنی واجب ہو نگی کیونکہ نذر کے وقت اُسپر کوئی قربانی واجب نہ تھی پس یہ کلام محتمل اخبار نہین ہو سکتا ہی تو حقیقت شرعیہ پر محمول کیا جائیگا پس ایک اضحیہ اسپر اپنی نذر کی وجہ سے واجب ہوگا اور دوسرا بایجاب شرع واجب ہوگا - اور اضحیہ تطوع وہ ہی جو مسافر یا فقیر کرے جسکی طرف سے قربانی کرنے کی نذر نہین پائی گئی اور نہ اضحیہ کی خرید ثابت ہوئی ہی اور تطوع اسوجہ سے ہوگا کہ سبب و شرط وجوب معدوم ہی - اور جو اضحیہ کہ فقیر پر واجب ہوتا ہی نہ غنی پر وہ ایسا اضحیہ ہی جسکو فقیر نے اضحیہ کے واسطے خرید کیا مثلاً ایک فقیر نے ایک بکری بدین نیت خریدی کہ مین اسکی قربانی کرونگا اور اگر غنی ہو تو اُسپر خریدنے سے واجب نہوگی - اور اگر کسی شخص کی ملک مین ایک بکری ہو پس اسنے نیت کی کہ مین اسکی قربانی کرونگا یا کسی نے ایک بکری خریدی مگر خریدنے کے وقت اُسکی قربانی کرنے کی نیت نکی پھر نیت کی کہ اسکی قربانی کرون تو قربانی اُسپر واجب نہو جائیگی خواہ یہ شخص فقیر ہو یا غنی ہو - اور جو اضحیہ کہ فقط غنی پر واجب ہوتا ہی نہ فقیر پر وہ ہی کہ بدون نذر و بدون بہ نیت اضحیہ خرید کرنے کے واجب ہو یعنے شکر نعمت حیات اور طریقہ موروثی حضرت خلیل اللہ علے نبینا و علیہ السلام زندہ کرنے کی غرض سے واجب ہو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالی نے انہی ایام مین ایک مینڈھا ذبح کرنے کا حکم فرمایا[۲] یہ بدائع مین ہی لیکن قربانی واجب ہونے کے شرائط چند ہین ازانجملہ یہ ہی کہ فراخ دستی ہو اور فراخ دستی وہ مراد ہی جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہی ایسی فراخ دستی نہین مراد ہی جس سے زکوۃ واجب ہوتی ہی - اور بلوغ و عقل شرط نہین ہی حتے کہ اگر نابالغ کا مال ہو تو اسکی طرف سے اُسکا باپ یا باپ کا وصی اُسکے مال سے خرید کر قربانی کردیگا مگر گوشت صدقہ نکریگا اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ان دونون مین سے کوئی ضامن نہوگا اور اگر گوشت صدقہ کر دیا تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور ازانجملہ یہ کہ اسلام شرط ہی

---

[۱] قال المترجم مراد حیوان مخصوص ... [illegible] ۱۲ منہ

[۲] قال المترجم اختلفوا فی انہ ہل کان الکبش فدیۃ اسحٰق علیہ السلام او اسمٰعیل علیہ السلام فالمشہور ان الذبیح اسمٰعیل و بعضہم ... [illegible] انہ اسحاق علیہ السلام والیہ مال الطحطاوی فی حاشیتہ ۱۲ منہ

پس کافر پر واجب نہوگی اور واضح ہو کہ تمام وقت مین اول سے آخر تک اسلام شرط نہین ہی حتے کہ اگر اول وقت
مین کافر ہو پھر آخر وقت مین اسلام لایا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی - ازانجملہ حریت ہی پس غلام پر قربانی واجب نہوگی
اگرچہ غلام ماذون التجارۃ یا مکاتب ہو اور یہ شرط نہین ہی کہ اول وقت سے آزاد ہو بلکہ اگر آخر وقت
مین آزاد ہوگیا تو کافی ہی چنانچہ اگر آخر وقت مین آزاد ہوا - اور نصاب کا مالک ہوا تو اُسپر اضحیہ واجب ہوگا
ازانجملہ یہ شرط ہی کہ مقیم ہو پس مسافر پر واجب نہین ہی اور پورے وقت مین مقیم ہونا شرط نہین ہی حتے
کہ اگر اول وقت مین مسافر ہو پھر آخر وقت مین مقیم ہوگیا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر اول وقت مین
مقیم تھا مگر سفر کیا پھر آخر وقت مین مقیم ہوا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی - یہ اُسوقت ہی کہ اُسنے قربانی کا جانور
خریدنے سے پہلے سفر کیا ہو اور اگر قربانی کے واسطے بکری خریدی پھر سفر کیا تو منتقی مین مذکور ہی کہ اُسکو
اختیار ہی کہ یہ بکری فروخت کردے قربانی نہ کرے اور ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہی کہ وہ اسکو فروخت
کردے اور بعضے مشائخ نے تنگدست وفراخ دست مین فرق کیا ہی یعنے فرمایا کہ اگر تنگدست ہی تو یہی
حکم ہی اور اگر فراخ دست ہی تو چاہیے کہ اُسپر واجب ہو اور سفر کی وجہ سے اُس سے ساقط نہو - اور اگر اُسنے
وقت آجانے کے بعد سفر کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ ایسا ہی حکم ہونا چاہیے ہی اور سب شرطین جو ہمنے ذکر کردی ہین
انمین مرد وعورت یکسان ہین یہ بدائع مین ہی - اور قربانی کا حکم یہ ہی کہ دنیا مین جو امر اُسکے ذمہ واجب
ہوا تھا اُس سے ادا ہوگیا اور اللہ تعالے کے فضل سے عقبے مین اُسکو ثواب ملیگا یہ غیاثیہ مین ہی - اور
موسر یعنے فراخ دست ظاہر الروایۃ کے موافق وہ شخص ہی جو اپنے مسکن ومتاع خانہ وسواری وخادم
وغیرہ سے جنکی اُسکو حاجت ہی کہ اُنسے بے پروا نہین ہو سکتا ہی اُنکے سوا دوسو درم یا بیس دینار
یا اتنی قیمت کی کوئی چیز رکھتا ہو اور ضروری چیزین جو مذکور ہوئین اُنکے سواے اگر اُسکے پاس سوائم
یا رقیق یا گھوڑے یا متاع تجارت وغیرہ ہون تو وہ سب اُسکی فراخ دستی مین شمار ہونگے - اور
اگر اُسکے پاس عقار وکرایہ پر چلانے کی ملک ہو تو مشائخ متاخرین نے اختلاف کیا ہی پس شیخ زعفرانی
وشیخ علی رازی نے اُسکی قیمت کا اعتبار کیا ہی اور شیخ ابو علی دقاق رح وغیرہ نے آمدنی کا اعتبار کیا ہی
پھر باہم اختلاف کیا کہ شیخ ابو علی دقاق رح نے فرمایا کہ اگر اس سے اُس شخص کو ایک سال کھانے کی
آمدنی حاصل ہوتی ہو تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور انھین مشائخ مین سے بعض نے کہا کہ ایک مہینہ
کھانے کی آمدنی حاصل ہوتی ہو اور ہر گاہ کہ اُسمین سے دوسو درم یا زیادہ بچے تو اُسپر قربانی واجب ہوگی
اور اگر کوئی عقار اُسپر وقف ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر قربانی کے ایام مین اُسکے واسطے دوسو درم یا زیادہ
واجب ہوئے ہین تو اُسپر قربانی واجب ہوگی ورنہ نہین یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر اُسپر اسقدر قرضہ
ہو کہ اگر مال موجود قرضہ مین صرف کیا جاوے تو نصاب بطور اثر ہی کم ہو جاوے تو اُسپر قربانی واجب نہوگی
اسیطرح اگر اُسکا مال ہو مگر اُسکے پاس نہو غائب ہو کہ ایام قربانی مین اُسکو نملے تو اُسپر قربانی واجب نہوگی
اور یہ شرط نہین ہی کہ یہ شخص ہر وقت مین غنی ہو حتے کہ اگر اول وقت قربانی مین فقیر ہو پھر آخر وقت
مین غنی ہوگیا تو اُسپر واجب ہوگی - اور اگر اُسکے پاس دوسو درم ہون پھر اُسپر سال گذر گیا اور اُسنے

پانچ درم زکوۃ مین دیدیے پھر قربانی کے ایام آئے اور اُسکا مال ایک سو پچانوے درم ہین تو اسمین ہمارے
اصحاب سے کوئی روایت نہین ہی اور شیخ زعفرانی نے ذکر کیا کہ اُسپر اضحیہ واجب ہوگا کیونکہ مال مین کمی
ایسے طریق سے آئی ہی کہ وہ خود قربت ہی پس یہ مال تقدیراً موجود قرار دیا جائیگا حتے کہ اگر اُسنے اسمین سے
پانچ درم نفقہ مین خرچ کردیے ہون تو اُسپر قربانی واجب نہوگی۔ اور اگر فراخ دست آدمی نے قربانی کیواسطے
ایک بکری خریدی وہ ضائع ہوگئی پھر اُسکے نصاب مین کمی آگئی اور وہ فقیر ہوگیا پھر ایام نحر آگئے تو اُسپر
یہ واجب نہوگا کہ دوسری بکری خریدے اور اگر اُسنے قربانی کے دنون مین وہی بکری جو ضائع ہوگئی تھی
پائی حالانکہ وہ تنگدست ہی تو اُسپر اُسکی قربانی کرنی واجب نہوگی۔ اور اگر پہلی بکری ضائع ہوگئی پھر اُسنے
فراخ دستی کی حالت مین دوسری بکری خریدکر قربانی کی پھر تنگدست ہوگیا اور تنگدستی کی حالت مین اُسنے
پہلی بکری پائی تو اُسپر کچھ صدقہ کردینا واجب نہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اور صاحبین رح کے نزدیک مہر
کی وجہ سے عورت کی توانگری کا اعتبار صحیح ہوگا۔ کہ جب اُسکا خاوند توانگر ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک
دوسرے قول کے موافق اس سے عورت توانگر نہین شمار ہوتی ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ائمہ مین
یہ اختلاف مہر معجل مین ہی جسکو فارسی مین دست پیمان کہتے ہین اور اگر مہر موجل ہو جسکو فارسی مین
کابین کہتے ہین تو ایسی مہر کیوجہ سے عورت بالاجماع توانگر نہین شمار ہوگی۔ اور اجناس مین لکھا ہی
کہ اگر کسی باورچی کے پاس دوسو درم قیمت کے گیہون ہون جس سے تجارت کرتا ہو یا دوسو درم قیمت
کا نمک ہو۔ یا گندہی گر کے پاس دوسو درم قیمت کا صابون یا اشنان ہو تو اُسپر قربانی واجب ہوگی
یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی کے پاس دوسو درم قیمت کا مصحف مجید ہو اور یہ شخص ایسا ہو کہ اُسکو اچھی طرح
پڑھسکتا ہو تو اُسپر قربانی واجب نہوگی خواہ وہ شخص اس مصحف سے پڑھتا ہو یا سستی کرتا ہو نہ پڑھتا ہو۔ اور اگر
وہ شخص اس مصحف سے نہ پڑھ سکتا ہو تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر اُسکا چھوٹا لڑکا ہو اُسکے واسطے اُسنے
قرآن شریف کی جلد رکھ چھوڑی ہو کہ جسوقت بڑا ہووے تو اُسکو دیکر اُستاد کے سپرد کرے تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور
کتب علم و حدیث اس حکم مین مثل مصحف مجید کے ہین کذا فی الظہیریہ۔ اور فتاوے صغری مین ہی کہ کتابون
کی وجہ سے غنی نہین شمار ہوتا ہی الا اُس صورت مین کہ اُسکے پاس ہر قسم کی دو کتابین ایک ہی شیخ سے ایک ہی
روایت سے ہون۔ اور اگر ایک ہی شیخ سے دو روایتون سے ہون جیسے شیخ ابوحفص نے اور شیخ ابوسلیمان نے
امام محمد سے روایت کی ہی تو ایسے مکرر نسخہ ہونے سے اُسپر قربانی واجب نہوگی اور وہ غنی شمار نہوگا اگر اُسکے پاس
(اسمین روایتون کا اختلاف ہوتا ہی مترجم)
احادیث کی کتابین اور تفسیر کی کتابین ہون اگرچہ اُسکے پاس ہر قسم کی دو کتابین ہون۔ اور جسکے پاس طب
و نجوم و ادب کی کتابین ہون پس اگر اُنکی قیمت نصاب کو پہنچے تو وہ غنی شمار ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اجناس
مین لکھا ہی کہ ایک شخص لنگ کرتا ہی اُسنے دوسو درم قیمت کا ایک گدھا خریدا اُسکے ذریعہ سے سوار ہوکر اپنی جگہون
مین آتا جاتا ہی تو اُسپر قربانی واجب نہوگی حالانکہ ہنوز اُسکی وہی قیمت ہی اور اگر ایک شخص کے پاس ایک دار ہو
جسمین دو بیت ہون ایک جاڑے کا اور ایک گرمی کا یا فرش جاڑے و گرمی کا ہو تو اسکی وجہ سے غنی نہوگا اور
اگر اس دار مین تین بیت ہون اور تیسرے بیت کی قیمت دوسو درم ہون تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اسیطرح

اگر تیسرا فرش ہو تو بھی یہی حکم ہے - اور غازی یعنے جہاد کرنے والا دو گھوڑون سے غنی نہین ہوتا ہے تیسرے
سے ہو سکتا ہے اور غازی ہتھیارون سے غنی نہین ہوتا ہے الا اُس صورت مین کہ اُسکے پاس ہر قسم کے دو
ہتھیار ہون کہ ایک جوڑ کی قیمت دو سو درم ہون تو غنی شمار ہوگا اور فتاوے مین ہے کہ زمیندار ایک گھوڑے
یا ایک گدھے سے غنی نہین ہوتا ہے اور اگر اُسکے پاس دو گھوڑے یا دو گدھے ہون کہ ایک کی قیمت دو سو درم
ہوان تو وہ غنی صاحب نصاب قرار دیا جائیگا - اور کاشتکار دو بیلون اور آلات کاشتکاری سے غنی نہین ہوتا ہے
اور ایک گاے سے غنی ہوتا ہے اور اگر تین بیل ہون کہ ایک بیل کی قیمت یا گاے کی قیمت دو سو درم ہو تو
(یعنے جبکہ اُسکی قیمت دو سو درم ہو ۱۲)
وہ صاحب نصاب ہے اور کپڑون والا اگر تین دستہ کپڑے سے ایک ہر وقت کے پہنتے کے دوسرے درمیانی
کپڑے تیسرے ذرا اچھے عید وغیرہ دن مین پہننے کے کپڑے سے غنی نہین ہوتا ہے ہان اگر چوتھا دستہ ہو
تو غنی ہو سکتا ہے - اور جسکے پاس باغ انگور ہے وہ غنی ہے اگر اسکی قیمت دو سو درم ہو یہ خلاصہ مین ہے - اور کسی
(یعنے جب دو سو درم قیمت ہو ۱۲)
شخص پر یہ لازم نہین ہے کہ اپنی بالغ اولاد کی طرف سے یا اپنی جورو کی طرف سے قربانی کرے لیکن اگر انمین
سے کسی نے اُسکو اذن دیا ہو تو قربانی کر دے - اور نابالغ فرزند کی طرف سے قربانی کرنے مین امام اعظم رح سے
(یعنے کہا کہ میری طرف سے قربانی کر دے ۱۲)
دو روایتین ہین ظاہر الروایۃ مین مستحب ہے واجب نہین ہے بخلاف صدقہ فطر کے کہ وہ واجب ہے اور حسن بن زیاد
نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اُسپر واجب ہے کہ اپنے نابالغ فرزند کی طرف سے اور اپنے بیٹے کے بیٹے کیطرف
سے جسکا باپ مر گیا ہے قربانی کرے مگر فتوے ظاہر الروایۃ کے موافق ہے - اور اگر نابالغ کا مال ہو تو ہمارے
بعضے مشائخ نے فرمایا کہ باپ پر اُسکی طرف سے قربانی کرنی واجب ہے کذا فی فتاوے قاضیخان اور یہی اصح ہے
یہ ہدایہ مین ہے - اور امام اعظم رح کے نزدیک وصی کو اختیار ہے کہ مال صغیر سے اُسکی طرف سے قربانی کرے بقیاس صدقہ
فطر کے مگر وصی اُسکا گوشت صدقہ نکریگا بلکہ صغیر اُسکو کھائیگا پھر اگر اسقدر بچ رہا کہ اُسکا رکھ چھوڑنا ممکن نہین ہے تو اُسکے
عوض ایسی کوئی چیز خریدے جس مین سے وہ نفع اُٹھاوے کذا فی فتاوے قاضی خان - اور اصح یہ ہے
کہ یہ واجب نہین ہے اور وصی اُسکے مال سے ایسا کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہے کذا فی المحیط - اور بنا بر اُس روایت
کے جسمین مذکور ہے کہ مال صغیر مین قربانی واجب نہین ہوتی ہے باپ و وصی کو اُسکے مال سے اُسکی طرف سے
قربانی کرنے کا اختیار نہین ہے اور اگر باپ نے ایسا کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک کچھ ضامن نہین
ہوگا اور اسی پر فتوی ہے اور اگر وصی نے ایسا کیا تو امام محمد رح کے قول کے موافق ضامن ہوگا اور امام اعظم رح
کے قول کے موافق مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ جیسے باپ ضامن نہین ہوتا ہے ویسے ہی
ضامن نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر صغیر کھاتا ہو تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا اور معتوہ و مجنون انکا
حکم مین مثل نابالغ کے ہین مگر جو مجنون ایسا ہے کہ کبھی اُسکو جنون رہتا ہے اور کبھی افاقہ ہو جاتا ہے وہ مثل
صحیح کے ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور یہ کسی شخص پر واجب نہین ہے کہ اپنے رقیق یعنی مملوک لونڈی
و غلام کی طرف سے قربانی کرے اور نہ یہ واجب ہے کہ اپنی ام ولد کیطرف سے قربانی کرے یہ ملتقط مین ہے
مگر مستحب ہے کہ اپنے مملوکون کی طرف سے قربانی کرے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور جو نابالغ کہ ایام قربانی مین بالغ
ہو گیا حالانکہ وہ تو انگر ہے تو ہمارے اصحاب کے نزدیک بالاجماع اُسپر قربانی واجب ہوگی یہ بدائع مین ہے

اور مسافرون پر قربانی واجب نہین ہوتی ہو اور نہ حاجیون پر جبکہ وہ احرام مین ہون اگرچہ اہل مکہ مین سے ہون
یہ شرح طحاوی مین ہو۔ اور رہا بیان کیفیت وجوب سو ازانجملہ یہ ہو کہ قربانی اپنے ایام مین بطور موسع واجب ہوتی ہو
یعنے تمام وقت مین کسی وقت قربانی کرے کوئی وقت معین نہین ہو پس جسپر قربانی واجب ہوئی اگر اُسنے ایام
قربانی مین سے کسی وقت قربانی کردی تو واجب ادا ہو جائیگا خواہ اُسنے اول وقت قربانی کی ہو یا درمیان مین
یا آخر وقت مین اور اسی سے نکلتا ہو کہ اگر اول وقت مین قربانی واجب ہونے کی اہلیت نہ رکھتا ہو پھر آخر وقت اسکا
اہل ہو گیا مثلاً اول وقت مین کافر یا غلام یا فقیر یا مسافر تھا پھر آخر وقت مین اہل ہو گیا یعنی مسلمان آزاد تونگر و مقیم
ہو گیا تو اُسپر قربانی واجب ہو جائیگی اور اگر اول وقت مین اہلیت رکھتا تھا پھر آخر وقت مین نا اہل ہو گیا مثلاً
مرتد ہو گیا یا فقیر ہو گیا یا مسافر ہو گیا تو اُسپر واجب نہوگی۔ اور اگر کسی نے اول وقت مین قربانی کردی حالانکہ وہ فقیر تھا
پھر آخر مین تونگر ہو گیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ دوبارہ قربانی کرے اور یہی صحیح ہو۔ اور اگر تمام وقت مین تونگر رہا مگر
قربانی نہ کی پھر فقیر ہو گیا تو قربانی کے لائق ایک بکری کی قیمت اُسکے ذمہ قرضہ ہو جائیگی کہ جب اُسکو یہ قیمت ہاتھ
آجاوے تو اُسکو صدقہ کردے۔ اور اگر قربانی کے ایام مین تونگر مر گیا اور ہنوز اُسنے قربانی ادا نکی تھی تو اُسکے
ذمہ سے ساقط ہو جائیگی۔ ازانجملہ یہ ہو کہ قربانی کے ایام مین جب تک وقت باقی ہو تب تک قربانی کرنے کے قائم مقام
دوسری چیز نہین ہو سکتی ہو حتے کہ اگر اُسنے بعینہ بکری یا بکری کی قیمت ایام قربانی مین صدقہ کردی تو اُسکی
قربانی ادا نہوگی۔ ازانجملہ یہ ہو کہ قربانی کرنے مین نیابت جاری ہوتی ہو پس جائز ہو کہ آدمی خود ذبح کرے یا اُسکی
اجازت سے دوسرا اُسکی طرف سے ذبح کردے اور یہ اسوجہ سے ہو کہ یہ قربت مال سے متعلق ہو پس اُسمین نیابت
ہو سکتی ہو خواہ وہ شخص جسکو اجازت دی ہو مسلمان ہو یا کتابی ہو۔ ازانجملہ یہ ہو کہ اگر قربانی اپنے وقت پر ادا
نہوئی تو اُسکی قضا ہوتی ہو پھر اُسکی قضا کبھی اسطرح ہوتی ہو کہ بکری کی قیمت صدقہ کردے اور اگر اُسنے کسی خاص
بکری کا قربانی کرنا اپنے اوپر واجب کر لیا تھا مگر قربانی کے ایام گذر گئے اور اُسنے قربانی نہ کی تو اُس بکری کو بعینہ
زندہ صدقہ کردے خواہ یہ شخص تونگر ہو یا تنگدست ہو اسیطرح اگر اُسنے کوئی بکری اسواسطے خریدی کہ اُسکی قربانی
کرے مگر اُسکی قربانی نہ کی یہان تک کہ قربانی کے ایام گذر گئے تو بھی یہی حکم ہو اور ازانجملہ یہ ہو کہ اسکے وجوب نے
ہر ذبح کو جو اس سے پہلے تھا جیسے عقیقہ و رجبیہ و عتیرہ وغیرہ سبکو منسوخ کر دیا کذا فی البدائع

دوسرا باب ۔ بوجہ نذر کے یا جو اسکے معنی مین ہو قربانی واجب ہونے کے بیان مین۔ ایک شخص نے
قربانی کے واسطے ایک بکری خریدی اور اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کر لی پھر دوسری خریدی تو امام اعظم
و امام محمد رہ کے نزدیک اُسکو پہلی بکری فروخت کرنے کا اختیار ہو اور اگر دوسری بکری بہ نسبت پہلی بکری کے خراب
یعنے کم قیمت ہو اور اُسنے دوسری بکری ذبح کی تو جسقدر دونون بکریون کی قیمت مین تفاوت ہو وہ صدقہ
کردے کیونکہ جب اُسنے پہلی بکری کو اپنی زبان سے واجب کر لیا تو پہلی بکری کی مالیت کی قدر اپنے اوپر اللہ تعالی
کے واسطے واجب کر لیا پس اُسکو روا نہوگا کہ اپنے واسطے کچھ بچا رکھے اسی واسطے دوسری کی قیمت سے جسقدر
پہلی کی قیمت زائد ہو وہ صدقہ کرنا واجب ہو۔ اور ہمارے بعض مشائخ رہ نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہو کہ یہ شخص
خریدنے والا فقیر ہو اور اگر تونگر ہو تو اُسپر یہ واجب نہین ہو کہ بڑھتی قیمت صدقہ کرے اور شمس الائمہ سرخسی رہ نے فرمایا

کہ صحیح یہ ہے کہ غنی و فقیر دونون کا حکم یکسان ہے یعنے اُسپر واجب ہے کہ بڑھتی قیمت صدقہ کردے خواہ تونگر ہو یا فقیر ہو اسواسطے
کہ غنی پر قربانی کا وجوب اگرچہ ذمہ ہوتا ہے مگر تعیین اُسکے معین کرنے سے ہوجاتا ہے پس یہ بکری جو اُسنے معین کی بقدر
اُسکی مالیت کے متعین ہو گئی اسواسطے کہ تعیین مین اسی کا اعتبار کیا جائیگا۔ اگر کسی تونگر نے قربانی کا جانور
خریدا یعنے بکری پھر وہ گم ہو گئی پھر اُسنے دوسری خریدی پھر پہلی گمشدہ کو ایام قربانی مین پایا تو اُسکو اختیار ہے
کہ دونون مین سے جسکو چاہے قربانی کرے اور اگر تنگدست ہو اور اُسنے ایک بکری خرید کر اُسکی قربانی وجب کرلی
پھر گم ہوجانے سے دوسری خریدی پھر پہلی کو پایا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسپر دونون کا قربانی کرنا لازم ہے یہ فتاوی
قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی نے دونون جانور کی قربانی اپنے اوپر واجب کی تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسپر سوائے دو کے کوئی واجب نہوگی
اسواسطے کہ اثنین دو ہی کا بیان آیا ہے ایسا ہی کتاب مین مذکور ہے اور صحیح یہ ہے کہ اُسپر سب واجب ہونگی یہ ظہیریہ مین ہے۔
اگر کسی نے قربانی کے واسطے ایک بکری خریدی پھر اُسکو فروخت کر دیا اور ایام قربانی مین دوسری خریدی تو اسمین تین
صورتین ہین اول آنکہ قربانی کی نیت سے ایک بکری خریدی۔ دوم یہ کہ بغیر نیت قربانی کے بکری خریدی پھر قربانی کی
نیت کی۔ سوم یہ کہ بغیر نیت قربانی کے خریدی پھر اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کر لی یعنے یہ کہا کہ اللہ تعالی کے واسطے
مجھپر واجب ہے کہ اس سال مین اسکی قربانی کرون۔ پس اول صورت مین موافق ظاہر الروایۃ کے وہ بکری اضحیہ نہو جائیگی
تاوقتیکہ اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب نکرے اور امام ابو یوسف رح نے امام اعظم سے روایت کی کہ وہ بکری مجرد
نیت سے اضحیہ ہو جائیگی جیسا کہ زبان سے اُسکی قربانی واجب کرنے مین ہو جاتی ہے اور اسی کو امام ابو یوسف رح نے
اور بعض متاخرین نے لیا ہے۔ اور امام محمد رح سے منتقی مین مروی ہے کہ ایک شخص نے قربانی کے واسطے ایک بکری
خریدی یعنے خریدنے کے وقت قربانی کی نیت دل مین رکھی تو وہ نیت کے موافق اضحیہ ہو جائیگی پھر اگر ایام قربانی سے پہلے اُسنے
سفر کیا تو اُسکو فروخت کر سکتا ہے اور بوجہ مسافرت کے قربانی اُس سے ساقط ہو جائیگی۔ اور صورت دوم یعنے بغیر نیت
قربانی کے خرید کر پھر قربانی کی نیت کی یہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین ہے اور حسن رح نے امام اعظم سے روایت کی ہے کہ وہ
اضحیہ نہو جائیگی حتے کہ اگر اُسنے یہ بکری فروخت کر دی تو اُسکی بیع جائز ہو گی اور ہم اسی کو لیتے ہین۔ اور تیسری صورت مین
یعنے خریدنے کے بعد اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کی تو بالاتفاق سب کے نزدیک اضحیہ ہو جائیگی یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے۔ ایک شخص نے ایسی بکری جسکو اُسنے بہ نیت قربانی خریدا تھا بلا نیت قربانی ذبح کیا تو جائز ہے کہ خریدنے کے وقت
کی نیت کافی ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص نے قربانی کی نیت سے ایک بکری خرید کر فروخت کر دی پھر دوسری
خرید کر قربانی کی اور پہلی بکری اُسنے بیس درم کو فروخت کی اور مشتری کے پاس اسمین زیادتی ہو گئی یعنے وہ تیس درم
کو ہو گئی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک پہلی بکری کی بیع جائز ہے اور اُسپر واجب ہوگا کہ دوسری سے پہلی مین
جسقدر مشتری کے پاس زیادتی ہو گئی ہے زیادتی کی مقدار صدقہ کر دے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک پہلی بکری کی
بیع باطل ہے پس پہلی بکری مشتری سے لے لیجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے تجارت کے واسطے ایک بکری
خریدی پھر اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کر لی تو اُسپر واجب ہے کہ ایسا ہی کرے اور اگر نہ کیا یہان تک کہ ایام
قربانی گذر گئے تو اُسکو بعینہ صدقہ کر دے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر دو بکریان قربانی کین تو صحیح یہ ہے کہ دونون سے
قربانی ہو گی کیونکہ حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ کچھ ڈر نہین ہے کہ ایک بکری سے قربانی کرے یا دو بکریون سے

قربانی کرے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے اضحیہ تیس ۳۰ درم کو خریدا تو دو بکریان بہ نسبت ایک کے افضل مین بخلاف اسکے اگر بیس ۲۰ درم کو خریدے تو ایک بکری بہ نسبت دو بکریون کے بہتر ہی کیونکہ تیس ۳۰ درم مین قربانی کے واسطے جیسی سن کی اور جتنی بڑی چاہیے ہر اچھی پوری دو بکریان آتی ہین اور بیس درم مین نہین آتی ہین حتی کہ اگر بیس مین آتی ہون تو دو بکریان خریدنا بہتر ہوگا اور اگر تیس درم مین دو بکریان ایسی نہ ملین تو ایک بکری خریدنا افضل ہوگا یہ فتاوی کبری مین ہی۔ ایک شخص نے ایک بکری قربانی کرنے کی نیت کی اور کسی بکری کو معین نہ کیا تو اُسپر ایک بکری واجب ہوگی اور اسمین سے کھا نہین سکتا ہی اور اگر کچھ کھایا تو اسقدر کی قیمت صدقہ کرنی واجب ہوگی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالی کے واسطے مجھپر واجب ہی کہ مین ایک بکری قربانی کرون پھر اُسنے بدنہ یا گاے قربانی کی تو جائز ہی کذا فی السراجیہ۔

تیسرا باب۔ قربانی کے وقت کے بیان مین۔ قربانی کا وقت تین روز تک ہی یعنے ذیحجہ کی دسوین و گیارہوین و بارہوین اور اول تاریخ افضل ہی اور آخر تاریخ ادون ہی۔ اور دسوین تاریخ طلوع فجر سے لیکر بارہوین تاریخ غروب آفتاب تک ان ایام کے دن مین و رات مین قربانی جائز ہی لیکن رات مین ذبح کرنا مکروہ ہی اور اگر یوم اضحے مین شک ہوا تو مستحب یہ ہی کہ تیسرے روز تک تاخیر نہ کرے اور اگر تاخیر کردی تو مستحب یہ ہی کہ اُسمین سے کچھ نہ کھاوے اور سب کو صدقہ کر دے اور جس جانور کو ذبح کیا ہی اُسکی ذبح کی ہوئی حالت مین جو قیمت اندازہ کی جاوے اور جسقدر اُسکے زندہ ہونے کی حالت مین قیمت اندازہ کی جاوے ان دونون قیمتون مین جسقدر فرق ہو اُسقدر دام بھی صدقہ کر دے کیونکہ اگر قربانی غیر وقت مین واقع ہوئی تو یہ شخص عہدہ واجب سے بدون اسکے خارج نہین ہوسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایام النحر تین دن ہین اور ایام التشریق تین دن ہین اور دونون چار مین پورے ہوتے ہین کہ ان چار مین سے اول روز فقط یوم النحر ہی اور ان چار مین سے آخر روز فقط یوم تشریق ہی اور بیچ کے دونون روز یوم نحر بھی ہین اور یوم تشریق بھی ہین اور ان ایام مین قربانی کرنا بہ نسبت قربانی کے دام صدقہ کرنے سے افضل ہی کیونکہ اگر اُسنے قربانی کی تو واجب ادا ہوا یا سُنت ادا ہوئی اور اگر دام صدقہ کیے تو محض تطوع ہی پس اُسپر اسکو فضیلت ہی یہ ہدایہ مین ہی اور سواد شہر والون کے واسطے وقت مستحب طلوع آفتاب کے بعد ہی اور اہل شہر کے حق مین خطبہ کے بعد ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر کسی نے ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نماز مین تھا تو نہین جائز ہی اسی طرح اگر ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نے بقدر تشہد کے قعدہ نہین کیا تھا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نے بقدر تشہد کے قعدہ کر لیا تھا مگر ہنوز سلام نہین پھیرا تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ بقیاس قول امام اعظم رح کے نہین جائز ہی جیسا کہ نماز مین ہونے کی حالت مین ایسا کرنا نہین جائز ہی کیونکہ امام رح کے نزدیک اپنی حرکت سے نماز سے باہر ہونا فرض ہی کذا فی البدائع اور یہی صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نے ایک سلام پھیرا تھا تو بالاتفاق قربانی جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر امام نماز سے فارغ ہو گیا اور ہنوز خطبہ نہین پڑھا ہی تو ذبح کرنا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور تشہد کے بعد جب تک امام نے سلام نہ پھیرا ہو تب تک قربانی کرنا نہین جائز ہی اور یہی صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ امام نے نماز پڑھی پھر لوگون نے

۴ (حاشیہ: ... تاریخ ... قیمت مذبوح کی مین ذبح ہوئی تو زندہ ہونے کی حالت کے حساب سے قیمت لگا کر جسقدر فرق ہو صدقہ کر دے ۱۲ منہ)

قربانی کی پھر معلوم ہوا کہ امام نے بلا وضو نماز پڑھی ہو تو قربانی جائز ہوگی اور اگر لوگون کے متفرق ہونے سے پہلے امام کو یاد آگیا کہ مین نے بلا وضو نماز پڑھی ہو تو نماز کا اعادہ کیا جائیگا اور قربانی کا اعادہ نہین کیا جائیگا اور بعضے لوگون نے کہا کہ لوگ نماز کا اعادہ نہ کرینگے فقط امام اعادہ کریگا اور اگر امام نے لوگون مین منادی کرادی کہ نماز کا اعادہ کرین تو جس شخص نے اس بات سے واقف ہونے سے پہلے ذبح کیا ہو اُسکی قربانی جائز ہوگی اور جس نے بعد جاننے کے ذبح کیا اُسکی قربانی جائز نہوگی - اور اگر قبل زوال کے ذبح کیا یا بعد زوال کے ذبح کیا تو جائز ہو یہ ذخیرہ کردری مین ہے - اور اگر دسوین تاریخ بسبب عذر کے یا بلا عذر نماز ترک کی تو جب تک زوال آفتاب نہو تب تک قربانی نہین جائز ہو اور اُسکے دوسرے روز یا تیسرے روز نماز سے پہلے قربانی جائز ہو کیونکہ پہلے روز زوال آفتاب سے نماز کا وقت فوت ہوگیا اور دوسرے روز جو نماز ادا کی جائیگی وہ قضا ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے - واقعات مین ہے کہ اگر کسی شہر مین فتور واقع ہوا کہ اُسمین کوئی والی نہ رہا جو لوگون کو بقرعید کی نماز پڑھاوے پس لوگون نے بعد طلوع فجر کے قربانی کردی تو جائز ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ شہر مذکور اس حکم کے حق مین مثل سواد شہر کے ہوگیا کذا فی الفتاوی الکبری اور اسی پر فتوی ہے یہ سراجیہ مین ہے - اگر کسی نے عرفہ کے روز یہ جانکر کہ یہ روز عرفہ ہے بعد زوال آفتاب کے اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کردیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ یوم النحر تھا یعنی دسوین تاریخ تھی تو اُسکی قربانی جائز ہوجائیگی - اور اگر کسی نے یہ جانکر کہ یہ یوم النحر ہے یعنے دسوین تاریخ ہے نماز سے پہلے قربانی کردی پھر ظاہر ہوا کہ یہ دوسرا روز یعنے گیارہوین تاریخ تھی تو بھی اُسکی قربانی ادا ہوجائیگی یہ ظہیریہ مین ہے - اگر امام نے ایک شخص کو خلیفہ مقرر کیا کہ ضعیف لوگون کو جامع مسجد مین نماز پڑھاوے اور خود قوی آدمیون کو لیکر صحرا کی طرف یعنے عیدگاہ مین گیا پھر عیدگاہ والون کی نماز تمام ہونے سے پہلے جامع مسجد والون کی نماز تمام ہوجانے کے بعد ایک شخص نے قربانی کردی تو قیاساً یہ ہے کہ جائز نہو مگر استحساناً قربانی جائز ہے اور اگر عیدگاہ والون کے فارغ ہونے کے بعد اہل مسجد کے فارغ ہونے سے پہلے اُسنے قربانی کردی تو قیاساً و استحساناً جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ دونون صورتون مین قیاس و استحسان ایک ہی ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ اُس صورت مین ہے کہ جس فریق نے نماز پڑھی ہے اُس فریق کے آدمی نے قربانی کی ہو اور اگر اُس فریق کے آدمی نے جسنے نماز نہین پڑھی ہے قربانی کردی تو قیاساً و استحساناً اُسکی قربانی جائز نہوگی - اور بعضے فتاوی مین ہے کہ اگر بڑے شہر کے دو ٹکڑون مین سے کسی شخص نے جو ایسی طرف کے لوگون مین سے ہے جنھون نے نماز پڑھ لی ہے قربانی کی یا دوسری جانب کے لوگون مین سے ہے جنھون نے نہین پڑھی ہے تو اُسکی قربانی جائز ہوگی یہ محیط مین ہے - اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کو دن مین ذبح کرے نہ رات مین کیونکہ دن مین اُسکی سب رگین اچھی طرح کاٹنا ممکن ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے - نوازل مین ہے کہ اگر امام نے عرفہ کے روز نماز عید پڑھی پھر لوگون نے اُسکے بعد قربانی کرلی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو اُسکے سامنے لوگون نے ذی الحجہ کے چاند دیکھنے کی گواہی دی تھی یا نہین دی تھی پس اول صورت مین نماز و قربانی دونون جائز ہین اور دوسری صورت مین نماز و قربانی دونون جائز نہین ہین اور اس ناجائز صورت مین اگر دوسرے روز لوگون نے قربانی کی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو امام دوسرے روز نماز پڑھیگا یا نہ پڑھیگا پس پہلی صورت مین قربانی جائز نہوگی اور دوسری

صورت مین مسئلہ دو طرح پر ہی یا تو قبل زوال کے قربانی کی یا بعد زوال کے قربانی کی پس اگر قبل زوال کے قربانی کی
پس اگر اُسکو امید تھی کہ امام نماز پڑھیگا تو قربانی جائز نہوگی اور اگر اُسکے نماز پڑھنے کی امید نہ تھی تو قربانی جائز ہوگی اور
اگر لوگون نے بعد زوال کے قربانی کی ہو تو ادا ہو جائیگی - یہ سب اُس صورت مین ہی کہ یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ روز
عرفہ ہی اور اگر یہ ظاہر نہوا ولیکن لوگون نے اسمین شک کیا تو صورت اول مین یعنے جب لوگون نے امام کے
سامنے گواہی دی ہو لوگون کو اختیار ہوگا چاہین دوسرے روز زوال کے بعد ذبح کرین یا زوال سے پہلے اور دوسری
صورت مین کہ جب لوگون نے اُسکے سامنے گواہی نہ دی ہو تو احتیاط یہ ہی کہ دوسرے روز زوال کے بعد قربانی کرین
یہ ذخیرہ مین ہی - فتاوی عتابیہ مین ہی کہ اگر لوگون نے بعد زوال کے یون گواہی دی کہ یہ دن یوم اضحی ہی یعنے
دسوین تاریخ ذی الحجہ ہی تو لوگ قربانی کرین اور اگر لوگون نے قبل زوال کے ایسی گواہی دی تو قربانی جائز نہوگی
مگر جبکہ آفتاب ڈھل جاوے اور تجنیس خواہر زادہ مین ہی کہ اگر ایک شخص نے مسافرت اختیار کی ہی اور اپنے اہل کو
حکم دیا کہ میری طرف سے شہر مین قربانی کرین تو جب تک امام نماز سے فارغ نہو تب اسکی طرف سے قربانی
ادا نہوگی کذا فی التاتارخانیہ

چوتھا باب - اُن صورتون کے بیان مین جو متعلق بزمان و مکان ہین - اگر سواد شہر کے لوگون مین سے
کوئی شخص نماز بقرعید کے واسطے شہر مین آیا اور اپنے اہل سے کہ آیا کہ قربانی کر دین تو اُن لوگون کو اختیار ہی کہ اُسکی
طرف سے بعد طلوع فجر کے قربانی کر دین - امام محمد رح نے فرمایا کہ ہم اس باب مین قربانی کے مقام کو دیکھتے ہین
اسکی طرف لحاظ نہین کرتے ہین جسکی طرف سے قربانی ہی کذا فی الظہیریہ اور حسن بن زیاد سے بخلاف اسکے مذکور ہی (بخلاف قول امام محمد رح ۱۲)
مگر قول اول (قول امام محمد رح ۱۲) اصح ہی اور ہم اُسی کو اختیار کرتے ہین یہ حاوی مین ہی اور اگر ایک شخص سواد شہر مین ہو اور اُسکے اہل
اس شہر مین ہون تو جب تک امام نماز سے فارغ نہو تب تک اُسکی طرف سے قربانی جائز نہوگی اور ایسا ہی امام ابو یوسف
سے مروی ہی - اور صاحبین رح سے یہ بھی مروی ہی کہ اگر ایک شخص ایک شہر مین ہو اور اُسکے اہل دوسرے شہر مین
ہون پس اُسنے اپنے اہل کو لکھا کہ میری طرف سے قربانی کرین تو جس جگہ قربانی واقع ہو وہ معتبر ہوگی یعنی اُسکے
اہل پر لازم ہوگا کہ جس شہر مین اُسکی طرف سے قربانی کرتے ہین وہان کے امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد
اُسکی طرف سے قربانی کرین - اور ابو الحسن رح سے مروی ہی کہ قربانی جائز نہوگی جب تک دونون شہرون مین نماز
نہو جاوے یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور شہر سے باہر نکالا اور نماز عید سے پہلے اُسکو
ذبح کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر شہر سے اتنی دور نکل گیا ہی کہ وہان مسافر کو نماز قصر کرنا جائز ہی تو نماز عید سے پہلے
قربانی جائز ہوگی ورنہ نہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور فقیری و تونگری و موت و ولادت مین آخر ایام النحر کا
اعتبار ہی - اگر کسی نے اپنی ذات سے یا اپنے فرزند سے ایک بکری خریدی پھر قربانی نہ کی یہان تک
کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسپر واجب ہوگا کہ یہ بکری یا اسکی قیمت صدقہ کر دے اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ
اُسپر کچھ صدقہ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر کسی خاص بکری کی قربانی واجب کر لی ہو
یا قربانی کی نیت سے کوئی بکری خریدی ہو پھر ایسا نہ کیا یہان تک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسکو زندہ صدقہ کر دے
اور اُسمین سے کھانا جائز نہین ہی اور اگر اُسکو فروخت کیا تو اُسکے دام صدقہ کر دے اور اگر اُسکو ذبح کرکے اُسکا

گوشت صدقہ کر دیا تو جائز ہی مگر اس بکری کے زندہ ہونے کے حالت کی قیمت اگر ذبح کی ہوئی سے زائد ہو تو جسقدر زائد ہو
وہ بھی صدقہ کرے اور اگر اسمین سے کچھ کھایا ہو تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا - اور اگر اُسنے ایسا نہ کیا یہانتک کہ دوسرے
سال مین قربانی کے ایام آگئے اور اسکو سال گذشتہ کی قربانی مین ذبح کیا تو یہ جائز نہین ہی پس اگر اسکو بعد ایام قربانی
کے فروخت کیا تو اُسکا ثمن صدقہ کر دے پس اگر اسکو اتنے دامون سے فروخت کیا کہ لوگ اپنے انداز مین خسارہ اُٹھاتے یعنی
یعنے کوئی اندازنے والا اتنے کو اندازہ کرتا ہی تو خیر کافی ہی اور اگر اتنے کو فروخت کی کہ لوگون مین سے کوئی اسقدر رکم قیمت نہین
اندازکرتا ہی تو جتنی کمی ہی اُسکو بھی صدقہ کرے یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر کسی نے وصیت کی کہ میری طرف سے قربانی کر دیجاوے
اور قربانی کا جانور بکری یا گائے وغیرہ کچھ نہ تبلایا اور نہ اُسکا ثمن بیان کیا تو یہ جائز ہی اور یہ وصیت بکری پر واقع ہوگی
بخلاف اسکے اگر کسی کو وکیل کیا کہ میری طرف سے قربانی کر دے اور کوئی جانور نہ تبلایا اور نہ اُسکے دام تبلائے تو یہ نہین
جائز ہی یہ بدائع مین ہی - اگر ایک شخص ایام نحر مین تونگر ہو مگر اُسنے قربانی نہ کی یہانتک کہ قربانی کے ایام مین مرگیا قبل
اسکے کہ ایام قربانی گذر جاوین تو اُسکے ذمہ سے قربانی ساقط ہو جائیگی حتے کہ اُسپر اپنی طرف سے قربانی کرنے کی وصیت واجب
نہوگی - اور اگر ایام قربانی گذرنے کے بعد مرا تو اسکے ذمہ سے بکری کی قیمت صدقہ کرنی ساقط نہوگی حتے کہ اُسپر واجب ہوگا
کہ اسقدر قیمت صدقہ کرنے کی وصیت کرے یہ ظہیریہ مین ہی - شہر کے رہنے والے نے ایک وکیل کیا کہ میری
بکری قربانی کر دے اور خود سواد شہر مین چلا گیا پھر وکیل یہ جانور قربانی کا شہر سے نکال کر ایسی جگہ لے گیا - جو
شہر مین سے نہین گنا جاتا ہی اور وہان ذبح کر دیا پس اگر موکل سواد شہر مین ہو تو وکیل کا اُسکی طرف سے قربانی
کرنا جائز ہوگا اور اگر شہر مین لوٹ آیا ہو اور وکیل کو اُسکے واپس آنے کا حال معلوم ہو تو بلا خلاف وکیل کا قربانی
کرنا موکل کی طرف سے جائز نہوگا اور اگر وکیل کو موکل کا شہر مین واپس آنا معلوم نہو تو امام ابو یوسف و امام محمد
نے اختلاف کیا ہی اور امام ابو یوسف رح کا قول کہ یہ قربانی موکل کی طرف سے جائز ہوگی مختار ہی کذا فی الکبرے

پانچوان باب - محل اقامۃ الواجب کے بیان مین - یعنے جس جانور کا قربانی کرنا اضحیہ واجبہ سے
جائز ہی اور اس باب مین جنس واجب و اُسکے نوع و سن و قدر و صفت کا بیان ہی - واضح ہو کہ جنس واجب
مین یہ چاہیے کہ قربانی کا جانور اونٹ و گائے و غنم تین جنس سے ہو اور ہر جنس مین اُسکی نوع و نر مادہ اور خصی و فحل
سب داخل ہین کیونکہ اسم جنس ان سب پر اطلاق کیا جاتا ہی اور معز نوع غنم ہی اور جاموش نوع بقر ہی - اور قربانی
کے جانورون مین سے کوئی وحشی نہین جائز ہی اور اگر کوئی جانور ایک وحشی اور ایک انسی سے پیدا ہو تو مادہ کا اعتبار ہی
پس اگر مادہ پالو ہو تو بچہ کی قربانی جائز ہوگی ورنہ نہین حتے کہ اگر گائے وحشی ہو اور بیل پالو ہو تو انِ دونون کا
بچہ قربانی کرنا جائز نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر ہرن نے کسی پالو بکری سے جفتی کھائی پس اگر اس سے بکری
پیدا ہوئی تو اُسکی قربانی جائز ہوگی اور اگر ہرن پیدا ہوا تو جائز نہوگی - اور بعض نے فرمایا کہ اگر گھوڑی نے جنگلی
گدھے سے گدھا جنا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر گھوڑا جنا تو اُسکا حکم مثل گھوڑے کے ہی - اور اگر کسی شخص نے وحشی
ہرن کی جو مانوس ہوگئی ہی یا وحشی گائے کی جو مانوس ہوگئی قربانی کی تو جائز نہین ہی - اور جو جانور قربانی ہوسکتا ہی
اُسکے سن کا بیان یہ ہی کہ اونٹ و گائے و بکری مین سے ہر جنس سے ثنی سے کم قربانی کرنا نہین جائز ہی مگر خاصۃً
ضان مین سے جذع جائز ہی جبکہ موٹا تازہ ہو اور ان الفاظ کے معانی کا بیان امام قدوری نے یون ذکر فرمایا

کہ غنم کے چھ مہینہ کے بچہ کو جذع کہتے ہین اور ایک سال کا بچہ ثنی ہوتا ہی اور گاے کا ایک سال کا بچہ جذع ہوتا ہی اور دو برس کا گاے کا بچہ ثنی ہوتا ہی اور اونٹ کا چار برس کا بچہ جذع ہوتا ہی اور پانچ برس کا ثنی ہوتا ہی اور یہ جو ہمنے مقرر کرکے ہر ایک جنس مین بیان کیا ہی اس سے یہ مراد ہی کہ اس سے کم عمر کا قربانی کرنا نہین جائز ہی اور اگر زیادہ عمر کا ہو تو قربانی ہو سکتا ہی حتے کہ اگر اس عمر سے کچھ بھی کم عمر کا قربانی کیا تو نہین جائز ہی اور اگر اس سے کچھ زیادہ عمر کا ذبح کیا تو جائز ہی بلکہ افضل ہی۔ اور حمل و جدی و عجول و فصیل کسی کا قربانی کرنا نہین جائز ہی۔ اور مقدار واجب کا بیان یہ ہی کہ بکری اور بھیڑ فقط ایک آدمی کی طرف سے جائز ہی اگرچہ وہ بڑی اور موٹی ہو کہ ایسی دو بکریون کی برابر ہو کہ جنمین سے ہر ایک کی قربانی ہو سکتی ہی۔ اور ایک اونٹ یا ایک گاے کی قربانی سات آدمی سے زیادہ کی طرف سے نہین جائز ہی پس سات آدمی شریک ہون یا کم ہون تو اُنکی طرف سے ہو سکتی ہی اور یہ عامہ علما کا قول ہی۔ اور صفت واجب یہ ہی کہ عیوب فاحشہ سے سالم ہو کذا فی البدائع اور جسکے سینگ نہون یا سینگ ٹوٹا ہو اُسکی قربانی جائز ہی کذا فی الکافی اور اگر مشاش مین شکستگی ہو تو کافی نہین ہی اور مشاش ہڈیون کے سرون کو کہتے ہین جیسے گھٹنے و کہنیان یہ بدائع مین ہی (یعنی نہین کرنی عیب فاحش نہو و بیان آتا ہی ۱۲ منہ)۔ اور مجبوب کی یعنے جو جماع کرنے سے عاجز ہی اُسکی قربانی اور جسکو کھانسی آتی ہو اور جو بڑھاپے کے سبب سے بچہ جننے سے عاجز ہو اور جسکو داغ دیا گیا ہو اور جسکا دودھ بدون کسی علت کے نہ اُترتا ہو اور جسکا بچہ موجود ہو سب کی قربانی جائز ہی اور اجناس مین ہی کہ اگر اُسکا الیہ چھوٹا ہو کہ پیدایشی دم گزہ کے مشابہ ہو وہ جائز ہی اور اگر اُسکی پیدایشی الیہ نہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ جائز ہی کذا فی الخلاصہ اور تاریک چشم اور عورا جسکا ایک چشم ہونا کھلا ہوا ہو اور لنگ جسکا لنگڑا ہونا کھلا ہوا ہو یعنے قربانی کی جگہ تک اپنے پیرون سے نہ چل سکے اور مریضہ جسکا بیمار ہونا کھلا ہوا ہو اور وہ جسکی دونون کان والیہ و دم بالکلیہ کٹی ہوئی ہو اور وہ جسکے پیدایشی کان نہون سب کی قربانی جائز نہین ہی اور جسکے کان چھوٹے ہون وہ جائز ہی۔ اور جسکا پورا ایک کان کٹا ہوا ہو یا جسکا پیدایشی ایک ہی کان ہو وہ جائز نہین ہی اور اگر کان والیہ و دم و آنکھ ان اعضا مین تھوڑا گیا ہو اور تھوڑا رہگیا ہو تو جامع صغیر مین مذکور ہی کہ جسقدر جاتا رہا ہی اگر وہ بہ نسبت باقی کے زیادہ ہو تو قربانی جائز نہین ہی اور اگر کم ہو تو جواز قربانی سے مانع نہین ہی۔ اور ہمارے اصحاب نے قلیل و کثیر کی تعداد مین اختلاف کیا ہی اور امام ابو حنیفہ رح سے چار روایتین ہین اور امام محمد رح نے امام اعظم رح سے اصل اور جامع مین روایت کی کہ اگر تہائی عضو یا اس سے کم جاتا رہا ہو تو قربانی جائز ہی اور اگر تہائی سے زیادہ گیا ہو تو نہین جائز ہی اور صحیح یہی ہی کہ تہائی یا اس سے کم تو قلیل ہی اور اگر تہائی سے زیادہ ہو تو کثیر ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور آنکھ مین سے آدھی یا تہائی کا جاتا رہنا اسطرح پہچانا جاوے کہ بکری کو ایک یا دو روز تک چارہ نہ دیا جاوے پھر اُسکی عیب دار آنکھ پر پٹی باندھ دی جاوے اور تھوڑی تھوڑی گھاس اُسکے قریب کیجاوے پس جس جگہ سے وہ آنکھ سے دیکھے اُس مقام پر نشان کر دیا جاوے پھر یہ صحیح آنکھ باندھ دی جاوے اور تھوڑی تھوڑی گھاس اُسکے قریب کیجاوے پس عیب دار آنکھ مین سے جس جگہ سے نظر کرے وہ نشان کر دیا جاوے پھر پہلے نشان واس نشان دونون کے درمیان کی مسافت اندازہ کیجاوے پس اگر بقدر تہائی کے مسافت ہو تو تہائی آنکھ جاتی رہی اور دو تہائی باقی ہی اور اگر آدھی ہو تو آدھی گئی اور آدھی باقی ہی یہ کافی مین ہی۔ اور جس بکری کے

دانت نہون پس اگر وہ چرتی اور چارہ کہا سکتی ہو تو جائز ہی ورنہ نہین کذا فی البدائع اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی
اور مجنونہ جائز ہی لیکن اگر یہ امر اُسکے چرنے اور چارہ کہانے سے مانع ہو تو نہین جائز ہی۔ اور خارشتی جائز ہی بشرطیکہ
موٹی تازی ہو اور اگر دُبلی ہو تو نہین جائز ہی۔ اور شرقا یعنے جسکا کان طول مین پہٹا ہوا ہو اور مقابلہ یعنے جسکا
کان آگے سے کٹا ہوا لٹکتا ہو بالکل الگ نہوا ہو اور مدابرہ یعنے جسکا کان پیچھے کی طرف سے کٹا ہوا لٹکتا ہو یہ
سب جائز ہین اور یہ جو روایت کیا گیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرقا اور مقابلہ و مدابرہ و
خرقا کی قربانی کرنے سے ممانعت فرمائی ہی پس شرقا و مقابلہ و مدابرہ کی ممانعت تو اسپر محمول ہی کہ بسبیل ندب
منع فرمایا ہی اور خرقا کی ممانعت اسپر محمول ہی کہ جسکی خرق کثیر ہو اُس سے منع فرمایا ہی اور خرق کثیر کی تعریف
مین اقوال مختلف ہین یہ بدائع مین ہی۔ اور جسکی ناک کٹی ہو وہ جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور جو احول ہو
یعنے جسکی آنکھ بہنگی ہو وہ جائز ہی اسی طرح جسکی پشم اُتاری گئی ہو وہ بھی جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور
جسکے تھن کٹے ہوے ہون وہ نہین جائز ہی۔ اور جو اپنے بچے کو دودھ نہ پلا سکتی ہو اور جسکے تھن خشک ہوگئے
ہون وہ نہین جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور یتیمہ مین لکھا ہی کہ مین نے شیخ ابو الحسن علی المرغینانی کو لکھا کہ اگر
بکری کی زبان کٹی ہوئی ہو تو اُسکی قربانی جائز ہی تو جواب مین فرمایا کہ ہان جائز ہی بشرطیکہ ایسی نہو کہ اُسکے چارہ
کہانے مین خلل آتا ہو اور اگر چارہ کہانے مین خلل آتا ہو تو اُسکی قربانی نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور
اگر زبان کٹا ہوا بیل ہو تو قربانی نہین ہو سکتا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر غنم مین سے کسی کے زبان نہو تو اُسکی
قربانی جائز ہی اور اگر بقر مین سے ہو تو نہین جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور شیخ عمرو بن الحافظ رح سے دریافت کیا گیا
کہ اگر قربانی کے جانور کے دونون کانون مین سے ہر ایک کا چھٹا حصہ جاتا رہا ہو پس آیا یہ جمع کیا گیا ہی حتے کہ
امام اعظم رح کے قول پر تہائی ہو کر قربانی سے مانع ہو جیسا کہ بدن پر جو نجاسات تھوڑی تھوڑی لگی ہون وہ
جمع کی جاتی ہین تاکہ دریافت ہو کہ قدر درم ہین یا زائد ہین اسی پر قیاس کر کے اسکو بھی جمع کرینگے یا جسطرح
دونوں موزون کے شگاف کو جمع نہین کرتے ہین بلکہ ہر ایک موزہ کا علیحدہ اعتبار ہی اسیطرح اسمین بھی جمع نکیا جاے
پس قربانی جائز رہیگی تو فرمایا کہ جمع نہین کیا جائیگا۔ اور یہ بھی دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص نے قربانی کے
جانور کی تہائی سے زیادہ زبان کاٹ ڈالی پس آیا امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے موافق اُسکی قربانی
جائز ہی فرمایا کہ نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اور جلالہ نہین جائز ہی یعنے وہ جانور جو فقط نجاست کہاتا ہی اور کچھ
نہین کہاتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور جو جانور اسقدر دُبلا ہو کہ اُسمین چربی کا نام نہو نہین جائز ہی
یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر دُبلی ہو مگر اُسمین کسی قدر چربی ہو تو جائز ہی یہ امام محمد رح سے مروی ہی اور اگر خریدنے
کے وقت دُبلی تھی پھر بعد خریدنے کے موٹی ہو گئی تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور جسکے تھنون کے
سرے کٹے ہوے ہون وہ نہین جائز ہی اور اگر ایک تھن مین سے آدھے سے کم سرا کٹا ہوا ہو تو اسمین ویسا ہی
اختلاف ہی جیسا آنکھ و کان مین ہی۔ اور اگر دنبہ و بکری کے کسی ایک تھن کی گھنڈی پیدائشی نہو یا کسی آفت سے
جاتی رہی ہو اور ایک باقی ہو تو نہین جائز ہی اور اونٹ و گاے مین اگر ایک گھنڈی جاتی رہی ہو تو جائز ہی اور
اگر دو جاتی رہی ہون تو نہین جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر چوپایہ کے چارون پانون مین سے

ایک کٹا ہوا ہو تو نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور خنثیٰ بکری کی قربانی نہین جائز ہی کیونکہ اُسکا گوشت نہین گلتا ہی
قربانی کے جانور کے بال مجیروقت قربانی مین گرگئے تو وہ جائز ہی بشرطیکہ اُسکی جڑیون مین گود موجود ہو یہ قنیہ مین ہی
اور شطور نہین جائز ہی اور شطور بکریون مین سے اُسکو کہتے ہین جسکے دونون تھنون مین سے ایک کا دودھ خشک
ہوجاوے اور گاے واونٹ مین سے اُسکو کہتے ہین جسکے دو تھنون کا دودھ خشک ہوجاوے کیونکہ ان
دونون کے چار چار تھن ہوتے ہین یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور مشائخ مین سے بعض نے اس فصل عیوب مین ایک
اصل ذکر فرمائی اور فرمایا کہ جو عیب ایسا ہو کہ منفعت کو پورا پورا زائل کردے یا جمال کو پورا پورا زائل کردے وہ قربانی سے مانع
ہوتا ہی اور جو ایسا نہو وہ مانع نہین ہوتا ہی پھر جو عیب کہ قربانی سے مانع ہی وہ تونگر کے حق مین ہر حال یکسان ہی خواہ وہ قربانی
کے جانور کو ایسا ہی عیب دار خریدے یا خریدنے کے وقت صحیح وسالم خریدے پھر وہ اس عیب کے ساتھ عیب دار
ہوجاوے ہر حال مین جائز نہین ہی اور تنگدست کے حق مین ہر حال لیکن جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے
قربانی کی بکری خریدی حالانکہ وہ موٹی تازی تھی پھر اُسکے پاس اسقدر دُبلی ہوگئی کہ اگر وہ ایسی حالت پر خریدتا تو جائز
نہوتی پس اگر خریدنے والا تونگر ہو تو اُسکی طرف سے قربانی ادا نہوگی اور اگر تنگدست ہو تو ادا ہوجائیگی اسواسطے کہ
قربانی تونگر پر اُسکے ذمہ واجب ہوتی ہی پس اگر اس بکری کو قربانی کے واسطے خریدا ہو تو نیت کی وجہ سے یہ بکری
متعین ہوجائیگی سے کہ اگر فقیر نے اپنے اوپر قربانی واجب کرلی ہو تو اُسکی طرف سے بھی یہ بکری جائز نہوگی۔ اور
اگر قربانی کا جانور خریدا اور اُسوقت اُسکی دونون آنکھین صحیح سالم تھین پھر مشتری کے پاس وہ اعور ہوگئی یا اُسکا
کان پورا یا الیہ یا دُم کاٹی گئی یا اُسکا پاؤن ٹوٹ گیا کہ چل نہین سکتی حالانکہ یہ مشتری تونگر ہی تو یہ قربانی اُسکی طرف سے کافی نہوگی
اور اُسپر واجب ہوگا کہ بجاے اُسکے دوسری قربانی کرے بخلاف فقیر کے کہ اُسکے حق مین ایسا حکم نہین ہی۔
اسی طرح اگر اُسکے پاس مرگئی یا چوری گئی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اضحیہ کو قربانی کے واسطے آگے بڑھایا اور اُسنے اُس
جگہ جہان ذبح کرنا چاہتا تھا مضطربانہ حرکت کی کہ جس سے اُسکا پاؤن ٹوٹ گیا پھر اُس شخص نے اُسکو اُسی جگہ ذبح کردیا
تو قربانی ادا ہوگئی اسی طرح اگر گاے اُسکے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اُسکی آنکھ مین ایسا صدمہ پہونچا جس سے اُسکی
آنکھ جاتی رہی مگر اُسنے پکڑ کر وہین ذبح کردی تو بھی یہی حکم ہی مگر قیاس کی دلیل سے یہ حکم ہی کہ جائز نہوگی اور وہ
قیاس یہ ہی کہ یہ ایسا عیب ہی کہ اُس جانور کے ساتھ قربت متعین ہونے سے پہلے اُس جانور مین پیدا ہوگیا ہی پس
ایسا ہوا کہ گویا حالت ذبح سے پہلے اُسمین ایسا عیب تھا۔ اور وجہ استحسان یہ ہی کہ یہ ایسی بات ہی کہ جس سے
احتراز ممکن نہین ہی کیونکہ بکری وغیرہ کا قاعدہ ہی کہ اضطرابی حرکتین کرتی ہی جس سے اُسمین عیوب پیدا ہوجاتے
ہین اور امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر اُسنے اضحیہ کی ٹانگین پکڑین تاکہ اُسکو ذبح کرے
پس اس سے اُسکی ٹانگ ٹوٹ گئی یا وہ کانی ہوگئی پھر اُسکو اسی روز یا دوسرے روز ذبح کردیا تو قربانی ادا
ہوجائیگی یہ بدائع مین ہی۔ سات آدمیون نے ایک گاے پچاس درم کو قربانی کے واسطے خریدی اور دوسرے
سات آدمیون نے سات بکریان سو درم کو خریدین تو مشائخ نے باہم گفتگو کی ہی کہ دونون مین سے کون افضل ہی
اور مختار یہ ہی کہ دوم افضل ہی یہ فتاوی کبری مین ہی۔ دس آدمیون نے ایک شخص سے دس بکریان ایکبارگی
خریدین اور بائع نے کہا کہ مین نے یہ دس بکریان تم لوگون کے ہاتھ ہر بکری دس درم کے حساب سے فروخت کین

اور ان لوگون نے کہا کہ ہم نے خریدین پس یہ سب بکریان ان لوگون مین مشترک ہو گئین اور ہر ایک نے انہین سے ایک بکری لیکر اپنی طرف سے قربانی کر دی تو جائز ہی پھر اگر ان بکریون مین سے ظاہر ہوا کہ کوئی کانی تھی اور یہ سب خریدنے والون مین سے ہر ایک نے اس بات سے انکار کیا کہ یہ کانی بکری اُسکی ہو تو ان سب لوگون کی قربانی ناجائز ہوگی کیونکہ نو بکریان دس آدمیون کی طرف سے جائز قربانی نہین ہو سکتی ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور خصی بہ نسبت فحل کے افضل ہوتا ہی کیونکہ اُسکا گوشت عمدہ ہوتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا ہی کہ بدنہ افضل ہی یا ایک بکری سو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر بکری کی قیمت بہ نسبت بدنہ کے زیادہ ہو تو بکری افضل ہی کیونکہ بکری پوری فرض ہوگی اور بدنہ کا ساتوان حصہ فرض ہوگا اور باقی نفل ہوگا اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ بدنہ افضل ہی کیونکہ اُسمین بہ نسبت بکری کے گوشت زیادہ ہوتا ہی اور یہ جو مشائخ نے کہا کہ بدنہ کا باقی حصہ نفل ہوگا سو ایسا نہین ہی بلکہ جب ایک ہی شخص نے قربانی کیا تو پورا فرض ہوگا اور اسکو نماز کی قرأت کے ساتھ مشابہ کیا ہی کہ اگر نماز مین صرف اُسیقدر قرأت پر اقتصار کیا جس سے نماز جائز ہو جاتی ہی یعنے تین آیت پر تو جائز ہی لیکن اگر اس سے زیادہ پڑھی تو سب فرض ہوگی اور شیخ امام ابوحفص الکبیر نے فرمایا کہ جب بکری اور بدنہ کی قیمت برابر ہو تو بکری افضل ہی کیونکہ اُسکا گوشت عمدہ ہوتا ہی کذا فی الظہیریہ اگر بکری اور ساتوان حصہ گاے کا قیمت اور گوشت دونون مین برابر ہون تو بکری افضل ہی کیونکہ بکری کا گوشت عمدہ ہوتا ہی اور اگر گاے کا ساتوان حصہ مقدار گوشت مین زیادہ ہو تو ساتوان حصہ گاے کا افضل ہی اور اسمین حاصل یہ ہی کہ جب دونون قیمت و مقدار گوشت مین برابر ہون تو دونون مین جسکا گوشت عمدہ ہی وہ افضل ہی اور گوشت و قیمت مین مختلف ہون تو جو فاضل ہی وہ بہتر ہی پس جو فحل بیس درم کا ہی وہ پندرہ درم کے خصی سے افضل ہی اور اگر دونون کی قیمت برابر ہو مگر فحل مین گوشت زیادہ ہو تو فحل افضل ہی۔ اور اگر گاے اور بیل قیمت اور گوشت مین برابر ہون تو بیل کی بہ نسبت گاے افضل ہی کیونکہ گاے کا گوشت عمدہ ہوتا ہی اور ایک گاے چھ بکریون سے اچھی ہوتی ہی اگر دونون برابر ہون اور سات بکریان ایک گاے سے اچھی ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور مینڈھا اور بھیڑی اگر دونون قیمت و گوشت مین برابر ہون تو مینڈھا اچھا ہی اور اگر بھیڑی قیمت یا گوشت مین زیادہ ہو تو وہی افضل ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ وس درم مین اضحیہ خریدکر قربانی کر دینا بہ نسبت ہزار درم صدقہ کر دینے کے افضل ہی یہ فتاوی کبریٰ مین ہی۔ امام صفار کے اصول التوحید مین لکھا ہی کہ اگر ایام قربانی مین ایسے شخص نے جسپر بہ سبب تنگدستی کے قربانی واجب نہین ہی کوئی مرغا یا مرغی ذبح کی تاکہ قربانی کرنے والون کے ساتھ مشابہت ہو تو یہ مکروہ ہی کیونکہ یہ مجوسیون کی رسوم مین سے ہی یہ خلاصہ مین ہی اور مستحب یہ ہی کہ اضحیہ کا جانور خوب فربہ و خوبصورت و بڑا ہو اور افضل الشاۃ مینڈھا کبود رنگ سینگون والا ہی اور مستحب ہی کہ ذبح کرنے کا آلہ لوہے کا تیز ہو اور مستحب ہی کہ بعد ذبح کے استقبال کرے تا ذبیحہ ٹھنڈا ہو جاوے اور تمام اعضا اُسکے ساکن ہو جاوین اور تمام بدن سے روح نکل جاوے اور یہ مکروہ ہی کہ ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اُسکی کھال کھینچنا شروع کرے یہ بدائع مین ہی۔ اور افضل یہ ہی کہ اگر خود اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو تو خود ہی اپنے ہاتھ ذبح کرے کیونکہ قربات مین خود بنفسہ متولی ہونا اولیٰ ہی اور اگر اچھی طرح

ذبح نکر سکتا ہو تو افضل یہ ہو کہ دوسرے سے استعانت لے لیکن چاہیے کہ خود بھی قربانی کے وقت حاضر ہو یہ
کافی میں ہو۔ اور فرمایا کہ اگر اُسنے کسی مجوسی کو حکم دیا کہ میرا اضحیہ ذبح کر دے (یعنی دوسرے سے ذبح کرا دے) اُسنے ذبح کیا تو جائز نہیں ہو اسوجہ
سے کہ یہ افساد ہو تقرب نہیں ہو کیونکہ مجوسی کا ذبح کیا ہوا جانور نہیں کھایا جاتا ہو اور اگر اُسنے کسی یہودی یا نصرانی
کو ایسا حکم دیا تو اُسکا ذبیحہ قربانی ہو جائیگا کیونکہ یہ دونوں ذبح کی اہلیت رکھتے ہیں ولیکن یہ مکروہ ہو کیونکہ
قربانی عمل قربت ہو اور یہودی و نصرانی کا فعل قربت نہیں ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اور مستحب ہو کہ اپنی قربانی
میں سے خود کھاوے اور دوسرے کو بھی کھلاوے اور افضل یہ ہو کہ تہائی صدقہ کر دے اور تہائی اپنے
اقارب و دوستوں کی ضیافت کے واسطے قرار دے اور تہائی رکھے اور غیر کو کھلانے میں غنی و فقیر کی خصوصیت
نہیں ہو دونوں کو کھلاوے یہ بدائع میں ہو۔ اور اُسمیں سے جسقدر چاہے غنی و فقیر و مسلمان و ذمی کو ہبہ کرے
یہ غیاثیہ میں ہو اور اگر اُسنے کل صدقہ کر دیا تو جائز ہو اور اگر سب اپنے واسطے رکھ لیا تو جائز ہو اور اُسکو اختیار ہو کہ سب
اپنے واسطے تین روز سے زیادہ تک رکھ چھوڑے لیکن اُسکا کھلا دینا اور صدقہ کر دینا افضل ہو لیکن اگر وہ شخص
ذی عیال اور فراخ حال نہو تو اُسکے حق میں افضل یہ ہو کہ اُسکو اپنے عیال کے واسطے چھوڑ دے اور اسکے ذریعہ سے
اُنکو فراخی دے یہ بدائع میں ہو۔ اور اگر قربانی بوجہ نذر کے واجب ہوئی ہو تو نذر کرنے والا نہ خود اسمیں سے کھا سکتا ہو
اور نہ کسی غنی کو کھلا سکتا ہو خواہ نذر کرنے والا غنی ہو یا فقیر ہو کیونکہ وہ تو صدقہ کرنے کے واسطے ہو اور صدقہ
کرنے والے کو یہ روا نہیں ہو کہ اپنے صدقہ میں سے خود کھاوے یا کسی غنی کو کھلاوے یہ تبیین میں ہو۔ بشر
بن الولید نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ ایک شخص کے نو عیال ہیں اور دسواں آپ ہو پس اُسنے
دس دنبہ اپنے اور اپنے عیال کی طرف سے قربانی کیے اور کوئی دنبہ کسی کے واسطے معین نکیا بلکہ دسوں اپنے
اور اپنے عیال کی طرف سے قربانی کی نیت کی تو استحساناً جائز ہو اور یہی امام اعظم رح کا قول ہو یہ
محیط میں ہو۔

چھٹا باب۔ اضحیہ کے حق میں جو مستحب ہو اور جو اُس سے انتفاع حاصل کر سکتا ہو اُسکے بیان میں

مستحب ہو کہ ایام النحر کے چند روز پہلے اضحیہ کو باندھ رکھے اور اُسکی تقلید و تجلیل کرے پھر اُسکو قربانی
کی جگہ تک خوبی کے ساتھ ہانک لیجاوے اُسکے ہانکنے میں سختی نکرے اور نہ اُسکی ٹانگ پکڑ کے وہاں تک
کھینچ لیجاوے یہ بدائع میں ہو۔ اور جب اُسکو ذبح کر چکے تو اُسکی جھولیں اور قلادہ سب صدقہ کر دے یہ سراجیہ
میں ہو۔ اور اگر قربانی کے واسطے ایک بکری خریدی تو مکروہ ہو کہ اُسکا دودھ دوہے یا اُسکی پشم نوچے اور اُس
سے نفع اُٹھاوے کیونکہ یہ بکری اُسنے قربت کے واسطے معین کر دی ہو پس اقامت قربت سے پہلے اُسکے کسی
جزو کے ساتھ اُسکو نفع لینا حلال نہیں ہو جیسے کہ قربانی کے وقت سے پہلے اُسکو ذبح کر کے اُسکے گوشت سے
نفع نہیں اُٹھا سکتا ہو۔ اور مشائخ میں سے بعض نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی بکری کا ہو جسکی قربانی کی فقیر یا غنی نے
معین کر کے نذر کی ہو اور ایسی بکری کا ہو جسکو تونگر نے سنت قربانی کے واسطے خریدا ہو۔ اور اگر غنی نے قربانی
کے واسطے خریدی ہو تو اُسکے دودھ دوہ لینے اور اُسکی پشم نوچ لینے میں کچھ ڈر نہیں ہو کذا فی البدائع۔
لیکن صحیح یہ ہو کہ اُسکا دودھ دوہ لینے اور پشم اُتار لینے میں غنی و فقیر دونوں کا حکم یکسان ہو یہ غیاثیہ میں ہو۔ اور

اگر ذبح کرنے سے پہلے اضحیہ کا دودھ دوہا یا اُسکی پشم اُتار لی تو اُسکو صدقہ کر دے اور اُس سے انتفاع نہ لے یہ ظہیریہ میں ہی - اور جب اُسنے ایام قربانی میں اُسکو ذبح کیا تو اُسکو جائز ہی کہ اُسکا دودھ دوہ لے اور اُسکی پشم اُتار لے اور اُس سے نفع اُٹھاوے کیونکہ ذبح کرنے سے قربت پوری ہو چکی اور قربت پوری ہونے کے بعد اُس سے نفع اُٹھانا مثل اُسکے گوشت کھانے کے ہی یہ محیط میں ہی - اور اگر اُسکے تھنون میں دودھ بھرا ہوا ہو اور اُس سے خوف بیماری ہو تو اُسکے تھنون پر ٹھنڈا پانی چھڑکین پس اگر اس سے سمٹ جاوین تو خیر ورنہ دودھ دوہ کر اُسکو صدقہ کر دے - اور قربانی کے جانور پر سوار ہونا یا اُسکو کسی کام میں لگانا مکروہ ہی اور اگر اُسنے ایسا کیا اور جانور مذکور میں نقصان آگیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ جسقدر نقصان آیا ہی اُتنے دام صدقہ کر دے اور اگر اُسکو کرایہ پر دیا تو کرایہ صدقہ کر دے - اور اگر دودھار گاے خریدی اور اُسکی قربانی واجب کر لی پھر اُسکے دودھ سے مال حاصل کر لیا تو جسقدر حاصل کیا ہی اُسکے مثل مال صدقہ کر دے اور اُسکا گوبر صدقہ کر دے - اور اگر اُسکو چارہ دیتا ہو تو جو کچھ مال اُسکے دودھ سے کمایا ہی یا اُسکے گوبر سے نفع اُٹھایا ہی وہ اُسکا ہی کچھ صدقہ نہ کرے یہ محیط سرخسی میں ہی اور اُسکی کھال صدقہ کر دے یا اُس سے چھلنی و تھیلا وغیرہ کے مثل بنا لے اور اگر اُسکے عوض ایسی کوئی چیز خریدی جسکے عین سے اسطرح نفع اُٹھا سکتا ہی کہ وہ چیز بعینہ باقی رہے جیسے چھلنی وغیرہ تو استحساناً اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور ایسی چیز نہین خرید سکتا ہی جس سے بدون استہلاک عین کے نفع حاصل نہ کر سکے جیسے گوشت و اناج وغیرہ اور کھال کو بعوض درمون کے نہین فروخت کر سکتا ہی تاکہ اُنکو اپنے اور اپنے عیال کے خرچ میں لا دے اور قربانی کا گوشت صحیح قول کے موافق بمنزلہ کھال کے ہی حتے کہ اُسکو ایسی چیز کے عوض جس سے بدون استہلاک عین کے نفع نہ اُٹھا سکے فروخت نہین کر سکتا ہی اور اگر کھال و گوشت کو درمون کے عوض اس غرض سے فروخت کیا کہ درمون کو صدقہ کر دے تو جائز ہی کیونکہ یہ بھی قربت ہی جیسے اُسکا صدقہ کر دینا ہی (یعنی خود کھال کا صدقہ کر دینا ۱۲) یہ تبیین میں ہی اور ایسا ہی ہدایہ و کافی میں ہی - اور اگر قربانی کے گوشت کے عوض ایک چمڑے کا تھیلہ خریدا تو نہین جائز ہی اور اگر اُسکے گوشت کے عوض حبوب یعنے اناج خریدا تو جائز ہی اور اگر اُسکے گوشت کے عوض گوشت خریدا تو جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ اصح حکم اس باب میں یہ ہی کہ کھانے کی چیز کی بیع بعوض کھانے کی چیز کے اور بے کھانے کی چیز کی بعوض بے کھانے کی چیز کے جائز ہی اور غیر ماکول کی بیع بعوض ماکول کے نہین جائز ہی اور ماکول کی بیع بعوض غیر ماکول کے بھی نہین جائز ہی یہ ظہیریہ و فتاوی قاضی خان میں ہی - اور اگر قربانی کی کھال ایک قرطالہ میں لگائی یا اُسکی تھیلی بنائی پس اگر تھیلی کو اپنے گھر کے کامون میں استعمال کیا تو جائز ہی اور اگر کرایہ پر دے دی تو جائز نہین ہی اور اُسپر واجب ہوگا کہ کرایہ صدقہ کر دے - اور قرطالہ کو اگر اپنے گھر کے کامون میں استعمال کیا یا عاریۃً دے دیا تو جائز ہی اور اگر کرایہ پر دے دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ دیکھا جائیگا کہ اگر قرطالہ جدید ہو تو اُسپر کرایہ صدقہ کرنا لازم نہین ہی اور اگر پرانا پھٹا ہوا ہو تو اُسپر فقط آدھا کرایہ صدقہ کرنا لازم ہوگا چنانچہ اگر دو دانگ کو کرایہ پر دیا تو ایک دانگ صدقہ کر دے کیونکہ جب قرطالہ جدید ہوگا تو اُس سے نفع اُٹھانے میں کھال کی احتیاج نہوگی پس کھال اُسکے تابع ہوگی اور پوری اجرت بمقابلہ قرطالہ کے ہوگی اور اگر قرطالہ کہنہ ہوگا تو اُس سے نفع اُٹھانے میں کھال کی ضرورت ہوگی پس نصف کرایہ بمقابلہ

۵ اشعرہ کیا کہ اگر نفع کر دیا ہو یا باقی ہو بہرحال صدقہ کرے پس باقی میں بعینہ مستعمل میں ۱۲ منہ

قوله اصل اس باب میں یہ ہی ۱۲

قرطالہ کے اور نصف بمقابلہ کھال کے ہوگا اور قرطالہ کوارہ کہتے ہین یہ ظہیریہ مین ہی- اور قربانی کے جانور کی چربی
یا پائے یا سری یا صوف یا وبر یا بال یا اس دودھ کا جو اُسنے ذبح کرنے کے بعد دوہ لیا ہی کسی کو- درم یا دینار یا ماکولات
ومشروبات وغیرہ کسی ایسی چیز کے عوض جس سے بدون استہلاک عین کے نفع نہین اُٹھا سکتا ہی بیع کرنا حلال
نہین ہی اور نہ ان چیزون کو بکری یا اونٹ وغیرہ ذبح کرنے والے کی اجرت مین دینا حلال ہی- اور اگر ان
چیزون مین سے کسی کو بعوض اُسکے جو ہمنے بیان کیا ہی فروخت کر دیا تو امام اعظم وامام محمد رہ کے نزدیک بیع
نافذ ہو جائیگی اور امام ابو یوسف رہ کے نزدیک نافذ نہوگی اور اُسکا ثمن صدقہ کر دے یہ بدائع مین ہی- اور اگر
قربانی کے جانور کے کسی طرف سے تھوڑا سا صوف ایام نحر مین پہچان کے واسطے نوچ لیا تو اُسکے واسطے یہ جائز
نہین ہی کہ یہ صوف پھینک دے اور نہ یہ جائز ہی کہ کسی کو ہبہ کر دے بلکہ اسکو فقیرون پر صدقہ کر دے یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی- اضاحی زعفرانی مین لکھا ہی کہ اگر اضحیہ کے بچہ پیدا ہوا تو اُسکے ساتھ اُسکا بچہ بھی ذبح کرے
ہمارے بعضے اصحاب نے فرمایا کہ یہ حکم تنگدست کے حق مین ہی جسکے واجب کر لینے سے قربانی اُسپر واجب ہوگئی ہی اور غنی کے حق
مین یہ حکم ہی کہ قربانی کے روز اُسپر بچہ کا ذبح کرنا لازم نہین ہی پس اگر اُسنے بچہ کو قربانی کے روز اُسکی مان سے پہلے یا
بعد ذبح کر دیا تو جائز ہی اور اگر نہ ذبح کیا اور ایام قربانی مین اُسکو زندہ صدقہ کر دیا تو جائز ہی- اور منتقی مین
یون لکھا ہی کہ اگر بچہ کو ایام قربانی مین زندہ صدقہ کر دیا تو اُسپر اُسکی قیمت صدقہ کرنی واجب ہوگی اور اگر اُسنے
ایام قربانی مین اُسکا بچہ فروخت کر دیا تو اُسکا ثمن صدقہ کر دے اور اگر اُسنے بچہ کو ذبح نہ کیا یہان تک کہ ایام
قربانی گذر گئے تو اُسپر واجب ہوگا کہ بچہ کو زندہ صدقہ کر دے اور اگر اُسنے بچہ کو مان کے ساتھ ذبح کیا تو مان
و بچہ دونون کے گوشت مین سے کھا سکتا ہی- اور امام اعظم رہ سے روایت ہی کہ بچہ کے گوشت مین سے
نہ کھاوے اور اگر کھا لیا تو جسقدر کھایا ہی اُسکی قیمت صدقہ کر دے- اور میرے نزدیک بچہ کو زندہ صدقہ کر دینا
بہتر ہی یہ خلاصہ مین ہی- اور اگر قربانی کے جانور کو فروخت کر دیا تو جائز ہی مگر امام ابو یوسف رہ کے نزدیک
نہین جائز ہی پھر اُسکی قیمت سے دوسرا خریدے اور جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو وہ صدقہ کر دے
اور قربانی کے جانور کے بچہ کے صوف و بال کاٹ لینا بھی اُسکی مان کے مانند نہین جائز ہی کذافی السراجیہ
اور اگر یہ بچہ اُسکے پاس رہا یہان تک کہ بڑا ہو گیا اور اُسنے دوسرے سال کی قربانی مین دوسرے سال کیواسطے
ذبح کیا تو جائز نہین ہی اور اس سال کے واسطے دوسرا جانور قربانی کرے اور جسکو ذبح کیا ہی اُسکو ایسا ہی ذبح
کیا ہوا صدقہ کر دے اور ذبح کرنے سے جسقدر اسکی قیمت مین نقصان آیا ہی وہ نقصان بھی اُسکے ساتھ صدقہ
کرے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی فتاوی قاضی خان

ساتوان باب- غیر کی طرف سے قربانی کرنے کے بیان مین- اور غیر کی بکری کو اپنی طرف سے

قربانی کرنے کے بیان مین- فتاوے ابو اللیث رہ مین ہی کہ اگر غیر کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کر دی خواہ
اس غیر کے حکم سے کی یا بغیر حکم کی تو یہ نہین جائز ہی- کیونکہ غیر کی طرف سے کسی بکری کی قربانی جائز تجویز کرنا
بدون اسکے ممکن نہین ہی کہ غیر کی ملکیت اس بکری مین ثابت کی جاوے اور ملکیت غیر اس بکری مین
بدون اسکے ثابت نہوگی کہ غیر کا قبضہ پایا جاوے اور اس صورت مین غیر کا قبضہ اس بکری پر نہ اُسکی

ذات سے پایا گیا اور نہ اُسکے نائب کی ذات سے پایا گیا یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر غیر شخص کا قربانی کا جانور مالک
کی طرف سے بدون اُسکے حکم صریح کے ذبح کر دیا تو قربانی مالک کی طرف سے واقع ہو گی اور استحساناً ذبح کرنے والے
پر ضمان واجب نہو گی اور اس مقام پر مطلقاً فرمایا کہ ضمان واجب نہو گی اسطرح مقید نہ کیا کہ اگر مالک نے اُسکو
قربانی کے واسطے لٹایا ہو تو ایسا کرنے سے ضمان واجب نہو گی اور اجناس مین یہ قید لگائی ہی لیکن مختار وہی
ہی جو اس مقام پر مذکور ہی یہ غیاثیہ مین ہی- اور اگر ایک بدنہ اپنی طرف سے اور اپنی جورو و اپنی اولاد کی طرف سے
قربانی کیا تو یہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین ہی اور حسن بن زیاد نے کتاب الاضحیہ مین ذکر کیا کہ اگر اُسکی اولاد نابالغ
ہون تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس سے اور اُسکی اولاد سب کی طرف سے جائز ہو گی
اور اگر بالغ ہون پس اگر اُن سب کے حکم سے ایسا کیا تو بھی امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب کی
طرف سے جائز ہو گی اور اگر اُن سب کے بلا حکم یا بعض کے بلا حکم ایسا کیا تو سب کی طرف سے ناجائز ہو گی نہ اُسکی
طرف سے جائز ہو گی اور نہ اولاد کی طرف سے اسواسطے کہ جسنے اُسکو حکم نہین دیا تھا اُسکا حصہ محض گوشت ہو گیا
پس سب گوشت ہو گیا- اور حسن بن زیاد کا یہ قول ہی کہ اگر ایک شخص نے اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ یا بالغ
اولاد کی طرف سے اور اپنی ام ولد کی طرف سے اُسکی باجازت یا بلا اجازت ایک بدنہ قربانی کیا تو نہ اُسکی طرف سے
جائز ہو گی اور نہ اُن لوگون کی طرف سے جائز ہو گی اور شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا کہ اسکی طرف سے قربانی جائز ہو جائیگی یہ فتاوے
قاضی خان مین ہی- ایک شخص نے غیر کا اضحیہ بدون اسکے حکم کے اپنی طرف سے ذبح کیا پس اگر مالک نے اس سے
اس اضحیہ کی قیمت کی ضمان لی تو قربانی اس ذبح کرنے والے کی طرف سے جائز ہو گی نہ مالک کی طرف سے
اسوجہ سے کہ یہ ظاہر ہوا کہ یہ قربانی اسکی ملک پر واقع ہوئی ہی اور اگر مالک نے اُسیطرح مذبوحہ لے لی تو مالک
کی طرف سے قربانی جائز ہو جائیگی کیونکہ مالک نے اُسکی قربانی کی نیت کی تھی پس غیر کا اُسکو ذبح کر دینا کچھ مضر نہوگا
یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر دو آدمیون نے اسطرح غلطی کھائی کہ ہر ایک نے دوسرے کا اضحیہ ذبح کر دیا تو قربانی
دونون کی طرف سے صحیح ہو جائیگی اور استحساناً دونون پر ضمان واجب نہو گی اور ہر ایک دوسرے سے اپنی
کھال کھینچی ہوئی بکری دوسرے سے لے لیگا اور اُس سے ضمان نہ لیگا- اور اگر دونون نے اضحیہ مین سے
کھا لیا ہو پھر دونون کو یہ بات معلوم ہوئی تو چاہیے کہ دونون مین سے ہر ایک شخص دوسرے سے تحلیل
کرا لے یعنے مجھے جو مین نے کھایا ہی معاف کر کے حلال کر دے اور قربانی دونون کی طرف سے جائز ہو جائیگی
اور اگر دونون نے جھگڑا کیا تو ہر ایک دوسرے سے اپنی بکری کی قیمت تاوان لیگا پھر اگر ایام قربانی گذر گئے ہون
تو اس قیمت کو صدقہ کر دیگا کیونکہ یہ قیمت تاوان گوشت کا بدل ہی یہ کافی مین ہی- دو شخصون نے اپنی اپنی
بکری ایک مربط مین داخل کین پھر دونون غلطی مین پڑے پس دونون نے ایک ہی بکری پر اپنا اپنا دعوی
کیا اور دوسری بکری کی نسبت دونون نے دعوی نکیا یون ہی چھوڑی تو جس بکری کی نسبت دونون نے دعوی
ترک کیا ہی وہ بیت المال کے واسطے ہو گی اور جسپر دونون دعوی کرتے ہین وہ دونون مین نصفا نصف ہو گی
اور دونون کی طرف سے اُسکی قربانی جائز نہو گی اور اگر اونٹ یا گاے ہوتی تو دونون کی طرف سے ادا ہو جاتی
اور یہی اصح ہی- چار آدمی ہین اور ہر ایک کے پاس ایک ایک بکری اور چارون نے اپنی اپنی بکریان ایک ہی

کوٹھری مین بند کر دین پھر انمین سے ایک بکری مر گئی اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ یہ کسکی بکری تھی تو یہ سب بکریان
فروخت کی جاوین اور انکے دامون سے ان سب کے واسطے چار بکریان ہر ایک کے واسطے ایک بکری خریدی
جاوے پھر ان لوگون مین سے ہر ایک دوسرے کو ان سب بکریون مین سے ہر ایک کے ذبح کے واسطے
وکیل کر دے پھر ہر ایک شخص باقیون مین سے تحلیل بھی کر اسے پس سب کی طرف سے قربانی جائز ہو جاویگی
یہ خلاصہ مین ہی - اگر تین آدمیون نے تین بکریان قربانی کی ایک ہی مربط مین باندھ دین پھر انمین سے ایک
بکری عیب دار پائی گئی کہ جسمین ایسا عیب ہی کہ اُسکی قربانی نہین ہو سکتی ہی پس ان سب نے باہم جھگڑا کیا
اور ہر ایک نے انکار کیا کہ یہ عیب دار بکری میری نہین ہی تو عیب دار بیت المال مین داخل کی جائیگی اور باقی
دونون بکریون کی ڈگری تینون کے نام تین تہائی ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے بطور بیع فاسد
ایک بکری خریدی پھر اُسکی قربانی کر دی تو جائز ہی مگر بائع کو خیار حاصل ہوگا سو اگر اُسنے قربانی کرنے والے سے
زندہ بکری کی قیمت تاوان لی تو قربانی کرنے والے پر کچھ واجب نہوگا اور اگر بائع نے ذبح کی ہوئی واپس لی
تو بعض نے فرمایا ہی کہ قربانی کرنے والا اس بکری کے زندہ ہونے کی حالت کی قیمت صدقہ کرے اسواسطے کہ
جب بائع نے اُسکو ذبح کی ہوئی لے لیا تو اِسکے ذمہ سے قیمت ساقط ہو گئی پس گویا اِسنے اس بکری کو بائع
کے ہاتھ اُسی قیمت کے عوض جو اُسپر واجب ہوئی تھی فروخت کر دیا ہی - (اور اسپر زندہ بکری کی قیمت واجب ہوئی تھی ۱۲ منہ) اور بعض نے فرمایا کہ قربانی کرنے والے
پر مذبوحہ کی قیمت سے زیادہ صدقہ کرنا واجب نہین ہی اور یہی صحیح ہی - اور اگر بائع نے مذبوحہ بکری نہ لی بلکہ مشتری
نے اُس قیمت سے جو اُسپر واجب ہوئی ہی اسی مذبوحہ بکری پر بائع کے ساتھ صلح کر لی یا اسی قیمت کے عوض
اُسکے ہاتھ فروخت کر دی تو کچھ صدقہ نہ کریگا یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر ایک شخص کو ایک بکری بطور ہبہ فاسد کے
ہبہ کی گئی اور اُسنے اُسکی قربانی کر دی تو واہب کو اختیار ہی چاہے موہوب لہ سے زندہ بکری کی قیمت تاوان لے
پس قربانی جائز ہو جائیگی اور موہوب لہ اُسمین سے کھا سکتا ہی - اور اگر چاہے تو مذبوحہ کو واپس کرے اور
نقصان کی قیمت لے لے پس اگر ایام قربانی گذر گئے ہون تو یہ شخص یعنے موہوب لہ بقدر اُسکی قیمت کے
صدقہ کر دیگا - اسی طرح اگر مرض الموت کے مریض نے حالت مرض مین کسی کو ایک بکری ہبہ کی حالانکہ مریض پر
اسقدر قرضہ ہی کہ اُسکا سب مال قرضہ مین ڈوبا ہوا ہی پھر موہوب لہ نے اس بکری کی قربانی کر دی تو قرضخواہون
کو اختیار ہی چاہین یہ مذبوحہ بعینہ واپس کر لین پس قربانی کرنے والے پر اُسکی قیمت صدقہ کرنی واجب ہوگی
اور اگر چاہین تو اُس سے بکری مذکور کی قیمت تاوان لین پس قربانی جائز ہو جائیگی اور وجہ یہ ہی کہ یہ بکری
اُسکے ذمہ مضمون تھی تو جب اُسنے واپس دی تو اپنے ذمہ سے ضمان ساقط کر دی یہ بدائع مین ہی - اگر ایک
بکری بعوض ایک کپڑے کے خریدی پھر اُسکی قربانی کر دی پھر بائع نے کپڑے مین کوئی عیب پاکر واپس کر دیا
تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے بکری کی قیمت تاوان لے لے پس قربانی کرنے والا کچھ صدقہ نہ کریگا اور بکری کے گوشت
مین سے کھا سکتا ہی اور اگر چاہے تو مذبوحہ بکری واپس کر لے پھر دیکھا جائیگا کہ اگر کپڑے کی قیمت زیادہ ہو تو کپڑا
صدقہ کر دیگا گویا اُسنے کپڑے کے عوض فروخت کی ہی اور اگر کپڑے سے بکری کی قیمت زیادہ ہو تو بکری کی
قیمت صدقہ کریگا کیونکہ بکری اُسکے ذمہ مضمون تھی پس اُسکے واپس کر دینے سے اُسنے اپنے ذمہ سے ضمان

ساقط کی گویا اُسنے جو اُسکی قیمت ہی اسقدر ثمن کے عوض اُسکو فروخت کیا ہی۔ اور اگر قربانی کرنے والے نے مذبوحہ بکری مین بائع کے پاس کاکچھ عیب پایا تو بائع کو اختیار ہی چاہے بکری کو اُسی طرح قبول کرے اور ثمن واپس کردے پھر مشتری اس ثمن کو صدقہ کردیگا مگر اسمین سے حصہ نقصان کو صدقہ نہ کریگا کیونکہ اُسنے بقدر حصہ نقصان کے اپنے ذمہ نہین واجب کیا ہی اور اگر بائع چاہے تو مذبوحہ بکری کو نہ قبول کرے اور حصۂ عیب کے قدر ثمن واپس کردے اور مشتری اسقدر حصہ کو صدقہ نہ کریگا اسوجہ سے کہ اسقدر حصہ قربت مین داخل نہین ہوا ہی قربت مین تو اُسی قدر داخل ہوا ہی جو اُسنے ذبح کیا ہی حالانکہ اُسنے ناقص بکری ذبح کی ہی لیکن جزاء صید مین یہ نہین ہی بلکہ اس صورت مین دیکھا جائیگا کہ اگر اس عیب کے ساتھ صید کے واسطے کوئی عدل وسادی نہ پایا جاوے تو اُسپر زیادتی صدقہ کرنی واجب ہوگی یہ شرح طحاوی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک بکری ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اُسکو قربانی کیا یا متعہ ایج مین جو قربانی لازم آتی ہی اُسمین ذبح کیا یا جزاء صید مین ذبح کیا پھر واہب نے ہبہ سے رجوع کیا تو رجوع صحیح ہی اور قربانی و متعہ جائز ہوگا اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ ہبہ سے رجوع کرنا نہین صحیح ہی اور موہوب لہ پر قربانی و متعہ کی صورت مین کچھ صدقہ کرنا واجب نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک مریض نے ایک شخص کو ایک بکری ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اُسکی قربانی کردی پھر مریض اسی مرض مین مرگیا اور سوا اس بکری کے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو وارثون کو اختیار ہوگا کہ موہوب لہ سے اُسکی دو تہائی قیمت زندہ ہونے کی حالت کی تاوان لین یا دو تہائی مذبوحہ واپس لین اور موہوب لہ پر لازم ہوگا کہ اُسکی دو تہائی کی قیمت مذبوحہ حالت کی صدقہ کردے اور دونون صورتون مین اُسکی قربانی جائز ہوجائیگی کیونکہ اُسنے اپنی ملک کا جانور ذبح کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے ایام قربانی مین پانچ بکریان خریدین اور انہین سے ایک بکری کی قربانی کا ارادہ کیا مگر اُسنے کوئی معین نہ کی پھر قربانی کے روز کسی شخص نے انہین سے ایک بکری بدون حکم مالک کے مالک کی طرف سے قربانی کی نیت سے ذبح کردی تو وہ شخص ضامن ہوگا کیونکہ جب مالک نے اُسکو قربانی کے واسطے معین نہ کیا تھا تو بعینہ اُسکے ذبح کرنے کی اجازت بطور دلالت کے بھی مالک کی طرف سے ثابت نہوئی یہ ذخیرہ مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کی قربانی کا جانور غصب کرکے اپنی طرف سے قربانی کردیا اور مالک کو اُسکی قیمت تاوان مین دی تو جو اُسنے کیا ہی وہ ادا ہوگیا کیونکہ قیمت تاوان دینے سے وہ غصب کے وقت سے مالک ہوگیا یہ خلاصہ مین ہی اور اگر ایک شخص کی بکری غصب کرکے اُسکی قربانی کردی تو جائز نہین ہی اور مالک کو اختیار ہوگا چاہے اُسکو مذبوحہ لے لے اور تاوان نقصان لے لے اور اگر چاہے تو اُس سے زندہ بکری کی قیمت تاوان لے لے پس غصب کے وقت سے یہ بکری غاصب کی ملک ہوجائیگی پس استحساناً قربانی جائز ہوجائیگی۔ اسیطرح اگر ایک بکری خریدی اور اُسکی قربانی کردی پھر کسی شخص نے بکری پر اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر مستحق نے بیع کی اجازت دیدی تو قربانی جائز ہی اور اگر مذبوحہ بکری واپس لی تو جائز نہوگی یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کے پاس ایک بکری ودیعت رکھی اور عمرو نے قربانی کے روز اُسکی قربانی کردی پھر زید نے اُسکی قیمت تاوان لینی اختیار کی یا مذبوحہ واپس کرلی بہرحال عمرو کی قربانی ادا نہوگی۔ اور جو حکم ودیعت مین معلوم ہوا

وہی عاریت و اجارہ مین ہو مثلاً ایک اونٹنی یا بیل یا گاے مستعار لیا یا اجارہ پر لیا پھر اسکی قربانی کردی تو اسکی قربانی ادا نہوگی خواہ اسکا مالک اس مذبوحہ کو لے سے یا قیمت تاوان لے لے یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر کوئی بکری رہن ہو اسکی قربانی کردی اور اسکی قیمت ضمان دے دی تو نہین جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان وخلاصہ مین ہو۔ ایک شخص نے قصاب کو بلایا تاکہ میرے واسطے یہ جانور قربانی کردے اور قصاب نے اپنی طرف سے قربانی کردیا تو یہ قربانی مالک کی طرف سے ادا ہوگی یہ سراجیہ مین ہو۔ ایک شخص نے اضحیہ خرید ا اور غیر کو حکم دیا کہ اسکو ذبح کردے پس اسنے ذبح کیا اور کہا کہ مین نے عمداً تسمیہ لینا چھوڑ دیا ہو تو ذبح کرنے والا مالک کیواسطے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مالک اس قیمت سے دوسری بکری خرید کر قربانی کرکے اسکا سب گوشت صدقہ کردیگا اور کچھ نہ کھائیگا اور یہ اسوقت ہو کہ جب ایام قربانی باقی ہون اور اگر گذر گئے ہون تو اسکی قیمت فقیرون کو صدقہ کردیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میری یہ بکری ذبح کردے پھر مامور نے اسکو ذبح نہ کیا یہان تک کہ مالک نے وہ بکری فروخت کردی پھر مامور نے اسکو ذبح کردیا تو مامور اسکی قیمت مشتری کو تاوان دیگا اور جسنے اسکو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اس سے واپس نہین لے سکتا ہو خواہ مامور کو بیع کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کیونکہ اگر اسکو بیع کا علم ہوگیا تھا تو یہ حکم ظاہر ہو اور اگر نہوا تھا تو اس وجہ سے کہ حکم دہندہ نے اسکو دھوکا نہین دیا ہو کیونکہ جسوقت اسنے اس شخص کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اسوقت یہ بکری اسکی ملک تھی یہ واقعات ناطفی مین ہین۔ اجناس مین ہو کہ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ زید نے عمرو کو ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا حالانکہ زید اسکو فروخت کرچکا تھا پس عمرو نے اسکو ذبح کردیا باوجودیکہ عمرو کو فروخت ہوجانے کا علم تھا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اسکا ثمن بائع کو دے کر عمرو سے اسکی قیمت تاوان لے اور عمرو کو یہ اختیار نہوگا کہ زید سے تاوان واپس لے اور اگر عمرو کو اسکی بیع کا علم نہو تو مشتری کو عمرو سے تاوان قیمت لینے کا اختیار نہین ہو اسواسطے کہ اگر مشتری اس سے تاوان لے تو عمرو یہ مال تاوان زید سے واپس لیگا پس ایسا ہوگا کہ گویا زید نے خود ایسا کیا ہو تو بیع ٹوٹ جائیگی یہ ذخیرہ و محیط مین ہو۔ اور اگر تین آدمیون نے تین بکریان خریدین پھر ذبح کرنیکے وقت سب کو شبہہ پڑگیا کہ کون بکری کسکی ہو تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ چاہیے کہ ہر ایک آدمی دوسرون کو ذبح کرنے کے واسطے وکیل کردے تاکہ اگر ذبح کرنے والے نے اپنی بکری ذبح کردی تو جائز ہوگی اور اگر دوسرے کی ذبح کی تو اسکی اجازت کی وجہ سے جائز ہوگی۔ ایک شخص نے قربانی کرنی چاہی پس اسنے قصاب کے ہاتھ کے ساتھ اپنا ہاتھ بھی لگایا تاکہ دونون کی مدد سے اچھی طرح ذبح ہوجاوے تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک پر تسمیہ واجب ہوگا حتے کہ اگر دونون مین سے ایک نے تسمیہ چھوڑ دیا تو جائز نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہو

آٹھوان باب۔ اُن مسائل کے بیان مین جو قربانی کے جانورون مین شرکت ہونے سے متعلق ہین۔ جاننا چاہیے کہ بکری اگرچہ بڑی ہو مگر فقط ایک آدمی کے سوا زیادہ کی طرف سے نہین جائز ہو اور اونٹ و گاے سات آدمی کی طرف سے جائز ہو بشرطیکہ یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے قربانی کرنے کی نیت رکھتے ہون اور سات کی تعداد مقرر کرنے سے یہ مراد ہو کہ سات سے زیادہ آدمیون کی

طرف سے جائز نہین ہی اور کم ہونے مین قربانی ادا ہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور قربانی کرنے والا ایسے جانور مین جسمین شرکت ہوسکتی ہی ایسے شخص کو جو سرے سے کسی قربت کا قصد نہین رکھتا ہی شریک نہ کرے اور اگر شریک کرلیا تو اسکی قربانی ادا نہوگی اور یہی حکم تمام قربات مین ہے کہ اگر قربت چاہنے والے نے ایسے شخص کو جو قربت نہین چاہتا ہے شریک کرلیا تو قربت ادا نہوگی۔ اور اگر سب نے قربانی کا ارادہ کیا یا قربانی کے سوائے دوسری قربت کا قصد کیا تو سب کی مراد ادا ہو جائیگی خواہ یہ قربت واجبہ ہو یا نفل ہو یا بعض پر واجب اور بعض نے نفل ادا کی ہو اور خواہ جہات قربت ایک ہی ہون یا مختلف ہون جیسے بعض نے ہدی احصار کا اور بعض نے احرام مین کسی جرم کے کفارہ کا اور بعض نے ہدی تطوع کا اور بعض نے دم متعہ یا قران کا ارادہ کیا اور یہ ہمارے اصحاب ثلثہ رحہ کا قول ہی۔ اسی طرح اگر بعض نے اپنے فرزند کے عقیقہ کا جو پیشتر پیدا ہوا ہی قصد کیا تو بھی جائز ہی ایسا ہی امام محمد نے نوادر الضحایا مین ذکر کیا اور اگر کسی نے ولیمہ کا یعنے نکاح کی ضیافت کا قصد کیا تو یہ صورت مذکور نہین ہی مگر چاہیے کہ جائز ہووے۔ اور امام ابو حنیفہ رحہ سے ایک روایت ہی کہ انھون نے جہات قربت مختلف ہونے کی صورت مین شرکت کو مکروہ فرمایا ہی۔ اور امام اعظم رحہ سے یہ بھی مروی ہی کہ اگر یہ اشتراک ایک ہی نوع قربت مین ہو تو مجھے زیادہ پسند ہی اور ایسا ہی امام ابو یوسف رحہ نے فرمایا ہی۔ اور اگر شریک نابالغ ہو یا ساتوین حصہ کا شریک ایسا شخص ہو جو فقط گوشت چاہتا ہی یا نصرانی وغیرہ ہو تو دوسرون کی قربانی بھی جائز نہوگی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر کوئی شریک ذمی ہو خواہ کتابی ہو یا غیر کتابی ہو اور خواہ وہ گوشت کی غرض سے شریک کیا یا اپنے دین کے موافق کسی قربت کا قصد رکھتا ہو تو سب کی قربت جو انھون نے نیت کی ہی ادا نہوگی یہ ہمارے نزدیک ہی اسواسطے کہ کافر کی طرف سے قربت متحقق نہین ہوتی ہی تو اسکی نیت کالعدم ہوگی پس ایسا ہوگا کہ جیسے اسنے گوشت کی غرض سے شرکت کی اور مسلمان اگر گوشت کی غرض سے شرکت کرے تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی اسیطرح اگر کوئی شریک غلام یا مدبر ہو کہ وہ قربانی کی نیت رکھتا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین ہی۔ اگر قربانی کے ارادہ سے ایک گاے خریدی پھر اسمین چھ آدمیون کو شریک کرلیا تو مکروہ ہی مگر قربانی سب کی طرف سے ادا ہو جائیگی کیونکہ حکما یہ بمنزلہ بکریون کی بیع کے ہی لیکن اگر اسنے خریدنے کے وقت یہ قصد کیا ہو کہ اسمین لوگون کو شریک کریگا تو مکروہ نہین ہی اور اگر ایسا کیا تو احسن ہوگا۔ اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب یہ شخص غنی ہو اور اگر فقیر تنگدست ہو تو اسنے خریدنے سے اپنے اوپر قربانی واجب کرلی پس اسکے حق مین یہ جائز نہین ہی کہ اس گاے مین دوسرون کو شریک کرے۔ اسی طرح اگر اسنے صبح اپنے اوپر اسکی قربانی واجب کرلینے کے بعد اسمین چھ آدمیون کو شریک کرلیا تو اسکی گنجایش نہین ہی کیونکہ اسنے پوری گاے اللہ تعالی کے واسطے قربانی کرنی واجب کرلی ہی پھر اگر اسنے شریک ہی کرلیا تو قربانی جائز ہو جائیگی مگر گاے مذکور کے چھ ساتوین حصے کا ضامن ہوگا یعنے صدقہ کرے اور غنی کے حق مین کہا گیا ہی کہ غنی ثمن کو صدقہ کردے۔ تین آدمی ایک گاے مین شریک ہوے کہ ایک کے سات حصون مین سے تین حصے ہین اور باقی دونون مین سے ہر ایک کے دو دو حصے ہین پھر جسکے تین حصے ہین وہ مرگیا اور اسنے یہ حصے ملاکر چھ سو درم چھوڑے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی دونون نابالغ چھوڑے پھر دمی نے گاے مین میت کا حصہ ان دونون کی طرف سے قربانی کردیا تو قربانی سب شریکون کی طرف سے ادا نہوگی اسواسطے

کہ لڑکی کا حصہ محض گوشت ہوگیا کیونکہ بیٹی فقیر ہو اسلیے کہ باپ کی میراث سے اُسکو دوسو درم سے کم ملا ہی - اور اگر میت نے گاے کے حصے کے سواے چھ سو درم چھوڑے ہون تو قربانی سب کی طرف سے جائز ہوجائیگی اسواسطے کہ لڑکی اس صورت مین غنی ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - پانچ آدمیون نے ایک گاے مین شرکت کی پھر ایک شخص آیا اور اُسنے درخواست کی کہ مجھے بھی شریک کرلو پس چار نے منظور کیا اور ایک نے انکار کیا پھر سبھون نے اس گاے کی قربانی کی تو جائز ہی کیونکہ جسکا حصہ قربانی چار کے حصون مین سے قرار دیا گیا ہی وہ گاے کے ساتوین حصہ سے زیادہ کا مالک ہوا پس گاے کے پچیس حصے لینے چاہیے کیونکہ ہمکو حساب کے واسطے ایسے عدد کی ضرورت ہی جسکا پانچوان حصہ نکلے اور پھر اُسکے چار پانچوین حصہ کا پانچوان حصہ نکلے پس پانچوان حصہ نکالنے کی اسوجہ سے ضرورت ہی کہ پانچ شریک ہین پس ہر واحد کا پانچوان حصہ ہوا اور چار پانچوین کا پانچوان اسوجہ سے نکالنے کی ضرورت ہی کہ چار شریکون نے اُسکی درخواست منظور کی ہی پس اُسکو اپنے حصون مین برابر شریک کرلیا اور اُنکے حصے چار پانچوین ہین پس چار پانچوین حصون کو پانچ آدمیون مین برابر مشترک کرلیا پس کمتر ایسا عدد پچیس ۲۵ ہی پس پانچ شریکون مین سے ہر ایک کے پانچ حصے ہوے پھر چار نے درخواست منظور کرکے اُسکو اپنے ساتھ اپنے بیس حصون مین مشترک کیا یعنے پانچ آدمی مین مشترک کردیا کہ جسمین سے ہر ایک کے چار حصے ہوئے اور پچیس ۲۵ مین سے چار حصے پچیس کے ساتوین سے زائد ہین اور اسکی پہچان بسط و تجنیس کے ساتھ آسان ہوتی ہی کذا فی الظہیریہ - اور اگر چھ شریک ہون پھر ساتوین کی درخواست کو پانچ نے منظور کیا اور ایک نے نامنظور کیا تو اس صورت مین قربانی جائز نہوگی کیونکہ گاے کے ساتوین حصہ سے اسکا حصہ کم پڑتا ہی کیونکہ اس صورت مین چھتیس ۳۶ حصے کرنے چاہیے ہین کہ جسمین سے ہر ایک کے چھ حصے ہوے پس پانچ شریکون کے تیس ۳۰ حصے ہوے کہ جنکو اُنھون نے سائل کی درخواست منظور کرکے چھ ۶ آدمیون مین مشترک کردیا پس ہر ایک کے پانچ حصے ہوئے اور چھتیس مین سے پانچ حصے چھتیس کے ساتوین حصہ سے کم ہین - ایک گاے مین تین آدمی شریک ہین پس اُنمین سے ایک آدمی نے ایک شخص غیر کو چوتھائی کا شریک کرلیا تو جائز ہی مگر تہائی ان دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی اسوجہ سے کہ اُسنے اس شخص غیر کو ہر ایک شریک کے برابر کردیا مگر ایسا کرنا شریکون کے حصہ مین صحیح نہوا پس خاصۃً اسی کے تہائی حصہ مین صحیح ہوا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر تین آدمیون نے گاے خریدی پھر ایک نے کسی کو اپنے حصہ مین شریک کرلیا تو تہائی دونون مین مشترک ہوگی اور قربانی جائز ہوجائیگی - اور اگر اُسکو ساتوین حصہ کا شریک کیا پس اگر اُسکے شریکون نے اجازت دے دی تو قربانی جائز ہوجائیگی اور اگر شریکون نے اجازت نہ دی تو اس غیر کے لیے شریک کرنے والے کے حصہ مین سے ساتوان حصہ ہوگا پس قربانی جائز نہوگی اور اگر فقط ایک شریک نے اجازت دے دی تو اس غیر کو ان دونون کے حصون مین سے ساتوان حصہ ملیگا تو بھی قربانی جائز نہوگی - اگر ایک شخص نے ایک گاے خریدی اور سات آدمی شریک کرلیے تو قربانی جائز نہین ہی پس اگر ایام قربانی گذر گئے ہون تو ساتوین حصہ کی قیمت صدقہ کردے اور اُسکے شریکون پر کچھ صدقہ کرنا لازم نہوگا - اور اگر اُسنے چھ آدمیون سے کہا کہ مین نے تمکو شریک کیا پس ایک نے قبول کیا تو اُسکو ساتوان حصہ ملیگا اور قربانی جائز ہوجائیگی -

اور اگر نصف گاے ایک کی ہو اور باقی نصف مین دو شریک ہون پھر وہ ضائع ہو گئی پھر ان لوگون نے دوسری گاے تین تہائی کی شرکت پر خریدی پھر پہلی گاے مل گئی پس اگر دوسری گاے بہ نسبت پہلی گاے کے تین ساتوین حصے سے کم ہو تو جسقدر اسکے مابین ہو اُسکو سب صدقہ کرین یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر قربانی کے واسطے ایک گاے خریدی اور اُسمین سے ایک ساتوان حصہ اس سال کی قربانی کی نیت سے اور باقی چھ ساتوین حصے سالہاے گذشتہ کی قربانی کی نیت سے ذبح کی تو اس سال کی قربانی جائز ہو جائیگی اور سالہاے گذشتہ کی ادا نہو گی یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ اور اگر بعضے شریکون نے نفل قربانی کی اور بعض نے سال گذشتہ کی قربانی سے جو اُسکے ذمہ دَین ہو گئی ہے اور بعض نے اسی سال کی قربانی واجبہ سے ذبح کرنے کی نیت کی تو سب جائز ہے مگر جسنے اس سال کی قربانی واجبہ سے ذبح کرنے کی نیت کی ہے اُسکی اس سال کی قربانی واجب ادا ہو گی اور جسنے قضاے سال گذشتہ کی نیت کی ہے اُسکی نفل قربانی اس سال ادا ہو گی اور قضا جو اُسکے ذمہ واجب ہے وہ ادا نہو گی اُسکے واسطے درمیانی بکری کی قیمت صدقہ کر دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر اونٹ یا گاے مین آٹھ آدمی شریک ہون تو کسی کی قربانی ادا نہو گی کیونکہ ہر ایک کا حصہ ساتوین حصے سے کم پڑتا ہے اسی طرح اگر شریک لوگ آٹھ سے کم ہون لیکن کسی شریک کا حصہ ساتوین حصہ سے کم ہو مثلاً ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک جورو و بیٹا و گاے چھوڑی پس وارثون نے گاے کی بقرعید کے روز قربانی کر دی تو جائز نہو گی اسواسطے کہ عورت کا حصہ ساتوین حصہ سے کم ہے پس اُسکے حصہ کی قربانی ناجائز ہوئی اور جب اُسکے حصہ کی ناجائز ہوئی تو بیٹے کے حصے کی بھی جائز نہوئی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اضاحی[1] زعفرانی مین ہے کہ اگر اونٹ یا گاے دو آدمیون مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکی قربانی کی تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ یہ قربانی جائز ہو گی اور نصف حصہ ہفتم تابع ہو گا پس گوشت محض نہو گا اور صدر الشہید رح نے فرمایا کہ امام والد نے یہ اختیار کیا ہے اور یہی فقیہ ابو اللیث رح کا مختار ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ساڑھے[2] تین دینار دیے اور دوسرے نے اڑھائی[3] دینار دیے اور تیسرے نے ایک دینار دیا تو قربانی ان سب کی طرف سے جائز ہو گی کیونکہ کمتر حصہ قربانی ساتوان حصہ ہے اسیطرح اگر پانچ آدمیون نے شرکت کی اسطرح کہ ایک نے دو دینار دیے اور دوسرے نے اڑھائی[4] دینار دیے اور تیسرے نے تین دینار دیے اور چوتھے نے بھی تین دینار دیے اور پانچوین نے ساڑھے تین دینار دیے تو بھی سب کی طرف سے جائز ہے کیونکہ حصہ قربانی کمتر ساتوان حصہ ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر سات آدمیون نے ایک گاے قربانی کرنے کے واسطے خریدی پھر ساتون مین سے ایک مرگیا اور اُسکے بالغ وارثون نے کہا کہ تم لوگ اسکو اپنی طرف سے اور میت کی طرف سے قربانی کر دو تو استحساناً جائز ہے اور اگر باقیون نے بلا اجازت وارثون کے ذبح کر دی تو اُنکی طرف سے قربانی ادا نہو گی کیونکہ حصۂ میت قربت نہو گا کیونکہ وارثون کی طرف سے اجازت نہین پائی گئی پس پوری گاے قربت مین مذبوح نہو گی کیونکہ تجزی نہ تھی یہ کافی مین ہے۔ اگر تین آدمیون مین سے ہر ایک نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خریدی ایک نے دس درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس درم کو اور تیسرے نے تیس درم کو خریدی اور ہر ایک بکری کی قیمت اُسکے ثمن کے مثل ہے پھر یہ بکریان باہم مختلط ہو گئین کہ ہر ایک شخص

[1] بہ تامل نظر ہو الی النسخۃ ... ۱۲

[2] کذا فی النسخ الموجودۃ ... فی المسئلتین ... واللہ اعلم ۱۲

اپنی بکری پہچان نہین سکتا ہی پھر سبھون نے انکی قربانی کردی تو سب کی طرف سے ادا ہوجائیگی مگر تیس درم کا خرید نے والا بیس
صدقہ کردے اور بیس درم والا دس درم صدقہ کرے اور دس والا کچھ صدقہ نہ کریگا اور اگر ہر ایک نے دوسرے کو اجازت دیدی
کہ بکری کو اسکی طرف سے ذبح کرے تو سب کی طرف سے قربانی ادا ہوجائیگی اور انپر کچھ صدقہ کرنا لازم نہوگا یہ ینابیع
مین ہی - اور اگر دس آدمیون نے دس بکریان مشترک خریدین پھر ہر ایک نے ایک بکری ذبح کردی تو جائز
ہی اور سب گوشت ان سب مین وزن سے تقسیم کیا جائیگا اور اگر انھون نے ڈھیری لگا لگا کر بانٹ لیا تو جائز ہی
بشرطیکہ ہر ایک نے پائے اور سری اور کھال مین سے کچھ کچھ لیا ہو - اسی طرح اگر ہر ایک نے علٰحدہ (یعنے اٹکل سے ۱۲) خریدی تھی
مگر پھر سب مختلط ہوگئین (یعنے پہچان نہونیکی ۱۲) پھر ہر ایک نے ایک ایک بکری ذبح کردی اور اسپر سب نے باہم رضامندی کر لی تو بھی
جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اضاحی زعفرانی مین ہی کہ سات آدمیون نے باہم مشترک سات بکریان خریدین
تاکہ ان بکریون کو سب لوگ قربانی کرین اور ہر ایک کے واسطے کوئی بکری معین نہ کی پھر یون ہی بلاتعیین ذبح
کردیا تو قیاس یہ ہی کہ جائز نہو مگر استحساناً جائز ہی واضح ہو کہ یہ جو فرمایا کہ باہم مشترک سات بکریان خریدین اسمین
دو احتمال ہین ایک یہ ہی کہ اس طور سے خریدین کہ ہر بکری ان سب مین مشترک ہو اور دوسرا یہ ہی کہ دس
بکریان اس طور سے خریدین کہ ہر ایک کے واسطے ایک بکری ہو مگر غیر معین نہ معین - پس اگر دوسرے طور
خرید نا مراد ہی تو جو حکم ذکر فرمایا ہی وہ دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق ہی کیونکہ اگر بکری دو شخصون
مین مشترک ہو اور دونون نے اسکی قربانی کی تو بعض مقام پر مذکور ہی کہ یہ جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی - اگر
دو بکریان دو شخصون مین مشترک ہون اور دونون نے اپنے نسک سے انکی قربانی کردی تو دونون کا نسک
ادا ہوجائیگا بخلاف اسکے اگر دو غلام دو شخصون مین مشترک ہون اور دونون نے اپنے اپنے کفارہ (یعنے جو امر مثل قربانی وغیرہ کے اسپر واجب تھا ۱۲ منہ) سے
انکو آزاد کیا تو جائز نہین ہی - ایک اونٹ دو شخصون مین مشترک ہی دونون نے اسکو قربانی کردی پس اگر
دونون مین سے کسی کا ساتوان حصہ یا دو ساتوین حصے ہون اور باقی دوسرے کا ہو تو جائز ہی اور اگر دونون
مین نصفا نصف ہو تو بھی اصح قول کے موافق جائز ہی کذا فی خزانۃ المفتین

نوان باب - متفرقات کے بیان مین - اگر قربانی کی غرض سے دو بکریان خریدین پھر دونون
مین ایک ضائع ہوگئی اور اسنے دوسری کو قربانی کردیا پھر ضائع شدہ کو ایام قربانی مین یا اسکے بعد پایا
تو اسپر کچھ واجب نہوگا خواہ یہ بکری اسکی بہ نسبت جو قربانی کی ہی برتر ہو یا کمتر ہو یہ محیط مین ہی - اور اگر کسی
وکیل کیا کہ میرے واسطے کالی گاے قربانی کے واسطے خرید دے اسنے کبری گاے جسمین سیاہی و سپیدی
تھی خرید دی تو موکل کے ذمہ پڑیگی - اور اگر وکیل کیا کہ میرے واسطے مینڈھا سینگون دار فراخ چشم خرید دے
اسنے مینڈھا بے سینگون والا غیر فراخ چشم خرید دیا تو موکل کے ذمہ نہ پڑیگا کیونکہ یہ وصف ایسا ہی کہ لوگ
قربانی کے جانور ایسی وصف کے مرغوب رکھتے ہین پس وکیل نے موکل کے حکم کی مخالفت کی - اور اگر وکیل کیا
کہ میرے واسطے گاے کا دوسرے برس کا بچہ خرید دے اور اسکا کچھ ثمن بیان نہ کیا اور وکیل نے مسنہ خرید دیا تو اسمین دو
صورتین ہین کہ اگر ثنیہ بچہ بہ نسبت مسنہ کے کم دامون کو آتا ہو تو مسنہ موکل کے ذمہ نہ پڑیگا اور اگر ثنیہ
و مسنہ دونون ایک دامون کو آتے ہین تو مسنہ موکل کے ذمہ لازم ہوگا کیونکہ وکیل نے موکل کا حکم چھوڑ کر اسکے

حق مین بہتر چیز کی طرف خلاف کیا ہی۔ اور اگر وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک بکری قربانی کے لیے خرید دے پس وکیل نے خرید دی اور ایک شخص کو مزدور کیا جو اِسکو ایک درم اجرت پر ہانک لایا تو یہ موکل کے ذمہ لازم نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کہا اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہی کہ ایک بکری ہدی بھیجون یا ایک بکری قربانی کرون پھر اُسنے گاے یا اونٹ کی ہدی بھیجی یا گاے یا اونٹ قربانی کر دیا تو جائز ہوگا۔ ایک شخص نے نوٹے درم کی بکری کی قربانی کی اور دوسرے نے ستر درم کی گاے کی قربانی کی اور تیسرے نے (یعنی ادا ہوگا ۱۲) سو درم صدقہ کردے تو بکری والے کی قربانی بہ نسبت گاے والے کے بہتر ہی کیونکہ بکری کی قیمت گاے سے زیادہ ہی اور جسنے گاے قربانی کی ہی اُسکا ثواب بہ نسبت صدقہ کرنے والے کے بہت زیادہ ہی۔ ایک شخص نے فقیری کی حالت مین ایام قربانی مین ایک بکری قربانی کے واسطے خرید کر اُسکی قربانی کردی پھر ایام قربانی ہی مین غنی ہوگیا تو شیخ فقیہ ابو محمد حرمینی رح نے فرمایا کہ قربانی کا اعادہ کرے اور اُنکے سواے دوسرے متاخرین نے فرمایا کہ اعادہ نہ کرے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک شاۃ قربانی کے لیے خرید دے تو جاننا چاہیے کہ شاۃ اسم جنس ہی ضان و معز دونون کو شامل ہی۔ اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ضان خرید دے اُسنے معز خرید دی یا اسکے برعکس (بھیڑ و بکری ۱۲) واقع ہوا تو موکل کے ذمہ لازم نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی نے وصیت کی کہ میری طرف سے قربانی کردیجاوے اور کوئی جانور بیان نہ کیا تو وصیت جائز ہی اور بکری پر واقع ہوگی۔ اسی طرح اگر وصیت نہین کی بلکہ کسی شخص کو حکم دیا کہ میری طرف سے قربانی کردے اور کوئی جانور بیان نہین کیا (یعنی کو جو یون کہا کہ بکری کی قربانی کر دی جاوے ۱۲ منہ) تو بھی جائز ہی۔ اور اگر یون وصیت کی کہ تمام میرے مال متروکہ سے ایک گاے خرید کر میری طرف سے قربانی کیجاوے پھر مرگیا اور وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال سے بلاخلاف وصیت جائز ہی پس تہائی مال سے بکری خرید کر اُسکی طرف سے قربانی کیجائیگی۔ اور اگر یون وصیت کی کہ میرے مال سے بیس درم کو ایک گاے خرید کر میری طرف سے قربانی کردی جاوے پھر مرگیا اور اُسکا تہائی مال بیس درم سے کم ہی تو ہمارے مذہب کے موافق جسقدر پہونچے اُسکی بکری خرید کر قربانی کردی جائیگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اگر مین مرجاؤن تو میرے ان بیس درمون سے ایک بکری خرید کر میری طرف سے قربانی کردیجاوے پھر مرگیا اور ان درمون سے ایک درم جاتا رہا تو مابقی سے اُسکی طرف سے قربانی کرنا امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور صاحبین رح نے اُس مملوک پر جو آزاد کرنیکے واسطے خریدا جاوے قیاس کرکے فرمایا کہ مابقی اُنیس (۱۹) درم سے اُسکی طرف سے جانور خرید کر (جو اس مقام ہو یا بکری ۱۲) قربانی کیا جائیگا۔ ایک شخص نے ایک گاے خریدی اور دوسرے شخص سے کہا کہ اے فلان شخص مین نے تجھے اسکی دو تہائی کا شریک کیا تو اُسکی دو تہائی ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اِسکے پورے کا شریک کیا تو نصف اُسکی ہوگی کیونکہ اگر ہم اُسکو پوری گاے دین تو شرکت نہوگی اور اگر کہا کہ مین نے اِسکا حصہ یا ٹکڑا تیرے واسطے کردیا تو یہ باطل ہی بخلاف اس قول کے کہ مین نے تیرے واسطے اِسکا ایک سہم کردیا امام اعظم رح کے نزدیک چھٹا حصہ ہونا چاہیے کیونکہ امام کے نزدیک سہم کی تفسیر چھٹا حصہ ہی جیسا کہ کتاب الوصایا مین معلوم ہوا ہی لیکن چونکہ مہم ہے چھٹے حصے سے کم مراد ہونے کا بھی احتمال ہی اسواسطے باطل قرار دیا گیا ایک شخص نے دس دینار کو ایک گاے خرید کر قبضہ کر کے

دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے تجھے اسمین دو دینار کا شریک کیا اور اُسنے قبول کرلیا تو وہ شخص پانچویں حصہ کا شریک ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص نے ایک بکری خرید کر اُسکی قربانی کر دی پھر اُسمین کوئی ایسا عیب پایا کہ جس سے اُسکی قیمت مین نقصان آتا ہی مگر ایسا نہین ہی کہ اُسکی قربانی نہو سکے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بائع سے نقصان عیب واپس لے اور جو کچھ واپس لیا اُسکا صدقہ کر دینا اُسپر واجب نہوگا کیونکہ وہی معیوبہ بکری کی قربانی ادا ہوگئی ہی اور اس سے زیادہ اُسپر کچھ واجب نہین ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مین مذبوحہ بکری واپس کیے لیتا ہون اور ثمن واپس کر دیا تو مشتری پر واجب ہوگا کہ یہ سب ثمن سواے حصہ نقصان عیب کے صدقہ کر دے - اور اگر اُسکا ثمن بائع پر ڈوب گیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر کچھ وصول ہوا اور کچھ ڈوب گیا تو جسقدر وصول ہوا ہی اسمین سے بھی جتنا حصہ نقصان عیب کے پڑتے مین پڑتا ہو اُسکو نکال کر باقی صدقہ کر دے مثلاً ثمن دس درم تھے اور حصہ عیب ایک درم تو ثمن وصول شدہ مین سے نو دسوین حصے صدقہ کر دے یہ ذخیرہ مین ہی - اور دم کے ساتھ شعر متصل بالغ مین معتبر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر کسی کا قربانی کیا ہوا جانور غصب کر لیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ یہ غیر کا مال مملوک بدون اُسکی اجازت کے لے لیا ہی اور جب قربانی کرنے والے کو اُسکی قیمت وصول ہو جاوے تو اُسکو صدقہ کر دے کیونکہ غاصب اُسکی قیمت تاوان دینے سے اُسکا مالک ہوگیا پس ایسا ہوا کہ گویا قربانی کرنے والے نے اُسکے ہاتھ فروخت کر دیا اور فروخت کرنے کی صورت مین ثمن صدقہ کرنا واجب ہوتا ہی ویسا ہی اس صورت مین واجب ہوگا اور یہ جائز نہین ہی کہ اضحیہ مذبوحہ کی قیمت کو کسی غیر کو ہبہ کر دے اور اگر اُسنے غاصب کو قیمت واپس کر دی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا کیونکہ اضحیہ مذکور بدون اُسکے فعل کے تلف ہوا ہی - اور اگر قربانی کرنے والے نے غاصب کو اُسکی قیمت سے بری کر دیا حالانکہ قربانی کرنے والا غنی ہی یا فقیر ہی تو اُسپر کچھ صدقہ کرنا واجب نہوگا اسواسطے کہ ابتدا مین اسکو اختیار تھا کہ اصل کو غاصب کو ہبہ کر دے پس ایسا ہی اُسکے بدل کو غاصب کی ملک کر دینے کا بھی اختیار ہی - اسیطرح اگر مذبوحہ اضحیہ کے قیمت سے کم پر غاصب کے ساتھ صلح کر لی تو اُسپر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسکی قیمت اُسکے ہاتھ آئی ہی اُسکو صدقہ کر دے اس سے زیادہ صدقہ کرنا لازم نہین ہی کیونکہ یہ صلح ابراء بعض و استیفاء بعض ہی - اور اگر کسی کھانے کی چیز یا متاع پر صلح کر لی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ یہ کھانے کی چیز کھا وے یا متاع سے نفع اُٹھا وے اسواسطے کہ استحساناً بدل بھی بر نہج و بر صفت اصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک تنگدست نے ایک بکری خریدی اور وہ ایام قربانی مین مرگئی اور اُسکے پیٹ مین سے ایک بچہ نکلا تو استحساناً بچہ کو صدقہ کر دے یہ وجیز کردری مین ہی - اور اگر اضحیہ کو سیم گداختہ کے عوض جو معین تھی خرید کی اور اُسکی قربانی کر دی پھر بائع نے کسی عیب کی وجہ سے یہ ٹکڑا چاندی کا واپس کیا اور مذبوحہ جانور کو لے لیا تو مشتری ثمن مذکور کو صدقہ کر دے اور قربت ادا ہو جائیگی - اور اگر دو شخصون نے مینڈھا و بھیڑی کے مبادلہ پر بیع کی اور پھر دونون نے اپنی خریدی ہوئی کو قربانی کیا پھر مینڈھا خریدنے والے نے اُسمین ایسا عیب پایا جس سے اُسکی قیمت مین دسوین حصہ کا نقصان آتا ہی پس اگر چاہے تو بھیڑی ہی ذبح کی ہوئی کا دسوان حصہ واپس لے لے اور اُسپر کچھ صدقہ واجب نہوگا مگر دوسرا اُسقدر گوشت کی قیمت جتنا اس سے واپس لیا گیا ہی

صدقہ کردے - اور اگر چاہے تو زندہ بھیڑی کے دسوین حصہ کی قیمت تاوان لے اور اُسپر کچھ صدقہ کرنا
واجب نہوگا - اور اگر مینڈھا بیچنے والے نے ذبح کیا ہوا مینڈھا واپس لینا پسند کیا تو اُسکے مشتری
کو اختیار ہی چاہے اُس سے اپنی بھیڑی کی قیمت تاوان لے اور اس سب کو صدقہ کردے سواے حصہ
عیب کے بشرطیکہ عیب ہو اور اگر چاہے تو مذبوحہ بھیڑی واپس لے اور استحسانا اُسکو صدقہ نہ کرے ایطرح
جسنے بھیڑی واپس دی ہی وہ اس مینڈھے کو بھی صدقہ نہ کرے جسکے لینے پر راضی ہو گیا ہی یہ تاتارخانیہ
مین ہی - ایک عورت کا ایک دار ہی کہ اُسکی قیمت نصاب کو پہونچتی ہی اسمین خود مع اپنے شوہر کے رہتی ہی
تو اُسپر قربانی و صدقہ فطر واجب ہی اور اگر اُسکا شوہر ساکن کرنے پر قادر ہی تو اُسپر قربانی و صدقہٴ فطر
واجب نہوگا خواہ شوہر غنی ہو یا فقیر ہو - شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اس باب مین اختلاف ائمہ اس
بات پر دال ہی کہ اگر عورت مذکور اُسمین نہ رہتی ہو تو بالاتفاق واجب ہونا چاہیے اور مین نے یہی فتوی
دیا ہی یہ قنیہ مین ہی - شیخ علی بن احمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ہی جسکا ایک مقر مفلس پر
قرضہ ہی پس آیا اُسکے واسطے زکوۃ حلال ہی فرمایا کہ نہین پھر دریافت کیا گیا کہ آیا اُسپر قربانی واجب ہی فرمایا کہ
نہین جب تک کہ اُسکو وصول نہوجاے یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص کا قرضہ خواہ ایسا جو فی الحال
واجب الادا ہی یا میعادی ہی کسی مرد تونگر پر آتا ہی حالانکہ سردست اُسکے پاس اتنا نہین ہی کہ جس سے قربانی
کیواسطے جانور خرید سکے تو اُسپر یہ لازم نہین ہی کہ قرض لیکر قربانی کرے اور یہ بھی لازم نہین ہی کہ جسوقت اُسکو یہ قرضہ
وصول ہو تو بقدر قیمت اضحیہ کے صدقہ کرے مگر یہ واجب ہی کہ اگر اُسکو گمان غالب ہو کہ قرضدار دیدیگا تو اُس سے
اضحیہ کے دام مانگے - ایک شخص کا مال کثیر ہی مگر غائب ہی کہ اُسکے شریک کے ہاتھ مین ہی یا مضارب کے قبضہ
مین ہی اور خود اُسکے پاس درم و دینار یا متاع مین سے اسقدر ہی کہ اُس سے اضحیہ خرید سکتا ہی تو اُسپر قربانی
کرنا واجب ہی یہ قنیہ مین ہی - مجموع النوازل مین ہی کہ چار آدمیون نے چار بکریان ہر ایک نے ایک بکری
خریدی کہ جسکا رنگ و موٹائی یکسان ہی پھر اُنھون نے اُنکو ایک جگہ بند کر دیا پھر صبح کو جو دیکھا تو ایک بکری
مر گئی تھی اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ کسکی بکری مر گئی تو یہ بکریان سب فروخت کردی جاوینگی اور ثمن سے چار
بکریان خریدی جاینگی پھر ہر ایک شخص دوسرے کو ہر ایک کی ذبح کی اجازت دے اور ہر ایک دوسرے
سے تحلیل بھی کرا لے تاکہ سب کی طرف سے قربانی جائز ہوجاوے یہ محیط مین ہی - ایک عورت نے اپنے
شوہر سے کہا کہ میرا مہر اسقدر جو تیرے اوپر ہی اسمین سے ہر سال میری طرف سے قربانی کردے پھر اسنے کردی اسمین
اختلاف ہی - قربانی کے ایام گذر جاوین و قربانی نہ کرے تو اُسکی قیمت صدقہ کریگا لیکن اگر عورت نے
یہ قیمت اپنے شوہر فقیر کو صدقہ مین دی تو نہین جائز ہی اور اگر شوہر نے اپنی عورت فقیرہ کو صدقہ دی
تو نہین جائز ہی یہ خامسۃ انھین دونون کے حق مین امام اعظمؒ کے نزدیک ہی اور اگر اپنی باندی کو صدقہ
مین دی تو نہین جائز ہی - اور اگر کسی فقیر کو قربانی کا گوشت زکوۃ کی نیت سے دیا تو ظاہر الروایت کے
موافق ادا نہوگی - اور اگر کسی شخص نے اپنے شہر یا گانون مین قربانی کا جانور نہ پایا تو اُسپر لازم ہی کہ جہان
لوگ شہر سے بکریان خریدنے جاتے ہون وہان تک جاوے کذا فی القنیہ

کتاب الکراہیۃ

واضح ہو کہ مشائخ نے مکروہ کے معنی مین گفتگو کی ہو اور امام محمد رح سے صریح یون مروی ہو کہ ہر مکروہ حرام ہو لیکن چونکہ انھون نے اسمین کوئی نص قاطع نہین پائی اسواسطے اُسپر حرام کا لفظ اطلاق نہین کیا اور امام ابو حنیفہ وامام ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ مکروہ قریب بحرام ہوتا ہو کذا فی الھدایۃ اور یہی مختار ہو یہ شرح ابو المکارم مین ہو یہ وہ مکروہ ہی جو مکروہ تحریمی ہوتا ہو۔ رہا مکروہ تنزیہی سو حلال سے زیادہ قریب ہو یہ شرح وقایہ مین ہو۔ اور اصل فاصل دونون مین یہ ہو کہ مکروہ کی اصل کو دیکھا جاوے پس اگر اصل کو استحقاق اثبات حرمت ہو مگر حرمت کسی عارض کی وجہ سے ساقط کی گئی ہو تو عارض کو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسا عارض جسمین عام بلوی ہو اور ضرورت سب کے حق مین ثابت ہو تو کراہت تنزیہی ہوگی اور اگر ضرورت اس درجہ تک پہونچی ہو تو کراہت تحریمی ہوگی پس اپنی اصل کی طرف راجع ہوگی اور درصورت اولے اسکے برعکس ہو۔ اور اگر اصل کو استحقاق اباحت ہو مگر کوئی عارض محرم پیش آیا پس اگر گمان غالب ہو کہ عارض موجود ہو تو کراہت تحریمی ہوگی اور اگر گمان غالب نہو تو کراہت تنزیہی ہوگی اول کی مثال جیسے بلی کا جھوٹا۔ اور دوم کی مثال جیسے مادہ خر کا دودھ وگوشت۔ اور سوم کی مثال جیسے بقرہ جلالہ وشکاری پرندون کا جھوٹا ہو یہ خزانۃ الفتاوی مین ہو۔ اس کتاب مین تیس باب ہین

باب اول۔ خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان مین۔ اور اس باب مین دو فصلین ہین۔

فصل اول۔ امر دینی سے خبر دینے کے بیان مین

مثلاً کسی پانی کی طہارت ونجاست کی خبر دینا یا کسی چیز کی حرمت یا اباحت کی خبر دینا اور اسکے متصلات یعنے مثلاً پانی کی طہارت ونجاست مین دو خبرین متعارض واقع ہونے کے بیان مین یا کسی چیز کی حرمت واباحت کی دو خبرین متعارض ہونے کے بیان مین دینی امور مثل حلت وحرمت وطہارت ونجاست مین خبر واحد مقبول ہوتی ہو بشرطیکہ یہ شخص واحد مسلمان عادل ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ کسی پاک کو تہمت لگانے مین محدود ہوا ہو یا ایسا نہو اور شہادت کا لفظ وعدد شرط نہین ہو یہ وجیز کردری مین ہو اور یہی محیط سرخسی وہدایہ مین ہو دینی باتون مین کافر کا قول قبول نہین ہوتا ہو لیکن معاملات مین کافر کا قول قبول ہوتا ہو سو معاملات مین قبول ہونا اگر اس بات کو متضمن نہو کہ دینی بات مین قبول ہووے تو بضرورت دینی بات مین بھی قبول ہوگا یہ تبیین مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنے مجوسی اجیر یا خادم کو بازار بھیجا اور اُسنے گوشت خریدا اور کہا کہ مین نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہو تو اس شخص کو اُسکے کھانے کی گنجایش ہو اور اگر اسکے سوائے کسی سے خریدنا بیان کرے تو کھانے کی گنجائش نہوگی اور اسکے معنی یہ ہین کہ اگر سوائے اہل کتاب یا مسلمان کے کسی کے ہاتھ کا ذبیحہ ہو تو نہین کھا سکتا ہو اسواسطے کہ جب حلت مین اسکا قول قبول ہوا تو حرمت مین بدرجۂ اولی قبول ہوگا یہ ہدایہ مین ہو۔ اور مستور کا قول دیانات مین موافق ظاہر الروایات کے قبول نہوگا

اور یہی صحیح ہو یہ کافی مین ہو۔ سلطان کے منادی کی خبر مقبول ہو خواہ عادل ہو یا فاسق ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو
امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر مسافر کو نماز کا وقت آگیا مگر اُسنے پانی نہ پایا سواے ایک برتن کے کہ اسمین پانی
تھا اور ایک شخص نے جو اُسکے نزدیک مسلمان پسندیدہ ہو یعنے عادل نے اُسکو یہ خبر دی کہ یہ نجس ہو تو مسافر
مذکور اُس سے وضو نہ کرے۔ اسی طرح اگر اس مخبر نے کسی ثقہ سے یہ بات سنتا بیان کیا ہو تو بھی یہی حکم ہو
اور اسی طرح اگر مخبر مذکور غلام یا باندی یا آزاد عورت ہو تو بھی یہی حکم ہو۔ یہ سب اُسوقت ہو کہ خبر دینے والا عادل ہو
اور اگر مخبر فاسق یا مستور ہو تو خبر مین نظر کرے پس اگر اُسکی غالب راے یہ ہو کہ یہ سچا ہو تو تیمم کرے اس سے وضو نکرے
اور اگر پہلے اس پانی کو بہادے پھر تیمم کرے تو اسمین زیادہ احتیاط ہو۔ اور اگر اُسکی راے غالب مین یہ شخص
جھوٹا ہو تو اُس سے وضو کرلے اور اسکے قول پر التفات نہ کرے اور یہ اسکے حق مین کافی ہوگا اور اُسپر تیمم کرنا
ضرور نہین ہو اور یہ جواب حکمی ہو مگر احتیاطی یون ہو کہ اسکے حق مین افضل یہ ہو کہ وضو کے بعد تیمم کرے یہ محیط
مین ہو۔ اور اگر پانی کے نجس ہونے کی خبر دینے والا کوئی شخص ذمی ہو تو اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر اسکے دل
مین ایسی صورت مین یہ آیا کہ اس خبر مین یہ ذمی سچا ہو تو کتاب مین فرمایا کہ میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہو کہ پہلے
پانی کو بہا کر پھر تیمم کرے اور اگر اُس سے وضو کرکے اُسنے نماز پڑھ لی تو نماز ادا ہو جائیگی۔ اور اگر پانی کے نجس
ہونے کی خبر دینے والا کوئی نابالغ یا معتوہ ہو مگر دونون ایسے ہین جو کہتے ہین اُسکو سمجھتے ہین تو اصح یہ ہو کہ ان
دونون کی خبر اس باب مین مثل خبر ذمی کے ہو کیونکہ ان دونون کو ولایت الزامی (یعنی لازم کر دینے ۱۲ منہ) حاصل نہین ہو یہ فتاوی
قاضی خان مین ہو۔ ایک شخص نے گوشت خریدا پھر جب اُسپر قبضہ کرلیا تو اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی
کہ اسمین سور کا گوشت مخلوط ہوگیا تو مشتری کو اُسمین سے کھانا روا نہین ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک مسلمان
نے گوشت خرید کر قبضہ کرلیا پھر اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے خبر دی کہ یہ مجوسی کا ذبیحہ ہو تو مشتری کو اُسمین سے کھانا
نہین چاہیے اور نہ دوسرے کو کھلانا چاہیے کیونکہ مخبر نے اُسکو حرمۃ العین و بطلان الملک کی خبر دی اور حرمۃ العین
حق اللہ تعالی ہو پس ایک شخص کی خبر سے ثابت ہو جائیگا کہ یہ حرام ہو (یعنی یہ شی مردار ہو حرام ہو اور مشتری کی ملک بھی باطل ہو ۱۲ منہ) اور ملک باطل ہونا ایک شخص کی خبر سے
ثابت نہین ہوتا ہو اور حرمت ثابت ہونے کے واسطے بطلان ملک (مثلاً جب یہ گوشت مردار تھا تو مشتری کی ملک باطل ہوئی ۱۲) ضرور نہین ہو اور جب اس مقام پر
حرمت باوجود اسکے کہ عین شی مشتری کی ملک مین باقی رہی ثابت ہوئی تو اپنے بائع کو واپس نہین کر سکتا ہو
اور نہ یہ اختیار ہو کہ بائع کو ثمن دینا روک لے کہ بیع باطل نہین ہوئی۔ اور اگر مشتری نے ہنوز گوشت خریدا نہو
ولیکن جسکے ہاتھ مین گوشت تھا اُسکو اُسنے تناول کرنے کی اجازت دی پس اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر
دی کہ یہ ذبیحہ مجوسی ہو تو اُسکو کھانا حلال نہین ہو۔ اور اگر اُسنے تناول کی اجازت دی پھر اُسکے ہاتھ یہ گوشت
فروخت کردیا یا خریدنے والا کسی اور سبب سے بوجہ میراث یا ہبہ کے مالک ہوا پھر اُسکو ایک مسلمان ثقہ
نے یہ خبر دی کہ یہ حرام العین ہو تو اُسکا کھانا حلال نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ ایک شخص نے
طعام یا باندی خریدی یا بوجہ میراث یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت کے اسکا مالک ہوا پھر ایک مسلمان ثقہ نے
اگر گواہی دی کہ یہ چیز زید مخزومی کی ہو کہ جس سے بائع یا واہب یا میت نے غصب کرلی تھی تو میرے نزدیک
پسندیدہ ہو کہ اس طعام کے کھانے و پینے و باندی کی وطی سے پرہیز کرے اور اگر پرہیز نہ کیا تو اسمین گنجائش ہو

اسی طرح اگر طعام و شراب کسی شخص کے قبضہ مین ہو اُسنے ایک شخص کو بہین سے تناول کرنے کی اجازت دی پس
ایک ثقہ مسلمان نے اُس سے کہا کہ یہ چیز اسکے پاس فلان شخص سے مغصوبہ ہو اور جسکے قبضہ مین ہو وہ
اس بات سے انکار کرتا ہو اور کہتا ہو کہ یہ میری ہو حالانکہ یہ شخص متہم ہو ثقہ نہین ہو تو میرے نزدیک پسندیدہ
یہ ہو کہ اسکے کھانے سے پرہیز کرے اور اگر اُسکو کھا لیا یا پی لیا یا اُس سے وضو کر لیا تو گنجائش ہو۔
اور اگر اسکے سواے پانی نہ پایا حالانکہ وہ سفر مین ہو تو وضو کرے تیمم نہ کرے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہو۔ اور
امام محمد رح نے کتاب الاصل مین یہ صورت ذکر نہ فرمائی کہ جسکے ہاتھ مین کھانا یا پانی ہو کہ جسنے دوسرے کو تناول
کرنے کی اجازت دی ہو اگر وہ ثقہ عادل ہو اور یہ بھی خبر دی ہو کہ مین نے اسکو کسی سے غصب نہین کیا ہو
تو کیا حکم ہو اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہو پس شیخ فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ پرہیز نہ کریگا کیونکہ
دونون خبرین ساقط ہو گئین بوجہ باہمی تعارض کے پس اباحت اصلی معتبر ہوگی بخلاف اسکے جبکہ
قابض فاسق ہو تو ایسا نہین ہو۔ اور انکے سواے دوسرے مشائخ نے فرمایا کہ پرہیز کرے اور یہی صحیح ہو۔
اور علی ہذا اگر ایک شخص نے گوشت خریدنا چاہا اور اُس سے ایک ثقہ مسلمان نے کہا کہ اسکو نہ خرید کہ یہ
ذبیحہ مجوسی کا ہو اور قصاب نے کہا کہ تو خرید لے یہ مسلمان کے ہاتھ کا ذبیحہ ہو اور قصاب ایک ثقہ آدمی ہو
تو بنا بر قول شیخ ابو جعفر رح کے قصاب کے قول سے کراہت جاتی رہیگی اور انکے سواے دوسرے مشائخ کے
قول پر کراہت نہ جائیگی یہ محیط مین ہو۔ کسی مقام پر چند مسلمان کھانا کھاتے اور پانی پیتے تھے وہان ایک مسلمان
گیا اُن لوگون نے اُسکو کھانے پینے کے واسطے بُلایا پس اس سے ایک مسلمان ثقہ نے جسکو یہ پہچانتا تھا
یون کہا کہ یہ گوشت مجوسی کے ہاتھ کا ذبیحہ ہو اور اس پانی مین شراب مل گئی ہو اور جن لوگون نے اُسکو
کھانے کے واسطے بُلایا تھا اُنھون نے کہا جیسا یہ کہتا ہو یہ بات نہین ہو بلکہ یہ حلال ہو تو ان لوگون کی
حالت دیکھے پس اگر یہ لوگ عدول و ثقات ہون تو اِس ایک شخص کے قول پر [illegible] نہ کرے۔ اور
اگر یہ لوگ متہم ہون تو شخص واحد کے قول کو اختیار کرے اور اُسکو یہ روا نہوگا کہ اس کھانے پانی کے
قریب جاوے [illegible] اور فرمایا کہ اسمین کچھ فرق نہین ہو کہ یہ مخبر جسنے حرمت کی خبر دی ہو مسلمان آزاد ہو یا مملوک ہو
خواہ مذکر ہو یا مونث ہو۔ اور اگر قوم مین دو آدمی ثقہ ہون تو اُنکا قول اختیار کریگا۔ اور اگر ایک ثقہ ہوگا
تو اسمین اپنی راے غالب پر عمل کریگا۔ اور اگر کسی طرف اُسکی راے غالب نہو بلکہ دونون باتین یکسان
ہون تو اسکے کھانے پینے مین کچھ ڈر نہین ہو۔ اسی طرح اُس سے وضو کرنے مین بھی کچھ ڈر نہین ہو کہ جب کسی طرف
اُسکی راے غالب نہوئی تو اصلی طہارت کو لے سکتا ہو۔ اور اگر حلت کی خبر دینے والے دو ثقہ مملوک ہون
اور حرام کہنے والا ایک آزاد ثقہ ہو تو کھا لینے مین کچھ ڈر نہین ہو اور اگر وہ شخص جسکے قول مین وہ حرام ہو
دو ثقہ مملوک ہون اور جو حلال کہتا ہو وہ ایک ثقہ آزاد ہو تو اُسکو نہ کھانا چاہیے اسی طرح اگر حلت و حرمت
مین سے ایک بات کی ایک ثقہ غلام نے خبر دی اور دوسری بات کی ثقہ آزاد نے خبر دی تو اپنی غالب
راے پر عمل کرے۔ اور اگر دونون باتون مین سے ایک بات کی دو ثقہ غلامون نے اور دوسری
بات کی دو آزاد ثقہ نے خبر دی تو دونون آزاد کے قول کو اختیار کرے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ایک طرف

[illegible]

دو آزاد عادل ہون اور دوسری جانب تین غلام ہون تو غلامون کا قول لیا جائیگا۔ اور اگر ایک جانب دو آزاد عادل ہون اور دوسری جانب چار غلام ثقہ ہون تو چارون غلامون کی خبر کو ترجیح دیجائیگی اور حاصل یہ ہی کہ اگر غلام و آزاد دونون ثقاہت مین تم یکسان ہون تو امر دینی کے خبر دینے مین دونون یکسان ہین پس ترجیح پہلے تو باعتبار عدد کے رکھی جائیگی پس اگر عدد مین برابر ہون تو احکام مین فی الجملہ حجت ہونے کے ساتھ ترجیح دیجائیگی اور اگر اسمین بھی یکسان ہون تو ترجیح بوجہ تحری یعنے غالب راے سے رکھی جائیگی (یعنے پس آزاد کی خبر بہ نسبت غلام کے ترجیح دیجائیگی)۔ اسی طرح اگر دونون مین سے کسی امر کی خبر ایک مرد و دو عورتون نے دی اور دوسرے کی خبر دو مردون نے دی تو ایک مرد و دو عورتون کا قول لیا جائیگا کیونکہ اسمین تعداد کی زیادتی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ایک مسلمان نے ایک مشتری کے سامنے گواہی دی کہ یہ باندی جو اس بائع کے پاس ہی فلان شخص کی باندی ہی اُس سے بائع نے غصب کر لی ہی حالانکہ باندی مذکورہ بائع کی مملوکہ ہونے کا اقرار کرتی ہی اور جس شخص کے پاس ہی وہ غصب سے انکار کرتا ہی مگر وہ غیر مامون ہی تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہی کہ اُسکو نہ خریدے اور اگر اُسکو خرید اور اُس سے وطی کی تو اُسکو اسکی گنجائش ہی۔ اور اگر مشتری کو یہ خبر دی کہ یہ باندی اصلی حرہ ہی یا اسی قابض کی باندی تھی مگر اُسنے آزاد کر دیا ہی اور مخبر مسلمان ثقہ ہی تو یہ صورت اور صورت اولی دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہی۔

دوسری فصل معاملات مین خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان مین۔ معاملات مین ایک شخص کا قول مقبول ہوتا ہی خواہ عادل ہو یا فاسق ہو آزاد ہو یا غلام ہو مذکر ہو یا مؤنث ہو مسلمان ہو یا کافر ہو تاکہ حرج و ضرورت دفع ہو اور منجملہ معاملات کے وکالات و مضاربات اور ہدیہ کے رسالات و اذون فی التجارات ہی یہ کافی مین ہی اور جب معاملات مین خبر واحد صحیح ہوئی خواہ عادل ہو یا غیر عادل ہو تو اسمین یہ ضرور ہی کہ اُسکی غالب راے مین یہ ہو کہ یہ شخص اپنی خبر مین سچا ہی پس اگر اُسکی راے مین یہ امر غالب ہو تو اُسکی خبر پر عمل کرے ورنہ عمل نہ کرے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر ایک باندی کسی شخص کی ہو اور اُسکو دوسرے شخص نے لیا اور چاہا کہ اُسکو فروخت کرے تو جو شخص اُسکو پہلے شخص کی مملوکہ پہچانتا ہو اُسکے واسطے اس باندی کا خریدنا مکروہ ہی جب تک یہ معلوم نہ کرے کہ اسنے پہلے مالک کی طرف سے کسی سبب سے باندی کی ملک حاصل کی ہی خواہ کوئی سبب ہو یا مالک نے اسکو اس باندی کے فروخت کرنے کا حکم دیا ہی۔ اور اگر اُسنے خرید لی تو جائز ہوگی مگر مکروہ ہی۔ اور اگر اُسکو معلوم ہی کہ مالک سے اسنے کسی سبب سے اپنی ملک مین لی ہی یا مالک نے اسکو باندی فروخت کرنے کی اجازت دی ہی تو اُس سے خرید لینے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہ خرید بدون کراہت کے جائز ہوگی۔ اور اگر اُس شخص نے کہ بالفعل جسکے قبضہ مین ہی یہ کہا کہ مین نے مالک سے اسکو خریدا ہی یا اُسنے مجھے ہبہ کی ہی یا مجھے صدقہ دی ہی یا مجھے اسکے فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا ہی تو اس شخص کو اُس قابض سے خرید لینا حلال ہی بشرطیکہ بائع خبر دینے والا مسلمان عادل ہو۔ اور واضح ہو کہ امام محمد رح نے اس مسئلہ مین یون شرط لگائی کہ جو شخص بالفعل قابض ہی وہ عادل مسلمان ہو حالانکہ عادل ہونا تو شرط ہی مگر اسلام شرط نہین ہی اور حاکم شہید رح نے اپنی مختصر مین فقط عدالت کا ذکر کیا اور اسلام کا ذکر نہین کیا اور جو حاکم شہید رحمہ اللہ نے ذکر کیا اس سے ظاہر ہوا کہ جو امام محمد رح نے اسلام کا لفظ ذکر کیا ہی یہ اتفاقی ہی شرط نہین ہی۔ اور اگر باندی کا قابض ایک مرد فاسق ہو تو فقط اُسکی خبر پر اسکے ساتھ معاملہ

بعض النسخ بمعتبر ثقہ کہو لکھا استعمال کرنا ہین ۱۲ منہ

مباح ہونا ثابت نہوگا بلکہ اسکے ساتھ اپنے دل سے تحری کریگا پس اگر اُسکے دل مین یہ غالب ہوا کہ یہ سچا ہی تو اُس سے خرید لینا حلال ہی اور اگر اُسکے دل مین یہ آیا کہ یہ اپنے قول مین کاذب ہی تو اُس سے خریدنا حلال نہین ہی۔ اور اگر اس باب مین اُسکی راے کسی طرف نہو تو جو چیز جس حال پر تھی اُس حال پر رہیگی جیسا دیانات مین حکم ہی۔ اسی طرح اگر یہ شخص مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ باندی اُس قابض کے سواے دوسرے شخص کی ہی حتے کہ اُسکو قابض نے یہ خبر دی کہ یہ باندی فلان شخص کی ملک ہی اور فلان شخص نے مجھے اُسکے فروخت کے واسطے وکیل کیا ہی تو مشتری کو اُس سے خرید لینا حلال نہین ہی تاوقتیکہ اُسکو یہ معلوم نہو کہ فلان شخص یعنے مالک نے اسکی ملک مین دی ہی یا اسکو باندی فروخت کرنے کی اجازت دی ہی۔ اور اگر مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ باندی کسی غیر کی ملک ہی اور نہ قابض نے اس بات کی اُسکو خبر دی تو کچھ ڈر نہین ہی کہ مشتری اُس سے خریدے اگرچہ بائع کوئی فاسق ہو لیکن درصورتیکہ ایسی چیز ہو کہ ایسا شخص غالباً ایسی چیز کا مالک نہین ہوتا ہی مثلاً نفیس موتی ایک ایسے فقیر کے قبضہ مین ہو جسکے پاس ایک دن کا روزینہ نہین ہی۔ یا مثلاً کسی جاہل کے پاس ایسی کتاب ہو جسکے باپ دادا مین کوئی اس لیاقت کا نہین گذرا ہی تو ایسی صورت مین مستحب ہی کہ پرہیز کرے اور نہ اُس سے خریدے اور نہ بطور ہدیہ و صدقہ کے قبول کرے اور اگر ایسی چیز کو کوئی آزاد عورت لائی تو اُسکا حکم مثل مرد کے ہی۔ اور اگر کوئی باندی یا غلام لایا تو جب تک باندی یا غلام سے اسکا حال استفسار نہ کرے تب تک اُسکو باندی یا غلام سے خریدنا نہین چاہیے اور بطور ہبہ و صدقہ کے بھی لینا نہین چاہیے۔ پس اگر غلام سے یہ حال دریافت کیا اور غلام نے خبر دی کہ میرے مولی نے مجھے اسکے فروخت کرنے کی اجازت دی ہی یا اسکے ہبہ کرنے یا صدقہ کرنے کی اجازت دی ہی پس اگر یہ غلام ثقہ ہو تو اُس سے یہ چیز خرید لینے مین کچھ ڈر نہین ہی۔ اور اگر فاسق ہو تو اپنے دل مین تحری کرے پس اگر تحری مین اُسکی راے کسی طرف جمی تو خیر اور نہ جمی تو جو چیز جس حال پر تھی ویسی رہیگی جیسا کہ آزاد کی صورت مین حکم ہی۔ اور اگر اُسکے پاس کوئی لڑکا صغیر یا لڑکی صغیرہ لائی خواہ آزاد تھی یا مملوک تھی تو بدون اس کے دریافت کرنے کے خریدنے کی گنجائش نہین ہی پس اگر صغیر نے کہا کہ مجھے تجارت کی اجازت ہی تو یہ شخص جو خریدنے کا قصد رکھتا ہی تحری کرے اگرچہ یہ لڑکا عادل ہو پس اگر اُسکی تحری مین کچھ نہ آیا تو جو جس حال پر تھی ویسی باقی رہیگی جیسے تحری سے پہلے تھی اسی طرح اگر صغیر کوئی چیز لایا اور کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ دینی چاہی تو اس شخص کو چاہیے ہی کہ جب تک اُس سے دریافت نہ کرلے تب تک اُسکا ہدیہ و صدقہ قبول نہ کرے پس اگر صغیر مذکور نے بیان کیا کہ مجھے صدقہ یا ہبہ کرنے کی اجازت ہی تو قابض اسمین تحری کرے اور جس طرف اُسکی تحری ہو اُسی پر حکم کی بنیاد رکھے۔ اور اگر اُسکے دل مین کسی طرف گمان غالب نہوا تو جیسا کہ تحری سے پہلے تھا ویسا ہی رہیگا۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اس شخص نے تحری کی اور تحری مین آیا کہ یہ صغیر اپنے قول مین صادق ہی تو بھی صغیر کے قول کی جبھی تصدیق کی جائیگی کہ جب اُسنے یہ کہا کہ یہ مال میرے باپ کا یا فلان اجنبی کا یا میرے مولی کا ہی اُسنے مجھے اسکے ساتھ تیرے پاس تجھے صدقہ یا ہبہ دیکر بھیجا ہی۔ اور اگر صغیر نے کہا کہ یہ ہمارا مال ہی ہمارے باپ نے ہمین اجازت دے دی ہی کہ ہم تجھے اسکو صدقہ میں یا ہبہ دین تو اُسکو نہ چاہیے کہ اسکو قبول کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی فقیر کے پاس کوئی باندی یا غلام

اپنے مولی کی طرف سے صدقہ لیکر آیا تو فقیر کو چاہیے کہ تحری کرے یہ محیط مین ہے - اگر کسی شخص کے غلام یا اسکے
صغیر بیٹے نے ایک شخص کو گھر مین آنے کی اجازت دی تو قیاس یہ ہے کہ تحری کرے لیکن لوگون مین یہ عادت
جاری ہو گئی ہے کہ اس سے انکار نہین کرتے ہین اسوجہ سے جائز ہے (یعنے بدون تحری کے) یہ سراج الوہاج مین ہے - اگر عاقل لڑکا
کسی بقال وغیرہ دوکاندار کے پاس آیا تاکہ اُس سے کوئی چیز خریدے اور اسکو خبر دی کہ میری مان نے مجھے
اسکے خریدنے کا حکم دیا ہے تو شیخ امام حلوائی نے فرمایا کہ اگر صابون وغیرہ کے مثل کوئی چیز طلب کی تو اُسکے ہاتھ
بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اگر کشمش و باقلا و قبیطا (یعنے حلوا) وغیرہ کی قسم سے جسکی کھانے کی اکثر لڑکون کو عادت ہوتی ہے
طلب کیا تو بقال کو چاہیے کہ اُسکے ہاتھ نہ فروخت کرے یہ سراجیہ مین ہے - ایک باندی ایک شخص کے پاس
آئی اور کہا کہ میرے مولی نے مجھے تیرے پاس یہ ہدیہ دیکر بھیجا ہے تو اس شخص کو گنجائش ہے کہ اُس سے لے لے
اسواسطے کہ خبر واحد معاملات مین مقبول ہوتی ہے خواہ کیسا ہی ہو یعنے عادل ہو یا فاسق ہو لیکن عاقل ہونا ضرور ہے
اور اسپر اجماع ہے یہ جامع صغیر و سراج وہاج و عینی شرح ہدایہ مین ہے - ایک شخص نے دوسرے شخص کو دیکھا
کہ وہ ایک باندی کا دعوی کرتا ہے کہ یہ باندی میری ہے اور باندی اُسکے قول کی تصدیق کرتی ہے کہ مین اسی شخص کی
ہون پھر اس شخص نے وہی باندی کسی دوسرے شخص کے پاس دیکھی اور یہ شخص یہ کہتا تھا کہ یہ باندی فلان
شخص کی ہے اور فلان شخص دعوی کرتا تھا کہ یہ میری ہے اور یہ باندی بھی اُسکے قول کی تصدیق کرتی تھی کہ ہان
مین اسی کی ہون حالانکہ یہ سب اسوجہ سے تھا کہ مین نے ایک بھید پوشیدہ کی وجہ سے فلان شخص کو ایسا
حکم کر دیا تھا اور باندی مذکور نے اس قائل کے قول کی بھی تصدیق کی اور یہ شخص مدعی مسلمان ثقہ ہے تو سامع
کو روا ہے کہ باندی کو اُس سے خرید لے اور اگر سامع کی غالب رائے مین آوے کہ یہ شخص جھوٹا ہے تو سامع کو
اُس سے خریدنا نچاہیے اور اُسکا ہبہ و صدقہ بھی قبول کرنا نچاہیے اور اگر قابض حال نے ایسا نہ کہا بلکہ یہ دعوی
کیا کہ فلان شخص نے مجھسے براہ ظلم غصب کر لی تھی (یعنے باندی کو) پھر مین نے اُس سے چھین لی تو سامع کو نہین چاہیے - کہ
اُس سے خریدے اور نہ اُس سے بطور ہبہ یا صدقہ کے قبول کرے خواہ یہ شخص مدعی غصب مرد ثقہ ہو یا غیر ثقہ
بخلاف اسکے اگر اُسنے غصب کرنے کا دعوی نہ کیا فقط تلجیہ کا اقرار کیا ہو تو ایسا نہین ہے کیونکہ غصب ایک امر مستنکر ہے
پس اسمین اُسکا قول قبول نہو گا اور تلجیہ کی صورت مین اُسنے امر مستنکر کی خبر نہین دی پس اُسکا قول قبول
ہوگا - اور اگر قابض حال نے کہا کہ فلان شخص نے میرے اوپر ظلم کیا اور میری باندی غصب کر لی پھر اُسنے
اس ظلم سے توبہ کی اور اقرار کیا کہ یہ باندی تیری ہے اور مجھے واپس دی پس اگر قابض حال ثقہ ہو تو کچھ ڈر نہین ہے
کہ اُسکا قول قبول کر کے باندی اس سے خرید لے - اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ فلان شخص نے مجھسے غصب کر لی تھی
پس مین نے قاضی کے پاس نالش کی اور قاضی نے میرے نام بوجہ ایسی گواہی کے جنکو مین نے اپنے دعوی پر
پیش کیا تھا یا غاصب مذکور کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے ڈگری کر دی ہے تو سامع کو جائز ہے کہ اگر یہ شخص
ثقہ ہو تو اُسکا قول قبول کرے اور اگر ان سب صورتون مین سامع کی غالب رائے مین یہ قائل یعنی
قابض حال جھوٹا ہو تو سب صورتون مین اُس سے خریدنا نچاہیے اور نہ اُسکا قول قبول کرے - اور
اگر کہا کہ میرے نام قاضی نے باندی کی ڈگری کر دی اور باندی اُس سے لیکر مجھے دیدی یا کہا کہ قاضی نے

میرے نام باندی کی ڈگری کردی پھر مین نے غاصب کے گھر سے باجازت یا بلا اجازت لے لی پس اگر ثقہ ہو تو سامع کو اُسکا قول قبول کرنا جائز ہی - اور اگر کہا کہ قاضی نے میرے نام ڈگری کی مگر غاصب مذکور نے اس حکم قضاء سے انکار کیا پس مین نے اُس سے لے لی تو سامع کو اُسکا قول قبول کرنا نہ چاہیے اگرچہ ثقہ ہو چنانچہ اگر کہا کہ مین نے فلان شخص سے یہ باندی خریدی ہی اور اُسکو ثمن دے دیا تھا پھر اُسنے بیع سے انکار کیا پس مین نے اُس سے لے لی تو ایسی صورت مین اُسکا قول قبول کرنا نہین چاہیے ہی - اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے یہ باندی فلان شخص سے خریدی ہی اور اُسکو ثمن نقد دے دیا اور اُسکی اجازت سے اسپر قبضہ کر لیا ہی اور یہ قائل سننے والے کے نزدیک مامون ثقہ ہی اور سامع سے دوسرے شخص نے کہا کہ وہ فلان شخص اس بیع سے انکار کرتا ہی اور کہتا ہی کہ مین نے اس مشتری کے ہاتھ کچھ نہین بیچا ہی اور دوسرا قائل بھی سامع کے نزدیک ثقہ ہی تو سامع کو اُسکا قول قبول نہ کرنا چاہیے اور اُس سے باندی نہ خریدنی چاہیے - اور اگر دوسرا مخبر غیر ثقہ ہو لیکن سامع کی رائے غالب مین یہ دوسرا مخبر سچا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اُسکی رائے غالب مین دوسرا مخبر جھوٹا ہو تو قابض سے خریدنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر دونون غیر ثقہ ہون اور سامع کی رائے غالب مین دوسرا مخبر سچا ہو تو سامع کو قابض سے خریدنا نچاہیے اور نہ اُسکا قول قبول کرنا چاہیے یعنے یہ صورت بمنزلہ اُس صورت کے ہی کہ دوسرا مخبر ثقہ ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - زید نے عمرو کو دیکھا کہ ایسی باندی فروخت کرتا ہی جسکو وہ خالد کی باندی بیچاتا ہی پس زید کے سامنے دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ باندی کے مولے نے عمرو کو اُسکے فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا ہی پس زید نے خرید کر عمرو کو اُسکا ثمن دے دیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر باندی کا مولی آیا اور اُسنے وکالت و حکم دینے سے انکار کیا تو مشتری کو گنجایش کہ اُسکو نہ دے یہان تک کہ وہ قاضی کے سامنے نالش کرے اور جب قاضی نے مالک کے نام باندی مذکور کی ڈگری کی تو مشتری یعنے زید کو اُسکے روکنے کا اختیار نہوگا لیکن اگر قاضی کے سامنے وکالت کے گواہ اعادہ کرے اور قاضی بطور شرعی اس وکالت کے ثبوت کا حکم دے دے تو زید کو اختیار ہوگا کہ اپنے ثمن کے واسطے روک لے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک شخص زید نے کہا کہ مجھے عمرو نے اپنی باندی جو اُسکی حویلی مین ہی فروخت کرنے اور مشتری کو دیدینے کا حکم دیا ہی تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی کہ مشتری مثلاً خالد اس باندی کو زید سے خریدلے اور عمرو کی حویلی مین سے اُسکو لیکر خواہ زید کی اجازت سے یا بلا اجازت لیکر اُسپر قبضہ کرے جبکہ باندی کا ثمن اُسکو ادا کرچکا بشرطیکہ زید ثقہ ہووے یا غیر ثقہ ہو لیکن خالد کی رائے غالب مین وہ سچا ہووے - اور اگر خالد کی رائے غالب مین بائع جھوٹا ہو خواہ خریدنے کے پہلے اُسکے دل مین اُسکے جھوٹے ہونے کا گمان غالب ہوا ہو یا خریدنے کے بعد ایسا گمان غالب ہوا ہو مگر ہنوز قبضہ نہین ہوا ہی تو خالد کو اُس سے تعرض کرنا روا نہین ہی جب تک کہ عمرو یعنے باندی کے مولی سے اُسکے حکم دینے کو دریافت نہ کرے اسی طرح اگر خالد نے باندی پر قبضہ کرکے اُس سے وطی کر لی ہی پھر اُسکے دل مین ایسا گمان غالب ہوا کہ بائع کاذب ہی تو خالد اُسکی وطی سے الگ رہے یہان تک کہ اُسکی خبر کے راست و دروغ ہونے کو پہچانے اور یہی لوگون کا دستور ہی تا وقتیکہ ایسے شخص کی طرف سے جو باندی کا مالک تھا یعنے عمرو کی طرف سے وکالت کا انکار ظاہر نہوا اور جب ایسا انکار ظاہر ہو تو اُسوقت سے باندی کی وطی کرنے سے دور رہے اُسکے قریب نجاوے

اور باندی اُسکو واپس کردے اور بائع سے اپنا ثمن وصول کرے اور مشتری کو چاہیے کہ باندی کے مولی کو
باندی کا عقر بھی دے یہ مبسوط مین ہے- اور اگر زید نے کہا کہ مین عمرو کا وکیل ہون اور مین نے عمرو کی بیٹی
گواہون کے سامنے تیرے نکاح مین دی ہے حالانکہ وہ لڑکی صغیرہ یا مجنونہ ہے توجس سے خطاب کرتا ہے اُسکو اس
لڑکی سے وطی کرنا جائز ہے اور اگر باپ مر گیا ہو اور وہ لڑکی اپنے بھائی کے پرورش مین ہو توجب تک اُسکا بھائی ایسا
اقرار نہ کرے تب تک اُس سے وطی کرنا نہین جائز ہے یہ فتاوے عتابیہ مین ہے- اگر زید نے ایک عورت سے نکاح کیا
اور اُسکے ساتھ دخول نہ کیا تھا کہ کہین غائب ہو گیا پھر اُسکو کسی مخبر نے خبر دی کہ وہ عورت مرتد ہو گئی ہے پس اگر مخبر
اُسکے نزدیک ثقہ ہو خواہ وہ آزاد ہو یا مملوک ہو یا محدود القذف ہو تو زید اُسکی تصدیق کر سکتا ہے- اور اُس
عورت کے سواے اور چار عورتون سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر مخبر ثقہ نہو مگر زید کی راے غالب مین وہ سچا
معلوم ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسکی راے غالب مین وہ کاذب ہو تو تین سے زیادہ عورتون سے نکاح نہین کر سکتا ہے
اور اگر کسی مخبر نے عورت مذکورہ کو ایسی خبر دی کہ اُسکا شوہر مرتد ہو گیا تو اصل کے استحسان مین ہے کہ عورت مذکورہ
اس شوہر کے سواے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور فرمایا کہ مرد و عورت دونون یکسان ہین- اور سیر مین
مذکور ہے کہ جب تک اُسکے پاس دو مرد یا ایک مرد و دو عورتین گواہی نہ دین تب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہین
کر سکتی ہے- اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ نے ذکر فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ عورت مذکورہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اسواسطے کہ
اس خبر سے مقصود یہ ہے کہ جورو خصم مین جدائی ہو گئی اور جدائی ہو جانا دونون کے مرتد ہونے سے یکسان ہوتا ہے خواہ عورت
مرتد ہو جاوے یا خاوند مرتد ہو جاوے- اسیطرح اگر عورت صغیرہ ہو اور شوہر کو کسی نے خبر دی کہ اُسنے تیری مان یا بہن کا دودھ
پی لیا تو یہ خبر صحیح ہے- اور اگر شوہر کو کسی شخص نے خبر دی کہ جسدن تونے اپنی عورت سے نکاح کیا ہے اُس
زمانہ مین وہ عورت مرتد تھی یعنی تونے اُس سے ایام ارتداد مین نکاح کیا ہے یا یہ خبر دی کہ وہ تیری رضاعی
بہن ہے اور مخبر ثقہ آدمی ہے تو اس شخص کو یہ نہ چاہیے کہ اُسکے سواے چار عورتون کو نکاح مین لاوے
جب تک کہ دو عادل گواہ اُسکے سامنے ایسی گواہی نہ دین کیونکہ اُسنے ایسے عقد کے فاسد ہونے کی خبر دی
جسپر ظاہر صحت کا حکم تھا پس ایک شخص کے خبر دینے سے باطل نہوگا بخلاف اول صورت کے کہ اُسمین
عقد ایسا نہین ہے- پس اگر اُسکے سامنے دو عادل گواہون نے ایسی گواہی دی تو مرد مذکور کو روا ہے کہ اس
جورو کے سوا اُسکے چار عورتون سے نکاح کر لے- اور اگر عورت کے پاس ایک شخص نے آکر اُسکو خبر دی
کہ تیرا اصل نکاح فاسد واقع ہوا یا تیرا شوہر تیرا رضاعی بھائی ہے یا وقت نکاح کے مرتد تھا تو عورت مذکور کو
یہ گنجائش نہین ہے کہ اسکی خبر پر دوسرے شوہر سے نکاح کر لے اگرچہ مخبر ثقہ ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہے
اگر کسی شخص کی جورو مشتہات ہو اور اُسکو کسی نے خبر دی کہ تیری جورو کا تیرے باپ نے یا تیرے بیٹے
نے شہوت سے بوسہ لے لیا اور اُسکے دل مین آیا کہ یہ سچا ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ عورت مذکور کی بہن سے
نکاح کرے یا اس عورت کے سواے چار عورتون سے عقد کرے بخلاف اسکے اگر اس شخص کو نکاح سے
سابق رشتہ رضاعت یا مصاہرت کی خبر دی تو ایسا نہین ہے اسواسطے کہ اس صورت مین شوہر خود اُسکا مانع
ہے اور باپ یا بیٹے کا چھونا عارض ہو جانے مین مانع نہین ہے اسوجہ سے کہ شوہر کو اسکا علم نہین ہے

پس جب اُسکے دل مین یہی غالب گمان ہوا کہ سچا ہی تو ایسی خبر کا قبول کرنا واجب ہوا یہ وجیز کردری مین ہی - ایک عورت کا شوہر غائب ہوگیا پھر اُس عورت کے پاس ایک مسلمان غیر ثقہ ایک خط لایا جو اُسکے شوہر کی طرف سے اُسی عورت کے نام تھا جسمین اُسنے اس عورت کو طلاق دی تھی اور اُس عورت کو یہ یقین نہین ہی کہ یہ خط اُسی کا ہی یا نہین ہی مگر ہان غالب گمان اُسکا یہی ہی کہ یہ خط اُسی کا ہی تو کچھ ڈر نہین ہی کہ عورت مذکور عدت مین بیٹھ کر عدت پوری کرنے کے بعد اپنا نکاح کرے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک عورت کا شوہر غائب ہوگیا پھر ایک مسلمان عادل نے آکر اُس عورت کو خبر دی کہ تیرے شوہر نے تجھے تین طلاق دین یا وہ مرگیا ہی تو عورت مذکور کو اختیار ہوگا کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور اگر مخبر فاسق ہو تو تحری کرے - پھر واضح ہو کہ اگر عادل مسلمان نے اُسکو خبر دی کہ تیرا شوہر مرگیا ہی تو جبھی اُسکی خبر پر اعتماد کرے کہ جب اُسنے یون خبر دی کہ مین نے اُسکو مردہ معائنہ کیا یا مین اُسکے جنازہ مین شریک ہوا ہون اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے کسی نے خبر دی ہی تو اُسکی خبر پر اعتماد نہ کرے - اور اگر عورت کو ایک نے شوہر کے مرنے کی خبر دی اور دو آدمیون نے اُسکے زندہ ہونے کی خبر دی پس اگر موت کی خبر دینے والے نے کہا کہ مین نے اُسکو مردہ دیکھا یا مین اُسکے جنازہ مین شریک ہوا ہون تو عورت مذکور کو بعد عدت کے دوسرے شوہر سے نکاح کرلینا حلال ہی اور جن دونون نے اُسکے زندہ ہونے کی خبر دی ہی اگر اُنھون نے موت کی خبر دینے سے پیچھے کی تاریخ بیان کی ہی تو اُن دونون کا قول مقدم ہی اور اگر دو شخصون نے اُسکے مرنے یا قتل ہونے کی گواہی دی اور دو شخصون نے اُسکے زندہ ہونے کی خبر دی تو موت کی گواہی اولی ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر دو عادل گواہون نے عورت کے سامنے گواہی دی کہ تیرے شوہر نے تجھکو تین طلاق دی ہین حالانکہ شوہر اس سے انکار کرتا ہی پھر قاضی کے پاس گواہی ادا کرنے سے پہلے دونون غائب ہوگئے یا مرگئے تو عورت کو گنجائش نہین ہی کہ اس شوہر کے ساتھ رہے اگرچہ مرد اُسکو قربت کے واسطے بلاتا ہو - اور یہ گنجایش بھی نہین ہی کہ نکاح کرلے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر دو گواہون نے عورت کے سامنے طلاق کی گواہی دی پس اگر اُسکا شوہر غائب ہو تو اُسکو گنجایش ہی کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرلے - اور اگر حاضر ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی ولیکن اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ شوہر کو اپنے ساتھ جماع کرنے کا قابو دے - اسی طرح اگر عورت نے خود سُنا ہو کہ شوہر نے اُسکو تین طلاق دی ہین مگر شوہر نے اس سے انکار کیا اور قسم کھا گیا پس قاضی نے عورت مذکور کو شوہر کے پاس واپس کردیا تو بھی عورت مذکور کو اُسکے ساتھ رہنے کی گنجایش نہین ہی اور چاہیے کہ اپنا مال دے کر اپنے تئین اُس سے چھڑاوے یا اُسکے پاس سے بھاگ جاوے اور اگر انھیں قابو نہ پایا تو اُسکو قتل کرے - اور اگر بھاگ گئی تو اُسکو عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کی گنجایش نہین ہی - اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ جو ذکر فرمایا کہ اگر بھاگ گئی تو اُسکو پوری عدت کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کی گنجایش نہین ہی یہ جواب قضاءً ہی اور دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالی اُسکو اختیار ہی کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرلے یہ محیط مین ہی - اگر ایک عورت نے ایک شخص سے کہا کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاق دی تھین پس میری عدت گذر گئی تو اس شخص کو اختیار ہی کہ اگر یہ عورت عادلہ ہو تو اُس سے نکاح کرلے اور اگر فاسقہ ہو تو تحری کرے اور جسطرف اُسکا

دل غالب آجے اُسپر عمل کرے یہ ذخیرہ مین ہو- ایک عورت کو اُسکے شوہر نے تین طلاق دی پھر بعد چندے اُس سے نکاح کرنا چاہا پس عورت مذکورہ نے کہا کہ تیرے طلاق دینے کے بعد عدت گذر جانے کے بعد مین نے دوسرے شخص سے نکاح کیا اور اُسنے میرے ساتھ دخول کیا پھر اُسنے مجھے طلاق دیدی اور میری عدت گذر گئی ہی- تو اُسکے پہلے شوہر کو اختیار ہو کہ اُسکے ساتھ نکاح کرے بشرطیکہ یہ عورت اُسکے نزدیک ثقہ ہو یا اس شخص کے دل مین یہ گمان غالب ہو کہ یہ عورت اس خبر مین سچی ہو- اور واضح ہو کہ ایسی نقل مین اس بات کا بیان ہو کہ اگر عورت مذکورہ نے اپنے شوہر سے یون کہا کہ مین تیرے واسطے حلال ہو گئی ہون تو اُس شخص کو یہ حلال نہوگا کہ اتنے کہنے پر اُسکے ساتھ نکاح کرلے جب تک کہ اُس سے استفسار نہ کرے کہ مفصل کیا واقع ہوا ہی اسوجہ سے کہ حلالہ مین لوگون مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک فقط عقد کرنے سے بدون دخول کے حلال ہو جاتی ہی تو اُسکو نچاہیے کہ بدون مفصل بیان کرنے کے عورت کی اتنی خبر دینے پر کہ مین تیرے واسطے حلال ہو گئی ہون اعتماد کرلے- اگر ایک نابالغ چھوٹی لڑکی جو اپنی ذات سے تعبیر نہین کر سکتی ہی ایک شخص کے ہاتھ مین ہو اور وہ دعوی

لیکن تک یہ معلوم نہین کہ اسکا مدعی کیا ہو اور وہ کیا اعتقاد رکھتی ہو

کرتا ہو کہ یہ میری ملک ہی پھر جب وہ بڑی ہوئی تو دوسرے شہر مین اسے ایک شخص ملا پس اس باندی نے اُس سے کہا کہ مین اصلی آزاد ہون تو اس شخص کو اختیار نہین ہو کہ اس باندی سے نکاح کرے- اور اگر باندی مذکورہ نے یون کہا کہ مین باندی تھی پھر اُسنے مجھے آزاد کر دیا اور یہ باندی اس سامع کے نزدیک ثقہ ہی یا اِسکے دل مین غالب گمان ہوا کہ یہ سچی ہی تو میرے نزدیک اسمین کچھ خوف نہین ہو کہ اس باندی کے ساتھ نکاح کرے یہ مبسوط مین ہو- عورت آزاد نے اگر ایک شخص سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے کہا کہ میرا نکاح فاسد تھا- یا میرا شوہر دین اسلام کے سوائے کسی دوسری ملت پر تھا تو مخاطب کو روا نہین ہو کہ اُسکا قول قبول کرے اور اُس سے نکاح کرے کیونکہ عورت مذکورہ نے امر منکر کی خبر دی ہو- اور اگر یون کہا کہ اُسنے بعد نکاح کے مجھے طلاق دیدی یا اسلام سے مرتد ہو گیا تو مخاطب کو اُسکی خبر پر اعتماد کرنے اور اُس سے نکاح کرنے کی گنجایش ہی اسواسطے کہ اُسنے امر محتمل کی خبر دی ہی- اگر عورت بطلان نکاح اول کی خبر دے تو اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر نکاح ہونے کے بعد رضاعت واقع ہو جانے وغیرہ کسی امر عارضی سے حرام ہو جانے کی خبر دے پس اگر عورت مذکورہ ثقہ ہو یا ثقہ نہو مگر مخاطب کے دل مین اُسکے صادقہ ہونے کی رائے غالب ہو تو اُس سے نکاح کرلینے مین کچھ ڈر نہین ہو کذا فی فتاوے قاضی خان -

دوسرا باب - غالب رائے پر عمل کرنے کے بیان مین- جاننا چاہیے کہ باب دیانات و باب معاملات مین غالب رائے کے موافق عمل کرنا جائز ہی اسی طرح حقوق خون مین موافق رائے غالب کے عمل کرنا جائز ہی یہ محیط مین ہی- اگر رات مین ایک شخص دوسرے کے گھر مین داخل ہوا حالانکہ وہ تلوار کھینچے ہوئے یا نیزہ تانے ہوئے ہی تاکہ حملہ کرے اور مالک حویلی کو یہ معلوم نہین کہ یہ چور ہی یا چورون سے بھاگا ہو تو اُسکو چاہیے کہ اپنی رائے سے حکم لے پس اگر غالب رائے مین یہ آیا کہ یہ چور ہی اسنے یہ قصد کیا ہی کہ میرا مال لے لے اور اگر مین اِسکو منع کرون تو مجھے قتل کر دے اور اگر مین نے اسکو دھمکایا یا پڑوسیون کو آواز دی تو جب تک کچھ کام نکلے اُس سے پہلے ہی یہ مجھے قتل کر ڈالیگا تو ایسی حالت مین کچھ ڈر نہین ہو کہ مالک حویلی تلوار نکال کر

ف - یعنی بعض اسکو ... دل مین تھا بعض کے پاس جو اسکی ملک ہو حالت صغر مین دعوی کرتا تھا دیکھا تھا اور جانتا تھا ۱۲ منہ

اُسپر قتل کے واسطے حملہ کرے - اور اگر اُسکی غالب راے مین یہ آوے کہ یہ شخص چورون سے بھاگا ہوا آیا ہی تو مالک حویلی کو اُسکے حق مین جلدی کرنے اور اُسکو قتل کرڈالنے کی گنجایش نہین ہی اور واضح ہو کہ اس داخل ہو جانے والے کے حق مین غالب راے حاصل ہونے کی صورت یہ ہی کہ اس شخص کے لباس و ہیئت کو دیکھے پس اگر نیکون کے مانند ہو یا اس حرکت سے پہلے اُسکو پہچانتا ہو اور نیک لوگون کے پاس بیٹھا دیکھتا ہو تو اس سے استدلال کریگا کہ یہ شخص چورون کے خوف سے بھاگا ہی اور اگر اُسکو چورون کے ساتھ ہمنشین پاتا ہو تو اس سے استدلال کریگا کہ چور ہی یہ مبسوط مین ہی - اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر مسلمانون کے سامنے دار الحرب مین ایک گروہ آوے اور مسلمانون پر اُنکا حال مشتبہ ہو جاوے کہ یہ مسلمان لوگ ہین یا کافرون مین سے ہین تو مسلمانون کو اپنی راے غالب پر عمل کرنا چاہیے یہ محیط مین ہی - اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو اپنی عورت کے ساتھ پایا پس آیا اُسکو قتل کرسکتا ہی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ جانتا ہی کہ یہ مرد اجنبی دھمکانے یا چیخنے سے زنا سے باز رہیگا یا ہتھیار سے کم کسی ضرب سے باز رہیگا تو اُسکو قتل نہ کرے اور ہتھیار کے ساتھ اُسکا مقابلہ نہ کرے - اور اگر جانتا ہی کہ بدون قتل یا ہتھیار سے لڑائی کے باز نہ رہیگا تو اُسکا قتل کرنا حلال ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی نے اپنی جورو یا باندی کے ساتھ ایک شخص کو پایا کہ جو یہ بات چاہتا ہی کہ اس عورت کے اوپر غالب ہو کر اُس سے زنا کرے تو فرمایا کہ اُسکو اختیار ہی کہ اس مرد فاجر کو قتل کرڈالے اور اگر اُسنے ایسے شخص کو اپنی جورو یا کسی اور عورت محرمہ کے ساتھ پایا حالانکہ یہ عورت بھی اُسکی فرمانبرداری مین تھی تو اس مرد فاجر و عورت دونون کو قتل کرڈالے - اسی طرح اگر جنگل مین کسی شخص نے اُسکو روکا اور اسکا مال لینا چاہا پس اگر اُسکا مال دس یا دس سے زیادہ ہو تو روکنے والے کو قتل کرسکتا ہی اور اگر دس سے کم ہو تو اُس سے لڑائی کرے مگر اُسکو قتل نہ کرے - اگر کسی شخص نے کسی آدمی کو دیکھا کہ یہ آدمی اُسکی عورت یا کسی غیر کی عورت سے زنا کرتا ہی حالانکہ وہ محصن ہی پس شخص چلایا مگر زنا کرنے والا نہ گیا اور نہ زنا سے باز رہا تو اُسکو حلال ہوگا کہ زانی کو قتل کرڈالے اور اُسپر قصاص نہین ہی اور اسی طرح اگر ایک چور کو دیکھا کہ اسکا مال چوراتا ہی پس چور پر چلایا مگر وہ نہ گیا - یا کسی شخص کو دیکھا کہ اُسکی دیوار یا غیر کی دیوار مین نقب لگاتا ہی حالانکہ یہ شخص مشہور چور ہی پس وہ چلایا مگر چور نہ گیا تو اُسکا قتل کرنا حلال ہی اور قاتل مذکور پر قصاص نہ آویگا - اگر کسی شخص نے چاہا کہ لڑکے یا عورت کو فاحشہ بات پر مجبور کرے تو اُن دونون پر واجب ہی کہ زبردستی کرنے والے سے قتال کرین پس اگر اُنھون نے اُسکو قتل کرڈالا تو اُسکا خون ہدر ہوگا بشرطیکہ اس شخص کو بدون اُسکے قتل کرنے کے منع نہ کرسکے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی - اگر کسی شخص نے ایسی عورت سے نکاح کیا جسکو اُسنے کبھی نہین دیکھا ہی پھر ایک شخص اس عورت کو رات مین لایا اور اُسکے پاس داخل کرگیا کہ یہ تیری جورو ہی تو اُسکو گنجایش ہی کہ مخبر کا قول قبول کرے بشرطیکہ مخبر اُسکے نزدیک ثقہ ہو یا اُسکی راے غالب مین مخبر سچا ہو کذا فی فتاوے قاضی خان

تیسرا باب - اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ اُسکے باپ کو قتل کرتا ہی تو اُسکے واسطے جو احکام ہین اور اُسکے متصلات کے بیان مین - اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ عمداً اُسکے باپ کو قتل کرتا ہی مگر قاتل نے اس امر سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اُسکو نہین قتل کیا ہی یا فرزند سے خفیہ اس امر کو کہہ دیا کہ مین نے

اُسکو قتل کیا ہی اس وجہ سے کہ اُسنے میرے باپ فلان شخص کو قتل کیا تھا یا دین اسلام سے مرتد ہو گیا تھا حالانکہ
یہ فرزندان باتون مین سے جو قاتل کہتا ہی کچھ نہین جانتا ہی اور مقتول کا سواے اس فرزند کے کوئی وارث
نہین ہی تو فرزند کو گنجایش ہی کہ قاتل کو عمداً قتل کر ڈالے - اگر زید نے مثلاً کسی شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسنے
میرے باپ کو قتل کر ڈالا ہی اور قاضی نے قصاص کا حکم دے دیا تو زید کو اُسکے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہی - اور
اگر زید کے پاس دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص نے تیرے باپ کو قتل کیا ہی تو زید کو فقط اِس
گواہی پر اُس قاتل کے قتل کرنے کی گنجایش نہین ہی تا وقتیکہ حکم قاضی نہوا سو اسطے کہ خالی گواہی حق کو واجب
نہین کرتی ہی جب تک کہ اُسکے ساتھ حکم قاضی متصل نہو - اور جو حکم جواز ہمنے مقتول کے فرزند کے حق مین بیان
کیا ہی ویسا ہی غیر فرزند کے حق مین ہی کہ اگر غیر نے قاتل کا قتل کرنا اپنی آنکھ سے دیکھا یا قاتل کی زبان سے اقرار
سنا کہ مین نے اُسکو قتل کیا ہی یا دیکھا کہ قاضی نے قاتل پر قصاص کا حکم دے دیا ہی تو اس غیر کو بھی روا ہی
کہ فرزند مقتول کی قاتل کے قتل کرنے پر مدد کرے اور اگر غیر کے سامنے دو عادل گواہون نے گواہی دی ہو
کہ اِس قاتل نے فلان شخص کے باپ کو قتل کیا ہی تو اس غیر کو روا نہین ہی کہ قاتل کے قتل کرنے پر
فرزند مقتول کی مدد کرے ہے کہ جب قاضی فرزند مقتول کے واسطے قصاص کا حکم دے تو مدد کر سکتا ہی
اور اگر قاتل نے فرزند مقتول کے سامنے دو عادل گواہ پیش کیے کہ تیرے باپ نے میرے باپ کو عمداً قتل
کیا تھا اسوجہ سے مین نے تیرے باپ کو قتل کیا ہی تو فرزند مقتول کو چاہیے کہ قاتل کے قتل کرنے مین جلدی نہ کرے
یہان تک کہ اس بات کو خوب دریافت کرے اسی طرح غیر شخص کو بھی نہ چاہیے کہ مقتول کے فرزند کی قاتل کے
قتل کرنے پر مدد کرے درصورتیکہ غیر شخص کے سامنے دو عادل گواہ ایسی گواہی دیوین جیسی ہمنے بیان کی ہی
یا اگر قاتل نے جسکو قتل کیا ہی اُسکے مرتد ہونے کے دو گواہ عادل پیش کیے تو بھی جب تک اس بات مین خوب
چھان پھٹک نہ کرلے تب تک قاتل کے قتل مین جلدی نہین چاہیے اور اگر ایسی گواہی ایسے دو گواہون نے
ادا کی جو محدود القذف ہین یا دو غلام ہین یا فقط عورتین ہین اُنکے ساتھ کوئی مرد نہین ہی مگر سب عورتین
عادل ہین یا دو فاسق گواہ ہین تو ایسی صورت مین مقتول کے فرزند کو قاتل کا قتل کرنا روا ہی یا غیر کو اُسکی
مدد کرنا روا ہی لیکن اگر اس خبر کی چھان پھٹک کرنے کے بعد ایسا کرے تو اُسکے حق مین بہتر ہی - اور اگر
ایک ہی عادل گواہ نے جسکی گواہی جائز ہی ایسی گواہی دی پھر قاتل نے کہا کہ میرے پاس ایسا ہی دوسرا
گواہ بھی ہی تو استحساناً یہ حکم ہی کہ اُسکے قتل مین جلدی نہ کرے بلکہ اتنا انتظار کر دیکھے کہ آیا دوسرا ایسا گواہ
لاتا ہی یا نہین لاتا ہی یہ مبسوط مین ہی اگر فرزند کے پاس دو عادل گواہون نے یون گواہی دی کہ
اس قاتل نے تیرے باپ کو قتل کیا ہی یا قاتل نے ایسا اقرار کیا ہی تو فرزند اُسکو قتل نہین کر سکتا ہی اور نہ غیر
شخص اس فرزند کی مدد کر سکتا ہی جب تک کہ اس گواہی کے ساتھ حکم قاضی موجود نہ ہو - اور اگر قاضی نے
قصاص کا حکم دیا پھر دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ مقتول نے اس قاتل کے ولی کو عمداً قتل کیا ہی
یا مقتول مرتد تھا تو از راہ دیانت صاحب قصاص کو نچاہیے کہ قاتل کے قتل مین جلدی کرے یہ محیط سرخسی
مین ہی - زید کے پاس کچھ مال ہی اور عمرو کے سامنے دو عادل گواہون نے یون گواہی دی کہ یہ مال تیرے

باپ کا ہی اُس سے زید نے غصب کر لیا ہی اور عمرو کے سوائے عمرو کے باپ کا کوئی وارث نہین ہی تو عمرو ایسی گواہی سے زید پر مال کا دعوی کر سکتا ہی مگر جب تک گواہ قائم کر کے قاضی کا حکم حاصل نہ کرے تب تک زید سے یہ مال نہین لے سکتا ہی اسی طرح جب تک اسطرح حکم قاضی اس گواہی کے ساتھ نہ پایا جاوے تب تک غیر شخص کو بھی نہین جائز ہی کہ فقط ایسے گواہون پر عمرو کی اس مال لینے پر مدد کرے اور اگر عمرو نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہو کہ زید نے یہ مال میرے باپ سے لے لیا ہی تو ایسی صورت مین عمرو کو اُس سے لے لینے کا اختیار ہی اسی طرح اگر زید نے اُسکے سامنے اقرار کیا ہو کہ مین نے تیرے باپ سے غصب کر لیا ہی تو بھی یہی حکم ہی۔ اسی طرح اگر غیر نے اپنی آنکھ سے غاصب کا لینا مشاہدہ کیا ہو تو اُسکو بھی وارث کی مدد کرنے کا اختیار ہی حاصل آنکہ گواہی مین حکم قاضی کی ضرورت ہی معائنہ مین نہین اور اگر وہ ایسی جگہ ہو کہ جہان ایسا کوئی حاکم نہین پاتا ہی جو غاصب سے اُسکو مال دلا دے اور غاصب دینے سے انکار کرتا ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ اُس سے اپنا مال لے لے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید کے پاس دو گواہون نے گواہی دی کہ عمرو نے تیرے باپ سے یہ مال غصب کرنے کا اقرار کیا ہی تو زید کو اُس سے مال لے لینے کا اختیار نہین ہی جب تک کہ قاضی کے سامنے اسکو ثابت نہ کرا دے اور اگر کسی شخص نے غاصب سے مال غصب کرنے کا اقرار سُنا پھر سننے والے کو دو عادل گواہون نے خبر دی کہ جس مال کا اُسنے اقرار کیا تھا وہ اُسکے حق مین ہبہ ہو گیا ہی تو سُننے والے کو اختیار ہی چاہے اقرار کرنے والے پر مال کی بابت اقرار کی گواہی دے یا نہ دے۔ اور اگر نکاح یا رقیت کا گواہ ہو پھر اُسکو دو عادل شخصون نے طلاق یا عتاق واقع ہونے کی خبر دی تو گواہ مذکور نکاح و رقیت کے گواہی نہ دے اور قصاص سے عفو کرنے کا بھی یہی حکم ہی اور حسن ابن زیاد سے روایت ہی کہ وارث نے اگر اپنے مورث پر کسی شخص کا قرضہ معلوم کیا ہی پھر اُسکو دو عادل آدمیون نے خبر دی کہ اُسنے ادا کر دیا ہی تو وارث مذکور کو روا نہین ہی کہ قاضی کے سامنے اسطرح قسم کھا جاوے کہ مجھے معلوم ہی کہ میرے مورث نے اسکا قرضہ ادا کر دیا ہی۔ اسی طرح اگر میت نے اُسکو خبر دی کہ مین نے ادا کر دیا ہی یا میت نے کسی عادل مرد یا عورت کے ساتھ ایسی خبر دی ہو تو بھی افضل یہ ہی کہ اپنے علم پر قسم نہ کھاوے کذا فی الغیاثیہ

چوتھا باب۔ صلوۃ اور تسبیح اور قراۃ القران و ذکر و دعاء اور قرآن پڑھتے وقت آواز بلند کرنے کے بیان مین۔ اگر کسی نے کمر باندھے ہوے نماز پڑھی تو مکروہ نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر مسلمان نے ایک کپڑا یا فرش خریدا تو اُسپر نماز پڑھے اگرچہ بائع شراب خوار ہوا سواسطے کہ ظاہر حال مسلمان یہ ہی کہ وہ نجاست سے اجتناب کرتا ہی اور اگر مجوسی کے تہ بند سے نماز پڑھی تو جائز ہی مگر مکروہ ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر جھبیہ کے سامنے نماز پڑھی تو کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ اُسکے قریب نہو اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ جس بیت مین بالوعہ ہو اُسمین نماز مکروہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ مشائخ نے تصویر کے سر مین بلا جثہ کے اختلاف کیا ہی کہ اسکا اٹھانا اور اُسکے پاس نماز پڑھنا کیسا ہی۔ اور کپڑے اور بیت مین تصویر کا رکھنا سوائے وقت نماز کے دو طور کا ہوتا ہی ایک وہ کہ جسکا مرجع اُس تصویر کی تعظیم ہو یعنے بغرض تعظیم رکھے تو وہ مکروہ ہی اور دوم وہ کہ اُسکا مرجع اس تصویر کی تحقیر ہو تو وہ مکروہ نہین ہی اور اسی سے ہمنے کہا کہ اگر تصویر دار فرش بچھا ہوا ہو تو مکروہ نہین ہی اور اگر لٹکا ہوا ہو تو مکروہ ہی یہ محیط مین ہی۔ کلام مین سے بعض کلام تو موجب ثواب ہوتا ہی جیسے تسبیح و تحمید و قرات قرآن و احادیث نبوی و علم فقہ مگر کبھی ایسے کلام سے بھی گنہگار ہوتا ہی جبکہ اُسکو جان بوجھ کر مجلس فسق مین بولا کیونکہ اسمین استہزاء

مخالفت ہی لیکن اگر اُسنے مجلس فسق مین اس غرض سے سبحان اللہ کہا کہ لوگ عبرت پکڑین یا اُس مجلس کو بُرا جانکر (بطور انکار کے)
کہا یا اس غرض سے کہ جس بدحالت فسق مین وہ لوگ ہین اُس سے مُنھ موڑ کر اِس طرف مشغول ہون تو یہ بہتر ہی
اسی طرح اگر بازار مین کسی نے بدین نیت تسبیح پڑھی کہ لوگ غافل دنیا کے کامون مین مشغول ہین اور وہ تسبیح مین
مشغول ہی تو یہی افضل ہی اور یہ امر اُسکے بازار کے سوائے تنہا پڑھنے سے بہتر ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی - ایک شخص
ایک تاجر کے پاس کپڑا لینے گیا پس جب تاجر نے کپڑا کھول کر دکھانا چاہا تو اُسنے اللہ تعالی کی تسبیح پڑھی یا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اگر نیت یہ ہی کہ مشتری کو آگاہ کرے کہ کپڑا کتنا عمدہ ہی تو یہ مکروہ ہی یہ محیط مین ہی -
ایک شخص نے شراب پی پس کہا الحمد للہ تو اُسکو ایسی جگہ پر الحمد للہ نہ کہنا چاہیے - اور اگر کسی شخص سے غصب کی
ہوئی چیز کھائی پس کہا کہ الحمد للہ تو شیخ امام اسمعیل زاہد رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی (بعضون نے کہا کہ کافر ہو گا ۱۲ منہ) یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
ایک چوکیدار لا الہ الا اللہ کہتا ہی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہی تو گنہگار ہو گا اسواسطے کہ وہ
اس کے دام لیتا ہی بخلاف عالم کے کہ اگر اُسنے مجلس مین کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو
یا قاری نے کہا کہ تکبیر کہو تو انکو ثواب ہو گا - اور اگر فقاعی نے اپنی فقاع کھولنے کے وقت بقصد اُسکی ترویج وتحسین
کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا یا تسبیح پڑھی یا قصہ گو نے ان دونون کلامون کو بنظر گرمی ہنگامہ
پڑھا تو گنہگار ہو گا اور اسی سے منع کیا جاتا ہی کہ اگر کوئی بُرا آدمی مجلس مین آیا پس اُسکی آمد کیواسطے تسبیح پڑھی گئی
یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا گیا کہ لوگ اسکی آمد سے خوش ہو کر جگہ چھوڑین یا تعظیماً کھڑے ہو جاوین تو گنہگار ہو گا
یہ وجیز کردری مین ہی - ایک قاضی کے پاس ایک جماعت عظیم بلند آواز سے تسبیح وتہلیل کرتی ہی تو کچھ ڈر نہین ہی -
مگر چپکے پڑھنا افضل ہی - اور اگر لوگ اللہ تعالے کے ذکر وتسبیح وتہلیل کے واسطے جمع ہون تو چپکے پڑھین - اور
کشتی مین خوف پیدا ہونے کے وقت اور تلوارون سے ملاعبت (یعنے تلوار لگانا سیکھنے کے وقت یا مشق کرنے کے وقت ۱۲ منہ) کرنے کے وقت بھی چپکے پڑھنا افضل ہی
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر درود بھیجنے کا بھی یہی حکم ہی یہ قنیہ مین ہی یہ مستحب ہی کہ یون کہے
کہ اللہ تعالے نے فرمایا اور یون بلا تعظیم نہ کہے کہ اللہ نے فرمایا یعنے اسکے ساتھ کوئی وصف اللہ تعالی کا جو صالح
تعظیم ہی پیچھے لگا دے یہ وجیز کردری مین ہی - کسی شخص نے اللہ تعالے کے نامون مین سے کوئی نام سُنا تو
اُسپر واجب ہی کہ اُسکی تعظیم کرے اور کہے کہ سبحان اللہ یا اسکے مثل کوئی لفظ کہے (مثلاً اللہ عزوجل یا جل جلالہ یا عز وجل نے یون فرمایا ۱۲ منہ) - اور اگر اُسنے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سُنا تو اُسپر واجب ہی کہ درود بھیجے اور ایک ہی مجلس مین چند بار سُنا تو اسمین
اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ اُسپر فقط ایک ہی مرتبہ درود پڑھنا واجب ہی کذا فی فتاوے قاضی خان - اور
اسی پر فتوے ہی کذا فی القنیہ - اور امام طحاوی رح نے فرمایا کہ اُسپر ہر بار سُننے کے وقت درود بھیجنا واجب ہی اور
امام طحاوی کا قول مختار ہی کذا فی الولوالجیہ اور اگر اللہ تعالے کا نام چند بار سُنا تو ہر بار اُسپر تعظیم کرنی واجب ہی
اور ہر بار کہے کہ سبحان اللہ وتبارک اللہ یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی - اور اگر سُننے والے نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک سُننے کے وقت درود (یعنے ایسے ہی الفاظ تعظیمی ۱۲) نہ بھیجا تو درود بھیجنا اُسکی گردن پر قرضہ رہا بخلاف ذکر اللہ تعالے
کے کہ ہر دم اُسکے واسطے محل ادا ہی پس محل قضا نہو گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بجائے صلوۃ کے
اگر سلام پہونچایا تو کافی ہی یہ غرائب مین ہی - اگر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی غیر پر تنہا

درود بھیجا مثلاً یون کہا کہ اللھم صل علی فلان تو مکروہ ہی اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے کو جمع کر کے
یون کہا کہ اللھم صل علی محمد و علی آلہ واصحابہ تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور صحابہ کا نام ذکر کرنے کے
وقت رضی اللہ عنہ کہنا واجب نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر قرآن شریف پڑھتے وقت اُسنے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا نام سنا تو اُسپر درود پڑھنا (خواہ یہ لفظ یا اسکے معنی مین دوسرا لفظ کہے ۱۲ منہ) واجب نہین ہی لیکن اگر قرآن شریف کی قرأت سے فارغ ہونے کے
بعد اُسنے درود بھیجا تو بہت بہتر ہی یہ ینابیع مین ہی۔ اور اگر قرآن شریف پڑھنے مین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا نام آیا یعنے قرآن مین آیا تو ایسے وقت مین قرآن مجید کا اُسکی تالیف و نظم پر پڑھنا بہ نسبت اسکے
کہ بیچ مین درود پڑھنے لگے افضل ہی پھر بعد فراغت کے اگر اُسنے درود پڑھا تو افضل ہی اور اگر نہ پڑھا تو اُسپر کچھ
گناہ نہوگا یہ ملتقط مین ہی۔ شیخ بقالی سے دریافت کیا گیا کہ قرآن پڑھنا افضل ہی یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر درود بھیجنا تو فرمایا کہ طلوع آفتاب کے وقت اور اُن اوقات مین جنمین نماز سے ممانعت ہی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا و دعا و تسبیح بہ نسبت قرآن مجید پڑھنے کے اولے ہی اور سلف
رحمہم اللہ ان اوقات مین تسبیح کرتے تھے قرآن مجید نہین پڑھتے تھے یہ غرائب مین ہی **قال المترجم**
رحمہ اللہ تعالی البقالی قد اتی بجواب حسن لا یرجی کلام فصل ابلغ من ہذا من ذی فطن واللہ تعالی اعلم
اور بعضی سورتون اور آیتون کو مثل آیۃ الکرسی وغیرہ کے تفضیل دیجا سکتی ہی۔ اور فضیلت کے یہ معنی
ہین کہ اسکی قرات کا ثواب کثیر ہی اور بعض نے یہ معنی فرمائے کہ ان سے قلب زیادہ بیدار ہوتا ہی۔ اور
یہی معنی اقرب الی الصواب ہی اور بدین معنی یہ کہا جاتا ہی کہ تمام آسمانی کتابون سے قرآن مجید افضل ہی
اور افضل یہ ہی کہ بعض قرآن کو بعض پر بالکل تفضیل ندیجاوے اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی جسنے
قرآن پڑھنے کا قصد کیا اسکو چاہیے کہ اپنے احوال مین سے اچھے حال کے ساتھ بیٹھے یعنے اپنے شایستہ
کپڑے پہن کر عمامہ باندھ کر قبلہ رخ ہو بیٹھے اسواسطے کہ قرآن مجید کی تعظیم اور فقہ کی واجب ہی یہ فتاوے
قاضی خان مین ہی۔ اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا چاہا پس اگر کوئی کام شروع کرنا چاہتا ہی تو اعوذ باللہ
من الشیطان الرجیم نہ پڑھے اور قراۃ قرآن چاہتا ہی تو تعوذ پڑھے یہ سراجیہ مین ہی۔ اور محمد بن مقاتل سے
مروی ہی کہ اگر کسی نے قرآن مجید کی سورت یا آیت پڑھنی چاہی تو اُسپر واجب ہی کہ اللہ تعالی سے پناہ مانگے
کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور اس سے پیچھے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور اگر کسی نے سورہ انفال
کی قرأت شروع کرنے کے وقت تعوذ و تسمیہ پڑھ لیا اور برابر سورہ انفال سے سورہ توبہ تک پڑھتا چلا گیا
اور سورۂ توبہ پڑھی تو پہلا تعوذ و تسمیہ اُسکے حق مین کافی ہوگا۔ اور اُسکو نچاہیے کہ جن بزرگون نے باہم
اتفاق کر کے مصاحف جو لوگون کے پاس ہین لکھے ہین اُنکی مخالفت کرے۔ اور اگر اُسنے سورہ انفال
پڑھ کر قرات چھوڑی پھر سورہ توبہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اُسکے واسطے وہی چاہیے جو ابتدا مین سورہ انفال
شروع کرنے مین چاہیے تھا یعنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے
اور یہی حکم باقی سب سورتون مین ہی یہ محیط مین ہی۔ شیخ ابو جعفر سے دریافت کیا کہ تعوذ کیونکر پڑھے تو فرمایا
کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہی کہ یون کہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تاکہ قرآن مجید کی موافقت ہو اور

و مخالفت ہی لیکن اگر اُسنے مجلس فسق مین اس غرض سے سبحان اللہ کہا کہ لوگ عبرت پکڑین یا اُس مجلس کو بُرا جانکر
کہا یا اس غرض سے کہ جس بدحالت فسق مین وہ لوگ ہین اُس سے مُنھ موڑ کر اس طرف مشغول ہون تو یہ بہتر ہو
اسی طرح اگر بازار مین کسی نے بدین نیت تسبیح پڑھی کہ لوگ غافل دنیا کے کامون مین مشغول ہین اور وہ تسبیح مین
مشغول ہی تو یہی افضل ہو اور یہ امر اُسکے بازار کے سواے تنہا پڑھنے سے بہتر ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہی - ایک شخص
ایک تاجر کے پاس کپڑا لینے گیا پس جب تاجر نے کپڑا کھول کر دکھانا چاہا تو اُسنے اللہ تعالی کی تسبیح پڑھی یا آنحضرت
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا اگر نیت یہ ہی کہ مشتری کو آگاہ کرے کہ کپڑا کتنا عمدہ ہی تو یہ مکروہ ہی یہ محیط مین ہی -
ایک شخص نے شراب پی پس کہا الحمد للہ تو اُسکو ایسی جگہ پر الحمد للہ نہ کہنا چاہیے - اور اگر کسی شخص سے غصب کی
ہوئی چیز کھائی پس کہا کہ الحمد للہ تو شیخ امام اسمٰعیل زاہد رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
ایک چوکیدار لا الٰہ الا اللہ کہتا ہی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجتا ہی تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ وہ
اس کے دام لیتا ہی بخلاف عالم کے کہ اگر اُسنے مجلس مین کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجو
یا قاری نے کہا کہ تکبیر کہو تو انکو ثواب ہوگا - اور اگر فقاعی نے اپنی فقاع کھولنے کے وقت بقصد اُسکی ترویج و تحسین
کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا یا تسبیح پڑھی یا قصہ گو نے ان دونون کلامون کو بنظر گرمی ہنگامہ
پڑھا تو گنہگار ہوگا اور اسی سے منع کیا جاتا ہی کہ اگر کوئی بڑا آدمی مجلس مین آیا پس اُسکی آمد آمد کیواسطے تسبیح پڑھی گئی
یا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا گیا کہ لوگ اُسکی آمد سے خوش ہو کر جگہ چھوڑین یا تعظیما کھڑے ہو جاوین تو گنہگار ہوگا
یہ وجیز کردری مین ہی - ایک قاضی کے پاس ایک جماعت عظیم بلند آواز سے تسبیح و تہلیل کرتی ہی تو کچھ ڈر نہین ہی -
مگر چپکے پڑھنا افضل ہی - اور اگر لوگ اللہ تعالے کے ذکر و تسبیح و تہلیل کے واسطے جمع ہون تو چپکے پڑھین - اور
کشتی مین خوف پیدا ہونے کے وقت اور تلوارون سے ملاعبت کرنے کے وقت بھی چپکے پڑھنا افضل ہی
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم پر درود بھیجنے کا بھی یہی حکم ہی یہ قنیہ مین ہی یہ مستحب ہی کہ یون کہے
کہ اللہ تعالے نے فرمایا اور یون بلا تعظیم نہ کہے کہ اللہ نے فرمایا یعنے اسکے ساتھ کوئی وصف اللہ تعالی کا جو صالح
تعظیم ہی پیچھے لگا دے یہ وجیز کردری مین ہی - کسی شخص نے اللہ تعالے کے نامون مین سے کوئی نام سُنا تو
اُسپر واجب ہی کہ اُسکی تعظیم کرے اور کہے کہ سبحان اللہ یا اسکے مثل کوئی لفظ کہے - اور اگر اُسنے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام سُنا تو اُسپر واجب ہی کہ درود بھیجے اور ایک ہی مجلس مین چند بار سُنا تو اسمین
اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ اُسپر فقط ایک ہی مرتبہ درود پڑھنا واجب ہی کذا فی فتاوے قاضی خان - اور
اسی پر فتوے ہی کذا فی القنیہ - اور امام طحاوی رح نے فرمایا کہ اُسپر ہر بار سُننے کے وقت درود بھیجنا واجب ہی اور
امام طحاوی کا قول مختار ہی کذا فی الولوالجیہ اور اگر اللہ تعالے کا نام چند بار سُنا تو ہر بار اُسپر تعظیم کرنی واجب ہی
اور ہر بار کہے کہ سبحان اللہ و تبارک اللہ یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی - اور اگر سُننے والے نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم کا نام مبارک سُننے کے وقت درود نہ بھیجا تو درود بھیجنا اُسکی گردن پر قرضہ رہا بخلاف ذکر اللہ تعالے
کے کہ ہر دم اُسکے واسطے محل ادا ہی پس محل قضا نہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بجاے صلوٰۃ کے
اگر سلام پہونچایا تو کافی ہی یہ غرائب مین ہی - اگر سواے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کسی غیر پر تنہا

درود بھیجا مثلاً یون کہا کہ اللہم صل علی فلان تو مکروہ ہی اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے کو جمع کر کے یون کہا کہ اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور صحابہ کا نام ذکر کرنے کے وقت رضی اللہ عنہ کہنا واجب نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اور اگر قرآن شریف پڑھتے وقت اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا (خواہ یہ لفظ یا اسکے معنی مین دوسرا لفظ کہے ۱۲ منہ) تو اُسپر درود پڑھنا واجب نہین ہی لیکن اگر قرآن شریف کی قرأت سے فارغ ہونے کے بعد اُسنے درود بھیجا تو بہت بہتر ہی یہ ینابیع مین ہی - اور اگر قرآن شریف پڑھنے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آیا یعنے قرآن مین آیا تو ایسے وقت مین قرآن مجید کا اُسکی تالیف ونظم پر پڑھنا بہ نسبت اسکے کہ بیچ مین درود پڑھنے لگے افضل ہی پھر بعد فراغت کے اگر اُسنے درود پڑھا تو افضل ہی اور اگر نہ پڑھا تو اُسپر کچھ گناہ نہوگا یہ ملتقط مین ہی - شیخ بقالی سے دریافت کیا گیا کہ قرآن پڑھنا افضل ہی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا تو فرمایا کہ طلوع آفتاب کے وقت اور اُن اوقات مین جنمین نماز سے ممانعت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ودعا وتسبیح بہ نسبت قرآن مجید پڑھنے کے اولے ہی اور سلف رحمہم اللہ ان اوقات مین تسبیح کرتے تھے قرآن مجید نہین پڑھتے تھے یہ غرائب مین ہی قال المترجم رحمہ اللہ تعالی البقالی قد اتی بجواب حسن لا یرجی کلام فصل ابلغ من ہذا من ذی فطن واللہ تعالی اعلم اور بعضی سورتون اور آیتون کو مثل آیۃ الکرسی وغیرہ کے تفضیل دیجا سکتی ہی - اور فضیلت کے یہ معنی ہین کہ اسکی قرأت کا ثواب کثیر ہی اور بعض نے یہ معنی فرمائے کہ ان سے قلب زیادہ بیدار ہوتا ہی - اور یہی معنی اقرب الی الصواب ہی اور بدین معنی یہ کہا جاتا ہی کہ تمام آسمانی کتابون سے قرآن مجید افضل ہی اور افضل یہ ہی کہ بعض قرآن کو بعض پر بالکل تفضیل نہ دیجاوے اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی جسنے قرآن پڑھنے کا قصد کیا اسکو چاہیے کہ اپنے احوال مین سے اچھے حال کے ساتھ بیٹھے یعنے اپنے شائستہ کپڑے پہن کر عمامہ باندھ کر قبلہ رخ ہو بیٹھے اسواسطے کہ قرآن مجید کی تعظیم اور فقہ کی واجب ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا چاہا پس اگر کوئی کام شروع کرنا چاہتا ہی تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نہ پڑھے اور قراۃ قران چاہتا ہی تو تعوذ پڑھے یہ سراجیہ مین ہی - اور محمد بن مقاتل سے مروی ہی کہ اگر کسی نے قرآن مجید کی سورت یا آیت پڑھنی چاہی تو اسپر واجب ہی (یعنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) کہ اللہ تعالی سے پناہ مانگے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور اس سے پیچھے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور اگر کسی نے سورہ انفال کی قرأت شروع کرنے کے وقت تعوذ وتسمیہ پڑھ لیا اور برابر سورہ انفال سے سورہ توبہ تک پڑھتا چلا گیا اور سورۂ توبہ پڑھی تو پہلا تعوذ وتسمیہ اُسکے حق مین کافی ہوگا - اور اُسکو نچاہیے کہ جن بزرگون نے باہم اتفاق کر کے مصاحف جو لوگون کے پاس ہین لکھے ہین اُنکی مخالفت کرے - اور اگر اُسنے سورہ انفال پڑھ کر قرأت چھوڑی پھر سورہ توبہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اُسکے واسطے وہی چاہیے جو ابتدا مین سورہ انفال شروع کرنے مین چاہیے تھا یعنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے اور یہی حکم باقی سب سورتون مین ہی یہ محیط مین ہی - شیخ ابو جعفر سے دریافت کیا کہ تعوذ کیونکر پڑھے تو فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہی کہ یون کہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تاکہ قرآن مجید کی موافقت ہو اور

اگر یون کہا اعوذ باللہ العظیم یا اعوذ باللہ السمیع العلیم تو جائز ہی اور یہ چاہیے کہ تعوذ قرات سے موصول ہو
یہ حاوی مین ہی۔ اور سوار یا پیادہ چلنے کی حالت مین قرآن مجید پڑھنے مین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ
جگہ نجاست کے واسطے مقرر نہو اور اگر ہوگی تو مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ حمام مین قرآن مجید پڑھنا دو طرح پر ہی
اگر اُسنے آواز سے پڑھا تو مکروہ ہی اور اگر آواز سے نہ پڑھا تو مکروہ نہین ہی اور یہی مختار ہی اور تسبیح و تہلیل
کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ باواز ہو (یعنے آواز نہ نکالے ۱۲ منہ) یہ فتاوے کبرے مین ہی۔ اور اگر حمام سے باہر ایسی جگہ جہان لوگون کا
دھودن نہین ہوتا ہی قرآن مجید پڑھا جیسے حمامی کے بیٹھنے کی جگہ مین یا ثیابی یعنے کپڑون کے نگاہبان کی جگہہ مین
بیٹھ کر پڑھا تو ہمارے علماء نے اسمین اختلاف کیا ہی امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ مکروہ نہین ہی۔ اور امام محمد رح
نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور امام ابو یوسف رح سے اسمین کوئی صریح روایت نہین ہی یہ محیط مین ہی اور حمام مین
قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہی کیونکہ وہ موضع نجاست ہی اور بیت الخلاء مین بھی نہ پڑھے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی
اور بیخانہ و غسلخانہ و حمام مین قرآن مجید نہ پڑھے لیکن اگر ایک ایک حرف توڑ توڑ کر پڑھے تو پڑھ سکتا ہی اور بعض نے
فرمایا کہ یہ بھی مکروہ ہی مگر اول اصح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور طواف کعبہ کی حالت مین قرآن پڑھنا مکروہ ہی
یہ ملتقط مین ہی۔ اور جو لوگ کامون مین مشغول ہون اُنکے پاس جہر سے قرآن نہ پڑھے اور قرآن کی تعظیم
وحرمت مین سے یہ ہی کہ بازار مین اور جہان لغو ہوتا ہو وہان قرآن مجید نہ پڑھے یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر
مجلسون مین دنیا کی طمع سے پڑھا تو پڑھنا مکروہ ہی اور اگر اللہ تعالے کے واسطے پڑھا تو نہین مکروہ ہی
اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے کہ جب کہین جمع ہوتے تھے تو انہون مین سے
کسی سے کہتے تھے کہ قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھے یہ غرائب مین ہی۔ چند لوگ مصاحف سے دیکھ
دیکھکر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے یا ایک ہی شخص ایسا کرتا تھا کہ اتنے مین بزرگ و اشراف آدمیون مین سے
کوئی آیا پس قاری اُسکے واسطے کھڑا ہو گیا تو مشائخ رح نے فرمایا ہی کہ اگر عالم آیا یا قاری کا باپ یا اُسکا اُستاد
جسنے اُسکو علم پڑھایا ہی آیا تو اُسکے واسطے قاری کا کھڑا ہو جانا جائز ہی اور اِنکے سواے اگر کوئی ہو تو اُسکے
واسطے نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر اُسنے اپنا بازو زمین پر رکھکر قرآن پڑھا تو کچھ ڈر نہین ہی
ولیکن چاہیے کہ ایسی حالت مین اپنے دونون پانون اپنی طرف کھینچ کر ملالے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کروٹ سے
لیٹے لیٹے قرات کی تو کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ سر کو اُس کپڑے سے جو اوڑھے ہوے ہی نکال لے ورنہ نہین
یہ قنیہ مین ہی۔ اور اسباع سے قرآن پڑھنا جائز ہی مگر مصحف سے دیکھ کر پڑھنا مستحب ہی اسواسطے اسباع
محدثات مین سے ہین یہ محیط مین ہی۔ نماز سے باہر قرآن پڑھنا جہر سے افضل ہی اور فریضہ نمازون کے
بعد مہمات کے واسطے فاتحہ یعنے سورہ الحمد آواز سے یا چپکے سے پڑھنا جماعت کے ساتھ مکروہ ہی۔ مگر قاضی
بدیع الدین نے یہ اختیار کیا ہی کہ مکروہ نہین ہی اور قاضی جلال الدین نے یہ اختیار کیا ہی کہ اگر فریضہ کے
بعد نماز سنت ہو تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور قل یا ایہا الکافرون پوری سورت
جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہی کیونکہ یہ بدعت ہی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہین ہی یہ
محیط مین ہی۔ چند لوگ جمع ہو کر آواز سے دعا کے واسطے سورۂ الحمد پڑھتے ہین تو عادۃً منع نہ کیجا دیجے

لہ جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ ۱۲ منہ

ولیکن اولی یہ ہی کہ چپکے پڑھی جاوے۔ خجندی مین ہی کہ ایک امام کی عادت ہی کہ ہر روز صبح کو جماعت کے ساتھ آیۃ الکرسی اور آخر سورۂ بقر و شہد اللہ و اسکے مثل آیات جہر سے پڑھتا ہی تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی مگر چپکے پڑھنا (شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملٰئکۃ اسکے آخر الآیۃ ۱۲ منہ) افضل ہی یہ قنیہ مین ہی۔ عیون مین ہی کہ اگر کسی جنب نے بطور دعا کے سورۂ فاتحہ پڑھی تو کچھ ڈر نہین ہی اور غایۃ البیان مین ذکر کیا کہ یہی مختار ہی ولیکن شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مین اسپر فتوی نہین دیتا ہون اگرچہ امام اعظم رح سے مروی ہی اور مثل سورۂ فاتحہ مین یہی قول ظاہر ہی یہ بحر الرائق کی کتاب الطہارۃ مین ہی مصحف سے دیکھکر قران مجید پڑھنا بہ نسبت حفظ پڑھنے کے اولے ہی۔ اگر کسی نے قران مجید حفظ کیا پھر بھول گیا تو گنہگار ہوگا اور بھول جانے کی تفسیر یہ ہی کہ (یعنے تلاوت میں ۱۲ منہ) مصحف سے دیکھکر نہ پڑھ سکے۔ اور اگر اُسکے پاس پارۂ کلام مجید ودیعت رکھا گیا ہو تو اُسمین سے تلاوت کرنا نہ چاہیے۔ اور غصب کیے ہوے پارہ سے بالاجماع تلاوت جائز نہین ہی۔ اور مستعار پارہ سے اگر بالغ آدمی نے اپنی ملک مستعار دیا ہو تو اس سے تلاوت کرنا جائز ہی اور اگر نابالغ کا ہو تو ایسا نچاہیے یہ غرائب مین ہی۔ ایک شخص ایک روز مین پورا کلام اللہ پڑھتا ہی اور دوسرا شخص ایک روز مین پانچ ہزار دفعہ سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھتا ہی پس اگر کلام اللہ تعالی پڑھ سکتا ہی تو کلام اللہ تعالی کی تلاوت کرنا افضل ہی یہ محیط مین ہی۔ اچھی تلاوت یہ ہی کہ قرآن کے معنی مین تدبر کرے یعنی خوب سوچے و سمجھے حتے کہ بعضون نے فرمایا کہ ایک روز مین قرآن ختم کرنا مکروہ ہی۔ اور قرآن کی تعظیم کے واسطے تین روز سے کم مین (یعنے اسی وجہ سے ۱۲) ختم نہ کرے۔ اور قرأت وہ پڑھے جسپر اجماع ہی کذا فی القنیہ۔ (یعنے قرأت شاذ نہ پڑھے ۱۲) اور حافظ قرآن کے واسطے مندوب ہی کہ ہر چالیس روز مین ختم کرے ہر روز ایک حزب و تہائی حزب پڑھا کرے یا اس سے کم پڑھا کرے یہ تبئین مسائل نتفہ مین ہی۔ جسنے سال مین ایک مرتبہ بھی قرآن ختم کر لیا وہ چھوڑ دینے والا نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور مستحب ہی کہ گرمیون مین پڑھتے دن مین ختم کرے اور جاڑون مین شروع رات مین ختم کرے یہ سراجیہ مین ہی۔ اور ختم کے بعد تین بار قل ہو اللہ احد پڑھنے کو بعضے مشائخ نے مستحسن نہین جانا ہی اور اکثر مشائخ نے اسکو مستحسن جانا ہی تاکہ اگر بعض کی قرأت مین کمی ہوگئی ہو تو پوری ہوجاوے لیکن اگر فریضہ نماز مین قرآن ختم کیا تو ایکبار سے زیادہ نہ پڑھے یہ غرائب مین ہی۔ اور ختم قرآن کے وقت لوگون کے جہر سے قل ہو اللہ احد مجتمع ہوکر پڑھنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر ایک شخص پڑھے اور باقی لوگ سُنین تو یہ اولے ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور قرآن کے ختم کے وقت یہ مستحب ہی کہ اپنے اہل و اولاد کو جمع کرے اور اُنکے واسطے دعا کرے یہ ینابیع مین ہی۔ اور یہ مکروہ ہی کہ لوگ ایکبارگی قرآن کی آواز سے تلاوت کرین کیونکہ قرأت قرآن کا سننا اور انصات یعنی خاموش رہنا کہ جنکا حکم کیا گیا ہی دونون کا ترک کرنا لازم آتا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور ترجیع سے قران پڑھنا بعض نے کہا کہ مکروہ نہین ہی اور اکثر مشائخ نے کہا کہ مکروہ ہی حلال نہین ہی اسواسطے کہ اسمین فاسقون کی فسق کے فعل سے مشابہت ہی۔ اور کوئی یہ گمان نہ کرے کہ یہ ترجیع جسمین ایسا اختلاف ذکر کیا گیا ہی اس سے مراد لحن ہی یعنے گانا کیونکہ لحن بلا خلاف حرام ہی پس اگر کسی شخص نے لحن کے ساتھ قرأت کی اور دوسرے نے اسکو سُنا پس اگر جانتا ہی کہ تلقین صواب سے اُسکو وحشت نہوگی تو اُسکو راہ صواب تلقین کرے۔ اور اگر جانتا ہی

یعنی ایک کلام اللہ پڑھنا افضل ہی بشرطیکہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کرسکتا ہو ۱۲ منہ

کو وحشت ہوگی تو اُسکو تلقین نہ کرنے کی گنجائش ہی اسواسطے کہ جس امر معروف کے ضمن مین فعل منکر پیدا ہوتا ہو
اسکا وجوب ساقط ہوجاتا ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر نماز سے باہر کسی نے الحان کے ساتھ قرآن پڑھا
پس اگر کلمہ کو تغیر کیا اور بجاے وقف کے وصل وصل کے وقف کیا تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہی یہ غرائب
مین ہی۔ اور جولاہہ وموزہ دوز وغیرہ اہل حرفہ کو حالت کام مین قرآن کی تلاوت جائز ہی بشرطیکہ اسکا کام اُسکے
قلب کو قرآن سے اپنی طرف مشغول نہ کرے ورنہ نہین۔ اور اگر مکتب مین ایک قاری ہو کہ پڑھ رہا ہو۔ تو
جو لوگ راہ سے گذرتے ہین اُنپر سننا واجب ہوگا اور اگر زیادہ ہون اور سماعت مین خلل پڑتا ہو تو گذرنے والون
پر سننا واجب نہوگا۔ ایک لڑکا گھر مین پڑھ رہا ہی اور اُسکے اہل کام کاج مین مشغول ہین تو سننا ترک کرنے مین
معذور ہونگے بشرطیکہ اُنھون نے اسکی قرأت سے پہلے کام شروع کردیا ہو ورنہ نہین۔ اور فقہ کی قرأت کا
قرأت قران مجید کے وقت بھی یہی حکم ہی۔ ایک مدرس مسجد مین درس دیتا ہی اور ایک قاری مسجد مین قرآن
پڑھتا ہی کہ اگر مدرس پڑھانے سے رُکے تو اسکی تلاوت کو سُن سکتا ہی تو مدرس مذکور ترک سماع مین معذور
ہوگا۔ اور قرآن پڑھنے کے وقت صعق مکروہ ہی کہ یہ ریا ہی جو شیطانی فعل ہی اور صحابہؓ وتابعین وسلف صالحین
نے قرأت قرآن کے وقت صعق وزعق وصیاح سے ممانعت کرنے مین تشدد کیا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور محدث
نے اگر قرآن مجید کے اوراق قلم یا چھری سے لوٹ کر تلاوت کی تو کچھ ڈر نہین ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور اسمٰعیل
متکلم نے کہا کہ نابالغ لڑکے سے یہ کہنا کہ یہ مصحف میرے پاس اُٹھالا جائز ہی یہ قنیہ مین ہی۔ فتاوی مین ہی۔ کہ
شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص فقیہ ہی اُسکو قرآن کی تلاوت کرنا افضل ہی یا فقہ پڑھانا تو فرمایا کہ ابو مطیع
سے منقول ہی کہ ابو مطیع نے کہا کہ ہمارے اصحاب کی کتابون کو بغیر سماع کے فقط دیکھنا رات کے قیام سے
افضل ہی یہ خلاصہ مین ہی اقول فی ثبوت الروایۃ تامل لبعدہ عن ابی مطیع ان یقول مثل ہذا وکانہ شبہ لاشئی فاستقم
ایک شخص فقہ کی تکرار کرتا ہی اور دوسرا قرآن کی قرأت کرتا ہی تو سننا واجب نہین ہی۔ وبری نے فرمایا کہ ایک
مسجد مین وعظ ہوتا ہی اور قرأۃ قرآن ہی تو وعظ سننا اولے ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص فقہ لکھتا ہی اُسکے پہلو مین
دوسرا شخص قرآن پڑھنے لگا کہ لکھنے والا اُسکو سُن نہین سکتا ہی تو گناہ اُس قاری پر ہوگا اور کاتب پر کچھ نہوگا
علے ہذا اگر رات کو چھت پر آواز سے پڑھا تو گنہگار ہوگا یہ غرائب مین ہی۔ ایک شخص اپنا قرآن وغیرہ کا
ورد تمام کرنے کے وقت یون کہتا ہی واللہ اعلم۔ یا۔ وصلی اللہ علی محمد وآلہ آگاہ کرنے کے واسطے کہ ورد ختم
ہوگیا ہی تو مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص قرآن پڑھنا چاہتا ہی مگر خوف کرتا ہی کہ میرے دل مین ریا نہ آجاوے
تو اس خوف کی وجہ سے قرأت کو ترک نہین کرسکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اسطرح دعا مین کہنا کہ اللہم انی
اسالک بمقعد العز من عرشک مکروہ ہی۔ اور یون دعا کرنے مین دو عبارتین ہین ایک معقد العز دوسرے مقعد العز
پس پہلا لفظ عقد سے ماخوذ ہی اور دوسرا قعود سے پس دوسرے کے مکروہ ہونے مین تو کوئی شک نہین ہی کیونکہ
وہ اللہ تعالی کی شان سے مستحیل ہی اور اسی طرح اول بھی مکروہ ہی مگر امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اسمین کچھ
ڈر نہین ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہی کیونکہ حدیث مین آیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی دعا مین فرماتے تھے کہ اللہم انی اسالک بمعقد العز من عرشک۔ مگر احوط یہی ہی کہ منع کیا جاوے اسواسطے کہ

یہ خبر واحد معارض القطعی ہے۔ اور اگر اپنی دعا مین بحق فلان یا بحق انبیائک یا اولیائک یا بحق رُسلک یا بحق البیت
یا بحق مشعر الحرام کہے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ مخلوق کا کچھ حق اللہ تعالی پر نہین ہے کذا فی التبیین۔ اور یہ جائز ہے کہ یون
کہے کہ بدعوۃ نبیک کذا فی الخلاصۃ اور دعاے ماذون و ماثورہ وہ ہے جو اللہ تعالے کے اس کلام پاک سے
(یعنی بوسیلہ اپنے نبی کی دعوت کے)
مستفاد ہے قال اللہ تعالی و للہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا یہ محیط مین ہے۔ اور دعا کرنے مین یہ افضل ہے کہ اپنی
دونون ہتھیلیان پھیلا دے اور دونون کے درمیان جگہ کشادہ رکھے اگرچہ بہت قلیل ہو اور ایک ہاتھ کو
دوسرے ہاتھ پر نہ رکھے۔ اور اگر عذر یا سخت سردی کے وقت فقط کلمہ کی اُنگلی سے اشارہ کیا تو دونون ہتھیلیان
پھیلانے کے قائم مقام ہے اور مستحب ہے کہ دعا کے وقت دونون ہاتھون کو اُٹھا کر سینے کے مقابل رکھے یہ قنیہ
مین ہے اور دعا سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھون کو منھ پر مل لینا بعض مشائخ نے کہا کہ کچھ نہین ہے اور بہت مشائخ نے
اسکو معتبر رکھا ہے اور یہی صحیح ہے یون ہی خبر مین وارد ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور ابن ابی عمران سے منقول ہے کہ فرماتے تھے
کہ استغفر اللہ واتوب الیہ کہنا مکروہ ہے لیکن یون کہے کہ استغفر اللہ واسالہ التوبۃ اور طحاوی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے
کہ وہ جائز ہے یہ قنیہ مین ہے۔ ماہ رمضان مین ختم قرآن کے وقت دعا مکروہ ہے لیکن یہ ایسی چیز ہے کہ اسپر فتوی
(یعنے تراویح مین واللہ اعلم ۱۲)
نہ دیا جائیگا کذا فی خزانۃ الفتاوی جماعت کے ساتھ قرآن ختم ہونے کے وقت دعا مکروہ ہے اسواسطے کہ اسطرح
(یعنے رمضان مین واللہ اعلم ۱۲ منہ)
دعا کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول نہین ہے۔ مصلے کو نچاہیے کہ جو دعا اُسکے دل مین آتی جاوے
اُسکو مانگے بلکہ یہ چاہیے کہ نماز مین دعا مانگنے کے واسطے کوئی دعا یاد کر لے اور نماز کے سواے حالت مین جو دعا
دل مین آتی جاوے وہ دعا کرے اور کوئی دعا یاد نہ رکھے اسواسطے کہ دعا یاد کر لینے سے قلب کی رقت جاتی رہتی ہے
یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تجھے اللہ کی قسم تو ایسا کر دے تو عمرو پر شرعاً یہ فعل کرنا واجب نہین ہے
اگرچہ یہ فعل کر دینا اولے ہے یہ کافی مین ہے۔ اگر کہا کہ بحق اللہ تعالی یا بحق محمد علیہ السلام تو مجھے یہ دے دے
تو شرعاً اُسپر دیدینا واجب نہین ہے مگر بنظر مروت نہایت بہتر ہے کہ اُسکو دیدے اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ
مین ہے محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ دعا چار طرح کی ہے دعاے رغبت و دعاے رہبت و دعاے تضرع (گڑگڑانا ۱۲)
و دعاے خفیہ پس دعاے رغبت مین اپنی ہتھیلیان آسمان کی طرف کرے اور دعاے رہبت (یعنی خوف) مین اپنی
ہتھیلیون کی پشت (یعنی پیٹھ) اپنے منھ کی طرف رکھے۔ اور دعاے تضرع مین چھنگلیا اور اُسکے پاس کی اُنگلی بند کر لے
اور بیچ کی اُنگلی اور انگوٹھے کے سرے ملا کر حلقہ بنا دے اور کلمہ کی اُنگلی سے اشارہ کرے۔ اور دعاے خفیہ
وہ ہے کہ جو آدمی اپنے دل مین دعا کرتا ہے یہ مجموع الفتاوے مین حاکم شہید کی مختصر کی شرح سرخسی سے منقول ہے
اگر کسی نے دعا کی حالانکہ اُسکا قلب بھولا ہوا ہے تو اگر وہ رقت قلب کے ساتھ دعا کرے تو افضل ہے۔ اور اسیطرح
اگر بدون غفلت دل کے دعا نہ کر سکتا ہو تو بھی ترک دعا سے دعا کرنا افضل ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔
اگر کوئی امام اس غرض سے کہ اُسکے ساتھ کی قوم سیکھ جاوے دعاے ماثورہ کے ساتھ بلند آواز سے دعا
کرتا ہے تو کچھ ڈر نہین ہے۔ اور جب وہ لوگ سیکھ جاوین تو اسوقت قوم کا جہر کرنا بدعت ہوگا یہ وجیز کردری مین
ہے۔ اگر کسی واعظ نے منبر پر کسی دعاے ماثورہ کے ساتھ دعا کی اور قوم کے لوگ بھی اُسکے ساتھ یہی دعا کرتے
ہین پس اگر قوم کی تعلیم کے واسطے ایسا ہو تو کچھ ڈر نہین ہے اور اگر اس غرض سے نہو تو مکروہ ہے یہ ذخیرہ مین ہے

آواز سے تکبیر کہنا سوائے ایام تشریق کے کسی ایام مین مسنون نہین ہی لیکن بمقابلہ دشمنون وچورون کے
مشروع ہی اور بعضے مشائخ نے آتشزدگی اور تمام مخاوف کو انھین دونون پر قیاس کیا ہی یہ قنیہ مین ہی۔
فقیہ ابوجعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم نے اپنا ورد پڑھ کر اسکے بعد آواز سے تکبیر کہی تو شیخ رحمہ نے فرمایا
کہ اگر انھون نے اس تکبیر سے اداے شکر کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہین ہی اور فرمایا کہ اگر نماز تمام ہوتے ہی معاً
اسکے بعد تکبیر کہی تو مکروہ ہی اور یہ بدعت ہی۔ اور اگر رباطات مین تکبیر کہی تو مکروہ نہین ہی بشرطیکہ اس سے
اظہار قوت مقصود ہو اور یہ مقام خوف کی جگہ ہو۔ اور اگر رباطات کی مسجدون مین تکبیر کہی اور یہ جگہ
خوفناک نہین ہی تو مکروہ ہی اور فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ مین نے اپنے شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے سنا کہ فرماتے تھے
کہ ابراہیم رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایام تشریق مین آواز سے بازار مین تکبیر کہنا کیسا ہی تو فرمایا کہ یہ
جولاہون کی تکبیر ہی۔ اور امام ابویوسف رحمہ نے فرمایا کہ جائز ہی اور فقیہ کہتے ہین کہ مین بھی لوگون کو اس سے
منع نہین کرتا ہون یہ محیط مین ہی۔ اللہ تعالے کے واسطے وعظ کہنے کی نیت سے اگر بیٹھے تو کچھ ڈر نہین ہی یہ
وجیز کردری مین ہی۔ واعظ نے اگر مجلس وعظ مین اپنے واسطے لوگون سے کچھ سوال کیا تو اسکو یہ حلال
نہین ہی اسواسطے کہ اسنے علم سے دنیا حاصل کی یہ تاتارخانیہ مین خلاصہ سے منقول ہی۔ اور قرآن ووعظ
سننے کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ ہی اور جو لوگ وجد ومحبت کا دعوی کرکے ایسا کرتے ہین اسکی کچھ اصل نہین ہی
اور صوفی لوگ آواز بلند کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے سے منع کیے جاوینگے یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر کافر نے
دعا کی تو اسکی دعا کی نسبت کیا یہ کہ سکتے ہین کہ اللہ تعالے اسکی دعا قبول کرے یا نہین تو فتاوے اہل سمرقند
مین اس بارہ مین مشائخ کا اختلاف مذکور ہی کہ بعض نے جنمین سے ابوالحسن رستغفنی بھی ہین فرمایا کہ نہین جائز ہی
اور بعضے مشائخ جنمین سے ابوالقاسم حاکم وابونصر الدبوسی ہین فرمایا کہ جائز ہی اور صدر الشہید نے کہا کہ یہی
صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اجناس مین امام رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ جنون کے لیے ثواب نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔
اور اگر میت پر نماز کے واسطے لوگ مجتمع ہوگئے ہون پھر اسوقت ایک شخص کھڑا ہو کر میت کے حق مین دعا
کرے اور اپنی آواز بلند کرے تو یہ مکروہ ہی اور زمانہ جاہلیت کے لوگ جنازہ پر حالت موجودہ کے موافق باتین
کرنے مین جو میت کی تعریف مین حد سے زیادہ افراط کرتے تھے ویسا کرنا مکروہ ہی اور میت کی تعریف مکروہ
نہین ہی بلکہ یہ مکروہ ہی کہ اسکی تعریف مین حد سے تجاوز کرکے ایسی باتین بیان کی جاوین جو اسمین نہین
یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے میت کی طرف سے صدقہ دیا اور اسکے حق مین دعا کی تو جائز ہی اور میت
کو اسکا ثواب پہونچیگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔

پانچوان باب مسجد وقبلہ ومصحف مجید وجسمین قرآن مجید لکھا ہو جیسے درم وکاغذ یا اللہ تعالی
کا نام لکھا ہو ان سب کے آداب کے بیان مین۔ مسجد کو گچ وساگون سے اور سونے کے پانی سے منقوش
کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی مگر یہ مال فقیرون کی حوائج مین صرف کرنا اس سے افضل ہی کذا فی السراجیہ
اور اسی پر فتوے ہی کذا فی المضمرات والمحیط اور مسجد مین گچ کاری کرنا اچھا ہی کیونکہ اسمین عمارت مسجد
کی مضبوطی ہی کذا فی الاختیار شرح المختار اور ہمارے بعضے مشائخ نے محراب ودیوار قبلہ کو منقش کرنے کو

مکروہ جانا ہی کیونکہ یہ امر مصلی کے دل کو اپنی طرف مشغول کریگا اور فقیہ ابو جعفر نے شرح سیر کبیر مین ذکر کیا کہ دیوار دن
کو منقش کرنا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مکروہ ہی اور چھت مین قلیل نقش کی اجازت ہی مگر کثیر مکروہ ہی یہ محیط مین ہی
اگر نقش کی غرض سے سپیدی پر سیاہی پھیرے یا سیاہی پر سپیدی تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ اپنے مال
سے ہو اور اگر مال وقف سے ایسا کیا تو مستحسن نہین ہی کیونکہ یہ تضییع مال ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور
مسجد مین ایسی مٹی سے کہگل کرنا جو نجس پانی سے تر کی گئی ہو مکروہ ہی بخلاف اسکے اگر مٹی مین گوبر ڈالا گیا
تو ایسا نہین ہی بوجہ اسکے کہ اسمین ضرورت خاص ہی یعنے اس سے جو مطلب نکلتا ہی وہ دوسری چیز سے
نہین حاصل ہو سکتا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اپنے گھر کی چھت مین سونے و چاندی کے لگانے مین کچھ ڈر نہین ہی
اور مسجد مین اپنے مال سے چاندی کے پانی سے نقش کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔
اور خواب وغیرہ کی حالت مین عمداً قبلہ کی طرف پاؤن پھیلانا مکروہ ہی اسی طرح کتب شریعت کی طرف
پاؤن پھیلانا بھی مکروہ ہی اسی طرح اپنی عورت سے جماع کرتے وقت ایسا کرنا بھی مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین ہی
اگر قبلہ بجانب متوضی ہو تو مکروہ ہی یعنے مسجد کے قبلہ رخ آنکھون کے سامنے وہ جگہ ہو جہان وضو کا پانی
مجتمع ہوتا ہی کذا فی السراجیہ مع توضیح۔ امام محمد نے فرمایا کہ قبلہ مسجد اگر بجانب مخرج و حمام و قبر ہو تو مین مکروہ
جانتا ہون اور یہ جو امام محمد رح نے فرمایا کہ مین قبلہ مسجد کا حمام کی طرف ہونا مکروہ جانتا ہون اسکے معنی مین
مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ امام محمد رح کی مراد دیوار حمام نہین ہی بلکہ مراد محم ہی یعنے وہ جگہ جسمین
گرم پانی ریختہ ہوتا ہی اور اگر دیوار حمام کی طرف نماز پڑھی تو استقبال نجاسات نہین ہوتا ہی بلکہ پتھر یا مٹی
جسکی دیوار ہی وہ سامنے ہوتی ہی اسی طرح جو امام محمد نے فرمایا کہ مخرج کی طرف قبلہ مسجد ہونا مکروہ جانتا ہون اسمین بھی مشائخ نے
اختلاف کیا ہی بعض نے کہا کہ نفس مخرج مراد ہی اور بعضون نے کہا کہ دیوار مراد ہی اور یہ سب اس صورت مین ہی کہ جب مصلی
اور ان جگہون کے درمیان مین کوئی دیوار یا سترہ نہو اور اگر ہوگا تو مکروہ نہین ہی دیوار فاصل ہو جائیگی پھر
اگر مصلی اور ان جگہون کے درمیان مین سترہ نہو تو ان چیزون کو سامنے کرکے نماز پڑھنا فقط جماعت کی
مسجدون مین مکروہ ہی اور گھرون کی مسجدون مین مکروہ نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ قال المترجم گھر کی مسجد سے
یہ مراد ہی کہ نیک لوگ اپنے گھرون کو قبرستان نہین بناتے بلکہ نوافل ادا کرنے کے واسطے کوئی جگہ مقرر
کر لیتے مین کہ اسکو پاک صاف رکھتے ہین مگر اسکو مسجد جماعت کا حکم حاصل نہین ہوتا ہی یعنے اسمین نماز پڑھنے سے
پچیس یا ستائیس رکعت کا ثواب ملے یا اسمین جنابت کے ساتھ داخل نہو سکے وغیرہ ذلک کذا صرح بہ بلا خلاف
فاحفظہ اور ہمارے مشائخ نے اس بات کو مکروہ جانا ہی کہ کوئی مرد یا عورت اپنے مقام پیشاب کو سورج یا چاند
کے سامنے کرے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ قبلہ کی طرف نشانہ رکھکر تیر اندازی کرنا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی اگر مصلائے
عید و جنائز مین تیر اندازی کے واسطے کوئی نشانہ بنایا جاوے تو جائز ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ہر مسلمان کے واسطے
مندوب ہی کہ اپنے گھر مین ایسی جگہ بنالے جسمین نماز پڑھا کرے مگر اس جگہ کو علی الاطلاق حکم مسجد حاصل نہین ہوتا ہی
کیونکہ وہ اسکی ملک مین باقی رہتی ہی یہ محیط مین ہی۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر کوئی زمین غصب کرکے
اسکو مسجد یا حمام یا دکان بنایا تو اس مسجد مین نماز کے واسطے یا حمام مین نہانے کے واسطے یا دکان مین

گذرنے کے واسطے جانے مین کچھ ڈر نہین ہی مگر حمام یا دوکان کو اجارہ پر لینا جائز نہین ہی۔ قال المترجم
صریح بعض نے کہا کہ یہ مسجد بھی مالک کو اختیار ہی کہ زمین کو لیکر اپنی ملک مین داخل کرے یعنے مسجد کا حکم نہ دے
قال المترجم بالظاہر۔ اور اگر کسی شخص کا دار غصب کر کے اُسکو مسجد بنایا تو کسی شخص کو اُسمین نماز کے واسطے جانا اور
نماز پڑھنا روا نہین ہی اور اگر اُسکو مسجد جامع بنایا تو اُسمین جمعہ نہ پڑھا جائیگا اور اگر اُسکو راستہ بنایا تو کسی کو اُس
راہ سے گذرنا جائز نہین ہی یہ مضمرات مین ہی۔ ایک شخص نے جنگل مین ایسی جگہ مسجد بنائی کہ جہان کوئی نہین
رہتا ہی اور مسافر بھی کبھی کوئی بہت کم اُسطرف گذرتا ہی تو وہ مسجد نہو جائیگی کیونکہ اُسکے مسجد ہو جانے کی کوئی ضرورت
نہین ہی یہ غرائب مین ہی قال المترجم لانا نعدیہ۔ اگر دار وقف مین سے مسجد مین جانے کا دروازہ ہو تو امام کو
اس دروازہ مین سے ہو کر مسجد مین جانے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور جو حجرہ مسجد کے واسطے وقف
ہو اُسمین موذن کو رہنا جائز ہی یہ غرائب مین ہی۔ ایک مدرس مسجد مین درس دیتا ہی اُسکا گھر دیوار مسجد سے
متصل ہی خواہ یہ گھر مدرس کی ملک ہی یا کرایہ پر ہی پس آیا مدرس کو اختیار ہی کہ دیوار مسجد توڑ کر اپنے مال سے
دروازہ خرید کر اُسمین لگا دے کہ مسجد کی طرف آمد رفت کا دروازہ ہو جاوے تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو یہ
اختیار نہین ہی اگرچہ اُسنے یہ کہدیا ہو کہ اگر دیوار مسجد مین کوئی نقصان ہو گا تو مین اُسکا ضامن ہون یہ جواہر اخلاطی
مین ہی۔ مسجد مین درس دینا جائز ہی اگرچہ اسمین یہ لازم آتا ہی کہ جو بوریا و فرش مسجد کے واسطے وقف ہی وہ
مستعمل ہوتا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ شیخ خجندی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک نگاہبان مسجد فنائے مسجد لوگون کی
تجارت کے واسطے مباح کرتا ہی پس آیا اُسکو اسطرح مباح کرنے کا اختیار ہی تو فرمایا کہ اگر اسمین مسجد
کے واسطے کوئی مصلحت ہو تو انشاء اللہ تعالے اسمین کچھ ڈر نہین ہی پھر شیخ موصوف رح سے دریافت کیا گیا
کہ اگر متولی مذکور نے فنائے مسجد مین تخت رکھے اور اُنکو لوگون کو اجارہ پر دیا کہ اُنپر بیٹھکر تجارت کرین اور
اس مسجد کی فنا اُنکے واسطے مباح کر دے پس آیا اُسکو یہ اختیار ہی تو فرمایا کہ اگر اسمین مصلحت مسجد ہو تو کچھ
ڈر نہین ہی بشرطیکہ رہگذر عوام مسلمین نہو۔ اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ آیا فنائے مسجد وہ جگہ ہی
جو اُسکی دیوار کے سامنے ہی یا فقط اُسکے دروازہ کا ظلہ ہی تو فرمایا کہ ظلہ مسجد کے سایہ مین جو جگہ ہی وہی فنائے
مسجد ہی بشرطیکہ عام مسلمانون کی گذرگاہ نہو۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر متولی مسجد نے فنائے
مسجد مین کرسی و تخت رکھے اور لوگون کو اجارہ پر دیے تاکہ لوگ اُنپر تجارت کرین اور یہ کرایہ اپنی ذات پر
صرف کیا یا امام مسجد کے واسطے دیا پس آیا اُسکو یہ اختیار ہی فرمایا کہ نہین۔ مولف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ ہمارے
نزدیک اُسکو اختیار ہی کہ کرایہ جہان چاہے خرچ کرے کذا فی التاتارخانیہ نقلا عن الیتیمہ قال المترجم المختار
عندی ما قال شمس الائمۃ الخجندی۔ صلوۃ الاثر مین ہی کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک مسجد کے واسطے
ایک دوکان لی گئی حالانکہ مسجد اور اس دوکان مین فاصلہ ہی بیچ مین راستہ ہی اور اسواسطے یہ دوکان لی گئی
کہ گرمیون مین اس دوکان مین نماز پڑھی جاوے پس آیا اس دوکان مین نماز پڑھنے سے بھی اتنے لوگون کو وہ
ثواب ہوگا جتنے کو نہ مسجد مین پڑھنے سے ہوتا ہی تو فرمایا کہ ہان کذا فی الذخیرہ اہل محلہ نے مسجد کو تقسیم کر لیا
اور بیچ مین دیوار بنالی اور ہر گروہ نے علیحدہ اپنا امام مقرر کر لیا مگر موذن دونون کا ایک ہی رہا تو کچھ ڈر نہین ہی

لیکن اولی یہ ہی کہ ہر گروہ کا موذن بھی الگ الگ ہو اور رکن الصباغی نے فرمایا کہ جسطرح یہ جائز ہی کہ محلے والے ایک مسجد کو دو مسجدین کرلین اسی طرح یہ بھی جائز ہی کہ اقامت جماعت کے واسطے دو مسجدون کو ایک کرلین مگر وعظ و درس کے واسطے ایسا نہین کرسکتے ہین اگرچہ وعظ و درس مسجد مین جائز ہی یہ قنیہ مین ہی۔ شیخ برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک دوکان ایک امام مسجد کے واسطے وقف کی گئی ہی وہ امام تین مہینے تک غائب رہا اور اپنی طرف سے ایک خلیفہ کر گیا کہ وہ لوگون کو نماز پڑھاتا تھا پھر آیا تو جتنی مدت تک غائب رہا ہی اتنی مدت کا کرایہ دوکان اُسکو لینا جائز ہی یا نہین تو فرمایا کہ اگر اُسنے یا اُسکے آدمی نے اُسکی اجازت سے دوکان مذکور کرایہ پر دی ہو تو کرایہ وصول کرلے سکتا ہی مگر اُسکو صدقہ کردے یہ تاتارخانیہ مین فتاوے سے نقل ہی۔ امام ابو حنیفہ سے دریافت کیا گیا کہ کسی معتکف کو فصد و حجامت کی حاجت ہوئی پس آیا وہ مسجد سے باہر آوے فرمایا کہ نہین اور لآلی مین ہی کہ جو شخص مسجد مین آہستہ سے پادتا ہی اُسکے بارہ مین اختلاف ہی بعضون نے فرمایا کہ خیر کچھ ڈر نہین ہی اور بعضون نے فرمایا کہ مسجد مین نہ پادے بلکہ جب ضرورت ہو تو باہر آجاوے اور یہی اصح ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور محدث کو مسجد کے اندر جانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہی اصح القولین ہی اور جو شخص معتکف نہو اُسکے واسطے مسجد مین سونا و کھانا مکروہ ہی لیکن جب ایسا کرنا چاہے تو اُسکو چاہیے کہ اعتکاف کی نیت کرکے اسمین داخل ہو اور اللہ تعالی کا ذکر کرے جتنا چاہے یا نماز پڑھے پھر جو چاہے وہ کرے یہ سراجیہ مین ہی۔ اور مسافر و صاحب دار کو روا ہی کہ مسجد مین سووے اور یہی مذہب صحیح ہی قال المترجم وہوالاوفق بالحدیث یعنے جسکا گھر موجود ہو وہ بھی مسجد مین خواب کرسکتا ہی وکان ابن عمر رضی اللہ عنہما یفعل ذلک کما فی صحیح البخاری اور احسن یہ ہی کہ تورع و پرہیزگاری اختیار کرے یعنے ایسا نہ کرے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ مسجد مین جو سوکھی گھاس مجتمع ہو اُس سے پانون رگڑ لینے مین کچھ ڈر نہین ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصلوٰۃ مین ذکر فرمایا کہ جو ہمارے زمانہ مین لوگ مسجدون مین بوریا ڈال رکھتے ہین اور اُس سے قدم رگڑ لیتے ہین یہ امامون کے نزدیک مکروہ ہی یہ محیط مین ہی۔ محراب کے اندر جو جگہ ہی وہ مسجد کے حکم مین ہی یہ غرائب مین ہی۔ اگر مسجد مین ابابیل یا چمگادڑ کے گھونسلے ہون کہ یہ جانور مسجد مین پلید بیٹ گراتے ہون تو روا ہی کہ گھونسلے مع اُنکے بچون کے نکال کر پھینکدے یہ ملتقط مین ہی۔ قال المترجم اصل کتاب مین عشش کا لفظ مذکور ہی اور وہ ایسے گھونسلے کو کہتے ہین جو لکڑیان جمع کرکے شاخ درخت پر لگاتا ہی و بنابرین یہ حکم ایسے گھونسلے سے متعلق ہوگا جو مسجد مین کسی درخت پر ہو مگر ابابیل و چمگادڑ اسطرح گھونسلا نہین لگاتا ہی پس ظاہراً کہ یعنے سوراخ دیوار وغیرہ کا گھونسلا مراد ہی پس کچھ اشکال نہین ہی اور اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ان دونون جانورون کی بیٹ نجس غلیظ ہی ولکن فیہ وفیما ذکر من الحکم نظر فلیرجع الی المعتبرات۔ اور صلوٰۃ جلالی مین مذکور ہی کہ مسجد مین راستہ نہ بنالے باین طور کہ مسجد کے دو دروازہ ہون ایک دروازہ سے گھسکر دوسری طرف دروازے سے نکل جاوے یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور جوتا پہنے ہوئے مسجد مین جانا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور ہمارا کہ مسجد کی کچھ حرمت نہین ہی جبکہ مجتمع ہو اور اُسکی حرمت ہی جبکہ بچھی ہوئی ہو یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص کو راہ مین سخت سردی پہونچی پس وہ ایک مسجد مین داخل ہوا جسمین غیر کی لکڑیان

رکھی ہوئی ہین اور یہ شخص سرمازدہ اگر آگ جلا کر نہین تاپتا ہی تو مرا جاتا ہی تو غیر شخص کی لکڑیان جلانے سے مسجد کی
لکڑیان جلانا اولیٰ ہی - اور عام فتنہ مین خوف کی وجہ سے اناج و دیگر اثاث البیت کو مسجد مین داخل
کرنا جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - ایک شخص جامع مسجد مین تعویذ فروخت کرتا ہی اور ان تعویذون مین توریت (یعنے جو تمام مین بتفصیل رہا ہو مثلاً تکمیل وغیرہ ۱۲ منہ)
و انجیل و قرآن لکھتا ہی اور کہتا ہی کہ مجھے مال ہدیہ دے دو اور تعویذ لے لو تو اسکو حلال نہین ہی یہ کبری
مین ہی اور دنیا کا ہر کام مسجد مین مکروہ ہی اور اگر معلم یا کاتب نے مسجد مین نشست اختیار کی پس اگر معلم
حسبۃً للہ ثواب کے واسطے تعلیم دیتا ہی اور کاتب مذکور اپنے واسطے دین کے امور لکھتا ہی تو اسمین کچھ ڈر
نہین ہی اور اگر یہ دونون اجرت پر ایسا کرتے ہون تو مکروہ ہی لیکن اگر دونون کو ضرورت پیش آئی ہو تو
ایسا نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - مسجد مین نکاح کا عقد باندھنا مستحب ہی مگر امام ظہیر الدین نے اسکے برخلاف
اختیار کیا ہی - اور جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین داخل نہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک شخص گذرنے
کے طور پر مسجد مین داخل ہوا یعنے تاکہ مسجد سے ہو کر چلا جاوے پھر جب بیچ مسجد مین پہونچا تو اپنے فعل
سے نادم ہوا تو بعض نے فرمایا کہ جس دروازے سے نکلنے کا قصد کیا تھا اُسکے سواے دوسرے دروازے
سے نکلے اور بعض نے فرمایا کہ نماز پڑھ لے پھر اُسکو اختیار ہی جدھر سے چاہے نکل جاوے اور مجد الائمہ
ترجمانی نے فرمایا کہ اگر محدث ہو تو جدھر سے آیا ہی اُسی راہ سے نکلے تاکہ جو جرم کیا ہی اُسیر اعلام ہو یہ
قنیہ مین ہی - ایک شخص نے مسجد مین درخت جمایا پس اگر اسواسطے ہو کہ لوگ اُسکے سایہ سے نفع اُٹھاوین اور
لوگون کو مسجد مین تنگی نہوتی ہو اور نہ صفین متفرق ہوتی ہون تو کچھ ڈر نہین ہی - اور اگر اُس شخص نے اُسکے
میوون پھلون سے خود نفع اُٹھانے کے واسطے بویا ہو یا صفون کی تفریق لازم آتی ہو یا ایسی جگہ ہو جہان اُس
فعل سے مسجد کی مشابہت بیعہ وکنیسہ سے ہوئی جاتی ہو تو مکروہ ہی یہ غرائب مین ہی - مسجدون مین سے سب
زیادہ حرمت مسجد الحرام یعنے کعبہ معظمہ کی ہی اُسکے بعد مسجد مدینہ یعنے مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھر
بیت المقدس کی پھر جامع مسجدون کی پھر محلون کی مسجدون کی پھر شارع عام مسجدون کی کہ انکا رتبہ
کم ہی حتے کہ اگر عام کی مسجدون کے واسطے کوئی امام معلوم و موذن نہو تو اُنمین کوئی اعتکاف نہین کر سکتا ہی
پھر گھرون کی مسجدون کی حرمت ہی کہ انمین کسی کو اعتکاف کرنا جائز نہین ہی لیکن عورتون کو جائز ہی یہ قنیہ
مین ہی فقیہ نے تنبیہ مین ذکر فرمایا کہ مسجد کی حرمت کی پندرہ باتین ہین اول یہ کہ جب مسجد مین داخل ہو
پس اگر لوگ بیٹھے ہون پڑھنے و پڑھانے مین یا یاد الٰہی مین مشغول نہون تو اُنکو سلام کرے اور اگر لوگ
نماز مین ہون یا اُسمین کوئی نہو تو یون کہے السلام علینا من ربنا و علے عباد اللہ الصالحین دوم یہ کہ بیٹھنے سے
پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے - سوم یہ کہ اُسمین خرید و فروخت کی گفتگو نکرے - چہارم یہ کہ اُسمین تلوار نہ کھینچے
پنجم یہ کہ اُسمین گمشدہ کی جستجو نہ کرے - ششم یہ کہ سواے ذکر اللہ تعالے کے اُسمین آواز بلند نہ کرے
ہفتم یہ کہ اُسمین دنیا کی باتین نہ کرے - ہشتم یہ کہ کسی جگہ جا بیٹھنے کے واسطے لوگون کے سرون پر پھاند کر
نہ جاوے نہم یہ کہ جگہ کے واسطے کسی سے جھگڑا نہ کرے دہم یہ کہ صف مین کسی شخص پر جگہ کی تنگی نہ کردے
یازدہم یہ کہ کسی نمازی کے سامنے ہو کر نہ گذرے - دوازدہم یہ کہ مسجد مین تھوک نہ پھینکے - سیزدہم یہ کہ اُسمین

اپنی انگلیان نہ چٹکاوے چہاردہم یہ کہ مسجد کو نجاستون اور چھوٹے بچون اور مجنون اور اقامت حدود سے
پاک رکھے پانزدہم یہ کہ اُسمین اللہ تعالی کی یاد زیادہ کرے یہ غرائب مین لکھا ہی۔ مسجد مین باتین کرنے کے
واسطے بیٹھنا بالاتفاق مباح نہین ہی کیونکہ مسجد امور دنیا کے واسطے نہین بنائی گئی ہی اور خزانۃ الفقہ مین
ایسی عبارت ہی جو اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ دنیا کی باتون مین جو کلام مباح ہی وہ بھی مسجد مین حرام ہی
اور فرمایا کہ اُسمین دنیا کا کلام بالکل نہ کرے اور صلوۃ جلالی مین لکھا ہی کہ دنیا کی مباح باتین مسجد مین جائز ہین
اگرچہ اولی یہی ہی کہ اللہ تعالی کی یاد مین مشغول ہو کذا فی التمرتاشی وقال المترجم وہو الصحیح المختار عندی واللہ
اعلم۔ اگر مسجد مین جگہ تنگ ہوگئی تو مصلی کو یعنے جو نماز مین داخل ہونا چاہتا ہی یہ اختیار ہی کہ جو شخص اُسمین
بیٹھا ہی اُسکو اپنی نماز پڑھنے کے واسطے اُسکی جگہ سے اُٹھا دے اگرچہ وہ شخص یاد الہی یا درس یا قراۃ قرآن
مین مشغول ہو یا اعتکاف مین ہو۔ اسی طرح اگر محلہ والے نمازیون کے واسطے مسجد محلہ تنگی کی یعنے محلہ کی
مسجد مین محلہ والے نہین سماتے ہین تو محلہ والون کو اختیار ہی کہ جو شخص اس محلہ کا نہین ہی اُسکو اس مسجد
مین نماز سے منع کرین یہ قنیہ مین ہی۔ اور ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہی اسی وجہ سے شدت گرمی مین مسجد
کے اوپر جاکر جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہی لیکن اگر مسجد تنگ ہو اور مصلی نیچے نہ سماوین تو ضرورت کی
وجہ سے اُسکی چھت پر چڑھنا مکروہ نہین ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور وقف کی آمدنی سے مسجد کا منارہ بنانے
مین یہ حکم ہی کہ اگر منارہ کی تعمیر مین مسجد کے واسطے مصلحت ہو مثلاً سب لوگون کو اذان کی آواز منارہ پر سے
سُنائی دیوے تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر مصلحت نہو مثلاً سب اہل مسجد بدون منارہ کے آواز اذان سُنتے ہون
تو نہین جائز ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور متولی وقف کو جائز نہین ہی کہ استوانون مین لٹکانے کے واسطے مصلیات
خریدے اور نماز کے واسطے جائز ہی مگر استوانون مین لٹکائے نہ جاوینگے اور دوسری مسجد کے واسطے اُنکا
عاریت دینا جائز نہین ہی۔ مین کہتا ہون کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب وقف کرنے کا حال معلوم نہو اور
اگر یہ معلوم ہو کہ اُسنے حکم دیا ہی کہ مصلیات استوانون مین لٹکائے جاوین اور اُسمین درس کی اجازت
دی ہو اور درس کے واسطے اُسکو بنایا ہو اور عادت جاری معائنہ کی گئی ہو کہ جن مسجدون مین درس ہوتا ہی
اُنہین استوانون سے لٹکائی جاتی ہین تو متولی کو جائز ہی کہ جب مصلیات کی ضرورت ہو تو مسجد کی مصلحت
کے واسطے اُنکو مال وقف سے خریدے اور انشاء اللہ تعالی ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی مسجد کے چراغ سے
کتاب پڑھنا جائز ہی یا نہین پس حکم یہ ہی کہ اگر چراغ نماز پڑھنے کے واسطے جل رہا ہو تو کچھ ڈر نہین ہی اور
یون ہی جلتا ہو نماز کے واسطے نہ جلتا ہو مثلاً وہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے ہون پس اگر تہائی رات
گئے تک جلتا رکھا تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر تہائی رات سے زیادہ تاخیر کی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ کتاب ال
مضمرات مین ہی۔ ایک متعلم یعنے طالب علم نے مسجد کی کولان مین سے لیکر اپنی کتاب مین نشانی رکھی تو یہ عفو ہی
یہ قنیہ مین ہی۔ اور جس کاغذ مین اللہ تعالے کا نام لکھا ہو اُسمین کوئی چیز لپیٹ کر باندھنا مکروہ ہی خواہ نام لکھا ہو
اندر کی طرف ہو یا باہر کی طرف ہو بخلاف ایسی تھیلی کے کہ جسپر اللہ تعالی کا نام ہو کہ اُسمین درم وغیرہ رکھنا مکروہ نہین
ہی یہ ملتقط مین ہی۔ اگر اللہ تعالی کا نام لکھا پھر اُسکو اپنے نہالی کے نیچے جسپر لوگ بیٹھتے ہین رکھدیا تو بعض نے

فرمایا کہ مکروہ ہی اور بعض نے یون کہا کہ مکروہ نہین ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر بیت مین رکھا تو اُسکی چھت پر سونا روا ہی پس ایسا ہی یہان ہی کذا فی المحیط قال المترجم انما العبرۃ فی الاداب للعرف وماذکر من مسئلۃ البیت لیس فی العرف مثل مانحن فیہ فی حق الادب فالمختار عندی ہو الاول واللہ اعلم - اور ایسے کاغذ مین جسمین کچھ فقہ لکھی ہو کوئی چیز لپیٹنا نہین جائز ہی اور اگر علم کلام مین سے کچھ لکھا ہو تو اولے یہ ہی کہ نہ لپیٹے اور اگر طب لکھی ہو تو لپیٹنا جائز ہی - اور اگر اسمین اللہ تعالے کا نام یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ہو تو لپیٹنے کے واسطے اُس نام پاک کا محو کرنا جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - اور اگر کسی تختہ لوح سے جسمین قرآن لکھا تھا قرآن محو کر دیا اور اُسکو دنیا کے کام مین استعمال کیا تو جائز ہی اور اللہ تعالے کا نام تھوک سے مٹانے سے ممانعت آئی ہی یہ غرائب مین ہی - اور کچھ تھوڑی تحریر کا تھوک سے مٹانا جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - شیخ ابوحامد سے دریافت کیا گیا کہ اکثر اوراق لوگ ایسے کاغذ سے جسمین اخبار و تعلیقات ہین دفتی بناتے ہین تو فرمایا کہ اگر قرآن شریف کی یا کتب فقہ و تفسیر کی دفتی بناتے ہون تو ڈر نہین ہی اور اگر ادب و نجوم کی کتابون کی دفتی بناتے ہون تو اُنکے حق مین یہ مکروہ ہی یہ غرائب مین ہی - حاکم رح نے امام رح نے نقل کیا کہ امام رح ولیمہ کی دعوت مین اُنگلیان صاف کرنے مین کاغذ کا استعمال مکروہ جانتے تھے اور اسمین تشدد کرتے تھے اور لوگون کو اس فعل سے بہت جھڑکتے تھے یہ محیط مین ہی - ایک طالب علم کے خریطہ مین حدیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کی کتاب ہی - یا امام ابوحنیفہ یا غیر کی فقہ کی کتاب ہی اُسکو وہ سر کے نیچے رکھتا ہی پس اگر اُسنے بقصد حفاظت سر کے نیچے رکھکر سونا اختیار کیا ہی تو مکروہ نہین ہی ورنہ مکروہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور ایسی کتاب کا جسمین احادیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام ہین سر کے نیچے تکیہ بنانا نہین جائز ہی الا اُس صورت مین کہ اُسکی حفاظت کے قصد سے ایسا کیا ہو یہ ملتقط مین ہی - اور سفر مین قرآن شریف کو سر کے نیچے رکھنا اگر بقصد حفاظت ہو تو ڈر نہین ہی اور اگر بقصد حفاظت نہو تو مکروہ ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی - اور جس کوٹھری مین قرآن شریف پردہ کے ساتھ رکھا ہی اُسمین عورت سے جماع کرنا جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - ایک شخص نے قرآن شریف اپنے گھر مین رکھ لیا ہی اُسکو پڑھتا نہین ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے خیر و برکت کی نیت سے ایسا کیا ہی تو گنہگار نہوگا بلکہ امید ہی کہ اُسکو ثواب ملے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر سواری کے جانور پر جوال مین مصحف مجید یا شریعت کی کتابین رکھکر لادی ہین اور جوال پر آپ سوار ہو بیٹھا تو مکروہ نہین ہی یہ محیط مین ہی مصحف مجید کی طرف ٹانگین پھیلانا مکروہ نہین ہی بشرطیکہ مصحف واُسکی ٹانگون مین محاذات نہو یعنے مقابل نہون اسی طرح اگر مصحف مجید کھونٹی مین لٹکا ہو اور اُسنے اسی طرف ٹانگین پھیلائین تو بھی مکروہ نہین ہی یہ غرائب مین ہی - ایک شخص کے پاس ایک بورا ہی جسمین ایسے درم ہین جنمین قرآن مجید کی آیت لکھی ہی یا اُسمین فقہ یا تفسیر کی کتابین یا مصحف مجید ہی اور وہ شخص اس بورے پر بیٹھا یا سو رہا پس اگر بقصد حفاظت اُسنے ایسا کیا ہی تو خیر کچھ ڈر نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے قرآن شریف پر اپنا پاؤن رکھا پس اگر بطریق استخفاف ہو تو کافر ہو جائیگا ورنہ کفر کا فتوی ندیا جائیگا یہ غرائب مین ہی درمون پر اللہ تعالی کا نام لکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی اسواسطے کہ صاحب درم کا قصد علامت ہی نہ اہانت

۵۸ اخبار خواہ احادیث نبوی علیہ السلام یا آثار صحابہ و اقوال تابعین رحمہم اللہ ۱۲ منہ

کذا فی جواہر الاخلاطی قلت ہذا التوجیہ لیس الشئی لان غایۃ مایلزم انہ لایکفر بعدم الاستخفاف والاہانۃ واما انہ لایاثم بذلک فلیس فیہ مایدل علیہ فافہم - اگر اپنی انگوٹھی پر اپنا نام یا اللہ تعالی کا نام یا اللہ تعالے کے ناموں مین سے کوئی نام جیسے حسبی اللہ ونعم الوکیل یا ربی اللہ یا نعم القادر اللہ نقش کیا تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی - اور جن پیسون پر اللہ تعالی کا نام ہو اُنکو ہاتھ مین پکڑنا ایسے شخص کے حق مین مکروہ ہی جو طہارت کے ساتھ نہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور نوادر بن سماعہ مین ہی کہ اگر کسی شخص بے وضو کے پاس ایسے درم کسی کپڑے مین لپٹے ہوئے ہون تو کچھ ڈر نہین ہی یہ حاوی مین ہی - فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی آستین مین کتاب ہی وہ پیشاب کرنے کو بیٹھ گیا پس آیا یہ مکروہ ہی فرمایا کہ اگر کتاب کو پیخانہ مین اپنے ساتھ لے گیا تو مکروہ ہی اور اگر کسی پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہین ہی - اسی طرح اگر اُسکے پاس اللہ تعالے کے نام لکھے ہوئے درم ہون یا کچھ قرآن کی آیت اُنپر لکھی ہو پس اگر اپنے ساتھ پیخانہ مین لے گیا تو مکروہ ہی اور اگر کسی پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہین ہی اسیطرح اگر اُسکے پاس انگوٹھی مین قرآن کی آیت یا اللہ تعالی کا نام لکھا ہو پس اگر اُسکو پیخانہ مین لے گیا تو مکروہ ہی اور اگر پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہین ہی یہ محیط مین ہی - اگر قرآن کو چہار دیواری و دیواروں پر لکھا تو بعضوں نے فرمایا کہ امید ہی کہ جائز ہووے اور بعضوں نے مکروہ جانا ہی بدین خوف کہ شاید گر پڑنے کے بعد لوگون کے قدمون کے نیچے آویگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - جو چیز فرش و بچھونا بنائی جاتی ہی اُسپر قرآن شریف لکھنا مکروہ ہی یہ غرایب مین ہی - بچھونا یا مصلے جسپر یہ لفظ لکھا ہو کہ الملک للہ اُسکا بچھانا و اُسپر بیٹھنا و استعمال کرنا مکروہ ہی و علی ہذا مشائخ نے فرمایا کہ ورقوں کے بیچ مین سفید ٹکڑا کاغذ کا جسمین اللہ تعالی کا نام لکھا ہی نشانی بنا کر رکھنا مکروہ ہی کہ اسمین اللہ تعالی کے نام پاک کی بے توقیری ہی اور اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے کاٹ دیا اور بچھونے یا مصلے مین سیا جسے کہ کلمہ متصل نہ رہا تو کراہت ساقط نہوگی اسی طرح اگر ان دونون پر فقط الملک ہو تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر تنہا الف و تنہا لام ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ کبری مین ہی - اگر فرعون و ابوجہل کا نام کسی نشانہ پر لکھ کر اُسپر تیر اندازی کی تو مکروہ ہی کیونکہ ان حروف کی حرمت ہی یہ سراجیہ مین ہی - حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ مصحف کو چھوٹا کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ ہی اور یہی امام ابویوسف کا قول ہی اور حسن نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ شاید امام رحمہ اللہ کی مراد اس سے یہ ہی کہ مکروہ تنزیہی ہی یہ مراد نہین ہی کہ ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا - اور جو شخص قرآن شریف لکھنا چاہے اُسکو چاہیئے کہ اچھے خط سے اچھے ورق پر سپید کاغذ پر موٹے قلم سے چمکدار روشنائی سے لکھے اور ہر دو سطر مین زیادہ جگہ چھوڑے اور حروف پُرکار لکھے اور مصحف مجید کی ضخامت بڑہاوے اور سوائے کلام مجید کے اور باتون سے جیسے تعشیر و ذکر آیات و علامات وقف سے مجرد رکھے تا کہ نظم کلمات مین خلل نہو محفوظ رہے جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مصحف مجید تھا کذا فی القنیہ - اور تعشیر کے یہ معنی ہین کہ ہر دس آیت کے بعد نشان دے اور بیان کیا گیا ہی کہ قرآن مجید مین چھ سو تینتیس ۶۳۳ جا عشرہ ہین - یہ سراج الوہاج مین ہی - اور سورتون کے نام اور آیتون کی تعداد لکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہ اگرچہ محدث ہی مگر بدعت حسنہ ہی اور بہت چیزین محدث ہین مگر بدعت حسنہ ہین اور بہت چیزین بوجہ اختلاف مکان

وزمان کے مختلف ہوتی ہین یہ جواہر اخلاطی مین ہے- اور ابو الحسن فرماتے تھے کہ تراجم سور مین جنکے لکھنے کی عادت جاری ہے اُنکے لکھنے مین کچھ ڈر نہین ہے جیساکہ سورتون کے اول مین فصل کے واسطے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھتے ہین یہ سراج الوہاج مین ہے- اور مصحف کو سنہرا اور روپہلا کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ یہ سب مکروہ ہے اور مشائخ نے امام محمد کے قول مین اختلاف کیا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے- امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ مین نصرانی کو فقہ و قرآن سکھلاؤنگا شاید وہ راہ راست پر آجاوے مگر مصحف کو نصرانی نہ چھوویگا اور اگر اُسے غسل کرکے پھر چھوا تو کچھ ڈر نہین ہے یہ ملتقط مین ہے- مصحف مجید اگر کہنہ ہو جاوے کہ اُس سے تلاوت نہ کی جا سکے اور اُسکی اضاعت کا خوف ہو تو پاک کپڑے مین لپیٹ کر دفن کر دیا جاوے اور دفن کرنا بہ نسبت ایسی جگہ رکھنے کے جہان اُسپر نجاست پڑ جانے کا خوف ہو یا اسکے مثل کوئی بات کا خوف ہو بہتر ہے اور دفن کرنے کے واسطے لحد بنائی جاوے کیونکہ اگر شق بنائی جاویگی اور دفن کیا جاویگا تو مٹی ڈالنے مین مٹی اُسپر پڑیگی اور اسمین ایک گونہ تحقیر ہے لیکن اگر پہلے چھت دے کر یعنی بنگلے لگا کر دفن کیا جاوے تاکہ مٹی اُسپر نہ پہونچے تو یہ بھی اچھا ہے یہ غرائب مین ہے مصحف اگر کہنہ ہو گیا کہ اُس سے تلاوت نہین کر سکتے ہین تو اُسکو آگ سے نہ جلایا جاوے اس حکم کی طرف امام محمد رح نے سیر کبیر مین اشارہ کیا ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین کذا فی الذخیرہ- اور جو مصحف کہنہ ہو گیا ایسا نہ رہا کہ اُس سے تلاوت ممکن ہو تو یہ نہین جائز ہے کہ اُس سے دوسرے قرآن کی دفتی بنائی جاوے یہ قنیہ مین ہے- لغت و نحو قسم واحد ہے پس ایک کو دوسرے پر رکھنا روا ہے اور کتاب تعبیر ان دونون سے بلند مرتبہ ہے اور کلام اس سے بلند مرتبہ ہے اور کتب اخبار یعنی احادیث و مواعظ و دعوات مرویہ اس سے بلند مرتبہ ہین اور تفسیر جسمین آیات لکھی ہوئی ہین کتب قرا سے بلند مرتبہ ہے- جالوت یا قالوت جسمین کتابین ہین تو ادب یہ ہے کہ اُنپر کپڑے نہ رکھے- نیا قلم کا تراشہ جو استعمال مین نہ آیا ہو اُسکو تیر اندازی کے طور پر پھینکنا جائز ہے اور جو مستعمل ہو اُس سے تیر اندازی نہ کرے کیونکہ وہ لائق احترام ہے جیسے مسجد کی خشک گھاس اور اُسکا جھاڑا ہوا کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالنا چاہیے جو مخل تعظیم ہو یہ قنیہ مین ہے- اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ امام رحمہ اللہ مکہ کا جوار اور مکہ مین اقامت اختیار کرنا مکروہ جانتے تھے کذا فی الذخیرہ

چھٹا باب - مسابقہ کے بیان مین- **قال المترجم** مسابقہ لغت مین بمعنی باکسے پیشی گرفتن و دویدن یعنی دوڑنے مین کسی سے آگے نکل جانا مگر یہان عام معنی مراد ہین خواہ آدمی ہو یا غیر ہو وسیعلم فیما یتلی علیک- سباق چار چیزون مین جائز ہے خف یعنی اونٹ مین یعنی اونٹ دوڑانے مین اور حافر یعنی گھوڑے و خچر مین اور نصل یعنی تیر اندازی مین اور قدم چلنے یعنی دوڑ مین اور اسکا جواز جبھی ہے کہ جب بدل ایک ہی طرف سے ہو اور معلوم ہو مثلاً یون کہا کہ اگر تو مجھسے سبقت لے گیا تو تیرے واسطے مجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر مین تجھسے سبقت لے گیا تو میرا تجھپر کچھ نہوگا یا اسکے برعکس شرط لگائی اور اگر دونون طرف سے بدل قرار دیا تو یہ جوا ہے حرام ہے لیکن اگر دونون نے تیسرے محلل کو داخل کر لیا مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ اگر مین سبقت لے گیا تو میرے واسطے تجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر تو سبقت لے گیا تو تیرے واسطے مجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر یہ تیسرا شخص یعنی خالد مثلاً سبقت لے گیا تو اُسکے واسطے کچھ نہوگا اور اس مقام پر جائز سے یہ مراد ہے کہ بدل حلال ہوگا اور یہ مراد نہین ہے کہ استحقاق حاصل ہوگا

ف۱ یہ مراد نہین ہے کہ نعوذ باللہ اُسکی بےتعظیمی کی وجہ سے ہو بلکہ یہ مراد ہے کہ قرآن کا حق تعظیم ادا نہو سکیگا ۱۲ منہ

ف۲ جو روایت کی گئی ہین ۱۲

یہ خلاصہ مین ہی۔ اور جبکہ مسابقہ مین مال دونون طرف سے مشروط ہوا اور دونون نے تیسرے شخص کو بیچ مین داخل کر لیا اور دونون نے تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونون پر سبقت لے گیا تو یہ دونون مال تیرے واسطے ہونگے اور اگر ہم دونون تجھپر سبقت لے گئے تو ہمارے واسطے کچھ نہوگا تو یہ استحساناً جائز ہی پس اگر تیسرا شخص دونون سے سبقت لے گیا تو اُسکو دونون مال ملینگے اور اگر یہ دونون اُسپر سبقت لے گئے پس اگر دونون ساتھ ہی سبقت لے گئے تو دونون مین سے ایک کا دوسرے پر کچھ مال نہوگا اور اگر آگے پیچھے سبقت لے گئے تو جو شخص پہلے سبقت لے گیا ہی وہ دوسرے سے مال کا استحقاق رکھتا ہے اور دوسرا اس سے مال کا استحقاق نہین رکھتا ہی۔ اور امام محمدؒ نے کتاب مین فرمایا کہ تیسرے شخص کا داخل کرنا جواز کا حیلہ جبھی ہوسکتا ہی کہ جب تیسرے شخص کی شان سے اس امر کا گمان ہو کہ یہ شخص سابق اور مسبوق ہوسکتا ہی اور اگر یہ امر یقینی ہو کہ یہ شخص ان دونون سے ضرور سبقت لیجائیگا یا ان دونون سے ضرور پیچھے رہ جائیگا تو جائز نہین ہی۔ اور شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل سے نقل کیا گیا ہی کہ شیخ نے فرمایا کہ اگر دو شخص فقہ جاننے والون مین کسی مسئلہ کے حکم مین باہم اختلاف ہوا اور دونون نے چاہا کہ اُستاد کی خدمت مین رجوع کرین و باہم یون شرط کر لی کہ ایک نے کہا کہ اگر حکم وہی ہوگا جو تو کہتا ہی تو مین تجھے اسقدر مال دونگا اور اگر وہ ہی جو مین کہتا ہون تو مین تجھسے کچھ نہ لونگا تو گھوڑدوڑ مین بطور ندکورہ بازی لگانے پر قیاس کر کے یہ صورت بھی جائز ہونی چاہیے اسی طرح اگر کسی فقیہ نے اپنے مثل فقیہ سے کہا کہ آؤ ہم تم ایک دوسرے سے مسائل دریافت کرین پس اگر تو نے صحیح جواب دیا اور مین نے خطا کی تو مین تجھے اسقدر دونگا اور اگر تو نے خطا کی اور مین نے صحیح جواب دیا تو مین تجھسے کچھ نہ لونگا تو بھی جائز ہونا چاہیے اور اسی کو شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے لیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور امیر لوگ جو کیا کرتے ہین کہ دو شخصون سے کہتے ہین کہ جو شخص تم مین سے بڑھ کر رہیگا اُسکو اسقدر ملیگا تو یہ بھی جائز ہی **قال المترجم** واضح ہو کہ امیر لوگ دو شخصون سے ایسے کام مین یون کہین جو کام شرع مین منع نہین ہی تو یہ حکم ہی اور یہی مراد ہی اور ممنوع کام مین جائز نہین ہی مثلاً ننگے بدن ناجائز طور پر کشتی کے لڑنے مین ایسا کہتے ہین سو وہ جائز نہین ہی واللہ اعلم۔ طالب علمون نے اگر سبق مین جھگڑا کیا ہر ایک نے چاہا کہ میرا سبق مقدم ہو تو جو شخص پہلے آیا ہی اُسکا سبق مقدم ہوگا اور اگر پہلے آنے مین اختلاف کیا پس اگر کسی کے پاس گواہ ہون تو اُسکے گواہ لیے جاوینگے اور اگر گواہ نہون تو اُنمین قرعہ ڈالا جائیگا اور یون قرار دیا جائیگا کہ گویا دونون ساتھ ہی آئے ہین جیسا کہ مسئلہ فرائض مین حرق یعنے جل جانے اور غرق یعنے ڈوب جانے مین ہوتا ہی کہ اگر دو شخص جنمین باہم توارث ہو اور دونون جل مرے یا ڈوب مرے اور یہ دریافت نہین ہوتا ہی کہ اول کون جلا یا ڈوبا ہی تو یون قرار دیا جاتا ہی کہ گویا ساتھ ہی مر گئے ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اخروٹ کے ساتھ کھیل جو عید کے روز لڑکے کھیلتے ہین اُنکا کھانا جائز ہی مگر یہ حکم اُسوقت ہی کہ ایک نے دوسرے سے بطور قمار یعنے جوے کے نہ جیتا ہو ورنہ اگر ایسا ہو تو یہ فعل حرام ہی کذا فی خزانۃ المفتین واللہ اعلم۔

ساتوان باب سلام و چھینک کے جواب کے بیان مین

اگر کوئی شخص کسی کے دروازہ پر آیا تو واجب ہی کہ سلام کرنے سے پہلے اجازت طلب کرے پھر جب اجازت حاصل ہونے کے بعد اندر جائے تو

تو پہلے سلام کرے پھر اور بات کرے اور اگر گھر کے باہر میدان میں کسی سے ملاقات ہووے تو پہلے سلام کرے پھر بات چیت کرے یہ فتاوےٰ قاضی خان میں ہے۔ اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ سلام کرنے والا افضل ہے یا جواب دینے والا پس بعض نے فرمایا کہ سلام کا جواب دینے والا افضل ہے اور بعض نے فرمایا کہ سلام کرنے والا افضل ہے یہ محیط میں ہے۔ جو شخص کسی کو سلام کرنا چاہے اُسکو چاہیے کہ لفظ جمع کے ساتھ سلام کرے اسی طرح جواب سلام بھی لفظ جمع کے ساتھ چاہیے یہ سراجیہ میں ہے۔ سلام کرنے والے کو افضل یہ ہے کہ یوں کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور جواب سلام دینے والا بھی یوں ہی جواب دے اور برکاتہ سے زیادہ بڑھانا نچاہیے چنانچہ ابن عباس نے فرمایا کہ ہر چیز کا منتہے ہوتا ہے اور سلام کا منتہے لفظ برکاتہ ہے کذا فی المحیط اور جواب سلام میں واو عطف کے ساتھ کہے یعنے وعلیکم السلام اور اگر واو حذف کیا یوں کہا۔ علیکم السلام تو کافی ہے۔ اور اگر پہل کرنے والے نے کہا کہ سلام علیکم یا کہا کہ السلام علیکم تو جواب سلام دینے والے کو دونوں صورتوں میں جائز ہے کہ یوں کہے سلام علیکم اور یہ بھی اختیار ہے کہ یوں کہے السلام علیکم لیکن الف ولام کے ساتھ کہنا یعنے السلام علیکم کہنا اولےٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایک جماعت ایک قوم کے پاس گئی پس اگر سب نے سلام کرنا ترک کیا تو سب گنہگار ہونگے اور اگر انمیں سے ایک نے سلام کر دیا تو سب کی طرف سے کافی ہو جائیگا لیکن اگر سب نے سلام کیا تو یہ افضل ہے اور جواب سلام کو اگر سب نے ترک کیا تو سب گنہگار ہونگے اور اگر انمیں سے ایک نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائیگا ایسا ہی حدیث میں آیا ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہے اور اگر سب نے جواب سلام دیا تو یہ افضل ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاوےٰ آہو میں ہے کہ ایک شخص ایک قوم کے پاس آیا اور اُسنے سب کو سلام کیا تو ان لوگوں پر جواب سلام واجب ہے پھر اگر اُسنے اسی مجلس میں دوبارہ ان لوگوں کو سلام کیا تو دوبارہ ان لوگوں پر جواب دینا واجب نہیں ہے اسی طرح تشمیت یعنے چھینک کا جواب دینا بھی دوبارہ میں واجب نہیں ہوتا ہے مگر مستحب ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ زید مثلاً ایک قوم کے ساتھ بیٹھا ہے پھر خالد آیا اور کہا کہ السلام علیک پس قوم میں سے کسی شخص نے جواب دے دیا تو یہ جواب اُسکی طرف سے جسکو اُسنے سلام کیا ہے نائب ہوگا اور زید کے ذمہ سے جواب سلام ساقط ہو جائیگا اور مراد یہ ہے کہ خالد نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کرکے سلام کیا ہے خاص زید کا نام نہیں لیا ہے تو ایسا حکم ہے کیونکہ اس صورت میں خالد کی نیت سب کو سلام کرنے کی ہے اور یہ جائز ہے کہ ایک جماعت کو بلفظ واحد خطاب کرے۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ خالد نے زید کا نام نہ لیا ہو اور اگر خاص نام لیکر یوں کہا کہ السلام علیک یا زید پس سوائے زید کے دوسرے شخص نے خالد کو جواب سلام دیا تو زید کے ذمہ سے فرض ساقط نہوگا اور اگر اُسنے خاص زید کا نام نہ لیا ہو مگر زید کی طرف اشارہ کرکے سلام کیا ہو تو ایسی صورت میں زید کے ذمہ سے جواب ساقط ہو جائیگا کیونکہ خالد کی نیت سب کو سلام کرنے کی ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص ایک قوم کی طرف گذرا کہ وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے پس اگر احتیاج رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ لوگ بلاوینگے تو سلام کرے ورنہ نہیں یہ وجیز کردری میں ہے۔ سائل نے اگر سلام کیا تو اُسکے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے سائل اگر کسی شخص کے دروازہ پر آیا اور کہا کہ السلام علیک تو اُسکے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے اسی طرح

اگر کچہری مین قاضی کو سلام کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور مشائخ نے شہری و دیہاتی مین
اختلاف کیا ہی کہ بعضون نے فرمایا کہ جو شخص شہر سے آتا ہی وہ اُس شخص کو جو گانون والون مین سے اُسکے
سامنے ٹہے سلام کرے اور بعضون نے اسکے برعکس کہا ہی - اور سوار آدمی پیدل کو سلام کرے - جو کھڑا ہو
وہ بیٹھے ہوے کو اور قلیل لوگ کثیر جماعت کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے کذا فی الخلاصتہ - اور جو شخص پیدل
جاتا ہی وہ بیٹھے ہوے کو سلام کرے اور جو شخص پیچھے سے آتا ہی وہ آگے والے کو سلام کرے یہ محیط مین ہی -
عورت و مرد سے اگر ملاقات ہووے تو پہلے مرد سلام کرے کذا فی فتاوے قاضی خان - بہت مرد و بہت
عورتین ایک مرد کے سامنے آئے تو حکماً یہ مردان سب کو سلام کرے نہ دیانۃً یہ وجیز کردری مین ہی - جب دو شخص
باہم ملے تو دونون مین سے جو شخص سلام کرنے مین پہل کرے وہی دونون مین سے افضل رہا پس اگر دونون
نے ساتھ ہی سلام کیا تو ہر واحد جواب دے - اور جواب سلام دینے کے واسطے وضو کے ساتھ ہونا افضل ہی
اور اگر تیمم کر لیا تو بھی کافی ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اگر کوئی شخص اپنے گھر مین داخل ہو تو اپنے اہلخانہ کو سلام کرے
اور اگر گھر مین کوئی نہو تو یون کہے السلام علینا وعلے عباد اللہ الصالحین کذا فی المحیط اور ہر بار جب داخل ہو
اسی طرح سلام کرے یہ تاتارخانیہ مین صیرفیہ سے نقل ہی - لڑکون کو سلام کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی
بعضون نے فرمایا کہ لڑکون کو سلام نہ کرے اور یہی قول حسن رح کا ہی اور بعضون نے کہا کہ اگر یہ شخص لڑکون کو
سلام کرے تو افضل ہی اور یہی قول شریح رح کا ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی - ذمیون کو سلام
کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ ذمیون کو سلام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور بعض نے
کہا کہ اُنکو سلام نہ کرے اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ سلام کرنے والے کو ذمی سے کوئی حاجت متعلق نہو
اور اگر ذمی سے کوئی غرض ہو تو اُسکو سلام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی - اور ذمیون کے سلام کے جواب
دینے مین کچھ ڈر نہین ہی لیکن اس سے زیادہ جواب مین نکہا جاوے وعلیکم - فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر
کوئی شخص ایک قوم کی طرف ہو کر گذرا اور قوم مین کافر لوگ بھی تھے تو اُسکو اختیار ہی چاہے مسلمانون کی نیت
کرکے یہ کہے السلام علیکم اور اگر چاہے تو یون کہے السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ یہ ذخیرہ مین ہی - سلام کرنا
زائرین کا تحیہ ہی یعنی جو کسی کی زیارت کو جاوے تو سلام کرے اور جو لوگ مسجد مین تلاوت قرآن و تسبیح کے لیے
یا نماز کے انتظار مین بیٹھے ہین وہ لوگ اسواسطے نہین بیٹھے ہین کہ زیارت کرنے والے لوگ یعنے ہماری
ملاقات چاہنے والے لوگ ہمارے پاس آوین پس ایسے وقت مین سلام کا وقت نہین ہی پس ایسے لوگون
کو سلام نہ کرے اور اسی وجہ سے مشائخ نے فرمایا ہی کہ اگر مسجد مین کسی آنے والے نے اُنکو سلام کیا تو اُنکو
روا ہی کہ اُسکا جواب نہ دین یہ قنیہ مین ہی - اگر آواز سے قرآن کی تلاوت کرتا ہی تو اُسکو سلام کرنا مکروہ ہی اور
ایسے ہی مذاکرۂ علم کے وقت بھی یہی حکم ہی اور اذان دینے و اقامت کہنے کے وقت بھی یہی حکم ہی اور صحیح یہ ہی
کہ ان صورتون مین جواب سلام بھی نہ دے یہ غیاثیہ مین ہی - اگر حالت تلاوت مین کسی نے سلام کیا
تو مختار یہ ہی کہ جواب دینا واجب ہی کذا فی وجیز الکردری - اسی کو صدر الشہید رح نے اختیار کیا ہی اور ایسا ہی
فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی یہ محیط مین ہی - اور جمعہ و عیدین کے روز خطبہ کے وقت اور جب لوگ

نماز مین مشغول ہون کہ اُنمین کوئی ایسا نہو جو نماز نہ پڑھتا ہو تو ایسے وقت مین سلام نہ کرے یہ خلاصہ مین ہے۔
اصل مین ہے کہ قوم کو نچاہیے کہ ایسے وقت یعنے خطبہ کے وقت کے چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہکر جواب دین
یا سلام کا جواب دین۔ صلوۃ الاثر مین ہے کہ امام محمد رح نے امام ابو یوسف رح سے یون روایت کی کہ لوگ
سلام کا جواب دینگے اور چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہینگے۔ پس یہ قول جو صلوۃ الاثر سے نقل ہے اس سے
ظاہر ہوا کہ اصل مین جو مذکور ہے وہ امام محمد رح کا قول ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا
اسمین خلاف اس بنا پر ہے کہ اگر اُسنے فی الحال جواب نہ دیا پس آیا خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد جواب دیگا تو
امام محمد رح کے قول پر جواب دیگا و امام ابو یوسف رح کے قول پر نہین دیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک قوم مین
سب لوگ علمی مذاکرہ کرتے ہون یا ایک ذکر کرتا ہو اور باقی لوگ اُسکا کلام سنتے ہون تو ان لوگون کو سلام
نہ کرے اور اگر کریگا تو گنہگار ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ فقہ سیکھنے والا اپنے اُستاد کو سلام نہ کرے اور اگر سلام
کیا تو اُسکا جواب دینا واجب نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ اللہ سے
نقل کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جو شخص ذکر کرنے کی غرض سے بیٹھا خواہ کسی قسم کا ذکر ہو پھر اُسکے پاس
کوئی آیا اور سلام کیا تو اُسکو روا ہے کہ جواب نہ دے یہ محیط مین ہے۔ بڈھے دلگی باز کو یا رند یا کذاب یا بیہودہ گو
کو اور جو لوگون کو بُرا کہتا رہتا ہو اور جو بازار مین عورتون کو گھورتا ہو ایسے لوگون کو سلام نہ کرے بشرطیکہ
ان لوگون کا توبہ کر لینا معلوم نہوا ہو یہ قنیہ مین ہے۔ اور جو شخص گاتا ہو یا پیشاب کرتا ہو اور جو کبوتر اڑایا
کرتا ہو اُسکو سلام نہ کرے اور حمام مین سلام نکرے اور ننگے آدمی کو جسنے قوم کو ڈھنسانے کے لیے یہ حالت بنائی ہے
سلام نکرے اور ان لوگون پر جواب دینا بھی واجب نہین ہے یہ غیاثیہ مین ہے اور فاسقون کو سلام کرنے مین اختلاف
ہے اور اصح یہ ہے کہ انکو سلام کرنے مین پہل نہ کرے یہ تمرتاشی مین ہے۔ اگر کسی شخص کے پڑوسی سفیہ لوگ ہون کہ اگر شخص
ان لوگون کو سلام کرتا ہے تو اس سے شرمندہ ہو کر شرارت و بدی چھوڑتے ہین اور اگر سلام نہین کرتا ہے تو فواحش
پر کمر باندھتے ہین تو ظاہرا اس مسئلہ مین یہ شخص معذور ہے یہ متفرقات قنیہ مین ہے۔ اور جو شخص بطور لہو لعب کے
شطرنج کھیلتا ہو اُسکو سلام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اگر بطریق تادیب و وجر کے اُسکو سلام نکیا تا کہ ایسا کام
چھوڑ دے تو کچھ ڈر نہین ہے اور اگر یہ شخص شطرنج کو تشحیذ خاطر یعنے تیزی ذہن کے واسطے کھیلتا ہو تو اُسپر سلام
کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور مستزاد مین لکھا ہے کہ ابو حنیفہ رح نے شطرنج کھیلنے والے کو سلام کرنے مین کچھ باک
نہین خیال فرمایا بدین غرض کہ جس فعل مین مبتلا ہے اُس سے دوسری طرف مشغول ہو جاوے مگر امام ابو یوسف رح
نے اُن لوگون کی تحقیر کی غرض سے اُنکو سلام کرنا مکروہ جانا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص پیخانہ مین پیخانہ پھرتا ہے
یا پیشاب کرتا ہے اُسکو کسی نے سلام کیا تو سلام کرنے والے کو ایسی حالت مین سلام نہ کرنا چاہیے لیکن اگر اُسنے سلام
کیا تو پیخانہ والے کے حق مین امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اپنے دل سے اُسکے سلام کا جواب دے نہ زبان سے نہ دے
اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ نہ دل سے جواب دے نہ زبان سے اور فارغ ہونے کے بعد بھی جواب نہ دے
اور امام محمد رح نے فرمایا کہ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد جواب دے۔ اور اگر اجنبی عورت نے کسی مرد کو
سلام کیا پس اگر وہ عورت بڈھی ہو تو یہ مرد اُسکو ایسی آواز سے اپنی زبان سے جواب دے کہ وہ عورت سُن لے

اور اگر یہ عورت جوان ہو تو دل سے اُسکا جواب دیدے۔ اور اگر مرد اجنبی نے کسی عورت کو سلام کیا تو اسکے برعکس حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ فلان شخص کو میرا سلام کہدے تو اُسپر یہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور امام محمدؒ نے کتاب السیر کی باب الجعائل مین ایک حدیث روایت کی جو اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ اگر شخص غائب کا سلام کسی نے کسی کو پہونچایا تو اُسکو چاہیے کہ پہلے اسکو جسنے سلام پہونچایا ہی سلام کرے پھر اُس غائب کو سلام کہے کذا فی الذخیرہ **قال المترجم** یہ حدیث بہت صحیح ہی اور صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو کا سلام بکر کو پہونچایا تو بکر کو چاہیے کہ زید سے یون کہے وعلیک وعلیہ السلام ہکذا روی فی الحدیث فاحفظہ۔ جواب سلام کی فرضیت بدون اسکے ساقط نہین ہوتی کہ جسنے سلام کیا تھا اُسکو جواب سُنا دے جیساکہ جواب واجب نہین ہوتا ہی جب تک کہ سلام کو نہ سُنا وے یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر سلام کہنے والا بہرا ہو تو چاہیے کہ اپنے لبون کی جنبش اُسکو دکھلا دے۔ اور یہی حکم چھینک کے جواب کا ہی یہ کبری مین ہی اور کلمہ کی انگلی سے سلام کرنا مکروہ ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ چھینکنے والے کو جواب دینا واجب ہی اگر خود چھینکنے والے نے الحمد للہ کہا پس تین مرتبہ تک اُسکو جواب دے پھر اسکے بعد اُسکو اختیار ہی چاہے جواب دے یا نہ دے یہ سراجیہ مین ہی۔ اور چھینکنے والے کے پاس جو شخص حاضر ہی اُسکو چاہیے کہ چھینکنے والے کو تین بار تک اگر وہ ایک ہی مجلس مین مکرر چھینکے تو جواب دے پھر اگر اُسنے تین بار سے زیادہ چھینکا تو چھینکنے والا ہر بار الحمد للہ کہیگا اور جو اُسکے پاس ہی وہ اگر ہر بار اُسکا جواب دے تو اچھا ہی اور اگر نہ دے تو بھی اچھا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ امام محمدؒ سے مروی ہی کہ اگر ایک شخص نے کئی بار چھینکا اور مرد حاضر نے اُسکو ہر بار جواب دیا تو خیر اور اگر تاخیر کردی پھر آخر مین جواب دیا تو ایک ہی جواب کافی ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر خارج نماز کسی شخص نے چھینکا تو اُسکو چاہیے کہ اللہ تعالی کی حمد یون کرے کہ الحمد للہ رب العالمین۔ یا یون کہے۔ الحمد للہ علی کل حال۔ اسکے سوا اور کچھ نہ کہے اور جو شخص حاضر ہو اُسکو جواب دینا چاہیے اسطرح کہ یرحمک اللہ۔ پھر چھینکنے والا کہے یغفر اللہ لنا ولکم یا یون کہے۔ یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ اسکے سوا اور کچھ نہ کہے یہ محیط مین ہی۔ ایک عورت نے چھینکا پس اگر بڈھی ہو تو اُسکو جواب دے اور اگر جوان ہو تو دل مین اُسکا جواب دے یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کسی مرد نے چھینکا تو عورت اُسکو جواب دیگی پھر اگر یہ عورت بڈھی ہو تو مرد اُسکو جواب دیدے اور اگر جوان ہو تو دل سے اُسکا جواب دیدے یہ ذخیرہ مین ہی۔ جوان خوبصورت عورت نے چھینکا تو سوائے اُسکے محرم مردون کے کوئی اُسکو آواز سے چھینک کا جواب نہ دے یہ غرائب مین ہی۔ اگر اذان کی حالت مین کسی نے چھینکا تو حمد کرے اور حاضر آدمی اُسکو جواب دیگا اور قاضی عبد الجبار معتزلی نے کہا کہ وہ حمد نہ کرے یہ قنیہ مین ہی۔ اگر نماز پڑھنے والے نے چھینکا اور کسی نے اُسکا جواب دیا کہ یرحمک اللہ پھر نمازی نے کہا کہ غفر اللہ لی ولک تو جواب ہو جائیگا اور اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔

آٹھوان باب۔ آدمی کا جسکو دیکھنا اور چھونا حلال ہی اور جسکا حلال نہین ہی اُسکے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ نظر کے مسائل چار قسم ہین اول مرد کا مرد کو دیکھنا دوم عورت کا عورت کو دیکھنا سوم عورت کا مرد کو دیکھنا چہارم مرد کا عورت کو دیکھنا۔ پس ہم قسم اول کا بیان کرتے ہین کہ مرد کو مرد کی طرف نظر کرنا

سوائے اُسکے مقام ستر کے سب جگہ جائز ہی کذا فی المحیط اور اسی پر اجماع ہی کذا فی الاختیار شرح المختار اور مقام ستر مرد کا اُسکے ناف سے لیکر آخر گھٹنے تک ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ناف سے نیچے بال جمنے کی جگہ تک ظاہر الروایۃ کے موافق مقام ستر ہی پھر واضح ہو کہ انکی بہ نسبت گھٹنے کا ستر ہونا کم ہی اور سب شرمگاہ کی بہ نسبت ران کا ستر ہونا کم ہی پس اگر کسی شخص نے دوسرے کو گھٹنا کھلا ہوا دیکھا تو اُسکو نرمی کے ساتھ منع کرے اور اگر وہ بہ اصرار جھگڑے پر آمادہ ہووے تو اُسکے ساتھ جھگڑا نہ کرے اور اگر ران کھلی ہوئی دیکھے تو اُسکو سختی سے منع کرے اور اگر وہ جھگڑے پر آمادہ ہو تو اُسکو نہ مارے۔ اور اگر شرمگاہ کھلی ہوئی دیکھے تو اُسکو حکم کرے کہ اسکو چھپا دے اور اگر وہ جھگڑا کرنے لگے تو اُسکو ادب کے واسطے مارے یہ کافی مین ہی۔ ابانہ مین لکھا ہی کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اسمین کچھ ڈر نہین ہی کہ حمامی کسی نہانے والے مرد کا مقام ستر دیکھے یہ تاتارخانیہ مین ہی مترجم کہتا ہی کہ ظاہر امراد ستر سے سوائے شرمگاہ کے ہی پس سوائے شرمگاہ کے باقی ران و گھٹنا علما کے نزدیک مختلف فیہ ہی چنانچہ مذہب مشہور امام مالک و حمیدی وغیرہ سے ران ستر نہین ہی اگرچہ بروایت حدیث ترمذی کہ جسکی امام ترمذی نے تحسین کی ہی ران مقام ستر مین سے ہی پس امام اعظم نے بسبب مختلف فیہ ہونے کے بضرورت اسکو جائز رکھا ہی واللہ تعالی اعلم اور مرد کا جسقدر جسم دوسرے مرد کو دیکھنا مباح ہی اسکا چھونا بھی مباح ہی یہ ہدایہ مین ہی اور اسمین ڈر نہین ہی کہ حمام والا کسی مرد کے پشم کے بال نورہ لگا کر اپنے ہاتھ سے صاف کر دے بشرطیکہ اپنی آنکھین بند کیے رہے۔ مگر فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بات فقط ضرورت کے وقت ہی بغیر ضرورت کے نہین ہی اور نورہ لگا کر پشم کے بال صاف کرنے مین ہر شخص کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا چاہیے یہ محیط مین ہی۔ اور قسم ثانی کو ہم اسطرح بیان کرتے ہین کہ جہان جہان مرد کو مرد دیکھ سکتا ہی وہین عورت کو عورت دیکھ سکتی ہی کذا فی الذخیرہ۔ اور یہی اصح ہی یہ کافی مین ہی۔ اور کسی عورت کو یہ جائز نہین ہی کہ شہوت سے دوسری عورت کا پیٹ دیکھے یہ سراجیہ مین۔ اور نیک پارسا عورت کو چاہیے کہ کسی بدکار عورت کو اپنے آپ کو دیکھنے دے کیونکہ بدکار عورت اُسکا حال و وصف مردون سے بیان کریگی پس اپنی اوڑھنی و چادر اُسکے پاس نہ رکھے۔ اور مومنہ عورت کو یہ حلال نہین ہی کہ مشرکہ باندی یا کتابیہ عورت کے سامنے کپڑے اتارے لیکن اگر یہ عورت اُسکی باندی ہو تو یہ حکم نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور قسم سوم کا بیان یہ ہی کہ عورت کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا ایسا ہی جیسے مرد کا مرد کو دیکھنا کہ اُسکے تمام بدن کو سوائے ناف سے لے کر گھٹنے کے آخر تک دیکھنا روا ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ عورت مذکورہ یہ بات قطعاً و یقیناً جانتی ہو کہ اگر مین نے مرد اجنبی کے بعض بدن کو جو دیکھنا جائز ہی دیکھا تو میرے دل مین شہوت جوش نہ کریگی اور اگر یہ جانتی ہو کہ شہوت جوش کریگی یا اسمین شک ہو یعنی دونون باتون کا کہ جوش کریگی یا نہ کریگی گمان برابر ہو تو میرے نزدیک پسندیدہ ہی کہ عورت اپنی آنکھ کو بند کر لے ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا ہی پس امام محمد رح نے یہ استحسان ایسی صورت مین ذکر فرمایا کہ جب اجنبی مرد کو دیکھنے والی عورت ہو تو یہ حکم ہی اور جس صورت مین مرد کسی اجنبی عورت کو دیکھنے والا ہو تو فرمایا کہ فلیجتنب بجہدہ یعنی واجب ہی کہ اپنی کوشش سے نظر ڈالنے سے اجتناب کرے اور یہ قول اس امر کی دلیل ہی کہ دیکھنا حرام ہی اور صحیح حکم دونون صورتون مین یہی ہی اور عورت اجنبی مرد کا بدن کسی جگہ سے نہ چھووے بشرطیکہ کوئی انمین سے جوانی کی نوبت پر حد شہوت پر ہو اگرچہ دونون اپنی ذات پر شہوت جوش کرنے سے

بے خوف ہون - اور باندی کے حق مین روا ہی کہ اجنبی مرد کے تمام بدن کو سوائے ناف سے گھٹنے کے نیچے تک دیکھے اور اسقدر بدن جسکا دیکھنا جائز ہی اُسکو چھو سکتی ہی بشرطیکہ دونون شہوت جوش کرنے سے بے خوف ہون - آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ لوگون مین بدون کسی منکر کے انکار کی یہ عادت جاری ہی کہ باندی اپنے مولاۃ کے شوہر کے پائون دابتی ہی اور یہ بات دلالت کرتی ہی کہ چھونا جائز ہی یہ محیط مین ہی - قسم چہارم کا بیان یون ہی کہ مرد کا عورت کی طرف دیکھنا چار طرح پر ہی اول یہ کہ مرد اپنی جورو یا باندی کو دیکھے دوم مرد ایسی عورتون کی طرف دیکھے جو ہمیشہ کے واسطے اُسپر حرام ہین جنکو محرمات کہتے ہین - سوم مرد کسی اجنبی آزاد عورت کو دیکھے - چہارم مرد کسی غیر کی باندی کو دیکھے - پس مرد کا اپنی عورت یا باندی کو سر سے پیر تک دیکھنا حلال ہی خواہ شہوت سے ہو یا بلا شہوت ہو اور یہ بات ظاہر ہی لیکن اولےٰ یہ ہی کہ ان دونون مرد و عورت مین سے کوئی دوسرے کے مقام ستر کو نہ دیکھے کذا فی الذخیرہ - اور باندی سے اس مقام پر وہ باندی مراد ہی جسکے ساتھ وطی کرنا حلال ہی اور اگر ایسی باندی ہو جسکے ساتھ وطی حلال نہین ہی مثلاً مجوسیہ یا مشترکہ باندی اُسکی ملک ہو یا اُسکی مان یا بہن رضاعی ہو یا اُسکی جورو کی مان یا بیٹی ہو تو اس مرد کو اُسکی شرمگاہ کا دیکھنا حلال نہین ہی - اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اولےٰ یہ ہی کہ جماع کے وقت اپنی جورو کی فرج دیکھے تاکہ لذت پوری پوری حاصل ہو یہ تبیین مین ہی - امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مین نے امام ابو حنیفہ رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنی عورت کی فرج کو مس کرتا ہی اور عورت اُسکے آلۂ تناسل کو مس کرتی ہی تاکہ اُسکا آلۂ تناسل کھڑا ہو جاوے پس آیا آپ کے نزدیک اسمین کوئی بُرائی ہی فرمایا کہ نہین اور مجھے امید ہی کہ اُسکو ثواب ملیگا یہ خلاصہ مین ہی - اگر کوٹھری چھوٹی ہو پانچ سے دس گز تک تو اپنی جورو کو جماع کے واسطے ننگا کر سکتا ہی اور مجد الائمہ ترجمانی و رکن الصباغی اور حافظ سائلی نے فرمایا کہ بیت مین اگر دونو ننگے ہو جاوین تو کچھ ڈر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر مرد و اُسکی عورت دونون لیٹے ہون وطی نکرتے ہون تو ایسی حالت مین کچھ ڈر نہین ہی کہ اُنکے محارم پکار کر اُنکے پاس جاوین مگر بلا اجازت کوئی نجاوے اور یہی خادم کا حکم ہی جبکہ مرد و عورت خلوت مین ہون یا مرد اپنی باندی کے ساتھ خلوت مین ہو یہ غیاثیہ مین ہی - ایک شخص نے اپنی باندی کا ہاتھ پکڑا اور اُسکو کوٹھری مین لے گیا اور کواڑ بند کر لیے کہ لوگون نے معلوم کیا کہ اس باندی سے وطی کرنا چاہتا ہی تو یہ مکروہ ہی - ایک شخص نے اپنی جورو سے اسکی سوت کے سامنے یا اپنی باندی کے سامنے وطی کی تو امام محمد رح کے نزدیک یہ مکروہ ہی اور اسی وجہ سے اہل بخارا نے چھت پر سونا مکروہ جانا ہی یہ ملتقط مین ہی - کسی مرد کا اپنی محرمات ابدی کو دیکھنا (جیسے مان - بہن - نانی - دادی وغیرہ ۱۲) سو اسکا بیان اسطرح ہی کہ ہر مرد ایسی عورت کا جو اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہی ہر مقام زینت ظاہرہ و باطنہ کو دیکھ سکتا ہی اور مواضع زینت یہ ہین سر - بال - گردن - سینہ - کان - بازو - ہاتھ - ہتھیلی - پنڈلی پائون - چہرہ - پس سر کی زینت تاج و اکلیل سے ہوتی ہی - اور بال کی زینت عقاص سے - اور گردن مین قلادہ ہوتا ہی اور سینہ بھی ایسا ہی ہی اور قلادہ و حمائل ہی کہ کبھی سینہ تک پہونچتی ہی - کان گوشوارہ کے واسطے ہی - اور بازو مقام دملوج ہی - اور ہاتھ مقام کنگن ہی - اور ہتھیلی مقام انگوٹھی

اس روایت کی صحت معلوم ہوئی واللہ اعلم ۱۲ منہ

ومنہدی وغیرہ سے رنگین کرنے کا ہی اور پنڈلی مین خلخال ہوتی ہی اور قدم مین رنگ منہدی ہوتا ہی یہ مبسوط
مین ہی۔ اور کچھ ڈر نہین ہی کہ آدمی اپنی مان وبالغہ بیٹی وبہن وہر ایسی عورت کے جو اُسپر ہمیشہ کے واسطے
حرام ہی جیسے نانی ودادی وپرنانی وپردادی وغیرہ علے ہذا القیاس اور اولاد کی اولاد وغیرہ اور پھوپھیان
وخالاؤن کے بالون کو دیکھے یا سینہ وگیسوؤن وپستان وبازو وہاتھ کی طرف نظر کرے مگر ان لوگون کی
پیٹھ وپیٹ کو اور جسقدر بدن ناف سے لیکر گھٹنے کے نیچے تک ہی وہ نہ دیکھے اور یہی حکم اس عورت کا ہی
جو عورت بسبب رضاعت کے یا بسبب دامادی قرابت کے اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہو گئی ہو جیسے باپ
یا سگے دادا وپردادا وغیرہ کی جورو وبیٹے یا سگے پوتے وپرپوتے وغیرہ[ف] کی جورو وجیسے اُس عورت کی بیٹی
جس سے اُسنے نکاح کرکے وطی کرلی ہی اور اگر اُس عورت سے وطی نکی ہو تو اُسکی بیٹی بمنزلہ اجنبی عورت
کے ہی یعنے جو حکم اجنبی عورت کی صورت مین مذکور ہوا ہی وہی اسکا حکم ہی۔ اور اگر حرمت مصاہرہ یعنے
یعنے دامادی کی وجہ سے جو عورتین دائمی حرام ہو جاتی ہین بسبب زنا کے ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی
بعضون نے فرمایا کہ زنا کی وجہ سے جو حرمت مصاہرہ ہو اُسمین دیکھنا وچھونا مباح نہین ہوتا ہی یعنی جس
عورت سے زنا کیا اُسکی مان کو مثلاً دیکھنا وچھونا مثل مذکورۂ بالا کے جائز نہین ہی اور شمس الائمہ سرخسی رح نے
فرمایا کہ اس سے بھی دیکھنا وچھونا مباح ہو جاتا ہی کیونکہ اس سے دائمی حرمت ثابت ہو جاتی ہی یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی اقول وفیہ خلاف الشافعی وغیرہ واحد بناء علی مارواہ البخاری
فی جامعہ صحیح ولیس ہذا مقام نقلہ ان شئت فلتراجعہا اور واضح رہے کہ یہ دیکھنا جو حلال بیان کیا گیا ہی
اُسی صورت مین ہی کہ جب اپنی ذات سے شہوت جوش کرنے سے بیخوف ہو اور اگر اُسکو اپنی ذات پر شہوت
کا خوف ہو تو مباح نہین ہی اور یہی حال چھونے کا ہی کہ چھونا بھی مباح ہی کہ جب اپنے اوپر اور اُس عورت پر جو محرمات
ابدیہ مین سے ہی شہوت کا خوف نہو اور اگر اپنی ذات پر یا اُس عورت کی ذات پر جو دائمی حرام ہی
شہوت کا خوف ہو تو اُسکو اس عورت کا چھونا مباح نہین ہی۔ اور یہ حلال نہین ہی کہ کسی محرمات ابدیہ کے
پیٹ کو یا پیٹھ کو یا پہلو کو دیکھے اور نہ ان چیزون مین سے کسی کا چھونا حلال ہی یہ محیط مین ہی۔ اور بیٹے
کو روا ہی کہ اپنی مان کی خدمت کی غرض سے اپنی مان کا پیٹ ملے یا پیٹھ دباوے بشرطیکہ کپڑے کے
اوپر سے ہو یہ قنیہ مین ہی۔ شیخ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ مین نے شیخ امام ابو بکر سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر مرد
پنڈلیون تک پاؤن دباوے تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر ران کو دباوے تو مکروہ ہی مگر کپڑے کے باہر سے
چھو سکتا ہی اور فرماتے تھے ہر مرد اپنے والدین کے پاؤن داب سکتا ہی اور والدین کی ران نہین
داب سکتا ہی اور فقیہ ابو جعفر رح اس امر کو مباح جانتے تھے کہ ران کو دباوے اور اُسکو چھووے خواہ
کپڑے کے اوپر سے ہو یا نہو یہ غرائب مین ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ مرد کو جائز ہی کہ ایسی عورت کے ساتھ
جو اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہی سفر کرے اور اُسکی خلوت مین بیٹھے بشرطیکہ اپنی ذات پر شہوت سے
بےخوف ہو اور اگر یہ جانتا ہو کہ اگر مین نے اُسکے ساتھ سفر کیا یا خلوت مین بیٹھا تو مجھکو شہوت ہو گی
یا اُسکو شہوت ہو گی پس اگر اُسکا غالب گمان یہ ہو یا شک تو اُسے ایسا کرنا مباح نہین ہی اور اگر سفر مین

[ف] وغیرہ سے یہ مراد ہی کہ ... السبب ... الشرعی ... دور ہو جاوے ۱۲ منہ

اور اگر ضرورت پیش آئی کہ محرمات ابدیہ مین سے کسی عورت کو اُٹھا کر سوار کرے یا سواری پر سے اُتارے تو کچھ ڈر نہین ہی
کہ کپڑے کے اوپر سے اُسکا پیٹ یا پیٹھ پکڑ کر سوار کرے یا اُتارے اور اگر اُسکو اپنی ذات پر یا اُسکی ذات پر شہوت
کا خوف ہو تو کوشش کے ساتھ اس سے پرہیز کرے اور اِسکی صورت یہ ہی کہ اگر اُس عورت سے خود سوار ہو جانا
یا اُتر آنا ممکن ہو سکے تو بالکل اس سے دور رہے اور اگر اُس سے یہ بات ممکن نہو تو یہ مرد اس امر مین بہت تکلف
کرے یعنے بہت سے کپڑے کے اوپر سے اُسکو پکڑے تاکہ اُسکے بدن کی حرارت اُسکو نہ پہونچے اور اگر یہ ممکن نہو
تو اپنے دل سے شہوت دور کرنے کے واسطے تکلف کرے یعنے اُسکے ساتھ ایسے فعل کا جس سے قضاے شہوت
ہوتی ہی ہرگز قصد نہ کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور غیر شخص کی باندی کی طرف نظر کرنے مین وہی حکم ہی جو محرمات
کی طرف نظر کرنے مین ہی اور غیر کی باندی کے پیٹ و پیٹھ کو دیکھنا حلال نہین ہی جیسا کہ محرمات کے حق مین ہی۔ اور
محمد بن مقاتل رازی یون فرماتے تھے کہ غیر کی باندی کے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک دیکھنا حلال نہین ہی اور
اسکے سواے تمام بدن کی طرف نظر کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور جو باندی کہ مدبرہ ہی یا مکاتبہ ہی یا ام ولد ہی وہ
مثل باندی کے ہی اور جو باندی مستسعاۃ ہی یعنے سعایت کر رہی ہی کہ مقدار معلوم مال کما کر دیدے تو آزاد ہو جاوے
وہ مثل مکاتبہ کے ہی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی یہ کافی مین ہی۔ اور غیر کی باندی کا جسقدر دیکھنا حلال ہی اُسکا چھونا
بھی حلال ہی بشرطیکہ اپنی ذات پر اور اُسکی ذات پر شہوت سے بیخوف ہووے یہ محیط مین ہی اور ہمارے بعضے
مشائخ کے نزدیک غیر کی باندی کو سوار کرنے و اُتارنے مین پکڑنا و بو چھنا روا نہین ہی مگر اصح یہ ہی کہ اگر اپنی ذات پر
اور اُسکی ذات پر شہوت سے بیخوف ہو تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی یہ کافی مین ہی۔ اور امام محمد رح نے کسی کتاب مین
غیر کی باندی کے ساتھ سفر کرنے اور خلوت کرنے کا حکم ذکر نہین فرمایا اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی بعضون نے
فرمایا کہ حلال نہین ہی اور اسی طرف حاکم شہید رحمہ اللہ نے میل کیا ہی کذا فی المحیط اور یہی مختار ہی کذا فی الاختیار
شرح المختار اور بعضون نے فرمایا کہ حلال ہی اور اسی پر شیخ امام شمس الائمہ سرخسی فتوے دیتے تھے یہ محیط مین ہی
اور اگر باندی کو خریدنے کا قصد رکھتا ہو تو سواے اُسکے پیٹ و پیٹھ کے جہان جہان دیکھنا حلال ہی اُسکو چھو سکتا ہی
اگرچہ شہوت تک ہو جانے کا خوف کرتا ہو یہ سراج الوہاج و ہدایہ مین ہی۔ اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اگر کسی
شخص نے کوئی باندی خریدنے کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ اُسکی پنڈلیان و سینہ و دونون ہاتھ پورے چھووے
اور کھلے ہوے اعضا کی طرف دیکھے یہ کافی مین ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین ان اعضا کا
دیکھنا بسبب ضرورت کے مباح ہی اگرچہ اُسکو شہوت ہو جاوے مگر چھونا درصورتیکہ اُسکو شہوت ہو جانے کا خوف
ہو مباح نہین ہی یا اُسکا غالب گمان یہ ہو کہ مجھے شہوت ہو گی تو بھی مباح نہین ہی کیونکہ چھونا ایک نوع کا
استمتاع ہی اور درحالیکہ خرید کا قصد نہ رکھتا ہو تو چھونا و دیکھنا اس شرط سے مباح ہی کہ شہوت سے مامون ہو
یہ ہدایہ مین ہی۔ اور بالغہ باندی ایک ازار مین فروخت کے واسطے نہ پیش کیجاوے اور ازار سے وہ کپڑا مراد ہی
جو اُسکے ناف سے گھٹنے تک ڈھانکتا ہو یہ اسوجہ سے ہی کہ باندی مذکور کا پیٹ و پیٹھ ستر عورت ہی پس اُسکے پیٹ و
پیٹھ کا کھولنا جائز نہین ہی۔ اور جو باندی حد شہوت کو پہونچ گئی ہو یعنے اُسپر شہوت ہوتی ہو تو وہ مثل بالغہ باندی کے
ہی کہ ایک ازار مین پیش نہ کیجائیگی یہ امام محمد رح سے مروی ہی بدین وجہ کہ اشتہا موجود ہی یہ تبیین مین ہی

اورا جنبی عورتون کی طرف نظر کرنے مین ہم کہتے ہین کہ اجنبی عورتون کے ظاہری مواضع زینت کی طرف نظر مباح ہی
اور جو جگہ ظاہری زینت کی ہی وہ ظاہر الروایۃ کے موافق چہرہ اور ہتھیلی ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دیکھنے والے کے
دل مین غالب گمان یہ ہو کہ مجھے شہوت ہو جائیگی تو اسکا دیکھنا بھی حرام ہی یہ ینابیع مین ہی- اجنبی عورت کے چہرہ
کا دیکھنا اگر شہوت سے نہو تو حرام نہین ہی لیکن مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی- اور حسنؒ نے امام اعظم رح سے روایت
کی ہی کہ اجنبیہ کے قدم دیکھنا بھی مباح ہی اور دوسری روایت مین امام اعظم سے مروی ہی کہ اجنبیہ کے قدم
کی طرف نظر کرنا جائز نہین ہی- جامع البرامکہ مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اجنبیہ کے ہاتھون کا دیکھنا
دھوتے اور پکانے کے وقت جائز ہی اور بعض نے فرمایا کہ اسی طرح اُسکے دونون اگلے دانتون (یعنے کہنیون تک ۱۲) کا دیکھنا بھی
مباح ہی اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ یہ دیکھنا بہ نظر شہوت نہوے یہ محیط مین ہی- اسی طرح اگر شہوت ہو جانے
مین شک ہو تو بھی نظر مباح ہی کذا فی الکافی- اور بعض نے فرمایا کہ اسی طرح اجنبیہ عورت کی ساق یعنی پنڈلی
کی طرف نظر مباح ہی بشرطیکہ شہوت سے نہو اور اگر جانتا ہو کہ دیکھنے سے مجھے شہوت ہوگی یا گمان غالب ہو
کہ شہوت ہو جائیگی تو بکوشش اجتناب کرے یہ ذخیرہ مین ہی- اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہین ہی اُسکا بدن سے
جدا ہو جانے کے بعد بھی اصح قول کے موافق دیکھنا جائز نہین ہی جیسے سر کے بال اور قدم کے کاٹے ہوئے ناخن
اور پشم کے بال یہ زاہدی مین ہی- اور اجنبیہ کے چہرہ و ہتھیلی کا چھونا حلال نہین ہی اگرچہ شہوت سے مامون ہو
اور یہ اُس صورت مین ہی کہ عورت اجنبیہ جوان لائق اشتہا ہو اور اگر وہ عورت ایسی نہو کہ اُسکی طرف خواہش
و شہوت ہو تو اُسکے ساتھ مصافحہ کرنے اور اُسکا ہاتھ چھونے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی- اسی طرح اگر مرد
بڈھا ہو کہ اپنی ذات پر اور اُس عورت اجنبیہ کی طرف سے شہوت سے بے خوف ہو تو اجنبیہ سے مصافحہ
کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر اپنی ذات پر یا اُسکی طرف سے شہوت ہونے سے بے خوف نہو تو اس سے اجتناب
کرے- پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے درصورتیکہ مرد چھونے والا ہو فقط یہ شرط لگائی کہ عورت بڈھی ہو اور یہ شرط
نہین فرمائی کہ مرد ایسا ہو کہ وہ لائق جماع کرنے کے نہین ہی- اور درصورتیکہ عورت چھونے والی ہو فرمایا کہ جب
دونون بڈھے ہون کہ مرد بھی قابل جماع کرنے کے نہو اور عورت بھی جماع کرنے کے لائق نہو تو باہم مصافحہ کرنے مین
کچھ ڈر نہین ہی پس فتوے کے وقت تامل کے ساتھ فتوے دینا چاہیے یہ محیط مین ہی- اور بڈھی اجنبیہ عورت سے
کپڑے کے اوپر سے معانقہ کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی لیکن اگر کپڑے اُسکے ایسے ہون کہ اُنسے کپڑون کے نیچے
کا حال مل جاوے تو جائز نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی- اور اگر کسی عورت کے بدن پر کپڑے (یعنے باریک ہون ۱۲) ہون تو کچھ ڈر نہین ہی
کہ اُسکے گینڈے کی طرف نگاہ کرے کیونکہ اُسکی نظر کپڑون پر ہوگی نہ جسم پر پس یہ ایسا ہوا کہ جیسے عورت مذکورہ
کوٹھری مین ہی اور مرد اجنبی نے دیوارون پر نظر ڈالی- یہ اُسوقت ہی کہ اُسکے کپڑے اُسکے بدن سے ایسے چسپیدہ
نہون کہ بدن کا حال صاف معلوم ہوتا ہو جیسے ترکی قبا اور نہ ایسے باریک ہون کہ جنسے بدن کا حال معلوم ہوتا ہو
اور اگر کپڑے ایسے ہون تو اپنی آنکھ بند کرنا چاہیے کیونکہ یہ لباس بدین معنی کہ اُسکے بدن کے واسطے ستر نہین ہی (یعنے ران ایسی ہی اور سینہ ایسا ہوتا یا ڈھلا ہی ۱۲ منہ)
ایسا ہی کہ جیسے اُسکے اوپر جال پڑا ہی- اور یہ اُسوقت ہی کہ یہ عورت اجنبیہ حد شہوت تک پہونچ گئی ہو اور اگر نابالغہ
ہو کہ اُسکے مثل عورت سے خواہش (بخشنداری ۱۲) جماع نہین ہوتی ہی تو اُسکے دیکھنے و چھونے مین کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ اُسکے

بدن کو حکم عورت حاصل نہین ہی اور نہ اُسکے دیکھنے وچھونے مین خوف فتنہ ہی - پھر واضح ہو کہ کبھی اجنبیہ آزاد عورت
کی طرف دیکھنا بسبب ضرورت کے جائز ہوجاتا ہی یہ محیط مین ہی - اور اجنبیہ عورت خواہ کافرہ ہو یا مسلمہ ہو
دونون یکسان ہین اور ایک روایت مین یہ ہی کہ کافرہ کے بال دیکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی
اور قاضی نے اگر کسی اجنبیہ پر کوئی حکم جاری کرنا چاہا یا گواہ نے اُسپر گواہی دینی چاہی تو اِن دونون کو اسکا مُنھ
دیکھنا جائز ہی اگرچہ یہ خوف ہو کہ دیکھنے سے شہوت ہوجائیگی مگر یہ چاہیے کہ اِس سے اداے شہادت کا یا اُسپر
حکم دینے کا قصد ہو یہ قصد نہو کہ شہوت رانی کے واسطے اُسکو دیکھ لین اور کسی اجنبی کی گواہی اُٹھانے مین یعنے
اسکے گواہ ہوجاوین اُسکے چہرہ کا دیکھنا درصورتیکہ دیکھنے سے شہوت ہوگی بعض مشائخ نے فرمایا کہ مباح ہی جیسا
گواہی اداکرنے کے وقت مباح ہی مگر اصح یہ ہی کہ مباح نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر کسی شخص نے
کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو اُسکو دیکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ یہ خوف ہو کہ دیکھنے سے شہوت
ہوگی یہ تبیین مین ہی - اور جو لڑکا کہ حد شہوت تک پہونچ گیا ہو وہ مثل بالغ کے ہی یہ غیاثیہ مین ہی - لڑکا اگر
مردون کی حد تک پہونچ گیا تو اُسکا حکم مثل مردون کے ہی اور اگر صبیح ہو تو اسکا حکم مثل عورتون کے ہی وہ
سر سے قدم تک عورت ہی شہوت سے اُسکی طرف دیکھنا حلال نہین ہی - اور بدون شہوت کے دیکھنا
اور اُسکے ساتھ خلوت مین بیٹھنا روا ہی اسی وجہ سے اُسکو نقاب ڈالنے کا حکم نہین دیا جاتا ہی
کذا فی الملتقط - لیکن نماز کے حق مین مثل مردون کے ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اور فرج کی طرف دیکھنا
ختنہ کنندہ اور قابلہ وطبیب کو وقت معالجہ کے جائز ہی مگر جہان تک طبیب سے ممکن ہو چشم پوشی کرے یہ سراجیہ
مین ہی - اور مرد کو حقنہ کے واسطے دوسرے مرد کی فرج کا دیکھنا جائز ہی ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی
اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اگر کسی مرد پر دُبلاپن بہت ہوا اور طبیب نے کہا کہ حقنہ سے تیرا دُبلاپن
زائل ہوجائیگا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ حقنہ کی جگہ حقنہ کے واسطے کھول دے اور یہ صحیح ہی اسواسطے کہ بہت دُبلاپن
ایک قسم کا مرض ہی کہ انجام کار منجر بہ دق وسل ہوجاتا ہی - اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصوم مین
ذکر کیا کہ حقنہ فقط ضرورت کے وقت جائز ہی اور اگر حقنہ کی کوئی ضرورت نہو مگر اُسکا نفع ظاہر ہو مثلاً حقنہ سے
اُسکو جماع کی تقویت حاصل ہوجاوے تو ہمارے نزدیک نہین جائز ہی اور اگر دُبلاپن ہو پس اگر ایسا دُبلاپن
ہو جس سے خوف تلف ہو تو حلال ہی ورنہ حلال نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی - امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح سے
مروی ہی کہ مان و بہن و بیٹی کے پاس جب تک اجازت طلب نہ کر لیوے تب تک نجاوے - اور اپنی جورو کے
پاس بدون اجازت لینے کے چلا جاوے فقط سلام کہے یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک عورت کے ایسی جگہ قرحہ
ہوگیا جہان مرد کو دیکھنا حلال نہین ہی تو یہ حلال نہین کہ اُس جگہ کو دیکھے مگر کسی عورت کو سکھلاوے کہ وہ علاج کرے اور اگر
کوئی ایسی نملے جو اُسکا علاج کرے یا ایسی عورت نہ ملے جو تبلانے سے علاج کرنا سمجھ جاوے اور عورت مریضہ
کے حق مین بلا، یا درد یا ہلاک کا خوف ہو تو عورت مذکور اس جگہ کے سواے سب جگہ چھپاے پھر مرد اُسکا
علاج کرے اور سواے اس جگہ کے جہان قرحہ ہی باقی سب سے جہان تک ہوسکے چشم پوشی کرے اور
اس حکم مین محرمات ابدیہ وغیر محرمات ابدیہ مین کچھ فرق نہین ہی اسواسطے کہ جو جگہ عورت تھی یعنے اُسکا چھپانا

واجب ہی اُسکی طرف بسبب محرمیت کے نظر کرنا حلال نہین ہوجاتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایسا غلام جس سے اپنی مولاۃ حرہ سے قرابت محرمیت نہین ہی اُسکا اپنی مولاۃ مذکورہ کی طرف دیکھنے کا حکم مثل مرد اجنبی کے ہی کہ اُسکے چہرہ و ہتھیلیون کو دیکھ سکتا ہی اور جہان مرد اجنبی آزاد عورت اجنبیہ کو نہین دیکھ سکتا ہی وہان نہ دیکھے خواہ یہ غلام خصی ہو یا فحل ہو بشرطیکہ مردون کی حد تک پہونچ گیا ہو۔ اور وہ مجبوب جسکا پانی خشک ہوگیا ہو سو ہمارے بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے عورتون کے ساتھ اُسکا خلط ملط ہونا جائز رکھا ہی اور اصح یہ ہی کہ اجازت نہ دیجائیگی بلکہ منع کیا جائیگا۔ اور غلام اپنی مولاۃ کے پاس بلا اجازت لینے کے بالاجماع جا سکتا ہی اور اُسپر بھی اجماع ہی کہ غلام کے ساتھ اُسکی مولاۃ سفر نہ کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور جو غلام خصی ہین وہ جب تک حد بلوغ تک نہ پہونچے ہون تب تک عورتون کے پاس چلے جانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور حد بلوغ کی مدت پندرہ سال کی مقرر کی گئی ہی اسواسطے کہ خصی کو اختلاج نہین ہو سکتا ہی۔ اور ایک خصی ہو یا زیادہ ہون سب کا حکم یکسان ہی کہ سب جا سکتے ہین یہ کبرے مین ہی۔ حسن بن علی مرغینانی رح سے دریافت کیا گیا کہ آیا مستحاضہ یا حائضہ پر لازم ہی کہ نماز کے وقت اپنی فرج کو دیکھ لے فرمایا کہ نہین۔ اور بھی شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ عورت کے مرنے کے بعد اُسکی ہڈیون کی طرف مثل جمجمہ کے دیکھنا جائز ہی فرمایا کہ نہین دیکھنا جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین تتیمہ سے منقول ہی۔ اپنے غلام یا اپنی باندی یا اپنی جورو سے لواطت کرنا حرام ہی۔ اگر کسی کی جورو کا وہ پردہ جو اُسکی فرج اور مقعد کے درمیان ہی پھٹ گیا ہو تو شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنا جائز نہین ہی لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ آلۂ تناسل فقط سوراخ فرج مین جائیگا سوراخ مقعد مین کبھی نہ پڑیگا تو جائز ہی اور اگر شک ہو تو وطی نہین کر سکتا ہی کذا فی الغرائب

نوان باب۔ اُن لباسون کے بیان مین جنکا پہننا مکروہ ہی اور جنکا مکروہ نہین ہی۔ سیاہ رنگ کا پہننا اور عمامہ کا چھور پشت پر آدھی پیٹھ تک دونون کندھون کے بیچ مین لٹکانا مندوب ہی یہ کنز مین ہی۔ اور مشائخ نے عمامہ کی چھور کی مقدار مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ ایک بالشت ہو اور بعض نے کہا کہ آدھی پیٹھ تک ہو اور بعض نے کہا کہ موضع جلوس تک ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور جب عمامہ کو از سر نو باندھنا چاہین تو چاہیے کہ عمامہ کے پیچون کو جسطرح باندھا ہی اُسی طرح کھول لے اور ایکبارگی زمین پر نہ ڈال دے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور ٹوپی پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی اور بتحقیق صحیح ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی پہنتے تھے یہ وجیز کردری مین ہی۔ جاننا چاہیے کہ امام اعظم رح کے نزدیک حریر کا پہننا جسکا بانا و تانا دونون ریشم ہوتا ہی مردون کو ہر حال مین حرام ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ لڑائی کی حالت مین مکروہ نہین ہی۔ شرح قاضی امام اسبیجابی مین لکھا ہی کہ صاحبین کے نزدیک مردون کو حریر پہننا لڑائی کی حالت مین جبھی مکروہ نہین ہی کہ جب ایسا گندہ ہو کہ ہتھیار کے زخم سے بچا سکے کذا فی المحیط اور اگر باریک ہو کہ اس لائق نہو تو یہ بالاجماع مکروہ ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہو تو بلا خلاف اُسکے پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور عامہ مشائخ کا یہی قول ہی اور شیخ الاسلام نے شرح السیر مین ذکر کیا کہ اگر بانا سوت کا ہو اور تانا ریشم کا ہو پس اگر ریشم دکھلائی دیتا ہو تو مردون کو اُسکا پہننا مکروہ ہی اور اگر نہ دکھلائی دیتا ہو تو نہین

مکروہ ہی اور یہ حکم غیر حالت جنگ کا ہی - اور حالت حرب کا یہ حکم ہی کہ جسکا تانا ریشم ہو اور بانا غیر ریشم کا ہو تو حالت جنگ مین اُسکا پہنا مباح ہی کیونکہ جب غیر حالت جنگ مین اسکا پہنا مباح ہی تو حالت جنگ مین ایسی چیز کا پہنا باوجود شرعاً گنجائش کے بدرجۂ اولی مباح ہوگا اور جسکا بانا ریشم و تانا غیر حریر ہو تو بالاجماع حالت جنگ مین اُسکا پہنا مباح ہی یہ محیط مین ہی - مردون کو دیبا کا پہنا مکروہ ہی اور اُسکے تکیہ بنانے اور اُسپر سونے مین ڈر نہین ہی اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور امام ابو یوسف رحمہ کا قول مثل قول امام محمد کے ہی اسکو صدر الشہید رحمہ نے ذکر کیا ہی یہ خلاصہ مین ہی - منتقے مین ابن سماعہ کی روایت سے امام محمد رحمہ سے مروی ہی کہ دیبا و حریر پر بیٹھنا کراہت کے حق مین ایسا نہین ہی جیسا ان دونون کا پہننا ہی پس اگر اس قول سے کہ دونون پر بیٹھنا مثل پہننے کے نہین ہی یہ مراد ہی کہ بالکل کراہت نہین ہی - تو دیبا پر بیٹھنے مین امام محمد رحمہ سے دو روایتین ہوگئین کیونکہ ظاہر مذہب اُنکا یہ ہی کہ دیبا پر بیٹھنا مکروہ ہی اور اگر قول مذکور سے اثبات کراہت مراد ہی تو مسئلہ مین دو روایتین نہونگی بلکہ دونون باتین یعنے بیٹھنا و لیٹنا دونون مکروہ ہونگی لیکن پہنا زیادہ مکروہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور لڑائی مین حریر و دیبا پہنے مین ڈر نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور یہی اصح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - عیون مین ہی کہ مردون کو خز پہننے مین امام اعظم کچھ باک نہین جانتے تھے اگرچہ اُسکا تانا ابریشم یا حریر ہو یہ خلاصہ مین ہی - اور جن کپڑون مین ریشم زیادہ ہوتا ہی جیسے خز وغیرہ تو اُسمین کچھ ڈر نہین ہی اور جس کپڑے مین ظاہر ریشم ہو وہ مکروہ ہی اسیطرح جسکا ایک خط خز اور ایک خط ریشم ہو اور وہ ظاہر ہو تو اسمین خیر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اور امام ابو حنیفہ رحمہ مردون کے حق مین خز پہنے مین کچھ باک نہین سمجھتے تھے اگرچہ اُسکا تانا حریر ہو مگر یہ بندۂ ضعیف کہتا ہی کہ اُنکے زمانہ مین خز ایسی حیوان آبی کے بالون سے جنکو عربی مین خز و قضاعہ اور ترکی مین قندز کہتے ہین بنایا جاتا تھا اور اس زمانہ مین ریشم عفن سے تیار ہوتا ہی پس مثل قز کے مکروہ ہونا واجب ہی یہ ملتقط مین ہی - امام محمد رحمہ سے مروی ہی کہ خز مین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ شہرت کی نیت نہو ورنہ اسمین خیر نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اور جس چیز کا پہنا مردون کو مکروہ ہی وہ غلمان یعنی غلامون و لڑکون کو بھی مکروہ ہی اسواسطے کہ نص مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونا و ریشمی کپڑا اپنی امت کے مذکرون پر بدون قید بلوغ و آزادی کے حرام کیا ہی پس گناہ اُس شخص پر ہوگا جسنے اُنکو پہنایا کیونکہ ہم لوگ اُنکی حفاظت کے واسطے مامور ہین یہ تمرتاشی مین ہی - ریشم کا لحاف نہین جائز ہی کیونکہ یہ ایک طرح کی پوشش ہی اور اگر بچہ کے گہوارہ پر ریشمی چادر ڈالی جاوے تو کچھ ڈر نہین ہی کہ یہ پہنا نہین ہی اسی طرح ریشمی کلہ مردون کے واسطے مباح ہی کیونکہ وہ مثل بیت کے ہی یہ قنیہ مین ہی اور اسبیجابی مین ہی کہ حریر کا غلاف بنانے مین ڈر نہین ہی کذا فی التمرتاشی اور فتاوے عصیہ و فتاوے ابو الفضل کرمانی مین ہی کہ مردون کے واسطے حریر کا غلاف بنانا مکروہ ہی کہ عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا ہی کہ نہین جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - اور حریر کا پردہ بنانے اور دروازہ پر لٹکانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ مکروہ ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی - ایک دلال حریر کا کپڑا فروخت کرنے کے واسطے اپنے کندھون پر ڈالے ہی تو یہ جائز ہی بشرطیکہ اپنے ہاتھ اُسکے آستینون مین نہ ڈالے اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ مشائخ کے درمیان اس امر مین گفتگو ہی یہ قنیہ مین ہی - عامہ علماء نے فرمایا کہ عورتون کو حریر پہنا حلال ہی یہ محیط مین ہی - اور جس کپڑے پر ریشم کا کام ہو یا ملفوف بحریر ہو وہ عامہ

فقہاء کے نزدیک حلال ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ کپڑے مین ریشمی کام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ چار انگل یا اس سے کم ہو اور اسمین کوئی اختلاف بیان نہین کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح السیر مین ذکر کیا کہ ریشم سے کام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی مگر کوئی مقدار بیان نہ کی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک عمامہ کا طرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انگل سے چار انگل ہی جو ہمارے بالشت کے برابر ہی تو اسقدر روا ہی اور نجم الائمہ بخاری رح نے فرمایا کہ رخصت مین چار انگل اسطرح معتبر ہین کہ نہ بالکل مضموم ہون اور نہ بالکل منشور ہون اور ظہیر الدین تمرتاشی نے فرمایا کہ چار انگل جیسے ہین اپنی ہیئات پر معتبر ہین اہل سلف کے انگل نہین ضرور ہین اور فتاوے ابو الفضل کرمانی مین چار انگل منشورہ لکھے ہین اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ منشورہ چار انگل کی مقدار سے احتراز کرنا اولی ہی - فتاوے ابو الفضل کرمانی مین لکھا ہی کہ اگر عمامہ مین کئی جگہ ریشمی کام ہو تو وہ جمع کرکے دیکھا جائیگا کہ کسقدر ہی اور شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ جمع نہین کیا جائیگا اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ متفرق کام مین جمع کرنے مین و نہ کرنے مین اختلاف ہی اور نجم الائمہ بخاری نے فرمایا کہ متفرقات کام مین ظاہر مذہب یہ ہی کہ جمع نہ کیا جاوے لیکن اگر یون ہو کہ کپڑے کا ایک خط ریشمی ہو اور دوسرا غیر ریشمی تو جبکہ سب ریشمی نظر آتا ہو تو جائز نہین ہی جیسا کہ بقالی کے جمع التفاریق مین مذکور ہی - اور اگر ہر ایک علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہو جیسے عمامہ مین طرہ ہوتا ہی تو ظاہر مذہب یہ ہی کہ جمع کرکے اُسکا اندازہ نہ کیا جائیگا یہ قنیہ مین ہی - اگر ایسی پیٹی ہو جسکے دونون کنارے جو آپسمین ملائے جاتے ہین چاندی کے ہون تو اُسکے استعمال مین ڈر نہین ہی - اور منطقہ مفضضہ کو بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور بعض نے فرمایا کہ کچھ ڈر نہین ہی - اور اگر وسط منطقہ مین جامہ دیبا ہو تو بعض نے فرمایا کہ اسکے استعمال مین ڈر نہین ہی بشرطیکہ چار انگل عرض ہو اور بعض نے فرمایا کہ مردون کو اسکا استعمال کرنا جائز نہین ہی یہ غرائب مین ہی - مردون کو حریر کی ٹوپی اور سونا و چاندی پہننا مکروہ ہی اور جس کپڑے پر ریشم کثیر یا کچھ سونا و چاندی سیا ہو بشرطیکہ چار انگل کی مقدار سے زیادہ ہو وہ بھی مکروہ ہی اور اگر ٹوپی کے کنارے مین یہ چار انگل ہو تو کچھ ڈر نہین ہی اسی طرح اگر عمامہ کے کنارے مین ہو تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر جبہ پر ایسا کام ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ سراجیہ مین ہی - فتاوے آہو مین ہی کہ قاضی برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ اگر ریشم سے کنٹھے مین چکن بنائی گئی یا کاڑھا گیا تو مرد کو اسکا پہننا کیسا ہی تو فرمایا کہ چاہیے کہ مکروہ نہو کیونکہ وہ مستہلک ہو گیا پس تابع ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی اشارہ کیا ہی کہ وہ تابع ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص کو برف مین چلنا پڑتا ہی اور اُسکو ہمیشہ برف کی طرف نظر کرنا بینائی کو مضر ہوتی ہی تو کچھ ڈر نہین ہی کہ وہ اپنی آنکھ پر ابریشم کے خمار سیاہ ڈالے - مین کہتا ہون کہ چشم رمد مین بدرجۂ اولے جائز ہوگا یہ قنیہ مین ہی - اور ایسا جبہ جسمین قز بھرا ہو اُسکے پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی سیر کبیر مین ہی کہ اگر مرد کی ازار دیبا کی یا سونے کے تارون کی ہو تو غیر حالت جنگ مین بھی اُسکے پہنے مین کچھ ڈر نہین ہی کذا فی الذخیرہ قال المترجم ہکذا فی النسخۃ الموجودۃ فلو کان کذلک لم توجد ہذہ الروایۃ والاکثر کانہ لم یحصلہ جدا - بعض مشائخ کی شرح جامع صغیر مین ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک مرد کے واسطے حریر

کے تکہ مین کچھ ڈر نہین ہی اور صدر الشہید رح نے ایمان الواقعات مین ذکر کیا کہ صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہی اور صدر الشہید رح کے حاشیہ شرح جامع صغیر مین اُنکے خط سے مرقوم ہی کہ تکہ حریر مین ہمارے اصحاب مین اختلاف ہی کذا فی المحیط ریشم کا بنایا ہوا تکہ مکروہ ہی اور یہی صحیح ہی اسی طرح ریشمی ٹوپی کا اگرچہ عمامہ کے نیچے ہو اور ریشمی ہمیانی کا جو لٹکائی جاتی ہی یہی حکم ہی کذا فی القنیہ - ریشمی تکہ مین اختلاف ہی اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق مکروہ ہی اسی طرح فصد لینے والے کی پٹی ریشمی مکروہ ہی اگرچہ چار انگل سے کم ہو کیونکہ وہ خود اصل ہی کذا فی التمرتاشی اور جامع الفتاوی مین محمد بن سلمہ رح سے روایت ہی کہ جسنے ریشمی تکہ کے ساتھ نماز پڑھی تو نماز جائز ہی - مگر وہ شخص گنہگار ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر کسی نے قز کو قبا کے اندر بھرا تو ڈر نہین ہی کیونکہ وہ تابع ہو گیا اور اگر قبا کا استر یا ابرہ قز کا بنایا تو مکروہ ہی کیونکہ ابرہ و استر دونون مقصود ہوتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی - شرح قدوری مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ قز کا کپڑا جو قز اور ابرے کے درمیان ہوتا ہی مین مکروہ جانتا ہون یہ محیط مین ہی امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ٹوپی کا ریشمی استر مکروہ ہی یہ تمرتاشی مین ہی - عورتون کے واسطے سونے کے تارون کا کارچوبی بنا ہوا کپڑا پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی مگر مردون کے واسطے فقط چار انگل تک روا ہی اس سے زیادہ مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی مردون کے واسطے کسم - زعفران - ورس کا رنگا ہوا کپڑا پہنا مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور امام ابی حنیفہ رح سے مروی ہی کہ سرخ رنگ و سیاہ رنگ مین کچھ ڈر نہین ہی یہ ملتقط مین ہی - مجموع النوازل مین ہی کہ دریافت کیا گیا کہ دنیا مین زینت و تجمل کا کیا حکم ہی تو فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اُسوقت آپ کے بدن مبارک پر ہزار درم قیمت کی ایک چادر تھی اور گاہ گاہ آپ چار ہزار درم کی چادر اوڑھے ہوئے نماز کو کھڑے ہوتے تھے - اور آپ کے اصحاب مین سے ایک شخص ایک روز چادر خز اوڑھے ہوئے داخل ہوے پس آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے جب کسی بندہ کو نعمت عطا فرماتا ہی تو پسند کرتا ہی کہ اپنی نعمت کا اثر اُسکے بدن پر دیکھے اور امام ابوحنیفہ چار سو دینار کی قیمت کی چادر اوڑھتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی - صوف و بالون کا پہنا انبیا علیہم السلام کی سنت ہی کیونکہ یہ تواضع کی نشانی ہی اور پہلے پہل اسکو حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام نے پہنا ہی - اور حدیث مین ہی کہ اپنے دلون کو لباس صوف پہنکر روشن کرو کہ یہ دنیا مین مذلت ہی اور آخرت مین نور ہی اور لوگون کی تعریف و بڑائی سے اپنا دین بگاڑنے سے بچے رہو یہ غرائب مین ہی - اچھے کپڑے پہنا مباح ہی بشرطیکہ تکبر نہ کرے اور اسکی تفسیر یہ ہی کہ ایسے کپڑے پہنکر ویسا ہی رہے جیسا پہلے تھا یہ سراجیہ مین ہی - کسی کی موت پر تاسف کرنے کے واسطے کپڑون کا سیاہ و اکھب رنگنا جائز نہین ہی اور صدر الحسام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ منزل میت مین کالے کپڑے کرنا جائز نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - امام سرخسی نے کتاب الکسب مین فرمایا کہ عام اوقات مین دھلے ہوے کپڑے پہنا چاہیے اور بعض اوقات مین اللہ تعالی کی نعمت ظاہر کرنے کے واسطے احسن لباس پہنے مگر ہر وقت نہ پہنے کہ اسمین محتاج مسلمانون کو ایذا ہوتی ہی یہ خلاصہ مین ہی - اسی طرح اگر ایک جبہ سے جاڑا جاتا رہے تو نہ چاہیے کہ دو تین جبہ لاد کر ظاہر کرے کیونکہ اسمین محتاجون کے حق مین ایذا ہی پس اس لباس سے بسبب ایذائے غیر کے ممانعت ہی یہ محیط مین ہی - اور دثار بلا خلاف مکروہ ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور مرد کو ایسا پائجامہ جو پشت پا تک لٹکتا ہو مکروہ ہی یہ فتاوے غیاثیہ مین ہی اور بعض مشائخ سے روایت ہی

کہ مرقع اور موٹا کپڑا پہننا سنت اسلام مین سے ہی - پائجامہ پہننا سنت ہی اور یہ لباس مرد و عورت کے واسطے
بہت پردہ پوش ہی یہ غرائب مین ہی - عورت کو اپنے گھر مین سر کھولنا روا ہی پس بدرجہ اولے یہ روا ہی کہ اپنے
محارم کے سامنے ایسی خمار اوڑھے جس سے اُسکے نیچے کا بدن معلوم ہو یہ قنیہ مین ہی - لباس مین کپڑے کو
کمی کے ساتھ رکھنا سنت ہی - اور ازار و قمیص کا لٹکانا بدعت ہی ازار کو چاہیے کہ ٹخنون سے اونچی رکھے بلکہ نصف
ساق تک رکھے مگر یہ حکم مردون کے واسطے ہی اور عورتین اپنے ازار کو مردون سے زیادہ لٹکائے رہین تاکہ اُنکے
قدمون کی پیٹھ ڈھکی رہے - اگر کسی مرد نے اپنی ازار ٹخنون سے نیچے لٹکائی پس اگر براہ تکبر نہو تو اُسمین تنزیہی
کراہت ہی یہ غرائب مین ہی اقول فیہ نظر فافہم - سوائے نماز کے غیر وقت مین سدل مین مشائخ نے اختلاف
کیا ہی پس بعض نے فرمایا کہ بدون قمیص کے مکروہ ہی اور قمیص و ازار کے ساتھ مکروہ نہین ہی اور بعض نے فرمایا
کہ مکروہ ہی جیسا کہ نماز مین مکروہ ہی اور صحیح قول شیخ ابوجعفر کا ہی کہ مکروہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - امام ابوحنیفہ رح
سے مروی ہی کہ لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہننے مین ڈر نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - امام ابوحنیفہ رح کے بدن شریف
پر سنجاب تھا اور ضحاک رح کے سر شریف پر سمور کی ٹوپی تھی یہ غیاثیہ مین ہی - امام ابوحنیفہ رح سے مروی ہی کہ سب
درندون کی اور انکے سوائے مردار کی کھال کی دباغت کی ہوئی و ذبح کی ہوئی کی پوستین بنانے مین کچھ ڈر نہین ہی
اور فرمایا کہ دباغت کرنا ہی اُسکی زکوۃ ہی یہ محیط مین ہی چیتے و تمام درندہ جانورون کی کھال سے دباغت کرنے
کے بعد مصلی یا زین کا میسرہ بنانے مین ڈر نہین ہی یہ ملتقط مین ہی - اگر وضو کے واسطے یا ناک کی میل کے
واسطے کوئی کپڑا بنائے تو کچھ ڈر نہین ہی اور جامع صغیر مین ہی کہ اگر کوئی کپڑا پسینا پونچھنے کے واسطے اپنے ساتھ
رکھے تو مکروہ ہی کیونکہ یہ نئی نکالی ہوئی بات بدعت ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ مکروہ نہین ہی اور حاصل یہ ہی کہ اگر کسی نے
انہین سے کوئی بات براہ تکبر کی تو مکروہ ہی اور اگر کسی نے ازراہ ضرورت و احتیاج کی تو مکروہ نہین ہی یہ کافی مین ہی
ہشام نے اپنی نوادر مین فرمایا کہ مین نے امام ابویوسف رح کے پانون مین دو نعلین دیکھین جنمین چو گرد الوہے
کی کیلین جڑی ہوئی تھین تو مین نے پوچھا کہ آیا آپ اس نئی بات سے باک کرتے ہین فرمایا کہ نہین تو مین نے
اُنسے کہا کہ سفیان و ثور بن یزید دونون اِسکو مکروہ جانتے ہین کہ یہ راہبون کے ساتھ مشابہت ہی تو امام ابویوسف
نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسی پاپوش پہنتے تھے جنمین بال لگے ہوتے تھے حالانکہ یہ بھی راہبون
کا لباس ہی پس امام ابویوسف رح نے اس قول مین یہ اشارہ کیا کہ جن باتون مین بندون کے واسطے بہتری ہی
اُنمین صورت کی مشابہت کچھ مضر نہین ہی اور پاپوش مین ایسی مضبوطی کرنے مین بہتری ہی کہ بعض زمین ایسی
ہوتی ہی کہ اُسکی مسافت بعیدہ بدون ایسی مضبوطی کے طے نہین ہو سکتی ہی یہ متفرقات محیط مین ہی - ایک
عورت کے پاس ایک صندلی ہی جسکے قدم کی جگہ ایک مچھلی چاندی کے تارون کی بنی ہوئی ہی اور یہ تار ایسے ہین
کہ علیحدہ کر لیے جا سکتے ہین تو عورت مذکور کو اُسکا استعمال کرنا جائز ہی اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ مکروہ ہی
اور صحیح طحاوی مین ہی کہ ملاعب مین چاندی کا لگانا ایک روایت مین امام ابویوسف رح سے مکروہ ہی اور
امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک مکروہ نہین ہی کذا فی القنیہ - اگر کسی شخص کی کوٹھری مین دیبا کا فرش بچھا ہوا اور دروازہ
پر دیبا کا پردہ لٹکا ہو یہ سب تجمل کی غرض سے ہو وہ شخص اس فرش پر نہ بیٹھتا ہو اور نہ سوتا ہو تو کچھ ڈر نہین ہی

اسکو امام محمد رحمہ نے صریح بیان فرمایا ہی اسواسطے کہ دیبا سے انتفاع حرام ہی اور فرش دیبا سے انتفاع یون ہو گا کہ اُسپر بیٹھے یا اُسپر سووے یہ کبری مین ہی۔ لکڑی کی جوتی بنانا بدعت ہی۔ اور ابو القاسم صفار سے مروی ہی کہ سرخ چمڑے کا موزہ فرعون کا تھا اور سپید چمڑے کا موزہ ہامان کا تھا اور سیاہ موزہ علما کا ہی اور مین نے بیس بڑے فقیہون کی فقہائے بلخ سے ملاقات کی مگر مین نے کسی کے پاس سرخ یا سپید موزہ نہ دیکھا اور نہ مین نے کسی کو سُنا کہ اُسنے کبھی اپنے پاس رکھا ہو اور روایت کیا گیا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سیاہ موزہ رکھا کہ آپ کو دو سیاہ موزے ہدیہ بھیجے گئے تھے پس آپنے لیکر پہنے یہ قنیہ مین ہی

دسوان باب — سونے و چاندی کے استعمال کے بیان مین۔ عورتون و لڑکون و مردون کو سونے و چاندی کے برتن مین کھانا و پینا و اُس سے تیل ڈالنا و خوشبو لگانا مکروہ ہی کذا فی السراجیہ۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُسنے چاندی یا سونے کے برتن سے اپنے سر و بدن پر تیل ڈالا ہو اور اگر اُسنے برتن کے اندر ہاتھ ڈال کر اُسمین سے تیل نکال کر اپنے ہاتھ سے استعمال کیا تو کچھ ڈر نہین ہی۔ اسی طرح اگر چاندی و سونے کے پیالے مین سے کھانا نکال کر روٹی وغیرہ کسی چیز پر رکھ لیا پھر کھایا تو بھی کچھ ڈر نہین ہی یہ محیط مین ہی اگر چاندی کی کُپی سے تیل اپنے سر پر ڈالا تو مکروہ ہی اسی طرح اگر اُس سے اپنی ہتھیلی پر نایا پھر اپنے سر پر یا ڈارھی مین ملا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر غالیہ ہو تو ڈر نہین ہی کیونکہ غالیہ جس برتن مین ہوتا ہی اُس سے سر پر نہین نایا جاتا ہی۔ اور چاندی و سونے کے چمچے سے کھانا مکروہ ہی اور چاندی و سونے کے خوان پر کھانا مکروہ ہی و چاندی و سونے کے طشت سے وضو کرنا مکروہ ہی اسی طرح اگر چاندی و سونے کا آفتابہ ہو اُس سے وضو کرنا بھی مکروہ ہی اسی طرح چاندی و سونے کے مجمر مین خوشبودار وغیرہ چیز جلا کر دھونی لینا مکروہ ہی لیکن فقط تجمل کے واسطے ہو تو ایسا نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اسی طرح سونے و چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا یا سرمہ دانی بنانا بھی مکروہ ہی اسی طرح سونے و چاندی کی ہر ایسی چیز جس سے بدن کو نفع پہونچے مکروہ ہی یہ سراج الوہاج مین ہی اور سونے و چاندی کے طشت مین وضو کرنا مکروہ ہی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ سونے و چاندی کی کرسی پر بیٹھنا مکروہ ہی اس حکم مین مرد و عورت یکسان ہین۔ اور آئینہ جو سونے یا چاندی کا بنایا گیا ہو اُسمین دیکھنا اور سونے و چاندی کے قلم سے لکھنا مکروہ ہی اور سونے و چاندی کی دوات کا بھی یہی حکم ہی اور اسمین مرد و عورت یکسان ہین یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کے گھر مین سونے کے کٹورے تجمل کے واسطے ہون اُس سے وہ شخص پانی نہ پیتا ہو تو ڈر نہین ہی اسکو صریح امام محمد رحمہ نے بیان فرمایا ہی اسواسطے کہ انتفاع حرام کیا گیا ہی اور ان ظروف سے انتفاع یعنی کے کام مین لانا ہی یہ کبری مین ہی پھر واضح ہو کہ چاندی کے ظروف سے جو چیز ہاتھ ڈال کر نکال کر استعمال کیجاوے اسمین ڈر نہین ہی اور جو چیز برتن سے ریختہ کیجاوے جیسے اشنان و روغن و غالیہ وغیرہ کے مانند تو مکروہ ہی یہ حاوی مین ہی۔ اور ظرف مذہّب یا مفضض سے کھانے و پینے مین ڈر نہین ہی بشرطیکہ اپنا مُنھ سونے و چاندی پر نہ رکھے اور اسی طرح ظروف و کرسیون و تخت وغیرہ مین سے جو مفضض ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی بشرطیکہ نشست اُسکی سونے و چاندی پر نہو اسی طرح اگر آئینہ کا حلقہ سونے یا چاندی کا ہو تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح مجمر و لگام و زین و ثفر و رکاب کا بھی یہی حکم ہی بشرطیکہ سونے و چاندی پر نشست نہو

اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ اُنھون نے ان سب کو مکروہ فرمایا ہو اور بعض مشایخ نے فرمایا کہ امام محمد رح
اُنھین کے ساتھ ہین اور بعض نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح کے ساتھ ہین کذا فی التمرتاشی اور زاد مین ہو کہ
صحیح امام ابو حنیفہ رح کا قول ہو یہ مضمرات مین ہو - اور جن کپڑون پر سونے وچاندی سے لکھا گیا ہو اُنکا پہننا
مکروہ نہین ہو اسی طرح ہر مموہ کا استعمال یعنے سونے وچاندی سے ملمع ہو تو یہ ہو مکروہ نہین ہو کیونکہ اگر وہ پچھلا کر
گلائی جاوے تو اُسمین سے کچھ نہ نکلیگا یہ ینابیع مین ہو - اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جس کپڑے مین سونے
وچاندی سے لکھا ہو وہ مرد کو پہننا نہ چاہیے (یعنے سونا وچاندی کچھ نہ نکلیگا ۱۲ منہ) یہ فتاوے قاضی خان مین ہو - اور اگر چھُری کے پھل مین
یا تلوار کے قبضہ مین چاندی ہو تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ اگر وہ جگہ جہان چاندی ہو گرفت کی ہو تو مکروہ ہو ورنہ نہین
اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مطلقاً مکروہ ہو اور وہ ملمع کہ اگر جدا کرین تو کچھ نہ نکلے اُسکے استعمال مین بالاجماع
کچھ ڈر نہین ہو یہ کافی مین ہو - سیر مین لکھا ہو کہ تلوار کو سونے سے محلی نکرنا چاہیے اگرچہ لڑائی وجہاد مین
ہو اسواسطے کہ لڑائی مین حلیہ سے کچھ نفع نہین ہوتا ہو حلیہ فقط زینت کے واسطے ہوتا ہو مولف عفا اللہ عنہ
نے فرمایا کہ جب یہ حکم تلوار کے حق مین ہو تو تلوار کی حمائل کے حق مین بدرجۂ اولے یہی حکم ہو
یہ تمرتاشی مین ہو - تلوار و اُسکی حمائل و پیٹی کو چاندی سے محلی کرنے مین کچھ ڈر نہین ہو سونے سے محلی کرنا
نہین جائز ہو یہ وجیز کردری مین ہو - اگر کوئی چھُری پوری مفضض ہو اور سونے یا چاندی سے بندھی ہوئی ہو
تو اُس سے انتفاع مکروہ ہو لیکن اگر سونا یا چاندی مقام گرفت سے ایک طرف ہو (چاندی جڑی ہوئی ہو ۱۲) کہ اُسکا ہاتھ سونے یا چاندی
پر نپڑے تو ایسا نہین ہو کذا فی محیط السرخسی اور بعض مشایخ نے فرمایا کہ یہ جواب چاندی کے صورت مین
دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق ہو اور تہذیب مین لکھا ہو کہ قلم تراش ومہنہ ومقراض ومقلمہ
ودوات وآئینہ کا سونے سے محلی کرنا جائز نہین ہو اور چاندی سے محلی کرنے مین دو صورتین ہین اور لڑائی
کے واسطے جو چھُری ہو اُسکا محلی کرنا مباح ہو اور مکتوبات مین چاندی ہونا مکروہ ہو یہ امام ابو یوسف سے مروی ہو
اور امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول اِسکے برخلاف ہو یہ تمرتاشی مین ہو - اور سونے وچاندی کی گل میخین
بنانے مین کچھ ڈر نہین ہو اور اِسکا دروازہ مکروہ ہو - اور جس ہاتھ کی چھنگلیان مین سونے کی انگوٹھی ہو اُس
سے پانی پینے مین کچھ ڈر نہین ہو - اور کھانے وپینے وتیل لگانے مین سونے وچاندی کے استعمال کرنے
یا سونے وچاندی پر بیٹھنے مین سوائے زیور کے سب باتون مین عورتین ومرد یکسان ہین یہ فتاوے
قاضی خان مین ہو - واضح ہو کہ جو برتن اسطرح مضبب ہو کہ اسکے ٹونٹی یا دہانہ پر چاندی یا سونے کا پتر دار جوڑ لگا ہو
اس سے پانی پینے وغیرہ مین ہمارے بعض مشائخ نے اسطرح تفصیل کی ہو کہ پیالہ کا ضباب اگر اسواسطے ہو کہ اُسکی
وجہ سے پیالہ کا تقوم رہے واسطے زینت کے نہو تو موضع ضباب پر منھ رکھنے مین کچھ ڈر نہین ہو اور اگر
زینت کے واسطے ضباب ہو پیالہ کے تقوم کے واسطے نہو تو ضباب پر منھ رکھنا مکروہ ہو اور اس قائل
نے ایک مسئلہ سے استدلال کیا ہو جسکو امام محمد رح نے سیر کی باب الانفال مین ذکر فرمایا ہو جسکی صورت
یہ ہو کہ سردار لشکر نے غازیون سے کہا کہ جو شخص سونا یا چاندی پاوے وہ اُسیکا ہو پس ایک شخص کو
ایک پیالہ سونے یا چاندی سے مضبب ہاتھ لگا یا قدح مضبب ہاتھ لگا پس اگر اُسکا ضباب زینت پیالہ

قال المترجم عفا اللہ عنہ ہذا التفصیل یجری فی المفضضۃ ایضاً وہو ظاہر ف... بالمم قالوا فی المفضض لا باس ... قالوا الا ان محمدا ... ان یکون قول

کے واسطے ہوا سواسطے نہو کہ پیالہ کا تقوم رہے تو یہ ضباب اُس شخص کا ہوگا جسنے اُسکو پایا ہی اور اگر یہ ضباب اسواسطے ہو کہ پیالہ
کا تقوم رہے چنانچہ اگر یہ ضباب الگ کردیا جاوے تو پیالہ باقی نہین رہتا ہی تو ضباب اُس شخص کو نہ ملیگا جسنے پایا ہی یہ ذخیرہ
مین ہی۔ لڑائی مین سونے وچاندی کے خود یا جوشن پہنے مین ڈر نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ہتھیارون پر سونے وچاندی
کا ملمع کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ عقیق وبلور وشیشہ وزبرجد ورانگ کے ظروف مین کچھ ڈر نہین ہی کذا فی
خزانۃ المفتین اور یاقوت کے برتنون کے استعمال مین مضائقہ نہین یہ سراج الوہاج مین ہی۔ سونے وچاندی سے
ملمع کیے ہوے برتنون کے استعمال مین بالاجماع کچھ ڈر نہین ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور نابالغ کو موتی
پہنانے مین ڈر نہین ہی اور یہی حکم بالغ کا ہی اور بچہ کو اگر مذکر ہو تو خلخال وکڑے پہنانا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی
اور مرد کو چاندی کی انگوٹھی جبھی جائز ہی کہ جب ایسی صفت پر بنی ہوئی ہو جیسی مرد پہنتے ہین اور اگر عورتون کی
انگوٹھیون کے طور پر ہو تو مکروہ ہی یعنے اسمین دو نگینہ ہون یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور چاندی کی انگوٹھی بھی
جائز ہی جب مردون کی انگوٹھیون کے طرز پر بنی ہو اور اگر عورتون کی انگوٹھیون کے طرز پر ہو مثلاً اُسمین
دو یا تین نگینہ ہون تو مرد کو اُسکا استعمال مکروہ ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور سواے چاندی کے دوسری چیز کی
انگوٹھی پہننا مرد کو مکروہ ہی یہ ینابیع مین ہی۔ اور سونے کی انگوٹھی پہننا صحیح مذہب کے موافق مرد کو حرام ہی یہ
وجیز کردری مین ہی۔ خجندی مین ہی کہ لوہے۔ پیتل۔ تانبے۔ رانگے کی انگوٹھی پہننا مرد وعورت دونون کو
مکروہ ہی۔ اور عقیق کی انگوٹھی پہنے مین مشائخ کا اختلاف ہی اور ذخیرہ مین لکھا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ جائز نہین ہی اور
قاضی خان مین لکھا ہی کہ اصح یہ ہی کہ جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور یشب کے مانند جو پتھر ہی اُن کی انگوٹھی پہنے
مین مثل عقیق کے کچھ ڈر نہین ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ ہڈی کی انگوٹھی
پہننا جائز ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور لوہے کی انگوٹھی پہنے مین بشرطیکہ اُسپر چاندی لپیٹی گئی ہو یا ملمع کی گئی ہو
حتے کہ لوہا نظر نہ آوے کچھ ڈر نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور انگوٹھی مین فقط حلقہ معتبر ہی کیونکہ انگوٹھی کا قوام
اسی سے ہی اور نگینہ کا کچھ اعتبار نہین ہی چنانچہ جائز ہی کہ نگینہ پتھر کا ہو یا کسی اور چیز کا ہو یہ سراج الوہاج مین ہی
اور نگ کے چھید کو سونے کی کیل میخون سے بند کرنے مین ڈر نہین ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور
جامع صغیر مین مذکور ہی کہ انگوٹھی کی چاندی ایک مثقال تک ہونی چاہیے اسپر زیادہ نہ کیجائیگی اور بعض نے
فرمایا کہ پورا مثقال بھی نہونے پاوے اور یہی اثر مین وارد ہی یہ محیط مین ہی۔ اور چاندی کی انگوٹھی پہننا اُسی
شخص کو مسنون ہی جسکو مُہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہی جیسے سلطان وقاضی وغیرہ اور جسکو مہر کرنے کی
حاجت نہو اُسکو ترک کرنا افضل ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور فقیہ ابو اللیث نے ذکر فرمایا کہ بعض لوگون نے سواے
صاحب حکومت کے غیر شخص کے واسطے انگوٹھی پہننا مکروہ جانا ہی مگر عامہ علماء نے جائز فرمایا ہی یہ جواہر اخلاطی
مین ہی۔ اور جب انگوٹھی پہنے تو چاہیے کہ اُسکا نگینہ ہتھیلی کے اندر کی طرف رکھے اوپر کی طرف نہ رکھے بخلاف
عورتون کے کہ عورتین اوپر رکھینگی اسلیے کہ عورتین زینت کے واسطے پہنتی ہین اور مرد مہر کرنے کے واسطے پہنتا ہی
یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور فتاوے مین ہی کہ اولے یہ ہی کہ انگوٹھی کو بائین چھنگلیا مین پہنے داہنی چھنگلیا اور
باقی انگلیون مین نہ پہنے اسواسطے کہ داہنی چھنگلیا مین انگوٹھی پہننا رافضیون کی علامت ہی حالانکہ داہنی وبائین

دونون مین پہنا جائز ہونا ثابت ہوا ہی اور نہ دونون طرح پہنا اثرمین وارد ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ سونے سے دانت نہ باندھے اور چاندی سے باندھے اور امام محمد رح کی یہ مراد ہی کہ جب دانت ہلنے لگین اور اُنکے گرجانے کا خوف ہو اور اُس شخص نے چاہا کہ مین انکو باندھون تو چاہیے کہ چاندی سے باندھے اور سونے سے نہ باندھے مگر یہ امام اعظم کا قول ہی اور خود امام محمد رح نے فرمایا کہ سونے سے بھی باندھ سکتا ہی۔ اور جامع صغیر مین امام ابو یوسف رح کا قول ذکر نہین کیا بعض مشائخ نے کہا کہ امام ابو یوسف رح امام محمد رح کے ساتھ ہین اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے ساتھ ہین اور حاکم نے منتقی مین ذکر کیا کہ اگر کسی کے دانت ہلنے لگے اور اُسکو گرجانے کا خوف ہو پس اُسنے سونے یا چاندی سے باندھا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسمین کچھ ڈر نہین ہی۔ اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ دانت و ناک مین فرق ہی پس دانت کے حق مین فرمایا کہ سونے سے باندھنے مین ڈر نہین ہی اور ناک کے حق مین اسکو مکروہ جانا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی کہ اپنا اُکھڑا ہوا دانت پھر اپنے مُنھ مین لگا کر باندھ دے اور اگر دوسرے کے دانت کو اُسنے اسطرح اپنے مُنھ مین لگایا تو مکروہ ہی کذا فی السراج الوہاج۔ بشر رحمہ اللہ نے کہا کہ امام ابو یوسف رح نے دوسری مجلس مین فرمایا کہ مین نے امام اعظم رح سے اسکو دریافت کیا تو امام اعظم رح نے اُسکے دوہرانے واعادہ کرنے مین فرمایا کہ کچھ ڈر نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ کسی شخص کی انگلیون کی پورین کاٹ ڈالی گئین تو اُسکو روا ہی کہ سونے و چاندی کی پورین بنا کر لگا دے بخلاف اسکے اگر ہاتھ یا پوری اُنگلی کاٹ ڈالی گئی تو ایسا نہین کر سکتا ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔

گیارہوان باب۔ کھانا کھانے مین کراہت و اُسکے متعلقات کے بیان مین

کھانے کے چند مراتب ہین ایک فرض ہی کہ جس سے مر نجاوے پس اگر کسی نے کھانا پینا چھوڑ دیا یہان تک کہ مر گیا تو عاصی مرا دوم جسپر ثواب ملتا ہی یعنے مقدار فرض سے اسقدر زیادہ کھاوے جس سے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھنا اُسپر آسان ہو جاوے۔ سوم مباح ہی یعنے اس سے بھی زیادہ کھاوے اور اسکی انتہا سیری تک ہی اس غرض سے کہ بدن کی قوت بڑھ جاوے اور اسمین نہ ثواب ہی نہ عذاب ہی اور آخرت مین اسقدر کا حساب آسان ہی بشرطیکہ طعام حلال ہو چہارم حرام ہی وہ یہ ہی کہ سیری سے بھی زیادہ کھا جاوے لیکن اگر اس غرض سے ہو کہ کل کے روزے کے روزہ مین تقویت رہے یا مہمان کو کھانے مین شرم نہو تو سیری سے زیادہ کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور ریاضت کے واسطے کھانے مین ایسی کمی کرنا کہ آخرکار ادائے فرائض سے عاجز ہو جاوے جائز نہین ہی۔ ہان نفس کو اسقدر بھوکا رکھنا کہ ادائے عبادت سے عاجز نہو جاوے مباح ہی اور اسمین نفس کے واسطے ریاضت بھی ہی اور اسمین طعام کی خواہش وگوارائی بھی ہو جاتی ہی بخلاف صورت اول کے کہ اُسمین نفس کا ہلاک کرنا ہی اسیطرح جو نوجوان جوش شہوت سے خوفناک ہی اُسکو مضائقہ نہین کہ اپنے تئین کھانے سے روکے تا کہ بھوک سے اُسکی شہوت ٹوٹ جاوے بشرطیکہ اسطرح ہو کہ ادائے عبادات سے عاجز نہو جاوے یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے بدن کی اصلاح کے واسطے بقدر حاجت کے یا حاجت سے زیادہ کھایا تو کچھ ڈر نہین ہی یہ حاوی مین ہی۔ اگر کسی شخص نے

حاجت سے زیادہ اسواسطے کھایا کہ قی کرے توحسن رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور کہا کہ مین نے انس بن مالک رض کو دیکھا کہ طرح طرح کا کھانا کھاتے اور زیادہ کھاتے پھر قی کر دیتے تھے اور یہ اُنکو نافع ہوتا تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اور سالنون مین جسکے ساتھ روٹی کھائی جاوے کثرت کرنا اسراف مین سے ہی لیکن اگر حاجت ہو تو روا ہی مثلاً ایک ہی سالن سے جی گھبرا گیا پس چند طرح کا پکوالئے تاکہ ہر ایک مین سے تھوڑا تھوڑا کھاے تاکہ مجموعہ اسقدر ہو جاے کہ طاقت پر قادر ہو یا اُسنے یہ قصد کیا کہ ضیافت کے واسطے لوگون کو گروہ گروہ بُلاوے کہ ایک کے بعد دوسرا آتا جاوے یہان تک کہ کھانا پورا اُٹھ جاوے تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی- یہ خلاصہ مین ہی- چند طرح کا طعام پکوانا و دسترخوان پر حاجت سے زائد روٹیان رکھنا اسراف ہی لیکن اگر یہ قصد ہو کہ ضیافت کے واسطے لوگون کے گروہ ایک بعد دوسرے کے بُلاتا جاوے یہان تک کہ کھانا پورا ہو جاوے تو کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ اسمین فائدہ ہی اور یہ بھی اسراف مین سے ہی کہ روٹی بیچ بیچ مین سے کھالے اور کنارے چھوڑ دے یا ایک روٹی مین سے پھولی ہوئی کھالے اور باقی چھوڑ دے کیونکہ اسمین ایک طرح کا تنجبر ہی لیکن اگر دوسرا شخص اُسکو کھالیتا ہو تو کچھ ڈر نہین ہی چنانچہ اگر روٹیون مین سے کوئی روٹی چھانٹ کر کھالی کوئی نہ کھالی تو جائز ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی- اور جو لقمہ ہاتھ سے گر پڑے اُسکا ترک کر دینا اسراف مین سے ہی بلکہ چاہیے کہ اُسکو پہلے اُٹھا کر کھالے پھر دوسرا کھاوے یہ وجیز کردری مین ہی- اور روٹی کی تعظیم مین سے ایک یہ ہی کہ جب روٹی سامنے آوے تو کھانا شروع کر دے سالن کا انتظار نکرے یہ اختیار شرح مختار مین ہی- اور کھانے سے پہلے و پیچھے دونون ہاتھ دھونا سنت ہی اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے مین یہ ادب ہی کہ پہلے جوان لوگ شروع کرین پھر بُڈھے لوگ ہاتھ دھوین اور بعد کھانے کے اسکے برعکس چاہیے کذا فی الظہیریہ اور نجم الائمہ بخاری وغیرہ نے فرمایا کہ اگر کھانے سے پہلے کسی شخص نے ایک ہاتھ یا دونون ہاتھون کی اُنگلیان دھو ڈالین تو دونون ہاتھ دھونے کی سُنت ادا نہو گی اسواسطے کہ طریقۂ سنت یون مذکور ہی کہ دونون ہاتھ دھووے اور ہاتھ کا اطلاق پہونچے تک ہی یہ قنیہ مین ہی- اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھوکر اُنکو رومال سے نہ پونچھے تاکہ کھانا شروع کرنے تک دھونے کا اثر باقی رہے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھوکر پونچھ ڈالے تاکہ طعام کا اثر بالکلیہ زائل ہو جاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہی- اور تتمہ مین ہی کہ میرے والد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کھانے کے وقت کلی کرنا بھی مثل ہاتھ دھونے کے سُنت ہی تو فرمایا کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی- اور اگر جوکر سے کسی نے ہاتھ دھوئے یا سر دھویا یا اُسکو جلایا پس اگر اسمین کچھ لگا و آٹے کا نہین رہا تھا بلکہ فقط جو کر چوپاون کے کھانے کے لائق تھا تو کچھ ڈر نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور نوادر ہشام مین ہی کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ کھانے کے بعد آٹے یا ستو سے ہاتھ دھونا کیسا ہی جیسا اشنان سے ہاتھ دھوتے ہین تو امام محمد رح نے مجھے خبر دی کہ امام ابو حنیفہ رح اسمین کچھ باک نہین جانتے تھے اور ایسی ہی امام ابو یوسف رح بھی اور یہی میرا قول ہی یہ ذخیرہ مین ہی- اور جنُب کو خواہ مرد ہو یا عورت دونون ہاتھ دھوتے و کلی کرنے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہی مگر حائض کے واسطے مکروہ نہین ہی اور ہر صورت مین مُنھ کا پاک رکھنا مستحب ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور چاہیے کہ پانی برتن سے اپنے

ہاتھ پر خود ڈالے کسی دوسرے سے استعانت نہ لے چنانچہ ہمارے بعضے مشائخ سے منقول ہو کہ فرمایا کہ یہ امر
مثل وضو کے ہو اور ہم لوگ وضو مین کسی غیر سے استعانت نہین لیتے ہین یہ محیط مین ہو- اور سُنت طعام یہ ہو
کہ اول مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور آخر مین الحمد للہ پڑھے اور اگر اول مین بسم اللہ بھول جاوے
تو یون کہے بسم اللہ علے اولہ و آخرہ یہ اختیار شرح مختار مین ہو اور جب بسم اللہ کہے تو چاہیے کہ آواز بلند سے
کہے تاکہ جو لوگ ساتھ کھانے بیٹھے ہین انکو بھی تلقین ہو جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہو- اگر طعام حلال ہو تو بسم اللہ
لیکر شروع کرے اور فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ کہے چاہے جیسا ہو (یعنے حلال ہو یا مشتبہ ہو یا حرام ہو)
یہ قنیہ مین ہو- اور الحمد للہ کے ساتھ آواز بلند نہ کرنا چاہیے لیکن اگر ساتھی لوگ فارغ ہوگئے ہون تو خیر
یہ تاتارخانیہ مین ہو- اور نمک کے ساتھ شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت سے ہو یہ خلاصہ مین ہو-
اور کھانا کم کھاوے یہ غرائب مین ہو- نوادر مین ہو کہ فضل بن غانم کہتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسف رح
سے پوچھا کہ طعام کو پھونکنا کیا مکروہ ہو فرمایا کہ نہین لیکن اگر پھونک آواز سے مثل اف کے ہو تو مکروہ ہو
اور نفخ کی ممانعت سے یہی معنی ہین- اور جلتا ہوا کھانا نہ کھاوے اور کھانے کو نہ سونگھے اور کھانے کی چیز
یا پینے کی چیز مین نہ پھونکے- اور یہ بھی سنت سے ہو کہ کھانا شروع کرنے مین درمیان مین سے
کھانا نہ شروع کرے یہ خلاصہ مین ہو- اور سُنت ہو کہ رومال سے پوچھنے سے پہلے اُنگلیون کو خوب چاٹ لے
یہ وجیز کردری مین ہو- اور پیالہ کا چاٹنا سُنت ہو یہ خلاصہ مین ہو اور جو طعام خوان سے گرے اُسکو کھا لینا
سُنت ہو یہ محیط مین ہو- اور تکیہ لگا کر کھانے مین کچھ ڈر نہین ہو بشرطیکہ تکبر کی راہ سے نہو اور ظہیریہ مین لکھا ہو
کہ یہی مختار ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو اور تکیہ لگا کر کھانا پینا یا بایان ہاتھ زمین پر رکھ کر یا ٹیک لگا کر
مکروہ ہو یہ فتاوے عتابیہ مین ہو- سر راہ کھانا مکروہ ہو اور سر کھلے ہوئے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہو اور
یہی مختار ہو یہ خلاصہ مین ہو- بھوک سے جب مخمصہ کے حالت پہونچ جاوے تو مردار چیزون سے اسقدر کھا لینا
کہ جس سے ہلاکت کا خوف جاتا رہے روا ہو کذا فی السراجیہ- اور مشائخ نے اضطرار کی تعریف مین گفتگو کی ہو
یعنے وہ حالت مخمصہ جسمین مردار حلال ہو جاتی ہو وہ کب ہوتی ہو سو بعض نے فرمایا کہ جب ایسی حالت پہونچ
جاوے کہ اُسکو جان جاتی رہنے کا خوف ہو- اور ابن المبارک رحمہ اللہ سے مروی ہو کہ جب ایسی حالت ہو
کہ اگر بازار مین داخل کیا وے تو کسی مال و اسباب پر کیسا ہی عمدہ ہو نظر نہ ڈالے سوا اس مردار کے- اور بعض
نے فرمایا کہ جب فرائض ادا کرنے سے عاجز ہو جاوے- اور بعض نے فرمایا کہ تین دن بعد- اور صحیح یہ ہو کہ
اسکے واسطے کوئی مقدار مقرر نہین ہو اسواسطے کہ لوگون کے طبائع مختلف ہوتے ہین- اور مشائخ رح نے
مردارخواری کی کیفیت مین اختلاف کیا ہو بعض نے فرمایا کہ اُسکا کھانا حرام ہو مگر مضطر سے اُسکا گناہ دور کر دیا گیا
اور بعض نے فرمایا کہ وہ حلال ہو جاتا ہو مضطر کو اُسکا ترک کرنا روا نہین ہو یہ غرائب مین ہو- اگر بھوک سے اپنی جان
جاتی رہنے کا خوف کرے اور اُسکے رفیق کے پاس کھانا ہو تو روضہ مین مذکور ہو کہ ضمانت شرط کرکے اُس سے
اسقدر طعام کہ بھوک دفع ہو لے لے یہ خلاصہ مین ہو- اور جو شخص مخمصہ مین پھنسا اور اُسکے پاس رفیق کا
طعام ہو مگر اُسنے اُس سے اکراہاً بہ قیمت نہ لیا بلکہ صبر کیا یہان تک کہ بھوک سے مرگیا تو ثواب پاویگا- یہ

قنیہ مین ہی- اور اگر پیاس سے جان جانے کا خوف ہوا حالانکہ اُسکے رفیق کے پاس پانی ہی تو اِسکو جائز ہی کہ رفیق کے ساتھ بدون ہتھیار کے لڑائی کرکے بقدر دفع تشنگی کے پانی لے لے اور اگر رفیق کی نسبت بھی موت کا خوف ہو تو کچھ پانی لے لے اور کچھ چھوڑ دے یہ خلاصہ مین ہی- اور اگر کوئی شخص پیاس سے مضطر ہوا اور ایک کنوئین مین پانی ہی مگر وہان کوئی شخص اُسکو پانی لینے سے منع کرتا ہی تو اس شخص کو جائز ہی کہ منع کرنے والے سے مقاتلہ کرے یہ تہذیب مین ہی- اور شیخ ابونصرؒ سے منقول ہی کہ فرمایا کہ جو چیز ایسی ہو کہ اُسکو کسی شخص نے اپنی ملک و حیازت مین کر لیا ہی جیسے طعام یا وہ پانی جو اُسنے اپنے برتن مین بھر لیا ہی یا اپنی ملک مین کر لیا ہی پس اگر وہ شخص مضطر کو نہ دے تو مضطر کو اُس سے سوائے ہتھیار ون کے اور طرح لڑائی کرکے لینا جائز ہی اور کنوئین وغیرہ کے مانند کسی مقام کے پانی سے اگر کوئی روکے تو مضطر کو اُس سے ہتھیار سے و بدون ہتھیار کے سب طرح مقاتلہ کرنا جائز ہی یہ محیط مین ہی- ایک شخص کو پیاس سے مرجانے کا خوف ہوا اور اُسکے پاس شراب موجود ہی پس اگر اُسکو علم ہو کہ شراب پینے سے پیاس بجھ جائیگی تو شراب کو بقدر پیاس دور کرنے کے پی سکتا ہی یہ وجیز کردری مین ہی- ایک مضطر نے مردار بھی کھانے کو نہ پایا اور مرجانے کا خوف ہوا پس ایک شخص نے اُس سے کہا کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھالے یا کہا کہ میرے بدن مین سے ایک ٹکڑا کاٹ کر کھالے تو مضطر کو ایسا کرنا روا نہین ہی اور حکم دہندہ کو ایسا حکم کرنا بھی صحیح نہین ہی جیسا کہ مضطر کو یہ روا نہین ہی کہ اپنے بدن سے کوئی ٹکڑا قطع کرکے کھاوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- باپ کو اگر اپنے فرزند کا مال کھانے کی حاجت پڑی پس اگر شہر مین ہوا اور بسبب فقر کے اِسکی ضرورت ہو تو مفت کھاوے اور اگر جنگل مین ہوا اور بسبب کھانا نہونے کے اسکی ضرورت ہوئی پس اگر غنی ہو یعنے اُسکو صدقہ حلال نہو تو بقیمت کھاوے یہ خلاصہ مین ہی باپ کو اپنے بخیل بیٹے کا مال لینا حلال نہین ہی الا جبکہ ضرورت ہو اور اگر بیٹا سخی ہو تو غیر ضرورت کے وقت بھی لینا جائز ہی یہ ملتقط مین ہی- اور اگر حالت مخمصہ مین کسی نے مردار کھانے سے انکار کیا یا روزہ رکھا اور نہ کھایا یہان تک کہ مرگیا تو گنہگار ہوگا یہ اختیار شرح مختار مین ہی- اور اگر بھوکا ہوا اور نہ کھایا باوجودیکہ قادر تھا یہان تک کہ مرگیا تو گنہگار ہوگا یہ کبری مین ہی- امام محمد رحہ نے کتاب الکسب مین فرمایا کہ محتاج جسوقت نکلنے و طلب کرنے سے عاجز ہوا اُسوقت لوگون پر اُسکو کھانا کھلانا فرض ہی اور اس مسئلہ مین تین صورتین ہین ایک یہ کہ محتاج جسوقت باہر نکلنے سے عاجز ہوا تو ہر شخص پر جو اُسکے حال سے آگاہ ہوا یہ فرض ہی کہ بشرط قدرت اُسکو اسقدر کھانا کھلائے جس سے وہ نکلنے و ادائے عبادت پر قادر ہو جاوے حتی کہ اگر اُسکے حال سے واقف لوگون مین سے کسی نے اُسکو کھانا نہ دیا اور وہ مرگیا تو گناہ سب پر ہوگا اسی طرح اگر اُس شخص کے پاس جو اُسکے حال سے آگاہ ہوا اسقدر نہو کہ اُس محتاج کو کھلاوے ولیکن اُسکو یہ قدرت ہی کہ نکل کر لوگون کو اُسکے حال سے آگاہ کرے تاکہ وہ لوگ خبرگیری کرین تو اُسپر ایسا کرنا فرض ہوگا پھر اگر لوگون نے خبرگیری نہ کی تو جسقدر لوگ واقف ہوئے تھے سب لوگ اگر محتاج مذکور بھوک سے مرجاوے تو گناہگار ہونگے لیکن اگر ایک نے اُسکے حال کی خبرگیری کر لی تو باقی سب کی طرف سے ساقط ہو جائیگی- دوم یہ کہ محتاج نکلنے پر قادر ہی مگر کسب پر قادر نہین ہی تو اُسپر واجب ہی کہ نکلے اور جو شخص اُسکے حال سے

واقف ہو پس اگر اُسپر محتاج کا کچھ حق واجب ہو تو اُسپر واجب ہی کہ اُسکو اُسکا حق ادا کر دے اور اگر محتاج مذکور
کمائی کرنے پر قادر ہو تو اُسپر واجب ہی کہ کمائی کرے اور سوال کرنا اُسکے حق مین حلال نہین ہی۔ سوم یہ کہ اگر
محتاج کمائی سے عاجز ہو مگر اُسپر قادر ہی کہ نکل کر لوگون کے دروازون پر جاوے تو اُسپر ایسا کرنا فرض ہی پس اگر اُسنے ایسا نکیا
اور مر گیا تو اللہ تعالے کے نزدیک گنہگار ہو گا پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ دینے والا بہ نسبت لینے والے کے افضل ہی
اور اسمین بھی تین صورتین ہین ایک یہ کہ دینے والے نے حق واجب ادا کیا حالانکہ لینے والا کمائی کرنے پر قادر ہی مگر محتاج ہی
تو اس صورت مین بالاتفاق دینے والا افضل ہی دوم یہ کہ دینے والا اور لینے والا دونون متبرع ہون چنانچہ دینے والے کا
متبرع ہونا ظاہر ہی اور لینے والے کے تبرع کی یہ صورت ہی کہ لینے والا کمائی پر قادر ہو تو اس صورت
مین دینے والا افضل ہی سوم یہ کہ دینے والا متبرع ہو اور لینے والے پر لینا فرض ہو مثلاً وہ کمائی سے عاجز ہو
تو اس صورت مین دینے والا اہل فقہ کے نزدیک افضل ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ جب
فلان شخص نے میرے مال مین سے لیا تو اُسکو حلال ہی پھر فلان شخص نے بدون اس بات کے علم کے
کہ اُسنے مباح کر دیا ہی اُسکا کچھ مال لے لیا تو جائز ہی اور ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر ایک نے دوسرے
سے کہا کہ سب جسقدر تو میرے مال مین سے کھاوے مین نے تجھے حلال کیا تو وہ مال اُسکو حلال ہوگا اور اگر
یون کہا کہ سب جسقدر تو میرے مال مین سے کھاوے مین نے تجھے اُس سے بری کر دیا تو بری نہوگا۔ اور
صدر الشہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صواب یہ ہی کہ بنا بر قول محمد بن سلمہ رح کے بری ہو جائیگا یہ وجیز کردری مین ہی
ایک شخص نے دوسرے سے کہا انت فی حل من مالی حیثما اصبتہ فخذ ما شئت یعنے تجھے میرا مال حلال ہی تجھے جہان
ملے تو جسقدر چاہے لے لے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ خاصتہً درم و دینار سے اُسکو حلت ہوگی اور اسکو یہ اختیار نہوگا
کہ قائل کی زمین سے فواکہ یا اُسکی بکریون کے گلہ مین سے کوئی بکری یا ایسی کوئی اور چیز لے لے۔ اور اگر
کوئی درخت خرما دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اسمین سے جسقدر چاہے کھالے
اور جسکو چاہے ہبہ کر دے تو اُسکو ایسا کرنا جائز ہی اور یہ کہنا مباح کرنا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی ایک شخص
نے دوسرے سے کہا کہ تو نے میرے چھوارے کسقدر کھالئے ہین اُسنے کہا کہ پانچ حالانکہ اُسنے دس چھوارے
کھائے تھے تو جھوٹا نہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تو نے یہ کپڑا کتنے کو خریدا ہی اُسنے کہا کہ پانچ کو حالانکہ دس درم کو خریدا تھا
تو بھی کاذب نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ مری ہوئی مردار مرغی کے پیٹ مین سے اگر انڈا نکلا تو کھایا جا سکتا ہی۔
اسی طرح اگر مردار بکری کے تھنون سے دودھ برآمد ہوا تو پیا جا سکتا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ ریشم کے کیڑون
کے بچے کھانے مین انہین جان پڑنے سے پہلے کچھ ڈر نہین ہی۔ اور بھڑون کے بچون کے کھانے مین
جان پڑنے سے پہلے کچھ ڈر نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ بزغالہ وبرہ اگر گدھی کا دودھ پلا کر پالا گیا تو امام محمد
نے ذکر کیا کہ اُسکا کھانا حلال ہی مگر مکروہ ہی۔ اور اگر کوئی بکری شراب پی گئی اور اُسی وقت ذبح کی گئی تو مکروہ
نہین ہی اور اگر دیر ہوگئی تو مثل چھٹی ہوئی مرغی کے قید کیجائیگی۔ گوشت کا کیڑا شوربے مین گر پڑا
تو شوربا نجس نہوگا مگر کیڑا کھایا نجائیگا اور اسی طرح شوربا بھی نہ کھایا جائیگا بشرطیکہ یہ کیڑا اسمین گر کر پھٹ
گیا ہو۔ اور اگر آدمی کا پسینا یا ناک کی رینٹ یا آنسو شوربے مین گر پڑے تو اس شوربے کا کھانا حلال ہی

اور اسی طرح اگر پانی مین گرے اور پانی غالب رہا تو اُسکا پینا بھی حلال ہی لیکن طبیعت ایسی چیز کو پلید سمجھ کر
پرہیز کرتی ہی یہ قنیہ مین ہی - ایک عورت ہانڈی پکاتی ہی کہ اتنے مین اُسکا شوہر ہاتھ مین ایک شراب کا پیالہ
لیے آیا اور شراب کو ہانڈی مین ڈال دیا پھر عورت نے ہانڈی مین سرکہ ڈال دیا یہان تک کہ شوربے مین
سرکہ کے مانند کھٹائی ہوگئی تو اُسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی - ایک ہانڈی مین نجاست گر پڑی
تو شوربا کھانا روا نہین ہی اور اگر ہانڈی مین اُبال کے وقت نجاست گری ہو تو گوشت بھی کھانا روا نہین ہی
اور اگر غلیان کی حالت نہو تو گوشت دھو کر کھانا روا ہی یہ سراجیہ مین ہی - امام محمد رح سے مروی ہی کہ مستعمل
پانی سے آٹا گوندھنے مین ڈر نہین ہی یہ حاوی مین ہی - بلی کے جھوٹے پانی سے اگر آٹا گوندھ کر روٹی پکائی گئی
تو آدمی کو اُسکا کھانا مکروہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اور یہ بات مکروہ ہی کہ آدمی میدہ نکال کر اُسکی روٹی خود کھاوے
اور چوکر اپنے مملوکون کے کھانے کے واسطے چھوڑ دے - اگر گوبر کے اندر کوئی روٹی پائی گئی پس اگر گوبر
سختی کے ساتھ ہو تو گوبر دور کرکے (بانڈی تلک ولم وغیرہ ۱۲) روٹی کھائی جائیگی کیونکہ وہ نجس نہین ہوئی ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی مترجم
کہتا ہی کہ ہمارے نزدیک اگر گوبر کی سختی سے خشک گوبر مراد ہی تو یہی حکم ہی اور اگر بالکل خشک نہو تو محل تامل ہی فیتامل
اگر روٹی کا ٹکڑا گوہ مین دیکھا تو اُسکے چھوڑ دینے مین معذور ہی اُسپر اُسکا دھونا لازم نہوگا یہ متفرقات قنیہ مین ہی
شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک چوہا اپنے مُنہ سے روٹی کو کترتا ہی تو اُسکا کھانا جائز ہی فرمایا کہ ہان
بسبب ضرورت کے جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - آدمی کا دانت ایک ٹوکری گیہون کے ساتھ پسگیا
تو آٹا نہ کھایا جائیگا اور نہ جانورون کو کھلایا جائیگا بخلاف اِسکے اگر اُسکی ہتھیلی کی کھال مکھی کے پر کے برابر
چھل کر طعام مین مختلط ہوگئی تو یہ طعام کھایا جائیگا کیونکہ اسمین عام بلوے و ضرورت ہی - اسی طرح اگر آٹا گوندھنے
مین پسینا گر پڑا تو قلیل پسینا کھانے سے مانع نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر اونٹ یا بکری کی مینگنی مین جو نکلا تو
تو اُسکو دھو کر کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر گاے کے گوبر اور گھوڑے کی لید مین نکلا تو نہ کھایا جائیگا یہ محیط
سرخسی مین ہی - جوار و مسور و ماش و اسکے مثل چیزون کا ایسے جھیجہ مین دھونا جسمین یہ چیزین چھٹک کر گرتی جاتی
ہون مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی - (یعنی مونگ اور یہی حکم ہندی ماش کا ہے ۱۲) گوشت جب بدبودار ہوجاوے تو اُسکا کھانا حرام ہی - اور گھی و دودھ و روغن زیتون
و تیل جب بدبودار ہوجاوے تو حرام نہین ہوتا ہی - اور طعام جب متغیر ہوکر اُدس گیا تو نجس ہوجاتا ہی - اور
پینے کی چیزین متغیر ہونے سے حرام نہین ہوتی ہین یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی - جس جانور کا گوشت کھایا جاتا
ہی اُسکا بچہ دان اگر وقت ذبح کے اُسکے ساتھ متصل ہو تو حلال ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر گرمی کے دنون مین
کوئی شخص کسی کے پھلون مین گذرا اور پھل درختون کے نیچے گرے پڑے ہین اور اُسنے انکو کھانا چاہا پس اگر
شہر مین ہو تو کھانا روا نہین ہی لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ اُنکے مالک نے صریح مباح کر دیا ہی یا بدلالت عادت
مباح کرنا جانتا ہو تو کھا سکتا ہی - اور اگر باہر شہر کے باغ مین ہو پس اگر یہ پھل ایسے ہون کہ باقی رہتے
ہین جیسے اخروٹ وغیرہ تو بھی نہین کھا سکتا ہی الا اُس صورت مین کہ مالک کے مباح کرنے سے آگاہ ہو
اور اگر ایسے پھل ہون کہ باقی نہین رہ سکتے ہین تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور صدر الشہید رح نے
فرمایا کہ فتوانا یہ ہی کہ تناول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی جب تک صریحاً یا عادۃً ممانعت ظاہر نہو کذا فی المحیط

اور غیاثیہ مین لکھا ہی کہ مختار یہ ہی کہ جب تک یہ معلوم نہو کہ پھلون کا مالک کھا لینے پر راضی ہی تب تک نہین کھا سکتا ہی انتہے اور اگر گانون مین ہوپس اگر ایسے پھل ہون جو باقی رہتے ہین تو نہین لے سکتا ہی الا اُس صورت مین کہ اجازت سے آگاہ ہو اور اگر ایسے پھل ہون جو نہین باقی رہ سکتے ہین تو مختار یہ ہی کہ تناول کرنے مین ڈر نہین ہی جب تک ممانعت ظاہر نہو کذا فی المحیط اور اُسمین سے کچھ باندھ لانا نہین جائز ہی کذا فی التاتارخانیہ عن جامع الجوامع - اور اگر پھل درخت پر لگے ہون تو افضل یہ ہی کہ کسی جگہ سے نہ لے الا باجازت لیکن اگر ایسا موضع ہو جہان یہ پھل بہت ہون تو یہ معلوم ہو کہ مالکون پر کھا لینا کچھ گران نہ گذریگا تو کھا سکتا ہی مگر یہ روا نہین کہ باندھ لاوے - قال المترجم وہو الصحیح لما ورد فی الحدیث الصحیح - اور اگر پت جھاڑ مین درخت کے پتے راہ مین گرے ہون اور کسی شخص نے بدون اجازت مالک درخت کے کچھ پتے اُٹھا لئے پس اگر مثل شہتوت وغیرہ کسی ایسے درخت کے پتے ہون جنسے انتفاع حاصل کیا جاتا ہی تو اُسکو لینا جائز نہین ہی اور اگر لیلیے تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے پتے ہون جو کام مین نہین آتے ہین تو لے سکتا ہی اور اگر اُٹھا لیے تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر دوست کے گھر مین گیا اور دیگچی گرم کرکے کچھ کھایا تو جائز ہی اور اگر اپنے دوست کے باغ انگور مین سے کچھ لیا اور وہ جانتا ہی کہ مالک باغ کو گران نہ گذریگا تو کچھ ڈر نہین ہی مگر آدمی کو چاہیے کہ خوب غور کرلے کہ طمع کرنے والا اکثر غلطی کرتا ہی یہ ملتقط مین ہی - دریاے جاری مین سے پھل نکال لینا اور کھانا جائز ہی اگرچہ کثیر ہون کیونکہ اگر چھوڑ دیے جاوین تو بگڑ جاوینگے پس اُٹھا لینے کی اجازت بدلالت ثابت ہوگئی یہ محیط سرخسی مین ہی - ہیزم جو پانی مین سے نکال لیجاوے اگر وقت نکالنے کے اُسکی کچھ قیمت نہو تو حلال ہی اور اگر قیمت ہو تو حلال نہین ہی یہ سراجیہ و خلاصہ و محیط سرخسی مین ہی - فتاوی مین ہی کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک اخروٹ پایا پھر دوسرا پھر تیسرا یہان تک کہ دس ہوگئے اور اُنکی قیمت ہوگئی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے مقام واحد مین پائے تو اُنکا حکم مثل لقطہ کے ہی اور اگر مواضع متفرقہ مین پائے تو اسکو حلال ہین جیسے کہ اگر ایک شخص نے خرما کی گٹھلیان مقامات متفرقہ سے جمع کین یہان تک کہ اُنکی قیمت ہوگئی تو یہ اُسکو حلال ہین اور فقیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ حکم ہی کہ اخروٹ خواہ اُسنے ایک ہی جگہ سے پائے ہون یا مقامات متفرقہ سے پاتے ہون بہرحال وہ مثل لقطہ کے اسکو حلال نہین ہین اگر وہ غنی ہو بخلاف خرما کی گٹھلیون کے کیونکہ خرما کی گٹھلیان لوگ پھینک دیتے ہین پس پھینک دینے کی وجہ سے وہ مباح ہوجاتی ہین اور اخروٹ کو نہین پھینکتے ہین لیکن اگر اخروٹون کو اُسنے اخروٹ کے درخت کے نیچے پایا تو چن لے جیسے بالیان اگر زمین مین باقی رہگئی ہون تو چن لے سکتا ہی یہ حاوی مین ہی اگر چند لوگون نے ایک بھٹا خریدا پھر آپس مین کہا کہ جو شخص پوست اتار کر دانہ ظاہر کرے اُسپر واجب ہوگا کہ اُسکے مثل دوسرا بھٹا خرید کر کھا دے پس ایک نے ایسا کیا اور موافق شرط کے جو لوگون نے اُسپر لازم کی تھی دوسرا بھٹا خریدا تو اُسکا کھانا مکروہ ہی کیونکہ اُسمین تعلیق بالشرط ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک درخت ایک مقبرہ مین لگا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ درخت اس زمین مین مقبرہ بنائے جانے سے پہلے اُگا ہو تو مالک زمین اس درخت کا مستحق ہی جو چاہے کرے اور اگر زمین موات ہو اُسکا کوئی مالک

نہو اور اُس زمین کو اس محلہ وگانٔون کے لوگون نے مقبرہ بنالیا ہو تو درخت مذکور کا اور جسقدر جگہ مین اُگا ہی اُتنی زمین کا وہی حکم ہوگا جو قدیم وقت مین تھا اور اگر مقبرہ بنائے جانے کے بعد اُگا ہو پس اگر جمانے والا کوئی شخص معلوم ہو تو اُسی کا ہوگا مگر اُسکو چاہیے کہ درخت مذکور کا ثمن صدقہ کردے اور اگر یہ درخت خود اُگا ہو تو اُسکا حکم قاضی کی راے پر ہو اگر قاضی کی راے مین اُسکا قطع کرکے مقبرہ کے مصرف مین لانا مصلحت ہی تو ایسا کرسکتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی تونگر نے ایسی چیز مین سے جو فقیر کو صدقہ دیگئی ہی کھایا پس اگر فقیر نے اُسکو اسکا کھانا مباح کیا تو اُسکا کھانا حلال ہونے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور اگر فقیر نے وہ چیز غنی کی ملک مین دیدی تو اُسکے کھانے مین ڈر نہین ہی۔ ابن السبیل کو اگر کچھ مال صدقہ دیا گیا پھر ابن السبیل اپنے مال تک پہونچ گیا اور ہنوز صدقہ مذکور موجود ہی تو اُسکو اس صدقہ مین سے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی [مسافر یعنی ٹھیکانہ فی المال ۱۲] اسی طرح اگر فقیر کو صدقہ دیا گیا پھر وہ غنی ہوگیا حالانکہ صدقہ مذکور موجود ہی تو اُسکو بھی اس صدقہ مین سے کھانے مین ڈر نہین ہی۔ مٹی کھانا مکروہ ہی یہ فتاوے ابو اللیث مین مذکور ہی۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصوم مین ذکر کیا کہ اگر اُسکو اپنی جان پر یہ خوف ہو کہ اگر مین نے اسکو کھایا تو اس سے بیماری یا آفت پیدا ہوجائیگی تو اُسکا کھانا مباح نہین ہی اسی طرح سواے مٹی کے ہر چیز مین بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اسمین سے بہت کم کھاتا ہی یا کبھی کھالیتا ہی تو کچھ ڈر نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ دریافت کیا گیا کہ جو مٹی مکہ معظمہ سے لاتے ہین جسکو طین حرم کہتے ہین اُسکے کھانے مین بھی ویسی کراہت ہی جیسے اس مٹی کے کھانے کے بارہ مین حدیث شریف مین وارد ہی فرمایا کہ کراہت سب مین یکسان ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی بعض فقہائے سے دریافت کیا کہ بخاری مٹی یا اُسکے مانند مٹی کھانا کیسا ہی تو فرمایا کہ جب تک مضر ہونے کا گمان نہو تب تک کچھ ڈر نہین ہی اور مٹی کھانے کی کراہت [یعنی بخارا کی مٹی ۱۲] اسوجہ سے نہین ہی کہ مٹی حرام ہی بلکہ اسوجہ سے ہی کہ بیماری اُبھارتی ہی۔ اور امام ابن المبارک رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہی کہ ابن ابی لیلے خریدی ہوئی باندی کو مٹی کھانے کی وجہ سے واپس کر[شئے]تے تھے۔ اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ مٹی کھانا کیسا ہی فرمایا کہ عاقل کا کام نہین ہی یہ حاوی مین ہی عورت اگر مٹی کھانے کی عادت کرے تو اُسکو ممانعت کیجا سکتی ہی [یعنے شوہر کو اختیار ہی شرعاً ۱۲] اگر اس سے اُسکے جمال مین نقصان آتا ہو یہ محیط مین ہی۔ اور فالودہ اور اقسام اقسام کے کھانے مرغوب کھانے مین ڈر نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور طرح طرح کے دام کے ساتھ تفکہہ کرنے مین ڈر نہین ہی مگر ترک کرنا افضل ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ کھڑے ہوکر پانی پینے مین ڈر نہین ہی اور چلتے ہوے پانی نہ پئے لیکن مسافرون کے واسطے رخصت ہی۔ اور ایک سانس سے اور سقایہ کی لوٹنی یا مشک کے دہانہ سے مُنھ لگاکر پانی نہ پیے کیونکہ اسمین یہ خوف ہی کہ حلق مین کوئی مضر چیز نہ چلی جاوے یہ غیاثیہ مین ہی سقایہ کا پانی پینا غنی و فقیر دونون کو جائز ہی کذا فی الخلاصہ سقایہ مین سے برف نکال لینا اور اپنے گھر لانا مکروہ ہی کیونکہ سقایہ اسواسطے بنایا جاتا ہی کہ اُسمین سے پانی پیا جاوے یہ اجازت نہین ہوتی ہی کہ اپنے گھر بھی لیجاوے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ سقایہ کا پانی اپنے گھر والون کے واسطے لیجانا جائز ہی بشرطیکہ لیجانیکی اجازت ہو اور اگر اجازت نہو تو نہین لے جاسکتا ہی یہ متفرقات وجیز کردری مین ہی۔ شراب کا ایک قطرہ سرکہ کے ایک گھڑے مین گر پڑا تو بدون تھوڑی دیر گذرے اُسکا پینا حلال نہین ہی اور اگر ایک کوزہ شراب ایک مٹکے سرکہ مین ڈالا گیا اور شراب کا مزہ و بدبو بنا‌ئی گئی تو سرکہ کا

پینا فی الحال حلال ہی یہ ملتقط باب اول میں ہی اپنے کافر باپ کو شراب نہیں پلا سکتا ہی اور نہ اُسکو شراب کا پیالہ دے اور نہ اُسکے ہاتھ سے لے اور نہ اُسکو بیعہ میں لیجاوے اور نہ وہان سے واپس لاوے۔ اور اگر اُسکی ہانڈی میں مردار یا سور کا گوشت نہو تو اُسکی ہانڈی کے نیچے آگ روشن کر دے۔ اور جس دسترخوان پر مردار کھائی جاتی ہو یا شراب پی جاتی ہو اُسپر مسلمان نہ بیٹھے یہ فتاوی عتابیہ میں ہی۔ پیالے اور آبخورے روٹی پر رکھنا جائز نہیں ہی یہ قنیہ میں ہی۔ امام صفار نے فرمایا کہ میں ضیافت میں جانے میں اپنے دل میں کچھ نیت سوائے اسکے نہیں پاتا ہون کہ نمک دانی کو روٹی پر سے اُٹھا لون یہ خلاصہ میں ہی۔ اور اصح یہ ہی کہ اگر مملحہ سے روٹی زیادہ کھائی جاوے تو مکروہ نہیں ہی یہ ینابیع میں ہی۔ اور جس کاغذ میں نمک ہی اُسکا روٹی پر رکھنا اور بقول کا روٹی پر رکھنا جائز ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ سب جائز ہی اور فرمایا کہ خوان انھین چیزون کے واسطے ہوتا ہی اور ایسا ہی علاء الترجمانی و علاء الحمامی نے فرمایا ہی اور ہم نے بخارا و سمرقند میں بڑے بڑے ائمہ کے سامنے لوگون کو ایسا کرتے دیکھا اور اُنھون نے منع نہ کیا مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ انکے سوائے اور کھانے کی چیزین جیسے زماورد و سنبوسج وغیرہ کا روٹی پر رکھنا سو سب کے نزدیک جائز ہی یہ قنیہ میں ہی۔ خوان سے روٹی لٹکا کر رکھنا مکروہ ہی بلکہ اسطرح رکھی جاوے کہ لٹکتی نہووے یہ ظہیریہ میں ہی۔ خوان کے نیچے برابر کرنے کے واسطے روٹی کا ٹکڑا رکھنے کے جواز میں مشائخ نے اختلاف کیا ہی یہ زاہدی میں ہی اور امام ظہیر الدین مرغینانی نمکدان روٹی پر رکھنا اور خوان سے روٹی لٹکانا اور پیالہ کے نیچے روٹی رکھنا مکروہ ہونے کا فتوی نہیں دیتے تھے اور انگلی یا چھری کو روٹی سے رگڑ دینا مکروہ ہونے کا فتوی بھی نہیں دیتے تھے بشرطیکہ رگڑنے کے بعد اس روٹی کو کھاوے اور ہمارے بعضے مشائخ نے انگلی یا چھری کو روٹی سے رگڑنا مکروہ ہونے کا فتوی دیا ہی اگرچہ رگڑنے کے بعد اس روٹی کو کھاوے یہ محیط میں ہی۔ اور شیخ علاء الترجمانی نے فرمایا کہ روٹی چھری سے کاٹنا مکروہ ہی اور شیخ ابو الفضل کرمانی و شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ مکروہ نہیں ہی یہ قنیہ میں ہی۔ اور یہ مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اگر ملک کے مثل روغنی روٹی یعنے دودھ سے گوندھی ہوئی ہو تو مکروہ نہیں ہی اور کچھ ڈر نہیں ہی اور اگر ایسی روٹی نہو تو عجمیون کی عادات میں سے ہی یہ تاتارخانیہ میں تتمہ سے منقول ہی۔ امام ثوری رحمہ اللہ تعالے سے دریافت کیا گیا کہ غیر کی روٹی سے استمداد لینا کیسا ہی فرمایا کہ وہ غیر کا مال ہی اُس سے اجازت لینی چاہیے اور اگر بدون اجازت لیے و بدون اشارہ کے ایسا کرے تو مین پسند نہیں کرتا ہون اور جب تک ممکن ہو درخواست اجازت بھی نہ کرے کیونکہ یہ سوال ہی لیکن اگر دونون مین انبساط ہو تو مضائقہ نہیں ہی یہ ملتقط میں ہی پڑوسی لوگ جو باہم ایک دوسرے سے خمیر لیا کرتے ہین اور انکل سے اُسکا معاوضہ دیدیا کرتے ہین تو یہ جائز ہی۔ یہ جواہر الفتاوی میں ہی۔ مسافرون نے اگر اپنا زاد راہ خلط کر دیا یا ہر ایک نے رفیقون کی تعداد پر درم دیے اور سب درمون کا کھانا خرید کر سب نے کھایا تو یہ جائز ہی اگرچہ ہر ایک کے کھانے کی مقدار میں تفاوت ہو کذا فی الوجیز للکردری۔

بارہوان باب ہدایا و ضیافات کے بیان میں۔ ایک شخص نے کسی کو ہدیہ بھیجا یا اُسکی ضیافت کی پس اگر اُسکا غالب مال حلال ہو تو قبول کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہی لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ یہ

ہدیہ یا ضیافت مال حرام سے ہی تو قبول نہ کرے اور اگر غالب مال اُسکا حرام ہو تو چاہیے کہ ہدیہ قبول نہ کرے اور طعام ضیافت نہ کھاوے لیکن اگر وہ شخص اسکو خبر دے کہ یہ مال حلال ہی کہ مین نے ورثہ مین پایا ہی یا کسی شخص سے قرض لیا ہی تو جائز ہی یہ ینابیع مین ہی- ظالم امیرون کا ہدیہ قبول کرنا نہین جائز ہی اسواسطے کہ اکثر مال اُنکا حرام ہوتا ہی لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ اسکا اکثر مال حلال ہی مثلاً یہ امیر صاحب تجارت یا زراعت ہو تو ڈر نہین ہی کیونکہ لوگون کا مال قلیل حرام سے خالی نہین ہوتا ہی پس اعتبار غالب کا ہی- اور یہی حکم ایسے امیرون کے کھانے کا ہی یعنے دعوت قبول کرنے کا یہ اختیار شرح مختار مین ہی- اور ہمارے زمانہ کے امیرون کے ہدیہ کا حکم کیا ہی سو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رح سے یہ دریافت کیا گیا تھا کہ ہمارے زمانہ کے امیرون کے ہدیہ کا کیا حکم ہی تو فرمایا کہ جسنے ہدیہ دیا ہی اُسی کو واپس دیا جاوے اور شیخ زاہد محمد بن حامد رح سے بھی دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ بیت المال مین رکھا جاوے اور ایسا ہی امام محمد رح نے سیر کبیر مین ذکر فرمایا ہی اور یہ بات شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ کے سامنے بھی ذکر کی گئی تھی تو فرمایا کہ مین جانتا تھا کہ مذہب یہی ہی کہ بیت المال مین جمع کیا جاوے لیکن مین نے اس روایت پر اس خوف سے فتوی نہ دیا کہ بیت المال مین رکھا جائیگا اور حاکم لوگ پھر اُسکو اپنی نفسانی خواہشون و لہو و لعب مین خرچ کرینگے اور یہ بات تو ہمکو معلوم ہی ہمارے زمانہ کے حاکم لوگ بیت المال کو اپنی شہوات کے واسطے رکھتے ہین جماعت مسلمین کے واسطے نہین رکھتے ہین یہ محیط مین ہی- اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ سلطانی جائزہ قبول کرنے مین علماء نے اختلاف کیا ہی- بعضون نے فرمایا کہ لینا جائز ہی جب تک یہ معلوم نہو کہ یہ حرام مین سے دیتا ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یعنے لینگے جب تک ہمکو کوئی شی بعینہ حرام معلوم نہو جاوے اور یہی قول امام ابوحنیفہ و اُنکے اصحاب کا ہی یہ ظہیریہ مین ہی- اور شرح حیل الخصاف مین شمس الائمہ رح نے ذکر کیا ہی کہ شیخ ابو القاسم حکیم جائزہ سلطانی لیتے تھے اور اُنکا یہ طریقہ تھا کہ اپنی ضرورتون کے واسطے قرض لیتے تھے پھر سلطانی جائزہ لیکر اُس سے اپنا قرضہ ادا کر دیتے تھے- اور ایسے مسائل مین حیلہ یہ ہی کہ اُدھار خریدے پھر جس مال سے چاہے دام ادا کر دے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مین نے امام اعظم رح سے ایسے مسائل کا حیلہ دریافت کیا تو مجھکو یہی جواب دیا یعنے جو ہمنے ذکر کیا ہی یہ خلاصہ مین ہی- اور لوگون کو نچاہیے کہ ظالمون کا کھانا کھاوین اس غرض سے کہ اُنپر اُنکے افعال کی تقبیح و مرتکبات سے زجر ثابت ہو اگرچہ کھا لینا حلال ہی یہ غرائب مین ہی- او شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ جس شخص کو صدقہ لینا حلال نہین ہی اُسکے حق مین یہ افضل ہی کہ سلطان سے جائزہ لیکر ایسے لوگون کو جنکو صدقہ حلال ہی بانٹ دے یا یہ کہ قبول نہ کرے تو فرمایا کہ قبول نہ کرے کیونکہ یہ امر صدقہ لینے کے مشابہ ہی پھر شیخ رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ کیا یہ بات نہین ہی کہ شیخ ابونصیر رح نے اسحق بن احمد و اسمعیل رح کا جائزہ لے لیا ہی تو شیخ نے جواب دیا کہ ہان لیکن ان دونون کے پاس ایسا مال بھی تھا جو دونون نے اپنے باپ سے میراث پایا تھا پھر شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی فقیر نے سلطان سے جائزہ قبول کر لیا باوجود علم اس بات کے کہ سلطان نے اسکو غصب کیا ہی پس آیا اُسکو حلال ہی تو فرمایا کہ اگر سلطان نے مال مغصوب دوسرے درہمون مین ملا دیا ہی تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر بعینہ مال مغصوب بدون خلط کرنیکے

اس فقیر کو دیدیا تو نہین جائز ہو اور فقیہ رح نے فرمایا کہ یہ جواب بنا بر قیاس قول امام اعظم رح کے تخریج کیا ہو
کہ امام اعظم رح کے نزدیک قاعدہ یہ ہو کہ جو درہم کسی شخص سے غصب کر لیے اگر انکو دوسرے درہمون مین خلط
کر دیا تو غاصب ان درہمون کا مالک ہو جاتا ہو اور غاصب پر اُنکے مثل دوسرے درم مالک کو تاوان دینے
واجب ہوتے ہین اور صاحبین رح کی اصل پر یہ حکم ہو کہ غاصب اُنکا مالک نہین ہوتا ہو بلکہ یہ درہم غصب
بعینہ اپنے مالک کی ملک رہتے ہین پس جواب یہ ہوگا کہ فقیر مذکور کو ایسا جائزہ سلطانی لینا حلال نہین ہی
یہ حاوی مین ہو۔ فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہو کہ ایک شخص سلطان کے پاس گیا اور سلطان نے کھانے
کی کوئی چیز اُسکے سامنے کی پس اگر سلطان نے یہ چیز دامون سے خریدی ہو یا خریدی نہو مگر یہ شخص نہ جانتا ہو
کہ یہ چیز بعینہ مغصوب ہو تو اُسکو کھا لینا حلال ہو ایسا ہی مذکور ہی مگر صحیح یہ ہو کہ یہ شخص سلطان کے مال پر نظر
کرے کہ غالب مال کیسا ہو اُسپر حکم کی بنا رکھے کذا فی الذخیرہ یعنے اگر غالب مال سلطان حلال ہو تو کھالے ورنہ
کھانا نچاہیے ہکذا فہمہ المترجم۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہو تو زید کو عمرو کی دعوت
قبول کرنے مین ڈر نہین ہو اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ جواب حکماً ہو اور دیانت کی راہ سے یہ افضل ہو کہ اگر
قرضخواہ کو معلوم ہو کہ قرضہ کی وجہ سے دعوت کرتا ہو یا اُسکے نزدیک شبہ ہو صاف معلوم نہو تو دعوت
قبول نہ کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اشتباہ کی حالت مین جبھی پرہیز کرنا چاہیے کہ جب یہ دیکھے کہ
قرض لینے سے پہلے مثلاً ہر بیس دن بعد دعوت کیا کرتا تھا اور بعد قرض لینے کے اُسنے یہ طریقہ اختیار کیا
کہ ہر دس روز بعد دعوت کرنے لگا یا کھانون کے اقسام مین بڑھا کر کئی رنگ کا کھانا کر دیا اور اگر بعد قرض
لینے کے بھی اُسنے وہی طریقہ رکھا کہ بیس روز بعد دعوت کرتا رہا یا کھانون مین کچھ نہ بڑھایا تو پرہیز نکرے
لیکن اگر وہ صاف ظاہر کر دے کہ مین قرض کی وجہ سے دعوت کرتا ہون تو پرہیز کرنا واجب ہو یہ محیط مین
ہی۔ دعوت قبول کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعض نے فرمایا کہ واجب ہی اُسکا ترک کرنا روا نہین ہو اور
عامہ مشائخ نے فرمایا کہ سنت ہو اور افضل یہ ہو کہ قبول کرے اگر دعوت ولیمہ ہو اور اگر ولیمہ نہو تو اُسکو اختیار ہو
مگر قبول کر لینا افضل ہی کیونکہ قبول کرنے مین مومن کے دل کو خوشی پہونچاتا ہو یہ تمرتاشی مین ہی۔ اگر کسی دعوت
مین بلایا جاوے تو واجب ہو کہ قبول کرے اور واجب جبھی ہو کہ جہان دعوت ہو وہان کچھ بدعت و معصیت نہو
اور اگر قبول کرنے سے انکار کیا تو گنہگار ہوگا اور ہمارے زمانہ مین اسلم طریقہ یہ ہو کہ قبول کرنے سے انکار کرے
لیکن اگر یقیناً جانتا ہو کہ وہان کچھ بدعت و معصیت نہین ہی تو قبول کرنا اسلم ہی یہ ینابیع مین ہو۔ اعلم العلماء الشیخ
علاء الدین سمرقندی نے فرمایا کہ جو شخص ایسی دعوت مین مبتلا ہو جسمین حرام کا شبہ ہی تو حیلہ یہ ہو کہ صاحب
ضیافت سے کہے کہ تو یہ مال فلان فقیر کی ملک کر دے پس جب اُسنے فلان فقیر کی ملک کر دیا تو وہ فقیر کی
ملک ہو گیا اور جب فقیر کی ملک ہوا تو جائز ہو کہ وہ دوسرے کی ملک کر دے اور یہ جو جامع صغیر مین مذکور ہی
کہ فقیر کا مال کھانا مکروہ ہو اس سے یہ مراد ہو کہ جو مال اُسنے صدقہ سے حاصل کیا ہو اُسکا کھانا مکروہ ہو نہ یہ کہ جو مال
فقیر نے دوسرے طور سے حاصل کیا ہو وہ مکروہ ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہو۔ آدمی کو چاہیے کہ جو فاسق اعلان
کے ساتھ فسق کرتا ہو اُسکی دعوت قبول نکرے تاکہ وہ جان لے کہ ہم اُسکے فسق سے راضی نہین ہین۔ اسی طرح

جسکا غالب مال حرام ہو اُسکی دعوت بھی قبول نہ کرے جب تک وہ آگاہ نہ کرے کہ یہ مال دعوت حق حلال ہے اور اگر بالعکس ہو یعنے غالب مال حلال ہو تو قبول کرے جب تک اُسکے نزدیک ظاہر نہو دے کہ یہ حرام ہے یہ تمرتاشی مین ہے اور روضہ مین لکھا ہے کہ فاسق کی دعوت قبول کرے مگر پرہیزگاری یہ ہے کہ نہ قبول کرے اور جو شخص زمین کو مزارعت پر لیتا ہے یا دیتا ہے اُسکی نسبت بھی یہی حکم ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ سودخوار یا حرام کمائی والے نے کسی کو ہدیہ بھیجا یا ضیافت کی اور اُسکا اکثر مال حرام ہے تو قبول نہ کرے اور نہ کھاوے جب تک کہ وہ خبر نکرے کہ اس مال کی اصلیت حلال ہے کہ مین نے ورثہ مین پایا ہے یا قرض لیا ہے اور اگر اُسکا غالب مال حلال ہو تو اُسکے ہدیہ قبول کرنے و دعوت کھانے مین ڈر نہین ہے یہ ملتقط مین ہے۔ اور دعوت عامہ مثل دعوت عرس یعنے طعام ولیمہ و ختنہ وغیرہ سے تخلف کرنا نچاہیے یعنے انکار نہ کرے اور جب اُسنے قبول کرلی اور چلا گیا تو حق واجب ادا کر دیا خواہ کھاوے یا نکھاوے پس اگر نہ کھایا تو ڈر نہین ہے اور افضل یہ ہے کہ کھاوے اگر روزہ دار نہو یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر ایک شخص دعوت ولیمہ مین بلایا گیا اور اُسنے وہان گانا یا کسی قسم کا لہو پایا تو بیٹھ کر کھانے مین ڈر نہین ہے پس اگر اُن لوگون کی ممانعت کی قدرت رکھتا ہو تو منع کرے اور اگر نہ قدرت رکھتا ہو تو صبر کرے۔ اور یہ حکم ایسے شخص کے واسطے ہے جو مقتدی نہو یعنے لوگ اُسکی پیروی نہ کرتے ہون اور اگر ایسا ہو کہ لوگ دینی باتون مین اُسکی پیروی کرتے ہون اور وہ ان لوگون کے منع کرنے پر قادر نہو تو وہ مجلس سے نکل جاوے وہان نہ بیٹھے اور اگر ایسا فعل ممنوع دسترخوان پر ہوتا ہو تو بیٹھنا نچاہیے اگرچہ ایسا شخص نہو کہ لوگ دین مین اُسکی پیروی کرتے ہون۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ اُسکو وہان حاضر ہو جانے کے بعد معلوم ہوا ہو۔ اور اگر حاضر ہونے سے پہلے ایسا معلوم ہو گیا ہو تو حاضر نہووے کیونکہ اُسپر حق دعوت لازم نہین ہوا بخلاف اسکے جبکہ وہ ناگاہ وہان چلا گیا اور اُسکے سامنے یہ معاملہ ظاہر ہوا تو ایسا نہین ہے کیونکہ حق دعوت اُسپر لازم ہو چکا ہے یہ سراج الوہاج مین ہے اگر ایک شخص مقتدی ہو کہ لوگ دین مین اُسکی پیروی کرتے ہون اور وہ لوگون کے نزدیک محترم ہو یہ جانتا ہے کہ جب مین جاؤنگا تو لوگ اس فعل ممنوع کو ترک کر دینگے تو اُسپر جانا واجب ہے ورنہ نجاوے یہ تمرتاشی مین ہے ایک شخص نے بوجہ قرابت یا ولیمہ کے دعوت کی مجلس قرار دی یا فسق و فجور کے واسطے مجلس جمائی اور ایک مرد صالح کو ولیمہ کے واسطے بلایا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ شخص ایسا ہو کہ اِسکے انکار کرنے پر وہ لوگ اپنے فسق سے باز رہین تو اِسکو دعوت قبول کرنا مباح نہین ہے بلکہ اُسپر واجب ہے کہ قبول نہ کرے کیونکہ یہ نہی منکر ہے (اور نہی از منکر واجب ہے) اور اگر یہ شخص ایسا نہو کہ اِسکے انکار سے وہ لوگ اپنے فسق سے باز رہین تو کچھ ڈر نہین ہے کہ دعوت قبول کرے اور کھانا کھاوے اور اُنکے فسق و فجور کا بطور وعظ ذکر کرے کیونکہ یہ اجابت دعوت ہے اور اجابت دعوت واجب ہے یا مندوب ہے پس ایسے فعل ممنوع کی وجہ سے جو اس دعوت مین ہو انکار نہ کرے اور ولیمہ سنت ہے اور اسمین ثواب عظیم ہے اور ولیمہ اُسکو کہتے ہین کہ جب کوئی شخص نکاح کرکے لاوے اور اپنی جورو کے ساتھ سوئے تو چاہیے کہ اپنے پڑوسیون و قرابت دارون و دوستون کو بلاوے اور جانور ذبح کرکے اُنکے واسطے کھانا پکاوے اور جب وہ ضیافت تیار کرے تو اِن لوگون کو چاہیے کہ اُسکی دعوت قبول کرین اور اگر نہ مانینگے تو گنہگار ہونگے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جسنے دعوت قبول نکی اُسنے اللہ تعالی واُسکے رسول کی نافرمانی کی پس اگر روزہ دار ہو تو دعوت مین جاوے
مگر نہ کھاوے اور دعا کرے اور اگر روزہ دار نہو تو کھاوے اور دعا کرے اور اگر نہ کھایا تو گنہگار وجفا کار ہوگا
یہ خزانۃ المفتیین مین ہی اور اسمین ڈر نہین ہی کہ جس روز نکاح کرکے لایا اور سویا ہی اُس روز دعوت کرے یا اُسکے
دوسرے روز یا تیسرے روز دعوت کرے پھر عرس وولیمہ عرس جاتا رہتا ہی کذا فی الظہیریہ یعنے تین روز تک
تو حکم عروس باقی رہتا ہی اور دعوت ولیمہ ہوسکتی ہی پھر نہین ہوتی ہی ہکذا زعم المترجم۔ اور جن لوگون کے
یہان موت ہوگئی ہو تو اول روز اُنکے یہان کھانا لیجانا اور اُنکے ساتھ کھانا جائز ہی کیونکہ وہ لوگ تجہیز وتکفین
مین مشغول ہوتے ہین اور اسکے بعد پھر مکروہ ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور ایام مصیبت وموت مین تین روز تک
ضیافت کرنا مباح نہین اور اگر تیار کی تو اُسمین سے کھانے مین ڈر نہین ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور اگر
اہل مصیبت نے فقیرون کے واسطے کھانا تیار کیا تو بہتر ہی بشرطیکہ سب وارث بالغ ہون اور اگر وارثون مین سے
کوئی نابالغ ہو تو ترکہ مین سے فقیرون کے واسطے کھانا کرنا جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر ایک شخص
دعوت کے دسترخوان پر بیٹھا اور اُسنے کھانے مین سے کچھ نکال کر غیر شخص کو دیا پس اگر جانتا ہی کہ صاحب دعوت
اسپر راضی نہوگا تو اُسکو دینا حلال نہین ہی اور اگر جانتا ہی کہ راضی ہوگا تو دینے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر اُسکے
نزدیک مشتبہ ہو تو از خود نہ لے۔ اور نہ کسی کے مانگنے سے دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر
کھانے والے دو دسترخوانون پر ہون تو ایک دوسرے کو کچھ نہ دے لیکن اگر اس بات پر یقین ہو کہ صاحب دعوت
اسپر راضی ہوگا تو مضائقہ نہین ہی اور کتاب الہبہ مین مذکور ہی کہ ایک دعوت مین چند دسترخوان بچھائے گئے
ہین پس ایک دسترخوان والون مین سے کسی شخص نے دوسرے دسترخوان والے کو یا اسی دسترخوان والے کو
کچھ دے دیا تاکہ کھاوے تو یہ جائز ہی یہ ملتقط مین ہی۔ اگر مہمان نے کھانے مین کچھ کھانا دوسرے مہمان کو
جو اسی دسترخوان پر اُسکے ساتھ مہمان ہی دیا تو مشائخ رح نے اسمین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اُسکو
ایسا کرنا حلال نہین ہی اور جسنے لیا ہی اُسکو کھانا حلال نہین ہی بلکہ لیکر اسی دسترخوان پر رکھدے پھر
دسترخوان سے کھاوے اور اکثر مشائخ نے اِسکو جائز رکھا ہی کیونکہ مہمان مذکور ایسے فعل کے واسطے عادۃً
ماذون ہی۔ اور جو شخص دسترخوان پر ہو اُسکو یہ جائز نہین ہی کہ جو شخص وہان کسی آدمی کو بلانے آیا یا اور
کسی کام کو آیا ہی اُسکو کھانے مین سے کچھ دیدے کذا فی فتاوے قاضی خان اور صحیح اس باب مین یہ ہی کہ عرف
عادت کی طرف نظر کرے دوستی ومحبت پر حکم نہ لگاوے کذا فی الینابیع۔ اسی طرح صاحب دعوت کے فرزند
یا اُسکے غلام واُسکے کتے وبلی کو نہ دے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر مہمان نے دسترخوان پر سے مالک
مکان یا غیر کی بلی کو نوالہ روٹی یا تکہ بوٹی یا طفیل دیدے تو استحساناً جائز ہی کیونکہ عادۃً اسکی اجازت ہی اور اگر مہمانون کے
پاس مالک مکان یا غیر کا کتا ہووے تو مہمان کو گنجائش نہین ہی کہ بدون اجازت مالک مکان کے کچھ روٹی یا
گوشت دیدے کیونکہ عادۃً ایسی اجازت نہین ہی اور اگر ہڈی یا جلی ہوئی روٹی دیدے تو دیسکتا ہی یہ ظہیریہ
و ذخیرہ وکبری مین ہی۔ ایک شخص نے چند لوگون کو دعوت کے واسطے بلایا اور کئی دسترخوان بچھا کر ان لوگون کو علحدہ
علحدہ بٹھایا تو ایک دسترخوان والون مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے دسترخوان سے کوئی چیز

[1] مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ حدیث سے حکم نکال کر بطور روایت بالمعنی ذکر کیا ورنہ ایسی عبارت صحیحہ نہین معلوم ہوئی اگرچہ دعوت قبول کرنے مین احادیث صحیحہ مین تاکید آئی ہی فاستقم ۱۲ م

[2] بالتشدید مراد مسنون ہی یا توطیہ بیان کراہت ہی ۱۲ منہ

اُٹھاکر کھاوے اسواسطے کہ صاحب دعوت نے ہر خوان والے کے واسطے وہی کھانا مباح کیا ہی جو اُسکے دسترخوان پر ہی نہ دوسرے دسترخوان کا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ قیاساً یہی حکم ہی مگر استحساناً یہ حکم ہی کہ اگر اسی ضیافت کے دوسرے دسترخوان والے کو دیدیا تو جائز ہی۔ اور اگر بعضے خادمون کو جو وہان خدمت کر رہے تھے کچھ دیدیا تو بھی استحساناً جائز ہی اسی طرح اگر مہمان نے دسترخوان پر سے ذراسی روٹی یا تھوڑا گوشت رکھ لیا تو بھی استحساناً جائز ہی اور اگر بگڑا کھانا یا جلی روٹی دیدی تو بالاتفاق جائز ہی کیونکہ ایسی اجازت اُسکے واسطے ثابت ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ زلہ ربانے یعنے دسترخوان پر سے کچھ کھانا اُٹھاکر گھر لیجانا بلا خلاف حرام ہی لیکن اگر مضیف یعنے میزبان یعنے صاحب دعوت کی طرف سے اجازت و اطلاق حاصل ہو تو مضائقہ نہین ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ ایک شخص اپنے اہل وعیال کے ساتھ روٹی کھایا کرتا ہی اور روٹی کے ٹکڑے بچ رہتے ہین پس جمع ہو کر بہت سے ٹکڑے ہو گئے اور اُسکے اہل وعیال ان ٹکڑون کی خواہش نہین رکھتے ہین تو اُسکو اختیار ہی کہ مرغی و بکری و گاے وغیرہ کو کھلاوے اور یہ افضل ہی اور یہ نچاہیے کہ اُن ٹکڑون کو نہر مین یا راہ مین ڈالدے لیکن اگر چینٹیون کے واسطے راہ مین ڈالے تاکہ چینٹیان کھاوین تو جائز ہی ایسا ہی سلف رحمہم اللہ نے کیا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور کسی کو روا نہین ہی کہ مجنون کو مردار کھلاوے ہان بلی کو کھلاوے تو روا ہی اور اگر روٹی یا طعام نجس ہو جاوے تو جائز نہین ہی کہ نابالغ یا معتوہ کو یا ایسے جانور کو جسکا گوشت کھایا جاتا ہی کھلاوے اور ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مردار سے کسی طرح انتفاع جائز نہین ہی اور نہ مردار کو سیکھے ہوے کتے و باز و جرہ وغیرہ شکاری جانورون کو کھلاوے یہ قنیہ مین ہی۔ اور مہمان کے واسطے یہ مستحب ہی کہ جہان بٹھایا جاوے وہان بیٹھے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ مہمان پر چار چیزین واجب ہین اول جہان بٹھایا جاوے وہان بیٹھے دوم جو کھانا اُسکے سامنے پیش کیا جاوے اُسپر راضی ہو۔ سوم بدون اجازت مالک مکان کے نہ اُٹھے چہارم جب نکلے تو اُسکے واسطے دعا کرے اور میزبان کے حق مین مستحب ہی کہ بدون الحاح کے کبھی کبھی کہے کہ اور کھاؤ اور مہمانون کے سامنے کثرت سے خاموشی اختیار نہ کرے اور مہمانون کی نظر سے غائب نہو جاوے اور خادمون پر مہمانون کے سامنے غصہ نہ کرے اور مہمانون کی مہمانداری کی وجہ سے اہل وعیال کے روزینہ مین تنگی نہ کرے یہ ظہیریہ مین ہی۔ افضل یہ ہی کہ پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے پھر اپنے عیال پر اور جو فاضل بچے اُسکو صدقہ کر دے اور فاسق کو اُسکی قوت سے زیادہ نہ دے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ کھاتے وقت سکوت کرنا مکروہ ہی کیونکہ یہ مجوسیون کی مشابہت ہی کذا فی السراجیہ اور کھانے کے وقت ساکت نہ رہے لیکن جو باتین کرے وہ نیک باتین و نیکون کی حکایتین ہون یہ غرائب مین ہی **قال المترجم** ایسی باتین جس سے انسان کسی فکر مین پڑجاوے یا کھانے سے بالکل کسی دوسری طرف مشغول ہو جاوے اس سے اچھو جاتا ہی کذا قالت الاطباء فالوجہ فی الکراہۃ علی التفصیل فوق ما فصلوہ فتامل۔ اور میزبان دعوت کرنے والے کو چاہیے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کی عادت شریف کی پیروی کر کے خود مہمانون کی خدمت کرے یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اگر تو نے چند لوگون کو دعوت مین بلایا پس اگر تھوڑے لوگ ہون اور تو بھی اُنکے ساتھ بیٹھ گیا تو ڈر نہین ہی کیونکہ دسترخوان پر تیرا اُنکی خدمت کرنا مروت کی بات ہی اور اگر بہت لوگ ہون تو اُنکے ساتھ نہ بیٹھ بلکہ خود اُنکی خدمت کر اور مہمانون

سامنے خادم پر غصہ کرے اور یہ نچاہیے کہ اُنکے ساتھ ایسا شخص بٹھلاوے جو اُنپر گران گذرے - اور جب مہمان لوگ کھانے سے فراغت پاویں اور اجازت مانگیں تو اُنکو روکنا نچاہیے اور جب قوم میں سے چند لوگ آگئے اور تھوڑے لوگون نے دیر کی تو جو لوگ پہلے آگئے ہین اُنکے مقدم کرنے کا استحقاق ہی بہ نسبت اُن لوگون کے جو پیچھے رہگئے ہین - اور صاحب دعوت کو چاہیے کہ جب تک پہلے ہاتھ دھونے کو پانی نہ لاوے تب تک پہلے ہی سے کھانا لاکر پیش نہ کرے اور قیاس یہ ہی کہ جو شخص آخر مجلس مین بیٹھا ہو اُس سے ہاتھ دُھولانا شروع کرے اور اخیر مین اُس شخص کے ہاتھ دُھلاوے جو صدر نشین ہی لیکن لوگون نے استحساناً یہ طریقہ رکھا ہی کہ پہلے جو شخص صدر نشین ہی اُسکی طرف سے ہاتھ دُھولانا شروع کرتے ہین پس اگر ایسا کیا تو ڈر نہین ہی - اور جب کھانے کے بعد مہمانون کے ہاتھ دُھولانے چاہیے تو مشائخ نے فرمایا کہ ہر بار طشت کا پانی پھینکنا مکروہ ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی اسواسطے کہ جب چکنائی طشت مین چھٹکر گری تو بسا اوقات دُھولانے مین اُسکی چھینٹین اُڑکر کپڑے پر پڑتی ہین پس اُسکے کپڑے خراب ہونگے اور اگلے وقت کے لوگون کا کھانا اکثر روٹی و چھوارے ہوتے تھے یا کم چکنائی کا ہوتا تھا اور اس زمانہ مین طرح طرح کے کھانے و سالن ہوتے ہین جنکو وہ کھاتے ہین اور ہاتھون مین چکنائی بھر جاتی ہی پس طشت کا پانی ہر بار پھینکنے مین کچھ ڈر نہین ہی - اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دانتون مین خلال کی پس جو کچھ دانتون سے نکل کر زبان پر رہا پس اگر اُسنے نگل لیا تو جائز ہی اور اگر پھینک دیا تو جائز ہی اور ریحان و آس و انار کی لکڑی سے خلال کرنا مکروہ ہی اور سیاہ بید کی لکڑی کا خلال مستحب ہی اور یہ نہ چاہیے کہ خلال اور جو کچھ دانتون سے نکلا ہی وہ لوگون کے قریب پھینکے اسواسطے کہ اس سے اُنکے کپڑے خراب ہونگے بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے پاس رکھے پس جب ہاتھ دھونے کے لیے طشت آوے تو اُسمین ڈالدے پھر ہاتھ دھووے کہ یہ فعل عمدہ اخلاق مین سے ہی یہ تاتارخانیہ مین تتمہ سے منقول ہی

تیرھوان باب - درم و شکر لُٹانے اور لوٹے ہوئے مال کے اور جو چیز اُسکا مالک پھینکدے اُسکے لینے کے بیان مین - فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ جب لُٹانے والے نے لوٹنے کی اجازت دیدی تو لوٹ لینا جائز ہی - اگر کسی شخص نے کچھ شکر و کچھ درم چند لوگون کے سامنے رکھے اور کہا کہ جو چاہے اسمین سے لے یا یون کہا کہ جو شخص اسمین سے جو کچھ لے وہ اُسکی ہوگی پس جسنے اُسمین سے کچھ لیا وہ اُسی کا ہو جائیگا اور دوسرے کو یہ اختیار نہوگا کہ لینے والے سے لیلے (قال المترجم یعنی جو شخص جو کچھ لے) یہ ذخیرہ مین ہی - جن درمون و دینارون و پیسون پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو اُنکا لُٹانا بعض مشائخ کے نزدیک مکروہ ہی اور بعض کے نزدیک مکروہ نہین ہی اور یہی صحیح ہی کذا فی جواہر الاخلاطی و

قال المترجم ہمارے زمانہ مین صحیح یہ ہی کہ مکروہ ہی اور یہی حکم کلمہ کے روپیہ وغیرہ کا ہی واللہ اعلم - اور جن درمون و دینارون و پیسون پر کلمہ شہادت لکھا ہو اُنکے لُٹانے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے اسکو مکروہ نہین جانا ہی اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور دعوت و نکاح مین شکر و درم لُٹانے مین ڈر نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی - اگر شکر لُٹانے کے واسطے پھینکی گئی اور ہنوز موجود ہی لوگون نے اُسکو لوٹا نہ تھا کہ ایک شخص آیا جو لُٹانے کے وقت موجود نہ تھا اور اُسنے بھی لوٹنی چاہی تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اُسکو لوٹ لینے کا اختیار ہی اور فقیہ ابو جعفر رحمہ نے فرمایا کہ نہین اختیار ہی یہ خلاصہ مین ہی - اگر شکر لُٹانے کے

واسطے پھینکی گئی اور وہ کسی شخص کے دامن یا آستین مین گری اور غیر شخص نے لے لی تو یہ لینے والے کی ہوگی یہ
منتقے مین ہو اور یہی مسئلہ فتاوائے اہل سمرقند مین لکھا ہو اور جواب مین تفصیل ہو یعنے یون بیان فرمایا کہ اگر اُسنے
اپنا دامن یا آستین اسواسطے پھیلائی تھی کہ اُسمین شکر گرے تو جسنے نکال لی ہو وہ نہین لے سکتا ہو اُسکی نہوگی بلکہ
دامن و آستین والے کو اُس سے واپس لینے کا اختیار ہوگا یہ محیط مین ہو۔ اگر نکاح مین شکر لٹائی گئی اور وہ کسی شخص کے
گود مین گری اور دوسرے نے لے لی تو جائز ہو بشرطیکہ اُسنے اپنی گود شکر لینے کے واسطے نہ پھیلائی ہو اور اگر ایک
شخص نے لوٹ کی چیز اپنے ہاتھ مین لی پھر اُسکے ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور دوسرے نے اُٹھالی تو وہ چیز پہلے والے کی
ہوگی یہ ینابیع مین ہو۔ اگر ایک شخص جامع مسجد کے مقصورہ مین گیا اور اُسمین شکر رکھی پائی تو اُسکا لے لینا جائز ہو
مگر فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ نہین قال المترجم وہو الصحیح فی زماننا اور اگر سوق فاتیذ مین گذرا اور وہان شکر پائی
تو نہین لے سکتا ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ فتاوے ابو اللیث مین ہو کہ اگر زید نے عمرو کو دولھن پر لٹانے کے واسطے شکر
یا درم دیے اور عمرو نے چاہا کہ اسمین سے کچھ اپنے واسطے رکھ لے تو درمون کی صورت مین اُسکو یہ اختیار نہین ہو
اور یہ بھی اختیار نہین ہو کہ عمرو یہ درم مثلاً خالد کو دیدے کہ وہ لٹا دے اور خود عمرو لوٹنے والون کے ساتھ لوٹے
اور شکر کی صورت مین اُسکو اختیار ہو کہ جسقدر عادت کے موافق لوگ رکھ لیتے ہین اُسقدر لے لے ایسا ہی مختار
فقیہ ابو اللیث رح بیان کیا گیا ہو اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہو اور فقیہ ابو اللیث
نے فرمایا کہ عمرو کو یہ بھی اختیار ہو کہ یہ شکر خالد کو دیدے تاکہ وہ لٹا دے اور خود عمرو لوٹنے والون کے ساتھ لوٹے
اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ درمون کے مانند شکر مین بھی اُسکو یہ اختیار نہین ہو یہ محیط مین ہو۔ نوادر ابن سماعہ مین
امام ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ ایک شخص کا گدھا مر گیا اُسنے راہ مین ڈال دیا پھر ایک شخص نے آکر اُسکی کھال
کھینچ لی پھر گدھے کا مالک آیا تو اُسکو کھال لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر اُسنے مردہ گدھے کو راہ مین نہ ڈالا ہو بلکہ
کسی شخص نے مالک کے گھر مین سے لیکر اُسکی کھال کھینچی ہو تو مالک کو اختیار ہو کہ اُس سے کھال لے لے اور
جسقدر دباغت سے اُسمین زیادتی ہو گئی ہو اُسقدر دیدے اور بھی امام ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ بکری کے
مالک نے مردار بکری پھینکدی پھر ایک شخص نے آکر اُسکے صوف و کھال لے لی اور دباغت کر ڈالی تو یہ کھال
اُسی کی ہو جائیگی پھر اسکے بعد اگر مالک آیا تو اُسکو کھال واپس لینے کا اختیار ہی مگر دباغت سے اُسمین جو کچھ زیادتی
ہو گئی ہو وہ واپس دے پس بکری کے مسئلہ کا حکم گدھے سے مخالف ہو اور جائز ہو کہ دونون مین سے ہر ایک مسئلہ
دوسرے پر قیاس کیا جاوے پس ہر ایک مسئلہ مین دو دو روایتین ہو جاوینگی یہ محیط مین ہو۔ اگر فالیز کے پھل
توڑ لیے گئے اور کچھ بقیہ بچ گیا اُسکو لوگون نے لوٹ لیا پس اگر مالک نے اسی واسطے چھوڑ دیا ہو کہ لوگ لیجاوین
تو اسمین ڈر نہین ہو اور یہ مسئلہ بمنزلہ اسکے ہوا کہ ایک شخص اپنی کھیتی اُٹھا لیگیا اور کچھ بالیان باقی رہ گئین پس
اگر اُسنے عادت کے موافق لوگون کے لیجانے کے واسطے چھوڑ دی ہون تو لیجانے مین ڈر نہین ہو اسی طرح
اگر ایک شخص نے زراعت کے واسطے زمین کرایہ پر لی اور کھیتی بوئی پھر اپنی کھیتی اٹھا لیگیا اور کچھ بقیہ چھوٹ گیا
جیساکہ لوگ عادت کے موافق چھوڑ جاتے ہین پھر مالک زمین نے اُسکو سینچا اور اُسکے سینچنے سے کھیتی اُگی تو وہ
سب مالک زمین کی ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہو۔

چودھوان باب - ذمیون اور ان احکام کے بیان مین جو ذمیون کی طرف عود کرتے ہین - اگر ذمی لوگ مسجد الحرام یا باقی مساجد مین جاوین تو کچھ ڈر نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی تتمہ مین لکھا ہی کہ مسلمان کو بیعہ وکنیسہ مین جانا مکروہ ہی اور کراہت اس راہ سے نہین ہی کہ مسلمان کو اُسکے اندر داخل ہونے کا استحقاق نہین ہی بلکہ اس راہ سے مکروہ ہی کہ وہان مجمع شیاطین ہوتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ذمیون نے شہر کے اندر مسلمانون سے ایک دار خرید کر اُسکو مقبرہ بنایا تو شیخ رہ نے جواب دیا کہ جب ذمی لوگ اس دار کے مالک ہوگئے تو انکو اختیار ہی جو چاہین کرین اگرچہ پڑوسیون کے حق مین مضر ہو بخلاف اسکے اگر اُنھون نے دار مذکور کو بیعہ یا کنیسہ یا آتشکدہ بنایا تو شہر مین یہ اختیار اُنکو حاصل نہوگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی - نصرانی کے ہاتھ زنار بیچنے اور مجوسی کے ہاتھ قلنسوۃ بیچنے مین ڈر نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی - شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ذمیون سے یہ عہد لیا جاوے کہ وہ لوگ کستیج باندھا کرین **قال المترجم** کستیج ایک موٹا ڈورا ہوتا ہی کہ ذمی اہل کتاب لوگ کپڑون کے اوپر مثل زنار کے باندھتے ہین کذا فی اللغۃ تو ایک دفعہ شیخ رہ نے جواب دیا کہ یہ عہد نہ لیا جائیگا اور ایک دفعہ یون جواب دیا کہ اگر وہ لوگ بہت ہون تو اُنسے یہ عہد لیا جائیگا تاکہ پہچان پڑین یہ حاوی مین ہی - جو شخص مقتدی مشہور ہو اُسکو اہل باطل وشر مین سے کسی شخص سے زیادہ اختلاط کرنا مکروہ ہی الا بقدر ضرورت روا ہی کیونکہ اسکا یہ فعل بڑی بات لوگون کی نظر مین باعظمت ہوگی - اور اگر کوئی شخص معروف نہو اور وہ اس مشرک وشریر کے پاس اس غرض سے زیادہ جاتا آتا ہی کہ بدون گناہ کے اپنی ذات سے ظلم دفع کرے تو کچھ ڈر نہین ہی یہ ملتقط مین ہی قدوری رہ نے فرمایا ہی کہ اگر مسلمان کے پاس نصرانیہ عورت ہو تو مسلمان کے گھر مین صلیب نصب نہ کرے مگر اُسکے گھر مین جہان چاہے نماز پڑھ سکتی ہی یہ محیط مین ہی - امام ابو یوسف رہ کی کتاب الخراج مین ہی کہ مسلمان کو اختیار ہی کہ اپنی کتابیہ باندی کو جنابت سے غسل کرنے کا حکم کرے اور اُسپر اس کام کے واسطے جبر کرے اور مشائخ نے فرمایا کہ واجب ہی کہ آزاد کتابیہ عورت کا بھی حکم اسی قیاس پر ہو یہ تاتارخانیہ مین تتمہ سے منقول ہی اور امام محمد رہ سے مروی ہی کہ فرمایا کہ مین کسی مشرک کو نچھوڑونگا کہ بربط بجایا کرے اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ جن باتون سے مسلمان کو منع کرونگا اُن سب باتون سے مشرک کو بھی منع کرونگا سواے شراب وسور کے یہ ملتقط مین ہی - امام محمد رہ نے فرمایا کہ مشرکون کے برتنون مین قبل دھونے کے کھانا پینا مکروہ ہی وباوجود اسکے اگر دھونے سے پہلے اُنکے برتن مین کھایا یا پیا تو جائز ہی اور حرام کھانے والا یا پینے والا قرار نہ دیا جائیگا - اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ برتن کو یہ نجانتا ہو کہ نجس ہی اور اگر جانتا ہو کہ نجس ہی تو دھونے سے پہلے اُسمین کھانا پینا جائز نہین ہی اور اگر کھایا یا پیا تو حرام کھانے والا اور پینے والا قرار دیا جائیگا اور یہ مسئلہ مرغی کے جھوٹے کی نظیر ہی کہ جب یہ جانتا ہو کہ مرغی کی چونچ مین نجاست لگی تھی تو اُسکے جھوٹے پانی سے وضو جائز نہین ہی - اور مشرکون کا پائجامہ پہنکر نماز پڑھنے کا ویسا ہی حکم ہی جو اُنکے برتنون مین کھانے پینے کا حکم بیان ہوا ہی یعنے اگر نہ جانتا ہو کہ اُنکے پائجامہ نجس ہین تو اسمین نماز جائز نہوگی اور اگر نجاست کا نہ جانتا ہو تو مکروہ ہی لیکن اگر پڑھلی تو جائز ہو جائیگی - اور یہود ونصاری کا طعام تناول کرنے مین خواہ ذبیحہ ہو یا اور کسی قسم کا کھانا ہو کچھ ڈر نہین ہی اور خواہ یہودی یا نصرانی اہل حرب مین سے ہو یا غیر اہل حرب مین سے ہو حکم جواز یکسان ہی اور خواہ یہودی ونصرانی بنی اسرائیل مین سے ہو یا غیر بنی اسرائیل مین سے ہو جیسے نصاراے عرب - اور

ف ۱ بشرطیکہ نجاست سے پاک ہون اور اس زمانہ مین جو تا پہنکر نماز پڑھنا بھی صحیح ہی ۱۲ ف ۲ تحقیق مسئلہ وصحیح جواب مترجم کی جامع تفسیر اردو مین دیکھنا چاہیے ۱۲

مجوسیون کے کھانے مین ڈر نہین ہو سب طعام اُنکا جائز ہو سواے ذبیحہ کے کہ اُنکا ذبیحہ حرام ہو اور امام محمد رح نے یہ ذکر نفرمایا کہ مجوسی وغیرہ کسی مشرک کے ساتھ کھانا کیسا ہو اور حاکم عبد الرحمن کاتب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہو کہ اگر کوئی مسلمان اسمین ایک دو بار مبتلا ہو جاوے تو کچھ ڈر نہین ہو لیکن اسپر مداومت کرنا مکروہ ہو یہ محیط مین ہو - اور قاضی امام رکن الاسلام علی سغدی رح نے فرمایا کہ اگر مجوسی کھانے وقت زمزمہ نکرتا ہو تو اُسکے ساتھ کھانے مین ڈر نہین ہو اور اگر زمزمہ کرتا ہو تو اُسکے ساتھ نہ کھاوے کیونکہ کفر و شرک ظاہر کرتا ہو اور جسوقت کفر و شرک ظاہر کرتا ہو اُسکے ساتھ نہ کھاوے اور ذمی کی ضیافت قبول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہو اگرچہ دونون مین سواے شناسائی کے کچھ نہو یہ ملتقط مین ہو - اور تفاریق مین ہو کہ کچھ ڈر نہین ہو کہ کسی کافر کی بوجہ قرابت کے یا حاجت کے ضیافت کرے یہ تمرتاشی مین ہو اور ذمیون کی ضیافت مین جانے مین ڈر نہین ہو ایسا ہی امام محمد رح نے ذکر کیا ہو اور اَضحیۃ النوازل مین ہو کہ اگر مجوسی یا نصرانی نے کسی مسلمان کو اپنے یہان دعوت طعام مین بُلایا تو قبول کرنا مکروہ ہو اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے گوشت بازار سے خریدا ہو پس اگر نصرانی دعوت کرتا ہو تو ڈر نہین ہو - پس جو حکم نوازل مین نصرانی کے حق مین مذکور ہو وہ اُس روایت کے مخالف ہو جو ہمنے سابق مین امام محمد رح سے نقل کی ہو یہ ذخیرہ مین ہو - اگر مسلمان کسی مشرک کو بطور صلہ رحم کے کچھ دیوے خواہ مشرک مذکور اُسکا قریب ناتے دار ہو یا بعید ہو خواہ حربی ہو یا ذمی ہو تو کچھ ڈر نہین ہو اور حربی سے وہ کافر مراد ہو جو امان لیکر داخل ہوا ہو اور اگر غیر مستامن ہو تو مسلمان کو نچاہیے کہ اُسکو صلہ رحم مین کچھ دے یہ محیط مین ہو - اور قاضی امام رکن الاسلام علی سغدی رح نے ذکر کیا کہ اگر مشرک حربی دار الحرب مین ہو اور زمانہ ایسا ہو کہ اُسوقت مسلمانون وان حربیون مین مصالحت و مسالمت ہو تو مسلمان کو حربی مشرک کو کوئی چیز صلۂ رحم کے طور پر دینے مین ڈر نہین ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو یہ سب جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہو کہ مسلمان نے مشرک کو صلہ رحم مین کچھ دیا اور اگر مشرک نے مسلمان کو صلہ رحم مین کچھ دیا تو امام محمد رح نے سیر کبیر مین متعارض حدیثین روایت کی ہین بعض احادیث مین یہ ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کا ہدیہ قبول فرمایا ہو اور بعض احادیث مین یہ ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین قبول فرمایا پس ان احادیث مین توفیق ضرور ہو اور وجہ توفیق مین مشائخ کی عبارات مختلف ہین پس فقیہ ابو جعفر ہندوانی رح نے یون توفیق دی ہو کہ جس روایت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ مشرک قبول نکرنا مذکور ہو وہ اس بات پر محمول ہو کہ ایسے مشرک کا ہدیہ قبول نکیا جسکی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل مین یہ گمان غالب ہوا کہ وہ شخص یہ سمجھتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص سے بطمع مال لڑائی کرتے ہین اللہ تعالے کا کلمہ بلند کرنے کے واسطے نہین لڑتے ہین اور ایسے شخص سے ہمارے زمانہ مین ہدیہ قبول کرنا نہین جائز ہو اور جس روایت مین ہدیہ قبول کرنا مذکور ہو وہ اس بات پر محمول ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غالب گمان مین یہ بات تھی کہ یہ شخص دل مین سمجھتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس سے اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے و دین کی بڑائی کے واسطے لڑتے ہین مال کے واسطے نہین لڑتے ہین اور ایسے شخص سے ہمارے زمانہ مین بھی ہدیہ قبول کرنا جائز ہو - اور بعضے مشائخ نے دوسرے طور سے توفیق دی ہو کہ فرمایا کہ ایسے شخص کا ہدیہ قبول نکیا جسکی نسبت جانتے تھے کہ قبول کرنے سے میری سختی و عزت اُسکے حق مین کم ہو جائیگی اور بسبب قبول ہدیہ کے

نرمی کرنی ہوگی اور جس شخص سے یہ جانتے تھے کہ قبول کرنے سے اُسکے حق مین اپنی سختی وعزت کی کمی نہوگی اور نہ نرمی کرنی ہوگی اسکا ہدیہ قبول کرلیتے تھے یہ محیط مین ہے - اور اگر مسلمان و ذمی کافر کے درمیان معاملہ ہو پس اگر ایسا ہو کہ اُس سے معاملت رکھنے سے چارہ نہین تو کچھ مضائقہ نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے - اگر کسی عورت یا مرد کے ماں و باپ کافر ہون تو اُسپر اُن دونون کو نفقہ دینا و اُنکے ساتھ احسان کرنا و دونون کی خدمت و زیارت کرنا لازم ہے اور اگر اُسکو خوف ہو کہ دونون مجھے کفر کی طرف کھینچ لینگے اگر اُنکی زیارت کریگا - تو یہ جائز ہے کہ دونون کی زیارت ترک کردے یہ خلاصہ مین ہے - اور ذمی کے حق مین مغفرت کی دعا نہ کرے اور اگر اُسکے حق مین ہدایت کی دعا کی تو جائز ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یون دعا فرمائی ہے کہ اللھم اہد قومی فانہم لا یعلمون کذا فی التبیین - اگر کسی یہودی یا مجوسی سے کہا کہ اے کافر تو گنہگار ہوگا اگر اُسپر گران گذرے یہ قنیہ مین ہے - اگر ذمی سے کہا کہ اطال اللہ بقاءک یعنے اللہ تعالیٰ تجھے دیر تک دنیا مین رکھے پس اگر اُسکی نیت مین یہ بات ہو کہ اسواسطے دیر تک رکھے کہ یہ مسلمان ہوجاوے یا ذلت و خواری کے ساتھ جزیہ ادا کرتا رہے تو مضائقہ نہین ہے اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو مکروہ ہے یہ محیط مین ہے - اور اگر ذمی کے واسطے طول عمر کی دعا کی تو بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہے کیونکہ اسمین تمادی علی الکفر ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے کہ اُسکی طول عمر مین ادائے جزیہ سے مسلمانون کا نفع ہے پس یہ دعا واقع مین مسلمانون کے واسطے ہوئی اور ذمی کے واسطے عافیت کی دعا کرنے مین بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ تبیین مین ہے - اور مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب کافر کو کسی ضرورت کے واسطے خط لکھے تو یون لکھے کہ السلام علی من اتبع الہدی یعنے سلام ایسے شخص پر جسنے حق کی تابعداری کی ہے اور کافر و مبتدع سے ترش روی کے ساتھ ملے ذمی سے مصافحہ مکروہ ہے اور اگر باوضو اُس سے مصافحہ کیا تو اپنا ہاتھ دھو ڈالے یہ غرائب مین ہے - اگر مسلمان کا پڑوسی نصرانی سفر سے واپس آوے اور مصافحہ نہ کرنے سے اُسکو اذیت و رنج پہونچے تو مسلمان کو اُس سے مصافحہ کرلینے مین مضائقہ نہین ہے یہ قنیہ مین ہے - یہودی و نصرانی کی عیادت کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور مجوسی مین اختلاف ہے یہ تہذیب مین ہے اور ذمی کی عیادت کرنی جائز ہے یہ تبیین مین ہے - اور مشائخ نے فاسق کی عیادت کرنے مین اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اُسکی عیادت مین ڈر نہین ہے - اور اگر کافر مرگیا تو اُسکے والد یا قریب سے اُسکی تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے بدلے تجھے اُس سے بہتر دے اور اور تیری اصلاح کردے بدین نیت کہ تیری اصلاح اسلام لانے سے کردے اور اُسکی جگہ تجھے مسلمان بیٹا عنایت کرے کیونکہ بہتری اُسی کی ذات سے ظاہر ہوگی یہ تبیین مین ہے - ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر ذمی میت پر ایک مسلمان نے گواہی دی کہ مسلمان مرا ہے تو نماز پڑھی جائیگی اور اگر مسلمان میت پر ایک نے گواہی دی کہ مرتد مرا ہے تو نماز ترک نہ کیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے - ایک شخص نے ایک غلام مجوسی خریدا اُسنے اسلام لانے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر تو نے مجھے مسلمان کے ہاتھ فروخت کیا تو یا مجھے قتل کرڈالا تو اُسکو اختیار ہے کہ غلام مذکور کو مجوسی کے ہاتھ فروخت کرے یہ سراجیہ مین ہے - کوئی مسلمان مملوک کسی ذمی کے ملک مین نہ چھوڑا جائیگا بلکہ اُسپر جبر کیا جائیگا کہ اسکو فروخت کردے بشرطیکہ وہ محل بیع ہو یہ غرائب مین ہے - مجموع النوازل مین ہے کہ ایک یہودی حمام مین گیا پس آیا مسلمان حمامی کو اُسکی خدمت کرنا مباح ہے فرمایا کہ اگر اُسنے یہودی سے

تو ہیسے لینے کی طمع سے خدمت کی تو ڈر نہین ہی اور اگر اُسکی تعظیم کرکے خدمت کی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس نظر سے ایسا کیا تاکہ یہودی کا دل اسلام کی طرف میل کرے تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر یہودی کی تعظیم کرنے کو خدمت کی بدون اسکے کہ جو کچھ ہمنے ذکر کیا ہی اسمین سے کچھ اُسکی نیت مین ہو تو مکروہ ہی اور علے ہذا اگر ذمی حمام مین داخل ہوا اور حامی مسلمان ہی اُسنے ذمی مذکور کی خدمت کی پس اگر اس نظر سے خدمت پر آمادہ ہوا کہ شاید مسلمان ہو جاوے تو ڈر نہین ہی اور اگر بدون امور مذکورہ کے نیت کے اُسکی تعظیم کے واسطے خدمت پر آمادہ ہوا یا اُسکی تونگری کی نظر سے آمادہ ہوا تو مکروہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور کسی مسلمان کو نچاہیے کہ یہودی یا نصرانی سے توریت و انجیل و زبور کا حکم دریافت کرے اور نہ ان کتابون کو لکھے اور نہ پڑھے اور مطالب کے اثبات مین ان کتابون کی آیات سے استدلال نہ کرے اور مسلمان عالم لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو اُن آیات سے جو کتب توریت و صحف انجیل مین مذکور ہین ثابت کرتے ہین سو یہ اسواسطے ہی کہ جو بات خود اُن کافرون کے پاس ہی اُس سے اُنپر الزام ہو یہ وجیز کردری مین ہی۔

پندرھوان باب ۔ کسب کے بیان مین۔ کسب چند طرح کا ہوتا ہی ایک فرض ہی پس فرض اسقدر کمائی ہی کہ جو اُسکی ذات کو و اُسکے عیال کو و اُسکے قرضون کے ادا کے واسطے اور جسکا نفقہ اُسپر واجب ہی اُسکے نفقہ کے واسطے کفایت کرے اور اس سے زیادہ کمائی کو اگر ترک کرے تو روا ہی اور اگر اسقدر مال کمایا کہ اپنے اہل و عیال کے واسطے ذخیرہ رکھ چھوڑا تو اُسکو گنجائش ہی کہ بتحقیق یہ بات صحیح ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال کا روزینہ ایک سال کا جمع کر لیا یہ خزانۃ المفتیین مین ہی اسی طرح اگر کسی کے والدین تنگدست ہون تو اُسپر فرض ہی کہ بقدر کفایت اُنکے روزینہ کے واسطے کماوے یہ خلاصہ مین ہی۔ اور ایک کمائی مستحب ہی اور وہ اس مقدار سے جو بیان ہوئی ہی زیادہ ہو تاکہ فقیر کی مواسات کر سکے اور عزیز و اقارب کی مجازات کر سکے اور ایسی کمائی مین کوشش کرنا نفل عبادت سے افضل ہی اور ایک کمائی مباح ہی اور وہ اس مقدار سے بھی زیادہ بغرض تجمل و زیادتی کے کماوے اور ایک کمائی مکروہ ہی وہ ایسی کمائی جو تفاخر و تکاثر کی غرض سے جمع کرے اگرچہ مال حلال ہو یہ خزانۃ المفتیین مین ہی **قال المترجم** اس بیان سے ثابت ہوا کہ کوشش کرکے کمانا ہر شخص پر بشرائط فرض ہی پھر کتاب مین فرمایا کہ۔ اور ایسے لوگون کے حال پر التفات نکرنا چاہیے جو مسجدون و خانقاہون مین بیٹھے کسب سے انکار کرتے ہین آنکھین اُٹھائے لوگون کا مال تاکتے ہین اور لوگون کے مال کی طرف ہاتھ پھیلائے ہین اور اپنے آپ کو متوکل کہتے ہین حالانکہ درحقیقت ایسے نہین ہین یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ یہ مکروہ ہی کہ ایک قوم جمع ہو کر کسی جگہ گوشہ گیر ہو جاوے اور یہ لوگ وہین اللہ تعالی کی عبادت کیا کرین اور اچھی پاک چیزون سے پرہیز کرین (یعنے لباس و طعام سے) اور اپنے نفوس کو یون ہی کام سے فارغ کر لین حالانکہ کسب حلال و شہر مین جمعہ و جماعات کی پابندی احب و الزم ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور بعض مشائخ نے کہا ہی کہ جو قاری کسب کو چھوڑ دیتا ہی وہ اپنے دین کو کھاتا ہی (یعنے دین فروشی کرتا ہی اور کھاتا ہی) یہ سراجیہ مین ہی۔ اور کمائی کے اسباب مین سے افضل جہاد ہی پھر تجارت ہی پھر زراعت ہی پھر صناعت ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور بعض کے نزدیک تجارت بہ نسبت زراعت کے افضل ہی اور اکثرون کے نزدیک زراعت افضل ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔

ایک اجنبیہ عورت ایک مرد کے گھر مین گوشہ نشین ہو گئی اُسکو وہ شخص روز روزی و روٹی دیتا ہی تو سوت اس شخص کے حق مین حلال ہی بشرطیکہ اُسنے عورت کے ذمہ سوت کاتنا شرط نہ کیا ہو یہ قنیہ مین ہی۔ مرد اگر عورت کے مثل سوت کاتے تو مکروہ طریقہ ہی کہ یہ عورتون کے ساتھ مشابہت ہی یہ قنیہ مین ہی جس شخص کے پاس ایک دن کا روزینہ ہو اُسکو سوال حرام ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور سائل نے سوال کر کے جو مال جمع کیا وہ ناپاک خبیث ہی یہ ینابیع مین ہی منتقے مین بروایت ابراہیم رحمہ اللہ امام محمد رہ سے مروی ہی کہ اگر رونے والی عورت نے رونے سے مال جمع کیا یا طبلچی یا مزمار والے نے طبلہ و مزمار سے مال جمع کیا تو امام محمد رہ نے فرمایا کہ اگر ان افعال کے بجالانے پر مال شرط کر کے لیا ہی تو جن لوگون سے لیا ہی اُنکو واپس کر دے اگر پہچانے اور امام محمد رہ کے اس قول کے کہ مال شرط کر کے لیا ہی یہ معنی ہین کہ دینے والے نے رونی والی عورت سے رونے سے پہلے بمقابلہ رونے کے مال ٹھہرا دیا ہو یا بمقابلہ گانے کے مال شرط کر دیا ہو کہ اگر گاوے تو اسقدر مال دینگے اور یہ حکم اسوجہ سے ہی کہ جب لینا شرطیہ ہوا تو یہ مال بمقابلہ معصیت کے ہوا پس مال لینا بھی معصیت ہوگا اور ایسے مال سے چھٹکارے کی یہی راہ ہوتی ہی کہ واپس دیدے سوا اس مقام پر بھی یہی ہی کہ جو کچھ لیا ہی وہ واپس کرے اگر واپس کر سکے یعنے جس سے لیا ہی اُسکو پہچانے اور اگر اُسکو نہ پہچانے تو اُسکی طرف سے صدقہ کر دے تاکہ اُسکے مال کا اُسکو نفع پہونچ جاوے جبکہ عین مال اُسکو نہین پہونچ سکتا ہی اور اگر لینا شرطیہ نہو یعنے شرط نہ کی ہو کہ اگر ان افعال کو بجالاوے تو یہ دینگے تو لینا معصیت نہوگا کیونکہ مالک مال نے رضامندی سے خود دیدیا ہی پس اُسکا ہوگا اور حلال ہوگا۔ اور امام محمد رہ سے روایت ہی کہ اگر گانے والی عورت نے گانے کی کمائی سے قرضہ ادا کیا تو قرضخواہ کو یہ مال لینا حلال نہین ہی لیکن حکم قضاء مین قاضی اُسکو لینے پر مجبور کریگا اور بقیاس مسئلہ متقدمہ کے یہ کہا جا سکتا ہی کہ اگر گانے والی نے بدون شرط کے کمایا ہی تو قرضخواہ کو لے لینے کی گنجائش ہی اور امام محمد رہ نے کتاب الکسب مین ذکر فرمایا ہی کہ خصی کی کمائی مکروہ ہی اور اس سے یہ مراد نہین ہی کہ جو مال خصی کماوے وہ مکروہ ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ خصی کرنے پر جو مال لیوے وہ مال مکروہ ہی اور اُسکا خصی کرنا مکروہ ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص جامع مسجد مین تعویذ بیچتا ہی اور تعویذون پر توریت و انجیل و فرقان لکھا ہی اور ان تعویذون کے عوض مال لیتا ہی اور کہتا ہی کہ مین ہدیہ دیتا ہون تو اُسکو حلال نہین ہی یہ کبرے مین ہی۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اُسکی کمائی حرام ہی تو اُسکے وارثون کے حق مین یہ اولے ہی کہ یہ مال اُسکے مالکون کو واپس کر دین اور اگر مالکون کو نہین پہچانتے ہین تو صدقہ کر دین اور اگر کمائی بعض ایسی وجہ سے ہو جو حلال نہین ہی اور بیٹا اس بات کو جانتا ہو پھر باپ مر گیا اور بیٹا اسکو بعینہ نہین پہچانتا ہی تو شرعاً اُسکے حق مین حلال ہی مگر پرہیزگاری یہ ہی کہ اس نیت سے صدقہ کر دے کہ میرے باپ کے خصوم کی طرف سے صدقہ ہی یہ ینابیع مین ہی۔ امام ابو یوسف رہ سے روایت ہی کہ ایک قوم مسلمان نے شراب میراث پائی تو ان وارثون مین تقسیم نہ کیجائیگی لیکن شراب سرکہ کر ڈالی جائیگی پھر ان لوگون مین تقسیم ہوگی یہ خلاصہ مین ہی **قال المترجم** شراب کو سرکہ کر لو الا بعض کے نزدیک نہین جائز ہی و ہو الصحیح واللہ اعلم ایک شخص کے پاس مال ہی اُسمین شبہہ ہی پس اُسنے اپنے باپ کو صدقہ مین دیدیا تو کافی ہی اور یہ شرط نہین ہی کہ اجنبی کو صدقہ دیدے اسی طرح اگر ایک شخص خرید فروخت کرتا ہو اور اس حالت مین اُسکا بیٹا اُسکے ساتھ ہو [یعنے حرام ہی یا حلال ہی] اور اس تجارت مین بہت سی بیوع فاسدہ واقع ہوئی ہین پھر اُسنے تمام مال اپنے بیٹے کو ہبہ کر دیا تو عہدہ سے

قال المترجم فيه انما وان لم تاخذ على الشرط ولكن الكسب بالاجرة شئ هو معصية لان المعطي لا يعطيه لولا التغني بها فذلك المال انما حصل لها بوسيلة معصية وان لم تكن سببا تاما لانا شرط الحصول فقد له هو حلال محل تامل وليس بمحرم من قول الامام محمد رح بل هو تخريج ولا ينافى

نقل کیا یہ قنیہ مین ہی۔ فقیہ ابو جعفر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے سلطان کے حکم سے مال حاصل کیا اور حرام تاوانون وغیرہ سے مال جمع کیا پس آیا کسی شخص کو جو یہ بات جانتا ہو ایسے شخص کا کھانا حلال ہی تو فقیہ رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسکے دین کے واسطے یہ احب ہی کہ اسکا کھانا نہ کھاوے مگر حکماً کھانا روا ہی بشرطیکہ یہ کھانا اُس شخص کے ہاتھ مین جو کھانا چاہتا ہی غصب کا یا رشوت کا نہ آیا ہو یہ محیط مین ہی۔ تونگری پر شکر کرنے کی بہ نسبت فقیری پر صبر کرنا افضل ہی۔ اور کمائی مین اس قصد سے مشغول ہو جانا کہ ہم نیک راہ مین اسکو خرچ کرینگے اسکی بہ نسبت کمائی سے باز رہنا اولے ہی کذا فی السراجیہ اقول یہ حکم کسب مباح کا ہی۔

سولھوان باب۔ زیارت قبور و مقابر مین قرآت قرآن و میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے و اسکے متصلات کے بیان مین۔ زیارت قبور مین کچھ مضائقہ نہین ہی یہی امام ابو حنیفہ رح کا قول ہی اور ظاہر قول امام محمد رح کا اس امر کو مقتضی ہی کہ عورتون کے واسطے بھی زیارت قبور جائز ہی چنانچہ امام محمد رح نے مردون کی تخصیص نہین فرمائی ہی اور کتاب الاشربہ مین ہی کہ مشائخ نے عورتون کے واسطے قبرون کی زیارت کرنے مین اختلاف کیا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اصح یہ ہی کہ عورتون کے واسطے زیارت قبور مین کچھ مضائقہ نہین ہی۔ تہذیب مین لکھا ہی کہ زیارت قبور مستحب ہی کیفیت زیارت از قرب و بعد بقیاس زندگی میت کے ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ اور جب زیارت قبور کا ارادہ کرے تو مستحب ہی کہ اپنے گھر مین دو رکعتین پڑھے ہر رکعت مین سورۂ الحمد اور آیۃ الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے پھر اُسکا ثواب میت کو پہونچاوے تو اللہ تعالی میت کی قبر مین ایک نور بھیجتا ہی اور مصلی کو ثواب کثیر عطا فرماتا ہی پھر مقابر کی طرف روانہ ہوا اور براہ مین لا یعنی باتون مین مشغول نہو جاوے پھر جب مقبرہ مین پہونچے تو اپنی جوتیان اتار دے اور قبلہ کی طرف پشت کرکے میت کی طرف مُنہ کرکے کھڑا ہو کر یون کہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم لنا سلف ونحن بالاثر۔ یہ غرائب مین ہی۔ اور جب دعا کرنا چاہے تو قبلہ کی طرف متوجہ ہو یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ اور اگر شہید کی زیارت کو گیا ہو تو یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اور اگر مسلمانون و کافرون کی قبرین مختلط ہون تو یون کہے السلام علی من اتبع الہدی۔ پھر سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی پڑھے پھر سورت اذا زلزلت اور الہکم التکاثر پڑھے یہ غرائب مین ہی۔ اور شیخ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل رح سے منقول ہی کہ فرمایا کہ مقابر مین اخفا کے ساتھ بدون جہر کے قرآن شریف پڑھنا مکروہ نہین ہی اور ڈر نہین ہی۔ اور مقبرہ مین قرآن پڑھنا بھی مکروہ ہی کہ جب جہر سے ہو اور اخفا کے ساتھ پڑھنا روا ہی کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ ختم کر دے۔ اور صدر ابو اسحق الحافظ نے اپنے اُستاد شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم سے نقل کیا کہ سورۃ الملک کا مقابر مین پڑھنا روا ہی خواہ اخفا کرے یا جہر کرے اور سوائے سورۃ الملک کے مقابر مین قرآن نہ پڑھے اور جہر و اخفا کی کچھ تفصیل نہین فرمائی یہ ذخیرہ کی فصل قراۃ القرآن مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے قبرون کے پاس قرآن پڑھا پس اگر یہ نیت ہی کہ اُسکو آواز قرآن سے انس پیدا ہوگا تو پڑھے اور اگر یہ قصد نہین ہی تو اللہ تعالی قرات قرآن کو سنتا ہی جہان کہین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اُسکے وارث نے اُسکی قبر کے پاس ایسے شخص کو بٹھلایا جو قرآن پڑھے تو اصح یہ ہی کہ یہ مکروہ نہین ہی اور یہی قول امام محمد رح کا ہی یہ مضمرات مین ہی۔ زیارت قبور کے واسطے چار روز افضل ہین دوشنبہ۔ پنجشنبہ۔ جمعہ

سنیچر پس جمعہ کے روز بعد نماز کے زیارت کا وقت اچھا ہے اور سنیچر کو طلوع آفتاب تک اور پنجشنبہ کے روز دن مین اول وقت اور بعض نے فرمایا کہ آخر وقت اسی طرح جو راتین متبرک ہین اُنمین زیارت افضل ہے خصوصاً شب برات مین اسیطرح متبرک زمانونمین زیارت افضل ہے جیسے دس دن ذی الحجہ کے اور دونون عیدین اور یوم عاشورا و باقی مواسم مین یہ غرائب مین ہے - اگر مقبرہ کے پاس ہوکر گذرا اور اہل قبور کے واسطے اُنکے ثواب پہونچانے کی نیت سے کچھ قرآن پڑھا تو ڈر نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے - اور ابو بکر بن سعید رح سے منقول ہے فرمایا کہ زیارت قبور کے وقت سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہے کیونکہ مجھے روایت پہونچی ہے کہ جس شخص نے سات مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ دی تو اگر میت غیر مغفور ہوگی تو اُسکی مغفرت کیجائیگی اور اگر میت مغفور ہو تو پڑھنے والے کی مغفرت کیجائیگی اور ثواب قرأت اُس میت کو ہبہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر اُسنے دس بار سورۂ اخلاص پڑھی تو بہت بہتر ہے اور جو شخص خوب پورا کرنا چاہے اُسکو چاہیے کہ اسقدر سورۂ اخلاص پڑھنے پر تفرع دعا جز کے ساتھ دوسری سورتین پڑھا وے - اور جو شخص کسی قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو اللہ تعالی میت کے سر سے عذاب و تنگی و تاریکی چالیس برس تک دور کر دیتا ہے یہ غرائب مین ہے - اور ابو یوسف ترجمانی نے کہا کہ قبر پر ہاتھ رکھنے کو ہم سنت نہین جانتے ہین اور نہ ہمکو اُسکا مستحب ہونا معلوم ہے مگر ہم اسمین کچھ مضائقہ نہین دیکھتے ہین اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ ہمنے سلف لوگون سے بلا انکار ایسا ہی پایا اور شمس الائمہ مکی رح نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے یہ قنیہ مین ہے - اور قبر کو مسح کرنا نچاہیے اور نہ اُسپر بوسہ دے کہ یہ نصرانیون کی عادت ہے مگر والدین کی قبر کو بوسہ دینے مین مضائقہ نہین ہے یہ غرائب مین ہے - تتیمہ مین ہے کہ شیخ خجندی رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے والدین کی قبر اور قبرون کے بیچ مین ہے پس آیا جائز ہے کہ وہ شخص مسلمانون کی قبرون سے دعا و تسبیح کرتا ہوا اپنے والدین کی قبرون تک پہونچکر اُنکی زیارت کرے تو فرمایا کہ ہان جائز ہے بشرطیکہ بدون اور قبرون کے روندے ہوے پہونچ سکتا ہو - اور بھی شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ کسی شخص کا قطعہ زمین مملوکہ قبرون کے بیچ مین ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنی زمین مین تصرف کرے اور اسکا راستہ سواے قبرون کے اوپر سے اور طرف سے نہین ہے پس آیا اُسکو اختیار ہے کہ قبرون پر قدم رکھ کر وہان جایا کرے تو فرمایا کہ اگر ان قبرون مین میت کو تابوت مین دفن کیا ہے تو مضائقہ نہین ہے اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر تابوت مین مدفون نہون تو بھی کچھ مضائقہ نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص نے مقبرہ مین راستہ دیکھا تو تحری کرے پس اگر اُسکے دل مین یہ جمے کہ یہ نیا راستہ لوگون نے قبرون کے اوپر سے نکال لیا ہے تو اس راستہ مین ہوکر نہ گذرے اور اگر اُسکے دل مین ایسا نہ پڑے تو چلا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہے - عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ قبر پر نہ چڑھنا اولے ہے اور شیخ وبری رح اسمین گنجائش دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبور کی چھتین بمنزلہ گھر کی چھتون کے ہین پس انپر چڑھنے مین ڈر نہین ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مین انگارون پر روندتے چلون تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ مین قبر کو روندتا چلون - اور علاء الترجمانی نے کہا کہ قبر کو روندنے سے گنہگار ہوگا اسلیے کہ قبر کی چھت حق میت ہے یہ قنیہ مین ہے - اور شمس الائمہ حلوائی سے روایت ہے کہ بعض علماء نے قبرون پر چلنا روا رکھا ہے اور ان لوگون نے

یعنے یہ نہین جانتے ہین کہ سنت ہے ۱۲

۵ بعلوم ایساہی پایا ہے یعنی سلف سے کوئی انکار و مخالفت مروی نہین ہے ۱۲ منہ

کہا ہی کہ قبر کی چھت پر چلے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی - اور میت کے چہرہ سے چادر اُٹھانا بغرض اُسکے مُنہ دیکھنے کے اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی اور اس فعل مین کراہت جبھی ہی کہ جب بعد دفن کے ایسا کرے یہ قنیہ مین ہی - ایک شخص دوسرے کی زمین مین دفن کیا گیا تو مالک کو اختیار ہی چاہے اُسکو اُکھاڑ ڈالے یا چھوڑ دے مگر قبر کو برابر کر کے اُسکے اوپر زراعت کرے یا وارث سے گڑھے کی قیمت لے لے یہ وجیز کردری مین ہی - ایک حاملہ عورت کو سات مہینہ کا حمل ہو گیا تھا اور بچہ اُسکے پیٹ مین پھڑکتا تھا پھر وہ عورت مر گئی اور دفن کر دی گئی پھر خواب مین دکھلائی دی کہ وہ کہتی ہی کہ میرے بچہ پیدا ہوا ہی تو اُسکی قبر نہ کھودی جائیگی یہ سراجیہ مین ہی - کوچون و بازارون مین مقبرہ بنانا مکروہ ہی اور اگر کوئی کاشانہ اسواسطے بنایا کہ اُسمین بہت سے مردے دفن کرین تو بھی مکروہ ہی اسواسطے کہ مقابر پر عمارت بنانا مکروہ ہی - اور موت سے پہلے اپنے واسطے تابوت تیار کر رکھنا مکروہ ہی اور تابوت کے اندر رکھکر نماز جنازہ مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی - اور گلاب کے پھول و ریاحین قبرون پر رکھنا اچھا ہی اور اگر پھول کی قیمت صدقہ کر دے تو بہت اچھا ہی یہ غرائب مین ہی - اور پہلی راتون مین قبرون پر چراغ لیجانا بدعت ہی یہ سراجیہ مین ہی - جنازے کا کپڑا پھاڑ دیا جاوے اسطرح کہ جس کام مین پہلے استعمال کیا جاتا تھا اُس کام مین مستعمل نہو سکے اور متولی کو اُسکا صدقہ کرنا جائز نہین ہی لیکن اُسکو فروخت کر کے اُسکے دامون مین کچھ مال زیادہ ملا کر دوسرا کپڑا خریدے کذا فی جواہر الفتاوے واللہ اعلم

سترھوان باب

غناء و لہو و تمام معاصی و امر بالمعروف کے بیان مین - قال المترجم غناء گانا لہو مثل غناء و مزامیر وغیرہ کے - باقی معاصی باقی گناہ کے کام - امر بالمعروف جو کام شرع مین کرنا چاہیے اُسکا حکم دینا اور جو نہ کرنا چاہیے اُس سے منع کرنا نہی از منکر ہر خالی گانے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ غناء مطلقاً حرام ہی اور اُسکی طرف کان لگانا معصیت ہی اور اسی کو شیخ الاسلام نے اختیار کیا ہی اور اگر اچانک سُن لیا تو اُسپر گناہ نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر اس غرض سے گا دے کہ اُس سے قافیہ و فصاحت سمجھ جاوے تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور بعض نے کہا کہ اگر تنہا ہو اور دفع وحشت کے واسطے گا دے تو جائز ہی مگر بطریق لہو کے نہو اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہی اور اگر شعر مین حکمت کی بات یا عبرت کی بات یا فقہ ہو تو مکروہ نہین ہی یہ تبیین مین ہی - اور جو اشعار مباح ہین اُنکے پڑھنے مین مضائقہ نہین ہی - اور اگر شعر مین کسی عورت کی تعریف ہو پس اگر کوئی عورت خاص ہو اور وہ زندہ موجود ہو تو مکروہ ہی اور اگر مر گئی ہو تو مکروہ نہین ہی اور اگر فرضی ہو تو نہین مکروہ ہی - اور نوازل مین ہی کہ ادیب کا شعر پڑھنا جنمین ذکر فسق و شراب و امرد کا ہی مکروہ ہی اور امرد مین اعتبار اُسی طور پر ہی جیسا ہم نے عورت کے باب مین بیان کیا ہی یہ محیط مین ہی - اور بعض نے فرمایا کہ شعر مین کراہت کے یہ معنی ہین کہ آدمی اُسمین ایسا مشغول ہو جاوے کہ اُسکو قرأت قرآن و ذکر اللہ تعالے سے غافل کر دے اور اگر ایسا نہو تو مضائقہ نہین ہی جبکہ اُسکی نیت یہ ہو کہ اسکے ذریعہ سے مجھے علم تفسیر و حدیث مین مدد ملیگی یہ ظہیریہ مین ہی - تتمہ مین ہی کہ شمس الائمہ حلوائی سے دریافت کیا گیا کہ جو لوگ اپنے تئین صوفی کہتے ہین اور اُنھون نے اپنا لباس ایک طرح کا خاص کر لیا ہی اور لہو و رقص مین مشغول ہوتے ہین اور اپنے واسطے منزلت کے مدعی ہین تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ افترا واسطے اللہ کذبا اِن لوگون نے اللہ تعالی

بہتان باندھا ہی پھر دریافت کیا گیا کہ جب یہ لوگ سیدھی راہ سے ترچھے ہین پس آیا عام لوگون کے فتنہ مین پڑجانیکا خوف دور کرنے کے واسطے ایسے لوگ شہر سے دور کردیے جاوین فرمایا کہ رنج دہندہ چیز کو راہ سے دور کرنا گناہ شست سکے واسطے اکمل ہی اور دیانت کے واسطے امثل ہی اور پاک سے پلید کو الگ کرنا پاکیزہ وادسے ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - قال رہ گانا و قوالی و رقص جو ہمارے زمانہ کے صوفی لوگ کرتے ہین وہ حرام ہی اور اُسکی طرف قصد کر کے جانا و وہان بیٹھنا جائز نہین ہی اور یہ اور غنا و مزامیر یکسان ہی اور اہل تصوف نے اسکو جائز رکھا ہی اور اسگلے مشائخ کے فعل کو حجت لاتے ہین پھر شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک حق بات یہ معلوم ہوتی ہی کہ اگلے مشائخ رہ نے ایسا نہین کیا ہی کہ جیسا یہ لوگ کرتے ہین چنانچہ اُنکے زمانہ مین بسا اوقات کسی شخص نے ایک شعر پڑھا جو اُنکے حال کے موافق پڑا جسنے اُنکے دل کو نرم کردیا اور جسکا قلب رقیق ہوتا ہی وہ جب ایسا لفظ سنتا ہی جو اُسکی حالت کے موافق پڑتا ہی تو اکثر اُسکی عقل پر غشی طاری ہوجاتی ہی اور بے اختیار کھڑا ہوجاتا ہی اور اُس سے حرکات بے اختیاری صادر ہوتی ہین اور ایسی بات کچھ بعید نہین ہی کہ بدین معنی روا ہو کہ اور اُسپر مواخذہ نہ کیا جاوے اور اگلے مشائخ کی نسبت یہ گمان نہین کیا جا سکتا ہی کہ وے لوگ ایسے فعل کرتے جیسے اس زمانہ کے فاسق لوگ جو بُری باتون کو مباح کرتے ہین اور جنکو احکام شرعی کا علم نہین جاہل ہین کرتے ہین اور خطرہ یہ ہی کہ دیندار و پرہیزگار لوگون کے افعال سے تمسک کرتے ہین یہ جواہر الفتاوے مین ہی - اور ابو یوسف رہ سے دریافت کیا گیا کہ سوائے نکاح کے اگر عورت دف کو بدون فسق کے مثلاً بچے کے واسطے بجاوے پس آیا آپ کے نزدیک مکروہ ہی فرمایا کہ مین مکروہ نہین جانتا ہون اور فرمایا کہ جس سے لعب فاحش گانے کا پیدا ہوتا ہی اُسکو مین مکروہ جانتا ہون یہ محیط سرخسی مین ہی قال المترجم اس زمانہ مین عورتون کا ڈھول بجانا بمعنے اخیر متحقق ہی جسکو امام ابو یوسف رہ نے مکروہ فرمایا ہی پس وہ بھی مکروہ ہی واللہ اعلم - عید کے روز دف بجانے مین مضائقہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی قلت وفیہ نظر - اور مزاح کرنے مین مضائقہ نہین ہی بشرطیکہ انسان ایسا کلام نکرے جس سے گنہگار ہو یا یہ قصد ہو کہ ہم جلیس لوگ ہنسین یہ ظہیریہ مین ہی - کشتی لڑنا بدعت ہی اور آیا نوجوانون کے واسطے اجازت ہی تو شیخ رہ نے فرمایا کہ بدعت نہین ہی اور کشتی لڑنے مین ایک اثر روایت کیا گیا ہی لیکن غور کرنا چاہیے کہ اگر نوجوان نے بغرض لہو ایسا کیا ہی تو مکروہ ہی اور اُسکو ممانعت کیجائیگی اور اگر بدین غرض ایسا کرتا ہی کہ قوت حاصل ہو تاکہ کافرون سے اچھی طرح قتال کرسکے تو جائز ہی اور اُسکو ثواب ملیگا پس اسکا حال مثل شراب مثلث کے ہی کہ اگر شراب مثلث کے استعمال مین سرود و لہو مقصود ہی تو منع کیا جائیگا - اور جھڑکا جائیگا اور اگر جہاد کرنے والا ہو اور اُسکی غرض یہ ہو کہ جہاد مین قوت و طاقت حاصل ہو تو جائز ہی یہ جواہر الفتاوے مین ہی - قاضی امام ملک الملوک نے فرمایا کہ ایام گرما مین نوجوان لوگ جو خربزون سے کھیلتے ہین یعنے ایک دوسرے کو خربزون سے مارتا ہی تو یہ مباح غیر مستنکر ہی یہ جواہر الفتاوے کے باب سادس مین ہی - شطرنج و نرد و تیرہ گوٹی و چودہ گوٹی کھیلنا مکروہ ہی اور یہ سب کھیل سوائے شطرنج کے بالاجماع حرام ہین اور رہی شطرنج تو اُسکا کھیلنا ہمارے نزدیک حرام ہی اور جو شطرنج کھیلتا ہی آیا اُسکی عدالت ساقط ہوتی یا گواہی قبول ہوگی سو اگر اُسنے شطرنج سے جوا کھیلا تو عدالت ساقط ہوجائیگی اور اُسکی گواہی قبول

۱۵ مزاح خوش طبعی اور جواس زمانہ مین دل لگی سکے نفظ سے بولتے ہین وہ علم ہی اور اکثر منع کیا جاتی ہوتی ہی اور مزاح مروی از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون ہی کہ جناب حضرت انس بن مالک رہ سے فرمایا کہ اے دو کان والے تاہر چند کہ خوش طبعی ہی لیکن صحیح ہی علی ہذا کی امادیث مین اسی قبیل سے مزاح منقول ہی واللہ اعلم ۱۲ منہ

نہوگی اور اگر جوا نہ کھیلا تو عدالت ساقط نہوگی اور گواہی قبول ہوگی اور امام اعظم رح نے شطرنج کھیلنے والون
کو سلام کرنے مین مضائقہ نہین سمجھا ہی اور صاحبین رح نے انکی تحقیر کے واسطے انکو سلام کرنا مکروہ فرمایا ہی
یہ جامع صغیر مین ہی۔ جھوٹ بولنا حرام ہی لیکن لڑائی و جہاد مین روا ہی تاکہ کافر کو دھوکا دیوے اور دو شخصون
مین صلح کرانے مین روا ہی اور اپنی جورو کو راضی کرنے مین روا ہی اور ظلم ظالم دفع کرنے مین روا ہی اور جھوٹ
کے ساتھ تعریض مکروہ ہی الا بضرورت مثلاً تو نے کسی سے کہا کہ کھانا کھا اُسنے کہا کہ مین نے کھایا ہی اور مراد
یہ ہی کہ مین نے کل کے روز کھایا تھا تو یہ جھوٹ ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی اور جو شخص گناہ کا قصد کرے اور
عزم کرلے یعنے ضرور کرونگا اور اصرار کرے یعنے اسپر جارہے تو گنہگار رہوگا یہ ملتقط مین ہی قال المترجم میرے نزدیک
اگرچہ یہ بات اچھی نہین ہی اور قلب کے میل پر دلالت کرتی ہی لیکن گنہگار ہونا منظور فیہ ہی جب تک کہ صادر نہو
یا دوسرا اسکی وجہ سے مبتلا نہو جاوے واللہ تعالےٰ اعلم۔ امر بالمعروف مین پہلے یہ چاہیے کہ پہلے مہربانی و نرمی
کے ساتھ ہو تاکہ موعظت و نصیحت پوری پوری اثر کرے پھر اگر نہ مانے تو زبان سے سختی کے ساتھ ہو مگر بدزبانی
و فحش نہ نکالے پھر اگر نہ مانے تو ہاتھ سے مثلاً شراب بہاوے اور معازف تلف کرڈالے۔ اور فقیہ ابو اللیث رح
نے کتاب بستان مین ذکر فرمایا ہی کہ امر بالمعروف چند طرح کا ہوتا ہی اگر اپنی غالب راے مین یہ جانتا ہو کہ اگر مین نے
امر بالمعروف کیا تو یہ لوگ قبول کرکے بُری بات سے باز رہینگے تو اُسپر امر بالمعروف واجب ہوگا اُسکو ترک نہین
کرسکتا ہی اور اگر اپنی غالب راے سے یہ جانتا ہو کہ اگر مین نے انکو بُرے کام چھوڑنے کا حکم کیا تو مجھے بُرا کہینگے
اور گالیان دینگے تو امر بالمعروف نہ کرنا افضل ہی اسی طرح اگر یہ جانتا ہو کہ میرے امر بالمعروف سے یہ لوگ مجھے مارینگے
اور مین صبر نہ کرونگا اور باہم عداوت پیدا ہوجائیگی اور قتال اُٹھ کھڑا ہوگا تو ترک کرنا افضل ہی اور اگر یہ جانتا ہو کہ مین صبر کرونگا
اگر وہ مارینگے اور کسی سے شکوہ نہ کرونگا تو کچھ مضائقہ نہین ہی کہ اُن لوگون کو منع کرے اور یہ شخص مجاہد ہوگا یعنی
جہاد کا ثواب پاویگا اور اگر یہ جانتا ہو کہ یہ لوگ قبول نکرینگے مگر انکی طرف سے مارپیٹ و گالی گفتار کا بھی خوف نہو
تو اُسکو اختیار ہی چاہے امر بالمعروف کرے یا نکرے لیکن منع کرنا افضل ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی کے سامنے امر
بالمعروف پیش آیا یعنے ایسا موقع پیش آیا کہ وہان امر بالمعروف کرینگے اور اُسکو خوف ہوا کہ اگر مین نے امر بالمعروف
کیا تو قتل کیا جاؤنگا پس اگر اُسنے امر بالمعروف کیا اور قتل کیا گیا تو شہید ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور بعض
نے فرمایا ہی کہ ہاتھ سے امر بالمعروف کرنا اُمرا پر واجب ہی اور زبان سے علما پر واجب ہی اور دل سے امر بالمعروف
یعنے دل سے بُرا جاننا عوام پر واجب ہی اور اسی کو امام زندویسی نے اختیار کیا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ امر بالمعروف
کے واسطے پانچ باتون کی ضرورت ہی اول آنکہ علم چاہیے کیونکہ جاہل سے امر بالمعروف بخوبی نہین ہوسکتا ہی
دوم آنکہ امر بالمعروف سے اللہ تعالےٰ کا کلمہ بلند کرنا و ثواب مقصود ہو سوم آنکہ جسکو امر بالمعروف کرتا ہی اُسکے
حال پر شفقت کی نظر ہو پس اُسکو نرمی و مہربانی سے منع کرے چہارم آنکہ امر بالمعروف کرنے والا صبور و حلیم
آدمی ہو پنجم آنکہ جس بات کے کرنے کا حکم کرتا ہی اُسکو خود کرتا ہو تاکہ اللہ تعالےٰ کے اس حکم مین داخل نہو جاوے
کہ لم تقولون ما لا تفعلون یعنے کیون ایسے کام کو کہتے ہو جسکو تم خود نہین کرتے ہو۔ اور عوام مین سے کسی کو
نچاہیے کہ قاضی یا مفتی یا عالم مشہور کو امر بالمعروف کرے کیونکہ اسمین ترک ادب ہی اور اسوجہ سے

کہ بسا اوقات یہ بات ہوتی ہی کہ اُسکو بسبب ضرورت کے یہ بات مباح ہو اور عامی آدمی بسبب لاعلمی کے اس سے واقف
نہو یہ غرائب مین ہی قلت توضیح ذلک فی تفسیر المترجم - ایک شخص نے کسی کو بُرا کام جو شرع مین روا نہین ہی کرتے دیکھا اور
یہ دیکھنے والا خود یہ بُری بات کرتا ہی تو اُسکو منع کرنا لازم ہی اسواسطے کہ اُسپر دو باتین واجب ہین ایک یہ کہ خود بُری
بات نہ کرے دوم یہ کہ بُری بات سے منع کرے پس اگر اُسنے ایک واجب ادا نکیا تو دوسرا اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگا (یعنے خود نہ چھوڑا تو منع کرنا ساقط نہوگا ۱۲) یہ
خزانۃ المفتین و ملتقط و محیط مین ہی - ایک شخص کو معلوم ہوا کہ زید برابر بُری بات کیے جاتا ہی پس آیا اُسکو روا ہی کہ زید
کے باپ کو یہ امر لکھ بھیجے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسکے علم مین یہ بات ہو کہ اگر مین نے زید کے باپ کو لکھا تو اُسکا
باپ اُسکو منع کرنے اور باز رکھنے پر قادر ہوگا تو اُسکو لکھ بھیجنا حلال ہی اور اگر یہ جانتا ہو کہ اگر اُسکے باپ نے منع کرنا
چاہا تو اُسکے باز رکھنے پر قادر نہوگا تو اُسکو لکھنا نچاہیے اور یہی حکم زوجین یعنے جورو خصم مین ہی اور یہی حکم سلطان
و رعیت و حشم یعنے لشکر سلطانی مین ہی اور امر بالمعروف جبھی واجب ہوتا ہی کہ جب یہ جانے کہ یہ لوگ سماعت کرینگے
یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر باپ نے اپنے بیٹے کو کسی کام کرنے کا حکم دینا چاہا مگر خوف کرتا ہی کہ اگر مین نے
حکم کیا تو شاید میرے حکم کی فرمانبرداری نہ کرے تو یون کہے کہ (خوب آید ای پسر اگر این کار کنی یا نکنی) اے بیٹے اگر
تو یہ کام کرے تو اچھا ہی یا نکرے - اور حکم نہ دے تاکہ اُسپر نافرمانی کا عذاب نہ پڑے یہ قنیہ مین ہی - ایک شخص نے ایک
فحش بات کی پھر توبہ کرکے اللہ تعالی کی طرف رجوع ہوگیا تو کسی کو یہ بات نچاہیے کہ جو شخص مسلمانون کا امام سردار ہو
اُسکو اُسکے فعل کی خبر کردے (ظاہرا زناکاری یا لواطت مراد ہی ۱۲) تاکہ اُسپر حد ماری جاوے اسواسطے کہ عیب پوشی مندوب ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی -
ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ کسی شخص کا مال چُراتا ہی تو فرمایا کہ اگر اُسکی طرف سے ظلم کا خوف نہو تو خبر کردے
اور اگر خوف ہو تو سکوت کرے یہ حاوی مین ہی - ایک شخص نے اپنے گھر مین فسق ظاہر کیا تو چاہیے کہ پہلے
اُس سے جا کر کہے تاکہ عذر پورا ہو جاوے پس اگر وہ باز رہے تو اُس سے تعرض نہ کرے اور اگر باز نہ رہے تو امام
کو اختیار ہی چاہے اُسکو قید کرے اور چاہے زجر کرے اور چاہے ادب کے واسطے کوڑے مارے اور چاہے اُسکو
گھر سے نکال دے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اُنھون نے شراب بنانے والے کا گھر پھونک دیا
اور امام زاہد صفار سے مروی ہی کہ اُنھون نے فاسق کے فسق کے باعث سے اُسکا گھر اُجاڑ دینے کا حکم دیا - اور
فتاوی نسفی مین ہی کہ شراب کے خم توڑ دے اور شراب مین نمک ڈال دینے سے اُسکا قابض نہوگا اور توڑنے والے پر
انہین سے کسی بات کی ضمان واجب نہوگی یہ خلاصہ مین ہی - اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر مشک مین نصرانی
یا مسلمان کی شراب ہو تو مین اُسکو پھاڑ ڈالونگا اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر اُس سے کسی طور پر انتفاع ممکن ہو
تو ایسا کرنا جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مسلمان تنہا کسی گروہ کفار پر حملہ کرے
تو کچھ مضائقہ نہین ہی اگرچہ اُسکی غالب راے مین یہ ہو کہ مین قتل کیا جاونگا لیکن بشرطیکہ اُسکی راے غالب مین
یہ ہو کہ میرے حملہ کرنے سے ان کافرون کو گزند پہونچیگا خواہ قتل کا گزند پہونچے یا زخمی ہونے کا یا ہزیمت یعنے
بھاگ جانے و شکست کھانے کا گزند پہونچیگا اور اگر اُسکی غالب راے مین یہ ہو کہ میرے تنہا حملہ کرنے سے
مین ہی قتل کیا جاؤنگا ان مشرکون کو قتل یا زخمی ہونے یا شکست کھانے کا کچھ گزند نہ پہونچیگا تو اُسکو تنہا
حملہ کرنا مباح نہین ہی اور قیاس کی دلیل سے اُسکو تنہا حملہ کرنا ہر حال مین مباح ہی اگرچہ جانتا ہو کہ مین قتل

مسئلہ مین شراب کا رکھن وہان کا مشہور ۱۲ منہ

کیا جاؤنگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے فاسق مسلمانون کی ایک قوم کو منکر شرعی سے منع کرنا چاہا اور اسکی غالب راے
مین یہ ہی کہ مین اس ممانعت سے قتل کیا جاؤنگا اور ان لوگون کو مار پیٹ سکے بمانند کسی بات کا گزند نہ پہونچیگا تو اسکو ممانعت
پر اقدام کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور یہ عزیمت ہی اگرچہ اُسکے حق مین یہ رخصت ہی کہ سکوت کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ گھوڑے
و بیل کی گردن مین جرس لٹکانے مین مضائقہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور چوپاؤن کی گردن مین جرس ڈالنے مین علماء نے
اختلاف کیا ہی پس بعض نے کہا کہ جرس لٹکانا تمام سفرون مین مکروہ ہی خواہ جہاد ہو یا غیر جہاد ہو اور یہ قائل جیسا سفر
مین مکروہ کہتا ہی ویسا ہی حضر مین بھی مکروہ کہتا ہی اور نابالغ کے پاؤن مین جلاجل ڈالنے کو بھی مکروہ کہتا ہی۔ اور امام محمدؒ
نے سیر کبیر مین ذکر فرمایا کہ غازیون کو دار الحرب مین جرس کو استعمال مین رکھنا جو ہمارے علماء کے نزدیک مکروہ ہی
وہ اسوجہ سے مکروہ ہی کہ اگر دار الحرب مین چوپاؤن کی گردنون مین جرس ہوگا تو دشمن لوگ واقف ہو جاوینگے
کہ مسلمان لوگ وہان ہین جہان سے جرس کی آواز آتی ہی پس اگر مسلمان لوگ تھوڑے ہونگے تو مبادرت کرکے اُنپر ٹوٹ
پڑینگے اور مسلمانون کو قتل کرینگے اور اگر مسلمان لوگ بہت ہونگے تو کافر لوگ اُنسے بچاؤ کرکے اپنے اپنے قلعون مین
پناہ گیر ہو جاوینگے۔ اور اسی قیاس پر مشائخ نے فرمایا کہ اگر دار الاسلام مین قافلہ سوارون کا جنگل مین ہو اور انکو چور و راہزنون
سے کھٹکا ہو تو انکو بھی چوپاؤن کی گردنون مین جرس لٹکانا مکروہ ہی تاکہ چور و راہزن ان لوگون سے واقف ہوکر انکے قتل کرنے
و مال چھین لینے پر آمادہ نہو جاوین۔ اور جو حکم ہمنے جرس مین بیان کیا ہی وہی جلاجل کا حکم ہی۔ امام محمد رح نے کتاب
مین فرمایا کہ پھر جس صورت مین کہ دار الاسلام مین جرس سے راحلہ والے کا نفع ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور فرمایا
کہ جرس مین بھرپور نفع ہوتا ہی چنانچہ ایک یہ ہی کہ اگر قافلہ مین سے کوئی شخص بھٹک گیا تو وہ جرس کی آواز سے
جا ملتا ہی اور ایک یہ ہی کہ جرس کی آواز سے ہوام اللیل یعنے موذی جانور مثل بھیڑیا سانپ بچھو وغیرہ رات مین قافلہ
سے دور بھاگ جاتے ہین اور ایک یہ ہی کہ جرس سے چوپاؤن کو چلنے مین خوشی ہوتی ہی پس جرس بمنزلہ حدی کے
ہی یہ محیط مین ہی محتسب نے اگر روئی والے کو عام راستہ پر روئی رکھنے سے منع کیا مگر اُسنے نہ مانا پس محتسب نے
اُسکی روئی مین آگ لگادی اور وہ جل گئی تو محتسب ضامن ہوگا لیکن اگر روئی رکھنے مین فساد معلوم ہو
اور جلا دینے مین مصلحت معلوم ہو تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔

اٹھارھوان باب

تداوی و معالجات کے بیان مین اور اس باب مین عزل و اسقاط ولد کا بھی
بیان ہی۔ دوا کرنے مین مشغول ہونے مین کچھ مضائقہ نہین ہی بشرطیکہ یہ اعتقاد ہو کہ صحت دینے والا اللہ تعالی ہی
اور اُسنے دوا کو سبب مقرر کر دیا ہی اور اگر یہ اعتقاد ہی کہ دوا شافی ہی تو نہین جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور امام محمدؒ
نے فرمایا کہ ہڈی سے دوا کرنا روا ہی جبکہ بکری یا گاے یا اونٹ یا گھوڑے وغیرہ کسی چوپایہ کی ہڈی سواے
آدمی و سور کے ہو کہ آدمی و سور کی ہڈی سے دوا کرنا مکروہ ہی۔ پس امام محمد رح نے سواے آدمی و سور کی ہڈی
کے سب حیوانات کی ہڈی سے دوا کرنا مطلقاً جائز کر دیا ہی کوئی تفصیل اسکی نفرمائی کہ جانور مردار ہو یا ذبح کیا ہو
اور ہڈی خشک ہو یا تر ہو پس یہ حکم علے الاطلاق ایسے حیوان کی ہڈی مین جاری ہی جو ذبح کیا ہوا ہو کیونکہ اسکی
ہڈی طاہر ہی خواہ تر ہو یا خشک ہو اُس سے ہر طرح کا انتفاع تری کے ساتھ و خشکی کے ساتھ سب طرح جائز ہی
پس اُس سے دوا کرنا بھی ہر حال مین جائز ہی اور اگر حیوان مردار کی ہڈی ہو تو اُس سے خشک ہونے کی حالت مین

انتفاع جائز ہی اور جب تر ہو تو انتفاع نہین جائز ہی اور کتے کی ہڈی سے دوا کرنا جائز ہی ایسا ہی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہی
اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ اُس سے دوا کرنا نہین جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی قال المترجم وہو الاصح - اور اجزاے
آدمی سے انتفاع نہین جائز ہی بعضون نے کہا کہ بوجہ نجاست کے نہین جائز ہی اور بعض نے فرمایا کہ بوجہ کرامت
کے استعمال کرنا نہین جائز ہی اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ سور کی کھال وغیرہ
کسی چیز سے انتفاع نہین جائز ہی لیکن سور کے بالون سے ساکفہ یعنے موزہ دوزون کو انتفاع لینا جائز ہی - اور
امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ بالون سے بھی نفع اُٹھانا نہین جائز ہی مگر قول امام اعظم رح کا اظہر ہی یہ محیط مین ہی - اگر
کسی شخص کو کوئی بیماری ظاہر ہوئی اور اُس سے طبیب نے کہا کہ تجھکو خون نکلوانا چاہیے مگر اُسنے نہ نکلوایا یہانتک
کہ مرگیا تو گنہگار نہوگا اسواسطے کہ اُسکو یہ یقین نہ تھا کہ اسمین میرے حق مین شفا ضرور ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی
ہر شخص کے واسطے پچھنے لگانا مستحب ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور حاملہ عورت کو جب تک بچہ نہ پھڑکے تب تک پچھنے لگانا
و فصد لینا نچاہیے اور جب بچہ پھڑکے تو جب تک قریب ولادت زمانہ نہو تب تک جائز ہی اور قریب ولادت کے بنظر
حفاظت حمل نہین جائز ہی لیکن اگر پچھنے و فصد کے ترک سے اُسکو کھلا ضرر پہونچتا نظر آوے تو جائز ہی یہ قنیہ
مین ہی - ایک عورت کو ایک مہینہ کا حمل ہی اُسنے خون نکلوانے کے واسطے پیٹھ پر جونک لگانے کا قصد کیا
تو طبیب سے دریافت کرے پس اگر اُسنے کہا کہ حمل کو ضرر پہونچیگا تو ایسا نہ کرے یہ کبرے مین ہی - اگر حاملہ عورت
نے اپنے صحت نفس کے واسطے دوا پی تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور یہ اولے ہی اور اگر بچہ مردہ یا زندہ ساقط ہوگیا
تو اُس عورت پر کچھ عذاب نہوگا یہ ینابیع مین ہی - اور آدھا مہینہ چاند کا گذر جانے کے بعد سنیچر کے روز پچھنے لگانا بہتر
اور خوب نافع ہی اور آدھا مہینہ گذرنے سے پہلے مکروہ ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی - اگر کوئی شخص بیمار ہوا یا رمد چشم
کی بیماری ہوئی (یعنے ملتحمہ پر ورم ہوگیا) اور اُسنے علاج نہ کیا یہان تک کہ مرگیا تو گنہگار نہوگا یہ ملتقط مین ہی -
اگر کسی شخص کو دست شروع ہوے یا اُسکی دونون آنکھون مین رمد کی بیماری ہوئی اور اُسنے علاج نہ کیا یہانتک
کہ مرض نے اُسکو ضعیف و ناتوان کردیا اور وہ مرگیا تو گنہگار نہوگا اور اس صورت مین اور بھوک کی صورت مین
مرجانے مین فرق ہی کہ اگر بھوکا ہوا اور باوجود قدرت کے اُسنے غذا نہ کھائی اور مرگیا تو گنہگار ہوگا اور فرق یہ ہی
کہ بھوک مین مقدار قوت کے کھانا آدمی کو یقیناً سیر کردیتا ہی پس نہ کھانا اپنے نفس کا ہلاک کرنا ہوا اور معالجہ
و دوا کرنا ایسا نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی - گدھی کا دودھ مرض وغیرہ کے واسطے مکروہ ہی اسی طرح اُسکا گوشت
بھی مکروہ ہی اور ہر حرام چیز سے دوا کرنے کا بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور دوا کرنا اونٹ
کے پیشاب اور گھوڑے کے گوشت سے مکروہ ہی یہ جامع صغیر مین ہی - اور جاننا چاہیے کہ اسباب مزیل ضرر چند طرح کے
ہین ایک وہ جنپر یقین ہوتا ہی جیسے پانی پیاس کے ضرر کو دور کرتا ہی اور روٹی بھوک کے ضرر کو دفع کرتی ہی اور
ایک وہ جنپر گمان ہوتا ہی جیسے فصد و پچھنے لگانا و مسہل پینا و باقی طب کے علاج یعنے برودت کا علاج حرارت
سے و حرارت کا علاج برودت سے اور یہ اسباب طب مین ظاہر ہین - اور ایک موہوم ہوتے ہین جیسے
داغ دینا و رقیہ کرنا پس جو اسباب ایسے ہین کہ اُنپر یقین ہوتا ہی تو اُنکا ترک کرنا توکل نہین ہی بلکہ خوف موت
کے وقت اُنکا ترک کرنا حرام ہی اور جو اسباب موہوم ہین اُنکا ترک کرنا شرط توکل ہی کہ اسکے ساتھ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے متوکلون کا وصف بیان کیا ہی- اور جو اسباب مظنون ہین یعنے بیچ بیچ مین ہین جیسے اُن اسباب کے
ساتھ جو اطبا کے نزدیک ظاہر ہین علاج کرنا سو یہ توکل کے منافی نہین ہی بخلاف موہوم اسباب کے اور
انکا چھوڑنا حرام نہین ہی بخلاف اُن اسباب کے جنپر یقین ہوتا ہی مگر بعض اشخاص کے حق مین اور بعض
حالتون مین اسکے کرنے کی بہ نسبت اسکا چھوڑنا افضل ہوتا ہی پس اسکا درجہ دو درجون کے بیچ مین ہی یہ
فصول عمادیہ فصل ۳۴ مین ہی- اور دوا کے واسطے مرد کو کسی عورت کے دودھ سے ناس لینے یا پینے مین
مضائقہ نہین ہی اور بلا ضرورت بالغ مرد کو کسی عورت کے دودھ پینے مین متاخرین مشائخ نے اختلاف کیا ہی
یہ قنیہ مین ہی- اگر کسی مریض سے طبیب نے شراب پینے کے علاج کو کہا تو ایک جماعت ائمہ بلخ سے مروی ہی کہ
انھون نے فرمایا کہ دیکھے کہ اگر وہ یقیناً جانتا ہی کہ اچھا ہو جاویگا تو اُسکو شراب پینا حلال ہوگا اور فقیہ عبد الملک
نے اپنے استاد رح سے نقل کیا کہ پینا نہین حلال ہی کذا فی الذخیرہ **قال المترجم** وہو الصحیح عند بعض المحققین و
اختارہ المترجم وفی الہدایۃ اور نہین جائز ہی کہ شراب سے کسی جراحت کا علاج کرے یا چوپایہ کی پیٹھ لگی ہو اسکا علاج
کرے اور نہین جائز ہی کہ کسی ذمی کو پلا دے اور نہین جائز ہی کہ بچہ کو بطور دوا کے پلا دے اور اگر پلائے گا تو اُسکا
وبال پلانے والے پر ہوگا انتہے اگر بیمار کو کسی طبیب مسلمان نے خبر دی کہ تیری شفا خون یا پیشاب پینے
یا مردار کھانے مین ہی اور اُسنے مباح چیزون مین سے اسکے قائم مقام کوئی چیز نہ پائی تو اُسکو پینا و کھانا جائز ہی
اور اگر طبیب نے کہا کہ اس سے تجھے جلدی شفا ہو جائیگی تو اسمین دو وجہین ہین- اور اگر دوا کی تاثیر مین شراب
کے قائم مقام دوسری چیز نہ ملے تو تھوڑی سی شراب بطور دوا کے پینا آیا حلال ہی یا نہین سو اسمین بھی دو
وجہین ہین یہ تمرتاشی مین ہی- اگر ایک شخص سے طبیب حاذق نے کہا کہ تیری بیماری بغیر سانپ کھائے یا سانپ
کھائے یا بغیر ایسی دوا کھائے جسمین سانپ ڈالا گیا ہی نجائیگی تو بیمار کو اُسکا کھانا حلال نہین ہی یہ قنیہ مین ہی- اور
تریاق کھانا مکروہ ہی بشرطیکہ اسمین سانپ کا جزو ہو اور تریاق فروخت کرنا جائز ہی اور اگر نجانتا ہو کہ اسمین سانپ کا جزو ہی تو تریاق کھانا
روا ہی یہ خلاصہ مین ہی- اور دوا کیواسطے کبوتر کی بیٹ کھانے مین کچھ مضائقہ نہین ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی- جلک لگانا
مین عورتون کیواسطے بلا خلاف کچھ مضائقہ نہین ہی اور مردون کیواسطے جلانے مین اختلاف ہی اور شمس الائمہ حلوائی
نے فرمایا کہ عورتون و مردون دونون کے حق مین کچھ مضائقہ نہین ہی بشرطیکہ کوئی غرض صحیح ہو اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی
مین ہی- شیخ ابو مطیع سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت موٹی ہونے کے واسطے فتیت کے مانند چیزین کھاتی ہی تو فرمایا کہ
کچھ مضائقہ نہین ہی جب تک سیری سے زیادہ نہ کھاوے اور اگر اُسنے سیری سے زیادہ کھائی تو اُسکو حلال نہین
ہی یہ حاوی مین ہی- اگر عورت اپنے شوہر کے واسطے اپنے آپ کو موٹا کرنا چاہے تو مضائقہ نہین ہی اور مرد کے
واسطے یہ مکروہ ہی یہ ظہیریہ مین ہی- ایک شخص نے مرارہ یعنے پتا دوا کی غرض سے اپنی انگلی مین پہنا تو امام اعظم رح
نے فرمایا کہ نہین جائز ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ مین ہی- آٹے کی
لبدی اگر جراحت پر باندھی پس اگر اُسمین شفا سمجھتا ہو تو مضائقہ نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی- اگر بچون کو کوئی بیماری
لگ گئی ہو تو اُنکے داغ دینے مین مضائقہ نہین ہی اسی طرح نشان کے واسطے بہائم کو داغ دینے مین مضائقہ
نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- اور چہرہ پر داغ دینا مکروہ ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی- قرآن کے ساتھ استرقاء

مین اختلاف ہی مثلاً قرآن کو کسی مریض پر یا جسکو بچھو نے کاٹا ہی پڑھکر پھونکے یا ورق پر لکھکر اُسکی گردن وغیرہ مین لٹکادے یا طشت مین لکھکر اُسکو دھوکر مریض کو پلادے پس اسکو عطا و مجاہد و ابو قلابہ نے مباح فرمایا ہی اور نخعی و بصری نے مکروہ فرمایا ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ اور اسطرح رقیہ کرنا مشاہیر مین بلا انکار ثابت ہوا ہی۔ اور جس شخص کی نکسیر پھوٹی اور اُسکا خون بند نہین ہوتا ہی پس چاہا کہ اُسکے خون سے اُسکی پیشانی پر کوئی آیت قرآنی لکھے تو شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ جائز ہی اسی طرح اگر مردار کی کھال پر لکھے تو بھی یہی حکم دیا ہی بشرطیکہ اسمین شفا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی **قال المترجم** اور شیخ ابو المکارم نے نقل کیا کہ ایک جماعت ائمہ رحہ نے اسکو مکروہ جانا ہی واللہ اعلم۔ تعویذ لٹکانے مین مضائقہ نہین ہی لیکن پیخانے جانے کے وقت اور جماع کرنے کے اُسکو الگ کردے یہ غرائب مین ہی۔ اگر کسی عورت کا خاوند اُسکو مبغوض رکھتا ہو پس اُسنے چاہا کہ مین تعویذ رکھون تاکہ مجھے دوست رکھے تو جامع صغیر مین لکھا ہی کہ یہ حرام ہی حلال نہین ہی یہ حاوی مین ہی اگر کوئی بچہ پیدا ہوا تو اُسکے خون سے اُسکا سر[عہ] لتھاڑنا مکروہ ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی۔ شہاب الدین آمالی نے کہا کہ راستہ کی پڑی ہوئی قت اُٹھا کر جلانے اور جسکو نظر لگی ہی اُسکے سر کے گرد پھرانے مین مضائقہ نہین ہی اور اسکی نظیر یہ ہی کہ تمائف بچہ کے سر پر موم پگھلا کر جما دیتے ہین اور شیخ لبادی نے فرمایا کہ یہ جبھی جائز ہی کہ جب اس سے شفا کا اعتقاد نہو یہ قنیہ مین ہی۔ کھیتون و فالیزون مین کھوپڑی کی ہڈیان نظر نہ لگنے کے واسطے رکھنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی یہ بات آثار سے ثابت ہوئی ہی کذا فی فتاوے قاضی خان **قال المترجم** فیہ نظر۔ ایام نوروز مین پرچہ لکھکر بھوت پریت کے خوف سے دروازون پر چپکانا مکروہ ہی کذا فی السراجیہ اور ایام نوروز مین پرچے لکھنا مکروہ ہی اور دروازون پر چپکانا حرام ہی کیونکہ اسمین اسم اللہ تعالی کی اہانت مجوس کے ساتھ مشابہت ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی **قال المترجم** یہ وہی مسئلہ سراجیہ ہی۔ اور اُسمین ہوام کا لفظ ہی پس ہوام سے اگر سانپ بچھو وغیرہ ہوام الارض مراد ہین تو یہ معنی ہوئے کہ ان جانورون کے واسطے دروازون پر پرچہ چپکائے وفیہ ما فیہ و تحقیق مترجم کے نزدیک یہ معلوم ہوتا ہی کہ کفار عرب بعض ارواح کی نسبت یہ قائل ہوتے تھے کہ وہ آکر ستاتے ہین اور اُسکے ایام وہی ہوتے ہین جو نوروز کے ہین یا ہندوستان مین ہولی کے ہین پس میرے نزدیک یہی مراد ہی اور مفصل تحقیق ہوام حدیث کے بعض شراح نے بیان کی ہی فلیراجع الیہ۔ اگر خوشبو وغیرہ جلائی تو بعض نے فتوی دیا ہی کہ یہ فعل عوام جہال کا ہی یہ سراجیہ مین ہی ایک شخص نے اپنی عورت آزاد کی بلا اجازت[یعنی فرزند مین] اُس سے عزل کیا یعنے جب انزال ہونے کو ہوا تو فرج سے باہر انزال کیا بدین وجہ کہ زمانہ کے خیال سے جیسا اولاد نالائق ہونے کا خوف کرتے ہین وہ خوف اسکو بھی ہوا تو ظاہر جواب کتاب یہ ہی کہ اُسکو یہ گنجائش نہین ہی اور اس مقام پر مذکور ہی کہ روا ہی کیونکہ یہ زمانہ خراب ہی یہ کبری مین ہی اور اسکو اختیار ہی کہ اپنی عورت کو عزل سے منع کرے یہ وجیز کردری مین ہی اگر عورت نے بچہ کو پورے اعضا ظاہر ہونے کے بعد گرادیا تو ایک باندی یا غلام[عہ] واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی پیٹ مین بچہ کی پوری خلقت مانند بال و ناخن وغیرہ ظاہر ہونے کے بعد اسقاط کے واسطے علاج کرنا نہین جائز ہی اور اگر خلقت پوری ظاہر نہوئی ہو تو جائز ہی اور ہمارے زمانہ مین ہر حال مین جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ تتمیہ مین لکھا ہی کہ مین نے شیخ علی بن احمد سے بچہ کی صورت بن جانے سے پہلے اُسکے

عہ ھذا ابتدعا ما لدی انہ صلعم قضی فی الجنین بغرۃ عبد او امۃ ادکما روی ۱۲ منہ

عہ زمانہ جاہلیت مین حقیقہ مین ایسا کرتے تھے اور بعض اخبار ضعیفہ مین بھی آیا ہی ۱۲

عہ کذا فی نسخہ مطبوعہ ۱۲ منہ

اسقاط کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ آزاد عورت کے بچہ مین نہین جائز ہی بالاتفاق یہی ایک قول ہی اور باندی کے بچہ مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ ممنوع ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی قال المترجم ہوالصحیح المختار۔ مرضعہ کو یعنے جو عورت دودھ پلاتی ہی اُسکو دوا کے واسطے اپنا دودھ دینا نہین جائز ہی بشرطیکہ بچہ کے حق مین مضر ہونے یہ قنیہ مین ہی۔ ایک عورت جو دودھ پلاتی ہی اُسکے حمل ظاہر ہوا اور اُسکا دودھ منقطع ہوگیا اور عورت مذکور کو اپنے بچہ کے حال پر مرجانے کا خوف ہوا اور اس بچہ کے باپ کو اتنی گنجائش نہین ہی کہ کوئی دائی نوکر رکھے تو اُس عورت کو مباح ہی کہ جب تک پیٹ مین نطفہ یا مضغہ یا علقہ ہی اُسکا کوئی عضو نہین بنا ہی تب تک خون بہا دینے کا علاج کرے اور جنین کی خلقت بغیر ایک سو بیس (۱۲۰) روز کے نہین ظاہر ہوتی ہی کہ چالیس روز تک نطفہ رہتا ہی اور چالیس روز تک علقہ اور چالیس روز تک مضغہ رہتا ہی یہ خزانۃ المفتین و فتاوی قاضی خان مین ہی۔

اُنیسوان باب - ختنہ کرنے وخصی کرنے اور ناخن کاٹنے اور مونچھین کاٹنے اور سر منڈانے اور عورت کے اپنے بال منڈانے اور عورت کے اپنے بالون مین بال وصل کرنے کے بیان مین - ختنہ مین مشائخ کا اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ ختنہ سنت ہی اور یہی صحیح ہی یہ غرائب مین ہی۔ ختنہ کے واسطے وقت مستحب سات برس عمر سے لیکر (یعنے واجب نہین بلکہ سنت ہی) بارہ برس تک ہی اور یہی مختار ہی کذا فی السراجیہ اور بعض نے کہا کہ وقت ولادت سے سات روز کے بعد سے جائز ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ اور عورتون کے ختنہ کے بارہ مین مختلف روایات ہین بعض مین مذکور ہی کہ سنت ہی اور ایسا ہی بعض مشائخ سے منقول ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح ادب القاضی للخصاف رحمہ مین ذکر کیا کہ عورتون کا ختنہ مکرمت ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک لڑکے کا ختنہ کیا گیا مگر پوری کھال نہ کٹی پس اگر نصف سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ کیا ہوا ہوگا اور اگر نصف یا نصف سے کم کٹی ہو تو نہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور صلوۃ النوازل مین لکھا ہی کہ اگر لڑکا بے ختنہ رہگیا پھر ایسا ہوگیا کہ ختنہ کے واسطے اُسکی کھال نہین کھینچی جا سکتی ہی الا بتشدید یعنے شدت سے کھینچنے سے کھنچ سکتی ہی اور اُسکا حشفہ یعنے سر ذکر ظاہر ہی کہ اگر اُسکو دیکھنے والا دیکھے تو اُسکو معلوم ہو کہ گویا ختنہ کیا ہوا ہی تو ایسے شخص کو ثقہ و ہوشیار حجامون کو دکھلایا جاوے پس اگر وہ لوگ کہین کہ اسکا ختنہ نہین ممکن ہوسکتا ہی تو اُسپر سختی نہ کیجائیگی بلکہ چھوڑ دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ بوڑھا ضعیف اگر اسلام لایا اور وہ ختنہ کی تکلیف نہین برداشت کرسکتا پس اگر ہوشیار آدمیون نے کہا کہ یہ نہین برداشت کرسکتا ہی تو چھوڑ دیا جائیگا اسواسطے کہ عذر کی وجہ سے واجب کا ترک کرنا جائز ہی تو سنت کا ترک کرنا بدرجہ اولے جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ بالغ کا ختنہ اگر وہ خود کرسکے تو کرے ورنہ نہ کیا جائیگا لیکن اگر وہ ایسی عورت سے نکاح کرسکے یا ایسی باندی خرید سکے جو اُسکا ختنہ کردے تو کرے اور کرخی رحمہ نے جامع صغیر مین ذکر کیا ہی کہ حمامی اُسکا ختنہ کردے یہ فتاوے عتابیہ مین ہی ایک بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر اُسکی کھال بڑھگئی پس اگر اُسنے حشفہ کو چھپا لیا تو کاٹ ڈالی جائیگی ورنہ نہین یہ محیط مین ہی۔ اور باپ کو اختیار ہی کہ اپنے نابالغ فرزند کا ختنہ کرے اور اُسکے سینگھنے لگاوے اور اُسکی دوا کرے اور اسی طرح باپ کے وصی کو بھی یہ اختیار ہی اور ماموں و چچا کے وصی کو یہ

اختیار نہین ہی کہ ایسا کرے لیکن اگرچہ لڑکا اُسکے عیال مین ہو تو ہو سکتا ہی پس اگر وہ لڑکا اس سے مرگیا تو استحساناً اسپر ضمان واجب نہو گی اسی طرح اگر مان نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین ہی- اور واقعات ناطفی مین ہی کہ ماموں و چچا کے وصی کو ایسا اختیار نہین ہی اگرچہ طفل اُنکے عیال مین ہو یہ تمرتاشی مین ہی- اور باپ کا باپ یعنے سگا دادا اور اسکا وصی بمنزلہ باپ کے ہی اور مان کے وصی کو ایسا کرنا نہین جائز ہی اگرچہ لڑکا اُسکے عیال مین ہو یہ فتاوی قاضی خان و ملتقط مین ہی- اور اگر اُسنے طفل مذکور کے پچھنے لگائے یا ختنہ کیا یا اُسکا قرحہ باندھا تو وہ ضامن ہی اسواسطے کہ وہ ولی نہین ہی یہ حاوی مین ہی- اور عورتون کے کان چھدانے مین مضائقہ نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی- اور لڑکیون کے کان چھدانے مین مضائقہ نہین ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین لوگ ایسا کرتے تھے حالانکہ ممانعت نہین پائی گئی یہ کبری مین ہی- بنی آدم کا خصی کرنا بالاتفاق حرام ہی اور گھوڑے کا خصی کرنا سو شمس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح مین ذکر کیا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین ہی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا کہ حرام ہی- اور سوائے گھوڑے کے اور بہائم مین اگر کچھ منفعت ہو تو مضائقہ نہین ہی اور اگر خصی کرنے مین منفعت نہو اور کچھ دفع ضرر نہو تو حرام ہی یہ ذخیرہ مین ہی- بلی کے خصی کرنے مین اگر اُسمین نفع یا دفع ضرر ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی یہ کبری مین ہی- روضہ زندویسی مین ہی کہ سر کے بالون مین دو طریقہ سنت ہین یا تو مانگ دار پٹھے بال رکھے یا سر منڈا دے اور طحاوی نے ذکر کیا کہ سر منڈانا سنت ہی اور اسکو علماے ثلثہ کی طرف منسوب کیا کذا فی التاتارخانیہ وانما صح عند المترجم الفرق فقط ولم یصح ان الحلق سنۃ وغایۃ ما ثبت الجواز الا ان یقال السنۃ ہہنا تعم فعل الصحابۃ رضی اللہ عنہم فافہم واللہ اعلم- ہر جمعہ کو سر منڈانا مستحب ہی کذا فی الغرائب **وقال المترجم** فیہ نظر- اگر مرد بیچ مین سے سر منڈا دے اور بالون کو سیدھا لٹکتا چھوڑے پیچیدہ نہ کرے تو مضائقہ نہین ہی **قال المترجم** اصح یہ ہی کہ یہ مکروہ ہی فاحفظہ- اور اگر پیچیدہ کیا تو یہ مکروہ ہی کیونکہ اسمین بعضے کافرون و مجوسیون کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہی- اور ہمارے ملک مین بالون کو بدون پیچیدہ کیے ہوئے چھوڑ دیتے ہین ولیکن درمیان سے سر نہین منڈاتے ہین بلکہ کنارون سے کاٹ دیتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی- سر منڈانا اور دونون طرف سیٹے چھوڑ دینا جائز ہی بشرطیکہ لٹکتا چھوڑا ہو اور اگر سر پر باندھا تو نہین جائز ہی یہ قنیہ مین ہی- اور قزع مکروہ ہی یعنے تمام سر منڈا دے اور بعض چھوڑ دے بقدر تین انگل کے جسکو چٹیا کہتے ہین یہ غرائب مین ہی- اور امام ابو حنیفہ سے مروی ہی کہ گدی منڈانا مکروہ ہی لیکن پچھنے لگانے کے وقت منڈا دینا مکروہ نہین ہی یہ ینابیع مین ہی **قال المترجم** یہ روایت شاہد ہی کہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک بال رکھنا سنت ہی فافہم- اور ناخن کاٹنا سنت ہی لیکن دار الحرب مین نہ کاٹنا اور چھوڑ رکھنا مندوب ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- اور افضل یہ ہی کہ ناخن کاٹے اور مونچھون کو خوب کترے اور زیر ناف یعنے عانہ کے بال مونڈے اور ہر ہفتہ مین ایک بار نہا کر اپنے بدن کو صاف کرے اور نہین تو پندرہ روز مین ایک بار ایسا کرے اور نہین تو چالیس روز بعد ضرور کرے پھر اُسکا عذر قبول نہو گا پس ہفتہ وار تو افضل ہی اور پندرہ روز درمیانی مدت ہی اور چالیس روز انتہا ہی کہ چالیس روز بعد اُسکا عذر قبول نہو گا اور مستحق وعید ہو گا یہ قنیہ مین ہی- اور بغل کے بالون کا منڈانا جائز ہی مگر اُکھاڑنا اولے ہی اور عانہ کے بالون کو زیر ناف سے مونڈنا

شروع کرے اور اگر اُسنے نورہ لگاکر عانہ کے بال گرادیے تو جائز ہی یہ غرائب مین ہی- جامع الجوامع مین ہی کہ موے زیر ناف کو خود مونڈے اور اگر حجام سے مونڈے تو جائز ہی بشرطیکہ اپنی آنکھ بند کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی- ایک شخص نے اپنے ناخن کاٹنے یا سر منڈانے کے واسطے جمعہ کا روز مقرر کرلیا تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ اگر سواے جمعہ کے اور دنون مین وہ جائز سمجھتا ہی مگر اُسنے جمعہ تک تاخیر دی مگر تاخیر حد سے گذر گئی یعنے مثلاً ناخن بہت بڑھے تھے اور اُسنے نہ کاٹے اور جمعہ کا انتظار کرتا رہا تو یہ مکروہ ہی کیونکہ جسکے ناخن بڑھے ہوتے ہین اُسکی روزی تنگ ہوتی ہی اور اگر اُسنے حد سے تجاوز نہ کیا بلکہ جو اخبار ﷺ جمعہ کی فضیلت مین ہین اُنکے اعتقاد پر تبرک سمجھ کر جمعہ تک تاخیر کی تو مستحب ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اور چاہیے کہ ناخن کاٹنا دائین ہاتھ سے شروع کرے اور دائین ہاتھ پر ختم کرے یعنے دائین ہاتھ کی کلمہ کی اُنگلی سے شروع کرے پھر دوسرے بائین کے کاٹتا ہوا دائین کے انگوٹھے پر ختم کرے اور پانون کے ناخن مین دائین پانون کی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائین پانون کی چھنگلیا پر ختم کرے اور حکایت ہی کہ ہارون رشید خلیفہ وقت نے امام ابو یوسف رح سے دریافت کیا کہ رات مین ناخن کاٹنا کیسا ہی فرمایا کہ ہان روا ہی تو ہارون رشید نے پوچھا کہ اسکی دلیل کیا ہی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ الخیر لا یوخر ﷺ یعنے بھلے کام مین دیر نچاہیے کذا فی الغرائب- اور جب اپنے بال کتوائے یا ناخن کٹوائے تو چاہیے کہ تراشا ناخن و بال کو دفن کردے اور اگر پھینکدیا تو مضائقہ نہین ہی لیکن اگر پاکخانہ یا غسل خانہ مین پھینکے تو مکروہ ہی اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- چار چیزین دفن کیجاوین ناخن و بال و خرقہ حیض و خون یہ فتاوے عتابیہ مین ہی- ایک شخص نے اپنے بال منڈائے اُسمین جو ان بھری ہوئی تھین تو اُنکو دفن کردے یہ قنیہ مین ہی- اور اپنے موچھون کو یہان تک کترواے کہ مثل بھوؤن کے ہوجاوین یہ غیاثیہ مین ہی- اور بعض اگلے بزرگ لوگ موچھون کے کنارے چھوڑ دیتے تھے کذا فی الغرائب ہمارے ملک مین بھی یہی دستور ہوگیا ہی قال المترجم طحاوی نے شرح آثار مین ذکر کیا ہی کہ موچھون کا کترنا اچھا ہی اور کترنے کی یہ صورت ہی کہ اسقدر کاٹ دے کہ اوپر کے ہونٹھ کے اونچے کنارے سے اوپر ہوجاوے اور فرمایا کہ منڈانا سُنت ہی اور یہ کترنے سے بہت اچھا ہی اور یہ امام اعظم رح و صاحبین رح کا قول ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- اور مشائخ نے فرمایا کہ غازیون کے واسطے موچھین بڑھانے مین مضائقہ نہین ہی تاکہ دشمنون کی آنکھون مین ہیبت ناک معلوم ہون یہ غیاثیہ مین ہی- اگر کسی کی ڈاڑھی بڑھ جاوے تو اُسکے کنارے چھانٹ دینے مین مضائقہ نہین ہی اور اگر اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ کر جسقدر مٹھی سے بڑھی ہو کتر دے تو کچھ مضائقہ نہین ہی لیکن اگر مٹھی سے بڑھی ہوئی بہت دراز ہو تو چھوڑ دے یہ ملتقط مین ہی- اور ڈاڑھی کا قصر کرنا سنت ہی یعنے آدمی اپنی ڈاڑھی کو اپنی مٹھی سے پکڑے پھر جسقدر اُسکی مٹھی سے بڑھی رہے اُسکو کتر دے ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الآثار مین امام ابو حنیفہ رح سے نقل کیا ہی اور فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی- اور حلق کے بال نہ منڈاوے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ کچھ مضائقہ نہین ہی- اور بھوؤن کے بال لے لینے مین مضائقہ نہین ہی اور چہرہ کے بال لینے مین مضائقہ نہین ہی جبتک کہ مخنث کی سی صورت نہو جاوے یہ ینابیع مین ہی- اور فنیکتین کا نوچنا بدعت ہی اور واضح ہو کہ نیچے کے ہونٹھ کے بیچ مین ڈاڑھی تک جو بال ہین اُسکے دونون طرف اگر بلا بچے ہون تو وہ فنیکتین ہین یہ غرائب مین ہی

ع۴ [illegible] قال المترجم [illegible]
ع۵ یعنے یہ امر سبب [illegible] بیماری کا ہو یا عادت علت ہو جاتی ہی ۱۲ منہ
ع۶ یعنے اوپر کے ہونٹھ سے اوپر کے کنارے سے کم ہو جاوے ۱۲ فافہم ۱۲ منہ

اور ناک کے بال نہ نوچے کیونکہ اس سے آکلہ پیدا ہو جاتا ہو قال المترجم یعنے ایک دانہ نکلتا ہو اور وہ بڑھتا ہو اور بڑھتا جاتا ہو اور سڑتا جاتا ہو اور بدبودار ہوتا ہو کذا قیل۔ اور سینہ اور پیٹھ کے بال منڈانا ترک ادب ہو یہ قنیہ مین ہو۔ دانت سے ناخن کاٹنا مکروہ ہو کہ اس سے برص کی بیماری پیدا ہوتی ہو۔ اور حالت جنابت مین بال منڈانا اور ناخن کاٹنا مکروہ ہو یہ غرائب مین ہو۔ اگر عورت نے اپنے سر کے بال منڈائے پس اگر کسی بیماری کی وجہ سے جو اُسکو عارض ہو گئی ہو بال منڈائے ہین تو مضائقہ نہین ہو اور اگر مردون کی مشابہت کے واسطے ایسا کیا ہو تو مکروہ ہو یہ کبری مین ہو۔ ایک مجنونہ کے سر مین درد وغیرہ کی بیماری پیدا ہوئی اور اُسکا کوئی ولی نہین ہو تو جو شخص اُسکے سر کے بال مونڈ دے وہ محسن ہو بشرطیکہ عورتون و مردون کی تمیز کے واسطے کوئی علامت عورت کے مناسب چھوڑ دے یہ ملتقط مین ہو۔ آدمی کے بال مین بال جوڑنا حرام ہو خواہ اُسی کے بال ہون یا غیر کے ہون یہ اختیار شرح مختار مین ہو۔ اور اگر عورت نے اپنے گیسو و قرون مین کچھ اونٹ کے بال رکھے تو مضائقہ نہین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اگر کسی عورت نے غیر کے بال اپنے بالون مین وصل کیے ہون تو اُسکے ساتھ اُسکی نماز جائز ہو یا نہین جائز ہو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور مختار یہ ہو کہ جائز ہو یہ غیاثیہ مین ہو۔ اور فرمایا کہ اگر کسی غلام کی پیشانی پر بال نہون تو تاجرون کو روا ہو کہ اُسکی پیشانی پر بال معلق لٹکا دین کیونکہ اس سے ثمن مین زیادتی ہو جاتی ہو اور یہ اس امر کی دلیل ہو کہ اگر غلام خدمت کے واسطے ہو اُسکو بیچنا مقصود نہو تو اُسکے ساتھ ایسا نہ کرے یہ محیط مین ہو قال المترجم ہذا ما ست ما صلہ کیف وان المشتری اذا اشتراہ للخدمۃ لا بد لہ ان ینزع عنہ ذلک فلیس فیہ ما یوجب حسنا وظنی انہ تصحیف والصحیح من الروایۃ فی تلک المسئلۃ ما قال فی فتاوے قاضی خان اور اگر غلام کی پیشانی پر بال ہون تو تاجر کو روا ہو کہ اُسکی پیشانی کے بال منڈا دے کیونکہ اس سے ثمن مین زیادتی ہو جاتی ہو اور اگر غلام خدمت کے واسطے ہو اُسکے فروخت کی نیت نہو تو اُسکے ساتھ ایسا کرنا مستحب نہین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو

بیسوان باب ۔ زینت و خدمت کے واسطے خادم رکھنے کے بیان مین۔ مشائخ نے اس بات پر اتفاق کیا ہو کہ مردون کے واسطے سرخی سے خضاب کرنا سنت ہو اور یہ مسلمانون کے نشان و علامات مین سے ہو اور رہا سیاہی سے خضاب سو اگر غازیون مین سے کسی نے کیا تاکہ دشمنون کی نظرون مین ہیبت ہو تو مشائخ نے اتفاق کیا ہو کہ یہ اچھا ہو اور اگر کسی شخص نے اسواسطے کیا کہ عورتون کی نظرون مین اُسکی زینت ہو اور عورتین اُسکو پسند کرین تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ مکروہ ہو اور بعض نے اسکو بلا کراہت جائز رکھا ہو اور امام ابو یوسف سے مروی ہو کہ فرمایا کہ جیسا مجھے پسند ہو کہ عورت میرے واسطے زینت کرے ویسا ہی اُسکو پسند ہو کہ مین اُسکے واسطے زینت کرون یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور امام رح سے مروی ہو کہ خضاب اچھا ہو لیکن حنا و کتم و وسمہ سے ہو اور مراد امام رح کی ڈاڑھی و سر کے بال ہین اور غیر حالت جنگ مین بھی خضاب کرنے مین اصح قول کے موافق کچھ مضائقہ نہین ہو یہ وجیز کردری مین ہو۔ اور سر و ڈاڑھی مین غالیہ ملنے مین مضائقہ نہین ہو یہ فتاوی عتابیہ مین ہو۔ اور سپید بال اُکھاڑ ڈالنا بغرض زینت مکروہ ہو نہ بغرض آنکہ دشمنون کی نظرون مین جہاد مین ہیبت پیدا ہو۔ ایسا ہی امام سے منقول ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو۔ اور مذکر بچہ کے ہاتھ اور پاؤن رنگنا نچاہیے الا ایسی حالت مین کہ کوئی ضرورت پیش آوے اور عورتون اور مؤنث کے واسطے یہ جائز ہو یہ ینابیع مین ہو ایسے مردنے

جسپر غسل واجب ہی یعنے جنبی نے خضاب لگایا اور اِسی خضاب کو پھر ایک عورت نے لگایا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی لیکن عورت اس خضاب کے ساتھ نماز نہین پڑھ سکتی ہی اور اگر مرد جنبی نے موضع خضاب کو دھو کر خضاب لگایا تو عورت اس سے نماز پڑھ سکتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر عورت زینت کے لیے اپنے بالون مین پیتل یا تانبے یا پوت یا لوہے وغیرہ کی مہرہ گریہ بناکر لٹکا دے یا ان چیزون کے کنگن پہنے تو مضائقہ نہین ہی اور اگر بچہ کی پنڈلیون مین باندھے یا اُسکے بہلانے کو اُسکے گہوارہ مین باندھ دے تو بھی مضائقہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - مردون کو سرمہ اثمد لگانے مین بالاتفاق کچھ مضائقہ نہین ہی اور سیاہ سرمہ اگر زینت کے واسطے ہو تو بالاتفاق مکروہ ہی اور اگر زینت مقصود نہو تو اختلاف ہی اور عامہ مشائخ کے نزدیک مکروہ نہین ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر لوگون مین تجمل کے واسطے کوئی مرد اپنے گھر مین سونے و چاندی کا تخت رکھے اور اُسپر دیبا کا فرش بچھا وے مگر کبھی اُسپر سوتا و بیٹھتا نہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی کیونکہ ایسا بزرگان سلف صحابہ و تابعین سے منقول ہی یہ محیط مین ہی - اور جسقدر عمارت کی ضرورت ہو اُتنی عمارت بنانے مین مضائقہ نہین ہی اور مکروہ جبھی ہی کہ جب ایسی عمارت بناوے جسکی اُسکو احتیاج نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اور فقیہ ابو جعفر نے شرح سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نقشی نمدون سے اپنے بیت کی دیوارون مین دیوارگیری لگائی پس اگر جاڑا دور کرنا مقصود ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر مقصود زینت ہو تو مکروہ ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی شرح السیر مین فرمایا کہ دیوارون کی دیوارگیری نمدہ سے لگانا اگر بقصد دفع سردی ہو تو مکروہ نہین ہی اور اسقدر زیادہ کیا کہ اسی طرح اگر گرمی دور کرنے کے واسطے دیوارون مین حشیش یعنی گھاس (مثل خس وغیرہ کے) لگائی تو بھی مکروہ نہین ہی اور مکروہ ان باتون مین سے وہی ہی جو بقصد زینت ہو یہ ذخیرہ مین ہی - اور دروازون پر پردہ ڈالنا مکروہ ہی اسکو صریح امام محمد رح نے سیر کبیر مین فرمایا ہی کیونکہ اسمین زینت و تکبر ہی اور حاصل یہ ہی کہ جو فعل بغرض تکبر کے ہو وہ مکروہ ہی اور اگر حاجت و ضرورت کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہین ہی اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اور کسی جگہ ایسی چیز لٹکانا جسمین ذی روح کی تصویر ہو جائز نہین ہی اور جسمین غیر ذی روح کی تصویر ہو اُسکا لٹکانا جائز ہی ظہیریہ مین ہی - اور آدمی کے واسطے جائز ہی کہ اپنے بیت مین صوف و کتان و روئی کے جیسے کپڑے چاہے فرش بچھاوے خواہ وہ رنگین ہون خواہ سادے ہون خواہ نقشی ہون یا بے نقشی ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر کسی شخص کے ساتھ خدمت کے واسطے خادم ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی لیکن یہ چاہیے کہ خادم سے اُسی قدر خدمت لے جسکی وہ طاقت رکھتا ہو اور اِسی سے ہمنے کہا کہ اگر آدمی سوار ہو کر غلام کو جلو مین لیکر جاوے تو جہان چاہے جاوے بشرطیکہ غلام پاپیادہ ساتھ چل سکتا ہو اور اگر اُس سے یہ برداشت نہو سکے تو ایسا مکروہ ہی یہ محیط مین ہی - اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ پیدلون کو ساتھ لیکر سوار ہو کر چلنا جبھی مکروہ ہی کہ جب ریاء و تکبر مقصود ہو یہ ملتقط مین ہی اور یہ مستحب ہی کہ نماز عشاء کے بعد غلام و باندی کو چھٹی دیدے تاکہ وہ سو رہے یا آرام لے لے اور مالک پر واجب ہی کہ مملوک کو نماز کے وقتون مین کام مین نہ پھنسا دے کیونکہ مملوک آدمی نماز کے حق مین اصلی آزادی پر باقی ہی یہ تاتارخانیہ مین حجۃ سے منقول ہی - اور مولی پر واجب ہی کہ مملوک کو اِسقدر فرصت دے کہ

کہ وہ قرآن شریف مین سے اسقدر سیکھ لے جس سے نماز صحیح ہو جاتی ہی اور یہی حکم زوجہ کا ہی یہ قنیہ مین ہی - اور اپنے غلام کی گردن مین لوہے کا طوق ڈالنا مکروہ ہی اور بعض نے فرمایا کہ مضائقہ نہین ہی کیونکہ اس زمانہ مین اکثر غلام خصوصًا ہندو غلام بھاگ جاتے ہین اور پاؤن مین بیڑی ڈالنا مکروہ نہین ہی یہ تمرتاشی مین ہی -

اکیسوان باب - اس بیان مین کہ بنی آدم مین اور حیوانات مین کن کن جراحات کی گنجائش ہی اور حیوانات مین کسکا قتل کرنا روا ہی اور کسکی گنجایش نہین ہی - فتاوی ابو اللیث مین مذکور ہی کہ ایک عورت مر گئی اور وہ حاملہ تھی اور یقین ہوا کہ اسکے پیٹ کا بچہ زندہ ہی تو عورت مذکورہ کا پیٹ بائین طرف سے چاک کیا جاوے اسی طرح اگر گمان غالب یہ ہو کہ اسکے پیٹ کا بچہ زندہ ہی تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی - اور منقول ہی کہ ایسا فعل امام اعظم رح کی اجازت سے کیا گیا تھا سو اسکا بچہ زندہ رہا یہ سراجیہ مین ہی اور بچہ وارث نہوگا اگر مان کے پیٹ مین پھڑکتا ہو کیونکہ پھڑکنا کبھی بادی و خون مجتمع کی وجہ سے ہوتا ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی - اگر باکرہ عورت سے فرج کے سوا دوسری جگہ سے جماع کیا گیا اور اُسکو حمل رہ گیا باین طور کہ نطفہ اُسکے فرج مین ٹپک گیا پھر جب ایام ولادت قریب آئے تو اُسکا پردہ بکارت انڈا ڈال کر یا درم کے کنارے سے توڑ دیا جائیگا کیونکہ بدون اسکے بچہ نہین نکلیگا اور اگر کسی حاملہ کے پیٹ مین بچہ معترض ہو گیا یعنے بینڈا ہو کر چوڑان مین پڑ گیا اور لوگون کو بچہ کے نکالنے کی کوئی راہ نہ معلوم ہوئی سواے اسکے کہ بچہ کے عضو عضو جدا کیے جاوین اور اگر ایسا نہین کرتے ہین تو مان کی جان کا خوف ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بچہ پیٹ کے اندر مر گیا ہو تو ایسا کرنے مین مضائقہ نہین ہی اور اگر زندہ ہو تو ہم اسکو جائز نہین دیکھتے ہین کہ اُسکا عضو عضو جدا کیا جاوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر کسی عضو مین آکلہ پھیل گیا تو اُس عضو کے کاٹ ڈالنے مین مضائقہ نہین ہی تاکہ آگے نہ پھیلے یہ سراجیہ مین ہی - آکلہ کی وجہ سے ہاتھ کاٹ ڈالنے اور پیٹ مین جو چیز ہو اُسکے باعث سے پیٹ چاک کرنے مین مضائقہ نہین ہی یہ ملتقط مین ہی - اگر کسی مرد نے چاہا کہ زائد انگلی یا کوئی عضو دیگر قطع کرے تو شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو کہ جس شخص سے ایسا قطع کیا جاوے وہ اکثر ہلاک ہو جاتا ہو تو ایسا نہین کر سکتا ہی اور اگر اکثر بچ جاتا ہو تو اُسکو قطع کرنے کی گنجائش ہوگی مرد یا عورت نے اپنے فرزند کی زائد انگلی قطع کی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور مان و باپ کو یہ ولایت حاصل ہی کہ اپنے بچہ کا معالجہ کرین اور یہی مختار ہی اور اگر سواے مان و باپ کے کسی دوسرے نے ایسا کیا تو وہ ضامن ہوگا اور مان و باپ بھی جبھی ایسا کرنے کے مختار ہونگے کہ جب اس فعل سے ہاتھ مین سستی آجانے یا زخم متعدی ہو جانے کا خوف نہو یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص کے بدن پر سلعہ زائدہ ہی وہ اُسکا قطع کرنا چاہتا ہی پس اگر اکثر اسکے قطع کرنے سے آدمی مر جاتا ہو تو ایسا نہ کرے ورنہ کچھ مضائقہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک جراح نے ایسی باندی خریدی جسکے سوا سوراخ پیشاب کے دوسرا سوراخ نہین ہی تو اُسکو رتق پھاڑ دینے کا اختیار ہی اگرچہ باندی مذکور دردناک ہو جاوے یہ قنیہ مین ہی - اگر مثانہ مین پتھری پیدا ہو جاوے تو مثانہ چاک کرنے مین مضائقہ نہین ہی اور کیسانیات مین ہی کہ جراحات خوفناک و قروح عظیمہ و سنگ مثانہ وغیرہ ایسی چیزون مین اگر یہ کہا جاوے کہ آدمی کبھی بچ جاتا ہی اور کبھی مر جاتا ہی یا یہ کہا جاوے کہ بچ جاتا ہی مرتا نہین ہی تو چیر پھاڑ کا معالجہ کرنے مین مضائقہ نہین ہی اور اگر کہا جاوے کہ بالکل نہین بچتا ہی تو ایسا علاج نہ کیا جاوے بلکہ چھوڑ دیا جاوے

یہ ظہیریہ مین ہی- اگر کسی شخص کے پاس کٹہا کتا ہو جو اُسطرف سے گذرتا ہی اُسکو کاٹ کھاتا ہی تو اُس گانون والون کو
اختیار ہی کہ اس کتے کو قتل کر ڈالین اور اگر گانون والون نے کتے والے سے اطلاع کردی مگر اُسنے اس کتے کو
قتل نہ کیا پھر اُسنے کسی آدمی کو کاٹا تو کتے والا ضامن ہوگا اور اگر کتے والے کو آگاہ کرنے سے پہلے اُس کتے نے
کسی کو کاٹا ہو تو وہ ضامن نہوگا یہ ینابیع و خلاصہ مین ہی- ایک گانون مین بہت کتے ہین اور گانون والون کو اُنسے
ضرر پہونچتا ہی تو وہ لوگ کتے پالنے والون سے کہین کہ انکو قتل کرو اور اگر وہ انکار کرین تو قاضی سے نالش کرین
کہ قاضی اُن لوگون پر یہ لازم کردیگا کہ اپنے اپنے کتے کو قتل کرین یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اضحیہ نوازل مین لکھا ہی
کہ ایک شخص کے پاس ایک کتا ہی حالانکہ اُسکو اس کتے کی کوئی حاجت نہین ہی اور اُسکے پڑوسیون کو کتے سے
ضرر پہونچتا ہی پس اگر شخص مذکور نے اس کتے کو اپنے ملک مین باندھ رکھا تو پڑوسیون کو اُسکے منع کرنے کا اختیار نہین ہی
اور اگر اُسنے کوچہ مین چھوڑ دیا ہی تو وہ لوگ منع کرسکتے ہین پس اگر اُسنے مان لیا تو خیر ورنہ قاضی یا محتسب سے نالش
کرین کہ وہ اسکو اس سے منع فرماوے اسی طرح اگر کسی نے گانون مین مرغی یا گدھی کا بچہ یا گاے کا بچہ پالا ہو تو
اُسمین بھی یہی دو صورتین ہین یہ محیط مین ہی- اور اجناس مین ہی کہ بچنا چاہیے کہ آدمی کتا پالنے الا اس صورت مین کہ
اُسکو چورون وغیرہ سے خوف ہو اسی طرح شیر و چیتا و کفتار و سب درندہ جانورون کا یہی حکم ہی اور یہ بقیاس قول امام ابو یوسف
ہی یہ خلاصہ مین ہی- اور جاننا چاہیے کہ حراست کے واسطے کتا رکھنا شرعاً جائز ہی اسی طرح شکار کرنے کے واسطے مباح ہی
اسی طرح حفاظت زراعت و مواشی کے واسطے جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی- ایک شخص نے اپنا کتا ذبح کیا یا گدھا ذبح کیا
تو اسمین سے اپنی بلی کو کھلانا جائز ہی اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے سور یا مردار مین سے اُسکو کھلاوے یہ سراجیہ
مین ہی- بلی اگر موذی ہو تو نہ ماری جاوے اور نہ اُسکی گوشمالی کی جاوے بلکہ تیز چھری سے ذبح کردی جاوے
یہ وجیز کردری مین ہی- ایک شخص نے کسی چوپایہ سے وطی کی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ چوپایہ اُسی
ملک ہو تو اُس سے کہا جائیگا کہ اسکو ذبح کرکے جلادے اور اگر اسکی نہو تو چوپایہ کے مالک کو اختیار ہی کہ وطی کرنیوالے
کو بقیمت دیدے پھر وطی کرنے والا اُسکو ذبح کرکے جلادیگا اور یہ اُسوقت ہی کہ وہ ایسے جانورون سے نہو جنکا گوشت
کھایا جاتا ہی اور اگر ایسے جانورون مین سے ہو جنکا گوشت کھایا جاتا ہی تو ذبح کی جاویگی اور جلائی نجاویگی یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی- اور اجناس مین ہمارے اصحاب سے مروی ہی کہ ذبح کرکے استحساناً جلا دیجاویگی لیکن
اس فعل سے جسکا گوشت کھایا جاتا ہی وہ جانور حرام نہین ہوجاتا ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی- اور بیڑ ہی کو قتل
کرنے مین مضائقہ نہین ہی کیونکہ وہ شکاری ہی کہانے کے واسطے اُسکا مار ڈالنا روا ہی تو دفع ضرر کے واسطے بدرجہ
اولے روا ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی مگر اُسکا جلانا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی- اور چیونٹی کے قتل مین اختلاف
ہی اور مختار یہ ہی کہ اگر اُسنے ایذا رسانی شروع کی یعنے جسوقت اُسنے ایذا پہونچائی تو اُسکے قتل مین کچھ مضائقہ نہین ہی
اور اگر اُسنے ایذا رسانی نہ کی ہو تو اُسکا قتل مکروہ ہی- اور بالاتفاق اُسکا پانی مین ڈالنا مکروہ ہی اور جون کا مارنا
ہر حال مین جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی- اور جون و بچھو کا آگ سے جلانا مکروہ ہی اور جون کو زندہ پھینک دینا مباح ہی
لیکن براہ ادب مکروہ ہی یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر غازیون نے دارالحرب مین بچھو پایا تو اُسکو قتل نکرین لیکن اُسکا
ڈنک اپنے بچاؤ کے واسطے نکال ڈالین اور قتل نہ کرین کہ اُسکے قتل کرنے مین اُسکی نسل جاتی رہیگی اور کفار سے

ضرر دفع ہوجائیگا اور اسمین کفار کا فائدہ ہی اسی طرح اگر دار الحرب مین اپنے فرودگاہ مین سانپ پایا پس اگر اسکے
دانت کو توڑ سکین تو دانت توڑ کر چھوڑ دین تاکہ اپنے حق مین ضرر نہ پہونچے اور اُسکو قتل نہ کرین کہ اسمین قطع نسل ہی
اور اسمین کافرون کو منفعت ہی حالانکہ ہم لوگ اُنکی ضرر رسانی کے واسطے مامور ہین اور زنبور و حشرات الارض کا قتل کرنا
آیا ابتدا ً بدون اُنکی ایذا رسانی کے شرعاً مباح ہی اور آیا ثواب ملیگا تو فرمایا کہ ثواب نہین ملیگا لیکن در صورت ایذا ء انکو قتل
کرنا روا ہی اور بدون ایذا کے تامل ہی - پس اولے یہ ہی کہ انمین کسی کے قتل سے تعرض نہ کرے یہ جواہر الفتاوی
مین ہی - اور ایک چیونٹی کی وجہ سے تمام چیونٹیون کا گھر پھونک دینا مباح نہین ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی
پیلہ آفتاب مین ڈالنا تاکہ کیڑے مرجاوین روا ہی کچھ مضائقہ نہین ہی کیونکہ اسمین آدمیون کا نفع ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی
کہ مچھلی آفتاب مین ڈالدی جاتی ہی تاکہ مرجاوے حالانکہ مکروہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی - اور دُنبہ کی
چکتی کاٹ ڈالنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی جبکہ اُسکی دُم سے چھوٹ کر لٹک پڑی ہو اور دنبہ کو چلنے سے باز رکھتی ہو
کہ جلد چل کر گلہ سے ملجاوے اور پیچھے رہنے مین بھیڑیے کا خوف ہو - اسی طرح اگر گدھا بیمار ہوا اور اُس سے
نفع حاصل کرنے کے لائق نہ رہا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ اُسکو ذبح کر دے تاکہ اُسکی تیمار داری سے راحت پاوے یہ فتاوی
عتابیہ مین ہی آگ لگ گئی اور لوگون نے گمان غالب کیا کہ اگر ہم لوگ دریا مین کود پڑین تو پیر کر نجات پاوینگے
تو اُنپر واجب ہی کہ کود پڑین اور اگر یہ پیش آیا کہ اگر کشتی مین رہتے ہین تو جلینگے اور اگر دریا مین کودتے ہین
تو ڈوبینگے تو اُنکو اختیار ہی چاہین کشتی مین پڑے رہین یا دریا مین کود پڑین - اور جس شخص نے اپنے آپ کو قتل
کیا اُسکا گناہ بہ نسبت دوسرے کو قتل کرنے کے زیادہ ہی یہ سراجیہ مین ہی - اعوان یعنے سلطانی سرہنگون کو
اور سُعاۃ کو یعنے جو لوگ سلطان و سرہنگون سے لوگون کا مال ناحق لینے پر لگائی بجھائی کرتے ہین اور ظلمہ
یعنے ظالم حاکمون کو ایام فترت یعنے فتور حکومت ہو بوجہ غدر وغیرہ کے ایسے وقت مین قتل کرنا کیسا ہی تو بہت سے
مشائخ نے ان لوگون کا قتل مباح ہونے کا فتوی دیا ہی اور امام صفار سے منقول ہی کہ شیخ جصاص نے احکام القرآن
مین یہ فقرہ وارد کیا ہی کہ جو شخص لوگون پر ضریبہ باندھے یعنے ناحق محصول مقرر کر دے اُسکا خون حلال ہی - اور سید
امام ابو شجاع سمرقندی فرماتے تھے کہ اِن لوگون کا قتل کرنے والا ثواب پاویگا اور فتوی دیتے تھے کہ سرہنگ سلطانی
کافر ہوتے ہین اور ایسا ہی قاضی عماد الدین بھی اُنکے کفر کا فتوی دیتے تھے مگر ہم اُنکے کفر کا فتوے نہین
دیتے ہین یہ محیط مین ہی - امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر فتنہ واقع ہو یعنے غدر و قتال وغیرہ تو آدمی کو چاہیے کہ اپنے
گھر مین بیٹھا رہے پھر اگر اُسکے گھر مین کوئی شخص گھس گیا اور اُسکو قتل کر کے اُسکا مال لے لینا چاہا تو اُس سے
قتال کرے اور اگر مارا گیا تو ہم امید کرتے ہین کہ وہ شہید ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور باز کو زندہ پرند
سے سکھانا کہ وہ زندہ کو پکڑ کر کھا جاوے مکروہ ہی اور اگر ذبح کر کے اس سے سکھاوے تو مضائقہ
نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی

بائیسوان باب - اولاد کا نام وکنیت رکھنے اور عقیقہ کے بیان مین - اللہ تعالے کے نزدیک
نامون مین سے عبد اللہ و عبد الرحمن دو نام بہت پسند ہین **قال المترجم** ہذا لفظ الحدیث - لیکن اس
زمانہ مین ان نامون کے سوا دوسرے نام رکھنا اولے ہی کیونکہ عوام لوگ پکارنے مین ان نامون

کی تصغیر کرتے ہین اور جو نام اللہ تعالے کی کتاب مین پائے جاتے ہین جیسے علی وکبیر ورشید وبدیع وغیرہ ان ناموں پر نام رکھنا جائز ہی کیونکہ یہ نام مشترک ہین اور بندون کے حق مین ان نامون سے جو مراد ہوتی ہی وہ معنی نہین مراد ہوتے ہین جو اللہ تعالے پر اطلاق کرنے مین مراد ہوتے ہین یہ سراجیہ مین ہی اور فتاوے مین لکھا ہی ایسا نام رکھنا جسکو اللہ تعالے نے اپنے بندون مین سے کوئی اس نام کا نہین ذکر فرمایا اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہی اور نہ مسلمانون نے استعمال کیا ہی مختلف فیہ ہی اور اولی یہ ہی کہ ایسا نام نہ رکھے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو امام اعظم رہ کے نزدیک اُسکا نام نہ رکھا جاوے اور امام محمد رہ نے خلاف کیا ہی۔ اور جس شخص کا نام محمد ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی کہ وہ ابو القاسم اپنی کنیت رکھے اور یہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو سو یہ منسوخ ہی اسواسطے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے محمد بن الحنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی تھی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے اپنے نابالغ بیٹے کی کنیت ابو بکر وغیرہ رکھی تو صحیح یہ ہی کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی کہ لوگ اسمین تفاول نیک یون سمجھتے ہین کہ یہ لڑکا عنقریب ثانی الحال مین بکر کا باپ ہو جائیگا اور یہ مراد نہین ہوتی ہی کہ وہ فی الحال ایسا ہی ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور یہ مکروہ ہی کہ آدمی اپنے باپ کو نام لیکر پکارے یا عورت اپنے شوہر کو نام لیکر پکارے یہ سراجیہ مین ہی پسر و دختر کی طرف سے عقیقہ کرنا یعنی ولادت سے ساتوین روز بکری ذبح کرکے لوگون کی ضیافت کرنا اور بچہ کے بال اُتروا دینا سو یہ مباح ہی نہ سنت ہی نہ واجب ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور امام محمد رہ نے عقیقہ کے حق مین ذکر کیا ہی کہ جسکا جی چاہے کرے جسکا جی چاہے نہ کرے اور اس سے مباح ہونے کی طرف اشارہ ہی پس سنت ہونے سے مانع ہی اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ نہ پسر کی طرف سے عقیقہ کیا جاوے اور نہ دختر کی طرف سے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہی یہ بدائع کی کتاب الاضحیہ مین ہی۔

اور صحیح یہ ہی کہ سنت ہی ۱۲

تئیسوان باب غیبت اور حسد اور نمیمہ و مدح کے بیان مین۔ ایک شخص نے کسی شخص کی برائیان غمخوارگی کے ساتھ بیان کین تو مضائقہ نہین ہی اور اگر اُسنے اس سے بدگوئی و نقصان حرمت کا قصد کیا تو مکروہ ہی اور اگر کسی نے غیبت مین اہل نواح واہل قریہ کی غیبت کی تو یہ غیبت نہین ہی جبتک کہ کسی قوم معروف کا نام نہ لے یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر ایک شخص روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو مگر لوگون کو اپنے ہاتھ و زبان سے تکلیف دیتا ہو تو جس حالت مین وہ ہی اُسکا ذکر کرنا غیبت نہوگی اور اگر سلطان کو اسکی خبر کردی تاکہ سلطان اُسکو زجر کرے تو خبر دینے والے پر گناہ نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ زید نے عمرو کو ایک کپڑا عاریت یا کچھ درم قرض تین روز کے وعدے پر دیے مگر عمرو نے اُسکو چند روز تک نہ دیا اور بہت تاخیر کی پس زید نے لوگون کے سامنے اُسکو خائن وکذاب بیان کیا تو اُسمین معذور رکھا جائیگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد نہین سوا ہی الا دو مین ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالے نے مال دیا ہی اور وہ اسکو اللہ تعالی کی فرمانبرداری مین خرچ کرتا ہی اور ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالے نے علم دیا ہی اور وہ لوگون کو سکھلاتا ہی اور اُسکے ساتھ حکم دیتا ہی

یہ حدیث بظاہر اس بات کی دلیل ہو کہ ان دو مین حسد مباح ہو کیونکہ یہ تحریم سے استثنا ہو اور تحریم سے استثنا ر اباحت ہوتا ہو اور شیخ الاسلام نے کہا کہ ایسا نہین ہو جیسا مقتضاے ظاہر حدیث ہو اور حسد ان دو مین بھی حرام ہو جیسا ان دونون کے سواے اور باتون مین حرام ہو اور معنی حدیث کے یہ ہین کہ انسان کو نچاہیے کہ غیر پر حسد کرے اور اگر حسد ہی کرے تو ان دونون مین حسد کرے نہ اسو جہ سے کہ ان دونون مین حسد مباح ہو بلکہ ایک اور بات کی وجہ سے وہ یہ ہو کہ انسان دوسرے پر عادۃً بھی حسد کرتا ہو جب دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھتا ہو پس اپنے واسطے اس نعمت کی تمنا کرتا ہو اور ماسواے ان دونون کے اور امور دنیا نعمت نہین ہین اسلیے کہ انکا مآل اللہ تعالی کی نارضامندی ہو اور نعمت وہ ہو جسکا مآل اللہ تعالی کی رضامندی ہو اور یہ دونون ایسے ہین جنکا مآل اللہ تعالی کی رضامندی ہو پس یہ دونون نعمت ہین اور ان دونون کے سواے جو ہین وہ نعمت نہین ہین اور واضح ہو کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ حسد جسکی بُرائی حدیث مین بیان فرمائی ہو وہ یہ ہو کہ غیر کے پاس کوئی نعمت دیکھکر یہ تمنا کرے کہ اُس سے یہ نعمت زائل ہو جاوے اور میرے پاس آجاوے اور اگر اُسنے فقط یہ تمنا کی کہ میرے پاس یہ نعمت آجاوے تو اسکو حسد نہین کہتے ہین بلکہ غبط ہو اور شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ اگر بعینہ یہ نعمت اپنے واسطے تمنا کرے تو یہ ہی حرام مذموم ہو اور اگر اسکے مثل اپنے واسطے تمنا کرے تو مضائقہ نہین ہو۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ حدیث کے یہ معنی ہین کہ حسد مذموم ہو حسد کرنے والے کو ضرر پہونچاتا ہو سواے ان دونون کے جنکو حدیث مین استثنا کیا ہو کہ انمین محمود ہو کیونکہ درحقیقت حسد نہین ہو بلکہ غبط ہو اور حسد یہ ہو کہ حاسد یہ تمنا کرے کہ جسپر حسد کرتا ہو اُس سے یہ نعمت جاتی رہی اور اسکے واسطے تکلیف کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ یہ نعمت بیموقع یعنے بے جگہ ہو اور غبط کے یہ معنی ہین کہ اپنے واسطے اسکے مثل نعمت کی تمنا کرے بدون اسکے کہ تکلف کرے اور غیر سے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرے یہ محیط مین ہو۔ کسی شخص کی تعریف کرنا تین طرح پر ہو اول یہ کہ اُسکے بررو تعریف کرے اور اسی سے ممانعت کی گئی ہو دوم یہ کہ اُسکے سامنے تعریف نہ کرے مگر یہ جانکر کہ میری تعریف کی خبر اُسکو پہونچ جائیگی پس یہ بھی ممنوع ہو اور سوم یہ کہ اُسکے پیٹھ پیچھے تعریف کرے اور یہ پروا نہو کہ اُسکو یہ خبر پہونچیگی یا نہ پہونچیگی اور تعریف بھی اُسی قدر کرے جو بات اُسمین موجود ہو تو اسمین کچھ مضائقہ نہین ہو یہ غرائب مین ہو۔

چوبیسوان باب۔ حمام مین داخل ہونے کے بیان مین۔

عورتون کے حمام مین داخل ہونے مین کچھ مضائقہ نہین ہو بشرطیکہ فقط عورتین ہی ہون کیونکہ عام بلوی ہو اور جب داخل ہون تو ازار کے ساتھ داخل ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور بدون ازار کے عورتون کا حمام مین داخل ہونا حرام ہو یہ سراجیہ مین ہو اگر مرد بدون ازار کے حمام مین داخل ہو تو حرام ہو اور اگر یہ امر اُسکی عادت ہو تو گواہی مین اُسکی تعدیل نہوگی اور اس سے یہ مراد ہو کہ اُسکا اس فعل سے رجوع کرنا و توبہ کرنا ثابت نہوا ہو ورنہ سقوط عدالت کے واسطے عادت ہونا ضرور نہین ہو بلکہ اگر ایک مرتبہ بھی حمام مین بلا ازار داخل ہوا تو عدالت ساقط ہو جانے کے واسطے کافی ہو یہ غرائب مین ہو۔ اور اگر کسی نے نہانا چاہا تو لنگی دور کرکے ننگا نہو جاوے اگرچہ تنہا ہو اور اگر ایسا کیا تو مکروہ ہو یہ قنیہ مین ہو۔ اور شیخ ابو نصر دبوسی رح نے فرمایا کہ اگر آب روان وغیرہ مین حالت تنہائی مین اُسنے

ف یعنی اگر اُسنے گواہی ادا کی اور تزکیہ کے وقت یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بلا ازار حمام مین جایا کرتا ہو اس سے اُسنے توبہ نہین کی ہو تو اُسکی تعدیل نہوگی یعنے گواہ عادل قرار نہ دیا جائیگا ۱۲ منہ

ننگے ہوکر غسل کیا تو مکروہ نہین ہی یہ غرائب مین ہی - اور تیڑکے حمام مین جانا آدمیت سے نہین ہی یہ وجیز کردری
مین ہی - حمام مین اعضا کا دَبوانا بلاضرورت مکروہ ہی اور فتاوے اہل سمرقند مین ہی کہ مجموع النوازل مین لکھا ہی
کہ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے دبوانا مباح ہی اور ناف و گھٹنے کے بیچ مین مباح نہین ہی اور ہمارے بعضے
مشائخ نے کہا کہ دو شرطون کے ساتھ اسمین مضائقہ نہین ہی ایک یہ کہ خادم اُسکی ڈاڑھی نہ دھووے اور دوم اُسکے
پانُون نہ داب ے یہ مستغرقات ذخیرہ مین ہی - اگر حمام مین ازار کھول کر ننگے ہونے کی کوئی جگہ مقرر ہو تاکہ ازار کو
دھوکر نچوڑے پس اس جگہ ایسا کیا تو مضائقہ نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی اور معین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ اگر کسی نے
حمام مین اپنی لنگی نچوڑنے کا قصد کیا اور اُسکے پاس دوسری ازار نہین ہی تو اُسپر نچوڑنا واجب نہین ہی لیکن اُسپر
پانی بہادے اور اسی قدر اُسکے واسطے کافی ہوگا اور یہ حکم امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کیا ہی یہ قنیہ مین ہی -
اگر حمام کے بیت صغیر مین ازار نچوڑنے کے واسطے ننگا ہوگیا یا ناف کے بال مونڈنے کے واسطے ننگا ہوا تو بعض
نے فرمایا کہ مضائقہ نہین ہی اور بعض نے کہا کہ گنہگار ہوگا اور بعض نے کہا کہ ذرا دیر کے واسطے جائز ہی یہ غرائب مین ہی

پچیسوان باب - بیع اور غیر کے مول ٹھہرانے پر خود مول ٹھہرانے کے بیان مین - آدمی کو چاہیے کہ جبتک
خرید و فروخت کے احکام نجانے کہ کون صورت اسمین جائز ہی اور کون نہین جائز ہی تب تک تجارت مین مشغول
نہو یہ سراجیہ مین ہی - اور اُسکو حلال نہین ہی کہ اپنے شریک سے دریافت کرنے سے پہلے فروخت کرے بلکہ شریک
کو آگاہ کرے خواہ وہ لے یا نہ لے اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہ ندب پر محمول ہی اور شریک کو آگاہ کرنے سے
پہلے بیچنا مکروہ ہی یعنے یہ جو فرمایا کہ حلال نہین ہی اس سے یہ مراد ہی کہ مندوب نہین ہی **قال المترجم** وسطے ہذا
مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہوگا واللہ اعلم - اور مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب مین نے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت
کیا کہ جو چیز بازار سے خریدی جاتی ہی اور بیقین معلوم ہی کہ بازاری لوگ ترکون سے اور ایسے لوگون سے جنکا اکثر
مال حرام ہی خرید فروخت کرتے ہین اور اِن لوگون مین باہم سود وعقود فاسدہ جاری ہین تو اسکا کیا حال ہی
تو فرمایا کہ یہان تین صورتین ہین جس مال موجود کی نسبت اِسکا غالب گمان یہ ہو کہ اسکو ان لوگون نے ظلم
کے ساتھ غیر سے لیا ہی اور بازار مین فروخت کرتے ہین تو اِسکو خریدنا نچاہیے اگرچہ وہ دست بدست ایک
ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین چند بار خرید فروخت ہوکر پہونچ گیا ہو دوم یہ کہ یون جانے کہ مال حرام بعینہ قائم
ہی لیکن وہ مال غیر سے مختلط ہوگیا ہی اسطرح کہ اُسکی تمیز نہین ہوسکتی ہی تو بنابر اصل امام اعظم رحہ کے خلط کی
وجہ سے اُسکی ملک مین داخل ہو جائیگا لیکن اُس سے خریدنا نچاہیے جب تک کہ وہ اپنے خصم کو عوض
دیکر راضی نہ کرے اور اگر اُس سے خرید لیا تو کراہت کے ساتھ اسکی ملک مین آجاویگا اور سوم یہ کہ یہ معلوم ہو
کہ غصب کیا ہوا یا بطور سود وغیرہ کے لیا ہوا مال عین باقی نہین رہا ہی اور بائع دوسری چیز کو فروخت کرتا ہی تو
جو شخص ایسا جانتا ہی اُسکو ایسے بائعون سے خریدنا جائز ہی اور یہ سب جو بیان ہوا فتوے کے واسطے طریقہ
بیان ہوا ہی - اور اگر کسی سے ممکن ہوسکے کہ ان لوگون سے کچھ نہ خریدے تو اولے یہ ہی کہ ان لوگون سے
کچھ نہ خریدے اور شاید یہ بات بلاد عجم مین متعذر ہی نہین ہوسکتی ہی - اور مین نے سُنا ہی کہ بلاد عرب مین ایک
خاص بازار ہوتا ہی جسمین فقط حلال فروخت ہوتا ہی اور ایک بڑا بازار ہوتا ہی جسمین ہر چیز فروخت ہوتی ہی

پس جو شخص خریدار حلال مین سے کچھ خریدنا چاہے تو وہ لوگ اسکے ہاتھ فروخت نہین کرتے ہین الا اُس صورت مین کہ اسکا مال حلال ہو اور سا گر عوام مین سے کسی شخص نے اُنکے ساتھ تجارتی معاملہ کرنا اور اُنکے ساتھ خرید و فروخت چاہی تو وہ لوگ اُسکو حکم کرتے ہین کہ اپنا سب مال صدقہ کر دے پھر اُسکو زکوۃ کے مال سے دیتے ہین اور کہتے ہین کہ اس مال سے ہمارے ساتھ تجارت کرے اور اُسکا نام کتاب مین لکھ لیتے ہین کہ اسکا اصل مال حلال ہی اسنے فلان فلان سے زکوۃ کا مال لیا ہی پھر اُسکے ساتھ معاملہ کرتے ہین اور فی الجملہ بات یہ ہی کہ بلاد عجم مین طلب حلال بہت دشوار ہی چنانچہ ہمارے بعضے مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ مین تو اپنے اوپر یہ لازم کر لے کہ حرام محض کو چھوڑ دے کیونکہ شبہہ سے خالی تو تجھکو کوئی چیز نہ ملیگی یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ زید کا گمان غالب یہ ہی۔ کہ بازار والون کی بیع کے اکثر معاملات فاسد ہونے سے خالی نہین ہین پس اگر غلبہ حرام کو ہو تو اُسکے خریدنے سے پرہیز کرے ولیکن باوجود اسکے اگر اُسنے خریدا تو بائع نے جو چیز بطور فاسد خرید لی تھی وہ اُس مشتری کو حلال ہوگی جبکہ اسکا عقد اخیر صحیح ہو یہ قنیہ مین ہی۔ اگر کوئی چیز خریدی پھر اُسنے بعد خرید کے واپس لی تو جس صورت مین مخالف عادت و رسم ہنود کے جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور امام ابو حنیفہ رح اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ بیع کے وقت کوئی شخص اپنے سلعہ یعنے مال و متاع کی تعریف کرے یہ ملتقط مین ہی۔ اور تاجر کے واسطے مستحب ہی کہ اسکو اُسکی تجارت ادائے فرائض سے غافل نہ کرے پس جب نماز کا وقت آوے تو تجارت کو چھوڑ دینا چاہیے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ نجس کپڑا بیچنے و بیان نہ کرنے مین مضائقہ نہین ہی اور اگر اُسکا گمان یہ ہو کہ مشتری اس سے نماز پڑھیگا تو مستحب یہ ہی کہ اسکو بیان کر دے یہ غرائب مین ہی۔ نوازل مین ہی کہ شیخ نصیر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے یہودی یا نصرانی یا غلامون کے بدن کی پُرانی پوستین خریدی اور اُسپر کوئی اثر نجاست کا نہین دیکھتا ہی پھر اُسکو اُسنے بغیر دھوئے ہوئے استعمال کیا تو فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ اسکو یہ گنجایش ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ قاضی خان مین ہی کہ چڑی مار سے چھوا فیر خرید کر اُنکا چھوڑنا جائز ہی بشرطیکہ یہ کہدے کہ جو شخص اِنکو پکڑ لے اسی کی ہین اور چھوڑ کر اپنے ملک سے باہر نہ کرے اور شیخ برہان الدین رح نے فرمایا کہ نہین جائز ہی کیونکہ اسمین مال کا ضائع کرنا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ باندی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو اُسکا استبراء نکریگا یا جس جگہ جماع کرنا چاہیے یعنے فرج کے سوائے بے جگہ یعنے دبر سے جماع کریگا روا ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسکے دودھ ہی پس اُسکو دائی گیری پر اجرت پر دیا تو اُسکو اختیار رہیگا کہ اس باندی کو مرابحہ سے فروخت کرے۔ ایک شخص نے ایک باندی فروخت کی پھر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا و بائع کے پاس گواہ نہین ہین تو باندی مذکور سے وطی نکریگا الا اُس صورت مین کہ خصومت ترک کر کے مشتری کی قسم پر راضی ہو جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے بطور بیع فاسد کے ایک باندی خریدی تو مشتری پر اُس سے وطی کرنا حرام نہین ہی لیکن مکروہ ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ تتمہ مین ہی کہ شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہر یا گانون والون نے اُن بانٹون کو جن سے درم و ریشم تولا جاتا ہی بڑھا دیا مگر ایسا بڑھایا کہ اور شہر والون کے بانٹون سے موافق نہ رہے اُنکے برخلاف زیادتی کر دی اور خود کو باہم ان بانٹون سے خرید فروخت کرنے پر دار و مدار رکھا مگر بعضے ان گانون والون مین سے اُنکے

اور بنا معقول صاحبین کے مکروہ ہے ۱۲

موافق ہوگئی اور بعضون نے موافقت نہ کی پس آیا زیادتی کرنے والون کو اس زیادتی کا اختیار ہی تو فرمایا کہ نہین پھر دریافت کیا گیا کہ اگر سب لوگ اس زیادتی پر جو اور شہر دن کے بانٹون سے مخالف ہی اتفاق کرلین تو کیا حکم ہی فرمایا کہ پھر بھی یہی حکم ہی ایک شخص کو اناج خریدنے کے واسطے وکیل کیا اُسنے شکستہ سو درم کو خرید کر موکل کو اس سے آگاہ کردیا مگر موکل نے اُسکو درست سو درم دیے پس وکیل نے اُنکے عوض شکستہ دراہم خرید کر سو درم بائع کو دیدیے تو جسقدر زیادتی باقی رہگئی وہ وکیل کو حلال ہی اور اگر بجاے وکیل کے مضارب ہو تو اُسکو حلال نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی- اور فقیہ سے منقول ہی کہ ایک شخص نے دس درم کو ایک کپڑا خریدا اور ایک دانگ اپیچ دیا تو فرمایا کہ بائع کو قبول کرنا نہ چاہیے جب تک مشتری یہ نہ کہے کہ تجھے حلال ہی یا تجھے دیا یہ محیط مین ہی- اگر کسی نے گوشت یا مچھلی یا پھلون مین سے کچھ خریدا اور مشتری چلا گیا اور اُسنے آنے مین دیر لگائی اور بائع کو خوف ہوا کہ یہ چیز بگڑ جائیگی تو بائع کو اختیار ہی کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے اور دوسرے کو اس سے خریدنا حلال ہوگا- اگر ایک شخص بیمار ہوا اور اُسکے بیٹے یا باپ نے بدون اُسکے حکم کے مریض کے ضرورت کی چیز اُسکے لیے خریددی تو جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی- اور جلالہ یعنے اُسنی جسکی پلیدی کھانے کی عادت ہی اور چھوٹی مرغی کی بیع جب تک اُسمین بدبو باقی ہو مکروہ ہی- اور شہاب الدین آمالی نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس صاف بے مٹی ملے گیہون ہین پس اُسنے چاہا کہ مین فروخت کے واسطے اسمین اسقدر مٹی ملادون جیسے عادت کے موافق گیہون مین ہوا کرتی ہی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ قنیہ مین ہی- ایک شخص نے ایک بائع سے ایک باندی خریدی مگر وہ بائع کے سواے دوسرے کی ہی یا کپڑا خریدا جو بائع کے سواے دوسرے کا ہی پھر مشتری نے اُس باندی سے وطی کی یا وہ کپڑا پہنا حالانکہ اُسکو اسکا علم نہین ہی پھر معلوم ہوا پس آیا مشتری پر کچھ گناہ ہوگا تو امام محمد رح سے مروی ہی کہ جماع کرنا و پہننا حرام ہی لیکن مشتری کے ذمہ سے گناہ ساقط ہوگا اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ وطی حلال ہی اور اُسکو باندی سے جماع کرنے مین ثواب ملیگا- اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ غیر کی منکوحہ ہی حالانکہ شوہر ثانی نے اُس سے وطی کرلی ہی تو اس مسئلہ مین بھی اختلاف مذکور واجب ہی یہ محیط مین ہی- لوہے و پیتل وغیرہ ایسی چیزون کی انگوٹھی بیچنا مکروہ ہی اور کھانے کی مٹی بیچنا مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی- اگر کسی شہر والون نے روٹی و گوشت کا بھاؤ مقرر کرلیا اور یہ بات اس شہر والون مین شائع ہوگئی پھر ایک شخص نے شہر والون مین سے ایک درم کا روٹی یا گوشت خریدا اور بائع نے اُسکو بھاؤ سے کم دیا اور مشتری کو یہ معلوم نہین پھر اُسکو معلوم ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بقدر نقصان کے واپس لے کیونکہ جو بات معروف ہو وہ مثل مشروط کے ہی اور اگر مشتری اس شہر والون مین سے نہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ روٹی کا نقصان واپس لے مگر گوشت کا نقصان نہین لے سکتا ہی یہ تبیین مین ہی-

چھبیسوان باب

اس بیان مین کہ ایک شخص سفر کرنا چاہتا ہی اور اُسکو اُسکے دونون والدین نے یا ایک نے یا اُنکے سواے دوسرے اقارب نے منع کیا یا قرضخواہون نے روکا یا غلام نکلنا چاہتا ہی اُسکو اُسکے مولی نے منع کیا یا عورت سفر کرنا چاہتی ہی اُسکو اُسکے شوہر نے منع کیا بالغ بیٹا اگر ایسا فعل

کرنا چاہتا ہو کہ جسمین دین کی راہ سے ضرر نہین اور نہ والدین کا کوئی گناہ ہی مگر اُسکے والدین اس فعل کو مکروہ جانتے ہین یعنے بُرا سمجھتے ہین تو اجازت لینا ضرور ہی بشرطیکہ اُسکو اس فعل کے نکرنے کا چارہ ہو **قال المترجم** یعنے اگر ایسا فعل ہو کہ ناچار کرنا پڑے تو بلا اجازت بھی کریگا فافہم۔ اگر دونون والدین کے پورے حقوق کی مراعات متعذر ہو مثلاً اُسکے مان مین و باپ مین رنجش ہو کہ ایک کی مراعات سے دوسرا رنجیدہ ہو تو جو امور تعظیم و احترام کی طرف راجع ہین اُنمین باپ کو ترجیح دے اور جو امور خدمت و انعام کی طرف راجع ہین اُنمین مان کی رعایت رکھے۔ اور علاء الائمہ حامی سے منقول ہی کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ احترام مین باپ کو مان سے مقدم رکھے اور مان کو خدمت مین مقدم رکھے پس اگر وہ بیت کے اندر بیٹھا ہو اور دونون اُسکے پاس آئے تو باپ کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہو جاوے اور اگر دونون نے اُس سے پانی طلب کیا اور دونون مین سے کسی نے خود اُسکے ہاتھ سے نہ لیا تو پہلے مان کو دیدے یہ قنیہ مین ہی۔ امام محمد رح نے سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے سواے جہاد کے تجارت یا حج یا عمرہ وغیرہ کے واسطے سفر کرنے کا قصد کیا اور اُسکے والدین نے اسکو مکروہ جانا پس اگر دونون کے ضائع ہونے اور بربادی کا خوف ہو مثلاً دونون تنگدست ہون اور دونون کا نفقہ اسی کے ذمہ ہو اور مال اُسکا اسقدر نہین ہی کہ ان دونون کا نفقہ بھی دے اور زاد و راحلہ بھی دے تو یہ شخص بدون اُن دونون کی اجازت کے سفر نہین کرسکتا ہی خواہ اس سفر کرنے والے لڑکے کی نسبت اس سفر مین ہلاکت کا خوف ہو مثلاً دریا مین کشتی پر جانا چاہتا ہی یا سخت سردی مین جنگل مین پڑکر خشکی جانا چاہتا ہی یا اس سفر مین ولد مذکور کی نسبت ہلاکت کا خوف نہو۔ اور اگر فرزند کو اپنے والدین کے ضائع ہونے کا خوف نہو مثلاً دونون خوش حال ہون اور اُنکا نفقہ انکے ذمہ نہو پس اگر ایسا سفر ہو کہ اسمین فرزند کی نسبت ہلاکت کا خوف نہو تو فرزند کو اختیار ہوگا کہ بدون دونون کی اجازت کے سفر کو چلا جاوے اور اگر ایسا سفر ہو کہ اسمین فرزند کی نسبت ہلاکت کا خوف ہو تو بدون انکی اجازت کے نہین جاسکتا ہی اجازت لیکر جاوے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اسی طرح اگر طلب نفقہ کے واسطے پردیس کو جانا چاہا تو بھی ایسا ہی حکم ہی کہ اگر اس سفر مین اُسکی نسبت ہلاکت کا خوف نہو تو بمنزلہ سفر تجارت کے ہی اور اگر اُسکی ہلاکت کا خوف ہو تو بمنزلہ سفر جہاد کے ہی یہ حکم اُسوقت ہی کہ تجارت کے واسطے اسلام کے شہرون مین سے کسی شہر کو جانا چاہا ہو اور اگر دشمن کے ملک یعنی دار الحرب مین امان لیکر جانا چاہا اور والدین نے اُسکے سفر کو مکروہ جانا پس اگر کوئی بات ایسی نہو کہ جسکی وجہ سے اُسکی نسبت خوف کیا جاتا ہو اور جن کفار کے ملک مین جانا چاہتا ہی وہ لوگ وفاے عہد مین معروف ہون اور فرزند کے حق مین اس سفر مین منفعت ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی کہ والدین کے خلاف راے عمل کرے اور اگر مسلمانون کے لشکر کے ساتھ دار الحرب مین تجارت کی نیت سے جانا چاہتا ہی اور اُسکے دونون والدین یا ایک نے اسکو مکروہ جانا اور جس لشکر کے ساتھ جانا چاہتا ہی وہ زبردست بڑا لشکر ہی کہ غالب راے کے موافق اُسپر دشمن کے ضرر کا خوف نہین ہوتا ہی تو بغیر دونون کی اجازت لیے جاسکتا ہی اور اگر غالب راے مین کافرون کی طرف سے اس لشکر پر غلبہ کا خوف ہو تو بلا اجازت نجاوے اسی طرح اگر سریہ یعنے چھوٹا لشکر کسی سپہدار کی ماتحتی مین جاوے یا مثلاً سوارون کا ہو یا اسکے مثل تو بھی بغیر دونون کی اجازت کے نہین جاسکتا ہی اسواسطے کہ ایسا مین اکثر ہلاکت کا خوف ہوتا ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص بدون والدین کی اجازت کے طلب علم کے واسطے نکلا تو مضائقہ نہین ہی۔ اور ایسی نافرمانی عقوق مین شمار نہین ہی اور بعض نے فرمایا

کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ فرزند داڑھی والا ہو اور اگر امرد سادہ رو ہو تو باپ کو اختیار ہی کہ اسکو اس خروج سے منع کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر تعلیم کے واسطے نکلا پس اگر تعلیم و حفاظت عیال دونون پر قادر ہو تو دونون کا اجتماع افضل ہی ولو حصل مقدار مالا بد منہ الی القیام بامر العیال ولا یخرج الخ اور اگر اولاد کا خوف ہو تو تعلیم کے واسطے سفر نکرے یہ تاتارخانیہ مین ینابیع سے منقول ہی- اور اگر بحر مین تجارت وغیرہ کے واسطے کشتی پر سوار ہو کر سفر کا قصد کیا پس اگر ایسا ہو کہ درصورت کشتی غرق ہونے کے اپنے آپ کو غرق سے کسی سبب سے جس سے غرق سے آدمی بچتا ہی بچا سکے تو اُسکو کشتی کی سواری حلال ہی اور اگر اپنے آپکو غرق سے کسی سبب سے جنسے غرق سے آدمی بچتا ہی نہ بچا سکے تو اُسکو کشتی کی سواری حلال نہین ہی اور اسی مسئلہ پر ہمارے مشائخ نے دار الحرب مین امان لیکر جانے کا مسئلہ قیاس کیا ہی یعنے فرمایا کہ اگر ایسی حالت ہو کہ درصورت مشرکون کے اُسکے قتل کا قصد کرنے کے کسی سبب سے جنسے قتل سے آدمی بچتا ہی اپنے آپ کو قتل سے بچا سکے تو اُسکو دار الحرب مین اسطرح جانا حلال ہی اور اگر اُس سے مشرکون کا قصد قتل دفع نہو سکے تو حلال نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی- اور کوئی عورت تین روز یا زیادہ کا سفر بلا محرم نہ کرے اور تین روز سے کم مین مختلف روایات ہین امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مین مکروہ جانتا ہون کہ عورت بلا محرم ایک روز کا سفر کرے اور ایسا ہی امام اعظم رح سے مروی ہی اور فقیہ ابو جعفر رح نے کہا کہ تین روز کے حق مین روایات متفق ہین اور رہا تین روز سے کم سو فقیہ ابو جعفر رح نے کہا کہ یہ بنسبت تین روز کے خفیف ہی یہ محیط مین ہی- اور شیخ حماد رح (یعنے بن ابی سلیمان شیخ ابی حنیفہ رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ اگر عورت بدون محرم کے صالحین یعنے پرہیزگار لوگون کے ساتھ سفر کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہی- اور نابالغ و معتوہ حکم محرم مین نہین ہین اور بالغ عاقل محرم ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی- اور باندی و ام ولد کو اس زمانہ مین بلا محرم سفر کرنا مکروہ ہی یہ وجیز کردری مین ہی- اور فتوے اسی پر ہی کہ اس زمانہ مین باندی و ام ولد کا بلا محرم سفر کرنا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی

ستائیسوان باب

- قرض و دین کے بیان مین- قرض کے یہ معنی ہین کہ کوئی شخص درم یا دینار یا کوئی مثلی چیز دے جسکا مثل ثانی الحال مین دے سکے اور دین یہ ہی کہ اُسکے ہاتھ کوئی چیز اجرت معلومہ کے عوض مدت معلومہ کے وعدہ پر فروخت کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی- اور فقیہ نے فرمایا کہ قرضہ لینا کسی ضروری حاجت کے واسطے کچھ مضائقہ نہین رکھتا ہی درحالیکہ اُسکی نیت مین یہ ہو کہ مین اسکو ادا کرونگا اور اگر کسی نے اس نیت سے قرضہ لیا کہ ندونگا تو یہ حرام خواری ہی یہ قنیہ مین ہی- ایک شخص مرگیا اور اُسپر قرضہ ہی تو ناطفی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ ہمکو امید ہی کہ اگر اسکی نیت مین یہ ہو کہ مین ادا کرونگا تو عاقبت مین ماخوذ نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی- ایک شخص پر دوسرے کا حق ہی مثلاً زید پر عمرو کا حق آتا ہی اور عمرو کہین غائب ہو گیا کہ نہ اُسکا پتہ ٹھکانا معلوم ہی اور نہ یہ معلوم ہی کہ وہ جیتا ہی یا مر گیا تو زید پر یہ واجب نہین ہی کہ شہرون شہرون اُسکو ڈھونڈھے یہ قنیہ مین ہی- شیخ نصیر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے قرضے سے انکار کیا پس آیا قرضخواہ اُس سے قسم لے یا نہین تو فرمایا کہ اُسکو قسم لینے کا اختیار ہی پھر اگر قرضخواہ طالب مر گیا تو وہ قرضہ وارثون کا ہو گیا پھر اگر قرضدار نے وارثون کو ادا کر دیا تو قرضہ سے بری ہو گیا مگر اُسپر درنگی و انکار کا گناہ ہوگا اور اگر نہ ادا کیا تو اُسکا ثواب قرضخواہ کو ہوگا وارثون کو نہوگا یہ حاوی مین ہی- اور اگر قرضدار انکار کرتا چلا جاتا ہی اسی حالت مین طالب یعنے قرضخواہ مر گیا تو اُسکا ثواب آخرت مین قرضخواہ کو ہوگا وارثون کو نہوگا خواہ اُسنے قرضدار سے قسم لی ہو یا نہ لی ہو اور اگر

قرضدار نے پھر قرضہ وارثون کو ادا کردیا تو قرضہ سے بری ہوگیا اور اگر قرضدار اقرار کرتا ہو اور قرضخواہ مرگیا تو اکثر
مشائخ نے فرمایا کہ آخرت مین حق خصومت میت کو حاصل نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ میت کو حاصل ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ قرضہ اول کا یعنے میت کا ہوگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ اگر میت کے قرضدارون سے جو میت کا قرضہ
اُنپر آتا تھا کسی ظالم نے وصول کرلیا تو میت کے قرضہ اُنپر باقی رہینگے یہ ملتقط مین ہی۔ ایک شخص پر لوگون
کے غصوب یعنے اموال غصب ہین اور مظالم یعنے ایسے اموال ہین جو اُسنے ایسے طور پر حاصل کیے ہین جنکا اُسپہ
مظلمہ ہی اور جبایات ہین یعنے ناحق لوگون کو تاوان دار کرکے وصول کیے ہین پس اُسنے اللہ تعالے کے حضور
مین توبہ کی اور وہ اِن لوگون کو جنکے اموال اُسپر اسطرح دین ہورہے ہین نہین پہچانتا ہی پس اُسنے اسقدر مال
بہ نیت ادا فقیرون کو صدقہ کردیا تو معذور ہوجائیگا اور اگر اسقدر مال والدین ومولودین کے صرف مین
کردیا تو بھی معذور ہوگا اسی طرح اگر اُسنے مالون کو حرمت سے پاک کرنا چاہا تو بھی یہی طریقہ ہی ایک شخص پر متفرق
لوگون کے حقوق ہین بدین طور کہ اُسنے لینے مین زیادتی کی اور دینے مین کم دیا پھر اُسنے ان حقوق کی
مقدار کو اپنے دل سے انداز کیا اور جسقدر اُسکے دل مین جما اُسقدر کے عوض ایک کپڑا جسکی قیمت بھی
اسی قدر انداز کی گئی تھی صدقہ کردیا تو عہدہ سے چھوٹ جاویگا اور شیخ مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے ثابت
ہوا کہ ایسی صورتون مین اُسی جنس سے صدقہ کرنا جو اُسپر واجب ہی چھٹکارے کے واسطے شرط نہین ہی کذا
فی القنیہ **وقال المترجم** وظنی ان ہذا فیما اذا لم یعرف الجبر والنقصان بخصوصہ ایضاً فیما وقع فیہ معنے الاعیان
کما لا یعرف اہل الحقوق فلیتامل فیہ۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر قرضہ ہی اور وارث کو حال معلوم نہوا پس اُسنے
سب اُسکی میراث کھالی تو شداد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیٹا اُسکے قرضہ مین ماخوذ نہوگا اور اگر وارث کو مورث کے
قرضہ کا حال معلوم ہوگیا تو اُسپر واجب ہی کہ مورث کے ترکہ سے اُسکا قرضہ ادا کرے اور اگر جاننے کے بعد بیٹے
کو فراموش ہوگیا تو وہ عاقبت مین ماخوذ نہوگا اسی طرح اگر ودیعت ہو اور وہ بھول گیا یہان تک کہ مرگیا
تو بھی عاقبت مین ماخوذ نہوگا۔ زید کا عمرو پر قرضہ ہی اور دونون راہ مین چلے جاتے ہین پس اتنے مین چور راہزن
لوگ نکلے اور انھون نے ان دونون کے اموال لینے کا قصد کیا پس قرضدار نے اس حالت مین قرضخواہ
کا قرضہ دینا چاہا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہی کہ ادا کرے اور قرضخواہ کو یہ اختیار نہین ہی کہ نہ لیوے
اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک ایسی حالت مین قرضخواہ کو نہ لینے کا اختیار ہی یہ فتاوے
قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص قرضہ کے مواخذہ مین قید کیا گیا اور اُسکے قرضے لوگون پر آتے ہین تو
قاضی اُسکو قید سے نکالیگا تاکہ وہ لوگون پر دعوے کرے پھر اگر اُسکو لوگون سے کچھ حاصل نہوا تو قاضی اُسکو
دوبارہ قید کریگا یہ صنوان القضاۃ مین ہی۔ ایک مسلمان کا نصرانی پر قرضہ آتا ہی پس نصرانی نے شراب
نکال کر فروخت کرکے اُسکے ثمن سے مسلمان قرضخواہ کا قرضہ ادا کیا تو مسلمان کو لے لینا جائز ہی کیونکہ نصرانی
کو شراب بیچنا مباح ہی اور اگر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر قرضہ ہو اور مسلمان قرضدار نے شراب فروخت
کرکے اُسکے دام لیکر اس سے قرضخواہ کا قرضہ دیا تو قرضخواہ کو یہ مال اپنے قرضہ کے ادا مین لینا مکروہ ہی
یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک شخص کو ایسے شخص نے جسکو درم کی شناخت ہی عمداً ایک درم اسوجہ سے

واپس دے کیونکہ یہ کھوٹے ہین مین انکو نہ لونگا تو اب اسکو روا نہین ہی کہ کھرے درمون کے حقدار کو یہ کھوٹے درم
بجاے کھرے درمون کے دے اور وہ نادانستگی مین لیے لیتا ہی اسواسطے کہ یہ غدر و تلبیس ہی یہ قنیہ مین ہی۔
زاد مین لکھا ہی کہ زید کا عمرو پر قرضہ آتا ہی اُسنے عمرو سے اپنے قرضہ کے مثل درم لے لیے اور اپنی ضرورت مین خرچ
کر ڈالے پھر اُسکو معلوم ہوا کہ یہ دراہم زیوف تھے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر کچھ نہین ہی اور صاحبین رح نے فرمایا
کہ وہ زیوف کے مثل قرضدار کو دیکر اُس سے کھرے درم واپس لے اور جامع صغیر مین امام اعظم رح کا قول وامام محمدؒ
کا قول بیان کیا ہی اور یہی صحیح ہی یہ مضمرات مین ہی۔ ایک شخص کے قرضے لوگون پر آتے ہین اور وہ لوگ غائب ہین
پس قرضخواہ نے کہا کہ میرا جسپر کچھ آتا ہی وہ حلت مین ہی یعنے اُسکو حلال کر دیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو اختیار
باقی رہیگا کہ اُن لوگون سے اپنا مال جو اُنپر آتا ہی وصول کرے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایسی تحلیل جائز ہی
اور وہ لوگ حلت مین ہو جاوینگے جبکہ اُنپر قرضہ ہو اور اگر کوئی معین چیز ہو تو وہ چیز اُسنے لے سکتا ہی۔ اگر ایک
شخص کا دوسرے پر کچھ حق آتا ہو اور اُسنے دوسرے کو بدین شرط بری کیا کہ مجھے خیار ہی تو بری کرنا صحیح ہوگا اور
خیار باطل ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنے سب قرضدارون کو بری کر دیا اور
زبان سے اُنکے نام بیان نہ کیے اور نہ دل مین اُن سب کی یا کسی ایک کی نیت کی تو شیخ ابو القاسم رح نے
فرمایا کہ ابن مقاتل نے ہمارے علماء سے روایت کی کہ قرضدار لوگ بری نہونگے اور اگر کہا کہ میرا ہر قرضدار حلت مین
ہی تو ابن مقاتل نے کہا کہ ہمارے علماء کے قول کے موافق اُسکے قرضدار لوگ بری نہونگے اسی طرح اگر کہا کہ شہر ری
مین میرا کچھ نہین ہی پھر دوسرے روز ایک دار کی نسبت جو شہر ری مین واقع ہی یہ دعوی کیا کہ بیس برس سے میرا ہی
تو بھی ہمارے علماء کے نزدیک اُسکو یہ اختیار ہی اور ابن مقاتل نے کہا کہ میرے نزدیک دونون مسئلون مین اُسکے
قرضدار لوگ بری ہو جاوینگے اور اُسکے دعوے کی سماعت نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے حکم دیا
کہ تم لوگ فلان شخص کے بیٹے کو پانچ درم دیدو کہ مین نے اُسکے مال مین سے کچھ کھا لیا تھا اور اگر ابن فلان یعنی فلان کا
(یعنی ابن فلان کے ۱۲)
بیٹا نہ پاؤ تو اُسکے وارثون کو دیدو اور اگر وارثون کو نپاؤ تو اُسکی طرف سے صدقہ کر دو پھر ان لوگون نے بن فلان کی
بی بی کو پایا اور کسی کو نہ پایا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر وہ عورت اُسپر اپنے مہر کا دعوی کرتی ہو اور اسکے سواے کوئی
اور وارث معلوم نہوتا ہو تو مہر مین اُسکو دیدین اور اگر مہر کا دعوے نکرتی ہو پس اگر کہتی ہی کہ بن فلان یعنے اُسکے
شوہر کے کوئی اولاد نہین تھی تو اُسکو ان درمون کی چوتھائی ملیگی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر کسی نے بقال کے پاس
ایک درم رکھا کہ جو چاہیگا اُس سے لیگا تو یہ مکروہ ہی اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ ایک مرد فقیر کے پاس
ایک درم ہی وہ ڈرتا ہی کہ اگر میرے پاس رہا تو برباد ہو جائیگا یا مین اسکو اپنی ضرورت مین اُٹھا ڈالونگا لیکن اور
کامون کی بہ نسبت اُسکو بقال کی طرف حاجت زیادہ ہوتی ہی چنانچہ نمک مصالحہ وغیرہ چیزین خریدنے کی ضرورت
پڑتی ہی اور اُسکے پاس اتنے پیسے نہین ہین کہ ہر وقت جس چیز کی ضرورت پیش آوے اُسکو خرید لے پس
اُسنے بقال کو درم دیدیا تاکہ جسوقت جو ضرورت پیش آتی جاوے اُسکو تھوڑا تھوڑا کر کے حساب سے اسی درم
مین سے لیتا جاوے یہانتک کہ درم پورا ہو جاوے یعنے بمقابلہ پورے درم کے چیزین لے لے تو یہ فعل
مکروہ ہی اسواسطے کہ اس فعل کا حاصل یہ نکلتا ہی کہ یہ ایسا قرض ہی جس سے نفع حاصل ہوتا ہی پس مکروہ ہوا لیکن اس

باب مین حیلہ یہ ہی کہ جب ایسا قصد ہو تو درم بقال کو ودیعت دیدے پھر اُس سے جو چاہے لیتا جاوے لیکن اگر یہ درم ضائع ہو جاوے تو بقال پر کچھ واجب نہو گا کیونکہ یہ ودیعت تھا۔ پھر جب بقال سے تھوڑا تھوڑا لیا تو جو اُسنے تھوڑا تھوڑا بمقابلہ اُس چیز کے جو اُس سے لی ہی دیا ہی اسکا مالک ہوتا جائیگا پس جو مقصد ہی وہ بلا کراہت حاصل ہو جائیگا یہ نہایہ مین ہی۔ تجریدیہ مین لکھا ہی کہ اگر کسی سونار کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک درم وزن کی انگوٹھی اپنے پاس سے بنادے اور ایک دانگ مزدوری مقرر کی پس اُسنے بنائی تو درم وزن سے زیادہ لینا نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ قرض مشاع جائز ہی چنانچہ اگر دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ اسکا نصف تیرے پاس آدھے نفع پر مضاربت پر ہی اور نصف مین سے نے تجھے قرض دیا تو جائز ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ سرکہ و مربا و رب و شیرۂ انگور و شہد و تیل و گھی کا قرض لینا پیمانہ سے جائز ہی اور لوہے کا اور اسی طرح تانبے و پیتل کا وزن سے قرض لینا جائز ہی۔ اور بیلچہ اور کلہاڑی اور آرہ و منشرہ و مٹی کا برتن و مشکون ان سب کا قرض لینا نہین جائز ہی۔ سوت کا وزن سے قرض لینا جائز ہی اور رفیشہ کا قرض لینا نہین جائز ہی اور گڈیون سے فوالہ کا قرض لینا نہین جائز ہی اور کٹ و انجیر کا ٹوکرون کے حساب سے قرض لینا نہین جائز ہی اور ہمارے نزدیک کسی قرض مین میعاد نہین ثابت ہوتی ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی نوازل مین ہی کہ ایک پر قرض تھا اور قرضخواہ اُسکو وصول کرنے آیا پس قرضدار نے اُسکو درم قرض کے دیئے اور کہا کہ انکو پرکھ لے اور وہ طالب کے ہاتھ مین تلف ہو گئے تو قرضدار کا مال گیا اور اگر قرضدار نے کچھ نہ کہا ہو اور طالب نے لے لیا پھر مطلوب کو دیا کہ اسکو پرکھ دے اور وہ تلف ہو گئے تو طالب کا مال گیا یہ ذخیرہ مین ہی

اٹھائیسوان باب

ملوک سے ملاقات کرنے اور اُنکے ساتھ تواضع سے پیش آنے اور اُنکے ہاتھون کو بوسہ دینے اور ملوک کے سوائے غیر کے ہاتھون کو بوسہ دینے اور مرد کو غیر مرد کا مُنھ چومنے و اُسکے متصلات کے بیان مین۔ ابو اللیث حافظ سے روایت ہی کہ سلاطین کے پاس جانا مکروہ ہی اور وہی فتوے دیتے تھے پھر اس سے رجوع کیا اور فتوے دیا کہ مباح ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص کو حاکم امیر نے بلایا اور اس سے چند باتین دریافت کین پس اگر وہ ان باتون مین موافق حق کے کہتا ہی تو اُسکی طرف سے بُرائی پہونچتی ہی تو اس شخص کو نہین چاہیے کہ خلاف حق بات کہے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ اپنے نفس کے قتل یا اتلاف عضو یا اتلاف عضو غیر یا اپنے مال کے اتلاف کا خوف نہو اور اگر ایسا خوف ہو تو خلاف حق کہدینے مین مضائقہ نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اللہ تعالے کے سوائے کسی غیر کے واسطے تواضع حرام ہی یہ ملتقط مین ہی اگر کسی شخص نے سلطان کے واسطے بطور تحیہ کے سجدہ کیا اور اُسکے سامنے زمین چوم لی تو کافر نہ کہا جائیگا لیکن گنہگار رہو گا کہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہی اور یہی مختار ہی اور فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے سلطان کو بہ نیت عبادت سجدہ کیا یا اُسکے دل مین کچھ نیت نہ تھی تو ضرور کافر ہو گیا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر مسلمان سے کہا گیا کہ تو بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ ہم تجھکو قتل کر دینگے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُس مرد مسلمان سے عبادت کا سجدہ کرنے کو کہتے ہین تو اُسکے حق مین افضل یہ ہی کہ سجدہ نہ کرے جیسے کوئی شخص کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا تو اُسکے حق مین صبر کرنا افضل ہی۔ اور اگر ظالمون نے تحیہ و تعظیم کا سجدہ کرنے کو کہا ہی عبادت کا سجدہ کرنے کو نہین کہا ہی تو اُسکے حق مین افضل یہ ہی کہ سجدہ کر دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ جامع صغیر مین ہی کہ عظیم کے سامنے زمین چومنا حرام ہی اور فاعل و راضی دونو

سخت گنہگار ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ علماء و زاہدون کے سامنے زمین چومنا فعل جہال ہی اور فاعل و راضی دونون سخت گنہگار ہین یہ غرائب مین ہی۔ اور سلطان وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہی کہ یہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہی اسکی حدیث مین ممانعت آئی ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اللہ تعالے کے غیر کی خدمت کرنا کھڑے ہوکر ہاتھ پکڑ کر اور جھک کر جائز ہی اور سجدہ سواے اللہ تعالے کے کسی کے واسطے نہین جائز ہی یہ غرائب مین ہی۔ رہا کلام ہاتھ کو بوسہ دینے مین سو اگر اُسنے اپنے ہاتھ کو غیر کے واسطے چوما تو مکروہ ہی اور اگر غیر کا ہاتھ چوما پس اگر عالم یا سلطان عادل کے ہاتھ کو بوجہ اُسکے علم و عدل کے بوسہ دیا تو مضائقہ نہین ہی ایسا ہی فتاواے اہل سمرقند مین لکھا ہی اور اگر سواے عالم و سلطان عادل کے کسی مسلمان کا ہاتھ چوما پس اگر اس سے مسلمان کی تعظیم و اکرام مقصود ہو تو مضائقہ نہین ہی اور اگر اس سے عبادت مقصود ہو یا غرض ہو کہ دنیاوی مال و متاع کچھ اس سے مل جائیگا تو مکروہ ہی اور شیخ صدر الشہید رہ اس فصل مین بلا تفصیل کراہت کا فتوے دیتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی۔ عالم و سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہی اور ان دونون کے سواے کسی کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی رخصت نہین ہی اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ کسی عالم یا زاہد سے یہ درخواست کی کہ اپنا قدم بڑھا دے تاکہ اُسکو بوسہ دے تو یہ رخصت نہین ہی اور نہ وہ شخص اس بات کو قبول کرے یہ بعض کے نزدیک ہی اور بعض کے نزدیک یہ درخواست قبول کرے اسی طرح اگر اُسنے اُسکا سر یا ہاتھ چومنے کی اجازت مانگی تو بھی یہی حکم ہی یہ غرائب مین ہی اور اپنے دوست سے ملاقات کے وقت اپنا ہاتھ چومنا جیسا جہال لوگ کیا کرتے ہین یہ بالاجماع مکروہ ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ رہا کلام منہ چومنے مین سو فقیہ ابو جعفر ہندوانی رح سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد دوسرے مرد کا جو فقیہ یا عالم یا زاہد ہو منھ چومے بغرض اعزاز دین کے تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اگر ایک مرد دوسرے مرد کا منھ یا پیشانی یا سر چومے تو مکروہ ہی یہ محیط مین ہی قال المترجم یہا ہو المختار اور امام اعظم رح و امام محمد رہ کے نزدیک یہ مکروہ ہی کہ ایک مرد دوسرے مرد کے منھ کو یا ہاتھ کو یا کسی جگہ کو بوسہ دے اور امام ابو یوسف رہ نے فرمایا کہ تقبیل و معانقہ ازار واحد مین روا ہی کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر معانقہ قمیص یا جبہ کے اوپر سے ہو یا منھ چومنا بطور بر ہو نہ از راہ شہوت تو سب کے نزدیک جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر لقاء یا وداع کے وقت ایک عورت دوسری عورت کا منھ یا گال چومے تو مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک بوڑھا سفر سے آیا اور اُسنے اپنی بہن کا جو بوڑھی ہی بوسہ دینا چاہا تو فرمایا کہ اگر اُسکو اپنے نفس پر خوف ہو تو نہین جائز ہی ورنہ جائز ہی۔ ایسا ہی خلف رہ نے امام ابو یوسف رہ سے روایت کیا ہی یہ حاوی مین ہی۔ فقیہ ابو اللیث رہ نے ذکر کیا ہی کہ بوسہ دینا پانچ طرح کا ہوتا ہی بوسہ رحمت جیسے باپ اپنے بچہ کو بوسہ دے و بوسہ تحیت جیسے بعض مومن بعض مومن کو بوسہ دے و بوسہ شفقت جیسے بچہ اپنے باپ کو بوسہ دے و بوسہ مودت جیسے کوئی شخص اپنے بھائی کی پیشانی پر بوسہ دے و بوسہ شہوت جیسے مرد اپنی عورت یا اپنی باندی کو بوسہ دے اور بعض نے ایک بوسہ اور بڑھایا ہی یعنی بوسہ دیانت یعنی حجر اسود کو بوسہ دینا یہ تبیین مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے باپ کی جورو کو جو پانچ یا چھ برس کی ہی شہوت سے بوسہ دیا تو شیخ ابو بکر رہ نے فرمایا کہ وہ

لڑکی اُسکے باپ پر حرام نہین ہو جائیگی کیونکہ وہ مشتہات نہین ہی اور اس پسر نے اگر اُسکو مشتہات تصور کر لیا تو اُسپر لحاظ نکیا جائیگا اور اگر اُسکے باپ کی جورو اسقدر بڑھی ہو کہ حد شہوت سے خارج ہو گئی ہو اور اس پسر نے اُسکو شہوت سے بوسہ دیا تو وہ اُسکے باپ پر حرام ہو جائیگی یہ حاوی مین ہی۔ اور مصافحہ جائز ہی اور مصافحہ کا سنت طریقہ یہ ہی کہ ایک مرد دوسرے مرد کے دونون ہاتھون مین اپنے دونون ہاتھ رکھے اور درمیان مین کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہووے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔

اُنتیسوان باب - اشیاے مشترکہ سے نفع لینے کے بیان مین - امام محمد رح نے شروط الاصل مین ذکر فرمایا کہ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک شریک غائب ہو اور دوسرے نے چاہا کہ اُسمین کسی شخص کو رکھے یا کسی کو کرایہ پر دیدے تو فرمایا کہ فیما بینہ وبین اللہ تعالے یعنے ازراہ دیانت اُسکو یہ روا نہین ہی اور حکم قضاء مین اُسکو ممانعت نکیجائیگی پس اگر اُسنے کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کیا تو دوسرے شریک کا حصہ دیکھا جائیگا کہ اسمین سے کسقدر ہی پس اسقدر حصہ اگر شریک مذکور کو کسی طور سے دے سکتا ہو تو دیدے ورنہ صدقہ کر دے اور اُسکا حال مثل غاصب کے ہوگا کہ اگر غاصب نے غصب کرکے کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کیا تو اُسکو صدقہ کریگا یا مغصوب منہ کو دیدیگا اور جسقدر کرایہ خاص شریک مذکور کے حصہ مین آیا ہی وہ اُسکو حلال ہی یہ اُسوقت ہی کہ اُسنے دوسرے کو بسایا ہو اور اگر خود اُسمین رہا درحالیکہ اُسکا شریک غائب ہی تو قیاساً فیما بینہ وبین اللہ تعالے یعنے ازراہ دیانت اُسکو یہ اختیار نہین ہی جیسا کہ دوسرے کو بسانے مین ہی اور استحساناً اُسکو یہ اختیار ہی۔ اور عیون مین لکھا ہی کہ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون مین سے ایک غائب ہو تو حاضر کو گنجائش ہی کہ بقدر اپنے حصے کے سکونت کرے اور پورے دار مین سکونت نہ کرے اسی طرح اگر ایک خادم دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک غائب ہو گیا تو حاضر کو اختیار ہی کہ بقدر اپنے حصہ کے خادم سے خدمت لے اور اگر دابہ ہو یعنے سواری کا جانور ہو تو حاضر اُسپر سواری نہین لے سکتا ہی اور اجارات النوازل مین محمد بن مقاتل سے روایت ہی کہ شریک حاضر دار مین سے بقدر اپنے حصے کے سکونت کرے - اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ حاضر کو اختیار ہی کہ اگر بشرط عدم سکونت دار مذکور کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو پورے دار مین سکونت کرے - اور ابن ابی مالک رح نے امام اعظم و امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ زمین مشترک کی صورت مین حاضر کو بقدر اپنے حصے کے زراعت کرنے کا اختیار نہین ہی اور دار کی صورت مین اختیار ہی اور نوادر ہشام مین یون مذکور ہی کہ اُسکو دونون صورتون مین یہ اختیار ہی یہ محیط مین ہی - اگر ایک دابہ یعنے چوپایہ دو شخصون مین مشترک ہو اُسکو ایک شریک بدون دوسرے کی اجازت کے سواری یا اسباب لادنے کے کام مین لایا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا یہ صغری مین ہی ۔ اور اگر ایک دار ایک قوم مین مشترک ہو تو بعض کو اختیار ہی کہ اُسمین اپنا چوپایہ باندھے اور اُسمین وضو کرے اور اُسمین اپنی لکڑیان رکھے اور اگر اس سے کوئی شخص مرگیا تو وہ ضامن نہوگا اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ بدون اجازت شریکون کے اُسمین کنوان کھودے یا عمارت بنائے اور اگر بنائی یا کنوان کھودا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور عمارت توڑ دینے کا حکم دیا جائیگا یہ فتاوے عتابیہ مین ہی - شیخ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے چاہا کہ ایک کوچہ غیر نافذہ کی طرف اپنی ملک مین بسبب ضرورت کے دیوار

چھوڑکر ایک دروازہ لگاوے تو فرمایا کہ قاضی اسمین یہ لحاظ کریگا کہ اگر اہل کوچہ کو کچھ ضرر نہ پہونچتا ہو اور اُسنے یہ دروازہ مضبوط لگایا ہی حتے کہ مثل دیوار کے ہوگیا تو اُسکو منع نہ کریگا یہ حاوی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے عام راستہ پر نیا ظلہ بنانا چاہا یعنے چھتا بنانا چاہا اور اسمین عوام کا کچھ ضرر نہین ہی تو امام اعظم رہ کا صحیح مذہب یہ ہی کہ تمام مسلمانون مین سے ہر شخص کو یہ اختیار ہی کہ منع کرے اور دور کرے اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ ہر ایک کو ممانعت کا اختیار ہی دور کرنے کا اختیار نہین ہی اور امام ابو یوسف رہ نے فرمایا کہ کسی کو دور کرنے اور گرانے کا اختیار نہین ہی اور اگر اُسنے کوچہ غیر نافذہ مین نیا چھتا ایجاد کیا تو ہمارے نزدیک اسمین ضرر و عدم ضرر کا اعتبار نہین ہی بلکہ شریکون کی اجازت معتبر ہی اور آیا عام راستہ پر چھتا نیا بنانا مباح ہی سو فقیہ ابو جعفر طحاوی نے ذکر کیا کہ مباح ہی اور گنہگار نہوگا بشرطیکہ کسی کی خصومت کرنے سے پہلے اُسنے ایجاد کیا ہی اور اگر کسی نے خصومت کی پھر بھی اُسنے بنایا تو بنانا مباح نہین ہی اور نہ اُس سے انتفاع حاصل کرنا مباح ہی اور اگر چھوڑ رکھا تو گنہگار ہوگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رہ نے فرمایا کہ انتفاع مباح ہی بشرطیکہ اس سے عام مسلمانون کو ضرر نہ پہونچتا ہو یہ محیط مین ہی امام ابو یوسف رہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی دیوار پر کہگل لگا کر مسلمانون کی ہوا کو شاغل کر دیا تو قیاساً یہ ہی کہ اسکو دور کرادیا جاوے اور استحساناً دور نہ کرائی جاوے اور اپنے حال پر چھوڑ دیجائیگی۔ اور نصر بن محمد فرزند امام اعظم رہ سے مروی ہی کہ جب وہ اپنی دیوار کو جو جانب کوچہ ہوتی کہگل کراتے تو اسکو کھرچ کر کہگل لگاتے تاکہ کوچہ مین سے کچھ نہ لے۔ اور شیخ نصیر بن یحییٰ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہتیر کوچہ سے خاص ہی یا شریک کی دیوار پر رکھا ہی اور اُسنے چاہا کہ اسکو اکھاڑ لے یا قطع کیے تو فرمایا کہ اگر کوچہ نافذہ ہو تو اُسکو یہ اختیار ہی کہ اکھاڑ لے اور جب اکھاڑ دیا تو پھر اُسکو اسی طرح بنانے کی اجازت نہ دیجائیگی اور شہتیر والے کو اُسکے برقرار رکھنے کا حق حاصل نہین ہی اور اگر کوچہ غیر نافذہ ہو پس اگر شہتیر کی یہ صورت قدیمی ہو تو اُسکے مالک کو حق القرار حاصل ہوگا اور شریک کو اُسکے اکھاڑنے کا استحقاق نہوگا اور اگر توڑ دیا تو اُسکو دوبارہ بنا دینے کی اجازت دیجائیگی اور اگر قدیمی نہو تو اُسکے مالک کو توڑ دینے کا استحقاق ہی اور جب اُسنے اکھاڑ لیا تو دوبارہ بنانے کی اجازت نہ دیجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہی منتقی مین تحریر ہی کہ اگر عام راستہ پر پائخانہ یا چھتا بنانا چاہا تو مین اُس سے اسکو منع کرونگا اور اگر اُسنے بنا لیا پھر لوگون نے نالش دائر کی تو مین اسمین غور کرونگا پس اگر اسمین ضرر ہوگا تو حکم دونگا کہ اسکو توڑ لے اور اگر اسمین ضرر نہوگا تو اپنے حال پر چھوڑ دونگا۔ اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے پائخانہ اپنے احاطہ مکان سے خارج رکھا داخل دار نہ کیا اور اسمین ضرر کچھ نہین ہی تو چھوڑ دونگا اور اگر اُسنے دار مین داخل کیا تو اِس سے منع کیا جائیگا۔ اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ اگر کوچہ غیر نافذہ مین ایک شخص کا چھتا ہو تو اہل کوچہ کو اُسکے ڈھا دینے کا اختیار نہین ہی بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ اسکی بنیاد کیا ہوئی ہی اور اگر یہ معلوم ہو کہ اسنے کوچہ ہو جانے کے بعد بنا لیا ہی تو منہدم کیا جاسکتا ہی اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو دونون صورتون مین منہدم کیا جاسکتا ہی اور امام ابو یوسف رہ فرماتے ہین کہ اگر اُسمین ضرر ہوگا تو منہدم کیا جائیگا ورنہ نہین اور حاصل یہ ہی کہ جو چھتا عام راستہ پر واقع ہو پس اگر اُسکا حال دریافت نہو تو بنا بر قول امام محمد رہ کے وہ جدید قرار دیا جائیگا حتے کہ امام المسلمین کو اختیار ہوگا کہ اُسکو دور کرا دے اور جو کوچہ غیر نافذہ مین ہو اور اُسکا حال دریافت نہو تو وہ قدیمی قرار دیا جائیگا حتی کہ کوئی شخص اُسکو دور نہین کر سکتا ہی۔ اور شیخ الاسلام یعنے خواہرزادہ نے فرمایا کہ کوچہ

غیر نافذہ میں ایسے حکم کی تاویل یون ہی کہ ایک دار یا ایک زمین ایک قوم کے درمیان مشترک ہو جسمین ان لوگون نے اپنے رہنے کے گھر و حجرے بنا لیے اور ایک کوچہ اپنی آمد و رفت کا چھوڑ دیا حتے کہ وہ راستہ اُنکی ملک رہا تو یہ حکم ہی اور اگر در اصل کوچہ احاطہ کیا گیا ہو مثلاً اُن لوگون نے دار بنایا اور یہ راستہ آمد و رفت کے واسطے چھوڑ دیا تو ایسے راستہ پر چھتا واقع ہونے کا وہی حکم ہی جو عام راستہ پر چھتا واقع ہونے کا حکم ہی۔ اور شیخ شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ کوچۂ خاص اُسکو کہتے ہین کہ جسمین اتنے لوگ ہون جنکی تعداد معلوم ہو اور اگر اُسمین اتنے لوگ ہون جنکی تعداد بطور احصاء معلوم نہین ہی تو وہ کوچہ عامہ ہی پس ایسے کوچہ مین جو چھتا ہو اُسکا حکم وہی ہی جو عام راستہ پر چھتا ہونے کا حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک کوچہ غیر نافذہ کے وسط مین ایک گھورا ہی پس اہل کوچہ مین سے کسی ایک نے چاہا کہ اپنا پائخانہ دور کرکے اُسکو اس گھورے پر منتقل کرے حالانکہ اس سے پڑوسیون کو ایذا پہونچتی ہی تو فرمایا کہ اُن لوگون کو اختیار ہی کہ شخص مذکور کو اس سے منع کرین اور اسی طرح ہر ایسی بات سے جس سے اُنکو سخت ایذا پہونچتی ہو منع کر سکتے ہین یہ حاوی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک کوچہ نافذہ مین پڑوسیون کی رضامندی سے پائخانہ بنانا چاہا پھر ہنوز اسکی عمارت تمام نہوئی تھی کہ پڑوسیون نے اُسکو ممانعت کی حالانکہ اسمین اُنکا کوئی کھلا ضرر نہین ہی تو اُنکو یہ اختیار ہی کہ منع کرین یہ غرائب مین ہی۔ فتاوی ابو اللیث رح مین ہی کہ ایک شخص نے کوچہ غیر نافذہ مین اپنے دار کے دروازہ پر مربط بنایا جسمین اپنا چوپایہ باندھا کرتا تھا تو اہل کوچہ مین سے ہر ایک کو یہ اختیار ہی کہ اُسکا یہ مربط توڑ دے مگر اُسکو دروازہ پر چوپایہ باندھنے سے منع نہین کر سکتا ہی اسواسطے کہ جب کوچہ غیر نافذہ ہی۔ تو ایسا ہی جیسے ایک دار دو آدمیون مین مشترک ہی کہ ہر ایک کو اُسکے نصف مین سکونت رکھنے کا اختیار ہی مگر کچھ عمارت بنانے یا کنوان کھودنے کا اختیار نہین ہی اور مربط بنانا عمارت بنانے مین سے ہی اور دروازہ پر چوپایہ باندھنا از قبیل سکونت ہی اور ہمارے ملک مین یہ رسم ہی کہ اپنے گھرون کے دروازون پر جانور چوپایہ باندھتے ہین۔ اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو بشرط سلامت ہر ایک کو اپنے دروازہ پر اپنا چوپایہ باندھنے کا اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا بیت جو ایک کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہی اور بیت مذکور کا جناح بھی ہی منہدم کر دیا تو اُسکو اختیار ہی کہ جیسا تھا ویسا ہی بنا لے اور پڑوسی اُسکو منع نہین کر سکتے ہین بشرطیکہ قدیمی ہو اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو ہر ایک کو اس جناح کے توڑ دینے کا اختیار ہی اگرچہ قدیمی ہو اور قدیم و جدید کا فرق فقط کوچۂ غیر نافذہ مین ہوتا ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور فتاوائے اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے اپنا بیت منہدم کر دیا اور بنایا نہین حالانکہ پڑوسیون کو اس سے ضرر ہوتا ہی پس اگر شخص مذکور کو وسعت ہو یعنے بنانے پر قادر ہو تو پڑوسیون کو اُسپر جبر کرنے کا اختیار ہی اور مختار یہ ہی کہ پڑوسیون کو اُسپر جبر کرنے کا اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک بڑا دار جسکا پرنالہ ایک جگہ گرتا تھا وہ ایک جماعت کے ہاتھ شرکت مین فروخت کیا گیا پھر ہر ایک نے اپنا اپنا حصۂ دار مذکور علیحدہ کرکے ہر ایک نے اپنا پرنالہ اسی جگہ پر گرایا جہان مشترک کا پرنالہ گرتا تھا پس اُس منہرہ پر بہت سے پرنالے گرنے لگے پس آیا پڑوسیون کو اس سے منع کرنے کا اختیار ہی تو ہمارے زمانہ کے بعضے مفتیون نے یہ فتوی دیا تھا کہ اُنکو ممانعت کا اختیار نہین جیسا کہ اگر بائع نے اُسمین

ف۵ بیٹھک کسی کو جس سے ضرر نہوتا ہو

لوگون کی جماعت کو بسایا یا جیسے ایک شخص سے ایک جماعت نے ایک دار خریدکر اُسمین سکونت اختیار کی اور ان سب
لوگون کے استعمال کا پانی اُسکے پرنالہ سے بہا تو پڑوسی منع نہین کرسکتے ہین اسواسطے کہ بہت سے پرنالہ ہوجانے سے
سواے اسکے کہ پانی کی کثرت ہو اور کچھ ضرر نہین ہی اور پانی کی کثرت سے ممانعت نہین ہوسکتی ہی یا جیسے اگر کوچہ غیر نافذہ
مین اپنا دار ایک جماعت کے ہاتھ فروخت کیا تو اہل کوچہ اُسکو منع نہین کرسکتے ہین اگرچہ اہل کوچہ کو یہ ضرر لازم
آتا ہی کہ راستہ مشترکہ مین گذرنے والون کی کثرت ہوگئی- پھر یہ فتوے اور جواب ہمارے شیخ نجم الائمہ حلیمی کے پاس
آیا پس اُنھون نے توقف فرمایا اور اپنے شاگردون وہم عصرون سے چند روز تک بحث کی پھر اُنکی یہ راے قرار پائی
کہ پڑوسی اُسکو منع کرسکتے ہین بخلاف مثالون مذکورہ کے کہ انمین ضرر لازمی ودائمی نہین ہی اور صورت مذکورہ مین
اسکے برخلاف ہی اور شداد رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے عام نہر پر مسلمانون کے نفع کے واسطے درخت
جمانا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ قنیہ مین ہی- ایک شخص نے ایک کوچہ غیر نافذہ مین اپنے فناے دار مین ایک درخت
جمایا اور اس کوچہ مین سواے اسکے اور بھی درخت ہین پھر اہل کوچہ مین سے ایک نے یہ چاہا کہ اس کو اُکھاڑ دے اور
دوسرے درختون سے تعرض نہ کیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اسی طرح اگر جناح جو جادہ راستہ مین دار سے باہر
نکلا ہوا ہی اُسکے توڑنے کا قصد کیا تو بھی یہی حکم ہی لیکن اگر مرد محتسب ہو کہ ان سب چیزون سے تعرض کرے تو حکم
ایسا نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی- فقیہ ابو نصر رح نے فرمایا کہ اگر عام نہر کے کنارے ایک درخت جمایا جو آنے جانے والون
کے حق مین کچھ مضر نہین ہی تو اُسکو مباح ہی اور مسلمانون مین سے ہر شخص کو یہ اختیار ہی کہ اُس سے مواخذہ کرے کہ
اسکو دور کردے اور اگر اُسنے وقف کردیا تو وقف ہوجائیگا اور ہمارے اصحاب کے مذہب کے موافق اُسکو
یہ اختیار نہین ہی- اور محمد بن سلمہ رح سے منقول ہی کہ اُنھون نے اپنے دروازہ پر دوکان اور اپنے چوپایہ کا مربط
بنایا پس شیخ ابو نصر سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس بارہ مین کیا فرماتے ہین تو فرمایا کہ مین اسکو راہ صواب
سے دور نہین جانتا ہون کذا فی المحیط اور فتاوے قاضی خان مین ایسی صورت مین یہ حکم لکھا ہی کہ بنانے والے
کو ایسا اختیار نہین ہی انتہی اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دروازہ کے نہر کے کنارے
درخت جمائے اور ان درخت و اُسکے درمیان جادہ راستہ ہی پس یہ مکروہ ہی فرمایا کہ اگر یہ درخت نہر کو یا
اہل نہر کو ضرر نہ پہونچاتے ہون تو مجھے امید ہی کہ لگانے والے کو لگانے مین گنجائش ہی اور جو شخص اُسکی موت کے بعد
وارث ہو وہ ان درختون کے حق مین بجاے میت کے قرار دیا جائیگا یہ حاوی مین ہی- نوازل مین ہی کہ ایک
شخص نے نہر عام کے کنارے درخت لگایا پھر ایک شخص جو اس نہر مین شریک نہین ہی آیا اور اُسنے درخت
لگانے والے سے اس درخت کے اُکھاڑ لینے کا مواخذہ کیا پس اگر درخت مذکور اکثر لوگون کو ضرر دیتا ہو تو اُسکو خود
کا اختیار ہی مگر اولے یہ ہی کہ یہ بات حاکم کے سامنے دائر کرے تاکہ حاکم اُسکو اُکھاڑ لینے کا حکم دے یہ ذخیرہ مین ہی- فتاوی
ابو اللیث مین ہی کہ اگر خاک یا کیچڑ مسلمانون کے عام راستہ سے اُٹھائی تو کیچڑ کے دنون مین جائز ہی بلکہ اولی ہی
اور جب کیچڑ کے دن نہون اور یہ خاک ومٹی مثل زمین کے ہو یعنے ضرر دیتی ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر زمین کے مثل
ہو اور اُٹھانے والے کو اُسکے کھودنے کی ضرورت پڑے پس اگر راہ چلنے والون کو مضرت پہونچے تو اُسکو
یہ روا نہین ہی یہ محیط مین ہی- بیچ راستہ سے کیچڑ یا نہر عام کے کنارے سے مٹی لے لینا نہین جائز ہی کیونکہ وہ مسلمانون

لوگون کا حق ہو لیکن والی کی اجازت سے روا ہو اور نوازل مین ہو کہ اگر اسمین راستہ خراب نہوتا ہو تو اُٹھا لینے مین مضائقہ نہین ہو اور والی کی اجازت کا ذکر نہین کیا کذا فی القنیہ۔ اور شیخ ابوبکر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک زقیقہ غیر نافذہ مین مٹی سانی تو فرمایا کہ اگر راستہ مین اتنا چھوڑ دیا کہ لوگون کی آمد و رفت ہو سکے اور جلدی اُسکو اُٹھا لیتا ہو اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہو تو اُسکو منع کیا جائیگا اور شیخ محمد بن سلمہ زقیقہ غیر نافذہ مین مثل مربلہ و دوکان وغیرہ بنانے کے واسطے مٹی سانا جائز رکھتے تھے یہ حاوی مین ہو۔ شیخ ابوالقاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ شہرپناہ کی دیوار کی مٹی کا حکم کیا ہو فرمایا کہ اُسکا اُٹھا لیجانا جائز نہین ہو۔ پھر پوچھا گیا کہ اگر دیوار مین سے کوئی ٹکڑا ٹوٹ پڑا جسکی کچھ احتیاج نہین ہو فرمایا کہ اُسکا اُٹھا لیجانا مضائقہ نہین رکھتا ہو یہ غرائب مین ہو۔ ایک سبیل کی حوض ہو اُس سے ایک شخص نے پانی کی مشک بھری تو اُسکو یہ بچانا چاہیے کہ حوض مذکور کے کنارے رکھے اور اگر ایسا کیا اور حوض کے کنارے مین نقصان پہونچا تو وہ شخص ضامن ہوگا کذا فی الذخیرہ

تیسوان باب ۔ متفرقات کے بیان مین۔ ایک شخص کی جورو فاسق یعنے بدکار ہو کہ جھڑکنے سے باز نہین آتی ہو تو اُسکا طلاق دیدینا واجب نہین ہو یہ قنیہ مین ہو۔ نوازل مین ہو کہ اگر مرد نے اپنی عورت کے منھ مین اپنا آلہ تناسل داخل کر دیا تو بعض نے فرمایا ہو کہ مکروہ ہو اور بعض نے اسکے برخلاف کہا ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک عورت اپنے خاوند کی باندی یا غیر کی باندی کو مارتی ہو اور سمجھانے سے نہین مانتی ہو تو اُس مرد کو عورت مذکور کے مارنے کا اختیار ہو یہ قنیہ مین ہو۔ اور شیخ رحمہ اللہ سے یہ بھی دریافت کیا گیا کہ آیا شافعیہ مذہب کی عورت کو یہ اختیار ہو کہ حیض سے گیارھوین دن اپنے شوہر کو جو حنفی مذہب ہو اپنی آپ سے وطی کرنے دے تو فرمایا کہ فتوی دینے والا اپنے مذہب کے موافق فتوی دیگا جو شخص فتوی مانگتا ہو اُسکے مذہب کے موافق نہ دیگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک باندی مرض الموت مین بیمار ہوئی تو اُسکا آزاد کر دینا اولی ہو تاکہ آزاد مرے یہ قنیہ مین ہو۔ ایک عورت بدون اپنے شوہر کی اجازت کے کسی بچہ کو دودھ پلاتی ہو تو اسکے حق مین یہ بات مکروہ ہو لیکن اگر اس دودھ پیتے بچے کے مرجانے کا خوف کرتی ہو تو ایسا کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ ایک شخص نے حرام چیز مثل شراب وغیرہ کے دوسرے شخص کے واسطے رکھ چھوڑی پس اگر ایسے شخص کے واسطے رکھ چھوڑی ہو جو اُسکے حرام ہونے کا معتقد ہو مثلاً مسلمان کے واسطے شراب رکھ چھوڑی تو مکروہ نہین ہو اور اگر ایسے شخص کے واسطے رکھے جو اباحت کا معتقد ہو مثلاً کافر کے واسطے شراب رکھ چھوڑی تو مکروہ ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو اور اگر سرکہ بنانے کے واسطے اپنے گھر مین شراب رکھ چھوڑی تو جائز ہو گنہگار نہوگا۔ اور اگر طبلہ طنبور وغیرہ ان معازف و ملاہی کی چیزون مین سے کوئی رکھی تو مکروہ ہو گنہگار ہوگا اگرچہ اُنکو استعمال نہ کرتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ ترکون و امرا وغیرہ مین سے چند لوگ ایک مجلس فسق و فساد مین مجتمع ہوے اور شیخ الاسلام نے اُنکو فعل منکر سے منع کیا مگر وہ لوگ باز نہ آئے پھر محتسب اور سید امام اجل کے دروازے سے چند لوگ اسواسطے نکلے کہ اُنکو متفرق کرکے اُنکی شراب بہا دین اور فقہا کی ایک جماعت کو ساتھ لے گئے پھر کچھ شراب پاکر بہا دی اور بعض مشکون مین سرکہ کرنے کے واسطے نمک ڈالا پھر شیخ کو اسکی خبر دیگئی تو فرمایا کہ کچھ شراب نہ چھوڑو سب بہا دو اور خم توڑ ڈالو

اور باقی شراب بھی بہادو اگرچہ اسمین نمک ملا گیا ہو اور فرمایا کہ عیون المسائل مین مذکور ہو کہ اگر کسی نے محتسبانہ مسلمانون کی شراب بہادی اور اُنکے خم شراب توڑ ڈالے اور مشکیزہ جسمین شراب تھی پھاڑ ڈالے تو اُسپر ضمان نہین ہو اسی طرح اگر ذمیون نے شراب کو مسلمانون مین ظاہر کیا اور کسی نے بطور امر بالمعروف کے ذمیون کی شراب بہادی و شراب کے خم توڑ ڈالے اور مشکیزہ پھاڑ ڈالے تو اُسپر ضمان نہین ہو یہ تاتارخانیہ مین تتمیہ سے منقول ہو۔ اور بوڑھے جاہل کو بچنا ہیے کہ نوجوان عالم کے آگے چلنے و بیٹھنے و کلام مین پیش قدمی کرے یہ سراجیہ مین ہو۔ اور نوجوان عالم بوڑھے غیر عالم سے اور عالم شخص غیر عالم قریشی سے پیش قدم ہوگا اور زندویسی نے فرمایا کہ عالم کا حق جاہل پر اور اُستاد کا شاگرد پر دونون برابر یکسان ہین یعنی جاہل کو بچنا ہیے کہ عالم کے سامنے گفتگو مین پیش قدمی کرے اور مجلس مین اُسکی جگہ پر نہ بیٹھے اگرچہ وہ اسوقت غائب ہو اور اُسکی بات کو رد نکرے اور چلنے مین اُسکے آگے نہو اور شوہر کا حق جورو پر اس سے بھی بڑھکر ہو اور عورت اپنے خاوند کے ہر مباح فعل مین جسکے کرنے کا خاوند اُسکو حکم کرے تابعداری کرے اور اپنی ذات پر شوہر کے منافع مقدم کرے یہ وجیز کردری مین ہو۔ نجم الائمہ حلیمی سے منقول ہو کہ ایک شخص نے دار وقف مین جسکو اجارہ پر لیا ہو تا بخانہ بنایا اور اُسمین روشندان رکھا اور پڑوسی مقابل کہتا ہو کہ جب ہم لوگ اپنی چھت پر یا پائخانہ یا دروازہ مین ہوتے ہین تو اُسکے شاگرد لوگ ہمکو جھانکتے ہین پس یہ روشندان بند کرادے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہو۔ اور ایک شخص نے اپنی زمین مین جوار بوئی اور اُسکے اکھاڑنے مین پڑوس والے کھلا منہ پر اُٹھاتے ہین تو اُنکو اس سے ممانعت کرنے کا اختیار نہین ہو یہ قنیہ مین ہو۔ مشاعب[عہ] جو راہ مین بنی ہوتی ہین اُنکی نسبت کسی کو خصومت کرنے کا اور اُنکے دور کرنے کا اختیار نہین ہو اور اسی پر فتوے ہو یہ ملتقط مین ہو۔ ربض[عہ] شہر کی مٹی اُٹھا لیجانا کسی کو روا نہین ہو کیونکہ وہ حصن ہو اور اُس سے عام کا حق متعلق ہو ہان اگر دیوار شہر کی گرے اور اُسکی کچھ حاجت نہو تو اُٹھا لیجانا جائز ہو یہ وجیز کردری مین ہو۔ اور تجنیس ملتقط مین ہو کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی چھت اور اُسکے پڑوسی کی چھت برابر ہو اور چھت پر چڑھنے مین پڑوسی کے گھر مین نظر پڑتی ہو تو پڑوسی کو اختیار ہو کہ جب تک وہ اپنی چھت پر پردہ نہ بنادے تب تک اُسکو چھت پر چڑھنے سے منع کرے اور اگر نظر پڑوسی کے گھر مین نہ پڑتی ہو لیکن اگر پڑوسی لوگ چھت پر ہون تو اُنپر نظر پڑتی ہو تو پڑوسی اُسکو چھت پر چڑھنے سے منع نہین کرسکتا ہو اور امام ناصر الدین نے فرمایا کہ یہ ایک طرح کا استحسان ہو اور قیاساً یہ حکم ہو کہ وہ اس فعل سے منع کیا جاویگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ تتمیہ مین ہو کہ مین نے شیخ ابو حامد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے کھیت کی زمین اونچی ہو پس اُسکو روا ہو کہ نہر کو کھول کر ایک روز یا آدھا روز پانی بہاکر اپنی زمین سیراب کرے اگرچہ نیچے والے لوگ راضی نہون یعنی نہر کے بہاو پر اس شخص کی زمین سے جو لوگ نیچے کی طرف ہین وہ راضی نہون تو فرمایا کہ ہان اور ایسی شیخ حمیر الوبری نے تصریح فرمائی ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو ایک شخص راستہ مین جاتا تھا راہ مین پانی تھا پس اُسکو راہ نہ ملی سوا اسکے ایک شخص غیر کی زمین مین کہ اُسمین ہو کر راہ تھی تو اُس زمین مین ہو کر چلے جانے مین کچھ مضائقہ نہین ہو اور فتاوے اہل سمرقند مین غیر کی زمین مین ہو کر گذر جانے کے مسئلہ مین تفصیل مذکور ہو یعنے اگر زمین غیر مین چہار دیواری یا کوئی اور چیز حائل ہو تو اُس زمین سے ہو کر نہ گذرے اور اگر چہار دیواری نہو تو اُسمین ہو کر گذرنے مین مضائقہ نہین ہو اور حاصل یہ ہو کہ اس باب مین لوگون کی عادت کا اعتبار ہو یہ محیط مین ہو۔ اور نوازل مین مذکور ہو کہ اگر کسی شخص نے غیر کی زمین مین ہو کر گذرنا چاہا

عہ یعنی [illegible] ۱۲

عہ [illegible]

عہ ربض یعنی محلہ گرد شہر یا گرد شہر پناہ ۱۲

پس اگر سواے اسکے دوسری راہ نکلتی ہو تو غیر کی زمین مین ہو کر نہ گذرے اور اگر نہ نکلتی ہو تو غیر کی زمین مین ہو کر
گذر سکتا ہی جب تک کہ مالک اُسکو منع نہ کرے اور جب منع کرے تو نہین گذر سکتا ہی اور یہ حکم اکیلے آدمی کے حق
مین ہی اور اگر ایک جماعت ہو تو یہ لوگ بدون اُس شخص غیر یعنے مالک زمین کی رضامندی کے اُسکی زمین سے ہرگز
نہین گذر سکتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ فتاوے مین ہی کہ شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ جو راستہ نیا بنا لیا گیا ہو
اُسمین چلنا کیسا ہی تو فرمایا کہ اگر صاحب ملک نے اِسکو نکالا ہو تو اُسمین چلنا جائز ہی جب تک یہ ظاہر نہو کہ یہ غصب ہی اور
شیخ ابو بکر رح نے فرمایا کہ شاذان بن ابراہیم بازار قطانین مین گذرتے تھے اور کوچہ اصفہانیہ کے سرے پر اپنا چہرہ
باندھتے تھے اور ایسا ہی شیخ نصیر رح کرتے تھے اور شیخ ابو بکر رح نے فرمایا کہ اکثر میری راہ یہی ہی اور مین اسکی آمد و رفت
مین مضائقہ نہین جانتا ہون اور فقیہ نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ اس کوچہ کے لوگ جنازہ دوسرے راستہ سے نکالتے تھے
اور اس بازار مین آمد و رفت مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ جور ہی لیکن ان علماء کے قول کو لینا بہ نسبت ان عوام
کے قول کے اولی ہی پس اس سے گذرنا اور وہان سے جنازہ نکالنا کچھ مضائقہ نہین رکھتا ہی یہ حاوی مین ہی۔ ایک
شخص کی نہر کا مجری دوسرے شخص کے دار مین ہی اور صاحب نہر بیچ نہر مین سے یا نہر کی کاریز مین ہو کر نہین جا سکتا ہی
اور اُسکو منظور ہوا کہ نہر مذکور کی اصلاح کرے حالانکہ مالک دار اُسکو اپنے دار مین داخل ہونے سے منع کرتا ہی تو مالک دار
سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو اجازت دیدے کہ وہ اپنی نہر درست کر لے یا اسکے مال سے تو خود درست کر دے اور فقیہ ابو اللیث رح نے
فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین اور دیوار کی صورت مین بھی یہی حکم ہی اور اُسکی صورت یون ہی کہ ایک شخص کی دیوار کا رُخ دوسرے
شخص کے دار کی طرف ہی اور اُسنے دیوار پر کہگل لگانی چاہی مگر مالک دار نے اپنے دار مین آنے سے اُسکو روکا
حالانکہ سواے دار مین ہو کر کسی اور طور سے وہ اپنی دیوار مین کہگل نہین لگا سکتا ہی تو شیخ بلخی رح نے فرمایا کہ مالک دار اُسکو
اپنی دیوار مین کہگل لگانے سے منع نہین کر سکتا ہی ہان یہ اختیار ہی کہ اُسکو اپنے دار مین داخل ہونے سے منع کرے
پھر دریافت کیا گیا کہ اگر دیوار مذکور گر پڑی اور مالک دیوار نے اپنی دیوار کی مٹی منتقل کر لینی چاہی اور بدون دار
مین داخل ہونے کے کسی طور سے نہین اُٹھا سکتا ہی تو فرمایا کہ مالک دار کو اختیار ہی کہ اپنے دار مین داخل نہونے دے
پھر دریافت کیا گیا کہ آیا وہ شخص اپنا مال اُسکے دار مین چھوڑ دے تو فرمایا کہ مالک دار اُسکو اپنا مال لینے سے منع نہین
کر سکتا ہی اپنے دار مین آنے دینے سے ممانعت کر سکتا ہی اور اسکے معنی یہ ہین کہ مالک دار سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو اپنے دار مین
آنے کی اجازت دیدے یا خود اُسکی مٹی باہر نکال دے یہ ذخیرہ مین ہی۔ واقعات ناطفی مین لکھا ہی کہ ایک شخص کی نہر
دوسرے کی زمین مین ہو کر گذری ہی اور مالک نہر نے چاہا کہ زمین مین ہو کر اپنے نہر تک جا کر اُسکی اصلاح کرے
تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی ہان اپنی نہر کے اندر اندر ہو کر جا سکتا ہی اور اگر نہر تنگ ہو کہ اُسمین چلنا ممکن نہو تو بھی غیر کی
زمین مین ہو کر نہین جا سکتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم بنا بر قول امام اعظم رح کے ہی کہ اُنکے نزدیک نہر کے واسطے حریم
کچھ نہین ہوتا ہی اور موافق قول صاحبین رح کے نہر کے واسطے حریم ہوتا ہی پس صاحب نہر اپنے نہر کے حریم پر
چل سکتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم سب کے قول کے موافق ہی اور تاویل مسئلہ یہ ہی کہ مالک نہر نے اپنے نہر کا حریم
مالک زمین کے ہاتھ فروخت کر دیا ہی پھر ایسا واقع ہوا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کسی غیر کی زمین مین بدون اُسکی اجازت
کے گذرا پس اگر اسکے چلنے سے زمین مذکور مین ضرر ہوا ہو مثلاً مزروعہ ہو یا رطبہ ہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ اُس سے استحلال کرا لے

یعنے معاف کرالے ورنہ نہین لیکن اگر مالک زمین نے اُسکو گذرتے دیکھ لیا ہو تو استحلال واجب ہوگا کیونکہ اسنے اُسکو اس فعل سے ایذا دی ہو اور اگر کسی کو غیر کی زمین مین آمد و رفت کا حق حاصل ہو پھر حجت یعنی گواہان کے ساتھ قاضی سے ثابت کرانے سے پہلے گھوڑے یا گدھے سمیت گذرا تو اُسکو ایسا اختیار نہین ہو کذا فی القنیہ۔ ایک شخص نے پیلہ ابریشم سے ریشم نکالنے کے واسطے منوال گھڑی کی تو پڑوسیون کو منع کرنے کا اختیار ہو بشرطیکہ اُن لوگون کو دخان وکیڑون کی بدبو سے ضرر پہونچتا ہو۔ اور نجم الائمہ بخاری رح سے مروی ہو کہ اگر کسی شخص نے اپنے والدین کے گھر مین اُنکی رضامندی سے عنابیات بننے کا کارخانہ کھڑا کیا تو جار ملاصق کو ممانعت کا اختیار نہین ہو اور اگر اپنے واسطے طاحونہ بنایا تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر کرایہ پر چلانے کے واسطے بنایا تو پڑوسی منع کرسکتے ہین اور جو سُنار بعد عشاء کے طلوع فجر تک سونے کا کام کھٹ کھٹ کوٹ کر کرتا رہتا ہو اُسکو پڑوسی منع کرسکتے ہین بشرطیکہ انکو اس کام سے ضرر پہونچتا ہو کذا فی القنیہ۔ ایک شخص نے ایک بستان بنایا اور اپنے پڑوسی کی دیوار کے نیچے درخت جمائے تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا ہو کہ اسکے واسطے کوئی تقدیر نہین ہو کہ کتنی دور ہٹا کر لگاوے مگر یہ واجب ہو کہ پڑوسی کی دیوار سے اتنی دور ہٹا کر جماوے کہ اُسکی دیوار کو مضرت نہ پہونچے کذا فی فتاوی قاضی خان ایک شخص کا مجمدہ ہو یعنے جسمین برف رہتی ہو پھر اُسکے پڑوسی نے چاہا کہ اُسکے پہلو مین الاؤ آگ کا بناوے تو اس سے منع نہ کیا جائیگا مگر اولے یہ ہو کہ ایسا نہ کرے یہ سراجیہ مین ہو۔ شیخ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دار مین اصطبل بنایا حالانکہ پہلے وہ مسکن تھا اور اس سے اُسکے پڑوسی کو ضرر پہونچتا ہو پس اگرچہ پاؤن کا منھ پڑوسی کے دیوار کی طرف ہو تو وہ منع نہین کرسکتا ہو اور اگرچہ پاؤن کی پچھاڑی اُسکی دیوار کی طرف ہو تو اُسکو ممانعت کا اختیار ہو یہ غیاثیہ مین ہو۔ ایک نانبائی نے بزازون کے بیچ مین اپنی دوکان جمائی تو اس سے منع کیا جائیگا اسی طرح جو ضرر عام ہو اُسکا یہی حکم ہو اور ایسا ہی شیخ ابو القاسم رح نے فتوی دیا ہو یہ ملتقط مین ہو۔ اور جو شخص شوربا پکاکر یا جلیبی بنا کر فروخت کرتا ہو اُسکو ممانعت نہ کیجائیگی کیونکہ اُسمین خوشبو ہو ہر شخص کے واسطے اُسمین ضرر نہین ہو بلکہ بعض کو اُسمین لذت ملتی ہو لیکن اگر اُسکی دکان کا دھوان ہمیشہ رہتا ہو تو ممانعت ہوسکتی ہو یہ قنیہ مین ہو۔ شیخ محمد بن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کا پانی چُرا کر اپنی زمین یا باغ انگور کو دیا تو فرمایا کہ جو پیداوار ہو وہ اُسکے واسطے حلال ہوگی بمنزلہ اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے کے جَو یا بھوسا غصب کر کے اپنے جانور کو کھلائے اور اُسکو موٹا کیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ جو غصب کیا ہو اُسکی قیمت دے اور جانور مین جسقدر موٹائی آئی ہو وہ حلال ہو اور واضح ہو کہ قیمت کا ذکر سہو سے واقع ہوا اور صحیح یون ہو کہ جو غصب کیا ہو اُسکے مثل دینا واجب ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ بعضے زاہدون کا قصہ منقول ہو کہ بغیر وقت نوبت یعنی باری کے خلاف وقت مین پانی اُسکے باغ انگور مین چلا آیا تو اُسنے حکم کیا کہ میرے انگور کے درخت کاٹ ڈالے جاوین مگر ہم انگور کو قطع کرنے کا حکم نہین دیتے ہین لیکن اگر انگور کے پھل جو پیدا ہون وہ صدقہ کر دے تو اچھا ہو مگر اُسپر صدقہ کرنا باعتبار حکم کے واجب نہین ہو یہ محیط مین ہو اور فقیہ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین بدون اُسکی اجازت کے زراعت کی اور مالک زمین کو معلوم نہوا یہانتک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی پھر مالک زمین کو معلوم ہوا اور وہ رضامند ہوگیا پس آیا کاشتکار کو پیداوار حلال ہو فرمایا کہ ہان پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ مین راضی نہین ہون پھر کہا کہ مین راضی ہوا پس

آیا کاشتکار کو پیداوار حلال ہی فرمایا کہ ہان اس صورت مین بھی حلال ہی اور فقیہ ابو اللیث رحؒ نے کہا کہ یہ حکم بدلیل استحسان ہی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی- اگر کسی شخص نے زمین جد کو اُسکے متصرفین سے مزارعت پر لیا تو شیخ ابو القاسم رحؒ نے فرمایا کہ کاشتکارون کا حصہ اُن لوگون کو حلال ہی اگر اُنھون نے زمین مذکور مزارعت پر لی ہو یا اجارہ پر لی ہو اور اگر جو زمین درختان انگور یا اور قسم کے درخت ہون پس اگر اُن درختون کا مالک معلوم ہو تو کاشتکارون کو حلال نہین ہی اور اگر نہ معلوم ہو تو حلال ہی کیونکہ ایسی زمین کی تدبیر کا اختیار جسکا مالک معلوم نہو سلطان کو ہی اور ایسی زمین بمنزلہ زمین موات کے ہوگی مگر سلطان پر لازم ہوگا کہ نصف پیداوار مساکین کو صدقہ دیدے اور اگر ایسا نہ کریگا تو گنہگار ہوگا اور کاشتکارون کو اپنا اپنا حصہ حلال ہوگا اور جو شخص اُنکی رضامندی سے اُسمین سے کچھ کھائیگا اسکو بھی کھانا حلال ہی اگرچہ ایک نوع کے شبہ سے خالی نہین ہی مگر مشائخ نے فرمایا ہی کہ اس زمانہ مین غالبًا جو ہاتھ آتا ہی اسمین شبہہ ہوتا ہی پس مسلمان پر یہی واجب ہی کہ جسکو حرام معائنہ کرے فقط اُس سے دور بھاگے- ایک عورت کا شوہر زمیندار ہی اُسکے پاس مال ہی جو سلطان کی طرف سے حاصل کرتا ہی اور وہ عورت کہتی ہی کہ میں تیرے ساتھ نہین رہونگی تو فقیہ ابو بکر بلخی رحؒ نے فرمایا کہ اگر عورت مذکورہ نے اپنے شوہر کا کھانا کھایا اور یہ کھانا بعینہ مال غصب نہین ہی تو عورت مذکورہ کو اس کھانے کی گنجائش ہی اسی طرح اگر شوہر مذکور نے اُس عورت کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے جسکی اصل حلال نہین ہی خریدا کیا تو عورت مذکورہ کو اس جامہ و نان کے استعمال کی شرعًا گنجائش ہی اور گناہ شوہر پر ہوگا- واضح ہو کہ ارض حوز اُس زمین کو کہتے ہین کہ جسکا مالک اس بات پر قادر نہو کہ اُسمین زراعت کر کے خراج ادا کرے پس وہ شخص امام المسلمین یعنے خلیفہ وقت کو دیدیتا ہی تاکہ اُسکی منفعت بجاے خراج کے مسلمانون کے واسطے ہو اور اصل زمین اُسکے مالک کی ملک رہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- ایک جماعت پر ناحق کی جبایت باندھی گئی یعنی کچھ مال بطور ٹکس وغیرہ کے ناحق مقرر کیا گیا پس اگر اُنمین سے کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنے اوپر سے اس جبایت کو دور کرسکتا ہی تو بقدر اپنے حصہ کے اپنے اوپر سے دور کرے بشرطیکہ ایسا نہو کہ اسکا حصہ باقیون پر ڈالا جاوے ورنہ اولی یہ ہی کہ وہ اپنے اوپر سے بھی دور نہ کرے- ایک شخص نے دوسرے کی ذات پر کوئی ظلم ہوتا تھا اُسکو دفع کردیا پس اُس مظلوم نے اس مدد کرنے والے کو بیس دینار دیے پھر مدد کرنے والے نے اُسکے ہاتھ ایک درم بعوض ان بیس دینار کے فروخت کیا تاکہ یہ دینار اسکو حلال ہوجاوین تو حلال نہین ہی اور مجد الائمہ ترجانی نے فرمایا کہ یہ موافق قول امام محمد رحؒ کے ہی اور شیخین (یعنے امام اعظم و امام ابو یوسف ۱۲) کے قول کے موافق اسمین مضائقہ نہین ہی لیکن اگر بائع نے بطور تلجیہ بیع کی ہی تو بیع نہوگی یہ قنیہ مین ہی- ایک شخص کے پاس مال و عیال ہین اور لوگ راہ کی حفاظت کرنے اور قافلہ کی پیش روی کرنے مین اُسکے محتاج ہین پس اگر اُس سے ممکن ہو کہ راہ کی حفاظت کرے اور اُسکے عیال ضائع نہون تو حفاظت کرنا افضل ہی اور اگر دونون باتون کا سرانجام اُس سے نہوسکے تو عیال کی پرداخت کرنا افضل ہی اور اگر اُسنے راہ کی حفاظت کا سرانجام کیا پھر اُسکو کچھ ہدیہ دیا گیا پس اگر اُسنے نہ لیا تو افضل ہی اور اگر لے لیا تو لینا حرام نہین ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی- اسمٰعیل متکلم نے کہا کہ اگر موذی کو اُس شخص نے جسکو موذی نے ایذا دی ہی بارہا سلام کیا اور موذی کے سلام کا جواب بھی دیتا رہا اور موذی کے ساتھ احسان کرتا رہا یہان تک کہ موذی کا غالب گمان یہ ہوا کہ اسکے دل سے وہ بات ایذا کی جاتی رہی ہی اور میری طرف سے کشادہ دل ہوگیا ہی تو موذی

معذور نہوگا اور اُسپر واجب ہی کہ اُس سے معاف کرا دے آور سمعیل متکلم نے کہا کہ موذی نے ایک شخص کو ایذا دی
اور فی الحال اُس سے معاف نکرایا اسوجہ سے کہ وہ کہتا ہی کہ یہ شخص مجھسے ابھی غصہ مین ہی مجھے معاف نہ کریگا
تو معاف کرانے مین دیر کرنے مین معذور نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے امیرون وغیرہ کے چرواہے کو
روٹی دی تاکہ میری بکریان اُسکے حظیرہ یا زمین مین رات کو رکھا کرے جیسی کہ عادت جاری ہی تو یہ جائز نہین ہی
اسی طرح اگر دوسری بکریان خود چرواہے کی ملک ہون تو بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ یہ رشوت ہی اسی طرح اگر اُسنے
روٹی دینے مین یہ شرط صریح نہ لگائی کہ رات مین میری بکریان وہان رکھا کرے تو بھی جائز نہین ہی کیونکہ یہ امر
رواج کی راہ سے مشروط ہی پس دینے والے کو اختیار ہی کہ جو اُسنے دیا ہی وہ واپس کرلے اور اسمین حیلہ یہ ہی
کہ بکریون کو اُسکے مالک سے عاریت لے لے پھر بکریون کا مالک چرواہے کو حکم دے کہ ان بکریون کو رات مین
مستعیر کے پاس رکھے پھر جسقدر دیتا ہی وہ اُسکو بطور احسان کے دیدے نہ بطور اجرت کے اور مؤلف رحمہ اللہ نے
فرمایا کہ اگر چرواہا بدون کچھ لیے ہوئے فقط اُسکے حکم سے بکریان رات کو وہان نہ رکھے تو بھی دینا رشوت ہوگا
یہ قنیہ مین ہی۔ قیلولہ کرکے راحت حاصل کرنا مستحب ہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ
قیلولہ کیا کرو کہ شیطان قیلولہ نہین کرتا ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور قیلولہ بین العجلین مستحب ہی یعنی میان راس الشعیر
و میان راس الحنطہ۔ اور مستحب ہی کہ آدمی پہلے چت لیٹے پھر ایک ساعت داہنی کروٹ پر قبلہ رخ لیٹے پھر
بائین کروٹ پر سووے کذا فی السراجیہ اور طلوع آفتاب کے بعد سونا اور مغرب و عشاء کے درمیان سونا
مکروہ ہی اور مین نے بعض مقام پر لکھا دیکھا ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک عشاء کی نماز کے بعد
سونے سے کوئی سونا پسندیدہ تر نہ تھا۔ اور چاہیے کہ ایسے بچھونے پر سووے جو نہ زیادہ نرم ہو اور نہ زیادہ
کڑا ہو درمیانی ہو اور اپنے گال کے نیچے اپنی داہنی ہتھیلی رکھے اور یاد کرے کہ عنقریب مین اسی طرح قبر مین
تنہا لیٹونگا کہ میرے ساتھ سواے میرے اعمال کے کچھ نہوگا۔ اور کہا گیا ہی کہ داہنی کروٹ پر لیٹنا مومن کی
لٹائی ہی اور بائین کروٹ پر لیٹنا بادشاہون کی لٹائی ہی اور چت آسمان کی طرف منھ کرکے لیٹنا انبیاء علیہم السلام
کی لٹائی اور اوندھا مُنھ کے بل لیٹنا کافرون کی لٹائی ہی اور اگر کسی کا پیٹ خوب بھرا ہوا ہو اسکو پیٹ مین
درد ہو جانے کا خوف ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی کہ اپنے پیٹ کے نیچے تکیہ رکھ لے اور اُسپر سووے۔ اور
سوتے وقت تہلیل و تحمید و تسبیح کے ساتھ اللہ تعالے کی یاد کرتا رہے یہان تک کہ اُسکو نیند آجاوے
اسواسطے کہ سونے والا اُسی حال پر اُٹھا جائیگا جسپر سویا تھا یعنے برابر اُسکو ثواب ملتا رہیگا اور میت قیامت کے
روز اُسی حال پر اُٹھایا جائیگا جسپر مرا تھا۔ پھر صبح سے پہلے اپنی خوابگاہ سے اُٹھ کھڑا ہو کہ زمین اللہ تعالے
سے شکایت کرتی ہی یعنے ایک تو جو شخص زنا کرکے زمین پر غسل کرتا ہی اور ایک جو خون ناحق زمین پر بہاتا ہی
اور ایک جو صبح کے بعد سوتا ہی اسکی اللہ تعالے سے شکایت کرتی ہی اور جب خواب سے جاگے تو اللہ تعالے
کا ذکر کرتا ہوا اور عزم مصمم کیے ہوئے کہ جسکو اللہ تعالے نے حرام کیا ہی اُس سے بچونگا اور یہ نیت کیے ہوے
کہ بندگان خداے تعالے مین سے کسی پر ظلم نہ کرونگا اس حالت سے جاگے یہ غرائب مین ہی۔ فتاوے
آہو مین لکھا ہی کہ قاضی برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پہاڑ سے بیل جلی کا پتھر کا نام گر سب

نہین کٹا تھا کچھ رہگیا تھا کہ چھوڑ کر چلا آیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے باقیماندہ پتھر کاٹ لیا تو فرمایا کہ وہ پتھر دوسرے کا ہوگا
اسوجہ سے کہ پہلے شخص نے اُسکو اپنے احراز مین نہین کر لیا تھا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اناج کی ایک ڈھیری ہو اُسکے
کسی جانب کچھ نجاست پہونچی اور بطور معین نہین معلوم کہ کہان پہونچی ہو پھر اُسنے اسمین سے ایک قفیز یا دو قفیز
جدا کرکے اُسکو دھو ڈالا یا بیچ و ہبہ کرکے اپنی ملک سے نکال دیا تو باقی ڈھیری کی طہارت کا حکم دیا جائیگا اور اُسکا
کھانا حلال ہوگا اور ہمارے اصحاب سے اس مسئلہ مین کوئی روایت نہین ہو اور ہمارے مشائخ نے اسکو ایک مسئلہ
سے جو سیر کبیر مین مذکور ہو استخراج کیا ہو وہ مسئلہ اس صورت سے مذکور ہو کہ دارالحرب مین مسلمانون نے کافرون
کے قلعہ کا محاصرہ کیا اس قلعہ مین مسلمانون کا کوئی ذمی داخل ہوا پھر مسلمانون نے وہ قلعہ فتح کر لیا اور قلعہ کے مرد
گرفتار کیے اور یہ بات یقیناً جانتے ہین کہ ذمی انھین لوگون مین گرفتار ہو مگر مسلمان لوگ یہ نہین پہچانتے ہین کہ بعینہ یہ ذمی
ہو مگر گرفتارون مین سے ہر شخص یہ دعوی کرتا ہو کہ وہ ذمی مین ہون تو مسلمانون کو اُنکا قتل کرنا حلال نہین ہو اور اگر ذمی
کے قلعہ مین داخل ہونے کے بعد اہل قلعہ مین سے کوئی شخص قتل کیا گیا ہو یا مرگیا ہو یا باہر نکل گیا ہو تو مسلمانون
کو انکا قتل کرنا حلال ہوگا اسواسطے کہ جب ایک قتل کیا گیا یا مرگیا یا قلعہ سے نکل گیا تو یہ یقین نہ رہا کہ انھین وہ شخص
ضرور ہو جسکا قتل کرنا حرام ہو کیونکہ جائز ہو کہ جسکا قتل حرام تھا وہی قتل ہوگیا ہو یا مرگیا یا قلعہ سے نکل گیا ہو یہ محیط
مین ہو۔ اگر مردار کی پگھلائی ہوئی چربی تیل مین مل گئی تو اُس سے چراغ روشن کرنا یا دباغت مین خرچ کرنا جائز ہو
بشرطیکہ تیل زیادہ ہو یہ سراجیہ مین ہو۔ اگر کوئی دستاویز کسی نابالغ کے سامنے پڑھی گئی یعنے اُسکو پڑھ کر سنائی گئی
حالانکہ وہ نہین سمجھتا ہو کہ اسمین کیا مضمون ہو پھر وہ بالغ ہوا تو اُسکو روا نہین ہو کہ جو کچھ اُسمین ہو اُسکی گواہی دے
آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر بالغ کو دستاویز پڑھ کر سنائی جاے اور وہ اُسکے مضمون کو نہ سمجھتا ہو تو بالغ کو یہ روا نہین ہو
کہ جو کچھ اُسمین ہو اُسکی گواہی دے۔ فقیہ رہ نے فرمایا کہ عشاء کے بعد سمر یعنے افسانہ کی باتین کہنے کو بعضے مشائخ رہ نے
مکروہ کہا ہو اور بعض نے اجازت دی ہو اور فقیہ نے فرمایا کہ سمر تین طرح کا ہوتا ہو ایک یہ کہ علمی مذاکرہ ہو تو یہ سو رہنے
سے افضل ہو دوم یہ کہ اگلے لوگون کے جھوٹے قصے اور دروغ باتین اور مسخرہ پن کی باتین اور مضحکہ ہو تو یہ مکروہ
ہو اور سوم یہ کہ موانست کی باتین ہون مگر جھوٹ سے اجتناب ہو اور باطل باتین نہون تو اسمین مضائقہ نہین ہو مگر اسکا
ترک افضل ہو اور اگر ایسا کرین تو چاہیے کہ آخرکار اللہ تعالی کے ذکر و تسبیح و استغفار کی طرف رجوع کرین کہ اس ذکر کا
خاتمہ بخیر ہو اور جو باتین شہرون وغیرہ مین نئی پیدا ہوتی ہین اُنکی خبر دریافت کرنے مین مختار یہ ہو کہ خبر دریافت کرنے
اور خبر دینے مین کچھ مضائقہ نہین ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اسمین کچھ مضائقہ نہین ہو کہ عالم اپنے جی سے اسطرح باتین
کرے کہ مین عالم ہون تاکہ اُسکا علم ظاہر ہو اور اُس سے لوگ مستفید ہون مگر ضرور چاہیے کہ یہ باتین اللہ تعالی کی
نعمت کا بیان ہو یعنی یون باتین کرے کہ اللہ تعالی نے اپنے فضل سے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی ہو کذا فی الغرائب فقیہ نے
فرمایا کہ علم کے اقسام ہین اور سب اللہ تعالی کے نزدیک اچھے ہین مگر فقہ کے مانند نہین پس آدمی کو چاہیے کہ اُسکے نزدیک فقہ
کا سیکھنا سب سے زیادہ لائق اہتمام ہو اور جب وہ فقہ مین سے اچھا حصہ حاصل کر پاوے تو اُسکو چاہیے کہ اسی پر قناعت نکرے
بلکہ علم زہد و کلام حکمت حکماء و شمائل صالحین کو دیکھے اور آدمی پر علم کا طلب کرنا اسقدر فرض ہو کہ اُسکو شرائع و امور معاش
جو ضروری ہین معلوم ہو جاوین جیسے وضو و نماز وغیرہ باقی شرائع و امور معاش اور اسکے سواے فرض نہین ہو پس اگر اپنے علم

بھی حاصل کیا تو افضل ہی اور اگر ترک کیا تو اُسپر گناہ نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور نوازل مین ابو عاصم رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ انھون نے فرمایا کہ احادیث کی طلب وجستجو کرنا مفلسون کا پیشہ ہی اور مراد یہ ہی کہ جب اُسنے حدیث کو طلب کیا اور حدیث سے فقہ حاصل نہ کی کذا فی التاتارخانیہ اقول قصر وکسر ولا آخذ بہ فافہم۔ اور علم نجوم اسقدر حاصل کرنا جس سے قبلہ واوقات نماز پہچانے مضائقہ نہین ہی اور اس سے زیادہ حرام ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ علم کلام سیکھنا و اُسمین نظر کرنا و مناظرہ کرنا سواے قدر وحاجت کے مکروہ ہی اور بعض نے کہا کہ اس مسئلہ مین جواب اسطرح ہی کہ کثرت سے مناظرہ کرنا اور مجادلہ مین مبالغہ کرنا مکروہ ہی کیونکہ ایسا کرنا اشاعت بدع وفتن وتشویش عقائد کی جانب مودی ہوتا ہی اور یہ ضرور ممنوع ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور مسئلہ کلامیہ کو اگر ٹھیک طور پر نجانتا ہو تو اُسمین مناظرہ نہ کرے اور امام محمد مسئلہ کلامیہ مین مناظرہ کرتے تھے یہ ملتقط مین ہی۔ اور شیخ امام ابو الیسر صدر الاسلام فرماتے ہین کہ مین اُن کتابون کو جنکو متقدمین نے علم توحید مین تصنیف کیا ہی ملاحظہ کیا پس بعض کو مین نے فلاسفہ مثل اسحاق کندی واستقراری وغیرہما کی تصنیف سے دیکھا یہ سب دین مستقیم سے خارج وطریقہ قویم سے برگشتہ ہین ان کتابون کو دیکھنا جائز نہین ہی اور انکار کھنا جائز نہین ہی کیونکہ یہ کتابین شرک وگمراہی سے بھری ہوئی ہین اور فرمایا کہ مین نے اس فن مین بہت سے معتزلہ مثل عبد الجبار رازی وجبائی وکعبی ونظام وغیرہ کی تصانیف پائی ہین سو ان کتابون کا دیکھنا اور انکا رکھنا بھی جائز نہین ہی تاکہ شکوک نہ پیدا ہون اور عقائد مین ضعف وسستی نہ آجاوے اسی طرح فرقہ مجسمہ مثل محمد بن ہیثم وغیرہ نے بھی اس فن مین کتابین تصنیف کی ہین ان کتابون کا دیکھنا اور رکھنا بھی حلال نہین ہی کہ یہ لوگ بدعقلون مین سے زیادہ بدتر ہین۔ اور ابو الحسن اشعری نے مذہب معتزلہ کی تصحیح کے واسطے بہت سی کتابین تصنیف کین پھر جب اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے فضل سے اُسکو ہدایت عطا کی تو اُسنے ایک کتاب تصنیف کی جس سے اُسکو توڑا جو معتزلہ کے مذہب کی تصحیح مین تصنیف کیا تھا لیکن ہمارے اصحاب اہل سنت وجماعت نے ابو الحسن اشعری کے بعضے مسائل مین غلطی ثابت کی ہی جسمین ابو الحسن اشعری نے خطا کی ہی سو جو شخص ان مسائل سے واقف ہو اور اُسکی خطا کو پہچانے تو اُسکو اسکی کتابون مین نظر کرنے مین مضائقہ نہین ہی اور عامہ اصحاب شافعی نے اُسی کو اختیار کیا ہی جسپر ابو الحسن اشعری جا ہی حالانکہ اُن مسائل کی تعداد جنمین ابو الحسن اشعری نے خطا کی ہی طویل ہی اسی طرح اُن کتابون کے رکھنے مین جنکو ابو محمد عبد اللہ بن سعید القطان نے تصنیف کیا ہی مضائقہ نہین ہی اور یہ شیخ ابو الحسن اشعری سے مقدم ہی اور اسکے اقوال اہل سنت وجماعت کے اقوال سے موافق ہین مگر چند مسئلون کے جنکی تعداد دس تک نہین پہونچتی ہی پس اسقدر مسئلون مین اُسنے البتہ اہل سنت سے اختلاف کیا ہی لیکن ان کتابون مین نظر کرنا اسی شرط سے حلال ہی کہ جس جس مسئلہ مین مصنف نے خطا کی ہی اُسپر وقوف ہو یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور علوم مذمومہ مین سے علوم فلاسفہ ہین چنانچہ جو شخص علم مین متبحر نہو اور جو براہین انپر حجت ہین یعنے جس دلائل سے وہ مغلوب ہوتے ہین وہ سب نجانتا ہو اور جس قسم کے وہ لوگ اعتراض کرتے ہین اُنکے شبہات کے دفع کرنے اور اُنکے اشکالات کے جواب سے واقف نہو اُسکو اُنکی کتابون مین نظر کرنا جائز نہین ہی۔ علوم تین طرح کے ہوتے ہین ایک علم نافع اُسکی تحصیل واجب ہی اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت وما سواے اللہ تعالیٰ کے اور چیزون کی پیدائش کا علم ہی اور اسکے بعد علم بحلال وحرام وامر ونہی اور وہ احکام جسکے ساتھ

انبیا علیہم السلام بھیجے گئے ہین - اور ایک علم جس سے اجتناب واجب ہی اور وہ سحر و علم فلاسفہ و طلسمات ہی اور علم نجوم سوائے قدر حاجت کے کہ جس سے اوقات نماز و طلوع فجر و توجہ بقبلہ و راہ کی شناسائی ہو - اور ایک وہ علم جسمین کوئی ایسا نفع نہین ہی جسکو جاننے والا آخرت مین لیجاوے اور وہ علم جدل از مناظرات ہی پس ایسے علم کی طرف مشغول ہونا ایک ایسی چیز کے واسطے عمر برباد کرنا ہی جسکا آخرت مین کچھ نفع نہین ہی اور اس علم مین تو اسکی واسطے مشغول ہوتے ہین کہ اپنے خصوم کو مغلوب کرین یہ غرض نہین ہوتی ہی کہ حق ظاہر کرین اور مسائل مین جو فرق ہی اُسپر وقوف ہو اور احکام سے تناقض دور کرین پس اگر اسکو چھوڑ کر کسی دوسرے علم مین جو اُسکے حق مین دینا یا آخرت مین مفید ہو مشغول ہووے اور عمر ضائع نہ کرے تو اولی ہی کذا فی جواہر الفتاوی - اگر دو شخصون نے علم نماز وغیرہ سیکھا مگر ایک کی نیت یہ ہی کہ سیکھ کر دوسرون کو تعلیم کرے اور دوسرے کی نیت یہ ہی کہ سیکھکر خود عمل کرے تو اول افضل ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - تمویہ و حیلہ مناظرہ مین آیا حلال ہی پس اگر اس شخص سے کوئی شاگرد رشید یعنے نیک راہ وغیرہ بانصاف بلا تعنت گفتگو کرتا ہی تو اُسکے ساتھ تمویہ و حیلہ حلال نہین ہی اور اگر کوئی ایسا شخص گفتگو کرتا ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ اسکو زیر کرے و براہ تعنت گفتگو کرتا ہی تو اُسکو حلال ہی کہ جس حیلہ سے اپنے نفس کو بچا سکے عمل مین لاوے اسواسطے کہ تعنت کو دفع کرنا جس طور سے ممکن ہو مشروع ہی یہ محیط مین ہی - جامع الجوامع مین ہی کہ عاصی کو بدین غرض تعلیم دینا کہ عصیان سے پرہیز کرے جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - عربی زبان باقی تمام زبانون سے افضل ہی اور یہی اہل جنت کی زبان ہی پس جو شخص سیکھے یا دوسرے کو سکھلاوے اُسکو ثواب ہی یہ سراجیہ مین ہی - فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علم ایسے ہی شخص سے حاصل کرے جو امین ہو یعنے ثقہ ہو یہ غرائب مین ہی - علم اور فقہ کا حاصل کرنا اگر نیت خیر ہو تو آدمی کے تمام نیک کامون سے افضل ہی اسی طرح صحت نیت کے ساتھ علم کا پڑھانا بھی یہی حکم رکھتا ہی کیونکہ یہ اعم ہی لیکن شرط اسکے ساتھ یہ ہی کہ آدمی پر جو باتین فرض ہین انمین کسی طرح کا نقصان نہ آنے پاوے اور صحت نیت سے یہ مراد ہی کہ علم کو اللہ تعالے کے واسطے آخرت کی نیت سے تحصیل کرے دنیا و جاہ کا طلب کرنا مقصود نہو اور اگر اُسنے جہالت سے نکل جانا اور خلق کو نفع پہونچانا اور احیاے علم کی نیت کی تو بھی کہا گیا ہی کہ اُسکی نیت صحیح ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اور جو شخص تصحیح نیت پر قادر نہو اُسکو ترک کرنے کی بہ نسبت علم سیکھنا افضل ہی یہ غرائب مین ہی - اور متعلم یعنی طالب علم کو چاہیے کہ اپنے علم مین بخیل نہو اگر اُس سے کوئی شخص کتاب عاریت مانگے یا کسی مسئلہ کی فہم مین مدد لے یا اسکے مثل تو اسمین بخل نکرنا چاہیے کیونکہ وہ علم حاصل کرنے سے خلق کی منفعت چاہتا ہی پس فی الحال منفعت کو روکنا نچاہیے اور امام عبد اللہ بن المبارک نے فرمایا کہ جو شخص اپنے علم مین بخل کرے وہ تین مین سے ایک بات مین مبتلا ہوگا یا مر جائیگا پس اُسکا علم جائیگا یا سلطان کے مواخذہ مین مبتلا ہوگا یا جو علم جانتا ہی وہ بھلا دیا جائیگا - اور طالب علم کو چاہیے کہ علم کی توقیر کرے اور یہ نہ چاہیے کہ کتاب کو خاک پر رکھے اور جب بیخانہ سے نکلے اور کتاب کو چھونا چاہے تو مستحب ہی کہ وضو کرے یا دونون ہاتھ دھو ڈالے پھر کتاب کو لے - اور طالب علم کو چاہیے کہ تھوڑی معیشت پر راضی ہو اور عورتون سے ایک گوشہ مین رہے مگر یہ نہ کرے کہ کھانے پینے و سونے سے اپنے نفس کی حفاظت ترک کرے - اور طالب علم کو چاہیے کہ لوگون سے معاشرت و مخالطت کم رکھے

ف
یعنی بلاوجہ ۱۲ منہ
یعنی غور و تامل سے بچا رہے ۱۲ منہ

اور لایعنی باتون مین مشغول نہو اور طالب علم کو چاہیے کہ ہمیشہ درس رکھے اور اپنے ساتھیون سے یا تنہا خود مسائل
کا ذکر کیا کرے - اور طالب علم کو چاہیے کہ اگر اُس سے اور کسی شخص سے منازعت خصومت واقع ہو تو اُس سے
نرمی کا برتاو کرے اور انصاف سے چلے تاکہ اُسکے و جاہل کے درمیان فرق ہو اور آدمی کو چاہیے کہ اپنے اُستاد
کے حقوق وآداب کا لحاظ رکھے کسی مال کی اسکے ساتھ تنگی نہ کرے اور اگر اُس سے سہو ہو جاوے تو سہو مین اُسکی
اقتدا نکرے یہ غرائب مین ہے - اور معلم کا حق اپنے والدین اور باقی تمام لوگون کے حق پر مقدم رکھے اور اگر اپنے
اُستاد کو کہا کہ یا مولانا تو مضائقہ نہین ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے حسن رضی بن علی رضی اللہ عنہ سے
فرمایا تھا کہ اپنے مولانا کے سامنے کھڑا ہو یعنے استاد کے سامنے اسی طرح اگر اپنے سے افضل کو یہ لفظ کہا
تو مضائقہ نہین ہے اور جسنے اُسکو بھلائی کی تعلیم کی اگرچہ ایک حرف ہو اُسکے ساتھ تواضع سے پیش آوے - اور یہ
نچاہیے کہ اُسکو خوار سمجھے اور نچاہیے کہ اُس سے بڑھکر کسی دوسرے کو برگزیدہ کرے اور اگر ایسا کیا تو کرنے والے
نے گویا اسلام کی ہتھیون مین سے ایک ہتھی توڑ ڈالی اور استاد کی تعظیم مین سے ایک یہ ہے کہ اُسکا دروازہ نہ بجاوے
بلکہ اُسکے برآمد ہونے کا منتظر رہے - اور جسکو تعلیم دے وہ ایسا شخص ہونا چاہیے جو اہلیت علم رکھتا ہو اور جو
اہلیت رکھتا ہو اُس سے علم کو پوشیدہ نہ کرے اور اگر اُسنے علم ایسے کو سکھلایا جو اسکا اہل نہین ہے تو اُسنے ضائع کیا
اور اگر ایسے شخص سے جو علم کی اہلیت رکھتا ہے علم کو دریغ رکھا تو ظلم وجور کیا اور ابن مقاتل سے مروی ہے کہ علم مین
نظر کرنا پانچ ہزار دفعہ قل ہو اللہ احد پڑھنے سے افضل ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص نے تھوڑا قرآن پڑھ لیا
پھر چھوٹ گیا پھر اُسکو فراغ حاصل ہوا تو پورا قرآن ختم کرے اور پورے قرآن پڑھنے سے فقہ پڑھنا افضل ہے
یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اگر ایک شخص سے ممکن ہو کہ رات مین نماز پڑھے یا دن مین علم دیکھے تو اگر وہ شخص
ذہین ہو تو اسکا علم پر نظر کرنا افضل ہے اور زیادہ حاصل کرے کیونکہ علم مین نظر کرنا نماز سے افضل ہے اور تمام قرآن کا پڑھنا
نفل نماز سے افضل ہے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے - اور اگر معلم چاہے کہ اُسے ثواب حاصل ہو اور سیر اعمل انبیا علیہم السلام
کے عمل کی طرح ہو تو اُسکو چاہیے کہ پانچ باتون کو یاد رکھے اول آنکہ اجرت نہ ٹھیراوے اور نہ تقاضا کرے بلکہ جو شخص
اُسکو دیدے اُس سے لے لے اور جو ندے اُسکو چھوڑ دے اور اگر حروف تہجی یعنے الف بے وغیرہ اور بچون
کی حفاظت کرنے پر اجرت شرط کر لی تو جائز ہے دوم یہ کہ ہمیشہ باوضو رہے سوم یہ کہ پوری کوشش تعلیم مین صرف
کرے اور اس کام مین متوجہ رہے چہارم آنکہ لڑکے جب جھگڑا کرین تو اُنمین عدل سے کارروائی کرے اور ایک کا
دوسرے سے انصاف دلاوے اور یہ نہ کرے کہ امیرون کے لڑکون کی طرف میل کرے اور فقیرون کے
لڑکون کی طرف توجہ نہ کرے پنجم یہ کہ دُکھ دینے والی مار نہ مارے اور حد سے تجاوز نہ کرے کیونکہ اُس سے قیامت کے
روز حساب لیا جائیگا - ایک گانوُن کے لوگون نے بیج جمع کر کے امام مسجد کے واسطے زراعت کر دی تو مشائخ نے
فرمایا ہے کہ جو کچھ پیداوار حاصل ہو وہ امام کو دینے سے پہلے بیج کے مالکون کی ہوگی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے
فقیہون کے واسطے بیت المال مین سے کچھ حصہ نہین ہے لیکن اگر کسی فقیہ نے اپنے تئین سب کام سے فارغ
کر کے اسی کام مین لگا دیا ہو کہ لوگون کو فقہ و قرآن سکھلاوے تو اُسکو ملیگا یہ حاوی مین ہے - کتاب القاضی
مین ہے کہ قاضی کو مال یتیم مین تبرع کرنے کا اختیار نہین ہے الا خاصۃ قرض دینے مین بدین وجہ کہ یتیم کا مال قرض

اُسکے قرضداروں پر بحفاظت رہیگا - اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ بعضے لوگوں نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی اجازت دی ہو اور بعضوں نے اسکو مکروہ کہا ہی الا اُس صورت مین کہ عذر ہو اور ہم بھی یہی کہتے ہین یہ محیط مین ہی اور اپنی نعلین پھاڑکر پانی مین پھینک دینا مکروہ ہی اسواسطے کہ یہ بے فائدہ مال کا ضائع کرنا ہی یہ سراجیہ مین ہی - شیخ ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص موت کی تمنا کرتا ہی آیا مکروہ ہی فرمایا کہ اگر روزی کی تنگی یا دشمن کی طرف سے رنج پہونچنے یا مال جاتے رہنے کے خوف سے یا اسکے مثل کسی وجہ سے ایسا کرتا ہی تو مکروہ ہی اور اگر اسوجہ سے تمنا کرتا ہی کہ اہل زمانہ کی حالتین بدل گئین ہین پس اُسکو بھی خوف ہی کہ مین گناہ مین مبتلا نہو جاؤن تو مضائقہ نہین ہی یہ حاوی مین ہی - ایک شخص ایک کوٹھری مین تھا اُسمین زلزلہ آیا تو میدان کی طرف اُسکا بھاگ جانا مکروہ نہین ہی بلکہ مستحب ہی بدین وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جھکی ہوئی دیوار کی طرف گذرے پس آپ نے چلنے مین جلدی فرمائی پس آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ قضاء اللہ تعالیٰ سے بھاگتے ہین فرمایا کہ قضاء اللہ تعالیٰ سے قضاء اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہون اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی زمین مین وبا پھیلے تو تم اُسمین داخل نہو اور اگر ایسی زمین مین وبا پھیلے جسمین تم موجود ہو تو اُسمین سے نہ نکلو - اور شیخ طحاوی رح نے مشکل الآثار مین اس حدیث کو روایت کرکے کہا کہ اسکی تاویل یہ ہی کہ وہ شخص اپنے حال کو دیکھے اگر اُسکی حالت یہ ہو کہ اگر مین اس زمین مین جسمین وبا ہی گیا اور مبتلا ہو گیا تو میرے دل مین بیٹھ جائیگا کہ مین اسمین آنے کی وجہ سے مبتلا ہوا ہون اور اگر وہان موجود ہی اور جانتا ہی کہ اگر مین نکلا اور بچ گیا تو میرے دل مین یہ آویگا کہ مین اپنے نکل جانے کی وجہ سے بچ گیا ہون تو ایسے شخص کو داخل ہونا اور نکلنا بچنا چاہیے تاکہ اُسکا اعتقاد ایمانی محفوظ رہے اور اگر ایسا شخص ہو کہ جانتا ہی کہ ہر بات اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہوتی ہی اور سوائے اُس بات کے جو اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر مین لکھی ہی مجھے کچھ آفت نہ پہونچیگی تو داخل ہونے یا باہر نکلنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور فقیہ نے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ لوگون سے مدارات رکھے اور چاہیے کہ نرمی سے بات کرے اور چاہیے کہ ہر نیک و بد و سنی و مبتدع سے کشادہ پیشانی خندہ روئی سے ملے مگر اسکے ساتھ یہ ضرور ہی کہ کچھ مداہنت نہ کرے اور نہ ایسی کوئی بات کہے کہ جس سے وہ سمجھے کہ میرے مذہب سے یہ شخص راضی ہی یہ سراجیہ مین ہی - اور آدمی نے جس مکان کو کرایہ پر دیکر مستاجر کے سپرد کیا ہی اُسکو اختیار ہی کہ اُسکی حالت دیکھنے کے واسطے اور جہان قابل مرمت ہو اُسکی مرمت کرنے کی غرض سے امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک با اجازت مستاجر و بلا اجازت مستاجر داخل ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک بدون اجازت مستاجر کے داخل نہین ہو سکتا ہی کذا فی التاتارخانیہ **قال المترجم** ہمارے زمانہ مین امام اعظم رح کے قول پر فتوی ہونا چاہیے واللہ اعلم - اگر کوئی شخص دوسرے کی کوئی چیز لیکر بھاگا اور اپنے گھر مین گھس گیا تو اُس شخص کے حق مین مضائقہ نہین ہی کہ اُسکا پیچھا کرے اور اُسکے گھر مین گھسکر اُس سے چھین لاوے یہ محیط مین ہی - ایک شخص کے ہزار درم دوسرے شخص کے گھر مین جا پڑے اور اسکو خوف ہوا کہ اگر مالک مکان کو آگاہ کرتا ہون تو مجھے منع کریگا اور مجھے میرا مال نہ دیگا پس آیا بدون اُسکی اجازت کے اُسکے گھر مین چلا جاوے تو شیخ بن مقاتل

نے فرمایا کہ اُسکو چاہیے کہ پرہیزگار لوگون کو اس سے آگاہ کردے اور اگر وہان کوئی اہل صلاح نہو پس اگر یہ ممکن
ہو کہ اُسکے گھر مین بدون کسی کے آگاہ کرنے کے داخل ہوکر اپنا مال لے لے تو ایسا کرے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ
مالک مکان کی طرف سے اُسکو خوف ہو اور اگر خوف نہو تو بدون اُسکی اجازت کے داخل ہونا حلال نہین ہے
بلکہ مالک مکان کو آگاہ کرے تاکہ وہ اِسکو داخل ہونے کی اجازت دے یا اسکا مال اسکو نکال لادے یہ فتاوی
قاضی خان مین ہے۔ تتمہ مین ہے کہ شیخ ابو الفضل کرمانی سے دریافت کیا گیا کہ جو لاہے جو آٹا مانڈی مین استعمال
کرتے ہین اور دھوبی جو نشاستہ کلف مین استعمال کرتے ہین آیا اسمین یہ لوگ معذور ہونگے فرمایا کہ کچھ مضائقہ
نہین ہے اور یہی مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ مین اِسکو نہین پسند کرتا ہون اور اس سے
پرہیز کرنا میرے نزدیک پسندیدہ ہے اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ جو روٹی اہداب المنفحہ مین لگائی جاتی اور
چپاکر استعمال کیجاتی ہے پس آیا جائز ہے فرمایا کہ ہان جائز ہے اور یہی مسئلہ شیخ علی بن احمد رحمہ سے دریافت کیا گیا
تو فرمایا کہ یہ فعل مکروہ ہے اور مین نے شیخ ابو حامد سے دریافت کیا کہ اگر ابابیل نے کوٹھری مین گھونسلا بنایا اور
اُسکی بیٹ کپڑے و بوریہ وغیرہ پر گرتی ہے پس آیا اگر صاحب مکان نے اُسکو دور کردیا اور اُسکا گھونسلا جسمین چھوٹے
چھوٹے بچہ ہین نکال کر زمین پر پھینکدیا تو معذور ہوگا تو فرمایا کہ نہین بلکہ صبر کرے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے
کتاب الاستحسان مین ذکر فرمایا کہ وہ شخص باز رہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک قوم کے مکان کے
فناء مین ایک کنوان کھودا تو ابن رستم نے روایت کی ہے کہ اُسکو حکم دیا جائیگا کہ پاٹ کے برابر کردے اور نقصان کا
ضامن نہوگا اور اگر کسی نے مسجد کی دیوار گرادی تو یہی اُسکو حکم دیا جائیگا کہ درست کردے اور نقصان کا ضامن
نہوگا۔ اور اگر کسی شخص کے مکان کی دیوار جو اسکی ملک ہے گرادی یا اُسکے مکان مین کنوان کھودا تو نقصان
کا ضامن ہوگا اور یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ دیوار بنا دے یا کنوان پاٹ کر برابر کردے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے
اور وطی کرنے کے وقت کلام کرنا مکروہ ہے اور بعد طلوع فجر کے نماز تک سوائے نیک بات کے کچھ کلام نہ کرے
اور بعض نے فرمایا کہ نماز کے بعد طلوع آفتاب تک بھی یہی حکم ہے اور سوتے وقت ہنسنا مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے
اور مین نے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ بہت لوگ ماہ صفر مین سفر نہین کرتے ہین اور نہ اس مہینہ مین کوئی
کام مثل نکاح و دخول وغیرہ کے شروع کرتے ہین اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہین جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ جو شخص مجھکو صفر کا مہینہ نکل جانے کی خوشخبری سُنا دے مین اُسکو جنتی ہونے
کی خوشخبری دون پس آیا یہ حدیث صحیح ہے اور اس مہینہ مین کچھ نحوست اور کام شروع کرنے سے ممانعت ہے اور
اسی طرح جب چاند برج عقرب مین ہوتا ہے تب بھی سفر نہین کرتے ہین اسی طرح جب چاند برج اسد مین ہوتا ہے
تب کپڑا قطع نہین کرتے ہین اور نہ سیتے ہین پس آیا بات یون ہے جیسا ان لوگون نے زعم کیا ہے تو فرمایا کہ صفر
کے حق مین جیسا یہ لوگ کہتے ہین یہ وہ بات ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے حالت جاہلیت و کفر مین عرب لوگ
اس مہینہ کے حق مین کہتے تھے اور برج عقرب و برج اسد مین چاند ہونے کی صورت مین جو بات یہ
لوگ کہتے ہین یہ نجومیون کی باتین ہین کہ وہ لوگ اپنی باتین رواج دینے کے واسطے افترا کرتے ہین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہین یہ محض جھوٹ ہے کذا فی جواہر الفتاوے قال المترجم

شیخ رحمہ اللہ نے صحیح جواب فرمایا ان باتون مین سے کسی بات کی اصل نہین ہی اور جو بات بلفظ حدیث ذکر کی کہ جو شخص مجھکو صفر کا مہینہ نکل جانے کی آہ یہ حدیث محض موضوع ہی اسکی کچھ اصل نہین ہی نص علیہ النقاد من اہل الحدیث فاستقم - اگر کسی نے اچھا خواب دیکھا تو اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرے کہ یہ نعمت ہی پھر چاہے کسی ثقہ آدمی سے بیان کرے یا بیان نکرے یہ وجیز کردری مین ہی - اور یہ مکروہ ہی کہ کوئی شخص کہے کہ ہم لوگون پر ستارہ ثریا سے بارش ہوئی **قال المترجم** کانت جہلۃ العرب تقول مطرنا بنوء کذا کما فی حدیث مسلم فلما من اللہ تعالی بالاسلام انکروا تلک المقالۃ ولکن اذا صدر عن المسلم قیل کرہ لہ لما انہ ینبغی من حسن الظن بالمسلم والا فہو کفر یا یون کہے کہ طلع السہیل فبرد اللیل یعنے سہیل ستارہ نکلا سو رات مین سردی ہونے لگی اسواسطے کہ سہیل کچھ سردی و گرمی نہین لاتا ہی اور حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ یون نہ کہے اللہ تعالے نے میرا فلان عمل برگزیدہ کیا اور شیخ نخعی رح سے مروی ہی کہ کوئی یہ نہ کہے کہ قراۃ فلان یا سنت ابوبکر کیونکہ سنت فقط اللہ تعالے و اسکے رسول کی ہی اور حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اسلمت فی کذا یعنے مین نے اس بارہ مین اسلام کیا بلکہ یون کہے کہ اسلفت فی کذا کیونکہ اسلام اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی **قال المترجم** قولہ اسلمت فی کذا یعنے مثلاً مین نے سو درم کے عوض دس من گیہون کی بیع سلم کی مگر لفظ اسلام کی شرکت کی وجہ سے اسکو منع کردیا و اسلفت فی کذا اسی معنی مین ہی والتفصیل قد اسلفنا فتذکر - اور چاند دیکھنے کے وقت چاند کی تعظیم کے واسطے اسکی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہی ہان اگر اپنے ساتھی کو دکھلانے کے واسطے اسکی طرف اشارہ کرے تو مضائقہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - فتاوے مین ہی کہ شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ مین نے حسن بن ابی مطیع سے دریافت کیا کہ نہر مغصوب سے وضو کرنا یا پانی پینا کیسا ہی فرمایا کہ اگر وہ نہر وہین ہو جہان تھی تو مضائقہ نہین ہی اور اگر اسکو اپنی جگہ سے تحویل کردیا ہو تو مین مکروہ جانتا ہون کہ اس سے کوئی شخص نفع اٹھا دے اور شیخ ابوبکر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پن چکی نصب کی اور اسکا پانی غیر شخص کی زمین مین بدون اسکی رضامندی کے بہایا تو فرمایا کہ حلال نہین ہی اور جو شخص اسکے غصب سے واقف ہو اسکو حلال نہین ہی کہ یہ طاحونہ خریدے اور نہ یہ حلال ہی کہ اسکو اجرت پر لے اور نہ یہ حلال ہی کہ وہان کچھ اناج لیجا دے کہ باجرت پسا دے یا بطور عاریت پیسے یہ حاوی مین ہی - اور اگر کسی شخص نے اپنی گواہی لکھی اور لوگون نے جنکی دستاویز ہی ادائے شہادت کی درخواست کی اور دستاویز مین سوائے اسکے جماعت گواہان نہین ہی یا اسکی گواہی جلد قبول ہونے والی ہی تو اسکو ادائے شہادت کا ترک کرنا روا نہین ہی اور اگر دستاویز مین اسکے سوائے ایک جماعت ہو کہ وہ لوگ گواہی ادا کرتے ہین تو اسکو ادائے شہادت سے انکار کرنے کی گنجایش ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص کے قبضہ مین ایک آزاد ہی پھر دوسرے شخص نے جو مقبوض کے آزاد ہونے کو نہین جانتا ہی اسکے ساتھ یون قرارداد کی کہ تو مجھے اسکو ہبہ کردے اور مین بھی اسکا ثمن تجھے ہبہ کردون پس قابض نے قبول کرکے ایسا ہی کیا اور اس شخص نے اسپر قبضہ کرلیا پھر آزاد مذکور اسکے قبضہ مین مرگیا تو قابض اول پر ثمن واپس کردینا واجب ہوگا اور از راہ دیانت وہ معذور نہوگا کہ مشتری مذکور کو ثمن واپس نہدے یہ غرائب مین ہی - تتمہ مین ہی کہ شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ سرہنگان سلطانی مین سے

کوئی سرہنگ ایک کوچہ مین گیا اور اُسکے پاس ایک خط ہی اسمین یہ لکھا ہی کہ اہل کوچہ اسکو اسقدر دیدین۔ پس سرہنگ مذکور نے ایک شخص محلہ والے کو پکڑکر مسجد مین یا کسی دوسری جگہ قید کیا پس آیا گرفتار کو یہ کہنا چاہیے کہ فلان و فلان یعنے میرے پڑوسیون کو بدین وجہ لے آؤ کہ یہ خط سب کے نام ہی اور حال یہ ہی کہ یہ شخص جو گرفتار ہی اسقدر مال جو اُسمین لکھا ہی اکیلا ادا کرنے پر قادر نہین ہی یا اُسکو یہ چاہیے کہ سکوت کرے اور جو تکلیف اُسیر پہونچے اُسیر صبر کرے تو فرمایا کہ صبر کرنا اولے ہی۔ اور مین نے شیخ ابو الفضل کرمانی و یوسف بن محمد و حمیر الوبری و عمر الحافظ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کی اولاد ہی وہ اُنکے واسطے لباس بنا لایا پس اُسنے دیتے وقت اُسنے کہا کہ یہ لباس ان اولاد کے پاس میری طرف سے عاریت ہی تاکہ اگر وہ ایک سے لیکر دوسرے کے لباس مین صرف کرے تو اُسپر ضمان واجب نہوپس آیا اُسکو یہ اختیار ہی یا اُسپر یہ واجب ہی کہ انکی ملک کردے یا یہ واجب ہی کہ اُنکی حاجت کو دفع کرے حالانکہ وہ عاریت دینے سے دفع ہوئی جاتی ہی تو ان مشائخ نے فرمایا کہ اُسپر واجب یہی ہی کہ اُنکی حاجت کو دفع کرے اور وہ عاریت دینے سے دفع ہو جائیگی پس مین نے یہی مسئلہ شیخ ابو الحسن بن علی المرغینانی کو لکھا تو فرمایا کہ جیسا ان لوگون نے جواب دیا ہی اسی کے موافق شخص مذکور کو اختیار ہی کہ اولاد کو اُنکا لباس بطور عاریت دیدے۔ اور مین نے شیخ ابو الفضل کرمانی و یوسف بن محمد سے دریافت کیا کہ زوجہ کے حق مین بھی یہی حکم ہی فرمایا کہ ہان کذا فی التاتارخانیہ۔ ایک شخص کی کئی اولاد ہین اُسنے اپنے تمام مال کا کسی ایک اولاد کے واسطے اقرار کردیا تو وہ گنہگار رہوگا اور اگر کسی قاضی نے اُسکا اقرار باطل کیا پس اگر کسی تاویل سے جو شرع مین معتبر ہی باطل کیا حالانکہ وہ قاضی فقیہ ہی تو جائز ہی ورنہ نہین جائز ہی ایسا ہی ذکر کیا گیا ہی اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ جب اُسکی اولاد سب صالح ہون اور اگر بعضے فاسق ہون پس اُسنے سب مال کا اقرار اولاد صالح کے واسطے کردیا تو گنہگار نہوگا یہ جواہر الفتاوے مین ہی اور غبار بٹھلانے کے واسطے راستہ مین پانی چھڑکنے مین مضائقہ نہین ہی مگر حاجت سے زیادہ چھڑکنا حلال نہین ہی یہ ملتقط مین ہی۔ اگر کسی نے پنجرے مین بند کرکے بلبل لٹکائی تو جائز نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ بعضے مشائخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے لیے زمین موات کو زندہ کرے پس وکیل نے اُس زمین کو زندہ کیا یعنے مزروعہ و آباد کیا آیا وہ وکیل کی ہوگی جیسے لکڑیان و گھاس لانے کے واسطے وکیل کرنے کی صورت مین ہوتا ہی یا وہ زمین موکل کی ہوگی جیسے کہ بیع و اجارہ وغیرہ تصرفات مین وکیل کرنے مین ہوتا ہی تو فرمایا کہ اگر امام وقت نے موکل کو اس زمین کی احیاء کے واسطے اجازت دی ہو تو موکل کی ہوگی یہ غرائب مین ہی۔ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کو وکیل مطلق کیا یعنے کسی خاص کام کی تقیید نہین کی اُسنے وکالت قبول کی پھر زید نے کسی شخص کو حکم دیا کہ وثیقہ نامہ لکھدے اُسنے لکھکر عمرو کو دیا پھر یہ وثیقہ عمرو کے پاس سے ضائع ہوگیا یا پھٹ گیا یا کسی شخص نے اُسکو پھاڑ ڈالا پس آیا عمرو کو اختیار ہی کہ بعینہ ایسا وثیقہ دوسرا بدون کمی و بیشی کے لکھوالے تو فرمایا کہ ہان جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ جو شخص خناق ہو یعنے لوگون کو گلا گھونٹکر راہ مین مار ڈالتا ہو یا پھانسی لگاکر مار ڈالتا ہو اور ساحر یعنے جو شخص جادو کرتا ہو یہ دونون قتل کرڈالے جاوینگے کیونکہ یہ دونون زمین مین فساد کرتے پھرتے ہین اور اگر دونون توبہ کرین

۵ ؎ زمین موات جسکا کوئی مالک نہو امام سکے اختیار مین ۱۲ منہ

تو انکی طرف سے قبول نکیجائیگی یعنی امام وقت قبول نکرکے انکو قتل کردیگا اور اگر دونون پکڑے گئے پھر دونون نے توبہ کی تو انکی طرف سے قبول نہوگی بلکہ دونون قتل کیے جاوینگے اور یہی حکم زندیق کا ہو جو اپنی طرف لوگون کو بلانے مین معروف ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا فی خزانۃ المفتین

کتاب التحری

اسمین چار باب ہین

باب اول - تحری کی تفسیر و رکن و شرط و حکم کے بیان مین - جب کسی شی کا حقیقت حال دریافت ہونا متعذر ہو اسوقت اُسکو غالب راے سے طلب کرنے کو تحری کہتے ہین یہ مبسوط مین ہو - تحری کا رکن یہ ہو کہ قلب سے طالب صواب ہو اسواسطے کہ تحری کا قیام اسی کے ساتھ ہو اور جواز تحری کی شرط یہ ہو کہ مطلوب مشتبہ ہونے کی حالت مین تمام دلائل و قوف معدوم ہون کیونکہ تحری جب ہی حجت قرار دیگئی ہو کہ جب حالت مشتبہ ہو اور دلیل موجود نہو اسواسطے کہ ایسی حالت مین ضرورت تحری بدین وجہ ہو کہ مطلوب تک پہونچنے سے عاجز ہو - اور حکم تحری یہ ہو کہ تحری سے جو کام واقع ہو وہ شرعًا براہ صواب واقع ہوتا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو - دو شخصون نے تحری کی اور درحقیقت ایک شخص تحری کرکے مصیب ہوا دوسرا نہوا تو ثواب مین دونون برابر نہونگے اسواسطے کہ جو مصیب ہوا ہو ثواب مصیب ہونے کا خاصۃً اُسی کو ملیگا یہ مجموعۃ الفتاوی مین ہو - ایک شخص کے نزدیک نماز کے وقت مین اشتباہ ہوا پس اگر اُسکو وقت کے ہوجانے مین شک ہو تو تحری نکرے بلکہ صبر کرے یہانتک کہ وقت ہوجانے کا یقین ہوجاوے اور اگر وقت نکلجانے مین شک ہو تو اس روز کی اس نماز کی نیت کرے یہ جواہر الفتاوی مین ہو - ایک شخص نے جنگل مین تحری کرکے ایک طرف کو نماز پڑھی حالانکہ آسمان صاف ہو لیکن وہ نجوم نہین پہچانتا ہو پھر اُسکو معلوم ہوا کہ مین نے قبلہ رخ نہین پڑھی ہو مجھسے خطا ہوگئی تو ہمارے استاذ شیخ ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ اُسکی نماز جائز ہوگئی اور سواے شیخ رح کے اور مشائخ رحہ نے فرمایا کہ جائز نہوئی اسواسطے کہ مثل چاند و سورج وغیرہ کے جو دلیلین معتاد ظاہر ہین انمین کسی کا عذر جہالت مقبول نہوگا ہان دقائق علم ہیئات و صور نجوم ثوابت کے نجاننے مین وہ معذور رکھا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہو - ایک عورت پردہ دار لباس مین لپٹی ہوئی ہو وہ ایسے کسی کو نہین پاتی ہو جو اُسکو قبلہ کی طرف متوجہ کردے پس اگر وقت تنگ ہوگیا اور اُسنے کسی کو نپایا تو وہ تحری کرکے نماز پڑھ لے یہ جواہر الفتاوے مین ہو - اصل کے باب صلوۃ المریض مین ایک مسئلہ لکھا ہو جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ قبلہ کی جہت کے بارہ مین جیسے شہر سے باہر تحری کرنا جائز ہو ویسے شہر کے اندر بھی جائز ہو اور صورت اُسکی یہ ہو کہ چند لوگ مریض ایک مکان مین ہین اُنھون نے رات کو جماعت کی نماز پڑھی کہ ایک اُنہین سے امام ہوگیا یا بعض نے قبلہ کی طرف پڑھی اور بعض نے غیر قبلہ رخ پڑھی حالانکہ یہ سب گمان کرتے ہین کہ ہمنے بطریق صواب کام کیا ہو یعنے ان لوگون نے تحری سے ایسا کیا تو ان لوگون کی نماز جائز ہو کیونکہ حالت اشتباہ مین اسطرح تحری کرلینا تندرست لوگون سے جائز ہو تو مریضون کو بدرجہ اولی جائز ہو اور اس مسئلہ سے ہمارے استدلال کی وجہ یون ہو کہ امام محمد رحہ نے ان لوگون کی نماز جائز ہونے کا حکم دیا

بدون اس تفصیل کے کہ مکان مذکور داخل شہر ہی یا خارج شہر ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر کوئی شخص مہمان ہو اور رات کا وقت ہو اور اُسکو کوئی ایسا نملا جس سے دریافت کرے اور اُسنے نفل نماز کا قصد کیا تو اُسکو تحری کر لینا جائز ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح مین مسئلہ مہمان کو ذکر کیا کہ اگر آدمی کسی شخص کے گھر مین مہمان ہوا اور لوگ سو رہے اور مہمان نے رات مین تہجد کی نماز کا قصد کیا اور لوگون کا جگانا جانب قبلہ دریافت کرنے کے واسطے اُسکو ناگوار معلوم ہوا تو ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ اُسکو تحری کرنا جائز نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر فریضہ نماز پڑھنے کا قصد کرتا ہی تو اُسکو تحری کرنا جائز نہین ہی اور اگر تہجد کی نماز کا قصد کرتا ہی تو اُسکو تحری کرنا جائز ہی۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ صحیح روایت ہمارے مشائخ سے یہی ہی کہ شہر مین اُسکو تحری کرنا جائز نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم نماز مریض کے بارہ مین مذکور ہو وہ اس بات پر محمول کیا گیا ہی کہ جس مکان مین مریض لوگ ہین وہ مکان کسی رباط مین ہی اور وہان رہنے والے اور لوگ نہین ہین کذا فی المحیط۔ ایک شخص ایک قوم کی مسجد مین گیا پس اگر اہل مسجد سے وہان کوئی ہو تو اُسکو تحری کرنا جائز نہین ہی بلکہ دریافت کر لینا واجب ہی اور اگر اُسنے تحری کر کے نماز پڑھی تو جائز نہو گی لیکن اگر تحری کرنے مین اُسکو قبلہ کی جہت ٹھیک مل گئی ہی تو نماز ہو گئی اور اگر اہل مسجد مین سے کوئی نہو اور اُسنے تحری کر کے نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہی تو نماز جائز ہو گئی اور اگر بدون تحری کیے ہوے نماز پڑھ لی تو ایسی صورت مین نماز جائز نہو گی اور اگر اپنی مسجد مین اُسکو ایسا اتفاق ہوا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اسکا حکم مثل بیت کے ہی اور بعض نے فرمایا کہ غیر کی مسجد کے مانند اسکا بھی حکم ہی۔ اور فتاوی حجۃ مین لکھا ہی کہ دو شخص جنگل کو گئے اور ہر ایک نے تحری کی اور ہر ایک کی تحری دوسرے کی تحری کے برخلاف واقع ہوئی تو دونون کی نماز جائز ہو گی اور اگر دونون مین سے کسی کی رائے مین درمیان نماز مین یہ آیا کہ دوسرے کی جہت قبلہ کی طرف پھر جاوے اور اُسکی اقتدا کرے پس اگر اُسنے تکبیر کا استقبال کر لیا تو جائز ہی ورنہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور قبلہ کی جہت کے تحری کرنے کے بہت سے مسائل کتاب الصلوٰۃ مین گذر چکے ہین۔

باب دوم زکوٰۃ مین تحری کرنے کے بیان مین۔ اگر تحری کرنے کے بعد اُسکو اُس شخص کے حال مین جسکو زکوٰۃ دی ہی اشتباہ ہوا اور اُسکی غالب رائے مین یہ آیا کہ وہ فقیر ہی یا جسکو دی ہی اُسنے خبر دی کہ مین فقیر ہون یا کسی دوسرے عادل نے اُسکو خبر دی کہ یہ فقیر ہی یا اُسنے اُسکو فقیرون کے لباس مین دیکھا یا فقیرون کی صف مین بیٹھا دیکھا یا دیکھا کہ وہ لوگون سے سوال کرتا ہی اور اسکے دل مین آیا کہ یہ فقیر ہی تو ان سب صورتون مین اگر اُسکو معلوم ہو گیا کہ یہ فقیر ہی یا اُسکی رائے غالب مین وہ فقیر نظر آیا یا اُسکو کچھ معلوم نہو یا اُسکی غالب رائے مین وہ غنی معلوم ہوا یا اُسکو معلوم ہو گیا کہ یہ غنی ہی تو امام اعظم و امام محمد رح کے قول مین جائز ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بھی یہی حکم ہی لیکن سوائے ایک صورت کے کہ جب اُسکو معلوم ہو گیا کہ یہ غنی ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس صورت مین جو دیا ہی وہ اُسکے مال کی زکوٰۃ ادا ہونے کے واسطے کافی نہین ہی۔ پھر جس صورت مین پیدا ہوا کہ جس شخص کو دیا ہی وہ غنی ہی اور امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک صدقہ جائز ہو گیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے قول کے موافق آیا لینے والے کو بھی لینا حلال ہی یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا

کو حلال نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ مال مدعی کو بطریق تملک واپس دے پھر آیا دینے والے کو بھی ثواب ملیگا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ لوگون کے ساتھ معاملہ و نیکوئی کرنے کا ثواب ملیگا صدقہ کا ثواب نہ ملیگا اور کتاب الحجہ امام ابو یوسف مین سے مسئلہ مختلف فیہا مین شاہد پیش کیا ہی کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ بمنزلہ ایسے شخص کے ہی کہ اُسنے کسی پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ وہ طاہر نہ تھا تو ذکر فرمایا کہ جب تک اُسکو معلوم نہوا تب تک کافی ہی اور جب معلوم ہوگیا تو نماز کو اعادہ کرے - اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس بیان سے ایک بڑا فائدہ نکلتا ہی وہ یہ ہی کہ امام ابو یوسف رح نے اس نماز کو ادا سے کافی فرمایا ہی جب تک اُسکو درحقیقت فاسد ہونے کا علم نہین ہوا ہی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ اسی طرح ہر نماز جو فاسد واقع ہوئی ہی حالانکہ مصلی گمان کرتا ہی کہ جائز واقع ہوئی ہی اور وہ فاسد جاننے سے پہلے مر گیا تو اُسپر عتاب نہوگا کیونکہ اعتبار اُس گمان کا ہی جو اُسکے نزدیک ہی اس حقیقت حال کا اعتبار نہین ہی جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک ہی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ یہ حکم نظیر اُس روایت کا ہی جو امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے ایک باندی خرید کر اُس سے بار ہا وطی کی پھر وہ باندی استحقاق مین لے لیگئی تو اُسکی وطی اس مشتری کے حق مین حلال تھی اور اُسکا احصان ساقط نہوگا اور بنا بر قول امام اعظم رح وامام محمد رح کے وطی حرام ہی لیکن مشتری پر گناہ نہوگا یہ محیط مین ہی -

تیسرا باب - کپڑون و مسالیخ و ظروف و موتی مین تحری کرنے کے بیان مین - اگر کسی شخص کے پاس دو یا زیادہ کپڑے ہون اور بعض نجس اور بعض طاہر ہون پس اگر کسی علامت سے دونون کی تمیز ممکن ہو تو تمیز کر لی جاوے اور اگر علامت سے تمیز متعذر ہو پس اگر حالت اضطرار پیش آوے یعنے مثلاً ایسا کوئی کپڑا نپاوے جو بیقین طاہر ہو اور اُسکو نماز کی ضرورت ہی اور اُسکے پاس ایسی چیز نہین ہی کہ جس سے دونون یا زیادہ کپڑون مین سے کوئی کپڑا دھو ڈالے تو وہ شخص تحری کرلے یعنے اپنے قلب سے توجہ کر کے جو اُسکو اپنی کوشش سے پاک نظر آوے اُس سے نماز پڑھلے اور اگر حالت اختیاری ہو یعنے ایسی ضرورت پیش نہ آوے پس طاہر غالب ہون تو تحری کرلے اور اگر نجس غالب ہون یا دونون برابر ہون تو تحری نہ کرے یہ ذخیرہ مین ہی - اگر دو کپڑون مین اُسنے تحری کی اور اُسکی تحری مین آیا کہ یہ کپڑا دونون مین سے طاہر ہی پس اُسنے اُس سے ظہر کی نماز پڑھ لی پھر اُسکی غالب راے مین یہ آیا کہ وہ دوسرا طاہر ہی پس اُسنے اُس سے عصر کی نماز پڑھی تو نہین جائز ہی کیونکہ جب ہمنے ظہر کی نماز جائز ہونے کا حکم دیا تو جس کپڑے سے ظہر پڑھی ہی وہی طاہر ٹھہرا اور اس حکم کی ضروریات مین سے یہ بات ہی کہ دوسرے کی نجاست کا حکم ہو پس دوسرے کی نجاست کا حکم جاری ہونے کے بعد اسکے برخلاف اُسکی غالب راے کا اعتبار نہوگا پھر اگر اُسکو اس بات کا یقین ہوا کہ جس مین نے ظہر کی نماز پڑھی ہی وہی نجس ہی تو نماز ظہر کا اعادہ کرے اسی طرح اگر اُسکے دل مین تحری نہ آئی ہو بلکہ اُسنے دونون مین سے ایک کپڑا لیکر اُس سے ظہر کی نماز پڑھ لی تو یہ صورت اور جس صورت مین اُسنے تحری سے ایسا کیا ہی دونون یکسان ہین اسواسطے کہ مسلمان کا فعل صحت پر محمول کیا جائیگا جب تک اُسمین فساد ظاہر نہو پس یون قرار دیا جائیگا کہ گویا پاک یہی کپڑا ہی اور اُسکی نماز جائز ہونے کا حکم دیا جائیگا جب تک اسکے برخلاف ظاہر نہو اور اگر کسی کے پاس تین کپڑے ہون اور اُسنے تحری کر کے ایک سے ظہر کی نماز پڑھی اور دوسرے سے عصر کی

ف کیونکہ وہ خصائص باری تعالیٰ مین ہی اور بندہ کو یہ علم گمان ہی ۱۲ منہ

ع قال المترجم اس مسئلہ مین دو باتین جاننا چاہیے مین اول یہ کہ تینون کپڑے پاک یا نجس سب کا نجس ہونا دوم یہ کہ پاک کا زیادہ ہونا اور نجس کا کم ہونا معلوم ہو ۱۲ منہ

نماز پڑھی اور تیسرے سے مغرب کی نماز پڑھی پھر پہلے سے عشاء کی نماز پڑھی تو ظہر و عصر کی نماز جائز ہو و مغرب و عشاء
کی نماز فاسد ہی کیونکہ جب اُسنے پہلے دوسرے کپڑے سے ظہر و عصر کی نماز پڑھی اور بذریعہ جواز ہر دو نماز کے دونون
کپڑون کی پاکی کا حکم دیا گیا تو تیسرا کپڑا متعین ہو گیا کہ یہ نجس ہی پس اُس سے مغرب کی نماز جائز نہوئی پھر عشاء کی نماز
اُسنے پاک کپڑے سے پڑھی مگر ایسی حالت مین پڑھی کہ اُسپر مغرب کی قضاء واجب تھی پس بسبب ترتیب کی
رعایت کے عشاء بھی جائز نہوئی اور دوسری روایت کے موافق عشاء کی نماز جائز ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی
نوادر مین ہی کہ اگر دو کپڑون مین سے ایک نجس ہو پس اُسنے ایک کپڑے سے بدون تحری کیے ظہر کی
نماز پڑھی پھر دوسرے سے عصر کی نماز پڑھی پھر اُسکی تحری مین یہ آیا کہ پہلا کپڑا پاک ہی تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ
اس شخص نے کوئی نماز نہین پڑھی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ظہر کی نماز جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ دو شخص
سفر مین ہین اور دونون کے پاس دو کپڑے ہین ایک نجس ہی اور دوسرا طاہر ہی پس ایک نے تحری کر کے
ایک کپڑے سے نماز پڑھی اور دوسرے کی تحری مین دوسرا کپڑا پاک نظر آیا اُسنے اُس سے پڑھی تو دونون مین سے
ہر ایک کی نماز جائز ہوگی اور اگر دونون مین سے ایک امام ہو گیا اور دوسرے نے اُسکی اقتداء کی تو امام کی نماز
جائز ہوگی مقتدی کی جائز نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ دو شخص کھیلتے تھے پس ایک شخص سے ایک قطرہ خون کا ٹپکا اور
ہر ایک نے انکار کیا کہ مجھسے نہین ٹپکا ہی پھر ہر ایک نے تنہا نماز پڑھی تو نماز جائز ہوگی اور اگر ایک نے دوسرے کی
اقتداء کی تو مقتدی کی نماز جائز نہوگی اور اسی جنس کا دوسرا مسئلہ ہی وہ یہ ہی کہ تین آدمی کھیلتے تھے پھر ایک شخص
سے ایک قطرہ خون کا ٹپکا یا ایک نے آہستہ سے پاد یا آواز سے پادا پھر سب نے اس سے انکار کیا پھر تینون
مین سے ایک شخص ظہر مین امام ہوا اور دوسرا عصر مین اور تیسرا مغرب مین تو ظہر کی نماز سب کی جائز ہی اور
عصر کی نماز اُس شخص کی جو مغرب مین امام ہوا ہی نہین جائز ہی اور مغرب کی نماز اُن دونون شخصون کی جو ظہر و
عصر مین امام ہوے ہین نہین جائز ہی یہ تو ایک روایت ہی اور امام مغرب کے حق مین دو روایتین ہین اور
شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ سب نمازین جائز ہین محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص سفر مین ہو اور اُسکے پاس چند
برتن ہین بعضے پاک ہین اور بعضے نجس ہین پس اگر پاک برتن زیادہ ہون تو حالت اختیار و حالت اضطرار دونون
صورتون مین پینے و وضو کرنے سب کے واسطے تحری کر لینا روا ہی اور اگر نجس زیادہ ہون یا مساوی ہون تو
حالت اختیار مین پینے یا وضو کرنے کسی کے واسطے تحری کرنی جائز نہین ہی اور اگر حالت اضطراری ہو تو
پینے کے واسطے بالاجماع تحری کرے اور وضو کے واسطے ہمارے نزدیک تحری نہ کرے بلکہ تیمم کرے یہ ذخیرہ مین ہی
اور اگر پاک اور نجس پانی مین نجاست کا غلبہ ہو تو سب کو بہا دے پھر تیمم کرے اور یہ احتیاط ہی واجب نہین ہی پس
اگر اُسنے سب پانی بہا کر تیمم کیا تو احوط ہی تاکہ پانی نہونے کی حالت مین اُسکا تیمم یقینی ہو اور اگر اُسنے نہ بہایا تو بھی
کافی ہی اور طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مین فرمایا کہ دونون پانی باہم مخلوط کر دے پھر تیمم کرے اور اسمین زیادہ
احتیاط ہی اسواسطے کہ بہا دینے سے اُسکی منفعت بالکل جاتی رہیگی اور ملا دینے سے نجاستگی اسواسطے کہ مخلوط
کر دینے کے بعد اپنے چارپایہ سواری کو پلا سکتا ہی اور جسوقت عاجز ہو اُسوقت خود بھی پی سکتا ہی پس ایسا کرنا
اولی ہی اور ائمہ بلخ مین سے بعض متاخرین نے یون فتوی دیا ہی کہ احتیاطاً دونون برتنون کے پانی سے وضو کرے

اسواسطے کہ زوال حدث یقینی ہوگا مگر ہم ایسے نہین ہین کہ اس فتوی کو اختیار کرین اسواسطے کہ اگر اُسنے ایسا کیا تو ایسے
پانی سے وضو کرنے والا ہوا جسکے نجس ہونے کا اُسکو یقین ہے اور اُسکے اعضا نجس ہوجاوینگے خصوصاً اُسکا سر کہ وہ
نجس پانی سے مسح کرنے سے نجس ہوجائیگا پھر وہ طاہر نہوگا اگرچہ پاک پانی سے اُسپر مسح کرے پس ایسا حکم دینے
کے کچھ معنی نہین ہین یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دونون پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی تو اُسکی نماز جائز ہوجائیگی
اگر اُسنے سر مین دو جگہ سے مسح کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر سفر مین کسی شخص کا برتن اُسکے ساتھیون کے برتنون
مین مل گیا حالانکہ وہ لوگ اُسوقت موجود نہ تھے تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ تحری کرے اور ایک برتن لیکر اُس
سے وضو کرے اور یہ بمنزلہ طعام مشترک کے ہے کہ اگر چند لوگون کا طعام مشترک ہو اور اہل شرکت غائب ہون
اور ایک شخص حاضر ہے اُسکو اپنے حصہ طعام کی ضرورت ہوئی تو بقدر اپنے حصہ کے لے لے اسی طرح اگر کسی کی
گردہ روٹی اُسکے ساتھی کی روٹی مین مختلط ہوگئی تو بعض نے فرمایا کہ تحری کرکے لے لے اور بعض نے فرمایا
کہ پانی کے برتن اور گردہ روٹی دونون صورتون مین تحری نہ کرے بلکہ ساتھیون کے آنے تک انتظار کرے
اور یہ سب حالت اختیار کا حکم ہے اور حالت اضطرار مین سب صورتون مین تحری جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص
کے پاس پوست کشیدہ بکریان ہون اُنمین بعضی مردار ہون پس اگر علامت سے تمیز ممکن ہو تو ہر حال مین تمیز کرلے
اور کھاوے وہ مباح ہے اور اگر علامت سے تمیز متعذر ہو پس اگر حالت اضطرار ہو یعنے اُسکو ایسی جو یقینی ذکوۃ دی
ہوئی یعنے شرع مین جسطرح سے حلال ہوجاتی ہے ویسی حلال کی ہوئی نہ ملی اور وہ کھانے کی طرف مضطر ہوا تو ہر حال
مین تحری کرکے کھاوے اور اگر حالت اختیاری ہو پس اگر حرام غالب ہون یا حلال و مردار دونون برابر ہون
تو تحری کرکے کھانا جائز نہین ہے اور اگر حلال غالب ہون تو تحری کرکے تناول کرسکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور واضح
ہو کہ مردار و حلال کی شناخت مین سے ایک یہ ہے کہ مردار جب پانی مین ڈالی جاوے تو اُسمین جو خون باقی رہجاتا ہے
وہ پانی پر تیر آتا ہے اور حلال کی ہوئی پانی مین بیٹھ جاتی ہے اور لوگ کبھی اس بات کو اسطور سے پہچانتے ہین
کہ مردار مین روح و رطوبت زیادہ باقی رہجاتی ہے اور جلد فاسد ہوجاتی ہے لیکن یہ سب اس صورت مین معدوم
ہوگا کہ جب مردار اسوجہ سے مردار ہو کہ اُسکو مجوسی نے ذبح کیا ہے یا مسلمان نے عمداً تسمیہ چھوڑکر ذبح کیا ہے یہ مبسوط
مین ہے۔ اور اگر مردار کی چربی کے ساتھ ملا ہوا روغن یا روغن زیتون یا تیل غالب ہو تو اُسکا کھانا حلال نہین ہے
مگر سوائے کھانے کے اور طور سے نفع لینا حلال ہے اسواسطے کہ جب حلال غالب ہو تو حرام جو مغلوب ہے وہ حکماً اُسمین
ہالک ہوجاتا ہے یعنے معدوم ہوجاتا ہے پس ہمنے کھانے کے سوائے اور طور سے نفع اُٹھانے مین حرام کو جو مغلوب ہے
مثل ہالک یعنے کالمعدوم اعتبار کیا اسلیے کہ کھانے کے سوائے اَور طور سے نفع اُٹھانے مین نجاست مانع نہین
ہوتی ہے چنانچہ کھیتون مین گوبر مٹی ملا ہوا اور کھاد ڈالنا جائز ہے مگر کھانے کے حق مین ہمنے احتیاطاً حرام کو
حقیقۃً موجود اعتبار کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔

چوتھا باب متفرقات مین

ایک شخص کی چار باندی ہین اُسنے اُنمین سے ایک باندی کو آزاد کردیا پھر
بُھولگیا کہ کسکو آزاد کیا ہے تو وطی کے واسطے اُسکو تحری کرنے کا اختیار نہین ہے اور جسطرح اس صورت مین اُسکو وطی
... کے واسطے تحری کرنے کا اختیار نہین ہے اور حاکم اس شخص ...

مسئلہ کی تمام روایت مطابق بن گذر علی ۱۲ منہ

ان باندیون کے درمیان تخلیہ نہ دیگا یعنے اُسکو اختیار مطلق کا موقع کہ جو چاہے اُنسے کرے حاکم نہ دیگا یہان تک کہ وہ
باندی جو آزاد کی ہوئی ہی معلوم ہوجاوے اور اگر اُسنے انمین سے تین باندیان فروخت کردین اور حاکم نے اُنکی بیع
جائز ہونے کا حکم دیدیا اور جو باقی رہی ہی اُسی کو آزاد قرار دیا پھر ان باندیون مین سے جنکو اُسنے فروخت کیا ہی کوئی بوجہ
پھر خریدنے یا ہبہ یا میراث کے اُسکی ملک مین آئی تو اُسکو روا نہین ہی کہ اُس سے وطی کرے اسواسطے کہ قاضی نے
جو حکم دیا ہی وہ جہالت منعکے ساتھ بغیر علم حکم دیا ہی اور جو حکم قضاء بغیر علم ہو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہی لیکن اگر اُسنے اس باندی سے
نکاح کرلیا تو وطی کرنا حلال ہی کیونکہ اگر وہی آزاد ہوگی تو اُسکے اور اُسکے درمیان نکاح صحیح ہوگا اور اگر آزاد نہین تھی تو اُسکی
مملوکہ ہوگی تو بھی بوجہ ملک کے حلال ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک قوم مین ہر ایک کے پاس ایک ایک باندی ہی پھر ایک
نے اپنی باندی کو آزاد کردیا پھر اُن لوگون نے آزاد کی ہوئی کو نہ پہچانا کہ کون ہی تو اُنمین سے ہر ایک کو اپنی باندی سے
وطی کرنے کا اختیار ہی یہان تک کہ یہ معلوم ہو کہ یہ باندی اُس شخص کی آزاد کی ہوئی ہی تب پھر اُس سے وطی نہین کرسکتا ہی
یہ محیط سرخسی ہی اور اگر ان لوگون مین سے کسی کی غالب راے مین یہ ہو کہ یہ باندی وہی ہی جسکو آزاد کرنے والے
نے آزاد کیا ہی تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہی کہ اُس سے نزدیکی نہ کرے اور اگر اُسکے ساتھ وطی کی تو جب تک اُسکو
یقین نہوجاوے تب تک یہ فعل حرام نہوگا۔ اور اگر اس قوم کی سب باندیون کو ایک ہی شخص نے خرید کیا جو
اس حال کو جانتا ہی تو اُسکو کسی باندی سے قربت کرنے کا اختیار نہین ہوگا یہان تک کہ آزاد کی ہوئی باندی کو پہچانے
اور اگر سب باندیون کو سواے ایک باندی کے خرید کیا تو ان خریدی ہوئی باندیون سے اُسکو وطی کرنا حلال ہی
پھر اگر اُسنے باقی باندی بھی خریدی تو پھر انمین سے کسی باندی سے وطی نہین کرسکتا ہی اور نہ انمین سے کسی باندی
کو فروخت کرسکتا ہی یہان تک کہ انمین سے آزاد کی ہوئی باندی کو جانے اسی طرح اگر مشتری انھین باندیون کے
مالکون مین سے ایک ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص کے پاس سرکے کے دس مٹکے ہین انمین سے
ایک مٹکے مین اُسنے ایک چوہا مرا ہوا پایا اور نکال کر پھینکدیا پھر وہ بھول گیا کہ مین نے کس مٹکے مین سے نکالا تھا
تو وہ بلی کو چھوڑے سو بلی جس مٹکے پر بیٹھے وہی نجس ہی اور باقی مٹکے پاک ہین کذا فی القنیہ

کتاب احیاء الموات

اور اسمین دو باب ہین

باب اول۔ موات کی تفسیر اور موات مین جن تصرفات کا امام المسلمین کو اختیار ہی اُنکے بیان مین اور جس شے
سے موات مین ملک ثابت ہوتی ہی اور جس سے ملک نہین فقط حق ثابت ہوتا ہی اُسکے بیان مین اور موات
کے حکم کے بیان مین ہی۔ ارض موات اُس زمین کو کہتے ہین جو آبادی شہر وغیرہ سے باہر خاص کسی کی ملک نہو
نہ اُسمین کسی کا حق خاص متعلق ہو یعنی جو زمین داخل آبادی ہو وہ بالکل موات نہوگی اور اسی طرح جو بلدہ سے
خارج ہی لیکن بلدہ کے مرافق مین سے ہی مثلاً آبادی کے لوگ وہان سے لکڑیان لاتے ہین یا اُنکی چراگاہ ہی وہ
بھی موات نہوگی حتے کہ امام المسلمین کو یہ اختیار نہین ہی کہ یہ قطعات زمین کسی کو عطا کرے اسی طرح جس زمین سے

نمک اور قار وغیرہ ایسی چیزین نکلتی ہین جس سے مسلمان لوگ بے پروا نہین ہو سکتے ہین یعنے بہرحال اُسکے حاجتمند ہین
وہ بھی موات نہین ہین حتّے کہ امام کو یہ اختیار نہین ہو کہ ایسی زمین کسی کو اقطاع دے یعنی اُسکے واسطے یہ قطعہ زمین علیحدہ
کردے پھر آیا یہ شرط ہو کہ ارض موات آبادی سے دور ہو سو امام طحاوی رح نے موات کے واسطے یہ شرط لگائی ہو کہ وہ
آبادی سے دور ہو اور ظاہر الروایۃ کے موافق یہ شرط نہین ہو حتے کہ اگر آبادی سے قریب کوئی بحر ہو جسکا پانی خشک ہو گیا
یا بڑا نیستان ہو جسکا پانی خشک ہو گیا اور کسی کی ملک نہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق وہ ارض موات ہو اور موافق روایت
امام ابو یوسف رح کے اور یہی قول طحاوی رح کا ہو وہ ارض موات نہو گی مگر جواب ظاہر الروایۃ کا صحیح ہو اسواسطے کہ موات
ایسی زمین کا نام ہو جس سے انتفاع حاصل نکیا جاوے پس جب وہ کسی کی ملک نہین اور نہ اُسمین کسی کا حق خاص ہو
تو وہ منتفع نہوئی پس زمین موات ہوگی خواہ آبادی سے قریب ہو یا بعید ہو یہ بدائع مین ہو- اور قدوری نے فرمایا
کہ جو زمین قدیم سے اُجاڑ ہو اُسکا کوئی مالک نہو یا مملوک ہو مگر زمانہ اسلام مین اُسکا کوئی معین مالک معلوم نہوتا ہو
اور وہ قریہ سے اسقدر دور ہو کہ اگر کوئی شخص آبادی کے انتہاے کنارہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے تو وہان
آواز سُنائی نہ دے تو وہ موات ہو اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ موات کی تعریف مین جو اقوال ہین اُنمین سے اصح یہ ہو
کہ آدمی آبادی کے کنارہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے پس جہان تک آواز پہونچے وہ فناے قریہ ہو کہ اُسکی طرف
لوگون کو اپنے مویشی چرانے اور اسکے سواے اور کامون کی ضرورت ہوتی ہو اور اسکے بعد جو زمین ہو وہ موات ہو
بشرطیکہ اُسکا کوئی مالک معلوم نہو اور قریہ سے دور ہونا جو اس قول مین مذکور ہو موافق شرط امام ابو یوسف رح کے ہو
اور امام محمد رح کے نزدیک یہ اعتبار ہو کہ اہل قریہ کا ارتفاق درحقیقت اُس سے منقطع ہو اگرچہ قریہ سے قریب ہو اور
شمس الائمہ نے مختار امام ابو یوسف رح پر اعتماد کیا ہو یہ کافی مین ہو- اور امام کو اختیار ہو کہ قطعہ موات کسی کو عطا کرے
پس اگر امام نے موات مین سے کوئی قطعہ کسی کو دیا مگر اُسنے اُسکو آباد نہ کرایا چھوڑ دیا تو تین سال تک اُس سے تعرض
نہ کریگا پھر جب تین سال گذر جاوین تو پھر وہ عود کر کے موات ہو گی اور امام کو اختیار ہو گا کہ وہ قطعہ کسی دوسرے کے
نام کر دے اور زمین موات مین امام اعظم رح کے نزدیک امام المسلمین کی اجازت سے آباد وغیرہ کرنے سے ملک
ثابت ہوتی ہو اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک فقط احیاء سے یعنے آباد کرنے سے مالک ہوتا ہو- اور
ذمی بھی مثل مسلمان کے موات کو احیاء کرنے سے مالک ہو جاتا ہو یہ بدائع مین ہو- اور اگر کسی شخص نے بدون اجازت
امام المسلمین کے ارض موات کو زندہ کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکا مالک نہو گا اور صاحبین رح نے فرمایا
کہ اُسکا مالک ہو جائیگا اور ناطفی نے ذکر کیا کہ قاضی اپنی ولایت مین اس بات مین مثل امام المسلمین کے ہو یہ فتاوی
قاضی خان مین ہو- اور اگر کسی شخص نے (یعنے اجازت امام سے سکتا ہو) ارض موات کو زندہ کرنے کے بعد ترک کر دیا اور دوسرے شخص نے اُسکی
زراعت کی تو بعض نے کہا کہ دوسرا شخص اُسکا مستحق ہوا اور اصح یہ ہو کہ پہلا ہی اُسکا مستحق ہو اسواسطے کہ وہ جیا
کرنے کی وجہ سے اُسکا مالک ہوا ہو پس چھوڑ دینے سے اُسکی ملک سے خارج نہو جائیگی- اور اگر زمین کی تحجیر کی تو
اُسکا مالک نہو گا اسواسطے کہ صحیح قول کے موافق یہ کام احیاء نہین ہو کیونکہ احیاء اسکو کہتے ہین کہ زمین کو قابل زراعت
کر دے اور تحجیر یہ ہو کہ اُسمین پتھر رکھکر علامت کر دے یا جو کچھ اُسمین گھاس و کانٹے وغیرہ ہین اُسکو کاٹ کر کوڑے
کرکٹ وغیرہ سے پاک کرے کانٹے وغیرہ کو اُسکے گرداگرد لگا دے یا جو کچھ اُسمین کانٹے وغیرہ لگے ہین سب کو جلا کر

معاف کر دے اور ان سب مین سے کوئی بات مفید ملک نہین ہی لیکن جسنے ایسا کیا ہی وہ بہ نسبت دوسرون کے اس
قطعۂ زمین کے حق مین اولی ہی پس تین برس تک اُسکے ہاتھ سے نلی جائیگی پس کسی کو نچاہیے کہ تین سال گذرنے
سے پہلے اس زمین کی احیاء کرے اور یہ حکم از راہ دیانت ہی اور از راہ حکم یہ ہی کہ اگر تین سال گذرنے سے پہلے کسی نے
اُسکو زندہ قابل زراعت کیا تو اُسکا مالک ہو جائیگا - یہ تبیین مین ہی - اور اگر ارض موات مین کسی نے
بطور منارہ کے پتھر لگائے تو یہ اُس زمین کی احیاء ہی اسواسطے کہ اسطرح پتھر جانا بمنزلہ عمارت کے ہی اور اگر اُسکے گرد
چہار دیواری بنائی یا اُسکو اسطرح مستحکم کر دیا کہ پانی سے محفوظ رہے تو یہ بھی احیاء ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور احیاء کے
معنی یہ ہین کہ اُسمین عمارت بناوے یا درخت لگاوے (پشتہ دار کر دیا) یا جوتے یا سینچے (سیل) کذا فی الخلاصہ اور ماوراء النہر دخوارزم کی اراضی موات
نہین ہی اسواسطے کہ وہ قسمت مین داخل ہی پس وہ اسلام مین انتہا پر جو مالک یا بائع ہو یا اُسکے وارث ہون انکو دیجائیگی
اور اگر اُنمین سے کوئی معلوم نہو تو ایسی صورت مین حاکم کو تصرف کا اختیار ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اور جو اراضی مملوکہ ہی جب
اُسکے مالک مین سے کوئی باقی نہ رہے تو اُسکا حکم مثل لقطہ کے ہی اور بعض نے فرمایا کہ مثل زمین موات کے ہی یہ ذخیرہ مین ہی
اور اگر زمین موات مین کسی جگہہ مین عمارت بنائی یا کسی قدر مین کھیتی بوئی یا اس زمین کے واسطے کاریز وغیرہ بنائی تو
اُسکے لیے وہ جگہہ جہان عمارت بنائی ہی یا کھیتی کی ہی (یعنے جسقدر قطعہ کے احیاء کی امام نے اجازت دی ہی) بطور ملک ہوگی اور باقی نہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر نصف
سے زیادہ کی احیاء کی تو پوری زمین کا احیاء قرار دیا جائیگا اور اگر آدھی زمین کو زندہ کیا تو اُسکو اُسی قدر ملیگی جسقدر زندہ
کی ہی باقی نہ ملیگی پس امام ابو یوسف رح نے کثرت کا اعتبار کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جسقدر
اُسنے نہین زندہ کی ہی یعنے ہنوز موات ہی اگر وہ زندہ کی ہوئی کے بیچ مین ہو تو یون قرار دیا جائیگا کہ اُسنے کل کو زندہ کیا ہی (یعنے اگر اُسنے زندہ کی کو بمنزلہ کل کے ہی) اور
اگر زمین موات ایک کونہ مین چھوٹ رہی ہو تو اسقدر باقی کا احیاء نقرار دیا جائیگا یعنے اسقدر اُسکی ملک نہوگی یہ تاتارخانیہ
مین ہی - اور ابن سماعہ رح نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہی کہ اگر زمین موات مین کنوان کھود کر زمین مذکور مین پانی
دیا تو اسکی احیاء کر دی خواہ اُسمین زراعت کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر زمین مذکور مین نہرین کھودین تو احیاء نہوگا لیکن اگر ان نہرون
مین پانی جاری کر دیا تو احیاء ہی اور اگر زمین موات کی گھاس جلا دی تو احیاء نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر نیستان
یا جنگل ہو پس اُسنے نرکل کاٹ کر یا درخت کاٹ کر زمین برابر کی تو یہ احیاء ہی یہ غیاثیہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کو
وکیل کیا کہ اس قطعۂ زمین کی میرے واسطے احیاء کرے پس وکیل نے احیاء کی تو وہ قطعہ موکل کا ہوگا بشرطیکہ امام المسلمین نے
موکل کو اسکے احیاء کی اجازت دی ہو یہ قنیہ مین ہی - اور جو زمین خراب آبادی کے قریب ہو اُسکی احیاء ہمارے نزدیک
نہین جائز ہی کذا فی الکنز یعنے اگر اُسکو کسی نے احیاء کیا تو اُسکا مالک نہوگا و احیاء کا حکم ثابت نہوگا علی ما مر من التفصیل فتذکر
اور دجلہ و فرات نے جو زمین چھوڑ دی ہی یعنی پانی کی دھار ہٹ کر یہ زمین چھوڑ کر بہنے لگی ہی پس اگر ایسا نظر آوے کہ سیلاب
دھار پھر اسی جگہہ بہنے لگے تو اُسکی احیاء نہین جائز ہی کیونکہ اُسکے نہر ہو جانے کی حاجت عام لوگون کو ہی اور اگر ایسا نظر نہ آوے
کہ پھر دھار یہان عود کریگی تو وہ موات ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - ایک زمین غرق ہو کر بحر ہو گئی پھر اُسمین سے پانی
جاتا رہا یا کسی اور وجہ سے خراب ہو گئی پھر ایک شخص آیا اور اُسنے اس زمین کی تعمیر کی تو بعض نے کہا کہ یہ زمین مالک
قدیم کی ہوگی قال المترجم ہو الاصح - اور بعض نے کہا کہ جسنے احیاء کی ہی اُسکی ہوگی قال المترجم لم یوخذ بہذا - کذا فی التتمہ
امام نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تیرا جی چاہے فلان زمین موات کو زندہ کرکے اُس سے انتفاع حاصل کر مگر تیری ملک نہوگی

پس اُسنے احیار کی تو اُسکا مالک نہوگا کیونکہ یہ شرط امام اعظم رح کے نزدیک صحیح ہی کیونکہ امام رح کے نزدیک بدون اجازت
امام المسلمین کے موات کا مالک نہین ہوتا ہی پس جب امام نے اُسکو مالک ہونے کی اجازت نہ دی تھی تو احیار کرنے سے
وہ مالک نہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ ایک شخص نے ارض موات کو زندہ کیا پھر دوسرے شخص نے آکر اُسکی گردی زمین کا احیار
کیا یہان تک کہ شخص اول کی زمین کے چارون طرف اُسنے احاطہ کر لیا تو شخص اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کی
زمین سے جو اُسنے زندہ کی ہی اپنی زمین مین آمد و رفت کیا کرے اور اگر اُس شخص کی زمین زندہ کردہ کے گرد چار آدمیون نے
اگر چار جانب سے زمین موات کو زندہ کرکے اُسکی زمین کو سب طرف سے گھیر لیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جس زمین سے چاہے
اپنی زمین مین آمد و رفت کیا کرے بشرطیکہ چارون نے ساتھ ہی چار جانب سے احیار کیا ہو یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص
نے زمین موات مین زندہ کرنے کی غرض سے کنوان کھودا اور پانی نکلنے مین ایک ہاتھ باقی رہگیا تھا کہ دوسرے شخص نے
آکر اُسی زمین مین کنوان کھودا تو اس زمین کا شخص اول مستحق ہی لیکن اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ اُسنے احیار کو ترک کردیا ہی
اور ترک کی مقدار ایک مہینہ مقرر کی گئی ہی یعنے اگر اُسنے ایک مہینہ تک ترک کیا تو البتہ دوسرا مستحق ہوگا اور اگر اس مسئلہ
مین شخص اول نے فقط ایک ہاتھ کھودا ہو تو اُسکا حکم وہ ہی جو تحجیر کا حکم ہی احیار نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر مثل دجلہ کے کوئی
دریا ہو اُسپر چراگاہ ہو اور ایسی جگہ جہان سے جلانے کی لکڑیان لائی جاتی ہین تو یہ سب اُس شخص کی ہونگی جسنے اُس زمین کو
زندہ کیا ہو لیکن اگر یہ زمین کسی قریہ کی فنار ہو اور احیار سے اُنکی فنار فاسد ہوئی جاتی ہی تو وہ شخص احیار سے منع کیا جائیگا
اور والی کو اختیار ہی کہ جس زمین مین پگڈنڈی کا راستہ ہی اُسکو احیار کے واسطے کسی کے نام کردے بشرطیکہ اس سے
مسلمانون کے حق مین ضرر نہو اور فرمایا کہ ایسا اختیار فقط خلیفہ کو ہی یا جسکو خلیفہ نے متولی مقرر کیا ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر
پہاڑ کی جڑ مین کنوان کھودا تو اُسکے اعلی تک مالک ہو جائیگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور واضح ہو کہ ارض موات کے حق مین دو
حکم ہوتے ہین ایک حکم حریم دوم حکم وظیفہ پس حکم حریم مین دو طرح بیان ہی اول اصل حریم کا بیان دوم مقدار حریم کا بیان پس
اسمین کچھ اختلاف نہین ہی کہ جسنے زمین موات مین کنوان کھودا اُس کنوئین کے واسطے اصل حریم ضرور ہی حتے کہ اگر دوسرے
شخص نے اُسکے حریم مین کنوان کھودنا چاہا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اسکو منع کرے اسی طرح چشمہ کے واسطے بالاجماع حریم ہی
رہا مقدار حریم کا بیان سو چشمہ کے حریم کی مقدار بالاجماع پانچ سو گز ہی کذا فی البدائع۔ پھر بعض نے فرمایا کہ یہ پانچ سو گز چارون
طرف سے ہین یعنے ہر طرف سے ایک سو پچیس گز ہین اور اصح یہ ہی کہ ہر طرف سے پانچ سو گز مراد ہین اور گز سے گز مکسر جو
چھ مٹھی کا ہوتا ہی مراد ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور بیر العطن یعنے جو کنوان ایسا ہوتا ہی جس سے جانورون کو پانی پلاکر اُسکے گرد آرام
دیتے ہین اُسکا حریم چالیس گز ہوتا ہی کذا فی البدائع۔ اور بعض نے فرمایا کہ چالیس گز چارون طرف سے ہر طرف سے دس
دس گز مراد ہی اور صحیح یہ ہی کہ ہر طرف سے چالیس چالیس گز ہوتا ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور سینچنے کے کنوئین کا حریم صاحبین رح
کے قول کے موافق اُسکا حریم ساٹھ گز ہوتا ہی اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ مین سوائے چالیس گز کے اور زیادہ نہین جانتا ہون
اور اسی پر فتوے ہی اور صدر الشہید نے قضاء جامع صغیر کی شرح مین فرمایا ہی کہ اگر کسی شخص نے احیار ارض موات کے لیے زمین
مذکور مین نہر بنائی تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے واسطے حریم کا مستحق نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک مستحق
ہوگا اور صحیح یہ ہی کہ بالاجماع اُسکے واسطے حریم کا مستحق ہوگا اور نوازل مین مذکور ہی کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہر کا حریم
ہر دو طرف اُسکے عرض کا نصف ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ بقدر عرض نہر کے ہی اور فتوی امام ابو یوسف رح کے قول پر ہی۔

یہ فتاوی کبری مین ہی - اور رہا بیان حکم وظیفہ کا سو اگر مسلمان نے زمین موات کو زندہ کیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے زمین عشر کے تحت کی زمین موات کو زندہ کیا ہی تو یہ بھی عشری ہوگی اور اگر زمین خراجی کے تحت کی زمین موات زندہ کی ہی تو وہ خراجی ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُسے عشر کے پانی سے زندہ کیا ہی تو وہ عشری ہی اور اگر خراجی پانی سے زندہ کی ہی تو خراجی ہی اور اگر زمین موات کو کسی ذمی نے زندہ کیا تو بہرحال وہ خراجی ہی کیسے ہی ہو یہ بالاجماع ہی اور یہ مسائل کتاب العشر والخراج کا مسئلہ ہی یہ بدائع مین ہی - اور امام محمد رح سے نوادر مین یہ روایت ہی کہ سینچنے کے کنوئین کا حریم ساٹھ گز ہی لیکن اگر اُسمین ستر گز رسی لگتی ہو تو رسی کی قدر اُسکا حریم ہوگا تاکہ وہ کنوئین سے انتفاع حاصل کر سکے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر امام المسلمین کی اجازت سے کسی شخص نے جنگل مین کنوان کھودا پھر دوسرے شخص نے آکر اُسکے حریم مین کنوان کھودا تو شخص اول کو اختیار ہوگا کہ جو دوسرے شخص نے کھودا اُسکو پاٹ دے اسی طرح اگر اُسنے اس مقام پر کوئی عمارت بنائی یا زراعت کی یا اور کوئی بات کی تو شخص اول کو اس سے ممانعت کر دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ وہ اس مقام کا مالک ہوگیا ہی اور اگر پہلے شخص کے کنوئین سے کوئی چیز ہلاک و تلف ہو جاوے تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ وہ متعدی و ظالم نہین ہی اور اگر دوسرے شخص کے کنوئین مین گر کر کوئی چیز مر جاوے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ یہ کنوان جو اُسنے کھودا ہی کہ جو باعث اُسکی ہلاکت کا ہوا ہی اسمین دوسرے شخص کھودنے والے نے تعدی و ظلم کیا ہی اور اگر دوسرے شخص نے بھی امام المسلمین کے حکم سے شخص اول کے کنوئین کے قریب نہ اُسکے حریم مین دوسرا کنوان کھودا پھر پہلے شخص کے کنوئین کا پانی ٹوٹ گیا اور یہ معلوم ہوا کہ اسکا پانی دوسرے شخص کے کنوان کھودنے کی وجہ سے ٹوٹا ہی تو پہلے شخص کا اُسپر کچھ استحقاق نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اگر کسی نے ارض موات مین کاریز نکالی تو بالاجماع اُسکے حریم کا مستحق ہوگا رہا اُسکے مقدار کا بیان سو امام محمد رح نے کتاب مین ذکر فرمایا کہ کاریز بمنزلہ کنوئین کے ہی پس اُسکا حریم بھی اسی قدر ہوگا جسقدر کنوئین کا ہوتا ہی پس امام محمد رح نے فقط اسی قدر ذکر کیا ہی اس سے زیادہ کچھ نہین فرمایا ہی اور ہمارے مشائخ نے اسپر زیادہ کیا اور فرمایا کہ کاریز اگر ایسے موقع پر ہو کہ جہان پانی روے زمین پر ظاہر بہتا ہی تو کاریز بمنزلہ چشمہ جوشندہ کے ہی کہ اُسکا حریم مثل چشمہ کے پانچ سو گز ہوگا بالاجماع اور جس جگہ کاریز کا پانی روے زمین پر نہ جاری ہو تو کاریز بمنزلہ نہر کے ہوگی مگر فرق یہ ہی کہ وہ زمین کے نیچے بہتی ہی یہ محیط مین ہی - اور اراضی موات مین حریم کا استحقاق ہر طرف سے حاصل ہونا ایسی ہی جگہ مین ہی جہان دوسرے کسی کا حق متعلق نہو اور اگر دوسرے کسی کا حق متعلق ہو تو ایسا نہین ہی چنانچہ اگر زمین موات مین کسی شخص نے کنوان کھودا پھر دوسرے شخص نے آکر اس شخص کے کنوئین کے ایک طرف حریم کی انتہا پر اپنا کنوان کھودا تو جس طرف پہلے شخص کے کنوئین کی حریم ہی اُس جانب سے اس دوسرے شخص کو اُسکے کنوئین کے واسطے حریم نہ ملیگی ہان باقی تین طرفون مین جسمین کسی کا حق متعلق نہین ہی اُسکو حریم ملیگی یہ نہایہ مین ہی - ایک کاریز دو شخصون مین مشترک ہی پھر دونون مین سے ایک شخص نے ایک زمین موات کو زندہ کیا - تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ زمین مذکور کو اس کاریز سے سینچے یا اُسکا پانی اس کاریز سے مقرر کرے کیونکہ وہ چاہتا ہی کہ اپنے شریک سے زیادہ لیوے کیونکہ اس زمین کا پانی اس کاریز سے نہ تھا حالانکہ شریک کو یہ اختیار نہین ہی کہ بدون اجازت شریک کے اُس سے زیادہ پانی لے لے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر کسی شخص نے زمین موات مین درخت لگائے اگر باجازت امام ہون تو سب کے نزدیک یا بلا اجازت امام المسلمین ہون امام اعظم و ابو یوسف و محمد ۱۲ منہ

تو صاحب زمین کے نزدیک آیا وہ شخص ان درختون کے واسطے حریم کا مستحق ہی حتی کہ اگر دوسرا شخص آیا اور اُسنے
ان درختون کے برابر پہلو مین اپنے درخت لگانے چاہے تو اسکو ممانعت کا اختیار ہی یا نہین تو امام محمد رح نے
یہ صورت کتاب مین ذکر نہین فرمائی اور ہمارے مشائخ رح نے فرمایا کہ بقدر پانچ گز کے حریم کا مستحق ہوگا اور یہی
حدیث مین وارد ہی یہ محیط مین ہی - اگر دو شخصون نے زمین موات مین ایک کنوان دونون نے اپنے خرچہ سے
اس شرط سے کھودا کہ کنوان دونون مین سے ایک کا اور حریم دوسرے کا ہوگا تو یہ جائز نہین ہی اسواسطے
کہ دونون نے خلاف موجب شرع باہم صلح قرار دی ہی اسواسطے کہ شرع نے حریم کو بدین غرض کنوئین کے تابع کیا ہی
کہ کنوئین کا مالک اُس سے انتفاع حاصل کر سکے پس حریم مالک چاہ کا ہوگا سو جب کنوان ایک کے واسطے
مشروط ہوا تو حریم بھی اُسی کا ہوگا اور اگر کنوان دونون مین مشترک ہو تو حریم بھی دونون مین مشترک ہوگا اور
اگر دونون نے یہ شرط کی کہ کنوان و اُسکا حریم دونون مین برابر مشترک ہو بشرطیکہ دونون مین سے فلان
شخص بہ نسبت ایک کے زیادہ خرچ کرے تو بھی نہین جائز ہی پس جسنے زیادہ دیا ہی وہ زیادتی کی مقدار مین
سے نصف مقدار دوسرے سے واپس لیگا کیونکہ ان دونون نے ایک شی مباح کے احراز مین شرکت کی
ہی تاکہ یہ مباح دونون مین مشترک ہو اور احراز مباح کی شرکت اس امر کو مقتضی ہی کہ خرچہ بقدر ملک ہو پس جب
ایک کے ذمہ زیادہ خرچہ کی شرط لگائی تو شرط صحیح نہین ہی اور جسقدر اُسکی طرف سے زیادہ خرچ کیا ہی وہ واپس
لیگا اسواسطے کہ اُسکی طرف سے اُسکے حکم سے خرچ کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر دو شخصون نے باہم یہ شرط لگائی
کہ ایک نہر کھودین و ایک زمین موات کو زندہ کرین اور نہر ایک شخص کی ہو اور زمین دوسرے کی ہو تو یہ جائز نہین
ہے کہ یہ سبب اِن دونون شخصون مین مشترک ہوگی اور جب دونون مین مشترک ہوئی تو دونون مین سے کسی کو
یہ اختیار نہو گا کہ نہر مذکور سے اپنی خاص زمین سینچے اور اگر شریکون نے باہم کسی ایک شریک کے ذمہ زیادہ
خرچہ شرط کیا تو جائز نہین ہی اور وہ واپس لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - دو نہرین دو گانون کے ایک ہی جگہ واقع ہین
اُن دونون کے درمیانی حریم مین اختلاف واقع ہوا پس جتنی جگہ دونون نہرون مین سے کسی ایک نہر کی مٹی
مین گھری ہو یعنے ایک نہر کی مٹی نکال کر ڈالی گئی ہو اور وہ جگہ اس نہر والون کے قبضہ مین ہو تو اُس جگہ کے
باب مین اسی نہر والون کا قول قبول ہوگا اور دوسری نہر والون کا دعوے شرکت اتنی جگہ مین زبانی تصدیق
نہ کیا جائیگا - الا اُس صورت مین کہ وہ لوگ اپنے دعوی کے گواہ پیش کرین اور جتنی جگہ دونون نہرون کے
بیچ مین خالی پڑی ہو یعنے دونون نہرون مین سے کسی نہر کی مٹی سے گھری نہو اور دونون گانون والون کو اُسمین
تنازع نہو تو وہ دونون گانون والون کے درمیان نصفا نصف ہوگی لیکن اگر کسی گانون والون نے اپنے گواہ
پیش کیے کہ یہ خاص ہماری ہی تو انکی ہوگی اور اسی طرح کا مسئلہ آخر کتاب المزارعۃ مین گذر چکا ہی یہ کبری مین ہی - اگر
ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین واقع ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے واسطے حریم نہو گا الا اُس
صورت مین کہ حریم ہونے کے گواہ قائم کرے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو بقدر مسناۃ کے
ملیگا جسپر چل سکے اور نہر کی مٹی اُسپر ڈالے یہ شرح قدوری مین ہی - اگر کسی شخص نے جنگل مین مکان بنایا تو اُسکے
حریم کا مستحق نہوگا اگرچہ اُسکو مثلاً اُسکے ڈالنے کے واسطے حریم کی حاجت رکھتا ہی اسوجہ سے کہ قصر سے بدون حریم کے انتفاع ممکن ہی

اور کنوئین پر اسکا قیاس نکیا جائیگا کیونکہ کنوئین والے کو جسقدر ضرورت ہوتی ہی اُسکی بہ نسبت اسکو حریم کی ضرورت کم ہی یہ کافی و تبئین مین ہی۔ اگر ایک شخص کا کنوان دوسرے کے دار مین ہو تو جب یہ شخص اپنا کنوان اگر واوے تو اُسکی مٹی اس شخص کے دار مین ڈالنے کا استحقاق نہین رکھتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ کسی شخص نے چاہا کہ کسی مسجد مین یا محلہ مین کنوان کھودے پس اگر اسمین کسی وجہ سے ضرر نہو اور ہر وجہ سے نفع ہو تو اُسکو یہ اختیار ہی اس مقام پر یون ہی ذکر فرمایا ہی اور کتاب الصلوۃ سے پہلے باب المسجد مین ذکر فرمایا کہ مسجد مین کوئی کنوان نہ کھودا جاوے اور جو شخص کھودے وہ ضامن ہوگا اور فتوے اسی قول پر ہی جو باب المسجد مین ذکر فرمایا ہی یہ کبری مین ہی

دوسرا باب۔ نہرون کے اُگارنے اور اُنکی اصلاح کے بیان مین۔ تین طرح کی نہرین ہوتی ہین بعضی ایسی نہرین ہین جنکا اُگارنا سلطان کے ذمہ ہی اور بعض ایسی ہین کہ اُنکا اُگارنا نہر والون کے ذمہ اسطرح ہی کہ اگر وہ انکار کرین تو اُنپر جبر کیا جائیگا اور بعض ایسی ہین کہ اُنکا اُگارنا اہل نہر کے ذمہ ہی لیکن اگر وہ لوگ انکار کرین تو مجبور نکیے جاوینگے پس اول یعنے جنکا اُگارنا سلطان کے ذمہ ہی۔ وہ نہرین ہین جو بڑی بڑی ہین اور مقاسم مین داخل نہین جیسے دجلہ و فرات و سیحون و جیحون و نیل کہ اگر ان نہرون مین اُگارنے کی ضرورت ہو تو اُگارنا و اُسکے کنارے کی درستی سلطان پر واجب ہی کہ بیت المال سے کرے اور اگر بیت المال مین مال نہو تو مسلمانون کو اُسکے اُگارنے پر مجبور کریگا اور اس کام کے واسطے اُنکو گھرون سے باہر نکال کر لیجاویگا پھر اگر کسی مسلمان نے چاہا کہ ان دریاؤن مین سے کوئی نہر کاٹکر اپنی زمین کو لیجاوے تو اُسکو اختیار ہوگا بشرطیکہ عام کو اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو اور اگر عام کو ضرر ہو مثلاً نہر کا کنارہ ٹوٹ جاوے اور اُس سے غرق کا خوف ہو تو اُسکو ایسی نہر کاٹنے سے ممانعت کیجائیگی۔ اور دوم یعنے جنکا اُگارنا و اصلاح اہل نہر پر اسطرح لازم ہی کہ اگر وہ انکار کرین تو اُنپر جبر کیا جاوے یعنے امام المسلمین اُنپر جبر کرے پس ایسی نہرین وہ ہین جو بڑی بڑی نہرین کہ قسمت مین داخل ہین اور اُنپر گانون آباد ہین پس اگر ایسی نہرون مین اُگارنے و اصلاح کی ضرورت ہوئی تو یہ اہل نہر پر لازم ہی اور اگر انھون نے اس سے انکار کیا تو امام المسلمین اُنکو اس امر پر مجبور کریگا اسواسطے کہ اسکا ضرر عام ہی اور نہ اُگارنے مین جتنے لوگ اس سے پانی پاتے ہین اُنکے حق مین پانی کی قلت ہی اور دور نہین ہی کہ اسکی وجہ سے اناج کی پیداوار مین بہت کمی آجاوے اور گران ہوجاوے پس جب ایسی صورت ہی کہ پانی کی زیادتی کا نفع اُن لوگون کو پہونچیگا اور نہ اُگارنے کا ضرر عام کو ہوگا تو اُن لوگون کو جنکی تقسیم مین داخل ہی اسکے اُگارنے پر مجبور کیا جائیگا اور کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ ایسی نہر مین سے اپنے واسطے نہر کاٹ کر لیجاوے خواہ یہ بات اہل نہر کے حق مین مضر ہو یا نہو اور ایسی نہر کے پانی مین استحقاق شفعہ نہین ہی یعنے پانی سے سیراب ہونے کا استحقاق نہین ہی اور جس نہر کا اُگارنا اہل نہر کے ذمہ ہی اور در صورت انکار کے اُنپر جبر نہ کیا جائیگا وہ نہر خاص ہی اور نہر خاص مین اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ اگر دس آدمیون کی یا اس سے کم لوگون کی نہر ہو یا اس نہر پر ایک گانون ہو کہ اُسکا پانی ان گانون والون مین تقسیم ہوتا ہو تو وہ نہر خاص ہی اسمین شفعہ کا استحقاق ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر چالیس آدمیون سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہی اور اگر چالیس کے واسطے ہو تو نہر عام ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر سو آدمیون سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر ہزار سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہی اور اصح

قول یہ ہی کہ یہ رائے مجتہد کے سپرد ہی حتی کہ وہ جس قول کو ان اقوال مین سے چاہے اختیار کرے - یہ نہر خاص کی صورت
مین اگر بعضے شریکون نے اُسکا اگارنا چاہا اور باقیون نے انکار کیا تو شیخ ابوبکر بن سعید بلخی رح نے فرمایا کہ امام
ان لوگون کو جو انکار کرتے ہین مجبور نکریگا اور اگر ان لوگون نے جو اگارنا چاہتے ہین اگارا تو متطوع قرار
دیے جاوینگے اور شیخ ابوبکر اسکاف رحمہ نے فرمایا کہ اُن لوگون پر اسواسطے جبر کیا جائیگا - اور خصاف رح نے نفقات
مین ذکر فرمایا کہ قاضی ان لوگون کو حکم دیگا کہ تم لوگ یعنے جنکو اگارنے کی خواہش ہی اُسکو اُگر دالو اور جب اُن
لوگون نے ایسا کر لیا تو اُنکو اختیار ہوگا کہ باقیون کو اس نہر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنے سے منع کرین
یہان تک کہ یہ لوگ حصہ رسد کے موافق اُگارنے کا خرچہ اُنکو دیدین اور ایسا ہی امام ابویوسف رح سے مروی ہی -
اور اگر سب حصہ دارون نے اگارنے سے انکار کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق امام المسلمین اُنکو مجبور نہ کریگا اور
بعضے متاخرین نے فرمایا کہ مجبور کریگا - اور اگر حصہ دار لوگ نہر مذکور اگارنے پر متفق ہوئے تو امام ابوحنیفہ رح نے
فرمایا کہ نہر اوپر کی طرف سے اگارنی شروع کیجائیگی پھر جب کسی شخص کی زمین سے تجاوز کر جاوے تو اُگارنے کا خرچہ
اُسکے ذمہ سے دور ہو جائیگا اور جو باقی ہین اُنپر رہیگا - اور امام ابویوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگارنے کے خرچہ
کا مجموعہ اول سے آخر تک کا ان سب پر بحساب زمین و مقدار سینچ کے پھیلایا جائیگا اور پانی پینے والون پر خرچہ
مین سے کچھ لازم نہوگا کیونکہ وہ حصہ دار نہین ہین مگر فتوے کے واسطے مشائخ نے امام اعظم رح کا قول لیا ہی
یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اس صورت کا بیان یہ ہی کہ اگر نہر کے شریک دس ہون پس ابتدائی
نہر سے اُگارنے کا خرچہ ہر ایک کے ذمہ دسوان حصہ ہوا یہان تک کہ ایک کی زمین سے جب تجاوز کر جاوے
تو باقیون پر نو حصہ ہو کر ہر ایک پر نوان حصہ ہوگا یہان تک کہ دوسرے کی زمین سے تجاوز کر جاوے پھر باقی
لوگون پر خرچہ آٹھ حصہ ہو کر ہر ایک پر آٹھوان حصہ ہوگا علی ہذا القیاس آخر نہر تک یہی صورت ہوگی اور صاحبین رح
کے نزدیک اول نہر سے آخر تک سب خرچہ دس حصے ہو کر ہر ایک پر دسوان حصہ ہوگا یہ کافی مین ہی - اگر ایک
شخص کی زمین مین نہر سے پانی آنے کا دہانہ وسط زمین مین ہو پھر اُسنے نہر کو اپنے دہانہ سے اپنی وسط زمین تک
اگار دیا - پس آیا امام اعظم رح کے موافق اُسکے ذمہ سے اُگارنا ساقط ہو جائیگا تو بعض نے فرمایا کہ ساقط نہوگا
جب تک اسکی زمین سے تجاوز نکر جاوے اور یہی صحیح ہی - اور جب اُگارنا اسکی زمین سے تجاوز کریگا پس آیا اسکو
اختیار ہی کہ نہر کا دہانہ کھول کر اپنی زمین سینچے تو بعض نے فرمایا کہ اُسکو کھول لینے کا اختیار ہی اور بعض نے فرمایا
کہ نہین کھول سکتا ہی جب تک پوری نہر اُگارنے سے فراغت نہو جاوے کیونکہ اگر اُسنے قبل اسکے کھول لی
تو شریکون سے پہلے اُسکو پانی ملجائیگا جو فقط اُسی کو ملیگا اور اسی وجہ سے بعضے متاخرین نے فرمایا ہی کہ اسفل
نہر سے اُگارنا شروع کیا جاوے یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر کوچہ غیر نافذہ کے خاص راستہ کے اول سے آخر
تک اصلاح کرنے کی ضرورت پڑی تو اول راستہ کی اصلاح بالاجماع سب اہل کوچہ پر ہوگی پھر جب درست
کرتے ہوئے کسی شخص کے دار تک پہونچین پس آیا اُس سے خرچہ اصلاح دور کیا جائیگا یا نہین سو اس
مسئلہ کے واسطے کوئی روایت نہین ہی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فقیہ ابوجعفر سے حکایت کی ہی کہ مین نے
مشائخ رح کی بعض کتب مین دیکھا ہی کہ بالاتفاق اُس شخص سے خرچہ دور کیا جائیگا - اور اگر نہر عظیم ہو اور

احسان کر سکا ذرا ۱۲

اُسپر چند گانون آباد ہون جنکو اس نہر سے پانی ملتا ہو اور ایسی نہر کو فارسی مین کام کہتے ہین پس اہل نہر نے اس نہر کے اگارنے پر اتفاق کیا اور اگارتے ہوئے ایک گانون کے نہر کے دہانہ تک پہونچے پس آیا ان لوگون کے ذمہ سے اگارنے کا خرچہ دور کیا جائیگا سو اس مسئلہ کی بھی کوئی روایت اصل مین نہین ہی اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نوادر مین مذکور ہی کہ ان لوگون سے خرچہ اگرائی بالاتفاق دور کیا جائیگا اور نہر خاص کے قیاس پر چاہیے کہ اس گانون والون سے خرچہ اگرائی دور نہ کیا جاوے جب تک کہ اس گانون کی زمین سے بالکل تجاوز نہ کرے یہ محیط مین ہی

کتاب الشرب

اور اسمین پانچ باب ہین

باب اول - شرب کی تفسیر و اُسکے رکن و شرط حل و حکم کے بیان مین - شرب کی تفسیر شرعی یہ ہی کہ شرب اُس حصۂ پانی کو کہتے ہین جو اراضی کے واسطے ہو نہ غیر اراضی کے واسطے - اور رکن شرب پانی ہی اسواسطے کہ شرب کا قیام اسی سے ہی - اور شرب کی شرط حلت یہ ہی کہ شرب کا حصہ دار ہو - اور حکم شرب یہ ہی کہ سیرابی حاصل ہو اسلیے کہ حکم شی کا وہ ہوتا ہی جسکے واسطے یہ شی کی جاوے - اور زمین کو اسواسطے پانی دیا جاتا ہی کہ سیراب ہو جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی - پانی چند انواع ہین اول بحر کا پانی اور وہ تمام خلق کے واسطے عام ہی چاہین اُس سے پانی پئین یا زمین سینچین یا نہر مین پانی لیجا دین حتے کہ اگر کسی شخص نے بحر کے پانی سے نہر کے ذریعہ سے کاٹ کر اپنی زمین مین پانی لیجانا چاہا تو اُسکو ممانعت نہ کیجائیگی - اور بحر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنا ایسا ہی جیسے سورج و چاند و ہوا سے نفع لینا پس جسطرح جی چاہے نفع اُٹھاوے منع نکیا جائیگا دوم بڑے بڑے دریاؤن کا پانی جیسے جیحون و سیحون و دجلہ و فرات و نیل پس ایسے دریاؤن سے لوگون کو علی الاطلاق پانی پینے کا استحقاق ہی اور زمین سینچنے کا حق ہی مثلاً کسی نے زمین موات کو زندہ کیا اور اُسکے سینچنے کے واسطے ان دریاؤن مین سے کسی سے نہر کاٹ کر لیگیا پس اگر عام لوگون کو اس سے ضرر نہ ہو اور نہ وہ نہر کسی کی ملک مین ہو تو اُسکو اختیار ہی اور لوگون کو یہ بھی اختیار ہی کہ اُسپر اپنی پن چکیان و دوالیہ نصب کرین بشرطیکہ عام کو مضرت نہ پہونچتی ہو اور اگر عام لوگون کو اسمین ضرر ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اسواسطے کہ عام ضرر دفع کرنا واجب ہی اور ضرر پہونچنے کی صورت یہ ہی کہ مثلاً یہ خوف ہو کہ نہر کاٹنے سے پانی اسطرف جھک پڑیگا اور نہر کا کنارہ ٹوٹ جائیگا اور اراضی و دیہات غرق ہو جاوینگے اسی طرح ساقیہ و دالیہ اس دریا سے کاٹ کر نکالنے مین بھی یہی حکم ہی - سوم وہ پانی جو کسی قوم کی نہر خاص مین جاری ہو پس اسمین غیر لوگون کو حق شفعہ حاصل ہی یعنی خود پی سکتے ہین اور اپنے چوپاؤن کو پلا سکتے ہین اور چہارم وہ پانی جو کسی نے اپنے مشکے وغیرہ کسی ظرف مین بھر کر اپنے احراز مین کر لیا ہو پس ایسے پانی مین سے کسی کو جائز نہین ہی کہ بدون اُسکی اجازت کے کچھ لے لے اور بھر لینے والے کو یہ اختیار ہی کہ اُسکو فروخت کرے

کیونکہ احراز سے اُسکا مالک ہوگیا پس وہ مثل شکار و گھاس کے ہوگیا۔ لیکن ایسے پانی کی چوری مین ہاتھ نہ کاٹا جائیگا کیونکہ اسمین شرکت کا شبہ ہی ہے کہ احراز کرنے کے واسطے کی عدم موجودگی مین کسی شخص نے یہ پانی چرایا حالانکہ وہ پورا انصاب ہی یعنے اس پانی کی قیمت اسقدر درم ہین جتنے درمون کی چوری سے ہاتھ کاٹا جاتا ہی تو بھی اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور جو پانی کسی شخص کے کنوئین یا حوض مین ہی اسمین غیر کو ایک طرح کی شرکت ہی باین طور کہ خود وہ پانی پی سکتا ہی اور اپنے چوپاؤن کو پلا سکتا ہی حتی کہ اگر کسی شخص نے غیر کے کنوئین یا حوض سے پانی پینے کے واسطے لیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اس شخص سے پانی واپس لے اور ایسی صورت پیش آتی ہو کہ شفہ سے یعنے اور جانورون کو پلانے سے تمام پانی ٹوٹا جاتا ہی تو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق کنوئین یا حوض کا مالک منع نہین کر سکتا ہی اور شمس الائمہ سرخسی رح نے ذکر کیا کہ اس صورت مین مشائخ کا اختلاف ہی اور اکثرون کے نزدیک اُسکو منع کرنے کا اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور عیون مین لکھا ہی کہ ایک شہر مین امام المسلمین نے شفہ یعنے لوگون کے پینے و چوپاؤن کے پلانے کے واسطے ایک نہر جاری کی پھر بعضے آدمیون نے چاہا کہ نہر مذکور پر اپنی بستان لگاوین پس اگر عام لوگون کی شفہ مین ضرر نہو تو انکو گنجائش ہی اور اگر ضرر ہو تو بستان لگانے والون کو یہ گنجائش نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک قوم کی نہر ہی اور اسکے پہلو مین غیر شخص کی زمین ہی جسکا شرب اس نہر مین سے نہین ہی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اس نہر مین سے پانی پیے اور اپنے چوپاؤن کو پلا دے اور وضو کرے اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اس نہر سے اپنی زمین یا درخت یا کھیتی کو پانی دے اور نہ یہ اختیار ہی کہ اپنی زمین کے واسطے اس نہر پر دولاب قائم کرے اور اگر یہ چاہا کہ مشک یا برتن کے ذریعہ سے اس نہر سے پانی اُٹھا اُٹھا کر اپنی کھیتی یا درخت کو سینچے تو اسمین مشائخ رح نے اختلاف کیا ہی اور اصح یہ ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اہل نہر کو اختیار ہی کہ اُسکو اس سے منع کرین یہ فتاوی قاضیخان و وجیز مین ہی۔ بعض نے فرمایا کہ زمین والا اس سے منع نہ کیا جائیگا اور یہی اصح ہی یہ ہدایہ و کافی و تبیین و ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر چند لوگون نے چاہا کہ اس نہر سے اپنے چوپاؤن کو پانی پلاوین تو مشائخ رح نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت مین کہ ان لوگون کے پانی پلانے سے اس نہر کا پانی منقطع و فنا نہو جاوے تو اہل نہر کو یہ اختیار نہین ہی کہ ان لوگون کو منع کرین اور اگر ان لوگون کے پلانے سے پانی منقطع ہو جاوے مثلاً بہت اونٹ ہون تو اہل نہر کو ممانعت کرنے کا اختیار ہوگا اور بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ اگر پانی پلانے سے نہر کا کنارہ ٹوٹ جاوے یا خراب ہو جاوے تو اہل نہر کو منع کرنے کا اختیار ہوگا ورنہ نہین اسی طرح چشمہ اور وہ حوض جسمین بدون احراز و کسی کرتب کے پانی آگیا ہی وہ بھی بمنزلہ نہر خاص کے ہی۔ اور سقایہ کے پانی سے یعنی جو پینے کے واسطے رکھا گیا ہی وضو کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی پس بعضون نے جائز رکھا ہی اور بعضون نے فرمایا کہ اگر پانی بہت ہو تو وضو جائز ہی ورنہ نہین۔ اور اسی طرح جو پانی کہ پینے کے واسطے رکھا گیا ہو اُسمین یہی حکم ہی مشائخ رح نے فرمایا کہ حوض جو پینے کے واسطے رکھا گیا ہو اُسکے پانی سے وضو کرنا جائز نہین ہی

(حاشیہ: یعنی شکار کو پکڑ لیا اور گھاس کو اپنے حفظ مین لیا ۱۲ — یعنی عام کی شرکت یا — یعنی وقف فی سبیل اللہ ۱۲)

اور وضو کرنے والا منع کیا جائیگا اور یہی صحیح ہی - اور یہ جائز ہی کہ سقایہ کا پانی اس غرض سے اپنے گھر لیجاوے
کہ اُسکے اہل و عیال پئین - اور کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ غیر کے نہر یا چشمہ یا کاریز سے اپنی زمین یا کھیتی
کو سینچے خواہ ایسا کرنے پر مضطر ہو یا نہو اور اگر بدون اجازت مالک نہر کے کسی نے نہر کے پانی سے اپنی زمین
یا کھیتی سینچی تو جسقدر اُسنے پانی کیا ہی اُسکا تاوان اُسپر واجب نہو گا لیکن اگر اُسنے کئی بار اسطرح پانی لیا
پس اگر سلطان کی راے مین آوے تو ایسے شخص کو مارنے و قید کرنے کی سزا دے یہ فتاوی قاضی خان
مین ہی - اگر نہر خاص یا کسی شخص کے حوض یا کنوئین مین سے کسی اجنبی نے چاہا کہ وضو یا کپڑے دھونے
کے واسطے گھڑے سے پانی بھرے تو امام طحاوی نے ذکر کیا کہ اُسکو یہ اختیار ہی اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہی
یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کوئی چشمہ یا کنوان یا حوض یا نہر کسی شخص کی ملک کے اندر ہو تو جو شخص اسمین سے
پانی پینا چاہتا ہی صاحب ملک کو اختیار ہی کہ اُسکو اپنی ملک مین آنے سے منع کرے بشرطیکہ اُس شخص
کو اس پانی سے قریب دوسرا ایسا پانی جو کسی کی ملک مین نہین ہی مل سکتا ہو اسواسطے کہ صاحب ملک
اپنی ملک مین دوسرے کے داخل ہونے سے ضرر اُٹھاتا ہی اور اگر دوسرا شخص جو پیاسا ہی قریب ایسا پانی
نپاتا ہو تو صاحب نہر سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو نہر سے پانی لا دے یا اسکو نہر تک جانے دے تاکہ خود پی
بشرطیکہ نہر کا کنارہ نہ توڑے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جو پانی اُسکے حوض وغیرہ مین ہی اسمین اس شخص پیاسے کا
حاجت کے وقت حق متعلق ہو گیا ہی - اور بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب صاحب نہر
نے اسکو اپنی ملک مین کھودا ہو اور اگر زمین موات مین کھودا ہو تو نہر والے کو یہ اختیار نہین ہی کہ اُس
پیاسے کو منع کرے اسواسطے کہ زمین موات مشترک تھی اور نہر کھودنا حق مشترک کے احیاء کے واسطے ہی
یعنی عشر و خراج کے واسطے پس احیاء سے شفہ کی شرکت قطع نہو گی اور اگر اُسنے اس شخص کو منع کیا
حالانکہ وہ شخص پیاس کے سبب سے اپنی جان یا اپنے جانور کی جان تلف ہونے کا خوف کرتا ہی تو اُسکو
اختیار ہی کہ منع کرنے والے سے ہتھیار سے لڑائی کرے اور اگر پانی کسی شخص کے ظروف مین محرز ہو
تو جو شخص پیاس سے ہلاکت کا خوف کرتا ہی اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ پانی کے مالک سے منع کرنے کی
صورت مین ہتھیار سے لڑائی کرے ہان بغیر ہتھیار کے لڑائی کر سکتا ہی یہ کافی مین ہی - اور یہ حکم اُس
صورت مین ہی کہ پانی کے مالک کے پاس بہت پانی ہو اور اگر بہت نہو تو اسمین دو صورتین ہین ایک
یہ کہ پانی اسقدر ہو کہ دونون کی جان بچا سکتا ہو دوم یہ کہ ایک ہی کی جان بچانے کے واسطے کافی ہو
پس اگر دونون کی جان بچا سکتا ہو تو مضطر پیاسے کو چاہیے کہ بعض لے لے اور بعض چھوڑ دے
اور اگر فقط ایک کے واسطے ہو تو مالک کے واسطے چھوڑ دے یہ نہایہ مین ہی - اور گھاس مین چند
صورتین ہین اول آنکہ گھاس زمین مباح مین ہو پس اسمین سب لوگ شریک ہین یعنی اسمین سے
گھاس چھیل لاوین و چراوین جیسے سب کے پانی مین شریک ہوتے ہین دوم یہ کہ کسی شخص کی مملوکہ
زمین مین بدون اُگائے ہوے خود اُگی ہو تو مالک زمین قبل احراز کے یعنی جب تک اُسکو اپنے
حرز مین نہ لاوے تب تک کسی کو منع نہین کر سکتا ہی لیکن اُسکو یہ اختیار ہی کہ لوگون کو گھاس کے لیے

اپنی زمین مین داخل ہونے سے منع کرے - اور ہمارے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص اس گھاس کو لینا چاہتا ہی - اگر اُسمین اور مالک زمین مین جھگڑا ہوا پس اگر گھاس کا طالب اس گھاس سے قریب کسی زمین مباح مین گھاس پا سکتا ہو تو مالک زمین کو اختیار ہی کہ اُسکو منع کرے اور اگر نہ پا سکتا ہو تو مالک زمین سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکو گھاس دیدے یا اُسکو آنے کی اجازت دے (یعنی اپنی ملک مین داخل ہونے سے ۱۲) تاکہ وہ خود لے سکے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مالک زمین نے گھاس اُگائی ہو مثلاً زمین کو جوت کر اُسمین پانی دیا ہو تاکہ اُسکے جانورون کے واسطے گھاس جمے تو وہ اس گھاس کا زیادہ مستحق ہی یعنے اُسی کو ملیگی اور کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ بدون اُسکی اجازت کے اُسمین سے کچھ گھاس لے سکے کیونکہ یہ اُسکی کمائی ہی اور کمائی کمانے والے کی ہوتی ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر کوئی شخص اُسکی زمین مین بدون اُسکی اجازت کے داخل ہوا اور گھاس چھیل لی تو اُسکو واپس لینے کا استحقاق نہوگا خواہ اُسنے سینچی اور اسکی پرداخت کی ہو یا نہ کی ہو یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہی اور اُسکی بیع بھی جائز نہین ہی اور ہمارے مشائخ متاخرین سے مروی ہی کہ اگر مالک زمین نے اُسکو سینچا و اُسکی پرداخت کی تو اُسکا مالک ہو گیا پس بیع جائز ہی اور اگر اُسکی بلا اجازت کسی نے گھاس چھیل لی تو اُسکو واپس لینے کا اختیار ہوگا - اسی طرح چراگاہون کا اجارہ دینا بھی جائز نہین ہی اور اُسکے جواز کا حیلہ یہ ہی کہ مالک زمین سے قطعۂ زمین معلومہ اجارہ لے پھر اُسکی گھاس اُسکو مباح ہوگی یہ مضمرات مین ہی - پھر واضح ہو کہ گھاس سے وہ نبات مراد ہی جو ساقدار نہو اور زمین پر منتشر اور پھیلی ہوئی ہو اور جو ساقدار ہو وہ درخت ہی اسی وجہ سے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خار سپید و سرخ جسکو عربی مین غرقد کہتے ہین درخت کی قسم سے ہی گھاس نہین ہی حتے کہ اگر کسی کی زمین مین غرقد اُگی اور کسی شخص نے کاٹ لی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اُس سے واپس لے اور خار ہائے سبز نرم جسکو اونٹ کھاتے ہین اُسکے باب مین امام محمد رحمہ اللہ سے نوادر مین دو روایتین ہین ایک روایت مین اُسکو منجملہ گھاس کے قرار دیا ہی - اور دوسری روایت مین اُسکو منجملہ درخت کے قرار دیا ہی سو اسمین اختلاف الروایۃ نہین ہی بلکہ جسکو منجملہ گھاس کے قرار دیا ہی وہ خار سبز وہ ہی جو زمین پر پھیلا ہوا ہو اور اسمین ساق نہو اور جسکو درختون کی قسم قرار دیا ہی وہ ہی جو ساقدار ہو پس حاصل یہ ہی کہ جو نباتات ساق پر قائم ہو اگر وہ کسی کی زمین پر اُگے تو وہ اُسکی ملک ہوگی اور لوگون مین مشترک نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور کانٹے مثل گھاس کے ہین اور قیر و فیروزہ و زرنیخ مثل درخت کے پس اگر کسی نے ان چیزون مین سے کچھ لے لیا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور منتقی مین ہی کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر چراگاہون مین جلانے کے واسطے لکڑی ہو اور یہ چراگاہین کسی کی ملک ہون تو کسی کو اختیار نہوگا کہ اسمین سے لکڑیان لاوے الا مالک کی اجازت سے لا سکتا ہی اور اگر اُسکی ملک مین نہون تو لکڑیان لے لینے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اگرچہ یہ لکڑیان یا جس مقام پر لکڑیان ہین کسی قریہ یا اہل قریہ کی طرف منسوب ہو یہ ذخیرہ مین ہی - اور کبریٰ مین ہی کہ اگرچہ یہ لکڑیان یا مقام جسمین لکڑیان ہین کسی گانون یا اُسکے لوگون کی طرف منسوب ہو تاہم یہ لکڑیان لے لینے مین کچھ مضائقہ نہین ہی جب تک یہ نجانے کہ یہ کسی کی ملک ہی اور یہی حکم زرنیخ و کبریت کا اور اُن

پھلون کا ہی جو چرا گاہون و جنگلون مین ہوتے ہین یہ مضمرات مین ہی اور لکڑیان چننے والا فقط لکڑیون کے چننے سے لکڑیون کا مالک ہوجاتا ہی اسکی احتیاج نہین رہتی ہی کہ اُنکے بوجھ باندھے اور جمع کرلے تب اُسکی ملک ثابت ہو اور کنوئین سے پانی بھرنے والا فقط ڈول کو بھر لینے سے اُسکا مالک نہین ہوتا ہی جب تک کہ ڈول کو کنوئین کے مُنھ سے ایک طرف نہ کرلے یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کی زمین مملحہ ہو یعنے نمک کی جھیل ہو پس اس پانی مین سے کسی نے لے لیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی جیسے اگر اُسکے حوض مین سے پانی لیتا تو ضمان واجب نہوتی اور اگر یہ پانی جھیل کا نمک ہوگیا تو پھر کسی شخص کو اُسکے لینے کی راہ نہین ہی۔ اسی طرح اگر نہر پھیلے حتے کہ اُسکی زمین مین ایک گز یا زیادہ گارا مٹی ہوگئی تو کسی کو اس مٹی مین سے مٹی لینے کا اختیار نہین ہی اور اگر لے لی تو ضامن ہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ اور آگ مین شرکت کا بیان اسطرح ہی کہ اگر کسی شخص نے جنگل مین آگ جلائی تو اُسمین کسی کا حق نہین ہی مگر ہر شخص کو یہ اختیار ہی کہ جہان آگ جلتی ہی وہان سے روشن کرلے اور گرمی سے اپنے کپڑے خشک کرلے اور اُسکی روشنی مین کام کرلے لیکن اگر یہ چاہا کہ اُسمین سے کوئی انگارا لیجاوے پس اگر آگ کے مالک نے منع کیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اسواسطے کہ یہ آگ کیا ہی لکڑی ہی یا کوئلہ ہی جسکو آگ روشن کرنے والے نے اپنی حرز مین کرلیا ہی پس وہ اُسکی ملک ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط نار مین شرکت ثابت رکھی ہی اور نار حرارت کا جوہر ہی نہ لکڑی و کوئلہ پس اگر اُسنے انگارے مین سے تھوڑا سا لیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسقدر ہو کہ اگر آگ کا مالک اُسکو کوئلہ کر ڈالے تو اُسکی کچھ قیمت ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اُس سے واپس کرلے اور اگر اسقدر کم ہو کہ کوئلہ کر ڈالنے کی صورت مین اُسکی کچھ قیمت نہو تو مالک کو واپس کر لینے کا اختیار نہین ہی اور ہر شخص کو اختیار ہی کہ اسقدر خفیف بے قیمت کو بدون اجازت مالک کے بھی لے لے اسواسطے کہ لوگ اسقدر سے عادۃً منع نہین کرتے ہین اور جو منع کرے وہ متعنت ہی اور ہمنے بیان کر دیا ہی کہ تعنت کرنے والا شرعاً تعنت سے منع کیا گیا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ اگر آگ ایسی ہو کہ اگر بجھ جاوے تو کوئلہ ہوجاوے تو کسی کو اُسمین سے انگار لینے کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ اُسکی لامحالہ کچھ قیمت ہوگی اور اگر آگ ایسی ہو کہ اگر بجھ جاوے تو راکھ ہوجاوے تو اُسکو اختیار ہی کہ اُسمین سے انگارا لے لے اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ آگ مباح لکڑی سے جلائی ہو مثلاً کھڑا درخت سلگا دیا جیسا کہ جنگلون مین کرتے ہین بدون اسکے کہ پہلے اُسکو اپنے حرز مین کرکے تب آگ جلائی ہو تو ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ اُسمین سے انگارا لیجاوے اگرچہ ایسی صورت ہو کہ در صورت بجھ جانے کے وہ کوئلہ ہوجاوے اور اگر جلانے والے نے لکڑی کو پہلے اپنے حرز مین کرکے پھر جلائی ہو حتے کہ لکڑی اُسکی ملک ہوگئی ہو تو اسمین وہی تفصیل ہی جو ہم نے بیان کی یہ محیط مین ہی۔

دوسرا باب شرب کی بیع و اُسکے متصلات کے بیان مین۔ **قال المترجم** مسیل جس راہ سے پانی کا سیلان ہو یعنے بہے۔ مجری جس راہ سے جاری ہو۔ **قال فی الکتاب**۔ اگر کسی شخص نے ایک زمین مع دوسری زمین کے شرب کے اجارہ دی تو نہین جائز ہی اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بیچا

زمین ہزار درم کو فروخت کی اور تیرے ہاتھ اسکا شرب فروخت کیا پس آیا شرب کی بیع جائز ہو سو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہی اسواسطے کہ شرب بیع مین مقصود ہو گیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہی اسواسطے کہ شرب مقصود نہین ہوا بلکہ تابع رہا ہی بدین وجہ کہ اُسنے شرب کا کچھ ثمن نہین بیان کیا ہے کہ اگر شرب کا ثمن بیان کرتا مثلاً یون کہتا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ زمین ہزار درم کو فروخت کی اور اسکا شرب سو درم کو فروخت کیا تو بلاخلاف جائز نہوتی کیونکہ اس صورت مین شرب ہر وجہ سے مقصود ہو گیا یہ ذخیرہ مین ہی - اور بعض مسائل شرب کے کتاب البیوع مین گذر چکے ہین اگر کسی شخص نے زمین کو اجارہ پر لیا اور شرب کا ذکر نہ کیا تو شرب بھی استحساناً اجارہ مین داخل ہو جائیگا اور سا اگر زمین خریدی اور اُسکے شرب یا پانی کی مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب یا مسیل کوئی بیع مین داخل نہوگی اور اگر بیع مین شرب کا ذکر کیا اور مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب داخل ہوگا اور مسیل نہین - اور اگر زمین کو مع ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت ہی خرید کیا تو بیع مین شرب و مسیل دونون داخل ہو جاوینگی اسی طرح اگر زمین کو مع اُسکے مرافق کے خرید کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر کسی شخص سے کہا کہ ایک روز تو مجھے اپنی نہر سے پانی پلا دے کہ مین اپنی نہر سے تجھے ایک روز پانی پلاؤنگا تو یہ جائز نہین ہی اسی طرح اگر پانی پلانے کے مقابلہ مین کپڑا یا غلام قرار دیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر دوسرے نے پانی پلا کر کپڑا یا غلام لے لیا تو واپس کر دے اور پینے والے پر بمقابلہ اس انتفاع کے کچھ لازم نہوگا یہ سراجیہ مین ہی - اور اگر کہا کہ مجھے ایک روز پانی پلا بعوض اسکے کہ میرا یہ غلام ایک مہینہ تیری خدمت کریگا یا میرے اس جانور پر ایک مہینہ سوار ہونا یا اسی قبیل سے اور معاوضات مقرر کیے تو یہ سب باطل ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے اپنا پانی مع اُسکی مجاری کے فروخت کیا مگر زمین فروخت نکی اور اس گانون کا رواج یہ ہی کہ پانی پر خراج پڑتا ہی اور پانی مع اُسکی مجاری کے فروخت کیا جاتا ہی تو بیع جائز ہی اور مشتری پر خراج لازم نہوگا اور اگر بیع مین دونون نے مشتری پر خراج کی شرط کر لی ہو تو بیع فاسد ہونا چاہیے اور اگر شرط نہ کی ہو تو خراج بائع پر بحالہ باقی رہیگا اور خراج مین ہم عرف کا اعتبار نہین کرتے ہین اسواسطے کہ خراج کے معاملہ مین امام کی طرف سے حکم ہی پس عرف سے اُسکا توڑنا ممکن نہین ہی - ایک شخص نے بدون زمین کے شرب خرید کیا اور قبضہ کر کے اپنی زمین کے ساتھ فروخت کیا تو شرب کی بیع جائز نہین ہی الا اُس صورت مین کہ بائع اول جائز رکھے کیونکہ مشتری خالی شرب کو خرید کر قبضہ کرنے سے اُسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ بیع کسی شے موجود پر واقع نہین ہوئی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر اُسنے زمین و شرب کو فروخت کیا تو بیع جائز ہی اگرچہ بیع کے وقت پانی منقطع ہو اسواسطے کہ بیع اُسپر واقع ہوئی ہی جو وقتاً فوقتاً حادث ہوتا جائیگا پس مسئلہ مذکورہ مین بیع ثانی جائز نہوگی اسواسطے کہ شرب بائع اول کی ملک مین باقی ہی اور بعض نے فرمایا کہ بدون زمین کے فقط شرب کی بیع کا حکم بیع فاسد کے مثل ہی پس جب اُسنے قبضہ کر کے شرب کو فروخت کیا تو جائز ہونا واجب ہی اور یہی صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہی دونون مین سے ایک شخص نے وہ زمین جو اس نہر کے پہلو مین ہی فروخت کی اور نہر کے اُسطرف ایک راستہ ہی اور

بیعنامہ مین زمین مبیعہ کی جانب نہر کی حد مین راستہ بیان کیا تو شیخ ابو نصرؒ نے فرمایا کہ نہر بیع مین داخل نہو گی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ داخل ہو گی اور اسی پر فتوے ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر شرب کو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا یا اُسکو اجارہ پر دیا اور غلام پر قبضہ کر کے اُسکو آزاد کر دیا تو عتق جائز ہی اور غلام کی قیمت کا ضامن ہو گا اسی طرح اگر باندی ہو اور اُس سے وطی کر لی اور وہ حاملہ ہو گئی تو باندی مذکورہ اُسکی ام ولد ہو جاویگی اور اُسپر اُسکی قیمت و عقر لازم ہو گا اور کتاب البیوع کی روایت کے موافق عقر لازم نہو گا اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ایک زمین کو دوسری زمین کے شرب کے ساتھ فروخت کیا تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہی کذا فی فتاوے قاضی خان اور صحیح یہ ہی کہ یہ جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ شرب جب زمین کے ساتھ فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن مین سے حصہ ہو گا یہ سراجیہ مین ہی۔ فتاوے فضلی مین ہی کہ ایک شخص کے پاس دو قطعہ باغ انگور ہین اُسنے ایک قطعہ ایک شخص کے ہاتھ اور دوسرا دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور دونون قطعون کا مجری ایک ہی پھر قطعہ اعلے کے مشتری نے نیچے کے قطعہ کے خریدار کو اس مجری سے روکا پس یہ مسئلہ فتاواے مذکور مین ذکر کیا مگر جواب ذکر نہ کیا اور درحقیقت اس مسئلہ مین دو صورتین ہین یا تو دونون قطعون کا مالک ایک ہی شخص ہو گا یا مختلف ہونگے پس اگر ہر دو قطعات کے مالک مختلف ہون پس اگر شرب کو بیع مین ذکر نہ کیا نہ صریحاً نہ دلالۃً تو شرب بیع مین داخل نہو گا اور اگر ذکر کیا ہو خواہ صریحاً خواہ دلالۃً تو ہر مشتری کو اپنے قطعہ مین پانی جاری کرنے کا استحقاق ہو گا اور ہر مشتری اپنے بائع کا قائم مقام ہو گا اور اسمین تاخیر و تقدم کا کچھ اعتبار نہو گا اور اگر مالک ایک ہی شخص ہو پس اگر شرب کو بیع مین ذکر نہ کیا نہ صریحاً نہ دلالۃً تو شرب بیع مین داخل نہو گا اور اگر ذکر کیا پس اگر اوپر کا قطعہ پہلے فروخت کیا ہو تو نیچے کے قطعہ کے واسطے پانی جاری کرنے کا استحقاق نہو گا لیکن اگر بائع نے قطعہ بالا فروخت کرنے کے وقت یہ شرط کر لی ہو کہ میرے واسطے اس مجری سے اپنے قطعہ زیرین مین پانی لیجانے کا استحقاق ہو گا تو استحقاق باقی رہیگا اور اگر نیچے کا قطعہ پہلے فروخت کیا ہو تو دونون قطعہ کے خریدارون کو اپنے اپنے قطعہ مین پانی جاری کرنے کا استحقاق ہو گا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کے دو مکان ہین انمین سے ایک کی چھت کا پانی دوسرے کی مکان کی چھت پر سے ہو کر بہتا ہی پس جس مکان کی چھت پر پانی بہتا ہی اُسکو مالک نے ایک شخص کے ہاتھ مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہی فروخت کیا پھر دوسرا مکان دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری اول نے چاہا کہ دوسرے مشتری کو اپنی چھت پر اُسکے چھت کے پانی بہانے سے منع کرے تو اُسکو یہ اختیار ہی لیکن اگر بائع نے وقت فروخت کے مشتری اول سے یہ شرط کر لی ہو کہ جو مکان مین نے نہین فروخت کیا ہی اُسکے پانی بہنے کا استحقاق اس مکان کی چھت پر ہو کر رہیگا تو اس صورت مین منع نہین کر سکتا ہی نوازل مین ہی کہ دو دار باہم متلاصق ہین اُنمین سے ایک کی عمارت بنی ہوئی ہی اور دوسرا خراب ہی پس اُسنے خراب کو فروخت کیا اور بنے ہوئے مکان کے پرنالہ کی گرنے کی جگہ اور اُسکے برف کے ڈالنے کی جگہ اسی خراب کھنڈل کے مکان مین ہی اور مشتری اسپر راضی ہو گیا تھا پھر اُسنے ممانعت کرنی چاہی

تو اُسکو ممانعت کا اختیار ہی لیکن اگر بائع نے وقت فروخت کے اپنے واسطے پانی کی مسیل و برف ڈالنے کا حق
استثنا کر لیا ہو تو پانی کی مسیل کا استثنا جائز ہی مگر برف ڈالنے کا استثنا نہین جائز ہی اور فقیہ ابو اللیث رح
نے فرمایا کہ اگر اُسکے مکان کا پرنالہ اس دار مین ہو اور اُسکے چھت کی مسیل اسی طرف ہو اور یہ معلوم
ہو گیا کہ یہ قدیم ہی تو اسکی مسیل اپنے حال پر رہیگی اگرچہ شرط نہ کر لی ہو اسی طرح اگر اُسکے چھتون کی مسیل
دوسرے شخص کے دار کی طرف ہو اور اُسطرف اُسکا قدیمی پرنالہ ہو تو مالک دار کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکو
منع کرے اور فتوی فقیہ ابو اللیث رح کے قول پر ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ نوازل مین ہی کہ ایک شخص
کی چھت کا پانی اُسکے پڑوسی کی چھت پر باستحقاق بہتا تھا پھر پڑوسی کی چھت گر پڑی تو اُسکی درستی کرنا
یعنی بنانا پڑوسی کے ذمہ ہی اور وہ اُسکے بنانے پر مجبور نکیا جائیگا جیسا کہ علو اور سفل مین ہوتا ہی اور
جسکو پانی بہانے کا استحقاق تھا اُس سے کہا جائیگا کہ پڑوسی کی چھت پر جس جگہ سے پانی جاری ہوتا تھا
وہان ایک ناود رکھ لے تاکہ پانی اُسکی راہ سے بہکر گرنے کی جگہ پر گرے یہ خلاصہ مین ہی۔ اور بقالی مین ہی
کہ ایک شخص نے اپنی زمین مع اُسکے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس زمین کی قدر کفایت پانی ملیگا
وہ سب نہ ملیگا جو بائع کے لیے تھا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص کی زمین ہی اور اس زمین مین نہر خاص ہی
پس اُسنے نہر مذکور کسی شخص کے ہاتھ فروخت کی تو اصل مین مذکور ہی کہ بدون ذکر کے نہر کا حریم مثل راستہ کے
بیع مین داخل نہوگا پھر اگر مشتری نے چاہا کہ اس زمین مین ہو کر اسکے اطراف نہر پر اصلاح کرنے کے واسطے جاوے
تو بدون رضامندی مالک زمین کے نہین جا سکتا ہی ہان بیچ نہر مین ہو کر جاوے اور اگر نہر عامہ کے کنارے
کسی شخص کی زمین ہو تو عامہ کو اس زمین مین ہو کر نہر پر پانی پینے پلانے اور جنگل کی اصلاح کے واسطے
جانے کا اختیار ہی مالک زمین انکو منع نہین کر سکتا ہی بشرطیکہ عامہ کے واسطے اس زمین کے سوا ے
دوسرا راستہ نہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک زمین مین ایک کنوان ہی اور زمین و کنوان دونون دو شخصون
مین مشترک ہین پھر ایک نے اپنے کنوئین کا حصہ مع اُسکے راستہ کے جو زمین مین ہو کر ہی فروخت کیا
اور اپنا حصہ زمین فروخت نہ کیا تو یہ جائز نہین ہی کیونکہ اُسنے قطعہ معلومہ مین سے اپنا حصہ ایسے مقام
سے جو اُسکے اور اُسکے شریک کے درمیان مشترک ہی فروخت کیا پس بدون اجازت اُسکے شریک کے جائز
نہوگا جیسا کہ مشائخ نے دو شخصون کے درمیان مشترک دار مین فرمایا کہ اگر ایک نے اپنے حصہ کو
بیت معین مین سے فروخت کیا تو بدون رضامندی شریک کے نہین جائز ہی پس ایسا ہی اس مقام پر ہی
اور اصل مین یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہی اور یہ تفصیل نہین فرمائی کہ کنوئین اور راستہ دونون کی بیع ناجائز ہی
یا فقط راستہ کی بیع جائز نہین ہی پس بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ بالاجماع کنوئین کی بیع جائز اور راستہ
کی بیع ناجائز ہی اور شیخ الاسلام نے شرح مین کہا کہ یہی قول اصح ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر نصف کنوان بغیر راستہ
کے فروخت کیا تو جائز ہی اور مشتری کے واسطے زمین سے ہو کر راستہ نہوگا اور اگر اُسنے کنوئین و زمین دونون
مین سے اپنا حصہ فروخت کیا اور زمین مین اُسکا حصہ آدھا ہی تو پوری بیع جائز ہی اسواسطے کہ مبیع معلوم ہی
اور مشتری بائع کے قائم مقام ہو جائیگا اور اس بیع کے صحیح ہونے مین شریک کا کچھ ضرر نہین ہی یہ مبسوط مین ہی

اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مشتری نے پانی کا وہ حصہ خریدا جسکو اُسکا مالک اپنے شریکون کے ساتھ گانون کے نیچے کی طرف لیجاتا تھا حالانکہ خریدار کی زمینین گانون کے اوپر کی طرف ہین اور اسمین ضرر ہی تو فرمایا کہ اگر بائع نے مع اُسکی مجاری کے فروخت کیا ہی تو بیع جائز ہی اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اپنی زمین جسکا شرب اس نہر مین سے ہی سینچے لیکن مشتری کو بائع کی نوبت کے روز پانی لینے کا اختیار دیا جائیگا اور باقی شریکون کے پانی لینے کی حاجت کے واسطے نہر بھری ہوئی رہیگی یہ حاوی مین ہی۔

تیسرا باب۔ اُن چیزون کے احکام مین جنکو انسان نئی بناوے اور جنسے منع کیا جائیگا اور جنسے نہین منع کیا جائیگا اور جو موجب ضمان ہی اور جو موجب ضمان نہین ہی۔ واضح ہو کہ نہرین تین طرح کی ہین ایک نہر عام جو کسی کی مملوک نہو جیسے فرات وجیحون دوم نہر عام جو عام لوگون کی مملوک ہو جیسے نہر مرو وبلخ سوم نہر خاص جو خاص جماعت کی مملوک ہو۔ پس جو نہر عامہ کسی کی مملوک نہو اُسمین سے ہر شخص کو اختیار ہی کہ نہر کھود کر اپنی زمین مین لیجاوے بشرطیکہ دریاے مذکور کو ضرر نہ پہونچتا ہو اور اگر ضرر پہونچتا ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اسواسطے کہ عامہ کا ضرر دور کرنا بہ نسبت ایک شخص کے دفع ضرر کے اولے ہی اسی طرح اگر امام المسلمین نے چاہا کہ نہر اعظم مین سے کسی شخص کا شرب مقرر کرے یا کوہ بڑھاوے پس اگر عام لوگون کو مضر ہو تو نہین جائز ہی اور اگر اُنکو مضر نہو تو جائز ہی۔ ایک شخص نے نہر اعظم کے بہاو پر اپنی زمین مین ایک پن چکی قائم کی اور کسی کو اس سے ضرر نہین پہونچتا ہی مگر اُسکے بعض پڑوسیون نے منع کرنا چاہا تو اُنکو یہ اختیار نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور نہر مملوک جسکا پانی بٹائی مین آچکا ہی مگر شرکت عام ہی اور شرکت عام کے یہ معنی ہین کہ اُسمین سَو یا زیادہ شریک ہین تو اُسکا حکم یہ ہی کہ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اُسمین سے نہر کھود کر اپنی زمین موات مین جسکو اُسنے زندہ کیا ہی لیجاوے تو وہ اس سے منع کیا جائیگا خواہ یہ امر اہل نہر کے واسطے مضر ہو یا نہو اور جو نہر مملوک کہ اُسکا پانی بٹائی مین آچکا ہی مگر اُسمین شرکت خاصہ ہی اور شرکت خاص کے معنی یہ ہین کہ اُسمین سَو سے کم شریک ہون تو اُسکا بھی یہی حکم ہی جو ہمنے نہر مشترک عامہ مین بیان کیا ہی کہ اگر اُسمین سے نہر کاٹ کر کوئی شخص اپنی زندہ کی ہوئی زمین مین لیجاوے تو منع کیا جائیگا خواہ اہل نہر کو مضر ہو یا نہو۔ اور اگر اہل نہر نے چاہا کہ نیچے والے لوگون کی طرف پانی جانے سے روک دین پس اگر پانی بکثرت ہی کہ اگر چھوڑ دیا جاوے اور بند نہ کیا جاوے تو ہر شخص کو اپنا حصہ شرب بخوبی پہونچ جاوے تو اوپر والون کو بند کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر نہر مین پانی تھوڑا ہو کہ اوپر والے بدون نہر بند کیے اپنا حق شرب نہین پا سکتے ہین تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر پانی اتنا ہو کہ اگر چھوڑ دیا جاوے تو نیچے والون کو اُس سے بالکل انتفاع حاصل نہو یعنے نہر ہی اس پانی کو چوس جاوے تو اوپر والون کو روکنے و بند کرنے کا استحقاق ہوگا اور اگر اتنا پانی ہو کہ درصورت نہر کے چھوڑ دینے کے نیچے والے بھی انتفاع حاصل کرین تو اوپر والے بند نہین کر سکتے ہین بلکہ پہلے یہی کیا جائیگا کہ نہر چھوڑ کر نیچے والے سیراب کیے جاوینگے پھر اسکے بعد اوپر والون کو اختیار ہوگا کہ نہر کو بند کر لین تاکہ پانی اُنکی اراضی پر چڑھ جاوے اور امام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اس صورت مین ہمارے مشائخ رحمہ نے استحسان کیا ہی کہ درصورتیکہ سینچنے والے نہر بند کیے جاتے

سے انکار کرین تو امام المسلمین دن تقسیم کر دیگا پھر اوپر والے اپنے باری کے دنون جو چاہین کرین تاکہ نیچے والون سے ضرر دور ہو اور واضح ہو کہ جس صورت مین اوپر والون کے واسطے نہر بند کرنا روا ہی اُسمین اُنکے واسطے یہی روا ہی کہ نہر کو مثل لوح وغیرہ کسی چیز سے بند کرین اور یہ روا نہین ہی کہ مٹی سے بند کرین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر باہم سب اسپر راضی ہوے کہ اہل نہر اُسکو یہان تک بند کر لین کہ اُنکی اراضی سیراب ہو جاوین تو جائز ہی اور اگر باہم اسطرح صلح کی کہ ہر شخص اپنی باری کے روز نہر کو بند کر لے تو بھی جائز ہی اسوجہ سے کہ نہر مین کبھی پانی اسقدر قلیل ہوتا ہی کہ ہر شخص کو سینچنے کے واسطے بند کرنے کی ضرورت ہوتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور جو پانی پہاڑ سے گرتا ہی اور جنگل مین روان ہوتا ہی اُسمین اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ اوپر والون کو اختیار ہی کہ اس پانی کو بند کر لین اور نیچے والون کی طرف جانے سے روک دین لیکن اُنکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنی حاجت سے زائد بقصد ضرر رسانی اہل زیرین کے پانی کو روکین اور اسی کو امام سرخسی رح نے اختیار کیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ جب وہ پانی جنگل مین آگیا تو مثل نہر مشترک کے ہو گیا تو اُسکا حکم وہی ہوگا جو نہر مشترک مین مذکور ہوا ہی ہان اگر کوئی بہیا پہاڑ سے نیچے آئی اور جنگل کے روے زمین پر پھیل گئی تو اُس پانی پر جسکا ہاتھ پہلے پڑا اُسی کا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہو اور اُسپر اُنکی اراضی ہون اور قوم مین سے ایک شخص نے چاہا کہ اس شہر مین سے کاٹ کر ایک نہر اپنی ایک زمین مین جسکا شرب اُس نہر سے تھا یا ایسی زمین مین جسکا شرب اس نہر سے نہ تھا لیجاوے تو بدون رضامندی شریکون کے اُسکو یہ اختیار نہین ہی۔ پس ایسی زمین مین جسکا شرب اس نہر سے نہین ہی کاٹ لیجانے کی صورت کا ہو جہ سے اختیار نہین ہی کہ وہ شریکون کی بہ نسبت زیادہ پانی لینا چاہتا ہی اور اسوجہ سے کہ وہ مشترک کنارہ نہر کو توڑنا چاہتا ہی اور جس صورت مین کہ ایسی زمین مین لیجانا چاہے جسکا شرب اسی نہر سے ہی تو عدم جواز کی یہ وجہ ہی کہ وہ مشترک کنارہ نہر کو توڑنا چاہتا ہی۔ اسی طرح اگر ایک نے اس نہر پر پن چکی قائم کرنے کا قصد کیا تو بھی بدون رضامندی شریکون کے اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر وہ جگہ جہان پن چکی قائم کرنا چاہتا ہی اُسکی ملک ہو مثلاً نہر کے دونون کنارے یا بطن نہر اُسکی ملک ہو اور اُسکے غیرون کو پانی جاری کرنے کا استحقاق ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر پن چکی قائم کرنے مین پانی کے اجرا مین ضرر ہوتا ہی تو وہ شخص منع کیا جائیگا اور اگر ضرر نہوتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر نہر مذکور پر دالیہ یا سانیہ قائم کرنا چاہے تو اُسکا بھی وہی حکم ہی جو ہمنے پن چکی کی صورت مین بیان کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر نہر خاص پر ہر ایک کا بند ان ہو تو کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنا کوہ بڑھا لے اگرچہ اہل نہر کے حق مین مضر نہو اور اگر نہر اعظم مین کوہ ہو پھر اُسنے اپنی ملک مین ایک یا دو کوے بڑھا لیے حالانکہ اس سے اہل نہر کو کچھ ضرر نہین ہی تو اُسکو اختیار ہی یہ کافی مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم کی نہر خاص ہی اُسمین نہر اعظم سے پانی آتا ہی اور قوم مین سے ہر ایک کا اس نہر مین معین کوہ ہی پھر ایک نے چاہا کہ اپنا کوہ بند کر کے دوسرا کھول لے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کی نہر خاص ہو جسمین وادی کبیر سے پانی آتا ہو جیسے فرات و دجلہ و سیحون و جیحون اور یہ نہر خاص اُسکی خاص ایک زمین کے سینچنے کے

واسطے ہی اسمین اُسکا شریک نہین ہی اور وادی کبیر پر اور نہرین واقع ہین پھر شخص مذکور نے اپنی اس زمین کو
خفیف سمجھکر چاہا کہ اپنی نہر کا پانی اپنی دوسری زمین کی طرف لیجاوے تو کتاب مین فرمایا کہ اگر یہ امر اُسنے
پانی کی بڑھاؤ کی حالت مین کیا اور وادی کا پانی بہت کثرت سے ہی کہ نہرون والے اس پانی کے جو یہ شخص
لیے جاتا ہی محتاج نہین ہین اور اُنکو کچھ مضر نہین ہی تو اس نہر والے کو اختیار ہوگا کہ پانی جہان چاہے لیجاوے
اور اگر وادی کے نہرون والون کو ضرر پہونچتا ہو اور وہ لوگ اس پانی کے محتاج ہون تو اُسکو یہ اختیار
نہوگا کہ اس زمین کے سوائے دوسری زمین کی طرف پانی لیجاوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔
اور اگر ایک شخص کا کوہ ایک قوم کی مشترک نہر مین ہو پھر اُسنے چاہا کہ اُسکو پست کر دے اور زمین اگار دے
تا کہ پست ہوکر پانی زیادہ بھرے تو کتاب مین مذکور ہی کہ اُسکو یہ اختیار ہی اسواسطے کہ وہ اس اگارنے مین
اپنی ملک مین یعنے کوہ مین تصرف کرتا ہی اور شیخ شمس الائمہ حلوائی رحمۃ سے روایت ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی
کہ جب یہ معلوم ہو کہ یہ کوہ پست تھا اور ریت آجانے سے پٹ کر بلند ہو گیا تھا پس وہ اگارنے و پست کرنے
مین یہ چاہتا ہی کہ اُسکو حالت سابقہ پر لاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ کوہ ایسا ہی بلند بنا ہوا تھا اور اب اُسکو
پست کرنا چاہتا ہی تو اس سے منع کیا جائیگا کیونکہ وہ اس فعل سے یہ چاہتا ہی کہ زیادہ پانی لے یہ ظہیریہ
مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنا کوہ جو پست ہی اُسکو بلند کرے تا کہ اُسکی زمین مین پانی کم آوے
تو اُسکو یہ اختیار ہی اور بنا بر قول ہمارے شیخ امام کے یہ حکم اُسوقت ہی کہ وہ بلند کرنے سے یہ چاہتا ہو کہ جیسا
در اصل تھا ویسا کر دے اور اگر یہ چاہتا ہو کہ جس حالت پر اصل مین تھا اُس سے تغیر کر دے تو منع کیا جائیگا
اور شیخ امام محمد رحمۃ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصح یہ ہی کہ وہ ہر حال مین منع نہ کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور
اگر شریکون مین سے ایک شخص نے اپنا کوہ چوڑا کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی فرمایا کہ اسوجہ سے کہ اُسمین
اُسکے حق سے زائد پانی جائیگا پس اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر نیچا و نہر کا اگارنا چاہا تو جائز ہی اور اگر نہر کا چوڑا کہ
زیادہ کرنا چاہا تو نہین جائز ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ سے روایت ہی کہ امام ابو یوسف رحمۃ
سے پوچھا گیا کہ نہر مرو جو ایک بڑی نہر ہی اور مرو مین اہل مرو کے اس نہر مین حصون کے موافق کوے ہین
اور وہ معروف ہین پھر ایک شخص نے ایک زمین موات کو زندہ کیا اور اُسکا شرب اس نہر سے نہین ہی پس
اُس شخص نے مرو کے اوپر سے ایسی جگہ سے جسکا کوئی مالک نہین ہی ایک نہر کھودی اور اس نہر عظیم سے
اُسمین پانی پہونچایا تو فرمایا کہ اگر یہ نہر جو اُسنے نئی تیار کی ہی اہل مرو کے پانی کے حق مین کھلا ہوا ضرر دیتی ہو
تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور وہ اس بات سے منع کیا جائیگا سلطان اُسکو منع کر دے اور اسی طرح ہر شخص
اُسکو منع کر سکتا ہی اسواسطے کہ نہر عظیم کا پانی حق عامہ ہی اور عوام مین سے ہر شخص کو اختیار ہی کہ اپنی ذات
سے ضرر دفع کرے۔ اور اگر یہ امر اہل مرو کے حق مین مضر نہو تو اُسکو ایسا کرنے کا اختیار ہی منع نہ کیا جائیگا
اسواسطے کہ وادی عظیم مین جو پانی ہی وہ اصلی اباحت پر رہیگا اور جب تک تقسیم مین داخل نہو تب تک کسی کا
حق نہوگا اسی واسطے مسئلہ کو اسطرح مفروض کیا کہ اُسنے مرو کے اوپر سے نہر کھودی ہی اور اگر اُن لوگون کے حق مین
مضر ہو تو ہر شخص اس بات سے منع کیا گیا ہی کہ دوسرے کو ضرر پہونچاوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔

اور اگر کسی شخص کی نہر خاص ہو کہ وہ ایک قوم کی مشترک نہر خاص سے پانی لیتی ہو پس اُسنے چاہا کہ اُسپر پل باندھکر اُسکو مضبوط کرے تو اُسکو اختیار ہے اور اگر اُسپر پل بندھا ہوا ہو مضبوطی ہو پس اُسنے چاہا کہ کسی سبب سے یا بلا سبب اُسکو توڑ دے پس اگر اُسکے توڑنے سے اسمین پانی زیادہ نہ آتا ہو تو اُسکو اختیار ہے کیونکہ وہ اپنی خالص ملک کی عمارت دور کرتا ہے اھ اگر اس سے پانی زیادہ آتا ہو تو بوجہ حق شرکا کے اُسکو ممانعت کیجائیگی یہ کافی مین ہے۔ اور مین نے دریافت کیا کہ دو شخص کی مشترک نہر جسکے نہر اعظم سے پانچ گوہ ایک قوم مین مشترک ہر ایک کی ایک نہر مین ہے بعض کے دو و بعض کے تین کوے ہین پس نیچے والون نے اوپر والون سے کہا کہ تم لوگ اپنے حق سے زیادہ پانی لیتے ہو اسواسطے کہ پانی کے چڑھاؤ اور کثرت کی وجہ سے تمہارے دہانون مین پانی زیادہ جاتا ہے اور ہمارے یہانتک جسقدر پانی پہونچتا ہے وہ تھوڑا اور نیچا و ہوتا ہے پس ہم چاہتے ہین کہ تم لوگ بھی اسیقدر کمی کرلو اور ہم تمہارے سینچنے کے واسطے چند ایام معلومہ مقرر کروین کہ اُن دنون ہم اپنے کوے بند رکھا کرین اور تم ہمارے واسطے اسی طرح ایام معلومہ مقرر کردو کہ ان دنون تم اپنے کوے بند رکھا کرو تو فرمایا کہ اُنکو یہ اختیار نہین ہے اور جسطرح چلا آتا ہے اسی حال پر چھوڑا جائیگا کیونکہ ایکبار اُسکی تقسیم ہو چکی پس بعض کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسری تقسیم کی درخواست کرے پھر اصل یہ ہے کہ جو امر قدیمی پایا جائے وہ اُسی طرح چھوڑ دیا جائیگا اور اُسمین تغیر بدون کسی حجت کے نکیا جائیگا۔ اسی طرح اگر نیچے والے لوگون نے کہا کہ ہم چاہتے ہین کہ نہر کا دہانہ چوڑا کردین اور اُسمین زیادہ کوے بناوین اور اوپر والون نے کہا کہ اگر تم لوگون نے ایسا کیا تو پانی کی کثرت ہو جائیگی حتے کہ ہماری زمین مین سیلاب ہوگا اور ہماری اراضی نمناک ہو جاویگی تو بھی نیچے والون کو کوئی نئی بات پیدا کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر انمین سے کسی شخص نے ہر روز کے حساب کو کوہ بعوض کسی قدر معاوضہ کے فروخت کیا یا اجارہ پر دیا تو نہین جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پانی تجاوز کرکے اُسکے پڑوسی کی زمین مین پہونچا پس اگر اُسنے پانی اسطور سے جاری کردیا تھا کہ پانی اسکی زمین مین نہین ٹھہرتا تھا بلکہ جاکر پڑوسی کی زمین مین قرار پکڑتا تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اسکی زمین مین ٹھہر کر وہان سے کچھ دیر بعد تجاوز کرکے پڑوسی کی زمین مین جاتا تھا پس اگر پڑوسی نے پیشتر اُس سے کہدیا ہو کہ درمیان مین مضبوطی و بندش کرلے تاکہ میری زمین مین پانی نہ آنے پاوے مگر اُسنے بندش نہ کی تو استحسانًا ضامن ہوگا اور اگر اُسنے پیشتر نہین کہا تھا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی زمین اُنچائی پر ہو اور پڑوسی کی نیچائی مین ہو اور وہ جانتا ہے کہ اگر مین نے اپنی زمین مین پانی دیا تو پڑوسی کی زمین مین تجاوز کر جائیگا تو ضامن ہوگا اور اُسکو حکم دیا جائیگا کہ درمیان مین بندان باندھے تاکہ پانی تجاوز نہ کرے اور جب تک بندان نہ باندھے تب تک اُسکو سینچنے سے ممانعت کیجائیگی اور اگر اسکی زمین اُنچائی پر نہو تو منع نکیا جائیگا اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عامہ کتب مین یون مذکور ہے کہ اگر اُسنے غیر معتاد سینچنا سینچا تو ضامن ہوگا اور اگر معتاد سینچنا سینچا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی زمین مین سوراخ و چھید ہون پس اگر اُسنے چھیدون کو جانکر نہ بند کیا ہو یہانتک کہ پڑوسی کی زمین خراب ہو گئی تو ضامن ہوگا اور اگر نجانتا ہو تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے بغیر حق زمین کو سینچا یا اپنی باری کے سواے دوسرے وقت مین سینچا یا اپنے حق سے زیادہ سینچا یا نہر مین نہر کی برداشت سے زیادہ

سینچے

پانی جاری کردیا یا پانی کو کسی نہر یا موضع کی طرف روان کردیا جہان روان کرنے کا استحقاق اسکو نہین ہی یا ایسی صورت مین نہر کو بند کردیا جسمین اسکو بند کرنے کا استحقاق نہین ہی اور پانی چڑھ آیا اور نہر کے کنارے سے بہنا شروع ہوا یا اسنے نہر کا کنارہ خراب کردیا یہان تک کہ پانی نہر کے کنارہ سے بہنا شروع ہوا اور اُسنے کسی شخص کی کھیتی کو خراب کردیا توان سب صورتون مین یہ شخص ضامن ہوگا کہ اسنے تعدی کی ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین کو سینچا اور پھر اسکا پانی دوسرے شخص کی زمین مین تجاوز کرگیا اور اُسکو غرق کردیا یا وہ نمناک ہوگئی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور فقیہ ابوجعفر رحمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُسنے معتاد سینچنا سینچا ہو کہ لوگ عادت کے موافق ایسا سینچتے ہون اور اگر اُسنے غیر معتاد سینچا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکی زمین مین چوہے کے بل ہون کہ وہ پڑوسی کی زمین تک تجاوز کرگئے ہون پس اُن سوراخون کی راہ سے پانی گیا اور اُسکی زمین غرق ہوگئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس شخص کو چوہون کے بل سے آگاہی نہ تھی تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے تعدی نہین کی ہی اور اگر جانتا تھا تو ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے تعدی کی اور اسی قیاس پر مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے نہر کا دہانہ کھولا اور نہر مین سے پانی بہکر اُسکے پڑوسی کی زمین مین پہونچا اور وہ غرق ہوگئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے نہر مین اسقدر پانی روان کیا جسقدر عرف وعادت کے موافق ایسی نہر مین جاری کیا جاتا ہی تو ضامن نہوگا اور اگر اسقدر پانی روان کردیا جسقدر ایسی نہر مین عرف وعادت کے موافق نہین روان کیا جاتا ہی تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی زمین مین گھانس یا کٹے ہوے ٹھے جلاے پھر آگ داہنے بائین چھٹک گئی اور اُسنے کسی غیر کے مال مین سے کچھ جلادیا تو یہ شخص ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ اس سبب کے برانگیختہ کرنے مین متعدی وظالم نہین ہی اسواسطے کہ ہر شخص کو اختیار ہی کہ اپنی ملک مین مطلقاً آگ جلاوے اور اپنی ملک مین مالک کا تصرف کرنا بشرط سلامت متقید نہین ہوتا ہی اور ہمارے بعضے مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب آگ جلانے کے وقت ہوا بند ہو اور اگر ایسے وقت آگ جلائی کہ ایسی ہوا چل رہی تھی کہ یہ جانتا تھا کہ ہوا اس آگ کو غیر کی ملک مین اڑالیجائیگی تو یہ شخص ضامن ہوگا بمنزلہ اس صورت کے کہ اُسنے غیر کی ملک مین آگ جلائی کہ اس صورت مین ضامن ہوتا ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر کسی نے اپنے پرنالہ مین کوئی چیز بہائی حالانکہ وہ جانتا ہی کہ پرنالہ کے نیچے کوئی شخص بیٹھا ہی پس یہ چیز جو اُسنے بہائی ہی اُس شخص کے کپڑون پر پڑی تو جسنے بہائی ہی وہ ضامن ہوگا اگرچہ اُسنے اپنے ملک مین بہائی ہی یہ مبسوط مین ہی نوازل مین ہی کہ ایک نہر ایک قوم کی زمین مین جاری ہی پھر وہ نہر شق ہوگئی اور قوم کی بعض زمین خراب کردی تو زمین کے مالکون کو اختیار ہی کہ اہل نہر سے اس بات کا مواخذہ کرین کہ نہر کی عمارت درست کرو اور اپنی زمین کی عمارت کا مواخذہ نہین کرسکتے ہین یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص نے پن چکی کی نہر مین ایک بکری مردار ڈال دی پھر پانی اُسکو طاحونہ مین بہالیگیا پس اگر نہر کو اُگارنے کی احتیاج نہ پڑے تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اُگارنے کی احتیاج پڑے تو وہ ضامن ہوگا بشرطیکہ یہ معلوم ہوجاوے کہ اسی وجہ سے نہر خراب ہوگئی ہی۔ اور واضح ہو کہ درصورتیکہ نہر اُگارنے کی احتیاج نہین پڑی ہی مردار بکری ڈالنے والے کو متعدی نہین قرار دیا اسواسطے کہ یہ امر اُسکی قوت کی دلیل ہی اور چاہیے کہ یون کہا جاوے کہ جیسے اُسنے بکری مردار ڈالی ہو ویسے ہی پانی مین بیٹھ گئی اور ٹھہری پھر بہ گئی تو ہر حال مین اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ وکبری مین ہی

ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پھر پانی کو نہر مین روان رہنے دیا یہان تک کہ اُسکی زمین سے آگے تجاوز کر گیا اور
حال یہ تھا کہ نیچے کی طرف نہر مین کسی شخص نے مٹی ڈالدی ہی پس پانی رُک کر ایک طرف کو جھکا اور کنارہ توڑ کر پانی تجاوز
کر گیا اور ایک شخص کی روئی کا کھیت خراب کر دیا تو ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جسنے نہر مین مٹی ڈالدی ہی
اور جسنے نہر مین پانی چھوڑ دیا ہی اُسپر کچھ واجب نہوگا بشرطیکہ نہر مین اُسکا حق ہو یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص کی نہر ایک
شخص کے دار کے قریب ہی پس اُسنے نہر مین پانی جاری کیا اور پانی ایک بل مین ہوکر پڑوسی کے گھر مین داخل
ہوگیا تو مشائخ رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے اسقدر پانی جاری کیا جسکو نہر برداشت کر سکتی ہی اور یہ بل چھپا ہوا تھا اور اگر
بل نہوتا تو پڑوسی کے گھر مین پانی نجاتا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اسقدر پانی بہایا جسکو نہر برداشت نہین کر سکتی ہی
اور پانی تجاوز کر کے اُسکے پڑوسی کے دار مین چلا گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر بل ظاہر ہو اور وہ جانتا ہو کہ پانی تجاوز
کر کے اس بل سے پڑوسی کے گھر مین چلا جائیگا تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا
درخت جو نہر کے کنارے لگا ہی قطع کیا اور یہ مٹی نہر مین گری اور اُسکو بند کر دیا پس مالکان نہر نے ایک شخص کو مزدور
(اکھاڑا یا قطع کیا ۱۲)
مقرر کیا تا کہ وہ نہر مین پانی جاری کر دے کہ مٹی تر ہو جاوے اور اُسکا اُکھاڑنا آسان پڑے پھر مزدور سو گیا یہان تک
کہ نہر بھر گئی اور پانی نے تجاوز کر کے ایک شخص کا کھلیان غرق کر دیا تو مزدور پر ضمان واجب نہوگی اور درخت
کاٹنے والا سو اگر درخت نے بڑھکر نہر کے دونون جانب گھیر لیے اور راہ تنگ کر دی ہو تو ضامن ہوگا اور اگر نہر کے
دونون کنارے تک نہ پہونچا ہو بلکہ راہ کھلی ہو تو کاٹنے والا ضامن ہوگا۔ ایک شخص نے نہر بند کر دی یا اور پانی
سے ایک شخص کا گھر گر پڑا تو بند کرنے والا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ فتاوے بقالی مین ہی کہ اگر کسی شخص
نے نہر کا پانی کھول کر چھوڑ دیا پس پانی بڑھ گیا یا نہر کو کھولا اور اُسمین پانی نہ تھا پھر پانی آگیا تو ضامن نہوگا اور
اسی پر اعتماد ہی اور اگر شریکون کی نہرین بند کر دین یہان تک کہ نہر بھر گئی اور کنارہ شق ہوگیا اور ایک شخص
کا روئی کا کھیت غرق ہوگیا یا ایک شخص نے نہر مین پانی چھوڑ دیا اور اس نہر سے اور چھوٹی چھوٹی نہرین نکلی ہوئی
(جسمین روئی موجود تھی ۱۲)
ہین جنکے دہانے کھلے ہین پس ان دہانون سے پانی بھر اور کسی شخص کا کھیت برباد ہوگیا تو دونون صورتون
مین ضامن ہوگا۔ اور فتاوے صغری مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کا شرب تلف کر دیا بایں طور کہ اُسکے
شرب سے اپنی زمین سینچ لی تو امام بزدوی نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور شرب الاصل کی شرح مین امام سرخسی نے
ضمان شرب کی صورت یون ذکر فرمائی ہی کہ دیکھا جاوے کہ اگر شرب کی بیع جائز ہوتی تو یہ شرب کتنے کو خریدا جاتا پس
وہی مقدار ضمان ہی اور امام خواہر زادہ رح نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن نہوگا اور اسی پر فتوے ہی یہ خلاصہ مین ہی۔
(قال وهو الاصح ۱۲)
شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے دار مین پانی کا مجری ہی اُسنے اُسکو تحویل کر کے اپنے دار کے
ایک کنارہ پر کر دیا پس اسوجہ سے اُسکے پڑوسی کی دیوار منہدم ہوگئی تو فرمایا کہ وہ شخص ضامن ہی پھر دریافت
کیا گیا کہ اگر اُسنے مجری و پڑوسی کے دیوار کے درمیان کشادہ جگہ چھوڑ دی ہو مگر پانی کی وجہ سے اُسکے پڑوسی کی دیوار
نمناک ہوگئی تو فرمایا کہ وہ ضامن ہی خواہ اُسنے جگہ چھوڑی ہو یا نچھوڑی ہو اسلیے کہ اُسنے مجری کی تحویل کرنے مین
ظلم کیا کیونکہ غیر کے حق مین تصرف کیا پس جو خرابی اس سے پیدا ہوا اُسکا وہ ضامن ہی اور اگر اُسنے مجری اول
کو اپنے حال پر چھوڑ دیا مگر اُسنے یہ دوسرا مجری بنایا تو فرمایا کہ اگر اُسنے جدید مجری و پڑوسی کے دیوار کے درمیان

بقدر دو گز کے جگہ چھوڑی ہو تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ ایسی چیز ہی جو اُسنے اپنی ملک مین پیدا کی ہی اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ یہ یعنے جو ہمنے ذکر کیا ہی اُسوقت ہی کہ جب اُسنے نہر سے پانی ایسی جگہ سے نکالا ہو جہان سے نکال لینے کا اُسکو استحقاق نہین ہی اور اگر اُسنے ہر دو کنارہ نہر کو ایسی جگہ سے شق کیا ہو جہان اُسکو استحقاق ہی اور وہان سے دوسری جگہ پانی جاری کیا ہو تو وہ دونون صورتون مین ضامن نہوگا بشرطیکہ مجری و دیوار جار کے درمیان جگہ چھوڑی ہو یہ محیط مین ہی۔ ایک زمین ایک نہر علم کے کنارے واقع ہی یا دریاے فرات کے کنارے واقع ہی اور عام لوگون کو اس زمین مین ہوکر سینچنے و اصلاح نہر کے واسطے آمد و رفت کا استحقاق حاصل ہی تو مالک زمین کو یہ اختیار نہین ہوگا کہ انکو منع کرے بشرطیکہ سواے اس زمین کے اُنکا کوئی رستہ نہو یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ ایک شخص کی زمین ایک نہر پر واقع ہی اُسکا شرب اسی نہر سے ہی پھر اُسنے دوسری زمین خریدی جسکا شرب اس نہر سے جو اُسکے زمین اول کے پہلو مین واقع ہی نہین ہی تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی پہلی زمین مین سے دوسری زمین کی طرف پانی جاری کرے یا دوسری زمین کو بجاے پہلی زمین کے قائم کرے اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسری زمین مین جو درخت ہین یا کھیتی ہی اُنکو سیراب کرے الا یہ کہ پہلی زمین پانی سے بھر جاوے اور اُس سے پانی روک دے پھر دوسری زمین کی طرف پانی کھول دے پھر ایسا ہی مرۃ بعد اخری کئی بار کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے کی دار مین واقع ہو اور صاحب نہر کو اُسکے اگارنے کی ضرورت ہوئی پس اگر وہ شخص نہر کے اندر اندر جا سکے تو جاوے اور اگر نہ جا سکے تو مالک دار سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو اپنے دار مین آنے کی اجازت دے یا تو اسکے مال سے اسکی نہر اگرا دے یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین واقع ہی اُسنے نہر کی اصلاح کے واسطے دوسرے کی زمین مین داخل ہونا چاہا اور مالک زمین نے منع کیا تو اُسکو اختیار نہین ہی لیکن اگر وہ نہر کے اندر اندر جا سکتا ہو تو جاوے اور یہی حکم کاریز کا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رحمہ کے قول کے موافق ہی کہ اُنکے نزدیک نہر کے واسطے حریم نہین ہی پس نہر کے کنارے جو بند آب ہی وہ مالک زمین کا ہوگا پس اُسکو منع کرنے کا اختیار ہوگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک بقدر بند آب کے حریم نہر ہوتا ہی پس بند آب صاحب نہر کا ہوگا پس اُسکو اختیار ہوگا کہ نہر کی درستی کے واسطے اس بند آب پر ہوکر جاوے بخلاف اسکے اگر مسلمانون نے چاہا کہ شرعہ سے پانی لینے کے واسطے کسی شخص کی زمین مین ہوکر جاوین اور سواے اسکے انکے واسطے کوئی رستہ نہین ہی تو انکو اختیار نہی اور نوازل مین مذکور ہی کہ اگر نہر تنگ ہو کہ وہ شخص نہر کے اندر اندر ہوکر نجا سکے تو مالک زمین کو اختیار دیا جائیگا چاہے اُسکو اجازت دیدے کہ وہ اسکی زمین سے ہوکر اپنی نہر کو درست کرے یا مالک زمین اسکی نہر کو خود درست کر دے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور امام محمد رحمہ سے روایت ہی کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہی پس ایک نے اُسمین بندش بنا دی یعنی پانی روک دیا پس اُسکے شریک کی بعضی کھیتی پانی نہ ملنے سے تباہ ہوگئی اور بعضی پانی کی کثرت سے تباہ و غرق ہوگئی تو فرمایا کہ جو ڈوب کر تباہ ہوگئی اُسکا ضامن ہوگا اور جو پانی نہ ملنے سے تباہ ہوئی ہی اُسکا ضامن نہوگا۔ اور اگر اپنی زمین سینچنے کے واسطے نہر عامہ کو بند کر دیا اور اپنی زمین سینچ کر بند کو ویسا ہی چھوڑ دیا پس بند ہونے کے سبب سے پانی چڑھا اور ایک شخص کی زمین مین پہونچکر اُسکی کھیتی خراب کر دی تو مسئلہ مین دو صورتین ہین یا کسی شخص نے پانی جاری کر دیا ہی یا پانی خود جاری ہوگیا ہی پس اول صورت مین پانی جاری کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی اور دوسری صورت مین بند کرنے والے پر

ضمان واجب ہوگی - ایک شخص نے نہر عامہ سے اپنی زمین سینچی اور اس نہر عامہ سے اور چھوٹی چھوٹی نہرین لوگون کی نکالی ہوئی ہین جنکے دہانہ کھلے ہوے تھے پس ان دہانون سے چھوٹی نہرون مین پانی گیا اور اسوجہ سے ایک قوم کی اراضی خراب ہوگئین تو یہ شخص ضامن ہوگا گویا اُسنے ان نہرون مین خود پانی جاری کیا ہی یہ محیط مین ہی[1] نوادر مین ہی کہ ایک ساقیہ پر ایک قوم کی اراضی واقع ہین ہر ایک کی دس جریب ہی اور اس سے ایک شخص کے حصہ مین اُسکی زمین کی ضرورت سے زاید پانی ہی اور شریکون کو اس مقدار زائد سے حاجت ہی تو اُسکے شریک لوگ اس زائد کے مستحق ہین تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اس پانی کو اپنی دوسری زمین کی طرف روان کرے اور یہ مسئلہ مشابہ اس صورت کے نہین ہی کہ اگر ایک قوم کے درمیان مشترک پانی مین سے ایک شخص کا چھٹا حصہ یا دسوان حصہ یا اس سے کم و بیش حصہ ہو اور اُسنے اپنا اسقدر حصہ اپنی خاص نہر مین لے لیا تو اس صورت مین اُسکو اختیار ہی کہ اس پانی کو جاہے اپنی جسقدر زمینون مین پہونچاوے اور اگر اُسکو اس پانی کی طرف حاجت نہو تو اُسکے شریکون کو اس پانی کے لینے کی کوئی راہ نہین ہی - ایک نہر چار آدمیون مین مشترک ہی مثلاً زید و عمرو و بکر و خالد کے درمیان مشترک ہی اور اس نہر مین سے ہر ایک کا پانی لینے کا دہانہ اُسکی زمین مین ہی اور زید کے پانی لینے کے دہانہ سے قریب عمرو کا دہانہ ہی اور عمرو کے دہانہ سے قریب بکر کا دہانہ ہی اور بکر کے دہانہ سے قریب خالد کا دہانہ ہی پس اگر خالد نے اپنی زمین کو خشک رکھا تو اُسکا پانی بکر کے واسطے ہوگیا اور اگر خالد و بکر دونون نے اپنی اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو ان دونون کا پانی عمرو کے لیے ہوگیا اور اگر خالد و بکر و عمرو سب نے اپنی اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو سب کا پانی زید کے واسطے ہوگیا اور اگر فقط بکر نے اپنی زمین کو خشک رکھا باقیون نے نہین تو بکر کا پانی فقط خالد کے واسطے ہوگا اور اگر فقط عمرو نے اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو اُسکا پانی بکر و خالد دونون کے واسطے بحساب ہر ایک کی مساحت جریبی زمین کے ہوگا یہ مبسوط سرخسی مین ہی - ایک مجری پانی کا ڈھانک دیا گیا تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا کہ اگر یہ بات قدیمی نہو یعنی کسی شخص نے جدید ڈھانکا ہو تو اہل مجری کو اختیار ہوگا کہ جسنے ڈھانکا ہی اُس سے اسکے کھولنے و ڈھانپ دور کرنے کا مواخذہ کرین یہ حاوی مین ہی - کسی قوم کی ایک نہر ایک کوچہ مین جاری ہی وہ سال مین دوبار اگاری جاتی ہی اور کوچہ مین بہت مٹی جمع ہو جاتی ہی پس اگر یہ مٹی حریم نہر پر رہتی ہو اُس سے تجاوز نکرتی ہو تو اہل کوچہ کو یہ اختیار نہوگا کہ اہل نہر کو اس مٹی کے اُٹھا لینے کی تکلیف دین اور اگر حریم سے تجاوز کرے تو اہل کوچہ کو اختیار ہوگا کہ اہل نہر کو مٹی اُٹھا لینے کی تکلیف دین - ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین مین جاری ہی پس اہل نہر نے اُسکو اگروایا اور مٹی زمین پر ڈالی پس اگر یہ مٹی حریم نہر پر ہو تو اُس شخص کو اختیار نہوگا کہ اہل نہر کو مٹی یہان سے منتقل کرنے کا حکم دے - بارش کا پانی جمع ہونے کا ایک گڈھا ایک محلہ مین ایک شخص کے دروازہ کے پاس ہی پس وہ بھر گیا اور صاحب مکان کو اس سے ضرر پہونچتا ہی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہی کہ اس کنوئین کو پاٹ دے **قال المترجم** ہو الصحیح - اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جواب مین تفصیل ہونی چاہیے کہ اگر یہ کنوان قدیمی ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر جدید ہو تو اُسکو اختیار ہی **قال المترجم** خوف تلف کے مقابلہ مین جواب وہی ہی جو بعضے مشائخ نے فرمایا ہی فافہم - ایک شخص کا کنوان دوسرے کے دار مین واقع ہی پس جب وہ شخص اپنا کنوان اگروادے تو اُسکو دوسرے کے دار مین مٹی ڈالنے کا استحقاق نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی

[1] یعنی جیسے خود جاری کرنے مین ضامن ہوتا ویسا ہی یہ بھی ہی ۱۲

حاشیہ: ف شاید یہ مراد ہو کہ پاٹ دیا ۱۲ منہ

ایک شخص نے نہر کا کنارہ خراب کر دیا اور اُسوقت مین پانی منقطع تھا پھر پانی آگیا اور جہان سے اُس شخص نے کنارہ خراب کر دیا ہے وہان سے ایک شخص کی زمین مین گیا اور زمین کو ضرر پہونچایا یا زمین مین کھیتی تھی اُسکو خراب کر دیا تو فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ اگر پانی خود جاری ہو گیا ہے تو خراب کرنے والا ضامن ہوگا جبکہ یہ نہر عامہ ہو اسواسطے کہ وہ شخص نہر کا کنارہ توڑنے مین جو اس بربادی کا سبب ہے ظالم ٹھہرا ہے اور اگر کسی دوسرے شخص نے پانی جاری کیا اور تیسرے شخص نے نہر کے سرے کا دہانہ کھولا ہے تو کنارہ توڑنے والا ضامن نہوگا بلکہ جاری کرنے والا اور کھولنے والا دونون ضامن ہونگے یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوی ابو اللیث مین لکھا ہے کہ ایک بڑی نہر ہے ایک گانون والون کی اُسمین سے دو نہرین پھوٹی ہین اور ان دونون مین سے ہر ایک پر ایک پن چکی خانہ ہے پھر ایک پن چکی گھر خراب ہو گیا یعنے گر گیا اور اُسکے مالک نے چاہا کہ جب تک اپنا پن چکی گھر تیار کرے تب تک اس نہر کا سب پانی دوسری نہر مین جسپر دوسرا طاحونہ یعنی پن چکی خانہ ہے روان کر دے حالانکہ اس سے دوسری پن چکی گھر کو ضرر پہونچیگا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے اسواسطے کہ وہ چاہتا ہے کہ اپنا ضرر اسطرح دور کرے کہ دوسرون کو ضرر پہونچے۔ اور اسی فتاوے مذکور مین لکھا ہے کہ ایک شخص کے بستان مین ایک حوض ہے جسمین ایک قوم کا روزمرہ کے استعمال کا پانی جمع ہوتا ہے اور وہ شخص ان لوگون کی مجری کا مقر ہے یعنے اقرار کرتا ہے کہ ان لوگون کا مجری اسطرح ہے اور یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ان لوگون کا پانی اس مین آکر جمع ہونے کا قدیمی حق ہے اور حال یہ پیش آیا کہ اس حوض سے اُسکی عمارت کو ضرر پہونچا پس اُسنے چاہا کہ ان لوگون کو حوض مذکور مین پانی بہانے سے منع کرے یہان تک کہ یہ لوگ حوض کو درست کرین پس اگر حوض مین کوئی ایسا عیب ہو کہ جسکی وجہ سے اُسکی عمارت کو ضرر پہونچتا ہو تو اُسکو ایسا اختیار ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر نہر کا کنارہ شق ہو گیا اور اُس سے پانی بہتا ہے کہ لوگون کو اُس سے ضرر پہونچتا ہے تو اہل نہر کو حکم دیا جائیگا کہ اسکو درست کرین یہ خزانۃ المفتیین مین ہے فتاوائے ابو اللیث مین ہے کہ اگر ایک نہر ایک کوچہ غیر نافذہ مین جاری ہو اور اہل کوچہ مین سے ایک شخص نے چاہا کہ اسمین سے پانی اپنے دار مین لیجاوے اور اپنے بستان مین جاری کرے تو پڑوسیون کو اختیار ہے کہ اُسکو اس کام سے منع کرین اور اُسکو بھی اختیار ہے کہ اگر پڑوسی ایسا کرنا چاہین تو اُنکو منع کرے اور اگر کسی نے اس سے پہلے ایسا کر لیا ہو اور وہ اقرار کرتا ہو کہ مین نے ایسا جدید کیا ہے تو اہل کوچہ کو اُسکی ممانعت کا اختیار ہے اور اگر یہ حق اُسکو قدیمی حاصل ہو تو وہ منع نکیا جائیگا جیسا کہ کوچہ مذکور مین اگر ظاہر یعنے چھتا قدیمی ہو تو اُسکا حکم ہے۔ اور نیز فتاوے ابو اللیث مین ہے کہ ایک گانون مین ایک شخص کو متفرق مقامات پر پانی روک کر بمقدار معلوم لینے کا استحقاق ہے پس اُسنے چاہا کہ مین اس سب کو جمع کر لون اور ایک رات دن سے لیا کرون تو اُسکو یہ اختیار ہے اسواسطے کہ جمع کرنے مین وہ اپنے حق مین تصرف کرتا ہے اور ایسا کرنے مین شریکون کا کچھ ضرر نہین ہے اسی طرح اگر گانون مین دو شخصون کے واسطے ایک نہر ویسے ایک روز کا شرب ہو اور دونون نے چاہا کہ ہم دونون اپنا پانی ایک ہی روز مین لے لیا کرین تو دونون کو یہ اختیار ہے اور شریکون کو اختیار نہین ہے کہ ان دونون کو منع کرین یہ محیط مین ہے۔ پانی پینے یا چوپاؤن کو پلانے کے واسطے ایک نہر ہے اُسپر ایک شخص کا قدیمی چھجہ ہے وہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین داخل ہو گیا تو شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ اسمین قدیم و جدید کا کچھ اعتبار نہین ہے اسکو حکم دیا جائیگا کہ اسکو دور کر دے اور اگر اُسنے نمانا تو محتسب کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ وہ دور کرا دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے

اپنی نہر سے اپنے باغ یا کھیتی کو سینچنا چاہا پھر اُسکو زبردستی کسی نے روکا یہان تک کہ کھیتی ضائع ہو گئی تو منع کرنیوالا ضامن نہوگا جیسا کہ اگر چرانے والے کو کسی نے اپنے مویشی تک پہونچنے سے روک لیا یہان تک کہ مویشی ضائع ہو گئین تو وہ ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہی - زید و عمرو کے درمیان ایک دیوار مشترک ہی اُسپر دونون کا لدان ہی پھر زید نے برضامندی عمرو کے یہ دیوار دور کر دی پھر عمرو نے برضامندی زید کے یہ دیوار اپنے مال سے بدین شرط بنائی کہ زید کے دار مین جو نہر ہی وہ مجھے عاریت دیدے تاکہ مین اپنے دار مین اُس سے پانی جاری کرون اور اُس سے اپنا پائین باغ سینچون پس زید نے ایسا ہی کیا اور نہر عاریت دیدی پھر زید کی راے مین آیا کہ اُسکو مجری مذکور نہ دے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا اسواسطے کہ عاریت عقد لازمہ نہین ہی لیکن اس صورت مین یہ لازم ہوگا کہ عمرو کو جسنے دیوار بنائی ہی عمارت دیوار کا نصف خرچہ دیدے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - عیون مین لکھا ہی کہ ایک شہر مین ایک نہر ہی جسکو امام المسلمین نے لوگون کے پانی پینے و جانورون کے پلانے کے واسطے جاری کیا ہی[قد مرت المسئلة فيما تقدم ١٢] پھر بعض لوگون نے چاہا کہ اس نہر پر باغ لگا دین پس اگر اس بات سے اہل شفہ کو ضرر نہ پہونچے تو روا ہی اور اگر اہل شفہ یعنے پانی پینے و پلانے والون کو ضرر پہونچے تو روا نہین ہی اور اگر اس نہر پر کسی نے درخت لگانے چاہے اور یہ نہر راستہ پر ہی پس اگر راستہ کے حق مین مضرت نہو تو روا ہی مگر لوگون کو اختیار ہی کہ اُسکو اس سے منع کرین یہ محیط مین ہی - ایک نہر جس سے ایک قوم پانی لیتی ہی ایک شخص کے باغ مین ہو کر گذری ہی تو باغ والے کو اختیار ہی کہ نہر مذکور کے دونون کنارون پر درخت جما دے لیکن اگر ان درختون کے بڑھنے و موٹے ہونے کے سبب سے اس قوم کی نہر تنگ ہو جاویگی تو اسوقت اُسکو حکم دیا جائیگا کہ ان درختون کو جڑ سے قطع کر لے لیکن اگر نہر مذکور کو وہ شخص دوسری طرف سے اسقدر کشادہ کر دے کہ جتنی تھی بدین طریق کہ اصحاب نہر کے حقوق مین تفاوت نہ آوے تو ہو سکتا ہی کہ یہ حکم ندیا جاوے - یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور شیخ شداد رحمہ سے روایت ہی کہ اگر نہر عام پر کسی شخص نے مسلمانون کی منفعت کے واسطے درخت جمانا چاہا تو اُسکو اختیار ہی یہ محیط مین ہی - ایک نہر ایک شخص کے دار مین ہو کر جاری ہی اور صاحب دار اس نہر سے اپنے باغ کو پانی دیتا ہی پھر اُسنے اس نہر کے کنارے درخت جمائے پس اس نہر کا پانی ان درختون کی جڑون کی راہ سے دوسرے شخص کے دار کی طرف پہونچا[یعنے اسکو نشر ملا حق ہوا ١٢] اور رفتہ رفتہ اُس دار کی خرابی کا باعث ہوا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے یہ درخت حریم نہر پر نصب کیے ہین تو اُسکو ان درختون کے قطع کرنے کا حکم دیا جائیگا اور اگر درختون کی جڑین پڑوسی کے دار مین داخل ہو گئین تو اگر مجبور ہون انکا قطع کرنا واجب ہوگا - اور اگر اُسنے قطع نکیے تو پڑوسی کو بدون مرافعہ قاضی کے خود اختیار ہوگا کہ انکو قطع کر دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر نہر خراب ہو گئی اور اہل نہر کو ایک شخص کی زمین مین گڈھا کھودنے کی ضرورت ہوئی تاکہ اس گڈھے سے اپنی نہر کی درستی کرین تو وہ شخص اپنی زمین فروخت کرنے پر کسی حال مین مجبور نہ کیا جائیگا یہ غیاثیہ مین ہی - اور اگر ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین مین جاری ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اس نہر سے اپنی زمین سینچے بشرطیکہ اہل نہر کو ضرر نہ پہونچے اور اہل نہر کو اختیار ہی کہ اُسکو منع کر دین اور اگر بطن نہر دونون جانب اُسکے اس شخص کے ہون تو اُسکو سینچنے کا اختیار ہی اگرچہ اہل نہر کے حق مین[جبتک کہ اہل نہر منع نہ کرین ١٢] ضرر پہونچتا ہو کذا فی المحیط -

چوتھا باب - شرب کے مقدمہ مین دعوی و اُسکے متعلقات و گواہی کی سماعت کے بیان مین - اگر کسی شخص نے

دوسرے کے مقبوضہ شرب کا بغیر زمین کے دعوی کیا تو قیاساً سماعت نہو گی اور استحساناً سماعت ہو گی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک شخص کی نہر دوسرے شخص کی زمین مین ہو اور مالک زمین نے چاہا کہ مالک نہر کو اُسمین پانی جاری کرنے سے منع کرے پس اگر وقت خصومت کے مالک نہر کی زمین کی طرف نہر مین پانی جاری ہو یا یہ معلوم ہو کہ قبل اسکے اس نہر سے پانی جاری ہو کر اسکی زمین مین جاتا تھا تو صاحب نہر کے نام نہر کی ڈگری کیجائیگی الا اس صورت مین کیجائیگی کہ مالک زمین اس امر کے گواہ قائم کرے کہ نہر میری ملک ہی - اور اگر وقت خصومت کے اُسمین پانی جاری نہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ قبل اسکے صاحب نہر کی زمین مین اس سے پانی جاری ہوتا تھا تو مالک زمین کے دعوی پر ڈگری کیجائیگی الا اس صورت مین نہ کیجائیگی کہ صاحب نہر اس امر کے گواہ قائم کرے کہ نہر میری ملک ہی منتقی مین ہی کہ ہشام نے کہا کہ مین نے امام محمد رحمہ سے دریافت کیا کہ ایک نہر عظیم سے ایک گانون والون کا شرب ہی اور یہ گانون والے داخل شمار نہین ہین پھر نہر کے اوپر کی ایک قوم نے نہر کو روک لیا اور کہا کہ یہ نہر ہماری ہی اور ہمارے قبضہ مین ہی اور نیچے والون نے کہا کہ نہین بلکہ وہ سب ہماری ہی تمہارا اُسمین کچھ حق نہین ہی تو فرمایا کہ اگر خصومت کے روز نیچے والون کی طرف اُسمین پانی جاری ہو تو اپنے حال چھوڑ دیجائیگی جیسی جاری ہی ویسی ہی جاری ہوگی اور اوپر والون اور نیچے والون سب کا شرب اسی نہر سے رہیگا جیسا کہ پہلے تھا - اور اوپر والون کو یہ اختیار نہوگا کہ نہر مذکور کو نیچے والون کی طرف جاری ہونے سے بند کر لین - اور اگر خصومت کے روز نیچے والے لوگون سے پانی منقطع ہو لیکن یہ معلوم ہو کہ پہلے نیچے والون کی طرف پانی جاری ہوتا تھا اور اب اوپر والون نے نیچے والون کی طرف جاری ہونے سے بند کر دی ہی یا نیچے والون نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ نہر ہماری طرف جاری تھی اُسکو اوپر والون نے بند کیا ہی تو اوپر والون کو حکم دیا جائیگا کہ روک توڑ دین اور نیچے والون کی طرف جاری ہونے دین - اور اگر یہ معلوم نہو کہ اس نہر سے اوپر والون و نیچے والون کا شرب کیونکر تھا مگر اسقدر علم ہی کہ سب کا شرب اسی نہر سے تھا اور ہر فریق نے نہر پر پورے پورے اپنے قبضہ کا دعوی کیا اور کسی فریق کو دوسرے پر گواہی یا کسی وجہ سے کوئی ترجیح نہین پائی جاتی ہی تو یہ نہر ان سب مین مشترک قرار دیجائیگی اور شرب کی تقسیم باعتبار مساحت اراضی کے ہوگی پھر مین نے امام محمد رحمہ سے کہا کہ اگر یہ لوگ جو شمار مین داخل نہین ہین اگر انمین سے بعض نے اس نہر کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ نہر خاص دیہات معلومہ کے واسطے ہی جسکے لوگ شمار مین داخل نہین ہین پس آیا آپ کے نزدیک ایسے دعوی وگواہی سے اس نہر کی ان گانون والون کے نام ڈگری کر دیجائیگی حالانکہ مدعا علیہ اسقدر ہین کہ وہ شمار مین داخل نہین ہین اُنین سے بعضے مدعا علیہ حاضر ہوے ہین حالانکہ انین بالغ و نابالغ سب ہین تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر یہ نہر بمنزلہ مسلمانون کے کوچہ نافذہ کے ہو اور ایک قوم نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ نہر خاص ہماری ہی اور دون کی نہین ہی تو یہ لوگ اُسکے مستحق ہو جاوینگے اور وہ نہر عام جماعت مسلمانون کی نہر ہو جانے سے خارج ہو جائیگی اور قاضی ایک مدعی اور ایک مدعا علیہ کے حاضر ہونے پر اکتفا کریگا اور اگر نہر کسی خاص قوم معروف کی ہو جو شمار مین داخل ہین تو انمین سے ایک شخص کے حاضر ہونے پر سب پر ڈگری نکریگا بلکہ جو شخص حاضر ہوا ہی فقط اسی پر ڈگری کریگا یہ محیط مین ہی ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین جاری ہی دونون نے اُسکے مسناۃ یعنے بند آب یعنی کنارے کی پٹری مین جھگڑا کیا پس ہر ایک نے اُسکا دعوی کیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ کس کے قبضہ مین ہی تو مالک زمین کے نام اُسکی ڈگری کیجائیگی پس اُسکو اختیار ہوگا کہ اُسمین جو کچھ اُسکا جی چاہے درخت لگا دے و زراعت کرے اور [illegible] نہر کو ممانعت نہیں اسکی

کہ اُسپر اپنی نہر کی مٹی نہ ڈالے اور نہ اُسپر آمد و رفت رکھے مگر مالک زمین اُسکو منہدم نہین کرسکتا ہی اور یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک وہ مالک نہر کی قرار دیجائیگی کہ اُسپر وہ اپنی نہر کی کیچڑ ڈالے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس بنا پر ہی کہ صاحبین کے نزدیک نہر کا مالک اپنی نہر کے حریم کا مستحق ہی پس اُسکا حریم اسی کے قبضہ مین ہوگا کیونکہ وہ نہر کے تابع ہی پس اُسی کا ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک نہر کا حریم نہین ہوتا ہی پس مسناۃ کسی کے قبضہ مین نہین قرار دیجاسکتی ہی لیکن مسناۃ بہ نسبت نہر کے زمین سے زیادہ مشابہ ہی اسواسطے کہ مسناۃ درخت لگانے و زراعت کے لائق ہی جیسے زمین ہوتی ہی اور نہر اس کام کے لائق نہین ہی اور جب دو آدمی ایسی چیز مین تنازع کرین جو دونون مین سے کسی کے قبضہ مین نہو مگر دونون مین سے ایک کے قبضہ مین ایسی چیز جو اس چیز کے مشابہ ہی جسمین جھگڑا ہی موجود ہی تو جسکے قبضہ مین جھگڑے کی چیز سے مشابہ چیز موجود ہی اُسکے نام اس چیز کی ڈگری کر دیجائیگی چنانچہ اگر دروازہ کا ایک کواڑ ایک شخص کے دروازے پر لگا ہوا ور اُسنے اور دوسرے آدمی نے لگے ہوے مین جھگڑا کیا پس اگر ایسی صورت ہو جو ہمنے بیان کی ہی تو لگے ہوے کی ڈگری اُس شخص کے نام ہوگی جسکے پاس اسکے جوڑ کا کواڑ موجود ہی- اور بعض نے فرمایا کہ ایسا اختلاف نہین ہی اسواسطے کہ آگے بیان آتا ہی کہ ارض موات مین نہر کا حریم ہوتا ہی پس اختلاف اس مقام پر ایسی صورت مین ہی کہ جب مسناۃ مالک نہر کے قبضہ مین نہو باین طور کہ زمین سے متصل و برابر ہو زمین سے اونچی نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ظاہر حال اس امر کا شاہد ہی کہ یہ مسناۃ نہین ہی منجملہ زمین کے ہی اسواسطے کہ اگر ایسا نہوتا تو وہ اونچی ہوتی تاکہ اُسپر نہر کی کیچڑ ڈالی جاوے اور صاحبین کے نزدیک صاحب نہر کے حریم ہونے کے واسطے ظاہر حال اس امر کا شاہد ہی کہ یہ نہر والے کی حریم ہی پس امام اعظم مین یہ اختلاف باعتبار ترجیح کے واقع ہوا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- ایک شخص کی نہر ہی اور نہر کے کنارے سے دوسرے کی زمین ہی اور دونون نے مسناۃ مین جھگڑا کیا پس اگر نہر و زمین کے درمیان مثل دیوار وغیرہ کے کوئی چیز حائل ہو تو مسناۃ مالک نہر کی ہوگی ورنہ مالک زمین کی ہوگی مگر مالک نہر کا اُسمین حق ہی حتی کہ اگر مالک زمین نے اُسکو دور کر دینا چاہا تو مالک نہر اُسکو منع کرسکتا ہی اور مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اُسپر اپنی کیچڑ ڈالے اور درخت لگاوے اور اُسمین آمد و رفت رکھے یہ سراجیہ مین ہی- اور اگر نہر کے رقبہ مین دونون نے اختلاف کیا پس اگر اُسمین پانی جاری ہو تو قول نہر کے قابض کا قبول ہوگا کیونکہ اُسکے استعمال کی وجہ سے اُسکے قبضہ مین ہی اور اگر اُسمین پانی نہو تو بدون حجت کے اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر اُسنے یون گواہ قائم کیے کہ اسکے واسطے نہر مین مجری ہی تو ایسی گواہی سے اُسکو پانی جاری کرنے کا حق حاصل ہوگا رقبہ نہ ملیگا اسی طرح اگر متنازع مین یون گواہ پیش کیے کہ اسکے واسطے اس نہر مین یا اس اجمہ مین پانی کا مصب ہی تو بھی اُسکو رقبہ نہ ملیگا صرف حق مصب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی- ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین ہی پھر زمین والے نے ہر مہینہ اس نہر سے ایک روز کے شرب کا دعوی کیا اور اسکے گواہ قائم کیے تو اُسکے نام ڈگری ہوگی اور یہی حکم پانی کی مسیل مین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اور اگر مدعی نے مہینہ مین دو دن شرب کا دعوی کیا اور دونون گواہون مین سے ایک نے مہینہ مین ایک روز شرب کی اور دوسرے نے مہینہ مین دو روز شرب کی گواہی دی تو مذکور ہی کہ بقیاس قول امام اعظم رح کے کچھ ڈگری نہوگی اور بقیاس قول صاحبین کے اُسکے نام ایک روز شرب کی ڈگری ہوگی اور یہ اس کتاب کے بعض نسخون مین مذکور ہی اور بعض مین نہین ہی اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین اختلاف جب ہوگا کہ جب ایک گواہ نے مدعا علیہ کے ایک روز کے شرب کے اقرار پر اور دوسرے نے مدعا علیہ کے دو دفعہ

کے شرب کے اقرار پر گواہی دی ہی اسواسطے کہ جسکی گواہی دی ہی وہ اقرار ہی اور دونون اقرارون مین سے کسی اقرار پر سوائے ایک گواہ کے دوسرا نہین ہی اور اگر دونون نے اقرار پر نہین بلکہ نفس شرب پر اسطرح گواہی دی کہ اسکے واسطے ایک روز کا شرب ہی اور دوسرے نے دو روز کے شرب کی گواہی دی تو واجب ہی کہ ایک روز کے شرب پر جو اقل ہی بالاتفاق گواہی مقبول ہو اور اگر دونون گواہون نے ایک روز کے شرب کی گواہی دی مگر ایام نہ بتلائے مثلاً یون نہ کہا کہ مہینہ مین سے ایک روز کا شرب یا سال مین سے یا ہفتہ مین سے اور نہ اُسکے واسطے رقبہ نہر مین کچھ ملک ہونے کی گواہی دی تو بلا خلاف گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مشہود بہ مجہول ہی یہ محیط مین ہی اور اگر کسی نے دسوین حصہ نہر یا کاریز کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے دسوین حصے کی اور دوسرے نے اس سے کم کی گواہی دی تو امام اعظم رحکے نزدیک گواہی باطل ہی اگرچہ دونون نے اقرار مدعا علیہ کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ دونون گواہ لفظاً و معنی مختلف ہین اور صاحبین کے نزدیک استحساناً کمتر مقدار پر مقبول ہوگی اور اگر ایک گواہ نے پانچوین حصہ کی گواہی دی تو گواہی باطل ہی کیونکہ گواہ نے مدعی کے دعوی سے زیادہ مقدار کی گواہی دی ہی اور اگر ایک شخص نے ایک زمین کا جو ایک نہر پر واقع ہی اور اسکا شرب اسی نہر سے ہی دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ زمین مدعی کی ہی مگر گواہون نے اُسکے شرب کا کچھ ذکر نہ کیا تو مین مدعی کے نام زمین کی اور اُسکے حصہ شرب کی ڈگری کردونگا اور اگر گواہون نے شرب کی گواہی دی زمین کی گواہی نہ دی تو اُسکے نام کچھ زمین کی ڈگری نہوگی یہ مبسوط مین ہی اور اگر دو گواہون مین سے ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے یہ زمین ہزار درم مین خریدی ہی اور دوسرے نے گواہی کہ اسنے یہ زمین معہ اسکے شرب کے ہزار درم مین خریدی ہی تو گواہی جائز نہوگی اور اگر دوسرے گواہ نے یون گواہی دی ہو کہ اسنے یہ زمین مع اسکے نہر حق کے جو اس زمین کو ثابت ہی ہزار درم مین خریدی ہی تو جائز ہی اسواسطے کہ دونون گواہ اس امر پر متفق ہین (یعنے جسکی گواہی اول مذکور ہوئی ہے ۱۲) کہ اسنے زمین و شرب خریدا ہی اسواسطے کہ شرب حقوق زمین سے ہی پس جسنے یون گواہی دی کہ اُسنے زمین کو معہ نہر حق کے جو اُسکو ثابت ہی خریدا ہی تو اُسنے زمین و شرب دونون کی گواہی دی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہو اُن لوگون کی اراضی اُسپر واقع ہون اور بعض اراضی کے واسطے اس نہر سے ساقیہ ہین اور بعض کے واسطے دالیہ ہین اور بعض زمینون کے واسطے نہ ساقیہ ہین نہ دالیہ ہین اور نہ ان زمینون کا شرب اس نہر سے معروف ہی اور غیر اس نہر کے دوسری جگہ سے معروف ہی پھر ان لوگون نے اس نہر مین اختلاف کیا پس مالک زمین نے جسکا شرب معروف نہین ہی دعوی کیا کہ میری زمین کا شرب اس نہر سے ہی حالانکہ یہ زمین کنارہ نہر پر واقع ہی تو قیاساً یہ حکم ہونا چاہیے کہ یہ نہر انھین لوگون مین مشترک ہی جنکے ساقیہ و دالیہ ہین نہ اُنکے واسطے جنکی زمینین بلا شرب ہین لیکن امام محمد نے استحساناً یہ حکم دیا ہی کہ نہر ان سب لوگون مین بقدر انکی اراضی کے جو کنارہ نہر پر واقع ہین باہم مشترک ہوگی اسواسطے کہ نہر کھودنے سے زمینین سینچنا مقصود ہوتا ہی ساقیہ و دالیہ نہر پر لگانا مقصود نہین ہوتا ہی پس جو امر مقصود ہی اُسمین قبضہ ثابت ہونے سے سب کا حال یکسان ہی پس اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ سابق مین ان لوگون مین شرب کا یہ طریقہ تھا تو اُسی طریقہ سے اُنکا شرب مقرر ہوگا اور اگر یہ بات معلوم نہو سکے تو نہر مذکور کا شرب ان لوگون مین بحساب مقدار انکی اراضی کے منقسم ہوگا اور اگر ان زمینون

مین سے کسی زمین کا شرب کسی دوسری نہر سے ثابت ہو تو اس زمین کا شرب اُسی دوسری نہر سے ہوگا پس اس نہر سے
اُسکا کچھ شرب نہو گا۔ اور اگر اس زمین کا شرب دوسری نہر سے معروف نہوا اور مین نے اس زمین کے واسطے اسی
نہر سے شرب ہونے کی ڈگری کی اور مالک زمین مذکور کی اس زمین کے پہلو مین دوسری زمین ہے اُسکا شرب
بھی معلوم نہین ہے تو مین استحساناً یہ حکم دیتا ہون کہ اُسکی سب زمینون کا شرب جو باہم متصل ہین اسی نہر سے ہوگا
اور قیاساً دوسری زمین کے واسطے اس نہر سے شرب کا بدون حجت کے مستحق نہوگا اور اگر اس شخص کی زمین کے پہلو مین
دوسرے شخص کی زمین ہو اور اول شخص کی زمین دوسرے کی زمین اور نہر کے بیچ مین ہو اور دوسرے شخص کی
زمین کا شرب بھی معلوم نہو اور پتہ نہ لگے کہ اُسکا شرب کہان سے تھا تو مین اُسکا شرب بھی اسی نہر سے قرار دونگا لیکن
اگر یہ نہر کسی خاص قوم کی معروف ہو اور یہ شخص اس قوم مین سے نہو تو سوائے اس قوم کے غیر کے واسطے
بدون حجت و گواہون کے اس نہر سے شرب مقرر نکرونگا اور اگر یہ نہر کسی اجمہ مین گرتی ہو اور اُسپر اقوام مختلف کی
زمینین ہون اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اسکی حالت کیا تھی اور اصل مین یہ کسکی تھی پھر اہل اراضی و اہل اجمہ نے
باہمی تنازع کیا تو مین اہل اراضی کے درمیان تخصیص مشترک ہونے کی ڈگری کرونگا مگر ان لوگون کو یہ اختیار نہوگا
کہ اہل اجمہ سے اسکا پانی روکین اور اہل اجمہ کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے اجمہ مین روان ہونے سے مانع ہون یہ مبسوط
مین ہے۔ ایک شخص کی دو زمینین ایک نہر پر واقع ہین ایک اوپر کی طرف دوسری نیچے کی طرف ہے اور اُسنے
دعوی کیا کہ ان دونون کا شرب اسی نہر سے ہے اور شریکون نے کسی ایک زمین معین کے شرب سے انکار کیا
پس اگر یہ زمین کسی دوسری نہر سے نہ سینچی جاتی ہو تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا۔ اور شیخ ابو القاسم سے دریافت
کیا گیا کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہے اُسکے کنارہ پر درخت لگے ہین اور دونون مین سے ہر ایک ان
درختون کا مدعی ہے تو فرمایا کہ اگر ان درختون کا جاننے والا معلوم ہو تو یہ درخت اُسکے ہونگے اور اگر یہ تحقیق معلوم
نہو کہ ان درختون کا جاننے والا اصل مین کون شخص ہے تو جسقدر درخت دونون مین سے کسی کے خاص مملوک مقام پر
ہین وہ اسی کے ہونگے اور جسقدر مقام مشترک مین ہین وہ دونون مین مشترک ہونگے یہ از راہ حکم ہے۔ اور شیخ
ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے کچھ درخت نہر مازیانات کے کنارہ لگے ہین اور ان درختون کی
جڑون سے نہر کی دوسری طرف اور درخت اُگے اور اسطرف ایک شخص کا باغ انگور ہے اور باغ انگور اور اس کنارہ
کے بیچ مین راستہ ہے پس دونون مین سے ہر ایک نے ان درختون کا دعوے کیا تو فرمایا کہ اگر یہ بات معلوم
ہو جاوے کہ یہ درخت ان درختون کی جڑون سے اُگے ہین تو درختون کے مالک کے ہونگے اور اگر
یہ بات معلوم نہووے اور نہ ان درختون کا جاننے والا معلوم ہو تو یہ درخت غیر مملوک ہونگے انکا مستحق نہ
باغ انگور والا ہے اور نہ درختون کا مالک ہے۔ اور شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ نہر مازیانات کے کنارہ ایک شخص کی
زمین ہے اور نہر مذکور کے کنارہ پر درخت لگے ہین پس مالک زمین نے انکا فروخت کرنا چاہا تو فرمایا کہ اگر یہ درخت
بدون کسی شخص جمانے والے کے اُگے اور اہل نہر اسقدر لوگ ہون جو شمار مین داخل نہین ہین تو یہ
درخت اُسکے ہونگے جسنے انکو کاٹ کر لے لیا اور مین پسند نہین کرتا ہون کہ مالک زمین بدون قطع کر لینے کے
انکو فروخت کرے اور اگر انکا جمانے والا کوئی شخص ہو مگر وہ معلوم نہوتا ہو کہ کون ہے تو یہ مثل لقطہ کے ہین

اور بھی شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم کی ایک نہر ایک کوچہ غیر نافذہ مین جاری ہی اور اس نہر کے کنارے درخت لگے ہوئے ہین اور بعضے درخت محلہ کے میدان مین ہین پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ ان درختون کا لگانے والا فلان شخص ہی اور مین اُسکا وارث ہون تو فرمایا کہ اُسپر واجب ہی کہ گواہ لاوے اور اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو ان درختون مین سے جسقدر درخت حریم نہر پر ہون وہ اہل نہر کے ہونگے اور جسقدر میدان محلہ مین ہون وہ سب اہل کوچہ کے درمیان مشترک ہونگے کذا فی المحیط۔

پانچوان باب متفرقات کے بیان مین - اگر ایک شرب کا مالک مرگیا اور اسپر قرضہ ہی تو اُسکا شرب بدون زمین کے اُسکے اداے قرضہ کے واسطے فروخت نکیا جائیگا الا اس صورت مین کہ اُسکے ساتھ زمین ہو تو زمین کے ساتھ فروخت کرکے اُسکا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر امام المسلمین خالی اس شرب کو کیا کریگا تو بعض نے فرمایا کہ ایک حوض بناکر اُسمین باری کا پانی جمع کریگا پھر جو پانی حوض مین جمع ہوا ہی اُسکو کسی قدر ثمن معلومہ کے عوض فروخت کرکے اسکا قرضہ ادا کردیا جائیگا اور صحیح یہ ہی کہ زمین مع شرب کی قیمت انداز کرے اور زمین بدون شرب کی قیمت انداز کرے پس جسقدر تفاوت ہو اُسقدر ثمن دین میت کے ادا کرنے مین صرف کردے اور اگر اُسنے اسقدر ثمن نہ پایا تو اس میت کے ترکہ پر ایک زمین بغیر شرب کے خریدے اور اس زمین کے ساتھ یہ شرب ملاکر فروخت کردے پس اُسکے ثمن سے زمین خرید کردہ شدہ کا ثمن ادا کرے اور جو بچے وہ قرضخواہون کا ہی یہ کافی مین ہی - بقالی مین ہی کہ اگر زمین مع اُسکے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس شرب مین سے بقدر کفایت ملیگا وہ سب جو بائع کے واسطے تھا نہ ملیگا اور ایسے شرب مین جو بدون زمین کے ہو میراث جاری ہوتی ہی اور شرب کی وصیت جائز ہی مگر تہائی مال سے معتبر ہوگی یعنے اگر یہ شرب وصیت کرنے والے کا تہائی مال متروکہ ہو تو وصیت مین دیا جائیگا اور مشائخ نے تہائی مال سے اعتبار کرنے کی کیفیت مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اُسکی صورت یہ ہی کہ اس موضع مین جو لوگ آنکلنے والے ہین اُنسے دریافت کیا جاوے کہ اگر تمام علماء اس امر پر متفق ہوجاوین کہ بدون زمین کے خالی شرب کی بیع جائز ہی تو تم لوگ اس شرب کو کتنے کو خریدوگے پس اگر اُن لوگون نے کہا کہ سو درم کو خریدینگے تو اسطرح حساب کرلین کہ یہ اُسکا تہائی مال ہی یا زیادہ ہی اور اکثر مشائخ نے یہ طریقہ بیان کیا ہی کہ اس شرب سے جو زمین نہایت قریب ہو اُسمین سے ایک جریب زمین اس شرب مین ملاکر اندازہ کرین کہ اسقدر زمین مع شرب کے کتنی قیمت کی ہی اور بدون شرب کے کتنے کی ہی پس جسقدر دونون مین تفاوت ہو وہی شرب کی قیمت ہی پس حساب کرلین کہ یہ تہائی ترکہ میت ہی یا نہین ہی اور اگر ایک نہر ایک قوم کے درمیان مشترک ہو اور ہر ایک کا شرب معلوم ہو پھر والی نے شخص خاص کا شرب غصب کرلیا تو باقی تمام شریکون مین منقسم ہوگی یا در غصب کا اعتبار سب کے حق مین ہوکر تقسیم جدید ہوگی اگرچہ والی نے کہا ہو کہ مین فقط ایک شخص کا شرب غصب کرتا ہون ایسا ہی یہ مسئلہ اصل مین مذکور ہی یہ محیط مین ہی - اگر امیر خراسان نے ایک شخص کی زمین و شرب ضبط کرکے دوسرے کے نام عطیہ کردی تو جائز نہین ہی اور پہلے شخص یا اُسکے وارثون کو واپس دیجاویگی اور ہم نے امام ابو یوسف رح سے دریافت کیا کہ امیر خراسان نے اس نہر اعظم مین ایک شخص کے واسطے شرب مقرر کیا حالانکہ یہ شرب سابق مین نہ تھا یا اُسکا شرب ڈو کوہ تھے پھر اُسنے اُسی قدر اُس شخص کے واسطے اور بڑھا کر اُسکے نام عطیہ کردیا اور اُسکا مفتح ایک زمین مین جسکا وہ شخص مالک ہی یا نہین ہی قرار دیا تو فرمایا

کہ اگر یہ امر عام لوگون کے حق مین مضر ہو تو نہین جائز ہی اور اگر مضر نہو تو جائز ہی بشرطیکہ یہ امر کسی نہر کی ملک مین واقع نہوا ہو
اسلیے کہ سلطان کو اُس امر کا اختیار ہی کہ جو عام کے فائدہ مند ہو نہ وہ جو عامہ کے حق مین مضر ہو۔ اور اگر ایک شخص نے
اپنے پتھرون سے ایک احاطہ فرات مین بنایا اور اُسپر پن چکی نصب کی تو میدان فرات مین اُسکو ایسا کرنا جائز
نہین ہی اور اگر کسی نے اُس سے اس بارہ مین خصومت کی تو اُسکو گرا دے اسواسطے کہ موضع فرات مین مثل
عام رستہ کے عامہ کا حق ہی اور عام رستہ پر اگر کوئی شخص عمارت بنا دے تو ہر شخص کو اُس سے مخاصمہ کرنے اور
ڈھا دینے کا اختیار ہی اور یہ حکم قضاءً ہی اور فیما بینہ وبین اللہ تعالی یعنی براہ دیانت سو اگر یہ عمارت جو اُسنے فرات
مین بنائی ہی کشتی یا پانی کی مجریٰ کو مضر ہو تو اُسکو روا نہین ہی اور وہ گنہگار ہوگا اور اگر کسی بات کو مضر نہو تو اُسکو
اس سے نفع حاصل کرنا روا ہی جیسا کہ عام رستہ پر عمارت بنانے کا حکم ہی کہ اگر آنے جانے والون کو ضرر پہونچتا ہو
تو وہ گنہگار ہوگا اور اگر اُنکو ضرر نہ پہونچتا ہو تو اُسکو اس سے نفع اٹھانے کی گنجایش ہی اور اگر کسی مسلمان یا ذمی نے
اُس سے مخاصمہ کیا تو قضاءً اُسپر حکم جاری کیا جائیگا کہ اِسکو منہدم کر دے اسی طرح اگر مکاتبون یا عورتون مین سے کسی
نے جھگڑا کیا تو بھی یہی حکم ہی اور رہا غلام سو اس معاملہ مین خصومت نہین کر سکتا ہی اور نابالغ بھی تابع ہی بمنزلہ غلام کے
وہ بھی خصومت نہین کر سکتا ہی اور مغلوب العقل و معتوہ بھی ایسا ہی ہی لیکن اُسکی طرف سے اُسکا باپ یا وصی بدین
خصومت کر سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے نہر عام پر بدون اجازت امام المسلمین کے یا نہر خاص
پر بدون اجازت شریکون کے پُل باندھا اور مضبوطی سے باندھا کہ برابر اُسپر آدمی و جانور آتے جاتے تھے پھر وہ ٹوٹ
گیا یا ڈہگیا اور اُس سے کوئی آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے شکستہ پل پر دیکھ بھال کر
عمداً کوئی آدمی گذرا یا عمداً اُسنے اپنا چوپایہ اُسپر سے ہانکا تو مر جانے کی صورت مین پل بنانے والا ضامن نہوگا
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ہشام رح نے فرمایا کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک گانون
مین ایک نہر جاری ہی اور اس گانون والون کو اس نہر سے خود پانی پینے و اپنے چوپایون کو پلانے کا استحقاق
حاصل ہی اور اُسپر اُنکے درخت لگے ہین لیکن ان لوگون کا کوئی حق اصل نہر مین نہین ہی پھر اگر اہل نہر نے اس
گانون سے اپنے نہر کی تحویل چاہی حالانکہ اسمین اہل دیہہ کی خرابی ہی تو فرمایا کہ اہل نہر کو یہ اختیار ہی پھر
مین نے پوچھا کہ ایک شخص کی کاریز خالصہ ہی اُسپر ایک قوم کے درخت ہین پھر کاریز کے مالک نے چاہا کہ اپنی کاریز
اس نہر سے تحویل کر کے دوسری جگہ کھود دے تو فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر کاریز والے نے اُسکو فروخت کرنا چاہا تو
تو درختون کا مالک اُسکا شفیع جوار ہوگا یہ محیط مین ہی۔ ہشام رح سے روایت ہی کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے کہا
کہ ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہی اُن سب نے سوائے ایک شریک کے ایک شخص کو اجازت دیدی کہ اپنی
زمین سینچ لے مگر ایک نے اجازت نہ دی یا شریکون مین ایک نابالغ لڑکا ہی تو فرمایا کہ اُس شخص کو روا نہین ہی
کہ جب تک سب کے سب اجازت نہ دین تب تک اپنی زمین سینچے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر ایک قوم نے
باہم اتفاق سے مشترک نہر اس شرط سے کھودی کہ نہر مذکور اُنمین بقدر ہر ایک کے مساحت اراضی کے مشترک
ہو اور خرچہ بھی ہر ایک پر اسی حساب سے پڑے پھر اُن لوگون نے ایک شخص سے جسقدر اُسپر لازم آیا تھا
اُس سے زیادہ خرچہ غلطی سے وصول کیا تو بقدر زیادتی کے وہ شخص ان لوگون سے واپس لیگا اور حاکم

بھی

غلطی سے جسقدر اُسپر لازم آیا تھا اُس سے کم وصول کیا تو جسقدر باقی رہا وہ بھی یہ لوگ اُس سے لے سکتے ہین یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر صاحب کاریز وصاحب دار نے اس شرط سے صلح کی کہ کاریز والا اپنی کاریز دوسرے گوشہ مین تحویل کرلے تو اسمین رجوع نہین ہوسکتا ہے بشرطیکہ اول کو باطل کردینے پر صلح قرار پائی ہو یہ غیاثیہ مین ہے۔ ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہے انھون نے اس امر پر باہمی صلح ٹھہرائی کہ ہر ایک کے واسطے شرب تقسیم کردین اور اُسمین سے ایک شخص غائب ہے پھر وہ آیا پس اگر ان لوگون نے اسکا حق پورا نہ دیا ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنا حق پورا کرنے کے واسطے تقسیم کو توڑ دے اور اگر اُسکا حق پورا دیدیا ہو تو اُسکو تقسیم توڑنے کا اختیار نہین ہے اسواسطے کہ تقسیم توڑنے سے کچھ فائدہ نہوگا اور یہ حکم برخلاف تقسیم دور واراضی کے ہے کہ اگر شریکون مین سے کوئی غائب ہو اور غائب کی طرف سے کوئی خصم حاضر نہو تو جب وہ حاضر ہوا اور راضی نہوا تو اُسکو باقی شریکون کی تقسیم توڑ دینے کا اختیار ہے اگرچہ اُن لوگون نے اُسکا پورا حق دیدیا ہو۔ ایک نہر کبیر ہے دوسری صغیر ہے ان دونون کے بیچ مین مسناۃ یعنی بند آب ہے اور بند آب کی اصلاح کی ضرورت ہوئی تو اسکی اصلاح دونون نہرون والون پر ہوگی اور خرچہ دونون پر آدھا آدھا پڑیگا اگرچہ سبب دونون نہرون کا حریم ہو اور کمی وبیشی پانی کا کچھ اعتبار نہین ہے جیسے کہ ایک دیوار دو شخصون کے درمیان مشترک ہو اور ایک کا لدان بہ نسبت دوسرے کے اُس دیوار پر زائد ہو اور دیوار مذکور کی درستی کی ضرورت ہوئی تو جو کچھ خرچہ ہو وہ دونون پر برابر تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک نہر کبیر مین سے دوسری نہر صغیر نکلی ہے پھر نہر صغیر کا دہانہ خراب ہوگیا اور یہ حاجت ہوئی کہ پختہ اینٹون سے گچکاری کرا کے اُسکا دہانہ مضبوط بنایا جاوے تو یہ سب خرچہ نہر صغیر کے مالک پر ہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ کسی شخص نے بطور معین ایک کوچہ کی نہر کی مرمت کے واسطے وقف کیا اور یہ نہر ایک دریبہ سے گرنا شروع تھی اُس سے اوپر ایک محلہ اور تھا جسمین وہ نہر بہتی ہوئی پھر اُس سے اوپر اس محلہ موقوف علیہا مین وہ نہر جاری تھی اور اسی کوچہ کی نہر کی مرمت کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے پس نہر مذکور اس کوچہ تک مرمت کردیگئی پھر لوگون نے چاہا کہ آگے بھی اسی وقف کے حاصلات سے نہر مذکور کی مرمت کرین تو جہانتک اس کوچہ مین بہتی ہے جسکے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے اس سے زیادہ اس وقف سے مرمت نکیجائیگی اور اگر یہ نہر ایک بڑی نہر سے جاری ہو کر ایک میدان مین بہتی ہو جہان کوئی اہل شفعہ مین سے مستحق نہین ہے پھر اُس میدان سے روان ہو کر اس کوچہ مین آتی ہو جہان کی مرمت کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے تو یہ نہر اوپر سے برابر یہان تک کہ جہانتک کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے مرمت کیجائیگی یہان تک کہ اس کوچہ کی حد سے تجاوز کر جاوے اور ان دونون صورتون مین فرق یہ ہے کہ پہلی صورت مین نہر مذکور دو کوچون کی طرف منسوب ہے اور دوسری صورت مین بیچ مین کوئی کوچہ نہین ہے جسکی طرف نہر منسوب ہو پس نہر مذکور ابتدا سے اس کوچہ کی انتہا تک جسکے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے اسی کوچہ کی طرف منسوب ہوگی۔ اسی طرح اگر نہر مذکور کے اُگارنے کی ضرورت ہو تو اس وقف کے حاصلات سے نہ اُگاری جاویگی۔ اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ اگر درصورت نہ اُگارے جانے کے نہر مذکور کے مسناۃ یعنی بند آب کے خراب ہوجانے کا خوف ہو تو حاصلات وقف مذکور سے اُگارنا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی زمین مین مجری یعنی نہر ہے پھر اہل نہر نے اپنی نہر کو صاف کر کے اُسکی مٹی کو طرا اسکی زمین مین ڈالا پس آیا اس

شخص کو اختیار ہی کہ ان لوگون سے یہ خاک کوڑا اپنی زمین سے دور کرانے کا مواخذہ کرے تو فرمایا کہ اگر انھون نے
حریم نہر پر ڈالنے کا قصد کیا ہی تو جسقدر حریم سے تجاوز کر کے اسکی زمین مین آگیا ہی اُسکے دور کرانے کا مواخذہ کر سکتا ہی
یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک نے اپنی دیوار زمین سے نصف دیوار فروخت کر دی پھر مشتری نے چاہا کہ اپنی نصف
دیوار سے نہر عام کی طرف ایک دروازہ پھوڑے پس جب اسنے اپنی ملک مین ایسا کرنا چاہا اور عام لوگون کو
اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو تو اُسکو اختیار ہی اور اگر عام لوگون کو مضرت پہونچتی ہو مثلاً نہر ٹوٹی جاتی ہو تو اُسکو یہ
اختیار نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میرا حصہ شرب مساکین کو صدقہ
دیدیا جاوے تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ مساکین کو طعام کی ضرورت ہی ایسے پانی کی جس سے زمین سینچی جاوے کچھ
ضرورت نہین ہی کہ شرب کی احتیاج اسی کو ہوتی ہی جسکے پاس زمین ہو اور مساکین کے پاس یہ نہین ہی اور شرب
کا کچھ بدل نہین ہی جو شرب کے عوض مساکین کو تقسیم کر دیا جاوے کیونکہ وہ بیع و اجارہ کے قابل نہین ہی - پس
وصیت باطل ہوئی اور اگر یہ وصیت کی کہ فلان مسکین معین کو اُسکی زندگی مین پانی دیا جاوے تو یہ جائز ہی باعتبار مسکین کے
معین ہونے کے یہ مبسوط مین ہی - اور اگر وصیت کی کہ میرا حصہ شرب فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا جاوے
تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ جسکی تملیک کا وہ حالت زندگی مین اختیار نہین رکھتا ہی اُسکی تملیک کا بعد وفات کے بھی
جواز نہین ہی اور اگر یون وصیت کی کہ میرے حصہ شرب سے فلان شخص کی زمین اتنے برس تک سینچی جاوے
تو اُسکے تہائی مال سے یہ وصیت جائز ہی کیونکہ اگر وہ ہمیشہ کے واسطے اسطرح اُسکو پانی دینے کی وصیت کرتا تو جائز
ہوتا پس جب اسنے موقت یعنی کسی زمانہ معین تک ایسی وصیت کی تو بھی جائز ہی اور اگر وہ شخص جسکے حق مین
وصیت ہی اس میعاد سے پہلے مرگیا تو وصیت باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ شرب اگرچہ حقیقۃً عین ہی لیکن معنیً
منفعت ہی کہ وہ زمین کی تابع ہی جیسے اور منافع اور جو منافع کی وصیت ہوتی ہی وہ موصی لہ کے مرنے سے
باطل ہو جاتی ہی اور اگر کسی کے واسطے شرب کی مطلقاً وصیت کی اسکے واسطے کوئی وقت مقرر نکیا پھر جسکے
واسطے شرب کی وصیت تھی وہ مرگیا پس آیا وصیت باطل ہو گی یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی
فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ وصیت باطل نہو گی اور شرب مذکور موصی لہ کے وارثون کو ملیگا اور یہی اصح ہی اور اگر
کسی نے تعلیقاً کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو یہ شرب مساکین کے واسطے صدقہ ہی تو یہ باطل ہی - اور اگر کسی
نے اپنی تہائی شرب کی بدون زمین کے فی سبیل اللہ تعالی یا حج یا مملوک کے آزاد کرانے یا فقیرون کے واسطے
وصیت کی تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ یہ وصیت بیع شرب کی وصیت ہی اسواسطے کہ حج کرانا یا مملوک کی گردن آزاد
کرانا عین شرب سے ممکن نہین ہی اور یہ امر شرب کے ثمن سے ہو سکتا ہی اور بدون زمین کے شرب کے بیع کی وصیت
کرنا باطل ہی اور فقیرون کے واسطے شرب کی وصیت کرنا انکو صدقہ دینے کی وصیت ہی اور بدون زمین کی شرب کے
صدقہ کرنے کی وصیت جائز نہین ہی اور اگر نہر مین سے اپنے تہائی حق کی وصیت کی تو فی سبیل اللہ و حج کرانے وغیرہ
سب باتون مین جو مذکور ہوئی ہین جائز ہی اسواسطے کہ یہ تہائی رقبہ نہر کے صدقہ کرنے کی وصیت ہی پس جائز ہی
اور شرب اسمین تبعاً داخل ہو گیا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر خالی شرب پر بدون زمین کے کسی عورت سے نکاح
کیا تو نکاح جائز ہی اور عورت مذکور کو شرب مین سے کچھ نہ ملیگا مگر اُسکا مہر المثل واجب ہوگا یہ کافی مین ہی - اور اگر

کسی عورت نے اپنے شوہر سے شرب پر بدون زمین کے خلع کیا تو یہ باطل ہی اور شوہر کو شرب مین سے کچھ نہ ملیگا ولیکن خلع صحیح ہی اور عورت پر واجب ہوگا کہ وہ مہر جو اُسنے لیا ہی واپس کردے۔ اور شرب کے دعوی سے اگر صلح کی تو باطل ہی پس اگر اس شرب سے اُسنے مدت دراز تک زمین سینچی ہو تو اُسپر کچھ ضمان لازم نہوگی اور اگر شرب پر قصاص قتل نفس سے یا جان کے تلف سے کم یعنی جراحت سے جسمین قصاص ہی صلح کی تو صلح باطل ہی اور عفو جائز ہی اور قاتل پر یا جرح کرنے والے پر دیت اور ارش جراحت واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک عورت کے پاس نو جریب زمین ہی پس سیل (مثلاً نالہ کاٹ دیا) نے اس اراضی کی نہر خراب کردی اور عورت مذکورہ نے ایک قوم کو اس نہر کی درستی کے واسطے بدین شرط اجارہ لیا کہ مین تمکو زمین مین سے تین جریب زمین دونگی پس اُن لوگون نے نہر مذکور کو درست کیا تو شیخ علی بن احمد سے مروی ہی کہ شیخ موصوف نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ یہ اجارہ جائز ہو اور عورت مذکورہ کو یہ اختیار نہین ہی کہ تین جریب زمین دینے سے انکار کرے اور شیخ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ جواب صاحبین کے قول کے موافق ہی اور بقیاس قول امام اعظم رح کے نہین جائز ہی اور اسی پر فتوے ہی (اسواسطے کہ تین جریب مجہول ہین) پس علی ہذا اگر عورت مذکورہ نے اجارہ پر مقرر کرنے کے وقت اراضی مذکورہ سے تین جریب زمین معین کردی ہو تو بالاجماع اجارہ جائز ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص کا پانی کا مجری دوسرے کے دار مین ہی پھر مجری خراب ہو گیا اور مالک دار نے مالک مجری سے اصلاح مجری کا مواخذہ کیا تو صاحب مجری اپنے مجری کی اصلاح پر مجبور نکیا جائیگا اور یہ ایسا ہی کہ جیسے ایک شخص کا مجری دوسرے کی چھت پر ہی پھر چھت خراب ہو گئی تو چھت کے مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ صاحب مجری سے اپنی چھت کی درستی کا مواخذہ کرے۔ پھر اگر نہر صاحب مجری کی ملک ہو تو وہ اُسکی درستی کے واسطے ماخوذ ہوگا۔ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ نہر کی درستی (یعنی مرمت نہر) مالک مجری کے ذمہ ہی اور یہ مثل چھت کے نہین ہی اسواسطے کہ پانی جو نہر مین جاری ہوتا ہی وہ اُسکی ملک ہی پس وہ اس نہر کو اپنی ملک سے استعمال کرتا ہی پس اُسکی اصلاح اُسی کے ذمہ ہوگی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی اور ہمارے اُستاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فتوی قول اول پر ہی اسواسطے کہ صاحب ملک پر اپنی ملک کی درستی لازم ہی یہ فتاوی کبرے مین ہی۔ ایک شخص کے دار مین ایک نہر ہی جسکے پانی سے پڑوسی کی دہلیز کو کھلا ضرر پہونچتا ہی پھر دہلیز سے ایک عورت کے دار تک پہونچتا ہی اور اسمین ضرر فاحش ہی پس اگر نہر مذکور کسی شخص کی ملک نہو صرف نہر کا مجری اس شخص کے دار مین ہو اور پانی مین اہل شفعہ یعنی پینے والون و جانورون کو پلانے والون کا استحقاق ہی تو جس جس کو اس نہر سے مضرت پہونچتی ہو انپر اس نہر کی اصلاح اور اپنے اوپر سے ضرر دور کرنا لازم ہی ایسا ہی حکم فقیہ ابو بکر الاعمش سے مروی ہی اور شیخ ابو القاسم رح سے روایت ہی کہ اس نہر کی درستی اہل مجری پر لازم ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر دو دارون مین سے ہر دار کا علیحدہ مالک ہو اور ہر واحد نے اپنا دار ایک شخص غیر کے ہاتھ معہ اُسکے حقوق کے فروخت کیا تو دار اول کے مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے دار کے مشتری کو اپنی چھت پر پانی بہنے سے منع کرے اسی طرح اگر دو حائط یعنی چہار دیواری کے باغ وغیرہ ہون اور دوسرے حائط کا مجری پہلے حائط مین ہو تو اُسمین بھی ایسا ہی حکم ہی یہ غیاثیہ مین ہی فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک شخص کے پانی کی نالی یعنی معہ رقبہ کے دوسرے کے دار مین ہی پھر

مالک دار نے اپنا دار معہ اس نالی کے فروخت کیا اور نالی کا مالک بیع پر راضی ہوگیا تو وہ ثمن مین بقدر حصہ نالی کے شریک ہوگا اور اگر اسکا فقط مجری ہو یعنی پانی بہانے کا استحقاق ہو نالی کا رقبہ نہو تو اسکو ثمن مین سے کچھ نہ ملیگا اور اصل کی کتاب الشرب مین ایک مسئلہ لکھا ہی کہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ شرب کے واسطے حصہ ثمن ہوتا ہی چنانچہ کتاب الاصل مین یون فرمایا کہ دو گواہون مین سے ایک نے یون گواہی دی کہ مدعی نے فقط زمین ہزار درم مین خریدی ہی اور دوسرے گواہ نے یون گواہی دی کہ اسنے زمین کو معہ شرب کے ہزار درم مین خریدا ہی تو گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ جس گواہ نے زمین معہ شرب خریدنے کی گواہی دی ہی اُسنے بعض ثمن کو بمقابلہ شرب کے قرار دیا ہی پس اس روایت سے ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ نے یہ گمان کیا کہ جو کچھ فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہی وہ خطا ہی حالانکہ جیسا انھون نے گمان کیا ہی ویسا نہین ہی اسواسطے کہ کتاب الشرب کے مسئلہ کا موضوع یہ ہی کہ زمین و شرب کا مالک ایک ہی شخص ہی اور یہ کہ زمین معہ شرب کے فروخت کی گئی ہی اور جب شرب معہ زمین کے فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن مین سے حصہ ہوتا ہی اور اس مسئلہ کا موضوع یہ ہی کہ شرب مالک رقبہ کے سوائے غیر شخص کا ہی پس شرب کی بیع صاحب شرب کے حق مین تنہا شرب کی بیع ہوئی اور جب تنہا شرب فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن سے کچھ حصہ نہین ہوتا ہی۔ اور اگر مالک دار نے اپنا دار فروخت نکیا ولیکن مالک مسیل نے یہ کہا کہ مین نے اپنا حق جو مسیل مین ہی باطل کر دیا پس اگر اُسکو پانی بہانے کا حق حاصل ہو رقبہ اُسکی ملک نہو تو اُسکا حق باطل ہو جائیگا۔ اور اگر رقبہ اُسکی ملک ہو تو اُسکا حق باطل نہوگا اسواسطے کہ اعیان مین جو ملک ثابت ہو وہ بطلان قبول نہین کرتی ہی یہ محیط مین ہی۔ عیون مین لکھا ہی کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہی اور دونون نے چاہا کہ ہم مین سے ایک شخص ایک روز اپنے واسطے اسکو جاری کرلے اور دوسرا دوسرے روز جاری کرلے تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ یہ امر دونون کے حق مین نافع ہی اور ان دونون کے سوائے کسی غیر کے حق مین مضر نہین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ہر شخص کے واسطے ایک نہر خاص ہو اور دونون نے باہم اس بات پر قرار دادکی کہ ہم مین سے یہ شخص دوسرے کی نہر سے سینچے اور دوسرا شخص اسکی نہر سے سینچے تو نہین جائز ہی جیسے مکان سکونت کا اجارہ اسطرح لینا ناجائز ہی اور وجہ یہ ہی کہ یہ بیع ہی اور شرب کی بیع جائز نہین ہی کذا فی الذخیرہ۔

کتاب الاشربہ

اسمین دو باب ہین

باب اول۔ اشربہ کی تفسیر و اُن اعیان کے بیان مین جنسے اشربہ بنائے جاتے ہین و اشربہ کے نام و ماہیات و احکام کے بیان مین۔ **قال المترجم** اشربہ جمع شراب لغت مین و نیز اصطلاح طب مین جو چیز پی جاتی ہی۔ مگر شرع مین یہ لفظ باصطلاح خاص اطلاق کیا جاتا ہی چنانچہ کتاب مین اسکی تفسیر یون فرمائی کہ شراب کا لفظ پینے کی ایسی چیز پر اطلاق کیا جاتا ہی جو حرام ہی اور شرابون کے نام بارہ ہین جسمین سے سات انگور سے بنائی جاتی ہین یعنے خمر و باذق۔ طلاء۔ منصف۔ جمہوری و حمیدی۔ اور دو مویز سے بنتی ہین

یعنے نقیع و نبیذ اور تین چھوہارے سے بنتی ہین یعنی سکر۔ فضیخ۔ نبیذ۔ اور انکی ماہیات کا بیان یون ہی کہ جو شرابین
انگور سے بنتی ہین سوانمین سے اول خمر کی یہ ماہیت ہی کہ وہ آب انگور خام کہ جوش آجانے و اشتداد پیدا ہو کر جھاگ اٹھنے
اور پھر جوش سے بیٹھ جانے کے بعد خمر کہلاتا ہی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جوش
آنے و اشتداد ہونے کے بعد وہ خمر ہی اگرچہ جھاگ نہ اٹھین دوم باذق وہ پختہ آب انگور ہی کہ دو تہائی سے کم پکایا
جاوے خواہ ایک تہائی پکے یا نصف یا خفیف جوش دیا جاوے مگر ایسا ہو جاوے کہ اُسکے پینے سے نشہ ہو
اور جوش سے بیٹھ جاوے سوم طلاء یعنے مثلث وہ آب انگور ہی کہ پکایا جاوے یہان تک کہ دو تہائی جل جاوے
اور ایک تہائی باقی رہجاوے پھر مسکر ہو جاوے۔ چہارم منصف یعنی آب انگور کہ پکانے مین نصف جل جاوے اور
نصف باقی رہجاوے اور پنجم بختج یعنی طلاء مثلث مین پانی ڈال دیا جاوے کہ وہ رقیق ہو جاوے اور چھوڑ دیا جاوے
یہان تک کہ اُسمین اشتداد آجاوے اور اسکو شراب ابویوسفی بھی کہتے ہین اسوجہ سے کہ امام ابویوسف اسکو
اکثر استعمال کرتے تھے ششم جمہوری یعنی آب انگور خام جسمین پانی ملادیا جاوے کہ ایک تہائی جل جاوے اور
دو تہائی باقی رہے۔ اور جو شراب مویز سے بنائی جاتی ہی اور وہ دو طرح کی ہی ایک نقیع سو اسکی ماہیت یہ ہی کہ
مویز کو پانی مین بھگویا جاوے یہان تک کہ اُسکی شیرینی پانی مین آجاوے پھر اُسمین اشتداد و جوش آوے
اور جھاگ اٹھین تب وہ نقیع ہی دوم نبیذ یعنی آب مویز خام جو پکایا جاوے۔ اور جو شراب چھوہارے سے
بنائی جاتی ہی اور وہ تین طرح کی ہوتی ہی ایک سکر یعنے خام آب تمر جبکہ اُسمین جوش و اشتداد آجاوے تو وہ
سکر ہی اور اسی پر اکثر اہل لغت کا فتوی ہی دوم فضیخ یعنی خام آب تمر مذنب جب اُسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ
اٹھین سوم نبیذ یعنی خام آب تمر جبکہ خفیف جوش دیا جاوے و اُسمین ابال و اشتداد آجاوے اور جھاگ اٹھین تو
نبیذ ہی اسی طرح نبیذ اسکو بھی کہتے ہین کہ جس پانی مین چھوارے بھگوے جاوین اور اُسمین شیرینی نکل آوے اور جوش
و اشتداد آکر جھاگ اٹھین۔ اور ان اشربہ کے احکام پانچ وجہ پر ہین ایک وجہ مین بالاجماع حلال ہی اور ایک وجہ
مین بالاجماع حرام ہی اور ایک وجہ مین عامہ علماء کے نزدیک حرام ہی اور ایک وجہ مین ہمارے نزدیک حلال ہی مگر
بعض لوگون نے خلاف کیا ہی اور ایک وجہ مین حلال ہی مگر امام محمد رح نے خلاف کیا ہی۔ سو جو بالاجماع حلال ہی وہ
وہ شراب شیرین ہی جسمین اشتداد نہ آیا ہو اور جو بالاجماع حرام ہی وہ خمر و سکر ہی جسمین سے ہو۔ اور خمر کے واسطے چھ
حکم ہین ایک یہ ہی کہ خمر مین سے تھوڑا پینا و بہت پینا سب حرام ہی اور اُس سے دوا وغیرہ کے طور پر انتفاع بھی حرام ہی
دوم یہ کہ اُسکی حرمت کا منکر کافر ہی سوم یہ کہ جس طور پر لوگ متاع حاصل کرتے ہین مثل بیع و ہبہ وغیرہ کے خمر
کا مالک ہونا یا دوسرے کو مالک کرنا حرام ہی چہارم یہ کہ خمر کا تقوم باطل ہو گیا ہی حتی کہ خمر کا تلف کرنے والا ضامن نہوگا
کذا فی محیط السرخسی لیکن مشائخ نے اُسکی مالیت ساقط ہو جانے مین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ مال ہی اسواسطے
کہ اُسمین حرص و بخل جاری ہی یہ کافی مین ہی اور پنجم یہ کہ خمر مثل پیشاب و خون کے نجس غلیظ ہی اور ششم یہ کہ اُسکے تھوڑا
یا بہت پینے سے حد شرعی واجب ہوتی ہی اور شراب کو سرکہ کر ڈالنا مباح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور پکانا اُسمین کچھ موثر
نہین ہی اسواسطے کہ پکانا شرع مین اس غرض سے ہوتا ہی کہ حرمت ثابت ہونے سے مانع ہو اور اس غرض سے نہین ہی
کہ حرمت ثابت ہونے کے بعد پکانے سے باطل ہو جاوے اسلیے کہ پکانے کا اثر صفت نشہ کو زائل کرتا ہی اور جب وہ

خمر ہوگئی ہو تو پھر موثر نہوگا پھر بعض نے فرمایا کہ ایسی خمر مین جب تک نشہ نہ آوے تب تک حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ قلیل
خمر سے حد واجب ہونا خام آب انگور کے ساتھ مخصوص ہو اور یہ خام نہین رہی بلکہ پختہ ہوگئی ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا
کہ ایسی خمر کے پینے مین بھی حد واجب ہوگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یہ کافی مین ہو۔ اور اگر شراب سرکہ ہوگئی اور اسمین کچھ
ترشی آگئی لیکن اسمین کچھ تلخی بھی ہو تو وہ امام اعظم رح کے نزدیک سرکہ نہوگی یہانتک کہ بالکل اسکی تلخی جاتی رہے اور صاحبین
کے نزدیک تھوڑی ترشی آجانے سے بھی حلال ہوجاتی ہو اور یہ اسوقت ہو کہ شراب خود بخود سرکہ ہوگئی ہو اور اگر آدمی نے
اسکو نمک وغیرہ کے ذریعہ سے سرکہ کر ڈالا ہو تو ایسی صورت مین بالاجماع سب کے نزدیک حلال ہوجائیگی یہ شرح طحاوی
مین ہو۔ اور شرح شافی مین ہو کہ اگر سرکہ شراب مین ڈال دیا گیا تو اسکا کھانا روا ہو خواہ شراب غالب ہو یا سرکہ غالب ہو مگر
اسمین ترشی آگئی ہو اور بقیاس قول امام ابویوسف رح کے اگر شراب غالب ہو تو یہی حکم ہو اور اگر سرکہ غالب ہو تو مجموع النوازل
مین مذکور ہو کہ اسی وقت حلال نہوگی جب تک اتنی دیر نہ گذرے کہ جسمین یہ گمان ہوجاوے کہ شراب سرکہ ہوگئی ہو یہ خلاصہ
مین ہو۔ امام محمد رح نے اصل مین فرمایا کہ اگر شراب خمر مین گل سوسن خوشبودار ڈالے گئے حتے کہ شراب مین اسکی خوشبو
آگئی تو اس شراب سے تدہین و تطییب نچاہیے اور نہ اسکی بیع جائز ہو اگرچہ سوسن ڈالدینے سے اسکی بو متغیر ہوگئی ہو۔
اسواسطے کہ یہ شراب سرکہ نہین ہوئی اور شراب جب تک سرکہ نہوجاوے تب تک اس سے انتفاع جائز نہین ہو اور
کوئی عورت ایسی شراب سے کنگھی نکرے اور یہ بعض عورتون کی عادت ہوتی ہو اور بعض نے کہا کہ اس سے بالون کی
چمک زیادہ ہوجاتی ہو اور ایسی شراب سے اپنے بدن کی کسی جراحت کی دوا نہین کرسکتا ہو اور اپنے چوپایہ کی پیٹھ
لگی ہوئی کی بھی اس شراب سے دوا نہین کرسکتا ہو اور نہ ایسی شراب سے حقنہ لے سکتا ہو اور نہ احلیل مین
ٹپکا سکتا ہو یہ محیط مین ہو۔ اور شراب خمر سے مٹی کا گارہ کرنا اور چوپاؤن کو پلانا مکروہ ہو۔ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اپنا
سواری کا جانور شراب کی طرف بڑھا لے گیا تو مضائقہ نہین ہو اور اگر شراب کو اٹھا کر جانور مذکور کی طرف لایا تو مکروہ
ہو اور ایسا ہی حکم مشائخ نے ایسے شخص کے حق مین دیا ہو جو شراب کو سرکہ کرنا چاہتا ہو کہ اسکو چاہیے کہ سرکہ کو شراب
کی طرف اٹھا لیجا کر اسمین ڈالدے اور اگر شراب کو اٹھا کر سرکہ کے پاس لایا تو مکروہ ہو اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ دونو
صورتون مین کچھ مضائقہ نہین ہو اسواسطے کہ شراب کا اٹھانا جبھی مکروہ ہو کہ پینے کے واسطے اٹھا لیجاوے اور اگر
پینے کے واسطے ایسا نکرے تو مضائقہ نہین ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر اسنے شراب کو سرکہ کرنے کے واسطے دھوپ
سے سایہ مین اور سایہ سے دھوپ مین اٹھا کر رکھا تو مکروہ نہین ہو حالانکہ اس صورت مین شراب کا اٹھانا متحقق
ہوا ہو شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ قول اول ہی صحیح ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور خمر شراب کسی نابالغ و ذمی کو نہ پلاوے
اور جسنے پلایا گناہ اسی پر ہوگا یہ ینابیع مین ہو۔ اور خمر کو بطور سرمہ آنکھ مین لگانا یا خمر کی ناس لینا مکروہ ہو یہ فتاوی
قاضیخان مین ہو۔ اور اگر خمر سے آٹا گوندھا اور اسکی روٹی پکائی تو وہ نکھائی جائیگی اور اگر کسی نے کھائی تو اسکو حد نہ ماری
جائیگی اسی طرح اگر گیہون خمر مین گر پڑے تو دھونے سے پہلے نہ کھائے جاوینگے پھر اگر دھوئے گئے خواہ پیسے گئے
یا نہ پیسے گئے اور اسمین خمر کی بو و مزہ نپایا گیا تو اسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہو اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم
اسوقت ہو کہ جب یہ گیہون خمر کے اندر پھول نہ گئے ہون اور اگر پھول گئے تو امام محمد رح کے قول پر ہمیشہ کے
واسطے ناپاک رہے کبھی پاک نہونگے اور امام ابویوسف رح کے قول پر تین بار دھوے جاوین اور ہر بار خشک

لیے جاوین پھر کھاے جاوین - علی ہذا اگر خمر مین گوشت پکایا گیا توامام محمد کے قول پر ہمیشہ کے واسطے اُسکا کھانا حلال نہوگا
اور امام ابو یوسف کے قول پر تین بار پاک پانی مین جوش دیا جاوے اور ہر بار ٹھنڈا کر لیا جاوے پھر کھایا جاوے
یہ محیط مین ہی - اور اگر شوربے مین سرکہ کی جگہہ خمر ڈالدی اور شوربا پکایا گیا تو نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ یہ شوربا نجس ہی
اور اگر اُسمین سے کوئی گھونٹ پی لیا تو حد نہ ماری جائیگی جب تک کہ نشہ نہ آوے اور اگر مچھلی یا نمک یا سرکہ مین خمر
ڈالی گئی اور مربی کیا گیا حتے کہ ترش ہو گیا تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی یہ مسئلہ اصل مین بدون تفصیل کے
مذکور ہی اور امام ابو یوسف رح سے اس مسئلہ مین تفصیل مروی ہی یعنے امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ اگر مچھلی یا نمک
بہ نسبت خمر کے کم ہو تو ترش ہونے کے وقت پاک ہو جائیگا اور اُسکا کھانا حلال ہوگا اور اگر مچھلی یا نمک غالب یعنی
زیادہ ہو تو پاک نہوگا اور اُسکا کھانا حلال نہوگا اگرچہ ترش ہو جاوے یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر خمر کے مٹکے مین ایک
چوہا گر کر مر گیا پھر چوہا نکال کر پھینک دیا گیا پھر وہ خمر سرکہ ہو گئی تو پاک ہو جائیگی اور اگر چوہا اُسمین سڑ کر پھوٹ گیا ہو تو
سرکہ نجس ہوگا اسواسطے کہ جسقدر اُسمین چوہے کے اجزا ہین وہ سرکہ نہین ہوے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی
اور لہو کی نظر سے خمر کو دیکھنا حلال نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی - فتاوے ماوراء النہر مین ہی کہ خمر کا ایک قطرہ ایک
مشک پانی مین گر پڑا پھر یہ پانی ایک مٹکے سرکہ مین ڈالدیا گیا تو شیخ ابو نصر الدبوسی نے فرمایا کہ سرکہ خراب ہو جائیگا -
اور سواے شیخ موصوف کے اور مشائخ نے فرمایا کہ فاسد نہوگا اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الذخیرہ اور یہی صحیح ہی
اسواسطے کہ پانی بعینہٖ نجس نہ تھا بلکہ خمر کے مجاورت سے نجس ہوا پس جب یہ قطرۂ خمر سرکہ مین پڑ کر سرکہ ہو گیا تو مجاورت
جاتی رہی پس پانی پھر پاک ہو جائیگا جیسے گردہ روٹی کا اگر خمر مین گر پڑا پھر سرکہ مین تو پاک ہو جائیگا اسی طرح اگر گردہ
روٹی کا خمر سے پکایا گیا پھر سرکہ مین گر پڑا ایا پھر اگر خمر مین گر پڑا پھر سرکہ مین تو پاک ہو جائیگا بخلاف آٹے کے کہ اگر آٹا شراب
سے گوندھکر پکایا گیا تو روٹی نجس ہوگی پاک نہوگی اسواسطے کہ گوندھے ہوے آٹے مین جو اجزاء خمر کے ہین وہ روٹی
پکانے سے سرکہ نہین ہوئے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر کسی بکری کو خمر پلائی تو اُسکا دودھ اور گوشت
مکروہ نہین ہی اسواسطے کہ خمر اگرچہ اُسکے معدے مین باقی رہی لیکن اُسکے گوشت سے مختلط نہین ہوئی اور اگر خمر
مستحیل ہو کر لحم ہو گئی ہو تو بھی جائز ہی جیسے کہ مستحیل ہو کر سرکہ ہو جانے کی صورت مین جائز ہوتی ہی لیکن اگر
اُس بکری کو اس کثرت سے خمر پلائی ہو کہ اُسکے گوشت مین شراب کی بدبو آگئی ہو تو اُسکا گوشت مکروہ ہوگا جیسے
اگر اُسکی پلیدی کھانے کی عادت ہو گئی ہو تو مکروہ ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر کسی ماکول اللحم نے شراب یعنی خمر
پینے کی عادت کر لی اور یہ حالت پہونچی کہ اُسکے جسم سے خمر کی بدبو پائی جاتی ہی پس اگر بکری کی ایسی عادت ہو گئی ہو
[یعنے جسکو ذبح کر کے گوشت کھانا حلال ہی]
تو دس روز اور گاے ہو تو بیس روز اور اونٹ ہو تو تیس روز اور مرغی ہو تو ایک روز قید رکھی جاوے کذا فی المحیط
یعنے شراب سے بچائی جاوے اور جو جسکی پاک غذا ہی وہ دیجاوے قال المترجم اور خمر کی تلچھٹ پینا اور اُس سے
انتفاع مکروہ ہی اور اگر اُسکو پی لیا مگر نشہ نہ چڑھا تو اُسپر حد واجب نہوگی یہ حکم ہمارے نزدیک ہی اور اسکو سرکہ مین ڈالدینے
کا مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ وہ سرکہ ہو جاتی ہی یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص کو پیاس کی وجہ سے اپنی جان
جاتی رہنے کا خوف ہوا تو ہمارے نزدیک اتنی شراب جس سے اُسکی پیاس دفع ہو پی لینا مباح ہی بشرطیکہ خمر
اس پیاس کو دور کر سکتی ہو جیسا کہ مضطر کے حق مین مردار و سور کا تناول مباح ہی اسی طرح اگر اُسکو سانپ وغیرہ نے

کا تاکہ اسکو اپنی جان کا خوف ہوا اور اس ضرر کو دفع کرنے والی سوائے خمر کے کوئی چیز نہین پاتا ہی تو اُسکو شراب پینا مباح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور فتاوی مین ہی کہ اگر ایسے شخص نے جو پیاس سے مراجاتا ہی بقدر سیرابی کے شراب خمر پی لی اور بیہوش ہوگیا تو اُسپر حد واجب نہوگی اسواسطے کہ نشہ یہ مباح ہوگیا ہی اور اگر سیرابی سے کچھ زیادہ پی لی اور نشہ بھی نہوا تاہم چاہیے کہ اُسپر حد لازم آوے جیسا کہ حالت اختیار مین اسقدر پینے و نشہ نہ آنے مین یہی حکم ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اشربہ مین سے جو عامہ علماء کے نزدیک حرام ہین وہ یہ ہین باذق و منصف و نقیع مویز و تمر جو غیر مطبوخ ہو۔ اور سکر۔ ان شرابون مین سے قلیل و کثیر سب حرام ہی اور اصحاب ظواہر کہتے ہین کہ انکا پینا مباح ہی مگر صحیح قول عامہ علماء کا ہی لیکن ان شرابون کی حرمت خمر کی حرمت سے گھٹکر ہی حتے کہ ان شرابون کا پینے والا جب تک اُسکو نشہ نہ آوے تب تک اُسکو حد نہ ماری جاویگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور منصف و باذق کی نجاست غلیظہ ہی یا خفیفہ سو امام محمد رح نے کتاب مین ذکر فرمایا کہ جس شراب کا پینا حرام ہی اگر وہ قدر درہم سے زیادہ کپڑے مین لگ جاوے تو نماز جائز نہوگی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے ہشام رح نے روایت کیا ہی اور شیخ فضلی رح سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے قول پر واجب ہی کہ انکی نجاست خفیفہ ہو مگر فتوی اسی پر ہی کہ انکی نجاست غلیظہ ہی اور باذق و منصف و سکر و نقیع مویز کی بیع جائز ہی اور انکا تلف کر دینے والا ضامن ہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہی اور بیع کی صورت مین امام اعظم رح کے قول پر فتوے ہی اور ضمان کی صورت مین اگر تلف کرنے والے نے حسبہ کا قصد کیا یعنے منکر چیز سے منع کرنے اور دفع کرنے کا قصد کیا اور یہ قصد حالات و قرائن کے دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہی تو فتوے صاحبین رح کے قول پر ہی اور اگر اُسنے حسبہ کا قصد نکیا ہو تو ضمان واجب ہونے مین بھی امام اعظم رح کے قول پر فتوے ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اشربہ مین سے جو عامہ علماء کے نزدیک حلال ہی وہ طلاء ہی یعنے مثلث اور نبیذ تمر و مویز ہی کہ انکا پینا اسقدر جسکے پینے سے نشہ نہو بغرض گوارا ے طعام و اللہ تعالے کی عبادت کے واسطے تقویت حاصل کرنے سے جائز ہی اور اگر بغرض لہو ہو تو نہین جائز ہی اور انمین سے اسقدر پینا کہ جس سے نشہ آجاوے حرام ہی اور یہ قول عامہ علماء کا ہی اور جب انکے پینے والے کو نشہ آجاوے تو اُسپر حد شرعی واجب ہوگی اور انکی بیع جائز ہی اور انکے تلف کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی یہ امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول و امام محمد رحمہ اللہ سے دو روایتین ہین مگر دونون مین سے اصح روایت موافق قول شیخین کے ہی اور دوسری روایت مین امام محمد رحمہ اللہ سے یون مروی ہی کہ ان شرابون مین سے قلیل و کثیر سب حرام ہی۔ لیکن انکے پینے والے کو حد نہ ماری جائیگی جب تک اُسکو نشہ نہو جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور ہمارے زمانہ مین فتوی امام محمد رح کے قول پر ہی حتے کہ جو شخص حبوب شہد و دودھ و انجیر سے بنائی ہوئی شراب کو پیئے اور اُسکو نشہ آجاوے تو اُسپر حد شرعی واجب ہوگی اسواسطے کہ ہمارے زمانہ مین فاسق لوگ ان شرابون کے گرد ہوتے ہین اور اُنکا قصد انکے پینے سے نشہ و لہو ہوتا ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور شیرہ انگور اگر دھوپ مین رکھا گیا یہان تک کہ اُسمین سے دو تہائی اڑ گیا تو امام ابو یوسف رح و امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا پینا حلال ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی کبرے مین ہی۔ اور نوازل مین ہی کہ مین نے شیخ ابو سلیمان سے پوچھا کہ ایک مثلث مین شیرۂ انگور ملا دیا گیا تو فرمایا کہ پھر دوبارہ وہ پکائی جاوے یہان تک کہ اُسمین سے دو تہائی جاتا رہے

اور ایک تہائی باقی رہجاوے اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور بختج کی تفسیر مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے حاکم
ابو محمد الکفینی نے فرمایا کہ بختج یون بنتی ہے کہ شیرۂ انگور مین پانی ڈال دیا جاتا ہے پھر جوش آنے سے پہلے اُسکو پکاتے ہین
یہانتک کہ اُسمین سے دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی باقی رہے پس شیرۂ انگور مین سے دو تہائی سے کم جلتا ہے اور
اور جب تک وہ شیرین ہو تب تک اُسکا پینا حلال ہے اور جب اُسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین تب اُسکا پینا
تھوڑا و بہت سب حرام ہے اور بعض نے فرمایا کہ بختج وہی حمیدی ہے اور وہ یون بنتی ہے کہ مثلث مین پانی ڈال کر چھوڑ دیا جاوے
یہانتک کہ اُسمین اشتداد آجاوے اور اُسکو ابو یوسفی بھی کہتے ہین اسوجہ سے کہ امام ابو یوسفؒ اُسکو بکثرت استعمال
کرتے تھے اور آیا اسکی اباحت کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ پانی ڈال دینے کے بعد جوش و اشتداد آنے سے پہلے اُسکو خفیف پکایا
جاوے یا یہ شرط نہین ہے سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے جیسا کہ مثلث مین اُنکا اختلاف ہے پھر اگر اُسمین جوش و اشتداد
آگیا تو اُسکا پینا اُسی قدر حلال ہے جس سے نشہ نہ آوے اور اگر نشہ آگیا تو پینے والے کو حد ماری جائیگی۔ اور شراب جمہوری
یعنے آب انگور خام جسمین پانی ڈالدیا جاوے اور خفیف پکایا جاوے سو وہ جب تک شیرین رہے تب تک اُسکا پینا
سب کے نزدیک حلال ہے اور جب اُسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین تو اُسکا اور باذق کا ایک حکم ہے پھر
اگر اسکے بعد اُسکے عصارہ پر پانی ڈالا جاوے اور عصارہ لیکر پانی نکالا جاوے اور اُسمین جوش و اشتداد آجاوے تو وہ
سب احکام مین مثل خمر کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم مثل خمر کے نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے

دوسرا باب متفرقات مین۔ اگر ایک شخص نے نو پیالے نبیذ تمر کے پیے پھر دسوان پیالہ اسکے مُنہ مین ڈالا گیا
پس نشہ مین ہوگیا تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ سکر اُسکے اقرب کی طرف مضاف ہوتا ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر عصارۂ
انگور کو عصارۂ تمر یا نقیع مویز مین خلط کیا پھر اُسکو پکایا تو حلال نہوگا یہانتک کہ دو تہائی جل جاوے اسی طرح اگر مطبوخ مین
ایک پیالہ انگور کا عصارہ یا کہ چھوہارے کا عصارہ یا نبیذ تمر یا نقیع مویز ڈال دیا جاوے حالانکہ یہ سب خام ہے پھر دوبارہ پکانے
سے پہلے اُسمین جوش و اشتداد آگیا تو وہ حلال نہوگا اور اگر اشتداد آجانے سے پہلے اُسکو دوبارہ پکالیا پس شیرہ انگور خام
ڈالا ہو تو جب تک پکانے سے اُسکا دو تہائی جل نجاوے تب تک حلال نہوگا اور اگر باقی مذکورہ بالا مین سے کسی کا ایک قدح
ڈال دیا ہے تو فقط پکانا کافی ہے یعنے حلال ہو جائیگا اور اگر مطبوخ مین انگور یا چھوہارے یا مویز ڈالدیے پھر اُسمین اشتداد
آگیا تو معلی نے امام ابو یوسف رحؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ڈالا ہوا مقدار قلیل ہو کہ اُس سے شراب نہین بن سکتی ہے تو
اُسکا کچھ اعتبار نہین ہے مطبوخ مذکور کا پینا حلال رہیگا اور اگر کثیر ہو کہ اتنے سے شراب بن سکتی ہے اور اُسمین دوبارہ پکائے
جانے سے پہلے اشتداد آگیا تو مطبوخ حلال نرہیگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اگر انگور بدون شیرہ نکالے جیسے ہین ویسے ہی
پکائے جاوین پھر اُنکا شیرہ نکال لیا جاوے تو خفیف جوش دینا کافی ہے ایسا ہی حسن بن زیاد نے امام اعظم رحؒ سے روایت
کیا ہے اور امام ابو یوسف رحؒ نے یون روایت کی کہ جب تک پکانے سے اُسکی دو تہائی جل جاوے تب تک حلال نہین ہے
اور یہی حکم اصح ہے اسواسطے کہ انگور مین اُسکا شیرہ موجود ہوتا ہے پس شیرہ نکالنے سے پہلے پکانا یا شیرہ نکال کر اُسکو
پکانا دونون کا یکسان حکم ہونا چاہیے ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر نبیذ تمر یا نبیذ عسل مین انگور ڈال دیے تو جب تک مثل
شیرۂ انگور کے اسقدر نہ پکائی جاوے کہ اُسمین سے دو تہائی جل جاوے تب تک حلال نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور
اگر انگور و چھوہارے یا انگور و مویز کو خلط کر کے جوش دیا تو جب تک دو تہائی نہ جل جاوے تب تک حلال نہین ہے جیسا کہ

شیرۂ انگور کو نبیذ تمر یا نقیع مویز مین ملانے کا حکم مذکور ہوا ہی یہ مبسوط مین ہی - اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح سے روایت ہی
کہ اگر نبیذ مطبوخ ایسی ہو کہ دس روز تک یا زیادہ رکھے جانے سے بگڑ نجاوے تو وہ حرام ہی اور اگر بگڑ جاوے - تو
حلال ہی یہ تہذیب مین ہی - اگر تمر مطبوخ یعنے پکائے ہوئے چھوہارے کے ساتھ غیر مطبوخ انگور پانی ڈالکر بھگوے جاوین
اور دونون مین جوش آجاوے تو فرمایا کہ اُسکا پینا مکروہ ہی اور جب تک اُسکے پینے والے کو نشہ نہ آوے تب تک اُسکو حد
نہ ماری جائیگی بشرطیکہ تمر مطبوخ غالب ہون اور اگر انگور خام غالب ہون تو حد ماری جائیگی جیسا کہ خمر مین پانی ملانے
کی صورت مین جو غالب ہو اُسکا اعتبار ہی پس ایسا ہی اس صورت مین ہی - اور اگر شیرۂ انگور پکایا گیا یہان تک کہ اُسمین
سے تہائی جل گیا پھر اُسکو ٹھنڈا کر دیا پھر اُسکو دوبارہ پکایا یہان تک کہ باقی کا نصف جل گیا پس اگر عصیر مذکور جسوقت دوبارہ
پکایا ہی جوش آنے اور متغیر الحال ہوجانے سے پہلے دوبارہ پکایا تو اس مطبوخ کے پینے مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے
کہ غلیان و اشتداد کی وجہ سے حرمت ثابت ہونے سے پہلے اُسکا پکانا پایا گیا اور اگر اُسنے مطبوخ مین جوش و اشتداد
آنے و متغیر ہوجانے کے بعد اُسکو پکایا ہو تو اُسمین خیر نہین ہی یعنے مکروہ تحریمی ہی اسواسطے کہ ثبوت حرمت کے بعد
پکانا پایا گیا پس نافع نہوگا - اور اگر شیرۂ انگور دس رطل پکایا گیا یہان تک کہ اُسمین سے ایک رطل جل گیا پھر اُسمین
سے تین رطل بہا دیا گیا پھر چاہا کہ اُسکو پکاوے تاکہ دو تہائی جل جاوے تو اسقدر پکاوے کہ اُسمین سے دو رطل
و دو نوین حصے رطل کے باقی رہجاوین اسواسطے کہ جو رطل پکانے مین جل گیا تھا وہ نو جزو مین داخل ہی اسواسطے کہ
وہ اجزاے باقی مین داخل ہی اُس سے دور نہین ہوا ہی کیونکہ بعد جوش دینے کے جو باقی رہا ہی وہ اگرچہ بظاہر نو رطل ہی
لیکن بمعنی دس رطل ہی پس دسوان رطل باقی نو رطل پر تقسیم کیا تو ہر رطل کے ساتھ ایک نوان حصہ رطل آیا اسواسطے
کہ دسوان رطل انھین مین داخل ہی - پھر جب اُسمین سے تین رطل بہا دیے گئے تو تین رطل و تین نوین حصے رطل
کے بہ گئے اور چھ رطل اور چھ نوین حصے رطل کے باقی رہے پس باقی کو اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و دو نوین حصے
رطل کے باقی رہجاوین - اور اگر جوش دینے سے دو رطل جل گئے پھر اُسمین سے دو رطل بہا دیے گئے تو باقی اسقدر
پکایا جاوے کہ دو رطل و نصف رطل باقی رہے - اور اگر جوش دینے سے پانچ رطل اُڑ گئے پھر اُسمین سے ایک رطل
بہا دیا گیا تو باقی اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و دو تہائی رطل باقی رہجاوے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر ایک شخص نے
دیگ مین دس پیمانہ شیرۂ انگور اور بیس پیمانہ پانی ڈالا پس اگر یہ حالت ہو کہ جوش دینے مین پانی بہ نسبت شیرۂ انگور
کے پہلے اُڑ جاویگا تو وہ اُسکو اسقدر پکاوے کہ آٹھ نوین حصے جل جاوین اور ایک نوان حصہ باقی رہجاوے اسواسطے کہ
جب اُسکی دو تہائی جوش دینے سے جل گئی تو فقط پانی ہی جل گیا ہی پس اُسپر واجب ہی کہ اسکے بعد پھر پکاوے یہانتک
کہ اسکی دو تہائی جل جاوے - اور اگر شیرۂ انگور سے پہلے پانی نہ جلے تو وہ شخص اُسکو اسقدر پکاوے کہ اُسمین سے دو تہائی
جل جاوے - اور اگر شیرۂ انگور و پانی دونون ساتھ ہی جل جاتے ہون تو وہ اُسکو اسقدر پکاوے کہ اُسکی دو تہائی جل جاوے
اسواسطے کہ پکانے سے دو تہائی شیرۂ انگور و دو تہائی پانی جل جائیگا اور ایک تہائی شیرۂ انگور و ایک تہائی پانی رہجائیگا
پس یہ اور جبکہ شیرۂ انگور تہائی یا دو تہائی تک پکاکر اُسمین پانی ملایا جاوے دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہی - اور
جو اشربہ کہ جو و جلینہ دانہ و سیب و شہد سے بنائی جاتی ہین جبکہ انمین اشتداد آجاوے خواہ وہ مطبوخ ہون یا غیر
مطبوخ ہون تو اُنکا پینا اسقدر کہ نشہ نہ آوے امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک

انکا پینا حرام ہی اور فقیہ رحمہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین کذا فی الخلاصہ **قال المترجم** وہو الصحیح الموافق بالاخبار الصحیحۃ اور اگر ان اشربہ کے پینے سے اُسکو نشہ آیا تو نشہ اور قدح اخیر جس سے نشہ آیا ہی بالاجماع حرام ہی اور نشہ مین ہونے کی صورت مین وجوب حد مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی فقیہ ابو جعفر رحمہ نے فرمایا کہ جو چیز اصل خمر یعنے تمر و انگور سے نہین ہی اسمین حد نہ ماری جائیگی جیسا کہ بنج و خرما و یان کے دودھ سے نشہ ہو جانے مین حد نہین ماری جاتی ہی اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی رح نے ذکر کیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اُسکو حد ماری جاویگی اور بعض نے کہا کہ یہ حسن بن زیاد کا قول ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر کسی شخص نے ایسا پانی جسمین خمر ہی پی لیا پس اگر پانی غالب ہو کہ اُسمین خمر کا مزہ و رنگ و بو نہ پائی جاوے تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اور اگر خمر غالب ہو کہ اسمین خمر کا مزہ و بدبو و رنگ ظاہر ہو تو مین اُسکو حد مارونگا اور اگر اُسمین خمر کی بدبو نہ پائی گئی مگر مزہ پایا گیا تو حد ماری جائیگی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے مُنہ مین خمر بھر لی پھر اُسکو کلی کر دیا اور اُسکے پیٹ مین حلق کے اندر خمر مین سے کچھ نہین گیا تو اُسپر حد واجب نہو گی یہ مبسوط مین ہی۔ بن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی ہی اگر کسی شخص نے خمر مین روٹی چور کر مثل ترید بنائی اور پھر اس روٹی کو کھایا پس اگر مزہ پایا جاتا ہو اور رنگ ظاہر ہو تو مین اُسکو حد مارونگا اور اگر شراب خمر سپید ہو اُسکا رنگ نظر نہ آتا ہو تو جب اُسکا مزہ پایا گیا تو مین اُسکو حد مارونگا۔ اور بقالی مین ہی کہ اگر دوا مرکب کرکے شراب خمر مین معجون بنائی تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنے حد مارے جانے کے واسطے اور اگر اُسنے اکراہ کا دعوی کیا تو بدون گواہ کے اُسکے دعوی کی تصدیق نہو گی اور اکراہ معتبر ہی کذا فی المحیط۔ اور اس فصل کے متصلات سے تصرفات سکران کا بیان ہی یعنے جو شخص شراب کے نشہ مین ہو اور اُسنے کوئی تصرف کیا تو کیا حکم ہی سو جاننا چاہیے کہ جو شخص نشہ مین ہی یعنے مست کے تمام تصرفات نافذ ہوتے ہین سوائے ردت کے یا جو حدود خالص اللہ تعالے ہین اُنکا اقرار کہ یہ نافذ نہین ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ جو شخص خمر سے یا اُن شرابون سے جو تمر و مویز سے بنائی گئی ہین مثل نبیذ و مثلث وغیرہ کے پینے سے مست ہوا اُسکے تمام تصرفات مثل طلاق و عتاق و اقرار بقرضہ و اقرار بعین اور یہ کہ اُسنے اپنے نابالغ بیٹی کا یا بیٹے کا نکاح کر دیا اور قرض لینا و قرض دینا اور ہبہ و صدقہ جبکہ موہوب لہ و متصدق علیہ قبضہ کر لے یہ سب نافذ ہین اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہی اور شیخ ابو بکر بن الاحید سے روایت ہی کہ شیخ نے فرمایا کہ مست کے وہ سب تصرفات جو ہزل کے ساتھ نافذ ہو جاتے ہین اور اُسکو شروط فاسدہ باطل نہین کرتے ہین نافذ ہونگے پس بیع و شرا نافذ نہو گی اور طلاق و عتاق و اقرار بالدین و العین اور ہبہ و صدقہ و تزویج صغیر و صغیرہ سب نافذ ہونگے اور مست کی ردت ہمارے نزدیک استحسانًا نہین صحیح ہی اور قیاسًا صحیح ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ کفر کی نفی و انعدام واجب ہی تحقق واجب نہین ہی اسی وجہ سے اگر کسی کی زبان پر غلطی سے کلمہ کفر روان ہو گیا تو اُسکو تکفیر نکیجائیگی ۔ اور یہ حکم مست کا اُسوقت ہی کہ جب وہ ایسی شراب سے مست ہو جو اصل خمر سے مثل تمر و انگور و مویز کے بنائی گئی ہو اور اگر شہد و سیب وغیرہ پھلون اور چینہ دانہ وغیرہ حبوب سے بنائی ہوئی شراب سے مست ہو تو اُسکے حق مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور یہ اختلاف مثل اُس اختلاف کے ہی کہ اُسپر حد واجب ہو گی یا نہین سو جسکے نزدیک ان شرابون سے نشہ ہونے سے حد واجب ہوتی ہی اُسکے نزدیک مست کے تصرفات نافذ ہو جاوینگے بنظر اُسکے زجر کے اور جسکے نزدیک اُسپر حد نہین ہی اور وہ فقیہ ابو جعفر و شمس الائمہ سرخسی ہین اُنکے نزدیک اُسکے تصرفات بھی نافذ نہونگے اسواسطے کہ تصرف کا نفاذ اُسکے زجر کے واسطے تھا پس جب ان دونون کے نزدیک اُسکے زجر کے واسطے اُسپر حد واجب نہوئی تو زجر کے واسطے اُسکے تصرفات بھی نافذ نہونگے اور اگر بنگ و خرما دہ کے دودھ سے

کسی کی عقل زائل ہوگئی تو اُسکے تصرفات نافذ نہونگے اسی طرح اگر کسی نے شراب شیرین پی مگر اُسکے مزاج کو موافق نہوئی اور اسکی عقل کم ہوگئی اور اُسنے طلاق دیدی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکی طلاق واقع نہوگی اور اسی پر فتوی ہی اور یہ سب اس مست شراب کا حکم ہی جسنے برغبت خود شراب پی ہو اور اگر کسی نے مجبور و مکرہ ہوکر شراب پی پھر اُسنے مست ہوکر طلاق دی تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ جسطرح اُسپر حد واجب نہین ہی اُسی طرح اُسکی طلاق بھی واقع نہوگی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ واقع ہوگی مگر قول اول ہی صحیح ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اُسکی عورت کو طلاق دیدے پھر وکیل نے شراب سے مست ہوکر طلاق دی تو شداد رح نے فرمایا کہ واقع نہوگی اور صحیح یہ ہی کہ واقع ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی بھنگ و مادیان کے دودھ کا نشہ بالاجماع حرام ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اگر کسی شخص نے خمر کو نبیذ مین مخلوط کرکے پی لیا اور اُسکو نشہ نہ آیا پس اگر خمر غالب ہو تو مین اُسکو حد مارونگا اور اگر نبیذ غالب ہو تو حد نہ مارونگا یہ مبسوط مین ہی - اگر شیرۂ انگور کو جوش دیکر تہائی جلا دینے کے بعد اُس سے علیق بنایا پس اگر اپنی حالت سے متغیر ہوجانے سے پہلے علیق بنایا تو مضائقہ نہین ہی - اور اگر اُسمین جوش آنے و حالت عصیر متغیر ہوجانے کے بعد ایسا کیا تو اسمین خیر نہین ہی اسواسطے کہ جب اُسمین جوش و اشتداد آگیا تو وہ حرام ہوگیا اور حرام سے جو علیق بنایا گیا ہی وہ مثل خمر سے بنائے ہوئے کے حلال نہوگا اور قبل اشتداد آجانے کے وہ حلال ہی اور عصیر یعنے شیرۂ انگور سے علیق بنانا حلال ہی - یہ مبسوط مین ہی جس دیگ مین شیرۂ انگور پکایا جاتا ہی اُس دیگ کا قاعدہ مسطح ہوتا ہی اُسمین گہراؤ نہین ہوتا ہی اور اُسکے گرد کے محیط جو مثل دیواروں کے ہوتی ہین وہ مستدیر بلند ہوتی جاتی ہین پس اُسکی بلندی دیوار کے تین ٹکڑے برابر تقسیم کرکے اُنپر نشان دیتے ہین پس اوپر کے نشان تک بھر کر اُسکو پکاتے ہین یہان تک کہ دو تہائی جل جاوے اور نیچے کی علامت تک باقی رہجاوے - اور یہ لازم ہی کہ اُسکو علی الاتصال پکاتے ہین بیچ مین انقطاع نہو اور اگر دو تہائی جل جانے سے پہلے بیچ مین پکانے مین انقطاع ہوگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ مطبوخ کے متغیر ہونے اور اسمین تلخی وغیرہ پیدا ہوجانے سے پہلے اُسنے پھر پکانا شروع کیا تو وہ حلال ہوجائیگا کیونکہ ایسا پکانا بمنزلہ علی الاتصال پکانے کے ہی اور اگر مطبوخ مین تلخی وغیرہ تغیر پیدا ہوجانے کے بعد اُسنے پکانا شروع کیا تو وہ حرام ہوگا کیونکہ اسکو بمنزلہ علی الاتصال پختہ کرنے کے اعتبار کرنا متعذر ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور دساق یعنے جو باقی بقول سے پانی دائم بطور شیرہ نکالنے سے نکلتا ہی اگر اسمین جوش و اشتداد آجاوے و جھاگ اُٹھین تو بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم مثل خمر کے ہی اور بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم بمنزلہ نقیع موبز کے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - خمر کا ایک مٹکا دریائے عظیم مین مثل فرات وغیرہ کے یا اس سے چھوٹے مین بہا دیا گیا اور اس سے نیچے ایک شخص وضو کرتا ہی یا پانی پیتا ہی پس اگر اسکو پانی مین خمر کا مزہ یا رنگ یا بدبو آئی تو پینا و وضو کرنا حلال ہی اور اگر اسمین سے کوئی بات پائی گئی تو نہین مباح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ چند دانہ انگور نبیذ مین گر پڑے اور بھیگ گئے تو فرمایا کہ اگر علحدہ اسقدر دانۂ انگور بھگوئے جاتے اور انمین جوش آتا تو نبیذ مین بھیگ جانے اور جوش آجانے کے بعد نبیذ کا پینا بھی حلال نہوگا اور اگر ان دانون مین تنہا بھگونے مین جوش و غلیان نہ آتا تو نبیذ مذکور کے پینے مین مضائقہ نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور ایک پیالہ پانی یا آب راکد مین خمر ڈالدی گئی کہ جسکا پانی بعض بعض سے خلط ہوتا ہی تو اس پانی کا پینا حلال نہین ہی اسواسطے کہ یہ پانی قلیل ہی جسمین نجاست گر گئی پس نجس ہوجائیگا اور اگر اُسنے اس پانی کو پیا پس اگر اسمین خمر کا مزہ و

آب بستہ کہ روان نبود ۱۲

ہو رنگ و بو نہین پائی جاتی ہو تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اور اگر اسمین سے کوئی چیز پائی جاتی ہو تو حد ماری جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ حاکم نے منتقی مین ذکر کیا کہ اگر خمر ایک سرکہ کے مٹکے مین پڑ گئی تو فرمایا کہ اسمین خیر نہین ہی یعنے مکروہ ہی اور حاکم نے اسکے بعد منتقی مین ذکر کیا کہ اگر خمر ایسی چیز مین ملائی گئی جو آنکھون سے نظر آتی ہی پس اگر یہ چیز غالب ہو تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اور فرمایا کہ اگر ایک رطل خمر ایک مٹکا بھر سرکہ مین ڈالدی گئی تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی پس ان دونون مسئلون مین غالب کا اعتبار کیا ہی اور امام ابو یوسف رح و امام اعظم رح سے مروی ہی کہ خمر اگر نبیذ شدید مین جو اُنکے نزدیک حلال ہی گر جاوے تو فرمایا کہ خمر اُسکو فاسد کر دیگی یہ محیط مین ہی۔ اور خمر کسی ظرف مین ڈالی گئی تو ظرف نجس ہو جائیگا اور اگر خمر اُسمین سے نکالی گئی تو ظرف مذکور تین بار دھویا جاوے پس پاک ہو جائیگا بشرطیکہ پُرانا ہو اور اگر ظرف جدید ہو اور اُسمین خمر ڈالی گئی تو امامون نے اختلاف کیا ہی امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ تین بار دھویا جاوے اور ہر بار خشک کیا جاوے پس پاک ہو جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ کبھی پاک نہو گا اور بعضے مشائخ رح نے بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے فرمایا کہ ظرف اگر ہر بار خشک نکیا جاوے لیکن پے در پے اُسمین پانی بھر اگیا تو جب تک پانی اُسمین سے رنگ بدلا ہوا نکلے تب تک پاک نہو گا اور جب اُسمین سے پانی صاف غیر متغیر نکلے تو اُسکی طہارت کا حکم دیا جائیگا اور اسی پر فتوے ہی۔ اور اگر شراب اس ظرف سے نہ نکالی گئی باقی رہی یہان تک کہ سرکہ ہو گئی تو امام محمد رحمہ اللہ نے اس صورت مین ظرف کا حکم کتاب مین ذکر نہین فرمایا اور حاکم ابو نصیر رح سے منقول ہی کہ فرمایا کہ جو ظرف سرکہ کے موازی ہی وہ پاک ہو گا اور اوپر کے کنارے جہان سے شراب گھٹتی ہوئی اُترتی گئی ہی قبل اسکے کہ سرکہ ہو جاوے وہ ناپاک ہی پس چاہیے کہ اُسکو سرکہ سے دھو ڈالا جاوے تاکہ وہ بھی پاک ہو جاوے۔ اور اگر ایسا نکیا گیا اور اُسمین شیرۂ انگور برابر بھر دیا گیا تو شیرۂ مذکور نجس ہو جائیگا اور اسکا پینا حلال نہو گا اسواسطے کہ اس عصیر مین خمر مختلط ہو گئی۔ اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ جسقدر اُس ظرف مین خمر ہی جب وہ سرکہ ہو گئی تو پورا برتن پاک ہو جائیگا اور اس تکلف کی حاجت نہین ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے لیا ہی اور اسی کو صدر الشہید رح نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوے ہی۔ اور شیرہ انگور ایسے شخص کے ہاتھ جو اُس سے شراب بناویگا فروخت کرنے مین امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مضائقہ نہین ہی اور صاحبین رح نے کہا کہ یہ مکروہ ہی اور بعضے مشائخ رح نے کہا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر بھی جبھی مکروہ نہین ہی کہ جب اُسنے شیرہ انگور ذمی کے ہاتھ اتنے دامون کو بیچا کہ کوئی مسلمان اُس سے اتنے دامون کو نہ لیگا اور اگر کوئی مسلمان اتنے دامون کو لیتا ہوا پایا جاوے تو ذمی کے ہاتھ جو اُسکو شراب بناویگا فروخت کرنا مکروہ ہی اور یہ ایسا کہ جیسے کسی شخص نے بائع انگور فروخت کیا حالانکہ وہ جانتا ہی کہ مشتری انگورون سے شراب بناویگا تو کچھ مضائقہ نہین ہی بشرطیکہ اُسکا قصد ثمن حاصل کرنا ہووے اور اگر شراب کا حاصل ہونا اُسکا مقصود ہو تو مکروہ ہی اور انگور کے درخت لگانے مین بھی یہی تفصیل سے حکم ہی یعنے اگر انگور کے درخت لگانے سے یہ مقصود ہو کہ خمر حاصل ہو تو مکروہ ہی اور اگر انگور حاصل ہونا مقصود ہو تو مکروہ نہین ہی مگر افضل یہ ہی کہ ایسے شخص کے ہاتھ شیرۂ انگور نہ بیچے جو اُس سے خمر بناویگا کذا فی فتاوی قاضی خان رحمہ اللہ تعالے

کتاب الصید

قال المترجم صید جانور جو شکار کیا جاوے۔ ماکول اللحم جسکا گوشت کھایا جاتا ہی۔ اصطیاد صید کرنا۔ صائد شکار کرنیوالا معلم سکھلایا ہوا کتا یا باز وغیرہ۔ وسیاتی تفسیر بعض ہذہ الالفاظ فی الکتاب

اسمین سات باب ہین

باب اول ۔ صید کی تفسیر و رکن و حکم کے بیان مین ۔ جو حیوان متوحش کہ آدمی کے قبضہ سے ممتنع ہو وہ صید ہی خواہ وہ ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور فعل اصطیاد ایسے شخص سے جو اسکی اہلیت رکھتا ہی اپنے محل مین شرط کے ساتھ صادر ہونا صید کا رکن ہی اور حکم صید یہ ہی کہ حقیقۃً یا تقدیراً گرفتار کرنے کے وقت صید مین ملک ثابت ہوتی ہی اور تقدیراً گرفتار کر لینے سے ہماری مراد یہ ہی کہ صید کو حیز امتناع سے خارج کر دے یعنے قبضہ سے ممتنع نرہی اور صید کھانے کی حلت پندرہ شرطون سے ثابت ہوتی ہی۔ پانچ شکار کرنے والے مین ہین ایک یہ کہ وہ ذکوۃ کی اہلیت رکھتا ہو۔ دوم یہ کہ اُس سے ارسال پایا جاوے۔ سوم یہ کہ ارسال مین اُسکے ساتھ ایسا شخص شریک نہو جسکا شکار حلال نہین ہی۔ چہارم آنکہ عمداً تسمیہ نچھوڑے۔ پنجم یہ کہ جسنے جانور چھوڑا ہی وہ ارسال اور شکار پکڑنے کے بیچ مین کسی اور کام مین مشغول نہو جاوے۔ اور پانچ شرطین کتے مین ہین اول آنکہ معلّم ہووے۔ دوم آنکہ طریقہ ارسال پر چلا جاوے۔ سوم آنکہ اُسکے ساتھ شکار پکڑنے مین ایسا جانور شریک نہو جاوے جسکا شکار حلال نہین ہی۔ چہارم آنکہ جرح سے اُسکو قتل کرے۔ پنجم اینکہ اُسمین سے نہ کھاوے۔ اور پانچ صید مین ہین اول آنکہ حشرات الارض مین سے نہو۔ دوم یہ کہ جانوران آبی مین سے نہو سواے مچھلی کے۔ سوم آنکہ اپنے آپ کو اپنے پرون یا اپنے ہاتھ پانون کے ذریعہ سے بچاوے۔ چہارم آنکہ اپنے دانتون سے یا اپنے مخلب سے نہ کھاتا ہو۔ پنجم آنکہ ذبح تک پہونچنے سے پہلے شکاری جانور کی گرفت سے مرجاوے کذا فی النہایہ

باب دوم ۔ اُن صورتون کے بیان مین جنسے صید کا مالک ہو جاتا ہی اور جنسے مالک نہین ہوتا ہی۔ صید گرفتار ہونے سے ملک مین آجاتی ہی اور گرفتار کرنا دو طرح کا ہوتا ہی ایک حقیقی دوسرا حکمی پس حقیقی تو ظاہر ہی اور حکمی ایسی چیز کے استعمال سے جو شکار کرنے کے واسطے موضوع ہی خواہ شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو حتے کہ اگر کسی شخص نے جال پھیلایا اور اُسمین کوئی شکار پھنس گیا تو جال والا اسکا مالک ہو جائیگا خواہ اُسنے جال پھیلانے سے شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نکیا ہو اسواسطے کہ جال شکار ہی کے واسطے پھیلایا جاتا ہی حتے کہ اگر کسی شخص نے خشک کرنے کے واسطے پھیلایا اور اُسمین شکار پھنس گیا تو اُسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ وہ جال سے اُسکا پکڑنے والا نہوگا۔ اور حکماً گرفتار کرنا ایسی چیز کے استعمال سے بھی ہوتا ہی جو شکار کرنے کے واسطے موضوع نہین ہی اُسکو بغرض شکار پکڑنے کے کام مین لایا جاے اگر کسی نے خیمہ گاڑا اور اُسمین کوئی شکار پھنس گیا پس اگر شکار پکڑنے کے واسطے خیمہ مذکور گاڑا ہو تو اُسکا مالک ہو جائیگا اور اگر اس غرض سے نہ گاڑا ہو تو مالک نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک جال لگایا اور اُسمین شکار پھنس گیا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو چھوٹکر اُڑ جانے سے پہلے پکڑ لیا تو وہ شکار جال والے کا ہوگا اسواسطے کہ سبب ملک کا انعقاد شخص اول کے واسطے ہوا ہی اسواسطے کہ جال اسی واسطے موضوع ہی اور سبب ہنوز منتقض نہین ہوا تھا یعنے ہنوز جال مین موجود تھا ۱۲

ہے کہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے چھوٹ کر اُڑ جانے کے بعد اُسکو پکڑ لیا ہو تو وہ دوسرے کا ہو جائیگا اسواسطے کہ دوسرے شخص کے گرفتار کرنے سے پہلے شخص اول کا سبب گرفتاری منتقض ہو گیا تھا یہ کبری مین ہے۔ اور اگر جال والے نے اُسکو پکڑ لیا ہو پھر وہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ بھاگے پھر دوسرے نے اُسکو پکڑ لیا تو وہ اول کی ملک ہے کیونکہ وہ پکڑنے سے اُسکا مالک ہو گیا ہے اور اُسکا ہاتھ سے چھوٹ بھاگنا بمنزلۂ غلام کے اباق کے یا اونٹ کی سرکشی کرکے بھاگ جانے کے ہے اور اس سے ملک زائل نہین ہوتی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ حاکم شہید نے منتقی مین ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک جگہ ایسی بنا دی کہ جس سے پانی اُسکی زمین مین آتا ہے تاکہ وہ مچھلیون کا شکار کرے پھر اس راہ سے اُسکی زمین مین پانی معہ بہت سی مچھلیون کے آگیا پھر پانی خشک ہو گیا اور مچھلیان زمین مین باقی رہگئین یا پانی خشک نہوا مگر کم ہو کر ایسا ہو گیا کہ بدون شکار کرنے کے مچھلیان پکڑی جاسکتی ہین تو کسی شخص کو ان مچھلیون کے پکڑ لینے کی راہ نہین ہے۔ یہ مچھلیان مالک زمین کی ہو گئی ہین اور جو شخص پکڑ لیگا وہ ضامن ہوگا اور اگر پانی بہت باقی ہو کہ جسمین سے بدون شکار کیے مچھلیون کا پکڑنا ممکن نہو تو جس شخص نے شکار کرکے اُسمین مچھلیان پکڑین وہ اُسی کی ہونگی یہ ذخیرہ مین ہے اگر کسی نے پانی مین جال ڈالا اور دوسرے نے اُسمین شست ڈالی پھر جال مین مچھلی آگئی اور شست مین پھنس گئی پس اگر جال کے تنگ چھیدون مین ہو تو وہ جال والے کی ہوگی یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے پانی مین شست پھینکی اور اُسمین کوئی مچھلی پھنسی پس اگر اُسکو خشکی مین جہان سے پکڑ سکتا تھا کھینچ کر ڈالدیا ہے پھر وہ تڑپ کر پانی مین جا پڑی تو اُسکا مالک ہوگا اور اگر اُسکو پانی سے باہر نکال لانے سے پہلے شست کی ڈوری ٹوٹ گئی تو اُسکا مالک نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین مین کسی غرض سے گڑہا کھودا اور اُسمین کوئی شکار گر پڑا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو پکڑ لیا تو فرمایا کہ وہ شکار اُس پکڑنے والے کا ہوگا اور اگر مالک زمین نے یہ گڑہا اسی غرض سے کھودا ہو کہ اُسمین شکار پھنسے تو اس شکار کا وہی حقدار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص کی زمین مین کسی شکاری پرند نے انڈے دیے یا اُسمین کسی ہرن نے گھر بنایا اور دوسرے شخص نے آکر اُسکو لے لیا تو وہ اُسی کی ہوگی اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ مالک زمین شکار سے اسقدر دور ہو کہ اگر ہاتھ پھیلاوے تو اُسکو پکڑ نہ سکے اور اگر اسقدر قریب ہو کہ ہاتھ پھیلا کر اُسکو پکڑ سکتا ہے تو وہ مالک زمین کی ملک ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے ایک گڑہا کھودا مگر شکار کرنے کے واسطے نہین کھودا تھا پس اُسمین کوئی شکار گر پڑا پھر دوسرے شخص نے آکر اُسکو پکڑ لیا پس اگر گڑہا کھودنے والا شکار سے اسقدر قریب ہو کہ اگر ہاتھ پھیلاوے تو اُسکو پکڑ لے تو یہ شکار اُسی کا ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور عیون مین مذکور ہے کہ اگر شکار کسی شخص کے دار مین داخل ہوا اور اُسنے دروازہ بند کر لیا اور ایسا ہو گیا کہ بدون شکار کرنے کے اُسکے پکڑنے پر قادر ہے پس اگر اُسنے دروازہ شکار کے پکڑنے کے واسطے بند کیا ہے تو اُسکا مالک ہو گیا اور اگر اور کسی غرض سے بند کیا ہو تو مالک نہوگا حتے کہ اگر اُسکو کسی شخص نے پکڑ لیا تو پہلی صورت مین وہ مالک دار کا ہوگا اور دوسری صورت مین پکڑنے والے کا ہوگا۔ اور ہمارے مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ قولہ بدون شکار کرنے کے اُسکے پکڑنے پر قادر ہے اِسکے یہ معنی نہین ہین کہ اُسکے پکڑنے مین کچھ چارہ و ہاتھ پانون ہلانے کی حاجت نہو بلکہ یہ معنی ہین کہ اُسکے پکڑنے کے واسطے جال وغیرہ لگا کر پکڑنے کی ضرورت نہو ذرا سی تدبیر سے ہاتھ آسکتا ہو۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے حبالہ لگایا اور اُسمین شکار پھنسا پھر تڑپ کر اُسکو کاٹ دیا اور چھوٹ بھاگا پھر دوسرے شخص نے آکر اُس شکار کو پکڑ لیا تو جسنے پکڑا ہے اُسی کا ہوگا اور اگر

حبالہ لگانے والا اپنے حبالہ کے پاس پہونچ گیا ہو اور اسقدر نزدیک ہوگیا ہو کہ اگر چاہتا تو پکڑ لیتا پھر وہ تڑپ کر چھوٹ بھاگا اور اُسکو دوسرے نے پکڑ لیا تو وہ حبالہ والے کا ہوگا اسی طرح شکاری کتے و بازکے شکار کا بھی حکم اسی تفصیل سے ہی اور حبالہ حلقہ دار ڈورا ہوتا ہی جسمین شکار کا سر یا پانون پھنس جاتا ہی کذا فی الظہیریہ **قال المترجم** اور لغت مین بمعنی دام لکھا ہی ظاہر اوہ دام اسی طرح کا مراد ہی۔ اگر کسی شخص نے شہر یا سواد شہر مین ایک باز پکڑا جسکے پانون مین چمڑے کے تسمہ تھے یا چلاچل بندھے تھے اور پہچان پڑتا تھا کہ یہ پالو باز ہی تو اُسپر واجب ہی کہ مثل لقطہ کے اُسکی شناخت کے واسطے پکار دے تاکہ اُسکے مالک کو واپس دے اسی طرح اگر کوئی ہرن پکڑا جسکے گردن مین پٹہ وغیرہ پڑا تھا یعنے پالو معلوم ہوتا تھا اُسکا بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر کسی نے کبوتروں کے برج بنالئے اور اُسمین لوگون کے پالو کبوترون نے گھونسلے رکھے تو جسقدر اُنکے بچے پکڑے وہ اُسکو حلال نہونگے اسواسطے کہ بچے اُنکے ماں باپ کے مالک ہونے پر حلال ہو سکتے ہین پس اُنکا حکم مثل لقطہ کے ہی لیکن اگر وہ شخص فقیر ہو تو اُسکو حلال ہی کہ اپنی حاجت مین اُنکو کھاوے اور اگر غنی ہو تو اُسکو چاہیے کہ کسی فقیر کو صدقہ دیدے پھر اُس سے کسی قدر دام کو خرید لے اور تناول کرے اور ہمارے شیخ امام شمس الائمہ ایسا ہی کرتے تھے اور اُنکو کبوترون کے گوشت سے بہت رغبت تھی یہ مبسوط مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اور اُسکو گرادیا اور وہ غش ہو کر ایک دم پڑا رہا مگر اُسمین کہین جراحت نتھی پھر اُس سے غشی جاتی رہی اور وہ چل دیا یا پرند تھا کہ اُڑ گیا پھر دوسرے شخص نے اُسکو تیر مار کر گرادیا اور پکڑ لیا تو وہ دوسرے کا ہوگا اور اگر شخص اول نے اُسکو غشی کی حالت مین پکڑ لیا ہو اور دوسرے نے بھی اُسکو اسی حالت مین پکڑ لیا اور ہنوز وہ شکار نہ بھاگا اور نہ اُڑا تھا تو وہ پہلے شخص کا ہوگا۔ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مار کر گرایا اور ایسا زخم آیا کہ وہ اُٹھ نہین سکتا تھا پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ایسا ہی پڑا رہا پھر وہ چنگا ہوگیا پھر دوسرے نے اُسکو تیر مارا اور پکڑ لیا تو وہ پہلے شخص کا ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اور زخم کاری دیا کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہین کرسکتا تھا پھر دوسرا تیر مارا اور وہ اُسکے لگا اور وہ مرگیا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ یہ معلوم ہو کہ دوسرے تیر سے مرا ہی یا یہ معلوم نہو کہ دونون مین سے کس تیر سے مرگیا ہی اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ پہلے تیر سے مرا ہی تو حلال ہی اور حلال ہونے کے حق مین تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا مگر اُسکو ایسا نہین کردیا کہ حیز امتناع سے خارج کردے یعنی ہنوز وہ تیر انداز کے قبضہ سے باہر تھا یعنے بھاگ جاسکتا تھا پھر دوسرے نے اُسکو تیر مارا اور قتل کردیا تو وہ دوسرے کا ہوگا اور کھایا جائیگا اور اگر اول نے زخم کاری دیا ہو کہ سُست کردیا ہو پھر دوسرے نے اُسکو تیر مار کر قتل کردیا تو وہ شخص اول کا ہی اور نہ کھایا جائیگا۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ اُس سے شکار مذکور نجات پا سکتا ہو تا کہ اُسکی موت دوسرے تیر کی جانب مضاف ہو اور اگر پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ اُس سے نجات نہ پاسکتا ہو مثلاً اُسمین اسقدر حیات رہگئی جیسے مذبوح مین رہجاتی ہی یا اُسکا سر الگ ہوگیا تو حلال ہوگا اور اگر پہلا تیر ایسا لگا کہ اُس سے شکار زندہ نہین رہسکتا ہی لیکن اُسمین حیوۃ بہ نسبت مذبوح کے زیادہ رہگئی مثلاً وہ کم و بیش ایک روز زندہ رہسکتا ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دوسرے تیر مارنے سے حرام نہوگا اسواسطے کہ اسقدر حیوۃ کا کچھ اعتبار نہین ہی اور امام محمد رح کے نزدیک حرام ہوگا اسواسطے کہ اسقدر حیات کا اعتبار ہی پس امام محمد رح کے نزدیک اسمین صورت کا حکم اور جس صورت مین کہ تیر اول سے صید نجات پا سکتا ہو یکسان ہی یعنے حلال نہوگا اور دوسرا شخص پہلے شخص

کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا سوائے اُسقدر کے جتنا اُسکی جراحت نے نقصان کر دیا ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب
دوسرے تیر سے اُسکا مرنا معلوم ہو مثلاً تیر اول کے زخم سے اُسکی نجات ممکن معلوم ہوا اور دوسرے تیر کے زخم سے اُسکی نجات
ناممکن معلوم ہو تاکہ قتل دوسرے کی طرف منسوب ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ دونون زخمون سے مر گیا یا کچھ معلوم و ثابت
نہوتا ہو تو دوسرا شخص اُسکے واسطے جو اُسکے جراحت سے نقصان آیا ہی اُسکا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے غیر کے مملوک
حیوان کو مجروح کر کے ناقص کر دیا پس جسقدر ناقص کیا ہی اُسکا ضامن ہوگا پھر دو زخمون سے جو جانور مجروح ہوا اُسکی
نصف قیمت کا ضامن ہوگا اسوجہ سے کہ اُسکی موت دونون زخمون سے ہوئی ہی پس اُسکے نصف کا تلف کرنے والا
ہوا حالانکہ وہ غیر کا مملوک ہی پس دو زخمون سے مجروح کی نصف قیمت کا ضامن ہوا اسواسطے کہ اول نے باختیار خود نہین
کیا اور ثانی نے اُسکو ایکبار اُسکی ضمان دیدی پس دوبارہ ضمان ندیگا پھر اُسکے آدھے گوشت حلال کیے ہوئے کا ضامن
ہوگا اسواسطے کہ شکار مذکور تیر اول سے ایسی حالت مین تھا کہ ذکوۃ اختیاری سے حلال ہو سکتا تھا اگر اُسکو دوسرا شخص
تیر نہ مارتا پس دوسرے نے تیر مار کر آدھا گوشت برباد کر دیا پس اُسکا ضامن ہوگا اور باقی آدھے کا ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے
ایکبار آدھے کی ضمان دیدی ہی پس اُسمین گوشت کی ضمان بھی داخل ہوگئی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر پہلے شخص کے تیر سے
پہونچنے سے پہلے دوسرے شخص نے اُسکو تیر مار کر قتل کر دیا ہو تو اُسکا کھانا حرام نہوگا اور دوسرا شخص پہلے شخص کے
واسطے کچھ ضامن نہوگا۔ اور اگر پہلے شخص کے تیر مارنے کے بعد شکار کا یہ حال ہو کہ وہ اپنے پیرون بھاگتا ہو یا اُڑتا ہو پھر
دوسرے نے اُسکو تیر مار کر گرا کر قتل کیا تو وہ دوسرے کا ہی اور حلال ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر دو آدمیون نے
ایک شکار کو تیر مارا پھر ایک کا تیر دوسرے شخص سے پہلے پہونچ کر اُسکے لگا اور زخم کاری دیا حتے کہ وہ صید نرہا پھر دوسرے
کا تیر پہونچکر لگا تو وہ اُس شخص کا ہی جسکا تیر پہلے لگا ہی اگرچہ دونون نے ساتھ ہی تیر پھینکے ہون۔ اور اگر دونون تیر ساتھ ہی
لگے ہون تو وہ دونون کا ہی اسواسطے کہ ملک ثابت ہونے کے حق مین تیر لگنے کی حالت کا اعتبار ہی تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار
اگرچہ ساتھ نہ پھینکے ہون ۱۲ ساتھ لگے یا آگے پیچھے ۱۲
نہین ہی اور حلال ہونے کے حق مین تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر پہلے شخص کا تیر شکار کے لگا اور اُسکو
نیم مردہ کر دیا پھر اُسکو دوسرے کا تیر لگا اور قتل کر دیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ شکار مذکور پہلے شخص کا ہی اور کھایا جاوے
یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اُسکے بعد دوسرے نے تیر مارا پھر دوسرا تیر پہلے تیر پر پڑا اور اُسکو
لیے ہوئے چلا گیا یہان تک کہ پہلا تیر شکار کے لگا اور اُسکو مجروح کر کے قتل کیا پس اگر تیر اول ایسے حال مین ہو کہ جس سے
یہ معلوم ہو کہ وہ بدون دوسرے تیر کے شکار تک نہ پہونچتا تو شکار دوسرے کا ہوگا اسواسطے کہ وہی اُسکا پکڑنے والا قرار
دیا جاویگا حتی کہ اگر دوسرا شخص مجوسی ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو تو شکار مذکور حلال نہوگا اور اگر تیر اول ایسی حالت مین ہو
کہ معلوم ہو کہ وہ بدون دوسرے تیر کے شکار تک پہونچیگا تو شکار مذکور اول شخص کا ہوگا اسواسطے کہ پکڑنے مین وہ سابق
ہی حالانکہ اُسکا تیر خود کافی ہی لیکن اگر دوسرا شخص احرام مین ہو یا مجوسی ہو تو استحساناً حلال نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور منتقی
مین حاکم شہید رح نے ذکر فرمایا کہ امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر کوئی ہرن کسی شخص کے دار مین داخل ہوا یا اُسکی چہار دیواری کے
باغ مین داخل ہوا یا بجائے ہرن کے حمار وحشی اسطرح داخل ہوا پس اگر وہ بغیر شکار کرنے کے پکڑا جا سکتا ہو تو وہ مالک
دار کا ہی اسی طرح اگر مچھلیون کے حظیرہ مین اسطرح مچھلیان داخل ہوئین تو اُنکا بھی یہی حکم ہی مگر یہ حکم جو یہان مذکور ہی اُس
حکم سے جو اصل مین ذکر فرمایا ہی مخالف ہی چنانچہ اصل مین مذکور ہی کہ اگر اپنا شکاری کتا شکار پر چھوڑا اور کتے نے اُسکا پیچھا کیا

یہان تک کہ اُسکو کسی شخص کی زمین یا دار مین داخل کردیا تو وہ شکار کتے والے کا ہوگا اسی طرح اگر کسی شکار کے پیچھے تیز دوڑا یہان تک کہ اُسکو بھگا کر کسی شخص کے دار مین داخل کیا تو وہ اسی شخص کا ہی جو اُسکے پیچھے دوڑکر اُسکو لایا ہی کیونکہ جب اُسنے اُسکو بھگا لا کر مضطر کردیا تو گویا اپنے ہاتھ مین پکڑ لیا یہ ذخیرہ مین ہی- اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے دار سے ایک پرند شکار کیا پس اگر دونون ایسے امر پر متفق ہون کہ جس سے وہ پرند اصلی اباحت پر باقی ہو تو وہ شکار کرنے والے کا ہوگا خواہ اُسنے ہوا مین سے پکڑا ہو یا اُسکے دار کے درخت پر سے شکار کیا ہو اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور مالک مکان نے کہا کہ مین نے تجھسے پہلے اسکا شکار کیا ہی اور شکاری نے اس سے انکار کیا پس اگر اُسنے ہوا مین سے پکڑا ہی تو اُسکا ہوگا اور اگر اُسکے دار مین سے یا اُسکے درخت پر سے پکڑا ہی تو قول مالک مکان کا قبول ہوگا اور اگر ہوا مین سے پکڑنے اور دیوار پر سے پکڑنے مین اختلاف کیا تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی- اصل مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی جاری نہر مین سے مچھلیان پکڑین جو بدون شکار کے نہین پکڑی جاسکتی ہین تو یہ پکڑنے والے کی ہونگی اسی طرح اگر اجمہ ہو جسکی مچھلیان بدون شکار کیے ہوے نہین پکڑی جاسکتی ہین- تو انکا بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ اجمہ کا مالک ان مچھلیون کا محرز نہین ہی بلکہ محرز وہ ہوا جسنے پکڑی ہین اور اگر اجمہ کے مالک نے اسکے واسطے کوئی حیلہ کیا کہ اجمہ کا پانی خشک دیا اور مچھلیان باقی رہگئین تو وہ اجمہ کے مالک کی ہونگی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اجمہ کے مالک نے پانی نکال دیا مگر مچھلیون کی غرض سے ایسا نہین کیا ہی تو بھی وہ مچھلیان پکڑنے والے کی ہونگی اور اگر اجمہ کا پانی زمین مین بیوست ہوگیا پس اگر اجمہ والے کا قصد مچھلیان پکڑنے کا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر بدون شکار کے وہ نہین پکڑی جاسکتی ہین تو وہ شکار کرنے والے کی ہونگی اور اگر بدون شکار کے انکا پکڑنا ممکن ہو تو وہ مچھلیان اجمہ کے مالک کی ہونگی یہ محیط مین لکھا ہی- منتقی مین داود بن رشید کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہی کہ شہد کی مکھیون نے ایک شخص کی زمین مین چھتے لگائے اور انمین سے بہت سا شہد نکلا تو یہ سب مالک زمین کا ہوگا اور کسی کو اُسکے لینے کی راہ نہوگی اور فرمایا کہ اُسکی زمین مین یہ شہد مشابہ اُسکے نہین ہی کہ اُسکی زمین مین ہرن وغیرہ کوئی شکار رہتا ہی یا کسی پرند شکار نے انڈے دیے اور فرق کی طرف اسطرح اشارہ کیا کہ صید تو زمین مذکور مین آتا ہی اور چلا جاتا ہی اور انڈے مین سے بچے نکلکر اُڑ جاتے ہین ہان یہ صید و اُسکے انڈے خود شہد کی مکھیون سے مشابہ ہین پس اگر شہد کی مکھیان کسی نے پکڑ لین تو اُسی کی ہونگی اور شہد نہ کبھی صید تھا اور نہ کبھی صید ہوگا اور منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر کسی شخص نے شہد کی مکھیون کے چھتے رکھے اور انمین شہد پیدا ہوا تو ان چھتون کے مالک کا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی- اور ملتقط مین لکھا ہی کہ دو شخصون مین سے ایک شخص کی کبوتری ہی اور دوسرے کا کبوتر نر ہی تو جو بچے پیدا ہون وہ کبوتری والے کے ہونگے کذا فی التاتارخانیہ

تیسرا باب- شرائط اصطیاد کے بیان مین- شکار کرنے والا اہل ذکوٰۃ مین سے ہونا چاہیے یعنے ذبح کو اور تسمیہ کو جانتا ہو پس جو نابالغ و مجنون کہ ذبح و تسمیہ کو نجانتا ہو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور یہ چاہیے کہ ملت توحید پر ہو خواہ دعوی و اعتقاد دونون طرح سے جیسے مسلمان یا فقط دعوے سے نہ اعتقاد سے جیسے کتابی کذا فی الظہیریہ- اور اسکے باوجود یہ بھی شرط ہی کہ وہ احرام مین نہو اور نہ حرم کا شکار کھیلا ہو حتے کہ محرم کا شکار نہ کھایا جائیگا اور نہ جو شکار حلال نے حرم مین شکار کیا ہو- اور باقی شکار جو مسلمان یا کتابی نے شکار کیا ہو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی یہ محیط مین ہی

اور تیر سے شکار کرنے مین تیر چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہی اور کتے و باز وغیرہ سے شکار کرنے مین انکے چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہی اور ہمارے نزدیک انکے چھوڑنے مین یہ شرط نہین ہی کہ کسی شکار معین پر چھوڑے حتے کہ اگر تسمیہ پڑھکر کتے یا باز کو کسی شکار پر چھوڑا پس اُسنے یہ شکار یا دوسرا شکار پکڑا یا چند شکار پکڑے تو اسی تسمیہ سے سب شکار ہمارے نزدیک حلال ہونگے جب تک وہ اس چھوٹ کی روش پر باقی رہے اور اگر تیر پھینکنے یا کتا وغیرہ چھوڑنے کے وقت عمداً تسمیہ چھوڑ دیا تو اُسکا کھانا حلال نہوگا اور اگر بھولے سے چھوڑ دیا ہی تو شکار کا کھانا حلال ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور مجوسی یعنے آتش پرست اور بت پرست اور مرتد کا شکار نکھایا جائیگا اسواسطے کہ یہ لوگ ذکوۃ اختیاری کی اہلیت نہین رکھتے ہین پس ایسے ہی ذکوۃ اضطراری کی اہلیت بھی نہین رکھتے ہین یہ کافی مین ہی - اور اگر نصرانی نے کتا وغیرہ چھوڑا یا تیر مارا اور اس حالت مین مسیح کا نام لیا تو یہ شکار نہ کھایا جائیگا - باز و کتے وغیرہ مین ارسال یعنے باختیار چھوڑنا شرط ہی حتے کہ اگر سیکھا ہوا کتا مالک سے چھوٹ بھاگا اور اُسنے کسی شکار کو پکڑکر قتل کیا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر چھوٹ بھاگنے کے بعد مالک نے اُسکو سخت آواز دی اور تسمیہ پڑھا پس اگر اُسکے زجر کرنے سے منزجر نہوا یعنے شکار پکڑنے پر حرص طلب زیادہ نکی پھر شکار پکڑا تو وہ شکار نکھایا جائیگا اور اگر اُسکی آواز سے منزجر ہوگیا یعنے شکار کی جستجو و پکڑنے پر زیادہ حریص ہوگیا ہو تو یہ شکار استحساناً کھایا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی - اگر مسلمان نے اپنا کتا چھوڑا پھر اُسکو ایک مجوسی نے زجر کیا پس اُسکے زجر کرنے سے وہ منزجر ہوگیا یعنے شکار کا طالب و حریص زیادہ ہوگیا تو جو شکار پکڑے اُسکے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور زجر سے یہ مراد ہی کہ بلند آواز سے اُسکو شکار پر غرہ کرے - اور اگر مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا اور مسلمان نے اُسکو زجر کیا اور وہ منزجر ہوگیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور جس شخص کا ذبیحہ نہین جائز ہی جیسے مرتد و محرم یعنے جو شخص احرام باندھے ہی اور عمداً تسمیہ ترک کرنے والا اس حکم مین بمنزلہ مجوسی کے ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی - اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الصید مین اس مسئلہ مین کہ مسلمان نے اپنا کتا چھوڑا و مجوسی نے اُسکو زجر کیا اور وہ منزجر ہوگیا یون ذکر فرمایا ہی کہ اُس کتے کے شکار کھانے مین جبھی مضائقہ نہوگا کہ جب مجوسی نے اُسکو زجر کیا ہی تو ایسی حالت ہو کہ کتا برابر شکار کی طرف جا رہا ہو اور اگر وہ روش ارسال سے ٹھہر گیا پھر اسکے بعد اُسکو مجوسی نے زجر کیا اور اُسکے زجر کو مان گیا اور شکار کا طالب و حریص ہوگیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا کذا فی المحیط اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اور اگر کتے کو کسی نے نچھوڑا ہو مگر وہ خود اُٹھکر یا باز خود اُڑکر شکار کے پیچھے ہوا پھر اُسکو کسی مسلمان نے زجر کیا اور تسمیہ پڑھدیا اور وہ اُسکے زجر کو مان گیا اور شکار کو پکڑا تو حلال ہی اور قیاس چاہتا ہی کہ حلال نہو یہ کافی مین ہی - اور اگر وہ منزجر نہوا ہو تو حلال نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر کتا چھوڑا اور عمداً تسمیہ چھوڑ دیا پھر جب کتا شکار کے پیچھے چل دیا تو تسمیہ پڑھکر اُسکو زجر کیا اور اُسنے شکار کو پکڑکر قتل کیا تو کھایا جائیگا خواہ زجر کرنے سے وہ منزجر ہوا ہو یا نہوا ہو یہ ینابیع مین ہی - اور شکار کھیلنے کے شرائط مین سے ایک یہ ہی کہ شکار کے واسطے جانور چھوڑنے و تیر مارنے مین کوئی ایسا شخص اُسکے ساتھ شریک نہو جسکا ذبیحہ حلال نہین ہی جیسے آتش پرست و بت پرست و عمداً تسمیہ ترک کرنے والا اور اسی طرح یہ بھی شرط ہی کہ تیر پھینکنے و شکاری جانور چھوڑنے کے بعد کسی اور کام مین مشغول نہو بلکہ شکار کے پیچھے ہو جاوے اور کتے کے پیچھے ہو جاوے - اور اگر کتا اس چھوڑنے والے کی نظر سے اسطرح غائب ہوا کہ اسکو نظر نہین آتا ہی پھر اُسکو دیر کے بعد پایا کہ اُسنے شکار کو قتل کیا تھا تو اسمین دو صورتین ہین یا تو اُسنے پیچھا کرنا نچھوڑا ہو یہانتک کہ شکار کو اسطرح پایا

اور کتا اُسکے پاس موجود تھا تو اس صورت مین قیاساً وہ شکار نہ کھایا جاوے اور استحساناً کھایا جائیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ بجواب استحسان بہ شرط کہ کتا اُسکے پاس موجود ہو ضروری ہی حتے کہ اگر شکار کو مردہ پایا اور کتا اُسکے پاس سے ہٹ گیا تھا تو قیاساً و استحساناً وہ شکار نہ کھایا جائیگا ۔ اور اگر کسی دوسرے کام مین مشغول ہوگیا یہان تک کہ جب رات قریب آئی تو اُسکی جستجو کی پس شکار کو مردہ پایا اور کتا اُسکے پاس موجود تھا اور شکار مین ایک جراحت تھی کہ یہ معلوم نہین ہوتا تھا کہ اسکو کتے نے مجروح کیا ہی یا دوسرے نے تو کتاب مین فرمایا کہ مین اُسکا کھانا مکروہ جانتا ہون اور شمس الائمہ حلوائی و شمس الائمہ سرخسی نے تصریح کردی کہ وہ نکھایا جائیگا مگر شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ مکروہ سے مکروہ تنزیہی مراد ہی لیکن فتوی قول اول پر ہی کذا فی الظہیریہ ۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ شکار کو ایک جراحت سے مجروح پایا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کتے کی جراحت ہی اور اگر علامت سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ کتے کے سوائے دوسرے کی جراحت ہی یا یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ جراحت کتے کی ہی لیکن اُسمین دوسری جراحت بھی ہی جو کتے کی جراحت نہین ہی تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا خواہ اُسنے جستجو اور پیچھا کرنا چھوڑا ہو یا نچھوڑا ہو اور اول سے آخر تک یہی حکم باز و چرخ و شاہین وغیرہ مین ہی اور تیر کا یہ حکم ہی کہ اگر کسی شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا پھر شکار مذکور اُسکی نظر سے پوشیدہ ہوگیا پھر اُسکو مردہ پایا اور اُسمین سوائے تیر کے دوسری جراحت ہی تو وہ نہ کھایا جائیگا اگرچہ جستجو مین برابر اُسکے پیچھے رہا ہو اور اگر مردہ پایا مگر اُسمین سوائے تیر کے دوسری جراحت نہ تھی پس اگر جستجو چھوڑ کر دوسرے کام مین مشغول نہوا ہو تو یہ شکار استحساناً کھایا جاوے اور اگر دوسرے کام مین مشغول ہوا ہو تو قیاساً و استحساناً نہ کھایا جاوے یہ محیط مین ہی ۔ فتاوے آہو مین ہی کہ ایک شخص نے پانی مین ایک پرند کو تیر مارا اور مجروح کردیا پھر تیر انداز موزہ اُتارنے مین مشغول ہوا پھر موزہ اتار کر پانی مین گیا اور پرند مذکور کو جرح تیر سے مردہ پایا تو فرمایا کہ اُسکا کھانا حلال ہی اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ تیر انداز کا موزہ اتارنے مین مشغول ہونا عذر نہین ہی پس اُسنے طلب کو ترک کیا اسواسطے اُسکا کھانا حرام ہوگیا ۔ اور یہی سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے تیر مارا اور دوسرے کو اُسکے پیچھے جستجو کا حکم کیا تو فرمایا کہ جائز ہی پھر دریافت کیا گیا کہ اگر کتا چھوڑا اور تسمیہ نہ پڑھا بھول گیا پھر قبل اسکے کہ کتا شکار تک پہونچے تسمیہ پڑھ دیا مگر کتے کو آواز دیکر نہ للکارا یہان تک کہ اُسنے شکار پکڑ کر قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور تیر مین ایسا شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ کتے کی صورت مین تدارک سہو اسطرح ممکن ہی کہ اُسکو للکار دے اور تیر مین ممکن نہین ہی کذا فی التاتارخانیہ ۔

چوتھا باب شرائط صید کے بیان مین ۔ آلہ دو طرح کا ہوتا ہی ایک جماد جیسے تیر پر دار و بے پر وغیرہ اسکے مانند دوم حیوان جیسے کتا وغیرہ شکاری جانور و باز و چرخ وغیرہ شکاری پرند پس اگر آلہ شکار حیوان ہو تو اُسکی شرط مین سے یہ ہی کہ وہ سیکھا ہوا ہو اور کتا سیکھا ہوا نہ ہوگا تا وقتیکہ اُسمین یہ بات نہو کہ وہ شکار کو ہمارے واسطے رکھ چھوڑے خود نہ کھا جاوے اور جب مالک اُسکو بلاوے تو چلا آوے اور جب شکار پر چھوڑے تو تابعداری کے ساتھ روان ہو جاوے پس کتے وغیرہ شکاری درندہ کے سیکھے ہوئے ہونے کی علامت یہ ہی کہ شکار مین سے نہ کھاوے اور امام اعظم رح اسکے واسطے کوئی حد نہین قرار دیتے تھے اور کوئی وقت نہین مقرر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر شکاری درندہ سیکھا ہوا ہو تو اُسکا شکار کھالے اور بہا اوقات فرماتے تھے کہ جب شکار کھیلنے والے کے غالب گمان پر وہ سیکھا ہوا ہو تو وہ سیکھا ہوا ہی اور بارہا فرماتے تھے کہ جو شکار کھیلنے والے دانا ہے کار ہین اُنکے قول کی طرف رجوع کیا جاوے پس جب وہ کہدین

کہ یہ کتا سیکھا ہوا ہو گیا ہی تو وہ سیکھا ہوا ہو گا اور حسن رحہ نے امام اعظم رحہ سے روایت کی کہ جب تین بار وہ شکار کو پکڑ کر کھانا چھوڑ دے تو وہ سیکھا ہوا ہی اور یہی قول ابو یوسف رحہ و امام محمد رحہ کا ہی کذافی المحیط اور یہی اصح ہی کذافی جواہر الاخلاطی ۔ پھر صاحبین رحہ سے ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکا تیسری بار کا چھوڑا ہوا شکار حلال نہین ہی بلکہ چوتھی بار کا چھوڑا ہوا حلال ہی اور صاحبین رحہ سے یہ بھی روایت ہی کہ تیسری بار والا شکار بھی جو اُسنے چھوڑ دیا ہی حلال ہی یہ ظہیریہ مین ہی ۔ اور باز وغیرہ شکاری پرند کے حق مین شکار کو چھوڑ دینا نکھانا اُسکے سیکھے ہوئے ہونیکی علامت نہین ہی اُسکے سیکھے ہونے کی علامت یہی ہی کہ جب اُسکا پالنے والا اُسکو بلاوے تو وہ مان سے حتے کہ اگر باز وغیرہ نے شکار مین سے کھالیا تو اُسکا شکار کھایا جائیگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے باز کے حق مین فرمایا کہ جب سیکھا ہوا معلوم ہوگا کہ جب تیسری بار پالنے والے کے پکارنے سے آجاوے بدون اسکے کہ گوشت کی طمع سے ایسا کرے ۔ اور اگر اُسکی یہ حالت ہو کہ پالنے والے کی آواز سے نہ آوے الا بطمع گوشت تو وہ سیکھا ہوا نہوگا ۔ اور جب یہ حکم لگایا گیا کہ یہ باز سیکھا ہوا ہی پھر وہ باز اپنے پالنے والے کے پاس سے فرار کر گیا اور بُلانے سے نہ آیا تو وہ سیکھا ہوا ہونے کے حکم سے نکل گیا اور اُسکا شکار حلال نہوگا ۔ اسی طرح اگر کتے وغیرہ نے شکار مین سے کھالیا تو سیکھے ہوے ہونے کے حکم سے خارج ہوگیا اور امام اعظم رحہ کے نزدیک جتنے شکار اس سے پہلے کے پکڑے ہوئے اُسکے مالک کے پاس ہون انکا کھانا حرام ہوگا اور صاحبین رحہ کے نزدیک جن شکارون کو اُسکے مالک نے اپنے حرز مین کر لیا ہی اور نہین کھایا ہی وہ حرام نہونگے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اختلاف اُسوقت ہی کہ جب اِن شکارون کی گرفتاری کا زمانہ قریب ہو اور اگر بعید زمانہ ہو مثلاً ایک مہینہ کے برابر گذر گیا ہو اور کتے کے مالک نے ان شکارون کا قدید بنا لیا ہو تو بلا خلاف حرام نہونگے اور شمس الائمہ سرخسی رح نے فرمایا کہ اظہر یہ ہی کہ اختلاف دونون صورتون مین ہی ۔ اور اسپر اتفاق ہی کہ ایسے کتے کے جتنے شکارون کو اُسکے مالک نے اپنے حرز مین نہین کیا ہی وہ حرام ہونگے ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی اور ایسے کتے کے شکارون کی قدید بنائے ہوئے کو اگر اُسکے مالک نے فروخت کر دیا ہو تو شک نہین ہی کہ صاحبین کے قول پر اُسکی بیع نہ ٹوٹیگی اور بنا بر قول امام اعظم رحہ کے جبکہ بائع و مشتری نے اس امر پر اتفاق کیا کہ کتا جاہل تھا سیکھا ہوا نہ تھا تو بیع ٹوٹ جانی چاہیے اور فرمایا کہ پھر اسکے بعد اس کتے کا شکار حلال نہوگا یہان تک کہ وہ سیکھ جاوے اور اُسکے سیکھنے کی حد وہی ہی جو ہمنے پہلے پہل اُسکے سیکھے ہوے ہونے کی پہچان مین باقوال مختلفہ بیان کر دی ہی ۔ اسی طرح اگر باز اپنے مالک سے فرار ہوگیا اور بلانے سے نہ آیا حتے کہ اُسکے جاہل بغیر سیکھے ہوے ہونے کا حکم دیا گیا تو اُسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی اور پھر اگر اسکے بعد اُسنے پے در پے تین بار اپنے پالنے والے کے آواز دینے پر فرمانبرداری کی تو اُسکے سیکھے ہوے ہو جانے کا حکم دیا جائیگا یہ صاحبین کے قول کے موافق ہی اور سا گر اُسنے شکار کا خون پی لیا تو شکار کھایا جائیگا یہ محیط مین ہی ۔ اگر سیکھے ہوے کتے نے شکار پکڑا اور اُس سے اُسکے مالک نے لے لیا پھر مالک نے اُسمین سے ایک ٹکڑا کاٹ کر کتے کے سامنے ڈال دیا اور کتے نے کھایا تو کتا اپنے حال سابق کے موافق سیکھا ہوا رہیگا ۔ اسی طرح اگر مالک نے کتے کے پاس سے وہ شکار لے لیا پھر کتے نے اُچک کر مالک کے پاس سے شکار مین سے ایک ٹکڑا لیکر کھایا حالانکہ وہ مالک کے ہاتھ مین ہی تو یہ کتا سیکھا ہوا رہیگا اسی طرح مشائخ نے فرمایا کہ اگر کتے نے شکار مالک کو دینے کے بعد اُسمین سے چرا لیا تو بھی کتا سیکھا ہوا رہیگا ۔ اور اگر سیکھے ہوے کتے کو شکار پر چھوڑا اور اُسنے

حملہ کرکے شکار مین سے ایک لوتھڑا گوشت دانتون سے نوچ لیا اور شکار بھاگ گیا پس کتے نے وہ لوتھڑا کھایا پھر شکار کے پیچھے دوڑا اور اُسکو پاکر قتل کرڈالا اور کچھ نہ کھایا تو یہ شکار نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ شکار پکڑنے کی حالت مین اُسکا شکار مین سے کھالینا یہ اُسکے جاہل ہونے کی علامت ہی۔ اور اگر کتے نے حملہ کرکے اُسکا گوشت نوچ لیا اور شکار بچ کر بھاگا پھر کتے نے اُسکا پیچھا کیا اور پکڑ کر قتل کرڈالا اور اُسمین سے کچھ نہ کھایا تو وہ شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ کتے سے کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جو اُسکے بے سیکھے ہوے ہونے پر دلالت کرتا ہو اسواسطے کہ اُسنے شکار مذکور مین سے ایک ٹکڑا اسی واسطے نوچ لیا کہ زخم کاری لگے تاکہ اس سبب سے اُسکے پکڑ لینے پر قادر ہو جاوے پس یہ امر بمنزلہ زخمی کرنے کے ہی۔ اور اگر کتے کے مالک نے شکار کو اُس کتے سے لے لیا اور کتا اُسکو قتل کرچکا تھا پھر اسکے بعد کتا واپس ہوا اور جو ٹکڑا نوچ کرڈال آیا ہی اُسکے پاس گذرا اور اُسکو کھالیا تو اُسکا شکار کھایا جائیگا۔ اور اگر کتے نے شکار کا پیچھا کیا اور اُسکی بوٹی نوچ لی اور کھائی حالانکہ شکار ہنوز زندہ تھا پس وہ کتے کے پاس سے اُچک بھاگا پھر کتے نے اُسی وقت ایک دوسرا شکار پکڑ کر قتل کیا اور اُسمین سے کچھ نہ کھایا تو اصل مین اس مسئلہ کو ذکر کرکے فرمایا کہ مین اس شکار کا کھانا مکروہ جانتا ہون اسواسطے کہ شکار پکڑنے کی حالت مین اُسمین سے کھانا اُسکے بے سیکھے ہوے ہونے کی دلیل ہی۔ کذافی البدائع

قال المترجم بنا بر تصحیح شمس الائمہ حلوائی و شمس الائمہ سرخسی مکروہ سے تحریمی مراد ہی اور بنا بر تقریر شیخ الاسلام تنزیہی مراد ہی والاول اصح۔ ایک شخص نے کتا ایک شکار پر چھوڑا اُسنے اُسکو نہ پکڑا اور دوسرا شکار پکڑا پس اگر اس ارسال کی روش پر چلا گیا ہو تو یہ شکار حلال ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر کسی نے اونٹ کو تیر مارا اور وہ شکار کے لگا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ اونٹ وحشی ہو گیا تھا یا نہین تو جب تک یہ معلوم نہو کہ وہ اونٹ وحشی ہو گیا تھا تب تک شکار مذکور نکھایا جائیگا اسواسطے کہ اونٹ کے حق مین اصلیت یہی ہی کہ وہ ہلا ہوا ہو پس اصل کے موافق لیا جائیگا یہان تک کہ خلاف اصل ثابت ہو یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنے باز کو خرگوش پر چھوڑا اور اُسنے اس ارسال مین دوسرے شکار کو پکڑا حالانکہ یہ باز سوائے خرگوش کے کچھ شکار نہین کرتا ہی تو جو اُسنے شکار کیا ہی وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر اُسنے سور یا بھیڑیے کی طرف چھوڑا اور اُسنے ہرن کا شکار کیا تو اُسکا کھانا حلال ہی یہ ینابیع مین ہی۔ اور اگر باز کو ہرن پر چھوڑا حالانکہ وہ ہرن کا شکار نہین کرتا ہی پس اُسنے کسی شکار کو پکڑا تو نہ کھایا جائیگا یہ تہذیب مین ہی۔ اور اگر اپنا کتا ایک شکار پر تسمیہ پڑھ کر چھوڑا اُسنے اسی ارسال مین بہت سے شکار ایک بعد دوسرے کے پکڑے تو سب حلال ہین اسی طرح اگر اُسنے ایک شکار کو تیر مارا وہ اُسکے لگ کر پار ہو گیا اور جاکر دوسرے کے لگا اور پار ہو کر جاکر تیسرے کے لگا ہو تو ہمارے نزدیک سب حلال ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اُسنے شکار کو پکڑا اور دیر تک دابے پڑا رہا پھر اُسکے پاس سے دوسرا شکار گذرا اور اُسنے اُسکو پکڑ کر قتل کیا تو دوسرا شکار نہ کھایا جائیگا الا اُس صورت مین کہ دوبارہ ارسال ہو یا جسمین زجر ممکن ہی اُسکو تسمیہ کہکر اسطرح للکار دیا ہو کہ وہ منزجر ہو گیا ہو یعنے شکار کی جستجو زیادہ کرنے لگا ہو اور یہ اسوجہ سے ہی کہ فی الفور صید کرنا باطل ہو گیا ہی۔ اسی طرح اگر کتے یا باز کو شکار پر چھوڑا اور وہ شکار سے دائین بائین ہو کر سوائے طلب شکار کے کسی بات مین مشغول ہو گیا اور اس ارسال مین فتور ہو گیا پھر اُسنے کسی صید کا پیچھا کیا اور پکڑ کر قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائیگا الا اُس صورت مین کہ ارسال جدید پایا جاوے یا شکاری جانور کو اُسکا مالک زجر کرے یعنی للکارے اور تسمیہ پڑھے اور وہ منزجر ہو جاوے یا ایسے جانور مین جسکا زجر کرنا ممکن ہی اور وجہ نہ کھائے جانے کی یہ ہی کہ جب

شکاری جانور سوائے طلب شکار کے دوسرے امر مین مشغول ہوگیا تو ارسال کا حکم منقطع ہوگیا پھر جب اسکے بعد وہ کوئی شکار
لیگا تو وہ خود شکار پر دوڑا ہی پس اُسکا شکار حلال نہوگا اِلا اُس صورت مین کہ جس جانور کا للکارنا ممکن ہی اُسکو اُسکا مالک
تسمیہ پڑھکر للکار دے یہ بدائع مین ہی۔ ایک شخص نے ایک شکار پر اپنا کتا چھوڑا مگر وہ خطا کر گیا اور اُسکے سامنے دوسرا
شکار پیش آگیا اُسکو اُسنے قتل کر ڈالا تو کھایا جائیگا اور اگر کتا لوٹا اور لوٹنے مین اُسکے سامنے کوئی شکار آگیا اُسکو اُسنے قتل
کردیا تو نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ ارسال کا حکم اُسکے لوٹنے سے باطل ہوگیا اور بدون ارسال کے شکار حلال نہین ہوتا ہی
یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کسی نے کسی شی کو شکار گمان کر کے اُسپر کتا چھوڑا پھر وہ چیز شکار نہ نکلی پھر اُسکے سامنے شکار پیش آیا
اُسکو اُسنے قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا کتا ایک چیز کو آدمی گمان کر کے چھوڑا اور تسمیہ
پڑھ دیا پھر آدمی نہ تھا بلکہ شکار نکلا تو کھایا جائیگا اور یہی مختار ہی اسواسطے کہ یہ امر ظاہر ہوا کہ اُسنے شکار پر چھوڑا ہی یہ ظہیریہ مین ہی
اگر چیتا شکار پر چھوڑا اور اُسنے کمین گاہ مین گھات لگائی اور شکار کا پیچھا نہ کیا جیسے اُسکی عادت ہوتی ہی تاکہ شکار پر قابو
پاوے پس ایک ساعت درنگ واقع ہوا پھر اُسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو کھایا جائیگا اسی طرح اگر کتا چھوڑا اور اُسنے مثل
چیتے کے داؤن گھات کیے تو وہ بھی جو شکار کرے اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ یہ حکم ارسال مثل جستجو کرنے
دوڑنے کے ہی اسی طرح اگر باز چھوڑا اور وہ کسی چیز پر گر پڑا پھر وہان سے اڑکر شکار کو پکڑ لیا تو وہ شکار کھایا جائیگا اسی طرح
تیرانداز نے اگر کسی شکار کو تیر مارا تو جس شکار کو اس روش مین اسی جہت مین تیر لگے وہ کھایا جائیگا اور اگر ایک شکار کے
لگکر پار ہوکر دوسرے کے لگکر پار ہوکر تیسرے و چوتھے وغیرہ کے لگے تو سب کھائے جاوینگے اور اگر تند ہوا نے تیر
کو اس رخ سے کسی جانب داہنے و بائین پھیر دیا اور وہ کسی شکار کے لگا تو کھایا جائیگا اور اگر ہوا نے اُسکو اس رخ سے نہ پھیرا
ہو تو جس شکار کے لگے وہ کھایا جائیگا اور اگر تیر مذکور کسی دیوار یا پتھر پر پڑا اور لوٹ کر کسی شکار کے لگا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا
اور اگر تیر ایک درخت سے ہوکر گذرا اور برابر درخت سے رگڑتا جاتا تھا لیکن تیر اپنی راہ سے سیدھا جا رہا تھا اور کسی شکار
کے لگا اور اُسکو مار ڈالا تو وہ کھایا جائیگا اور اگر درخت کے صدمہ سے تیر مذکور داہنے یا بائین کسی رخ کو پھر کر کسی شکار کے
لگا ہو تو وہ نہ کھایا جائیگا۔ اور اگر تیر مذکور کسی دیوار کو چھیلتا ہوا اپنی راہ پر سیدھا نکل گیا اور کسی شکار کو قتل کیا تو کھایا جائیگا
یہ بدائع مین ہی۔ اگر مسلمان نے اپنا سکھایا ہوا کتا کسی شکار پر چھوڑا پھر اُسکے ساتھ بے سیکھا ہوا کتا یا ایسا کتا جسپر عمداً
اللہ تعالے کا نام نہین لیا گیا ہی یا مجوسی کا کتا شریک ہوگیا تو شکار مذکور نکھایا جائیگا اور اگر دوسرے کتے نے شکار کو اول کتے
کی طرف لوٹایا اور اول کتے کے مجروح کرنے مین شریک نہوا اور شکار مذکور اول کتے کی جرح سے مرگیا تو اُسکا کھانا
مکروہ ہی بعض نے فرمایا کہ کراہت تنزیہی ہی اور بعض نے فرمایا کہ تحریمی ہی اور اسی کو شمس الائمہ حلوانی رحہ نے اختیار کیا ہی۔ کذا
فی الکافی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی مجوسی نے شکار کو کتے کی طرف لوٹایا یہان تک کہ اُسنے پکڑ لیا تو اُسکے کھانے
مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ مجوسی کا فعل کتے کے فعل کی جنس سے نہین ہی پس مشارکت ثابت نہوگی اور اگر دوسرے
کتے نے شکار کو پہلے کتے کی طرف نہ لوٹایا ہو لیکن اُسنے پہلے کتے سے دوڑ مین آگے نکل جانا چاہا حتے کہ اول کتا بھی
تیز دوڑا اور پھر تنہا شکار کو قتل کر ڈالا تو حلال ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر مجوسی نے کسی مسلمان کے ساتھ ملکر کمان کھینچی اور
شکار کو تیر لگا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہی اور منجملہ شرط کلب وغیرہ کے یہ ہی کہ ارسال کے بعد اُس سے پیشاب کرنے یا کھانے
کا فعل صادر نہوا ہو اگر کتے [illegible] طرف سے ایسا فعل پایا گیا یا اُسنے بہت توقف کیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور منجملہ

اُسکی شرائط کے یہ بھی ہی کہ اسکا زخم جارح یعنے جرح کرنے والا ہو دے حتے کہ اگر اُسنے بدون جرح کے قتل کیا تو حلال نہوگا یہ زیادات و مختصر عصام مین مذکور ہی اور اصل مین اسطرف اشارہ کیا کہ وہ حلال ہی چنانچہ اصل مین یون فرمایا کہ جب اُسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو حلال ہی اور اسکی تفصیل نفرمائی کہ جرح سے قتل کیا یا مخنوق یعنے گردن دبا کر مار ڈالا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم و امام ابو یوسف رح سے سوائے روایت اصول کے روایت کی ہی کہ شکار حلال ہی اگرچہ اُسنے جرح سے قتل نکیا ہو پس بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ امام محمد رح نے جو حکم اصل مین ذکر فرمایا ہی وہ امام اعظم و ابو یوسف کا قول ہی اور جو زیادات مین ذکر فرمایا ہی وہ اپنا قول ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو اصل مین مذکور ہی وہ کوتاہی کے ساتھ ہی یعنے مفصل ذکر نہ کیا اور جو زیادات مین مذکور ہی وہ درازی کے ساتھ مفصل ہی اور صحیح وہی ہی جو زیادات مین ہی اور امام ابو یوسف رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اگر اُسنے شکار کا کوئی عضو توڑ دیا جس سے وہ مر گیا تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ توڑنا جراحت باطنی ہی پس جراحت ظاہری پر اُسکا اعتبار و قیاس کیا گیا کذا فی المحیط

قال المترجم فعلے ہذا الخنق ایضاً کذلک وہذا الشیہ بظاہر لمن ذہب الے ما اشیر الیہ فی الاصل فتامل۔ اگر مسلمان نے اپنا کتا کسی شکار پر چھوڑا اور تسمیہ پڑھ دیا پس کتا اُس شکار تک پہونچ گیا اور اُسکو زخم دیا اور سُست کر دیا پھر دوبارہ زخم دیا اور قتل کر دیا تو وہ شکار کھایا جائیگا اور اسی طرح اگر اُسنے دو کتے چھوڑے پس ایک نے اسکو زخمی کر کے سُست کر دیا پھر دوسرے نے اُسکو قتل کر ڈالا تو کھایا جائیگا اسواسطے کہ مجروح کرنے کے بعد مجروح نکرنا یہ تعلیم مین داخل نہین ہی پس عفو قرار دیا گیا اور اگر دو آدمیون سے ہر ایک نے اپنا اپنا کتا چھوڑا اور شکار کو ایک کتے نے مجروح کر کے سُست کر دیا پھر دوسرے نے اُسکو قتل کر دیا تو شکار مذکور کھایا جائیگا اور وجہ وہی ہی جو ہمنے بیان کر دی ہی مگر شکار مذکور پہلے کتے والے کی ملک ہوگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا سکھلایا ہوا کتا ایک شکار پر چھوڑا اُسنے اُسکی ٹانگ توڑ دی یا اسطرح اُسکی کونچین کاٹ دین کہ وہ شکار نہ رہا پھر دوسرے شخص نے اسی شکار پر اپنا کتا چھوڑا اُسنے اُسکی دوسری ٹانگ توڑ دی یا خوب کونچین کاٹ ڈالین پھر دونون کونچین کاٹنے سے شکار مذکور مر گیا تو ہم کہتے ہین کہ شکار مذکور شخص اول کا ہی مگر اُسکا کھانا حلال نہین ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب دوسرے شخص نے اپنا کتا اُسوقت چھوڑا ہو کہ جب پہلے شخص کے کتے نے شکار کو پاکر بہت زخمی کر دیا ہو اور اگر پہلے شخص کے کتے نے زخمی کیا ہو مگر خوب زخم کاری نہ پہونچایا ہو اور اُسکو صید ہونے سے باہر نہ کیا ہو پھر دوسرے شخص نے اپنا کتا چھوڑ دیا اور اسکے کتے نے پہونچکر اُسکو زخمی کر دیا اور زخم کاری لگایا کہ جس سے وہ صید نہ رہا تو وہ شکار دوسرے شخص کا ہوگا اور اُسکا کھانا حلال ہوگا اور اگر دونون کتون کا زخم علٰحدہ علٰحدہ ایسا ہو کہ جس سے وہ شکار صید ہونے سے خارج نہین ہوتا ہی لیکن دونون کا زخم ملا کر ایسا ہی کہ جس سے وہ جانور صید نہین رہتا ہی تو وہ شکار دونون کا ہوگا اسی طرح اگر دونون کتون نے اُس شکار کو ایک ہی ساتھ پکڑ پایا ہو تو بھی شکار مذکور دونون کا ہوگا اور دونون صورتون مین حلال ہی اور اگر دوسرے شخص نے اپنا کتا پہلے شخص کے کتے کے شکار پکڑ پانے سے پہلے چھوڑا ہو تو جسکا کتا پہلے شکار کو پکڑ لے یہ شکار اُسی کا ہوگا جیسا کہ دو تیرون کی صورت مین حکم ہی اور حلت ثابت ہوگی اور اگر دونون نے اپنا اپنا کتا ایک ہی ساتھ چھوڑا پس ایک کے کتے نے دوسرے کے کتے سے پہلے شکار کو پکڑ کر اُسکو زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر دوسرے کتے نے اُسکو پکڑا تو یہ شکار اُسکا ہی جسکے کتے نے اُسکو پہلے پکڑا ہی اسی طرح اگر دونون نے آگے پیچھے چھوڑا مگر دوسرے کے

(حاشیہ: یعنے آدمی کے قابو سے باہر ہو جانا ایسا نہ رہا ۱۲)

(حاشیہ: ف قال قلت فعلے ہذا المعنی ینبغی ان یتأول کلام الاصل علے الایجاز فقلنا المراد ان الحکم الصحیح فی ہذا الباب ہو ما ذکرہ فی الزیادات ولیس المعنی ان الصحیح بین ما ذکرہ فیہ بین ما ذکرہ فی الاصل فافہم ۱۲ منہ)

کتے نے اُسکو پہلے پکڑ کر زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر پہلے کے کتے نے اُسکو پکڑا تو یہ شکار دوسرے کا ہوگا اور اگر دو کتون
نے اُسکو ایکبارگی پکڑا یا ایک نے اُسکو پہلے پکڑا اگر زخم کاری نہ دیا تھا کہ دوسرے نے اُسکو پکڑا تو یہ شکار دونون کا ہوگا
یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور تجنیس خواہرزادہ مین لکھا ہی کہ اگر کسی نے اپنا کتا ایسے شکار پر چھوڑا جسکو وہ آنکھون سے
نہین دیکھتا ہی یا ایسے شکار کو تیر مارا اور وہ شکار مر گیا اور یہ شخص اُسکی جستجو مین پیچھے ہی پس اُسکو پایا تو وہ حلال ہی
یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اگر باز نے اپنی منقار یا چنگل سے شکار کو زخمی کیا اور پس پا کر دیا یا کتے نے اُسکو زخم کاری سے
مجروح کیا پھر اُسکا مالک آیا اور اتنا قابو پایا کہ اُسکو پکڑ لے مگر اُسنے نہ پکڑا یہان تک کہ باز یا کتے نے دوسری ضرب
سے اُسکا کام تمام کر دیا تو عامہ مشائخ کے نزدیک اُسکا کھانا حلال ہی یہ محیط مین ہی - اور جو جانور معراض کے عرض
کے صدمہ سے ہلاک ہوا اور جو جانور گلولہ کے صدمہ سے مر جاوے وہ نہ کھایا جائیگا یہ کافی میں ہی - اسی طرح اگر
اُسکو پتھر سے پھینک مارا اور پتھر بھاری ہی اور اُسمین دھار ہی تو بھی یہی حکم ہی اگرچہ شکار کو مجروح کیا ہو اسواسطے
کہ اسمین احتمال ہی کہ شاید پتھر کے بوجھ سے مر گیا ہو اور اگر پتھر ہلکا ہو اور اُسمین دھار ہو تو حلال ہوگا اسواسطے کہ اسکا مرنا
پتھر کی جراحت سے ہوگا - اور اگر پتھر ہلکا ہو اور اُسکو لنبا مثل تیر کے بنایا اور اُسمین دھار ہی تو شکار حلال ہوگا اور
اگر شکار کو مروہ دھاردار پھینک مارا اور اُسنے پارہ گوشت جراحت سے جدا نہ کیا تو حرام ہی اسی طرح اگر سنگ مروہ
پھینک مارا اور شکار کا سر جدا کر دیا یا اُسکی شہ رگین وغیرہ کاٹ ڈالین تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر شکار کو عصا یا لاٹھی وغیرہ
لکڑی سے مارا یہان تک کہ اُسکے بوجھ کی وجہ سے شکار مذکور مر گیا مجروح ہوکر نہین مرا تو بھی حرام ہی الا اُس صورت
مین کہ جب ایسی لکڑی مین دھار ہو کہ پارہ گوشت جدا کر دے تو اس صورت مین حلال ہوگا کیونکہ یہ لکڑی مثل تلوار
و تیر کے ہوگی - اور اصل یہ ہی کہ جب شکار کا مرنا قطعاً جرح کی طرف مضاف ہو تو حلال ہوگا اور اگر یقیناً گرانی کی طرف
منسوب ہو یعنے بسبب ثقل کے مر گیا تو حرام ہوگا اور اگر شک واقع ہوا یعنے نہین معلوم ہوتا ہی کہ شکار مذکور بسبب جراحت
کے ہلاک ہوا ہی یا بسبب بوجھ کے مرا ہی تو احتیاطاً حرام ہی اور اگر شکار کو تلوار سے یا چھری سے پھینک کر مارا اور دھار
کی طرف سے اُسکے لگی - اور اُسکو مجروح کر دیا تو حلال ہی اور اگر چھری پشت کی طرف سے یا تلوار قبضہ کی طرف سے اُسکے
لگی ہو تو حرام ہی اور اگر شکار کو پھینک مارا اور وہ مجروح ہو گیا پھر جراحت سے مر گیا پس اگر جراحت خون دیتی ہو تو
بالاتفاق حلال ہی اور اگر خون نہ دیتی ہو تو بعضے متاخرین کے نزدیک حلال ہی خواہ جراحت صغیر ہو یا کبیر ہو اور بعض
متاخرین کے نزدیک خون دینا شرط ہی اور بعض متاخرین کے نزدیک اگر جراحت کبیر ہو تو بدون خون دینے کے حلال
ہی اور اگر صغیر ہو تو حلال نہین ہی یہ کافی مین ہی - اگر ایک تیر مارا پھر دوسرے شخص کا تیر اسکے معارض ہو گیا اور اسکو اُسکی
سیدھی راہ سے رد کر دیا اور ایک شکار کے لگا اور اُسکو قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا ایسا ہی اصل مین مذکور ہی اور امالیات مین
مذکور ہی کہ وہ شکار کھایا جائیگا اور شمس الائمہ ابو محمد عبد العزیز احمد الحلوائی نے فرمایا کہ جو اصل مین مذکور ہی اُسکی تاویل یہ
ہی کہ دوسرے تیر مارنے والا کا قصد شکار کو تیر مارنا نہ تھا بلکہ غرض اُسکی تیراندازی کا کھیل یا تیراندازی سیکھنا تھا یا اُسنے عمداً تسمیہ
ترک کیا تھا حتے کہ اگر اُسنے شکار مارنے کا قصد کیا ہو تو موافق روایت اصل کے حلال ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص
مسلمان نے شکار کو بسم اللہ کہہ کر تیر مارا وہ رکھے ہوے تیر کے لگا اور اُسکو اُٹھا لیگیا اور شکار کے تیر جاکر لگا اور اُسکو جراحت سے
قتل کیا تو کھایا جائیگا اسی طرح اگر معراض یا پتھر یا گلولہ پھینکا اور وہ ایک تیر پر پہونچا اور اُسکو اُٹھا لیگیا اور یہ تیر ایک شکار

کے لگا اور اُسکو قتل کیا تو حلال ہی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ ایک مجوسی نے بعد مسلمان کے تیر پھینکنے کے اپنا تیر مارا پس اُسکا تیر
اول کے تیر پر پڑا (اور لگا چلا گیا یہان تک کہ مسلمان کا تیر شکار کے لگا) پس اگر یہ معلوم ہو کہ اگر مجوسی کا تیر نہوتا تو شکار تک
نہ پہونچتا تو شکار حرام ہی اسی طرح اگر مجوسی کے تیر نے مسلمان کے تیر کو اُسکے روانی کے رخ سے پھیر دیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مجوسی
کے تیر نے اسمین قوت بڑھا دی ہو اور اُسکے روش کے رخ سے برگشتہ نہ کیا ہو تو شکار مسلمان کا ہوگا لیکن استحساناً حلال نہوگا
یہ سراجیہ میں ہی۔ مجوسی نے ایک شکار کو تیر مارا اُسکے تیر سے شکار فرار ہو گیا یا اپنا کتا چھوڑا اور اُسکے کتے سے شکار فرار ہو گیا
پھر مسلمان نے اُسکو تیر مارا یا اپنا کتا چھوڑا تو شکار حلال نہوگا الا اُس صورت میں کہ مسلمان کے تیر مارنے و کتا چھوڑنے
سے پہلے مجوسی کا تیر زمین پر گر پڑا ہو یا اُسکا کتا واپس ہو گیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر حلالی شخص اور ایک شخص احرام
باندھے ہوئے دونوں ایک شکار کے تیر مارنے میں شریک ہوئے تو اُسکا کھانا حلال نہیں ہی جیسا کہ اگر مسلمان و مجوسی
ایک شکار کے قتل میں شریک ہوئے تو اُسکا کھانا حرام ہی یہ مبسوط میں ہی۔ تیر پھینکنے و شکاری جانور چھوڑنے
کے وقت اسلام ہونا حلال ہونے کے واسطے شرط ہی حتے کہ اگر حالت اسلام میں ایک شخص نے تیر مارا یا شکاری
جانور چھوڑا پھر مرتد ہو گیا تو شکار حلال ہی اور اگر اسکے برعکس ہو تو حلال نہیں ہی یہ غیاثیہ میں ہی۔ مجوسی اگر یہودی
یا نصرانی ہو گیا تو اُسکا شکار و ذبیحہ کھایا جائیگا اور نصرانی اگر مجوسی ہو گیا تو اُسکا شکار و ذبیحہ نہ کھایا جائیگا۔ اور
مسلمان اگر مرتد ہو گیا تو اُسکا شکار و ذبیحہ نہ کھایا جائیگا اسی طرح اگر یہودی یا نصرانی ہو گیا تو بھی یہی حکم ہی۔ یہ
شرح طحاوی میں ہی۔ اگر چند لوگ مجوسیوں نے ایک شکار کو اپنے اپنے تیر مارے پھر شکار اُنکے تیروں سے فرار ہو کر مسلمان
کی طرف آیا اُسنے تسمیہ پڑھکر تیر مارا اور مسلمان کا تیر اُسکے لگا اور اُسکو قتل کیا تو مسئلہ میں دو صورتیں ہیں کہ اگر مجوسی کا تیر ہنوز
زمین پر نہیں گرا تھا کہ مسلمان نے اُسکو تیر مارا تو اُسکا کھانا حلال نہیں ہی الا اُس صورت میں کہ مسلمان اُسکو زندہ پاکر حلال
کر ڈالے تو حلال ہوگا اسوجہ سے کہ مجوسیوں نے تیر مارنے میں اُسکی اعانت کی ہی حقیقۃً ذبح کرنے میں اعانت نہیں کی ہی
اور حقیقۃً حلال کر ڈالنے کے ہوتے ہوئے تیروں سے اعانت کا کچھ اعتبار نہیں ہی اور اگر مجوسیوں کے تیر زمین پر گرجانے
کے بعد پھر مسلمان نے تیر مارا ہو اور باقی مسئلہ بحال رہے تو اُسکا کھانا حلال ہی۔ اسی طرح اگر مجوسیوں نے شکار پر اپنے کتے
چھوڑے اور شکار اُنکے کتوں سے فرار ہو کر مسلمان کی طرف آیا اور مسلمان نے اُسکو تیر مار کر قتل کیا یا اپنا کتا یا باز یا چرغ وغیرہ
اُسپر چھوڑا اور کتے نے اُسکو پکڑ کر قتل کیا پس اگر مسلمان کا تیر مارنا ایسی حالت میں تھا کہ جب مجوسی کا چرغ و باز وغیرہ شکار
مذکور کے پیچھے تھا تو وہ حلال نہوگا اور اگر اُسکے واپس ہونے کے بعد تھا تو حلال ہوگا اسی طرح اگر شکار کے پیچھے کوئی بے سیکھا ہوا
کتا یا بے سیکھا ہوا باز وغیرہ ہو پھر شکار اُسکے سامنے سے بھاگتا ہوا مسلمان کی طرف آیا اور مسلمان نے اُسکو تیر مارا یا اپنا
کتا یا باز اُسپر چھوڑا اور اُسنے پاکر قتل کیا تو اسمین بھی اُسی تفصیل سے حکم ہی جو ہمنے بیان کی ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور صید میں
یہ شرط ہی کہ اُسکی موت میں سوائے جراحت تیر یا کتے و باز وغیرہ کے کوئی اور سبب شریک نہو جیسے کسی مقام سے گر پڑنا یا پانی
میں گر پڑنا یا کوئی جراحت موجود ہو جس سے وہم ہو کہ شاید اس جراحت سے مرا ہی یہ محیط میں ہی۔ اگر شکار کے تیر لگا اور وہ
زمین پر گرا یا زمین پر پختہ اینٹیں بچھی ہوئی تھیں اُنپر گرا اور مر گیا تو وہ حلال ہی اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں ہی۔
اور اگر پانی میں گرا یا پہاڑ پر یا اونچے پتھر کے ٹیلہ پر یا درخت یا دیوار پر یا گاڑے ہوئے نیزے کی بوری پر یا کھڑی
ہوئی اینٹوں پختہ یا خام کی نوک پر گر کر پھر زمین پر گرا تو حلال نہیں ہی اسواسطے کہ ان چیزوں سے احتراز ممکن ہی چنانچہ

تردی سے اصطیاد منفک ہی ہو پس اُسکا اعتبار واجب ہی اور احتمال پیدا ہوا کہ اُسکی موت شاید پانی یا تردی کی وجہ سے ہوئی ہو تو مبیح و محرم مجتمع ہوے پس احتیاطاً وہ حرام رکھا گیا حتے کہ اگر پانی کا پرند ہو اور وہ پانی مین گرا اور اُسکا زخم پانی مین منغمس نہین ہوا تو اُسکا کھانا حلال ہی اسواسطے کہ پانی سے اُسکی موت کا احتمال نہین ہی اور اگر اُسکا زخم پانی مین منغمس ہو گیا تو نہ کھایا جائیگا بسبب احتمال اس امر کے کہ شاید اُسکی موت پانی کی وجہ سے ہوئی ہو — اور یہ سب ایسی صورت مین ہی کہ جب شکار کے ایسا زخم لگا ہو جس سے اُسکی زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ جس سے اُسکی زندگی کی امید نہو تو حلال ہی بشرطیکہ اُسمین اتنی حیات رہگئی جیسے ذبح کرنے کے بعد مذبوح مین رہجاتی ہی مثلاً اُسکا سر جدا ہو گیا ہو پھر پانی مین گرا اسوجہ سے کہ اس صورت مین احتمال مذکور معدوم ہی اور اگر ان چیزون مین سے کسی چیز پر گرکر مرا اور وہان سے زمین پر نگرا اور یہ شی ایسی ہی کہ اُس سے قتل نہین ہوتا ہی مثلاً چھت ہی یا پہاڑ ہی تو وہ حلال ہوگا اسواسطے کہ برابر مستوی چیز پر گرنا مثل زمین پر گرنے کے ہی کیونکہ اس سے احتراز متعذر ہی اور اگر ایسی چیز ہو جس سے قتل ہو جاتا ہی جیسے نیزے کی دھار یا کھڑے ہوے نرکل و کھڑی ہوئی اینٹین پختہ و خام کی دھار یا ایسی کسی چیز پر گرا تو حلال نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی — اور منجملہ شرائط صید کے یہ ہی کہ شکار کھیلنے والے کے پہونچنے سے پہلے وہ مرجاوے تاکہ بلاشبہہ و خلاف اُسکا حکم ہو کیونکہ اگر شکار کرنے والا اُس تک پہونچا اور وہ زندہ موجود تھا تو اسمین اقوال مختلف ہین — اور منجملہ شرائط صید کے یہ ہی کہ متنفر و متوحش ہو مالوف نہو جیسے دحوش دواجن ہوتے ہین کذافی المحیط

پانچوان باب — جو حیوان ذکوۃ قبول کرسکتے ہین اور جو قابل ذکوۃ نہین ہوتے ہین اُنکے بیان مین — اگر کتا وغیرہ شکاری درندہ چھوڑنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو اُسپر واجب ہی کہ اُسکو ذبح کرے اور اگر اُسنے ذبح نکیا یہان تک کہ وہ مرگیا تو اُسکا کھانا حرام ہوگا اور یہی حکم باز وغیرہ پرند شکاری اور تیر مین ہی اور وجہ یہ ہی کہ اُسنے ذکوۃ اختیاری کو باوجود اُسپر قادر ہونے کے ترک کیا اور یہ اُس صورت مین ہی کہ جب اُسکے ذبح کردینے پر قادر ہوا اور اگر شکار ہاتھ آیا مگر یہ اُسکے ذبح کرنے پر قادر نہین ہی حالانکہ اُسمین زندگی بہ نسبت مذبوح جانور کے زائد موجود ہی تو ظاہر الروایۃ مین وہ نہ کھایا جائیگا کذا فی الکافی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی التبیین — اور امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رح سے مروی ہی کہ وہ حلال ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ذبح کرنے پر اسوجہ سے قادر نہوا کہ اُسکے پاس آلہ ذبح موجود نہ تھا تو وہ نہ کھایا جاوے اور اگر بسبب ضیق وقت کے قادر نہوا تو ہمارے نزدیک کھایا جاوے اور حسن بن زیاد و محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ استحساناً حلال ہی اور استحسان ہی کو قاضی فخرالدین نے اختیار کیا ہی — اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب اس جراحت کے ساتھ شکار مذکور کے زندہ رہنے کا وہم ہو اور اگر اُسکے زندہ باقی رہنے کا وہم نہو مثلاً کتے نے اُسکا پیٹ پھاڑ دیا اور آنتین وغیرہ نکال دی ہین پھر زندہ شکار کھیلنے والے کے ہاتھ آیا اور مرگیا تو اُسکا کھانا حلال ہی اسواسطے کہ اُسکے ہاتھ آنے سے پہلے اُسمین فعل ذکوۃ یعنی اضطراری خوب مستقر ہو چکا ہی اور اضطراب خفیف جو اُسمین باقی ہی وہ مذبوح کے مانند ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابویوسف و امام محمد رح کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک وہ حلال نہوگا اور یہ قیاس ہی اسواسطے کہ شکار مذکور زندہ اُسکے ہاتھ آیا — پس بدون ذبح کے حلال نہوگا جیسے متردیہ مین ہی اور یہ اُسوقت ہی کہ اُسنے ذبح کرنا ترک کیا ہو اور اگر ذبح کردیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بھی حلال ہوگا اسواسطے کہ اگر حیات مستقرہ باقی ہو تو ذبح کرنا اپنے موقع پر ہوا بالاجماع اور اگر اُسمین حیات مستقرہ نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ذکوۃ تو فقط ذبح ہی وہ پایا گیا اور صاحبین رح کے نزدیک (اگرچہ ذکوۃ کے واسطے حیات مستقرہ کا

علے نحو ما مرلیکن بدون ذکوۃ کے حلال ہی اسی طرح متردیہ و نطیحہ و موقوذہ مین اور جسکے پیٹ کو بھیڑیے نے پھاڑ دیا ہو اور اُسمین زندگی خفیہ یا ظاہر رہگئی ہو پس اگر اُسکو ذبح کر دے تو حلال ہوجائیگی یہ کافی مین ہی (یعنے امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق ہر ہی محبا ۱۲ منہ) - اور اگر اُسکو زندہ پایا مگر نہ لیا پس اگر اتنا وقت ہو کہ اگر پکڑ لیتا تو ذبح کر سکتا تھا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر ذبح نکر سکتا تو کھایا جائیگا کذا فی الہدایہ - ایک شخص نے بیمار بکری ذبح کی حالانکہ اُسمین صرف اسقدر زندگی رہگئی تھی جیسے مذبوح مین ذبح کیے جانے کے بعد رہجاتی ہی تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک وہ قابل ذکوۃ نہین رہی ہی اور مشائخ نے امام اعظم رح کے قول پر اس صورت مین اختلاف کیا ہی اور قاضی اسبیجابی نے شرح طحاوی مین تصریح کی کہ امام اعظم رح کے نزدیک وہ قابل ذکوۃ ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر ایک شکار کو تیر مارا پھر وہ تیر پہونچنے سے پہلے کسی دوسرے سبب سے صید در رہا پھر اسکے تیر لگا - تو وہ حلال ہی اسواسطے کہ جسوقت اُسنے تیر مارا ہی اُسوقت وہ شکار تھا اور حلت کے حق مین تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہی سوائے ایک مسئلہ کے جسکو امام محمد رح نے آخر کتاب الصید مین ذکر کیا ہی اور صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک حلال نے ایک (یعنے احرام مین نہ تھا ۱۲) شکار کو تیر مارا اور تیر مارنے والا و شکار دونون حل مین موجود ہین اور ہنوز وہ تیر اُس شکار کو نہ لگا تھا کہ وہ حرم مین داخل ہوا اور تیر اُسکے پیچھے تھا یہان تک کہ حرم مین اُسکے لگا اور وہ مر گیا یا حل مین آکر مر گیا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہی پس اس صورت مین تیر کا صدمہ پہونچنے کے وقت کا اعتبار کیا ہی اور سوائے اسکے تمام مسائل مین تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہی یہ محیط مین ہی - ایک حلال نے ایک شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا اور یہ سب حل مین موجود ہین پھر شکار مذکور حرم مین جاکر مر گیا یا حرم سے اُسکو تیر مارا اور حل مین اُسکے لگا اور حل مین وہ مر گیا تو دونون صورتون مین نہین حلال ہی اسواسطے کہ اول صورت مین پورا کام حرم مین ہوا ہی اور دوسری صورت مین حرم سے ابتدا ہوئی ہی اور دوسری صورت مین اس شکار کھیلنے والے پر جرمانہ واجب ہوگا نہ اول مین - اسی طرح اگر حرم سے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اسنے حرم سے باہر حل مین اُسکو قتل کیا تو شکار مذکور حلال نہوگا اور اُسپر جرمانہ (جزا) واجب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی - اگر ایک شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا اور وہ ایک مجوسی کے پاس اتنی دیر تک پڑا رہا کہ وہ اُسکے ذبح کرنے پر قادر تھا پھر مر گیا تو حلال نہوگا کیونکہ مجوسی مذکور اسلام لا کر اُسکے ذبح کرنے پر قادر تھا - اور اگر کسی سوتے ہوئے کے پاس گرا اور حالت یہ تھی کہ اگر یہ سوتا ہوا شخص جاگتا ہوتا تو ذبح کر سکتا تھا پھر وہ مر گیا تو امام اعظم رح سے روایت ہی کہ وہ حلال نہوگا اسواسطے کہ چند مسائل مین سوتا ہوا امام اعظم رح کے نزدیک مثل جاگتے ہوئے کے ہی اور منجملہ ان چند مسائل کے یہ مسئلہ بھی ہی - اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ وہ حلال ہی اور اگر ایسے نابالغ کے پاس جو ذبح کرنے کو نہین جانتا ہی گرا ہو تو حلال ہوگا اور اگر ذبح کو جانتا ہو تو حلال نہوگا یہ محیط مین ہی -

چھٹا باب - مچھلی کا شکار کھیلنے کے بیان مین - مچھلی اور ٹیری دونون حلال ہین فرق یہ ہی کہ ٹیری خواہ کسی علت سے مرے یا بلا علت مرے کھائی جائیگی اور مچھلی اگر بغیر علت مر جاوے تو نہ کھائی جاویگی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر ایک مچھلی پکڑی اور اُسکے پیٹ مین دوسری مچھلی پائی گئی تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اور اگر اُسکو بگلے نے کھایا اور بگلے کا پیٹ پھاڑ گیا اور مچھلی نکلی تو کھائی جائیگی بشرطیکہ پوری ثابت ہو - اور اگر کسی پرند نے بیٹ کی اُسمین مچھلی تھی تو نہ کھائی جائیگی - اور اگر کسی نے مچھلی کو مارا کہ کچھ کٹ گئی تو کھائی جاویگی اور اگر کٹا ہوا ٹکڑا الگ ہو جاوے تو وہ بھی کھایا جاویگا اور اصل یہ ہی کہ مچھلی جب کسی سبب حادث سے مر جاوے تو اُسکا کھانا حلال ہی اور اگر اپنی موت سے بدون

کسی ایسے سبب کے جو ظاہر ہو مرجاوے تو نہ کھائی جائیگی - اور اگر مچھلی کو مٹکے پانی مین ڈال دیا اور وہ مرگئی تو اُسکے کھانے
مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ وہ سبب حادث سے مری ہی یعنے تنگی مکان کی وجہ سے اسی طرح اگر انکو کسی حظیرہ مین جس سے
نکل نہین سکتی ہین جمع کردیا اور وہ بدون شکار کے اُنکے پکڑنے پر قادر ہی - پھر وہ مچھلیان اس حظیرہ مین مرگئین
تو اُنکے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین ہی - اور اگر بدون شکار کے پکڑی نجا سکتی تو اُنکے کھانے مین خیر نہین ہی یعنے مکروہ ہی -
اور اگر ایک مری ہوئی مچھلی پائی جو تھوڑی خشکی اور تھوڑی پانی مین ہی تو امام محمد رحنے فرمایا کہ اگر اُسکا سر خشکی مین ہو تو اُسکے
کھانے مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ وہ کسی آفت سے مری ہی اور اگر اُسکا سر پانی مین ہو تو دیکھا جاوے کہ جسقدر خشکی مین
ہی اگر نصف یا نصف سے کم ہو تو نکھائی جائیگی اسواسطے کہ سانس کا مقام پانی مین ہی پس موت کسی آفت سے نہوگی پس
بمنزلہ اُترائی ہوئی مردہ مچھلی کے ہوگی اور اگر نصف سے زیادہ خشکی مین ہو تو کھائی جائیگی اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم
ہی پس یہ ایسی صورت ہوگی جیسے کل مچھلی خشکی مین مری ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر ایک مچھلی پکڑی اور اُسکو باندھکر
پانی مین ڈال دیا اور وہ مرگئی تو کھائی جائیگی اسواسطے کہ آفت سے یعنے تنگی مکان کی وجہ سے مری ہی اسی طرح اگر جال مین
مچھلی مری ہو پس اگر وہ جال سے نکل سکتی ہو تو حلال نہوگی اسواسطے کہ وہ ایسی ہی جیسے دریا مین مری ہوئی مچھلی ورنہ
حلال ہوگی اسواسطے کہ وہ آفت سے مری ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر پانی منجمد ہوگیا اور تمام مچھلیان برف کے نیچے
مرگئین تو فرمایا کہ چاہیے کہ سب کے نزدیک کھائی جاوین - اور اگر پانی کے اندر شست کی ڈوری مین پھنسی ہوئی مچھلی خرید کر
اُسپر قبضہ کرلیا پھر ڈورا بائع کو دیدیا اور کہا کہ اسکو دیکھے رہنا پھر ایک دوسری مچھلی نے آکر خریدی ہوئی مچھلی کو نگل لیا تو امام
محمد رحنے فرمایا کہ نگلنے والی مچھلی بائع کی ہوگی کیونکہ اُسی نے اُسکا شکار کیا ہی اسواسطے کہ ڈورا اُسکے ہاتھ مین ہی تو جو ڈورے
مین پھنسی وہ اُسکے قبضہ مین آئی پس اُسی کی ہوگی پس خریدی ہوئی مچھلی اُسکے پیٹ سے نکال کر مشتری کے سپرد کردیجائیگی
اور مشتری کو خیار نہوگا اگرچہ خریدی ہوئی مچھلی بسبب نگلنے جانے کے ناقص ہوگئی ہو - اور اگر خریدی ہوئی مچھلی نے خود کسی
مچھلی کو نگل لیا تو یہ دونون مشتری کی ہونگی اسواسطے کہ اسکا شکار مشتری کی مچھلی مملوکہ نے کیا ہی پس وہ مشتری کی ہوگی
اور اگر پانی مین کسی مچھلی کو سانپ نے کاٹ کھایا اور وہ مرگئی یا پانی خشک ہوگیا پھر جال مین مچھلی مرگئی تو کھائی جاسکتی ہی
لیکن جو مچھلی بلا سبب اپنی موت سے مرجاوے وہ نکھائی جائیگی اسواسطے کہ وہ مردہ اُترائی ہوئی ہی یہ فتاوی قاضی خان
مین ہی - اور جو مچھلی پانی کی حرارت یا برودت یا کدورت سے مرگئی اُسمین دو روایتین ہین امام اعظم رحو امام ابو یوسف رح
سے مروی ہی کہ نکھائی جاوے اسواسطے کہ مچھلی بسبب پانی کی سردی و گرمی کے اکثر نہین مرتی ہی پس بدون کسی آفت ظاہری
کے مری پس مثل اُترائی ہوئی کے نکھائی جائیگی اور امام محمد رحسے مروی ہی کہ وہ کھائی جاویگی اسواسطے کہ وہ آفت سے مری
کیونکہ مچھلی پانی کی سردی و کدورت سے مرجاتی ہی پس اسکا مرنا اسی پر محمول کیا جائیگا اور یہ حکم لوگون کے حق مین آسانی ہی
کذا فی محیط السرخسی اور اسی پر فتوے ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اور امام محمد رحسے مروی ہی کہ اُترائی مچھلی نکھائی جائیگی اسوجہ
سے نہین کہ وہ حرام ہی بلکہ اسوجہ سے کہ متغیر ہوجاتی ہی پس اُس سے طبیعت نفرت کرتی ہی پس وہ خبائث مین سے ہوگئی
اور اگر پانی مین مرجاوے مگر اوپر نہ اُتراوے تو کھائی جائیگی اسی طرح ہر مچھلی جو کسی سبب سے مرجاوے حلال ہی مثلاً اُسکو
لکڑی وغیرہ سے مارا یا مچھلی کو دوسری مچھلی یا دوسری چیز نے ٹکڑے کردیا یہ غیاثیہ مین ہی - ایک شخص نے آدھی مچھلی پانی
مین پائی تو حلال ہی کیونکہ وہ کسی آفت سے مری ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب یہ معلوم ہو کہ وہ پتھر وغیرہ کسی چیز سے ٹکڑے ہوگئی ہی

اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُسکو کسی آدمی نے تلوار وغیرہ سے کاٹ دیا ہی تو یہ اُسکی ملک ہو چکی ہی پس اسکو نہ کھاوے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور جریث و مارماہی کو بلا ذبح کیے ہوے کھانے مین مضائقہ نہین ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص سنے دریا یا جیحون سے ایک مٹکا نکالا اور مٹکے مین پانی و مچھلی تھی پھر مچھلی مر گئی تو آیا کھانا حلال ہی فرمایا کہ ہان۔ اور شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ دریا کے برف پر نمک کا بورا پگھل گیا اور نمک کا پانی دریا کے پانی مین مل گیا پس اس باعث سے دریا کی مچھلیان مر گئین پس آیا انکا کھانا حلال ہی فرمایا کہ ہان یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔

ساتوان باب متفرقات کے بیان مین۔ اگر کسی شخص کو کچھ آہٹ معلوم ہوئی اُسنے گمان کیا کہ شکار ہی پس کتا چھوڑا پھر کتے نے ایک شکار پکڑا اگر پیچھے ظاہر ہوا کہ جسکی آہٹ معلوم ہوئی تھی وہ آدمی یا گاے یا بکری تھی تو شکار مذکور نکھایا جائیگا اسی طرح اگر اُسنے آہٹ پائی اور یہ نجانا کہ یہ آہٹ شکار کی ہی یا دوسری چیز کی ہی اور کتا چھوڑا تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ صحت ارسال مین شک واقع ہوا پس شک کے ساتھ صحت ثابت نہوگی۔ اور اگر آہٹ سنکر شکار گمان کیا اور کتا چھوڑ دیا پس ظاہر ہوا کہ وہ شکار ماکول اللحم یا غیر ماکول اللحم کی آہٹ تھی مگر کتے نے دوسرا شکار مارا تو وہ کھایا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کتے نے اسی کو مارا جسکی آہٹ معلوم ہوئی تھی حالانکہ کتے کے مالک نے اُسکو آدمی گمان کیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ شکار ہی تو وہ حلال ہی اسواسطے کہ جب اُسکا صید ہونا متعین ہو گیا تو اُسکے گمان کا اعتبار نرہا یہ ہدایہ مین مذکور ہی اور منتقے مین ذکر فرمایا کہ اگر رات مین کسی کی آہٹ سنکر اُسکو آدمی یا چوپایہ پالو یا سانپ گمان کیا اور اُسکو تیر مارا پھر ظاہر ہوا کہ جسکی آہٹ سُنی تھی وہ شکار ہی اور اُسکا تیر اُسی کو لگا جسکی آہٹ سُنی تھی یا دوسرے شکار کے لگا اور قتل کیا تو وہ نکھایا جائیگا اسواسطے کہ اُسنے تیر مارنے کے وقت شکار کا قصد نہین کیا تھا پھر فرمایا کہ شکار مذکور حلال نہین ہی الا دو وجہون سے ایک یہ کہ شکار کو قصد کر کے تیر مارے دوم یہ کہ جسکی آہٹ سُنی اور اُسکا قصد کر کے اُسکو تیر مارا ہی وہ شکار ہی خواہ ماکول اللحم ہو یا نہو۔ اور یہ حکم اُسکا مناقض ہی جو ہدایہ مین مذکور ہی اور وجہ یہی ہی اسواسطے کہ مثل آدمی وغیرہ کو تیر مارنا اصطیاد نہین ہی پس اس اعتبار سے اُسکی تغییر ممکن نہین ہی اگرچہ اُسکا تیر کسی شکار کے لگے یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر ایسی چیز کی طرف جسکو درخت یا آدمی گمان کرتا ہی چھوڑا پھر وہ شکار نکلا اور اُسنے اُسکو پکڑا تو وہ کھایا جائیگا اور یہی مختار ہی اسواسطے کہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اُسنے شکار کی طرف چھوڑا ہی اور اگر اس گمان سے کہ یہ صید ہی چھوڑا پھر وہ صید نہ نکلا اور اُسکے سامنے کوئی دوسرا شکار پیش آیا اُسکو اُسنے قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا یہ فتاوے غیاثیہ مین ہی۔ اگر ہرن یا کسی پرند کو تیر مارا مگر دوسرے کے لگا اور جسکو مارا تھا وہ فرار ہو گیا اور یہ معلوم نہوا کہ وہ وحشی تھا یا پالو تھا تو یہ شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ صید کے باب مین اصل توحش و تنفر ہی پس اصل پر گرفت کیجائیگی یہان تک کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ پالو تھا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر دیکھنے کے وقت اُسکو شکار گمان کیا پھر اُسکی راے بدل گئی اور اُسکی راے غالب مین یہ آیا کہ جسکو تیر مارنے کا قصد کیا تھا وہ پالو تھا تو جس شکار کو تیر لگا ہی وہ حلال ہی اسواسطے کہ جو فرار ہو گیا ہی وہ ہمارے نزدیک اپنی اصل کے حکم سے صید ہی تاوقتیکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ صید نہین تھا۔ اگر ایسے اونٹ کو جو وحشی نہین ہو گیا ہی تیر مارا اور وہ تیر کسی دوسرے شکار کے لگا اور اونٹ چلا گیا اور یہ معلوم نہوا کہ وہ وحشی ہو گیا تھا یا نہین تو شکار مذکور نکھایا جائیگا جب تک یہ معلوم نہو جاوے کہ اونٹ وحشی ہو گیا تھا اسواسطے کہ اُسکے حق مین اصل یہ ہی کہ پالو ہو و مستانس ہو نہ متنفر اسی طرح اگر بندھے ہوے ہرن کو شکار گمان کر کے تیر مارا اور وہ دوسرے ہرن کے لگا تو وہ نکھایا جائیگا کیونکہ جسکو شکار گمان کیا تھا وہ بندھے ہوے ہونے کی وجہ سے نکا۔

نہین رہا تھا اسی طرح اگر اپنا کتا ایسے شکار پر جو اُسکے قبضہ مین مضبوط مقید ہی چھوڑا اور اُسنے دوسرے شکار کو پکڑ کر قتل کیا
تو نکھایا جائیگا اسی طرح اگر اپنا چیتا ایک ہاتھی پر چھوڑا اور اُسنے ہرن کو شکار کیا تو ہرن نکھایا جائیگا اور اگر مچھلی یا ٹیری
کو تیر مارا اور کسی شکار کے لگا تو امام ابو یوسف رح سے دو روایتین ہین ایک روایت کے موافق کھایا جاوے اور یہی اصح
ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اصل یہ ہی کہ پالو جانور جب وحشی ہو جاوے اور ذکوۃ اختیاری سے حلال کرنا ممکن نہو تو ذکوۃ اضطراری
سے حلال ہو جاتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر تیر شکار کے کُھر یا سینگ پر لگا پس اگر خون آلود کر دیا تو کھایا جاوے اور اگر
خون آلود نکیا تو نکھایا جاوے یہ شرح طحاوی مین ہی - اور اگر شکار کو تلوار پھینک کر مارا اور اُسکا کوئی عضو جدا کر دیا تو پورا
شکار کھایا جاوے سوائے اُس ٹکڑے کے جو جدا ہو گیا ہی اور اگر یہ عضو جدا نہو گیا ہو تو یہ عضو بھی کھایا جائیگا اور اگر یہ عضو
بذریعہ کھال کے اُسکے بدن پر لٹک رہا ہو پس اگر ایسا ہو کہ کسی علاج سے اُسکے جڑ جانے کا گمان نہو تو وہ اور بالکل جدا
دونون یکسان ہین اور اگر یہ گمان ہو تو بالکل جدا نہوگا اور پورا شکار کھایا جائیگا - اور اگر شکار مذکور کے طول مین دو ٹکڑے
کر دیے ہون تو پورا شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ ایسا ہو جانے کے بعد شکار مذکور کے زندہ رہنے کا کچھ وہم نہین ہو سکتا ہی اور
یہ بمنزلہ ذبح کے قرار دیا جائیگا اور اگر چوتڑ کی طرف سے تہائی بدن اُسکا کاٹ دیا ہو تو یہ جدا کر دینے کے حکم مین ہی تو سر کے متصل
سے دو تہائی کھایا جائیگا اور ایک تہائی جو چوتڑ کی طرف سے ملا ہوا تھا اور جدا ہو گیا ہی وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر سر کی طرف
سے ایک تہائی کاٹ دیا تو پورا کھایا جائیگا اسواسطے کہ نصف سے لیکر گردن تک مذبح ہی اسواسطے کہ اوداج[1] قلب سے
دماغ تک ہوتی ہین اور درصورتیکہ اُسنے چوتڑ کے متصل سے تہائی کاٹا ہی تو ذکوۃ پوری نہین ہوئی ہی اسواسطے کہ اُسنے
اوداج کو نہین کاٹا ہی بخلاف اسکے جب اُسنے سر کے متصل سے تہائی کاٹ کر الگ کر دیا ہی تو اوداج کو کاٹ دیا پس ذکوۃ
پوری ہو جائیگی اور شکار پورا کھایا جائیگا اسی وجہ سے اگر اُسنے اُسکے دو ٹکڑے کر دیے تو ذکوۃ پوری ہو جاتی ہی کہ اوداج کٹ
جاتی ہین پس پورا شکار کھایا جاتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر تسمیہ پڑھ کر ایک شکار کو مارا اور اُسکے سر کا ایک ٹکڑا
جدا کر دیا پس اگر یہ ٹکڑا آدھے سر سے کم ہو تو جسقدر جدا ہی وہ نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ اسقدر کٹ جانے کے بعد شکار کی
زندگی کا وہم ہی اور اگر جدا کیا ہوا نصف سر یا زیادہ ہو تو پورا شکار کھایا جائیگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے ایک بکری کو ذبح
کیا اور اُسکی حلقوم و اوداج کاٹ ڈالین لیکن اُسمین حیات باقی تھی کہ ایک شخص نے اُسکے بدن سے ایک ٹکڑا قطع کر لیا
تو ٹکڑا حلال ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - کتاب الصید مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے دوسرے کا سیکھا ہوا کتا یا باز مار ڈالا تو اُسپر
اُسکی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر کسی کی بلی مار ڈالی تو بھی یہی حکم ہی اور جس چیز کی بیع ہمنے جائز ذکر کی ہی اُسکے تلف کرنے سے
ضمان واجب ہوگی اور سیکھے ہوئے کتون کا ہبہ کرنا و وصیت کرنا بالاجماع جائز ہی یہ محیط مین ہی - اگر کسی نے سلطان کی
طرف سے کسی جنگل کو قبول کر لیا اُسمین غیر شخص نے شکار کھیلا تو شکار اُسکا ہوگا جسنے شکار پکڑا ہی اور یہ تقبل صحیح نہین ہی
یہ سراجیہ مین ہی - اور فرمایا کہ مین اس بات کو مکروہ جانتا ہون کہ زندہ پرندہ باز کو سکھلاوے کہ چڑیا کو پکڑ کر اُسکو پٹک دے
تاکہ باز اُسپر ٹوٹے اور فرمایا کہ ذبح کی ہوئی چڑیا سے سکھلا دے یہ ذخیرہ کی فصل چھبیس[26] کتاب الکراہتہ مین ہی - اور اگر شکار کو
تیر مارنے مین ایک شخص حلال اور دوسرا محرم دونون شریک ہوگئے تو شکار مذکور کا کھانا حلال نہوگا یہ مبسوط مین ہی - ایک
مسلمان اس بات سے عاجز ہوا کہ تنہا اپنی کمان کو کھینچے پس ایک مجوسی نے اُسکو اُسکی کمان کھینچنے مین مدد دی تو شکار
کا کھانا حلال نہوگا اسواسطے کہ محرم و محلل دونون جمع ہوئے ہین پس حرام ہوگا جیسے کہ اگر ایک مجوسی نے مسلمان کا ہاتھ

پکڑا اور چھری مسلمان کے ہاتھ میں ہے اُسنے ذبح کیا تو اُسکا کھانا حلال نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ صیدکا رہا کر دینا آیا حلال ہے تو ہمارے اُستاد رحمہ اللہ نے سیر کبیر سے نقل کیا ہے کہ صید کا چھوڑ دینا مطلقاً حلال نہیں ہے ہان اگر اُسکو اسطرح چھوڑا کہ جو شخص اسکو پکڑے اُسکو مباح ہے تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ فتاوی صغری میں ہے۔

کتاب الرہن

اسمین بارہ باب ہین

باب اول۔ رہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم کے بیان مین اور کیونکر رہن واقع ہو جاتا ہے اور کن الفاظ سے نہین واقع ہوتا ہے۔ اور کس وجہ سے رہن لینا جائز ہے اور کس سے نہین جائز ہے اور کس چیز کا رہن جائز ہے اور کس کا نہین جائز ہے اور باپ و وصی کے رہن کرنے کے بیان مین

اور اس باب مین پانچ فصلین ہین

فصل اول۔ رہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم کے بیان مین۔ واضح ہو کہ شرع مین کسی چیز کو ایسے حق کے عوض گرو کر دینا جسکا وصول پانا اس چیز سے ممکن ہووے رہن کہتے ہین جیسے دیون ہے کہ بدون ظاہری و باطنی دین واجب کے رہن صحیح نہین ہے پس دین معدوم کے عوض رہن صحیح نہین ہے اسواسطے کہ رہن کا حکم یہ ہے کہ بھر پانے کی قدرت حاصل ہے اور استیفاء متصل وجوب ہے یہ کافی مین ہے۔ اور رہن کا رکن ایجاب و قبول ہے اُسکی یہ صورت ہے کہ راہن کہے کہ مین نے یہ چیز بعوض اُس دین کے جو تیرا مجھپر آتا ہے رہن دی یا کہے کہ یہ چیز تیرے دین کے عوض رہن ہے یا اور الفاظ جو اسکے قائم مقام ہون کہے اور مرتہن کہے کہ مین نے رہن کر لی یا مین نے قبول کی یا مین راضی ہوا یا اور الفاظ جو اسکے قائم مقام ہون کہے اور لفظ رہن شرط نہین ہے حتے کہ اگر کوئی چیز بعوض درمون کے خریدی پھر مشتری نے بائع کو ایک تھان دیا اور کہا کہ اسکو تو اپنے قبضہ مین رکھ یہان تک کہ مین تجھے اسکا ثمن دیدون تو یہ تھان رہن ہوگا اسواسطے کہ مشتری مذکور نے عقد رہن کو اس معنی مین بیان کیا اور عقود مین معانی کا اعتبار ہوتا ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور شرائط رہن کے چند انواع ہین بعضے نفس رہن کی طرف راجع ہین وہ یہ ہین کہ رہن معلق بشرط نہو اور نہ کسی وقت کی طرف مضاف ہو۔ اور بعضے راہن و مرتہن کی طرف راجع ہین سو ان دونون کا عاقل ہونا شرط ہے حتے کہ مجنون و نابالغ لڑکے کا جو عاقل نہو رہن کرنا اور رہن لینا صحیح نہین ہے اور بالغ ہونا شرط نہین ہے اور حریت بھی شرط نہین ہے حتے کہ نابالغ ماذون و غلام ماذون کا عقد رہن صحیح ہے اسی طرح سفر بھی جواز رہن کے واسطے شرط نہین ہے پس سفر و حضر دونون جگہ رہن صحیح ہے۔ اور جو شرطین مرہون کی طرف راجع ہین وہ چند انواع ہین از انجملہ یہ کہ محل قابل بیع ہو یعنی وقت عقد کے موجود ہو مال مطلق قیمت دار ہو مملوک ہو معلوم ہو مقدور التسلیم ہو پس ایسی چیز کا رہن کرنا جو وقت عقد کے موجود نہو جائز نہین ہے اور نہ ایسی چیز کا رہن کرنا جسمین وجود و عدم دونون کا احتمال ہو جیسے کہا کہ جو پھل اس سال میرے باغ مین آوین یا جسقدر میری بکریان اس سال بچہ جنین یا جو کچھ اس باندی کے پیٹ مین ہے وہ رہن ہے۔ اور مردار و خون کا رہن کرنا جائز نہین ہے اسواسطے کہ ان دونون کی مالیت بالکل نہین ہے اور حرم کے شکار و حالت احرام کے شکار کا رہن کرنا بھی جائز نہین ہے اسواسطے کہ وہ مردار ہے اور آزاد کا رہن کرنا بھی جائز

نہین ہو اسواسطے کہ ان دونون کی مالیت بالکل نہین ہو اور حرم کے شکار و بحالت احرام کے شکار کا بھی رہن کرنا جائز
نہین ہو اسواسطے کہ وہ مردار ہو اور آزاد کا رہن کرنا بھی جائز نہین ہو اسواسطے کہ وہ ہرگز مال نہین ہو۔ اور ام ولد و مدبر
مطلق و مکاتب کا رہن کرنا بھی جائز نہین ہو اسواسطے کہ یہ لوگ ایک وجہ سے آزاد ہین پس مال مطلق نہونگے اور مسلمان
کو شراب و سور کا رہن جائز نہین ہو خواہ دونون یعنے راہن و مرتہن مسلمان ہون یا ایک مسلمان ہو اسواسطے کہ مسلمان
کے حق مین شراب و سور کی مالیت معدوم ہو اسواسطے کہ رہن سے یہ غرض ہوتی ہو کہ راہن کی طرف سے ایفاے دین
یعنے ادا ے دین اور مرتہن کی طرف سے استیفاء دین یعنے دین بھر پانا ہو اور مسلمان کی طرف شراب و سور سے نہ ادا ے
دین جائز ہی نہ دین کا وصول کرنا لیکن اگر راہن ذمی ہو اور مسلمان نے اُس سے شراب رہن لی تو یہ شراب مسلمان کے
ذمہ مضمون ہوگی اسواسطے کہ جب رہن صحیح نہوا تو یہ شراب مسلمان کے قبضہ مین بمنزلہ مال مغصوب کے ہوگی حالانکہ
اگر مسلمان کسی ذمی کی شراب غصب کرے تو اُسکے ذمہ مضمون ہوتی ہو اور اگر راہن مسلمان ہو اور مرتہن ذمی ہو تو یہ شراب
اُسکے ذمہ مضمون نہوگی اسواسطے کہ مسلمان کی شراب کسی کے ذمہ مضمون نہین ہوتی ہو۔ اور اہل ذمہ یعنے ذمیون کو
شراب و سور کا رہن کر دینا اور ذمیون سے رہن کر لینا جائز ہو اسواسطے کہ اُنکے حق مین یہ چیزین مال متقوم ہین جیسے
ہم مسلمانون کے واسطے سرکہ و بکری ہو اور مباحات کا رہن بھی جائز نہین ہو جیسے شکار و جنگل کے ایندھن کی لکڑیان و
گھاس وغیرہ جو عام کے واسطے مباح ہین اسواسطے کہ یہ چیزین فی نفسہا کسی کی مملوک نہین ہین اور رہن جائز ہونے
کے واسطے یہ شرط نہین ہو کہ مال مرہون راہن کی ملک ہو حتے کہ غیر کا مال بدون اُسکی اجازت کے بولایت شرعی
رہن رکھنا جائز ہو جیسے نابالغ کا مال اُسکا باپ یا وصی اُسکے قرضہ مین یا اپنے قرضہ مین رہن رکھے تو جائز ہو پھر اگر باپ
کے فک رہن کرانے سے پہلے وہ مال مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو جسقدر دین کے عوض رہن ہوا ہو اور جو اُسکی
قیمت تھی ان دونون مین سے جو کم ہو اُسکے عوض مین تلف شدہ قرار دیا جائیگا پس جسقدر قرضہ اِسکے تلف ہونے کے
عوض ساقط ہوا ہو۔ اُستنے کا باپ ضامن ہوگا اسلیے کہ باپ نے اپنا ذاتی قرضہ اپنے فرزند کے مال سے ادا کیا ہو پس
ضامن ہوگا اور اگر یہ فرزند صغیر بالغ ہو گیا اور اُسوقت تک مال مرتہن کے پاس موجود ہو تو قضاء قاضی سے پہلے اُسکو
یہ اختیار نہوگا کہ مرتہن کے قبضہ سے واپس کر لے لیکن قاضی اُسکے باپ کو حکم دیگا کہ قرضہ ادا کر کے اپنے فرزند کا مال اُسکو
چھوڑا دے اور اگر فرزند بالغ مذکور نے اپنے باپ کا قرضہ خود ادا کر کے اپنا مال فک رہن کر لیا تو متبرع نہوگا یعنے جو کچھ
اُسنے قرضہ کے ادا کرنے مین دیا ہو سب اپنے باپ سے واپس لے سکتا ہو اور جو حکم ہمنے باپ کی صورت مین ذکر کیا ہو
یہی سب وصی کی صورت مین ہو۔ اسی طرح غیر کا مال اُسکی اجازت سے رہن کر دینا جائز ہو مثلاً کسی سے کوئی چیز عاریت
اس غرض سے لی کہ مستعیر پر جو قرضہ ہو اُسکے عوض رہن کریگا تو رہن جائز ہو یہ بدائع مین ہو۔ جواز رہن کی شرط یہ ہو کہ مال
مرہون مقسوم مجوز مشغول سے فارغ ہو اور تمیز ہو۔ اور ایسے حق کے عوض ہو جسکا وصول کرنا رہن سے ممکن ہو حتے کہ اگر ایسے
حق کے عوض رہن کیا جسکا استیفاء رہن سے نہین ہو سکتا ہو جیسے حدود و قصاص کے عوض کیا تو رہن باطل ہو۔ یہ
سراج الوہاج مین ہو۔ امام محمد رح نے کتاب الرہن مین فرمایا کہ رہن جائز نہین ہو الا مقبوض (یعنے رہن بدون قبضہ
کیے ہوئے جائز نہین ہو) پس امام محمد رح نے اس کلام مین یہ اشارہ فرمایا کہ جواز رہن کے واسطے قبضہ شرط ہو مگر شیخ الاسلام
خواہرزادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبضہ سے پہلے عقد رہن جائز ہو جاتا ہو لیکن لازمی نہین ہوتا ہو اور راہن کے حق مین

لازمی جبھی ہوتا ہی کہ جب قبضہ مرتہن ہو جاوے پس قبضہ شرط لزوم ٹھہرا نہ شرط جواز جیسے ہبہ مین قبضہ کا حکم ہی لیکن اصح وہی ہی جو اول مذکور ہوا کذا فی المحیط پھر ظاہر الروایۃ کے موافق عقد رہن مین تخلیہ سے قبضہ ثابت ہو جاتا ہی جیسے بیع مین حکم ہی اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ مال منقولہ مین بدون نقل کے قبضہ ثابت نہین ہوتا ہی مگر اول اصح ہی اور جب تک مرتہن نے قبضہ نکیا ہو تب تک راہن کو اختیار ہی چاہے سپرد کرے یا رہن سے رجوع کر لے اور جب مرتہن کو مال مرہون سپرد کر دیا اور اُسنے قبضہ کر لیا تو وہ قبضہ کرنے سے اسکی ضمان مین ہو گیا یہ کافی مین ہی۔ اور صحت قبضہ کے شرائط چند اقسام کے ہین ازانجملہ یہ ہی کہ راہن اجازت دے اور اجازت دو طرح کی ہی ایک صریح یا جو صریح کے قائم مقام ہو دوسری بدلالت پس اول قسم کی صورت یہ ہی کہ مثلاً راہن کہے کہ مین نے تجھکو قبضہ کی اجازت دیدی یا مین راضی ہوا یا تو اسپر قبضہ کر لے اور علی ہذا جو اسکے قائم مقام ہون پس مرتہن کا قبضہ جائز ہو گا خواہ اسی مجلس مین قبضہ کرلے یا دونون کے جدا ہو جانے کے بعد قبضہ کرے یہ استحسانًا ہی اور بدلالت اجازت دینے کی یہ صورت ہی کہ مثلاً مرتہن راہن کے سامنے مال مرہون پر قبضہ کرے اور وہ خاموش رہے اسکو منع نکرے تو استحسانًا قبضہ صحیح ہو گا۔ اور اگر ایسی چیز رہن کی جو متصل ہی بعوض ایسی چیز کے جسکے عوض رہن واقع نہین ہوتا ہی مثلاً درخت پر لگے ہوے پھل یا اسکے مانند کوئی چیز جسکا رہن کرنا بدون جدا کر کے قبضہ کرنے کے نہین جائز ہی پس اگر بدون اجازت راہن کے اُسنے قبضہ کیا تو قبضہ جائز نہو گا خواہ مجلس عقد مین اُسنے جدا کر کے قبضہ کیا ہو یا مجلس سے الگ ہونے کے بعد ایسا کیا ہو اور اگر با جازت قبضہ کیا ہو تو قیاسًا جائز نہین ہی اور استحسانًا جائز ہی۔ ازانجملہ ہمارے نزدیک مال مرہون کی حیازت شرط ہی پس غیر مقسوم کا قبضہ صحیح نہو گا خواہ وہ غیر مقسوم ایسا ہو جو محتمل قسمت ہی یا ایسا نہو اور خواہ اُسنے اجنبی کے پاس رہن کیا ہو یا اپنے شریک کے پاس اور خواہ یہ شرکت حالت عقد مین موجود ہو یا پیچھے طاری ہو گئی ہو یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہی۔ ازانجملہ یہ ہی کہ مال مرہون ایسی چیز سے فارغ ہو جو مرہون نہین ہی پس اگر فارغ نہو گا مثلاً ایک دار رہن کیا اور اُسمین راہن کا اسباب بھرا ہی پس دار مرتہن کے سپرد کیا مگر اپنا اسباب بھرا رہنے دیا تو قبضہ جائز نہین ہی۔ ازانجملہ یہ ہی کہ مرہون اُس چیز سے جو رہن نہین ہی جدا متمیز ہو پس اگر متصل و غیر متمیز ہو گا تو اُسکا قبضہ صحیح نہو گا۔ اور ازانجملہ قبضہ کرنے کی اہلیت یعنے عقل موجود ہو۔ اور قبضہ دو طرح کا ہوتا ہی ایک قبضہ بطریق اصالت و دوسرا قبضہ بطریق نیابت پس جو قبضہ بطریق اصالت ہوتا ہی اُسکا یہ طریقہ ہی کہ اپنی آپ اپنی ذات کے واسطے قبضہ کرے۔ اور جو قبضہ بطریق نیابت ہو وہ دو طرح کا ہوتا ہی ایک وہ کہ قابض کی طرف رجوع کرتا ہی اور دوم وہ کہ اُسکا مرجع نفس قبضہ ہی پس جو قبضہ بطریق نیابت کہ قابض کی طرف رجوع کرتا ہی وہ مثل باپ و وصی کے قبضہ کے ہی کہ باپ و وصی کا قبضہ کرنا نابالغ کی طرف سے جائز ہی اسی طرح عادل کا قبضہ بھی مرتہن کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہی حتے کہ اگر مال مرہون مرد عادل کے پاس تلف ہو گیا تو اُسکا تلف ہونا مرتہن کے ذمہ قرار دیا جائیگا۔ اور جو قبضہ بطریق نیابت کہ نفس قبضہ کی طرف راجع ہوتا ہی اُسکا بیان یہ ہی کہ اگر مال مرہون وقت عقد رہن کے مرتہن کے قبضہ مین موجود ہو پس آیا یہ قبضہ موجودہ قبضہ رہن کا نائب ہو جائیگا یا نہین۔ سو قاعدہ اصل اس باب مین یہ ہی کہ اگر دونون قبضہ ایک جنس کے ہون تو ایک دوسرے کا نائب ہو جائیگا اور اگر دونون مختلف ہون تو اعلے ادنے کا نائب ہو گا۔ اور ازانجملہ یہ ہی کہ ہمارے نزدیک دوام قبضہ چاہیے پس اگر شیوع ہو گا تو دوام قبضہ رکھنے اور روکنے سے مانع ہو گا پس رہن بھی جائز نہو گا خواہ شیوع ایسی چیز مین ہو جو قابل قسمت ہی یا ایسی چیز مین ہو جو قابل قسمت نہین ہی اور خواہ یہ شیوع حالت

عقد مین موجود ہو یا پیچھے طاری ہو جاوے یہی ظاہر الروایۃ ہی اور خواہ اُسنے اس غیر شی کو کسی اجنبی کے ہاتھ رہن کیا ہو یا اپنے شریک کے ہاتھ رہن کیا ہو یہ بدائع مین ہی - اور حکم رہن کا بیان یہ ہی کہ مال عین مرہون کو مرتہن اپنے قبضہ مین رکھکر راہن سے روک رکھنے کا مالک ہوتا ہی حتے کہ اپنا قرضہ وصول پانے تک اُسکے روک لینے کا مستحق ہی اور اگر راہن مرگیا تو اُسکے قرضخواہون کی بہ نسبت مرتہن اس مال مرہون کا مستحق ہی پس اس مال مرہون سے اپنا قرضہ پورا لے لینے کے بعد جو باقی بچے وہ باقی قرضخواہون و وارثون کو واپس دیگا وہ اُنکا ہوگا اور اگر راہن مرگیا اور وہ مفلس مرگیا اور اُسپر بہت لوگون کا قرضہ ہی تو مرتہن اس مال مرہون کا بہ نسبت باقی قرضخواہون کے زیادہ مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر مال مرہون مین از راہ عین نقصان آجاوے تو بلا خلاف اُسی قدر قرضہ ساقط ہو جانے کا موجب ہی اور اگر از راہ نرخ کمی آجاوے تو ہمارے ائمہ ثلثہ کے نزدیک کچھ بھی قرضہ ساقط ہونے کا موجب نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی -

فصل دوم اُن صورتون کے بیان مین جنسے رہن واقع ہو جاتا ہی اور جنسے نہین واقع ہوتا ہی - ایک شخص نے ایک بیت خریدا اور بائع سے کہا کہ یہ کپڑا رہنے دے یہان تک کہ مین تجھے ثمن دیدون تو ہمارے اصحاب ثلثہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک رہن ہی یہ خلاصہ مین ہی - زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہی پس زید نے عمرو کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اسکو رہنے دے یہان تک کہ مین تجھکو تیرا مال دیدون تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ یہ رہن ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ رہن نہین ہی ودیعت ہی اور اگر یون کہا کہ اپنے مال کے عوض اسکو رہنے دے یا کہا کہ اسکو رہن رکھ لے یہان تک کہ مین تجھے تیرا مال دیدون تو بلا اجماع رہن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم غلہ کے آتے ہین اُسنے قرضخواہ سے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے بعوض اپنے حق کے لے لے اور مجھے اپنے قبضہ کرنے کے گواہ کرادے تو فرمایا کہ یہ اداے قرض ہی اسی طرح اگر قرضدار نے کہا کہ مجھے اپنے قبضہ کرنے کے گواہ کرادے پس قرضخواہ نے کہا کہ مجھے دیدے تاکہ مین تیرے واسطے گواہ کرادون پس قرضدار نے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے لے اور میرے واسطے گواہ کرادے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر قرضدار نے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے رکھ لے یہان تک کہ مین تجھے تیرا حق لادون اور میرے واسطے ان درمون پر قبضہ کرنے کے گواہ کرادے پس قرضخواہ نے یہ درم لے لیے تو یہ رہن ہی اداے قرضہ نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر کہا کہ مین نے تیرے پاس یہ دار یا یہ زمین یا یہ گانون رہن کیا اور مرہون مین کچھ تخصیص نہ کی مطلق رکھا تو عمارت داخل ہو جائیگی - اور زمین کے رہن مین درخت و باغ انگور جو اس زمین مین ہی داخل ہوگا اور رطبہ و زراعت بھی داخل ہو جائیگی یہ ینابیع مین ہی - اگر قرضدار نے قرضخواہ کو قرضہ ادا کیا پھر اسکو کچھ مال دیا اور کہا کہ اسکو بطور رہن کے بعوض زیوف و ستوق درمون کے جو اداے قرض کے درمون مین تھے لے لے تو یہ رہن بعوض اُن درمون کے جو ستوق ہون جائز ہی اور جو زیوف ہون اُنکے عوض یہ رہن جائز نہوگا اسواسطے کہ زیوف درمون کو اداے قرضہ مین لے لینا استیفاء قرضہ ہی پس بعد استیفاے قرضہ کے رہن متصور نہین ہو سکتا ہی بخلاف ستوق کے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر ایک شخص نے کچھ دراہم قرض لیے اور قرض دینے والے کو اپنا گدھا دیا تاکہ دو مہینہ تک جب تک قرض کے درم ادا کرے اسکو استعمال مین لاوے یا ایک دار دیا کہ تا مدت اداے قرض دو مہینہ تک اسمین سکونت رکھے تو یہ رہن نہوگا بلکہ بمنزلہ اجارہ فاسدہ کے ہی اگر قرض دینے والے نے اُسکو استعمال کیا تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی - فقاعی نے اگر زنبیل و کوزون کے عوض رہن لیا تو رہن نہوگا یہ سراجیہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال رہن دیا تاکہ راہن کو آٹھ سو دینار قرضہ دے پس فقط اُسنے تین سو دینار دیے اور باقی دینے سے انکار کیا

تو مال مذکور اسی قدر کے عوض رہن ہوگا کذا فی القنیہ

فصل سوم - جسکے عوض رہن جائز ہوتا ہی اور جسکے عوض نہین جائز ہوتا ہی اُسکے بیان مین - جاننا چاہیے کہ رہن جبھی صحیح ہوتا ہی کہ جب قرضہ واجب ہو یا اُسکے واجب ہونے کا سبب موجود ہو جیسے اجرت واجب ہونے سے پہلے اجرت کے عوض رہن دیا تو صحیح ہی اور جو قرضہ واجب نہوا اور نہ اُسکا سبب وجوب پایا جاوے جیسے درک کے عوض مین دیا تو صحیح نہین ہی پھر واضح ہو کہ قرضہ واجب کا درحقیقت واجب ہونا صحت رہن کے واسطے لامحالہ شرط نہین ہی بلکہ ظاہر مین اُسکا واجب ہونا کافی ہی چاہے درحقیقت وہ واجب نہوا اور اسکا بیان اُن چند مسائل مین جنکو امام محمدؒ نے جامع مین ذکر فرمایا ہی موجود ہی ازانجملہ یہ مسئلہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے اُس سے اس دعوے سے پانچ سو درم پر صلح کی اور دراہم صلح کے عوض اُسکو پانچ سو درم قیمت کا مال رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا پھر دونون نے راستی کے ساتھ اس امر پر اتفاق کیا کہ قرضہ کچھ نہ تھا تو مرتہن پر راہن کے واسطے مال مرہون کی قیمت پانچ سو درم واجب ہونگے - اور جاننا چاہیے کہ یہ رہن ہمارے نزدیک جائز ہی اسواسطے کہ ایسے قرضہ کے عوض رہن ہوا ہی جو ازراہ ظاہر واجب تھا کیونکہ انکار کے ساتھ صلح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہی اور بدل صلح ہمارے نزدیک واجب ہوتا ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر دونون یہ مقدمہ قاضی کے سامنے لیجاوین اور سب واقعہ بیان کرین تو قاضی مدعا علیہ کے ذمہ بدل الصلح ادا کرنا لازم کریگا اور اگر وہ ادا کرنے سے انکار کرے تو مدعی کی درخواست پر اُسکو قید کریگا پس معلوم ہوا کہ جس قرضہ کے عوض رہن واقع ہوا ہی وہ ازراہ ظاہر واجب ہی اور جب رہن تلف ہوگیا تو مال مرہون تلف ہوجانے کے حکم کے موافق مرتہن اپنے قرضہ کا وصول پانے والا قرار دیا گیا پس ایسا ہی گویا اُسنے درحقیقت ہاتھ سے اپنا قرضہ وصول کرلیا اور درحقیقت ہاتھ سے قرضہ وصول کرنے کی صورت مین اگر راستی کے ساتھ دونون باتفاق اقرار کرین کہ مال واجب نہ تھا اور دعوے دروغ واقع ہوا ہی تو مدعی لینے مال لینے والے پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسنے وصول کیا ہی واپس کردے پس ایسا ہی اس صورت مین بھی ہی یہ ذخیرہ مین ہی کفالت بالنفس کے عوض رہن نہین جائز ہی اور قصاص نفس یا نفس سے کم کسی عضو کے قصاص کے عوض رہن نہین جائز ہی اور اگر جنایت خطا سے واقع ہوئی ہو تو رہن جائز ہوگا اور شفعہ کے عوض رہن نہین جائز ہی یہ کافی مین ہی اور خراج کے عوض رہن جائز ہی اسواسطے کہ خراج مثل تمام قرضون کے قرضہ ہی یہ مضمرات مین ہی - اور اگر کسی عورت سے کسی قدر دراہم معین یا دینار ہائے معین پر نکاح کیا اور عورت مذکور نے اس مال معین کے عوض رہن لے لیا تو ہمارے نزدیک نہین صحیح ہی اور اگر خون سے کسی شی معین پر صلح کرلی اور اُسکے عوض رہن لیا تو نہین جائز ہی یہ ینابیع مین ہی - اور اگر کوئی دار یا اور کوئی چیز کرایہ پر لی اور کرایہ کے عوض کچھ مال رہن دیا تو جائز ہی پھر اگر مستاجر کی پوری منفعت حاصل کرلینے کے بعد مال مرہون راہن کے پاس تلف ہوگیا تو وہ اجرت کا وصول پانے والا قرار دیا جائیگا اور اگر منفعت حاصل کرلینے سے پہلے رہن مذکور تلف ہوگیا ہو تو رہن باطل ہوجائیگا اور مرتہن پر واجب ہوگا کہ رہن کی قیمت واپس دے - اور اگر کسی درزی کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرا ایک کپڑا سیدے اور سلائی کردینے پر درزی مذکور سے رہن لے لیا تو جائز ہی اور اگر اسی درزی کے خود ہی سلائی کردینے پر رہن لیا ہو تو نہین جائز ہی اسی طرح اگر اونٹ مکہ تک کرایہ کرلیا اور اونٹ والے سے باربرداری پر رہن لیا تو جائز ہی اور اگر اس شخص معین کے خود اُٹھانے یا کسی چوپایہ معین سے اُٹھانے

عوض رہن لیا تو جائز نہیں ہی- اور اگر ایسی چیز جسکے واسطے باربرداری و خرچہ پڑتا ہی کسی شخص سے عاریت لی اور عاریت دینے والے نے عاریت لینے والے سے اس شے کے واپس دینے پر رہن لیا یعنے مستعار کو بعد فراغ کے واپس کر دے تو یہ جائز ہی اور اگر خود مستعیر ہی کے واپس کر جانے پر رہن لیا تو جائز نہیں ہی اور اگر مستعار چیز ہی کے عوض رہن لیا تو نہین جائز ہی اسواسطے کہ مال مستعار امانت ہوتا ہی اور اگر نوحہ کرنے والی عورت یا گانے والی عورت کو اجرت پر مقرر کیا اور اجرت کے عوض رہن دیا تو نہین جائز ہی اور یہ باطل ہوگا اسی طرح قمار کی وجہ سے جو قرضہ ہوا اُسکے عوض رہن باطل ہی یا دار و خون کے ثمن کے عوض یا مسلمان کی طرف سے کسی مسلمان یا ذمی کے واسطے شراب کے ثمن کے عوض یا سور کے ثمن کے عوض رہن باطل ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور جس غلام نے جنایت کی ہو یا جو غلام قرضدار ہو اُسکے عوض رہن نہین صحیح ہی اسواسطے کہ وہ غلام خود اپنے مولے کے حق مین مضمون نہین ہی چنانچہ اگر ہلاک ہو جاوے تو مولے پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر کسی شخص سے معین درہمون کے عوض کوئی چیز خریدی اور ان درہمون کے عوض کچھ رہن دیا تو باطل ہوگا اسواسطے کہ دراہم متعین نہین ہوتے ہین بلکہ فقط انکے مثل ذمہ لازم آتے ہین اور رہن کی اضافت ایسے درہمون کی طرف جو ذمہ واجب ہوے ہین نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- رہن العیون مین لکھا ہی کہ اعیان کے عوض رہن دینا تین طرح پر ہی ایک یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو امانت ہین اور ایسا رہن باطل ہی دوم یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو مضمون بالغیر ہین یعنے دوسری چیز کے عوض ضمان مین ہین جیسے مبیع بائع کے قبضہ مین ثمن کے عوض ضمان مین ہی اور ایسا رہن بھی نہین جائز ہی تاکہ اگر مال مرہون تلف ہو جاوے تو بلا معاوضہ تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور یہ شیخ ابو الحسن الکرخی رح کا قول ہی اور سوم یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو اپنی ذات سے مضمون ہین جیسے غصب کیا ہوا مال عین یا ایسا مال عین جو نکاح مین مہر قرار دیا گیا یا اور اسکے مثل تو ایسے مال عین کے عوض رہن دینا صحیح ہی اور اگر رہن تلف ہو جاوے پس مرتہن کے قبضہ مین تلف ہو تو وہ مال مرہون اور مال عین ان دونون کی قیمتون مین سے جو مقدار کم ہو اُسقدر قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنا مال عین لے لیگا اور اگر مال مرہون تلف ہونے سے پہلے مال عین تلف ہوگیا تو مال مرہون بعوض قیمت کے رہن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی

فصل چہارم - جسکا رہن جائز ہی اور جسکا نہین جائز ہی اُسکے بیان مین- جس چیز کی بیع جائز ہی اُسکا رہن بھی جائز ہی اور جسکی بیع نہین جائز ہی اُسکا رہن نہین جائز ہی یہ تہذیب مین ہی- اگر کوئی زمین رہن کی اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر زمین مذکور مین سے کسی قدر زمین پر کسی مدعی نے اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر غیر معین ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا ہو تو باقی کا رہن باطل ہو جائیگا اور اگر معین ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا ہو تو باقی کا رہن جائز رہیگا اور مرتہن کو باقی کی بابت خیار حاصل نہوگا اور دوسرے مال کے رہن کر دینے کے مطالبہ کا اختیار اُسکو حاصل نہوگا بلکہ جسقدر زمین باقی رہی ہی وہ پورے قرضہ کے عوض رہن رہیگی یہ محیط مین ہی- اگر دو شخصون نے تیسرے شخص سے جسپر ان دونون کا قرضہ آتا ہی کچھ مال رہن لیا اور وہ دونون باہم شریک ہین یا اُن دونون مین شرکت نہین ہی تو یہ جائز ہی بشرطیکہ دونون نے قبول کیا ہو اور اگر ایک نے بدون دوسرے کے قبول کیا ہو تو صحیح نہین ہی اور اگر دونون مرتہنون نے قبول کیا پھر راہن نے دونون مین سے ایک کا قرضہ ادا کر دیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ نصف مال مرہون واپس کر لے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اور اگر ایک شخص نے دو شخصون سے جنپر اسکا قرضہ آتا ہی ایک ہی مال رہن لیا تو جائز ہی اور یہ مال مرہون پورے قرضہ کے عوض رہن

ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اپنا قرضہ پورا وصول کر لینے تک اُسکو نہ چھوڑے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس
ہزار درم قرضہ کے عوض دو غلام رہن کیے پھر اُسکو پانچ سو درم ادا کر دیے پھر اگر یہ چاہا کہ ایک غلام چھوڑا لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا
اور اگر رہن کرنے کے وقت یوں کہا ہو کہ میں نے یہ دونوں غلام تجھے رہن دیے ہر ایک ان دونوں میں سے بعوض پانچ سو
درم کے۔ پھر اُسکو پانچ سو درم ادا کر دیے اور چاہا کہ ایک غلام مرتہن سے چھوڑا کر اپنے قبضہ میں کرے تو کتاب الزیادات کی
روایت کے موافق اُسکو یہ اختیار ہے اور رہن کتاب الاصل کے موافق جب تک پورا قرضہ ادا نکرے تب تک یہ اختیار نہوگا۔ بعضے
مشائخ نے فرمایا کہ جو زیادات میں مذکور ہے وہ امام محمد رہ کا قول ہے اور جو اصل میں مذکور ہے وہ امام اعظم رح و امام ابویوسف رح کا قول ہے
اسی طرح اگر قرضہ دو جنس مختلف پانچ سو درم اور پانچ سو دینار ہوں اور راہن نے ایک جنس خواہ دینار یا درم ادا کر دیے تو
بھی اُسکو ایک غلام واپس کر لینے کا اختیار نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر ایک غلام دو شخصوں کے پاس اس تفصیل سے کہ ہر ایک
کے پاس نصف غلام رہن کیا تو نہیں جائز ہے اور اگر دونوں کے پاس مطلقاً (یعنی بے تفصیل ۱۲) رہن کیا (اور دونوں نے قبول کیا) تو جائز ہے اور
اگر ایک ہی غلام کا آدھا چھ سو درم کو اور آدھا پانچ سو درم میں رہن کیا تو نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر چھوہارے بدون
درخت خرما کے یا درخت خرما بدون لگے ہوئے چھوہاروں کے یا درخت خرما و عمارت و کھیتی بدون زمین کے یا زمین بدون
ان چیزوں کے رہن کی تو نہیں جائز ہے اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رحمہ سے روایت کی کہ زمین بدون درخت خرما کے رہن
کرنا جائز ہے اور اگر راہن نے رہن میں استثنا نکیا تو زمین کے رہن میں درخت خرما و چھوہارے لگے ہوئے اور کھیتی جو ہو اور
عمارت داخل ہو جائیگی یہ تہذیب میں ہے۔ اور اگر درخت خرما و شجر و درختان انگور مع اُنکے جسقدر کی مقدار زمین کے رہن کیا تو جائز
ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دس قطعہ زمین رہن لیے پھر ظاہر ہوا کہ اُنمیں سے ایک ٹکڑا وقف ہے اور دوسرا مشاع غیر مقسوم ہے
تو باقی کا رہن صحیح ہوگا یہ قنیہ میں ہے ایک شخص نے دو بکریاں بعوض تیس درم کے ایک بعوض دس درم کے اور دوسری
بعوض بیس درم کے رہن کی اور یہ تعیین نکی کہ کون بعوض دس کے ہے اور کون بعوض بیس کے ہے تو جائز نہیں ہے اسواسطے
کہ بکری تلف ہو جانے کے وقت دونوں میں نزاع واقع ہوگا کیونکہ جب کوئی بکری تلف ہوگئی تو یہ معلوم نہوگا کہ قرضہ میں سے
کسقدر اُسکے مقابلہ میں ساقط ہوا اور اگر بیان کے ساتھ تعیین کر دی ہو تو جو بکری تلف ہوگی اُسکے مقابلہ میں جسقدر معین
کیا تھا اُسقدر ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ قرضہ کے عوض حیوان مملوک کا رہن کرنا جائز ہے مگر بعضے علما نے اسمیں خلاف
کیا ہے اور کہا ہے کہ حیوان تیر ہلاکت کا نشانہ ہے پس بمنزلہ اُن چیزوں کے ہوا جو جلد بگڑ جاتی ہیں جیسے روٹی وغیرہ جو جلد
بگڑ جاتی ہیں اُنکا رہن کرنا جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک دار وارثان بالغ و نابالغ میں مشترک ہے اُسکو وصی اور بالغوں
نے رہن کیا بعوض خراج ایک زمین کے جو ان سب میں مشترک ہے تو ایک ہی صفقہ کے ساتھ رہن کرنا صحیح ہے۔ ایک شخص
نے اپنا دار رہن کیا اور اسمیں ایک دیوار مشترک ہے تو صحیح نہیں ہے اور اگر دیوار مشترک کو مستثنے کر لیا تو صحیح ہے لیکن اگر دیوار
مشترک کے ساتھ اُسکی کوئی دیوار متصل ہو تو صحیح نہوگا۔ ایک دار رہن کیا اور دیواریں مالک دار و پڑوسیوں کے درمیان
مشترک ہیں تو صحن و چھت وہاں دیواروں کا رہن جو خاصۃً بدون کسی کی شرکت کے ہیں صحیح ہے اور دیوار ہائے مشترکہ
کے ساتھ چھت کا متصل ہونا صحت رہن سے مانع نہیں ہے اسواسطے کہ چھت تابع ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر اپنے دار میں سے
کوئی بیت معین یا کوئی ٹکڑا معین رہن کرکے سپرد کر دیا تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے
کی ملک کی چیز فروخت کر دی اور ثمن کے عوض مشتری سے کوئی مال رہن لیا اور مالک نے ان دونوں عقدوں کی اجازت

دیدی تو صحیح نہین ہی - اور اگر مریض نے کسی قرضخواہ کو کوئی مال رہن دیا تو صحیح ہی اگرچہ اُسکی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ
ہو جیسے اُسکا ودیعت دینا صحیح ہی ولیکن اسکا حکم باقی قرضخواہون کے حق مین ظاہر و موثر نہوگا یہ قنیہ مین ہی - ایک شخص نے
اپنا دار جسمین اُسکا اسباب ہی خواہ قلیل یا کثیر جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہی بدون اسباب کے رہن کیا یا بورے جنمین اُسکا
اسباب ہی جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہی بدون اسباب کے رہن کیا اور سب کو مرتہن کے سپرد کردیا تو یہ جائز نہین ہی
لیکن اگر دار یا بورون کو اسباب مذکور سے خالی کرکے سپرد کرے تو جائز ہی - اور اگر اسباب دار بدون دار کے یا بورون کی
متاع بدون بورون کے رہن کی اور سب سپرد کیا تو جائز ہی اور صورت اولے مین جواز رہن کے واسطے یہ حیلہ ہی کہ دار
مین یا بورون مین جو متاع ہی وہ پہلے ودیعت دیدے پھر دار و بورہ جو رہن کیا ہی مرتہن کے سپرد کرے تو رہن و قبضہ دونون
صحیح ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اگر ایک دار رہن کیا اور راہن و مرتہن
دونون اُس دار کے اندر موجود ہین پس راہن نے کہا کہ مین نے اسکو تیرے سپرد کیا اور مرتہن نے کہا کہ مین نے قبول کیا
تو رہن تمام نہوگا یہانتک کہ راہن اُس دار مین سے باہر نکلکر پھر مرتہن سے کہے کہ مین نے یہ دار تیرے سپرد کیا یہ محیط
سرخسی مین ہی - ایک شخص نے عمارت و دوکان جو زمین سلطانی پر بنی ہوئی ہی رہن کرکے مرتہن کے سپرد کردی اور مرتہن
اُسکو اپنے قبض و تصرف مین لایا اور سالہا سال اُسکو اجارہ پر دیا اور اُسکا کرایہ لیتا رہا تو رہن صحیح نہین ہی اور مرتہن
نے جو کچھ اُسکا کرایہ لیا ہی وہ اُسکو حلال نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اور اگر گھوڑے پر پڑی ہوئی زین یا اسکے منھ مین کوئی
ہوئی لگام یا اسکے گلے مین بندھے ہوے گلوبند کی رسی رہن کی اور مرتہن کو گھوڑا مع زین و لگام و گردن بند سپرد کردیا تو
رہن پورا نہوگا یہانتک کہ گھوڑے سے جدا کرکے مرتہن کے سپرد کرے اور اگر کسی چوپایہ پر لدان لدا ہوا ہی پس چوپایہ
بدون بار کے رہن کرکے سب سپرد کیا تو رہن تمام نہوگا یہانتک کہ چوپایہ مذکور پر سے بار اُتارکر مرتہن کے سپرد کرے اور
اگر چوپایہ کا لدان بدون چوپایہ کے رہن کرکے سب سپرد کیا تو لدان کا رہن پورا ہوجائیگا اسواسطے کہ صورت اولی مین
چوپایہ لدے ہوے بار مین مشغول ہی فارغ نہین ہی اور صورت ثانیہ مین لدان چوپایہ کے ساتھ مشغول نہین ہی یہ بدائع
مین ہی - ایک شخص نے شوہردار باندی رہن کی اور اُسکے شوہر سے اجازت نہ لی تو رہن جائز ہی اور مرتہن کو یہ اختیار
نہوگا کہ اُسکے شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے پھر اگر وہ باندی اپنے شوہر کے وطی کرنے سے مرگئی تو ایسا ہوگا
کہ گویا آسمانی آفت سے مری ہی مگر استحساناً مرتہن کا قرضہ ساقط ہوجائیگا حالانکہ قیاساً ساقط نہوگا - اور اگر رہن کرنے
کے وقت وہ باندی شوہردار نہو پھر رہن کرنے کے بعد مرتہن کی اجازت سے راہن نے اُسکا نکاح کردیا تو یہ صورت
اور صورت اولے دونون یکسان ہین - اور اگر بدون اجازت مرتہن کے اُسکا نکاح کردیا تو نکاح جائز ہوگا مگر مرتہن
کو یہ اختیار ہوگا کہ اُسکے شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے اور اگر اُسکے شوہر نے اُسکے ساتھ وطی کرلی تو باندی
کے ساتھ اُسکا مہر بھی رہن ہوجائیگا اور وطی کرنے سے پہلے اُسکا مہر رہن نہوگا اور اس صورت مین اگر شوہر کے وطی
کرنے سے باندی مذکورہ مرگئی تو مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے تاوان لے یا اُسکے شوہر سے تاوان لے جیسا کہ اگر
شوہر نے اُسکو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہی پھر اگر شوہر کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ باندی رہن ہی تو جو کچھ اُسنے تاوان دیا ہی وہ راہن سے
واپس لیگا یہ ظہیریہ مین ہی - فتاوے عتابیہ مین ہی کہ اگر باندی کے پیٹ مین جو کچھ ہی اُسکو آزاد کردیا پھر باندی کو رہن کیا
تو جائز ہی اور نقصان ولادت سے کچھ ساقط نہوگا بخلاف اسکے اگر پیٹ کا بچہ آزاد کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی تو بقدر

نقصان ساقط ہوجائیگا لیکن اگر بچہ اسکو پورا کرتا ہو تو ساقط نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک مسلمان نے کسی کافر سے شراب رہن لی پھر وہ سرکہ ہوگئی تو رہن باطل ہی اور یہ سرکہ اُسکے ہاتھ مین امانت ہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے اُسکو لیکر مرتہن کا قرضہ ادا کرے یا چاہے قرضہ کے عوض سرکہ اُسکے پاس چھوڑ دے بشرطیکہ رہن کے روز شراب کی قیمت قرضہ کے برابر ہو بخلاف اسکے اگر کافر نے کسی مسلمان کی شراب رہن لی تو یہ جائز نہین ہی اور وہ شراب مرتہن کے پاس امانت ہوگی۔ اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے شیرۂ انگور رہن لیا پھر وہ شراب ہوگیا تو مرتہن کو اُسکے سرکہ کر ڈالنے کا اختیار ہی اور وہ سرکہ اُسکے پاس رہن رہیگا اور جسقدر کیل و وزن مین گھٹ گیا ہو اُسکے حساب سے رہن باطل ہوجائیگا اور اگر راہن کافر ہو تو وہ شراب مذکور لے لیگا اور قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہیگا اور مرتہن کو اُسکے سرکہ کر ڈالنے کا اختیار نہوگا اور اگر سرکہ کر ڈالے تو سرکہ کر ڈالنے کے روز جو کچھ اُسکی قیمت ہو اُسقدر قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنا قرضہ واپس لیگا بخلاف اسکے اگر راہن مسلمان ہو اور مرتہن نے اُسکو سرکہ کر ڈالا تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس مردار کی کھال رہن کی اور مرتہن نے اُسکی دباغت کی تو وہ رہن ہوگی اور راہن کو اختیار ہوگا کہ اُسکو لیکر مرتہن کو دباغت کی قیمت دیدے بشرطیکہ اُسنے ایسی چیز سے اُسکی دباغت کی ہو جسکی کچھ قیمت ہی اور یہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے مردار کی کھال غصب کرکے اُسکو دباغت دیا۔ اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس شراب رہن کی پھر دونون مسلمان ہوگئے تو شراب مذکور رہن نرہی پھر اگر مرتہن نے اُسکو سرکہ کر ڈالا تو وہ رہن ہوجائیگی اسی طرح اگر دونون مین سے ایک خواہ راہن یا مرتہن مسلمان ہوگیا پھر وہ سرکہ ہوگئی تو رہن ہوجاویگی اور جسقدر اُسمین سے کم ہوجاوے اُسی کے حساب سے رہن باطل ہوجائیگا۔ اور اگر ایک کافر نے دوسرے کافر سے شراب رہن لی اور کسی مسلمان عادل کے پاس رکھی اور اُسنے قبضہ کر لیا تو رہن جائز ہی اور جو حربی کہ امان لیکر دار الاسلام مین آیا ہی رہن لینے و رہن دینے مین اُسکا حکم مثل ذمی کے ہی اور اگر کوئی حربی مستامن اپنا کچھ مال کسی کے پاس بعوض ایسے قرضہ کے جو اُسپر آتا ہی رہن رکھکر دار الحرب مین لوٹ گیا پھر مسلمان اُسکی ملک پر غالب آگئے اور حربی مذکور کو قید کیا تو قرضہ باطل ہوگیا اور جو مال اُسنے مرتہن کو رہن دیا تھا وہ مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کا ہوگیا یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ وہ مال مرہون فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن سے مرتہن اپنا قرضہ پورا وصول کر لیگا اور جسقدر باقی رہے وہ اُس شخص کو ملیگا جسنے حربی مذکور یعنی راہن کو قید کیا ہی۔ اور اگر حربی مذکور کے پاس کسی مسلمان یا ذمی کا مال بعوض ایسے قرضہ کے جو حربی مذکور کا اس مسلمان یا ذمی پر آتا ہی رہن ہو تو وہ مال مرہون اُسکے مالک یعنی راہن کو واپس دیا جائیگا اور حربی کا قرضہ سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق باطل ہوجائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ ذمی وغیرہ کسی کی طرف سے مردار یا خون کا رہن کرنا صحیح نہین ہی یہ کافی مین ہی۔ فتاوے عتابیہ مین ہی۔ کہ اگر غاصب نے مال مغصوب کو رہن کیا پھر اُسکو مالک سے خرید کیا تو روایت کیا گیا ہی کہ رہن جائز ہوجائیگا اور اگر مشتری نے مبیع مین عیب پایا اور بائع نے عیب کے عوض اُسکو رہن دیا تو جائز نہین ہی اور اگر مشتری نے بائع کو مال عین دیا کہ مبیع کے ساتھ بائع کے پاس بعوض ثمن کے رہن رہے پس اگر یہ مال تلف ہوجاوے تو بقدر اپنے حصہ قیمت کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور راہن یا مرتہن یا دونون کے مرجانے سے رہن باطل نہین ہوتا ہی اور وارثون کے پاس مرہون بطور رہن باقی رہتا ہی کذا فی خزانۃ الفتاوے۔

فصل پنجم باپ اور وصی کے رہن کرنے کے بیان مین۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا مال اُسکے قرضہ مین رہن کیا

تو نہیں جائز ہے اسواسطے کہ بالغ فرزند پر باپ کی ولایت نہیں ہے یہ وجیز کردری مین ہے اگر باپ نے اپنے نابالغ فرزند کا مال عین
بعوض ایسے قرضہ کے جو اُسنے اپنے واسطے یا فرزند نابالغ کے واسطے لیا ہے رہن کیا تو جائز ہے بخلاف اسکے اگر مال عین مذکور
فرزند نابالغ اور بالغ کے درمیان مشترک ہو تو یہ جائز نہیں ہے جب تک کہ فرزند بالغ اُسکو تسلیم نہ کرے اور اگر مال مرہون
تلف ہو جاوے تو باپ بقدر حصہ فرزند بالغ کے ضامن ہوگا اور باپ کے مرنے کے بعد اُسکے وصی کا حکم اس باب مین
مثل باپ کے ہے اور اگر باپ کا وصی نہو تو باپ کا باپ یعنی سگے دادا کا بھی یہی حکم ہے۔ اسواسطے کہ از راہ ولایت تصرف کرنے
مین وہ باپ کا قائم مقام ہے مگر فرق یہ ہے کہ باپ کو یہ اختیار ہے کہ ایک نابالغ کا مال دوسرے کے واسطے رہن دے اور وصی
کو یہ اختیار نہیں ہے جیسا کہ وہ خود اپنے پاس رہن نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ کی متاع
کسی شخص کے پاس رہن کی پھر فرزند مذکور بالغ ہوا اور باپ مر گیا تو جب تک فرزند مذکور قرضہ ادا نکرے تب تک اُسکو متاع
مرہون واپس لینے کا اختیار نہوگا۔ اسواسطے کہ یہ تصرف رہن ایسا تصرف ہے جو فرزند مذکور کے حق مین اُسکے باپ کی طرف سے
ایسی حالت مین لازم ہوا جس وقت باپ کی ولایت اسکے اوپر قائم تھی اور اُسکا باپ اس معاملہ مین قائم مقام اس فرزند کے ہے
اگر یہ فرزند بالغ نہووے پس اگر باپ نے اُس مال کو اپنے ذاتی قرضہ مین رہن کیا ہو اور فرزند مذکور نے وہ قرضہ ادا کیا تو مقدار
قرضہ کو باپ کے مال سے واپس لیگا اسی طرح اگر فک رہن سے پہلے متاع مذکور تلف ہو گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی مین ہے۔
اگر ماں نے اپنے فرزند نابالغ کا مال رہن کیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر ماں ایسے شخص کی طرف سے جو اس فرزند کا ولی ہے وصی
مقرر کی گئی ہو یا اُسکو رہن کی اجازت ملی ہو تو جائز ہوگا اور اگر حاکم نے فرزند مذکور کی ماں کو اُسکا مال رہن کرنے کی اجازت دیدی
ہو تو جائز ہے اور مرتہن کو حبس و اختصاص کا استحقاق حاصل ہوگا بیع کرنے کا استحقاق حاصل نہوگا۔ اور اگر طفل مذکور کی ماں
نے رہن کیا اور مرتہن کو بیع کرنے کا وکیل کیا پھر حاکم نے وکالت و بیع کی اجازت دیدی تو مرتہن مذکور حاکم کی طرف سے
وکیل ہو جائیگا اور حاکم یعنے قاضی جسنے رہن کی اجازت دی تھی معزول کیا گیا اور دوسرا قاضی مقرر کیا گیا حالانکہ مرتہن
مال مرہون کو فروخت کر چکا ہے پس اگر دوسرے قاضی کے نزدیک قاضی اول کا بیع کی اجازت دینا ثابت ہو تو وہ اس بیع کو
نافذ کریگا اور اگر اُسکے نزدیک قاضی اول کی اجازت توکیل ثابت نہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ بیع مذکور کو رد کر دے جبکہ بیع کا
رد کر دینا طفل مذکور کے حق مین بہتر ہو یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ اگر باپ کا یا اُسکے نابالغ فرزند کا یا اُسکے غلام ماذون التجارۃ
کا جسپر قرضہ نہیں ہے اُسکے کسی دوسرے نابالغ فرزند پر قرضہ آتا ہو پس باپ نے قرضدار فرزند کی کچھ متاع اس قرضہ کے عوض
اپنے پاس یا دوسرے اپنے طفل قرضخواہ کے پاس یا اپنے غلام ماذون کے پاس رہن کی تو جائز ہے یہ تبیین مین ہے۔ باپ
کو جائز ہے کہ اپنا مال اپنے طفل نابالغ کے پاس بعوض ایسے قرضہ کے جو فرزند مذکور کا اُسپر آتا ہے رہن کر دے اور اس مال
کو اپنے فرزند مذکور کے واسطے اپنے قبضہ مین رکھیگا اور وصی کے واسطے ایسا کرنا نہیں جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر وصی نے
یتیم کا کوئی خادم اپنے قرضہ کے عوض اپنے پاس رہن کر لیا یا اپنا خادم یتیم کے قرضہ کے عوض یتیم کے پاس رہن کیا تو
جائز نہیں ہے اسی طرح اگر یتیم نے خود رہن رکھ لیا تو بھی جائز نہیں ہے لیکن اگر یتیم کا وصی اُسکے اس معاملہ کی اجازت دیدے
تو عقد رہن جائز ہو جائیگا جیسے یتیم کے خرید فروخت کرنے مین حکم ہے۔ اسی طرح اگر دو وصی ہوں اور ایک نے ایسا کیا تو امام
اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہیں جائز ہے الا اُس صورت مین کہ دوسرا وصی بھی اجازت دیدے اور امام ابو یوسف رح
کے نزدیک جائز ہے۔ اور اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے طفل نابالغ کے پاس یا اپنے غلام تاجر کے پاس جسپر قرضہ نہیں ہے

رہن کیا تو مثل اپنے پاس رہن کر لینے کے نہین جائز ہی- اور اگر اپنے بالغ بیٹے یا بالغ بیٹے کے بیٹے یا اپنے مکاتب یا غلام تاجر کے پاس جسپر قرضہ ہی رہن کیا تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی- اور اگر وصی نے یتیم کے کھانے کپڑے کی بابت قرضہ کر لیا اور اس قرضہ کے عوض یتیم کا کچھ مال رہن کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر اُسنے یتیم کے واسطے تجارت کی اور معاملہ تجارت مین رہن کیا یا رہن لیا تو جائز ہی یہ کافی مین ہی- اگر وصی نے وارثون کے واسطے قرضہ لیا اور اُنکا مال عین رہن کیا تو دو حال سے خالی نہین یا تو اُنکے نفقہ و حوائج و خراج وغیرہ کسی نوائب کے واسطے قرضہ لیا ہی یا اُنکے مملوکون و چہارپاؤن کے نفقہ کے واسطے لیا اور ہر صورت اس سے خالی نہین کہ یا تو وارث سب بالغ ہونگے یا نابالغ ہونگے یا بالغ و نابالغ دونون ہونگے پس اگر وارث بالغ ہون خواہ غائب ہون یا حاضر ہون اور وصی نے اُنکے نفقہ کے واسطے قرضہ لیکر رہن کیا تو نہین جائز ہی اور اگر وارث نابالغ ہون تو جائز ہی اور اگر بالغ و نابالغ دونون ہون تو فقط نابالغون کے حق مین اُسکا قرضہ لینا و رہن کرنا جائز ہی بالغون کے حق مین نہین جائز ہی بخلاف اسکے اگر مال منقول کو ترکہ مین سے وصی نے فروخت کیا تو سب کے حق مین روا ہوگا- اور اگر اُسنے وارثون کے مملوکون و چہارپاؤن کے نفقہ کے واسطے قرضہ لیا پس اگر سب وارث بالغ ہون اور حاضر ہون تو وصی کا قرضہ لینا اور اُنکا مال عین رہن دینا جائز نہوگا اور اگر غائب ہون تو جائز ہوگا اور اگر بعضے حاضر ہون اور بعضے غائب ہون یا وارثون مین صغیر و کبیر حاضر ہون تو امام اعظم رہ کے نزدیک قرضہ جائز ہی اور صاحبین رہ کے نزدیک فقط بالغان غائب اور نابالغون کے سوائے قرضہ لینا باقیون کے حق مین نہین جائز ہی اور اُسکا رہن کرنا سب کے حق مین جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر میت پر قرضہ ہو اور اُسکے وصی نے اُسکے ترکہ مین سے کچھ مال عین اُسکے کسی قرضخواہ کے پاس رہن کیا تو جائز نہین ہی اور باقی قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ اُسکو رد کر دین اور اگر وصی نے اُنکے رد کر دینے سے پہلے اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو رہن جائز ہوگا- اور اگر میت کا ایک کے سوائے دوسرا قرضخواہ نہو تو رہن مذکور جائز ہوگا اور اُسکے قرضہ مین فروخت کر سکتا ہی- اور اگر وصی نے کسی شخص سے جسپر میت کا قرضہ آتا ہی رہن لیا تو جائز ہی- اسی طرح اگر میت نے خود ہی اپنے قرضدار سے رہن لیا ہو تو اُسکا وصی اس مرہون کے روک رکھنے مین اُسکا قائم مقام ہوگا لیکن وصی اس مال کو بدون راہن کے فروخت نہین کر سکتا ہی اور وصی کو اختیار ہی کہ میت پر جو قرضہ ہی اُسکے عوض رہن دیدے اسواسطے کہ جو امور میت کے حوائج مین سے ہین اُنمین وصی اُسکا قائم مقام ہی اور قرضہ کا ادا کرنا اُسکے حوائج مین سے ہی پس وصی ادائے قرض میت کا اختیار رکھتا ہی پس اسی طرح اُسکے عوض رہن دینے کا بھی اختیار رکھتا ہی یہ مبسوط مین ہی- اور اگر راہن مر گیا تو اُسکا وصی مال مرہون کو فروخت کر کے مرتہن کا قرضہ ادا کریگا اور اگر اُسکا کوئی وصی نہو تو قاضی اُسکی طرف سے وصی مقرر کریگا اور اُسکو حکم دیگا کہ مرہون کو فروخت کرے یہ سراجیہ مین ہی- اگر میت کے وارث بالغ نے متاع میت مین سے کوئی چیز رہن کر دی حالانکہ میت پر قرضہ ہی اور اس وارث کے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی پس اگر قرضخواہ نے نالش کی تو قاضی اس رہن کو باطل کر دیگا اور مال مرہون اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر وارث مذکور نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو رہن جائز ہوگا اور اگر میت پر قرضہ نہو اور وارث بالغ نے میت کی متاع مین سے کوئی مال عین ایسے قرضہ کے عوض جسکو لیکر اُسنے اپنی ذات پر خرچ کیا ہی رہن کیا یا یہ وارث نابالغ ہو کہ اُسکے وصی نے ایسا کیا پھر ایک ایسا اسباب جسکو میت نے اپنی حیات مین فروخت کیا تھا بسبب عیب کے اُنکو واپس دیا گیا اور وہ اُنکے پاس تلف ہو گیا اور مشتری کا ثمن مال میت پر قرضہ ہو گیا اور میت کا مال کچھ نہین ہی سوائے اُس مال کے جو نفقہ کے عوض رہن رکھا گیا ہی تو وہ رہن جائز رہیگا

اسواسطے کہ جسوقت مرتہن کو مال مرہون سپرد کیا گیا ہی اُسوقت مال میت پر قرضہ نہ تھا اور یہ مال مرہون وارث کے ملک غیر کے حق سے فارغ تھا پس اُسمین مرتہن کا حق لازم ہو جائیگا پھر قرضہ کا لحوق اسکے بعد بوجہ عیب کے اسباب فروخت کو واپس دیے جانے کے ہوا ہی پس یہ امر حق مرتہن کو باطل نکریگا اور یہ بخلاف اُس صورت کے ہی کہ جب میت کے فروخت کیے ہوے غلام پر استحقاق ثابت کیا گیا یا وہ آزاد ثابت ہوا اسلیے کہ اس صورت مین رہن باطل ہو جائیگا کیونکہ یہ امر ظاہر ہوا کہ جسوقت وارث نے ترکہ مین سے مال عین کو رہن کیا ہی اُسوقت میت پر قرضہ تھا اسواسطے کہ آزاد عقد بیع کی تحت مین داخل ہی نہین ہوتا ہی اور نہ اُسکا ثمن مملوک ہوتا ہی اور استحقاق ثابت ہونے سے جڑ سے عقد بیع باطل ہو جاتا ہی لیکن راہن اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا تاکہ اُسکو میت کے قرضہ مین ادا کرے خواہ راہن وصی ہو یا وارث ہو اسواسطے کہ جب میت پر ایسا قرضہ لاحق ہوا کہ اُسکا ادا کرنا ترکہ میت سے واجب ہی اور وارث نے اپنے تصرف سے اس سے باز رکھا تو تلف کر دینے والے کے حکم مین ٹھہرایا گیا پس اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور وصی کی صورت مین بھی یہی بات ہی لیکن وصی اس مال ضمان کو میت کے ترکہ سے واپس لیگا علیٰ ہذا اگر میت نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا اور اُسکا مہر لے لیا پھر اُسکے مرنے کے بعد وارث نے اُس باندی کو اُسکے شوہر کے دخول کرنے سے پہلے آزاد کر دیا اور باندی مذکور نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنے شوہر مذکور کے ساتھ اُسکے نکاح مین رہنا نچاہا اور شوہر کا مہر میت کے ترکہ مین قرضہ ہو گیا تو بھی رہن وارث جائز ہوگا اور وارث اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر میت نے اپنی حیات مین راستہ مین کنوان کھودا ہو پھر اُسکے مرنے کے بعد اُسمین کوئی شخص تلف ہو گیا حتے کہ اُسکی ضمان میت کے مال پر قرضہ ہوئی۔ تو وارث کا جو تصرف ترکہ کے مال مین پورا ہو گیا ہی اس سے باطل نہوگا لیکن وارث اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے مال عین متروکہ مین اپنے تصرف سے غیر کا حق باطل کر دیا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر وصی نے مال یتیم ایسے قرضہ کے عوض جو اُسنے یتیم کے واسطے لیا ہی رہن کیا اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کیا پھر وصی نے یتیم کی حاجت کے واسطے اُس مال مرہون کو مرتہن سے مستعار لیا اور وہ وصی کے پاس ضائع ہو گیا تو وہ رہن سے باہر ہو گیا اور یتیم کا مال گیا پس جبکہ مرہون مذکور تلف ہو جانے سے قرضہ ساقط نہوا تو مرتہن اپنا قرضہ وصی سے لے لیگا جیسا کہ رہن کرنے سے پہلے لے سکتا تھا پھر وصی اسقدر مال یتیم سے لیگا اور اگر اُس مرہون کو وصی نے اپنی حاجت کے واسطے مستعار لیا ہو تو یتیم کے واسطے اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر وصی نے یتیم کا مال رہن کیا پھر اُسکو غصب کر کے اپنی ضرورت کے کام مین لایا یہان تک کہ مرہون مذکور اُسکے پاس تلف ہو گیا (اور مرتہن اپنا قرضہ وصی سے لے لیگا) تو وصی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر اُسکی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو اگر میعاد آ گئی ہو تو اُسکی قیمت سے قرضہ ادا کر دیگا اور باقی یتیم کی ہوگی اور اگر قیمت بہ نسبت قرضہ کے کم ہو تو بقدر قیمت کے قرضہ ادا کریگا اور جسقدر باقی رہا وہ مال یتیم سے لیکر ادا کریگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ کے برابر ہو تو مرتہن کو ادا کر دے اور یتیم سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر قرضہ کی میعاد نہ آئی ہو تو یہ قیمت رہن رہیگی اسواسطے کہ وہ مال مرہون کے قائم مقام ہی پھر جب میعاد آویگی تو اُسکا حکم اُسی تفصیل سے ہوگا جو ہمنے بیان کر دی ہی۔ اور اگر وصی نے اُسکو غصب کر کے یتیم کی ضرورت مین استعمال کیا یہان تک کہ اُسکے پاس وہ تلف ہو گیا تو مرتہن کے حق کے واسطے اُسکا ضامن ہوگا اور یتیم کے حق کے واسطے ضامن نہوگا پس اگر قرضہ کی میعاد آ گئی ہو تو مرتہن اُس سے قرضہ لیگا اور وصی اسقدر یتیم سے واپس لیگا اور اگر میعاد نہ آئی ہو تو مال ضمان مرتہن کے پاس رہن رہیگا پھر جب میعاد آویگی تو مرتہن اُس سے اپنا قرضہ لے لیگا پھر وصی اسقدر مال یتیم سے لیگا یہ کافی مین ہی۔

دوسرا باب - ایسے رہن کے بیان مین جسمین کسی عادل کے پاس رکھے جانے کی شرط ہو - امام محمد رہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کوئی مال رہن لیا اور راہن نے اُسکو اس شرط سے سپرد کیا کہ ہم دونون اسکو کسی شخص ثالث عادل کے پاس رکھین اور عادل نے اسکو منظور کر لیا اور رہن مذکور پر قبضہ کر لیا تو رہن پورا ہو جائیگا حتے کہ اگر وہ مال مرہون عادل کے پاس تلف ہو جاوے تو مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اس حکم کے حق مین عادل مذکور مرتہن کا نائب ہی اور حق ضمان مین راہن کا نائب ہی حتے کہ اگر مال مرہون مذکور پر عادل کے پاس کوئی شخص استحقاق ثابت کر کے عادل سے اُسکا تاوان لے تو عادل اس مال ضمان کو راہن سے واپس لیگا نہ مرتہن سے یہ محیط مین ہی - اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ مرتہن اُسپر قبضہ کر کے پھر دونون نے اُسکو عادل کے پاس رکھ دیا تو جائز ہی - اسواسطے کہ جب عادل ابتدا مین مرتہن کا قائم مقام ہو سکتا ہی تو حالت بقا مین بھی ہو سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور عادل کو یہ اختیار نہین ہی کہ قرضہ ساقط ہونے سے پہلے مال مرہون راہن کو دیوے الا اُس صورت مین کہ مرتہن راضی ہو - اور اگر اُسنے مال مرہون کو راہن و مرتہن دونون مین سے کسی ایک کو بدون رضامندی دوسرے کے دیدیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے واپس کرا کر پھر عادل مذکور کے پاس رکھا دے اور اگر واپس کرانے سے پہلے مال مرہون تلف ہو گیا تو عادل اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پھر اگر عادل نے چاہا کہ اُسکی قیمت کو اپنے پاس بطور رہن رہنے دے تو اس امر پر قادر نہوگا اسواسطے کہ قیمت اُسکے ذمہ قرضہ واجب ہوئی ہی سو اگر ہم اُس قیمت کو رہن قرار دین تو ایک ہی شخص قاضی و مقتضی علیہ ہوا جاتا ہی پھر اسکے بعد یا تو راہن و مرتہن دونون اتفاق کرینگے کہ اس قیمت کو عادل مذکور سے وصول کر کے دونون اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھینگے یا دونون مین سے کوئی اس معاملہ کو قاضی کے سامنے پیش کریگا تاکہ قاضی قیمت کو لیکر اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھیگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی اور شمس الائمہ حلوائی رہ نے ذکر کیا کہ اگر عادل نے عمداً مال مرہون دونون مین سے کسی ایک کو دیا ہو تو قیمت اُس سے لیکر دوسرے عادل کے پاس رکھی جائیگی اور اگر اُسنے دینے مین خطا کی ہو اور ایسا شخص ہو کہ جس سے ایسی خطا ہو سکتی ہو تو اُس سے قیمت لیکر پھر اُسی کے پاس رکھی جاویگی بشرطیکہ اُس سے کوئی خیانت ثابت نہوئی ہو اور اپنے حال پر عادل باقی رہا ہو یہ محیط مین ہی - پھر اگر قیمت مذکور عادل مذکور کے پاس رکھی گئی اور راہن نے قرضہ مرتہن ادا کر دیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر عادل نے ضمان قیمت اسوجہ سے دی ہی کہ اُسنے مرہون کو راہن کے حوالہ کیا تھا تو قیمت مذکور عادل مذکور کے پاس مسلم دیدی جاویگی کہ وہ اپنی قیمت خود لے لے اور اگر عادل اسوجہ سے ضامن ہوا ہو کہ اُسنے مرہون کو مرتہن کو دیدیا تھا تو راہن کو اختیار ہوگا کہ اُس سے یہ قیمت لے لے پھر اسکے بعد آیا عادل اس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لے سکتا ہی تو دیکھا جائیگا کہ اگر عادل نے یہ مال مرہون مرتہن کو بطور عاریت یا ودیعت دیا ہو اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر مرتہن نے خود تلف کر دیا ہو تو واپس لے سکتا ہی اسوجہ سے کہ عادل مذکور ادائے ضمان سے اُسکا مالک ہو لیا اور یہ ظاہر ہوا کہ اُسنے اپنا مملوک مال عاریت یا ودیعت دیا تھا پس اگر اُسکے پاس خود تلف ہو گیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر تلف کر دیا ہو تو ضامن ہوگا - اور اگر عادل نے اُسکو مرتہن کو بطور رہن دیا ہو یعنے مرتہن سے مثلاً کہا کہ یہ تیرا رہن ہی تو اسکو اپنے حق کے عوض لے اور اپنے قرضہ کے عوض رہنے دے تو ایسی صورت مین عادل اس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لیگا خواہ وہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو یا اُسنے خود تلف کر دیا ہو کیونکہ عادل نے اُسکو ایسی وجہ پر دیا تھا جس سے ضمان واجب ہوتی ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر دونون نے مال مرہون ایک عادل کے قبضہ مین رکھا اور دونون نے اُسکو مرہون

راہن و مرتہن ۱۲

مذکور کی بیع کردینے پر مختار کردیا یا عادل مذکور کے سوائے دوسرے کو اُسکی بیع کا مختار کردیا یا راہن نے خود مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا مختار کردیا تو یہ سب جائز ہی اور جسکو مختار کیا ہی اُسکے معزول کرنے کا دونون مین سے ایک خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو اختیار نہین رکھتا ہی اور جب اُسنے فروخت کیا تو اسکا ثمن رہن رہیگا اور اگر مرتہن نے راہن کو اُسکے فروخت کا مختار کیا تو بھی جائز ہی یہ خزانۃ الاکمل مین ہی۔ اور اگر عادل نے مال مرہون کو اپنے فرزند یا زوجہ کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ نہین جائز ہی لیکن اگر راہن و مرتہن جائز کردے تو جائز ہو جائیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر اسقدر خسارہ سے فروخت کیا ہو کہ جتنا خسارہ لوگ اپنے اندازہ کرنے مین برداشت کرجاتے ہین تو جائز ہی۔ اور اگر ایسی بیع کی راہن یا مرتہن فقط ایک نے اجازت دی تو جائز نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر راہن نے عادل اختیار دادہ شدہ کو بدون رضاے مرتہن کے معزول کرنا چاہا پس اگر بیع کرنے کا اختیار عقد رہن مین مشروط ہو تو بالاتفاق راہن کو معزول کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر عقد رہن مین مشروط نہو تو بھی بعضے مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہی شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہی صحیح ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر فرمایا کہ ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکو معزول کرنے کا اختیار ہی اور امام ابو یوسف رح کی روایت مین اختیار نہین ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر راہن و مرتہن دونون نے عادل کو مال مرہون کی بیع کے اختیار سے معزول کرکے دوسرے کو اُسکی بیع پر قادر کردیا یا کسی کو قادر نکیا تو عادل مذکور اس اختیار سے معزول ہو جائیگا بشرطیکہ عادل مذکور اس معزولی سے آگاہ ہو جاوے اور اگر آگاہ نہوا تو وہ اپنی وکالت و اختیار پر باقی رہیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور عادل کو مال مرہون فروخت کرنے کا اختیار نہین ہوتا ہی الا اُسی صورت مین کہ عقد رہن مین یہ امر مشروط ہو یا بعد تمام ہونے عقد رہن کے یہ اختیار دیا جاوے پس جب حالت اختیار کے موافق اُسنے فروخت کیا تو ثمن اُسکے پاس رہن ہوگا اور اگر یہ ثمن اُسکے پاس تلف ہوگیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا جیسا کہ مرتہن کے پاس تلف ہونے سے ساقط ہوتا ہی اسی طرح اگر ثمن باین وجہ تلف ہوا کہ مشتری پر ڈوب گیا یعنے وصول نہوسکا تو بھی یہ تباہی مرتہن کے ذمہ ہوگی کیونکہ ثمن قائم مقام عین تھا اور رہن جسوقت تمام ہو جاوے اُسکے بعد تباہی جسکے قبضہ مین ہو مرتہن کے ذمہ قرار دیجاتی ہی۔ اور اگر عادل نے بیع کرنے سے انکار کیا پس اگر بیع کرنا عقد رہن مین مشروط ہو تو عادل مذکور پر جبر کیا جائیگا اور اگر رہن پورا ہونے کے بعد یہ امر قرار دیا گیا ہو تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ جبر کیا جائیگا اور اسی کو بعضے مشائخ رح نے اختیار کیا ہی کذا فی الوجیز للکردری اور یہی صحیح ہی کذا فی محیط السرخسی اور بعض نے فرمایا کہ جبر نکیا جائیگا اور اسی کو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اختیار کیا ہی۔ اور جبر کی تفسیر یہ ہی کہ عادل چند روز قید کیا جاوے پس اگر اسنے اصرار کیا یعنے نمانا تو راہن پر جبر کیا جاوے کہ وہ بیع کردے اور اگر اُسنے انکار کیا تو قاضی خود فروخت کردیگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ صاحبین رح کا قول ہی بنابرین کہ اُنکے نزدیک قیاس ہی کہ جب مدیون اپنا مال فروخت کرکے قرضہ ادا کرنے سے انکار کرے تو حاکم فروخت کردیتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب کا قول ہی اور یہی صحیح ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ پھر جب راہن بیع کے واسطے مجبور کیا گیا اور اُسنے بیع کردی تو یہ بیع اس جبر کی وجہ سے فاسد نہوگی اسواسطے کہ جبر کرنا ادائے قرضہ پر واقع ہوا ہی کہ جس طریقہ سے چاہے قرضہ ادا کرے حتٰے کہ اگر اُسنے بغیر اسکے دوسرے طریقہ سے ادا کیا تو صحیح ہوگا اور یہ بیع تو اُسکے طریقون مین سے ایک طریقہ ہی یہ تبیین مین ہی۔ عدمیاتی عادل مرتد ہوگیا پھر اُسنے رہن کو فروخت کیا پھر اپنی حالت ردت مین قتل کیا گیا تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور اگر عادل مذکور مرتد ہو کر دار الحرب مین چلا گیا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا تو وہ اپنی وکالت پر رہیگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی

کہ قاضی کی طرف سے اُسکے دار الحرب مین جاملنے کا حکم جاری ہونے سے پہلے لوٹ آیا ہو اور اگر ایسا حکم ہونے کے بعد واپس آیا
تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک پھر وکیل نہو جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک ہو جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق وکیل
ہو جائیگا اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر راہن و مرتہن دونون مرتد ہو گئے اور دار الحرب مین جاملے یا ردت پر
قتل کیے گئے پھر عادل نے مال مرہون کو فروخت کیا تو اُسکی بیع جائز ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر راہن و مرتہن دونون
یا ایک مرگیا تو عادل کو مال مرہون اپنے پاس محبوس رکھنے و اُسکے بیع کرنے کا اختیار باقی رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہی
اور اگر راہن مرگیا تو عادل کا مال مرہون فروخت کر دینے کا اختیار باطل نہوگا بشرطیکہ یہ اختیار عقد رہن مین مشروط ہو
اور اگر مشروط نہو تو بھی بعضے مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جو عادل عقد رہن کے ساتھ بیع کا وکیل
ہی اُسکا حکم بیع مفرد کے وکیل سے چار باتون مین اختلاف رکھتا ہی۔ ایک یہ ہی کہ عادل اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہی دوسرے
یہ کہ فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا باتفاق یا باختلاف تیسرے یہ کہ راہن کے معزول کرنے سے معزول ہوگا باتفاق یا
باختلاف۔ چوتھے راہن کے مرنے سے معزول نہوگا یا تفاق یا باختلاف۔ اور بیع مفرد کے وکیل کے واسطے یہ احکام
ثابت نہین ہین اور ان احکام کے سواے باقی احکام مین عادل اور وکیل بیع مفرد دونون یکسان ہین یہ ذخیرہ مین ہی
اور عادل کے مرجانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہی خواہ عقد رہن مین وہ مشروط ہو یا عقد کے بعد ہو اور عادل کا وارث
یا اُسکا وصی اُسکے قائم مقام نہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر عادل کے سواے دوسرا شخص مال مرہون فروخت کرنے پر
قادر کیا گیا ہو اور وہ مرگیا تو وکالت باطل ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ راہن کے مرنے کے بعد
بدون حاضری اُسکے وارثون کے مال مرہون فروخت کرے جیسا کہ راہن کی زندگی مین بدون حاضری راہن کے
فروخت کر سکتا تھا یہ کافی مین ہی۔ جو عادل کہ مال مرہون کے فروخت پر مختار کیا گیا ہو اگر اُسنے بعض مرہون کو فروخت کیا
تو باقی کا رہن باطل ہو جائیگا یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر عادل نے مرہون فروخت کرنے کے واسطے اپنی طرف سے وکیل
کر دیا پس اگر اُسنے عادل کے سامنے فروخت کیا تو جائز ہی اور اگر اُسکے پیٹھ پیچھے فروخت کیا تو جائز نہین ہی الا اس صورت
مین کہ وہ بیع کی اجازت دیدے۔ اور اگر عادل نے مقدار ثمن مقرر کر دی ہو اور وکیل نے اسی قدر دامون کو فروخت کیا
تو جائز ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور اگر عادل دو آدمی ہون اور دونون مرہون فروخت کرنے کے مجاز کیے گئے ہون
پھر دونون مین سے ایک نے اُسکو فروخت کیا تو جائز نہین ہی اسواسطے کہ بیع مین راے کی حاجت ہی اور ایک کی راے
مثل دو کی راے کے نہین ہوتی ہی پھر اگر دوسرے نے بھی اس بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہو جائیگی اسی طرح اگر راہن
و مرتہن نے اس بیع کی اجازت دیدی تو بھی جائز ہو جائیگی چنانچہ اگر کسی فضولی نے مال مرہون فروخت کیا اور راہن و
مرتہن نے اجازت دیدی تو جائز ہو جاتی ہی اور اگر فقط راہن یا فقط مرتہن نے اجازت دیدی تو بیع جائز نہوگی اسی طرح
اگر کسی اجنبی نے فروخت کیا اور دونون مین سے فقط ایک نے اجازت دی تو بیع جائز نہوگی اور اگر دونون نے اس
بیع کی اجازت دی مگر عادل نے انکار کیا تو بیع جائز ہو جائیگی اسواسطے کہ حق انہین دونون کا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص
نے میعادی قرضہ کے عوض کچھ مال عین رہن دیا اور دونون نے ایک عادل کو مختار کیا کہ میعاد آجانے پر اسکو فروخت
کرے پھر عادل نے مرہون پر قبضہ نکیا یہان تک کہ میعاد آگئی تو رہن باطل ہی اور بیع کے واسطے وکالت باقی رہیگی
یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دار رہن لیا اور راہن نے ایک شخص کو اسکو فروخت کرنے

اور اُسکا ثمن مرتہن کو دینے پر قادر کر دیا مگر مرتہن نے اُس دار پر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ ادا ے قرضہ کی میعاد آگئی تو وہ رہن نہوگا اور عادل نے اگر اُس دار کو فروخت کیا تو بیع بوجہ وکالت کے جائز ہوگی نہ بوجہ رہن کے اور یہی حکم حصہ دار و غلام میں ہی اور جب عادل نے اُسکو فروخت کیا تو اُسکا ثمن راہن کو دیگا نہ مرتہن کو - اور اگر عادل نے مرتہن کو دیا تو ضامن ہوگا - اور اگر راہن نے اُسکو سالے سے منع کر دیا تو پھر اُسکی بیع جائز ہوگی اسی طرح اگر راہن مرگیا تو اُسکے مرنے کے بعد عادل کو اُسکے فروخت کرنے کا اختیار ہوگا اور مرتہن اس مال مرہون کے حق میں مثل اور قرضخواہون کے ہوگا - اور اگر غلام مرہون کو کسی غلام نے قتل کیا اور قتل کے جرم میں قاتل مذکور دیدیا گیا یا اُسکی آنکھ پھوڑدی اور اس جرم میں غلام مجرم دیدیا گیا تو عادل اس غلام مدفوع کی بیع کا بھی مختار ہوگا یہ مبسوط میں ہی - اور اگر عادل مرہون کی بیع کا مطلقا مختار کیا گیا تو اُسکو اختیار ہی کہ درم و دینار وغیرہ جس جنس کے عوض چاہے فروخت کرے اور جسقدر کے عوض چاہے خواہ اُسکی قیمت کے مساوی ہو یا ایسا کم ہو کہ لوگ اندازہ کرنے میں اتنا خسارہ اُٹھاجاتے ہین فروخت کرے اور چاہے نقد یا اُدھار فروخت کرے یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہی اور اگر ایسے مال کے عوض جسکے واسطے بیع سلم ہوئی ہی یعنے مسلم فیہ کے عوض رہن دیا اور اُسکو مرہون کی بیع کے واسطے مختار کر دیا اور میعاد آ پہنچی پر فروخت کرے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُسکو اختیار ہوگا چاہے مسلم فیہ کی جنس کے عوض یا دوسری جنس کے عوض فروخت کرے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ کے نزدیک اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ مطلقا بیع کی صورت مین ایسے خسارہ سے فروخت کرے جتنا خسارہ و اندازہ کرنے میں لوگ برداشت کر جاتے ہین اور نہ اُدھار فروخت کر سکتا ہی اور نہ سوا ے درم و دینار کے دوسری جنس کے عوض فروخت کر سکتا ہی لیکن صاحبین رحمہ کے نزدیک بیع سلم کی صورت مین جنس مسلم فیہ کے عوض بیچنا جائز رکھا ہی - اور اگر راہن نے اُسکو اُدھار بیچنے سے منع کیا پس اگر رہن کے وقت منع کیا ہو تو اُسکو اُدھار بیچنے کا اختیار نہوگا اور اگر عقد رہن کے بعد منع کیا ہو تو منع کرنا صحیح نہوگا یہ بدائع میں ہی - اور اگر عادل نے اُدھار بیچا تو اصل میں فرمایا کہ جائز ہی اور اسمین کوئی تفصیل اور کچھ اختلاف ذکر نہین کیا - اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی صورت میں ہی کہ اُسنے اتنی مدت کے اُدھار پر فروخت کیا جو لوگون میں معہود ہی اور اگر غیر معہود میعاد پر مثلاً دس برس کے اُدھار پر یا اسکے مثل کسی مدت کے اُدھار پر فروخت کیا تو صاحبین رحمہ کے نزدیک جائز نہونا چاہیے اور قاضی امام ابو علی نسفی نے فرمایا کہ اگر راہن کی طرف سے کوئی ایسا امر مقدم ہوچکا ہو جو اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ نقد فروخت کرے مثلاً راہن نے اُس سے کہا ہو کہ مرتہن مجھے تنگ کرتا ہی اور مطالبہ کرتا ہی پس تو اسکو فروخت کردے تاکہ میں اُس سے نجات پاؤن پھر عادل نے اسکو اُدھار فروخت کیا تو یہ جائز نہین ہی بمنزلہ ایسی صورت کے کہا کہ میرا غلام فروخت کردے کہ مجھے نفقہ کی ضرورت ہی اور اگر مال مرہون مرتہن کے قبضہ میں ہو اور درمیانی کوئی عادل نہو اور راہن نے مرتہن کو اُسکو فروخت کرکے اپنا قرضہ وصول کر لینے کا اختیار دیدیا پس اُسنے اُدھار فروخت کیا تو بیع جائز ہی چاہے نقد فروخت کرے یا اُدھار یہ محیط میں ہی - اگر عقد رہن میں مال مرہون کسی عادل کے پاس رکھا گیا ہو اور عادل کو اختیار دیا گیا کہ اسکو فروخت کرکے اسکے ثمن سے قرضہ ادا کردے پس عادل نے اسکو بعوض درمون کے فروخت کیا حالانکہ قرضہ دینار تھا یا اسکے برعکس یعنے قرضہ درم تھا اور عادل نے دینارون کے عوض اُسکو فروخت کیا تو عادل کو اختیار ہوگا کہ ثمن سے جنس قرضہ بطور بیع صرف کے بدل کر لے اسی طرح اگر اُسنے درمون کے عوض فروخت کیا اور قرضہ گیہون ہین تو اُسکو اختیار ہوگا کہ درمون کے عوض گیہون خرید کرکے قرضہ ادا کردے یہ ظہیریہ میں ہی - اگر عادل نے مرہون کو فروخت کیا اور کہا کہ میں نے دو سو درم کو فروخت کیا ہی اور قرضہ سو درم ہی پھر مرتہن نے اسکا اقرار کیا تو راہن سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے

اقرار کیا کہ عادل نے فروخت کیا ہی مگر نوّے سے زیادہ درمون کے عوض فروخت کرنے کا دعوےٰ کیا تو مقدار ثمن مین عادل و
مرتہن کا قول قبول ہوگا اور راہن مدعی کے گواہ۔ اور اگر راہن نے بیع کا اقرار نکیا اور کہا کہ مال مرہون عادل کے پاس
تلف ہوگیا ہی پس اگر اُسکی قیمت قرضہ کی مقدار کے برابر ہو تو قول راہن کا قبول ہوگا۔ اور اگر راہن نے بیع کا اقرار
کیا مگر کہا کہ عادل نے اُسکو سو درم کے عوض بیچا ہی اور عادل نے کہا کہ مین نے نوّے درم کو بیچا ہی اور مرتہن نے کہا کہ تو نے
اُسکو اسّی درم کو بیچا ہی حالانکہ بائع و مشتری کا باہمی قبضہ ہوچکا ہی تو مرتہن کا قول قبول ہوگا اور وہ راہن سے بیس درم
لے لیگا اور گواہون مین سے گواہ راہن کے قبول ہونگے اور اگر عادل نے اس امر کے گواہ دیے کہ مین نے مرہون بعوض
نوّے درم کے فروخت کرکے ثمن مرتہن کو دیدیا ہی اور راہن نے کہا کہ تو نے اُسکو فروخت نہین کیا ہی اور گواہ دیے کہ عادل نے
اُسکو فروخت نہین کیا ہی اور وہ عادل کے پاس فروخت کرنے سے پہلے تلف ہوگیا ہی تو اس امر پر راہن کے گواہ مقبول نہونگے
یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر عادل اس شرط سے مرہون کی بیع پر مختار کیا گیا ہو کہ جب فلان وقت آوے تو عادل اُسکو بیع
کرے پھر مرتہن نے دعوےٰ کیا کہ میعاد ماہ رمضان تک تھی اور اب رمضان آگیا ہی اور راہن نے کہا کہ میعاد کا مہینہ ماہ شوال
تھا تو عادل کو بیع کا اختیار دینے کے وقت کے باب مین راہن کا قول قبول ہوگا اور ادائے قرضہ کی میعاد آنے کے باب
مین مرتہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ میعاد ادائے قرضہ مرتہن کی طرف سے مقرر ہوئی ہی پس اُسکے باب مین مرتہن
کا قول قبول ہوگا اور مرہون فروخت کرنے کے اختیار کا وقت عادل کو راہن کی طرف سے تھا پس اسکے وقت کے باب
مین راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ میعاد ایک مہینہ ہی اور اُسکے گذرنے مین اختلاف
کیا تو راہن کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر راہن غائب ہوگیا اور مال مرہون ایک عادل کے پاس ہی اور مرتہن نے
اُس سے کہا کہ تجھے راہن نے اسکے فروخت کرنے کا حکم دیا تھا اور عادل نے کہا کہ مجھے اسکی بیع کا حکم نہین دیا ہی تو امام ابویوسف
نے فرمایا کہ مین اس دعوے پر مرتہن کے گواہ قبول نکرونگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر راہن یا مرتہن کی عقل جاتی رہی اور
اچھے ہونے سے مایوسی ہوگئی تو عادل اپنی وکالت پر باقی رہیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ اگر عادل
کو ایسا جنون ہوگیا کہ اُسکے افاقہ کی امید نہ رہی تو اُسکا فروخت کرنا صحیح نہوگا خواہ وہ خرید فروخت کی سمجھ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو
اور چاہیے یہ تھا کہ اگر وہ خرید فروخت کی سمجھ رکھتا ہو تو اُسکی بیع صحیح ہو اسواسطے کہ اگر راہن اُسکو ایسی حالت مین بیع کے
واسطے وکیل کرتا اور وہ بیع کرتا تو بیع جائز ہوتی لیکن اُسپر بیع کا عہدہ لازم نہ آتا یہ حکم کتاب الوکالۃ مین صریح بیان فرمایا ہی
پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم کتاب الوکالۃ مین مذکور ہی اُسپر قیاس کرکے ایسی حالت مین عادل کی بیع بھی صحیح ہونی چاہیے
اور اسی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میل کیا ہی اور بعضے مشائخ نے فرق کیا ہی اور اسی طرف شیخ الاسلام نے میل کیا ہی۔
کذا فی الذخیرہ۔ اور یہی اصح ہی اسواسطے کہ جب اُسنے عادل کو صحیح العقل ہونے کی حالت مین وکیل کیا تو اُسکی رائے کامل ہی
کے ساتھ بیع کرنے پر راضی ہوا ہی اور ایسی رائے کامل اُسکے مجنون ہونے کی وجہ سے معدوم ہوگئی ہی اور جب اُسنے حالت
جنون ہی مین اُسکو وکیل کیا ہی تو اُسکی ایسی ہی رائے پر راضی ہوا ہی پس جب اُسنے بیع کی تو اسکے حکم کا نفاذ ہوا یہ مبسوط
مین ہی۔ اور امالی مین امام محمد رحمہ سے روایت ہی کہ اگر عادل درمیانی مرگیا حالانکہ وہ بیع مرہون کا وکیل تھا اور اُسنے کسی کو
اُسکی بیع کے واسطے وصیت کردی تو وصی کی بیع جائز نہوگی الا اُس صورت مین کہ راہن نے اُس سے اصل وکالت مین
یون کہا ہو کہ مین نے تجھے بیع مرہون کا وکیل کیا اور تجھے اجازت دیدی کہ جو فعل تو چاہے اسکی بابت کرے تو ایسی صورت مین

وصی کی بیع جائز ہوگی مگر اُسکے وصی کو یہ اختیار نہوگا کہ کسی تیسرے شخص کو اُسکے فروخت کے واسطے وصی کرے اور حسن رح
نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ عادل کا وصی بیع کے حق مین اُسکا قائم مقام ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر عادل کے وارثون
یعنی چاہے راہن نے اُسکے وصی کو اجازت مذکورہ دی ہو یا نہدی ہو ۱۲
نے مرہون کا بیع کرنا چاہا تو بیع جائز نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر راہن و مرتہن نے اس امر پر اتفاق کیا کہ مال مرہون دوسرے
عادل کے پاس رکھا جاوے یا مرتہن کے قبضہ مین رکھا جاوے حالانکہ عادل اول مرگیا ہے تو یہ جائز ہے اسواسطے کہ حق معینین
دونون کا ہے اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قاضی کو اختیار ہوگا چاہے دوسرے عادل کے پاس یا مرتہن کے پاس رکھدے
اور اگر قاضی کو معلوم ہوگیا کہ جو شخص مرتہن ہے وہ عدالت مین مثل عادل کے ہے تو اُسکے قبضہ مین دیدیگا اگرچہ راہن اسکو مکروہ
جانے اور اگر قاضی نے چاہا کہ مال مرہون کو راہن کے قبضہ مین رکھے تو بعض روایات مین ہے کہ قاضی کو ایسا اختیار ہے اور بعض مین ہے کہ نہین
یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر عادل اول مرگیا اور مال مرہون دوسرے عادل کے پاس خواہ برضامندی راہن و مرتہن رکھا گیا
یا دونون نے اختلاف کیا اور قاضی نے دوسرے عادل کے پاس رکھدیا تو دوسرے عادل کو یہ اختیار نہین ہے کہ اُسکو فروخت
کرے اگرچہ عادل اول کو یہ اختیار دیا گیا ہو یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر درمیانی عادل دو شخص ہون اور مال مرہون ایسی چیز ہو کہ
قابل تقسیم نہین ہے اور دونون نے اُسکو ایک کے پاس رکھا تو جائز ہے اور دونون ضامن نہونگے اور اگر وہ قابل قسمت ہو تو
قبضہ مین رکھنے والا بالاجماع ضامن نہوگا اور دوسرے کے قبضہ مین دینے والا امام اعظم رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور صاحبین
نے اسمین خلاف کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور مال مرہون کو ساتھ لیکر سفر کرنے کا اختیار نہین ہے درحالیکہ راستہ خوفناک ہو
یعنی ضامن نہوگا
اور اگر راستہ بے خوف ہو پس اگر یہ قید پائی جاوے کہ مرہون شہر ہی مین رہے تو اُسکو ساتھ لیکر سفر کا اختیار نہوگا اور اگر
شہر ہی مین رکھنے کی قید نہ پائی جاوے تو اُسکو لیکر سفر کرسکتا ہے اور غیر روایۃ الاصول مین مذکور ہے کہ امام اعظم رح کے قول کے
یعنی اصول روایات کے سوائے نوادر وغیرہ کتب مین مذکور ہے ۱۲
موافق جب راستہ بے خوف ہو تو ہر صورت مین اُسکو لیکر سفر کرسکتا ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر مال مرہون ایسی
چیز ہو جسکی بار برداری و خرچہ نہین ہے تو لیکر سفر کرسکتا ہے اور امام محمد رح کے قول کے موافق اگر ایسا سفر ہو جسمین اُسکو ساتھ
نہ لیجانے کی کوئی راہ نکل سکتی ہو تو ہر حال مین ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر عادل نے مال مرہون (مثلاً غلام)
فروخت کیا اور اُسکا ثمن مرتہن کو ادا کردیا پھر اُس غلام مین کوئی عیب پایا گیا تو اُسمین خصم یہی عادل ہوگا پس اگر گواہون کی
گواہی کے ساتھ وہ غلام اس عادل کو واپس دیا گیا تو وہ اُسکے ثمن کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہی ثمن کا قابض ہے پھر
اُسکو مرتہن سے واپس لیگا اور مال مرہون بدستور سابق رہن رہیگا کہ عادل اُسکو فروخت کرسکیگا۔ اور اگر عیب مذکور پر
گواہ قائم نہوے مگر عادل نے اُسکا اقرار کرلیا حالانکہ وہ عیب ایسا تھا کہ اُسکے مثل پیدا نہین ہوسکتا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور
یعنی مشتری کے پاس ۱۲
اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکے مثل پیدا ہوسکتا ہو اور عادل نے عیب مذکور کا اقرار نکیا لیکن قسم کھانے سے انکار کیا پس قاضی
نے بسبب انکار کے اُسکو واپس دیا تو ہمارے نزدیک یہ بھی مثل صورت اول کے ہے اور اگر اُسنے عیب کا اقرار کرلیا
تو یہ غلام خاصکر اُسی کے ذمہ پڑیگا۔ اور اگر مشتری نے اُس سے اقالہ کرلیا یا بدون قضاء قاضی کے بسبب عیب کے خواہ
وہ عیب ایسا ہو کہ مثل اُسکے پیدا نہوسکتا ہو یا ہوسکتا ہو عادل مذکور کو واپس کردیا تو خاصکر اس عادل کے ذمہ لازم
ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر عادل نے مال مرہون فروخت کیا اور اُسکا ثمن مرتہن کو دیدیا پھر وہ غلام استحقاق مین لے
لیا گیا یا بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیا گیا تو مشتری اپنا ثمن اس عادل سے واپس لیگا پھر عادل کو اختیار ہے
چاہے مرتہن سے واپس لے اور مرتہن کا قرضہ بدستور سابق راہن پر عود کریگا یا چاہے تو راہن سے واپس لے

اور اگر عادل نے مرہون کو فروخت کر کے اُسکا ثمن مرتہن کو دیا یہان تک کہ غلام استحقاق مین لیا گیا یا بحکم قاضی بسبب عیب کے
اُسکو واپس دیا گیا تو عادل اُسکا ثمن مرتہن سے نہین لے سکتا ہی - یہ اُسوقت ہی کہ بیع کا اختیار دینا عقد رہن مین مشروط ہوا ور
اگر بیع پر مختار کرنا عقد رہن کے بعد ہوا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ عادل ایسی صورت مین وکیل راہن ہوگا اور عہدہ بیع سے جو
امر اُسکے ذمہ لاحق ہوا اُسکو راہن سے واپس لیگا خواہ اُسنے ثمن مرہون مرتہن کو دیدیا ہو یا نہ دیا ہو - اور اگر صورت اولی مین
عادل نے کہا کہ مین نے فروخت کر کے ثمن وصول کر کے مرتہن کو دیدیا ہی اور مرتہن نے اُس سے انکار کیا تو عادل کا قول قبول ہوگا
اور مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر عادل نے مال مرہون فروخت کیا پھر ثمن وصول کرنے
سے پہلے اُسکو مشتری کو ہبہ کر دیا تو امام اعظم وامام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور عادل اسقدر ثمن کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رح
کے نزدیک نہین جائز ہی یہ بمنزلہ وکیل بیع کے ہی کہ جب اُسنے مشتری کو ثمن سے بری کر دیا - اور اگر عادل نے کہا کہ مین نے
ثمن وصول کیا تھا وہ میرے پاس تلف ہو گیا ہی تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور یہ مرتہن کا مال گیا - اور اگر اُسنے کہا
کہ مین نے ثمن مرتہن کو دیدیا ہی تو قسم سے اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور ہم یہ نہین کہتے ہین کہ عادل مذکور کے اقرار سے
مرتہن کو ثمن وصول ہونا ثابت ہو جاتا ہی بلکہ یہ کہتے ہین کہ مرتہن کا حق ساقط ہو جائیگا - اور اگر ثمن پر قبضہ کر لیا پھر کل یا بعض
مشتری کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہی اور اگر کہا کہ مین نے ثمن مین سے اسقدر تیرے ذمہ سے گھٹا دیا تو یہ امام اعظم رح وامام محمد رح
کے نزدیک جائز ہی پس اُسپر واجب ہوگا کہ اسی قدر مشتری کو اپنے مال سے تاوان دے اور جو کچھ وصول کیا تھا وہ سب مرتہن
کو مسلط دیا ہوا رہیگا اور یہ صورت بخلاف اُس صورت کے ہی کہ جب اُسنے وصول کیے ہوے ثمن کو ہبہ کیا ہو - اور اگر
عادل نے مرہون کو فروخت کر کے اُسکے ثمن پر قبضہ کر لیا اور ثمن مقبوضہ اُسکے پاس تلف ہو گیا یہ مبیع اُسکے پاس بسبب عیب
کے واپس کر دیگئی اور اُسکے پاس مر گئی یا استحقاق مین لے لیگئی یا اُسکے پاس باقی رہی اور عادل مذکور سے ثمن کا مواخذہ کیا گیا
یہان تک کہ اُسنے ادا کر دیا تو ان سب صورتون مین اُسکو اختیار ہوگا کہ راہن سے واپس لے اور اُسکو مرتہن سے واپس
لینے کا اختیار نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مرہون کا نرخ گھٹ گیا پھر عادل نے اُسکو فروخت کیا تو ثمن کا اعتبار ہی اور جسقدر
نرخ کے کم ہونے سے مقدار مین کمی آئی ہی اُسقدر قرضہ مین سے ساقط نہوگا بخلاف اسکے اگر نرخ گھٹنے کے بعد مرہون تلف
ہو گیا تو روز رہن کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور جب راہن نے کہا کہ مرہون نرخ گھٹنے کے بعد بیع سے پہلے تلف ہو گیا ہی
تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور مرتہن یا عادل کے گواہ کہ بیع کے بعد تلف ہوا ہی مقبول ہونگے - اور اگر نرخ گھٹنے کے
بعد راہن نے اُسکو قتل کر ڈالا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جسقدر نرخ کی گھٹی سے کمی آئی ہی اُسقدر قرضہ مین سے ساقط
ہو جائیگا - اور اگر عادل نے اُسکو دو ہزار کو فروخت کیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار ہی اور قرضہ بھی ایک ہزار ہی پھر ایک ہزار پانچسو
درم تلف ہو گئے تو نصف قرضہ ساقط ہو جائیگا - اور اگر رہن کرنے کے روز اُسکی قیمت دو ہزار درم ہون اور تین ہزار درم کو
فروخت ہوا پھر دو ہزار درم تلف ہو گئے تو باقی راہن و مرتہن کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہونگے یہ تاتارخانیہ مین
غیاثیہ سے منقول ہی - اور اگر عادل نے مرہون کسی اجنبی کو بلا ضرورت ودیعت دیا تو وہ ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر مرتہن
قابض نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی - اور عادل کو اختیار ہی کہ مرہون ایسے شخص کو دیدے جو اُسکے عیال مین ہو
جیسے جورو و خادم و فرزند و [illegible] نوکر جو اُسکے مال مین متصرف ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور مرتہن کو اختیار ہی
کہ راہن سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرے اور [illegible] واسطے مرہون کو روک رکھے پس اگر حاکم سے نالش کی تو حاکم راہن پر

قرضہ دیدینا واجب کریگا پھر اگر اُسنے انکار کیا تو اُسکو قرضہ کے واسطے قید کریگا اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس ہو تو اُسپر یہ
واجب نہین ہی کہ راہن کو اُسکے فروخت کرنے کا اختیار دیدے تاکہ اُسکے ثمن سے قرضہ ادا کرے۔ اور اگر راہن نے اُسکا بعض
قرضہ ادا کر دیا تو مرتہن کو اختیار ہی کہ پورا مال مرہون باقی قرضہ کے واسطے روک رکھے۔ پھر جب راہن نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو اُسکو
حکم دیا جائیگا کہ راہن کا مال مرہون راہن کو دیدے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک شخص نے قرضہ کے عوض ایک باندی رہن کی اور ایک
عادل کے قبضہ مین دی اور حکم کیا کہ اسکو فروخت کرے پس عادل نے اُسکو فروخت کر کے اُسکے ثمن سے مرتہن کا قرضہ دیدیا
پھر وہ باندی مرہونہ استحقاق مین لے لیگئی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وہ باندی مرہونہ زندہ موجود ہوگی یا تلف ہو گئی ہوگی
پس اگر وہ موجود ہو اور مستحق نے مشتری سے اُسکو لے لیا ہو تو مشتری کا ثمن عادل پر ہوگا پھر عادل کو اختیار ہوگا چاہے راہن
سے اُسکی قیمت لے یا مرتہن سے اُسقدر ثمن جو اُسنے مرتہن کو دیا ہی واپس لے پھر اگر اُسنے مرتہن سے ثمن لے لیا تو مرتہن اپنا قرضہ
راہن سے لیگا اور اگر مال مرہون تلف ہو گیا ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے ضمان لے یا مشتری سے
تاوان لے یا عادل سے تاوان لے اور اُسکو مرتہن سے مواخذہ کرنے کا اختیار نہین ہی الا اُس صورت مین کہ مرتہن نے بیع
کی اجازت دیکر ثمن لیا ہو تو ایسی صورت مین اُسکو مرتہن سے تاوان لینے کا بھی اختیار ہوگا پس اگر اُسنے راہن سے ضمان لینا
اختیار کیا تو رہن تمام ہو گیا اور اگر اُسنے مشتری سے تاوان لیا تو بیع باطل ہو جائیگی اور مشتری اپنا ثمن عادل سے واپس لیگا
اور اگر اُسنے عادل سے تاوان لیا تو عادل کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے تاوان لے یا مرتہن سے وہ ثمن جو اُسنے مرتہن کو
دیا ہی واپس کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور فرمایا کہ اگر عادل درمیانی غلام مجور ہو پس اگر راہن و مرتہن نے مال مرہون اُسکے
پاس اُسکے مولی کی اجازت سے رکھا تو جائز ہی اور اگر بدون اُسکے مولی کی اجازت کے اُسکے پاس رکھا تو بھی جائز ہی لیکن اس
صورت مین بیع کا عہدہ اُسکے ذمہ نہوگا اسواسطے کہ اس سے مولی کو ضرر پہونچیگا کہ اُسکی مالیت اُسمین ڈوب جائیگی بلکہ عہدۂ
بیع اُسی شخص پر ہوگا جسنے اُسکو بیع کا مختار کیا ہی اسی طرح اگر آزاد لڑکے کو جو عقد کو سمجھتا ہی عادل قرار دیا تو اُسکا اور غلام مجور کا
حکم یکسان ہی پس اگر طفل مذکور کے باپ نے اُسکو اجازت دیدی ہو تو اُسکی بیع کا عہدہ اُسپر ہوگا اور عہدہ سے جو تاوان اُسپر
لازم آویگا اُسکو بیع پر مختار کرنے والے سے واپس لیگا اور اگر اُسکے باپ نے اجازت ندی ہو اور مشتری کے پاس سے مبیع
استحقاق مین لے لیگئی تو مشتری اپنا ثمن مرتہن سے واپس لیگا جسنے مال پر قبضہ کیا ہی اسواسطے کہ جب ثمن اُسی کو دیا گیا
تو اس عقد سے اُسی کو انتفاع حاصل ہوا ہی اور جب مشتری نے اُس سے واپس لیا تو وہ اپنے قرضہ کا مال راہن سے واپس لیگا
اور چاہے تو مشتری راہن سے اپنا ثمن واپس لے اسواسطے کہ بائع اُسی کی طرف سے مامور تھا اور اُسکا بیع کرنا اور ثمن وصول
کرنا اُسی کے واسطے ہوا تھا یہ مبسوط مین ہی۔ رہا اس امر کا بیان کہ کون شخص رہن مین عادل ہونے کے لائق ہوتا ہی
اور کون نہین ہوتا ہی۔ تو واضح ہو کہ اگر غلام ماذون نے رہن دیا تو اُسکا مولے عادل ہونے کے لائق نہوگا حتے کہ اگر غلام
ماذون نے کچھ مال رہن کیا بدین شرط کہ یہ مال مرہون اُسکے مولے کے قبضہ مین رکھا جاوے تو رہن جائز نہوگا خواہ
اس غلام پر قرضہ ہو یا نہو۔ اور اگر مولے نے کچھ مال رہن کیا تو اُسکا غلام درمیانی عادل ہو سکتا ہی حتے کہ اگر کسی شخص نے کچھ
مال رہن کیا بدین شرط کہ مال مرہون اُسکے غلام ماذون کے قبضہ مین رکھا جاوے تو رہن صحیح ہی اور اگر کسی شخص مکاتب نے
کچھ مال رہن دیا تو اُسکا مولے عادل ہو سکتا ہی اور مکاتب بھی اپنے مولے کے رہن کرنے مین عادل ہو سکتا ہی۔ اور اگر کفیل
نے کچھ مال رہن کیا تو اُسکا مکفول عنہ عادل نہین ہو سکتا ہی اور اسی طرح مکفول عنہ کے رہن کرنے مین کفیل عادل نہین ہو سکتا

اور جن دونون مین شرکت مفاوضہ ہو انمین سے کوئی دوسرے کے رہن مین جو قرضہ تجارت کے عوض ہو عادل نہین ہو سکتا ہی اسی طرح جن دونون مین شرکت عنان ہو انمین سے کوئی دوسرے کے رہن مین جو بعوض قرضہ تجارت ہو عادل نہین ہو سکتا ہی اور اگر رہن قرضہ تجارت کے سوائے دوسرے قرضہ کے عوض ہو تو دونون قسم کے شریکون مین ہر ایک عادل ہو سکتا ہی اسواسطے کہ سوائے قرضہ تجارت کے دوسرے قرضہ مین ہر ایک دوسرے کے حق مین اجنبی ہی پس اسکا قبضہ مثل اسکے شریک کے قبضہ کے نہوگا - اور مضارب کے رہن کرنے مین رب المال اور رب المال کے رہن مین مضارب عادل نہین ہو سکتا ہی اور اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی اور ثمن کے عوض رہن دیا تو باپ عادل نہین ہو سکتا ہی پس اگر باپ نے اپنے نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی اور ثمن کے عوض کوئی چیز اس شرط سے رہن دی کہ وہ میرے پاس رکھی جاوے تو خرید جائز ہی اور رہن باطل ہی - اور رہن کے واسطے راہن خود عادل ہو سکتا ہی یا نہین سو اگر مرتہن نے اسکے پاس سے مرہون اپنے قبضہ مین نہ لیا ہو تو صحیح نہین ہو حتے کہ اگر عقد رہن مین یہ شرط لگائی ہو کہ راہن کے قبضہ مین رہے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر مرتہن نے مرہون پر قبضہ کر لیا پھر اسکو راہن کے قبضہ مین رکھدیا ہو تو راہن کی بیع جائز ہوگی یہ بدائع مین ہی - اور اگر عادل درمیانی نابالغ لایعقل ہو اور مرہون اسکے قبضہ مین رکھا گیا تو جائز نہین ہی اور رہن نہوگا اور اگر اس طفل لایعقل نے بالغ عاقل ہو کر مرہون کو فروخت کیا تو بیع جائز ہوگی جبکہ راہن نے اسکو بیع کرنیکا مختار کر دیا ہو اور امام خصاف رح نے ذکر فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک بالغ ہونے کے بعد اسکی بیع جائز نہین ہی - اور اگر درمیانی عادل کوئی ذمی یا حربی مستامن ہو اور راہن و مرتہن دونون مسلمان ہون یا دونون ذمی ہون تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ حربی مستامن معاملات مین بمنزلہ ذمی و مسلمان کے ہی اور وہ شرعی قبضہ معتبرہ کی اہلیت رکھتا ہی اور وہ اس بات کی اہلیت رکھتا ہی کہ مالک کے مختار کرنے سے اسکی بیع نافذ ہو جاوے جیسے اسکی ذاتی ملک کی بیع نافذ ہوتی ہی پھر اگر وہ حربی اپنے دار الحرب مین چلا گیا تو جب تک وہ دار الحرب مین موجود ہی تب تک اسکو اس مرہون کے فروخت کا اختیار نہین ہی پھر جب واپس آوے تو اپنی وکالت بیع پر ہوگا اور اگر دار الحرب مین جو حربی واپس گیا ہی وہ راہن ہو یا مرتہن ہو اور عادل ایک شخص ذمی ہی یا حربی ہی مگر وہ امان کے ساتھ دار الاسلام مین مقیم ہی تو اسکو اختیار ہوگا کہ مرہون کو فروخت کر دے یہ مبسوط مین ہی

تیسرا باب مرہون کے بضمان یا بغیر ضمان تلف ہو جانے کے بیان مین - اگر مال مرہون عادل یا مرتہن کے قبضہ مین تلف ہو گیا تو دیکھا جائیگا کہ قرضہ کسقدر ہی اور مال مرہون کی قبضہ کے روز کیا قیمت تھی پس اگر دونون برابر ہون تو اسکے تلف ہو جانے پر قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر مرہون کی قیمت زیادہ ہو تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور جسقدر زیادتی رہے اسکے حق مین وہ امین قرار دیا جائیگا اور اگر اسکی قیمت قرضہ سے کم ہو تو قرضہ مین سے بقدر قیمت کے ساقط ہو جائیگا اور جسقدر قرضہ باقی رہا اسکو مرتہن راہن سے لیگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر دس درم قیمت کا کپڑا بعوض دس درم کے رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو اسکا قرضہ ساقط ہو گیا اور اگر کپڑے کی قیمت پانچ درم ہون تو مرتہن پانچ درم راہن سے لیگا اور اگر اسکی قیمت پندرہ درم ہون تو قرضہ ساقط ہو کر جسقدر زیادہ تلف ہوا ہی وہ ہمارے نزدیک امانت تلف ہوا ہی یہ کافی مین ہی اور یہ حکم رہن صحیح کا ہی اور رہن فاسد مین بھی یہی حکم ہی مگر کرخی رح نے ذکر کیا کہ رہن فاسد مین مرہون مضمون نہین ہوتا ہی اور اول قول اصح ہی اور رہن باطل مین جو مرہون مقبوض ہو وہ بالکل مضمون نہین ہوتا ہی اسکے

امام محمد رحمہ اللہ نے جامع مین صریح بیان فرمایا ہے اور رہن باطل وہ ہے جو بالکل منعقد نہو جیسے بیع باطل - اور رہن فاسد وہ ہے جو
بصفت فساد منعقد ہو جیسے بیع فاسد اور انعقاد رہن کی شرط یہ ہے کہ مرہون مال ہو اور جسکے عوض رہن کیا ہے وہ مضمون ہو لیکن
بعضے شرائط جواز نہ پائے جانے کے وقت رہن کا انعقاد بسبب شرائط انعقاد پائے جانے کے ہوجائیگا لیکن بسبب فقدان
بعضے شرائط جانے کے بصفت فساد انعقاد ہوگا اور جس صورت مین کہ مرہون مال نہو یا جسکے عوض رہن ہے وہ مضمون نہو تو پھر
رہن کا انعقاد نہوگا پس اسی قیاس پر تخریج مسائل ہے اور یہ بیان ہلاک مرہون کا ہوا - اور اگر مرہون مین فقط نقصان آگیا
پس اگر عین مرہون مین نقصان آگیا ہو تو اُسی قدر کے حساب سے قرضہ ساقط ہوجائیگا اور اگر ازراہ نرخ نقصان آیا ہو تو
ہمارے علماے ثلثہ رحمہ کے نزدیک قرضہ مین سے کچھ ساقط ہونیکا موجب نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر راہن بدون
اداے قرضہ و ایفاء کے قرضہ سے بری ہوگیا بطور ابراء کے یا بطور ہبہ کے پھر مال مرہون مرتہن کے پاس بدون اسکے کہ
وہ راہن کو دینے سے روکے تلف ہوگیا تو قیاساً اسطرح تلف ہوا کہ مرتہن اُسکا ضامن ہوگا اور استحساناً امانت مین تلف ہوا اور
اسی کو ہمارے علماء نے اختیار کیا ہے اور اگر راہن ایفاے قرضہ سے بری ہوگیا پھر مرتہن کے پاس مال مرہون تلف ہوگیا
تو اسطرح تلف ہوا کہ اُسکا تاوان مرتہن پر واجب ہے حتی کہ مرتہن پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسنے بھر پایا ہے وہ راہن کو واپس
کردے - ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ کرلیا اور اُسکے ثمن کے عوض رہن دیا اور وہ بائع کے پاس تلف
ہوگیا پھر بیع آزاد نکلا یا کسی نے استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو مرتہن ضامن ہوگا یہ سراجیہ مین ہے - ایک شخص پر دوسرے کے
ہزار درم ہین اور اسنے عوض قرضخواہ کے پاس ایک مال رہن ہے پھر تیسرے شخص نے راہن پر جو قرضہ ہے تطوعاً ادا کردیا تو قرضہ
ساقط ہوجائیگا اور مطلوب یعنے راہن کو اختیار ہے کہ اپنا مال مرہون واپس لے پس اگر اُسنے واپس نہ لیا یہان تک کہ مرتہن کے
پاس تلف ہوگیا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ احسان کے طور پر ادا کرنے والے کو جو کچھ اُس سے لیا ہے واپس کردے اور جو کچھ اُس سے
لیا تھا وہ واپس ہو کر احسان کرنے والے کے پاس آویگا متطوع علیہ یعنے راہن کو نہ ملیگا یہ ظہیریہ مین ہے - اگر راہن نے مرتہن کو
اُسکے مال کا کسی شخص پر حوالہ کردیا یعنے اُترا دیا پھر اسکے بعد مال مرہون تلف ہوا تو قیاساً و استحساناً قرضہ کے عوض تلف شدہ
قرار دیا جائیگا اور کتاب الاصل مین یہ مذکور نہین ہے کہ اُترا دینے کے بعد اگر راہن نے مال مرہون لینا چاہا تو اُسکو ایسا اختیار
ہے یا نہین تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کتاب الزیادات مین دو جگہ مذکور ہے ایک جگہ فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار ہے اور دوسری جگہ
فرمایا کہ یہ اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے - اگر ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر دونون نے اس بات
اتفاق کیا کہ راہن کے ذمہ کچھ قرضہ نہ تھا اور یہ اتفاق مرہون کے تلف ہوجانے کے بعد واقع ہوا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ
راہن کو ہزار درم واپس دے اور اگر رہن تلف ہونے سے پہلے دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ راہن پر کچھ نہ تھا پھر مال
مرہون تلف ہوگیا پس آیا وہ مضمون تلف ہوا یا امانت مین تلف ہوا ہے تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اسمین مشائخ کا اختلاف ہے
اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ امام محمد رحمہ نے جامع مین صریح بیان فرمایا ہے کہ وہ امانت مین تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ
ذخیرہ مین ہے - مرتہن کو ایک مال عین رہن دیا پھر بجاے اُسکے دوسرا مال عین رہن دیا اور مرتہن نے اُسکو لے لیا تو جائز ہے
لیکن جب تک مال اول کو واپس نہ دے تب تک مال مرہون وہی اول ہوگا اور بعد واپس کر دینے کے دوسرا مال رہن ہوجائیگا
پھر مرتہن کو اختیار ہے کہ جب تک اپنا پورا قرضہ وصول نکرے تب تک رہن کو روک سکے اگرچہ ایک درم رہا ہو اور اگر راہن نے
بعض قرضہ ادا کیا ہو اور کچھ باقی ہو پھر مرتہن کے پاس مال مرہون تلف ہوگیا تو وہ قرضہ سے جسقدر زیادہ ہے واپس لیگا

یہ جامع مضمرات مین ہے۔ اگر ہزار درم قیمت کا غلام رہن دیا پھر ایک باندی لایا اور کہا کہ اسکو لے لے اور غلام مجھے واپس دیدے تو یہ جائز ہے اور جبتک غلام کو واپس نہ دے تب تک اُسکی ضمان ساقط نہوگی اور جب تک اول کو واپس نہ کرے تب تک دوسرا مال مرہون اُسکے پاس امانت مین رہیگا پھر جب اول کو واپس دیا تو دوسرا اُسکے پاس ضمان مین ہو جائیگا پس اگر مال اول کی قیمت پانچ سو درم ہون اور دوسرے کی قیمت ہزار درم ہون اور قرضہ بھی ہزار درم ہو پھر مرہون تلف ہوا تو بعوض ہزار درم کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اگر دوسرے کی قیمت پانچ سو درم اور اول کی قیمت ہزار درم ہو اور دوم اُسکے پاس تلف ہوا تو پانچ سو درم کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے گیہون رہن ہو لیے پھر کہا کہ بجاے گیہون کے جَو لے لے اور مرتہن نے لے لیے اور آدھے گیہون واپس دیدیے پھر تمام جَو اور باقی آدھے گیہون تلف ہو گئے تو باقی گیہون بعوض نصف قرضہ کے تلف شدہ ہونگے اور جَو کا ضامن نہوگا یہ تمرتاشی مین ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کی باندی ہزار درم کے عوض رہن دی اور وہ مرتہن کے پاس مرگئی تو قرضہ بطریق استیفاء کے ساقط ہو گیا اسی طرح بیع سلم مین مسلم فیہ کے عوض جو مال رہن ہوا اور وہ تلف ہو جاوے تو سلم باطل ہو جائیگی (یعنے گویا مرتہن نے مسلم فیہ پا لیا) یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے اپنے قرضہ کے برابر قیمت کا کپڑا رہن لیکر قبضہ کر لیا پھر کسی نے اسکا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو صاحب استحقاق اسکو مرتہن سے لے لیگا اور مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لیگا اور اگر وہ کپڑا مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے جس سے ضمان لے کیونکہ استحقاق ثابت ہونے سے ظاہر ہو گیا کہ راہن غاصب تھا اور مرتہن غاصب الغاصب تھا پس اگر اُسنے راہن سے تاوان لیا تو رہن کا تلف ہونا بعوض اُس قرضہ کے ہوگا جسکے عوض رہن تھا اور اگر اُسنے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن راہن سے قیمت رہن واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی واپس لیگا اور اگر رہن مین غلام ہو اور وہ بھاگ گیا اور صاحب استحقاق نے مرتہن سے اُسکی قیمت تاوان لی اور مرتہن نے اسقدر قیمت راہن سے واپس لی اور قرضہ لے لیا پھر اسکے بعد غلام مذکور ظاہر ہوا تو وہ راہن کا ہوگا اور اب رہن نہوگا اسواسطے کہ تاوان کا استقرار راہن پر ہو چکا ہے اور اگر رہن مین باندی ہو اور وہ مرتہن کے پاس بچہ جنی پھر وہ اور اُسکا بچہ دونون مر گئے پھر کسی شخص نے اُسپر اپنا استحقاق ثابت کیا تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا کہ باندی کی قیمت کی ضمان چاہے راہن سے لے یا مرتہن سے لے اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ دونون مین سے کسی سے اُسکے اولاد کی قیمت تاوان لے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کوئی مال اس شرط سے رہن لیا کہ اُسکو اسقدر قرضہ دیگا پھر قبل قرضہ دینے کے مال مذکور اُسکے پاس تلف ہو گیا تو جسقدر مقدار قرضہ بیان کی ہے اور جسقدر اُسکی قیمت تھی ان دونون مین سے کم مقدار کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ اُسنے بسوم رہن قبضہ کیا ہے پس مثل ایسے مقبوضہ کے جو خریدنے کے واسطے قبضہ مین لیا جاتا ہے مقبوض مضمون ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون دلال کو دیدے تاکہ وہ فروخت کرے اور تو اُسکے ثمن سے اپنے دراہم لے لے پس مرتہن نے دلال کو دیدیا اور اُسکے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ اور اگر تین آدمیون نے ایک غلام کسی شخص کے پاس جسکا ان تینون مین سے ہر ایک پر قرضہ آتا ہے رہن کیا تو صحیح ہے اور اگر غلام مذکور مر گیا تو غلام مین سے ہر ایک کا جسقدر حصہ آتا ہے اُسی قدر اُسکے قرضہ مین سے ساقط ہو جائیگا اور یہ سب باہم ایک دوسرے سے رجوع کر لینگے جیسے کہ اگر قرضخواہ کا ایک پر ایک ہزار پانچ سو درم قرضہ ہو اور دوسرے پر ہزار درم ہو اور تیسرے پر پانچ سو درم ہو اور ان تینون نے اپنے مشترک غلام کو جسمین انکی تین تہائی شرکت تھی اور اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی رہن کیا پھر وہ تلف ہو گیا

تو مرتہن ہر ایک سے دو تہائی قرضہ وصول پانے والا اقرار دیا جائیگا اسواسطے کہ مال مرہون اپنی قیمت اور قرضہ سے کم مقدار کے ساتھ مضمون ہوتا ہے اور قیمت رہن کم ہے اسواسطے کہ قرضہ تین ہزار درم ہے اور غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے پس مرتہن قرضہ میں سے بقدر قیمت غلام کے بھر پانے والا اقرار دیا گیا اور قیمت اسکی دو ہزار درم ہے اور تین ہزار میں سے دو ہزار اسکا دو تہائی ہے پس ڈیڑھ ہزار کے قرضدار سے ہزار وصول پانے والا اقرار دیا گیا اور ہزار درم والے سے چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم بھر پانے والا اور پانچ سو درم والے سے تین سو تینتیس درم و ایک تہائی درم بھر پانے والا اقرار دیا گیا اور ہر ایک قرضدار پر اُسکے قرض کا ایک تہائی حصہ باقی رہا پھر ڈیڑھ ہزار درم کا قرضدار باقی دونوں قرضداروں میں سے ہر ایک کو تین سو تینتیس درم و ایک تہائی درم دیگا اسواسطے کہ وہ اپنے قرضہ میں سے ایک ہزار درم دینے والا اقرار دیا گیا ہے جسمیں سے ایک تہائی اُسکا حصہ ہے یعنے تین سو تینتیس درم و تہائی درم اُسکا حصہ ہے اور ایک تہائی یعنے اسی قدر ہزار درم والے قرضدار کا اور اسی قدر ایک تہائی پانچ سو درم والے قرضدار کا ہے پس جسقدر اُسنے ان دونوں کے حصہ سے اپنا قرضہ دیا ہے اُسقدر کا ان دونوں کے واسطے ضامن ہوگا اور جس قرضدار پر ہزار درم تھے وہ اپنے دونوں شریکوں میں سے ہر ایک کو دو سو بائیس درم و دو نواں حصہ درم ضمان دیگا اسواسطے کہ وہ اپنے قرضہ میں سے چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم ادا کرنے والا اقرار دیا گیا ہے جسمیں سے ایک تہائی حصہ اُسکا ہے یعنے دو سو بائیس و دو نواں حصہ درم اُسکا ہے اور ایک تہائی یعنے اسی قدر ڈیڑھ ہزار درم والے کا حصہ ہے اور اسی قدر ایک تہائی پانچ سو درم والے کا حصہ ہے پس جسقدر اُن دونوں کے حصہ سے اُسنے اپنا قرضہ ادا کیا ہے اُسقدر کا اُن دونوں کے واسطے ضامن ہوگا۔ اور جسپر پانچ سو درم قرضہ ہے وہ اپنے قرضہ سے تین سو تینتیس درم و تہائی درم کا ادا کرنے والا ہوا جسمیں سے تہائی اُسکا حصہ ہے یعنے ایک سو گیارہ درہم و نواں حصہ درم اُسکا ہے اور اسی قدر ایک تہائی ڈیڑھ ہزار والے قرضدار و اسی قدر ہزار درم والے قرضدار کا ہے پس ان دونوں کے حصہ سے جسقدر اُسنے اپنا قرضہ ادا کیا ہے اُسقدر کا ضامن ہوگا پھر چونکہ حق ایک ہی جنس کا ہے اسواسطے باہم مقاصہ واقع ہو جائیگا اگرچہ یہ لوگ مقاصہ نکریں پس پانچ سو درم والے قرضدار کا ڈیڑھ ہزار درم والے پر تین سو تینتیس درم و تہائی درم واجب ہوا ہے اور اُسکا پانچ سو درم والے پر ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ درم واجب ہوا ہے پس اسقدر مقاصہ ہو کر پانچ سو درم والا اُس سے باقی یعنے دو سو بائیس درم و نواں حصہ درم واپس لیگا۔ اسی طرح پانچ سو درم والے کا ہزار درم والے قرضدار پر دو سو بائیس درم و دو نواں حصہ درم واجب ہوا ہے اور ہزار والے کا پانچ سو والے پر ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ درم واجب ہوا ہے پس اسقدر کا مقاصہ ہو کر پانچ سو درم والا اُس سے ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ درم واپس لیگا اسی طرح ہزار درم والے کا ڈیڑھ ہزار درم والے پر تین سو تینتیس و تہائی درم واجب ہوا ہے اور اُسکا ہزار درم والے پر دو سو بائیس درم و دو نواں حصہ درم واجب ہوا ہے پس اسقدر کا مقاصہ ہو کر ہزار درم والا باقی یعنے ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ واپس لیگا یہ کافی میں ہے۔ اور بیع سلم میں راس المال و مسلم فیہ کے عوض رہن دینا اور ثمن بیع الصرف کے عوض دینا صحیح ہے پس اگر بیع سلم میں راس المال کے عوض رہن دیا اور مال مرہون اُسی مجلس میں تلف ہو گیا تو مرتہن اس راس المال کا وصول پانے والا اقرار دیا جائیگا جبکہ مال مرہون اسقدر مقدار کو وفا کرتا ہو اور بیع سلم بحالہ جائز رہیگی اور اگر مرہون کی قیمت اس سے زیادہ ہو تو بقدر زیادتی کے امانت میں تلف شدہ قرار دیا جائیگی اور اگر اسکی قیمت راس المال سے کم ہو تو بقدر قیمت کے بھر پانے والا اقرار دیا جائیگا اور مسلم الیہ رب السلم سے باقی

واپس لیگا اور اگر مال مرہون اُسی مجلس مین تلف نہوا یہان تک کہ دونون جدا ہوگئے تو بیع سلم باطل ہو جائیگی اور مسلم الیہ پر
واجب ہوگا کہ مال مرہون کو واپس کر دے اور اگر واپس کرنے سے پہلے اُسکے پاس تلف ہوا تو بعوض راس المال کے تلف شدہ
قرار دیا جائیگا اور بیع سلم منقلب ہو کر جائز نہو جائیگی - اور اسی طرح بدل الصرف کے عوض اگر رہن لیا جاوے تو اُسمین بھی
یہی حکم ہوا اور اگر دونون کے افتراق و جدائی ہو جانے سے پہلے مال مرہون تلف ہو گیا پس اگر وہ وفاے ثمن کے واسطے
کافی ہو تو ثمن بھر پانے والا قرار دیا جائیگا اور اگر کم ہو تو بقدر اُسکی قیمت کے مستوفی قرار دیا جائیگا اور اگر زیادہ ہو تو استیفار
کے بعد جسقدر زیادتی رہے وہ امانت مین تلف شدہ قرار دیجائیگی اور اگر مرہون تلف ہونے سے پہلے دونون جدا ہوگئے
اور بعد جدائی کے مال مرہون تلف ہوا تو بیع صرف باطل ہوگئی اور جسقدر کے عوض رہن تھا اُسقدر واپس دینا واجب
ہوگا اور باقی (اگر زیادہ قیمت ہو) امانت مین تلف شدہ قرار دیجائیگی - اور اگر مسلم فیہ کے عوض رہن لیا ہو اور وہ مجلس ہی
مین تلف ہو گیا تو رب السلم مسلم فیہ کا بھر پانے والا قرار دیا جائیگا اور زیادتی کے حق مین امین قرار دیا جائیگا یعنے امانت مین
تلف ہوئی اور اگر اُسکی قیمت کم ہو تو جسقدر اُسکی قیمت ہو اُسکی مقدار بھر وصول پانے والا قرار دیا جائیگا اور باقی کو مسلم الیہ سے
لے لیگا یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر بعد افتراق کے مال مرہون تلف ہوا تو جسقدر مقدار مضمون تھی وہ اُسپر واجب ہوگی
اور بیع سلم عود کر کے جائز نہو جائیگی یہ ینابیع مین ہی - اور اگر دونون نے بیع سلم کو فسخ کر لیا حالانکہ مسلم فیہ کے عوض کچھ مال
رہن تھا تو وہ راس المال کے عوض رہن ہو جائیگا حتے کہ رب السلم کو راس المال کے عوض اُسکے روک لینے کا اختیار ہوگا
حالانکہ قیاس یہ ہی کہ راس المال کے عوض اُسکو نہ روک سکے - اور اگر بعد باہمی فسخ کرنے کے مال مرہون تلف ہو گیا
تو مسلم فیہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا راس المال کے عوض تلف شدہ قرار نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ درحقیقت
وہ مسلم فیہ یعنے مثلاً اناج کے عوض وہ مرہون ہی اور اُسکا اثر راس المال کے حق مین فقط حبس و روک رکھنے مین ظاہر
ہوتا ہی اسواسطے کہ وہ بدل اُسکا قائم مقام ہی پھر جب وہ مرہون تلف ہو تو اصل جسکے واسطے مرہون ہی اُسی کے عوض
تلف شدہ قرار دیا جائیگا جیسے کہ ایک شخص نے ایک غلام فروخت کر کے سپرد کیا اور بعوض ثمن کے عوض مال رہن لیا پھر
دونون نے بیع کا اقالہ کر لیا تو بائع کو مبیع لینے تک اُس مرہون کے روک رکھنے کا اختیار ہوگا اور اگر مال مرہون تلف
ہو جاوے تو بعوض ثمن کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ کافی مین ہی - اگر کسی شخص نے دوسرے کو پانچ سو درم بیع سلم
مین کسی خاص پیمانے اناج کے واسطے دیے ہوں پھر اُسقدر اناج کے عوض ایک غلام جسکی قیمت اسی قدر ہی رہن لیا پھر
اُس سے اپنے راس المال سے صلح کر لی تو قیاساً اُسکو غلام پر قبضہ کر لینے کا اختیار ہی اور مرتہن کو یہ اختیار نہوگا کہ مرہون کو
راس المال کے واسطے روک سکے مگر استحساناً رب السلم کو اختیار ہی کہ راس المال پورا وصول پانے تک غلام مرہون کو
روک سکے اور اگر مرتہن کے پاس وہ غلام بدون اسکے کہ مسلم الیہ کو دینے سے انکار کرے ہلاک ہو گیا تو مرتہن پر واجب
ہوگا کہ جو طعام مسلم الیہ پر واجب تھا اُسکے مثل اناج مسلم الیہ کو دیکر اُس سے اپنا راس المال لے لے اسی طرح اگر راس المال
سے صلح کرنے کے بعد مسلم الیہ کو راس المال ہبہ کر دیا پھر غلام مرہون تلف ہو گیا تو رب السلم پر اُس اناج کے مثل اناج
واجب ہوگا اور فرمایا کہ آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر کسی شخص نے ایک کر گیہون قرض دیے اور اُس سے ایک کپڑا جسکی قیمت
ان گیہون کی قیمت کے برابر ہی رہن لیا پھر جسپر قرض کا لازم آتا ہی اُسنے دو کر جو پر ہاتھون ہاتھ یعنے نقد دینے پر صلح کر لی تو یہ جائز
ہی اور اسکو یہ اختیار نہوگا کہ کپڑے پر اپنا قبضہ کر لے یہان تک کہ جو کے دونون کر اُسکو دیدے اور اگر مال مرہون یعنے کپڑا

اُسکے پاس تلف ہو گیا تو اُسکا انلاج باطل ہو جائیگا اور اُسکو جو لینے کی کوئی راہ نہو گی اور اگر درمون کے عوض اسکے ہاتھ
کر قرض فروخت کر دیا اور ان درمون کے وصول کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی اسواسطے
کہ افتراق از دین بدین پایا گیا اور قرضدار پر کر قرض ویسا ہی باقی رہا اور کپڑا اُسکے عوض رہن رہا بخلاف گیہون کے کہ وہ گیہون
مال عین ہی پس یہان افتراق از عین بدین ہے حتے کہ اگر جو بھی غیر معین ہون اور اُسپر قبضہ ہونے سے پہلے دونون جدا ہو گئے
تو اسمین بھی بیع باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ افتراق از دین بدین ہو جائیگا ایسا ہی اصل مین مذکور ہی اور اس مقام پر چاہیے کہ یہ کل
بیع صحیح نہو وے اسواسطے کہ غیر معین جو کہ بمقابلہ گیہون کے قرار دیے گئے ہین مبیع ہونگے اور ایسی چیز کی بیع کرنا جو آدمی
کے پاس نہو جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کو دو کپڑے دیے اور کہا کہ انمین سے جو کپڑا تیرا جی
چاہے اُن سو درم کے عوض جو تیرے مجھپر آتے ہین لے لے پس اُسنے دونون کو لیا اور دونون اُسکے پاس ضائع ہو گئے تو امام محمد رح سے
مروی ہی کہ فرمایا کہ قرضہ مین سے کچھ نجائیگا اور امام محمد رح نے اس صورت کو بمنزلہ اسکے قرار دیا کہ ایک شخص پر دوسرے کے بیس
درم آتے تھے اُسنے قرضخواہ کو سو درم دیے اور کہا کہ اسمین سے بیس درم اپنے لے لے اُسنے ان سب پر قبضہ کر لیا اور ہنوز
اپنے بیس درم نہین لیے تھے کہ سب اُسکے پاس سے ضائع ہو گئے تو قرضدار کا مال گیا اور قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہیگا - اور
اگر اُسکو دو کپڑے دیے اور کہا کہ انمین سے ایک کپڑا اپنے قرضہ کے عوض رہن رکھ لے پس اُسنے دونون پر قبضہ کر لیا اور دونون
کی قیمت برابر ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر ایک مین سے نصف قیمت قرضہ مین جائیگی اگر قرضہ کے برابر ہو وے یہ فتاوی قاضی خان
مین ہی - ایک شخص نے پانچ دینار کا کپڑا بعوض پانچ دینار قرضہ کے رہن کیا پھر دو دینار ادا کیے اور کہا کہ مال مرہون باقی قرضہ
کے عوض رہن رہیگا تو وہ پانچ دینار کے عوض رہن رہیگا حتے کہ اگر تلف ہو گیا تو راہن اُس سے دو دینار واپس لیگا یہ قنیہ
مین ہی - ایک شخص نے دس درم کے عوض ایک کپڑا خریدا اور مشتری نے خریدے ہوئے کپڑے پر قبضہ نکیا اور بائع کو ایک
کپڑا دیا کہ یہ ثمن کے عوض رہن رہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ ثمن کے عوض رہن نہوگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ یہ اپنا کپڑا
واپس کر لے اور اگر یہ کپڑا جو اُسنے بطور رہن دیا تھا بائع کے پاس تلف ہو گیا اور دونون کی قیمت برابر ہی تو پانچ درم کے عوض
تلف شدہ قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ پانچ درم کے عوض مضمون تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور کبری مین لکھا ہی
کہ اگر قرضدار نے قرضخواہ کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ یہ کپڑا تیرے بعض حق کے عوض رہن ہی پھر وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا
تو جسقدر کے عوض مرتہن چاہے اُسی قدر کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی
ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص کا دوسرے پر مال آتا ہی پس قرضدار نے اُسکو بعض مال ادا کر دیا پھر
اُسکو ایک غلام دیا اور کہا کہ یہ غلام تیرے پاس بعوض تیرے باقی مال کے رہن ہی یا کہا کہ یہ غلام تیرے پاس رہن ہی کسی قدر
کے عوض اگر تیرا کچھ باقی رہا ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ تیرا کچھ مال باقی رہا ہی یا نہین رہا ہی تو یہ رہن جائز ہی اور وہ غلام بعوض
باقی کے رہن ہوگا اگر کچھ باقی رہا ہی اور اگر کچھ باقی نہ رہا ہو اور مرتہن کے پاس وہ غلام مر گیا تو مرتہن پر اسکی ضمان واجب
نہوگی - اور بشر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ اگر مبیع مین عیب کے عوض بائع نے کچھ مال عین رہن دیا
یا مشتری نے جو درم ادا کیے ہین انمین عیب کے عوض مشتری نے کچھ مال رہن دیا تو جائز نہین ہی - اور اگر کسی شخص سے
پچاس درم قرض طلب کیے اور اُسنے کہا کہ اسقدر سے تجھے کفایت نکرینگے تو میرے پاس کوئی مال رہن بھیجدے تاکہ مین تجھے
تیری کفایت کے لائق بھیجدون پس اُسنے رہن بھیجدیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو اُسپر رہن کی قیمت اور پچاس درم

دونون مین سے کم مقدار واجب ہوگی پس حاصل یہ ہو کہ جب قرض طلب کرنے والے نے کسی مقدار کو بیان کر دیا اور رہن میا اور وہ مال قبل اسکے کہ قرض دینے والا قرضہ دے تلف ہوگیا تو رہن مذکور اپنی قیمت سے اور جو مقدار بیان کی ہو ان دونون سے کم مقدار پر مضمون ہوگا اور اگر اُسنے کوئی مقدار بیان نکی تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے باہم اختلاف کیا ہو یہ محیط مین ہی فتاوے عتابیہ مین ہو کہ اگر اُس سے کہا کہ اسکو دراہم کے عوض رکھ لے تو وہ مرہون اپنی قیمت (تین درم ان دونون مین سے کم مقدار کے عوض رہن ہوگا (**قال المترجم** اسواسطے کہ عربی مین دراہم جمع درہم ہو اور کمتر مصداق جمع تین ہو کہ جو یقینی ہو اقول بنا برین اگر درمون کے عوض کہا تو یقینی کمتر جمع ربان اردو مین دو ہو پس دو کو بجاے تین کے مسئلہ مین ہونا چاہیے واللہ اعلم) اور مجرد مین ہو کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مال رہن دیا تاکہ اُسکو دس درم قرض دے مگر اُسنے قرضہ ندیا اور یہ دعوے کیا کہ مین نے مرہون اُسکو واپس دیا ہو اور قسم کھالی تو دس درم کا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے نقصان کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے نقصان کے عوض رہن دیا پس اگر نقصان ظاہر ہوا تو مرہون مذکور رہن ہوگا اور اگر نہ ظاہر ہوا تو تلف ہو جانے کی صورت مین اُسکی قیمت اور نصف قرضہ سے جو کم مقدار ہو اُسقدر کا ضامن ہوگا۔ اور اگر کہا کہ یہ دس اپنے درم کے عوض رہن سے حالانکہ وہ پانچ تھے تو اُس مرہون کا تلف ہونا بعوض نصف درم کے قرار دیا جائیگا اور اگر دس درم رہن دیے حالانکہ قرضہ مین پانچ درم ستوقہ تھے جو ایک درم کے برابر تھے تو یہ چھٹے حصہ قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار پاوینگے اور اگر ایک غلام باین شرط کہ وہ صحیح سالم ہو رہن کیا حالانکہ وہ عیب دار تھا اور اُسمین قرضہ کی وفا تھی یعنے وفاے قرضہ کے واسطے کافی تھا تو تلف ہو جانے کی صورت مین پورے قرضہ کے عوض تلف شدہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک شخص پر دوسرے کا قرضہ ہو اور اُسکا کوئی کفیل ہو پھر قرضخواہ نے کفیل سے مال رہن لیا اور اصیل سے بھی رہن لیا اور ایک بعد دوسرے کے لیا اور دونون رہن ایسے ہین کہ ہر ایک وفاے قرضہ کے واسطے کافی ہو پھر دونون مین سے ایک رہن مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر رہن ثانی تلف ہوا پس اگر راہن ثانی کو رہن اول کا حال معلوم تھا تو رہن ثانی بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور اگر اُسکو رہن اول کا حال معلوم نتھا تو پورے قرضہ کے عوض تلف ہوگا اور کتاب الرہن مین ذکر فرمایا کہ دوسرا رہن بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور حال جاننے و نجاننے کا کچھ ذکر نہین فرمایا ہو اور صحیح یہی ہو جو کتاب الرہن مین مذکور ہو اسواسطے کہ کفیل و اصیل ہر ایک سے پورے قرضہ کا مطالبہ ہو سکتا ہو پس دوسرا رہن پہلے رہن پر زیادتی قرار دیا جائیگا پس تمام قرضہ پہلے رہن اور دوسرے رہن دونون کی مقدار قیمت پر تقسیم ہوگا پس جو رہن تلف ہوگا وہ نصف قرضہ کے عوض تلف ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ مجموع النوازل مین ہو کہ ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے پھر ایک تیسرے آدمی نے بدون اجازت و حکم قرضدار کے اپنا ایک غلام قرضخواہ کے پاس بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر ایک چوتھے شخص نے بھی آکر اپنا ایک غلام اسی قرضہ کے عوض بدون حکم قرضدار کے رہن کیا تو یہ جائز ہو اور غلام اول بعوض ہزار کے اور دوسرا بعوض پانچسو درم کے رہن ہوگا اور اصل کے آخر کتاب الرہن مین مذکور ہو کہ ایک شخص قرضخواہ نے قرضدار سے ہزار درم قرضہ کے عوض ہزار درم قیمت کا غلام رہن لیا پھر ایک شخص فضولی نے آکر رہن مین ہزار درم قیمت کی چیز زیادہ کر دی تو یہ جائز ہو اور اگر راہن نے چاہا کہ نصف مال ادا کر کے دونون رہنون مین سے ایک رہن چھوڑا لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا پس دونون مال مرہون مین سے جو مرہون تلف ہو وہ نصف قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور ابراہیم رح نے امام محمد رح

سے روایت کی ہی کہ جب قرضدار کا مال مرہون تلف ہو تو پورے قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور جب فضولی کا رہن کیا ہوا تلف ہو تو نصف کے عوض تلف ہوگا یہ محیط مین ہی- ایک شخص پر قرضہ آتا ہی اور قرضدار کی اجازت سے ایک آدمی نے اُسکی کفالت کر لی پھر قرضدار نے قرضخواہ کو اس مال کے عوض رہن دیا پھر کفیل نے قرضخواہ کو یہ قرضہ ادا کر دیا پھر مال مرہون قرضخواہ کے پاس تلف ہو گیا تو کفیل نے جو کچھ ادا کیا ہی اصیل سے واپس لیگا اور قرضخواہ سے واپس نہ لیگا اور قرضدار قرضخواہ سے قرضہ واپس لیگا یہ ظہیریہ مین ہی- اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک کر گیہون مثلاً قرض دیا اور قرضدار سے اس اناج کے عوض کچھ مال رہن لیا پھر قرض لینے والے نے یہ اناج (کر یعنی اناج) بعوض درمون کے قرضخواہ سے خرید لیا اور دراہم دیدیے اور اناج کے قرضہ سے بری ہوگیا پھر مرتہن کے پاس وہ رہن تلف ہو گیا تو وہ اُس اناج کے عوض جو قرضہ لیا تھا تلف شدہ قرار دیا جائیگا بشرطیکہ مال مرہون کی قیمت اناج قرضہ کے برابر ہو اور مرتہن پر واجب ہوگا کہ جسقدر دراہم اُسنے لیے ہین واپس کر دے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- ایک شخص نے ایک ہزار درم کے عوض دو غلام رہن کیے پس ایک غلام استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا یا وہ آزاد ظاہر ہوا اور راہن نے مرتہن سے کہا کہ اگر احتیاج دونون مین سے ایک کے واپس کی ہو تو مجھے واپس کر دے پس مرتہن نے اُسکو واپس دیا تو باقی غلام بعوض اپنے حصہ کے رہن ہوگا لیکن راہن اُسکو بدون پورا قرضہ ادا کرنے کے چھوڑا نہین سکتا ہی- یہ وجیز کردری مین ہی- ایک شخص نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور ثمن کے عوض کچھ مال رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا پھر وہ غلام آزاد پایا گیا یا اُسپر استحقاق ثابت ہوا تو مرتہن مال مرہون کا ضامن ہوگا یہ سراجیہ مین ہی- ایک شخص نے سرکہ بعوض ایک درم کے یا بکری باین شرط کہ وہ ذبح کی ہوئی ہی بعوض ایک درم کے خریدی اور ثمن کے عوض مال رہن دیا اور وہ تلف ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ سرکہ نہین ہی شراب ہی یا بکری مذبوحہ نہین ہی مردار ہی تو مال رہن ضمانت مین تلف شدہ قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ ایسے مال کے عوض تھا جو بظاہر قیمتی تھا بخلاف اسکے اگر شراب یا سور یا مردار یا آزاد خرید کر اُسکے عوض رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ رہن باطل ہی فاسد نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی ایک شخص نے دوسرے سے ایک کر گیہون قرضہ کے عوض ایک غلام رہن لیا اور وہ مرتہن کے پاس مر گیا پھر ظاہر ہوا کہ اُس شخص پر قرضہ کا کر نہ تھا تو مرتہن پر غلام کی قیمت نہین بلکہ کُر کی قیمت واجب ہوگی یہ کافی و خزانۃ المفتین مین ہی- اگر راہن نے مرتہن کو مال قرضہ کسی شخص پر اُترا دیا پھر واپس کرنے سے پہلے غلام مرہون مرتہن کے پاس مر گیا تو جس مال کے عوض رہن تھا اُسکے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور حوالہ باطل ہو گیا یہ خزانۃ الاکمل مین ہی- ایک شخص نے بزاز سے ایک کپڑا مانگا تاکہ دوسرے کو دکھلا کر اسکو خریدے پس بزاز نے کہا کہ مین بدون رہن کے نہ دونگا پس اُسنے کچھ مال اُسکے پاس رہن رکھدیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گیا اور کپڑا ہنوز قائم ہی خواہ راہن کے ہاتھ مین یا مرتہن کے ہاتھ مین تو بزاز ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی- فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ ایک شخص نے شہتوت کا درخت رہن کیا جو معہ پتون کے بیس درم کا ہی پھر اُسکے پتون کا وقت نکل گیا اور ثمن اُسکا گھٹ گیا تو شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ قرضہ مین سے بقدر حصہ نقصان کے ساقط ہو جائیگا اور یہ مثل نرخ گھٹ جانے کے نہین ہی اور فقیہ ابو اللیث رہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک قرضہ مین سے ساقط نہوگا الا اُس صورت مین کہ ثمن مین نقصان بوجہ شجر کی ذات مین نقصان آجانے یا پتے جھڑ جانے کی وجہ سے ہو تو ایسی صورت مین البتہ اُسکے حساب سے قرضہ مین سے ساقط ہو جائیگا اور قول فقیہ ابو بکر رہ کا اشبہ و اقرب بصواب ہی اسواسطے کہ وقت نکل جانے کے بعد پتون کی کچھ قیمت نہین رہتی ہی اور اُسکا کچھ معاوضہ نہین ہوتا ہی کذا فی المحیط- اور فتوی شیخ ابو بکر اسکاف رہ کے قول پر ہی

یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر قرضدار کا عمامہ بدون اُسکی رضامندی کے اُتار لیا تاکہ اُسکے پاس رہن رہے تو رہن نہوگا بلکہ غصب
ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر قرضدار کا عمامہ لے لیا تاکہ اُسکے پاس رہن رہے تو اُسکا لینا جائز نہیں ہے۔ اور اگر تلف ہوا
تو مثل مرہون مال کے تلف ہونے کے قرار دیا جائیگا یہ ملتقط میں ہے۔ اور ایک کا دوسرے پر قرضہ آتا ہے اُسنے تقاضا کیا
اور مدیون نے نہ دیا پس قرضخواہ نے اُسکے سر سے اُسکا عمامہ اُتار لیا کہ قرضہ کے عوض رہن رہے اور اُسکو چھوٹا رومال دیدیا
کہ اپنے سر پر لپیٹ لے اور کہا کہ میرا قرضہ لا دے تاکہ تیرا عمامہ تجھے واپس کردوں پس قرضدار چلا گیا اور چند روز بعد
اُسکا قرضہ لایا حالانکہ عمامہ اُسوقت تلف ہوچکا تھا تو اُسکا تلف ہونا مثل مال مرہون کے تلف ہونے کے قرار دیا جائیگا
نہ مثل تلف ہونے مال مغصوب کے اسواسطے کہ قرضخواہ نے اُسکو اپنے قرضہ کے عوض بطور رہن کے رکھ لیا تھا اور قرضدار
اُسکے پاس چھوڑکر چلے جانے سے رہن رہنے پر راضی ہوگیا پس وہ رہن ہوگا یہ جواہر الفتاوے میں ہے۔ ایک شخص نے
غلام رہن دیا وہ بھاگ گیا تو قرضہ ساقط ہوگیا پھر اگر مل گیا تو عود کرکے رہن ہوجائیگا اور اگر اُس غلام کا پہلا بھاگنا یہی ہو تو جسقدر
اُسکی قیمت میں نقصان آگیا اُسی حساب سے قرضہ ساقط ہوجائیگا اور اگر پہلے بھی بھاگا ہو تو قرضہ میں سے کچھ کم نہوگا ایسا ہی
مجموع النوازل میں مذکور ہے۔ اور منتقی میں ذکر کیا کہ قرضہ سے اُسی قدر کم ہوجائیگا جسقدر بھگوڑے ہونے سے نقصان آیا ہے
اور کچھ تفصیل نہیں فرمائی اور ایسا ہی مجرد میں امام اعظم رح سے مروی ہے اور اگر قاضی نے غلام مذکور کو بعوض اُس مال کے جسکے
عوض رہن تھا قرار دیدیا درحالیکہ وہ بھاگا ہوا تھا پھر وہ مل گیا تو بحال خود رہن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک زمین مرہون پر پانی
چڑھ آیا تو وہ بمنزلہ بھاگے ہوئے غلام کے ہے اسواسطے کہ بسا اوقات پانی جذب ہوجاتا ہے اور زمین لائق انتفاع ہوجاتی ہے پس
زمین کے لائق انتفاع ہوجانے کا احتمال باقی ہے پس قرضہ ساقط نہ ہوجائیگا اور حاکم نے مختصر میں ذکر فرمایا کہ مرتہن کا راہن پر کچھ
حق نہیں رہا اسواسطے کہ رہن کا مال تلف ہوگیا اسلیے کہ چیز کا تلف ہوجانا یہی ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے خارج ہوجاوے
مثل بکری کے کہ جب وہ مر گئی تو قابل انتفاع نہیں رہتی ہے اسی واسطے زمین خرید کردہ قبضہ سے پہلے اگر بحر ہوجاوے یعنے
دریا برد ہوجاوے تو بیع باطل ہوجائیگی۔ پھر اگر پانی جذب ہوجاوے تو بحال خود رہن ہوگی اور اگر پانی چڑھ آنے سے زمین خراب
ہوگئی یا اُسمین سے کوئی درخت اُکھڑ پڑا تو اُسی حساب سے قرضہ میں سے ساقط ہوجائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر شیرۂ
انگور رہن کیا پھر وہ شراب ہوگیا پھر وہ سرکہ ہوگئی تو بحال خود رہن رہیگا اور قرضہ میں سے بقدر نقصان ساقط ہوجائیگا۔
اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ راہن کو اختیار ہے کہ اُسکو بعوض قرضہ کے مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے اور اگر بکری مرہونہ مر گئی اور اُسکی
کھال کی دباغت کی گئی تو وہ کھال بقدر اپنے حصہ کے رہن ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے شیرۂ انگور
دس درم قیمت کا بعوض دس درم قرضہ کے رہن کیا پھر وہ شراب ہوگیا پھر وہ سرکہ ہوگئی کہ جسکی قیمت دس درم ہے تو وہ دس
درم قرضہ کے عوض رہن ہوگا کہ راہن اُسکو پورے دس درم دیکر چھوڑا لیگا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس
شراب رہن کی پھر وہ سرکہ ہوگئی مگر اُسکی قیمت میں کچھ نقصان نہ آیا تو وہ رہن رہیگا پھر امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک
راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دیکر اُسی کو چھوڑا لے یا مرتہن سے مثل اپنی شراب کے شراب تاوان لے پس وہ سرکہ
مرتہن کی ملک ہوجائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرلے یا پورے قرضہ کے عوض
اُسکو مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک بکری رہن کی اور وہ مر گئی تو قرضہ ساقط ہوجائیگا اور اگر مرتہن نے
اُسکی کھال کی دباغت کرائی تو وہ رہن ہوگی اور یہ حکم بخلاف خریدی ہوئی بکری کے ہے کہ اگر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے قبضہ

مین مرگئی اور بائع نے اُسکی کھال کی دباغت کرائی تو ایسی صورت مین کچھ بھی ثمن کے واسطے رہن نہوگا۔ پس اگر قرضہ دس درم
ہو اور بکری کی قیمت دس درم ہو اور اُسکی کھال ایک درم کی ہو تو وہ ایک درم کے عوض رہن ہوگی اور اگر رہن سے کچھ وقت
بکری کی قیمت بیس درم ہو اور قرضہ دس درم ہو اور کھال بعد دباغت کے ایک درم کی ہو تو وہ نصف درم کے عوض رہن ہوگی
اور اگر مسلمان یا کافر سے شراب رہن لی اور وہ اُسکے پاس سرکہ ہوگئی تو رہن جائز نہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا کہ سرکہ کو لے
اور اُسکو کچھ اجرت نہ دیگا اور قرضہ جیسا تھا ویسا ہی رہیگا بشرطیکہ راہن مسلمان ہو اور اگر راہن کافر ہو اور شراب کی قیمت رہن
کے روز کی اور قرضہ دونون برابر ہون تو اُسکو اختیار ہوگا کہ سرکہ مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے اور قرضہ باطل ہوگیا بعض نے فرمایا
کہ یہ امام محمد رح کا قول ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ سب کا قول ہے اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ جب مرتہن ذمی ہو یعنے جب مرتہن
ذمی ہو تو حکم اسکے برخلاف ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ فتاوی دیناری مین لکھا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو شراب
کے عوض کوئی چیز رہن دی اور مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو اُسکے تلف ہونے سے تاوان لازم نہ آویگا اور
ایسا رہن باطل ہے اور مرہون اُسکے پاس امانت ہوگا اور اُسکو اختیار ہے کہ مرتہن سے واپس کرلے اور اگر تلف ہوگیا تو دونون
مین سے کسی کا دوسرے پر کچھ نہوگا اور اگر مرتہن مسلمان ہو اور راہن کافر ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ رہن باطل ہے اور راہن کو اختیار
ہے کہ اپنا رہن واپس لے اور مرتہن کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر دونون کافر ہون تو دونون مین رہن صحیح ہے اور فک رہن یا تو شراب
کے مثل شراب دیکر کریگا یا اگر قرضہ کی شراب خرید لی تو اُسکے دام دیکر کریگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا تو جسکے عوض رہن ہے اسی
عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ہزار درم کو ایک باندی خریدی اور بائع
نے اُسکو باندی دینے سے انکار کیا کہ جب تک ثمن نہ لیلون تب تک نہ دونگا اور مشتری نے کہا کہ جب تک مجھے نہ دیگا تب تک
مین تجھے ثمن نہ دونگا پھر دونون نے اس بات پر صلح کی کہ مشتری اسکا ثمن ایک مرد عادل کے پاس رکھے یہان تک
کہ بائع باندی کو مشتری کے سپرد کردے پھر وہ ثمن مرد عادل کے پاس تلف ہوگیا تو وہ مشتری کا مال گیا اور اگر بائع نے کہا
کہ تو ثمن کے عوض اس مرد عادل کے پاس رہن رکھدے تاکہ مین باندی تجھے دیدون پس اُسنے ثمن کے عوض رہن رکھدیا
تو بائع کا مال گیا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر سو درم قرضہ کے عوض دو سو درم قیمت کا غلام رہن رکھا پس مرتہن کے پاس اُسکی
آنکھ جاتی رہی تو امام اعظم رح کے نزدیک و امام محمد رح کے نزدیک سو درم مین سے نصف قرضہ جاتا رہا اور امام ابو یوسف رح کے
نزدیک غلام مذکور صحیح سالم انداز کیا جاوے اور کانا انداز کیا جاوے پس جسقدر دونون مین تفاوت ہو اُسقدر کے حساب سے
قرضہ مین سے ساقط کیا جاوے یہ ینابیع مین ہے۔ اور اگر مرتہن کے پاس چوپایہ مرہون کی آنکھ جاتی رہی حالانکہ چوپایہ مذکور
کی قیمت قرضہ کے برابر تھی تو چوتھائی قرضہ ساقط ہوجائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے جو کچھ اُسکی باندی کے پیٹ مین
ہے آزاد کردیا پھر اُس باندی کو رہن کیا تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ رہن جائز ہے پھر اگر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور ولادت
سے باندی مذکورہ مین نقصان آگیا تو نقصان ولادت کی وجہ سے قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے
امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے ہزار درم قرضہ کے عوض اپنا غلام دو ہزار درم قیمت کا رہن کیا اس شرط سے کہ
مرتہن زیادتی کا یعنے جسقدر اُسکی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زائد ہے اُسکا ضامن ہے یا مرتہن نے یون شرط لگائی کہ اگر یہ غلام
میرے پاس مرجاوے تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا تو ایسا رہن فاسد ہے اور کبری مین ہے کہ قاضی امام فخر الدین نے
فرمایا کہ جب کسی شخص نے غلام رہن کرکیا پھر مرہون کی قیمت کی زیادتی کی ضمان شرط کرلی یا یہ شرط کی کہ رہن میرے پاس امانت ہے

ایسی صورت مین رہن جائز ہی اور شرط باطل ہی اور اگر لفظ رہن ذکر نکیا ہو تو رہن فاسد ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر عورت نے اپنی مہر مسمے کے عوض رہن لیا اور مرہون کی قیمت اُسکے مہر کے برابر ہی پھر شوہر کو اپنے مہر سے بری کر دیا یا مہر اُسکو ہبہ کر دیا اور مرہون کو دینے سے نرد کا یہانتک کہ مرہون اُسکے پاس تلف ہو گیا تو استحساناً اسپر ضمان نہو گی اسی طرح اگر دخول سے پہلے اپنے شوہر سے اپنے مہر کے عوض خلع کرا لیا پھر مرہون اُسکو دینے سے نہ روکا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر بیان نکیا (حتے کہ مہر المثل قرار پایا) پھر عورت مذکور کو مہر المثل کے عوض رہن دیا تو ایسے نکاح مین جسمین مہر بیان نکیا گیا ہو مہر المثل بمنزلہ مہر مسمے کے ہی ایسے نکاح مین جسمین مہر بیان کیا گیا ہی پس اگر عورت مذکورہ کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے اُسکو طلاق دیدی تو تمام مہر المثل ساقط ہو جائیگا اور عورت مذکورہ کے واسطے متعہ واجب ہوگا پھر قیاساً اُس عورت کو متعہ کے واسطے مرہون کا روکنا جائز نہین ہی یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور دوسرا قول امام ابو یوسف کا بھی یہی ہی یہ مبسوط مین ہی۔

چوتھا باب مرہون کے نفقہ اور جو نفقہ کے مشابہ ہی اُسکے بیان مین۔ اصل اس باب مین یہ ہی کہ رہن کی ذاتی اصلاح اور اُسکے باقی رہنے مین جس چیز کی احتیاج ہو وہ راہن کے ذمہ ہی خواہ مال مرہون مین بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو یا نہو اسواسطے کہ عین مرہون راہن کی ملک مین باقی ہی اور اسی طرح اُسکے منافع بھی راہن کی ملک ہین پس مرہون کی اصلاح اور اُسکا باقی رکھنا بھی اُسی کے ذمہ ہی اور اسکی مثال ایسی ہی جیسے مرہون کے خورد و نوش کا خرچ اور اسی جنس سے رقیق کا کپڑا یعنے لباس اور ولد راہن کی دائی کی اجرت و نہر کا اُگارنا اور باغ کا سینچنا اور باغ کے درختان خرما کی نر مادی لگانا اور اُسکے پھل کی توڑ وائی اور اُسکے درستیون کے کام وغیرہ۔ اور جو خرچہ مرہون کی حفاظت مین پڑے کہ صحیح سالم راہن کو واپس دے یا اُسکے کسی جزو کی حفاظت مین پڑے جیسے اُسکے زخم کا علاج کرنا تو وہ مرتہن کے ذمہ ہی جیسے نگہبان کی اجرت یہ تبیین مین ہی۔ مرہون کا کفن راہن کے ذمہ ہی خواہ مرہون مرتہن کے قبضہ مین ہو یا عادل کے قبضہ مین ہو یہ محیط مین ہی۔ اور جو خرچہ راہن پر واجب ہی اگر اُسکو مرتہن نے انجام دیدیا تو وہ متطوع یعنے احسان کرنے والا ہوگا بشرطیکہ بلا اجازت و حکم راہن ایسا کیا ہو اسی طرح اگر راہن نے وہ خرچہ جو مرتہن پر واجب ہی بدون حکم مرتہن کے خود انجام دیدیا تو وہ بھی متطوع ہوگا اور اگر وہ خرچہ جو راہن پر واجب ہی مرتہن نے بحکم راہن یا بحکم قاضی اُٹھایا تو راہن سے واپس لے سکتا ہی اسی طرح جو خرچہ مرتہن پر واجب ہی راہن نے بحکم مرتہن یا بحکم قاضی اُٹھایا تو وہ مرتہن سے واپس لے سکتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر راہن غائب ہو گیا اور مرتہن نے بحکم قاضی مرہون کو نفقہ دیا تو راہن سے واپس لیگا اگر وہ غائب ہو اور اگر حاضر ہو تو واپس نہ لیگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں صورتون مین واپس لیگا اور فتوی اس بات پر ہی کہ اگر راہن حاضر ہو اور اُسنے نفقہ دینے سے انکار کیا پھر قاضی نے مرتہن کو نفقہ دینے کا حکم دیا اور اُسنے نفقہ دیا تو راہن سے واپس لیگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور جب راہن نے قرضہ ادا کر دیا تو مرتہن کو اختیار نہو گا کہ نفقہ وصول کرنے کے واسطے مال مرہون کو راہن کو دینے سے روک لے اور اگر مال مرہون راہن کے پاس تلف ہو گیا تو نفقہ اپنے حال پر رہیگا یعنے راہن سے واپس لے سکتا ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور نفقہ دینے پر مرتہن کے قول کی تصدیق نکیجائیگی جبتک گواہ پیش نہ کرے اور اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو راہن سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی اسواسطے کہ مرتہن نے اسپر ایک قرضہ کا دعوے کیا ہی اور وہ منکر ہی اور غیر کے فعل پر جب قسم لیجاتی ہی تو علم پر لیجاتی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور دوا کے دام اور طبیب کی اجرت مرتہن کے ذمہ ہی پس کتاب الرہن مین ایک جگہ یہ مسئلہ اسی طرح مطلق مذکور ہی اور دوسری

جگہ کتاب الرہن مین بیان فرمایا کہ جراحات و قروح کی دوائی و امراض سے معالجہ کا خرچ اور جنایت یعنے جرم کا فدیہ بحساب مرہون کی قیمت سے ہر پس جسقدر اُسکی قیمت مضمون ہر اُسکے حصہ مین جو خرچہ پڑے وہ مرتہن کے ذمہ ہر اور جسقدر امانت ہر اُسکے حصہ کا خرچہ راہن کے ذمہ ہر اور ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا ہر اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ دوا دام اور طبیب کا خرچہ مرتہن کے ذمہ جبھی واجب ہوگا کہ جب جراحت یا مرض مرتہن کے پاس پیدا ہوا ہو اور اگر راہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو یہ خرچہ راہن کے ذمہ ہوگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہر بلکہ ہر حال مین مرتہن کے ذمہ ہوگا اور کتاب مین امام محمد رح کا مطلقاً چھوڑ دینا ایسی تفصیل نکرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہر کذا فی المحیط اور یہی اظہر ہر یہ محیط سرخسی مین ہر اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے روایت ہر کہ جو جراحت یا مرض مرتہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو اُسکی دوائی کے دام اور طبیب کی اجرت مرتہن کے ذمہ ہوگی اور جو راہن کے پاس پیدا ہوا ہو پس اگر مرتہن کے پاس زیادہ نہو گیا حتے کہ اُسکی زیادہ مداوات کی ضرورت نہو تو مداوات کا خرچہ راہن کے ذمہ ہر اور اگر مرتہن کے پاس اُسمین زیادتی ہو گئی حتے کہ اُسمین زیادہ مداوات کی ضرورت ہوئی تو اُسکی مداوات مرتہن کے ذمہ ہر لیکن مرتہن پر اُسکی مداوات کے واسطے جبر نکیا جائیگا بلکہ اُس سے کہا جائیگا کہ یہ اثر تیرے پاس پیدا ہوا ہر پس اگر تجھکو اپنے مال کی اصلاح و احیا منظور ہو تاکہ تیرا مال ڈوب نجاوے تو تو اُسکی دوا کر یہ محیط مین ہر۔ شرح طحاوی مین لکھا ہر کہ مرہون کی حفاظت بذمہ مرتہن ہر حتے کہ اگر راہن نے مرتہن کے واسطے حفاظت کرنے کے عوض کچھ اجرت شرط کر دی تو صحیح نہین ہر اور مرتہن اسکا مستحق نہوگا اور اگر مال مرہون ایسا جانور ہو جسکے چرانے کی حاجت ہر تو چرواہے کی اجرت بذمہ راہن ہر اور جس جگہ وہ جانور باندھا جاتا ہر اور رات گذارتا ہر اُسکا کرایہ بذمہ مرتہن ہر یہ ذخیرہ مین ہر۔ اور بھاگے ہوے غلام مرہون کے واپس لانے والے کی مزدوری مین سے بقدر قرضہ کے بذمہ مرتہن ہر اور قرضہ کے حساب سے جو زائد قیمت ہر اُسقدر کی مزدوری بذمہ راہن ہر حتے کہ اگر غلام مرہون کی قیمت اور قرضہ برابر ہو یا قیمت کم ہو تو پوری مزدوری بذمہ مرتہن ہوگی اور اگر قرضہ سے اُسکی قیمت زیادہ ہو تو مزدوری بقدر قرضہ کے بذمہ مرتہن اور بقدر زیادتی کے بذمہ راہن ہوگی۔ اور اگر مرہون باغ انگور ہو تو اُسکی عمارت و خراج بذمہ راہن ہر اسواسطے کہ یہ ملک پر خرچہ ہر اور عشر سو پیداوار مین سے امام المسلمین لے لیگا اور باقی پیداوار کا رہن باطل نہوگا بخلاف اسکے اگر بعض مرہون شائع یعنے غیر مقسوم پر کسی نے استحقاق ثابت کیا تو باقی کا رہن باطل ہو جاتا ہر اور اگر رہن کے مال مین نمو ہوا اور راہن نے چاہا کہ وہ نفقہ جو ہم نے اسپر واجب بیان کیا ہر وہ اس ثمار کے عوض کر دے یعنی نفقہ نہ دے اور ثمار مرتہن کو دیدے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہر یہ بدائع مین ہر۔

یعنے بڑھتی چیز اس سے پیدا ہوتی ہر ۱۲

پانچوان باب۔ اُس حق کے بیان مین جو مرتہن کا مرہون مین واجب ہوتا ہر۔

اگر راہن مر گیا اور اُسپر بہت قرضے ہین تو مرتہن اس مرہون کا مستحق ہر یہ محیط مین ہر۔ یعنے مال مرہون سے پہلے وہ اپنا قرضہ وصول کریگا پھر باقی مین تمام قرضخواہ شریک ہونگے فافہم۔ اور مرتہن کو اختیار ہر کہ جس قرضہ کے عوض اُسنے مال مرہون رہن لیا ہر اُسکے واسطے مرہون کو روک رکھے اور یہ اختیار نہین ہر کہ اُسکا دوسرا قرضہ جو راہن پر رہن کرنے سے پہلے کا یا پیچھے کا ہو اُسکے واسطے بھی مال مرہون کو روکے اور اگر راہن نے اُس قرضہ مین سے جسکے عوض رہن دیا ہر تھوڑا ادا کر دیا تو مرتہن کو اختیار ہر کہ باقی تمام قرضہ وصول کرنے تک مال مرہون کو روکے خواہ باقی قلیل ہو یا کثیر ہو یہ تاتارخانیہ مین ہر۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی مال ہزار درم قرضہ دینے کے عوض بطور رہن فاسد کے رہن کیا اور تا ہم قبضہ ہو گیا پھر دونون نے بوجہ فساد کے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال مرہون واپس لینا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا جبتک کہ مرتہن کو جو اُسنے دیا ہر واپس نکرے اسواسطے کہ مرتہن نے جو کچھ دیا ہر وہ بمقابلہ اُسکے

اُس مرہون کے دیا ہو جسپر اُسنے قبضہ کیا ہو پس راہن کو قبضہ مرتہن توڑ دینے کا اختیار نہوگا جب تک مرتہن کا ادا کیا ہوا مال اُسکو واپس ندے پھر اگر اس صورت مین راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہین تو مرتہن اس مرہون کا حقدار ہوگا کہ اس مرہون سے وصول کرنے مین بہ نسبت دوسرے قرضخواہون کے اُسکا استحقاق مقدم ہو جیسا کہ راہن کی زندگی مین تھا اور اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہو پھر قرضدار نے قرضخواہ کو کچھ مال اس قرضہ کے عوض بطور فاسد رہن دیا اور اُسکے سپرد کر دیا پھر دونون نے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال مرہون واپس لینا چاہا قبل اسکے کہ مرتہن کا قرضہ ادا کرے تو اُسکو ایسا اختیار ہو اور اگر اس صورت مین راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہین تو مرتہن اس مال مرہون کا بہ نسبت دوسرے قرضخواہون کے زیادہ مستحق نہوگا بلکہ سب قرضخواہ برابر ہونگے جیسا کہ راہن کی زندگی مین مرتہن اسکا بہ نسبت راہن کے زیادہ مستحق نہ تھا یہ محیط مین ہو اور اگر راہن نے مدبر غلام یا باندی یا ام ولد یا ایسی کوئی چیز جو رہن نہین ہوسکتی ہو رہن کی تو راہن کو ادا ے قرضہ سے پہلے اُسکے واپس لے لینے کا اختیار ہوگا خواہ بعوض قرضہ سابقہ کے رہن کیا ہو یا بعوض قرضہ لاحقہ کے رہن کیا ہو یہ ذخیرہ مین ہو اور اگر کسی شخص کے پاس چند مال عین رہن کیے اور مرتہن نے اُنپر قبضہ کر لیا پھر راہن نے تھوڑا قرضہ ادا کر کے چاہا کہ اعیان مرہونہ مین سے کوئی مال عین واپس لے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے ہر ایک مال عین کا حصہ بیان نکیا ہو تو اُسکو ایسا اختیار نہوگا اور اگر بیان کر دیا ہو تو زیادات مین مذکور ہو کہ اُسکو ایسا اختیار ہوگا اور اصل کی کتاب الرہن مین مذکور ہو کہ اُسکو ایسا اختیار نہوگا پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم اصل مین مذکور ہو وہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہو اور جو زیادات مین مذکور ہو وہ امام محمد رح کا قول ہو اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور یہی اصح ہو اسواسطے کہ ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین امام محمد رح سے بھی ایسا ہی حکم روایت کیا ہو جیسا کہ اصل مین مذکور ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر راہن و مرتہن نے باہم عقد رہن کو فسخ کیا پھر مرتہن نے چاہا کہ مرہون کو روکے تو اُسکو اختیار رہیگا اور رہن باطل نہوگا جب تک کہ بطریق فسخ کے مرہون کو واپس نکر دے یہ سراجیہ مین ہو۔

چھٹا باب۔ راہن کی طرف سے مرہون مین زیادہ کر دینے کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ ہمارے علماے ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک عقد رہن کے قائم ہونے کی حالت مین مرہون مین زیادہ کرنا استحساناً صحیح ہو اور اُسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے ہزار درم قرضہ کے مقابلہ مین ایک غلام رہن کیا پھر راہن نے اُسکو ایک کپڑا بڑھا دیا تاکہ وہ بھی غلام مذکور کے ساتھ بعوض اُس قرضہ کے جسکے مقابلہ مین غلام رہن ہو مرہون رہے تو استحساناً زیادتی صحیح ہو اور یہ زیادتی اصل عقد مین لاحق ہو جائیگی اور یون قرار دیا جائیگا کہ گویا عقد رہن اُس اصل اور زیادتی دونون پر وارد ہوا ہو حتے کہ غلام مع کپڑے کے اُس قرضہ کے عوض جسمین غلام رہن تھا مرہون ہو جاوینگے یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس سو درم قرضہ کے عوض سو درم قیمت کا غلام رہن کیا پھر دوسرا غلام سو درم قیمت کا رہن مین بڑھا دیا پھر دونون مین سے ایک غلام مرگیا تو اُسکے مرنے سے نصف قرضہ ساقط ہوگا اور نصف غلام مذکور امانت مین تلف ہوا ہو ینابیع مین ہو۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کی پھر اُسکے جسم مین خوبی زیادہ ہو گئی یا نرخ بڑھ گیا یہانتک کہ وہ دو ہزار درم کی ہو گئی پھر اگر اُسکو مولی نے آزاد کر دیا حالانکہ مولی تنگدست ہو تو باندی مذکورہ ہزار درم کے واسطے سعایت کریگی نہ پورے قرضہ کے واسطے۔ اور اگر اُسکی قیمت نہ بڑھی بلکہ اُسنے ہزار درم قیمت کا ایک بچہ جنا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہو تو دونون ہزار درم کے واسطے سعایت کرینگے نہ بقدر قیمت دونون کے۔ اور اگر اُسکی قیمت نہ بڑھی اور نہ اُسکے بچہ پیدا ہوا

ایک غلام نے جو دو ہزار درم کا ہے قتل کیا اور اس جرم مین غلام مذکور باندی کے مولی کو دیدیا گیا پس مولے نے اسکو آزاد کر دیا تو وہ
بھی ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کے عوض ایک باندی رہن کی اور اسکے بچہ پیدا ہوا
پھر دو درم گھٹ گئی پھر راہن نے ایک غلام بڑھا دیا اور ہر ایک مان و بیٹے و غلام کی قیمت ہزار درم ہے تو قرضہ پہلے مان و بچہ کی قیمت پر
تقسیم ہوگا پس مان کے مرنے سے نصف قرضہ ساقط ہو جائیگا اور بچہ بعوض نصف قرضہ کے رہیگا پس اسکے ساتھ غلام لگا یا گیا
تو باقی ان دونون پر نصفا نصف تقسیم ہوگا بشرطیکہ فک رہن کے وقت تک بچہ باقی رہے حتے کہ اگر فک رہن سے پہلے بچہ ہلاک
ہوگیا تو ظاہر ہوگا کہ بچہ کے مقابلہ مین کچھ قرضہ نہ تھا اور مان بعوض پورے قرضہ کے ہلاک ہوئی اور زیادتی یعنے غلام کا زیادہ کرنا
صحیح نہین ہوا ہے حتے کہ اگر غلام بھی بچہ کے ہلاک ہونے سے پہلے یا پیچھے ہلاک ہوگیا تو امانت مین ہلاک ہوگا اور اگر بچہ ہلاک نہوا لیکن
اسکی قیمت بڑھ گئی یہان تک کہ فک رہن کے روز اسکی قیمت دو ہزار درم تھی تو پہلے قرضہ تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک تہائی
بمقابلہ مان کے جو اسکے ہلاک ہونے سے ساقط ہوگیا پھر باقی اس بچہ و زیادتی پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی بمقابلہ
بچہ کے اور ایک تہائی بمقابلہ غلام کے ہوگا اور اگر بچہ کی قیمت گھٹ گئی یہان تک کہ پانچ سو درم رہگئی تو پہلے قرضہ مان و بچہ پر تین
تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی بمقابلہ مان کے جو اسکے مرنے کی وجہ سے ساقط ہوگیا اور ایک تہائی باقی اس بچہ اور زیادہ کیے
ہوئے غلام پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے اور دو تہائی بمقابلہ زیادہ کیے ہوئے غلام کے ہوگا یہ کافی
مین ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر اسکے جسم کی خوبی یا نرخ بڑھ جانے سے وہ
دو ہزار درم کا ہوگیا پھر مولی نے اسکو مدبر کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو غلام مذکور پورے قرضہ کے واسطے سعایت کریگا اور اگر مدبر مذکور
نے ہنوز کچھ سعایت نہ کی ہو کہ مولے نے اسکو آزاد کر دیا تو بھی پورے قرضہ کے واسطے سعایت کریگا درحالیکہ مولی تنگدست ہے
اسواسطے کہ اسقدر مال وصول کر لینا اسکے رقبہ سے اسطرح متعلق ہے کہ اسکی کمائی سے پورا حاصل کیا جاوے پس ساقط نہوگا اور اگر مدبر
ہونے کی حالت مین اسکی قیمت مین زیادتی ہوگئی کہ دو ہزار درم کا ہوگیا پھر مولے نے اسکو آزاد کر دیا تو دو ہزار درم کے واسطے سعایت
کریگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور قرضہ مین زیادہ کر دینا امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین صحیح ہے بخلاف امام ابو یوسف رح کے حتی کہ
اگر ایک شخص نے دوسرے کے قرضہ مین اسکو ایک غلام رہن دیا پھر راہن کے مرتہن سے قرض لینے یا کوئی چیز خریدنے
یا اور کسی سبب سے راہن پر اسکا اور قرضہ جدید پیدا ہوگیا پھر اسنے قدیمی قرضہ کے رہن کے غلام کو قدیمی و جدید دونون قرضون
مین رہن کر دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قرضہ جدید مین رہن نہوگا حتے کہ اگر غلام مذکور ہلاک ہوگیا تو بعوض قرضہ
قدیم کے تلف ہوگا قرضہ جدید کے عوض تلف نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قدیم و جدید دونون قرضون کے عوض رہن
ہو جاویگا اور اگر ہلاک ہو تو دونون کے عوض ہلاک ہوگا اور واضح ہو کہ جب مرہون مین مال زیادہ کر دینا صحیح ٹھہرا تو مرہون اسقدر
قرضہ کے عوض رہن ہوگا جو زیادہ کیے ہوئے مال کے زیادہ کرنے کے وقت قائم ہو نہ اس قرضہ کے عوض جو ساقط ہوگیا ہے
یا مرتہن نے اسکو بھر پایا ہے اسواسطے کہ رہن ایفاء ہے اور قرضہ ساقط کا یا جو بھر پایا ہے اسکا ایفاء متصور نہین ہے۔ اور اصل اور زیادتی
ہر دونون کی مقدار قیمت کے حساب سے قرضہ تقسیم کیا جائیگا لیکن اصل کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو عقد رہن کی وجہ سے قبضہ
کرنے کے وقت تھی اور زیادتی کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو زیادتی شرط کرنے کی وجہ سے قبضہ کرنے کے وقت ہے پھر جو مرہون
اسکے بعد تلف ہو وہ اسقدر قرضہ کے عوض تلف ہوگا جسکے عوض وہ رہن ہے اور جو باقی ہے وہ اسقدر کے عوض رہن رہیگا
جسکے عوض رہن تھا اور زیادتی مرہون مین دو قسم کا ہوتا ہے ایک قسم وہ ہے جو رہن مین داخل نہین ہوتا ہے اور دوسرا ایسا نہو ہو اصل

اس مرہون کے دیا ہو جسپر اُسنے قبضہ کیا ہو پس راہن کو قبضہ مرتہن توڑ دینے کا اختیار نہوگا جب تک مرتہن کا ادا کیا ہوا مال اُسکو واپس ندے پھر اگر اس صورت مین راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہین تو مرتہن اس مرہون کا حقدار ہوگا کہ اس مرہون سے وصول کرنے مین بہ نسبت دوسرے قرضخواہون کے اُسکا استحقاق مقدم ہو جیسا کہ راہن کی زندگی مین تھا اور اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہو پھر قرضدار نے قرضخواہ کو کچھ مال اس قرضہ کے عوض بطور فاسد رہن دیا اور اُسکے سپرد کر دیا پھر دونون نے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال مرہون واپس لینا چاہا قبل اسکے کہ مرتہن کا قرضہ ادا کرے تو اُسکو ایسا اختیار ہو اور اگر اس صورت مین راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہین تو مرتہن اس مال مرہون کا بہ نسبت دوسرے قرضخواہون کے زیادہ مستحق نہوگا بلکہ سب قرضخواہ برابر ہونگے جیسا کہ راہن کی زندگی مین مرتہن اسکا بہ نسبت راہن کے زیادہ مستحق نہ تھا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر راہن نے مدبر غلام یا باندی یا ام ولد یا ایسی کوئی چیز جو رہن نہین ہوسکتی ہو رہن کی تو راہن کو ادا ے قرضہ سے پہلے اُسکے واپس لے لینے کا اختیار ہوگا خواہ بعوض قرضہ سابقہ کے رہن کیا ہو یا بعوض قرضہ لاحقہ کے رہن کیا ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر کسی شخص کے پاس چند مال عین رہن کیے اور مرتہن نے اُنپر قبضہ کر لیا پھر راہن نے تھوڑا قرضہ ادا کر کے چاہا کہ اعیان مرہونہ مین سے کوئی مال عین واپس لے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے ہر ایک مال عین کا حصہ بیان نکیا ہو تو اُسکو ایسا اختیار نہوگا اور اگر بیان کر دیا ہو تو زیادات مین مذکور ہو کہ اُسکو ایسا اختیار ہوگا اور اصل کی کتاب الرہن مین مذکور ہو کہ اُسکو ایسا اختیار نہوگا پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم اصل مین مذکور ہو وہ امام اعظم رہ و امام ابو یوسف کا قول ہو اور جو زیادات مین مذکور ہو وہ امام محمد رہ کا قول ہو اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور یہی اصح ہو اسواسطے کہ ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین امام محمد رہ سے بھی ایسا ہی حکم روایت کیا ہو جیسا کہ اصل مین مذکور ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر راہن و مرتہن نے باہم عقد رہن کو فسخ کیا پھر مرتہن نے چاہا کہ مرہون کو روکے تو اُسکو اختیار رہیگا اور رہن باطل نہوگا جب تک کہ بطریق فسخ کے مرہون کو واپس نکردے یہ سراجیہ مین ہو۔

چھٹا باب۔ راہن کی طرف سے مرہون مین زیادہ کر دینے کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ ہمارے علماے ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک عقد رہن کے قائم ہونے کی حالت مین مرہون مین زیادہ کرنا استحسانًا صحیح ہو اور اُسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے ہزار درم قرضہ کے مقابلہ مین ایک غلام رہن کیا پھر راہن نے اُسکو ایک کپڑا بڑھا دیا تاکہ وہ بھی غلام مذکور کے ساتھ بعوض اُس قرضہ کے جسکے مقابلہ مین غلام رہن ہو مرہون رہے تو استحسانًا زیادتی صحیح ہو اور یہ زیادتی اصل عقد مین لاحق ہو جائیگی اور یون قرار دیا جائیگا کہ گویا عقد رہن اُس اصل اور زیادتی دونون پر وارد ہوا ہو حتے کہ غلام مع کپڑے کے اُس قرضہ کے عوض جسمین غلام رہن تھا مرہون ہو جاوینگے یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس سو درم قرضہ کے عوض سو درم قیمت کا غلام رہن کیا پھر دوسرا غلام سو درم قیمت کا رہن مین بڑھا دیا پھر دونون مین سے ایک غلام مرگیا تو اُسکے مرنے سے نصف قرضہ ساقط ہوگا اور نصف غلام مذکور امانت مین تلف ہوا ہو ینابیع مین ہو۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کی پھر اُسکے جسم مین خوبی زیادہ ہو گئی یا نرخ بڑھ گیا یہانتک کہ وہ دو ہزار درم کی ہو گئی پھر اگر اُسکو مولی نے آزاد کر دیا حالانکہ مولی تنگدست ہو تو باندی مذکورہ ہزار درم کے واسطے سعایت کریگی نہ پورے قرضہ کے واسطے۔ اور اگر اُسکی قیمت نہ بڑھی بلکہ اُسنے ہزار درم قیمت کا ایک بچہ جنا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہو تو دونون ہزار درم کے واسطے سعایت کرینگے نہ بقدر قیمت دونون کے۔ اور اگر اُسکی قیمت نہ بڑھی اور نہ اُسکے بچہ ہوا بلکہ

ایک غلام نے جو دو ہزار درم کا ہے قتل کیا اور اس جرم میں غلام مذکور باندی کے مولی کو دیدیا گیا پس مولے نے اسکو آزاد کر دیا تو وہ بھی دو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کے عوض ایک باندی رہن کی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر وہ گم ہو گئی پس راہن نے ایک غلام بڑھا دیا اور ہر ایک ماں و بیٹے و غلام کی قیمت ہزار درم ہے تو قرضہ پہلے ماں و بچہ کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس ماں کے مرنے سے نصف قرضہ ساقط ہو جائیگا اور بچہ بعوض نصف قرضہ کے رہیگا پس اُسکے ساتھ غلام لگا یا گیا تو باقی ان دونوں پر نصفا نصف تقسیم ہوگا بشرطیکہ فک رہن کے وقت تک بچہ باقی رہے حتے کہ اگر فک رہن سے پہلے بچہ ہلاک ہو گیا تو ظاہر ہوگا کہ بچہ کے مقابلہ میں کچھ قرضہ نہ تھا اور ماں بعوض پورے قرضہ کے ہلاک ہوئی اور زیادتی یعنی غلام کا زیادہ کرنا صحیح نہیں ہوا ہے حتے کہ اگر غلام بھی بچہ کے ہلاک ہونے سے پہلے یا پیچھے ہلاک ہو گیا تو امانت میں ہلاک ہوگا اور اگر بچہ ہلاک نہوا بلکہ اُسکی قیمت بڑھ گئی یہانتک کہ فک رہن کے روز اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی تو پہلے قرضہ تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک تہائی بمقابلہ ماں کے جو اُسکے ہلاک ہونے سے ساقط ہو گیا پھر باقی اس بچہ و زیادتی پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی بمقابلہ بچہ کے اور ایک تہائی بمقابلہ غلام کے ہوگا اور اگر بچہ کی قیمت گھٹ گئی یہانتک کہ پانچ سو درم رہگئی تو پہلے قرضہ ماں و بچہ پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی بمقابلہ ماں کے جو اُسکے مرنے کی وجہ سے ساقط ہو گیا اور ایک تہائی باقی اس بچہ اور زیادہ کیے ہوے غلام پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے اور دو تہائی بمقابلہ زیادہ کیے ہوے غلام کے ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر اُسکے جسم کی خوبی یا نرخ بڑھ جانے سے وہ دو ہزار درم کا ہو گیا پھر مولی نے اسکو مدبر کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو غلام مذکور پورے قرضہ کے واسطے سعایت کریگا اور اگر مدبر نے ہنوز کچھ سعایت نہ کی ہو کہ مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو بھی پورے قرضہ کے واسطے سعایت کریگا درحالیکہ مولی تنگدست ہے اسواسطے کہ اسقدر مال وصول کر لینا اُسکے رقبہ سے اسطرح متعلق ہے کہ اُسکی کمائی سے پورا حاصل کیا جاوے پس ساقط نہوگا اور اگر مدبر ہونے کی حالت میں اُسکی قیمت میں زیادتی ہو گئی کہ دو ہزار درم کا ہو گیا پھر مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو دو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور قرضہ میں زیادہ کر دینا امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہیں صحیح ہے بخلاف امام ابو یوسف رح کے حتی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے قرضہ میں اُسکو ایک غلام رہن دیا پھر راہن نے مرتہن سے قرض لینے یا کوئی چیز خریدنے یا اور کسی سبب سے راہن پر اُسکا اَور قرضہ جدید پیدا ہو گیا پھر اُسنے قدیمی قرضہ کے رہن کے غلام کو قدیمی و جدید دونوں قرضوں میں رہن کر دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قرضہ جدید میں رہن نہوگا حتے کہ اگر غلام مذکور ہلاک ہو گیا تو بعوض قرضہ قدیم کے تلف ہوگا قرضہ جدید کے عوض تلف نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قدیم و جدید دونوں قرضوں کے عوض رہن ہو جاویگا اور اگر ہلاک ہو تو دونوں کے عوض ہلاک ہوگا اور واضح ہو کہ جب مرہون میں مال زیادہ کر دینا صحیح ٹھہرا تو مرہون اُسی قرضہ کے عوض رہن ہوگا جو زیادہ کیے ہوے مال کے زیادہ کرنے کے وقت قائم ہو نہ اُس قرضہ کے عوض جو ساقط ہو گیا ہے یا مرتہن نے اُسکو بھر پایا ہے اسواسطے کہ رہن ایفاء ہے اور قرضہ ساقط کا یا جو بھر پایا ہے اُسکا ایفاء متصور نہیں ہے۔ اور اصل اور زیادتی ہر دونوں کی مقدار قیمت کے حساب سے قرضہ تقسیم کیا جائیگا لیکن اصل کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو بعقد رہن کی وجہ سے قبضہ کرنے کے وقت تھی اور زیادتی کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو زیادتی شرط کرنے کی وجہ سے قبضہ کرنے کے وقت ہے پھر جو مرہون اسکے بعد تلف ہو وہ اُسقدر قرضہ کے عوض تلف ہوگا جسکے عوض وہ رہن ہے اور جو باقی ہو وہ اُسقدر کے عوض رہن رہیگا جسکے عوض رہن تھا۔ اور مرہون میں دو قسم کا ہوتا ہے ایک قسم وہ ہے جو رہن میں داخل نہیں ہوتا ہے اور دوسرا ایسا ہو جو اصل

عین سے پیدا نہو اور نہ اجزای عین مین سے کسی جزو کا بدل ہو جیسے کمائی و ہبہ کیا ہوا یا صدقہ دیا ہوا مال یا مدا اسکے امثال ہے اور ایک
قسم وہ ہی جو رہن مین داخل ہو اور وہ ایسا نمو ہی جو عین مرہون سے متولد ہو جیسے بچہ اور پھل و صوف اور ریشم یا اجزای عین مین سے
کسی جزو کا بدل ہو جیسے ارش و عقر- اور اس قسم کے نمو کے رہن مین داخل ہونے کے معنی یہ ہین کہ یہ مثل عین کے محبوس ہوتے
ہین یعنی روکے جاتے ہین لیکن مضمون نہین ہوتے ہین اور نہ انکے جانب حکم ضمان ساری ہوتا ہی حتے کہ اگر فک رہن سے پہلے ایسا
نمو تلف ہو جاوے تو اُسکے مقابلہ مین قرضہ مین سے کچھ ساقط نہو گا اور جب اس قسم کے نمو رہن مین اصل کے ساتھ بر معنی مذکور
داخل ہوے تو جو کچھ قرضہ اصل مرہون کے مقابلہ مین ہی وہ اصل اور اس نمو دونون پر باعتبار دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا-
اسواسطے کہ بدون مقابلہ قرضہ کے رہن نہین ہوتا ہی پس قرضہ کا دونون پر تقسیم کر دینا واجب ہوا لیکن باین شرط کہ فک رہن
کے وقت تک یہ نمو باقی رہے پس جب فک رہن کے وقت تک نمو باقی ہو تو تقسیم مذکور متقرر ہو جائیگی اور اگر فک رہن سے پہلے
نمو تلف ہو جاوے تو اُسکے مقابلہ مین کچھ قرضہ ساقط نہو گا اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا نمو کا وجود نہ تھا اور پورا قرضہ بمقابلہ اصل مرہون
تھا یہ محیط مین ہی- اور قرضہ اصل مرہون کی قیمت پر روز قبضہ کے اعتبار سے اور زیادتی کی قیمت پر روز فک رہن کے اعتبار سے
تقسیم ہوگا اور اسکی تفسیر یہ ہی کہ جب اصل کی قیمت ایک ہزار درم ہون اور بچہ کی قیمت ہزار درم ہون تو قرضہ یعنی ہزار ان دونون پر
نصفا نصف ہوگا پھر اگر بچہ مر گیا تو مفت گیا اور اُسکی ماں پورے قرضہ کے عوض رہن رہگئی اور اگر ماں مر گئی اور بچہ رہا پس اگر راہن
نے فک رہن کر لیا تو نصف قرضہ کے عوض فک رہن کرے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد بچہ مر گیا تو مفت مر گیا اور ایسا ہو گیا
کہ گویا اُسکا وجود ہی نہ تھا پس پورا قرضہ اُسکی ماں کے مرنے سے ساقط ہوا- اور اگر دونون مین سے کوئی نہین مرا لیکن نرخ
بدل جانے کی وجہ سے ماں کی قیمت مین نقصان آگیا کہ وہ پانچسو درم قیمت کی رہگئی یا زیادتی ہو گئی کہ وہ دو ہزار درم قیمت
کی ہو گئی اور بچہ وہی ایک ہزار درم قیمت کا رہا تو قرضہ دونون پر نصفا نصف رہیگا جیسا پہلے تھا اُس سے متغیر نہو گا اور اگر ماں
اپنے حال سابق پر ہی اور بچہ کی قیمت بسبب عیب پیدا ہو جاتے یا نرخ بدل جانے کے گھٹ گئی کہ پانچ سو درم رہگئی تو قرضہ
ان دونون پر تین تہائی ہوگا کہ دو تہائی ماں کے مقابلہ مین اور ایک تہائی بچہ کے مقابلہ مین ہوگا اور اگر بچہ کی قیمت بڑھگئی کہ
دو ہزار درم کا ہو گیا تو تہائی قرضہ بمقابلہ ماں کے اور دو تہائی قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہوگا حتے کہ اگر اُسکی ماں مر گئی تو بچہ بمقابلہ
دو تہائی قرضہ کے مرہون رہیگا اور یہ حکم بنا بر اُس اصل کے جو ہمنے بیان کی ہی کہ اصل کی قیمت روز قبضہ کی اور زیادتی کی
قیمت روز انفکاک رہن کی معتبر ہوتی ہی ہو مسطور ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- پھر جب یہ قسم نمو کی اصل کے ساتھ مرہون ٹھہری تو اسکی
وجہ سے جو قرضہ ساقط ہو گیا ہی اُسمین سے بعض عود کر آتا ہی چنانچہ اگر مرہون ایک باندی ہو اور وہ کانی ہو گئی حتے کہ نصف قرضہ
ساقط ہو گیا پھر اسکے بعد اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا تو بعض قرضہ ساقط عود کریگا ہو کانی ہونے کے بعد بچہ پیدا ہونا ایسا قرار دیا جائیگا
کہ گویا کانی ہونے سے پہلے بچہ جنی ہی- اور جو زیادتی کہ مشروط ہوتی ہی جب وہ اصل کے ساتھ مرہون ہو جاتی ہی تو اُسکی وجہ سے قرضہ
ساقطہ مین سے کچھ عود نہین کرتا ہی اور مرہون باندی کے کانی ہونے کے بعد زیادتی ایسی نہین قرار دیجائیگی کہ جیسے کانی ہونے
سے پہلے زیادتی مشروط ہوتی ہی یہ محیط مین ہی- ایک شخص نے ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کی
پھر وہ کانی ہو گئی تو نصف قرضہ ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ آدمی کی آنکھ اُسکا نصف ہی پھر اگر ایک غلام پانچ سو درم قیمت کا
بڑھا دیا تو زیادتی صحیح ہی کیونکہ جس مال مرہون پر زیادہ کیا ہی وہ موجود ہی پس باقی نصف قرضہ ان دونون پر نصفا نصف
تقسیم ہوگا یعنے بقدر ہر ایک کی قیمت کے برابر تقسیم ہوگا پھر اگر وہ کانی باندی ایک بچہ جنی جو ہزار درم قیمت کا تو پورا قرضہ

اس باندی اور اُسکے بچہ پر برابر تقسیم ہوگا اور تقسیم قرضہ کے واسطے کانی ہونے کے بعد جو بچہ ہوا ہی وہ ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا کانی ہونے سے پہلے پیدا ہوا ہی اسواسطے کہ بچہ اصل عقد سے ملتحق ہوتا ہی (یعنی نصف النصف ۱۲ منہ) پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وقت عقد کے موجود تھا پس باندی کے کانی ہونے کی وجہ سے جسقدر قرضہ کے مقابلہ مین باندی پڑی ہی اُسکا نصف ساقط ہوگا اور یہ مقدار پورے قرضہ کا چوتھائی حصہ ہی اور باندی کے مقابلہ مین چوتھائی حصہ اور بچہ کے مقابلہ مین نصف قرضہ رہا لیکن بچہ مین سے نصف بچہ اصل ہوگیا بسبب اسکے کہ نصف باندی فوت ہوگئی ہی اور نصف بچہ تابع رہگیا اس سبب سے کہ نصف باندی باقی ہی اور نصف بچہ جو تابع ہی اُسکے مقابلہ کا چوتھائی قرضہ غلام زائد کردہ شدہ تقسیم کرنے کے حق مین ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وہ باندی مین ہی اسواسطے کہ جو مال زیادہ کیا گیا ہی وہ بچہ کے اس نصف کے تابع نہوگا جو مان کا تابع ہی پس باندی کے مقابلہ مین پانچ سو درم ہوے اور بچہ کے مقابلہ مین دو سو پچاس (۲۵۰) درم رہے پس زیادتی کا غلام ان دونون پر تین تہائی تقسیم ہوگا پس اُسکا دو تہائی حصہ باندی کے ساتھ مرہون ہوگا اور ایک تہائی حصہ نصف بچہ کے ساتھ جو اصل ہی مرہون ہوگا۔ پھر پورے قرضہ کا چوتھائی حصہ جو نصف بچہ کے مقابلہ مین جو اصل ہوگیا ہی اس نصف بچہ اور تہائی زیادتی پر بحساب ہر ایک کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور نصف بچہ اصل کی قیمت پانچ سو درم ہی اور تہائی زیادتی کی قیمت پانچ سو درم کی تہائی ہی پس ہمنے پانچ سو کی تہائی کو ایک سہم قرار دیا پس تہائی زیادتی ایک سہم ہوا اور نصف بچہ کے تین (۳) سہم ہوے (جسکا مجموعہ چار (۴) سہم ہوا) پس چوتھائی قرضہ چار پر تقسیم ہوا اور کمتر ایسا عدد جسکی چوتھائی کا چہارم حصہ نکلے سولہ (۱۶) ہی پس ہمنے قرضہ کے سولہ حصے کیے جسکا چوتھائی چار ہوے پس یہ چار نصف بچہ اور تہائی زیادتی کے درمیان چار پر تقسیم کیا گیا اور باندی کے حصہ مین نصف قرضہ آٹھ ہوا پس اسقدر اس باندی اور دو تہائی زیادتی کے درمیان بقدر ان دونون کی قیمت کے تقسیم کیا گیا اور دو تہائی زیادتی کی قیمت پانچ سو درم کی دو تہائی ہی اور باندی کی قیمت پانچ سو درم ہی پس تفاوت دونون مین پانچ سو کی تہائی ہی پس ہمنے پانچ سو درم کی تہائی کو ایک سہم مقرر کیا تو ان سب سہمون کا مجموعہ پانچ سہم ہوے پھر اگر نصف قرضہ یعنی آٹھ ان دونون پر پانچ حصے ہوکر تقسیم ہو تو پورا نہین پڑتا ہی اسواسطے ہمنے اصل مسئلہ یعنے سولہ (۱۶) کو پانچ مین ضرب دیا تاکہ اسی ہوگئے (یعنے قرضہ اسی قرار دیا) اور اس سے مسئلہ کا استخراج کیا سو باندی کانی ہوجانے کی وجہ سے چہارم یعنے بیس (۲۰) ساقط ہوے اور نصف بچہ اصل کے مقابلہ مین چہارم یعنے بیس ہوے جو اس نصف اصل اور تہائی زیادتی کے درمیان چار پر تقسیم ہوے پس ایک چوتھائی یعنے پانچ بمقابلہ تہائی زیادتی کے اور تین پانچوین یعنے پندرہ (۱۵) بمقابلہ نصف بچہ کے ہوئے پھر جو قرضہ بمقابلہ باندی کے ہی یعنے چالیس وہ اس باندی اور دو تہائی زیادتی کے درمیان پانچ ہی پر تقسیم ہوا جسمین سے دو پانچوین حصے یعنی سولہ (۱۶) بمقابلہ دو تہائی زیادتی کے اور تین پانچوین یعنی چوبیس بمقابلہ باندی کے ہوئے اور یہ چوبیس جو باندی کے مقابلہ مین ہی در حقیقت باندی کے اور نصف بچہ تابع کے درمیان ہر ایک کے واسطے بارہ بارہ ہین کہ مجموعہ ہوکر باندی کے حق مین چوبیس (۲۴) پڑے ہین۔ پس زیادتی کے واسطے ایک مرتبہ پانچ (۵) ہوے اور ایک دفعہ سولہ (۱۶) ہوے پس مجموعہ اکیس (۲۱) ہوا اور پورے بچہ کے مقابلہ مین ستائیس (۲۷) ہوے اور باندی کے مقابلہ مین بارہ (۱۲) ہوے پس باندی اور اسکے بچہ کا مجموعہ انتالیس (۳۹) ہوا اور یہی معنی امام محمد رح کے اس قول کے ہین کہ راہن جب فک رہن چاہے تو کانی باندی اور اسکے بچہ کو تمام قرضہ کے اسی جزون مین سے انتالیس (۳۹) جزو کے عوض فک رہن کرالیگا اور زیادتی کا فک رہن بعوض اکیس (۲۱) جزو کے کرالیگا اور بیس جزو تمام قرضہ سے ساقط ہوجاوینگے اور یہ مسئلہ بلقب مسئلہ عور او ثمانین کہلاتا ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر راہن نے مرتہن کو ہزار درم قرضہ مین سے پانچ سو درم ادا کردیے پھر اُسکو باندی مرہونہ کے ساتھ مرہون رکھنے کے واسطے ایک

غلام دو ہزار درم قیمت کا بڑھا دیا تو یہ زیادتی باقی پانچ سو درم کے ساتھ ملحق ہوگی پس باندی کی نصف قیمت یعنی پانچ سو درم اور غلام زائد کردہ شدہ کی قیمت یعنی دو ہزار درم پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی بمقابلہ غلام کے اور ایک تہائی بمقابلہ باندی کے رکھا جائیگا حتے کہ اگر غلام مرگیا تو بعوض پانچ سو درم کی دو تہائی کے تلف ہوگا یعنی تین سو تینتیس درم و تہائی درم (۳۳۳) قرضہ کے عوض تلف ہوگا اور اگر باندی تلف ہوئی تو تہائی قرضہ کے عوض یعنے بعوض ایک سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم (۱۶۶) کے عوض تلف ہوگی اور اگر راہن نے پانچ سو درم ادا کیے پھر مرہون مین زیادتی کرنے سے پہلے باندی مذکورہ کانی ہوگئی پھر ہزار درم کا ایک غلام بڑھا دیا تو دو سو پچاس درم (۲۵۰) قرضہ آدھے کانی باندی اور پوری زیادتی پر پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے چار حصے بمقابلہ زیادتی کے اور ایک حصہ بمقابلہ کانی باندی کے ہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے درختان مرہونہ کے پھل کھا لیے تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اسی طرح اگر مرتہن کی اجازت سے راہن نے بالفعل لیکر کھا لیے یا ان دونون کی اجازت سے کسی اجنبی نے کھا لیے تو بھی قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا لیکن اُسکا حصہ قرضہ جانب اصل عود نکریگا بخلاف تلف ہو جانے کی صورت کے اسواسطے کہ خود تلف ہو جانے کی صورت مین ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا یہ پھل پیدا ہی نہوے تھے اور یہ صورت تو تلف کر دینے کی ہے لیکن چونکہ باجازت ہے اسواسطے موجب ضمان نہین ہے لہذا اگر اسکے بعد اصل یعنے درختان مرتہن کے پاس تلف ہو جاوین تو اپنے حصہ قرضہ کے عوض تلف ہونگے یعنے قرضہ ان درختون کے قبضہ کے روز کی قیمت پر اور ثمر یعنی پھلون کے تلف کرنے کے روز کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جسقدر ان درختون کے مقابلہ مین پڑے اُسکے عوض تلف شدہ قرار پاوینگے اسی طرح اگر پہلے اصل تلف ہوے حالانکہ اُسکی نمو ہنوز قائم تھی پھر اُسکو مرتہن نے باجازت راہن یا راہن نے باجازت مرتہن یا اجنبی نے ان دونون کی اجازت سے کھا لیا تو جسقدر اس نمو کے مقابلہ مین قرضہ پڑا تھا وہ ساقط نہوگا اور مرتہن اسکو راہن سے لیگا بخلاف خود بخود تلف ہو جانے کی صورت کے۔ اور اگر اس نمو کو راہن نے بلا اجازت مرتہن کے یا مرتہن نے بلا اجازت راہن کے یا اجنبی نے بلا اجازت ان دونون کے کھا لیا تو کھانے والا انکی قیمت تاوان دیگا جو انکے مقام پر قائم کیجائیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر دو باندیان دو ہزار درم قیمت کی ہر ایک کی ایک ایک ہزار ہے بعوض دو ہزار درم کے رہن کین پھر ایک باندی کے بچہ ہزار درم قیمت کا پیدا ہوا پھر اُسکی مان مرگئی اور بچہ زندہ رہا تو پہلے قرضہ دونون باندیون پر تقسیم کیا جائیگا پھر جسقدر اس بچہ کی مان کے حصہ مین پڑا ہے وہ اسکے اور اُسکی مان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا پس مان کے مرجانے سے چوتھائی قرضہ ساقط ہوجائیگا اور بچہ کے مقابلہ مین چوتھائی قرضہ باقی رہیگا اور نصف قرضہ زندہ باندی کے مقابلہ مین رہیگا پھر اگر ہزار درم قیمت کا غلام زیادہ کر دیا تو یہ غلام باقی باندی اور بچہ پر بقدر دونون کے مقابل قرضہ کے تین تہائی تقسیم ہوگا پس زیادتی کا تہائی حصہ بچہ کے تابع ہوکر رہن ہوگا پھر جسقدر قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہے وہ بچہ اور اُسکے ساتھ جسقدر حصہ غلام زیادہ کردہ شدہ مرہون ہے دونون پر بحساب دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور بچہ کی قیمت ہزار درم ہے اور تہائی حصہ غلام زائد کی قیمت ہزار درم کی تہائی ہے پس ہزار کی تہائی ایک سہم قرار دیا جائیگا پس جو قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہے وہ چار پر تقسیم ہوکر ایک چوتھائی بمقابلہ تہائی غلام زائد کے اور تین چوتھائی بمقابلہ بچہ کے ہوگا اور دو تہائی غلام زائد باقی باندی کے ساتھ مرہون ہوگا پس جو قرضہ بمقابلہ باندی کے تھا وہ ان دونون پر بحساب دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دو تہائی غلام زائد کی قیمت ہزار کی دو تہائی ہے اور باندی زندہ کی قیمت ہزار درم ہے پس ہزار کی تہائی ایک سہم مقرر کرکے جو قرضہ بمقابلہ باندی کے ہے پانچ پر تقسیم ہوگا جسمین سے دو پانچوین حصے بمقابلہ دو تہائی غلام زائد کے اور تین پانچوین حصے بمقابلہ زندہ باندی کے رہینگے پھر اگر غلام یا زندہ باندی تلف ہو تو جسقدر اسکے مقابلہ مین مرہون ہے اُسی قدر کے

عوض تلف شدہ قرار پاویگی اور اگر بچہ تلف ہو جاوے تو یہ ظاہر ہوگا کہ اُسکی ماں بعوض ہزار درم کے تلف ہوئی اور بچہ کے مقابلہ
مین گویا کچھ قرض نہ تھا اور جو غلام زیادہ کیا گیا ہی وہ زندہ باقی کے ساتھ مین زیادہ ہوا ہی اور اگر بچہ کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی ہو
اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو جسقدر قرضہ اُسکی ماں کے مقابلہ مین ہی یعنے ہزار درم وہ اِن دونون پر باعتبار انکی قیمت کے تین تہائی
تقسیم ہوگا جسمین سے ایک تہائی نصیف قرضہ مین سے اُسکی ماں کے مرنے سے ساقط ہو گیا اور ہزار کی دو تہائی قرضہ بمقابلہ اُسکے
(کل قرضہ کے نصف یعنے ہزار درم ۱۲)
بچہ کے باقی رہا اور غلام زائد کردہ شدہ اس بچہ اور دوسری زندہ باندی پر بقدر ان دونون کی قیمت کے پانچ پر تقسیم ہوگا جسمین سے
دو پانچوین حصے اس بچہ کے ساتھ مرہون رہینگے اور تین پانچوین حصے زندہ باندی کے ساتھ مرہون ہونگے پھر جسقدر قرضہ کے
عوض بچہ مرہون ہی یعنے ایک ہزار درم کی دو تہائی وہ اس بچہ اور دو پانچوین حصہ غلام زائد پر بقدر دونون کی قیمت کے تقسیم
ہوگا پس چھ حصے ہوکر پانچ حصے بمقابلہ بچہ کے اور ایک چھٹا حصہ بمقابلہ دو پانچوین حصہ غلام زائد کے ہوگا اسواسطے کہ دو پانچوین غلام
کی قیمت چار سو درم ہین اور بچہ کی قیمت دو ہزار درم ہین پس ہر چار سو کا ایک سہم قرار دیا گیا کہ جملہ چھ سہام ہوے۔ اور غلام زائد
کے تین پانچوین حصے زندہ باندی کے ساتھ مرہون ہونگے پس جسقدر قرضہ بمقابلہ زندہ باندی کے ہی وہ باندی اور تین پانچوین
حصہ غلام زائد پر بحساب دونون کی قیمت کے آٹھ پر تقسیم ہوگا اور تین پانچوین حصہ زائد کی قیمت (چھ) سو درم ہین اور باندی
کی قیمت ہزار درم ہین پس ہر دو سو کا ایک سہم قرار دیا گیا پس سب کے آٹھ سہام ہوئے جسمین سے پانچ سہام بمقابلہ باندی کے
اور تین سہام بمقابلہ حصہ غلام زائد کے ہونگے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر باندی مرہونہ کے ایک ساتھ دو بچہ یا تین بچہ پیدا ہوے
یا متفرق پیدا ہوے تو دونون صورتین یکسان ہین یعنے تمام قرضہ باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت اور ان بچون کے
فک رہن کے روز کی قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور اگر باندی کے بیٹی ہوئی پھر اس بیٹی کے بچہ ہوا تو یہ دونون حکماً دو
بچون کے مانند ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔

ساتوان باب۔ مال قرضہ وصول پانے کے وقت مال مرہون سپرد کرنے کے بیان مین۔ امام محمد رحمہ نے زیادات
مین ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض ہزار درم قیمت کی باندی رہن کی پھر مرتہن نے
راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا کہ جب تک مرہونہ باندی کو نہ لائیگا تب تک ندونگا حالانکہ راہن و مرتہن اپنے شہر مین موجود ہین
تو مرتہن کو حکم دیا جائیگا کہ پہلے باندی کو حاضر کرے۔ اور اگر راہن و مرتہن سے اس شہر کے سوائے جسمین رہن واقع ہوا ہی
دوسرے شہر مین ملاقات ہوئی اور مرتہن نے اُس سے اپنا قرضہ طلب کیا اور راہن نے انکار کیا کہ جب تک مال مرہونہ نہ
لاویگا تب تک ندونگا تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائیگا اور مرتہن کو مال مرہونہ حاضر کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا خواہ
مال مرہون ایسی چیز ہو جسکی بار برداری و خرچہ پڑتا ہی یا ایسی چیز ہو جسکے واسطے بار برداری و خرچہ نہین ہی۔ اور ہمارے بعضے
مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسے مال مرہون کے حق مین جسکے واسطے بار برداری و خرچہ ہی حکم قیاسی ہی اور استحساناً
یہ حکم ہی کہ مرتہن پر مال مرہونہ پہلے حاضر کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم جو امام محمد
رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہی قیاساً و استحساناً دونون طرح یہی حکم ہی اور یہی صحیح ہی کذا فی المحیط۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ مرہونہ
باندی میرے گھر مین ہی تو مجھکو میرا قرضہ دیدے اور میرے ساتھ چلکر میرے گھر سے وہ باندی لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا بلکہ
اُسکو باندی مذکور حاضر کرنے کا حکم دیا جائیگا پھر جب مرتہن اُسکو حاضر لایا تو راہن کو حکم دیا جائیگا کہ پہلے اسکا قرضہ ادا کر دے یہ خلاصہ
مین ہی۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قسط وار ادا کرنے کی شرط پر قرض ہین پھر قرضدار نے تمام مال قرضہ کے عوض کچھ مال

جسکی قیمت مقدار قرضہ کے برابر ہے رہن دیا پھر ایک قسط کا وقت آیا اور مرتہن نے اس قسط کے قدر مال کا مطالبہ کیا اور راہن نے دینے سے انکار کیا کہ جب تک مال مرہون کو حاضر نکریگا تب تک ندونگا تو مرتہن پر مال مرہون حاضر کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکے حاضر کرنے مین کوئی فائدہ نہین ہی۔ اور اگر راہن نے کہا کہ مال مرہون تلف ہوگیا ہی اور مرتہن اپنے مال کا بھر پانے والا ہوگیا اور مجھپر اُسکے قرضہ مین سے کچھ بھی ادا کرنا واجب نہین ہی اور قاضی سے درخواست کی کہ مرتہن کو حکم دے کہ مرتہن اُسکو حاضر کرے تاکہ اُسکا حال معلوم ہو جاوے تو قیاساً یہ حکم ہی کہ قاضی اُسکو حاضر کرانے کا حکم نہ دیگا اور استحساناً یہ حکم ہی کہ اگر دونون اُسی شہر مین ہون جہان رہن واقع ہوا ہی تو قاضی اُسکو حکم دیگا کہ حاضر کرے اور اگر قاضی کی رائے مین یہ آوے کہ باوجود اُسی شہر مین ہونے کے مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کا حکم نہ دے بلکہ مرتہن سے اس امر پر قسم لے کہ واللہ مال مرہون ضائع نہین ہوا اور نہ ہلاک ہوا ہی اور راہن کو حکم دے کہ جسقدر قسط کی میعاد آگئی ہی اُسقدر مرتہن کو ادا کردے تو قاضی کو ایسا کرنے کا اختیار ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مال مرہون ایک شخص عادل کے پاس ہو اور اسکی اجازت ہو کہ دوسرے کے پاس ودیعت رکھے اور عادل نے ایسا کیا ہو پھر مرتہن نے اگر اپنا قرضہ طلب کیا تو مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی اور راہن کو مال قرضہ دیدینے کا حکم کیا جائیگا اسواسطے کہ راہن قبضہ مرتہن پر راضی نہین ہوا ہی پس مرتہن کے ذمہ ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم نہین ہوگا جو اُسکے قبضہ مین نہین ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر مال مرہون کو مرتہن نے عادل سے لے لیا تو غاصب ضامن قرار دیا جائیگا پس کیونکر اُسکے ذمہ ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم ہوگا جسکے لے لینے سے وہ غاصب ٹھہرتا ہی اور اگر عادل نے مال مرہون ایسے شخص کے پاس ودیعت رکھا جو اُسکے عیال مین ہی اور خود کہین غائب ہوگیا اور مرتہن نے اپنا قرضہ طلب کیا اور مودع نے کہا کہ میرے پاس فلان شخص نے یہ مال ودیعت رکھا ہی مگر مین یہ نہین جانتا ہون کہ کسکا مال ہی یا عادل مذکور مال مرہون لیکر کہین غائب ہوگیا اور یہ پتا نہین معلوم ہوتا ہی کہ کہان گیا ہی تو مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی مگر راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائیگا اسواسطے کہ مرتہن مال مرہون سپرد کرنے سے عاجز ہی اور اگر مودع نے اس مال کے ودیعت ہونے سے انکار کرکے کہا کہ یہ مال میرا ہی تو مرتہن مال قرض وصول نہین کرسکتا ہی اسواسطے کہ ایسے انکار سے مال مرہون تلف شدہ قرار دیا جائیگا پس استیفاء قرض ثابت ہوگا پس جب تک مرتہن اس امر کو ثابت نکرلے کہ یہ مال مرہون ہی تب تک اپنا مال قرض وصول نہین کرسکتا ہی یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک باندی رہن کرکے ایک شخص عادل کے قبضہ مین رکھائی پھر عادل مذکور مرگیا اور ایسے شخص کے پاس جو اُسکی عیال مین ہی باندی کو ودیعت رکھ گیا پھر مرتہن نے آکر راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا اور راہن نے کہا کہ جب تک تو مال مرہون حاضر نکریگا تب تک مین تجھے ندونگا اور مودع نے کہا کہ یہ باندی میرے پاس فلان شخص نے ودیعت رکھی ہی مگر مین یہ نہین جانتا ہون کہ یہ باندی کس شخص کی ہی تو راہن پر ادائے قرض کے واسطے جبر کیا جائیگا پھر اگر وہ باندی عادل کے پاس تلف ہوگئی تو جو کچھ راہن نے مرتہن کو دیا ہی اُس سے واپس لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر راہن نے یہ دعوے کیا کہ مال مرہون تلف ہوگیا ہی تو مرتہن سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی پس اگر وہ قسم کھا گیا تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائیگا اور اگر قسم سے انکار کرگیا تو جبر نکیا جائیگا اور اگر غلام رہن ہو اور اُسکو کسی شخص نے خطا سے قتل کر ڈالا اور قاتل کی مددگار برادری پر اُسکی قیمت تین سال مین واجب ہوئی پھر اگر مرتہن نے اپنا قرضہ طلب کیا تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر نکیا جائیگا اور اگر تہائی قیمت کی میعاد آگئی تو جب تک راہن کو پوری قیمت نہ ملجاوے تب تک راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر نکیا جائیگا پس اگر قیمت بجنس قرضہ سے ہو تو جو کچھ قیمت مین ملتا جاوے

۹۷ حاشیہ میں نہیں ... مرہون ... قرضہ ...

اُسکو مرتہن اپنے قرضہ مین وصول کرتا جائیگا اور اگر اُسکی قیمت مین اونٹ یا بکریان ہون اور قاضی نے قیمت مین ان جانورون کے دینے کا حکم کیا ہو تو یہ جانور بعوض قرضہ کے رہن ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی ۔ اور اگر راہن نے عادل کو بیع مرہون پر قادر کر دیا اور عادل نے اُسکو نقد یا اُدھار فروخت کیا تو جائز ہی پھر اگر مرتہن نے قرضہ کا مطالبہ کیا تو مرتہن کو مال مرہون یا اُسکے بدل یعنے ثمن کے حاضر کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی اسواسطے کہ وہ اسکے حاضر لانے پر قادر نہین ہی اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو اُسکی بیع کے واسطے حکم دیا ہو اور مرتہن نے فروخت کرکے ہنوز اُسکے ثمن پر قبضہ نکیا ہو تو بھی مرتہن اُسکے ثمن حاضر کرنے پر مجبور نکیا جائیگا مگر راہن اُسکے قرضہ ادا کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر مرتہن نے اُسکا ثمن وصول کر لیا ہو تو ثمن حاضر لانے پر مجبور کیا جائیگا یہ غرائب مین ہی ۔ اگر مرتہن نے یا عادل نے بحکم راہن مال مرہون کو فروخت کیا اور مشتری کے واسطے ثمن کی تاخیر دیدی یا ثمن کسی میعاد تک اُدھار ٹھہرا تھا تو مرتہن کو اپنے مطالبہ قرض کا اختیار ہی اسواسطے کہ ثمن مذکور راہن کے مختار کر دینے سے قرضہ ہو گیا ہی پھر اگر ثمن مذکور مشتری پر ڈوب جاوے تو جو کچھ مرتہن نے لیا ہی وہ راہن کو واپس کر دیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی ۔

آٹھوان باب مال مرہون مین راہن یا مرتہن کے تصرف کرنے کے بیان مین ۔ قرضہ ساقط ہونے سے پہلے مال مرہون مین راہن کا تصرف یا تو ایسا تصرف ہوگا جو محتمل فسخ ہوتا ہی جیسے بیع وکتابت واجارہ وہبہ وصدقہ واقرار وغیرہ یا ایسا تصرف ہوگا جو محتمل فسخ نہین ہوتا ہی جیسے عتق وتدبیر واستیلاد وغیرہ پس اگر ایسا تصرف ہو جو محتمل فسخ ہوتا ہی (یعنے کسی سبب سے وہ فسخ ہو سکتا ہی) تو بغیر رضامندی مرتہن کے منعقد نہوگا اور مرتہن کا حق حبس یعنے مرہون کو روک رکھنے کا استحقاق باطل نہوگا (اسباب فسخ مین سے کسی سبب سے فسخ نہین ہو سکتا ہی) پھر اگر راہن نے قرضہ ادا کر دیا اور مرتہن کا روکنے کا استحقاق باطل ہو گیا تو سب تصرفات نافذ ہو جائینگے اور اگر مرتہن نے تصرف راہن کی اجازت دیدی تو تصرف نافذ ہو جائیگا اور مال مرہون رہن ہونے سے نکل جائیگا اور قرضہ بحالہ باقی رہیگا اور بیع کی صورت مین مرہون کا ثمن بجاے مرہون کے رہن ہوگا ۔ اسی طرح اگر ابتداءً راہن نے باجازت مرتہن تصرف کیا تو بھی یہی حکم ہی ۔ اور جو تصرف محتمل فسخ نہین ہی وہ نافذ ہو جاتا ہی اور رہن باطل ہو جاتا ہی ۔ پھر واضح ہو کہ اگر غلام مرہون کو راہن نے آزاد کیا اور وہ آزاد ہو گیا اور مرہون ہونے سے نکل گیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر راہن خوشحال ہو تو غلام پر کمائی وسعایت لازم نہوگی اور راہن پر ضمان بحالہ رہیگی اگر قرضہ فی الحال ادا کرنے کی قرارداد پر ہو تو راہن اُسکے ادا کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر اداے قرضہ کی کچھ میعاد مقرر ہوگی اور وہ میعاد آگئی ہوگی تو بھی یہی حکم ہی ۔ اور اگر ہنوز میعاد نہ آئی ہوگی تو عتق نافذ ہو جائیگا اور مرتہن غلام مذکور کی قیمت راہن سے لیکر بجاے غلام کے اُسکو رہن کر لیگا پھر جب میعاد آویگی تو دیکھا جائیگا کہ اگر غلام کی قیمت جنس قرضہ سے ہوگی تو اس قیمت سے اپنا قرضہ پورا لے لیگا اور اگر کچھ بچا تو وہ راہن کو واپس کر دیگا اور اگر جنس قرضہ سے برخلاف دوسری جنس ہو تو جیسا میعاد آنے سے پہلے تھا اسی طرح اپنا قرضہ حاصل کرنے تک اُسکو روک رکھیگا ۔ اور اگر راہن تنگدست ہو تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ غلام کے رہن کے وقت کی قیمت اور غلام کے آزاد ہونے کے وقت کی قیمت اور مقدار قرضہ ان تینون مین سے جو کم مقدار ہو اُسکو کما کر ادا کرنے کے واسطے غلام مذکور سے سعایت کراوے خواہ قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو یا میعادی ہو پھر جب راہن کو تونگری وخوشحالی حاصل ہو تو غلام مذکور نے بحالت اضطرار جو کچھ اُسکا قرضہ سعایت کرکے ادا کیا ہی اُس سے واپس لیگا اور مرتہن بھی اگر اُسکا کچھ قرضہ باقی رہگیا ہو راہن سے لیگا مثلاً ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم کے رہن کیا پھر اُسکی قیمت بڑھگئی پھر راہن نے اُسکو آزاد کیا تو غلام مذکور وقت رہن کی قیمت ایک ہزار درم قیمت کے واسطے سعایت کریگا اسواسطے کہ بقدر ہزار درم کے ضمان واجب ہوگی چنانچہ اگر غلام مذکور مرجاوے تو اُسی قدر

قرضہ ساقط ہو جائیگا۔ اور اگر راہن نے اُسکو آزاد نہ کیا بلکہ مدبر کر دیا تو مدبر کرنا نافذ ہو جائیگا اور رہن باطل ہو جائیگا اور بعد مدبر کیے جانے
مرتہن کو اُسکے روکنے کا اختیار نہوگا۔ پھر دیکھا جائیگا کہ اگر راہن خوشحال ہو اور قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو تو مرتہن اپنا پورا قرضہ اُس سے
لے لیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو مدبر مذکور کی قیمت اُس سے لیکر بجائے مدبر مذکور کے رہن رکھیگا جیسا معتق کی صورت میں ہے۔ اور اگر راہن
تنگدست ہو اور قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو تو مرتہن غلام مذکور سے اپنے پورے قرضہ کے واسطے جا ہے جسقدر ہو سعایت کرا ویگا اور
اگر قرضہ میعادی ہو تو غلام مذکور سے اُسکی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرا کے اُس قیمت کو بجائے مدبر مذکور کے رہن رکھیگا
پس آزاد کرنے کی صورت اور مدبر کرنے کی صورت میں دو باتوں میں فرق ہوا ایک یہ کہ آزاد کرنے کی صورت میں جب راہن تنگدست
ہو تو غلام پر اُسکے وقت رہن کی قیمت اور وقت آزادی کی قیمت اور مقدار قرضہ ان تینوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت
کرنی واجب ہوتی ہے اور مدبر کرنے کی صورت میں اُسپر پورے قرضہ کے واسطے جا ہے جسقدر ہو سعایت کرنی واجب ہے جبکہ قرضہ
فی الحال ادا کرنا ہو اور اُسکی قیمت کی طرف لحاظ نکیا جائیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو اُسپر اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت واجب ہو گی
اور دوم یہ کہ آزاد کرنے کی صورت میں جو کچھ غلام نے کما کر ادا کیا ہے وہ راہن سے خوشحال ہونے کے وقت واپس لیگا اور مدبر کرنے
کی صورت میں نہیں لیگا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مدبر ہو جانے سے اُسکی کمائی مولی کی ملک رہنے سے خارج نہیں ہوئی پس اُسکو
مولی سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور پورے قرضہ کے واسطے سعی کریگا اور آزاد ہونے سے اُسکی کمائی مولی کی ملک ہونے سے
خارج ہو گئی۔ اور اگر مرہون کوئی باندی ہو جو مرتہن کے پاس حاملہ ہو گئی اور راہن نے دعوے کیا کہ یہ حمل میرا ہے پس اگر وضع حمل سے
پہلے ایسا دعوی کیا ہو تو اُسکا دعوی صحیح اور بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہو جائیگا اور وہ بچہ رہن میں داخل ہونے سے پہلے آزاد (یعنی پیدا ہو النطفہ ۱۲)
ہو گا اور وہ باندی اُسکی ام ولد ہو کر رہن سے خارج ہو جائیگی اور بچہ پر کچھ سعایت لازم نہو گی مگر اُسکی ماں کا حکم سب صورتوں میں وہی
ہو گا جو ہمنے غلام مدبر کے واسطے ذکر کر دیے ہیں۔ اور اگر باندی مذکور نے وضع حمل کیا پھر اسکے بعد راہن نے اُسکے بچہ کے نسب کا
دعوی کیا تو بھی دعوی صحیح ہو گا اور بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہو جائیگا اور رہن میں داخل ہونے کے بعد وہ بچہ آزاد
ہو جائیگا اور اُسکے مقابلہ میں قرضہ میں سے ایک حصہ ہو جائیگا اور باندی مذکور اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور رہن ہونے سے خارج
ہو جائیگی پس تمام قرضہ باندی کے رہن ہونے کے روز کی قیمت اور بچہ مذکور کے راہن کے دعوی کرنے کی روز کی قیمت پر تقسیم
کیا جائیگا پس جسقدر حصہ باندی کے مقابلہ میں آیا ہے اُسکی بابت باندی کا حکم وہی ہو گا جو مدبر کا پورے قرضہ کی بابت مذکور
ہوا ہے اور بچہ کا حکم اپنے حصہ قرضہ کی بابت سب وہی ہو گا جو ہمنے آزاد شدہ کے حق میں ذکر کیا ہے لیکن اس صورت میں یہ ہو گا کہ
راہن کے دعوے کرنے کے روز کی بچہ کی قیمت کو اور اُسکے حصہ میں جسقدر قرضہ کا حصہ آیا ہے اُسکو دیکھا جائیگا پس ان دونوں
میں سے جو مقدار کم ہو اُسکے واسطے بچہ مذکور سعایت کریگا اگر راہن تنگدست ہو اور جسقدر کما کر ادا کریگا وہ راہن سے واپس لیگا (جسقدر راہن خوشحال ہو جاوے ۱۲)
شرح طحاوی میں ہے۔ ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کر دی پھر وہ نرخ تیزی ہو جانے سے دو ہزار درم
کی ہو گئی یا ہزار درم قیمت کا بچہ جنی تو دو ہزار درم دیگر دونوں کو تلف رہن کریگا اور اگر باندی ہلاک ہو جاوے تو دو ہزار درم کے
عوض ہلاک ہو گی اور اگر مولی نے اُس باندی کو آزاد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو وہ ہزار درم کے واسطے سعایت کریگی اسیطرح
اگر دونوں کو آزاد کر دیا تو دونوں ہزار درم کے واسطے سعایت کرینگے اور اسقدر مال پھر مولی سے واپس لینگے۔ اور مرتہن اپنا (جب وہ خوشحال ہو جاویگے ۱۲)
باقی قرضہ راہن سے لے لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر اُسکا
نرخ گھٹ کر پانچ سو درم کا رہ گیا پھر راہن نے حالت تنگدستی میں اُسکو آزاد کر دیا تو غلام مذکور آزاد ہونے کے روز کی قیمت یعنی

یا پانچ سو درم کے واسطے سعایت کریگا پورے قرضہ کے واسطے سعایت نکریگا۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن دیا پھر اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر مولی نے اُسکو مدبر کردیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو وہ پورے قرضہ کے واسطے سعایت کریگا اور اگر اُسنے ہنوز سعایت نکی ہو یہانتک کہ مولے نے اُسکو آزاد کردیا تو وہ دو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا جبکہ آزاد کرنا بعد مدبر کرنے کے واقع ہوا ہو اور اگر اُسکو مدبر کیا پھر اُسکی قیمت بڑھگئی تو دو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا پھر اگر اُسکو اسکے بعد آزاد کردیا تو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ خزانۃ الاکمل مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض ہزار درم کے رہن کی پھر اُسکے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر پیدا ہونے کے بعد راہن نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ خوشحال ہے تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر تنگدست ہو تو باندی نصف قرضہ کے واسطے اور بچہ نصف قرضہ کے واسطے سعایت کرینگے اور اگر بچہ نے سعایت کر کے ہنوز کچھ ادا نکیا ہو یہانتک کہ اُسکی ماں سعایت سے فارغ ہونے سے پہلے مرگئی تو اُسکا بچہ اپنی نصف قیمت اور نصف قرضہ سے جو کم مقدار ہو اُسکے واسطے سعایت کریگا اور اُسکی ماں کے مرنے سے اُسکے ذمہ کچھ زائد نہ کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ دو شخصون نے ایک غلام رہن کیا پھر اُسکو دونون مین سے ایک نے آزاد کردیا تو ضرور ہے کہ یا تو دونون خوشحال ہونگے یا دونون تنگدست ہونگے یا ایک خوشحال اور دوسرا تنگدست ہوگا اور قرضہ یا فی الحال واجب الادا ہوگا یا میعادی ہوگا پس اگر دونون خوشحال ہون اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو اور غلام کی قیمت ایک ہزار درم ہو تو آزاد کرنے والے پر بقدر اُسکے حصہ کے قرضہ لازم ہوگا اور اسی طرح اُسکے شریک پر بھی بقدر اُسکے حصہ کے قرضہ لازم ہوگا بدین وجہ کہ وہ قرضدار ہے نہ بدین وجہ کہ عتق ثابت ہوا ہے اسواسطے کہ مال مرہون بوجہ دونون مین سے ایک کے آزاد کرنے سے تلف ہوگیا اور وہ دونون خوشحال ہین اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہے پس دونون سے اپنے اپنے حصہ کے قدر قرضہ کا مواخذہ کیا جائیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو آزاد کرنے والا اپنے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنا حصہ تلف کردیا پس مرتہن اُس سے لے لیگا اور وہ میعاد آنے تک اُسکے پاس رہن رہیگی پھر دیکھا جائیگا کہ اُسکا شریک جسنے آزاد نہین کیا بلکہ خاموش رہا ہے کیا بات اختیار کرتا ہے پس اگر اُسنے تاوان لینا اختیار کیا یا غلام سے سعایت کرائی تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ یہ مال اُس سے لے لے اسواسطے کہ یہ رہن کا بدل ہے پس اُسکے پاس رہن رہیگا پھر جب قرضہ کی میعاد آوے تب مرتہن اسکو اپنے قرضہ مین جوان دونون پر آتا ہے لے لیگا اسواسطے کہ یہ قیمت اُسکے قرضہ کی جنس سے ہے۔ اور اگر شریک خاموش نے بھی اپنا حصہ آزاد کردینا اختیار کیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کرنے والے سے تاوان لے کیونکہ اُسنے آزاد کر کے اُسکا حق تلف کردیا ہے اور چاہے شریک خاموش سے جسنے پیچھے آزاد کیا ہے تاوان لے اسوجہ سے کہ اُسنے مرہون کے بدل سے مرتہن کا حق تلف کردیا اسلیے کہ آزاد کرنے والے پر تاوان یا غلام پر سعایت کرنا واجب ہوا تھا مگر اسکے آزاد کردینے سے دونون اس سے بری ہوگئے۔ اور اگر دونون تنگدست ہون اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو مرتہن کو غلام سے پورے ہزار درم قرضہ کے واسطے سعایت کرانے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ صاحبین رحمہم اللہ تعالے کے مذہب کے موافق ایک شریک کے آزاد کرنے پر غلام مذکور پورا آزاد ہوگیا پس غلام مذکور پر اپنی قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور امام اعظم رح کے مذہب کے موافق جسنے آزاد نہین کیا ہے اُسکا حصہ مکاتب ہوگیا اور مکاتب رہن ہونے کے لائق نہین رہتا ہے اسواسطے کہ وہ اپنی دست قدرت کی راہ سے آزاد کا حکم رکھتا ہے اور آزاد کرنے والا تنگدست ہے پس مرتہن کو اختیار ہوگا کہ غلام سے سعایت کراوے اور جب اُسنے غلام سے سعایت کرا کے مال لے لیا تو جو کچھ اُسکا قرضہ دونون پر ہے اُسکے عوض [illegible]

اُسنے لیا اسواسطے کہ یہ کمائی مال مرہون کا بدل ہے اور اگر قرضہ میعادی [illegible]

یہ مال اُسکے پاس رہن رہیگا۔ اور اگر آزاد کرنے والا خوش حال اور خاموش تنگدست ہو اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو آزاد کرنے والا اپنا حصہ قرضہ تاوان دیگا اور شریک خاموش کے حصہ مین لحاظ کیا جائیگا کہ اگر اُسنے غلام سے سعایت کرانا یا شریک سے تاوان لینا اختیار کیا تو اس مال کو مرتہن لے لیگا اسواسطے کہ یہ بدل الرہن ہی اور اگر اُسنے بھی آزاد کردینا اختیار کیا تو آزاد کرنے والا شریک خاموش کے حصہ کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے مرہون سے حق مرتہن تلف کیا ہی پھر آزاد کرنے والا شریک خاموش سے یہ مال تاوان واپس لیگا۔ اسی طرح اگر قرضہ میعادی ہو تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر آزاد کرنے والا تنگدست ہو اور خاموش خوش حال ہو اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہی تو مرتہن آزاد کنندہ کے حصہ کے واسطے غلام سے سعایت کراویگا اور شریک خاموش سے نصف قرضہ لے لیگا اسواسطے کہ مال مرہون تلف ہوگیا اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہی اور اگر قرضہ میعادی ہو تو مرتہن غلام سے پورے ہزار درم کے واسطے سعایت کراویگا پھر جب ادائے قرضہ کی میعاد آجاوے پس اگر خاموش نے اپنے حصہ کے واسطے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو مرتہن اس مال کو اپنے قرضہ مین جو دونون پر آتا ہی لے لیگا پھر غلام اپنے آزاد کرنے والے سے جو حصہ اُسکے برتے مین پڑتا ہی واپس لیگا اور شریک خاموش سے کچھ نہ لیگا اور اگر شریک خاموش نے بھی آزاد کردینا اختیار کیا پھر اگر اُسنے اپنا قرضہ ادا کردیا تو آدھا کمائی کا مال غلام سے واپس لیگا اور اگر اُسنے ادا کیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ یہ سب مال اپنے قرضہ مین لے لے اسواسطے کہ یہ رہن کا بدل ہی پھر غلام آدھی کمائی کو شریک خاموش سے اور آدھی کمائی کو آزاد کرنے والے سے واپس لیگا۔ اور اگر ایک شریک نے اُسکو آزاد کیا اور دوسرے نے اُسکو مدبر کردیا حالانکہ وہ تنگدست ہین تو غلام سے مرتہن پورے ہزار درم کے واسطے سعایت کراویگا پھر غلام مذکور آزاد کرنے والے سے نصف کمائی واپس لیگا اسواسطے کہ اُسنے مجبور ہوکر اپنے مال سے اُسکا قرضہ ادا کیا ہی پھر اگر مدبر کرنے والے نے آزاد کردینا اختیار کیا ہی تو اُس سے بھی آدھی کمائی واپس لیگا اور اگر اُسنے سعایت کرانا اختیار کیا تو مدبر ہونے کے حالت کی اُسکی نصف قیمت اور محض مملوک ہونے کے حالت کی اُسکی نصف قیمت مین جسقدر تفاوت ہی اُسیقدر واپس لیگا حتی کہ اگر محض مملوک ہونے کے حالت کی اُسکی نصف قیمت پانچ سو درم ہون اور مدبر ہونے کے حالت کی نصف قیمت چار سو درم ہون تو اُس سے سو درم واپس لیگا۔ اور اگر دونون شریک خوشحال ہون تو مرتہن کے واسطے ہزار درم کے ضامن ہونگے پھر غلام مدبر اُس شخص کے واسطے جسنے اُسکو مدبر کیا ہی اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور دونون شریکون مین سے کوئی شریک دوسرے شریک سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی۔ اسواسطے کہ رہن دونون مین سے ایک کے آزاد کرنے سے تلف ہوگیا اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہی پس دونون ادائے قرضہ کے واسطے ماخوذ ہونگے۔ اور اگر قرضہ میعادی ہو تو آزاد کرنے والا اپنے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مدبر کرنے والے کے حصہ مین مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کرنے والے سے اُسکے حصہ کی ضمان لے یا مدبر کرنے والے سے اُسکے حصہ کی قیمت کا تاوان لے اسواسطے کہ اُسنے مدبر کرنے سے مرتہن کا حق جو بدل الرہن مین تھا تلف کردیا ہی کیونکہ مدبر کرنے والے کو حالت خاموشی مین یہ اختیار تھا کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کی قیمت کی ضمان لے مگر مدبر کرنے سے آزاد کرنے والا اُسکے حصہ کے تاوان سے بری ہوگیا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور مرتہن کو یہ اختیار نہین ہوتا ہی کہ مال مرہون کسی دوسرے کے پاس رہن رکھے پس اگر اُسنے بدون اجازت راہن کے رہن رکھا تو راہن اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے عقد رہن کو باطل کردے اور مرہون مذکور کو مرتہن کے پاس اعادہ کرادے اور اگر مرتہن اول کے پاس اعادہ کرانے سے پہلے مال مرہون مرتہن ثانی کے پاس تلف ہوگیا تو راہن اول کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن اول سے تاوان لے یا مرتہن ثانی سے ضمان لے پس اگر اُسنے مرتہن اول سے تاوان لیا تو یہ مال تاوان مرتہن اول کے پاس رہن رہیگا اور مرتہن اول تاوان دیکر مرہون کا مالک ہوگیا پس ایسا ہوا کہ گویا اُسنے اپنے مملوکہ مال کو رہن کیا اور وہ

مرتہن کے پاس تلف ہوا ہی پس مرتہن ثانی کے پاس بعوض قرضہ کے جسکے عوض رہن تھا تلف شدہ قرار دیا جائیگا۔ اور اگر اسنے دوسرے مرتہن سے تاوان لینا اختیار کیا تو جو کچھ مال تاوان ملے وہ مرتہن اول کے پاس رہن ہوگا اور دوسرا عقد رہن باطل ہو گیا پھر دوسرا مرتہن اپنا مال ضمان جو اُسنے ادا کیا ہی مرتہن اول سے واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی لیگا۔ اور اگر مرتہن اول نے اُسکو راہن کی اجازت سے دوسرے کے پاس رہن رکھا تو دوسرا رہن صحیح ہی اور رہن اول باطل ہو گیا پس ایسا ہو گیا کہ گویا مرتہن اول نے راہن کا مال اُس سے مستعار لیکر رہن کر دیا ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اور اگر ایک شخص نے ایک چوپایہ جانور رہن کر لیا اور اُسپر قبضہ کرنے کے بعد اُسکو راہن سے کرایہ پر لیا تو اجارہ صحیح نہیں ہی اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اُسکو اعادہ کرکے مرہون کر لے اور اپنے قبضہ میں کر لے اور اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے کسی دوسرے کو کرایہ پر دیا تو وہ رہن ہونے سے خارج ہو جائیگا اور اُسکی اُجرت راہن کو ملیگی اور اگر اُسنے بدون اجازت راہن کے اجارہ پر دیا ہو تو اُسکی اجرت مرتہن کو ملیگی مگر اُسکو صدقہ کر دے اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اعادہ کرکے اُسکو رہن کر لے۔ اور اگر مرتہن کی اجازت سے راہن نے اُسکو کسی شخص اجنبی کو کرایہ پر دیا تو وہ رہن سے نکل جائیگا اور کرایہ راہن کو ملیگا اور اگر بغیر اجازت مرتہن کے اجارہ پر دیا ہو تو اجارہ باطل ہوگا اور مرتہن اُسکو اعادہ کرکے رہن کر سکتا ہی۔ اور اگر کسی اجنبی نے بدون اجازت راہن و مرتہن کے اُسکو اجارہ پر دیدیا پھر راہن نے اجارہ کی اجازت دیدی تو کرایہ راہن کو ملیگا اور مرتہن اُسکو اعادہ کرکے رہن کر لے سکتا ہی اور اگر مرتہن نے اجازت دی راہن نے نہ دی ہو تو اجارہ باطل ہوگا اور کرایہ اُسکا ہوگا جسنے اجارہ پر دیا ہی مگر اُسکو صدقہ کر دے اور مرتہن اُسکو اعادہ کرکے مرہون کر سکتا ہی اور اگر دونون نے اُسکی اجازت دیدی تو کرایہ راہن کو ملیگا اور وہ رہن ہونے سے خارج ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور اگر مرتہن نے اُسکو بدون اجازت راہن کے ایک سال کے واسطے اجارہ پر دیا اور سال گذر گیا پھر راہن نے اجازت دیدی تو صحیح نہیں ہی اسواسطے کہ اجازت ایسے عقد سے لاحق ہوئی جو گذر کر منسوخ ہو چکا ہی پس مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اُس مرہون کو لیلے تاکہ اُسکے پاس رہن رہے جیسا پہلے تھا۔ اور اگر راہن نے چھ مہینے گذرنے کے بعد اجازت دی تو صحیح ہی اور آدھا کرایہ مرتہن کو ملیگا مگر اُسکو صدقہ کر دے اور آدھا کرایہ باقی راہن کو ملیگا اور مرتہن کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ دوبارہ اُسکو رہن کر لے یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ عین مال مرہون مرتہن کے پاس امانت ہوتا ہی بمنزلہ ودیعت کے پس جہان کہین ایسا ہوتا ہی کہ اگر مودع مال ودیعت کے ساتھ ایسا فعل کرے جس سے وہ ضامن نہو وے تو ایسی صورت مین اگر مرتہن مال مرہون سے ایسا فعل کریگا تو وہ بھی ضامن نہوگا لیکن فرق یہ ہی کہ ودیعت اگر تلف ہو جاوے تو مودع کچھ ضامن نہوگا اور اگر رہن کا مال تلف ہو جاوے تو قرضہ ساقط ہو جائیگا۔ اور جہان ایسا ہوتا ہی کہ اگر مودع مال ودیعت سے ایسا فعل کرے جس سے وہ ضامن ہو تو ایسی صورت مین اگر مرتہن بھی مال مرہون سے ایسا فعل کریگا تو وہ بھی ضامن ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ ودیعت کے مال کو مودع دوسرے اجنبی کے پاس ودیعت نہین رکھ سکتا ہی اور نہ مستعار دیسکتا ہی اور نہ اجرت پر دیسکتا ہی اسی طرح رہن کو بھی مرتہن اجارہ پر نہین دیسکتا ہی اور اگر اُسنے بدون اجازت راہن کے اجارہ پر دیکر مستاجر کے سپرد کیا پس اگر وہ مستاجر کے پاس تلف ہوا تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن سے اُسکی وہ قیمت جو مستاجر کے سپرد کرنے کے وقت تھی تاوان لے اور وہ قیمت بجاے عین مال مرہون کے مرتہن کے پاس رہن رہیگی اور اگر چاہے مستاجر سے تاوان لے لیکن اگر اُسنے مرتہن سے ضمان لی تو وہ مستاجر سے مال تاوان واپس نہین لے سکتا ہی مگر مال مرہون تلف ہونے تک جسقدر مستاجر نے اُس سے نفع حاصل کیا ہی اُسقدر اجرت کو مستاجر سے لے سکتا ہی اور وہ اُسی کی ہوگی مگر حلال نہوگی اور اگر اُسنے مستاجر سے تاوان لیا تو وہ مال تاوان کو مرتہن سے واپس لیگا۔ اور اگر مال مرہون مستاجر کے پاس

سلامت رہا اور مرتہن نے اُسکو واپس لیا تو وہ مثل سابق کے مرتہن کے پاس عود کر کے رہن رہیگا - اسی طرح اگر راہن نے بلا اجازت
مرتہن کے اُسکو کرایہ پر دیا تو جائز نہین ہی اور مرتہن کو اجارہ باطل کر دینے کا اختیار ہوگا اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے باجازت
دوسرے کے اُسکو اجارہ پر دیا یا ایک نے بدون اجازت دوسرے کے اجارہ پر دیا پھر دوسرے نے اجازت دیدی تو اجارہ صحیح ہوگا
اور رہن باطل ہو جائیگا اور کرایہ راہن کا ہوگا اور کرایہ وصول کرنے کی ولایت اُسکو ہوگی جسنے عقد اجارہ قرار دیا ہی اور میعاد
اجارہ گذرنے کے بعد پھر وہ عود کر کے رہن نہوجائیگا الا جبکہ دوبارہ عقد رہن قرار دیا جاوے - اسی طرح اگر مرتہن نے اُسکو اجارہ
پر لیا تو اجارہ صحیح ہوگا بشرطیکہ اجارہ کے واسطے جدید قبضہ کرے اور رہن باطل ہو جائیگا اور اگر اُسکے پاس مدت اجارہ گذرنے
کے بعد یا اس سے پہلے وہ تلف ہوگیا اور بعد مدت اجارہ گذرنے کے اُسکو راہن کے دینے سے روکا نہ تھا تو امانت مین
تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اُسکے ہلاک ہو جانے سے قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اور اگر مدت اجارہ گذر جانے کے بعد اُسکو
راہن کو دینے سے روکا ہو تو غاصب ہو جائیگا یہ شرح طحاوی مین ہی - اور اگر مرتہن نے رہن کے چوپایہ پر سواری لی یا غلام مرہون
سے خدمت لی یا لباس مرہون کو پہنا یا تلوار مرہون کو باندھا حالانکہ سب بلا اجازت راہن کیا تو وہ ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے
راہن کی ملک کو بلا اجازت راہن کے استعمال کیا ہی پس مثل غاصب کے ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر اُسنے ایک تلوار یا دو
تلوار پر تلوار مرہون کو باندھا تو ایسا نہین ہی اسواسطے کہ یہ فعل حفاظت کرنے مین داخل ہی از قبیل استعمال نہین ہی - اور اگر
اُسنے ایسا فعل راہن کی اجازت سے کیا ہو تو اُسپر تاوان واجب نہوگا اسواسطے کہ ضمان واجب ہونا بسبب تعدی کے
ہوتا ہی اور مالک کی اجازت سے استعمال کرنا تعدی نہین ہی اور جب مرتہن چوپایہ مذکور سے اُتر پڑا یا کپڑا اُتار دیا یا غلام سے
خدمت لینے سے باز رہا تو وہ اپنے حال پر رہن ہوگا پس اگر تلف ہو جاوے تو جسکے عوض رہن ہی اُسکے عوض تلف شدہ
قرار دیا جائیگا اور اگر راہن کی اجازت سے استعمال کرنے کی حالت مین تلف ہو تو مفت تلف شدہ قرار پائیگا یہ مبسوط مین
ہی - اور اگر اجنبی نے راہن کی اجازت سے مرہون کو عاریت پر دیدیا یا راہن نے باجازت مرتہن اُسکو عاریت دیا اور وہ مستعیر
کے قبضہ مین تلف ہوا تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا ولیکن مرتہن کو یہ اختیار رہیگا کہ جب چاہے اپنے قبضہ مین لے لے اور
اگر مستعیر کے پاس مرہونہ باندی کے بچہ پیدا ہوا خواہ وہ راہن ہو یا مرتہن ہو یا کوئی اجنبی ہو تو بچہ رہن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی -
اجارہ و ہبہ کا قبضہ ثابت ہونے سے عقد رہن باطل ہو جاتا ہی اور قبضہ ودیعت سے عقد رہن باطل نہین ہوتا ہی حتے کہ اگر
مرہون کو اجارہ پر دیا یا رہن کیا
مال مرہون کو راہن نے باجازت مرتہن ودیعت پر دیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اپنے قبضہ مین واپس لے لے یہ محیط مین ہی - اور
اگر رہن کوئی کتاب یا مصحف مجید ہو تو مرتہن کو بلا اجازت راہن کے اُس سے پڑھنے کا اختیار نہوگا پس اگر راہن نے اجازت دیدی
تو جب تک مرتہن اُسمین سے پڑھتا رہے تب تک وہ مرتہن کے پاس عاریت ہوگا پھر جب قرأت سے فارغ ہوا تو مرہون کے حکم
مین داخل ہو جائیگا یہ سراجیہ مین ہی - ایک شخص نے مصحف رہن کیا اور مرتہن کو اُس سے تلاوت کرنے کی اجازت دیدی پس
اگر اُس سے تلاوت کرنے کی حالت مین وہ تلف ہوگیا تو قرضہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ رہن کا حکم فقط محبوس رکھنا یعنے روک رکھنا ہی
اور جب مرتہن نے باجازت راہن اُسکو استعمال کیا تو حکم بدل گیا اور رہن باطل ہوگیا - اور اگر قرأت سے فارغ ہونے کے بعد
تلف ہوا تو قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار پائیگا یہ وجیز کردری مین ہی - اگر کسی نے رہن کی انگوٹھی ایک انگوٹھی کے اوپر پہنی
اور وہ تلف ہوئی تو اسمین عرف و عادت کی طرف رجوع کیا جاوے پس اگر مرتہن مذکور ایسا شخص ہو جو تجمل کے واسطے دو
انگوٹھیاں پہن سکتا ہی تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے مال مرہون کو استعمال کیا ہی اور اگر ایسا شخص ہو کہ دو انگوٹھیاں پہن کر

تحمل نہین کرسکتا ہی تو جب قرضہ کے عوض رہن تھی اُسکے عوض تلف شدہ قرار پائیگی اسواسطے کہ اُسنے حفاظت کی غرض سے اُسکو پہنا ہی اور انگوٹھی کے بعضے مسائل ہمنے کتاب العاریۃ مین ذکر کر دیے ہین۔ اور اگر طیلسان یا قبا رہن ہو پس اُسنے اُسکو اسطرح پہن لیا جیسے لوگ استعمال کرتے ہین تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکو حفاظت کے واسطے کندھے پر ڈال لیا ہی تو تلف ہونے سے بطور مال مرہون تلف ہونے کے قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ اول صورت مین استعمال ثابت ہوا اور دوسری صورت مین جو فعل ہی وہ حفاظت کیواسطے ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر دونون نے اس بات کا ارادہ کیا کہ مرتہن کو مال مرہون سے نفع حاصل ہو اور رہن بھی صحیح رہے تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ اگر مال مرہون مثلاً دار ہو تو مرتہن کو راہن اُسمین سکونت رکھنا مباح کردے بدین شرط کہ ہرگاہ راہن اُسکو اس نفع سے منع کرے تو مرتہن کو باجازت جدید آیندہ کے واسطے بھی اختیار حاصل رہیگا تاوقتیکہ راہن اُسکو اُسکا قرضہ ادا نکرے اور مرتہن اُسکی ایسی اجازت مشروطہ کو قبول کرلے۔ اسی طرح اگر مال مرہون زمین ہو اُسکی زراعت کے واسطے اجازت دیدے یا درخت و باغ انگور ہو اُسکے پھلون کو مباح کردے یا بہائم مین سے کوئی جانور ہو اُسکا دودھ مباح کردے۔ باین طور کہ راہن نے اُسکو نفع مباح کیا بدین شرط کہ جب کبھی راہن اُسکو منع کردے تو مرتہن راہن کی طرف سے باجازت جدید آیندہ کے واسطے مختار ہوجائیگا یہان تک کہ راہن اُسکو اُسکا قرضہ دیدے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر راہن یا مرتہن نے دوسرے کی اجازت سے مرہون کو فروخت کیا تو وہ رہن سے خارج ہوجائیگا اسی طرح اگر کسی نے بدون دوسرے کی اجازت کے اُسکو فروخت کیا پھر دوسرے نے اُسکے بیع کی اجازت دیدی تو بھی وہ رہن سے خارج ہوجائیگا پس اُسکا ثمن بجاے اُسکے مرہون ہوگا خواہ مشتری سے وصول پایا ہو یا نہ پایا ہو پھر اگر اُسکا ثمن مشتری کے پاس ڈوب جاوے یا مشتری سے وصول کرلینے کے بعد تلف ہوجاوے تو اُسکا تلف ہونا مرتہن کے ذمہ پڑیگا۔ اور مرتہن کو اُسکا ثمن روک رکھنے کا استحقاق اسی طرح حاصل ہوگا جیسا اصل مرہون کے روکنے کا استحقاق تھا یہان تک کہ ادائے قرضہ کی میعاد آجاوے ایسا ہی حاکم کرخی رح نے اپنی مختصر مین ذکر کیا ہی اور امام قدوری نے فرمایا کہ اسمین دو صورتین ہین اگر عقد رہن مین بیع مشروط ہو تو ثمن رہن ہوگا اور اگر مشروط نہو تو امام محمد رح کے نزدیک بیع موجب انتقال حق بجانب ثمن ہی اور امام طحاوی نے اختلاف العلماء مین ذکر کیا کہ ہمنے اس حکم مین کوئی اختلاف نہین پایا اور قدوری نے امام ابو یوسف رح سے بروایت بشر رح یون ذکر کیا کہ اگر مرتہن نے اجازت مین یہ شرط کی ہو کہ ثمن رہن ہوگا تو رہن ہوگا ورنہ وہ رہن سے خارج ہوجائیگا۔ اور شرح طحاوی مین لکھا ہی کہ بلا تفصیل کے ثمن رہن ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر بیس درم قیمت کا کپڑا بعوض دس درم کے رہن کیا پھر اُسکو راہن کی اجازت سے پہنا اور اُسمین چھ درم کا نقصان آیا پھر دوبارہ اُسکو بدون اجازت راہن کے پہنا اور اُسمین چار درم کا نقصان آیا پھر وہ کپڑا تلف ہوگیا اور تلف ہونے کے وقت اُسکی قیمت دس درم تھی تو مشائخ رح فرمایا کہ راہن سے مرتہن ایک درم واپس لیگا اور اُسکے قرضہ مین سے نو درم ساقط ہوجاوینگے اسواسطے کہ جب قرضہ دس درم تھا اور رہن کے روز کپڑے کی قیمت بیس درم تھی تو آدھا کپڑا قرضہ کے عوض مضمون اور آدھا امانت تھا پھر جب راہن کی اجازت سے اُسکو پہننے سے اُسمین چھ درم کا نقصان آیا تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن کا پہنا مثل راہن کے پہننے کے ہی پس مرتہن کے ذمہ اُسکی ضمان لازم نہوگی اور جسقدر مرتہن سے بدون اجازت راہن کے نقصان آیا ہی یعنے چار درم کا اُسکی ضمان مرتہن پر ہوگی پس چار درم جو مرتہن پر واجب ہوے ہین وہ اسی قدر قرضہ کے ساقط ہونے سے قصاص ہوجاوینگے پھر جب کپڑا تلف ہوا بعد ناقص ہونے کے اور اُسکی قیمت دس درم ہی جسمین سے پانچ درم مضمون اور پانچ درم امانت ہین پس جسقدر مضمون ہی۔ اُسقدر قرضہ سے

ساقط ہو جائیگا پس ایک درم باقی رہا اسواسطے مرتہن ایک درم اُس سے لے لیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اگر باغ خرما
یا باغ انگور مین پھل آئے حالانکہ وہ مرتہن کے پاس رہن ہی اور مرتہن کو اُسکے پھلون کے ضائع ہو جانے کا خوف ہوا پس اُسنے بغیر
حکم قاضی اُسکو فروخت کر دیا تو اُسکی بیع جائز نہوگی اور مرتہن ضامن ہوگا اور اگر بحکم قاضی فروخت کیا یا قاضی نے خود فروخت کر دیا
تو بیع نافذ ہو جاویگی اور مرتہن پر ضمان واجب نہوگی اور اگر مرتہن نے پختہ ہو جانے کے بعد پھل توڑ لیے یا انگور جھاڑ لیے اور
یہ فعل بدون حکم قاضی کے کیا تو استحساناً ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ فعل از قبیل حفاظت ہی اور حفاظت مرہون کا مرتہن کو استحقاق
حاصل ہی یہ محیط مین ہی- اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب اُسنے پھلون کو اسطرح توڑا ہو جسطرح توڑے
جاتے ہین اور کچھ نقصان نہ آیا ہو اور اگر اُسکے فعل سے اُسمین نقصان آگیا ہو تو وہ ضامن ہوگا اُسی قدر حصہ قرضہ ساقط ہو جائیگا
ینابیع مین ہی- اور اگر اُسنے بکری یا اُونٹنی کا دودھ دوہ لیا تو استحساناً ضامن نہوگا اور اگر گائے یا بکری رہن ہو اور مرتہن کو اُسکے
مرنے کا خوف ہوا پس اُسنے ذبح کر ڈالی تو قیاساً و استحساناً ضامن ہوگا اور حاصل یہ ہی کہ جو ایسا تصرف ہی جس سے عین مرہون سے
ملک راہن زائل ہوتی ہی جیسے بیع و اجارہ وغیرہ تو ایسے تصرف کا مرتہن کو اختیار نہین ہی اور اگر کریگا تو ضامن ہوگا اگرچہ اُسمین
فاسد ہو جانے سے ایک طرح کی حفاظت ہو الا اُس صورت مین کہ یہ تصرف اُسنے قاضی کے حکم سے کیا ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی
اور جو تصرف ایسا ہو کہ جس سے عین مرہون سے ملک راہن زائل نہوتی ہو تو ایسے تصرف کا مرتہن کو اختیار ہی اگرچہ بدون حکم
قاضی ہو بشرطیکہ اُسمین خراب ہو جانے سے حفاظت اور نگہداشت ہو سطے ہذا اسی سے یہ مسائل نکلتے ہین کہ اگر دس درم قیمت کی
بکری دوسرے کے پاس بعوض دس درم قرضہ کے رہن کی اور راہن نے مرتہن کو اجازت دی کہ اسکا دودھ دوہ کر پیئے اور
مرتہن نے ایسا کیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اسواسطے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن کا فعل مثل راہن کے فعل کے ہی پس اگر
راہن خود یہ فعل کرتا تو اُسپر ضمان لازم نہ تھی اسی طرح مرتہن کے اُسکی اجازت سے کرنے سے بھی ضمان لازم نہوگی پھر اگر اسکے بعد
راہن چھوڑانے آوے تو پورا قرضہ دیکر چھوڑا سکتا ہی پھر اگر راہن کے فک رہن کے واسطے آنے سے پہلے بکری مرتہن کے پاس
تلف ہو گئی تو فرمایا کہ تمام قرضہ بکری کے قبضہ کے روز کی قیمت اور دودھ کے پینے کے روز کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا پس قرضہ
مین سے بکری کے مقابلہ مین جو حصہ پڑتا ہو وہ ساقط ہو جائیگا اور جسقدر دودھ کے مقابلہ مین پڑتا ہو اُسکو راہن ادا کریگا
اسی طرح اگر بکری کے بچہ پیدا ہوا اور مرتہن نے راہن کی اجازت سے اُسکو کھا لیا تو اُسمین وہی حکم ہوگا جو دودھ کی صورت مین
مذکور ہوا ہی- اسی طرح اگر راہن و مرتہن کی اجازت سے کسی اجنبی نے دودھ یا اُسکا بچہ کھا لیا تو اُسمین بھی وہی حکم ہی جو راہن کی
اجازت سے مرتہن کے کھا لینے کی صورت مین مذکور ہوا ہی- اور اگر مرتہن نے بدون اجازت راہن کے دودھ یا بکری کا
بچہ کھا لیا تو اُسپر ضمان واجب ہوگی اور یہ مال ضمان بکری کے ساتھ قرضہ کے عوض رہن ہو جائیگا پھر اگر اسکے بعد بکری مر گئی
تو جسقدر حصہ قرضہ مین سے بکری کے مقابلہ مین پڑتا ہی وہ ساقط ہوگا اور راہن مال ضمان کو اُسکے حصہ کا قرضہ دیکر چھڑا لیگا
اور اگر راہن نے دودھ یا بچہ بدون اجازت مرتہن کے کھا لیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت معہ بکری کے
مرتہن کے پاس رہن رہیگی پھر اگر یہ مال ضمان تلف ہو جاوے تو مفت تلف ہوگا اسواسطے کہ یہ قیمت دودھ و بچہ کے قائم
مقام ہی اور دودھ و بچہ اگر تلف ہوتا تو مفت تلف ہوتا اسی طرح اُسکا قائم مقام بھی مفت تلف ہوگا پھر اگر اسکے بعد بکری تلف
ہو تو پورے قرضہ کے عوض تلف ہوگی جیسا کہ دودھ و بچہ کے تلف ہونے کے بعد بکری کے تلف ہونے کا حکم ہی یہ محیط مین ہی
ایک شخص نے ایک باندی رہن کی اُسنے مرتہن کے بچہ کو دودھ پلایا تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ آدمی کا

درم متقوم نہین ہوتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔

نوان باب ۔ رہن مین راہن و مرتہن کے اختلاف کرنے اور انمین گواہی دینے کے بیان مین ۔ اگر قرضہ ہزار درم ہو اور راہن و مرتہن نے جسقدر کے عوض رہن ہی اختلاف کیا پس راہن نے کہا کہ وہ پانچ سو درم کے عوض رہن ہی اور مرتہن نے کہا کہ ہزار درم کے عوض رہن ہی تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا ۔ اور اگر راہن نے کہا کہ مین نے پورے قرضہ کے عوض جو تیرا مجھپر آتا ہی اور وہ ہزار درم ہین رہن کیا ہی اور مال رہن ہزار درم قیمت کا موجود ہی اور مرتہن نے کہا کہ مین نے اُسکو پانچ سو درم کے عوض رہن لیا ہی اور مال مرہون قائم ہی تو امام اعظم رح سے مروی ہی کہ راہن کا قول قبول ہوگا ۔ باہم قسم کھاکر عقد کو توڑ کر دونو باہم واپس کر لینگے ۔ اور اگر مال مرہون دونون کے باہم قسم کھانے سے پہلے تلف ہوگیا تو قول مرتہن کا لیا جائیگا ۔ اور اگر دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ رہن بعوض ہزار درم کے تھا اور باندی کی قیمت مین اختلاف کیا تو قول مرتہن کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسکے گواہون سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہی ۔ اسی طرح اگر دو کپڑے رہن ہون جسمین سے ایک تلف ہوگیا اور تلف شدہ کی قیمت مین دونون نے اختلاف کیا تو بھی اُسکی مقدار قیمت مین مرتہن کا قول قبول ہوگا اور زیادتی قیمت کے بارہ مین راہن کے گواہ قبول ہونگے ۔ اسی طرح اگر مقدار رہن مین اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ دونون کپڑے بعوض ہزار درم کے رہن کیے ہین اور راہن نے کہا کہ مین نے یہ ایک کپڑا تیرے پاس رہن کیا ہی تو دونون مین سے ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجائیگی اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے ۔ اور اگر راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون تیرے پاس تلف ہوا ہی اور مرتہن نے کہا کہ تو نے مجھسے اپنے قبضہ مین لے لیا تھا پھر وہ تیرے پاس تلف ہوا ہی تو قول راہن کا قبول ہوگا اسواسطے کہ دونون کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ مال ضمان مین داخل ہوچکا ہی مگر مرتہن ضمان سے بری ہونے کا دعوے کرتا ہی اور راہن اس سے انکار کرتا ہی پس قول منکر کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسکے گواہون سے قرضہ کا استیفا یعنے بھر پانا ثابت ہوتا ہی اور مرتہن کے گواہون سے اسکی نفی ہوتی ہی پس جو گواہ مثبت ہین وہ اولے ہین ۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ میرے قبضہ کرنے سے پہلے وہ راہن کے پاس تلف ہوگیا ہی تو اُسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ راہن یہ دعوے کرتا ہی کہ مرہون مذکور ضمان مین داخل ہوا ہی اور مرتہن داخل ہونے سے انکار کرتا ہی پس منکر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ اُنسے ضمان ثابت ہوتی ہی یہ بدائع مین ہی ۔ اگر ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض ہزار درم قرضہ میعادی کے رہن رکھی اور ایک شخص عادل کو مختار کیا کہ میعاد آنے پر اسکو فروخت کردے پھر جب میعاد آگئی تو مرتہن اُس باندی کو لایا اور عادل سے درخواست کی کہ اسکو بیع کرے اور راہن نے انکار کیا کہ یہ وہ باندی نہین ہی پس اگر راہن و مرتہن دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مرہونہ باندی کی قیمت ہزار درم تھی اور قرضہ ہزار درم تھا اور مرتہن جس باندی کو لایا ہی اُسکی قیمت بھی ہزار درم ہی لیکن راہن اس بات سے انکار کرتا ہی کہ یہ وہ باندی نہین ہی تو رہن کے حق مین مرتہن کا قول قبول ہوگا پھر اسکے بعد اگر عادل نے انکار کیا اور کہا کہ یہ وہ باندی نہین ہی یا کہا کہ مین نہین جانتا ہون تو اسکے علم پر اُس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھائی تو اُسکی بیع کے واسطے مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا اسواسطے کہ عادل کی بیع سے غیر کا حق متعلق ہوگیا ہی یعنے مرتہن کا حق متعلق ہی پس عادل مجبور کیا جائیگا اور بیع کا عہدہ عادل کے ذمہ ہوگا لیکن اگر عادل مذکور بعد بیع کے کچھ ضامن ہوا تو راہن سے

واپس لے سکتا ہی اور اگر عادل قسم کھا گیا تو بیع پر مجبور کیا جائیگا تو قاضی راہن کو حکم دیگا کہ خود فروخت کرے اور اگر اُسنے انکار کیا تو قاضی اسکو مجبور نہ کریگا بلکہ خود فروخت کر دیگا لیکن اُسکا عہدہ راہن کے ذمہ ہوگا جیسا کہ عادل کے مر جانے کی صورت مین ہی۔ اور اگر مرتہن پانچ سو (۵۰۰) درم قیمت کی باندی لایا اور راہن نے کہا کہ یہ میری باندی نہین ہی اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی باندی ہی مگر اسکا نرخ گھٹ گیا ہی تو راہن کا قول قبول ہوگا اور اُس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھائی تو باندی مرہونہ اُسکے زعم کے موافق قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیجائیگی پھر عادل کی طرف رجوع کیا جائیگا پس اگر عادل نے مرتہن کے قول کی تصدیق کی تو اُس سے کہا جائیگا کہ اسکو مرتہن کے واسطے فروخت کر دے پھر جب وہ فروخت کر دے تو اُسکا ثمن مرتہن کو دیدیگا پس اگر ثمن بہ نسبت قرضہ کے کم ہو تو باقی قرضہ کو راہن سے مرتہن نہین لے سکتا ہی الا اُس صورت مین کہ اپنے دعوے پر گواہ قائم کرے تو البتہ باقی قرضہ کو راہن سے لے سکتا ہی۔ یہ حکم اُسوقت ہی کہ دونون نے اس امر پر اتفاق کیا ہو کہ مرہونہ کی قیمت ہزار درم تھی۔ اور اگر دونون نے اسمین اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ تو نے مجھے فقط پانچ سو (۵۰۰) درم قیمت کی رہن دی تھی اور راہن نے کہا کہ ہزار درم قیمت کی تھی اور یہ باندی وہ نہین ہی تو مرتہن کا قول قبول ہوگا پس اگر عادل نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو باندی مذکورہ کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا پھر اگر اُسکا ثمن قرضہ سے کم آیا تو باقی قرضہ کو راہن سے واپس لیگا اور اگر عادل نے اُسکے فروخت کرنے سے انکار کیا تو راہن اُسکے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا یا قاضی اُسکو فروخت کریگا اور بیع کا عہدہ راہن پر ہوگا اور باقی قرضہ بھی راہن کے ذمہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر غلام رہن ہوا اور دونون نے اختلاف کیا پس راہن نے کہا کہ رہن کے روز اسکی قیمت ہزار درم تھی پھر کانا ہو جانے سے قیمت کم ہو کر پانچ سو (۵۰۰) درم رہگئی ہی اور مرتہن نے کہا کہ نہین بلکہ رہن کے روز اسکی قیمت پانچ سو درم تھی پھر اسکے بعد البتہ بڑھگئی تھی پس میرے حق مین سے صرف دو سو پچاس درم گئے ہین تو قول راہن کا قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال کو حال ماضی پر دلیل دیتا ہی پس ظاہر حال اُسی کے واسطے شاہد ہی اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسکے گواہون سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہی۔ پس وہی لائق قبول ہین یہ بدائع مین ہی۔ عیسی بن ابان نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر رہن ایک کپڑا ہوا اور راہن نے مرتہن کو اُسکے پہننے کی اجازت دیدی اور اُسنے پہنا پس وہ تلف ہو گیا پھر دونون نے اختلاف کیا کہ پہننے کی حالت مین تلف ہوا ہی یا اتارنے کے بعد رہن ہو کر تلف ہوا ہی تو مرتہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ دونون نے اس پر اتفاق کیا ہی کہ وہ رہن سے خارج ہو گیا تھا پھر راہن کے اس دعوے کی کہ وہ عود کر کے رہن ہو گیا تھا تصدیق نہ کیجائیگی۔ اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا اور راہن نے مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا مختار کر دیا پس مرتہن نے کہا کہ مین نے اُسکو پانچ سو درم مین فروخت کیا ہی اور راہن نے کہا کہ تو نے اسکو فروخت نہین کیا بلکہ وہ تیرے پاس مر گیا ہی تو راہن سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ مرتہن نے اسکو پانچ سو درم کو فروخت کیا ہی اور اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُس سے یون قسم نہ لیجائیگی کہ واللہ وہ غلام مرتہن کے قبضہ مین مر گیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ راہن نے مرتہن کو مرہون کپڑے پہننے کے واسطے ایک روز کے لیے اجازت دیدی پھر مرتہن اُسکو پھٹا ہوا لایا اور کہا کہ اُسی روز کے پہننے سے یہ پھٹ گیا ہی اور راہن نے کہا کہ تو نے اُس روز نہین پہنا اور نہ اُس روز یہ پھٹا ہی تو راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر راہن نے اُس روز پہننے کا اقرار کیا لیکن یہ کہا کہ پہننے سے پہلے یا اتار دینے کے بعد پھٹ گیا ہی تو مرتہن کے اس قول کی کہ پہننے کی حالت مین پھٹا ہی تصدیق ہوگی کیونکہ دونون اس امر پر متفق ہوے کہ وہ ضمان سے خارج ہوا تھا تو جسقدر ضمان

مرتہن پر عائد ہوتی ہو اُسکے باب مین مرتہن کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ کردری مین ہو۔ اگر غلام رہن ہوا اور راہن نے گواہ قائم کیے کہ یہ مرتہن کے پاس سے بھاگا ہو اور مرتہن نے گواہ قائم کیے کہ راہن کو واپس دینے کے بعد راہن کے پاس سے بھاگا ہو تو ابن سماعہ نے کہا کہ امام محمد رحمتہ نے فرمایا کہ مین مرتہن کے گواہ قبول کرونگا یہ محیط مین ہو۔ اگر راہن نے کہا کہ مین نے تیرے پاس یہ کپڑا رہن کیا تھا اور تو نے مجھسے لیکر اپنے قبضہ مین کر لیا و مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام رہن کیا تھا اور مین نے تجھسے لیکر اپنا قبضہ کر لیا ہو اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غلام و کپڑے کے مرتہن کے پاس موجود ہونے کی صورت مین مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر غلام و کپڑا دونون تلف ہو گئے ہون اور جسکے رہن کا راہن دعوے کرتا ہو اُسکی قیمت زیادہ ہو تو راہن کے گواہ قبول ہونگے یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین نے ان دونون کو رہن لیا ہو اور راہن نے کہا کہ مین نے فقط یہ مال اکیلا رہن کیا ہو اور دونون نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا اور مین نے تجھسے لیکر اُسپر اپنا قبضہ کر لیا ہو اور میرے تجھپر سوائے اسکے دو سو دینار ہین جسکے عوض تو نے مجھے کچھ رہن نہین دیا ہو اور راہن نے کہا کہ تو نے مجھسے یہ غلام غصب کر لیا ہو اور تیرے مجھپر ہزار درم بغیر رہن کے قرض ہین اور مین نے تیرے دو سو دینار قرضہ کے عوض تجھے ایک باندی جسکا فلانہ نام ہو رہن دیدی ہو اور تو نے مجھسے لیکر اپنے قبضہ مین کر لی ہو اور مرتہن نے کہا کہ مین نے تجھسے فلان باندی رہن نہین لی ہو وہ تیری باندی ہو اور غلام مذکور و باندی مذکور دونون مرتہن کے پاس موجود ہین تو راہن سے مرتہن کے دعوی پر قسم لیجاویگی اسواسطے کہ عقد رہن بجانب راہن لازم ہوتا ہو اور مرتہن اُسپر ایسے حق ذاتی کا دعوی کرتا ہو کہ اگر وہ اُسکا اقرار کرے تو اُسپر لازم ہووے پس جب اُسنے انکار کیا تو اس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو غلام کا رہن باطل ہو جائیگا اور اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو غلام بعوض ہزار درم کے رہن ہوگا اور مرتہن سے باندی کی بابت کچھ قسم نہ لیجائیگی ولیکن مرتہن اُسکو راہن کو واپس دیگا اسواسطے کہ عقد رہن بجانب مرتہن لازم نہین ہوتا ہو پس باندی کے رہن سے اُسکا انکار کرنا بمنزلہ راہن کو باندی واپس دینے کے ہو اور اُسکو اختیار حاصل ہو کہ باندی راہن کو واپس دیدے پس اگر وہ باندی اُسکے پاس مرہونہ ہوئی تو قسم لینا کچھ مفید نہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہون پر حکم دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ گواہ ملزم ہین کہ بجانب راہن حق رہن کو لازم کرتے ہین اور راہن کے گواہ مرتہن کے ذمہ باندی کے مرہونہ ہونے کو کچھ لازم نہین کرتے ہین پس اُن کے گواہون کے موافق حکم دینے کے کچھ معنی نہین ہین الا اُس صورت مین کہ مرتہن کے پاس وہ باندی مر گئی ہو تو ایسی صورت مین راہن کے گواہون کے موافق حکم دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر مرہونہ باندی کے بچہ کی بابت راہن و مرتہن نے اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ میرے پاس بچہ جنی ہو تو اُسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ بچہ اُسکے قبضہ مین موجود ہو اور مرتہن نے غیر سے لیکر اُسپر قبضہ کرنے کا اقرار نہین کیا ہو۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین نے ماں و بچہ دونون کو رہن لیا ہو اور راہن نے کہا کہ نہین بلکہ فقط ماں کو لیا ہو تو راہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہو۔ اور اگر مرتہن نے رہن مع قبضہ کا دعوی کیا تو دونون باتون پر اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر فقط رہن کا دعوی کیا ہو تو قبول نہونگے اسواسطے کہ فقط عقد لازم نہین ہوتا ہو اور اگر مرتہن نے رہن سے انکار کیا تو رہن ثابت کرنے پر راہن کے گواہون کی سماعت نہوگی اسواسطے کہ عقد رہن بجانب مرتہن لازم نہین ہوتا ہو خواہ گواہون نے معائنہ قبضہ کی گواہی ادا کی ہو یا قبضہ پر اقرار راہن کی گواہی دی ہو یہ آخری قول امام اعظم رحمہ کا اور یہی قول صاحبین رحمہ کا ہو یہ ذخیرہ کردری مین ہو۔ اور اگر راہن نے گواہ دیے

کہ مین نے دو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا ہی اور مرتہن نے رہن سے انکار کیا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ اُسنے غلام کو کیا کیا ہی تو غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسمین سے بقدر قرضہ کے محسوب کر کے باقی کو راہن کو واپس دیگا اور اگر مرتہن نے راہن سے اقرار کر لیا کہ مرتہن کے پاس مر گیا ہی تو جسکے عوض رہن تھا اُسکے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور مرتہن مقدار زائد کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ زیادتی اُسکے پاس امانت تھی اور اُسکی طرف سے کوئی انکار ثابت نہین ہوا پس زیادتی کا ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔

دسوان باب۔ چاندی کے عوض چاندی اور سونے کے عوض سونے کے رہن کرنے کے بیان مین۔

درم و دینار و کیلی و وزنی چیزون کا رہن رکھنا جائز ہی پس اگر اپنے جنس کے عوض رہن ہوا اور تلف ہو جاوے تو بعوض اپنے مثل وزن قرضہ کے تلف شدہ قرار دیجاویگی اگرچہ باعتبار جودت کے اختلاف ہو اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی۔ اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے خلاف جنس سے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ قیمت بجاے اُسکے مرہون ہوگی پس اصل امام اعظم رح کے نزدیک یہ ہی کہ حالت تلف لامحالہ حالت استیفا ہی اور استیفا وزن ہی سے ہوگا۔ اور صاحبین رح کے نزدیک اصل یہ ہی کہ حالت تلف جبھی حالت استیفا ہی کہ جب ضرر کی جانب مفضی نہو۔ اسکا بیان یون ہی کہ ایک شخص نے دس درم وزن کے تیل کی چاندی کی کپی بعوض دس درم قرضہ کے رہن رکھی اور وہ تلف ہو گئی پس اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر دس درم ہو تو بالاتفاق قرضہ ساقط ہو جائیگا اسی طرح اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے زائد ہو تو بھی بالاتفاق قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے کم ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن اُسکی قیمت کا اُسکے خلاف جنس سے ضامن ہوگا۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی اور اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر دس درم ہی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہی چاہے اسی طرح ٹوٹی ہوئی ناقص کو پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرالے اور چاہے تو مرتہن سے اُسکی قیمت اُسکے جنس سے یا اُسکے خلاف جنس سے تاوان لے اور یہ مال تاوان بجاے مرہون اول کے مرتہن کے پاس رہن ہوگا اور مرہون اول تاوان دینے کے بعد مرتہن کی ملک ہو جائیگا اور راہن پر فک رہن کرانے کے واسطے جبر نکیا جائیگا۔ اور امام محمد رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہی چاہے اُسکو اسی طرح ناقص پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرالے اور اگر چاہے تو پورے قرضہ کے عوض مرتہن کی ملک کر دے اور راہن کو یہ اختیار نہین ہی کہ مرتہن سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے کم چنانچہ آٹھ درم ہو تو راہن اُس مرہون مذکور کے کھرے کے حساب سے دوسری جنس سے اُسکی قیمت تاوان لے تاکہ سود سے بچ جاوے یا ردی کے حساب سے اُسی کی جنس سے تاوان لے اور یہ مال تاوان مرتہن کے پاس رہن ہوگا اور یہ حکم بالاتفاق ہی۔ اور اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے زائد بارہ درم ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک چاہے اُسکو پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرالے یا مرتہن سے اُسکی پوری قیمت اُسکے غیر جنس سے چاہے جسقدر ہو لے لے اور وہ مرتہن کے پاس رہن رہیگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک پانچ چھٹے حصے اُسکی قیمت کے تاوان لیگا پس اُس ظرف شکستہ مین سے پانچ چھٹے بعد ضمان دینے کے مرتہن کی ملک ہو جاوینگے اور ایک چھٹا حصہ الگ کر لیا جائیگا تاکہ رہن شائع نرہے اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق شیوع طاری مثل شیوع مقارن کے ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ شیوع طاری مانع نہین ہوتا ہی پس بنا بر اس روایت کے ششم حصہ کے الگ کرنے کی ضرورت نہین ہی اور یہ حصہ مع پانچ چھٹے حصے کی قیمت کے مرتہن کے پاس قرضہ کے عوض مرہون

رہیگا۔ اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹ جانے سے اُسکی قیمت مین ایک یا دو درم کا نقصان آیا تو راہن پر جبر کیا جائیگا کہ پورا قرضہ
ادا کر کے انفکاک رہن کرائے اور اگر اس سے زیادہ نقصان آیا ہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن
کی ملک کر دے اور چاہے پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرے۔ اور اگر اُسکا وزن آٹھ درم ہو اور وہ تلف ہو گئی تو مرتہن کے
قرضہ مین سے آٹھ درم ساقط ہو جاوینگے خواہ اُسکی قیمت اس وزن سے کم ہو یا زیادہ ہو یا برابر ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اسواسطے
کہ امام کے نزدیک وزن کا اعتبار ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسکی قیمت اور وزن برابر ہو تو یہی حکم ہے۔ اور اگر اُسکی قیمت بہ نسبت
وزن کے کم یا زیادہ ہو چنانچہ سات درم یا نو درم یا دس درم ہو تو خلاف جنس سے اسکی قیمت کی ضمان دے پس اگر مثلاً بارہ درم ہو
تو پانچ چھٹے حصے کی ضمان دے۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی پس اگر اُسکی قیمت بھی آٹھ درم ہون تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک
چاہے پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرے یا مرتہن سے اُسکی جنس سے اُسکی ضمان لے چنانچہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک
چاہے پورے قرضہ کو ادا کر کے فک رہن کرائے اور چاہے ٹوٹنے کو تلف ہونے پر قیاس کر کے اُسکو آٹھ درم قرضہ کے عوض مرتہن
کے ذمہ ڈالے اور اگر اُسکی قیمت کم ہو چنانچہ سات درم ہو یا زیادہ چنانچہ نو درم یا دس درم ہو تو راہن کو اختیار ہے کہ چاہے پورے قرضہ
کے عوض فک رہن کرالے یا خلاف جنس سے اُسکی قیمت تاوان لے یہ بالاتفاق ہے۔ اسی طرح اگر بارہ ہو تو بھی امام اعظم کے نزدیک
یہی حکم ہے۔ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس سے اُسکی قیمت کے پانچ چھٹے حصے کی ضمان لے یا پورے قرضہ کو ادا کر کے فک رہن
کرا لے۔ اور یہی حکم امام محمد رح کے نزدیک ہے اگر کمی دو درم سے زاید ہو۔ اور راہن پورے قرضہ کو دے کر فک رہن کرنے پر مجبور کیا جائیگا
اور اگر اُسکا وزن مرتہن کے قرضہ سے زائد پندرہ درم ہو اور وہ تلف ہو گئی تو دو تہائی سے اُسنے اپنا قرضہ بھر پایا اور ایک تہائی اُسکے
پاس امانت مین تلف ہوئی خواہ اُسکی قیمت زائد ہو یا کم ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسکے وزن [صحیح سالم کا وزن] کے برابر یا زیادہ ہو تو یہی حکم ہے اور اگر
اس سے کم ہو پس اگر قرضہ سے بھی کم ہو یا برابر ہو دس درم ہو تو خلاف جنس سے اُسکی قیمت تاوان لیگا اور اگر بارہ درم ہو تو پانچ
چھٹے حصے قیمت کے تاوان لیگا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی تو راہن کو اختیار ہے چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرائے
یا اُسکی دو تہائی کی قیمت تاوان لے خواہ اُسکی قیمت قرضہ سے کم ہو یا زیادہ ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور یہی حکم امام ابو یوسف رح
کے نزدیک ہے اگرچہ اُسکی قیمت اُسکے وزن سے برابر ہو اور امام محمد رح کے نزدیک چاہے اُسکو پورا قرضہ دیکر چھڑا لے یا اُسمین سے
دو تہائی مرتہن کے ذمہ بعوض اُسکے قرضہ کے ڈالے اور ایک تہائی واپس کر لے۔ اور اگر زیادہ بیس درم ہو تو امام ابو یوسف رح کے
نزدیک چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرا دے اور چاہے اُسکی قیمت نصف قرضہ سے تاوان لے اسواسطے کہ اُسکی نصف کی قیمت قرضہ کے برابر
ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹنے سے پانچ درم کا نقصان آیا ہو تو راہن پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرانے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر اس
سے زیادہ نقصان آیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے پورے قرضہ کو دیکر چھڑا دے یا چاہے دو تہائی اُسکی بعوض قرضہ مرتہن کے اُسکے ذمہ ڈالے
اور ایک تہائی واپس لے۔ اور اگر اُسکی قیمت بارہ درم ہون تو چاہے صاحبین رح کے قول کے موافق پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرا دے یا
اُسکے پانچ چھٹے حصے کی قیمت تاوان لے اور اگر اُسکی قیمت قرضہ کے برابر دس درم ہو یا کم ہو نو درم ہو تو صاحبین رح کے نزدیک چاہے پورے
قرضہ کو ادا کر کے فک رہن کرا دے یا پورے برتن کی قیمت خلاف جنس سے تاوان لے۔ پس تمام اقسام سولہ ہوے اسواسطے کہ قسم اول
مین یعنی جب کہ ظروف مذکور کا وزن قرضہ کے برابر ہو چھ صورتین ہین اسواسطے کہ اس صورت مین یا تو اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر ہوگی یا کم
ہوگی یا زیادہ ہوگی پھر یہ تین صورتین اسکے تلف ہو جانے مین اور تین ہی اسکے ٹوٹ جانے مین سب چھ صورتین ہوئین اور دوسری قسم مین
جبکہ اسکا وزن آٹھ درم ہو دس صورتین ہین اسواسطے کہ اُسکی قیمت یا تو اُسکے وزن کی ایک کم سات ہوگی یا برابر ہوگی یا ایک زیادہ نو ہوگی یا

وزن ہوگی یا گھٹ ہوگی اور تیسری قسم میں بھی جبکہ اُسکا وزن نو درم ہو وہ نوہین ہین اسواسطے کہ اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر یا زیادہ ہوگی یا وزن سے کم اور قرضہ سے زائد ہوگی یا وزن ~~و~~ قرضہ کے برابر ہوگی یا وزن سے کم و قرضہ سے بھی کم ہوگی پس پانچ بر تقدیر تلف ہونے کے اور پانچ بر تقدیر اُسکے ٹوٹ جانے کے سب دس ہوئین یہ کافی مین ہے۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک انگوٹھی رہن لی جسمین ایک درم چاندی ہے اور نو درم قیمت کا نگینہ ہے اور دس درم قرضہ کے عوض رہن رکھی پھر وہ تلف ہوگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ ہر حال مین جسقدر کے عوض رہن تھی اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیجائیگی۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اگر انگوٹھی کے حلقہ کی قیمت ایک درم یا زیادہ ہو تو یہی جواب ہے جو امام اعظم رح کا مذہب مذکور ہوا ہے اور اگر چاندی کی قیمت ایک درم سے کم ہو پس اگر مثلاً آدھا درم ہو تو نگینہ تلف ہونے سے نو درم قرضہ ساقط ہو جائیگا اور چاندی کے حق مین راہن کو اختیار رہیگا چاہے اُسکا تلف ہونا قرضہ کے عوض قرار دے یا چاہے تو مرتہن سے چاندی کی قیمت یعنے نصف درم تاوان لے لے پھر مرتہن اُس سے اپنا ایک درم قرضہ واپس لیگا۔ اور اگر نگینہ فقط ٹوٹ گیا اور انگوٹھی کا حلقہ درست رہا تو نگینہ کے مقابلہ مین جسقدر قرضہ تھا اُسمین سے بالاجماع اُسقدر قرضہ ساقط ہو جائیگا۔ جسقدر نگینہ مین نقصان آیا ہے۔ اور اگر حلقہ ٹوٹ گیا تو بالاجماع راہن کو اختیار ہوگا پس اگر حلقہ کی قیمت ایک درم یا کم ہو پس اگر راہن نے اُسکو چھوڑ دینا اختیار کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک مرتہن کے پاس اُسکو قیمت پر چھوڑ دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک قرضہ کے عوض چھوڑ دیگا اور اگر اُسکی قیمت ایک درم سے زائد مثلاً ڈیڑھ درم ہو پس اگر اُسنے چھوڑنا اختیار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی پوری قیمت ڈیڑھ درم تاوان لیگا مگر قیمت سونے سے لیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو تہائی حلقہ بعوض اُسکی قیمت کے جو سونے سے لیگا مرتہن کے پاس چھوڑ دیگا۔ اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹنے سے بقدر نصف درم کے نقصان ہوا یعنے جسقدر اُسکی بنوائی ہے تو راہن پورا قرضہ دیکر چھوڑانے پر مجبور کیا جائیگا اور اُسکو اختیار نہوگا اور اگر ٹوٹنے سے نصف درم سے زیادہ نقصان ہوا تو راہن کو اختیار ہوگا اور جب اُسنے مرتہن کے پاس چھوڑنا اختیار کیا تو قرضہ کے عوض چھوڑیگا قیمت کے عوض نہین چھوڑیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے سیف محلی یعنے تلوار جسپر حلیہ ہے اور تلوار کی قیمت پچاس درم اور حلیہ پچاس درم ہے بعوض سو درم کے رہن کردی پھر وہ تلف ہوگئی تو جسقدر کے عوض رہن تھی اُسی کے عوض تلف شدہ ہوگی کیونکہ اُسکی مالیت مین وفا قرضہ ہے اور اگر اُسکا پھل ٹوٹ گیا اور حلیہ تو قرضہ مین سے بحساب نقصان پھل کے ساقط ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر فلوس رہن کیے اور وہ کاسد ہوگئے تو قرضہ کے عوض گئے اور اگر اُسکا بھاؤ گھٹ گیا تو اسکا اعتبار نہین ہے اور اگر ٹوٹ گئے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا لیکن اگر قیمت زائد ہو تو اُسمین سے بقدر قرضہ کے ضامن ہوگا۔ اور جس صورت مین مرتہن ضمان دیکر بعض شکستہ کا مالک ہو جاوے تو اُسقدر جدا کرکے باقی معہ مال ضمان کے مرہون رہیگی الا ایک روایت کے موافق جو امام ابو یوسف رح سے مروی ہے۔ اور اگر فلوس رہن ہون اور اُسکا بھاؤ بڑھ گیا تو کچھ اعتبار نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اصل مین ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے طشت یا کوزہ بعوض ایک درم کے رہن کیا اور مرہون سے وفاء دین ہوسکتی ہے اور اسمین دین کی بہ نسبت کچھ زیادتی ہے پس اگر وہ تلف ہو جاوے تو جسکے عوض رہن ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار پائیگا اور اگر ٹوٹ گیا پس اگر ایسی چیز ہو جو موزون نہین ہے تو قرضہ مین سے بقدر حصہ نقصان کے ساقط ہو جائیگا اور اگر موزون ہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرادے یا چاہے تو امام اعظم رح کے نزدیک قیمت لیکر اُسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے و امام محمد رح کے نزدیک قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ چھوڑ سکتا ہے اور امام ابو یوسف رح کا قول

ف یعنی ساتھ شکستگی کے سونا [illegible]

اس مسئلہ مین امام اعظم رح کے ساتھ ذکر کیا ہو مگر شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ جس صورت مین مال مرہون مین بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو تو بنا بر ظاہر روایت کے امام ابو یوسف رح کو امام اعظم رح کے ساتھ ذکر کرنا درست نہین معلوم ہوتا ہو یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے ایک گیہون دو سو درم قیمت کا بعوض سو درم کے رہن دیا پس اگر وہ تلف ہو جاوے تو قرضہ کا بھر پانا اُسکے نصف سے ہو جائیگا اور اگر اُسکو پانی پہونچا جس سے وہ متعفن ہو کر پھول گیا تو راہن کو اختیار ہو چاہے قرضہ ادا کرکے اُسکا فک رہن کرالے اور اُسکو اس سے زیادہ کچھ نہ ملیگا اور چاہے کھرے آدھے گیہون کے مثل تاوان لے اور نصف فاسد تو ملک مرتہن ہو جائیگا اور نصف فاسد باقی مع مال ضمان کے مرتہن کے پاس مرہون رہیگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہو اور امام محمد رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہو چاہے اُسکا نصف بعوض قرضہ کے مرتہن کی ملک کر دے اور جب مرتہن اس نصف کا مالک ہو پس اگر اُسمین کچھ زیادتی ہو تو بقدر زیادتی کے صدقہ کر دیگا یعنے ضمان قیمت نہین لے سکتا ہو[۱۲] یہ خزانۃ الاکمل مین ہو۔

گیارہوان باب متفرقات کے بیان مین

زید نے ایک غلام عمرو کے پاس رہن کیا اور وہ عمرو کے پاس مر گیا پھر خالد نے گواہون سے اس غلام پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو خالد کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے راہن سے تاوان لیا تو وہ عقد رہن سے پہلے اداے ضمان کی وجہ سے اُسکا مالک قرار دیا جائیگا پس ظاہر ہوا کہ اُسنے اپنی ذاتی ملک کو رہن کیا تھا اور مرہون تلف ہونے سے مرتہن اپنا قرضہ بھر پانے والا ہو گیا پس راہن سے اپنا قرضہ نہین لے سکتا ہو اور اگر اُسنے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن اسقدر مال تاوان راہن سے واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی واپس لیگا۔ اگر راہن و مرتہن نے وقت عقد کے یہ شرط لگائی کہ راہن ہی عادل ہووے اور رہن کا مال اُسی کے پاس رہے کہ میعاد آنے پر اُسکو فروخت کرے تو اس مسئلہ مین دو صورتین ہین اول یہ کہ عقد رہن مین دونون ایسی شرط لگا دین پس اس صورت مین رہن صحیح نہوگا خواہ مرتہن نے اُسپر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو دوم یہ کہ تمام عقد رہن کے بعد دونون نے ایسی شرط قرار دی پس اگر مرتہن نے رہن پر قبضہ نہ کیا ہو تو رہن صحیح نہوگا اور اگر قبضہ کر لیا ہو تو صحیح ہو پھر جس صورت مین کہ قبضہ کر لیا ہو اور راہن نے اُسکو فروخت کیا پس اگر مرتہن کے قبضہ مین ہونے کی حالت مین فروخت کیا ہو تو ثمن مرتہن کا ہوگا اور اگر مرتہن سے لیکر فروخت کیا ہو تو ثمن راہن کا ہوگا اور مرتہن بہ نسبت راہن کے اور قرضخواہون کے اسکا زیادہ مستحق نہوگا یہ محیط مین ہو۔ اگر مرہون پر کسی شخص نے جنایت کی تو ضرور ہو کہ یہ جنایت یا تو نفس کا تلف ہوگی یا نفس سے کم ہوگی اور ہر ایک ان دونون مین سے ضرور ہو کہ یا تو عمداً ہوگی یا خطا سے یا جو خطا کے معنی مین ہو اور جنایت کرنے والا ضرور ہو کہ آزاد ہوگا یا غلام ہوگا پس اگر جنایت نفس کا تلف ہو یعنے مرہون کو قتل کر ڈالا اور عمداً قتل کیا اور قاتل آزاد ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اگر راہن و مرتہن دونون قصاص لینے پر اتفاق کرین تو راہن کو اختیار ہوگا کہ قاتل سے قصاص لے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو قصاص لینے کا اختیار نہوگا اگرچہ دونون اتفاق کرین اور امام ابو یوسف رح سے اس مسئلہ مین دو روایتین ہین ایسا ہی امام کرخی نے یہ اختلاف نقل کیا ہو اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا کہ قاتل پر قصاص عائد نہوگا اگرچہ راہن و مرتہن قصاص لینے پر اتفاق کرین اور کوئی اختلاف ذکر نہین فرمایا۔ اور جب قاتل سے قصاص لیا گیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا یہ سب اُس صورت مین ہو کہ دونون نے قصاص لینے پر اتفاق کیا ہو اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا اور قاتل پر لازم ہوگا کہ مقتول کی قیمت تین سال مین اپنے مال سے ادا کرے اور یہ قیمت رہن رہیگی اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور قاضی نے قصاص باطل کر دیا پھر راہن نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو پھر قصاص نہین لے سکتا ہو اور اگر جنایت خطا سے ہو یا شبہ عمد ہو تو قاتل کی مددگار برادری پر تین سال مین اُسکی قیمت واجب ہوگی اور مرتہن اُسکو لیکر رہن

رکھیگا پھر اگر رہن میعادی ہو تو میعاد آنے تک اُسکے قبضہ مین رہیگی پھر جب میعاد آجاوے پس اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو اپنا
قرضہ اُسمین سے پورا وصول کرلیگا پھر اگر کچھ باقی رہجاوے تو وہ راہن کو واپس کردیگا اور اگر قیمت اُس سے کم ہو تو جسقدر ہی اُسقدر
دین وصول کرلیگا اور باقی راہن سے لیگا۔ اور اگر قیمت مذکور خلاف جنس قرضہ سے ہو تو فک رہن کے وقت تک اُسکو اپنے
پاس روک رکھیگا اور اگر قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو اسکا حکم اور میعادی قرضہ ہونے کی صورت مین میعاد آجانے کا جو حکم مذکور
ہوا ہی دونون یکسان ہین۔ اور تلف کردینے کی ضمان لینے کے واسطے غلام کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو تلف کردینے کے روز تھی
اور ضمان رہن مین قبضہ کے روز کی قیمت معتبر ہوتی ہی اور وجود سبب کی حالت مین اعتبار ہوگا چنانچہ اگر ہزار درم قرضہ ہو
اور رہن کے روز غلام کی قیمت بھی ہزار درم ہو پھر اُسکی قیمت گھٹ گئی اور پانچ سو درم رہگئی پھر وہ قتل کیا گیا تو قاتل پانچ سو
درم اُسکی قیمت تاوان دیگا اور قرضہ مین سے پانچ سو درم ساقط ہوجاوینگے اور جو کچھ اُسنے تلف کردینے مین تاوان دیا ہی وہ
اُسکے مثل قرضہ کے عوض رہن رہیگا یعنے باقی قرضہ ساقط ہوجائیگا اسی طرح اگر مرتہن نے اُسکو قتل کیا تو وہ بھی تاوان دیگا اور
اُسکا و اجنبی کا حکم یکسان ہوگا۔ اور اگر قتل کرنے والا کوئی غلام یا باندی ہو تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو قاتل کو دیدے یا مقتول
کی قیمت فدیہ دے پس اگر مقتول کی قیمت مدفوع قاتل کے برابر یا مدفوع کی قیمت زیادہ ہو تو مدفوع پورے قرضہ مین مرہون رہیگا
اور بلا خلاف راہن پر جبر کیا جائیگا کہ پورا قرضہ ادا کرکے اِسکو چھوڑا دے اور اگر مدفوع کی قیمت مقتول کی بہ نسبت کم ہو مثلاً مقتول
کی قیمت ایک ہزار اور قرضہ ایک ہزار اور مدفوع کی قیمت سو درم ہو تو بھی امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ پورے
قرضہ کے عوض مرہون ہوگا اور راہن پر جبر کیا جائیگا کہ غلام مدفوع کو پورا قرضہ دیکر چھوڑا دے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قاتل
کی قیمت مین وفاے قیمت مقتول نہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے اُسکا فک رہن کرادے یا مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن
کے ذمہ چھوڑ دے۔ اسی طرح اگر غلام مرہون کا نرخ گھٹ گیا یہانتک کہ سو درم کا رہگیا پھر اُسکو سو درم قیمت کے غلام نے قتل
کیا اور وہ غلام قاتل دیدیا گیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی۔ یہ اُسوقت ہی کہ قاتل کے مولی نے قاتل کا دینا اختیار کیا ہو اور
اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو وہ مقتول کی قیمت فدیہ دیگا اور وہ قیمت رہن رہیگی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو
مرتہن اُسمین سے اپنا قرضہ پورا وصول کرلیگا اور جنس قرضہ کے خلاف ہو تو مرتہن اُسکو روکے رہیگا یہانتک کہ اپنا قرضہ
پورا وصول کرلے اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرادے یا مرتہن کے لیے اُسکے قرضہ کے عوض چھوڑ دے
یہ سب اُس صورت مین ہی کہ جنایت قتل نفس ہو۔ اور اگر جنایت قتل نفس سے کم ہو پس اگر مجرم آزاد ہو تو اُسکا ارش اُسکے
مال سے واجب ہوگا نہ اُسکی مددگار برادری پر خواہ جنایت عمداً ہو یا خطا سے ہوا اور یہ مال ارش معہ غلام کے رہن رہیگا اور
اگر مجرم غلام ہو تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ یا اِسکو دیدے یا جنایت کا فدیہ دے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو یہ فدیہ
معہ غلام کے جسپر جنایت واقع ہوئی ہی دونون مرہون رہینگے اور اگر اُسنے مجرم کا دینا اختیار کیا تو مجرم معہ اُس غلام کے
جسپر جرم کیا ہی دونون مرہون رہینگے۔ اور اگر مرہون نے کسی دوسرے پر جنایت کی تو ضرور ہی کہ اُسکا جرم یا تو بنی آدم پر ہوگا یا
سواے بنی آدم کے دوسری شئے پر ہوگا پس اگر بنی آدم پر ہو تو ضرور ہی کہ عمداً ہوگا یا خطا سے یا جو خطا کے معنی مین ہی پس اگر جرم
عمداً ہو تو مرہون سے قصاص لیا جائیگا جیسا کہ مرہون نہونے کی صورت مین ہی خواہ اُسنے کسی اجنبی کو قتل کیا ہو یا راہن کو
یا مرتہن کو اور جب وہ قصاص مین قتل کیا گیا تو قرضہ ساقط ہوجائیگا۔ اور اگر اُسنے خطا سے جرم کیا تو خطا کے معنی مین ہی اور
اُسکے ساتھ ملحق ہی مثلاً شبہ عمد ہو یا عمداً ہو لیکن قاتل ایسا نہین ہی کہ اُسپر قصاص واجب کیا جاوے تو اِسمین مرہون کا

دینا یا فدیہ دینا واجب ہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر پورا غلام ضمانت مین ہو مثلاً اُسکی قیمت قرضہ کے برابر یا کم ہو جیسے کہ غلام کی قیمت ایک ہزار درم ہو اور قرضہ بھی ہزار درم ہو یا قرضہ ڈیڑھ ہزار درم ہو اور غلام کی قیمت پانچ سو درم ہو تو مرتہن سے اولاً فدیہ دینے کے واسطے کہا جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دیدیا تو غلام مجرم کو چھوڑا لیا اور جرم سے پاک کر لیا اور ایسا ہو گیا کہ گویا اُسنے کبھی جرم نہین کیا تھا اور بدستور سابق رہن رہیگا اور جو مال مرتہن نے فدیہ مین دیا ہی اُسکو راہن سے واپس نہین لے سکتا ہی اور مرتہن کو غلام مجرم دیدینے کا اختیار نہین اور اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن سے کہا جائیگا کہ غلام مجرم دے یا فدیہ دے پس اگر اُسنے غلام مجرم دینا اختیار کیا تو رہن باطل ہو جائیگا اور قرضہ ساقط ہو جائیگا اسی طرح اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ راہن نے جو کچھ فدیہ مین دیا ہی اُس سے حق مرتہن ادا کرنے والا ہوا کیونکہ مرتہن کی ضمانت مین جرم واقع ہونے کی وجہ سے اُسکا فدیہ مرتہن پر واجب تھا پس لحاظ کیا جائیگا کہ فدیہ کسقدر ہوا اور غلام کی قیمت کیا ہی اور قرضہ کسقدر ہی پس اگر مقدار فدیہ قرضہ کے برابر ہو اور غلام کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر مقدار فدیہ قرضہ سے کم ہو اور غلام کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو قرضہ مین سے بقدر فدیہ کے ساقط ہو جائیگا اور باقی کے عوض غلام مذکور رہن پڑا رہیگا اور اگر مقدار فدیہ قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو اور غلام کی قیمت قرضہ سے کم ہو تو قرضہ مین سے بقدر قیمت غلام کے ساقط ہو جائیگا اور اس سے زیادہ ساقط نہوگا۔ اور اگر بعض غلام ضمانت مین ہو اور تھوڑا امانت مین ہو مثلاً غلام کی قیمت دو ہزار درم ہو اور قرضہ ایک ہزار درم ہو تو راہن اور مرتہن دونون پر فدیہ لازم ہوگا۔ اور مرتہن سے غلام مجرم دینے کے واسطے کہنے کے یہ معنی ہین کہ وہ دینے پر راضی ہو اسلیے اسکو دیدینے کا اختیار نہین ہی پھر جب اُس سے فدیہ دینے کے واسطے کہا گیا پس یا تو دونون شخص مجرم کے دینے پر اتفاق کرینگے یا اختلاف کرینگے پس اگر دونون نے اختلاف کیا ایک نے مجرم کا دینا اختیار کیا اور دوسرے نے فدیہ دینا اختیار کیا اور ضرور ہی کہ دونون یا تو حاضر ہونگے یا غائب یا ایک حاضر اور ایک غائب ہوگا پس اگر دونون حاضر ہون اور دونون نے مجرم دینے پر اتفاق کیا اور دیدیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر دونون نے فدیہ دینے پر اتفاق کیا تو دونون مین سے ہر ایک شخص آدھا فدیہ دیدیگا اور جب دونون نے فدیہ دیدیا تو غلام کی گردن اس جرم سے پاک ہو جائیگی اور بدستور سابق رہن رہیگا اور دونون مین سے ہر ایک اس مال کے دینے مین متبرع ہوگا یعنے جو کچھ دیا ہی اُسکو دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر دونون نے اختلاف کیا کہ ایک نے مجرم کو دینا چاہا اور دوسرے نے فدیہ دینا چاہا پس جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہی اُسکا اختیار اولے ہی پس جسنے فدیہ اختیار کیا ہی وہ غلام کا پورا ارش جنایت دیگا اور پھر دوسرا اُس غلام کے دینے کا اختیار نہین رکھتا ہی۔ پھر جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہی اگر وہ مرتہن ہو اور اُسنے پورا ارش دیدیا تو غلام مذکور مثل سابق کے رہن رہیگا کیونکہ فدیہ دینے سے غلام کی گردن جرم سے [illegible] ہو جائیگی پس ایسا ہو جائیگا کہ گویا اُسنے جرم نہین کیا ہی اور مرتہن راہن سے اپنا پورا قرضہ لے لیگا۔ اور آیا جسقدر اُسنے حصہ امانت کے عوض جرمانہ دیا ہی وہ واپس لے سکتا ہی یا نہین سو کرخی نے ذکر کیا کہ اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین واپس نہین لے سکتا ہی بلکہ متبرع ہوگا اور ایک روایت مین واپس لے سکتا ہی اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا ہی کہ سوائے خاص اپنے قرضہ کے اور کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور اختلاف روایت کا کچھ ذکر نہین کیا۔ اور اگر وہ شخص جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہی وہ راہن ہو اور اُسنے پورا ارش دیدیا تو وہ متبرع نہوگا بلکہ آدھے فدیہ سے قرضہ مرتہن ادا کرنے والا قرار دیا جائیگا۔ پھر دیکھا جائیگا کہ اگر آدھا فدیہ مثل پورے قرضہ کے ہو تو پورا قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر کم ہو تو اُسکے قدر قرضہ ساقط ہوگا اور باقی قرضہ کو مرتہن راہن سے واپس لیگا اور غلام کو اُسکے واسطے روک رکھیگا۔ یہ سب اُس صورت مین ہی کہ دونون حاضر ہون۔ اور اگر فقط ایک شخص حاضر ہو تو اُسکو

ع

غلام مجرم دیدینے کا اختیار نہین ہی خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو پس اگر مرتہن حاضر ہو اور اُسنے پورا ارش فدیہ مین دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک آدھے فدیہ مین تبرع نہوگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ راہن سے اپنا قرضہ اور آدھا فدیہ واپس لے ولیکن اُسکو اپنے قرضہ کے واسطے مرہون کو روکنے کا اختیار ہوگا اور آدھے فدیہ کے واسطے بعد ادا ے قرض کے روکنے کا اختیار نہوگا۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک آدھے فدیہ کے حق مین مرتہن تبرع ہوگا پس راہن سے خالص اپنا قرضہ واپس لے سکتا ہی جیسا کہ راہن کی حاضری کی صورت مین مذکور ہوا ہی۔ اور اگر راہن ہی حاضر ہو اور اُسنے ارش تمام ادا کردیا تو بالاجماع آدھے فدیہ مین تبرع نہوگا بلکہ آدھے کے دینے سے اسی قدر قرضہ مرتہن ادا کرنے والا شمار ہوگا۔ یہ سب اُس صورت مین ہی کہ مال مرہون نے کسی اجنبی پر جنایت کی ہو اور اگر اُسنے راہن یا مرتہن پر جنایت کی ہو فقط راہن کی جان پر اُسکی جنایت موجب مال ہی اور اُسکے مال پر جنایت ہدر ہی۔ اور رہی جنایت نفس مرتہن پر سو امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک معتبر ہی کہ اُسکے عوض غلام مذکور خود دیدیا جائیگا یا اُسکا فدیہ دیا جائیگا بشرطیکہ اس سے مرتہن راضی ہو اور مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائیگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین جنایت کا جرمانہ نہین چاہتا ہون اسواسطے کہ اسمین میرا حق ساقط ہوا جاتا ہی تو اُسکو ایسا اختیار ہی اور جنایت باطل ہو جائیگی اور غلام مذکور برحال خویش رہن رہیگا ایسا ہی امام کرخی نے علی الاطلاق بیان فرمایا ہی اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا اور اُسمین تفصیل فرمائی یعنے اگر پورا غلام قرضہ کے عوض مضمون ہو تو اسمین اختلاف ہی اور اگر تھوڑا ضمانت مین اور تھوڑا امانت مین ہو تو اُسکی جنایت بالاتفاق معتبر ہی پس راہن سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے پس اگر راہن نے اُس غلام مجرم کو دیا اور مرتہن نے اسکو قبول کیا تو پورا قرضہ باطل ہو جائیگا اور پورا غلام مرتہن کا ہو جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو نصف راہن پر اور نصف مرتہن پر پڑیگا پس جسقدر مرتہن کے حصہ کا ہی وہ باطل ہوگا اور جسقدر راہن کے حصہ کا ہی اُسکو راہن ادا کریگا اور غلام مرہون بحالہ رہن رہیگا۔ یہ اُسوقت ہی کہ اُسنے مرتہن کے نفس پر جنایت کی ہو۔ اور اگر مال مرتہن پر کوئی جرم کیا پس اگر اُسکی قیمت اور قرضہ برابر ہو اور اُسکی قیمت مین کچھ زیادتی نہو تو بالاجماع اُسکا یہ جرم ہدر ہوگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ سے زائد ہو تو امام اعظم رح سے دو روایتین ہین ایک روایت مین ہی کہ حصہ امانت کی جنایت معتبر ہوگی اور دوسری روایت مین ہی کہ بالکل جنایت معتبر نہوگی۔ اور اگر مرہون نے راہن یا مرتہن کے پسر کے اوپر کوئی جرم کیا تو کچھ شک نہین ہی کہ ایسی جنایت معتبر ہوگی۔ یہ سب جو مذکور ہوا بنی آدم پر جنایت کرنے کا حکم تھا۔ اور اگر مرہون نے بنی آدم کے سوا ے اور اموال پر کچھ جرم کیا مثلاً اسقدر مال تلف کردیا جو اُسکے رقبہ کو محیط ہی تو اسکا حکم اور سوا ے مرہون کے غیر کی جنایت کا حکم یکسان ہی یعنے جسقدر مال تلف کیا [illegible] اس مرہون کی گردن پر ہوگا کہ اُسکے واسطے فروخت کیا جا سکتا ہی اور اگر راہن یا مرتہن نے اُسکا قرضہ ادا کردیا پس جب دونون مین سے کسی نے ادا کیا تو اسکا حکم اور بنی آدم پر اُسکی جنایت کرنے اور فدیہ دیے جانے کا حکم یکسان ہی اور اس صورت مین جب مرتہن نے قرضہ ادا کیا ہو تو مرتہن کا جو قرضہ راہن پر ہی وہ بحالہ باقی رہیگا اور یہ غلام بحالہ رہن رہیگا اسواسطے کہ مرتہن نے اُسکا فدیہ دیکر اُسکی گردن کو بار قرضہ سے خلاص کرلیا ہی اور پاک کرلیا ہی پس مثل سابق کے غلام مذکور رہن رہیگا جیسا کہ جنایت سے فدیہ دینے کی صورت مین مذکور ہوا ہی اور اگر مرتہن نے جو مال غلام پر قرضہ ہو کر عائد ہوا ہی ادا کرنے سے انکار کیا اور راہن نے اُسکو ادا کیا تو مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائیگا اور اگر دونون نے اس قرضہ کے ادا کرنے سے انکار کیا تو غلام مذکور اس مال کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن سے یہ مال جسکو غلام نے تلف کیا ہی ادا کیا جائیگا پھر جب غلام فروخت کیا گیا اور اُسکے ثمن سے قرضہ ادا کیا گیا تو ضرور ہی کہ یا تو اُسکے ثمن سے وفا ے قرضہ مذکور ہوگی یا نہوگی پس اگر اُسکے ثمن سے وفا ے

قرضہ مذکور ہوجاوے تو ضرور ہی کہ یا تو اُسکا قرضہ مساوی قرضہ مرتہن ہوگا یا اُس سے زیادہ ہوگا یا اُس سے کم ہوگا پس اگر برابر ہو
یا زیادہ ہو تو مرتہن کا پورا قرضہ ساقط ہوجائیگا اسواسطے کہ غلام مذکور ملک راہن سے ایسے سبب سے زائل ہوا جو مرتہن کی ضمانت
مین پایا گیا ہی پس ایسا ہوا کہ گویا وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا ہی اور جسقدر غلام کا ثمن قرضہ جنایت ادا کرکے باقی رہے وہ راہن
کا ہوگا اسواسطے کہ وہ اُسکی ملک کا بدل ہی اُسمین کسی کا حق نہین ہی پس خاصۃً اُسی کا ہوگا۔ اور اگر قرضہ مذکور بہ نسبت قرضہ مرتہن
کے کم ہو تو قرضہ مرتہن مین سے اسی قدر ساقط ہوگا اور جو کچھ ثمن مرہون بعد ادائے قرضہ مذکور کے باقی رہے وہ مرتہن کے پاس
باقی قرضہ کے واسطے رہن رہیگا اسواسطے کہ مرتہن نے اسی پر قرضہ دیا تھا پس وہ رہن رہیگا پھر اگر ادائے قرضہ کا وقت آگیا ہو پس
اگر یہ مال جنس قرضہ سے ہو تو مرتہن اُسکو قرضہ مین سے لیگا اور اگر خلاف جنس قرضہ سے ہو تو باقی قرضہ وصول کرنے تک اُسکو روک
رکھیگا اور اگر میعاد نہ آئی ہو تو میعاد آنے تک باقی قرضہ کے لیے اُسکو رہن رہنے دیگا یہ اُسوقت ہی کہ پورا غلام مرہون ہو۔ اور
اگر نصف مضمون ہو اور نصف امانت مین ہو تو جسقدر ثمن بعد ادائے قرضہ مذکور کے باقی رہا ہی وہ سب مرتہن کے قبضہ مین
ندیا جائیگا بلکہ اُسکا نصف دیا جائیگا اور نصف راہن لے لیگا۔ اسی طرح اگر مضمون و امانت مساوی نہو بلکہ گھٹا بڑھا ہو تو اسی
کمی بیشی کے حساب سے مابقی ثمن دونون مین سے ہر ایک کو دیا جائیگا۔ اور اگر ثمن غلام مین قرضہ مذکور کے واسطے وفا نہو تو قرضہ
مذکور کا طالب اس غلام کا سب ثمن لے لیگا اور جو کچھ اُسکا قرضہ باقی رہا وہ موخر ہوجائیگا یہانتک کہ جب کبھی غلام مذکور آزاد ہوجاوے
تو اُس سے وصول کرسکتا ہی اور فی الحال مابقی کو کسی سے نہین لے سکتا ہی اور جب کبھی غلام نے آزاد ہوکر مابقی قرضہ مذکور ادا کیا
تو اسقدر ادا کردہ شدہ کو کسی شخص سے واپس نہین پا سکتا ہی (اسی طرح اگر بجاے غلام کے مسئلہ مذکورہ مین باندی ہو تو بھی یہی
حکم ہی) اور اسی طرح اگر مرہونہ باندی کے بچہ نے کسی غیر کے مال پر جنایت کی تو اُسکا حکم مثل حکم اسکی مان کے ہی یعنے مثل مان کے
یہ قرضہ ہوکر اُسکی گردن سے متعلق ہوگا کہ اسکے واسطے وہ فروخت کیا جائیگا لیکن اس صورت مین فرق یہ ہی کہ مرتہن سے قرضخواہ
کے مال ادا کرنے کے واسطے نہ کہا جائیگا بلکہ راہن کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اُس مرہونہ کے بچہ کو فروخت کرے یا طالب کا قرضہ
دیکر اُسکو خلاص کرلے پس اگر راہن نے قرضہ دیدیا تو بچہ مثل سابق کے رہن رہیگا اور اگر قرضہ کے عوض فروخت کیا گیا تو مرتہن
کے قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا۔ یہ سب جو ہمنے ذکر کیا یہ غلام رہن کا راہن و غیر راہن پر جنایت کرنے کا حکم تھا۔ اور اگر رہن
نے رہن پر جنایت کی تو اسمین دو قسمین ہین ایک تو رہن کی جان پر جنایت کرنا دوم اُسکی جنس پر جنایت کرنا پس اگر جان پر جنایت
کی تو اس جنایت سے تلف ہونا (یعنی غلام مرہون نے دوسرے غلام مرہون پر) اور آفت آسمانی سے تلف ہونا دونون کا حکم یکسان ہی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر پورا غلام مضمون ہو
تو قرضہ مین سے بقدر نقصان کے ساقط ہوگا اور اگر تھوڑا مضمون اور تھوڑا امانت مین ہو تو جسقدر حصہ مضمون مین نقصان ہی
اُسی قدر قرضہ ساقط ہوگا اور جو نقصان حصہ امانت مین پڑتا ہی وہ ساقط نہوگا۔ اور رہی قسم دوم سو اُسکی دو صورتین ہین ایک
بنی آدم کا اپنی جنس پر جنایت کرنا دوم بہائم کا بہائم پر و غیر بہائم پر جنایت کرنا۔ پس اگر بنی آدم نے اپنی جنس پر جنایت کی مثلاً
دو غلام رہن تھے اُسمین سے ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ضرور ہی کہ یا تو دونون غلام ایک ہی صفقہ مین رہن تھے یا دو
صفقون مین مرہون ہوے تھے پس اگر دونون ایک ہی صفقہ مین رہن ہون اور ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ہم
کہتے ہین کہ یہ چار صورتون سے خالی نہین ایک مشغول کا مشغول پر جنایت کرنا دوم مشغول کا فارغ پر جنایت کرنا سوم فارغ کا مشغول پر جنایت
کرنا چہارم فارغ کا فارغ پر جنایت کرنا اور یہ سب جنایتین ہدر ہوتی ہین سوا ایک صورت کے کہ جب فارغ نے مشغول پر
جنایت کی تو یہ معتبر ہوگی اور جو قرضہ مشغول پر پڑا تھا وہ تحویل ہوکر فارغ کے ذمہ پڑ جائیگا اور بجاے مشغول کے فارغ بجرم رہن

ہو جائیگا اسکی مثال یہ ہی کہ اگر قرضہ دو ہزار درم ہو اور دو غلام رہن ہون کہ ہر ایک کی قیمت ایک ایک ہزار درم ہو پھر ایک نے دوسرے کو قتل کیا یا اُسپر کوئی ایسی جنایت کی جسکا قلیل یا کثیر ارش ہی تو اُسکی جنایت ہدر ہوگی اور جسپر جنایت کی ہو اُسپر سے اسی قدر قرضہ ساقط ہوکر دوسرے پر جسنے جنایت کی ہی تحویل ہو جائیگا۔ اور مشغول کی مشغول پر جنایت ہدر ہوتی ہی پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وہ آسمانی آفت سے مرگیا ہی۔ اور اگر قرضہ ہزار درم ہو اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو مجرم دینا و فدیہ دینا کچھ نہوگا مگر قاتل بعوض سات سو پچاس (۷۵۰) درم کے رہن ہو جائیگا اسواسطے کہ ہر ایک بعوض پانچ سو (۵۰۰) درم کے رہن تھا پس نصف ہر ایک کا فارغ تھا اور نصف مشغول تھا اور جب ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو قاتل کے ہر ایک نصف حصے نے مقتول کے نصف مشغول و نصف فارغ پر جنایت کی اور مقدار مشغول کی جنایت مشغول پر اور مشغول کی فارغ پر اور فارغ کی فارغ پر ہدر ہی لیکن جسقدر فارغ نے مشغول پر جنایت کی وہ قاتل کے ذمہ پڑجاویگی اور یہ نصف ہی اور نصف کے دو سو پچاس درم ہوئے اور قاتل کی طرف پانچ سو درم تھے پس سب مجموعہ سات سو پچاس درم کے عوض رہن ہو جائیگا اور اگر ایک نے دوسرے کی آنکھ پھوڑ ڈالی ہو تو جو قرضہ آنکھ کی طرف تھا اُسکا نصف آنکھ پھوڑنے والے کی طرف تحویل ہو جائیگا پس آنکھ پھوڑنے والا بعوض چھ سو پچیس (۶۲۵) درم کے رہن ہو جائیگا اور دوسرا بعوض دو سو پچاس (۲۵۰) درم کے رہن رہجائیگا۔ اور اگر دونون غلام دو صفقون مین مرہون ہون پس اگر دونون کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زائد ہو مثلاً قرضہ ہزار درم ہو اور ہر ایک کی قیمت ہزار ہزار درم ہو پھر ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو جنایت کا اعتبار کیا جائیگا بخلاف پہلی صورت کے۔ اور جب جنایت کا اعتبار کیا گیا تو راہن و مرتہن کو اختیار دیا جائیگا چاہین تو اس قاتل کو بجاے مقتول کے قرار دین پس جو کہ قرضہ قاتل کے ذمہ تھا وہ باطل ہو جائیگا اور اگر چاہین تو قاتل کی طرف سے مقتول کی قیمت فدیہ دیدین اور وہ بجاے مقتول کے رہن ہوگی اور قاتل بحال خود رہن رہیگا۔ اور اگر انکی قیمت مین قرضہ سے زیادتی نہو مثلاً قرضہ دو ہزار درم ہو اور ہر ایک کی قیمت ایک ہزار ہو اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا پس اگر دونون نے قاتل کو جرم مین دیدیا تو یہ مدفوع بجاے مقتول کے قائم ہوگا اور قاتل کے مقابلہ مین جو قرضہ تھا وہ باطل ہوگا اور اگر دونون نے کہا کہ ہم اسکا فدیہ دینگے تو پورا فدیہ بذمہ مرتہن ہوگا پھر جب ادا ے قرضہ کی میعاد آوے تو راہن فقط ایک ہزار درم مرتہن کو دیگا اور دوسرے ہزار درم اس ہزار درم کے ساتھ جو مرتہن کو فدیہ مین دینے پڑے ہین ادا ے اُسکے پاس رہن ہین قصاص ہو جاوینگے۔ اور اگر ایک نے دوسرے کی آنکھ پھوڑ ڈالی تو دونون سے کہا جائیگا کہ چاہو اس مجرم کو دیدو یا اسکا فدیہ دیدو پس اگر انھون نے فدیہ دینا اختیار کیا تو فدیہ نصفا نصف دونون پر ہوگا اور اگر دونون نے مجرم کو دیدیا تو جسقدر قرضہ اُسکے مقابلہ مین تھا باطل ہو جائیگا اور یہ مجرم اُس غلام کے ساتھ جسکی آنکھ پھوٹ گئی ہی رہن ہوگا۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین فدیہ نہین دیتا ہون بلکہ رہن کو اسی طرح چھوڑے دیتا ہون تو اُسکو اختیار ہی اور آنکھ پھوڑنے والا اپنے حال پر مثل سابق رہن رہیگا اور جسکی آنکھ پھوٹ گئی ہی اُسکے مقابلہ کے قرضہ مین سے نصف جاتا رہیگا اسواسطے کہ جنایت کا اعتبار کرنا بلحاظ حق مرتہن تھا نہ بلحاظ حق راہن اور جب مرتہن اس جنایت سے راضی ہوا تو جنایت ہدر ہوگئی۔ اور اگر راہن نے کہا کہ مین فدیہ دونگا اور مرتہن نے کہا کہ مین نہین دونگا تو راہن کو فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب مرتہن نے اس جنایت کا حکم طلب کیا ہو کذا فی البدائع۔ اور اگر راہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور مرتہن نے کہا کہ مین بمقدار ارش فدیہ دونگا تو فدیہ دیدے مگر متطوع ہوگا کہ اس مال فدیہ مین سے راہن کے ذمہ کچھ لاحق نہوگا اسواسطے کہ اُسنے بلا مجبوری کے غیر کی ملک کی طرف سے تبرعاً مال دیا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر راہن کے فدیہ ادا کردینے کے بعد مرہون قبضہ مرتہن مین تلف ہوگیا تو راہن کو

فدیہ واپس کر دے اسواسطے کہ راہن وفا کر دینے سے اُسکے قرضہ سے بری ہو گیا اسواسطے کہ مرتہن فدیہ سے اپنا قرضہ بھر پانے والا ہو گیا
ہو پھر ہمارے مشائخ رح نے اختلاف کیا ہے کہ مرتہن وہ ہزار درم فدیہ کے جن سے اپنا قرضہ بھر پایا ہے واپس کرے یا مرہون ہلاک ہونے
سے جن ہزار درم سے بھر پایا ہے وہ واپس کرے سو فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ ہلاک کے ہزار درم جنسے بھر پایا ہے واپس کر دے اسواسطے
کہ فدیہ سے بھر پانے کے بعد ہلاک سے بھر پانا پایا گیا ہے اور دیگر مشائخ نے فرمایا کہ فدیہ کے ہزار درم واپس کرے جیساکہ راہن کے
قرضہ ادا کرنے کے بعد مرتہن کے پاس مال مرہون مر جانے کی صورت میں حکم ہے کہ مرتہن نے جو کچھ وصول کیا ہے واپس کرے یہ محیط
سرخسی میں ہے۔ اگر مرہونہ باندی کے بچہ پیدا ہوا پھر اُسنے کسی آدمی کو قتل کر ڈالا تو مرتہن پر ضمان نہو گی اور اُسکی ضمان راہن پر ہے
کہ اُسکو اختیار دیا جائیگا چاہے بچہ مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پس اگر فدیہ دیا تو وہ بر حال خویش اپنی ماں کے ساتھ رہن رہیگا
اور اگر اُسنے طفل مجرم کو دینا اختیار کیا پھر مرتہن نے کہا کہ میں فدیہ دونگا تو اُسکو اختیار ہے۔ اسی طرح اگر اُس لڑکے نے کسی شخص
کا مال تلف کر دیا اور راہن سے کہا گیا کہ فروخت کرے یا قرضہ ادا کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ہزار درم قرضہ کے
(یعنی فروخت کر کے ادا کرے ۱۲ یعنی اپنے پاس سے ۱۲)
عوض باندی رہن ہو جو ہزار درم قیمت کی ہے پھر اسکے ایک بچہ ہزار درم قیمت کا پیدا ہوا پھر بچہ نے راہن یا اُسکی ملک پر کچھ جنایت
کی تو اسمیں کچھ نہیں ہے اور اگر مرتہن پر جنایت کی تو ضرور ہے کہ وہ دیا جاوے یا اُسکا فدیہ دیا جاوے پس اگر وہ دیا گیا تو قرضہ میں سے
کچھ ساقط نہو گا بمنزلہ مر جانے کی صورت کے ہے اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو نصف فدیہ راہن کے ذمہ ہو گا یہ مبسوط میں ہے۔
ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض ہزار درم قرضہ کے مرہون ہے پھر اُسکے پانچ سو (۵۰۰) درم قیمت کا ایک بچہ پیدا ہوا پھر دونوں کو
ہزار درم قیمت کے ایک غلام نے قتل کیا اور وہ دونوں کے عوض دیدیا گیا پھر وہ کانا ہو گیا تو راہن اُسکو چار ساتویں حصہ کے
عوض فک رہن کرا دیگا اور سات حصوں میں سے تین حصے ساقط ہو جاوینگے کیونکہ جسوقت باندی کے بچہ ہوا تو قرضہ ان دونوں
پر تین تہائی پر تقدیر صحیح و سلامت رہنے کے تقسیم ہوا پھر جب اُسکو ایک غلام نے قتل کیا اور اُنکے عوض دیا گیا تو یہ ان دونوں
کے قائم مقام ہو لیعنے تین تہائی ہو کر دو تہائی بمقابلہ باندی کے اور ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے قائم ہوا پھر جب وہ کانا ہو گیا تو ہزار
میں سے نصف جاتا رہا اور باندی کے مقابلہ میں چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶) درم و دو تہائی درم تھا پس تین سو تینتیس (۳۳۳) درم و ایک تہائی
درم رہگیا اور اُسکا ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے تھا اور اسمیں سے نصف جاتا رہا تو چھٹا حصہ باقی رہا اور یہ ایک سو چھیاسٹھ درم
و دو تہائی درم ہے اور یہ حاصل باقی ہے اور باندی کی وہ قیمت معتبر ہو گی جو عقد رہن کے روز تھی یعنے ہزار درم اور بچہ کی وہ قیمت
جو انفکاک کے روز تھی یعنے ہزار درم کا چھٹا حصہ کہ ایک سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم ہے اسواسطے کہ قرضہ میں سے اُسکے مقابلہ میں
تہائی حصہ تھا جو کانا ہونے سے آدھا یعنے تہائی کا آدھا ایک چھٹا رہگیا۔ مگر قرضہ میں سے کچھ ساقط نہو گا اسواسطے کہ قرضہ
میں سے اُسکے مقابلہ میں جبھی حصہ ہو گا جب وہ موجود رہے پس بچہ ایک حصہ اور ماں چھ حصہ قرار دیکر کل سات حصہ کیے جاویں
مگر ماں میں سے کانی ہونے سے نصف یعنے تین حصے ساقط ہوئے اور تین حصے باقی رہے اور ایک حصہ بچہ کا باقی رہا تو یہ چار حصے
کل سات حصوں سے ہوئے اور تین حصے سات حصوں میں سے جاتے رہے اسی واسطے امام محمد رح نے فرمایا کہ جب اُسکو فک رہن
کراوے تو چار ساتویں حصے کے عوض فک رہن کرا سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک شخص کے غلام پر جنایت کی
پھر مولے نے اُسکو رہن کیا پھر فک رہن کرایا اور بعد اس جنایت سے مر گیا تو مولے کو اختیار ہو گا جنایت کرنے والے سے پوری
قیمت لے لے اور اگر عمداً ہاتھ کاٹا ہو تو قیاساً قصاص واجب ہو گا اور استحساناً قصاص واجب نہو گا بلکہ قیمت واجب ہو گی
اسی طرح اگر اُسکو ہبہ کر دیا ہو پھر ہبہ سے رجوع کر لیا ہو یا فروخت کیا ہو پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیا گیا ہو تو بھی

یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر دو شخصون سے ایک چیز رہن کی حالانکہ دونون مین سے ایک شخص قرضہ مین اُسکا شریک ہے تو یہ
جائز نہین ہے لیکن اگر وہ شخص دوسرے شخص کا کفیل ہو تو جائز ہے - اور اگر دو شخصون نے کوئی مال عین رہن لیا پھر ایک نے اُسکو
واپس کردیا تو جائز نہین ہے اور اگر دو مرتہنون مین سے ایک نے یون اقرار کردیا کہ یہ حقیقی رہن نہ تھا بلکہ بطور تلجیہ تھا تو امام ابویوسف
کے نزدیک رہن باطل ہوگا اور امام محمد رح نے دوسرے کے حصہ کے حق مین خلاف کیا ہے - اگر دو شخصون پر ایک شخص کا قرضہ ہے
اور ہر ایک پر برابر نہین ہے بلکہ مختلف ہے پھر دونون نے اپنے مساوی مشترک غلام کو رہن دیا تو ہر ایک کا حصہ بعوض اُسکے شریک
کے قرضہ اور اُسکے قرضہ کے رہن ہوگا پھر اگر وہ مرجاوے تو باہم کمی وبیشی ایک دوسرے سے واپس لینگے یہ تاتارخانیہ مین ہے
اگر شریک مفاوض نے بدون اجازت دوسرے شریک کے رہن کیا یا رہن لیا تو دوسرے کے حق مین جائز ہے اور اگر اُسنے
کچھ جرم کرکے رہن دیا تو صحیح ہے مگر اپنے شریک کے واسطے ضامن ہوگا لیکن اُسکے شریک کو اختیار نہین ہے کہ اُسکا رہن توڑدے
اور اگر مفاوض نے کوئی مال کسی کو مستعار دیا اور مستعیر نے اُسکو رہن کردیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ اُسکے شریک پر بھی جائز ہوگا
اور صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہے یہ خزانۃ الاکمل مین ہے - اگر مفاوض نے کوئی مال عین رہن لیکر اُسکو اپنے شریک کے
پاس رکھا اور وہ ضائع ہوگیا تو جسقدر قرضہ کے عوض رہن پڑتا تھا اُسی کے عوض گیا - اور اگر دو شریک عنان مین سے ایک نے
ایسے قرضہ کے عوض جو دونون پر آتا ہے کچھ رہن دیا تو جائز نہین ہے اور وہ رہن کا ضامن ہوگا اور اگر ایسے قرضہ کے عوض جسکو
دونون نے دیا ہے ایک نے کچھ مال قرضدار سے رہن لیا تو اُسکے شریک کے حق مین جائز نہوگا پس اگر مرتہن کے پاس مرہون
تلف ہوا تو خاص مرتہن کا حصہ گیا اور اُسکا شریک اپنا حصہ قرضدار سے واپس لیگا اور راہن کو اختیار ہوگا کہ مرتہن سے اُسکی
نصف قیمت واپس لے اور شریک کو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے اپنے شریک سے اپنا حصہ لے لے - اور اگر دو شخصون کی شرکت
اس شرط سے ہو کہ اس شرکت مین دونون مین سے ہر ایک اپنی رائے سے عمل کرے تو جس شریک نے رہن کیا یا رہن
رکھا وہ دوسرے پر جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہے - اگر مضارب نے مضاربت مین رب المال کی اجازت سے قرضہ لیکر اُسکے عوض
رہن دیا تو جائز ہے اور دونون پر قرضہ ہوگا اور اگر رب المال نے اجازت ندی ہو تو وہ سب قرضہ خاصکر مضارب پر ہوگا اور
اگر اُسنے مضاربت کے قرضہ مین کچھ مال رہن رکھ لیا تو یہ جائز ہے اور اگر رب المال مرگیا اور مال مضاربت عروض ہے اور مضارب
نے اُسمین سے کوئی مال رہن کردیا تو جائز نہین ہے اور وہ ضامن ہوگا اور اگر رب المال نے کوئی مال مضاربت اسباب مین سے جسکی قیمت
راس المال سے زائد ہے رہن کردیا تو جائز نہین ہے اور اگر زائد نہو تو جائز ہے اور رب المال اُسکا ضامن ہوگا گویا رب المال نے اُسکو
تلف کردیا یا بیچکر اُسکے دام کھا گیا ہے یہ خزانۃ الاکمل مین ہے - ایک شخص نے دوسرے سے ایک کپڑا بدین غرض مستعار لیا کہ اُسکو
ایسے قرضہ کے عوض جو اُسپر آتا ہے رہن دیدے پھر رہن دینے سے پہلے اُسکو استعمال کیا پھر اُسکو رہن دیدیا تو بری ہوجائیگا اور
اگر اُسکو رہن سے چھوڑا کر پھر استعمال کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے استعمال کرنا چھوڑ دیا پھر وہ کسی آفت سے خود تلف ہوگیا تو اُسپر
ضمان واجب نہوگی - ایک شخص نے اپنے قرضہ مین رہن دینے کے واسطے ایک کپڑا مستعار لیکر سو درم قرضہ کے عوض سال
بھر کے واسطے رہن کردیا پھر صاحب ثوب یعنے کپڑے کے مالک نے مستعیر سے مواخذہ کیا کہ میرا کپڑا مجھے واپس دے تو اُسکو یہ
اختیار ہے اگرچہ مستعیر نے اُسکو آگاہ کردیا ہو کہ مین سال بھر کے واسطے اُسکو رہن دیتا ہون اور اگر کپڑے کے مالک نے اُسکو
اپنے مال سے فک رہن کرالیا تو متطوع نہوگا بلکہ راہن سے اُسکو واپس لیگا اور اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے کپڑے کے
مالک کے قول کی تصدیق کی کہ یہ کپڑا اسی کا ہے تو مرتہن اُسکو دیکر اپنا قرضہ لے لے گا اور کپڑے کا مالک متطوع نہوگا - اور اگر مرتہن نے

کہا کہ مین نہین جانتا ہون کہ یہ تیرا کپڑا ہی تو مالک کو کپڑے کی لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی- ایک شخص نے دوسرے کو اپنا کپڑا دیا تاکہ وہ رہن رکھے تو ضرور ہی کہ یا تو اُس سے کچھ بیان نکیا ہوگا یا اُس سے کوئی مال بیان کر دیا ہوگا یا اُس سے کوئی جگہ مقرر کر کے بیان کر دی ہوگی یا کوئی متاع یا کوئی شخص بیان کر دیا ہوگا پس اگر کپڑا عاریت دیا تاکہ اُسکو وہ رہن رکھے گر جسکے عوض رکھے اُسکو کچھ بیان نکیا تو اُسکو اختیار ہوگا جا ہے جسقدر کے عوض اور جس نوع کے عوض رہن رکھدے اور اگر اُس سے کوئی مقدار بیان کر دی ہو اور اُسنے اس مقدار سے کم یا زیادہ کے عوض رہن رکھا یا دوسری جنس کے عوض رہن رکھا تو ضرور ہی کہ کپڑے کی قیمت یا تو قرضہ کے برابر ہوگی یا زیادہ یا کم ہوگی پس اگر کپڑے کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اس طور پر مخالفت کی کہ وہ مضر ہی اسواسطے کہ جب اُسنے مقدار بیان کردہ سے کم کو رہن دیا اور کپڑے کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہی تو اس سے معیر کو ضرر پہونچا اسلیے کہ مرتہن کے پاس تھوڑا کپڑا ضمانت مین رہا اور تھوڑا امانت مین رہا اور وہ اس امر سے راضی نہ تھا بلکہ یہ چاہا تھا کہ پورا کپڑا مضمون رہے اور زیادہ کے عوض رہن کرنے کی صورت مین یہ وجہ ہی کہ کبھی معیر کو اُسکی ضرورت پڑتی ہی کہ اُسکی مملوکہ چیز اُسکے پاس پہونچے تو وہ خود فک رہن کرا لیتا ہی اور مقدار بیان کردہ سے زیادہ ہونے کی صورت مین بسا اوقات ایسا ہو سکتا ہی کہ اُسپر فک رہن کرانے مین دشواری پڑے- اور اگر کپڑے کی قیمت کم ہو تو ضامن نہوگا مثلاً اپنا کپڑا دیا کہ اسکو دس درم کے عوض رہن کرے- حالانکہ اُسکی قیمت نو درم ہی پس اُسنے نو درم کے عوض رہن رکھا تو ضامن نہوگا- اور اگر اُسنے جنس بیان کردہ کے سواے دوسری جنس کے عوض رہن رکھا تو سب صورتون مین ضامن ہوگا- اور اگر اُسکو عاریت اس قرارداد سے دیا تھا کہ اسکو فلان شخص کے پاس رہن رکھے اُسنے دوسرے کے پاس رہن کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکو مستعار دیا کہ کوفہ مین اسکو رہن رکھے اُسنے بصرہ مین رہن کر دیا تو ضامن ہوگا- اگر معیر و مستعیر نے مرتہن سے واپس لینے سے پہلے یا اُسکے بعد مستعار تلف ہو جانے یا ناقص ہو جانے مین جھگڑا کیا تو قول مستعیر کا اور گواہ معیر کے قبول ہونگے اور اگر راہن نے دعوی کیا کہ معیر سے قبل فکاک کے رہن کو واپس لیا ہی اور مرتہن نے اُسکی تصدیق کی تو راہن کے قول کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ راہن و مرتہن نے فسخ رہن پر اتفاق کیا ہی اور عقد رہن انھین دونون کے درمیان قائم ہوا تھا پس اس باب مین کہ اُن دونون نے اُسکو فسخ کیا ہی انھین دونون کا قول قبول ہوگا اور معیر نے جو کچھ ادا کیا ہی وہ راہن سے واپس لیگا اسواسطے کہ وہ اپنے حق و ملک کی احیا کے واسطے اُسکے ادا کرنے مین مجبور تھا اگر مال مستعار رہن کرنے سے پہلے یا اُسکے چھوڑا لینے کے بعد مستعیر کے پاس تلف ہو گیا تو وہ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر راہن و مرتہن نے اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ مین نے تجھسے اپنا مال وصول کر کے کپڑا تجھے دیدیا ہی اور گواہ قائم کیے اور راہن نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے مال دیا ہی اور کپڑا تلف ہو گیا ہی اور گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے پس اگر وہ کپڑا عاریت ہووے اور مالک نے کہا کہ مین نے تجھے پانچ درم کے عوض رہن کرنے کا حکم کیا تھا اور مستعیر نے کہا کہ دس درم کے عوض کیا تھا تو مالک کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ اجازت اُسی کی طرف سے مستفاد ہی اور اگر اُسنے انکار کیا تو اسی کا قول قبول ہوتا ہی- پس اسی طرح جب اُسنے کسی صفت کے ساتھ اجازت کا اقرار کیا تو بھی اسی کا قول قبول ہوگا اور گواہ مستعیر کے قبول ہونگے یہ مبسوط مین ہی- اگر ایک کپڑا استعار لیا کہ اُسکو دس درم کے عوض رہن کرے اور اُسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہی اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو راہن کے ذمہ سے مال ساقط ہو گیا اور اُسکے مثل راہن پر مالک کپڑے کے واسطے واجب ہوگا اسی طرح اگر اُسمین کوئی عیب آگیا تو بقدر نقصان کے مرتہن کا قرضہ جاتا رہا اور مالک کا اسی قدر راہن پر واجب ہوا یہ خزانۃ الاکمل مین ہی- فتاوی عتابیہ مین ہی

کہ اگر مستعیر نے عاریت کا کپڑا مع دوسری چیز کے رہن کیا تو معیر اُسکو مرتہن سے نہین لے سکتا ہی یہانتک کہ پورا قرضہ ادا کردے
اور اگر راہن نے دو آدمیون سے مستعار لیا ہو پھر اُسنے نصف قرضہ ادا کیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اسکو دونون معیرون
مین سے ایک کے حصہ مین ڈالدے۔ اور اگر مرتہن نے اُسکو راہن کی اجازت سے اجارہ پر دیا تو کرایہ راہن کا ہوگا اور رہن
باطل ہو جائیگا اور اگر اجارہ مین تلف ہو گیا تو معیر کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے ضمان لے اور چاہے مرتہن سے پھر
مرتہن راہن سے واپس لیگا اور اگر راہن نے مرتہن کا قرضہ ادا کردیا پھر رہن عاریت اُسکے پاس تلف ہوا تو جو کچھ مرتہن
نے وصول کیا ہی واپس کردیگا اور راہن معیر کے واسطے ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر راہن نے مال قرضہ
ادا کردیا پھر غلام پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل بھیجا اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوا تو راہن نے جس سے مستعار لیا تھا اُسکو
تاوان دیگا لیکن اگر وکیل اسکے عیال مین سے ہو تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر راہن نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر اپنے وکیل کے ہاتھ
معیر کے پاس بھیجا تو بھی یہی حکم ہی یہ خزانۃ الاکمل مین ہی۔ اگر رہن کرنے کے واسطے ایک باندی مستعار لی اور اُسکو رہن کردیا پھر
اُس سے راہن و مرتہن نے وطی کی تو حد زنا ان دونون سے دور کیجائیگی لیکن وطی کرنے والے پر مہر واجب ہوگا اسواسطے
کہ غیر مملوکہ مین جب وطی ہوتی ہی تو دو حال سے خالی نہین یا تو وطی کنندہ پر حد شرعی لازم ہوتی ہی یا مہر واجب ہوتا ہی اور مہر بمنزلہ
زیادتی منفصلہ کے ہی جو عین سے متولد ہو اسواسطے کہ وہ اُس بات کا بدل ہی جسکا واطی نے استیفا کیا ہی اور وہ مستوفی حکما
جز عین ہی پس اُسی کے ساتھ رہن رہیگا پھر جب راہن اُسکو چھوڑا دے تو باندی مع مہر کے اُسکے مولے کو سپرد کیجائیگی
جیسا کہ اگر بچہ جنتی تو بھی یہی حکم تھا اور اگر اُسنے کوئی کمائی کر کے کچھ کمایا یا اُسکو کچھ ہبہ کیا گیا تو یہ اُسکے مولے کا ہوگا یہ مبسوط مین ہی
ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی مستعار لی تاکہ اپنے قرضہ مین رہن کرے اور ایسا ہی کیا پھر مستعیر مرگیا اور کچھ
مال نچھوڑا پھر مرتہن نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو میرے قرضہ مین فروخت کرے اور باندی کے مولے نے اس سے انکار
کیا تو قاضی اُسکو فروخت نہ کریگا ولیکن مرتہن سے کہا جائیگا کہ اسکو اپنے پاس روک رکھ یہان تک کہ معیر تجھکو تیرا حق دیدے
اور اگر معیر یعنے باندی کے مالک نے قاضی سے کہا کہ قرضہ کے عوض اسکو فروخت کردے اور مرتہن نے اس سے انکار کیا۔ تو
دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکے ثمن مین وفاے قرضہ ہو تو انکار مرتہن پر التفات نکیا جائیگا اگرچہ اسمین مرہون سے مرتہن کے قبضہ
کا ازالہ ہی اور اگر اُسکے ثمن مین وفاے قرضہ نہو تو بدون رضامندی مرتہن کے فروخت نہوگی اور اگر اُسکے ثمن مین وفاے
قرضہ ہو پس وہ قرضہ کے واسطے فروخت کی گئی اور مرتہن نے اُسکے ثمن سے اپنا قرضہ بھر پایا پھر مستعیر یعنے راہن کا کچھ مال ظاہر
ہوا تو جو کچھ مرتہن نے لیا ہی معیر اُسکو واپس لیگا اور اگر مستعیر نہ مرا بلکہ معیر مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہین پس اگر مستعیر تنگدست ہو
تو باندی بحال خویش رہن رہیگی پھر اگر معیر کے قرضخواہ لوگ اور اُسکے وارث لوگ اداے قرضہ کے واسطے اُس باندی کے فروخت
پر متفق ہوے اور مرتہن نے انکار کیا تو اُسکا جواب اُسی تفصیل سے ہی جو ہمنے معیر کی زندگی مین معیر کے ایسے قصد ہونے اور
مرتہن کے انکار کرنے کی صورت مین ذکر کردی ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کر کے دوسرے کے
پاس قرضہ مین رہن کیا پھر وہ غلام مرتہن کے پاس مرگیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے تاوان لے یا مرتہن
سے تاوان لے پس اگر غاصب سے تاوان لیا تو رہن پورا ہو گیا اسواسطے کہ اداے ضمان سے غاصب وقت غصب سے
اُسکا مالک ہو گیا پس اپنے مال کا رہن کرنے والا ہوگا اور اگر مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ جسقدر اُسنے تاوان
دیا ہی وہ راہن سے واپس لے اور رہن باطل ہوگا اسواسطے کہ مرتہن سے ضمان کا سبب یہی قبضہ ہی اور عقد رہن اُس

سے پہلے واقع ہوا تھا پس عقد سے پیچھے ملک ہونے سے رہن نافذ نہوگا اور اگر غاصب نے غلام مغصوب کسی کے پاس
ودیعت رکھا پھر اسکے بعد جسکو ودیعت دیا تھا اُسی کے پاس رہن رکھا پھر وہ رہن تلف ہو گیا پھر مالک غلام آیا پھر اُسنے غاصب سے
یا جسکو غاصب نے دیا تھا تاوان لیا اور راہن سے مرتہن نے واپس لیا تو دونون صورتون مین رہن جائز ہوگا - اور اگر
ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا پھر مستودع نے اُسکو کسی شخص کے پاس رہن رکھا اور وہ مرتہن
کے پاس تلف ہوا پھر مالک نے اگر راہن یا مرتہن کسی سے تاوان لیا تو کسی صورت مین رہن نافذ نہوگا اسواسطے کہ اُن سبب
دینے کے ضامن ہوا اور عقد رہن دینے سے پہلے قرار پایا تھا پس وقت رہن کے اُسکا مالک نہوگا پس رہن جائز نہوگا جیسے
ایک شخص نے دوسرے کا غلام کسی شخص کے پاس رہن کیا یعنے عقد رہن قرار دیا مگر ہنوز مرتہن کو دیا نہ تھا کہ مالک سے اُسکو
خرید لیا پھر مرتہن کو دیا تو وہ مرتہن کے پاس رہن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - مرتد کا رہن دار تھان مثل باقی تصرفات کے
امام اعظم رح کے نزدیک موقوف رہیگا پس اگر مرتد حالت ردت مین قتل کیا گیا اور مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوا اور مرہون
کی قیمت اور قرضہ برابر ہی اور قرضہ موت سے پہلے کا ہی اور مرہون بھی ایسا مال ہی جسکو اُسنے ردت سے پہلے کمایا تھا یا قرضہ
اُسکی حالت ردت کا ہی خواہ اُسنے خود اقرار کیا ہی یا گواہ قائم ہو کر اُسپر ثابت ہوا ہی اور رہن بھی ایسا مال ہی جو اُسنے حالت ردت
مین کمایا ہی تو مرہون جسکے عوض ہی اُسی کے بدلے گیا اور اگر مال مرہون مین بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو تو مرتہن مقدار
زیادتی کا ضامن ہوگا - اگر مرتد نے حالت ردت مین کچھ قرضہ لیا اور اُسکے عوض ایسا اسباب جسکو اُسنے ردت سے پہلے کمایا
تھا رہن کیا پھر حالت ردت مین قتل کیا گیا تو رہن باطل ہے اور مرتہن اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اگر وہ تلف ہو گیا اور قیمت
مذکور اُسکے وارثون کو واپس دیگا اور اُسکا قرضہ اُسکی ردت کی کمائی مین شمار ہوگا اور اگر قرضہ ردت سے پہلے کا ہو اور مرہون
اُسکی ردت کی کمائی ہو تو مرتہن اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت اور جو کچھ اُسنے ردت مین کمایا ہی سب غنیمت مین شمار ہوگا
پس مرتہن اپنا قرضہ اُسکے اس مال سے جو اُسنے ردت سے پہلے کمایا ہی لے لیگا یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص نے ایک غلام
رہن کیا اور غائب ہو گیا پھر مرتہن نے اُسکو آزاد پایا پس اگر غلام نے وقت رہن کے اپنی رقیت کا اقرار کیا ہو تو مرتہن اُس
سے اپنا قرضہ نہین لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر ایک عورت سے ہزار درم مہر پر نکاح کیا اور مہر کے عوض
ہزار درم قیمت کا اسباب رہن دیدیا پھر وہ مال مرہون عورت کے پاس تلف ہو گیا بعد اسکے کہ اُس عورت سے دخول کرنے سے
پہلے اُسکو طلاق دے چکا ہی تو عورت پر کچھ واجب نہوگا اور اگر رہن تلف ہوا پھر دخول سے پہلے اُسکو طلاق دی تو عورت پر آدھا
مہر واپس دینا واجب ہوگا - اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر بیان نہوا پھر اُسکے مہر المثل کے عوض اُسکو کچھ مال رہن دیا اور
وہ اُسکے پاس تلف ہوا حالانکہ اُس مال سے وفائے مہر المثل تھی تو عورت مذکور اپنے مہر المثل کی بھر پانے والی ہوگی اور اگر اُسکے
ساتھ دخول سے پہلے اُسکو طلاق دی تو عورت مذکور پر الکے متعۃ المثل سے زائد کا واپس کرنا واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی
ایک شخص سرائے مین گیا اور سرائے والے نے کہا کہ مین تجھے اُترنے نہ دونگا یہان تک کہ مجھے کچھ دے اُسنے کچھ چیز دی اور
وہ اُسکے پاس تلف ہوئی پس اگر بیت کے واسطے رہن ہو تو اُسکا تلف ہونا اسی کے عوض ہوگا اور اگر اس سبب سے کہ
سارق تھا تو ضامن ہوگا اور فقیہ نے فرمایا کہ دونون صورتون مین ضامن نہوگا اسواسطے کہ دینے مین اُسپر اکراہ ثابت نہین ہی
یہ وجیز کردری مین ہی - ہشام رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ غصب مین جس چیز کی ضمان غاصب کو دینی پڑتی ہی جب وہ
رہن ہوگی تو مرتہن کا قرضہ بھی اسی حساب سے ساقط ہوگا اور جس چیز کا تاوان غصب مین نہین ہوتا ہی رہن کی

صورت مین بھی اُس چیز کی وجہ سے مرتہن کا کچھ قرضہ ساقط نہوگا چنانچہ اگر غلام نوجوان غصب کیا اور وہ غاصب کے قبضہ مین
بُڈھا ہوگیا تو نقصان کا ضامن ہوگا اسی طرح رہن کی صورت مین اسی حساب سے قرضہ ساقط ہوجائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور
اگر امرد ہو پھر وہ ڈاڑھی والا ہوگیا تو ضامن نہوگا بخلاف اسکے اگر ایسی باندی جسکے کوچون کا اُبھار ہے غصب کی پھر اُسکی چھاتیان
لٹک گئین تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ یہ نقصان ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص نے چالیس درم کی پوستین بعوض دس
درم کے رہن کی پھر اُسمین سوس پڑگئی جنھون نے اُسکو چاٹ لیا حتے کہ اُسکی قیمت دس درم رہگئی تو راہن اُسکو ڈھائی
درم مین چھوڑا سکتا ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم ہون اُسنے اُس قرضہ کے عوض دو ہزار درم کا
غلام رہن دیا اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر مرتہن نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہے اُس سے راہن نے غصب کرلیا ہے
تو راہن کے حق مین مرتہن کے قول کی تصدیق نہوگی اور راہن قرضہ ادا کرکے غلام مذکور لے لیگا اور مقرلہ کو اُسکے لینے کی
کوئی راہ نہوگی اور نہ اُس مال کے لینے کی کوئی راہ ہوگی جسکو مرتہن نے وصول کیا ہے۔ اور اگر غلام مذکور مرتہن کے پاس مرگیا
تو باعتبار ظاہر کے مرتہن اپنا قرضہ بھر پانے والا ہوگا اسواسطے کہ مرہون کی قیمت مین وفاے قرضہ ہے بلکہ اور کچھ زیادتی ہے پس
مرتہن اُسکی پوری قیمت کا مقرلہ کے واسطے ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے بدون اُسکی اجازت کے اُسپر قبضہ کیا تھا اور مرتہن کا اقرار
خود مرتہن پر حجت ہے پس پوری قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ عین کا واپس دینا بسبب مرجانے کے متعذر ہوگیا ہے اور اگر مرتہن
نے غلام کی نسبت دوسرے شخص کے مملوک ہونے کا اقرار نکیا بلکہ یہ کہا کہ اسپر فلان شخص کے ہزار درم قرضہ ہین کہ جنکو اس
غلام نے تلف کردیا ہے اور وہ غلام مرتہن کے پاس گیا تو مقرلہ ہزار درم مرتہن سے لے لیگا۔ اور اگر مرتہن نے غلام کی نسبت دوسرے
کے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور راہن نے عقد رہن مین اپنے درمیان ایک شخص کو عادل قرار دیا ہے اور اُسکو مختار کردیا ہے
کہ اس غلام مرہون کو فروخت کرکے اس سے مرتہن کا قرضہ دیدے پھر عادل نے اُسکو دو ہزار درم کو فروخت کیا اور مشتری کو
دیدیا اُسنے قبضہ کرلیا اور مرتہن نے اُسکا تمام ثمن وصول کرکے اُسمین سے ہزار درم مرتہن کو دیدیے اور ہزار درم راہن
کو دیے پس اگر مقرلہ نے بیع کی اجازت دیدی تو جو ہزار درم مرتہن نے لیے ہین اُنکو لے لیگا اور اگر اُسنے بیع کی اجازت نہ دی
تو مقرلہ کو مرتہن سے لینے کی کوئی راہ نہوگی۔ اور اگر مرتہن نے غلام کی نسبت دوسرے کے مملوک ہونے کا اقرار نکیا بلکہ یہ اقرار
کیا کہ اسنے فلان شخص کے دو ہزار درم تلف کیے ہین اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو مرتہن نے جو ہزار درم وصول کیے ہین اُنکو مقرلہ
کو دیدیگا خواہ اُسنے بیع کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو یہ مبسوط مین ہے۔ ایک غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر غلام
نے مرتہن کے پاس راہ مین ایک کنوان کھودا پھر راہن نے فک رہن کراکر غلام لے لیا تو اسمین چار صورتین ہین اول
آنکہ اُسمین ایک چوپایہ گرا پھر دوسرا چوپایہ گرا دوم اُسمین انسان گرا پھر ایک آدمی گرا سوم اُسمین ایک آدمی گرا پھر ایک چوپایہ
گرا چہارم اُسمین چوپایہ گرا پھر ایک آدمی گرا۔ پس اگر اُسمین چوپایہ گر کر تلف ہوا جسکی قیمت ہزار درم تھی تو غلام مذکور فروخت
کیا جائیگا اور قرضہ ادا کیا جائیگا الا اُس صورت مین کہ مولے اُسکا فدیہ دیدے تو ایسا نہوگا پھر اگر ہزار درم کو فروخت کیا گیا
اور اُنکو چوپایہ کے مالک نے لے لیا تو مرتہن سے جو کچھ اُسنے ادا ے قرضہ مین لیا ہے اُسکو راہن واپس کریگا۔ پھر اگر اُسمین
دوسرا چوپایہ گرا جسکی ہزار درم قیمت ہے تو وہ پہلے چوپایہ کے مالک کے ساتھ شریک ہوکر جو کچھ اُسنے لیا ہے اُسکا نصف لے
لیگا اور پہلا چوپایہ والا راہن سے کچھ نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر اُس کنوئین مین کوئی آدمی تلف ہوا اور غلام اُسکے عوض
دیدیا گیا تو راہن نے جو مال مرتہن کو ادا ے قرضہ مین دیا ہے اُس سے واپس کرلیگا اور اگر غلام دیدیے جانے کے بعد

اُسمین دوسرا آدمی گرکر مرگیا تو دوسرے شخص کا ولی پہلے شخص کے ولی کے ساتھ غلام مین شریک ہوجائیگا۔ اور اگر اُسمین کوئی چوپایہ گرا اور غلام فروخت کرکے اُسکے ثمن سے چوپایہ کے مالک کو اُسکی قیمت ادا کی گئی پھر دوبارہ اُسمین کوئی آدمی گرکر مرگیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اُسمین کوئی آدمی گرکر مرگیا اور اس جنایت مین غلام مذکور ولی میت کو دیا گیا پھر اُسمین کوئی چوپایہ گرکر مرگیا تو ولی مقتول سے کہا جائیگا کہ یا تو اس غلام کو فروخت کرکے یا قرضہ ادا کرا سواسطے کہ دونون جرم وقت چاہ کندن کی طرف مستند ہین پس ایسا ہوا کہ گویا وہ آدمی اور یہ چوپایہ دونون ساتھ ہی گرے ہین اور اگر دونون ساتھ گرتے اور ولی جنایت کو غلام مجرم دیدیا جاتا تو ولی جنایت اسکے فروخت کرنے یا اُسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جاتا پس ایسا ہی اس صورت مین بھی ہوگا دو غلامون نے راہ مین ایک کنوان کھودا اور اُسمین غلام مرہون گرکر مرگیا اور وہ دونون اس جرم مین دیدیے گئے پھر ان دونون مین سے بھی ایک غلام اُسمین گرکر مرگیا تو آدھا قرضہ باطل ہوجائیگا اور اُسکا خون ہدر ہوگا اسیلیے کہ یہ دونون غلام اول کے قائم مقام ہوکر اُسکے حکم مین ہین اور اگر غلام اول کنوئین مین اسطرح گرتا کہ جس سے اُسکا نصف زائل ہوتا مثلاً اُسکی آنکھ جاتی رہتی یا ہاتھ شل ہوجاتا تو نصف قرضہ ساقط ہوتا پس ایسا ہی اس صورت مین بھی ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر غصب کیے ہوئے غلام مرہون نے راہ مین ایک کنوان کھودا یا ایک پتھر ڈال دیا پھر غاصب نے وہ غلام مرتہن کو واپس کردیا پھر راہن نے اُسکا فک رہن کرلیا اور قرضہ دیدیا پھر اُس کنوئین مین ایک آدمی گرکر مرگیا تو راہن سے کہا جائیگا کہ یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس ان دونون مین سے جو بات وہ کرے بہرحال اُس غلام کی قیمت غاصب سے واپس لیگا اور اگر غاصب مفلس یا غائب ہوگیا پس جسقدر مرتہن کو ادا کیا ہے وہ اس سے واپس لیگا بشرطیکہ قرضہ اور رہن دونون برابر ہون تاکہ فدیہ مال مرتہن سے ہوجاوے اگر ولی مقتول کو غلام مذکور دیدینے کے بعد اُسکے پتھر ڈالے ہوے سے کوئی آدمی تلف ہوا تو ولی مقتول سے کہا جائیگا کہ اِسکا نصف دیدے یا دس ہزار درم فدیہ دے اور اگر مرتہن نے اُسکو اپنے ذاتی میدان مین کنوان کھودنے کا حکم دیا ہو اور اُسمین راہن یا دوسرا شخص گرکر مرگیا تو مرتہن کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر راہن نے اُسکو اپنے ذاتی میدان مین کنوان کھودنے کا حکم دیا ہو تو راہن کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر راہن یا مرتہن نے اُسکو کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اُسنے قتل کیا تو حکم دینے والے پر اُس غلام کی قیمت واجب ہوگی وبجاے اُس غلام کے رہن رہیگی اسی طرح اگر اُسکو کسی چوپائے کے پانی پلانے کو بھیجا اور اُس چوپائے نے کسی آدمی کو روندکر مار ڈالا تو راہن یا مرتہن مین سے جسنے دوسرے کی اجازت سے اُسکو بھیجا ہے اُسی سے اُس غلام کے دیدینے کا مواخذہ کیا جاویگا یہ خزانۃ الاکمل مین ہے۔ اگر ہزار درم قیمت کے غلام نے جو ہزار درم قرضہ کے عوض رہن ہے راہ مین ایک کنوان کھودا اور اُس کنوئین مین کوئی غلام گرا جس سے اُسکی دونون آنکھین جاتی رہین تو غلام مرہون دیدیا جاویگا یا اُسکا فدیہ دیا جاویگا بمنزلۂ ایسی صورت کے کہ اگر وہ غلام اُسکی دونون آنکھین اپنے ہاتھ سے نکال ڈالتا تو یہی حکم تھا اور پورا فدیہ مرتہن پر واجب ہوگیا پھر اگر اُسنے فدیہ دیدیا تو غلام مرہون اپنے حال پر رہن رہیگا اور اس اندھے غلام کو اُس فدیہ کے عوض جو مرتہن نے دیا ہے لے لیگا اور وہ اُسی کا ہوگا اور اگر اُسنے غلام مرہون کو دیدیا اور اندھا غلام لے لیا تو بجاے مرہون کے بعوض ہزار درم کے رہن ہوگا۔ اور اگر اُس کنوئین مین دوسرا آدمی گر پڑا تو اولیاے مقتول اپنے حصہ کے حساب سے کنوان کھودنے والے غلام مین شریک ہوجاوینگے یا جسکے پاس وہ غلام ہے وہ ہزار درم اُسکا فدیہ دیگا اور اندھے غلام کے ذمہ اس جرمانہ مین سے کچھ بھی لاحق نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا جو کچھ تو فلان

شخص کے ہاتھ فروخت کریگا اُسکی قیمت مجھپر ہو اور باہمی خرید فروخت سے پہلے اِسکے عوض کچھ اُسکو رہن دیدیا تو یہ جائز نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ زید نے عمرو کی اجازت سے اُسکے ذات کی کفالت اس شرط پر قبول کی کہ اگر مین اسکو کل کے روز تجھسے نہ ملادون توجو قرضہ اسپر ہی وہ مجھپر ہوگا پھر عمرو نے مال مکفول بہ کے عوض زید کو کوئی مال عین رہن دیا تو یہ رہن صحیح نہین ہی اسواسطے کہ کفالت بمال کا ہنوز وقت نہین آیا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کی اجازت سے اُسکی طرف سے قرضہ کی کفالت کرلی پھر مکفول عنہ نے کفیل کے ادا کرنے سے پہلے کفیل کو قرضہ مذکور کے عوض کچھ مال عین رہن دیا تو جائز ہی ہر دو شخصون مین سے ہر ایک شخص کے ہزار درم ایک شخص پر قرض ہین پھر دونون نے اُس سے اپنے قرضہ کے عوض ایک زمین رہن لیکر دونون نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر دونون مرتہنون مین سے ایک نے کہا کہ ہمارا کچھ مال راہن پر نہین ہی اور یہ زمین ہمارے قبضہ مین بطور تلجیہ کے ہی توامام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ رہن باطل ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ رہن باطل نہوگا بلکہ اپنے حال پر رہیگا مگر اس اقرار کرنے والے کے حصہ سے بری ہوجائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ہزار درم قیمت کی باندی کے جو ہزار درم قرضہ کے عوض رہن ہی ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر اُس باندی کو سو درم قیمت کی باندی نے قتل کرڈالا اور قاتلہ اس جرم مین دیدیگئی پھر اس دی ہوئی باندی کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر یہ دی ہوئی باندی کانی ہوگئی تو قرضہ کے چوالیس حصون مین سے ایک حصہ ساقط ہوجائیگا یعنے بائیس[۲۲] درم اور تین چوتھائی درم ساقط ہونگے مگر اُسمین سے ایک درم کا چوالیسوان حصہ کم ہوگا اور باقی کو راہن ادا کریگا یعنے نوسو ستتر[۹۷۷] درم و چوتھائی درم و ایک درم کا چوالیسوان حصہ ادا کریگا اسکا بیان یہ ہی کہ مرہونہ کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا ہی اور قرضہ ان دونون پر آدھا آدھا تقسیم ہوگا کیونکہ مرہونہ کی روز عقد کی قیمت معتبر ہی اور وہ ہزار درم ہی اور بچہ کی روز الفکاک کی قیمت معتبر ہی اور وہ بھی ہزار درم ہی پھر جب اُس مرہونہ کو سو درم قیمت کی باندی نے قتل کیا اور وہ اُسکے عوض دیدیگئی توجو قرضہ باقی رہا ہی وہ اسکے مقابلہ مین ہوگا کیونکہ گوشت پوست کی راہ سے یہ اُسکے قائم مقام ہی گویا پہلی باندی کا نرخ گھٹ گیا ہی پھر جب اس قاتلہ کے ایک بچہ پیدا ہوا پھر تو قرضہ اسکے مقابلہ مین ہی یعنے پانچ سو درم وہ اس قاتلہ کی قیمت یعنے سو[۱۰۰] درم پر اور اُسکے بچہ کی قیمت یعنے ہزار درم پر منقسم ہوگا پس نصف قرضہ کے گیارہ حصہ ہوے تو پہلے بچہ کے مقابلہ مین جو نصف قرضہ ہی اُسکے بھی گیارہ حصہ کیے جاوینگے پس سب بائیس[۲۲] حصہ ہوے جسمین سے ایک حصہ بمقابلہ قاتلہ کے ہی جسمین سے آدھا بوجہ کانی ہوجانے کے جاتا رہا پس کسر ہوجانے سے اسکا دوچند کرنے سے چوالیس[۴۴] حصہ ہوگئے جسمین سے بیس[۲۰] حصہ بمقابلہ دوسرے بچہ کے ہین اور دو حصہ بمقابلہ قاتلہ کے ہین جسمین ایک حصہ اُسکے کانی ہوجانے کی وجہ سے جاتا رہا پس یہی معنی امام محمد رح کے قول کے ہین کہ قرضہ کے چوالیس[۴۴] حصون مین سے ایک حصہ ساقط ہوگا یہ کافی مین ہی۔

بارہوان باب۔ رہن مین دعوے اور خصومات واقع ہونے اور اُسکے متصلات کے بیان مین۔ اگر ایک ہی مال مرہون کا دو شخصون نے ایک ہی شخص پر اسطرح دعوے کیا کہ ہر ایک نے کہا کہ مین نے یہ مال اس شخص کے پاس سے بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن لیا ہی اور مین نے اس سے لیکر قبضہ کیا ہی تو اس مسئلہ کی دو صورتین ہین اول یہ کہ راہن کی زندگی مین ایسا دعوی واقع ہوا ہو پس اسمین تین صورتین ہین اول یہ کہ مال مرہون دونون مدعیون مین سے ایک کے قبضہ مین ہو اور اس صورت مین اگر دونون نے تاریخ نہ لکھی یا تاریخ لکھی ہو مگر دونون کی تاریخ برابر ہو تو قابض کے نام مرہون کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ بہ نسبت دوسرے کے سابق ثابت ہو اور

سابق والے کے نام ڈگری ہوگی خواہ وہ قابض ہو یا غیر قابض ہو جیسا کہ دعوی خرید کی صورت مین ہوتا ہی۔ دوم یہ کہ مال مرہون دونون کے قبضہ مین ہو۔ سوم یہ کہ مال رہن راہن کے قبضہ مین ہو اور ان دونون صورتون مین اگر دونون نے تاریخ لکھی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق التاریخ کے نام ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ نہ لکھی یا ایک ہی تاریخ لکھی ہو تو قیاساً کسی کے نام رہن مین سے کچھ بھی ڈگری نہ کیجائیگی اور استحساناً ہر ایک کے نام نصف مرہون کی ڈگری ہوگی بمقابلہ اسکے نصف حق کے مگر ہم قیاسی حکم کو اختیار کرتے ہین ایسا ہی روایت ابو سلیمان مین مذکور ہی اور روایت ابو حفص مین یہ ہی کہ قیاساً و استحساناً دونون مین سے کسی کے نام رہن مین سے کچھ ڈگری نہوگی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ جو حکم روایت ابو سلیمان مین مذکور ہی وہی اصح ہی۔ وجہ دوم یہ کہ راہن کے مرنے کے بعد دعوے واقع ہوا اور اسمین بھی تین صورتین ہین اور سب صورتون مین اگر دونون نے تاریخ لکھی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق التاریخ کے نام ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ نہ لکھی یا ایک ہی تاریخ دونون نے لکھی ہو تو جب رہن دونون کے قبضہ مین ہو یا راہن کے قبضہ مین ہو تو قیاساً یہ حکم ہی کہ دونون مین سے کسی کے نام کچھ استحقاق کی ڈگری نہوگی اور یہ دونون بھی راہن کے اور قرضخواہون کے برابر تصور کیے جاوینگے یعنے واسطے ان راہن کے اور قیاسی حکم کو امام ابو یوسف رح نے اختیار کیا ہی اور استحساناً ہر ایک کے نام اسکے نصف حق کے عوض مال مرہون نصفا نصف کی ڈگری کیجائیگی کہ مال مرہون فروخت کر کے ہر ایک کا نصف قرضہ ادا کر دیا جائیگا پھر اگر ثمن مین سے کچھ بچ رہا تو بچا ہوا باقی قرضخواہون اور راہن کے دیگر حصہ رسد تقسیم ہوگا اور حکم استحسانی کو امام ابو حنیفہ رح نے اختیار کیا ہی اور امام محمد رح کا قول کتابون مین مضطرب ہی۔ یہ سب اُس صورت مین ہی کہ ایک ہی راہن سے رہن لینے کا دونون نے دعوی کیا ہو۔ اور اگر دو شخصون سے رہن لینے کا دعوی کیا ہو اور دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے اور مال مرہون دونون مین سے ایک مدعی کے قبضہ مین ہے تو اس مسئلہ مین چار صورتین ہین اول آنکہ قابض و غیر قابض دونون مدعیون کے دونون راہن غائب ہون تو اس صورت مین قابض کے نام ڈگری ہوگی اگرچہ دونون نے تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ سابق ہو۔ اور اگر دونون راہن حاضر ہون تو غیر قابض کے نام مال مرہون کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر ایک راہن حاضر اور دوسرا غائب ہو تو غیر قابض کے نام جب تک دوسرا راہن نہ حاضر ہو تب تک ڈگری نہوگی اور جب وہ آجاوے تو غیر قابض کے نام ڈگری ہوگی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کے پاس ایک غلام ہی دوسرے شخص نے دعوے کیا کہ یہ غلام میرا ہی مین نے اسکو فلان شخص کے پاس جو غائب ہی بعوض ہزار درم کے رہن کیا تھا اور اُسنے مجھسے لیکر قبضہ کر لیا تھا اور قابض کہتا ہی کہ یہ میرا غلام ہی تو مدعی کے نام غلام مذکور کی ڈگری ہوگی اسواسطے کہ قابض اُسکا خصم یعنے مدعا علیہ مقرر ہوگا کیونکہ غلام کی نسبت ہر ایک مدعی اپنی ملک کا دعوے کرتا ہی پھر جب مدعی کے نام ڈگری ہوئی تو مذکور ہی کہ اُس سے لیکر ایک عادل کے پاس رکھا جائیگا۔ اور اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے دعوے کیا کہ یہ غلام میرے پاس رہن ہی مین نے فلان شخص سے اسکو بعوض اسقدر قرضہ کے رہن لیا ہی اور اس قابض نے مجھسے غصب کر لیا ہی یا استعارہ لیا ہی یا اجارہ پر لیا ہی اور اس دعوے پر گواہ قائم کر دیے تو مین اُس غلام کو مدعی کو دیدونگا ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر کیا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ قاضی مدعی کے نام غلام کی ڈگری نکریگا اسواسطے کہ اسمین غائب پر قرضہ کی ڈگری ہوئی جاتی ہی حالانکہ اس مقدمہ مین اسکی طرف سے کوئی خصم نہین ہی ولیکن یہ ڈگری کریگا کہ قابض مدعا علیہ کو یہ غلام مدعی کی طرف سے بطریق غصب یا اجارہ یا استعارہ کے ملا ہی جیسا کہ اُسکے گواہون نے گواہی دی ہی پس مدعی کے نام واپس لینے کے استحقاق کی ڈگری کریگا اور قابض اس مقدمہ مین اُسکا خصم ہی اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہی

کہ جب مدعی نے قابض پر اپنے قبضہ سے لینے کا دعوی نکیا ہو کہ اس صورت مین قابض اُسکا خصم نہین ہو سکتا ہی یہ تاتارخانیہ
مین ہی - حیل الخصاف مین ہی کہ ایک شخص کے قبضہ مین مال مرہون ہی اور راہن غائب ہی اور مرتہن نے چاہا کہ قاضی کے نزدیک
رہن ہونا ثابت کرے تاکہ قاضی اُسکے نام اسکا سجل عطا کرے اور حکم دے کہ یہ مال اُسکے قبضہ مین رہن ہی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مرتہن
ایک شخص غریب کو حکم دے کہ تو اس غلام کے رقبہ کا دعوی کر اور مرتہن کو قاضی کے پاس لے جا پس مرتہن قاضی کے سامنے گواہ پیش
کریگا کہ یہ غلام میرے پاس رہن ہی پس قاضی اُسکے رہن ہونے کے گواہون کی سماعت کریگا اور اُسکے پاس رہن ہونے کی ڈگری
کردیگا اور اجنبی کی خصومت اُسکے ذمہ سے دفع کریگا - پس یہ حکم خصاف کی طرف سے اس امر کی تنصیص ہی کہ رہن پر گواہی کی
سماعت ہوتی ہی اگرچہ راہن غائب ہو اور ایسا ہی امام محمد رح نے دعوے الجامع اور بعض مواضع اصل مین ذکر کیا ہی اور بعض
مواضع رہن الاصل مین ایسی گواہی کی سماعت کے واسطے راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہی اور مشائخ رح اسمین اختلاف کرتے
ہین بعضے کہتے ہین کہ رہن الاصل مین جو راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہی وہ کاتب کی غلطی ہی اور صحیح یہ لفظ ہی کہ راہن کا حاضر ہونا
شرط نہین ہی اور بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین ایک روایت کے موافق ایسی گواہی کی سماعت
کے واسطے حاضری راہن شرط نہین ہی اور دوسری روایت کے موافق قاضی بدون حاضری راہن کے قبول نکریگا شمس الائمہ
سرخسی نے شرح کتاب الحیل مین لکھا کہ یہی صحیح ہی مولف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ امام محمد رح نے سیر کبیر مین اسکے نظائر مین یون
فرمایا ہی کہ اگر غلام مرہون قید کیا گیا اور وہ تقسیم کے مال غنیمت مین آیا اور تقسیم سے پہلے مرتہن نے اُسکو پایا اور گواہ قائم کیے کہ یہ
غلام میرے پاس فلان شخص کی طرف سے رہن ہی اور اُسکو دے لیا تو یہ حکم غائب پر رہن کرنے کا نہوگا - اگر راہن نے کہا کہ مین نے
یہ کپڑا تیرے پاس رہن کیا اور تو نے مجھسے لیکر قبضہ کر لیا ہی اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام رہن کیا اور مین نے
تجھسے لیکر قبضہ کر لیا ہی اور دونون نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے بشرطیکہ کپڑا و غلام دونون مرتہن کے پاس
موجود ہون - اور اگر دونون تلف ہو گئے ہون اور جس چیز کے رہن کرنے کا راہن دعوے کرتا ہی اُسکی قیمت زیادہ ہو اور
دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے - اور اگر مرتہن نے کہا کہ تو نے غلام و کپڑا دونون میرے پاس رہن
کیے اور مین نے تجھسے لیکر دونون پر اپنا قبضہ کیا ہی اور راہن نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے فقط کپڑا تیرے پاس رہن کیا ہی
تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے - اور اگر راہن نے دعوے کرکے گواہ قائم کیے کہ مین نے اس شخص کے پاس دو ہزار درم قیمت
کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا اور اسنے میرے پاس سے لیکر قبضہ کیا ہی اور مرتہن نے اس سے انکار کیا اور یہ نہین
معلوم کہ اُسنے رہن کے ساتھ کیا کیا ہی تو مرتہن غلام کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور جب وہ قیمت کا ضامن ہوا تو اُسکے
لیے اس قیمت مین سے ہزار درم محسوب کر دیے جاوینگے اور باقی راہن کو واپس دیگا اور اگر مرتہن نے اقرار کر لیا مگر دعوی کیا
کہ وہ مر گیا ہی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اسواسطے کہ قرضہ سے زائد کے بارہ مین وہ امین تھا اور اسکی طرف سے انکار ثابت نہین
ہوا تاکہ ضامن ہو - اور اگر اسنے رہن سے انکار نکیا مگر پانچ سو درم قیمت کا غلام لایا اور کہا کہ مرہون یہ غلام ہی تو اُسکے قول کی
تصدیق نکیجائیگی اسواسطے کہ گواہون سے ثابت ہو چکا ہی کہ مرہون دو ہزار درم قیمت کا ہی اور جسکو وہ لایا ہی وہ ایسا نہین
ہی تو ظاہر حال اُسکی تکذیب کرتا ہی پس اُسکا قول قبول نہوگا اگر اُسنے اس سے انکار کیا یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص کے
دوسرے پر ہزار درم قرضہ ہون اور وہ اسکا مقر ہو پھر قرضخواہ نے دعوی کیا کہ مدیون نے مجھے اپنا ایک غلام اس قرضہ
کے عوض رہن دیا تھا اور مین نے اُسپر قبضہ کیا تھا اور قرضدار اس سے انکار کرتا ہی تو قرضخواہ کے گواہون پر رہن کی

اگر باطل ہے مگر قرضدار رہن کا قرضخواہ پر دعوی کرتا ہو اور قرضخواہ اس سے انکار کرتا ہو پس اگر مرتہن کے پاس رہن قائم ہو تو کتاب الرہن کی روایت کے موافق قرضخواہ کے گواہوں پر قاضی رہن کی ڈگری نہ کریگا اور روایت کتاب الرجوع عن الشہادات کے موافق ڈگری کریگا۔ اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو تو باتفاق الروایات موافق گواہان مدیون کے ڈگری کریگا اسواسطے کہ بعد ہلاک رہن کے مرتہن کا انکار فسخ رہن پر محمول نہیں ہو سکتا ہے پس اصل سے انکار عقد پر محمول کیا جائیگا پس گواہوں سے راہن اسکو ثابت کر سکیگا۔ اور اگر راہن نے مرتہن پر گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکو رہن دیا ہے اور قبضہ کرا دیا ہے مگر گواہوں نے رہن کی تعیین نہ کی اور نہ اسکو پہچانا تو مرتہن سے رہن کو دریافت کیا جائیگا اور مشائخ بلخ کے نزدیک اسی کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب گواہوں نے اقرار مرتہن کی گواہی دی کہ اسنے میرے پاس رہن کیا اور مین نے قبضہ کیا ہے۔ اور اگر انھون نے اشے مجہول رہن کرنے و قبضہ کرنے کی گواہی دی اور معائنہ رہن و قبضہ کی گواہی دی تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا۔ اگر ایک شخص نے گواہ دیے کہ مین نے یہ کپڑا اس قابض کے پاس ودیعت رکھا ہے اور قابض نے گواہ دیے کہ مین نے یہ کپڑا اس سے رہن لیا ہے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا پہلے اسنے ودیعت رکھا پھر رہن کیا ہے کیونکہ رہن کا ورود ایداع پر ہوتا ہے اگرچہ رہن پر ایداع کا ورود نہیں ہوتا ہے الا برضاء مرتہن۔ اور اگر راہن نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکے ہاتھ فروخت کیا ہے اور مرتہن نے رہن پر گواہ قائم کیے تو اسکو بیع قرار دونگا اور رہن باطل کرونگا اور یون قرار دیا جائیگا کہ گویا پہلے اسنے رہن کیا پھر بیع کیا ہے اسواسطے کہ بیع کا ورود رہن پر ہو سکتا ہے بغیر رضاء مرتہن ہے۔ اور اگر راہن نے رہن کا دعوی کرکے گواہ قائم کیے اور مرتہن نے گواہ دیے کہ اسنے مجھے ہبہ کیا اور مین نے قبضہ کر لیا ہے تو مین ہبہ کے گواہ قبول کرونگا۔ اگر ایک شخص نے خریدنے و قبضہ کرنے کا دعوے کیا اور دوسرے نے رہن لے کر قبضہ کرنے کا دعوی کیا اور دونون نے گواہ پیش کیے حالانکہ وہ راہن کے قبضہ مین ہے تو مشتری کے گواہ قبول ہونگے لیکن اس صورت مین قبول نہونگے کہ جب یہ معلوم ہو جاوے کہ رہن ہونا خریدنے سے پہلے تھا۔ اور اگر وہ مرتہن کے قبضہ مین ہو تو اسکو رہن قرار دونگا الا اس صورت مین ایسا نکرونگا جب مشتری گواہوں سے ثابت کرا دے کہ خریدنا پہلے واقع ہوا تھا اور اگر راہن کے پاس ہو اور ایک نے رہن کا دعوی کیا اور دوسرے نے صدقہ کا دعوے کیا اور دونون مدعیون نے راہن پر گواہ قائم کیے اپنے اپنے دعوے اور قبضہ کے۔ تو رہن کے مدعی کے گواہ قبول ہونگے الا اس صورت مین قبول نہونگے کہ جب دوسرا گواہوں سے ثابت کرا دے کہ صدقہ وہبہ کی وجہ سے قبضہ کرنا رہن سے پہلے واقع ہوا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مستودع یا مضارب نے مال تلف ہو جانے کا دعوی کیا اور رب المال نے ان دونون کے ذمہ تلف کر ڈالنے کا دعوی کیا اور دونون نے باہم صلح کی اور مدعا علیہ نے رب المال کو اسکے عوض رہن دیا اور وہ تلف ہو گیا تو امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق ضامن نہوگا اور دوسرے کے موافق اور یہی امام محمد رح کا قول ہے کہ وہ ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین تجرید سے منقول ہے۔ اگر ایک شخص کے پاس کپڑا ودیعت رکھا پھر اسکو وہی کپڑا رہن دیا پھر مرتہن کے قبضہ سے پہلے وہ تلف ہو گیا تو وہ امانت مین تلف ہوا اسواسطے کہ مستودع کا قبضہ مثل مودع کے قبضہ کے ہے پس جب تک مرتہن نے جدید قبضہ رہن کا نکیا ہو تب تک اسپر قبضہ رہن ثابت نہوگا اور بعد ان گواہوں کے عدم قبضہ کے باب مین اسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ رہن کا قبضہ کرنے سے منکر ہے۔ اور اگر راہن نے گواہ دیے کہ اسنے بحکم رہن اسپر قبضہ کر لیا ہے اور اسکے بعد وہ مال تلف ہوا ہے اور مرتہن نے گواہ دیے کہ میرے پاس بحکم ودیعت تلف ہوا ہے قبل اسکے کہ اسپر قبضہ رہن ثابت ہو تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اسواسطے کہ انھون نے استیفاء قرضہ ثابت ہوتا ہے یہ مبسوط مین ہے

اور اگر راہن دو شخص ہون اور مرتہن نے دونون پر رہن کا دعوے کیا اور دونون مین سے ایک پر گواہ قائم کیے کہ اُسنے میرے پاس رہن کیا اور میرے قبضہ مین دیا ہی اور مرہون اُن دونون کی ملک ہی اور وہ دونون اس سے انکار کرتے ہین تو مدعی رہن کو اختیار ہوگا کہ جسپر اُسنے گواہ قائم نہین کیے ہین اُس سے قسم لے پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو دونون پر دو سبب مختلف سے رہن ثابت ہوجائیگا یعنے قسم سے انکار کرنے والے پر بسبب انکار قسم کے اور دوسرے پر بسبب گواہون کے اور اگر اُسنے قسم کھالی تو اسکے حق مین رہن ثابت نہوگا اور اُسکے حق مین رہن کی ڈگری نہ کیجائیگی اور دوسرے کے حصہ مین بھی رہن کی ڈگری کنہین کیجائیگی اسواسطے کہ اگر اُسکے حق مین رہن کی ڈگری کرین تو مشاع کے رہن کی ڈگری ہوئی جاتی ہو یہ محیط مین ہی - اگر راہن ایک ہوا اور مرتہن دو ہون پس دونون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے اور میرے ساتھی نے یہ کپڑا تجھسے سو درم کو رہن لیا ہی اور گواہ قائم کیے اور ساتھی مرتہن نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم نے رہن نہین کیا ہو حالانکہ دونون نے اُس کپڑے پر قبضہ کیا ہی اور راہن نے رہن سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مال مرہون راہن کو واپس دیا جائیگا اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مین اُسکے رہن ہونے کی ڈگری کردونگا اور جس مرتہن نے اُسکے مرہون ہونے پر گواہ قائم کیے ہین اُسکے قبضہ مین اور عادل کے قبضہ مین رکھونگا پھر اگر راہن نے مرتہن کو جسنے گواہ قائم کیے تھے قرضہ ادا کردیا تو مال مرہون لے لیگا پس اگر مرہون تلف ہوگیا تو جسنے گواہ قائم کیے تھے اُسکا حصہ مال گیا اور رہا دوسرے کا حصہ سو بالاتفاق ثابت نہوگا اسواسطے کہ اُسنے گواہون کی تکذیب کی ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک کپڑا استعار لیا تاکہ اپنے قرضہ مین رہن کرے اور قبضہ کرکے اسکو رہن کیا پھر کپڑے کے مالک اور راہن نے اختلاف کیا حالانکہ کپڑا تلف ہوچکا ہی پس کپڑے کے مالک نے کہا کہ فک رہن ہونے سے پہلے تلف ہوا ہی اور راہن نے کہا کہ بعد فک رہن کے تلف ہوا ہی تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر راہن نے کہا کہ میرے رہن کردینے سے پہلے ہی تلف ہوگیا ہی اور مالک نے کہا کہ رہن کرنے کے بعد فک رہن کرنے سے پہلے تلف ہوا ہی تو بھی یہی حکم ہی کہ قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا - اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک کے گواہ قبول ہونگے - اور اگر مرتہن کے پاس کپڑا تلف ہوجانے کے بعد اس مسئلہ مین راہن و مرتہن و مالک نے کپڑے کی قیمت مین اختلاف کیا تو مرتہن کا قول قبول ہوگا - اور اگر کپڑے کے مالک اور راہن نے اختلاف کیا پس کپڑے کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے یہ اجازت دی تھی کہ بعوض پانچ درم کے رہن کرے اور راہن نے کہا کہ تو نے مجھے دس درم کے عوض رہن کرنے کی اجازت دی تھی تو مالک کپڑے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اور وہ ضمان قیمت سے بری ہوجائیگا - اور اگر دو گواہون مین سے ایک گواہ نے سو درم کے عوض رہن کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو درم کے عوض رہن کی گواہی دی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُنکی گواہی باطل ہی اور بالکل رہن ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک سو درم کے عوض رہن ہونے کا حکم دیا جائیگا اور اگر ایک گواہ نے سو درم کے عوض رہن ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے ایک سو پچاس درم کے عوض رہن ہونے کی گواہی دی پس اگر مرتہن سو درم کا مدعی ہو تو دونون کی گواہی قبول نہوگی اور اگر مرتہن ڈیڑھ سو درم کا دعوی کرتا ہو تو سو درم پر اُنکی گواہی قبول ہوگی اور سو درم کے عوض رہن ہونے کی ڈگری کیجائیگی اور یہ سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق ہی یہ محیط مین ہی -

ع حالانکہ رہن مشاع جائز نہین ہی اور ... بعد اسکے ... ہی

کتاب الجنایات

اور اسمین سترہ باب ہین

باب اول - جنایت کی تعریف و اُسکے انواع و احکام کے بیان مین - جنایت شرع مین فعل محرم کا نام ہر خواہ مال مین ہو یا نفس مین ہو لیکن فقہاء کے عرف مین اسم جنایت کا اطلاق نفس و اطراف مین تعدی کرنے پر ہوتا ہر کذا فی التبیین اور جنایت نفس ہو تو اُسکو قتل کہتے ہین اور وہ بندون کی طرف سے ایک فعل ہر جس سے حیات زائل ہوجاتی ہر اور جنایت اطراف کو قطع و جرح کہتے ہین یہ غیاثیہ مین ہر جنایت کی دو قسمین ہین ایک موجب قصاص ہر وہ جنایت عمد ہر اور دوسری موجب قصاص نہین ہر اور جو موجب قصاص ہر اسکی دو قسمین ہین ایک جو نفس مین ہو اور دوسری جو نفس سے کم مین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہر قتل پانچ طرح پر ہوتا ہر عمد و شبہ عمد و خطا و قائم مقام خطا و قتل بسبب اور ان سے مراد وہ انواع قتل ہین جو بغیر حق ہون جن سے احکام متعلق ہوتے ہین پس عمد وہ ہر جو تعمداً ہتھیار کی ضرب سے ہو یا جو چیز اجزاء جسم جدا کر ڈالنے مین ہتھیار کے قائم مقام ہر جیسے دھاردار لکڑی و پتھر و نرکل کی کھپاچ و آگ یہ کافی مین ہر - اور اسکا نتیجہ گناہ ہر اور قصاص ہر الا اُس صورت مین قصاص نہین ہر کہ جب اولیاء مقتول معاف کردین یا صلح کرلین اور ہمارے نزدیک اسمین کفارہ نہین ہوتا ہر کذا فی الہدایہ اور اُسکے احکام مین سے یہ ہر کہ قاتل میراث سے محروم ہوجاتا ہر اور باہمی رضامندی کے وقت مال واجب ہوتا ہر یا شبہ کی وجہ سے قصاص متعذر ہونے کی وجہ سے مال واجب ہوتا ہر یہ شرح مبسوط مین ہر اور شبہ عمد یہ ہر کہ عمداً ایسی چیز سے مارے جو ہتھیار نہین ہر اور نہ قائم مقام ہتھیار کے ہر یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہر اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر بڑے پتھر یا بھاری لکڑی سے مارا تو وہ قتل عمد ہر - اور شبہ عمد یہ ہر کہ ایسی چیز سے مارے جس سے غالباً مقتول نہین ہوتا ہر مگر امام اعظم رح کا قول صحیح ہر یہ مضمرات مین ہر اور اُسکا نتیجہ ہر دو قول کے موافق گناہ اور کفارہ ہر اور اُسکا کفارہ یہ ہر کہ مسلمان باندی کو آزاد کرے پس اگر نہ پاوے تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے اور مددگار برادری پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہر کذا فی الکافی اور یہ تغلیظ جبھی ظاہر ہوتی ہر کہ جب اونٹون سے دیت واجب ہو دوسری چیز مین نہین ظاہر ہوتی ہر اور شبہ عمد مین بھی قاتل میراث سے محروم ہوتا ہر یہ شرح مبسوط مین ہر - اور نفس تلف کرنے سے کم مین شبہ عمد نہین ہوتا ہر - امام قدوری نے اپنی کتاب مین فرمایا کہ جان تلف کرنے مین جو شبہ عمد قرار دیا گیا ہر وہ جان تلف کرنے سے کم مین عمد ہر یہ محیط مین ہر - اور خطا سے قتل کرنا دو طرح ہر ایک قصد مین خطا ہونا وہ یہ ہر کہ مثلاً ایک شخص کو شکار گمان کرکے تیر مار دیا پھر وہ آدمی نکلا یا حربی سمجھکر اسکو مار دیا پھر وہ مسلمان نکلا - دوم فعل مین خطا ہونا اور وہ یہ ہر کہ نشانہ کو تیر مارا اور وہ کسی آدمی کے لگ گیا - کذا فی الہدایہ اور اسکا نتیجہ کفارہ اور مددگار برادری پر دیت اور میراث سے محروم ہونا ہر اور کفارہ واجب ہونے اور دیت واجب ہونے مین ذمی اور مسلمان کا قتل کرنا یکسان ہر اور دونون صورتون مین گناہ نہین ہر خواہ قصد مین خطا ہوئی ہو یا فعل مین ہوئی ہو یہ جوہرہ نیرہ مین ہر - منتقے مین امام محمد رح سے روایت ہر کہ اگر کسی شخص پر تونے عمداً ضرب کا قصد کیا پھر تونے جس جگہ کا قصد کیا اُسکے سوا دوسری جگہ پر زخم لگا تو یہ محض عمد ہر اور اگر اُس شخص کے سوا

دوسرے آدمی کے لگا تو یہ خطا ہے اور ہشام نے فرمایا کہ یہ امالی کی تفسیر ہے کہ ایک شخص نے عمداً قصد کیا کہ کسی شخص کے ہاتھ میں ضرب لگاوے
پس ہاتھ چوک گیا اور اُس شخص کی گردن پر ضرب پڑا اور گردن الگ ہو گئی اور وہ قتل ہو گیا تو یہ قتل عمد ہے اور اسمین قصاص
لازم ہوگا اور اگر اُسنے اس شخص کے ہاتھ کاٹنے کا قصد کیا مگر چوک گیا اور دوسرے کی گردن پر ضرب پڑا جس سے وہ قتل ہو گیا تو یہ
خطا ہے یہ ذخیرہ میں ہے منتقی میں ہے کہ اگر عصا سے کسی شخص کے سر پر ضرب لگانے کا قصد کیا مگر چوک گیا اور ضرب اُسکی آنکھ پر
پڑی تو اس مجرم پر اسکے مال سے ارش واجب ہوگا کیونکہ اُسنے عمداً ضرب کا قصد کیا ہے اور اگر کسی شخص کا دوسرے پر قصاص
آیا ہو کہ اُسکو جائز ہو کہ اُسکا قصاص میں ہاتھ کاٹ ڈالے پس اُسنے قصد کیا کہ اسکے ہتھیلی پر تلوار مارے پس تلوار اُسکے بازو پر
پڑی اور مونڈھے سے جدا کر دیا تو اسکی ضمان اسکے مال سے واجب ہوگی کیونکہ محض عمد ہے مگر اسمین قصاص نہوگا کیونکہ اُسکو
روا تھا کہ اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالے اور اگر ایک شخص کے سر پر کی ٹوپی پر تیر لگایا مگر تیر خطا کر کے اس شخص کے لگا تو یہ خطا ہے اور یہ
ہشام کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو تیر مارا مگر تیر خطا کر گیا اور ایک دیوار پر پڑا پھر یہ تیر لوٹ کر اُس
کے لگا اور اسکو قتل کیا تو فرمایا کہ یہ خطا ہے اور اگر کوئی پتھر اُٹھا کر کسی شخص کے سر پر مارا جس وجہ سے موضحہ زخم آیا تو وہ عمداً ہے اور اگر
اس زخم سے وہ مر گیا تو خطا ہو جائیگا یہ عیون میں مذکور ہے کذا فی المحیط۔ اور جو خطا کے قائم مقام ہے وہ ایسا ہے جیسے ایک شخص
سوتا ہوا حالت خواب میں کروٹ لیکر کسی شخص پر گر پڑا جس سے وہ مر گیا تو نہ عمداً ہے نہ خطا ہے کذا فی الکافی جیسے کوئی شخص کوٹھے
سے کسی شخص پر گرا اور وہ مر گیا یا اسکے ہاتھ سے کوئی اینٹ یا لکڑی چھوٹ پڑی اور کسی شخص پر گری اور وہ مر گیا یا کسی سواری
کے جانور پر سوار تھا اور جانور نے کسی آدمی کو کچل ڈالا کذا فی المحیط۔ اور اسکا حکم وہی ہے جو خطا سے قتل کرنے کا حکم ہے کہ قصاص
ساقط ہوتا ہے اور دیت اور کفارہ واجب ہوتا ہے اور میراث سے محروم ہوتا ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور قتل بسبب کی یہ صورت
ہے کہ جیسے راہ میں کنواں کھودا یا اپنی ملک کے سوائے غیر جگہ ایک پتھر ڈال دیا یہ کافی میں ہے اور اگر ایک شخص کے چوپایہ نے
کسی شخص کو کچل ڈالا حالانکہ یہ شخص اُسکو ہانکے لیے جاتا تھا یا آگے سے اُسکی ڈوری کھینچے لیے جاتا تھا تو یہ بھی قتل بسبب
ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور اسکا نتیجہ و حکم ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو عاقلہ کی
مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اسمین کفارہ و میراث سے محروم ہونا نہیں ہوتا ہے یہ کافی میں ہے۔

باب دوم۔ کون شخص قصاص میں قتل ہو سکتا ہے اور کون نہیں۔ آزاد کے قصاص میں آزاد قتل کیا جاوے
یہ کنز میں ہے۔ اور مذکر کے قصاص میں مونث اور مونث کے قصاص میں مونث قتل کیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور غلام کے
قصاص میں آزاد اور غلام کے قصاص میں غلام قتل کیا جائیگا یہ محیط کی آٹھوین فصل میں ہے۔ اور مسلمان کے
قصاص میں کافر قتل کیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور ذمی کے قصاص میں مسلمان اور ذمی کے قصاص
میں ذمی قتل کیا جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اگر ذمی نے کسی ذمی کو قتل کیا پھر قاتل مسلمان ہو گیا تو بلا خلاف قتل کیا جائیگا یہ
محیط میں ہے۔ اور اگر حربی کو جو امان لیکر دار الاسلام میں آیا ہے کسی مسلمان یا ذمی نے قتل کیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا
یہ تبیین میں ہے۔ اور جو حربی امان لیکر آیا ہے اگر اُسنے دوسرے حربی کو جو امان لیکر آیا ہے قتل کیا تو قاتل سے ظاہر الروایہ کے
موافق قصاص نہ لیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر مسلمان نے کسی مرتد مرد یا عورت کو قتل کیا تو اسپر قصاص واجب نہوگا اور
اگر دو مسلمان امان لیکر دار الحرب میں داخل ہوئے اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو ہمارے نزدیک قصاص واجب
نہوگا۔ اور اگر مسلمان نے کسی مسلمان کو جو کفار کے قبضہ میں قید ہو گیا ہو دار الحرب میں قتل کیا تو سب کے نزدیک

قاتل پر قصاص نہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک دیت بھی نہوگی اور صاحبین کے نزدیک اُسکے مال مین دیت واجب ہوگی یہ
فتاوے قاضی خان مین ہے- اور کمسن کے عوض کبیر اور اندھے اور لنجے کے عوض تندرست قتل کیا جائیگا یہ کافی مین ہے
ایک شخص نے دوسرے کو جو نزع کی حالت مین ہے قتل کیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اگرچہ یہ معلوم ہو کہ مقتول زندہ نرہتا یہ خلاصہ
مین ہے- اور لڑکون نابالغون کے باہمی قتل مین قاتل پر قصاص نہین ہے اور لڑکے کا عمد و خطا ہمارے نزدیک یکسان ہے حتی
کہ دونون صورتون مین دیت واجب ہوتی ہے پس یہ دیت اُس لڑکے کے مال مین واجب ہوگی اگر اُسنے عمداً بھی قتل کیا ہو
اور خطا کی صورت مین ہمارے نزدیک اُسپر کفارہ نہین ہے اور ہمارے نزدیک وہ میراث سے محروم نہوگا اور اگر معتوہ یا مجنون
نے حالت جنون مین کسی کو قتل کیا تو اُسکا حکم بھی لڑکے نابالغ کے حکم کے موافق ہے یہ محیط مین ہے- اور جو شخص حالت صحت
مین ہو اور بھلا چنگا تندرست ہو وہ مریض کے عوض اور ایسے شخص کے عوض جسکے اعضا مین صورت نقصان ہو یا معنی
نقصان ہو جیسے شل ہو گیا یا اسکے مثل کچھ ہو گیا ہو اور عاقل بعوض مجنون کے قتل کیا جائیگا اور مجنون بعوض عاقل کے
قتل کیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے- قاضی نے اگر قاتل کے قصاص کا حکم دیا پھر قبل اسکے کہ ولی مقتول
کے سپرد کیا جاوے قاتل مجنون ہو گیا تو استحساناً اُسپر قصاص نرہیگا اور دیت واجب ہو جائیگی یہ خلاصہ
مین ہے- اور اگر قاتل پر قصاص کا حکم ہو جانے اور ولی مقتول کے دیے جانے کے بعد قاتل مجنون ہو گیا تو قتل
کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے- عیون مین ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسکا ایک ولی ہے پھر جب قاضی نے قصاص
کا حکم دیا تو قاتل نے کہا کہ میرے پاس حجت ہے پھر وہ مجنون ہو گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاساً وہ قتل کیا جائیگا اور استحساناً
اُس سے دیت لیجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے- فتاوی صغرے مین ہے کہ جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہو اور کبھی اُسکو افاقہ
ہو جاتا ہو اگر اُسنے حالت افاقہ مین کسی کو قتل کیا تو مثل صحیح سالم آدمی کے قصاص مین قتل کیا جائیگا پھر اگر وہ بعد قتل
کرنے کے مجنون ہو گیا پس اگر جنون مطبق ہو جاوے تو اُسکے ذمہ سے قصاص ساقط ہو جائیگا اور اگر غیر مطبق ہو تو ساقط نہوگا
یہ خلاصہ مین ہے- منتقی مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر وہ معتوہ ہو گیا اور اُسپر گواہون نے قتل کرنے کی
گواہی دی مگر ایسی حالت مین کہ وہ معتوہ تھا تو مین استحساناً قصاص کا حکم نہ دونگا بلکہ اُسکے مال سے دیت دلاؤنگا یہ محیط مین ہے
اور جسپر قصاص واجب ہوا اگر وہ مر جاوے تو قصاص ساقط ہو جائیگا یہ ہدایہ مین ہے- اور اگر فرزند نے والد یا والدہ یا اُسکے
دادا و پردادا وغیرہ یا سگی دادی و پردادی وغیرہ یا سگے نانا و پرنانا وغیرہ یا سگی نانی و پرنانی وغیرہ کو قتل کیا تو قصاص مین
قتل کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے- اور باپ نے اگر اپنے بیٹے کو قتل کیا تو قتل نہ کیا جائیگا اور سگا دادا و پردادا وغیرہ
و سگا نانا و پرنانا وغیرہ اس حکم مین بمنزلہ باپ کے ہین اسی طرح اگر والدہ یا سگی دادی و پردادی وغیرہ و نانی و پرنانی وغیرہ
نے قتل کیا خواہ نزدیک کی ہو یا دور کی ہو یعنے نانی ہو یا پرنانی ہو یا نگڑ نانی ہو اُسنے فرزند کو قتل کیا تو قتل نہ کیجائیگی- کذا
فی الکافی پھر ابا یا اجداد پر جب انھون نے فرزند کو عمداً قتل کیا ہو اُسکے "مال" سے تین سال مین دیت واجب ہوگی اور اگر
والد نے خطا سے فرزند کو قتل کیا ہو تو اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا اور ہمارے
نزدیک قتل عمد مین اُسپر کفارہ نہین ہے اور اگر فرزند نے کسی شخص کے مملوک کو قتل کیا پھر اُسکو اُسکے باپ نے عمداً قتل کیا
تو مولاے مقتول کے واسطے اُسپر قصاص نہوگا یہ شرح مبسوط مین ہے- اور اگر وارثان مقتول مین قاتل کا بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا
وغیرہ ہو تو قصاص باطل ہو جائیگا اور دیت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے- ایک مان و باپ سے "بیٹے" جا

ہین انمین سے ایک نے عمدًا اپنے باپ کو اور دوسرے نے عمدًا اپنی مان کو قتل کیا تو امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہی کہ دونون مین سے کسی پر قصاص نہوگا اور ہر ایک پر اُسکے مقتول کی دیت تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی بشرطیکہ مقتولین کے واسطے کوئی دوسرا وارث سوائے ان دونون کے نہووے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی نے اپنے غلام یا مدبر یا مکاتب یا اپنے فرزند کے غلام کو قتل کیا تو اُس سے قصاص نہ لیا جائیگا اسی طرح اگر ایسے غلام کو قتل کیا جسکے تھوڑے حصہ کا مالک ہوا ہی تو بھی قصاص نہوگا یہ ہدایہ مین ہی اور اگر غلام نے اپنے مولے کو قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے غلام وقف کو قتل کیا تو قصاص واجب نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر ایسے شخص کے ساتھ جسپر قصاص نہین ہی کوئی اجنبی شریک قتل ہو تو اُسپر بھی قصاص واجب نہوگا جیسے باپ و اجنبی۔ عمدًا قتل کرنے والا و خطا سے قتل کرنے والا۔ صغیر و کبیر۔ کذا فی التاتارخانیہ عن التہذیب اور جیسے اجنبی نے کسی شخص کے ساتھ (فرزند کے قتل مین ۱۲) اُسکی زوجہ کے قتل مین شرکت کی حالانکہ اُسکا اس عورت سے ایک فرزند ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر دو شخص ایک شخص کے قتل مین شریک ہوے کہ ایک نے اُسکو عصا سے مارا اور دوسرے نے دھار دار سے مارا تو دونون مین سے کسی پر قصاص واجب نہوگا اور دونون پر آدھا آدھا مال دیت واجب ہوگا اور پھر ہر ایک پر جسقدر دیت لازم آئی ہی یعنی نصف دیت اُسکے حق مین وہ مثل منفرد کے قرار دیا جائیگا پس دھار دار سے قتل کرنے والے پر نصف دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور عصا سے قتل کرنے والے پر نصف دیت اُسکی مددگار برادری پر لازم ہوگی یہ شرح مبسوط مین ہی۔ ہر محقون الدم[ف] کے قتل سے برابر قصاص واجب رہیگا بشرطیکہ اُسکو عمدًا قتل کیا ہو یہ ہدایہ مین ہی۔ اور جب قصاص لیا جاوے تو تلوار سے یا جو تلوار کے مثل ہو اُس سے قصاص لیا جاویگا یہ کافی مین ہی۔ حتے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو آگ سے جلا دیا یا پانی مین غرق کر دیا تو اُسکے گردن پر تلوار ماری جائیگی اسی طرح اگر کسی شخص کا کوئی عضو کاٹ ڈالا جس سے وہ مر گیا تو پشت کی طرف سے اُسکی گردن پر تلوار مار کر قطع کیجائیگی اور اُسکا عضو نہ کاٹا جائیگا اسی طرح اگر اُسکے سر پر زخم لگا کر کھوپڑی توڑ ڈالی اور وہ مر گیا تو تلوار سے اُسکی گردن قطع کر دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا سر خود زخمی کیا پھر دوسرے نے اُسکا سر زخمی کیا پھر شیر نے اُسکو زخمی کیا پھر اُسکو سانپ نے کاٹا اور ان سب سے وہ مر گیا تو اجنبی پر جسنے اُسکے سر کو زخمی کیا ہی تہائی دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک جماعت کو قتل کیا اور اولیاء مقتولین حاضر ہوے۔ تو سب کی طرف سے وہ قتل کیا جائیگا اور اُن لوگون کو سوائے اسکے کچھ استحقاق نہوگا اور اگر ایک ولی حاضر ہوا تو اُسکے قصاص مین قاتل قتل کیا جائیگا اور باقیون کا حق ساقط ہو جائیگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر ایک جماعت نے ایک شخص کو قتل کیا تو ایک کے قصاص مین یہ جماعت سب قتل کیجائیگی یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مروہ پتھر سے مارا پس اگر دھار کی طرف سے لگا اور وہ قتل ہو گیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اور اگر ڈنڈی سے چوٹ کھائی ہو تو قاتل پر دیت واجب ہوگی اور مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہی کہ جب دھار کی تیزی کی طرف سے لگا ہو اور قتل کیا ہو اور اگر دھار کی پشت کی طرف سے لگا تو صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک قصاص واجب ہوگا اور یہی امام اعظم رحمہ سے بھی مروی ہی اور امام اعظم سے ایک روایت مین یہ ہی کہ قصاص جب واجب ہوگا کہ جب جرح سے زخم آیا ہو اور یہی صحیح ہی اسی طرح ترازو کے باٹون سے جو پتھر کے ہون مارنے مین یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مجروح کیا اور وہ برابر زخمی ہو کر چارپائی پر پڑا رہا یہانتک کہ آزاد ہو گیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اگر کسی شخص کو مانند سوئی وغیرہ کے کسی چیز سے

ف یعنی [illegible] ۱۲

عمداً زخمی کیا اور وہ مرگیا تو اسمین قصاص نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر مانند سوجا وغیرہ کے کسی چیز سے زخمی کرکے مار ڈالا تو قصاص
لازم ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر ایسی جگہ سوئی گڑوئی جہان سے آدمی قتل ہوجاتا ہی تو قاتل پر قصاص ہوگا ورنہ نہین یہ
خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کو دانتون سے کاٹ کھایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اجناس مین ہی کہ جس آلہ سے بہائم
حلال ہوجاتے ہین ایسے آلہ سے آدمی کو مار ڈالا تو قصاص لازم ہوگا اور جو ایسا نہو اُس سے قصاص نہوگا یعنے دانتون
سے کاٹ کھانے سے قصاص واجب نہوگا۔ اور اگر کسی شخص کو پے درپے کوڑے مارے یہانتک کہ وہ مرگیا تو قصاص واجب
نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ چھوٹے عصا سے اگر پے درپے مارا یہان تک کہ وہ مرگیا تو ہمارے نزدیک قصاص واجب نہوگا یہ شرح
مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو سو کوڑے مارے اور وہ نوے کوڑون سے چنگا بچ رہا اور دس کوڑون سے
مرگیا تو اُسپر ایک ہی دیت واجب ہوگی اور نوے کوڑون کے واسطے اُسپر کچھ واجب نہوگا اور جو جراحت بھر آئی اور اُسکا اثر
زائل ہوگیا اُسکی بابت ظاہر حکم یہ ہی کہ اسمین کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے حکومت عدل
واجب کی ہی اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے طبیب کی اجرت اور دواؤن کے دام واجب کیے ہین۔ اور مشائخ نے
فرمایا کہ یہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب وہ نوے کوڑون سے اچھا ہوگیا اور اُسکا اثر بالکل زائل ہوگیا اور اگر اُسکا اثر کچھ باقی
رہا تو نوے کوڑون کے واسطے حکومت عدل ہوگی اور قتل کے واسطے دیت واجب ہوگی۔ اور اگر ایک شخص کو سو کوڑے
مارے اور زخمی کیا اور مجروح اچھا ہوگیا مگر اثر باقی رہا تو حکومت عدل بوجہ اثر باقی رہنے کے واجب ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اگر
کسی شخص کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا تو قصاص مین قتل نکیا جائیگا لیکن اگر قاتل اس فعل مین معروف ہو کہ اُسنے ایک سے
زیادہ بہتون کے گلے گھونٹے ہون تو براہ سیاست قتل کیا جائیگا۔ یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ پھر اگر اُسنے اس فعل سے
توبہ کرلی پس اگر امام کے قابو مین آنے سے پہلے توبہ کی تو اُسکی توبہ قبول کیجائیگی اور اگر امام کے قابو مین آنے کے بعد اُسنے
توبہ کی تو اُسکی توبہ قبول نکیجائیگی اور یہ حکم ویسا ہی ہی جیسا ساحر کے حق مین ہی کہ جب اُسنے توبہ کی تو اُسکے حق مین یہی تفصیل ہی
اور شیخ الاسلام نے شرح زیادات و اصل مین ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے آدمی کو پانی مین غرق کردیا پس اگر پانی اسقدر
قلیل ہو کہ غالباً اسقدر پانی مین آدمی نہین مرجاتا ہی اور اکثر اسمین سے پیر کر نجات پاسکتا ہی مگر وہ شخص مرگیا تو قاتل پر قصاص
واجب نہوگا اور یہ بالاتفاق خطا شبہ عمد ہی اور اگر پانی بہت ہو پس اگر ایسی حالت ہو کہ پیر کر اُس سے نجات ممکن ہو مثلاً
جسکو پانی مین ڈالا ہی وہ بندھا ہوا نہو اور نہ اُسکو گرانبار کردیا ہو اور وہ پیرنا اچھی طرح سے جانتا ہو تو بھی مرجانے کی صورت
مین شبہ عمد ہی قصاص نہوگا اور اگر ایسی حالت ہو کہ نجات ممکن نہ معلوم ہوتی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ شبہ عمد ہی قصاص
نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک یہ محض عمد ہی قصاص واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص کو پکڑ کر اُسکے ہاتھ پانون باندھ
کرکے اُسکو دریا مین ڈالدیا اور وہ نیچے بیٹھ گیا اور مرگیا پھر مردہ اُترایا تو قصاص نہوگا اور قاتل پر دیت واجب ہوگی مگر دیت مغلظ
ہوگی اور اگر کسی شخص کو سمندر یا فرات مین برابر غوطہ دیتا رہا یہانتک کہ وہ اس صدمہ سے مرگیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اگر ایک شخص
نے دوسرے کو سمندر یا فرات و دجلہ مین کشتی پر سے ڈھکیل دیا اور وہ پیرنا نجانتا تھا پس تہ مین بیٹھ گیا اور مرگیا تو امام اعظم رح
کے نزدیک قصاص واجب نہوگا اور قاتل پر دیت واجب ہوگی اور اگر ایک ساعت اُترایا اور پیرا پھر غرق ہوکر مرگیا تو امام اعظم رح
نے کہا کہ گرانیوالے پر دیت و قصاص کچھ واجب نہوگا اسی طرح جو شخص اچھی طرح پیرنا جانتا ہی اور اُسنے گرتے ہی پیرنا شروع
کیا تاکہ کنارے سے لگ جاوے اور بچ جاوے مگر تھک کر ڈوب گیا اور مرگیا تو بھی قصاص و دیت کچھ واجب نہوگی۔ اور اگر دریا

ف [illegible]

مین گرانے کے بعد اُسکا حال کچھ معلوم نہوا کہ مرگیا یا نکل گیا اور اُسکا کچھ پتا نہ لگا تو گرانے والے پر کچھ واجب نہوگا یہان تک کہ یہ معلوم ہو جاوے
کہ وہ مرگیا ہی۔ اور اگر وہ دو یا تین دفعہ اُچھلا اور ڈوبا اور اُسمین جان باقی تھی پھر معلوم نہوا کہ اُسکا کیا حال گذرا اور کہین ڈوبا یا
نکل گیا تو گرانے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ امام محمد رہ نے جامع صغیر مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے تنور گرم کر کے
اُسمین کسی آدمی کو ڈالدیا یا ایسی آگ مین ڈالدیا جسمین سے وہ نکل نہین سکتا ہے اور آگ سے اُسکو جلا دیا تو قصاص
واجب ہوگا اور موضوع مسئلہ اس امر پر اشارت کرتا ہے کہ تنور کا گرم ہونا کافی ہے اگرچہ اُسمین آگ نہو اور بقالی نے اپنے
فتاوی مین فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسکو آگ مین ڈالا پھر اُسکو نکال لیا اور اُسمین قدرے جان باقی تھی
پھر وہ چند روز چارپائی پر زندہ پڑا رہا آخر کار مرگیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر وہ آتا جاتا ہو پھر مرگیا تو قصاص واجب
نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کے ہاتھ پانون باندھ کر اُسکے واسطے ایک دیگ مین پانی گرم
کیا حتے کہ پانی جب مثل آگ کے گرم ہو گیا تو اُسکو پانی مین ڈالدیا پس ڈالتے ہی اُسکے بدن کی کھال اتر گئی اور مرگیا
تو اُسکے عوض قتل کیا جائیگا۔ اور اگر پانی نہایت گرم ہو مگر جوش شدید اُسمین نہو اور اُسمین اُسکو ڈالدیا پھر تھوڑی دیر
تک رہنے کے بعد وہ مرگیا حالانکہ اُسکے جسم پر چھالے پڑ گئے تھے یا وہ پانی مین اُبل گیا تھا تو قاتل اُسکے قصاص مین قتل
کیا جائیگا ورنہ قتل نہ کیا جائیگا اور اگر ان صورتون مین ڈالنے والے نے اُسکو دیگ مین سے نکال لیا حالانکہ اُسکا پوست
اتر گیا اور اُسی وقت یا اُسی روز مرگیا یا کئی روز زندہ رہا مگر اُسپر اس صدمہ کی وجہ سے مرجانے کا خوف رہا اور وہ مرگیا
تو قاتل قتل کیا جائیگا اور اگر وہ کچھ اچھا ہو کر آنے جانے لگا پھر اسی صدمہ سے مرگیا تو قاتل قتل نہ کیا جائیگا بلکہ اُسپر
دیت واجب ہوگی اور یہ قیاس قول امام اعظم ہے۔ اور اگر ایک شخص کو سخت جاڑے مین سرد پانی مین ڈالدیا اور
وہ اُسی وقت ٹھٹھر کر مرگیا تو فاعل پر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُسکو ننگا کر کے سخت سردی کے دن چھت پر لٹایا
اور برابر اسی طرح رکھا یہانتک کہ وہ سردی سے مرگیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر اُسکے ہاتھ پانون باندھکر برف مین ڈالدیا
تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پانون باندھکر دھوپ مین سورج کے سامنے
ڈالدیا اور نہ کھولا یہانتک کہ وہ حرارت آفتاب سے مرگیا تو فاعل پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور
اگر ایک شخص کو چھت یا پہاڑ سے نیچے گرا دیا یا کنوئین مین ڈالدیا تو بنا بر قول امام اعظم رہ کے یہ خطاے عمد ہے اور
صاحبین رہ کے قول کے موافق اگر ایسی جگہ ہو جس سے غالبًا نجات کی امید ہو تو خطاء عمد ہے اور اگر اُس سے نجات کی امید
نہو تو یہ محض عمد ہے اُسمین صاحبین رہ کے نزدیک قصاص واجب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص کو زہر پلایا
اور وہ اُسکے پینے سے مرگیا پس اگر زبردستی اُسکے مُنہ مین ڈالکر نگلایا ہے یا پہلے اُسکو دیکر پھر اُسکے پینے پر اُسکو مجبور کیا ہے۔
یہانتک کہ اُسنے پی لیا یا بغیر اکراہ کرنے کے اُسکو دیدیا ہے پس اگر زبردستی نگلایا ہے یا دیکر اُسکے پینے پر مجبور کیا ہے تو مجبور
کرنے والے پر قصاص نہوگا ولیکن اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر اُسکو دیدیا اور بدون اکراہ کرنے
کے اُسنے پی لیا تو دینے والے پر نہ قصاص اور نہ دیت ہوگی خواہ پینے والا جانتا ہو کہ یہ زہر ہے یا نہ جانتا ہو یہ ذخیرہ مین ہے
اور جسنے زہر پلایا ہے وہ مقتول کا وارث ہو سکتا ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ کھانا کھا لے
کہ یہ پاکیزہ ہے۔ پس اُسنے کھا لیا لیکن وہ زہر ملا ہوا تھا پس کھانے والا مر گیا تو کہنے والا ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر
ایک شخص نے دوسرے کو پکڑ کر بیڑیان ڈالکے ایک کوٹھری مین قید کیا یہانتک کہ وہ بھوک سے مرگیا تو امام محمد رہ نے

فرمایا کہ میں ایسے شخص کو سزا دیکر دردناک کرونگا اور میت کی دیت اسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی مگر امام اعظم رح نے فرمایا کہ قید کرنے والے پر کچھ نہوگا اور اسی پر فتوی ہی اور اگر کسی شخص کو زندہ پکڑ کر قبر میں دفن کر دیا اور وہ مرگیا تو دفن کرنے والا قصاص میں قتل کیا جاویگا اور یہ امام محمد رح کا قول ہی مگر فتوی اس بات پر ہی کہ اسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہی۔ ایک شخص سوتے ہوے یا نابالغ یا ایسے شخص کو جو معتوہ ہوگیا ہی اپنی کوٹھری میں لیگیا پھر کوٹھری اسپر گر پڑی تو نابالغ اور معتوہ کی صورت میں ضامن ہوگا اور سوتے ہوے کی صورت میں ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہی۔ جنایات ملتقی میں ہی کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ امام اعظم رح فرماتے تھے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پاؤن باندھکر ایک درندہ کے آگے ڈالدیا اور درندہ نے اسکو ہلاک کیا تو ایسا کرنے والے پر قصاص اور دیت کچھ نہوگی ولیکن اسکو سزا دیجائیگی اور مارا اور قید کیا جائیگا یہانتک کہ توبہ کرے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ میں شرع کے موافق یہ سمجھتا ہون کہ برابر قید رکھا جاوے یہانتک کہ مرجاوے کذا فی المحیط **فصل** اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک کوٹھری میں داخل کیا اور اسکے ساتھ ایک درندہ جانور بھی داخل کیا اور کوٹھری کا دروازہ بند کر دیا پھر درندہ نے اس آدمی کو مار ڈالا تو بند کرنے والا قصاص میں قتل نکیا جائیگا اور اسپر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر اس شخص کو سانپ یا بچھو نے کاٹا تو بھی کچھ نہوگا خواہ سانپ یا بچھو کو اسی آدمی کے ساتھ کوٹھری میں داخل کر دیا ہو یا یہ دونون کوٹھری میں پہلے سے موجود ہون اور اگر اسنے ایسا فعل کسی نابالغ لڑکے کے ساتھ کیا تو اسپر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ پھاڑ کر اسکی آنتین نکال دین پھر ایک شخص نے اسکی گردن پر تلوار ماری تو قاتل وہی ہی جسنے گردن ماری پس اگر اسنے عمداً ایسا کیا ہو تو قصاص لیا جاویگا اور اگر خطاءً ایسا کیا ہو تو دیت واجب ہوگی اور جس شخص نے پیٹ پھاڑا ہی اسپر تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر اسکے پھاڑنیکا شگاف دوسری جانب کو اٹھ گیا ہو تو دو تہائی واجب ہوگی۔ اور یہ اس صورت میں ہی کہ جب پیٹ پھاڑنے کے بعد وہ شخص پورے دن بھر یا دن سے کم زندہ رہ سکتا ہو اور اگر زندہ نرہسکتا ہو اور ایسے زخم کے باوجود اسکے جینے کا وہم نہو اور سواے موت کے اضطراب کے اسمین کچھ باقی نرہا ہو تو قاتل وہی ہوگا جسنے پیٹ پھاڑا ہی پس اگر عمداً ہو تو قصاص لیا جائیگا اور اگر خطاءً ہو تو دیت واجب ہوگی اور جسنے گردن ماری تھی اسکو سزا دیجائیگی۔ اور اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایسا سخت مجروح کیا کہ اس زخم کے ساتھ اسکی زندگی کا گمان نرہا پھر ایک شخص نے اسکو دوسرے زخم سے مجروح کیا تو قاتل وہی پہلا ہی جسنے زخم کاری سے مجروح کیا ہی اور یہ اس صورت میں ہی کہ دونون زخم آگے پیچھے واقع ہوئے ہون اور اگر دونون ایک ساتھ واقع ہوے ہون تو دونون قاتل ہونگے اور اسی طرح اگر ایک نے دس زخم لگائے ہون اور دوسرے نے ساتھ ہی ایک ہی زخم لگایا ہو تو بھی دونون قاتل ہونگے یہ خلاصہ میں ہی۔ منتقی میں ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کی گردن کاٹ ڈالی۔ مگر ذرا سی حلقوم لگی رہگئی اور ہنوز اسمین روح باقی ہی کہ دوسرے نے اسکو قتل کر ڈالا تو دوسرے پر قصاص واجب نہوگا اسواسطے کہ یہ میت ہی۔ اور اگر ایسی حالت میں اسکی روح نکلنے سے پہلے اسکا بیٹا مرجاوے تو بیٹا اسکا وارث ہوگا اور یہ اپنے بیٹے کا وارث نہوگا یہ ذخیرہ میں ہی۔ منتقی میں ہی کہ بشر ابن الولید نے امام ابو یوسف رح سے اور ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے عمداً دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ہاتھ کٹے ہوے نے کاٹنے والے کے بیٹے کو عمداً قتل کر ڈالا پھر ہاتھ کٹا ہوا اسی زخم سے مرگیا تو ہاتھ کٹے ہوے کے وارث کیواسطے ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا

اور یہی مسئلہ منتقی مین دوسرے مقام پر امام محمد رح سے مروی ہی اور اُسمین قیاس و استحسان مذکور ہی یعنی فرمایا کہ قیاساً ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص واجب نہوگا بلکہ اُسکے مال سے اُسپر دیت واجب ہوگی۔ زید نے بکر کے بیٹے کو عمداً قتل کیا پھر بکر نے خطا سے زید کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید اس زخم سے مرگیا تو بدلا ہوجائیگا اور زید کے وارث کے واسطے بکر پر دیت واجب نہوگی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کو تلوار سے مار کر قتل کیا ہی تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ خطا پر محمول کیا جائیگا جب تک یون نہ کہے کہ عمداً ایسا کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنی تلوار ماری پس فلان شخص کو قتل کیا یا کہا کہ مین نے چھری بھونکی پس فلان شخص کو قتل کیا پھر کہا کہ مین نے اس مقتول کے سوا دوسرے کا قصد کیا تھا مگر چوک کر اسکو زخم پہونچا ہی تو اُسکے ذمہ سے قتل دور کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے عمداً فلان شخص کو تلوار ماری اور مین یہ نہین جانتا ہون کہ وہ اسی زخم سے مرا ہی لیکن ہان مرگیا ہی اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تیری ضرب سے مرا ہی تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا۔ اور اگر قاتل نے کہا کہ میری ضرب اور سانپ کے کاٹ کھانے سے یا دوسرے شخص کے لاٹھی مارنے سے مرا ہی اور وارث نے کہا کہ تیری ہی ضرب سے مرا ہی تو مارنے والے کا قول قبول ہوگا اور اُسپر آدھی دیت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر قاتل کو کسی اجنبی نے قتل کیا پس اگر قتل عمد ہو تو قصاص واجب ہوگا اور اگر قتل خطا ہو تو اجنبی کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر اجنبی کے قتل کرنے کے بعد وارث نے کہا کہ مین نے اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا حالانکہ اُسکے پاس اس بات کے گواہ نہین ہین تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی یہ محیط مین ہی۔ ایک صف مسلمانون کی اور ایک صف کافرون کی دونون لڑائی مین باہم ملگئین پس ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو مشرک گمان کرکے قتل کیا تو اُسپر قصاص نہوگا مگر کفارہ اور دیت واجب ہوگی یہ صدر الشہید کی شرح جامع صغیر مین ہی۔ اور مشایخ نے فرمایا کہ دیت جبھی واجب ہوگی کہ جب دونون باہم مختلط ہون اور اگر مسلمان مقتول مشرکون کی صف مین ہو تو اُنکی جماعت کی تکثیر کرنے کی وجہ سے عصمت ساقط ہوکر دیت بھی واجب نہوگی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے مسلمانون پر تلوار کھینچی تو اُسکا قتل کر دینا واجب ہی اور اُسکے قتل کر دینے سے کچھ نہوگا۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک مسلمان پر ہتھیار اُٹھایا اور مسلمان نے اُسکو قتل کر ڈالا یا مسلمان کے سوا دوسرے نے مسلمان سے ضرر دور کرنے کے واسطے اُسکو قتل کر ڈالا تو اُسکے قتل سے کچھ لازم نہوگا خواہ رات مین ایسا واقعہ ہو یا دن مین خواہ شہر مین ہو یا شہر سے باہر ہو یہ تبیین مین ہی۔ اگر رات مین شہر کے اندر یا دن مین شہر کے باہر ایک شخص نے مسلمان پر لاٹھی اُٹھائی پھر مسلمان نے اس لاٹھی اٹھانے والے کو عمداً قتل کر ڈالا تو اُسپر کچھ نہوگا اور اگر شہر کے اندر دن مین اُسنے لاٹھی اُٹھائی اور جسپر اُٹھائی تھی اُسنے اُٹھانے والے کو عمداً قتل کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک اُسپر قصاص نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر مجنون نے غیر مجنون پر ہتھیار اٹھایا اور غیر مجنون نے اُسکو عمداً قتل کر دیا تو قاتل پر اپنے مال سے دیت واجب ہوگی اور نابالغ اور چوپایہ کی صورت کا بھی یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہتھیار اُٹھاکر ایک ہاتھ مارا پھر منھ پھیر کر چلا گیا پھر اُس زخمی نے اس مارنے والے کو ضرب کاری سے قتل کیا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا مگر یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ پہلے شخص نے ایک زخم لگا کر اسطرح منھ پھیرا ہو کہ دوبارہ مارنے کا قصد نہ رکھتا ہو یہ کافی مین ہی۔ اگر شہر مین ایک شخص نے دوسرے پر ہتھیار اُٹھا کر ایک ہاتھ مارا پھر مارنے والے کو زخمی کے سوا دوسرے نے قتل کر ڈالا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا

اور اسکے معنی یہ ہین کہ ہتھیار اُٹھانے والے نے ایک ہاتھ مارکر مُنھ پھیر لیا تھا دوبارہ مارنے کا قصد نہ تھا یہ خزانۃ المفتیین مین ہی
اگر ایک شخص کے یہان رات مین دوسرا شخص گیا اور چورانے کے واسطے مال نکالا پھر مالک نے اُسکا پیچھا کر کے اُسکو
قتل کیا تو اُسپر کچھ نہوگا اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہی کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب بدون قتل کیے اپنا مال واپس نہلے سکتا ہو
کذافی الہدایہ اور اگر ایسا ہو کہ اگر وہ چیخے تو چور اُسکا مال چھوڑکر بھاگ جائیگا مگر اُسنے ایسا نکیا بلکہ اُسکو قتل کر ڈالا تو قاتل پر
قصاص واجب ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔

تیسرا باب۔ قصاص حاصل کرنے والون کے بیان مین۔ باپکو اختیار ہی کہ اپنے نابالغ بیٹے کا مال تلف کرنے
یا جان تلف کرنے سے کم کا قصاص لیوے اور ہر شخص جو اللہ تعالی کے فرائض کے موافق مستحق میراث ہی وہ قصاص کا
مستحق ہوتا ہی پس اسمین شوہر اور جورو بھی داخل ہین اور دیت کا بھی یہی حکم ہی اور جب وارث لوگ بالغ ہون تو جب تک سب
وارث متفق نہون تب تک بعض وارثون کو یہ اختیار حاصل نہوگا کہ قصاص لیوین اور سب وارثون یا کسی وارث کو یہ
اختیار نہین ہی کہ قصاص حاصل کرنے کے واسطے کسی شخص کو وکیل کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور مستحق قصاص
اصل مین مقتول ہوتا ہی پھر اُسکا وارث اُسکا قائم مقام ہو جاتا ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور اُسکا ایک
ہی وارث ہی تو اُسکو جائز ہی کہ قاتل کو قصاص مین قتل کر ڈالے خواہ قاضی نے اسکا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور تلوار سے
قتل کرے اور گردن جدا کر دے اور اگر اُسنے سوا تلوار کے دوسری چیز سے قتل کرنا چاہا تو اس سے منع کیا جائیگا اور اگر
اُسنے ایسا کیا تو تعزیر دیجائیگی لیکن اُسپر ضمان واجب نہوگی اور چاہے جسطرح سے قتل کرے بہر صورت اپنا حق بھر پانیوالا ہوگا
یہ محیط مین ہی۔ اگر معتوہ کا ولی قتل کیا گیا تو اُسکے باپ کو اختیار ہی کہ قاتل کو قصاصاً قتل کرے یا اُس سے صلح کرلے مگر
یہ اختیار نہین ہی کہ اُسکو معاف کر دے اسی طرح عمداً اگر معتوہ کا ہاتھ کاٹا گیا تب بھی یہی حکم ہی اور باپ کا وصی ان سب صورتون
مین بمنزلہ باپ کے ہی لیکن وہ قتل نہین کر سکتا اور اس حکم مطلق کی بحث مین جان سے صلح کرنا اور کسی عضو کا قصاص
حاصل کرنا بھی مندرج ہی اور نابالغ لڑکا اس حکم مین بمنزلہ معتوہ کے ہی اور قاضی صحیح مذہب کے موافق بمنزلہ باپ کے ہی یہ
ہدایہ مین ہی۔ اور اس بات پر اجماع ہی کہ جب قصاص کا پورا استحقاق نابالغ کے واسطے ہو تو برادر بالغ کو اُسکے حاصل کرنے
کا اختیار نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر استحقاق قصاص بالغ اور نابالغ کے درمیان مشترک ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک
بالغ کو اُسکے حاصل کرنے کا اختیار ہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ بالغ کو یہ اختیار نہین ہی الا اُس صورت مین کہ یہ بالغ اُس
نابالغ کا باپ ہو تو حاصل کر سکتا ہی اسی طرح اگر بالغ کا شریک کوئی معتوہ یا مجنون ہو اور اُسکا بھائی ہو تو بھی یہی اختلاف
ہی اور اسی طرح امام اعظم رح کے نزدیک بالغ کے ساتھ سلطان کو قصاص حاصل کرنے کا اختیار ہی اور صاحبین رح نے
اسمین اختلاف کیا ہی۔ اور اگر سب وارث نابالغ ہون تو بعض نے فرمایا کہ قصاص حاصل کرنے کا استحقاق سلطان
کو ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ وارثون یا کسی وارث کے بالغ ہونے تک انتظار کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک
شخص قتل کیا گیا اور اُسکا کوئی ولی نہین ہی تو سلطان کو اور نیز قاضی کو اُسکا قصاص لینے کا اختیار ہی یہ اختیار شرح
مختار مین ہی۔ اگر کوئی غلام عمداً قتل کیا گیا تو اُسکے قصاص کا استحقاق اُسکے مالک کو ہی اور مدبر اور مدبرہ و ام ولد اور اُنکا
بچہ بمنزلہ غلام کے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص کے دو غلام ہین اُنمین سے ایک نے دوسرے کو عمداً قتل کیا
تو مولے کو اختیار ہی کہ قاتل سے مقتول کا قصاص لے یہ محیط مین ہی اور مبسوط مین لکھا ہی کہ اگر دو بالغ اور نابالغ

کا مشترک غلام قتل کیا گیا تو بالاجماع نابالغ کے بالغ ہونے سے پہلے بالغ کو اُسکا قصاص لے لینے کا اختیار نہین ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی - اگر ایک غلام دو یا تین آدمیون مین مشترک ہو تو اُسکے قصاص کا استحقاق ان سب کو متفق ہو کر حاصل ہو سکتا ہی تنہا کسی ایک کو نملیگا اور اگر انمین سے کسی ایک نے عفو کیا تو باقیون کا حق مال سے متعلق ہو کر غلام کی قیمت کی طرف منقلب ہوگا جیسا کہ آزاد کی صورت مین دیت کی طرف منقلب ہوتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا پھر وہ اس زخم سے مرگیا پس اگر مولی کے سوا اُسکا کوئی وارث نہو تو مولی کو اختیار ہوگا کہ اُسکے قاتل کو قصاصاً قتل کرے اور اگر سواے مولی کے کوئی اور اُسکا وارث ہو تو امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قاتل پر قصاص نہوگا کذا فی الکافی - اور نوادر ہشام مین امام ابو یوسف رح سے اسطرح مروی ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر ایک شخص نے اگر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہی اور گواہ قائم کیے مگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ مدعی کا غلام تھا لیکن مدعی نے اُسکو آزاد کر دیا اور وہ مقتول ہونے کے روز آزاد تھا پس اگر کوئی اُسکا وارث ہو تو قتل عمد کی صورت مین اُسکے وارث کے واسطے استحقاق قصاص کا حکم دونگا اور خطا کی صورت مین دیت کا حکم دونگا اور اگر کوئی اُسکا وارث نہو تو قتل خطا اور قتل عمد دونون صورتون مین اُسکے مولی کو اُسکی قیمت ملیگی ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر مکاتب قتل کیا گیا اور سواے مولے کے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور اُسنے اداے کتابت کے واسطے کافی مال چھوڑا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکے مولی کو قصاص ملیگا اور اگر اُسنے وفای کتابت کے لائق مال چھوڑا اور سواے مولے کے اُسکا کوئی وارث دوسرا ہی تو قصاص نہوگا اگرچہ وہ مولی کے ساتھ اتفاق کرین اور اگر اُسنے وفاے کتابت کے لائق مال نچھوڑا اور اُسکے آزاد وارث موجود ہین تو سب امامون کے نزدیک بالاتفاق مولی کے واسطے قصاص کا استحقاق ہوگا یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر ایسا غلام جسکا تھوڑا حصہ آزاد ہو چکا ہی باقی کی اداسے عاجز ہونے کی حالت مین قتل کیا گیا تو منتقی مین لکھا ہی کہ قصاص واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر مکاتب نے اپنے غلام کو قتل کیا تو قصاص نہین ہی اور اگر اپنے مکاتب کے غلام کو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح اگر اُسکے بیٹے کو عمداً قتل کیا تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر غلام ماذون عمداً قتل کیا گیا اور اُسپر قرضہ ہی تو قصاص نہوگا اگرچہ مولے اور اُسکے قرضخواہ لوگ قصاص لینے پر اتفاق کرین یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر غلام مرہون قتل کیا گیا تو جب تک راہن و مرتہن دونون قصاص لینے پر اتفاق نکرین تب تک قصاص واجب نہوگا یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر راہن و مرتہن نے اتفاق کیا تو قصاص حاصل کرنے کا استحقاق راہن کو ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر اجارہ کا غلام قتل کیا گیا تو موجر کے واسطے استحقاق قصاص حاصل ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - اگر غلام مبیع مشتری کے قبضہ سے پہلے عمداً قتل کیا گیا تو مشتری کو بیع پورا کرنے اور بیع رد کرنے مین اختیار ہوگا پس اگر اُسنے بیع کو پورا کیا تو اُسکو قصاص لینے کا اختیار ہوگا لیکن بائع کو ثمن ادا کرنے کے بعد اُسکو قصاص بھر پانے کا اختیار ہوگا یہ محیط کی فصل ۸ - مین ہی - اور اگر مشتری بیع توڑ دے تو بائع کو اختیار ہوگا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر مشتری نے بیع کو پورا کیا تو یہی حکم ہی اور اگر فسخ کیا تو بائع کو قصاص نملیگا بلکہ اُسکے واسطے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک دونون صورتون مین قیمت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہی - اور اگر مشتری کے پاس مبیع قتل ہوا اور خیار اُسی کا ہی تو قصاص کا استحقاق اُسی کو ہوگا خواہ بائع نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو

اور اگر خیار بائع کا ہو تو قاتل کا بیچا کرکے چاہے اُسکو قتل کرے یا چاہے مشتری سے اُسکی قیمت تاوان لے یہ مبسوط سرخسی
مین ہی اور جب مشتری سے قیمت تاوان لی تو مشتری کو حق قصاص حاصل نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور جو غلام
مہر قرار دیا گیا ہی اور ہنوز شوہر کے قبضہ مین ہی یا جو خلع کا عوض قرار دیا گیا ہی اور وہ ہنوز عورت کے قبضہ مین ہی یا جو بدل
صلح قرار دیا گیا ہی اور ہنوز اُسپر قبضہ نہین ہوا ہی اگر ایسا غلام قتل کیا گیا تو یہ بمنزلہ مبیع کے ہی جبکہ مبیع قبضہ سے پہلے قتل
ہوئی ہو یعنے اگر مستحق نے قاتل کا پیچھا کرنا اختیار کیا تو اُسکی ملک پوری ہو گئی اور تمام ہو گئی پس اُسکے واسطے قصاص
واجب ہوگا اور اگر اُسنے قیمت طلب کی تو غلام مذکور کی ملکیت فسخ ہو گئی پس دوسرے کے واسطے قصاص واجب ہوگا
یہ ظہیریہ مین ہی۔ غلام مغصوب اگر عمداً غاصب کے قبضہ مین قتل کیا گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے قاتل سے قصاص
لے اور چاہے غاصب سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے پھر غاصب نے جو کچھ تاوان دیا ہی وہ قاتل سے واپس
لیگا اور غاصب کو یہ اختیار نہوگا کہ قاتل کو قتل کراوے۔ اور جو غلام کہ اسکے رقبہ کے کسی کے نام وصیت کی گئی ہی اور
دوسرے کے نام اُسکی خدمت کی وصیت کی گئی ہی اگر وہ عمداً قتل کیا گیا تو اُسمین قصاص نہین ہی الا اُس صورت مین
کہ دونون اتفاق کرین اور اتفاق کرنے کی صورت مین جسکے واسطے رقبہ کی وصیت کی گئی ہی وہ قصاص کو حاصل
کریگا۔ اور اگر خدمت کا مستحق قصاص پر راضی نہوا تو قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور اُسکے عوض دوسرا غلام خرید کیا
جائیگا اور اسکا حال مثل حال اول کے ہوگا یہ محیط کی فصل ۸ مین ہی اور اگر اپنے غلام کی دوسرے کے نام وصیت کی اور
موصے لہ کے وصیت قبول کرنے سے پہلے وہ غلام عمداً قتل کیا گیا۔ اور موصی مر گیا ہی اور اُسنے وارث چھوڑا اور یہ معلوم
نہین ہوتا ہی کہ غلام مذکور وصیت کرنے والے کی موت سے پہلے مرا ہی یا پیچھے مرا ہی تو ایک کے واسطے قصاص بھر پانے کا
استحقاق نہوگا اور اگر اس بات مین اتفاق کیا گیا کہ موصی پہلے مرا ہی پھر غلام قتل کیا گیا ہی تو بھی دونون مین سے ایک
کے واسطے استحقاق استیفاء قصاص نہوگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر موصی لہ نے وصیت قبول کی تو اُسکو اختیار
ہوگا کہ قاتل سے غلام مقتول کی قیمت لے لے اور اگر اُسنے وصیت رد کر دی تو اُسکی قیمت وارثان موصی کو ملیگی یہ
فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر دو شخصون نے ایک شخص کو قتل کیا پھر ولی نے دونون مین سے ایک کو معاف
کر دیا تو اُسکو اختیار رہیگا کہ دوسرے کو قتل کرے اسی طرح اگر ایک شخص نے دو شخصون کو قتل کیا پھر ایک مقتول کے
ولی نے قاتل کو معاف کیا تو دوسرے مقتول کے ولی کو قاتل کے قتل کرنے کا اختیار ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی

چوتھا باب جان تلف کرنے سے کم مین قصاص لینے کے بیان مین

جان سے کم مین قصاص و بدلا لینے مین
مساوات معتبر ہی پس دایان بائین کے عوض قطع نہ کیا جائیگا اور بایان دائین کے عوض قطع نہوگا اور نہ صحیح سالم
ہاتھ بعوض شل ہاتھ کے اور نہ عورت کا ہاتھ بعوض مرد کے ہاتھ کے اور نہ مرد کا ہاتھ بعوض عورت کے ہاتھ کے اور نہ آزاد
کا ہاتھ بعوض غلام کے ہاتھ کے اور نہ غلام کا ہاتھ بعوض آزاد کے ہاتھ کے اور نہ غلام کا ہاتھ بعوض غلام کے ہاتھ کے قطع کیا
جائیگا اسواسطے کہ غلام کے ہاتھ مین اُسکی نصف قیمت واجب ہوتی ہی اور قیمت باہم مختلف ہوتی ہی یہ فتاوی قاضی خان
مین ہی۔ اور اعضا کے قصاص مین مسلمان و ذمی کے درمیان قصاص واجب ہوتا ہی اسی طرح دو آزاد عورتون کے
درمیان و مسلمان عورت و کتابیہ عورت کے درمیان واجب ہوتا ہی اور نیز دو کتابیہ عورتون کے درمیان واجب
ہوتا ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور بالون مین بالکل قصاص نہین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور سر یا بدن کی کھال

اگر کچھ قطع کیجاوے تو اُسمین قصاص نہوگا اور اسی طرح اگر دونون گالون و پیٹھ و پیٹ کے گوشت مین سے اگر کچھ قطع کیا
جاوے تو اُسمین قصاص نہین ہی اور ایسا ہی ٹھوڑی مین بھی قصاص نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور لطمہ و لکمہ و وجاءہ
و دقہ مین قصاص نہین ہوتا ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور ہڈی مین قصاص نہین ہوتا ہی سوا دانتون کے یہ کافی
مین ہی۔ اور ہر قطع جو مفصل سے ہو اُسمین اسی موضع مین قصاص ہوگا اور جو قطع مفصل سے نہو بلکہ ہڈی ٹوٹ جانے
سے ہو اُسمین ہمارے نزدیک قصاص نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کسی نے دوسرے کی آنکھ مین مارا جس سے
اُسکی روشنی جاتی رہی حالانکہ آنکھ کا ڈھیلا سلامت ہی تو اُسپر قصاص ہوگا بایں طور کہ ایک آئینہ گرم کیا جائیگا اور وہ گرم
آئینہ اُسکی آنکھ سے قریب کیا جائیگا اور اُسکی دوسری آنکھ پر پٹی باندھی جائیگی اور اُسکے چہرہ پر بھیگی روئی رکھی جائیگی اور
اُسکی آنکھ اُس گرم آئینہ سے مقابل کیجائیگی پس اُسکی روشنی جاتی رہیگی یہ کافی مین ہی۔ اور مشائخ نے روشنی جاتی رہنے
کی پہچان مین گفتگو کی ہی محمد بن مقاتل رازی نے فرمایا کہ اُسکی آنکھ کھولکر سورج کے سامنے کیجاوے پس اگر آنسو بھر
آوین تو سمجھنا چاہیے کہ روشنی باقی ہی اور اگر آنسو نہ بھرین تو سمجھنا چاہیے کہ روشنی جاتی رہی ہی۔ اور طحاوی نے ذکر کیا
کہ اُسکے سامنے سانپ ڈالا جاوے پس اگر سانپ سے بھاگے اور ڈرے تو معلوم ہوگا کہ روشنی باقی ہی اور محمد رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ اہل بصارت کو دکھلایا جاوے اور اگر یہ معلوم نہووے تو اُسمین دعوے و انکار کا اعتبار کیا جاویگا اور قسم
کے ساتھ جنایت کرنے والے کا قول قبول ہوگا مگر قسم قطعی لیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور کرخی نے ذکر کیا کہ اگر آنکھ مقور و منخسف
ہوجاوے تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی نے دوسرے کی آنکھ مین عمداً مارا اور وہ سپید ہوگئی
ایسی کہ اُس سے کچھ دکھلائی نہین دیتا تھا تو عامہ علماء کے نزدیک قصاص واجب نہوگا اور جس صورت مین قصاص
واجب ہوتا ہی اُس صورت مین خواہ ہتھیار مارے یا اُنگلی وغیرہ کسی چیز سے مارے کچھ فرق نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ امام
ابوحنیفہ و امام محمد رہ نے فرمایا کہ حدقہ چشم کے قلع کرنے مین قصاص نہین ہی پس اگر کسی آدمی کا حدقہ چشم قلع کیا اور اُسنے
کہا کہ مین اس بات پر راضی ہوتا ہون کہ اس مجرم کی آنکھ خسف کردی جاوے اور اُسکا حدقہ چشم اُکھاڑا نجاوے مین اپنے
حق سے کم ہی بدلا لونگا تو منتقے مین مذکور ہی کہ امام محمد رہ نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص
نے دوسرے کی داہنی آنکھ تلف کردی اور مجرم کی بائین آنکھ کانی ہی اور اُسکی داہنی آنکھ درست ہی تو اُسکی داہنی آنکھ سے
قصاص لیا جاویگا یعنے پھوڑکر اندھا چھوڑ دیا جاویگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ امام حسن سے روایت ہی کہ اگر کسی شخص کی آنکھ پھوڑی
گئی حالانکہ اُسکی آنکھ احول تھی لیکن اس سے اُسکی بصارت مین کچھ ضرر نتھا اور نہ کچھ نقصان تھا پس اُسکی آنکھ کو ایک
شخص نے عمداً پھوڑ ڈالا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر بھینڈاپن سخت ہو کہ بصارت مین ضرر ہو اور وہ پھوڑی گئی تو
اُسمین حکومت عدل پر حکم ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کی آنکھ مین حول زیادہ ہو کہ اُسکی آنکھ کی بصارت مین ضرر ہو اور
اُسنے ایسی آنکھ پھوڑی جسمین بھینڈاپن نہین ہی تو جسپر ظلم ہوا ہی اُسکو اختیار ہوگا چاہے قصاص لے لے اور ناقص
بدلے پر راضی ہوجاوے اور چاہے مجرم سے اُسکے مال سے نصف دیت تاوان لے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی
اگر ایک شخص کی داہنی آنکھ مین سپیدی ہو اور اُسنے ایک دوسرے شخص کی داہنی آنکھ ضائع کردی تو اس شخص
کو اختیار ہوگا چاہے مجرم کی ناقص آنکھ سے قصاص لے جبکہ قصاص ممکن ہو سکتا ہو مثلاً کچھ دکھلائی دیتا ہو اور چاہے
اپنی آنکھ کی دیت لے لے اور اگر اُسکی آنکھ بالکل چربیلی سپید ہو کہ اُس سے بالکل دکھلائی نہ دیتا ہو تو اُسمین بالکل

قصاص نہوگا اور اگر اُسنے ہنوز کچھ اختیار نکیا ہو یہانتک کہ پھوڑنے والے کی داہنی آنکھ کسی شخص نے پھوڑ ڈالی تو اول کا حق جو اُسکی آنکھ سے متعلق تھا باطل ہوجائیگا اور اگر اُس شخص نے جسکی آنکھ پہلے پھوڑی گئی ہے دیت لینا اختیار کیا پھر ایک شخص اجنبی نے مجرم کی آنکھ پھوڑ ڈالی پس اگر اول شخص کا اختیار کرنا صحیح ہو تو آنکھ کے تعلق سے اُسکا حق منتقل ہوکر دیت کی طرف آجائیگا اور عین مذکور فوت ہوجانے سے اُسکا حق باطل نہوگا اور اگر اُسکا اختیار کرنا صحیح نہو تو حق باطل ہوجائیگا اور اختیار صحیح ہونے کی بنا یہ ہے کہ جنایت کرنے والا اُسکو اختیار دے ورنہ اگر اُسنے خود ہی یہ اختیار کیا تو اختیار صحیح نہوگا - اور جس صورت مین اُسکا اختیار صحیح نہ ٹھہرے تو جب آنکھ کی سپیدی جاتی رہے تو اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ قصاص کی طرف رجوع کرے اور جس صورت مین اُسکا اختیار صحیح ہوگیا ہے اُس صورت مین رجوع بقصاص نہین کرسکتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - نوادر ہشام مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص کی داہنی آنکھ سپید ہو اور اُسنے دوسرے شخص کی داہنی آنکھ ضائع کردی پھر اُسکی آنکھ سے سپیدی جاتی رہی تو جسپر جرم کیا ہے اُسکو اختیار ہوگا کہ مجرم سے قصاص لیا جائیگا یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے دوسری آنکھ مین مارا اور وہ اس صورت سے سپید ہوگئی پھر سپیدی جاتی رہی تو مارنے والے پر کچھ نہوگا لیکن یہ اُسوقت ہے کہ آنکھ کی بینائی ایسی ہی ہوگئی ہو جیسی تھی اور اگر پہلے کی بہ نسبت کم آئی تو اُسمین حکومت عدل ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اگر ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ پر جسمین سپیدی ہے اور اُس سے نظر آتا ہے جنایت کی اور جنایت کرنے والے کی آنکھ مین بھی سپیدی ہے اور اُس سے نظر آتا ہے تو دونون مین قصاص نہوگا یہ محیط مین ہے - اگر ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ مین ایک ضرب لگائی جس سے تھوڑی پتلی سپید ہوگئی یا اُسمین قرحہ پڑگیا یا ریح سبل آگئی یا اور کوئی ایسی چیز جو آنکھ کو خراب کرتی ہے پیدا ہوگئی اور اُسمین نقصان آگیا تو اسکا قصاص نہوگا بلکہ اسمین حکومت عدل واجب ہے - یہ خزانۃ المفتین مین ہے - ہارونی مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر ایک عورت کے پیٹ سے ولادت کے وقت فقط بچہ کا سر نکلا تھا اور ہنوز سر سے زیادہ کچھ نہین نکلا تھا کہ اتنے مین ایک شخص نے آکر اُس بچہ کی آنکھ پھوڑ دی تو اُسپر دیت قرار دونگا اور آنکھ کا قصاص واجب نکرونگا جب تک کہ سر کے ساتھ آدھا دھڑ یا زیادہ برآمد نہوا ہو یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے ایک بچہ کی آنکھ ولادت کے وقت یا چند روز بعد پھوڑ ڈالی پس اگر کہا کہ اُس سے اُسکو دکھلائی نہین دیتا تھا یا کہا کہ مین نہین جانتا ہون کہ دکھلائی دیتا تھا یا نہین تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُسپر عادلون کا تجویز کیا ہوا ارش واجب ہوگا اور اگر معلوم ہوجائے کہ اُس آنکھ سے اُسکو دکھلائی دیتا تھا مثلاً دو گواہ اُس آنکھ کے صحیح سالم ہونے کے گواہی دین پس اگر اُسنے خطا سے ایسا کیا تو نصف دیت واجب ہوگی اور اگر عمداً ہو تو اُسپر قصاص ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے - اور بائین آنکھ کا قصاص دائین سے یا دائین کا بائین سے نہ لیا جائیگا اور اگر جنایت کرنے والے کی آنکھ بہ نسبت مظلوم کی آنکھ کے بڑی یا چھوٹی ہو تو یہ کچھ فرق نہین ہے دونون برابر ہین اور قصاص لے لیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اگر پورا کان کاٹا گیا پس اگر عمداً ہو تو اُسمین قصاص ہے اور اگر تھوڑا کاٹا گیا تو اُسمین بھی قصاص ہے بشرطیکہ اُسکی استطاعت ہو اور پہچانا جاوے یہ کرخی کی عبارت ہے اور امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ کان مین مفاصل ہین پس جب کان تھوڑا کاٹا جاوے پس اگر معلوم ہوجاوے کہ مفصل سے قطع کیا گیا ہے تو قصاص لیا جائیگا اور مفصل کی پہچان کا مرجع اہل بصارت ہین پس اگر اہل بصارت نے کہا کہ کان کے واسطے مفاصل ہین اور اسنے مفصل سے قطع کیا ہے تو اسی مفصل

سے مجرم سے قصاص لیا جائیگا اور اگر انھون نے کہا کہ اسکے مفصل نہین ہی تو کاٹنے والے کے کان سے اسی قدر کاٹ
لیا جاویگا جسقدر اُسنے کاٹا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اجناس مین لکھا ہی کہ اگر کاٹنے والے کے کان کا حلقہ چھوٹا ہو اور جسکا
کان کاٹا ہی اُسکے کان کا حلقہ بڑا ہو تو مظلوم کو اختیار ہوگا چاہے نصف دیت سے لے اور چاہے اُسکی چھوٹائی کے انداز پر
کاٹے اور اگر کان پھٹا ہوا تشگافدار ہو پس اگر یہی کان کاٹا گیا تو اُسمین حکومت عدل ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک
شخص کا کان کھینچا اور اُسکی گدیہ نوچ لی تو قصاص نہوگا مگر مجرم پر اُسکے مال سے اسکا ارش واجب ہوگا یہ محیط سرخسی
مین ہی۔ اور اگر پورا حلقہ عمداً کاٹ لیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا تو قصاص نہوگا اور اگر ناک کا بانسا
تھوڑا کاٹ لیا تو بالاتفاق قصاص نہوگا اسواسطے کہ وہ ہڈی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور بعض مشائخ نے ارنبہ یعنی کے حق
مین فرمایا کہ حکومت عدل ہوگی اور یہی صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کاٹنے والے کی ناک چھوٹی ہو تو جسکی
ناک کاٹی ہی اُسکو اختیار ہوگا چاہے اُسکی ناک کاٹ لے یا اپنی ناک کا ارش لے لے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ناک کاٹنے
والا اخشم ہو یعنے اُسکو بو نہ معلوم ہوتی ہو یا اخرم ہو یا کسی صدمہ پہونچنے سے اُسکی ناک مین نقصان ہو تو ناک کٹے
ہوے کو اختیار ہوگا چاہے کاٹنے والے کی ناک کاٹے یا اپنے ناک کی دیت لے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ناک کی جڑ مین
سے کچھ کاٹ لیگئی تو قصاص نہوگا اسواسطے کہ وہ ہڈی ہی مفصل نہین ہی اور اگر بچہ کی ناک ہڈی کی جڑ سے کاٹی گئی تو کاٹنے
والے پر قصاص واجب ہوگا خواہ وہ بو پاتا ہو یا نہین اور اگر اُسنے خطا سے ایسا کیا تو دیت واجب ہوگی اور اس سے
مراد مارن و جو حصہ نرم ہی وہ ہی جیسا کہ بالغ مین گذرا ہی اسواسطے کہ بچہ کی ناک کی ہڈی اگرچہ مثل غضروف کے ہوتی ہی
لیکن اسکا اعتبار نہین ہی جیسا کہ اُسکی باقی ہڈیون مین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ طحاوی نے اپنی شرح مین ہشام
سے روایت کرکے ذکر کیا ہی کہ اگر کسی شخص کا ہونٹھ اوپر کا یا نیچے کا کاٹا گیا پس اگر کاٹنے والے سے قصاص ممکن ہو
تو اوپر کے عوض اوپر کے ہونٹھ سے اور نیچے کے عوض نیچے سے قصاص لیا جائیگا اور قدوری مین لکھا ہی کہ اگر پورا
ہونٹھ کاٹا گیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا گیا تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور زبان کاٹنے مین
قصاص نہین ہی عمداً ہو یا نہو خواہ کل کاٹی ہو یا تھوڑی اور یہی فتوے کے واسطے مختار ہی یہ خزانۃ المفتین و ظہیریہ
مین ہی اور دانت مین قصاص ہی اگرچہ جس سے قصاص لیا جاتا ہی اُسکا دانت مظلوم کے دانت سے بڑا ہو اور سوائے
دانت کے کسی ہڈی مین قصاص نہین ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور بڑے دانت مین (یعنی شمار و قدر سے شمار مین زائد ہو) قصاص نہین ہی ہان حکومت عدل
واجب ہوتی ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور دانت کے قصاص لینے مین توڑنے والے اور جسکا دانت توڑا گیا ہی اُسکے
دانت کی مقدار و صغیر و کبیر کا اعتبار نہین ہی بلکہ قصاص مین اُسی قدر حصہ توڑا جائیگا جسقدر اُسنے توڑا ہی یعنے نصف
یا تہائی یا چوتھائی جسقدر توڑا ہی اُسی قدر دوسرے کا دانت توڑا جائیگا یہ دجیز کردری مین ہی۔ اور داہنے کے عوض
بایان اور بائین کے دایان نہ توڑا جائیگا اور اگلے دو دانت بعوض اگلے دو دانتون کے اور دانت بعوض دانت
کے اور ڈاڑھین بعوض ڈاڑھون کے توڑی جاوینگی اور نیچے والے کے عوض اوپر والے یا اوپر والون کے عوض
نیچے والے نہ لیے جاوینگے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اگر ایک دانت مین سے آدھا یا تہائی یا چوتھائی مستوی توڑا ہو کہ اُسمین
قصاص لیا جا سکتا ہی تو سوہان سے قصاص لیا جائیگا اور اگر اُسنے بطور مستوی نہ توڑا ہو کہ اُسمین قصاص لینا ممکن
نہو تو قصاص نہ لیا جائیگا بلکہ ارش واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر اُسنے اُکھاڑ لیا تو اُسکا دانت اُکھاڑا نجائیگا

بلکہ سوہان سے ریت لیا جائیگا یہانتک کہ گوشت تک پہونچ جاوے اور اس سے زیادہ ساقط ہو جائیگا یہ فتاوے
صغری مین ہی۔ اور اگر تھوڑا دانت توڑا پھر باقی سیاہ یا سرخ یا سبز پڑگیا اور کسی طرح کا اُسمین توڑنے کی وجہ سے عیب آگیا
تو قصاص نہوگا اور دیت واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر مظلوم نے جسکا دانت توڑا گیا ہی یون کہا کہ مین بقدر
توڑے ہوے کے قصاص لونگا اور جسقدر سیاہ ہوگیا ہی اُسکا ترک کرونگا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی۔ اگر ایک شخص کے دانت مین سے کسی قدر توڑا گیا تو ایک سال انتظار کیا جائیگا اگر سال پورا ہو جانے پر
اُسمین تغیر نہ آیا تو توڑنے والے پر قصاص واجب ہوگا کہ اُسکا دانت سوہان سے ریتا جائیگا اور اسلئے واسطے ایک
طبیب عالم تلاش کیا جائیگا اور اُس سے دریافت کیا جائیگا کہ ہمسے بیان کرے کہ اسکے دانت مین سے کسقدر جاتا رہا ہی
پس اگر آدھا جاتا رہا تو توڑنے والے کے دانت سے نصف ریتا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کے دانت
کا ٹکڑا توڑ دیا اور باقی خود گر گیا تو مشہور مذہب کے موافق قصاص نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ دو شخص کھیل کی
جگہ کھڑے ہوے تاکہ ایک دوسرے کو گھونسا مارے جیسا کہ عادت ہی پس ایک نے دوسرے کو گھونسا مارا اور اُسکا
دانت توڑ دیا تو مارنے والے پر قصاص ہوگا اور یہ مسئلہ واقع ہوا تھا جسپر فتوے طلب کیا گیا تو سب فتوے کے جواب
اس حکم پر متفق تھے اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا ہو کہ (لگا لگا) اور اُسنے گھونسا لگایا اور دانت توڑ دیا تو اُسپر
کچھ قصاص وغیرہ نہوگا اور یہی صحیح ہی بمنزلہ ایسے قول کے کہ میرا ہاتھ کاٹ اُسنے کاٹ دیا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر ایک شخص
نے دوسرے کے اگلے دو دانت توڑے اور توڑنے والے سے قصاص لیا گیا پھر توڑنے والے کے یہ دونون دانت
جو قصاص مین ریتے گئے ہین اُگے تو جسکے واسطے قصاص لیا گیا تھا اُسکو دوبارہ جمے ہوے دانتون کے اُکھڑوانے
کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا دانت اُکھاڑ لیا پھر جسکا دانت اُکھاڑا ہی اُسنے اُکھاڑنے والے
کا دانت قصاص مین اُکھاڑا پھر اول کا دانت جم آیا تو دوسرے اُکھاڑنے والے پر پہلے اُکھاڑنے والے کے واسطے
پانچ سو درم اُسکے دانت کا ارش واجب ہوگا اور اگر اُسکا دانت ٹیڑھا اُگا تو اسمین حکومت عدل ہوگی اور اگر آدھا دانت
جم آیا تو آدھا ارش واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر کسی شخص کے دانت مین مارا اور دانت گر گیا تو اُسکی
جگہ اچھے ہو جانے تک انتظار کیا جائیگا اور ایک سال تک انتظار نہ کیا جائیگا مگر بروایت مجرد کے موافق اور وجہ عدم انتظار
کی یہ ہی کہ بالغ کا دانت دوبارہ جمنا نادر ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر نابالغ کا دانت اُکھاڑا ہو تو انتظار کیا جائیگا یہ سراجیہ
مین ہی۔ اور چاہیے کہ مجرم سے کفیل لیا جاوے پس اگر نابالغ کے دانت کی جگہ دوسرا دانت جم آوے تو مجرم پر کچھ نہوگا
اور اگر نابالغ مذکور سال گذرنے سے پہلے اور دانت جمنے سے پہلے مر گیا تو مجرم پر کچھ نہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور امام
ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین حکومت عدل ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کے دانت مین مارا جس سے اُسکا دانت
ہلنے لگا تو اصل مین مذکور ہی کہ ایک سال تک انتظار کیا جائیگا خواہ وہ شخص جسکے دانت مین چوٹ لگی ہی بالغ ہو یا نابالغ ہو
پھر ایک سال پورا ہونے کے بعد دیکھا جاوے کہ اگر وہ دانت نہین گرا ہی تو مارنے والے پر کچھ نہوگا اور اگر اسی ضرب سے
سال مین وہ دانت گر گیا پس اگر ضرب عمداً ہو تو قصاص لیا جائیگا اور اگر خطا سے ہو تو دانت کی دیت واجب ہوگی یہ محیط
مین ہی۔ اور اگر قاضی نے اُسکو دانت جنبش کرنے کی حالت مین مہلت دی پھر سال گذرنے سے پہلے مضروب آیا اور
اُسکا دانت گرا ہوا تھا اور کہا کہ اُسی ضرب سے گر گیا ہی اور ضارب نے کہا کہ تجھے دوسرے شخص نے مارا تھا اُسکی مار سے گرا ہی تو

مضروب کا قول قبول ہوگا اور اگر سال گذرنے کے بعد آیا ہو تو ضارب کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دانت اُکھاڑا پھر آدھا دانت جم آیا تو اُسپر آدھا ارش واجب ہوگا اور اسمین قصاص نہوگا اور اگر پورا سپید دانت جم آیا پھر اس دانت کو دوسرے نے اُکھاڑا تو ایک سال تک انتظار کیا جائیگا پس اگر جم آیا تو خیر ورنہ دوسرے سے قصاص لیا جائیگا اور اول ضارب پر کچھ واجب نہوگا اور اگر چھوٹا جما تو اسمین حکومت عدل ہوگی یہ محیط مین ہی- اور اگر ایک شخص کا دانت توڑ لیا اور توڑنے والے کا دانت سیاہ یا زرد یا سرخ یا سبز ہی تو مظلوم کو اختیار ہوگا چاہے اسی ناقص دانت کا قصاص لے لے یا اپنے دانت کا ارش پانچ سو درم لے لے اور اگر مظلوم کے دانت مین عیب ہو تو حکومت عدل ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر مظلوم نے ہنوز کچھ اختیار نکیا ہو کہ جنایت کرنے والے کا عیب دار دانت ساقط ہوگیا اور بجائے اُسکے اچھا دانت جم آیا تو مظلوم کا حق باطل ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہی- اگر زید نے عمرو کے اگلے دو دانت اُکھاڑ ڈالے اور زید کے اگلے دونون دانت اُکھڑے ہوے ہین پھر بعد اُکھاڑنے کے زید کے دونون دانت جم آئے تو قصاص واجب نہوگا اور عمرو کے واسطے زید پر اپنے دانتون کا ارش واجب ہوگا یہ محیط مین ہی- اگر زید نے عمرو کا ہاتھ دانتون سے چبایا اور عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور کھینچنے مین زید کا دانت توڑا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ظلم سے ایسے مقام پر تیرا دانت توڑنا چاہا جہان لوگ تیری فریاد کو نہین پہونچ سکتے ہین تو تجھے اُسکا قتل کردینا جائز ہی اور اگر اُسنے تیرا دانت ریت دینا چاہا ہو تو اُسکو قتل نکر اگر ایسی جگہ پر ہو جہان لوگ تیری فریاد کو نہ پہونچ سکتے ہون یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ جوڑ پر سے عمداً کاٹ دیا تو اُسکا ہاتھ بھی کاٹا جائیگا اگرچہ اُسکا ہاتھ مظلوم کے ہاتھ سے بڑا ہو اور یہ حکم اچھا ہوجانے کے بعد ہی اور قبل اچھے ہوجانے کے قصاص نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی- اور اسی طرح اُنگلیون مین بھی قصاص ہوتا ہی بشرطیکہ جوڑ پر سے قطع کی گئی ہو اور اگر جوڑ پر سے قطع نہ کی گئی ہو تو قصاص نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی- اور عمداً پانون کاٹنے مین قصاص ہی جبکہ مفصل قدم یا مفصل ورک سے قطع کیا جاوے اور اگر غیر مفصل سے قطع کیا جاوے تو حکم اسکے برخلاف ہی- اسی طرح پانون کی انگلیون مین بھی اگر جوڑ پر سے کاٹی جاوین تو قصاص ہی جبکہ عمداً کاٹے اور اگر جوڑ پر سے نہ کاٹے تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط مین ہی- اور ہاتھ بعوض پانون کے یا ہاتھ کی اُنگلی بعوض پانون کی اُنگلی کے قطع نکیا جائیگا اور ہمارے نزدیک ایک ہاتھ کے بدلے دو ہاتھ قطع نہ کیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہی- اور داہنی کلمہ کی اُنگلی سواے داہنی کلمہ کی اُنگلی کے عوض دوسری کے قصاص مین کاٹی جاویگی اور بائین کلمہ کی اُنگلی سواے بائین کلمہ کی اُنگلی کے دوسری کے عوض نہ کاٹی جاویگی اسی طرح انگوٹھا بعوض کلمہ کی اُنگلی کے یا کلمہ کی اُنگلی بعوض انگوٹھے کے نہ کاٹی جاویگی اور حاصل یہ ہی کہ قطع کرنے والے کے اعضا مین سے سواے مثل کے دوسرا عضو نہ لیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی- اور جس ہاتھ کی اُنگلیون مین کمی ہو اُسکے عوض پوری اُنگلیون والا نہ کاٹا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا حالانکہ کاٹنے والے کے ہاتھ مین ایک ناخن سیاہ ہی یا زخم ہی پس اگر اسمین سیاہ ناخن ہو تو قصاص واجب ہوگا اور اگر سیاہ ناخن نہو پس اگر اُسمین ایسی جراحت ہو جس سے ہاتھ کی دیت مین نقصان نہین آتا ہی مثلاً ایسا زخم ہو جس سے گرفت مین سستی نہین آتی ہی تو یہ وجوب قصاص سے مانع نہین ہی اور ایسے عیب کا وجود و عدم یکسان

جوڑ یعنی ران کے اور پنڈلی کی ہڈی ۱۲

قرار دیا جائیگا اور اگر ایسا نقصان ہو جس سے گرفت مین سستی آتی ہو حتے کہ اُسمین حکومت عدل واجب ہو نہ نصف
دیت تو یہ بمنزلہ شل ہاتھ کے ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے زائد اُنگلی کاٹ ڈالی اور کاٹنے والے کے ہاتھ مین بھی
ایسی ہی اُنگلی ہی تو امام اعظم رح و ابو یوسف رح کے نزدیک اُسپر قصاص نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اگر ہتھیلی کو کاٹ
ڈالا اور اُسمین ایک اُنگلی زائد ہی جو ہتھیلی کو سست کرتی ہی تو اُسمین قصاص نہوگا اور اگر ہتھیلی کو سست نکرتی ہو تو قصاص
واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ آدھے ساعد سے کاٹ ڈالا یا پانون آدھی پنڈلی
سے کاٹ ڈالا اور عمداً ایسا فعل کیا تو اُسپر قصاص نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ہاتھ کاٹے ہوے کا ہاتھ درست کاٹا گیا
ہی اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہی یا اُسمین اُنگلیان کم ہین تو ہاتھ کٹے ہوئے کو اختیار ہی چاہے قصاص مین عیب دار
ہاتھ کٹوائے اور اسکے سواے اُسکو کچھ نہ ملیگا اور چاہے پورا ارش لے لے یہ کافی مین ہی۔ اور صدر الشہید برہان الائمہ
اس صورت مین ہاتھ کٹے ہوے کے واسطے جبھی خیار ثابت کرتے تھے کہ جب ایسا شل ہو کہ اُس سے کام کاج کرسکتا
ہو اور اگر محض بیکار ہو تو وہ محل قصاص نہین ہی پس ہاتھ کٹے ہوے کو خیار نہوگا بلکہ اُسکو اچھے ہاتھ کی دیت ملیگی
جیسا کہ اگر کاٹنے والے کا یہ ہاتھ ہی بالکل نہو تو یہی حکم ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر مجرم کا عیب دار ہاتھ مظلوم
کے اختیار کرنے سے پہلے تلف ہوگیا یا کسی نے ظلم سے قتل کر ڈالا تو ہمارے نزدیک مظلوم اول کا حق باطل ہوجائیگا
بخلاف اسکے اگر ظالم کا ہاتھ کسی حق واجب کی وجہ سے کاٹا گیا ہو مثل قصاص و سرقہ وغیرہ کے تو اُسپر مظلوم کے ہاتھ کی
دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب ہاتھ کاٹنے کے وقت اُسکا ہاتھ ناقص ہو اور اگر کاٹنے کے
بعد ناقص ہوگیا تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ نقصان بدون کسی کے فعل کے پیدا ہوگیا مثلاً آسمانی آفت سے
اُسکی کوئی اُنگلی گر گئی تو اسکا حکم وہی ہوگا جو کاٹنے کے وقت ناقص ہونے کا حکم ہی اور اگر نقصان کسی کے فعل سے پیدا
ہوا مثلاً کسی نے ظلم سے اُسکی اُنگلی کاٹ دی یا خود اُسنے اپنی اُنگلی کاٹ دی یا کسی حق واجب سے اُسپر اُنگلی کاٹنے کا
حکم جاری ہوا تو اسکا حکم وہی ہی جو آفت آسمانی سے تلف ہونے کا حکم ہی ایسا ہی شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا ہی
اور شیخ الاسلام احمد الطواویسی نے اپنی شرح مین ذکر کیا کہ اگر ظالم کا ہاتھ قصاص مین ناقص کیا گیا اور کاٹا گیا تو مظلوم
کو خیار ہوگا اور اگر ظلم سے یا آفت آسمانی سے ناقص کیا گیا تو خیار نہوگا اور فرق کی طرف یون اشارہ کیا کہ جب قصاص
مین قتل کیا گیا تو وہ محسوب ہی پس گویا اُسنے منع کیا پس یہ امر موجب خیار ہوگا اور جب آفت آسمانی سے تلف ہوا تو ایسا
نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر عمداً ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا یہانتک کہ قصاص واجب ہوا پھر قاطع کا ہاتھ کسی ظالم نے
ناحق کاٹ ڈالا یا بوجہ بیماری آکلہ کے کاٹا گیا تو قصاص باطل ہوجائیگا اور منتقل بارش نہوگا اور اگر قاطع کا ہاتھ دوسرے
کے قصاص یا سرقہ مین کاٹا گیا تو اس قاطع پر مظلوم کے واسطے ارش واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص
نے دوسرے کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع کا داہنا ہاتھ نہین ہی تو مظلوم کا استحقاق اُسکے مال سے دیت کا ہی یہ
خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی دو اُنگلیان کاٹ ڈالین اور قاطع کی فقط ایک اُنگلی ہی تو اُسکو
یہ اختیار ہوگا کہ ایک اُنگلی قصاص مین کٹوائے اور دوسرے کا ارش لے لے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے
جوڑ پر سے دوسرے کا ہاتھ کاٹا اور قاطع سے قصاص لیا گیا اور وہ اچھا ہوگیا پھر ان دونون مین سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ کہنی
پر سے کاٹ ڈالا تو قصاص نہوگا اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ دو ہاتھ کٹے ہین یا دو شل مین قصاص نہین ہی۔ اور

یہی امام حسن رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کی داہنے ہاتھ کی انگلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر بکر کا دائیان ہاتھ کاٹ ڈالا یا پہلے بکر کا ہاتھ کاٹا پھر عمرو کی انگلی کاٹی پھر دونون مظلوم حاضر ہوے تو پہلے مجرم کی انگلی بعوض انگلی کے کاٹی جاویگی پھر بکر کو اختیار دیا جائیگا چاہے ناقص ہاتھ کا قصاص لے یا اپنے ہاتھ کی دیت لے اور اگر بکر پہلے آیا تو اُسکے قصاص مین ہاتھ کاٹا جائیگا پھر جب عمرو آوے تو اُسکی انگلی کے ارش کا حکم دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی مین سے اوپر کے جوڑ سے پور کاٹ ڈالا پھر بکر کی اُسی انگلی مین سے درمیانی جوڑ سے پور کاٹ ڈالا پھر خالد کی اُسی انگلی مین سے نیچے کے جوڑ سے باقی پور کاٹ ڈالے پھر اگر سب مظلوم حاضر ہوے اور اُنھون نے قاضی سے دادخواہی کی تو قاضی عمرو کے واسطے زید کی انگلی مین سے اوپر کا پور کاٹ دیگا اور بکر و خالد کے واسطے درمیانی و نیچے کا پور نہ کاٹیگا اگرچہ بکر و خالد کا استحقاق اوپر کے پور مین بھی ثابت ہی پھر بکر کو مختار کریگا چاہے زید کی انگلی مین سے بیچ کا پور قصاص لے اور اسکے سواے اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے تو قصاص نہ لے بلکہ انگلی کی تہائی دیت لے پس اگر اُسنے قصاص لینا اختیار کیا اور انگلی کا پور کاٹ لیا تو پھر خالد کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے قصاص مین انگلی کاٹ ڈالے اور اسکے سواے اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر قصاص نہ لیا تو اُسکو زید کے مال سے انگلی کی پوری دیت ملیگی۔ اور اگر تینون مین سے ایک حاضر ہوا اور باقی دونون حاضر نہوے پس اگر عمرو حاضر ہوا تو اُسکی واسطے اوپر کا پور قصاصاً کاٹا جائیگا پھر کاٹنے کے بعد اگر باقی دونون حاضر ہوے تو دونون کو اختیار دیا جائیگا پس اگر دونون نے قصاص لینا اختیار کیا تو سواے قصاص کے کسی کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہی اور اگر پہلے فقط خالد حاضر ہوا باقی دونون حاضر نہوے تو خالد کے نام پوری انگلی کے قصاص کا حکم ہوگا پھر اگر باقی دونون حاضر ہوے تو دونون کے واسطے ارش کا حکم ہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ اور اگر زید نے عمرو کی ہتھیلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر بکر کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا پھر دونون ساتھ ہی حاضر ہوے تو ہتھیلی والے کے واسطے ہتھیلی کاٹی جائیگی پھر بکر کو اختیار دیا جائیگا چاہے باقی کا قصاص لے اور چاہے ارش لے یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک حاضر ہوا دوسرا غائب رہا تو جو شخص پہلے حاضر ہوا ہی اُسی کا حق دلایا جائیگا خواہ کوئی ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر زید نے عمرو کی انگلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر عمرو نے اُسکا ہاتھ جوڑ پر سے کاٹ ڈالا تو زید کو اختیار دیا جائیگا چاہے ناقص ہاتھ قصاص مین لے یا ارش لے اور عمرو کا حق باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ زید نے عمداً عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید کا ہاتھ درست ہی پھر عمرو نے زید کی ایک انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے کسی دوسرے خالد کا درست ہاتھ کاٹ ڈالا تو خالد کو اختیار ہوگا چاہے عمرو اور خالد دونون زید کا ناقص ہاتھ کاٹین یا خالد اپنے ہاتھ کی دیت اُس سے لے لے اور اگر خالد نے بھی زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی ہو تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اُسکے واسطے اور عمرو دونون کے واسطے زید کا ناقص ہاتھ قصاص مین کاٹ دیا جائیگا پھر جب زید کا ہاتھ دونون کے واسطے کاٹا گیا تو زید پر عمرو کے واسطے اُسکے ہاتھ کا آدھا ارش دو سال مین دینا واجب ہوگا کہ جسمین سے دو تہائی سال اول مین اور ایک تہائی دوسرے سال مین ادا کرے اور خالد کے واسطے بھی تین آٹھوین حصے اُسکے ہاتھ کی دیت واجب ہونگے کہ اُسکو بھی موافق مذکورہ بالا کے دو سال کی میعاد مین ادا کرے یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور زید کا ہاتھ درست ہی پھر عمرو نے اُسکی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے خالد کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر خالد نے زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے

بکر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور بکر نے بھی زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر سب قاضی کے پاس مجتمع ہوئے تو انمین سے کسی کو دیت لینے کا اختیار نہوگا اور زید کا باقی ہاتھ سب کے قصاص مین کاٹا جائیگا پھر زید پر عمرو کے واسطے تین پانچوین حصے اُسکی ہاتھ کی دیت کے اور سا پانچوین حصہ کی تہائی واجب ہوگی اور خالد کے واسطے ہاتھ کی نصف دیت اور چہ تہائی کی تہائی دیت واجب ہوگی اور بکر کے واسطے چار نوین حصے اُسکے ہاتھ کی دیت کے واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کا داہنا ہاتھ اور بکر کا بایان ہاتھ کاٹا تو اُسکے دونون ہاتھ ان دونون کے قصاص مین کاٹے جاوینگے اسی طرح اگر ایک شخص کے دونون ہاتھ کاٹے ہون تو بھی اُسکے دونون ہاتھ کاٹے جاوینگے اور اگر ایک شخص نے دو شخصون کا دایان ہاتھ کاٹا تو اُسکا دایان ہاتھ ان دونون کے قصاص مین کاٹا جائیگا اور دونون کے واسطے ایک ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا جو دونون مین برابر مشترک ہوگی یہ ہمارے نزدیک ہے خواہ اُسنے دونون کے ہاتھ ایک ہی ساتھ کاٹے ہون یا آگے پیچھے کاٹے ہون۔ اور اگر وقوع قصاص سے پہلے ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو اُسکا ہاتھ باقی کے واسطے کاٹا جاویگا اور عفو کرنے والے کے واسطے کچھ نہوگا اور اگر ایک مظلوم حاضر ہوا اور دوسرا غائب رہا تو اُسکا انتظار نہ کیا جائیگا اور حاضر کے واسطے قصاص دلایا جائیگا پھر جب دوسرا آوے تو اُسکو ارش ملیگا۔ اور اگر دونون جمع ہوے اور دونون کے واسطے قصاص اور دیت کا حکم دیا گیا اور دیت لے لی۔ پھر دونون مین سے ایک نے اُسکو قصاص سے عفو کر دیا تو عفو جائز ہے اور دوسرے کو قصاص لینے کا اختیار نرہیگا بلکہ اُسکو فقط آدھی دیت ملیگی اور اگر دونون نے دیت وصول نپائی ہو یہان تک کہ ایک نے اُسکو قصاص عفو کر دیا بعد ازانکہ حکم قاضی ہوچکا ہے تو امام ابوحنیفہ رح و امام ابویوسف رح کے نزدیک دوسرے کو قصاص لینے کا اختیار ہوگا اور یہ قیاس ہے اور امام محمد رح کے نزدیک استحساناً دوسرا شخص قصاص نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر دونون نے مال دیت نہ لیا ہو اور اُسکا کفیل لے لیا ہو پھر ایک نے اُسکو عفو کیا تو بھی مسئلہ مین اختلاف ہے اور اگر دونون نے مال دیت کے عوض رہن لیا ہو تو یہ بمنزلہ مال وصول پانے کے ہے پھر اگر ایک نے اسکے بعد اُسکو عفو کیا تو استحساناً دوسرے کو قصاص لینے کا استحقاق نہوگا یہ شرح مبسوط مین ہے۔ زید نے عمرو کا ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا اور بکر کا بھی ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا پھر دونون مین سے ایک نے زید کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا تو زید کے ذمہ سے ایک ہاتھ ساقط ہو جائیگا اور اُسپر ایک ہاتھ کی دیت واجب ہوگی جو عمرو و بکر کے درمیان برابر مشترک ہوگی پھر زید کو اختیار ہوگا چاہے اُسکا ہاتھ کاٹنے سے اُسکی ذراع سے قصاص لے اور چاہے اپنے ہاتھ کی دیت کی ضمان لے اور حکومت عدل ذراع مین ہوگی اور یہ دیت اُسکو دو سال مین ملیگی کہ دو تہائی سال اول مین اور ایک تہائی سال دوم مین لیکن اگر یہ مقدار دو تہائی دیت سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے تیسرے سال مین واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی کا اوپر کا پور جوڑ سے عمداً کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہوگیا اور ہنوز قصاص نہ لیا گیا تھا کہ اُسنے اسی انگلی کا پور دوسرے جوڑ پر سے عمداً کاٹا تو عمرو کے واسطے قصاص مین زید کا اوپر کا پور جوڑ سے کاٹا جائیگا نیچے والا نہ کاٹا جائیگا اور نیچے والے کا ارش اُسکو ملیگا اسی طرح اگر دوسرا اچھا ہوگیا پھر اُسنے تیسرا پور کاٹا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دوسری دفعہ کاٹنے تک پہلا زخم اچھا نہوا ہو تو زید پر پوری انگلی کا قصاص واجب ہوگا کہ ایک دفعہ اُسکی پوری انگلی جڑ سے کاٹ ڈالی جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی کا اوپر کا پور جوڑ پر سے کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہوگیا پھر کسی دوسرے سبب سے مرگیا اور ایک بیٹا خالد چھوڑا جسکا اوپر کا پور اسی انگلی کا کٹا ہوا ہے پھر زید نے اگر خالد کا دوسرا پور جوڑ پر سے کاٹا تو زید پر عمرو کے واسطے پہلے

اوپر کے پور کا قصاص واجب ہوگا پھر اُسکا بیٹا دوسرے جوڑ کا ارش لے لیگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہر۔ اور اگر جوڑ سے اوپر کا پور کاٹا اور اچھا ہوگیا اور قاطع سے قصاص لیا گیا پھر اُسنے دوبارہ دوسرے جوڑ سے کاٹا اور اچھا ہوگیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر آدھا پور کاٹا اور ٹکڑے کرکے کاٹا اور وہ اچھا ہوگیا پھر باقی جوڑ تک کاٹا اور اچھا ہوگیا تو اسمین سے کسی مین قصاص نہوگا اور اگر درمیان مین زخم اچھا نہوگیا ہو تو جوڑ سے قصاص واجب ہوگا یہ محیط مین ہر۔ اور اگر عمداً ایک شخص کی انگلیان کاٹین پھر اچھا ہونے سے پہلے جوڑ سے اُسکی ہتھیلی کاٹی تو قاطع کی ہتھیلی جوڑ سے کاٹی جاویگی انگلیان نہ کاٹی جاوینگی یہ محیط سرخسی مین ہر۔ اور اگر درمیان مین انگلیون کا زخم اچھا ہوگیا ہو تو انگلیون مین قصاص واجب ہوگا اور ہتھیلی کے حق مین حکومت عدل ہوگی یہ محیط مین ہر۔ اور اگر جوڑ سے اوپر کا پور انگلی کا کاٹا اور اچھے ہونے سے پہلے دوبارہ دوسرے پور کا آدھا کاٹا تو قصاص واجب نہوگا اور اگر اچھا ہوجانے کے بعد دوبارہ زخمی کیا تو پہلے زخم کا قصاص واجب ہوگا اور باقی کا ارش واجب ہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہر۔ امام ابوحنیفہ رح سے روایت ہر کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی مین عمداً مارا اور ہتھیلی سے ساقط ہوگیا پس اگر جوڑ سے کاٹا اور جوڑ سے ساقط ہوا ہو تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر کوئی مفصل پر سے نہو تو قصاص نہ لیا جائیگا اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ مین فقط سقوط کی طرف دیکھتا ہون اصل جراحت کی طرف نہین دیکھتا ہون پس اگر سقوط جوڑ پر سے ہو تو قصاص لیا جائیگا ورنہ نہین اور امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اسمین قصاص نہین ہر اور اسی پر فتوی ہر یہ ظہیریہ مین ہر۔ اگر عمداً ایک شخص کی انگلی قطع کی پس ہتھیلی شل ہوگئی تو انگلی کا قصاص نہوگا اور ہمارے اصحاب کے نزدیک ہاتھ کی دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر انگلی کا جوڑ قطع کیا اور ہتھیلی شل ہوگئی تو جسقدر شل ہوگئی ہر اُسکی دیت واجب ہوگی اور بالاتفاق قصاص نہوگا یہ ذخیرہ مین ہر۔ اگر ایک انگلی قطع کی اور اُسکے پہلو کی انگلی شل ہوگئی تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ انمین سے کسی بات مین قصاص نہوگا اور اُسپر دونون انگلی کی دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کا ارش واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہر نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت کی ہر کہ اگر ایک شخص کی انگلی کاٹی اور اُسکے پہلو کی دوسری انگلی گر گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسمین سے کسی مین قصاص نہین ہر ولیکن دونون انگلیون کی دیت واجب ہوگی اور امام ابویوسف رح سے روایت ہر کہ پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی اور امام محمد رح سے روایت ہر کہ دونون کا قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہر۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی عمداً کاٹ ڈالی پھر چھری دوسری انگلی پر آگل پڑی۔ تو بلاخلاف پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہر منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہر کہ اگر کلمہ کی انگلی کا جوڑ کاٹا اور ضرب سے بیچ کی انگلی ساقط ہوگئی تو بیچ کی انگلی اور جوڑ کلمہ کی انگلی کا کاٹا جائیگا اور اگر کلمہ کی باقی انگلی شل ہوگئی اور بیچ کی انگلی گر گئی تو مین بیچ کی انگلی کا قصاص لونگا اور کلمہ کی انگلی کا قصاص نہ لونگا یہ ذخیرہ مین ہر۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید سے اُسکا قصاص لیا گیا پھر عمرو زخم مذکور سے مرگیا تو زید اُسکے قصاص مین قتل کیا جائیگا اور اگر زید اس قصاص سے مرگیا تو اُسکی دیت عمرو کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ امام اعظم کا قول ہر اور صاحبین رح نے فرمایا کہ عمرو پر کچھ واجب نہوگا یہ تبیین مین ہر۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا پس اُسکو قتل کیا تو اُس سے دونون کا مواخذہ کیا جائیگا خواہ دونون جرم عمداً ہون یا خطاء ہون

۵ یعنی بدل ہی [illegible]

یا ایک عمداً و دوسرا خطاءً ہو خواہ اول زخم اچھا ہو جانے کے بعد دوسرا فعل ہوا ہو یا اچھا نہ ہوا ہو الا اُس صورت مین کہ دونون خطا سے ہون کہ اُنکے درمیان مین زخم سے صحت نہوئی ہو تو ایک ہی دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہے - اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ عمداً کاٹا پھر اچھا ہونے سے پہلے اُسکو قتل کیا تو امام المسلمین کو اختیار رہا ہے یون حکم دے کہ اسکا ہاتھ کاٹ کر پھر اسکو قتل کر دیا یون حکم فرماوے کہ اُسکو قتل کر دو اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ قتل کیا جائیگا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ ہدایہ مین ہے - اگر ایک ہی شخص پر دو جنایتین کین پس اگر دونون کی جنس واحد ہو مثلاً دونون عمداً ہون یا دونون خطاءً ہون اور مظلوم مر گیا تو ہم ان دونون جنایتون کو ایک ہی اعتبار کرینگے اور اگر دونون جنایتون مین بیچ مین صحت ہو گئی ہو یا دونون مختلف ہون مثلاً ایک عمداً ہو دوسری خطاءً ہو اور جنایت کرنے والا ایک ہو یا دو ہون تو ہر ایک پر اُسکے ذاتی فعل کا حکم ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اگر ایک ظالم نے کسی شخص کا ہاتھ یا اُنگلی کاٹی پھر دوسرے ظالم نے اُسکا باقی ہاتھ کاٹا اور وہ مر گیا تو جان تلف کرنے کا قصاص دوسرے ظالم پر ہوگا اور اول پر نہوگا اور اول کا ہاتھ یا اُنگلی کاٹی جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے - اور خصیے عمداً کاٹ ڈالنے مین قصاص واجب ہونا یا نہونا کتب ظاہرہ مین نہین پایا گیا یہ ظہیریہ مین ہے - اور اگر پورا حشفہ یعنی سپاری عمداً کاٹ ڈالا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا تو قصاص نہوگا - یہ محیط مین ہے - اور اگر تھوڑا ذکر کاٹ ڈالا تو قصاص نہین ہے اور اگر پورا ذکر کاٹ ڈالا تو اصل مین مذکور ہے کہ اسمین قصاص نہین ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اسمین قصاص ہے کذا فی الظہیریہ مگر ظاہر الروایۃ کا حکم صحیح ہے یہ مضمرات مین ہے - اصل مین فرمایا کہ اگر مولود کا ذکر کاٹ ڈالا پس اگر اُسکی صلاحیت ظاہر ہونے لگی تھی یعنی جنبش و پیشاب کرتا تھا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اگر حشفہ سے کاٹا ہووے اور اگر خطا سے کاٹا ہو تو پوری دیت واجب ہوگی اور جنبش سے یہ مراد ہے کہ پیشاب کرنے کے واسطے جنبش ہوتی ہو یہ محیط مین ہے - اور اگر جنبش نہو تو حکومت عدل ہوگی جیسے خصی اور عنین کے آلہ مین ہوتی ہے کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الشہید حسام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ

پانچوان باب - واقعہ قتل مین گواہی اور اقرار قتل اور مدعی یعنے ولی جنایت کے قاتل کی طرف سے تصدیق و تکذیب کے بیان مین - اگر ایک شخص پر دو شخصون نے عمداً قتل کی گواہی دی تو وہ قید کیا جائیگا یہان تک کہ گواہون کا حال دریافت کیا جاوے اور اگر ایک شخص عادل نے گواہی دی تو بھی چند روز قید رکھا جائیگا پس اگر دوسرا گواہ لایا تو ثابت ہوگا ورنہ رہا کیا جائیگا اور اس حکم مین قتل عمد و خطا و شبہ عمد سب برابر ہین یہ شرح مبسوط مین ہے - زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اسنے خطا سے میرے باپ کو قتل کر ڈالا ہے اور دعوی کیا کہ میرے گواہ شہر مین موجود ہین - اور درخواست کی کہ مدعا علیہ سے کفیل لیا جاوے تاکہ مین اسکے روبرو اپنے گواہ پیش کر دون تو مدعا علیہ کو قاضی حکم فرمائیگا کہ تین روز کے واسطے کفیل دے اور اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین اور درخواست کی کہ جب تک گواہ لاؤن تب تک مدعا علیہ سے کفیل لیا جاوے تو قاضی اُسکے کفیل لینے کی درخواست قبول نفرمائیگا اور اگر عمداً قتل کرنے کا دعوی کیا اور کفیل لینے کی درخواست کی تو قاضی اس درخواست کو منظور نکریگا نہ گواہ قائم کرنے سے پہلے اور نہ اُسکے بعد لیکن گواہ قائم کرنے سے پہلے مدعی اُسکے ساتھ رہیگا اور گواہ قائم کرنے کے بعد قاضی زجراً اُسکو قید رکھیگا پھر جب گواہون کی عدالت ثابت ہو جاوے اور اُنھون نے ایسے قتل کی گواہی دی جس سے قصاص واجب ہوتا ہے تو مدعی کی درخواست سے قاضی قصاص کا حکم فرمائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسکے

دو بیٹے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہی پس حاضر نے اسکے مقتول ہونے کے گواہ قائم کیے تو قبول ہونگے اور اقدام قصاص نہوگا لیکن قاتل قید رکھا جائیگا پھر جب غائب آجاوے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تکلیف دی جائیگی اور صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ یہ تکلیف نہ دیجائیگی۔ اور اگر قتل بخطا ہو یا دونون کے باپ کا کسی شخص پر قرضہ ہو تو ایسی صورت مین غائب بالاجماع دوبارہ گواہ پیش نکریگا اور اس بات پر اجماع ہی کہ قاتل قید رکھا جائیگا اور اسپر بھی اجماع ہی کہ جب تک غائب نہ آجاوے تب تک قصاص کا حکم نہوگا۔ اسی طرح اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو اور وہ عمداً قتل کیا گیا اور ایک شریک غائب ہی تو اسمین بھی یہی تفصیلی حکم ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر سب وارث ہوے اور اُنھون نے دو شخصون پر جنمین سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہی اپنے باپ کے خون کا دعوے کیا اور اُن دونون پر قتل عمد کے گواہ قائم کیے تو حاضر پر گواہون کی سماعت ہوکر اُسپر قصاص کا حکم دیا جائیگا اور غائب کے حاضر ہونے سے پہلے وہ قتل کیا جائیگا اور غائب پر یہ گواہ قبول نہونگے[۱] پھر اگر اُسنے حاضر ہوکر قتل سے انکار کیا تو وارثون کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے ایک شخص کو تلوار سے مارا اور وہ برابر چارپائی پر پڑا رہا یہان تک کہ مر گیا تو اُسپر قصاص کا حکم ہوگا اور قاضی کو چاہیے کہ قتل عمد مین نہ قتل خطا مین کہ گواہون سے یون دریافت کرے کہ آیا اسی زخم سے مرا ہی یا نہین لیکن اگر وہ لوگ یون گواہی ادا کرین کہ وہ اسی زخم سے مرا ہی تو اُنکی شہادت باطل نہوگی جائز ہوگی جبکہ گواہ عادل ہون۔ اور اگر دونون نے یون گواہی دی کہ اسنے اُسکو تلوار سے مارا یہان تک کہ وہ مر گیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ قتل عمد ہوگا لیکن اگر قاضی دریافت کرے کہ آیا عمداً ایسا کیا ہی تو اولیٰ و احوط ہے۔ اسی طرح اگر یون گواہی دی کہ اسنے اُسکو نیزہ سے یا تیر کلان یا خود سے مارا ہی تو بھی قتل عمد ہوگا یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اور اگر دونون گواہون نے کہا کہ خطاءً تلوار سے اُسکو قتل کیا ہی تو دونون کی گواہی قبول ہوگی اور قاتل کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور اگر دونون نے کہا کہ ہم یہ نہین جانتے ہین کہ اُسکو خطا سے قتل کیا ہی یا عمداً قتل کیا ہی تو ایسی گواہی قبول ہوگی اور دیت کا حکم قاتل کے مال سے دیا جائیگا اور گواہی مقبول ہونے کا حکم استحساناً ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک گواہ نے ایک شخص پر خطا سے قتل کرنے کی گواہی دی اور دوسرے نے یون گواہی دی کہ قاتل نے ایسا اقرار کیا ہی تو یہ باطل ہی۔ اسی طرح اگر دونون نے قتل کی گواہی دی مگر جگہ اور وقت مین اختلاف کیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ امام خواہرزادہ نے شرح دیات الاصل مین فرمایا کہ اگر دونون نے مکان مین اختلاف کیا پس اگر مکان مثل چھوٹی کوٹھری کے ہو پس ایک نے گواہی دی کہ مین نے قاتل کو اس جانب قتل کرتے دیکھا ہی اور دوسرے نے دوسری جانب قتل کرتے ہوے دیکھنے کی گواہی دی تو استحساناً گواہی قبول ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مقتول کے بدن مین جس جگہ زخم آیا ہی اُسمین اختلاف کیا تو گواہی باطل ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ایک نے تلوار سے قتل کرنے کی اور دوسرے نے پتھر سے قتل کرنے کی گواہی دی حتے کہ آلۂ قتل مختلف ہو گیا تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر ایک نے تلوار سے قتل کرنے کی اور دوسرے نے چھری سے قتل کرنے کی یا ایک نے پتھر سے اور دوسرے نے لاٹھی سے قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہوگی۔ اور اگر ایک نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے عمداً اُسکو تلوار سے قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے عمداً اُسکو چھری سے قتل کیا ہی اور مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے یون ہی اقرار کیا ہی جیسا گواہ بیان کرتے ہین لیکن درواقع مدعا علیہ نے نیزہ مار کر قتل کیا

[۱] یعنی پہلی گواہی جو پہلے مجرم ثابت ہونے مین کافی نہین ہی بسبب اسکے بعد برو بالکل دوبارہ پیش ہوگی ۱۲

تو گواہی جائز ہو اور قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین امام محمد رح سے ذکر کیا کہ اگر دونون مین سے
ایک گواہ نے کہا کہ اُسنے تلوار سے یا لاٹھی سے قتل کیا ہو اور دوسرے نے کہا کہ قتل کیا ہو مگر مجھے معلوم نہین کہ کس چیز سے
قتل کیا ہو تو ایسی گواہی قبول نہوگی اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے گواہی دی کہ اُسنے قتل کیا ہو اور کہا کہ ہم نہین جانتے
ہین کہ کس چیز سے قتل کیا ہو تو قیاساً ایسی گواہی مقبول نہوگی اور استحساناً مقبول ہوگی مگر قصاص کا حکم نہ دیا جائیگا بلکہ
اُسکے مال سے دیت دلائی جاویگی یہ محیط مین ہو- اور اگر دونون گواہون نے دو شخصون پر یون گواہی کہ ان دونون نے
قتل کیا ہو ایک نے تلوار سے اور دوسرے نے لاٹھی سے مگر گواہ یہ نہین جانتے ہین کہ کسنے تلوار سے اور کسنے لاٹھی
سے قتل کیا ہو تو دونون کی گواہی ناجائز ہوگی اسی طرح اگر دونون نے ایک شخص پر ایک اُنگلی کاٹنے کی اور دوسرے پر
اسی ہاتھ کی دوسری اُنگلی کاٹنے کی گواہی دی مگر اُنکو یہ تمیز نہین ہو کہ اس اُنگلی کا کاٹنے والا کون ہو اور دوسری کا کون ہو تو
بھی گواہی ناجائز ہو اسی طرح اگر دونون نے خطا سے جنایت کرنے کی گواہی دی تو بھی یہی حکم ہو یہ مبسوط مین ہو- اور اگر دو
گواہون نے گواہی دی کہ اسنے عمداً جوڑ پر سے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو اور ایک گواہ نے گواہی دی کہ اسنے عمداً جوڑ پر سے
اُسکا پانون کاٹ ڈالا ہو پھر بالاتفاق گواہی مین بیان کیا کہ مجروح اس زخم سے برابر چارپائی پر لگ گیا یہان تک کہ مر گیا
اور ولی اس سب کا مدعی ہو تو مین قاتل پر اُسکے مال سے نصف دیت کی ڈگری کردونگا اسی طرح اگر پانون کاٹنے پر دو گواہون
نے گواہی دی مگر دونون گواہون کی عدالت ثابت نہوئی تو بھی یہی حکم ہو- اور اگر ہاتھ کے دونون گواہون اور پانون کے
دونون گواہون مین سے ایک ایک گواہ کی عدالت ثابت ہوئی تو قاتل سے کچھ مواخذہ نکیا جائیگا اور اگر دونون
گواہان مین سے سب گواہون کی عدالت ظاہر ہوگئی تو قاطع پر قصاص کا حکم دونگا اور اگر ولی نے یہ درخواست کی
کہ ہاتھ و پانون کا قصاص لیوے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ حاوی مین ہو- اور اگر کسیپر دو گواہون نے یون گواہی دی
کہ اسنے جوڑ پر سے عمداً اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر عمداً اُسکو قتل کیا تو وارث کو اختیار ہوگا کہ پہلے اُس سے ہاتھ کا قصاص لے
پھر اُسکو قتل کرے اور اگر قاضی نے اُسکو حکم دیدیا کہ اسکو قتل کردے ہاتھ کا قصاص نہ لے تو بھی بہتر ہو اور یہ امام اعظم رح
کا قول ہو- اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اُسکو ہاتھ کا قصاص لینے کی اجازت نہ دیگا بلکہ اُسکو قتل کر ڈالنے کا حکم دیگا اور اگر
دونون جنایتون مین سے ایک خطا سے ہو اور دوسری عمداً ہو تو دونون کے واسطے ماخوذ ہوگا پس اگر ہاتھ کاٹنا
خطا سے ہو تو ہاتھ کی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور وہ قصاص مین قتل کیا جائیگا اور اگر دوسری خطا
سے ہو تو ہاتھ کا اُسپر قصاص واجب ہوگا اور جان تلف کرنے کی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ شرح مبسوط
مین ہو- اگر دو گواہون نے ایک شخص پر خطا سے ایک آدمی کے قتل کرنے کی گواہی دی اور دیت کا حکم دیا گیا پھر جسکے
مقتول ہوجانیکی گواہی دی ہو وہ زندہ نظر آیا تو مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے ولی سے تاوان لے یا گواہون سے
پھر گواہ اُسکو ولی سے واپس لینگے اور اگر عمداً قتل کی گواہی دی ہو اور جسپر گواہی دی ہو وہ قتل کیا گیا پھر جسکے مقتول ہونے
کی گواہی دی ہو وہ زندہ موجود ہوا تو وارثون کو اختیار ہوگا چاہین ولی سے دیت تاوان لین یا گواہون سے پس
اگر گواہون سے تاوان لی تو امام اعظم رح کے نزدیک ولی سے واپس نہین لے سکتے ہین اور صاحبین رح کے نزدیک جیسے
خطا کی صورت مین ہو ویسے ہی واپس لینگے یہ کافی مین ہو- اور اگر خطا یا عمد کی صورت مین گواہون نے اسطرح گواہی
دی ہو کہ اس قاتل نے ایسا اقرار کیا ہو تو مقتول کے زندہ موجود ہونیکی صورت مین گواہون پر ضمان نہوگی فقط

ولی پر دونون صورتون مین ضمان ہوگی - اسی طرح اگر دو گواہون نے قتل خطا کی دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو فروع[له] پر ضمان واجب نہوگی لیکن ولی اُس دیت کو مددگار برادری پر جس سے لی ہی واپس کریگا اور اگر گواہان اصول نے آکر فروع کو گواہ کرنے سے انکار کیا تو اُنکا انکار فروع کے حق مین صحیح نہوگا حتے کہ اُنپر ضمان واجب نہوگی اور اصول پر بھی ضمان واجب نہوگی اور اگر اصول نے کہا کہ ہمنے ان فروع کو جھوٹ بات پر گواہ کیا تھا حالانکہ ہم اوسوقت جانتے تھے کہ ہم جھوٹے ہین تو امام ابوحنیفہ رح و امام ابویوسف رح کے نزدیک دونون ضامن نہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے گواہان اصول سے تاوان لے یا ولی سے ضمان لے پس اگر اصول سے تاوان لیا تو وہ ولی سے واپس لینگے اور اگر ولی سے تاوان لیا تو کسی سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی - زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ اسنے میرے مورث کو موضحہ زخم پہونچایا اور وہ اس زخم سے مرگیا ہی پس دو گواہون نے موضحہ زخم کی اور اُس سے اچھے ہوجانے کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اور موضحہ کے قصاص کا حکم دیا جائیگا اسی طرح اگر ایک گواہ نے موضحہ زخم کی سرایت کی اور دوسرے نے صحت کی گواہی دی تو بھی موضحہ زخم پر گواہی مقبول ہوگی کیونکہ دونون اس بات پر متفق ہین حتے کہ اگر مدعی نے صحت کا دعوی کیا تو جسنے سرایت کی گواہی دی ہی اُسکی گواہی باطل ہوگی یہ شرح زیادات عتابی مین ہی - اور اگر زخم سر بہ نسبت موضحہ کے کم ہو تو بدون سرایت پائی جانے کے مددگار برادری اُسکے ارش کی متحمل نہوگی جیسے سمحاق وغیرہ ہوتا ہی پس اگر ولی نے دعوی کیا کہ وہ اس زخم سے مرگیا ہی اور میرے واسطے مددگار برادری پر دیت واجب ہوئی اور دو گواہ لایا جسمین سے ایک نے ویسے ہی گواہی دی جیسا مدعی دعوی کرتا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ اس سے اچھا ہوگیا ہی تو زخم سر ثابت ہونے کے واسطے گواہی مقبول ہوگی اور جنایت کنندہ کے مال سے ارش دینے کا حکم دیا جائیگا اسی طرح اگر میت کسی شخص کا غلام ہو اور اُسکے مولے نے دعوی کیا کہ جنایت کنندہ نے اُسکے سر مین عمداً زخم لگایا اور وہ اس زخم سے مرگیا ہی اور میرا اُسپر قصاص واجب ہوا ہی اور دو گواہ لایا جسمین سے ایک نے ایسی گواہی دی جیسا مدعی دعوی کرتا ہی اور اگر دوسرے نے گواہی دی کہ وہ اس زخم سے اچھا ہوگیا ہی تو قاضی اس زخم سر کے ارش کو جنایت کرنے والے کے مال سے ادا کرنے کا حکم دیگا یہ محیط مین ہی اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسنے دو بیٹے چھوڑے پس ایک بیٹے نے ایک شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہی اور دوسرے نے اس شخص پر اور ایک دوسرے شخص پر گواہ پیش کیے کہ ہمارے باپ کو ان دونون نے عمداً قتل کیا ہی تو قصاص نہوگا اور پہلے مدعی نے جسپر گواہ قائم کیے ہین اُس سے نصف دیت پاویگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو بیٹے چھوڑے جسمین سے ایک نے زید پر یہ گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہی اور دوسرے بیٹے نے عمرو پر یہ گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو خطا سے قتل کیا ہی تو دونون مین سے کسی پر قصاص کا حکم نہوگا اور قتل عمد کے مدعی کے واسطے جسپر اُسنے گواہ قائم کیے ہین اُس مدعا علیہ کے مال سے آدھی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا اور جو شخص قتل خطا کا مدعی ہی اُسکے واسطے اُسکے مدعا علیہ کی مددگار برادری پر آدھی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص مرا اور اُسنے دو بیٹے اور ایک موصی لہ چھوڑا ہی مگر ایک بیٹے نے دعوی کیا کہ زید نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہی اور اُسپر گواہ قائم کیے اور دوسرے نے

له فروع وہ گواہ کہلاتے ہین جو اصلی گواہون کی گواہی پر گواہ ہون اور اصول اصلی گواہ کہلاتے ہین ۱۲ منہ

اُسی زید پر یا دوسرے شخص پر دعوی کیا کہ اسنے خطا سے میرے باپ کو قتل کیا ہی اور اُسپر گواہ قائم کیے پس اگر موصی لہ نے مدعی خطا کی تصدیق کی تو مدعی خطا اور موصی لہ کے نام دو تہائی دیت کا قاتل کی مددگار برادری پر تین سال مین ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا اور قتل عمد کے مدعی کے نام مال قاتل سے تہائی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا اور اگر موصی لہ نے مدعی عمد کی تصدیق کی ہو تو مدعی خطا کے نام قاتل کی مددگار برادری پر تہائی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا اور نصف کی تہائی موصی لہ کے نام اور نصف کی دو تہائی دیت کا مدعی عمد کے نام مال قاتل سے ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا اور اگر موصی لہ نے ان دونون کی تکذیب کی تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اسی طرح اگر دونون کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے نہین معلوم ہی کہ عمداً قتل کیا گیا ہی یا خطا سے تو اُسکا حق باطل نہوگا حتی کہ اگر اُسنے کسی ایک معین کی تصدیق کی تو اُسکے نام بھی ڈگری ہوگی جسطرح کہ ہمنے ذکر کیا ہی اور اگر سواے موصی لہ کے تیسرا بیٹا ہو تو جو کچھ حکم ہمنے ذکر کیا ہی سب صورتون مین وہی حکم ہوگا سواے ایک صورت کے وہ یہ ہی کہ تیسرے بیٹے نے اگر مدعی عمد کے قول کی تصدیق کی تو دونون کے نام دو تہائی دیت کا حکم ہوگا اور موصی لہ کی صورت مین دونون کے نام نصف دیت کا حکم دیا گیا تھا۔ پھر جس صورت مین ایک کے واسطے مددگار برادری پر اور دوسرے کے واسطے مال قاتل سے ادا کرنے کا حکم ہوا ہی اگر ایک کا حق وصول ہو جاوے اور دوسرے کا ڈوب جاوے تو جسکا ڈوب گیا ہی اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ جسکا حق وصول ہوا ہی اُسمین شریک ہو جاوے یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ ایک شخص مر گیا ہی اُسکے دو بیٹے ہین اُنمین سے بڑے نے چھوٹے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور چھوٹے نے ایک اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہی تو بڑے کے نام چھوٹے پر نصف دیت کی اور چھوٹے کے نام اجنبی پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر قتل خطا کا دعوے ہو تو بڑے کے واسطے چھوٹے پر دیت کا اور اگر عمداً قتل کا دعوی ہو تو بڑے کے واسطے چھوٹے پر قصاص کا حکم ہوگا۔ اور اگر ہر ایک بیٹے نے دوسرے پر گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے دوسرے پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور دونون مسئلون مین مقتول کی میراث دونون بیٹون کو ملیگی یہ کافی مین ہی۔ اگر تین بیٹے ہون اور فرض کرو کہ ان تینون کے نام عبداللہ و زید و عمرو ہین۔ پس عبداللہ نے زید پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور زید نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور عمرو نے عبداللہ پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا تو سب کے گواہ بالاجماع قبول ہونگے اور بالاجماع کسی پر قصاص واجب نہوگا پھر امام اعظم رح کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اسکے مدعا علیہ پر اسکے مال سے تہائی دیت کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہو اور اگر قتل خطا ہو تو اُسکی مددگار برادری پر تہائی دیت کا حکم ہوگا۔ اور میت کی میراث ان سب مین تین تہائی تقسیم ہوگی۔ اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اُسکے مدعا علیہ پر نصف دیت کا حکم ہوگا۔ اور میت کی میراث صاحبین رحمہ اللہ کے قول پر بھی ان سب مین تین تہائی تقسیم ہوگی۔ اور اگر عبداللہ نے زید و عمرو دونون پر گواہ قائم کیے کہ ان دونون نے باپ کو عمداً یا خطاءً قتل کیا ہی اور زید و عمرو نے عبداللہ پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو عمداً یا خطاءً قتل کیا ہی تو صاحبین رح کے نزدیک دونون فریق کی گواہیان ساقط کر دی جاوینگی اور ان سب مین وراثت تین تہائی رہجائیگی۔ اور بنا بر قول امام اعظم رح کے عبداللہ کے واسطے زید و عمرو پر در صورت قتل عمد کے ان دونون کے

مال سے نصف دیت کی اور درصورت دعوی خطا کے دونون کی مددگار برادری پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور زید
وعمرو کے واسطے عبداللہ پر درصورت قتل عمد کے اُسکے مال سے نصف دیت کی اور درصورت قتل خطا کے اُسکی مددگار
برادری پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور جسقدر میراث ہی وہ نصف عبداللہ کو اور نصف زید وعمرو کو ملیگی۔ اور اگر عمرو نے
زید پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور زید نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور ان دونون مین
سے کسی نے عبداللہ پر کچھ گواہ پیش نکیے تو عبداللہ سے کہا جائیگا کہ تو اس مقدمہ مین کیا کہتا ہی پس اس مسئلہ مین تین
صورتین ہین یا تو عبداللہ ان دونون مین سے کسی خاص پر قتل کا دعوی کریگا یا دونون مین سے کسی پر دعوے نکریگا
یا دونون پر دعوی کریگا کہ ان دونون نے باپ کو قتل کیا ہی پس اگر خاص ایک پر قتل کا دعوی کیا اور فرض کرو کہ عمرو پر دعوی
کیا تو امام اعظم رہ کے قول پر عمرو پر تین چوتھائی دیت کی ڈگری ہوگی اور یہ مال زید وعبداللہ کے درمیان نصفا نصف
ہوگا پس اگر قتل عمد ہو تو عمرو کے مال سے اور اگر خطاءً ہو تو اُسکی مددگار برادری سے دیجائیگی اور عمرو کے واسطے زید پر چوتھائی
دیت کی ڈگری ہوگی پس اگر قتل عمد ہو تو زید کے مال سے اور اگر خطاءً ہو تو اُسکی مددگار برادری سے دلائی جاویگی۔ اور
میراث مین سے نصف عبداللہ کو اور نصف زید وعمرو کو ملیگی۔ پھر جو زید کے واسطے واجب ہوا ہی وہ اُس مال مین
جو عبداللہ کے واسطے واجب ہوا ہی ملایا جائیگا اور دونون مین تقسیم کیا جائیگا۔ اور امام ابویوسف وامام محمد رح کے
قول پر عبداللہ کے واسطے عمرو پر قصاص کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہوا اور اگر خطا سے ہو تو اُسکی مددگار برادری پر دیت کا حکم
ہوگا اور یہ مال زید وعبداللہ کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا اور میراث بھی ان دونون کے درمیان مساوی تقسیم
ہوگی۔ اور اگر عبداللہ نے ان دونون مین سے کسی پر قتل کا دعوی نکیا مثلاً کہا کہ ان دونون مین سے کسی نے
قتل نہین کیا ہی تو بنا بر قول امام اعظم رح کے زید کے واسطے عمرو پر چوتھائی دیت کا اور عمرو کے واسطے زید پر چوتھائی
دیت کا حکم دیا جائیگا پس اگر قتل عمد ہو تو ہر ایک کے مال سے ہوگا اور اگر قتل خطا ہو تو ہر ایک کی مددگار برادری پر ہوگا
اور دیت مین سے عبداللہ کو کچھ نہ ملیگا اور میراث ان سب مین تین تہائی ہوگی اور امام ابویوسف رح وامام محمد رح کے
نزدیک ایسی صورت مین کچھ حکم نہ دیا جائیگا نہ دیت کا اور نہ قصاص کا اور میراث ان سب مین تین تہائی ہوگی اور
اگر عبداللہ نے ان دونون پر قتل کا دعوی کیا کہ تم دونون نے باپ کو قتل کیا ہی تو بنا بر قول امام اعظم رح کے عبداللہ
کے واسطے کچھ دیت کا حکم نہوگا اور ان دونون مین سے ہر ایک کے واسطے دوسرے پر چوتھائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث مین سے نصف عبداللہ
کو اور نصف زید وعمرو کو ملیگی اور صاحبین رح کے قول پر زید وعمرو کی گواہیان ساقط کر دیجاوینگی اور عبداللہ کے گواہ نہین ہین پس اُسکے
نام کچھ حکم دیت کا نہوگا اور میراث ان سب مین تین تہائی ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر بیٹا و بھائی چھوڑا اور ہر ایک نے دوسرے پر دعوی
کیا تو بھائی کے گواہ لغو ہونگے اور اُسپر ڈگری کیجائیگی اور اگر بیان دو بیٹے ہون اور ہر ایک نے دوسرے پر گواہ قائم کیے اور
بھائی نے کسی ایک کی تصدیق کی تو اُسپر التفات نکیا جائیگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ہر ایک بیٹے کے دوسرے پر قاتل ہونے کے گواہ
قائم کرنے کے بعد بھائی نے گواہ دیے کہ ان دونون نے قتل کیا ہی تو امام ابویوسف رح وامام محمد رح کے نزدیک بھائی کے
گواہ قبول ہونگے اور میراث اُسی کو ملیگی پس اگر قتل عمد ہو تو دونون بیٹے قتل کیے جاوینگے اور اگر قتل خطا ہو تو انکی مددگار
برادری پر دیت واجب ہوگی اور اس مسئلہ مین امام اعظم رح کا قول ذکر نہین کیا اور اُنکے قول کے بنا پر چاہیے کہ
بھائی کے گواہ قبول نہون اور میراث دونون بیٹون مین مشترک ہو اور ہر ایک کے واسطے دوسرے پر نصف دیت

ع قال المترجم [illegible]

واجب ہوا ہر اگر اُسنے تین بیٹے چھوڑے جسمین سے دو بیٹون نے تیسرے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور
تیسرے نے کسی اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہی تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک تو دونون
بیٹون کے گواہ قبول ہونگے تیسرے بیٹے پر قصاص کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہوا ہو اور اگر قتل خطا ہو تو اُسکی مددگار برادری پر
دیت کا حکم ہوگا اور تیسرے بیٹے کو میراث مین سے کچھ نہ ملیگا اور تمام میراث دونون بیٹون مین جو مدعی ہین تقسیم
ہوگی - اور امام اعظم رح کے نزدیک دونون بیٹون کے گواہون کو تیسرے بیٹے کے گواہون پر ترجیح نہوگی پس دونون کے
کیواسطے تیسرے پر دو تہائی دیت کا حکم ہوگا پس اگر قتل عمد ہو تو اسکے مال اور اگر قتل خطا ہو تو اُسکی مددگار برادری سے وصول کیجائیگی
اور تیسرے کیواسطے اجنبی پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث ان تینون مین تین تہائی ہوگی اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسنے
تین بیٹے چھوڑے پس بڑے بیٹے نے درمیانی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور درمیانی نے چھوٹے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے
باپ کو قتل کیا ہی اور چھوٹے نے ایک اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک ہر ایک مدعی کیواسطے
اُسکے مدعا علیہ پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث ان سب مین تین تہائی ہوگی - اور بنا بر قول صاحبین رح کے بڑے بیٹے کیواسطے درمیانی
پر نصف دیت کا اور درمیانی کیواسطے چھوٹے پر نصف دیت کا حکم ہوگا اور چھوٹے کیواسطے اجنبی پر کچھ حکم نہوگا اور میراث بڑے اور درمیانی
کیواسطے انصافا نصف ہوگی اور چھوٹے کو محروم کیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اگر دو شخصون مین سے ہر ایک نے اقرار کیا کہ مین نے فلان
شخص کو قتل کیا ہی اور ولی مقتول دعوی کرتا ہی کہ تم دونون نے اسکو قتل کیا ہی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونون کو قصاص مین قتل
کرے اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے مقتول کو قتل کیا ہی اور دوسرے گواہون نے ایک شخص دیگر پر مقتول کے قتل کرنیکی
گواہی دی اور ولی نے دعوی کیا کہ تم سب نے اسکو قتل کیا ہی تو یہ سب باطل ہوگیا یہ ہدایہ مین ہی - نوادر بشر مین امام ابو یوسف سے
مروی ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہی پس اُسنے تصدیق کرکے اُسکو قتل کیا پھر دوسرا شخص آیا
اور اُسنے کہا کہ مین نے اسکو عمداً قتل کیا ہی تو ولی کو اختیار ہی کہ اسکو بھی قصاصاً قتل کرے اور اگر ایسا ہو کہ اول کے اقرار
کے وقت ولی نے کہا ہو کہ تو نے تنہا اسکو قتل کیا ہی پھر اسکو قصاص مین مار ڈالا پھر دوسرا شخص آیا - اور اسنے
کہا کہ بلکہ مین نے اُسکو تنہا قتل کیا ہی تو اُسپر اُس شخص کی جسکو اُسنے قتل کیا ہی دیت واجب ہوگی اور دوسرے پر اُسکی
دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے زید کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اور زید کے ولی نے عمداً قتل
کا دعوی کیا تو ولی کو استحساناً قاتل کے مال سے دیت دلائی جائیگی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر قاتل نے قتل عمد کا اقرار کیا اور
ولی مقتول نے خطا سے قتل کرنے کا دعوی کیا تو وارثان مقتول کو کچھ نہ ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - پھر اسکے بعد
اگر ولی نے قاتل کی تصدیق کی ہو اور کہا کہ تو نے اسکو عمداً قتل کیا ہی تو قاتل پر اُسکی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - ایک
شخص نے دو آدمیون پر دعوی کیا کہ ان دونون نے میرے مورث کو عمداً دھار دار آلہ سے قتل کیا ہی پھر ایک
نے اُسکے عمداً قتل کر ڈالنے کا اقرار کیا اور دوسرے پر دو گواہون نے تنہا عمداً قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی قبول
نہوگی اور ولی کو اختیار ہوگا کہ مقر کو قصاصاً قتل کرے اور اگر قتل خطا ہو تو مقر پر نصف دیت واجب ہوگی اور جسپر
گواہون نے گواہی دی ہی اُسپر کچھ نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی - اگر دو مدعا علیہ مین سے ایک نے اقرار کیا کہ
مین نے اُسکو تنہا عمداً قتل کیا ہی اور دوسرے نے قتل سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہین ہین تو مدعی کو مقر
کے قتل کا اختیار ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر دو شخصون پر قتل عمد کا دعوی کیا اور ایک نے عمداً قتل کرنے کا اور دوسرے نے

خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا تو دونون پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی - امام محمد رحمہ اللہ نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص نے دو شخصون پر دعوی کیا کہ ان دونون نے میرے ولی کو عمداً قتل کیا ہی اور میرا ان دونون پر قصاص چاہیے ہی پس دونون مین سے ایک نے کہا کہ تو نے سچ دعوی کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے اُسکو خطاءً لاٹھی سے مارا ہی تو ولی مقتول کے واسطے دونون پر دونون کے مال سے تین سال مین دیت کا حکم ہوگا - اور یہ جواب مقام پر مذکور ہی یہ استحسان ہی - اور اگر اس صورت مین ولی نے خطا کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے قتل عمد کا اقرار کیا تو کچھ دیت وغیرہ کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر ولی نے اس صورت مین قتل خطا کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُسکے دعوے کے موافق قتل خطا کا اقرار کیا تو دیت واجب ہوگی اور اگر ولی نے دونون پر اس صورت مین خطا سے قتل کرنے کا دعوی کیا اور ایک مدعا علیہ نے قتل عمد کا اور دوسرے نے قتل خطا کا اقرار کیا تو یہ صورت اور جس صورت مین دونون نے قتل خطا کا اقرار کیا ہی دونون یکسان ہین یہ محیط مین ہی - اور اگر دونون پر قتل عمد کا دعوی کیا پس ایک نے کہا کہ ہمنے اُسکو عمداً قتل کیا ہی اور دوسرے نے بالکل قتل کرنے سے انکار کیا تو اقرار کرنے والا قصاصاً قتل کیا جائیگا اور اگر اس صورت مین مدعی قتل خطا کا دعوی کرتا ہو تو کچھ واجب نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اور فلان شخص نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہی اور فلان شخص نے کہا کہ ہمنے اُسکو خطاءً قتل کیا ہی اور ولی نے مقر قتل عمد سے کہا کہ تو نے اُسکو تنہا عمداً قتل کیا ہی تو ولی کو اختیار ہوگا کہ مقر کو قصاصاً قتل کرے اور اگر ولی نے اس صورت مین خطا سے قتل کا دعوی کیا ہو تو کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر دونون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے عمداً اُسکا ہاتھ کاٹا اور فلان شخص نے عمداً اُسکا پانون کاٹا پس اس صدمہ سے وہ مر گیا اور ولی نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے ہی عمداً اُسکا ہاتھ و پانون کاٹا ہی اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو مقر کو ولی قتل کر سکتا ہی اور - اگر ولی نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے عمداً اُسکا ہاتھ کاٹا ہی اور مین نہین جانتا ہون کہ اُسکا پانون کس نے کاٹا ہی تو مقر قتل نہ کیا جائیگا لیکن اگر ابہام زائل ہو جاوے مثلاً اُسنے کہا کہ مجھے یاد آگیا کہ فلان شخص نے عمداً اُسکا پانون کاٹا ہی تو اُسکو مقر کے قتل کر دینے کا اختیار ہوگا اور یہ عذر ہوگا حتے کہ اگر مبہم کر دینے کے وقت قاضی نے اسکے حق باطل ہونے کا حکم دیدیا پھر اسنے یاد کر کے بیان کیا تو اسکا حق عود نکریگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی - ایک شخص مقتول کے دونون ہاتھ کٹے ہوئے ہین اُسکے وارث نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے اسکا دایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور فلان شخص نے اسکا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور دونون کے زخم سے وہ مر گیا ہی پس جسپر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوی ہی اُسنے کہا کہ مین نے عمداً اُسکا بایان ہاتھ کاٹا ہی اور وہ اسی زخم سے خاصۃً مر گیا ہی اور دوسرے نے اسکے قطع کرنے سے انکار کیا تو مدعی کو مقر کے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہوگا - اور اگر ولی نے کہا کہ فلان شخص نے اُسکا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور مجھے دریافت نہین ہی کہ اُسکا دایان ہاتھ کسنے کاٹا ہی لیکن یہ جانتا ہون کہ وہ بھی عمداً کاٹا گیا ہی اور مقتول ان دونون زخمون سے مر گیا ہی اور جس مدعا علیہ پر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوے ہی اُسنے کہا کہ مین نے اسکا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور وہ اسی زخم سے خاصۃً مر گیا تو مقر پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ولی نے کہا کہ فلان شخص نے اسکا بایان ہاتھ عمداً اور فلان شخص نے دایان ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا ہی اور جسپر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوی ہی اُسنے کہا کہ مین نے عمداً اُسکے بائین ہاتھ کو کاٹا ہی اور مین یہ نہین جانتا ہون کہ دایان ہاتھ کسنے کاٹا ہی لیکن یہ جانتا ہون کہ دایان بھی عمداً کاٹا گیا ہی اور وہ اسی

سے مرگیا ہو تو مقر پر قصاص نہوگا اور استحسانًا اُسپر نصف دیت واجب ہوگی اور قیاسًا اُسپر کچھ دیت بھی لازم نہوگی
یہ محیط مین ہے۔

چھٹا باب ۔ صلح وعفو واسمین اداے شہادت کے بیان مین ۔ باپ کو اختیار ہے کہ اپنے بیٹے کی جان تلف ہونے سے کم جنایت مین صلح کرے اور جان تلف ہونے سے صلح کرنے مین روایات مختلف ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر قاتل و اولیاء مقتول نے کسی قدر مال پر باہم صلح کر لی تو قصاص ساقط ہوجائیگا اور مال واجب ہوگا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اگر انھون نے میعاد سے ادا کرنے یا فی الحال ادا کرنے کا کچھ ذکر نکیا تو وہ مال فی الحال واجب الادا ہوگا یہ ہدایہ مین ہے ۔ اور اگر قتل خطا ہو اور کہا کہ مین نے تجھسے ہزار دینار یا دس ہزار درم پر صلح کی اور اسکے ادا کے واسطے کوئی میعاد مقرر نہ کی پس اگر ایسی صلح قبل حکم قاضی کے اور قبل اسکے کہ دونون باہم کسی نوع دیت پر راضی ہون واقع ہوئی ہو تو یہ مال موجل یعنے میعادی ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے ۔ اور اگر قاتل ایک آزاد اور ایک غلام ہو اور آزاد نے اور غلام کے مولی نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ ان دونون پر جو خون ہے اُس سے ہزار درم پر صلح کرے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ ہزار درم مولاے غلام و آزاد پر نصفا نصف ہونگے یہ ہدایہ مین ہے ۔ پھر واضح ہو کہ قتل خطا کی صورت مین جب صلح واقع ہوئی پس اگر کسی نوع دیت کا حکم ہونے یا کسی نوع دیت پر دونون کی باہمی رضامندی ہونے کے بعد صلح ہوئی پس اگر اُسی نوع دیت پر صلح ہوئی جسکا قاضی نے حکم دیا یا جسپر دونون باہم راضی ہو چکے ہین یا صلح مقدار دیت سے زائد پر واقع ہوئی تو جائز نہین ہے ۔ اور اگر جسقدر قاضی نے حکم دیا ہے اُس سے کم مقدار پر صلح واقع ہوئی تو جائز ہے خواہ نقد ہو یا اُدھار ہو ۔ اور جس نوع کا حکم قاضی نے دیا ہے اگر اُسکے خلاف جنس پر صلح واقع ہوئی حالانکہ جسقدر کا حکم قاضی نے دیا ہے اُس سے زیادہ پر صلح ٹھہرائی تو جائز ہے لیکن اگر قاضی نے دراہم کا حکم دیا ہو اور باہم دینارون پر صلح کر لی تو صلح جبھی جائز ہوگی جب ہاتھون ہاتھ نقد ہو اور اگر گھوڑے یا گدھے یا غلام پر صلح کر لی پس اگر وہ غیر معین ہو تو نہین جائز ہے اور اگر معین ہو تو جائز ہے اگرچہ مجلس صلح مین اُسپر قبضہ نہووے ۔ اور جسقدر کا حکم ہوا ہے اگر اُس سے کم پر صلح کی پس حکم قضا و مال صلح مین کوئی درم و کوئی دینار ہو تو جب تک نقد ہاتھون ہاتھ نہ دے تب تک صلح جائز نہوگی اور اگر وہ مال جسکا حکم ہوا ہے وہ دراہم ہون اور جسپر صلح ٹھہری ہے وہ عروض ہو پس اگر اُدھار ہو تو نہین جائز ہے اور اگر معین ہو تو جائز ہے خواہ اُسی مجلس مین قبضہ ہو جاوے یا نہو ۔ یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہے اُسوقت ہے کہ جب[یعنے غیر معین ۱۲] دونون نے بعد حکم قاضی و باہمی رضامندی کے صلح کی ہو اور اگر حکم قضا و باہمی رضا سے پہلے دونون نے صلح ٹھہرائی پس اگر ایسے مال پر صلح ٹھہرائی جو دیت مین مفروض کیا گیا ہے پس اگر وہ مال مقدار دیت سے زائد ہو تو صلح جائز نہین ہے اگرچہ ہاتھون ہاتھ دیا جاوے ۔ اور اگر دس ہزار درم یا ہزار دینار یا سو اونٹ سے کم پر صلح واقع ہوئی تو یہ جائز ہے خواہ نقد ہو یا اُدھار ہو ۔ اور اگر کسی دوسری جنس پر جو دیت مین مفروض نہین ہے صلح واقع ہوئی پس اگر غیر معین اُدھار ہو تو نہین جائز ہے اور اگر معین ہو تو جائز ہے یہ محیط مین ہے ۔ ایک شخص عمدًا قتل کیا گیا اور اُسکے دو ولی ہین ۔ پس دونون مین سے ایک نے قاتل سے پچاس ہزار درم پر پورے خون سے صلح کی تو بقدر اُسکے حصہ کے پچیس ہزار درم پر صلح جائز ہوگی اور دوسرے کو نصف دیت ملیگی تو پانچ ہزار درم ملینگے ۔ اور امام اعظم رحسے روایت ہے کہ دیت سے زیادہ مال پر صلح کرنا باطل ہے ۔ اور ہر ایک کے واسطے نصف دیت کے پانچ ہزار درم واجب ہونگے ۔ مگر مشہور روایت وہی ہے جو ہمنے پہلے ذکر کی ہے یہ ظہیریہ مین ہے
[یعنے صلح کا نافذ ہونا ۱۲]

اور وارثان مقتول مین سے مرد یا عورت یا مان یا دادی یا نانی وغیرہ یا انکے سوا عورتون مین سے جسنے قصاص معاف کردیا یا مقتول عورت ہی اور اُسکے شوہر نے قصاص معاف کردیا تو پھر قصاص کی کوئی راہ نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر شریکون مین سے کسی وارث نے اپنے حصہ سے کسی قدر مال پر صلح کرلی یا عفو کردیا تو قصاص سے باقیون کا حق ساقط ہوگیا مگر انکو دیت مین سے اُنکا حصہ ملیگا اور عفو کرنے والے کے واسطے کچھ مال واجب نہوگا۔ اور اگر حق قصاص دو شخصون مین مشترک ہوا اور ایک نے قاتل کو عفو کردیا تو دوسرے کو تین سال مین مال قاتل سے نصف دیت ملیگی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر دو وارثون مین سے ایک نے عفو کیا اور دوسرے کو معلوم ہوا کہ اب قاتل کو قتل کرنا حرام ہی مگر اُسنے قتل کیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اور قاتل کے مال سے اُسکو نصف دیت ملیگی اور اگر حرام ہونے سے آگاہ نہوا تو اُسکے مال سے اُسپر دیت واجب ہوگی خواہ عفو سے واقف ہوا ہو یا نہوا ہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو عمداً قتل کیا اور دونون کا ولی ایک شخص ہی پس اُسنے ایک کا قصاص معاف کردیا تو اُسکو دوسرے کے عوض قاتل کو قتل کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ ولیکن محیط سرخسی مین لکھا ہی کہ دو قاتلون مین سے اگر ایک کو ولی نے عفو کیا تو دوسرے کو قتل کرسکتا ہی انتہے **قال المترجم** ہو الظاہر۔ اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو قتل کیا اور ہر ایک کا ایک ولی ہی پس ایک ولی نے اُسکو معاف کیا تو دوسرے ولی کو اختیار ہوگا کہ اُسکو قصاصاً قتل کرے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر مجروح کے مرجانے سے پہلے ولی نے قاتل کو عفو کیا تو استحساناً جائز ہی اور قیاساً وہ قتل کیا جائیگا اور اگر ولی نے قاتل کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکو معاف کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا اور صاحبین اسمین خلاف کرتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور ولی کے واسطے قاتل سے قصاص لینے کا حکم دیا گیا پھر ولی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ قاتل کو قتل کرے پھر ایک شخص نے ولی سے درخواست کی کہ قاتل کو عفو کردے پس اُسنے عفو کیا پھر مامور نے قاتل کو قتل کردیا اور اُسکو عفو کرنے کا حال معلوم نہوا تو فرمایا کہ مامور پر دیت واجب ہوگی اور وہ مال دیت کو حکم دہندہ سے واپس لیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر نابالغ کا خون اُسکے ولی یا وصی نے معاف کیا تو جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور اُسکے بھائی نے گواہ قائم کیے کہ مین اُسکا وارث ہون میرے سوا کوئی اُسکا وارث نہین ہی اور قاتل نے گواہ پیش کیے کہ مقتول کا ایک بیٹا موجود ہی تو قاضی اُسکے بھائی کے گواہون پر حکم نہ دیگا بلکہ تاخیر کریگا اور اگر قاتل نے گواہ قائم کیے کہ مقتول کا ایک بیٹا ہی وہ اسکا وارث ہوا اور اُسنے مجھسے دیت پر صلح کرکے وصول کرلی ہی یا اس امر کے گواہ دیے کہ بیٹے نے مجھے معاف کردیا ہی تو قاتل کے گواہ قبول ہونگے پھر اگر اسکے بیٹے نے آکر صلح سے اور عفو سے انکار کیا تو قاتل کو حکم دیا جائیگا کہ بیٹے کے روبرو گواہ دوبارہ سنادے اور فقط ان گواہون پر جو قاتل نے بمقابلہ بھائی کے پیش کیے تھے بیٹے پر حکم نہ دیگا اور اگر مقتول کے دو بھائی ہون اور قاتل نے دونون مین سے ایک بھائی پر گواہ قائم کیے کہ جو بھائی غائب ہی اُسنے مجھسے پانچ ہزار درم پر صلح کرلی ہی تو یہ جائز ہی پھر اگر غائب نے حاضر ہوکر صلح سے انکار کیا تو قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی اور جب کہ قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کا حکم نہ دیا گیا تو حاضر کو نصف دیت ملیگی اور غائب کو کچھ نہ ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مقتول کے دو ولی ہون اور ایک غائب ہو پس قاتل نے دعوی کیا کہ غائب نے مجھے خون معاف کردیا ہی اور اس دعوے پر گواہ پیش کیے تو مین اُسکے گواہون

غائب کی طرف سے عفو جائز رکھونگا اور جب عفو کا حکم دیا گیا پھر غائب آیا تو اُسکے روبرو دوبارہ گواہون کا اعادہ نکریگا
اور اگر اُسنے غائب کی طرف سے عفو کا دعویٰ کیا مگر اُسکے پاس گواہ نہ تھے اور اُسنے چاہا کہ حاضر سے قسم لے تو اسمین
تاخیر دیجائیگی یہانتک کہ غائب آجاوے تو اُس سے قسم لیگا پھر اگر اُسنے حاضر ہو کر عفو کرنے پر قسم کھائی۔ تو قاتل
سے قصاص لیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر قاتل نے کہا کہ غائب کے عفو کرنے کے میرے پاس گواہ ہین وہ شہر
مین موجود ہین تو اُسکو تین روز کی مہلت دیجائیگی اور فی الحال اُس سے قصاص نہ لیا جائیگا ایسا ہی شیخ الاسلام
نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ قاضی کو اختیار ہے کہ عفو کے دعوے مین جسقدر اُسکی
راے مین آوے مہلت دے اور فرمایا کہ جو کتاب مین تین روز کی مہلت مذکور ہے یہ مقدار لازمی نہین ہے پس اگر اُسنے
تین روز کے بعد کہا کہ میرے گواہ غائب ہین یا ابتدا سے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین تو قیاس چاہتا ہے کہ اُس سے
قصاص لے لیا جاوے اور تاخیر نہ دیجاوے لیکن استحساناً اُس سے قصاص فی الفور نہ لیا جاویگا الا اُس صورت
مین کہ قاضی کے علم مین یہ بات آوے کہ اگر اسکے پاس گواہ ہوتے تو اُنکو پیش کرتا یہ محیط مین ہے۔ دو ولیون مین
سے ایک نے دوسرے کے حق مین گواہی دی کہ اسنے قاتل کو عفو کر دیا ہے۔ تو یہان پانچ صورتین ہین اول یہ کہ شریک نے
اُسکے قول کی تصدیق اور قاتل نے بھی تصدیق کی دوم شریک و قاتل دونون نے تکذیب کی سوم شریک نے تکذیب
اور قاتل نے تصدیق کی چہارم شریک نے تصدیق اور قاتل نے تکذیب کی پنجم شریک و قاتل دونون نے سکوت کیا۔
پس ان سب صورتون مین قصاص سے عفو ہوگا اور رہی دیت پس اگر صورت اول ہو تو مدعی کو نصف دیت ملیگی
اور دوم ہو تو مدعی کو کچھ نہ ملیگا اور ساکت کو نصف دیت ملیگی اور تیسری صورت ہو تو قاتل پوری دیت دیگا جو ان
دونون مین مشترک ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر قاتل نے شاہد کے قول کی تکذیب کی اور شریک نے تصدیق
کی تو قصاص عفو ہوگا اور قیاساً قاتل پر کچھ دیت واجب نہوگی مگر استحساناً شریک شاہد کے واسطے مال قاتل سے
نصف دیت واجب ہوگی اور استحسان ہی کو ہمارے علماء ثلثہ نے اختیار کیا ہے۔ اور اگر قاتل و مشہود علیہ نے شاہد
کے قول کی نہ تصدیق کی اور نہ تکذیب کی بلکہ دونون خاموش رہے تو اسکا وہی حکم ہے جو دونون کی تکذیب کرنے کا
حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے پر عفو کرنے کی شہادت دی تو ضرور ہے کہ یا تو دونون
نے ایک ساتھ شہادت دی ہوگی یا آگے پیچھے۔ پس اگر ساتھ ہی شہادت دی۔ پس اگر قاتل نے دونون کی
تکذیب کی تو دونون کا حق باطل ہوگا اور اسی طرح اگر قاتل نے معاً دونون کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر آگے پیچھے دونون کی
تصدیق کی تو دونون کو پوری دیت ملیگی۔ اور اگر اُسنے دونون مین سے ایک کی تصدیق اور دوسرے کی تکذیب کی
تو جسکی تصدیق کی ہے اُسکے واسطے نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر دونون نے آگے پیچھے گواہی دی پس اگر قاتل
نے دونون کی تکذیب کی تو پچھلے دفعہ گواہی دینے والے کو نصف دیت ملیگی اور اول کو کچھ نہ ملیگا اسی طرح اگر اُسنے ساتھ
ہی دونون کی تصدیق کی تو اول کو کچھ نہ ملیگا اور دوم کو نصف دیت ملیگی۔ اور اگر آگے پیچھے دونون کی تصدیق کی
تو اُسپر دونون کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے ایک کی تصدیق کی پس اگر اول کی تصدیق اور
دوم کی تکذیب کی تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اول کی تکذیب اور دوسرے کی تصدیق کی تو دوسرے کو
نصف دیت ملیگی اور اول کو کچھ نہین ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر خون مین تین آدمیون کا استحقاق ہو

پھر دو آدمیون نے ان شریکون مین سے تیسرے شریک پر گواہی دی کہ اُسنے عفو کیا ہی تو اسمین چار صورتین ہین اول آنکہ قاتل اور مشہود علیہ دونون آدمی ان دونون شاہدون کی تصدیق کرین اور اس صورت مین مشہود علیہ کا حصہ باطل ہو جائیگا اور شاہدین کا حق قصاص منقلب ہو کر مال ہو جائیگا اور اگر دونون نے دونون کی تکذیب کی تو دونون شاہدون کو کچھ نہ ملیگا اور مشہود علیہ کا حق مال کی طرف منقلب ہو جائیگا اور اگر دونون شاہدین کی فقط مشہود علیہ نے تصدیق کی تو قاتل تہائی دیت یعنے حصہ مشہود علیہ کا ضامن ہوگا اور یہ مال دونون شاہدین کو ملیگا اور اگر فقط قاتل نے دونون کی تصدیق کی تو قاتل پوری دیت کا ضامن ہوگا جو ان سب مین مشترک ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر وارثون مین سے دو وارثون نے بعض وارثون پر قتل خطا کی صورت مین گواہی دی کہ ان بعض نے اپنا حصہ دیت عفو کر دیا ہی تو گواہی جائز ہوگی بشرطیکہ ہر دو شاہدین نے اپنا حصہ دیت وصول نہ پایا ہووے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک قوم نے مجتمع ہو کر ایک کھٹے کتے کو تیر مارنے شروع کیے پس ایک تیر خطا کر کے ایک نابالغ جاریہ کے لگا یعنے چھوٹی لڑکی کے لگا اور وہ مر گئی اور ایک قوم نے گواہی دی کہ یہ فلان شخص کا تیر تھا اور یہ گواہی نہ دی کہ اسکو فلان شخص نے مارا ہی پھر لڑکی مذکورہ کے باپ سے تیر والے نے ایک باغ انگور پر صلح کی پھر صاحب صلح نے صلح کرنے والے سے مطالبہ کیا پس اگر معلوم ہو کہ صلح کرنیوالا ہی زخمی کرنیوالا ہی اور لڑکی اسی زخم سے مری ہی تو صلح جائز ہوگی اور اگر اس مقدمہ مین سوائے تیر کی شناخت کی اور کچھ معلوم نہو تو صلح باطل ہوگی۔ اور اگر یون دریافت ہوا کہ تیر والے نے تیر مارا اور لڑکی کے باپ نے لپک کر اس لڑکی کو تھپڑ مار کر ہٹایا اور وہ گر کر مر گئی اور یہ دریافت نہین ہوتا ہی کہ تیر سے مری ہی یا تھپڑ سے پس اگر باپ نے باقی وارثون کی اجازت سے صلح کی ہو تو جائز ہی اور بدل الصلح باقی وارثون کو ملیگا باپ کو نہین ملیگا اور اگر بدون انکی اجازت کے صلح کی تو باطل ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ عفو مین ضرور ہی کہ یا جنایت عمد مین معاف کیا یا جنایت خطا مین عفو کیا اور ہر ایک صورت ان احوال سے خالی نہین کہ یا تو جنایت سے ہوگا یا زخم سر سے اور جو اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہی یا ہاتھ وغیرہ کاٹنے سے اور جو اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہی یا فقط ہاتھ وغیرہ کاٹنے سے یا فقط زخم سر سے عفو کیا ہی اور اگر جنایت عمداً ہو پھر قاطع سے مقطوع نے کہا کہ مین نے تجھے جنایت سے یا قطع سے اور جو اس سے پیدا ہوتا ہی یا زخم سر سے اور جو اس سے پیدا ہوتا ہی عفو کیا تو وہ قطع سے اور جو اسکی سرایت سے پیدا ہوتا ہی بری ہو جائیگا اور اگر کہا کہ مین نے تجھے قطع سے یا زخم سر سے معاف کیا تو سرایت سے یعنی جو نتیجہ اس سے پیدا ہو مثلاً زخم سر کی وجہ سے دائم المرض ہو کر مر جاوے تو اس نتیجہ سے بری نہوگا حتے کہ اگر مجروح مر جاوے تو قیاساً قصاص واجب ہوگا اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک استحساناً دیت واجب ہوگی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک وہ سرایت سے بھی بری ہو جائیگا۔ اور اگر جنایت خطا ہو اور اُسنے قطع یا زخم سے عفو کیا پھر اُسکا اثر ساری ہو گیا اور وہ مر گیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی۔ اور اگر جنایت سے یا قطع سے اور جو اثر اُس سے پیدا ہووے عفو کیا تو مثل عمداً جنایت کرنے کی صورت کے ان سب سے عفو صحیح ہی۔ لیکن عمداً کی صورت مین پورے مال سے دیت کا اعتبار ہوگا اور خطا کی صورت مین تہائی سے اعتبار ہوگا اور وہ مددگار برادری کو وصیت ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس مرد نے اُس عورت کے ساتھ اسی پر نکاح کیا پس اگر عمداً قطع کیا ہو اور مرد نے اسی پر اُس سے نکاح کیا پس اگر وہ مرد اس زخم سے اچھا ہو گیا (حتے کہ اسکا ارش اُس عورت پر واجب ہوا) تو مہر کا تسمیہ صحیح ہو جائیگا اور بالاجماع اسکا ارش

اس عورت کا مہر ہو جائیگا - پھر اگر دخول کے بعد اُس عورت کو طلاق دی یا مرد اُسکو چھوڑ کر مر گیا تو پورا ارش اس عورت کو
مسلم رہیگا اور اگر دخول سے پہلے اسکو طلاق دی تو دو ہزار پانچ سو درم عورت مذکورہ کو مسلم رہینگے اور باقی دو ہزار پانچ سو درم
شوہر کو واپس کریگی اور اگر مرد مذکور اس زخم سے مر گیا تو بالاجماع تسمیہ باطل ہی اور عورت مذکور کو مہر مثل ملیگا پس اگر
دخول سے پہلے اُسکو طلاق دی تو عورت مذکور کے واسطے متعہ واجب ہوگا پھر امام اعظم رہ کے نزدیک قیاساً عورت
مذکورہ پر قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص نہوگا بلکہ فقط عورت کے مال سے عورت پر دیت واجب ہوگی
اور اگر عورت مذکورہ سے جنایت پر یا قطع اور اُسکے اثر سے جو پیدا ہوا اُسپر نکاح کیا پس اگر اس زخم سے وہ اچھا ہو گیا
تو اُسکے ہاتھ کا ارش عورت مذکورہ کا مہر ہو جائیگا یہ بالاجماع ہی - اور وہ اُسکے سپرد رہیگا اگرچہ مال ارش بہ نسبت اُسکے
مہر مثل کے زائد ہو اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو تسمیہ باطل ہو گیا اور عورت مذکورہ کے واسطے مہر مثل واجب ہوگا اور
قصاص مفت بے عوض ساقط ہو گیا اور اگر جنایت بخطا ہو اور مرد نے اُس سے قطع پر نکاح کیا ہو پس اگر اس زخم سے
اچھا ہو گیا تو اُسکے ہاتھ کا ارش اسکا مہر ہو گیا اور اگر اُسنے عورت مذکورہ کے ساتھ دخول کر کے طلاق دی یا مر گیا تو عورت
مذکورہ کو پورا ارش سپرد رہیگا اور عاقلہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر دخول سے پہلے طلاق دی - تو عورت
(مددگار برادری ۱۲)
کو اسمین سے نصف دیا جائیگا یعنے دو ہزار پانچ سو درم (۲۵۰۰) اور باقی دو ہزار پانچ سو درم اُسکی مددگار برادری اُسکے شوہر
کو ادا کریگی اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو امام اعظم رہ کے نزدیک تسمیہ مہر باطل ہوگا اور اُسکو مہر مثل ملیگا اور عورت
کی مددگار برادری پر شوہر کی دیت واجب ہوگی اور صاحبین رہ کے نزدیک تسمیہ صحیح ہوگا اور شوہر کی دیت اُسکا مہر
ہوگا - اور اگر جنایت بخطا پر یا قطع بخطا پر اور جو اس سے پیدا ہووے نکاح کیا پس اگر وہ اچھا ہو گیا تو اُسکے ہاتھ کا ارش
اسکا مہر ہو گیا اور اُسکی مددگار برادری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو اُسکی دیت اُسکا مہر
ہوگا اور عاقلہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگی پھر اُسکے مہر مثل اور مقدار دیت پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر دونون مساوی ہون
تو بلاشک پوری دیت اُسکے سپرد رہیگی خواہ قطع کرنے کے بعد ایسے حال مین نکاح کیا ہو کہ جب وہ چلتا پھرتا تھا یا ایسے
حال مین کہ جب وہ چارپائی پر پڑ گیا تھا - اور اگر اُسکا مہر المثل دیت سے کم ہو پس اگر ایسی حالت مین نکاح کیا کہ جب
چلتا پھرتا تھا تو بھی سب دیت اُسکو ملیگی - اگرچہ اُسکے مہر مثل سے زائد دینے مین تبرع پایا گیا ہی اور اگر ایسی حالت مین
نکاح کیا کہ جب وہ چارپائی پر پڑ چکا ہی تو دیکھا جائیگا کہ اگر مہر مثل سے زائد پوری دیت تک اسقدر ہی کہ شوہر کے مال کی
تہائی سے نکلتا ہی تو عورت کی مددگار برادری دیت سے بری ہوگی اور جسقدر مہر المثل سے زائد ہی وہ اُسکی مددگار
برادری کے حق مین وصیت قرار دیجائیگی اور اگر اسقدر کثیر ہو کہ یہ مہر المثل سے زائد مقدار شوہر کے مال کی تہائی سے
زائد ہو تو جسقدر تہائی مال سے نکل سکتی ہی اُسقدر مددگار برادری سے ساقط ہوگی اور یہ مددگار برادری کے حق مین
وصیت شمار ہوگی اور باقی کو مددگار برادری شوہر کے وارثون کو ادا کریگی - یہ اُس صورت مین ہی کہ شوہر نے عورت
مذکورہ کو قبل اپنی موت کے طلاق نہ دی ہو یہان تک کہ وہ مر گیا اور اگر دخول سے پہلے قبل موت کے اُسکو طلاق
دیدی تو عورت مذکورہ کو اس دیت مین سے پانچ ہزار درم دیے جاوینگے بشرطیکہ پانچ ہزار درم اُسکا مہر مثل ہو اور جسقدر
مددگار برادری سے ساقط ہو جائیگا اور اگر اُسکا مہر مثل پانچ ہزار سے کم ہو پس اگر مہر مثل سے پانچ ہزار تک جو زیادتی
ہی وہ شوہر کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو بھی مددگار برادری سے پورے پانچ ہزار درم ساقط ہونگے اور اگر یہ

یعنے زیادتی بطریق وصیت ۱۲

زیادتی کی مقدار اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو توجسقدر اُسکا تہائی مال ہوسکتی ہو اُسقدر مددگار برادری سے بطور وصیت کے ساقط ہوگی اور باقی کو مددگار برادری وارثان شوہر کو واپس دیگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے سر مین دو موضحہ زخم پہونچائے پھر زخمی نے ایک زخم موضحہ اور جو اُس سے پیدا ہو اُس سے معاف کردیا پھر زخمی مذکور ان دونون زخمون سے مرگیا تو فرمایا کہ اگر یہ امر زخمی کرنے والے کے فقط اقرار سے ثابت ہوتا ہے تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی اور اُسکے مال سے لیجاویگی اور عفو جائز نہوگا اسواسطے کہ یہ قاتل کے واسطے وصیت ہوگی اور اگر یہ امر گواہون سے ثابت ہو تو یہ مددگار برادری کے واسطے وصیت ہوگی پس جائز ہوگی اور مددگار برادری سے نصف دیت ساقط ہوجائیگی بشرطیکہ یہ مقدار مال زخمی کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو۔ اور اگر یہ دونون زخم عمداً ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو زخمی کرنے والے پر کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ ایک زخم سے عفو کرنا دونون سے عفو ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو موضحہ زخم سر سے عمداً زخمی کیا پھر زخمی نے اُس سے اور جو اُس سے پیدا ہووے عفو کردیا پھر ظالم نے اُسکو دوسرے زخم سر سے عمداً زخمی کیا پھر زخمی نے اُسکو یہ زخم معاف نکیا تو قاتل پر درصورت ان دونون زخمون سے مرجانے کے اُسکے مال سے پوری دیت تین سال مین واجب ہوگی اور اُسپر قصاص واجب نہوگا اور عفو صحیح نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو موضحہ زخم سر سے عمداً زخمی کیا پھر عمرو نے اس موضحہ زخم اور جو اس سے پیدا ہو سب سے کسی قدر مال معین پر زید سے صلح کی اور یہ مال سپرد کردیا پھر دوسرے شخص خالد نے عمرو کو موضحہ زخم سر سے عمداً زخمی کیا اور وہ دونون زخمون سے مرگیا تو خالد پر قصاص واجب ہوگا اور زید پر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر زید سے بعد خالد کے زخمی کرنے کے صلح واقع ہوئی ہو تو بھی صورت مذکورہ مین یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ زید نے عمرو کو عمداً موضحہ زخم سر سے زخمی کیا پھر عمرو نے اُس زخم اور اُسکے اثر سے زید سے دس ہزار درم پر صلح کرلی اور وصول کرلیے پھر خالد نے اُسکا سر خطا سے زخمی کیا پھر عمرو ان دونون زخمون سے مرگیا تو خالد کی مددگار برادری پر پانچ ہزار درم واجب ہونگے اور زید مقتول کے مال سے پانچ ہزار درم واپس لیگا یہ محیط مین ہے۔

ساتوان باب۔ حالت قتل کے اعتبار کے بیان مین

اگر ایک شخص نے ایک مسلمان کو تیر مارا اور مسلمان مذکور تیر پہونچنے سے پہلے مرتد ہوگیا پھر تیر اُسکے لگا اور وہ مرا تو مارنے والے پر اُسکی دیت وارثان مرتد کے واسطے واجب ہوگی اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مارنے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کو تیر مارا اور وہ مرتد تھا پھر تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوا پھر اُسپر تیر لگا اور وہ مرگیا تو مارنے والے پر بالاتفاق کچھ واجب نہوگا۔ اسی طرح اگر کسی حربی کو تیر مارا پھر تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک غلام کو تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے اُسکو اُسکے مولی نے آزاد کیا پھر اُسکے تیر لگا اور وہ مرگیا تو مارنے والے پر امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غلام مذکور کی قیمت اُسکے مولی کو دینی واجب ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اگر قاضی نے ایک شخص پر رجم کا حکم دیا پھر ایک شخص نے اُسکو پتھر مارا اور ہنوز پتھر نہین لگا تھا کہ ایک گواہ نے گواہی سے رجوع کیا پھر پتھر اُسکے لگا تو پتھر مارنے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر مجوسی نے ایک شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے مجوسی مذکور مسلمان ہوگیا پھر تیر لگا تو یہ شکار نکھایا جائیگا۔ اور اگر ایک مسلمان نے شکار کو تیر مارا پھر تیر لگنے سے پہلے نعوذ باللہ وہ مسلمان مجوسی ہوگیا پھر تیر لگا تو وہ شکار کھایا جائیگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر

محرم نے شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے وہ حلال ہوگیا پھر شکار کے تیر لگا تو محرم مذکور پر جزا واجب ہوگی اور اگر حلال نے شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے وہ محرم ہوگیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہے۔

آٹھوان باب ۔ دیتون کے بیان مین۔ دیت اُس مال کو کہتے ہین جو جان تلف کرنے کے بدلے واجب ہوتا ہے اور جان تلف کرنے سے کم زخم کے بدلے جو واجب ہووے وہ ارش کہلاتا ہے یہ کافی مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ قتل بخطا مین اور جو اسکے قائم مقام ہے اور شبہہ عمد مین اور قتل بسبب مین اور نابالغ و مجنون کے قتل کرنے مین دیت واجب ہوتی ہے اور یہ سب دیتین مددگار برادری پر واجب ہوتی ہین سوائے باپ کے بیٹے کو عمداً قتل کرنے کے کہ یہ دیت باپ کے مال سے تین سال مین ادا کرنی واجب ہوتی ہے اور مددگار برادری پر واجب نہین ہوتی ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور جس قتل عمد مین بسبب شبہہ کے قصاص ساقط ہوجاوے اسکی دیت مال قاتل سے ادا کرنی واجب ہوگی۔ اور جو ارش بسبب صلح کے واجب ہو وہ قاتل کے مال مین ہوگا مگر فرق یہ ہے کہ دیت مذکور تو تین سال مین دینی پڑتی ہے اور ارش مذکور فی الحال دینا پڑتا ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور جو دیت بسبب نفس قتل کے واجب ہوتی ہے وہ امام اعظم رح کے نزدیک تین چیزون سے ادا کیجاتی ہے اونٹ و سونا و چاندی یہ شرح طحاوی مین ہے۔ امام اعظم رح نے فرمایا کہ اونٹ مین سے سو اونٹ اور سونے مین سے ہزار دینار اور چاندی مین سے دس ہزار درم اور قاتل کو اختیار ہے جس قسم مین سے چاہے ادا کرے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور صاحبین نے فرمایا کہ اور بھی گاؤن مین سے دو سو گائے اور بکریون مین سے ہزار بکریان اور حلون مین سے دو سو حلّے اور ہر حلہ دو کپڑے ہونگے یہ ہدایہ مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ اونٹون مین سے سب اونٹ ایک ہی سن کے واجب نہونگے بلکہ اسنان مختلفہ کے واجب ہونگے پس خطائے محض کی صورت مین پانچ سن کے سو اونٹ واجب ہونگے جنمین سے بیس بنت مخاض اور بیس ابن مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور شبہہ عمد مین سو اونٹ چار قسم کے واجب ہونگے یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح کا قول ہے کہ پچیس بنت مخاض و پچیس بنت لبون و پچیس حقہ و پچیس جذعہ واجب ہونگے کذا فی المحیط **قال المترجم** ان الفاظ کی تفسیر کتاب الزکوۃ مین مفصل گذر چکی ہے فتذکر۔ اور واضح ہو کہ مسلمان اور ذمی اور حربی جو امان لیکر آیا ہے سب کی دیت برابر ہے یہ کافی مین ہے۔ اور عورت کی جان اور جان سے کم زخم و قطع کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے اور جو جنایت ایسی ہوتی ہے کہ اسکا کوئی ارش معین نہین ہے اور اُسمین حکومت عدل واجب ہے تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اسمین مرد و عورت برابر ہین اور بعض نے فرمایا کہ مرد کی آدھی دیت عورت ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر قتل بخطا ہوا اور شریک دیت ایک نابالغ اور دوسرا بالغ ہو پس اگر بالغ باپ ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ پوری دیت وصول کرے جسمین سے اپنا حصہ بوجہ ملک کے اور نابالغ کا حصہ بوجہ ولایت کے۔ اور اگر بالغ بھائی یا چچا ہو اور نابالغ کا کوئی وصی نہو تو وہ صرف اپنا حصہ وصول کر سکتا ہے نابالغ کا نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے سر کے بال زبردستی مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ اُگے تو اُسمین پوری دیت واجب ہوگی اور اسمین مرد و عورت و بالغ و نابالغ برابر ہین لیکن ظالم سے اُسوقت دیت دینے کے واسطے نہ کہا جائیگا بلکہ ایک سال کی مہلت دیجائیگی اور اگر ظالم کو سال کی مہلت دیگئی اور مظلوم سال کے اندر مرگیا اور ہنوز اسکے بال نہین جمے تھے تو امام اعظم رح کے نزدیک ظالم پر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک حکومت عدل واجب ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور صاحبین کو اگر اسطرح مونڈا کہ منبت یعنے جہان بال جمتے ہین وہ

جگہ خراب وفاسد کردی یا اسطرح اکھاڑا کہ منبت کو خراب کردیا تو دونون مین پوری دیت اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی - اور دو پلکون مین آدھی دیت اور ایک مین چوتھائی دیت اور سب پلکون کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے ڈاڑھی مونڈ ڈالی اور بجاے اُسکے دوسری نہ جمی تو پوری مین پوری دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - اور سر کے بال اور ڈاڑھی مونڈ ڈالنے مین عمداً مونڈنا یا خطا سے مونڈنا دونون یکسان ہین یہ کافی مین ہی اور اگر آدھی داڑھی یا آدھا سر مونڈا تو بعضے اصحاب نے فرمایا آدھی دیت واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر آدھی ڈاڑھی مونڈی تو آدھی دیت واجب ہوگی جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ نصف ہی اور اگر یہ معلوم نہوا کہ کسقدر مونڈی ہی تو حکومت عدل واجب ہوگی اور فتاوای فضلی مین ہی کہ اگر تھوڑی ڈاڑھی اکھاڑی تو اکھڑی ہوئی اور باقی ڈاڑھی دونون پر دیت تقسیم کیجائیگی پس جسقدر اکھاڑی ہوئی کے حصہ مین پڑے اُسقدر واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہی - اور مشائخ نے کوسہ کی ڈاڑھی مین گفتگو کی ہی اور اسمین اصح وہ تفصیل ہی جو شیخ ابوجعفر نے بیان فرمائی ہی کہ اگر کوسہ کی ٹھوڑی پر گنتی کے چند بال جمے ہون تو اُسکے مونڈ ڈالنے مین کچھ واجب نہوگا اور اگر اس سے زائد ہون اور ٹھوڑی وگال دونون پر بال ہون مگر وہ متصل نہون تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر متصل ہون تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ اُگے اور جیسے تھے اُسی کے برابر ہو گئے تو اسمین کچھ واجب نہوگا لیکن مونڈنے والے کو اُسکی حرکت پر تنبیہ وادب دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر بجاے سیاہ بالون کے سپید جمے تو یہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین ہی اور غیر روایۃ اصول مین مذکور ہی کہ امام اعظم رح نے فرمایا کہ اگر آزاد ہو تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر غلام ہو تو حکومت عدل واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین حکومت عدل واجب ہی یہ محیط مین ہی - اور فقیہ ابواللیث صاحبین کے قول پر فتوی دیتے تھے یہ خلاصہ مین ہی - اور شمس الائمہ حلوائی نے امام ابویوسف وامام محمد رح سے اس مسئلہ مین آزاد کی صورت مین حکومت عدل کی تقدیر اسطرح روایت کی ہی کہ اُس آزاد کو غلام فرض کرکے اندازہ کیا جاوے کہ سیاہ بال ہونے کی حالت مین اسکی کیا قیمت ہی اور سپید ہونے کی حالت مین کیا قیمت ہی - پس جسقدر دونون مین تفاوت ہو اُسی قدر نقصان تاوان لیا جاوے یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص کی ڈاڑھی مونڈ ڈالی پھر تھوڑی جمی اور تھوڑی نہین جمی تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اجناس ناطفی مین ہی کہ اگر اپنی عورت یا غیر کی عورت کا ضفیرہ کاٹ ڈالا تو فی الحال اُسمین کچھ واجب ہونا نہین چاہیے ہی اور ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک عورت کے قرون یعنے گیسو کاٹ ڈالے یا کسی باندی کا سر مونڈ ڈالا حالانکہ اس سے اُسمین نقصان آگیا تو فرمایا کہ اُسپر کچھ واجب نہوگا لیکن اُسکو تادیب کیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر ایک شخص کو مجبوب کیا یعنے اُسکے آلہ تناسل کو کاٹ دیا یہانتک کہ اُسکی ڈاڑھی گر گئی تو ڈاڑھی کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر مونچھ کو مونڈ ڈالا اور وہ پھر نہ جمی تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ فتادی قاضی خان مین ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - جنایات الحسن مین ہی کہ اگر ڈاڑھی کے ساتھ مونچھ مونڈ ڈالی تو ڈاڑھی کے ضمان مین مونچھ داخل نہوگی یہ محیط مین ہی - ہارونی مین مذکور ہی کہ اگر ایک شخص نے زبردستی دوسرے کا سر مونڈ ڈالا پھر بال نہ جمے اور ظالم نے کہا کہ یہ شخص اصلع تھا تو جسقدر مونڈنے والے کے زعم مین اُسکے سر پر بال تھے اُسقدر کا ضامن ہوگا

سلہ کوسہ کا اطلاق بالکل بے داڑھی پر ہے اور پتلی داڑھی بعد بیت ضعیف داڑھی والے سب پر آتا ہے اور یہان معنی دوم اظہر ہین ۱۲
سلہ اصلع جسکی پیشانی کے اوپر خلاف معروف بال نہ ہون ۱۲

اسی طرح اگر ڈاڑھی کو مونڈا اور پھر کہا کہ یہ شخص کوسہ تھا اسکے گالون پر بال نہ تھے تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح حاجبین و
اشفار مین بھی یہی حکم ہے کہ قسم کے ساتھ جنایت کرنے والے کا قول قبول ہوگا لیکن اگر وہ شخص جسپر ظلم ہوا ہے گواہ قائم
کرے کہ مین صحیح سالم تھا تو اُسکے گواہ قبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور نکلے ہوے کانون مین خطا کی صورت
مین پوری دیت دونون کی ہے اور ایک کی نصف دیت واجب ہوگی اور جو خشک ہو گئے ہون یا دھنسے ہوے ہون
تو انمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہے - اگر ایک شخص کے کان کو صدمہ پہونچا یا جس سے اُسکی سماعت
جاتی رہی تو دیت واجب ہوگی اور سماعت جاتی رہنے کی پہچان کا یہ طریقہ ہے کہ غفلت کی حالت ڈھونڈھکر اسکو حالت
غفلت مین پکارا جاوے پس اگر جواب دے تو معلوم ہو جائیگا کہ سماعت نہین گئی ہے یہ ظہیریہ مین ہے - اگر خطا سے
دونون آنکھین پھوڑی گئی ہون تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر پھوٹی
ہون لیکن وہ دھنس گئین یا انکی بینائی جاتی رہی حالانکہ ڈھیلے ویسے ہی موجود ہین تو بھی دونون مین پوری دیت اور
ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے - کانے آدمی کی آنکھ کے واسطے نصف دیت ہے یہ ظہیریہ مین ہے -
اور اگر پلکون سمیت پپوٹے کاٹ ڈالے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہے - اور جن پپوٹون مین پلکین
نہین ہین اُنکے کاٹنے مین حکومت عدل ہے اور اگر پلکون پر ستم کرنے والا ایک شخص ہو اور پپوٹون پر ستم کرنے والا
دوسرا ہو تو پلکون پر ستم کرنے والے پر پوری دیت اور پپوٹے کاٹنے پر حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہے - اور
ناک کاٹنے مین جان تلف کرنے کی دیت واجب ہے اسیطرح اگر ناک کا نرمہ کاٹ ڈالا تو بھی یہی حکم ہے اور سارا ناک
کا بانسا کاٹ ڈالا تو اسمین قصاص نہین ہے مگر جان تلف کرنے کی دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے -
منتقے مین ہے کہ اگر ناک پر ایسا ستم کیا کہ مظلوم ناک سے سانس نہین لے سکتا ہے مگر مُنہہ سے سانس لیتا ہے تو اسمین حکومت
عدل واجب ہے یہ ذخیرہ مین ہے - شرح طحاوی مین ہے کہ اگر ناک کا نرمہ کاٹا پھر ناک کاٹی پس اگر اچھے ہونے سے پہلے
دوسرا زخم دیا ہے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر اچھے ہونے کے بعد ایسا کیا تو نرمہ کے واسطے دیت اور باقی
کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہے - اصل مین ہے کہ اگر کسی شخص کی ناک توڑ دی تو حکومت عدل
واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے - ایک شخص کی ناک مین ایسا صدمہ پہونچایا کہ جس سے اُسکو خوشبو و بدبو کچھ نہین معلوم
ہوتی ہے تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ نوادر بن رستم مین امام محمد رح سے مروی ہے اور جنایات ابی سلیمان مین ہے
کہ اگر مارنے والے نے اقرار کیا کہ اسکی ناک سے سونگھنے کی قوت جاتی رہی ہے تو اسمین دیت واجب ہوگی اور اسکا حکم
مثل سماعت کے ہے ایسا ہی قدوری نے بھی ذکر کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور سونگھنے کی قوت جاتی رہنے کی پہچان کا یہ
طریقہ ہے کہ بدبودار چیزون کی بو سے دریافت کیا جاوے یہ ظہیریہ مین ہے - اور دونون ہونٹون کے واسطے پوری دیت
ہے اور ایک کے واسطے نصف دیت ہے اوپر کا اور نیچے کا اس حکم مین دونون یکسان ہین یہ محیط مین ہے - نابالغ کے کان
و ناک کے واسطے پوری دیت ہے یہ سراج الوہاج مین ہے - اور ہر دانت کے واسطے دیت کا بیسوان حصہ واجب ہے
اور اس حکم مین انیاب و ضواحک و نواجذ و طواحن سب یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے - آدمی کے بدن مین اعضا
مین سے کوئی ایسا نہین ہے جسکی دیت اُسکے نفس کی دیت سے زائد ہو جاتی ہو سوائے دانتون کے یہ خزانۃ المفتین مین
ہے حتے کہ اگر اٹھائیس دانت ہون تو چودہ ہزار درم واجب ہونگے اور اگر تبیس دانت ہون تو پندرہ ہزار درم ہونگے

ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر بتیس دانت ہوں تو سولہ ہزار درم واجب ہونگے اور یہ مقدار ایک دیت کامل اور تین پانچویں حصے
ایک دیت کی ہی اور یہ تین سال میں ادا کیجائیگی۔ یعنے سال اول میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ و دو تہائی درم (۶۶۶۶) اور دوسرے
سال میں چھ ہزار تین سو تینتیس و تہائی درم اور تیسرے سال میں تین ہزار درم اور اس تفصیل کے ساتھ اسکو منتقی میں
ذکر فرمایا ہی یہ محیط میں ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دانت اکھاڑ ڈالا اور بجائے اُسکے دوسرا جم آیا تو امام اعظم رح
کے نزدیک ارش ساقط ہو جائیگا اور صاحبین نے فرمایا کہ اُسپر پورا ارش واجب ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہی۔ اور اگر دوبارہ
جو دانت اگا ہی وہ سیاہ ہو تو ارش اپنے حال پر واجب رہیگا یہ محیط میں ہی۔ اگر دوسرے کا دانت اکھاڑ ڈالا۔ اور
مظلوم نے اُس دانت کو اپنی جگہ جما دیا بعدہ اُسپر گوشت جم آیا تو ظالم پر پورا ارش واجب ہوگا یہ کافی میں ہی۔ اگر
ایک شخص کے دانت کو صدمہ پہونچایا اور وہ ہلنے لگا تو میعاد دیجائیگی پھر اگر وہ سبز یا سرخ ہو گیا تو دانت کی دیت
پانچ سو درم واجب ہونگے اور اگر زرد ہو گیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسمین کچھ واجب نہوگا اور اگر
سیاہ ہو گیا تو دانت کی دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کا کام نہ دے سکے اور اگر یہ نفع بخشے لیکن وہ دانت ایسا ہی
کہ دکھلائی دیتا ہی کہ جس سے اُس شخص کا جمال جاتا رہا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات
نہو تو اسمین دو روایتیں ہیں اور صحیح یہ ہی کہ ظالم پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اور اگر مارنے والے
نے کہا کہ یہ دانت میرے مارنے کے بعد دوسرے آدمی کی چوٹ سے سیاہ پڑ گیا ہی اور مضروب نے اس سے انکار کیا
تو قسم سے مضروب کا قول قبول ہوگا لیکن اگر مارنیوالا اپنے دعوی کے گواہ پیش کرے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے یہ مبسوط میں ہی اور
اگر مملوک کا دانت زرد پڑ جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک حکومت عدل واجب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک زرد پڑنے میں
خواہ مملوک ہو یا آزاد ہو حکومت عدل واجب ہی اور اگر ایک شخص کے دانت میں صدمہ پہونچایا کہ جس سے وہ سیاہ پڑ گیا پھر
دوسرے نے آکر اُسکو اکھاڑ ڈالا تو پہلے شخص پر پورا ارش واجب ہوگا اور دوسرے پر حکومت عدل لازم ہوگی یہ محیط میں ہی
اور زبان کیواسطے دیت واجب ہی اسیطرح اگر تھوڑی زبان کاٹ ڈالی کہ گفتگو سے مانع ہوئی تو بھی پوری دیت واجب ہی اور اگر
بعض حروف بولنے کی قدرت باقی ہو تو بعض نے فرمایا کہ اعداد حروف پر دیت تقسیم ہو کر بحساب واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا
کہ جسقدر حروف کا زبان سے تعلق ہی فقط انھیں حروف پر تقسیم کیجائیگی اور بعض نے کہا کہ اگر اکثر حروف ادا کر سکتا ہو تو حکومت
عدل واجب ہوگی اور اگر اکثر حروف ادا کرنے سے عاجز ہو تو پوری دیت واجب ہوگی یہ کافی میں ہی۔ اور مشائخ رح
نے فرمایا کہ اول اصح ہی کذا فی المحیط اور اول ہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر مظلوم نے دعوی کیا کہ میں کلام
نہیں کر سکتا ہوں تو غفلت کی تاک کیجاوے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ وہ کلام کر سکتا ہی یا نہیں کر سکتا ہی اور گونگے
کی زبان کے واسطے حکومت عدل واجب ہی یہ محیط میں ہی۔ اگر کسی بچہ کی زبان کاٹ ڈالی پس اگر وہ صرف بچوں کے
مانند استہلال کرتا ہو یعنی آواز لگاتا ہو جیسا پیدا ہونے کے وقت روتا ہی تو حکومت عدل واجب ہی اور اگر بات بولتا ہو
تو دیت واجب ہوگی یہ شرح جامع صغیر شیخ حسام الدین میں ہی۔ اور دونوں جبڑوں میں پوری دیت اور ایک کے
واسطے آدھی دیت ہی یہ محیط میں ہی۔ اور ہر دو دست میں اگر خطا سے کاٹ ڈالے گئے ہوں۔ تو پوری دیت
اور ایک میں آدھی دیت واجب ہوگی اور دائیں کو بائیں پر دیت کی راہ سے فضیلت نہوگی اگرچہ منفعت گرفت
دائیں ہاتھ میں بہ نسبت بائیں کے زیادہ ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اصل اطراف میں یہ قرار پائی ہی کہ اگر جنایت کرنے والے

نے کسی عضو کی جنس منفعت پوری پوری زائل کردی یا جو جمال آدمی مین مقصود ہوتا ہی وہ تمام وکمال زائل کردیا تو پوری دیت
واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور خنثے کے ہاتھ کاٹنے مین امام اعظم رہ کے نزدیک اُسقدر دیت واجب ہوگی جو عورت کے
ہاتھ مین واجب ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک مرد کی آدھی اور عورت کی آدھی واجب ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور
دونون ہاتھون اور دونون پانون کی انگلیون مین سے ہر ایک اُنگلی کے واسطے دیت کا دسوان حصہ واجب ہوگا اور انگلیان
سب یکسان ہین اور جس اُنگلی مین تین جوڑ ہین اُسکے ہر جوڑ کے واسطے اُنگلی کی دیت کی تہائی واجب ہوگی اور جسمین
دو جوڑ ہین اُسکے ہر جوڑ کے واسطے پوری اُنگلی کی دیت کا آدھا واجب ہوگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اور زائد اُنگلی کے واسطے حکومت عدل
واجب ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور شل ہاتھ کے واسطے حکومت عدل ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر ہتھیلی معہ تھوڑی انگلیون یا پوری
انگلیون کے کاٹ ڈالی تو بالاجماع اگر اُسنے ہتھیلی کو اسطرح کاٹا ہی کہ اُسمین سب اُنگلیان لگی ہین تو ہتھیلی انگلیون کی تابع
کیجائیگی حتے کہ انگلیون کا ارش واجب ہوگا اور ہتھیلی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اور اس بات پر بھی اجماع ہی کہ اگر اُسنے ہتھیلی
کو کاٹا اور اُسکے ساتھ اُسمین لگی ہوئی تین انگلیان کٹ گئین تو انگلیون کا ارش تین ہزار درم یا تین سَو دینار
واجب ہونگے اور ہتھیلی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اور اگر ہتھیلی مین دو انگلیان یا ایک اُنگلی یا انگلی کا ایک پور ہو تو بھی
امام اعظم رہ کے نزدیک یہی حکم ہی کہ ہتھیلی اُنگلی کی تابع ہوگی اور صحیح امام ابوحنیفہ کا قول ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص
نے دوسرے کے ہاتھ مین مارا اور ساتھ شل ہوگیا تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر ایک
شخص نے دوسرے کی اُنگلی کا اوپر کا پور کاٹ ڈالا پس باقی اُنگلی یا پورا ہاتھ شل ہوگیا تو اسمین سے کسی چیز مین اُسپر
قصاص نہوگا اور یہ چاہیے ہی کہ اوپر کے پور کے واسطے دیت واجب ہو اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہو
اور اگر ساعد کو توڑ ڈالا تو حکومت عدل واجب ہوگی اور یہی حکم بند دست کے توڑ دینے مین بھی ہی کہ حکومت عدل
واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر نصف ساعد سے ہاتھ کاٹا گیا تو ہاتھ کی دیت اور ہتھیلی سے ساعد تک کے
واسطے حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر تا مرفق ہو تو ہاتھ کی دیت کے بعد ذراع کیواسطے حکومت عدل واجب ہوگی
مگر وہ نصف ساعد کی بہ نسبت زیادہ ہوگی اور یہ ابوحنیفہ رہ کا قول ہی یہ مبسوط مین ہی۔ امام محمد رہ نے جامع مین فرمایا ہی
کہ زید نے عمرو و بکر دونون کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر عمرو نے زید کا انگوٹھا کاٹ ڈالا پھر خالد نے اُسکی باقی انگلیان کاٹ
ڈالین پھر بکر نے اُسکی بے اُنگلیون کی ہتھیلی کاٹ ڈالی پھر یہ سب قاضی کے پاس جمع ہوئے تو قاضی زید پر ایک
ہاتھ کی دیت یعنے پانچہزار درم کا حکم دیگا جو عمرو اور بکر کے درمیان پانچ حصہ ہوکے تقسیم ہوگی اور خالد چار ہزار درم زید
کو دیگا اور اگر عمرو اور بکر نے متفق ہوکر زید کی ہتھیلی کاٹی ہو پھر ہاتھ کی دیت لی ہو تو یہ دیت دونون کے درمیان پانچ
حصہ ہوکر تقسیم ہوگی جسمین سے تین حصہ بکر کو اور دو حصہ عمرو کو ملینگے اور اگر خالد نے پہلے زید کی کوئی اُنگلی کاٹ ڈالی
پھر اسکے بعد عمرو نے مثلاً زید کی کوئی اُنگلی کاٹ ڈالی پھر دوبارہ خالد نے کوئی اُسکی اُنگلی کاٹ ڈالی پھر بکر نے اُسکی ہتھیلی
کاٹی حالانکہ اُسپر دو اُنگلیان لگی ہین تو قاضی زید پر ایک دیت کا حکم دیگا جسمین سے چوتھائی بکر کو اور تین چوتھائی عمرو
کو ملیگی اور اگر عمرو اور بکر نے متفق ہوکر زید کی ہتھیلی کاٹی حالانکہ اُسپر دو انگلیان لگی ہین تو جو دیت زید سے انھون
نے لی ہی وہ ان دونون مین آٹھ حصہ ہوکر تقسیم ہوگی جسمین سے تین حصہ عمرو کو اور پانچ حصہ بکر کو ملینگے یہ محیط
مین ہی۔ اُنگلی کے سرے کاٹنے مین حکومت عدل ہی اور ناخن اگر جیسا تھا ویسا ہی جم آیا تو مثل اور اعضا کے

اُسمین کچھ واجب نہوگا اور اگر نہ جا تو حکومت عدل ہوگی اور اگر عیب دار جا تو حکومت بہ نسبت اول کے کم ہوگی یہ خزانۃ المفتین
مین ہے۔ اور دونون پانون مین خطا کی صورت مین پوری دیت واجب ہوگی اور ایک کے واسطے آدھی دیت واجب ہوگی
یہ محیط مین ہے۔ بچے کے ہاتھ اور پانون کے واسطے حکومت عدل ہے بشرطیکہ وہ چلتا اور نہ بیٹھتا ہو اور نہ ان دونون کو
حرکت دیتا ہو اور اگر حرکت دیتا ہو تو دونون کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ لنگڑا پانون
کاٹ ڈالنے مین حکومت عدل ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر نصف ساق سے پانون کاٹ ڈالا تو قدم
کی دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کسی کی ران توڑ ڈالی پھر وہ اچھا ہوگیا
اور ران سیدھی ہوگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُسپر حکومت عدل
واجب ہوگی۔ اور ابو سلیمان رح نے امام محمدؒ سے کتاب الحج مین روایت کی کہ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے
دوسرے کی ہڈی ہاتھ یا پانون وغیرہ کی توڑ ڈالی اور وہ اچھا ہوگیا اور جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا تو اسمین دیت نہین
ہے اور اگر اُسمین نقصان یا کجی رہگئی ہے تو کجی کے نقصان کے حساب سے اُسمین دیت ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور پسلی
مین اور ہنسلی مین حکومت عدل واجب ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور پستان مرد مین حکومت عدل ہے اور مرد کی پستان کی
بونڈی مین بہ نسبت پستان کے کم حکومت عدل ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور مرد کی ایک پستان مین اُسکا نصف ہے۔
یہ محیط مین ہے۔ اور عورت کی چھاتیون مین دیت ہے اور اسی طرح اُسکی چھاتی کی بونڈیون مین بھی اور ایک چھاتی مین
نصف دیت ہے اور کتب ظاہرہ مین یہ نہین پایا گیا کہ اگر عورت کی چھاتی عمداً کاٹی جاوے خواہ وہ نابالغہ ہو یا بالغہ ہو
قصاص واجب ہوتا ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور خنثی کی چھاتیون مین امام اعظم رح کے نزدیک وہی ہے جو عورت کی چھاتی
کے واسطے ہے اور صاحبین رح کے نزدیک عورت کی چھاتی اور مرد کی چھاتی کا نصف واجب ہوگا یہ سراج الوہاج
مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کی پیٹھ مین ایسی ضرب لگائی جس سے وہ جماع سے عاجز ہوگیا یا کبڑا ہوگیا تو جان کی دیت
واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر جماع سے عاجز نہوا اور نہ کبڑا ہوا پس اگر جراحت کا اثر باقی رہا
تو اُسمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسمین چوٹ کا اثر نہو تو کچھ واجب نہوگا اور صاحبین رح نے
فرمایا کہ طبیب کی اجرت واجب ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ عورت کا سینہ اگر توڑ دیا اور وہان سے منی کی آمد منقطع ہوگئی
تو دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ ذکر مین پوری دیت واجب ہوگی اور خصی کے ذکر کے واسطے ہمارے نزدیک
حکومت عدل ہے خواہ اُسمین جنبش ہو یا نہو خواہ وہ جماع پر قادر ہو یا نہو اور عنین کے ذکر مین بھی یہی حکم ہے اور
بوڑھے آدمی کے ذکر مین یہ حکم ہے کہ اگر وہ جماع پر قادر نہو تو اُسکا حکم مثل عنین و خصی کے ذکر کے ہے یہ ذخیرہ مین
ہے۔ اگر حشفہ کاٹ ڈالا تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ باقی ذکر بھی کاٹ ڈالا پس اگر اول زخم سے صحت
پانے سے پہلے کاٹا ہے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا اُسنے ایک مرتبہ پورا ذکر کاٹ ڈالا
ہے اور اگر درمیان مین اچھا ہوگیا ہو تو حشفہ کے واسطے پوری دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی
یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور دونون خصیون مین پوری دیت ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر تندرست آدمی کے خصیے اور ذکر
دونون خطا سے کاٹے پس اگر پہلے ذکر کاٹا ہو تو اسمین دو دیت ہونگی۔ اور اگر پہلے دونون خصیے کاٹے پھر ذکر
کاٹا تو خصیون کی پوری دیت واجب ہوگی اور ذکر مین حکومت عدل ہوگی اور اگر دونون کو ران کی طرف سے

ایکبارگی کاٹ ڈالا ہو تو اُسپر دو دیت واجب ہونگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک خصیہ کاٹ ڈالا اور اُسکی منی منقطع
ہوگئی تو اُسمین دیت واجب ہوگی اور یہ بات معلوم نہوگی الا اُس صورت مین کہ جنایت کرنے والا ایسا اقرار کرے یہ
خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر دونون چوتڑ خطا سے کاٹ ڈالے تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک مین آدھی دیت
واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص کے پیٹ مین نیزہ مارا اور ایسا ہوگیا کہ اُسمین کھانا نہین ٹھہر سکتا ہے
تو اُسمین دیت واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر مقعد مین نیزہ وغیرہ مارا اور ایسا ہوگیا کہ اُسکے جوف مین کھانا
نہین ٹھہر سکتا ہے تو پوری دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر ایسا زخم لگایا جس سے پیشاب کا استمساک نہین ہوسکتا ہے
بلکہ جاری رہتا ہے تو اسمین دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر ایک عورت کی فرج کاٹ ڈالی
اور ایسی ہوگئی کہ اُس سے جماع نہین ہوسکتا ہے تو اُسمین دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک عورت کو
مارا جس سے وہ صدمہ اُٹھا کر مستحاضہ ہوگئی تو ایک سال تک انتظار کیا جائیگا پس اگر اچھی ہوگئی تو خیر ورنہ دیت
کا حکم دیا جائیگا اور پیشاب جاری ہوجانے کے مسئلہ مین بھی ایک سال تک انتظار واجب ہے بخلاف پیٹ مین نیزہ
مارنے کے مسئلہ کے یہ محیط مین ہے۔ اگر عورت کا سوراخ پیشاب و مقعد ایک کردیا کہ وہ پیشاب نہین روک سکتی ہے
تو دیت واجب ہوگی اور اگر رُکتا ہو تو جائفہ ہوگی پس تہائی دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔
ایک شخص نے ایسی نابالغہ سے جو لائق جماع نہین ہے جماع کیا پس وہ مرگئی پس اگر وہ نکاحی نہو اجنبی ہو تو زانی کا
کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر منکوحہ ہو تو مددگار برادری پر دیت اور شوہر پر مہر واجب ہوگا یہ
خلاصہ مین ہے۔ ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے جسکا سن اسقدر ہے کہ ایسی
عورت سے جماع کیا جاتا ہے جماع کیا اور وہ اس حرکت سے مرگئی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور امام ابویوسف نے فرمایا
کہ اگر اپنی جورو سے جماع کیا اور اُسکی آنکھ جاتی رہی یا اُسکا مقام پیشاب و مقعد کا سوراخ ایک کردیا پس وہ مرگئی
تو وہ ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اس سب مین ضامن ہوگا سوائے پیشاب گاہ و مقعد کا سوراخ ایک
کردینے اور جماع سے مرنے کے کہ اس صورت مین ضامن نہوگا اور فرمایا کہ یہی امام اعظم کا قول ہے اور ہشام نے امام محمد
سے یہ بھی روایت کی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ یہی امام ابویوسف رح کا قول ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ فقیہ ابونصر الدبوسی سے
روایت ہے کہ اگر اجنبیہ عورت کو اُٹھایا اور وہ گر پڑی جس سے اُسکا پردہ بکارت زائل ہوگیا تو اُٹھانے والے پر
اُسکا مہر مثل واجب ہوگا اور اُسکو تعزیر دیجائیگی اور ابوحفص سے روایت ہے کہ مرد مذکور پر اُسکے مال سے مہر
واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر اپنی عورت کو اُٹھایا اور ہنوز اُسکے ساتھ دخول نہین کیا ہے پس اُسکی بکارت زائل
ہوئی پھر اُسکو طلاق دی تو نصف مہر واجب ہوگا اور اگر غیر کی جورو کو اُٹھایا اور اُسکا پردہ زائل ہوا پھر اُس سے
نکاح کیا اور اُسکے ساتھ دخول کیا تو دو مہر واجب ہونگے یہ محیط مین ہے

فصل۔ شجاج کے بیان مین۔ قال المترجم شجاج جمع شجہ کی ہے اور اصطلاح فقہا مین شجہ سے مراد وہ ہے
جو کتاب مین فرمایا کہ شجہ کی جگہ سر اور چہرہ تا ٹھوڑھی ہے اور ٹھوڑھی سے نیچے شجہ کی جگہ نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین
ہے۔ اور دونون جبڑے ہمارے نزدیک چہرہ مین داخل ہین یہ ہدایہ مین ہے۔ شجاج دس ہوتے ہین خارصہ
وہ ہے جو کھال کو خرص کرے یعنے چھیلے اور خون برآمد نہو۔ دامعہ جس سے خون چھلک آوے مگر نہ بہے جیسے آنکھ

مین آنسو ڈبڈباتے ہین - دامیہ جس سے خون بہے - باضعہ جس سے کھال کٹ جاوے - متلاحمہ جو گوشت مین پہونچ گیا ہو - سمحاق جو سمحاق تک پہونچا ہو اور سمحاق ایک باریک کھال سر کی ہڈی اور گوشت کے درمیان ہی - موضحہ جس سے ہڈی کھل جاوے - ہاشمہ جو ہڈی کو توڑدے - منقلہ جو ہڈی توڑنے کے بعد اُسکو جگہ سے بے جگہ کردے - آمہ جو ام الراس تک پہونچ جاوے اور ام الراس اُس ہڈی کو کہتے ہین جسمین بھیجا رہتا ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور ایک جائفہ ہی جو کھال پھاڑ کر دماغ تک پہونچ جاوے اور اسکو امام محمد رح نے ذکر نہین فرمایا ہی اسواسطے کہ ایسے زخم سے آدمی زندہ نہین رہتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور سوائے موضحہ کے دوسرے شجون مین قصاص نہین ہی اور یہ حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی اور بنا بر ظاہر الروایۃ کے موضحہ سے کم مین بھی قصاص ہوتا ہی اسکو امام محمد رح نے اصل مین ذکر فرمایا ہی اور یہی اصح ہی کذا فی التبیین - اور اسی کو عامہ مشائخ نے اختیار کیا ہی یہ محیط مین ہی - اور زخم موضحہ مین قصاص واجب ہوتا ہی جبکہ عمداً ہو یہ تبیین مین ہی - اور جو شجاج موضحہ سے بڑھکر ہین اُنمین بالاجماع قصاص نہین ہی اگرچہ عمداً ہون جیسے ہاشمہ و منقلہ یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - اور جن شجاج مین ہمنے ذکر کیا کہ قصاص نہین ہی انکے عمداً و خطاءً دونون کا یکسان حکم ہی - پس اُن زخمون کے عمداً ہونے کی صورت مین جو واجب ہی وہی بخطا ہونے کی صورت مین واجب ہی یہ محیط مین ہی - اور موضحہ مین اگر خطا سے ہو تو دیت کا بیسوان حصہ واجب ہوگا اور ہاشمہ مین دیت کا دسوان حصہ اور منقلہ مین دسوان حصہ و بیسوان حصہ واجب ہوگا اور آمہ کے واسطے تہائی دیت اور جائفہ کے واسطے تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر وار پار ہو جاوے تو دو جائفہ ہونگے پس دو تہائی دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہی اور ان سب مین اگر اچھا ہو جاوے اور اُسکا کچھ اثر باقی نرہے تو کچھ واجب نہوگا لیکن امام محمد رح کے نزدیک اچھے ہونے تک جسقدر اُسنے خرچ کیا ہی وہ واجب ہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص کو منقلہ زخم پہونچایا اور وہ اچھا ہو گیا مگر بعد اچھے ہونے کے اُسکا کچھ اثر رہگیا اگرچہ قلیل ہی رہگیا ہو تو بھی منقلہ کا ارش واجب ہوگا اسواسطے کہ ارش جب واجب ہوتا ہی تو وہ ساقط نہین ہوتا ہی جب تک کہ سبب وجوب بالکل زائل نہو جاوے یہ محیط مین ہی - اور اسی پر فتوے ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور چھ شجے جو موضحہ سے اول مذکور ہوے ہین اگر بخطا ہون تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اور حکومت عدل کی تفسیر مین مشائخ رح نے اختلاف کیا ہی طحاوی رح نے فرمایا کہ اسکا طریقہ یہ ہی کہ اُسکو مملوک فرض کرکے اس زخم کے ساتھ اُسکی قیمت اندازہ کیجاوے اور بدون اس زخم کے اندازہ کیجاوے پس اگر تفاوت قیمت اصل قیمت کا بیسوان حصہ ہو تو دیت کا بیسوان حصہ واجب ہوگا اور اگر چالیسوان حصہ ہو تو چالیسوان حصہ دیت واجب ہوگا اور اسی پر فتوے ہی یہ کافی مین ہی - اور زخم آمہ سوائے سر کے یا سوائے چہرہ کے ایسی جگہ جہان سے دماغ تک پہونچ جاوے کہین نہین ہوتا ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کے کان مین نیزہ مارا جو دوسرے کان سے نکل گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسمین حکومت عدل واجب ہی اور اگر منھ مین نیزہ مارا اور وہ دماغ مین جا نکلا حتے کہ منھ سے دماغ تک سوراخ ہو گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسمین حکومت عدل ہی اور اگر دماغ سے کھوپڑی تک سوراخ ہو گیا تو دماغ سے کھوپڑی تک کیواسطے تہائی دیت واجب ہوگی - اور اگر کسی شخص کی آنکھ مین نیزہ یا تیر مارا اور اُسکی گُدی کی طرف سے نکلا تو آنکھ کے واسطے نصف دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر دماغ تک پہونچکر کھوپڑی سے پار ہو گیا ہو

تو اُنکے واسطے نصف دیت اور وہان سے دماغ تک کے واسطے حکومت عدل اور دماغ سے ٹھوڑی تک کے واسطے تہائی دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جو جراحات سر و چہرہ کے سوائے دوسری جگہ ہون پس اگر اُنسے ہڈی کھل گئی یا ٹوٹ گئی تو حکومت عدل واجب ہوگی بشرطیکہ اُنکا اثر باقی رہا ہو اور اگر اُس جراحت کا اثر باقی نہ رہا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ظالم پر کچھ واجب نہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک مجروح تے اچھے ہونے تک جو کچھ خرچ کیا ہے وہ واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جائفہ وہ ہے جو جوف تک پہونچے جیسے جوف شکم یا پشت یا سینہ یا جو گردن سے ایسی جگہ تک پہونچے کہ وہان اگر شراب پہونچے تو شراب پہونچنے سے مفطر ہو جاوے تو یہ سب جائفہ ہے اور اُس سے اوپر جائفہ نہین ہے اور دونون ہاتھون اور دونون پاؤن وران و منہ و سر مین جائفہ نہین ہوتا ہے اور اگر خصیے اور ذکر کے درمیان زخم لگے یہان تک کہ جوف تک پہونچ جاوے تو وہ جائفہ ہے۔ یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور شجہ کا قصاص اسطرح لیا جائیگا کہ شجہ کی مساحت طول و عرض کے موافق قصاص لیا جائیگا پس اگر مقدم سر یا موخر سر یا درمیان مین یا سر کے دونون پہلو مین کسی طرف ہو تو زخم کرنے والے کے بھی سر مین سے اسی جگہ سے اتنا ہی زخم کردے۔ اور اگر زید نے عمرو کے سر مین موضحہ زخم لگایا جس سے عمرو کے ہر دو کنارہ سر کے بیچ کی ہڈی کھل گئی اور اسقدر طول و عرض کا زخم زید کا سر مین ہر دو کنارہ تک نہین پڑتا ہے یعنے زید کا سر بہت بڑا ہے تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے اُس سے قصاص لے اور جس کنارے سے چاہے زخم لگانا شروع کرے یہانتک کہ اُسکے ہر دو کنارہ سر کے بیچ مین جہان عمرو کے زخم لگا ہے اپنے زخم کے برابر جہان تک پہونچ سکے لگاتا جاوے پھر جہانتک طول مین اُسکا زخم تھا اگرچہ ہر دو کنارہ تک نہ پہونچا ہو لیکن آیندہ باز رہے اور چاہے قصاص چھوڑکر اُس سے دیت لے لے اور اگر عمرو کا زخم زائد ہو اور زید کا سر چھوٹا ہو کہ ہر دو کنارہ سر زید سے مقدار مساحت زخم عمرو کے زائد ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے ارش لے لے اور چاہے زید کے ہر دو کنارہ سر کے بیچ مین جسقدر وسعت ہے اُسقدر قصاص لے لے اور اس سے زیادہ نہین بڑھا سکتا ہے اگرچہ عمرو کا زخم طول و عرض مین زائد ہے۔ اور اگر زخم مذکور عمرو کے سر کے طول مین ہو اور وہ زید کے سر مین پیشانی سے گدی تک پہونچتا ہو تو چاہے ارش لے لے یا زید کے سر مین سے اُسی جگہ تک جہان عمرو کے زخم آیا ہے قصاص لے اور اس سے زیادہ نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر عمرو کے سر مین پیشانی سے گدی تک ہووے اور زید کے سر مین اِسکے نصف ہی تک پہونچتا ہو تو عمرو کو اختیار ہے چاہے ارش لے لے یا جہانتک طول مین اُسکا زخم زید کے سر مین پہونچ سکے وہانتک قصاص لے لے اور جس جانب سے چاہے زخم دینا شروع کرے یہ ذخیرہ مین و محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص کے سر مین بیس موضحہ زخم لگائے پس اگر درمیان مین اچھا نہوتا گیا ہو تو پوری دیت تین سال مین واجب ہوگی اور اگر درمیان مین اچھا ہوتا گیا ہو تو پوری دیت ایک سال مین واجب ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص کے موضحہ زخم لگایا پس اُسکی عقل جاتی رہی یا پورے سر کے بال گر گئے پھر نہ جمے تو موضحہ کا ارش دیت مین داخل ہو جائیگا اور ان دونون کے سوائے ارش موضحہ دیت مین داخل نہین ہوا ہے۔ اور اگر کوئی حصہ بالون کا یا بہت کم کسی قدر بال گر گئے تو اُسپر موضحہ کا ارش واجب ہوگا اور بالون کی دیت اُسمین داخل ہوگی اور یہ اُسوقت ہے کہ اُسکے سر کے بال نہ جمے ہون اور اگر موافق سابق کے جم آئے ہون تو اُسپر کچھ لازم نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کی بھون مین

موضحہ زخم لگایا اور بال گرگئے اور پھر نہ جمے تو اُسپر آدھی دیت واجب ہوگی اور موضحہ کا ارش اسمین داخل ہوجائیگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر اُسکی سماعت یا بصارت یا کلام کی قوت اس سے جاتی رہی تو اُسپر موضحہ کا ارش معہ دیت کے واجب ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ سماعت و کلام کی دیت مین زخم مذکور داخل ہوجائیگا اور بصارت کی دیت مین داخل نہوگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے عمداً دوسرے کو موضحہ زخم پہونچایا جس سے اُسکی آنکھین جاتی رہین تو امام اعظم رح کے نزدیک اسمین کچھ قصاص نہین ہی اور دونون آنکھون کی دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ موضحہ کا قصاص ہوگا اور آنکھون کی دیت واجب ہوگی اور ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ موضحہ اور دونون آنکھون کا قصاص واجب ہوگا یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص اصلع جسکے سر کے بال بوڑھاپے سے جاتے رہے تھے اُسکو ایک شخص نے عمداً موضحہ زخم پہونچایا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قصاص نہوگا اور مجرم پر ارش واجب ہوگا اور اگر مجرم نے کہا کہ مین راضی ہوتا ہون کہ مجھسے قصاص لیا جاوے تو یہ نہین ہوسکتا ہی اور اگر مجرم بھی اصلع ہو تو اُسپر قصاص لازم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ واقعات ناطفی مین ہی کہ اصلع کا موضحہ بہ نسبت موضحہ غیر اصلع کے ناقص ہوتا ہی تو ارش بھی ناقص ہوگا اور ہاشمہ مین دونون برابر ہین۔ منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے اصلع کے سر مین خطا سے موضحہ زخم پہونچایا تو خطاکار پر موضحہ کے ارش سے کم مال اُسکے مال سے واجب ہوگا اور اگر ہاشمہ زخم پہونچایا تو ہاشمہ کے ارش سے کم مال اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔

نوان باب۔ جنایت کے واسطے حکم کرنے اور جنایات کودکان و اُسکے مناسبات کے بیان مین۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اُسکو قتل کرے پس اُسنے تلوار سے اُسکو قتل کیا تو قصاص نہوگا اور امام اعظم رح سے اصح الروایتین کے موافق دیت بھی واجب نہوگی اور یہی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی اور اگر اُسکو حکم دیا کہ اُسکا ہاتھ کاٹ دے یا اُسکی آنکھ پھوڑ دے پس مامور نے ایسا ہی کیا تو دونون صورتون مین ضمان واجب نہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا ہاتھ اس شرط پر کاٹ دے کہ تو مجھے یہ کپڑا دیدے یا یہ درم دیدے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو اُسپر قصاص واجب نہوگا بلکہ پانچ ہزار درم واجب ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے کو فروخت کیا پس اُسنے قتل کر ڈالا تو قصاص واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ میرے پسر کو قتل کر دے یا اُسکا ہاتھ کاٹ دے حالانکہ وہ نابالغ ہی تو قصاص واجب ہوگا اور امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ انھون نے کہا کہ مین اسمین استحساناً یون حکم دیتا ہون کہ وہ دیت دیگا۔ اور اگر کہا کہ میرے غلام کو قتل کر دے یا اُسکا ہاتھ کاٹ دے پس عمرو نے ایسا ہی کیا تو عمرو پر کچھ واجب نہوگا یہ واقعات حسامیہ مین ہی اور اگر کہا کہ میرے بھائی کو قتل کر دے اور حکم دہندہ اُسکا وارث ہی تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ استحساناً قاتل سے دیت لیجائیگی۔ اور اگر اُسکو حکم کیا کہ اُسکا سر یا چہرہ زخمی کرے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو فاعل پر کچھ واجب نہوگا لیکن اگر وہ مرگیا تو قاتل پر دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر ایک شخص سے کہا کہ میرے باپ کو قتل کر دے اُسنے قتل کر دیا تو قاتل پر واجب ہوگا کہ اُسکے بیٹے کو دیت مقتول ادا کرے اور اگر کہا کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ ڈال اُسنے کاٹا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے آپ کو قتل کر دے اُسنے ایسا ہی کیا تو حکم دہندہ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی کذا فی الظہیریہ اقول وفیہ نظر۔ منتقی مین ہی کہ ایک

شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے اوپر جنایت کر پس اُسنے ایک پتھر پھینک مارا اور اُس سے ایسا زخم آیا کہ ایسے زخم سے آدمی زندہ رہسکتا ہے تو وہ شخص جانی یعنے جنایت کنندہ کہلائیگا قاتل نہ کہلائیگا پھر اگر وہ شخص مجروح مرگیا تو جانی پر کچھ نہوگا۔ اور اگر ایسا زخم آیا جس سے آدمی زندہ نہیں رہتا ہے تو وہ قاتل ہوگا نہ جانی پس مجروح کے مرجانے کی صورت مین اُسپر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر کہا کہ مجھپر کوئی جنایت کر پس مامور نے اُسکو تلوار سے قتل کر ڈالا تو مامور سے قصاص نہ لیا جائیگا اور اُسپر اُسکے مال سے دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے کو حکم دیا کہ فلان شخص کو قتل کر دے اُسنے قتل کیا تو قتل کنندہ کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری یہ مال حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر مامور کوئی غلام ہو تو اُسکے مولے سے جو کچھ تاوان دیا ہے وہ حکم دہندہ سے واپس لے لیگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم کیا کہ فلان شخص کو قتل کر دے اُسنے قتل کیا تو لڑکے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری اس مال کو حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر مامور ایک غلام مجحور ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو تو اُسکے مولی کو اختیار دیا جائیگا۔ کہ چاہے اس غلام مجرم کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور جو کچھ اُسنے اختیار کیا بہرحال جو مقدار دونون مین کم ہو خواہ فدیہ یا غلام کی قیمت اُسکو حکم دہندہ کے مال سے واپس لیگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اور اگر بالغ نے دوسرے بالغ کو ایسا حکم دیا تو قاتل پر ضمان واجب ہوگی اور حکم دہندہ پر کچھ نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم دیا کہ فلان شخص کا چوپایہ مار ڈال یا اُسکا کپڑا پھاڑ ڈالنے یا اُسکا کھانا کھا لینے کا حکم دیا اور اُسنے حکم کے موافق کیا تو اُسکا تاوان لڑکے کے مال مین واجب ہوگا اور اس مال تاوان کو حکم دہندہ سے واپس لیگا اور اگر لڑکے نے بالغ کو ان افعال کا حکم دیا اور اُسنے ایسا فعل کیا تو لڑکے پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر غلام ماذون نے کسی لڑکے کو ایک شخص کا کپڑا پھاڑ ڈالنے کا حکم دیا یا لڑکے کو اپنے کسی کام مین لگایا۔ جس سے وہ مرگیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ حکم دہندہ ضامن ہوگا اور اگر اُسنے لڑکے کو کسی شخص کے قتل کا حکم دیا اور اُسنے قتل کیا تو حکم دہندہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ غلام ماذون نے جو صغیر ہے یا کبیر ہے کسی غلام مجحور یا ماذون کو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو ایک شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور مامور نے قتل کر دیا اور مولی کو اختیار دیا گیا کہ مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے تو مولی اُسکی فدیہ و قیمت دونون مین سے کم مقدار کو حکم دہندہ کے رقبہ سے وصول کر لیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر حکم دہندہ غلام مجحور ہو اور مامور بھی ایسا ہی ہو اور قاتل کے مولی نے اُسکا دینا یا اُسکا فدیہ دینا کچھ اختیار کیا تو مولے اس مال تاوان کو حکم دہندہ سے فی الحال واپس نہیں لے سکتا ہے ولیکن مجحور مذکور کے آزاد ہونے کے بعد اُس سے مواخذہ کر سکتا ہے اور اگر اس صورت مین حکم دہندہ نابالغ ہو تو بعد آزاد ہونے کے بھی اُس سے مواخذہ نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر مامور آزاد صغیر ہو اور حکم دہندہ غلام مجحور ہو تو نابالغ کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور مددگار برادری کے لوگ اسکو مجحور کے مولے سے فی الحال یا مجحور سے بعد آزاد ہونے کے واپس نہیں لے سکتے ہین یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ مکاتب صغیر یا کبیر نے غلام مجحور یا ماذون کو جو صغیر ہے یا کبیر ہے کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اُسنے قتل کیا اور مولے نے

اُسکو یا اُسکا فدیہ دیدیا تو مکاتب سے اُسکی قیمت واپس لیگا لیکن اگر اُسکی قیمت دس ہزار درم سے زائد ہو تو اس
صورت مین دس ہزار درم مین سے دس درم کم کر کے واپس لیگا اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا تو مولا سے قاتل کو مولا سے
مکاتب سے مطالبہ کا اختیار ہوگا اور مطالبہ کریگا کہ اسکو فروخت کرے۔ اور اگر عاجز ہونے کے بعد یا اُس سے پہلے
وہ آزاد کیا گیا تو مولا سے قاتل کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کنندہ سے اس غلام کی قیمت اور اپنے غلام کی قیمت دونون
مین سے کم مقدار کو لے یا غلام آزاد شدہ سے اپنے غلام کی پوری قیمت واپس لے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر حکم
دہندہ مکاتب نابالغ یا بالغ ہو اور مامور قاتل طفل آزاد ہو تو طفل کی مددگار برادری پر مقتول کی دیت واجب ہوگی
اور اُسکی مددگار برادری مکاتب سے اُسکی قیمت اور دیت سے کم مقدار واپس لیگی اسواسطے کہ یہ حکماً جنایت مکاتب ہے یہ
شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اور اگر مکاتب عاجز ہو کر رقیق ہو گیا پس اگر قبل اسکے کہ قاضی مددگار برادری کے واسطے اُسکی
قیمت کا حکم دے ایسا ہوا ہو تو مددگار برادری کا استحقاق مکاتب سے باطل ہو گیا اور اگر مکاتب کی قیمت مددگار برادری کو
دینے کا حکم قاضی کی طرف سے ہو جانے کے بعد ادا کرنے سے پہلے مکاتب عاجز ہو گیا تو امام اعظم رح کے قول کے موافق
فی الحال مددگار برادری کا مواخذہ کا استحقاق باطل ہوا اور اسقدر تاخیر ہوئی کہ وہ لوگ مکاتب مذکور کے آزاد ہو جانے کے
بعد اُس سے مواخذہ کر سکتے ہین اور صاحبین رح کے نزدیک باطل نہوگا بلکہ فی الحال اُس مکاتب عاجز شدہ کو ماخوذ کر سکتے
ہین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قاضی کا حکم ہو جانے کے بعد تھوڑا مکاتب نے ادا کیا پھر عاجز ہو گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جسقدر
ادا کیا ہے وہ مددگار برادری کو دیا ہوا رہیگا اور جسقدر نہین ادا کیا ہے اُسکا استحقاق فی الحال باطل ہوگا اور صاحبین رح کے
نزدیک باطل نہوگا بلکہ باقی کے واسطے مکاتب عاجز شدہ فی الحال فروخت کیا جائیگا الا اُس صورت مین فروخت نہوگا کہ
مولی اُسکا فدیہ دیدے یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اور اگر اُسپر قاضی نے اُسکی قیمت کا حکم دیدیا پھر مولی نے عاجز
ہونے کے بعد اُسکو آزاد کر دیا تو قاتل کی مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے مکاتب مذکور کے مولی سے فقط اُسکی قیمت دریا
لے اور باقی کو آزاد شدہ سے لے سکتے ہین اور چاہے غلام آزاد شدہ سے پوری ضمان لین اور یہ جو مذکور ہوا کہ مددگار
برادری کو غلام سے یا اُسکے مولے سے تاوان لینے کا اختیار ہے یہ صاحبین کا قول ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک مددگار
برادری کو مولی سے تاوان لینے کا اختیار نہین ہے اسواسطے کہ اُنکو غلام سے فی الحال تاوان لینے کا اختیار جب نہوا تو مولی نے
غلام مدیون کو آزاد نہین کیا پس ضامن نہوگا اور اگر وہ عاجز نہوا بلکہ ادا کر کے آزاد ہو گیا اور یہ امر اُسوقت ہوا کہ قاضی اُسپر
قیمت کا حکم دیچکا ہے یا اُس سے پہلے ہوا تو مددگار برادری فی الحال اُس سے قیمت لے لیگی لیکن وہ لوگ اُس سے
اسطرح قیمت وصول کرینگے جسطرح اُنھون نے ادا کی ہے یعنے اُنھون نے تین سال مین ہر سال مین تہائی دیت ادا کی ہے
اسی طرح مکاتب آزاد شدہ سے تین سال مین ہر سال مین تہائی قیمت واپس لے سکتے ہین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر حکم دہندہ
اور جسکو حکم دیا ہے دونون مکاتب ہون تو قاتل پر ضمان واجب ہوگی اور مامور سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ شرح زیادات
عتابی مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ اُسکے غلام کو ایک کوڑا مارے اُسنے ایک کوڑا مارا اور اُسکے سر کو موضحہ
زخم سے زخمی کیا یا اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے وہ مر گیا تو مارنے والے سے نصف جنایت نفس ساقط ہو گئی اور نصف
جنایت نفس کی دیت اُسکے ذمہ واجب ہوگی یہ مختصر جامع کبیر مین ہے۔ ایک شخص کا ایک غلام ہے اُسنے زید کو حکم دیا کہ اسکو ایک
کوڑا مارے اُسنے غلام کو دو کوڑے مارے پھر مولی نے اُسکو ایک کوڑا مارا پھر خالد نے اُسکو ایک کوڑا مارا پھر ان سب سے

وہ مرگیا تو زید کی مددگار برادری پر دوسرے کوڑے کا ارش ایک کوڑا کھائے ہوے کے حساب سے واجب ہوگا اور اُسکی
قیمت کا چھٹا حصہ واجب ہوگا مگر قیمت اسطرح اندازہ کیجاوے کہ چار کوڑے کھائے ہوے کی کیا قیمت ہی پس جسقدر
قیمت ایسے زخمی کی باندازہ کیجاوے اُسکا چھٹا حصہ واجب ہوگا اور خالد کی مددگار برادری پر چوتھے کوڑے کا ارش
بدین حساب کہ تین کوڑے کھاے ہوے ہی واجب ہوگا اور چار کوڑے کھاے ہوے کی قیمت کی تہائی واجب
ہوگی اور اسکے سواے سب باطل ہوگا اور اگر زید نے اُسکو تین کوڑے مارے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اسمین
بھی یہی حکم ہی لیکن زید کی مددگار برادری پر تیسرے کوڑے کا ارش بھی واجب ہوگا اور خالد پر پانچوین کوڑے
کا ارش بحساب چار کوڑے کھاے ہوئے کے واجب ہوگا اور پانچ کوڑے کھائے ہوے کی تہائی قیمت واجب
ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر ایک غلام زید و عمرو کے درمیان مشترک ہو پھر مثلاً زید نے عمرو کو حکم دیا کہ اسکو ایک
کوڑا مارے اُسنے ایک کوڑا مارا پھر دو کوڑے مارے پھر ضارب نے اُسکو آزاد کر دیا پھر اُسکے ایک کوڑا مارا پھر ان سب
سے وہ مرگیا تو عمرو پر دوسرے کوڑے کے مارنے کا ارش ایک کوڑا کھاے ہوے کا اپنے مال سے واجب ہوگا اور
نیز اگر وہ خوشحال ہو تو اُسکی نصف قیمت دو کوڑے کھاے ہوے کے حساب سے اپنے شریک کے واسطے ضمان
دیگا اور اسپر تیسرے کوڑے کا ارش بھی دو کوڑے کھائے ہوے کا اپنے مال سے واجب ہوگا اور اپنے مال سے اُسکی
نصف قیمت بحساب تین کوڑے کھاے ہوے کے واجب ہوگی اور باوجود اس سب کے آزاد کرنے والا دو نصف
جسکا حالہ شریک کے واسطے ہی وصول کریگا اور باقی وارثان غلام کو ملیگی اور اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو اسمین سے آزاد
کرنے والا کچھ وارث نہوگا اور جو شخص آزاد کرنے والے کے عصبات مین سب سے قریب ہو وہ وارث ہوگا اور اگر
آزاد کرنے والا تنگدست ہو تو مارنے والے پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اُسکے مال سے ایک کوڑا کھاے ہوے
کے حساب سے واجب ہوگا اور اُسکی مددگار برادری پر تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوے کے
واجب ہوگا اور اُسکی نصف قیمت تین کوڑے کھائے ہوے کے حساب سے واجب ہوگی اور جس مولے نے اُسکو
آزاد نہین کیا ہی وہ اسمین سے نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوے کے لے لیگا اور جو باقی رہا اُسمین سے
نصف وہ مولی لے لیگا جسنے آزاد نہین کیا ہی اور نصف آزاد کنندہ کے عصبہ کو ملیگی یہ مختصر الجامع مین ہی۔ ایک غلام
دو شخصوں مین مشترک ہی انمین سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اِسکو ایک کوڑا مار اور اگر تو نے زیادہ کیا تو وہ
آزاد ہی پس مامور نے اُسکو تین کوڑے مارے اور وہ اس سب سے مرگیا تو مارنے والے پر دوسرے کوڑے کا نصف
ارش بحساب ایک کوڑا کھائے ہوے کے اُسکے مال سے واجب ہوگا اور آزاد کنندہ پر اگر خوشحال ہو اپنے شریک
کے واسطے اُسکی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگی اور مارنے والے پر تیسرے
کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور اُسکی نصف قیمت بحساب تین کوڑے کھائے
ہوئے کے واجب ہوگی اور یہ اُسکی مددگار برادری پر ہوگا پس اولیاء غلام اسکو وصول کر لینگے اور اسمین سے
آزاد کنندہ اسقدر لے لیگا جسقدر اُسنے تاوان دیا ہی اور باقی وارثان غلام مین مشترک ہوگی اور اگر اُسکا کوئی وارث
نہو تو جسنے شرطیہ قسم سے اُسکو آزاد کیا ہی وہ وارث ہوگا اور اگر آزاد کنندہ تنگدست ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور
مارنے والے پر جیسا ہمنے بیان کیا ہی ضمان واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اور تیسرے کوڑے کا ارش واجب ہوگا

کذا فی مختصر الجامع اور اسمین سے نصف اسکے مال مین سے اور نصف اُسکی مددگار برادری سے لیا جائیگا پھر اسمین سے مارنے والا غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے مارے ہوے کے لے لیگا اور پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان غلام کو ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو اُسکا نصف مولاے آزاد کنندہ اور باقی مارنے والے کے قریب عصبہ کو ملیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی کذا فی مختصر الجامع اور اگر مسئلہ مذکورہ بحالہ ہو پھر حکم دہندہ نے اُسکو ایک کوڑا مارا پھر ایک اجنبی نے اُسکو ایک کوڑا مارا اور ان سب سے وہ مر گیا تو مامور پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اسکے مال سے بحساب ایک کوڑا کھائے ہوے کے اپنے شریک کے واسطے واجب ہوگا اور مامور کی مددگار برادری پر بشرطیکہ آزاد کنندہ خوشحال ہو تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگا اور اسکی قیمت کا چھٹا حصہ بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگا اور حکم دہندہ پر چوتھے کوڑے کا ارش بحساب تین کوڑے کھائے ہوے کے اور تہائی حصہ قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوے کے اسکے مال سے واجب ہوگا اور اجنبی کی مددگار برادری پر پانچوین کوڑے کا ارش بحساب چار کوڑے کھائے ہوے کے اور تہائی قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگی اور اجنبی کی مددگار برادری اور حکم دہندہ اور مامور سے جو کچھ وصول کیا گیا ہی وہ غلام کا ہوگا اور مامور اپنے حکم دہندہ سے غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوے کے لیگا اور حکم دہندہ اسقدر مال کو مال غلام سے واپس لیگا۔ اور جو کچھ غلام کا مال باقی رہا وہ عصبات حکم دہندہ کو ملیگا۔ بشرطیکہ غلام کا کوئی عصبہ نہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر حکم دہندہ تنگدست ہو تو مامور پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اسکے مال سے واجب ہوگا اور تیسرے کوڑے کا ارش اور چھٹا حصہ قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگا جسمین سے نصف اُسکے مال پر اور نصف اُسکی مددگار برادری کے اوپر ہوگا اور حکم دہندہ پر وہی واجب ہوگا جو ہمنے اسکے خوشحال ہونے کی حالت مین بیان کر دیا ہی لیکن یہ اُسکی مددگار برادری سے وصول کیا جائیگا اور اجنبی پر وہی واجب ہوگا جو ہمنے بیان کر دیا ہی اور مامور اسمین سے غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوے کے لیگا اور جو باقی رہا وہ دونون مولاؤن کے عصبات کو ملیگا یہ مختصر الجامع الکبیر مین ہی۔ اور عیون مین ہی کہ اگر ایک شخص نے دو آدمیون سے کہا کہ تم دونون میرے اس مملوک کو سو کوڑے مارو تو دونون مین سے ایک کو یہ اختیار نہین ہی کہ پورے سو کوڑے مارے اور اگر ایک نے اُسکو ننانوے (۹۹) کوڑے مارے اور دوسرے نے فقط ایک کوڑا مارا تو قیاساً زیادہ مارنے والا ضامن ہوگا اور استحساناً ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو ایک ہتھیار دیدیا تاکہ لیے رہے اور اس سے لڑکا ہلاک ہو گیا تو دینے والے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے اسکو لیے رہ تو بھی مختار یہی ہی کہ وہ ضامن ہوگا اور اگر کسی لڑکے کو ہتھیار دیدیا اور اُسنے اپنے آپ کو یا دوسرے کو ہلاک کیا تو بالاجماع دینے والا ضامن نہوگا کذا فی الخلاصہ اور قولہ اور اُس سے لڑکا ہلاک ہو گیا اس قول سے یہ مراد نہین ہی کہ لڑکے نے اپنے تئین قتل کر ڈالا کیونکہ اس صورت مین دینے والے پر ضمان نہین ہی بلکہ اس سے یہ مراد ہی کہ وہ ہتھیار لڑکے کے ہاتھ سے اُسکے بعض اعضا پر گرا جس سے وہ ہلاک ہو گیا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک لڑکے مجور سے یہ کہا کہ تو اس درخت پر چڑھکر میرے واسطے اسکے پھل توڑ دے پس وہ لڑکا چڑھا اور وہان سے گر کر ہلاک ہو گیا تو حکم دہندہ کی مددگار برادری

لڑکے مذکور کی دیت واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر اُسکو اپنے واسطے کسی بوجھ اُٹھانے یا لکڑی توڑنے کا حکم دیا ہو تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر طفل مذکور سے یون کہا کہ اس درخت پر چڑھ جا اور پھل توڑ اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے توڑ دے اور لڑکے نے ایسا ہی کیا اور ہلاک ہوا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ ضامن ہوگا خواہ اُسنے یہ کہا ہو کہ میرے واسطے توڑ دے یا فقط یہ کہا ہو کہ پھل توڑ یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور جامع صغیر مین لکھا ہی کہ اگر دوسرے شخص کے غلام سے کہا کہ اس درخت پر چڑھکر پھل توڑ تاکہ تو کھاوے اور اُسنے ایسا کیا اور گر کر ہلاک ہوگیا تو کہنے والا ضامن نہوگا اور اگر یون کہا ہو کہ تاکہ مین کھاؤن اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر غیر کے غلام کو لکڑیان توڑنے یا کسی اور کام کے واسطے حکم دیا تو جو نتیجہ اس سے پیدا ہوا اُسکا ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک طفل کو اپنے سواری کے جانور پر چڑھایا اور کہا کہ میرے واسطے اسکو تھامے رہنا اور اس کام کے واسطے اُسکو کوئی راہ نہ تھی پھر وہ جانور پر سے گر پڑا اور مر گیا تو جسنے اُسکو سوار کیا ہی اُسکی مددگار برادری پر طفل مذکور کی دیت واجب ہوگی خواہ طفل مذکور ایسا ہو کہ اتنے بڑے لڑکے سوار ہوتے ہین یا ایسا نہو۔ اور اگر طفل مذکور نے جانور کو چلایا یہانتک کہ اُسکی رفتار مین کوئی آدمی دبکر قتل ہوگیا اور طفل مذکور اُسکو تھامے ہوئے بیٹھا تھا تو مقتول کی دیت طفل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور جسنے چڑھایا اُسکی مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور اگر طفل مذکور ایسا ہو کہ اتنے چھوٹے لڑکے جانور کو نہین چلا سکتے ہین اور نہ بیٹھکر تھام سکتے ہین تو مقتول کا خون ہدر ہوگا اور اگر جانور کی رفتار مین وہ لڑکا اُسکے اوپر سے گر کر مر گیا ہو تو اُسکی دیت سوار کرنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی خواہ جانور کے روان ہونے کے بعد گرا ہو یا پہلے گرا ہو خواہ طفل مذکور ایسا ہو کہ اُسکو تھام سکتا ہو یا نہ تھام سکتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر ایک شخص ایک طفل کو ساتھ لیکر ایک جانور پر سوار ہوا اور لڑکا ایسا ہی کہ نہ چلا سکتا ہی اور نہ اُسپر جم سکتا ہی پھر جانور مذکور نے کسی شخص کو تلف کر دیا تو اُسکی دیت خاصکر مرد مذکور کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اُسی پر کفارہ واجب ہوگا۔ اور اگر طفل مذکور ایسا ہو کہ جانور کو چلاتا ہو اور اُسپر سوار ہوتا ہو تو مقتول کی دیت دونون کی مددگار برادری پر واجب ہوگی پھر طفل کی مددگار برادری اس دیت کو مرد کی مددگار برادری سے واپس لیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ایک غلام نے ایک آزاد طفل کو ایک جانور پر سوار کیا اور طفل مذکور اُسپر سے گر کر مر گیا تو اُسکی دیت غلام کی گردن پر ہوگی کہ مولا سے غلام اُسکو دیگا یا اُسکا فدیہ دیگا اور اگر طفل کے ساتھ غلام بھی اُس جانور پر سوار ہوا اور دونون روان ہوے پھر جانور مذکور نے کسی آدمی کو روند ڈالا اور وہ مر گیا تو طفل کی مددگار برادری پر نصف دیت اور غلام کی گردن پر نصف دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر آزاد بالغ نے ایک غلام صغیر کو جانور پر سوار کیا حالانکہ اتنا بڑا غلام اُسکو چلا سکتا اور تھام سکتا ہی کہ اُسپر جما رہے پھر اُسکو حکم کیا کہ اسپر روان ہو پھر جانور مذکور نے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکی دیت غلام مذکور کی گردن پر ہوگی چاہے اُسکا مولی اس غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پھر اُسکا مولے ارش و اُسکی قیمت سے کم مقدار کو غاصب سے واپس لیگا اور اگر مرد مذکور نے غلام کو چڑھایا حالانکہ ایسا چھوٹا غلام جانور کو نہین چلا سکتا ہی اور نہ اُسپر جمکر بیٹھ سکتا ہی اور جانور مذکور روانہ ہوا اور اُسنے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر وہ جانور وہین کھڑا ہو جہان اُسنے کھڑا کیا ہی تو وہ خالی نہوگا حتے کہ اگر جانور نے اپنے ہاتھ یا لات سے کسی کو مارا یا ملکدم کیا تو غلام صغیر پر کچھ واجب نہوگا اور مقتول

یا مجروح کی ضمان اُس شخص کی مددگار برادری پر واجب ہوگی جسنے اُسکو کھڑا کیا ہو لیکن اگر اُسنے اپنی ملک مین کھڑا کیا ہو تو اُسپر بھی ضمان نہوگی یہ شرح مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک طفل کو دیوار یا درخت پر دیکھکر بلند آواز سے کہا کہ گر نہ پڑنا پھر وہ گرکر مر گیا تو مرد آوازدہندہ ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ گر پڑ اور وہ گرکر مر گیا تو آواز دینے والا اُسکی دیت کا ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک لڑکا اپنے باپ کی گود مین ہے اُسکو ایک غیر شخص نے کھینچا حالانکہ اُسکا باپ اُسکو پکڑے رہا یہانتک کہ اُسکے کھینچنے مین وہ مر گیا تو طفل مذکور کی دیت اُس کھینچنے والے پر ہوگی اور باپ اُسکا وارث ہوگا اور اگر دونون نے اُسکو کھینچا ہو اور وہ مر گیا تو اُسکی دیت دونون پر واجب ہوگی اور باپ اُسکا وارث نہوگا یہ واقعات حسامیہ مین ہے۔ ایک لڑکا پانی مین گرکر یا چھت سے گرکر مر گیا پس اگر ایسا ہو کہ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے تو مان و باپ پر کچھ نہوگا اور اگر اپنی حفاظت خود نکر سکتا ہو تو مان و باپ پر کفارہ واجب ہوگا بشرطیکہ دونون کی گود مین پرورش پاتا ہو اور اگر دونون مین سے ایک کی گود مین پرورش پاتا ہو تو فقط اُسی پر کفارہ واجب ہوگا ایسا ہی شیخ نصیر سے مروی ہے اور شیخ ابو القاسم سے حوج والدین مین یہ منقول ہے کہ اگر دونون نے بچہ کا تعاہد نکیا یہانتک کہ وہ چھت سے گرکر مر گیا یا آگ سے جلکر مر گیا تو دونون پر سواے توبہ و استغفار کے کچھ واجب نہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے یہ اختیار کیا ہے کہ دونون پر کچھ واجب نہوگا اور نہ ایک پر کچھ واجب ہوگا الا اُس صورت مین کہ اُسکے ہاتھ سے گر پڑے اور فتوی اسی پر ہے جیسا فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے کذا فی الظہیریہ اور یہی صحیح ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ بچہ کی مان نے اگر بچہ باپ کے پاس چھوڑ دیا اور چلی گئی حالانکہ وہ بچہ سواے مال کے دوسری عورت کی چھاتی لیتا ہے مگر باپ نے اُسکے واسطے کوئی دائی نہ لگائی یہانتک کہ وہ بھوک سے مر گیا تو باپ گنہگار ہوگا اور اُسپر کفارہ دتوبہ واجب ہے اور اگر وہ دوسری عورت کی چھاتی نہ لیتا ہو اور اُسکی مان یہ بات جانتی ہو تو مان گنہگار ہوگی کیونکہ اُسی نے اُسکو ضائع کیا ہے اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا یہ حکم شیخ نصیر سے مروی ہے اور چاہیے کہ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہو جیسے مسئلہ اولے مین اختلاف ہے یہ محیط مین ہے۔ چھ برس کی لڑکی کو بخار آتا تھا اور وہ آگ کے قریب بیٹھی تھی پھر باپ کے چلے جانے کے بعد اُسکی مان بھی اُسکو چھوڑ کر کسی پڑوسی کے یہان گئی پھر وہ لڑکی جل گئی اور مر گئی تو مان پر دیت واجب نہوگی لیکن اگر اُسکے پاس مال ہو تو مجھے نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان باندی آزاد کر دے ورنہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے اور برابر تاسف و ندامت مین رہے اور استغفار کرتی رہے امید ہے کہ اللہ تعالے اُسکو عفو کر دے اور یہ حکم مستحب ہے اور رہا وجوب کفارہ سو اُسکا حال بیان ہو چکا ہے یعنے کفارہ واجب نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اصل مین ہے کہ اگر کسی شخص نے آزاد بچہ کو غصب کر لیا اور لے گیا اور وہ مر گیا تو اسمین دو صورتین ہین اول آنکہ کسی ایسے سبب سے مر گیا جس سے احتراز و حفاظت ممکن نہین ہے مثلاً اُسکو بخار آنے لگا اور اس صورت مین بالاجماع غاصب پر ضمان نہین ہے اور دوم آنکہ ایسے سبب سے مرا جس سے احتراز و حفاظت ممکن ہے مثلاً وہ قتل کیا گیا یا اُسکے پتھر لگا یا اُسپر دیوار گر پڑی یا آسمان سے بجلی گری اور وہ صدمہ اُٹھا کر مر گیا یا اُسکو سانپ نے کاٹا یا درندے نے پھاڑا یا دیوار یا پہاڑ سے گر پڑا تو ہمارے علماے ثلثہ کے نزدیک غاصب ضامن ہوگا اور اسپر اجماع ہے کہ اگر بچہ مذکور نے اپنے آپ کو قتل کیا تو غاصب پر ضمان نہوگی اور اگر غلام غصب کیا ہو تو بہر حال ضامن ہوگا خواہ ایسے سبب سے مرا جس سے احتراز ممکن ہے یا ایسے سبب سے جس سے احتراز ناممکن ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک طفل غصب کر کے ہلاک کے قریب کر دیا یعنے ایسی چیز مین سے قریب کر دیا جس سے آدمی مر جاتا ہے اور وہ مر گیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی اگر وہ آزاد ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے

اگر طفل مغصوب نے کسی کو قتل کیا تو غاصب پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر طفل کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا گیا ہو
اُسکو طفل نے قتل کرڈالا تو اُسکی مددگار برادری پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر طعام ودیعت رکھا گیا اُسکو طفل نے کھالیا
تو ضامن نہوگا یہ امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین ضامن ہوگا
اور علی ہذا اگر غلام محجور کو مال ودیعت دیا گیا اور اُسنے تلف کردیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک فی الحال وہ ماخوذ نہوگا
اور بعد آزاد ہونے کے اُس سے تاوان مال کا مواخذہ کیا جائیگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ماخوذ ہوگا اور اقراض
و اعارہ و بیع و تسلیم اگر طفل یا غلام محجور کے ساتھ ہو تو اُسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہوگا اور صحیح قول کے موافق یہ اختلاف طفل
عاقل مین ہے حتے کہ غیر عاقل بالاجماع ضامن نہوگا۔ اور اگر بدون ایداع کے کچھ مال تلف کردیا تو ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی
اگر باپ نے بیٹے کو یا وصی نے یتیم کو تادیباً مارا اور وہ مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ ضامن ہوگا اور اگر معلم نے اسکو مارا پس
اگر ان دونون کے بغیر اجازت ہو تو کسی پر ضمان واجب نہوگی۔ اور اگر شوہر نے زوجہ کو تادیباً مارا کہ وہ مرگئی تو ضامن ہوگا اور
باپ پر کفارہ و دیت واجب ہوگی اور ادب سکھلانے والے پر کفارہ واجب ہوگا دیت نہوگی اور شوہر پر کفارہ و دیت دونو
واجب ہونگے یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ والدہ نے اگر اپنے نابالغ فرزند کو تادیب کے واسطے مارا اور وہ مرگیا تو بنا بر
قول امام اعظم رح کے بلاشک والدہ ضامن ہوگی اور صاحبین رح کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ
والدہ ضامن نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے نابالغ فرزند کو تعلیم قرآن مجید
مین مارا اور وہ مرگیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ والد اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اُسکا وارث نہوگا اور امام ابو یوسف رح نے
فرمایا کہ والد اُسکا وارث ہوگا اور ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ پچھنے لگانے والے یا فصد کھولنے والے یا جراح
یا ختنہ کرنے والے نے اگر پچھنے لگائے یا فصد کھولی یا نشتر دیا یا ختنہ کیا اور جسکے ساتھ کیا ہی اُسکی اجازت سے کیا پھر
یہ زخم بجانب نفس سرایت کرگیا اور وہ مرگیا تو ضامن نہوگا کذا فی السراجیہ جراح یا فصد کھولنے والے یا پچھنے لگانے والے
نے اگر مولی کی اجازت سے غلام کے ساتھ یا ولی کی اجازت سے طفل کے ساتھ ایسا کیا اور جراحت بجانب نفس سرایت
کرگئی اور وہ مرگیا تو انمین سے کسی پر ضمان نہوگی اور یہی حکم ختنہ کرنے والے کا ہی اور بلا خلاف یہ لوگ سرایت زخم سے
ضامن نہین ہوتے ہین یہ محیط مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی اگر ختنہ کرنے والے نے باپ کی اجازت
سے اُسکے بیٹے کا ختنہ کیا اور استرہ چل گیا کہ جس سے حشفہ کٹ گیا اور طفل مرگیا تو ختنہ کرنے والے کی مددگار برادری پر
آدھی دیت واجب ہوگی اور اگر طفل زندہ رہا تو ختنہ کرنے والے کی مددگار برادری پر پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط
سرخسی مین ہی۔ اور یہ حکم ایسی صورت مین ہی کہ جب حشفہ کٹ گیا اور طفل مرگیا تو ہمنے ذکر کیا کہ آدھی دیت واجب ہوگی
یہ امام محمد رح نے روایت کی ہی اور یہ روایت مجموع النوازل مین مذکور ہی اور اصل مین ذکر فرمایا کہ اگر مرگیا تو کچھ واجب نہوگا
اور ایسا ہی جنایات العتاق مین مذکور ہی کذا فی الذخیرہ

دسوان باب - جنین کے بیان مین - اگر مرد نے ایک عورت حاملہ کے پیٹ مین خواہ وہ مسلمہ ہو یا کافرہ ہو
مارا جس سے اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ آزاد گر پڑا خواہ وہ نر ہو یا مادہ ہو تو مارنے والے کی مددگار برادری پر غرہ واجب
ہوگا اور غرہ غلام ہی یا باندی ہی یا گھوڑا ہی جسکی قیمت پانچ سو درم ہو اور یہ مال اس جنین کی میراث ہوتا ہی اور اگر
مارنے والا اُسکا وارث ہو تو اب وارث نہوگا اور اسمین کچھ کفارہ نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی اور سا گر جنس بہ مذکور سے

دو بچہ گرے تو دو غرہ واجب ہونگے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور جس جنین کی بعض خلقت مثل ناخن و بال کے ظاہر ہوگئی ہو تو وہ بمنزلہ پورے جنین کے ہوگا یعنے تمام احکام میں مثل پورے جنین کے ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ضرب کے بعد جنین زندہ ساقط ہوا پھر مرگیا تو اُسکی پوری دیت اور کفارہ واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عورت مذکورہ کے پیٹ کا بچہ مردہ گر پڑا پھر وہ عورت مرگئی تو مارنے والے پر عورت کے قتل کرنے کی دیت اور بچہ گرانے کا غرہ واجب ہوگا اور اگر چوٹ کھا کر پہلے عورت مذکورہ مرگئی پھر اُسکے پیٹ سے جنین زندہ برآمد ہوا پھر مرگیا تو اُسپر عورت مذکورہ کے قتل کی دیت اور جنین کی دیت واجب ہوگی اور اگر وہ مرگئی پھر مردہ بچہ گرا تو اُسپر عورت کے واسطے دیت واجب ہوگی۔ اور جنین کے واسطے کچھ واجب نہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر بچہ کا سر نکلا اور وہ آواز سے رویا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو ذبح کر ڈالا تو اُسپر غرہ واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ جنین ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ایک مرد نے کسی عورت کے پیٹ میں مارا کہ جس سے دو جنین گر پڑے ایک زندہ اور دوسرا مردہ پھر زندہ بھی اسی چوٹ کی وجہ سے بعد پیدا ہو جانے کے مرگیا تو مارنے والے پر جنین میت کا غرہ اور زندہ کی پوری دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی جورو کے پیٹ میں مارا جس سے زندہ جنین گر پڑا پھر وہ مرگیا پھر دوسرا جنین مردہ گرا پھر اسکے بعد عورت مذکورہ مرگئی اور مرد مارنے والے کے اور بیٹے ہیں جو اس عورت کے سوائے دوسری عورت کے پیٹ سے ہیں اور اس عورت سے سوائے اس اولاد کے جو مارنے کے وقت پیدا ہوئی ہے اور کوئی اولاد نہیں ہے اور اس عورت کے ایک ماں باپ کے سگے بھائی موجود ہیں تو مرد مذکور کی مددگار برادری پر زندہ جنین کی دیت واجب ہوگی جسمیں سے اُسکی ماں چھٹا حصہ میراث پاویگی اور جو باقی رہے وہ اُسکے باپ کی اولاد یعنے اسکے سوتیلے علاتی بھائیوں کو ملیگی اور باپ پر دو کفارہ واجب ہونگے ایک کفارہ زندہ جنین کا اور ایک کفارہ اُسکی ماں کا۔ اور جو بچہ مردہ گر پڑا ہے اُسکے واسطے باپ کی مددگار برادری پر پانچ سو درم کا ایک غرہ واجب ہوگا اور اسمیں سے اُسکی ماں کا چھٹا حصہ ہوگا اور باقی اُس بچہ کا ہوگا جو زندہ ساقط ہوا ہے اسواسطے کہ غرہ بسبب ضرب کے واجب ہوا ہے اور جنین زندہ اُسوقت زندہ تھا پھر اسمیں سے بھی جنین زندہ کی ماں چھٹے حصے کی وارث ہوگی پھر جسقدر یہ سب ماں کو میراث پہونچا ہے ماں کے بھائیوں کو ملیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسکے پیٹ میں دو جنین ہوں پھر ایک اُسکے مرنے سے پہلے نکلا اور دوسرا اُسکے مرنے کے بعد نکلا حالانکہ دونوں مردہ تھے پھر جو بچہ اُسکی موت سے پہلے نکلا ہے اُسکے واسطے غرہ پانچ سو درم ہونگے اور جو بعد موت کے نکلا ہے اُسکے لیے کچھ نہوگا پھر جو مرنے سے پہلے مردہ نکلا ہے وہ اپنی ماں کی میراث سے وارث نہوگا اور ماں اُسکی میراث سے وارث ہوگی اور جو بچہ اُسکے مرنے کے بعد اُسکے پیٹ سے نکلا ہے اگر وہ زندہ نکلا پھر مرگیا ہو تو اُسکے واسطے دیت واجب ہوگی اور وہ اپنی ماں کی دیت سے وارث ہوگا اور جسقدر اُسکی ماں نے اُسکے بھائی کے غرہ سے میراث پائی ہے اُسمیں سے بھی وارث ہوگا اور اگر اُسکے بھائی کا باپ زندہ نہو تو اُسکے بھائی کی میراث بھی اُسی کو ملیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی باندی کے پیٹ میں مارا اور اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ ساقط ہوا اور باندی مذکور زندہ رہی تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ بچہ آزاد ہو مثلاً باندی کے مولی کا نطفہ ہو تو غرہ واجب ہوگا خواہ مؤنث ہو یا مذکر ہو اور اگر بچہ مذکور رقیق ہو تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ میں یوں مذکور ہے کہ جس ہیئات و لون کے ساتھ خارج ہوا ہے زندہ فرض کر کے اُسکی قیمت اندازہ کیجائیگی پھر جب اُسکی قیمت

معلوم ہو جاوے تو دیکھا جائیگا اگر مذکر ہو تو ضارب پر بیسواں حصہ قیمت واجب ہوگا اور اگر مونث ہو تو دسواں حصہ قیمت
واجب ہوگا اور اگر بچہ مذکور ضائع ہو گیا اور اُسکی قیمت کا اندازہ کرنا ممکن نہو سکا کہ زندہ فرض کرکے اسکے ہیئات و
رنگ پر اُسکی قیمت اندازہ کیجاوے اور ضارب و باندی کے مولے کے درمیان اُسکی قیمت کی بابت جھگڑا ہوا تو
قول ضارب کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور جو مال کہ باندی کے جنین کے عوض واجب ہوا وہ مال ضارب سے
فی الحال لے لیا جائیگا اسکو حسن نے روایت کیا ہے اور جو مال آزاد عورت کے جنین کی بابت واجب ہو وہ ضارب کی مددگار
برادری پر واجب ہوگا کہ ایک سال میں ادا کرے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی کے
پیٹ میں مارا اور وہ مردہ جنین ڈال گئی اور خود مر گئی تو امام اعظم رہ نے فرمایا کہ مارنے والے پر تین سال میں
ماں کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک باندی کے پیٹ میں مارا پھر اُسکے
مولی نے جو کچھ اُسکے پیٹ میں ہے آزاد کر دیا پھر اُس سے زندہ جنین ساقط ہوا پھر مر گیا تو ضارب پر اُسکے زندہ کی قیمت
واجب ہوگی اور دیت واجب نہوگی اگرچہ بعد آزاد ہونے کے مرا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر باندی کو چوٹ کھانے کے
بعد فروخت کیا پھر اُسکے پیٹ سے بچہ ساقط ہوا تو غرہ بائع کو ملیگا اور اگر ضرب کے وقت باپ غلام ہو پھر آزاد کیا
گیا پھر جنین ساقط ہوا تو باپ کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسوقت کی حالت معتبر ہے جسوقت ضرب واقع ہوئی ہے یہ خزانۃ المفتین
میں ہے۔ نوادر بشر میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جو اُسکی باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کیا پھر ایک شخص نے
اُسکے پیٹ میں مارا جس سے مردہ بچہ ساقط ہو گیا اور اُسکا باپ آزاد ہے تو ضارب پر وہی واجب ہوگا جو جنین حرہ یعنے آزاد عورت
کے بچہ کے حق میں واجب ہوتا ہے یعنے غرہ واجب ہوگا اور وہ باپ کو ملیگا مولی کو نہ ملیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر جنین کا باپ
یا ماں قبل ضرب کے آزاد کی گئی تو وہ مولی کی بہ نسبت جنین کے معاوضہ کے حقدار ہونگے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔
نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسف رہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی باندی سے کہا کہ دو بچہ جو تیرے پیٹ میں ہیں
اُنمیں سے ایک آزاد ہے پھر مر گیا پھر ایک شخص نے اُس باندی کے پیٹ میں مارا پس دو جنین مردہ ایک لڑکا اور ایک
لڑکی اُسکے پیٹ سے ساقط ہوئی تو امام ابو یوسف رہ نے فرمایا کہ ضارب پر مذکر بچہ کے واسطے نصف غرہ یعنی ڈھائی سو درم
اور نیز اُسکے زندہ فرض کرنے کی قیمت کی چوتھائی واجب ہوگی۔ اور اُسپر مؤنث جنین کے واسطے ڈھائی سو درم اور بیسواں
حصہ قیمت واجب ہوگا یہ محیط میں۔ عورت نے اگر اپنے پیٹ میں مار کر صدمہ پہونچایا یا کوئی دوا پی لی تاکہ عمداً بچہ کو
ساقط کر دے یا اپنی فرج میں کوئی ایسا دستی فعل کیا کہ جس سے بچہ ساقط ہو گیا تو اُسکی مددگار برادری غرہ کی ضامن
ہوگی بشرطیکہ اُسنے شوہر کی بلا اجازت ایسا کیا ہو اور اگر شوہر کی اجازت سے ایسا کیا تو کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے۔
ایک عورت نے ایک دوا پی مگر اُس سے عمداً بچہ گرانے کا قصد نہیں کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ فتاوی
نسفی میں لکھا ہے کہ جس عورت نے خلع کرا لیا ہے اور وہ حاملہ ہے اُسنے عدت ساقط کرنے کی غرض سے پیٹ کا اسقاط کر
تو فرمایا کہ اگر اُسنے اپنے فعل سے ساقط کیا تو اُسپر غرہ واجب ہوگا اور یہ شوہر کو ملیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار
درم کی باندی خرید کر اُس سے وطی کی اور وہ اُس سے حاملہ ہو گئی پھر باندی مذکورہ نے اپنے پیٹ کو عمداً صدمہ ضرب
پہونچایا یا کوئی دوا پی تاکہ بچہ ساقط کر دے پھر مردہ جنین ساقط ہوا پھر وہ باندی استحقاق میں لیگئی تو قاضی بنام مستحق
اس باندی اور اُسکے عقر کا حکم دیگا اور مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس لیگا پھر مستحق سے کہا جائیگا کہ تیری باندی نے

اپنے بچہ کو قتل کیا حالانکہ وہ آزاد تھا اسواسطے کہ وہ مشتری مغرور کا بچہ تھا اور جنین آزاد مضمون ہوتا ہی کہ غرہ اُسکے ضمان مین واجب ہوتا ہی پس تجھکو اختیار ہی کہ چاہے غرہ مین باندی (فریب خوردہ) دیدے یا اِسکا فدیہ دے پھر جب اُسنے باندی دی یا فدیہ دیا تو مشتری سے کہا جائیگا کہ ہرگاہ تو نے غرہ لے لیا تو تجھکو بچہ کے بدلے مال دیا گیا اور اگر تجھکو بچہ دیا جاتا یا زندہ ہوا ہوکر مرنے کی صورت مین قیمت دیجاتی تو تجھپر مستحق کے واسطے پوری قیمت واجب ہوتی پس جب تجھکو غرہ دیا گیا تو اسی حساب سے تجھپر قیمت دینی واجب ہی اور آزاد بچہ کی قیمت دس ہزار ہی اگر مذکر ہوا ور پانچ ہزار ہی اگر مونث ہو پس دیت مذکر مین سے پانچ سو درم اسکا بیسوان حصہ ہی اور مونث کی دیت مین سے دسوان حصہ ہی پس اِس حساب سے مشتری ضمان دیگا اور مستحق نے جب باندی دی یا اُسکا فدیہ دیا تو قیمت و مال مضمون سے کمتر کو چاہے بائع سے واپس لے یا مشتری سے پس اگر بائع سے لی تو مشتری سے بائع واپس لیگا اور اگر مشتری سے لی تو وہ بائع سے واپس نہ لیگا پھر مشتری نے جسقدر قیمت بچہ تاوان دی وہ بحکم غرور اپنے بائع سے واپس لیگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ اگر حاملہ باندی خریدی اور ہنوز اُسپر قبضہ نکیا تھا کہ جو کہ اُسکے پیٹ مین تھا اُسکو آزاد کر دیا پھر ایک شخص نے اُسکے پیٹ مین مارا اور اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ ساقط ہوا تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے پورے ثمن مین باندی لیکر ضارب کا دامنگیر ہوکر ارش جنین مین آزاد جنین کا ارش لے لے اور جسقدر زیادتی ہو وہ اُسکو حلال ہوگی اور چاہے بیع باندی فسخ کر دے اور اُسکا بچہ بعوض اپنے حصہ کے اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور اگر جنین کا باپ آزاد ہو یا کوئی وارث سوا مولی العتاقہ سے رتبہ مین مقدم ہو تو دونون صورتون مین جنین کا ارش اُسی کو ملیگا اور مشتری کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک حاملہ کے پیٹ مین چھوری ماری اور وہ اُسکے پیٹ کے بچہ کے ہاتھ پر پہونچی اور ہاتھ کاٹ دیا پھر وہ عورت اس بچہ کو زندہ جنی تو نصف دیت اس مارنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ خطا ہی کذا فی الظہیریہ

گیارہوان باب۔ دیوار و جناح و پائخانہ کی جنایت اور اسکے سوائے اور چیزون کی جنکو انسان راستہ پر بناتا ہی اور اُسکے مناسبات کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے ابتدا سے جھکی ہوئی دیوار بنائی ہو پھر وہ کسی شخص پر گر پڑی اور وہ قتل ہو گیا یا کسی شخص کا مال تلف ہو گیا تو دیوار مذکور کا مالک ضامن ہوگا خواہ پیشتر اُس سے توڑنے کے واسطے کہدیا گیا ہو یا نہ کہا گیا ہو اور اگر اُسنے ابتدا سے سیدھی بنائی تھی پھر مدت دراز گذرنے سے وہ جھک گئی اور کسی آدمی یا کسی مال پر گری اور وہ تلف ہو گیا پس اگر مالک دیوار سے پیشتر گرنے سے نکہا گیا ہو تو ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک مالک دیوار ضامن نہوگا اور اگر پیشتر اس سے کہدیا گیا ہو پھر وہ دیوار گری حالانکہ اطلاع دینے کے بعد مالک کو ایسا موقع تھا کہ وہ دیوار مذکور توڑ سکتا تھا مگر اُسنے نہ توڑی تو قیاساً ضامن نہوگا اور استحساناً ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ پھر ایسی دیوار سے جو جان تلف ہو جاوے اُسکی ضمان مالک دیوار کی مددگار برادری پر ہوگی اور جو مال تلف ہو اُسکا خود ضامن ہوگا یہ تبیین مین ہی۔ اور دیوار کے مالک سے دیوار توڑنے کی اطلاع دینا اُسکے ٹوٹے ہوے کے حق مین بھی وہی اطلاع کافی ہوگی حتے کہ اگر اُسکی دیوار بعد اطلاع کے ٹوٹ گری اور اسکی ٹوٹن سے کوئی شخص ٹھوکر کھا کر مر گیا تو اُسکی دیت مالک دیوار پر ہوگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہی اور اصحاب الامالی نے امام ابو یوسف رح سے یون روایت کی ہی کہ مالک دیوار پر ضمان نہوگی مگر امام محمد رح کا قول صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دیوار ایک شخص پر گری اور وہ مر گیا پھر دیوار کے ٹوٹن سے ایک شخص ٹھوکر کھا کر مر گیا پھر ایک شخص اُس مقتول سے ٹھوکر

کھا کر مر گیا تو دیوار والے کی مددگار برادری پر ضمان نہو گی اور اگر بجائے دیوار کے جناح ہو کہ جسکو اُسنے راستہ کی طرف بڑھایا تھا
پھر وہ راہ میں ٹوٹ پڑا اور اُسکے ٹوٹن سے ایک آدمی ٹھوکر کھا کر مر گیا اور دوسرا شخص اس مقتول سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو دونوں
مقتولوں کی دیت اس جناح کے مالک پر ہو گی یہ محیط میں ہے۔ اور مالک کو اطلاع دہی کرنا سلطان وغیر سلطان سب
یعنی خواہ سلطان کے پاس اطلاع دی ہو یا نہ دی
کے نزدیک صحیح ہے یہ کافی میں ہے۔ اور بشیتر اطلاع دہی کی تفسیر یہ ہے کہ صاحب حق مالک دیوار سے کہے کہ تیری دیوار خوفناک
ہے یا کہے کہ جھکی ہوئی ہے پس تو اُسکو توڑ دے تا کہ گر کر کچھ تلف نکرے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مالک سے کہا گیا کہ تیری دیوار جھکی
ہوئی ہے تجھے چاہیے ہے کہ تو اُسے منہدم کرا دے تو یہ مشورہ ہے طلب نہیں ہے کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اور طلب شرط ہے
اور گواہ کر دینا شرط نہیں ہے حتی کہ اگر توڑ کر صاف کر دینے کی طلب کی اور گواہ نکیے مگر مالک دیوار نے مثلاً اُسکو دور نکیا
حالانکہ اُسکے دور کرنے پر قادر تھا یہانتک کہ وہ کسی شخص پر یا مال پر گری اور اُسکو تلف کر دیا اور مالک دیوار طلب کا
کا اقرار کرتا ہے تو وہ ضامن ہو گا اور گواہ کر لینے کا فائدہ یہ ہے کہ وقت انکار مالک کے اُسپر ثابت کیا جاوے یہ کافی میں ہے
اور اگر طلب پر دو گواہ مرد یا ایک مرد و دو عورتیں گواہی دیں تو مطالبہ ثابت ہو جائیگا اور اسطرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ
ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام ہو۔ اور اگر جھکی ہوئی دیوار کے مطالبہ پر دو غلام یا دو کافر یا دو لڑکے گواہ کر لیے
جیسا کتاب الفضول میں گذرا ۱۲
گئے پھر دونوں غلام آزاد ہو گئے یا دونوں کافر مسلمان ہو گئے یا دونوں لڑکے بالغ ہو گئے پھر وہ دیوار گری اور کوئی آدمی
تلف ہو گیا تو دیوار کا مالک ضامن ہو گا اسی طرح اگر ہر دو غلام کی آزادی و کافروں کے اسلام اور لڑکوں کے بلوغ سے
پہلے دیوار مذکور گری پھر دونوں نے گواہی دی تو گواہی جائز ہو گی اسواسطے کہ دونوں اہل ادائے شہادت ہیں یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ اور دیوار ہل جانے اور جھکنے سے پہلے گواہ کر لینا صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ اسوقت تک کوئی تعدی نہیں ہے
یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ بشیتر اطلاع دہی کے صحیح ہونے کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ ایسے شخص کو اطلاع دے اور
مطالبہ کرے کہ جسکو اُسکے دور کرنے و فارغ کرنے کا اختیار حاصل ہے حتی کہ اگر ایسے شخص سے مطالبہ کیا جو اُس مکان
میں اجارہ پر یا بطور عاریت رہتا ہے اور اُسنے دیوار گرا کر صاف نکیا یہانتک کہ وہ کسی آدمی پر گری تو کوئی ضامن نہو گا
یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ اختیار و ولایت گر پڑنے کے وقت تک برابر باقی رہے حتی کہ اگر صاحب ولایت
کے ہاتھ سے بعد مطالبہ و اشہاد کے نکل گئی باین طور کہ اُسنے مکان فروخت کر دیا تو وہ ضمان سے بری ہو جائیگا یہ تبیین
میں ہے۔ اور مشتری پر ضمان نہو گی ہاں اگر مشتری سے خریدنے کے بعد مشتری سے بھی مطالبہ و اشہاد کیا گیا ہو تو وہ
ضامن ہو گا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مطالبہ و اشہاد کے بعد مالک و ولی کو جنون مطبق ہو گیا یا نعوذ باللہ مرتد ہو کر دار الحرب
میں چلا گیا اور قاضی نے اُسکے دار الحرب میں جا ملنے کا حکم دیدیا پھر مجنون کو افاقہ ہو گیا یا مرتد مذکور مسلمان ہو کر دار الحرب
سے واپس آیا اور اُسکا مکان اُسکو دیدیا گیا پھر اسکے بعد دیوار گری اور اُسنے کچھ تلف کیا تو وہ ہدر ہو گا۔ اسی طرح اگر
اُسنے مکان کو فروخت کر دیا حالانکہ اس سے پہلے اُس سے دیوار کا مطالبہ و اشہاد ہو چکا ہے پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی
یا بغیر عیب کے بسبب مشتری کے خیار رویت یا خیار شرط کے بائع کو واپس دیا گیا پھر دیوار گری اور اُسنے کچھ تلف کیا تو بعد
واپس ہونے کے جب تک از سر نو مطالبہ و اشہاد نپایا جاوے تب تک وہ شخص ضامن نہو گا اور اگر خیار بائع کا ہو
پس اگر اُسنے بیع توڑ دی اور پھر دیوار گری اور کچھ تلف کیا تو بائع ضامن ہو گا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر مکان خریدنے والے
سے اُس مکان کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا حالانکہ مشتری کو بیع میں تین دن کا خیار شرط حاصل ہے۔

پھر اُسنے بسبب خیار کے بیع رد کر دی تو اشہاد باطل ہو جائیگا اور اگر بیع پوری کر لی تو باطل نہوگا اور اگر ایسی حالت مین بائع سے مطالبہ و اشہاد واقع ہوا ہو تو وہ ضامن نہوگا۔ اور اگر بائع کا خیار ہو اور اُس سے دیوار مذکور کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا پس اگر اُسنے بیع توڑ دی ہو تو اشہاد صحیح رہیگا اور اگر اُسنے بیع پوری کر دی تو اشہاد باطل ہو جائیگا اور اگر بائع کا خیار ہونے کی صورت مین مشتری سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا ہو تو صحیح نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور ضمان واجب ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ بعد مطالبہ و اشہاد کے اُس شخص کو اتنا موقع ملے کہ اُسمین وہ دیوار مذکور کو منہدم کر کے صاف کر سکے حتی کہ اگر اُس سے مطالبہ و اشہاد کیا اور اُسی وقت وہ دیوار گر پڑی اتنا موقع نہ ملا کہ وہ گرا کر میدان خالی کر سکے تو جو چیز تلف ہوئی اُسکا ضامن نہوگا یہ تبیین مین ہے۔ اور یہ شرط ہے کہ مطالبہ ایسے شخص کی طرف سے ہو جو صاحب حق ہو اور عام راستہ کے حقدار سب عام لوگ ہین حتے کہ اگر ایک شخص نے عام لوگون مین سے مطالبہ کیا ہو تو کافی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور مسلمان مطالبہ کرے یا ذمی مطالبہ کرے دونون اس حکم مین یکسان ہین یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر دیوار عام راستہ کی طرف جھکی ہو تو مطالبہ کا استحقاق تمام لوگون کو حاصل ہے خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو بشرطیکہ وہ آزاد بالغ عاقل ہو یا صغیر ہو مگر اُسکو اُسکے ولی نے اس معاملہ مین خصومت کا اختیار دیا ہو یا غلام ہو کہ اُسکو اُسکے مولے نے اسمین خصومت کا اختیار دیا ہو یہ کفایہ مین ہے۔ اور خاص کوچہ مین اصحاب کوچہ کو استحقاق مطالبہ ہے پس ایک کا مطالبہ کرنا کافی ہے اور دار کی صورت مین مالک یا ساکن کا مطالبہ شرط ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ جامع مین لکھا ہے کہ ایک شخص کی دیوار دوسرے کے دار کی طرف جھکی ہوئی تھی پس اُسپر مالک دار نے اُسکی طلب و اشہاد کیا پس مالک دیوار نے قاضی سے درخواست کی کہ مجھے دو یا تین روز یا اسکے مثل کچھ قلیل روز مہلت دیجاوے اور قاضی نے اس درخواست کو منظور کر لیا پھر وہ دیوار مال یا کسی آدمی پر گری تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مالک دار نے یا ساکنان دار نے اُسکو مہلت دی یا مطالبہ سے بری کیا تو صحیح ہے اور دیوار سے جو کچھ تلف ہوا اُسکا ضامن نہوگا کذا فی الکافی اور اگر ایام معاودہ مہلت کے بعد دیوار گری تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر راستہ کی طرف جھکی ہوئی ہونے کی صورت مین اُسنے قاضی سے مہلت کی درخواست کی اور قاضی نے مہلت دی تو باطل ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اسی طرح اگر قاضی نے اُسکو مہلت نہ دی بلکہ جسنے اسپر اشہاد کیا ہے اُسنے مہلت دی تو بھی صحیح نہین ہے نہ اپنے حق مین اور نہ دوسرے کے حق مین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دیوار رہن ہو اور اسکے بابت مرتہن سے بیشتر اطلاع دیگئی تو نہ مرتہن ضامن ہوگا اور نہ راہن اور اگر راہن سے اطلاع دیگئی ہو تو راہن ضامن ہوگا یہ شرح مبسوط مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ دار پر دعوی کیا اور اسمین ایک جھکی ہوئی دیوار ہے تو جب تک مدعی کے گواہون کا تزکیہ ثابت نہو تب تک اُسکے توڑنے کی اطلاع کسکو اور اشہاد کسکو ہوگا تو فرمایا کہ جسکے قبضہ مین دار مذکور ہے اُس سے دیوار کے توڑنے کا مواخذہ اور اشہاد کیا جائیگا اور جب تک مدعی کے گواہون کی تعدیل نہو تب تک بمنزلہ ایسے دار کے قرار دیا جائیگا کہ جسپر کچھ دعوی نہین ہوا ہے اور اگر قابض نے اُس دیوار کو گروا دیا پھر گواہون کی عدالت ثابت ہوئی تو جسنے توڑا ہے وہ مدعی کو دیوار کی قیمت تاوان دیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی نابالغ کا مکان ہو پس اُسکے باپ یا وصی پر اشہاد کیا گیا تو اشہاد صحیح ہے پس اگر دیوار گری اور اُسنے کچھ تلف کیا تو اُسکی ضمان نابالغ پر واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اور اس صغیر کی ماں پر بھی اشہاد صحیح ہے کذا فی الکافی اھ اور اگر دیوار ساقط

نہوئی یہانتک کہ صغیر مذکور بالغ ہوگیا پھر ساقط ہوئی اور کوئی آدمی دب گیا تو اسکا خون ہدر ہوگا اور اگر نابالغ کی نابالغی
مین اسکا باپ یا وصی مرگیا پھر دیوار گری اور کوئی آدمی مرگیا تو اسکا خون ہدر ہوگا اور اگر صغیر کے بالغ ہونے کے بعد
اُس سے جدید مطالبہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار کسی آدمی پر گری تو اسکی مددگار برادری پر مقتول کی دیت واجب ہوگی یہ محیط
مین ہے۔ ایک مسجد کی دیوار جھکی تو اشہاد اُس شخص پر ہوگا جسنے اسکو بنایا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص نے
اپنا دار مساکین کے واسطے وقف کر کے اپنے قبضہ سے نکالکر ایک شخص کے قبضہ مین دیا کہ اسکا کرایہ مساکین پر
خرچ کیا کرے پھر اسکی ایک دیوار جھکی کا مطالبہ وکیل سے کیا گیا پھر وہ کسی آدمی پر گری تو اسکی دیت وقف کرنے والے
کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اُن لوگون پر جنپر وقف کیا گیا ہے یعنے مساکین پر اشہاد کیا گیا تو ضمان نہوگی یہ محیط مین ہے
ایک غلام ماذون کے مکان کی دیوار جھکی ہوئی ہے پس اُسپر اشہاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی تلف ہوگیا
تو ماذون کے مولی کی مددگار برادری پر اسکی دیت واجب ہوگی خواہ غلام مذکور پر قرضہ ہو یا نہو اور اگر دیوار سے مال
تلف ہوا تو ضمان مال اس غلام کی گردن پر ہوگی جسکے واسطے وہ فروخت کیا جائیگا اور اگر اُسکے مولی پر اشہاد کیا گیا
تو اشہاد صحیح ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر مکان ترکہ کی دیوار مائل کا اشہاد کسی وارث پر کیا گیا تو قیاساً
وارثون مین سے کسی پر ضمان واجب نہوگی مگر مین استحساناً یہ حکم دیتا ہون کہ جس وارث پر اشہاد کیا گیا ہے اُسکے حصہ
مین جسقدر دیوار پڑتی ہو اُسکے حساب سے تلف شدہ کا تاوان اُسپر عائد ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک دیوار پانچ
آدمیون مین مشترک ہے پھر ایک شریک پر مطالبہ کیا گیا کہ یہ جھکی ہوئی ہے اور اشہاد کر دیا گیا پھر وہ دیوار گری اور ایک
آدمی تلف ہوا تو جسپر اشہاد ہوا ہے اُسکی مددگار برادری سے دیت کا پانچوان حصہ ضمان لیا جائیگا۔ اسی طرح اگر ایک
دار تین آدمیون مین مشترک ہو انمین سے ایک نے اُسمین کنوان کھودایا یا دیوار بنائی اور اپنے دونون شریکون
سے اجازت نلی پھر اُسمین کوئی آدمی تلف ہوگیا تو اُسپر تہائی دیت واجب ہوگی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح
نے فرمایا کہ ہر دو مسئلہ مین اُسپر نصف دیت واجب ہوگی کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الحسام رح۔ اور اگر کنوان
کھودنا یا دیوار بنانا دونون باقیون کی اجازت سے ہو تو یہ جنایت نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ ایک
شخص مرگیا اور اُسنے ایک بیٹا اور ایک دار چھوڑا اور میت پر اسقدر قرضہ ہے کہ تمام دار کی قیمت اُسمین مستغرق ہے اور اُسمین ایک
دیوار جھکی ہوئی ہے اور عام رستہ کی طرف جھکی ہے اور میت مذکور کا سوائے اس بیٹے کے کوئی وارث نہین ہے تو دیوار
مذکور کا مطالبہ اسی بیٹے سے کیا جائیگا اگرچہ وہ اُس دار کا مالک نہین ہے اور اگر اُس سے مطالبہ کرنے کے بعد
دیوار مذکور گر پڑی تو اسکی دیت باپ کی مددگار برادری پر ہوگی بیٹے کی مددگار برادری پر نہوگی یہ محیط مین ہے۔ امام
محمد رح نے فرمایا کہ ایک مکاتب کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ مکاتب سے کیا گیا پس اگر اُسکے منہدم کرانے کا قابو پانے سے
پہلے گر گئی تو ضامن نہوگا اور اگر اُسنے اُسکے منہدم کرنے کا قابو پایا مگر منہدم نکرایا اور وہ گر گئی تو ضامن ہوگا اور یہ استحسان
ہے۔ اور ولی مقتول کو اسکی قیمت اور دیت سے کم مقدار کی ضمان دیگا اور اگر مکاتب کے آزاد ہو جانے کے بعد
دیوار گری تو اسکی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی۔ اور اگر وہ عاجز ہو کر رقیق ہوگیا پھر دیوار گری تو اُسپر ضمان نہوگی
اور نیز اُسکے مولی پر ضمان نہوگی۔ اسی طرح اگر اُسنے دیوار کو فروخت کر دیا پھر گری تو کسی پر ضمان نہوگی اور اگر فروخت نکیا
اور وہ گر پڑی پھر اسکی ٹوٹن سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو وہ ضامن ہوگا۔ اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہوگیا

تو مولی اُسکے دینے اور اُسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا۔ اور اگر دیوار سے دیگر مرے ہوے سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو مالک دیوار پر ضمان نہوگی یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اور اگر اُسنے پاخانہ وغیرہ راہ پر بنایا پھر مولے نے اُسکو فروخت کیا یا وہ آزاد ہوگیا اور وہ گرا اور کسی آدمی کو تلف کیا تو قیمت اور دیت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور اگر عاجز ہوکر رقیق ہوگیا ہے تو مولے اُسکے دینے یا اُسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا اور اگر پاخانہ کی ٹوٹن سے کوئی آدمی ٹھوکر کھاکر مرگیا تو پاخانہ کا باہر بنانے والا ضامن ہوگا اور اگر اس مقتول سے ٹھوکر کھاکر کوئی آدمی مرا تو بھی باہر بنانے والا ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص کی مان کسی کی مولی العتاقہ ہے اور اُسکا باپ غلام ہے پس اس شخص پر ایک جھکی دیوار کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا اور اُسنے دیوار نہ گرائی یہانتک کہ اُسکا باپ آزاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی قتل ہوا تو اُسکی دیت اُسکے باپ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر باپ کے آزاد ہونے سے پہلے دیوار گری تو مان کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر اُسنے راہ پر پاخانہ بنایا پھر باپ آزاد کیا گیا پھر پاخانہ گرنے سے کوئی آدمی مرا تو اُسکی دیت مان کی مددگار برادری پر ہوگی اسواسطے کہ راہ پر پاخانہ بنانا خود جرم ہے اور اس جرم کی بنیاد کے وقت مان کی مددگار برادری اُسکی عاقلہ تھی یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص اپنی جھکی ہوئی دیوار یا بغیر جھکی ہوئی دیوار پر چڑھا ہو پھر دیوار اُسکو لیکر گری اور بدون اُسکے فعل کے کسی آدمی کو صدمہ پہونچا اور وہ قتل ہوگیا تو شخص مذکور جھکی ہوئی دیوار کی بابت ضامن ہوگا بشرطیکہ اُس سے پیشتر اطلاع دی و مطالبہ کیا گیا ہو اور سوا اسکے اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر خود بدون دیوار کے گرا اور کوئی آدمی مرگیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر گرنے والا مرگیا تو نیچے کی جگہ کو دیکھا جاوے اگر اُسکی ملک نہو پس اگر وہ شخص راہ مین چلا جاتا ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور اگر رستہ مین کھڑا ہو یا بیٹھا ہو یا سوتا ہو تو جسپر گرا ہے اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر نیچے کی جگہ اُسکی ملک ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور اوپر والے پر اِن حالات مین نیچے والے کی ضمان ہوگی اسی طرح اگر اوپر والا غافل ہوگیا اور گر پڑا یا سویا اور کروٹ لیکر گر پڑا تو جو صدمہ نیچے والے کو پہونچے اُسکا ضامن ہوگا اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا اسی طرح اگر پہاڑ کے اوپر سے کسی شخص پر گرا اور وہ قتل ہوگیا تو اُسپر اُسکی ضمان واجب ہوگی خواہ نیچے کی جگہ اُسکی ملک ہو یا نہو اسی طرح اگر ایک کنوئین مین جسکو اُسنے اپنی ملک مین کھودا ہے گر پڑا اور اُسمین کوئی آدمی تھا وہ مرگیا تو اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر کنوان رستہ پر ہو تو گرنے والے اور جسپر گرا ہے دونون کی ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جسنے کنوان کھودا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک گھڑا دیوار پر رکھدیا اور وہ ایک شخص پر گر پڑا اور وہ مرگیا تو ضامن نہوگا اسواسطے کہ گھڑا دیوار پر رکھدینے سے اُسکے فعل کا اثر منقطع ہوگیا اور وہ اس رکھنے مین متعدی نہین ہے پس آدمی کا تلف کرنا اسکی طرف مضاف نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دیوار پر کوئی چیز رکھی اور یہ چیز کسی آدمی پر گری اور وہ مرگیا تو اُسپر ضمان نہوگی بشرطیکہ اُسنے لنبان مین رکھی ہو اور اگر چوڑان مین رکھی کہ اُسکا ایک کنارہ رستہ کی طرف نکل گیا اور وہ گری پس اگر اُسکا نکلا ہوا کنارہ اُس شخص کے لگا تو ضامن ہوگا اور اگر دوسرا کنارہ لگا ہے تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر دیوار جھکی ہوئی ہو اور شہتیر اُسپر لنبان مین رکھا ہے کہ اُسمین سے کچھ راہ کی طرف نہ نکلا پھر یہ شہتیر کسی آدمی پر گرا اور وہ مرگیا تو وہ ضامن نہوگا ایسا ہی کتب مین مذکور ہے اور حکم مطلق ذکر ہے اور ہمارے بعض مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب دیوار ضعیف جھکی ہوئی ہو بہت نہو اور اگر دیوار خوب

یعنے مان کا مولے اُسکی مددگار برادری تھا یعنی فی الاصل

جھکی ہوئی ہو تو وہ ضامن ہوگا خواہ پیشتر اُس سے دیوار منہدم کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو یا نہین اور بعض نے فرمایا کہ
حکم یہی ہی جیسا امام محمد رح نے مطلقاً بیان فرمایا ہی کہ دونون حالتون مین ضامن نہوگا اور اگر پہلے اُسکو دیوار گرنے
کے واسطے اطلاع دیگئی ہو پھر اُسنے شہتیر رکھا پھر شہتیر گر گیا اور کوئی آدمی مرا تو فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی
ایک جھکی ہوئی دیوار کی بابت اشہاد کیا گیا پھر دیوار کے مالک یا دوسرے نے اُسپر گھڑا رکھا پھر دیوار گری یا ور اُسنے گھڑا
کسی شخص پر پھینکا اور وہ مر گیا تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہوگی اور اگر گھڑے سے یا دیوار کی ٹوٹن سے کسی شخص
نے ٹھوکر کھائی پس اگر وہ گھڑا مالک دیوار کے سوائے دوسرے کا ہو تو کوئی ضامن نہوگا اور اگر وہ گھڑا مالک دیوار کا ہو
تو وہ ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ جھکی ہوئی دیوار کے مالک سے اُسکے منہدم کرنے کا
پیشتر مواخذہ کر دیا گیا مگر اُسنے منہدم نکیا یہانتک کہ ہوا نے اُسکو گرا دیا تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص
کے مقبوضہ دار کی ایک دیوار جھکی ہوئی کے واسطے اُس سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا مگر اُسنے منہدم نکرائی یہانتک کہ
وہ ایک آدمی پر گری اور وہ مر گیا اور اُسکی مددگار برادری نے یہ دار اُسکی ملک ہونے سے انکار کیا یا کہا کہ ہم نہین جانتے
ہین کہ یہ دار اُسکا ہی یا غیر کا ہی تو جبتک گواہون سے یہ بات ثابت نکرائی جاوے کہ یہ دار اُسی کا ہی تب تک مددگار برادری
ضامن نہوگی اور اگر قابض نے اقرار کیا کہ یہ دار میرا ہی تو اسکے قول کی مددگار برادری کے حق مین تصدیق نہوگی اور
قیاساً اُسپر ضمان واجب نہوگی اور استحساناً اُسپر مقتول کی دیت واجب ہوگی بشرطیکہ اُسنے مطالبہ متقدمہ کا اقرار کیا ہو
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص کی جھکی ہوئی دیوار کی نسبت اُس سے مواخذہ کیا گیا مگر اُسنے منہدم نکرائی
یہانتک کہ اُسکے پڑوسی کی دیوار پر گری اور اُسکو منہدم کر دیا تو وہ پڑوسی کی دیوار کا ضامن ہوگا اور پڑوسی کو اختیار ہوگا
چاہے اُس سے اپنی دیوار کی قیمت تاوان لے تو ٹوٹن اس ضامن کا ہو جائیگا اور چاہے ٹوٹن لیکر اس سے بقدر
نقصان کے ضمان لے اور اگر اُسنے چاہا کہ بجبر اُس سے ویسی بنوا لے جیسی تھی تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر کوئی شخص
دیوار اول کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو اُسکے مالک سے یعنی جس سے پیشتر اُسکے توڑنے کا مطالبہ کیا گیا ہی اس مقتول
کی دیت کی ضمان لیجائیگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہی اور اگر دوسری دیوار کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرا خواہ پڑوسی کے تاوان
لینے سے پہلے مرا ہو یا اُسکے بعد مرا ہو بہرحال کوئی ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دوسری دیوار بھی مالک دیوار اول کی
ملک ہو تو دوسری دیوار کی ٹوٹن سے جو شخص ٹھوکر کھا کر مرے مالک دیوار اُسکا بھی ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین
ہی۔ دو دیوارین جھکی ہوئی ہین دونون کے مالکون سے مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر ایک دیوار دوسرے پر گری اور
اُسکو منہدم کر دیا تو جو کچھ اول یا ثانی کے گرنے یا اول کی ٹوٹن سے تلف ہو اُسکا ضامن مالک دیوار اول ہوگا اور جو کچھ دیوار
ثانی کی ٹوٹن سے تلف ہو وہ ہدر ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر بجائے دیوار کے جناح ہو جسکو کسی شخص نے راستہ کی طرف
بڑھا لیا ہو اور وہ ایک جھکی دیوار پر جو دوسرے شخص کی ہی اور اُس سے اس دیوار کی بابت مواخذہ و اشہاد کر دیا
گیا ہو گر پڑا اور وہ دیوار اس صدمہ سے ایک شخص پر گری اور وہ مر گیا یا دیوار کی ٹوٹن سے کوئی شخص ٹھوکر کھا کر مر گیا
تو یہ سب مالک جناح پر ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کی دیوار جھکی جسمین سے تھوڑی عام راستہ کی طرف اور
تھوڑی ایک قوم کے دار کی طرف جھکی ہی پھر اہل دار نے اس سے مواخذہ کر لیا پھر اُس دیوار کا وہ حصہ ساقط ہوا جو
راہ پر تھا تو وہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر اہل راہ مین سے کسی نے مواخذہ کر لیا ہو پھر دار کی طرف جھکی ہوئی دیوار اہل

دار پر گری تو وہ ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک دیوار طول میں سے تھوڑی ڈہلی ہوئی اور باقی نہیں ڈہلی ہے پھر ڈہلی ہوئی اور بے ڈہلی ہوئی سب گر گئی اور ایک آدمی مر گیا تو دیوار کا مالک جسقدر ڈہلی ہوئی کے صدمہ سے نقصان ہوا ہے اُسکا ضامن ہوگا اور جسقدر بے ڈہلی ہوئی سے نقصان ہوا ہے اُسکا ضامن نہوگا اور اگر دیوار چھوٹی ہو یعنے طول میں کم ہو تو سب کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک دیوار جھکی ہوئی ہے اگر اُسکے منہدم کرانے کا اُسکے مالک سے قاضی نے مواخذہ کیا پھر ایک شخص نے مالک کی اجازت سے اُسکے گرانے کی ضمانت کر لی تو یہ جائز ہے اور ضامن کو اختیار ہوگا کہ بدون اجازت مالک کے اُسکو منہدم کرا دے کذا فی المنتقی و محیط میں ہے۔ اگر ایک جھکی ہوئی دیوار پر مواخذہ کرنے کے دو گواہ کیے گئے پھر وہ دیوار ایک گواہ یا اُسکے باپ یا غلام یا مکاتب پر گری اور مالک دیوار پر انہدام دیوار کے مواخذہ کے سوائے ان دو گواہوں کے کوئی گواہ نہیں ہے تو اس گواہ کی گواہی جسکا نفع اُسکے نفس کو ہے یا ایسے شخصوں کے حق میں ہے جنکے واسطے اُنکی گواہی جائز نہیں ہے جائز نہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص سے اُسکی ایک جھکی ہوئی دیوار کی بابت جسکے خود راستہ پر گرنے کا خوف نہیں ہے بلکہ یہ خوف ہے کہ وہ مالک دیوار کے دوسری اچھی دیوار پر گرے اور وہ راستہ پر گرے منہدم کرانے کا مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار جھکی ہوئی نگری بلکہ اچھی دیوار راستہ پر گر پڑی اور کوئی آدمی تلف ہوا یا اُسکی ٹوٹن سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو خون ہدر ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک لقیط کی دیوار جھکی ہوئی ہے اور اُس سے اُسکی بابت مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر گری اور ایک آدمی تلف ہوا تو اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی اسیطرح اگر کوئی کافر مسلمان ہوا اور اُسکی ہوالات کسی کے ساتھ نہیں ہے تو وہ بھی مثل لقیط کے ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک دیوار اوپر سے ایک شخص کی اور نیچے سے دوسرے شخص کی ہے پھر وہ جھکی اور دونوں میں سے ایک شخص سے اُسکی بابت مواخذہ و اشہاد کیا گیا تو سب دیوار گر پڑنے کی صورت میں جس سے مواخذہ کر لیا گیا تھا وہ نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اوپر کا حصہ گرا اور اسکے مالک سے پہلے مواخذہ کیا گیا تھا تو اوپر کے حصہ کا مالک ضامن ہوگا نیچے والا ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے چند مزدوروں کو اپنی دیوار منہدم کرنے کے واسطے مقرر کیا پھر لوٹن نے اُنکے فعل سے اُنہیں سے کسی شخص کو یا کسی اجنبی کو قتل کیا تو ضمان و کفارہ اُنہیں لوگوں پر واجب ہوگا مالک دیوار پر واجب نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کی دیوار جھکی ہوئی ہے اُس سے مواخذہ و اشہاد نہ کیا گیا یہانتک کہ گر پڑی پھر ٹوٹن کی بابت راہ سے اُٹھا لینے کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا مگر اُسنے نہ اُٹھایا یہانتک کہ کوئی آدمی یا جانور ٹھوکر کھا کر مر گیا تو وہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ منتقی میں فرمایا کہ ایک شخص نے دیوار سے افریز نکالا پس اگر بڑا ہو تو جسقدر اس سے صدمہ پہونچے اُسکا ضامن ہوگا اور اگر چھوٹا خفیف ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص سے جھکی ہوئی دیوار کی بابت جسپر جناح ہے جسکو بائع نے نکالا ہے مواخذہ کیا گیا پھر وہ دیوار مع جناح گر گئی پس اگر دیوار ہی نے جناح کو گرایا ہو تو دیوار کا مالک جو کچھ اس سے صدمہ ہوا ہو اُسکا ضامن ہوگا اور اگر خالی جناح گر گیا ہو تو اُسکا تاوان اُس بائع پر پڑیگا جسنے اُسکو ایجاد کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ سفل ایک شخص کا ہے اور علو دوسرے کا ہے اور دونوں سے خوف ہے پس اگر دونوں کے مالکوں سے مواخذہ کیا گیا مگر دونوں نے نگرایا یہانتک کہ سفل گرا اور اُسنے علو کو اچھالا اور وہ ایک آدمی پر گرا اور وہ مر گیا تو اُسکی دیت صاحب سفل کی مددگاری پر واجب ہوگی اور سفل کی ٹوٹن سے جو شخص ٹھوکر کھا کر مرے اُسکی ضمان بھی اُسکے مالک پر ہوگی اور جو شخص علو کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرے اُسکا تاوان کسی پر نہوگا یہ محیط میں ہے۔ سفل ایک شخص کا اور علو یعنے بالاخانہ دوسرے کا ہے اور سب ڈہل گیا پھر دونوں سے اسکی بابت مواخذہ کر دیا گیا پھر بالاخانہ گرا اور اُسنے ایک آدمی

ٹوٹن کی شخص پر گری

کو مار ڈالا تو اُسکی ضمان مالک علو پر ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ ایک شخص نے عام راستہ پر
پاخانہ یا پرنالہ نکالا یا دوکان یا چبوترہ بنایا تو ہر ایک شخص کو جسکے سامنے یہ پیش آوے اختیار ہوگا کہ اسکو منہدم کر دے اور بشرطیکہ
بنانے والے نے بدون اجازت امام کے اُسکو بنایا ہو خواہ یہ عامہ مسلمین کے حق میں مضر ہو یا نہو اور اس حکم میں مسلمان
و کافر و عورت سب برابر ہیں لیکن غلام کو راستہ پر بنے ہوئے مکان کے گرا دینے کا اختیار نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر
یہ چیزیں قدیمی ہوں تو کسی کو انکے دور کرنے کا استحقاق نہوگا اور اگر انکا حال معلوم نہو تو جدید قرار دیجائینگی حتے کہ امام کو اختیار
ہوگا کہ انکو دور کر دے کذا فی المحیط۔ اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ عام راستہ پر اپنی ذاتی کوئی چیز بنائی ہو اور اگر عام کے نفع کے
واسطے کوئی چیز بنائی جیسے مسجد وغیرہ اور اُس سے کچھ ضرر نہو تو وہ نہ توڑا جائیگا ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہے یہ نہایہ میں ہے
اور اگر ایک کوچہ غیر نافذہ کے راستہ خاص میں بنایا تو اہل کوچہ میں سے ہر ایک کو اُسکے توڑنے کا اختیار ہے بشرطیکہ ان چیزوں
کے نیچے سے اُسکا مرور ہو اور اگر اُسکا مرور نہو تو اُسکو توڑنے کا استحقاق نہیں ہے۔ اور اگر یہ چیزیں قدیمی ہوں تو کسی کو اُسکے
توڑنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر انکا حال دریافت نہو تو یہ قدیمی قرار دیجائینگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے عام راستہ پر
چھتا بنانا چاہا حالانکہ اس سے عام لوگوں کو کچھ ضرر نہیں ہے تو امام ابو حنیفہ کا مذہب صحیح یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک شخص کو
اُسکی ممانعت کرنے اور دور کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر کوچہ غیر نافذہ میں چھتا ایجاد کرنے کا ارادہ کیا تو ہمارے نزدیک اُسمیں ضرر
و عدم ضرر کا اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ اہل کوچہ کی اجازت کا اعتبار ہے اور عام راستہ پر چھتا ایجاد کرنا آیا مباح ہے سو طحاوی رح نے
ذکر کیا کہ مباح ہے اور گنہگار نہوگا مگر قبل اسکے کہ کوئی مخاصمہ کرے اور اگر مخاصمہ کرنے کے بعد اُسکا بنانا اور اُس سے انتفاع
اُٹھانا کچھ مباح نہیں ہے اور اگر اُسنے بنا ہوا چھوڑ دیا تو گنہگار ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اہل دربہ غیر نافذہ میں سے
کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدون اجازت تمام اہل دربہ کے پاخانہ باہر نکالے یا پرنالہ بہاوے خواہ اُنکے حق میں ضرر ہوتا
یا نہوتا ہو یہ خلاصہ میں ہے۔ اصل میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے عام راستہ پر پتھر رکھا یا کوئی عمارت بنائی یا اپنی دیوار سے شہتیر
یا پتھر راستہ کی طرف باہر نکالا یا باہر کی طرف پاخانہ یا جناح یا پرنالہ یا ظلہ بنایا یا راستہ میں شہتیر ڈالدیا پس اگر اُس سے
کوئی چیز صدمہ ناک یا تلف ہو جاوے تو وہ ضامن ہوگا لیکن اگر آدمی تلف ہو گیا تو اُسکی ضمان اُسکی مددگار برادری پر ہوگی
اور اگر آدمی مجروح ہوا تلف نہوا تو اگر اُسکا ارش موضحہ کے ارش کے برابر ہے تو وہ بھی اُسکی مددگار برادری پر ہوگا اور اس سے
کم ہو تو اُسکے مال سے ہوگا اور اُسپر کفارہ نہوگا اور نہ وہ میراث سے محروم ہوگا اگر یہ آدمی مجروح یا مقتول اُسکا مورث ہو
اور اگر کسی مال کو صدمہ پہونچا اور تلف ہوا تو اُسکی ضمان اُسکے مال سے واجب ہوگی اور واضح ہو کہ اس مسئلہ کو اصل میں مطلقاً
ذکر فرمایا ہے حالانکہ اسمیں تفصیل ہے یعنے اگر اُسنے یہ افعال بدون امام المسلمین کی اجازت کے کیے ہوں تو اسطرح ضامن ہوگا
اور اگر با اجازت کیے ہوں تو ضامن نہوگا۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ امام المسلمین کو ایسے فعل کی اجازت دینا جبھی جائز ہے
کہ جب عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو مثلاً راستہ چوڑا ہو اور اگر عام کے حق میں ضرر ہو مثلاً راستہ تنگ ہو تو امام المسلمین
کو ایسی اجازت دینا مباح نہیں ہے پھر جو جواب کتاب میں مذکور ہے ایسی حالت میں ہے کہ جب اُسنے یہ افعال عام بڑے راستہ
یا کوچہ نافذہ کے راستہ پر کیے ہوں۔ اور اگر اُسنے کوچہ غیر نافذہ میں ایسا کیا اور اُس سے کوئی آدمی مر گیا تو دیکھا جائیگا کہ
جو کچھ اُسنے کیا ہے یہ منجملہ امور سکونت کے نہیں ہے تو بقدر اپنے حصہ کے ضامن نہوگا اور باقی شریکوں کے حصہ کی قدر
ضامن ہوگا اور اگر یہ منجملہ امور سکونت کے ہو تو قیاساً یہی حکم ہے لیکن استحساناً کچھ ضامن نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ

کہ ایک غلام تاجر نے جسپر قرضہ ہی یا نہیں ہی اپنے دار سے پاخانہ باہر راہ پر بنایا اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو امام ابو یوسف
کے نزدیک اُسکی دیت غلام مذکور کی گردن پر ہوگی اور امام اعظم رح کے قول پر اگر اُسنے ایسا فعل باجازت مولی کیا ہی تو ضمانت مولی
کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر بدون اُسکی اجازت کے کیا ہی تو ضمان غلام کی گردن پر ہوگی اور اگر غلام مذکور نے اوس دار
کے اندر کوئی کنوان کھودا یا کوئی عمارت بنائی اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر مولی نے ایسا
فعل بغیر اجازت غلام کے کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے قول مین کچھ ضمان نہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ ضامن
ہوگا یہ قیاس ہی مگر ہم قیاس کو چھوڑ کر استحساناً حکم دیتے ہین کہ ضامن نہوگا - اسی طرح اگر راہن نے دار مرہونہ مین بغیر اجازت
مرتہن کے کوئی عمارت بنائی یا اُسمین کنوان کھودایا چوپایہ باندھا تو وہ بھی ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر مالک مکان
نے باہری جناح یا ظلہ بنانے کے واسطے مزدورون و کاریگرون کو مقرر کیا پھر قبل اسکے کہ وہ لوگ بنا کر فارغ ہو جاوین بیچ
ہی مین وہ گر پڑا اور کوئی آدمی اس سے مر گیا تو ضمان اُنھین کاریگرون پر ہوگی مالک مکان پر نہوگی پس اُنپر کفارہ و دیت
واجب ہوگی اور اگر مقتول اُنھین سے کسی کا مورث ہو تو وہ اُسکی میراث سے محروم ہوگا اور اگر اُنکے فارغ ہو جانے کے بعد
گرا ہو تو قیاساً یہ مثل اول کے ہی لیکن استحساناً مالک مکان پر ضمان واجب ہوگی یہ کافی و مبسوط و سراج الوہاج و
جوہرہ نیرہ مین ہی - اور اگر کاریگرون مین سے کسی کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی یا پتھر گرا جس سے کوئی آدمی
مر گیا تو جسکے ہاتھ سے گرا ہی اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی
اور اگر کسی شخص نے راہ پر پرنالہ نکالا اور وہ گرا اور کوئی آدمی قتل ہو گیا پس اگر پرنالہ کا اندر کا کنارہ جو کہ دیوار مین لگا ہوا ہی (اور میراث سے محروم ہوگا)
اُس سے آدمی مذکور تلف ہوا تو ضمان نہوگی اور اگر آدمی مذکور کو باہری نکلا ہوا کنارہ لگا تو ضامن ہوگا اور اگر دونون
کنارے اُسکے لگے اور یہ معلوم ہو جاوے تو آدمی ضمان واجب ہوگی اور نصف ہدر ہو جائیگی اور اگر یہ معلوم نہو کہ کون
کنارہ اُسکے لگا ہی تو استحساناً نصف ہدر ہوگا اور نصف کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر راہ کی طرف جناح نکالا پھر مکان
فروخت کر دیا پھر جناح مذکور گرا اور اُسکے صدمہ سے کوئی آدمی قتل ہوا یا راہ مین کوئی لکڑی ڈالی پھر اسکو فروخت کیا
اور مشتری سے اس سے براءت کر لی کہ اگر کسی کے لگ جاوے تو مین بری ہون پھر مشتری نے اُسکو چھوڑ دیا یہانتک
کہ اُس سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو بائع پر ضمان واجب ہوگی اور مشتری پر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہی - اگر راہ مین
لکڑی ڈالدی اور کوئی شخص اُسمین پھنسا اور اُسکا گھٹنا پھوٹ گیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر جانے والا اُس لکڑی کے
اوپر پاؤن رکھتا ہوا چلا اور گر کر مر گیا پس اگر وہ عمداً نہین پھسلا ہی تو لکڑی ڈالنے والا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ یہ حکم
اسوقت ہی کہ جب وہ لکڑی اس لائق ہو کہ ایسی لکڑی پر لوگ چلا کرتے ہین اور اگر چھوٹی لکڑی ہو جسپر نہین چلتے ہین
تو وہ ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اگر کسی شخص نے راستہ جھاڑا تو اسمین اُسپر کچھ ضمان نہوگی اگر اُس سے کوئی آدمی
مر جاوے - لیکن اگر اُسنے سب جھاڑا ہوا کوڑا راہ مین ایک جگہ جمع کر دیا اور کوئی شخص اُسمین پھنسا اور مرا تو جسنے جھاڑا
ہی وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر راہ مین پانی چھڑکا یا وضو کیا تو ضامن ہوگا اور اس مسئلہ مین کچھ تفصیل نہین
فرمائی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ چھڑکنے والا جبھی ضامن ہوگا کہ جب گذرنے والا ایسی جگہ ہو کر گذرا ہی جہان اُسنے پانی
چھڑکا ہی حالانکہ اُسکو معلوم نہ تھا مثلاً رات تھی یا راہ گیر اندھا تھا پس ٹھوکر کھا کر مر گیا - اور اگر راہ گیر کو وہان پانی چھڑکنے
و بہانے کا حال معلوم تھا تو یہ ضامن نہوگا اسی طرح اگر عمداً وہ پتھر یا لکڑی پر چلا اور ٹھوکر کھا کر پھسل کر گر کر مر گیا تو پھینکنے والا

ضامن نہوگا اور ہمارے بعضے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُسنے تھوڑے راستہ مین پانی ڈالا یا تھوڑے راستہ مین پتھر یا لکڑی رکھی ہو اور اگر پورے راستہ مین پانی چھڑک دیا یعنی چوڑان راستہ کا بالکل تر ہو گیا یا لکڑی و پتھر سے راستہ بالکل گھیر دیا اور راہگیر اُسپر سے گذرا اور پھسل گرا تو چھڑکنے والا و رکھنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر چوپایہ گذرا اور ہلاک ہوا تو ہر حال مین ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر دوکاندار کی اجازت سے دوکان کے آگے پانی چھڑکا اور کوئی منھ کے بل گرا تو قیاساً چھڑکنے والے پر ضمان واجب ہوگی اور استحساناً صاحب دوکان پر واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے راہ مین پانی چھڑک دیا اور ایک شخص دو گدھے لایا تھا اُسمین سے ایک کو اپنے ہاتھ مین پکڑے تھا اور دوسرا اُسکے پیچھے تھا پھر پیچھے والا پھسلا اور اُسکا پاؤن ٹوٹ گیا پس اگر گدھے والا دونون کو ہانکے لاتا ہو تو کوئی ضامن نہوگا اور اگر دونون کا ہانکنے والا نہو تو چھڑکنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ امام محمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے راہ مین پانی ڈالدیا اور وہ کسی گڈھے مین بھر گیا اور جمکر برف ہو گیا پھر اس برف سے کوئی آدمی پھسل گرا تو فرمایا کہ جسنے پانی ڈالا ہی وہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر برف مذکور پگھل گیا اور اس سے کوئی آدمی پھسل گرا یا کسی نے راہ مین برف ڈالا اور وہ پگھلا اور کوئی آدمی پھسل گرا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ اگر راستہ غیر نافذہ ہو تو اس راہ کے لوگون مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ اُس راہ مین لکڑی رکھے و اپنا چوپایہ باندھے اور وضو کرے اور اگر اس سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اُسنے اس راہ مین کوئی عمارت بنائی یا کنوان کھودا جس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو وہ ضامن ہوگا الا ہر گھر والے کو اختیار ہی کہ اپنے فناے دار مین مٹی و لکڑی ڈالے و چوپایہ باندھے و دوکان بناوے و تنور بناوے بشرطیکہ سلامتی کے ساتھ ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر راہ مین پھینکے ہوے برف سے کوئی آدمی یا جانور مرجاوے تو امام محمدؒ نے آخر جنایات الحیوان مین ذکر فرمایا کہ اگر کوچہ غیر نافذہ ہو تو پھینکنے والے پر ضمان نہوگی اور اگر نافذہ ہو تو جسنے پھینکا ہی وہ ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ جو حکم امام محمد رحمہ نے ذکر فرمایا یہ قیاسی حکم ہی اور ہم استحساناً کہتے ہین کہ ضمان واجب نہوگی خواہ کوچہ نافذہ ہو یا غیر نافذہ ہو اور عیون مین ہی کہ اسمین شرط سلامت کی قید ہی اور ہمارے زمانہ کے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ان لوگون نے یہ امر امام المسلمین کی اجازت سے کیا ہی یا کوچہ ایسا ہو کہ انکو برف اٹھا ڈالنے مین حرج عظیم پیش آوے تاکہ یہ پہچانا جاوے کہ دلالۃً انکو برف ڈال رکھنے کی اجازت ہی تو حکم وہی ہوگا جو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے ذکر کیا ہی ورنہ حکم وہ ہی جو امام محمد رحمہ نے بیان فرمایا ہی اور جو فقیہ ابو القاسم سے منقول ہی اسی کی تائید کرتا ہی یعنے فقیہ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہر مین برف بہت ہوتا ہی کہ راہ مین بہت کیچڑ ہو جاتی ہی پس ہر ایک نے اپنے فناء دار مین یا قریب دار کے ایک ایک پتھر ڈالدیا پھر اُسمین کوئی آدمی پھنسکر ٹھوکر کھا کر گرا تو فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہی کہ وہ لوگ امام المسلمین کی اجازت سے پتھر ڈالین اور اگر بدون اجازت امام کے ایسا کیا تو قیاس یہ ہی کہ اُسپر ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک پتھر مین ٹھوکر کھا کر دوسرے پتھر پر گر کر مر گیا تو پہلے پتھر کے ڈالنے والے پر ضمان ہوگی اور اگر پہلے پتھر کا ڈالنے والا نہو تو دوسرے پتھر ڈالنے والے پر ضمان واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے راہ مین کوئی ناجائز چیز ایجاد کی اور اُس سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور دوسرے آدمی پر گرا اور وہ مر گیا تو جسنے ٹھوکر کھائی ہی وہ ضامن نہوگا بلکہ جسنے وہ چیز ایجاد کی ہی وہ ضامن ہوگا اور اگر کسی شخص نے پتھر و لکڑی وغیرہ راہ مین پڑی ہوئی کو اپنی جگہ سے ہٹا کر ایک طرف کر دیا پھر اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوا تو جسنے اُسکو اپنی جگہ سے ہٹایا ہی وہ ضامن ہوگا اور شخص اول ضمان سے نکل جائیگا یہ فتاوی قاضیخان

مین ہی۔ اگر ایک شخص نے راہ مین تلوار ڈالی اور کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مر گیا اور تلوار ٹوٹ گئی تو تلوار کا مالک اُسکی
دیت کا ضامن ہوگا اور ٹھوکر کھانے والا اسکے تلوار کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر ٹھوکر کھانے والا تلوار پر گرا اور تلوار ٹوٹ گئی
اور وہ شخص مر گیا تو تلوار کا مالک اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور مقتول تلوار ٹوٹنے کا ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔
اگر کسی شخص نے راہ مین درندہ کھڑا کیا تو جو کچھ وہ تلف کرے اُسکا ضامن ہوگا بشرطیکہ وہ بندھا ہوا ہو اور بندھے ہوئے
ہونے کی حالت مین اُسنے صدمہ پہونچایا ہو۔ اور اگر کھل گیا اور کھل جانے کے بعد اُسنے اپنی جگہ سے ہٹکر صدمہ پہونچایا
تو باندھنے والا ضامن نہوگا۔ اسی طرح اگر ہوام مثل سانپ بچھو وغیرہ مین سے کسی کو کسی شخص پر ڈالا اور اُسنے اس شخص
کو کاٹ کھایا تو ڈالنے والا ضامن ہوگا اسی طرح اگر کتے کو کسی شخص پر للکارا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر راہ
مین انگارا آگ کا ڈالدیا اور اُس سے کچھ جل گیا تو ڈالنے والا ضامن ہوگا اور اگر ہوا اُسکو اڑا کر اپنی جگہ سے دوسری
جگہ لیگئی اور کوئی چیز اُسنے جلائی تو وہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور ہمارے بعض مشائخ رہ نے فرمایا کہ
یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب پورا انگارا اپنی جگہ سے ہوا اُڑا لیگئی ہو۔ اور اگر اُسکے شرارے لیگئی اور کچھ جلگیا تو بھی ضمان واجب
ہوگی اور امام شمس الائمہ سرخسی فرماتے تھے کہ اگر دن ایسا ہو کہ اُسدن ہوا تیز چلتی ہو تو ڈالنے والا بہرحال ضامن ہوگا
اگرچہ پورے انگارے کو ہوا اُڑا لیجاوے اور شمس الائمہ حلوائی بغیر تفصیل کے ضمان واجب ہونا نہین فرماتے تھے یہ ذخیرہ مین
ہی۔ لوہار نے اپنی دوکان مین اگر بھٹی سے سوختہ لوہا نکالکر قلاب پر رکھکر ہتھوڑے سے مارنا شروع کیا اور اسکے شرارے عام راستہ
کی طرف اُڑے اور کسی شخص کو جلایا یا اُسکی آنکھ پھوڑی تو اُسکی ضمان لوہار کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر کسی شخص کا کپڑا
جلایا تو اُسکی قیمت لوہار کے مال سے واجب ہوگی اور اگر لوہار نے اُسکو ہتھوڑے سے نہ مارا بلکہ ہوا سے اُسکے شرارے اُڑے اور
نقصان مذکور اُس سے واقع ہوا تو وہ ہدر ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر لوہار نے اپنی دوکان مین کنارے دوکان کے
راہ کی طرف جہان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ آگ کا اشتعال راہ مین پہونچیگا اور آگ نے کچھ جلایا تو وہ ضامن
ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص آگ لیکر اپنے ملک یا غیر ملک مین جاتا تھا اور اُسمین سے ایک شرارہ ایک شخص کے
کپڑے پر گرا اور کپڑا جل گیا تو نوادر مین مذکور ہی کہ وہ ضامن ہوگا اور اگر ہوا کوئی چنگاری اُڑا لیگئی اور کسی شخص کے کپڑے مین
جا پڑی تو وہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ اگر آگ لیکر ایسی جگہ سے گذرا جہان اُسکو گذرنے
کا استحقاق حاصل ہی اور اُسمین سے کوئی شرارہ کسی شخص کے ملک مین گر پڑا یا ہوا نے گرا دیا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اس
شخص کو اس جگہ سے گذرنے کا استحقاق نہو اور کوئی چنگاری اسکے ہاتھ سے گری تو ضامن ہوگا اور اُسکو ہوا لیگئی تو ضامن
نہوگا اور یہ اظہر ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر ایک شخص بیع وغیرہ کے واسطے راہ پر بیٹھا اور کسی شخص
نے اُس سے ٹھوکر کھائی پس اگر باجازت سلطان بیٹھا ہو تو وہ ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک
شخص ایک سوتے ہوئے کے پاس گذرا اور اُسکے پانون سے ٹھوکر کھائی کہ اُسکی پنڈلی ٹوٹ گئی اور وہ گرا کہ اُسکی آنکھ کانی
ہو گئی اور گرنے والا مر گیا تو گرنے والے پر سوتے ہوئے کے پانون کا ارش واجب ہوگا کیونکہ اُسکے فعل سے تلف ہوا ہی اور
سونے والے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر دونون مر گئے تو سونے والے پر گرنے والے کی دیت اور گرنے والے پر سونے
والے کی نصف دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ بقالی مین ہی کہ اگر راہ مین سوتے ہوئے سے ایک شخص نے
جو جاتا تھا ٹھوکر کھائی پس اُسکی انگلی اور سوتے ہوئے کی انگلی ٹوٹی پھر دونون مر گئے تو دونون مین سے ہر ایک کی مددگار برادری

ف ۱ قال المترجم قال الامام شمس الائمة سرخسي هو الصحيح توفيق [illegible] ... في الذخيرة وغيرها من [illegible] ولان ذلك [illegible] رعايتان [illegible] ۱۲ منه

پہونچا ہو اُسکی ذات سے دوسرے کو پہونچا ہو اُسکی ضمان واجب ہوگی اور اگر دونون مین سے ایک مرگیا تو زندہ کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے ٹھوکر کھائی اور مُنھ کے بل سوتے ہوے کے مُنھ پر گرا اور اُسکا سر سوتے ہوے کے سر پر گرا اور دونون زخمی ہوے اور دونون کی اُنگلی ٹوٹی تو سوتا ہوا اُسکی اُنگلی و زخم سر کا ضامن ہوگا اور گرنے والا اُسکی اُنگلی کا ضامن ہوگا زخم سر کا ضامن نہوگا اور اگر دونون مرگئے تو سونے والے کی مددگار برادری پر گرنے والے کی دیت واجب ہوگی اور گرنے والے کی مددگار برادری پر سونے والے کی نصف دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ایک شخص راہ مین جاتا تھا کہ ناگاہ مردہ ہوکر گرا اور کسی شخص نے اُسکے ساتھ کوئی جنایت نہین کی اور اسکے گرنے سے ایک شخص کچل کر مرگیا تو کوئی ضامن نہوگا نہ میت مذکور اور نہ اُسکی مددگار برادری یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص راہ مین چلا جاتا تھا کہ ناگاہ اُسکو بیماری نے پکڑا کہ وہ بیہوش ہوکر گرا یا ضعف طاری ہوا کہ وہ چل نسکا اور گرا اور ایک آدمی پر گرا کہ وہ کچل کر مرگیا یا شخص مذکور زندہ زمین پر گرکے مرگیا پھر کسی آدمی نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو اُس شخص کی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی پس جس صورت مین کہ وہ کسی آدمی پر گرا ہے اور وہ آدمی مرگیا تو اس شخص پر کفارہ بھی واجب ہوگا اور اگر یہ شخص جسپر گرا ہے اُسکا مورث ہو تو اُسکی میراث سے بھی محروم ہوگا اور اگر جس صورت مین کہ زمین پر گرا ہے اور دوسرے نے ٹھوکر کھا کر جان دی تو اُسپر کفارہ نہوگا اور نہ میراث سے محروم ہوگا اور یہ امام محمد رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک غلام راہ مین بیٹھا یا سویا اور برابر سوتا یا بیٹھا رہا یہان تک کہ آزاد کیا گیا پھر ایک شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور گرکر مرگیا تو اُسکی دیت غلام کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری اُسکے مولی کی مددگار برادری ہے۔ اور اگر اُس غلام کا پانون ٹوٹ گیا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہین کرسکتا ہے پھر اُسکے مولی نے اُسکو آزاد کردیا پھر کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی تو اُسکے مولی پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر غلام نے راہ مین ایک چوپایہ کھڑا کیا پھر اُسکے مولے نے اُسکو آزاد کردیا پھر ایک شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو اُسکا مولی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کے غلام کے ہاتھ پانون باندھکر راہ مین ڈال دیا پھر عمرو نے اُسکو آزاد کردیا پھر ایک شخص اُس سے ٹھوکر کھا کر گرا اور مرگیا تو اُسکی دیت زید پر واجب ہوگی اور اگر غلام مذکور باوجود دست و پابستہ ہونے کے چلے جانے کی طاقت رکھتا ہو پھر عمرو نے اُسکو آزاد کردیا اور وہ چلا نگیا یہان تک کہ اُس سے کسی نے ٹھوکر کھائی تو جنایت کا ارش اُسکے مولے یعنے عمرو پر واجب ہوگا اور اگر زید نے اُس غلام کو راہ مین بٹھلایا ہو مگر اُسکو باندھا اور ہاتھ پانون سے جکڑا نہین ہے پھر عمرو نے اُسکو آزاد کردیا پھر وہ اپنی جگہ سے چلا نگیا یہان تک کہ ایک شخص اُس سے ٹھوکر کھا کر مرگیا تو اُسکی جنایت کا ارش اُسکے مولی پر واجب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص بوجھ لیے ہوے راستہ مین چلا جاتا تھا پھر اُسکا بوجھ کسی شخص پر گر پڑا اور وہ مرگیا تو بوجھ والا ضامن ہوگا اور اگر گرے ہوے بوجھ سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور مرا تو اُسکا بھی ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص راہ مین چلا جاتا تھا اور وہ اپنے بدن پر ایسی چیز پہنے تھا جسکو لوگ پہنتے ہین پس اُس سے کوئی شخص مرگیا یا وہ کسی آدمی پر گری یا راہ مین گری اور کوئی شخص اُس سے ٹھوکر کھا کر مرگیا تو ان سب صورتون مین سے کسی صورت مین اُسپر ضمان نہوگی اور اگر ایسی چیز نہو جسکو لوگ پہنتے ہین تو وہ بمنزلہ ایسے شخص کے ہوگا جو بوجھ اُٹھائے ہوے ہے اور جو شخص اُس سے تلف ہوا اُسکا ضامن ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی چوپایہ کا سائق یا قائد ہو یا سوار ہو پھر اُسپر سے اُسکے بعض آلات مثل لگام و زین وغیرہ کے کسی آدمی پر گرے اور وہ مرگیا یا وہ چوپایہ راہ مین

گر گیا یا اُسکا بعض اسباب راہ مین گر گیا اور اُس سے کسی شخص نے ٹھوکر کھائی تو سائق و قائد و سوار اُسکا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص مثلاً زید نے راہ مین اپنا گھڑا رکھا اور دوسرے شخص مثلاً عمرو نے بھی اسی راہ مین اپنا گھڑا رکھا پس زید کا گھڑا اُڈھنگا اور عمرو کے گھڑے سے لگا اور عمرو کا گھڑا ٹوٹ گیا تو زید جسکا گھڑا اُلڈھکا ہی ضامن نہوگا اور اگر زید کا گھڑا ٹوٹا ہو تو عمرو جسکا گھڑا رکھا ہی ضامن ہوگا اسی طرح اگر راہ مین زید نے اپنا گھوڑا کھڑا کیا اور عمرو نے بھی اپنا گھوڑا کھڑا کیا پھر ایک کا گھوڑا بدکا اور دوسرے سے صدمہ کھایا تو جسکا گھوڑا بدکا ہی وہ ضامن نہوگا اور اگر بدکا ہوا گھوڑا دوسرے سے صدمہ کھا کر مر گیا تو دوسرا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ زید نے راہ مین اپنا خالی گھڑا یا تیل سے بھرا ہوا رکھا اور عمرو نے بھی اُسی راہ مین اپنا گھڑا رکھا پھر ایک کا گھڑا اُڈھنگا اور اُسنے دوسرے سے ٹکر کھائی اور دونون ٹوٹ گئے تو فرمایا کہ جسکا گھڑا نہین ڈھنگا ہی وہ دوسرے کے گھڑے کا اور اُسکے تیل کے مثل تیل کا ضامن ہوگا اور جسکا گھڑا اُڈھنگا ہی وہ کچھ ضامن نہوگا اور اگر دونون ڈھنگے ہون تو دونون مین سے کوئی ضامن نہوگا اور اگر ایک گھڑا اُجھکا اور بدون اسکے کہ اپنی جگہ سے ہٹ جاوے دوسرے گھڑے سے ٹکر کھائی اور دونون ٹوٹے یا جھکنے والا ٹوٹا یا برقرار رہا ہوا ٹوٹا تو ہر ایک پر جسقدر اُسکے گھڑے سے نقصان ہوا ہی اُسکا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے بڑے حوض سے ایک گھڑا بھر کر کنارے پر رکھا اور دوسرا شخص آیا اُسنے بھی اپنا گھڑا بھر کر کنارے پر رکھا پھر دوسرا گھڑا اُڈھنگا اور پہلے گھڑے سے ٹکر کھائی اور دونون ٹوٹ گئے تو دوسرے گھڑے کا مالک پہلے گھڑے کے مالک کے گھڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک دوسرے کے گھڑے کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ جسکا گھڑا رکھا رہا ہی اُسی پر ہر حال مین ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے کوئی چیز راہ مین رکھدی پھر اُس سے کوئی چوپایہ بدک گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو رکھنے والے پر ضمان واجب نہوگی بشرطیکہ اُسنے وہ چیز اُس چوپائے سے ملائی نہو اسیطرح اگر جھکی ہوئی دیوار کے مالک سے پیشتر اسکی بابت مطالبہ کیا گیا ہو پھر وہ دیوار زمین پر گری اور اُس سے کوئی چوپایہ بدک گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو مالک دیوار ضامن نہوگا مالک دیوار یا راہ مین کوئی چیز رکھنے والا جبھی ضامن ہوگا کہ جب اُسکی دیوار سے یا رکھنے والے کی چیز سے کسی چیز کو صدمہ پہونچا ہو پس وہ تلف ہو گئی ہو یہ محیط مین ہی۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل مین فرمایا اگر اہل مسجد نے اپنی مسجد مین بارش کے پانی کے واسطے ایک کنوان کھودا یا اُسمین قندیلین لٹکائین یا اُسمین مٹکے رکھے کہ جسمین پانی بھرا جاتا تھا اُسمین بڑی چٹائی ڈالی یا اُسمین دروازہ لگایا یا اُسمین بوریا بچھایا یا اُسمین سائبان بنایا پس اگر اُسنے کوئی شخص تلف ہو جائے تو اہل مسجد پر ضمان نہوگی اور اگر سوائے اہل محلہ کے کسی دوسرے شخص نے یہ چیزین ایجاد کین اور اُس سے کوئی شخص مر گیا پس اگر اُسنے اہل محلہ کی اجازت سے انکو بنایا ہی تو ضامن نہوگا اور اگر اُسنے بدون اجازت اہل محلہ کے انکو بنایا ہی پس اگر کوئی عمارت یا کنوان بنایا اور اُس سے کوئی تلف ہوا تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر اُسنے پانی پینے کے واسطے مٹکہ رکھا یا چٹائی یا بوریے بچھائے یا قندیلین لٹکائین حالانکہ اہل محلہ سے اجازت نہ لی پھر چٹائی سے کوئی شخص اُلجھکر گرا اور مر گیا یا قندیل گری اور اُسنے کسی آدمی کا کپڑا جلایا یا خراب کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ضامن نہوگا شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ ہمارے اکثر مشائخ نے اس مسئلہ مین صاحبین کا قول اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر اہل مسجد مین سے کوئی شخص مسجد مین بیٹھا اور اُس سے کوئی آدمی ٹھوکر کھا کر مر گیا پس اگر نماز مین نہو تو ضامن ہوگا اور اگر نماز

قال المترجم ولا یخفی فیہ انہ لو والظاہر ان المراد بالمجاوزة عن ملکہ فافہم ۱۲ منہ

مین ہو تو ضامن نہوگا اور یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کسی حال مین ضامن نہوگا کذا فی الکافی اور صدر الاسلام نے فرمایا کہ صاحبین رح کا قول اظہر ہی کذا فی التبیین۔ اور اگر عبادت کے واسطے بیٹھا مثلاً نماز کا انتظار کرتا تھا یا پڑھانے کے واسطے یا فقہ سکھلانے کے واسطے بیٹھا یا اعتکاف کے واسطے بیٹھا یا بیٹھکر اللہ کا ذکر کرتا یا تسبیح یا قرآن پڑھتا تھا پھر کوئی آدمی اُس سے ٹھوکر کھاکر مرگیا تو کتاب مین اسکی کوئی روایت نہین ہی۔ اور مشائخ متاخرین نے اسمین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک ضامن ہوگا اور شیخ ابوبکر رازی اسی طرف گئے ہین اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور شیخ ابو عبد اللہ جرجانی کا یہی مذہب ہی یہ محیط مین ہی اور شمس الائمہ نے ذکر کیا کہ صحیح مذہب امام اعظم رح کا یہ ہی کہ جو شخص نماز کے انتظار مین بیٹھا ہی وہ ضامن نہوگا اور خلاف ایسے عمل مین ہی جسکی خصوصیت مسجد کے ساتھ نہین ہی جیسے قرات قرآن و درس فقہ و حدیث وغیرہ اور فقیہ ابو جعفر نے کشف الغوامض مین ذکر کیا کہ مین نے شیخ ابوبکر سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر قرات قرآن یا اعتکاف کی غرض سے بیٹھا ہو تو بالاجماع ضامن نہوگا اور فخر الاسلام و صدر الشہید نے ذکر کیا کہ اگر حدیث کے واسطے بیٹھا تو بالاجماع ضامن ہوگا یہ تبیین مین ہی اور اگر مسجد مین چلتا تھا اور چلنے مین اُسنے کسی آدمی کو روندڈالا یا سویا اور کروٹ لیکر کسی آدمی پر گرا اور اُسکو ہلاک کیا تو اُسکے ضامن ہونے مین کچھ اختلاف نہین ہی یہ شرح مبسوط مین ہی۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے بلا اجازت امام المسلمین کے ایک نہر پر پل باندھا پھر اُسپر عمداً ایک شخص گذرا اور وہ پل گرا اور وہ شخص مرگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ مسئلہ اس مقام پر یون مذکور فرمایا ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ یہ مسئلہ دو طرح پر ہی کہ اگر نہر اُسکی ملک ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر اُسکی ملک نہو پس اگر وہ کسی خاص قوم کی نہر ہو تو اُسپر ضمان نہوگی بشرطیکہ گذرنے والا اُسپر عمداً گذرا ہووے اور اگر وہ عمداً اُسپر نگذرا ہو تو بنانے والا ضامن ہوگا اور بقیاس پانی چھڑکنے کے مسئلہ کے یہ ہی کہ اگر گذرنے والے نے کوئی راہ گذرنے کی بنائی ہو یا بغیر نہر کے کوئی جگہ بنائی ہو تو بنانے والا ضامن ہوگا اگرچہ وہ عمداً پل پر سے گذرا ہو اور اگر وہ جماعت مسلمانون کے واسطے نہر عام ہو اور پل بنانے والے نے بدون اجازت امام کے پل باندھا تو اُسکا جواب ویسا ہی جیسا کہ قوم خاص کی نہر پر بڑا یا چھوٹا پل بنانے کا حکم ہی ایسا ہی ظاہر الروایۃ مین مذکور ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے راہ مین کنوان کھودا اور ایک شخص نے آکر عمداً اپنے تئین اُس کنوئین مین ڈالدیا تو کھودنے والا ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے عام راستہ پر اپنے فناے مملوک سے علیحدہ کنوان کھودا اور اسمین کوئی آدمی گرکر مرگیا تو بالاجماع کھودنے والے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب نہوگا اور ہمارے نزدیک وہ میراث سے محروم نہوگا اور اگر اُسنے فناے دار مین کھودا پس اگر فنا دوسرے کی ملک مین ہو تو وہ ضامن ہوگا اور اگر فنا اُسکی ملک ہو یا اُسکو وہان کھودنے کا قدیمی حق حاصل ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی ملک نہو بلکہ جماعت مسلمانون کی ملک ہو یا مشترک ہو مثلاً کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے راہ مین کنوان کھودا پھر ایک شخص آیا اور اسمین گر پڑا اور مرگیا خواہ بھوک کی وجہ سے یا پیاس کی وجہ سے یا کسی رنج و غم کی وجہ سے تو امام اعظم رح کے نزدیک کھودنے والے پر ضمان واجب نہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے جنگل مین ایسی جگہ جہان گذرگاہ نہین ہی اور نہ کسی کی آمد و رفت کا راستہ ہی بدون اجازت امام کے کنوان کھودا پھر اسمین کوئی آدمی گر پڑا تو کھودنے والا ضامن نہوگا اسی طرح اگر

جنگل میں کوئی شخص بیٹھا یا خیمہ گاڑا اور کوئی آدمی اُس سے ٹھوکر کھا کر گر کر مر گیا تو بیٹھنے والا اور خیمہ گاڑنیوالا ضامن نہوگا اور اگر ایسا فعل
راستہ میں کیا ہو تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے راہ میں کنواں کھودا پھر دوسرے شخص نے پہلے اسفل
میں کھودا پھر اُسمیں ایک شخص گر پڑا تو پہلا کھودنے والا ضامن ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ قیاس ہے اور ہم اسیکو اختیار کرتے ہیں یہ
محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دوسرے نے آگر اسکا منہ چوڑا کر دیا پھر اُسمیں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو ضمان دونوں پر نصفا نصف واجب ہوگی
ویسا ہی کتاب میں مذکور ہے اور جواب میں اطلاق ہے اور فقیہ ابو جعفر سے منقول ہے کہ وہ اس مسئلہ کے جواب میں تفصیل فرماتے تھے اور کہتے تھے
کہ اگر دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنیوالے کا قدم دونوں کے کھوداو پر پڑا تو دونوں پر نصفا نصف ضمان واجب
ہوگی اور اگر دوسرے نے بہت کم چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنیوالے کا قدم دوسرے کے کھوداو سے ملاقی نہیں ہوا بلکہ پہلے کھوداو سے
ملاقی ہوا تو صرف پہلا شخص ضامن ہوگا دوسرا ضامن نہوگا اور اگر دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا
قدم پہلے شخص کے کھوداو سے ملاقی نہیں ہوا بلکہ دوسرے ہی کے کھوداو سے ملاقی ہوا تو دوسرا ہی ضامن ہوگا اور اگر دوسرے نے
اسقدر چوڑا کیا کہ ہو سکتا ہے کہ گرنے والے کا قدم دونوں کے کھوداو پر پڑے اور ہو سکتا ہے کہ فقط ایک کے کھوداو پر پڑے تو ایسی
صورت میں دونوں پر نصفا نصف ضمان واجب ہوگی۔ اور شیخ امام زاہد احمد طواویسی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے
تھے کہ اگر اُسنے اسقدر چوڑا کیا کہ اُسکے کھوداو کی چوڑان میں قدم نہیں سما سکتا ہے پس ایک شخص نے آکر بیچ کنوئیں میں
اپنا قدم رکھا اور گر پڑا تو ضمان فقط اول پر واجب ہوگی اور اگر کنارہ کنوئیں کے قدم رکھا تو ضمان دونوں پر نصفا نصف
ہوگی اور اگر اُسنے اسقدر چوڑا کیا کہ اُسکے کھوداو کے چوڑان میں قدم سما سکتا ہے پس اگر گرنے والے نے بیچ کنوئیں میں
قدم رکھا تو اول پر ضمان واجب ہوگی اور اگر کنوئیں کے کنارہ قدم رکھا تو فقط دوسرے پر ضمان واجب ہوگی اور اگر
قدم رکھنے کا حال معلوم نہوا تو دونوں پر نصفا نصف ضمان واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر راہ میں کنواں کھودا
پھر اُسکو پاٹ دیا پس اگر اُسکو مٹی یا گچ وغیرہ ایسی چیز سے جو اجزائے زمین سے ہے پاٹا ہے پھر دوسرے نے آکر اُسکو
خالی کر دیا پھر اُسمیں کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا تو دوسرا شخص ضامن ہوگا اور اگر ایسی چیز سے جو اجزائے زمین سے نہیں
ہے مثل اناج وغیرہ کے پاٹا ہو تو شخص اول ضامن ہوگا اسی طرح اگر راہ میں کنواں کھود کر اُسکا منہ ڈھانک دیا پھر
دوسرے نے آکر اُسکا ڈھانکن کھول دیا پھر اُسمیں کوئی شخص گر گیا تو شخص اول ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں
ہے۔ اور اگر ایک شخص راہ میں رکھے ہوئے پتھر سے لڑکھڑا کر پھر کنوئیں میں گر پڑا تو پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا کنواں
کھودنے والا ضامن نہوگا اور اگر پتھر کو کسی نے نہ رکھا ہو تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر
ایک شخص نے کنوئیں میں پتھر یا دھار دار لوہا وغیرہ رکھ دیا پھر اُسمیں ایک شخص گر پڑا اور پتھر و دھار دار چیز کی وجہ سے
وہ قتل ہو گیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے شارع عام پر کنواں کھودا اور وہاں کسی
شخص نے پانی بہایا پھر ایک شخص آیا اور وہ پانی میں پھسل کر کنوئیں میں گر کر مر گیا تو ضمان اُسپر واجب ہوگی جسنے
پانی بہایا ہے اور اگر یہ پانی آسمانی پانی ہو تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک کنواں ایک
شخص کی ملک ہو یا عام رستہ پر ہو اُس شخص نے ایک شخص کو اس کنوئیں میں ڈھکیل دیا تو ڈھکیلنے والا ضامن ہوگا
یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص راہ کے کنوئیں میں گر گیا اور مر گیا پھر کھودنے والے نے کہا کہ گرنے والا اسمیں
عمداً گر پڑا ہے اور مجھپر ضمان واجب نہیں ہے اور گرنے والے کے وارثوں سے کہا کہ اُسنے اپنے تئیں خود کنوئیں میں نہیں

تا الا ہی بلکہ بدون قصد وارادہ کے گر پڑا ہی اور تجہیر ضمان واجب ہی تو امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ گرنے والے کے وارثون
کا قول قبول ہوگا اور کھودنے والا ضامن ہوگا اسیر قیاس ہی پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ کھودنے والے کا قول قبول
ہوگا اور اُسپر ضمان واجب نہوگی اور یہ استحسانا ہی یہ محیط مین ہی - اگر شارع عام پر ایک کنوان کھودا اور اُسمین
ایک شخص گر پڑا اور مرا نہین بلکہ بچ گیا اور اُسمین سے نکلنا چاہا پھر جب درمیان کنوئین تک چڑھ آیا تھا کہ ناگاہ وہان
سے گر پڑا اور مرگیا تو ضمان واجب نہوگی اور اگر گرنے والا کنوئین کی تہ مین چلا اور اُسمین ایک پتھر سے صدمہ کھاکر
مرگیا پس اگر وہ پتھر جس جگہ زمین مین تھا اُسی جگہ جما ہوا تھا کنوان کھودنے والے نے اُسکو ہٹایا نہ تھا تو ضمان واجب
نہوگی اور اگر کنوان کھودنے والے نے اُسکو اپنی جگہ سے اُکھاڑ کر کنوئین کے اندر کسی طرف کو جما دیا تھا تو کھودنے والے
پر ضمان واجب ہوگی ایسا ہی منتقی مین مذکور ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر راہ کے کنوئین مین ایک آدمی گر پڑا پھر ایک شخص
نے کہا کہ یہ کنوان مین نے کھودا ہی تو اسکے اقرار کی تصدیق اُسکی ذات پر کیجائیگی اُسکی مددگار برادری پر تصدیق نکیجائیگی
اور گرنے والے کی دیت اس اقرار کنندہ کے مال سے تین سال مین دلائی جائیگی یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص نے دوسرے
کی ملک مین ایک کنوان کھودا اور اُسمین ایک آدمی گر گیا پس مالک زمین نے اقرار کیا کہ مین نے کھودنے والے کو
کھودنے کا حکم دیا تھا اور گرنے والے کے ولی نے اس سے انکار کیا تو قیاسًا مالک زمین کے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی
اور استحسانًا تصدیق کیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر کسی شخص نے عام راستہ یا عام بازار مین باجازت سلطان کنوان کھودا یا
اپنا چوپایہ کھڑا کیا یا عمارت بنائی تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان کھودا پھر
اُسمین ایک آدمی گرا اور کنوئین مین ایک آدمی موجود تھا یا اُسمین چوپایہ گرا (اگر اُس سے کوئی تلف ہوجاوے) اور گرنے والے کے صدمہ سے جو آدمی اُسمین
تھا وہ مرگیا تو گرنے والا اُس شخص کے خون کا جو اُسمین تھا ضامن ہوگا اور اگر یہ کنوان راہ مین ہو تو گرنے والے کو
اور جسپر گرا ہی اُسکو جو کچھ مصیبت پہونچے ان دونون کا ضامن کنوان کھودنے والا ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی -
امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے دار مین بدون اُسکی اجازت کے اناج کے واسطے ایک گڑھا کھودا
اور اُسمین ایک گدھا گر کر مرگیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر راہ مین ایک کنوان کھودا اور اُسمین
ایک شخص گرا اور اُسکا ہاتھ اُکھڑ گیا پھر اُسمین سے نکلا پھر اُسکو دو آدمیون نے شجہ سے زخمی کیا پھر وہ ان سب
زخمون سے مریض ہو کر مرگیا تو ان سب پر اُسکی دیت تین تہائی ہو کر واجب ہوگی (یعنی ہر ایک پر ایک تہائی واجب ہوگی ۱۲) یہ مبسوط مین ہی - اگر تین آدمی ایک
کنوئین مین گرے اور باہم ایک دوسرے سے چپٹے تھے یعنی ایک کے بعد دوسرا اُسکو پکڑے تھا پس اگر یہ لوگ
گرنے سے مرگئے اور بعض بعض پر نہین گرا تو پہلے کی دیت کنوان کھودنے والے پر اور دوسرے کی اول پر اور
تیسرے کی دوسرے پر واجب ہوگی اور اگر گرنے سے مرے مگر بعض بعض پر گرا ہی اور یہ بات معلوم ہوگئی مثلاً
یہ لوگ زندہ نکالے گئے اور انھون نے اپنے حال سے خبر دی پھر سب مرگئے تو اول شخص کا مرنا سات وجہ سے
خالی نہین ہوسکتا ہی اول یہ کہ اپنے گرنے ہی سے مرگیا اور کوئی بات نہین ہی تو اُسکی دیت کنوان کھودنے والے
پر ہوگی دوم یہ کہ دوسرے آدمی کے اُسپر گرنے سے وہ مرگیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا سوم اگر تیسرے شخص کے اُسپر
گرنے سے مرا ہی تو اُسکی دیت دوسرے پر ہوگی چہارم اگر دوسرے و تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہی تو نصف خون
ہدر ہوگا اور نصف کی دیت دوسرے پر واجب ہوگی پنجم اگر اپنے گرنے اور دوسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہی تو

اُسکا نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت کھودنے والے پر واجب ہوگی ششم اگر اپنے گرنے اور تیسرے کے گرنے سے مرا ہو تو اُسکی نصف دیت کھودنے والے پر اور نصف دیت دوسرے پر واجب ہوگی ہفتم اگر اپنے گرنے اور دوسرے و تیسرے شخص کے اُسپر گرنے سے مرا ہو تو اُسمین سے ایک تہائی خون ہدر رہوگا اور تہائی دیت کھودنے والے پر اور تہائی دیت دوسرے شخص پر واجب ہوگی۔ اور دوسرے شخص کا مرنا تین حال سے خالی نہین اگر اپنے گرنے سے مرا ہو تو اُسکی دیت شخص اول پر ہوگی۔ اور اگر تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہو تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اپنے گرنے اور تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہو تو اُسکا نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت شخص اول پر واجب ہوگی اور تیسرے شخص کے مرنے مین فقط ایک صورت ہے یعنے اپنے گرنے سے مرگیا ہے پس اُسکی دیت دوسرے شخص پر واجب ہوگی۔ اور اگر ان لوگون کی موت کا حال دریافت نہوا تو قیاس یہ ہے کہ اول کی دیت کھودنے والے کی مددگار برادری پر اور دوسرے کی اول کی مددگار برادری پر اور تیسرے کی دوسرے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور استحسانًا یہ حکم ہے کہ اول کی تہائی دیت ہدر ہوگی اور تہائی کھودنے والے پر اور تہائی دوسرے پر واجب ہوگی اور دوسرے شخص کی دیت مین سے آدھی ہدر ہوگی اور آدھی اول پر واجب ہوگی۔ اور تیسرے کی دیت دوسرے پر واجب ہوگی اور امام محمد رح نے یہ بیان نفرمایا کہ یہ استحسان کسکا قول ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر ایک شخص نے ایک مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کنوان کھود دے پس مزدور نے کنوان کھودا اور اُسمین ایک آدمی گر کر مرگیا پس اگر اُسنے مسلمانون کے عام راستہ مین جسکو ہر شخص جانتا ہے کنوان کھودا ہے تو مزدور پر ضمان واجب ہوگی خواہ مستاجر نے اس سے اُسکو آگاہ کر دیا ہو یا نکیا ہو اور اسیطرح اگر مزدور نے مسلمانون کے غیر مشہور راستہ مین کنوان کھودا مگر مستاجر نے اُسکو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ راستہ عام مسلمانون کا راستہ ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مستاجر نے مزدور کو اس سے آگاہ نکیا ہو تو ضمان مستاجر پر واجب ہوگی اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ ایک شخص کو مزدور کیا کہ یہ بکری ذبح کر دے اور اُسنے ذبح کر دی پھر معلوم ہوا کہ یہ بکری مستاجر کے سواے دوسرے شخص کی ہے تو اس صورت مین مزدور ضامن ہوگا خواہ مستاجر نے اُسکو آگاہ کیا ہو کہ یہ بکری غیر شخص کی ہے یا آگاہ نکیا ہو لیکن درصورتیکہ آگاہ نہ کیا ہو تو مزدور کو جو کچھ تاوان دینا پڑا ہے اُسکو مستاجر سے واپس لیگا۔ اور اگر مزدور نے فناء دار مین کنوان کھودا پس اگر فناے مذکور غیر شخص کی ہو اور مزدور اس بات کو جانتا ہو یا مستاجر نے اُسکو اس بات سے آگاہ کر دیا ہو تو مزدور پر ضمان واجب ہوگی اور اگر مزدور کو یہ بات معلوم نہوئی کہ یہ فناے مذکور مستاجر کے سواے دوسرے شخص کی ہے اور نہ مستاجر نے اُسکو آگاہ کیا تو مستاجر پر ضمان واجب ہوگی۔ اور اگر فناے مذکور مستاجر کی ہو پس اگر اُسنے اجیر سے کہا کہ مجھے کھودنے کا قدیمی حق حاصل ہے تو مستاجر پر ضمان واجب ہوگی اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے کھودنے کا قدیمی حق حاصل نہین ہے مگر یہ میرے دار کی فناء ہے تو استحسانًا مستاجر پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے چار مزدور اپنے واسطے کنوان کھودنے کے لیے مقرر کیے اور اُنکے کھودنے مین وہ کنوان اُنپر گر پڑا اور ایک مرگیا تو باقی تینون مین سے ہر ایک پر اُسکی چوتھائی دیت واجب ہوگی اور چوتھائی ہدر ہوگی اور اسیطرح اگر باقی تین آدمی مزدور نہون بلکہ مقتول کے مددگار ہون تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کھودنے والا ایک ہی شخص ہو اور اُسکے کھودنے مین کنوان ڈہل گیا اور وہ دب کر مرگیا تو اُسکا خون

ہدر ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو حکم کیا کہ راہ مین کنوان کھودے پس اگر اسکے فنا سے مین ہو تو
کسی شخص کے تلف ہونے مین اسکی دیت مولی کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اسکے فنا مین نہو تو ضمان غلام کی گردن پر
ہوگی خواہ غلام کو یہ بات معلوم ہو یا معلوم نہو یہ تاتارخانیہ نقلا عن التجرید مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین ایک نہر
کھودی اور اسمین کوئی آدمی یا چوپایہ تلف ہوا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر غیر ملک مین نہر کھودی تو مثل کنوان کھودنے کے
ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے غیر ملک مین ایک نہر کھودی اور اس سے پانی پھوٹ نکلا اور
کوئی زمین یا گانون غرق ہوگیا تو ضامن ہوگا اور اگر اپنی ملک مین کھودی ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے
اپنی زمین کو پانی دیا اور پانی پھوٹ نکلا اور اسکی زمین سے باہر جاکر اسنے کسی مال کو یا زراعت یا باغ انگور کو خراب کردیا تو وہ (الا اذا تعمد ذلک ۱۲)
شخص ضامن نہوگا اسی طرح اگر اپنی زمین کی گھانس جلائی یا کٹے ہوے پولے یا اجمہ کے نرکل جلائے پھر آگ اسکی زمین سے
نکل کر غیر کی زمین کی طرف متعدی ہوئی اور کچھ جلادیا تو ضامن نہوگا اور بعض مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہی کہ جب اسنے
ایسے روز جلائی کہ جب ذرا ہوا ٹھہری ہوئی تھی اور اگر ہوا کے روز جلائی کہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ ہوا اس آگ کو دوسرے پڑوسی کی
زمین مین اڑا لیجائیگی تو استحسانا ضامن ہوگا جیسے ایک شخص نے اپنے پرنالہ مین پانی بہایا اور پرنالہ کے نیچے غیر شخص کا
مال رکھا ہو وہ خراب ہوگیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایک شخص نے اپنے دار یا تنور مین آگ جلائی تو جو کچھ اس سے جل جاوے
وہ ضامن نہوگا اسی طرح اگر اپنے دار مین نہر یا کنوان کھودا اور اس سے پڑوسی کی زمین نمناک ہوگئی تو ضامن نہوگا اور
حکم قضاء مین اسکو یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ اسکو اس جگہ سے تحویل کرے مگر فیما بینہ وبین اللہ تعالے اسپر واجب ہی کہ جب دوسرے
کو ضرر پہونچتا ہی تو اس فعل سے باز رہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ پانی
پھوٹ کر اتنا پانی نکلا کہ جسکو عرف وعادت کے موافق اسکے ملک کی زمین برداشت کرسکتی ہی اور اگر اسکی ملک برداشت
نکرسکتی ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین پانی جاری کیا اور اسکے پانی جاری کرنے
سے یہ پانی غیر کی زمین کی طرف پھوٹ نکلا اور کچھ چیز خراب کردی تو قیاسًا وہ ضامن نہوگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اپنی
ملک مین پانی بہایا حالانکہ وہ جانتا ہی کہ یہ پانی غیر کی زمین کی طرف پھوٹ نکلیگا تو وہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پانی اسکے پڑوسی کی زمین مین پھوٹ گیا پس اگر اسنے اپنی زمین مین اسطرح
پانی جاری کیا کہ اسکی زمین مین ٹھہرتا نہین بلکہ پڑوسی کی زمین مین جاکر ٹھہرتا ہی تو ضامن ہوگا اور اگر اسکی زمین مین
ٹھہر کر پھر پھوٹ کر پڑوسی کی زمین مین گیا پس اگر پڑوسی نے پیشتر اس سے بندش اور مضبوطی کرلینے کے واسطے
کہدیا تھا مگر اسنے نکیا تو ضامن ہوگا اور اگر پیشتر اس سے نکہا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی زمین اونچی اور پڑوسی کی
کی زمین نیچی ہو کہ جس سے یہ بات معلوم ہو کہ اگر اپنی زمین سینچے گا تو پڑوسی کی زمین مین پانی جائیگا تو وہ ضامن
ہوگا اور اسکو حکم دیا جائیگا کہ بندان باندھے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر اسکی زمین سے کوئی چھید یا چوہے کا
بل ہو پس اگر اسکو یہ بات معلوم ہو اور اسنے بند نکیا یہانتک کہ پڑوسی کی زمین مین پانی گیا اور خراب کیا تو ضامن ہے
اور اگر نجانتا ہو تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین نہر عام سے سینچی اور اس نہر عام
سے اور چند نہرین چند قومون کی نکلی ہین جنکے دہانہ کھلے ہوے ہین پس ان دہانون سے چھوٹی نہرون مین پانی بھرا (والقول قولہ فی ذلک ۱۲)
اور اقوام مذکورہ کی زمینین خراب ہوگئین تو یہ شخص ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص مملوک نے راہ

یعنے غلام ۱۲

مین کنوان کھودا پھر اُسمین ایک آدمی مرگیا اور اُسکے مولے نے غلام مذکور کا فدیہ دیدیا پھر اُسمین دوسرا آدمی گر پڑا تو امام ابوحنیفہ رحہ نے فرمایا کہ مولی کو اختیار ہی چاہے پورا غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر غلام نے مسلمانون کے راستہ مین ایک کنوان کھودا اور اُسمین ایک شخص گر پڑا اور مولے نے کہا کہ مین نے اُسکو اسکے کھودنے کا حکم دیا تھا تو مولی کی مددگار برادری اُسکی دیت کی ضامن نہوگی اور مولے کے قول کی برادری کے حق مین تصدیق نہوگی لیکن اگر گواہ قائم کرے تو تصدیق ہوگی پس بدون گواہون کے مقتول کی دیت اُسکے مال مین ہوگی یہ مبسوط مین ہی- منتقی مین ہی کہ ایک غلام نے شارع عام پر کنوان کھودا پھر اُسمین ایک شخص گر پڑا اور مقتول کے ولی نے اُسکو معاف کردیا پھر اُسمین دوسرا شخص گر کر مرگیا تو امام اعظم رحہ کے نزدیک مولی کو اختیار دیا جائیگا چاہے پورے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور امام ابویوسف رحہ و امام محمد رحہ نے فرمایا کہ مولی اُسکا نصف دیگا گویا دونون آدمی ایکبارگی اسمین گرے پھر ایک کے ولی نے معاف کیا ہی یہ محیط مین ہی- اگر غلام نے بلا اجازت اپنے مولی کے راہ مین کنوان کھودا پھر مولے نے اُسکو آزاد کردیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ غلام نے کنوان کھودا ہی پھر اُسمین ایک آدمی گر کر مرگیا تو مولے پر ولی مقتول کے واسطے غلام کی قیمت واجب ہوگی پھر اگر اُسمین دوسرا آدمی گرا تو دونون مقتولون کے ولی اس قیمت مین شریک ہوجاوینگے اور اگر اس کنوئین مین وہی غلام گر پڑا تو اُسکے وارث بھی اس قیمت مین شریک ہونگے اور امام محمد رحہ سے روایت ہی کہ غلام کا خون ہدر ہوگا- اور اصل اس مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ غلام نے راہ مین کنوان کھودا پھر مولی نے اُسکو آزاد کیا پھر وہی غلام اس کنوئین مین گر کر مرگیا تو امام محمد رحہ کے نزدیک اُسکا خون ہدر ہوگا اور ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکے وارثون کے واسطے مولی پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی- اور اگر مولی نے پہلے اُس غلام کو آزاد کردیا پھر اُس غلام نے راہ مین کنوان کھودا اور خود اُسمین گر کر مرگیا تو بلاخلاف مولی پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہی- اور اگر اُس کنوئین مین کوئی آدمی گر جانے کے بعد مولے نے اُس غلام کو آزاد کیا پس اگر مولی اُس کنوئین مین آدمی گرنے سے خبردار نہو تو اُسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر آدمی گر جانے کا حال جانتا ہو تو مولے پر اُسکی دیت واجب ہوگی پھر اگر اُسمین دوسرا آدمی گر کر مرگیا تو وہ پہلے مقتول کے وارث سے دیت بٹوالیگا پس امام اعظم رحہ کے نزدیک پہلا بقدر دیت کے اور دوسرا بقدر قیمت غلام کے اُس دیت مین شریک ہونگے اور صاحبین رحہ نے فرمایا کہ مولی پر دوسرے کے واسطے نصف قیمت واجب ہوگی اور وہ پہلے کا دیت مین شریک نہوگا یہ مبسوط مین ہی- اور اگر غلام نے راہ مین بلا اجازت مولی کے کنوان کھودا پھر کسی کو خطا سے قتل کیا اور مولے نے اُسکو ولی مقتول کو دیدیا پھر کنوئین مین کوئی آدمی گر کر مرگیا تو ولی مقتول کو اختیار ہوگا چاہے نصف غلام دیدے اور چاہے اُسکے فدیہ مین دیت دیدے یہ حاوی مین ہی- اور اگر گرنے والے کے ولی نے عفو کیا تو کچھ غلام مولی کی طرف واپس نہوگا اور اس مسئلہ مین گرنے والے کے ولی اور مولاے غلام کے درمیان کچھ خصومت نہوگی بلکہ خصومت اُسکے ساتھ ہوگی جسکے قبضہ مین بالفعل وہ غلام ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر پہلے اُس کنوئین مین کوئی آدمی گر کر مرگیا اور مولے نے اُسکے ولی کو غلام مذکور دیدیا پھر غلام نے خطا سے کسی کو قتل کیا اور ولی ساقط نے بھی غلام وارث مقتول کو دیا پھر کنوئین مین دوسرا آدمی گر کر مرگیا تو ولی مقتول کو اختیار ہوگا چاہے تہائی غلام گرنے والے کے وارث کو دیدے یا اُسکے فدیہ مین دیت دیدے یہ مبسوط مین ہی- اور اگر غلام نے باجازت مولی کنوان کھودا پس اگر ملک مولی مین کھودا ہو تو گرنے والے کی ضمانت

مولی کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر غیر ملک مولی مین ہو تو غلام کی گردن پر ضمان ہوگی خواہ غلام اسکو جانتا ہو
یا نجانتا ہو یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کنوئین مین کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا پھر اُسمین دوسرا آدمی گر گیا کہ اُسکی آنکھ جاتی رہی
اور غلام جسنے کنوان کھودا ہے بعینہ موجود ہے تو مولی اُسکو دونون کو دیدیگا کہ دونون کے درمیان تین تہائی بقدر
ہر ایک کے حق کے تقسیم ہوگا اور اگر اُسکا فدیہ دینا چاہے تو پندرہ ہزار درم اُسکا فدیہ دے کہ دس ہزار درم ولی مقتول
کو اور پانچ ہزار درم آنکھ والے کو ملینگے اور اگر دونون کا حال جاننے سے پہلے اُسنے غلام کو آزاد کر دیا تو اُسکی قیمت دونون
کو دیگا جو تین تہائی دونون مین تقسیم ہوگی اور اگر قتل کو جانتا ہو اور آنکھ پھوٹنے کو نجانتا ہو تو اُسپر ولی مقتول کے واسطے
دس ہزار درم اور آنکھ والے کے واسطے تہائی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر اُسنے غلام کو قبل اسکے کہ کنوئین مین کوئی گرے (یعنے جو شخص کنوئین مین گر کر مر گیا ہے ۱۲)
فروخت کیا پھر اُسمین کوئی گر گیا اور مر گیا تو بائع پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر غلام نے خود اپنے تئین اُسمین
ڈالدیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق بائع پر اُسکی قیمت مشتری کو دینی واجب ہوگی اور بروایۃ امام محمد رح کے اُسکا خون
ہدر ہوگا جیسا ہمنے آزاد کر دینے کی صورت مین بیان کیا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کسی مدبر نے راہ مین کنوان کھودا
پھر اُسکو مولی نے آزاد کیا یا مولی مر گیا پس مدبر آزاد ہو گیا پھر مدبر نے اپنے تئین اس کنوئین مین ڈالدیا اور مر گیا
تو اُسکے وارثون کے واسطے مولی کے ترکہ مین سے اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ مدبر نے ایک کنوان کھودا اور
اُسمین اُسکا مولی گر گیا یا ایسا شخص گرا جسکا مولی وارث ہوگا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اُسمین مولی کا مکاتب گرا تو
قیمت کا ضامن ہوگا پس مولے سے مدبر کے کھودنے کے روز کی قیمت اور مکاتب کے گرنے کے روز کی قیمت
دونون مین سے کم مقدار کا مواخذہ کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مدبر یا ام الولد نے راہ مین کنوان کھودا اور
اُسکی قیمت ہزار درم ہے پھر اُسمین ایک آدمی گر کر مر گیا تو مولے پر اُسکی قیمت واجب ہوگی پھر اگر اُسمین ایک بعد دوسرے
کے گر گیا اور جتنے گرے سب مر گئے اور مملوک کی قیمت اس درمیان مین متغیر ہوکر ناقص یا زائد ہو گئی تو مولی پر ایک ہی
اُسکی قیمت واجب ہوگی جو کھودنے کے روز تھی یعنے ہزار درم اور کچھ واجب نہوگا کہ وہی ان سب مین برابر تقسیم ہوگی
اسی طرح اگر اُسمین کوئی آدمی گرنے سے پہلے مدبر مر گیا یا مولی نے اُسکو آزاد کر دیا۔ کاتب کیا یا کسی آدمی کے گر کر مرنے کے
بعد مولے نے اُسمین سے کوئی فعل کیا تو بھی مولی پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ نوادر بن سماعہ مین
امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک مکاتب نے راہ مین کنوان کھودا پھر ایک شخص کو قتل کیا اور اُسپر مکاتب کی
قیمت دینے کی ڈگری کی گئی پھر کنوئین مین ایک آدمی گر کر مر گیا تو فرمایا کہ گرنے والے کا ولی مکاتب کی قیمت مین
اُسکا شریک ہو جاوے جسنے قیمت لی ہے اور فرمایا کہ مدبر کا بھی یہی حکم ہے اور فرمایا کہ جب گرے ہوے کا ولی آیا اور اُسنے
اُس شخص سے جسنے مدبر کی قیمت اُسکے مولے سے لی ہے قیمت کی بابت مواخذہ کیا تو اُسکے اور جسنے قیمت لی ہے
دونون کے درمیان خصومت نہوگی اور مین اُسکے گواہ قیمت لینے والے پر قبول نکرونگا بلکہ مولاے مدبر پر اُسکے
گواہ قبول کرونگا پھر جب مولی پر پیش کیے گواہون کی تعدیل ہو جاوے تو البتہ جسنے قیمت لی ہے اُس سے نصف قیمت
واپس لیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک مدبر نے کنوان کھودا اور اُسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا اور مولے نے بحکم قاضی اُسکی قیمت
ہزار درم دیدی پھر ولی مذکور جسنے قیمت لی ہے مر گیا اور ایک ہزار درم ترکہ چھوڑا اور اُسپر دو شخصون کے دو ہزار درم قرضہ
مین ہر ایک کے ہزار درم قرضہ مین پھر کنوئین مین دوسرا شخص گر گیا اور مر گیا تو ہزار درم جنکو پہلے ولی جنایت نے

ع [illegible]

چھوڑا ہی اُسکے قرضخواہون اور دوسرے ولی جنایت کے درمیان پانچ حصے ہوکر تقسیم ہونگے یعنے قرضخواہون کو چار حصے اور اُسکو ایک حصہ ملیگا پس اگر بحکم قضا اُنھون نے اسطرح حصہ تقسیم کرلیا پھر اور ایک آدمی کنوئین مین گرکر مرگیا تو دوسرے ولی جنایت سے اسکا وارث آدھا مال جو اُسکے پاس جرمانہ کا وصول کیا ہوا ہی لے لیگا اور دونون ملکر دونون قرضخواہون کا دامن پکڑکر اُسنے جو کچھ اُنھون نے لیا ہی اُسمین سے ہزار درم کی چوتھائی تک جسقدر ان دونون کا حصہ ملاکر کم ہی وہ بھی لے لینگے - اور اگر اخیر جنایت کا ولی پہلے ولی جنایت سے نہ ملا بلکہ ایک قرضخواہ سے ملاقات ہوئی تو جو کچھ اُسنے میت کے مال سے لیا ہی اُسمین سے چوتھائی لے لیگا پھر جب یہ قرضخواہ دوسرے قرضخواہ سے ملے تو دونون اپنے پاس کا مال جمع کرکے نصفا نصف تقسیم کرلینگے اور دونون ولی جنایت جب باہم ملاقی ہون تو اپنے پاس کا مال جمع کرکے باہم آدھا آدھا تقسیم کرلینگے اور اگر اسکے بعد یہ سب باہم مجتمع ہوے تو جو کچھ اسکے پاس ہی سب آٹھ حصون پر تقسیم ہوگا جسمین سے دونون ولی جنایت کو چوتھائی اور قرضخواہون کو تین چوتھائی دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مولے نے پانچ سو درم بلا حکم قاضی ولی اول کو دیدیے پھر اُسنے جو کچھ لیا ہی وہ مولی کو ہبہ کردیا تو دوسرے کے ولی کو اختیار ہوگا چاہے مولی سے نصف تاوان لے یا مولی سے چوتھائی اور ولی اول سے چوتھائی تاوان لے - اور اگر مولی نے ولی اول کو بحکم قاضی دیا ہو تو ولی ثانی کو دو طرح کا خیار نہوگا بلکہ مولے سے چوتھائی اور ولی اول سے چوتھائی لے لیگا یہ کافی مین ہی - اگر ایک شخص نے ایک غلام مجور اور ایک آزاد کو مزدور مقرر کیا کہ دونون اُسکے واسطے کنوان کھودین پھر کنوان دونون پر گر پڑا اور دونون مرگئے تو مستاجر پر غلام کی قیمت اُسکے مولے کے واسطے واجب ہوگی پھر یہ قیمت وارثان آزاد کو ملیگی بشرطیکہ نصف دیت سے کم ہو پھر مولے اسکو مستاجر سے واپس لیگا پھر مستاجر چونکہ ادا ے ضمان سے غلام کا مالک ہوا اور آزاد شخص اُسکے نصف پر جنایت کرنیوالا ہوگیا پس آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت مستاجر کے لیے واجب ہوگی اور اگر غلام ماذون ہوتا تو مستاجر پر کچھ واجب نہوتا اور آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت ہوگی پھر یہ وارثان آزاد کو ملیگی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ایک غلام محجور و ایک آزاد اور ایک مکاتب کو اپنے واسطے کنوان کھودنے کے لیے مزدور مقرر کیا پھر کنوان ان سب پر گر پڑا اور مرگئے تو مستاجر پر آزاد و مکاتب کی ضمان واجب نہوگی اور غلام کی قیمت اُسکے مولی کو دیگا پھر جب مولی کو قیمت دیدی تو مولی اُسکو وارثان آزاد و مکاتب کو دیدیگا پس وارثان آزاد اُسمین بقدر تہائی دیت کے اور وارثان مکاتب بقدر تہائی قیمت مکاتب کے بہ حصہ رسد لیجاوینگے پھر مولا اسی غلام مستاجر سے دوبارہ غلام کی قیمت لے لیگا اور وہ اُسی کو سپرد کیجائیگی - اور مستاجر کو اختیار رہوگا کہ آزاد کی مددگار برادری سے غلام کی تہائی قیمت واپس لے اور وارثان مکاتب بھی آزاد سے مکاتب کی تہائی قیمت واپس لینگے پھر مکاتب کے ترکہ سے بقدر اُسکی قیمت کے لیجائیگی اور وہ وارثان آزاد و مستاجر کے درمیان مشترک ہوگی اُسمین وارثان آزاد بقدر تہائی دیت کے اور مستاجر بقدر تہائی قیمت غلام کے شریک ہونگے یہ حاوی مین ہی اور یہی تاتارخانیہ مین تجرید سے منقول ہی - اور اگر آزاد و مکاتب و مدبر و غلام کو مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کنوان کھودین پھر چارون کے کھودنے مین وہ کنوان چارون پر گر پڑا اور سب مرگئے اور مدبر و غلام کو کام کی اجازت نہ تھی تو ہم کہتے ہین کہ انمین سے ہر ایک اپنے فعل اور اپنے ساتھیون کے فعل سے تلف ہوا ہی پس اُسکی بذات کا چوتھائی حصہ ہدر ہوگا اور اُسکے ساتھیون کی جنایت اُسکی تین چوتھائی حصہ مین معتبر ہوگی پھر مستاجر پر غلام و مدبر کی قیمت اُسکے مولے کو دینی واجب ہوگی پھر وارثان آزاد کے واسطے آزاد کی چوتھائی دیت انمین سے

ہر آدمی کی گردن پر واجب ہوگی اور ولی مکاتب کے واسطے مکاتب کی چوتھائی قیمت انہین سے ہر شخص کی گردن پر واجب ہوگی۔ پس ان دونون قیمتون مین وارثان آزاد و وارثان مکاتب بقدر نصف قیمت و مکاتب کے شریک کیے جاوینگے پھر اسی حساب سے باہم تقسیم کر لینگے پھر دونون کے مولی اسکو مستاجر سے واپس لینگے پھر مستاجر کے واسطے آزاد کی مددگار برادری پر ان دونون مین سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی اور نیز اُسکے واسطے مکاتب کی گردن پر ان دونون مین سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی حالانکہ مکاتب کے واسطے بھی ان دونون سے ہر ایک کی گردن پر اُسکی چوتھائی قیمت جسکو ہر ایک نے چھوڑ رکھا ہے واجب ہوئی ہے پس بعض بعض کا بدلا ہو جائیگا اور آپسمین جسکا جو کچھ زیادہ نکلے وہ لے لیگا اور مکاتب کی چوتھائی قیمت آزاد کی مددگار برادری پر ہوگی پھر یہ قیمت وارثان آزاد لے لینگے بدین اعتبار کہ مکاتب نے چوتھائی آزاد پر جنایت کی ہے لیکن اگر اسقدر قیمت بہ نسبت چوتھائی دیت کے زائد ہو تو بقدر چوتھائی دیت کے لیکر باقی کو مولاے مکاتب کو واپس دینگے۔ مگر یہ حکم ایسے شخص کے قول پر درست ہوگا جو کہتا ہے کہ جنایت مین مملوک کی قیمت جہانتک پہونچے معتبر ہوتی ہے اور دونون مین سے ہر غلام کی قیمت کی چوتھائی دوسرے غلام کی قیمت مین واجب ہے لیکن چونکہ یہ مستاجر کے ذمہ ہے اسواسطے اسکا اعتبار کرنا مفید نہین ہے پس اگر دونون غلام کام کے واسطے ماذون ہون تو مستاجر پر ضمان واجب نہوگی اور ہر ایک کی چوتھائی قیمت دوسرے کی گردن پر ہوگی اور دونون مین سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت آزاد کی مددگار برادری پر ہوگی اسی طرح مکاتب کی چوتھائی قیمت بھی آزاد کی عاقلہ پر ہوگی اور آزاد کی تین چوتھائی دیت ان مین سے ہر ایک پر ایک چوتھائی ہوگی پھر جب آزاد کی مددگار برادری نے ہر ایک کی چوتھائی قیمت دیدی اور ہر ایک نے اسکو لے لیا تو ہم کہتے ہین کہ مولاے مدبر سے پوری قیمت لیجائیگی جبکہ یہ قیمت جو اُسکو چاہیے اسکے برابر یا کم ہو پھر یہ قیمت باقیون مین اسطرح تقسیم ہوگی کہ وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے غلام بقدر اُسکی چوتھائی قیمت کے اور مولاے مکاتب بقدر چوتھائی قیمت مکاتب کے شریک کیے جاوینگے اور اگر مکاتب نے بقدر اداے کتابت کے چھوڑا ہو تو اُسکے ترکہ سے تمام قیمت لے لیجائیگی بشرطیکہ یہ قیمت جسقدر اُسپر واجب ہے اُس سے کم ہو پھر اسمین وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے غلام بقدر چوتھائی قیمت کے اور مولاے مدبر بقدر چوتھائی قیمت کے شریک کیے جاوینگے پھر مولاے غلام سے سب جو کچھ اُسنے لیا ہے لیا جائیگا اور اُسمین وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے مدبر بقدر چوتھائی قیمت مدبر کے اور مولاے مکاتب بقدر چوتھائی قیمت مکاتب کے شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہے۔

بارہوان باب۔ بہائم کی جنایت اور بہائم پر جنایت کرنے کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ چوپایہ کی جنایت تین حال سے خالی نہین یا تو مالک چوپایہ کی ملک مین ہوگی یا غیر مالک کے ملک مین ہوگی یا مسلمانون کی راہ مین ہوگی۔ پس اگر اُسکی جنایت اُسکے مالک کی ملک مین واقع ہوئی اور مالک اُسکے ساتھ نہ تھا تو اُسکا مالک ضامن نہوگا خواہ چوپایہ جنایت کے وقت کھڑا ہو یا چلتا ہو خواہ اُسنے اپنے ہاتھ یا پانون سے روند ڈالا ہو یا ہاتھ یا پانون سے ماردیا ہو یا دم ماردی ہو یا دانت سے کاٹ کھایا ہو۔ اور اگر اُسکا مالک اُسکے ساتھ ہو پس اگر اُسکا قائد یا سائق ہو تو بھی ان سب صورتون مین ضامن نہوگا اور اگر سوار ہو اور چوپایہ روان ہو پس اگر ہاتھ یا پانون سے روند ڈالا تو ضامن ہوگا اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ لازم ہوگا

اور وہ میراث سے محروم ہوگا اور اگر کاٹ کھایا یا ہاتھ یا پاؤن یا دم سے مار دیا تو ضمان واجب نہوگی اور اگر غیر مالک چوپایہ
کی ملک مین تھا پس اگر بدون مالک کے داخل کرنے کی دوسرے کے ملک مین داخل ہو گیا ہو مثلاً چھوٹ بھاگا ہو
تو اُسکے مالک پر ضمان واجب نہوگی اور اگر اُسکے مالک کے داخل کرنے پر داخل ہوا ہو تو مالک سب صورتون مین
ضامن ہوگا خواہ چوپایہ کھڑا ہو یا روان ہو خواہ اُسکا مالک اُسکے ساتھ اُسکا سائق یا قائد یا سوار ہو خواہ اُسکے
ساتھ نہو یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر اُسکے مالک کی اجازت سے ہو تو وہ ایسا ہے جیسے اُسکی ملک مین ہو یہ تبیین مین ہے
اور اگر اُسکی جنایت مسلمانون کے راستہ مین ہو پس اگر چوپایہ راستہ مین کھڑا ہو اُسکے مالک نے کھڑا کیا ہو تو سب
صورتون مین جو کچھ اُسکے فعل سے تلف ہوا اُسکا مالک تلف شدہ کا ضامن ہوگا اور اگر چوپایہ روان ہو اور اُسکا
مالک اُسکے ساتھ نہو پس اگر اُسکے مالک کے روان کر دینے سے روان ہو گیا ہو تو جب تک اسی رخ روان رہے
دائین بائین نہ گھوم جاوے تب تک اُسکا مالک جسنے اُسکو روان کیا ہے ضامن رہیگا یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر دائین
یا بائین مڑ گیا پس اگر اُسکا راستہ سوائے اسکے دوسرا نہو تو روان کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر اُسکے چلنے کا دوسرا
راستہ بھی ہو تو روان کرنے والا ضامن نہوگا اور اگر چوپایہ ٹھہر گیا پھر روانہ ہوا تو ہانکنے والا ضمان سے بری ہو گیا
اور اگر کسی پھیرنے والے نے اُسکو لوٹایا پس اگر وہ نہ ٹھہرا اور اپنی سیدھ پر چلا گیا تو روان کرنے والا ضامن ہوگا
اور اگر پھرا پھر ٹھہر کر روانہ ہوا تو کوئی ضامن نہوگا اور اگر پھرا مگر نہ ٹھہرا اور اسی سیدھ پر روانہ ہوا تو پھیرنے والا ضامن
ہوگا اگر اُسنے کچھ تلف کیا یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر چوپایہ بدون اپنے مالک کے روانہ کیے ہوئے چلا جاتا ہے
مثلاً وہ مالک کے ہاتھ سے چھوٹ بھاگا ہے تو سب صورتون مین اُسکے مالک پر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے
اگر چوپایہ نے روندا یا ہاتھ یا پاؤن یا سر سے صدمہ پہونچایا یا کاٹ کھایا یا ہاتھ یا پاؤن مارے تو اُسکا سوار ضامن
ہوگا اسی طرح اگر کسی چیز سے ٹکرایا تو بھی ضامن ہوگا یہ ہدایہ مین ہے - اور اگر لات ماری یا دم ماری تو اُسکے نقصان کا
ضامن نہوگا اور اگر قائد ہو تو اُسکا بھی وہی حکم ہے جو سوار کا حکم ہے اور سائق پیچھے سے ہانکنے والے کا حکم لات
مارنے کی صورت مین کیا ہے سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور یہ مذہب شیخ
ابو الحسن قدوری و مشائخ عراق مین سے ایک جماعت کا ہے اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور اسطرف ہمارے
مشائخ رح نے میل کیا ہے کذا فی الذخیرہ اور صحیح یہ ہے کہ ہانکنے والا اُسکے لات مارنے سے ضامن نہوگا یہ کافی مین
ہے - اور روند ڈالنے کی صورت مین سوار پر کفارہ واجب ہوگا سائق و قائد پر واجب نہوگا اسی طرح روند ڈالنے
کی صورت مین سوار کے حق مین میراث سے محروم ہونا اور وصیت سے محروم ہونا لازم ہوتا ہے سائق و قائد کے
حق مین ایسا نہیں ہے یہ تبیین مین ہے - اور اگر چوپایہ کے ساتھ ایک شخص سوار ہوا اور ایک سائق ہو تو بعض نے
فرمایا کہ چوپایہ جو کچھ روند ڈالے سائق اُسکا ضامن نہوگا بلکہ سوار ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ دونون پر تاوان لازم ہوگا یہ نہایہ
مین ہے - منتقی مین ہے کہ ایک شخص ایک چوپایہ سواری پر سوار ہوا اور اُسکے پیچھے ایک شخص ردیف ہے اور چوپایہ
کے پیچھے سائق ہے اور آگے قائد ہے پھر چوپایہ مذکور نے ایک آدمی کو روند ڈالا تو اُسکی دیت ان لوگون پر چار چوتھائی
ہو کر واجب ہوگی اور سوار و ردیف پر کفارہ بھی واجب ہوگا یہ محیط مین ہے - اور اگر چوپایہ نے چلتے ہوئے راہ مین
لید یا پیشاب کیا اور اس سے کوئی شخص پھسل پڑا اور کسی طرح تلف ہو گیا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر چوپایہ کو اس غرض

کے واسطے کھڑا کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اسی طرح اگر خود چوپایہ لید کرنے یا پیشاب کرنے کیواسطے کھڑا ہو گیا یا اُسکا لعاب بہا اور اسکے ذریعہ سے کوئی آدمی تلف ہوا تو بھی ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر چوپایہ کو کسی اور غرض سے کھڑا کیا پھر کوئی آدمی اُسکی لید یا پیشاب سے تلف ہوا تو ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر اُسنے اپنے ہاتھ یا پانون سے کنکریان یا خرمے کی گٹھلیان ٹاپ کر اڑائین یا غبار یا سنگریزے اُڑائے اور کسی شخص کی آنکھ پھوڑی یا اُسکے کپڑے خراب کیے تو ضامن نہوگا اور اگر بڑا پتھر ہو تو ضامن ہوگا اور سوار و ردیف و سائق و قائد اس حکم مین یکسان ہین یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص اپنے جانور سواری پر سوار ہو کر راہ مین چلا جاتا تھا پھر اُسنے ایک پتھر سے جسکو ایک شخص نے راہ مین رکھا ہے یا ایک دکان سے جسکو کسی نے راہ مین بنایا ہے ٹھوکر کھائی یا پانی سے جسکو کسی نے راہ مین ڈالا ہے پھسلکر کسی آدمی پر گرا اور وہ مرگیا تو ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جسنے اُن چیزون کو راہ مین پیدا کیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ سوار اس چیز کو جو راہ مین پیدا کی گئی ہے نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو پھر قصداً اُسنے جانور کو اسی جگہ چلایا تو ضمان اُسی پر ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ قدوری مین ہے کہ اگر کسی شخص نے مسلمانون کی بڑی مسجد یا کسی مسجد کے دروازہ پر اپنا گھوڑا کھڑا کیا اور اُسنے کسی آدمی کو لات ماری تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر امام نے دروازہ مسجد کے پاس جانوران سواری کے کھڑے ہونے کے واسطے کوئی جگہ مقرر کردی ہو تو وہان کھڑے ہونے سے جو حادثہ جانورون سے پیش آوے اُسکی ضمان نہوگی یہ تبیین مین ہے۔ لیکن جب جانور سواری کو آگے سے چلایا یا پیچھے سے ہانکا یا اُس مقام مین سوار چلا گیا تو نقصان کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر چوپایون کے بازار مین اپنا چوپایہ کھڑا کیا اور اُسنے لات ماری تو اُسکے مالک پر ضمان واجب نہوگی اور جو کشتی کنارے پر بندھی ہو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ منتقے مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر سلطان کے دروازہ پر اپنا گھوڑا کھڑا کیا حالانکہ اُسکے دروازہ پر سواری کے جانور کھڑے کیے جاتے ہین تو فرمایا کہ جو صدمہ اُس سے پہونچے اُسکا ضامن ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر جنگل مین اپنا چوپایہ کھڑا کر دیا تو ضامن نہوگا الا اُس صورت مین کہ پگڈنڈی پر کھڑا کر دیا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا چوپایہ کسی زمین مین جو اُسکے اور غیر کے درمیان مشترک ہے کھڑا کیا پھر اُسنے اپنے پانون یا ہاتھ سے کوئی صدمہ پہونچایا تو قیاس یہ ہے کہ وہ نصف کا ضامن ہو اور استحساناً کچھ ضامن نہوگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ ایسے مقام پر کھڑا کیا جہان چوپایہ کھڑے کیے جاتے ہین اور اگر ایسی جگہ کھڑا کیا جہان چوپایہ نہین کھڑے کیے جاتے ہین تو قیاساً و استحساناً فعل چارپایہ سے جو کچھ تلف ہوا اُسکا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے اپنا چوپایہ مسلمانون کی راہ مین کھڑا کیا اور اُسکو نہ باندھا پھر وہ اس جگہ سے چلا گیا اور کوئی چیز تلف کی تو مالک ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر اسکو راستہ مین باندھکر کھڑا کیا اور وہ کھونٹے مین بندھا ہوا گھوما اور کسی چیز کو تلف کیا پس اگر رسی کھل جانے کے بعد اپنی جگہ سے ہٹکر اُسنے تلف کی تو اُسکے مالک پر ضمان نہوگی اور اگر رسی اپنے حال پر رہی اور اُسنے کچھ تلف کیا تو اُسکی جنایت کا ضامن ہوگا اگرچہ جہان کھڑا کیا تھا وہان سے جنبش کر جاوے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر گھوڑے نے سرکشی کرکے اڑنا شروع کیا اور مالک نے اُسکو مارا یا لگام کھینچی پس اُسنے لات یا دم سے کسی کو مارا تو مالک ضامن نہوگا اسی طرح اگر مالک اُسکی پیٹھ سے گر پڑا اور گھوڑا اپنی سیدھ پر چلا گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو مالک پر کچھ واجب نہوگا

ع
[illegible]

یہ حاوی مین ہے - اگر ایک گدھا کرایہ کیا اور راہ مین چند لوگ بیٹھے تھے وہان کھڑا کر کے اُن لوگون کو سلام کیا پھر اسکے مالک
نے اُسکو انگلی سے ٹھیلا یا مارا یا ہانکا اور اُسنے کسی کو لات ماری تو دونون ضامن ہونگے اور وہ مثل ہانکنے کا حکم
کرنے والے کے ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اگر جانور چلا جاتا ہو اور اُسپر ایک آدمی سوار ہو پس اُسکو کسی شخص نے
انگلی سے ٹھیلا اور چوپایہ نے سوار کو گرا دیا تو انگلی چونکنے والے پر کچھ واجب نہوگا بشرطیکہ اُسنے مالک کی اجازت سے
یہ فعل کیا ہو اور اگر اُسنے بلا اجازت ایسا کیا تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی اور اگر چوپایہ نے ٹھیلنے والے کو مارا تو اُسکا
خون ہدر ہوگا اور اگر کسی دوسرے شخص کو دم یا لات سے یا اور کسی طرح صدمہ پہونچایا پس اگر بدون اجازت سوار کے
ہو تو ٹھیلنے والا ضامن ہوگا اور اگر اُسکی اجازت سے ہو تو دونون پر ضمان واجب ہوگی سواے دم سے مارنے یا لات
مارنے کے کہ یہ دونون ہدر ہین یہ خلاصہ و محیط و فتاوی قاضی خان مین ہے - لیکن اگر سوار اپنے غیر ملک مین کھڑا ہوا
اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اُسکو انگلی سے ٹھیلے پس چوپایہ نے اسکے ٹھیلنے سے کسی شخص کو لات ماری تو دونون پر ضمان
واجب ہوگی اور اگر سوار کی اجازت نہو تو پوری ضمان ٹھیلنے والے پر واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب نہوگا کذا فی الخلاصہ
اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ چوپایہ نے بفور انگلی سے ٹھیلنے کے لات ماری ہو اور اگر فی الفور نہ ماری ہو تو اُسپر ضمان واجب
نہوگی یہ محیط مین ہے - اور اگر کوئی شخص گھوڑے کو آگے سے پکڑے ہوے لیے جاتا ہے اور کسی شخص نے اُسکے بدن
پر انگلی سے چونکا اور وہ بدک کر قائد کے ہاتھ سے چھوٹ بھاگا اور فی الفور کسی کو تلف کیا تو انگلی چونکنے والے پر
ضمان واجب ہوگی اسی طرح اگر چوپایہ مذکور کا کوئی سائق ہو اور کسی شخص نے اُسکو انگلی سے چبھو دیا تو بھی یہی حکم ہے
یہ ہدایہ مین ہے - ایک چوپایہ کا ایک سائق و ایک قائد ہے اور ان دونون مین سے کسی کے بغیر اجازت ایک شخص
نے اُسکو انگلی سے ٹھیلا اور اُسنے کسی کو لات ماردی تو چبھونے والے پر خاصۃً ضمان واجب ہوگی اور اگر انگلی سے
ٹھیلنا ان دونون مین سے کسی کی اجازت سے ہو تو کسی پر ضمان واجب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور
اگر انگلی سے چونکنے والا کوئی غلام ہو تو چوپایہ کی جنایت غلام کی گردن پر ہوگی اور اگر لڑکا ہو تو وہ مثل مرد کے ہے
یہ حاوی مین ہے - اگر ایک شخص کا چوپایہ روان ہو اور وہ اُسپر سوار ہو پھر اُسنے کسی غلام کو حکم دیا کہ اسکو چونک دے
اور چوپایہ نے چونکنے سے کسی شخص کو لات ماردی تو ان دونون مین سے کسی پر ضمان واجب نہوگی اور اگر چونکنے
کے ساتھ ہی کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکی ضمان ان دونون پر نصفا نصف واجب ہوگی پس نصف سوار کی مددگار
برادری پر اور نصف غلام کی گردن پر کہ جسکے عوض وہ غلام دیا جائیگا یا اُسکا مولی اُسکا فدیہ دیگا پھر مولاے غلام
اس سوار سے غلام کی قیمت لے لیگا بشرطیکہ اُسکی قیمت نصف دیت سے کم ہو بشرطیکہ یہ غلام جسکو چونکنے کا حکم دیا ہے
غلام محجور ہووے - اور اگر یہ غلام ماذون ہو تو اُسکا مولے جو کچھ اُسکو تاوان دینا پڑا ہے وہ حکم دہندہ سے واپس
نہین لے سکتا ہے اور اگر سوار نے چوپایہ کے پیچھے سے ہانکنے یا آگے سے لے چلنے کا حکم دیا تو مثل چونکنے کے
حکم دینے کے اسکا بھی جواب ہے اور اگر سوار غلام ہو اور اُسنے دوسرے غلام کو حکم دیا کہ چوپایہ کو پیچھے سے ہانک دے
اور چوپایہ نے کسی شخص کو روند ڈالا پس اگر دونون ماذون ہون تو ضمان ان دونون کی گردن پر آدھی آدھی
ہوگی کہ جسکے عوض یہ دونون غلام دیدیے جاوینگے یا انکے مولی انکا فدیہ دینگے اور غلام مامور کا مولی غلام
حکم دہندہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر غلام مامور محجور ہو اور حکم دہندہ ماذون ہو تو بھی ضمان ان دونون

کی گردن پر ہوگی اور جب مولائے مامور نے وہ غلام دیدیا یا اُسکا فدیہ نصف دیت دیدی۔ تو غلام حکم دہندہ سے اپنے غلام کی قیمت واپس لیگا۔ اور اگر دونون مجور ہون تو بھی ضمان ان دونون کی گردن پر ہوگی اور جب غلام مامور کے مولی نے اُسکو دیا یا نصف دیت اُسکا فدیہ دیا تو فی الحال غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی پھر جب وہ آزاد ہوجاوے تو اُس سے اپنے غلام کی قیمت واپس لے سکتا ہی اور اگر حکم دہندہ مجور اور مامور ماذون ہو تو بھی ضمان ان دونون کی گردن پر ہوگی اور جب غلام مامور کے مولی نے اپنا نصف غلام دیا یا اُسکا فدیہ دیا تو غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی۔ نہ فی الحال اور نہ بعد اُسکے آزاد ہوجانے کے یہ محیط مین ہی اور اگر چوپایہ سواری راہ مین ایسی چیز کے پاس گذرا جو راہ مین کھڑی کی گئی تھی پس اس چیز کی ٹھیس اُسکے بدن مین لگی یعنے یہ چیز چبھی پس اسنے لات ماری اور کوئی آدمی مرگیا تو جسنے اس چیز کو کھڑا کیا ہی اُسپر ضمان واجب ہوگی یہ حاوی مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار راہ مین کھڑا ہی پس اُسنے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس جانور کو چونک دے اُسنے چونکا پس اُسنے ایک آدمی کو ہلاک کیا اور حکم دہندہ کو گرا دیا تو مرد اجنبی کی دیت اُس چونکنے والے اور حکم کرنے والے دونون پر واجب ہوگی اور جسنے حکم کیا تھا اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر وہ گھوڑا بعد حکم کے اپنی جگہ سے روانہ ہوگیا ہو پھر مامور نے چونکا اور فی الفور اُسنے لات ماری تو ضمان چونکنے والے پر ہوگی حکم دہندہ سوار پر نہوگی اور اگر روانہ نہوا مگر چونکنے والے اور ایک اجنبی کو لات مار کر دونون کو مار ڈالا تو اجنبی کی دیت چونکنے والے پر اور سوار پر ہوگی اور چونکنے والے کی نصف دیت سوار پر ہوگی۔ اور اگر سوار نے اُسکو راہ مین کھڑا کیا لیکن گھوڑے نے حرونی کی اور ٹھہر گیا پس اُسنے یا غیر نے اُسکو چونکا تا کہ چلے اور اُسنے کسی شخص کو لات ماردی تو دونون مین سے کسی پر ضمان واجب نہوگی۔ ایک شخص نے راہ مین اپنا گھوڑا کھڑا کر دیا تھا اُسپر دوسرا شخص سوار ہوگیا پس اُسنے لات مار کر کسی کو تلف کیا تو اُسکی دیت گھوڑے کے مالک اور سوار دونون پر نصفا نصف ہوگی۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا چوپایہ راہ مین کھڑا کرکے باندھ دیا اور خود غائب ہوگیا پھر مالک نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اسکے چونک دے پس اُسکے چونکنے سے اُسنے لات ماری خواہ کسی غیر کو یا حکم دہندہ کو اُسکی دیت چونکنے والے پر ہوگی اور اگر حکم دہندہ نے اُسکو راہ مین کھڑا کیا ہو پھر ایک شخص کو اُسکے چونکنے کا حکم کیا اور چوپایہ نے کسی کو قتل کیا تو اُسکی دیت چونکنے والے اور حکم دہندہ دونون پر نصفا نصف ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر چوپایہ ایک پتھر سے جسکو کسی نے راہ مین رکھا ہی بدک گیا تو پتھر رکھنے والا بمنزلہ چونکنے والے کے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا گدھا چھوڑا اور وہ ایک شخص کے کھیت مین گیا اور اُسکی کھیتی خراب کردی پس اگر چھوڑنے والے نے اُسکو چھوڑا اور اُسکو کھیتی کی طرف ہانکا ہو مثلاً اُسکے پیچھے ہو تو ضامن ہوگا اور اگر پیچھے نہو لیکن وہ گدھا اپنی سیدھ پر چلا گیا اور داہنے یا بائین نہین مڑا اور فوراً چلا گیا اور اُسنے کوئی کھیت پاکر اُسکو خراب کیا تو بھی ضامن ہوگا اور اگر داہنے یا بائین سمت گیا پھر کھیتی کو پاکر خراب کیا پس اگر یہی ایک ہی راہ نہو تو ضامن نہوگا اور اگر ایک ہی راہ ہو تو ضامن ہوگا۔ اور اگر مالک نے اُسکو چھوڑا اور وہ ایک ساعت ٹھہر گیا پھر کھیت مین گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والا ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاری رح سے منقول ہی کہ ایک شخص نے گانون مین سے اپنی گائے اپنی زمین کی طرف چھوڑی اور اُسنے دوسرے کے کھیت مین گھسکر اُسکا کھیت کھایا پس اگر سوائے اس راہ کے اُسکا دوسرا راستہ ہو

توضامن نہوگا اور اگر راستہ بہی ایک ہو تو ضامن ہوگا۔ اور اگر چوپایہ سواری اپنے تہان سے نکلا اور اُسنے کسی شخص کا کھیت خراب کیا یا چراگاہ مین چھوڑا اور اُسنے وہان سے کھیت اُجاڑا تو ضمان واجب نہوگی اسیطرح کُتے اور بلیون کا حکم ہی کہ اگر انہون نے لوگون کے مالون مین سے کچھ خراب کیا تو مالک پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے بہائم مین سے کسی بہیمہ کو چھوڑ دیا اور اُسکا ہانکنے والا ہی اور فی الفور اُسنے کسی مال یا آدمی کو صدمہ پہونچایا تو ضامن ہوگا۔ اور اگر پرند کو چھوڑا اور اُسکو ہانکا اور فی الفور اُسنے کسی کو صدمہ پہونچایا تو ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا کُتا ایک بکری پر چھوڑا پس اگر وہ ٹھہر گیا پھر اُسنے جاکر بکری کو مار ڈالا تو ضامن نہوگا اور اگر فوراً چھوڑتے ہی جاکر بکری کو مار ڈالا تو جامع صغیر مین مذکور ہی کہ ضامن نہوگا اگر وہ سائق نہو یعنے اُسکے پیچھے نہو اور ایسا ہی قدوری نے ذکر کیا ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ وہ ضامن ہوگا اور مشائخ نے امام ابو یوسف رح کا قول اختیار کیا ہی اور فقیہ ابو اللیث رح نے شرح جامع صغیر مین ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنا کُتا چھوڑا اور فی الفور اُسنے کسی آدمی کو قتل کیا یا اُسکے کپڑے پھاڑ ڈالے تو چھوڑنے والا ضامن ہوگا۔ اور ناطفی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنے کُتے کو ایک شخص پر للکارا اور اُسنے اُسکو کاٹا یا اُسکے کپڑے پھاڑے تو امام ابو حنیفہ رح کے قول مین ضامن نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور فتوے کے واسطے امام ابو یوسف کا قول مختار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کا کتا کٹہا ہو کہ جو اُسطرف گذرتا ہی اُسکو کاٹ کھاتا ہی تو اہل شہر کو اُسکے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہی اور اگر اُسنے آدمی کو تلف کیا پس اگر اس سے پہلے اُسکے مالک کو اس سے اطلاع دیگئی اور مطالبہ کیا گیا تہا تو وہ ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا جیسا کہ جُہکی ہوئی دیوار کا حکم ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر شکاری اپنا کتا چھوڑا اور اُسنے کسی آدمی کو پکڑ کر صدمہ پہونچایا اور مالک اُسکے پیچھے اُسکا سائق نہ تہا تو روایت ظاہرہ کے موافق ضامن نہوگا اور روایات ظاہرہ ہی پر اعتماد ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا مست اونٹ دوسرے کے دار مین داخل کیا اور صاحب دار مین اُسکا اونٹ ہی پس مست اونٹ اُسکے اونٹ پر چڑھ بیٹھا اور اُسکو مار ڈالا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ مست اونٹ کے مالک پر ضمان نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ اگر مست اونٹ کے مالک نے اُسکو مالک مکان کی اجازت سے دار مین داخل کیا ہی تو ضمان نہوگی اور اگر بدون اجازت داخل کیا ہی تو ضامن ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ محیط مین ہی۔ اور راہ مین جو قطار کا قائد ہو یعنے آگے سے تہام پکڑے ہوے لیے جاتا ہو وہ اول قطار و آخر قطار سب کا ضامن ہی اگرچہ قطار بہت بڑی ہو کہ قائد سے اُسکے آخر تک کا ضبط ممکن نہو۔ اور اگر اُسکے ساتھ سائق ہو پیچھے سے ہانکتا ہو تو دونون پر ضمان واجب ہوگی اور اگر دو سائق ہون تو دونون پر ضمان واجب ہوگی اور اگر تیسرا درمیان قطار مین ہو تو سب تین تہائی کے ضامن ہونگے۔ اور اسی قول سے یہ مراد ہی کہ دوسرا شخص قطار کے کسی جانب ہانکتا چلتا تہا پس بعض کا ہانکنا مثل کل کے ہانکنے کے ہوگا بدین وجہ کہ اتصال ہی اسوجہ سے ضمان دونون پر نصفا نصف ہوگی اور اگر اُسنے درمیان قطار مین ہوکر اونٹ کی نکیل پکڑ لی تو جسقدر اونٹ اُسکے پیچھے ہین اُنکو جو صدمہ پہونچیگا اُسکا خاص یہی ضامن ہوگا اور جو اُسکے آگے کے اونٹون سے صدمہ پہونچیگا وہ دونون پر نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر کبہی درمیان مین ہو جاتا ہو اور کبہی آگے اور کبہی پیچھے تو وہ سائق ہوگا اور ضمان دونون پر نصفا نصف رہیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر وہ شخص جو درمیان قطار مین ہی اونٹ کی نکیل

لہ اقول ظاہر کلام امام محمد رح لا یحتمل ہذا التکلف مع ان فیہ مسامحۃ فی جعلہ ... ان لا یتکلف و سیاق الکلام ... ۱۲ منہ [illegible]

پکڑے ہوے اپنے پیچھے کے اونٹون کو کھینچے لیے جاتا ہو اور سامنے کے اونٹون کو نہ ہانکتا ہو پس جو نقصان اسکے پیچھے کے اونٹون سے ہو اُسکی ضمان قائد اول پر نہوگی اور جو اسکے آگے والے اونٹون سے ہو اُسکی ضمان اسپر نہوگی بلکہ قائد اول پر ہوگی اسوجہ سے یہ اگلے اونٹون کا سائق نہین ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر درمیان قطار مین ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہو اور ان اونٹون مین سے کسی کا سائق نہو یعنے پیچھے سے نہ ہانکتا ہو تو سامنے والے اونٹون سے جو نقصان پہونچے اُسکا یہ ضامن نہوگا لیکن جسپر یہ سوار ہی اُس سے یا اُسکے پیچھے والے اونٹون سے جو نقصان پہونچے اُسکی ضمان مین یہ بھی باقی قائد و سائق کا شریک ہوگا اور بعضے متاخرین نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب پچھلے اونٹون کی مہار اسکے ہاتھ مین ہو کہ یہ اُنکا قائد ہو- اور اگر اپنے اونٹ پر سوتا یا بیٹھا ہوا ایسا کوئی فعل نکرتا ہو جس سے پچھلے اونٹون کا قائد ہو تو اُسپر پچھلے والون کی ضمان بھی کچھ نہوگی اور وہ پچھلے اونٹون کے حق مین ایسا ہی جیسے ایک اونٹ پر اسباب لدا ہوا ہی یہ مبسوط سے نہایہ مین منقول ہی- منتقی مین فرمایا کہ اگر ایک شخص ایک قطار کا قائد ہو اور قطار کے پیچھے سائق ہو اور آگے ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہو پھر سوار کے اونٹ نے کسی آدمی کو تلف کر دیا تو دیت ان سب پر تین تہائی ہوگی اسی طرح اگر سوار کے پچھلے اونٹون مین سے کسی اونٹ نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر سوار کے اگلے اونٹون مین سے کسی نے ایسا کیا تو اُسکی ضمان قائد و سائق پر نصف نصف ہوگی اور سوار پر کچھ نہوگی یہ محیط مین ہی- اور اگر ایک شخص ایک قطار کا قائد ہو اور ایک شخص نے اپنا اونٹ بھی اس قطار مین باندھ دیا اور قائد مذکور کو معلوم نہوا پھر اس باندھے ہوے اونٹ نے یہ جنایت کی کہ ایک آدمی کو مار ڈالا تو اُسکی دیت قائد کی مددگار برادری پر ہوگی پھر قائد کی مددگار برادری مال دیت کو باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس لیگی اور اگر قائد کو اُسکا باندھنا معلوم ہو تو اُسکی مددگار برادری مال دیت کو باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس نہین لے سکتی ہی- اور اگر اونٹ کی قطار کھڑی ہو اور اس حالت مین ایک شخص نے اپنا اونٹ قطار مین باندھ دیا پھر قائد اپنی قطار کو لیچلا پھر اس اونٹ نے کسی آدمی کو تلف کیا تو قائد کی مددگار برادری ضامن ہوگی اور باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس نہین لے سکتی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر کوئی چوپایہ چھوٹ بھاگا اور اُسنے کسی آدمی یا مال کو تلف کیا خواہ دن ہو یا رات ہو تو اُسکے مالک پر ضمان نہوگی یہ ہدایہ مین ہی نوازل مین ہی کہ اگر کھیتی کے مالک نے چوپایہ کے مالک سے کہا کہ تیرا چوپایہ میری کھیتی مین ہی پس چوپایہ کے مالک نے اُسکو نکالا اور نکال لینے کی حالت مین اُسنے کھیتی کو برباد کیا پس اگر کھیتی کے مالک نے اُس سے یہ نکہا ہو کہ اپنے چوپایہ کو نکال لے تو چوپایہ کا مالک ضامن ہوگا اور اگر نکال لینے کا حکم دیا ہو تو ضامن نہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اختیار کیا ہی اور فقیہ ابو نصر نے فرمایا کہ دونون صورتون مین وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی- ایک نے اپنی کھیتی مین رات کے وقت دو بیل گھسے ہوے دیکھے اور گمان کیا کہ یہ میرے گانون والون کے ہین پس اگر دونون کسی دوسرے گانون والون کے ہون اور اُسنے چاہا کہ دونون کو مربط مین داخل کرے پھر ایک بیل مربط مین داخل ہو گیا اور دوسرا فرار ہو گیا اور اُسنے پیچھا کیا مگر نہ پایا اور بیل کا مالک آیا اور اُسنے اس سے ضمان لینی چاہی تو امام ابو بکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اگر پکڑنے کے وقت اُسکی نیت یہ ہو کہ اُسکے مالک کو ندے تو ضامن ہوگا اور اگر یہ نیت ہو کہ پکڑ کے تاکہ اُسکے مالک کو واپس کر دے لیکن اُسکو گواہ کر لینے کا موقع نملا اور نہ کسی گواہ کو پایا تو ضامن نہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان

پھر شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر یہ امر دن مین واقع ہو تو فرمایا کہ اگر بیل دوسرے گانون والون کا ہووے تو اُسکا حکم لقطہ کا حکم ہوگا اگر اُسنے باوجود قدرت کے اس امر پر گواہ نکیے کہ مین اسواسطے اسکو پکڑ کر مربط مین باندھتا ہون کہ اُسکے مالک کو واپس کر دون تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے گواہ نبنائے تو یہ امر اُسکے واسطے عذر ہوگا اور اگر بیل اُسکے گانون کا ہو اور اُسنے اپنی کھیتی سے نکال دیا اور اس سے زیادہ کچھ نکیا تو ضامن نہوگا اگرچہ ضائع ہو جاوے اور اگر اپنی کھیتی سے باہر نکالنے کے بعد اُسکو ہانکا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی کھیتی مین کوئی چوپایہ پاکر اُسکو کھیتی سے باہر نکال دیا پھر بھیڑیے نے اُسکو کھا لیا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کھیتی سے باہر نکال کر پھر اُسکو نہ ہانکا تو ضامن نہوگا اور اگر نکالنے کے بعد اُسکو ہانکا تو ضامن ہوگا اور امام ابوبکر محمد بن الفضل اور شیخ علی سغدی اسی پر فتوے دیتے تھے اور فقیہ ابونصر الدبوسی فرماتے تھے کہ اگر اُسکو کھیتی سے نکالنے کے بعد ایسی جگہ تک جہان سے اپنی کھیتی مین دوبارہ آجانے سے مامون ہو جاوے ہانک دیا تو ضامن نہوگا اور اگر اس سے زیادہ ہانکا تو ضامن ہوگا اور فتوی اُسی پر ہے جسکو امام فضلی نے اختیار کیا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسکو اسواسطے ہانکا کہ اُسکے مالک کو واپس کر دے اور وہ راہ مین مر گیا یا اُسکا پانون ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ چرواہے نے اگر اپنی چراگاہ مین اجنبی گلہ دیکھی اور اُسکو اتنی دور تک ہانک دیا کہ اُسکی چراگاہ سے نکل جاوے تو اُسپر ضمان نہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک کاشتکار نے خاص یا مشترک چرواہے سے بکریان مانگین بدین معنی کہ میری زمین مین رات کو رکھا کرے جیسے کہ عادت جاری ہے پس چرواہے مذکور نے منظور کیا اور رات کو بکریان اُسکی زمین مین رہین اور سو گیا پس بکریان اُسکے پڑوسی کی کھیتی مین چلی گئین تو کسی پر ضمان واجب نہوگی یہ قنیہ مین ہے۔ اگر اپنی کھیتی یا باغ انگور مین دوسرے کا چوپایہ پایا اور اُسنے کچھ خراب کر دیا تھا پس مالک باغ یا کھیتی نے اُسکو قید کر لیا اور وہ مر گیا تو مالک باغ یا کھیتی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص کے دار مین بدون اُسکی اجازت کے اپنا چوپایہ داخل کر دیا پھر مالک دار نے اُسکو نکال دیا اور وہ تلف ہو گیا تو ضامن نہوگا۔ اور اگر کسی شخص کی کوٹھری مین بدون اُسکی اجازت کے اپنا کپڑا رکھا اور کوٹھری کے مالک نے اُسکو پھینک دیا حالانکہ یہ امر کپڑے کے مالک کی غیبت مین کیا تو کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص لکڑی لدا ہوا گدھا ہانکتا تھا اور کہتا تھا کہ گوشت کو اور اُسکے آگے ایک شخص تھا جسنے اُسکا کلام نہین سنا پس اُسکے کپڑے مین صدمہ پہونچا کہ وہ پھٹ گئے تو سائق ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر اُسنے اُسکا آواز دینا سنا مگر اُسکو اسقدر فرصت نہ ملی کہ کنارہ ہو جاوے تو بھی یہی حکم ہے اور اس حکم مین خواہ بہرا ہو یا نہو کچھ فرق نہین ہے اور اگر اُسکو کنارے ہو جانے کی فرصت ملی ہو مگر سننے کے بعد وہ کنارے نہوا تو سائق ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ فتاوے فضلی مین ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے چوپایہ کا ہاتھ یا پانون کاٹ ڈالا پس اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُسکا گوشت نکھایا جاتا ہو تو جنایت کنندہ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ اُس چوپایہ کو رکھ لے اور جنایت کنندہ سے نقصان لے لے۔ اور اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُسکا گوشت کھایا جاتا ہو جیسے بکری و گاے و اونٹ وغیرہ تو بھی ظاہر الروایۃ کے موافق یہی حکم ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے پنجرے کا دروازہ کھول دیا اور چڑیا اُڑ گئی

یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا اور سواری کا جانور نکل کیا اور گم ہوگیا تو کھولنے والا ضامن نہوگا اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور منتقی مین لکھا ہے کہ جسکی پیٹھ پر بوجھ لادا جاتا ہے اُسکی آنکھ کے نقصان مین اُسکی چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ بردون اور اونٹ وگدھے وخچر کی آنکھ کے واسطے چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے اور نیز گاے جرار وجذور جرار کے بھی آنکھ کے واسطے چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے اور نیز فصیل وعجیل کی آنکھ کے واسطے بھی یہی حکم ہے۔ اور بکری وبار برداری کے جانوروں وچڑیا وکتے وبلی کی ایک آنکھ نکلنے کے واسطے اُسقدر واجب ہوگا جسقدر اسکی قیمت مین کمی آجاوے اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ جمیع بہائم

مین جو نقصان واجب ہوتا ہے وہی واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے

تیرھوان باب۔ مملوکون کی جنایت کے بیان مین اور اسمین چند فصلین ہین۔ فصل اول

رقیق کی جنایت کے بیان مین اور جس سے مولی فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا ہوجاتا ہے۔ امام محمد رح نے اصل مین فرمایا کہ اگر غلام نے کسی آدمی پر ایسی جنایت کی جو موجب مال ہے تو اُسکے مولی کو اختیار ہوگا چاہے اس جنایت کے عوض اُس غلام کو دیدے اور چاہے غلام کا فدیہ یعنی ارش دیدے اور بہرحال جو کچھ اختیار کرے وہ فی الحال لیا جائیگا اُسکی میعاد مقرر نہوگی اور جب تک وہ شخص جسپر جرم واقع ہوا ہے اچھا نہو جاوے تب تک ڈگری نکیجائیگی اور سواے قتل نفس کے اس سے کم جرم مین غلام کا عمداً جرم وخطاءً دونون یکسان ہین کہ دونون سے مال واجب ہوتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولے نے ہنوز کچھ اختیار نکیا تھا کہ وہ غلام جس سے جنایت واقع ہوئی تھی مرگیا تو جسپر جنایت واقع ہوئی تھی اُسکا حق باطل ہوجائیگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر وہ نہین مرا لیکن اُسکے مولے نے اُسکو قتل کرڈالا تو مولی ارش کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا۔ اور اگر اُسکو مولے نے قتل نہین کیا بلکہ اُسکو کسی اجنبی نے قتل کردیا پس اگر عمداً قتل کیا تو حق جنایت اول باطل ہوجائیگا اور مولی کو اُس سے قصاص لینے کا اختیار ہے اور اگر خطا سے قتل کیا ہو تو مولے اُس سے قیمت لیکر وہی قیمت وارثان مقتول کو دیدیگا اور اُسکو اختیار نرہیگا حتی کہ اگر اس قیمت کو صرف کرڈالے تو اس سے وہ ارش کا اختیار کرنے والا نہوجائیگا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر مولے نے فدیہ دینا اختیار کیا پھر وہ غلام مرگیا تو غلام مذکور کے مرنے سے اُسکا مولی بری نہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر غلام نے خطا سے جرم کیا اور مولی نے فدیہ دینا اختیار کیا حالانکہ اُسکے پاس مقدور نہین ہے جس سے فدیہ ادا کرے تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ فدیہ کا اختیار کرنا بحالہ باقی رہیگا اور وارثان جنایت کو یہ اختیار نہوگا کہ جو کچھ اُسنے اختیار کیا ہے اُسکو توڑدین اور اپنا استحقاق غلام کی گردن پر اعادہ کرادین مگر ہان اُنکو یہ اختیار ہے کہ مولی سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرین یہانتک کہ مولی اُس غلام کو فروخت کرکے اُنکا قرضہ یعنے دیت اُسکے ثمن سے ادا کرے اور جو کچھ باقی رہجاوے وہ اُسپر قرضہ رہیگی۔ اور اگر مولی نے غلام کو خود فروخت نکیا تو قاضی اُسکی طرف سے فروخت نکریگا بلکہ اُسکو قید کریگا یہانتک کہ وہ خود فروخت کرے یا دوسرے شخص کو اُسکے فروخت کرنے کا حکم دے۔ اور بنا بر قول امام ابویوسف رح وامام محمد رح کے اگر مولی نے فدیہ ادا کردیا تو اُسکا اختیار کرنا پورا ہوجائیگا اور اپنے حال پر رہا اور اگر فدیہ دینے سے عاجز ہوا تو وارثان جنایت کو اختیار ہوگا چاہین مولی کا اختیار توڑدین تاکہ انکا حق غلام کی گردن پر عود کرے یا مولی نے جو اختیار کیا ہے اُسکو نہ توڑین بلکہ قاضی سے درخواست کرین کہ بدون رضامندی مولی کے غلام کو اُسکی طرف سے فروخت کردے

اور اُسکے ثمن سے ہمارا حق ادا کردے پھر جو باقی رہجائیگا وہ مولی پر قرضہ رہیگا یہ محیط مین ہے۔ اور غلام محض نے اگر ایک مرتبہ مولی سے فدیہ دیدینے کے بعد پھر جنایت کی تو مولی کو اُسکے دینے یا اُسکا فدیہ دینے مین اختیار دیا جائیگا جیسے جنایت اول مین تھا اسی طرح فدیہ دینے کے بعد جب کبھی جنایت کریگا تب ہی مولی کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر پہلی جنایت کی بابت مولی نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا تھا کہ غلام مذکور نے پھر جنایت کی یا دونون جنایتین ایک ہی ساتھ کین یا چند جنایتین ایکبارگی کین تو اُسکے مولی سے کہا جائیگا کہ چاہے اس غلام کو سب جنایتون کے بدلے دیدے یا ہر جنایت کا ارش اسکا فدیہ دے پھر اگر اُسنے غلام کو سب اہل جنایت کو دیدیا تو وہ لوگ اُسکو اپنے مقدار حصون کے موافق باہم تقسیم کرلینگے اور ہر ایک کا حق اُسی قدر ہوگا جتنا اُسکی جنایت کا ارش ہے یہ تبیین مین ہے۔ پس اگر غلام نے ایک کو قتل کیا ہو اور دوسرے کی آنکھ پھوڑدی ہو تو دونون اُسکی قیمت کو تین تہائی تقسیم کرلینگے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اسی طرح اگر تین آدمیون کو تین زخم شجاج یعنی تین زخم سر و چہرہ سے زخمی کیا اور تینون مختلف ہین تو یہ سب باہم اُسکی قیمت کو بقدر اپنی اپنی جنایت کے تقسیم کرلینگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی کو اُسکے دینے یا اُسکا فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا پس اُسنے آدھا غلام دینا اور آدھے کا فدیہ دینا اختیار کیا تو اسمین چند صورتین ہین ایک یہ کہ ولی جنایت ایک شخص ہو مثلاً ایک شخص کو اُسنے قتل کیا اور اُسکا ایک بیٹا ہے یا غلام نے ایک شخص کا خطا سے ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس صورت مین اگر مولی نے نصف غلام کا فدیہ دینا اختیار کیا تو پورے کا فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا۔ اسی طرح اگر نصف غلام دینا اختیار کیا تو کل غلام دینے کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا اور یہ حکم باتفاق الروایات ہے دوم یہ کہ مقتول دو شخص ہون مثلاً غلام نے دو شخصون کو خطا سے قتل کیا اور ہر ایک کا ایک ایک بیٹا ہے پس مولی نے ایک کو غلام دینا یا فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کے حق مین اُسکو خیار رہیگا اور یہ بھی باتفاق الروایات ہے سوم یہ کہ مقتول ایک ہو اور اُسکے دو ولی ہون پس مولی نے ایک کو فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کے لیے بھی عامہ روایات کے موافق فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا اور کتاب الدور کی دو روایتون مین سے ایک کے موافق فدیہ کا اختیار کرنیوالا نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر غلام نے چند جنایتین کین پھر اُسکو کسی غاصب نے غصب کرلیا پھر اُسنے غاصب کے پاس چند جنایتین کین پھر اُسکے پاس مرگیا تو اُسکی قیمت اولیا رجنایت کے درمیان مثل اُسکے رقبہ کے تقسیم ہوگی اور مولی کو خیار نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر باندی نے خطا سے جنایت کی پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا [یعنے باندی کا ہاتھ کاٹا ۱۲] تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے اہل جنایت کو باندی مذکور مع اسکی نصف قیمت کے دیدے اور چاہے اُسکو مع اُسکے بچہ کے دیدے اور چاہے دونون کو رکھے اور ارش جنایت دیدے خواہ ارش جنایت اُسکی نصف قیمت سے کم ہو یا برابر ہو یہ مبسوط مین ہے۔ ایک باندی نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اپنی مان کو قتل کردیا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے بچہ کو دیدے اور چاہے اُسکا فدیہ دیدے اور فدیہ ہاتھ کی دیت اور باندی کی قیمت دونون مین سے کم مقدار ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولی کی ایک باندی نے اس غلام کو خطا سے قتل کیا تو مولی سے کہا جائیگا کہ باندی کو دیدے یا غلام کی قیمت اسکا فدیہ دیدے اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور باندی نے ایک شخص کو قتل کیا اور یہ دونون ایک ہی شخص کے ہین پھر غلام نے باندی کو خطا سے قتل کیا

تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اسنے دینا اختیار کیا تو اسمین وارثان آزاد بقدر دیت
آزاد کے اور اولیاء جنایت باندی بقدر قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے پس غلام دونون مین اسی حساب سے
تقسیم کیا جائیگا اور اگر اسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دونون اولیاء جنایت کو اسطرح فدیہ دیگا کہ آزاد کے وارثون کو آزاد کی
دیت اور وارثان باندی کو اسکی قیمت دیگا - اور اگر باندی نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر ایک لڑکی جنی اور لڑکی نے
ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر لڑکی نے اپنی مان کو قتل کیا پھر مولی نے اس لڑکی کا دینا اختیار کیا تو باندی کے مقتول
کے وارث اسمین بقدر قیمت باندی کے اور لڑکی کے مقتول کے وارث بقدر دیت کے اسمین شریک ہونگے اور
اگر مولی نے لڑکی کا فدیہ دینا چاہا تو اسنے مقتول کی دیت اسکے مقتول کے وارثون کو دیگا اور اسکی مان کے مقتول کے
وارثون کو مان کی قیمت دیگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر لڑکی نے مان کی آنکھ پھوڑ دی اور اسکو قتل نہین کیا
تو اسمین چار صورتین ہین یا تو مولی نے دونون کا دینا اختیار کیا یا دونون کا فدیہ دینا اختیار کیا یا مان کا فدیہ
اور لڑکی کا دینا اختیار کیا یا لڑکی کا فدیہ اور مان کا دینا اختیار کیا - پس اگر دونون کا دینا اختیار کیا تو مان کو اسکے
مقتول کے وارثون کو دیگا اور لڑکی کو مقتول باندی اور مقتول دختر دونون کے وارثون کو دیگا پھر مقتول
دختر کے وارث اسمین بقدر دیت کے اور مقتول مادر کے وارث بقدر نصف قیمت باندی کے شریک کیے
جاوینگے - اور اگر دونون کا فدیہ دینا اختیار کیا تو ہر فریق کو پوری دیت دیگا اور لڑکی نے جو جنایت اپنی مان پر
کی ہے وہ ساقط ہو جائیگی - اور اگر مان کا دینا اور لڑکی کا فدیہ دینا اختیار کیا تو مان کو اسکے قتیل کے وارثون کو مع
اسکی نصف قیمت کے دیگا اور لڑکی کے قتیل کے وارثون کو پوری دیت دیگا - اور اگر لڑکی کا دینا اور اسکی مان
کا فدیہ دینا اختیار کیا تو لڑکی کو اسکے مقتول کے وارثون کو دیدے اور اسکی مان کے مقتول کے وارثون کو فدیہ
دیت دیدے یہ حاوی مین ہے - اور اگر لڑکی نے اپنی مان کی جب آنکھ پھوڑی ہے اسکے بعد مان نے بھی لڑکی کی آنکھ
پھوڑی ہو اور مولے نے دونون کا دینا اختیار کیا تو وہ لڑکی کو دیدیگا تو اسمین اسکے مقتول کے وارث بقدر دیت
کے اور اسکی مان کے مقتول کے وارث بقدر نصف قیمت مان کے شریک کیے جاوینگے اور یہ مقدار جو مان کو لڑکی
مین سے اسکی آنکھ کا ارش ملی ہے مان کے ساتھ ملائی جائیگی اور مان مع اسقدر ارش کے اپنے مقتول کے ولی کو دیجائیگی
مگر اسمین سے جسقدر اسکو لڑکی مین سے آنکھ کا ارش ملا ہے وہ فقط اسکے مقتول کے وارثون کا ہوگا پھر خالی باندی
مذکور مین اسکے مقتول کے وارث باقی دیت کے حساب سے اور لڑکی کے مقتول کے وارث بقدر نصف قیمت
لڑکی کے شریک کیے جاوینگے پس اس حساب سے انمین تقسیم ہوگی اور اگر مولے نے دونون کو رکھکر دونون کا
فدیہ دینا اختیار کیا تو ہر دو فریق وارثون کو پوری پوری دیت دیگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر غلام مجرم کو کسی شخص کے
غلام نے قتل کیا تو دوسرے غلام کا مولی اسکے دینے یا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا پس اگر اسنے مقتول کی قیمت
فدیہ دینی اختیار کی تو یہ قیمت وارثان جنایت اولی کے درمیان بقدر انکے حقوق کے تقسیم ہوگی اور مولی کو خیار نہوگا
کہ چاہے یہ قیمت دے یا ارش دے اور اگر دوسرے کے مولی نے اسی کو دینا اختیار کیا اور غلام مقتول کے مولی کو
دیا تو مولائے مقتول کو اختیار ہوگا چاہے لیے ہوئے غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے یہ حاوی مین ہے - اور اگر
آزاد مرد کے قاتل غلام کو کسی غلام نے قتل کیا اور وہ دیدیا گیا پھر جدید مولی نے اسکو آزاد کیا یا فروخت کیا تو آزاد

مقتول کی دیت دینا اختیار کرنے والا ہوجائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر باندی نے کسی پر جنایت کی پھر اس باندی پر کسی نے
جنایت کی اور مولی نے اس جنایت کا ارش لے لیا تو باندی کو مع ارش کے دیدے (اگر دینا اختیار کرے) اور اگر باندی
کی جنایت کرنے سے پہلے اسپر کسی نے جنایت کی ہو تو مولی اس ارش کو باندی کے ساتھ نہ دیگا اور اگر باندی کے جنایت
کرنے کے بعد ارش واجب ہوا ہو پھر مولی نے باندی کا فدیہ دینا اختیار کیا تو اسکو روا ہے کہ اس ارش کی مد سے اسکا فدیہ
دے اور اگر اسنے فدیہ دینا اختیار نکیا یہانتک کہ اسنے ارش کو تلف کر ڈالا یا جسنے اسپر جنایت کی تھی اسی کو ہبہ کیا تو کچھ فدیہ
کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا بلکہ اسکو اختیار ہوگا کہ باندی کو دیدے لیکن اسپر واجب ہوگا کہ جو کچھ اسنے تلف کیا ہے اسکے مثل
باندی کے ساتھ ملاکر دیدے اور اگر باندی پر جنایت کرنے والا کوئی غلام ہو اور وہ غلام دیدیا گیا تو مولی پر واجب ہوگا
کہ چاہے دونون کو دیدے یا دونون کو رکھ لے اور فدیہ مین پوری دیت دیدے اور اگر مولے نے دیے ہوئے
غلام کو آزاد کردیا تو یہ فعل اسکی طرف سے دیت کا اختیار کرنا ہے پس باندی رکھ لے اور واجب ہے کہ دیت دیدے اسی طرح
اگر اسنے باندی کو آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اسنے غلام مدفوع کو آزاد کیا اور اسکو باندی جنایت کے کرنے سے آگاہی تھی
پھر اسنے باندی کا دینا اختیار کیا تو باندی کے ساتھ غلام کی قیمت ملاکر دیدے (دیا ہوا)۔ اور اگر اس غلام نے باندی کی آنکھ پھوڑ دی
اور باندی نے اسکی آنکھ پھوڑ دی پس غلام دیا گیا اور باندی لی گئی تو یہ غلام بجائے باندی کے ہوجائیگا چاہے مولے
اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیت دیدے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر باندی پر کسی نے جنایت کی اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ باندی
کی جنایت کرنے سے پہلے باندی پر جنایت ہوئی ہے یا اسکے بعد ہوئی ہے پس اگر باہم دونون نے اتفاق کیا کہ باندی کے
جنایت کرنے سے پہلے اسپر جنایت ہوئی ہے تو جسپر دونون نے اتفاق کیا ہے اسی کے موافق حکم دیا جائیگا اور اگر دونون نے
اتفاق کرکے کہا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ باندی پر جو جنایت واقع ہوئی ہے اسکی خود جنایت کرنے سے پہلے ہوئی یا بعد
ہوئی ہے تو درصورتیکہ مولی اسکا دینا اختیار کرے ارش کیا کیا جائیگا تو مشائخ نے فرمایا کہ کتاب الوکالۃ کے بعض نسخون مین
لکھا ہے کہ ارش مذکور اسکے مولی اور صاحب جنایت کے درمیان نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر دونون نے اختلاف
کیا پس جسپر جنایت ہوئی ہے اسنے کہا کہ مجھپر جنایت کرنے کے بعد باندی کا ارش واجب ہوا ہے اور جب تو نے باندی کا
دینا اختیار کیا تو یہ ارش بھی مجھے ملیگا اور مولے نے کہا کہ نہین بلکہ باندی کی جنایت کرنے سے پہلے ارش واجب ہوا ہے
اور درصورتیکہ مین نے باندی دینا اختیار کیا ہے یہ ارش مجھے ملیگا تو مذکور ہے کہ قسم سے مولی کا قول قبول ہوگا اور ارش
اسی کو ملیگا الا اس صورت مین کہ جسپر جنایت واقع ہے وہ گواہ قائم کرے کہ جنایت کے بعد ارش واجب ہوا ہے یہ محیط مین ہے
اور اگر غلام نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر ایک شخص نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی پھر غلام نے خطا سے دوسرے کو قتل کیا
پھر مولی نے اسکا دینا اختیار کیا تو اسکی آنکھ کا ارش جو اسنے وصول کیا ہے وہ وارثان اول کو دیگا پھر غلام مذکور دونون
فریق وارثون مین مشترک ہوگا جسمین وارثان اول بقدر دیت کے سوائے مقدار ارش کے شریک کیے جاوینگے
اور وارثان ثانی بقدر دیت کے شریک کیے جاوینگے حتی کہ اگر اسکی قیمت ہزار درم ہو اور آنکھ کا ارش پانچ سو درم ہو
تو غلام دونون مین انتالیس حصون پر تقسیم ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ شخص جسنے غلام کی آنکھ پھوڑی تھی غلام ہو اور اس جرم مین
دیا گیا تو وارثان اول اس غلام مدفوع کے حقدار ہونگے پھر غلام مجرم مین دوسرے مقتول کے وارثون کے ساتھ بقدر
دیت کے شریک کیے جاوینگے لیکن انکی مقدار دیت مین سے اسقدر حصہ جسقدر غلام مدفوع کی قیمت ہے کم کردیا جائیگا۔

یہ مبسوط مین ہی- اور اگر غلام مجرم نے کچھ کمایا یا مجرمہ باندی کے بچہ ہوا اور مولی نے اُسکا دینا اختیار کیا تو کمائی یا بچہ کو نہ دیگا یہ حاوی مین ہی- فرمایا کہ اگر غلام نے جنایت کی پھر اُسمین آسمانی آفت سے عیب پیدا ہو گیا تو مولی کو اختیار دیا جائیگا کہ اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور اس عیب کی وجہ سے اُسپر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر اُسکو مولی نے کسی کام کے واسطے بھیجا یا کچھ خدمت لی اور وہ مرگیا یا نقصان آگیا تو جو کچھ اس وجہ سے اُسکو لاحق ہوا اُسکا مولی ضامن نہوگا اور اگر اُسکے جنایت کرنے کے بعد مولی نے اُسکو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکی گردن کو قرضہ نے گھیر لیا تو مولی اُسکی قیمت کا اہل جنایت کے واسطے ضامن ہوگا اور ارش کا ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہی- امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک غلام کو تجارت کی اجازت دیگئی پھر اُسپر ہزار درم قرضہ ہوگیا پھر اُسنے خطا سے کوئی جنایت کی پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا پس اگر مولی آگاہ ہو تو اصحاب جنایت کے واسطے اُسپر ارش واجب ہوگا اور قرضخواہون کے واسطے غلام کی قیمت واجب ہوگی اور قرضہ وجنایت دونون سے آگاہ نہو تو اُسپر دو قیمتین واجب ہونگی ایک قیمت اولیاء جنایت کے واسطے اور ایک قیمت قرضخواہون کے واسطے پھر واضح ہو کہ اصحاب جنایت کو قیمت جبھی دیگا کہ جب ارش سے قیمت کم ہو اور اگر ارش کم ہو تو ارش دیکر چھوٹ جائیگا بخلاف اسکے اگر مولی نے اُسکو آزاد نکیا تو غلام مذکور کو اولیاء جنایت کو دیدیگا پھر اُنکو اختیار دیا جائیگا چاہین قرضخواہون کو غلام دیدین یا قرضہ ادا کر دین یہ محیط مین ہی- اور اگر کسی اجنبی نے خطا سے ایسے غلام کو قتل کیا تو فقط ایک قیمت مالک کو دیگا پھر یہ قیمت مولی قرضخواہون کو دیدیگا یہ کافی مین ہی- غلام ماذون نے اگر جنایت کی تو مولی کو اُسکے دینے اور اُسکے فدیہ دینے مین اختیار دیا جائیگا پس اگر اُسکو جنایت مین دیدیا تو وہ قرضخواہون کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکا ثمن بعد قرضہ دینے کے بچ رہا تو وہ اصحاب جنایت کو ملیگا یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر قرضہ سے اُسکا ثمن کم پڑا تو قرضخواہون کو مولی یا کسی سے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہانتک کہ غلام خود آزاد کیا جاوے تب اُسکے دامنگیر ہو کر باقی قرضہ وصول کرینگے اور مشائخ رح نے فرمایا ہی کہ اگر مولی نے غلام مذکور بدون حکم قاضی اولیاء جنایت کو دیدیا تو قرضخواہون کے واسطے قیاساً اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور استحساناً کچھ ضامن نہوگا اور اگر مولی نے قرضخواہون کو غلام دیدیا کہ باہم بانٹ لین پس اگر جنایت سے آگاہ ہو تو مختار جنایت ہو جائیگا اور اُسپر ارش جنایت لازم ہوگا اور اگر آگاہ نہو تو اُسپر قیمت غلام لازم ہوگی- اور اگر قاضی نے اُسکو قرضہ کے واسطے بوجہ گواہ قائم ہونے کے فروخت کر دیا اور اُسکو جنایت کا حال معلوم نہ تھا پھر ولی جنایت حاضر ہوا اور ثمن مین قرضہ دیکر کچھ نہین بچا ہی تو ولی جنایت کا حق ساقط ہو گیا یہ حاوی مین ہی- غلام مرہون نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور مرہون کی قیمت قرضہ کے برابر ہی تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اُسکا فدیہ دیدے اور یہ اختیار نہوگا کہ مجرم غلام کو دیدے اور اگر اُسنے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن کو اختیار ہوگا کہ جنایت مین اُس غلام کو دیدے اور اگر اُسنے آزاد کر دیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ محیط مین ہی- اور اگر ایسے غلام کو جسنے جنایت کی ہی مولی نے فروخت کیا یا آزاد یا مدبر یا مکاتب کر دیا حالانکہ وہ جانتا ہی کہ اسنے جنایت کی ہی تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر جنایت سے آگاہ نہو تو مختار فدیہ نہوگا اور اُسکی قیمت و مقدار ارش دونون مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا کذا فی مبسوط السرخسی اور ہبہ کرنے اور باندی کا ام ولد بنانے مین بھی یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین ہی- اور اگر باندی نے جنایت کی اور مولی نے کہا کہ مین نے اسکو جنایت کرنے سے پہلے آزاد کر دیا تھا یا مدبر کر دیا تھا یا میری ام ولد تھی تو اولیاء جنایت کے

حق مین اُسکی تصدیق نہوگی اور وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا بشرطیکہ جنایت سے آگاہ ہونے کے بعد اُسنے یہ بات کہی ہو اور اگر جنایت سے آگاہ ہونے سے پہلے ایسا کہا تو اُسپر قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اُسکو بیع کے واسطے پیش کیا یا اجارہ پر دیا یا رہن کیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوجائیگا اور اگر بطور بیع فاسد کے فروخت کیا تو بھی مختار فدیہ نہوجائیگا تاوقتیکہ سپرد نہ کرے اور اگر بطور کتابت فاسدہ کے مکاتب کیا تو فقط عقد کتابت سے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا یہ کافی مین ہے اور اگر جنایت سے آگاہ ہونے کے بعد اُسکو قطعی بیع کرکے فروخت کیا پھر مشتری نے بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس کیا تو بائع فدیہ دیت کا اختیار کرنے والا ہوگیا اسی طرح اگر فروخت کیا اور بیع مین مشتری کا خیار ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر خیار بائع کے واسطے ہو اور اُسنے بیع توڑدی حالانکہ وہ حال جنایت سے آگاہ ہے یا نہین ہے تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا اور اُس سے کہا جائیگا کہ اس غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور اگر اُسکو بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا حالانکہ اُسکو جنایت کے حال سے آگاہی نہین ہے اور ہنوز جنایت کے مقدمہ مین اُسکے ساتھ خصومت نہین کی گئی تھی کہ وہ غلام بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بخیار رویت یا بخیار شرط اُسکو واپس دیا گیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ چاہے اس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اُسپر ارش لازم نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ املا مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر غلام نے اُسکے قبضہ مین جنایت کی اور وہ مبیع ہے پس اُسنے بیع کی اجازت دیدی تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا نہین ہے یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہے اور مشتری سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام نے دو جنایتین کین پھر ایک کا حال معلوم ہوا اور دوسری جنایت کا حال نہ معلوم ہوا پھر مولے نے اُسکو فروخت کیا یا آزاد کیا یا اسکے مثل کوئی تصرف کیا تو جس جنایت کا حال معلوم ہوچکا ہے اُسکے حق مین فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا اور جسکا حال نہین معلوم ہوا ہے اُسکے واسطے غلام کی قیمت مین سے بقدر اُسکے حصہ کے مولی کے ذمہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مولی اپنے تصرف سے اُسکا حق تلف کرنے والا ہوگیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مجرم کوئی باندی ہو اور مولی نے اُس سے وطی کی تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا الا اُس صورت مین کہ اُسکے حمل رہ گیا یا وہ باکرہ تھی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اصل مین مذکور ہے کہ اگر مولی نے اُسکا نکاح کردیا تو یہ اختیار فدیہ نہین ہے یہ حاوی مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ اگر مولی نے غلام مجرم کو باوجود جنایت سے آگاہی کے یا بدون آگاہی جنایت کے اُسی شخص کو جسپر اُسنے جنایت کی ہے ہبہ کردیا تو پھر مولے پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر اُسکے ہاتھ فروخت کیا پس اگر جنایت سے آگاہ ہونے کے باوجود فروخت کیا تو مولے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر بغیر آگاہی کے فروخت کیا تو غلام کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسکو مکاتب کردیا حالانکہ جنایت سے آگاہ ہے پھر وہ عاجز ہوگیا پس اگر عاجز ہونے سے پہلے مقدمہ جنایت مین خصومت کی گئی ہے اور قاضی نے دیت کا حکم دیدیا ہے پھر وہ عاجز ہوگیا تو حکم قضا دور نہوگا یعنے دیت واجب ہوگی اور اگر مقدمہ جنایت کی نالش ہونے سے پہلے وہ عاجز ہوگیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے فدیہ دیدے یا غلام کو دیدے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر دو غلامون نے ایک شخص کو قتل کیا پھر مولی نے دونون مین سے ایک کو آزاد کردیا تو پوری دیت کا اختیار کرنے والا نہوجائیگا بلکہ نصف دیت کا اختیار کرنے والا ہوگا۔ یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولے نے اُسکو فروخت کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ نہین ہے پھر اُسکو خرید لیا پھر فروخت کیا درحالیکہ اُسکی جنایت سے آگاہ ہوگیا تھا تو پہلی بیع کی وجہ سے اُسپر

قیمت واجب ہوگی اور یہ نہوگا کہ دوسری بیع کے موافق اُسپر دیت واجب ہو۔ اور اگر بیع اول کے بعد اُسکو بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس ملگیا ہو پھر اُسنے جنایت سے آگاہ ہوکر اُسکو فروخت کیا تو اُسنے فدیہ اختیار کیا اور اُسپر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُسکو مکاتب کیا اور وہ جنایت سے آگاہ نہ تھا پھر عاجز ہوگیا پھر مولی نے اُسکو باوجود جنایت سے آگاہ ہونے کے فروخت کیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُسکو جنایت سے بے علمی کی حالت مین ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کرلیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع کیا پھر اُسکو فروخت کیا حالانکہ جنایت سے آگاہ ہوگیا تھا تو بھی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر زید کے قبضہ مین ایک غلام نے جنایت کی اور ولی جنایت نے کہا کہ یہ تیرا غلام ہے اور زید نے کہا کہ یہ میرے پاس عمرو کی ودیعت ہے یا عاریت ہے یا بطور اجارہ کے ہے یا رہن ہے پس اگر زید نے اس امر کے گواہ قائم کیے تو اس مقدمہ مین تاخیر کیجائیگی یہانتک کہ عمرو حاضر ہو۔ اور اگر زید نے گواہ قائم نکیے تو اُس سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دیا پھر عمرو حاضر ہوا تو مفت اپنا غلام لے لیگا اور اگر اُسنے دیدیا ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے اسی کو برقرار رکھے اور چاہے غلام کو لیکر اُسکا ارش دیدے پس اگر اُسنے زید کے دیدینے کو برقرار رکھا تو گویا اُسنے ابتدا سے خود دینا اختیار کیا ہے اور اگر ارش دینا اختیار کیا تو غلام کو لے سکتا ہے اور اگر عمرو نے آکر اپنا غلام ہونے سے انکار کیا تو زید نے اُسکی بابت جو کچھ کیا ہے وہ جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے تو اسمین دو قسمین ہین ایک یہ کہ پہلے جنایت کا اقرار کیا پھر غیر کے ملک ہونے کا اقرار کیا دوم یہ کہ پہلے غیر کے ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا اور ہر قسم مین ضرور ہے کہ یا تو یہ بات معروف ہوگی کہ یہ غلام فلان مقر لہ کا ہے یا مجہول ہوگی۔ پس اگر جنایت کا اقرار کیا پھر غیر کی ملک ہونے کا اقرار کیا اور غیر کی ملک اس غلام مین معروف ہے پس اگر مقر لہ نے ملک اور جنایت دونون مین اُسکے قول کی تصدیق کی تو مقر لہ سے کہا جائیگا کہ یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر دونون باتون مین اُسنے تکذیب کی تو اقرار کرنے والا فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا۔ اور اگر ملک مین اُسکی تصدیق کی اور جنایت مین تکذیب کی تو اقرار کرنے والا فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر پہلے غیر کی ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا پس اگر مقر لہ نے جسکی ملک اس غلام مین معروف ہے۔ دونون باتون مین اُسکے قول کی تصدیق کی تو خصم اس مقدمہ مین وہی مقر لہ ہوگا اور اگر دونون باتون مین مقر کی تکذیب کی تو مقر خود ہی خصم ہوگا اور اگر اقرار ملک کی تصدیق اور جنایت کی تکذیب کی تو جنایت ہدر رہیگی اسی طرح اگر غلام مجہول ہو یہ معلوم نہو کہ وہ مقر کا ہے یا غیر کا ہے پس مقر نے جنایت کا پھر غیر کی ملک ہونے کا اقرار کیا یا غیر کی ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ زید کے قبضہ مین ایک غلام ہے یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ زید کا ہے یا غیر کا ہے اور زید نے یہ دعوی نہین کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور نیز غلام کی طرف سے بھی کوئی اقرار نہین سنا گیا کہ مین قابض یعنے زید کی ملک ہون لیکن وہ اپنے غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے پھر اس غلام نے جنایت کی اور یہ امر گواہون سے یا زید کے اقرار سے ثابت ہوگیا پھر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام عمرو کا ہے اور عمرو نے اُسکے قول کی تصدیق کی مگر جنایت سے تکذیب کی پس اگر جنایت گواہون سے ثابت ہوگئی ہو تو عمرو سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر جنایت کا ثبوت باقرار زید ہو تو عمرو اپنا غلام لے لیگا اور جنایت باطل ہوگی اور زید پر جنایت کی بابت کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی نے کہا کہ مین نے جنایت سے پہلے اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے

اور فلان شخص نے اسکے قول کی تصدیق کی تو مشتری سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر فلان
شخص نے اُسکی تکذیب کی تو مولی سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مولے نے
اُس شخص کو جسپر غلام نے جنایت کی ہی حکم دیا کہ میرے اس غلام کو آزاد کردے اُسنے آزاد کردیا تو مولی فدیہ کا اختیار
کرنے والا ہوگیا بشرطیکہ جنایت سے آگاہ ہو یہ کافی مین ہی۔ نوادر بن سماعہ مین ہی کہ اگر مولی نے ولی جنایت کی اجازت
سے غلام مجرم کو آزاد کیا تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا ہی اور اُسپر دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مولی نے غلام مجرم کو قتل
کیا خواہ عمداً یا خطاءً حالانکہ اُسکو غلام کی جنایت کرنے کا حال نہین معلوم ہی تو اُسپر غلام کی قیمت فی الحال اپنے مال
سے دینی واجب ہوگی یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر اُس غلام مجرم کو مارا کہ جس سے چوٹ کا اثر اُسمین آیا اور اُسمین نقصان
پیدا ہوگیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہی تو اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا اور اگر آگاہ نہو تو اُسپر ارش جنایت اور اُسکی قیمت
سے جو مقدار کم ہو وہ واجب ہوگی لیکن اگر ولی جنایت اُسکے ناقص لینے پر راضی ہوجاوے تو ہو سکتا ہی اور مولے
پر ضمان نہوگی۔ اور اگر مولی نے اُسکی آنکھ مین مارا جس سے اُسکی آنکھ سپید ہوگئی حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہی پھر مقدمہ
جنایت کی نالش سے پہلے اُسکی آنکھ کی سپیدی جاتی رہی تو اُسکو غلام دینے یا اُسکا فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر آنکھ
سپید ہونے کی حالت مین نالش ہوگئی اور قاضی نے مولے پر دیت کا حکم دیدیا پھر سپیدی جاتی رہی تو حکم قاضی رد نہوگا
یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر ایک باندی نے عمداً ایک شخص کو قتل کیا اور اُسکے دو ولی ہین پھر مولی نے دونون مین سے ایک
کے ساتھ باندی مذکور کے بچہ پر صلح کی تو دوسرے کے حق مین دیت کا اختیار کرنے والا ہوگیا پس اُسکو نصف دیت
دیگا اور کتاب الدار مین لکھا ہی کہ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ایک سے تہائی باندی پر
صلح کی تو باقی مین اُسکو خیار ہوگا چاہے باندی دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور جامع دوار مین ہی کہ اُسکو خیار نہوگا یہ
محیط سرخسی مین ہی۔ املا مین لکھا ہی کہ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہی اُسنے کوئی جنایت کی پھر دونون مولاؤن
مین سے ایک نے دوسرے پر گواہی دی کہ اسنے اسکو آزاد کردیا ہی تو اُسکی گواہی دوسرے پر جائز نہوگی اور جب اُسنے
ایسی گواہی دی تو وہ مانع ہوا پس اُسپر نصف دیت لازم ہوگی اور دوسرے پر نصف قیمت واجب ہوگی۔ اور نیز املا مین
ہی کہ ایک غلام خریدا یا میراث پایا پھر اُسنے جنایت کی اور مولی نے اُسکی جنایت کے بعد زعم کیا کہ جسنے میرے ہاتھ بیچا
اُسنے بیع سے پہلے اسکو آزاد کردیا ہی یا یہ زعم کیا کہ اُسکے باپ نے اُسکو آزاد کردیا ہی تو وہ اس اقرار سے مانع و فدیہ کا اختیار
کرنے والا ہوجائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر غلام نے جنایت کی مگر قتل نفس سے کم ہی پھر مولے نے مجروح کے اچھے ہونے
سے پہلے اُس غلام کو جنایت سے آگاہ ہوکر آزاد کردیا پھر وہ جراحت پھوٹ گئی حتے کہ مجروح مرگیا تو مختار فدیہ ہوا اور اُسپر دیت واجب
ہوگی اور اگر غلام نے کسی کو مجروح کیا اور مولی نے بحکم قاضی اُسکا ارش دیدیا پھر زخم پھوٹ گیا حتی کہ مجروح مرگیا تو استحساناً مولی
کو از سر نو خیار حاصل ہوگا اور یہ امام ابو یوسف رح کا پہلا قول اور یہی قول امام محمد رح کا ہی پھر امام ابو یوسف رح نے استحسان سے
رجوع کیا اور قیاس کو اختیار کیا اور امام محمد رح نے استحسان ہی کو لیا ہی لیکن امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے درصورتیکہ
بغیر حکم قاضی ارش دیا اور درصورتیکہ بحکم قاضی ارش دیا ہو دونون صورتون مین فرق کیا ہی چنانچہ فرمایا کہ اگر اُسنے بحکم قاضی ارش دیا پھر
مجروح مرگیا تو اُسکو از سر نو خیار ہوگا بخلاف اسکے اگر بغیر حکم قاضی دیا ہی تو اُسکی طرف سے بخوشی دیت کا اختیار کرنا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے
اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو عمرو کو قتل کرے یا تیر مارے یا شبہ سے زخمی کرے تو تو آزاد ہی پس اسنے اسمین سے کوئی فعل کیا تو مولی اُسکے فدیہ

اختیار کرنے والا ہی اور اگر غلام کی جنایت ایسی ہو جس سے قصاص لازم آتا ہو مثلاً اُس سے کہا کہ اگر تو عمرو کو تلوار سے مار دالے تو تو آزاد ہی تو مولی پر نہ قیمت اور نہ دیت کچھ واجب نہو گی یہ کافی مین ہی۔ ایک غلام نے جنایت کی اور مولی کے بیٹے نے زعم کیا کہ وہ آزاد ہی پھر مولی مرگیا اور یہ بیٹا اُسکا وارث ہوا تو اُسکے اقرار پر یہ غلام آزاد ہوگا اور اُس بیٹے وارث پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک حاملہ باندی نے جنایت کی اور جو کچھ اُسکے پیٹ مین ہی مولی نے اُسکو آزاد کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہی تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اگرچہ صاحب جنایت اُسکے وضع حمل سے پہلے آیا یا پیچھے آیا ہو اور اگر جنایت سے آگاہ نہو اور صاحب جنایت اُسکے وضع حمل سے پہلے حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے مولی سے اُسکی قیمت بر تقدیر حاملہ ہونے کے لے لے اور چاہے تو حاملہ مذکورہ کو جنایت مین لے لے پس وہ حاملہ اُسکی ہوگی اور بچہ آزاد ہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد آیا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے باندی کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور ولی جنایت کو بچہ کے لینے کی کوئی راہ نہو گی یہ ظہیریہ مین ہی۔ نوادر ابی سلیمان مین ہی کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے جو کچھ اُسکی باندی کے پیٹ مین ہی آزاد کر دیا پھر اُسنے کوئی جنایت کی اور مولے نے باندی کو جنایت مین دیدیا تو جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک باندی فروخت کی اور وہ مشتری کے پاس چھ مہینے سے کم مین بچہ جنی پھر بچہ نے کوئی جنایت کی پھر بائع نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہی تو اُسپر اولیاے جنایت کے واسطے دیت واجب ہوگی اور اسی پر فتوی ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہی اُسکے بچہ پیدا ہوا اور اُس بچہ نے جنایت کی پھر دونون شخصون مین سے ایک نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُسپر دیت واجب ہوگی اور اگر واقف نہو تو اُسپر قیمت واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر مولے نے کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی پھر دونون مین سے ایک نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مولی نے اُسی جنایت کرنے والے کو آزادی کے واسطے معین کیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر دوسرے کو معین کیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے جنایت کرنے والے کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر مولی کے مبہم آزاد کرنے کے بعد دونون مین سے ہر ایک نے جنایت کی پھر مولی نے بیان مین ایک کو معین کیا تو اُسپر اُسکی قیمت و مقدار دیت دونون مین سے جو کم ہو وہ لازم ہوگی اور دوسرا اُسکی ملک ہی سو اُسکی نسبت کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیت دیدے اور ایسی صورت مین بیان سے یعنے کسکو آزاد کیا ہی معین کرے فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا اسی طرح اگر ایک نے قتل نفس کیا اور دوسرے نے اُس کا فقط ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی حکم مختلف نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر اپنی صحت مین اپنے دو غلامون سے جنمین سے ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہی کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی پھر دونون مین سے ایک نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر بیان و تعیین سے پہلے مولے مرگیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور نصف قیمت کے واسطے ہر ایک سعی کریگا اور ولی جنایت کے واسطے مال مولی مین سے جنایت کنندہ کی قیمت واجب ہوگی بشرطیکہ اُسکی قیمت ارش سے کم ہو اور اسکا اعتبار مولے کے پورے مال سے ہوگا اور مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے ایک آدمی کو خطا سے قتل کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو ہر ایک غلام اپنی نصف قیمت کے واسطے سعی کریگا اور ہر مقتول کے ولی کے واسطے مال مولی مین سے اپنے مجرم کی قیمت واجب ہوگی اور مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر مولی نے اپنی صحت مین جنایت سے آگا

ہوکر کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی پھر بیان کرنے سے پہلے مولی مرگیا تو ہرایک کا نصف آزاد ہوگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے ہرایک سعایت کریگا اور جنایت کنندہ کے بارہ مین مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا پس بقدر اُسکی قیمت کے مولی کے تمام مال سے لیجائیگی اور قیمت سے زیادہ پوری دیت تک جسقدر باقی رہے وہ تہائی مال سے معتبر ہوگی۔ اور اگر دونون مین سے ہرایک نے جنایت کی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو جسطرح ہمنے بیان کیا ہر ہرایک سعایت کریگا اور مولے دونون کے حق مین فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوا ولیکن مولی کے مال مین دیت وحدہ واجب ہوگی پس پوری قیمت ایک غلام کی مولی کے پورے مال سے واجب ہوگی اور قیمت سے زائد پوری دیت تک تہائی مال سے اعتبار کیجائیگی پھر جسقدر پورے مال سے اور جسقدر تہائی مال سے واجب ہوا ہی یہ سب دونون جنایتون کے وارثون کو نصفا نصف ملیگا اسواسطے کہ کوئی ولی جنایت بہ نسبت دوسرے کے ترجیح نہین رکھتا ہی یہ محیط مین ہی۔

زید کے دو غلام بنام سالم و غانم ہین پس مولی کی صحت مین سالم نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور مولی سے کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی پھر غانم نے صحت مولی مین قبل مولی کے بیان و تعیین کرنے کے دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر مولے مرگیا تو ہرایک کا نصف آزاد ہوگا اور ہرایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا پھر مولی پر سالم کے مقتول کی دیت لازم آویگی لیکن بقدر قیمت سالم کے مولے کے تمام مال سے واجب ہوگی اور باقی یعنے قیمت سے زائد پوری دیت تک جسقدر ہی وہ تہائی مال سے واجب ہوگا اور مولی پر غانم کے مقتول کی دیت لازم نہوگی بلکہ غانم کی قیمت واجب ہوگی اور یہ اُسکے پورے مال سے دلائی جاویگی۔ اور اگر مولی نہین مرا بلکہ مولی نے بیان کیا کہ سالم مراد ہی یعنے سالم کو مین نے آزاد کیا ہی تو مقتول سالم کی دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر غانم کا عتق بیان کیا تو اُسپر غانم کی قیمت لازم آویگی یہ محیط مین ہی۔ ایک غلام نے کوئی جنایت کی پھر مولی نے اپنے مرض مین اُسکے آزاد کرنے کی وصیت کی حالانکہ وہ اُسکی جنایت کو جانتا تھا پھر اُسکے مرنے کے بعد وارث یا وصی نے اُسکو آزاد کر دیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی جسمین سے بقدر قیمت غلام کے مولی کے تمام مال سے دیجائیگی اور قیمت سے جسقدر زائد ہو وہ تہائی مال سے دلائی جائیگی۔ اور اگر اُسکو جنایت کا حال معلوم نہو تو اُسکی قیمت میت کے مال سے دلائی جائیگی یہ امام ابو یوسف رح کا دوسرا قول ہی اور یہی قول امام زفر رح کا ہی ایسا ہی فقیہ ابو اللیث رح نے عیون مین ذکر کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر جنایت کرنے سے پہلے مولے نے اُسکے آزاد کر دینے کی وصیت کی پھر مولے کے مرنے کے بعد اُسنے جنایت کی پھر وصی نے اُسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف تھا تو وصی اس جنایت کا ضامن ہوگا اور اگر نجانتا ہو تو وصی غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور وارثون سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی پھر غلام نے ایسی جنایت کی جسکا ارش ایک درم ہی پھر میت کی موت کے بعد وارثون نے کہا کہ ہم اُسکا فدیہ نہ دینگے تو انکو یہ اختیار ہی اور جب اُنھون نے فدیہ ندیا تو جنایت مین وہ غلام دیا جائیگا اور وصیت باطل ہو جائیگی الا اُس صورت مین باطل نہوگی کہ جب غلام خود اس ارش کو ایسے مال سے جو اُسنے کمایا نہین ہی ادا کر دے مثلاً کسی شخص سے کہے کہ تو میری طرف سے ایک درم ادا کر دے اور اسنے ادا کیا تو صحیح ہی اور یہ درم اُس غلام کی گردن پر قرضہ ہو جائیگا کہ بعد آزادی کے اُس سے اس درم کا مطالبہ کیا جا سکتا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرا غلام آزاد کر دے پھر غلام نے کوئی جنایت کی

پھر وکیل نے باوجود جنایت کے حال سے واقف ہونے کے آزاد کر دیا تو مولی اس غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اگرچہ وہ
جنایت سے آگاہ نہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے اس غلام کو مکاتب کر دے پھر غلام نے ایک شخص
کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر وکیل نے اُسکو مکاتب کر دیا خواہ وہ غلام کی جنایت کرنے سے آگاہ تھا یا نہ تھا تو مولی پر اُسکی
قیمت واجب ہوگی نہ دیت یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور ولی جنایت نے مولا سے غلام کو آگاہ
کر دیا پھر مولی نے اُسکو آزاد کیا اور کہا کہ میں نے اُسکی خبر کی تصدیق نہیں کی تھی تو مولی اُسکے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا
اسی طرح اگر ولی جنایت کے ایلچی نے مولی کو اس سے آگاہ کیا ہو خواہ فاسق ہو یا عادل ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مولی کو کسی
اجنبی نے اسکی خبر دی ہو پس اگر مولے نے اس اجنبی کی خبر کی تصدیق کر کے پھر اُسکو آزاد کر دیا تو بھی وہ فدیہ کا اختیار
کرنے والا ہو جائیگا اور اگر اُسکی تکذیب کی یا نہ تصدیق کی اور نہ تکذیب کی یہانتک کہ غلام کو آزاد کیا پس اگر خبر دینے والا
عادل ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فاسق ہو تو امام اعظم رح کے قول پر فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا ولیکن اُسپر غلام کی قیمت
واجب ہوگی کیونکہ اُسنے غلام کو گویا تلف کر دیا ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا
ہو جائیگا۔ اور اگر اُسکو دو فاسقوں نے خبر دی تو دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق اُنمیں بھی یہی حکم ہے اور
دوسری روایت کے موافق وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر مولی کو خود اُسکے غلام نے
اپنی جنایت کرنے کی خبر دی پھر مولے نے اُسکو آزاد کر دیا اور کہا کہ میں نے اُسکے قول کی تصدیق نہیں کی تھی تو امام اعظم رح
کے نزدیک ضامن نہوگا جب تک اُسکو مرد آزاد عادل خبر نہ دے اور صاحبین رح کے نزدیک دیت کا ضامن ہوگا اگرچہ
مخبر فاسق یا غلام یا کافر ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ابن سماعہ نے امالیات میں ذکر کیا کہ میں نے امام محمد بن الحسن رح کو لکھا
کہ ایک غلام نے ایک شخص کو قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں کہ اُنمیں سے ایک غائب ہے پھر حاضر نے نالش کی
تو کیونکر حاکم کو چاہیے کہ مولا سے غلام کو اختیار دے تو امام محمد رح نے جواب میں لکھا کہ جو وارث حاضر ہو وہی خصم ہوگا اور مولی
جو کچھ اختیار کرے وہ اُسپر پورے کے واسطے واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور مقتول
کے دو ولی ہیں پھر مولی نے بحکم قاضی غلام مجرم دونوں میں سے ایک کو دیدیا پھر غلام مذکور نے اُسکے پاس دوسرے
آدمی کو قتل کیا پھر پہلے جنایت کا شریک اور دوسرے مقتول کا ولی دونوں حاضر ہوئے تو پہلے مدفوع الیہ سے
یعنی جسکو غلام دیا گیا
کہا جائیگا کہ تو نصف غلام اپنے حصہ کا اس دوسرے مقتول کے ولی کو دیدے یا نصف دیت فدیہ دے پس اگر اُسنے
نصف غلام دیدیا تو نصف دیت سے بری ہو گیا اور نصف ثانی مولے کو واپس دیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ اسکو
یعنی نصف دوسرے غلام کا
دیدے یا اسکا فدیہ دس ہزار درم دے کہ پانچ ہزار درم دوسرے مقتول کے ولی کو اور پانچ ہزار درم ولی اول کو جسنے کچھ
نہیں لیا ہے دیدے پس اگر اُسنے غلام دیدیا تو ہر ایک دونوں میں سے اسمیں شریک کیا جاویگا اور یہ ولی جسکے قبضہ
میں دوسری جنایت واقع ہوئی ہے اُسکی چوتھائی قیمت مولے کو دیگا اور مولی اسکو اوسط کو دیگا اور جب تک مولی اس
چوتھائی قیمت کو اول سے نہ وصول پاویگا تب تک اوسط کے واسطے کچھ ضامن نہوگا۔ اور اگر مولی نے دونوں میں سے
ایک ولی جنایت کو وہ غلام مجرم بغیر حکم قاضی دیدیا تو اوسط کو اختیار ہوگا چاہے مولی سے اس چوتھائی قیمت کی ضمان لے
بدین وجہ کہ اُسنے بدون حکم قاضی اُسکے شریک کو دیا ہے اور چاہے اپنے شریک سے اسکی ضمان لے پس اگر اُسنے مولے
سے ضمان لی تو مولی اُسکو اول مدفوع الیہ سے واپس لیگا۔ اور اگر غلام نے دو شخصوں کو خطا سے قتل کیا پھر مولے
جسکو دیا گیا ہے ۱۲

نے ایک کے ولی کو وہ غلام بدون حکم قاضی دیدیا پھر غلام نے اُسکے پاس ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر سب جمع ہوے اور سب نے دینا اختیار کیا تو پہلے مدفوع الیہ سے کہا جائیگا کہ نصف غلام دوسرے کو دیدے اور باقی نصف مولی کو واپس دیگا پھر مولی اُسکو اوسط و آخر کو دیدیگا کہ اوسط اُسمین بحساب دس ہزار درم کے اور آخر بحساب پانچ ہزار درم کے شریک کیے جاوینگے پس یہ نصف ان دونون مین تین تہائی ہوگا جسمین سے دو تہائی اوسط کا اور ایک تہائی آخر کا ہوگا پھر مولی غلام کی قیمت کا چھٹا حصہ اوسط کو دیگا اور یہ وہ ہی جو اس نصف مین سے ولی جنایت اخیرہ کو دیا گیا ہی اور اسکو اول جسکے پاس غلام تھا واپس لیگا اور اوسط کو اختیار ہی چاہے وہ چھٹا حصہ تاوان لے جو اُسکے قبضہ مین تھا ایسا ہی ہمارے عراقی مشائخ فرماتے ہین اور میرے نزدیک صحیح یہ ہی کہ اُسکو (یعنے مدفوع الیہ اول ۱۲) اس امر کا اختیار اس صورت مین نہین ہی اور نہ صورت اول مین ہی۔ اور اگر مولی نے بحکم قاضی غلام مجرم دیا ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہی لیکن مولی اس صورت مین اوسط کے واسطے کچھ ضامن نہوگا مگر مدفوع الیہ اول سے چھٹا حصہ قیمت لیکر اوسط کو دیدیگا اور بنا بر قول مشائخ عراقیین ج کے خود اوسط اس چھٹے حصہ قیمت کو مدفوع الیہ اول سے واپس لیگا۔ اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑی پھر مولے نے اُسکو اُس شخص کو جسکی آنکھ پھوڑی ہی دیدیا اور غلام نے اُسکے پاس دوسرے کو قتل کیا پھر سب جمع ہوے اور سب نے غلام کو دینا اختیار کیا تو آنکھ کا حقدار اُسکا تہائی دوسرے آخر کو دیدیگا اور دو تہائی مولی کو واپس دیگا پھر مولے اُسکو دونون مقتولون کے وارثون کو دیدیگا کہ اُسمین اول کا ولی بحساب دس ہزار درم کے اور آخر کا ولی بحساب دو تہائی دیت کے شریک کیا جائیگا پس اسقدر غلام دونون مین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے تین حصے اول والے کو اور دو حصے اخیر والے کو ملینگے پھر اول کے واسطے مولی اُس غلام کی دو تہائی قیمت کے سولہ جزو و دو تہائی جزو مین چھ جزو و دو تہائی جزو کا ضامن ہوگا اور اسکا حاصل یہ ہی کہ اُسکی دو تہائی قیمت مین سے دو پانچوین حصے کا ضامن ہوگا یہ اُسکا بدل ہی جو اخیر مقتول کے وارث کو اس دو تہائی مین سے دیا گیا ہی اور پھر اسکو مولی اُس شخص سے جسکی آنکھ پھوڑی گئی ہی واپس لیگا یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اور اگر غلام پر قتل خطا کے گواہ قائم ہوے اور مولی نے اُسپر دوسرے شخص کے قتل کا اقرار کیا تو مولی اُسکو دونون کو نصفا نصف دیگا پھر اول کے واسطے اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اُسنے تیسرے کے قتل کا اقرار غلام کی نسبت کیا تو سب کو تین تہائی دیدیگا پھر اول کے واسطے اُسکی دو تہائی قیمت کا اور دوسرے کے واسطے چھٹا حصہ قیمت کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر زید کا غلام تھا اور عمرو نے اقرار کیا کہ اُسکے مولے نے اُسکو آزاد کیا ہی پھر خطا سے اس غلام نے عمرو کے کسی مورث کو قتل کیا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور ولی جنایت نے اقرار کیا کہ یہ غلام آزاد ہی تو مسئلہ مین تین صورتین ہین یا تو ولی جنایت نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام اصلی آزاد ہی یا اقرار کیا کہ وہ آزاد ہی یا اقرار کیا کہ مولے نے اُسکو آزاد کر دیا ہی پس اگر اقرار کیا کہ وہ اصلی آزاد ہی تو ولی جنایت کی ضمان کسی پر نہوگی نہ غلام پر اور نہ مولے پر اسی طرح اگر اقرار کیا کہ وہ آزاد ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اقرار کیا کہ مولی نے اُسکو آزاد کر دیا ہی پس اگر یہ اقرار کیا کہ جنایت سے پہلے اُسکو آزاد کر دیا ہی تو اسکا وہی حکم ہی جو اصلی آزاد ہونے کے اقرار کا ہی اور اگر یہ اقرار کیا کہ اُسنے جنایت کے بعد اُسکو آزاد کر دیا ہی تو غلام کے برارت کا اقرار کیا اور مولی پر فدیہ کا دعوی کیا اگر یہ اقرار کیا کہ مولے نے جنایت سے آگاہ ہوکر آزاد کیا ہی یا مولے پر ضمان قیمت کا دعوی کیا اگر بدون آگاہی کے آزاد کرنے کا اقرار کیا ہی مگر مولے نے جو کچھ اُسپر

ضمان قیمت یا فدیہ کا دعوی کرتا ہی اُس سے انکار کیا تو قسم سے مولی کا قول قبول ہوگا اور ولی جنایت پر گواہ لانے واجب ہین - یہ سب اُس صورت مین ہی کہ غلام دینے سے پہلے ولی جنایت نے ایسا اقرار کیا اور اگر مولے نے اسکو غلام دیدیا پھر اُسنے اقرار کیا کہ یہ اصلی آزاد ہی یا یہ آزاد کیا ہوا ہی تو مولے و غلام کسی پر اُسکی کوئی راہ نہین ہی لیکن غلام آزاد ہو جائیگا اور غلام کی ولاء کسی کی نہوگی اور اگر اقرار کیا کہ اُسنے جنایت سے پہلے اُسکو آزاد کیا ہی تو اُسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور اُسکی ولاء موقوف رہیگی یہ محیط مین ہی - اور غلام کا جنایت کا اقرار کرنا جائز نہین ہی خواہ ماذون ہو یا محجور ہو اور بعد عتق کے اپنے اس اقرار پر ماخوذ نہوگا یہ حاوی مین ہی - اگر غلام نے آزاد ہو جانے کے بعد اقرار کیا کہ مین نے اپنی رقیت کی حالت مین عمداً یا خطأً جنایت کی تھی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا لیکن عمداً قتل کرنے کے اقرار مین قصاص ہو سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی - ایک غلام نے خطا سے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہو گیا پھر مولے نے اُسکو بسبب جنایت کے دیدیا پھر وہ زخم پھوٹ نکلا اور مجروح اس سے مرگیا اور وہ غلام موجود ہی تو وہ مجروح میت کے وارثون کا ہوگا اور اگر مولے نے اُسکو ہاتھ کی پوری دیت پانچ ہزار درم فدیہ دیکر اختیار کیا ہو پھر غلام مذکور کو آزاد کر دیا پھر مجروح کا زخم پھوٹا اور وہ مرگیا تو فرمایا کہ وہ غلام کی قیمت دیدیگا اگرچہ سو درم ہون اور فدیہ کے پانچ ہزار درم واپس لیگا یہ محیط مین ہی - ایک غلام آزاد کیا گیا پس اُسنے ایک شخص سے کہا کہ مین نے خطا سے تیرے بھائی کو جس حالت مین مین غلام تھا قتل کیا تھا اور اس شخص نے کہا کہ تو نے اُسکو اپنے آزاد ہونے کی حالت مین قتل کیا ہی تو بالاجماع غلام کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر اُسنے بعد آزادی کے اپنے مولے سے کہا کہ مین نے رقیت کی حالت مین تیرا مال لے لیا ہی یا تیرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہی اور مولے نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے بعد آزادی کے ایسا کیا ہی تو بالاجماع غلام کا قول قبول ہوگا یہ کافی مین ہی - اور اگر ایک شخص نے باندی کو آزاد کیا پھر اس سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا ہی درحالیکہ تو میری باندی تھی اور باندی نے کہا کہ تو نے میرے آزاد ہونے کی حالت مین میرا ہاتھ کاٹا ہی تو باندی کا قول قبول ہوگا اسی طرح جو چیز اُس سے لے لی ہو اُسکے بارہ مین بھی ایسے اختلاف کی صورت مین یہی حکم ہی سوائے جماع کے یا کمائی کے کہ اسمین استحساناً مولے کا قول قبول ہوگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ کچھ ضامن نہوگا الا ایسی چیز کا جو مال عین ہو کہ اُسمین یہ حکم کیا جائیگا کہ باندی کو واپس کر دے یہ ہدایہ مین ہی اگر ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے کہا کہ مین نے تیرے خریدنے سے پہلے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہی اور مشتری نے کہا کہ تو نے میرے خریدنے کے بعد اسکا ہاتھ کاٹا ہی تو مشتری کا قول قبول ہوگا یہ کافی مین ہی - اگر غلام نے کسی شخص کا ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا اور اس جرم مین خواہ بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی اُسکو دیدیا گیا پھر اُسنے اُسکو آزاد کر دیا پھر وہ ہاتھ کے زخم کی وجہ سے مرگیا تو یہ غلام جنایت کے مصالحہ مین قرار دیا جائیگا اور اگر اُسنے آزاد نکیا ہو تو مولی کو واپس دیگا پھر وارثان مقتول سے کہا جائیگا کہ چاہو اسکو قتل کرو یا اسکو عفو کرو یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اگر غلام نے کسی کو قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین پس دونون مین سے ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو مولے سے کہا جائیگا کہ جس نے معاف نہین کیا ہی اُسکو نصف غلام دیدے یا نصف دیت فدیہ دے اور عفو کرنے والے کا کچھ استحقاق نہوگا یہ محیط مین ہی - ایک غلام نے دو آدمیون کو قتل کیا اور ہر ایک مقتول کے دو دو ولی ہین پھر ہر ایک کے دو وارثون مین سے ایک نے معاف کیا تو باقی دونون کو مولے نصف غلام دیگا یا دس ہزار درم فدیہ دیگا اور اگر غلام نے ایک کو عمداً اور

دوسرے کو خطا سے قتل کیا ہو اور عمداً مقتول کے دونون وارثون مین سے ایک نے عفو کیا پس اگر مولی اسکا فدیہ
دینا چاہے تو پندرہ ہزار درم فدیہ دیگا جسمین سے دس ہزار درم وارثان مقتول بخطا کو اور پانچ ہزار درم دوسرے
وارث مقتول بعمد کو دیگا - اور اگر اُسنے غلام دیا تو تین تہائی دونون کو دیگا یعنے دو تہائی وارثان مقتول بخطا کو اور ایک
تہائی وارث مقتول عمد کو جسنے معاف نہین کیا ہی یہ امام اعظم رح کے نزدیک بطریق عول کے ہی کہ دونون وارث
خطا اُسمین پوری دیت کے حساب سے اور وارث عمد اُسمین نصف دیت کے حساب سے شریک ہونگے اور صاحبین رح
کے نزدیک بطریق منازعت کے چار حصے ہونگے جسمین سے تین چوتھائی ہر دو وارثان خطا کو اور ایک چوتھائی ایک
وارث عمد کو ملیگا یہ کافی مین ہی - اور اگر غلام نے دو شخصون کو خطا سے قتل کیا پھر دونون مقتولون مین سے ایک کے
ولی نے اُسکو معاف کر دیا تو آدھا غلام دوسرے کو دیدیگا یا دیت سے اُسکا فدیہ دیگا - اور اگر دونون مین سے ایک نے
اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو درصورتیکہ مولے نے اُسکو دونون کو دیدیا ہو دوسرے ہاتھ کاٹنے والا اُسمین نو ہزار پانچ سو درم کے
حساب سے شریک کیا جائیگا کیونکہ اُسنے ہاتھ کاٹ کر پانچ سو درم بھر پائے ہین اور دوسرا بحساب دس ہزار درم کے اُسمین
شریک کیا جائیگا یہ خزانة المفتین مین ہی - اور اگر اُسنے ایک شخص کو قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی پس یا یہ
جرم عمداً ہوگا یا خطا سے ہوگا پس اگر عمداً ہو تو مولے سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے یہ غلام اُسکو جسکی آنکھ پھوڑی گئی ہی دیدے
یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو آنکھ کی جنایت کا فدیہ پانچ ہزار درم دیگا اور غلام مذکور اس جنایت
سے پاک ہو جائیگا پھر ولی مقتول اُسکو قصاص مین قتل کریگا اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو وارثان قتیل اگر اُسکو
قصاص مین قتل کرینگے پھر جسکی آنکھ پھوڑی ہی وہ مولے سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر قتل بخطا ہو تو مولی کو
دونون کے حق مین اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اسکو دونون کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا
اختیار کیا تو پندرہ ہزار درم فدیہ دیدے جنمین سے دس ہزار درم وارث مقتول کے اور پانچ ہزار درم اُسکے جسکی آنکھ
پھوڑی ہی اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو غلام مذکور دونون مین تین تہائی ہوگا جسمین سے دو تہائی وارث مقتول
کی اور ایک تہائی آنکھ پھوٹی ہوئی کی ہوگی یہ محیط مین ہی - ایک مملوک نے دوسرے مملوک کو خطا سے قتل کر ڈالا
پھر اپنے مولے کے بھائی کو خطا سے قتل کیا اور بھائی کا وارث سوائے اسکے مولے کے کوئی نہین ہی تو نصف قاتل
مقتول مملوک کے مولی کو دیا جائیگا یا مولائے قاتل اُسکا فدیہ دیگا اور باقی آدھا اپنے مولی کا ہوگا - اور اگر اُسنے اپنے
مولے کے بھائی کو پہلے قتل کیا تو پورا قاتل مملوک مقتول کے مولے کو دیا جائیگا یا مولائے قاتل اُسکا فدیہ دیگا - اور
اگر اُسنے اپنے مولی کے بھائی کو پہلے قتل کیا اور بھائی کے ایک لڑکی ہی تو تین چوتھائی قاتل مملوک مقتول کے مولی
کو دیا جائیگا اور چوتھائی اس لڑکی کو دیا جائیگا - اور اگر اُسنے دونون کو ایک ہی ضرب سے قتل کیا ہو اور بیٹی نہو تو قاتل
دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ خزانة المفتین مین ہی - ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہی اُسنے دونون کے قریب
یعنے مورث کو عمداً قتل کیا پھر دونون مین سے ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا پورا خون معاف
ہو جائیگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ عفو کرنے والا اُسکا آدھا حصہ دوسرے کو دیگا یا چوتھائی دیت فدیہ دیگا - اور بعضی
نسخون مین امام محمد رح کا قول امام اعظم رح کے ساتھ مذکور ہی اور اشہر یہ ہی کہ امام محمد رح کا قول مثل قول امام ابو یوسف
کے ہی - اور اگر ایک غلام نے اپنے مولے کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو بیٹے ہین پھر ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو امام اعظم

وامام محمد رح کے نزدیک پوراخون باطل ہوجائیگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلے مسئلہ کے موافق یہان بھی حکم ہی یہ
کافی مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ایک غلام نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا پھر مولے نے اُسکو آزاد کردیا پھر دو وارثان مقتول
مین سے ایک نے اُسکو معاف کردیا تو غلام مذکور اپنے نصف قیمت کے واسطے جسنے معاف نہین کیا اُسکے لیے سعایت
کریگا اور مولی پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکو کسی نے غصب کرلیا اور وہ
غاصب کے پاس اسی زخم قطع سے مرگیا تو غاصب پر اُسکی قیمت ہاتھ کٹے ہوے کے حساب سے واجب ہوگی اور
اگر مولی نے غاصب کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ اس زخم سے غاصب کے پاس مرگیا تو غاصب پر کچھ واجب
نہوگا یہ ہدایہ مین ہی۔ جامع کبیر مین ہی کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو موضحہ زخم سر یا چہرہ سے زخمی کیا پھر ایک شخص
کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض رہن کیا اور اس غلام زخمی کی قیمت باوجود اس زخم کے ہزار درم ہی پھر
وہ غلام مرتہن کے پاس اسی زخم سے مرگیا تو جسقدر قرضہ کے عوض رہن ہی اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا
اور اگر رہن کرنے کے بعد مولے نے اُسپر جنایت کی ہو تو مرہون واپس کرنے والا ہوجائیگا حتے کہ اگر وہ اس زخم
سے مرجاوے تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا۔ اسی طرح اگر اجنبی نے اُسکے ساتھ کوئی جنایت کی تو رہن سے پہلے
جنایت کرنے اور رہن کے بعد جنایت کرنے مین ان دونون صورتون مین ابطال رہن کے حق مین فرق ہوگا
جیسا کہ مذکور ہوا ہی۔ اور نیز جامع کبیر مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو موضحہ شجہ سے زخمی کیا اور وہ غلام
بیمار پڑا پھر اُسکو غاصب نے غصب کرلیا اور وہ اس جنایت سے غاصب کے پاس مرگیا تو مولاے غلام کو اختیار
ہوگا چاہے جنایت کنندہ سے غلام تندرست کی قیمت تین سال مین وصول کرلے یعنے اُسکی مددگار برادری
ضامن ہوگی پھر اُسکی مددگار برادری غاصب سے اُس غلام کی قیمت جو روز غصب کے تھی وصول کرلیگی۔ اور
اگر چاہے تو غاصب سے غلام مذکور کی روز غصب کی قیمت فی الحال اُسکے مال سے لے لے اور جنایت کنندہ سے
موضحہ زخم کا ارش اور جو نقصان اُس سے غاصب کے غصب کرنے کے روز تک پیدا ہوا ہی تاوان لے اور یہ سب
جنایت کرنے والے کے مال مین سے دلایا جائیگا۔ اور اگر غاصب نے ادا ے ضمان کے بعد چاہا کہ جنایت کرنے والا
یا اُسکی مددگار برادری سے ضمان لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا۔ اور اگر اُسکو غاصب نے غصب نکیا بلکہ مولے نے اُسکو
بعد جنایت کے کسی شخص کے ہاتھ اس شرط سے کہ بائع کو تین روز تک خیار حاصل ہی فروخت کردیا اور وہ مشتری
کے پاس مرگیا تو اسکا حکم ویسا ہی ہی جیسا ہمنے غاصب کی صورت مین بیان کیا ہی۔ اور اگر مولے نے اس غلام کو
بطور بیع فاسد کے اُسکے ہاتھ فروخت کیا اور وہ اسی جنایت سے مشتری کے پاس مرگیا تو مولے جنایت کرنے والے
سے موضحہ کا ارش اور جو کچھ اس جراحت سے مشتری کے قبضہ کرنے کے روز تک نقصان پیدا ہوا ہی تاوان لیگا اور
یہ مال تاوان جنایت کرنے والے کے مال مین فی الحال واجب ہوگا اور مشتری پر اُسکے قبضہ کرنے کے روز کی
قیمت فی الحال اُسکے مال مین واجب ہوگی۔ اور اگر مولے نے اُسکو فروخت نکیا ولیکن اپنے قرضہ کے عوض
جو اُسپر آتا ہی اور وہ قیمت غلام کے برابر ہی رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس اس جنایت سے مرگیا تو وہ بعوض
قرضہ میت قرار دیا جائیگا اور مرتہن کو جنایت کنندہ سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہین ہی اور راہن ارش
جنایت کو جنایت کرنے والے سے لے لیگا اور جسقدر نقصان تا وقت قبضہ مرتہن اُسمین آیا ہی وہ بھی لے لیگا

اور جنایت کرنے والے سے تاوان قیمت باطل ہوگی اور اگر غلام کی قیمت قرضہ سے زائد ہو مثلاً قیمت غلام دو ہزار درم اور قرضہ ایک ہزار درم ہو اور وہ مرتہن کے پاس مرگیا تو حکم وہی ہو جو ہم نے قرضہ کے برابر قیمت ہونے کی صورت مین بیان کیا ہو کہ مرتہن کو جنایت کرنے والے سے تاوان لینے کا اختیار نہوگا اور مولاے غلام اُس جنایت کرنے والے سے موضحہ کا نصف ارش اور نصف اُس نقصان کا جو وقت رہن تک ہوا ہو لے لیگا اور یہ سب جنایت کرنے والے کے مال سے ہوگا اور نیز مولاے غلام اُس جنایت کرنے والے سے غلام کے مرنے کے روز کی نصف قیمت اور نصف [جو مرنے کے روز اُسکی قیمت ہو اُسکی نصف قیمت ۱۲ منہ] ارش موضحہ اور نصف نقصان جنایت لے لیگا اور یہ مال اُسکی مددگار برادری پر ہوگا اور جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین نے زید کے غلام کا ہاتھ خطا سے کاٹا ہو اور اُسکی مددگار برادری نے اس سے انکار کیا یعنے تکذیب کی پھر ایک شخص نے اُسکو غصب کیا اور اقرار کیا کہ مین نے اُسکے مولے سے غصب کر لیا ہو اور وہ غاصب کے پاس مرگیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کرنے والے سے اُسکی قیمت اُسکے مال سے تین سال مین وصول کرے اور جنایت کرنے والا غاصب سے اُس غلام کے ہاتھ کٹے ہوے کے حساب سے جو قیمت ہو فی الحال اُسکے مال سے لے لیگا اور چاہے مالک غاصب کے مال سے فی الحال اُسکی قیمت ہاتھ کٹے ہوے کے حساب سے لے لے اور جنایت کرنے والے سے اُسکے ہاتھ کا ارش یعنے اُسکی نصف قیمت اُسکے مال سے لے لے اور جنایت کرنے والا نصف غلام کا ضامن نہوگا۔ اور یہ چاہیے ہو کہ جنایت کرنے والا وقت غصب تک کے نقصان کا بھی ضامن ہو لیکن اسکو کتاب مین ذکر نہین فرمایا ہو پس یا تو ذکر نہین فرمایا یا مسئلہ کی صورت اس طور پر واقع ہوئی کہ فوراً قطع کرنے کے بعد ہی غصب واقع ہوا ہو۔ اور اگر عمداً قطع کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو ہم کہتے ہین کہ مولے کو اختیار ہو چاہے قاتل سے قصاص لے پھر غاصب سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی نہ مولے کو اور نہ وارثان جنایت کنندہ کو۔ اور چاہے ابتدا سے اس غلام کے ہاتھ کٹے ہوے کی قیمت غاصب سے تاوان لے پھر ہاتھ کاٹنے والے سے مولی قصاص نہین لے سکتا ہو لیکن جنایت کنندہ پر ہاتھ کا ارش اُسکے مال سے واجب ہوگا یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر غاصب نے اُسکو واپس دیدیا پھر اُسنے دوسری جنایت کی تو مولے اُسکو دونون فریق جنایت کو دیدیگا پھر غاصب سے اُسکی نصف قیمت لیکر اول کو دیدیگا پھر یہ قیمت غاصب سے واپس لیگا اور یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ غاصب سے نصف قیمت لے لیگا کہ وہ اُسی کو دیجائیگی یہ ہدایہ مین ہو۔ اگر ایک غلام غصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام مرگیا تو غاصب پر اُسکی قیمت [یعنے مولے کو تسلیم کرنی ۱۲] واجب ہوگی پھر مولی یہ قیمت ولی جنایت کو دیدیگا پھر دوبارہ غاصب سے اُسکی قیمت واپس لیگا۔ اور اگر غلام نہ مرا ہو لیکن اُسکی آنکھ جاتی رہی پھر غاصب نے مولی کو کانا واپس کر دیا پھر اُسنے مولی کے پاس دوسرے شخص کو قتل کیا پھر سب جمع ہوے پھر مولے نے اُسکو دونون جنایتون مین دیدیا تو وہ غاصب سے اُسکی نصف قیمت لیگا بدین اعتبار کہ اُسکی ایک آنکھ جاتی رہی ہو پس یہ نصف قیمت وارث اول کو دیگا اور جب اُسکو یہ نصف قیمت ملی تو وہ غلام مدفوع مین دیت مین سے اسقدر کم کر کے باقی کے حساب سے شریک کیا جائیگا اسواسطے کہ جسقدر اُسنے قیمت لی ہو وہ اُسی کی رہیگی پس اُسکے قدر حصہ کا شریک نہ کیا جائیگا بلکہ باقی حق کے واسطے شریک کیا جائیگا اور دوسرے مقتول کا وارث پوری دیت کے واسطے شریک کیا جائیگا پھر مولے نصف قیمت

جو اُس سے لے لیگئی ہی غاصب سے واپس لیگا اور نیز وارث مقتول اول کو جو کچھ غلام کانے مین سے حصہ رسد ملا ہی وہ بھی مولی غاصب سے لے لیگا اور جو کچھ دوسرے مقتول کے وارث کو ملا ہی وہ واپس نہین لے سکتا ہی پھر وارثان اول مولی سے جو اُسنے لیا ہی غلام کی پوری قیمت تک جسقدر رہا ہی لے لینگے اور چاہیے کہ یہ حکم خاص امام اعظم رح و امام ابو یوسف کا قول ہو پھر مولی غاصب سے اُسکے مثل جو اُس سے لیا گیا ہی واپس لے لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام غصب کر لیا پھر اُسکے پاس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مولی و وارثان مقتول مجتمع ہوے تو وہ غلام اُسکے مولی کو واپس دیا جائیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ اُسکو دے یا اسکا فدیہ دے پس اگر اُسنے دیا یا اُسکا فدیہ دیا تو غاصب سے غلام کی قیمت وارش دونون مین سے کم مقدار واپس لیگا اور اگر غاصب کے پاس اُسمین زیادت متصلہ پیدا ہوگئی اور مولی نے دینا اختیار کیا تو مع زیادتی دیدیگا خواہ یہ زیادتی قبل جنایت کے پیدا ہوئی ہی یا اُسکے بعد پیدا ہوئی ہو پھر غاصب سے اس زیادت کی قیمت واپس نہین لے سکتا ہی اگرچہ وہ زیادت کسی ایسے سبب سے ہو جو غلام نے غاصب کے پاس کیا ہی استحقاق مین لے لیگئی ہو۔ اور اگر غاصب کے پاس غلام کانا ہو گیا اور اُسکے پاس اُسنے کوئی جنایت کی ہی پس اگر بعد جنایت کے کانا ہوا ہو اور مولی نے دینا اختیار کیا تو ولی جنایت کو کانا دیدیگا پھر غاصب سے اُسکی تندرست صحیح سالم کی قیمت واپس لیگا اور جب اُسنے تندرست کی قیمت لے لی تو ولی جنایت مولی سے اُسکی نصف قیمت واپس لیگا پھر مولی یہ نصف قیمت دوبارہ غاصب سے لے لیگا تاکہ اُسکے پاس غلام کی پوری قیمت پہونچ جاوے اور اگر جنایت سے پہلے کانا ہو گیا اور مولی نے دینا اختیار کیا تو کانا غلام دیدیگا پھر غاصب سے اُسکے صحیح سالم کی قیمت لے لیگا اور یہ سب قیمت مولی کو مسلم ملیگی اور ولی جنایت اسمین سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا اور اُسنے خطا سے اپنے مولی کو یا اپنے مولے کے غلام کو قتل کیا حالانکہ غلام مقتول کی قیمت قاتل سے زائد ہی یا اپنے مولی کا مال تلف کر دیا تو غاصب غلام مغصوب کی قیمت اُسکے مولے کو دیدیگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی۔ اور اگر غلام مغصوب نے غاصب پر یا اُسکے مال پر جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہی اور صاحبین رح کے نزدیک معتبر ہی کہ مالک غلام سے کہا جائیگا کہ تو یہ غلام غاصب کو اگر وہ زندہ ہی یا اُسکے وارثون کو دیدے یا اُسکی دیت فدیہ دے اگر غاصب کو قتل کیا ہی یا اُسکے مال کی قیمت دے اگر مال تلف کیا ہو یہ حاوی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام و ایک باندی کسی شخص سے غصب کر لی اور ہر ایک نے اسمین سے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام مذکور نے باندی مذکور کو قتل کیا پھر غاصب نے وہ غلام مولی کو واپس کر دیا اور مولے نے اُسکا دیدینا اختیار کیا تو اسمین وارثان مقتول غلام بقدر دیت کے اور وارثان مقتول باندی بقدر قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے پھر مولے غاصب سے غلام کی قیمت اور باندی کی قیمت لے لیگا پھر مقتول غلام کے وارث اُسکی قیمت مین اسقدر لے لینگے کہ جو کچھ اُنکے پاس اُسکے ساتھ ملا کر غلام کی پوری قیمت ہو جاوے اور جسقدر اُنھون نے اپنا حق پورا کرنے کے واسطے مولی سے غلام کی قیمت مین سے لیا ہی اسقدر مولی غاصب سے پھر واپس لیگا اور نیز وارثان مقتول باندی بھی باندی کی قیمت سے اپنا حق بقدر اُسکی قیمت کے پورا کر لینگے اور اسقدر کو بھی مولی غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر مولی نے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام کے مقتول کی دیت دیدیگا اور مقتول باندی کے وارث کو باندی کی قیمت دیدیگا پھر غاصب سے غلام

وباندی کی قیمت واپس لیگا اور جو حکم اس مسئلہ مین مذکور ہے اسکی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ غاصب تنگدست یا غائب ہو اور اگر حاضر ہو اور مولی اُس سے باندی کی قیمت لے سکتا ہو تو مسئلہ کی تخریج دوسرے طور پر ہے جیسا کہ اسکے بعد ذکر فرمایا ہے اور یہ مسئلہ ابوحفص رح کے نسخہ مین ہے اور ابوسلیمان کے نسخہ مین مسئلہ طویلہ مذکور ہے اور حکم مین تفصیل ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام و باندی جسمین سے ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہے غصب کی اور ہر ایک نے غاصب کے پاس ایک ایک شخص کو قتل کیا پھر غلام نے باندی کو قتل کیا پھر غاصب نے غلام کو واپس کر دیا تو غاصب اُس غلام کے ساتھ باندی کی قیمت بھی واپس دیگا پھر مولی یہ قیمت مقتول باندی کے وارث کو دیدیگا پھر غاصب سے دوبارہ یہ قیمت واپس لیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دیت مقتول غلام اُسکے وارث کو دیدیگا اور غلام کی قیمت غاصب سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو غلام کو اُسکے مقتول کے وارث اور غاصب کو دیگا جسمین سے گیارہ حصون مین سے دس حصے وارث مقتول غلام کے اور ایک حصہ غاصب کا ہوگا پھر غاصب سے غلام کی قیمت اُسکا مولی لے لیگا جسمین سے گیارہ حصون مین سے ایک حصہ وارث مقتول غلام کو دیدیگا پھر غاصب سے یہ حصہ بھی واپس لیگا۔ اور اگر غاصب تنگدست ہو اور اُس سے باندی کی قیمت لینی ممکن نہو سکے اور مولے نے دینا اختیار کیا پس اگر مقتول باندی کے وارث نے کہا کہ مین غلام مین بقدر قیمت باندی کے شرکت نہین کرونگا بلکہ انتظار کرونگا پھر جب باندی کی قیمت وصول ہو جائیگی تو اُسکو لے لونگا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا پھر بقیاس قول امام ابوحنیفہ رح کے پورا غلام مقتول غلام کے وارث کو دیدیگا اور بعد دینے کے غاصب سے غلام کی قیمت اور باندی کی قیمت لے لیگا پھر باندی کی قیمت اسکے مقتول کے وارث کو دیدیگا پھر غاصب سے بھی قیمت دوبارہ لے لیگا پس اُسکے قبضہ مین دو قیمتین آوینگی اور بقیاس قول امام ابویوسف رح و امام محمد رح کے غلام مین سے گیارہ حصون مین سے دس حصے اُسکے مقتول کے وارث کو دیگا اور ایک حصہ اپنے پاس رکھیگا یہانتک کہ جب باندی کی قیمت وصول ہو تو مولے اسکو لیکر اُسکے مقتول کے وارث کو دیدیگا پھر اس قیمت کو غاصب سے واپس لیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ یہ جزو غاصب کو دیدے یا باندی کی قیمت اسکا فدیہ دے پس اگر یہ جزو دیدیا تو اُس سے غلام کی قیمت لے لیگا پھر اس قیمت مین سے گیارہ جزون سے ایک جزو وارث مقتول غلام کو بعوض اُس جزو غلام کے جو وارث مذکور کو نہین دیا گیا ہے دیدیگا اور پھر اس جزو قیمت کو غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر اُسکا فدیہ دیا تو باندی کی قیمت اُسکا فدیہ دیوے لیکن غلام کی قیمت اس صورت مین بھی غاصب سے لے لیگا لیکن چونکہ دونون قیمتین برابر ہین سو ایک دوسرے کا قصاص ہو جائیگی اور وارث مقتول غلام کو بجاے اس جزو کے اُسکی قیمت کا گیارہوان حصہ دیدیگا پھر اُسکی قیمت غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر مقتول باندی کے وارث نے کہا کہ مین بقدر قیمت باندی کے غلام مین شریک ہو جاونگا تو غلام مذکور دونون کو دیا جائیگا جسمین سے وارث مقتول غلام بقدر دیت کے اور وارث مقتول باندی بقدر قیمت باندی کے حصہ دار ہوگا پس دونون مین گیارہ حصون پر تقسیم ہوگا جیسا کہ ہمنے بیان کیا ہے پھر جب غاصب پر قابو پایا یا وہ خوشحال ہو گیا تو مولے کو غلام اور باندی سے قیمت ادا کریگا پھر غلام کی قیمت مین سے گیارہوان حصہ وارث مقتول غلام کو بجاے اُس حصہ غلام کے جو اسکو نہین ملا ہے دیدیگا اور پھر غاصب سے اسقدر حصہ واپس لیگا اور مقتول باندی کے وارث کو سواے اسکے جو کچھ اسکو اسمین سے مل چکا ہے باندی کی قیمت مین سے

کچھ نملیگا - اور اس سے پہلے ایک چھوٹے مسئلہ مین بیان فرمایا ہی کہ باندی کی قیمت مین سے اُسکے مقتول کے وارث کو اسقدر دیدیا جائیگا کہ جو کچھ اُسکو ملا ہی اُسمین ملا کر باندی کی قیمت پوری ہو جاوے - پس اس حکم مین دو روایتیں ہین - اور اگر مولے نے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام کے دس ہزار درم فدیہ اور باندی کی قیمت دیگا پھر غاصب سے غلام کی قیمت لیگا اور باندی کی دو قیمتین لے لیگا جسمین سے ایک قیمت بجاے اُس قیمت کے ہوگی جو اُسنے باندی کے مقتول کے وارث کو دی ہی اور دوسری قیمت بوجہ غصب کے ہوگی جو مولی کو بجاے باندی کے مسلم ملیگی اور یہ امام اعظم کا قول ہی اور بقیاس قول صاحبین کے جب غاصب نے غلام کی قیمت اور دونوں قیمتین باندی کی ادا کر دین تو ایسا ہو گیا کہ گویا باندی اُسکی ہو گئی بسبب اسکے کہ اُسپر ضمان متقرر ہوئی ہی پس مولے سے کہا جائیگا کہ غلام کے گیارہ جزون مین سے ایک جزو غاصب کو ملا ہی یا اُسکا فدیہ دے اور فدیہ باندی کی قیمت ہی اور جو کچھ اُسنے کیا بہر حال غاصب سے کچھ واپس نہ لیگا - بدینوجہ کہ جو ہر ایک کو دوسرے سے پانا ہی اُسمین مقاصہ واقع ہوگا جیسا کہ ہمنے بیان کر دیا ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ایک غلام غصب کیا پھر اُسکو حکم کیا کہ اس شخص کو قتل کر دے اُسنے قتل کر دیا پھر غاصب نے اُسکے مولی کو واپس کر دیا پھر اُسکے پاس غلام نے خطا سے دوسرے آدمی کو قتل کیا پھر مقتول اول کے ولی نے خون معاف کیا تو مولے پر واجب ہوگا کہ نصف غلام ولی مقتول دیگر کو دیدے یا دیت اُسکا فدیہ دے اور غاصب سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر عفو سے پہلے دونون فریق وارثون کو دیدیا پھر ولی اول نے اُسکو عفو کیا تو مولے غاصب سے نصف قیمت واپس لیگا پھر ولی اول کو اس نصف قیمت کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ اُسنے عفو کر دیا ہی پس یہ قیمت مولی کو سلم رہیگی اور دوبارہ غاصب سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ حاوی مین ہی - اگر زید نے عمرو کا غلام غصب کیا اور عمرو نے زید کے پاس اپنی ایک باندی ودیعت رکھی پھر غلام نے زید کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام کو باندی نے قتل کیا تو غاصب پر اُسکے پاس غلام کے مرجانے سے غلام کی قیمت واجب ہوگی پھر جب مولے اُسکو وصول کر لے تو یہ قیمت وارثان مقتول کو دیدیگا پھر غاصب دوبارہ اُسکی قیمت مولاے غلام کو دیدیگا تاکہ یہ غلام کے اُسکے پاس مسلم رہے پھر مولے سے کہا جائیگا کہ اپنی ودیعت کی باندی غاصب کو دیدے یا غلام کی قیمت اُسکا فدیہ دیدے - اور اگر اس مسئلہ مین غلام نے باندی کو قتل کیا ہو باوجودیکہ آزاد کو قتل کیا ہی اور مولے نے غلام دینا اختیار کیا تو یہ غلام مقتول کی دیت اور باندی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی پس وارثان مقتول اسمین سے جسقدر بمقابلہ دیت کے پڑے وہ لینگے اور جسقدر باندی کی قیمت کے پڑتے ہین پڑے وہ مولے لے لیگا پھر غاصب مولاے کنیز کو باندی کی پوری قیمت دیدیگا اور نیز مولی اُس سے اُسکے مثل جو وارثان مقتول نے غلام مین سے لیا ہی غلام کی قیمت مین سے لے لیگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر غلام مین مولی اپنی باندی کی قیمت کے قدر بالکل شریک نکیا جائیگا بلکہ پورا غلام وارثان مقتول کو دیدیگا اور اُسکی قیمت غاصب سے واپس لیگا - اور اگر ایک باندی غصب کی اُسنے غاصب کے پاس خطا سے کسی کو قتل کیا پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اسکو قتل کیا تو غاصب پر واجب ہوگا کہ بچہ اور باندی کی قیمت مولی کو واپس کر دے پھر مولے سے کہا جائیگا کہ یہ قیمت وارثان مقتول کو دیدے پھر غاصب سے اسی قدر واپس لے کہ وہ تیری ہوگی پھر اُس سے کہا جائیگا کہ یہ بچہ غاصب کو دیدے یا باندی کی قیمت اُسکا فدیہ دے یہ مبسوط مین ہی - غلام مرہون نے اگر راہن پر جنایت کی یا راہن کے مملوک

یا مال پر جنایت کی تو آیا اسکی جنایت معتبر ہوگی سو شمس الائمہ رح نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کتاب الرہن مین مذکور ہی اور یہ حکم مذکور ہی کہ جنایت ہدر ہوگی اور اسمین کوئی اختلاف مذکور نہین ہی لیکن مشائخ رح نے فرمایا کہ ہدر ہونے کا حکم جو کتاب الرہن مین مذکور ہی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک اسکی جنایت راہن پر بقدر قرضہ کے معتبر ہوگی اسواسطے کہ وہ بقدر قرضہ کے مضمون ہی حاصل آنکہ مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائیگا - اور اگر اسنے مرتہن پر جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ جنایت بقدر قرضہ کے معتبر نہوگی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ معتبر ہوگی یہ محیط مین ہی -

فصل دوم ام الولد و مدبر کی جنایت کے بیان مین - اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولی اُسکی قیمت و ارش جنایت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور یہ ام ولد مین اسکی تہائی قیمت ہی اور مدبر کی صورت مین دو تہائی ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - دو آدمیون کے مشترک مدبر نے جنایت کی تو دونون مولی مین سے ہر ایک پر اسکی قیمت کا اُسقدر حصہ واجب ہوگا جتنی اسمین سے ہر ایک کی ملک ہی - اور اگر دونون مین سے ایک نے اُسکو مدبر کیا اور اُسنے جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک دونون پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک مدبر کرنے والا ضامن دیگر اپنے شریک کے حصہ کا مالک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور مدبر کی جنایت اسکے مولے کے مال مین فی الحال واجب ہوگی اسکی مددگار برادری پر نہوگی اور یہی حکم ام ولد کا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر مدبر کی قیمت کثیر ہو تو مولے پر دس ہزار درم سے دس کم کے سوائے زیادہ واجب نہوگی اور مدبر کی جنایت جان تلف کرنے کی ہو یا اس سے کم ہو یکسان حکم ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ایک زمانہ کے بعد ولی جنایت اور مولے نے باہم اسکی قیمت مین اختلاف کیا اور ولی جنایت نے کہا کہ جس دن اُسنے جنایت کی ہی اسکی قیمت دو ہزار درم تھی اور مولے نے کہا کہ پانچ سو درم تھی تو قسم سے مولی کا قول قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رح نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر مدبر بعد جنایت کرنے کے فوراً بلا فصل مر گیا تو مولے کے ذمہ سے قیمت ساقط نہوگی اسی طرح اگر وہ اندھا ہو جاوے تو بھی مولی پر پوری قیمت واجب ہوگی یہ حاوی مین ہی - اور اگر اُسکے مرنے کے بعد دونون نے اُسکی قیمت مین اختلاف کیا تو مولی کا قول قبول ہوگا اور ولی جنایت پر واجب ہوگا کہ جو اُسنے دعوی کیا ہی اُسکو گواہون سے ثابت کرے یہ مبسوط مین ہی - اور ام ولد کی قیمت کا ایک ہی مرتبہ ضامن ہوگا چنانچہ اگر اُسنے ایک مرتبہ جنایت کی پھر اسکے بعد جنایت کی تو دوسری جنایت کا وارث پہلے کے ساتھ شریک ہو جانے گا خواہ دوسری جنایت قبل اسکے کہ اول کے واسطے قیمت کی ڈگری ہووے پائی گئی ہو یا اسکے بعد پائی گئی ہو یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مدبر نے چند جنایتین کین تو اسکی قیمت سب جنایات کے وارثون کے درمیان مشترک ہوگی خواہ باہم جنایات کے درمیان تھوڑی تھوڑی مدت ہو یا مدت دراز ہو - اگر مدبر نے ایک کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی تو مولے پر دونون جنایت والون کے واسطے اسکی قیمت واحد واجب ہوگی جو تین تہائی تقسیم ہوگی یعنے دو تہائی مقتول کے وارث کیواسطے اور ایک تہائی آنکھ والے کو ملیگی اور اگر مدبر مذکور کو کچھ مال ہبہ کیا گیا یا اُسنے کچھ مال کمایا تو صاحبان جنایت کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مدبر نے دو آدمیون کو قتل کیا ایک کو عمداً اور دوسرے کو خطاءً تو مولے پر واجب ہوگا کہ اسکی قیمت مقتول بخطا کے وارث کو دیدے - پس اگر مقتول عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے اسکو عفو کیا

تو قیمت مذکور بقول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے ہر دو فریق مین چار حصے ہو کر تقسیم ہوگی اور بقول امام اعظم رح کے تین حصے ہو کر تقسیم ہوگی یہ حاوی مین ہے۔ اور ہر صاحب جنایت کے واسطے مدبر کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو اُسکی قیمت جنایت کرنے کے روز تھی اور مدبر کیے جانے کے روز کی قیمت کا اعتبار نہوگا پس اگر اسنے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور روز قتل کے اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر اُسکی قیمت بڑھ گئی اور ڈیڑھ ہزار درم ہوگئی پھر اُسنے دوسرے شخص کو خطا سے قتل کیا تو دوسری جنایت کا وارث مولے سے پانچ سو درم لے لیگا یعنے جسقدر پہلی قیمت کی بہ نسبت زیادتی ہوگئی ہے پھر باقی یعنے ہزار درم دونون جنایتون کے وارثون مین اُنتالیس حصے ہو کر تقسیم ہوگی پس ہر پانچ سو درم کا ایک حصہ قرار دیا جائیگا پس جنایت اول کے وارث کو بیس حصے اور دوسرے جنایت کے وارث کو انیس حصے چاہیے ہین پس اسی حساب سے ہزار درم باہم تقسیم کر لینگے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر مدبر نے ایک شخص کو قتل کیا درحالیکہ مدبر کی قیمت ہزار درم تھی پھر ایک شخص نے مدبر کی آنکھ پھوڑ دی پس اُسنے پانچ سو درم تاوان دیے پھر مدبر مذکور نے دوسرے شخص کو قتل کیا تو آنکھ کا ارش خاص مولی کا ہوگا وارث ثانی جنایت کا اُسمین کچھ نہوگا اور مولے پر اُسکی قیمت کے ہزار درم جو مقتول اول کے قتل کرنے کے روز تھی واجب ہونگے اُسمین سے پانچ سو درم خاصکر مقتول اول کے وارث کو ملینگے اور باقی پانچ سو درم مین دونون شریک ہونگے جسمین دوسرا پانچ سو درم کم پوری دیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور اگر آنکھ پھوڑنے والا غلام ہو اور وہ جنایت مین دیا گیا تو وہ بھی مولی کا ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا درحالیکہ اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر اُسنے دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر اُسکی قیمت گھٹ کر پانچ سو درم رہگئی پھر اُسنے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا تو مولی پر دو ہزار درم کی ڈگری کیجائیگی پس دوسرے مقتول کا وارث اُسمین سے ہزار درم لے لیگا اور باقی ہزار درم مین سے پانچ سو درم مین حق اول و دوم جمع ہوا اور حق اول دس ہزار کا اور حق دوم نو ہزار کا ہے پس پانچ سو درم دونون مین اُنیس حصون پر تقسیم ہونگے جسمین سے دس حصے اول کو اور نو حصے دوم کو ملینگے اور باقی پانچ سو درم مین سب تینون کا حق جمع ہوا پس وہ سب مین بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم ہونگے پس تیسرا اُسمین بحساب دس ہزار اور دوسرا بھی بقدر دس ہزار کے سواے اُسقدر کے جسکو دوم مرتبہ لے چکا ہے اور اول بقدر دس ہزار کے سواے اُسقدر کے جسکو ایک مرتبہ لے چکا ہے شریک کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مولے نے اُسکی قیمت ولی جنایت کو دیدی اور اُسمین کچھ عیب نہین پیدا ہوا ہے پھر اُسنے دوسرے شخص کو خطا سے قتل کیا پس اگر قیمت اول کو بحکم قاضی دی ہے تو دوسرے کو مولے سے لینے کی کوئی راہ نہوگی لیکن اول کا دامنگیر ہو کر اُس سے نصف قیمت لے لیگا اور اگر اول کو قیمت بغیر حکم قاضی دی ہے تو بھی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر یہی حکم ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک دوسرے کو خیار ہوگا چاہے اول سے نصف قیمت لے لے اور چاہے مولے سے لے اور اگر اُسنے مولے سے نصف قیمت لے لی تو مولے اسکو اول سے واپس کر لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اسی طرح اگر مولے کی بلا اجازت مدبر نے عام مسلمانون کی راہ مین کنوان کھودا اور اُسمین کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا پھر مولے نے اُسکی قیمت ولی جنایت کو بغیر حکم قاضی دیدی پھر اُسمین دوسرا آدمی گر گیا پس آیا دوسرے کے وارث کو مولے کے دامنگیر ہونے کا اختیار ہے یا نہین ہے سو اس مسئلہ مین بھی ایسا ہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا۔ اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کنوان کھودنے والا غلام محض (قن) ہو اور مولے نے وہ غلام وارث مقتول کو دیدیا پھر اُسمین دوسرا گر گیا اور مر گیا تو دوسرا مولی

کچھ نہیں لے سکتا ہی خواہ مولے نے غلام مذکور اول کو بحکم قاضی دیا ہو یا بغیر حکم قاضی دیا ہو اور اسپر بھی اجماع ہی کہ اگر مولے
نے مقتول اول کے وارث کو مدبر کی قیمت ندی یہانتک کہ دوسرا آدمی اس کوئین مین گرکر مر گیا پھر مولی نے اُسکی قیمت
بغیر حکم قاضی کے اول کو دیدی تو مقتول دوم کے وارث کو اختیار ہوگا کہ مولے کا دامنگیر ہو کر اُس سے مدبر کی نصف قیمت
لے لے پھر مولے اُسکے وارث اول سے واپس لیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر مدبر نے راہ مین پتھر رکھدیا یا پانی بہا دیا
یا جانور اسطرح ہانکا کہ کوئی تلف ہوا تو یہ بمنزلہ کنوان کھودنے کے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - مدبر نے اگر خطا سے جنایت
کی اور اُسکی قیمت بلا حکم قاضی دیگئی پھر وہ مکاتب کر دیا گیا پھر اُسنے جنایت کی اور قیمت دینے کا حکم دیا گیا اور پھر ندیگئی
پس اُسنے دوسری جنایت کی پھر مکاتب سو درم چھوڑ کر مر گیا تو سو درم دوسرے مقتول کے وارث کو ملینگے اور تیسرے
کو اختیار ہوگا چاہے اول کے ساتھ شریک ہو جاوے یا مولے کا دامنگیر ہو یہ کافی مین ہی - اور اگر مدبر نے کسی کو خطا سے
قتل کیا اور اُسکی قیمت اسوقت ہزار درم ہی پس بحکم قاضی مولے نے قیمت اُسکو دیدی پھر اُسکی قیمت پانچ سو درم رہگئی -
پھر اُسنے دوسرے کو قتل کیا تو ہزار درم جو اول نے وصول کیے ہین اُسمین سے پانچ سو درم خاص اول کے ہونگے - اور
پانچ سو درم باقی مین دونون شریک ہونگے پس اول پانچ سو درم کم دس ہزار کے حساب سے اور دوسرے مقتول کا ولی پورے
دس ہزار کے حساب سے شریک کیا جائیگا پس یہ دراہم دونون مین اُنتالیس حصون پر ہر پانچ سو درم کا ایک حصہ قرار دیکر
تقسیم ہونگے پس اُنیس حصہ اول کو اور بیس حصے دوم کو ملینگے یہ مبسوط مین ہی - اصل مین فرمایا کہ اگر مدبر نے اپنے مولے کو
خطا سے قتل کیا تو اُسکی جنایت ہدر ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے بسبب رد وصیت کے
اور اگر مدبر نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا تو اُسپر اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرنا واجب ہوگا اور قصاص واجب ہوگا اور
جب سعایت و قصاص دونون واجب ہوے تو وارثون کو اختیار ہوگا چاہین اُسکی قیمت کے واسطے اُس سے سعایت
کرا کر پھر اُسکو قتل کرین یا فی الحال اُسکو قتل کر دین اور اپنا حق سعایت باطل کر دین - اور اگر مولی کے دو بیٹے ہون
کہ اُنکے سواے اُسکا کوئی وارث نہو پس ایک نے اُسکو عفو کیا تو مدبر پر واجب ہوگا کہ اپنی پوری قیمت ادا اپنی نصف قیمت
کے واسطے سعایت کرے پس پوری قیمت مین بوجہ رد وصیت کے سعایت کریگا کہ وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگی اور نصف
قیمت خاص اُس وارث کے واسطے جسنے عفو نہین کیا ہی یہ محیط مین ہی - ایک غلام تاجر نے جسپر قرضہ ہی اپنے مولے کو
خطا سے قتل کیا تو اُسپر اپنی قیمت کے واسطے جو قرضخواہون کو ملیگی سعی کرنی واجب ہی پھر اگر اس قیمت کے بعد بھی قرضہ
رہجاوے تو بحالہ باقی رہیگا - اسی طرح اگر غلام ماذون نے جسپر قرضہ ہی اپنے مولے کو مجروح کیا کہ وہ چارپائی پر پڑ گیا -
اور برابر بیمار پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا حالانکہ اُسنے بیماری مین اس غلام کو آزاد کر دیا ہی اور اس غلام کے سواے اُسکا کچھ
مال نہین ہی تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر اُسنے ایسی حالت مین آزاد کیا کہ جب چلتا پھرتا تھا پس اگر کچھ مال چھوڑا ہو تو قرضخواہون
کو اختیار ہوگا چاہین مولی کے ترکہ سے اُسکی قیمت وصول کرین اور باقی قرضہ کو غلام سے لین یا پورا قرضہ غلام سے وصول
کرین اور غلام پر وارثان مولی کے واسطے سعایت واجب نہوگی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر اُسکو مولے نے اپنے مرض
مین آزاد کیا اور اسکے سواے اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر اُسنے اپنے مولی کو خطا سے قتل کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک دو قیمتون
کے واسطے سعایت کریگا اور صاحبین رح کے نزدیک ایک قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور مولے کی مددگار برادری
پر دیت واجب ہوگی - اسی طرح اگر مولی کا مال ہو اور یہ غلام اُسکی تہائی سے نکل سکتا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی

اور اگر مدبر نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو ولی ہین ایک مدبر کا بیٹا ہی تو مدبر پر دو قیمتون کے واسطے سعایت کرنی واجب ہوگی ایک قیمت بسبب رد وصیت کے اور دوسری بسبب جنایت کے یہ مبسوط مین ہی۔ مدبرہ باندی جو حاملہ ہی اپنے مولے کو خطا سے قتل کیا پھر مولی کی موت کے بعد اُسکے بچہ پیدا ہوا تو بچہ کچھ سعایت نکریگا اور اگر اُسنے مولی کو مجروح کیا پھر بچہ جنی پھر مولے اس زخم سے مرگیا تو مدبرہ اپنے قیمت کے واسطے سعایت کریگی اور بچہ مولی کے تہائی مال سے آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مدبر دو آدمیون مین مشترک ہو اور اُسنے ایک مولے کو قتل کیا اور ایک اجنبی کو خطا سے قتل کیا تو مولے سے پہلے اجنبی کے خون کا تصفیہ کیا جائیگا پس زندہ مولے پر اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی اور مولاے مقتول کے مال سے نصف قیمت واجب ہوگی پھر اس پوری قیمت مین سے مولاے مقتول کے وارث کو چوتھائی حصہ ملیگا اور اجنبی کے وارث کو تین چوتھائی۔ اسوجہ سے کہ مولاے مقتول نے جو کچھ تاوان دیا ہی اُسمین اُسکا کچھ حق نہین ہی کیونکہ خطا سے مدبر کی جنایت اپنے مولی پر ہدر ہوتی ہی پس یہ نصف قیمت وارث اجنبی کو مسلم رہیگی پھر دوسرے نصف مین وارث مقتول وارث اجنبی کے ساتھ شریک ہوگا پس پانچ ہزار کے حساب سے یہ اور پانچ ہزار کے حساب سے وہ اس نصف قیمت مین شریک ہونگے پس دونون مین نصفا نصف ہوگی پھر مدبر پر واجب ہوگا کہ اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے جسمین سے نصف وارثان مولاے مقتول کو اور نصف مولاے زندہ کو ملیگی۔ اور اگر اُسنے مولے کو عمداً قتل کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو مولاے مقتول کے مال سے اور مولاے زندہ سے اُسکی پوری قیمت وارث مقتول اجنبی کو دلائی جائیگی پھر مدبر اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا وہ دونون مولاؤن مین نصفا نصف ہوگی اور غلام مذکور قصاص مین قتل کیا جائیگا اور اگر مقتول عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے عفو کیا تو جسنے عفو نہین کیا ہی اُسکے واسطے نصف قیمت کی سعایت کریگا اور قصاص ساقط ہوگا۔ اور اگر مدبر نے کسی کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو ولی ہین پس دونون مین سے ایک نے عفو کیا پھر ہر دو مولی مین سے ایک کو خطا سے قتل کیا تو زندہ مولے پر اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی پس اس نصف کے دو حصہ ہو کر ایک حصہ وارث مولاے مقتول کو اور ایک حصہ مین سے آدھا وارث مولاے مقتول کو اور آدھا وارثان عمد کے اُس وارث کو جسنے عفو نہین کیا ہی ملیگا اور مال قتیل سے یہ چوتھائی قیمت مدبر اُس وارث عمد کو دلائی جائیگی جسنے عفو نہین کیا ہی۔ پھر مدبر اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کریگا جو مولاے زندہ اور وارثان مولاے مقتول کے درمیان مشترک ہوگی۔ اور اگر مدبر نے اپنے دونون مولاؤن کو خطا سے قتل کیا تو رد وصیت کی وجہ سے اپنی پوری قیمت کے واسطے دونون کے وارثون کے لیے سعایت کریگا اور ہر دو فریق وارث مین سے ایک کا دوسرے پر کچھ نہوگا ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک مدبر چھوڑا اور سواے اسکے اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر مدبر نے کوئی جنایت کی تو اُسپر واجب ہوگا کہ جنایت اور اپنی قیمت دونون مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور امام اعظم رح کے نزدیک مدبر اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور صاحبین رح کے نزدیک یہ مدبر گویا آزاد قرضدار ہی پس جرمانہ اُسکی مددگار برادری پر ہوگا اور اگر میت کا کچھ مال ہو جسمین سے تہائی مال سے یہ غلام برآمد ہوتا ہو تو بالاتفاق جرمانہ مددگار برادری پر ہوگا اسی طرح اگر اپنے مرض مین کسی غلام کو آزاد کیا تو ایسی صورت مین مدبر اور ایسے غلام دونون کا حکم یکسان ہی لیکن مولے پر جنایت کرنے مین [مرض الموت ۱۲] دونون کے حکم مین فرق ہی تو مدبر

خطا سے اپنے مولے پر جنایت کرنے سے سعایت نکریگا اور دوسرا امام اعظم رحہ کے نزدیک مکاتب ہی کہ جسنے اپنے مولے پر
جنایت کی ہی اور مکاتب اپنے مولے پر خطا سے جنایت کرنے سے سعایت کرتا ہی پس اگر سعایت کرنے سے پہلے مرگیا
اور مال چھوڑا اور وہ تہائی مال سے برآمد نہو تو اُسکے مال مین سے اُسکی قیمت اور ارش جنایت سے کم مقدار دلائے جانے کا
حکم ہوگا اور اگر اُسنے کوئی بچہ چھوڑا ہو تو وہ اس سب کے واسطے یعنے قرضہ و جنایت و حق وارثان سب کے واسطے سعایت
کریگا اور اگر اُسنے حصہ وارثان کے واسطے سعایت کی اور ہنوز حصہ جنایت کے واسطے سعایت نکی تھی کہ مرگیا اور ایک بچہ چھوڑا
تو اُسکے بچہ پر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور مرگیا پھر غلام نے جنایت کی تو وارثان کو اختیار
ہی چاہین بعوض جنایت کے دیدین پس عتق باطل ہوجائیگا اور چاہے بطور احسان کے اُسکا فدیہ دیدین پھر اُسکو آزاد کردین
خواہ تہائی مال میت سے نکلتا ہو یا نہین پس اگر تہائی مال سے نہ نکلتا ہو تو اپنی قیمت کی دو تہائی کے واسطے وارثون کے لیے
سعایت کریگا اور اگر اُسکو جنایت مین دینے یا اُسکا فدیہ دینے سے پہلے وارثون نے اُسکو میت کی طرف سے آزاد کردیا تو
اسکو امام محمد رحہ نے ذکر نہین کیا ہی اور فقیہ ابو جعفر رحہ نے فرمایا کہ جب اُنھون نے جنایت کا حال معلوم کیا تھا تو دے فدیہ اختیار
کرنے والے ہونگے اور اگر نجانتے تھے تو ارش جنایت اور اسکی قیمت سے کم مقدار کے ضامن ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی
ایک مدبرہ کے ایک بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک کی قیمت تین سو درم ہی پھر مدبرہ نے ایسی جنایت کی جسنے اُسکی گردن کو گھیر لیا
اور اُسکا مولے مرگیا اور سوائے ان دونون کے کچھ مال نچھوڑا تو دونون صاحب جنایت اور وارثون کے واسطے دو تہائی
قیمت یعنے دو سو درم کی سعایت کرینگے اور ایک تہائی یعنے سو درم انھین کو مسلم رہینگے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر مدبر نے کسی کو
خطا سے قتل کیا اور مال تلف کردیا تو مولے پر وارثان مقتول کے واسطے اُسکی قیمت واجب ہوگی اور مدبر پر واجب ہوگا کہ
جو مال اُسنے تلف کیا ہی وہ سعایت کرکے ادا کرے اور کوئی فریق حقدار دوسرے کے ساتھ جو اُسنے لیا ہی شریک نہوگا اور
اگر انمین سے کسی مقدمہ کی بابت حکم ہونے سے پہلے مولے مرگیا اور سوائے اس مدبر کے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو مدبر اپنی
قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور اصحاب جنایت اس قیمت کے مستحق نہونگے بلکہ قرضخواہون کو جنکا مال تلف کیا ہی اس
مال کے لینے کی ترجیح ہوگی اور اگر مال قرضہ بہ نسبت قیمت کے زائد ہو تو وہ زیادتی کے واسطے بھی سعایت کریگا۔ اور اگر
قیمت کی بہ نسبت قرضہ کم ہو تو قرضہ سے جسقدر زائد ہی وہ وارثان جنایت کو ملیگا اور اس سے زیادہ وارثان جنایت کا اُسپر
کچھ حق نہوگا اسی طرح اگر مولے پر قاضی نے وارثان جنایت کے واسطے اُسکی قیمت کی ڈگری کی اور مدبر پر مال کے واسطے سعایت
کرنے کا حکم کیا ہو اور ہنوز مولے زندہ ہی تو بھی حکم یہی ہی اور ام ولد اصحاب جنایت کے واسطے کچھ سعایت نکریگی یہ مبسوط مین ہی
اور اگر مدبر نے دو آدمیون کا مال تلف کیا اور ایک کے نام مدبر پر سعایت قیمت کا حکم دیا گیا تو دوسرا حقدار بھی اُسمین
شریک ہوجائیگا اور اگر سعایت کرنے سے پہلے مدبر مرگیا تو باطل ہوگیا اور اگر اُسکو مال ہبہ کیا گیا تو بہ نسبت مولے کے
اُسکے قرضخواہ اُسکے حقدار ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مدبر نے ہزار درم کسی کا مال تلف کردیا پھر اُسکو مولے نے
آزاد کردیا تو صاحب قرض کے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور اگر مولے نے اُسکو آزاد نکیا بلکہ مدبر کو کسی شخص نے قتل کردیا
اور اُسکی قیمت تاوان ادا کردی حالانکہ مدبر نے بھی اپنی زندگی مین جنایت کی تھی پھر مولے مرگیا اور اُسکا مال سوائے
اس قیمت کے نہین ہی۔ تو قرضخواہ کو بہ نسبت صاحب جنایت کے قیمت پانے مین ترجیح ہی یہ شرح مبسوط مین ہی۔
اور اگر مدبر کو کسی نے غصب کرلیا اور اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی تو مولی پر اُسکی قیمت اور ارش دونون مین سے

کم مقدار کا ضامن ہوگا اور اسکو غاصب سے واپس لیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کسی مدبر کو غصب کیا اور اسکے پاس مدبر نے ایک شخص کو عمداً قتل کرنے کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ قتل مولیٰ کے پاس ہوا ہے تو مولےٰ کے پاس یہ قتل ہونا یا غاصب کے پاس ہونا دونون طرح کا اقرار یکسان ہے اور جب مولیٰ کے پاس واپس دیے جانے کے بعد وہ قصاص مین قتل کیا جاوے تو غاصب پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر دوونی عمدمین سے ایک نے عفو کیا تو دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر اُسنے غاصب کے پاس چوری کا اقرار کیا یا اسلام سے مرتد ہوگیا پھر مولیٰ کو واپس دینے کے بعد وہ ردت پر قتل کیا گیا تو غاصب پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یا اگر ہاتھ کاٹا گیا تو غاصب پر نصف قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک مدبر کو غصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر اُسنے مولیٰ کو واپس دیا پھر دوبارہ غصب کیا پھر اُسنے غاصب کے پاس دوسری جنایت کی تو مولےٰ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی جو دونون اصحاب جنایت کے درمیان نصفا نصف ہوگی پھر غاصب سے اسکی قیمت لیکر نصف قیمت اول کو دیدیگا پھر اسکو دوبارہ غاصب سے واپس لیگا اور وہ مولیٰ کو مسلم رہیگی کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الحسام رحمہ اللہ تعالےٰ اگر ایک شخص نے ایک مدبر غصب کیا اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر مولےٰ کو واپس دیا پھر اُسنے مولےٰ کے پاس دوسری جنایت کی تو مولیٰ پر اُسکی قیمت دونون فریق جنایت کے واسطے نصفا نصف واجب ہوگی پھر مولےٰ اُسکی قیمت دونون کو ادا کرنے کے بعد نصف قیمت غاصب سے لیکر ولی اول کو دیدیگا پھر اِسکو دوبارہ غاصب سے واپس لیگا یہ امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نصف قیمت غاصب سے لےلیگا اور وہ مولیٰ کو مسلم رہیگی۔ اور اگر اُسنے پہلے مولےٰ کے پاس جنایت لی ہو پھر غاصب کے پاس جنایت کی تو مولیٰ اُسکی قیمت ہر دو فریق وارثان جنایت کے درمیان نصفا نصف دیدیگا پھر غاصب سے نصف قیمت واپس لیکر ولی اول کو دیدیگا پھر بالاتفاق اُسکو غاصب سے واپس نہ لیگا یہ کافی مین ہے۔ اگر مدبر نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر اُسکو ایک شخص نے غصب کر لیا اور غاصب کے پاس اُسنے کسی شخص کو عمداً قتل کیا پھر اُسنے مولیٰ کو واپس کیا تو وہ غلام قصاص مین قتل کیا جائیگا اور مولےٰ پر واجب ہوگا کہ جو جنایت خطا سے اُسنے مولےٰ کے پاس کی تھی اُسکے عوض اُسکی قیمت مقتول کے وارث کو دے پھر غاصب سے اُسکی قیمت واپس لیگا اور اگر دو وارثان عمد مین سے ایک نے خون معاف کیا تو ایک وارث عمد و وارث خطا کے درمیان اُسکی قیمت چار حصے ہو کر تقسیم ہوگی یہ امام ابو یوسف وامام محمد رح کا قول ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک تین تہائی تقسیم ہوگی پھر جسقدر وارث عمد نے اُس سے لیا ہے اسقدر غاصب سے لیکر وارث خطا کو دیدیگا۔ اور اگر اُسنے پہلے غاصب کے پاس عمداً قتل کیا پھر غاصب نے مولےٰ کو واپس دیا اور مولےٰ کے پاس اُسنے خطا سے ایک آدمی قتل کیا بعد از انکہ ہر دو وارث عمد مین سے ایک وارث اُسکو خون معاف کر چکا ہے تو مولےٰ پر ہر دو فریق کے مستحق وارثون کے درمیان اُسکی قیمت اُسی حساب سے واجب ہوگی جیسے ہمنے بیان کی ہے پھر غاصب سے اُسقدر قیمت جو وارث عمد نے جسنے معاف نہین کیا ہے وصول کی ہے مولیٰ لیکر اُسی وارث کو جسنے معاف نہین کیا ہے آدھی قیمت غلام پوری کر دیگا پھر جسقدر مین نصف قیمت پوری کر دی ہے اُسکے مثل غاصب سے دوبارہ واپس لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مدبر نے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا اور مولیٰ نے اُسکی قیمت تاوان دیدی اور اُسکو غاصب سے لے لیا پھر اُسکو دوسرے غاصب نے غصب کیا اور اُسکے

پاس بھی اُسنے کسی کو قتل کیا تو اُسکا وارث بھی اُسی قیمت مین جسکو پہلے نے وصول کیا ہی شریک ہو جائیگا پھر مولے دوسرے غاصب سے نصف قیمت لیکر ولی مقتول اول کو دیدیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر مدبر نے غاصب کے پاس کسی شخص کو خطا سے قتل کیا اور مال تباہ کر دیا پھر اسکو کسی آدمی نے خطا سے قتل کیا تو قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ اسکی قیمت اُس شخص کو جسکا مال تباہ کیا ہی دیدے اور مولیٰ پر واجب ہوگا کہ بسبب جنایت کے اُسکی قیمت وارث جنایت کو دیدے پھر اس سب کو غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر مدبر یا غلام غصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس مال تلف کیا پھر اُسنے مولیٰ کو واپس کیا اور وہ مر گیا تو جسکا مال تلف کیا ہی اُسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسکے حق کا محل فوت ہو گیا ہی اور محل حق کمائی ہوتی ہی یا رقبہ کی مالیت اور مولیٰ کا بھی غاصب پر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر واپس دینے سے پہلے وہ غاصب کے پاس مر گیا تو غاصب پر اُسکی قیمت واجب ہوگی پھر جب مولیٰ اُسکو وصول کرے تو قرضخواہوں کو دیدیگا پھر اسکے مثل مولیٰ دوبارہ غاصب سے واپس لیگا اور اگر وہ مولیٰ کے پاس خطا سے قتل کیا گیا تو قاتل کی مددگار برادری پر قرضخواہوں کے واسطے اُسکی قیمت واجب ہوگی جسکو مولیٰ وصول کرکے قرضخواہوں کو دیدیگا پھر اس قیمت کو غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر مدبر نے مولیٰ کے پاس مال تلف کر دیا پھر اُسکو غاصب نے غصب کر لیا اور اُسکے پاس مدبر نے راہ مین کنوان کھودا پھر اُسنے مولیٰ کو واپس کر دیا پھر اُسکو کسی شخص نے خطا سے قتل کیا اور اُسکی قیمت مولیٰ کو تاوان دیدی اور اس قیمت کو قرضخواہوں نے لے لیا پھر کنوئین مین ایک چوپایہ گر کر مر گیا تو اُسکا مالک صاحب قرض کے ساتھ جسنے قیمت وصول کی ہی قیمت مین حصہ رسد شریک ہو جائیگا پھر مولیٰ اسکو غاصب سے واپس لیکر اسکو صاحب قرضہ کو دیدیگا پھر اگر دوسرا آدمی کنوئین مین گر کر مر گیا تو مولیٰ پر مدبر کی قیمت واجب ہوگی اور اسکو غاصب سے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مدبر نے غاصب کو یا اُسکے مملوک کو یا ایسے شخص کو جسکا غاصب وارث ہو سکتا ہی قتل کیا تو خون ہدر ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مدبر کے دو مولاؤن مین سے ایک نے اُسکو غصب کر لیا اور اُسکے پاس مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر اُسکو واپس کر دیا پھر اُسنے کسی شخص کو عمداً قتل کیا اور مقتول کے دو وارث ہین اُنہین سے ایک نے خون معاف کیا تو دونون پر اُسکی پوری قیمت واجب ہوگی جسمین سے تین چوتھائی وارث مقتول خطا کو اور ایک چوتھائی اُس وارث عمد کو جسنے خون معاف نہین کیا ہی ملیگی پھر جس مولیٰ نے غصب نہین کیا ہی وہ غصب کرنے والے سے تین چوتھائی قیمت مدبر کا نصف لے لیگا یعنی جسقدر اُسنے وارث مقتول خطا کو تاوان دیا ہی لے لیگا پھر اسمین سے وارث خطا کو آٹھوان حصہ غلام کی قیمت کا دیدیگا اور پھر مولیٰ غاصب سے اسکو واپس لیگا یہ شرح مبسوط مین ہی اور ذمی کا مدبر غلام ان سب احکام مین مثل مدبر غلام مسلمان کے ہی اور ذمی کے غلام مدبر کی جنایت اُسکے مولیٰ پر ہوگی لیکن مولیٰ کے مسلمان ہونے کی وجہ سے مدبر ذمی مذکور پر سعایت کا حکم دیا جائیگا حتے کہ اُسکا حکم مثل حکم مکاتب کے ہوگا۔ اسی طرح حربی مستامن کے مدبر کا بھی یہی حکم ہی۔ لیکن اگر حربی مذکور نے اُسکو دارالاسلام مین مدبر کیا پھر وہ دارالحرب مین واپس گیا اور وہان مسلمانون نے ملک فتح کرکے اُسکو قید کیا تو مدبر آزاد ہو جائیگا اور وہ فئی مسلمانان ہوگا اور مدبر نے جو جنایت اسکے قید ہو جانیکے بعد کی ہی اُسکا وہ ضامن نہوگا۔ یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ام ولد نے عمداً اپنے مولیٰ کو قتل کیا پس اگر مولے کا اُس سے کوئی بچہ نہو تو ام ولد مذکورہ پر قصاص واجب ہوگا اور اُسپر سعایت واجب نہوگی بسبب اسکے کہ وہ آزاد ہو گئی ہی اور اگر مولیٰ کی اُس سے کوئی اولاد ہو تو اُسپر قصاص واجب نہوگا پھر وہ اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کریگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مولیٰ کو اُسکے ام ولد نے عمداً قتل کیا اور وہ مولے سے حاملہ ہی اور اُسکا کوئی بچہ نہین ہی تو اُسپر قصاص واجب نہوگا پس

فت البحر عندی الصواب مکان الکوسا ۱۲ منہ

اگر ام ولد پیٹ کے بچہ کو زندہ جنی تو تمام وارثون کے واسطے ام ولد مذکورہ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر مردہ بچہ جنی تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اور اگر کسی شخص نے اسکے پیٹ مین صدمہ پہونچایا کہ وہ بچہ مردہ ساقط ہوا تو مارنے والے پر غرہ واجب ہوگا اور ام ولد کو اس غرہ مین سے میراث ملیگی اور وہ اپنے مولی کے قصاص مین قتل کیجائیگی پھر غرہ مین سے جو اُسکی میراث تھی وہ اُسکے مولے کے بیٹون کو میراث ملیگی اور وہ لوگ اسکی میراث سے محروم نہونگے اسواسطے کہ اُنھون نے اسکو حق پر قتل کیا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ام ولد نے اپنے مولے کو اور ایک اجنبی کو عمداً قتل کیا اور مولی سے اُسکے کوئی اولاد نہین ہے پھر مولی کے دو وارثون مین سے ایک نے اور اجنبی کے دو وارثون مین سے ایک نے اُس ام ولد کو ساتھ ہی خون معاف کیا تو ام ولد پر اُسکی نصف قیمت ہر دو وارثان باقی کے واسطے واجب ہوگی اور یہ قیمت اسی کے مال سے واجب ہوگی مولی پر واجب نہوگی اور اگر دونون معاف کرنے والون نے آگے پیچھے معاف کیا تو بالاتفاق اپنی تین چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کریگی پھر امام اعظم رح کے نزدیک یہ تین چوتھائی قیمت بطریق عول و مضاربت کے تقسیم ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک بر سبیل منازعت کے تقسیم ہوگی۔ اور واضح ہو کہ بر سبیل منازعت کے اس مسئلہ کی تخریج اسطرح پر ہے کہ ہر دو ولی مولی مین سے ایک ولی کے واسطے جو نصف قیمت واجب ہے اُسمین سے چوتھائی قیمت ہر دو ولی اجنبی مین سے ایک ولی کے تعلق حق سے فارغ ہے پس وہ ولی مولی کو بلا منازعت دیدی جائیگی اور چوتھائی قیمت جو نصف واجب سے زائد ہے وہ مستحق ولی اجنبی کو بلا منازعت دیدی جائیگی اور باقی رہی ایک چوتھائی قیمت اسمین دونون منازعت یکسان ہین پس دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی۔ پس ہر دو مستحق مین سے ہر ایک کا حصہ قیمت کا تین آٹھوان حصہ ہوے۔ اور بطریق عول و مضاربت کے اسکی تخریج اسطرح ہے کہ نصف قیمت جو اول کے واسطے واجب ہوئی اسمین دو حق مجتمع ہوے ایک حق مولی اُسکے پورے کے حساب سے اور حق دیگر اُسکے نصف کے حساب سے پس اسمین ہر ایک بمقدار اپنے حق کے شریک کیا جائیگا پس اُسکے تین حصے ہوکر دو حصہ اول کو اور ایک حصہ دوسرے کو ملیگا اور پھر وہ چوتھائی قیمت کا مستحق ہوا ہے اور یہ چھٹا حصہ اور چھٹے حصہ کا نصف ہے پھر اسکو پہلے حصہ کی طرف ملانے سے اُسکے واسطے دو تہائی قیمت اور بارہوان حصہ قیمت ہو گیا۔ اور اگر ام ولد نے اپنے مولی کو قتل کیا اور مولی کا اُس سے کوئی بچہ اور ایک اجنبی کو بھی قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین پس ایک نے اُسکو عفو کیا تو ام ولد مذکور اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگی جسمین سے دو تہائی وارثان مولی کو ملیگی اور ایک تہائی اجنبی کے وارث کو جسنے عفو نہین کیا ہے ملیگی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک تین چوتھائی وارثان مولے کو ملیگی اور اگر اجنبی کے وارث کے عفو کرنے سے پہلے وارثان مولی نے قیمت بحکم قاضی لے لی تو وارثان اجنبی کو اسمین شرکت کرنے کا اختیار ہے اور ام ولد مذکورہ کے ذمہ کچھ نہوگا اسواسطے کہ جو کچھ اُسپر واجب تھا اُسنے ادا کر دیا اور اسی طرح اگر بغیر حکم قاضی کے لی ہو تو بھی صاحبین رح کے نزدیک یہی حکم ہے مگر امام اعظم رح کے نزدیک اُنکو اختیار ہوگا۔ اور اگر اجنبی کے وارث کے عفو کرنے کے بعد اُنھون نے لے لی ہو تو صحیح یہ ہے کہ وارث اجنبی کو اختیار ہوگا چاہے وارثان مولی سے بحکم قاضی لی ہو یا بدون حکم قاضی وصول کر لی ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے بحکم قاضی لینے کی صورت اور بغیر حکم قاضی لینے کی صورت دونون صورتون مین فرق کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مدبر و مکاتب و ام ولد و غلام سب نے متفق ہو کر ایک شخص کو قتل کیا پس ہر ایک نے چوتھائی جان تلف کی ہے پس مولائے غلام سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا چوتھائی دیت اسکا فدیہ دے اور مکاتب اپنی قیمت اور چوتھائی دیت دونون مین سے کم مقدار کے واسطے سعی کریگا اور مولائے مدبر و ام ولد پر ہر ایک کی قیمت اور چوتھائی دیت مین سے کم مقدار واجب ہوگی

یہ مبسوط مین ہی-

فصل سوم - مکاتب کی جنایت و جنایت کا اقرار کرنے کے بیان مین - مکاتب نے اگر ایسی جنایت کی جس سے مال واجب ہوتا ہی تو وجوب مال مکاتب ہی پر ہوگا اُسکے مولی پر نہوگا یہ بالاجماع ہی ہمارے علماء مین اسمین اختلاف نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر مکاتب نے خطا سے جنایت کی تو اُسپر واجب ہی کہ اپنی قیمت جو جنایت کے روز تھی اور مقدار ارش جنایت مین سے جو کم مقدار ہو ادا کرے یہ شرح مبسوط مین ہی - اگر مکاتب نے جسکی قیمت دس ہزار درم یا زیادہ ہی کسی شخص کو قتل کیا تو دس درم کم دس ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر وارث جنایت اور مکاتب نے مکاتب کی روز جنایت کی قیمت مین اختلاف کیا تو مکاتب کا قول قبول ہوگا یہ حاوی مین ہی - اسی طرح اگر مکاتب کی آنکھ پھوٹ گئی پس مکاتب نے کہا کہ میری آنکھ پھوٹ جانے کے بعد مین نے جنایت کی ہی تو قول اُسی کا قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی - مکاتب کے نفس جنایت کرنے سے امام اعظم رح و امام محمد رح و دوم قول امام ابو یوسف رح کے موافق یہی واجب ہوتا ہی کہ وہ دیدیا جاوے اور اس واجب کی تحویل مال کی جانب تین باتون مین سے ایک بات کے پائے جانے سے ہوتی ہی یا تو قاضی نے مال کا حکم دیا ہو یا مال پر صلح ہو گئی ہو یا بسبب عتق کے یا وفا سے کتابت کے لائق مال چھوڑ کر مکاتب کے مرنے سے اسکے دیے جانے سے یاس ہو جاوے - پس اگر مکاتب نے جنایت کی اور عاجز ہو کر پھر رقیق ہو گیا پس اگر قاضی کے مال کا حکم دینے سے یا مال پر باہمی صلح ہونے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا ہو تو مولے سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر بعد قاضی کے مال کا حکم دینے یا باہمی مال پر صلح کرنے کے وہ عاجز ہوا تو امام اعظم رح و امام محمد رح و دوم قول امام ابو یوسف رح کے موافق وہ اس مال کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور خود دیا نجائیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر حاکم نے جنایت کے عوض مال کا حکم دیا تو مکاتب کے ذمہ بطور قرضہ ہو جائیگا اور اُسکی گردن پر سے ساقط ہو جائیگا اور قبل ایسے حکم کے اُسکی گردن پر ہوگا یہ حاوی مین ہی - اور اگر مکاتب نے چند جنایتین کین پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا تو مکاتب پر اُسکی قیمت و ارش جنایت سے کم مقدار اُسکے ذمہ قرضہ ہو جائیگی - اور اگر اُسپر اس مال کا حکم دیا گیا اور اُسنے بعض کا حق ادا کیا تو جو اُسنے کیا ہی وہ جائز ہوگا اور دوسرے والیان جنایت اُسکے اس مال مین شریک نہونگے اور اگر اُسپر جنایت کی ڈگری نہوئی یہانتک کہ وہ عاجز ہو گیا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا پس اگر جنایت سے آگاہ ہو کر آزاد کیا تو وہ فدیہ اختیار کرنے والا ہوا اور اگر آگاہ نہ تھا تو اُسنے اُسکے رقبہ کو تلف کیا اسواسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا اور ہنوز اُسپر کچھ ڈگری نکلی گئی یہان تک وہ عاجز ہو گیا اور اُسپر قرضہ ہی اور مولی نے اُسکو جنایت مین دیدیا تو قرضخواہ اُسکو قرضہ مین فروخت کرا سکتا ہی اور اگر مولی نے اُسکا فدیہ دیدیا تو قرضہ مین فروخت کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مکاتب نے خطا سے دوسری جنایت کی پس اگر قاضی نے دوسری جنایت کرنے سے پہلے اُسپر اُسکی قیمت و ارش جنایت مین سے کم مقدار کا حکم دیا ہو تو اُسپر دوسرے مقتول کے وارث کے واسطے بھی اُسی قدر واجب ہوگا جسقدر پہلے کے واسطے واجب ہی یہ ذخیرہ مین ہی اسی طرح جو جنایت پہلی جنایت کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد اُس سے صادر ہو اُسکا یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر قاضی نے اُسپر جنایت اول کے واسطے حکم ندیا ہو یہان تک کہ اُسنے دوسری جنایت کی تو اُسپر واجب ہوگا کہ دونون کے واسطے اپنی قیمت اور ہر دو جنایت کے ارش سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور یہ قیمت دونون مین مشترک ہوگی

اور یہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح دوم قول امام ابو یوسف کا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور ہر جنایت مین مکاتب کے روز جنایت کی قیمت
کی طرف لحاظ کیا جائیگا اور بعد جنایت کے اگر اُسکی قیمت زیادہ ہو جاوے تو اُسکا لحاظ و اعتبار نہوگا اور اگر مکاتب نے ایک شخص
کو خطا سے قتل کیا اور راہ مین ایک کنوان کھودا اور راہ مین کوئی امر ناجائز پیدا کر دیا پھر کنوئین مین ایک آدمی گر کر مر گیا پھر قاضی
نے اُسپر کنوئین مین گرنے والے اور مقتول کے واسطے اُسکی قیمت کی ڈگری کی اور دونون کے واسطے اُسنے سعایت کی پھر جو اُسنے
راہ مین پیدا کر دیا ہی اُس سے کوئی آدمی تلف ہوا (یعنے دونون کے وارثون کے واسطے) تو وہ بھی پہلے والون کے ساتھ اس قیمت مین شریک ہو جائیگا اور ایسے ہی
اگر کنوئین مین دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اُسنے دوسرا کنوان کھودا اور اُسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا تو قاضی اُسپر
دوسری قیمت کی ڈگری کریگا اور اگر پہلے کنوئین مین کوئی گھوڑا گر کر مر گیا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہوگی وہ اُسکے ذمہ قرضہ
رہیگی کہ اُسکے واسطے وہ سعایت کریگا چاہے جسقدر ہو اور اصحاب جنایات اُسکے ساتھ شریک نہین ہو سکتے ہین یہ مبسوط
مین ہی - اور اگر مکاتب نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور اُسوقت اُسکی قیمت ہزار درم تھی اور ہنوز اُسپر کچھ حکم ندیا گیا تھا کہ اُسنے
دوسرے کو خطا سے قتل کیا اور اُسوقت اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی پھر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو وہ مکاتب پر حکم
کریگا کہ دو ہزار درم کے واسطے سعایت کرے جسمین سے ایک ہزار درم جو قیمت مین بڑھ گئے ہین خاصۃً مقتول ثانی کے وارث
کے ہونگے اور ایک ہزار درم جنایت اولی کے وقت کی قیمت مین اول و ثانی دونون کے ولی بقدر اپنے اپنے حق کے شریک
ہونگے اور ولی مقتول ثانی کا حق نو ہزار درم ہوگا اسواسطے کہ ایک ہزار درم اُسکو مل چکے ہین اور ولی اول کا حق پورا دس ہزار
درم کا ہوگا پس ہزار درم کے اُنیس (۱۹) حصے کیے جاوینگے جسمین سے دس (۱۰) حصے اول کو اور نو (۹) حصے دوم کو ملینگے پس سعایت سے
جو کچھ حاصل ہو اُسکا نصف خاصۃً دوسرے کا ہوگا اور باقی ایک نصف مین اُنیس ۱۹ حصے ہو کر اول و دوم بقدر اپنے اپنے
حق کے لینگے یہ محیط مین ہی - مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اُسوقت اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی پھر کانا ہو گیا
پھر اُسنے دوسرے کو خطا سے قتل کیا اُسوقت اُسکی قیمت ہزار درم تھی تو اُسپر دو ہزار درم کی ڈگری ہوگی جنمین سے ایک ہزار درم
خاصۃً اول کے ہونگے اور باقی ہزار درم دونون مین اپنے اپنے حق کے موافق مشترک ہونگے اور اول کا حق بحساب نو ہزار درم
کے اور دوسرے کا بحساب دس ہزار درم کے ہوگا پس ہزار درم دونون مین اُنیس (۱۹) حصے ہو کر تقسیم ہونگے جسمین سے دس
حصے دوسرے کے اور نو حصے اول کے ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی - مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر دوسرے
کو خطا سے قتل کیا پھر اُسپر ایک جنایت کے مقدمہ مین حکم دیا گیا پھر اُسنے تیسرے کو خطا سے قتل کیا تو جسکے نام ڈگری
ہوئی ہی اُسکے واسطے نصف قیمت جسکی ڈگری ہوئی ہی ہوگی پھر تیسرے کے واسطے غلام کی نصف قیمت کی ڈگری ہوگی
وہ خاصۃً اُسکی ہوگی پھر جسکے نام کچھ ڈگری نہین ہوئی ہی اُسکے نام نصف قیمت کی ڈگری اسطرح ہوگی کہ وہ اُسکے
اور تیسرے کے درمیان تین تہائی ہو کہ جسمین سے دو تہائی دوسرے کو اور ایک تہائی تیسرے کو ملیگی یہ مبسوط مین
ہی - اور اگر مکاتب نے دو آدمیون کو خطا سے قتل کیا پس ایک کے واسطے نصف قیمت کی ڈگری کی گئی اور دوسرا
غائب ہی پھر مکاتب نے تیسرے کو خطا سے قتل کیا پھر عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا تو مولی کو اختیار دیا جائیگا چاہے اُسکو دیدے
یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو مذکور ہی کہ نصف ولی مقتول ثالث کو دیدیگا پھر یہ نصف بعوض اُس نصف
قیمت کے جسکی ڈگری ولی مقتول اول کے نام ہوئی فروخت کیا جائیگا اور دوسرا آدھا قتیل ثالث اور ثانی کے وارثون
کے درمیان بقدر اُن دونون کے حقوق کے تقسیم ہوگا اور دوسرے کا حق بحساب دس ہزار کے ہی اور تیسرے کا بحساب

پانچ ہزار کے ہین پس دوسرا نصف ان دونون مین تین تہائی ہوگا کہ نصف کا دو تہائی دوسرے کے وارث کو اور ایک تہائی
تیسرے کے وارث کو ملیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کو دس ہزار درم اور تیسرے کو بھی دس ہزار درم فدیہ دیگا
اور غلام مذکور دوم و سوم کے حق سے پاک ہوجائیگا اور اول کے واسطے غلام کی نصف قیمت غلام پر قرضہ رہیگی پس مولی
سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکا قرضہ ادا کردے یا غلام تیری طرف سے فروخت کیا جائیگا پھر جب مولی نے قرضہ ادا نکیا حتے کہ بیع
کرنا واجب ہوا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ پورا غلام اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا نہ آدھا بخلاف اسکے اگر دوسرے کے واسطے
نصف قیمت کا حکم دیا گیا اور مولی نے باقی دونون کو فدیہ دیدیا کہ اس صورت مین اگر مولی نے قرضہ غلام ادا نکیا حتے کہ قرضہ کے
عوض غلام کا فروخت کرنا لازم آیا تو نصف غلام فروخت کیا جائیگا پورا نہین فروخت کیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اگر مکاتب نے ایک
شخص کو خطاءً قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین پس اُسپر قاضی نے ایک کے واسطے نصف قیمت کی ڈگری کردی اور دوسرے کے
واسطے کچھ حکم نکیا پھر اُسنے دوسرے کو قتل کیا اور دوسرے نے آکر قاضی سے نالش کی اور مکاتب ہنوز مکاتب ہے - تو اُسکے واسطے
تین چوتھائی قیمت کی ڈگری کریگا پھر اگر مکاتب عاجز ہوگیا اور درمیانی شخص آیا تو مولے اُسکو چوتھائی غلام دیدیگا یا نصف دیت اُسکا
فدیہ دیگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر مکاتب نے جنایت کی پھر مرگیا پس اگر اُسپر جنایت کا حکم ہونے سے پہلے عاجز ہوکر مرا ہے اور سو درم
چھوڑے ہین حالانکہ کتابت کا مال اس سے زیادہ ہے تو جنایت باطل ہوگی اور سو درم جو اُسنے چھوڑے ہین وہ مولے کو ملینگے اور
اگر اُسپر جنایت کا حکم ہوجانے کے بعد مرا ہے تو جسقدر اُسنے چھوڑا ہے اُسمین سے جنایت کا حق ادا کیا جائیگا - اور اگر اُسپر جنایت کا
حکم ہوجانے کے بعد یا اس سے پہلے وہ اسقدر مال چھوڑ مرا جس سے کتابت ادا ہوجاوے تو جنایت باطل نہوگی بلکہ پہلے
اس مال سے جنایت پھر کتابت ادا کیجائیگی پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان مکاتب کو ملیگا - یہ حکم اُسوقت ہے کہ مکاتب پر سوائے جنایت کے
اور قرضہ نہو اور اگر سوائے جنایت کے اُسپر اور قرضہ ہو اور اُسنے اسقدر چھوڑا ہے کہ جس سے قرض و جنایت و کتابت ادا ہوسکتی ہے
اگر اُسپر جنایت کا حکم ہوجانے کے بعد مرا ہے تو ولی جنایت قرضخواہون کی راہ پر اُنکا شریک ہوگا اور قرضے جنایت پر مقدم
نہونگے پس پہلے سب قرضے مع جنایت ادا کیے جاوینگے پھر کتابت پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان مکاتب کا ہوگا اور اگر قاضی نے
اُسپر جنایت کا حکم نکیا ہو یہانتک کہ وہ مرگیا تو جنایت پر قرضے مقدم ہونگے اور یہ سب اُسوقت ہے کہ جب مکاتب نے اسقدر
چھوڑا ہو کہ جس سے قرضے و جنایت و کتابت سب ادا ہوسکتے ہین اور اگر کتابت ادا نہوسکے بلکہ فقط قرضے اور جنایت ادا ہوسکتی ہے
پس اگر مکاتب کی موت سے پہلے قاضی نے اُسپر جنایت کا حکم دیدیا ہو تو جنایت باطل نہوگی اور اُسکی کمائی سے قرضے و
جنایت سب ادا کیے جاوینگے اور اگر قاضی نے اُسپر قبل موت کے جنایت کا حکم ندیا ہو تو جنایت باطل ہوجائیگی اور اُسکی
کمائی سے قرضے ادا کیے جاوینگے یہ محیط مین ہے - اور اگر مکاتب مرگیا اور اُسنے ایسی اولاد چھوڑی جو کتابت کی حالت
مین اُسکی باندی سے پیدا ہوئی ہے اور اُسپر قرضہ ہے اور جنایت ہے خواہ جنایت کا حکم قاضی نے دیدیا ہے یا نہین دیا ہے
تو اُسکا فرزند قرضہ و جنایت و کتابت سب کے واسطے سعایت کریگا اور انمین سے کلی کے اولاً ادا کرنے کی بابت
اُسپر جبر نکیا جائیگا اور اگر اُسپر جنایت کا حکم ہوجانے کے بعد اُسکا فرزند عاجز ہوگیا اور رقیق کردیا گیا تو فروخت
کیا جائیگا اور اُسکا ثمن قرضخواہون و اولیاء جنایت کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگیا اگر جنایت کا حکم ہونے
سے پہلے عاجز ہوگیا تو جنایت باطل ہوجائیگی پھر قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اگر مکاتب کی موت کے
وقت اُسکی ام الولد زندہ ہو اور مکاتب پر قرضہ نہو اور اُسپر جنایت کا حکم ہوگیا ہے یا نہین ہوا ہے تو مان و بچہ

دونون پر مکاتب کی قیمت و ارش جنایت معہ بدل کتابت مین سے جو کم مقدار ہو اُسکے واسطے سعایت واجب ہوگی اور اگر دونون پر اسکا حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو حتے کہ انمین سے کسی نے خطا سے کسی کو قتل کیا تو اس جنایت کرنے والے پر وارث مقتول کے واسطے اُسکی قیمت کا حکم ہوگا سوائے اُس مال کے جو دونون پر جنایت مکاتب کے ولی کا واجب ہی پھر اسکے بعد اگر دونون عاجز ہوگئے تو ہر ایک اپنی جنایت کے واسطے خاصۃً فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن مین سے اُسکی جنایت کے ولی کو دیکر کچھ باقی رہا تو مکاتب کی جنایت کے ولی کو ملیگا یہ مبسوط مین ہی- ایک مکاتبہ نے جنایت کی پھر اسکے بچہ پیدا ہوا پھر وہ عاجز ہوگئی اور ہنوز اُسپر جنایت کا حکم نہین کیا گیا ہی تو وہ اکیلی دیدی جائیگی اور اگر مکاتبہ پر ڈگری کی گئی ہو پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ فروخت کیجائیگی پس اگر اُسکے ثمن مین جنایت کا پورا پڑا تو خیر ورنہ اُسکا بچہ بھی فروخت کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر مکاتبہ مرگئی اور اُسنے سو درم اور ایک بیٹا جسکو وہ حالت کتابت مین جنی ہی چھوڑا اور مکاتبہ پر قرضہ ہی اور اُسنے خطا سے کسی کو قتل کیا ہی خواہ جنایت کا حکم اُسپر ہوچکا ہی یا نہین ہوا ہی تو اُسکے بیٹے پر حکم دیا جائیگا کہ جنایت اور کتابت کے واسطے سعایت کرے پھر یہ سو درم اہل جنایت و اہل قرضہ کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہونگے اور اگر بیٹے نے کچھ قرضہ لیا اور کوئی جنایت کی اور اُسپر اُسکا معہ اُسکے جو اُسپر اُسکی مان کی جنایت و قرضہ کا حکم دیا گیا ہی حکم کیا گیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ اس سب کے واسطے سعایت کرے پھر اگر وہ عاجز ہوگیا تو خاصۃً اپنے قرضہ و جنایت کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن سے کچھ بچ رہا تو اُسکی مان کے قرضہ و جنایت مین حصہ رسد دیا جائیگا اور اگر اُسپر اُسکے جنایت کا حکم ہونے سے پہلے وہ عاجز ہوگیا تو اُسکا مولے اس جنایت کے عوض اُسکو دیدیگا یا اُسکا فدیہ دیدیگا اور اگر اُسکو دیدیا تو فقط اُسکے قرض خواہ پیچھا کرکے اُسکو فروخت کرادینگے اور اُسکی مان کے قرض خواہ و اہل جنایت اُسکا پیچھا نہین کرسکتے ہین پھر اُسکے ثمن مین سے کچھ باقی رہا تو اُسکی مان کے قرض خواہ و اہل جنایت کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی- اور اگر مولے نے اُسکا فدیہ دیدیا تو وہ جنایت سے پاک ہوگیا پس اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن مین سے کچھ باقی رہا تو اُسکی مان کے قرضہ و جنایت مین دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی- ایک مکاتب نے تین آدمیون کو خطا سے قتل کیا پھر ایک کے وارث نے اُسکو اپنا حصہ ہبہ کیا پھر وہ عاجز ہوا تو تہائی غلام مولی کو دیا جائیگا اور دو تہائی غلام کو چاہے مولی دیدے یا اُسکا فدیہ دے یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین پس ایک نے اُسکو معاف کردیا تو دوسرے کے واسطے نصف قیمت کے لیے سعایت کریگا یہ مبسوط مین ہی- ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہی پھر ایک نے اُسکو بدون اجازت دوسرے شریک کے مکاتب کردیا پھر اُسنے جنایت کی تو اپنے نصف کے واسطے سعایت کریگا اور شریک اُسکے نصف اور نصف ارش سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اگر اُسنے کتابت ادا نکی ہو یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر غلام دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک نے اپنا حصہ بدون اجازت دوسرے کے مکاتب کردیا پھر اُسنے جنایت کی پھر ادا کرکے آزاد ہوگیا تو مکاتب پر اُسکی نصف قیمت و نصف ارش مین سے کم مقدار کا حکم دیا جائیگا اور جس شریک نے اُسکو مکاتب نہین کیا ہی وہ مکاتب کی کمائی سے جو اُسنے مکاتب کرنے والے شریک کو دی ہی نصف لے لیگا پھر مکاتب کرنے والا اسقدر مکاتب سے واپس لیگا پھر جسنے مکاتب نہین کیا ہی اُسکو اختیار ہی آزاد کردے اور چاہے غلام سے سعایت کراوے اور چاہے شریک سے ضمان لے- اور

ان صورتون مین سے جو اُسنے اختیار کی اور قبضہ کیا تو وہ مکاتب کی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر اُسنے شریک کی اجازت سے مکاتب کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی (یعنے دو صورت ضمان و سعایت کے ۱۲) لیکن اس صورت مین شریک مکاتب کنندہ پر ضمان نہین ہوسکتی ہی۔ یہ امام اعظم رح کا قول ہی۔ اور اگر مکاتب سے قبل اُسکے آزاد ہوجانے کی جنایت کی خصومت کی گئی اور اُسپر نصف ارش جنایت کا حکم دیا گیا پھر وہ کتابت سے عاجز ہوا تو جسقدر مال کی اُسپر ڈگری ہوئی ہی اُسکے واسطے اُسکا نصف فروخت کیا جائیگا اور وہ نصف اُسکا حصہ ہی جسنے مکاتب کیا ہی اور جسنے مکاتب نہین کیا ہی اُس سے کہا جائیگا کہ اتنا حصہ جرمانہ جنایت مین دیدے یا نصف ارش اُسکا فدیہ دے یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے اُسکو بقدر اپنے حصہ کے مکاتب کیا پھر مکاتب نے ایک غلام خریدا پھر غلام نے کوئی جنایت کی پھر مکاتب نے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہوگیا تو مکاتب خرید کرنے والے کو اور جسنے مکاتب نہین کیا ہی دونون کو اختیار دیا جائیگا چاہین اُسکو دیدین اور چاہین اُسکے فدیہ مین دیت دین اور اگر یہ غلام مجرم مکاتب کا بیٹا ہو یا اُسکی باندی سے اُسکے پاس پیدا ہوا ہو تو مجرم مذکور پر واجب ہوگا کہ اپنی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور جس شریک نے مکاتب نہین کیا ہی اُسپر جب تک آزاد نکرے یا سعایت کراکے وصول نکرے تب تک کچھ واجب نہوگا ہان بعد اسکے اُسپر واجب ہوگا کہ اُسکی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت مین سے کم مقدار کی ضمان دے۔ اور اگر اس بیٹے نے اپنے باپ پر جنایت کی ہو اور پھر باپ ادا کر کے آزاد ہوگیا تو بیٹے پر نصف قیمت واجب ہوگی پس اسکے واسطے جسنے مکاتب نہین کیا ہی سعایت کریگا اور مکاتب کرنے والے پر اسکی ضمان نہوگی بخلاف مان کے کہ مکاتب کرنے والا اُسکی نصف قیمت کا جسنے مکاتب نہین کیا ہی اُسکے واسطے ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مشترک باندی کو بدون اجازت اپنے شریک کے مکاتب کیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر دوسرے نے اپنا حصہ ولد مکاتب کیا پھر فرزند نے مان پر یا مان نے اُسپر جنایت کی یعنے قتل کیا تو ہر ایک دونون مین سے مقتول کی تین چوتھائی قیمت امام اعظم رح کے نزدیک واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر دو شخصون کے درمیان ایک باندی مشترک ہو اُسمین سے ایک نے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر اُسمین ایسی کوئی بات پیدا ہوگئی جس سے قیمت بڑھ جاتی ہی یا کسی عیب سے اُسمین نقصان ہوکر پھر زیادتی آگئی پھر وہ آزاد ہوگئی پھر شریک نے مکاتب کرنے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو جس روز آزاد ہوئی ہی اُسکی اس روز کی نصف قیمت تاوان لیگا اور شریک مذکور کو جسنے مکاتب نہین کیا ہی یہ اختیار ہوگا کہ بچہ سے اُسکی نصف قیمت کے واسطے سعایت کراوے اور اگر ایک نے اُس باندی مین سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر دوسرے نے بچہ مین سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر بچہ نے اپنی مان پر یا مان نے بچہ پر ایسی جنایت کی جو قتل نفس سے کم ہی پھر دونون مال کتابت ادا کر کے آزاد ہوگئے اور دونون سوائے خوشحال ہین تو جس شریک نے بچہ کو مکاتب کیا ہی اُسکو اختیار ہوگا کہ جسنے مان کو مکاتب کیا ہی اُس سے مان کی نصف قیمت ضمان لے اور چاہے اُس سے سعایت کراوے اور چاہے اُسکو آزاد کر دے اور جسنے مان کو مکاتب کیا ہی اُسکو بچہ کے مکاتب کرنے والے سے بچہ کی بابت ضمان لینے کا کچھ استحقاق نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ زید و عمرو مین ایک غلام مشترک ہی اُسنے دونون مین سے ایک کی آنکھ پھوڑ دی مثلاً زید کی آنکھ پھوڑ دی پھر زید نے اُسمین سے اپنا حصہ مکاتب کیا پھر غلام نے زید کو زخمی کیا کہ جس سے زید مر گیا

تو مکاتب مذکور اپنی نصف قیمت و چوتھائی دیت مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کریگا اور عمرو جسنے مکاتب نہین کیا ہی وہ غلام کی نصف قیمت وارثان مقتول یعنے زید کو تاوان دیگا لیکن اگر غلام مذکور مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا ہو تو عمرو پر یہ نصف قیمت اُسوقت تک دینی واجب نہوگی کہ جب تک وہ اپنے حصہ کا مال بطور تاوان کے یا غلام کی سعایت سے حاصل نکر لے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو اور اُسنے دونون مین سے ایک کی آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے نے اپنا آدھا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کیا حالانکہ وہ اس جنایت سے آگاہ ہی پھر غلام نے اُسپر جنایت کی پھر جسنے اپنا آدھا حصہ فروخت کیا ہی اُسنے یہ حصہ خرید لیا پھر جسپر جنایت کی ہی اُسنے اپنا آدھا حصہ مکاتب کر دیا پھر غلام نے اُسپر کوئی جنایت کی پھر غلام ادا کر کے آزاد ہو گیا پھر مکاتب کرنے والا مولی اسکی سب جنایتون سے مر گیا تو مکاتب پر اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت سے کم مقدار واجب ہوگی اور جسنے مکاتب نہین کیا ہی اُسپر اپنے شریک کی دیت کا چھٹا حصہ اور چھٹے کا چوتھائی حصہ واجب ہوگا اور غلام کی نصف قیمت اور چھٹے حصہ دیت و چھٹے کی چوتھائی حصہ دیت مین سے جو کم مقدار ہو واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ زید و عمرو کے درمیان ایک غلام مشترک ہی اُسنے عمرو پر جنایت کی پھر عمرو نے جنایت سے آگاہ ہونے کے باوجود اُسکو مکاتب کر دیا پھر غلام نے اُسپر دوبارہ جنایت کی پھر زید نے اُسکو مکاتب کیا پھر غلام نے عمرو پر جنایت کی پھر وہ ان سب جنایتون سے مر گیا تو ہم کہتے ہین کہ غلام کے دو حصے ہین اور ہر نصف حصہ نے نصف نفس کو حقیقۃً تین جنایتون سے اور حکماً دو جنایتون سے تلف کیا پس عمرو کے حصہ نے نصف نفس کو ایک جنایت سے قبل کتابت کے تلف کیا اور وہ ہدر ہی اور دو جنایتون سے بعد کتابت کے تلف کیا اور دونون کا جرمانہ ایک ہی یعنی مکاتب پر اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت سے کم مقدار واجب ہی۔ اور رہا زید کا نصف حصہ کہ اُسنے بھی قبل کتابت کے آدھے نفس کو دو جنایتون سے تلف کیا اور انکا حکم یہ ہی کہ انکا جرمانہ مولے پر واجب ہی پس زید کے ذمہ غلام مذکور کی نصف قیمت و چوتھائی دیت مین سے کم مقدار واجب ہوگی اور بعد کتابت کے جو اُسنے ایک جنایت کی ہی وہ مثل اول کے مکاتب کی گردن پر ہوگی۔ اور اگر غلام مذکور نے کسی اجنبی پر جنایت کی پھر زید یا عمرو مین سے کسی نے اُسکو مکاتب کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہی پھر اُسنے اجنبی پر جنایت کی پھر دوسرے شریک نے اُسکو مکاتب کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہی پھر غلام نے اجنبی پر جنایت کی اور وہ ان سب جنایتون سے مر گیا پس شریک اول کے نصف حصہ مین نصف اجنبی کو تین جنایتون سے تلف کیا اور یہ تین جنایتین حکماً دو جنایتین ہین پس پہلی جنایت کے واسطے شریک اول بسبب مکاتب کرنے کے چوتھائی دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور باقی جنایت کی جزا مکاتب کی گردن پر ہی یعنے چوتھائی دیت اور نصف قیمت (یعنی دونون میں) سے کم مقدار کا ضامن ہوگا۔ اور دوسرے شریک کے نصف حصہ نے کتابت سے پہلے دو جنایتین کین کہ جنکا حکم ایک ہی یعنی ایک جنایت کے حکم مین ہین پس حکم یہ ہی کہ انکا جرمانہ مولی پر واجب ہی کہ چوتھائی دیت اور نصف قیمت غلام مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور رہی تیسری جنایت سو وہ مکاتب کی گردن پر ہی کہ اُسکے جرمانہ مین اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا۔ اور اگر ہر دو مولی کتابت کے وقت غلام کی جنایت سے واقف نہوے ہون تو دونون اُسکی قیمت اور نصف دیت مین سے کم مقدار کے ضامن ہونگے اور مکاتب بھی اپنی قیمت اور نصف دیت مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی نصف باندی کو مکاتب کیا پھر اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا پھر بچہ نے کوئی جنایت کی تو وہ اپنی نصف جنایت کے واسطے سعایت کریگا اور نصف جنایت باقی مولی کے ذمہ ہوگی اسواسطے کہ اسکا دیدینا بدینوجہ متعذر ہی کہ عقد کتابت اس جنایت سے پہلے واقع ہو گیا ہی پس اُسپر نصف قیمت واجب ہوگی پھر اگر مولے نے ماں کو بعد بچہ کی جنایت کرنے (یعنے جنایت مین دیدینا) کے آزاد کر دیا تو آدھا بچہ

آزاد ہوجائیگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے مولیٰ کے لیے سعایت کریگا اور نصف جنایت اُس بچہ پر ہوگی اور نیز اگر مولیٰ نے بچہ کو آزاد کردیا تو بھی حکم جنایت ایسا ہی ہے لیکن اس صورت مین بچہ پر سعایت لازم نہوگی۔ اور اگر دونون مین سے کوئی آزاد نکیا گیا اور نہ دونون نے کسی اجنبی پر جنایت کی بلکہ ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ہر ایک پر اپنی جنایت کی وجہ سے اپنی قیمت اور نصف جنایت دونون سے کم مقدار واجب ہوگی باعتبار آنکہ کتابت نصف مین ہے اور نصف اسکا مولی پر ہوگا بدین وجہ کہ نصف حصہ اُسکی ملک ہے اور اُسنے کتابت سابقہ سے اسکو تلف کردیا ہے اور نیز اسکا نصف مولیٰ کے واسطے جنایت کرنے والے پر ہوگا اسواسطے کہ جسپر اُسنے جنایت کی ہے اُسمین سے آدھا مولیٰ کی ملک ہے وہ مکاتب نہین ہے (یعنے محل [illegible] تھا ہے) پس بعض بعض کا قصاص ہوجائیگا۔ اور اگر باندی مذکورہ نے جنایت کی اور قبل اسکے کہ اُسپر اس جنایت کی بابت حکم دیا جاوے وہ مرگئی اور کوئی چیز نچھوڑی تو اُسکا بچہ بمنزلہ اُسکے ہوگا اور نصف جنایت اور مکاتبت کے واسطے سعایت کریگا اور مولی پر نصف جنایت واجب ہوگی خواہ اُسپر جنایت کا حکم دیا گیا ہو یا ندیا گیا ہو پھر اگر اسکے بعد بچہ نے بھی جنایت کی پھر عاجز ہوگیا حالانکہ اُسپر مان کی جنایت کی ڈگری ہوچکی ہے۔ تو جسقدر مان کی جنایت کی بابت اُسپر ڈگری ہوچکی ہے وہ اسکے نصف پر قرضہ ہوگا لیکن مولے کو اختیار ہوگا کہ اُسکی جنایت کے بدلے مین اُسکو دیدے پس مولی کو اختیار ہوا چاہیے اُسکی جنایت مین اُسی کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر فدیہ دیا تو اُسکا نصف حصہ اُسکی مان کے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر اُسی کو دیا تو اس قرضہ مین اُسکا نصف فروخت نکیا جائیگا یہ شرح مبسوط مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے کسی جنایت کے عمداً یا خطاءً اُس سے صادر ہونے کا اقرار کیا تو اُسکے ذمہ لازم ہوگی اور اگر خطا سے جنایت صادر ہوئی اور اُسپر اُس جنایت کی ڈگری ہوگئی پھر وہ عاجز ہوگیا تو یہ جنایت امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہوگی اس بنا پر کہ اگر مکاتب نے ایسی جنایت کا جو موجب مال ہے اقرار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بعد عاجز ہونے کے وہ اس جنایت کی بابت ماخوذ نہوگا خواہ اسپر اس جنایت کا مال قرضہ ہوگیا ہو یا نہوا ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے واسطے ماخوذ ہوگا اور فروخت کیا جائیگا جبکہ ڈگری ہونے سے اُسکے ذمہ قرضہ ہوگیا ہو اور اگر وہ آزاد کردیا جاوے تو ماخوذ ہوگا خواہ اُسپر اس مال جنایت کی ڈگری ہوگئی ہو یا نہوئی ہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر وہ عاجز نہوا بلکہ کتابت کا مال ادا کرکے آزاد ہوگیا تو یہ مال اُسپر قرضہ ہوجائیگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے کسی کو عمداً قتل کیا پھر اپنے نفس سے کسی قدر مال پر صلح کرلی تو یہ جائز ہے اور مال اُسپر لازم ہوگا جب تک کہ عاجز نہوجاوے اور اگر ادا سے مال سے پہلے عاجز ہوگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ مال اُسکے ذمہ سے باطل ہوجائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک لازم رہیگا کہ اُسکے واسطے فروخت کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے اور اگر مکاتبہ نے اپنے بچہ پر کچھ اقرار کیا تو اُسکے ذمہ لازم نہوگا خواہ بچہ آزاد ہوجاوے یا عاجز ہوجاوے اور اگر وہ بچہ مرگیا اور ادائے کتابت کے لائق مال چھوڑ مرا تو اُسکے مال مین قیمت اور ارش دونون مین سے کم مقدار کی ڈگری کیجائیگی۔ اور اگر بچہ نے اپنی مان پر جنایت کا اقرار کیا تو ثابت نہوگا پھر اگر مان مرگئی تو اُسکے ذمہ قیمت اور ارش سے کم مقدار اور کتابت لازم ہوگی پھر اگر اسکے بعد عاجز ہوگیا تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہوگا اور اگر اُسنے مقرلہ کو ادا کردیا پھر عاجز ہوگیا تو مقرلہ سے وہ مال واپس نہ لیا جائیگا اور اگر مان نے اپنے بچہ پر جنایت کا اقرار کیا پھر بچہ خطا سے قتل ہوا اور اُسکی قیمت لے لیگئی تو قیمت مین سے وہ مقدار کہ جسکا مان نے اقرار کیا ہے لے لیجائیگی اسی طرح اگر مان نے اپنے بیٹے پر قرضہ کا اقرار کیا اور بیٹے کے قبضہ مین مال ہے اور اُسپر قرضہ نہین ہے تو مان کا اقرار اُسکے بیٹے کے مال مین سے جائز ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مکاتب کے بیٹے نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مکاتب نے اپنے اس بیٹے کو قتل کیا اور وہ غلام ہے اور ایک شخص اجنبی کو خطا سے قتل کیا تو مکاتب پر اُسکی قیمت واجب ہوگی جسمین اجنبی کے وارث بقدر دیت اور بیٹے کے وارث

بقدر بیٹے کی قیمت کے حصہ رسد شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہی۔ خطا سے مولیٰ کا مکاتب پر جنایت کرنا یا مکاتب کا مولی پر جنایت
کرنا بمنزلۂ جنایت اجنبی کے ہی اور عمداً قتل کرنے مین اگر مولی نے کیا ہو تو اُسپر قصاص واجب نہوگا بلکہ مکاتب کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مکاتب
نے مولی کو عمداً قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر مولی نے مکاتب کے مملوک یا مال پر یا مکاتب نے مولی کے مملوک
یا مال پر جنایت کی تو دونون مین سے ہر ایک پر وہی حکم ہوگا جو اجنبی پر ہوتا ہی یہ حاوی مین ہی۔ اور جو شخص مکاتب کی کتابت
پر مکاتب ہوگا تو وہ جنایت کے حکم مین بمنزلۂ مکاتب کے ہی کہ اُسی طرح اُسپر سعایت لازم آویگی اسی طرح اُسکی ام ولد جو اُس
سے جنی ہی اُسکا بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور مکاتب کے غلام کی جنایت مثل آزاد کے غلام کی جنایت کے ہی لیکن اگر مکاتب
نے اُسکا فدیہ دینا چاہا حالانکہ فدیہ بہ نسبت اُسکی قیمت کے حد سے زائد ہی یا مکاتب نے اُسکو دینا چاہا حالانکہ اُسکی قیمت بہ نسبت
ارش جنایت کے حد سے زائد ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک مکاتب کا ایسا تصرف صحیح ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک صحیح نہوگا
یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مکاتب مرگیا اور اُسپر قرضہ ہی اور اُسنے ایک غلام ماذون التجارۃ چھوڑا اور اُسپر بھی دوسرا قرضہ ہی تو
یہ غلام خاص اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اسکے ثمن مین سے کچھ بچ رہا تو وہ مکاتب کے قرضہ مین دیا جائیگا اور
اگر اس غلام پر قرضہ نہو مگر اُسنے کوئی جنایت کی ہو جسکا جرمانہ واجب ہو اور مکاتب کا سوا اسکے کچھ مال نہو تو مولی کو اختیار دیا جائیگا
چاہے مولی اور اُسکے تمام قرضخواہ اُسکو خوشی سے وارث جنایت کو دیدین پھر اُنھین قرضخواہون کا کچھ استحقاق نرہیگا جبکہ اُنکی
رضامندی سے اُسکو دیدیا ہی اور اگر یہ لوگ چاہین اُسکا فدیہ دیدین یعنی وارث مقتول کو دیت دیدین تو پھر وہ غلام انکے قرضہ مین
فروخت کیا جائیگا اور اگر اس غلام پر بھی قرضہ ہو تو مولے کو اختیار دیا جائیگا چاہے اس غلام کو دیدے پھر جو قرضہ اُسپر ہی وہ اسکے
پیچھے ہوگا کہ وارث جنایت کے پاس سے قرضخواہ اُسکو فروخت کراکر اپنا قرضہ لے لیگا اور قرضخواہان مکاتب کو کچھ نہ ملیگا اور اگر
چاہے تو اُسکا فدیہ دیدے پھر وہ غلام اپنے خاص قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ مکاتب کے قرضہ مین
دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک غلام نے ایک آزاد کو شجہ موضحہ سے زخمی کیا پھر اُسکے مولے نے اُسکو مدبر کردیا پھر غلام مذکور نے
دوسرے موضحہ زخم سے زخمی کیا پھر مولی نے اُسکو مکاتب کردیا پھر اُسکو شجہ سے زخمی کیا پھر وہ ادا کرکے آزاد ہوگیا پھر اُسنے اُس زخمی
کو اور شجہ سے زخمی کیا اور ایک اجنبی نے بھی شجہ سے اُسکو زخمی کیا پس وہ زخمی مرگیا اور مولے ان سب جنایتون سے واقف تھا
تو اجنبی کی مددگار برادری پر نصف دیت واجب ہوگی اور باقی نصف کو غلام نے چار جنایتون سے تلف کیا ہی اور ان جنایتون
کے احکام مختلف ہین اور جنایات مین اعتبار احکام کا ہی پس اول جنایت کا حکم یہ ہی کہ مولے اُسکو دیدے یا فدیہ دے اور دوم
کا حکم یہ ہی کہ مولے پر قیمت واجب ہی اور سوم کا حکم یہ ہی کہ مکاتب پر قیمت واجب ہی اور چہارم کا حکم یہ ہی کہ مددگار برادری پر قیمت واجب ہی
پس اس نصف کے چار حصے ہوے پس کل کے آٹھ حصے ہوے جنمین سے چار کو اجنبی نے تلف کیا اور چار کو غلام نے تلف کیا
پس غلام کے چار حصون مین سے اول کی بابت بسبب اسکے کہ مولے نے جنایت سے واقف ہوکر اُسکو مدبر کیا ہی مولے
دیت کا اختیار کرنے والا ہوگیا پس دیت کا آٹھوان حصہ مولی پر لازم آیا اور حصہ دوم مین چونکہ جنایت سے پہلے ایسا فعل واقع
ہوا جس سے غلام کا دینا ممتنع ہوگیا ہی اسواسطے مولے کے حق مین یہ ثابت نہوا کہ وہ دیت کا اختیار کرنے والا ہوگیا ہی پس
مولی پر قیمت غلام کا آٹھوان حصہ واجب ہوا لیکن اگر دیت کا آٹھوان حصہ اس سے کم ہوگا تو وہی واجب ہوگا اور سوم مکاتب سے
صادر ہوئی ہی اسواسطے اسپر اُسکی قیمت اور آٹھوان حصہ دیت دونون مین سے کم مقدار واجب ہوگی اور چہارم اسوقت واقع
ہوئی کہ جب مکاتب آزاد ہوگیا ہی پس دیت اُسکی مددگار برادری پر ہوگی۔ اور اگر غلام مذکور مدبر نکیا گیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے

تو نصف دیت اجنبی کی مددگار برادری پر ہوگی اور باقی نصف غلام کی تین جنایتوں سے تلف ہوا پس اس نصف کے تین حصہ ہوئے پس کل کے چھ حصہ ہوئے جسمین سے تین حصہ اجنبی کے فعل سے تلف ہوئے اور تین بسبب جنایت غلام کے تلف ہوئے پس اول حصے کی بابت مولی پر چھٹا حصہ دیت کا واجب ہوگا اور دوم کی بابت مکاتب پر چھٹے حصے کی دیت اور چھٹا حصہ قیمت مین سے کم مقدار واجب ہوگی اور سوم کی بابت اُسکی مددگار برادری پر چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا یہ کافی مین ہی

چودھوان باب - ممالیک غیر پر جنایت کرنے کے بیان مین - اگر ایک شخص نے ایک غلام کو خطا سے قتل کیا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہوگی پس اگر اُسکی قیمت دس ہزار درم یا زیادہ ہو تو قاتل پر دس کم دس ہزار درم دینے کا حکم کیا جائیگا اور یہ مال قاتل کی مددگار برادری پر تین سال مین دینا واجب ہوگا اور یہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کا قول ہی اور اگر بجائے غلام کے باندی ہو اور اُسکی قیمت بہ نسبت دیت کے زائد ہو تو قاتل پر پانچ درم کم پانچ ہزار درم واجب ہونگے اور ہدایہ مین لکھا ہی کہ دس درم کم پانچ ہزار درم واجب ہونگے اور یہی ظاہر الروایۃ ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اگر بیس ہزار درم قیمت کا غلام غصب کیا اور وہ غاصب کے پاس مرگیا تو اُسکی قیمت واجب ہوگی چاہے جسقدر ہو جاوے یہ بالاجماع ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر غلام ماذون کو خطا سے قتل کیا تو مالک کو فقط ایک قیمت تاوان دیگا پھر اگر وہ ماذون قرضدار ہو تو سوائے یہ قیمت اُسکے قرضخواہون کو دیدیگا یہ کافی مین ہی نوادر بن سماعہ مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام پر بدون مولی کی اجازت کے ایک گون لادی اور دوسرے شخص نے بھی اسی طرح دو گونین لادین پھر وہ غلام اس سب بار گران سے مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک گون والے پر تہائی قیمت اور دو گون والے پر دو تہائی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اور ممالیک پر جسنے خطا سے سوائے قتل نفس کے جو جنایت کی اُسکی ضامن مددگار برادری نہین ہوتی ہی اگرچہ جنایت کرنے والا مرد آزاد ہو اور جب جنایت قتل نفس تک پہونچ جاوے تو مددگار برادری تین سال مین دیت کی ضامن ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اطراف غلام پر جو جنایت ہو اُسکی نسبت امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ آزاد کے جس عضو مین دیت واجب ہوتی ہی غلام کے اُس عضو مین قیمت واجب ہوگی اور آزاد کے جس عضو مین نصف دیت واجب ہوتی ہی غلام کے اُس عضو مین نصف قیمت واجب ہوگی لیکن اگر غلام کی قیمت دس ہزار یا زیادہ ہو تو امام کے نزدیک دس ہزار مین سے دس درم یا پانچ درم کم کیے جاوینگے اور صاحبین رح کے نزدیک غلام صحیح سالم کی قیمت اندازہ کیجاوے اور جنایت سے عیب دار ناقص کی قیمت اندازہ کیجاوے جسقدر دونون قیمتون مین فرق ہو وہ واجب ہوگا اور یہی امام ابویوسف رح نے امام اعظم رح سے بھی روایت کی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب اُس عضو کے زائل ہونے سے منفعت مقصودہ زائل ہو جاوے جیسے آنکھ و ہاتھ وغیرہ اور اگر ایسا عضو ہو جس سے زینت و جمال مقصود ہوتا ہی جیسے گوش و ابرو وغیرہ تو امام اعظم کے پہلے قول کے موافق یہی حکم ہی اور دوسرے قول کے موافق یہ نہوگا بلکہ مجرم قدر نقصان قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی - اور غلام کے ہاتھ کے واسطے نصف قیمت غلام واجب ہوگی مگر پانچ درم کم پانچ ہزار سے زائد نہ کیجاویگی کذافی الہدایۃ **قال المترجم** اور ایک مقام پر ہدایہ مین لکھا ہی کہ دس درم کم اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اسی واسطے کفایہ مین فرمایا کہ یہ خلاف ظاہر الروایۃ ہی اور مبسوط مین لکھا ہی کہ صحیح حکم کے موافق اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی چاہے جسقدر ہو اور یہی نہایہ و کافی مین ہی - اور جس جنایت کی بابت آزاد کے حق مین کوئی ارش مقرر نہین ہی اُسمین غلام مین نقصان قیمت واجب ہوگا یہ سراجیہ مین ہی - اور ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ اگر مملوک کی پلکین کسی آدمی نے نوچ ڈالین تو امام محمد نے مجھے خبر دی کہ امام اعظم رح فرماتے تھے کہ مملوک کی پلکون مع بھوؤن اور کانون کے واسطے بقدر نقصان کے واجب ہوگا اور یہی میرا

قول ہے اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ داڑھی کے حق مین امام ابو حنیفہ رح کا کوئی قول مجھے یاد نہین ہے لیکن سر کے بالون کا یاد ہے کہ اُسکے مولی کو اختیار ہے چاہے غلام کو دیدے اور مجرم سے اُسکی قیمت لے لے اور چاہے ندے اور مجرم سے نقصان قیمت لے لے۔ اور اصل مین لکھا ہے کہ غلام کے بالون و ڈاڑھی کے حق مین حکومت عدل واجب ہے اور شاید یہ امام اعظم رح کا دوسرا قول ہے جیسا کہ قدوری نے ذکر کیا ہے اور حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ غلام کے کان و ناک و ڈاڑھی کی بابت اگر وہ نہ جمے تو نقصان قیمت ہے جیسا کہ امام محمد رح نے کہا ہے بنا بر ذکر شیخ ابو الحسن قدوری رحمہ اللہ کے۔ اور مختلفات مین امام ابو یوسف وامام محمد رح سے ان صورتون مین نقصان قیمت کا حکم مذکور ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے اور تجرید مین لکھا ہے کہ اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے غلام کے گھونگھر والے بال مونڈ ڈالے اور بجاے اُنکے سپید بال جمے تو اُسپر نقصان لازم ہوگا اور اس صورت مین نقصان پہچاننے کا یہ طریقہ نہین ہے کہ غلام گھونگھر والے بال کی قیمت اندازہ کیجاوے اور غلام بے گھونگھر والے بال کی قیمت اندازہ کیجاوے بلکہ یہ طریقہ ہے کہ غلام کو معہ سیاہ بالون کے اندازہ کیا جاوے اور غلام کو معہ سپید بالون کے اندازہ کیا جاوے پس جو فرق ہے اُسی قدر نقصان کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر غلام کی دونون آنکھین پھوڑ دین تو مولی کو اختیار ہے چاہے مجرم کو دیکر اُسکی قیمت لے لے اور چاہے رکھ لے اور اُسکو کچھ نقصان نہ ملیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ چاہے رکھ لے اور نقصان لے لے اور چاہے غلام دیکر پوری قیمت لے لے یہ ہدایہ مین ہے۔ امام اعظم رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی پس وہ مر گیا مگر اس آنکھ کے صدمہ سے نہین مرا تو آنکھ پھوڑنے والے پر کچھ واجب نہوگا اور اگر نہین مرا بلکہ اُسکو کسی آدمی نے قتل کر دیا تو آنکھ پھوڑنے والے پر بھی نقصان قیمت لازم آویگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین نقصان قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر زید نے غلام کی دونون آنکھین پھوڑ دین اور عمرو نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو زید پر بقدر نقصان قیمت کے لازم ہوگا اور عمرو پر بعد آنکھ پھوٹے ہوے کی قیمت آدھی واجب ہوگی۔ اور امام ابو یوسف رح نے روایت کی کہ یہ بنا بر قول امام اعظم رح کے استحسان ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوی اہل سمرقند مین ہے کہ دو آدمیون نے ساتھ ہی ایک غلام کے دونون ہاتھ کاٹ ڈالے ایک نے دایان ہاتھ اور دوسرے نے بایان کاٹا تو دونون مین سے ہر ایک پر اُسکی نصف قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ غلام ایسی حالت مین ہے کہ اُسکا ہاتھ کاٹا جاویگا پس ایسا غلام جس قیمت مین خرید اجاوے اُسکا نصف واجب ہوگا۔ اور یہ مسئلہ دوسرے مسئلہ مین حجت ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام کی طرف تیر مارا اور ہنوز تیر نہ پہونچا تھا کہ اُسکو ایک شخص نے قتل کیا تو قاتل پر غلام کی قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ ایسا غلام جسکی طرف تیر لگایا گیا ہے اور ہنوز نہین پہونچا ہے کیا قیمت ہے پس جو قیمت اندازہ کیجاوے وہی واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک غلام ہاتھ کٹا ہوا ہے پس زید نے اسی طرف کا پانون جس طرف کا ہاتھ کٹا ہوا ہے کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوے غلام کی قیمت مین زید کے فعل سے جو نقصان آیا اُسکا ضامن ہوگا اور اگر دوسری طرف کا پانون کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوے غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور علی ہذا اگر بائع نے غلام مبیع کا ہاتھ کاٹا تو نصف ثمن ساقط ہوگا اور اگر غلام ہاتھ کٹا ہوا ہو اور اُسنے دوسرا کاٹ ڈالا تو نقصان کا اعتبار کیا جائیگا اور بقدر نقصان کے مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا حتے کہ اگر تہائی قیمت کا نقصان ہو تو تہائی ثمن ساقط ہوگا اسی طرح اگر بجاے ہاتھ کاٹنے کے آنکھ پھوڑتا ہو تو بھی یہی حکم ہوگا یہ تمرتاشی مین ہے۔ اور اگر غلام ہاتھ کٹا ہو اور ایک آدمی نے اُسکا دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اُسپر ہاتھ کٹے ہوے کی قیمت مین جو نقصان آگیا ہے وہ واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ منتقی مین امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہے کہ زید نے ایک شخص کے غلام کا بایان ہاتھ کاٹ ڈالا اور عمرو نے اُسکا دایان ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ

ان دونون زخمون سے مرگیا تو اول پر نصف قیمت اور دوسرے پر بقدر نقصان کے واجب ہوگا اور جسقدر باقی رہی یعنی پوری قیمت مین سے جو کچھ باقی رہگیا وہ دونون پر آدھا آدھا واجب ہوگا اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ محیط مین ہے - اگر زید نے ایک غلام کا ہاتھ کاٹا جسکی قیمت ہزار درم ہے پھر کاٹنے کے بعد ہنوز اچھا نہوا تھا کہ اُسکی قیمت ہزار درم ہوگئی جیسے کاٹنے سے پہلے تھی پھر عمرو نے دوسری جانب کا اُسکا پانون کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونون زخمون سے مرگیا تو زید چھ سو پچیس درم کا ضامن ہوگا اور عمرو سات سو پچاس درم کا ضامن ہوگا اور اگر ہاتھ کٹا ہوا دو ہزار درم کا ہوگیا تو زید پر چھ سو پچیس درم اور عمرو پر ایک ہزار پانچ سو درم واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے - نوادر بن رشید مین ہے کہ زید نے عمرو کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر سال بھر تک کچھ جھگڑا نہوا پھر زید و عمرو نے اختلاف کیا زید نے کہا کہ جس روز مین نے اُسکا ہاتھ کاٹا ہے اُسدن اُسکی قیمت ہزار درم تھی پس مجھپر پانچ سو درم واجب ہین اور عمرو نے کہا کہ دو ہزار درم تھی اور جسدن جھگڑا ہوا ہے اُسدن غلام کی قیمت ہزار درم ہے اور اگر ہاتھ درست ہوتا تو دو ہزار درم ہوتی تو زید کا قول قبول ہوگا پھر اگر زید نے تاوان دیا ہو یا ندیا ہو حتے کہ اُسکا ہاتھ پھوٹ نکلا اور وہ زخم مذکور سے مرگیا تو زید کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی پس ہاتھ کا ارش وہی ہوگا جو زید کہتا ہے اور تلف نفس مین دونون مین سے کسی کے قول کی تصدیق نہوگی پس جس روز جان تلف ہوئی ہے اُسکی اُسدن کی قیمت کا زید ضامن ہوگا پس مددگار برادری پر ایک ہزار پانچ سو درم واجب ہونگے جسمین سے پانچ سو درم ہاتھ کا ارش ہے یہ محیط مین ہے - اور غلام کے زخم موضحہ مین اُسکی قیمت کے دسوین حصے کا آدھا واجب ہوگا لیکن اگر آزاد کے زخم موضحہ کے ارش سے یہ مال زائد ہوتا ہو تو زیادہ ندیا جائیگا بلکہ آدھا درم اُس سے کم کر دیا جائیگا یہ مضمرات مین ہے - نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر زید نے عمرو کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اُسکے غلام کو شجہ سے زخمی کیا پھر عمرو نے اُسکو فروخت کر دیا پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیا گیا یا عمرو نے اُسکو ایک شخص کو ہبہ کر دیا پھر بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی اپنے ہبہ کو واپس لے لیا پھر وہ غلام زخم مذکور سے مرگیا تو عمرو اُسکی پوری قیمت زید سے لے لیگا - نوادر بشر مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر باندی کا ہاتھ خطاءً کاٹا گیا اور مولے نے اُسکو فروخت کر دیا بدین شرط کہ بائع کو خیار ہے یا مشتری کو خیار ہے پھر بسبب خیار کے بیع توڑ دیگئی اور باندی بائع کو واپس ملی اور زخم مذکور سے بائع کے پاس مرگئی تو کاٹنے والے پر اُسکی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر عمداً ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو استحساناً قصاص ساقط کرونگا یہ محیط مین ہے - اگر زید نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم مین سے ایک آزاد ہے پھر دونون زخم شجہ سے زخمی کیے گئے پھر زید نے اپنے بیان سے ظاہر کیا کہ فلان غلام کا عتق میری مراد ہے تو دونون کا ارش مولی کو ملیگا او شجہ کے حق مین دونون مملوک اعتبار کیے جاوینگے - اور اگر ایک ہی وقت مین ایک ساتھ دونون کو ایک شخص نے قتل کیا تو قاتل پر آزاد کی دیت اور غلام کی قیمت واجب ہوگی پس یہ سب مولی اور آزاد شدہ کے وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اگر دونون کی قیمت مختلف ہو تو قاتل پر ہر ایک کی نصف قیمت اور آزاد کی پوری دیت واجب ہوگی اور وہ بھی پہلی صورت کے موافق تقسیم ہوگی - اور اگر اُسنے دونون کو آگے پیچھے قتل کیا تو قاتل پر پہلے کی قیمت اُسکے مولے کے واسطے اور دوسرے کی دیت اُسکے وارثون کے واسطے واجب ہوگی اور اگر ہر ایک کو ایک ایک شخص نے ساتھ ہی قتل کیا تو دونون مملوکون کی قیمت واجب ہوگی اور یہ سب مولی اور غلام کے وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی پس مولے ہر ایک کی قیمت کا آدھا لے لیگا اور آدھا وارثون کے واسطے چھوڑ دیگا اور اگر دونون کو آگے پیچھے قتل کیا ہو تو قاتل اول پر اُسکی قیمت اُسکے مولی کے واسطے واجب ہوگی اور قاتل ثانی پر اُسکی

دیت اُسکے وارثون کے واسطے واجب ہوگی اور اگر یہ معلوم نہو کہ دونون مین سے پہلے کون قتل کیا گیا تو ہر ایک قاتل پر
اُسکے مقتول کی قیمت واجب ہوگی اور ہر ایک قیمت مین سے مولی کو نصف ملیگا یہ تبیین مین ہی- ایک شخص نے ایک غلام
کی دونون آنکھین پھوڑ دین اور دوسرے شخص نے اُسکا ہاتھ یا پانون کاٹ ڈالا اور دونون نے ایک ساتھ اپنا اپنا فعل کیا
پھر وہ غلام اچھا ہوگیا تو دونون پر اُسکی قیمت تین تہائی واجب ہوگی اور دونون اُس غلام کو لے لینگے اور وہ دونون مین
اسی مقدار کے حساب سے مشترک ہوگا- اسی طرح جو جراحت دو آدمیون سے ایک ساتھ واقع ہو کہ ایک آدمی اس عضو کو
مجروح کرے اور دوسرا آدمی دوسرے عضو کو مجروح کرے کہ یہ سب زخم اُسکی سب قیمت کو گھیر لین تو مولی اُس غلام مجروح کو دونون
خطاکارون کو دیدیگا اور دونون مین سے ہر ایک بقدر اپنی خطا کے اُسکے ارش کا ضامن ہوگا اور غلام اسی حساب سے اُنمین مشترک
ہوگا- اور اگر غلام ان دونون جراحتون سے مرگیا اور جراحت خطا سے واقع ہوئی تھی تو ہر ایک پر اپنی اپنی جراحت کا ارش علیحدہ علیحدہ
غلام تندرست کی قیمت مین واجب ہوگا اور جسقدر قیمت ارش جراحت کا حساب کرکے باقی رہجاوے وہ دونون پر نصفا نصف
ہوگی- اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ ایک جراحت دوسرے سے پہلے واقع ہوئی ہی تو اول زخمی کرنے والے پر غلام تندرست کی قیمت
مین سے بقدر ارش جراحت کے واجب ہوگی اور دوم پر غلام مجروح بزخم اول کی قیمت مین سے بقدر اُسکے ارش جراحت کے واجب
ہوگی- اور جو کچھ قیمت باقی رہگئی وہ دونون پر نصفا نصف ہوگی- اور اگر دونون زخمون سے اچھا ہوگیا اور جراحت دوم ایسی ہی کہ غلام کی
تمام قیمت کو گھیرے ہوئے ہی یعنی اُسکا ارش اسقدر ہی کہ غلام کی تمام قیمت ہی اور اول جراحت تمام قیمت کو محیط نہین ہی تو شخص اول
پر اُسکی جراحت کا ارش واجب ہوگا اور دوم پر غلام مجروح بجرح اول کی قیمت واجب ہی اور مولی یہ غلام اُسکو دیدیگا- اور اگر
جراحت اول اُسکی قیمت کو محیط ہو تو دوسرے شخص پر اپنی جراحت کا ارش واجب ہوگا اور اول پر اپنی جراحت کا ارش واجب ہوگا
اسواسطے غلام مذکور اُسکو نہین دیگا یہ محیط مین ہی- اور اگر آزاد نے کسی مدبر پر جنایت کی تو اُسکا حکم مثل محض مملوک پر جنایت
کرنے کے ہی حتی کہ اگر اُسکو کسی آزاد نے قتل کیا تو اُسکی مددگار برادری پر قیمت واجب ہوگی اور اگر اُسکا ہاتھ کاٹا تو اُسکی نصف قیمت کا
ضامن ہوگا لیکن دونون مین ایک بات مین فرق ہی وہ یہ ہی کہ آزاد نے اگر مدبر کے دونون ہاتھ یا دونون پانون کاٹ ڈالے
یا آنکھین پھوڑ دین تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور اگر قن یعنے محض مملوک کے ساتھ ایسا کیا تو پوری دیت واجب ہی یہ محیط
سرخسی مین ہی- اگر ایک شخص نے مدبر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُسکی قیمت ہزار درم ہی اور وہ اچھا ہوگیا پھر اُسکی قیمت بڑھگئی یہان تک
کہ دو ہزار درم ہوگئی پھر دوسرے شخص نے آنکھ پھوڑ دی پھر اُسکا زخم جو اچھا ہوگیا تھا پھوٹ گیا اور مدبر مذکور ان دونون زخمون سے مرگیا
حالانکہ مدبر دو آدمیون مین مشترک ہی پھر دونون مین سے ایک نے ہاتھ کی جنایت کو عفو کر دیا اور جو نتیجہ اُس سے پیدا ہوا اُسکو
بھی عفو کیا اور دوسرے نے آنکھ کے زخم سے اور جو اُس سے نتیجہ پیدا ہوا ہی معاف کر دیا تو جس نے ہاتھ کے زخم سے عفو کیا ہی اُسکے
واسطے آنکھ پھوڑنے والے پر سات سو پچاس درم اُسکی مددگار برادری پر واجب ہونگے بشرطیکہ یہ زخم خطا سے ہو اور اگر عمداً ہو تو یہ
زخمی کرنے والے کے مال سے واجب ہونگے اور جسنے آنکھ کا زخم عفو کیا ہی اُسکے واسطے ہاتھ کاٹنے والے پر تین سو بارہ درم و آدھا درم
اُسکے مال سے واجب ہونگے اگر زخم عمداً ہو اور اگر خطا سے ہو تو اُسکی مددگار برادری پر واجب ہونگے یہ مبسوط مین ہی- ایک شخص
نے دوسرے کے غلام کو زخم شجہ سے کیا پھر اُسکے مالک نے اُسکو مدبر کر دیا پھر زخمی کرنے والے نے اُسکو دوبارہ دوسرے زخم شجہ سے
زخمی کیا پھر مالک نے اُسکو مکاتب کر دیا پھر اُسنے تیسرے زخم سے اُسکو زخمی کیا پھر مکاتب مال کتابت ادا کرکے آزاد ہوگیا پھر زخمی کرنے
والے نے اُسکو چوتھے زخم شجہ سے زخمی کیا پھر وہ سب زخمون سے مرگیا تو پہلے شجہ کے واسطے اُسکے تندرست کی قیمت کے بیسوین[1] حصہ کا

ضامن ہوگا اور دوسری جنایت کرنے تک اس اول شجہ کے نقصان کا بھی ضامن ہوگا اور دوسرے شجہ کے واسطے زخمی بشجہ واحد مدبر کی قیمت کے بیسوین حصہ کا ضامن ہوگا اور اُسکے نقصان کا بھی تا وقت مکاتب کیے جانے کے ضامن ہوگا۔ اور تیسرے شجہ کے واسطے مدبر مکاتب زخمی بشجتین کی قیمت کے بیسوین حصے اور وقت آزادی تک کے نقصان کا ضامن ہوگا اور تہائی قیمت ابتدای موت تک کا ضامن ہوگا اور چوتھے شجہ کے عوض تہائی دیت کا ضامن ہوگا اور بعد آزادی کے جو زخم شجہ ہی اُسکے ارش اور نقصان کا ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اصل اسمین یہ ہی کہ جنایت کے بعد اگر مدبر کیا جاوے تو مدبر کرنا زخم جنایت کے سرایت کرنے سے جو نقصان پیدا ہوا اُسکو ہدر نہین کرتا ہی بلکہ اس سرایت سے جو نقصان پیدا ہوا اُسکا ضامن جنایت کرنے والا ہوتا ہی اور جنایت کے بعد اگر عتق یا کتابت واقع ہو تو یہ سرایت کو باطل کرتی ہی حتے کہ جنایت کرنے والے پر سرایت زخم کی ضمان واجب نہین ہوتی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔

پندرہوان باب۔ قسامہ کے بیان مین۔ یہ قسمین ہین کہ اُن اہل محلہ سے لیجاتی ہین جنمین مقتول پایا جاوے کذا فی الکافی اور اسکا سبب قتیل کا پایا جانا محلہ مین یا جو محلہ کے معنی مین ہی جیسے دار و وہ موضع متصل شہر جہان سے آواز سُنائی دیوے یہ نہایہ مین ہی۔ اگر ایک قوم کے محلہ مین ایک قتیل پایا گیا اور ولی قتیل نے اہل محلہ پر دعوے کیا کہ انھین سب نے اُسکو خطا سے یا عمداً قتل کیا ہی اور اہل محلہ نے انکار کیا تو اُنمین سے پچاس آدمیون سے قسم لیگا ہر واحد قسم کھائیگا کہ واللہ مین نے اُسکو قتل نہین کیا ہی اور نہ مین اُسکے قاتل کو جانتا ہون اور اسطرح قسم نہ لیجائیگی کہ واللہ ہمنے قتل نہین کیا ہی۔ پس اگر اہل محلہ پچاس سے زائد ہون تو ولی مقتول کو اختیار ہی کہ اُنمین سے پچاس آدمی جنکو چاہے چھانٹ لے چھانٹنے کا اختیار اُسی کو ہوگا اور اگر کم ہون تو اختیار ہوگا کہ بعض سے مکرر قسم لیوے کہ قسمین پچاس ہو جاوین پس اگر ان لوگون نے قسم کھالی تو دیت کے ضامن ہونگے اور اگر انکار کیا تو قید کیے جاوینگے یہان تک کہ وہ قسم کھاوین اور مدعی سے یہ قسم نہ لیجائیگی کہ میرے مورث کو انھین اہل محلہ نے قتل کیا ہی خواہ ظاہر حال مدعی کے واسطے شاہد ہو کہ اُسکے مورث اور اہل محلہ کے درمیان عداوت ظاہرہ ہو یا شاہد نہو۔ کہ اُسکے مورث و اہل محلہ کے درمیان عداوت ظاہرہ نہو۔ بہرحال دیت اہل محلہ کی مددگار برادری پر تین سال مین واجب ہوگی اور اگر مدعی نے بعض اہل محلہ غیر معین پر دعوی کیا کہ بعض لوگون نے اُنمین سے قتل کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی کہ قسامت اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگی اور اگر اُسنے اہل محلہ مین سے بعض معین پر دعوی کیا تو بھی استحساناً یہی حکم ہی۔ اور اگر اُسنے غیر اہل محلہ مین سے ایک شخص پر قتل کرنے کا دعوی کیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی پھر مدعی سے کہا جائیگا کہ تیرے پاس تیرے دعوی کے گواہ ہین پس اگر اُسنے کہا کہ ہان تو گواہ قائم کریگا اور گواہون سے اُسکا دعوے ثابت ہو جائیگا اور اگر گواہ نہون تو مدعی علیہ سے ایک قسم لیجائیگی اور پچاس قسمین نہ لیجائینگی۔ اور وارثان مقتول کو اختیار ہوگا کہ جنمین مقتول پایا گیا ہی وہان محلہ سے یا شہر سے یا قرابت دارون سے پرہیزگار لوگ قسم کے واسطے معین کر لے اور قرابت دارون مین سے پرہیزگارون کو چُن لینا یہ استحسان ہی پس اگر محلہ مین (جہان پایا گیا ہو ۱۲) پچاس آدمی پرہیزگار نہ پائے جاوین۔ اور وارث مقتول نے چاہا کہ جسقدر پائے گئے ہین انھین سے مکرر قسم لیوے یہانتک کہ پچاس قسمین پوری ہو جاوین آیا اُسکو یہ اختیار ہی یا قرابت دارون مین سے فاسق لوگ ملا کر پچاس آدمی پورے کریگا سو اس صورت کو امام محمدؒ نے کتاب مین ذکر نہین فرمایا ہی اور غیر رعایۃ الاصول مین مروی ہی کہ ولی مقتول کو یہ اختیار نہین ہی لیکن باقی اہل محلہ مین سے چھانٹ کر پچاس پورے کر لے یہ محیط مین ہی۔ اور اُسکو اختیار ہی چاہے اُنمین سے نوجوان و فاسقون کو اختیار کرے اور چاہے بڈھون اور پرہیزگارون کو چھانٹ لے

[illegible]

کذا فی الکافی اور یہ اختیار وارث مقتول کو ہی امام کو نہین ہی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی - اور قسامت مین لڑکا اور مجنون داخل نہین ہوتا ہی اور اندھا و محدود القذف و کافر داخل ہو سکتا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور قسامت مین عورتین اور مملوک مثل مکاتب وغیرہ کے داخل نہین ہوتے ہین اور معتق البعض امام اعظم رح کے نزدیک مثل مکاتب کے ہی یہ مبسوط مین ہی - اور مقتول وہ ہی جسمین قتل کا اثر موجود ہو اور میت وہ ہی جسمین قتل کا اثر نہو یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر کوئی میت پایا گیا کہ جسمین قتل کا کوئی اثر نہین ہی تو قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی اور اثر یہ ہی کہ جراحت ہو یا چوٹ کا نشان ہو یا گلا گھونٹے جانے کا نشان ہو یا آنکھ یا کان سے خون نکلا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر منھ سے خون بہا ہووے پس اگر پیٹ سے آیا ہو تو وہ قتیل ہوگا اور اگر سر کی طرف سے آیا ہو تو قتیل نہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر اُسکے دُبر یا ذکر سے خون بہا ہووے تو وہ مقتول نہین ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی - اور اگر کسی محلہ مین مقتول کا بدن یا نصف بدن سے زائد یا نصف بدن معہ سر کے پایا گیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر طول مین آدھا چرا ہوا یا نصف سے کم معہ سر کے یا اُسکا ہاتھ یا سر پایا گیا تو اسمین اہل محلہ پر کچھ نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر محلہ مین جنین یا ساقط شدہ بچہ جسمین ضرب کا کچھ اثر نہین ہی - پایا گیا تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور اگر اُسمین چوٹ کا اثر ہو بحالیکہ اُسکی خلقت پوری ہو تو اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر خلقت ناقص ہو تو اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہی - اور اگر غلام یا مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا ایسا مملوک جو اپنی تھوڑی قیمت کے واسطے سعایت کر رہا ہی کسی محلہ مین مقتول پایا گیا تو اُنپر قسامت واجب ہوگی اور اہل محلہ کی مددگار برادری پر تین سال مین مقتول کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر بہائم یا سواری کے چوپایوں مین سے کوئی مقتول پایا گیا تو اسمین کچھ نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور کرایہ وغیرہ پر رہنے والے مالکوں کے ساتھ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قسامت مین داخل نہونگے یہ تبیین مین ہی - اور یہ قسامت اُن لوگون پر واجب ہوگی جنکو وہ زمین اول فتح کے وقت عطا ہوئی ہی اگر اُنمین سے کوئی باقی رہا ہو اور جنھون نے اُنسے خریدی ہی اُنپر واجب نہوگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی اور اگر اُنمین سے کوئی باقی نرہا ہو چنانچہ سب نے فروخت کر دی تو یہ قسامت اُسکے خریدنیوالے مالکون پر واجب ہوگی اور جو لوگ وہان کرایہ وغیرہ پر رہتے ہین اُنپر واجب نہوگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی کذا فی النہایہ مین ہی - اگر ایک محلہ مین جو اجاڑ و خراب ہو گیا ہی ایک شخص مقتول پایا گیا اور اُس محلہ مین کوئی نہین ہی اور اس محلہ سے قریب ایک محلہ آباد ہی اُسمین بہت لوگ ہین تو آباد محلہ کے لوگون پر دیت و قسامت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر چند لوگ تلوار باندھے ہوے باہم ملاقی ہوے پھر جب وہ لوگ جدا ہو گئے تو ایک مقتول وہان پایا گیا تو اسکی قسامت وغیرہ اہل محلہ پر ہوگی لیکن اگر وارثان مقتول نے ان لوگون پر جو تلوار باندھے تھے یا انمین سے کسی خاص آدمی پر اُسکے قتل کا دعوی کیا پس اگر اُنکے پاس گواہ ہون تو گواہون سے ثابت کرے اور اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور جبتک گواہ قائم نکرین تب تک ان لوگون پر بھی کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہی - اگر کسی شخص کے دار مین ایک مقتول پایا گیا تو دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور قسامت اُسپر اور اُسکی قوم پر واجب ہوگی اگر وہ لوگ حاضر ہون اور اگر وے لوگ نہون بلکہ غائب ہون تو قسامت اُسی شخص پر جو مالک دار ہی واجب ہوگی کہ مکرر اُسسے قسمین لی جاوینگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر مشتریون مین سے کسی کے دار مین مقتول پایا گیا تو اُسی پر قسامت اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی جیسے کہ محلہ مین ایسے لوگ ہون جنکو اول فتح مین وہ زمین عطا ہوئی ہی اور اُنمین سے

کسی کے دار مین کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت اُسی مالک دار پر ہوگی اور دیت اسی کی مددگار برادری پر ہوگی اور باقی ایسے لوگ جنکو اہل فتح مین یہ ملک ملی ہی اس قسامت سے بری ہونگے یہ محیط مین ہی- اور اگر ولی مقتول نے محلہ مین سے کسی خاص شخص پر قتل کا دعوے کیا پھر محلہ کے دو آدمیون نے مدعا علیہ پر دعوی مدعی کی گواہی دی تو بالاجماع اُنکی گواہی مقبول نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی- اگر ایک محلہ مین ایک شخص مقتول پایا گیا اور وارث مقتول نے غیر اہل محلہ مین سے کسی شخص پر دعوی کیا اور اس محلہ کے لوگون کے سواے دوسرے دو گواہون نے دعوی مدعی کی گواہی دی تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور اہل محلہ قسامت اور دیت سے بری ہوجائینگے اور اگر اس محلہ کے دو آدمیون نے جنمین مقتول پایا گیا ہی دعوی مدعی کی گواہی دی تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ انکی گواہی مقبول نہوگی لیکن اہل محلہ قسامت و دیت سے بری ہوجاوینگے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ مدعا علیہ پر قاتل ہونیکا حکم ہونے کے واسطے دونون کی گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی- پھر امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر ولی مقتول نے اُنمین سے جنسے قسم لیتا ہی دو گواہ اختیار کیے تو دونون سے فقط یہ قسم لیگا کہ ہمنے اُسکو قتل نہین کیا ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون اسطرح قسم کھا دین کہ ہمنے اُسکو قتل نہین کیا اور نہ ہمنے اُسکا کوئی قاتل سواے فلان شخص کے جانا ہی یہ کافی مین ہی- نوادر مین مذکور ہی کہ اگر کسی محلہ مین ایک شخص مقتول پایا گیا اور اہل محلہ نے زعم کیا کہ ہم مین سے ایک شخص نے اسکو قتل کیا ہی اور ولی مقتول نے اُنمین سے کسی خاص شخص پر دعوی نہین کیا تو قسامت و دیت سب اہل محلہ پر واجب ہوگی پھر امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قسم کی کیفیت یون ہوگی کہ اسطرح قسم لیجائیگی کہ واللہ ہمنے نہین قتل کیا اور نہ اسکا کوئی قاتل سواے فلان شخص کے ہمنے جانا ہی- اور یہی احوط ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر محلہ مین کوئی مقتول پایا گیا اور اہل محلہ نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے سواے ہمارے اسکو قتل کیا ہی اور اس امر پر سواے اپنے محلہ کے غیر لوگون کو گواہ کر کے پیش کیا تو اُنکی گواہی جائز ہوگی اور اہل محلہ قسامت و دیت سے بری ہونگے خواہ ولی مقتول نے یہ دعوی کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ ذخیرہ مین ہی- نوادر ہشام مین ہی کہ مین نے امام محمد رح سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر ایک محلہ مین ایک مقتول پایا گیا اور اولیاے مقتول نے ان لوگون پر دعوی کیا اور اہل محلہ نے گواہ پیش کیے کہ فلان شخص نے جو اُنکے محلہ کا نہین ہی اسکو قتل کیا ہی یا یہ شخص مجروح اس محلہ مین آیا اور گر کر مر گیا تو فرمایا کہ اہل محلہ دیت سے بری ہوجائینگے اور اگر اولیاے مقتول نے کسی خاص شخص پر قتل کا دعوی کیا اور اسپر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ فلان شخص نے اسکو قتل کیا ہی- تو فرمایا کہ مین اس گواہی کو قبول نکرونگا یہ محیط مین ہی- اگر ایک شخص ایک قبیلہ مین مجروح کیا گیا اور وہان سے اپنے لوگون مین اُٹھا لایا گیا پھر اس زخم سے مر گیا پس اگر چارپائی پر بیمار رہا یہان تک کہ مر گیا تو قسامت و دیت اُس قبیلہ پر واجب ہوگی اور اگر صاحب فراش نرہا ہو تو اسمین قسامت و دیت کچھ نہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین قسامت و دیت نہین ہی اور علی ہذا اگر ایک شخص کی پشت پر مجروح پایا گیا کہ وہ اُسکو اُسکے گھر کی طرف اُٹھائے لیے جاتا تھا پھر وہ ایک یا دو روز کے بعد مر گیا پس اگر وہ چارپائی پر بیمار پڑا رہا یہان تک کہ مر گیا تو اسکا جرم اُسپر ہوگا جو اسکو پیٹھ پر لادے ہوے تھا جیسا کہ اگر اُسکی پیٹھ پر مر جانے کی صورت مین حکم ہی اور اگر وہ چلتا پھرتا تھا تو لادنے والے پر کچھ نہوگا اور اسمین بھی امام ابو یوسف رح کا خلاف ہی یہ کافی مین ہی- اگر کسی محلہ یا قبیلہ مین مجروح کیا گیا اور وہان سے مجروح اُٹھایا گیا اور اسی زخم سے دوسرے محلہ مین آکر مر گیا تو قسامت و دیت اُسی محلہ والون پر ہوگی جسمین مجروح کیا گیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- جامع مین فرمایا کہ محلہ یا مسجد تین قبیلون نے اول فتح مین پایا ہی ایک قبیلہ بکر بن وائل اور وہ بیس آدمی ہین

دوم بنو قیس اور وے تیس آدمی ہین اور سوم بنو تمیم اور وے پچاس آدمی ہین پھر اس محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت تینون قبیلون پر تین تہائی واجب ہوگی یعنے ہر قبیلہ پر ایک تہائی واجب ہوگی اسی طرح اگر ایک قبیلہ مین صرف ایک ہی شخص ہو تو بھی تہائی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر یہ شخص ہر دو قبائل مین سے نہو بلکہ غیرون مین سے ہو لیکن ان دونون قبیلون مین سے ایک کا حلیف ہو تو دیت ان دونون قبیلون پر نصفا نصف ہوگی اور حلیف قبیلہ پر کچھ نہو گا۔ اور نیز جامع مین فرمایا کہ ایک محلہ کو اول فتح مین تین قبیلون نے عطیہ پایا اور اُسمین اُنھون نے ایک مسجد بنائی پھر ایک شخص نے جو ان تین قبیلون کے سوا سے غیر قبیلہ کا ہے ان تین قبیلون مین سے ایک قبیلہ کے سب گھر خرید لیے یہان تک کہ اس قبیلہ بائعہ مین سے کوئی نرہا پھر اس محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو دیت تین تہائی ہوگی جسمین سے ایک تہائی مشتری کی مددگار برادری پر اور دو تہائی باقی دونون قبیلون پر ہوگی اور اگر قبیلہ بائعہ کے مکانات خریدنے والا ہر دو قبیلہ باقیہ مین سے کوئی شخص ہو تو دیت ہر دو قبیلہ باقیہ پر نصفا نصف ہوگی اور اگر ان تینون قبیلون کے سوائے غیر قبیلہ مین سے ایک شخص نے دو قبیلون کے تمام گھر خرید لیے اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دیت مین سے نصف مشتری کی مددگار برادری پر ہوگی اور نصف باقی ایک قبیلہ کی مددگار برادری پر ہوگی۔ اور اگر کسی مشتری نے جو ان تینون قبیلون مین سے نہین ہے تینون قبیلون کے مکانات سب خرید لیے پھر اُسنے ایک قبیلہ کے سب مکانات اقوام متفرقہ کے ہاتھ فروخت کیے تو مقتول کی دیت مشتری اول پر ہوگی جب تک ان مکانون مین سے اُسکی کچھ ملک باقی رہے ہے اور اگر سب گھر خریدنے والے نے ایک قبیلہ کے گھر اُنھین لوگون کے ہاتھ فروخت کیے جنکے سابق مین یہ گھر تھے یا مشتری نے ساتھ بیع کا اقالہ کر لیا یا بغیر حکم قاضی کے بسبب عیب کے اُنکو واپس کر دیے پھر محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت مشتری کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اُسنے بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کیے ہون تو مشتری کی مددگار برادری پر نصف دیت اور جن لوگون کو گھر واپس کیے ہین اُنکی مددگار برادری پر نصف دیت ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر بازار یا جماعت کی مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی بشرطیکہ یہ بازار عام ہو یا سلطانی ہو اور اگر کسی قوم خاص کی مملوک ہو تو قسامت و دیت اُنھین پر واجب ہوگی۔ اور واضح ہو کہ مسجد سے جامع مسجد مراد ہے یا ایسی مسجد جماعت جو بازار مین عام مسلمانون کی ہے اور اگر مسجد محلہ مین پایا جاوے تو دیت و قسامت اہل محلہ پر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر شارع اعظم یعنے بڑے عام راستہ پر کوئی مقتول پایا گیا تو اُسمین قسامت کسی پر نہین ہے اور اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر مسجد الحرام مین بدون اسکے کہ لوگون کا مسجد مین ازدحام ہو یا عرفہ مین یا غیر عرفہ مین کوئی مقتول پایا گیا تو بغیر قسامت کے اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر زمین یا دار وقف مین جو چند معلوم لوگون پر وقف ہے کوئی مقتول پایا گیا۔ تو قسامت و دیت انھین معلوم لوگون پر واجب ہوگی اور اگر یہ زمین یا دار اخراجات مسجد کے واسطے وقف ہو تو ایسا ہے جیسے مسجد مین مقتول پایا گیا کہ اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مسجد کے وقف مین کوئی مقتول پایا گیا تو دیت بیت المال پر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر گانون مین ایک مقتول پایا گیا اور یہ اصل دہ گانون اقوام متفرقہ کی ملک ہے اُسمین مسلمان و کافر دونون مذہب کے مالک ہین تو گانون والون پر قسامت ہوگی مسلمان و کافر سب برابر ہین پھر انپر دیت واجب ہوگی سو جسقدر مسلمانون کے حصہ مین پڑے وہ اُنکی مددگار برادری پر ہوگی اور جسقدر ذمیون کے حصہ مین پڑے پس اگر اہل ذمہ کی مددگار برادری ہو تو اُسپر ورنہ ذمیون کے ذاتی مالون سے وصول کیجائیگی یہ مبسوط مین ہے۔

اور اگر مسلمانون کے محلہ مین کوئی مقتول پایا گیا اور اُنکے یہان کوئی ذمی اُترا ہوا تھا تو ذمی مذکور سے قسم نہ لیجائیگی یہ محیط سرخسی
مین ہے۔ اور اگر دو گانون یا دو کوچون کے بیچ مین کوئی مقتول پایا گیا تو مقتول سے جو قریہ و کوچہ زیادہ قریب ہو اُسی کے لوگون
پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جہان مقتول پایا گیا ہے وہان دونون گانون یا دونون کوچون کی آواز
پہونچتی ہو اور اگر نہ پہونچتی ہو تو کسی گانون والے پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ اگر دو گانون کے
بیچ مین مقتول پایا گیا کہ دونون کی زمین اور دونون کا رستہ ایک قوم کی ملک ہے کہ اپنی زمین و راستہ فروخت کرتے ہین تو دیت
عدد رؤس پر تقسیم ہوگی اور فرمایا کہ یہ امام محمد رح کا قول ہے۔ اور نیز منتقے مین ہے کہ اگر ایک گانون کی زمین مین ایک مقتول پایا گیا
حالانکہ وہ دوسرے گانون کی آبادی کے گھر سے قریب تر ہے پس اگر وہ زمین جسمین قتیل پایا گیا ہے مملوک ہو تو مالک ماخوذ ہوگا اور اگر مملوک
نہو تو جو گانون مقتول سے بہت قریب ہو اُس سے مواخذہ ہوگا۔ اور نیز منتقے مین ہے کہ امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک مقتول
دو گانون کے بیچ مین پایا گیا پس آیا اُسکا مواخذہ اُس گانون والون سے ہوگا جسکی آبادی مکانات سے زیادہ قریب ہے یا
زمین سے قریب والون سے مواخذہ ہوگا تو فرمایا کہ اگر اراضی اُنکی ملک نہو بلکہ صحرا کے مثل اُس گانون کی طرف منسوب ہو تو جسکی
آبادی سے قریب تر ہے اُس سے مواخذہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر دو گانون کے بیچ مین کوئی مقتول پایا گیا اور وہ دونون
گانون کے ٹھیک بیچ مین ہے۔ کہ دونون طرف فاصلہ برابر ہے اور ایک گانون مین ہزار آدمی مین اور دوسرے مین اس سے
کم ہین تو بالاتفاق اُسکی دیت دونون گانون پر نصفا نصف ہوگی۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایک مقتول تین دار کے
ٹھیک بیچ مین کہ سب سے اُسکا فاصلہ برابر ہے پایا گیا اور ایک دار تیمی کا اور دو دار ہمدانیون کے ہین تو دیت دونون پر
نصفا نصف ہوگی پس قریب کا اعتبار نکیا بلکہ قبیلہ کا اعتبار کیا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا اور ہنوز
قبضہ نہین ہوا ہے کہ اُسمین مقتول پایا گیا اور بیع مین کسی کے واسطے خیار نہین ہے تو بائع کی مددگار برادری پر دیت واجب
ہوگی اور اگر بیع مین خیار ہو تو قابض کی مددگار برادری پر ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ
اگر بیع مین خیار نہو تو مشتری کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر خیار ہو تو انجام کار وہ دار جسکا ہوجائیگا۔ اُسی کی
مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کے قبضہ مین دار ہو اور اُسمین ایک مقتول پایا گیا
تو مددگار برادری اُسوقت تک دیت کی ضامن نہوگی کہ جب تک گواہ یہ گواہی نہ دین کہ یہ دار اُسکی ملک ہے اور جب گواہون سے
یہ بات ثابت ہوجاوے تو ضامن ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص کے دار مین مقتول پایا گیا اور اُس دار مین اُسکے
خادم و غلام لوگ و آزاد لوگ ہین تو قسامت و دیت فقط مالک دار پر واجب ہوگی اُن لوگون پر کچھ نہوگا یہ اسبیجابی سے
تاتارخانیہ مین منقول ہے۔ اور اگر ملک مشترک مین مقتول پایا گیا تو مالکون پر قسامت و اُنکی مددگار برادری پر بحساب رؤس
مالکون کے دیت واجب ہوگی یعنی جو تعداد مالکون کی ہے دیت کے اُسیقدر برابر حصے ہونگے تعداد حصہ واجب نہوگی چنانچہ اگر ایک
شخص کا حصہ تہائی دار ہو اور دوسرے کا دو تہائی ہو تو دیت ہر ایک کی مددگار برادری پر آدھی آدھی واجب ہوگی اسیطرح
اگر چند اقوام کے درمیان ایک نہر مشترک ہو اور اسمین کوئی مقتول پایا جاوے تو اُسمین بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ جامع
مین فرمایا کہ ایک دار گیارہ آدمیون مین مشترک ہے جنمین سے دس آدمی قبیلہ بکر بن وائل کے ہین اور ایک آدمی بنو قیس
مین سے ہے پس اسمین ایک شخص مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت کے گیارہ جزو ہونگے اُسمین سے دس جزو بنی بکر بن وائل
کی مددگار برادری پر ہونگے اور ایک جزو بنو قیس کی مددگار برادری پر ہوگا اسیطرح اگر ایک بنی بکر کا ہو اور دو بنی قیس سے ہوں

۵ [illegible]

اور چاران سب مین تین تہائی ہو تو دیت تین تہائی ہوکر انکی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ حکم امام محمدؒ کا قول ہو جسکو امام محمد رہ نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہو اور امام ابویوسف رہ سے اسکے برخلاف روایت کیا ہو چنانچہ فرمایا کہ ایک دار ایک تیمی اور دو ہمدانیون مین مشترک ہی اسمین ایک مقتول پایا گیا تو نصف دیت تیمی پر اور نصف دیت دونون ہمدانیون پر واجب ہوگی - اور فرمایا کہ یہ حکم عدد قبائل پر ہی جسقدر قبائل ہون دیت کے اُسی قدر حصے مساوی کیے جاوینگے بمنزلہ دوگانون کے بیچ مین جہان سے دونون گانون کا فاصلہ برابر ہی ایک مقتول پایا گیا تو ہر گانون والون پر نصف دیت واجب ہوگی اور گانون والون کی تعداد پر لحاظ نکیا جائیگا اور ایسا ہی اگر ایک دار ایک تیمی اور چار ہمدانیون مین مشترک ہو اور اُسمین کوئی مقتول پایا گیا تو امام ابویوسف رہ کا قول ہو کہ دیت دونون پر نصفا نصف ہوگی اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ دیت کے پانچ حصے ہونگے یہ محیط مین ہی - منتقی مین ہی کہ امام محمد رہ نے امام ابویوسف رہ سے روایت کی کہ ایک دار مین دو آدمی رہتے کہ اُنکے سوائے تیسرا نہ تھا پھر اُنمین سے ایک مقتول پایا گیا تو امام ابویوسف رہ نے فرمایا کہ دوسرا اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ مین اُسکو دیت کا ضامن نکرونگا اسواسطے کہ شاید مقتول نے اپنے آپ کو خود قتل کر ڈالا ہو یہ خلاصہ مین ہی - ایک دار تین نفر مین مشترک ہی اُسمین ایک مقتول پایا گیا تو دیت ان سب کی مددگار برادری پر تین تہائی ہوگی اور قسامت بھی ان سب کے گروہ پر ہوگی پس ہر ایک کے گروہ مددگار برادری کے سولہ سولہ آدمی ہوے اور بطنے پچاس کی کسر مین دو آدمی سو ولی مقتول کو اختیار ہو چاہے جسکی مددگار برادری مین سے چھانٹ لے اور یہ اُسکو اختیار نہین ہو کہ سب پچاس کسی ایک نفر کی مددگار برادری سے چھانٹ لے یہ محیط مین ہی - ایک شخص اپنے دار مین مقتول پایا گیا تو امام اعظم رہ کے نزدیک اُسکی مددگار برادری پر اُسکی دیت اُسکے وارثون کے واسطے واجب ہوگی اور صاحبین رہ نے فرمایا کہ مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا - اور بنا بر قول امام اعظم رہ کے قسامت واجب ہونے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے یہ اختیار کیا ہو کہ ایسی صورت مین قسامت نہوگی یہ کافی مین ہی اور اگر مکاتب اپنے دار مین مقتول پایا گیا تو یہ بالاجماع ہدر ہی یہ سراج الوہاج مین ہو - اور اگر مکاتب اپنے مولیٰ کے دار مین مقتول پایا گیا تو اُسکی قیمت اُسکے مولیٰ پر تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی اسمین سے اُسکی کتابت کا مال ادا کیا جائیگا اور اُسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور جو کچھ باقی رہیگا وہ اُسکے وارثون کو اُسکی میراث ملیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر مکاتب کے دار مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ اُسکی دیت اور اپنی قیمت دونون مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرکے تین سال مین ادا کرے اور اسکو اُسکی مددگار برادری نہ اٹھاویگی یہ ظہیریہ مین ہی - اور آیا مکاتب پر قسامت واجب ہوگی سو یہ کتاب مین مذکور نہین ہی اور کچھ شک نہین ہو کہ بنا بر قول امام اعظم رہ و امام محمد رہ کے قسامت وجب ہوگی اور بنا بر قول امام ابویوسف رہ کے مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اُنکے دوسرے قول پر قسامت وجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر مکاتب کے دار مین اُسکا مولیٰ مقتول پایا گیا تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت اور مولیٰ کی دیت دونون مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر غلام اپنے مولےٰ کے دار مین مقتول پایا گیا تو اسمین کچھ واجب نہوگا - اور مشائخ رہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب غلام پر قرضہ نہو اور اگر غلام پر قرضہ ہو تو مولیٰ اُسکی قیمت اور مقدار قرضہ مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی - اسیطرح اگر غلام نے کسی پر کوئی جنایت کی پھر اپنے مولیٰ کے دار مین مقتول پایا گیا تو بھی یہی حکم ہی کہ مولے بطریق مذکور ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اگر غلام ماذون التجارۃ کے دار مین کوئی مقتول پایا گیا تو شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی کہ اگر اُسپر قرضہ نہو تو قسامت و

مولی پر اور دیت مولی کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ حکم قیاساً و استحساناً ہی اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو بھی صاحبین رح کے نزدیک یہی حکم ہی اور استحساناً امام اعظم رح کے نزدیک بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر غلام ماذون کے دار مین اُسکا مولی مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت مولی کی مددگار برادری پر واجب ہوگی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر دار رہن یا مرتہن مین غلام مرہون مقتول پایا گیا تو اُسکی قیمت مالک دار پر واجب ہوگی نہ مددگار برادری پر یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اگر کوئی شخص ایسے قرابت دار کے گھر مین مقتول پایا گیا جسکی گواہی مقتول کے حق مین مقبول نہین ہو سکتی ہی یا عورت اپنے شوہر کے دار مین مقتول پائی گئی تو اسمین قسامت و دیت لازم ہی اور میراث سے محروم نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر شہر مین ایک عورت کے مکان مین کوئی شخص مقتول پایا گیا حالانکہ اس گھر مین اُسکے قرابت وارون مین سے کوئی نہین ہی تو عورت مذکور سے مکرر پچاس قسمین لیجائینگی پھر جو قبیلہ اُسکی قرابت مین سب سے قریب ہو اُسپر مقتول کی دیت واجب ہوگی - اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور یہی قول امام محمد رح کا اور اول قول امام ابو یوسف رح کا ہی یہ شرح مبسوط مین ہی - اور اگر اُسکے عشیرہ مین سے یعنے خویش و یگانون مین سے وہان حاضر ہون تو قسامت مین اُسکے ساتھ شریک کیے جاوینگے یہ کفایہ مین ہی - اور اگر عورت کے گانون مین کوئی مقتول پایا گیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُس عورت پر قسامت واجب ہوگی مکرر اُس سے قسمین لیجاوینگی اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری وہ قبیلہ ہوگا جو نسب مین سب سے زیادہ اُسکا قریب ہو اور ہمارے متاخرین اصحاب نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دیت اُٹھانے مین مددگار برادری کے ساتھ یہ عورت بھی شریک ہوگی یہ کافی مین ہی - اور اگر نابالغ کے دار مین کوئی شخص مقتول پایا گیا تو بالاجماع یہ حکم ہی کہ اُسپر قسامت واجب نہوگی بلکہ قسامت و دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور مجنون کے دار مین بھی بالاجماع یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر یتیمون کے دار یا قریہ مین کوئی مقتول پایا گیا پس اگر اُنمین کوئی بالغ ہو تو اُسپر قسامت واجب ہوگی اور دیت ان سب کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر کوئی بالغ نہو تو قسامت و دیت ان سب کی مددگار برادری پر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ذمی کے دار مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسپر قسامت واجب ہوگی کہ اُس سے مکرر پچاس قسمین لیجاوینگی پھر جب اُسنے قسم کھالی پس اگر اُسکی مددگار برادری ہو کہ باہم ایسے معاملات مین مددگاری کرتے ہون تو دیت اُسکی مددگار برادری پر ہوگی ورنہ اُسکے مال سے واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص اپنے بیٹی و بیٹا کے دار مین جو دونون مین نصفا نصف مشترک ہی مقتول پایا گیا پھر ہر ایک نے دوسرے پر اُسکے قتل کا دعوی کیا تو پسر کے واسطے تہائی دیت دختر کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور دختر کی مددگار برادری پسر کی مددگاری ہوگی اور دختر کے واسطے اپنے بھائی کی مددگار برادری پر چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا - اور اگر پسر نے اپنی بہن کے شوہر پر باپ کے قتل کا دعوی کیا تو پسر کے واسطے کچھ واجب نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - مجموع النوازل مین ہی کہ اگر ایک شخص اپنے پسر کے گھر مین مقتول پایا گیا حالانکہ اُسنے اپنے مجروح ہونے کی حالت مین موت سے پہلے یہ کہا کہ مجھے فلان شخص نے قتل کیا ہی تو اُسنے پسر کی مددگار برادری کو دیت سے بری کر دیا لیکن اس سے جو اُسکے پسر پر لازم آیا ہی وہ باطل نہوگا اگر اہل عطا میں سے ہی تو پانچ درم یا اس سے کم - اور نیز مجموع النوازل مین ہی کہ اگر مہمان اپنے مہمان دار کے گھر مین مقتول پایا گیا تو اُسکا مواخذہ مالک مکان سے ہوگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر وہ علحدہ کوٹھری مین اُترا ہوا ہو تو دیت و قسامت کچھ نہوگی اور اگر مختلط ہو تو مالک مکان پر دیت و قسامت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر اپنے وارث کے مکان مین

مقتول پایا گیا اور اسکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی تو اس وارث کے واسطے مددگار برادری دیت نہ بھر یگی یہ خزانۃ المفتین
مین ہی - اگر ایک شخص ایک نہر مین جسمین پانی بہتا ہی مقتول پایا گیا پس اگر نہر عظیم ہو جیسے فرات وغیرہ پس اگر پانی اُس مقتول
کو بہائے لاتا ہو اور اس دریا کا نکاس دار الحرب سے ہو تو مقتول کا خون ہدر ہو گا خواہ وہ بیچ دھار مین بہتا ہو یا کنارے
بہتا ہو اور اگر دریا کا نکاس دار الاسلام سے ہو تو دیت بیت المال سے واجب ہو گی اور اگر مقتول مذکور بہتا نہو بلکہ کسی کنارہ لگا
ہوا ہو تو اُسکی دیت وہان سے جو گانون سب سے زیادہ نزدیک ہو اُسپر واجب ہو گی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جو گانون سب سے
زیادہ قریب ہو وہان کی آواز یہان تک پہونچتی ہو اور اگر آواز نہ پہونچتی ہو تو اُنپر بھی کچھ واجب نہو گا بلکہ فقط بیت المال پر اُسکی
دیت واجب ہو گی اور اگر نہر صغیر اقوام معروف کی ہو تو اصحاب نہر پر قسامت اور اُنکی مددگار برادریون پر اُسکی دیت واجب ہو گی
یہ ذخیرہ مین ہی - اور نہر صغیر و کبیر مین یہ فرق ہی کہ جس نہر سے استحقاق شفعہ ثابت ہوتا ہی وہ صغیر ہی - اور جس سے استحقاق شفعہ
ثابت نہو وہ کبیر ہی جیسے فرات وغیرہ جیسا کہ کتاب الشفعہ مین معلوم ہو چکا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر کشتی مین کوئی
مقتول پایا گیا تو کشتی کے سوار لوگ و ملاح لوگ جو اُسمین ہین سب پر قسامت واجب ہو گی - اور یہ لفظ ارباب کشتی کو
بھی شامل ہی حتے کہ جو ارباب اُسمین موجود ہین سب پر قسامت واجب ہو گی اور سکان پر اور جو اُسکو کھینچتے ہین اُنپر واجب ہو گی
اور اسمین مالک وغیر مالک سب یکسان ہین - اور گردون کا بھی یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین ہی - اگر ایک سواری کے چوپایہ پر
ایک شخص مقتول پایا گیا اور جانور مذکور کے ساتھ سائق یا قائد یا راکب ہی تو مقتول کی دیت اُسی کی مددگار برادری پر ہو گی
اہل محلہ پر نہو گی اور اگر سائق و قائد و راکب سب اس جانور کے ساتھ ہون تو سبھون پر دیت واجب ہو گی اور یہ شرط نہین ہی
کہ یہ لوگ جانور مذکور کے مالک ہون بخلاف دار کے کہ دار مین یہ شرط ہی اور اگر جانور سواری کے ساتھ کوئی نہو صرف اُسپر
مقتول پایا گیا تو جس محلہ مین چوپایہ پر وہ مقتول پایا گیا ہی اس محلہ والون پر دیت و قسامت واجب ہو گی یہ تبیین مین ہی
اگر ایک سواری کا جانور مقتول کو لادے ہوے دو گانون کے بیچ مین ہو کر گذرا تو جو گانون وہان سے بہت قریب ہی
اُسپر دیت و قسامت واجب ہو گی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب اس سب سے قریب والے گانون
کو آواز یہان کی پہونچتی ہو اور اگر اتنا فاصلہ ہو کہ یہان کی آواز وہان والون کو نہ سنائی دیتی ہو تو اُنپر کچھ واجب نہو گا یہ کافی
مین ہی - اگر بیابان مین کوئی مقتول پایا گیا پس اگر وہ زمین کسی کی ملک ہو تو مالک پر قسامت و دیت اُسکی مددگار برادری
پر واجب ہو گی اور اگر کسی کی ملک نہو پس اگر کسی آبادی تک وہان کی آواز سُنائی دیتی ہو تو اُنھین پر قسامت واجب ہو گی
اور اگر وہان کی آواز کہین نہ سُنائی دیتی ہو پس اگر اُس جنگل سے مسلمانون کو جلانے کی لکڑیان یا ہری یا سوکھی گھاس کی منفعت
ہو تو دیت بیت المال سے واجب ہو گی اور اگر اُس سے مسلمانون کی منفعت بھی منقطع ہو تو مقتول کا خون ہدر ہو گا - اسیطرح
جس میدان جنگل مین جسکے قریب آبادی نہو مقتول پایا جاوے اُسکا بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور منتقی مین ہی کہ اگر
چھوٹے یا بڑے پل پر کوئی مقتول پایا گیا تو بیت المال پر اُسکی دیت ہو گی اور نیز منتقی مین ہی کہ اگر مثل شہر ابو جعفر کے خندق مین
کوئی مقتول پایا گیا تو یہ بمنزلہ بڑے راستے کے ہی کہ جو محلہ وہان سے سب سے زیادہ قریب ہو گا اُسی پر قسامت و دیت واجب
ہو گی یہ محیط مین ہی - اور اگر لشکرگاہ مین کوئی مقتول پایا گیا حالانکہ یہ لوگ ایک جنگل بیابان مین اُترے ہین جو بیابان
کسی کی ملک نہین ہی پس اگر چھوٹی چھولداری یا بڑے خیمہ مین پایا گیا تو قسامت و دیت اُسی پر واجب ہو گی جو اُسمین
رہتا ہی اور اگر اُس سے باہر پایا گیا اور یہ لوگ ہر ہر قبیلہ جدا جدا اُترے ہین تو اُس قبیلہ پر واجب ہو گی جسمین وہ مقتول

پایا گیا ہی اور اگر دو قبیلون کے بیچ مین پایا گیا تو جو مقتول سے نزدیک ہو اُسپر واجب ہوگی اور اگر فاصلہ برابر ہو تو دونون قبیلون پر واجب ہوگی یہ تبیین مین ہی- اور اگر ایک جگہ سب مجتمع مختلط اُترے ہون پس اگر کسی شخص کے خیمہ یا بڑے خیمہ مین پایا گیا تو خیمہ والے پر دیت و قسامت واجب ہوگی اور اگر خیمون سے باہر پایا گیا تو تمام اہل لشکر پر واجب ہوگی یہ محیط مین ہی (یعنی ہو ثواری ۱۲) اور اگر لشکر کسی شخص کی زمین مملوکہ مین ہو تو اُسی پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر اہل لشکر اپنے کافرون دشمنون سے ملاقی ہوئے ہون پھر جب جدا ہوے تو ایک مسلمان مقتول پایا گیا تو مقتول کے واسطے قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی اگرچہ یہ معلوم نہو کہ اُسکو کسنے قتل کیا ہی- اسی طرح اگر دونون گروہ مسلمان ہون لیکن ایک گروہ باغی ہو اور دوسرا عادل ہو اور اہل عدل مین سے ایک شخص اُنکے جدا ہونے کے بعد مقتول نظر آیا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ اُسکو کسنے قتل کیا ہی تو اُسکے واسطے دیت و قسامت واجب نہوگی یہ محیط مین ہی- اور اگر قیدخانہ مین مقتول نظر آیا تو دیت بیت المال پر واجب ہوگی اور بنا بر قول امام ابویوسف رح کے دیت و قسامت قیدخانہ والون پر واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہی- اور اگر خالی گھر مین قفل لگا ہوا ہو پھر اُسمین کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت مالک مکان کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور یہ امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف و امام محمد رح سب کا قول ہی کذا فی المحیط

سولہوان باب - معاقل کے بیان مین - معاقل جمع معاقلہ بمعنی دیت ہی کذا فی الہدایہ - عاقلہ اُن لوگون کو کہتے ہین جو دیت ادا کرتے ہین اور دیت کو عقل و معقل اسوجہ سے کہتے ہین کہ وہ خونریزی سے روکتی ہی یہ کافی مین ہی- ہر شخص کے عاقلہ ہمارے نزدیک اُسکے اہل دیوان ہوتے ہین کذا فی المحیط- اور اہل دیوان اہل رایات ہین یعنے وہ لشکری لوگ جنکے نام دیوان مین لکھے ہین یہ ہدایہ مین ہی- اگر قاتل اہل دیوان مین سے ہو پس اگر غازی ہو اور اُسکا دیوان ہو کہ وہان سے لڑائی کے واسطے روزینہ پاتا ہو تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہونگے جو غازیون مین سے اُسکے دیوان مین درج ہین اور اگر وہ کاتب ہو اور اُسکا دیوان ہو کہ اُسمین سے روزینہ پاتا ہی تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہونگے جو دیوان کتابت سے روزینہ پاتے ہین بشرطیکہ باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہون- اور اگر اُسکا دیوان نہو تو اُسکے مددگار لوگ اُسکے عاقلہ ہونگے پس اگر اُسکی مدد از جانب محلات و دیہات ہو تو دیت اُنپر ڈالی جائیگی اور اگر قاتل گانون کا رہنے والا ہو اور اُسکی مدد اہل دیہہ سے ہو تو دیت اُنھین پر ڈالی جائیگی یہ محیط مین ہی- اور حاصل یہ ہی کہ اس معاملہ مین اعتبار باہمی مددگاری کا اور بعض کا بعض کے کام آنے کا ہی پس اگر اہل محلہ و اہل بازار و اہل دیہہ و خویشان و یگانگان باہم ایسے ہون کہ اگر ایک پر کچھ مصیبت پڑے- تو سب اُسکی مددگاری و کفایت کار مین شریک ہو جاتے ہون تو ویسے لوگ عاقلہ ہونگے ورنہ اگر اُسکی مددگار اہل دیوان اور خویشان و یگانگان اور اہل محلہ و اہل بازار ہون تو اہل دیوان کو ترجیح ہوگی پس اگر اہل دیوان نہون تو خویشان و یگانگان اولی ہین پھر اُسکے بعد اہل محلہ و بازار مددگار قرار دیے جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر بعض مددگار بعض نہون تو اُسکے عاقلہ وہ خویش و یگانہ ہونگے جو اُسکے باپ کی طرف کے رشتہ دار ہین کذا فی المحیط- اور دیت ان لوگون پر تین سال مین پھیلائی جائیگی کہ ہر واحد سے ہر سال مین سوا ایک درم کے یا ایک درم و تہائی درم کے نلیا جائیگا اور پوری دیت مین سے تین سال مین ہر واحد پر تین درم یا چار درم سے زیادہ نلیا جائیگا- اور اگر پورے قبیلہ مین پھیلانے سے پیچ تا نہ پڑتا ہو یعنے اسقدر گنجائش نہو تو اس قبیلہ کے ساتھ اُسکے نسبی قبائل مین سے جو سب سے قریب ہو وہ ملایا جائیگا پھر (یعنی مین مثلاً تین مین تین یا کم دیدے یا چار درم ہو جاوین ۱۲) بھی اگر پورا نہ پڑے تو دوسرا جو باقی سب سے قریب ہی وہ ملایا جائیگا اسی طرح عصبات کی ترتیب سے قریب بقریب

ملائے جاوینگے کہ پہلے بھائی پھر اُنکی اولاد پھر چچا پھر اُنکی اولاد ملائے چلے جاوینگے اور رہے آبا و ابنا یعنی باپ و دادا و پردادا
وغیرہ و بیٹا و پوتا و پرپوتا وغیرہ سو بعض نے فرمایا کہ یہ لوگ داخل کیے جاوینگے اور بعض نے فرمایا کہ نہین داخل کیے جاوینگے
یہ کافی مین ہی۔ اور خاوند اپنی جورو کا عاقلہ نہین ہوتا ہی اسی طرح جورو بھی خاوند کی عاقلہ نہین ہوتی ہی اور بیٹا اپنی مان کا عاقلہ
نہین ہوتا ہی الا اُس صورت مین ہوتا ہی کہ جب اُسکی مان کا شوہر یعنے اُسکا باپ اُسکی مان کے باپ کی طرف سے نسبی رشتہ دارون
مین سے ہو یہ محیط مین ہی۔ پھر قاتل بھی ایک عاقلہ مین سے ہوتا ہی کہ جو ہر ایک پر عاقلہ مین سے لازم آتا ہی وہی اُسپر بھی
لازم آویگا یہ ہمارے نزدیک ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور عورتون و ذریات مین سے جسکے نام عطیہ دیوان مین لکھا ہو اُسپر
یعنے تین یا چار درم تین سال مین ۱۲
عقل لازم نہین ہی اور سعلی ہذا اگر قاتل کوئی لڑکا نابالغ یا عورت ہو تو ان دونون پر دیت مین سے کچھ واجب نہوگا
یہ کافی مین ہی۔ اور مجنون و غلامون و باندیون سے کچھ نہ لیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر عاقلہ قلیل ہون یہان تک
کہ ہر ایک کے حصہ مین تین سال مین چار درم سے زیادہ آتے ہوان تو دوسرے دیوان مین سے جو اقرب ہون وہ ملائے
جاوینگے اور اس شہر کے دیوان مین سے جو اقرب ہون وہ بہ نسبت ابعد کے اولی ہین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور قاتل کے دیوان
سے اقرب وہ دیوان ہوگا جو قائد اس دیوان کا ہووے اُس دیوان کے قائد کے ہاتھ سے جسمین قاتل کا نام درج ہی۔
پھر اگر اس شہر کے اقرب دیوان کو قاتل کے دیوان سے ملانے سے کافی نہوا تو اس شہر کے ابعد دیوان کو دیوان قاتل و اقرب
کے ساتھ ملاوینگے اور دیوان ابعد وہ ہی جسکا قائد اُس قائد کے ہاتھ سے نہو جسمین قاتل کا نام درج ہی بلکہ اُسکا قائد والی ملک کے
ہاتھ سے ہو پھر اگر ابعد دیوان کے ملانے سے بھی کافی نہوا تو اُسکے خویش جو باپ کی طرف سے ہین ملائے جاوینگے۔ اور اگر اس
شہر کے دیوانون مین سے ایک دیوان اقرب بدیوان قاتل ہو لیکن یہ لوگ اجنبی ہون اور ایک دیوان ابعد از دیوان قاتل ہو
لیکن وے لوگ اُسکے خویش ہین اور باپ کی جانب سے خویش ہین تو دیوان قاتل کے ساتھ اقرب دیوان کے لوگ
ملائے جاوینگے اگرچہ وہ لوگ اجنبی ہون یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دو دیوان از راہ قرب کے برابر ہون اور ایک دیوان قاتل
کے باپ کی جانب سے خویش ہین اور دوسرے مان کی جانب سے خویش ہین تو اُسکے ساتھ اُسکے خویشون کا دیوان ملایا جائیگا
اور نسب کی راہ سے ترجیح کا اعتبار ہوگا اور ترجیح پہلے تو قربت دیوان کی راہ سے معتبر ہوگی اور جب اس قرب مین برابر ہون
تو نسب کی راہ سے ترجیح معتبر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور شیخ ابوجعفر سے منقول ہی کہ اگر قاتل ایسا شخص ہو جسکا نام دیوان مین
درج ہی اور اُسکے اقربا کے بھی دیوان ہون تو اُسکی مددگاری دیت ادا کرنے مین اُسکے اُن خویشون پر ہوگی جو اُسکے دیوان مین
ہین پس اگر یہ کافی نہون تو اُسکے سب اقرباؤن پر ہوگی خواہ اُسکے دیوان مین سے ہون یا غیر دیوان مین سے ہون۔ اور
اگر قاتل کا نام دیوان مین درج نہو لیکن اُسکے اقربا کا نام دیوان مین درج ہو تو اُسکی دیت ادا کرنے کی مددگاری اُسکے اُن اقربا کے
دیوانیان پر ہوگی جنکا رشتہ قاتل سے بہت قریب ہی پس اگر کافی نہون تو اُسکے سب اقربا پر ہوگی۔ اور اگر قاتل کا نام دیوان
مین درج نہو لیکن اُسکے بعضے اقارب کا نام دیوان شہر مین درج ہو اور بعض کا نام درج نہو اور وہ لوگ دیہات مین رہتے ہون
تو دیکھا جائیگا کہ اگر قاتل بھی دیہ مین رہتا ہو تو اُسکی مددگاری اُن اقاربون پر ہوگی جو دیہات مین رہتے ہین اور اگر یہ لوگ
کافی نہون تو اُسکی مددگاری مین اُسکے خویشان دیہاتی بھی و شہری جنکا نام دیوان مین درج ہی شامل کیے جاوینگے پھر
اگر کچھ مال زائد رہے تو خاص قاتل کے مال سے دیا جائیگا اور اگر قاتل شہر مین رہتا ہو تو اُسکی مددگاری مین وہ لوگ لیے
جاوینگے جو شہر مین ہین کہ اُنکا نام دیوان مین درج ہی پھر اگر کفایت نہ کرے تو باقی خاص اُسکے مال سے دیجائیگی اور اُسکے

ان قرابت دارون پر جو دیہات مین رہتے ہین کہ انکا نام دیوان مین درج نہین ہی کچھ دیت کا حصہ واجب نہوگا - اور اگر اُسکا اور اُسکے قرابت دارون کا دیوان نہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر وہ اہل حرفہ سے مدد لیتا ہو تو اُسکی مددگاری اہل حرفہ پر واجب ہوگی اور جو کچھ زائد ہو وہ خاص اُسکے مال سے دلائی جائیگی اور اگر اہل محلہ سے مددگاری لیتا ہو تو اُسکے جرم کی دیت کی مددگاری اہل محلہ پر ہوگی اور باقی اپنے مال سے دیگا اور اگر اہل شہر سے مدد لیتا ہو تو اُسکی مددگاری اہل شہر پر ہوگی یہ محیط مین ہی - اور جن لوگون کا نام دیوان مین درج نہین ہی جیسے شہر سے باہر دیہاتی لوگ وغیرہ تو انکی باہمی مددگاری باعتبار نسب کے ہوگی اگرچہ اُنکے رہنے کے ٹھکانے دور دور اور دیہات مختلفہ ہون یہ مبسوط مین ہی - اور اگر دیہاتی آدمی شہر مین اُترا اور اُسکا گھر شہر مین نہین ہی تو اہل مصر جنکو دیوان سے عطیہ ملتا ہی وہ اُسکی مددگاری مین دیت ادا نکرینگے جیسے کہ شہری لوگون مین سے اگر کوئی شخص دیہات مین گیا ہو تو دیہاتی لوگ اُسکی مددگاری ادائے دیت مین نکرینگے یہ کافی مین ہی - اور جس شخص کے قرابت دار نہون اور نہ اُسکا نام دیوان مین درج ہو تو امام ابو حنیفہ رح سے روایت ہی کہ اُسکی دیت اُسکے مال سے دیجائیگی اور اسیکو عصام رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور ظاہر الروایۃ کے موافق بیت المال پر واجب ہوگی اور اسی پر فتوی ہی - اسکو صدر الشہید حسام الدین رح نے ذکر کیا ہی یہ سراجیہ مین ہی - اور کتاب الولاء مین ذکر فرمایا کہ بیت المال ایسے شخص کی طرف سے دیت نہین ادا کرتا ہی جسکے خویش موجود ہون یا وارث ہو خواہ وارث مذکور مستحق میراث ہو مثلاً آزاد مسلمان ہو یا نہو مثلاً کافر یا غلام ہو حتے کہ فرمایا کہ اگر حربی مستامن نے ایک مسلمان غلام خریدا پھر اُسکو آزاد کر دیا پھر مستامن مذکور دار الحرب کو لوٹ گیا پھر وہان مسلمانون کے ہاتھ قید ہو کر دار الاسلام مین لایا گیا پھر غلام آزاد کردہ شدہ مرگیا تو اُسکی میراث بیت المال مین رہیگی اسواسطے کہ اُسکا آزاد کرنے والا رقیق ہی اور اگر اس غلام آزاد شدہ نے جنایت کی تو ادائے دیت مین اُسکی مددگاری اُسی پر ہوگی بیت المال پر نہوگی کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہی یہ نہایہ مین ہی - اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ متاخرین نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ سوائے عرب کے باقی ملک عجم کے واسطے عاقلہ نہین ہی اور یہی قول فقیہ ابوبکر بلخی اور ابو جعفر ہندوانی کا ہی اسواسطے کہ عجم نے اپنے انساب کی حفاظت نہین رکھی ہی اور نہ باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہین اور نہ اسکے واسطے دیوان ہی اور دیت کا بار دوسرے غیر پر ڈالنا عرب کے حق مین برخلاف قیاس ثابت ہوا ہی کہ اُنھون نے اپنے نسبون کو ضائع نہین کیا ہی اور باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہین پس عجم لوگ اُنکے ساتھ نہین ملائے جاوینگے - اور بعض نے فرمایا کہ عجم کے واسطے بھی عاقلہ ہی وقت باہمی مدد کی ضرورت کے اور کسی کے ساتھ لڑائی کرنے کے شریک ہوتے ہین جیسے مرو کے موزہ دوز اور ٹھٹھیرے اور بخارا کے دریبہ و کلاباد کے بڑھئی پس اگر انمین سے کسی نے خطا سے قتل کیا اور دیت واجب ہوئی تو اُسکے اہل محلہ و دیہاتی عزیز اُسکے عاقلہ ہونگے اور یہی حال طالب علمون کا ہی اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی رح نے اور بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہی - اور امام ظہیر الدین مرغینانی فقیہ ابو جعفر کا قول اختیار کرتے تھے اسواسطے کہ باہمی مددگاری برادرانہ کا اعتبار ہی اور موزہ دوزون و طالب علمون وغیرہ کا جمع ہوجانا کچھ اسواسطے نہین ہی پس انپر یہ واجب نہوگا کہ غیر کا بار اپنے ذمہ برداشت کرین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور ایک شہر کے لوگ دوسرے شہر کے لوگون کی دیت ادا کرنے مین مددگاری نکرینگے جبکہ ہر اہل شہر کے واسطے علیحدہ دیوان ہو اور اگر اُنمین باہمی مددگاری باقتضاء نزدیکی سکونت کے ہو تو دوسرے شہر کے بہ نسبت اہل شہر زیادہ قریب ہین کذا فی الہدایہ اور اگر اُسکے دو بھائی ایک مان و باپ سے ہون اور ایک کا دیوان کوفہ مین اور دوسرے کا بصرہ مین ہی تو ایک بھائی دوسرے کا عاقلہ نہوگا بلکہ اُسکے عاقلہ اُسکے دیوان

کے لوگ ہونگے یہ مبسوط مین ہی۔ اور ہر شہر والے کے عاقلہ اُسکے اہل سواد و دیہاتی ہونگے اور جسکا گھر بصرہ مین ہو اور اُسکا نام کوفہ کے دیوان مین درج ہو تو اہل کوفہ اُسکے عاقلہ ہونگے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے خطا سے قتل کیا اور اُسکا مرافعہ برسون قاضی کے سامنے نہوا پھر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو قاضی قاتل کی مددگار برادری پر تین سال مین دیت ادا کرنیکا حکم دیگا کہ جس روز سے قضیہ فیصل ہوا ہی اُسدن سے تین سال مین ادا کیجاوے پس اگر اُسکے عاقلہ اُسکے اہل دیوان ہون تو اُنکے عطیات مین مال دیت دینے کا حکم جاری کریگا اور ایک تہائی اُنکے اول عطاء مین قرار دیگا کہ جو اول عطاء بعد اس حکم کے ہوا اُسمین سے ایک تہائی دیت وہ لوگ ادا کرین اگرچہ قتل اور اُسکا قضیہ فیصل ہونے مین اور اُنکے عطیات ملنے مین فقط ایک مہینہ یا اس سے بھی کم ہو۔ اور دوسری تہائی کے واسطے حکم دیگا کہ جب دوسرا عطیہ وصول ہو خواہ سال گذر جانے اور دیر ہو جانے کے بعد وصول ہو یا سال سے پہلے وصول ہو جاوے اور اسی طرح تیسری تہائی کے واسطے بھی یون ہی حکم کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر بعد فیصلہ مقدمہ قتل کے قاتل کے اہل دیوان کو اُنکا عطیہ تین سال کا پیشگی ایکبارگی عطا کیا گیا تو پوری دیت اس سب عطیہ مین سے فی الحال وصول کر لیجائیگی۔ اور اگر عاقلہ کا عطیہ جو حکم دیت جاری ہونے سے پہلے کا تھا بعد فیصلہ مقدمہ کے عطا ہو تو اُسمین سے کچھ دیت نہ لیجائیگی بلکہ بعد حکم دیت کے جو عطایا واجب ہون جب وہ وصول ہون تو اُنمین سے دیت لیجائیگی اور اگر ہر شش ماہی مین عطیہ ملتا ہی تو اُسمین چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا اور اگر ہر چار ماہ کے بعد ملتا ہی تو اُسمین نوان حصہ دیت واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر قاتل کے عاقلہ مددگار برادری اہل رزق ہون جنکو روزینہ ماہواری ملتا ہی تو اُنکے روزینہ مین سے دیت ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا پس اگر دیت ادا کرنے کا حکم ہونے سے پہلے مہینون کا روزینہ وصول ہوا تو اُسمین سے کچھ نہ لیا جائیگا اور اگر حکم دیت ہونے کے بعد مہینون کا روزینہ وصول ہوا تو اُسمین سے بقدر حصہ کے دیت لیجائیگی پس دیکھا جائیگا کہ اگر اُنکو ماہواری روزینہ ماہ بماہ وصول ہوتا ہی تو ہر مہینہ کے روزینہ مین سے چھتیسوان حصہ لیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر قاضی کے حکم دینے کے ایک یا دو روز کے بعد روزینہ وصول ہوا تو اس مہینہ کے روزینہ کے بقدر ایک ماہ کے حصہ کی دیت لیجائیگی۔ اور اگر اُسکی مددگار برادری کے واسطے ماہواری روزینہ (مثلاً یا زیادہ) اور سالانہ عطیہ مقرر ہو تو اُنکے عطیات مین سے دیت دینا لازم کیا جائیگا روزینہ مین سے دینا لازم نکیا جائیگا یہ کافی مین ہی۔ اور رزق وعطاء مین فرق یہ ہی کہ رزق وہ ہی جو لوگون کے واسطے بقدر حاجت و کفایت کے کہ اُسکو روزانہ مہینہ مین کافی ہو بیت المال سے مقرر کیا جاتا ہی اور عطیہ وہ ہی کہ سالانہ مقرر کیا جاتا ہی بلحاظ تنگی و تکلیف در باب قرضہ کے نہ بلحاظ حاجت و کفایت کے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر قاتل اہل کوفہ مین سے ہو اور وہان اُسکا عطیہ تھا مگر اُسپر دیت کی ڈگری نہوئی یہان تک کہ اُسکا دیوان بصرہ مین بدل گیا تو اہل بصرہ مین سے اُسکے عاقلہ پر دیت ادا کرنے کی مددگاری واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اُسکے عاقلہ کوفہ پر تین سال مین دیت ادا کرنے کا حکم ہو گیا ہو اور اُس سے تہائی دیت لیگئی ہو یا نہ لی گئی ہو پھر اُسکا نام بدل کر اہل بصرہ کے دیوان مین داخل کیا گیا تو دیت ادا کرنے کی مددگاری اہل کوفہ پر رہیگی اور اہل بصرہ کی طرف تحویل نکیجائیگی لیکن بصرہ کے قاتل کے عطیہ سے اُسکا حصہ دیت کے لیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکا مسکن کوفہ مین ہو اور اُسکا کچھ عطیہ نہو اور اُسنے خطا سے کسی کو قتل کیا اور ہنوز اُسپر قاضی کا حکم نہین ہوا تھا کہ اُسنے کوفہ چھوڑ کر بصرہ مین وطن اختیار کیا تو اُسکے عاقلہ بصرہ پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور اگر اُسکے عاقلہ کوفہ پر دیت کا حکم ہو گیا ہو پھر اُسنے کوفہ چھوڑ کر بصرہ مین وطن اختیار کیا تو عاقلہ کوفہ سے دیت منتقل نہوگی۔ اسی طرح اگر دیہاتی نے قتل کیا (یعنے خطا سے ۱۲) اور حکم دیت ہونے سے پہلے وہ شہر مین رہنے لگا اور اُسکا نام دیوان مین

درج ہوگیا تو اہل دیوان اُسکے عاقلہ ہوکر دیت مین مددگار ہونگے اور اگر اُسکے دیہاتی عاقلہ پر دیت کا حکم ہوجانے کے بعد وہ شہر
مین آکر دیوان مین درج ہوا تو عاقلہ دیہات سے دیت منتقل نہوگی یہ کافی مین ہے۔ اگر بدوی نے کسی شہری کو خطا سے قتل کرڈالا
تو اُسکے خویش و برادری مین سے وہین سو اونٹ جو اُسپر واجب ہوے ہین جمع کیے جاوینگے اور اُسکے شناسا لوگ اِسکو جمع
کرینگے پھر ولی مقتول کو حکم دیا جائیگا کہ اُنھین کے مقامات سکونت مین جاکر اُنسے یہ مقدار دیت وصول کرلے یہ محیط مین ہے
اور اگر کسی بدوی نے کوئی جنایت کی اور ہنوز اُسکی بابت حکم نہین ہوا تھا کہ امام المسلمین نے اُسکو و اُسکی قوم کو بادیہ سے منتقل
کراکے شہر مین بسایا اور اُنکا عطیہ دینار مقرر کیے پھر مقدمہ جنایت قاضی کے پاس پیش ہوا تو قاضی اُنپر دیت مین دینار دینے کا
حکم دیگا اونٹون کا حکم ندیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر اُنپر سو اونٹ کا حکم ہوگیا ہو پھر امام المسلمین نے اُسکو اور اُسکی قوم کو منتقل
کراکے اُنکا عطیہ دینار مقرر کیے تو اُنسے اونٹون یا اُنکی قیمت کا مواخذہ کیا جائیگا اور اگر سواے عطیہ کے اُسکا کچھ مال نہو تو اونٹون
کی قیمت اُنکے عطیات سے لیجائیگی خواہ قیمت کم ہو یا زیادہ ہو یہ شرح مبسوط مین ہے۔ اور اگر کوفہ کے اہل عطا مین سے
ایک شخص نے جنایت کی اور اُسکی مددگار برادری پر جنایت کی دیت کا حکم ہوگیا پھر اُسکی قوم مین ایک قوم دیہاتی یا شہری
جنکا عطیہ مقرر نہین ہے مل گئی تو اُسکی قوم کے ساتھ یہ لوگ بھی مددگاری مین داخل کیے جاوینگے اور جسقدر ادا کیا ہے اور جسقدر
باقی ہے سب مین شامل کیے جاوینگے۔ اور اس معاملہ سے پہلے اگر کوئی دیت اُنھون نے ادا کی ہو تو اُسمین یہ لوگ جو شامل ہوے ہین شامل نہ
کیے جاوینگے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے قتل بخطا کا اقرار کیا اور قاضی کے پاس مرافعہ نکیا گیا الا بعد چند سال کے تو قاضی
اُسکے مال سے روز حکم سے تین سال مین دیت ادا کرنے کا حکم دیگا اور اگر قاتل و وارث مقتول دونون نے باتفاق بیان کیا
کہ فلان شہر کے قاضی نے گواہون کی گواہی پر اسکے کوفہ کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا تھا اور مددگار برادری نے اِن
دونون کے قول کی تکذیب کی تو مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور اُسکے مال مین سے اُنکا کچھ نہوگا الا اُس صورت مین
کہ اِسکا عطیہ اُنکے ساتھ ہو تو اُسپر بقدر اسکے حصہ کے لازم ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور معاقل مین ذکر فرمایا کہ ایسے قتل کے
گواہ جس سے مددگار برادری پر دیت واجب ہوتی ہے مددگار برادری کی غیبت مین مقبول نہونگے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص
نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ اُسنے فلان شخص کو خطا سے قتل کیا ہے پھر وارث مقتول نے گواہ قائم کیے کہ مدعا علیہ نے اِسکو
قتل کیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور مدعا علیہ کا اقرار قبل ایسی گواہی کے قبول کیے
جانے سے مانع نہین ہے۔ اسواسطے کہ گواہی سے وہ بات ثابت ہوتی ہے جو باقرار مدعا علیہ ثابت نہ تھی اور اسکے نظائر بہت ہین
یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر ولی مقتول نے بعد اقرار مدعا علیہ کے بیان کیا کہ مین کوئی گواہ نہین جانتا ہون پس
میرے واسطے دیت کا حکم قاتل کے مال سے جاری کردے پس قاضی نے مال مقر سے دیت دینے کا حکم دیدیا پھر وارث مقتول
نے گواہ پائے اور چاہا کہ دیت کو عاقلہ پر منتقل کراوے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا۔ اور اگر ولی نے کہا کہ ابھی حاکم دیت کا
مال قاتل پر حکم نہ دے شاید مجھے گواہ دستیاب ہوجاوین پس قاضی نے حکم مین تاخیر کی پھر وارث مذکور نے گواہ پائے تو
قاضی اُنکی گواہی پر مددگار برادری پر دیت کا حکم دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور مملوک آزاد شدہ کا عاقلہ اُسکے مولی کی مددگار برادری
ہے اور مولی الموالات کی مددگار برادری اُسکا مولے اور مولی کا قبیلہ ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ایک عورت آزاد ہو اور وہ بنی
تمیم کی موالاۃ ہو اور اسکا خاوند اہل ہمدان مین سے ایک شخص کا غلام ہو پھر اُسکے ایک لڑکا پیدا ہوا تو اُس لڑکے کے عاقلہ
اُسکے مان کے عاقلہ ہین اور اگر لڑکے نے کوئی جنایت کی اور ہنوز قاضی نے اُسکی دیت کا حکم نہین دیا ہے کہ اُسکا باپ بھی آزاد

کیا گیا تو قاضی اُسکی ولاء اُسکے باپ کے موالی کی طرف منتقل کردیگا پھر جو جنایت اُسنے کی ہی اُسکی دیت کا حکم اُسکی مان کی مددگار برادری پر جاری کریگا اُسکی مان کی مددگار برادری سے اسکو منتقل نکریگا - اسی طرح اگر باپ کے آزاد ہونے سے پہلے اُسنے کنوان کھودا اور باپ کے آزاد ہونے کے بعد اُسمین کوئی شخص گرکر مرگیا تو دیت کا حکم ہونے کے وقت اسکی مدعا علیہ اُسکی مان کی مددگار برادری ہوگی بشرطیکہ جنایت کرنے والا بالغ ہو اور اگر نابالغ ہو تو اُسکا باپ ہوگا یہ مبسوط مین ہی اگر ایک شخص نے دوسرے سے موالات پیدا کی پھر کسی شخص کو خطا سے قتل کیا - پھر دیت ادا کرنے سے پہلے اسکے موالات کو چھوڑ کر دوسرے شخص سے موالات پیدا کی تو دوسرا اُسکا عاقلہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی ایک حربی مسلمان ہوگیا اور اُسنے دار الاسلام مین ایک مسلمان سے موالات کر لی پھر اُسنے کوئی جنایت کی تو جس سے موالات پیدا کی ہی اُسکی مددگار برادری اسکے دیت کے واسطے عاقلہ ہوگی پھر بعد مددگاری ادائے دیت کے اسکو یہ اختیار نہوگا کہ جس سے موالات کی ہی اسکے موالات کو چھوڑ دے - اور اگر ان لوگون نے اُسکی طرف سے مددگاری کرکے دیت ادا کی یا ہنوز قاضی نے ادائے دیت کا حکم نہین کیا ہی کہ دار الحرب سے اُسکا باپ قید کرکے دار الحرب مین لایا گیا اور اُسکو ایک شخص نے خرید کرکے آزاد کردیا تو وہ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی جانب کھینچ لیجائیگا پھر جس سے موالات پیدا کی تھی اُسکی مددگار برادری اسکے باپ کے آزاد کرنے والون کی مددگار برادری سے کچھ واپس نہین لے سکتے ہین - اسی طرح اگر اپنے باپ کے قید کیے جانے سے پہلے کنوان کھودا پھر اُسکے باپ کے آزاد کیے جانے کے بعد اُسکے کنوئین مین کوئی آدمی گرکر مرگیا تو اسکی دیت اُس شخص کی مددگار برادری پر ہوگی جسنے اُس سے موالات کی تھی اُسکے باپ کی مددگار برادری پر نہوگی یہ مبسوط مین ہی - ایک ذمی مسلمان ہوگیا اور اُسنے کسی سے موالات نکی یہان تک کہ خطا سے کسی کو قتل کیا اور ہنوز اُسپر کوئی حکم ندیا گیا تھا کہ اُسنے بنی تمیم مین سے ایک شخص سے موالات کی پھر دوسری جنایت کی تو دونون جنایتون کا حکم بیت المال پر ہوگا اور اُسکی موالات باطل ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر کنوان کھودا پھر کسی شخص سے موالات پیدا کی پھر کنوئین مین ایک آدمی گرکر مرگیا تو اُسکی دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور بیت المال اُسکی طرف سے دیت ادا نکریگا بخلاف اسکے اگر اُسنے تیر پھینکا یا پتھر پھینکا اور پہونچنے سے پہلے اُسنے ایک شخص سے موالات کرلی پھر تیر یا پتھر پہونچا اور اُسنے ایک شخص کو قتل کیا تو بیت المال پر اُسکی طرف سے دیت ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک مسلمان عورت نے جو مولے بنی تمیم کی ہی کوئی جنایت کی یا کنوان کھودا اور ہنوز جنایت کی بابت حکم نہین ہوا تھا کہ عورت مذکورہ مرتد ہوکر دار الحرب مین چلی گئی پھر وہان سے مسلمان لشکر نے جہاد مین اُسکو قید کیا پھر ہمدان کے ایک شخص نے اُسکو آزاد کردیا پھر کنوئین مین ایک آدمی گرکر مرگیا تو اُسکی دیت کا حکم بنی تمیم پر ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ایک بدوی نے راہ مین کنوان کھودا پھر امام نے بدویون کو شہر مین بلالیا اور شہر مین متفرق ہوکر صاحب عطیات ہوگئے پھر اس کنوئین ایک شخص گرکر مرگیا تو دیت اُسکی اُس روز کی مددگار برادری پر ہوگی جسدن وہ گرا ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر اُسنے کنوان کھودا اور وہ صاحب عطیہ تھا پھر امام نے اُسکا عطیہ باطل کردیا اور اُسکو اُسکے نسبی رشتہ دارون کی طرف واپس کردیا کہ اُنھون نے زمانہ دراز تک اُسکے ساتھ مددگاری کی پھر کنوئین مین گرکر ایک آدمی مرگیا تو جس روز مال واجب ہوا ہی اُس روز کی اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی ملاعنہ کے بیٹے کی مددگار برادری اُسکی مان کی مددگار برادری ہوگی پس اگر مان کی مددگار برادری نے اُسکی طرف سے دیت ادا کی ہو پھر باپ نے اپنی تکذیب کی اور دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی تو مان کی مددگار برادری نے جسقدر مال ادا کیا ہی وہ باپ کی

مددگار برادری سے واپس لینگے اور تین سال مین جس روز سے قاضی باپ کی مددگار برادری پر حکم کرے کہ اُسکی مان کی مددگار برادری کو واپس دیوین واپس لینگے۔ اسی طرح اگر مکاتب ادائے کتابت کے لائق مال چھوڑ کر مر گیا اور اُسکا بیٹا آزاد ہے اور ہنوز مکاتب کی کتابت ادا نہ کی گئی تھی کہ اُسکے بیٹے نے جنایت کی اور بیٹا ایک آزاد عورت مولاۃ بنی تمیم کے پیٹ سے ہے اور مکاتب ایک شخص ہمدان کا مکاتب ہے پس مان کی قوم نے اُسکی طرف سے دیت ادا کی پھر اُسکے باپ کی کتابت ادا کی گئی تو مان کی مددگار برادری اس مال دیت کو باپ کی مددگار برادری سے واپس لیگی۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک نابالغ کو حکم دیا کہ اس شخص کو قتل کر دے اُسنے قتل کر دیا پس لڑکے کی مددگار برادری نے دیت ادا کی تو حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی بشرطیکہ حکم دینا گواہون سے ثابت ہوا اور اگر حکم دینا اُسکے اقرار سے ثابت ہو تو مددگار برادری کے لوگ اس مال کو حکم دہندہ کے مال سے تین سال مین واپس لینگے یعنے جس روز سے قاضی اُسپر حکم دے کہ واپس دے یا اُسکی مددگار برادری پر واپس دینے کا حکم دے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ابتدائے مقدمہ مین یہ سب مجتمع ہوے ہون تو قاضی وارثان مقتول کے واسطے لڑکے کی مددگار برادری پر اور لڑکے کی مددگار برادری کے واسطے حکم دہندہ کی مددگار برادری پر حکم دیدیگا پس جب وارث مقتول لڑکے کی مددگار برادری سے کچھ لیگا اُسی قدر لڑکے کی مددگار برادری حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی۔ اور اگر ملاعنہ کے بیٹے نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور قاضی نے مان کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا اور اُنھون نے تہائی دیت ادا کر دی پھر باپ نے اُس لڑکے کے نسب کا دعوی کیا پس سب حاضر ہوے تو مان کی مددگار برادری کے واسطے باپ کی مددگار برادری پر تہائی دیت کا جو اُنھون نے ادا کی ہے دینے کا حکم دیگا اور آیندہ سال مین پہلے ابتدا اُنھین سے کیجائیگی کہ وارثان جنایت سے پہلے اُنکو تہائی دیت جو اُنھون نے ادا کی ہے ادا کر دیجائیگی پھر مان کی مددگار برادری کے ذمہ سے باقی دیت باطل ہو جائیگی پھر باقی دو تہائی دیت دو سال مین بعد پہلے سال کے باپ کی مددگار برادری پر ادا کرنی واجب ہوگی اور وارثان جنایت نے جسقدر مان کی مددگار برادری سے لیا ہے وہ واپس نہ لیا جائیگا۔ پھر پہلے سال مین مان کی مددگار برادری کو ادا کر دینے کے بعد وارثان جنایت کو یہ اختیار نہوگا کہ باپ کی مددگار برادری سے کچھ وصول کرین۔ اور مکاتب کے بیٹے کا بھی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور مسلمان کسی کافر کی طرف سے یا کافر کسی مسلمان کیطرف سے دیت ادا کرنے مین مددگار نہوگا اور کفار باہم ایک دوسرے کی مددگار برادری ادائے دیت مین ہونگے اگر انھون نے تعاقل اور ادائے دیت کی مددگاری کا طریقہ اختیار کیا ہے اگرچہ اُنکی ملتین مختلف ہون یہ محیط مین ہے۔ اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہے کہ باہم اُنمین عداوت ظاہر نہو اور اگر عداوت ظاہرہ ہے جیسے یہود و نصاری تو چاہیے کہ بعض کا بعض عاقلہ نہووے اور ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے روایت ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر وے لوگ باہم دیت ادا کرنے کی مددگاری کا طریقہ نہ اختیار کرتے ہون تو جنایت کرنیوالے کے مال سے دیت واجب ہوگی اور اگر اُنمین تعاقل کا طریقہ ہو لیکن جنایت کرنے والے کی کوئی مددگار برادری نہو تو جنایت کرنے والے کے مال سے دیت واجب ہوگی اور بیت المال سے واجب نہوگی یہ محیط مین ہے۔

فصل۔ اگر خطا سے قتل کرنے والے کی کوئی مددگار برادری نہو تو دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور محض قتل عمد مین جب دیت واجب ہوگی تو قاتل کے مال سے واجب ہوگی خواہ قتل نفس ہو یا اس سے کم جرم ہو اور خطا کی صورت مین خواہ قتل نفس ہو یا اس سے کم ہو دونون حالتون مین عاقلہ پر واجب ہوگی اور شبہ عمد مین قتل نفس مین مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور نفس سے کم مین جنایت کرنیوالے پر واجب ہوگی اگرچہ جرمانہ بقدر پوری دیت کے ہو جاوے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر

دیت کے بیسوین حصہ سے کم ہو تو عاقلہ اُسکو ادا نکریگی اور بیسوان حصہ یا اس سے زیادہ کے عاقلہ متحمل ہونگے یہ کافی مین ہے - اور جس قتل عمد مین شبہ واقع ہو جاوے اُسمین جو کچھ واجب ہو یا جنایت سے صلح کرنے مین مال واجب ہو یا اپنی ذات پر خطا سے قتل کرنے کے اقرار کرنے سے واجب ہو یا ارش موضحہ سے کم واجب ہو یا غلام کی جنایت سے واجب ہو تو وہ عاقلہ پر واجب نہوگا بلکہ جنایت کرنے والے کے مال مین واجب ہوگا اور غلام کی جنایت کا مال مولی پر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور مولے کی مددگار برادری پر اسکے غلام یا مدبر یا ام ولد کی جنایت کی دیت وغیرہ مین سے کچھ واجب نہوگا یہ مبسوط مین ہے - اور جنایت کرنے والے کے خود ہی اقرار سے جو لازم آوے اُسکے عاقلہ متحمل نہونگے الا اُس صورت مین کہ اسکے اقرار کی تصدیق کرین یہ ہدایہ مین ہے - اور حکومت عدل سے جو واجب ہو پس اگر ارش موضحہ سے کم یا برابر ہو تو مددگار برادری اُسکی متحمل نہوگی اور اگر اس سے زیادہ ہو تو ہمارے اصحاب سے کوئی روایت نہین ہے اور متاخرین نے اسمین اختلاف کیا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ مددگار برادری اُسکو اُٹھاویگی اور جوڑ بند کے ارش بلا خلاف نہ اُٹھاویگی یہ محیط مین ہے - اور جو دیت بنفس قتل واجب ہوئی ہے قتل خطا مین یا شبہ عمد مین یا عمد مین جسمین شبہ واقع ہو گیا ہے تو جسپر واجب ہوئی اُسپر تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی کہ ہر سال مین ایک تہائی واجب ہوگی اسی طرح جسنے خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اُسکے مال سے دیت تین سال مین واجب ہوگی اور اگر جنایت سے مال پر صلح کر لی تو وہ مال جنایت کرنے والے کے مال سے فی الحال واجب ہوگا الا اُس صورت مین کہ میعاد شرط کر لی تو موافق شرط کے میعاد پر واجب ہوگا اور امام قدوری نے فرمایا کہ جو جزو دیت مددگار برادری پر یا مال جنایت کنندہ مین سے واجب ہو وہ جزو تین سال مین ادا کرنا واجب ہوگا چنانچہ اگر دس آدمیون نے خطا سے ایک آدمی کو قتل کیا تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دیت کا دسوان حصہ تین سال مین واجب ہوگا اسی طرح اگر اُنھون نے عمداً قتل کیا لیکن ان دس مین سے ایک آدمی مقتول کا باپ ہے تو بھی ہر واحد کے مال سے دسوان حصہ دیت تین سال مین واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے - اگر فعل مجرمانہ کی وجہ سے تہائی دیت نفس واجب ہو یا اس سے کم واجب ہو تو ایک سال مین ادا کرنی واجب ہوگی اور تہائی سے زائد دو تہائی تک جسقدر ہو وہ دوسرے سال مین اور دو تہائی سے زائد جسقدر پوری دیت تک ہو وہ تیسرے سال مین واجب ہوگی کذا فی الہدایہ

ستر ہوان باب - متفرقات کے بیان مین

- نوادر ہشام مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا اور دوسرے شخص نے اگر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام تھا اور گواہ قائم کیے اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ شخص مقتول اس مدعی کا غلام تھا پھر مدعی نے اُسکو آزاد کر دیا اور وہ روز قتل کے آزاد تھا پس اگر مقتول کے وارث ہون تو قتل عمد کی صورت مین اُسکے وارثون کے واسطے قصاص کا حکم دیا جائیگا اور قتل خطا کی صورت مین دیت کا حکم ہوگا اور اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو مولی کو عمد و خطا دونون صورتون مین اُسکی قیمت ملیگی یہ محیط مین ہے - اگر ایک شخص عمداً مجروح کیا گیا پھر مجروح نے اپنے اوپر گواہ کر دیے کہ مجھے فلان شخص نے مجروح نہین کیا ہے پھر مجروح اس زخم سے مر گیا پس آیا ایسا اشہاد صحیح ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اسمین دو صورتین ہین یا تو فلان شخص کا مجروح کرنا لوگون اور قاضی کو معلوم ہے یا نہین معلوم ہے پس اگر معلوم ہو تو اسطرح گواہ کر لینا صحیح نہین ہے - اور اگر فلان کا مجروح کرنا قاضی اور لوگون کے نزدیک معلوم و معروف نہو تو ایسا اشہاد صحیح ہوگا پھر اگر بعد اسکے وارث نے فلان شخص کے مقابلہ مین اُسکے مجروح کرنے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہونگے یہ ذخیرہ مین ہے - ایک شخص مجروح کیا گیا اور اُسنے کہا کہ مجھے زید نے قتل کیا ہے پھر مر گیا پھر اُسکے وارث نے زید کے

سواے دوسرے شخص کے قتل کرنیکے گواہ قائم کیے کہ اسنے قتل کیا ہی تو ایسے گواہ قبول نہونگے - ایک شخص مجروح کیا گیا پس کہا کہ مجھے فلان
شخص نے مجروح کیا ہی پھر مرگیا پھر اُسکے بیٹے نے گواہ قائم کیے کہ مقتول کے اس دوسرے بیٹے نے اُسکو خطا سے مجروح کیا ہی تو گواہ
مقبول ہونگے یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر دو سوار باہم ٹکرا گئے اور ہر ایک کے صدمہ سے دوسرا مرگیا پس اگر خطا سے واقع ہوا پس
اگر دونون آزاد ہون تو انمین سے ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی دیت واجب ہوگی اور یہ استحسان ہی اور اگر دونون غلام ہون
تو ہر ایک کے مولی سے کے واسطے دوسرے کے مولی پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو مقتول آزاد کی مددگار برادری
پر غلام کی قیمت واجب ہوگی پس اُسکو وارثان آزاد نے لینگے اور آزاد مقتول کی دیت جسقدر اس قیمت کی بہ نسبت زائد باقی رہے
وہ باطل ہو جائیگی - اور اگر یہ فعل عمداً واقع ہوا پس اگر دونون آزاد ہون تو ہر ایک کی مددگار برادری پر نصف دیت واجب ہوگی -
اور اگر دونون غلام ہون تو جنایت ہدر ہو جائیگی اور اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت
واجب ہوگی اور آزاد کی نصف دیت غلام کے رقبہ گردن پر واجب ہوگی پھر چونکہ غلام مرگیا سو اسواسطے یہ حق جاتا رہا مگر اپنے نصف
کا بدل چھوڑ گیا ہی یعنی نصف قیمت جو آزاد کی مددگار برادری پر واجب ہی پس آزاد کا وارث آزاد کی مددگار برادری سے آزاد کی نصف
دیت مین سے بقدر نصف قیمت غلام کے لے لیگا اور باقی اُسکا حق باطل ہو جائیگا - اسی طرح اگر دونون پیدل ہون اور ٹکر اکر صدمہ
کھا کر مر گئے تو بھی ایسے ہی تفصیل سے حکم ہی یہ محیط مین ہی - ایک سوار چلا جاتا ہی اُسکے پیچھے سے ایک سوار آیا اور اُس سے
ٹکرایا اور ٹکرانے والا صدمہ کھا کر مر گیا تو جو سوار چلا جا رہا ہی اُسپر کچھ ضمان واجب نہوگی اور اگر سوار جو چلا جاتا تھا اس صدمہ سے
مر گیا تو جو شخص پیچھے سے آیا اور ٹکرایا ہی اُسپر ضمان واجب ہوگی اور یہی حکم دو کشتیون مین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی -
ایک سوار کھڑا ہی اور دوسرا روان ہی اور دونون ٹکرا گئے یا ایک شخص پیدل جاتا ہی اور دوسرا کھڑا ہی اور دونون ٹکرا گئے تو سوار
روان پر و پیدل جاتے ہوے پر کفارہ واجب ہوگا اور سوار یا پیادہ جو کھڑا ہی اُسپر کفارہ نہوگا اور باہم وارث ہونگے - اگر
استحقاق میراث ہووے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر دو کشتیان ٹکرائین پس اگر سوار یا ملاح کے فعل سے ہو تو وہی ضامن
ہوگا اور نفوس کا ضامن نہوگا اور مال کا ملاح ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر دو شخص ایک رسی کو کھینچتے تھے
پس رسی ٹوٹی اور دونون گر کر مر گئے تو فرمایا کہ اگر ہر ایک چت گرا ہی تو ہر ایک کا خون ہدر ہوگا - اور اگر دونون منہ کے بل گر گئے
ہین تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی دیت واجب ہوگی اور اگر ایک چت گرا اور دوسرا منہ کے بل گرا ہی تو چت گرنے
والے کا خون ہدر ہوگا اور منہ کے بل گرنے والے کی دیت چت گرنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی - اور اگر
کسی اجنبی نے آکر رسی کو کاٹ دیا یہان تک کہ دونون گر کر مر گئے تو اجنبی کی مددگار برادری پر دونون مین سے
ہر ایک کی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک آزاد کے پاس تلوار ہی اور ایک
غلام کے پاس عصا ہی دونون ملاقی ہوے اور ہر ایک نے دوسرے کو مارا یہان تک کہ دونون مارے گئے اور یہ معلوم نہین
ہوتا ہی کہ پہلے چوٹ کس نے ماری ہی تو وارثان آزاد پر و مولاے غلام پر کچھ واجب نہوگا - اور اگر غلام کے ہاتھ مین تلوار و
آزاد کے ہاتھ مین عصا ہو تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت واجب ہوگی اور وارثان آزاد کے واسطے مولاے غلام
پر کچھ واجب نہوگا اور اگر دونون کے ہاتھ مین لاٹھی ہو اور ہر ایک نے دوسرے کو لاٹھی مار کر موضحہ زخم شجہ پہونچایا پھر دونون مر گئے
اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ کسنے پہلے چوٹ لگائی ہی تو آزاد کی مددگار برادری غلام صحیح سالم کی نصف قیمت اُسکے مولی کو دیگی
پھر مولی سے کہا جائیگا کہ اس قیمت مین سے ارش شجہ وارثان آزاد کو دیدے اور یہ استحسان ہی یہ محیط مین ہی - زید نے عمرو کا

ہاتھ پکڑا پس عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور اُسکا ہاتھ پس اُسکا ہاتھ اُکھڑ گیا پس اگر زید نے اُسکا ہاتھ مصافحہ کے واسطے پکڑا تھا تو زید پر ہاتھ کا کچھ ارش واجب نہوگا اور اگر زید نے اُسکا ہاتھ دبایا اور اُسنے اذیت پاکر ہاتھ کھینچا اور اُسکو یہ صدمہ پہونچا تو زید اسکے ہاتھ کے ارش کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - اگر زید نے عمرو کا ہاتھ پکڑا اور عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور جھٹکے سے گرکر مرگیا تو مین دیکھونگا کہ اگر زید نے مصافحہ کے واسطے پکڑا ہو تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر پکڑ کر دبایا تھا کہ عمرو نے اذیت پاکر ہاتھ کھینچا تو زید اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اس صورت مین زید کا ہاتھ ٹوٹ جاوے تو عمرو ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر زید نے عمرو کو پکڑا یہانتک کہ بکر نے اُسکو قتل کرڈالا تو جو قاتل ہی وہ قصاص مین قتل کیا جائیگا اور زید برابر قید رکھا جائیگا اور اُسکو عذاب دیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی - اگر زید نے عمرو کو پکڑ لیا یہانتک کہ بکر نے آکر اُسکے درم لے لیے تو ہمارے نزدیک درمون کا ضامن بکر ہوگا اور زید ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص دوسرے کے کپڑے پر بیٹھ گیا اور جان بوجھ کر نہین بیٹھا ہی پھر کپڑے والا اُٹھا اور کپڑا دبا ہوا بیٹھنے والے کے نیچے دبنے سے پھٹ گیا تو وہ آدھے کپڑے کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - زید عمرو کے پاس گیا اور اُسنے زید کو ایک مسند پر بیٹھنے کی اجازت دی پس زید اُسپر بیٹھ گیا اور اُسکے پہلو مین ایک تیل بھری شیشی رکھی تھی زید کو معلوم نہ تھا پس وہ ٹوٹ گئی اور تیل بہ گیا تو زید اُس تیل کا اور جسقدر مسند پھٹی اور خراب ہوئی ہی اُسکا ضامن ہوگا - اور اگر قارورہ کسی چادر کے نیچے ڈھنکا ہوا ہو اور عمرو نے زید کو اس چادر پر بیٹھنے کی اجازت دی تو زید پر ضمان نہوگی اور اگر زید کو ایک چھت پر بیٹھنے کی اجازت دی اور وہ چھت زید کو لیکر گری اور عمرو کا کوئی مملوک دب گیا تو زید ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ مثل چادر کی صورت کے مسند پر بیٹھنے مین بھی ضمان واجب نہوگی اور کہا کہ یہی اقرب الی القیاس ہی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی - اجارات قدوری مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک قوم کو اپنے گھر مین بلایا پس وہ لوگ اُسکے فرش کو بچھے ہوے پر چلے یا اُسکی مسند پر بیٹھے اور وہ پھٹ گئی تو ضامن نہونگے اور اگر اُنھون نے کوئی برتن یا ایسا کپڑا جو بچھایا نہین جاتا ہی روندکر پھاڑ ڈالا یا توڑ ڈالا تو ضامن ہونگے اور اگر اُسکا کوئی برتن ہاتھون ہاتھ ایک دوسرے کو اُٹھا دیا اور وہ ٹوٹ گیا تو ضامن نہونگے اور اگر کوئی شخص تلوار باندھے ہو اور تلوار سے بچھونا پھٹ گیا تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی - متفرقات فقیہ ابو جعفر مین لکھا ہی کہ ایک آدمی دوسرے کے یہان مہمان گیا اور میزبان نے اُسکو مسند پر بیٹھنے کی اجازت دی اور بچھونے کے نیچے میزبان کا ایک لڑکا چھوٹا تھا کہ وہ مہمان کے بیٹھنے سے دبکر مرگیا تو مہمان بیٹھنے والے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر بچھونے کے نیچے مالک مکان کا کوئی مملوک نابالغ ہو تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر بچھونے کے نیچے غیر شخص کا شیشہ کا برتن ہو تو اسمین بھی مثل مالک مکان کے لڑکے کے حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے ایک سوتے ہوئے آدمی کی فصد کھول دی پس خون یہان تک بہا کہ وہ مرگیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ قنیہ مین ہی - منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کو قتل کیا ہی اور یہ بیان نکیا کہ عمداً یا خطاءً کسطرح قتل کیا ہی تو فرمایا کہ مین تمہارا یہ حکم دیتا ہون کہ اُسکی دیت اقرار کرنے والے کے مال مین سے واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - فتاوے مین خلف رح سے روایت ہی کہ مین نے اسد بن عمرو سے پوچھا کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے ہاتھ یا پاؤن سے مارا پس وہ مرگیا تو فرمایا کہ یہ شبہ عمد ہی اور حسن بن زیاد نے بھی یون ہی فرمایا ہی جبکہ اُسنے مارنے مین اصرار و سختی کی ہو اور وہ مرگیا تو یہی حکم ہی اور اگر اُسکو زخم کے طور پر مارا کہ ایسی مار سے مرجانے کا خوف نہین ہوتا ہی اور باوجود اسکے وہ مرگیا تو یہ خطا ہی اور فقیہ ابو اللیث الکبیر نے فرمایا

کہ میرے نزدیک اسد رہ کا قول پسندیدہ ہے یہ محیط مین ہے۔ منتقی مین امام محمد رہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو تلوار مارنے کا قصد کیا اور دوسرے نے تلوار پکڑ لی پس اُسنے تلوار دوسرے کے ہاتھ سے کھینچی پس تلوار سے اُسکی انگلیان کاٹ گئی تو فرمایا کہ اگر جوڑون پر سے نہ کٹی ہون تو تلوار کھینچنے والے پر دیت واجب ہوگی اور اگر جوڑون پر سے کٹ گئی ہون تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ زید نے عمرو کا غلام عمداً قتل کیا پس عمرو نے کہا کہ مین نے اپنے غلام سے تجھے بری کیا تو زید اُسکی قیمت سے بری نہوگا بلکہ زید پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے اپنے دانت مین کسی قسم کے درد پیدا ہوجانے کی وجہ سے عمرو کو اُسکے اُکھاڑنے کا حکم دیا اور عمرو کو معین طور پر تبلادیا کہ یہ دانت اُکھاڑ دے اور عمرو نے اسکے سوا دوسرا دانت اُکھاڑا پھر دونون نے اختلاف کیا تو زید کا قول قبول ہوگا مگر قسم کے ساتھ پس جب زید قسم کھا جاوے کہ مین نے اُکھاڑے ہوے دانت کے اُکھاڑنے کا نہین بلکہ دوسرے دانت کے اُکھاڑنے کا حکم دیا تھا تو عمرو کے مال سے اُسکی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمرو نے عمداً ایسا کیا ہے مگر قصاص اسوجہ سے ساقط ہوا کہ شبہ پیدا ہوگیا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر کسی نے اپنے مکاتب پر جنایت کی تو جنایت کرنے والے کے مال پر دیت واجب ہوگی خواہ جنایت تلف نفس ہو یا اس سے کم ہو اور اگر غیر کے مکاتب پر جنایت کی پس اگر تلف نفس ہو تو جنایت کرنے والے کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر تلف نفس سے کم ہو تو جنایت کرنے والے کے مال پر واجب ہوگی جیساکہ قن یعنے محض مملوک کی صورت مین ہے یہ محیط مین ہے۔ دو آدمیون نے ایک شخص کا دانت خطا سے اُکھاڑ ڈالا تو دیت دونون کے مال پر واجب ہوگی اسواسطے کہ جسقدر ہر ایک پر واجب ہوتا ہے وہ ارش موضحہ سے کم ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے مکاتب پر کوئی جنایت کی پھر مکاتب مال کتابت ادا کرکے آزاد ہوگیا تو زخم مذکور اگر سرایت کرکے مکاتب کو ہلاک کرے تو سرایت ہدر ہوگی مگر جنایت کرنے والے پر مکاتب کی قیمت واجب ہوگی نہ دیت اگرچہ وہ آزاد ہوکر مرا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے گھر مین آگ جلائی پھر اُس سے پڑوسی کا گھر جل گیا پس اگر اسطرح جلائی جیسے جلائی جاتی ہے تو ضامن نہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ مطلقاً ضامن نہوگا۔ یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ فتاوائے اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ اگر اپنے تنور مین اسقدر لکڑیان ڈال دین کہ تنور اُنکو برداشت نہین کرسکتا ہے پس اُسکا خود گھر جل گیا اور آگ نے متعدی ہوکر غیرون کے گھر جلا دیے تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے پسر کو حکم دیا کہ میری زمین مین آگ جلا دے اُسنے ایسا ہی کیا اور آگ اسکے پڑوسی کی زمین کی طرف متعدی ہوئی اور کسی چیز کو جلا کر تلف کیا تو باپ ضامن ہوگا اسواسطے کہ حکم صحیح ہوا پس لڑکے کا فعل باپ کی طرف منتقل ہوا پس ایسا ہوگیا کہ گویا باپ نے خود ایسا کیا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ منتقی مین فرمایا کہ زید مدعی کے واسطے دو گواہون نے عمرو پر یہ گواہی دی کہ عمرو نے اس مدعی کا فلان بیٹا قتل کیا ہے اور دوسرے دو گواہون نے بھی زید کے واسطے عمرو پر یہ گواہی دی کہ اسنے زید کا فلان بیٹا ایک دوسرے بیٹے کا نام لیا یعنے عمداً سوائے اسکے جسکی بابت پہلے گواہون نے گواہی دی ہے قتل کیا ہے پس پہلے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی اور دوسرے گواہون کی ثابت نہوئی پس عمرو اُس مدعی یعنے زید کو دیا گیا کہ اسکو قصاص مین قتل کرے پس زید نے کہا کہ مین تجھکو اپنے اُس بیٹے کے عوض قتل کرتا ہون جسکے قتل کے گواہون کی عدالت ثابت نہین ہوئی اور جسکے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی ہے اسکے عوض قتل نہین کرتا ہون پھر اُسکو قتل کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر کہا کہ تو نے میرے اُس بیٹے کو نہین قتل کیا ہے جسکے مقدمہ کے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی ہے بلکہ تو نے میرے دوسرے بیٹے کو قتل کیا ہے پھر اُسکو قصاص مین قتل کر ڈالا تو استحساناً اُسپر دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور کنز الرؤس مین ہے کہ اگر کسی شخص کے گھر کے دروازہ سے

ف یعنے عمرو اس کلام سے قیمت سے بھی بری کرنے والا نہوگا اسواسطے کہ یہ قصاص سے عوض ہے ۱۲ منہ

جھانکا پس مالک مکان نے اُسکی آنکھ پھوڑدی تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اُسکا دفع کرنا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے ممکن ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اُس اجنبی نے اپنا سر اندر کیا اور مالک مکان نے کچھ پھینک مارا اور اُسکی آنکھ پھوٹ گئی تو بالاجماع ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور منتقی مین بروایت حسن بن مالک از امام ابو یوسف از امام ابو حنیفہ رح مذکور ہی کہ ایک شخص کی اولاد دو بیٹے ہین انمین سے ایک نے ایک شخص پر دعوے کیا کہ اسنے میرے باپ کو فلان سنہ مین بقر عید کے روز مکہ مین قتل کیا ہی اور دوسرے نے اسی شخص پر یا دوسرے شخص پر دعوی کیا کہ اسنے میرے باپ کو اُسی روز جو اول مدعی نے دعوی کیا ہی کوفہ مین قتل کیا ہی اور دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے نصف دیت کا حکم ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر چار آدمیون نے ایک شخص کو گھونسے مارے اور اُنکے مارنے سے اُس شخص کا دانت گر گیا اور دوسرا دانت ٹوٹ گیا پس اگر یہ معلوم ہو کہ آخر چوٹ مارنے والا کون ہی تو اُسی پر دیت واجب ہوگی ورنہ اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ زید کی باندی نے عمرو کے پسر کو عمداً قتل کیا پس زید نے وہ باندی عمرو کو دیدی پس عمرو نے اُس سے وطی کی اور اُس سے بچہ پیدا ہوا پس زید نے کہا کہ مین نے تجھکو وہ باندی اسواسطے دی تھی کہ تو اُسکو قتل کر دے اور عمرو نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے مجھ سے اس باندی پر خون سے صلح کر لی ہی تو عمرو اُس باندی کو مع اُسکے عقر کے واپس کر دیگا اور بچہ غلام ہوگا اور عمرو کو اُس باندی کی طرف کوئی راہ نہوگی (یعنے قصاص مین ۱۲) یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک کپڑا بل دیکر اس سے ایک شخص کے سر مین مارا اور موضحہ زخم پہونچایا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر اس سے وہ مر گیا تو قصاص واجب نہوگا (یعنے نہ قتل کر سکتا ہی اور نہ زخم کر سکتا ہی ۱۲) اور یہ اُس صورت کی مثال ہی کہ سبب مین قصاص ہی اور سبب مین نہین ہی۔ اور اسکے برعکس یعنے جسکے سبب مین قصاص نہین ہی اور سبب مین قصاص ہی اُسکی مثال یہ ہی کہ دھار دار چیز سے شکستہ کر دیا تو قصاص واجب نہوگا اور اگر اس سے وہ مر گیا تو قصاص واجب ہوگا اور جسمین سبب و سبب دونون مین قصاص واجب ہوتا ہی اُسکی مثال یہ ہی کہ دھار دار چیز سے کسی کو موضحہ زخم پہونچایا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو بھی قصاص واجب ہوگا۔ اور اسکے برعکس یعنے سبب و سبب دونون مین قصاص واجب نہین ہوتا ہی (یعنے موضحہ زخم پہونچایا جاویگا ۱۲) اسکی مثال یہ ہی کہ بڑی لکڑی سے کسی کو زخم پہونچایا (یعنے قتل کیا جاویگا ۱۲) تو قصاص نہین ہی اور اگر وہ اس سے مر گیا تو بھی قصاص نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک نابالغ عاقل نے دوسرے کی بکریون پر کتا للکار دیا کہ وہ بکریان متنفر ہو کر بھاگ گئین اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ کہان گئین تو وہ ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ دو شخصون نے ایک درخت کو گھینچا پس وہ ان دونون پر گر پڑا اور دونون مر گئے تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی نصف دیت واجب ہوگی اور اگر ایک ہی مرا تو دوسرے کی مددگار برادری پر اُسکی نصف دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کی کھیتی مین گھس گیا کہ اُسکو تباہ کرتا ہی پس اگر یہ شخص اُسکو نکالنے جاتا ہی تو اس سے بھی کھیتی خراب ہوتی ہی لیکن بہ نسبت چوپایہ مذکور کے خراب کرنے کے کم خراب ہوتی ہی تو اُسپر واجب ہی کہ گھس کر اُسکو نکال دے اور جو کچھ نقصان ہو اُسکا ضامن ہوگا اور اگر غیر کا چوپایہ ہو تو اُسپر نکالنا واجب نہوگا۔ لیکن اگر نکال دیا اور وہ چوپایہ تلف ہو گیا تو ضامن نہوگا۔ ایک شخص نے اپنے گدھے کو دیکھا کہ دوسرے کے گیہون کھاتا ہی پس اُسکو منع نکیا یہان تک کہ اُسنے کھا لیے تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو بدون اجازت اُسکے مالک کے اپنے کام کے واسطے بھیجدیا پھر غلام نے لڑکون کو کھیلتے دیکھا پس اُنکے پاس چلا گیا اور ایک کوٹھری کی چھت پر چڑھا اور وہان سے گر پڑا تو بھیجنے والے پر ضمان

واجب ہوگی اسواسطے کہ وہ غلام کو اپنے کام مین لگانے کی وجہ سے غاصب ہوگیا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے انثیین مین صدمہ ضرب پہونچایا پس ایک خصیہ یا دونون پھول گئے تو اسمین حکومت عدل واجب ہے یہ قنیہ مین ہے۔ جامع اصغر مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا مربط غصب کرکے اُسمین اپنے چوپایہ باندھے پس اُنکو مالک مربط نے نکال دیا تو ضامن ہوگا اور عیون مین لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے گدھے یا خچر کو اُسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کرکے تلف کردیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے یہ ناقص جانور اُسکو دیکر اُس سے تاوان لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور کچھ تاوان نہین لے سکتا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔

کتاب الوصایا

اور اسمین دس باب ہین

باب اول۔ وصیت کی تفسیر و شرط جواز و حکم کے بیان مین اور جسکے واسطے وصیت جائز اور جسکے واسطے ناجائز ہے اور جو امر وصیت سے رجوع کرنا نہین ہوتا ہے اُسکے بیان مین۔ **قال المترجم** الایصاء وصیت کرنا و وصیت معروف ہے۔ موصی بہ جس چیز کی وصیت کی ہے۔ موصی وصیت کرنے والا۔ اور جسکے حق مین وصیت کی ہو اُسکو موصی لہ کہتے ہین اور وصی وہ ہوتا ہے جو میت کے قائم مقام اُسکا خلیفہ ہو۔ قال فی الکتاب شرع مین ایصاء ایسی تملیک کو کہتے ہین جو مرنے کے بعد کی طرف مضاف ہو اور مراد اس سے تملیک بطریق تبرع ہے یعنے بطور احسان کے مرنے کے بعد مالک کردینا اور جس چیز کا مالک کرتا ہے خواہ وہ عین ہو یا منفعت ہو کذا فی التبیین۔ اور رکن اسکا یہ قول ہے کہ اوصیت بکذا لفلان و اوصیت الی فلان یعنے یون کہنا کہ مین نے اس چیز کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی یا فلان شخص کے لیے اس چیز کی وصیت کی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور وصیت مستحب ہے اور مستحب ایسی صورت مین ہے کہ جب اُسپر اللہ تعالے کا کوئی حق واجب نہو اور اگر اللہ تعالے کا کوئی حق واجب ہو جیسے زکوۃ و روزے رمضان کے اور حج و نماز فریضہ جنکو اُسنے ترک کیا ہے تو ایسی حالت مین وصیت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہے۔ اور وصیت مین موصی لہ کا صریحاً یا دلالۃً قبول کرنا شرط ہے اور دلالۃً قبول کرنے کی یہ صورت ہے کہ موصی لہ صریح قبول کرلے یا رد کرنے سے پہلے مرجاوے تو اُسکا مرنا وصیت کا قبول کرنا ہے پس اُسکے وارث اس وصیت سے میراث پاوینگے یہ جوہرۃ نیرہ مین ہے۔ اور واضح ہو کہ قبول وصیت موصی کے مرنے کے بعد ہی ہوتا ہے پس اگر موصے کی زندگی مین اُسنے وصیت قبول کی یا رد کی تو یہ باطل ہے اسکا کچھ اعتبار نہین ہے حتے کہ موصے کے مرنے کے بعد اُسکو قبول کرلینے کا اختیار ہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ بفعل قبول کرنا جیسے وصیت نافذ کرنا یا وارثون کے واسطے کوئی چیز خریدنا یا ادا ے قرضہ کرنا مثل بقول قبول کرنے کے ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور شرط وصیت یہ ہے کہ موصی تملیک یعنی مالک کردینے کی اہلیت رکھتا ہو اور موصی لہ تملک یعنے مالک ہوجانے کی اہلیت رکھتا ہو اور بعد موصے کے موصی بہ ایسا مال ہو جو قابل تملیک ہے۔ اور حکم وصیت یہ ہے کہ موصی لہ موصی بہ کا مثل ہبہ کے بملک جدید مالک ہوجاتا ہے یہ کفایہ مین ہے۔ اور یہ مستحب ہے کہ آدمی اپنے مال سے اگر وصیت کرے تو تہائی سے کم کی وصیت کرے خواہ اُسکے وارث غنی ہون یا فقیر ہون یہ ہدایہ مین ہے۔ اور جسکے پاس مال قلیل ہو تو افضل یہ ہے کہ وہ بالکل وصیت

نکرے بشرطیکہ اُسکے وارث موجود ہون - اور جسکے پاس مال کثیر ہو تو افضل یہ ہی کہ وصورتیکہ وصیت مین کوئی معصیت نہو وصے
تاہم تہائی مال سے تجاوز نکرے یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور کموصی لہ قبول کرنے سے مالک ہو جاتا ہی پس اگر موصی کے مرنے کے بعد
موصی لہ نے وصیت قبول کی تو موصی بہ مین اُسکی ملک ثابت ہو جائیگی خواہ اُسپر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو اور اگر موصی لہ نے وصیت
رد کردی تو ہمارے نزدیک اُسکے رد کرنے سے وصیت رد ہو جائیگی یہ کافی مین ہی - پھر واضح ہو کہ اجنبی کے واسطے وصیت
بدون اجازت وارثون کے صحیح ہو جاتی ہی کذا فی التبیین لیکن تہائی سے جسقدر زائد کی وصیت کی ہی وہ جائز نہوگی الا اس
صورت مین کہ وارث اُسکی موت کے بعد اجازت دیدین اور وہ بالغ ہون اور اُسکی زندگی مین وارثون کی اجازت دینے
کا کچھ اعتبار نہین ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر اپنے پورے مال کی وصیت کردی اور اُسکا کوئی وارث نہین ہی تو وصیت
نافذ ہو جائیگی اور بیت المال کے اجازت دینے کی کچھ حاجت نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور ہمارے نزدیک وارث
کے واسطے وصیت نہین جائز ہی الا درصورتیکہ وارث اجازت دیدین - اور اگر اُسنے وارث و اجنبی دونون کے واسطے ایک
چیز کی وصیت کی تو اجنبی کے حصہ مین صحیح ہوگی اور وارث کے حصہ مین دوسرے وارثون کی اجازت پر موقوف رہیگی پس
اگر انھون نے اجازت دیدی تو جائز ہو جائیگی اور اگر اجازت نہ دی تو باطل ہو جائیگی اور موصی کی زندگی مین وارثون کی اجازت
دینے کا کچھ اعتبار نہین ہی حتے کہ بعد موت موصی کے انکو اپنی اجازت سے رجوع کر لینے کا اختیار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین
ہی - اور موصی لہ کے وارث یا غیر وارث ہونے کا اعتبار موصی کی موت کے وقت ہی نہ وقت وصیت کے حتے کہ اگر اپنے بھائی
کے واسطے وصیت کی اور وقت وصیت کے وہ وارث تھا پھر موصی کے ایک لڑکا پیدا ہوا تو بھائی کے واسطے جو وصیت کی
ہی وہ صحیح ہوگی اور اگر بھائی کے واسطے وصیت کی درحالیکہ موصی کا فقط ایک لڑکا موجود ہی پھر موصی کی موت سے پہلے وہ لڑکا
مر گیا تو بھائی کے حق مین جو وصیت ہی وہ باطل ہو جائیگی یہ تبیین مین ہی - اور ہرگاہ وارث کی اجازت سے وصیت جائز ہوئی ہی
تو جسکے حق مین اجازت پائی گئی ہی وہ موصی کی طرف سے مالک ہو جائیگا حتے کہ ملکیت بغیر قبضہ تمام ہو جائیگی
اور موصی بہ مین شیوع ہونا صحت اجازت سے مانع نہین ہی اور پھر وارث کو یہ اختیار نرہیگا کہ اجازت سے رجوع کرلے یہ کافی مین ہی
اور اگر اجازت دینے والا مریض ہو حالانکہ وہ بالغ ہی پس اگر اس مرض سے اچھا ہو گیا تو اجازت صحیح ہو جائیگی اور اگر اس مرض
سے مر گیا تو اس مریض کا اجازت دینا بمنزلہ ابتداے وصیت کے ہوگا حتی کہ اگر موصی لہ اسکا وارث ہو تو اجازت جائز نہوگی - الا
اُس صورت مین کہ مریض کے وارث اجازت دیدین اور اگر موصی لہ وارث نہو بلکہ مریض کا اجنبی ہو تو جائز ہو جائیگی اور مریض کے تہائی
مال سے معتبر ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر بعض نے اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو بقدر حصہ اجازت دینے والے کے
جائز ہوگی اور اجازت نہ دینے والے کے حصہ مین باطل ہوگی یہ کافی مین ہی - اور جس صورت مین اجازت کی ضرورت ہوتی
ہی تو اجازت جبھی جائز ہوگی جب اجازت دہندہ اسکی اہلیت رکھتا ہو جیسے اُسنے بالغ و عاقل و تندرست ہونے کی حالت مین
اجازت دی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر اپنے وارث کے مکاتب یا وارث کے غلام کے واسطے وصیت کی تو باطل ہی یہ مبسوط
مین ہی - اور قاتل کے واسطے خواہ عمداً قتل کیا ہو یا خطا سے جبکہ خود مباشر قتل ہو تو وصیت نہین جائز ہی یہ ہدایہ مین ہی - خواہ اُسکے
مجروح کرنے سے پہلے وصیت کی ہو یا اُسکے بعد اور اگر وارثون نے قاتل کے حق مین جو وصیت ہی اُسکی اجازت دیدی - تو
امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک جائز ہو جائیگی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر قاتل لڑکا یا مجنون ہو تو اُسکے حق مین وصیت جائز ہوگی
اگرچہ وارث اجازت ندین اور اگر اپنے قاتل کے واسطے وصیت کی اور اُسکا سواے قاتل کے کوئی وارث نہین ہی تو امام ابو حنیفہ

۱۲ یعنی جسقدر مال بالغ مریض نے اجازت دینے کی اجازت دیکر وہ سیکھا بایکا بیٹا ... مال ہو ... اور اگر ... ۱۲ منہ

و امام محمد رح کے نزدیک وصیت جائز ہی اور اگر قاتل کے مکاتب یا مدبر یا ام ولد کے واسطے وصیت کی تو بدون وارثون کی اجازت کے جائز نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر عورت نے کسی مرد کو دھار دار یا بغیر دھار دار چیز سے زخمی کیا پھر مرد نے اسکے حق مین کچھ وصیت کی پھر اُس سے نکاح کر لیا تو عورت مذکور کو نہ میراث ملیگی اور نہ وصیت بلکہ اُسکو فقط مہر مقررہ کی مقدار سے بقدر مہر المثل کے ملیگا اور جو کچھ اس سے زیادہ ہو جو بمعنی وصیت کے زیادہ بسبب قتل کرنے کے باطل ہو جائیگا - اگر ایک شخص کے قتل مین [پھر وہ مرد اس زخم سے مر گیا] دس آدمی شریک ہوے اُنمین سے ایک آدمی اُسکا غلام ہی اور اُسنے بعد جنایت کے بعض کے واسطے وصیت کی اور اپنے غلام کو آزاد کر دیا تو وصیت باطل ہوگی لیکن عتق بعد نافذ ہونے کے اُسکا دور کرنا ممکن نہین ہی پس اُسکا رد کرنا اسطرح ہوگا کہ غلام مذکور پر اُسکی قیمت کے واسطے سعایت واجب کر دیجائیگی اور قتل عمد مین قاتل کو عفو کرنا جائز ہی - اور اگر قتل بخطا ہو اور اُسنے عفو کیا تو یہ فعل اُسکے عاقلہ کے واسطے اُسکی طرف سے وصیت ہوگی پس تہائی مال مین جائز ہوگی اور اگر اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی پھر اگر غلام نے اُسکو قتل کیا تو وصیت باطل ہو جائیگی لیکن غلام آزاد ہو کر اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور علے ہذا مدبر نے بھی اگر اپنے مولی کو عمداً یا خطاءً قتل کیا تو وصیت رد ہو جانے کی وجہ سے اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور قتل عمد مین اُسپر قصاص واجب ہوگا - اور اگر کسی شخص کے واسطے وصیت کی پھر گواہ قائم ہوے کہ یہ قاتل ہی اور بعض وارثون نے اُنکی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب کی تو جنھون نے گواہون کی تکذیب کی ہی اُنکے حصہ دیت سے مدعا علیہ بری ہو جائیگا اور اُنکے حصہ مین اُسکی وصیت تہائی سے جائز ہوگی - اور جنھون نے گواہون کی تصدیق کی ہی اُنکا حصہ دیت مدعا علیہ پر لازم ہوگا اور تہائی سے اُنکے حصہ سے اُسکی وصیت باطل ہو جائیگی - اور اگر زید نے عمرو و بکر دو آدمیون کے واسطے وصیت کی اور زید کے خالد و شعیب دو وارثون مین سے ہر ایک نے ایک ایک موصی لہما پر گواہ قائم کیے کہ اسنے ہمارے مورث کو خطا سے قتل کیا ہی تو عمرو و بکر ہر ایک پر پانچ پانچ ہزار درم دیت کے اپنے اپنے مدعی کے واسطے واجب ہونگے اور ہر مدعا علیہ کا حق وصیت اپنے مدعی کے حصہ مین جسنے اُسپر قتل کے گواہ قائم کیے ہین کچھ نہوگا اور دوسرے کے حصہ مین سے حساب سے ہوگا - اگر زید نے عمرو و بکر دونون مین سے ہر ایک کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور خالد کے واسطے ایک غلام کی وصیت کی پھر عمرو و بکر سے جنمین سے ہر ایک کے واسطے تہائی مال کی وصیت ہی خالد پر یہ گواہی دی کہ اسنے زید کو قتل کیا ہی تو دونون کی گواہی باطل ہی - اسی طرح اگر دونون نے کسی وارث یا اجنبی پر یہ گواہی دی کہ اسنے خطا سے قتل کیا ہی تو بھی باطل ہی - اگر ایک شخص نے اپنے مرض مین ایک غلام صغیر کو آزاد کیا اور اسکے سوا اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر اس نابالغ نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی دو قیمتون کے واسطے سعایت کرے جسمین سے ایک تہائی بطور وصیت رفع کیجائیگی اور باقی کے واسطے سعایت کریگا اور اگر بالغ ہو اور اُسنے مولے کو خطا سے قتل کیا تو وارثون کے واسطے اپنی دو قیمت کے لیے سعایت کریگا اور اُسکو وصیت مین کچھ نہ ملیگا اور یہ سب امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح کے نزدیک رد وصیت کی وجہ سے اُسپر سعایت لازم آویگی اور دیت اُسکی مددگار برادری پر ہوگی یہ مبسوط مین ہی اور اگر اپنے وارث کے بیٹے کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی اسی طرح اگر اپنے مکاتب یا مدبر کے واسطے وصیت کی تو بھی سب استحساناً جائز ہی اور اپنے قاتل کے باپ کے واسطے وصیت جائز ہی اگرچہ آبائی رشتہ کتنا ہی اونچا ہووے اسی طرح اپنے قاتل کے بیٹے کے واسطے وصیت کی تو بھی جائز ہی اگرچہ فرزندی رشتہ کتنا ہی نیچا ہو جیسے پوتا پروتا وغیرہ [دادا پردادا وغیرہ ۱۲] اور نیز اُنکے مکاتب و مدبر و غلامون کے واسطے بھی وصیت جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر کسی شخص کے غلام کے واسطے یون

وصیت کی کہ ہر مہینہ اُسکو دس درم نفقہ دیا جاوے تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ وصیت غلام کے واسطے ہوگی۔ کہ
جہان وہ جائیگا اسکے ساتھ جائیگا خواہ فروخت کر دیا جاوے یا آزاد کر دیا جاوے اور اگر اسپر اسکے مولی نے صلح کر لی اور غلام نے اجازت
دیدی تو جائز ہی اور اگر غلام آزاد کیا گیا پھر اُسنے اجازت دی تو اجازت باطل ہی اور اگر ایک شخص کے گھوڑے کے واسطے یہ وصیت
کی کہ اُسکو ماہواری دس درم نفقہ دیا جاوے تو یہ مالک اسپ کے واسطے وصیت ہوگی پس اگر وہ مر گیا یا مالک نے اسکو فروخت
کر دیا تو وصیت باطل ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ مسلم نے اگر ذمی کے واسطے وصیت کی یا اسکے برعکس تو جائز ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر
ذمی نے کسی حربی غیر مستامن کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہین ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی کے واسطے جو دار الحرب
مین ہی وصیت کی تو باطل ہی اگرچہ وارث لوگ اجازت دیدین پھر اگر وہ حربی موصی لہ اپنے دار الحرب سے امان لیکر دار الاسلام
مین وصیت کا مال لینے کے واسطے آیا تو اُسکو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اگرچہ وارث لوگ اجازت دیدین یہ سب اُسوقت ہی کہ موصی دار الاسلام
مین ہو اور موصی لہ حربی دار الحرب مین ہو۔ اور اگر موصے بھی دار الحرب مین ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی۔ اور اگر حربی
دار الاسلام مین امان لیکر آیا ہو اور اُسکے واسطے وصیت کی تو مذکور ہی کہ تہائی مال کی وصیت بدون اجازت وارثون کے جائز
ہوگی اور تہائی سے زائد مین اجازت وارثان کی ضرورت ہی اور اسی طرح اگر اُسکو کچھ ہبہ کیا یا نفل صدقات مین سے اُسکو
صدقہ دیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق یہی حکم ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر مسلمان نے مرتد کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہی
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایسے شخص نے وصیت کی جسپر اسقدر قرضہ ہی جو اُسکے تمام مال کو گھیرے ہوئے ہی تو وصیت جائز
نہوگی الا اُس صورت مین کہ قرضخواہ لوگ اپنا قرضہ معاف کر دین کذا فی الہدایہ۔ اور وصیت فقط ایسے ہی شخص کی طرف سے
صحیح ہوتی ہی جسکی طرف سے تبرع و احسان صحیح ہوتا ہی پس مجنون یا مکاتب یا ماذون کی وصیت صحیح نہین ہی اسی طرح اگر مجنون نے
وصیت کی پھر بعد افاقہ کے مر گیا تو صحیح نہین ہی کیونکہ حالت مباشرہ وصیت مین وہ اہلیت نہین رکھتا تھا یہ اختیار شرح مختار مین
ہی۔ اور مکاتب کی وصیت صحیح نہین ہی اگرچہ ادائے کتابت کے واسطے کافی مال چھوڑا ہو یہ ہدایہ مین ہی۔ مکاتب کی وصیت تین
قسم کی ہوتی ہی ایک قسم بالاجماع باطل ہی وہ ایسی وصیت ہی کہ اپنے اعیان مال مین سے کسی مال عین کی وصیت کرے اور
ایک قسم بالاجماع جائز ہی وہ یہ کہ وصیت کی اضافت ایسے مال کی طرف کرے جسکا وہ بعد آزادی کے مالک ہو مثلاً یون کہے کہ
جب مین آزاد ہو جاؤن تو فلان شخص کے لیے میرے تہائی مال کی وصیت ہی پس اگر قبل موت کے بدل کتابت ادا کرکے یا کسی
طور پر آزاد ہو گیا پھر مر گیا تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور ایک قسم مختلف فیہ ہی وہ یہ ہی کہ مثلاً مکاتب نے کہا کہ مین نے اپنے
تہائی مال کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی پھر وہ آزاد ہو گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت باطل ہی اور صاحبین
کے نزدیک جائز ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور لڑکے کی وصیت اگر وہ مراہق نہو یعنی قریب بلوغ نہو تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی
اور نیز اگر مراہق ہو تو بھی ناجائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ خواہ لڑکا ماذون التجارۃ ہو یا محجور ہو کذا فی البدائع خواہ وہ
بعد بالغ ہونے کے مرا ہو یا قبل بالغ ہونے کے مر گیا ہو کذا فی الکافی۔ اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ اگر مین بالغ مر جاؤن تو میرا
تہائی مال فلان شخص کے واسطے وصیت ہی تو نہین صحیح ہی اسواسطے کہ وہ اہلیت نہین رکھتا ہی پس تنجیز و تعلیق کچھ ممکن نہین ہی
اور غلام و مکاتب نے اگر وصیت کی اضافت اپنے آزاد ہو جانے کے بعد کی طرف کی تو صحیح ہو جائیگی یہ اختیار شرح مختار مین ہی
اور جسنے بطور ہزل کے یا بسبب اکراہ کے یا خطا سے وصیت کی اُسکی وصیت صحیح نہوگی یہ بدائع مین ہی۔ آزاد و عاقل کی وصیت
خواہ مرد ہو یا عورت ہو جائز ہی اور نابالغ محجور کی وصیت جو بالغ ہو کر بے راہ ہو قیاساً نہین جائز ہی اور استحساناً جائز ہی

اور ابن السبیل کی وصیت جو اپنے مال سے دور ہو جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو - اور اگر نابالغ یا مکاتب نے وصیت کی پھر
وہ بالغ ہوا یا آزاد کیا گیا پھر اُسنے اجازت دی تو از سر نو وصیت ہو کر صحیح ہو جائیگی اور حمل کے واسطے وصیت جائز ہو اور نیز حمل
کی وصیت کسی کے واسطے کر دینا کہ اگر یہ باندی بچہ جنے تو فلان کے واسطے وصیت ہو تو جائز ہو بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینہ
سے کم مین بچہ جنے اور اگر کسی نے دوسرے کے واسطے باندی کی سوائے اُسکے حمل کے وصیت کر دی تو وصیت اور استثنار
دونون صحیح ہین یہ کافی مین ہو - اور اگر ایک عورت کے پیٹ مین جو ہو اُسکے واسطے وصیت کی پھر ایک مہینہ وصیت کے بعد اور
موصی کی موت کے بعد وہ عورت مردہ بچہ جنی تو اُسکے واسطے کچھ وصیت نہوگی اور اگر زندہ بچہ جنی پھر وہ مرگیا تو تہائی سے وصیت
جائز ہوگی اور یہ مال اس بچہ کے وارثون کے درمیان میراث تقسیم ہوگا اور اگر دو بچہ جنی ایک زندہ اور دوسرا مردہ تو مال وصیت
زندہ کے واسطے ہوگا - اور اگر دونون زندہ جنی پھر ایک مرگیا تو مال وصیت دونون کے واسطے نصفا نصف ہوگا اور جو مرگیا ہو
اُسکا حصہ اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہوگا جیسا کہ میراث مین ہو - اور اگر اسطرح وصیت کی کہ اگر فلان عورت کے پیٹ مین
لڑکی ہو تو اُسکے واسطے ہزار درم کی وصیت ہو اور اگر لڑکا ہو تو دو ہزار درم کی وصیت ہو پھر وہ عورت وقت وصیت سے ایک دن
کم چھ مہینے مین ایک لڑکی جنی اور اس سے دو یا تین روز بعد ایک لڑکا جنی تو مال وصیت تہائی مین سے دونون کو ملیگا - اور اس صورت
مین اور دوسری صورت جو مذکور ہوتی ہو دونون مین فرق ہو اور دوسری صورت یہ ہو کہ اگر کسی عورت سے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ مین ہو
اگر وہ لڑکا ہو تو اُسکے لیے دو ہزار درم کی وصیت ہو اور اگر لڑکی ہو تو اسکے لیے ہزار درم کی وصیت تھی پھر وہ عورت ایک ہی پیٹ سے ایک
لڑکا اور ایک لڑکی جنی اور موصی کے وقت موت سے چھ مہینہ سے کم مین جنی تو دونون بچون مین سے کسی کے واسطے وصیت
مین سے کچھ نہ ملیگا - پھر مسئلہ اولی مین اگر عورت مذکور چھ مہینہ سے کم مین دو لڑکے اور دو لڑکیان جنی تو وارثان موصی کو
اختیار ہوگا کہ دونون لڑکون اور دونون لڑکیون مین سے جس ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو چاہین مال وصیت دیدین
یہ محیط مین ہو - اور موصی کا اپنے وصیت سے رجوع کرنا صحیح ہو پھر رجوع کبھی صریحاً ثابت ہوتا ہو اور کبھی دلالۃً ثابت
ہوتا ہو - پس اول کی یہ مثال ہو کہ مثلاً موصی کہے کہ مین نے رجوع کیا یا اسکے مثل کوئی لفظ کہے اور دوم اسطرح ہو کہ
کوئی ایسا فعل کرے جو رجوع کرنے پر دلالت کرتا ہو - پھر جو فعل ایسا ہو کہ اگر انسان اُسکو دوسرے کی ملک کے ساتھ
کرے تو ملک سے مالک کا حق منقطع ہو جاوے پس جب ایسا فعل موصی کریگا تو یہ رجوع کرنا ہوگا اور نیز جو فعل موصی بہ
مین زیادتی کا موجب ہوا اور بدون اس زیادت کے تسلیم ممکن نہین ہو پس جب ایسا فعل موصی کریگا تو یہ رجوع پر دلالت
کریگا اور رجوع ثابت ہوگا اسی طرح جو فعل موجب زوال ملک موصی ہو وہ رجوع ہو - اور جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہین
کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کے واسطے ایک کپڑے کی وصیت کی پھر اُسکو قطع کر کے سلایا یا روئی کی وصیت کی اور اُسکو
کاتا یا سوت کی وصیت کی اور اُسکو بُنا یا یا لوہے کی وصیت کی پھر اُسکا کوئی ظرف بنوایا تو یہ رجوع ہو - اور اگر ستو کی وصیت کی
پھر اُسکو مسکہ مین ملا دیا یا ساحہ کی وصیت کی اور پھر اُسمین عمارت بنوائی یا روئی کی وصیت کی پھر اُسکو بھر الیا یا استر کی وصیت
کی پھر قبا مین اُسکا استر لگایا یا ابرہ کی وصیت کی پھر اُسکا ابرہ لگایا تو وصیت باطل ہو جائیگی یہ کافی مین ہو - وصیت چار
صورتون پر ہو ایک صورت مین قول و فعل دونون سے فسخ ہو سکتی ہو - اور ثانی ایک صورت مین قول سے فسخ ہو سکتی ہو نہ
فعل سے اور ایک صورت مین فعل سے فسخ ہو سکتی ہو نہ قول سے - اور ایک صورت مین دونون سے فسخ نہین ہو سکتی ہو پس
اول کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص کے واسطے مال عین کی وصیت کی پس قول سے اُسکا فسخ یہ ہو کہ کہے کہ مین نے وصیت

فسخ کردے یا مین نے رجوع کر لیا۔ اور فعل سے اُسکا فسخ یون ہی کہ اُسکو فروخت کر دے یا آزاد کر دے یا ایسے سبب سے اُسکو
اپنی ملک سے نکال دے جو فسخ نہین ہو سکتا ہی چنانچہ مطلقاً مدبر کر دے۔ اور دوم کی صورت یہ ہی کہ اپنے تہائی یا چوتھائی
مال کی وصیت کرے پس اگر اس سے بقول رجوع کرے تو صحیح ہی اور اگر اُسکو اپنی ملک سے خارج کر دیا تو وصیت باطل نہو گی
بلکہ دوسرے ثلث سے نافذ ہو جائیگی اور سوم کی صورت یہ ہی کہ غلام کو مدبر کرے مگر مقید پس اگر بقول رجوع کرے تو صحیح نہین ہی
اور اگر بفعل رجوع کرے مثلاً اُسکو فروخت کر دے تو صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر چاندی کے تبر کی کسی کے واسطے
وصیت کی پھر اُسکو ڈھال کر کنگن یا انگوٹھی یا اسکے مانند کوئی چیز بنوالی تو وصیت سے رجوع ہی اور یہ حکم امام ابو یوسف رح و
امام محمد رح کے قول پر ظاہر ہی اور بنا بر قول امام اعظم رح کے واجب ہی کہ رجوع نہووے اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر
مال عین کی وصیت کی پھر اُسکو فروخت کر دیا پھر اُسکو خرید لیا یا بائع کو ہبہ کی گئی پھر اُسکی وصیت سے رجوع کر لیا تو وصیت
باطل ہو جائیگی اور جس بکری کے دینے کی وصیت کی تھی اگر اُسکو ذبح کیا تو رجوع ہی اور جس کپڑے کی وصیت کر دی ہی
اگر اُسکو دھلایا تو رجوع نہین ہی۔ اور اگر کسی نے وصیت سے انکار کیا تو یہ رجوع نہین ہی یہ جامع کبیر مین مذکور ہی اور مبسوط
مین لکھا ہی کہ رجوع ہی اور بعض نے فرمایا کہ جو حکم جامع کبیر مین لکھا ہی وہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب موصی لہ کی غیبت مین
اُسنے انکار کیا ہو اور ایسا انکار سب روایتون کے موافق رجوع نہین ہی اور جو مبسوط مین ہی وہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب
موصی لہ کے حضور مین اُسنے انکار کیا اور اُسکے سامنے انکار کرنا وصیت سے رجوع کرنا ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ اس
مسئلہ مین دو روایتین ہین۔ اور بعض نے فرمایا کہ جو حکم جامع مین مذکور ہی وہ امام محمد رح کا قول ہی اور جو مبسوط مین لکھا ہی وہ
امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور یہی قول اصح ہی اور اگر کہا کہ ہر چیز جسکی وصیت فلان شخص کے واسطے ہی وہ حرام یا ربو ہی تو یہ
قول رجوع نہو گا بخلاف اسکے اگر کہا کہ وہ باطل ہی تو رجوع ہو سکتا ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص کے واسطے کچھ وصیت
کی پس اُس سے کہا گیا کہ تو اچھا ہو جائیگا وصیت مین تاخیر کرے پس اُسنے کہا کہ مین نے وصیت کی تاخیر کر دی تو یہ رجوع
نہین ہی اور اگر کہا گیا کہ وصیت کو ترک کر دے پس اُسنے کہا کہ مین نے ترک کر دی تو یہ رجوع ہی یہ خزانۃ المفتین مین
ہی۔ اور اگر کہا کہ جس غلام دیدینے کی مین نے وصیت کی تھی وہ فلان کے واسطے ہی تو یہ رجوع ہی اور اسی طرح اگر کہا کہ وہ
میرے وارث کے واسطے ہی تو یہ رجوع ہی پہلی وصیت سے اور دوبارہ وارث کے واسطے وصیت ہی پس دیگر وارثون کو اختیار ہوگا
چاہین اسکی اجازت دین یا رد کر دین اور اگر دوسری وصیت کے وقت دوسرا شخص جسکے واسطے دوسری وصیت کی ہی
مر گیا ہو تو پہلی وصیت اپنے حال پر باقی رہیگی اور اگر دوسری وصیت کے وقت دوسرا موصی لہ زندہ ہو مگر موصی کی موت سے
پہلے مر گیا تو غلام مذکور وارثون کا ہو گا اسوجہ سے کہ دونون وصیتین باطل ہو گئی ہین یہ کافی مین ہی۔ اور اگر کسی کے واسطے
اپنے غلام کی وصیت کی پھر اُسکو رہن کیا تو یہ رجوع ہی اور اگر اُسکو اجارہ پر دیا یا باندی تھی کہ اُس سے وطی کر لی تو یہ رجوع نہین ہی
اور اگر لوہا ہو کہ اُسکے دینے کی وصیت کی پھر اُسکی تلوار یا زرہ بنالی تو یہ رجوع ہی اور اگر اپنا غلام دینے کی کسی کے واسطے وصیت کی
پھر اُسکو مکاتب یا مدبر کر دیا یا کسی وجہ سے اُسکو اپنی ملک سے نکال دیا تو یہ وصیت سے رجوع ہی حتے کہ اگر وہ غلام پھر اسکی
ملک مین عود کرے تو وہ وصیت کی چیز نرہیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کہا کہ جس غلام کی مین نے فلان شخص کے
واسطے وصیت کی تھی اور بھی اُسکی وصیت فلان دوسرے شخص کے واسطے کی تو وہ غلام دونون مین نصفا نصف ہو گا
اسی طرح اگر کہا کہ اور بھی اُسکی نصف کی وصیت فلان دوسرے کے واسطے کر دی تو بھی وہ غلام دونون مین مشترک ہو گا اور

اگر تہائی غلام کی وصیت زید کے واسطے کردی پھر کہا کہ وہ تہائی غلام کی جسکی وصیت مین نے زید کے واسطے کی ہے اُس تہائی کی
نصف کی وصیت عمرو کے واسطے کردی یا کہا کہ اُسکے آدھے کی وصیت عمرو کے واسطے کردی تو یہ قول تہائی مین سے نصف سے
جو زید کے واسطے وصیت تھا رجوع نہین ہے بلکہ تہائی غلام دونون مین مشترک ہوگا اور اگر کہا کہ وہ تہائی جسکی وصیت زید کے
واسطے مین نے کردی تھی اور بھی اُسکی نصف کی وصیت عمرو کے واسطے کردی تو زید کو اس تہائی کا تہائی ملیگا - اور اگر زید
کے واسطے ایک چیز کی وصیت کی پھر کہا کہ جو کچھ مین نے زید کے واسطے وصیت کی تھی اُسکی نصف کی وصیت عمرو کے واسطے
کردی تو وہ غلام دونون مین مشترک ہوجائیگا پس آدھے غلام سے رجوع ثابت ہوگا - اور اگر ایک شخص کے واسطے ایک
باندی کی وصیت کردی پھر اُس باندی کو ام ولد بنایا تو یہ وصیت سے رجوع ہے اسی طرح اگر گیہوؤن کی وصیت کی پھر اُنکو
پیسا یا آٹے کی وصیت کی پھر اُسکی روٹیان پکوائین تو یہ رجوع ہے - اور اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ تو نے اپنے فلان غلام
کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی ہے پس اُسنے کہا کہ نہین بلکہ اُس شخص کے واسطے مین نے اپنی فلان باندی کی
وصیت کی ہے تو یہ غلام کی وصیت سے رجوع ہے - اور اگر اپنے دار کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی پھر اُسے گچ کرائی
یا اُسکو منہدم کیا تو یہ رجوع نہین ہے اور اگر اُسمین کہگل کرائی تو رجوع ہے بشرطیکہ دار کبیر ہو - اور اگر زمین کی وصیت کی پھر
اُسمین رطبہ بویا تو یہ رجوع نہین ہے اور اگر درخت انگور جالے یا درخت لگائے تو یہ رجوع ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور
اگر اُسکے درخت خرما مین جو کفری لگے ہین اُنکی وصیت کی پھر موصی کے مرنے سے پہلے وہ بسر ہوگئین یا بسر کی وصیت کی
اور وہ رطب ہوگئین اور ہنوز موصی نہین مرا ہے یا تازہ انگورون کی وصیت کی اور وہ موصی کی موت سے پہلے زبیب ہوگئے
یا سنبل کی وصیت کی اور وہ گیہون ہوگئے یعنے بالیون مین سے گیہون پختہ ہوکر نکال لیے گئے یا چاندی کی وصیت
کی اور وہ انگوٹھی ہوگئی یا انڈے کی وصیت کی اور وہ بچہ ہوگیا یعنے انڈے سے بچہ نکل آیا اور یہ سب موصی کی موت
سے پہلے ہوگیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ جس چیز کی وصیت کی تھی وہ متغیر ہوکر دوسری چیز ہوگئی ہے اور اگر
موصی کے مرنے کے بعد وہ متغیر ہوگئی تو وصیت نافذ ہوجائیگی - اور اگر بسر کی وصیت کی پھر اُسمین بعض رطب ہوگئے تو
جسقدر رطب ہوگئے ہین اُنکی وصیت باطل ہوجائیگی اور جو بسر ہین اُنمین باقی رہیگی اعتبارًا للبعض بالکل کہ بعض قائم مقام
کل کے ہونگے - اور اگر رطب کی وصیت کی پھر موصی کے موت سے پہلے وہ تمر یعنے چھوارے ہوگئے یا بکری کے بچہ کی وصیت کی
اور وہ کبش ہوگیا تو استحسانًا وصیت باطل نہوگی یہ کافی مین ہے - اور اگر غیر کے مال سے ہزار درم کی کسی کے واسطے وصیت
کی یا اُسکے غلام یا اُسکے کپڑے کی کسی کے واسطے وصیت کردی پھر اس غیر شخص نے موصی کے مرنے سے پہلے یا اُسکے مرنے کے
بعد اُسکی اجازت دیدی تو غیر شخص کو اختیار ہوگا کہ جب تک اُسنے مال وصیت موصی لہ کو نہین دیا ہے تب تک اس سے رجوع
کرلے اور جب اُسکو دیدیا تو جائز ہے اسواسطے کہ مال غیر سے وصیت کرنا بمنزلہ مال غیر ہبہ کرنے کے ہے گویا اُسنے غیر کا مال باجازت ہبہ کردیا
پس بدون تسلیم و قبضہ کے صحیح نہوگا یہ مبسوط مین ہے -

دوسرا باب - اُن الفاظ کے بیان مین جو وصیت ہوتے ہین اور جو نہین ہوتے ہین اور جو وصیت جائز ہے
اور جو نہین جائز ہے - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میری موت کے بعد وکیل ہے تو وہ وصی ہوگا اور اگر کہا کہ تو میری
حیات مین میرا وصی ہے تو وکیل ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے واسطے سو درم اجرت
اس شرط پر ہے کہ تو میرا وصی ہو تو شرط باطل ہے اور سو درم اُسکے واسطے وصیت جائز ہونگے اور بنابر قول مختار کے وہ شخص

وصی ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے
فلان شخص کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور وصیت کی کہ فلان شخص کے واسطے میرے مال مین ہزار درم ہین
تو پہلے ہزار درم وصیت ہین اور دوسرے اقرار ہین - اور اصل مین ہی کہ اگر وصیت مین کہا کہ میرا تہائی دار واسطے فلان
شخص کے ہی پس مین اسکی اجازت دیتا ہون تو وصیت ہی اور اگر کہا کہ چھٹا حصہ میرے دار مین واسطے فلان شخص کے
ہی تو یہ اقرار ہی یعنے فلان کا اسقدر اس دار مین استحقاق ہی اور علی ہذا اگر کہا کہ فلان شخص کے واسطے میرے مال سے ہزار
درم ہین تو یہ استحساناً وصیت ہی اگر وصیت کے تذکرہ مین کہا ہو اور اگر کہا کہ میرے مال مین تو یہ اقرار ہوگا - اور اگر کہا کہ میرا یہ
غلام واسطے فلان کے ہی اور میرا یہ دار واسطے فلان کے ہی اور یہ نکہا کہ وصیت ہی اور نہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کہا اور نہ یہ
کہا کہ یہ میری موت کے بعد تو یہ قیاساً و استحساناً ہبہ ہی پس اگر فلان مذکور نے اُسکی زندگی مین قبضہ کر لیا تو صحیح ہوگا اور اگر قبضہ
نکیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو باطل ہی - اور اگر وصیت کے تذکرہ مین ایسا کہا تو شیخ امام زاہد احمد طواویسی نے شرح وصایا الاصل
مین ذکر کیا کہ قیاس یہ ہی کہ یہ وصیت ہو مگر استحساناً وصیت نہوگی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے دوسرے سے اپنے مرض مین
فارسی مین کہا کہ (تیمار دار فرزندان مرا بیس من) یعنے میرے مرنے کے پیچھے میرے فرزندون کی تیمارداری کر تو اُسکو اپنے ترکہ کا
وصی قرار دیا اسی طرح اگر کہا کہ انکا تعہد کر یا اُنکے کام کی خبرگیری کر یا جو اسکے معنی مین بولے جاتے ہین اور اگر مریض نے دوسرے
سے کہا کہ (غم کار من و آن فرزندان من بعد از وفات من بخور) یا کہا (فرزندان آن مرا ضائع مگذار) تو فرمایا کہ وصی ہو جائیگا
یہ ظہیریہ مین ہی - اگر اپنے بھائی سے کہا کہ فلان شخص کو اجارہ پر مقرر کر رہے کہ میری وصیت نافذ ہو تو بھائی وصی ہو جائیگا اگر اسکو
قبول کرے یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر کہا کہ مین نے یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد میرا تہائی مال فلان شخص کو
ہبہ کیا جاوے تو یہ وصیت ہی اور موصے کی زندگی مین اُسکا قبضہ کرنا شرط نہوگا - اور اگر کہا کہ میری تہائی واسطے فلان کے ہی
یا میری چوتھائی یا میرا چھٹا حصہ واسطے فلان کے ہی پھر قبل اسکے کہ فلان قبضہ کرے وہ مرگیا تو قیاساً باطل ہی اور استحساناً
یہ وصیت جائز ہوگی اور اسکی تاویل یہ ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کلام کیا ہو اسکو امام محمد رح نے
امام ابو یوسف رح کی روایت سے امام اعظم رح سے روایت کیا ہی یہ محیط مین ہی - ایک مریض نے دوسرے سے کہا کہ میرے
قرضے ادا کر دے تو وہ وصی ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک شخص نے اپنے مرض یا اپنی صحت مین کہا کہ اگر میرے اوپر
کوئی حادثہ حادث ہو تو فلان کے واسطے اسقدر ہی تو یہ وصیت ہی اور حادثہ ہمارے نزدیک موت ہی اسی طرح اگر کہا کہ میری
تہائی سے فلان کے واسطے ہزار درم ہین تو یہ وصیت ہی اگرچہ اسمین موت کا ذکر نہین کیا ہی - اور اگر کہا کہ فلان شخص کے
واسطے ہزار درم میرے مال سے ہین یا کہا میرے نصف مال سے یا کہا کہ میرے چوتھائی مال سے ہین تو یہ باطل ہی الا اس
صورت مین کہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کلام ہو تو یہ وصیت ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ
جو میرے باپ کی وصیت لکھی ہوئی پائی جاوے اور مین نے اُسکو نافذ نکیا ہو تو اُسکو نافذ کر دینا یا اپنی ذات پر اپنے مرض
مین ایسا اقرار کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ وصیت ہی اگر وارثون نے اسکی تصدیق کی تو اُنکی تصدیق صحیح ہوگی اور اگر اُسکی
تکذیب کی تو یہ تہائی مال سے قرار دیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر ایک مریض نے کہا کہ تم لوگ ہزار میرے مال سے نکالو
یا ہزار درم نکالو اور اس سے زیادہ نکہا اور مرگیا تو فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر یہ کلام تذکرہ وصیت مین کیا ہو تو جائز ہی اور فقرا
کو دیے جاوینگے - اور اگر کسی مریض سے کہا گیا کہ کوئی چیز وصیت کر دے اُسنے کہا کہ میرا تہائی مال اور اس سے زیادہ کچھ نکہا

توفقیہ ابوبکرؒ نے فرمایا کہ اگر یہ کلام سوال کے پیچھے لگا ہوا کہا تو اُسکا تہائی مال فقیرون پر صرف کیا جائیگا اور محمد بن سلمہ سے مروی ہی کہ اُنھون نے جواب مطلقاً چھوڑا اُسکی تفصیل نہین فرمائی اور کہا کہ اُسکا مال فقیرون مین صرف کیا جائیگا اور محمد بن مقاتل سے مروی ہی کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ لوگون کو ہزار درم دیے جاوین تو فرمایا کہ یہ وصیت باطل ہی اور اگر کہا یہ تم لوگ ہزار درم صدقہ کر دینا تو یہ جائز ہی اور فقیرون کو صدقہ کیے جاوینگے۔ ایک مریض نے فارسی مین کہا (صد درم از من بخشش کنید) سو درم میری طرف سے بخشش کر دینا تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ یہ باطل ہی اسواسطے کہ یہ فقیرون و تونگرون سب کے واسطے ہوگی۔ اور اگر کہا کہ (صد درم از من روان کنید) تو فرمایا کہ یہ وصیت جائز ہوگی اسواسطے کہ اس لفظ سے قربت مراد ہوتی ہی اور قاضی ابو الحسن علی بن الحسین السغدی نے فرمایا کہ قولہ (روان کنید) ہماری زبان کا محاورہ نہین ہی ہم اسکو نہین جانتے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین اپنے اس سفر مین مر جاؤن تو فلان کے واسطے مجھپر ہزار درم قرضہ ہین تو یہ تہائی مال سے وصیت ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ مین بعد موت کے فلان مقام پر لیجایا جاؤن اور وہین دفن کیا جاؤن اور وہان ایک رباط میرے تہائی مال سے بنایا جاوے پھر مرگیا اور اوس مقام پر اُٹھا کر نہین لیجایا گیا تو ابو القاسم رحمہ نے فرمایا کہ رباط کی وصیت جائز ہی اور اُٹھا لیجائے جانے کی وصیت باطل ہی اور اگر وصی اُسکو اُس مقام پر اُٹھوا کر لیگیا تو جو کچھ اسکے اُٹھوا کر لیجانے مین خرچ ہوا ہی وصی اُسکا خود ضامن ہوگا اگر اُسنے بدون اجازت وارثون کے ایسا کیا اور اگر وارثون کی اجازت سے ایسا کیا تو ضامن نہوگا۔ اور میت کے نیچے قبر مین مضربہ کے مانند کوئی چیز نہین بچھائی جاویگی اور شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی یہ مثل کفن مین زیادتی کرنے کے ہی اور بعض مشائخ نے اس سے انکار فرمایا ہی یعنی ممنوع جانا ہی۔ اور اگر زینت کے واسطے اپنے قبر کی عمارت کی وصیت کی تو یہ باطل ہی اور اگر اپنی موت کے بعد ماتم[1] کے واسطے کھانے پکانے کی وصیت کی کہ جو لوگ تعزیت کے واسطے آوین اُنکو کھلایا جاوے تو فقیہ ابو جعفر رحہ نے فرمایا کہ یہ تہائی مال سے جائز ہی اور جو لوگ یہان دیر تک قیام کرین یا دور سے آوین اُنکو کھانا حلال ہی اسمین تونگر و فقیر سب برابر ہین اور جس شخص کا قیام دیر تک نہو اور نہ وہ بہت دور سے آیا ہو اُسکو حلال نہین ہی پس اگر کھانے مین سے بہت بچ جاوے تو وصی ضامن ہوگا اور اگر تھوڑا بچے تو ضامن نہوگا۔ اور شیخ امام ابوبکر بلخی سے مروی ہی کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد تین روز تک لوگون کے واسطے کھانا پکوایا جاوے تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ ایسی وصیت باطل ہی اور شیخ ابو القاسم سے روایت ہی کہ اہل مصیبت کے یہان کھانا لیجانا اور انکے ساتھ کھانا کیسا ہی فرمایا کہ ابتدائی حال مین کھانا لیجانا مکروہ نہین ہی اسواسطے کہ اہل میت اُسکی تجہیز وغیرہ مین مشغول ہوتے ہین (قال المترجم بلکہ یہ سُنت ہی) اور رہا تیسرے روز کھانا لیجانا سو یہ نہین مستحب ہی اسواسطے کہ تیسرے روز رونے والی عورتین جمع ہوتی ہین پس اس روز کا اُنکا کھلانا گناہ کرنے پر مدد دینا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور واقعات ناطفی مین ہی کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ ہزار دینار کے کفن مین کفنایا جاوے یا دس ہزار درم کے کفن مین کفنایا جاوے تو یہ شخص درمیانی کفن سے کفنایا جائیگا جسمین نہ اسراف ہو اور نہ تقتیر اور تضییق ہو اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ وہ شخص اپنی زندگی مین جیسے کپڑے پہنکر جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز اور شادی کی دعوت ولیمہ مین جاتا تھا اُنکو دیکھا جائیگا پس برابر برابر درمیانی کفن دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کو وصیت کی کہ شوہر اُسکو اُس مہر سے جو عورت کا

[1] عورتین جو جمع ہوتی ہین اور ظاہر امراد بیان مطلق ہی خواہ مرد ہون یا عورتین ہون ۱۲ منہ

اُسپر آتا ہی کفن دیوے تو فرمایا کہ کفن کے باب مین عورت کی امر ونہی سب باطل ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ اپنے دار مین دفن کیا جاوے تو اُسکی وصیت باطل ہی الا یہ کہ یہ وصیت کرے کہ میرا دار مسلمانون کا مقبرہ بنایا جاوے اور خلاصہ مین ہی کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اپنے بیت مین دفن کیا جاوے تو صحیح نہین ہی اور مسلمانون کے مقبرہ مین دفن کیا جائیگا۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ مجھپر فلان شخص نماز پڑھے تو عیون مین لکھا ہی کہ یہ وصیت باطل ہی اور خلاصہ مین لکھا ہی کہ یہ نہین صحیح ہی۔ (قال المترجم مراد یہ ہی کہ اسکی تعمیل مثل وصیت کے لازم نہین ہی ورنہ جسکو پیر گا جانے اُس سے نماز پڑھانے کو کہا جاوے اولی وانسب ہی) نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال مسلمان مردون کے کفن مین یا مسلمان مردون کی قبر کھودنے مین یا مسلمانون کو پانی پلانے مین خرچ کیا جاوے تو فرمایا کہ یہ باطل ہی اور اگر یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقیر مسلمانون کے کفن دینے مین یا اُنکی قبرین کھودنے مین خرچ کیا جاوے تو جائز ہی اور اگر وصیت کی کہ میرا دار مقبرہ کر دیا جاوے پھر اُسکا وارث مرا تو اسکا دفن کرنا اس مقبرہ مین جائز ہی۔ اور فتاواے فضلی مین ہی کہ اگر یہ وصیت کی کہ میرا دار کاروان سرائے کر دیا جاوے کہ اُسمین لوگ (یعنی بعد موت موصی کے ۱۲) اُترا کرین تو نہین صحیح ہی اور اسی قول پر اعتماد ہی۔ بخلاف اسکے اگر یہ وصیت کر دی کہ سقایہ کر دیا جاوے تو یہ صحیح ہی اور وارث اُسمین سے پانی نہین پی سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زندگی مین ٹاٹ خرید ا تھا پس وصیت کی مین اس ٹاٹ مین کفن دیا جاؤن اور میرے پانون مین بیڑیان اور گردن مین طوق ڈالا جاوے تو یہ غیر مشروع چیز کے ساتھ وصیت ہی پس باطل ہوگی اور اُسکو کفن مثل دیا جائیگا (یعنے جیسا وہ پہنتا تھا روز و ایام خوشی مین اُسکا درمیانی دیا جائیگا یا جیسا ایسے لوگون کو دیا جاتا ہی) اور جسطرح لوگ دفن کیے جاتے ہین اسی طرح دفن کیا جائیگا۔ اگر یہ وصیت کی کہ اُسکی قبر پر کہگل کیجاوے یا اُسپر قبہ بنایا جاوے تو وصیت باطل ہی الا اُس صورت مین جائز ہو سکتی ہی کہ وہان درندون وغیرہ کے خوف سے کہگل لگانے کی ضرورت ہو۔ اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی دختر کو اپنے مرض مین پچاس درم دیے اور کہا کہ اگر مین مر جاؤن تو میری قبر پر عمارت بنوانا اور مجاورت کرنا اور پانچ درم تیرے واسطے ہین اور باقی کے گیہون خرید کر صدقہ کر دینا تو فرمایا کہ اُسکے واسطے پانچ درم نہین جائز ہین اور جس قبر کی عمارت کا حکم دیا ہی اُسکو دیکھا جاوے اگر محافظت کے واسطے عمارت کی ضرورت ہو نہ بغرض زینت کے تو بقدر حفاظت کے بنوائی جاویگی اور باقی درم فقیرون کو دیدیے جاوینگے اور اگر حاجت ضروری سے علاوہ عمارت کا حکم دیا ہی یعنے عمارت کی وہان کوئی حاجت نہین ہی تو وصیت باطل ہوگی۔ اور اگر وصیت کی کہ کسی شخص کو میرے مال سے اسقدر دیا جاوے تاکہ میری قبر پر قران پڑھے تو ایسی وصیت باطل ہی۔ بعض نے فرمایا کہ اگر قاری یعنے پڑھنے والا کوئی معین ہو تو چاہیے کہ وصیت بطور صلہ کے جائز ہو نہ بطور اجرت کے اور بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہی اگرچہ قاری معین ہو اور ایسا ہی شیخ ابو نصر نے فرمایا ہی۔ شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ دس قبرین کھودی جاوین تو فرمایا کہ اگر مقبرہ معین کر دیا کہ اُسمین مردے دفن کیے جاتے ہین تو وصیت جائز ہی اور اگر کھودنا بغرض ابناء سبیل و فقیرون کے دفن کے ہی بدون اسکے کہ کوئی جگہ معین کرے تو وصیت باطل ہی اور واقعات مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر وصیت کی کہ سو قبرین کھودی جاوین تو مین استحسانًا اسکے محلہ مین رکھتا ہون اور کبیر و صغیر یکسان ہونگی۔ اور ہمارے بعضے مشائخ نے قبور کے مسئلہ مین یہ اختیار کیا ہی کہ اگر اُسنے مقبرہ معین نکیا تو نہین جائز ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ اسکی کتابین دفن کر دی جاوین تو نہین جائز ہی الا اُس صورت مین کہ اُن کتابون مین ایسی بات لکھی ہو جسکو کوئی نہین سمجھ سکتا ہی یا اُسمین کوئی فساد کی بات ہو تو انکو دفن کر دینا چاہیے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر بیت المقدس کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کر دی تو جائز ہی

اور بیت المقدس کی تعمیر اور اسکے چراغ وغیرہ مین خرچ کیے جاوینگے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہی کہ وقف مسجد سے اُسکی قندیل وچراغ مین خرچ کرنا اور رمضان مین قندیلون کے واسطے نفط[1] و روغن زیتون خریدنا جائز ہی- اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام مسجد کی خدمت کرے اور اُسمین اذان دے تو جائز ہی اور اُسکی کمائی وارث کی ہوگی- اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرایا جاوے تو ایک شخص کو خرچہ جہاد دیا جائیگا جو اُسکو اپنی آمد و رفت مین خرچ کرے اور جبتک سرحد ملک کفار مین مقیم رہے تب تک خرچ کرے اور اُسمین سے اپنے اہل وعیال کے خرچ مین کچھ نہ لاوے پھر اگر کچھ باقی رہجاوے تو وہ وارثون کو واپس کردے اور چاہیے کہ جہاد کرانے والے کے گھر سے جہاد کے واسطے نکلے یعنے اسی مقام سے خرچہ معتبر ہوگا اور یہ مثل حج کے لیے وصیت کرنے کے ہی اور اگر وہ شخص جو اسکی طرف سے جہاد کرتا ہی تونگر ہو تو بھی جائز ہی اور نیز وصی کو اختیار ہی کہ اُسکی طرف سے خود جہاد کرے اور نیز موصی کے پسر کو بھی اختیار ہی- اور مسلمان کو جائز ہی کہ نصرانی فقیرون کے واسطے وصیت کرے اسواسطے کہ نصرانی فقیرون کے واسطے وصیت کرنا گناہ نہین ہی بخلاف اُنکی بیعہ تعمیر کرانے کی وصیت کے کہ یہ معصیت ہی پس جو شخص اُسکی تعمیر مین مدد کریگا وہ گنہگار ہوگا- اور اگر وصیت کی کہ مسجد مین خرچ کیا جاوے تو جائز ہی اور مسجد کی عمارت وچراغ مین خرچ کیا جائیگا اور اگر چراغ مسجد کی وصیت کی تو نہین جائز ہی یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی- اور اگر کہے کہ اسمین چراغ جلایا جایا کرے تو یہ جائز ہی- اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے اور کسی مشتری کو معین نکیا تو یہ جائز نہین ہی الا یہ کہ کہے کہ اور اُسکا ثمن صدقہ کردو یا اُسکو اُدھار فروخت کردیا مشتری کے ذمہ سے تہائی ثمن کم کردو- اسی طرح اگر وصیت[2] کی کہ میری باندی ایسے مشتری کے ہاتھ فروخت کرو جو اُسکو ام ولد بناوے یا اُسکو مدبر کردے تو بھی جائز ہی- ایک شخص نے اپنی موت کے وقت ایک قوم سے جو اُسکے پاس حاضر تھے کہا کہ دیکھو کُل وہ جو مجھے جائز ہی کہ مین اُسکی وصیت کرون اُسکو فقیرون کو دیدو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ وصیت جائز ہی اور یہ تہائی مال پر ہوگی اور کہا کہ جو مجھے جائز ہی کہ مین اُسکی وصیت کرون تو بھی جائز ہی اور اسکا اختیار وارثون کو ہوگا جس فقیر کو دیدین جائز ہوجائیگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو بخلاف اُسکے قول اول کے کہ (کل وہ جو مجھے جائز ہی کہ مین اُسکی وصیت کرون) کہ اس صورت مین پوری تہائی پر وصیت ہوگی- اور اگر اپنے غلام کی کسی شخص کے واسطے وصیت کردی اور غلام پر قرضہ ہی پھر موصی مرگیا پھر غلام کے قرضخواہ نے کہا کہ مین وصیت کی اجازت نہین دیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہوگا تا ان اُسکا قرضہ غلام کی گردن پر ہی- ایک زمین مین کھیتی ہی پس مالک زمین نے زمین کی بدون کھیتی کے وصیت کردی تو یہ جائز ہی اور کھیتی اُس زمین مین اجر المثل پر چھوڑی جائیگی یہانتک کہ کھیتی کاٹی جاوے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے گھوڑے پر راہ خدا مین میری طرف سے جہاد کیا جاوے تو وصیت صحیح ہی اور اُسکی طرف سے جہاد کیا جائیگا خواہ تونگر جہاد کرے یا فقیر- پھر جب غازی واپس آوے تو وارث کو وہ گھوڑا واپس دے پھر وارث لوگ برابر ہمیشہ اُس گھوڑے کو دیا کرینگے کہ اُسپر موصی کی طرف سے جہاد ہوا کریگا یہ محیط مین ہی اور اگر کہا کہ میرا گھوڑا اور میرے ہتھیار اللہ تعالی کی راہ مین ہین یعنی صدقہ ہین تو اسمین تملیک ہی- پس ایک مرد فقیر کو بطور تملیک دیے جاوین- اسی طرح اگر کہا کہ میرا تہائی مال جہاد مین یا فی سبیل اللہ یا فی السبیل ہی تو اسکا بھی فقیرون کو مالک کردینا چاہیے اور میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہی کہ وارث لوگ ایسے مرد کو دین جو جہاد کرتا ہی- ایک شخص نے اپنا گھوڑا راہ جہاد مین کردیا تو فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالی کسی فقیر کو دیا جاوے اور جب فقیر اُسکا مالک ہوجاوے تو جو چاہے کرے- اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ گھوڑا اللہ تعالی کی راہ مین محبوس کردیا تو فرمایا کہ رباط[3] مین باندھا جاوے کہ اُسپر لوگ جہاد کیا کرین پھر اگر اُسکی حاجت نرہے

[1] یعنی کھانا بسن اور احتمال ہو کہ قندیلون سے کے علیے کا معا لحہ ہو اد جو مانند قیر وغیرہ و سکو ۱۲

[2] رباط ملک اسلام کی سرحد پر وہ مکان جہان ... مستعد رہتے ہین ... جہاد کے واسطے لوگ اترتے ہین اور گھوڑے بندھے رہتے ہین ۱۲

تو امام المسلمین اُسکو بقدر اُسکے چارہ کے کرایہ پر دیا کریگا۔ اور اگر اُسکو کوئی کرایہ پر نہ لے تو امام اُسکو فروخت کر کے اُسکا ثمن روک رکھے حتے کہ جب مجاہدین کو کسی سواری کی ضرورت ہو تو امام اُسکے ثمن سے سواری کا گھوڑا خرید کر دے کہ اُس پر جہاد کیا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر اُسنے مصاحف مجید کی وصیت کی کہ مسجد مین وقف کیے جاوین کہ لوگ اُنسے تلاوت کیا کرین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میری یہ زمین مساکین کا مقبرہ بنائی جاوے یا وصیت کی کہ یہ زمین مسافرون کے واسطے سرائے بنائی جاوے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ باطل ہے اور اگر وصیت کی کہ میری یہ زمین مسجد بنائی جاوے تو بلا خلاف جائز ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال للہ تعالی ہے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک وصیت باطل ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے اور نیک کامون مین خرچ کیا جائیگا اور فتوے امام محمد رح کے قول پر ہے اور وہ فقیرون پر خرچ کیا جائیگا۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت فی سبیل اللہ تعالی کی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالی جہاد ہے پھر امام ابو یوسف رح سے کہا گیا کہ اور حج ہے۔ تو فرمایا کہ سبیل اللہ تعالی جہاد ہے یعنے حج نہین ہے جہاد ہی ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی حاجی منقطع کو دیا گیا تو جائز ہے مگر ہمارے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ جہاد مین دیا جاوے اور فتوے امام ابو یوسف رح کے قول پر ہے۔ اور اگر اعمال خیر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو فتاوے ابو اللیث مین مذکور ہے کہ جسمین تملیک نہو وہ اعمال خیر مین سے ہے حتے کہ مسجد کی عمارت و اسکے چراغ مین صرف کرنا جائز ہے مسجد کی زینت مین خرچ نکیا جائیگا اور قید خانہ بنانے مین خرچ کرنا جائز نہین ہے اور قید خانہ قاضی و قید خانہ سلطان کی کوئی تفصیل نہین فرمائی کذا فی المحیط۔ اور فتاوی خلاصہ مین ہے کہ اگر نیک کامون مین اپنا تہائی مال صرف کرنے کی وصیت کی تو پل باندھنے یا مسجد بنانے مین یا طالبعلمون کی کفالت مین خرچ کیا جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر رباط کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ رباط مین کچھ لوگ مقیم ہین پس اگر وصیت کے وقت کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جس سے ثابت ہو کہ اس وصیت سے اُسنے رباط کے مقیم لوگ مراد لیے تو انھین پر خرچ کیا جائیگا اور رباط کی عمارت مین خرچ نکیا جائیگا۔ اور فتاوی فضلی مین ہے کہ اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال گانون کی مصلحتون مین خرچ کیا جاوے تو یہ باطل ہے اور فتاوے ابو اللیث مین ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے سو درم کی واسطے فلان مسجد یا فلان پل کی وصیت کی تو امام محمد رح نے صریح فرمایا ہے کہ یہ جائز ہے پس اُسکی مرمت و اصلاح مین خرچ کیے جاوینگے اور اسی کو ابن مقاتل نے اختیار کیا ہے اور حسن بن زیاد نے کہا کہ اگر اُسنے مرمت یا اصلاح کو بیان نکیا تو وصیت باطل ہے۔ اور یہی ہمارے اکثر اصحاب سے روایت اور اسی پر فتوی ہے عیون مین امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے کعبہ معظمہ کے ہے تو جائز ہے اور مساکین مکہ معظمہ کو دیا جائیگا اور اگر کہا کہ واسطے ثغور فلان کے ہے تو قیاس یہ ہے کہ یہ باطل ہو اور استحسانا جائز ہے یہ محیط مین ہے۔

[interlinear glosses: جیسا کا خرچ راہ مین چلنا; یعنے لفظ رباط سے; و الاصل فیہ قولی ابی حنیفہ رحمہ اللہ; ثغور]

تیسرا باب۔ تہائی مال یا اسکے مانند کسی حصہ کی وصیت کرنے اور اپنے پسر یا دختر کے حصہ کے برابر مال کی وصیت کرنے اور اس سے کم یا زیادہ کی وصیت کرنے مین کہ بعد موت کے وارث لوگ اُسکی اجازت دین یا ندین یا بعض بعض اجازت دین ان سب احکام کے بیان مین۔ اگر زید کے واسطے اپنے چوتھائی مال کی اور عمرو کے واسطے نصف مال کی وصیت کی پس اگر وارثون نے اُسکی اجازت دیدی تو نصف مال عمرو کو اور چوتھائی مال زید کو دیا جائیگا اور باقی تمام وارثون مین موافق فرض خدا تعالی کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال سے دونون کو سات حصے ہو کر اسطرح ملینگے کہ عمرو کو چار حصے اور زید کو تین حصے دیے جاوینگے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک نین

تین حصے ہوکر تقسیم ہونگے جنمین سے دو حصے عمرو کو اور ایک حصہ زید کو ملیگا۔ اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک سات حصے ہوکر اس وجہ سے
تقسیم ہوگا کہ امام کا مذہب یہ ہے کہ عمرو جسکے واسطے نصف کی وصیت ہے وہ فقط تہائی کے حساب سے حصہ دار کیا جائیگا اور زید جسکے
واسطے چوتھائی کی وصیت ہے وہ پوری چوتھائی کا حصہ دار کیا جائیگا پس حصص مین ایسے عدد کی حاجت ہوئی جسکی تہائی و چوتھائی پوری
نکلے اور وہ بارہ ہے جسکی تہائی چار ہے اور چوتھائی تین ہے پس زید و عمرو کی وصیت سات ہوئی اور یہ تہائی مال ہے اور دو تہائی مال
چودہ ہے پس تمام مال اکیس ہے جسمین سے زید و عمرو کو سات حصے باین طور کہ چار حصے عمرو کو اور تین حصے زید کو دیے جاوینگے اور غیاث
کے نزدیک تہائی کے تین حصے ہونگے اسواسطے کہ عمرو نصف کا موصی لہ صاحبین کے نزدیک پورے حصہ کا شریک کیا جائیگا
اور زید چوتھائی کا پوری چوتھائی کا شریک کیا جائیگا اور چوتھائی آدھا نصف کا ہے پس ہر چوتھائی ایک سہم قرار دیا گیا پس نصف
کے دو سہم ہوے اور چوتھائی کا ایک سہم ہوا پس تین سہم ہوے پس تہائی مال کے تین حصے کیے جاوین جنمین سے دو حصہ
عمرو کو اور ایک حصہ زید کو دیا جاوے۔ اور اصل امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہ ہے کہ جس شخص کے واسطے تہائی سے زائد کی
وصیت ہو وہ تہائی سے زائد کا شریک نکیا جائیگا الا تین وصیتون مین وصیت بعتق و محاباۃ و دراہم مرسلہ۔ اور وصیت بعتق
کی تفسیر یہ ہے کہ اگر دو غلامون معین کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور ایک کی قیمت ہزار درم اور دوسرے کی دو ہزار درم ہے اور سواے
ان دو غلامون کے اُسکا کچھ مال نہین ہے پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو دونون ساتھ ہی آزاد ہو جاوینگے اور اگر اجازت ندی تو
دونون تہائی مال سے آزاد ہونگے اور اُسکا تہائی مال ایک ہزار درم ہین پس ہزار درم دونون مین بحساب اُنکی وصیت کے ہونگے
کہ ہزار درم کی دو تہائی اُس غلام کے واسطے جسکی قیمت دو ہزار درم ہے اور باقی کے واسطے وہ سعایت کریگا اور ایک تہائی اُس غلام کے
واسطے جسکی قیمت ہزار درم ہے اور وہ باقی کے واسطے سعایت کریگا اور یہی حکم محاباۃ مین ہے کہ اگر اُسکے دو غلام ہون ایک کی قیمت ایک ہزار
ایک سو درم اور دوسرے کی قیمت چھ سو درم ہون پس وصیت کی کہ ایک غلام زید کے ہاتھ سو درم کو اور دوسرا عمرو کے ہاتھ سو درم
کو فروخت کیا جاوے تو اس صورت مین ایک مشتری کے واسطے ہزار درم کی محاباۃ اور دوسرے کے واسطے پانچ سو درم کی محاباۃ
حاصل ہوئی اور یہ سب وصیت ہے اسواسطے کہ حالت مرض مین واقع ہوئی ہے پس اگر یہ تہائی مال سے برآمد ہو تو جائز ہوگی اور
اگر تہائی مال سے برآمد نہوئی اور نہ وارثون نے اجازت دی تو دونون کی محابات بقدر تہائی کے جائز ہوگی اور یہ تہائی دونون
مین بقدر ہر ایک کی محاباۃ کے تقسیم ہوگی یعنے ایک شخص بقدر ہزار درم کے اور دوسرا بقدر پانچ سو درم کے شریک کیا جائیگا۔
اور اسی طرح دراہم مرسلہ مین ہے چنانچہ اگر ایک کے واسطے ہزار درم کی اور دوسرے کے دو ہزار درم کی وصیت کی اور اُسکا تہائی
مال ہزار درم ہے پس یہ تہائی دونون مین تین تہائی ہوکر تقسیم ہوگی کہ ہر ایک دونون مین سے اپنے پورے حصہ کی مقدار پر شریک
کیا جائیگا اور سواے ان صورتون مین اپنے پوری وصیت کی مقدار پر اسی وجہ سے شریک کیا جاتا ہے کہ وصیت اپنے مخرج پر
صحیح ہے بسبب اسکے کہ جائز ہے کہ موصی کا کوئی دوسرا مال ہو جسکی تہائی اسقدر ہووے۔ اسی طرح اگر ایک کے واسطے نصف مال کی
اور دوسرے کے واسطے تہائی مال کی یا پورے مال کی وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر ایک کے
واسطے تہائی مال کی اور دوسرے کے واسطے چھٹے حصہ کی وصیت کی تو اُسکا ایک تہائی مال دونون مین تین تہائی تقسیم
ہوگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال فلان و فلان کے واسطے ہے کہ ایک کے واسطے سو درم اور دوسرے کے واسطے
پچاس درم ہین اور اُسکا تہائی مال تین سو درم نکلا تو ہر ایک کے واسطے اسقدر ہوگا جو بیان کر دیا ہے اور جو باقی رہا وہ دونون
مین نصفا نصف ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اُسکا پورا مال زید کو دیا جاوے اور عمرو کو تہائی مال

دینے کی وصیت کی پس اگر اُسکے وارث نہون یا وارثون نے اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا مال دونون مین بطریق منازعت کے تقسیم ہوگا پس تہائی سے جسقدر زائد ہی یعنی دو تہائی وہ زید کو بلا منازعت دیا جاویگا اور باقی ایک تہائی مین دونون کی منازعت برابر ہی پس دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک بطریق عول کے دونون مین تقسیم ہوگا کہ ہر ایک اپنی پوری وصیت کی مقدار پر اُسمین شریک کیا جائیگا پس عمرو اپنی تہائی کی مقدار پر جسکا ایک حصہ قرار دیا جاویگا اور زید اپنے پورے مقدار مال پر جسکے تین حصے قرار دیے جاوینگے پس پورا مال دونون مین چار حصے ہوکر تقسیم ہوگا - یہ اُسوقت ہی کہ وارث لوگ اجازت دیدین اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال سے وصیت جائز ہوگی پس تہائی مال دونون مین امام اعظم رح کے نزدیک نصفا نصف تقسیم ہوگا بدین وجہ کہ جس شخص کے واسطے تہائی سے زائد کی وصیت ہی وہ صرف بقدر تہائی کے شریک کیا جائیگا (اور دوسرا تہائی کا موصی لہ ہی وہ پورے حق کے واسطے شریک کیا جائیگا پس دونون مساوی ہوے پس مال نصفا نصف ہوا) اور صاحبین رح کے نزدیک ہر ایک اپنے پورے حق کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اسوجہ سے تہائی کے چار حصے ہونگے یہ شرح طحاوی مین ہی - اگر ایک شخص نے زید کے واسطے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی تو ایک تہائی دونون مین برابر تقسیم ہوگی یہ کافی مین ہی - اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید و عمرو کے واسطے وصیت کی زید کے واسطے پچاس درم کی اور عمرو کے واسطے سو درم کی اور اُسکا مال تین سو درم ہی تو تہائی زید و عمرو کے واسطے تین حصے ہوکر تقسیم ہوگی اور دوسرے کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اسپر اجماع ہی کہ اگر وصیتون مین سے کوئی وصیت ایک تہائی سے زائد نہو مثلاً ایک کے واسطے تہائی کی وصیت اور دوسرے کے واسطے چوتہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اس سب کی اجازت نہ دی تو ایک تہائی مین ہر واحد اپنی پوری مقدار وصیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا چاہے جسقدر ہو اور ایک تہائی اُنمین اسی حساب سے برابر تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے اسطرح وصیت کی کہ حظ از مال من - یا شقص از مال من - یا نصیب از مال من - یا بعض از مال من - دیا جاوے تو جب تک موصی زندہ ہی اُسوقت تک بیان مقدار اُسکے بیان پر ہی اور جب وہ مرگیا تو وارثون کے بیان پر ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور اگر کسی کے واسطے سہم از مال خود - وصیت کی یا جزو از مال خود وصیت کی تو وارثون سے کہا جائیگا کہ جسقدر تمہارا جی چاہے اسکو دیدو اور یہ جو ہمنے بیان کیا ہی اسکو مشایخ نے اختیار کیا ہی بنابرین کہ ہمارے عرف مین سہم مثل جزو کے ہی اور اصل روایت اسکے برخلاف ہی چنانچہ مبسوط مین مذکور ہی کہ اگر کسی کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت کی تو اسکو وارثون مین سے جسکا حصہ سب سے کم ہو اُسکے برابر دیا جائیگا لیکن اگر یہ مقدار ششم حصے سے کم ہو تو اس صورت مین اُسکو چھٹا حصہ پورا دیا جائیگا - لیکن موافق روایت اصل کے امام ابو حنیفہ رح نے چھٹے سے کم کو جائز رکھا ہی اور چھٹے حصہ سے زائد کو جائز نہین رکھا ہی اور موافق روایت جامع صغیر کے چھٹے حصے سے زائد کو جائز رکھا ہی اور چھٹے حصے سے کم کو جائز نہین رکھا ہی - اور صاحبین رح نے فرمایا کہ موصی لہ کو وارثون مین سے سب سے کم جسکا حصہ ہی اُسکے برابر دیا جائیگا لیکن اگر یہ مقدار ایک تہائی مال سے بڑھ جاتی ہو تو اُسکو فقط ایک تہائی دیا جائیگا یہ کافی مین ہی - اور اگر ایک شخص کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت کی پھر مرگیا اور اُسکا کوئی وارث نہین ہی تو اُسکو نصف ملیگا اسواسطے کہ بیت المال بمنزلہ پسر کے ہی پس ایسا ہوگیا کہ گویا اُسکے دو بیٹے ہین پس دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر وصیت مین استثنا کیا مثلاً وصیت کی کہ اُسکو میرے مال سے دیجاوے تہائی القلیل - یا تہائی الا حقیر - یا تہائی الا یسیر - یا اسطرح وصیت کی بزہا ہزار الف یا بجاءۃ ہذہ الالف - یا بکل ہذہ الالف - یا بعظیم ہذہ الالف - اور یہ مقدار اُسکی تہائی مال ہی تو اُسکو ...

نصف دیا جائیگا اور جسقدر نصف سے زائد ہی وہ وارثون کے اختیار ہوگی جسقدر اُسکو چاہین دیدین اسواسطے کہ اُسمین اس سے زیادہ بات نہین ہی کہ مستثنے مجہول ہی اور اُسکی جہالت مستثنیٰ منہ کے جہالت کی موجب ہی لیکن مجہول کی وصیت صحیح ہوتی ہی کذا فی المبسوط - اور یہ جو فرمایا کہ نصف سے زائد مین وارثون کو اختیار ہی جو چاہین دیدین اس اختیار سے یہ مراد ہی کہ چاہین دین یا نہ دین یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر کسی شخص کے واسطے وصیت کی کہ میرے پسر کے حصہ کے برابر دیا جاوے تو اسمین کئی صورتین نکلتی ہین اگر اُسنے اسطرح وصیت کی کہ میرے پسر یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جاوے خواہ اُسکا بیٹا ہو یا نہو یا پسر یا دختر کا حصہ دیا جاوے یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جاوے یا پسر کا حصہ دیا جاوے اگر پسر ہوتا اگر کوئی دختر ہوتی یعنے بالفرض پس اگر پسر یا دختر کے حصہ کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی موجود ہی تو وصیت صحیح نہوگی اور اگر پسر یا دختر کے حصہ کی وصیت کی اور بیٹا یا بیٹا نہین ہی تو وصیت جائز ہوگی - اور اگر اپنے پسر یا دختر کے حصہ کے مثل کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی موجود ہی تو جائز ہی کیونکہ مثل کسی چیز کا اُسکا غیر ہوتا ہی عین نہین ہوتا ہی پس ترکہ مین سے پہلے پسر کا حصہ جدا کیا جائیگا پھر اُسکے مثل موصی لہ کو دیا جائیگا پس اگر وہ تہائی سے زائد ہو تو وارثون کے اجازت کی ضرورت ہوگی اور اگر تہائی یا اس سے کم ہو تو بلا اجازت جائز ہی مثلاً اپنے پسر کے حصہ کے مثل وصیت کی اور اُسکا ایک بیٹا ہی تو موصی لہ کے واسطے نصف مال ہوگا بشرطیکہ بیٹا اجازت دیدے اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو فقط تہائی ملیگا اور اگر اُسکے دو بیٹے ہون تو مال ان سب مین تین تہائی ہوگا پھر بیٹون کے اجازت کی حاجت نہوگی - اور اگر مثل حصہ دختر کے وصیت کی اور اُسکے ایک دختر ہی تو موصی لہ کے واسطے نصف مال ہوگا لیکن اگر دختر نے اجازت نہ دی تو اُسکو فقط تہائی مال ملیگا اور اگر دو بیٹیان ہون اور مسئلہ یہی ہی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور اجازت کی کچھ ضرورت نہین ہی اور اگر وصیت کی کہ پسر کا حصہ دیا جاوے اگر پسر ہوتا - تو اسکا حکم وہی ہی جو مثل حصہ پسر کے دینے کی وصیت مین مذکور ہوا ہی کہ اُسکو نصف مال دیا جائیگا بشرطیکہ وارث اجازت دیدین اور اگر وصیت کی کہ اُسکو مثل نصیب الابن دیا جاوے اگر بیٹا ہوتا تو موصی لہ کو تہائی مال دیا جائیگا یہ شرح طحاوی مین ہی - امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے مان و پسر چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت کی تو مال کے سترہ (۱۷) سہام کیے جاوینگے جسمین سے پانچ حصے موصی لہ کو اور دس حصے پسر کو اور دو حصے مان کو دیے جاوینگے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اگر بالفرض وصیت نہوتی تو ہم کہتے ہین کہ اصل مسئلہ چھ سے ہوتا جسمین سے ایک سہم مان کو اور پانچ سہم پسر کو ملتے اور چونکہ اُسمین نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت ہی تو اسمین نصیب دختر یعنے نصف نصیب پسر یعنے ڈھائی بڑھائے جاوینگے پس کل ساڑھے آٹھ ہوے اور چونکہ کسر آگئی ہی اسواسطے دو چند کر دیے گئے جو سترہ ہوے پس سہام ہر ایک کے بھی دو چند ہوگئے پس پہلے اسمین سے پانچ سہم موصی لہ کو دیے جاوینگے اسواسطے کہ اسکی وصیت تہائی سے کم ثابت ہوئی پس میراث سے وصیت مقدم ہوگئی اور باقی رہے بارہ سہام اُسمین سے دو مان کو دیے جاوینگے اور باقی رہے دس سہام وہ پسر کا حصہ ہی اور جانچ کرنے سے معلوم ہوا کہ ہمنے موصی لہ کو حصہ دختر اگر ہوتی اسی قدر دیا ہی کہ وہ پسر کے حصہ سے نصف ہی پس تخریج ٹھیک ثابت ہوئی - اور فرمایا کہ اگر اُسنے بی بی اور ایک بیٹا چھوڑا اور دوسرے پسر کے حصہ کی اگر ہوتا وصیت کر دی اور وارثون نے وصیت کی اجازت دیدی تو مسئلہ (۱۵) سے ہوگا جسمین سے سات سہام موصی لہ کو اور ایک سہم بی بی کو اور سات سہام پسر کو دیے جاوینگے اور صورت وہی ہی جو ہمنے بیان کر دی ہی کہ اولاً ہمنے تخریج مسئلہ کی اسطرح کی کہ فرض کیا کہ وصیت نہین ہی پس ہم کہتے ہین کہ اگر وصیت نہوتی تو مسئلہ آٹھ سے ہوتا جسمین سے ایک سہم بی بی کو اور سات سہم پسر کو ملتے اور چونکہ اُسنے دوسرے پسر کے حصہ کی اگر ہوتا وصیت کر دی ہی تو مسئلہ مفروضہ پر ایک پسر کا حصہ بڑھایا گیا یعنے سات ملائے گئے تو کل پندرہ ہوگئے اور اس

مسئلہ مین وارثون کا وصیت کی اجازت دینا شرط کیا گیا اسواسطے کہ وصیت ایک تہائی سے زائد ہوتی ہی اور ایسی صورت مین وارثون کے اجازت کی ضرورت ہوتی ہی۔ اسی طرح اگر اُسنے مثل نصیب دختر کے وصیت کی تو بھی جواب اسی طرح ہوگا جیسا ہمنے بیان کیا ہی اسواسطے کہ مثل شے اُسکا غیر ہوتا ہی پس یہ صورت اور جب نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کی ہی دونون یکسان ہین۔ اور اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے دختر و بھائی چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کی اور دونون وارثون نے اُسکی وصیت کی اجازت دیدی تو موصی لہ کو دو تہائی مال ملیگا اور ایک تہائی مال دختر و بھائی کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا۔ یہ اُسوقت ہی کہ دونون وارثون نے اجازت دیدی۔ اور اگر اجازت نہ دی تو موصی لہ کو تہائی مال اور دو تہائی دختر و برادر کے درمیان نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کی اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو موصی لہ کو دو پانچوین حصہ مال ملیگا بشرطیکہ دونون وارث اجازت دیدین۔ اور فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے بھائی و بہن چھوڑے اور ایک شخص کے واسطے نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کردی اور دونون نے اجازت دیدی تو موصی لہ کو پورا مال ملیگا اور بھائی و بہن کو کچھ نہ ملیگا اور اگر مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کردی تو موصی لہ کو نصف مال ملیگا بشرطیکہ دونون اجازت دیدین اور باقی نصف بھائی و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر دونون نے اجازت نہ دی تو موصی لہ کو ایک تہائی مال ملیگا اور دو تہائی بھائی و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا[یعنی ایک تہائی بہن کو اور دو تہائی بھائی کو] اور اگر دختر و بہن چھوڑی اور ایک شخص کے واسطے نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت کردی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا خواہ دونون وارث اجازت دین یا نہ دین اور اگر مثل نصیب دختر[دوسری دختر] کے اگر ہوتی وصیت کردی تو موصی لہ کو چوتھائی مال ملیگا خواہ دونون اجازت دین یا نہ دین۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے بیٹا و باپ چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے مثل نصیب دختر کے اگر ہوتی یا مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کردی تو موصی لہ کو درصورتیکہ دونون اجازت دیدین گیارہ حصون مین سے پانچ حصے ملینگے اور پسر کو پانچ حصے اور باپ کو ایک حصہ ملیگا اور اگر دونون نے اجازت نہ دی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور باقی باپ اور پسر کے درمیان چھ حصون پر تقسیم ہوگا پس ایسے عدد کی ضرورت ہوگی جسکا تہائی نکلے اور اسکی دو تہائی کا چھٹا حصہ نکلے اور کم سے کم ایسا عدد نو ہی[یعنی باقی چھ ہین] پس مال کے نو حصے کرکے اُسمین سے تین یعنی ایک تہائی موصی لہ کو دیجائیگی اور باقی چھ مین سے ایک باپ کو اور پانچ بیٹے کو ملینگے۔ اور اگر ایک نے اجازت دی دوسرے نے اجازت نہ دی تو کتاب مین مذکور ہی کہ حال اجازت و حال عدم اجازت کی طرف لحاظ کیا جاوے پس اجازت کی صورت مین مسئلہ گیارہ سے ہی جسمین سے موصی لہ کے پانچ سہم ہین اور عدم اجازت کے وقت مسئلہ نو سے ہی جسمین سے موصی لہ کے تین سہم ہین پس اوّل مفروض کو دوم مین ضرب دیا جاوے پس ننانوے (۹۹) ہوے پس عدم اجازت کے وقت مین موصی لہ کی تہائی یعنی تینتیس (۳۳) سہم ہوے اور باپ کے واسطے باقی کا چھٹا حصہ یعنی گیارہ ہوے اور بیٹے کے واسطے باقی یعنی پچپن (۵۵) ہوے اور اجازت کے وقت موصی لہ کو گیارہ مین پانچ مضروب نو مین یعنی پینتالیس (۴۵) ہوے اور باپ کے واسطے ایک نو مین یعنی نو ہوے اور بیٹے کے واسطے بھی پینتالیس ہوے پس ہر دو حالت مین موصی لہ کے حق مین بارہ (۱۲) کا فرق ہی جسمین سے (۲) سہم باپ کی طرف سے ہین یعنی (۹) سے گیارہ تک اور (دس) بیٹے کے حصہ مین سے ہین یعنی پینتالیس (۴۵) سے پچپن (۵۵) تک جب یہ معلوم ہوگیا تو ہم کہتے ہین کہ اگر دونون مین سے فقط ایک نے اجازت دی تو اسکی اجازت اُسی کے حق مین موثر ہوگی دوسرے کے حق مین موثر نہوگی پس اگر فقط باپ نے اجازت دی تو اُسکے حصہ مین سے دو حصہ موصی لہ کے تہائی مین ملائے جاوینگے پس ۳۳ اور (دو) ملکر پینتیس (۳۵) ہوجاوینگے اور اگر اجازت دینے والا فقط بیٹا ہو تو بیٹے کے حصہ مین سے دس سہم موصی لہ کے حصہ مین ملائے جاوینگے پس موصی لہ

تینتالیس ہو جاوینگے۔ اور فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو بیٹے چھوڑے اور زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک بیٹے کے دونون مین سے یا مثل نصیب تیسرے بیٹے کے اگر ہوتا وصیت کردی پس دونون بیٹون نے دونون وصیتون کی اجازت دیدی تو زید کو تہائی مال ملیگا اور باقی ہر دو پسر اور عمرو کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا۔ اور حساب (۹) سے ہوگا پس اسمین سے زید کو (۳) ملینگے اور باقی (۶) چھ ہر دو پسر اور عمرو کے درمیان تین تہائی برابر حصے پر پس ہر پسر کو دو دو اور نیز عمرو کو (۲) ملینگے کہ وہ ایک پسر موجود کے حصہ کے برابر ہی اور اگر دونون پسر نے اجازت ندی تو ایک تہائی مال ہر دونون موصی لہما یعنے زید و عمرو کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا۔ اور اگر دونون بیٹون نے عمرو کے وصیت کی اجازت دیدی اور زید کے وصیت کی اجازت ندی تو زید کو تہائی مال مین سے نصف ملیگا یعنے چھٹا حصہ جیسا کہ دونون وصیتون کی اجازت نہونے کی صورت مین مذکور ہوا ہی اور عمرو کے واسطے مابقی کی تہائی ہوگی اسواسطے کہ اُسکے حق مین اجازت صحیح ہوگئی ہی پس ہمکو ایسے عدد کی ضرورت ہوئی کہ اگر اُسمین سے اُسکا چھٹا حصہ نکال ڈالا جاوے تو باقی پورے تین حصون پر تقسیم ہو جاوے اور کم سے کم ایسا عدد اٹھارہ ہی پس اُسمین سے زید کو چھٹا حصہ یعنے تین سہم دیدیے جاوینگے اور باقی پندرہ سہام تینون مین یعنے ہر دو پسر و عمرو کے درمیان حصہ رسد تین تہائی تقسیم ہونگے پس ہر ایک کے حصہ مین پانچ پانچ سہام آوینگے اور اگر ہر دو پسر مین سے ایک نے فقط عمرو کے وصیت کی اجازت دیدی اور وصیت زید کی اجازت ندی اور دوسرے بیٹے نے دونون وصیتون کی اجازت ندی تو ہم کہتے ہین کہ اگر دونون بیٹے اجازت ندیتے تو عمرو کو اٹھارہ سہام مین سے تین سہم ملتے اور اگر دونون اجازت دیتے تو اٹھارہ سہام مین سے عمرو کو پانچ سہام ملتے پس ان دونون مین تفاوت دو سہام کا ہی پس ہر ایک بیٹے کے حصہ مین سے ایک ایک سہام ہی پس جب دونون مین سے ایک نے اجازت دی ہی تو خاص اُسی کے حصہ مین اجازت صحیح رہی پس عمرو کے واسطے چار سہام ہوگئے اور زید کے واسطے تین سہام رہے اور جس بیٹے نے اجازت دی ہی اُسکے پانچ سہام رہے اور جسنے اجازت نہین دی ہی اُسکے چھ سہام ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص کے پانچ پسر ہون اور اسنے عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک کے ان پانچون مین سے وصیت کی اور مابقی ایک تہائی مین سے ایک[1] تہائی کی زید کے واسطے وصیت کردی تو اس صورت مین مسئلہ کے سہام اکیاون (۵۱) ہونگے اُسمین سے عمرو کو آٹھ (۸) سہام اور زید کو تین (۳) اور ہر ایک بیٹے کو آٹھ آٹھ سہام ملینگے اور مسئلہ کی تخریج بطور کتاب کے اسطرح ہر کہ ہم کہتے ہین کہ بیٹون کی تعداد لیجاوے یعنے (۵) سہم اور ایک سہم اسپر بڑھایا جاوے اسواسطے کہ میت نے مثل نصیب واحد کے وصیت کی ہی اور مثل شی اُسکا غیر ہوتا ہی پس چھ ہوے پھر اسکو تین مین ضرب دیا جاوے اسواسطے کہ اسنے مابقی ایک تہائی مین سے تہائی کی وصیت کی ہی پس اٹھارہ ہوے پھر اسمین وہ حصہ جو زیادہ کیا گیا ہی نکال ڈالا جاوے پس سترہ رہے پس یہ ایک ثلث ہی اور دو ثلث اس سے دوچند ہونگے پس کل مال اس سے سہ چند یعنی اکیاون (۵۱) سہم ہی اور ہمنے سہم زائد کو اسواسطے طرح دیدیا کہ مقدار تہائی و دو تہائی کی ظاہر ہو جاوے اور دو تہائی مین وصیت نہین ہی پس اُسمین حصہ زائد کا اعتبار کرنا ممکن نہین ہی اُسی واسطے ہمنے اُسکو طرح دیدیا پھر جب معلوم ہوگیا کہ تہائی مال سترہ (۱۷) سہام ہی تو اسمین سے حصہ پہچاننے کا یہ طریقہ ہی کہ تو ایک حصہ لے اور وہ واحد ہی پھر اسکو تین (۳) مین ضرب دے پھر اسکو تین (۳) مین ضرب دے پس نو ہوے پھر اسمین سے ایک طرح دیدے جیسے تو نے ابتدا مین طرح دیا تھا پس آٹھ باقی رہے اور یہی حصہ ہی پس جب اسکو سترہ مین سے طرح دیا تو (۹) باقی رہے پس اسمین سے زید کے واسطے تہائی کی وصیت ہی۔ پس مین اسکے ہوے اور چھ باقی رہے پس انکو دو تہائی کے ساتھ ملادیا اور سد تہائی چونتیس ہی پس سب چالیس ہوے

[1] یعنے ایک تہائی مین سے بعد دینے وصیت عمرو کے جو باقی رہے اُسکی تہائی کی زید کے واسطے وصیت کردی ۱۲ منہ

پس یہ پانچ پسر کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوکر ہر ایک کے حصہ مین آٹھ آٹھ سہام آوینگے اور یہ مثل حصہ عمرو کے ہی پس تخریج
پانچ پر ٹھیک اُتری - اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب واحد کے ان پانچون مین سے اور زید کے واسطے تہائی سے مابقی
کے چوتھائی کی وصیت کی تو تمام اٹھتر (۷۸) سہام کیے جاوینگے جسمین سے عمرو کے گیارہ سہام اور زید کے واسطے تین سہام اور ہر ایک
پسر کے واسطے گیارہ گیارہ سہام ہونگے اور اسکا بیان بطریق کتاب کے یہ ہی کہ تو تعداد پسران کو لے کہ وہ پانچ ہین اور
اُسپر ایک سہم اور بڑھاوے جو نصیب مثل کے وصیت کا ہی پھر اسکو چار مین ضرب دیدے بوجہ اسکے کہ مابقی کی چوتھائی کی
ہے پس چوبیس (۲۴) ہوے پھر اسمین سے ایک طرح دیدے تو تیئیس (۲۳) باقی رہے یہ تہائی ہی اور دو تہائی اسکا دو چند ہی پس کل مجموعہ
اُنہتر ہوے یہ پورا مال ہی اور تہائی تیئیس (۲۳) ہی اور نصیب یعنے حصہ ہر واحد پہچاننے کا یہ طریقہ ہی کہ نصیب یعنے واحد کو لے
اور اُسکو چار (۴) مین ضرب دے پھر تین مین ضرب دے پس بارہ ہوے اسمین سے ایک طرح دیدے پس گیارہ رہے یہی
نصیب ہی پس جب تیئیس (۲۳) مین سے گیارہ نکال ڈالے تو بارہ (۱۲) باقی رہے اسمین سے چوتھائی کی زید کے واسطے وصیت ہی وہ تین
ہوے پس تین نکالنے کے بعد ۹ باقی رہے انکو دو تہائی مال مین جو چھیالیس (۴۶) ہی ملایا تو پچپن (۵۵) ہوے جو پانچ بیٹون مین
مساوی مشترک ہی پس ہر واحد کے واسطے گیارہ ہوے - اور اگر اُسنے عمرو کے واسطے پانچ بیٹون مین سے ایک کے
نصیب کے مثل کی وصیت کی اور زید کے واسطے تہائی کے مابقی کی پانچوین حصہ کی وصیت کردی تو ستاسی سہام کل مال
کے ہونگے جنمین سے عمرو کو چودہ (۱۴) اور زید کو تین (۳) اور ہر ایک بیٹے کو چودہ (۱۴) چودہ دیے جاوینگے - اور اسکی تخریج بطریق کتاب
اسطرح ہی کہ تعداد پسران پر ایک زیادہ کردے کیونکہ مثل نصیب کے وصیت ہی پس چھ (۶) ہوے اُسکو پانچ مین ضرب دے
کیونکہ مابقی کے پانچوین حصہ کی وصیت ہی پس تیس (۳۰) ہوے پھر زائد کردہ کو طرح دیدے پس اُنتیس (۲۹) باقی رہے یہ ایک تہائی ہی
اور دو تہائی اسکا دو چند یعنے اٹھاون (۵۸) ہوے پس تمام مال ستاسی (۸۷) ہوا - اور نصیب پہچاننے کا یہ طریقہ ہی کہ تو نصیب مفروض
لے اور وہ ایک ہی اور اُسکو پانچ (۵) مین ضرب کر پھر تین مین ضرب دے پس (۱۵) ہونگے اُسمین سے ایک طرح دیدے تو
چودہ (۱۴) باقی رہینگے یہی نصیب ہی پس جب اسکو (۲۹) ایک تہائی سے خارج کیا تو (۱۵) باقی رہے اور زید کے واسطے اس مابقی
کے پنجم کی وصیت ہی پس پنجم تین ہی پھر باقی رہے بارہ (۱۲) اسکو دو تہائی مال یعنے (۵۸) مین جمع کیا تو ستر (۷۰) ہوے اور یہ پانچ
بیٹون مین مشترک ہی ہر ایک کے چودہ (۱۴) چودہ سہام ہوے جسقدر عمرو کا حصہ ہی - اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب کی
از انجا سواے تہائی مابقی از حصہ سوم کی وصیت کی تو مسئلہ مین کل مال کے ستاون (۵۷) حصے ہونگے جسمین نصیب ہر ایک کا دس
ہوگا اور استثنا تین ہوگا اور ہر بیٹے کو دس دس ملینگے اور اسکی تخریج بطریق بیان کتاب کے اسطرح ہی کہ بیٹون کی تعداد
پانچ لیکر اُسپر ایک یعنے جو عمرو کے واسطے ایک نصیب کی وصیت ہی وہ زیادہ کیا جاوے پھر یہ تین سے ضرب دیا جاوے
پس (۱۸) ہوے پھر اسمین ایک سہم زیادہ کیا جاوے جیسا اول مین زیادہ کیا گیا ہی پس (۱۹) ہوے پس یہ تہائی مال کی
اور دو تہائی (۳۸) ہی پس مجموعہ کل مال (۵۷) ہی اور نصیب پہچاننے کا یہ طریقہ ہی کہ نصیب مفروض کو لیکر تین مین ضرب
کیا جاوے اور نصیب مفروض واحد ہی پس تین ہوے پھر تین مین ضرب کیا جاوے تو (۹) ہوے پھر اسمین ایک
زیادہ کیا جاوے جیسا اصل مال مین کیا گیا ہی تو (۱۰) ہوے پس یہی نصیب کامل ہی اور جب اسکو (۱۹) سے دور کیا
تو (۹) باقی رہے پھر نصیب کامل یعنے دس مین سے مابقی (۹) کی تہائی مستثنے ہوکر اس (۹) مین ملے تو (۱۲) ہوے
پھر یہ دو تہائی مال (۳۸) مین ملائے گئے تو کل پچاس (۵۰) ہوے جو پانچ بیٹون پر تقسیم ہوے اور ہر ایک کے حصہ مین

دس دس مثل نصیب کامل کے پڑے۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو دختر۔ اور مان۔ اور جورو۔ اور عصبہ چھوڑا اور عمرو کے واسطے
مثل نصیب ایک بیٹی کے اور زید کے واسطے تہائی کے مابقی کی تہائی کی وصیت کی تو کل مال کے (۶۶) سہام ہونگے اور نصیب
(۱۶) ہوگا اور ثلث مابقی (۲) ہوگا اور تخریج مسئلہ کی اسطور سے ہوگی کہ پہلا فریضہ بدون وصیت کے تصحیح کیا جاوے تو ہم کہتے ہین
کہ اصل مسئلہ (۶) سے ہوگا جسمین سے دو بیٹیون کو دو تہائی (۴) ملینگے اور مان کو چھٹا حصہ (۱) ملیگا اور باقی ایک رہا اُسمین سے
جورو کو آٹھوان حصہ یعنی چوتھائی ملیگا اور ایک چوتھائی باقی عصبہ کو ملیگا پس جورو کے حصہ مین کسر آجانے کی وجہ سے تقسیم چوبیس (۲۴) سے
ہوگی لیکن چونکہ جورو کا نصیب معلوم کرنے مین اسکی حاجت نہین پڑیگی اسواسطے اصل مسئلہ (۶) سے رکھا جائیگا اور اسپر ایک لڑکی
کے حصہ کے برابر (۲) بڑھائے جاوینگے اسواسطے کہ عمرو کے واسطے وصیت ہے پس (۸) ہوے پھر اسکو تین مین ضرب دیا جاوے
پس چوبیس ہوے پھر اسمین سے قدر زائد کردہ یعنے (۲) کم کردیے جاوین تو (۲۲) رہے اور یہی تہائی ہے پس دو تہائی (۴۴) ہوے
پس کل مال کا مجموعہ (۶۶) ہوا۔ اور نصیب کی پہچان اسطور سے ہوگی کہ نصیب یعنے (۲) کو لیکر (۳) مین ضرب کیا جاوے پھر (۳)
مین ضرب کیا جاوے پس (۱۸) ہوے پھر اسمین (۲) طرح دیے جاوین تو (۱۶) رہے یہی نصیب ہے اور جب اسکو (۲۲) تہائی مین
سے دور کیا تو (چھ) باقی رہے پس اسمین سے زید کے واسطے تہائی (۲) ہوے اور چار باقی رہے انکو دو تہائی مال (۴۴)
مین ملایا (۴۸) ہوے جسمین سے دو دختر کی دو تہائی (۳۲) ہوے کہ ہر ایک کے واسطے (۱۶) ہوے جو مثل نصیب کے ہین
اور مان کو چھٹا حصہ (۸) ہوے اور جورو کو آٹھوان حصہ (۶) ہوے اور باقی (۲) سہم عصبہ کے واسطے ہوئے۔ اور اگر عمرو
کے واسطے مثل نصیب ایک دختر کے سوا تہائی کے مابقی کی تہائی کی وصیت کی تو کل مال کے (۶۲۴) حصے ہونگے اور نصیب
کی مقدار (۱۶۰) ہوگی اور باقی کی تہائی (۱۶) ہوگی پس امام محمد رحمہ نے اس مسئلہ مین حساب کو بہت طول دیا بدین غرض کہ
جورو کی میراث پوری پوری نکل آوے حالانکہ ہمکو معرفت وصیت مین اسکی حاجت نہین ہے اور مسئلہ کی تخریج اس سے کم پر
ہوسکتی ہے بنا بر اس قاعدہ کے جو ہمنے بیان کیا ہے کہ فرض مسئلہ (۶) سے کیا جاوے پھر عمرو کے واسطے مثل نصیب دختر کے وصیت ہے
پس (۲) اسپر زیادہ کیے جاوین جو ایک دختر کا حصہ ہے پس (۸) ہوے پھر اسکو تین مین ضرب کیا جاوے پس (۲۴) ہوے
پھر اسپر (۲) بڑھائے جاوین جیسا مسائل استثنا مین اصل ہے پس (۲۶) ہوے اور یہی تہائی مال ہے اور دو تہائی اسکا دو چند
ہے یعنے (۵۲) ہے پس تمام مال (۷۸) ہوا۔ اور نصیب کی پہچان اسطور سے ہے کہ نصیب مفروض (۲) کو لیکر تین مین ضرب کیا جاوے
(۶) ہوے پھر (۳) مین ضرب کیا جاوے (۱۸) ہوے پھر اسپر (۲) بڑھائے جاوین (۲۰) ہوے۔ یہی نصیب کامل ہے پھر
جب اسکو تہائی (۲۶) سے دور کیا تو (۶) رہے اور بسبب استثنا کے باقی کی تہائی (۲) مستثنیٰ ہوکر اسمین ملگئی تو (۸) ہوگئے انکو
دو تہائی (۵۲) مین ملایا جاوے تو (۶۰) ہوے یہ وارثون مین مشترک ہونگے جسمین سے دونون بیٹیون کو دو تہائی یعنے چالیس
ملے ہر ایک کے واسطے بیس (۲۰) ہوے جو کامل نصیب عمرو کے مثل ہے اور مان کو چھٹا حصہ (۱۰) ملے اور جورو کے واسطے آٹھوان حصہ ہے
لیکن (۶۰) کا آٹھوان حصہ صحیح نکل سکتا ہے اسی واسطے امام محمد رحمہ نے اصل حساب (۷۸) کو (۸) مین ضرب دیا کہ (۶۲۴) ہوگئے
اور اُس سے سب حصص پورے پورے نکالے گئے۔ اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب جورو کے اور زید کے واسطے تہائی
کی باقی مین سے تہائی کی وصیت کی ہو تو تمام مال کے (۲۴۳) حصے ہونگے اور نصیب (۲۴) ہوگا اور تہائی کی باقی کی تہائی (۱۸)
ہوگی۔ اسکی تخریج بنا بر طریقہ کتاب کے اس طور سے ہے کہ صورت مسئلہ (۲۴) فرض کیا جاوے اسواسطے کہ اُسنے حصہ جورو
کے برابر کی وصیت کی ہے پس جورو کا پورا حصہ معلوم کرنا ضرور ہے اسواسطے (۲۴) سے مسئلہ قائم کیا گیا پس دونون دختر کی دو تہائی

(١٦) ہوے اور مان کا چھٹا حصہ (۴) ہوے اور جورو کا آٹھوان (٣) ہوے اور باقی ایک سہم عصبہ کا ہی پھر اسپر جورو کے حصہ کی برابر (٣) زیادہ کیے جاوینگے کیونکہ اُسکے حصہ کی برابر حصہ کی وصیت ہی پس (٢٧) ہوے اسکو تین مین ضرب کیا جاوے اسواسطے کہ مابقی تہائی مین سے تہائی کی وصیت ہی تو (٨١) ہوے پھر جسقدر زیادہ کیا ہی وہ طرح دیا جاوے پس تین نکال ڈالے تو (٧٨) باقی رہے پس یہی تہائی مال ہی اور دو تہائی اسکا دوچند (١٥٦) ہی پس تمام مال (٢٣٤) ہوے اور نصیب معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہو کہ نصیب مفروض (٣) کو لیکر تین مین ضرب دیا جاوے (٩) ہوے پھر تین مین ضرب دیا جاوے (٢٧) ہوے پھر تین طرح دیے جاوین تو (٢٤) رہے پس یہی نصیب ہی اور جب اسکو تہائی مال (٧٨) سے دور کر دیا تو (٥٤) رہے پھر زید کے واسطے اسمین سے تہائی (١٨) ملینگے پس (٣٦) باقی رہے وہ دو تہائی مال (١٥٦) مین ملانے گئے تو (١٩٢) ہوے جسمین سے عورت کا آٹھوان حصہ (٢٤) ہوے جو مثل نصیب عمرو کے ہی اور باقی کی تقسیم وارثون کے درمیان جسطرح ہمنے بیان کر دی ہی معلوم ہی - اور اگر ایک شخص کے پانچ پسر ہون پس اُسنے ایک پسر کے واسطے یہ وصیت کی کہ اسکے حصہ مین اسقدر بطور وصیت کے دیا جاوے کہ اسکا حصہ ملکر چوتھائی مال ہو جاوے اور تہائی مین سے باقی کے تہائی کی زید کے واسطے وصیت کر دی پھر وارثون نے ایک پسر کے حق مین جو وصیت ہی اُسکی اجازت دیدی تو تمام مال کے بارہ حصے ہونگے اور نصیب (٢) ہوگا اور چوتھائی پوری کرنی (ایک سہم) سے ہوگی اور مابقی تہائی مین سے تہائی ایک ہوگا - اور تخریج مسئلہ کی بطریق کتاب کے اسطرح ہی کہ ہم کہتے ہین کہ اگر وصیت نہوتی تو مسئلہ (٥) سے ہوتا کہ ہر ایک بیٹے کو ایک ایک دیا جاتا پس جب اُسنے یہ وصیت کی کہ فلان بیٹے کے حصے کو پورا کرکے چوتھائی مال کر دیا جاوے تو یہ وصیت وارث کے حق مین ہی پس بدون اجازت باقی وارثون کے جائز نہوگی اور جب اُنھون نے اجازت دیدی تو طریقہ یہ ہوگا کہ مفروض مین سے جو بیٹا موصی لہ ہی اُسکا حصہ طرح دیا جاوے وہ ایک ہی تو چار رہے پھر اسکو تین مین ضرب دیا جاوے کیونکہ زید کے واسطے تہائی باقی مین سے تہائی کی وصیت ہی پس (١٢) ہوے اسمین سے تہائی (۴) ہی اور چوتھائی (٣) ہی اور نصیب کے معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ نصیب مفروض (١) لیکر (٣) مین ضرب کیا جاوے پس (٣) ہوے اُسمین سے ایک طرح دیا جاوے (٢) رہے یہی نصیب ہی پس جب پسر موصی لہ کے حصہ کو چوتھائی سے پورا کیا گیا تو اُسمین سے ایک ملایا گیا تاکہ (٢) مین (١) ملکر (٣) ہوے یہی چوتھائی ہی اور ایک واپس رہا تو ہمنے جان لیا کہ چوتھائی کی تکمیل ایک سے ہوئی پھر جب اس سہم کو جس سے تکمیل ہوئی ہی تہائی مال یعنے (۴) نے دور کیا تو (٣) رہے اُسکی تہائی (١) ہی وہ زید کو دیا گیا پس (دو) باقی رہے انکو دو تہائی مال (٨) مین ملایا (١٠) ہوے جو پانچون بیٹون کے درمیان تقسیم ہونگے ہر ایک کے واسطے (٢) ہونگے جو نصیب کے برابر ہین پھر جب پسر موصی لہ کے ان (٢) سہم مین وہ سہم ملایا گیا جو اُسکو بوصیت حاصل ہوا ہی تو تین ہوگئے پس یہی اُسکے حصہ مین ملکر تمام مال کی چوتھائی ہو گئی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر کسی شخص کے واسطے بمثل نصیب پسر خود اِلّا نصیب پسر دیگر کی وصیت یا اِلّا مثل نصیب پسر دیگر کی وصیت یا اِلّا نصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا یا مثل نصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا - وصیت کی اور ایک بیٹا چھوڑا تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور پسر کو دو تہائی ملیگا اسواسطے کہ ایک ہی بیٹا ہونے کی وجہ سے تمام مال ایک سہم قرار دیا جائیگا اور اُسپر ایک سہم بوجہ وصیت کے زیادہ کیا جائیگا پس دو سہم ہوے پھر نصیب پسر دو سہم قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ ہمکو پسر دیگر کا نصیب دریافت کرنا ضرور ہی اور جب اُسکا نصیب (٢) سہم ہوا تو موصی لہ کا نصیب بھی (٢) ہوا اسواسطے کہ اُسکے مثل ہی پس ظاہر ہوا کہ نصیب پسر دیگر ایک سہم ہی اگر پسر دیگر ہوتا پس یہ سہم جو نصیب پسر دیگر قرار دیا گیا ہی طرح دیا جائیگا پس مال کے تین سہم رہے جسمین سے موصی لہ کے دو سہم اور پسر کا ایک سہم رہا پھر بسبب استثناء کے موصی لہ کے نصیب (٢)

مین سے ایک سہم نصیب پسر دیگر مستثنے ہو گیا تو موصی لہ کے لیے ایک سہم باقی رہا اور تین سہم مین سے (۲) سہم پسر کے واسطے رہے۔ اور اگر اس مسئلہ مین بمثل نصیب پسر خود الا نصیب پسر ثالث کی اگر ہوتا وصیت کی تو موصی لہ کو مال کا دو پانچوان حصہ ملیگا بشرطیکہ سب وارث اجازت دیدین ورنہ اُسکو تہائی مال ملیگا اور بیان اسکا یہ ہے کہ ایک بیٹا ہونے کی وجہ سے تمام مال ایک سہم ہوا پھر وصیت کی وجہ سے ایک سہم زیادہ کیا گیا تو (۲) ہوے پھر نصیب پسر (۳) کر دیا جائیگا۔ کیونکہ نصیب پسر ثالث دریافت کرنے کی ضرورت ہے تو موصی لہ کا نصیب بھی (۲) ہو جائیگا کیونکہ اسکے مثل ہے پھر نصیب پسر مین سے ایک سہم طرح دیا گیا تو مال کے پانچ سہم رہے پھر نصیب موصی لہ (۲) مین سے ایک سہم مستثنے ہو کر پسر کے نصیب مین آجائیگا پس موصی لہ کے پاس دو سہم یعنے دو پانچوان حصہ مال اور پسر کے پاس تین سہم رہجائینگے۔ اور اگر ایک شخص نے (۳) پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب ہمہ پسران خود الا نصیب یکی از پسران کی وصیت کی یا الا مثل نصیب یکی از پسران کی وصیت کی تو موصی لہ کو دو پانچوان حصہ مال اور تینوں بیٹوں کو تین سہم ملینگے [بیٹیوں کو اسکے حصہ کے برابر ۱۲] اسواسطے کہ تین بیٹے ہین اور اُسپر (۳) بڑھائے جاوینگے اسواسطے کہ سب کے نصیب کے مثل کی وصیت کی ہے تو (۶) ہوے جسمین سے ہر پسر کے واسطے ایک سہم ہے اور موصی لہ کے واسطے (۳) سہام ہین پھر اسمین سے ایک پسر کا نصیب طرح دیا گیا وہ ایک سہم ہے پس مال کے پانچ سہام رہے جسمین سے موصی لہ کے (۳) اور بیٹوں کے (۲) ہین پھر موصی لہ کے نصیب مین سے ایک سہم مستثنے ہو کر بیٹوں کے نصیب مین آملا تو موصی لہ کے واسطے (۲) رہے اور بیٹوں کے واسطے (۳) سہام رہے (**قال المترجم** اور اسمین بھی اجازت وارثان کی ضرورت ہے) اور اگر اُسنے دو پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکے از پسران الا نصیب پسر ثالث کی یا الا مثل نصیب پسر ثالث کے وصیت کی تو موصی لہ کو سات سہام مین سے ایک سہم ملیگا اور ہر پسر کو (۳) سہام ملینگے اسواسطے کہ ہر دو پسر کا نصیب (۲) لیا جائیگا اور اُسپر ایک سہم وصیت کا بڑھایا گیا پس مال کے (۳) سہم ہوے جسمین سے ایک سہم موصی لہ کا اور دو سہم ہر دو پسر کے پھر ہر دو پسر کے نصیب کو تین پر تقسیم کیا جاوے تاکہ پسر ثالث کا حصہ ظاہر ہو اور چونکہ (۲) کی تقسیم (۳) پر مستقیم نہین ہے اسواسطے اُسکو تین مین ضرب دیا گیا تو (۶) ہوے اور موصی لہ کا نصیب جو واحد ہے وہ بھی اسمین ضرب دیا گیا تو سب (۹) ہوے پھر اسمین سے نصیب پسر ثالث (۲) طرح دینے کے بعد سات باقی رہے جسمین سے موصی لہ کے (۳) اور وارثون کے (۴) ہین پھر موصی لہ کے نصیب مین سے نصیب پسر ثالث (۲) مستثنے ہو کر ہر دو پسر کے نصیب مین آملا تو نصیب پسران (۶) ہوا اور موصی لہ کے واسطے ایک سہم باقی رہا۔ اور اگر اُسنے ایک پسر چھوڑا اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب پسر خود الا مثل نصیب پسر خود کے وصیت کی تو وصیت صحیح ہے [اور اس صورت مین اجازت وارثان کی ضرورت نہین ہے ۱۲] اور موصی لہ کو نصف مال ملیگا اور یہ مثل نصیب پسر واحد ہے بشرطیکہ وارث اسکی اجازت دیدے اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا۔ اور اگر ایک بیٹا چھوڑا اور عمرو کے واسطے نصف مال کی الا مثل نصیب پسر خود کے وصیت کی تو وصیت باطل اور استثنا صحیح ہے۔ اور اگر عمرو کے واسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصف مال خود کے وصیت کی اور ایک بیٹا چھوڑا ہے تو وصیت و استثنا دونون صحیح ہین اور موصی لہ کو چوتھائی مال ملیگا اسواسطے کہ ایک لڑکا ہونے سے مال ایک سہم ہوگا اور اسکے مثل وصیت ہونے سے ایک اسپر زیادہ کیا جائیگا اور ہر سہم دو چند کیا جائیگا اسواسطے کہ ہمکو نصف مال دریافت کرنے کی ضرورت ہے پس کل مال (۴) سہم ہوا پس اسمین سے موصی کو (۲) سہم دیدے اسواسطے کہ جب اُسنے موصی لہ کے حق مین نصف المال کا استثنا کیا تو ضرور ہے کہ اُسکا حصہ نصف مال سے زائد ہوگا پھر اسمین سے نصف مال مستثنے ہو کر پسر کے ساتھ ملیگا تو موصی لہ کے واسطے ایک سہم یعنے چوتھائی مال باقی رہا

له قول و سلم ہذا فلم لا یجوز التصحیح بزیادۃ درہم علی النصف من دون ان یعطی اکثر من ربع المال بولادت ان یعطیہ مستثنی الا سہام کا یعنا یصح فی حصۃ کل خمس المال کہ عشر ویعطی لہ ثم مع ثلثہ المقسوم بان یسلم المال اثنان و ثلثون وایضا تسعۃ اعشار و یعطی لہ من ذلک نصف زیادۃ سہم واحد فاز فیہ ۱۲ منہ

اور پسر کے واسطے (۳) سہام ہو گئے۔ اور اگر اُسنے چار پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے اپنے نصف مال الا نصیب یکی از پسران کی وصیت کی تو موصی لہ کو تہائی مال یعنی چھ سہام مین سے دو سہام ملینگے۔ اور اگر اُسنے دو پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکے از پسران الا نصیب پسر ثالث کی وصیت کی اور زید کے واسطے تہائی سے وصیت اول نکالنے کے بعد باقی کے تہائی کی وصیت کی تو پندرہ مین سے عمرو کو (۲) سہم اور زید کو (۱) سہم اور ہر ایک پسر کو (۶) سہم ملینگے اسواسطے کہ مخرج اول دو پسر کی تعداد پر (۲) لیکر اُسپر عمرو کا ایک سہم بڑھایا جائیگا پس (۳) ہوے پھر نصیب ہر دو پسر (۳) مین ضرب کیا جاوے تاکہ نصیب پسر ثالث دریافت ہو پس (۶) ہوے اور نصیب موصی لہ (۳) ہوا کہ وہ بھی ضرب ہوا ہی پھر نصیب ہر دو پسر سے نصیب پسر ثالث (۲) طرح دیا گیا تو (۴) رہے پھر نصیب عمرو (۳) سے بقدر (۲) نصیب پسر ثالث مستثنیٰ ہو کر نصیب ہر دو پسر مین ملگیا تو (۶) ہوے ہر ایک پسر کے واسطے (۳) ہوے اور کل مال سات (۷) سہام ہوے پھر مفروض اول (۷) دوچند کیا گیا (۱۴) ہوے اور وصیت دوم کا ایک بڑھایا گیا تو (۱۵) ہوے اور نصیب کامل (۳) تھا وہ بھی دوچند ہو کر (۶) ہو گیا۔ اور اگر یہ مسئلہ بحالہ رہے مگر استثنا مین یون ہو جاوے الا نصیب پسر چہارم تو عمرو کو (۲۱) سہام مین سے (۴) اور زید کو (۱) اور ہر ایک پسر کو (۸) ملینگے اسواسطے کہ مفروض اول تعداد پسران (۲) ہو گا پھر (۱) بسبب وصیت کے زیادہ کیا گیا پس وصیت ہر دو پسر بغرض دریافت نصیب پسر چہارم کے (۴) مین ضرب دیا جاوے پس (۸) ہوے اور موصی لہ کا نصیب بھی (۴) ہو گیا پھر (۴) رہے نصیب ہر دو پسر مین سے نصیب پسر چہارم (۲) طرح دیا تاکہ نصیب سے استثناء ممکن ہو پس مال دس (۱۰) سہام ہوا اور نصیب چار ہی اور مستثنیٰ (۲) ہی اور جب دوسری وصیت نکالنی منظور ہوئی تو مفروض اول دوچند کیا گیا تو (۲۰) ہوے پھر اُسپر (۱) زائد کیا گیا تو (۲۱) ہوے یہی کل مال ہی اور نصیب (۴) بعد دوچند کرنے کے (۸) ہو گیا۔ اور اگر اُسنے کہا کہ الا نصیب پسر پنجم اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عمرو کو (۲۷) سہام مین سے (۶) اور زید کو (۱) اور ہر پسر کو دس دس ملینگے اسواسطے کہ نصیب ہر دو پسر (۲) پنج گونہ کیا جائیگا پس (۱۰) ہوے اور نصیب موصی لہ ایک بھی پنج گونہ ہو کر پانچ ہو گیا اور نصیب ہر دو پسر مین سے نصیب پسر پنجم (۲) طرح دیا گیا تاکہ استرجاع از نصیب ممکن ہو تو (۱۵) مین سے (۲) طرح ہو کر (۱۳) باقی رہے جسمین نصیب (۵) ہی اور مستثنیٰ (۲) ہی پس جب دوسری وصیت ملائی گئی تو مفروضہ دوچند کر کے ایک ملایا گیا تو (۲۶) مین ایک ملانے سے (۲۷) ہو گئے اور بعد دوچند کرنے کے نصیب بھی دوچند ہو کر (۱۰) ہو گیا اور وصیت اول (۶) ہو گئی اور اسی قاعدہ پر اگر استثناء مین زیادتی ہوتی جاوے مثلاً کہے الا نصیب پسر ششم یا الا نصیب پسر ہفتم یا ہشتم یا نہم یا دہم وغیرہ سب نکل آوینگے۔ اور اگر ایک بیٹا چھوڑا اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصیب پسر دیگر کی و الا حصہ سوم از مابقی حصہ سوم یا حصہ چہارم از مابقی حصہ سوم کی وصیت کی تو استثناء دوم باطل ہی اسواسطے کہ وصیت اول نکالنے کے بعد تہائی مین سے کچھ باقی نرہیگا پس ثلث مابقی کا استثنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہی اور اسیطرح اگر بجاے استثناء دوم کے مابقی از حصہ سوم مین سے تہائی کی وصیت ہو یا مابقی از حصہ سوم مین سے چوتھائی وغیرہ کی وصیت ہو تو بھی دوسری وصیت باطل ہو گی اسی وجہ سے جو ہمنے بیان کر دی ہی۔ اور اگر دو پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکی از دو پسران الا نصیب پسر ثالث کی وصیت کی اور زید کے واسطے حصہ سوم مین سے وصیت اول نکالنے کے بعد مابقی کی تہائی کی وصیت کی تو دونون صحیح ہین اسی طرح اگر نصیب نکالنے کے بعد کہا یا استثناء مین پسر چہارم کہا تو بھی دونون صحیح ہونگے۔ یہ مستفرقات کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ میرا چھٹا حصہ مال واسطے فلان شخص کے ہی پھر اسی مجلس مین یا دوسری مجلس مین کہا کہ اُسکے واسطے میرا تہائی مال ہی اور وارثون نے اجازت دیدی تو اُسکو فقط تہائی مال ملیگا اُسمین چھٹا حصہ آجاویگا یہ

یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دراہم مین سے تہائی کی یا غنم مین سے تہائی کی وصیت کی پھر اس مال کی دو تہائی تلف ہو گئی
اور ایک تہائی باقی رہی اور یہ ایک تہائی باقی اُسکے مابقی مال کی تہائی ہے تو موصی لہ کو یہ تہائی پوری ملیگی۔ اور اگر اُسنے تین رقیق
مین سے تہائی کی وصیت کی پھر انمین سے دو مر گئے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو باقی کی فقط تہائی ملیگی اور صاحبین رح کے
نزدیک اُسکو پورا باقی غلام ملجائیگا۔ اور اگر اپنے کپڑون مین سے تہائی کی وصیت کی پھر انمین سے دو تہائی تلف ہو گئی اور تہائی
باقی رہی حالانکہ مابقی اُسکا تہائی مال ہے تو وہ ان کپڑون باقی مین سے فقط تہائی کا مستحق ہوگا اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت
ہے کہ جب کپڑے اجناس مختلفہ سے ہون اور اگر سب کپڑے ایک جنس کے ہون تو وہ بمنزلہ دراہم کے ہین اور اسی طرح مکیل و موزون
بھی بمنزلہ دراہم کے ہے اور دور مختلفہ امام اعظم رح کے نزدیک مثل مختلف کپڑون کے ہین یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ہزار
درم کی وصیت کی اور میت کا مال عین بھی ہے اور دین بھی ہے۔ پس اگر ہزار درم اُسکے مال عین کی تہائی ہو تو موصی لہ کو ہزار
درم دیے جاوینگے اور اگر مال عین کی تہائی نہو تو اُسکو بقدر تہائی مال عین کے دیے جاوینگے پھر قرضہ مین سے جو کچھ وصول
ہوتا جاوے اُسمین سے تہائی لیتا جائیگا یہان تک کہ ہزار درم پورے ہو جاوین یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے
تہائی مال کی واسطے زید و بکر کے وصیت کی حالانکہ بکر مر چکا ہے اور موصی یہ بات جانتا ہے یا نہین جانتا ہے یا واسطے زید و بکر کے اگر
زندہ ہو لیکن وہ مر چکا تھا یا واسطے زید کے اور اُس شخص کے جو اس بیت مین ہے حالانکہ بیت مذکور مین کوئی نہ تھا یا واسطے
زید کے اور اُس شخص کے جو اسکے عقب مین رہجاوین بیٹا و پوتا وغیرہ یا اسکے واسطے اور واسطے فرزند بکر کے مگر بکر کا فرزند موصی
کی موت سے پہلے مر گیا یا واسطے زید کے اور زید کی فقیر اولاد کے یا جو اسکی اولاد فقیر ہو جاوے پھر موصی کی موت کے وقت
یہ شرط جاتی رہی یعنے اُسکی اولاد کوئی فقیر نہ رہی تو ان صورتون مین سب مال وصیت واسطے زید کے ہوگا اسواسطے کہ معدوم
وصیت استحقاق کی صلاحیت نہین رکھتا ہے پس زید کا مزاحم ثابت نہوا اور ایسا ہوا کہ گویا یہ کہا کہ واسطے زید دیواسکے۔ اور
اسی طرح عقب کا بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عقب وہ ہے جو اسکی موت کے بعد رہجاوے پس فی الحال وہ معدوم ہوگا۔ اور اگر کہا
کہ میرا تہائی مال درمیان زید و بکر کے وصیت ہے حالانکہ بکر میت ہے یا درمیان زید و بکر کے اگر مین مر گیا حالانکہ وہ زندہ موجود ہے یا
درمیان زید و فقیر کے پھر موصی مر گیا درحالیکہ فقیر مذکور مر چکا تھا یا زندہ تھا مگر غنی تھا یا کہا کہ درمیان زید و بکر کے اگر بکر اس بیت
مین ہو حالانکہ اُسمین نہ تھا یا درمیان زید و فرزند بکر کے پھر بکر کا فرزند پیدا ہوا یا موجود تھا مگر موصی کی وفات سے پہلے مر گیا پھر
دوسرا پیدا ہوا یا کہا کہ درمیان زید و اولاد فلان کے اگر اولاد فلان فقیر ہو جاوین مگر وے فقیر نہوے یہانتک کہ موصی مر گیا یا کہا
کہ درمیان زید و میرے وارث کے یا درمیان زید و دو پسر زید کے حالانکہ زید کا ایک ہی بیٹا ہے تو ان سب صورتون مین زید کو
تہائی کا نصف ملیگا۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال درمیان بنی زید و بنی بکر کے وصیت ہے حالانکہ انمین سے ایک کے کوئی اولاد
نہین ہے تو پوری تہائی دوسرے کی اولاد کو ملیگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر واسطے زید و واسطے عمرو کے تہائی مال کی وصیت کی یا کہا
کہ درمیان زید و عمرو کے وصیت ہے پھر موصی مر گیا پھر ایک موصی لہ مر گیا تو تہائی کا نصف زندہ موصی لہ کو اور نصف دیگر موصی لہ مردہ
کے وارثون کو ملیگا۔ اسی طرح اگر موصی کے مرنے کے بعد قبول وصیت سے پہلے ایک موصی لہ مر گیا پھر زندہ نے قبول کی تو موصی لہما
کے دونون مالک ہو جاوینگے۔ اور اگر موصی کے مرنے سے پہلے ایک موصی لہ مر گیا تو اُسکا حصہ موصی کی طرف واپس ہو جائیگا یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان کے و واسطے ہر اُس شخص کے جو اولاد عبد اللہ مین سے فقیر ہو جاوے
پھر موصی مر گیا اور اولاد عبد اللہ سب تونگر تھی تو پوری تہائی فلان شخص کو ملجائیگی۔ اور اگر عبد اللہ کی بعض اولاد فقیر ہو گئی

سلہ اور اگر سب باقی رہتے تو سب مین سے تہائی تہائی کی۔ عہ قول الاعظم ہر چلیلہ مجموعہ تہائی مال سے زائد ہوتا یا وارث اجازت دیتے ۱۲

پھر موصی مرگیا تو تہائی مال درمیان فلان کے اور درمیان اُن لوگون کے جو اولاد عبد اللہ مین سے فقیر ہوے ہین بتعداد رؤس تقسیم ہوگا اور اگر اولاد عبد اللہ جب سے پیدا ہوے ہین برابر فقیر چلے آئے یہان تک کہ موصی مرگیا تو ظاہر لفظ جو کتاب مین ذکر کیا گیا ہی اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ اُنکو تہائی مین سے کچھ نہ ملیگا بلکہ پوری تہائی فلان کی ہوگی۔ اور اگر اولاد عبد اللہ جو روز وصیت کے موجود تھی مرگئی پھر اُسکے اولاد پیدا ہوئی اور وہ سب غنی ہوے پھر موصی کی موت سے پہلے فقیر ہوگئے تو تہائی مال وصیت فلان اور انکے درمیان سب کی تعداد پر تقسیم ہوگا۔ اسی طرح اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان و واسطے ولد عبد اللہ کے ہی پھر عبد اللہ کا ولد مرگیا اور دوسرا ولد اُسکے پیدا ہوا اور ہنوز موصی نہین مرا ہی تو تہائی مال درمیان فلان و درمیان ولد عبد اللہ کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان اور واسطے ان اولاد عبد اللہ کے ہی اگر یہ لوگ فقیر ہوجاوین مگر وہ لوگ فقیر نہوے یہان تک کہ موصی مرگیا تو سب کی تعداد پر تقسیم ہو کر جو حصہ فلان کو پہونچے وہ اُسکو ملیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک عورت اپنا شوہر چھوڑ کر مرگئی اور اپنے نصف مال کی کسی اجنبی کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی اور شوہر کو تہائی مال ملیگا اور موصی لہ کو نصف ملیگا اور چھٹا حصہ باقی واسطے بیت المال کے ہوگا اسواسطے کہ تہائی مال وصیت اجنبی کے واسطے میراث سے مقدم ہوگا پس باقی رہا دو تہائی اُسمین نصف شوہر کو ملیگا جو کل مال کا تہائی ہوا اور باقی رہا تہائی مال سو اُسکا کوئی وارث مستحق نہین ہی پس اُسمین سے باقی وصیت نافذ ہوگی اور باقی چھٹا حصہ ہی پس موصی لہ کو نصف پورا کردینے کے بعد چھٹا حصہ باقی رہا جسمین نہ وصیت ہی اور نہ اُسکا کوئی وارث ہی پس بیت المال مین داخل ہوگا اسی طرح اگر مرد مرگیا اور اپنی جورو چھوڑی اور اپنے پورے مال کی کسی اجنبی کے واسطے وصیت کی مگر جورو نے اجازت نہ دی پس عورت کو چھٹا حصہ ملیگا اور پانچ چھٹے حصے اجنبی کو ملینگے اسواسطے کہ تہائی مال تو وصیت مین بلا نزاع ہوجائیگا اور باقی دو تہائی مین شرکت رہی پس اسمین سے عورت کا جو تہائی حصہ ہی اور باقی پھر موصی لہ کو ملیگا اسواسطے کہ بیت المال سے وصیت مقدم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اصل مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے تہائی مال کی اولاد زید کے واسطے وصیت کی حالانکہ روز وصیت کے زید کا کوئی لڑکا نہ تھا پھر موصی کی موت سے پہلے اُسکے اولاد ہوئی پھر موصی مرگیا تو تہائی مال اولاد زید کو ملیگا۔ اور اگر روز وصیت کے زید کی اولاد موجود ہو مگر موصی نے نہ اُنکا نام لیا کہ احمد و عمرو و بکر وغیرہ اور نہ اُنکی طرف اشارہ کیا کہ اِن لوگون کے واسطے تو یہ وصیت اُسکی اُن اولاد کے واسطے ہوگی جو موصی کی موت کے روز موجود ہون حتے کہ اگر یہ اولاد موجود مرجاوے اور دوسری اولاد پیدا ہو اور وہ موصی کی وفات تک زندہ موجود رہے تو انکو تہائی مال ملیگا اور اگر موصی نے اُسکی اولاد نام بنام بیان کردی ہو یا اُنکی طرف اشارہ کردیا ہو تو وصیت خاصۃً اُنھین تک رہیگی حتے کہ اگر وہ مرجاوے تو وصیت باطل ہوجائیگی اور جبکہ اُنکا نام لے لیا یا اُنکی طرف اشارہ کردیا تو موصی لہ متعین ہوگا پس روز وصیت کے صحت ایجاب معتبر ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے عبد اللہ و زید و عمرو کے ہی عمرو کیواسطے اُسمین سے سو درم ہین پھر معلوم ہوا کہ تہائی کل سو درم ہین تو یہ سب عمرو کو ملینگے اور اگر تہائی مال ڈیڑھ (١٥٠) سو درم ہون تو اُسمین سے سو درم عمرو کو اور باقی پچاس زید و عبد اللہ کے درمیان نصفا نصف ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر اپنے تہائی مال کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی حالانکہ وقت وصیت کے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو موصی لہ کو اس مال سے تہائی ملیگی جسکا وقت موت کے مالک ہو خواہ اُسکو بعد وصیت کے کمایا ہو یا اُس سے پہلے مگر شرط یہ ہی کہ موصی بہ مال عین یا نوع معین نہووے۔ اور اگر مال عین یا نوع معین کی اپنے مال سے مثل تہائی اپنی بکریون کی وصیت کی پھر وہ قبل اُسکے موت کے تلف ہوئی تو وصیت باطل ہوجائیگی حتے کہ اگر اسکے بعد اُسنے دوسری بکریان یا دوسرا مال عین کمایا تو موصی لہ

کا حق اس سے متعلق نہوگا اور اگر وصیت کے وقت بکریان موجود نہون پھر اُنکو حاصل کیا پھر مرگیا تو صحیح یہ ہے کہ وصیت صحیح ہوگی -
اور اگر کہا کہ میرے مال سے ایک بکری وصیت ہے حالانکہ اُسکے پاس بکریان نہین ہین تو موصی لہ کو ایک بکری کی قیمت دیجاویگی
اور اگر ایک بکری کی وصیت کی اور اپنے مال کی طرف اضافت نہ کی یعنے یہ نہ کہا کہ میرے مال سے ایک بکری (یعنے فلان کے واسطے) وصیت ہے حالانکہ
اُسکے پاس بکریان نہین ہین تو بعض نے فرمایا کہ وصیت نہین صحیح ہے اور بعض نے فرمایا کہ صحیح ہے - اور اگر کہا کہ میری بکریون
مین سے ایک بکری حالانکہ اُسکے پاس بکریان نہین ہین تو وصیت باطل ہے علے ہذا القیاس انواع مال سے ہر نوع مین مثل
اونٹ و گائے وغیرہ کے یہی حکم ہے یہ تبیین مین ہے - اور اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے تہائی مال صدقہ کردے پھر
ایک شخص نے وصی سے یہ مال غصب کر کے تلف کر ڈالا پھر وصی نے چاہا کہ یہ مال اسپر صدقہ قرار دیدے اور غاصب اسکا مقر ہو
تو مین اسکو جائز قرار دونگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے اپنے مال
سے ایک بکری کی وصیت کی تو جو بکری روز وصیت اُسکے مال مین ہو اُس سے موصی لہ کا حق متعلق نہوگا بلکہ اس بکری سے
متعلق ہوگا جو روز موت کے اُسکے مال مین موجود ہو - پھر جبکہ وصیت صحیح ہوئی اور انصراف وصیت اس بکری کی طرف ہوا
جو موت کے روز موصی کے مال مین موجود ہو تو ہم کہتے ہین کہ اگر موصی اسکے بعد مرگیا اور اُسنے مال چھوڑا پس اگر مال مین بکری
ہو تو وارثون کو اختیار ہوگا چاہین موصی لہ کو یہ بکری دیدین یا بکری کی قیمت دیدین پھر کتاب مین یہ مذکور نہین ہے کہ بکری
اعلے یا ادنی یا اوسط کیسی بکری کی قیمت دینگے یا جس بکری کی قیمت چاہین دیدین (اشارہ ہے کہ اسی بکری کی قیمت بھی ضرور نہین ہے بلکہ درمیانی کسی بکری) تو حسن بن زیاد نے ہمارے اصحاب
سے روایت کیا ہے کہ وارثون کو اختیار ہے چاہین درمیانی بکری دین یا درمیانی بکری کی قیمت دیدین یہ محیط مین ہے - ایک
شخص نے کہا کہ میرا بزدون اشقر واسطے فلان کے وصیت ہے تو یہ وصیت اُسی بزدون پر رہیگی جسکا وہ فی الحال مالک ہو نہ
اُسپر جسکا وہ آیندہ مالک ہووے اسی طرح اگر کہا کہ میرا اندھا غلام یا سندھی یا حبشی غلام واسطے فلان کے وصیت ہے تو بھی جسکا
اسوقت مالک ہے اُسی پر وصیت رہیگی نہ اُسپر جسکا آیندہ مالک ہو - اور اگر کہا کہ میرا غلام واسطے فلان کے اور میرا بزدون واسطے
فلان کے ہے اور اُسکی نسبت کسی طرف نکی یعنی کوئی اُسکا وصف وغیرہ بیان نکیا تو وصیت مین جو بزدون و غلام اسوقت موجود ہے
وہ داخل ہوگا اور نیز وقت موت تک جسکا مالک ہو جاوے وہ بھی داخل ہوگا - اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ گائے واسطے فلان
کے وصیت ہے تو شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ وارثون کو اُسکی قیمت دینے کا اختیار نہوگا - اور اگر کہا کہ یہ گائے واسطے مساکین کے ہے
تو وارثون کو اُسکی قیمت صدقہ کردینے کا اختیار ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے -
اگر ایک شخص نے اپنی تین ام ولد باندیون اور فقرا و مساکین کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو ام ولد باندیون کو
پانچ حصون مین سے تین حصے اور ایک حصہ فقیرون کو اور ایک حصہ مسکینون کو دیا جائیگا - اور یہ امام ابو حنیفہ رح و امام
ابو یوسف رح کا قول ہے - یہ کافی مین ہے - اور اگر تہائی مال کی واسطے فلان و واسطے مساکین کے وصیت کی تو نصف
فلان کو اور نصف مساکین کو دیا جائیگا یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے یہ ہدایہ مین ہے - اگر ایک شخص
نے تہائی مال کی مسکینون کے واسطے وصیت کی تو وصی کو اختیار ہے کہ پوری تہائی ایک مسکین کو دیدے یہ صاحبین
کے نزدیک ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک دو مسکینون سے کم کو نہین دے سکتا ہے اور اگر ایک شخص کے واسطے
تہائی مال کی وصیت کی پھر دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے تجھے شریک کردیا یا اُسکے ساتھ تجھے داخل کردیا تو تہائی
مال دونون مین تقسیم ہوگا - اور اگر ایک شخص کے واسطے سو درم کی اور دوسرے کے واسطے سو درم کی وصیت کی

ف مثلاً میرے گاؤن مین سے ایک گانو فلان کو دیجاوے یا اونٹون مین سے ایک اونٹ حالانکہ اونٹ یا گائے اسکے پاس نہین ہین تو وصیت باطل ہے ۱۲ منہ

ف۲ قال المترجم وفیہ نظر تامل ۱۲

پھر تیسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اُن دونون کے ساتھ شریک کر دیا تو اُسکو ہر سیکڑے مین سے تہائی ملیگی۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے چار سُو (۴۰۰) درم کی اور دوسرے کے واسطے دو سُو (۲۰۰) درم کی وصیت کی پھر تیسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اُن دونون کے ساتھ شریک کر دیا تو اُسکو نصف مال ہر ایک کا ملیگا۔ اگر ایک شخص نے موت کے وقت وارثون سے کہا کہ فلان شخص کا مجھپر قرضہ ہے پس وارثون نے اُسکے قول کی تصدیق کی پھر وہ مرگیا تو تہائی مال تک اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی یعنے اگر قرضخواہ نے تہائی سے زیادہ کا دعوے کیا اور وارثون نے تکذیب کی تو تہائی مال تک پا سکتا ہے اور یہ استحسان ہے اور اگر باوجود اسکے اُسنے وصیتین کی ہون تو صاحبان وصیت کے واسطے تہائی مال نکال دیا جائیگا اور دو تہائی وارثون کو ملیگا کذا فی الکافی۔ پھر جب صاحبان وصیت کو تہائی مال جدا کرکے دیدیا گیا تو اصحاب وصیت سے کہا جائیگا کہ تم لوگ جسقدر چاہو میت کی تصدیق کرو اور وارثون سے کہا جائیگا کہ جسقدر چاہو تصدیق کرو پس اگر ہر فریق نے کسی قدر مال کی تصدیق کی تو ظاہر ہوگا کہ قرضہ تمام ترکہ کے ہر دو حصے مین شائع ہے پس صاحبان وصیت کی تہائی مین سے تہائی مال اقراری کی لے لیجائیگی اور وارثون سے اُنکے اقراری مقدار کی دو تہائی لے لیجائیگی اور ہر فریق کا اقرار اُسکے مقدار حق مین نافذ ہوگا اور دونون مین سے ہر فریق سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی اگر مقر لہ یعنے قرضخواہ اس سے زیادہ کا دعوے کیا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر اجنبی و وارث دونون کے واسطے وصیت کی تو نصف وصیت اجنبی کو ملیگی اور وارث کے حق کی وصیت باطل ہو جائیگی اور علیٰ ہذا اگر قاتل اور اجنبی کے واسطے وصیت کی تو قاتل کا حق نصف وصیت باطل ہوگی اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ جب کسی مال عین یا دین کا اجنبی و وارث دونون کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت مین اجنبی کے واسطے بھی اقرار صحیح نہوگا یہ تبیین مین ہے اور امام تمرتاشی نے فرمایا کہ یہ اقرار باطل ہونے کا حکم جو ذکر فرمایا (وصیت تبیین کی) ہے ایسی صورت مین ہے کہ جب دونون نے دونون کے واسطے شرکت ہونے کی تصدیق کی اور اگر اجنبی نے شرکت وارث ہونے سے انکار کیا یا وارث نے شرکت اجنبی سے انکار کیا تو وارث کے حق مین اقرار باطل ہے اور فرمایا کہ اجنبی کے حصہ مین اقرار صحیح ہوگا یہ نہایہ مین ہے۔ اور اگر کسی کے حق مین چوپایہ سواری کی یا کپڑے کی وصیت کی تو وارثون کو اختیار ہوگا کہ موصی لہ کو جو جانور سواری یا جو کپڑا چاہین دیدین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کے تین کپڑے اعلیٰ و اوسط و ادنیٰ ہون پس اُسنے تین شخصون مین سے ہر ایک شخص کے واسطے ایک ایک کپڑے کی وصیت کی پھر ایک کپڑا ضائع ہوگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ کسکا کپڑا تلف ہوا ہے اور وارث لوگ انکار کرتے ہین تو وصیت باطل ہو جائیگی اور وارثون کے انکار کے یہ معنی ہین کہ وارث ہر ایک موصی لہ معین سے یہ کہتا ہے کہ جو کپڑا تیرا حق تھا وہی ضائع ہوگیا ہے پس مستحق مجہول ہے اور اُسکا مجہول ہونا صحت حکم قضا و تحصیل مقصود سے مانع ہے پس وصیت باطل ہو جائیگی الا یہ کہ وارث لوگ دونون باقی کپڑون کو تسلیم کرین پس اگر اُنھون نے تسلیم کیا تو مانع یعنے انکار زائل ہوگیا پس مستحق اعلےٰ کو اعلےٰ کپڑے کی دو تہائی ملیگی اور مستحق اوسط کو اعلےٰ مین سے ایک تہائی اور ادنےٰ مین سے ایک تہائی اور مستحق ادنےٰ کو ادنیٰ مین سے دو تہائی دیجائیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو پھر دونون مین سے ایک شریک نے اُسمین سے ایک بیت معین کی زید کے واسطے وصیت کر دی تو دار مذکور تقسیم کیا جائیگا پس اگر وہ بیت معین موصی کے حصہ مین پڑا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک پورا بیت موصی لہ کو دیدیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکا نصف دیا جائیگا اور اگر دوسرے شریک کے حصہ مین آیا تو موصی لہ کو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیت مذکور کے گزون کی پیمائش کے برابر موصی کے حصہ مین سے ناپ دیا جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نصف بیت کے گزون کی پیمائش کے برابر

ناپ دیا جائیگا۔ اور اگر زید نے غیر کے مال سے ہزار درم معین کی کسی شخص کے واسطے وصیت کر دی پھر موصی کی موت کے بعد مالک مال
نے اجازت دی اور موصی لہ کو دراہم مذکورہ دیدیے تو جائز ہے اور مالک مال کو بعد اجازت کے بھی دیدینے سے انکار کر جانے کا اختیار
باقی ہے بخلاف اسکے اگر موصی نے اپنے مال مین سے تہائی سے زائد کی وصیت کی یا قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر وارثون
نے اجازت دیدی تو اس صورت مین وارثون کو بعد اجازت دینے کے سپرد کرنے سے انکار کرنے کا اختیار نہین ہے یہ تبیین ہے۔ اور
اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور گواہون نے گواہی دی کہ اسکے باپ نے
عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو گواہون کی گواہی پر اعتبار کر کے عمرو کو دیا جائیگا اور جسکے واسطے وارث نے
اقرار کیا ہے اسکو کچھ نہ ملیگا۔ فرمایا کہ اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی ہے پھر اسکے بعد
کہا کہ نہین بلکہ عمرو کے واسطے تہائی کی وصیت کی ہے یا کہا کہ تہائی کی وصیت کی ہے واسطے زید کے نہین بلکہ واسطے عمرو کے تو حال
مذکور دونون صورتون مین اول کو ملیگا دوسرے کو کچھ نہ ملیگا۔ فرمایا کہ اگر وارث نے باقرار متصل اقرار کیا کہ تہائی کی وصیت واسطے
زید کے ہے اور اسکی وصیت واسطے عمرو کے کی ہے تو مین تہائی مال دونون مین برابر مشترک کرونگا۔ فرمایا کہ اگر وارث نے
اقرار کیا کہ میرے باپ نے تہائی کی وصیت واسطے زید کے کی ہے اور اسنے زید کو دیدیا پھر کہا کہ نہین بلکہ واسطے عمرو کے کی ہے تو
وہ عمرو کے واسطے ضامن ہوگا حتے کہ اُسکے مثل عمرو کو دیگا اور اول یعنے زید کے حق مین اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی
اور اگر اُسنے اول کو بحکم قاضی دیا ہو تو دوسرے کے واسطے ضامن نہوگا۔ اور اگر وارث نے زید کے واسطے ہزار درم معین
کی وصیت کا اقرار کیا اور یہ تہائی مال ہے پھر اسکے بعد عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت ہونے کا اقرار کیا پھر مقدمہ قاضی
کے سامنے پیش ہوا تو قاضی اس ہزار مذکور کی وصیت واسطے اول کے نافذ کریگا اور دوسرے کا وارث پر کچھ نہوگا۔ اور فرمایا
کہ اگر دو وارثون نے گواہی دی کہ میت نے واسطے زید کے تہائی کی وصیت کی ہے پھر زید کو دونون نے اسقدر مال دیا پھر دونون نے
گواہی دی کہ میت نے اس مال کی فقط عمرو کے واسطے وصیت کی تھی اور دونون نے کہا کہ ہمین سے غلطی واقع ہوئی ہے
تو زید کے حق مین دونون کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی۔ اور دونون اسقدر مال کے مثل کے عمرو کے واسطے ضامن
ہونگے پس عمرو کو اسقدر مال دینگے۔ اور اگر دونون نے زید کو کچھ دیا نہو تو عمرو کے حق مین دونون کی گواہی کو جائز رکھونگا
اور اول کے حق مین وصیت باطل کرونگا یعنے حکم دونگا کہ اول کے حق مین وصیت باطل ہے۔ فرمایا کہ اگر وارث تین
ہون اور مال تین ہزار درم ہون پھر ہر وارث نے ایک ہزار درم لیے پھر انمین سے ایک نے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے
تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی تھی اور باقی دونون نے اس سے انکار کیا تو اقرار کرنے والا استحساناً اپنے مقبوضہ
کی تہائی زید کو دیدیگا اسی طرح اگر دو وارث ہون اور مال دو ہزار درم ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی وارث مقر اپنے مقبوضہ
مین سے استحساناً ایک تہائی زید کو دیگا۔ اور اگر ترکہ ایک ہزار مال عین ہو اور ایک ہزار دونون وارثون مین سے ایک
پر قرضہ ہو پھر جسپر قرضہ نہین ہے اُسنے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اس شخص زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو
زید اس ہزار درم عین مین سے تہائی لے لیگا اور باقی دو تہائی اقرار کرنے والے کی ہوگی۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے (۲)
(دس ہر بیٹے دوسرے قرضدار نے انداز کیا ہو ۱۲)
بیٹے اور (۲۰) درم چھوڑے پس دونون نے آدھے آدھے بانٹ لیے پھر دونون مین سے ایک وارث غائب ہو گیا
اور حاضر پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے حق مین تہائی کی وصیت ہے تو وہ حاضر کے مقبوضہ مین سے نصف سے
لیگا اسواسطے کہ اُسنے گواہون سے یہ بات ثابت کر دی کہ دونون کا حق ترکہ مین برابر ہے پس اس مقام پر موافق حکم

قیاس کے اختیار کیا ہی بخلاف مسئلہ اقرار کے اسواسطے کہ اس مقام پر مشہود لہ کی وصیت حاضر و غائب دونون کے حق مین ثابت ہوتی ہی حتے کہ جب غائب آویگا توان دونون کو اختیار ہوگا کہ غائب نے جو کچھ اپنے حق سے زائد لیا ہی اُس سے واپس لیوین پس وہ معہ اپنے مقبوضہ کے کالمعدوم قرار دیا جائیگا بخلاف مسئلہ اقرار کے کہ وہان اقرار فقط اُسکی ذات پر حجت ہی دوسرے پر نہین ہی کذا فی المبسوط بتوضیح من المترجم۔ موصی بہ مین بعد موت موصے کے قبل اسکے کہ موصی لہ وصیت کو قبول کرے جو زیادتی پیدا ہو جاوے جیسے بچہ یا کرایہ یا کمائی یا ارش تو وہ بھی موصی بہ ہو جائیگی حتے کہ اسکا اعتبار بھی تہائی سے ہوگا اور اگر موصی لہ کے قبول کرنے کے بعد تقسیم سے پہلے حادث ہو تو اسکو امام محمد رح نے ذکر نہین کیا ہی اور قدوری نے ذکر فرمایا کہ وہ موصی بہ نہو گی حتے کہ وہ موصی لہ کو تمام مال سے اعتبار کرکے ملیگی گویا کہ بعد تقسیم کے حادث ہوئی ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ وہ بھی موصی بہ ہو جائیگی حتے کہ اعتبار کیا جائیگا کہ یہ تہائی مال ہوتا ہی یا زائد ہوتا ہی پس تہائی مال تک معتبر رہیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے ایک باندی کی وصیت کی اور وہ موصی کی موت کے بعد تقسیم سے پہلے بچہ جنی اور دونون تہائی مال ہوتے ہین تو دونون موصی لہ کو ملینگے اور اگر دونون تہائی مال مین نہ آتے ہون تو پہلے اُسکی وصیت باندی مین نافذ ہوگی پھر بچہ مین نافذ ہوگی۔ اور صاحبین رح کے نزدیک دونون مین برابر نافذ ہوگی اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس چھ سو درم ہین اور ایک باندی تین سو درم کی ہی پس اُسنے ایک شخص کے واسطے باندی کی وصیت کی پھر مرگیا پھر تقسیم سے پہلے باندی ایک بچہ جنی جو تین سو درم قیمت کا ہی تو امام رح کے نزدیک موصی لہ کو باندی اور دو تہائی بچہ ملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک تہائی باندی اور دو تہائی بچہ کو ملیگا۔ اور یہ سب اُسوقت ہی کہ جب بٹوارہ سے پہلے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی اور اگر بعد قبول کے اور بعد تقسیم کے جنی تو بچہ بالاتفاق موصی لہ کا ہوگا اور اگر بعد قبول کے تقسیم سے پہلے جنی تو قدوری نے ذکر کیا کہ بچہ موصی بہ نہوگا۔ اور تہائی سے اُسکا برآمد ہونا اعتبار نہ کیا جائیگا اور پورے مال سے موصی لہ کا ہوگا یعنے اعتبار کیا جائیگا کہ پورے مال کا تہائی ہی جیسا کہ بعد تقسیم کے پیدا ہونے کا حکم ہی کہ وہ موصی لہ کا ہوگا اور موصی بہ ہو کر تہائی سے معتبر نہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ موصی بہ ہو جائیگا حتے کہ اُسکا تہائی سے برآمد ہونا اعتبار کیا جائیگا جیسا کہ قبل قبول کے پیدا ہونے مین حکم ہی۔ اور اگر موصی کی موت سے پہلے بچہ جنی ہو تو بچہ وصیت مین داخل نہوگا اور میت کے ملک کے احکام مین باقی رہیگا اسواسطے کہ قصداً و صراحةً وہ وصیت مین داخل نہین ہوا اور اگر موصی بہ نے کچھ مال کمایا تو سب صورتون مین مثل بچہ کے تفصیل وار اُسکا بھی حکم ہی یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص کی باندی تین سو درم قیمت کی ہی اور سواے اُسکے اُسکا کچھ مال نہین ہی پس مالک نے زید کے واسطے اسکی وصیت کردی پھر مرگیا پھر اُسکے وارث خالد نے بدون حاضری زید کے اُسکو بکر کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر بکر کے پاس وہ باندی تین سو درم قیمت کا بچہ جنی پھر زید آیا اور اُسنے بیع کی اجازت ندی تو مشتری کو دو تہائی باندی اور دو تہائی بچہ دیا جائیگا اور تہائی باندی اور نوان حصہ بچہ زید کو ملیگا اور دو نوین حصہ بچہ کے وارثون کو واپس ملینگے۔ اور اگر باندی کے بدن مین زیادتی ہوگئی یا اُسکی قیمت بڑھ کر چھ سو درم ہوگئی تو دو تہائی باندی مشتری کو مسلم دیجائیگی اور ایک تہائی وارثون کو ملیگی۔ اور اگر باندی مین نقصان آگیا جس سے اُسکی قیمت سو درم رہگئی تو موصی لہ ثمین سے تہائی لے لیگا اور وارثون سے اُسکی قیمت مین سے (۴۴) درم اور چار نوین حصے درم کے یعنی پوری تہائی کر کے لے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔

چوتھا باب ۔ بیٹے کا اپنے مرض مین اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دینے اور اپنے اوپر یا اپنے باپ پر قرضہ کا

اقرار کرنے کے بیان مین اور جسکی تقدیم اُسکے ترکہ مین کیجائیگی اُسکے بیان مین - اگر ایک شخص ایک بیٹا اور تین ہزار درم
چھوڑ کر مرا اور اُسنے زید کے واسطے ان درمون مین سے دو ہزار درم کی وصیت کردی ہی پھر بیٹے نے اپنے مرض مین اس وصیت
کی اجازت دی پھر مرگیا اور اُسکا اسکے سوائے کچھ مال نہین ہی تو موصی لہ کو ایک ہزار درم بلا اجازت ملینگے - اور دو ہزار درم
(یعنے وارثون کے اجازت کی ضرورت نہین ہی ۱۲)
کی تہائی بھی بلا اجازت ملیگی جو بیٹے کا مال ہی - اور اگر بیٹے نے باوجود اجازت کے اقرار کیا کہ میرے باپ نے عمرو کے واسطے
(یعنے دو ہزار درم جو بیٹے کا مال ہی اسکی تہائی بھی بلا اجازت ملیگی ۱۲)
بھی تہائی مال کی وصیت کی ہی - تو دو ہزار درم کی ایک تہائی امام اعظم رح کے نزدیک زید و عمرو دونون مین نصفا نصف
(اور اسکی اجازت بھی دیدی ۱۲)
تقسیم ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک پانچ حصے ہوکر اسطرح تقسیم ہوگی کہ زید کو تین پانچوین حصے اور عمرو کو دو پانچوین حصے
ملینگے اور اگر بیٹے کی وصیت اپنے مرض مین خود کسی مملوک کا آزاد کرنا ہی تو باپ کی وصیت کی اجازت پر اسکے آزاد کرنے
(یعنے مرض مین کسی مملوک کو آزاد کیا ۱۲)
کی وصیت کو ترجیح ہوگی اسی طرح اگر اپنے اوپر یا اپنے باپ پر قرضہ کا اقرار کیا تو قرضہ مقدم ہوگا اسواسطے کہ وارث کا اجازت
دینا بمنزلہ وصیت کے ہی اور مرض مین آزاد کرنا بھی وصیت ہی اور دو وصیتین ہرگاہ مجتمع ہون اور دونون مین سے ایک
عتق کی وصیت ہو تو عتق کی وصیت کو ترجیح ہوگی اور قرضہ بہ نسبت وصیت کے مقدم ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی -
اور اگر وارث نے اپنی صحت مین اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دی ہو تو عتق اور اقرار قرضہ و وصیت مذکورہ سب
مقدم ہوگی - اسی طرح اگر اُسنے باپ کے وصیت کی اجازت اور باپ پر قرضہ کا اقرار دونون اپنی صحت مین کیا تو پہلی وصیت
ادا کیجائیگی پھر اگر کچھ باقی رہا تو قرضخواہون کو ملیگا پس اگر اُنکا قرضہ پورا ادا ہوگیا تو وارث کچھ ضامن نہوگا اور اگر پورا ادا
نہوا تو جسقدر اُسنے اجازت مین ضائع کیا ہی اُسکے مثل ضامن ہوگا - اور اگر زید نے وارث کے باپ پر قرضہ کا دعوے کیا
اور موصی لہ نے یہ دعوی کیا کہ اس وارث کے باپ نے اپنے باپ کی وصیت جو میرے حق مین ہی اسکی اجازت دیدی ہی
پس وارث نے دونون کی تصدیق کی اور ساتھ ہی تصدیق کی تو قرضخواہ کا قرضہ مقدم ہوگا پھر اگر موصی لہ کے واسطے کچھ نبچا
تو وارث اُسکے واسطے کچھ ضامن نہوگا خواہ اُسنے حالت مرض مین دونون کی تصدیق کی ہو یا حالت صحت مین - اور فرمایا
کہ اگر وارث نے اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دیدی پھر اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو قرضہ مقدم ہوگا پھر اسکے بعد اگر
کچھ باقی رہا پس اگر وارث میت کے وارثون نے اس اجازت کو تمام منظور نکیا تو موصی لہ کو اس باقی مین سے فقط ایک تہائی
ملیگی یہ محیط مین ہی - اور اگر مرض مین اُسنے وصیت پدر کی اجازت دی پھر اپنے باپ پر اور اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو پہلے
اُسکے باپ کا قرضہ دیا جائیگا پھر اُسکا قرضہ پھر وصیت جسکی اجازت دی ہی وہ نافذ کیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی - زید کا ایک غلام ہی
اس غلام کے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہی اُسنے اپنے مرض الموت مین اسکو آزاد کیا اور ایک وارث عمرو چھوڑ کر مرگیا اور
اس وارث کا بھی ایک غلام ہی جسکی قیمت غلام اول کی قیمت کے برابر ہی اور اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر عمرو نے
اپنے مورث کی وصیت کی اجازت دیدی اور اپنے مرض الموت مین اپنا غلام آزاد کر دیا تو اسکے وارث کی بلا اجازت اول
غلام مین سے تہائی آزاد ہو جائیگا بدون اسکے کہ اُسپر سعایت لازم آوے اور یہ ظاہر ہی پھر دو تہائی غلام اول اور پورا غلام
دوم دونون غلامون مین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے تین حصے غلام اول کو اور دو حصے غلام دوم کو ملینگے - ایک
مریض کے دو ہزار درم ہین اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر اُسکا موت کا وقت آیا اور اُسنے موت کے وقت درمون مین
سے ایک ہزار درم کی زید کے لیے وصیت کردی اور عمرو کیواسطے باقی ہزار درم کی وصیت کردی پھر مرگیا پھر اُسکے بیٹے نے
دونون وصیتون کی آگے پیچھے اجازت دیدی مگر اجازت حالت مرض مین دی اور سوائے اس میراث کے

اُسکا کچھ مال نہین ہی تو دو ہزار کی تہائی دونون زید و عمرو کے درمیان میت اول کی وصیت پر تقسیم ہوگی - ایک شخص کے پاس ہزار درم ملک مین ہین اُسنے ان درمون کی زید کے واسطے وصیت کی پھر مرگیا اور عمرو اُسکا وارث ہوا اور عمرو کے پاس بھی ہزار درم ملک مین ہین پس عمرو نے اپنے ذاتی درمون کی اور جسکا وارث ہوا ہی سب کی خالد کے واسطے وصیت کر دی پھر عمرو مرگیا اور اُسنے بکر وارث چھوڑا پھر بکر نے اپنے مرض الموت مین اپنے باپ و دادا دونون کے وصیتون کی اجازت دیدی پھر مرگیا اور سوائے مال میراث کے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو پہلے موصی لہ کو اول ہزار درم مین سے تہائی بلا اجازت ملیگی پھر اول ہزار کی باقی دو تہائی دوسرے ہزار مین ملائی جائیگی پھر اسمین سے ایک تہائی دوسرے موصی لہ کو بلا اجازت ملیگی پھر تیسرے میت کے مال کی تہائی لیکر موصی لہ اول اور موصی لہ دوم کے درمیان بحساب ہر ایک کے حق کے جو اُسکا اجازت کے بعد باقی رہگیا ہی تقسیم کیجائیگی یہ محیط مین ہی-

فصل - حالة الوصیتہ کے اعتبار کے بیان مین - اگر ایک مرد مریض نے ایک عورت کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا یا اُسکے واسطے وصیت کی یا اُسکو کچھ ہبہ کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا پھر مرگیا تو ہمارے نزدیک اُسکا اقرار جائز ہوگا اور وصیت و ہبہ باطل ہونگے - اور اگر مریض نے اپنے بیٹے کا فرباً رقیق کے واسطے وصیت کی یا اُسکو کچھ ہبہ کرکے سپرد کر دیا یا اُسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسکی موت سے پہلے بیٹا آزاد کر دیا گیا یا مسلمان ہوگیا تو یہ سب باطل ہوگیا - اسی طرح اگر بیٹا مکاتب ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ کافی مین ہی - ایک مریض نے وصیت کی حالانکہ وہ ضعف کی وجہ سے بول نہین سکتا ہی پس سر سے اشارہ کیا اور اُسکی حالت سے معلوم ہی کہ وہ یہ سمجھتا ہی کہ میرا اشارہ سمجھا جائیگا تو جائز ہی ورنہ نہین - اور یہ اُسوقت ہی کہ جب بولنے پر قادر ہونے سے پہلے مرجاوے کیونکہ ایسی ہی صورت مین یہ ظاہر ہو جائیگا کہ اُسکے کلام کرنے سے یاس ہو چکی تھی پس مثل گونگے کے ہوگا یہ خزانة المفتین مین ہی - اور جو شخص پاؤن سے لنجا یا ہاتھ سے لنجا یعنی اُسکا ہاتھ خشک ہوگیا ہو یا ماشا رہا ہو اور جو شخص مفلوج ہو یعنی فالج نے مارا ہو یا اُسکو سل کی بیماری ہو پس اگر ایسے مریض کو زمانہ دراز گذرا اور حالت ایسی ہوئی کہ اُسکے موت کا خوف نرہا تو وہ مثل صحیح آدمی کے ہی حتے کہ اگر اُسنے پورا مال ہبہ کر دیا تو صحیح ہی پھر اگر اسکے بعد وہ چارپائی سے لگ گیا تو یہ بمنزلہ مرض جدید پیدا ہو جانے کے ہی - اور اگر ابتداے حال مین جب اُسکو مرض پیدا ہوا ہی انھین ایام مین مرگیا حالانکہ چارپائی سے لگ گیا تھا تو وہ ایسا مریض ہی کہ جسکی ہلاکت کا خوف ہی اسی وجہ سے اُسکی دوا کیجاتی ہی پس وہ مریض مرض الموت کا مریض ہی کہ اُسکے ہبہ کا اعتبار تہائی مال سے ہوگا یہ کافی مین ہی - ایک شخص نے وصیت کی پھر مجنون ہوگیا پس اگر جنون مطبق ہوگیا تو یہ قاضی کی راے پر ہی اگر اُسنے اجازت دیدی تو جائز ہوگی ورنہ باطل ہو جائیگی اور اگر کچھ مدت مقرر کرنے کی ضرورت پیش آئی تو فتوی اس بات پر ہی کہ تصرفات کے حق مین جنون مطبق کی میعاد ایک سال ہی یہ خزانة المفتین مین ہی - اور اگر ایک شخص قید خانہ مین قصاص یا رجم کے واسطے قید ہو تو اُسکا حکم مثل مریض کے نہین ہی اور جب قتل کے واسطے نکالا گیا تو اس حالت مین اُسکا حکم مثل مریض کے ہی - اور اگر صف قتال مین ہو تو مثل صحیح کے ہی اور جب لڑائی کے واسطے نکلا تو اس حالت مین مثل مریض کے ہی - اور اگر کشتی مین ہو تو حکم اُسکا مثل صحیح کے ہی اور جب موجین شدت کرین تو اس حالت مین اُسکا حکم مثل مریض کے ہی - اور اگر دوبارہ قید خانہ مین لوٹا یا گیا قتل نکیا گیا یا لڑائی کے بیچ میدان سے لوٹ کر صف مین آگیا یا موجین ٹھہر گئین تو اُسکا حکم ایسے مریض کے مانند ہی جو مرض سے اچھا ہوگیا کہ اُسکے تمام تصرفات اُسکے پورے مال سے نافذ ہونگے یہ شرح طحاوی مین ہی - اور مجذوم اور چوتھیا بخار اور باری بیج دیکر بخار والا اگر چارپائی

لگ گیا تو اُسکا حکم مرض الموت کے مریض کے مانند ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی- ایک شخص کو فالج نے مارا پس اُسکی زبان جاتی رہی یا کوئی مرض ایسا پیدا ہوا پس اُسکو گویائی کی طاقت نرہی پھر اُسنے (وصیت مین) کسی شی کی طرف اشارہ کیا یا کسی چیز کی وصیت لکھدی حالانکہ اس حالت پر اُسکا زمانہ دراز ہوگیا (اور اس سے مراد یہ ہی کہ ایک سال گذر گیا) تو یہ بمنزلہ گونگے کے ہی یہ غرائب التفسیر مین ہی- اگر عورت کے دردزہ شروع ہوا تو جو فعل وہ اس حالت مین کرے اُسکے تہائی مال سے معتبر ہوگا اور اگر وہ اس سے بچ گئی تو اُسکا یہ فعل اُسکے پورے مال سے جائز ہوگا یہ شرح طحاوی مین ہی-

پانچوان باب - مرض الموت مین عتق و محاباۃ وہبہ کے بیان مین - اگر اپنا غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تو آزاد نہوگا الا اُس صورت مین کہ وارث لوگ اُسکو آزاد کردین اور اُسکو اختیار رہیگا کہ اس وصیت سے بقول یا بالفعل رجوع کرلے جیسا کہ اور وصایا مین حکم ہی اسواسطے کہ یہ حکم باعتاق ہی تو جبتک آزاد کیا نجاوے تب تک فقط حکم دینے سے وہ آزاد نہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر ایک شخص نے اپنے مرض مین آزاد کیا یا بیع محابات کی یا ہبہ کیا تو یہ سب جائز ہی اور اسکا اعتبار تہائی مال سے ہوگا اور صاحبان وصیت کے ساتھ شریک کیا جائیگا- اسی طرح مثل کفالت وضمان کے جو مریض نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہو وہ بھی وصیت کے حکم مین ہی- اور اگر مشتری کے ہاتھ محاباۃ سے فروخت کیا پھر آزاد کیا حالانکہ تہائی مال مین قدر محابات و عتق دونون کی گنجائش نہین ہی یعنے تہائی اس سے کم ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک محابات اولی ہوگی اور اگر آزاد کیا پھر محابات کی تو بھی یہی حکم ہی اور صاحبین رح کے نزدیک دونون مسئلون مین عتق اولی ہی اور امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر محابات کی پھر آزاد کیا پھر محابات کی تو تہائی مال دونون محاباتون مین بسبب دونون کے برابر ہونے کے نصفا نصف تقسیم کردیا جائیگا پھر جو کچھ محابات اخیرہ کے حصہ مین آیا ہی وہ دونون محاباتون اور عتق کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا- اور اگر آزاد کیا پھر محابات کی پھر آزاد کیا تو تہائی مال درمیان محابات اور عتق اول کے تقسیم ہوگا پھر جو عتق کے حصہ مین آیا ہی وہ عتق اول اور عتق ثانی کے درمیان تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک ہر حال مین عتق اولی ہی کذا فی الہدایہ اور محابات کی صورت یہ ہی کہ مریض نے سو درم کی چیز پچاس درم مین فروخت کردی یا پچاس درم کی چیز سو درم مین خریدی تو جسقدر مال صورت خرید مین زائد دیا ہی یا بیع مین کم لیا ہی وہ محابات ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی- اگر وصیت کی کہ میرا غلام میری موت کے بعد آزاد کیا جاوے یا کہا کہ تم لوگ اُسکو آزاد کردو یا کہا کہ میری موت سے ایک روز بعد وہ آزاد ہی اور ایک شخص کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی تو دونون تہائی مال مین حصہ دار ہونگے اور یہ ایسا عتق نہین ہی جو تہائی مال سے اولاً شروع کیا جاوے پھر اگر بچے تو موصی لہ دیگر کا ہو بلکہ اولاً جب شروع کیا جائیگا کہ جب اُسنے یون کہا وہ غلام میری موت کے بعد آزاد ہی بطور مبہم کہا یا اُسکو اپنے مرض مین قطعاً آزاد کردیا یا کہا کہ اگر اس مرض مین مجھے موت آوے تو یہ آزاد ہی تو ایسے عتق کے حق مین یہ حکم ہی کہ وصیت سے پہلے اسکے ساتھ ابتدا کیجائیگی اسی طرح جو عتق بعد موت کے بلاقید وقت واقع ہو اُسکی ابتدا وصیت سے پہلے ہوگی یہ مبسوط مین ہی- اور اگر کہا کہ وہ میری موت کے ایک روز یا ایک مہینہ بعد آزاد ہی پھر مدت گذر گئی تو امام محمد رح سے ابن سماعہ کی روایت کے موافق یہ حکم ہی کہ بدون اعتاق وارثان یا وصی کے وہ آزاد نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر اپنی باندی کو اپنے مرض مین آزاد کردیا اور بعد آزاد ہونے کے قبل موت مریض کے یا بعد موت مریض کے بچہ جنی تو اُسکا بچہ وصیت مین داخل نہوگا اور اگر اپنے ایک غلام کو مدبر کیا (اور یہ آزادی بطور وصیت ہی) اور دوسرے سے کہا کہ اگر مجھے اس مرض مین موت آجاوے تو تو آزاد ہی پھر اسی مرض مین مرگیا تو دونون تہائی مین حصہ دار ہونگے اسواسطے کہ بعد موت کے استحقاق مین مساوی ہین

بدین معنی کہ دونون کے حق مین اُسنے مرض الموت مین کہا ہے (پس دونون موصی لہ ہوے) پس تہائی مال مین حصہ دار ہونگے۔ اور اگر اپنے
غلام کے واسطے کسی قدر دراہم معلومہ کی یا کسی چیز معلوم کی وصیت کی تو جائز نہیں ہے اور فرمایا کہ اگر اُسکے واسطے کسی قدر اُسکے رقبہ
کی وصیت کی (یعنے مثلاً تیرا چوتھائی تیرے واسطے وصیت ہے) تو اسقدر آزاد ہو جائیگا اور باقی کے واسطے سعایت کریگا یہ امام اعظم رح کا
قول ہے بمنزلہ ایسی صورت کی ہے کہ اپنی زندگی مین اُسکو اُسکے رقبہ مین سے کسی قدر ہبہ کر دیا اور اگر اُسکے واسطے پورے رقبہ کی وصیت
کی تو تہائی مال سے آزاد ہوگا اسی طرح اگر اُسکو اُسکا رقبہ ہبہ کیا یا اُسپر صدقہ کر دیا اور یہ اپنے مرض مین کیا تو بھی تہائی سے آزاد ہوگا یہ مبسوط
مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت جائز ہے اور تہائی غلام بعد موت کے آزاد ہو جائیگا
پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکا مال درہم یا دینار ہون تو غلام کی دو تہائی قیمت اگر اسی قدر ہو جسقدر اُسکے واسطے باقی مال سے
واجب ہوا ہے تو قصاص ہو جائیگا یعنے بدلا برابر ہو کر پورا غلام آزاد ہو جائیگا اور اگر مال مین اُسکا حق زائد ہو تو بقدر زائد اُسکو
دیدیا جائیگا اور اگر غلام کی دو تہائی قیمت مین زیادتی ہو تو بقدر زائد وارثون کو دیدیگا اور اگر ترکہ عروض ہو تو بدلا برابر
نہیں ہو سکتا ہے جبتک وارثون و غلام مین باہمی رضامندی نہو جاوے اسواسطے کہ جنس مختلف ہے اور بعد رضامندی
باہمی کے قصاص ہو جائیگا پس اگر رضامندی نہوئی تو اُسپر لازم ہوگا کہ اپنی دو تہائی قیمت سعایت کر کے ادا کرے
اور غلام کے واسطے اُسکے باقی مال سے تہائی تہائی ملیگی اور وارثون کو اختیار ہوگا کہ باقی مالون مین سے تہائی فروخت کر کے
یہانتک کہ اُنکو سعایت کا مال حاصل ہو اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک پورا غلام مدبر ہو جائیگا اور
جب مریض مر جاوے تو پورا غلام آزاد ہو جائیگا اور عتق باقی تمام وصیتون سے مقدم رہیگا پس اگر تہائی مال اُسکی
مقدار قیمت سے زائد ہو تو وارثون پر واجب ہوگا کہ زیادتی اُس غلام کو دیدین اور اگر اُسکی قیمت زائد ہو تو زیادتی کے
واسطے اُسپر سعایت کرنی واجب ہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی پھر اس غلام
کو آزاد کرنے یا مدبر کرنے کی وصیت کی تو یہ وصیت اول سے رجوع ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اپنے مرض مین اپنے ایک غلام
سے اور ایک مدبر سے جن دونون کی قیمت برابر ہے یہ کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہے پھر بیان کرنے سے پہلے مر گیا
تو تہائی مال دونون مین تین حصے ہوگا جسمین سے ایک حصہ غلام کے واسطے اور دو حصہ مدبر کے واسطے ہونگے اور اگر
وصیت کی کہ میرے غلام سے اسقدر درم لے لیے جاوین پھر آزاد کر دیا جاوے تو جسقدر مریض نے اُسکے ذمہ سے گھٹائے
ہین وہ اُسکو تہائی مال سے بطور وصیت ملینگے پس اگر وہ مقدار جو مریض نے غلام کے ذمہ سے گھٹائی ہے مریض کا تہائی (یہ بمنزلہ بیع محاباۃ کے ہے ۱۲)
مال ہو تو غلام پر سعایت واجب نہوگی اور اگر تہائی سے زائد گھٹائے ہون تو زیادتی کے واسطے سعایت کریگا یہ محیط سرخسی
مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ ہر مملوک جو میری صحبت مین قدیم سے ہے اُسکو آزاد کر دو یعنی وصیت کی تو جو مملوک ایک سال سے
اُسکے پاس ہو وہ آزاد کیا جائیگا اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے پسر کا غلام
خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پھر مر گیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے اور امام ابو یوسف رح نے
فرمایا کہ وصیت صحیح ہے پس بقدر قیمت غلام کے دیگر خرید کر کے آزاد کیا جائیگا اور اگر موصی کی موت سے پہلے وارث نے
وہ غلام کسی شخص اجنبی کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بالاجماع خرید کر کے آزاد کر دیا جائیگا اور اگر وارث نے اُسکو موصی کی موت کے بعد
کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا ہو تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ غلام مذکور
کی قیمت سے دیگر خرید کر کے آزاد کیا جائیگا ایک شخص نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے مین نے یہ وصیت کی تو فرمایا کہ یہ آزاد کرنے کی

وصیت ہر پس بعد موت مولی کے آزاد کیا جائیگا - اور اگر وصیت کی کہ فلان شخص کا غلام خریدا جاوے تو فرمایا کہ جسقدر اُسکی قیمت ہی اُسکے عوض خریدا جائیگا اُس سے زیادہ دامون کو نہین خریدا جائیگا پس اگر فلان شخص نے جسکا غلام ہر اپنا غلام فروخت کرنے سے انکار کیا تو وصی اُسکا ثمن وارثون کو واپس دیگا اور اگر اُسنے کہا کہ فلان کا غلام خرید کر کے اُسکو آزاد کر دینا اور اُسکے مولی نے اُسکے فروخت کرنے سے انکار کیا تو وصی اُسکا ثمن روک رکھیگا یہانتک کہ غلام مذکور خریدنے سے مایوسی ہو جاوے کہ وہ غلام مرجاوے یا آزاد کر دیا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہر - اور اگر اپنے غلام کی زید کے واسطے وصیت کی پھر وصیت کی کہ یہ غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا جاوے اور ثمن بتلا دیا مگر ثمن مین اسقدر کمی رکھی کہ بہ نسبت قیمت کے تہائی مال کا نقصان ہر اور مولی کا سوائے اس غلام کے کچھ مال نہین ہر تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے غلام کا پانچ چھٹا حصہ اُسکی دو تہائی قیمت کے عوض لے لے یا ترک کر دے اسواسطے کہ محابات کی وصیت بمنزلہ باقی وصیتون کے ہوتی ہر اور اس مقام پر دونون وصیتین برابر ہین کہ ہر ایک وصیت تہائی مال کو حاوی ہر پس تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی کہ عمرو کو نصف تہائی یعنے چھٹا حصہ ملیگا اور زید کو بھی چھٹا حصہ اسی قدر ملیگا پس باقی غلام مین سے فقط پانچ چھٹے حصے عمرو کے ہاتھ دو تہائی قیمت مین فروخت کیے جاوینگے اور زید کے واسطے اُسکا چھٹا حصہ ہر وہ زید کو دیا جائیگا اور اگر عمرو نے اُسکے خریدنے سے انکار کیا تو زید کو پوری تہائی غلام کی ملیگی یہ مبسوط مین ہر - اور اگر فقط ایک غلام چھوڑا اور اُسکی قیمت ہزار درم ہر اور وصیت کی کہ زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے پھر اُس غلام کی وصیت کر دی تو اسمین تین صورتین ہین یا تو عین غلام کی وصیت کی یا تمام مال کی یا تہائی کی - پس اگر وصیت اول کے بعد یا اُس سے پہلے عین غلام کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی یا اجازت دی مگر زید نے اجازت نہ دی تو دوسرے موصی لہ کو چھٹا حصہ غلام کا ملیگا اور باقی پانچ چھٹے حصے زید کے ہاتھ بعوض ہزار درم کے پانچ چھٹے کے فروخت کیا جائیگا اور یہ وارثون کو ملیگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ صاحبین رح کا قول ہر اور امام اعظم رح کے نزدیک دوسرے موصی لہ کو غلام کا بارہوان حصہ ملیگا اور زید کے ہاتھ گیارہ حصے اسکی باقی قیمت کے عوض فروخت کیے جاوینگے اور وہ قیمت وارثون کو ملیگی - اور اگر وارثون نے اجازت دیدی اور زید بھی راضی ہو گیا تو پھر موصی لہ اُسمین اپنی پوری وصیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا پس وہ غلام دونون موصی لہ مین نصفا نصف ہوگا کہ نصف غلام دوسرے موصی لہ کو ملیگا اور باقی نصف زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا - اور اُسکا ثمن وارثون مین تقسیم ہوگا اور وجہ دوم یہ ہر کہ اُسنے یہ وصیت کی کہ غلام اُسکا زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے اور عمرو کے واسطے اپنے پورے مال کی وصیت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ مسئلہ مثل اول کے ہر مگر فرق یہ ہر کہ عمرو اس صورت مین وارثون سے ہزار درم ثمن مین سے اُسکا چھٹا حصہ لے لیگا اور مسئلہ اول مین اُسکو ثمن مین سے کچھ نہین مل سکتا ہر کیونکہ اس مسئلہ مین موصی نے اُسکے واسطے مال کی وصیت کی ہر اور ثمن بھی مال ہر جیسے رقبہ تو ثمن سے اُسکی وصیت کا نفاذ ممکن ہر اور مسئلہ اول مین عین کی وصیت کی ہر وہ رقبہ ہر اور ثمن سوائے عین کے دوسری چیز ہر پس ثمن سے اسکی وصیت کی تکمیل نہین ہو سکتی ہر اور وجہ سوم یہ کہ زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کرنے کی اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو اس صورت مین امام محمد رح کا قول مثل قول امام ابو حنیفہ رح کے ہر کہ عمرو اُس غلام کے بارہ حصون مین سے ایک حصہ لے لیگا اور باقی گیارہ حصے غلام کے زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیے جاوینگے لیکن اس صورت مین عمرو وارثون سے ثمن مین سے لیکر اپنی تہائی پوری کر لیگا اسوجہ سے کہ اسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہر اور ثمن مال ہر - اور

امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک پورا غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا اور ثمن مین سے تہائی عمرو کو دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی
اور اگر وصیت کی کہ ان ہزار درمون سے میری طرف سے ایک غلام آزاد کیا جاوے پھر انمین سے ایک درم ضائع ہو گیا تو باقی سے
امام اعظم رحمہ کے نزدیک غلام خرید کر کے آزاد نکیا جائیگا اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ مابقی سے غلام خرید کر کے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر
وصیت کی کہ میرے تمام مال سے غلام خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے مگر وارثون نے اجازت ندی تو امام اعظم رحمہ کے
نزدیک وصیت باطل ہو جائیگی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ تہائی مال سے غلام خرید کر کے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی
کہ میری طرف سے ایک غلام ہزار درم کے عوض خرید کر کے آزاد کیا جاوے مگر ہزار درم اُسکے تہائی مال سے زائد ہین تو امام اعظم رحمہ
کے نزدیک وصیت باطل ہی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ تہائی مال سے غلام خرید کر کے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ میری
طرف سے ان سو درم سے حج کیا جاوے پھر انمین سے ایک درم تلف ہو گیا تو جہان سے باقی درمون سے پہونچ سکے
وہان سے حج کرایا جائیگا اور اگر کچھ تلف نہوا تو اُسنے حج کیا جائیگا پھر اگر انمین سے کچھ باقی رہا تو حاجی وارثون کو واپس کر دیگا
اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے میری طرف سے حج کیا جاوے پھر اُس سے کہا گیا کہ تیرا تہائی اس کام کے واسطے کافی
نہوگا پس اُسنے کہا کہ اس مال سے حاجی کی مدد کرو تو محتاج حاجیون کی مددگاری کیجائیگی۔ اور اگر اپنے غلام آزاد کیے جانے
کی وصیت کی اور مر گیا پھر غلام نے کوئی جنایت کی جسکے جرم مین دیدیا گیا تو وصیت باطل ہو جائیگی اور اگر وارثون نے
اُسکا فدیہ دیا تو فدیہ مال وارثون سے ہوگا اور غلام مین وصیت نافذ کرینگے۔ اگر اپنے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی
پھر مر گیا اور ایک غلام و مال و وارث چھوڑا پھر موصی لہ نے کہا کہ میت نے اسکو اپنی صحت مین آزاد کیا ہی اور وارث نے کہا کہ
اپنے مرض مین آزاد کیا ہی تو وارث کا قول قبول ہوگا اور موصی لہ کو کچھ نملیگا الا اُس صورت مین کہ تہائی مین سے کچھ بچ جاوے
یا اس امر کے گواہ قائم ہون کہ میت نے اسکو صحت مین آزاد کیا تھا اور اگر ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا اور غلام چھوڑا پس
زید نے وارث پر دعوی کیا کہ تیرے باپ پر میرے ہزار درم قرضہ ہین اور غلام نے دعوی کیا کہ تیرے باپ نے مجھے اپنی صحت مین
آزاد کیا ہی پس وارث مذکور نے جواب دیا کہ تم دونون سچے ہو تو غلام مذکور اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور یہ قیمت قرضخواہ کو
دیدیجائیگی۔ اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ کچھ بھی سعایت نکریگا اور یہ علے ہذا الاختلاف اگر ایک شخص مر گیا
بقدر قرضہ اور قرضہ کا مال وارث اپنے پاس سے دیدے
اور ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے پس زید نے دعوی کیا کہ تیرے باپ پر میرے ہزار درم قرضہ ہین اور عمرو نے دعوی کیا کہ یہ ہزار
درم جو تیرے باپ نے چھوڑے ہین میری ودیعت ہین اور وارث نے کہا کہ تم دونون سچے ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہزار درم
مشترک دونون مین نصفا نصف ہونگے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک ودیعت اولی ہی یعنے فقط عمرو لیگا یہ کافی مین ہی۔ اگر
دو بیٹے اور سو درم اور سو درم قیمت کا غلام چھوڑا حالانکہ اُسکو اپنے مرض مین آزاد کر چکا ہی اور وارثون نے اسکی اجازت دیدی
تو وہ سعایت نکریگا یہ ہدایہ مین ہی۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے مرض مین اپنا بیٹا ہزار درم کو خریدا اور یہی اُسکی قیمت ہی اور
سوائے اسکے اُسکے پاس ہزار درم تھے تو اُسکا بیٹا خرید کردہ آزاد ہوگا اور اُسپر سعایت واجب نہوگی اور وارث ہوگا یہ امام ابو حنیفہ رحمہ
کا قول ہی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ ہزار درم اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا مگر اُسکی میراث سے قصاص ہو جائیگا۔
اور اگر پانچ سو درم قیمت کا اپنا بیٹا ہزار درم مین خریدا اور پانچ سو درم قیمت کا اپنا غلام آزاد کر دیا اور سوائے ان دونون کے
اسکا کچھ مال نہین ہی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک محابات مقدم ہوگی اسواسطے کہ اُسنے محابات کو پہلے کیا ہی اور ثلث مال
اسمین مستغرق ہو گیا پس دونون غلامون مین سے ہر ایک پر اپنی قیمت کے واسطے سعایت لازم ہوگی اور بیٹا کچھ وارث

نہوگا اسواسطے کہ اُسپر سعایت واجب ہی اور صاحبین رح کے نزدیک عتق مقدم ہی لیکن بیٹا چونکہ وارث ہوا اسواسطے اُسکے لیے وصیت
نہوگی لیکن دوسرا غلام مفت آزاد ہوجائیگا اور بیٹا اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور بائع سے مطالبہ کیا جائیگا کہ جسقدر
اُسکے ثمن مین قیمت سے زائد ہی اُسکو واپس کردے پس یہ مال موافق فرائض کے وارثون مین میراث ہوگا۔ اور اگر ہزار درم
قیمت کا بیٹا ہزار درم مین خریدا اور ہزار درم کا دوسرا غلام آزاد کردیا تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی مال مین دونون حصہ دار
ہوجاینگے اور حصے سے زائد جسقدر قیمت بیسر رہے اُسکے واسطے بیٹا سعایت کریگا اور اُسکو میراث نملیگی۔ اور صاحبین رح کے
نزدیک بیٹا وارث ہوگا مگر اُسکے واسطے وصیت نہوگی۔ پس اُسپر واجب نہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور میراث
کے حصے سے جو اُسپر سعایت قیمت واجب ہی اُسکا بدلا (یعنی قیمت مین) ہوجائیگا۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی باندی کو آزاد کیا پھر اُس سے
نکاح کرلیا حالانکہ وہ مریض تھا پھر اُس باندی کے ساتھ دخول کیا اور سباندی کی قیمت ہزار درم تھی اور اُسکا مہر مثل سو درم
ہی پس اگر اُسکی قیمت اور مہر المثل تہائی مال سے برآمد ہوسکتا ہی تو مین اُسکے واسطے میراث قرار دونگا اور مہر دلاؤنگا اور نکاح
جائز قرار دونگا۔ اور اگر اُسکی قیمت و مہر تہائی سے برآمد نہو تو اُسکو اُسکا مہر المثل دیا جائیگا اور بعد مہر نکالنے کے جو باقی ہی اُسکی
تہائی دیجائیگی پھر باقی قیمت کے واسطے سعایت کریگی اور اُسکو میراث نملیگی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح نے فرمایا
کہ نکاح جائز ہی ہر حال مین۔ اسواسطے کہ جسپر سعایت واجب ہی وہ صاحبین کے نزدیک ایسی حرہ ہوتی ہی جسپر قرضہ ہی پس اُسکو
اُسکا مہر المثل ملیگا اور میراث ملیگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے۔ اور اگر ہزار درم قیمت کی اپنی باندی
آزاد کردی پھر اُس سے سو درم قرضہ لیے پھر اُس سے نکاح کیا اور اُسکے ساتھ دخول نکیا یہانتک کہ مرگیا اور سوا اسکے دو ہزار درم چھوڑے تو
صاحبین رح کے نزدیک یہ دونون صورتین یکسان ہین اور نکاح جائز ہی اور وہ وارث ہوگی اور اُسکو مہر المثل ملیگا بسبب اسکے کہ موت
سے نکاح کی انتہا ہوگئی اور اُسکا قرضہ جو میت نے لیا ہی وہ ملیگا اسواسطے کہ اُسکا سبب معائنہ ہی اور اُسپر اپنی قیمت کے واسطے
سعایت واجب ہوگی اور اُسکے واسطے وصیت نہوگی اور امام اعظم رح کے نزدیک نکاح باطل ہی اور وہ مال متروکہ مین سے اپنا
قرضہ وصول کریگی پھر تہائی مابقی مال کی بطریق وصیت کے اُسکو ملیگی اور چونکہ اُسکی قیمت و مہر المثل تہائی مال سے زائد ہی اسواسطے
نکاح باطل ہوا۔ اور اگر اُس باندی کو آزاد کردیا اور سوا اسکے اسکا کچھ مال نہین ہی پھر اُس سے نکاح کیا پھر اُس سے
دو سو درم قرض لیے اور اُنکو اپنی ذات پر خرچ کرڈالا اور یہ اپنے مرض مین کیا ہی پھر مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نکاح
باطل ہی اور باندی مذکور کو میراث نملیگی اور اگر اُسکے ساتھ دخول نکیا ہو تو اُسکو مہر بھی نملیگا اور قرضہ کے بعد مابقی کی تہائی
کے واسطے اُسپر سعایت واجب ہوگی۔ اور اگر اُسکو اپنے مرض مین آزاد کیا پھر اُس سے نکاح کیا اور سوا اسکے اُسکا
کچھ مال نہین ہی پھر اسقدر مال کمایا کہ یہ باندی اور اسکا مہر اُسکی تہائی سے برآمد ہوتا ہی تو نکاح جائز ہی اور اُسکو مہر و میراث
ملیگی اور اُسپر سعایت واجب نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ایک رقبہ کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور تہائی مال سے
اُسکو اسقدر مال دینے کی وصیت کی پس اگر باندی معینہ ہو تو اُسکے واسطے عتق و مال دونون جائز ہونگے اور معینہ نہو تو
عتق جائز ہوگا اور وصیت مال جائز نہوگی الا اُس صورت مین کہ میت نے یہ کہا ہو کہ مین نے یہ وصی کی رائے پر چھوڑدیا
اگر وہ چاہے تو باندی کو مال دیدے تو جائز ہی مثل اس قول کے کہ میرا مال جہان تیرا جی چاہے صرف کر۔ اور اگر یہ وصیت
کی کہ اسقدر گیہون یا درمون سے ایک غلام خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے اور اُسکا ایک غلام ہی تو یہ
جائز نہین ہی کہ اُسکا وہ غلام جو اُسکے پاس ہی آزاد کیا جاوے بخلاف اسکے اگر یہ وصیت کی کہ اسقدر درمون وغیرہ سے

اسقدر گیہون خریدے جاوین اور مسکینون کو تقسیم کردیے جاوین حالانکہ اُسکے پاس گیہون موجود ہین تو جائز ہی کہ ان گیہون سے جو
اُسکے پاس موجود ہین مسکینون پر تقسیم کیے جاوین۔ اور اگر کہا کہ میری طرف سے ایک غلام آزاد کرنا تو وصی سے کہا جائیگا کہ میت
کے پاس وقت موت کے جو غلام موجود تھا وہ آزاد کردے اور اگر اُسنے یہ غلام فروخت کیا ہو پھر اُسکو خرید کرکے آزاد کیا تو جائز ہی۔
اور بعض نے فرمایا کہ جو غلام موت کے وقت اُسکی ملک مین ہو۔ اُسکا آزاد کرنا جائز نہین ہی اور اُسکے اس قول مین کہ میری طرف
سے ایک غلام آزاد کرنا اور اس قول مین کہ میرے واسطے ایک غلام خرید کرکے اُسکو آزاد کرو۔ کچھ فرق نہین ہی یہ محیط سرخسی
مین ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام آزاد کیا جاوے اور غلام نے اسکے قبول سے انکار کیا تو وہ تہائی مال سے آزاد ہوگا یہ
مبسوط مین ہی۔ اور اگر تین غلام مساوی قیمت کے اور ایک بیٹا چھوڑ کر مرگیا پھر ایک غلام نے دعوی کیا کہ مریض نے
اپنے مرض مین مجھے آزاد کردیا ہی پھر پسر وارث سے قسم لیگئی اور اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا تو بلاسعایت اُسکے عتق کا حکم
دیا جائیگا۔ اور اگر دوسرے نے بھی ایسا ہی دعوے کیا اور وارث نے (یعنے علم کی قسم کہ جانتا ہی کہ اسکو آزاد کیا ہی ۱۲) قسم کھانے سے انکار کیا تو وہ آزاد کیا جائیگا اور اپنی قیمت کے
واسطے سعایت کریگا اور اسی طرح تیسرے نے اگر ایسا کیا تو اُسکا بھی یہی حکم ہی اور اگر اول نے سواے قاضی کے کسی حکم کے سامنے
جو دونون نے (وارث و غلام ۱۲) قرار دیا تھا مقدمہ پیش کرکے عتق کا حکم حاصل کیا ہو تو دوسرا غلام درحالیکہ مسئلہ بحالہا ہی بلاسعایت آزاد ہو جائیگا اسی طرح اگر
تیسرے نے دعوے عتق ایک حکم کے پاس کیا جسکو دونون نے برضامندی مقرر کیا ہی تو اُسمین بھی یہی حکم ہوگا۔ اور اگر اول
نے ایک حکم کے پاس جسکو دونون نے برضامندی مقرر کیا ہی مقدمہ اپنا پیش کیا اور حکم نے بسبب نکول مدعا علیہ کے اُسکی آزادی
کا حکم دیا۔ پھر دوسرا غلام وارث کو قاضی کے پاس لیگیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو دوسرا بھی بلاسعایت آزاد ہو جائیگا پھر
اگر تیسرا غلام بھی وارث کو قاضی کے پاس یا کسی حکم کے پاس جسکو دونون نے برضامندی مقرر کیا ہی اپنا ایسا ہی دعوی پیش
کیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو وہ بھی بلاسعایت آزاد ہوگا۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر دوسرے کا آزادی کا حکم قاضی کی
طرف سے ہو تو تیسرا غلام اپنی پوری قیمت رقبہ کے واسطے سعایت کریگا۔ اور جو حکم اوپر مذکور ہوا ہی اسکی تاویل یہ ہی کہ حکم اُس وقت
ہی کہ جب ثانی غلام کے مرافعہ سے پہلے غلام ثالث نے مرافعہ کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک غلام کے آزاد کیے جانے کی
وصیت کی اور دوسرے غلام کی فلان شخص کے ہاتھ بقدر ثمن پر فروخت کرنیکی وصیت کی حالانکہ بہ نسبت قیمت کے ثمن مین سے
اسقدر کم کیا ہی کہ اُسکا تہائی مال ہوتا ہی تو یہ تہائی دونون مین (یعنے غلام اول و مشتری ۱۲) نصفا نصف ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دو غلام چھوڑے اور
دو وارث چھوڑے اور دونون غلام اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہین اور وصیت کی ہی کہ ان دونون مین سے ایک
غلام زید کو دیا جاوے تو دونون وارثون پر جبر کیا جائیگا کہ دونون غلامون مین سے کسی ایک پر وصیت ہونے کے واسطے
اتفاق کرین اور اگر موصی لہ نے دونون غلامون کو آزاد کردیا پھر وارثون نے کسی ایک پر اتفاق کیا تو وہی آزاد ہو جائیگا
اور اگر موصی لہ نے کسی معین کو آزاد کیا پھر وارثون نے بھی اُسی پر اتفاق کیا تو وہ آزاد ہوگا۔ اور اگر میت نے ان دونون مین
سے ایک آزاد کیے جانے کی وصیت کی پھر دونون وارثون نے ایک ساتھ یا آگے پیچھے ایک ایک کو اختیار کیا تو دونون پر
جبر کیا جائیگا کہ ایک ہی غلام پر اتفاق کرین۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے دونون غلامون مین سے ایک کو میت کی
طرف سے آزاد کیا پھر دوسرے کو تو دوسرا میت کی طرف سے ہوگا اور پہلا خود وارث کی طرف سے ہوگا پس اگر خوشحال ہی
تو اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے ایک ساتھ کہا کہ مین نے یہ غلام میت کی طرف
سے آزاد کیا تو دونون پر جبر کیا جائیگا کہ دونون ایک ہی غلام پر اتفاق کرین پس جب دونون نے ایک پر اتفاق کیا

تو دوسرا غلام اُسکے آزاد کرنے والے کی طرف سے ہوا پس اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا بشرطیکہ خوشحال ہو۔ اور اگر
دونون نے آزاد نکیا بلکہ دونون نے ایک غلام پر اتفاق کیا کہ اسکو میت کی طرف سے آزاد کردین پھر دونون نے رجوع کرکے
دوسرے کو اسواسطے معین کیا تو دونون کو رجوع کا اختیار نہوگا اور اول ہی میت کی طرف سے آزاد کیا جائیگا پس اگر دونون مین سے
ایک وارث نے اول غلام جسکو دونون نے معین کیا ہی آزاد کردیا تو میت کی طرف سے اُسکا آزاد کرنا صحیح ہی اسی طرح دونون کے باتفاق
معین کرنے کے بعد اُسکو وصی نے آزاد کردیا تو بھی صحیح ہی۔ اور اگر اپنے غلام آزاد کرنے کی وصیت کی اور وہ اُسکے تہائی مال سے
برآمد ہوتا ہی ؎ تو وارث کی جانب سے قرابت ہونے کی وجہ سے وصی سے آزاد نہوگا اور نہ وصی کی جانب سے بسبب قرابت کے آزاد
ہوگا۔ اور دونون مین سے جسنے اُسکو آزاد کیا تو میت کی طرف سے آزاد ہوجائیگا۔ اور اگر وصی نے اُسکے عتق کی تعلیق شرط
یا اضافت کے ساتھ یا وقت آیندہ کے ساتھ کی تو آزاد نہوگا۔ اور وارث کی طرف سے ایسی تعلیق مین آزاد ہوجائیگا جبکہ
شرط پائی جاوے اور یہ میت کی طرف سے آزادی ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے
اور اس سے زیادہ کچھ نکہا یا وصیت کی کہ غلام اپنی قیمت سے فروخت کیا جاوے تو یہ باطل ہی کیونکہ اس وصیت مین کوئی
قربت نہین ہی تا کہ موصی کے حق کے واسطے اُسکی تنفیذ واجب ہو یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اپنی بیٹی کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ
برضامندی دختر کردیا اور غلام مذکور کی وصیت کسی شخص کے واسطے کردی اور وہ تہائی مال سے برآمد ہوتا ہی پھر مرگیا تو نکاح فاسد نہوگا
اور اگر غلام مذکور موصی لہ کا قریب رشتہ دار ہو تو جب تک موصی لہ وصیت کو قبول نکرے یا وصیت سے پہلے مرجاوے تب تک
اُسکے پاس سے آزاد نہو جائیگا اور اگر میت کے عصبہ کا قریب ہو پس اگر موصی لہ نے وصیت کو رد کیا تو اُنکے پاس سے آزاد ہوجائیگا
اسواسطے کہ اُنکی ملک مین داخل ہوا ہی۔ اور اگر غلام مذکور تہائی مال سے برآمد نہوتا ہو تو نکاح فاسد ہوجائیگا اسواسطے کہ دختر
مذکورہ اُسکے کسی قدر رقبہ کی مالک ہوئی ہی۔ اور اگر غلام مذکور کے عتق کی وصیت کی اور میت کا اسکے سوائے کچھ مال نہین ہی
تو نکاح فاسد نہوگا اور جب وارثون نے اُسکو آزاد کردیا تو اُنکے حصہ کے واسطے اپنی قیمت مین سے سعایت
کریگا اور اگر آزاد کرنے سے پہلے وہ غلام مرگیا تو وصیت باطل ہوگئی کیونکہ محل عتق فوت ہوگیا ہی اور اگر دختر
نے اپنا مہر نہ لیا ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ وصیت باطل کردے اور غلام اُسکے مہر کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور نکاح فاسد
نہوگا اور مہر دینے کے بعد ثمن غلام مین سے جو کچھ باقی رہے وہ میراث ہوگا۔ اور اگر غلام پر دختر کا مہر بلکہ میت پر اُسکی قیمت
سے برابر یا زیادہ قرضہ ہو تو قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور نکاح فاسد نہوگا پھر اگر مشتری نے بسبب عیب کے بحکم قاضی
واپس کردیا تو حال جیسا تھا ویسا ہی ہوجائیگا۔ اور اگر بغیر حکم قاضی واپس کیا اور کسی وجہ سے میت کا قرضہ ساقط ہوگیا
تو وصیت غلام باطل ہوجائیگی اور نکاح فاسد ہوجائیگا اسواسطے کہ یہ بیع جدید ہوگی بحق ثالث۔ اور اسی طرح اگر میت پر
قرضہ نہو بلکہ غلام نے کوئی جنایت کی جسمین وہ دیدیا گیا یا وارثون نے اُسکا فدیہ دیدیا تو بھی نکاح فاسد نہوگا یہ محیط
سرخسی مین ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ ایک آدمی فروخت کیا جاوے تو وصیت صحیح ہوگی پھر جسطرح وصیت کی ہی اُسی کے
موافق فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن مین سے مقدار تہائی کے کم کیجائیگی اگر ایسا کوئی شخص خریدار پایا جاوے جو
وارثون کو اس سے زیادہ دے۔ اور اگر وصیت کی کہ زید کے ہاتھ فروخت کیا جاوے اور ثمن بیان نکیا تو اُسکی قیمت
کے عوض زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا قیمت مین سے کچھ کم نکیا جائیگا چاہے زید اُسکو خریدے یا نخریدے یہ
مبسوط مین ہی۔ اور اگر مساوی قیمت کے تین غلام اور ایک وارث چھوڑ کر مرگیا پھر وارث نے ایک غلام سے کہا

؎ یعنی اگر وہ غلام تہائی مال میت سے برآمد ہو تو خاصۃ میت کی ملک ہوگا پس اگر وہ وارث کا ذی رحم محرم ہو یا وصی کا ذی رحم محرم ہو تو کسی جانب سے خود بخود آزاد نہوگا جیسا کہ ذی رحم ملک سے آزاد ہوتا ہی لقولہ علیہ السلام من ملک ذا رحم محرم عتق علیہ

؎ [illegible] کی طرف [illegible] جسنے آزاد کیا تو آزاد ہوجائیگا اور [illegible] اسواسطے کہ اگر وارث نے تسلیم نکیا تو اسکا [illegible] پس آزاد ہوجائیگا اور اگر وصی ضامن ہوا تو اسکی ضمانت سے آزاد ہوجائیگا ۱۲ منہ

کہ تجھے میت نے آزاد نہین کیا پھر کہا کہ نہین بلکہ آزاد کیا ہی پھر دوسرے و تیسرے سے یون ہی کہا تو سب کے سب آزاد ہوجاینگے
اور کسی پر سعایت واجب نہوگی اسی طرح اگر اُسنے پہلے میت کی طرف سے آزاد کرنے کا اقرار کیا پھر انکار کیا تو بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ
اقرار کے بعد انکار واقع ہونے سے اقرار باطل نہین ہوتا ہی- اور اگر اُسنے کہا کہ سب تمکو آزاد نہین کیا ہی پھر کہا کہ نہین بلکہ تمکو آزاد کیا ہی
پھر کہا کہ سب کو تو استحسانًا اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کرینگے اسی طرح اگر کہا کہ تمکو میت نے آزاد کیا ہی پھر کہا کہ تم مین سے
کسی کو آزاد نہین کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی- اور اگر کہا کہ تمکو آزاد کیا ہی پھر کہا کہ اُسکو نہین آزاد کیا ہی تو یہ دو تہائی قیمت کے واسطے
سعایت کریگا اور دونون باقیون مین سے ہر ایک نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور اگر اسکے بعد دوسرے سے کہا کہ
تجھے آزاد نہین کیا ہی تو تیسرا بلا سعایت آزاد ہوجائیگا اور اول و دوم کی سعایت بحالہ باقی رہیگی- اور اگر کہا کہ تمکو آزاد کیا ہی پھر
کہا کہ اسکو آزاد نہین کیا ہی اور نہ اسکو اور نہ اسکو- تو سب آزاد ہوجاینگے اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کی سعایت کریگا- اور اگر کہا کہ
اے فلانے تجھے میت نے آزاد نہین کیا ہی اور سکوت کیا پھر دونون باقیون سے بھی اسی طرح کہا پھر کہا کہ تمکو آزاد کیا ہی تو سب آزاد ہوجاینگے
اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اگرچہ ایک بعد دوسرے کے سب کے عتق سے انکار کیا ہی- اور اگر ایک کے
واسطے کہا کہ تجھکو آزاد کیا ہی پھر سکوت کیا پھر دوم و سوم سے بھی اسی طرح کہا تو سب اول اور نصف دوم اور حصہ سوم از سوم آزاد ہوگا
یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے اور زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو
اُسکا تہائی مال مقدار تہائی اور مقدار ادنی قیمت غلام پر تقسیم کیا جائیگا (پس جسقدر تہائی کے پرتے مین آوے وہ زید کو ملیگا اور جسقدر ادنی
قیمت غلام کے پرتے مین آوے اُس سے غلام خرید کر آزاد کیا جاویگا یہ مبسوط مین ہی- اور اگر یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی
بثمن سو درم کے آزاد کیا جاوے حالانکہ اُسکا تہائی مال سو درم سے کم ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی طرف سے کچھ آزاد نکیا جائیگا اور
صاحبین رح کے نزدیک اُسکے تہائی مال سے خرید کرکے آزاد کیا جائیگا- اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اگر اپنی طرف سے تہائی مال سے ایک
آدمی آزاد کرنے کی وصیت کی اور وصی نے اسکی تعمیل کی پھر اِسقدر قرضہ لاحق ہوا جو باقی دو تہائی کو گھیرے ہوے ہی تو عتق مذکور موصی
کی طرف سے ہوگا اسی طرح اگر ایسا وصی ہو جسکو قاضی نے مقرر کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر قاضی یا امین قاضی نے ایسا کیا پھر قرضہ ظاہر ہوا
تو عتق باطل ہوگا اور قاضی یا اُسکا امین اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر وصیت کی کہ زید کا
غلام خرید کرکے میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے تو وہ غلام تہائی مال سے خریدا جائیگا اور اگر تہائی مال کے عوض زید نے
اپنا غلام فروخت کرنے سے انکار کیا تو تہائی مال روک رکھا جائیگا یہانتک کہ زید اسکے عوض فروخت کرے اور اگر غلام مذکور مر گیا تو اس
وصیت کے نفاذ کا محل فوت ہوگیا پس امید نفاذ نرہی پس یہ تہائی مال وارث کو واپس دیا جائیگا- یہ اُسوقت ہی کہ جسکے عوض
خریدا جاوے اسکو تہائی بیان کردیا ہو- اور اگر ایک شخص کو وصیت کی کہ ان سو درمون معین سے ایک مملوک خرید کرکے تہائی
سے میری طرف سے آزاد کردے پس وصی نے ان دراہم کے عوض خرید کرکے میت کی طرف سے آزاد کردیا پھر ایک مدعی نے ان
سو درمون پر یا انمین سے بعض پر اپنا استحقاق ثابت کیا یا میت کے مال پر اسقدر قرضہ ثابت ہوا جسکی تہائی سے سو درم زائد
ہوتے ہین تو وصی ان سو درم کا ضامن ہوگا پھر اگر میت کا کچھ مال عین یا دین ظاہر ہوا جو معلوم نہ تھا اور مملوک آزاد کردہ شدہ کا ثمن
اسکا تہائی ہوتا ہی تو وصی ضمان سے بری ہوجائیگا یہ مبسوط مین ہی- اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام منسیہ میرے واسطے فروخت کیا جاوے
اور اُسکے ثمن سے دوسرا غلام خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پس وصی نے اُسکو فروخت کرکے اُسکے ثمن سے دوسرا خرید کرکے آزاد کردیا
پھر مشتری نے غلام اول مین کوئی عیب پاکر وصی کو واپس دیا تو وصی اُسکے ثمن کا ضامن ہوگا پھر اگر اُسکو دوبارہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا

پس اگر مثل ثمن اول کے فروخت کیا تو عتق میت کے واسطے جائز ہوگا اور اگر کم یا زیادہ کے عوض فروخت کیا تو عتق وصی کی طرف سے ہوگا اور میت کی طرف سے اسی ثمن سے دوسرا غلام خرید کرکے آزاد کیا جائیگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب مشتری نے وصی کو بحکم قاضی واپس دیا ہو کہ اس صورت مین سب کے حق مین بیع فسخ ہوگی پس غلام مذکور میت کی قدیمی ملک مین عود کریگا اور اگر رد باہمی رضامندی سے ہو تو ایسا نہین ہی اسواسطے کہ باہمی رضامندی سے جو واپسی ہو وہ متعاقدین کے سوائے تیسرے کے حق مین بیع جدید ہوتی ہی پس ایسا ہوگا کہ گویا وصی نے اسکو نئی خرید پر اپنے واسطے خریدا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر غلام مذکور بسبب عیب کے واپس نہ دیا گیا بلکہ استحقاق مین لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا پھر وصی وارثون کے حصہ مین سے کچھ نہین لے سکتا ہی - اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ایک آدمی خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے اور اُسکا مال تین سو درم ہی پس وصی نے سو درم مین ایک غلام خرید کرکے آزاد کیا اور باقی دو سو درم وارثون کو دیدیے پھر وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا اور رقیق کر دیا گیا اور وصی نے بائع سے سو درم لے لیے تاکہ اُسنے دوسرا غلام خرید کرے پس وہ سو درم تلف ہوگئے تو وصی وارثون سے جو کچھ اُنھون سے لیا ہی اُسکا تہائی لے لیگا تاکہ اُس سے دوسرا غلام خریدے یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور پہلے اس سے جو مقاسمہ ہوگیا ہی وہ جب تک موصی کا مقصود حاصل نہووے تب تک باطل ہی اور صاحبین رح کے نزدیک وصی نے وارثون کے ساتھ جو حصہ بانٹ کر لیا ہی وہ جائز رہیگا اور جو کچھ وارثون کو پہونچا ہی اُسمین سے وصی پھر کچھ نہین لے سکتا ہی اور وصیت باطل ہوگئی - اور اگر وصیت کی کہ میرے واسطے فلان مملوک خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پس وصی نے اُسکو خریدا پھر وہ مرگیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اسی طرح آزاد ہونے سے پہلے اگر اُسنے کوئی ایسی جنایت کی جسکے جرم مین دیدیا گیا تو بھی وصیت باطل ہوگئی - اور اگر وارثون نے اُسکا فدیہ دیدیا تو فدیہ دینے مین متطوع ہونگے اور وہ میت کی طرف سے آزاد کیا جائیگا - اور اگر ایک باندی کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور وہ اُسکے تہائی مال سے برآمد نہین ہوتی ہو تو اُسکا حال بھی ایسا ہی ہوگا - اور اگر باندی یا نسمہ قبل آزاد کیے جانے کے [illegible] مملوک ہوگا اور باندی ہر دو حال مین وارثون کی قرابت دار نسبی ہو تو اس وجہ سے آزاد نہوجائیگی بلکہ میت کی طرف سے آزاد کرنے سے آزاد ہوگی اور اگر بعضے وارثون نے اُسکو اپنی طرف سے آزاد کیا تو اُسکی طرف سے آزاد نہوگی بلکہ میت کی طرف سے آزاد ہوجائیگی - اسی طرح اگر وارث نے کہا کہ تو آزاد ہی اگر تو دار مین داخل ہوا یا کہا تو آزاد ہی بعد میری موت کے تو وہ مدبرہ نہوگی بلکہ اگر دار مین داخل ہوا یا وارث مذکور مرجاوے تو وہ میت کی طرف سے آزاد ہوجائیگی - اور اگر وارث نے اُس سے کہا کہ تو ہزار درم پر آزاد ہی اگر تو قبول کرے پس اُسنے قبول کیا تو مفت آزاد ہوجائیگی - اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک رقبہ آزاد کیا جاوے کسی حق واجب کی وجہ سے جیسے ظہار و کفارہ وغیرہ تو مثل تطوعات کے اُسکے تہائی مال سے آزاد کیا جائیگا اور یہ ذکر کفایہ مین ہی - اور اگر اپنی طرف سے ایک آدمی آزاد کیے جانے کی وصیت کی اور وہ اُسکے لیے خریدا گیا یا اپنی مملوکہ ایک باندی آزاد کیے جانے کی وصیت کی اور وہ اُسکا تہائی مال ہی پھر اس رقیق پر کسی نے کوئی جنایت کی تو اُسکا ارش وارثون کو ملیگا اور اگر وارثون نے اُسکا نکاح کردیا تو جائز نہین ہی - اور اگر ایک شخص کو وصیت کی کہ میرا یہ غلام فروخت کرکے اسکا ثمن مسکینون کو صدقہ کرے پس وصی نے اُسکو فروخت کرکے اُسکا ثمن وصول کیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہوگیا پھر غلام مذکور مشتری کے پاس سے استحقاق مین لے لیا گیا تو فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح پہلے فرماتے تھے کہ وصی ثمن مشتری کا ضامن ہوگا اور کسی سے کچھ نہین لے سکتا ہی پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ وصی ثمن کا ضامن ہوگا اور اُسکو مال میت سے واپس لیگا -

ف مطلب یہ ہی کہ نفس مستیقن آدمی کے آزاد کرنے کی وصیت کی ہی بعد وہ جو [illegible] باندی ہوگی ۱۲ منہ

اور یہی صاحبین رحمہ کا قول ہے یہ مبسوط مین ہے۔

فصل - اگر چند وصیتین مجتمع ہوجادین تو تہائی مال مین یا تو کل وصیتون کی گنجایش ہوگی یا سب کی گنجائش نہوگی
پس اگر سب کی گنجائش ہو تو سب وصیتین تہائی مال سے نافذ کیجائینگی خواہ یہ وصیتین اللہ تعالی کے واسطے ہون مثلاً
وصیت قربت جیسے حج فرض و زکوۃ و روزہ و نماز و کفارہ و نذر و صدقہ فطر و قربانی و حج تطوع و روزہ نفل و بنانے مسجد
و اعتاق مملوک و ذبح بدنہ وغیرہ یا بندون کے واسطے ہون جیسے زید و بکر و خالد وغیرہ کے واسطے - اور اسی طرح اگر تہائی
مال مین اسقدر گنجائش نہو لیکن وارثون نے اجازت دیدی کہ تمام مال سے نافذ کیجاوین - اور اگر تہائی مین گنجائش نہو اور
وارثون نے اجازت بھی ندی پس یا تو سب وصیتین اللہ تعالے کے واسطے ہونگی یعنے وصایاے تقرب ہون - یا بعض اللہ تعالی
کے واسطے اور بعض بندون کے واسطے ہونگی - یا سب وصیتین بندون کے واسطے ہونگی - پس اگر سب وصیتین اللہ تعالی
کے واسطے ہون پس یا تو سب وصیتین فرائض ہونگی یا سب واجبات ہونگی یا سب نوافل ہونگی یا وصیتون مین فرائض و واجبات
و نوافل مین سے سب قسم کی جمع ہونگی - پس اگر سب فرائض برابر ہون تو پہلے وہ وصیت نافذ کیجائیگی جسکو موصی نے مقدم
کیا ہے یہ بدائع مین ہے - اور اگر حج و زکوۃ کی وصیت کی تو حج مقدم ہوگا اگرچہ موصی نے لفظاً اُسکو موخر کیا ہو - اور کفارہ قتل و کفارہ
قسم مین جسکو میت نے مقدم کیا ہے وہی مقدم کیا جائیگا اور کفارہ فطر اور کفارہ قتل خطا مین پہلے کفارہ قتل ادا کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین
مین ہے - اور مشائخ نے فرمایا کہ حج و زکوۃ دونون کفارات پر مقدم کی جائینگی اور کفارات سب کے سب صدقہ فطر پر مقدم ہین
اور صدقہ فطر قربانی پر مقدم ہے اگرچہ ہمارے نزدیک قربانی بھی واجب ہے لیکن صدقہ فطر کے واجب ہونے پر اتفاق ہے اور قربانی
کا واجب ہونا محل اجتہاد ہے پس جسپر اتفاق ہے اُسکی تقدیم بسبب اُسکے اقوی ہونے کے اولی ہے اسی طرح صدقہ فطر ایسے روزہ کے
کفارہ سے جو رمضان مین نہین رکھا ہے مقدم ہے - اور مشائخ نے فرمایا کہ صدقہ فطر بہ نسبت نذر کے مقدم کیا جائیگا اور نذر بہ نسبت
قربانی کے مقدم ہے اور قربانی بہ نسبت نوافل کے مقدم ہے - اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہے اُسوقت ہے کہ جب وصیتون مین کوئی اعتاق
منجز نہو اور اعتاق مرض الموت نہو اور اعتاق معلق بموت یعنے مدبر نکیا ہو اور اگر ہوگا تو پہلے وہی مقدم کیا جائیگا کیونکہ اعتاق منجز
جو فی الحال نافذ ہوجاوے و اعتاق معلق بموت قابل فسخ نہین ہوتا ہے پس بسبب اقوی ہونے کے مقدم کیا جائیگا - ایک شخص نے حج و قربت کے
کامون اور ایک مسجد معین کے سامان درستی کی وصیت کی اور اقوام معین کے واسطے اور بھی وصیتین کین اور تہائی مال
مین ان تمام وصیتون کے تنفیذ کی گنجائش نہین ہے تو تہائی مال تمام وصیتون پر تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر اقوام معین کے حصہ مین
آیا اُسمین سے ہر ایک اپنا اپنا حصہ رسد لیگا اور جسقدر کارہاے ثواب کے پڑتے مین پڑا اور اُسمین سے سواے حج کے
کوئی قربت واجبہ نہین ہے تو پہلے حج کی تقدیم کیجائیگی پس اگر سب مال حج مین صرف ہوگیا تو باقی کارہاے ثواب کی وصیتین باطل
ہوجائینگی اور اگر حج مین سے کچھ باقی رہا تو نوافل مین سے جسکو میت نے مقدم کیا ہے اُسی سے ابتدا کیجائیگی پھر اسکے بعد جسکو
میت نے مقدم بیان کیا ہو علے ہذا القیاس - اور اگر میت نے نوافل مین سے کسی کی تقدیم نہ کی ہو تو مابقی سب پر حصہ رسد
تقسیم کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اور آزاد کیے جانے کی وصیت مین اگر اعتاق کسی کفارہ کا واجب ہو تو اُسکا حکم مثل
حکم کفارات کے ہے اور ہم اسکو بیان کر چکے ہین اور اگر واجب نہو تو اُسکا حکم مثل نفل وصیتون کے ہے جیسے فقیرون پر صدقہ
کر دینا اور مسجد بنانا اور نفل حج کرانا وغیرہ - اور اگر وصیتون مین سے بعض اللہ تعالے کے ہون اور بعض بندون کے واسطے
ہون پس اگر اُسنے اقوام معین کے واسطے وصیت کی ہو تو وہ لوگ بقدر اپنی اپنی وصیتون کے تہائی مال مین بحصہ رسد

کیے جاوینگے پھر جسقدر بندون کے حصہ مین پڑا وہ اُنمین یکسان رہیگا بعض کو بعض پر تقدیم نہوگی اور جو اللہ تعالے وصیتون کے پرتے مین پڑا ہی وہ جمع کرکے پہلے اُس سے فرائض ادا کیے جاوینگے پھر واجبات اور پھر نوافل - اور اگر اللہ تعالیٰ وصیتون کے ساتھ بندون مین سے ایک شخص معین کے واسطے وصیت ہو تو قربت کی وصیتون کے ساتھ وہ شخص بھی اپنی وصیت کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور ہر جہت قربت ایک علیحدہ شریک قرار دیجائیگی پس اگر اُسنے کہا کہ میرا تہائی مال حج و زکوٰۃ و کفارات و زید کے واسطے ہی تو تہائی مال چار حصون پر تقسیم ہوگا جسمین سے ایک حصہ زید کو ملیگا اور ایک حصہ حج کے واسطے اور ایک حصہ زکوٰۃ کے واسطے اور ایک حصہ کفارات کے واسطے ہوگا یہ بدائع مین ہی - اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ہر سال سو درم سے حج کیا جاوے تو ایک سال اُسکی طرف سے حج کردیا جائیگا اسی طرح ثواب کی نظر سے کسی آدمی کا آزاد کرنا اور فقیرون کو صدقہ دینا بھی یہی حکم رکھتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر سب وصیتین بندون کے واسطے ہون تو سب سے قوی مقدم ہوگی پھر اُس سے نیچے جو سب سے قوی ہو علی ہذا القیاس اور یہ نہوگا کہ جسکو میت نے مقدم کیا ہی وہی مقدم ہو حتے کہ کہا گیا ہی کہ اگر وصایا مین عتق منجز ہو تو باقی وصیتون پر مقدم ہوگا اور اگر سب وصیتین قوت مین برابر ہون تو صاحبان وصیت باہم حصہ رسد بانٹ لینگے اور اسکے معنی یہ ہین کہ سب لوگ اپنے اپنے حق کے واسطے تہائی مال مین بقدر حقوق شریک ہوجاینگے اور یہ نہوگا کہ جسکی میت نے تقدیم کی ہی وہ مقدم کیا جاوے - اور اگر سب وصیتین نوافل ہون اور اُنمین سے کوئی معین نہو مثلاً یون وصیت کی کہ میری طرف سے نفل حج کیا جاوے اور وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے یعنی نفل طور پر اور اُسکو معین نکیا اور اسطرح وصیت کی کہ میری طرف سے فقیرون کو صدقہ دیا جاوے اور اُنکو معین نکیا تو ایسی صورت مین جس سے میت نے شروع کیا ہی اُسی سے شروع کیا جائیگا ظاہر الروایۃ مین امام محمد رح نے اسکو صریح بیان فرمایا ہی - اسی طرح از راہ ثواب ایک غیر معین مملوک آزاد کردینا ایسی وصیت کی صحت اللہ تعالیٰ ہی اور واسطے بندے کے نہین صحیح ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے وصیت کی کہ سو درم فقیرون کو دیے جاوین اور سو درم اقرباؤن کو دیے جاوین اور میری قضا نمازون کے واسطے فقیرون کو کھانا دیا جاوے پھر مرگیا اور اُسپر ایک مہینہ کی نمازین قضا ہین اور اُسکا تہائی مال ان سب وصیتون کے واسطے کافی نہین ہی تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ تہائی مال مین تین حصے کیے جاوین سو درم فقیرون کا حصہ اور سو درم اقربار کا اور ہر نماز کے واسطے ایک سیر گیہون کے حساب سے جسقدر گیہون ہون اُنکی قیمت کا ایک حصہ قرار دیکر تہائی مال ان سب پر حصہ رسد تقسیم کیا جاوے پس جسقدر اقربار کے حصہ مین پڑے وہ اُنکو دیدیا جائیگا اور جسقدر فقیرون و طعام کے حصہ مین آوے اُسمین طعام پہلے دیا جاویگا اور جب طعام پورا ہوجاوے تو باقی فقیرون کو دیا جائیگا یعنے نقصان فقیرون کے حصہ مین رکھا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور کسی نے حجۃ الاسلام کی وصیت کی تو اُسکی طرف سے اُسکے شہر سے ایک شخص کو سوار کرکے حج کرادینگے پس اگر نفقہ وصیت یہان سے پورا نہ پڑتا ہو تو جہان سے پورا پڑے وہان سے حج کرادینگے - اگر ایک شخص اپنے شہر سے حج کے واسطے نکلا اور راہ مین مرگیا اور وصیت کرگیا کہ میری طرف سے حج کرایا جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے شہر سے حج کرایا جائیگا اور یہی قول زفر رح کا ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک جہانتک پہونچ گیا ہی استحساناً وہان سے حج کرایا جائیگا اسی طرح اگر غیر کی طرف سے حج کرنے والا راہ مین مرگیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی یہ کافی مین ہی -

چھٹا باب - اقارب و اہل بیت و پڑوسیون و بنی فلان اور یتیمون و موالی و شیعہ و اہل علم و حدیث وغیرہ کے

حق مین وصیت کرنے کے بیان مین - امام ابوحنیفہ رح نے ایسی وصیت کے استحقاق مین چار شرطون کا اعتبار کیا ہو ایک یہ کہ مستحق دو یا زیادہ ہون دوم یہ کہ امام رح اقرب کا اعتبار کرتے ہین چنانچہ اقرب کے ہوتے ہوے ابعد محجوب ہوگا جیسا کہ میراث مین ہوتا ہو سوم یہ کہ موصی کا ذی رحم محرم ہو حتے کہ چچا کا بیٹا ایسی وصیت کا مستحق نہین ہو اور چہارم یہ کہ ایسا نہو کہ جو موصی کا وارث ہوسکے اور اسمین عورتین و مرد سب یکسان ہین لذا فی المحیط للسرخسی اور نیز اسمین مسلمان و کافر و مذکر و مؤنث و آزاد و غلام و صغیر و کبیر سب برابر ہین اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکا ہر رشتہ دار برادری جو مان یا باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہو اس وصیت مین داخل ہوگا اور انتہا اُسکی اُس دادا یا نانا تک ہوگی جو اسلام مین اُسکا جد اعلیٰ ہو اور حق وصیت مین اقرب و ابعد و واحد و جماعت و کافر و مسلمان سب برابر ہونگے - پھر آیا جد اعلیٰ کا مسلمان ہونا بھی شرط ہو تو بعض نے فرمایا کہ شرط ہو اور بعض نے فرمایا نہین شرط ہو لیکن یہ شرط ہو کہ اُسنے اسلام کا زمانہ پایا ہو اور بعد اسلام کے معروف ہو حتے کہ علوی نے اگر اپنے اہل قرابت کے واسطے وصیت کی تو جسنے اسلام کی شرط لگائی ہو وہ مال وصیت فقط اولاد علی رضی اللہ عنہ کی طرف صرف کریگا اور اولاد ابوطالب کی طرف صرف نکریگا اور جسنے اسلام کی شرط نہین لگائی ہو وہ اولاد ابوطالب کی طرف بھی صرف کریگا اسمین اولاد عقیل و جعفر داخل ہونگے - اور اولاد عبد المطلب بالاجماع داخل نہونگے اسواسطے کہ عبد المطلب نے زمانہ اسلام نہین پایا ہو اور نیز وارث بھی بالاجماع داخل نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہو - اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر قریب ایک ہو تو وہ نصف وصیت کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو - اور جب ایسی وصیت مین والد و ولد داخل نہوے پس آیا دادا و نانا و پوتا و ناتی وغیرہ داخل ہونگے تو زیادات مین مذکور ہو کہ داخل ہونگے اور اسمین کوئی اختلاف ذکر نہین فرمایا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو کہ یہ داخل نہونگے اور ایسا ہی امام ابویوسف رح سے مروی ہو اور یہی صحیح ہو - اور اگر ایک شخص نے دو چچا اور دو مامون چھوڑے اور یہ لوگ اُسکے وارث نہین ہین مثلاً اُنکے ساتھ میت کا بیٹا بھی ہو تو مال وصیت ہر دو چچا کو ملیگا دونون مامون محروم رہینگے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور صاحبین رح کے نزدیک مال وصیت ہر دو چچا و ہر دو مامون کے درمیان چار حصہ ہوکر تقسیم ہوگا اور اگر اُسکا ایک چچا ہو اور دو مامون ہون تو چچا کو تہائی کا نصف ملیگا اور باقی نصف ہر دو مامون کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک پوری تہائی ان سب مین تین حصہ ہوکر برابر تقسیم ہوگی - اور اگر اُسکا ایک چچا ہو اور سواے اُسکے اُسکا کوئی ذی رحم محرم نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی کا نصف اُسکے چچا کو ملیگا اور نصف باقی وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک نصف باقی اُسکے ذی رحم غیر محرم کی طرف صرف کیا جائیگا یہ بدائع مین ہو - اور اگر اُسنے ایک چچا و پھوپھی و ایک مامون و خالہ چھوڑی تو مال وصیت چچا و پھوپھی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اسوجہ سے کہ دونون کی قرابت یکسان ہو یہ ہدایہ مین ہو - اور اگر اُسنے اپنے ایک ذی قرابت یا ایک ذی رحم کے واسطے وصیت کی تو ایک ہی تمام مال کا مستحق ہوگا حتے کہ اگر اُسنے چچا و مامون چھوڑا تو چچا امام اعظم رح کے نزدیک کل مال کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو - اور اگر وصیت واسطے قرابت کے ہو اور اہل قرابت اسقدر ہون کہ شمار سے باہر ہون تو مشائخ نے اسکے جواز مین اختلاف کیا ہو بعض نے فرمایا کہ وصیت باطل ہو اور محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو - اور اگر اہل بیت کے واسطے وصیت کی تو جو شخص اُسکے باپ کی طرف سے اُسکی طرف منسوب ہو داخل ہوگا اور اعلیٰ باپ وہ قرار دیا جائیگا جو زمانہ اسلام مین ہو پس اُس باپ تک جتنے لوگ خاص باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہون سب داخل ہونگے حتے کہ اگر موصی علوی ہو تو اُسکی ایسی وصیت مین کل اولاد علی رضی اللہ عنہ جو باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہو داخل ہوگی اور اگر عباسی ہو تو کل اولاد عباس جو باپ کی طرف سے منسوب ہو داخل ہونگے

خواہ وہ مذکر ہون یا مؤنث ہون بشرطیکہ اُنکی نسبت باپ کی جانب سے ہو اور جسکی نسبت مان کی جانب سے ہو انمین سے کوئی
داخل نہوگا اسی طرح اگر اُسنے اپنے نسب یا اپنے حسب کے واسطے وصیت کی تو یہ وصیت بھی اُسکے اہل قرابت کے واسطے
جو اسلام کے زمانہ مین انتہائی پدر کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہون ہوگی حتے کہ اگر اُسکے آبا و اجداد اُسکے دین کے
برخلاف غیر دین پر ہون تو وہ بھی داخل ہونگے اسواسطے کہ نسب وہ ہی کہ جو باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہو نہ مان
کی طرف سے اور یہی حال حسب کا ہی چنانچہ اگر ہاشمی نے اپنی باندی سے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو وہ اپنے باپ کی طرف
منسوب ہوگی نہ مان کی طرف وحسب اُسکے باپ کے اہل بیت ہین نہ مان کے پس ثابت ہوا کہ حسب و نسب باپ کے ساتھ
مختص ہین مان کا دخل نہین ہی اسی طرح اگر جنس فلان کے واسطے وصیت کی تو باپ کی اولاد مراد ہوگی اور اسی طرح حی فلان
سے بھی باپ کی اولاد مثل جنس کے مراد ہوگی اسی طرح آل فلان کیواسطے وصیت کرنی بھی بمنزلہ اہل بیت فلان کے ہی اور ایسی وصیت
مین اہل قرابت مادری مین سے کوئی داخل نہوگا یہ بدائع مین ہی- اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اہل بیت کے واسطے
وصیت کی تو اُسکا ولد داخل نہوگا اسواسطے کہ اُسکا ولد اپنے باپ کی طرف منسوب ہی نہ مان کی طرف الا اُس صورت مین
داخل ہو سکتا ہی کہ جب اُسکا شوہر اُسکے اہل قرابت مین سے ہو یہ شرح زیادات عتابی مین ہی- اور اگر اپنے تہائی مال کی
واسطے اپنے اہل یا اہل فلان کے وصیت کی تو یہ وصیت خاصۃً اُسکی زوجہ کے واسطے ہوگی اور کسی کے واسطے نہوگی یہ
قیاس ہی لیکن ہمنے استحساناً یہ حکم دیا ہی کہ اس وصیت مین ہر وہ شخص داخل ہوگا جو اُسکے گھر مین رہتا ہی جسکا نفقہ اُسپر ہی
اور اُسکے ساتھ پرورش پاتا ہی لیکن اس وصیت مین اُسکے مملوک داخل نہونگے- اور اگر دو شہرون یا دو بیتون مین اُسکے
اہل ہون تو بسبب عموم لفظ کے سب داخل ہو جائینگے یہ تاتارخانیہ مین ہی- اور اگر اُسنے اپنے متفرق[لہ] تین بھائیون کے
واسطے وصیت کی اور اُسکا ایک بیٹا موجود ہی تو بھائیون کے واسطے وصیت جائز ہوگی اور تین حصہ برابر ہو کر تقسیم ہوگی اسواسطے کہ وے لوگ
بیٹے کے ہوتے ہوے وارث نہونگے اور اگر دختر ہو تو فقط باپ کی طرف یا فقط مان کی طرف کے بھائی کے واسطے وصیت جائز ہوگی
اور مان و باپ دونون کی طرف سے جو بھائی ہی اُسکے حق مین جائز نہوگی اسواسطے کہ وہ دختر کے ساتھ بطور عصبہ وارث ہوگا-
اور اگر اُسکا بیٹا یا بیٹی نہو تو پوری وصیت باپ کی طرف کے بھائی کے واسطے ہوگی اسواسطے کہ وہ وارث نہوگا اور حقیقی و اخیافی
بھائی کے حق مین باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ یہ دونون اُسکے وارث ہونگے- اور اگر ایک عورت مر گئی اور اُسنے ایک شوہر
چھوڑا اور ایک اجنبی کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو اجنبی کے واسطے اُسکا نصف مال ہوگا اور تہائی مال شوہر کو ملیگا
اور چھٹا حصہ بیت المال مین داخل ہوگا اسواسطے کہ اجنبی پہلے تہائی مال بلا منازعت لے لیگا پھر دو تہائی مال جو باقی رہا اُسمین
سے آدھا شوہر لے لیگا اور باقی رہا تہائی مال سو اُسمین سے اجنبی کی تمام وصیت پوری کردی جائیگی پس چھٹا حصہ
دیدیا جائیگا اور باقی ایک چھٹا حصہ بلا مستحق و وارث رہگیا وہ بیت المال مین داخل ہوگا اور اگر عورت نے مال
و شوہر چھوڑا اور اپنے قاتل کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو شوہر اُسکا نصف مال لے لیگا اسواسطے کہ قاتل
کے حق مین جو وصیت ہوئی ہی اُس سے میراث مقدم ہی پھر باقی نصف مال کو قاتل موصی لہ سے لیگا اور بیت المال مین
کچھ داخل نکیا جائیگا- اور اگر عورت نے اپنے شوہر کے واسطے نصف مال کی وصیت کی اور دوسری کوئی وصیت نہین کی ہی
تو شوہر اُسکا سب مال لے لیگا یعنے نصف مال بحکم میراث اور نصف مال بحکم وصیت لے لیگا- اور اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے
اپنی جورو چھوڑی کہ اُسکے سوا اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور ایک اجنبی کے واسطے اپنے پورے مال کی وصیت کی-

[لہ] یعنی ایک سگا بھائی دوسرا باپ کی طرف سے علاتی اور تیسرا فقط ماں کی طرف سے اخیافی ۱۲

اور اپنی جورو کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو اجنبی تہائی مال کو بلا منازعت لے لیگا اور جورو کو باقی کی چوتھائی
میراث ملیگی یعنے چھٹا حصہ کل مال کا پھر نصف مال باقی مین دونون برابر شریک ہونگے - اور اگر کوئی عورت مرگئی اور اپنے
پورے مال کی اپنے شوہر کے واسطے وصیت کی اور سوائے شوہر کے اسکا کوئی وارث نہین ہی اور ایک اجنبی کے واسطے بھی
اپنے پورے مال کی وصیت کی یا دونون مین سے ہر ایک کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو پہلے اجنبی تہائی مال بلا منازعت
لے لیگا باقی دو تہائی مین سے نصف مال یعنے ایک تہائی شوہر کو ملیگا اسواسطے کہ اجنبی کے واسطے وصیت بقدر تہائی کے میراث
سے مقدم ہوتی ہی پھر باقی ایک تہائی مال تین حصے کیا جائیگا جسمین سے ایک حصہ اجنبی کو اور دو حصہ شوہر کو دیے جائینگے
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی واسطے اپنے اہل قرابت کے ذخیرہ اہل
قرابت کے وصیت کی تو فرمایا کہ یہ سب اہل قرابت کو دیا جائیگا اسمین سے وارثون کو کچھ واپس نہ دیا جائیگا گویا اُسنے یون
کہا کہ واسطے اپنے اہل قرابت کے و بنی آدم کے وصیت کی - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اپنے برادرون کے واسطے تہائی
مال کی وصیت کی تو برادر مین وہ لوگ ہونگے جو اُسکے برادران معروف ہین اور اُسکی طرف منسوب ہین - اور اگر اپنے تہائی
مال کی واسطے اپنے حشم کے وصیت کی تو حشم وہ لوگ ہین جنکی وہ شخص پرورش کرتا ہی اُسکے عیال مین ہین اور انکو نفقہ
دیتا ہی پس اس وصیت مین اُسکا ولد و والد و زوجہ اور اُسکی ام ولد باندیان و مدبر و رقیق داخل نہونگے اور باقی اہل قرابت
داخل ہونگے یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر اپنی قوم و عترت کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہی الا اُس صورت مین کہ یون
کہے فقراء قوم یا فقراء عترت - اور اس صورت مین بھی اُنکے مملوک داخل نہونگے - اور اگر اپنے قدیمی لوگون کے واسطے
وصیت کی تو وہ لوگ ہونگے جو تین سال سے اُسکے ساتھ ہین کذا فی محیط السرخسی **قال المترجم** خزانۃ المفتین مین ایک سال ہی
فتویٰ ہی اور فرمایا کہ اگر بنی فلان کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو فلان جسکا نام لیا ہی وہ ایک
قبیلہ کا پدر اعلیٰ ہوگا جیسے بنی تمیم کا تمیم اور بنی اسد کا اسد ہی یا یہ فلان شخص فقط پدر خاص ہوگا یعنے جماعت کثیر کا باپ
نہوگا - اور واضح رہے کہ اس باب مین جو سب سے اول ہوتا ہی وہ شعب ہی بفتح شین معجمہ پھر قبیلہ ہی پھر عمارہ ہی پھر بطن ہی
پھر فخذ ہی پھر فصیلہ ہی چنانچہ قریش کے واسطے مضر شعب ہی اور کنانہ قبیلہ ہی اور قریش عمارہ ہی اور قصی بطن ہی اور ہاشم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پردادا فخذ ہی اور عباس فصیلہ ہین ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی اور ان سب کا بیان
اسلئے ہی کہ اگر اُسنے بنی کنانہ کے واسطے وصیت کی حالانکہ کنانہ ایک قبیلہ کا پدر ہی تو اس وصیت مین اولاد مضر داخل
نہونگے اور اولاد کنانہ فصیلہ تک داخل ہوجائینگے بشرطیکہ وہ شمار مین ہون اور اگر بنی قریش کے واسطے جو پدر
عمارہ ہی وصیت کی تو وصیت مین اولاد کنانہ و مضر داخل نہونگی اور اولاد قریش و قصے و اولاد قصے و ہاشم و اولاد ہاشم
و عباس و اولاد عباس سب داخل ہوجائینگی - اور اگر اولاد قصے کے واسطے جو قریش مین سے ایک بطن ہی وصیت
کی تو اولاد مضر و کنانہ و قریش داخل نہونگی اور جو اُنسے نیچے ہین وہ سب داخل ہونگی اور اگر بنی ہاشم کے واسطے جو فخذ ہی
وصیت کی تو جو اُنسے اوپر ہین وہ داخل نہونگی اور جو اُنسے نیچے ہین مع اولاد فصیلہ سب داخل ہونگی اور اگر بنی فصیلہ
کے واسطے وصیت کی تو وصیت مین اولاد عباس و اولاد ابو طالب و اولاد علی کرم اللہ وجہہ داخل ہونگی اور جو اُنسے اوپر
ہین وہ داخل نہونگی اور جب یہ سب معلوم ہوچکا تو ہم اُس مسئلہ کی طرف جو ہمنے اوپر ذکر کرکے چھوڑا ہی توجہ کرتے ہین
یعنے جبکہ ایک شخص نے بنی فلان کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور فلان ایک قبیلہ کا پدر ہی اور اُسکی اولاد

مذکر و مؤنث سب ہین تو بالاجماع اُسکا تہائی مال مذکر و مونث سب اولاد مین برابر تقسیم ہوگا بشرطیکہ سب شمار مین داخل ہون
اور اگر اولاد سب مؤنث ہون تو یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ تہائی مال اُن سب مؤنثون
کے واسطے ہووے۔ اور اگر سب مذکر ہون تو سب تہائی مال کے مستحق ہونگے۔ اور اگر فلان شخص پدر خاص ہو اور اُسکے
اولاد ہو اور سب اولاد مذکر ہون تو مال وصیت ان سبھون کا ہوگا اور اگر اولاد سب مؤنث ہون تو اُنکو کچھ نہ ملیگا اور اگر
اُسکی اولاد مین مذکر و مونث دونون ہون تو اسمین اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے
فرمایا کہ مال وصیت فقط اُسکی اولاد مذکر کو ملیگا مونث کو نہ ملیگا۔ اور اگر فلان مذکور کی اولاد صلبی نہون بلکہ اُسکی اولاد
کی اولاد ہون پس اگر اُسکی دختر کی اولاد ہون تو وے اس وصیت مین داخل نہونگے۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ بنی
بنی فلان کے واسطے وصیت کی ہو اور اگر ولد فلان کے واسطے وصیت کی ہو اور فلان مذکور کی فقط لڑکیان ہین تو وصیت
مین داخل ہوجائینگی اور اگر فلان کے لڑکے اور لڑکیان دونون ہون تو بالاجماع یہ سب مال وصیت کے مستحق ہونگے
اور مال وصیت ان سب کو برابر تقسیم کردیا جائیگا مذکر کو مونث پر کچھ تفضیل نہوگی۔ اور فرمایا کہ اگر فلان مذکور کی کوئی جورو
حاملہ ہو تو جو کچھ اُسکے پیٹ مین حمل ہے وہ بھی وصیت مین داخل ہوجائیگا اور اس وصیت مین اولاد کی اولاد شامل نہوگی
اور یہ اسوقت ہے کہ فلان مذکور پدر خاص ہو اور اگر پدر فخذ ہو تو اُسکے پشت کی اولاد کے ہوتے ہوے بھی اُسکی اولاد کی
اولاد شامل ہوجائیگی۔ اور اگر فلان مذکور کے فقط ایک ہی ولد ہو تو پورا مال وصیت اُسی کا ہوگا بخلاف اسکے اگر اولاد
فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کا فقط ایک ولد ہے تو وہ نصف وصیت کا مستحق ہوگا۔ اور اگر اولاد فلان
کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کی اولاد صلبی موجود نہین ہے تو اُسکے پسرون کی اولاد اس وصیت مین شامل ہوگی
اور دخترون کی اولاد کے شامل ہونے مین دو روایتین مختلف ہین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وارثان فلان کے
واسطے وصیت کی تو مال وصیت ان سب مین اسطرح تقسیم ہوگا کہ مذکر کو دو حصہ اور مونث کو ایک حصہ کے حساب سے
دیا جائیگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر وارثان فلان کے واسطے وصیت کی تو اس وصیت مین لڑکون کی اولاد داخل
ہوگی اور لڑکیون کی اولاد شامل ہونے مین دو روایتین ہین اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ اختلاف روایت بھی لڑکیون
کی مذکر اولاد کے شامل ہونے مین ہے اور لڑکیون کی مؤنث اولاد کے باب مین ایک روایت واحدہ ہے کہ لڑکیون کی لڑکیان
شامل نہونگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر بنات فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کے لڑکے اور لڑکیان دونون ہین
تو وصیت خاصتہً لڑکیون کے واسطے ہوگی اور اگر فلان کے لڑکے ہون اور لڑکون کی اولاد لڑکیان ہون تو وصیت خاصتہً
لڑکون کی لڑکیون کے واسطے ہوگی۔ اور اگر فلان کی اولاد مین فقط لڑکیون کی لڑکیان ہون تو وہ وصیت مین
شامل نہونگی اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہ حکم دو روایت مختلف مین سے ایک روایت کے موافق ہے اور بعض مشائخ
کے نزدیک اس حکم مین ایک ہی روایت ہے یعنے اسپر اتفاق ہے کہ لڑکیون کی لڑکیان داخل نہونگی اور اگر موصی نے
وصیت کے ساتھ کوئی ایسی بات بیان کی ہو جس سے معلوم ہو کہ اُسنے لڑکیون کی لڑکیان مراد لی ہین مثلاً یون کہا کہ فلان
شخص کے لڑکیان ہین اور اُنکی مائین مرگئی ہین پس مین نے اُسکی لڑکیون کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی۔ تو
باتفاق الروایات لڑکیون کی لڑکیان شامل ہوجائینگی اسمین مشائخ کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہے۔ اور اگر
آباے فلان و فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ اُنکے اباء و امہات موجود ہین تو سب وصیت مین شامل ہونگے اور اگر

اُسکے باموا امہات نہون بلکہ فقط اجداد و جدات ہون تو وے وصیت مین داخل نہونگے اور اگر اکابر ولد فلان کے واسطے وصیت کی اور فلان شخص کے دو پسر ہین ایک دس برس کا اور دوسرا بارہ برس کا ہی تو یہ سمجھا اکابر کے ہوگا۔ اور اگر بنی فلان کے واسطے وصیت کی اور فلان یا فخذ ہی یا بطن ہی یا قبیلہ ہی تو اسمین دو صورتین یا بنی فلان شمار مین داخل ہونگے یا بے شمار ہونگے پس اگر شمار مین داخل ہون تو وصیت صحیح ہوگی خواہ وہ غنی ہون یا فقیر ہون اور اگر بے شمار ہون پس اگر سب فقیر ہون تو وصیت جائز ہوگی اور اگر غنی و فقیر دونون ہون اور اُنمین سے جتنے غنی ہین وہ بے شمار ہون پہچان مین نہ آتے ہون تو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ وصیت باطل ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی واسطے بنی فلان کے وصیت کی اور وہ پانچ ہین۔ پھر ظاہر ہوا کہ وہ تین یا دو ہین تو تہائی ان سب کو ملیگی۔ اور اگر کہا کہ واسطے ہر دو پسر فلان کے حالانکہ فلان کا فقط ایک لڑکا ہی تو اُسکو تہائی مین سے نصف ملیگا اور اگر کہا کہ واسطے زید و عمرو دو پسر فلان کے پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا فقط ایک لڑکا ہی تو اُسکو تہائی مال پورا ملیگا۔ اور اگر کہا کہ مین نے تہائی مال کی واسطے بنی فلان کے۔ اور وہ تین ہین وصیت کی پھر معلوم ہوا کہ وہ پانچ ہین تو وصیت اُنمین سے تین کے واسطے ہوگی اور اُنمین سے تین کے چھانٹنے کا اختیار وارثان موصی کو ہوگا اور اگر انکے ساتھ کسی اجنبی دیگر کے واسطے وصیت کی ہو تو چوتھائی اُسکو ملیگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے واسطے بنی فلان کے تہائی مال کی وصیت کی اور وہ پانچ ہین اور واسطے زید کے تہائی مال کی وصیت کی پھر معلوم ہوا کہ فلان شخص کے فقط تین لڑکے ہین تو زید ان سب کے ساتھ حصہ چہارم کا شریک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور موصی کو خبر دیگئی کہ اُسکا تہائی مال ہزار درم ہی یا اُسنے خود کہا کہ وہ یہ ہی پھر اُسکا تہائی مال اس سے زیادہ نکلا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ زید کو اُسکے پورے مال سے تہائی ملیگی اور جو تعداد بیان کی گئی ہی وہ باطل ہی اور اُسکا غلطی کرنا مقدار وصیت مین نقصان نہ پیدا کریگا کہ اُسنے حساب مین غلطی کی ہی اور یہ وصیت سے رجوع نہوگا اور یہی امام ابو یوسف کا قول ہی اور اگر کہا کہ مین نے اپنی تمام بکریون کی وصیت کی اور وہ سو بکریان ہین پھر ظاہر ہوا کہ بکریان زیادہ ہین۔ اور سب اُسکے مال سے برآمد ہوتی ہین تو پوری بکریون مین وصیت جائز ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اپنی بکریون کی وصیت کی اور وہ یہ ہین حالانکہ اُسکے پاس ان بکریون کے سوائے اور بھی بکریان ہین تو قیاساً یہ بھی مثل اول کے ہی لیکن مین اس مقام پر قیاس کو ترک کرتا ہون اور یہ حکم دیتا ہون کہ موصی لہ کو انھین بیان کردہ بکریون مین سے بقدر تہائی مال کے ملینگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اپنے رقیقون کی وصیت کی اور وہ تین ہین پھر ظاہر ہوا کہ وہ پانچ ہین تو پانچون تہائی مال سے وصیت قرار دیے جاوینگے یہ بدائع مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے شیعہ و محبین آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو فلان شہر مین مقیم ہین وصیت کی تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ بے شمار ہون تو قیاساً یہ وصیت باطل ہی ولیکن استحساناً جائز ہی اور اُنمین سے جسقدر فقیر ہین انھین کے واسطے ہوگی یہ یتیمون پر قیاس ہی اور فرمایا کہ شیعہ وہ لوگ ہین جو آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف میلان رکھنے کے ساتھ معروف ہین اور وہی اس نام سے موسوم ہین نہ غیر اور یہی وہم موصی مین واقع ہوگا ایک شخص نے اپنے پڑوسیون پر تہائی مال کی وصیت کی تو بعض نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ شمار مین داخل ہون تو مال وصیت اُنمین سے فقیرون و تونگرون سب پر تقسیم کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر اہل مسجد فلان کے واسطے وصیت کی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر

وصیت کی کہ میرا تہائی مال مجاوران مکہ کے واسطے نکالا جاسے تو امام ابو نصیر رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہی پس اگر وہ لوگ بے شمار ہون
تو انمین سے محتاجون پر تقسیم کیا جائیگا اور اگر شمار مین ہون تو سب افراد پر تقسیم ہوگا اور شمار کی تعریف امام ابو یوسف رح سے اسطرح مروی ہی کہ
کہ اگر وہ لوگ بدون حساب و تحریر کے شمار نہ کیے جاوین تو بے شمار ہین اور بشر رح نے فرمایا کہ اسکے واسطے وقت نہین ہی - اور بعض نے
فرمایا کہ اگر شمار کرنیوالا انکے شمار سے فارغ نہونے پاوے کہ انمین کوئی بچہ پیدا ہو جاوے یا کوئی مردہ مرجاوے تو وہ بے شمار کہلاوینگے
اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر وہ سو سے زیادہ ہون تو بے شمار ہین اور بعض نے فرمایا کہ یہ قاضی کی راے پر ہی اور اسی پر فتوی ہی - اور
آسان وہ قول ہی جو امام محمد رح نے فرمایا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر یتیمان بنی فلان کے واسطے
وصیت کی اور یتیمان بنی فلان شمار مین داخل ہین تو وصیت صحیح ہوگی اور مال وصیت سب کو دیا جائیگا جیسے کہ اگر یتیمان این گروہ
یا یتیمان این دار کے واسطے وصیت کرنے کی صورت مین ہی اور اسمین غنی و فقیر سب برابر ہین اور اگر یتیمان بنی فلان بے شمار ہون
تو بھی وصیت جائز ہی مگر انمین سے محتاجون کو مال وصیت دیا جائیگا - اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے ارامل بنی فلان کے وصیت
کی اور ارامل بنی فلان شمار مین ہین یا بے شمار ہین تو وصیت جائز ہی اور جب بہر حال وصیت جائز ہی پس اگر وہ شمار مین ہون
تو مال وصیت اُن سب افراد کو دیا جائیگا اور اگر بے شمار ہون تو جہانتک دسترس ہو اور معلوم ہو جاوین انکو تقسیم کیا جائیگا اور
ادنی مقدار امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی اور امام محمد رح کے نزدیک دو ہین - اور اگر واسطے اپنے پڑوسیون یا فلان
کے پڑوسیون کے وصیت کی حالانکہ پڑوسی داخل شمار نہین ہین تو وصیت باطل ہی - اسی طرح اگر واسطے فلان مسجد والون یا فلان
قیدخانہ والون کے وصیت کی تو بھی یہی حکم ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر اپنی بیٹیون کے شوہرون کے واسطے وصیت کی تو
یہ شامل ہی کہ جب بیٹی اُسکی وقت موت کے زوجہ ہو اور نیز جو طلاق سے عدت مین ہو اور بائن کے شوہر کو شامل نہین ہی - اور
یتیمون کے واسطے وصیت کرنے مین غنی و فقیر سب شامل ہین بشرطیکہ داخل شمار ہون ورنہ خاصۃً فقیر یتیمون کو تقسیم کیا جائیگا
اور نیز اندھون و لنجون اور قرضدارون اور مسافرون کے واسطے جو راہ مین محتاج ہو گیا ہی اور قیدیون و غازیون و ارامل
کے واسطے وصیت مین بھی اگر یہ لوگ داخل شمار ہون تو غنی و فقیر سب کو شامل ہی اور اگر بے شمار ہون تو فقیرون کو تقسیم ہوگا
قال ارامل جمع ارملہ وہ عورت ہی کہ بالغ ہو جانے کے بعد اُس سے مجامعت کی گئی ہو مگر اُسکا شوہر نہین ہی - شاب وقتی ہندرہ
برس سے تیس یا چالیس برس تک ہی الا اُس صورت پر نہوگا کہ اس سے پہلے اُسپر بوڑھاپا غالب ہو جاوے اور کہل
تیس سے یا چالیس سے (۶۰) برس تک الا اس صورت مین پہلے ہوگا کہ اس سے پہلے اُسپر بوڑھاپا غالب ہو جاوے
اور شیخ پچاس برس سے ہوتا ہی غلام یعنی لڑکا پندرہ برس سے کم ہوتا ہی الا یہ کہ وہ اس سے پہلے محتلم ہو جاوے تو بالغ
ہو جائیگا اور عقب وہ ہوتا ہی جو اپنے باپ کی موت کے بعد باقی رہے اور نیز ورثہ بھی عقب ہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی -
اور اگر اپنے پڑوسیون کے واسطے وصیت کی تو امام اعظم رح و امام زفر رح کے نزدیک بنا بر قیاس کے وہ لوگ ہین جو
موصی کے دار سے ملاصق ہون اور استحسان کے موافق اور یہی قول صاحبین رح کا ہی کہ وصیت تمام ان لوگون کو شامل
ہوگی جو موصی کے محلہ مین رہتے ہین اور مسجد محلہ اُنکا محل اجتماع ہو خواہ وہ مالک ہو یا کرایہ پر رہتا ہو مذکر ہو یا مونث
ہو مسلمان ہو یا ذمی ہو صغیر ہو یا کبیر ہو سب برابر ہین مگر غلامون و باندیون و مدبرون و ام ولدون کو شامل نہین ہی اور
اور مکاتب اس وصیت مین داخل ہی ایسا ہی محیط و زیادات مین بلا ذکر اختلاف مذکور ہی یہ کافی مین ہی - امام محمد رح نے فرمایا
کہ ایک شخص نے اپنے ایک پڑوسی کے واسطے سو درم کی وصیت کی پھر اپنے پڑوسیون کے واسطے تمام مال کی وصیت کی تو

دیکھا جائیگا کہ جسقدر اس خاص پڑوسی کے حصہ مین پڑوسیون کی وصیت مین آتا ہی پس اگر سودرم سے کم ہو تو اُسکو سودرم دیے جاوینگے زیادہ کچھ نہ دیا جائیگا یعنی کمتر اکثر کے ضمن مین داخل کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر بنی فلان کے اندھون کے واسطے وصیت کی یا لنجون بنی فلان کے واسطے وصیت کی پس اگر وہ لوگ داخل شمار ہون تو وصیت مذکورہ اُنمین سے غنی و فقیر و مذکر و مونث سب کو شامل ہوگی اور اگر داخل شمار نہون تو وصیت خاصۃً اُنمین سے فقیرون و محتاجون کے واسطے ہوگی - اور اگر شابان بنی فلان یا ایامی بنی فلان یا ثیبات بنی فلان یا ابکار بنی فلان کے واسطے وصیت کی پس اگر یہ لوگ داخل شمار ہون تو وصیت جائز ہوگی ورنہ نہین - اور اگر اپنے آزاد کیے ہوؤن کے واسطے وصیت کی تو وصیت باطل ہے الا اُس صورت مین جائز ہوگی کہ جب اپنی حیات مین اُنکو بیان کر دے اور آزاد کیے ہوؤن کی وصیت مین جنکو اپنی صحت مین اور جنکو مرض مین آزاد کیا ہی سب داخل ہونگے اور اُسکے مدبر و امہات اولاد داخل نہونگی اور اگر اپنے غلام سے کہا ہو کہ اگر مین تجھے نہ مارون تو تو آزاد ہی پھر اُسکے مارنے سے پہلے خود مر گیا تو وہ بھی وصیت مین داخل ہوگا - اور اگر موصی ایک شخص عرب کا ہو اور اُسنے اپنے موالی کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور اسمین اسفل مع اپنی اولاد کے داخل ہوگا اور موالی موالات و معتق المعتق اسمین داخل نہونگے اور اگر اُسکے موالی اور اولاد موالی نہون تو تہائی مال مذکور اُسکے موالی کو ملیگی یہ کافی مین ہی - اور اگر اُسکے موالی مین سے جنکو اُسنے آزاد کیا ہی یا اُنکی اولاد مین سے دو یا زیادہ رہے ہون اور اُسکے آزاد کیے ہوؤن کے آزاد کیے ہوے ہون تو مال وصیت اول کے دونون یا زیادہ کو ملیگا - اور اگر موالی کے واسطے بلفظ جمیع وصیت کی ہو حالانکہ اُسکے موالی یا اُسکی اولاد موالی مین سے کوئی نہ رہا ہو سوا ایک کے تو اُسکو تہائی کا نصف ملیگا اور نصف دیگر وارثون کو واپس کیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر واسطے بنی فلان کے مولاؤن کی وصیت کی اور فلان پدر فخذ ہی اور موالی مذکور داخل شمار ہین تو اسمین آزاد کیا ہوا اور آزاد کیے ہوے کا آزاد کیا ہوا و جسکا عتق نہ مارنے پر معلق کیا ہی سب داخل ہونگے اور مدبر و ام ولد داخل نہونگے یہ کافی مین ہی - فتاوی فضلی مین ہی کہ اگر اپنے موالی کے واسطے وصیت کی اور اس موصی کی ایک باندی تھی اُسکو اُسنے آزاد کر دیا تھا اور وہ ایک بچہ جنی تھی تو بچہ بھی وصیت مین داخل ہوگا بشرطیکہ اس بچہ کا باپ سوائے موصی کے دوسرے کا آزاد کردہ شدہ نہو اور اگر بچہ کا باپ سوائے موصی کے دوسرے شخص عربی کا آزاد کیا ہوا ہو تو بچہ بلا خلاف وصیت مین شامل نہوگا اور اگر بچہ کا باپ سوائے عرب کے کسی قوم کا آزاد کیا ہوا ہو تو امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک یہ بچہ مولایان مادر کا آزاد کردہ شدہ قرار دیا جائیگا اور اسمین امام ابو یوسف رح نے اختلاف کیا ہی - اور اگر ایک شخص نے اپنے موالی کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ اسکا کوئی مولی آزاد کیا ہوا نہین ہی اور نہ اسکے آزاد کیے ہوے کی اولاد ہی اور نہ اسکے آزاد کیے ہوے کے آزاد کیے ہوے ہین بلکہ اسکے باپ یا بیٹے کے موالی ہین تو اُنکو وصیت مین سے کچھ نہ ملیگا اور اگر موصی کا کوئی مولا نہو سوائے ایسے موالی کے جو اُسکے یا اُسکے باپ کے ہاتھ پر اسلام لائے ہون تو تہائی مال وصیت اُنھین کو ملیگا اور اگر اُنکے ساتھ موصی کے آزاد کیے ہوے یا اُنکی اولاد ہون تو قیاساً یہ دونون فریق یکسان ہونے چاہیے ہین مگر استحساناً اُنھین کو ملیگا مولی الموالات کو کچھ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - نوادر بشر مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے اپنی امہات اولاد کے واسطے وصیت کی اور اُسکے بعض امہات اولاد ایسے ہین جو اُسکی زندگی مین آزاد ہو گئے ہین اور بعض امہات اولاد ایسے ہین جو اُسکی موت پر آزاد ہوے ہین تو وصیت خاصۃً اُنھین امہات

اولاد کے واسطے ہوگی جو اُسکے مرنے پر آزاد ہوے ہین اور اگر امہات اولاد وہی ہون جو اُسکی زندگی مین آزاد ہوگئے ہین
تو مال وصیت اُنکو ملیگا۔ اور اگر اُسنے اپنی امہات اولاد کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور اپنی موالیات کے واسطے
ہزار درم کی وصیت کی اور اُسکی امہات اولاد ایسی ہین کہ اُسکی زندگی مین آزاد ہوگئی ہین اور اُسکے سوائے دوسری آزاد
کی ہوئی باندیان ہین تو ہر فریق علیحدہ علیحدہ معتبر ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے اصہار کے واسطے وصیت
کی تو اُسکی جورو کا جو شخص ذی رحم محرم ہو اُسکے واسطے وصیت ہوگی اور نیز وصیت مین ہر وہ شخص داخل ہوگا جو اُسکے باپ کی
زوجہ یا ہر اُسکے ذی رحم محرم کی زوجہ کا ذی رحم محرم ہو اسواسطے کہ یہ سب اصہار ہین۔ اور وصیت مین وہی داخل ہوگا
جو موصی کی موت کے روز اُسکا صہر ہو مثلاً اُسکی موت کے وقت اُسکی جورو منکوحہ ہو یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو اسواسطے
کہ حالت موت کا اعتبار ہے حتے کہ اگر موصی مرا اور جورو اُسکے نکاح مین ہے یا طلاق رجعی کی عدت مین ہے تو صہر مستحق وصیت ہوگا
اور اگر طلاق بائن یا تین طلاقون کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت نہوگا۔ اور اگر اپنے اختان کے واسطے وصیت کی
تو جو عورت موصی کی ذات رحم محرم ہو ہر ایک کے شوہر کو شامل ہے چنانچہ بیٹیون بہنون وخالاؤن وپھپھیون کے شوہرون
کو شامل ہے اور نیز اُنکے ازواج مین سے ہر ذی رحم محرم کو شامل ہے ایسا ہی امام محمد رح نے ذکر کیا ہے اسواسطے کہ ہر ایک ختن
کہلاتا ہے یہ کافی مین ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بنا بر عرف اہل کوفہ کے ہے اور باقی شہرون مین یہ عرف ہے کہ ختن
اُسکو کہتے ہین جو دختر یا ذی رحم محرم کا شوہر ہو اور ازواج مین سے ذی رحم محرم پر اطلاق نہین کیا جاتا ہے اور حکم کا اعتبار
عرف پر ہے یہ محیط مین ہے۔ اور موصی کی عورتون کی طرف سے ختن نہوگا مراد یہ ہے کہ اگر موصی کی جورو کے دوسرے
شوہر سے کوئی لڑکی ہو تو اُسکا شوہر موصی کا ختن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی فقراء بنی فلان
کے واسطے وصیت کی حالانکہ وہ لوگ داخل شمار نہین ہین تو اُنکے موالی اور موالی موالی اور موالی الموالات و
حلفاء وعدید سب شامل ہوجاوینگے پس جہانتک ممکن ہوگا اور قابو پاویگا ان سب پر برابر تقسیم کردیگا۔ حلیف وہ ہے جسنے
کسی قوم سے موالات کی اور کہا کہ مین مسلمان ہوتا ہون اور اسپر قسم کھائی اور وہی لوگ اُسکے واسطے موالات پر قسم کھا دین۔ عدید
وہ ہے جو بلا قسم اُنمین شمار ہو جاوے۔ اور اگر سب مال اُنہین سے ایک ہی کو دیدیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اور
امام محمد رح نے فرمایا کہ دو یا زیادہ کو دیگا۔ اور اگر فلان مذکور بدین خاص ہو پدر قبیلہ یا فخذ نہو تو تہائی مال مذکور اُسکے پشت کے فرزندون
کو ملیگا اور مولی داخل نہوگا اور نیز حلیف بھی وصیت مین داخل نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور فقیہ ابوجعفر رح سے دریافت کیا
گیا کہ ایک شخص نے اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وصیت کی تو ذکر فرمایا کہ ابو نصیر بن یحیی رح فرماتے تھے کہ
یہ وصیت امام حسن وامام حسین علیہما السلام کی اولاد کے واسطے ہوگی ان دونون کے سوائے دوسرے کے واسطے نہوگی اور
رہے عمری سو داخل وصیت ہونگے یا نہین پس فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ جو حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہو اور ان
دونون سے متصل ہو وہ اس وصیت مین داخل ہوگا اور جو ان دونون کی طرف منسوب نہو اور نہ متصل ہو تو اس وصیت مین
داخل نہوگا۔ اور اگر علویہ کے واسطے وصیت کی تو فقیہ ابوجعفر سے منقول ہے کہ نہین جائز ہے اسواسطے کہ وہ بےشمار ہین اور اس امر مین
ایسی کوئی دلالت نہین ہے جو فقط فقر وحاجت پر واقع ہو یعنی فقراء علویہ محتاجین کے واسطے وصیت ہوتے کہ جائز ہوجاوے
اور اگر فقراء علویہ کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے علے ہذا القیاس اگر فقہاء کے واسطے وصیت کی تو جائز نہین ہے اور فقیر فقہاء
کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر طالب علمون کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہے اور اگر محتاج طالب علمون کے

واسطے وصیت کی تو جائز ہی اور امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی امام فرماتے تھے کہ علی ہذا القیاس اگر طالب علمان شہر فلان کے واسطے یا طالب علمان علم فلان کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی اور اگر وصی نے فقیر طالب علمون یا علویون مین سے ایک کو دیدیا تو جائز ہی یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جب تک دو یا زیادہ کو نہ دے جائز نہین ہی اور اگر دو یا زیادہ کو دے تو جائز ہی- اور اگر فقیر فقہاء کے واسطے وصیت کی تو فقیہ ابو جعفر رح سے منقول ہی کہ ہمارے نزدیک فقیہ وہ ہی کہ فقہ مین انتہا درجہ تک پہونچ گیا ہو اور فقہ سیکھنے والا فقیہ نہین ہی اور اُسکو وصیت مین سے حصہ نملیگا- اور اگر شہر فلان کے اہل علم کے واسطے وصیت کی تو اسمین اہل فقہ و اہل حدیث سب داخل ہونگے اور جو شخص فلسفہ کی باتین بیان کرتا ہی وہ داخل نہوگا اور آیا متکلمین داخل ہونگے یا نہین سو اس مسئلہ کا صریح ذکر کتابون مین نہین ہی اور شیخ ابو القاسم سے مروی ہی کہ کتب کلام کتب علم نہین ہین یعنے عرف مین انکو کتب علم نہین بولتے ہین اور فہم کی طرف تبادر نہین ہی پس مطلق کتابون کی تحت مین داخل نہونگی اور اس مسئلہ کے قیاس پر مسئلہ وصیت مین متکلمین داخل نہونگے- اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے طالب علمان علم حدیث کے جو فلان شہر مین ایسے مدرسہ مین جو مدرسہ حدیث مشہور ہی علم فقہ سیکھنے کو جاتے ہین اُنمین سے محتاجون کے لیے وصیت کی تو یہ وصیت شافعی مذہب والون کے واسطے جو فقہ سیکھنے کو ایسے مدرسہ مین جاتے ہین جو اُنکے طرف منسوب ہی کچھ مخصوص نہین ہی جبکہ وہ لوگ منجملہ اصحاب حدیث کے نہون تو یہ وصیت خواہ مخواہ شافعی مذہب والون کو شامل نہوگی بلکہ ہر ایسے شخص کو شامل ہوگی جو احادیث پڑھتا ہی اور احادیث کی سماعت کرتا ہی اور اسی کے طلب مین سرگرم ہی خواہ وہ شافعی ہو یا حنفی ہو یا کوئی دوسرا ہو اور جو شافعی مذہب ہو لیکن وہ احادیث نہ پڑھتا ہو اور نہ سنتا ہو اور نہ اسکی طلب مین ہو تو اصحاب حدیث کا لفظ اُسکو فقط شافعی مذہب ہونے کی وجہ سے شامل نہوگا یہ محیط مین ہی- امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے واسطے فلان و واسطے بنی تمیم کے وصیت کی تو فرمایا کہ کل مال فلان کو ملیگا اور بنی تمیم کے واسطے کچھ نہوگا جبکہ وہ لوگ بے شمار ہون اسواسطے کہ یہ ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے کہا کہ واسطے فلان کے اور واسطے موتے کے حالانکہ موتے کے واسطے وصیت باطل ہی اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان کے و واسطے ایک مرد کے مسلمانون مین سے وصیت ہی تو تہائی سے فقط نصف اُس فلان کو ملیگا اور باقی وارثون کو واپس دیا جائیگا اسی طرح اگر کہا کہ واسطے فلان کے اور واسطے دس مسلمانون کے تو بھی گیارہ جزو مین سے ایک جزو فلان شخص کو دیا جائیگا اور مسلمانون کو کچھ نہ دیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی

ساتوان باب - سکنی و خدمت و ثمر و کرایہ غلامان و حاصلات باغات و زمین وغیرہ اور جانوران سواری کی سواری وغیرہ کی وصیت کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ خدمت رقیق و سکنی دار و کرایہ غلامان و مکانات و حاصلات اراضی و باغات کی وصیت ہمارے علماء کے قول کے موافق جائز ہی- اور جب خدمت رقیق کی وصیت جائز ہوئی تو ہم کہتے ہین کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال تک خدمت کرنے کی وصیت کی اور سوائے اسکے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو سال معین ہوگا مثلاً کہا کہ مین نے سال (سنہ) اس غلام کے خدمت کی زید کے واسطے وصیت کی یا غیر معین ہوگا مثلاً سال کی تعیین نکی کہ فلان سال- پھر ہر ایک صورت مین دو صورتین ہین کہ یہ غلام یا تو موصی کے تہائی مال سے بر آمد ہوتا ہوگا یا نہوتا ہوگا - پس اگر زید کے واسطے غلام مذکور کے خدمت کی سال معین مین وصیت کی پس اگر موصی کی موت سے پہلے یہ سال معین گذر گیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اور اگر موصی کے مرنے کے وقت اس سال مین سے کچھ قدر گذرا تھا مثلاً چھ مہینہ گذرے تھے اور چھ مہینے باقی تھے یا موصی اس سال سے پہلے مرگیا پھر اُسکے مرنے کے بعد

یہ سال آیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ غلام اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو یا برآمد نہوتا ہو لیکن وارثون نے اجازت دیدی تو غلام مذکور موصی لہ کو دیا جائیگا تاکہ وہ اپنی وصیت پوری حاصل کرلے لیکن اگر سال مین سے چھ مہینے باقی رہے ہون تو فقط چھ مہینہ تک خدمت لیگا کہ وہی اُسکی پوری وصیت ہے اور اگر موصی اس سال معین سے پہلے مرگیا ہو تو موصی لہ اُس سے پورا سال بھر خدمت لیگا اور اگر غلام مذکور اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتا ہو اور نہ وارثون نے اجازت دی تو غلام مذکور اس تمام سال معین تک ایک روز موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو روز وارثون کی خدمت کریگا یہان تک کہ جب سال معین گذر جاوے تو غلام مذکور وارثون کے سپرد کیا جائیگا۔ یہ اسوقت ہے کہ سال معین ہو۔ اور اگر سال غیر معین ہو پس اگر غلام مذکور اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو یا برآمد نہوتا ہو لیکن وارثون نے اجازت دیدی تو غلام مذکور موصی لہ کو دیا جائیگا کہ وہ ایک سال کامل اُس سے خدمت لیکر وارثون کو واپس دیگا۔ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی اور غلام موصی کے تہائی مال سے برآمد نہین ہوتا ہے تو غلام مذکور تین سال تک ایک روز موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو روز تک وارثون کی خدمت کریگا پھر جب تین سال پورے ہو جاوین تو وصیت خدمت پوری ہو جائیگی اور واجب یہ ہے کہ جس سال موصی مرا ہے اُسی سال سے اسطرح وصیت کا حساب شروع ہووے۔ اور جو حکم ایک سال تک غلام کے خدمت کی وصیت مین معلوم ہوا ہے اُسی طرح ایک سال غلام کے کرایہ یا سکونت دار کی وصیت مین بھی حکم ہے کہ سال معین ہوگا یا نہوگا آخر تک اسی تفصیل سے جو خدمت مین بیان ہوئی ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی خدمت کی اور عمرو کے واسطے اُسکے رقبہ کی وصیت کی اور غلام مذکور اُسکا تہائی مال ہے تو اُسکا رقبہ عمرو کا ہوگا اور زید کے واسطے اُسپر خدمت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر وصیت خدمت مطلقاً ہو یعنے وقت کی مقدار سال یا دو سال وغیرہ کچھ بیان نکی ہو تو خدمت کا موصی لہ کے واسطے موصی لہ کی موت تک اس منفعت کا استحقاق ثابت ہوگا پھر اگر غلام کے رقبہ کی کسی شخص کے واسطے وصیت ہو تو بعد موت موصی لہ بخدمت کے وہ غلام موصی لہ برقبہ کو دیا جائیگا اور اگر نہو تو وارثون کی طرف واپس ہوگا۔ اور اگر زید کے واسطے کرایہ دار یا غلام کی وصیت کی پھر زید نے چاہا کہ مین خود اس دار مین رہون یا خود غلام سے خدمت لیا کرون پس آیا اُسکو یہ اختیار ہے یا نہین سو اس مسئلہ کو اصل مین ذکر نہین فرمایا ہے اور مشائخ رح نے اسمین اختلاف کیا ہے ابوبکر اعمش نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر زید کے واسطے ایک سال تک اپنے دار کی سکونت کی وصیت کی اور سواے اس دار کے موصی کا کچھ مال نہین ہے تو زید اسمین سے تہائی دار مین رہیگا اور وارث لوگ دو تہائی مین رہینگے اور وارثون کو یہ اختیار نہوگا کہ دو تہائی دار جو اُنکے قبضہ مین ہے اُسکو فروخت کردین۔ اور جس شخص کے واسطے سکونت دار یا خدمت غلام کی وصیت ہو اُسکو ہمارے نزدیک یہ اختیار نہوگا کہ ان دونون کو کرایہ پر چلاوے اور اُسکو یہ بھی اختیار نہوگا کہ غلام کو کوفہ مین سے باہر لیجاوے لیکن اگر موصی لہ کے اہل وعیال کوفہ کے سواے بغداد وغیرہ دوسرے شہر مین ہون تو خدمت کے واسطے غلام مذکور کو باہر لیجائیگا بشرطیکہ غلام مذکور موصی کا تہائی مال ہو یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر موصی لہ و وارثون نے دار کو بطور مہایاۃ زمانی کے تقسیم کرلیا تو بھی جائز ہے اسواسطے کہ حق اُنھین کا ہے لیکن طریقہ اول اولی ہے اسواسطے کہ اسمین انصاف زیادہ ہے یہ کافی مین ہے ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا بیت فلان شخص کو عاریت دیا جاوے تو یہ باطل ہے اسی طرح اگر یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ایام حج مین ایک مہینہ تک فی سبیل اللہ پانی پلایا جاوے تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان کے چوپایون کے واسطے اس بھوسہ کی وصیت کی تو باطل ہے اور اگر کہا کہ یہ فلان شخص کے چوپاؤن کو کھلایا جاوے تو وصیت جائز ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ منتقی مین بروایت معلی رح از امام ابویوسف رح مروی ہے کہ اگر ایک شخص کے واسطے

اپنے دار کے سکونت کی وصیت کی اور اسکا کچھ وقت مقرر نہین کیا تو جب تک موصی لہ زندہ رہے تب تک کے واسطے ہوگا اور امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ اگر زید کے واسطے اپنے اس غلام کے کرایہ کی وصیت کی اور مدت مقرر نہ کی تو اگر غلام مذکور اُسکا تہائی مال ہے تو موصی لہ کو اپنی زندگی تک اُسکا کرایہ ملیگا اگرچہ مقدار تہائی مال سے زائد ہو جاوے اسی طرح حاصلات باغ و سکونت دار و خدمت غلام کی وصیت مین بھی ایسی صورت مین یہی حکم ہے اور یہی امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہے۔ اور نوادر بشر مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر زید کے غلام کے واسطے اپنے غلام کی خدمت یا دار کی سکونت کی وصیت کی تو جائز ہے اور غلام موصی لہ اُس سے خدمت لیگا اُسکا مولی نہین لے سکتا ہے اور غلام موصی لہ اُس دار مین رہیگا اُسکا مولی نہین رہ سکتا ہے پھر اگر غلام موصی لہ مرگیا تو وصیت باطل ہو جائیگی اور اگر فروخت کیا گیا یا آزاد کیا گیا تو اُسکی وصیت اُسکے ساتھ جائیگی۔ نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا غلام زید کی خدمت کرے یہانتک کہ زید مستغنی ہو جاوے پس اگر زید صغیر ہو تو غلام مذکور اُسکی خدمت کریگا یہانتک کہ وہ بالغ ہو جاوے اور اگر بالغ فقیر ہو تو یہانتک خدمت کریگا کہ وہ ایک خادم کا ثمن پا جاوے جو اُسکی خدمت کرے اور اگر بالغ غنی ہو تو وصیت باطل ہے یہ محیط مین ہے۔ اور جس شخص کے واسطے سکونت دار و خدمت غلام کی وصیت ہے اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ دار و غلام کو کرایہ پر چلاوے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے غلہ کی وصیت کی تو زید کو جو غلہ اسوقت موجود ہے وہ ملیگا اور جو آیندہ پیدا ہو وہ ملیگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے پھلون کی وصیت کی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو کہا کہ ہمیشہ کے واسطے یا یہ نکہا پس اگر یہ لفظ نکہا ہو تو اسمین بھی دو صورتین ہین کہ اگر موصی کی موت کے وقت اُسمین پھل موجود ہون تو موصی لہ کو یہ پھل اُسکے تہائی مال سے ملینگے اور آیندہ موصی لہ کی موت تک جو پھل پیدا ہون وہ موصی لہ کو نہ ملینگے بشرطیکہ باغ اُسکا تہائی مال ہو۔ یہ اسوقت ہے کہ موصی کی موت کے وقت اُسمین پھل موجود ہون اور اگر نہون تو قیاس یہ ہے کہ وصیت باطل ہو جاوے اور جو پھل بعد موت کے پیدا ہون اُنکی طرف وصیت منصرف نہو لیکن استحساناً یہ حکم ہے کہ وصیت باطل نہوگی بلکہ بعد موت موصی کے جو پھل باغ مین موصی لہ کی موت تک پیدا ہون سب موصی لہ کے ہونگے بشرطیکہ باغ اُسکا تہائی مال ہو۔ اور یہ اسوقت ہے کہ موصی نے ہمیشہ کے واسطے صریح بیان نکیا ہو اور اگر یون کہا کہ مین نے زید کے واسطے ہمیشہ کے لیے اپنے باغ کے پھلون کی وصیت کی تو باغ مین جو پھل بعد موت موصی کے موجود ہون اور جو اسکے بعد پیدا ہون سب موصی لہ کو ملینگے۔ اور منتقی مین ہے کہ اگر ایک شخص کے واسطے ہمیشہ کے لیے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی پھر باغ مذکور مین درخت خرما کی جڑ بھی اور ایک درخت ہو گیا اور اسمین پھل آئے تو اُسکی پیداوار بھی وصیت مین داخل ہوگی۔ اور اگر کسی شخص کے واسطے اپنے باغ کی تہائی حاصلات کی ہمیشہ کے واسطے وصیت کر دی حالانکہ موصی کا اسکے سوا کچھ مال نہین ہے تو جائز ہے اور اگر موصی لہ نے وارثون کے ساتھ بٹائی کر لی پھر جو درخت موصی لہ کے حصہ مین پڑے اُنمین پھل آئے اور جو وارثون کے حصہ مین پڑے ہین اُنمین پھل نہ آئے یا جو درخت وارثون کے حصہ مین پڑے ہین اُنمین پھل آئے اور جو موصی لہ کے حصہ مین پڑے ہین اُنمین پھل نہ آئے تو موصی لہ پیداوار مین وارثون کا شریک ہو جائیگا اور وارث لوگ بھی اسکے شریک ہو سکتے ہین۔ اور فرمایا کہ وارثون کو اختیار ہے کہ اپنا دو تہائی حق فروخت کر دین پس مشتری موصی لہ کا شریک ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر وارثون نے سب باغ فروخت کیا تو تہائی کی بیع جائز نہین ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر کرایہ دار کی وصیت ہو تو موصی لہ کو تہائی کرایہ ملتا رہیگا۔ اور وارثون کو اختیار نہوگا کہ موصی لہ سے بٹائی کر لین کیونکہ مجھے خوف ہے کہ شاید بٹائی کرنے کے بعد وہ کرایہ پر نہ اُٹھے

پس اُسکو کچھ نہ ملیگا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ وارثون کو اختیار ہی کہ بٹائی کرلین پس موصی لہ کے واسطے تہائی الگ کر دیا جائیگا پس اگر اُسمین سے کرایہ آیا تو موصی لہ کا ہوگا اور اگر نہ آیا تو اُسکو کچھ نملیگا۔ اور وارثون کو اختیار ہی کہ اپنا دو تہائی حق تقسیم سے پہلے یا اُسکے بعد فروخت کردین۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے اپنے زمین کے حاصلات کی وصیت کی حالانکہ اُس زمین مین درخت و درختان خرما کچھ نہین ہین اور اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو وہ زمین کرایہ پر دیجائیگی پس موصی لہ کو تہائی کرایہ دیدیا جائیگا اور اگر اُسمین درختان خرما و اشجار ہون تو موصی لہ کو درختان خرما و اشجار کی تہائی حاصلات دیجائیگی۔ اور وہ زمین آدھی یا تہائی کی بٹائی پر نہ دیجائیگی اگرچہ کاشتکار و عامل کی طرف سے بیج ہونے کی صورت مین یہ بھی اجارہ ہوتا ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری زمین شروع فلان سال سے اتنے برسون کے واسطے ہر سال ایک کر گیہون کے عوض اُجرت پر دیجاوے اور یہی زمین اُسکا کل مال ہی تو اُسکی اجرت کو دیکھا جائیگا اگر اُسکی اجرت مثل اسی قدر ہو جسقدر اُسنے پوتہ مقرر کیا ہی تو اس وصیت کی تنفیذ واجب ہوگی اور اگر پوتہ مقررہ اُسکے اجر المثل سے کم ہو پس کمی کو دیکھا جائیگا اگر مقدار کمی جو محابات ہی اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو بھی یہ وصیت نافذ کیجائیگی اور اگر مقدار محابات اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو تو موصی لہ سے کہا جائیگا کہ اگر تو اس زمین کو کرایہ پر لینا چاہتا ہی تو دو تہائی اجر المثل پورا کردے پس اگر وہ پورا کرنے پر راضی ہوا تو زمین اُسکو کرایہ پر دیجائیگی اور اگر اُسنے پورا نکیا تو نہ دیجائیگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے زید کے واسطے ہمیشہ کے لیے اپنی بکریون کے بال کی یا بکریون کے بچون کی یا بکریون کے دودھ کی وصیت کی پھر مر گیا تو جسدن موصی مرا ہی اُسدن جسقدر صوف ان بکریون پر ہو یا جسقدر دودھ اُنکے تھنون مین ہو یا جو بچہ اُنکے پیٹون مین ہون سب موصی لہ کے ہونگے خواہ موصی نے ہمیشہ کے واسطے کہا ہو یا نکہا ہو یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی پھر زید نے وارثان وصیت سے وہ باغ خرید لیا تو جائز ہی اور وصیت باطل ہوجائیگی۔ اسی طرح اگر وارثون نے فروخت نکیا بلکہ اس بات پر باہم رضامند ہوے کہ موصی لہ کو اسقدر دیدین بدین شرط کہ وہ حاصلات وصیت ہمکو دیدے اور اُس سے بالکل لادعوی ہوجاوے تو یہ بھی جائز ہی اسی طرح سکونت دار و خدمت غلام کی وصیت سے بھی صلح کر لینا جائز ہی اگرچہ ان حقوق کی بیع جائز نہین ہی۔ اور اگر اپنے دار کے کرایہ کی یا غلام کے کمائی کی مسکینون کو دینے کے واسطے وصیت کی تو اُسکے تہائی مال سے جائز ہی اور اگر اپنے دار کی سکونت یا اپنے غلام کی خدمت یا اپنے جانور سواری کی سواری کی مسکینون کے واسطے وصیت کی تو وصیت جائز نہین ہی۔ لیکن اُس صورت مین جائز ہوگی کہ جب موصی لہ معلوم ہو یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا باغ انگور تین سال تک مسکینون کے واسطے چھوڑ دیا جاوے پھر مر گیا اور اُسوقت سے تین سال تک اُسکے باغ مذکور مین کچھ پیداوار نہین ہوئی تو بعض نے فرمایا کہ وصیت باطل ہوجائیگی اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ باغ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو تو جب تک تین سال تک اسکا غلہ صدقہ نکیا جاوے تب تک موقوف رکھا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ یہ قول ہمارے اصحاب کے قول کے موافق ہی۔ اور اگر اپنے باغ انگور کے حاصلات کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو حاصلات مین قوائم و اوراق و ہیزم و پھل سب داخل ہین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے تن کے کپڑون کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی اور موصی لہ کو اُسکے جبہ و قمیصین و چادرین کندھے کی و پائجامہ و اکسیہ سب ملینگی اور ٹوپیان و موزے اور جرابین نملینگی اسواسطے کہ یہ جامہائے بدن نہین ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ اس کپڑے کو صدقہ کر دینا تو وارثون کو اختیار ہی چاہین اُسکو فروخت کرکے اُسکا ثمن صدقہ کرین یا اُسکی قیمت صدقہ کردین اور

قال المترجم یہ انکا عرف ہی اور ہماری زبان مین خلاف ہونا چاہیے ۱۲ م

کپڑا رہنے دین - زید نے اپنے وصی سے کہا کہ (دہ یتیم را جامہ کن) یعنے دس یتیم کو کپڑے بنوا دینا پس وصی نے ہر یتیم کو کپڑا اسقدر دیدیا کہ جس سے وہ ایک جامہ بنوا سکتا ہی پس اگر کپڑے کے ساتھ درزی کی سلائی دیدی تو جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی -
اور عیون مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے درختون کے پھل کی جو پختہ ہو گئے ہین یا کھیتی کی جو تیار ہو گئی ہی مگر کاٹی نہین گئی ہی وصیت کی تو اُسکا خراج موصی لہ پر ہوگا اور اِسکی تفسیر یہ ہی کہ اگر اپنے درختون کے پھلون کی جو درخت پر لگے ہین اور پختہ ہین یا کھیتی کی جو پکی کھڑی ہی وصیت کی تو اُسکا خراج موصی لہ پر ہوگا اور اگر پھل توڑ لیے گئے یا کھیتی کاٹ لی گئی پھر زید کے واسطے اُسکی وصیت کردی تو خراج موصی پر ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر اسّی جراب ہروی کی وصیت کی تو موصی لہ کو جراب معہ اُسکے جو اُسمین ہی ملیگی اور اسی طرح زنبیل خرما مین بھی یہی حکم ہی -- اور اگر گون کے گیہون کی کسی کیواسطے وصیت کی تو موصی لہ کو گون نملیگی - اور اگر زید کے واسطے سلۂ زعفران کی وصیت کی تو وصیت مین زعفران داخل ہوگی نہ سلہ - اور شہد و گھی و روغن زیتون کی وصیت مین مشک جسمین بھرے ہین وہ داخل نہونگے اور یہ چیزین داخل ہونگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر کسی کے واسطے تلوار کی وصیت کی تو اُسکو تلوار معہ نیام و پرتلے کے ملیگی - اور اگر کسی کے واسطے زین کی وصیت کی تو موصی لہ کو زین معہ توابع کے ملیگی یعنے نمدہ و زیادہ و دمچی و رکابین و دوال یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہی اور اگر زید کے واسطے مصحف کی وصیت کی اور مصحف کا غلاف ہی تو امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق اُسکو فقط مصحف ملیگا نہ غلاف اور یہی امام اعظم رح کا قول ہی ایسا ہی قدوری نے ذکر کیا ہی - اور اگر اُسکے واسطے قبہ کی وصیت کی تو قبہ معہ اُسکی لکڑیون کے ملیگا - اور اگر اسکے واسطے قبہ ترکی کی وصیت کی جسکو فارسی مین خرگاہ کہتے ہین تو اُسکو قبہ معہ نمدون کے ملیگا اور اگر حجلہ کی وصیت کی تو اُسکو اُسکا کپڑا ملیگا اور لکڑیان نہ ملینگی یہ بدائع مین ہی - اور اگر ایک مٹکہ سرکہ کی وصیت کی تو مٹکہ معہ سرکہ کے ملیگا - اور اگر دار چہار پایان کی وصیت کی تو دار کی وصیت ہی نہ دواب کی اسی طرح اگر کہا کہ اناج کی کشتی تو اناج کی وصیت ہی نہ کشتی کی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر زید کے واسطے ترازو کی وصیت کی تو یہ عمود و ہر دو پلہ و ڈوریون کی وصیت ہی - اور اسمین بانٹ اور علاق داخل نہونگے اور یہ اُسوقت ہی کہ ترازو غیر معین ہو اور اگر معین ہو تو یہ بھی داخل ہو جاوینگے ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اپنا غلام آزاد کیا اور کہا کہ میرا لباس اسکے واسطے ہی تو فرمایا کہ اُسکو میت کے دونون موزے اور ٹوپی اور قمیص و ازار و پائجامہ ملیگا اور اس وصیت مین اُسکی تلوار اور ریشمی داخل نہوگی اور اگر کہا ہو کہ میری متاع اسکے واسطے ہی تو یہ بھی داخل ہوگی - اور نوادر بشر مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنی بکریون مین سے ایک بکری کی وصیت کی اور یہ نہ کہا کہ میری ان بکریون مین سے پھر وارثون نے موصی لہ کو ایسی بکری دی جو موصی کے مرنے کے بعد بچہ جنی ہی تو فرمایا کہ اُسکی بکری کا بچہ اُسکے ساتھ نہ دیا جائیگا اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اپنی ان بکریون مین سے ایک بکری کی وصیت کی پھر وارثون نے اُسکو ایسی بکری دی جو بعد موت موصی کے بچہ جنی ہی تو فرمایا کہ اُسکا بچہ اُسکے تابع ہوگا یعنے بچہ بھی دیا جائیگا اور اگر وارث نے اُس بچہ کو قبل اِسکے کہ اُسکی مان کو موصی لہ کے دینے کے واسطے معین کرے تلف کیا ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی - اسی طرح اگر زید کے واسطے ایک درخت خرما کی معہ اُسکی جڑ کے وصیت کی اور یہ نکہا کہ میرے ان درختان خرما مین سے تو اسکا حکم بھی مثل بکری کے ہی جسکی وصیت کی تھی پس وارثون کو اختیار ہوگا کہ جو درخت خرما چاہین بدون اسکے اُن پھلون کے جو بعد وفات موصی کے اُس درخت پر آئے ہین دیدین اور اگر وارثون نے ان پھلون کو تلف کر دیا ہو تو ضامن نہونگے - اور اگر وصیت کی کہ میری موت کے بعد میری یہ باندی آزاد کیجاوے پھر مرگیا پس قبل اسکے کہ وہ آزاد کیجاوے

ایک بچہ جنی اور وہ باندی معہ بچہ کے اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے تو باندی آزاد کیجائیگی اور بچہ آزاد نکیا جائیگا اسی طرح اگر وصیت کی کہ
میری یہ باندی مکاتب کیجاوے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد یہ باندی اسی کے ہاتھ فروخت کیجاوے
یا مال لیکر آزاد کیجاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو بچہ مین وصیت نافذ کیجائیگی اور اگر یہ وصیت کی کہ میری یہ باندی مسکینون
کو صدقہ کر دیجاوے یا فلان شخص کو صدقہ مین دیجاوے یا فلان شخص کو ہبہ کیجاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو شل
باندی کے بچہ مین بھی وصیت نافذ کیجائیگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری باندی فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیجاوے
پھر وہ بعد موت موصی کے بچہ جنی تو باندی مذکور فروخت کیجائیگی اور اُسکا بچہ فروخت نکیا جائیگا اور اگر یہ وصیت کی کہ میری باندی
فروخت کر کے اسکا ثمن مسکینون کو یا فلان شخص کو صدقہ دیا جاوے پھر اُسکی موت کے بعد باندی مذکور بچہ جنی تو بچہ مین بھی وصیت
نافذ کیجائیگی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم مین فروخت کیجاوے پھر ایک غلام نے اُسکو قتل کیا
اور اس جرم کے عوض غلام قاتل دیدیا گیا یا باندی مذکور کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اسکے جرم مین دیدیا گیا یا کسی وطی کرنے والے نے
اُس سے شبہہ سے وطی کی تھے کہ اسکا عقر تاوان دیا تو غلام مدفوع یا ارش یا عقر فروخت نکیا جائیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر وہ باندی قتل
ہوئی ہے تو محل وصیت فوت ہونے کی وجہ سے وصیت باطل ہوجائیگی۔ اور اگر اُسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو تو موصی لہ کے ہاتھ اگر وہ چاہے تو نصف
ثمن کے عوض فروخت کیجائیگی۔ اور اگر اُسکے ساتھ وطی کی گئی حالانکہ وہ باکرہ تھی تو بھی ثمن مین سے بقدر نقصان بکارت کے کم کیا جائیگا
اور اگر اُس سے وطی کی گئی حالانکہ وہ ثیبہ تھی کہ وطی سے اسمین کچھ نقصان نہ آیا تو ثمن مین سے کچھ کم نہ کیا جائیگا اسی طرح اگر اسکی آنکھ
یا ہاتھ کسی آسمانی آفت سے جاتا رہا تو بھی پورے ثمن کے عوض اگر موصی لہ چاہے تو فروخت کیجائیگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری یہ
باندی ہزار درم کے عوض فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ کر دیا جاوے پھر فلان شخص نے
خریدنے سے انکار کیا تو دونون وصیتین باطل ہوجاوینگی اسی طرح اگر موصی کی موت کے بعد باندی قتل کی گئی اور قاتل نے اُسکی
قیمت تاوان دی تو بھی دونون وصیتین باطل ہوجاوینگی۔ اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی بعد میرے مکاتب کیجاوے اور
اسکا بدل کتابت صدقہ کیا جاوے یا باندی خود اُسی کے ہاتھ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن صدقہ کیا جاوے پس باندی نے کتابت
کی وصیت یا بیع کی وصیت قبول کرنے کو رد کیا تو دونون وصیتین باطل ہوجاوینگی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی نسمہ فروخت
کیجاوے اور اُسکا ثمن مسکینون پر صدقہ کر دیا جاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو خالی باندی نسمۃً فروخت کیجاویگی اُسکے ساتھ
اُسکا بچہ فروخت نکیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال خدمت کی اور عمرو کے واسطے دو برس تک
اُسکی خدمت کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی تو وارثون کے واسطے چھ روز تک خدمت کریگا اور تین روز تک دونون
موصی لہ کے واسطے کہ ایک روز زید کے واسطے اور دو روز عمرو کے واسطے خدمت کریگا یہانتک کہ نو برس گذر جاوین۔ اور اگر
موصی نے سال معین کر دیا ہو کہ زید کے واسطے فلان سنہ سال اور عمرو کے واسطے فلان فلان سال تو پہلے سال مین چار
روز وارثون کے واسطے اور دو روز دونون موصی لہ کے واسطے خدمت کریگا اور دوسرے سال مین وارثون کے
واسطے دو روز اور عمرو کے واسطے ایک روز خدمت کریگا۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اس باندی کی اور عمرو کے
واسطے اسکے حمل کی وصیت کی یا اس دار کی زید کے واسطے اور اسکی عمارت کی عمرو کے واسطے وصیت کی یا اس انگوٹھی کی
زید کے واسطے اور اسکے نگینہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی یا اس زنبیل کی زید کے واسطے اور جو اسمین خرمے ہین اُنکی عمرو کے
واسطے وصیت کی پس اگر بکلام متصل دونون کے واسطے وصیت کی تو ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے واسطے وصیت کی ہے اور

اگر بکلام منفصل بیان کیا تو بھی امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام محمد رح کے نزدیک دونون جزون مین سے جو اصل ہو اُسکی وصیت جسکے نام ہو وہ خاصتہً اس اصل کو لے لیگا اور جو چیز تابع ہے اُسمین دونون شریک ہونگے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر اس غلام کی زید کے واسطے اور اُسکی خدمت کی عمرو کے واسطے یا اس دار کی فلان کے واسطے اور اُسکی سکونت کی عمرو کے واسطے یا اس شجر کی فلان کے واسطے اور اسکے ثمر کی عمرو کے واسطے یا اس بکری کی زید کے واسطے اور اسکے صوف کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو دونون مین سے ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے واسطے وصیت کی ہے اسمین کچھ اختلاف نہین ہے خواہ بکلام موصول وصیت کی ہو یا بکلام مفصول وصیت کی ہو اور اگر ان مسائل مین پہلے توابع کی وصیت کی پھر اصول کی وصیت کی بایں طور کہ خدمت غلام کی زید کے واسطے پھر غلام کی عمرو کے واسطے یا سکونت دار کی زید کے واسطے پھر دار کی عمرو کے واسطے یا پھلون کی زید کے واسطے پھر درخت کی عمرو کے واسطے وصیت کی پس اگر بکلام موصول وصیت کی تو دونون مین سے ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے واسطے وصیت کی ہے اور اگر بکلام مفصول وصیت کی تو اصل اُسکو جسکے واسطے اصل کی وصیت کی ہے اور تابع مین دونون مساوی شریک ہونگے اور اگر غلام کی زید کے واسطے پھر اُسکی خدمت کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد غلام کی خدمت کے وصیت کے غلام کی وصیت کی یا اپنی انگوٹھی کی زید کے واسطے پھر اُسکے نگینہ کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد نگینہ کے وصیت کے انگوٹھی کی وصیت کی یا باندی کی زید کے واسطے پھر اُسکے بچہ کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد بچہ کی وصیت کی باندی کی وصیت کی تو اصل و تابع دونون مین نصفا نصف ہونگے یعنی نصف غلام زید کا اور نصف عمرو کا ہوگا اور غلام کی نصف خدمت واسطے زید کے اور نصف خدمت واسطے عمرو کے ہوگی اسی طرح باندی معہ بچہ اور انگوٹھی معہ نگینہ مین بھی یہی حکم ہے اور اگر ان مسائل مین عمرو کے واسطے نصف غلام کی وصیت کی ہو تو غلام تین حصے ہوکر دو حصے زید کو اور ایک حصہ عمرو کو دیا جائیگا اور عمرو کو اُسکی نصف خدمت ملیگی اور ابن سماعہ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف رح نے اس سے رجوع کیا ہے اور فرمایا کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی اور عمرو کے واسطے اُسکی خدمت کی وصیت کی پھر عمرو کیواسطے غلام کی وصیت کی تو غلام دونون مین نصفا نصف ہوگا اور اُسکی پوری خدمت فقط عمرو کے واسطے ہوگی اور فرمایا کہ اگر زید کے واسطے باندی کی جو اُسکا تہائی مال ہے وصیت کی اور عمرو کے واسطے جو اُسکے پیٹ مین ہے اُسکی وصیت کی پھر عمرو کے واسطے باندی کی بھی وصیت کی تو باندی دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور بچہ پورا عمرو کا ہوگا اُسمین زید شریک نہوگا۔ اور اگر اپنے دار کی زید کے واسطے اور اُسمین سے ایک بیت معین کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو بیت مذکور دونون مین حصہ رسد تقسیم ہوگا۔ اسی طرح اگر ہزار درم معین کی زید کے واسطے اور اُسمین سے سو درم کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو نوسو درم زید کے ہونگے اور سو درم مین دونون نصف نصف کے شریک ہونگے اور اسمین کچھ خلاف نہین ہے۔ بلکہ اختلاف کیفیت تقسیم مین ہے پس امام اعظم رح کے نزدیک بطریق منازعت تقسیم ہونگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بطریق مضاربت تقسیم ہونگے۔ اور اگر دار کے بیت معین کی زید کیواسطے اور عمارت دار کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو عمارت دونون مین حصہ رسد تقسیم ہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اگر ایسے غلام نے جسکی خدمت کی زید کے واسطے اور اُسکے رقبہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی گئی ہے کوئی جنایت کی تو اُسکا فدیہ زید کی طرف ہوگا پس اگر فدیہ دیدیا تو موافق وصیت کے اُس سے خدمت لیگا اسلیے کہ زید نے اُسکو جنایت سے پاک کرلیا اور اگر زید مرگیا تو وصیت ٹوٹ جائیگی پھر عمرو سے کہا جائیگا کہ وارثان زید کو یہ فدیہ دیدے تاکہ وہ وارث جنایت کو ادا کرے پس اگر عمرو نے اس سے انکار کیا تو غلام اسکے واسطے واجب کیا جائیگا

اور یہ مال غلام کی گردن پر بمنزلہ قرضہ کے ہوگا اور اگر زید نے ابتدا سے فدیہ دینے سے انکار کیا تو اسپر مجبور نکیا جائیگا اور عمرو سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے اور دونون باتون مین سے جو بات اُسنے اختیار کرکے پوری کی تو زید کے واسطے جو وصیت ہے وہ باطل ہو جائیگی۔ اور اگر غلام نے جنایت نکی بلکہ اُسکو کسی شخص نے قتل کیا تو قاتل کی مددگار برادری پر اُسکی قیمت واجب ہوگی جسکے عوض دوسرا غلام خرید کیا جائیگا جس سے زید اپنی خدمت لیگا۔ اور اگر قاتل نے اُسکو عمداً قتل کیا تو قصاص نہوگا الا اُس صورت مین کہ زید وعمرو دونون قصاص لینے پر اتفاق کرین اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قصاص لینا متعذر ہو جائیگا پس مال قاتل سے قیمت واجب ہوگی جسکے عوض غلام دیگر خرید کیا جائیگا جو بجاے مقتول کے زید کی خدمت کریگا۔ اور اگر کسی نے اُسکی آنکھین پھوڑ دین یا دونون ہاتھ کاٹ ڈالے تو یہ غلام اُس مجرم کو دیا جائیگا اور اُس سے غلام تندرست کی قیمت لیجائیگی اور اُسکے عوض دوسرا غلام بجاے اُسکے خریدا جائیگا۔ اور اگر اُسکی آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا گیا یا موضحہ زخم پہونچایا گیا اور قاطع مجرم نے اسکا ارش ادا کیا پس اگر اس جنایت سے خدمت مین نقصان آتا ہو تو ارش کے عوض دوسرا غلام خریدا جائیگا جو اول کے ساتھ زید کی خدمت کریگا یا غلام فروخت کرکے اُسکا ثمن اس ارش مین ملاکر دوسرا غلام خریدا جائیگا تاکہ اول کے قائم مقام ہو لیکن یہ اُسوقت ہوگا جب دونون اسپر اتفاق کرین اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو فروخت نکیا جائیگا بلکہ ارش کے عوض دوسرا غلام خریدا جائیگا اور اگر ارش کے عوض کوئی غلام نہ ملتا ہو تو ارش متوقف رکھا جائیگا یہانتک کہ دونون باہم صلح واتفاق کرین پس اگر دونون نے اس امر پر صلح کی کہ ارش کو نصفا نصف بانٹ لین تو مین اجازت دونگا کہ دونون مین تقسیم کیا جاوے۔ اور اگر جنایت سے خدمت مین کچھ نقصان نہ آتا ہو تو اُسکا ارش عمرو کا ہوگا۔ اور جو مال غلام کو ہبہ کیا جاوے یا صدقہ دیا جاوے یا وہ خود کماوے وہ سب عمرو کا ہوگا۔ اور اگر بجاے غلام کے باندی ہو تو باندی جو اولاد جنے وہ عمرو کی ہوگی۔ اور غلام کا کھانا وکپڑا زید کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر غلام صغیر کی خدمت کی زید کے واسطے اور رقبہ غلام مذکور کی عمرو کے واسطے وصیت کی حالانکہ غلام مذکور اُسکا تہائی مال ہے تو جب تک وہ بالغ ہوکر لائق خدمت نہو تب تک اُسکا نفقہ عمرو پر ہوگا اور جب سے وہ خدمت کے لائق ہو جاوے تب سے اُسکا نفقہ زید پر ہوگا۔ اور اگر عمرو کے واسطے اپنے جانور سواری کی وصیت کی اور اُسکی سواری ومنفعت حاصل کرنے کی زید کے واسطے وصیت کی تو یہ بھی مثل غلام کے ہے کیونکہ فی المعنی دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے ایک شخص کا کل مال تین غلام ہین پس اُسنے ایک غلام کی زید کے واسطے وصیت کی اور قیمت اُسکی تین سو درم ہین اور دوسرے کی خدمت کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور اُسکی قیمت پانچ سو درم ہین اور تیسرے غلام کی قیمت ہزار درم ہین تو ہر ایک کے واسطے تین چوتھائی وصیت جائز ہوگی چنانچہ زید کو اُسکی وصیت کا غلام تین چوتھائی دیا جائیگا اور عمرو کے واسطے تین روز اُسکا غلام خدمت کریگا اور ایک روز وارثون کی خدمت کریگا اسوجہ سے کہ وصیتین تہائی سے تجاوز کر گئین کیونکہ تہائی فقط چھ سو درم ہین اور وصیت کے آٹھ سو درم ہوتے ہین پس تہائی مال وصیتون کا تین چوتھائی ہوا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر خدمت کا موصی لہ مر گیا تو جسکے واسطے رقبہ غلام کی وصیت ہے وہ غلام پورا لے لیگا اسی طرح اگر وہ غلام مر گیا جو خدمت کرتا تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلامون کی قیمت برابر ہو تو خدمت کے موصی لہ کو نصف خدمت اور صاحب رقبہ کو دوسرے غلام کا نصف رقبہ ملیگا۔ اور اگر اُسنے زید کے واسطے سب غلامون کے رقبہ کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے انمین سے ایک غلام کے خدمت کی وصیت کی تو زید فقط ایک غلام کے قیمت کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور عمرو بحساب دوسرے کی قیمت کے شریک کیا جائیگا پس یہ صورت مثل اول کے ہو جائیگی یہ امام اعظم رح کا قول ہے بنا برین کہ وصیت بمال عین جب تہائی سے زاید ہو جاوے تو درصورت وارثون کی اجازت نہ دینے کے از راہ شرکت واز راہ استحقاق دونون راہ سے باطل ہوتی ہے اور اگر یہ سب غلام موصی کے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہون تو زید کو سب غلام جنکے رقبہ کی اُسکے لیے وصیت کی ہے ملینگے اور عمرو کو اُسکی وصیت

لیگی کیونکہ محل وصیت مین گنجائش ہو اور ایک غلام مین زید کے واسطے وصیت رقبہ اور عمرو کے واسطے وصیت خدمت مجتمع ہوجاوینگی
پھر جب عمرو مرجاوے تو وہ زید کی طرف رجوع کریگا۔ اور اگر موصی کا کچھ مال سوائے ان غلامون کے نہو پھر اُسنے ہر ایک غلام کے
تہائی کی زید کے واسطے وصیت کی اور ایک غلام معین کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو تہائی دونون مین پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگی
پس عمرو کو تہائی کے پانچ حصون مین سے تین حصے ملینگے پس غلام مذکور تین روز عمرو کی خدمت کریگا اور دو روز وارثون کی خدمت کریگا پس
زید کے واسطے باقی دو غلامون مین سے دو پانچوین حصے یعنی ہر غلام مین سے پانچوان حصہ رقبہ ملیگا اور اگر اُسنے زید کے واسطے اپنے تہائی مال
کی وصیت کی اور غلامون مین سے ایک غلام معین کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور سوائے ان غلامون کے اُسکا کچھ مال نہین
ہو تو تہائی دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کے خدمت کی اور عمرو کے واسطے اُسکی کمائی کی
وصیت کی اور وہ غلام تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو تو وہ غلام ایک مہینہ زید کی خدمت کریگا اور اُسکا کھانا زید پر ہوگا اور ایک
مہینہ عمرو کے واسطے کمائی کریگا اور اُسکا کھانا عمرو پر ہوگا اور اُسکا کپڑا دونون پر نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر اس غلام نے کوئی
جنایت کی تو دونون سے کہا جائیگا کہ دونون اسکا فدیہ دو پس اگر دونون نے اُسکا فدیہ دیا تو بدستور سابق حالت باقی رہیگی اور
اگر دونون نے فدیہ سے انکار کیا اور وارثون نے اُسکا فدیہ دیا تو دونون کی وصیت باطل ہوجائیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر زید کے
واسطے اپنے غلام کی کمائی مین سے ماہواری ایک درم کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ سوائے
اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی غلام دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اُسکا کرایہ رکھ
چھوڑا جائیگا جسمین سے ماہواری ایک درم موافق وصیت کے زید کو دیا جائیگا اور رقبہ کے چار سہام وارثون کو دیے جاوینگے
پھر اگر زید مرگیا اور کرایہ مین سے کچھ باقی ہے تو وہ عمرو کو دیدیا جائیگا اسی طرح جسقدر کرایہ غلام محبوس رکھا گیا ہے وہ بھی عمرو کو دیدیا جائیگا
اور صاحبین رح کے نزدیک تہائی کے چار حصے ہونگے جسمین سے زید پورے کے تین سہام کا اور عمرو تہائی کے ایک سہام کا
شریک کیا جائیگا۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے دار کے کرایہ کی اور عمرو کے واسطے اپنے غلام کی اور بکر کے واسطے کپڑے کی وصیت
کی تو اس مسئلہ مین دو صورتین ہین کہ یا یہ چیزین سب اُسکے تہائی مال سے برآمد ہونگی یا نہونگی پس اگر تہائی سے برآمد ہون
تو ہر موصی لہ کے واسطے جس چیز کی وصیت کی ہے وہ اُسکو لے لیگا اور اگر تہائی مال سے برآمد نہون لیکن وارثون نے اجازت دیدی
تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو ہر موصی لہ بقدر اپنے حق کے شریک کیا جائیگا لیکن اگر کسی کی وصیت تہائی
سے زائد ہو تو تہائی کی مقدار سے زائد کے حساب سے شریک نہ کیا جائیگا۔ یہ امام اعظم رح کے قول پر ہے۔ اور جب زید مرجاوے
تو اُسکی وصیت باطل ہوجائیگی۔ اور تہائی مال باقیون مین تقسیم ہوگا۔ اور اگر اپنے دار کے کرایہ کی زید کے واسطے اور اُسکے
سکونت کی عمرو کے واسطے اور اُسکے رقبہ کی بکر کے واسطے وصیت کی حالانکہ وہ اُسکا تہائی مال ہے پھر موصی کی موت کے بعد
اُسکو کسی نے منہدم کردیا تو جو کچھ منہدم کیا ہے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پھر اُسمین جیسی عمارت تھی ویسی ہی بنائی جائیگی پھر وہ
کرایہ پر دیا جائیگا پس زید اُسکا کرایہ لیگا اور عمرو اُسمین سکونت رکھیگا۔ اسی طرح اگر باغ کے حاصلات کی زید کے واسطے اور
رقبہ باغ کی عمرو کے واسطے وصیت کی پھر ایک شخص نے اُسمین سے درخت خریدا یا کوئی درخت کاٹ ڈالا تو وہ قیمت کا ضامن
ہوگا اور اس قیمت سے درختان مقطوعہ کے مثل درخت خرید کر لگائے جاوینگے۔ اور اگر زید کے واسطے تہائی مال کی
اور عمرو کے واسطے اپنے کرایہ دار کی وصیت کی اور قیمت دار ہزار درم ہین اور موصی کا مال اُسکے سوائے دو ہزار درم ہے تو عمرو
کو کرایہ مکان مین سے نصف کرایہ ملیگا اور زید کو باقی مال و دار مین سے چھٹا حصہ ملیگا جسمین سے دار مین سے پانچوان حصہ

اور مال مین سے چار یا پانچوین حصہ ملینگے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح کے قول پر دار مذکور بطریق عول و مضاربت تقسیم ہوگا پس زید بحساب تہائی کے ایک سہم کے اور عمرو بحساب کل کے تین سہام کے شریک کیا جائیگا اور اگر عمرو مرگیا تو زید کو تہائی دار و مال ملیگی اور اگر دار مذکور استحقاق مین لے لیا گیا تو عمرو کی وصیت باطل ہوگئی اور زید باقی مال مین سے تہائی لے لیگا اور اگر دار مذکور استحقاق مین نہ لیا گیا بلکہ منہدم ہوگیا تو عمرو سے کہا جائیگا کہ اپنا حصہ بتا دے اور زید اپنا حصہ بتا دیگا اور وارث لوگ اپنا حصہ بتا دینگے اور انمین سے جسنے بتانے سے انکار کیا اسپر جبر نکیا جائیگا اور جب دوسرے نے اپنا حصہ بتانا چاہا اسکو ممانعت نکیجائیگی اور چاہے کرایہ پر دے اور چاہے اسمین رہے یہ بدائع مین ہے اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اسکے رقبہ کی وصیت کی اور باغ مذکور اسکا تہائی مال ہے تو باغ مذکور عمرو کا ہوگا اور اسکی حاصلات زید کے واسطے ہوگی اور سینچنے اور خراج اور اسکی درستی کی چیزین اور اسکے درستی کی چیزون کی مرمت زید پر ہوگی - اور اگر کسی کے واسطے اپنی بکریون کے صوف کی یا انکے دودھ کی یا مسکہ کی یا بچون کی ہمیشہ کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہے الا اسقدر کے حق مین جائز ہوگی جو موصی کی موت کے روز ان بکریون کی پیٹھ پر بال ہین یا تھنون مین دودھ ہے یا تھنون کے دودھ مین مسکہ ہے یا جو بچہ پیٹ مین ہین - اور پھر اسکے بعد جو کچھ ان چیزون مین سے نئی پیدا ہون تو اسمین حق وصیت کچھ نہو گا - اور اگر اپنے درختان خرما کے حاصلات کی زید کے واسطے ہمیشہ کے لیے وصیت کر دی اور اسکے رقبہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور ہنوز وہ درخت پھل آنے کے قابل نہین ہوے ہین اور پھل نہین آئے ہین تو انکے سینچنے و پرداخت کرنے کا خرچہ عمرو پر ہوگا پھر جب انمین پھل آوین تو اسکا خرچہ زید پر ہوگا اور اگر ایک سال اسمین پھل لگے پھر بیچ مین خالی دیا اور کچھ پھل نہین آئے تو اسکا خرچہ زید پر ہوگا اور یہ نظیر غلام خدمت کی ہے کہ جس غلام کے خدمت کی وصیت ہے تو اس غلام کا نفقہ رات و دن سب کا موصی لہ پر ہوتا ہے اگرچہ غلام مذکور رات مین اسکی خدمت نہین کرتا ہے بلکہ سوتا رہتا ہے اور اگر زید نے جسکے واسطے حاصلات کی وصیت ہے ان ایام کا خرچہ نہ اٹھایا اور عمرو نے جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہے اسنے خرچہ اٹھایا پھر انمین پھل آئے تو عمرو اس حاصلات سے اپنا خرچہ سب وصول کرلیگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر زید کے واسطے اپنی روئی کی اور عمرو کے واسطے بنولون کی وصیت کی یا بکری معین کے گوشت کی زید کے واسطے اور اسکے کھال کی عمرو کے واسطے وصیت کی یا زید کے واسطے گیہون کی جو بالیون کے اندر ہین وصیت کی اور عمرو کے واسطے اسکے بھوسہ کی وصیت کی تو دونون کے واسطے وصیت جائز ہے اور زید و عمرو دونون پر واجب ہوگا کہ کھلیان کو روندوادین اور بکری کو مسلوخ کرادین - اور اگر گدے کی وصیت زید کے واسطے اور اسکے اندر کے روئی کی وصیت عمرو کے واسطے کی تو بالاتفاق گدے سے روئی نکلوانا عمرو پر لازم ہے - اور اگر ان تلون کے تیل کی زید کے واسطے اور اسکے کھل کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو زید پر تیل نکلوانے کا خرچہ پڑیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اگر زید کے واسطے معین بکری کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اسکے پائون کی وصیت کی تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر یہ بکری تہائی مال سے برآمد ہو تو زید کو ملیگی اور عمرو کو کچھ نہ ملیگا اور اگر باوجود اسکے بکر کے واسطے اسکے ماتھ کی اور خالد کے واسطے اسکے کھال کی وصیت بھی کی ہو تو فرمایا کہ بکری ذبح کیجائیگی اور عمرو کو پائون اور بکر کو ماتھ اور خالد کو کھال دیدی جائیگی اور باقی زید کے واسطے ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر وصیت کی کہ اس ہنڈی مین سے مسکہ زید کے واسطے اور اسکا مٹھا عمرو کے واسطے ہے تو مسکہ نکالنا زید کے ذمہ ہوگا - اور اگر حلقہ انگشتری کی زید کے واسطے اور اسکے نگینہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو وصیت دونون کے حق مین جائز ہوگی پھر اگر نگینہ جدا کرنے مین ضرر ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر نگینہ

کی بانسبت حلقہ کی قیمت زائد ہی تو زید سے کہا جائیگا کہ اسکو نگینہ کی قیمت دیدے اور نگینہ تیرا ہو جائیگا اور اگر نگینہ بیش قیمت ہو تو عمرو سے کہا جائیگا کہ زید کو اسکے حلقہ کی قیمت دیدے اور یہ مسئلہ مثل اسکے ہی کہ ایک شخص کی مرغی نے دوسرے کا موتی نگل لیا تو اسمین بھی ایسا ہی حکم ہی اور اگر ایک شخص کی زمین مین انگور وغیرہ کے درخت لگے ہین پس اسنے زمین کی وصیت زید کے واسطے اور درختان انگور و پودون وغیرہ درختون کی وصیت عمرو کے واسطے کی پھر عمرو نے اپنے درخت کٹوائے اور زمین مین گڈھے ہو گئے اور زید نے اس سے مطالبہ کیا کہ زمین جیسی تھی ویسی برابر کردے تو عمرو پر اسکا برابر کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر اپنے غلام کی زید کے واسطے اور اسکے خدمت کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو غلام کا نفقہ عمرو پر ہوگا پھر اگر غلام کو کوئی مرض عاجز کنندہ لاحق ہوا یا بسبب کمسنی وغیرہ کے وہ خدمت سے عاجز ہی تو اسکا نفقہ زید پر ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنے باغ کے حاصلات پھل وغیرہ کی جو اسمین موجود ہین زید کے واسطے وصیت کی اور نیز زید کیواسطے ہمیشہ کے لیے اسکے حاصلات کی وصیت کردی پھر مر گیا اور سوائے اس باغ کے اسکا کچھ مال نہین ہی اور باغ مین سو درم کا غلہ یعنے پیداوار موجود ہی اور باغ تین سو درم کا ہی تو موصی لہ کو موجودہ پیداوار کی تہائی ملیگی اور آیندہ ہمیشہ تک جو حاصلات ہوا کرے اسکی تہائی ملا کریگی۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے کرایہ غلام سے بیس درم سالانہ کی وصیت کی پھر کسی سال کرایہ زیادہ آیا اور کسی سال کم آیا تو زید کے واسطے ہر سال کا تہائی کرایہ روک رکھا جائیگا اسمین سے بیس درم زید کو جب تک زندہ رہے خرچ دیے جاوینگے جیسا کہ موصی نے وصیت کی تھی اور بسا اوقات بعض سال مین کرایہ نہین حاصل ہوتا ہی اسواسطے تہائی کرایہ اسکے حق کا روک رکھا جائیگا اسی طرح اگر یہ وصیت کی کہ زید کو میرے مال سے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو بھی پوری تہائی رکھ چھوڑی جائیگی تاکہ موافق وصیت موصی کے اسمین سے پانچ درم ماہواری اسکو نفقہ دیا جاوے اور تہائی روک رکھنے کے حق مین خواہ وہ ایک درم ماہواری کی وصیت کرے یا دس درم ماہواری کی سب برابر ہین یہ مبسوط مین ہی۔ ہشام نے فرمایا کہ مین نے امام محمد رہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دو شخصون کے واسطے وصیت کی کہ ہر ایک کو ماہواری اس اس قدر خرچ دیا جاوے اور تہائی مال دونون کے واسطے روک رکھا گیا پھر دونون موصی لہ مین سے ایک کے ساتھ وارثون نے صلح کرلی اسطرح کہ اسکو کچھ مال بدین شرط دیا کہ وہ اپنی وصیت سے لادعوی ہو جاوے تو فرمایا کہ تہائی مال دونون کے واسطے رکا رہیگا اور جسنے صلح کرلی ہی اسکا حصہ وارثون کو واپس نہ دیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا دار زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے اور عمرو کو ہزار درم سال بھر کے واسطے قرضہ دیے جاوین اور وارثون نے مین مال سوائے دار کے تلف کردیا پھر وہ دار ہزار درم کے عوض جو اسکی قیمت ہی فروخت کیا گیا تو یہ دراہم عمرو کو قرضہ دیے جاوینگے پھر سال کے بعد وارثون کے ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ امام محمد رہ نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے زید کو جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری دیے جاوین اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت دیدی تو مال کے چھ حصے کیے جاوینگے جسمین سے عمرو کو ایک حصہ دیا جائیگا اور باقی پانچ حصے روک رکھے جاوینگے اور اسمین سے موافق وصیت کے پانچ درم ماہواری زید کو دیے جاوینگے اور یہ امام اعظم رہ کا قول ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد رہ نے فرمایا کہ مال کے چار حصے کیے جاوینگے۔ پھر کتاب مین فرمایا کہ اور جسقدر زید کے حصے مین پڑا ہی وہ اسکے سپرد کیا جائیگا۔ اور کتاب مین قلیل و کثیر کی کوئی تفصیل مذکور نہین ہی اور امام ابو یوسف رہ سے مروی ہی کہ یہ حکم قلیل مین ہی اور اگر مال کثیر ہو تو جس مقدار سے زیادہ زید کی زندگی کی توقع نہو یعنے معلوم ہو کہ غالبا اس سے زیادہ زندہ نہ رہیگا تو اس سے زیادہ مال نہ روکا جائیگا بلکہ وارثون کو دیدیا جا

ولیکن جو کتاب مین مذکور ہے وہی اصح ہے - اور اگر تمام مال جو زید کے واسطے روکا گیا ہے اُسکے خرچ ہو جانے سے پہلے زید مر گیا تو
عمرو کی وصیت حصہ سوم پوری کر دی جائیگی اور مال کی وہ تہائی معتبر ہوگی جو موصی کی موت کے روز تھی اور وہ تہائی معتبر نہوگی
جو زید کی موت کے روز ہے اسواسطے کہ حق عمرو اُس تمام مال کی تہائی سے متعلق تھا جو مرگ موصی کے روز تھا لیکن زید کی مزاحمت
کی وجہ سے اُسکے حق مین نقصان ہو گیا تھا پھر جب مزاحمت جاتی رہی تو اُسکو پورے مال کی تہائی پوری کر دیجائیگی لیکن اگر
دو تہائی مال سے زائد خرچ ہو چکا ہو تو ایسی حالت مین اُسکو نفقہ دیا جائیگا اور تہائی پوری نہ کیجائیگی اسواسطے کہ مال مین سے
اسقدر باقی نہین رہا ہے جس سے تہائی پوری کیجاوے پھر جب عمرو کا حق پورا کر دیا گیا تو جسقدر باقی رہے وہ وارثان موصی کو
دیا جائیگا اور وارثان زید کو ندیا جائیگا - یہ سب اُسوقت ہے کہ وارثون نے وصیتون کی اجازت دیدی اور اگر اجازت نہ دی
تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی مال زید و عمرو کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک چار حصے
ہو کر تقسیم ہوگا پھر بنا بر قول امام اعظم رح کے تہائی کا نصف عمرو کو دیا جائیگا اور نصف باقی روک رکھا جائیگا تاکہ زید کو ماہواری
نفقہ دیا جاوے پھر اگر زید اس مال کے سب خرچ ہونے سے پہلے مر گیا تو جسقدر باقی رہا ہے وہ عمرو کو دیدیا جائیگا - اور اگر
زید و عمرو دو شخصون کے واسطے وصیت کی کہ جب تک زندہ رہین انکو ماہواری دس درم دیے جاوین اور بکر کے واسطے
اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وارثون کی اجازت دینے کی صورت مین امام اعظم رح کے نزدیک تمام مال کے چھ حصے کیے
جاوینگے اور بعدم اجازت کی صورت مین دو حصے کیے جاوینگے اور صاحبین کے نزدیک چار حصے کیے جاوینگے - پھر اگر زید
و عمرو مین سے ایک مر گیا تو بکر کو مال موقوف مین سے کچھ ندیا جائیگا بلکہ جو کچھ دونون کے واسطے روک رکھا گیا تھا وہ ویسا ہی
سب کا سب رُکا رہیگا اور دونون مین سے جو زندہ باقی ہے اُسکو نفقہ دیا جایا کریگا اور اگر موصی نے آخر وصیت مین یہ لفظ
کہا ہو کہ دونون مین سے ہر ایک کو پانچ درم نفقہ دیے جاوین تو اُسکے مطلق ایجاب سے جو امر واجب ہو گیا تھا یہ اُسکا
بیان ہو جائیگا پس اس سے حکم مختلف نہوگا - اور اگر میت نے عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور زید کے واسطے
جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری دیے جانے کی وصیت کی اور بکر کے واسطے جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری
نفقہ دیے جانے کی وصیت کی پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک نو حصے کیے جاوینگے جنمین
سے عمرو کو ایک حصہ دیا جائیگا اور باقی آٹھ سہام مین سے زید و بکر کے واسطے چار چار سہام روک رکھے جاوینگے - اور
امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک مال کے سات حصے کیے جاوینگے جنمین سے ایک حصہ عمرو کو دیا جائیگا اور باقی
چھ حصص مین سے تین تین حصے زید و بکر کے واسطے روک رکھے جاوینگے - یہ سب اُسوقت ہے کہ وارثون نے اجازت
دیدی - اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو بھی صاحبین رح کے نزدیک تہائی مال کے سات حصے کیے جاوینگے - اور
امام اعظم رح کے نزدیک تہائی سے زائد کا استحقاق و اُسکی مقدار پر شریک کیا جانا باطل ہو گیا پس گویا وے سب ایک
تہائی کے مستحق ہین پس امام کے نزدیک تہائی مال ان سب مین برابر تین تہائی تقسیم ہوگا اور اس صورت مین اگر زید
و بکر اپنا نفقہ پورا کر لینے سے پہلے مر گئے تو باقی مال عمرو کو دیا جائیگا اور اگر زید و بکر مین سے ایک مر گیا اور ہنوز اُس
مال مین سے جو دونون پر وقف ہے باقی ہے تو اُسمین سے نصف مال عمرو کو دیدیا جائیگا اور باقی نصف مال دوسرے زندہ
کے واسطے وقف رہیگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اُسمین سے ایک چوتھائی عمرو کو ملیگی
اور تین چوتھائی دوسرے زندہ کے واسطے وقف رہیگی - اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے پانچ درم ماہواری زید

کو جب تک زندہ رہے نفقہ دیا جاوے اور عمرو و بکر کو دس درم ماہواری جب تک دونون زندہ رہین نفقہ دیا جاوے خواہ یہ لفظ
بھی کہا کہ ہر ایک کو پانچ درم ماہواری یا یہ نکہا پھر وارثون نے اجازت دیدی تو تمام مال زید کے و عمرو و بکر کے درمیان برابر نصفا نصف
تقسیم ہوگا پس نصف مال زید کے واسطے موقوف رکھا جائیگا اور نصف مال عمرو و بکر کے درمیان رکھا جائیگا اسواسطے کہ زید کے
حق مین خود پورے مال کی تنہا وصیت ہے اور عمرو و بکر دونون کے واسطے پورے مال کی تنہا وصیت ہے پس گویا موصی نے
زید کے واسطے پورے مال کی وصیت کی اور عمرو و بکر کے واسطے پورے مال کی وصیت کی ہے - پس بالاتفاق انمین تمام
مال نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر اگر زید مر گیا تو اُسکے حصہ کے مال مین سے جسقدر باقی رہا ہو وہ عمرو و بکر پر وقف کر دیا جاوے
اور دونون کو دس درم ماہواری دیے جاوینگے اور اگر عمرو و بکر دونون مین سے ایک مر گیا اور زید زندہ باقی رہا تو میت کا
مابقی حصہ اُسکے شریک پر وقف کیا جائیگا اور شریک کو پانچ درم ماہواری دیے جاوینگے - اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی
تو تہائی مال دو حصون پر برابر تقسیم ہوگا اسمین سے نصف زید کے واسطے ہوگا اور نصف عمرو و بکر کے واسطے ہوگا اسمین
بھی اماموں کا اتفاق ہے اسواسطے کہ زید تمام مال کا موصی لہ ہے اور عمرو و بکر دونون تمام مال کے موصی لہ ہین تو وارث کی اجازت
یعنے مال کا رد دونون کا ایک ہے ورنہ اصل مین اختلاف ہے ۱۲ منہ
نہ دینے کی صورت مین تہائی مال مین زید بقدر تہائی کے اور عمرو و بکر بھی بقدر تہائی کے شریک کیے جاوینگے یہ امام اعظم رح
کے نزدیک ہے - پس برابر کے شریک ہوے اور صاحبین رح کے نزدیک زید پورے مال کے حساب سے اور عمرو و بکر بھی
پورے مال کے حساب سے شریک کیے جاوینگے پس صاحبین رح کے نزدیک بھی برابر کے شریک ہوے پس بالاتفاق
تہائی مال کے برابر دو حصے ہونگے - اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے عمرو کو جبتک زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے
اور بکر کو جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو باوجود اختلاف تخریجین
کے سب کے نزدیک تمام مال تین حصون پر تقسیم ہوگا اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال ان سب کے واسطے برابر
یعنے مساوی تین حصے
تین حصے ہو کر وقف رکھا جائیگا یہ بھی بالاتفاق ہے اگرچہ امام اور صاحبین رح کی تخریج مین اختلاف ہے پھر اگر اُنمین سے
ایک مر گیا تو مابقی اُسکے ساتھی پر وقف کیا جائیگا - اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے چار درم ماہواری زید کو نفقہ دیا جاوے جبتک
زید زندہ رہے اور وصیت کی کہ عمرو و بکر کو دس درم ماہواری جب تک زندہ رہین میرے تہائی مال سے نفقہ دیا جاوے پس اگر
وارثون نے اجازت دیدی تو تہائی مال زید پر وقف کیا جائیگا اور دوسری تہائی عمرو و بکر پر وقف کیجائیگی - پھر اگر زید اپنے حصہ وصیت
کا مال پورا لینے سے پہلے مر گیا تو باقی مال وارثان موصی کو دیا جائیگا اور اگر عمرو و بکر مین سے کوئی مر گیا تو اُسکے حصہ کا باقی اُسکے شریک کے
واسطے وقف کیا جائیگا پھر اگر اسکے بعد دوسرا بھی مر گیا تو باقی مال وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا - اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی
تو تہائی مال کے دو حصے کیے جاوینگے جنمین سے نصف تہائی زید کے واسطے اور نصف تہائی عمرو و بکر کے واسطے سب اماموں کے نزدیک
باوجود اختلاف تخریجین کے وقف کیجائیگی - نیز امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے زید کے واسطے تہائی
مال کی وصیت کی وہ وقف کیا جاوے اسمین سے زید کو جب تک زندہ رہے چار درم ماہواری دیے جاوین اور مین نے
عمرو و بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی وہ وقف کیا جاوے اور اسمین سے دونون کو دس درم ماہواری جب تک
زندہ رہین نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو زید کو پوری تہائی دیدی جائیگی اُسکو جو چاہے کرے اور عمرو و
بکر کو بھی دوسری تہائی دیدی جائیگی جو چاہین کرین اور وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور قلیل و کثیر کچھ وقف نہ کیا جائیگا
اور جو کوئی ان زید و عمرو و بکر مین سے مر گیا اُسکا حصہ اُسکے وارثون کا ہوگا - اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو ایک تہائی

وصیت سے نصف فقط زید کو اور نصف باقی عمرو و بکر کو نصف نصف دیدی جائیگی۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی اسمین سے اسکو چار درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور عمرو و بکر کے واسطے تہائی کی وصیت کی عمرو کو پانچ درم ماہواری اسمین سے نفقہ دیا جاوے اور بکر کو تین درم ماہواری دیا جاوے پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو زید کو تہائی مال دیدیا جائیگا اور عمرو و بکر کو دوسری تہائی دیدی جائیگی جو دونون مین نصفا نصف ہوگی پس زید و عمرو و بکر اپنے اپنے مال سے جو چاہین کرین انکو اختیار ہوگا اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو ایک تہائی مین سے نصف زید کو اور باقی نصف عمرو و بکر کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور انمین جو مرجاوے اسکا حصہ اسکے وارثون کے واسطے میراث ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے زید کو چار درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور عمرو کو میرے باغ سے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو تہائی باغ مین دونون کا نصفا نصف استحقاق ہوگا پس ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ باغ کا غلہ فروخت کرکے اسکا ثمن وصی کے پاس یا اگر وصی نہو تو کسی عادل آدمی کے پاس موقوف رکھا جائیگا اور ہر ایک کو اسکے حصہ سے جسقدر ماہواری اسکے واسطے بیان کی ہو دیجائیگی اور اگر دونون مرگئے اور اسمین سے کچھ باقی رہا تو وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا اسوجہ سے کہ دونون کی وصیت بسبب موت کے باطل ہوگئی ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ زید کو چار درم ماہواری اور عمرو و بکر کو پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو چھٹا حصہ فقط زید کے واسطے اور چھٹا حصہ عمرو و بکر دونون کے واسطے موقوف رکھا جائیگا۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی اور عمرو کے واسطے نصف حاصلات باغ کی وصیت کی اور اسکا مال کل یہی باغ ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی غلہ ہر سال دونون پر نصفا نصف تقسیم کیا جائیگا اور اگر اسکا مال زائد ہو کہ یہ باغ اسکی تہائی ہو تو زید کو سال کی حاصلات باغ کا تین چوتھائی حصہ اور عمرو کو ایک چوتھائی ملیگا اور تقسیم امام کے نزدیک انکے اصول کے موافق بطریق منازعت ہوگی اور صاحبین کے نزدیک چونکہ تقسیم بطریق عول و مضاربت ہے لہذا اگر باغ مذکور کے سوائے اسکا کچھ مال نہو تو تہائی حاصلات دونون کو تین تہائی تقسیم کردیجائیگی اور اگر مال ہو کہ باغ اسکا تہائی ہوسکتا ہو تو تمام حاصلات دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگی اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی اور اسکی قیمت ہزار درم ہے اور عمرو کے واسطے اپنے غلام کی کمائی کی وصیت کی اور اسکی قیمت تین سو درم ہے اور موصی کا مال تین سو درم سوائے اسکے اور بھی ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک تہائی دونون مین گیارہ حصے ہوکر تقسیم ہوگی جسمین سے زید کو حاصلات باغ سے چھ حصے اور عمرو کو کرایہ غلام سے پانچ حصے ملینگے اور اگر زید کے واسطے اپنی زمین کے حاصلات غلہ کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اس زمین کے رقبہ کی وصیت کی حالانکہ زمین مذکور اسکا تہائی مال ہے پھر عمرو نے اسکو فروخت کیا اور زید نے اسکے بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہے اور زید کی وصیت باطل ہوگئی اور ثمن مین زید کا کچھ استحقاق نہوگا۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے غلہ کی وصیت کی پھر موصی کے مرنے سے پہلے کئی سال تک باغ مذکور کا غلہ آیا پھر موصی مرگیا تو موصی لہ کو اس غلہ مین سے کچھ نہ ملیگا لیکن موت موصی کے وقت باغ مین جو غلہ یعنے پھل وغیرہ موجود ہیں یا جو آیندہ پیدا ہون سب ملینگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اس ہزار درم کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اس ہزار درم مین سے سو درم کی وصیت کی تو بقول وصیت اول سے رجوع نہین ہے بلکہ نو سو درم زید کو ملینگے پھر سو درم مین سے نصف زید کو اور نصف عمرو کو ملینگے اور کہا کہ اس ہزار درم کی زید کے واسطے الا اسمین سے سو درم کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو سو درم عمرو کو اور نو سو درم زید کو ملینگے۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی پھر کہا کہ مین نے عمرو و بکر کے واسطے اسقدر کی وصیت کی جسقدر زید پسند کرے تو فرمایا کہ زید جسقدر پسند کرکے اختیار کرے اسی قدر کے واسطے تہائی

مال مین عمرو وبکر حصہ دار کیے جاوینگے پس اگر زید نے پوری تہائی کو پسند کیا تو تہائی مین سے نصف زید کا اور نصف دوسرے
موصی لہما کا ہوگا اور اگر پوری تہائی مین سے سوائے ایک درم کے پسند کی تو تہائی مین سے ایک درم کم کی مقدار پر شریک کیے
جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید وعمرو کے واسطے ہزار درم کے ہیے کہ اسمین سے زید کو سو درم اور عمرو کو دو سو درم دیے جاوین
وصیت کی تو فرمایا کہ مین ہزار درم مین سے جسقدر جسکے واسطے بیان کر دیا ہے دیکر باقی وارثون کو واپس دونگا اور اگر ہزار درم مین سے
فقط ایک کے واسطے کوئی مقدار بیان کی ہو تو اسقدر اسکو دیکر باقی کا استحقاق دوسرے کے واسطے قرار دونگا۔ اور اگر کہا کہ میرا
تہائی مال زید وعمرو کے واسطے ہے کہ اسمین سے زید کے واسطے سو درم ہین پھر اسکا تہائی مال ستر درم نکلا تو یہ سب زید ہی کو جسکے
واسطے سو درم کی مقدار بیان کی ہے دیدیا جائیگا۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال بکر و زید وعمرو کے واسطے کہ زید کے واسطے پچاس درم اور
عمرو کے واسطے سو درم ہین اور اسکا کل مال تین سو درم ہے تو تہائی سو درم دونون کے واسطے جنکے لیے مقدار بیان کی ہو تین تہائی
تقسیم ہوگا اور دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر تہائی مال تین (۳۰۰) سو درم ہو تو زید کو پچاس اور عمرو کو سو درم اور باقی ڈیڑھ سو درم بکر کو ملینگے
جسکے واسطے کوئی مقدار بیان نہین کی ہے۔ اور اگر کہا کہ تہائی واسطے زید وعمرو کے ہے زید کے واسطے سو درم اور عمرو کے واسطے
پچاس اور تہائی مال تین سو درم ہے تو ہر ایک کو اسقدر ملیگا جسقدر اسکے واسطے بیان کر دیا ہے اور باقی دونون مین نصفا نصف
ہوگا۔ اور اگر ہزار درم کی زید وعمرو کے واسطے باین طور وصیت کی کہ واسطے زید کے اسمین سے سو درم ہین تو موافق اسکے
کہنے کے سو درم زید کو دیے جاوینگے اور باقی نو سو (۹۰۰) درم عمرو کو ملینگے اور اگر انمین سے تھوڑے درم تلف ہو گئے تو باقی کے
بھی دس حصے کیے جاوینگے اور اگر اسنے بکر کے واسطے دوسرے ہزار درم کی وصیت بھی کی ہو حالانکہ اسکا تہائی مال ہزار درم ہے تو پانچ
سو درم بکر کو ملینگے اور پانچ سو درم مین زید وعمرو کے واسطے دس حصے کیے جاوینگے جنمین سے ایک حصہ زید کو اور نو حصے عمرو
کو دیے جاوینگے۔ اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم زید وعمرو کے واسطے ہین زید کے واسطے اسمین سے سو درم ہین اور باقی عمرو کے واسطے
ہین تو زید کو سو درم ملینگے۔ اور اگر سوائے سو درم کے باقی سب تلف ہو گئے تو یہ سو درم زید کو ملینگے اور عمرو کے واسطے وہی ہوگا
جو بعد سو درم کے باقی رہے اور اگر باوجود اسکے اسنے بکر کے واسطے ہزار درم دوسرے کی وصیت کی حالانکہ اسکا تہائی مال ہزار درم ہے تو
درمیانی کو کچھ نہ ملیگا اور ہزار درم باقی دونون مین گیارہ (۱۱) حصے ہو کر تقسیم ہونگے جسمین سے دس حصے ہزار درم کی وصیت والے کو ملینگے
اور ایک حصہ سو درم کی وصیت والے کو ملیگا۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید وعمرو کے واسطے وصیت کی اسمین سے
سو درم زید کے ہین اور اسکا تہائی مال ہزار درم ہے مگر تقسیم کے روز تک تلف ہو کر پانچ سو درم رہگیا ہے تو اسمین سے زید کو پورے
سو درم ملینگے اور باقی عمرو کو ملینگے اور اگر باوجود اسکے بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی بھی وصیت کی ہو اور مال مین کچھ نقصان نہین
آیا تو ہزار کا نصف بکر کو ملیگا اور باقی نصف کے دس حصے ہو کر اسمین سے ایک حصہ زید کو ملیگا اور (۹) حصے عمرو کو دیے جاوینگے۔
اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اپنے تہائی مال سے سو درم کی اور عمرو کے واسطے باقی مال کی وصیت کی اور بکر کے واسطے ہزار
درم کی وصیت کی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عمرو کو کچھ نہ ملیگا اور ہزار درم اسکا تہائی مال درمیان زید وبکر کے گیارہ حصے ہو کر تقسیم ہوگا
جسمین سے زید کو ایک اور بکر کو (۱۰) حصے ملینگے۔ اگر ایک شخص کے پاس تین ہزار درم ہون اور ہر ہزار درم ایک خاص تھیلی
مین ہون پس اسنے زید سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے جو کچھ اس تھیلی مین سے باقی رہجاوے اسکی وصیت کی تو اسکو پورے ہزار درم
ملینگے اور یہ وصیت باقی تمام وصیتون سے موخر ہوگی حتے کہ اگر اسنے عمرو کے واسطے دوسرے ہزار درم کی وصیت کی تو اول کو کچھ نہ ملیگا
اور اگر کہا کہ مین نے ان ہزار درمون کی زید وعمرو کے واسطے وصیت کی زید کے واسطے سات سو درم کی اور عمرو کے واسطے چند درم

درم کی تو یہ ہزار درم ان دونون مین تیرہ حصے ہو کر تقسیم ہونگے اور اگر کہا کہ مین نے ان ہزار درمون کی زید وعمرو کے واسطے وصیت کی انمین سے ہزار درم زید کے واسطے ہین تو پورے ہزار درم فقط زید کو ملجاوینگے اور اگر کہا کہ انمین سے ہزار درم زید کے واسطے اور ہزار درم عمرو کے واسطے ہین تو ہزار درم معین دونون مین نصفا نصف تقسیم ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر کہا کہ مین نے زید وعمرو کے واسطے ان ہزار درم کی وصیت کی اسمین سے زید کے واسطے ہزار درم ہین اور عمرو کے واسطے ان ہزار درم مین جسکی مین نے زید کے واسطے وصیت کی ہے ہزار درم ہین - یا کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید وعمرو کے واسطے وصیت کی - اسمین سے ہزار درم زید کے ہین اور ان ہزار درم مین سے عمرو کے واسطے ہزار درم ہین حالانکہ اُسکا تہائی مال ہزار درم ہے تو ہر صورت مین پورے ہزار درم عمرو کو ملینگے - اگر ایک شخص نے ایک قوم کے واسطے چند وصیتین علیحدہ علیحدہ کین پھر صاحبان وصیت مین سے کوئی حاضر ہوا اور اُسنے گواہ قائم کر کے اپنا حق وصیت لینا چاہا تو فرمایا کہ اُسکا حصہ دیکر باقیون کا حصہ روک رکھونگا پھر اگر مابقی ضائع ہو گیا تو جسنے جو کچھ لیا ہے اُسکے لیے ہوے مین حصہ رسد شریک ہوجاوینگے اور جسکو اُسکا حصہ وصیت دیا گیا ہے اُسکے دینے مین تقسیم بحق مابقی لازم نہ آویگی یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے وصیت کی کہ فلان شخص کو ہزار درم دیے جاوین کہ وہ قیدیون کو خریدے یعنے کفار نے قید اسلام یا مسلمانان اسیر بدست کفار کو خریدے پس اگر یہ شخص قبل اسکے مرگیا تو یہ مقدمہ حاکم کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ وہ کسی شخص کو اس کام کے واسطے مقرر کردے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - ایک مریض نے کہا کہ میرے مال سے بیس ہزار درم نکالو اسمین سے فلان کو اسقدر دو اور فلان کو اسقدر دو حتے کہ اُسنے اسی طور سے گیارہ ہزار کا حساب تبلایا پھر کہا کہ باقی فقیرون کے واسطے ہے پھر مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا تہائی مال فقط نو ہزار درم ہین تو فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ ہر ایک کی وصیت کے بیس حصے کر کے اُسمین سے اُسکو نو حصے دیے جاوینگے اور گیارہ حصے باطل ہوجاوینگے اور قولہ مابقی واسطے فقیرون کے ہے اسمین گویا اُسنے نو ہزار درم فقیرون کے واسطے بیان کردیے اسواسطے کہ جب اُسنے ابتدا مین تمام مال بیان کیا تو باقی اسی قدر ہوا جو ہم کہتے ہین بخلاف اسکے اگر اُسنے یہ کہا کہ میرے تہائی مال سے فلان کو اسقدر اور فلان کو اسقدر دو حتے کہ اُسنے کہا کہ باقی فقیرون کو دو تو ایسی صورت مین فقیرون کو کچھ نہ ملیگا اور صاحبان وصیت مین سے ہر ایک کو وصیت کے گیارہ جزون مین نو جزو ملینگے اور دو جزو باطل ہوجاوینگے - ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا دار فروخت کیا جاوے اور اُسکے ثمن سے دس گون گیہون خریدے جاوین اور ہزار روٹیان خریدی جاوین اور اُسنے دوسری کچھ وصیت بھی کی ہے پھر اُسکا دار فروخت کیا گیا اور اُسکے ثمن مین اسقدر گنجائش بھی نہوئی جس سے اسقدر گیہون و روٹیان خریدی جاوین اور میت کا اسکے سوا اور مال بھی ہے تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر اُسکے تہائی مال مین اس وصیت اور دوسری وصیتون کے پورا کرنے کی گنجائش ہو تو تہائی مال سے سب پوری کیجاوین اور ایسا ہوگا کہ گویا اُسنے یہ وصیت کی کہ میرے مال سے دس گون گیہون اور ہزار روٹیان خرید و اور اُسکا میرے مکان کے ثمن سے قرار دو مگر وارثون نے اُسکو دوسرے مال سے قرار دیا تو یہ امر وارثون کے حق مین مضر نہوگا لیکن اگر میت نے جو مال تجویز کیا ہے اُسمین کوئی دلیل پائی جاوے جس سے اُسی کا برقرار رکھنا ضرور ہو مثلاً معلوم ہو کہ اُسکا تھوڑا مال پاک حلال ہے اور باقی پلید و حرام ہے تو وصیتین اسی مال حلال سے نافذ کیجاوینگی - ایک شخص نے چند وصیتین کین پھر اُسکے فرزندون کو خبر پہونچی کہ ہمارے باپ نے چند وصیتین کی ہین اور اُنکو یہ معلوم نہین ہے کہ کیا وصیتین کین ہین پس اُنھون نے کہا کہ جو کچھ ہمارے باپ نے وصیت کی ہے ہمنے اُسکی اجازت دیدی تو منتقی مین مذکور ہے کہ اُنکی اجازت صحیح نہوگی اور اجازت جبھی صحیح ہوگی کہ جب بعد واقف ہونے کے اجازت دین - ایک شخص نے زید کے واسطے مال کی وصیت کی اور فقیرون کے واسطے مال کی

وصیت کی حالانکہ زید بھی محتاج ہو پس آیا اُسکو حصۂ فقراء مین سے دیا جائیگا تو علماء نے اسمین اختلاف کیا ہے اور محمد بن مقاتل رحمہ اللہ و خلف رشداد رحمہ نے فرمایا کہ دیا جائیگا اور ابراہیم نخعی و حسن بن مطیع نے فرمایا کہ نہ دیا جائیگا اور اول اصح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ نوازل مین ہے کہ اگر وصیتین کین اور فقیرون کے واسطے وصیت کی اور اپنے آزاد کردہ شدہ کے واسطے سو درم کی وصیت کی پھر اُسکا آزاد کیا ہوا اُسکی موت کے بعد مرگیا پس اگر اُسنے ہر وصیت کے واسطے کوئی مقدار بیان کردی ہو اور باقی فقیرون کے واسطے کہا ہو تو اُسکے آزاد کردہ شدہ کے سو درم فقیرون پر صرف کردیے جاوینگے اور اگر اُسنے ہر ایک وصیت کے واسطے کوئی مقدار بیان کی ہو اور فقیرون کے واسطے بھی مقدار بیان کی ہو تو آزاد کردہ شدہ کے (۱۰۰) سو درم وارثان موصی کو دیے جاوینگے اور علیٰ ہذا اگر چند وصیتین کین پھر کہا کہ باقی فقیرون پر تقسیم کردیا جاوے پھر بعض وصیتون سے رجوع کرلیا یا بعضے موصیٰ لہ قبل موت موصی کے مرگئے تو باقی فقیرون کو تقسیم کیا جائیگی اگر اُس سے رجوع نکیا ہو یہ محیط مین ہے۔

آٹھوان باب - ذمی و حربی کی وصیت کے بیان مین - ذمی کی وصیت اگر از جنس معاملات ہو تو بالاجماع صحیح ہے - اور اگر از جنس معاملات نہو تو اسمین چار اقسام ہین اول آنکہ وہ فعل ہمارے اور اُنکے نزدیک قربت ہو پس ایسی وصیت بھی صحیح ہے خواہ واسطے قوم معین کے ہو یا غیر معین کے - دوم آنکہ ہمارے اور اُنکے دونون کے نزدیک معصیت ہو پس اگر ایسی وصیت قوم معین کے واسطے ہو تو صحیح ہے اور یہ اعتبار کیا جائیگا کہ موصی نے اُن لوگون کو مالک کردیا ہے پس اسمین کوئی وجہ قربت اللہ تعالیٰ کی شرط نہوگی - اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو باطل ہے - سوم آنکہ ہمارے نزدیک قربت اور اُنکے نزدیک معصیت ہو پس اگر یہ قوم معین کے واسطے ہو تو صحیح ہے اور اُنکے واسطے تملیک شمار کیجائیگی پس اسمین موصی کی طرف تقرب شرط نہوگا - اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو باطل ہے - چہارم آنکہ ہمارے نزدیک معصیت اور اُنکے نزدیک قربت ہو تو ایسی وصیت امام ابوحنیفہ رحمہ کے نزدیک صحیح ہے خواہ قوم معین کے واسطے ہو یا غیر معین کے واسطے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اگر قوم معین کے واسطے ہو تو خیر ورنہ باطل ہے - فرمایا کہ اگر ایک ذمی نے وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے رقبات یعنے مملوک لوگ خواہ معین یا غیر معین خریدے جاوین اور میری طرف سے آزاد کیے جاوین یا یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقیرون و مسکینون کو صدقہ مین دیا جاوے یا اُس سے بیت المقدس مین چراغ جلائے جاوین یا اسمین عمارت بنائی جاوے یا تہائی مال سے ترک و دیلم پر جہاد کیا جاوے اور موصی نصرانی ہے تو وصیت صحیح ہے - اور اگر تہائی مال کی گانے والیون یا رونے والیون کے واسطے وصیت کی پس یہ عورتین معین کردی ہون تو صحیح ہوگی اور یہ شمار کیا جائیگا کہ اُسنے ان عورتون کو تہائی مذکور کا مالک کردیا ہے اور اگر غیر معین ہون تو باطل ہے - اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ایک قوم مسلمان کو حج کرایا جاوے یا اُس سے مسلمانون کی مسجد بنائی جاوے پس اگر قوم معین کے واسطے ہو تو وصیت صحیح ہوگی اور اُن لوگون کے حق مین تملیک قرار دیجائیگی اور موصی کے وارث لوگ مختار ہونگے چاہین حج کرادین و مسجد بنادین اور چاہین ایسا نکرین اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو وصیت باطل ہوگی اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے یا میرا گھر بیعہ یا کنیسہ کردیا جاوے تو صاحبین رحمہ کے نزدیک وصیت مذکور باطل ہے الا جبکہ یہ وصیت قوم معین کے واسطے ہو تو یہ اُنکے حق مین تملیک قرار دیجائیگی اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہر حال مین وصیت صحیح ہے اور یہ حکم اختلافی بقیاس مسئلہ مختلف فیہا ہے - اور ہمارے مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ کے قول پر یہ حکم گانون مین ہے اور اگر شہر مین ایسی وصیت کی تو اُسکی وصیت نافذ نہوگی یہ محیط مین ہے - حربی مستامن نے اگر مسلمان و ذمی کے واسطے وصیت کی تو سب صحیح ہے لیکن اگر اُسکے ساتھ اُسکا وارث دار الاسلام مین آیا ہو اور حربی مستامن

نے تہائی سے زائد کی وصیت کی تو تہائی سے زائد کے حق مین اُسکے وارث کی اجازت کی ضرورت ہوگی اور اگر اُسکا کوئی وارث ہی نہو
تو تمام مال سے وصیت صحیح ہوگی جیسا کہ مسلمان و ذمی کے حق مین ہی- اسی طرح اگر وارث ہو لیکن دار الحرب مین ہو تو بھی یہی حکم ہی اور
اصل مین مذکور ہی کہ اگر حربی نے دار الحرب مین وصیت کی پھر دار الحرب کے لوگ مسلمان ہو گئے یا سب ذمی ہو گئے پھر دونون نے اس وصیت کی بابت
قاضی کے پاس نالش کی پس اگر چیز وصیت بعینہ قائم ہو تو قاضی اُسکو نافذ کریگا اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے وہ تلف ہو گئی تو قاضی
اُسکو باطل کر دیگا یہ بدائع مین ہی- حربی مستامن نے اگر ذمی کے واسطے اپنے بعض مال کی وصیت کی تو باقی اُسکے وارثان اہل حرب
کو دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر دار الاسلام مین حربی مستامن نے اپنے غلام کو عند الموت آزاد کیا یا مدبر کیا تو صحیح ہوگا بدون اسکے
کہ اُسکے تہائی مال سے اعتبار کیا جاوے اور اگر ذمی نے تہائی سے زاید کی یا بعض وارثون کے واسطے وصیت کی تو مثل مسلمان
کے صحیح نہین ہی اور اگر اپنے برخلاف ملت کے واسطے وصیت کی تو مثل وارث کے صحیح ہی اور اگر حربی غیر مستامن کے واسطے وصیت کی
تو نہین صحیح ہی یہ کافی مین ہی- اور اگر ذمی نے حربی مستامن کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر کوئی مسلمان خود
مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہو گیا پھر اُسنے ان وصیتون مین سے کوئی وصیت کی تو امام اعظم رح کے قول پر اُسکی وصیتون مین سے
جو ایسی وصیتین ہین کہ مسلمان کی طرف سے صحیح ہوتی ہین وہ موقوف رہینگی اور جو مسلمان کی طرف سے صحیح نہین ہوتی ہین وہ باطل
ہونگی اور صاحبین رح کے نزدیک تصرفات مرتد فی الحال نافذ ہوتے ہین پس جس قوم کی طرف مرتد ہو گیا ہی جو وصیتین اُس قوم
طرف سے ہو سکتی ہین ویسی وصیتین اسکی صحیح ہونگی حتے کہ اگر اُسنے ایسی وصیت کی جو اُس قوم کے نزدیک کار ثواب اور ہمارے
نزدیک معصیت ہی اور یہ وصیت ایک قوم غیر معین کے واسطے واقع ہوئی تو صاحبین کے نزدیک صحیح نہوگی اور رہی مرتدہ عورت
سو وہ جس قوم کی طرف مرتد ہو گئی ہی جو اُس قوم سے صحیح ہو سکتی ہین وہ اس عورت مرتدہ کی وصیتین بھی صحیح ہونگی اور کتاب مین
فرمایا کہ سواے ایک صورت کے وہ یہ ہی کہ ایسی وصیت کی کہ اُنکے نزدیک کار ثواب ہی اور ہمارے نزدیک معصیت ہو مثلاً کنیسہ
یا بیعہ کی تعمیر کی وصیت کی یا اسکے مانند کوئی وصیت کی اور یہ وصیت ایک قوم غیر معین کے واسطے واقع ہوئی تو مین اس مسئلہ
مین امام ابو حنیفہ رح سے کوئی حکم یاد نہین رکھتا ہون اور مشائخ رح نے اسمین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ صحیح ہی اور بعض
نے فرمایا کہ نہین صحیح ہی یہ محیط مین ہی- اور بدعتی اگر اُسکی تکفیر کا حکم نہو تو حق وصیت مین بمنزلہ مسلمان کے ہی اسواسطے کہ بظاہر وہ
اسلام کا دعوی کرتا ہی اور اگر اُسکی تکفیر کا حکم ہوا تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہی پس اُسکے تصرفات مین امام اعظم و صاحبین رح کے
درمیان وہی اختلاف ہوگا جو مرتد کے حق مین معروف ہی یہ کافی مین ہی- اگر یہودی یا نصرانی نے اپنی صحت مین کنیسہ یا
بیعہ بنایا پھر مر گیا تو وہ میراث ہوگا یہ ہدایہ مسائل شتی مین ہی- ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین کوئی وصیت نکرونگا پھر مرض
مرض الموت مین کوئی چیز ہبہ کی یا اپنا بیٹا خریدا جو آزاد ہو گیا تو وہ شخص حانث نہوگا- اور اگر اپنے وارث کو کچھ ہبہ کیا حالانکہ
مرض الموت کا مریض ہی یا وارث کے واسطے کسی چیز کی وصیت کی اور اسکے نافذ کرنے کا حکم کیا تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے
فرمایا کہ دونون باطل ہین اور اگر باقی وارثون نے اسطرح اجازت دی کہ میت نے جس چیز کا حکم کیا ہی ہمنے اسکی اجازت دی
تو یہ وصیت کی طرف راجع ہوگی اسواسطے کہ وصیت ہی کا حکم دیا ہی ہبہ کی طرف راجع نہوگی اور اگر وارثون نے اسطرح
اجازت دی کہ ہمنے فعل میت کی اجازت دی تو ہبہ و وصیت دونون کے حق مین اجازت صحیح ہوگی- ایک مریض نے
کچھ وصیتین کین پھر وہ اس مرض سے اچھا ہو گیا اور برسون زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اُسکی وصیتین باقی رہینگی بشرطیکہ
اُسنے ان وصیتون کے وقت یہ نکہا ہو کہ اگر مین اس مرض سے مر جاؤن تو یا اگر مین اس مرض سے اچھا نہون تو ...

یہ وصیت کی یا فارسی مین کہا (کہ مرا ازین بیماری اگر مرگ آید یا اگر ازین بیماری بمیرم) اور اگر اُسنے یہ شرط لگائی ہو تو اچھے ہوجانے کی صورت مین یہ وصیتین باطل ہوجائینگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے وصیت کی اور کہا کہ اگر مین اپنے اس مرض سے مرجاؤن تو میرے غلام آزاد ہین اور فلان کو میرے مال سے اسقدر دیا جاوے اور میری طرف سے حج کیا جاوے پھر وہ اس مرض سے اچھا ہوگیا پھر دوبارہ بیمار ہوا اور جن گواہون کو پہلی بیماری مین وصیت پر گواہ کیا تھا انھین سے یا دوسرے گواہون سے کہا کہ تم گواہ رہو کہ مین اپنی پہلی وصیت پر ہون (یعنی جو پہلے مرض مین ۱۲) تو امام محمد رہ نے فرمایا کہ قیاساً یہ باطل ہی کیونکہ وہ جب مرض اول سے اچھا ہوا اُجبھی یہ وصیتین باطل ہوچکی ہین ولیکن مین اس مسئلہ مین استحسان کو لیتا ہون اور حکم دیتا ہون کہ یہ سب جائز ہی اور سب وصیتون کا حصہ تہائی مال مین سے لگایا جائیگا - اور یہ قیاس و استحسان ایسی صورت مین ہی کہ مریض نے کہا کہ مین نے عبد اللہ کے واسطے سو درم کی وصیت کی اور مساکین کے واسطے سو درم کی وصیت کی پھر کہا کہ مین اگر اس مرض سے مرجاؤن تو میرے غلام آزاد ہین پھر اچھا ہوگیا اور پھر دوبارہ بیمار ہوا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے کچھ وصیتین کین اور اُسکا وصیت نامہ لکھدیا پھر اسکے بعد بیمار ہوا اور پھر بھی کچھ وصیتین کین اور وصیت نامہ لکھدیا پس اگر وصیت نامہ ثانی مین یہ تحریر نکیا کہ مین نے وصیت اول سے رجوع کیا ہی تو دونون وصیتون کی تعمیل کیجائیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک شخص نے کچھ وصیت کی پھر اُسکو وسواس نے گھیرا جس سے وہ معتوہ ہوگیا اور ایک مدت ایسا ہی رہا پھر اسکے بعد مرگیا تو امام محمد رہ نے فرمایا کہ وصیت باطل ہی - ایک مریض بسبب ضعف کے گفتگو کرنے پر قادر نہین ہی لیکن اُسکی عقل موجود ہی پس اُسنے سر سے کسی وصیت کا اشارہ کیا تو محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ اشارہ سے اُسکی وصیت جائز ہی اور ہمارے اصحاب نے اس وصیت کو جائز نہین رکھا ہی اور ناطقی نے فرمایا کہ کیسانیات مین مذکور ہی کہ ایک شخص کو فالج نے مارا پس اُسکی زبان جاتی رہی اور گفتگو سے عاجز ہوگیا پس اُسنے اشارہ سے وصیت کی یا لکھدیا پھر ایک مدت تک یہی حال رہا اور زمانہ دراز گذر گیا تو اُسکا حکم مثل گونگے کے ہی - اور حسن بن زیاد سے روایت ہی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دیے اور کہا کہ یہ ہزار درم زید کے واسطے ہین اگر مین مرجاؤن تو تو اُسکو دیدینا پھر مرگیا تو ماموریہ (یعنی وصیت جائز ہی ۱۲) موافق حکم میت کے دیدیگا - اور اگر یہ نکہا کہ یہ واسطے فلان کے ہین بلکہ یہ کہا کہ زید کو یہ درم دیدینا پھر مرگیا تو ماموریہ درم زید کو ندیگا - شیخ ابو نصر الدبوسی سے روایت ہی کہ مریض نے ایک شخص کو دراہم دیے اور کہا کہ انکو زید کو دینا یا کہا کہ میرے بیٹے کو دینا پھر مرگیا حالانکہ میت پر قرضے ہین تو فرمایا کہ اگر اُسنے فقط یہی کہا کہ میرے بھائی یا بیٹے کو دیدینا اور اس سے زیادہ کچھ نکہا تو ماموریہ ان دراہم کو قرضخواہان میت کو دیدیگا - اور شیخ نصیر رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ یہ دراہم یا یہ کپڑے زید کو دیدینا اور یہ نہ کہا کہ یہ اُسکے واسطے ہین اور یہ بھی نکہا کہ یہ اُسکے واسطے وصیت ہین تو فرمایا کہ یہ باطل ہی اسواسطے کہ یہ نہ اقرار ہی اور نہ وصیت ہی - ایک شخص نے وصیتین کین اور اُسکے پیچھے لوگون نے اُسکی وصیتون کو زیوف مردی درمون سے نافذ کیا تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر وصیت کسی قوم معین کے واسطے ہو اور وہ لوگ باوجود علم اس بات کے ایسے درمون پر راضی ہوگئے تو جائز ہی اور اگر غیر معین فقیرون کے واسطے کی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی - ایک شخص نے وصایا نقد کی وصیت کی حالانکہ نقود مختلف رائج ہین تو خرید فروخت مین جو نقد سب سے زیادہ رائج ہو اُسی سے اُسکی وصیتین نافذ کیجائینگی - ایک مریض نے ہزار درم شکستہ کی وصیت کی حالانکہ اُسکے دراہم ثابت ہین (یعنی شکستہ نہین ہین ۱۲) تو اُسکے ثابت درمون سے

کوئی چیز خرید کر پھر یہ چیز شکستہ درمون سے فروخت کر کے اُسکی وصیت نافذ کیجائیگی - ایک مریض سے لوگون نے کہا کہ تو وصیت کیون نہین کرتا ہی اُسنے کہا کہ مین نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال نکالا جاوے پس ہزار درم مسکینون کو صدقہ دیے جاوین اور اس سے زیادہ کچھ نکہا یہانتک کہ مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا تہائی مال دو ہزار درم ہی تو شیخ امام ابوالقاسم نے فرمایا کہ فقط ہزار درم صدقہ کیے جاوینگے اور اگر مریض نے کہا کہ مین نے وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے نکالا جاوے اور کچھ زیادہ نکہا تو اُسکا پورا تہائی مال فقیرون کو صدقہ دیا جائیگا اور حسن بن زیاد سے مروی ہی کہ ایک مریض نے کہا کہ مین نے فلان کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وہ ہزار درم ہین پس ظاہر ہوا کہ تہائی مال اس سے زیادہ ہی تو حسن نے فرمایا کہ تہائی پوری وصیت مین دیجائیگی جا ہے جسقدر ہو اسی طرح اگر کہا کہ مین نے اس دار مین سے اپنے حصہ کی وصیت کی اور وہ تہائی ہی پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا حصہ نصف ہی تو بھی فرمایا کہ پورا تہائی مال جو نصف دار ہی دیا جائیگا اور اگر کہا کہ مین نے ہزار درم کی وصیت کی اور وہ میرا دسوان حصہ مال ہی تو موصی لہ کو فقط ہزار درم ملینگے خواہ دسوان حصہ اس سے زیادہ ہو یا کم ہو - اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے تمام اُس مال کی جو اس تھیلی مین ہی وصیت کی اور وہ ہزار درم ہین پھر ظاہر ہوا کہ اسمین دو ہزار درم ہین تو زید کو جو کچھ اُس تھیلی مین ہی سب ملیگا بشرطیکہ اُسکے تہائی مال سے زائد نہو اسی طرح اگر تھیلی مین بجاے درمون کے دینار و جواہر وغیرہ کوئی چیز پائی گئی تو بھی زید کو ملیگی - اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور وہ پورا وہ مال ہی جو اس تھیلی مین ہی تو زید کو فقط ہزار درم ملینگے - اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اُس مال کی جو اس تھیلی مین ہی ہزار درم کی وصیت کی حالانکہ ہزار درم اس تھیلی کے مال کا نصف ہی یا تھیلی مین تین ہزار درم ہین تو زید کو فقط ہزار درم ملینگے اور اگر تھیلی مین ہزار درم ہون تو زید کو ملینگے اور اگر تھیلی مین فقط پانچ سو درم ہون تو اُسکو پانچ سو درم ملینگے اور کچھ نہ ملیگا اور اگر تھیلی مین دینار یا جواہر وغیرہ ہون تو زید کو کچھ نہ ملیگا - فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ بنا بر قیاس امام اعظم رح کے چاہیے کہ موصی لہ کو اسمین سے بقدر ہزار درم کے دیے جاوین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر کہا کہ مین نے تمام اُس چیز کی جو اس بیت مین ہی وصیت کی وہ ایک گر گیہون ہین پھر معلوم ہوا کہ اسمین کئی گر گیہون ہین یا گیہون وجو ہین تو سب موصی لہ کو ملینگے بشرطیکہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اس تھیلی مین سے ہزار درم کی وصیت کی اور اس دوسری تھیلی مین سے زید کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی تو دونون تھیلیون سے اسکو ملینگے یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درم صدقہ کیے جاوین پھر وارثون نے اُسکی طرف سے گیہون صدقہ کیے یا اسکے برعکس واقع ہوا تو ابن مقاتل نے فرمایا کہ یہ جائز ہی - اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ اُسنے یون وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درم گیہون دیکر صدقہ کیے جاوین لیکن یہ لفظ سوال مین سے ساقط ہو گیا ہی پھر ابن مقاتل رح سے دریافت کیا گیا کہ اگر گیہون موجود ہون الا وارثون نے گیہون کی قیمت دیدی تو فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ یہ بھی جائز ہوگا - اور اگر ایک شخص نے درمون کی وصیت کی ہو مگر لوگون نے گیہون دیے تو نہین جائز ہی اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ بعض مشائخ نے کہا کہ یہ جائز ہی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین - اور اگر اُسنے وصیت کی کہ یہ غلام فروخت کر کے اسکا ثمن مساکین کو صدقہ کیا جاوے تو وارثون کو روا ہی کہ نفس غلام صدقہ مین دیدین - اور اگر وصی سے کہا کہ دس کپڑے خرید کر انکو صدقہ کرنا پھر وصی نے دس کپڑے خریدے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ کپڑون کو فروخت کر کے اُسکا ثمن صدقہ کر دے - اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر معین ہزار درم کے صدقہ کرنے کی وصیت کر دی پھر وصی نے بجاے ان درمون کے مال میت سے صدقہ کر دیا تو جائز ہی اور اگر دراہم وصیت قبل اسکے کہ وصی صدقہ کرے تلف ہو گئے تو مثل اُنکے وارثون کے واسطے تاوان دیگا - اور نیز امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر ایک

(حاشیہ: ابن مقاتل سے دریافت کیا گیا ۱۲ منہ)

شخص نے ہزار درم معین اپنی طرف سے صدقہ کرنے کی وصیت کی پھر یہ درم تلف ہو گئے تو وصیت باطل ہو جائیگی - ایک شخص نے
وصیت کی کہ میرے مال سے کسی قدر محتاج حاجیوں کو صدقہ مین دیا جاوے تو کیا سوائے محتاج حاجیون کے دوسرے فقیرون کو
دینا روا ہی یا نہین ہی تو امام ابو نصر رح نے فرمایا کہ یہ جائز ہی کیونکہ امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے وصیت کی
کہ فقراء مکہ معظمہ کو صدقہ دیا جاوے تو فرمایا کہ سوائے فقراء مکہ کے غیرون کو بھی صدقہ دینا جائز ہی - ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا
(یعنی اسکے سوائے دوسری جگہ کے محتاج کو دیدے ۱۲ منہ)
تہائی مال صدقہ کر دیا جاوے پھر ایک شخص نے وصی سے مال غصب کر کے تلف کر دیا پس وصی نے چاہا کہ یہ مال اسی غاصب کو صدقہ
دیا ہوا قرار دے حالانکہ غاصب تنگدست ہی تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ یہ جائز ہی - ایک شخص نے مال حرام پایا اور مرتے
وقت وصیت کی کہ یہ مال اسکے مالک کی طرف سے صدقہ کر دیا جاوے تو فرمایا کہ اگر اُسکا مالک معلوم ہو تو یہ مال اسکو واپس دیا جاوے
اور اگر معلوم نہو تو صدقہ کیا جاوے اور اگر وارثون نے اس اقرار مین اپنے مورث کی تکذیب کی تو فرمایا کہ اسمین سے بقدر
ایک تہائی کے صدقہ کیجاوے - ایک عورت نے اپنی وصیت مین کہا کہ (خویشان مرا یادگار ہست از مال من) یعنے میرے
مال مین میرے اقربا کے واسطے بھی یادگار ہی تو فرمایا کہ مال مین سے اُسکے ایسے رشتہ دار نسبی کو دیا جاوے جو اُسکا وارث
نہین ہی اور اس مال کی مقدار مقرر کرنے مین اُس شخص کو اختیار ہوگا جس سے عورت نے اس وصیت کا خطاب کیا ہی
پس عورت مذکور کے مال سے جسقدر چاہے دیدے اور ادنی مقدار وہ کہلاویگی جسپر یادگاری کا اطلاق ہو سکے یہ
فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر اپنے افضل غلامان یا خیر غلامان کی مساکین کے واسطے وصیت کی اور یہ وصیت
کی کہ فروخت کر کے اُسکا ثمن مسکینون مین خرچ کیا جاوے تو غلامون مین جو از راہ قیمت افضل و بہتر ہو وہ لیا جائیگا -
اور اگر کہا کہ مین نے اپنے غلامون مین سے بہتر یا افضل کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو ذہن کی راہ سے جو
غلام سب سے افضل ہو اُسکو دیا جائیگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے مساکین کے وصیت کی حالانکہ
اُسکا وطن دوسرے شہر مین ہی اور فی الحال وہ ایک غیر وطن مین موجود ہی تو فرمایا کہ اگر اُسکے ساتھ کچھ مال ہو تو وہ اس
شہر کے فقیرون کو دیدیا جائیگا اور جو اُسکے وطن مین ہو وہ اُسکے وطن کے مسکینون کو دیا جائیگا - اور اگر وصیت کی کہ میرا
تہائی مال فقراء بلخ کو دیا جاوے تو افضل یہی ہی کہ انھین فقیرون کو دیا جاوے اور اگر غیرون کو دیا گیا تو بھی جائز ہی اور اسی
پر فتوی ہی اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ سوائے فقراء بلخ کے غیر فقیرون کو دینا روا نہین ہی
اور اگر وصیت کی کہ دس روز مین یہ صدقہ کیا جاوے پس وصی نے ایک ہی روز مین صدقہ کر دیا تو نوازل مین لکھا ہی
کہ جائز ہی اور نیز نوازل مین لکھا ہی کہ اگر وصیت کی کہ ہر فقیر کو ایک درم دیا جاوے پس وصی نے اُسکو نصف درم دیا اور
پھر دوسرا نصف دیا حالانکہ فقیر اول نصف کو خرچ کر چکا ہی تو مجھے امید ہی کہ وصی ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی - اور اگر
وصیت کی کہ میرے کفارہ کے واسطے دس مسکین کھلائے جاوین پس وصی نے دس مسکینون کو صبح کا کھانا کھلایا پھر وہ
سب مر گئے تو وصی ضامن نہوگا اور دوسرے دس مسکینون کو صبح و شام کا کھانا کھلاوے - اور اگر کہا کہ میری
طرف سے دس مسکینون کو صبح و شام کھانا کھلایا جاوے اور کفارہ کا نام نہ لیا پس وصی نے دس مسکینون کو صبح کا کھانا
کھلایا پھر وہ سب مر گئے تو دوسرے دس مسکینون کو شام کا کھانا کھلاوے اور بعض نے دوسری صورت مین فرمایا
ہی کہ استحساناً وصی ضامن نہوگا اور سوائے اُنکے دوسرے دس مسکینون کو صبح و شام کھانا کھلاوے اور اسی پر فتوی
ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر وصیت کی کہ میری وفات کے بعد تین سو (۳۰۰) من گیہون فقیرون کو صدقہ دیے جاوین

پس وصی نے موصی کی حیات مین دو سو من بانٹ دیے تو شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ جسقدر اُسنے موصی کی حیات مین بانٹے ہین اُنکا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ موصی کی وفات کے بعد بحکم حاکم تقسیم کرے تاکہ ضمان سے بری ہوجاوے اور اگر بعد وفات موصی کے اُسنے بغیر حکم حاکم تقسیم کیے تو ضمان سے بری نہوگا پس شیخ موصوف رہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر اُسنے بعد وفات موصی کے بحکم وارثان تقسیم کیے تو فرمایا کہ اگر وارثون مین کوئی نابالغ بھی ہو تو وارثون کا حکم ناجائز ہے اور اگر نابالغ نہو تو اُنکا حکم جائز ہوگا اور جب اُسنے تقسیم کردیا تو ضمان سے خارج ہوجائیگا اور شیخ رحمہ اللہ کہتے ہین کہ بالغون کا حکم واجازت بقدر اُنکے حصہ کے صحیح ہے اور نابالغون کے حصہ مین صحیح نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - ایک شخص نے اپنے مرض مین وصیت کی کہ مین نے رمضان مین روزہ رکھکر دن مین اپنی زوجہ سے وطی کی تھی پس تم لوگ فقیہون سے دریافت کرنا جو کچھ مجھپر واجب ہوا اُسکو ادا کرنا پس اگر مملوک کی قیمت اُسکی باقی وصیتون کے ساتھ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے تو اُسکی طرف سے ایک مملوک آزاد کیا جائیگا اور نیز اُسکی طرف سے نصف صاع گیہون کھانے مین دیے جاوینگے اور اگر مملوک کی قیمت اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو اور وارثون نے زیادہ مین سے اجازت نہ دی تو اُسکی طرف سے ساٹھ مسکین کھلائے جاوینگے ہر ایک کے واسطے دو مد گیہون ہونگے اور دو مد ایک مسکین کے واسطے ہونگے بشرطیکہ یہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اگر وصیت کی کہ گیہون و روئی خریدکر مسکینون کو صدقہ دیدی جاے تو جو لوگ گیہون و روئی لادکر لاوینگے ان حمالون کی اجرت کس پر واجب ہوگی تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر میت نے اسکی حمالی کی وصیت نہ کی ہو کہ کس مقام تک اُٹھواکر لائی جاوے تو موصی کو چاہیے کہ جو شخص بلا مزدوری اُٹھا لاوے اُس سے مدد لیکر اُٹھوالے اور بطور صدقہ کے اُسکو اسمین سے دیدے - اور اگر میت نے مساجد تک اُٹھانے کی وصیت کی ہو تو اُسکی مزدوری مال میت سے ہوگی - ایک شخص کو وصیت کی یعنے وصی مقرر کیا کہ میرا تہائی مال صدقہ کردے پس اگر اُسنے اپنے واسطے رکھ لیا تو نہین جائز ہے اور اگر اپنے بالغ بیٹے کو یا نابالغ جو قبضہ کو سمجھتا ہے دیدیا تو جائز ہے اور اگر صغیر مذکور قبضہ کو نہ سمجھتا ہو تو نہین جائز ہے اور فتاوے مین لکھا ہے کہ عامل سلطان نے وصیت کی کہ میرے مال سے اسقدر مال فقیرون کو دیا جاوے تو شیخ ابو القاسم رہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات معلوم ہو کہ یہ غیر کا مال ہے تو اُسکا لینا حلال نہین ہے اور اگر معلوم ہو کہ یہ اُسکے مال مین مختلط ہے تو لینا جائز ہے اور اگر معلوم نہو تو جائز ہے یہانتک کہ یہ ظاہر ہو کہ یہ غیر کا مال ہے فقیہ رہ نے فرمایا کہ اگر مختلط ہو تو امام ابو یوسف رہ و امام محمد رہ کے نزدیک وہ مال اپنے مالک کی ملک باقی ہے تو اُسکا لینا جائز نہوگا اور سواے مالک کو واپس دینے کے کوئی راہ نہین ہے اور امام اعظم رہ کے نزدیک خلط کرنے سے غاصب اُسکا مالک ہوگیا پس اسکا لینا جائز ہے بشرطیکہ مال میت مین اسقدر ہو کہ جس سے اُسکے خصوم راضی ہو سکتے ہین - اور جامع مین لکھا ہے کہ اگر اپنے تہائی مال کی مسکینون کے واسطے وصیت کی کہ اُسمین سے ہر سال آٹھ درم صدقہ کیے جاوین یا کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال سے ہر سال سو درم صدقہ کرنے کی وصیت کی تو وصی پوری تہائی کو سال اول مین صدقہ کردیگا اور اسکو کئی سالون پر متفرق نکریگا - ایک شخص نے موت کے وقت وصیت کی کہ میرے قاتل کو عفو کیا جاوے حالانکہ قتل عمد ہے تو بقیاس قول امام اعظم رہ کے باطل ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اگر زید کے واسطے اپنے چھٹے حصہ مال کی وصیت کی پھر اسی مجلس مین یا دوسری مجلس مین زید ہی کے واسطے چھٹے حصے کی وصیت کی اور ایک وصیت کے دو گواہ کرلیے یا نہین کیے تو بالاجماع زید کو فقط ایک چھٹا حصہ ملیگا لیکن اگر وصیت زائد ہو یا ہر دو وصیت مین سے ایک زائد ہو تو ایسی صورت مین زیادہ

ملا محسن بن منصور قاضی خان ۱۲

مین کم داخل ہوجائیگی اور موصی لہ کو زیادہ دیجائیگی اور باقی کا حکم ساقط ہوجائیگا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ شیخ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی فقیرون کے واسطے وصیت کی پس وصی نے تونگرون کو دیا حالانکہ وہ نہین جانتا تھا کہ یہ لوگ تونگر ہین تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ یہ کافی نہوگا اور فقیرون کے واسطے بالاتفاق وصی ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے زید کے واسطے تہائی مال دَین کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے تہائی مال عین کی وصیت کی اور دَین سو درم ہے تو سو درم مال عین کی تہائی دونون نصفا نصف تقسیم کر لینگے پھر اگر قرضہ مین سے پچاس درم حاصل ہوے تو وہ مال عین مین ملائے جاوینگے اور اس سب کی تہائی دونون مین پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگی۔ اور اگر تہائی مال عین کی زید کے واسطے اور تہائی مال عین و دَین کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور قرضہ مین سے کچھ حاصل نہوا تو تہائی مال عین کو دونون نصفا نصف تقسیم کر لینگے پھر اگر قرضہ مین سے پچاس درم حاصل ہوے تو یہ مال عین مین ملائے جاوینگے پس صاحبین رحمہ کے نزدیک اسکے تہائی یعنے پچاس درم دونون مین تین حصے ہو کر اسطرح تقسیم ہونگے کہ اسمین سے ایک تہائی زید کو اور دو حصے عمرو کو ملینگے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک اس صورت مین بھی پچاس درم دونون مین پانچ حصے ہو کر تقسیم ہونگے۔ اور اگر ایک شخص کے پاس سو درم عین ہون اور سو درم کسی اجنبی پر دین ہون پس اُسنے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ مال عین تہائی لے لیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور فتاوے فضلی مین مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضہ کی نسبت جو دوسرے شخص پر آتا ہے یہ وصیت کی کہ وہ کارہائے خیر مین صرف کیا جاوے تو وصیت قرضہ مذکور سے متعلق ہوگی پھر اگر اسکے بعد کسی قدر قرضہ قرضدار کو ہبہ کر دیا تو اسی قدر سے وصیت بھی باطل ہوجائیگی گویا اُسنے وصیت سے اسقدر مین رجوع کر لیا اور بقالی نے فرمایا کہ گیہون دین مین داخل ہین اور فرمایا کہ وصیت بعین مین درم و دینار داخل ہوتے ہین یہ محیط مین ہے۔ فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ اگر متاع بدن خویش کی وصیت کی تو وصیت مین ٹوپی و موزہ و لحاف و اوپر پہننے کے کپڑے اور بچھونا سب داخل ہونگے اور سیر مین لکھا ہے کہ متاع کا لفظ عرف و عادت مین اوڑھنے بچھونے پر اطلاق کیا جاتا ہے پس علے ہذا متاع کی وصیت مین جامہائے پوشیدنی و بچھونے و قمیص و فرش و پردہ سب داخل ہونگے اور آیا ظروف بھی داخل ہونگے یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور امام محمد رحمہ نے سیر مین اشارہ کیا ہے کہ داخل ہونگے۔ اگر ایک شخص نے اپنے گھوڑے معہ سلاح کے وصیت کی تو امام ابو یوسف رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ آیا یہ وصیت گھوڑے کے سلاح پر ہوگی یا موصی کے سلاح پر ہوگی تو فرمایا کہ موصی کے ہتھیارون پر ہوگی اور بقالی نے اپنے فتاوے مین فرمایا کہ اونکے سلاح مین ڈھال۔ تلوار۔ نیزہ و کمان ہے۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے سونے یا چاندی کی وصیت کی اور موصی کی ایک تلوار سونے یا چاندی سے محلے ہے تو حلیہ موصی لہ کا ہوگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر حلیہ الگ کرنے سے ضرر فاحش نہو تو تلوار سے الگ کر کے دیا جائیگا اور اگر اسکے الگ کرنے مین ضرر فاحش ہو تو تلوار کی قیمت اور حلیہ کی قیمت کو دیکھا جائیگا پس اگر تلوار کی قیمت زیادہ ہو تو وارثون کو اختیار ہوگا چاہین موصی لہ کو حلیہ کی قیمت دوسری جنس سے دیدین پس تلوار معہ حلیہ اُنکی ہوجاویگی۔ اور اگر حلیہ کی قیمت زائد ہو تو موصی لہ کو اختیار ہوگا چاہے تلوار کی قیمت دیکر لے (یعنے اگر حلیہ چاندی کا ہو تو سونے سے قیمت دین یا برعکس ۱۲ منہ) پس تلوار بھی اُسی کی ہوجاویگی اور چاہے چھوڑ دے اور اگر دونون کی قیمت برابر ہو تو وارثون کو اختیار ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے قز کی وصیت کی اور موصی کا ایک جبہ یا قبا ہے جسمین قز بھرا ہوا ہے تو موصی لہ کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے جامہ قز کی وصیت کی اور موصی کا ایک جبہ ہے جسکا استر قز ہے اور ابرہ دوسرا کپڑا ہے تو استر موصی لہ کا ہوگا اور دوسرا وارثون کا ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے لیے جبہ حریر کی

وصیت کی اور موصی کا ایک جبہ ہی جسکا ابرہ حریر ہی اور استر بھی حریر ہی تو پورا جبہ وصیت مین داخل ہوگا اور اگر ابرہ حریر ہو اور استر دوسرا کپڑا ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر استر حریر ہو تو اُسکو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر کسی کے واسطے زیور کی وصیت کی تو جنپر زیور کا اطلاق کیا جاتا ہی وہ سب وصیت مین داخل ہونگی خواہ زمرد و یاقوت سے جڑاؤ ہون یا نہون اور یہ سب موصی لہ کو ملینگے۔ اور اگر کسی کے واسطے سونے کی وصیت کی اور موصی کا ایک کپڑا دیباج کا ہی جسمین تار سونے کے ہین پس اگر تانا سونے کا ہی مثل سوت کے تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اُسمین سونا ایسا ہو کہ دکھلائی دیتا ہو تو وہ موصی لہ کا ہوگا اور اسکے ماسوائے وارثون کا ہوگا پس کپڑا فروخت کیا جائیگا اور اُسکا ثمن اس سونے پر و باقی کپڑے پر تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر سونے کے حصہ مین پڑے وہ موصی لہ کا ہوگا اور اگر زیور کی وصیت کی تو وصیت مین چاندی کی انگوٹھی داخل ہوجائیگی پس اگر ایسی انگوٹھیان ہون جنکو عورتین پہنتی ہین مرد نہین پہنتے ہین تو وہ وصیت مین داخل ہونگی اور اگر ایسی انگوٹھیان ہون جنکو مرد پہنتے ہین عورتین نہین پہنتی ہین تو وہ داخل نہونگی اور آیا زیور کی وصیت مین موتی و زمرد و یاقوت داخل ہونگے یا نہین پس اگر یہ جواہر سونے یا چاندی مین جڑاؤ ہون تو بالاتفاق داخل ہوجاوینگے اور اگر جڑاؤ نہون تو امام اعظم رح کے نزدیک داخل نہونگے اسواسطے کہ یہ زیور نہین ہین اور صاحبین رح کے نزدیک زیور ہین پس داخل ہونگے یہ محیط مین ہی۔

نوان باب۔ وصی اور اُسکے اختیارات کے بیان مین۔ کسی شخص کو نہ چاہیے کہ وصیت قبول کرے یعنے وصی ہونا قبول نکرے کیونکہ امام ابویوسف رح سے روایت کی گئی ہی کہ فرمایا کہ وصی ہونا اول مرتبہ غلطی ہی اور دوسری مرتبہ خیانت ہی اور تیسری مرتبہ چوری ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ وصی تین طرح کے ہوتے ہین ایک امین کہ جس بات کی اُسکو وصیت کی گئی ہی (اگر دوسری بار قبول کرے تو خیانت ہی) اُسکے انجام دینے پر قادر ہو تو ایسا وصی مقرر رہیگا اور قاضی اُسکو معزول نہین کرسکتا ہی دوم امین کہ انجام دہی سے عاجز ہو تو قاضی اُسکے ساتھ اُسکا مددگار مقرر کردیگا۔ سوم فاسق یا کافر یا غلام ہی پس اسکا معزول کرنا و بجاے اسکے دوسرا مقرر کرنا واجب ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو روبرو وصی مقرر کیا اُسنے جواب دیا کہ مین وصیت نہین قبول کرتا ہون تو اُسکا رد کرنا صحیح ہی اور وہ وصی نہوگا پھر اگر موصی نے اُس سے کہا کہ مجھے تجھسے یہ امید نہ تھی کہ تو میری وصیت قبول نہ کرے پس موصے الیہ نے کہا کہ مین نے قبول کرلی تو جائز ہی اور اگر موصی کی زندگی مین اُسنے سکوت کیا پھر موصی مرگیا تو اُسکو اختیار رہیگا چاہے وصیت قبول کرے یا رد کردے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر زید کو وصی مقرر کیا حالانکہ زید غائب ہی پھر موصی کی موت کے بعد زید کو یہ خبر پہونچی پس اُسنے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون پھر کہا کہ مین نے قبول کرلی تو یہ جائز ہی تاوقتیکہ اُسکے قبول کرنے سے پہلے سلطان نے اُسکو خارج نکیا ہو یہ سراج الوہاج مین ہی۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے زید کو وصی مقرر کیا اُسنے موصی کی زندگی مین وصی ہونا قبول کرلیا تو یہ لازم ہوجائیگا حتے کہ اگر اُسنے موصی کی موت کے بعد اس سے الگ ہونا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر اُسنے موصی کی زندگی مین اسکو رد کردیا پس اگر ایسطرح رد کیا کہ موصی کو معلوم ہوگیا تو رد کرنا صحیح ہی اور اگر اسطرح رد کیا کہ اُسکو معلوم نہوا تو رد کرنا صحیح نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ زید کو ایک شخص نے وصی مقرر کیا اور اختیار دیا کہ جب چاہے وصی ہونے سے نکل جاوے تو یہ جائز ہی اور اسکو اختیار ہوگا کہ جب اور جسوقت چاہے وصی ہونے سے الگ ہوجاوے یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ ایک شخص کو وصیت کی اُسنے کہا کہ مین قبول نہین کرتا ہون پھر موصی خاموش رہا یہانتک کہ مرگیا پھر موصی الیہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہین ہی۔ اور اگر وصی نے اُسکے منھ پر یہ نکہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون بلکہ سکوت کیا پھر موصی کی زندگی مین اُسکے پیٹھ پیچھے یا اُسکی موت کے بعد ایک جماعت کے سامنے یہ کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ جائز ہی اور وہ وصی ہوجائیگا خواہ یہ قاضی کے سامنے

کہا ہو یا قاضی کے سامنے نہو- اور اگر اُسکے اس کہنے کے وقت کہ مین قبول نہین کرتا ہون اُسکو خارج کر دیا ہو پھر اسنے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہوگا اور اگر اُسنے موصی کی پیٹھ پیچھے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون اور اس پیغام کے واسطے ایک ایلچی بھیجدیا یا خط بھیجدیا حتے کہ موصی کو اسکی خبر پہونچ گئی پھر اُسنے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہوگا- اور اگر وصی نے موصی کے روبرو وصیت قبول کی پھر جب وصی غائب ہو گیا تو موصی نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے اُسکو وصی ہونے سے خارج کر دیا تو حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہی کہ اُسکا نکال دینا صحیح ہی- اور اگر وصی نے موصی کی پیٹھ پیچھے یعنے بغیر اُسکی آگاہی کے وصایت رد کر دی تو ہمارے نزدیک اُسکا رد کرنا باطل ہی- اور اگر زید نے عمرو کو وصی مقرر کیا اور عمرو کو یہ حال معلوم نہوا پھر عمرو نے زید کی موت کے بعد اُسکے ترکہ مین سے کوئی چیز فروخت کی تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور وصی ہونا اُسکو لازم ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- ایک شخص نے زید و عمرو دونون کو وصی کیا پس زید نے وصایت قبول کی اور عمرو نے سکوت کیا پھر موصی کی موت کے بعد قبول کرنے والے نے ساکت سے کہا کہ میت کے واسطے کفن خرید کر اُسنے کہا کہ اچھا تو یہ قبول وصیت ہی- اسی طرح اگر سکوت کرنے والا قبول کرنے والے کا خادم ہو لیکن وہ آزاد ہو اُسکے پاس کام کیا کرتا ہو اور قبول کرنے والے نے اُس سے کہا کہ میت کے واسطے کفن خرید کر اُسنے کہا کہ اچھا یا خرید کیا تو یہ قبول وصایت ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی- کرخی نے فرمایا کہ اگر وصی نے وصایت قبول کی یا بعد موت کے تصرف کیا پھر چاہا کہ اپنے آپ کو وصی ہونے سے خارج کرے تو جائز نہین ہی الا حاکم کے نزدیک جا کر اُسکے حکم سے خارج ہو سکتا ہی اور مشائخ رح نے فرمایا ہی کہ جب وصی نے التزام کر لیا پھر قاضی کے پاس حاضر ہو کر اپنے آپ کو خارج کرنا چاہا تو حاکم اُسکے حال کو دیکھیگا اگر وہ امین و انجام دہی کار پر قادر ہو تو خارج نکریگا اور اگر حاکم کو اُسکا عجز و کثرت اشغال و کم فرصتی ثابت ہو تو خارج کریگا یہ سراج الوہاج مین ہی- فرمایا کہ اگر کسی نے اپنے غلام کو یا غیر کے غلام کو وصی کیا تو اسمین تین صورتین ہین اول آنکہ سب وارث بالغ ہون دوم آنکہ بالغ و نابالغ دونون ہون سوم آنکہ سب نابالغ ہون- پس اگر اول و دوم صورت ہو تو وصیت باطل ہی ایسا ہی امام محمد رح نے جامع صغیر و اصل مین ذکر کیا ہی اور باطل کہنے سے یہ مراد ہی کہ عنقریب وہ باطل کر دی جائیگی حتے کہ اگر باطل کیے جانے سے پہلے اُسنے ترکہ مین مانند بیع وغیرہ کے کوئی تصرف کیا تو اُسکا تصرف نافذ ہوگا اور اُسکا عہدہ وارثون کے ذمہ ہوگا اور اگر تیسری صورت ہو پس اگر غیر کے غلام کو وصی کیا ہو تو وصیت باطل ہی اور اگر اپنے غلام کو وصی کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت جائز ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ باطل ہی اور باطل سے وہی مراد ہی جو ہمنے بیان کر دی ہی اور امام محمد رح کا قول اس مسئلہ مین مضطرب ہی بعض روایات مین وہ امام ابو حنیفہ رح کے ساتھ مذکور ہین اور بعض مین امام ابو یوسف رح کے ساتھ مذکور ہین یہ محیط مین ہی- اور اگر اپنے مکاتب کو وصی مقرر کیا تو جائز ہی خواہ وارث بالغ ہون یا نابالغ ہون پس اگر مکاتب مذکور مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو برابر وصی رہیگا اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو اُسکا حکم وہی ہی جو غلام کا مذکور ہوا ہی- اور اگر ایسے غلام کو وصی مقرر کیا جو سعایت کرتا ہی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بھی جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی- اور اگر فاسق کو وصی مقرر کیا جسکی طرف سے موصی کے مال تباہ کرنے کا خوف ہی تو اصل مین مذکور ہی کہ وصیت باطل ہی یعنے قاضی اُسکو وصی ہونے سے خارج کر دیگا اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اگر فاسق کو وصی مقرر کیا تو قاضی کو چاہیے کہ اُسکو خارج کر کے بجاے اُسکے دوسرا وصی مقرر کر دے درحالیکہ فاسق ایسا شخص ہو

جو وصی ہونے کے لائق نہین ہی۔ اور اگر قاضی نے وصیت کو نافذ کیا اور اس وصی نے قرضہ میت ادا کیا اور اُسکا ترکہ اسطرح فروخت کیا جیسا وصی لوگ فروخت کرتے ہین قبل اسکے کہ قاضی اُسکو وصی ہونے سے خارج کرے تو جو کچھ اُسنے کیا ہی سب جائز ہوگا اور اگر قاضی نے اُسکو خارج نکیا یہانتک کہ اُسنے فسق سے توبہ کرلی اور صالح ہوگیا تو قاضی اُسکو برحال خود وصی چھوڑ دیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر قاضی کو معلوم نہوا کہ میت کا کوئی وصی ہی پس اُسنے وصی کے سامنے دوسرا وصی مقرر کیا پس وصی اول نے کام مین مداخلت کی تو اُسکو اختیار ہوگا اور قاضی کا یہ فعل اُسکو وصیت سے خارج کرنا شمار نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر قاضی کو میت کا وصی مقرر کرنا معلوم نہوا پس اُسنے وصی کی غیبت مین دوسرا آدمی وصی مقرر کیا تو وصی وہی میت کا وصی ہوگا نہ وصی قاضی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی مستامن یا غیر مستامن کو وصی مقرر کیا تو یہ باطل ہی یعنے قاضی اُسکے وصی ہونے کو باطل کردیگا اسواسطے کہ اگر مسلمان نے ذمی کو وصی مقرر کیا تو قاضی اُسکو باطل کریگا تو یہ بدرجہ اولے باطل کرنے کے لائق ہی۔ اور اگر ذمی نے حربی کو وصی مقرر کیا تو نہین جائز ہی اسواسطے کہ ذمی کی نسبت حربی کی طرف اس معاملہ مین ویسی ہی ہی جیسے مسلمان کی ذمی کی طرف۔ اور مسلمان نے اگر ذمی کو وصی کیا تو باطل ہی اسی طرح ذمی کا حربی کو وصی مقرر کرنا بھی باطل ہی۔ اور اگر حربی ایسا شخص ہو جسکی طرف سے مال تلف کرڈالنے کا خوف ہو تو قاضی اُسکو وصی ہونے سے خارج کر دیگا اور بجاے اُسکے دوسرا شخص عادل مقرر کریگا۔ اور اگر ذمی نے دوسرے ذمی کو وصی مقرر کیا تو جائز ہی اور قاضی اُسکو وصی ہونے سے خارج نکریگا اور اگر حربی دارالاسلام مین امان لیکر آیا اور اُسنے کسی مسلمان کو وصی مقرر کیا تو جائز ہی اور وہ خارج نہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی کو وصی مقرر کیا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اپنے حال پر وصی رہیگا اسی طرح اگر کسی مرتد کو وصی مقرر کیا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر ایک عاقل کو مقرر کیا پھر وہ مجنون ہوگیا اور اُسکا جنون مطبق ہی تو قاضی کو چاہیے کہ اُسکی جگہ دوسرا شخص وصی مقرر کردے اور اگر ہنوز قاضی نے ایسا نکیا یہانتک کہ وہ اچھا ہوگیا تو برحال خود وصی رہیگا۔ اور اگر طفل یا معتوہ کو یا ایسے مجنون کو جسکا جنون مطبق ہی وصی مقرر کیا تو جائز نہین ہی خواہ مجنون مذکور کو اسکے بعد افاقہ ہوجاوے یا نہو۔ اور اگر مرتد نے اپنے فرزند نابالغ مسلمان کا مال فروخت کیا پھر مرتد مذکور مسلمان ہوگیا تو ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اُسکی بیع جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کسی مرد نے عورت یا اندھے کو وصی مقرر کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر ایسے شخص کو جو تہمت لگانے مین شرعی حد مارا گیا ہی وصی کیا تو بھی جائز ہی۔ اور اگر طفل کو وصی مقرر کیا تو قاضی اُسکو خارج کردیگا اور بجاے اسکے دوسرا وصی مقرر کریگا ایسا ہی خصاف رح نے ذکر فرمایا ہی اور آیا طفل کے تصرفات قبل اُسکے خارج کیے جانے کے مثل غلام و ذمی کے تصرفات کے نافذ ہونگے یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ نافذ ہونگے اور بعض نے فرمایا کہ نہین نافذ ہونگے اور یہی صحیح ہی اور فرمایا کہ اگر طفل و غلام و ذمی کو قاضی نے ہنوز وصایت سے خارج نکیا ہو کہ طفل بالغ ہوگیا و غلام آزاد کیا گیا و ذمی مسلمان ہوگیا تو ذمی و غلام وصی باقی رہینگے اور پھر قاضی اُنکو وصی ہونے سے خارج نکریگا۔ اور رہا طفل تو اُسکے حق مین اختلاف ہی امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ وصی نہوگا اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ وصی ہوگا اور امام محمد رح کا قول مثل قول ابویوسف رح کے ہی اور نوادر ابراہیم مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر زید کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ اگر تو مرجاوے تو تیرے بعد عمرو وصی ہوگا پس زید کو جنون مطبق ہوگیا تو قاضی بجاے اُسکے دوسرا وصی مقرر کریگا یہانتک کہ مجنون مذکور مرجاوے پھر عمرو وصی ہوجائیگا۔ اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین امام محمد رح سے

روایت کی ہو کہ اگر ایک شخص نے اپنے طفل نابالغ کو وصی مقرر کیا تو فرمایا کہ قاضی بجاے اُسکے دوسرا وصی مقرر کریگا مگر حکم میت
جائز ہو لہذا جب وہ طفل بالغ ہو جائیگا تو جائز ہوگا کہ قاضی اپنے مقرر کردہ وصی کو خارج کر دے اور بدون اخراج قاضی کے
وہ خارج نہو جائیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر ایسے شخص کو وصی مقرر کیا جو کارہاے وصیت کے انجام دینے سے عاجز ہو تو قاضی
اُسکے ساتھ دوسرا مددگار مقرر کر دیگا - اور اگر وصی نے قاضی کے پاس جا کر اپنی عاجزی کی شکایت کی تو قاضی اُسکی درخواست
کو منظور نکریگا جبتک کہ تحقیق کر کے اس حال کو معلوم نکرے پھر اگر قاضی کے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ بالکل عاجز ہو تو اُسکو موقوف
کر کے دوسرا وصی مقرر کر دیگا اور اگر وہ شخص کارہاے وصیت کی انجام دہی پر قادر ہو اور امین ہو تو قاضی کو اُسکے موقوف
کرنے کا اختیار نہین ہو اسی طرح اگر وارثون نے یا بعض وارثون نے قاضی کے پاس وصی کی شکایت کی تو بھی قاضی کو اُسکا
موقوف کرنا نچاہیے یہانتک کہ قاضی کو اُسکی کوئی خیانت ثابت ہو جاوے پھر اگر اُسکی کوئی خیانت ثابت ہو تو اُسکو معزول
کر دے یہ کافی مین ہی - قاضی کے نزدیک اگر وصی متہم ہوا تو امام ابوحنیفہ رہ نے فرمایا کہ قاضی اُسکو موقوف نکریگا بلکہ اُسکے ساتھ
دوسرا آدمی مقرر کر دیگا اور امام ابو یوسف رہ نے فرمایا کہ معزول کر دیگا اور یہی ظاہر ہو اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی - فتاوای فضلی مین ہی کہ ایک شخص جو مال وقف یا ترکہ میت کے واسطے وصی مقرر ہی کارہاے ترکہ میت یا اعمال
وقف کے انجام دینے سے عاجز ہوا پس حاکم نے دوسرا وصی مقرر کیا پھر وصی اول نے بعد چند روز کے کہا کہ جو کام میرے سپرد
کیا گیا تھا اب مین اُسکی انجام دہی پر قادر ہو گیا ہون پس آیا قاضی اُسکو دوبارہ اپنی حالت سابق پر پہونچا دیگا فرمایا کہ وہ
اپنی حالت پر بدستور وصی ہی اُسکو قاضی کی طرف سے دوبارہ مقرر کرنے کی ضرورت نہین ہی یہ محیط مین ہی - ایک
شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا تو امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون مین سے ایک وصی تنہا تصرف
نہین کر سکتا ہی اور اگر تصرف کیا تو بدون اجازت دوسرے کے نافذ نہوگا لیکن چند چیزون مین تنہا ایک کا تصرف نافذ
ہوگا ازانجملہ تجہیز و تکفین میت و اداے قرضہ میت بشرطیکہ ترکہ از جنس قرضہ ہو اور مال عین کی وصیت میت کا نافذ کرنا
جبکہ وصیت بعین ہو اور ثواب کی راہ سے بردہ آزاد کرنا اور مالہای مغصوبہ و ودائع کا واپس دینا اور میت کا قرضہ
دوسرے سے وصول کرنا یا میت کی ودیعت کسی سے وصول کرنا انہین تنہا ایک وصی قبضہ نہین کر سکتا ہی اسواسطے
کہ یہ از باب امانت ہی اور میت کے حقوق جو لوگون پاس یا اُنپر ہین اُنکی نالش تنہا ایک وصی کر سکتا ہی اور تنہا ایک
وصی کو اختیار ہی کہ صغیر کی طرف سے اُسکا ہبہ قبول کرے یا کیلی و وزنی چیز تقسیم کر لے یا صغیر کو کسی کام کی اجازت دیدے
اور نیز ایسی چیز کہ جسکے تباہ و تلف ہو جانے کا خوف ہو وہ ذخیرہ نہین رکھی جاتی ہی تنہا فروخت کر سکتا ہی جیسا کہ پھل
وغیرہ - اور اگر میت نے وصیت کی کہ میرے مال سے اس اس قدر صدقہ کر دیا جاوے اور کسی فقیر کو معین نکیا
تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا ایک وصی اسکو نہین کر سکتا ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک کر سکتا ہی
اور اگر کسی فقیر کو معین کر دیا ہو تو بالاتفاق تنہا اسکو ایک وصی نافذ کر سکتا ہی اور اگر مساکین کے واسطے کسی چیز کی وصیت کی اور مساکین کو
معین نکیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی کہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا نہین دیسکتا ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک
تنہا دیسکتا ہی اور اگر مسکین کو معین کر دیا تو بالاتفاق تنہا دیسکتا ہی - یہ سب اُس صورت مین ہی کہ ایک ہی کلام مین ایک ساتھ
دونون کو وصی مقرر کیا ہو اور اگر ایک کو پہلے مقرر کیا پھر دوسرے کو مقرر کیا تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اسمین مشائخ نے
اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ ایسی صورت مین ہر ایک تنہا تصرف کا مختار ہی اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح و امام محمد رح

کے نزدیک بہرحال ایک کو تنہا تصرف کا اختیار نہین ہی اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر دو آدمیون کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ ہر ایک ان دونون مین سے پورا وصی ہی تو ہر ایک کو تنہا تصرف کا اختیار ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے ایک کو خاص ایک شی کا وصی مقرر کیا مثلاً اسکو اپنے قرضہ کے تصرفات کا جو لوگون پر آتا ہی وصی مقرر کیا اور دوسرے کو دوسرے نوع کا وصی کیا مثلاً کہا کہ جو مجھپر قرضہ ہی اُسکے ادا کرنے کا تو وصی ہی اور تیسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اپنے مال کے کامون کی پرداخت کا وصی مقرر کیا یا ایک سے کہا کہ مین نے تجھے اپنے قرضہ کے تقاضے کا وصی مقرر کیا اور اسکے سوائے اُسکو کچھ وصیت نہین کی اور فلان دوسرے کو اپنے تمام مال کی پرداخت کا وصی مقرر کیا تو ہر ایک وصی امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسف کے نزدیک تمام انواع کے واسطے وصی ہو جائیگا گویا اُسنے دونون کو وصی مقرر کر دیا ہی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک جسکو جس امر کی وصیت کی ہی اُسی کے کام کے واسطے وہ وصی ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر زید کو اپنے ایک پسر پر وصی مقرر کیا اور عمرو کو دوسرے پسر پر وصی مقرر کیا یا ایک کو اپنے مال حاضر پر وصی کیا اور دوسرے کو مال غائب پر وصی کیا پس اگر شرط لگا دی کہ جس کام کے واسطے ایک وصی ہی اُسمین دوسرے کو کچھ اختیار نہین ہی تو بالاتفاق اُسکی شرط کے موافق حکم ہوگا اور اگر ایسی شرط نہ لگائی ہو تو مسئلہ مین اختلاف مذکور جاری ہوگا اور فتوی امام ابو حنیفہ رحمہ کے قول پر ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا پھر ایک مرگیا تو بنا بر قول امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے زندہ کو اُسکے مال مین تصرف کا اختیار نہوگا پس یہ مقدمہ قاضی کے پاس پیش کیا جائیگا پس اگر قاضی کی راے مین آیا کہ اسکو تنہا وصی کر کے تمام اختیار دیدے تو ایسا کریگا اور اگر بجاے میت کے اسکے ساتھ دوسرا آدمی مقرر کرنا مصلحت معلوم ہوا تو ایسا کریگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جسطرح اُسکی زندگی مین دوسرے کو تنہا تصرف کا اختیار تھا اُسیطرح اُسکے مرجانے کے بعد بھی دوسرے کو تنہا تصرف کا اختیار رہیگا اور یہان تین مسئلہ ہین ایک تو یہی ہی اور دوسرا یہ کہ ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا پھر مرگیا پھر دونون مین سے ایک نے وصیت قبول کی دوسرے نے قبول نکی یا موصی کی موت سے پہلے ایک وصی مرگیا اور دوسرے نے وصی ہونا قبول کیا تو امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک قبول کرنے والے کو تنہا تصرف کا اختیار نہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ہوگا سوم آنکہ دو شخصون کو وصی مقرر کیا پھر اُنمین سے ایک فاسق ہو گیا تو قاضی کو اختیار ہی چاہے دوسرے کو تمام مختار کر دے اور چاہے فاسق کے بجاے دوسرا عادل مقرر کر کے اُسکے ساتھ کر دے پھر قبل حکم قاضی کے جو وصی صالح رہا ہی اُسکو امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک تنہا تصرف کا اختیار نہین ہی اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک تنہا تصرف کا اختیار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص ایک قوم کے ساتھ سفر مین مرگیا تو فرمایا کہ استحساناً وہ لوگ اُسکی متاع و کپڑون کو فروخت کر دین اور اُسکے رقیقون کو فروخت نکرین اور ان رقیقون کے نفقہ مین مال میت خرچ نکرین لیکن اگر رقیقون کے پاس اُنکے مولی کا اناج ہو یا وہ مولے کے دراہم لیتا ہو تو رقیق خود ہی کھا دے یہ نہو کہ یہ لوگ اُسکو دیدین اسی طرح اگر دراہم ہون تو رقیق خود ہی لیکر کھا دے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص مرگیا اور لوگون پر اُسکے قرضہ ہین اور اُسپر لوگون کے بھی قرضہ ہین اور اُسنے بہت مال اور وارث چھوڑے پھر ایک شخص نے دو گواہ قائم کیے کہ میت نے مجھے اور فلان غائب کو وصی مقرر کیا ہی تو قاضی اسکی گواہی قبول کریگا اسواسطے کہ اس شخص نے اپنے حق پر گواہ قائم کیے ہین اور اسکا حق متصل بحق غائب ہی پس وہ غائب کی طرف سے خصم ہو سکتا ہی پس دونون وصی ہو جاوینگے پھر امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک جبتک غائب حاضر نہو تبتک

سوائے اُن تصرفات کے جنکو تنہا ایک وصی کرسکتا ہی باقی تصرفات مین اسکو تنہا تصرف کا اختیار نہوگا - پھر اگر اسکے بعد غائب حاضر ہوا اور اُسنے حاضر کی تصدیق کی اور دعوی کیا کہ میت نے ہم دونون کو وصی مقرر کیا تھا تو اُسکو دوبارہ گواہ لانے کی کوئی حاجت نہوگی اور دونون وصی ہوجاوینگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غائب جو حاضر ہوا ہی جب تک دوبارہ گواہ پیش نکرے تب تک وصی نہوگا - اور اگر غائب نے حاضر ہوکر اپنے وصی مقرر کیے جانے سے انکار کیا تو قاضی کو اختیار ہی کہ اول کو تنہا وصی کردے یا اُسکے ساتھ دوسرا مقرر کردے - ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا تو دونون مین سے کسی کو اختیار نہین ہی کہ مال یتیم مین سے کوئی چیز دوسرے وصی سے خرید کرے اسی طرح اگر دونون دو یتیمون کے وصی ہون تو یہ اختیار نہین ہی کہ ایک یتیم کے مال سے کوئی چیز دوسرے یتیم کے واسطے دوسرے وصی سے خرید لے - ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا پھر زید نے آکر میت پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا پس دونون وصیون نے بلا حجت اُسکا قرضہ ادا کردیا پھر دونون نے قاضی کے پاس زید کے قرضہ کی گواہی دی تو قاضی انکی گواہی کو قبول نکریگا اور جو کچھ دونون نے زید کو دیا ہی قرضخواہان میت کے لیے دونون اسکے ضامن ہونگے - اور اگر پہلے دونون نے زید کے واسطے اُسکے قرضہ کی گواہی دی پھر قاضی نے دونون کو قرضہ ادا کرنے کے واسطے حکم دیا تو اُنپر پھر ضمان واجب نہوگی - اسی طرح اگر دو وارثون نے میت پر قرضہ کی گواہی دی تو قبل اسکے کہ دونون وارث اُسکے ترکہ سے قرضہ ادا کردین دونون کی گواہی جائز ہوگی اور اگر قرضہ دیکر پھر گواہی دی تو مقبول نہوگی - میت کے وصی نے اگر قرضہ میت بعد گواہون کے گواہی دینے کے ادا کیا ہی تو جائز ہی اور کوئی اُس سے تاوان نہین لے سکتا ہی اور اگر بغیر حکم قاضی کے کسی کا قرضہ میت کی طرف سے اُسکو دیدیا تو قرضخواہان میت کے واسطے اُسکا ضامن ہوگا اور اگر بحکم قاضی بعض کا قرضہ دیدیا تو ضامن نہوگا اور دوسرا قرضخواہ اول کے مقبوضہ مین شریک کیا جائیگا - ایک شخص نے زید و عمرو کو وصی مقرر کیا پھر زید مرگیا اور اُسنے عمرو کو اپنی طرف سے وصیت کردی تو یہ جائز ہی اور عمرو کو اختیار ہوگا کہ تنہا تصرف کرے اسواسطے کہ اگر تنہا ایک باجازت دوسرے کے اُسکی زندگی مین تصرف کرتا تو جائز تھا اسی طرح بعد موت کے بھی اُسکی اجازت سے تنہا تصرف جائز ہی اور بعض روایات مین آیا ہی کہ نہین جائز ہی مگر اول ہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - وصی کو اپنی موت کے وقت اختیار ہی کہ دوسرے کو بجاے خویش وصی مقرر کردے اگرچہ موصی نے اُسکو اختیار ندیا ہو کہ دوسرا وصی مقرر کرے یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے وصی مقرر کیا پھر مرگیا اور اُسکے پاس ایک شخص کی ودیعتین مین پھر میت کے گھر مین سے ایک وصی نے بدون اجازت دوسرے وصی کے یا کسی وارث نے بدون اجازت باقی وارثون کے ان ودیعتون پر قبضہ کرلیا اور یہ مال اُسکے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر میت پر قرضہ نہو اور دونون وصی مین سے ایک نے اُسکے ترکہ پر قبضہ کیا اور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو کچھ ضامن نہوگا اور اگر کسی وارث نے قبضہ کیا ہو تو باقی وارثون کے حصہ کا ضامن ہوگا لیکن اگر مال ترکہ ایسے موقع پر پڑا ہو جہان سے تلف ہوجانے کا خوف ہو اور وارث نے اُسکو قبضہ مین کرلیا تو تلف ہوجانے سے استحسانًا ضامن نہوگا - اور اگر میت پر قرضہ محیط ہو اور کسی شخص کے پاس اُسکی ودیعت ہو اور مستودع نے مال ودیعت اُسکے وارث کو دیا اور وہ وارث کے پاس تلف ہوگیا تو قرضخواہ کو اختیار ہوگا چاہے مستودع سے ضمان لے یا وارث سے اور یہ مثل میت کے گھر سے اُسکا ترکہ لے لینے کے نہین ہی اور اگر میت کا مال غاصب کے قبضہ مین ہو تو ہر دو وصی اُسکو مستودع و غاصب سے نہین لے سکتے ہین لیکن اگر وارثون مین سے کوئی شخص ثقہ ہو تو غصب کی صورت مین غاصب سے قاضی لیکر وارث کو دیدیگا

اور ودیعت کی صورت مین مستودع کے پاس چھوڑ دیا جائیگا ۔ دونون وصی مین سے ایک نے میت کا جنازہ قبر تک لیجانے کے واسطے دو مزدور کیے اور دوسرا حاضر ہی مگر خاموش ہی یا وارثون مین سے کسی نے ہر دو وصی کے سامنے ایسا کیا اور دونون وصی خاموش رہے تو یہ جائز ہی اور یہ بھی خرچہ تمام ترکہ سے ہوگا اور یہ بمنزلہ خرید کفن کے ہی ۔ اور اگر میت نے وصیت کی ہو کہ جنازہ اٹھانے سے پہلے فقیرون پر گیہون تصدق کیے جاوین اور اسکو ایک وصی نے کیا تو فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر گیہون ترکہ مین موجود ہون تو دینا جائز ہوگا اور دوسرے وصی کو اس سے ممانعت کا اختیار نہوگا اور اگر گیہون ترکہ مین نہون پھر ایک وصی نے گیہون خرید کر صدقہ کیے تو یہ صدقہ اُسی کی طرف سے ہوگا اور فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ مین اس مسئلہ مین امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کا قول اختیار کرتا ہون اور ناطفی نے ذکر کیا کہ اگر ترکہ مین کھانا و کپڑا ہو اور ایک وصی نے اسکو یتیم کو دیدیا تو جائز ہی اور اگر ترکہ مین نہو تو کوئی وصی بدون دوسرے وصی حاضر کی اجازت کے تنہا نہین خرید سکتا ہی

کہ ایک بھی اسکو خرید سکتا ہی دوسرے کی اجازت کی ضرورت نہین ہی

اور اگر میت نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا اور میت نے اپنی زندگی مین کوئی غلام فروخت کیا تھا پھر مشتری نے اُسمین عیب پاکر ہر دو وصی کو واپس دیا تو دونون مین سے ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ اُسکا ثمن اُسکو واپس دیدے اور دونون مین سے ایک کو یہ اختیار نہوگا کہ تنہا مبیع کو مشتری سے لیکر قبضہ کرے اور جس وصی کے قبضہ مین جو کچھ ترکہ میت سے آیا ہی اُسکو تنہا یہ اختیار ہی کہ کسی کے پاس ودیعت رکھے ۔ اور اگر میت نے ایک غلام خرید کر آزاد کرنے کی وصیت کی تو تنہا ایک کو غلام خریدنے کا اختیار نہین ہی اور بعد دونون کے خریدنے کے تنہا ایک اُسکو آزاد کر سکتا ہی ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ تم دونون میرا تہائی مال جہان چاہو اور جسپر چاہو خرچ کر دینا پھر ایک وصی مرگیا تو ابن مقاتل نے فرمایا کہ وصیت باطل ہو جاویگی اور تہائی مذکور وارثون کو واپس ملیگی ۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے مساکین کے ہی پھر دونون وصیون سے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی کہا پھر ایک وصی مرگیا تو فرمایا کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کر لیگا اور اگر چاہے تو دونون مین سے باقی کو حکم دیدے کہ تنہا تقسیم کر دے اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول مین باقی کو تنہا تقسیم کا اختیار ہی ۔ ایک دیوار دو نابالغون کے درمیان مشترک ہی اور دونون کا اُسپر دھنیان وغیرہ بار لدا ہوا ہی جس سے اُسکے گرجانے کا خوف ہی اور ہر نابالغ کا ایک وصی ہی پھر دونون وصیون مین سے ایک وصی نے دیوار کی مرمت کا مطالبہ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو امام ابو بکر نے فرمایا کہ قاضی اپنا امین کو بھیجکر دریافت کریگا اگر معلوم ہوا کہ چھوڑ رکھنے مین دونون کا ضرر ہی تو انکار کرنے والے پر جبر کیا جائیگا کہ دوسرے کے ساتھ مرمت کرا دے ۔ ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کرکے کہا کہ میرے تہائی مال سے ایک غلام اسقدر درمون کو خرید کر دو اور ہر دو وصی مین سے ایک کے پاس ایک غلام ہی جسکی قیمت اس مقدار سے جو موصے نے بیان کی ہی زائد ہی تو پھر دوسرے وصی نے چاہا کہ میت نے جو مقدار بیان کی ہی اُتنے کو یہ غلام خریدے تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا کہ اگر موصی نے ہر ایک وصی کو یہ کام تفویض کر دیا ہو تو اس وصی کا دوسرے وصی سے یہ غلام خریدنا جائز ہوگا اور اگر ایسا نکرے بلکہ وصی نے کسی دوسرے کے ہاتھ یہ غلام فروخت کرکے اُس مشتری اجنبی کے سپرد کر دیا پھر دونون اُس اجنبی سے میت کے واسطے خرید لین تو یہ اصوب ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی ۔ ایک شخص نے وصی مقرر کرکے کہا کہ میرا تہائی مال جہان تجھے اچھا معلوم ہو خرچ کر دینا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے اپنی ذات کے واسطے رکھ لے اسی طرح اگر موصی نے صریح بیان کہدیا کہ اپنے واسطے خرچ کرنے تو بھی جائز ہی اور اگر کہا کہ جسکو تیرا جی چاہے عطا کرنا تو اپنے آپ کو نہین عطا کر سکتا ہی اسواسطے کہ عطا کرنا متحقق نہین ہوتا ہی بدون اُسکے کہ کوئی

۵۷ قولہ وصی سکھنؤ مین ۔ قال المترجم ہکذا ذکر ہہنا والاصل ایراد احدہما من الآخر جائز فافہم ۱۲ منہ

اُسکو لیوے پس لینا و دینا ایک ہی آدمی سے متحقق نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو وصی کیا اور کہا کہ فلان شخص کی آگاہی کے ساتھ کام کرنا تو وصی کو اختیار ہوگا کہ بدون آگاہی فلان کے کام کرے اور اگر کہا کہ بدون آگاہی فلان کے کام نکرنا تو اُسکو بدون آگاہی فلان کے کام کرنا روا نہین ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ اور اگر ایک شخص کو وصی کرکے کہا کہ فلان شخص کی راے پر کام کرنا تو اس صورت مین وصی وہی ہی جسکو وصی کیا ہی اور اگر کہا کہ بدون راے فلان کے کام نکرنا تو مختار مذہب کے واسطے دونون وصی ہوجاوینگے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ اگر موصی نے کہا کہ اسمین فلان کے حکم سے کام کرنا تو وصی وہی رہیگا جسکو وصی کیا ہی اور اگر کہا کہ بدون حکم فلان کے کام نکرنا تو وہ دونون وصی ہوجاوینگے اور یہی ہمارے اصحاب کے قول کے ساتھ اشبہ ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے وارث کو وصی کیا تو جائز ہی پھر اگر یہ وصی اپنے مورث کی موت کے بعد مرگیا اور زید کو وصی مقرر کیا پس اگر یون کہا کہ مین نے تجھکو اپنے مال کا اور مال میت اول کا جسکا مین وصی ہون وصی مقرر کیا تو زید دونون ترکون کا وصی ہوجائیگا اور اگر اُسنے زید سے فقط یہ کہا کہ مین نے تجھکو وصی مقرر کیا تو بھی ہمارے نزدیک زید دونون ترکون کا وصی ہوگا اور اگر اُسنے زید سے کہا کہ مین نے تجھکو دونون ترکون کا وصی مقرر کیا تو امام اعظم رح سے روایت ہی کہ دونون ترکون کا وصی ہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ فقط میت دوم کے ترکہ کا وصی ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو وصی مقرر کیا پھر بکر نے زید کو وصی مقرر کیا پھر بکر مرگیا تو زید اُسکا وصی ہوگا پھر اگر زید مرا اور اُسنے دوسری وصیت نہ کی تو عمرو ان دونون یعنے زید و بکر کا وصی ہوگا یہ شرح طحاوی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک جماعت کو خطاب کرکے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد ایسا کرو پس اگر سب نے قبول کیا تو سب وصی ہوجاوینگے۔ اور اگر سب خاموش رہے یہان تک کہ موصی مرگیا پھر بعض نے قبول کیا پس اگر دو یا تین نے قبول کیا تو وصی ہوجاوینگے اور انکے تصرفات نافذ ہونگے۔ اور اگر ایک نے قبول کیا تو وہ بھی وصی ہوجائیگا لیکن اُسکا تصرف نافذ نہوگا یہان تک کہ حاکم کی طرف رجوع کیا جائیگا پس حاکم کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے ساتھ دوسرا شخص مقرر کردے یا اُسی کو بالکل اختیار دیدے۔ ایک شخص نے زید کو وصی کیا اور عمرو کو اُسکا مشرف قرار دیا تو مال کا قابض وہی زید ہوگا اور عمرو وصی نہوگا لیکن عمرو کے مشرف ہونے کا حاصل یہ ہوگا کہ زید کا کوئی تصرف بدون علم عمرو کے جائز نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر دو وصیون نے باہم اختلاف کیا کہ مال کسکے پاس رہیگا پس اگر مال قابل تقسیم ہو تو دونون تقسیم کرلینگے اور ہر ایک کے پاس نصف مال رہیگا اور اگر مال قابل تقسیم نہو تو مہایات کرلینگے اور اگر دونون اس امر پر راضی ہوے کہ ایک شخص کے پاس سب مال ودیعت رکھین یا دونون مین سے ایک کے پاس رکھین تو جائز ہی۔ اور اگر دونون آدمی یتیمون کے وصی ہون اور ایک نے مقاسمہ کرلیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی الا اُس صورت مین کہ دونون حاضر ہون یا ایک حاضر نے غائب کی اجازت سے ایسا کیا ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور اگر دو وصیون مین سے ایک نے صغیر کے مال مین سے کوئی چیز فروخت کی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی الا اس صورت مین کہ دونون حاضر ہون یا حاضر نے غائب کی اجازت سے فروخت کی ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہر حال مین جائز ہی اور یہی حکم بٹائی کرلینے کا ہی۔ اور اگر ایک عورت نے اپنے باپ اور اپنے شوہر کو اپنا وصی مقرر کیا اور آزاد کرنے اور صلہ وغیرہ کی چند وصیتین کین اور اُسنے زمین اور کپڑے اور زیور اور دودھ پیتے ہوے بچے چھوڑے پس شوہر نے کہا کہ مین انکی وصیتین اپنے خالص مال سے نافذ کیے دیتا ہون اور کپڑے و زیور فروخت نہین کرونگا پس اگر شوہر نے دوسرے وصی

یعنے باپ کی اجازت سے ان وصیتون کو نافذ کیا پس جو وصیتین صلہ ہون یا ایسی ہون کہ جنمین کسی چیز کے خریدنے کی ضرورت ہو اور شوہر نے اس شرط سے اُسکا نفاذ کیا کہ مین ترکہ سے واپس لونگا تو یہ مال ترکہ پر قرضہ ہوجائیگا اور اگر اس شرط سے کیا کہ ترکہ سے واپس نہ لونگا تو یہ فعل وصیت کا نفاذ نہوگا اور وصیت ادا نہوگی اور جس وصیت صدقہ مین خرید کی ضرورت نہو تو اُسمین کسی وجہ سے وصیت جاری نہوگی پس اگر شوہر نے پسند کیا کہ یہ مال عین اپنی اولاد کے واسطے باقی رکھے اور وصیت اپنے مال سے نافذ کردے تو نابالغون کو کچھ مال ہبہ کردے پھر دونون وصی اس مال مین سے بقدر وصیت کے کسی کے ہاتھ فروخت کر دینگے پھر باپ ان نابالغون کے واسطے اس مشتری سے بعد اُسکے سپرد کرنے کے برابر یا زیادہ ثمن پر اسکو خرید کرلیگا پھر یہ مال بائع کو دیگا۔ دونون وصی ثمن زمین وصول کرکے اُس سے وصیت کو نافذ کرینگے یہ محیط مین ہے۔ ایک وصی نے عقار کو بدین غرض فروخت کیا کہ اُس سے میت کا قرضہ ادا کرے حالانکہ اُسکے قبضہ مین اسقدر مال ہے جس سے ادائے قرضہ ہوسکتا ہے تو بھی یہ بیع جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ باپ کا وصی نابالغ کے مال کا بٹوارہ کرسکتا ہے چاہے جو مال ہو خواہ مال منقول ہو یا عقار ہو اگرچہ تقسیم مین خفیف خسارہ ہو اور اگر تقسیم مین خسارہ بہت ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ ایسے خسارہ کے ساتھ بٹائی کرادے۔ اور ایسے مسائل مین اصل یہ ہے کہ جسکو کسی چیز کے فروخت کا اختیار ہے اُسکو اُسکے تقسیم کرانے کا بھی اختیار ہے یہ محیط مین ہے۔ اور وصی کو اختیار ہے کہ موصی لہ کے ساتھ مشترک مال وصیت مین بٹوارہ کرالے بشرطیکہ یہ مال عقار نہو پھر جسقدر حصہ نابالغون کے پڑتے مین آوے وہ اپنے قبضہ مین رکھیگا اگرچہ وارثون مین کوئی بالغ و غائب ہو۔ اور اگر وصی نے وارثون کے واسطے بٹائی کرائی اور ترکہ مین کسی شخص کے واسطے وصیت ہے اور موصی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم موصی لہ غائب کے حق مین جائز نہوگی اور موصی لہ کو اختیار ہوگا کہ وارثون کے ساتھ شریک ہوجاوے۔ اور اگر سب وارث نابالغ ہون اور وصی نے موصی لہ کے ساتھ بٹائی کرکے اُسکو تہائی دیدی اور دو تہائی وارثون کے واسطے رکھ چھوڑی تو جائز ہے حتے کہ جو کچھ وصی کے قبضہ مین وارثون کا مال ہے اگر وہ تلف ہوگیا تو وارث لوگ موصی لہ سے کچھ واپس نہین لے سکتے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے واسطے ہر شی کا مختار وصی مقرر کیا اور اُسنے یتیم کے واسطے حصہ بانٹ کرالیا خواہ عروض کا یا عقار کا تو جائز ہے یہ اُسوقت ہے کہ ہر شی کا وصی کیا ہو اور اگر نفقہ کا یا کسی شی معین کی حفاظت کا وصی کیا ہو تو اُسکی تقسیم جائز نہوگی۔ اور اگر وصی نے تہائی مال کے موصی لہ سے حصہ بانٹ کرالیا اور وارث لوگ نابالغ ہین پس تہائی موصی لہ کو دیدی۔ اور دو تہائی وارثون کے واسطے لی تو صحیح ہے حتے کہ اگر وارثون کا حصہ وصی کے پاس تلف ہوجاوے تو اُسپر ضمان واجب نہوگی۔ اور اگر وارث سب بالغ ہون یا بعض بالغ ہون اور بالغ حاضر ہون تو وصی کی تقسیم از جانب وارث بالغ خواہ عقار مین ہو یا منقول مین ہو باطل ہے لیکن اگر نصیب وارث بالغ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی لیکن موصی لہ سے جو اُسنے لیا ہے اُسکا دو تہائی واپس لینگے بشرطیکہ جو کچھ موصی لہ نے لیا ہے وہ اُسکے پاس موجود ہو اور اگر جو کچھ موصی لہ نے لیا ہے وہ تلف ہوگیا ہو تو وارث بالغ کو اختیار ہوگا چاہے وصی سے ضمان لے یا موصی لہ سے۔ اور اگر وارث بالغ ہون مگر غائب ہون اور موصی لہ کے ساتھ وصی نے بٹائی کرلی تو غیر منقول کی تقسیم باطل ہے اور اختلافات زفر و امام ابو یوسف رح مین مذکور ہے کہ اس صورت مین اختلاف ہے کہ بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح و زفر کے تقسیم جائز نہین ہے اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے جائز ہے اور مال منقول مین موصی لہ کے ساتھ اُسکی تقسیم جائز ہے۔ اور اگر وصی نے موصی لہ کے واسطے وارثون سے تقسیم کی و وارث لوگ بالغ ہین اور حاضر ہین اور موصی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم غیر منقول و منقول دونون مین باطل ہے۔

۵۷ قولہ خسارہ بہت کھا گیا کہ ایک درم خسارہ ... ۱۲ منہ

اور اختلافات نظر و امام ابویوسف رح مین اس مسئلہ مین بھی اختلاف مذکور ہی کہ امام زفر و امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک تقسیم نہین جائز ہی اور امام ابویوسف رح کے نزدیک جائز ہی پس اگر موصی لہ کا حصہ وصی کے پاس تلف ہوگیا اور وارثون کے حصے باقی رہے تو موصی لہ کو اختیار ہوگا کہ وارثون کے پاس جو باقی ہی اُسمین سے تہائی لے لے اور اگر وصی کے پاس موصی لہ کا حصہ اور وارثون کے پاس وارثون کا حصہ بھی تلف ہوگیا تو جسقدر حصہ موصی لہ وصی کے پاس تلف ہوا ہی اُسکا ضامن نہوگا اور جسقدر وارثون کے پاس موصی لہ کا حصہ تلف ہوا ہی اُسکی بابت اُسکو اختیار ہوگا چاہے وصی سے اُسکا تاوان لے یا وارثون سے یہ محیط مین ہی- اور اگر ایک شخص نے ہزار درم کی تہائی کی وصیت کی اور وارثون نے یہ درم قاضی کو دیدیے اُسنے حصہ بانٹ دیا حالانکہ موصی لہ غائب ہی تو قاضی کی تقسیم صحیح ہی حتے کہ اگر موصی لہ کا حصہ مقبوضہ تلف ہوگیا پھر موصی لہ حاضر ہوا تو اُسکو وارثون سے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ کافی مین ہی- ایک وصی کے پاس دو یتیمون کے دو ہزار درم ہین پھر دونون بالغ ہوے پھر ایک کو وصی نے ہزار درم دیے اور دوسرا ابھی حاضر ہی پھر جسکو دیے اُسنے وصول پانے سے انکار کیا تو وصی پانچ سو درم کا دونون کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر غائب ہو تو وصی کی تقسیم اُسپر جائز ہوگی پس ایک کو اُسکا حصہ دینے سے ضامن نہوگا اور اگر وصول پانے والا مقر ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے پانچ سو درم لے لے اور اگر چاہے تو وصی سے ضمان لے اور وصی اسکو دوسرے سے واپس لیگا- ایک وصی دو یتیمون کا ہی اُسنے دونون کے بالغ ہونے کے بعد دونون سے کہا کہ مین نے تم دونون کو ہزار درم دیے ہین پس ایک نے اُسکی تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی تو منکر اپنے بھائی سے دو سو پچاس درم واپس لیگا اور اگر دونون نے انکار کیا تو دونون کا وصی پر کچھ نہوگا- اور اگر وصی نے کہا کہ مین نے تم مین سے ہر ایک کو پانچ پانچ سو درم علیحدہ دیے ہین پھر ایک نے تصدیق اور دوسرے نے تکذیب کی تو انکار کرنے والا وصی سے دو سو پچاس درم واپس لیگا اور اگر دونون غائب ہون تو وصی کی تقسیم دونون کے حق مین جائز ہوگی- ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو نابالغ بیٹے چھوڑے پھر جب دونون بالغ ہوے تو دونون نے اپنے باپ کی میراث طلب کی پس وصی نے کہا کہ تمھارے باپ کا سب ترکہ ہزار درم تھا جسمین سے تم دونون مین سے ہر ایک پر مین نے پانچ سو درم خرچ کیے ہین پس ایک نے تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی تو منکر اپنے بھائی سے دو سو پچاس درم واپس لیگا اور اس صورت مین امام زفر رح کے نزدیک وصی سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور یہی امام اعظم رح سے مروی ہی اور ابن ابی مالک نے امام ابویوسف رح سے روایت کی کہ وصی سے واپس لے سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- وصی مادر کو اختیار ہی کہ مادر کے نابالغ بچہ کے واسطے اُسکے مال منقولہ کو جو اُسنے اپنی مان کی میراث مین پایا ہی تقسیم کرادے بشرطیکہ باپ زندہ نہو اور نہ باپ کا وصی ہو اور اگر ان دونون مین سے کوئی ہو تو وصی مادر کو اختیار قسمت نہوگا اور مال غیر منقولہ کی تقسیم کا کسی حال مین اُسکو اختیار نہین ہی اور نابالغ مذکور نے سواے مان کی میراث کے اور کسی میراث سے جو کچھ پایا ہی اُسکی بٹائی کا مان کے وصی کو اختیار نہین ہی خواہ میراث مال منقول ہو یا غیر منقول ہو یا مخلوط ہو- اور جو حکم کہ مان کے وصی کا ہی وہی بھائی و چچا کے وصی کا ہی اور اگر وصی نے وارثون مین میراث تقسیم کی اور ہر وارث کا حصہ الگ کر دیا تو اسمین پانچ صورتین ہین اول آنکہ وارثون مین کوئی بالغ نہو بلکہ سب نابالغ ہون تو ایسی صورت مین اُسکی تقسیم بالکل جائز نہین ہی اور یہ بخلاف حکم پدر کے ہی کہ اگر باپ نے اپنی نابالغ اولاد کا مال تقسیم کیا حالانکہ اُنمین کوئی بالغ نہین ہی تو یہ جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ وصی کے واسطے اس صورت مین حیلہ یہ ہی کہ اگر مثلاً دو نابالغ ہون تو وصی دونون مین سے ایک کا

حصہ غیر مقسوم کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پھر مشتری سے حصہ بانٹ کرالے پھر جسکا حصہ فروخت کیا ہی اُسکا حصہ پھر مشتری سے خرید لے پس ایک کا حصہ دوسرے سے جدا ہو جائیگا اور دوسرا حیلہ یہ ہی کہ دونون کا حصہ کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پھر اُسی مشتری سے دونون کا حصہ علیحدہ علیحدہ بٹا ہوا خریدے۔ دوم آنکہ سب وارث بالغ ہون جنمین سے بعضے حاضر اور بعضے غائب ہون پس جو وارث حاضر ہین اُنکے ساتھ وصی نے بٹائی کرکے اُنکا حصہ الگ کر دیا تو یہ جائز ہی اور مراد یہ ہی کہ عروض کی تقسیم جائز ہی اور عقار مین وصی کی تقسیم بالغون پر جائز نہوگی۔ سوم آنکہ وارث لوگ صغیر و کبیر دونون ہون اور کبیر سب غائب ہون تو وصی کا حصہ (مال منقول کا ۱۲) بانٹ کرنا جائز ہوگا (مال غیر منقول ۱۲) چہارم آنکہ وارثون مین صغیر و کبیر دونون ہین پس اُسنے بالغون کا حصہ جدا کرکے اُنکو دیدیا اور سب وارثان بالغ حاضر موجود ہین اور نابالغون کا سب کا حصہ مجموعہ جدا کر لیا اور ہر ایک صغیر کا حصہ الگ الگ نہ کیا تو یہ جائز ہی۔ پنجم آنکہ وصی نے کبیرون و صغیرون مین سے ہر ایک کا حصہ جدا کیا اور سب کو تقسیم کر دیا تو پوری تقسیم فاسد ہی اور اگر اُسنے بالغون کو اُنکا حصہ دیدیا ہو اور نابالغون کا حصہ مجموعہ رکھ لیا پھر نابالغون کا حصہ باہم تقسیم کر دیا تو بالغون و نابالغون سب کے حق مین تقسیم صحیح ہوگی۔ اور اگر بعض وارث بالغ ہون اور بعض نابالغ ہون اور بالغون مین سے ایک شخص نابالغون کا وصی ہی اور اُس سے تقسیم کی درخواست کی تو امام زاہد ابوحفص الکبیرؒ سے منقول ہی کہ وصی بالغون کے درمیان تقسیم کر دیگا اور نابالغون کا حصہ الگ کر لیگا اور اپنا حصہ نابالغون کے حصہ مین رکھیگا پھر اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کریگا پھر اجنبی مشتری اور نابالغون کے درمیان حصہ بانٹ کرائیگا پھر مشتری مذکور سے اپنا حصہ خرید لیگا پس اسطور سے سب مین تقسیم متحقق ہو جائیگی یہ محیط مین ہی۔ اگر وصی نے باپ کے ترکہ مین سے کوئی چیز فروخت کی تو اسمین دو صورتین ہین اول آنکہ میت پر قرضہ نہو اور نہ اُسنے کچھ وصیت کی ہو دوم آنکہ اُسنے کچھ وصیت کی ہو یا اُسپر قرضہ ہو پس صورت اول کے واسطے کتاب مین فرمایا کہ وصی کو اختیار ہی کہ جب وارث لوگ نابالغ ہون تو ترکہ کی متاع و عروض و عقار مین سے ہر چیز فروخت کرے سوائے عقار کے بیع اسوجہ سے جائز ہی کہ اُسمین حفاظت کی ضرورت ہی اور دور نہین ہی کہ ثمن کی حفاظت کرنا اُسکے نزدیک زیادہ آسان ہو اور بیع عقار مین بھی موافق جواب کتاب کے جواز کا حکم ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ جو حکم کتاب مین مذکور ہی یہی سلف (یعنی متقدمین ۱۲) کا قول ہی کذا فی فتاوے قاضی خان اور متاخرین کے نزدیک نابالغ کا مال عقار فروخت کرنا بھی جائز ہی کہ جب میت پر اسقدر قرضہ ہو کہ بدون عقار کے فروخت کرنے اور اُسکے ثمن سے ادا کرنے کے ادا نہو سکے۔ یا صغیر کو ایسی ضرورت ہو کہ بغیر ثمن عقار کے حاجت رفع نہو یا مشتری کو اس عقار کی جانب ایسی رغبت ہو کہ دو چند قیمت دیکر خریدتا ہو اور اسی پر فتوے ہی کذا فی الکافی اور یا ترکہ مین وصیت مرسلہ ہی کہ اُسکے پوری کرنے کے واسطے ثمن عقار کی طرف حاجت ہو یا عقار کا فروخت کرنا یتیم کے حق مین بہتر ہو مثلاً اُسکا خراج و خرچ اُسکے حاصلات سے زیادہ ہوتا ہو یا عقار ایسی دوکان یا دار ہو جو گرا پڑتا ہو یا خراب و برباد ہوا چاہتا ہو۔ پس اگر یتیم کو اُسکے ادائے خراج کی ضرورت پیش آوے پس اگر ترکہ مین عقار کے سوائے عروض بھی ہو تو سوائے عقار کے باقی مین سے فروخت کیا جاوے اور اگر بدون عقار کے باقی سے حاجت رفع نہو سکے تو ایسی صورت مین عقار کو اُسکی برابر قیمت پر یا خفیف نقصان پر فروخت کرے۔ اور اسقدر نقصان کے ساتھ جو لوگ اپنے اندازہ مین نہین اُٹھاتے ہین وصی کو فروخت کرنیکا اختیار نہین ہی۔ اسی طرح اگر وصی نے اسقدر نقصان کے ساتھ جو لوگ اپنے اندازہ مین نہین اُٹھاتے ہین

یتیم کے واسطے کوئی چیز خریدی تو بھی جائز نہیں ہی یہ سب اُسوقت ہی کہ سب وارث نابالغ ہون اور اگر سب بالغ ہون اور حاضر ہون
تو ترکہ مین سے وصی کا کسی چیز کو فروخت کرنا جائز نہیں ہی الا وارثان مذکور کی اجازت سے۔ اور اگر وارثان بالغ غائب ہون تو وصی کا
عقار فروخت کرنا جائز نہیں ہی اور ماسواے عقار کے فروخت کرنا جائز ہی اور سب کا اجارہ پر دینا جائز ہی اور وجہ یہ ہی کہ مال غائب کی حفاظت
کا وصی کو اختیار ہی اور عروض کا فروخت کردینا حفاظت مین شمار ہی اور عقارات خود ہی محفوظ ہوتے ہین لیکن اگر عقار ایسا ہو کہ اگر فروخت
نکیا جاے تو تلف ہوجائیگا تو ایسی صورت مین عقار بھی بمنزلہ عروض غیر منقول کے ہوجائیگا۔ اور اگر سب وارث بالغ ہون مگر بعضے غائب ہون
اور باقی حاضر ہون تو غائب کے حصہ مین سواے عقار کے دوسری چیز کی بیع کا بغرض حفاظت کے وصی کو اختیار ہی اور اسمین اتفاق
ہی اور جب غائب کے حصہ کی بیع بالاتفاق وصی کی طرف سے جائز ہوئی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وصی کی طرف سے حاضر کے حصہ کی
بیع بھی جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک حاضر کے حصہ کی بیع کا وصی کو اختیار نہین ہی یہ سب اُسوقت ہی کہ ترکہ پر قرضہ نہو کذا فی فتاوے
قاضی خان۔ اور اگر میت پر قرضہ ہو پس اگر اسقدر قرضہ ہو کہ تمام ترکہ کو محیط ہو تو بالاجماع تمام ترکہ فروخت کیا جائیگا اور اگر محیط نہو تو بقدر
قرضہ کے فروخت کیا جائیگا اور قرضہ سے زائد مین امام اعظم رح کے نزدیک وصی باقی کو بھی فروخت کرسکتا ہی اور صاحبین رح کے
نزدیک نہین کذا فی الکافی اگر ترکہ مین وصیت مرسلہ ہو تو بالاتفاق سب کے نزدیک وصی کو یہ اختیار ہی کہ ترکہ مین اسقدر
فروخت کرے جس سے وصیت نافذ ہوجاوے اور جب تھوڑے ترکہ کی بیع کا مختار ہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک باقی کی بیع
کا بھی مختار ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک نہوگا۔ اور اگر وارثون مین ایک صغیر ہو اور باقی کبیر ہون اور ترکہ پر قرضہ نہین ہی
اور نہ وصیت ہی اور ترکہ مال منقول تو بالاتفاق وصی کو حصہ نابالغ کی بیع کا اختیار ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک باقی کی
بیع کا بھی اختیار ہی پس اگر اُسنے سب ترکہ فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کل کی بیع جائز ہوگی اور صاحبین رح
کے نزدیک بقدر حصہ بالغون کے جائز نہوگی۔ اور اصل امام اعظم رح کے نزدیک قرار پائی ہی کہ اگر وصی کو بعض ترکہ کی بیع
کا اختیار حاصل ہوا تو اُسکو پورے ترکہ کی بیع کا اختیار ہوگا۔ اور باپ کا وصی بمنزلہ باپ کے ہوتا ہی اسی طرح سگے دادا
کا وصی بھی بمنزلہ وصی پدر کے ہوتا ہی۔ اور سگے دادا کے وصی کا وصی بھی بمنزلہ سگے دادا کے وصی کے ہی یعنی حق تصرف مین اور قاضی کے وصی
کے وصی کا حکم بمنزلہ وصی قاضی کے ہی بشرطیکہ اُسکو عام اختیار ہو۔ اور مان کا وصی یا بھائی کا وصی سو ایسا نہین ہی
چنانچہ اگر کوئی مان مرگئی اور اُسنے ایک بچہ نابالغ چھوڑا اور کسی شخص کو وصی کردیا یا ایک مرد مرگیا اور ایک نابالغ بھائی چھوڑا
اور ایک شخص کو وصی مقرر کردیا تو اس وصی کو اختیار ہی کہ اس میت کے ترکہ مین سے ماسواے عقار کے فروخت کردے
اور عقار کی بیع نہین کرسکتا ہی اور اس موصی کو یہ اختیار نہین ہی کہ صغیر کے واسطے کوئی چیز خریدے سواے کھانے و کپڑے
کے اسواسطے کہ یہ چیزین خریدنا منجملہ حفاظت صغیر کے ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور مان کے وصی کو یہ اختیار نہین ہی
کہ صغیر نے جو مال اپنے باپ کے ترکہ مین پایا ہی اُسمین سے کچھ فروخت کرے خواہ عقار غیر منقول ہو یا مال منقول ہو خواہ
وہ قرضہ مین پھنسا ہو یا خالی از قرضہ ہو۔ اور جو مال صغیر کو مان کے ترکہ مین ملا ہی اگر وہ قرضہ و وصیت سے خالی ہو تو
منقول کو فروخت کرسکتا ہی اور غیر منقول کو اُسمین سے فروخت نہین کرسکتا ہی۔ اور اگر ترکہ قرضہ مین یا وصیت مین
پھنسا ہوا ہو پس اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی مذکور کو کل ترکہ کے فروخت کا اختیار ہی اور غیر منقول بھی اسمین آگیا اور اگر
قرضہ محیط نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرسکتا ہی اور قرضہ سے زائد کے فروخت کرنے مین ویسا ہی اختلاف امام اور صاحبین
کے درمیان ہی جیسا ہم اس سے پہلے بیان کرچکے ہین اور جو حکم وصی مادر کے حق مین معلوم ہوا وہی وصی برادر و چچا

مین ہی۔ اور اگر سب وارث بالغ ہون پس اگر حاضر ہون اور ترکہ قرضہ کے پھنساؤ سے خالی ہو تو مان کا وصی اُسکے ترکہ مین سے کچھ فروخت نہین کرسکتا ہی اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو جو حکم باپ کے وصی کی صورت مین مذکور ہوا ہی وہی حکم مان کے وصی کا ہی جسمین اتفاق ہی اُسمین اتفاق ہی اور جسمین اختلاف ہی اُسمین یہان بھی اختلاف ہی۔ اور اگر وارثون مین صغیر وکبیر دونون ہون اور کبیر وارث غائب ہون پس اگر ترکہ قرضہ سے خالی ہو تو وصی کو مان کے ترکہ مین سے مال منقول مین سے نابالغون وبالغون سب کے حصہ کے فروخت کا اختیار ہی اور مال غیر منقول سے نابالغ وبالغ کسی کا حصہ فروخت نہین کرسکتا اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو وصی مادر کا وہی حکم ہی جو وصی پدر کا مذکور ہوا ہی اور اگر وارثان بالغ حاضر ہون اور ترکہ قرضہ سے خالی ہو تو نابالغون کا مان کے ترکہ مین سے مال منقول کا حصہ فروخت کرسکتا ہی اور مال منقول مین سے بالغون کا حصہ فروخت کرنے مین اختلاف ہی۔ اور مال غیر منقول مین سے کسی کا حصہ فروخت نہین کرسکتا ہی۔ اور اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت ہو پس اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی کو مال منقول وغیر منقول[1] سب کے فروخت کا اختیار ہی۔ اور اگر غیر محیط ہو تو منقول سب فروخت کرسکتا اور مال غیر منقول مین سے بقدر قرضہ کے بالاجماع فروخت کرسکتا ہی اور قرضہ سے زائد کے فروخت کرنے مین اختلاف مشائخ ہی یہ محیط مین ہی۔ اصل یہ ہی کہ وصی کی ولایت اُسی قدر ہوتی ہی جسقدر موصی کی ولایت ہی اور ولایت حفاظت ولایت تصرف کی تابع ہی۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہی اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا اور دونون نے معاً اُسکے نسب کا دعوی کیا حتے کہ اُسکا نسب دونون سے ثابت ہوگیا پھر باندی مذکورہ آزاد کی گئی پھر وہ مرگئی اور کچھ مال چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا تو اُسکے بچہ وبچہ کے مال کی ولایت اُسکے دونون باپ کو حاصل ہی باندی مذکورہ کے وصی کو حاصل نہوگی اسواسطے کہ مان کا وصی مثل مان کے ہی حالانکہ باندی مذکورہ کو ولایت تصرف حاصل نہ تھی پس ایسا ہی حکم اُسکے وصی کا ہی اور اُسکے وصی کو ولایت حفاظت بھی حاصل نہوگی اسواسطے وہ ولایت تصرف کی تابع ہی حتے کہ اگر دونون باپ اُسکے غائب ہوجاوین تو مان کے وصی کو ولایت حفاظت حاصل ہوگی پس وہ مال منقول کی بیع کا مختار ہوگا اسواسطے کہ منقول کی بیع حفاظت مین داخل ہی کذا فی الکافی لیکن وصی مذکور کو اُسی ملک مین ولایت حاصل ہوگی جو صغیر نے اپنی مان کے ترکہ مین پایا ہی یا مان کی موت سے پہلے صغیر کا ہی نہ ایسے مال مین جو اُسکے بعد صغیر مذکور کی ملک مین آیا ہی اور جسطرح اُسکو ولایت حفاظت حاصل ہوگی اُسی طرح جو تصرف ازباب حفاظت ہی اُسکا اختیار بھی حاصل ہوگا جیسے مال منقول کا فروخت کرنا یا ایسی چیز کا فروخت کرنا جسمین جلد خرابی آجانے والی ہی اور وہ چیز جلد بگڑ جانے والی ہی۔ اور اگر دونون باپ مین سے ایک غائب ہوا اور دوسرا حاضر ہی تو بھی امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک یہی حکم ہی۔ اور اگر صغیر مذکور کی مان مرجانے کے بعد اُسکے دونون باپ مین سے بھی ایک مرگیا اور سوائے اس صغیر کے کوئی وارث نہین چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا اور دوسرا باپ زندہ حاضر ہی تو اُسکی سب میراث اس صغیر کو ملیگی اور دونون ترکون مین ولایت تصرف اُسکے دوسرے باپ کو حاصل ہوگی اور پدر مردہ کے وصی کو حاصل نہوگی اور نہ مان کے وصی کو حاصل ہوگی اور فرمایا کہ جو باپ زندہ ہی اُسکے ساتھ قاضی دوسرا شخص وصی مقرر کریگا تاکہ اُسکے ساتھ تصرف کرے اور اگر دوسرا باپ غائب ہو تو مان کے وصی کو جسقدر مان کا ترکہ ہی اُسکی حفاظت کا اختیار ہوگا اور جو مال قبیل سے ہی اور باپ میت کے وصی کو اُسکے ترکہ مین تصرف کا اختیار حاصل ہوگا اور نیز جو امر از باب حفاظت ہی اُسکا اختیار حاصل ہوگا پھر اگر اُسکے بعد دوسرا والد بھی مرگیا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا تو اِسکے وصی کو مان کے وصی سے اور اُس باپ کے وصی سے جو پہلے مرگیا تھا تصرف صحیح ہوگی اور اگر اس باپ کا جو پہلے مرگیا تھا باپ موجود ہو یعنے صغیر کا دادا ہو باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی

[1] امام کے نزدیک جائز اور صاحبین کے نزدیک ناجائز ہی ۱۲

جو باپ اخیر مین مرا ہو اُسکے وصی کو تصرف مال مین ترجیح ہوگی اسی طرح اگر دوسرے باپ کا جو اخیر مین مرا ہی باپ یعنی صغیر کا دادا موجود ہو تو بھی بہ نسبت اُسکے باپ کے اُسکے وصی کو تصرف مال صغیر مین ترجیح ہوگی (یعنی وصی نقل رہیگا ۱۲) - اور اگر اس باپ کا وصی جو اخیر مین مرا ہی مرگیا اور دوسرے شخص کو اُسنے وصی مقرر کیا تو یہ وصی بھی بہ نسبت اُن لوگون کے جنکو ہمنے بیان کیا ہی اولی ہوگا یعنے یہی مختار ہوگا - اور اگر اس باپ کا وصی جو اخیر مین مرا ہی مرگیا اور کسی کو وصی مقرر نکیا یا جو باپ اخیر مین مرا ہی اُسنے کسی کو وصی مقرر نہین کیا اور حالت یہ ہی کہ جو باپ پہلے مرا ہی وہ اپنا وصی اور اپنا باپ یعنے صغیر کا دادا چھوڑ گیا ہی پس یہ دادا بہ نسبت اُسکے وصی کے اولی ہوگا - اور اگر دونون باپ ایک دوسرے کے بعد مر گئے اور ہر ایک نے اپنا باپ چھوڑا اور ہر ایک نے ایک ایک آدمی کو وصی بھی مقرر کیا ہی پس اگر یہ ثابت نہو کہ کون پہلے مرا ہی اور کون پیچھے تو ولایت تصرف ہر دو وصی کو (یعنے صغیر کا دادا ۱۲) حاصل ہوگی کیونکہ جب پہلا مرنے والا اور پچھلا مرنے والا ثابت و ظاہر نہوا تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا دونون ساتھ ہی مرے ہین - اور اگر دونون ساتھ ہی مرین تو مال مین تصرف کرنے کی ولایت دونون وصی کو حاصل ہوگی - اور اگر پہلا مرنے والا و پچھلا مرنے والا معلوم ہوگیا تو مال صغیر مین تصرف کا اختیار پچھلے مرنے والے کے وصی کو ہوگا اور اگر پچھلا مرنے والا باپ مرگیا اور اُسنے کسی کو وصی نکیا یا وصی کیا اور اسکا وصی مرگیا اور کسی کو وصی نکیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو تصرف کی ولایت دونون دادا کو حاصل ہی کسی ایک کو تنہا حاصل نہوگی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص مرگیا اور اولاد صغیر اور ایک باپ چھوڑا اور کسی کو وصیت نکی تو باپ بمنزلہ وصی کے ہوگا کہ ترکہ کی حفاظت کریگا اور اُسمین ہر طرح کا تصرف کریگا اور اگر میت پر قرضہ کثیر ہو تو اُسکا باپ یعنے نابالغون کا دادا یہ اختیار نہین رکھتا ہی کہ ادائے قرضہ کے واسطے ترکہ فروخت کرے - اسی طرح اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ مراہق پسر کو جو بیع و شرا سمجھتا ہی تجارت کی اجازت دی اور پسر مذکور کے تصرف کیا اور اُسپر بہت قرضے ہو گئے پھر یہ پسر مرگیا اور باپ چھوڑا تو اُسکے قرضے ادا کرنے کے واسطے باپ کو اُسکے ترکہ مین تصرف کا اختیار نہین ہی - میت کے وصی نے اگر ادائے قرضہ کے واسطے ترکہ فروخت کیا اور قرضہ محیط نہین ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی بیع جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہی اور اگر ترکہ پر قرضہ نہو لیکن وارثون مین کوئی نابالغ ہو اور قاضی نے پورا ترکہ فروخت کیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اُسکی بیع نافذ ہوگی اور امام ابوحنیفہ رح نے وصی میت اور پدر میت مین فرق کیا ہی کہ وصی میت کو اختیار ہی کہ ادائے قرضہ و تنفیذ وصیت کے واسطے ترکہ فروخت کرے اور پدر میت یعنی نابالغون کے دادا کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے پسر کے واسطے نابالغون پر ترکہ فروخت کردے اور یہ اختیار نہین ہی کہ قرضہ میت ادا کرنے کی غرض سے اولاد صغیر کا ترکہ فروخت کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ امام خصاف رح نے افادہ فرمایا ہی اور امام محمد رح نے دادا کو بجاے باپ کے قائم کیا ہی - کتاب مین فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور ایک وصی اور باپ چھوڑا تو وصی بہ نسبت باپ کے اولی ہوگا اور اگر اُسکا کوئی وصی نہو تو باپ اولی ہی علی ہذا دادا و غیرہ یہانتک کہ فرمایا کہ پھر دادا کا وصی پھر قاضی کا وصی اولی ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ہم امام خصاف کے قول پر فتوی دیتے ہین - ایک صغیر کو مال میراث ملا اور اسکا باپ مرد مسرف و مبذر مستحق حجر ہی تو حسب امام کے نزدیک ایسے شخص کا مجبور کرنا روا ہی اُسکے نزدیک پدر مذکور کو مال صغیر مین ولایت تصرف حاصل نہوگی (اسراف و تبذیر کرتا ہے ۱۲) - اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح ادب القاضی مین ذکر کیا کہ اگر قاضی نے یتیم کے واسطے ایک وصی مقرر کیا جسکے باپ کا وصی نہین ہی تو وصی قاضی بمنزلہ وصی پدر کے ہوگا بشرطیکہ قاضی نے اُسکو عام اجازت دیدی ہو کہ تمام انواع تصرف کا وصی ہی اور اگر کسی نوع خاص کے تصرف کا مختار کیا تو اسی نوع خاص کا وصی رہیگا بخلاف وصی پدر کے کہ وہ قابل تخصیص نہین ہی چنانچہ اگر باپ نے کسی شخص کو ایک نوع خاص مین وصی مقرر کیا تو وہ تمام انواع تصرف مین وصی ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر وصی نے

ترکہ میت مین سے کچھ مال اُدھار فروخت کیا پس اگر اسمین یتیم کے حق مین ضرر ہو مثلاً مشتری کی طرف سے یہ خوف ہو کہ وہ میعاد آنے پر منکر ہو جائیگا یا ندیگا تو نہین جائز ہی اور اگر ضرر نہو تو جائز ہے - ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کوئی مال یتیم بعوض ہزار درم کے خریدنا چاہا اور دوسرے نے بعوض ایک ہزار ایک سو درم کے خریدنا چاہا اور شخص اول نسبت دوسرے کے تونگر ہی تو وصی کو چاہیے کہ اول کے ہاتھ فروخت کرے جس سے ثمن طلب کرنے کے وقت انکار یا نادہندگی کا خوف نہین ہی اسی طرح اگر یتیم کا ایک دار ہو جسکو ایک شخص آٹھ درم ماہواری کے عوض کرایہ پر مانگتا ہی اور دوسرا دس درم ماہواری پر مانگتا ہی مگر اول بہ نسبت دوسرے کے تونگر ہی تو اول کو کرایہ پر دینا چاہیے اور علےٰ ہذا جو شخص متولی وقف ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی وہ نیز سب لوگون کو جو مالہاے وقف کے امین قرار دیے جاوین ایسا ہی کرنا چاہیے یہ ذخیرہ مین ہے - ایک وصی نے یتیم کی زمین ایک مفلس کے ہاتھ فروخت کی جسکو جانتا ہی کہ یہ اداے ثمن پر قادر نہوگا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر بیع برغبت ہو تو قاضی تین روز تک مشتری کو مہلت دیگا پس اگر اُسنے اس عرصہ مین ادا کر دیا تو خیر ورنہ بیع توڑ دی جاویگی اسواسطے کہ وصی کا ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا مال کا تلف کرنا ہی لیکن اگر اُسنے بیع ٹوٹنے کا حکم دینے سے پہلے ثمن ادا کر دیا تو بیع صحیح ہوگی شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ درصورتیکہ یہ بات معلوم ہو کہ مشتری اداے ثمن پر قادر نہوگا تو چاہیے کہ قاضی کی بیع بھی جائز نہو اسواسطے کہ قاضی سب کے واسطے خصوصاً نابالغون کے واسطے درستی و اصلاح کی نظر کرنے پر مقرر ہی اور پوری نظر اصلاح اسی مین ہی جو ہمنے بیان کی ہی - وصی نے مال یتیم مین سے کوئی چیز فروخت کی پھر ایک شخص نے وصی سے جسقدر ثمن کو فروخت کی ہی اس سے زیادہ کے عوض لینے کی درخواست کی تو قاضی اہل بصارت و امانت کی طرف رجوع کریگا - پس اگر اہل بصارت و امانت مین سے دو آدمیون نے قاضی کو خبر دی کہ وصی نے اسکو پوری قیمت پر فروخت کیا ہی اور اُسکی قیمت اسقدر ہی تو جو شخص زیادہ دینا چاہتا ہی اُسکی طرف التفات نکریگا اور اگر بطریق بیع مزائدہ کے زیادہ ثمن کو فروخت ہوتی ہو اور بازار مین اس سے کم کو فروخت ہوئی تو ایسی زیادتی کے واسطے وصی کی بیع نہ ٹوٹیگی بلکہ اہل بصارت و امانت کی طرف رجوع کریگا پس اگر اُنمین سے دو آدمی اس بات پر متفق ہوے کہ یہ قیمت ہی تو وصی کے مشتری سے وہی قیمت لے لیجائیگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہی کہ دو آدمی اتفاق کرین اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رح کے قول پر ایک ہی عادل کافی ہی جیسا کہ ترکہ وغیرہ مین ہی اور علےٰ ہذا متولی وقف نے اگر وقف مین سے جو چیز کرایہ پر چلتی ہی کسی کو کرایہ پر دی پھر دوسرے شخص نے اگر اس سے زیادہ کرایہ پر لینی چاہی تو اسمین بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - ایک وصی نے میت کے ترکہ مین سے کوئی چیز واسطے تنفیذ وصیت کے فروخت کی پھر مشتری بیع سے منکر ہو گیا یعنی کہا کہ مین نے نہین خریدی ہی اور وصی اُسکو قاضی کے پاس لایا اور قسم طلب کی اُسنے قسم کھالی حالانکہ وصی جانتا ہی کہ وہ جھوٹا ہی تو قاضی وصی سے کہیگا کہ اگر تو سچا ہی تو مین نے تم دونون کے درمیان سے بیع فسخ کر دی تو ایسا فسخ جائز ہی اگرچہ بمخاطرہ ہی اور فسخ حاکم کی ضرورت اسواسطے ہی کہ اگر بعد انکار مشتری کے وصی اُسکے ساتھ خصومت ترک کرنے کا عزم کرے تو یہ امر بمنزلہ اقالہ کے ہوگا تو مثل حقیقۃً اقالہ کرنیکے مبیع وصی کے ذمہ لازم ہوگی اور جب قاضی نے بیع کو فسخ کیا تو اُسکے ذمہ لازم نہوگی بلکہ مبیع ملک میت مین عود کریگی یہ فتاوی کبری مین ہی - فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ ایک شخص مر گیا اور اسنے تہائی مال کی وصیت کی ہی اور اقسام عقارات ترکہ چھوڑا اور وصی کسی صنف کو وصیت کے واسطے فروخت کرتا ہی تو وارث کو اختیار ہی کہ راضی نہو لیکن اگر اُسنے ہر چیز کی تہائی جسمین سے تہائی فروخت ہو سکتی ہی فروخت کرنی چاہیے تو ایسا اختیار نہوگا - اور شیخ ابو بکر اسکاف سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے وصیت کی کہ اُسکی زمین فروخت

کر کے اُسکا تہائی ثمن فقیرون کو صدقہ دیا جائے پھر وہ مرگئی اور بالغ وارث چھوڑے پھر وصی نے تمام زمین فروخت کرنی چاہی اور وارثون نے قدر وصیت سے زائد فروخت کرنے سے منع کیا تو فرمایا کہ اگر فقط تہائی زمین گھٹے دامون بکتی ہو جس سے وارثون واہل وصیت کو ضرر پہونچتا ہو تو وصی کو کل فروخت کرنے کا اختیار ہوگا ورنہ فقط بقدر وصیت فروخت کریگا اور شیخ ابو نصر الدبوسی عدم ضرر کی صورت مین صاحبین رح کے قول پر اور ضرر کی صورت مین امام اعظم رح کے قول پر فتوی دیتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی۔ فرمایا کہ وصی کو مال یتیم سے تجارت کرنے کا اختیار ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور یہ جائز نہین ہی کہ یتیم کے مال سے اپنے واسطے یا میت کے مال سے اپنے واسطے تجارت کرے (یعنی یتیم کے نفع کے واسطے ۱۲) اور اگر کریگا اور نفع کماویگا تو راس المال کا ضامن ہوگا اور نفع کو صدقہ کرنا پڑیگا یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی (بالاتفاق ۱۲) یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ وصی کو اختیار ہی کہ مال یتیم مضاربت پر دیدے۔ یا دوسرے سے اس مال سے شرکت کرے یا بضاعت پر دیدے (قیل عند ابی یوسف طاب له الربح ۱۲) یہ محیط مین ہی۔ ایک وصی نے بعض مال ترکہ کو اجارہ طویلہ پر بدین غرض دیا کہ میت کا قرضہ ادا ہو جاوے تو نہین جائز ہی۔ ایک شخص نے وصی مقرر کیا و مرگیا اور وصی غائب ہوگیا پس بعضے وارثون نے قصداً بعض ترکہ کو فروخت کر کے میت کا قرضہ ادا کیا اور اُسکی وصیتین نافذ کردین تو بیع فاسد ہی الا اُس صورت مین (یعنی کرایہ بہت حاصل ہوگا ۱۲) کہ قاضی نے اجازت دیدی ہو یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ تمام ترکہ قرضہ مین مستغرق ہو اور اگر مستغرق نہو تو وارث کا تصرف اُسکے حصہ مین جائز ہوگا الا اُس صورت مین کہ مبیع دارین سے ایک بیت معین ہو۔ وارث بالغ نے ترکہ میت مین سے کوئی چیز یا عقار مین سے کوئی عقار فروخت کیا اور ہنوز میت پر قرضہ یا وصیت باقی ہی اور وصی نے اُسکی بیع رد کرنی چاہی پس اگر وصی کے پاس اسقدر مال ہو جس سے فروخت کرنے کے بعد قرضہ و وصیت پوری کر سکتا ہی تو وارث کی بیع رد نکریگا۔ ایک عورت اپنا شوہر و دختر و بھائی چھوڑ کر مرگئی اور بھائی کو وصی کر دیا اور اُسنے وصیت قبول کی پھر قبل ازانکہ اُسکی وصیت و قرضہ ادا کرے شوہر سے اُسکا حصہ اسباب و عقارین سے خرید لیا اور بائع کو اپنے حصہ کی مقدار معلوم نہین ہی اور مشتری کو معلوم ہی پس اگر اُسنے وصایا کو قبل نالش کرنے کے نافذ کر دیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر اُسنے نافذ نکین یہانتک کہ اُنھون نے قاضی کے پاس نالش کی تو قاضی اس بیع کو باطل کر دیگا اور پہلے قرضہ میت و اُسکی وصیتین نافذ کر دیگا پھر میراث کا حکم دیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک قرضدار نے چند وصیتین کین جو بعد ادا ے قرضہ کے اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہین اور ایک دار چھوڑا اور وصی کو بدون ثمن دار کے اُسکی وصیتین و قرضہ ادا کرنے کی قدرت نہین ہی اور وارث پورے دار کی بیع پر راضی نہین ہوتا ہی پس اگر قرضہ پورے دار تک یا اکثر دار تک پہونچتا ہو کہ اُسمین سے خفیف باقی رہا جاتا ہو پس اگر اُسکو معلوم ہو کہ درصورتیکہ فروخت نہ کیا جاوے تو قرضہ میت پر زمانہ دراز تک رہیگا تو اُسکو فروخت کرنے کا اختیار ہی جبکہ اور گنجائش نہو اور اہل وصیت وارث کے شریک ہونگے اور اگر وصی نے سواے اپنے غیر کو مال یتیم قرض دینا چاہا تو باتفاق روایات اُسکو اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسنے قرض دیدیا تو ضامن ہوگا اور قاضی کو بھی قرض دینے کا اختیار نہین ہی اور باپ مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی کہ امام اعظم رح سے روایات مختلف ہین اور صحیح یہ ہی کہ باپ بمنزلۂ وصی کے ہی نہ بمنزلۂ قاضی کے اور اگر وصی یا باپ نے اپنے ذاتی قرضہ مین مال یتیم رہن کیا تو قیاساً نہین جائز ہی اور استحساناً جائز ہی اور اگر وصی نے اپنا قرضہ مال یتیم سے ادا کیا تو نہین جائز ہی اور اگر باپ نے ادا کیا تو جائز ہی۔ وصی نے قرضدار یتیم سے دوسرے پر حوالہ قبول کیا پس اگر دوسرا بہ نسبت قرضدار کے تونگر ہو تو جائز ہی اور اگر برابر ہو تو نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ وصی نے اگر مال یتیم اپنے قرضخواہ کے ہاتھ بعوض اُسقدر ثمن کے جسقدر مال اُسپر قرضہ ہی فروخت کر دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور ثمن اُسکے قرضہ کا قصاص ہو جائیگا

اور خود صغیر کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے - اور اگر وصی نے مال یتیم ایسے قرضہ کے عوض جسکو اُسنے صغیر کے واسطے لیا ہے رہن کیا اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر وصی نے اُسکو مرتہن سے صغیر کی حاجت کے واسطے مستعار لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو یتیم کا مال گیا اور قرضہ مرتہن بحالہ باقی رہیگا کہ وصی سے اُسکا مطالبہ ہوگا اور اگر وصی نے مرتہن سے مال مرہون غصب کر لیا اور صغیر کی ضرورت مین استعمال کیا اور وہ تلف ہوگیا تو مرتہن کے حق کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا حق یتیم کے واسطے ضامن نہوگا اور اگر بعد غصب کے اپنی ضرورت مین استعمال کیا اور وہ تلف ہوا تو دونون کے حق کے واسطے ضامن ہوگا چنانچہ صورت اول مین اگر قرضہ مرتہن ادا کیا یعنی ضمان دیکر تو اُسکو مال یتیم سے واپس لیگا اور دوسری صورت مین واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر وصی نے غیر کا غلام غصب کر کے صغیر کی ضرورت مین استعمال کیا پھر تلف ہونے پر اُسکی قیمت مالک کو تاوان دیدی پس آیا مال صغیر سے واپس لیگا سو اِسکی کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہین ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ واپس لے سکے اور اگر وصی نے یتیم کو کارہائے خیر مین سے کسی کام مین اجرت پر دیا تو جائز ہے اسی طرح اگر صغیر کا غلام یا اور اُسکا مال ایسے کام مین اجرت پر دیا تو بھی جائز ہے پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوگیا تو اُسکو اختیار ہوگیا کہ جو اجارہ وصی نے اُسکی ذات پر معقود کیا ہے اُسکو فسخ کردے اور جو اُسکے مال پر معقود کیا ہے اُسکو فسخ نہین کر سکتا ہے - وصی نے اگر یتیم کے واسطے ایک شخص مزدور کیا اسقدر اجرت پر کہ لوگ اجر المثل سے زائد اسقدر اجرت دیکر ایسا نقصان اندازہ مین نہین اٹھاتے ہین تو رکن الاسلام علی سغدی نے شرح السیر مین فرمایا کہ وصی اپنے واسطے مزدور کرنے والا قرار دیا جائیگا اور پوری اجرت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ اجارہ صغیر کے واسطے واقع ہوگا لیکن مزدور کے کام کرنے پر اجر المثل واجب ہوگا اور جسقدر زیادہ ٹھہرا کر دیا ہے وہ صغیر کو واپس دیا جائیگا - وصی نے اگر صغیر کی حویلی اجر المثل سے کم کرایہ پر دیدی پس آیا مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا یا وہ سکنٰی کا غاصب قرار دیا جائیگا کہ اُسپر سکونت کی وجہ سے اجرت واجب نہوگی تو امام فضلی نے اپنے فتاوی مین ذکر فرمایا کہ ہمارے اصحاب کے اصول پر تو یہ لازم آتا ہے کہ غاصب قرار دیا جاوے اور اُسپر کرایہ واجب نہو اور خصاف نے اپنی کتاب مین ذکر فرمایا کہ مستاجر غاصب نہوگا اور اُسپر اجر المثل واجب ہوگا پس امام فضلی سے کہا گیا کہ آپ امام خصاف کے قول پر فتوی دیتے ہین فرمایا کہ ہان اور مین نے دوسرے نسخہ مین دیکھا کہ پورا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر کرایہ مین مقدار بیان کر دیگئی ہو تو مقدار بیان کردہ واجب ہوگی اُس سے زیادہ نکیا جائیگا اور ہمارے بعضے مشائخ یہ فتوی دیتے ہین کہ اجر المثل واجب ہوگا لیکن اگر کمی مین یتیم کے حق مین بہتری ہو تو ایسی صورت مین ناقص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے - وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ اپنے تئین یتیم کو مزدوری پر دیدے بخلاف باپ کے اگر باپ نے اپنے تئین صغیر کو مزدوری پر دیا تو جائز ہے یہ قدوری مین ہے - اور ایسا ہی امام فضلی رح نے جواب دیا ہے کہ اگر وصی نے اپنے تئین یا اپنی کسی چیز کو یتیم کے پاس مزدوری پر اُسکے کام مین لگا یا تو نہین جائز ہے اور امام علی سغدی نے فرمایا کہ اگر وصی یا باپ نے اپنے آپ کو یتیم کو مزدوری پر دیا تو بالاتفاق جائز ہے مگر فتوی اُسی قول پر ہے جو قدوری نے ذکر کیا ہے یہ کبری مین ہے - اور اگر وصی نے خود یتیم کو مزدوری پر لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہونا چاہیے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ مال یتیم بعوض یا بلا عوض کسی کو ہبہ کرے اور یہی حکم باپ کا ہے اور اگر کسی نے صغیر کو مال ہبہ کیا اور باپ نے اُسکا عوض مال صغیر سے دیا تو نہین جائز ہے اور واہب کو حق رجوع باقی رہیگا اسی طرح اگر وصی نے مال یتیم سے عوض دیا تو نہین جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - نوادر ہشام مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ وصی نے غلام یتیم ہزار درم کو فروخت کیا اور اُسکی قیمت بھی ہزار درم ہے بدین شرط

کو وصی کو اختیار باقی ہے پھر مدت خیار مین اُسکی قیمت بڑھ کر دو ہزار درم ہو گئی تو وصی کو بیع نافذ کرنے کا اختیار نہین ہے یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح
کا قول ہے اور نیز امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک وصی نے غلام صغیر بدین شرط کہ وصی کو تین روز تک خیار ہے فروخت کیا پھر صغیر تین روز
کے اندر بالغ ہو گیا پھر تین روز گذر گئے۔ تو بیع تمام ہو گئی اور اگر وصی نے تین روز مین خود اجازت دیدی یا مر گیا تو جائز نہو جائیگی
یہانتک کہ صغیر مذکور خود اجازت دیدے۔ اور اگر وصی یتیم نے غلام یتیم بشرط خیار سہ روز فروخت کیا پھر مدت خیار مین یتیم مر گیا تو بیع
جائز ہو گئی اور یہی حکم والد کا ہے اور اسکی وجہ بدین طور بیان فرمائی کہ عقد بیع صغیر کے واسطے واقع ہوا تھا۔ اور اگر وصی
نے اپنے واسطے تین روز خیار کی شرط کر کے یتیم کا غلام فروخت کیا پھر مدت خیار مین یتیم بالغ ہو گیا تو بیع تمام ہو گئی
اور خیار باطل ہو گیا۔ اور اگر وصی نے صغیر کے واسطے باندی خریدی پھر صغیر بالغ ہو گیا پھر وصی اسکے کسی عیب پر واقف
ہو کر راضی ہو گیا قبل اسکے کہ یتیم اُسکو تصرف سے منع کرے یا تصرف سے منع کرنے کے بعد راضی ہوا تو وہ ان سب صورتون
مین مثل وکیل کے ہے اور اگر وصی نے صغیر کے واسطے ہزار درم کو ایک غلام اپنے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کر کے
خریدا پھر تین روز مین یتیم بالغ ہو گیا پھر وصی نے بیع کی اجازت دیدی تو یتیم کو اختیار ہے چاہے راضی ہو جاوے اور چاہے
وصی کے ذمہ لازم کرے اور اگر اُسنے کچھ اختیار نہ کیا یہانتک کہ وصی بعد بیع پر راضی ہو جانے کے یا اس سے پہلے
مر گیا تو یتیم اپنے خیار پر رہیگا اور اگر وصی نہ مرا اور مدت خیار کے اندر یا بعد گذرنے کے وصی کے پاس غلام مر گیا یا مدت خیار
کے اندر وصی کی بیع پر راضی ہو جانے سے پہلے یا بعد اسکے یتیم مر گیا تو خرید مذکور بذمہ یتیم لازم ہوگی یہ محیط مین ہے۔ وصی نے
مال یتیم سے کوئی چیز فروخت کی پھر وہ بالغ ہو گیا اور مشتری کو ثمن سے بری کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ اگر صلح غیر مفسد ہو اور کہا
کہ تو اُس چیز سے جس سے تجھکو میرے قاضی نے میرے مال سے بری کر دیا ہے بری ہے تو جائز ہے اور اگر کہا کہ تو اُس مال سے
جو تجھپر ہے بری ہے تو بری نہوگا اور فقیہ رح نے فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہے ہم اسکو نہین لیتے ہین بلکہ
طفل مذکور کے بالغ ہو کر بری کرنیکے بعد مشتری بری ہو جائیگا یہ فتاوے کبرے مین ہے۔ اور اگر وصی نے مال یتیم اپنے
ہاتھ یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ فروخت کیا تو ہر دو روایت مین امام ابو یوسف رح سے ایک روایت کے موافق و قول امام اعظم
کے موافق اگر اسمین یتیم کے واسطے منفعت ظاہرہ ہو تو جائز ہے اور اگر یتیم کے واسطے منفعت ظاہرہ نہو تو نہین جائز ہے
اور بقول امام محمد رح کے و موافق ظاہر الروایت کے امام ابو یوسف رح سے یہ حکم ہے کہ ہر حال مین نہین جائز ہے اور بنا بر
قول امام اعظم رح کے منفعت ظاہرہ کی تفسیر مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اپنا ہزار درم کا مال طفل
کے ہاتھ آٹھ سو درم کو فروخت کرے اور طفل کا آٹھ سو درم کا مال خود ہزار درم کو خریدے اور بعض نے فرمایا کہ اپنا
ہزار درم کا مال طفل کے ہاتھ پانچ سو درم کو بیچے اور اُسکا پانچ سو درم کا مال ہزار درم کو خریدے۔ اور موافق قول امام اعظم
کے ہرگاہ وصی کا اپنے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہوا پس آیا مین نے خریدا یا مین نے فروخت کیا پر اکتفا کرے جیسا کہ باپ
کے حق مین حکم ہے یا رکنین عقد کی ضرورت ہے پس یہ صورت اس مقام پر ذکر نہین فرمائی اور ناطقی نے اپنے واقعات مین
ذکر کیا کہ وصی کو ہر دو رکن کی حاجت ہے بخلاف باپ کے۔ اور اگر دو یتیمون کے ایک وصی نے ایک کا مال دوسرے
کے ہاتھ فروخت کیا تو نہین جائز ہے۔ اسی طرح اگر وصی نے دونون کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے دوسرے کے
ہاتھ اپنا مال فروخت کیا تو نہین جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اسی طرح اگر دو یتیمون کے دو غلامون کو اجازت دی اور ایک
نے دوسرے کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا تو نہین جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ باپ یا وصی نے اگر صغیر یا اُسکے غلام کو تجارت کی

اجازت دی تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے خرید فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو یہ اجازت مین شمار ہے اور اگر صغیر کے بالغ ہونے سے پہلے باپ یا وصی مر گیا تو اجازت باطل ہو جائیگی اور اگر صغیر کے بالغ ہو جانے کے بعد باپ یا وصی مرا تو اجازت باطل نہو گی اور اگر باپ یا وصی نے صغیر کا مال فروخت کرنے یا اُسکے لیے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر باپ مر گیا یا صغیر بالغ ہو گیا تو وکیل معزول ہو جائیگا - قاضی نے اگر صغیر یا معتوہ کو یا دونوں کے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہے اسی طرح اگر معتوہ کے غلام کو مجبور کیا تو صحیح ہے اور اگر قاضی نے معتوہ کے غلام کو خرید فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو یہ قاضی کی طرف سے اجازت نہو گی - اگر قاضی کی راے مین صغیر یا اُسکے غلام کو تجارت کی اجازت دینا مصلحت معلوم ہوا اور باپ یا وصی نے انکار کیا تو دونوں کا انکار کرنا باطل ہے - اور اگر قاضی کی اجازت دینے کے بعد باپ نے یا وصی نے اُسکو مجبور کر دیا تو دونوں کا مجبور کرنا صحیح نہو گا اسی طرح اگر یہ قاضی مر گیا تو وہ مجبور نہو گا الا اُس صورت مین کہ یہ مقدمہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش کیا جاوے اور وہ مجبور کر دے تو مجبور ہو جائیگا اسواسطے کہ اس قاضی کی ولایت مثل ولایت قاضی اول کے ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور اگر اس طفل نے وصی کے ہاتھ کوئی چیز بیچی یا اُس سے خریدی تو بقول امام محمد رح کے بالکل نہین جائز ہے جیسا کہ وصی خود اپنے ہاتھ فروخت کرے اور بقول امام اعظم رح کے بنا بر روایت جامع و زیادات کے اور بعض روایت کتاب الماذون کے اگر اُسمین صغیر کے واسطے نفع ظاہر ہو تو صحیح ہے اور اگر صغیر کے واسطے نفع ظاہر نہو تو نہین صحیح ہے یہ ذخیرہ مین ہے - وصی نے اگر یتیم کی زمین مزارعت پر لی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ مطلقاً جائز ہے جیسے دوسرے کو دینا جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر بیج یتیم کی طرف سے ہون تو نہین جائز ہے اور اگر وصی کی طرف سے ہون تو جائز ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک اگر اجر المثل یا تاوان نقصان لینا یتیم کے واسطے بہتر ہو گا بہ نسبت اُس حاصلات کے جو یتیم کے حصہ مین پڑتی ہے تو مزارعت جائز نہو گی اور اگر حاصلات اُسکے حق مین بہتر ہو تو مزارعت جائز ہو گی یہ محیط مین ہے - اور اگر یتیم مالدار ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کو اختیار ہو گا کہ اُسکی طرف سے قربانی اُسکے مال سے کر دے یا اُسکا صدقہ فطر ادا کر دے اور وصی کو اختیار نہین ہے کہ قرضدار میت کو بری کر دے یا اُسکے ذمہ سے کچھ ساقط کر دے یا اُسکو مہلت دیدے بشرطیکہ جو قرضہ واجب ہے وہ وصی کے عقد سے واجب نہوا ہو اور اگر وصی کے عقد سے واجب ہوا ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک کچھ ساقط کرنا و مہلت دینا و بری کر دینا سب جائز ہے لیکن وصی ضامن ہو گا اور اگر وصی نے کسی قرضدار میت کے ساتھ قرضہ سے صلح کر لی پس اگر میت کے گواہ اس قرضہ کے ہون یا قرضدار مقر ہو یا قاضی کو اسکا حال معلوم ہو تو وصی کی صلح جائز نہو گی اور اگر حق کے گواہ وغیرہ نہون تو صلح وصی جائز ہے - اگر میت پر قرضہ سے صلح کی یا یتیم پر قرضہ سے صلح کی پس اگر مدعی کے پاس اپنے حق کے گواہ ہون یا قاضی نے اُسکے حق کی ڈگری کر دی ہو تو وصی کی صلح جائز ہو گی اور اگر مدعی کے پاس اپنے حق کے گواہ نہون اور نہ قاضی نے اُسکے نام ڈگری کی ہو تو وصی کی صلح جائز نہو گی اسواسطے کہ یہ اُسکے مال کا تلف کرنا ہے اور یہ نظیر اس مسئلہ کی ہے کہ سلطان ظالم یا زبردست نے مال یتیم مین طمع کی اور وصی کو پکڑ کر دھمکایا تاکہ یتیم کا کچھ مال لیوے تو شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ وصی کو نہ دینا چاہیے اور اگر وصی دیدیگا تو ضامن ہو گا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر وصی کو اپنے جان پر قتل کا یا کسی عضو کے تلف کرنے کا خوف ہو یا تمام مال یتیم کے چھین لینے کا خوف ہو تو ضامن نہو گا اور اگر اُسے اپنی ذات پر قید کیے جانے یا بیڑیاں ڈالی جانے کا خوف ہو یا یہ جانے کہ ظالم مذکور وصی کا کچھ مال لے لیگا اور اُسکے پاس اسقدر رہجائیگا جو اُسکو کافی ہے تو اُسکو یہ گنجائش نہو گی کہ مال یتیم دیدے اور اگر دیدیگا تو ضامن ہو گا اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ وصی خود اُسکو مال دیوے اور اگر سلطان یا حاکم زبردست

نے خود اپنے ہاتھ سے مال لے لیا تو وصی ضامن نہوگا و فتوی اُسی قول پر ہی جسکو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہی - ایک وصی مال
یتیم لیکر ایک ظالم کی طرف گذرا اور اُسکو خوف ہوا کہ اگر اسکو کچھ نہ دونگا تو سب مال میرے ہاتھ سے چھین لیگا پس اُسنے مال یتیم
مین سے کچھ مال دیا تو بعض نے فرمایا کہ اُسپر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر مضارب مال مضاربت لیکر گذرا تو بھی یہی حکم ہی اور
شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کا قول نہین ہی بلکہ یہ محمد بن سلمہ کا قول بطریق استحسان ہی اور فقیہ ابو اللیث
سے منقول ہی کہ امام ابو یوسف رح وصی لوگون کے واسطے مصانعت کو اموال یتیمان مین جائز رکھتے تھے پس جو امر ابو سلمہ رح نے
اختیار کیا ہی وہ موافق قول امام ابو یوسف رح کے ہی اور اسی پر فتوے دیا جائیگا - ایک وصی نے قاضی کی کچہری مین مال
یتیم خرچ کیا اور بطریق اجرت دیا تو ضامن نہوگا اور شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ بقدر اجر المثل اور غبن یسیر کے ضامن
نہوگا اور جو بطور رشوت کے دیا ہی اُسکا ضامن ہوگا اور مشائخ نے فرمایا ہی کہ اپنے اوپر سے یا اپنے مال سے ظلم دفع کرنے
کے واسطے مال دینا اس دینے والے کے حق مین رشوت نہین ہی اور اپنا حق جو دوسرے پر آتا ہی اُسکے برآمد کرانے کے واسطے
مال دینا رشوت ہی - ایک شخص مرگیا اور اپنی جورو کو وصی مقرر کیا اور نابالغ وارث چھوڑے پھر سلطان ظالم اُسکے دار مین آیا
پس عورت مذکورہ سے کہا گیا کہ اگر تو اسکو کچھ تواضع نکریگی تو دار و عقار سب چھین لیگا پس عورت مذکورہ نے عقار مین سے
کچھ اُسکو دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکی مصانعت جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور مسائل میراث فتاوی نسفی مین ہی
کہ اگر وصی سے دار یتیم کی جبایت طلب کی گئی اور حالت یہ ہی کہ اگر انکار کیا جاوے تو مؤنت زیادہ ہو جاتی ہی - پس وصی نے
ترکہ مین سے اُسکے دار کی جبایت ادا کی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور مثل مصانعہ کے قرار دیا جائیگا اور فقیہ ابو جعفر سے
دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مرگیا اور دو دختر و عصبہ چھوڑا پس سلطان نے ترکہ طلب کیا اور وصی نے ترکہ مین سے کچھ درم
دیکر اُسکو ٹالا کہ سلطان نے تعرض ترک کیا پس جو کچھ وصی نے دیا ہی وہ مخصوص حصہ عصبہ مین سے ہوگا یا تمام مال مین سے ہوگا
فرمایا کہ اگر وصی کو بدون اس فعل کے حفاظت ترکہ کی قدرت نہو تو تمام ترکہ مین سے محسوب ہوگا یہ محیط مین ہی - وصی نے مال
یتیم مین سے اُسکی تعلیم قرآن شریف و ادب مین خرچ کیا پس اگر طفل اس لائق ہو (یعنے اسکی صلاحیت رکھتا ہو) تو جائز ہی اور وصی کو ثواب ملیگا اور اگر طفل
اُسکی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وصی کو ضرور ہی کہ اسقدر تعلیم قرآن مین تکلیف اُٹھاوے جس سے نماز صحیح ہو جاتی ہی - اور وصی کو
چاہیے کہ یتیم کو وسعت کے ساتھ نفقہ دے اُسمین نہ اسراف ہو اور نہ تنگی ہو اور یہ امر بلحاظ قلت و کثرت مال طفل کے متفاوت ہوگا
اور نیز بنظر اختلاف حال تفاوت ہوگا پس اُسکے مال و حال پر لحاظ کر کے اُسکے لائق اُسپر خرچ کرے - ایک وصی کار یتیم کے واسطے
سفر کو جاتا ہی اور مال یتیم سے سواری کرایہ لیتا ہی اور اپنی ذات پر خرچ کرتا ہی تو اسمین سے بقدر ضروری صرف کرنے کا استحسانا
اُسکو اختیار ہی - اور شیخ نصیر سے روایت ہی کہ وصی کو اختیار ہی کہ مال یتیم مین سے کھاوے اور اُسکی سواری پر سوار ہو بشرطیکہ اُسکے
کام کے واسطے جاوے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ وصی محتاج ہو اور بعض نے فرمایا کہ وصی کو اُسکے مال سے
کھانا اور اُسکی سواری پر سوار ہونا نہین جائز ہی اور یہ قیاس ہی اور استحسانا اُسکو بقدر معروف کھاوے اگر محتاج ہو جسقدر اُسکے
مال مین سعی و کوشش کرتا ہی ایک وصی نے مال میت مین سے کوئی چیز اپنے واسطے خرید کی پس اگر میت کا کوئی وارث صغیر و کبیر
نہو تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور واقعات ناطفی مین ہی کہ فرمایا کہ اگر وصی نے مال یتیم لیکر اپنے واسطے خرچ کیا
پھر جسقدر لیا ہی اُسکے مثل رکھدیا تو ضمان سے بری نہوگا الا اُس صورت مین کہ یتیم بالغ ہو جاوے اور وصی اُسکو دیدے یا
یتیم کے واسطے کوئی چیز خرید کر گواہون سے کہے کہ یتیم کا مجھپر اسقدر آتا ہی اور اسمین اُسکے واسطے یہ چیز خریدتا ہون پس ثمن سے

قصاص ہوجائیگا اور وصی بری ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے - امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے
اور اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ دیدیا جاوے پس وصی نے غلام کو فروخت کرکے اُسکا ثمن وصول کیا اور ثمن اُسکے پاس تلف
ہوگیا پھر مشتری کے پاس وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا تو وصی اس ثمن کا مشتری کے واسطے ضامن ہوگا پھر وصی تمام ترکہ
میت سے مال تاوان واپس لیگا اسی طرح یہ مسئلہ جامع صغیر مین مذکور ہے اور یہی ظاہر الروایۃ کا حکم ہے اور اگر ترکہ سب تلف ہوگیا
تو کسی سے واپس نہین لے سکتا ہے نہ وارثون سے اور نہ مساکین سے جبکہ مساکین کو صدقہ دیدیا ہو - اور اگر وصی نے ترکہ تقسیم کیا
پھر وارثون مین سے کسی صغیر کے حصہ مین غلام آیا اور اُسکو وصی نے فروخت کیا اور ثمن وصول کیا اور اُسکے پاس تلف ہوگیا پھر
غلام مذکور مشتری سے استحقاق مین لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا اور وصی مال صغیر سے واپس لیگا اسواسطے
کہ وصی نے اُسی کے لیے فروخت کیا تھا اور صغیر بحساب اسقدر حصہ کے دوسرے وارثون سے واپس لیگا اسواسطے کہ تقسیم
باطل ہوگئی ہے یہ محیط مین ہے - ایک شخص مرگیا اور اُسکے پاس اقوام متفرقہ کی ودیعتین ہین اور اُسنے اموال ترکہ چھوڑے اور
اُسپر اسقدر قرضہ ہے کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہے پھر وصی نے میت کے گھر سے ودیعتون کو لیکر قبضہ کیا کہ صاحبان ودائع کو دیدے
یا مال میت پر قبضہ کیا تاکہ اُس سے میت کا قرضہ ادا کرے پس مقبوضہ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی
اسی طرح اگر میت پر قرضہ نہو اور وصی نے اُسکے گھر سے اُسکا مال لیکر قبضہ کیا اور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو بھی اُسپر ضمان واجب
نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر وصی نے ایسے شخص کو جسکے پاس میت کی ودیعت ہے یہ حکم کیا کہ مال ودیعت ہبہ کردے یا صدقہ کردے
یا قرضہ دیدے پس اگر مستودع نے ایسا کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکو حکم دیا کہ فلان کو دیدے اُسنے ایسا کیا تو ضامن نہوگا
اسی طرح اگر اُسکو حکم دیا کہ فلان کو مضاربت پر دیدے یا خود مضاربت پر اس مال سے تجارت کر تو اُسپر ضمان نہوگی یہ تاتارخانیہ
مین ہے - اگر وصی نے وارثان نابالغ کو ترکہ مین سے نفقہ دیا یہان تک کہ تمام ترکہ خرچ ہوگیا اُسمین سے کچھ باقی نہ رہا پھر ایک نے
اگر گواہون سے میت پر اپنا قرضہ ثابت کیا اور قاضی نے اُسکے نام ڈگری کردی پس آیا قرضخواہ مذکور کو وصی سے ضمان لینے کا
اختیار ہے تو اِسکا ذکر کتاب مین نہین ہے اور چاہیے کہ جواب مین تفصیل ہو یعنے اگر وصی نے وارثان مذکور کو بحکم قاضی نفقہ
دیا ہے تو اُسپر ضمان نہین ہوسکتی ہے اور اگر بے حکم قاضی نفقہ دیا ہے تو ضامن ہوگا - اور اگر میت پر کوئی قرضہ بقضائے قاضی
واجب ہوا اور وصی نے اُسکو ادا کردیا پھر اسکے بعد میت پر دوسرا قرضہ لاحق ہوا باین طور کہ اُسنے اپنی زندگی مین کنوان
کھودا تھا پھر اب اُسمین کوئی جانور گرا جسکا تاوان بذمہ میت بطور قرضہ ہوگیا یا زندگی مین اُسنے کوئی اسباب فروخت
کرکے اُسکا ثمن لیا تھا پھر بعد وفات کے مشتری نے اُسمین عیب پاکر وصی کو واپس دیا اور اُسکا ثمن ترکہ میت پر قرضہ ہوا
پس آیا وصی دوسرے قرضخواہ کے واسطے کچھ ضامن ہوگا تو اسمین دو صورتین ہین - یا تو وصی نے اول کو جو کچھ دیا ہے بحکم قاضی
دیا ہوگا یا بغیر حکم قاضی پس اگر بحکم قاضی دیا ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور نہ قاضی پر ضمان ہوگی لیکن دوسرا حقدار پہلے کا دامنگیر ہوکر اسکے
مقبوضہ مین سے حصہ رسد لے لے اگر مال مقبوضہ اُسکے پاس قائم ہو اور اگر تلف ہوگیا ہو تو بقدر اُسکے حصہ کے ضامن ہوگا
اور وصی دوسرے کے واسطے ضامن نہوگا اگرچہ یہ ظاہر ہوا کہ اُسنے دوسرے کا کسی قدر حق بدون اُسکی اجازت کے اول
کو دیدیا ہے بدین وجہ کہ وہ اس دینے مین قاضی کے حکم سے مجبور تھا - اور اگر وصی نے بغیر حکم قاضی کے اول کو دیا ہو تو دوسرے
کو اختیار ہوگا چاہے وصی سے بقدر اپنے حصہ کے تاوان لے یا قابض کے مقبوضہ مین سے یا غیر مقبوضہ سے بطریق
تھوان لے پھر اگر وصی کے زعم مین یہ بات ہو کہ دوسرا اپنے دعوے مین جھوٹا ہے اور گواہ جھوٹے ہین تو درصورتیکہ وصی

سے اُسنے ضمان لی تو وصی مال تاوان کو اول سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر وصی کے زعم مین ہو کہ دوسرے کا دعوی سچا ہی تو واپس
لیگا یہ سب اُسوقت ہی کہ قرضخواہ نے بگواہی قاضی کے نزدیک اپنا قرضہ ثابت کیا ہو اور اگر میت نے وصی کے سامنے اقرار کیا ہو کہ
زید کا مجھپر اسقدر قرضہ ہی یا وصی کے پیش نظر قرضہ ثابت ہوا ہو مثلاً وصی نے دیکھا ہو کہ میت نے اپنی زندگی مین کسی کا مال تلف
کر دیا یا اُسکے پاس سے لے لیا ہی پس آیا وصی اسکو ادا کر سکتا ہی درحالیکہ وارث لوگ منکر ہین تو کتاب مین اسکی کوئی روایت نہین
ہی اور اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے کہا کہ ادا کر سکتا ہی اور بعض نے کہا کہ چاہیے کہ اُسکو ادا کرنے کا اختیار نہو
یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کے پاس مال ودیعت رکھا اور کہا کہ اگر مین مرجاؤن تو میرے بیٹے کو دیدینا حالانکہ میت
کا اسکے سوا دوسرا وارث بھی ہی تو بقدر حصہ وارث دیگر کے ضامن ہوگا اور وہ شخص اتنی بات سے وصی نہین ہو سکتا ہی
اور اگر اُسنے کہا کہ میرے بعد فلان شخص کو جو وارث نہین ہی دیدینا تو اُسکو دینے سے ضامن ہوگا - ایک مریض کے پاس اہل
قرابت جمع ہوے کہ اُسکے مال سے کھاتے پیتے تھے تو شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر باجازت مریض کھاتے ہین تو جو انمین
وارث ہی وہ ضامن ہوگا اور جو وارث نہین ہی اُسکی خوراک مریض کی تہائی سے محسوب ہوگی اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ
اگر مریض کو اپنی تیمارداری مین ان لوگون کی حاجت ہو پس اُنھون نے اُسکے اور اُسکے عیال کے ساتھ کھایا پیا حالانکہ بدون
اسراف کے کھایا تو اُنپر استحساناً ضمان نہوگی - ایک شخص مرگیا اور اُسپر قرضہ ہی پس اُسکے وصی نے قرضخواہون کے واسطے
اُسکے غلامون کو فروخت کیا اور اُنکا ثمن وصی کے پاس تلف ہوگیا یا مشتری کو غلام مذکور دینے سے پہلے بعض غلام وصی کے
پاس مرگئے تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا اور پھر وصی قرضخواہون سے واپس لیگا - اور اگر غلام مذکور استحقاق مین
لے لیے گئے تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا اور وصی اسکو قرضخواہون سے واپس نہین لے سکتا ہی الا اُس صورت
مین لے سکتا ہی کہ قرضخواہون کے حکم سے اُسکو فروخت کیا ہو اسی طرح اگر قرضخواہون نے اُس سے یون کہا ہو کہ فلان میت کا
غلام فروخت کر کے ہمارا قرضہ ادا کر دے - تو وصی اُنسے ثمن واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر قرضخواہون نے کہا کہ فلان کا یہ غلام فروخت
کر دے تو اُنسے ثمن واپس لیگا اسواسطے کہ اُنھون نے اُسکو دھوکا دیا ہی لیکن اگر ثمن بہ نسبت قرضہ کے زائد ہو بقدر قرضہ کے واپس
لے سکتا ہی اُس سے زائد نہین لے سکتا ہی اور اگر انھون نے کہا کہ یہ غلام فروخت کر کہ یہ فلان کا ہی اور وصی نے کہا کہ مین اُسکو نہین
فروخت کرونگا پھر اُسکو فروخت کیا پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا اور ثمن ضائع ہوگیا تو وصی اُسکو قرضخواہ سے واپس لیگا اور اگر میت
پر قرضہ نہو لیکن وصی نے وارثان بالغ کے واسطے غلام فروخت کیا تو وارثان بالغ ان سب صورتون مین بمنزلہ قرضخواہون کے ہین
اگر وارثان صغیر ہون تو استحساناً اُنسے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر قاضی نے رفیق میت کو قرضخواہون کے واسطے فروخت کیا
اور ثمن قاضی کے پاس ضائع ہوگیا پھر رفیق مذکور مشتری کے پاس سے استحقاق مین لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن قرضخواہ سے
واپس لیگا نہ قاضی سے - ایک شخص نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی پھر غلام نے بعد موت موصی کے کوئی جنایت
کی اور وصی نے جنایت سے واقف ہو کر اُسکو آزاد کر دیا تو فدیہ کا ضامن ہوگا اور اگر نجانتا ہو تو قیمت کا ضامن ہوگا
اور اس فدیہ یا قیمت کو وارثون سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر یتیمون کے غلام نے کوئی جنایت کی تو اُنکے وصی کو
اختیار ہوگا کہ اُنکے واسطے غلام کا رکھ لینا اختیار کرے اور اُنکے مال سے ارش جنایت ادا کر دے لیکن اگر ارش جنایت
و قیمت غلام مین بہت بڑا فرق ہو تو ایسا نہین کر سکتا ہی - اور اگر وصی نے قاضی کے پاس کہا کہ مین نے غلام رکھ لینا
اختیار کیا یا اس بات پر گواہ کر لیے تو اُسکو یہ اختیار نرہیگا کہ اس سے رجوع کر کے غلام کا دیدینا اختیار کرے پھر اگر یتیمون کا

کچھ مال سواے اس غلام کے نہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ غلام فروخت کرکے اُسکے ثمن سے ارش جنایت ادا کرے اور اگر قبل فروخت کرنے کے غلام مرگیا حالانکہ وہ غلام رکھ لینا اختیار کرچکا ہی تو ارش جنایت بذمۂ تیمان قرضہ لازم ہی یہان تک کہ اُسکو ادا کرین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ امام محمدؒ نے جامع کبیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے ہزار درم کو غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور ثمن ندیا یہانتک کہ مر گیا اور اُسپر دوسرے شخص کے ہزار درم بھی قرضہ ہین اور سواے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر وصی نے غلام مذکور مین کوئی عیب پاکر بسبب عیب کے بغیر حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو یہ جائز ہی اور قرضخواہ دوم اُسکو نہین توڑ سکتا ہی پھر وصی مذکور بائع سے نصف ثمن واپس لیکر دوسرے قرضخواہ کو دیدیگا اور اگر بائع پر ثمن ڈوب گیا تو وصی ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ واپسی ہر گاہ حق قرضخواہ دوم مین بیع جدید شمار کی گئی تو ایسا ہوا کہ گویا وصی نے غلام کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن اُسپر ڈوب گیا وصول نہوا اور اس صورت مین ضامن نہین ہوتا ہی پس صورت مذکورہ مین بھی ضامن نہوگا اور اس صورت مین اور صورت ذیل مین فرق ہی کہ جب وصی نے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کرکے ثمن وصول کرکے بائع کو سب دیدیا تو اس صورت مین دوسرے قرضخواہ کے واسطے ضامن ہوگا اور فرق یہ ہی کہ جب وصی نے سواے بائع کے دوسرے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کیا تو ثمن سے دونون قرضخواہون کا حق متعلق ہوا پس وصی نے جب ایک ہی کو دیدیا تو اُسنے دوسرے کا حق تلف کیا پس ضامن ہوگا اور صورت مذکورہ بالا مین وصی نے کچھ وصول نہین کیا ہی فقط عیب کی وجہ سے واپس کیا ہی اور یہ امر حق قرضخواہ دوم مین بیع جدید ہی اور وصی کو بیع کا اختیار ہی پس کوئی ایسی بات نہین پائی گئی جو موجب ضمان ہو۔ اور ہمارے مشائخؒ نے فرمایا کہ جب وصی نے میت کا قرضہ ادا کیا اور اُسکو خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ میت پر دوسرا قرضہ ظاہر ہو اور وصی کو ضامن ہونا پڑے تو اُسکے واسطے یہی حیلہ ہی کہ قرضخواہ میت کے ہاتھ اُسکے قرضہ کے عوض میت کی کوئی چیز فروخت کرے پھر اگر میت پر دوسرا قرضہ ظاہر ہوگا تو وصی ضامن نہوگا۔ اور اگر ایسا ہوا کہ جب وصی نے بسبب عیب کے بائع کو واپس دینا چاہا تو اُسنے انکار کیا یہان تک کہ مقدمہ قاضی کے پاس پیش ہوا پس اگر قاضی کو دوسرے قرضخواہ کے قرضہ کا حال معلوم ہو تو غلام کو بسبب عیب کے واپس ندیگا بلکہ فروخت کرکے اُسکا ثمن دونون کو تقسیم کر دیگا اور بائع کے ذمہ سے نقصان ساقط ہو جائیگا کہ قاضی کی بیع سے پہلے یا اُسکے بعد نقصان عیب کا ضامن نہوگا۔ اور اگر قاضی کو دوسرے قرضخواہ کا حال معلوم نہوا تو بائع کو واپس کر دیگا اور بائع کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائیگا پھر اسکے بعد اگر دوسرے قرضخواہ نے گواہ قائم کیے تو قاضی کو اختیار ہی چاہے واپسی کو باقی رکھے اور قرضخواہ دوم کو نصف ثمن تاوان دلاوے اور چاہے واپسی کو توڑ کر غلام مذکور دونون کے قرضہ مین فروخت کرے یہ محیط مین ہی۔ ایک قوم نے میت پر قرضہ کا دعوے کیا اور اُنکے پاس گواہ نہین ہین لیکن وصی کو اُنکے قرضہ کا حال معلوم ہی تو شیخ نصیرؒ نے فرمایا کہ وصی مال ترکہ کو قرضخواہ کے ہاتھ فروخت کرے پھر قرضخواہ ثمن سے منکر ہو جاوے بس بدلا ہو جائیگا اور اگر ترکہ درم و دینار ہون تو قرضخواہ کے پاس بقدر قرضہ کے ودیعت رکھے پھر وہ ودیعت سے منکر ہو جاوے پس قصاص ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر گواہان عادل نے وصی کے سامنے گواہی دی کہ فلان شخص کا میت پر قرضہ ہی اور قاضی کے سامنے یہ گواہی نہین دیتے پس آیا وصی کو درحالیکہ وارث لوگ منکر ہون ایسا قرضہ ادا کرنے کا اختیار ہی سو اسکی کوئی روایت نہین ہی اور مشائخ نے اسمین بھی اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ ادا کر سکتا ہی اور بعض کے نزدیک نہین ادا کر سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر میت نے وصی کے سامنے قرضہ کا اقرار کیا اور وصی نے چاہا کہ اُسکا قرضہ ادا کرے اور اُسپر ضمان لازم نہ آوے تو اسمین مشائخ کے پانچ اقوال مختلف ہین بعض نے فرمایا کہ قاضی کے پاس جاوے اور اُس سے کہے کہ آپ میراثکو وارثون مین

تقسیم کردین تاکہ اگر ثبوت گواہان میت پر کوئی قرضہ ظاہر ہو تو قرضخواہ مجھسے خصومت نہ کرسکے اور نہ مجھسے تاوان لے سکے۔ اور بعض نے فرمایا کہ قرضخواہ مقر لہ کو بقدر اُسکے قرضہ کے خفیہ دیدے تاکہ وارث لوگ واقف نہون کہ اُس سے ضمان لین۔ اور بعض نے فرمایا کہ ترکہ مین سے بقدر قرضہ کے ایک تھیلی مین بھر کر رکھے اور قرضخواہ کے پاس ایک آدمی بھیج کر بلا دے پس قرضخواہ آکر اُسکو خفیہ و ظاہر لے لے اور وصی اُس سے تغافل کر جاوے پس اگر وارثون کو معلوم ہو جاوے تو وارثون سے کہے کہ تم لوگ خود خصومت کرو یا بجائے میرے دوسرے کو خصومت کے واسطے مقرر کرو۔ اور بعض نے فرمایا کہ جنس قرضہ سے بقدر قرضہ کے ترکہ مین سے ایک تھیلی مین بھر کر قرضخواہ کو ودلیعت دیدے پھر قرضخواہ مذکور ودلیعت سے منکر ہو جاوے پس قصاص ہو جائیگا اور وصی ضامن نہوگا کیونکہ اُسکو ودلیعت رکھنے کا اختیار ہی اور بعض نے فرمایا کہ جسوقت میت نے وصی کے سامنے قرضہ کا اقرار کیا ہی اُسوقت وصی کو چاہیے کہ میت سے کہے کہ دو گواہ بلا کر شاہد کردے یا میرے سوائے دوسرے ایک آدمی کو بلا کر گواہ کردے تاکہ اگر پیچھے قرضخواہ آوے تو دونون گواہ یا وصی معہ ایک گواہ کے گواہی دین پس وصی اُسکا قرضہ ادا کردیگا اور ضامن نہوگا اور اگر وارثون نے وصی پر دعوی کیا کہ تو نے ترکہ مین سے میت کی طرف سے ایسا قرضہ ادا کیا ہی جو اُسپر واجب نہ تھا پس تو ضامن ہوا اور وصی نے ضمان سے انکار کیا اور وارثون نے اُس سے قسم طلب کی تو قاضی وصی سے اُسکے حق کی رعایت کر کے یہ قسم نہ لیگا کہ واللہ مین نے ادا نہین کیا ہی بلکہ یون قسم لیگا کہ واللہ ان لوگون کا جو میری جانب مجھپر ضمان واجب ہونے کا دعوی کرتے ہین نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر علاوہ قرضون کے زید کا بھی قرضہ تھا پس زید نے کہا کہ مین نے اپنے ہزار درم میت سے اُسکی صحت مین وصول کیے ہین اور قرضخواہان میت نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے اُسکے مرض ہین جسمین وہ مرا ہی وصول کیے ہین پس ہم کو تیرے ساتھ تیرے مقبوضہ مین حق شرکت حاصل ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہزار درم مقبوضہ قائم ہون تو اُسمین شریک ہو جاوینگے اسواسطے کہ وصول کرنا امر حادث ہی پس اقرب اوقات کی طرف جو حالت مرض ہی راجع کیا جائیگا اور اگر مقبوضہ دراہم تلف ہو گئے ہون تو قرضخواہان میت کے واسطے زید پر کچھ واجب نہوگا اسواسطے اقرب اوقات کی طرف راجع کرنا بنوع ظاہر ہی اور ظاہر واسطے دفعیہ کے صالح ہی موجب ضمان ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہی پس درصورتیکہ مقبوضہ قائم ہی زید اپنے واسطے ان سب کے سلم ہونے کا دعوی کرتا ہی اور قرضخواہ لوگ اس سے منکر ہین اور اسپر سب متفق ہین کہ یہ مقبوضہ ملکیت میت تھا پس ظاہر زید کے واسطے شاہد نہین ہی اور بعد مقبوضہ تلف ہونے کے قرضخواہون کو موجب ضمان کی حاجت ہی اور ظاہر اُنکے واسطے شاہد نہین ہی ایک وصی پر میت کا قرضہ ہی اور میت نے چند وصیتین کی ہین پس وصی نے چاہا کہ جو کچھ اُسکے ذمہ ہی اُسکی ذمہ داری سے خارج ہو جاوے تو مشائخ نے فرمایا کہ میت کی وصیتین یا قرضے اپنے ذاتی مال سے ادا کردے پس یہ اُس قرضہ کا جو وصی پر ہی قصاص ہو جائیگا لیکن یہ چاہیے کہ ادا کرنے کے وقت قصاص کی نیت کرے اور کہے کہ مال میت سے ادا کرتا ہون تاکہ قصاص ہو جاوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر وصی نے وصایت سے خارج ہونے کے بعد یتیم کا قرضہ وصول کیا پس اگر یہ قرضہ یتیم کے واسطے موروثی ہو یا وصی کے ایسے عقد سے واجب ہوا ہو جسکے حقوق بجانب عاقد راجع نہین ہوتے ہین تو قبضہ نہین صحیح ہی اور قرضدار بری نہوگا اور اگر وصی کے ایسے عقد سے واجب ہوا ہو جسکے حقوق بجانب عاقد راجع ہوتے ہین تو اُسکا قبضہ صحیح ہی اور قرضدار بری ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک وصی نے میت پر قرضہ کا دعوی کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی کہ قاضی آیا اُسکے قبضہ سے مال نکال لیگا یا نہین سو بعض نے فرمایا

کہ نہین نکالیگا الا اگر وصی نے کسی مال عین پر اپنی ملک ہونے کا دعوی کیا تو قاضی اُسکو اُسکے قبضہ سے نکال لیگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر اُسکے پاس اُسکے دعوے کے گواہ نہون تو قاضی اُسکو وصایت سے خارج کردیگا اور فقیہ ابواللیث رحمہ نے کہا کہ یون کہے کہ یا تو میت کو اپنے اس دعوی سے بری کردے یا اپنے دعوی کے گواہ قائم کرتا کہ قرضہ وصول کرلے ورنہ مین نے تجھکو وصایت سے خارج کردیا پس اگر اُسنے گواہ قائم نہ کیے تو اُسکو وصایت سے خارج کردیگا اور محمد بن سلمہ سے روایت ہی کہ اگر وصی نے میت پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا اور اُسکے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی اُسکو وصایت سے معزول کردیگا اور اگر گواہ ہون تو قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کریگا تاکہ مدعی اُسکے مقابلہ مین گواہ قائم کرے پھر اسکے بعد قاضی کو اختیار ہی چاہے دوسرے کو وصی رکھے پس اول وصایت سے خارج ہوگیا اور چاہے اول کا قرضہ ادا کرنے کے بعد اول کو پھر وصی مقرر کردے اور خصاف رحہ نے ذکر فرمایا کہ قاضی میت کی طرف سے دوسرا وصی اُسی قدر کے واسطے مقرر کریگا جسقدر مدعی کا قرضہ ہی اور وصی مدعی کو پوری وصایت سے خارج نکریگا اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ میت کا ایک شخص پر قرضہ ہی اور اُسکا وصی اور پسر وارث ہی پھر پسر بالغ ہوگیا پھر وصی نے قرضہ میت وصول کیا تو اُسکا قبضہ جائز ہی اور اگر پسر نے وقت بالغ ہونے کے اُسکو قبضہ سے منع کردیا ہو تو قبضہ صحیح نہوگا۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر زید کے ہزار درم قرضہ ہین اور میت کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہین پس عمرو نے میت کا قرضہ اُسکے قرضخواہ زید کو ادا کرنا چاہا تو اصل مین مذکور ہی کہ اگر عمرو ادا کردے تو میت کے قرضہ سے بری ہوجائیگا اگرچہ بغیر حکم وصی و وارث کے ادا کیا ہو۔ اور ادا کرنے کی کیفیت امام محمد رحہ نے یون بیان فرمائی ہی کہ قاضی کے سامنے عمرو میت کے قرضخواہ زید سے یون کہے کہ یہ ہزار درم جو مجھپر میت فلان کے تھے تجھکو اُن ہزار درم کے عوض دیتا ہون جو تیرے میت مذکور پر قرضہ تھے پس یہ جائز ہوگا۔ اور اگر اُسنے یون نہ کہا بلکہ میت کی طرف سے زید کو ہزار درم ادا کردیے تو متبرع ہوگا اور اُسپر میت کا قرضہ بحالہ باقی رہیگا۔ اور اگر مستودع نے مال ودیعت مین سے مودع کا قرضہ ادا کردیا تو مودع کو اختیار ہوگا چاہے اوسکے ادا کرنے کی اجازت دیدے اور چاہے مستودع سے تاوان لے پھر قابض نے جوکچھ وصول کیا ہی وہ اُسکو مسلم دیا جائیگا۔ میت نے اپنی جورو کو وصی کیا اور مال چھوڑا اور جورو کا مہر باقی ہی پس اگر میت نے درم یا دینار چھوڑے ہون تو چونکہ عورت مذکور نے اپنی جنس حق پر قابو پایا ہی اُسمین سے بقدر دین مہر کے لے لے اور اگر درم و دینار نچھوڑے ہون تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جو مال فروخت کرنے کے لائق ہی اُسکو فروخت کرکے ثمن سے اپنا قرضہ مہر وصول کرلے۔ ایک قرضدار مرگیا اور قرضخواہ اُسکا وارث یا وصی ہی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بدون علم وارثون کے بقدر اپنے حق کے لے لے۔ ایک شخص نابالغ اولاد چھوڑکر مرگیا اور کسی کو وصی نہین کیا پھر قاضی نے اُسکا وصی مقرر کیا کہ ترکہ کی حفاظت کرے پھر کسی مدعی نے میت پر قرضہ یا ودیعت کا دعوی کیا اور اُسکی جورو نے مہر کا دعوے کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ قرضہ و ودیعت جب تک کہ گواہون سے ثابت نکیے جاوین ادا نکیے جاوینگے۔ اور مہر اگر نکاح معروف ہی یعنے لوگون مین اس عورت سے نکاح معروف ہو تو مہر مثل تک عورت کا قول قبول ہوگا کہ بقدر مہر مثل کے اُسکو دیدیا جائیگا اور فقیہ ابواللیث رحہ نے فرمایا کہ اگر یہ امر قبل اسکے ہو کہ عورت نے اپنے آپ کو مرد مذکور کے قابو مین دیا ہی تو یہی حکم ہی اگر عورت اپنے آپ کو مرد کے قابو مین دیچکی ہو تو جسقدر مہر معجل قبل قابو دینے کے ادا کرنے کی عادت جاری ہی وہ بھی عورت کو نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ ظاہر یہ ہی کہ اُسنے بدون وصول قدر معجل کے اپنے آپ کو مرد کے قابو مین نہ دیا ہوگا۔ مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمین ایک گونہ نظر ہی اسواسطے

۵ قال المترجم و الجواب عن هذا النظر ان الفقيه لا يقول باسقاط ما كان ثابتا بل انما يقول بالمنع عن اداء القدر المعجل فالنظر غير وارد و عليه اصله والحاصل ان المراة ادعت لنفسها ان يسلم اليها مهر المثل والظاهر لا يشهد لها بالقدر المعجل

کہ کل مہر نکاح واجب ہوا ہی پس بحکم ظاہر اُسمین سے کسی مقدار کی ساقط ہونے کا حکم ندیا جائیگا کیونکہ ظاہر ایسی چیز کے باطل کرنے کے واسطے جو ثابت ہو حجت صالحہ نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص مرگیا اور ایک وارث و مال چھوڑا پھر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میت پر میرے ہزار درم قرضہ ہین اور قاضی نے اُسکے نام حکم دیا اور وارث نے ہزار درم ادا کردیے پھر غائب ہوگیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے گواہ قرضہ قائم کرنے چاہے تو قرضخواہ اول اُسکا خصم ہوگا اور اگر قرضخواہ اول غائب ہوگیا ہو تو وارث اُسکا خصم ہوگا پس اگر دوسرے کے واسطے بھی وارث پر قاضی نے حکم دیدیا حالانکہ جو کچھ وارث نے وصول کیا ہی وہ سب تلف ہوگیا ہی تو دوسرا قرضخواہ پہلے قرضخواہ کا دامنگیر ہوکر جو کچھ اُسنے وصول کیا ہی اسمین سے حصہ رسد لے لیگا پھر دونون اپنے باقی حق کے واسطے وارث کے دامنگیر ہونگے۔ اور اگر اول قرضخواہ نہو بلکہ تہائی کا موصی لہ ہو پس اُسنے مال وصیت وصول کرلیا پھر وارث غائب ہوگیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کرنے چاہے کہ میت پر میرا اسقدر قرضہ ہی تو موصی لہ اُسکا خصم نہوگا اسی طرح اگر اول قرضخواہ ہو اور دوسرا موصی لہ مدعی ہو تو قرضخواہ اُسکا خصم نہوگا۔ اور نوازل مین مذکور ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُسپر اسقدر قرضہ ہی کہ تمام ترکہ کو محیط ہی پس قرضخواہ اپنے ساتھ وارث میت کو لایا تو بعض نے فرمایا کہ وارث اُسکا خصم نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ خصم ہوگا اور حق خصومت مین میت کا قائم مقام ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ اگر ترکہ تمام قرضخواہون کے قرضہ مین مستغرق ہو پھر ایک شخص نے آکر میت پر ہزار درم قرضہ کا دعوی کیا اور گواہ قائم کرنے سے عاجز ہوکر وارثون و قرضخواہون سے قسم طلب کی تو قرضخواہون پر بالکل قسم عاید نہوگی اسی طرح جبکہ پورا ترکہ قرضہ مین مستغرق ہی تو وارثون پر بھی قسم عائد نہوگی۔ اور اگر اُسکے پاس گواہ ہون تو وصی فقط اُسکا خصم ہوگا اور اگر میت کا کوئی وصی یا وارث نہو تو قاضی اُسکا وصی مقرر کردیگا۔ اور اگر قرضہ کی بہ نسبت ترکہ زائد ہو تو وارث سے قسم لیجائیگی۔ اور ہم نے کتاب ادب القاضی مین ذکر کیا ہی کہ جب وارث کو ترکہ کچھ نہ ملا تو موافق اختیار فقیہ ابو اللیث و فقیہ ابو جعفر کے مدعی کے گواہون کی سماعت کرنے کے واسطے وارث خصم قرار دیا جائیگا لیکن قبل اِسکے کہ میت کا کچھ مال ظاہر ہو وارث سے قسم نہین لیجائیگی۔ ایک شخص نے میت پر قرضہ کا دعوی کیا اور اُسکا وصی بغیبت منقطعہ غائب ہوگیا ہی تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی کھڑا کریگا تاکہ مدعی کی جوابدہی کرے اسی طرح اگر وصی حاضر ہو اور اُسنے مدعی کے قرضہ کا اقرار کیا تو قاضی میت کی طرف سے خصم مقرر کریگا ایسا ہی امام فضلی رح نے اپنے فتاوی مین ذکر کیا ہی۔ اور اقرار واقعات مین لکھا ہی کہ اگر وصی میت نے اقرار کیا کہ مین نے فلان میت کا ہر قرضہ جو لوگون پر تھا وصول کیا پھر میت کا ایک قرضدار آیا اور اُسنے وصی سے کہا کہ مین نے تجھکو اسقدر دیا ہی اور وصی نے کہا کہ مین نے تجھسے کچھ وصول نہین کیا اور نہ مجھے معلوم تھا کہ میت کا تجھپر کچھ قرضہ ہی تو قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر اصل قرضہ پر گواہ قائم ہوے تو اس سے وصی پر کچھ لازم نہ آویگا اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ مین نے میت کا کوفہ کا قرضہ وصول کرلیا یا کسی دوسرے شہر یا سواد کی طرف نسبت کی تو بھی یہی حکم ہی اور جو شخص قرضہ و ودیعت و مضاربت وصول کرنے کا وکیل ہو اُسکا بھی ان سب صورتون مین یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک وصی نے وصیت میت اپنے مال[یعنے عام قرضہ وغیرہ ۱۲] سے نافذ کردی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ وصی وارث ہو تو ترکہ مین سے واپس لیگا ورنہ واپس نہین لے سکتا ہی اور بعض نے کہا کہ اگر وصیت بندون کے واسطے ہو تو واپس لیگا اسواسطے کہ اُسکا مطالبہ از جانب بندہ ہی اور اگر وصیت اللہ تعالی[یعنے کار خیر مثل حج وغیرہ ۱۲ منہ] کے واسطے ہو تو واپس نہین لے سکتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ ہر حال مین واپس لے سکتا ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ اسی طرح اگر وصی نے صغیر کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے خرید ا تو بھی واپس لے سکتا ہی

اسی طرح اگر بغیر اجازت وارث کے قرضہ میت اپنے مال سے ادا کیا اور گواہ کرلیے تو بھی واپس لے سکتا ہی اسی طرح اگر وارث بالغ نے وارثان نابالغ کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے خرید اتو مال میت و ترکہ سے واپس لیگا اسی طرح اگر وصی نے یتیم کا خراج و عشر اپنے مال سے ادا کیا تو واپس لیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ کسی وارث نے اگر قرضہ میت اپنے مال سے ادا کیا حتے کہ اسکو واپس لینے کا اختیار حاصل ہوا پھر قبل واپس لینے کے جو قرضہ ادا کیا ہی وہ مال دوسری میت سے سبھون نے میراث پایا تو ادا کرنے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسری میت کے ترکہ سے وہ مال جو اُسنے قرضہ مین دیا تھا واپس لیوے یہ ذخیرہ مین ہی۔ وارث کو اختیار ہی کہ بدون حکم وارثان میت کے اُسکا قرضہ ادا کرے اور اُسکو کفن دے اور اُسکو اختیار ہوگا کہ مال میت سے اسکو واپس لے۔ اور اگر وارث یا وصی نے میت کے واسطے کفن خرید اپھر بعد دفن میت کے کفن کے عیب پر واقف ہوا تو وارث یا وصی کو نقصان عیب واپس لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اجنبی نے میت کے لیے کفن خریدا اور بعد دفن کے عیب کفن پر واجب ہوا تو ناطفی نے ذکر کیا کہ اجنبی نقصان عیب واپس نہین لے سکتا ہی۔ اور بعض روایات مین ہی کہ واپس لے سکتا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اجنبی واپس نہین لے سکتا ہی۔ ایک مسافر ایک شخص کے مکان مین اُترا پھر مرگیا اور کوئی وصی مقرر نہین کیا اور دراہم چھوڑے تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ مقدمہ حاکم کے پاس پیش کرے پس حاکم کے حکم سے اُسکو اوسط درجہ کا کفن دے اور اگر اُسنے کسی حاکم کو نپایا تو اوسط درجہ کا کفن دیدے اور اگر میت مذکور پر قرضہ ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ قرضہ ادا کرنے کے واسطے اُسکا مال فروخت کرے اسی طرح اگر کوئی باندی چھوڑی ہو تو اُسکو فروخت نہین کرسکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر اہل کوچہ مین سے کسی نے مال یتیم مین خرید فروخت کا تصرف کیا اور میت کا کوئی وصی نہین ہی اور وہ شخص جانتا ہی کہ اگر حاکم کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا جاوے تاکہ وہ وصی مقرر کردے تب تک یہ مال لیکر برباد کردیگا تو قاضی دبوسی رح نے فتوی دیا کہ بضرورت اُسکا تصرف جائز ہی اور امام قاضی خان نے فرمایا کہ یہ استحسان ہی اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ فتاوی کبرے مین ہی۔ بشر بن الولید سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کسی گانون مین مرگیا اُسکا وارث آیا اور کہا کہ میرا باپ مرگیا اور اُسنے کئی قسم کا مال چھوڑا ہی اور کسی کو وصی نہین نہین کیا اور اُسپر قرضہ ہی اور وارث مذکور اسوجہ سے گواہ قائم نکرسکا کہ گواہ گانون کے لوگ تھے اور قاضی کو اُنکی عدالت کا حال معلوم نہ تھا پس آیا قاضی کو اختیار ہی کہ اُس سے کہے کہ اگر تو سچا ہی تو مال فروخت کر یہانتک کہ قرضہ ادا کردے تو فرمایا کہ اگر قاضی نے ایسا کیا تو اچھا ہی۔ اور شیخ ابو نصر سے مروی ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُسکے وارثون و قرضخواہون نے کہا کہ فلان مرگیا اور کسی کو وصی نہین کیا اور حاکم کو اسمین سے کچھ معلوم نہین ہی پس آیا حاکم اُنسے کہہ سکتا ہی کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو مین نے اسکو وصی کیا تو فرمایا کہ اگر حاکم نے ایسا کیا تو مجھے امید ہی کہ وہ ایسا کرسکتا ہی اور وہ شخص وصی ہوجائیگا بشرطیکہ یہ لوگ سچے ہون۔ ایک عورت نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور ایک مرد کو وصی مقرر کیا پس وصی نے اُسکی مقدار وصیت مین سے بعض وصیتین نافذ کین اور کچھ مال وارثون کے پاس باقی رہگیا پس آیا وصی اُس باقی کو وارثون کے پاس چھوڑ سکتا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وصی کو وارثون کی دیانت سے معلوم ہو کہ باقی بھی وصیت مین دیدینگے تو چھوڑ سکتا ہی اور اگر اسکے برخلاف جانتا ہو پس اگر اُسکو یہ قدرت ہو کہ وارثون کے قبضہ سے باقی تہائی نکال لے تو نہین چھوڑ سکتا ہی۔ ایک شخص نے اپنے ولد صغیر کے واسطے کوئی چیز خریدی اور اپنے مال سے ثمن ادا کیا بدین نیت کہ صغیر کے مال سے واپس لیگا تو نوادر مین مذکور ہی کہ اگر ادائے ثمن کے وقت اُسنے اس بات کے گواہ کیے ہون کہ مین اپنے مال سے اسطور سے ادا کرتا ہون کہ صغیر کے مال سے واپس لونگا تو واپس

نہین لے سکتا ہی بخلاف وصی کے کہ اگر وصی نے اپنے مال سے ادا کیا تو اُسکو گواہ کر لینے کی ضرورت نہین ہی اور فرق یہ ہی کہ والدین
کی اکثر عادت یہ ہوتی ہی کہ اپنی اولاد کے ساتھ صلہ و نکوئی کا قصد رکھتے ہین پس اُنکے حق مین گواہ کر لینے کی ضرورت ہی اسی طرح
اگر باپ نے اپنے پسر کی جورو کا مہر اپنے پاس سے ادا کیا تو گواہ کر لے ورنہ واپس نہین لے سکتا ہی اسی طرح اگر مان وصیہ ہو
تو وہ بھی بمنزلہ باپ کے ہی کہ اگر اُسنے اداے ثمن کے وقت گواہ نکر لیے ہون تو واپس نہین لے سکتی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی
امام محمد رحہ نے فرمایا کہ اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ مین نے اتنے برس تجھپر تیرے مال سے تیرے نفقہ مین خرچ کیا ہی تو اتنی مدت
مین یتیم مذکور کے نفقہ مثل مین وصی کے قول کی تصدیق کیجائیگی اور نفقہ مثل سے زائد کے حق مین تصدیق نہ کیجائیگی پھر نفقہ
مثل وہ ہوتا ہی جسمین اسراف نہو و تنگی نہو یہ محیط مین ہی- اور اگر وصی نے کہا کہ تیرا باپ دس برس ہوے کہ مرا ہی اور یتیم نے کہا کہ میرے
باپ کو مرے ہوے فقط پانچ برس ہوے ہین تو کتاب مین مذکور ہی کہ یتیم کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی
شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ کتاب مین امام محمد رحہ کا قول مذکور ہی اور بقول امام ابو یوسف رحہ کے وصی کا قول قبول ہوگا
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اور اگر وصی نے کہا کہ تیرے باپ نے غلام چھوڑے تھے مین نے اُنکو تیرے مال سے اسقدر
درم نفقہ دیے پھر وہ سب مر گئے یا بھاگ گئے اور یہ نفقہ جو دیا ہی نفقہ مثل ہی اور یتیم اُسکے قول کی تکذیب کرتا ہی اور کہتا ہی کہ میرے
باپ نے کوئی رقیق نہین چھوڑا تھا تو وصی کا قول قبول ہوگا اور خانیہ مین ہی کہ امام محمد و حسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول
قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رحہ کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر غلامان مذکور زندہ موجود ہون تو بالاجماع
وصی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی- اگر وصی نے دعوی کیا کہ یتیم کا غلام بھاگ گیا تھا اُسکو ایک شخص پکڑ لایا پس
مین نے اُسکو چالیس درم جعل دیے ہین اور یتیم اُسکے بھاگنے سے انکار کرتا ہی تو امام ابو یوسف رحہ کے نزدیک وصی کا قول
قبول ہوگا اور امام محمد و حسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول قبول ہوگا لیکن اگر وصی اپنے گواہ لاوے تو اُسکے گواہ مقبول
ہونگے کذا فی فتاوی قاضی خان- اور اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ تیرے باپ نے کوئی رقیق نہین چھوڑا تھا مگر مین نے
تیرے واسطے تیرے مال سے غلام خریدے اور تیرے مال سے اُنکا ثمن ادا کیا اور تیرے مال سے اُنکا نفقہ دیا تو ان سب
باتون مین اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور جب قول اُسی کا قرار دیا جائیگا تو اس سے قسم لیجائیگی یہ کتاب مین مذکور ہی-
لیکن ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جب وصی کی کوئی خیانت ظاہر نہین ہوئی تو ہمارے نزدیک اُس سے قسم لینا مستحسن
نہین ہی- نوادر ہشام مین امام محمد رحہ سے روایت ہی کہ اگر وصی نے دعوی کیا کہ والد صغیر نے اسقدر غلام چھوڑے تھے اور
مین نے اُنکو اسقدر نفقہ دیا ہی پھر وہ سب مر گئے پس اگر ایسے میت کے اسقدر غلام ہوتے ہون تو وصی کا قول قبول ہوگا
اور اگر یہ بات فقط وصی کے قول سے ثابت ہوتی ہو اور ایسے شخص کے اسقدر غلام نہوتے ہون تو مین اُسکے قول کی
تصدیق نکرونگا- اور اگر وصی نے کہا کہ مین نے یتیم کو مہینے مین سو درم دیے اُسنے ضائع کر دیے حالانکہ وہ فریضہ زکوۃ تھے
پھر مین نے اُسکو سو درم اسی مہینہ مین دوبارہ دیے تو مین اُسکے قول کی تصدیق کرونگا تا وقتیکہ ایسی بات بیان نہ کرے
جو کھلی مستبعد ہو مثلاً بیان کرے کہ مین نے اُسکو اسی مہینہ مین بہت مرتبہ دیے اور اُسنے ضائع کر دیے- ایک شخص کے پاس
ایک غلام ہی وہ دعوی کرتا ہی کہ یہ میرا ہی اور وصی نے یتیم سے کہا کہ مین نے یہ غلام اس سے تیرے مال سے ہزار درم کو تیرے
لیے خریدا تھا اور قبضہ کر کے ثمن ادا کر دیا تھا اور اسکو اتنے عرصہ تک اسقدر نفقہ دیا پھر یہ قابض مجھپر غالب آیا اور مجھسے
یہ غلام لے لیا اور یتیم و قابض دونون اُسکی تکذیب کرتے ہین تو وصی مذکور کی اُسکے حق مین ضمان سے بری ہونے کے واسطے

تصدیق کیجائیگی مگر قابض کے حق مین غلام اُسکے قبضہ سے نکال لیے جانے کے واسطے تصدیق نہوگی اسوجہ سے کہ قابض کے حق مین وہ
مدعی ہی یا گواہ ہو پس مدعی کے دعوی پر یا ایک گواہ پر حکم نہین دیا جاتا ہی اور اپنے حق مین وہ منکر ضمان ہی پس قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا
یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصی نے کہا کہ قاضی نے تیرے اس بھائی لنجے کے واسطے تیرے مال سے اسقدر ماہواری نفقہ مقرر کر دیا تھا
پس مین دس برس سے اسکو اسقدر ماہواری تیرے مال سے دیتا ہون اور یتیم نے اُسکی تکذیب کی تو بالاجماع وصی کا قول قبول نہوگا اور
وہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر وصی نے کہا کہ تیرا باپ مر گیا اور یہ زمین تیرے واسطے میراث چھوڑی اور یہ زمین خراجی
ہی پس مین نے دس برس سے اسقدر سالانہ اسکا خراج سلطان کو ادا کیا ہی اور وارث نے کہا کہ میرے باپ کو مرے ہوے فقط دو برس
ہوے ہین تو اسمین ویسا ہی اختلاف ہی جو جُعل مین مذکور ہوا ہی اسی طرح اگر باپ کے مرنے کی مدت دس برس ہونے پر دونون نے
اتفاق کیا لیکن زمین مذکور جسمین پانی بھرا ہوا ہی جسکی وجہ سے زراعت ممکن نہین ہی اختلاف کیا پس وارث نے کہا کہ یہ زمین برابر اسوقت
سے ایسی ہی ہی اسکا خراج واجب نہین ہوا ہی اور وصی نے کہا کہ اسمین فی الحال پانی آگیا ہی اور مین نے دس برس تک اسکا خراج ادا
کیا ہی تو اسمین بھی وہی اختلاف ہی جو جُعل مین مذکور ہی۔ اور اگر وقت خصومت کے زمین مذکور قابل زراعت ہو اُسمین پانی نہو اور باقی شکل
بحالہ رہے تو بالاجماع قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا۔ نوازل مین ہی کہ اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے صغر سنی مین اس شخص کا
اسقدر مال تلف کر دیا تھا پس مین نے تیری طرف سے اُسکو ادا کر دیا اور یتیم نے اس سب سے انکار کیا تو یتیم کا قول قبول ہوگا اور
بالاجماع وصی ضامن ہوگا۔ اور اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ تیرا یہ غلام شام کی طرف بھاگا تھا پس مین نے ایک شخص کو اجرت پر
مقرر کیا جو اُسکو شام سے پکڑ لایا اور سو درم اجرت پر مقرر کیا تھا پس نے اُسکو سو درم دیدیے اور یتیم نے اس سے انکار کیا تو
بالاجماع وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر وصی نے اس سب مین یہ کہا کہ مین نے اپنے مال سے ادا کیا تا کہ تجھسے واپس لون اور
یتیم نے انکار کیا تو بالاجماع بدون گواہون کے وصی کے قول کی تصدیق نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصی ایک شخص کو قاضی کے
پاس لایا اور کہا کہ یہ شخص صغیر کے غلام کو جو بھاگ گیا تھا واپس لایا ہی پس اسکے واسطے مال واجب ہوا پس مین نے اسکو مال
صغیر سے جو میرے پاس ہی اسکا حق دیدیا پس آیا قاضی اُسکے قول کی تصدیق کریگا سو بعض نے فرمایا کہ اسمین بھی اختلاف ہی اور
بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق تصدیق نکریگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر میت کا زید پر
مال ہو اور میت کے وصی نے اقرار کیا کہ میت نے یہ مال وصول کر لیا ہی تو اسکے بعد وصی مذکور اس مال پر قبضہ کرنے کے
واسطے خصم نہوگا بلکہ قاضی از جانب میت ایک شخص اُسکے وصول کرنے کے واسطے مقرر کریگا اور امام محمدؒ نے اقرار الاصل مین
فرمایا کہ اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے میت کا سب مال جو فلان بن فلان پر تھا وصول کر لیا اور یہ بیان نکیا کہ کسقدر تھا پھر کہا
کہ مین نے اُس سے فقط سو درم وصول کیے ہین اور قرضدار نے کہا کہ میت کے مجھپر ہزار درم تھے تو نے سب وصول کر لیے ہین
تو اسمین دو صورتین ہین یا تو یہ مال وصی کے قرضہ کر دینے سے قرضدار پر واجب ہوا ہوگا یا خود میت کے معاملہ سے واجب
ہوا ہوگا اور دونون صورتون مین سے ہر ایک مین ضرور ہی کہ قرضدار سے قرضہ کا اقرار یا تو وصی کے اقرار کے بعد کہ مین نے سب
وصول پایا ہی واقع ہوا ہوگا یا وصی کے اقرار سے پہلے واقع ہوا ہوگا اور ہر ایک مین دونون صورتون مین سے یا تو وصی
نے یہ اقسار کہ وہ سو درم ہین اپنے اس اقرار سے کہ مین نے سب وصول پایا ہی ملا کر کہا ہوگا یا الگ کہا ہوگا پس درصورتیکہ
قرضدار پر قرضہ میت کے معاملہ سے واجب ہوا اور وصی نے پہلے پورا قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا کہا کہ وہ سو درم
ہین بعد ازان قرضدار نے اقرار کیا کہ اُسپر ہزار درم قرضہ ہی اور وصی نے اُس سے ہزار درم وصول کر لیے ہین تو امام محمدؒ نے

سلہ قال المترجم یعنی امام محمد وحسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا و قال المترجم والاصح عندی قول ابی یوسف لان الوصی جعل امینا

فالظاہر ان لم تشہد بہ الوارث لکن لا ینفع الوارث فی حق التضمین بل الوجوب للضمان ولم یوجد فیقبل قول الوصی علی حالہ الا ان یاتی الوارث بالبینۃ فحینئذ یعمل بہا ان لا تقبل عنہ ۱۲ منہ

ذکر فرمایا کہ قرضدار ہزار درم سے بری ہو جائیگا اور وصی کو اُس سے کچھ زیادہ لینے کا اختیار نہوگا اور اس باب مین کہ وصی نے سو درم پر قبضہ کیا ہے قسم کے ساتھ وصی کا قول قبول ہوگا اور قرضدار کے قول کی وصی کے حق مین تصدیق نکیجائیگی حتی کہ انکار وارثان کی وجہ سے وصی نوسو درم کا ضامن نہوگا پھر اگر میت کی طرف سے گواہ قائم ہون مثلاً میت کا وارث یا اُسکا قرضخواہ گواہ قائم کرے کہ قرضدار مذکور پر میت کے ہزار درم تھے تو قرضدار ہزار درم سے بری ہوگا حتی کہ وصی کو اُس سے نوسو درم واپس لینے کا اختیار نہوگا مگر وصی وارثون کے واسطے نوسو درم کا ضامن ہوگا - اور اگر پہلے قرضدار نے اقرار کیا کہ قرضہ ہزار درم ہے پھر وصی نے سب قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا اقرار کیا کہ وہ سو درم تھے تو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا کہ گواہ قائم ہو کر ہزار درم قرضہ ثابت ہونے کی صورت مین مذکور ہوا کہ قرضدار بسبب اقرار وصی کے بری ہوگا اور وصی نوسو درم کا وارثون کے واسطے ضامن ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ وصی نے اپنے اقرار تمام وصول سے جدا کر کے اقرار کیا کہ وہ سو درم ہین اور اگر متصل اقرار کیا کہ مین نے تمام قرضہ میت جو فلان پر تھا وصول پایا اور وہ سو درم تھے اور قرضدار نے کہا کہ نہین بلکہ ہزار درم تھے تو ذکر فرمایا کہ اس اقرار مین وصی کے قول کی تصدیق ہوگی حتے کہ وصی کو اختیار ہوگا کہ قرضدار مذکور سے نوسو درم کا مطالبہ کرکے وصول کرے اور یہ اُسوقت ہے کہ پہلے وصی نے تمام وصول پالی کا اقرار کیا ہو - اور اگر قرضدار نے پہلے قرضہ کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ مین نے جو کچھ اسپر تھا سب وصول پایا پھر جدا اقرار کیا کہ وہ سو درم تھے تو اسکا حکم وہی ہے جو درصورتیکہ میت کے معاملہ سے قرضہ واجب ہونے کی صورت مین مذکور ہوا ہے کہ قرضدار تمام اُس مال سے جو اُسپر تھا بری ہوگا بسبب اقرار وصی کے اور وصی نوسو درم کا وارثون کے واسطے ضامن ہوگا یہ سب اُس صورت مین ہے کہ وصی نے یہ اقرار کہ وہ سو درم تھے جدا کرکے بیان کیا ہو اور اگر متصل بیان کیا مثلاً کہا کہ مین نے سب جو اُسپر تھا وصول کیا اور وہ سو درم تھے پھر قرضدار نے کہا کہ مجھپر ہزار درم قرضہ تھا اور تو نے سب وصول کیا ہے تو قرضدار پورے قرضہ سے جو اُسپر تھا بری ہوگا حتے کہ وصی کو اُس سے کچھ مطالبہ کا اختیار نہوگا اور وارثون کے واسطے وصی فقط اُسی قدر کا ضامن ہوگا جسقدر اُسنے پہلے وصول پانے کا اقرار کیا ہے - اور اگر قرضدار نے پہلے ہزار درم کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ مین نے سب جو اُسپر تھا وصول پایا اور وہ سو درم ہین تو قرضدار پورے ہزار درم سے بری ہوگا اور وصی وارثون کے واسطے نوسو درم کا ضامن ہوگا - اور فرمایا کہ اگر وصی نے وارثون کے واسطے کوئی خادم فروخت کیا اور گواہ کیے کہ مین نے تمام ثمن وصول پایا ہے اور وہ سو درم ہین اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ ایک سو پچاس درم ہین تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وصی نے یہ قول کہ وہ سو درم ہین اپنے اقرار سے متصل بیان کیا یا منفصل پس اگر متصل بیان کیا تو یہ بیان صحیح نہین ہے اور مشتری پورے ثمن ڈیڑھ سو درم سے باقرار وصی کہ اُسنے سب جو کچھ مشتری پر تھا وصول پایا ہے بری ہو جائیگا اور وصی کی مقبوضہ مقدار مین وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر مالک نے خود فروخت کیا اور جو کچھ مشتری پر تھا سب وصول پانے کا اقرار کیا پھر متصل یا منفصل بیان کیا کہ وہ سو درم تھے تو اسکا حکم بھی وہی ہے جو وصی کی صورت مین بیان ہوا ہے - اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے فلان مشتری سے سو درم وصول پائے اور وہ پورا ثمن ہے پس مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ پورا ثمن ایک سو پچاس درم ہین تو وصی کو اختیار ہوگا کہ مشتری سے پچاس درم اور لیوے - اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے سب جو کچھ فلان شخص یعنے مثلاً زید کا عمرو پر تھا وصول پایا اور وہ سو درم تھے اور وارثون یا قرضخواہ میت نے گواہ قائم کیے کہ وہ دو سو درم تھے حتے کہ یہ گواہی قبول کی گئی تو قرضدار سے باقی سو درم بھی وصول کیے جاوینگے اور وصی

سوا اُن سو درم کے جنکو اُسنے وصول کیا ہی کچھ ضامن نہوگا اور یہ حکم بخلاف ایسی صورت کے ہی کہ جب وصی نے جدا کرکے بیان کیا کہ وہ سو درم تھے پھر گواہ بطور مذکور قائم ہوے کہ قرضدار پر دو سو درم تھے تو ایسی صورت مین وصی دو سو درم کا ضامن ہوگا۔ اور فرمایا کہ اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے جو کچھ میت کا فلان شخص کے پاس از قسم ودیعت یا مضاربت یا شرکت یا بضاعت یا عاریت کے تھا وصول پایا پھر اسکے بعد کہا کہ مین نے اُس سے سو درم وصول پائے ہین اور مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس میت کے ہزار درم تھے تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وصی نے اول وصول پانے کا اقرار کیا پھر مطلوب نے ہزار درم ہونے کا اقرار کیا یا مطلوب نے اولاً ہزار درم ہونے کا اقرار کیا پھر وصی نے جو کچھ اُسکے پاس تھا سب وصول پانے کا اقرار کیا پھر یہ قول اُسکا کہ وہ سو درم تھے۔ یا متصل باقرار سابق ہی یا اس نے الگ بیان کیا ہی پس اگر وصی نے اولاً استیفاء کا اقرار کیا پھر اسکے بعد کہا کہ مین نے سو درم وصول کیے ہین اور مطلوب نے کہا کہ وہ ہزار درم تھے اور تو نے سب وصول پائے ہین تو وصی جسقدر اقرار کرتا ہی اُس سے زیادہ کا ضامن نہوگا اور مطلوب تمام مطالبہ سے بری ہوگا جیسا کہ قرضہ کی صورت مین ہی اور اگر گواہ قائم ہوے کہ مطلوب کے پاس ہزار درم تھے تو وصی ان سب کا ضامن ہوگا یہ اسوقت ہی کہ وصی نے جدا کرکے بیان کیا ہو اور اگر متصل بیان کیا پھر مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس ہزار درم تھے تو وصی کا قول قبول ہوگا کہ اُسنے سو درم وصول پائے ہین اور مطلوب سے کچھ واپس نہین لے سکتا بخلاف اسکے اگر قرضہ کی صورت مین یہ بات ہو تو وہ باقی کے واسطے مطلوب کا دامنگیر ہوگا یہ سب اُس صورت مین ہی کہ وصی نے اولاً استیفاء کا اقرار کیا ہو اور اگر اولاً مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس امانت کے ہزار درم میت ہین پھر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے سب جو کچھ اُسکے پاس تھا وصول پایا اور بیان کیا کہ وہ سو درم تھے خواہ متصل بیان کیا یا منفصل کرکے بیان کیا تو اِسکا حکم وہی ہی جو در صورت گواہ قائم ہونے کے کہ مطلوب کے پاس ہزار درم تھے بیان ہوا ہی لیکن وہ مطلوب سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور فرمایا کہ اگر وصی میت نے اقرار کیا کہ مین نے فلان میت کا ہر قرضہ جو لوگون پر تھا وصول پایا پھر میت کا ایک قرضدار آیا اور اُسنے وصی سے کہا کہ مین نے تجھکو اسقدر ادا کر دیا ہی اور وصی نے کہا کہ مین نے تجھسے کچھ نہین وصول پایا اور نہ مجھے معلوم ہوا کہ میت کا تجھپر کچھ ہی تو وصی کا قول قبول ہوگا اور وصی کے ایسے اقرار سے قرضداران میت کی بریت نہوگی اسی طرح جو وکیل بقبضہ قرضہ و ودیعت و مضاربت ہو اُسکے اقرار کا بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میت کا جو کچھ قرضہ زید پر تھا مین نے وصول پایا پس قرضدار نے کہا کہ مجھپر اُسکے ہزار درم تھے اور وصی نے کہا کہ تجھپر اُسکے ہزار درم تھے لیکن تو نے اسمین سے پانچ سو درم اُسکی زندگی مین اُسکو دیدیے تھے اور باقی پانچ سو درم اُسکی موت کے بعد مجھے دیدیے اور قرضدار نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے سب تجھے دیے ہین تو اسکا جواب وہی ہی جو مسئلہ اول مین بیان کیا گیا ہی کہ وصی ہزار درم کا ضامن ہوگا لیکن وارثون سے اُسکے دعوی پر قسم لیجائیگی۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ لوگون پر فلان میت کا از جنس قرضہ تھا مین نے وصول پایا مین نے اُسکو فلان بن فلان سے بھر پایا پھر گواہ قائم ہوے کہ میت کے اس شخص پر ہزار درم تھے پس وصی نے کہا کہ میرے مقبوضہ یہ نہین ہی تو یہ وصی کے ذمہ لازم ہونگے اور تمام قرضداران میت وصی کے ایسے اقرار سے بری ہو جاوینگے بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا کہ مین نے سب جو کچھ میت کا قرضہ لوگون پر تھا وصول پایا اور یہ نہ کہا کہ اس شخص سے تو ایسے اقرار سے قرضداران میت کی بریت نہوگی۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے میت کی متاع و میراث سب اُسکے مکان سے لیکر اُسپر قبضہ کر لیا پھر اسکے بعد کہا کہ وہ سو درم اور پانچ کپڑے تھے اور وارث نے دعوی کیا کہ وہ اس سے زیادہ مال تھا اور گواہ قائم کیے کہ میت کی موت کے روز اُسکے مکان مین

ط قلت هذا هو المذکور فی الواقعات للصدر الشهید رح ایضا فظهر ان المذکور الصدر الشهید رح ذکره من قول ... ١٢ منہ

ہزار درم اور سو کپڑے تھے تو وصی کے ذمہ سوائے اُسقدر کے جسکا اُسنے اپنے قبضہ کرنے مین اقرار کیا ہی کچھ لازم نہوگا اگرچہ
اُسنے بیان اقرار کہ وہ سو درم و پانچ کپڑے تھے الگ کرکے بیان کیا ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصی نے میت پر قرضہ کا اقرار
کیا تو اُسکا اقرار صحیح نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔

دسوان باب۔ وصیت پر گواہی دینے کے بیان مین۔ اگر زید و عمرو دو وصیون نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے
ساتھ بکر کو بھی وصی کیا ہی اور بکر نے دعوی کیا ہی تو استحساناً جائز ہی نہ قیاساً یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر بکر مدعی نہو تو استحساناً
وقیاساً دونون کی گواہی مقبول نہوگی جبکہ وارث لوگ اسکے مدعی ہون اور بکر منکر ہو اور اگر وارث لوگ زید و عمرو کے
ساتھ تیسرے کے وصی ہونے کے مدعی نہون تو ہر دو وصی کی گواہی قیاساً و استحساناً مقبول نہوگی۔ اصل مین فرمایا کہ اگر
مشہود علیہ مثلاً بکر نے دونون گواہون کی تکذیب کی تو مین دونون وصیون کے ساتھ سوائے بکر کے کسی تیسرے کو وصی
کرکے داخل کردونگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ تیسرے آدمی کو مقرر کرکے داخل کرنے کا حکم جو مذکور ہی امام اعظمؒ و امام محمدؒ
کا قول ہی اور بعض نے فرمایا کہ نہین بلکہ یہ حکم سب کے نزدیک بالاتفاق ہی اور یہی ظاہر ہی کیونکہ امام محمد رحمہ نے اسمین کوئی اختلاف
ذکر نہین فرمایا اور اگر دو لڑکون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی کیا ہی اور زید مدعی ہی تو قیاساً انکی گواہی قبول
نہونی چاہیے مگر استحساناً مقبول ہوگی اور اگر اس مسئلہ مین زید منکر ہو اور باقی وارث بھی مدعی نہون تو قیاساً و استحساناً
دونون کی گواہی قبول نہوگی اور اگر باقی وارث دعوے کرتے ہون اور زید منکر ہو تو استحساناً و قیاساً مقبول نہوگی۔ اگر دو
قرضخواہان میت نے گواہی دی کہ میت نے زید کو اپنا وصی مقرر کیا ہی اور زید نے قبول کرلیا ہی اور زید اسکا مدعی ہی
تو قیاساً ایسی گواہی قبول نہونی چاہیے اور استحساناً قبول ہوگی یہ اُسوقت ہی کہ زید اسکا مدعی ہو اور اگر مدعی نہو اور
ہر دو گواہان کے سوائے باقی قرضخواہان میت اسکے مدعی ہون تو قیاساً و استحساناً دونون کی گواہی قبول نہوگی اسی طرح
اگر میت کے دو قرضداردن نے گواہی دی کہ اُسنے زید کو وصی کیا ہی اور زید اسکا مدعی ہی تو بھی مسئلہ مین قیاس و استحسان
جاری ہی اور اگر زید اسکا مدعی نہو پس اگر وارث لوگ اسکے مدعی ہون تو گواہی قیاساً و استحساناً قبول نہوگی اور اگر
وارث لوگ منکر ہون اور اسکا دعوی نکرتے ہون تو قیاساً و استحساناً قبول نہوگی۔ اور اگر پسران وصی نے گواہی دی کہ فلان میت نے
ہمارے باپ کو وصی کیا ہی اور وصی اسکا مدعی ہی اور وارث لوگ مدعی نہین ہین تو قیاساً و استحساناً یہ گواہی قبول نہوگی اور قاضی
کو اختیار نہین ہی کہ ایسے شخص کو جو وصی ہونا طلب کرتا ہی بدون گواہی کے اُسکی درخواست پر وصی مقرر کردے اگرچہ وصی ہونے
مین رغبت کرنے والا اپنے بیٹون کی گواہی سے مقرر نہوگا اور اگر وصی انکار کرتا ہو اور وارث لوگ دعوی کرتے ہون تو ایسی
گواہی مقبول ہوگی اور اگر وارث لوگ دعوی نکرتے ہون تو ایسی گواہی قبول نہوگی اور بھائی کی گواہی ایسے معاملہ مین مقبول ہی
اور شریکین متفاوضین یا غیر متفاوضین مین سے ایک کی گواہی دوسرے کے حق مین ایسے معاملہ مین جائز ہی۔ اور اگر زید و عمرو
دونون مین سے ایک کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ فلان میت نے ہمارے باپ و فلان دوسرے کو ساتھ ہی وصی مقرر کیا ہی پس اگر
انکا باپ مدعی ہو تو ایسی گواہی قبول نہوگی نہ باپ کے حق مین اور نہ دوسرے کے حق مین اور اگر باپ مدعی نہو اور وارثان
میت مدعی ہون تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر باپ و دوسرا اور وارث کوئی مدعی نہو تو بسبب عدم دعوی کے ایسی گواہی مقبول نہوگی
فرمایا کہ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اس زید کو وصی مقرر کیا تھا پھر اس سے رجوع کرکے اس عمرو کو وصی
مقرر کیا تو دونون کی گواہی جائز ہی۔ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اس زید کو وصی مقرر کیا پھر

زید کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصیت سے معزول کردیا ہی اور فلان شخص کو مقرر کیا ہی تو دونون کی گواہی جائز ہوگی - فرمایا کہ اگر دو بیٹون نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی کیا تھا پھر اُسکو معزول کر کے اس عمرو کو وصی مقرر کیا ہی تو دونون کی گواہی جائز ہی - اور فرمایا کہ اگر فلان شخص کے وصی ہونے پر میت کے دو بیٹون نے جو میت کے قرضدار ہین یا قرضخواہ ہین ایسی گواہی دی اور فلان اسکا مدعی ہی تو مسئلہ مین موافق قیاس کے عدم جواز کا اور موافق استحسان کے جواز کا حکم ہی - اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اس زید کو اپنے تمام ترکہ کا اپنی موت کے بعد وکیل کیا ہی تو مین اُسکو وصی قرار دونگا - اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے زید کو وصی گردانا تو یہ کہنا اور قوله اوصیت الیه یعنے اُسکو وصیت کردی - دونون یکسان ہین پس زید وصی ہو جائیگا - اور اگر دو گواہون مین سے ایک نے گواہی دی کہ میت نے اِسکو جمعرات کے روز وصی کیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ میت نے اِسکو جمعہ کے روز وصی کیا ہی تو ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر دو وصیون نے وارث کے واسطے جو صغیر ہی مال میت یا غیر میت مین سے کسی چیز کی گواہی دی تو دونون کی گواہی باطل ہی - اور اگر بالغ وارث کے واسطے مال میت مین سے کسی چیز کی گواہی دی تو نہین جائز ہی اور اگر میت کے سواے دوسرے کے مال مین سے کسی چیز کی گواہی دی تو جائز ہی - اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر وارث بالغ کے واسطے دونون نے گواہی دی تو دونون صورتون مین جائز ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر موصی لہ معلوم ہو مگر جس چیز کی اُسکے واسطے وصیت کی ہی وہ مجہول ہو پس گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اس موصی لہ کے واسطے وصیت کا اقرار کیا ہی تو ایسی گواہی مقبول ہوگی اور موصی بہ کے بیان کے واسطے وارثان موصی کی طرف رجوع کیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اگر دو گواہون نے عمرو و زید کے واسطے میت پر ہزار درم قرضہ کی گواہی دی پھر زید و عمرو نے اپنے دونون گواہون کے واسطے میت پر ہزار درم قرض کی گواہی دی تو دونون فریق گواہون کی گواہی جائز ہی اور اگر ہر دو فریق گواہون مین سے ہر ایک نے دوسرے کے واسطے ہزار درم وصیت کی گواہی دی تو نہین جائز ہی - اور اگر زید نے گواہی دی کہ میت نے اِن دونون کے واسطے اپنی باندی دینے کی وصیت کی ہی پھر جن دونون کے واسطے اُسنے گواہی دی ہی اُنھون نے گواہی دی کہ میت نے اِسکے بعد زید کے واسطے اُسکی وصیت کردی ہی تو یہ گواہی بالاتفاق جائز ہی - اور اگر زید و عمرو نے بکر و خالد کے واسطے گواہی دی کہ میت نے اِن دونون کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہی پھر بکر و خالد نے گواہی دی کہ میت نے زید و عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہی تو گواہی باطل ہی - اسی طرح اگر زید و عمرو نے گواہی دی کہ میت نے بکر و خالد کے واسطے اپنے غلام کی وصیت کی ہی اور بکر و خالد نے گواہی دی کہ میت نے زید و عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہی تو بھی باطل ہی اسواسطے کہ اس مقدمہ مین گواہی مثبت شرکت ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اِن دونون کے واسطے دراہم کی وصیت کی ہی پھر دوسرے گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اِن دونون کے واسطے دراہم کی وصیت کی ہی تو دونون کی گواہی باطل ہی اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اِسکے واسطے دینار کی وصیت کی ہی اور دوسرون نے دراہم کی گواہی دی یا دو گواہون نے غلام کے وصیت کی گواہی دی اور دوسرون نے دراہم دینے کے وصیت کی گواہی دی تو گواہی جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک شخص نے

ایک قوم کو وصیت پر گواہ کر لیا حالانکہ وصیت نامہ اُنکو پڑھکر نہین سُنایا اور نہ اُنکے سامنے تحریر کیا اور اس وصیت نامہ مین اعتاق واقرار بقرضہ ووصیتین ہین تو اشہاد صحیح نہین ہی کذا فی المحیط۔

کتاب المحاضر والسجلات

اقول محاضر جمع محضر و سجلات جمع سجل۔ محاضر و سجلات مین اصل یہ ہی کہ تصریح بیان کرنے مین مبالغہ کرے اور اجمال پر اکتفا نکرے یہ خلاصہ مین ہی۔ امام شمس الاسلام عمر النسفی نے فرمایا کہ دعوی و محاضر مین اشارہ و لفظ شہادت ضروری ہی اسی طرح سجلات مین بھی اشارہ ضروری ہی حتی کہ مشائخ رح نے فرمایا کہ اگر محضر و دعوی مین یون لکھا کہ فلان شخص کچہری مین حاضر ہوا اور فلان کو اپنے ساتھ لایا پھر اس شخص حاضر نے جو حاضر ہوا ہی اُسپر دعوی کیا تو اس محضر کی صحت کا فتوی ندیا جائیگا اور یون لکھنا چاہیے کہ پھر اس شخص نے جو حاضر ہوا ہی اُس شخص پر جسکو اپنے ساتھ حاضر لایا ہی۔ اسی طرح اثنائے محضر مین مدعی و مدعا علیہ کے ذکر کے وقت بھی اسم اشارہ ذکر کرنا ضرور ہی چنانچہ لکھے کہ پس اس مدعی نے اور اس مدعا علیہ نے اسواسطے کہ بعض مشائخ بدون اسکے صحت کا فتوی نہین دیتے تھے۔ اسی طرح سجلات مین بھی مشائخ نے فرمایا کہ اگر قاضی نے لکھا کہ مین نے اس زید کے واسطے اس عمرو پر حکم دیا تو اسکے ساتھ ضرور ہی کہ یون لکھے کہ مین نے اس زید مدعی کے واسطے اس عمرو مدعا علیہ پر حکم دیا یہ محیط مین ہی۔ اسی طرح مشائخ نے فرمایا کہ اگر محضر مین گواہون کی گواہی لکھنے کے وقت یون لکھا کہ گواہون نے ہر دو متداعیین کی طرف اشارہ کیا تو صحت کا فتوی ندیا جائیگا۔ اور نیز مشائخ نے فرمایا کہ اگر چک اجارہ مین لکھا کہ فلان بن فلان کو اپنی زمین بعد ازانکہ دونون مین درختان ودرختان انگور کی جو اس زمین مین واقع ہی بیع صحیح واقع ہوگئی اجارہ پر دیا یا لکھا کہ بعد ازینکہ ان دونون متعاقدین مین درختان انگور و درختان دیگر کی جو اس زمین مین واقع ہین بیع صحیح واقع ہوگئی تو ایسی چک کی صحت کا فتوی ندیا جائیگا بلکہ یون لکھنا چاہیے کہ اپنی زمین اس مستاجر کو بعد ازانکہ اس اجارہ دہندہ نے درختان انگور و درختان دیگر اس مستاجر کے ہاتھ فروخت کیے اجارہ پر دی۔ اور نیز فرمایا کہ اگر محضر مین لکھا کہ مدعی معہ اپنے گواہون کے حاضر ہوا اور مجھسے گواہون کی سماعت کی درخواست کی پس گواہون نے موافق دعوے کے گواہی دی تو اس محضر کی صحت کا فتوی ندیا جائیگا بلکہ الفاظ گواہی بیان کرنے چاہیے ہین اسواسطے کہ شاید قاضی کے گمان مین دعوی و گواہی مین موافقت ہو حالانکہ درحقیقت دونون مین موافقت نہو۔ نیز مشائخ نے فرمایا کہ اگر سجل مین یہی لکھا کہ گواہون نے موافق دعوے کے گواہی دی تو ایسی سجل کی صحت کا فتوی ندیا جائیگا۔ اسی طرح خط قاضی بجانب قاضی دیگر مین اگر لکھنے والے قاضی نے لکھا کہ گواہون نے موافق دعوی کے گواہی ادا کی ہی تو اس خط کی صحت کا حکم ندیا جائیگا اور بعضے مشائخ نے خط قاضی و سجل مین اور محضر دعوی مین فرق کیا ہی پس خط قاضی و سجل کی صحت کا حکم دیا اور محضر دعوی مین ایسا لکھنے سے اُسکے فاسد ہونے کا حکم دیا ہی۔ اور نیز مشائخ نے فرمایا کہ اگر سجل مین بطور ایجاز لکھا کہ جسطرح حوادث حکمیہ و نوازل شرعیہ ثابت ہوا کرتے ہین اُسی طرح میرے نزدیک متفق ثابت ہوا تو ایسی سجل کی صحت کا فتوی ندیا جائیگا جب تک کہ ہر بات جسطرح واقع ہوئی ہی بیان نکرے یہ ذخیرہ مین ہی اور مشائخ نے نے فرمایا کہ محضر دعوی مین لکھے کہ گواہون نے ایسی گواہی بعد دعوی اس مدعی کے ادا کی اور نیز لکھے کہ اس مدعا علیہ کی طرف انکاری جواب دینے کے بعد ادا کی تاکہ کسی کو یہ گمان نہو کہ گواہون نے قبل دعوی کے یا مدعا علیہ

اقراری پر گواہی دی ہی اسواسطے کہ جو مدعا علیہ اقراری ہو اُسپر گواہی کی سماعت نہین ہوتی ہی سواے چند مقامات معدودہ کے اور ذخیرہ مین فرمایا کہ میرے نزدیک اسمین سے کوئی شرط نہین ہی اور شرط مین ذکر فرمایا کہ ضرور ہی کہ یون بیان کرے کہ ہر ایک گواہ نے بعد دعوی و بعد جواب بانکار کے مدعی کی طرف سے گواہی طلب کرنے کے بعد گواہی دی تاکہ اختلاف سے نکلجاوے اسواسطے کہ امام طحاوی کے نزدیک اگر گواہون نے بعد دعوی مدعی و جواب مدعا علیہ بانکار کے بدون درخواست مدعی کے گواہی دی تو سماعت نہو گی - اور ذخیرہ مین فرمایا کہ میرے نزدیک اسمین سے کچھ شرط نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی - اور امام فخر الاسلام علی بزدوی فرماتے تھے کہ مدعی کو اپنے دعوی مین یون کہنا چاہیے کہ (این مدعا بحق من ست) اور اسپر اکتفا نکرے کہ (آن من ست و حق من) تاکہ یہ ممکن نہو کہ اسکے آخر مین لاحق کیا جاوے کہ (حق من نیست) اسی طرح فرماتے تھے کہ مدعا علیہ کو اسپر اکتفا نچاہیے کہ (این مدعا ملک من ست و حق من) بلکہ یون کہنا چاہیے کہ (ملک من ست و حق من ست) تاکہ اُسکے آخر مین کلمہ نفی نہ لگایا جاسکے اسی طرح گواہ اسپر اکتفا نہ کرے (کہ این مدعاے اوست و حق وے) یعنے حق وے است کہنا چاہیے اور بعضے مشائخ مدعی کے اس قول پر اکتفا کرتے ہین کہ (ملک من است و حق من) اور مدعا علیہ کے اس قول پر کہ (ملک من ست و حق من) و گواہ کے اس قول پر کہ (ملک این مدعی ست و حق وے) اور اگر مدعی نے کہا کہ (ملک و حق من ست) تو یہ بالاتفاق کافی ہی اسی طرح مدعا علیہ و گواہ نے بھی اگر اسی طرح کہا تو بالاتفاق کافی ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ یہ مال عین اسکا ہی یا فارسی مین کہا کہ (این آن مدعی راست) تو اسپر اکتفا نہ کیا جائیگا جب تک ملک کی تصریح نکرین اسواسطے کہ جسطرح ملک کی وجہ سے چیز آدمی کی طرف منسوب ہوتی ہی اُسی طرح بوجہ عاریت وغیرہ کے منسوب ہوتی ہی پس اس احتمال دور کرنے کے واسطے ملک کی تصریح ضرور ہی اور فتاوی رشید الدین باب پنجم مین ہی کہ اگر گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ (این غلام آن فلان ست) تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہی کہ ملک فلان ست اسواسطے کہ یہ ترجمہ اس عبارت کا ہی کہ ہذا لہ اور یہ لفظ ملک کے واسطے لایا جاتا ہی - اور اگر قاضی نے اُنسے استفسار کر لیا کہ تمھاری کیا مراد ہی تو اسکو یہ اختیار ہی - اور اگر گواہون نے اپنی گواہی مین بیان کیا کہ این مدعا ملک این مدعی ست اور یہ نہ کہا کہ در دست این مدعا علیہ بناحق است تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اگر مدعی نے یہ درخواست کی کہ میرے نام میری ملک ہونے کا حکم دیا جاوے تو ایسی گواہی قبول ہوگی اور اگر مدعی کی درخواست یہ ہی کہ مجھے دلادی جاوے تو ایسی گواہی پر اسکا حکم ندیا جائیگا جب تک کہ گواہ یہ بیان نہ کرین کہ در دست این مدعا علیہ بناحق ست اور آیا یہ بھی شرط ہی کہ گواہ یون بیان کرین کہ (واجب ست برین مدعا علیہ کہ دست کوتاہ کند) تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ شرط نہین ہی مگر گواہ اسکو ذکر کرے تو زیادہ احتیاط ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی

محضر در اثبات قرضہ مطلق - بعد تسمیہ کے لکھے کہ مجلس قضا کورہ بخارا مین فلان قاضی کے سامنے اُسکا نام و نسب و لقب بیان کرے جو بخارا مین متولی قضا و احکام اور اہل بخارا مین نافذ القضاء والامضاء از جانب فلان امیر یا سلطان ہی فلان تاریخ فلان مہینہ فلان سنہ مین حاضر ہوا پھر اگر مدعی و مدعا علیہ دونون اپنے نام و نسب سے معروف ہون تو انکا نام و نسب بیان کرے پس لکھے کہ فلان بن فلان حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلان بن فلان کو لایا اور اگر دونون اپنے نام و نسب سے معروف نہون تو لکھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اُسنے بیان کیا کہ فلان بن فلان میرا نام ہی اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا اور بیان کیا کہ فلان بن فلان اسکا نام ہی پھر اس حاضر ہونے والے نے اس شخص پر جسکو ساتھ حاضر

ملہ الا تری ان ہذا القول الیق بحکم الحاکم بالبوک انشا ہو فانہ یدلیس علیہ الا ان یاتی بالامر علی وجہہ لان یحکم [illegible] ۱۲ منہ

لایا ہی دعوی کیا کہ اس حاضر ہونے والے کے اسپر جسکو ساتھ حاضر لایا ہی اسقدر دینار نیشاپوری سرخ جید مناصفہ موزونہ بوزن مثاقیل مکہ کے بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہین اور اسی طرح اس شخص نے جسکو اپنے ساتھ حاضر لایا ہی اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع ورغبت خود ان تمام دیناروں کا جنکا ذکر و وصف اس محضر مین مذکور ہوا ہی اس شخص کے واسطے جو حاضر ہوا ہی اپنے اوپر بسبب صحیح قرضہ لازم و دین واجب ہونے کا اقرار کیا ہی کہ جسکے اس حاضر ہونے والے نے خطابا تصدیق کی ہی پس اس شخص پر جسکو اپنے ساتھ حاضر لایا ہی اس شخص کو جو حاضر ہوا ہی اس مال کا ادا کرنا واجب ہی پھر اُس سے جواب کا مطالبہ و درخواست کی پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو کام پورا ہو گیا اور مدعی کو گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہین رہی اور اگر اُسنے دعوی مدعی سے انکار کیا تو مدعی کو گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہوگی پھر لکھے کہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے درخواست کی کہ اُنکی گواہی کی سماعت کرون پس مین نے منظور کیا اور وہ فلان و فلان و فلان ہین کہ اُنکا نام و نسب و حلیہ و مسکن و مصلا سب لکھے اور قاضی کو چاہیے کہ لفظ شہادت فارسی مین ایک ٹکڑے کاغذ پر لکھنے کا حکم دے تاکہ صاحب مجلس قاضی اُسکو قاضی کے سامنے گواہون کو پڑھ سُنا دے اور الفاظ شہادت اسطرح لکھے گواہی مید ہیم کہ این مدعی علیہ (اور اُسکی طرف اشارہ کرے) بحال روائے اقرار خویش بہمہ وجوہ مقر آمد بطوع و رغبت چنین گفت کہ بر من ست این مدعی را (اور اُسکی طرف اشارہ کرے) بست دینار زر سرخ بخاری سرہ مناصفہ موزونہ بوزن مثاقیل مکہ چنانکہ اندرین محضر یاد کردہ شد (اور محضر کی طرف اشارہ کرے) پس امر لازم وحق واجب ست بسببے درست و اقراری درست و این مدعی (اور اُسکی طرف اشارہ کرے) راست گوے داشت و یرا درین اقرار رویاروی - پس اسکو صاحب مجلس گواہون کو قاضی کے سامنے پڑھ سنا دے پھر قاضی گواہون سے کہے کہ تمنے یہ الفاظ شہادت جو تمکو پڑھ سُنائے ہین تمنے سُنے اور تم ایسی گواہی کے اول سے آخر تک گواہ ہوتے ہو پس اگر اُنھون نے کہا کہ ہمنے سُنا اور ہم اسی طرح گواہ ہین تو قاضی ہر ایک گواہ سے کہے کہ کہہ (کہ ہمچنین گواہی مید ہیم کہ خواجہ امام صاحب برخواند از اول تا آخر مر این مدعی را برین مدعا علیہ - اور قاضی اشارہ کریگا کہ انمین سے ہر ایک کو حکم دیا جاوے کہ الفاظ شہادت اول سے آخر تک جسطرح اُسکو پڑھ سُنائے گئے ہین بیان کرے پھر جب وہ لوگ اُسکو بیان کر دین تو محضر مین گواہون کے نام و نسب و مسکن و مصلے لکھنے کے بعد لکھے کہ ان گواہون نے بعد از انکہ دعوی مدعی و انکار مدعا علیہ واقع ہوا بعد درخواست گواہی از جانب مدعی کے شہادت مستقیمہ صحیحہ متفقۃ اللفظ والمعنی ایک نسخہ سے جو ان سب کو سنایا گیا ہی اور ہر ایک نے اشارہ کی جگہ اشارہ کیا ہی ادا کی -

سجل این دعوی - بعد تسمیہ (یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۲) کے لکھے کہ فلان قاضی اُسکا نام و نسب و لقب بیان کر دے جو خاقان عادل عالم فلان ثبت اللہ تعالے ملکہ و اعز نصرہ کی طرف سے بخارا آئین اور اُسکی نواحی مین متولی قضاء و احکام و اہل بخارا و نواحی کے درمیان نافذ القضاء ہی ادام اللہ تعالی توفیقہ کہتا ہی کہ میری مجلس قضاء کورہ بخارا مین فلان روز فلان تاریخ فلان سنہ مین ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ فلان اُسکا نام ہی اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا اور بیان کیا کہ اسکا فلان نام ہی - اور اگر قاضی دونون مدعی و مدعا علیہ کو پہچانتا ہو تو لکھے کہ فلان حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلان کو حاضر لایا پھر یہ جو حاضر ہوا ہی اُسپر جسکو ساتھ حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ اس حاضر ہونے والے کے اس شخص پر جسکو یہ حاضر لایا ہی بیس دینار سرخ نیشاپوری جید مناصفہ بوزن مثاقیل مکہ بسبب صحیح قرضہ لازم و دین واجب ہی اور ایسا ہی اس شخص نے جسکو اپنے ساتھ حاضر لایا ہی اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اس سب مال کا جسکے مبلغ و جنس و عدد محضر دعوی مین مذکور ہی اس مدعی کے واسطے اپنے اوپر

قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح ہونے کا اقرار کیا ہی کہ جسکی تصدیق اس حاضر ہونے والے سنے کی اور اُس سے اس سب مال کے ادا کر دینے کا مطالبہ کیا اور جواب دعوی مانگا پس اُسنے فارسی مین جواب دیا کہ مرا باین مدعی ہیچ چیز دادنی نیست پس یہ مدعی اپنے ساتھ چند نفر کو لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے اُنکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس مین نے منظور کیا اور اُسنے گواہون سے گواہی طلب کی اور وہ فلان بن فلان جسکا یہ حلیہ ہی اور فلان جگہ رہتا ہی اور اُسکا مصلے اس کوچہ کی مسجد ہی اور دوسرا فلان بن فلان ہی اور اُسکا یہ حلیہ اور یہ مسکن اور یہ مصلے ہی اور سوم فلان بن فلان کہ جسکا حلیہ یہ ہی اور مسکن یہ ہی اور مصلی یہ ہی پس ان گواہون نے بعد درخواست مدعی کے اور دعوی اس مدعی اور انکار اس مدعا علیہ کے شہادت مستقیمہ صحیحہ متفقہ اللفظ والمعنی ایک نسخہ سے یعنی فلان مسجد ہی جو اُنکو فارسی مین پڑھ سنایا گیا تھا ادا کی اور مضمون اُس نسخہ کا جو اُنکو پڑھ سنایا گیا ہی یہ ہی کہ گواہی میدہم الی آخرہ یعنے تمام الفاظ شہادت فارسی مین جسطرح ہمنے بیان محضر مین ذکر کیا ہی لکھے پھر جب الفاظ شہادت لکھنے سے فارغ ہو تو لکھے کہ پس ان گواہون نے یہ گواہی جیسا چاہیے ہی ادا کی اور جو گواہی کا طریقہ ہی بیان کی اور ہر ایک نے اشارہ کی جگہ اشارہ کیا پس مین نے انکی یہ گواہی سنی اور اُسکو خریطہ حکم مین محضر مجلد مین ثبت کر لیا پھر اسکے بعد اگر گواہ لوگ قاضی کے نزدیک عدالت مین معروف ہون تو لکھے کہ مین نے اُنکی گواہی قبول کی کیونکہ میرے نزدیک وہ عدالت مین معروف ہین اور جائز الشہادت ہین اور اگر معروف بعدالت نہون بلکہ معدل لوگون کے تزکیہ سے انکی عدالت ثابت ہوئی ہو تو لکھے کہ مین نے ان گواہون کے حال دریافت کرنے کے واسطے جو لوگ اس ناحیہ مین مقرر ہین کہ عدالت بیان کرین انکی طرف رجوع کیا پھر اگر سب گواہون کی تعدیل ہو گئی ہو تو لکھے کہ معدلین نے سب کو عادل و جائز الشہادت بیان کیا پس مین نے ان گواہون کی گواہی قبول کی کیونکہ علم نے انکی گواہی قبول کرنا واجب کر دیا ہی اور اگر معدلین نے بعض کو عادل کہا ہو اور بعض کو نہین تو لکھے کہ معدلین نے دو گواہون کو انمین سے عادل کہا اور وہ اول و دوم ہی اور علے ہذا القیاس زیادہ مین بھی سمجھنا چاہیے پس مین نے ان دونون گواہون کی گواہی بسبب ایجاب علم کے قبول کی اور یہ سب اُسوقت ہی کہ مشہود علیہ یعنے مدعا علیہ نے گواہون پر طعن کیا ہو اور اگر اُسنے طعن نکیا ہو تو اس تحریر کے بعد کہ مین نے انکی گواہی سنی اور اُسکو محضر مجلد مین خریطہ حکم مین ثبت کر لیا ہی لکھے کہ اس مدعا علیہ نے ان گواہون مین طعن نہین کیا اور مجھسے یہ درخواست نہین کی کہ معدلین سے انکا حال دریافت کرون پس مین نے معدلین سے انکا حال دریافت کرنے کی طرف توجہ نہ کی اور انکی ظاہر عدالت عدالت اسلام پر اکتفا کیا اور ائمہ دین و علماء مسلمین سے ایسے امام کے قول پر عمل کیا کہ جو ظاہر عدالت پر حکم دینے کو جائز فرماتا ہی پس مین نے اُنکی گواہی قبول کی کیونکہ ایسی گواہی کا قبول کرنا جسطرح بیان کیا گیا ہی شرع نے واجب کیا ہی پس میرے نزدیک ان گواہون کی گواہی سے جسکی انھون نے گواہی دی ہی جسپر گواہی دی اُسپر ثابت ہو گیا پس مین نے مشہود علیہ کو اس سے آگاہ کیا اور خبر دیدی کہ میرے نزدیک یہ بات ثابت ہو گئی ہی اور اُسکو قابو دیا کہ اس دعوی کا دفعیہ لاوے اگر اُسکے یعنی مدعا علیہ کے پاس ہو پس وہ کچھ دفعیہ نہ لایا اور خلاصی کی کوئی بات نہ لایا اور میرے نزدیک اس سے اُسکا عاجز ہونا ظاہر ہو گیا پھر مجھسے اس مدعی نے اس مشہود علیہ کے روبرو جو بات اس سے میری نزدیک ثابت ہوئی ہی اپنے واسطے اس مشہود علیہ پر حکم دینے کی اور سجل لکھنے کی اور اُسپر گواہ کر دینے کی درخواست کی تاکہ اس معاملہ مین اُسکے واسطے حجت ہو پس مین نے اُسکی درخواست منظور کی پس مین نے اللہ تعالی سے استخارہ طلب کیا اور زیغ و زلل سے عصمت طلب کی اور خطا و خلل مین پڑ جانے سے بچانے کی دعا کی اور سچا حکم حاصل ہونے کے واسطے اُس سے مضبوطی طلب کر کے اس مدعا علیہ پر اس مدعی کے واسطے یہ حکم دیا کہ اس مدعا علیہ کا اپنے اوپر اس مال کا جسکے مبلغ و عدد و جنس و صفت اس سجل مین مذکور ہی بطور دین لازم و حق واجب کے بسبب صحیح اس مدعی کے واسطے

اقرار کرنا اور تصدیق اس مدعی کی اُسکے اس اقرار کی بطور خطاب جسطرح اس سجل مین مذکور ہی ثابت ہوگیا پھر اگر گواہ لوگ معروف بعدالت
ہون تو بعد لکھنے اس عبارت کے کہ جسطرح اس سجل مین مذکور ہی لکھے کہ بگواہی ان گواہون کے جو معروف بعدالت ہین اور اگر
اُنکی عدالت بتزکیہ معدلین ثابت ہوئی ہو تو لکھے کہ بگواہی ان گواہون کے جنکی عدالت بتعدیل معدلین ثابت ہوئی ہی اور اگر
بعض کی عدالت ظاہر ہوئی اور بعض کی نہ ظاہر ہوئی ہو تو لکھے بگواہی ان عدد گواہون کے جنکی عدالت بتعدیل معدلین ثابت ہوئی ہی منجملہ
اُن گواہون کے جنکا نام محضر مین بیان کیا گیا ہی اور ہر دو گواہ عادل نے روبرو اس مدعی و اس مدعا علیہ کے ہر ایک کی طرف اشارہ کرکے میری
مجلس قضا واقع کورہ بخارا کہ لوگون کے درمیان بر سبیل تشہیر و اعلان کے ہی گواہی دی پس مین نے ایسا حکم دیا کہ قطعی کر دیا
اور نافذ کر دیا جو تمام شرائط صحت و نفاذ کا جامع ہی اور مین نے اس محکوم علیہ پر اس مال کا ادا کرنا جسکے بمبلغ و جنس و عدد و صفت
اسمین مذکور ہی لازم کر دیا کہ اس محکوم لہ یعنی مدعی کو ادا کرے اور مین نے اس محکوم علیہ کو اور ہر ذی حق و حجت و دفع کو اسپنے حق و
حجت و دفعیہ پر چھوڑ دیا کہ ہمیشہ جب اُسکا جی چاہے اپنے حق کا دعوی یا حجت پیش کرے یا دفعیہ پیش کرے اور مین نے اس
سجل کی کتابت کا حکم دیا کہ اس محکوم لہ کے واسطے اس مقدمہ مین حجت رہے۔ اور مین نے اپنے مجلس کے حاضرین اہل علم و
عدالت و امانت و صیانت کو اسپر گواہ کر دیا اور یہ سب فلان روز فلان ماہ فلان سنہ مین واقع ہوا فقط۔ پس یہ صورت جو ہمنے اس
سجل مین تحریر کر دی ہی تمام سجلات مین اصل ہی اور اسمین کوئی چیز بدلی نجائیگی سواے دعوی کے کہ دعوی بہت ہوتے ہین بعض
کے بعض مشابہ نہین ہی اور کتابت سجل مین اور کچھ نہین ہوتا ہی سواے اسکے کہ بعینہ وہی دعوی جو محضر مین مذکور ہی اور اسکے
بعد الفاظ شہادت بعینہ سجل مین اعادہ کرے اور الفاظ شہادت کے بعد سب سجلات مین تمام شرائط ویسے ہی ہین جیسے ہمنے
اس سجل مین بیان کر دیے ہین۔ پھر قاضی کو چاہیے کہ صدر سجل کو اپنے توقیع معروف سے مزین کرے اور آخر سجل مین قبل تاریخ
لکھنے کے سجل کی بائین طرف یہ لکھے کہ فلان بن فلان نے یہ سجل میرے حکم سے میری طرف سے لکھا اور جو ماجرا اسمین مذکور ہی اُسکا حکم میرے
پاس اور میری طرف سے جاری ہوا ہی اور جو حکم اسمین مذکور ہی وہ میرا حکم و میری قضا ہی کہ مین نے اُسکو بسبب حجت کے جو
میرے نزدیک ظاہر ہوئی ہی نافذ کیا ہی اور توقیع مین نے صدر سجل پر لکھی ہی اور یہ چار یا پانچ سطرین جیسے خط مین آئی ہوئی
میرے ہاتھ کی تحریر ہی۔ اور کبھی یہ سجل بطریق معائنہ لکھا جاتا ہی کہ یہ وہ تحریر ہی جسپر ان گواہون نے جنکا نام اس تحریر کی آخر
مین مذکور ہی سب شاہد ہوے کہ مجلس قضا واقعہ کورہ بخارا مین سامنے فلان بن فلان قاضی کے جو اسوقت فلان امیر کی
جانب سے متولی قضا و احکام اس کورہ کے واسطے ہی ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ فلان اُسکا نام ہی اور اپنے ساتھ
ایک شخص کو لایا اور بیان کیا کہ فلان اسکا نام ہی پھر الفاظ دعوی اسی طرح لکھے جیسے ہمنے صورت اولی مین بیان کیا ہی اور نیز الفاظ
شہادت بھی اُسی طرح لکھے جیسے ہمنے صورت اولی مین بیان کیا ہی پھر جب اس سے فارغ ہو تو لکھے کہ پس قاضی نے اُنکی گواہی
سُنی اور اُسکو محضر مجلد مین خریطہ حکم مین مثبت کر لیا پھر ان گواہون کی تعدیل کے واسطے جو لوگ اسواسطے ہین کہ نواح مین
گواہون کی تعدیل کرین اُنکی طرف رجوع کیا آخر تک وہی عبارت تفصیل سے لکھے جسطرح ہمنے بیان کر دی ہی پھر لکھے کہ پس قاضی
کے نزدیک ان گواہون کی گواہی سے جس امر کی گواہی جسپر اُنھون نے دی تھی وہ ثابت ہوگیا اور اُسنے دعوی اور الفاظ شہادت
اُن امامون کے سامنے پیش کیا جنپر اس ناحیہ مین فتوی کا مدار ہی پس اُنھون نے اسکی صحت کا اور اسکے موافق حکم قضا جاری
کرنے کا فتوی دیا اور قاضی نے مشہود علیہ کو آگاہ کر دیا کہ قاضی کے نزدیک جس امر کی گواہون نے جسپر گواہی دی ہی وہ ثابت
ہوگیا تاکہ وہ کوئی دفعیہ پیش کرے اگر اُسکے پاس ہو مگر وہ کوئی دفعیہ نہ لایا اور نہ کوئی ایسی بات لایا جس سے اُسکا چھٹکارا

ہوا اور قاضی کے نزدیک اُسکا عاجز ہونا اس بات سے ظاہر ہو گیا پھر مشہود لہ (یعنے مدعی) نے قاضی سے موافق اُسکے جیسا اُسکے نزدیک اس مقدمہ مین ثابت ہوا ہی حکم کی اور اس مقدمہ کی سجل تحریر کرنے کی اور اُسپر گواہی کرا دینے کی درخواست کی تاکہ اُسکے واسطے حجت ہو پس اس قاضی نے اللہ تعالیٰ کی جناب مین استخارہ کیا اور اُس سے زیغ و زلل و وقوع خطاء و خلل سے عصمت کی دعا کر کے اس مشہود لہ کی درخواست پر اُسکے واسطے اس مشہود علیہ پر یہ حکم دیا کہ اس مشہود علیہ کا اس مال کا جسکے مبلغ و جنس و عدد و صفت اس سجل مین مذکور ہی اپنے اوپر بسبب صحیح اس مشہود لہ کے واسطے دین لازم و حق واجب ہونے کا اقرار کرنا اور مشہود لہ کا اُسکے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کرنا جسطرح کہ اس سجل مین مذکور ہی بگواہی ان گواہون کے روبروان دونون متخاصمین کے اُنکے حاضر ہونے کی حالت مین اس قاضی کی مجلس مین جو کورہ بخارا مین لوگون مین معروف ہی اس قاضی نے قطعی حکم دیا اور قضاء کو نافذ کر دیا اور اس محکوم علیہ کو حکم دیا کہ اس محکوم لہ کو یہ مال جسکے عدد و مبلغ و جنس و صفت اس سجل مین مذکور ہی ادا کر دے اور محکوم علیہ وہر صاحب حجت و دفعیہ کو اپنی حجت و دفعیہ پر چھوڑ دیا کہ اُسکو اختیار ہی کہ ہمیشہ جب چاہے پیش کرے اور اس قاضی نے اس سجل کے لکھنے کا اور اسپر گواہی کرنے کا حکم دیا واقعہ تاریخ فلان سنہ فلان اور یہ سجل بھی اصل ہی لیکن لوگون مین مستعمل وہی سجل ہی جو اول مذکور ہوا ہی۔ اور کبھی یہ سجل بطریق ایجاز لکھا جاتا ہی کہ قاضی فلان بن فلان متولی قضاء و احکام بلدہ بخارا الی آخرہ کہتا ہی کہ میرے نزدیک جسطرح حوادث شرعیہ و نوازل حکمیہ ثابت ہوتے ہین بعد دعوی صحیحہ از جانب خصم حاضر بر خصم حاضر کے کہ حکم نے اُسطرف توجہ کرنا واجب کر دیا ہی بذریعہ گواہان عادل کے جو میرے سامنے قائم ہوئے یا شہادت فلان و فلان کے جنکی عدالت و جواز شہادت میرے نزدیک معروف ہی یہ ثابت ہوا کہ فلان نے اقرار کیا ہی کہ فلان کے اُسپر اسقدر دینار قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیحہ ہین اور ایسی طرح ثابت ہوا کہ جسنے ایسا حکم دینا[مدعا علیہ ۱۲] واجب کر دیا پس مین نے اس مشہود لہ کی درخواست سے اس مشہود علیہ پر حکم تمام اُس مال کا جسکا اس مشہود علیہ نے اس مشہود لہ کے واسطے اقرار کیا ہی دونون کے روبرو اسطرح دیا کہ اُسکو قطعی کر دیا اور قضاء کو نافذ کر دیا بعد استجماع شرائط صحت حکم و جواز اپنی مجلس قضاء واقع کورہ بخارا مین جو لوگون مین معروف ہی اور مین نے اس محکوم علیہ پر اس مال مذکور کا ادا کرنا محکوم لہ کو لازم کر دیا اور محکوم علیہ وہر ذی حق و حجت و دفعیہ کو اپنے حق و حجت و دفعیہ پر مختار چھوڑ دیا ہمیشہ جب چاہے پیش کرے اور مین نے اس محکوم لہ کی درخواست سے اس سجل کے لکھنے کا حکم دیا تاکہ محکوم لہ کے واسطے حجت رہے اور اسپر اپنے

حاضرین مجلس کو گواہ کر دیا واقع تاریخ فلان

محضر در اثبات دفع برائے این دعوی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کے بعد لکھے قاضی فلان متولی کار قضاء و احکام بلدہ بخارا ادام اللہ توفیقہ کی مجلس قضاء واقع کورہ بخارا مین فلان روز ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اُسکا نام زید ہی اور اپنے ساتھ دوسرے کو لایا ہی اور بیان کیا کہ اُسکا نام عمرو ہی پھر اس زید نے اس عمرو پر اس عمرو کا جو دعوی اس زید کی جانب ہی اُسکے دفعیہ مین دعوی کیا کیونکہ اس عمرو نے اس زید پر پہلے دعوے کیا تھا کہ اس عمرو کے اس زید پر بیس دینار قرضہ ہین الخ اُنکی نوع و صفت عدد بیان کر دے اور ایسا ہی اس زید نے اپنے حالت جواز اقرار مین ان دینارون مذکورہ کا اس عمرو کے واسطے قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیح ہونے کا ایسا اقرار صحیح کیا تھا کہ اس عمرو نے اُسکے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کی تھی اور عمرو نے ان دینار مذکورہ کے ادا کرنے کا اُس سے مطالبہ کیا تھا اور اُسکے اس دعوی کے انکار کے بعد اُس نے اس زید پر گواہ قائم کیے تھے پس اب یہ زید اُسکے اس دعوے کے دفعیہ مین جسکا ذکر کیا گیا ہی

اس عمرو پر یہ دعوی کرتا ہی کہ یہ عمرو اپنے اس دعوی مین جھوٹا ہی کیونکہ اس زید کے اُسکو یہ دینار ادا کرنے سے اس عمرو نے یہ سب دینار مذکورہ بقبضہ صحیحہ وصول پائے ہین اور ایسا ہی اس عمرو نے اپنی حالت جوازِ اقرار مین بطوع خود قبضہ کر پانے کا ایسا اقرار صحیح کیا کہ اس زید نے خطاباً اُسکی تصدیق کی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اس زید کی طرف اپنا یہ دعوے ترک کر دے پھر زید نے اُس جواب کا مطالبہ کیا - یہ صورت اُسوقت ہی کہ جب دعوی اول کا حکم اسی قاضی نے ندیا ہو اور اگر اسی قاضی نے دعوی اول کا حکم دیا ہو تو اس قول کے بعد کہ اُس سے ان دیناروں کے واپس دینے کا مطالبہ کیا اور زید کی طرف سے اُسکے اس دعوی کا انکار ہونے کے بعد اس عمرو نے اپنے گواہ قائم کیے اور میری طرف سے اس عمرو کے واسطے اس زید پر حکم جاری ہوا پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دفعیہ کا دعوی کیا آخر تک جیسا ہمنے بیان کیا ہی پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو سے اپنے دعوی کا جواب طلب کیا پھر اسکے بعد لکھے کہ پھر قاضی نے اس عمرو سے جواب مانگا پس اُسنے فارسی مین کہا کہ من مبطل نیم اندرین دعوی - پس مدعی دفع یعنے زید چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے درخواست کی کہ اُنکی گواہی سنون پس مین نے اِسکو منظور کیا اور وہ لوگ فلان و فلان ہین یعنی گواہوں کے نام و نسب و حلیہ و مساکن و مصلے لکھے پھر لکھے کہ ان گواہوں نے بعد دعوی دفعیہ اس زید کے اور اس عمرو کی طرف سے جواب بانکار کے اس زید کی گواہی طلب کرنے کے بعد سب نے ایک نے بعد دوسرے کے گواہی صحیحہ متفقہ الالفاظ والمعانی ایک نسخہ سے جو اُنکو پڑھ سنایا گیا ادا کی اور اس نسخہ کا مضمون یہ ہی گواہی میدہم کہ مقر آمد این فلان - اور اس عمرو کی طرف اشارہ کیا ہی بحال روائے اقرار خویش بطوع و رغبت و چنین گفت کہ قبض کردہ ام ازین فلان - اور مدعی دفعیہ یعنی زید کی طرف اشارہ کیا ہی - این بست دینار مذکور شدہ است درین محضر - اور اس محضر کی طرف اشارہ کیا ہی - قبض درست برسانیدن این فلان - اور مدعی دفعیہ یعنی زید کی طرف اشارہ کیا ہی - این زرہا را اقرارے درست و این مدعی دفع - اور زید کی طرف اشارہ کیا ہی - راست گو داشت مر این مدعا علیہ را - اور عمرو کی طرف اشارہ کیا ہی - اندرین اقرار کہ آوردہ روبرد - اور اگر گواہوں نے قبضہ معائنہ کرنے پر گواہی دی تو بجاے اقرار بقبضہ کے معائنہ قبضہ تحریر کرے جسطرح ہمنے اقرار کی تحریر مین بیان کیا ہی اور لکھے اور پھر عمرو نے یہ دینار ہاے موصوفہ اس زید مدعی سے بقبضہ صحیحہ بدین طور کہ زید نے اُسکو سب ادا کیے ہین وصول پائے - اور اگر زید نے اسطرح دفعیہ کا دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکو تمام دعوی و خصومات سے بری کر دیا ہی وہ بری ہو گیا تو لکھے کہ مدعی دفع اس زید نے دعوی کیا کہ اس عمرو نے قبل اپنے دعوے کے اس زید کو اپنے تمام دعوی و خصومات سے جو اُسکے بجانب اس زید کے ہون مال وغیرہ کے ابراء صحیح بری کر دیا ہی اور اقرار کیا ہی کہ اس عمرو کا یعنے مجھکو اس زید کی طرف کوئی دعوی و کوئی خصومت قلیل یا کثیر مال مین کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین ہی اور اس زید نے اس عمرو سے یہ ابراء قبول کیا اور خطاباً اُسکی تصدیق کی ہی اور یہ کہ یہ عمرو بعد ازانکہ اُسنے زید کو جمیع دعوے سے بری کرنے کا اقرار کیا ہی اُسکی جانب دعوی کرنے مین مبطل ہی حق پر نہین ہی پس اس عمرو مذکور پر واجب ہی کہ ایسے دعوے سے باز رہے اور زید سے تعرض چھوڑ دے - اور اس عمرو سے اُسنے جواب کا مطالبہ کیا پس اُسنے جواب دیا کہ مین اپنے اس دعوی مین مبطل نہین ہون پس مدعی نے چند نفر ساتھ لاکر بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین - پھر یہان سے آخر تک وہی عبارت لکھے جو ہمنے بطریق وصول پانے کے دفعیہ مین بیان کی ہی لیکن بطریق قبضہ مین جہان لفظ قبضہ لکھا تھا وہان اس ابراء کی صورت مین ابراء تحریر کرے سجل این دعوی - بعد تسمیہ کے لکھے کہ قاضی فلان کہتا ہی کہ زید مذکور حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا

یعنے دفعیہ کا سجل ۱۲　یعنے بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۲

اور تمام دعوی جو محضر مین مذکور ہوا ہی اول سے آخر تک اعادہ کرے پھر جب مدعی دفعیہ یعنی زید کے گواہون کی گواہی کی تحریر سے فارغ ہو تو
لکھے کہ مین نے انکی یہ گواہی سنی اور اُسکو محضر مجلد خریطہ حکم مین ثبت کر لیا اور برابر عبارت لکھتا جاوے یہان تک کہ اس عبارت پر آوے
کہ میرے نزدیک جس بات کی گواہی جس شخص پر گواہون نے دی ہی وہ ثابت ہو گئی پس مین نے مدعا علیہ یعنی اس عمرو پر یہ پیش کیا اور اُسکو
آگاہ کیا کہ میرے نزدیک یہ ثابت ہو گیا ہی اور اُسکو قابو دیا کہ اگر اُسکے پاس اسکا دفعیہ ہو تو لاوے پس وہ کوئی دفعیہ ومخلص نہ لایا اور
نہ ایسی کوئی حجت پیش کی جس سے یہ دفعیہ ساقط ہو اور میرے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ دفعیہ پیش کرنے سے عاجز ہی اور مجھسے اس مدعی
زید نے اس مدعا علیہ عمرو کے سامنے درخواست کہ جو میری نزدیک ثابت ہوا ہی اُسکا حکم دون اور سجل لکھکر گواہی کرا دون یہانتک کہ یہ
لکھے کہ پس مین نے اس زید کے واسطے اُسکی درخواست پر اس عمرو مدعا علیہ پر اس عمرو کے روبرو اس دفعیہ کے ثبوت کا بگواہی
ان گواہون کے جنکا نام اسمین مذکور ہی اپنی مجلس قضاء واقع بخارا مین حکم دیا ایسا حکم کہ قطعی ہی اور ایسی قضاء کہ مین نے اُسکو نافذ
کر دیا ہی جو شرائط صحت ونفاذ کو مستجمع ہی سامنے ان دونون متخاصمین کے دونون کی حاضری کے وقت دونون کی طرف اشارہ کر کے
حکم دیا ہی اور اس عمرو کو حکم کیا کہ اس محکوم لہ زید سے اس مال مذکور کے ادا کرنے کے مطالبہ کا تعرض ترک کرے اور اس عمرو کو اور
ہر صاحب حق وحجت ودفعیہ کو اپنے حق وحجت ودفعیہ پر چھوڑا کہ ہمیشہ جب پاوے پیش کرے اور اس زید کی حجت ہونے کے واسطے
مین نے اس سجل کی کتابت کا حکم دیا اور اپنے حکم پر حاضرین مجلس قضا کو گواہ کر دیا واقعہ تاریخ فلان سنہ فلان - اور اگر دعوے
قرضہ کا دفعیہ اس طور سے ہو کہ زید نے دعوی کیا کہ سلطان نے مجھپر اسقدر مال کے اقرار پر اکراہ کیا تھا تو لکھے کہ اس زید نے جسکو اپنے
ساتھ لایا ہی یعنی اس عمرو پر اُسکے دعوی کے دفعیہ مین یہ دعوی کیا کہ مین اس اقرار پر سلطان کی طرف سے باکراہ صحیح مجبور کیا گیا تھا
اور یہ کہ میرا یہ اقرار صحیح نہین ہوا اور یہ کہ عمرو اپنے ان دینارون کے دعوی مین مبطل ہی پس اُسپر واجب ہی کہ اس دعوی سے باز رہے
اور اگر دعوے قرضہ کا دفعیہ بدعوی صلح بمال ہو تو دعوی دفع مین لکھے کہ اس زید نے یہ دعوی کیا کہ یہ عمرو اپنے دعوی مین مبطل ہی
اسواسطے کہ اس عمرو نے اس زید کے ساتھ اسقدر مال پر اپنے قرضہ سے صلح کر لی تھی اور تمام بدل صلح پر قبضہ کر لیا تھا - اور دفعیہ
کے دعوی بہت ہو سکتے ہین پس دعویہائے دفعیہ مین سے جو دعوی پیش آوے اُسکو اسی مثال پر لکھے - اور اگر دعوی قرضہ کسی
سبب سے ہو تو اس سبب کو محضر دعوی مین تحریر کرے اور اگر سبب قرضہ غصب ہو تو لکھے کہ اسقدر دینار قرضہ لازم وحق واجب ہین بدین
سبب کہ اس شخص نے جسکو ساتھ حاضر لایا ہی اس شخص کے دینارون مین سے جو حاضر ہوا ہی اسقدر مبلغ مذکور موصوف در محضر غصب
کر کے صرف کر ڈالے ہین اور مثل ان دینارون کے اُسکے ذمہ قرضہ ہو گئے ہین - اور اگر سبب قرضہ بیع ہو تو لکھے کہ دین لازم وحق واجب
ثمن ایسی متاع کا ہی جو حاضر ہونے والے نے اس شخص کے ہاتھ جسکو حاضر لایا ہی فروخت کر کے اُسکے سپرد کر دی ہی - اور اگر سبب
قرضہ اجارہ ہو تو لکھے کہ قرضہ لازم وحق واجب اجرت ایک چیز کی ہی جسکو اُسنے مدعا علیہ کو اجرت پر دیکر سپرد کر دی تھی اور مدعا علیہ
نے مدت اجارہ تک اُس سے انتفاع حاصل کیا ہی - اور اگر سبب قرضہ کفالہ یا حوالہ ہو تو کفالت کی صورت مین لکھے کہ قرضہ لازم
وحق واجب بسبب کفالت کے ہی کہ مدعا علیہ نے فلان کی طرف سے اسکی کفالت کی تھی اور اس شخص نے جو حاضر ہوا ہی اُسکی
کفالت کی اپنے واسطے مجلس کفالت مین اجازت دیدی تھی اور اس شخص نے جسکو ساتھ حاضر لایا ہی اسی طرح اپنے اوپر اس مال کی اس
حاضر ہونے والے کے واسطے بسبب مذکور واجب ہونے کا اقرار کیا ہی - اور حوالہ کی صورت مین تحریر کرے کہ قرضہ لازم
وحق واجب بسبب حوالہ کے ہی کہ فلان نے اسپر حوالہ کر دیا تھا اور اسنے اُسکی طرف سے یہ حوالہ اُسی مجلس مین بالمشافہہ
روبرو قبول کیا ہی اور اس شخص نے جسکو اپنے ساتھ لایا ہی اسی طرح اس حاضر ہونے والے کے واسطے اپنی ذات پر اس

مال کا بسبب مذکور واجب ہونے کا اقرار کیا ہے - اور اگر دعوی قرضہ بذریعہ دستاویز کے ہو تو لکھے کہ اس حاضر ہونے والے زید نے اس شخص پر جسکو ساتھ لایا ہے مسمی عمرو پر تمام سب باتون کا جنکو اُسکی دستاویز متضمن ہے جسکو پیش کرتا ہے دعوی کیا اور دستاویز کی عبارت یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پھر دستاویز اقراری کو اول سے آخر تک تحریر کرے پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ تمام سب جسکو اُسکی دستاویز متضمن ہے کہ اُس مال کا جو اسمین مذکور ہے اور اس مال کا اس عمرو کا اپنے اوپر اس زید کے لیے قرضہ لازم وحق واجب ہونے کا اقرار اور اس زید کا اُس تاریخ مین اس عمرو کے اقرار کی تصدیق کرنے کا دعوی کیا پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اس زید کو یہ مال ادا کردے اور اس زید نے اُس سے اسکے جواب کا مطالبہ کیا - اور اگر کفالت و حوالت تحریری ہو تو لکھے کہ اُسپر تمام اُسکا جسکو تحریر ضمان یا تحریر حوالہ متضمن ہے جسکو پیش کرتا ہے دعوی کیا اور یہ اُسکی عبارت ہے پس تحریر کفالت وحوالت کو بعینہ نقل کردے پھر لکھے کہ قبول و اقرار وتصدیق جو کفالت نامہ وحوالہ نامہ مین اول سے آخر تک ہے

تمام اُن باتون کا جنکو تحریر حوالہ یا کفالہ جو اس محضر مین منقول ہے شامل ہے دعوی کیا یہ محیط مین ہے -

محضر - دعوی قرضہ جو میت پر ہے - زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید کے اس عمرو کے والد فلان شخص پر اسقدر دینار - انکا وصف بیان کرے اور مبالغہ کرے - بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب تھے اور ایسا ہی والد عمرو فلان نے اپنی زندگی وصحت وجواز اقرار اسیطرح نفاذ تصرفات کی حالت مین بطوع خود ان دینارون مذکورہ کا اس زید کے واسطے اپنے اوپر قرضہ ہونے کا اقرار صحیح کیا تھا جسکی اس زید نے خطابا فلان تاریخ تصدیق کی تھی پھر والد عمرو فلان شخص نے ان دینارون کو اس زید کو ادا کرنے سے پہلے وفات پائی اور اس زید کے واسطے مثل ان دینارون کے اُسکے ترکہ مین قرضہ ہوئے اور اس متوفی مذکور نے وارثون مین اپنا ایک بیٹا صلبی بھی جسکو ساتھ لایا ہے یعنے یہ عمرو چھوڑا اور ترکہ مین اپنا مال جنس مال مذکور سے اداے مال قرضہ مذکور کی مقدار سے زائد اس عمرو کے قبضہ مین چھوڑا ہے اور اس عمرو کو اس معاملہ سے آگاہی ہے پس اسپر واجب ہے کہ یہ قرضہ مذکور اپنے مقبوضہ مال مین سے مال مذکور کے مثل ترکہ متوفی مین سے اس زید کو ادا کردے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا پس مدعا علیہ سے پوچھا

اور محضر کو معہ الفاظ شہادت کے بر وفق دعوی لکھا ختم کرے یہ ذخیرہ مین ہے

سجل - این دعوی - قاضی فلان کہتا ہے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر دعوی بعینہ اعادہ کرے اور گواہون کے نام والفاظ شہادت وگواہون کی عدالت اور یہ کہ اُسنے انکی گواہی بوجہ ظاہری عدالت اسلام کے یا بسبب اُنکے عادل معروف ہونے کے یا بوجہ تعدیل مزکین کے عدالت ثابت ہونے کے قبول کی یہان تک کہ اس عبارت تک پہونچے کہ مین نے حکم دیا پس لکھے کہ مین نے اس زید کے واسطے اس عمرو پر متوفی مذکور کے حالت زندگی وصحت ونفاذ تصرفات مین اپنے اوپر اس زید کے واسطے اس مال مذکور کے قرضہ ہونے کا اقرار واس زید کی اسکے اقرار کی خطابا فلان تاریخ مذکور مین تصدیق اور مال مذکور مین سے کچھ اس زید کو ادا کرنے سے پہلے قرضدار مذکور کی وفات اور عمرو کے پاس اسقدر ترکہ جس سے مثل مال مذکور ادا ہوسکتا ہے معہ زیادتی اسکے چھوڑنا سب ثابت ہونے کا بذریعہ ان گواہان کے جنکا نام اسمین درج ہے حکم مبرم دیا اور ان سب باتون کی بگواہی گواہان ثابت ہونے کی قضا اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین جو لوگون مین معروف ہے مستجمع بشرائط صحت ونفاذ بحضور ہر دو متخاصمین دونون کے روبرو نافذ کردی اور اس عمرو کو حکم کیا کہ اپنے پدر متوفی کے ترکہ مین سے جو اُسکے قبضہ مین ہے قرضہ مذکور اس زید کو ادا کردے فقط

محضر - در اثبات دفعیہ براے این دعوی - عمرو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ زید کو حاضر لایا پس اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی کے دفعیہ مین جو اسمین عمرو پر مذکور ہی دعوے کیا اور یہ اسواسطے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا تھا کہ اس زید کا اس عمرو کے پدر متوفی پر آخر تک پورا دعوی اعادہ کرے پھر لکھے کہ اس عمرو نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا کہ زید اس دعوی مین جو وہ اس عمرو پر کرتا ہی مبطل ہی اسواسطے کہ اس زید نے اُسکے پدر متوفی سے جسکا نام و نسب محضر مین مذکور ہی اُسکی زندگی مین یہ دینار ہاے مذکورہ بطور صحیح وصول کر لیے ہین اور ایسا ہی اس زید نے اپنی حالت صحت و ثبات عقل مین بطوع خود ان دیناروں کا اُسکے پدر متوفی فلان سے وصول پانے کا بقبضہ صحیحہ اقرار کیا ہی اور یہ اقرار کیا ہی کہ اُس متوفی مذکور پر اُسکا کچھ دعوی کسی سبب اور کسی وجہ سے نہین ہی باقرار صحیح جائز اقرار کیا جسکی متوفی مذکور نے خطاباً تصدیق کی ہی اور یہ کہ یہ زید اپنے دعوی مذکورہ مین جو عمرو کی جانب کرتا ہی بعد ازانکہ حالت یہ ہی جو بیان کی گئی ہی مبطل ہی محق نہین ہی - یہ لکھکر محضر کو تمام کر دے اور کبھی دعوی دفعیہ بدین طور ہوتا ہی کہ اس زید نے متوفی مذکور کو اپنے تمام دعوؤن سے بری کر دیا ہی اور دوسرے وجوہ سے بھی ہوتا ہی جنکا بیان اس سے پہلے گذر چکا ہی پھر اُن صورتون مین اُسی طرح لکھے جسطرح ہمنے پہلے بیان کر دیا ہی

سجل - این دفعیہ - بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کے اُسی طور سے لکھے جسطرح ہمنے پہلے بیان کیا ہی پھر دعوی دفعیہ محضر دعوی سے جسطرح ہمنے پہلے لکھا ہی بعینہ نقل کر دے یہانتک کہ تحریر حکم تک پہونچے تو بعد استخارہ (یعنے اللہ تعالیٰ سے استخارہ طلب کیا اور) کے لکھے کہ مین نے اس عمرو کے واسطے اس دفعیہ مذکورہ کے ثابت ہونے کا اس زید پر بگواہی ان گواہوں کے جنکا نام مذکور ہی دونون متخاصمین کی موجودگی مین دونون کے روبرو حکم دیدیا پھر جسطرح ہمنے پہلے بیان کیا ہی سجل کو تمام کر دے یہ محیط مین ہی

محضر دعوی نکاح ایسی عورت کے ساتھ جسکا کوئی شوہر نہین ہی اور نہ وہ کسی کے قبضہ مین ہی - زید نے ہندہ کے نکاح کا دعوی کیا اور زید یہ زعم کرتا ہی کہ اس ہندہ کے ساتھ دخول کیا ہی اور ہندہ نکاح سے منکر ہی اور ضرورت اثبات نکاح کی اور تحریر محضر کی پیش آئی - تو لکھے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک عورت کو لایا جسنے بیان کیا کہ میرا نام ہندہ بنت عمرو ہی پس اس زید نے اس ہندہ پر دعوی کیا کہ یہ ہندہ اس زید کی جورو ہی اور اُسکی منکوحہ و حلال و مدخولہ بنکاح صحیح ہی کہ اسنے زید کے ساتھ اپنا نکاح درحالیکہ عاقلہ بالغہ سب صورتون سے نافذۃ التصرفات تھی اور ہر غیر کی طرف سے اور اس زید کی طرف سے عدت مین نہ تھی بموجودگی و حضور گواہان مردان آزاد بالغ و مسلمان کے اسقدر مہر پر کر لیا اور اس زید نے درحالیکہ سب صورتون سے نافذ التصرفات تھا اس ہندہ کے ساتھ اسی مجلس تزویج مین انھین گواہون کے سامنے جو اس مجلس تزویج مین حاضر تھے اسی قدر مہر مذکور پر اپنے واسطے بتزویج صحیح نکاح قبول کیا اور البتہ ان گواہون نے جو اس مجلس تزویج مین حاضر ہوے تھے ان دونون متعاقدین کا کلام سنا اور یہ ہندہ آج کے روز بحکم نکاح مذکور کے اُسکی جورو و حلالہ ہی اور ناحق احکام نکاح مین اُسکی اطاعت سے انکار کرتی ہی - پس اس ہندہ پر واجب ہی کہ احکام نکاح مین اس زید کی تابعداری و اطاعت کرے - پس درخواست کی کہ اس سے جواب دعوی کا مطالبہ ہو پس ہندہ مذکورہ سے دریافت کیا گیا - اور اگر شوہر نے اُسکے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو محضر مین لکھے کہ اس زید نے اس عورت ہندہ پر دعوی کیا کہ یہ ہندہ اُسکی جورو و منکوحہ و حلالہ ہی اور دخول سے کچھ تعرض نکرے - اور اگر یہ عقد نکاح کا ماجرا اس زید اور ہندہ کے ولی مثلاً اُسکے والد کے درمیان درحالیکہ ہندہ بالغہ تھی واقع ہوا ہو تو محضر مین لکھے کہ اس ہندہ کو اُسکے والد عمرو بن بکر قریشی نے درحالیکہ ہندہ سب صورتون سے نافذۃ التصرفات عاقلہ بالغہ تھی و نکاح غیر و عدت غیر سے خالی تھی ہندہ کے حکم و رضامندی سے سامنے گواہان عادل کے اسقدر مہر پر بتزویج صحیح اس زید کے ساتھ

نکاح کر دیا پھر محضر کو تمام کرے - اور اگر یہ عقد زید وہندہ کے وکیل کے درمیان جاری ہوا ہو تو لکھے کہ اس ہندہ کا نکاح اس زید کے ساتھ ہندہ کے وکیل خالد بن محمد نے اور آگے سب وہی لکھے جو ہنیے باپ کی صورت مین بیان کیا ہے - اور اگر یہ عقد ہندہ کی صغرسنی کی حالت مین والد ہندہ اور اس زید کے درمیان جاری ہوا ہو اور زید بعد ہندہ کے بالغ ہو جانے کے اُس سے خصومت کرتا ہو تو لکھے کہ اس ہندہ کو اُسکے باپ عمرو بن بکر قریشی نے اسکی صغرسنی مین بولایت پدری زید کو کفو دیکھکر اسقدر مہر پر جو اُسکا مہر مثل ہے نکاح کر دیا - اور اگر عقد نکاح زید وہندہ دونون کے والدین کے درمیان دونون کی صغرسنی مین جاری ہوا ہو اور دونون نے اپنے بالغ ہونے کے بعد مخاصمہ کیا تو لکھے کہ اس زید نے دعوی کیا کہ یہ ہندہ اُسکی جورو حلالہ و منکوحہ ہے اُسکو اسکے باپ عمرو بن بکر قریشی نے اُسکی صغرسنی مین بولایت پدری اس زید کے ساتھ سب طرح سے اپنے تصرفات نافذ ہونے کی حالت مین سامنے گواہان عادل کے تزویج صحیح بیاہ دیا اور اس زید کے باپ فلان بن فلان نے اس تزویج موصوف کو اپنے پسر اس زید کے واسطے اسکی صغرسنی مین مجلس تزویج مین بولایت پدری سب طرح اپنے نفوذ تصرفات کی حالت مین ان گواہان عادل کے سامنے جو مجلس تزویج ہذا مین حاضر ہوے تھے بطور صحیح قبول کیا اور محضر کو تمام کرے -

سجل - این دعوی - سجل کی پیشانی موافق رسم کے تحریر کر کے نسخہ محضر سے تمام دعوی کا اعادہ کرے اور اسماے گواہان و لفظ شہادت تمام لکھتا جاوے یہانتک کہ حکم لکھنے کے مقام تک پہونچے پھر حکم کی جگہ لکھے کہ مین نے اس زید کی درخواست سے اس زید کے واسطے اس عورت ہندہ پر اُسکا منکوحہ زید واسکے حلالہ ہونا سب جو میرے نزدیک ان گواہان مذکورہ کی گواہی سے بسبب نکاح صحیح مذکور بیین کے ثابت ہوا ہے ہر دو متخاصمین کے سامنے حکم کیا اور اس سب کا حکم قطعی وقضاے شرعی مستجمع بشرائط صحت و نفاذ اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین نافذ کر دیا اور اس ہندہ پر احکام نکاح مین اس زید کی طاعت لازم کر دی پھر سجل کو تمام کرے یہ ذخیرہ مین ہے

محضر - در دفع دعوی نکاح - ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ زید کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین جو اسکا اس ہندہ کی جانب تھا دعوی کیا کہ اس زید نے اس ہندہ پر دعوی کیا تھا پھر دعوی کو بعینہ اول سے آخر تک اعادہ کرے پھر لکھے کہ اس زید کا یہ دعوی نکاح بجانب ہندہ ساقط ہے اس وجہ سے کہ اس ہندہ نے ہر طرح اپنے تصرفات نافذ ہونے کی حالت مین اس نکاح مذکور مین اس زید سے بطلاق واحد اپنے مہر و نفقہ عدت و ہر حق پر جو عورتون کا اپنے شوہرون پر خلع سے پہلے یا بعد واجب ہوتا ہے اور ہر ایک کے واسطے دونون مین سے دوسرے کے سب دعوی و خصومات سے بریت ہونے پر خلع کر الیا تھا اور یہ کہ اس زید نے سب طرح اپنے نفوذ تصرفات کی حالت مین اس ہندہ کو بطلاق واحد بر شرائط مذکورہ اسی مجلس اختلاع مین بخلع صحیح خالی از شروط مفسدہ و معانی مبطلہ خلع کر دیا اور یہ کہ یہ زید اپنے اس نکاح کے دعوی مین جو ہندہ کی طرف کرتا ہے بعد ازانکہ اس زید و اس ہندہ مین مخالعہ مذکورہ واقع ہو چکی ہے مبطل ہے محق نہیں ہے پس اس زید پر واجب ہے کہ اسی دعوے سے باز رہے - پھر ہندہ مذکورہ نے اُس سے جواب کا مطالبہ کیا اور جواب دعوے مانگا کذا فے الظہیریہ -

سجل - این دفعیہ - بدستور سابق لکھتا جاوے یہان تک کہ حکم پر پہونچے پس لکھے کہ میرے نزدیک بگواہی این گواہان مین کے ثابت ہوا کہ اس ہندہ نے اپنے مہر و نفقہ عدت پر اور ہر حق پر جو عورتون کا اپنے شوہرون کی طرف خلع سے پہلے یا

اُسکے بعد واجب ہوتا ہی اس زید سے بطلاق واحدہ اپنا خلع کرالیا ہی اور اس زید نے بعوض بدل مذکور کے اس مجلس خلع مین اُسکو بطلاق واحدہ خلع دیدیا ہی اور یہ مخالعت دونون متخاصمین مین سب طرح دونون کے جواز تصرفات کی حالت مین جاری ہوئی ہی پس مین نے اس سبب کا اس ہندہ کے واسطے اس زید پر حکم دیا اور قضاے شرعی بدین طور کہ یہ ہندہ اس زید پر بسبب مخالعت مذکورہ کے بطلاق واحدہ حرام ہوگئی ہی ہر دو متخاصمین کے روبرو باستجماع شرائط صحت و نفاذ کے نافذ کردی اور سجل تمام کردے یہ ذخیرہ مین ہی۔

محضر۔ دعوی نکاح ایسی عورت پر جو دوسرے مرد کے پاس ہی اور یہ عورت اس مرد کے واسطے نکاح کا اقرار کرتی ہی سو لکھے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک عورت کو لایا جسنے بیان کیا کہ میرا نام ہندہ ہی اور ایک مرد کو لایا جسنے کہا کہ میرا نام عمرو ہی پھر اس زید نے اس ہندہ پر اس عمرو کے سامنے دعوی کیا کہ یہ ہندہ اس زید کی جورو و حلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح ہی اور یہ ہندہ اس زید کی طاعت سے باہر ہوگئی ہی اور یہ عمرو اس ہندہ کو اس زید کی طاعت سے منع کرتا ہی اور احکام نکاح مین تابعداری کرنے سے روکتا ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ روکنے سے باز رہے اور دونون مین سے ہر ایک سے زید نے مطالبہ کیا اور جواب دعوی مانگا پس ہندہ نے جواب دیا کہ مین اس زید کی جورو نہین ہون اور مجھپر اسکی اطاعت واجب نہین ہی بلکہ مین اس عمرو کی جورو ہون اور عمرو نے جواب دیا کہ یہ ہندہ میری جورو و حلالہ و منکوحہ ہی اور مین اس بات کا مستحق ہون کہ اس زید کی اطاعت سے اُسکو منع کرون پھر یہ مدعی زید چند نفر حاضر لایا اور کہا کہ یہ میرے گواہ ہین اور قاضی سے اُنکی گواہی کی سماعت کرنے کی درخواست کی پھر ہر ایک گواہ نے موافق دعوی مدعی کے شہادت متفقۃ اللفظ والمعنی ادا کی تو قاضی یہ حکم دیدیگا کہ یہ ہندہ اس زید مدعی کی جورو ہی اور اگر عمرو نے بھی گواہ قائم کیے کہ یہ عورت اُسکی منکوحہ و حلالہ ہی تو قاضی اس عمرو کے نام ڈگری کریگا اور ان گواہون سے گواہان مدعی کو ساقط کریگا اور جب قابض و غیر قابض دونون مقدمہ نکاح مین مطلقاً بدون بیان تاریخ کے گواہ قائم کرین تو قابض کے گواہون پر حکم ہوگا بخلاف مقدمہ ملک مطلق کے اور اگر قاضی نے گواہان غیر قابض کی گواہی پر حکم دیدیا ہو پھر قابض نے گواہ قائم کیے پس آیا قابض کے گواہون کے موافق حکم دیگا یا نہین سو اسمین مشائخ کا اختلاف ہی کذا فی الظہیریہ اور اس دفعیہ کی تحریر کا یہ طریقہ ہی کہ عمرو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ہندہ کو جسکے نکاح مین جھگڑا ہوا ہی لایا اور اپنے ساتھ زید کو لایا پھر اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی و گواہون کے دفعیہ مین یہ دعوی کیا کہ اس زید نے اولاً اس ہندہ پر اس عمرو کے روبرو دعوی کیا تھا کہ یہ عورت اُسکی جورو و حلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح ہی اور یہ عورت اُسکی طاعت سے خارج ہوگئی اور یہ عمرو اُسکو اس مدعی کی اطاعت سے منع کرتا ہی اور بیان کردے کہ اس زید نے اس عورت سے اپنے انقیاد کا اور عمرو سے منع اطاعت سے باز رہنے کا مطالبہ کیا اور بیان کردے کہ اس عورت نے اور اس مرد نے اس مدعی کے اس عورت کی جانب دعوی سے انکار کیا اور بیان کردے کہ اس عورت مذکورہ نے اس عمرو کے واسطے اپنے نکاح کا اقرار کیا اور اس عمرو نے اُسکے قول کی تصدیق کی اور بیان کردے کہ زید مدعی نے اس عورت پر اپنے نکاح مذکور کے دعوی کے گواہ قائم کیے پھر لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی کے دفعیہ مین جو عورت مذکورہ کی جانب ہی اُسکے روبرو یہ دعوی کیا کہ یہ عورت جو اس زید کے ساتھ حاضر ہی اس عمرو کی حلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح جو دونون مین جاری ہوا ہی ہی اور اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے اور یہ کہا کہ مین اسکے نکاح کا مستحق ہون بحکم آنکہ مین قابض بھی ہون اور میرے پاس گواہ بھی ہین پس اس زید پر واجب ہی کہ اس عورت ہندہ کی طرف اپنا دعوی نکاح و مطالبہ ترک کرے تاکہ عورت مذکورہ اپنے شوہر اس عمرو کی اطاعت پر قادر ہو پھر مدعا علیہ سے مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔ اور اس دفعیہ کا دفعیہ چند طرح سے ہو سکتا ہی۔ ایک یہ کہ زید غیر قابض عمرو قابض پر دعوی کرے کہ اس عمرو نے اسکو بطلاق بائن یا رجعی طلاق دی اور اُسکی عدت گذر گئی پھر اس زید نے اُس عورت سے عمرو کی عدت گذر جانے

کے بعد نکاح کر لیا ہی پس اگر اسطرح دفعیہ کا دفعیہ ہو تو ایسے دعوی کے تحریر کی یہ صورت ہی کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو بن شعیب
اور ہندہ بنت سالم کو لایا پس اس زید نے اس عمرو پر اس عمرو کے دفع دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا پس پہلے دعوی زید تحریر کرے
پھر عمرو کی جانب سے اسکے دعوی کا دفعیہ تحریر کرے پھر زید کا دفعیہ تحریر کرے پس لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اپنی
جورو اس ہندہ بنت سالم کو فلان تاریخ طلاق دی پھر اُسکی عدت گذر گئی پھر اس مدعی کو بعد انقضاے عدت کے فلان تاریخ عورت
مذکورہ کے فلان ولی کی تزویج برضامندی عورت مذکورہ سے بحاضری گواہان عادل اس مہر معلوم پر نکاح مین دیا اور اس مدعی
نے اُسکی تزویج بنفسہ اسی مجلس تزویج مین بقبول صحیح قبول کیا اور اب آج کے روز یہ عورت اس مدعی کی جورو ہی حلالہ اس سبب
سے ہی اور یہ عمرو اپنے اس دعوے مین جو اس زید کی جانب کرتا ہی بعد ازانکہ حالت یہ ہی جو بیان کی گئی مبطل ہی محق نہین ہی اور محضر کو
تمام کر دے اور وجہ دیگر اس دعوی کے دفعیہ کی یہ ہی کہ زید دعوے کرے کہ اس عمرو نے فلان کو وکیل کیا کہ میری اس عورت
ہندہ کو طلاق بائن یا رجعی دیدے پھر وکیل عمرو نے اس عورت کو موافق اس عمرو کے حکم کے طلاق دی اور اُسکی عدت گذر گئی
پھر اس زید نے اُس سے نکاح کیا۔ وجہ دیگر آنکہ یہ زید دعوی کرے کہ اس عمرو نے اقرار کیا ہی کہ یہ عورت اُسپر بسبب مصاہرت یا
رضاعت کے حرام ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔

یعنی خود مدعی نے ۱۲ مثلاً اسکی ساس ہی ۱۲ مثلاً اسکی رضاعی ماں یا بہن ہی ۱۲ منہ

محضر۔ مہر کا ترکہ شوہر پر قرضہ ثابت کرنا۔ ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ ایک مرد زید نامے کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے
اس زید پر دعوی کیا کہ یہ ہندہ جورو فلان بن فلان والد اس زید کی تھی اور اُسکی منکوحہ و حلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح تھی اور اس عورت
کے اُسپر اپنے باقی مہر کے جسپر اُسنے نکاح کیا تھا اسقدر دینار قرضہ لازم و حق واجب و مہر ثابت بنکاح صحیح جو دونوں مین قائم تھا واجب تھے
اور ایسا ہی اس زید کے والد فلان بن فلان نے اپنی صحت و سب طرح نفاذ تصرفات کی حالت مین ان دیناروں کا اپنے اوپر
اس عورت ہندہ کے واسطے بسبب نکاح مذکور کے قرضہ ہونے کا اقرار صحیح کیا اور اُسکے اقرار کی تصدیق اس عورت نے بالمواجہہ
خطاباً کی پھر یہ فلان بن فلان مذکور قبل اسکے کہ اس عورت کو اسقدر مہر سب یا اسمین سے کچھ ادا کرے مرگیا پس یہ مہر مذکور اس عورت کے
واسطے اُسکے ترکہ مین قرضہ ہو گیا اور وارثون مین اُسنے ایک یہ جورو چھوڑی ہی جو حاضر ہو کر مدعی ہوئی ہی اور ایک یہ بیٹا صلبی جسکو عورت
مذکورہ اپنے ساتھ حاضر لائی ہی چھوڑا ہی ان دونون کے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور اُسنے ترکہ مین دینار ہاے مذکورہ کی
جنس سے اس زید کے قبضہ مین اسقدر چھوڑا ہی جو قرضہ مذکورہ کے ادا کرنے کے واسطے کافی ہی اور اس سے زائد ہی یہ ظہیریہ مین ہی
سجل۔ اس دعوی و محضر و دفعیہ اس دعوے کا و سجل دفع اُسی طور پر لکھا جاوے جسطرح ہمنے ترکہ میت مین قرضہ مطلق
کا دعوی کرنے مین بیان کیا ہی۔

محضر۔ در اثبات مہر المثل۔ اگر کسی شخص نے اپنی دختر بالغہ کو اُسکی رضامندی سے کسی شخص کے ساتھ بنکاح صحیح بیاہ دیا
اور اُسکا مہر کچھ بیان نکیا حتے کہ مہر المثل واجب ہوا اور مہر المثل کے اثبات کی ضرورت ہوئی بایں طور کہ مرد مذکور نے اسکے ساتھ
خلوت صحیحہ کر کے یا دخول کر کے اُسکو طلاق دی اور مہر المثل سے انکار کیا پس اگر دختر مذکور نے اپنے باپ کو وکیل کیا ہو حتے کہ اُسنے
اپنی دختر کے واسطے دعوی کیا تو محضر مین لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور اس زید نے اپنی دختر ہندہ کے واسطے بوجہ وکالت
کے جو زید کے واسطے اپنی دختر مذکورہ کی طرف سے ثابت ہی اس عمرو پر دعوی کیا کہ اُسکی دختر ہندہ موکلہ اس زید کی اس عمرو
کی نکاح صحیح جورو ہی کہ اُسکو اُسکے باپ اس زید نے اُسکی رضامندی سے گواہون کے سامنے اس عمرو کے ساتھ بیاہ دیا ہی
اور عقد کے وقت اُسکا کچھ مہر بیان نہین کیا اور اُسکا مہر مثل اسقدر دینار ہین اسواسطے کہ اُسکی بڑی بہن یا پھوپی بہن مسماۃ

فلانہ ہو اُسکی اور ویدر کی طرف سے یا پدر کی طرف سے بہن ہی اُسکا مہر اسی قدر ہی اور زید کی موکلہ مسماۃ ہندہ اپنی اس بہن کے ساتھ حُسن و جمال و بکارت و سن مین برابر ہی - اور ہمنے یہ چیزین اسواسطے ذکر کردین کہ ان چیزون کے مختلف ہونے سے مہر مختلف ہو جاتا ہی اور یہ بھی بیان کرے کہ موکلہ ہندہ کی بہن جسکا ذکر کیا گیا ہی اسی شہر مین مقیم ہی جسمین موکلہ مذکورہ ہی اسواسطے کہ شہرون کے اختلاف سے مہر مختلف ہو جاتا ہی - پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اُسکی دختر موکلہ کے واسطے ان درمون یا دینارون کے مثل ادا کرے پھر اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور دعوے کا جواب طلب کیا پس اس عمرو سے دریافت کیا گیا پھر آخر تک تحریر کرے - اور اگر ہندہ مذکورہ کی کوئی بہن نہو تو اُسکے باپ کی برادری مین سے ایسی عورت تلاش کیجاوے جو حُسن و جمال و سن و بکارت مین اسکے مثل ہو اور یہ شرط ہی کہ یہ عورت بھی اسی شہر سے ہو کیونکہ اُسکی وجہ ہمنے ذکر کر دی ہی - اور اگر اُسکے باپ کی قوم مین کوئی عورت ان اوصاف کی نپائی جاوے تو اُسی شہر کے اجنبی لوگون مین سے کسی عورت کے مہر مثل پر اسکے مہر مثل کا اعتبار کیا جائیگا اور اُسکی مان کی قوم مین سے کسی عورت کے مہر مثل پر اسکا اعتبار نہ کیا جائیگا ایسا ہی شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اول باب المحاضر مین ذکر کیا ہی اور نیز شیخ رہ نے مسئلہ اختلاف الزوجین مین بیان کیا ہی کہ موافق امام اعظم رہ کے اُسکے مہر مثل کی تقدیر اجنبیون مین سے کسی عورت کے مہر پر جو اُسکے مشابہ ہو نہ کیجائیگی پس اس روایت کے موافق جو حکم اول باب المحاضر مین ذکر کیا ہی وہ صاحبین رہ کے قول کے موافق ہوگا - اور اگر اس عورت نے کسی اجنبی کو وکیل کیا ہو تو لکھے کہ عیسی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس عیسی نے اپنی موکلہ ہندہ بنت زید مخزومی کے واسطے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اُسکی موکلہ یہ عورت ہندہ اس عمرو کی بنکاح صحیح جورو تھی جسکو اُسکے باپ زید بن خالد مخزومی نے اس عمرو کے ساتھ برضامندی ہندہ مذکورہ کے گواہون کے سامنے بیاہ دیا تھا اور کچھ مہر مقرر و بیان نہین کیا تھا آخر تک تمام عبارت تحریر کرے یہ محیط مین ہی -

محضر - در اثبات مہر المثل - ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لائی اور اس ہندہ نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اُسکو اُسکے ولی سے زید نے اس عمرو کے ساتھ برضامندی ہندہ کے بشہادت گواہان عادل کے بنکاح صحیح بیاہ دیا تھا اور کچھ مہر بیان نہین کیا تھا پس شرع نے اس ہندہ کے واسطے مہر مثل واجب کیا اور اُسکا مہر مثل اسقدر ہی اسلیے اُسکی بہن ایک مادر و پدر کی مسماۃ سلیمہ کا مہر اسی قدر تھا اور یہ ہندہ مال و جمال و سن و بکارت مین اُسکے مساوی ہی اور گرانی و ارزانی کی راہ سے اُسکا اور اسکا زمانہ ایک ہی پس دونون کا مہر ایک ہی پس اس عمرو کو مثل ان سب دینارون کے بشرطیکہ ہندہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہو ورنہ بقدر معجل کے اسمین سے ہندہ مذکورہ کو ادا کرنا واجب ہی فقط واللہ اعلم

محضر - در اثبات متعہ - ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لائی پھر ہندہ نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس عمرو نے اس ہندہ سے نکاح کیا اور کچھ مہر بیان نہ کیا تھا پھر قبل دخول کے اُسکو طلاق دیدی پس ہندہ کے لیے اس عمرو پر متعہ واجب ہوا اور وہ تین کپڑے یعنی درع و خمار و ملحفہ ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اسکے عہدہ سے خارج ہو -

محضر - در اثبات خلوت - ہندہ حاضر ہوئی اور عمرو کو حاضر کرکے اُسپر دعوی کیا کہ اس عمرو نے اس ہندہ کے ساتھ بتزویج اُسکے فلان وکیل یا ولی کے اسکے ساتھ برضامندی ہندہ مذکورہ کے اسقدر مہر پر سامنے گواہان عادل کے جو حاضر ہوئے تھے نکاح کیا پھر اس عمرو کے اس ہندہ کے ساتھ خلوت صحیحہ کی کہ ان دونون کے ساتھ کوئی تیسرا نہ تھا اور کوئی مانع شرعی یا طبعی نہ تھا پھر اسکے بعد اُسنے ہندہ مذکورہ کو طلاق بائن دیدی اور ایسا ہی شوہر یعنے اس عمرو نے بھی اسکا اقرار صحیح کیا

پس اس عمرو پر واجب ہی کہ مثل ان دیناروں کے اس ہندہ کو ادا کرے اور اسکی ذمہ داری سے خارج ہو پھر اپنے دعوی کے جواب کا مطالبہ کیا یہ ظہیریہ مین ہی۔

محضر۔ در اثبات حرمت غلیظہ۔ جاننا چاہیے کہ دعوی حرمت بطلاق چند اقسام ہین ایک یہ کہ دعوی حرمت صریح تین طلاق کے ساتھ ہو اور اس دعوی کے محضر کی تحریر کی یہ صورت ہی کہ ہندہ حاضر ہوئی اور اُسنے اپنے ساتھ عمرو کو حاضر کیا پھر اس ہندہ نے اس عمرو پر یہ دعوی کیا کہ یہ ہندہ اس عمرو کی منکوحہ و حلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح تھی اور اس ہندہ کے اس عمرو پر اسقدر دینار یا اسقدر درم بسبب اس نکاح بعلت قرضہ لازم و حق واجب تھے اور اس عمرو نے اس ہندہ کو اپنے اوپر تین طلاق سے بحرمت غلیظہ حرام کیا کہ اسکے بعد اُسپر حلال نہین ہوسکتی ہی یہانتک کہ غیر شوہر سے نکاح کرے اور آج کے روز یہ ہندہ اس عمرو پر بوجہ اسی سبب مذکور کے حرام ہی اور یہ عمرو باوجود علم اس بات کے کہ دونون کے درمیان حرمت غلیظہ ثابت ہوگئی ہی اسی طرح حرام اپنے ساتھ رکھتا ہی اور اپنا ہاتھ اُس سے کوتاہ نہین کرتا ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اس ہندہ کو جدا کرکے اُسکی راہ رو کنا چھوڑ دیوے اور جو مہر اسکا اس عمرو پر ہی اسکو ادا کردے اور مثل نفقہ عدت کے اُسکی عدت منقضی ہونے تک اُسکو دیا کرے۔ پھر ہندہ مذکورہ نے اُس سے جواب کا مطالبہ کیا۔

سجل این دعوی۔ بدستور سابق تحریر کرنے کے بعد حکم کے وقت لکھے کہ مین نے اس ہندہ مدعیہ کے واسطے اس حرمت غلیظہ کے ثبوت کا اس عمرو پر بسبب مذکورہ کے بعد ازانکہ عمرو کی حلالہ بعقد نکاح تھی بگواہی ان گواہان کے ہر دو متخاصمین کی حاضری مین دونون کے روبرو حکم دیا اور اس عمرو محکوم علیہ پر اس ہندہ کا چھوڑ دینا و اُس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرنا لازم کردیا اور اس عمرو کو اُسکے مال مہر مذکور کے اُسکو ادا کردینے کا اور اُسکی عدت منقضی ہونے تک اُسکا نفقہ مثل اُسپر جاری رکھنے کا حکم دیا اور سجل کو تمام کردے وجہ دوم آنکہ حرمت کا دعوی اسوجہ سے کرے کہ عمرو نے اقرار کیا کہ مین نے اُسکو تین طلاق دیدی ہین۔ اور اُسکے محضر کے تحریر کی یہ صورت ہی کہ ہندہ حاضر ہوئی اور عمرو کو حاضر لائی پھر اُس ہندہ نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ یہ ہندہ اس عمرو کی جورو منکوحہ و مدخولہ بنکاح صحیح تھی پھر اس عمرو نے اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات مین اقرار کیا کہ مین نے اس ہندہ کو تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کردیا پھر اس ہندہ کو اسی طرح حرام ساتھ رکھتا ہی اور نہین چھوڑتا ہی پس اُسپر واجب ہی کہ اسکو جدا کردے اور اسکا مہر مذکور اسکو ادا کردے اور سجل اس دعوی کا بطریق سجل دعوی اول کے ہی لیکن اس صورت مین حکم مین اقرار کا بیان کرے پس یون لکھے کہ مین نے اس ہندہ کے واسطے اس عمرو پر ثبوت اقرار عمرو مذکور باین حرمت غلیظہ مذکورہ بشہادت گواہان مسمین کا حکم دیا اور سجل کو تمام کرے۔ وجہ سوم آنکہ تین طلاق سے حرام ہوجانے کا بسبب حلف کے دعوی کرے کہ جس حالت مین ہندہ و عمرو کے درمیان نکاح قائم تھا یہ قسم کھائی تھی کہ اگر وہ یہ فعل کرے تو اُسکی جورو ہندہ پر تین طلاق ہین پھر اُسنے یہ فعل معین جسپر قسم کھائی تھی کیا اور اپنی قسم مین حانث ہوا اور ہر سہ طلاق مشروطہ اُسکی جورو ہندہ پر واقع ہوئین اور یہ عورت ہندہ اُسپر حرام بحرمت غلیظہ ہوگئی اور یہ عمرو باوجود علم اس حرمت غلیظہ کے اُسکو حرام اپنے ساتھ رکھتا ہی اور جدا نہین کرتا ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اُسکو جدا کردے اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا پھر محضر کو تمام کردے۔ اسی طرح اگر ایک طلاق یا دو طلاق کی وجہ سے حرمت کا دعوی کرے تو اسکو محضر مین بیان کردے اور اسی طرح اگر کسی دوسرے سبب سے حرمت کا دعوے کرے تو وہ سبب محضر مین بیان کردے

محضر بچکہ بدون دعوی عورت کے گواہون نے بوجہ شرع تین طلاق کی وجہ سے ہندہ و عمرو مین حرمت غلیظہ ثابت

ہونے کی گواہی دی اور یہ کہ ہندہ مذکور آج کے روز تین طلاق سے اُسپر حرام ہو۔ ایک قوم نے قاضی کے سامنے ایک مرد حاضر مسمی عمرو پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی جورو حاضرہ اس ہندہ کو تین طلاق دی ہین اور یہ عورت آج اس مرد پر تین طلاق کی حرمت غلیظہ سے حرام ہو پس گواہون نے گواہی کو اپنے طریقہ پر ادا کیا اور گواہی لے موافق بیان پر اسکو بیان کیا تو محضر مین تحریر کرے کہ مجلس قضا مین ایک قوم حاضر ہوئی جنھون نے بیان کیا کہ ہم حسبۃً للہ تعالی گواہ ہین اور وہ فلان و فلان و فلان علے ہذا القیاس اُنکے نام و انساب و حلیہ و مساکن و محلے بیان کردے اور اپنے ساتھ ایک مرد مسمی عمرو کو اور ایک عورت مسماۃ ہندہ کو لائے اور ان گواہون مین سے ہر ایک نے گواہی دی کہ اس عمرو نے اپنی جورو اس ہندہ کو طلاق دی (اور اس عورت ہندہ کی طرف اشارہ کیا) تین طلاقین۔ پھر یہ شخص عمرو اس عورت کو نہین چھوڑتا ہو اور اسی طرح حرام اپنے ساتھ رکھتا ہو پھر دونون سے دریافت کیا گیا یعنی اس عمرو اور اس ہندہ سے پس دونون نے طلاق سے انکار کیا۔ تو اس صورت مین حکم یہ ہو کہ قاضی ان لوگون کی گواہی قبول کرکے دونون مین جدائی کا حکم دیگا۔

جمع انساب ۱۲ محلہ فلان و مسجد فلان ۱۲

سجل۔ این دعوی۔ سجل کی پیشانی اپنی رسم کے موافق لکھکر اس قوم گواہان کا اپنی مجلس مین حاضر ہونا اور اُنکی گواہی جسطرح اُنھون نے ادا کی ہو لکھے اور مرد مذکور و عورت مذکورہ کا طلاق سے انکار کرنا لکھے پھر لکھے کہ پس مین نے ان گواہون کی گواہی سنی اور اُسکو محضر مجلد مین دیوان حکم مین ثبت کردیا اور گواہون کا احوال بزعم خود اُن لوگون سے جنپر مدار رسم تعدیل و ترکیہ اس نواح مین ہو دریافت کیا پس اُنھون نے ان کو بجانب عدالت و جواز شہادت منسوب کیا اور قابل قبول بیان کیا پس مین نے اُنکی گواہی قبول کی اور میرے نزدیک اُنکی گواہی سے جس چیز کی گواہی جسپر اُنھون نے دی تھی ثابت ہوگیا اور مین نے مشہود علیہ کو آگاہ کردیا تاکہ اگر اُسکے پاس اسکا کوئی دفعیہ ہو تو پیش کرے مگر وہ کوئی دفعیہ نہ لایا اور میرے نزدیک اس سے اسکا عاجز ہونا ظاہر ہوا پس مین نے اللہ تعالی سے استخارہ کرکے آخر تک اسکی عبارت لکھے پھر لکھے کہ مین نے حکم دیا کہ یہ ہندہ بنت خالد اپنے شوہر اس عمرو بن بکر پر تین طلاق سے حرام ہو اور یہ حکم مین نے دونون کی حاضری مین دونون کے روبرو دیا آخر تک یہان کی عبارت بدستور سابق لکھے اور مین نے دونون مین سے ہر ایک کو حکم دیا کہ وہ دوسرے سے جدا ہوجاوے یہان تک کہ اس ہندہ کی عدت اس شوہر سے گذر کر یہ ہندہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور وہ اسکے ساتھ دخول کرلے پھر دوسرا بھی اسکو طلاق دیدے اور اسکی عدت اُس سے بھی گذر جاوے پھر اگر یہ عمرو چاہے تو برضامندی اس ہندہ کے اسکے ساتھ نکاح کرلے

محضر بر مرد غائب پر حرمت غلیظہ ثابت کرنے کا دعوی۔ ایک عورت مثلاً ہندہ کا ایک شوہر مثلاً عمرو ہو جسنے اُسکے ساتھ دخول کیا ہو پھر ہندہ کو اپنے اوپر تین طلاق دیکر حرام کرلیا اور گواہون کے سامنے یہ طلاق دی ہین پھر قبل اسکے کہ قاضی اس حرمت کا حکم دیوے عمرو مذکور غائب ہوگیا پھر اس عورت نے چاہا کہ یہ حرمت قاضی کے سامنے ثابت کرادے تاکہ قاضی اُسکے گواہون پر اسکا حکم دیدے تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ ہندہ مذکورہ ایک مرد حاضر مثلاً بکر پر دعوی کرے کہ میرے شوہر فلان یعنی عمرو پر میرے ہزار درم یا دینار جسکے نصف اسقدر ہوتے ہین میرے باقی مہر کے قرض تھے اور تونے میرے شوہر اس عمرو کی طرف سے میرے واسطے اس مال کی اسطرح ضمانت کرلی تھی کہ اگر تیرا شوہر عمرو تجھکو اپنے اوپر تین طلاق دیکر حرام کرے تو یہ ہزار درم مجھپر ہونگے اور مین نے اسی مجلس ضمانت مین تیری اس ضمانت معلق بشرط کی اجازت دیدی تھی پھر مجھے میرے شوہر عمرو مذکور نے مجھے اپنے اوپر تین طلاق دیکر حرام کرلیا ہو پس یہ دراہم مذکورہ میرے واسطے تجھپر بحکم ضمانت

مذکورہ قرضہ لازم ہوتے حالانکہ تجھکو سبب مذکورہ سے اس حرمت مذکورہ کا علم ہی پس تجھپر واجب ہی کہ یہ درہم مجھکو ادا کرکے اسکی ذمہ داری سے باہر ہو۔ پھر مدعا علیہ اسطرح ضمانت کرنے کا اقرار کرے لیکن اس حرمت کے واقع ہونے سے انکار کر جاوے تو یہ دعوی کی صورت ہی اور محضر کی یہ صورت ہی کہ ہندہ حاضر ہوئی اور بکر کو اپنے ساتھ حاضر لائی اور اس ہندہ نے اس بکر پر دعوی کیا پھر جسطرح ہمنے دعوی کا طریقہ بیان کیا ہی اول سے آخر تک تحریر کرے۔

سجل - این دعوی - بدستور جسطرح رسم ہی پھر جسطرح ہمنے دعوی کی عبارت بیان کی ہی اعادہ کرے یہان تک کہ مدعیہ کے گواہون تک پہونچے پس لکھے کہ پھر یہ ہندہ مدعیہ چند نفر اپنے ساتھ حاضر لائی اور بیان کیا کہ یہ میرے دعوی کے موافق گواہ ہین اور مجھسے انکی گواہی سننے کی درخواست کی پس مین نے درخواست کو منظور کیا پھر دعوی مدعیہ کے بعد اور مدعا علیہ کی طرف سے ایسی حرمت واقع ہونے کے انکار کی مدعیہ مذکورہ کی درخواست سے ایک نے بعد دوسرے کے ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا گواہی دی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہی کہ (گواہی میدہم کہ این زان حاضر آمدہ - اور مدعیہ عورت کی طرف اشارہ کیا - زن فلان بن فلان بود واین فلان ویرا برخویشتن حرام کردہ است بسہ طلاق وامروز این زن حاضر آمدہ حرام ست بر فلان بسہ طلاق) اور ہر ایک نے تمام مواضع اشارہ مین اشارہ کر دیا پس مین نے انکی گواہی سنی یہان تک کہ بدستور لکھتے ہوئے حکم تک پہونچے تو لکھے کہ مین نے حکم کیا کہ یہ عورت ہندہ حاضرہ اپنے شوہر فلان پر بسبب مذکور حرام ہی اور مین نے حکم دیا اس عورت ہندہ حاضرہ کے واسطے اس مرد حاضر بکر پر کہ واجب ہی اس مرد بکر پر کہ اسکو یہ مال مذکور جسکے مبلغ وجنس وعدد مذکور ہی ادا کرے اور وہ اسقدر رہی ادا کردے بسبب ضمانت مذکورہ کے درونتیکہ اسکی شرط پائی گئی ہی اور وہ یہ ہی کہ فلان شخص اس ہندہ حاضرہ کے شوہر نے اسکو اپنے اوپر حرام کر لیا ہی جسطرح کہ اسمین مذکور ہی اور یہ حکم وقضا مین نے ہر دو متخاصمین کے روبرو نافذ کی ہی پھر سجل کو تمام کردے۔ وجہ دوم آنکہ ایک مرد حاضر پر نفقہ عدت کی ضمانت کرنے کا اسطرح دعوی کرے کہ تونے میرے نفقہ عدت کی اگر مجھے میرا شوہر تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کرے ضمانت کر لی تھی اور مین نے تیری اس ضمانت کی اسی مجلس ضمانت مین اجازت دیدی تھی پھر میرے شوہر نے مجھے فلان تاریخ تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کر لیا ہی اور مین آج کے روز اسکی عدت مین ہون اور تجھپر میرے واسطے میری عدت کا نفقہ واجب ہوا یہانتک کہ میری عدت گذر جاوے کیونکہ تونے ضمانت مذکورہ کر لی تھی پس تجھپر واجب ہی کہ میرا نفقہ عدت جو تجھپر بسبب ضمان مذکور کے لازم آیا ہی وہ مجھکو ادا کرکے عہدہ ضمانت سے خارج ہو - پھر مدعا علیہ نفقہ عدت کے ضمانت کرنے کا بشرط تحریم مذکور اقرار کرے مگر تحریم مذکور واقع ہونے سے انکار کرے پس عورت مذکورہ چند گواہ لاوے جو اس مضمون کی گواہی دین کہ اسکے شوہر فلان شخص نے اسکو ایجادیر تین طلاق دیکر حرام کیا ہی اور یہ عورت اسوقت اپنے شوہر فلان کی عدت مین ہی پس یہ دعوی کی صورت ہوئی۔ اور اس دعوی کے محضر کی یہ صورت ہی کہ ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ بکر کو حاضر لائی اور ہندہ حاضرہ نے اس بکر حاضر پر یہ دعوی کیا کہ اس بکر نے میرے لیے میرے نفقہ عدت کی اگر میرا شوہر مجھے تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کرے میرے شوہر کی طرف سے ضمانت کر لی تھی پھر اول سے آخر تک اسکا دعوی لکھے اور آگے یہان تک کہ پھر اس ہندہ نے چند آدمیون کو حاضر کیا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین آخر تک لکھے

سجل - این دعوی - صدر دعوی وغیرہ برابر بدستور سابق لکھتا جاوے یہان تک کہ اس عبارت تک پہونچے کہ پس مین نے ان گواہون کی سماعت کی اور انکی گواہی کو قبول کیا کیونکہ علم نے اسکے مثل گواہی کو قبول کرنا واجب کر دیا ہی اور

مین نے حکم دیا کہ یہ عورت اپنے شوہر فلان پر حرام ہی اور یہ آج کے روز اُسکی عدت مین ہی اور حکم قضاء دیا مین نے اس عورت کے واسطے اس بکر پر اسکی نفقہ عدت اسپر واجب ہونے کا یہان تک کہ عدت گذر جاوے بگواہی ان گواہون کے بحضوری ہر دو متخاصمین کے دونون کے روبرو اور محضر کو تمام کر دے

محضر - تفریق بیان شوہر و زوجہ بسبب عجز از نفقہ - ایک صغیر کے تحت مین ایک صغیرہ ہی اور یہ صغیر اس صغیرہ کو نفقہ دینے سے عاجز ہی کیونکہ وہ فقیر ہی کسی چیز کا مالک نہین ہی پس اس صغیرہ کے باپ نے اسکا مقدمہ اسکی نیابت مین قاضی کے پاس پیش کیا تاکہ قاضی حنفی اس مقدمہ مین قاضی شافعی مذہب کو جو نفقہ دہی سے شوہر کے عاجز ہونے سے تفریق جائز سمجھتا ہی اپنا خلیفہ کر دے پس قاضی حنفی اُسکو اس حادثہ مین خط تحریر کریگا اُسکی صورت یہ ہی کہ بعد تسمیہ و تحیہ کے لکھے کہ صغیرہ مسماۃ فلانہ کی نیابت مین اُسکے باپ اس فلان نے اُسکا مقدمہ میرے پاس اسطرح پیش کیا کہ یہ صغیرہ مذکورہ فلان بن فلان صغیر کی جورو ہی جسکو اُسکے ساتھ اس صغیرہ کے باپ فلان بن فلان نے بولایت پدری اسقدر مہر پر گواہون کے سامنے تزویج صحیح بیاہ دیا تھا اور صغیر مذکور کے باپ شخص نے اپنے پسر اس صغیر کی طرف سے یہ تزویج بقبول صحیح قبول کی اور یہ صغیرہ اس صغیر کی بنکاح صحیح جورو ہوگئی اور یہ صغیر معدم ہی کہ دنیا کی کسی چیز کا مالک نہین ہی اور وہ کمائی والا نہین ہی اور نہ پیشہ ور ہی اور میرے نزدیک اُسکے گواہون سے جنکی تعدیل ہوگئی ہی جنھون نے میرے پاس اس سب کی گواہی دی ہی یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ صغیر اس صغیرہ کو نفقہ دینے سے عاجز ہی اور مجھسے اس صغیرہ کے باپ نے درخواست کی تم کو ادام اللہ تعالی فضلہ خط لکھون پس نے اُسکے التماس کو قبول کر کے تمکو خط لکھا کہ بمہربانی اس خصومت واقعہ مین توجہ کر کے موافق اپنی راے و اجتہاد کے اللہ تعالی سے استعانت و اصابۃ الصواب کی توفیق طلب کر کے مجتہد ہو - پس یہ صورت اُس خط کی ہی جو قاضی حنفی بجانب قاضی شافعی تحریر کریگا - پھر جب خط مکتوب الیہ کو پہونچے تو پدر صغیرہ قاضی مکتوب الیہ کے سامنے پدر صغیر سے موافق تحریر قاضی حنفی کے خصومت کریگا اور اسبات کے گواہ قائم کریگا کہ اسکا طفل صغیر جسکا نام خط مین مذکور ہی معدم ہی اُسکا کچھ مال ہی نہین ہی اور وہ اپنی جورو اس صغیرہ کو نفقہ دینے سے عاجز ہی اور قاضی سے درخواست کریگا کہ ان دونون مین تفریق و جدائی کرا دے پس قاضی شافعی ان دونون مین جدائی کرا دیگا اور سجل اس صورت سے لکھیگا کہ فلان بن فلان شفعوی کہتا ہی کہ مجھے فلان بن فلان متولی کار قضا و احکام کورہ بخارا ادام اللہ تعالی توفیقہ از جانب خاقان فلان کا خط پہونچا جسمین وہ واقعہ لکھا تھا کہ جو اُسکے پاس پیش ہوا کہ فلان بن فلان اموی اپنی دختر صغیرہ فلانہ بنت فلان کے واسطے خصومت کرتا تھا اور فلان بن فلان مخزومی اپنے پسر صغیر فلان کی جانب سے خصومت کرتا تھا اور یہ اسوجہ سے تھا کہ اس فلان پدر صغیرہ مذکورہ نے اس قاضی کاتب کے پاس یہ دعوی کیا کہ میری دختر صغیرہ مذکورہ اس صغیر سے فلان بن فلان اس شخص کی جورو ہی و حلالہ ہی بنکاح صحیح جسکو مین نے اسکے ساتھ تزویج صحیح بیاہ دیا ہی اور اس صغیر کے والد اس فلان بن فلان نے اس صغیر کے واسطے یہ نکاح اس مجلس تزویج مین بقبول صحیح قبول کیا ہی اور میری یہ دختر صغیرہ محتاج نفقہ ہی اور اُسکا شوہر یہ صغیر معدم ہی نفقہ دینے سے عاجز ہی جسکا عاجز ہونا اس قاضی کاتب کے نزدیک ثابت ہو گیا اور پدر صغیرہ مذکورہ فلان بن فلان نے اس قاضی سے درخواست کی کہ مجھے خط لکھے اور اس خصومت کی سماعت کی اور موافق اجتہاد و راے اپنی کے اسمین فیصلہ کرنے کی اجازت دی پس مین نے اُسکا خط پڑھا اور سمجھکر اُسکے حکم کی پابندی سے اس خصومت کی سماعت کی اور اسکے واسطے ایک جلسہ مقرر کیا اور میرے سامنے اس صغیرہ کا والد مسمے فلان اور اُسکے ساتھ صغیر کا والد مسمے فلان حاضر

ہوئے پھر اس فلان حاضر نے اس فلان حاضر کردہ پر اپنے اس صغیرہ کے واسطے یہ دعوی کیا کہ صغیرہ مسماۃ فلانہ جو اس حاضر شوندہ کی
دختر ہے اس صغیر کی جو اس حاضر کردہ شدہ کا بیٹا ہے جورو ہے اور یہ صغیر مسمی اس شخص کا بیٹا جسکو حاضر لایا ہے معدم ہے اس صغیرہ مسماۃ
کو نفقہ دینے سے عاجز ہے اور یہ صغیرہ مسماۃ مذکورہ نفقہ کی محتاج ہے پھر گواہ عادل اس بات کے قائم کیے کہ یہ صغیر مسمی جو اس شخص
کا جسکو ساتھ لایا ہے بیٹا ہے اس صغیرہ کو نفقہ دینے سے عاجز ہے - پھر اس صغیرہ کے والد نے مجھسے درخواست کی کہ مین اس صغیرہ
مذکورہ اور اس صغیر مذکور مین جدائی کرا دون پس مین نے اسمین تامل کیا تو میرا اجتہاد اس امر پر واقع ہوا کہ ایسی تفریق ان دونون
مین جائز ہے باخذ قول ایسے عالم کے علماء سلف مین سے جو فرماتا ہے کہ جورو و مرد مین بسبب عاجز از نفقہ ہونے کے تفریق جائز ہے
پس مین نے بعد ازانکہ دونون کے درمیان نکاح ہونا معلوم ہوگیا اور بعد ازانکہ اس صغیر کا نفقہ دینے سے عاجز ہونا معلوم
ہوگیا دونون مین تفریق صحیح کر دی اور اس سجل کی تحریر کا اس مقدمہ مین حجت ہونے کے واسطے حکم دیا - اور اگر اُسنے قاضی
اصل سے اس سجل کے امضاء کی درخواست کی تو قاضی اصل حکم کریگا کہ اس سجل کی پشت پر لکھا جاوے کہ قاضی فلان کہتا ہے کہ
تمام ماجرے جسکو یہ سجل متضمن ہے اول سے آخر تک بتاریخ مذکورہ مین نے فلان بن فلان کو خط متضمن تفویض سماع خصومت
مذکورہ و سماعت گواہان و عمل بموافقت رائے و اجتہاد و مکتوب الیہ تحریر کیا ہے سب میری طرف سے تھا اور مین نے مکتوب الیہ فلان
کو اپنا نائب مقرر کیا کہ موافق اپنی رائے و اجتہاد کے عمل کرے پس مین نے اس نائب کا حکم نافذ کر دیا اور اسکی اجازت دیدی اور
حکم دیا کہ اس امضاء کی تحریر لکھی جاوے واقع تاریخ فلان - اور اگر شوہر و جورو دونون بالغ ہون اور شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تو
اسکا طریقہ وہی ہے جو دونون کے صغیر ہونے کی صورت مین ہمنے بیان کیا ہے لیکن اس صورت مین جب قاضی شافعی مذہب کے
سامنے شوہر و جورو مین خصومت واقع ہوئی اور جورو نے اُسپر دعوی کیا کہ میرا یہ شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہے پس اگر شوہر نے اسکا
اقرار کر لیا تو شوہر کے اقرار سے جورو کی درخواست پر قاضی دونون مین تفریق کرا دیگا اور اگر شوہر نے اقرار نکیا تو عورت اسکے عاجز
ہونے کے گواہ پیش کریگی اور قاضی دونون مین باقرار شوہر تفریق کرا دیگا یہ ذخیرہ مین ہے -

محضر - در فسخ قسم مضاف - ایک مرد نے قسم کھائی کہ جس عورت سے نکاح کرون ہر ایک کو طلاق ہے پس اگر ایسے مرد کو اس قسم کے
فسخ کی ضرورت ہوئی تو چاہیے کہ کسی عورت سے بتزویج اُسکے ولی کے اگر اُسکا ولی ہو یا بتزویج قاضی کے اگر اسکا ولی نہو نکاح کرے حتی کہ
یہ نکاح بالاجماع صحیح ہو جاوے پھر یہ مقدمہ قاضی حنفی کے پاس پیش کرے اور اُس سے درخواست کرے کہ قاضی شافعی مذہب کو
خط لکھدے تو قاضی حنفی اُسکو خط لکھدیگا کہ بعد تسمیہ و صلوۃ کے بسوے شیخ امام قاضی بالقابہ اطال اللہ تعالی بقاءہ میرے پاس یہ مقدمہ
آیا کہ مسماۃ ہندہ بنت زید بن عمرو نے دعوی کیا کہ خالد نے مجھسے نکاح کیا تھا حالانکہ اُسنے میرے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے ہر عورت
کے جسکے ساتھ نکاح کرے اُسکے طلاق کی قسم کھائی تھی پھر اس قسم کے بعد اُسنے مجھسے نکاح کیا پس مجھپر طلاق واقع ہو گئی اور مین
اس سبب سے اُسپر حرام ہو گئی حالانکہ وہ اسی طرح حرام مجھے روک رکھتا ہے اور اپنا ہاتھ کوتاہ نہین کرتا ہے پھر مجھسے درخواست کی کہ
مین اس مقدمہ مین اُسکے واسطے خط تحریر کرون پس مین نے اُسکا التماس قبول کر کے تمکو یہ خط لکھا ہے کہ مہربانی سے اس خصومت
کو جو دونون مین واقع ہوئی ہے موافق اپنی رائے و اجتہاد کے بتوفیق اللہ تعالی فیصلہ کر دو - پھر جب یہ خط مکتوب الیہ کو پہونچے
تو یہ عورت مذکورہ اپنے شوہر مذکور پر قاضی مکتوب الیہ کے سامنے اُسی طرح دعوی کرے جیسا اُسنے قاضی کاتب کے سامنے
دعوی کیا تھا پس اگر اُسکا شوہر اس قسم و اس نکاح کا اقرار کرے لیکن یہ کہے کہ یہ عورت مجھپر حلال ہے طلاق واقع نہین
ہوئی کیونکہ قسم مذکور منعقد نہین ہوئی - پس قاضی مکتوب الیہ اس قسم کے باطل ہونے کا اور دونون مین

نکاح قائم ہونے کا حکم بقول اُس عالم کے علماء سلف مین سے جو ایسی قسم کے باطل ہونے کو فرماتا ہو دیگا

سجل در فسخ قسم مضاف - اور اگر اُسکا سجل چاہا تو لکھے کہ قاضی فلان بن فلان شافعی مذہب کہتا ہی کہ میرے پاس قاضی فلان متولی کار قضا و احکام کورہ بخارا و نواحی بخارا من جانب سلطان فلان کا خط متضمن بمقدمہ متدائرہ خصومت میان فلانہ بنت فلان و میان خالد بن شعیب در معاملہ وقوع طلاق بسبب قسم مضاف بسوی نکاح وارد ہوا اور اُسنے مجھکو اُس خصومت کے سننے و فیصلہ کرنے و گواہون کی سماعت کا و موافق اپنی راے و اجتہاد کے حکم دینے کا حکم کیا پس مین نے اُسکے حکم کی پابندی کرکے اسکے واسطے ایک مجلس مقرر کی پس اس مجلس مین ہندہ بنت زید حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ اپنے شوہر خالد بن شعیب کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس خالد پر دعوی کیا کہ یہ خالد مجھسے احکام نکاح مین اطاعت طلب کرتا ہی بدین زعم کہ مین اُسکی جورو ہون حالانکہ اِسنے مجھسے نکاح کرنے سے پہلے ہر عورت کی جس سے نکاح کریگا اُسکے طلاق کی قسم کھائی تھی پھر اِسکے بعد مجھسے نکاح کیا پس مجھپر طلاق پڑگئی اور مین اس سبب سے اسپر حرام ہوگئی ہون - پھر خالد نے نکاح کا اقرار کیا اور اس سبب سے وقوع طلاق سے انکار کیا پھر شوہر مذکور نے مجھسے درخواست کی کہ مین اپنی راے و اجتہاد کے موافق اس معاملہ مین حکم دون پس مین نے اجتہاد کیا اور تامل کیا اور میری راے مین یہ آیا کہ جو قسم مضاف بجانب نکاح ہو وہ باطل ہی کہ مین نے اسمین اُس قول ایسے امام کے علماے سلف مین سے عمل کیا کہ جو قسم مضاف بجانب نکاح کو صحیح نہین فرماتا ہی پس مین نے اس قسم کے باطل ہونے کا اور اس نکاح سے اس عورت کے اس مرد پر حلال ہونے کا حکم دیا اور اس عورت کو اپنے اس شوہر کی اطاعت کرنے کا حکم دیدیا کہ احکام نکاح مین اس شوہر کی اطاعت کرے اور یہ حکم ان دونون متخاصمین کی حاضری کے وقت دونون کے روبرو اسطرح دیا کہ حکم مبرم ہی اور قضاء شرعی کہ اُسکو مین نے نافذ کردیا اور یہ حکم و قضا اپنے اس مجلس حکم مین لوگون کے درمیان بسبیل شہرت و اعلان بدون خفیہ و کتمان کے نافذ کیا ہی - اور یہ امر بعد اُسکے ہوا کہ قاضی فلان بن فلان نے مجھے اس خصومت مین مطلقاً اختیار دیا کہ اپنی راے و اجتہاد کے موافق حکم کردون واقعہ تاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان قاضی امام نجم الدین بن علی حلوائی رحمہ نے فرمایا کہ مین بہت بڑے بڑے قاضیون کی صحبت مین رہا مگر مین نے کسی کو نہ دیکھا کہ اُسنے کسی حادثہ مجتہد فیہ مین کسی قاضی شافعی کو خط لکھنے کی درخواست منظور فرمائی ہو سوائے اس قسم مضاف کے کہ اس مسئلہ مین اصحاب مدینہ کے دلائل بہت لائح اور اُنکے براہین واضح ہین اور نوجوان لوگ ایسی قسم کھانے پر جرأت کرجاتے ہین پھر بیاہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہی اور مضطر ہوتے ہین پس اگر قاضی اُنکی اس درخواست کو منظور نکرے تو بسا اوقات اُنکے فتنہ مین پڑجانے کا خوف ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی -

محضر - تفریق کے واسطے عنینہ کا اثبات - اور اگر عورت نے قاضی کے پاس اپنے شوہر سے خصومت کی اور کہا کہ یہ میری طرف رسیدہ نہین ہوا اور شوہر دعوی کرتا ہی کہ مین اُسکی جانب پہونچ گیا ہون پس اگر عورت مذکورہ وقت نکاح کے باکرہ ہو تو قاضی اُسکو عورتون کو دکھلا دیگا اور ایک عورت عادلہ کافی ہی اور احوط یہ ہی کہ دو عورتین ہون پس اگر اُنھون نے کہا کہ یہ باکرہ ہی تو قاضی اُسکے مرد کو ایک سال کی مہلت دیگا اور اگر اُنھون نے کہا کہ یہ ثیبہ ہی تو شوہر مذکور سے قسم لیجائیگی کہ وہ اُس تک پہونچ گیا ہی - اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ ہی کہ قسم سے عورت کا قول قبول ہو پھر اگر استحسان کے موافق قسم لینے سے شوہر نے قسم کھالی تو ثابت ہوگیا کہ مرد مذکور نے اس عورت سے دخول کیا ہی پس سال کی میعاد نہ دیجائیگی اور اگر اُسنے انکار کیا تو نارسیدہ ہونے کا مقر ہوگیا پس اُسکو ایک سال کی میعاد دیجائیگی اور اگر اس مدت دینے کے واسطے تحریر چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ قاضی امام فلان بن فلان متولی کار قضا و احکام

ل عنین مرد وہ ہے جو عورت سے جماع نکرسکے اسکو عنین کہتے ہین اور مرض عنۃ ہی ۱۲ منہ

ل قول قالوا المراد بہ السنۃ الشمسیۃ وفیہ خلاف [illegible] والمشہور بہ ۱۲ منہ

کورہ بخارا نافذ الاذن والقضاء در فصل وا مضاء درمیان اہل بخارا ہون ایام نے فلان بن فلان کو مہلت دی جبکہ فلانہ بنت فلان نے اُسکے پاس مقدمہ پیش کیا کہ اسنے میرے ساتھ تزوج صحیح نکاح کیا اور مین نے اُسکو عنین پایا ہی کہ مجھ تک نہین پہونچتا ہی اور یہ امر قاضی موصوف کے نزدیک ثابت ہوگیا جس طریق سے ثابت ہوا کرتا ہی پس مین نے موافق حق شرع کے جو اُسنے عنین کے حق مین واجب کیا ہی کہ وقت خصومت سے ایک سال تک مہلت دیجاوے بدین امید کہ شاید وہ اس مدت مین جماع کرنے پر قادر ہو جاوے اسکو دنون کے حساب سے موافق اختیار اکثر مشائخ کے ایک سال کی مہلت اس تحریر کی تاریخ سے جو روز خصومت ہی با مہال صحیح دیدی اور مرد مذکور کی حجت کے واسطے اس تحریر کا حکم کیا واقعہ تاریخ فلان سنہ فلان - پھر جب مہلت کی تاریخ سے سال تمام ہوگیا اور شوہر نے دعوی کیا کہ مدت تاجیل مین اُسنے عورت مذکورہ سے جماع کر لیا ہی اور عورت نے اس سے انکار کیا پس اگر نکاح کے وقت عورت مذکورہ باکرہ ہو تو موافق مذکورہ بالا کے قاضی اُسکو عورتون کو دکھلائیگا پس اگر اُنھون نے کہا کہ یہ باکرہ ہی تو ثابت ہوگا کہ مرد مذکور نے اُس سے جماع نہین کیا ہی پس قاضی اُس عورت کو اختیار دیگا کہ تیرا جی چاہے اس مرد کے ساتھ رہ یا جدائی کرا لے اور اگر عورتون نے کہا کہ یہ ثیبہ ہی تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا پس شوہر سے قسم لیجائیگی کہ اُسنے اُس عورت کے ساتھ جماع کیا ہی جیسا کہ گذرا پس اگر وہ قسم کھا گیا تو عورت مذکورہ کو خیار نہوگا اور اگر قسم سے انکار کیا تو عورت مذکورہ کو خیار ہوگا

محضر در دفع این دعوی - اس مرد نے جو حاضر ہوا اس عورت پر جسکو حاضر لایا ہی بطور دفعیہ دعوی عورت مذکورہ دعوی کیا کہ یہ عورت اپنے اس دعوی مین کہ یہ مرد عنین ہی اور تفریق کا مطالبہ کیا ہی بعد گذرنے مدت مہلت کے پس مدت مہلت گذرنے کے بعد یہ عورت تفریق کے مطالبہ مین مبطل ہی کیونکہ اسنے قاضی کی مہلت دینے کے بعد اس مرد کے ساتھ رہنا اختیار کیا ہی اور عنین ہونے پر اپنی زبان سے برضامندی صحیح راضی ہوئی ہی یا یون کہے کہ مین نے مدت مہلت کے اندر اس سے جماع کر لیا ہی اور اس بات کا اس عورت مذکورہ نے اقرار کیا ہی -

محضر - دعوی نسب - ایک عورت کے پاس ایک لڑکا ہی وایک مرد پر دعوی کرتی ہی کہ یہ لڑکا اُسکا بیٹا اس مرد سے ہی اسکی فراش سے درحالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا اسکو جنی تھی اور اس مرد سے اُسکا کھانا و کپڑا طلب کرتی ہی یا ایک مرد کے پاس ایک لڑکا ہو وہ ایک عورت پر یہ دعوی کرتا ہی کہ یہ لڑکا اُسکا بیٹا اس عورت کے پیٹ سے ہی کہ عورت اُسکے فراش سے درحالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا جنی تھی اور عورت اس سے انکار کرتی ہی - یا ایک عورت کے پاس ایک لڑکا ہی وہ دعوی کرتی ہی کہ یہ میرا بیٹا اس میرے شوہر سے ہی اور شوہر اس سے منکر ہی پس یہ سب دعوے صحیح ہین اور جاننا چاہیے کہ پدری یا مادری کا دعوی صحیح ہی خواہ اس دعوے کے ساتھ مال ہو یا نہو اور اسکی یہ صورت ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد پر دعوی کیا کہ مین اس مرد کا باپ ہون یا دعوے کرے کہ مین اس مرد کا بیٹا ہون اور یہ مرد اس سے منکر ہو پس دعوی صحیح ہی حتے کہ اگر مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکے دعوی کی سماعت کریگا اور اُسکے گواہون پر مدعا علیہ پر حکم کر دیگا - اور اسی طرح مادری کا دعوے بھی بدون دعوی مال کے صحیح ہی حتے کہ اگر کسی عورت نے ایک مرد پر دعوے کیا کہ مین اسکی مان ہون اور گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکے گواہ قبول کریگا اور اُسکے گواہون پر حکم دیدیگا کہ یہ عورت اس مدعا علیہ کی مان ہی -

صورت محضر - جبکہ ایک عورت کے پاس لڑکا ہو اور وہ اپنے شوہر پر یہ دعوی کرتی ہو کہ یہ میرا بیٹا اس شوہر سے ہی - ہندہ حاضر ہوئی اور عمرو کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ یہ لڑکا جو ہندہ کی گود مین ہی اور اُسکی طرف اشارہ کیا بیٹا اس عمرو کا ہی کہ اسکے فراش پر درحالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا ہندہ جنی تھی پھر اسکے بعد اگر چاہے تو یہ بھی دعوی کرے

کہ اوسپر اس عمرو پر اس طفل کا کھانا و کپڑا واجب ہی اور اگر چاہے یہ دعوی نکرے۔

صورت محضر - جبکہ مرد کے پاس صغیر بچہ ہو وہ دعوی کرے کہ یہ بچہ میرا بیٹا اس عورت کے پیٹ سے ہی۔ عمرو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ہندہ کو حاضر لایا پھر عمرو نے اس ہندہ پر دعوی کیا کہ یہ طفل جو میرے پاس ہی اور اسکی طرف اشارہ کیا یہ مجھسے اس عورت کا بیٹا درحالیکہ ہم دونون مین نکاح تھا میرے فراش سے جنی ہی پھر اسکے بعد چاہے یہ بیان کرے کہ اس عورت پر واجب ہی کہ اسکو دودھ پلاوے اور چاہے ذکر نکرے۔

صورت محضر - مرد بالغ کا ایک مرد پر یہ دعوی کرنا کہ مین اسکا بیٹا ہون - زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ یہ زید اس عمرو کا بیٹا ہی اس زید کی مان فلانہ بنت فلان اسکو اس عمرو کے فراش سے درحالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا جنی ہی۔

صورت محضر - ایک مرد نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ مدعی اسکا باپ ہی - اس عمرو حاضر شونده نے اس زید پر جسکو حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ یہ عمرو اس زید کا باپ ہی اور یہ زید اس عمرو کا بیٹا ہی عمرو کے فراش سے اسکی جورو فلانہ بنت فلان کے پیٹ سے درحالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا پیدا ہوا ہی آخر تک تحریر کرے - اور بھائی یا چچا یا سگا بھتیجا یا سگا پوتا ہونے کا دعوی صحیح نہین ہی الا اُس صورت مین کہ اس دعوی نسب کے ساتھ مال کا دعوی ہو مثلاً مدعی لنجا ہو اور وہ کسی شخص پر بھائی یا چچا ہونے کا دعوی کرے اور اپنے واسطے نفقہ کا مدعی ہو اور اسکی ایک دوسری صورت ہی کہ برادران مدعا علیہ کے واسطے متوفی کی طرف سے وصیت کا دعوی کرے - صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ فلان میت نے

پس اس صورت مین دعوی مال کے ضمن مین برادری ابھی ثابت ہوگی

اس عمرو کو وصی کر دیا تھا کہ بعد اسکی وفات کے اُسکے کام کی درستی کرے اور اپنے ترکہ مین سے اسقدر اس شخص کے پاس چھوڑا اور میت مذکور نے حامد بن خالد سب بھائیون کے واسطے اسقدر مال کی وصیت کر دی تھی اور حامد بن خالد تین بھائی ہین شعیب و حامد و زید یہی مدعی پس اس عمرو پر واجب ہی اس مال وصیت مین سے زید کا حصہ اسکو دیوے اور وہ اسقدر مال ہوا پھر مدعا علیہ سے جواب کا مطالبہ کرے پس مدعا علیہ مذکور وصیت میت کا اور اپنے وصی ہونے کا اقرار کرے اور زید کے شعیب و حامد کے بھائی ہونے سے انکار کرے - اور اسکی ایک دوسری صورت ہی کہ عورت دعوی کرے کہ شوہر نے مجھپر طلاق واقع ہونا اسپر معلق کیا تھا کہ اگر حامد کے بھائی سے خود کلام کرے حالانکہ شوہر مذکور نے زید سے کلام کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی

پھر زید گواہ قائم کرکے ثابت کرے

پس شوہر اس بات سے انکار کرے کہ زید اسکا بھائی نہین ہی

محضر - دعوی ولاء عتاقہ - زید مر گیا پھر عمرو آیا اور دعوی کیا کہ یہ میت میرے والد خالد کا آزاد کیا ہوا ہی کہ اسکو میرے والد نے اپنی صحت و حیات مین آزاد کیا ہی اور اس میت کی میراث مجھے چاہیے ہی اسواسطے کہ مین اُسکے آزاد کرنے والے کا بیٹا ہون میرے سوا اُسکا کوئی اور وارث نہین ہی - پس ہمارے بعضے مشائخ نے اس دعوے کے فاسد ہونے کا فتوی دیا ہی اور بعض نے اُسکی صحت کا فتوی دیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ دعوی فاسد ہی اسواسطے کہ مدعی نے اپنے دعوی مین یہ بیان نہین کیا کہ اُسکا باپ آزاد کرنے کے روز اُسکا مالک تھا اور غیر مالک کا آزاد کرنا باطل ہوتا ہی - اسی واسطے اگر کسی شخص نے ایک غلام پر اپنے مملوک ہونے کا دعوی کیا - اور غلام نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص نے اسکو آزاد کر دیا ہی تو مدعی ملک کے واسطے حکم دیا جائیگا اور اگر غلام کے گواہون نے کہا کہ فلان نے اسکو آزاد کیا درحالیکہ اسکا مالک تھا تو غلام کے گواہ مقبول ہونگے اور یہ مسئلہ دعوی الاصل مین مذکور ہی

محضر - دعوی دفعیہ - اسکی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ غلام کی نسبت دعوے کیا کہ مین نے اسکو خالد بن بکر

سے تاریخ فلان سنہ فلان مین خریدا ہی اور قابض نے اس سے انکار کیا پھر زید نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے پس اُسکے موافق حکم ہونا لازم آیا پس عمرو نے زید کے دعوی کے دفعیہ مین یہ دعوی کیا کہ تو جسکی طرف سے ملک حاصل ہونے کا دعوی کرتا ہی یعنے خالد بن بکر اُسنے تیرے خرید کی تاریخ سے یا تیری خرید سے ایک سال پہلے بطوع خود یہ اقرار کیا ہی کہ یہ غلام میرے بھائی شعیب بن بکر کی ملک وحق ہی اور شعیب ابن بکر نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی ہی اور مین نے یہ غلام اُسی مقرلہ شعیب بن بکر سے خریدا ہی پس اس سبب سے تیرا دعوی مجھپر باطل ہی پس سب مُفتیون نے بالاتفاق جواب لکھا کہ یہ دفعیہ صحیح ہی پھر اسکے بعد استفتا کیا گیا کہ آیا زید کو یہ اختیار ہی کہ مدعی دفعیہ یعنے عمرو سے اس اقرار کا بیان وقت طلب کرے کہ کہان ہوا تھا اور کس مہینہ مین ہوا تھا پس قاضی اُسکو اسکے بیان کی تکلیف دیگا تو بھی جواب سب مفتیون کے متفق ہوے کہ قاضی اُسکو ایسی تکلیف ندیگا اسواسطے کہ اُسنے ایک بار جسقدر ضرورت تھی بیان کردیا کہ تیری خرید کی تاریخ سے پہلے اقرار کیا ہی یہ فصول اشترو شنی مین ہی

محضر - در اثبات عصوبت - **قال المترجم** فقط عصبہ شرع مین وہ وارث ہی جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہی بعد اُن لوگون کے جنکا حصہ مفروض ہی جو باقی رہتا ہی وہ سب لے لیتا ہی اور اگر تنہا ہوتا ہی تو سب لے لیتا ہی اب بیان کتاب سُننا چاہیے قال مجلس قضاء کورہ بخارا مین فلان قاضی کے سامنے ایک شخص آیا اور بیان کیا کہ اُسکا نام احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمر ہی اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا جسنے بیان کیا کہ اُسکا نام ابوبکر بن محمد بن عمرو ہی پھر اس احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمر نے اُس ابوبکر بن محمد بن عمرو پر دعوی کیا کہ سعد بن احمد بن عبد اللہ بن عمر نے وفات پائی اور جو وارث چھوڑے ہین وہ یہ ہین ایک اُسکی جورو سارة بنت فلان بن فلان ہی اور ایک دختر مسماة سُعادہ بنت سعد ہی اور ایک اُسکے چچا کا بیٹا یہی مدعی ہی کیونکہ یہ عمرو کا بیٹا ہی اور سعد متوفی احمد کا بیٹا ہی اور احمد اس متوفی کا باپ اور عمرو اس مدعی کا باپ دونون ایک باپ کی اولاد سگے بھائی ہین کہ دونون کا باپ عبد اللہ بن عمر ہی اور متوفی مذکور نے ترکہ مین اس ابوبکر بن محمد بن عمرو کے پاس بارہ دینار نیشاپوری چھوڑے ہین اور اُسکی موت سے یہ مال ان وارثون کے واسطے بفرائض اللہ تعالی میراث ہو گیا چنانچہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور دختر کے واسطے نصف اور باقی اس چچازاد بھائی کے واسطے ہوا اور اس ابوبکر بن محمد بن عمرو کو اسکا علم ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس مدعی کو اُسکا حصہ اسمین سے جو چوبیس سہام مین سے نو سہام ہوتے ہین دیدے پھر اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور اپنے دعوے کا جواب مانگا پس مدعا علیہ نے فارسی مین جواب دیا (کہ مرا از میراث خوارگی این مدعی علم نیست) پھر اس مدعی نے چند نفر حاضر کیے اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے درخواست کی کہ اُنکی گواہی کی سماعت کرون پس مین نے اُسکی درخواست منظور کر کے اُنکی طرف توجہ کی اور وہ فلان وفلان ہین پس ان لوگون نے گواہی دی

سجل - این دعوی - فلان قاضی کہتا ہی برابر لکھتا جاوے جسطرح پہلے بیان کیا گیا ہی یہان تک کہ گواہون کی گواہی کا بیان آوے پس لکھے کہ پھر اس مدعی کے دعوی وانکار اس مدعا علیہ و درخواست اس مدعی کے بعد ان گواہون نے میرے پاس گواہی دی کہ جو متفق الالفاظ والمعانی ایک نسخہ سے تھی جو اُنکو پڑھ کر سُنایا گیا تھا اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہی کہ گواہی میدہیم کہ این سعد بن احمد بن عمرو بن عبد اللہ بمرد وازوے میراث خوار ماند زن وے سارہ بنت فلان بن فلان و دختر وے سعادہ وابن عم این مدعی احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمر پسر عم وے از روے پدر بدانکہ این احمد اور اس مدعی ہی کی طرف اشارہ کیا - پسر عمرو بود وآن سعد متوفی پسر احمد بود وعمرو پدر این مدعی یا احمد پدر این متوفی

برادران پدری ایوند پدر ایشان عبداللہ بن عمر بن بکر ایشانرا بسہ میراث خوار دیگر نمیدانیم۔ پس گواہوں نے یہ گواہی جس طرح ادا کرنی چاہیے
ہو ادا کی اور سجل کو برابر تا حکم لکھتا جاوے جس طرح معلوم ہے یہاں تک کہ اس قول تک پہونچے کہ پھر مجھ سے اس مدعی احمد بن عمرو
بن عبداللہ نے اسکے موافق جو میرے نزدیک ثابت ہوا ہے حکم اور اسکی تحریر سجل معہ گواہی گواہ دینے کے اپنی حجت ہونے
کے واسطے مانگا پس میں نے اسکی درخواست منظور کی اور اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا یعنے توفیق خیر مانگی یہاں تک
کہ اس لکھنے تک پہونچے کہ میں نے اس مدعی احمد بن عمرو بن عبداللہ بن عمر کے واسطے اس مدعا علیہ ابوبکر
بن محمد بن عمرو پر درحالیکہ دونوں متخاصمین میری مجلس قضاء واقع کورہ بخارا میں حاضر تھے روبرو حکم دیا کہ میرے نزدیک
بگواہی ان گواہان عادل کے یہ ثابت ہوا کہ سعد بن احمد بن عبداللہ بن عمر نے وفات پائی اور ثابت ہوا کہ اُسنے وارثوں میں سے
باپ کی طرف سے چچازاد بھائی یہ مدعی اور اپنی جورو سارہ بنت فلان اور اپنی دختر مسماۃ سعادہ چھوڑی ہے ایسا حکم دیا کہ وہ
مبرم کردیا اور ایسی قضاء کہ وہ نافذ کردی پھر آخر تک بدستور معلوم سجل کو ختم کرے۔ اور اگر مدعی میت کے چچازاد بھائی کا بیٹا ہو تو
صورت محضر یہ ہے کہ محمود بن ظاہر بن احمد بن عبداللہ بن عمرو بن علی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک شخص کو حاضر لایا اور
بیان کیا کہ اُسکا نام حسن بن علی بن عبداللہ بن عمرو ہے پھر اس حاضر ہونے والے نے اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہے یہ دعوے
کیا کہ عمرو بن محمد بن عبداللہ بن عمرو نے وفات پائی اور وارثوں میں ایک اپنے چچازاد بھائی کا بیٹا یہی مدعی چھوڑا جو پسر ظاہر
بن احمد ہے اور عمرو متوفی ابن محمد ہے۔ اور محمد والد متوفی ہذا اور احمد اس مدعی کا دادا دونوں ایک باپ کے بیٹے دونوں
بھائی ہیں کہ دونوں کا باپ عبداللہ بن عمر ہے اور اس متوفی کا سوائے اسکے جو حاضر ہوا ہے کوئی وارث نہیں ہے اور یہ شخص
جسکو حاضر کیا ہے اسکے پاس اس متوفی کے ترکہ میں اسقدر دینار نیشاپوری ہیں اور یہ دینار ہائے مذکورہ اُسکی موت سے
اس حاضر ہونے والے کے واسطے میراث ہوگئے اور یہ شخص جسکو حاضر لایا ہے اسکو یہ حال معلوم ہے پس اس شخص پر جسکو
حاضر لایا ہے واجب ہے کہ یہ سب دینار اس مدعی کو ادا کردے پھر اس مدعا علیہ سے اسکا مطالبہ کیا اور اپنے دعوے کا جواب
مانگا پس اُسنے فارسی میں جواب دیا (کہ مرا از میراث خوارگی این مدعی علم نیست) یعنے مجھے اس مدعی کی میراث خوارگی کا علم نہیں
ہے پھر مدعی چند نفر لایا اور بیان کیا کہ میرے گواہ ہیں آخر تک بدستور معلوم لکھے

سجل اس دعوی کا۔ بطریق مذکورہ بالا کے ہے۔ اور اگر مدعی اُسکے چچازاد بھائی کے پسر کا پسر ہو تو اُسکے محضر کی صورت
یہ ہے کہ محمد بن محمود بن ظاہر بن احمد بن عبداللہ بن عمرو بن علی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا جسنے بیان کیا
کہ اُسکا نام حسن بن علی بن عبداللہ ہے پس اس حاضر ہونے والے نے اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہے دعوی کیا کہ عمرو
بن عبداللہ بن عمر بن علی نے وفات پائی اور وارثوں میں فقط اپنے پدری چچازاد بھائی کے پسر کا پسر چھوڑا ہے
وہ یہی ہے جو حاضر ہوا ہے۔ اسواسطے کہ یہ حاضر ہونے والا پسر محمود بن ظاہر ہے اور ظاہر اس مدعی کا دادا پسر احمد ہے اور
عمرو متوفی اور احمد اس مدعی کے دادا کا باپ دونوں ایک باپ کے بیٹے بھائی ہیں کہ دونوں کا باپ عبداللہ بن عمر بن
علی ہے اور متوفی مذکور کا کوئی وارث سوائے اس حاضر ہونے والے کے نہیں ہے اور اس متوفی مذکور نے مال نقدی میں
اسقدر دینار نیشاپوری اس شخص کے پاس جسکو حاضر لایا ہے چھوڑے ہیں اور یہ دینار اُسکی موت سے اس حاضر
ہونے والے کے واسطے میراث ہوگئے اور اس شخص کو جسکو حاضر لایا ہے اسکا علم ہے پس اسپر واجب ہے آخر تک
بدستور سابق لکھے

سجل۔ اس دعوی کا بھی بطریق سجل مذکورہ بالا ہی۔ اور اگر مدعا علیہ نے اس صورت مین دعوی مدعی کے دفعیہ مین یہ دعوی کیا کہ اس مدعی نے پہلے اقرار کیا ہی کہ وہ ذوی الارحام مین سے ہی تو یہ دعوی مدعی کے دعوی عصوبت کا دفعیہ ہوگا اسواسطے کہ تناقض لازم آتا ہی

محضر۔ دعوی حریۃ الاصل۔ یعنی مدعی اصلی حر ہی اور اصلی حر اُسکو کہتے ہین جسمین کسی وقت رقیت ثابت نہین ہوئی ہی مجلس قضاء شرفہ اللہ تعالی واقع کورہ بخارا مین قاضی فلان کے سامنے ایک مرد حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اُسکا نام زید بن عمرو مخزومی ہی اور یہ شخص نوجوان ہی اسکا تمام حلیہ ذکر کردے۔ اور اپنے ساتھ ایک مرد کو لایا جسنے بیان کیا کہ میرا نام بکر بن خالد ہی پس اس زید بن عمرو نے اس بکر بن خالد پر دعوی کیا کہ یہ زید بن عمرو حر الاصل ہی اور اُسکا نطفہ حالت حریت مین قرار پایا ہی کیونکہ یہ زید جو حاضر ہوا ہی عمرو مخزومی کا بیٹا ہی اور عمرو مخزومی حر الاصل تھا اور اُسکی مان ہندہ بنت شعیب ہی وہ بھی اصلی حرہ تھی اور یہ زید اپنے والدین کے فراش سے جو دونون حر ہین متولد ہوا ہی اسپر یا اسکے ہر دو والدین پر کبھی رقیت اسدم تک طاری نہین ہوئی ہی اور یہ بکر بن خالد اس زید مذکور سے ناحق استرقاق و استعباد چاہتا ہی باوجودیکہ یہ اس امر مذکور سے آگاہ ہی پس اس بکر بن خالد پر واجب ہی کہ اس خواہش سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے (بنانا ۱۲ منہ) (غلام بنانا ۱۲ منہ) پھر اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب دعوی طلب کیا پس اُسنے فارسی مین جواب دیا کہ این حاضر آمدہ ملک من ست و رقیق من ست مرا از آزادی وے علم نیست۔ پھر اس زید بن عمرو نے چند نفر کو حاضر کیا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے اُنکے گواہی کی سماعت کی درخواست کی اور وہ فلان و فلان ہین پس مین نے اُسکی درخواست کو منظور کر کے گواہون سے گواہی چاہی پس اُنھون نے شہادت صحیحہ متفقۃ اللفظ و المعنی ایک نسخہ سے جو اُنکو پڑھکر سنایا گیا ادا کی اور اس نسخہ کا مضمون یہ ہی پس آخر تک بدستور لکھے

سجل۔ این دعوی۔ اس سجل کی پیشانی موافق اپنی رسم کے لکھکر عبارت دعوی نسخہ محضر سے بتمامہ نقل کرے اور اسامی گواہان و الفاظ شہادت لکھے اور بعد تحریر عبارت استخارہ لکھے کہ مین نے اس زید بن عمرو کے واسطے اس بکر بن خالد پر حکم دیا کہ یہ زید بن عمرو خود معہ والدین کے حر الاصل ہی اسپر و اُسکے والدین پر رقیت طاری نہین ہوئی اور اس بکر بن خالد کو حکم دیا کہ اُس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور اُس سے احکام رقیت کا مطالبہ کرنے سے باز رہے

محضر۔ قابض پر اُسکے اعتاق کرنے کی وجہ سے عتق کا دعوی کرنا۔ اس زید نے جو حاضر ہوا ہی اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ یہ زید اس عمرو کا مملوک و مرقوق تھا پھر اس عمرو نے اس زید کو اپنی صحت و ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین بطوع خود خالصۃ لوجہ اللہ تعالی و طلب مرضاتہ بعتق صحیح جائز نافذ بغیر بدل آزاد کر دیا اور یہ زید آج کے روز اس سبب سے آزاد ہی اور اس عمرو کو اسکا علم ہی پس یہ عمرو اس زید سے خدمت لینے کا مطالبہ کرنے اور اُسپر رقیت کا دعوی کرنے مین مبطل ہی محق نہین ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس زید سے ہاتھ کوتاہ کرے اور تعرض چھوڑ دے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا

سجل این دعوی۔ بطریق سابق تحریر کرنے کے بعد جب حکم لکھنے تک پہونچے تو بعد استخارہ کے لکھے کہ مین نے بگواہی گواہان مسمیان اس زید کے واسطے اس عمرو پر یہ حکم دیا کہ یہ زید آزاد اپنے نفس کا مالک ہی بسبب مذکور کسی کا مملوک تابعدار نہین ہی۔ اور سبب مذکور یہ ہی کہ اس عمرو نے اُسکو خود آزاد کر دیا ہی اور یہ کہ اس عمرو کا اُسپر رقیت کا دعوے کرنا باطل ہی اور سجل کو ختم کر دے

محضر۔ قابض پر اُسکے سواے دوسرے کی طرف سے اعتاق کی وجہ سے آزادی کا دعوی کرنا۔ اس زید حاضر شوندہ نے

اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی یہ دعوی کیا کہ یہ زید مملوک و مرقوق خالد بن بکر کا اُسکے قبضہ و تصرف مین تھا اور خالد بن بکر نے بخوف عذاب الٰہی و طلب جنت و ثواب آخرت و رضاے الٰہی خالصۃً لوجہ اللہ تعالی اپنے خالص مال و ملک سے اس زید کو آزاد کر دیا اور اس اعتاق مذکور کی وجہ سے یہ زید آزاد ہو گیا اور اسی سبب سے آج کے روز وہ آزاد ہی اور یہ عمرو باوجود علم اس بات کے اس زید سے خدمت غلامانہ ازراہ ظلم و تعدی لیتا ہی پس اسپر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ کوتاہ کرے آخر تک بدستور لکھے

سجل - این دعوی - بطریق گذشتہ برابر لکھتا جاوے یہانتک کہ حکم تک پہونچے پس بعد استخارہ کے لکھے کہ مین نے اس زید کے واسطے اس عمرو پر یہ حکم دیا کہ یہ زید آزاد اپنے نفس کا مالک ہی بسبب مذکور کے کسی کا غلام نہین ہی اور سبب مذکور یہ ہی کہ خالد بن بکر نے اُسکو اپنے خالص مال و ملک سے آزاد کر دیا ہی اور یہ کہ عمرو کا اُسپر رقیت کا دعوے کرنا باطل ہی اور وہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے آخر تک سب لکھے

محضر - در اثبات رقیت - زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک مرد کو لایا جسنے بیان کیا کہ اُسکا نام کلو ہندوستانی ہی اور یہ مرد نوجوان ہی اُسکا سب حلیہ بیان کر دے پھر لکھے کہ اس زید نے اس کلو پر دعوی کیا کہ یہ کلو اس زید کا (یعنے میرا) مملوک و مرقوق ہی بسبب اِسکے کہ زید بسبب صحیح اُسکا مالک ہی اور یہ کلو احکام رقیت مین اُسکی تابعداری و فرمانبرداری سے باہر ہو گیا ہی پھر اس سے اِسکا مطالبہ کیا اور جواب دعوی طلب کیا اور محضر تمام کر دے

سجل - این دعوی - بدستور سابق سب لکھکر بعد استخارہ کے لکھے کہ مین نے ان گواہان مسمیان کی گواہی کے ثبوت سے اس زید کے واسطے اس کلو ہندوستانی پر یہ حکم دیا کہ یہ کلو ہندوستانی اس زید کا مملوک و مرقوق ہی اور یہ کہ یہ کلو احکام رقیت مین اس زید کی تابعداری و فرمانبرداری سے انکار کرنے مین مبطل ہی اور مین نے اس کلو مذکور کو حکم دیا کہ احکام رقیت مین اس زید کی تابعداری و فرمانبرداری کرے پھر سجل کو تمام کر دے اور واضح رہے کہ رقیت کا حکم دینے اور اِسکا سجل لکھدینے مین ضرور ہی کہ مدعا علیہ اپنے واسطے حریت ثابت کرنے سے عاجز ہو جاوے اور قبل اِسکے رقیت کا حکم نہ دے اور نہ سجل تحریر کرے یہ ذخیرہ مین ہی

محضر - در دفع این دعوی - اس دعوی کے دفعیہ کے بہت طریقہ ہو سکتے ہین ایک یہ کہ مدعا علیہ اپنے واسطے حریۃ الاصل کا دعوے کرے اور اُسکے تحریر کی صورت یہ ہی کہ کلو حاضر ہوا اور زید کو ساتھ حاضر لایا اور زید کے دعوی کے دفعیہ مین جو زید نے اُسپر کیا ہی۔ دعوی کیا اور زید نے اُسپر یہ دعوی کیا تھا کہ یہ کلو اُسکا مملوک و مرقوق ہی اُسکی اطاعت سے خارج ہو گیا ہی اور فرمانبرداری کا مطالبہ کیا تھا پس اس کلو نے اُسکے دعوی کے دفعیہ جو زید نے اُسپر کیا ہی یہ دعوی کیا کہ کلو حر الاصل ہی اور اُسکا نطفہ حالت حریت مین قرار پایا ہی کیونکہ اُسکا باپ نتھو ولد خیرو ہی اور اُسکی مان جمیلہ دختر امامی ولد مولا بخش ہی اور یہ دونون مادر و پدر اُسکے اصلی آزاد ہین اور یہ کلو ان دونون والدین آزاد کے فراش سے متولد ہوا ہی اسیر یا اسکے والدین ان دونون پر کبھی رقیت طاری نہین ہوئی اور اس زید کو اِسکا علم ہی پس وہ باوجود ایسا حال ہونے کے جو بیان کیا گیا ہی کلو سے تابعداری غلامانہ چاہنے اور اُسپر رقیت کا دعوی کرنے مین مبطل ہی محق نہین ہی پس اُسپر واجب ہی کہ اس سے باز رہے پھر اِسکا مطالبہ کیا اور درخواست کی پس زید سے دریافت کیا گیا پھر محضر کو تمام کر دے

سجل - این دفعیہ - اول سے بدستور سابق لکھے یہان تک کہ جب حکم تک پہونچے تو لکھے کہ مین نے اس کلو کے واسطے اس سبب سے جو میرے نزدیک اس زید کے اس کلو پر دعوی رقیت کے دفعیہ مین کلو کے دعوی سے ثابت ہوا حکم دیا کہ یہ کلو حر الاصل ہی اور اس زید کا اُسپر رقیت کا دعوی باطل ہی اور یہ ثبوت بگواہی ان گواہان مسمیان کے بعد ازانکہ اُنکی عدالت بتعدیل معدلین ان گواہ ظاہر ہو گئی ہی ہوا اور مین نے یہ حکم ان دونون محکوم لہ و محکوم علیہ کے حضور مین دونون کے روبرو اپنی مجلس قضا و حکم

واقع عمارا مین دیا اور اس سب کی صحت کا حکم قضاء نافذ کیا اور اس زید کا ہاتھ اس کلو سے جسکے واسطے حریت کا حکم دیا ہی کوتاہ کر دیا اور کلو مذکور سے اُسکی فرمانبرداری اُٹھانا دور کیا۔ اور اس محکوم علیہ زید کو اختیار دید یا کہ اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لے (بشرطیکہ زید نے اُسکو کسی بائع سے خرید کر بروز عقد اُسکے بائع کو اُسکا ثمن نقد ادا کر دیا ہو) پھر سجل کو تمام کر دے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ جہان حریت ثابت کرنے کی ضرورت پیش آوے تو واجب ہی کہ اُسکا اثبات بطریق دفعیہ ہو باین طور کہ قابض اُسپر مملوک و مرقوق ہونے کا دعوی کرے اور گواہ قائم کرے پھر مملوک بطریق دفع اپنی حریت ثابت کرے۔ وجہ دوم یہ کہ مدعا علیہ اسی رقیت کے مدعی کی طرف آزاد کرنے کا دعوی کرے۔ صورت تحریر یہ ہی کہ کلو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ زید کو حاضر لایا اس کلو نے اس زید کے دعوے کے دفعیہ مین جو زید نے اُسپر کیا ہی یہ دعوی کیا کہ یہ کلو آزاد ہی اسواسطے کہ یہ کلو اس زید کا مملوک و مرقوق تھا اور اس زید نے سب طرح اپنے جواز تصرفات کی حالت مین باعتاق صحیح جائز نافذ اُسکو آزاد کر دیا اور یہ کلو بوجہ اس اعتاق کے آزاد ہو گیا اور یہ زید احکام رقیت مین اُسکی اطاعت و انقیاد کا مطالبہ کرنے مین مبطل ہی اور محضر کو تمام کر دے

سجل۔ اس محضر کا سجل بھی بطریق سجل محضر اول کے ہی لیکن حکم مین اس صورت مین یون لکھے کہ مین نے اس ثبوت کا حکم دیا کہ یہ کلو بسبب مذکور سے آزاد اپنے نفس کا مالک ہی اور سبب مذکور یہ ہی کہ اس زید نے اُسکو آزاد کیا ہی اور یہ کہ کلو بسبب اس اعتاق کے تمام آزادون کے ساتھ ملحق ہو گیا اور یہ کہ یہ کلو بروز اعتاق مذکور اس زید کا مملوک تھا اور سجل کو تمام کر دے وجہ سوم آنکہ جسپر مدعی نے رقیت کا دعوی کیا ہی وہ غیر مدعی کی طرف سے اپنے آزاد کرنے کا دعوے کرے۔ اُسکی صورت تحریر یہ ہی کہ کلو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس کلو نے اس زید پر اُس دعوی کے دفعیہ مین جو زید نے کلو پر کیا ہی یہ دعوے کیا کہ یہ کلو پہلے عمرو بن بکر مخزومی کا غلام و مملوک تھا اور اُسنے اللہ تعالے کے عذاب سخت و عقاب شدید سے بچنے اور اُسکی رضامندی و ثواب حاصل کرنے کی غرض سے اس کلو کو خالصۃً لوجہ اللہ تعالی اپنے خالص مال و ملک سے مفت بدون بدل کے اپنی صحت و ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین آزاد کیا اور آج یہ کلو اس اعتاق مذکور کے سبب آزاد ہی الی آخرہ

سجل۔ اس محضر کا مثل مذکورہ بالا کے ہی لیکن قاضی اسمین حکم کا مقام یون لکھیگا کہ مین نے اس کلو کی حریت کا حکم اس سبب سے جو اسمین مذکور ہی دیا اور وہ یہ ہی کہ خالد بن بکر مخزومی نے اسکو آزاد کیا ہی اور یہ حکم دیا کہ یہ کلو اُس خالد بن بکر مخزومی کا بروز اعتاق مملوک تھا یہ محیط مین لکھا ہی

محضر۔ اثبات تدبیر و استیلاد۔ اگر تدبیر و استیلاد کے ثابت کرنے کی ضرورت ہو اور مولے پر اُسکا ثابت کرنا ممکن نہو سکے اسواسطے کہ فی الحال اُسکا کوئی حق مولے پر ثابت نہین ہوتا ہی پس اُسکے اثبات کا طریقہ یہ ہی کہ مولی اُسکو کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دے پھر اسپر مدبر یا ام ولد اسطرح دعوی کرے کہ اس کلو حاضر ہونے والے نے اس زید پر دعوی کیا کہ یہ کلو حاضر شوندہ عمرو بن خالد کا غلام مملوک تھا پھر اُسنے اسکو بدون طمع حطام دنیاوی کے بغرض تحصیل رضائے الٰہی خالصۃً لوجہ اللہ تعالی اپنے خالص مال و ملک سے بتدبیر صحیح مدبر کیا کہ بعد وفات اُسکے کے آزاد ہی اور آج کے روز یہ کلو اُسکا مدبر ہی۔ اور اگر ام ولد مدعیہ ہو تو لکھے کہ فلانہ ام ولد نے دعوی کیا کہ وہ خالد بن عمرو کی ام ولد ہی اُسکی ملک مین اُسکے نطفہ سے بچہ جنی ہی اور آج کے روز وہ اُسکی ام ولد ہی۔ اور یہ شخص زید اُس سے ناحق استرقاق و استعباد چاہتا ہی لہذا اسپر واجب ہی کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا یہ ظہیریہ مین ہی۔

محضر۔ دعوی تدبیر۔ ایک شخص نے اپنے غلام کو بتدبیر مطلق مدبر کر دیا اور بعد مدبر کرنے کے مرگیا اور وارث چھوڑے

اور وارثون سے مدبر کرنے کے حال سے واقف ہونے سے انکار کیا اور مدبر کو گواہون سے اسکے اثبات کی ضرورت ہوئی او تحریر محضر کی حاجت پیش آئی تو لکھے کہ اس کلو نے جو حاضر ہوا ہی اس زید پر جسکو ساتھ حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ یہ کلو اس زید کے والد عمرو بن خالد کا غلام مملوک تھا اُسنے اپنی زندگی و سب طرح جواز تصرفات کی حالت مین بالطوع و رغبت خود بتدبیر مطلق مدبر کر دیا اور عمرو بن خالد اس اس زید کا والد مر گیا پس یہ کلو مدبر آزاد ہو گیا اور یہ زید اس حالت سے واقف ہی پس اس زید پر واجب ہی کہ اس کلو حاضر آیندہ سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے الی آخرہ ۔ [آخر تک بدستور لکھے ۱۲ منہ]

سجل۔ این محضر۔ ابتدا سے بدستور لکھتا جاوے اور بیان حکم کے وقت لکھے کہ مین نے ان گواہان مسمیان عادلان کی گواہی سے اس کلو کے واسطے اس زید پر تمام اُس بات کا جو میرے نزدیک ثابت ہوئی ہی حکم دیا کہ اس کلو کو اس زید کے والد عمرو بن خالد نے درحالیکہ یہ کلو اُسکا مملوک و مرقوق تھا اپنے خالص مال و ملک سے بتدبیر مطلق صحیح بلا قید مدبر کیا ہی اور یہ کہ یہ کلو بسبب موت عمرو بن خالد کے آزاد ہو گیا اور یہ کہ اس زید کے والد عمرو بن خالد نے ترکہ کا مال اس زید کے پاس اسقدر چھوڑا ہی کہ جسکی تہائی سے یہ کلو برآمد ہوتا ہی اور یہ کہ یہ کلو آج کے روز آزاد ہی زید کو اُسپر بسبب رقیت کے کوئی استحقاق نہین ہی سوائے سبیل ولاء کے اور یہ حکم مین نے ہر دو متخاصمین کی حاضری مین دونون کے روبرو بطور مبرم دیا اور حکم قضا نافذ کر دیا یہ ذخیرہ مین ہی۔

سجل۔ اثبات عتق بر غائب۔ قاضی فلان کہتا ہی کہ میرے سامنے میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین ایک شخص زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ میرے اس شخص پر اسقدر دینار دین لازم و حق واجب بسبب صحیح ہین (اور دینار ہائے مذکورہ کی نوع و صفت بیان کر دے) پس اسپر واجب ہی کہ اس عہدہ سے خارج ہو پس اس سے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے انکار کیا کہ مجھپر اسکا کچھ نہین ہی پھر مدعی مذکور دو مرد حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور وہ فلان و فلان ہین اور مدعی و ہر دو گواہ نے بیان کیا کہ یہ دونون گواہ خالد بن بکر کے آزاد کردہ ہین جسنے ان دونون کو اپنے مملوک ہونے کی حالت مین آزاد کیا ہی اور مدعی نے مجھسے اُنکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پھر ان گواہون نے بعد دعوی مدعی و انکار مدعا علیہ و استشہاد مدعی کے ایک نے بعد دوسرے کے گواہی صحیحہ متفقۃ اللفظ و المعنی موافق دعوی مدعی کے ایک نسخہ سے جو دونون کو پڑھ سنایا گیا ہی ادا کی [یعنے مدعی نے اپنے گواہی طلب کی ۱۲] اور یہ مضمون اس نسخہ کا تھا (پس مضمون نسخہ ہذا بیان کر دے) پھر جب دونون نے گواہی کو جیسا چاہیے ادا کیا تو مدعا علیہ نے اس گواہی کے دفعیہ مین بیان کیا کہ یہ دونون گواہ مملوک خالد بن بکر کے ہین جسکی نسبت مدعی اور ہر دو گواہ زعم کرتے ہین کہ اُسنے انکو آزاد کر دیا ہی حالانکہ یہ سب جھوٹے ہین اُسنے ان دونون کو آزاد نہین کیا ہی پس مین نے یہ دفعیہ اس مدعی پر پیش کیا پس اُسنے کہا کہ یہ دونون آزاد ہین ان دونون کے مولی نے درحالیکہ یہ دونون اُسکے مملوک تھے باعتاق صحیح آزاد کر دیا ہی اور میرے پاس اسکے گواہ ہین پس مین نے اُسکو تکلیف دی کہ اپنے صحت دعوی کے واسطے گواہ قائم کرے پس وہ چند نفر کو لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے اس دعوی کے موافق گواہ ہین اور مجھسے اُنکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس مین نے اُنکی گواہی کی سماعت کی اور میرے نزدیک اُنکی گواہی سے ہر دو شاہدین کی حریت ثابت ہو گئی کہ باعتاق خالد بن بکر یہ دونون آزاد اور اہل شہادت ہین پس مدعی ہذا نے مجھسے ان دونون گواہون کی حریت کا اور دونون کے اہل شہادت ہونے کا اور بگواہی ان دونون گواہون کے اپنے واسطے مال مدعی بہ کا حکم قضا طلب کیا پس مین نے اُسکی درخواست کو منظور کیا اور حکم کیا کہ یہ دونون گواہ باعتاق خالد بن بکر کے درحالیکہ دونون اُسکے مملوک تھے باعتاق صحیح آزاد ہین اور

۱۱

یہ کہ یہ دونون اہل شہادت ہین اور اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر بگواہی ان دونون گواہون کے مال مدعی بہ کا حکم دیدیا ایسا حکم کہ مبرم ہی اور ایسی قضا کہ نافذ کردی ہی اور سجل کو تمام کردے پس جب قاضی نے اسطرح حکم دیا تو مولی کے حق مین بھی ان دونون کا اعتاق ثابت ہوجائیگا حتے کہ اگر اُسنے حاضر ہوکر اس سے انکار کیا تو اُسکے انکار پر التفات نکیا جائیگا اور غلام کو اُسکے انکار سے دوبارہ بمقابلہ مولی کے گواہون کے قائم کرنے کی حاجت نہوگی اسواسطے کہ مشہود لہ یعنے مدعی نے مشہود علیہ یعنے مدعا علیہ پر آزادی گواہان مذکور کا دعوی کیا ہی اور اُسکی طرف سے یہ دعوی صحیح ہی کیونکہ وہ مشہود علیہ پر اپنا حق بدون اسکے ثابت نہین کرسکتا ہی۔ اور مشہود علیہ نے اس سے انکار کیا اور اُسکا انکار بھی صحیح ہی اسواسطے کہ وہ اس گواہی کو بدون انکار حریت گواہان کے دفع نہین نہین کرسکتا ہی۔ اور اصل یہ ہی کہ جو شخص کسی حاضر پر ایسے حق کا دعوی کرے جسکا اثبات بدون اسکے ممکن نہو کہ وہ اُسکا سبب کسی غائب پر ثابت کرے تو ایسی صورت مین جو حاضر ہی وہ غائب کی طرف سے خصم ہوجاتا ہی۔ پس بنا بر اس اصل کے مشہود علیہ پر گواہ قائم کرنا مثل سولاے غائب پر گواہ قائم کرنے کے ہی یہ محیط مین ہی

محضر۔ در اثبات حد القذف۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور دعوی کیا کہ اس زید کو اس عمرو نے قذف کیا ایسا قذف جو موجب حد ہی پس اس عمرو پر اسّی کوڑے حد قذف کے واجب ہین الی آخرہ۔ اور اگر شتم کیا ہو جو موجب تعزیر ہو تو لکھے کہ اس عمرو نے اس زید کو شتم کیا اور ایسے شتم کو جو موجب تعزیر ہی معین کرے پس کہا کہ اے اسقدر پھر لکھے کہ پس شرع مین اسکی تنبیہ کے واسطے کہ آیندہ ایسا نکرے اسپر تعزیر واجب ہوئی پس اس سے مطالبہ کیا وجواب مانگا۔

محضر۔ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ تو نے میرے درمون مین سے اسقدر درم جو اس دار مین فلان مقام پر رکھے تھے چورا لئے ہین اور عمرو اس دار کے رہنے والون مین سے ہی اور اس مدعا علیہ نے اس مدعی سے کہا تھا کہ اگر تو قسم کھالے کہ مین نے تیرے درمون مین سے اسقدر درم جسکا تو دعوی کرتا ہی چورالئے ہین تو مین تجھے اسقدر درم دیدونگا پس مدعی نے اپنے دعوی پر قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اُسکو اسکے نصف دیکر اور باقی کے واسطے ایک دستاویز لکھدی پھر مدعا علیہ نے اپنے اسقدر درم جو دیئے ہین واپس لینے چاہے تو اسکا کیا حکم ہی تو شیخ نجم الدین النسفی رہ نے جواب مین تحریر فرمایا کہ اگر مدعا علیہ نے نصف مقدار دیدی اور باقی نصف دینے کا بطور صلح کے دعوی مدعی سے اپنے اوپر التزام کرلیا اور یہ اقرار کیا کہ مین نے درم چورائے ہین تو اُسپر باقی کا دینا لازم ہوگا اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ نصف مقدار جو دی ہی اُسکو واپس کرے اور اگر اُسنے بنا بر قسم مدعی دو فاے قول خود کے نصف مقدار دیکر باقی کے واسطے ایک دستاویز تحریر کردی ہی تو اُسپر کچھ لازم نہوگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ دیا ہوا واپس کرلے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہی کہ دونون صورتون مین واپس کرلے سواسطے کہ مدعی اپنی قسم سے مدعا علیہ پر کسی چیز کا مستحق نہین ہوتا ہی چنانچہ امام محمد رح نے کتاب الصلح مین صریح فرمایا کہ اگر مدعی نے مدعا علیہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ اگر مدعی اپنے دعوی پر قسم کھاجاوے تو مدعا علیہ مدعی کے واسطے اس مال کا جسکا دعوی کرتا ہی ضامن ہوگا تو صلح باطل ہی۔

محضر۔ ایک نانوائی نے ایک شخص کو اپنی دوکان پر اس غرض سے بٹھلایا کہ میری روٹیان میرے واسطے لوگون کے ہاتھ فروخت کرے اور اُس سے دام وصول کرے اور ایسے شخص کو صاحب دُکان کہتے ہین پھر اسپر دعوی کیا اور صورت دعوی یہ ہی کہ نانوائی نے مقدار معلوم مال کا دعوی کیا اور کہا کہ تو نے روٹی کے دامون مین سے میرا مال اسقدر چورا لیا ہی اور اُسپر دعوی کیا کہ تو کہتا ہی کہ مین نے لوگون سے ہر روز پانچ درم اسطرح لیے کہ انکی روٹیون مین سے انکو کم دین مگر تیری روٹیون کے دام مین نے کچھ نہین لیا ہی اور صاحب دکان اس سب سے انکار کرتا ہی اور آخر محضر مین تحریر کیا ہی کہ اس شخص نے جسکو ساتھ حاضر لایا ہی

واجب ہی کہ یہ دراہم مجلس قضا مین حاضر لاوے تاکہ مدعی اُنکے واسطے گواہ قائم کرسکے۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ نانوائی کی طرف سے یہ دعوی صاحب دکان پر متوجہ نہین ہوسکتا ہی یعنی ناسموع ہی۔ غایۃ مافی الباب یہ ہی کہ وہ یہ چاہتا ہی کہ صاحب دکان کا یہ دراہم اسطرح لینے کا اقرار جسطرح اُسنے دعوی مین بیان کیا ہی ثابت کرے لیکن اگر یہ ثابت بھی ہو تو نانوائی کو کچھ فائدہ نہین ہی بلکہ حق خصومت اسمین اُن لوگون کو حاصل ہی جنکے دام تھے کیونکہ جب اُسنے اُن لوگون سے دام لیے اور اُسقدر روٹیان اُنکو ندین تو اُسپر واجب ہوا کہ یہ درم اُنھین کو واپس کرے اور واپس لینے کا استحقاق اُنھین لوگون کو ہوا نہ اس نانوائی کو اسواسطے کہ یہ اُنکی طرف سے خصم نہین ہی اور اگر نانوائی نے اُسپر یہ دعوی کیا کہ تو نے اقرار کیا ہی کہ مین نے ہر روز پانچ درم تیرے مال سے لیے ہین اور مشتری کو روٹیان کم کم دی ہین تو بھی یہ دعوی صحیح نہین ہی اسواسطے کہ جب اُسنے مشتری کو روٹیان کم دین حالانکہ ثمن پورا لیا تو جو دراہم بمقابلہ نقصان کے ہوے ہین وہ نانوائی کی ملک نہین ہین بلکہ مشتری کی ملک ہین پس نانوائی کو اُنکے واپس لینے کا استحقاق نہوگا یہ ذخیرہ و فصول اُستروشنی مین ہی

محضر۔ دعوی شرکۃ العنان۔ اسکی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو کے ساتھ فلان تجارت مین شرکت عنان بدین شرط کی تھی کہ ہر ایک کا راس المال اسقدر ہی بدین شرط کہ دونون مال شرکت مین تصرف کرین اور ہر ایک اپنی اپنی راے سے تصرف کرے وبدین شرط کہ جو کچھ نفع حاصل ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہو اور جو کچھ نقصان وخسارہ پڑے وہ ہر ایک پر اُسکے راس المال کے حساب سے پڑے اور ہر ایک اپنا راس المال مجلس شرکت مین لایا اور دونون کو خلط کر دیا حتے کہ دونون مال ایک ہو گئے اور دونون نے یہ مال شرکت اس عمرو کے پاس رکھا اور اُسنے اُسمین تصرف کیا اور اسقدر نفع حاصل کیا پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اس مدعی کے راس المال سے وحصہ نفع سے جو اسقدر ہی جھٹکارا کرے یعنے مدعی کو سب دیدے۔ اور اگر اس شرکت کا شرکت نامہ ہو تو شرکت نامہ مین بھی اسی طور سے لکھنا چاہیے پھر شرکت نامہ ہونے کی صورت مین لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر تمام اُن باتون کا جسکو شرکت نامہ متضمن ہی از بیان شرکت و راس المال بنفع مشروط وخلط ہر یکے راس مال خود بمال دیگر بنا برانیکہ شرکت نامہ سے اول سے آخر تک اُسکی تحریر کی تاریخ سے ظاہر ہی اور دونون نے تمام مال اس عمرو کے قبضہ مین رکھا اور اس عمرو نے اسقدر نفع حاصل کیا ہی پس اُسپر واجب ہی کہ اس زید کا راس المال واُسکا حصہ نفع اس زید کو دیدے اور اُسکا راس المال اسقدر اور نفع اسقدر ہی اور محضر کو تمام کردے

محضر۔ در دفع این دعوی۔ اس عمرو حاضر ہونے والے نے اس زید پر جسکو حاضر لایا ہی اُسکے دعوی کے دفعیہ جو اس زید نے اس عمرو پر کیا تھا کہ اسقدر راس المال سے باہم شرکت کی تھی اور اپنے راس المال وحصہ منافع کے واپس کرنے کا دعوی کیا تھا پس عمرو مذکور اُسکے اس دعوے کے دفعیہ مین دعوی کرتا ہی کہ وہ اس دعوی مین مبطل ہی کیونکہ زید مذکور پہلے اُس سے مقاسمہ کر لیا تھا اور راس المال وحصہ منافع بٹوا لیا ہی اور عمرو سے یہ سب عمرو کے اُسکو سپرد کرنے سے وصول کر لیا ہی اور محضر کو تمام کردے۔

محضر۔ در اثبات وقفیۃ۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے بحکم اس اجازت کے جو اُسکو قاضی فلان کی طرف سے مقدمہ اثبات وقفیت مذکورہ این محضر حاصل ہوئی ہی اس عمرو پر تمام اُس مضمون کا جسکو وقف نامہ جو پیش کرتا ہی متضمن ہی دعوی کیا یعنی وقف نامہ کو اول سے آخر تک تحریر کردے اور یہ مضمون وقف نامہ ہی پھر لکھے کہ پس اس

تمام مضمون کا جسکو وقف نامہ متضمن ہو کہ بکر بن خالد مخزومی نے اس زمین محدودہ مذکورہ مین وقف نامہ منقولہ اندرین محضر کو اپنے خالص مال و ملک سے بر شرائط مذکورہ و مصارف معلومہ مذکورہ وقف نامہ منقولہ اندرین محضر از اول تا آخر بتاریخ تحریر وقف نامہ مذکورہ وقف کیا اور قبل وقف کرنے کے یہ تمام زمین محدودہ مذکورہ وقف نامہ اس وقف کرنے والے کی ملک تھی اور اُسکے قبضہ مین تھی یہانتک کہ اُسنے وقف کر کے اس متولی کو جسکا نام و نسب اس وقف نامہ مین جو اول سے آخر تک اس محضر مین منقول ہو مذکور ہو سپرد کر دی۔ اور آج یہ زمین مذکورہ محدودہ اندرین محضر بر وجہ مذکور وقف و صدقہ ہو اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ یہ زمین اس زید کے سپرد کر دے تاکہ اُسمین شرائط وقف کی مراعات کرے اور اُس سے جواب طلب کیا اور یہ اُسوقت ہو کہ مدعی نے وقف نامہ پیش کیا ہو اور اگر مدعی کے پاس وقف نامہ نہو تو لکھے کہ اس زید حاضر ہونے والے نے اس عمرو پر جسکو ساتھ حاضر لایا ہو یہ دعوی کیا کہ تمام زمین جو دس کھیت باہم ایک دوسرے سے متصل شہر بخارا کے پرگنہ فلان دیہ فلان کے زمین اسم یہ کے فلان جانب واقع ہو جو بگیھہ والی کہلاتی ہو اور اسکے حدود اربعہ مین سے ایک حد شارع عام ہو اور اس گاؤن مین شارع عام کے نام سے فقط ایک ہی راستہ ہو اور دوم و سوم و چہارم راستہ ہو اور اسی طرف مدخل ہو یہ زمین معہ اپنے سب حدود و حقوق و مرافق کے وقف دائمی و حبس معروف ہو جسکو بکر بن خالد مخزومی نے اپنی صحت حیات و بعد وفات کے اپنے خاص ملک و مال سے بدین شرط وقف و صدقہ کیا ہو کہ اجارہ دیجایا جو طریقہ افضل ہو اسطرح دیجاوے اور اللہ تعالی کے فضل سے جو حاصلات ہو پہلے اُسمین سے اسکے کھائین خندق وغیرہ کی مرمت و اصلاح مین خرچ کیا جاوے پھر جسقدر باقی رہے اُس سے اندرون شہر بخارا مین جو مسجد فلان محلہ مین اس نام سے معروف ہو جسکے حدود اربعہ یہ ہین اُسکی درستی و اصلاح مین خرچ کیا جاوے پھر جو باقی رہے وہ مسلمان فقیرون کو تقسیم کیا جاوے اور وقف کرنے کے روز یہ زمین محدودہ اس وقف کرنے والے کی ملک اور اُسکے قبضہ مین تھی اور وقف کرنے والے نے یہ تمام زمین وقفی اپنے پسر فلان یا فلان اجنبی کے سپرد کی بعد ازانکہ اس پسر یا اس اجنبی کو اس وقف کا متولی و قیم قرار دیا اور اس متولی نے اُسکی طرف سے یہ قوامت و ولایت بقبول صحیح قبول کر لی اور تمام زمین موقوفی جسکا ذکر کیا گیا ہو وقف کنندہ سے لیکر بقبضہ صحیح اپنے قبضہ مین کر لی۔ اور آج کے روز یہ سب زمین جسکا وقف ہونا بیان کیا گیا ہو بر وجہ مذکور وقف ہو اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ یہ تمام زمین وقفی جسکے حدود اس محضر مین بیان کر دیے گئے ہین اس حاضر مدعی کو دیدے تاکہ یہ شخص اُسمین وقف کرنے والے کی مقرری شرطین مرعی رکھے اور مدعا علیہ سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب دعوی طلب کیا پس عمرو مذکور سے جواب طلب کیا گیا تو اُسنے جواب دیا کہ مجھے اس محدودہ وقف ہونے کا اور اس مدعی حاضر آمدہ کو سپرد کرنے کا علم نہین ہو پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین

پھر آخر تک بدستور سابق تحریر کرے

سجل۔ این دعوی و محضر۔ فلان قاضی کہتا ہو پس تمام دعوی مدعی و شہادت گواہان مدعی مع اشارہ مقامات اشارہ بتمامہ نقل کرے یہانتک کہ حکم تحریر کرنے تک پہونچے پھر لکھے کہ مین نے بگواہی ان گواہان تعدیل شدگان کے جنکا نام مذکور ہو تمام سب باتون جو انکی گواہی سے مجھے ثابت ہوئی ہین کہ یہ زمین محدودہ مذکورہ از جانب بکر بن خالد مخزومی بشرائط بعینہ و وجوہ مصارف مذکورہ اُسکے خالص مال و ملک سے وقف صحیح ہو اور اُسنے فلان کو متولی کرنے کے بعد یہ زمین اسکے سپرد کر دی ہو اور وہ یہ مدعی ہو اور یہ کہ یہ زمین اس مدعا علیہ عمرو کے پاس ناحق ہو بدرخواست مدعی مذکور اپنی مجلس قضا

واقع کوفہ بمحلہ ان لوگون کے سامنے اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر حکم دیا پس آخر تک بدستور لکھکر سجل کو تمام کرے اور اگر وقف کرنے والے نے متولی کو سپرد کرنے کے بعد اپنے وقف سے رجوع کر لیا ہو تو صورت محضر یہ ہی کہ ابتدا مین جسطرح ہمنے بیان کیا ہی لکھکر پھر لکھے کہ اس حاضر ہونے والے نے جواز جانب فلان قاضی اثبات وقفیت مذکورہ کا اجازت یافتہ ہی اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہی یعنے وقف کرنے والے پر یہ دعوے کیا کہ اُسنے تمام زمین واقع موضع فلان جسکے حدود اربعہ یہ ہین اپنے خالص مال و ملک سے اپنی زندگی مین بشرائط مذکورہ وقف کی اور اس وقف کرنے والے نے یہ تمام زمین محدودہ مذکورہ وقفیہ فلان متولی کے سپرد کر دی پھر اس وقف کرنے والے کی رای مین اس سے رجوع کر لینا آیا پس اُسنے موافق قول اُس امام کے جو وقف کو لازم نہین سمجھتا ہی اپنے وقف سے رجوع کر لیا اور متولی کے قبضہ سے نکالکر اپنی باقی املاک مین داخل کر لیا پس اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہی واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اُس سے کوتاہ کرے اور فلان مذکور متولی کو سپرد کرے تاکہ اُسمین شرائط وقف مذکورہ مرعی رکھے پھر اُس سے مطالبہ کیا اور جواب دعوے مانگا پس اُس سے جواب مانگا گیا اور اُسنے فارسی مین جواب دیا (کہ این محدود ملک من ست ومرا دست است وبکسے سپردنی نیست)

سجل۔ این محضر۔ بدستور سابق لکھتا جاوے یہانتک کہ حکم لکھنے تک پہونچے پس لکھے کہ مین نے اس وقف کرنے والے فلان بن فلان پر اُسکے روبرو بدرخواست اس مدعی کے وقف صحیح ہونے اور لازم ہونے کا حکم کیا اور وقف مذکور کا رجوع کر لینا باطل کر دیا اور اُسکا قبضہ اُس سے دور کر دیا بنابر قول ایسے عالم کے علماے سلف مین سے جو ایسے وقف کو لازم فرماتا ہی اور مین نے یہ زمین مذکورہ اُسکے متولی کو بعد ازانکہ میرے نزدیک یہ وقف کرنا اور صدقہ کرنا جو مذکور ہوا ہی ثابت ہو گیا ہی سپرد کر دی اور سجل کو تمام کر دے یہ محیط مین ہی۔

محضر۔ در اثبات ملک محدود۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لا کر اُسپر دعوی کیا کہ جمیع اراضی تعدادی مثلاً بیگھہ موسومہ بیگھہ داری از دیہہ فلان پرگنہ فلان جسکے حدود اربعہ بیان کر دے معہ اپنے حدود و سب حقوق و مرافق کے۔ اور اگر دعوی دار ہو تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بیوت خود واقع کوچہ فلان از محلہ فلان از کورہ فلان پھر اُسکے حدود اربعہ سب بیان کرے معہ اپنے حدود و حقوق کے ملک اس زید کی ہی اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس اراضی یا دار سے کوتاہ کر کے اس زید کے سپرد کر دے اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا پس سے دریافت کیا گیا پس اُسنے جواب دیا کہ این زمینہا یا این خانہ کہ ای مدعی دعوی میکند ملک من ست وحق من ست باین مدعی سپردنی نیست (یہ اراضی و گھر جسکا مدعی دعویٰ کرتا ہی میری ملک ہی مع مرافق ہی مجھے اسکا سپرد کرنا لازم نہین ہی ۱۲ منہ) پھر مدعی چند نفر حاضر لایا کہ یہ میرے گواہ میرے دعوی کے موافق ہین اور مجھسے اُنکی گواہی سننے کی درخواست کی پس مین منظور کیا اور وہ فلان و فلان ہین اُنکے نسب و حلیہ آخر تک جسطرح ہمنے بیان کیا ہی تحریر کرے پھر ان گواہون نے دعوی اس مدعی و انکار اس مدعا علیہ کے بعد گواہی صحیحہ متفقۃ الالفاظ والمعانی ایک نسخہ سے جو اُنکو پڑھ سنایا گیا ادا کی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہی۔ گواہی میدہم کہ این زمینہا یا این شراکت جایگاہ وحدودوے درین محضر یاد کردہ شدہ است۔ اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ بحدودہا وے بجملہ حقوقہاے وے ملک این حاضر آمدہ وحق وے ست۔ اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا۔ ودر دست این حاضر آوردہ بناحق ست و واجب ست بروے تسلیم کردن باین مدعی۔ اور محضر کو تمام کر دے۔

سجل۔ این دعوی۔ لکھے کہ فلان قاضی کہتا ہی کہ میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر دعوی باول سے آخر تک اعادہ کرے یعنے لکھے کہ اس زید نے دعوی کیا کہ سب اراضی واقع موضع فلان

جسکے حدود اربعہ یہ ہین یا دار واقع موضع فلان جسکے حدود اربعہ یہ ہین معہ جمیع حدود و حقوق کے ملک اس زید کی ہی اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہی اور اس عمرو کو اسکا علم ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس اراضی محدودہ یا دار محدودہ محضر دعوی سے کوتاہ کر کے اس زید کے سپرد کرے اور جواب طلب کیا پس مدعا علیہ سے دریافت کیا گیا کہ اس مدعی کے دعوی کی نسبت تو کیا کہتا ہی اُسنے فارسی مین جواب دیا کہ این زمینہا کہ دعوی میکند این مدعی یا این خانہ ملک من ہست و باین مدعی سپردنی نیست پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے اُنکی گواہی سننے کی درخواست کی اور وہ فلان و فلان و فلان ہین اُنکے نام و نسب جسطرح ہمنے سابق مین بیان کیا ہی اُسی طرح برابر لکھتا جاوے یہان تک کہ موضع حکم تک پہونچے پھر حکم اسطرح لکھے کہ مین نے اس زید مدعی کے واسطے اس عمرو مدعا علیہ پر یہ حکم دیا کہ یہ اراضی محدودہ مذکورہ اندرین سجل یا یہ دار محدودہ مذکورہ اندرین سجل معہ اپنے سب حدود و حقوق و مرافق کے جو اُسکے حقوق سے اُسکو ثابت ہین ملک و حق اس مدعی کا ہی اور اس مدعا علیہ عمرو کے پاس اُسکے قبضہ مین ناحق ہی یہ حکم بگواہی ان گواہان مسمیان کے دیا اور حکم قضا نافذ کیا کہ یہ مدعی بہ ملک اس مدعی مذکور کی ہی بگواہی ان گواہان مذکورکے اور یہ حکم و قضا بعد ازانکہ مین نے ان گواہون کا حال اُن لوگون سے جنپر مدار تعدیل و تزکیہ کا اس نواح مین ہی دریافت کیا اور اُنھون نے انکی تعدیل کی اور بعد ازانکہ مین نے دعوی مدعی و الفاظ شہادت اُن علماء کے پاس پیش کیے جنپر اس نواح مین فتوی کا مدار ہی اور اُنھون نے صحت دعوی ہذا و جواز شہادت مذکورہ کا فتوی دیا ہی میری طرف سے صادر ہوا اور یہ حکم و قضا میری طرف سے میری مجلس واقع کورہ بخارا مین صادر ہوا اور یہ حکم مبرم دینا اور یہ قضا نافذ کر دینا درحالیکہ مستجمع جمیع شرائط صحت و نفاذ ہی دونون متخاصمین کی حاضری مین دونون کے روبرو مین نے کیا ہی اور مین نے اس محکوم علیہ کو حکم دیا کہ اپنا ہاتھ اس اراضی محدودہ یا اس دار محدودہ سے کوتاہ کر پس اُسنے اپنا قبضہ چھوڑ کر اس محکوم لہ مدعی کے سپرد کر دیا اور یہ اُسنے بغرض امتثال حکم شرع کیا ہی اور سجل کو اُسی طرح ختم کرے جیسا ہمنے پہلے بیان کیا ہی

محضر - در دفع این دعوی - اگر مدعا علیہ مذکور نے اس مدعی سے خرید کرنے کا دعوی کیا تو لکھے کہ عمرو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس عمرو نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین جو اُسنے عمرو پر کیا تھا دعوی کیا اور دعوی زید یہ تھا پھر آخر تک زید کا دعوی نقل کرے پھر لکھے کہ اس عمرو نے اُسکے دفعیہ مین یہ دعوی کیا کہ یہ زید اپنے دعوی مذکورہ مین جو اُسنے اس عمرو پر کیا ہی مبطل ہی اسواسطے کہ اس زید نے سب طرح اپنے جواز تصرفات کی حالت مین یہ دار محدود مع اُسکے حدود و حقوق اور تمام اُسکے مرافق کے جو اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت ہین قبل اپنے اس دعوی مذکورہ کے اس عمرو کے ہاتھ درحالیکہ یہ دار محدودہ مذکورہ اس زید کی ملک و حق تھا اور اُسکے قبضہ مین تھا بعوض اسقدر دینار کے بیع صحیح فروخت کیا اور اس عمرو نے اس دار مذکورہ کو اُس سے بحدود و حقوق و مرافق جو اُسکو اُسکے حقوق سے ثابت ہین بعوض اسقدر ثمن مذکور کے اپنی سب طرح جواز تصرفات کی حالت مین بخرید صحیح خرید کیا اور دونون مین سے ہر ایک نے باہمی قبضہ صحیح کر لیا اور اگر عمرو نے باوجود اسکے زید کے ایسے اقرار کا دعوی کیا ہو تو تحریر مین بعد لکھنے باہمی قبضہ صحیح کے اسقدر زیادہ کرے کہ اور اسی طرح اس زید نے اپنے جواز اقرار و سب طرح نفاذ تصرفات کی حالت مین بطوع خود اس بیع و شراء مذکور کا اسپنے اور اس عمرو کے درمیان اس زمین محدودہ مذکورہ مین یا اس دار محدودہ مذکورہ مین معہ اُسکے حدود و حقوق و تمام مرافق کے جو اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت ہین بعوض اسقدر ثمن مذکور کے سب طرح دونون کے نفاذ تصرفات کی حالت مین دراصل

ہونے کا اور دونون مین باہمی قبضہ واقع ہونے کا ہا اقرار صحیح اقرار کیا جسکی اس عمرو نے خطاباً تصدیق کی اور یہ زید اپنے اس دعوی مذکورہ مین جو وہ اس عمرو کی طرف کرتا ہے بعد ازانکہ ثابت ہوا کہ حال یہ ہے جو بیان کیا گیا مبطل ہے محق نہین ہے یا لکھے کہ بعد ازانکہ اُس سے ایسا اقرار صادر ہوا ہے مبطل ہے محق نہین ہے پس اس زید پر واجب ہے کہ اپنے اس دعوی کو جو اس عمرو کی طرف کرتا ہے ترک کرے اور مدعی بہ مین اُسکے ساتھ تعرض کرنا چھوڑ دے پھر جواب کا مطالبہ کیا اور محضر تمام کر دے۔ اور اگر اس عمرو نے اس دعوی کے دفعیہ کے واسطے اجرت پر مانگتا وغیرہ کسی بات کا دعوی کیا مثلاً یہ دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو سے یہ دار محدودہ مذکورہ قبل اپنے دعوی مذکورہ کے اجارہ پر مانگا تھا یا درخواست کی تھی کہ اُسکے ہاتھ فروخت کر دے تو اس محضر مین اُسکی جگہ پر لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر یہ دعوی کیا کہ اس زید کا اس دار محدودہ مذکورہ کی ملکیت کا دعوی کرنا بجانب عمرو ساقط ہے اسواسطے کہ اس زید نے یہ دار محدودہ مذکورہ معہ اپنے حدود و حقوق الی آخرہ کو اس عمرو سے کرایہ پر مانگا تھا یا لکھے کہ یہ درخواست کی تھی کہ اسکو میرے ہاتھ اسقدر ثمن کے عوض فروخت کر دے اور اس عمرو نے اُسکو کرایہ پر دینے یا اُسکے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا پس اس زید کا یہ دار محدودہ اس عمرو سے کرایہ پر مانگنا یا اُسکے خریدنے کی درخواست کرنا اُسکی طرف سے اس بات کا اقرار ہے کہ یہ دار محدودہ مذکورہ اس عمرو کی ملک ہے اور جب اُس سے ایسا اقرار صادر ہو گیا ہے تو اسکے بعد اپنے دعوی مذکورہ مین وہ مبطل ہے محق نہین ہے اور محضر کو تمام کر دے

سجل۔ این دفعیہ۔ صدر سجل و دعوی دفع بتمامہ موافق ہمارے بیان مذکورہ سابقہ کے تا مقام تحریر حکم لکھے پھر لکھے کہ مین نے ان گواہان مسمیان کی گواہی بر ہر دو متخاصمین کی حاضری مین دونون کے روبرو اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین بیوانا لے درمیان اس عمرو مدعی کے واسطے اس زید مدعا علیہ پر اس دفعیہ مذکورہ کے ثبوت کا حکم دیا اور محضر کو آخر تک تمام کر دے۔ اور اگر اس عمرو نے اس زید کے دعوی کا دفعیہ بسبب بکر سے یہ دار محدودہ خرید کرنے کے چاہا تو لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی کے دفعیہ مین یہ دعوے کیا کہ اس زید کا دعوی اس دار کی ملکیت کا بجانب اس عمرو کے ساقط ہے کیونکہ عمرو نے قبل دعوی اس زید کے یہ دار مذکورہ محدودہ بکر بن خالد سے جو اسکا مالک تھا بعوض اسقدر ثمن کے بخرید صحیح خرید کیا ہے اور محضر کو آخر تک تمام کر دے اور سجل اس دفعیہ کا بطریق سابق ہے

محضر۔ اثبات دعوی میراث ولد از پدر۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر یہ دعوی کیا کہ دار جو فلان موقع پر واقع ہے جسکے حدود اربعہ یہ ہین معہ اپنے حدود و حقوق و اپنے مرافق کے جو اُسکے واسطے اسکے حقوق ثابت ہین وہ اُسکے والد خالد بن بکر کی ملک اور حق تھا اور برابر اُسکے تحت و تصرف مین رہا یہان تک کہ اُسنے وفات پائی اور وارثون مین فقط اُسنے ایک صلبی بیٹا چھوڑا اور وہ یہی مدعی ہے اور اسکے سوا کوئی وارث نہین چھوڑا پس یہ دار مذکور جسکا موقع و حدود بیان کر دیے گئے ہین اُسکے واسطے اُسکے باپ خالد بن بکر کی میراث ہوا اور اس سبب مذکور سے آج کے روز یہ دار جسکے حدود و موقع بیان کیا گیا ہے اس مدعی کی ملک ہے اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہے اور اس عمرو کو اسکا علم ہے پس اُسپر واجب ہے کہ اس دار مذکورہ سے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کے اس مدعی کے سپرد کرے اور اس عمرو سے اسکا جواب طلب کیا پس عمرو سے جواب مانگا گیا پس اُسنے فارسی مین جواب دیا کہ این دار محدودہ ملک من ست و حق من ست و مرا باین مدعی سپردنی نیست پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ میرے دعوی کے موافق میرے گواہ ہین اور مجھسے انکی گواہی سننے کی درخواست کی پس اس مدعی کے دعوی و انکار مدعا علیہ ہذا کے بعد ان گواہون نے گواہی صحیح

متفقہ اللفظ والمعنی ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا ادا کی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہے کہ۔ گواہی میدہم کہ این خانہ کہ باینگاہ و حدود وے یاد کردہ شدہ است در محضر این دعوی۔ اور محضر دعوی کی طرف اشارہ کیا۔ بحدہاے وحقہاے ومرافق وے کہ از حقہاے وے ست ملک خالد بن بکر پدر این مدعی بود۔ اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا۔ وحق وے بود و در قبض و تصرف وے تا این زمان کہ وفات یافت و از وے دیر ایک پسر ماند ہمین مدعی۔ اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا۔ وبجز از وے وارثے دیگر نماندہ این متوفی را و این خانہ میراث شد ازین متوفی مر پسر وے را این مدعی۔ اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا وامروز این خانہ محدود درین محضر۔ اور محضر دعوی کی طرف اشارہ کیا۔ بحدہاے وحقہاے ملک این مدعی ست وحق وے ست و در دست این مدعا علیہ بنا حق ست۔ اور اس مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور محضر کو تمام کردے

والله تعالیٰ اعلم

سجل۔ این دعوی۔ قاضی فلان کہتا ہے اپنے رسم کے موافق لکھکر اول سے آخر تک بعینہ دعوی کا اعادہ کرے پھر سب اسماے گواہان و الفاظ شہادت و اس بات کا بیان کہ مین نے ان گواہوں کے معروف بعدالت ہونے کی وجہ سے یا تعدیل کرنے والون کی تعدیل سے عدالت ظاہر ہونے کی وجہ سے یا مدعا علیہ کی عدم طعن سے ظاہر اسلام عدالت کی وجہ سے ان گواہوں کی گواہی قبول کی اور سب جو سجلات مین لکھا جاتا ہے مقام حکم تک لکھے پھر لکھے کہ مین نے اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین لوگون کے درمیان در حالت حاضری ہر دو متخاصمین کے دونون کے روبرو حکم مبرم و قضاے نافذ مستجمع بجمیع شرائط نفاذ ان گواہان مسمیان کی گواہی پر اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر تمام اس بات کا جو ان گواہوں سے ثابت ہوئی کہ یہ دار محدودہ مذکورہ ملک خالد بن بکر والد اس مدعی کا تھا اور اسکی وفات تک برابر اسکے تحت و تصرف مین رہا اور بعد اسکی وفات کے اس مدعی کے واسطے اسکے باپ سے میراث ہوا اس سجل مین حکم دیدیا اور سجل کو بدستور تمام کردے۔

محضر۔ در دفع این دعوی۔ عمرو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس عمرو نے اس زید پر اسکے دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا اور اس زید نے پہلے اس عمرو پر یہ دعوی کیا تھا کہ دار جو فلان موضع پر واقع ہے جسکے یہ حدود ہین وہ اسکے باپ کی میراث اسکے واسطے ہے اسکا دعوے بعینہ سب اعادہ کرے پس اس عمرو نے اس زید سے اس دعوی مذکورہ کے دفعیہ مین دعوی کیا کہ اسکا یہ دعوی ساقط ہے اسواسطے کہ اسکے والد خالد بن عمرو نے اپنی صحت وحیات مین یہ دار محدودہ مذکورہ محضر نامہ ہذا اس عمرو کے ہاتھ اسقدر ثمن کے عوض بہ بیع صحیح فروخت کیا تھا اور اس عمرو نے اس ثمن مذکور کے عوض اس سے یہ دار محدودہ مذکورہ بشراء صحیح خرید کیا تھا اور باہم دونون مین قبضہ صحیحہ ہو گیا تھا اور آج کے روز یہ دار محدودہ مذکورہ اس سبب سے اس عمرو کی ملک ہے اور اسی کا حق ہے اور یہ زید اپنے دعوے مین جو مجھپر کرتا ہے بعد ازانکہ حال یہ ہے جو بیان کیا گیا ہے مبطل ہے محق نہین ہے پس اسپر واجب ہے کہ ایسے دعوے سے باز رہے پھر اس سے اسکا جواب طلب کیا پس اس سے دریافت کیا گیا الی آخرہ

سجل۔ این دفعیہ۔ بدستور معلوم لکھنے کے بعد تجویز حکم کے وقت لکھے کہ مین نے اپنی مجلس قضاء واقع کورہ بخارا مین ہر دو متخاصمین کی حاضری کی حالت مین دونون کے روبرو اس عمرو مدعی کے واسطے اس زید مدعا علیہ پر اس دفعیہ مذکورہ کے ثبوت کا بگواہی ان گواہان مسمیان کے حکم دیا اور زید کو حکم کیا کہ اپنے اس دعوے سے باز رہے اور

عمرو سے اسکی بابت کوئی تعرض نکرے پھر سجل کو تمام کردے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

محضر - دعوی ملکیت مال منقول بملک مطلق - زید حاضر ہوا اور عمرو کو ساتھ لایا اور اس عمرو کے ساتھ ایک گھوڑا درمیانی جثہ کا ہی اور ایسے رنگ کے گھوڑے کو ابلق کہتے ہین نتھنے متشقق اور اُسکے بائین پٹھے پر داغ ہی صورت اُسکی ایسی ہی (شگافتہ کشادہ ۱۲) اور اُسکی یال بجانب راست مائل ہی اُسکی دُم پوری ہاتھ پانون محجّل ہین اور لنبائی مین اُسکا دائیان کان کٹا ہوا ہی ایسے گھوڑے کو سونال کہتے ہین (داغ کی شکل ۱۲) پس وہ اس دعوی کی مجلس مین حاضر لایا گیا تاکہ اُسکی طرف اشارہ کیا جاوے پس اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ یہ (دونون ۱۲) اور اسپ (گھوڑا ۱۲) حاضر کی طرف اشارہ کیا اس زید کی ملک وحق ہی اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہی اور اس عمرو کو اسکا علم ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس برذون سے جسکی طرف اشارہ کیا ہی اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے اس مدعی کو سپرد کرے اور اپنا جواب دعوے طلب کیا پس عمرو سے استفسار کیا گیا پس اُسنے جواب دیا کہ این اسپ ملک من ست وحق من ست مرا باین مدعی سپردنی نیست - پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور اُسنے گواہی طلب کی اور وہ فلان وفلان ہین الی آخرہ

سجل - این دعوے - برسم خود صدر سجل تحریر کرنے کے بعد جب گواہون کی گواہی تک پہونچے تو لکھے کہ ان گواہون سے گواہی طلب کی گئی پس اُنھون نے بعد دعوی مدعی وانکار مدعا علیہ کے بدرخواست مدعی ہر ایک نے اسطرح گواہی دی - گواہی میدہم کہ این اسپ - اور اسپ حاضر کی طرف اشارہ کیا - ملک این حاضر آمدہ است - اور مدعی کی طرف اشارہ کیا - وحق وے ست ودر دست این حاضر آوردہ - اور مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا - بناحق ست پس مین نے انکی گواہی سُنی پھر برابر بدستور معلوم تا تحریر حکم لکھا جاوے پھر لکھے کہ مین اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین درحالت حاضری ان ہر دو متخاصمین واس اسپ متدعویہ کے ان گواہان معروف بعدالت کی گواہی پر اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر یہ حکم دیا کہ یہ اسپ متدعویہ جسکی طرف اشارہ کیا ہی ملک اس مدعی کی اور اسی کا حق ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی اور سجل کو تمام کردے

محضر - در دفع دعوی برذون مذکور - اس دعوی کے دفعیہ کے وجوہ بہت ہوسکتے ہین مگر ہم اُسمین سے تین وجہین بطور مثال تحریر کرتے ہین کہ جب اُسنے کاتب واقف ہوجائیگا تو اُسی مثال پر دوسری وجہین بھی تحریر کرسکتا ہی ایک یہ کہ خرید کی درخواست کرنے کے ذریعہ سے اس دعوی کا دفعیہ کرے اور اسکی صورت یہ ہی کہ عمرو حاضر آیا اور زید کو حاضر لایا جسکے ہاتھ مین ایک گھوڑا تھا جسکا حلیہ یہ ہی پھر چونکہ اس زید نے اس عمرو پر اس اسپ مذکور کی ملک کا مجلس دعوی مین حاضرہی دعوی کیا تھا اور اسکا دعوی بتمامہ نقل کردے پھر لکھے پس اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوے مذکورہ کے دفعیہ مین دعوی کیا کہ اس زید کا اس اسپ مذکور کی ملکیت کا دعوی بجانب اس عمرو کے جو مذکور ہوا ہی ساقط ہی اسواسطے کہ اس زید نے اس اسپ مذکور کے خریدنے کے اور اسپ حاضر کی طرف اشارہ کیا - اس عمرو سے درخواست کی تھی درحالیکہ ہر طرح اسکے تصرفات نافذ ہوسکتے تھے اور اس عمرو نے اُسکے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا پس اس زید کا اس عمرو سے اس برذون مدعی بہ کے خریدنے کی درخواست کرنا اس زید کی طرف سے اس بات کا اقرار ہی کہ اس زید کی اس برذون متدعویہ مین کچھ ملکیت نہین ہی اور بعد صدور ایسے اقرار کے اس زید سے یہ زید اپنے دعوی ملکیت اس برذون مین مبطل ہی پس اس زید پر واجب ہی کہ اپنے دعوی سے جو اس عمرو کی جانب کرتا ہی باز رہے

پھر اُس سے مطالبہ کیا اور جواب مانگا - وجہ دوم بس طور پر کہ زید نے عمرو سے اسکو اجارہ پر مانگا تھا پس تحریر کرے کہ یہ زید اپنے دعوی مین جو اس اسپ کے اپنی ملک ہونے کا اس عمرو پر کرتا ہی مبطل ہی اسواسطے کہ اس زید نے یہ اسپ مذکور سب طرح اپنے نفاذ تصرفات کی حالت مین اس عمرو سے کرایہ پر طلب کیا تھا اور کرایہ پر طلب کرنا اُسکی طرف سے اس بات کا اقرار ہی کہ اس برذون مین اُسکی کچھ ملک نہین ہی پس اسپر واجب ہی الی آخرہ جیسا ہمنے درخواست خریدہ مین ذکر کیا ہی - وجہ سوم دفعیہ بطور نتاج اور اُسکی صورت مین تحریر کرے کہ اس عمرو نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین جو وہ عمرو پر اس برذون مذکور کے اپنی ملک ہونے کا کرتا ہی یہ دعوی کیا کہ زید کا یہ دعوی اُسکی جانب ساقط ہی کیونکہ یہ برذون حاضر اور اُسکی طرف اشارہ کیا اس عمرو کے یہان اُسکے گھوڑے سے پیدا ہوا ہی اور یہ گھوڑی اس بچہ دینے کے روز اس عمرو کی ملک تھی اور اُسی کا حق اُسی کے قبضہ مین تھی اور یہ برذون حاضر مذکور اس عمرو کی ملک سے روز پیدائش سے آج تک نہین نکلا پس جب حال یہ ہی تو یہ زید اس برذون پر اپنی ملک کا دعوے کرنے مین مبطل ہی محق نہین ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس عمرو پر اپنا ایسا دعوی کرنے سے باز رہے اور جواب کا مطالبہ کیا

سجل - این دفعیہ - صدر سجل تا تحریر حکم برسم مذکورہ بالا تحریر کرے پھر بر تقدیر وجہ اول حکم یون تحریر کرے کہ بدرخواست مدعی ہذا بحضوری ان ہر دو متخاصمین و اسپ مذکور کے روبرو ان دونون کے بگواہی ان گواہان مسمیان مین نے اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر یہ حکم دیا کہ اس مدعی کا دعوی دفعیہ کہ اس مدعا علیہ نے اس اسپ مذکور حاضر شدہ کے خرید کی درخواست اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات مین اس مدعی سے قبل اپنے دعوی ملکیت اسپ مذکور کے بجانب اس مدعی مذکور کے کی تھی اور اس مدعی نے اُسکے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا تھا ثابت ہو گیا اور یہ کہ اس مدعا علیہ حاضر آوردہ کا دعوی مذکورہ بالا بجانب اس مدعی کے باطل ہی - اور درصورت ثانی کے یون لکھے کہ اس مدعی کا دعوی دفعیہ بجانب اس مدعا علیہ کے کہ اس مدعا علیہ نے قبل اپنے دعوی مذکورہ کے بجانب اس مدعی کے اس اسپ مذکورہ کے کرایہ لینے کی درخواست اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات مین اس مدعی سے کی تھی ثابت ہو گیا جیسا کہ ہمنے صورت اول مین تحریر کیا ہی اسی طرز سے تحریر کرے اور درصورت ثالث کے یون لکھے کہ مین نے یہ حکم دیا کہ اس مدعی کا دعوی دفعیہ اس مدعا علیہ پر کہ یہ اسپ مذکورہ بالا اس مدعی کی گھوڑی سے جو اسکی مملوکہ تھی اور اُسکے قبضہ و تصرف مین تھی پیدا ہوا ہی اور روز پیدائش سے آج تک اُسکی ملک سے خارج نہین ہوا ہی ثابت ہو گیا اور یہ کہ اس مدعا علیہ کا دعوی بجانب اس مدعی کے ملکیت اس اسپ مذکور کا جیسا مذکور ہوا ہی اس مدعی سے ساقط ہی اور مین نے یہ حکم برسم دفعیہ نافذ مستجمع بجمیع شرائط نفاذ اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین لوگون کے سامنے نافذ کیا اور محکوم علیہ کو حکم دیا کہ اس محکوم لہ سے تعرض نکرے پھر آخر سجل تک بدستور معلوم لکھکر تمام کردے

محضر - دعوی ملکیت عقار بسبب خریدار صاحب قبضہ لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ دار واقع موضع فلان جسکے حدود اربعہ یہ ہین اور وہ اس عمرو کے قبضہ مین ہی آج کے روز اس مدعی کی ملک ہی اُسی کا حق ہی بسبب اسکے کہ اس زید مدعی نے اُسکو اس عمرو مدعا علیہ سے اسقدر دینار کے عوض بخرید صحیح خرید کیا ہی اور اس عمرو نے یہ دار اس مدعی کے ہاتھ بہ بیع صحیح فروخت کیا اور اس مدعی کے یہ تمام ثمن مذکور اس عمرو کو دینے سے اس عمرو نے اس تمام ثمن پر بقبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا ہی اور یہ دار مذکورہ بروز خرید اس عمرو کی ملک اور قبضہ مین تھا پس اس سبب

مذکور سے یہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعی کی ملک ہو گیا ہی اور یہ عمرو مدعا علیہ اس دار مذکورہ کو اس زید مدعی کے سپرد کرنے سے براہ ظلم و تعدی انکار کرتا ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ یہ دار محدودہ مذکورہ اس زید کے سپرد کرے پھر اُس سے اسکے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے جواب مانگا گیا۔ اور اگر بیع کے واسطے بیعنامہ ہوا اور بائع پر بمضمون بیعنامہ دعوی کیا حالانکہ دار مذکور بائع کے پاس ہی اور وہ دینے سے انکار کرتا ہی تو لکھے کہ زید حاضر ہوا اور اُسنے عمرو کو حاضر کیا پھر زید نے اس عمرو پر تمام اُس مضمون کا جسکو تحریر بیعنامہ متضمن ہی جسکو وہ پیش کرتا ہی اور نسخہ بیعنامہ مذکور یہ ہی پھر اول سے آخر تک بدون زیادت و نقصان کے عبارت بیعنامہ مذکور تحریر کردے پھر اس سے فارغ ہو کر لکھے کہ پس زید نے عمرو پر تمام مضمون بیعنامہ کا جو اس محضر مین مذکور ہوا کہ عمرو نے زید کے ہاتھ دار مذکورہ فروخت کیا اور اُسنے خرید کیا اور ثمن سب ادا کیا اور عمرو نے قبضہ کرلینا اور مبیع کے درک کا ضامن ہوا جیسا کہ مضمون بیعنامہ مورخہ تاریخ بیعنامہ مذکورہ محضر ہذا سے واضح ہی دعوی کیا اور یہ دار مذکورہ جسکے حدود اُسکے بیعنامہ منقولہ محضر ہذا مین مذکور ہین بروز خرید اس عمرو کی ملک تھا پھر یہ دار مذکورہ محدودہ بنا بر تحریر بیعنامہ متذکرہ محضر ہذا کے بسبب خرید مذکورہ کے اس زید کی ملک ہو گیا مگر یہ عمرو یہ دار اس زید کو سپرد کرنے سے انکار کرتا ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ یہ دار مذکورہ اس زید کے سپرد کرے پھر اُس سے جواب مانگا۔ اور اگر دونون نے باہمی قبضہ بھی کرلیا ہو تو اسطرح لکھے کہ اس زید حاضر نے اس عمرو حاضر شدہ پر دعوے کیا تمام مضمون بیعنامہ منقولہ محضر ہذا کا کہ باہم خرید و فروخت ہوئی اور مشتری نے ثمن دیا اور بائع نے قبضہ کیا اور بائع نے دار دیا اور مشتری نے قبضہ کیا اور بائع اس مبیع کی ضمان درک کا ضامن ہوا جیسا کہ عبارت بیعنامہ سے واضح ہی اور یہ کہ یہ دار محدودہ مذکورہ بیعنامہ منقولہ محضر ہذا بروز خرید اس عمرو کی ملک تھا پس بسبب خرید مذکور کے یہ دار مذکور اس زید کی ملک ہو گیا پھر اس عمرو نے بعد اس خرید و فروخت و باہمی قبضہ کے اس دار محدودہ مذکور پر دست درازی کر کے اسکو زید کے قبضہ سے بغیر حق کے نکال لیا پس اسپر واجب ہی کہ یہ دار مذکور اس مدعی کے سپرد کرے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا۔

محضر۔ اثبات سجل جسکو زید مثلاً دوسرے شہر سے لایا ہی تاکہ اس شہر مین اپنے بائع سے ثمن برذون واپس لے جو استحقاق مین لے لیا گیا ہی۔ صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو سے بثمن معلوم ایک گھوڑا خریدا اور باہمی قبضہ کرلیا اور یہ بیع بخارا مین واقع ہوئی پھر مشتری اس برذون کو سمرقند لے گیا وہان کسی شخص مثلاً خالد نے گواہ پیش کر کے قاضی سمرقند کے سامنے اس گھوڑے پر اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا اور قاضی سمرقند نے مستحق کے نام اس مشتری مذکور پر برذون مذکور اُسکی ملک ہونے کا حکم دیا اور مشتری مذکور کے واسطے اس مقدمہ کا سجل تحریر کردیا پس مشتری مذکور اس سجل کو لیکر بخارا مین آیا اور چاہا کہ بائع مذکور سے اپنا ثمن واپس لے پھر بائع مذکور نے وقوع استحقاق و ثبوت سجل سے انکار کیا تو مشتری مذکور کو ضرورت ہو گی کہ قاضی بخارا کے سامنے گواہون سے بائع کے مقدمہ مین اس سجل کو ثابت کرے پس ایسی حالت مین محضر لکھنے کی ضرورت ہو گی پس لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور عمرو پر دعوی کیا تمام اُس مضمون کا جسکو سجل جو از جانب قاضی سمرقند لایا ہی متضمن ہی اور اسکی عبارت یہ ہی پس اول سے آخر تک اُس سجل کو نقل کرے اور صدر سجل پر توقیع قاضی سمرقند تحریر کرے اور بعد تاریخ سجل کے خط قاضی سمرقند کہ قاضی سمرقند مسمی فلان کہتا ہی کہ یہ میرا سجل ہی آخر تک جو کچھ لکھا ہو لکھدے پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو سے یہ برذون جسکا ذکر سجل منقولہ محضر ہذا مین ہی اسقدر دینار یا درم کو خریدا تھا اور اس عمرو نے اُسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور دونون نے باہمی قبضہ بھی کرلیا تھا پھر خالد بن بکر نے اسی برذون مذکور کو اس

مشتری کے ہاتھ سے مجلس حکم کو۔ ہ سمرقند مین وہان کے قاضی کے سامنے عادل گواہ قائم کرکے استحقاق مین لے لیا اور اس
خالد بن بکر کے واسطے اس زید پر اس برذون کا حکم جاری ہوگیا اور اس قاضی نے یہ برذون اس زید کے ہاتھ سے نکالکر اس
خالد بن بکر کو بتاریخ تحریر سجل مذکور جیسا کہ سجل مورخہ تاریخ خود تمام منقولہ محضر ہذا سے واضح ہے دیدیا اور یہ قاضی سمرقند فلان بن
فلان جسکا نام اس سجل منقولہ محضر ہذا مین مذکور ہے بروز حکم از جانب خاقان فلان قاضی سمرقند نافذ القضاء میان اہل سمرقند
تھا اور اس زید کو اس عمرو سے اپنا ثمن واپس لینے کا استحقاق ہے اور اس عمرو کو مجھسے باستحقاق واسطے لیے جانے کا علم ہے پس
اسپر واجب ہے کہ جسقدر ثمن اسنے اس زید سے لیا ہے واپس کردے پھر اس سے جواب کا مطالبہ کیا پس عمرو نے جواب دیا۔ کہ مرا از این
سجل علم نیست ومرا بجے چیزے دادنی نیست۔

سجل۔ این دعوے۔ صدر سجل برسم خود لکھا اور دعوی مدعی تا جواب مدعا علیہ اعادہ کرکے پھر لکھے کہ مدعی چند نفر
گواہ لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور وہ فلان وفلان تھے اور مجھسے انکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی۔
پس مین نے قبول کیا پس ان گواہون نے بعد دعوی مدعی وانکار مدعا علیہ وطلب گواہی کے ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ
سنایا گیا گواہی صحیحہ متفق اللفظ والمعنی ادا کی اور مضمون نسخہ یہ ہے کہ۔ گواہی میدہم کہ این سجل۔ اور اس سجل کی طرف جسکو یہ
مدعی لایا ہے اشارہ کیا۔ سجل قاضی سمرقندست اینکہ نام ونسب وے درین سجل ست ومضمون وے حکم وقضاے قاضی
سمرقندست حاکردہ مر این مستحق را باین اسپ کہ صفت وے درین سجل مذکورست براین مستحق علیہ وآنروز کہ این قاضی حکم
کرد باین مضمون کہ اندرین سجل ست ومارا برین سجل گواہ گردانید وے قاضی بود بشہر سمرقند نافذ القضاء میان اہل وے۔
پس گواہ لوگون نے گواہی کو جیسا کہ چاہیے ہے ادا کیا اور گواہی کے طریقہ سے اسکو روان کیا پس مین نے انکی گواہی
سُنی اور اسکو محضر مجلد دیوان حکم مین اپنے پاس ثبت کرلیا اور ان لوگون کا حال دریافت کرنے کے واسطے مین نے
اُن لوگون کی طرف رجوع کیا جنپر مدار تعدیل وتزکیہ گواہان اس نواح مین ہے پس اُنھون نے ان گواہون مین سے دو
گواہون فلان وفلان کو عدالت وجواز شہادت کی طرف منسوب کیا اور میرے نزدیک ان دونون گواہون سے جنکی تعدیل
ثابت ہوئی ہے وہ امر جسکی اُنھون نے جسپر گواہی دی ہے۔ ثابت ہے[یعنے عادل وجائز الشہادۃ کہا ۱۲ منہ] گیا ہے پس مین نے مشہود علیہ کو اس حال سے آگاہ کیا کہ
میرے نزدیک یہ امر ثابت ہوگیا ہے اور مین نے اُسکو قابو دیا کہ اگر اُسکے پاس کوئی دفعیہ ہو تو پیش کرے[مدعا علیہ ۱۲] مگر وہ کوئی دفعیہ لایا
یہان سے تا تحریر حکم بدستور معلوم لکھے۔ پھر مین نے اس سجل کی ثبوت کا جسکا نسخہ اس سجل مین منقول ہے حکم دیا کہ وہ قاضی
فلان کا سجل ہے اور اسکے حکم کا مضمون ہے اور وہ اس حکم دینے اور اُسپر گواہ کرنے کے روز کورہ سمرقند کا قاضی نافذ القضاء تھا
اور مین نے اُسکا یہ حکم مذکور نافذ کیا اور اسکی صحت کا حکم دیا اور یہ میرا حکم ہر دو متخاصمین کی حاضری مین دونون کے روبرو
ہوا اور مین نے اس مستحق علیہ یعنے مشتری کے واسطے اختیار دیدیا کہ اس عمرو سے اپنا ثمن واپس لے بعد ازانکہ مین نے
دونون کے درمیان سے عقد بیع جو دونون مین واقع ہوا تھا فسخ کردیا اور یہ سجل جسکو یہ مدعی حاضر لایا ہے تحریر نسخہ محضر
کے وقت حاضر تھا اور اسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور مین نے اس سجل پر اپنے اہل مجلس حاضرین کو گواہ کردیا اور یہ سب
میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین بروز فلان وتاریخ وماہ فلان سنہ فلان مین واقع ہوا۔ اور اگر زید مشتری نے
وہ برذون سالم کے ہاتھ فروخت کیا ہو پھر سالم اُس برذون کو سمرقند لیگیا اور اُسکے ساتھ اُسکا بائع زید بھی گیا پھر خالد
بن بکر نے قاضی سمرقند کی مجلس مین سالم پر اس برذون کے استحقاق کے گواہ عادل قائم کیے اور قاضی سمرقند نے خالد

بن بکر کے نام اس برذون کی ڈگری سالم پر کردی اور قاضی مذکور نے سالم کے واسطے اپنے بائع زید سے اپنا ثمن واپس لینے کا حکم کیا اور قاضی سمرقند نے زید کے واسطے ایک سجل لکھدیا کہ سالم نے اس سے اپنا ثمن بابت برذون مذکور کے واپس لیا ہی پھر زید اُسکو لیکر بخارا مین آیا اور مجلس قاضی بخارا مین اپنے بائع عمرو کو حاضر لاکر اُس سے اپنا ثمن واپس لینا چاہا اور اُسنے استحقاق مذکور اور سجل مذکور سے انکار کیا اور سجل مذکور کے ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی تو اُسکا محضر بدین طور لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ اس عمرو نے اس زید کے ہاتھ ایک گھوڑا جسکا حلیہ یہ ہی بعوض اسقدر درم یا دینار کے فروخت کیا تھا اور اس زید نے اس عمرو سے یہ گھوڑا العوض اسقدر ثمن مذکور کے خریدا تھا اور دونون مین باہمی قبضہ ہوگیا پھر اس زید نے یہ برذون سالم بن غانم کے ہاتھ فروخت کیا پھر خالد بن بکر مجلس قضاء کورہ سمرقند مین وہان کے قاضی کے سامنے حاضر ہوا اور اپنے ساتھ سالم بن غانم کو حاضر کیا پھر اس خالد بن بکر نے اس سالم پر بحضوری اس برذون مذکور کے اُسکی طرف اشارہ کرکے یہ دعوی کیا کہ یہ برذون میری ملک و حق ہی اور اس سالم کے قبضہ مین ناحق ہی پس مدعا علیہ نے اُسکے دعوی سے انکار کیا اور فارسی مین کہا کہ یہ برذون مدعو میری ملک ہی پھر اس مدعی خالد بن بکر نے بحضوری مدعا علیہ مذکور و بحضوری برذون مذکور قاضی سمرقند کی مجلس مین جسکا لقب و نام اس محضر مین مذکور ہی اپنے دعوے کے موافق گواہان عادل قائم کیے پھر قاضی مذکور نے اُسکے گواہون کی سماعت کی اور گواہی مذکور کو اُسکے شرائط کے ساتھ قبول کیا اور خالد بن بکر مذکور کے واسطے اس سالم پر دونون متخاصمین اور برذون مذکور کی حضوری مین برذون متدعویہ کی ملکیت کا حکم دیا اور یہ برذون مذکور اس سالم سے لیکر اس خالد بن بکر کو دیدیا اور یہ قاضی بروز حکم از جانب خاقان فلان سمرقند و اُسکے نواحی کا قاضی نافذ القضاء والامضاء تھا پھر اس سالم نے اپنے بائع اس حاضر یعنے زید سے اپنا ثمن جو اسقدر دیا تھا مجلس قضاء کورہ سمرقند مین قاضی فلان مذکور کے سامنے واپس لیا اور پورا وصول کرلیا بعد ازانکہ اس سالم کے واسطے اس قاضی کی طرف سے اس زید حاضر پر بسبب نکول اس حاضر کے تین مرتبہ اللہ تعالےٰ کی قسم کھانے سے یہ حکم جاری ہوا اور بعد ازانکہ اُسنے دونون کے درمیان عقد بیع کو جو واقع ہوا تھا فسخ کرکے اختیار واپسی ثمن مذکور دیدیا تھا اور اس سب امور مذکورہ پر مضمون سجل جسکو پیش کرتا ہی شاہد ہی اور اس زید کو اپنے بائع عمرو سے اپنے ثمن مذکورہ کے واپس لینے کا جو اُسنے وقت باہمی خرید و فروخت کے اپنے بائع کو ادا کیا تھا استحقاق حاصل ہوا ہی پس عمرو مذکور سے جواب کا مطالبہ کیا اور مانگا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے جواب دیا کہ مرا باین سجل علم نیست و باین مدعی چیزے دادنی نیست۔ پھر یہ مدعی حاضر چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے اُنکی گواہی کی سماعت کی درخوست کی

سجل۔ اس دعوی کا اُسی طور سے ہی جسطرح پہلے لکھا گیا ہی لیکن اتنی بات ہی کہ اس سجل مین سالم کا زید سے ثمن واپس لینے کا حکم جو قاضی سمرقند نے مفصل دیا ہی اس سجل کا دوسرا النسخہ بطریق ایجاز کے سجل قاضی سمرقند کے پشت پر قاضی بخارا اسطرح تحریر کرے کہ۔ فلان بن فلان قاضی بخارا و نواحی آن الی آخرہ کہتا ہی کہ جسطور سے حوادث حکمیہ و نوازل شرعیہ ثابت ہوا کرتے ہین ثابت ہوا کہ اس محکوم علیہ نے جسکا نام و نسب اس سجل کی رو مین مذکور ہی یہ برذون جسکا حلیہ بھی اس سجل کی رو مین مذکور ہی۔ بعوض اسقدر ثمن کے جو رو سے سجل مین مذکور ہی اپنے بائع فلان بن فلان سے خریدا تھا اور فلان بن فلان مذکور بروے سجل نے بھی اسکے ہاتھ اس ثمن مذکور کے عوض فروخت کیا تھا پھر اس محکوم علیہ نے جو

ردے سجل مین مذکور ہی اپنے بائع سے جو روے سجل مین مذکور ہی اپنا ثمن جو بدے سجل مین مذکور ہی میرے حکم سے بسبب اُسکے نکول کے تین مرتبہ اللہ تعالی کی قسم کہانے سے واپس لیا بعد ازانکہ مین نے برذون کے معاملہ مین جو عقد دونون کے درمیان واقع ہوا تھا فسخ کر کے اس مرجوع علیہ کو اپنے بائع فلان بن فلان سے ثمن مذکور جسکے عوض برذون مذکور خریدا تھا واپس لینے کا اختیار مطلق دیدیا اور اس واپسی کا حکم اس سجل کی پشت پر اس مرجوع علیہ کے واسطے حجت ہونے کے لیے لکھنے کا حکم دیا اور اسپر اپنے حاضرین مجلس کو گواہ کر دیا اور سجل دوم بھی اسی طور سے لکھے لیکن اتنی بات ہی کہ اُسمین دوسرے مشتری کا اول سے واپس لینا پھر مشتری اول کا اس بائع سے واپس لینا تحریر کریگا یہ محیط مین ہی۔

محضر - در اثبات قود - زید حاضر ہونے والے نے عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ اس عمرو نے اُس زید کے باپ خالد بن بکر مخزومی کو عمداً ناحق تیز لوہے کی چھری سے قتل کیا اُسکو مار کر سخت مجروح کیا پس اس ضرب سے وہ اُسی وقت مرگیا اور شرع مین اسپر قصاص واجب ہوا - اور اگر اُسنے یہ نہ لکھا کہ اُسی وقت مرگیا بلکہ یہ لکھا کہ اس زخم سے برابر چارپائی پر پڑا رہا یہانتک کہ مرگیا تو یہ کافی ہی- اسی طرح اگر لکھا کہ وہ اس ضرب سے مرگیا تو بھی کافی ہی- پھر لکھے کہ اس مقتول نے اپنے صلب سے ایک وارث چھوڑا وہ یہی مدعی ہی اِسکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور اُسکو شرع مین اِس قاتل سے قصاص لے لینے کا اختیار ہی پس اس قاتل پر واجب ہی کہ وہ اسکو قابو دیدے تاکہ اُس سے قصاص حاصل کرے پھر اُس سے اِسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اُس سے پوچھا گیا اور اُسنے جواب دیا- اسی طرح اگر اُسکو نیزہ یا تلوار سے مارا اور اسی طرح اگر سوئی سے یا تیر سے مار کر قتل کیا تو بھی یہی حکم ہی اور حاصل یہ ہی کہ وجوب قصاص کے واسطے حدید سے قتل کرنا ضرور ہی خواہ اس حدید مین دھار ہو کہ مثل نشتر کے شگاف کر دے یا نہو جیسے عمود و ترازو کا بانٹ اور یہ بنا بر روایت اصل کے ہی اور طحاوی نے امام اعظم رحہ سے روایت کی کہ اگر ترازو کے بانٹ یا عمود سے قتل کیا جنمین دھار نہین ہی تو قصاص واجب نہوگا اور صاحبین رحہ کے نزدیک اگر غالباً اُس سے آدمی ہلاک ہوجاتا ہو تو قصاص ہوگا اور اگر غالباً اُس سے مرتا نہو تو قصاص واجب نہوگا پس صاحبین رحہ نے بنا بر روایت اصل کے جس حدید مین دھار نہو اُسکو تلوار کے ساتھ لاحق کیا ہی اور بنا بر روایت طحاوی رحہ کے اُسکو لاٹھی وغیرہ لکڑی کے ساتھ لاحق کیا ہی اور لکڑی کی صورت مین صاحبین رحہ کے نزدیک جواب مین تفصیل ہی کہ اگر غالباً اُس سے ہلاک ہوجاتا ہو تو قصاص واجب ہوگا ورنہ نہین- اسی طرح اگر مقتول نے باپ یا مان یا دختر یا برادر سازجانب پدر چھوڑا تو بھی اُسکو قصاص کے دعوی کا اختیار ہی اور ہمارے نزدیک قصاص مین ارث جاری ہوتا ہی اور حق استیفاے قصاص ہر ایک کو جو وارث ہو حاصل ہوتا ہی پس جسطرح ہمنے پسر کی صورت مین لکھا ہی اُسی طرح ہر وارث کے دعوی مین تحریر کرے اور اگر مقتول نے چند وارث چھوڑے تو اثبات قصاص کا حق وارثون مین سے ہر ایک کو حاصل ہوگا اور حق استیفاے قصاص ہر شخص کو جو وارث ہو حاصل ہوگا پس اگر سب بالغ ہون تو لکھے اور اگر بعضے بالغ اور بعضے نابالغ ہون تو بالغون کو حق استیفاے قصاص حاصل ہونے مین اختلاف معروف ہی اور اگر قاضی کے نزدیک یہ مذہب ہو کہ حق استیفاے قصاص بالغون کو حاصل ہی تو محضر بنام بالغ لکھے پھر محضر مین مقتول کے وارث چھوڑنے کے ذکر کے وقت تمام وارثون کے نام لکھے اولاً بالغون کا نام لکھے پھر نابالغون کا نام لکھے پھر لکھے کہ اس وارث بالغ کو حق استیفاے قصاص حاصل ہی اور محضر کو تمام کر دے

محضر - در ایجاب دیت - لکھے کہ اس زید نے حاضر ہو کر اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ اس عمرو نے اُسکے باپ

کو خطا سے قتل کیا ہی کیونکہ اس عمرو نے ایسے دا تیر کو جو لوہے کا تھا اس شکار کو دیکھا یا ا اور وہ تیر اسکے باپ کے لگا اور اُسکو مجروح کر دیا جس سے وہ اُسی وقت مرگیا یا یہ کہا جس سے وہ برابر چار پائی پر پڑا رہا یہانتک کہ مرگیا تو یہ کافی ہی پھر لکھے کہ اس مقتول کی دیت اس قاتل اور اسکی عاقلہ مددگار برادری پر واجب ہوئی اور یہ دیت دس ہزار درم چاندی یا ہزار دینار سرخ خالص جید موزون بوزن مثاقیل مکہ یا سو اونٹ ہین پس اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہی اور اُسکی مددگار برادری پر یہ دیت اس زید کو ادا کرنی واجب ہی پھر اسکا جواب طلب کیا پس عمرو سے پوچھا گیا اُسنے جواب دیا۔

محضر در اثبات حد قذف ۔ زید نے حاضر ہو کر عمرو کو حاضر لا کر اُسپر دعوی کیا کہ اس عمرو نے اس زید کو قذف کیا یعنی ایسی تہمت لگائی ہی جس سے حد واجب ہوتی ہی پس اسپر حد قذف کے اسّی کوڑے واجب ہوے الی آخرہ اور اگر اسکو شتم کیا ہو جو موجب تعزیر ہی تو لکھے کہ اس عمرو نے اس زید کو شتم کیا اور اُس شتم کو جو موجب تعزیر ہی بطور معین بیان کرد یعنے کہا کہ ای ایسے پھر لکھے کہ شرع مین اسپر تعزیر واجب ہی تاکہ پھر ایسا نکرے ۔ اور اس سے مطالبہ کیا

محضر در اثبات وفات و وراثت مع متاسخہ ۔ متاسخہ یہ ہی کہ ایک شخص مرجاوے اور وارث چھوڑے پھر قبل تقسیم میراث کے کوئی وارث مرجاوے اور وہ اپنے وارث چھوڑے پھر ان وارثون مین سے بھی کوئی تیسرا مرجاوے قبل اسکے کہ میراث تقسیم ہو اور اپنے وارث چھوڑ جاوے اور علی ہذا القیاس ۔ اور محضر تحریر کرنے کی یہ صورت ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ تمام حویلی جسکے حدود و صفت و موقع بیان کردے معہ اپنے حدود و حقوق کے ملک وحق بکر بن خالد مخزومی والد اس مدعی کی تھی اور برابر اُسکے تحت و تصرف مین رہی یہانتک کہ اُسنے وفات پائی اور وارثون مین ایک جورو مسماۃ ہندہ بنت شعیب اور ایک بیٹا صلبی وہی مدعی اور دو دختر صلبیہ مسماۃ حلیمہ و سلیمہ چھوڑین اور انکے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور اپنے ترکہ مین یہ حویلی مذکورہ ان لوگون کے واسطے بر فرائض اللہ تعالے میراث چھوڑی کہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور باقی اولاد کے درمیان مرد کے واسطے عورت سے دو چند حصہ کے حساب سے ہی پس اصل مسئلہ (۸) سے اور قسمت (۳۲) سے جسمین سے جورو کے واسطے چار سہام اور پسر کے واسطے (۱۴) اور ہر دختر کے واسطے سات سات ہوے پھر اس متوفی کی یہ جورو مرگئی جسکا نام ہندہ ہی قبل اسکے کہ اپنا حصہ ترکہ اس حویلی مذکور محدودہ سے اپنے قبضہ مین لاوے اور وارثون مین ایک بیٹا اور دو بیٹیان چھوڑین اور وہ یہی مدعی حاضر اور اسکی دونون بہنین ہین جنکا نام مذکور ہوا ہی انکے سواے اس عورت مذکورہ کا کوئی وارث نہین ہی پس اس حویلی محدودہ مذکورہ مین سے (۳۲) سہام مین سے اُسکا حصہ مذکورہ (۴) سہام اُسکے ان وارثون مذکورہ کے واسطے بر فرائض اللہ تعالی اسکی میراث ہوئی جسمین سے (۲) سہام پسر کے اور ایک ایک سہم ہر ایک بیٹی کے واسطے ہوے پھر ان دونون دختران مذکورہ مین سے ایک دختر مرگئی جسکا نام حلیمہ ہی قبل اسکے ان دونون ترکون مین سے اپنا حصہ وصول کرے اور یہ آٹھ سہام منجملہ (۳۲) سہام اس حویلی محدودہ مذکورہ مین سے ہین جسمین سے سات سہام ترکہ اول مین سے اور ایک سہم ترکہ ثانی مین سے ہی اور اسنے ایک اپنی دختر مسماۃ وسیمہ اور ایک بھائی از جانب مادر و پدر یہی مدعی اور ایک بہن از جانب مادر و پدر وہ سلیمہ مذکورہ چھوڑی اور انکے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہو پس اُسکا تمام ترکہ اُسکی موت سے اُسکے ان وارثان مسمیان کے واسطے اُسکی میراث بر فرائض اللہ تعالے ہوا جسمین سے نصف اُسکی دختر مسماۃ وسیمہ کے واسطے اور باقی اُسکے بھائی و بہن کے درمیان

بسبب عصبہ ہونے کے مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے ہوا پس اصل فریضہ دو سے اور اُسکی تقسیم چھ سے ہوئی جسمین سے تین سہام اُسکی دختر کے اور دو سہام اُسکے برادر حقیقی کے اور ایک سہم اُسکی حقیقی بہن کا ہوا لیکن اس مسماۃ متوفات کا حصہ ہر دو ترکہ مین سے آٹھ سہام ہین جنکی تقسیم چھ پر بطور استقامت نہین ہوسکتی ہی پس (۸ و ۶) کی نسبت توافق دو سے دیکھکر نصف فریضہ سوم یعنے (۳) کو فریضہ اول یعنے (۳۲) مین ضرب دیا تو (۹۶) ہوے اور متوفات مذکورہ کے (۳۲) سہام مین سے جو آٹھ سہام تھے وہ بھی تین مین مضروب ہوکر (۲۴) ہوگئے پس اس سے اُسکے وارثون کے حصص باستقامت نکل سکتے ہین کہ اُسکی دختر کے واسطے (۱۲) ہوئے اور اسکے بھائی اس مدعی حاضر کے واسطے (۸) ہوے اور اُسکی بہن سلیمہ کے واسطے (۴) ہوے پس اس مدعی حاضر کے واسطے تینون ترکون مین سے (۵۶) سہام منجملہ (۹۶) سہام اس حویلی محدود مذکورہ سے بدین تفصیل ہوے کہ ترکہ اول سے (۴۲) سہام اور ترکہ دوم سے (۶) سہام اور ترکہ سوم سے (۸) سہام جملہ (۵۶) سہام ہوے اور تمام یہ حویلی محدودہ مذکورہ آج کے روز اس شخص عمرو کے قبضہ مین ہی جسکو حاضر لایا ہی اور یہ عمرو اس زید کو اس حویلی محدودہ مذکورہ کے جملہ (۹۶) سہام سے اِس زید کے ہر سہ ترکہ کے (۵۶) سہام سے ناحق مانع ہوتا ہی حالانکہ اُسکو اسکا علم ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ حویلی محدودہ مذکورہ مین سے اسکے حصص سے ہاتھ کوتاہ کرکے اس زید کے سپرد کرے اور اس مدعا علیہ سے مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا پھر محضر کو تمام کردے

محضر۔ مثالیہ دیگر برلے این جنس دعوی ۔ زید مرگیا اور ایک جورو اور تین پسر و ایک دختر چھوڑی اور یہ عورت ان اولاد کی مان ہی پھر قبل تقسیم میراث کے یہ عورت بھی مری اور یہی اولاد وارث چھوڑی اور اُسکا حصہ ان اولاد کے واسطے میراث ہوگیا پھر قبل تقسیم میراث کے ان پسران مین ایک پسر مرگیا اور دو بھائی اور ایک بہن از جانب مادر و پدر وارث چھوڑے اور اسکا حصہ ان دونون بھائیون و بہن کے واسطے میراث ہوگیا۔ ایک مرد حاضر ہوا اور اُسنے بیان کیا کہ اُسکا نام محمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن اسحاق ہی اور اپنے ساتھ ایک مرد کو حاضر لایا اُسنے بیان کیا کہ اسکا نام ناصر بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن اسحٰق ہی پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ ہم دونون کے باپ مسمے ابراہیم بن اسمٰعیل بن اسحاق نے وفات پائی اور وارثون مین اپنی جورو مسماۃ سعادہ بنت عمرو بن عبد اللہ العمری و تین پسر ایک یہ جو حاضر ہوا ہی اور ایک یہ جسکو حاضر لایا ہی اور ایک اور مسمی عیسی تھا اور ایک دختر مسماۃ عائشہ چھوڑی ان لوگون کے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور ترکہ مین اس حاضر آوردہ کے قبضہ مین مال نقد درم یا دینار اسقدر چھوڑے ہین پس یہ مال اُسکے ان وارثان مذکورہ کے واسطے بفرائض اللہ تعالی میراث ہوگیا۔ کہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ ہی اور باقی اُسکی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے ہی پس اصل مفروضہ (۸) سے ہی پھر قبل تقسیم میراث کے اس اولاد کی مان مسماۃ سعادہ مذکورہ مرگئی پھر اُسکا حصہ ترکہ میت اول مین سے مال نقد مذکور سے اس اولاد کے واسطے مرد کے لیے عورت سے دوچند کے حساب سے میراث ہوا پھر ہر دو ترکہ کے تقسیم سے پہلے مسمی عیسی مرگیا اور وارثون مین از جانب مادر و پدر دو بھائی و ایک بہن چھوڑے پس اُسکا حصہ ان ہر دو ترکہ مین سے اس مال نقد مین سے اُسکے ان دونون بھائی و بہن کے واسطے میراث ہوگیا۔ اور سب ترکون کے سہام (۲۸۰) ہوے پس جورو کے واسطے ترکہ اول مین سے (۳۵) سہام اور ہر پسر کے واسطے (۷۰) سہام اور اُسکی دختر کے واسطے (۳۵) سہام ہوے پھر جبکہ تقسیم میراث کی مسماۃ سعادہ ان اولاد کی مان مرگئی تو منجملہ (۲۸۰) سہام کے اُسکا حصہ (۳۵) سہام اس اولاد کے واسطے میراث ہوا کہ ہر پسر کے واسطے دس سہام اور

دختر کے واسطے پانچ سہام ہوے پھر چونکہ قبل تقسیم ہر دو ترکہ کے مسمی عیسی مرگیا ہی پس اُسکا حصہ ہر دو ترکون مین سے منجملہ (۲۸۰) سہام کے (۸۰) سہام ہین اُسکے ہر دو برادر و اخت بہن کے درمیان میراث ہوا جمین سے ہر بھائی کے واسطے (۳۲) سہام اور بہن کے واسطے (۱۶) سہام ہوے پس اس حاضر شونده محمد بن ابراہیم کے واسطے ترکہ میت اول اس مال نقد سے منجملہ (۲۸۰) سہام کے (۷۰) سہام اور ترکہ میت دوم مین سے منجملہ (۳۵) سہام کے جو اُسکو (۲۸۰) مین سے ملے ہین (۱۰) سہام ہوے اور میت سوم کے (۸۰) سہام از جملہ (۲۸۰) سہام سے (۳۲) سہام ہوے پس اس مال نقد ہر سہ ترکات مین سے جسقدر سب اس حاضر آمده کو ملا ہی وه (۱۱۲) سہام منجملہ (۲۸۰) کے ہین اور یہ شخص جسکو ساتھ حاضر لایا ہی اس مدعی کو اس مال نقد مذکور سے اسقدر حصہ جو اُسکو ان تینون ترکون مین سے ملا ہی جو (۱۱۲) سہام منجملہ (۲۸۰) سہام کے ہین نہین دیتا ہی اور اسکا مطالبہ و جواب طلب کیا پس حاضر آورده سے دریافت کیا گیا الی آخره-

محضر-دعوی حویلی میراث از پدر خویش - ایسا محضر پہلے گذر چکا ہی لیکن اسمین اور اُسمین فرق یہ ہی کہ پہلے کا مفروضہ یہ تھا کہ وارث ایک ہی-اور اسکا مفروضہ یہ ہی کہ وارث کئی آدمی ہین-اُسکی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ تمام دار واقع محلہ فلان محدوده بحدود ہذا بجمیع حدود و حقوق و عمارت و زمین و سفل و علو و ہر حق کہ اُسکے واسطے ثابت ہوا اُسمین داخل ہی اور ہر حق کہ اُسکے واسطے ثابت ہوا اس سے خارج ہی اس زید کے والد مسمے عمرو بن خالد کی ملک و حق و اُسکے تحت و تصرف مین تھا یہانتک کہ اُسنے وفات پائی اور وارثون مین ایک پسر یہ مدعی اور اسکے سواے دوسرے وارث فلان و فلان پسر و فلانہ و فلانہ دختر چھوڑی کہ انکے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہی پس یہ دار محدوده اُسکے ان وارثان مسمیان کے واسطے بر فرائض اللہ تعالی اُسکی میراث ہوگیا-اور سب کے اسقدر سہام ہوے منجملہ اُنکے اس زید مدعی کا اسقدر سہام حصہ ہوا اور آج کے روز یہ تمام دار اس شخص کے قبضہ مین ہی جو حاضر ہوا ہی اور یہ شخص اس زید کو اُسکے حصہ سے جو اسقدر سہام منجملہ اسقدر سہام کے ہوے مانع ہوتا ہی الی آخره-اور اگر اس زید نے تمام دار مذکوره کا اپنے واسطے دعوی کیا بسبب ایکہ وارثون کے درمیان تقسیم ہونے مین یہ دار تمام اُسکے حصہ مین آیا ہی باین معنی کہ متوفی مذکور نے سواے اس دار کے دیگر مال غیر منقول و منقول از اراضی و نقود چھوڑے پھر باہمی رضامندی سے وارثون کے درمیان اس ترکہ کی تقسیم واقع ہوئی جس سے یہ دار مذکور پورا اس پسر مدعی کے حصہ مین آیا تو محضر مین لکھے کہ متوفی نے ترکہ مین یہ دار محدوده چھوڑا اور اسکے ساتھ یہ عقار اور یہ عروض و اسقدر نقد چھوڑا پھر ان وارثون مین باہم برضامندی تقسیم صحیحہ واقع ہوئی پس یہ دار مذکوره محدوده اس پسر کے حصہ مین جو حاضر ہوکر دعوے کرتا ہی آیا اور اس مدعی مذکور نے اس دار پر قبضہ کر لیا اور باقی وارثون مین سے ہر ایک نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا اور آج کے روز یہ سب دار بسبب مذکور اس مدعی کی ملک ہی اور یہ دار مذکور اس حاضر آورده کے قبضہ مین ناحق ہی اور وه اس مدعی کو اس سب سے روکتا ہی

سجل-این دعوی-اسکا سجل بھی اُسی طور سے ہی جیسا ہمنے گذشتہ محضر دعوی میراث دار از پدر خویش کی سجل مین بیان کیا ہی پھر اس سجل کے آخر مین لکھے کہ مجھسے اس مدعی نے جسکا نام و نسب اس سجل مین مذکور ہی درخواست کی کہ جو کچھ میرے نزدیک اس مدعا علیہ پر ثابت ہوا ہی اُسکا حکم قضا نافذ کرون پس مین نے حکم قضا یہ نافذ کیا کہ فلان نے وفات پائی اور اُسنے وارثون مین فلان و فلان کو چھوڑا اور یہ کہ دار محدوده مذکوره اس مدعی کے والد کی ملک

اور برابر اُسکے تحت و تصرف مین رہا یہانتک کہ اُسنے وفات پائی اور اس دار محدودہ مذکورہ کو اپنے ان وارثون کے واسطے جنکا نام بیان کیا گیا ہی میراث چھوڑا الی آخرہ اور یہ کہ اس شخص کے واسطے جو حاضر آیا ہی اس دار محدودہ کے منجملہ اسقدر سہام کے اسقدر سہام ہین اور یہ کہ یہ شخص جسکو حاضر لایا ہی اس دار محدودہ کے اسکے حصہ سے اسکو ناحق منع کرتا ہی اور مین نے اس مدعا علیہ کو حکم دیا کہ اس مدعی کو دار محدودہ مین سے اُسکا حصہ اُسکے سپرد کردے اور یہ سب میری طرف سے میری مجلس قضا واقع کورہ اُسے آخرہ - اور اگر مدعی تمام دار مذکورہ کا اپنے واسطے دعوی کرتا ہو اسی سبب سے جسکا ذکر ہمنے اوپر بیان کیا ہی (یعنے تقسیم ترکہ مین تمام دار اُسکے حصہ مین آیا) تو قاضی آخر سجل مین لکھے کہ مین نے یہ قضا نافذ کی کہ فلان نے وفات پائی اور اسپنے وارثون مین فلان و فلان کو چھوڑا اور اُسنے ترکہ مین یہ دار محدودہ اور عقار و عروض و نقود مین اس اس قدر چھوڑے اور باہمی تقسیم ان وارثان مذکورین اس متوفی کے ترکہ مین جاری ہوئی اور تمام یہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعی کے حصہ مین آیا الی آخرہ

محضر - در اثبات وصایت - زید جو حاضر ہوا ہی اُسنے اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی یہ دعوی کیا کہ اس زید کا بھائی بکر بن خالد مر گیا اور اُسنے وارثون مین اپنے باپ خالد اور اپنی مان فلانہ بنت فلان اور لڑکون مین فلان و فلان و لڑکیون مین فلانہ و فلانہ کو چھوڑا انکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور اُسنے اس زید کو اپنی صحت عقل و بدن و جواز امر کی حالت مین اپنے سب ترکہ مین اور جسکو وہ اپنے بعد چھوڑ جاوے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اپنا وصی مقرر کیا ہی اور اسکے اصلاح کار کا متولی کیا ہی اور اس زید نے اُسکی اس وصایت کو اور متولی کار ہونے کو قبول کیا ہی اور اس زید کے بھائی متوفی کے اس عمرو پر اسقدر دراہم وزن سبعہ سکہ چہرہ شاہی فی الحال واجب الادا ہین اور اس زید کے پاس اپنے دعوی کے گواہ ہین - ایسا ہی صاحب الاقضیہ نے ذکر کیا کہ مدعی کے اس قول سے ابتدا کی کہ اُسکے پاس اپنے دعوی کے گواہ ہین اور یہ امام محمد رح کا اخیر قول ہی حتے کہ مدعا علیہ قرضہ دیدینے سے بری ہو گا اور اسواسطے کہ ایسے دعوی کا جواب چاہیے ہوتا ہی جو از جانب خصم ہو اور اس مدعی کا خصم ہونا جبھی ثابت ہو گا جب وہ وصایت کو ثابت کر لے اسی واسطے اُسکے قول سے ابتدا کی کہ اُسکے پاس اس دعوی کے گواہ ہین - پھر لکھے کہ مدعی مذکور ایک جماعت کو حاضر لایا اور اُنھون نے گواہی دی کہ فلان بن فلان اس مدعی کا بھائی جسکو یہ گواہ لوگ بمعرفت قدیمی نام و نسب و صورت سے پہچانتے تھے مر گیا اور وارثون مین اپنے باپ فلان کو اور اپنی مان فلانہ کو اور لڑکون مین سے فلان و فلان کو اور لڑکیون مین فلانہ و فلانہ کو اور اپنی جورو مسماۃ فلانہ بنت فلان کو چھوڑا ہی اور یہ لوگ حاضر نہین ہوے ہین اور گواہ لوگ سوائے ان لوگون کے اُسکا کوئی وارث نہین پہچانتے ہین اور اس متوفی مذکور نے اپنی صحت عقل و بدن و جواز تصرف کی حالت مین اس اپنے بھائی کو جو حاضر ہوا ہی وصی کرنے کے وقت ہم لوگون کو شاہد کیا کہ مین نے اسکو اپنے تمام اُسکا جسکو بعد وفات کے چھوڑ جاؤن وصی کیا ہی اور یہ اُسکا بھائی اُس مجلس مین جسمین اُسنے ہم لوگون کو گواہ کیا تھا حاضر تھا پس اُسنے اُسکی وصایت قبول کر لی اور قاضی ان گواہون کو بصفت عدالت و جواز شہادت پہچانتا تھا پس قاضی نے مدعا علیہ مذکور سے اسکا دعوی جو وہ اپنے بھائی کے واسطے دراہم مذکورہ کی بابت کرتا ہی دریافت کیا پس اس مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ اس مدعی حاضر کے بھائی فلان بن فلان کے اسقدر درم وزن سبعہ نقد چہرہ شاہی فی الحال بلا میعادی واجب الادا ہین پس مدعی وصایت نے جو حاضر ہوا ہی قاضی سے درخواست کی کہ سب

جو کچھ اُسکے نزدیک ان گواہون کی گواہی سے ثابت ہوا کہ اُسکا بھائی فلان مرگیا اور اسقدر وارث چھوڑے اور اُسنے
اس مدعی کو وصی کیا اور یہ کہ مدعا علیہ مذکور پر جس قدر درم موصوف کا اُسنے فلان کے واسطے اقرار کیا ہی ذات کے ثبوت ہوا اور اُسکے
ادا کرنے کا اس وصی کو سب کا حکم قضا نافذ کردے پس قاضی موصوف نے اپنا حکم قضا اسطرح نافذ کیا کہ فلان بن فلان اس
مدعی حاضر کے بھائی نے وفات پائی اور اسقدر وارث فلان وفلان آخر تک چھوڑے بنابر آنکہ یہ گواہ لوگ اسکی گواہی پر
متفق ہوے ہین پھر قاضی نے یہ حکم قضا نافذ کیا کہ فلان بن فلان متوفی نے اپنے اس بھائی کو جو حاضر آیا ہی اپنے تمام
ترکہ کا وصی کیا اور اس حاضر آمدہ نے اس وصایت کو قبول کیا ہی بنابر آنکہ یہ گواہ لوگ اسکی گواہی پر متفق ہوے ہین
اور یہ امر بعد از انکہ قاضی کے نزدیک اس وصی کی عدالت وامانت ثابت ہوگئی اور یہ معلوم ہوگیا کہ وہ اس کام کے واسطے
گویا بنایا گیا ہی اور اُسنے اُسکو حکم دیدیا کہ اپنے بھائی فلان بن فلان کے تمام ترکہ مین خالصۃً للہ تعالی بجاے موصی کے
خود تصرف کرے اور قاضی نے فلان بن فلان اس مدعا علیہ پر جس قدر درم مذکورہ موصوفہ کا فلان بن فلان کے
واسطے اپنے اوپر اقرار کیا ہی وہ اُسپر لازم کردے اور اس سب کا اُسپر حکم دیدیا اور اُسکو حکم کیا کہ یہ درم فلان کو دیدے
اور یہ فلان جو حاضر ہوا ہی اُس متوفی مذکور کا وصی ہی اور اسکا بھائی ہی اور اُسنے مدعا علیہ مذکور کے روبرو اس سب کا
جسطرح اس تحریر مین بیان کیا گیا ہی حکم دیدیا اور یہ سب اُسنے اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین کیا ہی۔ اور بہت لوگ
علما مین سے پہلے مدعا علیہ کے جواب سے ابتدا کرتے ہین جیسا کہ اسمین رسم ہی بخلاف باقی دعوی خصومات کے
محضر دیگر اندرین مثال۔ اس زید نے جو حاضر ہوا ہی اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ فلان نے اس زید کو
بعد اپنی وفات کے اپنی نابالغ اولاد فلان وفلان کی درستی کار کا اور اپنی وفات کے بعد اپنے مال سے تہائی لیکر
کارہاے خیر وثواب مین صرف کرنے کا بایصاء صحیحہ وصی کیا اور اس حاضر آمدہ زید نے اُس سے یہ وصیت بقبول صحیح
قبول کی اور یہ وصی مقرر کرنا اُسکی آخری وصیت تھی جسکی اس حاضر آمدہ کی طرف وصیت کی ہی پھر یہ وصیت کنندہ نے
وفات پائی درحالیکہ اس وصیت پر ثابت تھا اس سے رجوع نہین تھا اور آج کے روز یہ حاضر آمدہ اس متوفی کی
اولاد صغار کی درستی کار کا اور اُسکے تمام مال سے تہائی لیکر موافق اُسکی وصیت کے جیسا اس مدعی نے دعوی کیا ہی
صرف کرنے کا وصی ہی اور اس موصی کا مال اسقدر اس وصی کے قبضہ مین ہی اور اسقدر اُسکا مال اس عمرو پر ہی پس
اسپر واجب ہی کہ یہ مال اس وصی کو دیدے تاکہ اُسمین سے موصی مذکور کی وصیتین نافذ کرے اور اس عمرو کو اسکا علم ہی

پھر اُس سے مطالبہ کیا اور جواب دعوی طلب کیا پس عمرو مذکور سے دریافت کیا گیا پس اُسنے جواب دیا

محضر در اثبات دعوی بلوغ یتیم۔ زید نے حاضر ہوکر عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ یہ عمرو اس زید کے باپ کا
اُسکی وفات کے بعد اسکے درستی کار وحفظ ترکہ کا اُسکے وارثون کے واسطے وصی تھا اور اُسکے باپ نے سواے اس زید
کے کوئی وارث نہین چھوڑا ہی اور اب یہ زید بلوغ تک جسپر پورا مرد ہوتا ہی باحتلام یا بقول سن یا بقول آنکہ اٹھارہوان یا
انیسوان سال شروع ہوگیا پہونچ گیا ہی اور اس حاضر آوردہ کے قبضہ مین اُسکے باپ کے ترکہ مین سے اسقدر مال ہی

پس اسپر واجب ہی کہ یہ سب مال اس زید کے سپرد کردے۔

محضر۔ در اثبات اعدام وافلاس بنابر قول ایسے امام کے جو اسکو جائز فرماتا ہی۔ زید نے حاضر ہوکر عمرو پر دعوی
کیا کہ اس عمرو نے اس زید پر جو دعوی کیا ہی کہ اسقدر دراہم وہ عمرو کو دیدے اور دیگر اسکے مطالبہ سے خارج ہو پس

(ناداری کرنا)

له مثال یعنی سطر [illegible] ہا اسکی [illegible]

زید مذکور اس دعوی کے دفعیہ مین دعوی کرتا ہی کہ یہ عمرو اپنے اس دعوی مین مبطل ہی اسواسطے کہ یہ زید فقیر ہی اسکے پاس ایسا مال و اسباب کچھ نہین ہی جس سے فقر و افلاس سے خارج ہو اور گواہ لوگ بیان کرین کہ ہم اسکے واسطے ایسا کوئی مال و اسباب نہین جانتے ہین جس سے حالت فقر سے خارج ہو اور اسی کو امام خصاف و فقیہ ابو القاسم نے اختیار کیا ہی اور چاہیے کہ گواہ لوگ یون کہین کہ آج کے روز یہ نادار ہی ہم اسکی ملک مین کوئی مال سواے ان کپڑون کے جو اسکے تن پر ہین اور اسکے رات کے کپڑون کی نہین جانتے ہین اور ہمنے اسکی حالت کو خفیہ و ظاہر ہر طرح سے جانچ لیا ہی۔

سجل این محضر بدستور لکھکر بمقام ثبوت مین لکھے کہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ یہ شخص نادار مفلس فقیر ہی سواے اپنے تن کے کپڑون کے کسی مال کا مالک نہین ہی اور ثابت ہوا کہ اُسپر جو لوگون کا مال ہی اُسکا مطالبہ اُس سے ساقط ہی اور مین نے حکم دیا تمام اُس امر کا جو میرے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ فقیر ہی کسی چیز کا مالک الی آخرہ

محضر۔ در اثبات ہلال رمضان۔ محضر کو ایک شخص کے نام سے دوسرے پر کسی قدر مال معلوم میعادی بماہ رمضان تحریر کرے پس لکھے کہ اس زید نے حاضر ہو کر اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی اسقدر دینار قرضہ لازم و حق واجب بدین سبب ہونے کا دعوی کیا اور اسکی میعاد اس سال کا ماہ رمضان تھا پس ماہ رمضان داخل ہونے سے یہ دینار فی الحال واجب الادا ہوگئے کیونکہ یہ دن غرۂ ماہ رمضان ہی پس مدعا علیہ بدل کا اقرار کرے اور میعاد آجانے سے اور یہ دن غرۂ ماہ رمضان ہونے سے انکار کرے پس مدعی گواہ قائم کرے کہ یہ دن غرۂ رمضان ہی اور گواہون کو اختیار ہی کہ چاہین یہ گواہی دین کہ یہ روز ماہ رمضان کا ہی اور کچھ تفسیر بیان نکرین اور چاہین تفسیر کے ساتھ بیان کرین کہ مین گواہی دیتا ہون کہ ماہ شعبان کی انتیسوین تاریخ کل شام کے وقت نماز کے وقت مین نے چاند دیکھا اور آج کے روز غرہ ماہ رمضان اس سال کا ہی۔ اور اگر گواہون نے بدون کسی دعوی کے ایسی گواہی دی تو بھی گواہی کی سماعت ہوگی اور قبول کیجائیگی یہ ذخیرہ مین ہی۔

محضر۔ اس امر کا اثبات کہ جس عورت پر دعوے ہی وہ پردہ نشین ہی بدین غرض کہ مطالبہ مدعی کہ وہ مجلس حکم مین حاضر ہو دفع ہو جاوے محضر مین لکھے کہ زید جو ہندہ بنت عمرو کی طرف سے دعوی و خصومات و گواہ قائم کرنے کے اختیارات مین اسکی طرف سے ثابت الوکالۃ ہی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ بکر بن خالد کو لایا پھر اس وکیل مذکور نے اس بکر بن خالد پر جسنے اُسکی موکلہ پر اپنے دعوی کی جوابدہی کے واسطے مجلس حکم مین حاضر ہونے کا مطالبہ کیا ہی اُسکے دفعیہ مین دعوی کیا کہ موکلہ مذکورہ پردہ نشین ہی اپنے حاجات کے واسطے اپنی حویلی سے باہر نہین نکلتی ہی اور مردون مین مختلط نہین ہوتی ہی اور یہ بکر بن خالد اپنے دعوی مین کہ وہ مجلس حکم مین حاضر ہو کر جوابدہی کرے مبطل ہی پس اسپر واجب ہی کہ ایسے دعوی سے باز رہے

محضر۔ غائب پر تحریر حکمی مال کا دعوے کرنا۔ صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص مسمے زید کا عمرو پر مال ہی اور اس مال کے گواہ شہر مین موجود ہین لیکن عمرو غائب ہی اور اس شہر سے مسافت سفر کی دوری پر ہی اور قرضخواہ نے قاضی شہر سے درخواست کی کہ میرا دعوی و میرے حق کے گواہ سنکر جس شہر مین قرضدار موجود ہی وہان کے قاضی کے نام خط لکھدے تو قاضی اُسکی درخواست منظور کریگا بنا بر قول ایسے امام کے جو اسکو جائز فرماتا ہی کیونکہ لوگون کو ایسی ضرورت بہت ہوتی ہی۔ پس ایسے محضر تحریر کرنے کی یہ صورت ہی کہ مجلس قضاء واقع کورہ فلان بن قاضی فلان کے روبرو مسمی زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ کسی خصم کو حاضر نہ لایا اور خصم کا نائب بھی حاضر نہ لایا پھر اس حاضر آمدہ نے دعوی کیا کہ اسکے فلان شخص غائب پر جسکا یہ نام و نسب و اُسکا یہ حلیہ ہی پس شناخت کی باتین بدرجہ غائت جہان تک ممکن ہون تحریر کرے۔ اسقدر دینار بسبب

صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہین اور سبب مذکور کو بیان کر دے اور ایسا ہی اس غائب مذکور نے جسکا حلیہ اس محضر مین بیان ہوا اپنی صحت وبہمہ وجوہ جواز اقرار ونفاذ تصرفات کی حالت مین بطوع خود اسی دینار دن مذکورہ کا اس شخص زید کے واسطے اپنے اوپر قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح ہونے کا باقرار صحیح اقرار کیا ہی جسکی تصدیق اس زید نے خطابًا کی ہی اور آج کے روز یہ شخص غائب مذکور اس شہر سے بمسافت سفر غائب ہو کر فلان شہر مین مقیم ہے اور اس زید کے اس دعوی سے منکر ہی اور اس زید کے گواہان عادل اسی شہر مین اُسکے دعوی کے موافق گواہی دیتے ہین اور یہ زید بسبب دوری مسافت کے اس بات سے مجبور رہی کہ غائب مذکور اور ان گواہون کو ایک ساتھ جمع کر لے اور اس زید نے اس قاضی سے درخواست کی کہ اس دعوی پر اس غائب مذکور پر اُسکے گواہون کی جو موافق دعوے کے گواہی دیتے ہین سماعت کر کے اس فلان شہر کے قاضی کو جسمین غائب مذکور ہے باین عنوان کہ ہر شخص کو قاضیان مسلمین وحکام اسلام مین سے یہ خط پہونچے اسکے موافق فیصلہ کر دے پس قاضی مذکور نے اسکی درخواست منظور کی اور مدعی مذکور چند نفر لایا اور بیان کیا کہ یہ اُسکے گواہ ہین اور وہ فلان وفلان ہین اُنکے نام ونسب وحلیہ ومساکن جسطرح ہمنے بیان کیا ہی تحریر کر دے پھر جب گواہون نے موافق دعوی مدعی کے اول سے آخر تک گواہی دی اور موضع اشارہ مین اشارہ کیا اور قاضی مذکور انکو عادل جانتا ہی یا انکا حال دریافت کر کے عادل معلوم کیا تو خط حکمی تحریر کرنے کا بدین طور حکم فرما دے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ میرا خط بسوے قاضی یا امام فلیح الاسلام اُسکے القاب لکھے نام ونسب نہ لکھے اطال اللہ تعالی بقاؤہ وبسوے ہر کسے کہ از قاضیان اسلام وحکام مسلمین بدست وے در آید ادام اللہ عزہ وعزہم وسلامتہ وسلامتہم والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین اور یہ میری تحریر میری مجلس قضا واقع کورہ فلان مین سے صادر ہوئی ہی اور جس روز مین نے اسکی تحریر کا حکم دیا ہی اس روز مین از جانب خاقان فلان عز نصرہ اس کورہ واسکے نواح کا قاضی ہون میری قضایا واحکام اس کورہ واس نواح کے لوگون مین نافذ وجاری ہین والحمد للہ علی نعمائہ التی لاتحصے والایہ التی لاتستقصی اما بعد میری مجلس قضا واقع کورہ فلان مین بروز فلان ماہ فلان سنہ فلان مین ایک مرد حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اُسکا نام زید بن بکر مخزومی ہی اور اپنے ساتھ کسی خصم کو نہین لایا اور نہ خصم کا نائب لایا پھر اس زید نے ایک شخص غائب پر دعوے کیا جسکا نام بیان کیا کہ اُسکو عمرو بن خالد مطرزی کہتے ہین پھر دعوے اول سے آخر تک نقل کرے پھر لکھے کہ اُسنے مجھسے درخواست کی کہ مین اُسکا یہ دعوی اس غائب مذکور پر جسکا حلیہ بیان کر دیا گیا ہے سنون اور اس دعوی کے موافق اُسکے گواہ سنون اور آپ کو ادام اللہ عزہ اور ہر شخص کے نام بطور عام کہ قاضیان اسلام وحکام مسلمین سے جسکو یہ تحریر پہونچے کوئی ہو اسکی خط حکمی متضمن مضمون مذکور تحریر کرون پس مین نے اُسکی درخواست کو منظور کیا پس یہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور وہ فلان وفلان ہین پس اُن لوگون نے بعد طلب شہادت کے اس مدعی کے اس دعوے کے بعد (اور اس مقام پر یہ نہ لکھے کہ اور بعد انکار اس مدعا علیہ کے اسواسطے کہ مدعا علیہ کے غائب ہونے کی وجہ سے اُسکی طرف سے کوئی جواب پایا نہین گیا ہی) ہر ایک نے ایک نسخہ سے جو اُنکو پڑھ کر سنایا گیا ہی گواہی دی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہی الی آخرہ پھر الفاظ شہادت لکھنے سے فارغ ہو کر لکھے کہ گواہون نے یہ گواہی جسطرح واقع مین تھی ادا کی اور جیسے چاہیے ہی گواہی دی پس مین نے اُسکو سنکر محضر مجلد دیوان حکم مین اپنے پاس ثبت کر لی پھر مین نے ان گواہون کا حال دریافت کرنے کے واسطے ان لوگون کی طرف رجوع کیا جو اس نواح مین تعدیل وتزکیہ گواہان کے واسطے ہین اور وہ

فلان وفلان ہین بعد ازان اگر معدلین ومزکین نے سب کو بجانب عدالت وجواز شہادت منسوب کیا ہو تو لکھے کہ پس اہل تعدیل
نے سب کو بجانب عدالت وجواز شہادت منسوب کیا اور اگر بعض کو بعدالت منسوب کیا ہو تو لکھے کہ اُنھون نے فلان وفلان
کو عادل وجائز الشہادۃ بیان کیا پس چونکہ علم نے اُنکی گواہی قبول کرنی واجب کر دی اسواسطے مین نے اُنکی گواہی قبول کی
پھر مجھسے اس مدعی نے بعد اس تمام معاملہ کے یہ درخواست کی کہ فلان قاضی کو اور ہر حاکم وقاضی کو جو مسلمانون کے واسطے
مقرر ہی جسکو یہ خط پہونچے خط حکمی لکھون اور جو کچھ میرے پاس اس ماجرے سے ثابت ہوا ہی اُس سے اس مکتوب الیہ کو
اور ان سب لوگون کو بطور عموم آگاہ کرون اور نیز ہر ایک کو اسکی خبر کر دون تاکہ جسوقت مکتوب الیہ معلوم یا کسی حاکم وقاضی اسلام
کو یہ خط پہونچے جسپر یہی میری مہر ہی جسطرح رسم ہی اور اُسکے نزدیک بھی ایسی طرح سے جو موجب حکم ہی ثابت ہو جاوے تو قبول کرے
اس خط کے لانے والے کے حق مین جو امر اُسکے نزدیک اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے الہام کرے اُسکی تقدیم کر دے۔ اور جاننا چاہئے
کہ آخر تحریر کو کلمہ استثناء یعنی انشاء اللہ تعالیٰ سے محفوظ رکھے اسواسطے کہ یہ استثناء امام اعظم رح کے نزدیک تمام خط سے متعلق
ہو جاتا ہی پس تمام خط باطل ہو جائیگا پھر قاضی کاتب اس خط کو جسکو اسپر گواہ کرتا ہی پڑھ سنا دے اور اُسکو اسکے مضمون سے
آگاہ کر دے اور اُسکو گواہ کر دے کہ یہ خط میری طرف سے بنام قاضی کورہ فلان کے ہی اور رسم ایسے خط کی یہ ہی کہ بسبب
اتصاف کاغذ پر یا زیادہ یا کم پر بقدر ضرورت ہو جو بعض سے بعض متصل ہون اور خط کے دو عنوان ہون ایک خارج سے
اور دوسرا داخل سے پس داہنی جانب خط کے لکھے کہ بجانب قاضی فلان بن فلان قریشی قاضی کورہ فلان ونواح آن جو
وہان کے لوگون کے درمیان نافذ القضاء والامضاء ہی اور بائین جانب لکھے کہ از جانب فلان بن فلان مخزومی قاضی
کورہ فلان ونواح آن جو وہان کے لوگون کے درمیان نافذ القضاء والامضاء ہی۔ اور اُسکے اوصال پر خارج سے
اور جانبین سے اعلام کر دے کہ وصل صحیح ہی اور اُسکے داخل پر داہنی جانب سے لکھے کہ الحکم للہ تعالیٰ اور خارج سے
سوائے نام قاضی کے جسکی طرف سے خط حکمی ہی بعد شہادت کے ثبوت اقرار فلان بن فلان فلانی برائے فلان بن فلان
بانیقدر دینار ہا۔ اور اُن گواہون کا نام جنکو خط پر گواہ کیا ہی آخر خط مین لکھے اور اُنکے انساب وحلیے بیان کر دے
پھر صدر خط کو اپنی توقیع سے اپنے خط سے مزین کرے اور آخر خط مین تحریر کرے کہ فلان بن فلان الفلانی کہتا ہی
کہ یہ خط میرے حکم سے میری طرف سے لکھا گیا اور جو ماجرا اسمین مذکور ہی وہ میرے سامنے میرے پاس واقع ہوا ہی اور یہ سبب
اتصاف کاغذ پر موصول بوصلین تحریر ہی ہر وصل پر خارج سے لکھا ہوا ہی کہ وصل صحیح ہی ہر دو جانب سے اور داخل
سے مکتوب ہی وصل پر داہنی جانب سے الحکم للہ تعالیٰ معنون بدو عنوان ہی ایک داخل ودوم خارج اور میری اس توقیع سے
موقع ہی اور میری مہر اسپر ہی اور اس خط پر جو مین نے اپنی مہر کی ہی اُسکا نقش یہ ہی اور اس کتاب کے مضمون پر مین نے
اُن گواہون کو گواہ کیا ہی جنکا نام اس خط کے آخر مین تحریر ہی اور عنقریب اُنکو جبکہ ختم کر دونگا تو بند کے مہر پر بھی شاہد کر دونگا
اور مین نے توقیع کو صدر خط پر تحریر کر دیا ہی اور یہ سات یا آٹھ سطرین یا جسقدر تحریر مین آئی ہون میرے ملتمہ کا خط ہی
حامداً للہ تعالیٰ ومصلیاً علی نبیہ محمد وآلہ ومسلماً پھر رسم کے موافق خط کی مہر کرے اور قاضی انھین گواہون
کو جنکو مضمون خط پر گواہ کیا ہی اس سربند پر بھی گواہ کرے اور قاضی کو چاہیے کہ اس خط کی دوسری نقل بعینہ کر لے جو
گواہون کے پاس رہے اور اُنکی گواہی کے وقت وہ لوگ اُسکے مضمون کی گواہی ادا کرین اور اسکو فارسی مین
(کشادنامہ) کہتے ہین۔

کتاب حکمی در نقل کتاب حکمی - یعنے خط حکمی کے نقل کے بارہ مین خط حکمی تحریر کرنا - بعد تحریر صدر خط و دعا کے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی لکھے کہ زید بن عمرو نے قاضی امام اطال اللہ بقاوہ کا خط حکمی میرے سامنے پیش کیا اور اُسکا نسخہ یہ ہی پھر اول سے آخر تک اُسکو نقل کرے پھر اس سے فارغ ہو کر تحریر کرے کہ زید بن عمرو نے یہ خط میرے سامنے پیش کیا اور دعوی کیا کہ یہ خط فلان بن فلان کا ہی جو کورہ بخارا و اُسکے نواح کا قاضی ہی اور اسی کی مہر اُسپر ہی اور اُسی کی توقیع ہی اور اُسنے اسکے مضمون اور اپنی مہر پر گواہ کر دیے ہین درحالیکہ وہ اسوقت کورہ بخارا مین قاضی تھا اور یہ خط مذکور اُسکی جانب سے تیرے نام ہی - اور میری طرف اشارہ کیا اور یہ مضمون ہی کہ اس خط لانے والے یعنے زید بن عمرو کے واسطے گواہی جو اُسنے خالد بن بکر پر ادا کی ہی اسمین منقول ہی اور کہا کہ مشہود علیہ یعنی خالد بن بکر جسکا نام و نسب اس خط مین تحریر ہی وہ اس شہر سے بھی غائب ہی اور کورہ سمرقند مین مقیم ہی اور مجھسے درخواست کی کہ اس خط کی نقل کا خط حکمی بنام قاضی امام فلان ادام اللہ بقاوہ تحریر کر دون پس مین نے اس خط پر گواہ طلب کیے پس وہ دو گواہ لایا فلان و فلان جنھون نے بعد درخواست شہادت کے بعد اس دعوی کے یہ گواہی دی کہ یہ خط فلان بن فلان قاضی کورہ بخارا کا مزین بمہر اُو و موقع بتوقیع او تیرے نام ہی اور میری طرف اشارہ کیا اور دونون نے کہا کہ ہمکو اُسنے اسکی مہر پر اور اسکے مضمون پر اندرین معنی کہ زید بن عمرو کے واسطے خالد بن بکر پر اس مدعی بہ کی گواہی ثابت ہوئی ہی - پس مین نے انکی گواہی سُنی اور میرے نزدیک ان لوگون کی عدالت اس نواح کے تعدیل کرنے والون سے ثابت ہو گئی تب مین نے خط کو قبول کیا اور اُسکو کھولا پس اُسکو معنون بعنوان داخل و عنوان خارج پایا اور موقع بتوقیع صدر و آخر پایا اور اُسکو ظاہرا و باطنا اعلام پایا جسطرح قاضیون کے خطوط مین ہوتا ہی پس میرے نزدیک یہ بات صحیح ہوئی اور یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ خط فلان قاضی کا ہی جسنے میرے نام اس معنی مین لکھا ہی درحالیکہ وہ کورہ بخارا کا قاضی تھا - پھر مجھسے اس زید بن عمرو نے یہ درخواست کی کہ مین اسکی نقل بجانب آپکے تحریر کر دون پس مین نے اُسکی درخواست کو منظور کیا اور اپنے اس خط کی تحریر کا حکم دیا پھر خط بطریق گذشتہ تمام کرے اور اگر وہ خط جسکے نقل کی ضرورت پیش آئی ہی کسی دوسرے خط کی نقل ہو تو اُسکی ترتیب اسی طور سے ہو گی جسطرح ہمنے بیان کی ہی -

سجل - در ثبوت ملک محدود بکتاب حکمی - قاضی فلان کہتا ہی کہ میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ تمام دار واقعہ موقع فلان جسکے حدود یہ ہین ملک اس زید حاضر آمدہ کی اور اسکا حق ہی اور اس عمرو حاضر آوردہ کے قبضہ مین ناحق ہی پس اسپر واجب ہی کہ یہ دار مذکورہ اس زید کے سپرد کر دے اور اُس سے مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اس مدعا علیہ سے دریافت کیا گیا کہ اُسنے فارسی مین جواب دیا - کہ این خانہ کہ این مدعی دعوی میکند ملک من ست و حق من ست و اندر دست من بحق ست - پس مین نے اس مدعی سے اُسکے دعوی کی حجت مانگی پس اُسنے میرے پاس یہ خط حکمی پیش کیا جسکا نسخہ یہ ہی پس اول سے آخر تک تحریر کرے پھر لکھے کہ یہ خط میرے سامنے پیش کیا اور دعوی کیا کہ یہ خط قاضی کورہ سمرقند کا تیرے نام ہی اور میری طرف اشارہ کیا اور خط کی طرف اُسنے بدین مضمون تحریر کیا ہی کہ ملکیت اس دار کی بحدود آن و حقوق آن میرے واسطے ہی یہ خط اُسکے توقیع سے موقع اور اُسکی مہر سے مزین ہی اور وہ اس تحریر کے وقت قاضی سمرقند تھا اور اسکے مضمون اور اپنی مہر و خاتمہ پر اُسنے گواہ کر دیے ہین - پس مین نے اُس سے گواہ طلب کیے تو وہ چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین

اور وہ فلان وفلان ہین اور مجھسے انکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس مین نے منظور کیا اور گواہون کی طرف متوجہ ہوا پس اُسکے ان گواہون نے گواہی دی کہ یہ خط (اس خط کی طرف جو میری مجلس قضا مین حاضر تھا اشارہ کیا) قاضی کورہ سمرقند کا ہی جسنے تیرے نام تحریر کیا ہی درحالیکہ وہ قاضی سمرقند تھا بدین مضمون کہ ملکیت اس دار محدود کی اس مدعی کے واسطے جسنے خط پیش کیا ہی (اور مدعی مذکور کی طرف اشارہ کیا) ثابت ہی اور یہ خط اُسکی مہر خاتمہ سے مزین اور اُسکی توقیع موقع ہی اور قاضی مذکور نے ہمکو اس خط کے مضمون اور اپنی مہر خاتمہ پر گواہ کر لیا ہی۔ پس مین نے اُنکی گواہی سُنکر اس تواح کے تعدیل کرنے والون کی طرف انکی دریافت کے واسطے رجوع کیا پس اُنھون نے انمین سے دو آدمیون کو جو فلان وفلان ہین عادل وجائز الشہادۃ بیان کیا۔ پس مین نے خط کو قبول کیا اور ہر دو خصم کی حاضری مین اُسکو کھولا پس مین نے اُسکو معنون بعنوان داخل وخارج وموقع بتوقیع صدر وآخر ومعلم الاوصال بظاہر وباطن پایا اور جیسے ان گواہون کے نام آخر خط مین رسم کے موافق جیسے قاضیون کے خطون مین ہوتا ہی تحریر کیا تھا پس سنے اُسکو قبول کیا اور میرے نزدیک ثابت ہوا کہ یہ خط فلان قاضی کورہ سمرقند کا درحالیکہ وہ سمرقند کا قاضی تھا دربارہ ثبوت ملک اِس دار محدودہ کے واسطے اس مدعی کے اور اس مدعاعلیہ کے ہاتھ مین ناحق ہونے کے میرے نام ہی اور اُسنے ان گواہون کو اُسکے مضمون اور اپنی مہر پر گواہ کر لیا ہی اور جو مضمون اُس سے نکلا وہ میرے نزدیک صحیح ہوا اور جو کچھ اُسمین درج ہی وہ ثابت ہوا پس مین سنے یہ بات مدعاعلیہ پر پیش کر دی اور اُسکو اس حال سے آگاہ کر دیا اور اُسکو قابو دیا کہ اسکا دفعیہ پیش کرے اگر اُسکے پاس ہو پس وہ کوئی دفعیہ نہ لایا اور نہ اس سے چھٹکارے کی کوئی بات پیش کی اور میرے نزدیک اس بات سے اُسکا عاجز ہونا ظاہر ہوا پھر مجھسے مدعی نے درخواست کی کہ جو کچھ اس سے میرے نزدیک اس مدعی کے واسطے ثابت ہوا ہی اُسکا حکم اس مدعاعلیہ پر دون۔ پس مین سنے اُسکی درخواست کو منظور کر کے اس مدعی کے واسطے اس مدعاعلیہ پر ملکیت اس دار محدودہ کا الی آخرہ۔

محضر۔ دعوی مضاربت وبضاعت مین کتاب حکمی پر گواہ پیش کرنا۔ مجلس قضا کورہ بخارا مین قاضی فلان بن فلان کے سامنے زید حاضر ہوا بدون کسی خصم یا نائب خصم کے کہ اُسکو حاضر نہین لایا پھر اس زید نے ایک غائب پر جسکا نام عمرو و اُسکا حلیہ ایسا ایسا بیان کیا دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو غائب کو نوّے دینار سرخ مناصفہ بخاریۃ جیدہ ورائجہ موزونہ بوزن سمرقند کو بطریق مضاربت صحیحہ کے جسمین کچھ فساد نہین ہی دیے تھے کہ وہ اس مال سے جس قسم کی تجارت اُسکا جی چاہے حضر یا سفر مین کرے بدین شرط کہ اللہ تعالے جو کچھ اسمین نفع دے وہ ان دونون مین تین تہائی بدین طریق تقسیم ہو کہ دو تہائی اس رب المال زید کی اور ایک تہائی اس مضارب غائب کی جسکا نام ونسب مذکور ہوا ہی اور جو کچھ اسمین خسارہ پڑے وہ اس رب المال کے ذمہ ہی۔ اور اس مدعاعلیہ غائب نے اس زید سے یہ راس المال بروجہ مضاربت صحیحہ مذکورہ اس مجلس عقد مین اس زید کے اُسکو بروجہ مضاربت دینے سے بقبضہ صحیح قبضہ کیا اور اس قبضہ کا بدین شرائط مذکورہ اس زید کی طرف سے باقرار صحیح اقرار کیا جسکی اس زید نے جو حاضر ہوا ہی خطاباً تصدیق کی۔ اور نیز اس زید نے اسی غائب کو بیس دینار طلا سرخ بخاریہ مناصفہ موزونہ بوزن سمرقند بروجہ بضاعت صحیحہ دیے کہ اُسکے عوض اس زید کو اونی کپڑون مین سے جو اُسکی راے مین آدین کہ جو اہل ماوراء النہر وتمر تاش کے لائق ہون دیدے اور اسی غائب نے اس زید کی طرف سے یہ دینار ہاے مذکورہ

بروجہ بضاعت مذکورہ مبینہ بقبضہ صحیحہ قبضہ کیے اور بقبول صحیح قبول کی اور ان دیناروں کے قبضہ کا اسکی طرف سے بر وجہ بضاعت بطور مذکور مبین باقرار صحیح اقرار کیا جسکی اس زید نے خطاباً تصدیق کی اور آج کے روز یہ شخص غائب اس شہر و نواح سے غائب ہو کر قصبہ اوزجند مین مقیم اور اس مدعی کے ہر دو دعوے مذکورہ سے منکر ہی اور اس مدعی کے پاس ان دونون کے گواہ ہین یہان سے آخر تک بدستور سابق تحریر کرے کذا فی المحیط وہکذا فی الذخیرہ -

محضر - در بینکہ میت پر اُسکے وارثون کو حاضر لاکر مال مضاربت کا دعوی کرنا - اسکی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو و بکر و خالد کو حاضر لایا یہ سب اولاد ابراہیم ہین پس اس زید نے ان سب پر جنکو ساتھ لایا ہی دعوی کیا کہ اس زید نے انکے مورث ابراہیم کو ہزار درم بروجہ مضاربت دیے تھے اور اُسنے انمین تصرف کیا اور طرح طرح کا نفع حاصل کیا اور قبل تقسیم اس سب مال کے وہ مرگیا اور قبل اسکے کہ راس المال اس زید کو دے اور اُسکا حصہ نفع اسکو دے اس سب مال کو تجہیل کے ساتھ چھوڑ کر مرگیا اور یہ مال اُسکے ترکہ مین قرضہ ہوگیا الی آخرہ یعنی آخر تک بدستور معلوم لکھے پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر دعوی راس المال و نفع دونون کا ہو تو مقدار نفع کا بیان کرنا ضرور ہی اور اگر بیان نہ کرے تو دعوے مین فساد و خلل ہوگا اور اگر دعوی فقط راس المال مین ہو تو مقدار نفع کا بیان ترک کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی - یہ فصول استروشنی مین ہی -

خط - حکمی در اثبات شرکت عنان در کار گلہ فروشی - زید نے حاضر ہو کر ایک مرد غائب پر جسکا نام قرامہ سالار بن ادیم بن کریم بھنیاری معروف باگدش بچہ بیان کیا اور اُسکا حلیہ ایسا ایسا بیان کیا دعوی کیا اور بیان کیا کہ اس حاضر اور اس غائب مذکور نے تجارت گلہ فروشی مین شرکت عنان بر تقوی اللہ تعالے و اداے امانت و اجتناب خیانت کے بدین شرط کی تھی کہ اس شرکت مین دونون مین سے ہر ایک کا راس المال سو دینار سرخ بخاریہ رائجہ موزونہ بوزن سمرقند ہون پس سب راس المال اس تجارت کا دو سو دینار سرخ بخاری رائجہ موزونہ بوزن سمرقند ہوے بدین شرط کہ تمام راس المال مذکور اس غائب مذکور کے قبضہ مین رہے اور دونون اور ہر ایک دونون مین سے اس سب سے حضر و سفر مین تجارت گلہ فروشان کی تجارت کرے اور رمتاع گلہ فروشان و انکی تجارت معہودہ کے لائق جو مال ہو اُسکو دونون اور ہر ایک دونون مین سے جو اُسکی راے مین آوے خریدے اور دونون اور ہر ایک دونون مین سے اسمین سے جو اُسکی راے مین آوے نقد یا اُدھار جسطرح اُسکی راے مین آوے فروخت کرے اور اسمین سے جو باقی ہو اُس سے دونون اور ہر ایک دونون مین سے جو اسباب اُسکی راے مین یا دونون کی راے مین آوے مبادلہ کرلے وہ اسباب جو گلہ فروشون کی تجارات مین معہود و معروف ہی اور دونون اور ہر ایک اس کل مال کے ساتھ بلاد اسلام یا کفر مین جہان دونون کی راے مین یا ہر ایک کی راے مین آوے ملکر سفر کرے اور بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالی اس تجارت مین نفع بخشے وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اور جو کچھ خسارہ ہو یا گھٹی پڑے وہ بھی دونون پر نصفا نصف ہوگا اور دونون مین سے ہر ایک اپنا راس المال مذکور اس مجلس شرکت مین حاضر لایا اور دونون نے اس مال کو باہم خلط کردیا اور بعد خلط کرنے کے دونون نے اس سب کو بطور صحیح کے اس غائب کے قبضہ مین کردیا اور اس غائب نے اس مال شریک مذکور کے وصول پانے کا باقرار صحیح اقرار کیا جسکی اس زید حاضر نے خطاباً بالمشافہ اس مجلس شرکت مین تصدیق کی - اور نیز اس زید حاضر آمدہ نے بیان کیا کہ اسکے اس غائب مذکور پر سو دینار سرخ جید بخاریہ رائجہ موزونہ بوزن سمرقند کے قرضہ لازم و حق واجب بسبب قرض صحیح کے ہین کہ انکو اس زید نے اس غائب کو اپنے

مال سے بقرض صحیح قرض دیا ہی اور اس غائب مذکور نے اس سے لیکر بقبضہ صحیحہ قبضہ کر کے اس شرکت مذکورہ مین اپنا راس المال قرار دیا ہی اور ایسا ہی اس غائب مذکور نے اپنی حالت صحت اقرار وبہمہ وجوہ نفاذ تصرفات مین بطوع خود اس عقد شرکت مذکورہ کے واقع ہونے اور اس تمام راس المال شرکت مذکورہ کے وصول پانے اور اس زید کے سو دینار مذکورہ بطریق مذکور اسکو قرض دینے کا اقرار صحیح کیا اور یہ قراحہ سالار مذکور آج کے روز اس شہر بخارا اور اسکے نواح سے غائب ہی اور شہر سمرقند مین مقیم ہی اور اس زید کے دعوی مذکورہ سب سے منکر ہی الی آخرہ

محضر - در اثبات خط حکمی - مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین قاضی فلان کے سامنے ایک آدمی حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اسکا نام عمرو بن عبد اللہ بن ابی بکر ترمذی ہی اور وہ آج کے روز سگی مان وباپ کی طرف سے اپنے دو بھائیون ابی بکر و احمد اور اپنی مان مسماۃ گوہر سنی بنت عمرو بن احمد ترمذی بزازی کی طرف سے وکیل اور سب کی طرف سے سب دعوی وخصومات واقامت گواہان ہر ایک طرح دوسرے کے دعوی کے گواہون کی انپر سماعت کرنے اور تمام سب لوگون پر جو کچھ انکے حقوق ہون انکے طلب کرنے اور انکے واسطے انپر قبضہ کرنے کا سواے تعدیل ایسے گواہ کے جو انپر گواہی دے اور سواے انپر کسی چیز کا اقرار کرنے کے ثابت الوکالت ہی اور اسکے ہاتھ مین ایک خط حکمی ہی جسکے عنوان ظاہر پر لکھا ہی بسم اللہ الملک الحق المبین بجانب ہر ایسے شخص کے جسکو قاضیان مسلمانان وحکام مسلمانان مین سے پہونچے از جانب موفق بن منصور بن احمد قاضی ترمذی کے در مقدمہ نقل اقرار ابی بکر بن طاہر بن محمد سکاعی بمضمون تحریرات جو بعض سے بعض میری آخر تحریر مین ملصق ہین بنا بر آنکہ جسطرح پر تحریر متضمن ہی اور اس خط پر میری مہر ہی اور میری مہر کا نقش یہ ہی - الموفق بن منصور بن احمد سکاعی - اور یہ حاضر آمدہ اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا اسنے بیان کیا کہ اسکو ^{یعنے دستاویزین ۱۲} ابوبکر بن طاہر بن محمد ترمذی معروف بادلیا، المکاعیین کہتے ہین اور اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر اپنی طرف سے بطریق اصالت اور اپنے موکلون کی طرف سے بطریق وکالت جو اسکو ان موکلون کی طرف سے حاصل ہی دعوی کیا کہ شیخ عبد اللہ بن ابی بکر ترمذی کے اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہی دو سو چالیس دینار رکنیہ موزونہ بوزن مکہ بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہین اور اس حاضر آوردہ نے اپنی صحت اقرار کی حالت مین بطوع خود اس سب مال مذکورہ کا شیخ مذکور کے واسطے اقرار کیا اور اسکا یہ اقرار تین دستاویزون مین مذکور ہی ایک مین ایک سو پچاس دینار اور دوسری مین ستر دینار کا اور تیسری مین بیس دینار کا کہ اسنے اپنے اوپر بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہونے کا باقرار صحیح اقرار کیا جسکی شیخ عبد اللہ بن ابی بکر مذکور نے اپنی زندگی مین اس سب کی خطابا تصدیق کی اور اس سب کا قاضی کورہ ترمذ موفق بن منصور بن احمد نے درحالیکہ وہ ترمذ کا قاضی و اہل ترمذ کے درمیان نافذ القضاء والاحکام تھا اپنی مجلس قضا واحکام مین حکم دیدیا اور سجل لکھدیا ہی پھر اس شیخ عبد اللہ بن ابی بکر مذکور نے قبل اسکے کہ اس حاضر آوردہ سے اس مال مین سے کچھ وصول کرے وفات پائی اور وارثون مین اپنی جورو کو ہرستی مذکورہ اور تین پسر اپنے صلب سے چھوڑے جنمین سے ایک یہ شخص ہی جو حاضر آیا ہی اور باقی دونون اسکے دونون موکل ہین جنکا نام مذکور ہوا ہی اور شیخ عبد اللہ مذکور کا انکے سواے کوئی وارث نہین ہی اور اسنے اپنے ترکہ مین اپنے مال مین یہ مال مذکور اس حاضر آوردہ پر قرضہ چھوڑا ہی اور یہ مال مذکور اسکی موت سے بر فرائض اللہ تعالے اسکے ان وارثون کے درمیان میراث ہو گیا کہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور باقی اسکے تینون بیٹون کے درمیان برابر ہوا اور اصل مقر دعنہ آٹھ سہام سے اور اسکی تقسیم چوبیس سہام سے ہوئی جنمین سے جورو مذکورہ کے واسطے تین سہام اور ہر ایک پسر کے واسطے سات سات سہام ہونگے اور یہ مال مذکور اس مدعا علیہ پر اسکے اس شیخ عبد اللہ کے مین حیات مین اسکے

واسطے اقرار کرنے سے ثابت تھا اور یہ اقرار اسنے مجلس قضا واقع کورہ ترمذ مین وہان کے اس قاضی مذکور کے سامنے کیا تھا اور اُسنے اس شخص پر اس مال کا حکم دیکر سجل لکھدیا تھا اور اُس سے اس مدعی حاضر اور اُسکے موکلون نے جو کچھ اُسکے نزدیک انکے مورث کے واسطے ثابت ہوا ہی اور محکوم بہ وسجل ہی اُسکے اس خط حکمی (اور اس خط کی طرف جو اُسکے ہاتھ مین ہی اشارہ کیا) کے بجانب ہر شخص کے جو مسلمانون کا حاکم وقاضی ہو تحریر کرنے کی درخواست کی پس اُسنے اس درخواست کو منظور کر کے اس خط کے۔ (اور خط مذکور کی طرف اشارہ کیا) بمضمون مذکور تحریر کرنے کا بتاریخ مذکورہ آخر تک حکم دیا بعد اجتماع شرائط صحت خط ہذا کے اول سے آخر تک (اور خط کی طرف اشارہ کیا) اور قاضی مذکور جس روز اُسنے اس خط کے لکھنے کا حکم دیا ہی (اور خط کی طرف اشارہ کیا) کورہ ترمذ و اُسکے نواح کا قاضی تھا اور آج کے روز بھی وہ اُسی طرح قاضی ہی اور یہ شخص جسکو ساتھ لایا ہی اسکو اس سب کا علم ہی پس اسپر واجب ہی کہ مال مذکورہ جو بسبب مذکورہ اسپر لازم ہی اس مدعی مذکور کو ادا کرے تاکہ اپنے واسطے اور اپنے موکلون کے واسطے وکالۃً بر سہام مذکورہ قبضہ کر لے اور اپنے دعوی کا جواب طلب کیا پس اس مدعا علیہ مذکور سے جواب طلب کیا گیا تو اُسنے فارسی مین جواب دیا کہ (مرا ازین وام وازین نامہ معلوم نیست ومرا باین مدعی چیزے دادنی نیست باین سبب کہ دعوی میکند) پھر مدعی مذکور چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ اُسکے گواہ ہین پھر ہر ایک نے ان الفاظ سے گواہی دی (گواہی میدہم کہ این نامہ حکمی) اور اشارہ اس خط کی طرف کیا۔ ازان قاضی ترمذست الموفق بن منصور بن احمد کہ نام ونسب وے برعنوان ظاہر این نامہ مکتوب ست وابن موفق بن منصور کہ برعنوان ظاہر این نامہ مذکورست۔ اور اس خط کی طرف کیا۔ آنرود کہ بنشتن فرمود این نامہ را۔ اور خط کی طرف اشارہ کیا۔ قاضی بود بشہر ترمذ ونواحی آن وازان روز باز بر عمل قضاے ترمذست ونواحی ان وآن نامہ۔ اور خط مذکور کی طرف اشارہ کیا۔ بمہر وے ست ونقش بمہر وے الموفق بن منصور بن احمد ست ومضمون این نامہ۔ اور اُسکی طرف اشارہ کیا۔ این ست کہ این مدعا علیہ اقرار کردہ است۔ اور اس مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا۔ بحال جواز اقرار خویش بطوع کہ بر من ست ودر گردن من ست براین عبد اللہ بن بکر را کہ نام ونسب وے اندرین محضر واندرین نام مذکورست۔ اور اس محضر وخط کی طرف اشارہ کیا دوبست وچہل دینار رکنی بلخی سرہ بوزن مکہ حقی واجب ووامی لازم بسببے درست اقرارے درست واین مقرلہ کہ اندرین محضر واندرین نامہ مذکورست۔ اور اس محضر وخط کی طرف اشارہ کیا تصدیق کردہ بود ومقر را اندرین اقرار او یا روے پس ابن عبد اللہ بن ابی بکر کہ نام ونسب وے اندرین محضر ونامہ مذکورست۔ اور محضر وخط دونون کی طرف اشارہ کیا۔ بمرد پیش از قبض کردن وے چیزے ازین زرہا کہ مبلغ وصفت وجنس وزن وے اندرین محضر ونامہ مذکورست۔ اور دونون کی طرف اشارہ کیا۔ واز وے میراث خوار ماندہ است یکی زن این گوہرستی کہ نام ونسب وے اندرین محضر ونامہ مذکورست وسہ پسر صلبی ماند یکی از ایشان این مدعی۔ اور اُسکی طرف اشارہ کیا۔ ودو دیگر موکلان این مدعی کہ نام ونسب ہر دو درین نامہ ومحضر مذکورست وبا خر اینہا دیگرے را پس ماندہ خوارش ہمیدانیم وہمگین این زرہا کہ اندرین محضر ونامہ مذکورست۔ اور دونون کی طرف اشارہ کیا بمرگ وے میراث شدہ است براین وارثان او را کہ نام ونسب ایشان اندرین محضر ونامہ مذکورست بدین سمی کہ اندرین محضر واندرین نامہ یاد کردہ شدہ است۔ اور دونون کی طرف اشارہ کیا۔ واجب ست برین مدعا علیہ تا این حال چنانکہ اندرین محضر نامہ مذکورست۔ اور دونون کی طرف اشارہ کیا۔ پھر قاضی بخارا اس محضر کے آخر مین لکھے کہ جس بات کی گواہی ہون نے اور وہ یہ دونون گواہ ہین گواہی دی ہی اُسکے ثبوت کا حکم میری طرف سے جاری ہوا ہی

خط دیگر حکمی - مجلس قضا کورہ بخارا مین شیخ امام عفیف الدین عبد الغنی بن ابراہیم بن ناصر الحجاج قزوینی حاضر آیا اور شیخ
حجاج محمود بن احمد الصفار قزوینی جو امر وز وکیل مسماۃ قرۃ العین بنت ابراہیم بن ناصر قزوینیہ کا اُسکی طرف طرف سے دعوے
وخصومات واقامت گواہان کا اور اگر اُسپر کوئی گواہ قائم کرے تو اُسکی سماعت کا سب معاملون مین سواے تعدیل ایسے
شخص کے جو اُسپر گواہی دے اور سواے اُسپر کسی چیز کا اقرار کرنے کے ثابت الوکالت ہو اور اُسکی طرف سے اسکو اجازت ہے
کہ جسکو چاہے اپنے نیچے اُسی طور سے جسطرح اُسنے اسکو وکیل کیا ہے دوسرے کو وکیل کرلے حاضر آیا اور دونون اپنے ساتھ سالار احمد
بن حسن بن حجاج جلاب کو حاضر لائے پھر شیخ امام عبد الغنی حاضر آمدہ نے اپنے واسطے باصالت اور شیخ امام محمود حاضر آمدہ نے
اپنی اس موکلہ کے واسطے بوکالت اس شخص حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ عمرو بن ابراہیم بن ناصر حجاج قزوینی نے وفات پائی
اور وارثون مین اپنی دختر صلبی مسماۃ فرخندہ اور اپنا ایک مان و باپ سے سگا بھائی یہی شیخ امام عبد الغنی اور اپنی ایک مان
و باپ کی سگی بہن یہی شیخ امام محمود کی موکلہ چھوڑی انکے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہے اور اپنے ترکہ مین اس شخص حاضر
آوردہ کے پاس دس کھالین مد بوغ قندز جسمین سے ہر ایک کھال کی قیمت چار دینار نیشاپوری جید رائجہ سرخ متاصفہ بوزن
مثاقیل مکہ ہے چھوڑی ہین اور یہ سب اُسکی موت سے اُسکے ان وارثان نامبردہ کے واسطے بفرائض اللہ تعالی میراث ہو گئین
کہ دختر کے واسطے نصف اور باقی سگے بھائی و بہن کے واسطے ہوئی اور اصل مفروض (۲) سے اور اسکی تقسیم (۶) سے ہوئی
جسمین سے (۳) سہام دختر کو اور ایک بہن کو اور (۲) بھائی کے واسطے ہوے اور ان دونون نے جو حاضر ہوے ہین
گواہ عادل مجلس قضاء کورہ قزوین مین عمرو بن عبد الحمید بن عبد العزیز خلیفہ اپنے والد شیخ امام ابو عبد اللہ عبد الحمید بن عبد العزیز
قاضی کورہ قزوین و نواح آن جسکو اُس کورہ و نواح مین اپنے قضا نافذ کرنے اور اپنا نائب مقرر کرنے کی اجازت ہے اسکے
سامنے اور کورۂ رے کی مجلس قضا مین محمد بن الحسین بن محمد بن احمد استرآبادی خلیفہ اپنے والد صدر امام ابی محمد الحسین بن محمد
بن احمد استرآبادی قاضی کورۂ رے و نواح آن جو نافذ القضاء والامضاء و صاحب اجازت دربارہ تقرری خلیفہ کے ہے ادام اللہ
توفیقہ کے سامنے پیش کیے خلیفہ اور قاضی کورہ رے کے سامنے تمام اُن باتون کے گواہ پیش کیے جسکو قاضی کورہ قزوین
کے خلیفہ نے باجازت اپنے والد کے بعد ثبوت بگواہان عادل کے خط حکمی مین جو بنام ہر قاضی و حاکم مسلمانان کے جسکو
پہونچے لکھا تھا کہ عمرو بن ابراہیم بن ناصر حجاج قزوینی نے وفات پائی اور وارثون مین اپنی دختر صلبی و از جانب مادر
و پدر ایک بھائی و ایک بہن جنکا نام درج خط ہے چھوڑا اور انکے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہے پس قاضی کورہ رے
و نواح رے کے خلیفہ قاضی نے بھی اسکا حکمی خط بنام ہر قاضی و حاکم مسلمانان کے جسکو یہ خط پہونچے بعد ثبوت بگواہان
عادل کے لکھا اور یہ دونون خط یہ ہین جنکو یہ دونون جو حاضر ہوے ہین پیش کرتے ہین اور دونون مین سے ہر ایک نے
خط حکمی تحریر کرنے کا حکم دیا ہے - اور ان دونون حاضر آمدہ کی طرف سے مجلس قضاء واقع کورہ قزوین مین وہان کے قاضی
کے سامنے گواہ پیش کرنا اور مجلس قضاء واقع کورہ رے مین خط حکمی پیش کرنا بعد اس بات کے ہوا کہ جب پہلے اس
محمود بن احمد نے اپنی وکالت از جانب موکلہ مذکورہ خود قاضی کورہ قزوین کے سامنے ثابت کرے اور قاضی کورہ رے
کے سامنے خط حکمی کے وقت ثبوت وکالت کے باوجود تمام اُس ماجرے کو جو اُسنے خط حکمی مین بجانب قاضی کورہ رے
و بجانب ہر قاضی و حاکم مسلمانان کے جسکو پہونچے تحریر کیا ہے ثابت کر دیا اور ان دونون نائبون مین سے حکم و قضاء مین اپنے
اپنے کورہ مین جسوقت اُسنے خط کی تحریر کا حکم دیا ہے کہ بنام ہر قاضی و حاکم مسلمانان کے ہے جسکو پہونچے ہر ایک اسوقت

اپنے منوب کی طرف سے نائب تھا درحالیکہ جسکا وہ نائب ہے وہ اپنے کورہ میں قاضی تھا اور اُسکو نفاذ قضا اور نائب مقرر کرنے کا
اختیار تھا اور یہ ہر ایک نائب اُسوقت سے کہ اُسنے اس تحریر خط کا حکم دیا ہے اسوقت تک حکم قضا اور امضا اپنے کورہ میں ایسا ہی (جسکا نائب ہے)
ثابت ہے جیسا تھا اور یہ شخص جسکو حاضر لائے ہیں اسکو ان دونوں خطوں کا حال معلوم ہے پس اسپر واجب ہے کہ اس مال مذکور
میں سے حصہ شیخ عبد الغنی اس حاضر آمدہ کا اسکے سپرد کرے تاکہ وہ اپنے واسطے اسپر قبضہ کرلے اور یہ منجملہ چھ سہام کے
دو سہام ہیں اور اسمیں سے شیخ محمود کی موکلہ مذکورہ کا حصہ اُسکی موکلہ کے واسطے اسکے سپرد کرے تاکہ اُسکے واسطے قبضہ کرلے
اور یہ منجملہ چھ سہام کے ایک سہم ہے اور دونوں نے اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اُسنے جواب دیا کہ مجھکو
اس نامبردہ کی وفات سے آگاہی نہیں ہے اور ان مدعیوں کی وراثت وان خطوں حکمی کا علم نہیں ہے اور ان مدعیوں کو جو مقدار
جس سبب سے وہ دعوی کرتے ہیں یہ مقدار اس سبب سے دینا نہیں ہے۔ پھر دونوں حاضر آمدہ چند نفر حاضر لائے اور
بیان کیا کہ یہ ہمارے گواہ ہیں اور وہ فلاں وفلاں ہیں اور گواہوں کے نام اسطور سے لکھے کہ شاہد اصل شیخ محمود بن
ابراہیم بن فلاں معروف بشروانی اور فرع اُسکی شیخ احمد بن اسمعیل بن ابی سعید معروف بغازی سالار و شیخ صابر محمد بن
محمود الصالح البخری ساکن علی رومی کوچہ ناحیہ مسجد فلاں پھر لکھے کہ اصل دوم شیخ ابو الحسن احمد بن الحسین قزوینی تاجر پھر اسکے نیچے
اسکے دو فرع جو اول اصل کی گواہی پر گواہ ہیں او شیخ محمد بن احمد بن محمد کسائی پھر کاتب (دو گواہ اصل اسکے چار فرع ہوے ۱۲) اسمانے فرع ثانی کے نیچے انکے نام
ونسب لکھے اور اصل ثالث شیخ احمد بن محمد حجاج اسکاف معروف باحمد خوب اور اس اصل کے واسطے فرع نہ تھی اسواسطے
کہ یہ خود گواہی دیتا ہے اور قاضی بخارا نے اس تحریر میں لکھا بعد ازانکہ ان گواہوں نے ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ کر سنایا گیا
گواہی ادا کی میں نے ان دونوں اصلوں کی گواہی پر ان فروع کی گواہی دینے سے ان دونوں حکمی خطوں کے ثبوت کا
حکم دیا اور الفاظ شہادت بر شہادت جو انکو پڑھ کر سنائے گئے ہیں یہ ہیں۔ گواہی میدہم کہ گواہی داد پیش من محمد بن ابراہیم
بن فلاں شروانی وابو الحسن احمد بن الحسین قزوینی وچنین گفتند ہر یکے از ایشان کہ گواہی میدہم کہ این ہر دو نامہ
اور ہر دو خطوں کی طرف اشارہ کیا۔ یکی از دو نامہ۔ اور خاص ایک خط کی طرف اشارہ کیا۔ نامہ نائب قاضی شہر قزوین ست
اینکہ نام ونسب وے ونام ونسب منوب عنہ وے ولقب وے اندرین محضر مذکور ست۔ اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ و
این نامہ دیگر۔ اور دوسرے خط کی طرف اشارہ کیا۔ نامہ نائب قاضی رے ست کہ نام ونسب منوب عنہ وے ولقب
وے درین محضر مذکور ست۔ اور اس محضر کی طرف اشارہ کیا۔ واین ہر دو مہر۔ اور دونوں مہر کی طرف اشارہ کیا۔ وبر دو
نامہ ست۔ اور ہر دو خط کی طرف اشارہ کیا۔ این یکے مہر نائب قاضی قزوین ست اینکہ نام ونسب وے اندرین محضر مذکور ست
اور مہر و محضر کی طرف اشارہ کیا۔ واین یکے دیگر مہر نائب قاضی شہر رے ست اینکہ نام ولقب وے اندرین محضر مذکور ست
اور مہر و محضر کی طرف اشارہ کیا۔ ومضمون این ہر دو نامہ۔ اور دونوں خطوں کی طرف اشارہ کیا۔ این ست کہ اندرین
محضر یاد کردہ شدہ است۔ اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ وآنروز کہ ہر یکے از ایشان ہر دو این نبوشتن فرمودند این
نامہ۔ اور دونوں خطوں کی طرف اشارہ کیا۔ نائب بودند اندرین شہر خویش اندر عمل قضا این منوب عنہ خود کہ نام
ونسب وی درین محضر مذکور ست۔ اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ واین منوب عنہ وے نیز قاضی بود اندرین شہر خویش
کہ اذن وقضا ونائب کردن او نافذ بود وقاضی بود وامروز ہر یکے از ایشان ہمچنین نائب ست اندر شہر خویش اندر
عمل قضا از ہمین منوب عنہ خود ازان روز کہ نبشتن فرمودند این نامہ را۔ اور محضر کیطرف اشارہ کیا تا امروز

مرا گواہ گردانید بر گواہی خود بدین ہمہ و بفرمود مرا تا گواہی دہم بر گواہی دے برین ہمہ و من اکنون گواہی میدہم بر گواہی دے بر ہمہ از اول تا آخر و ہر دو گواہ اصل مرا بگواہی خود برین ہمہ گواہ گردانیدند وامروز از شہر بخارا و نواحی وے غائب اند بغیبت سفر و عدل اند - واللہ تعالے اعلم بالصواب -

خط - حکمی اسی قاضی کی طرف سے جسنے خود کسی دعوی کا فیصلہ کرکے حکم دیکر سجل لکھدیا ہی - بعد تحریر پیشانی خط و دعا کے لکھے کہ فلان روز میرے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ فلان اسکا نام ہی پس اسکا نام ونسب وحلیہ بیان کردے اور اپنے ساتھ ایک شخص کو حاضر لایا اسنے اپنا نام ونسب بیان کیا پس اسکا نام ونسب وحلیہ تحریر کردے پھر حاضر آمدہ کا دعوی اور اپنا حکم اس محضر پر اور نسخہ سجل اول سے آخر تک معہ تاریخ تحریر سجل مذکور لکھکر پھر لکھے کہ یہ مدعی پھر میرے پاس حاضر ہوا اور دعوے کیا کہ محکوم علیہ فلان (حاضر آوردہ یعنی مدعا علیہ ۱۲ منہ) اس شہر سے غائب ہو کر فلان شہر مین مقیم ہی اور وہ اس متدعویہ چیز کی ملکیت مدعی سے اور حکم قضاء سے منکر ہوا اور اس مدعی نے مجھسے درخواست کی کہ آپ کے نام ادام اللہ تعالی عزکم اس مضمون کا خط لکھون اور اسپر گواہ کردون پھر خط کو تمام کردے -

نسخہ - دیگر برائے این تحریر - یہ صورت ہی کہ سجل کو آخر تحریر مین نقل کردے (یعنے بدستور سابق ۱۲ منہ) پس لکھے کہ اطال اللہ تعالی بقاء القاضی الامام فلان کہ یہ خط میر اللہ برین مضمون ہی کہ مین نے اپنا سجل فلان کے واسطے مرتب کیا تھا کہ اسپر فلان شخص کا حق اسقدر ثابت ہوا ہی اور اسواسطے کہ اسکے ہاتھ سے اسقدر نکال کر مستحق مذکور کو دیدیا جاوے اور اس محکوم علیہ نے بیان کیا کہ اسنے یہ فلان شخص سے جو اس نواح مین مقیم ہی خریدا ہی اور اس حاضر آمدہ نے مجھسے یہ درخواست کی کہ آپ کو ادام اللہ تعالی عزکم آگاہ کردون او خط لکھدون -

نسخہ - دیگر بعد پیشانی لکھنے اور دعا لکھنے کے لکھے کہ مین نے اپنے اس خط مین اپنا سجل جو مین نے فلان کے واسطے لکھا ئی اور مین نے اسمین فلان بن فلان کے واسطے اس امر کا حکم بگواہی گواہان عادل جنھون نے میری مجلس قضاء مین جیسا کہ سجل سے واضح ہی گواہی دی تھی حکم دیا ہی نقل بعینہ کیا ہی بعد ازانکہ میری قضاء کا حکم اسمین ثبت وماضی ہی پھر مجھسے یہ درخواست کی کہ آپ کے نام ادام اللہ عزکم اس مضمون اور اسپر گواہی گذرنے کا خط لکھون پس مین نے درخواست کو منظور کرلیا - واللہ تعالی اعلم بالصواب یہ ذخیرہ مین لکھا ہی -

محضر - دعوی شفعہ - زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس عمرو نے دار واقعہ کوچہ فلان محلہ فلان از محلات شہر فلان خرید کیا اور اس دار کے حدود مین سے ایک حد اس مدعی کے دار سے ملاصق ہی اور حد دوم وسوم وچہارم چنین وچنان ہین اس مشتری نے اسکو اسکے حدود وحقوق وجمیع مرافقہائے داخلہ وخارجہ کے ساتھ بعوض وزن سبعہ کے اسقدر درمون کے خرید کیا اور اسنے اس دار پر قبضہ کرلیا اور وہ اسکے قبضہ مین ہوگیا اور یہ مدعی حاضر آمدہ اس دار کا شفیع بجوار ہی کہ اس مدعی کا دار مملوکہ اس دار مبیعہ سے ملاصق ہی کہ وہ اس دار مبیعہ کے جوار مین واقع ہی اور اسکے حدود دار لبعہ یہ ہین اور حد ملصق فلان ہی اور اس حاضر آمدہ کو اس حاضر آوردہ کے یہ دار محدودہ مذکورہ خرید نے کا علم ہوا اور اسنے آگاہ ہونے ہی بدون درنگ وتاخیر کے بطلب مواثبہ اسکا شفعہ طلب کیا پھر یہ شخص مدعی اس حاضر آوردہ کے پاس آیا کیونکہ یہ نسبت دار مبیعہ مذکورہ کے یہ حاضر آوردہ قریب تھا اور اس سے اپنا حق شفعہ اس دار مذکورہ مین طلب کیا اور گواہ کرلیے اور یہ مدعی اسوقت تک اپنی طلب شفعہ پر باقی ہی اور اپنے ساتھ ثمن مذکور حاضر لایا ہی اور اس حاضر آوردہ کو

کہ یہ مدعی اس دار خرید کردہ شدہ کا شفیع ہے اور اسنے وقت آگاہی کے کہ یہ دار اس حاضر آوردہ نے خرید ا ہے بدون درنگ و تاخیر کے فوراً اپنا شفعہ طلب کیا تھا اور اسکے بعد بدون تاخیر کے اس خرید کنندہ کے پاس آیا تھا اور اسکے سامنے اپنے شفعہ لینے پر گواہ کر دیے تھے پس اسپر واجب ہے کہ یہ ثمن حاضر آوردہ اس شخص مدعی سے لے لے اور یہ دار خرید کردہ اس مدعی کے سپرد کردے پھر اُس سے دعوی کے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا۔ اور ایسی صورت مین یا تو یہ مدعا علیہ اس دار محدودہ مذکورہ کو بعوض ثمن مذکور کے خرید کرنے کا اقرار کریگا یا انکار کریگا کہ یہ مدعی اُس دار سے جسکی اسنے حد بیان کی ہے اس دار خرید کردہ کا شفیع نہین ہے یا اسطرح انکار کریگا کہ جس دار کی اُسنے حد بیان کی ہے جس سے شفعہ کا استحقاق ثابت کرتا ہے وہ اس مدعی کی ملک نہین ہے اور ایسی صورت مین بعد جواب مدعا علیہ کے تحریر کرے کہ یہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور وہ فلان و فلان ہین اور قاضی سے انکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس قاضی نے اسکی درخواست کو منظور کیا پس بعد دعوی مدعی ہذا اور انکار مدعا علیہ ہذا بعد درخواست طلب شہادت کے ہر ایک گواہ نے ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا ہے گواہی دی کہ مضمون نسخہ ہذا یہ ہے کہ گواہی میدہم کہ خانہ کہ بفلان موضع ست حد ہاے وے کذا و کذا چنانکہ این مدعی یاد کردہ است در جوار این خانہ کہ خرید شدہ است ملک این مدعی بود بیش ازانکہ این مدعا علیہ مر این خانہ را کہ موضع و حدود وے درین محضر یاد کردہ شدہ است بخریدست و بر ملک وے ماند تا امروز و امروز این خانہ ملک این مدعی ست۔ پھر اسکے بعد دیکھا جاوے کہ اگر مدعا علیہ اس بات کا مقر ہو کہ مدعی مذکور نے شفعہ کو بطلب مواثبہ و بطلب اشہاد طلب کیا ہے تو اسپر گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہوگی اور اگر اس سے منکر ہو تو لکھے کہ وہمین گواہان نیز گواہی دادند کہ این مدعی را چون خبر دادند بخریدن این مدعا علیہ مر این خانہ را کہ این مدعی دعوی شفعہ وے میکند ہمان ساعت طلب شفعہ وے کرد بے تاخیر و درنگ و نزدیک این مشتری آمد کہ این مشتری نزدیک تر بود بوے ازانخانہ کہ خرید شدہ است بے تاخیر و گواہ گردانید مارا بروے این خرندہ بطلب کردن خویش شفعہ این خانہ کہ حدود وے درین محضر یاد کردہ شدہ است و امروز بر ہمان طلب ست و وے بر حق ترست باین خانہ کہ خریدن وے اندرین محضر یاد کردہ شدہ است از خرندہ۔ اور اگر مدعا علیہ نے اس دار محدودہ کے خرید کرنے سے انکار کیا اور اسکے سواے مدعی کا بطلب مواثبہ و بطلب اشہاد طلب شفعہ کرنے کا اقرار کیا اور یہ بھی اقرار کیا کہ اس مدعی کو حق جوار دار مذکور حاصل ہے تو مدعی کو اُسکے خرید کرنے کی ثابت کرنے کی ضرورت ہوگی پس محضر مین لکھے کہ قاضی نے فلان مدعا علیہ سے اس امر کو جسکا فلان مدعی اُسپر دعوی کرتا ہے دریافت کیا کہ آیا تو نے دار محدودہ مذکورہ محضر ہذا خرید کر اُسپر قبضہ کیا ہے پس مدعا علیہ مذکور نے خرید نے اور قبضہ کرنے سے موافق دعوے مدعی کے انکار کیا پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور وہ فلان و فلان ہین الی آخرہ پھر بعد دعوی اس مدعی اور انکار اس مدعا علیہ کے گواہی طلب کرنے پر ان گواہون نے یون گواہی دی کہ گواہی میدہیم کہ فلان بن فلان مدعا علیہ۔ یہ جسکو حاضر لایا ہے۔ بخرید از فلان بن فلان خانہ را کہ موضع و حدود وے درین محضر یاد کردہ است بچندین از بہا و این مدعا علیہ مر این خانہ را قبض کرد و امروز در دست وے ست و این مدعی سزاوار ترست باین خانہ بحکم شفعہ جوار بخانہ کہ ملک این مدعی ست در ہمسائگی این خانہ کہ خرید شدہ است چنانکہ درین محضر یاد کردہ شدہ است اور اگر مدعا علیہ نے ابتدا سے مدعی کی دونون طرح کے طلب شفعہ سے انکار کیا اور اسکے سواے سب کا اقرار کیا تو محضر مین لکھے کہ یہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین پس ہر ایک نے گواہی دی۔ کہ گواہی میدہیم کہ این مدعی

چون خبر وادند بخریدن این مدعا علیہ این خانہ را کہ درین محضر یاد کردہ شدہ است شفعہ طلب کردم این خانہ را طلب مواثبہ بے ہیچ درنگ و تاخیر و نزدیک این خریدہ این مدعا علیہ رفت کردے نزدیک تر بود بے ہیچ درنگ و تاخیر الیٰ آخرہ۔
اور اگر مدعا علیہ اس وجہ سے شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے کہ مبیع میں اُسکی شرکت ہے تو محضر میں لکھے کہ اس حاضر آمدہ نے اس حاضر کردہ پر دعویٰ کیا کہ اس حاضر آوردہ نے فلان زمین سے اُسکا نصف یعنے منجملہ دو سہام کے ایک سہم مشاع غیر مقسوم خرید کیا ہے اور یہ مدعی جو حاضر آیا ہے اس زمین مبیعہ کا شفیع ہے بشفعہ شرکت اسواسطے کہ باقی نصف اس زمین محدودہ سے یعنی منجملہ دو سہام کے ایک سہم غیر مقسوم اس مدعی کی ملک و حق ہے۔

سجل - این محضر - قاضی فلان کہتا ہے - بدستور تا تحریر حکم لکھے پھر لکھے کہ مین نے فلان بن فلان اس مدعا علیہ کے روبرو بدرخواست مدعی ہذا اتمام اُس امر کا جو میرے نزدیک بگواہی ان گواہون کے ثابت ہوا کہ اس مدعا علیہ نے دار محدودہ مذکورہ بعوض ثمن مذکور کے خرید ا اور آج کے روز یہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے اور یہ مدعی اس دار مبیعہ کا بجوار ملاصقہ بطریق مذکورہ محضر ہذا اُسکا شفیع ہے اور اس مدعی نے جب اُسکو اس دار محدودہ مذکورہ کے خرید کیے جانے کی خبر دیگئی ہے بطلب مواثبہ و بطلب اشہاد اُسکا شفعہ طلب کیا ہے حکم دیدیا اور مین نے حکم قضاء بنام اس مدعی کے بدین مضمون کہ اسکو حق شفعہ جوار اس دار محدودہ مذکورہ مین جسکی خرید مذکور ہوئی ہے بثمن مذکور حاصل ہے - اور مین نے اس مدعی کو حکم دیا کہ یہ ثمن مذکور نقدا اس مدعا علیہ کو دیدے اور اس مدعا علیہ کو حکم دیا کہ یہ دار محدودہ اس مدعی کو دیدے اور یہ سب میری طرف سے میری مجلس قضا مین لوگون کے درمیان ان ہر دو متخاصمین کے روبرو واقع ہوا الیٰ آخرہ -

محضر در دعویٰ مزارعت - جاننا چاہیے کہ کاشتکار و مالک زمین کے درمیان کبھی قبل زراعت کے خصومت واقع ہوتی ہے اور کبھی بعد زراعت کے اور اگر قبل زراعت کے خصومت ہو تو خصومت جبھی متوجہ ہو سکتی ہے کہ جب بیج از جانب کاشتکار ٹھہرے ہون ورنہ اگر بیج از جانب مالک زمین قرار پائے ہون تو خصومت متوجہ نہوگی اسواسطے کہ ایسی صورت مین مالک زمین کو اختیار ہے کہ عقد مزارعت باقی رکھنے سے انکار کر جاوے پھر اگر بیج از جانب کاشتکار ہون اور اُسنے مزارعت کو ثابت کرنا چاہا تو محضر مین لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس زید نے اس عمرو سے فلان زمین واقع دیہہ فلان از پرگنہ فلان (اُسکے حدود بیان کر دے) تین سال کے واسطے یا ایک سال کے واسطے (جیسی دونون مین شرط ہوئی ہو) از تاریخ فلان تا تاریخ فلان بدین شرط مزارعت پر لی ہے کہ اپنے بیجون اور بیلون و کار پردازون سے ربیع و خریف کے غلہ مین سے جو چاہے زراعت کرے اور اسکو سینچے اور اسکی پرداخت کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اسمین پیدا کرے وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اور اس عمرو نے یہ آراضی اسکو مزارعت صحیحہ مستجمع شرائط صحت دیدی تھی - پھر یہ عمرو یہ اراضی اس زید کو زراعت کرنے کے لیے دینے سے انکار کرتا ہے پس اسپر واجب ہے کہ بحق مزارعت واقعہ مذکورہ اسکے سپرد کرے اور اُس سے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے جواب دیا - اور اگر کاشتکار کے پاس کوئی تحریر پٹہ ہو تو لکھے کہ اس زید نے حاضر ہوکر اس عمرو پر تمام اُس مضمون کا جسکو یہ تحریر پٹہ متضمن ہے جسکو وہ پیش کرتا ہے اور عبارت پٹہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پس پٹہ اول سے آخر تک نقل کر دے پھر لکھے اینکہ اس مدعا علیہ نے یہ زمین اسکو دی اور اُسنے بجملہ مذکورہ پٹہ مزارعت پر لی جیسا کہ اول سے آخر تک پٹہ مرقومہ بتاریخ فلان سے ظاہر ہے دعوے کیا پس اس عمرو پر واجب ہے کہ یہ اراضی بحق این مزارعت مذکورہ اسکے سپرد کرے اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب کا

اور اگر بعد زراعت کے نزاع واقع ہو پس اگر غلہ زمین مذکور مین موجود ہو تو محضر مین بطریق اول اس قول تک لکھے کہ بطریق مزارعت صحیحہ مستجمعہ شرائط صحت اُسکو دیدی۔ پھر لکھے کہ اُسنے گیہون مثلاً اسمین بوئے اور اپنے بیجون اور بیل و کار پردازون سے کھیتی تیار کی اور امروز یہ کھیتی اس اراضی مین لگی کھڑی ہی اور بیان کردے کہ اُسمین بالین آگئی ہین یا ہنوز وہ خالی درخت ہین جیسا حال ہو لکھدے۔ اور یہ سب ان دونون کے درمیان بشرط مذکورہ مزارعت نصفا نصف ہی اور عمرو اس کاشتکار کو ناحق اُسمین کام کرنے اور حفاظت کرنے سے منع کرتا ہی پس اسپر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے کھیتی تیار لائق کاٹنے کے ہونے تک تعرض نہ کرے یہان تک کہ بعد کاٹ لینے کے وہ اپنا حصہ اسمین سے اپنے واسطے جُدا کرلے پھر مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔ اگر کھیتی تیار ہو کر کاٹ لی گئی ہو تو جھگڑا پیداوار مین ہوگا پس محضر مین جسطرح ہمنے بیان کیا ہی تحریر کرے لیکن اس صورت مین یہ نہ لکھے کہ یہ کھیتی امروز اس اراضی مین لگی کھڑی ہی بلکہ یہ لکھے کہ اس کاشتکار نے اپنے بیجون و بیلون و آدمیون سے اُسمین زراعت کی اور پیداوار تیار ہو کر کاٹ لی گئی اور وہ دونون کے درمیان موافق شرط مذکورۂ مزارعت کے نصفا نصف مشترک ہی اور یہ عمرو اُسکو اُسکے حصہ سے جو اسقدر ہی ناحق مانع ہوتا ہی پھر جواب عوی مانگا اور اس سے دریافت کیا گیا۔

سجل۔ اس دعوی کا اگر زراعت سے پہلے نزاع واقع ہوا ہو تو لکھے کہ قاضی فلان کہتا ہی تا موضع تحریر حکم بدستور سابق تحریر کرے پھر حکم کی جگہہ اسطرح لکھے کہ میرے نزدیک ان گواہون کی گواہی سے جنکی تعدیل ثابت ہوگئی وہ سب بات جسکی اُنھون نے گواہی دی ہی کہ اس حاضر آمدہ نے اس عمرو سے یہ اراضی محدودہ مذکورہ بمزارعت صحیحہ لی ہی اور اس عمرو نے اسکو یہ اراضی مذکورہ محدودہ بمزارعت صحیحہ بر شرائط مذکورہ و بر حصہ مذکورہ دی ہی ثابت ہوگئی پس مین نے ہر دو متخاصمین کے روبرو ان دونون کے درمیان اس مزارعت مذکورہ کے بر شرائط مذکورہ واقع ہونے کا بدرخواست مدعی نہا حکم مبرم دیدیا اور اس مدعا علیہ کو حکم کیا کہ یہ اراضی مذکورہ اس مدعی کے سپرد کردے پس سجل کو تمام کردے۔ اور اگر کھیتی کاٹے جانے کے بعد دونون مین نزاع واقع ہوا ہو تو موضع حکم مین تحریر کرے کہ مین نے بدرخواست مدعی ہذا روبرو فلان بن فلان مدعا علیہ کے اُسپر تمام اُس بات کا جو میرے نزدیک ان گواہون کی گواہی سے جنکی تعدیل ثابت ہوگئی ہی کہ چنین و چنان واقع ہوا ہی حکم مبرم دیدیا اور اس مدعا علیہ کو حکم کیا کہ اس مدعی کا حصہ اور یہ نصف پیداوار اراضی مذکورہ ہی بحکم مزارعت مذکورہ بر شرائط مذکورہ کے اسکو دیدے پھر سجل کو تمام کرے۔ اور اگر قبل زراعت کے مالک زمین نے مزارعت کا دعوی کیا اور بیج مالک زمین کی طرف سے ہین اور اُسکو عقد مزارعت ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی تو محضر مین لکھے کہ اور یہ شخص جسکو ساتھ لایا ہی کہ اس اراضی مین کام کرنے سے جسپر عقد مزارعت واقع ہوا ہی انکار کرتا ہی اور اگر بعد کھیتی کاٹے جانے کے عقد مزارعت کا دعوے کرتا ہی اور غلہ خارج ہو چکا ہی تو ایسی صورت مین اُسکا دعوی پیداوار حاصلہ مین ہوگا پس محضر مین لکھے کہ اور یہ شخص جسکو ساتھ لایا ہی اسکو اسکے حصہ پیداوار دینے سے انکار کرتا ہی۔

محضر۔ در اثبات اجارہ۔ زید نے اپنی اراضی عمرو کو کچھ مدت معلومہ کے واسطے باجرت معلومہ اجارہ پر دی تا کہ اس مدت مین اس اراضی مین گیہون و جو وغیرہ جو اُسکی رائے مین آوے زراعت کرے اور اراضی مذکورہ مستاجر کو دیدی پھر مدت مذکورہ گذرنے سے پہلے زید مذکور نے اس اراضی مذکورہ پر اپنا قبضہ کرلیا اور عمرو کو عقد اجارہ ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی پس اگر اس اجارہ کے واسطے کوئی تحریر ہو کہ عمرو نے اُسکو اجارہ لینے کے وقت اپنی حجت کے واسطے لکھوا کر گواہ

کرا لیے ہون تو محضر مین لکھے کہ عمرو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس عمرو نے اس زید پر تمام اُس مضمون کا جسکو تحریر اجارہ متضمن ہی دعوی کیا جسکی عبارت یہ ہی پس اول سے آخر تک اس تحریر کو نقل کرکے بعد فراغت کے لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر تمام اُن امور کا جسکو تحریر اجارہ منقولہ محضر ہذا متضمن ہی کہ اس زید نے اس عمرو کو اراضی مذکورہ جسکے حدود و مقام اس تحریر اجارہ مین جو اس محضر مین منقول ہی مذکور ہین بمدت معلومہ بکرایہ معلومہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا اجارہ پر دی اور اراضی مذکورہ کی بابت باہم تسلیم و تسلم ہو گیا چنانچہ اس سب کا اس اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا کے اول سے آخر تک سے اُسکی تاریخ مورخہ کے روز واقع ہونا واضح ہی پھر اس زید نے مدت اجارہ گذرنے سے پہلے بدون کسی فسخ کے جو انکے درمیان جاری ہوا ہو ناحق اس اراضی محدودہ پر اپنا قبضہ کیا پس اسپر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس اراضی سے کوتاہ کرکے اس مستاجر کے سپرد کرے تاکہ اس سے براہ زراعت تمام مدت مقررہ تک نفع حاصل کرے پھر اس سے اُسکا مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے جواب دیا۔

سجل۔ این دعوی۔ شروع سے موافق طریق سابق کے تا تحریر ثبوت لکھے پھر لکھے کہ میرے نزدیک اس عمرو کا اس زید سے یہ زمین محدودہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا بمدت معلومہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا اجارہ لینا اور پھر اس زید کا اس اراضی محدودہ مذکورہ پر قبل مدت اجارہ گذرنے کے بدون کسی فسخ کے جو ان دونون کے درمیان جاری ہوا ہو ناحق قبضہ کر لینا ثابت ہوا پس مین نے حکم دیا کہ یہ سب ثابت ہوا کہ اس عمرو نے الی آخرہ اور قاضی اسطرح نہ لکھیگا کہ مین نے حکم دیا تمام اُسکا جو مین نے لکھا ہی بلکہ مین نے حکم دیا تمام اُسکا جو میرے نزدیک ثابت ہوا ہی۔ اور اگر عقد اجارہ کے واسطے کوئی تحریر نہو تو محضر مین لکھے کہ اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ نے تمام اراضی جو اسکی ملک فلان گانون فلان پرگنہ مین واقع ہی اور اسکے حدود اربعہ بیان کردے اس عمرو کو ایک سال یا دو سال یا تین سال کے واسطے فلان تاریخ سے فلان تاریخ تک باجارہ صحیحہ اجارہ پر دی۔ تاکہ اُسمین جو کچھ اُسکی رائے مین آوے خریف یا ربیع کے غلہ سے زراعت کرے اور اس عمرو نے یہ اراضی محدودہ بشرط مذکور باجارہ صحیحہ اُس سے اجارہ پر لی۔ پس آخر تک بدستور مذکور تحریر کرے۔ اور اجارہ طویلہ مرسومہ بخارا کی صورت مین اگر تسلیم و تسلم واقع ہو مگر پھر مدت گذرنے سے پہلے بدون فسخ باہمی کے اجارہ دہندہ نے اُسپر اپنا قبضہ کیا اور مستاجر کو اثبات اجارہ کی ضرورت ہوئی تو بھی محضر اسی طور سے تحریر کرے جیسا ہمنے بیان کیا ہی۔ اور اگر ایام اجارہ مین اجارہ دہندہ کے حضور مین مستاجر کے فسخ کرنے سے اجارہ طویلہ فسخ ہوا اور مستاجر نے اجارہ دہندہ سے باقی مال اجارہ ا[یعنی اسکی بقیہ کفت مین ۱۲] لیس دینے کا مطالبہ کیا اور موجر نے اجارہ واقع ہونے سے انکار کیا اور مستاجر کو اُسکے اثبات کی ضرورت ہوئی پس اگر مستاجر کے پاس اجارہ کی تحریر ہو تو محضر مین اس تحریر کا حوالہ دینے کو جسطرح ہمنے بیان کیا ہی تحریر کرے پھر اس کرایہ نامہ کو لکھکر لکھے کہ اس عمرو مدعی نے اس زید پر جسکو حاضر لایا ہی تمام اُس مضمون کا جسکو تحریر اجارہ متضمن ہی از انیکہ اجارہ دینا و اجارہ لینا بشرائط مذکورہ تحریر ہذا و تعجیل اجرت و تعجیل آن و تسلیم معقود علیہ و تسلم آن و ضمان درک چنانچہ نامہ منقولہ محضر ہذا سے اول سے آخر تک ظاہر ہی دعوی کیا اور اس مستاجر نے اس عقد مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا کو ایام اجارہ مین درحالت اپنے اختیار کے بحضوری اجارہ دہندہ مذکور کے بفسخ صحیح فسخ کیا اور اس اجرت مذکورہ اجارہ نامہ سے اتنی مدت تک کی اجرت جو زمانہ فسخ تک گذری ہی جاتی رہی پس اس حاضر آوردہ پر واجب ہی کہ اس اجارہ فسخ شدہ کی میعاد باقی کے مقابلہ مین جسقدر

اجرت باقی ہو وہ اس حاضر آمدہ کو واپس دے اور محضر کو بدستور تمام کر دے

سجل - این محضر - شروع سے تا تجریر ثبوت موافق رسم مذکورہ سابقہ کی تحریر کرے پھر لکھے کہ میرے نزدیک فلان شخص کا یہ تمام زمین محدودہ مذکورۂ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا واسطے مدت مذکور کے بعوض مال مذکور کے بشرائط مذکورہ محضر نامہ ہذا اجارہ لینا اور تعجیل اجرت وتعجیل آن وتسلیم معقود علیہ وتسلم آن و اس مستاجر کا جو حاضر ہوا ہی ایام اجارہ مین بحضوری موجر اس اجارہ مذکورہ کا فسخ کرنا سب ثابت ہو گیا اور یہ کہ اس موجر پر واجب ہوا کہ باقی مال اجارہ اس مستاجر کو واپس دے اور یہ اسقدر مال ہی (یعنے اجارہ دہندہ کافی الحال وصول پایا ۱۲ منہ) پھر لکھے اور حکم کیا مین نے تمام ان باتون کا جو میرے نزدیک ثابت ہوئی ہین اور یہ بجاے اس عبارت کے کہ جنکا مین ذکر کیا ہی یعنے بجاے ذکر کے ثبوت لکھے - اور اگر اجارہ مذکورہ بسبب موت موجر کے فسخ ہو گیا ہو تو محضر کو وارثان موجب اسی طرح سے لکھے جسطرح موجر پر لکھتا تھا درصورتیکہ وہ زندہ تھا اور اس سے اسقدر زیادہ کرے اور یہ اجارہ بسبب موت فلان موجر کے فسخ ہو گیا اور وقت اجارہ سے تا وقت موت اس موجر کی اجرت مذکورہ محضر ہذا مین سے اسقدر جاتی رہی اور اسقدر باقی رہی اور یہ بقیہ مال اجارہ ترکہ اس موجر متوفی پر قرضہ ہو گیا پھر محضر کو بطریق سابق تمام کرے

سجل - اس محضر کا اسی طرح ہی جیسا ہمنے پہلے بیان کیا ہی لیکن اسمین اسقدر زیادہ ہی کہ اس موجر کی وفات اور اسکی موت سے اس اجارہ کا ٹوٹ جانا اور وارث موجر پر مستاجر کو باقی اجرت معجلہ جو اسقدر رہی واپس دینا واجب ہونا زیادہ بیان کرے اور اگر مستاجر مر گیا اور موجر زندہ ہی لیکن وہ اجارہ واقع ہونے سے منکر ہی اور وارثان مستاجر کو اثبات اجارہ اور اسکے فسخ کی ضرورت ہوئی تو محضر کو اُسی طور سے تحریر کرے جیسا ہمنے بیان کیا ہی لیکن اسقدر زیادہ کرے کہ یہ اجارہ بسبب موت فلان مستاجر کے فسخ ہو گیا اور اُسنے وارثون مین اپنا یہ بیٹا جو حاضر آیا ہی چھوڑا اور اس اجرت مذکورہ مین سے وقت اجارہ سے تا موت مستاجر فلان جو مدت گذری اسقدر کی اُتنی اجرت جاتی رہی اور باقی مال اجارہ مفسوخہ اس مستاجر متوفی کی میراث اُسکے اس وارث کے واسطے رہا اور اس موجر کو اسکا علم ہی پس اسپر واجب ہی کہ باقی مال اجارہ مفسوخہ اس وارث مذکور کو دیدے اور محضر کو تمام کرے۔

محضر - در اثبات رجوع از ہبہ - محضر مین لکھے کہ زید حاضر آیا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو کو یہ مال بہ ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور اس عمرو سے اس زید نے یہ مال مجلس ہبہ مین بقبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا اور یہ مال موہوب اس عمرو کے پاس قائم ہی جو اسکے قبضہ مین کم ہوا ہی اور نہ زیادہ ہوا ہی اور نہ کسی طرح متغیر ہوا ہی اور اس عمرو نے اس زید کو اس ہبہ کے مقابلہ مین کوئی چیز عوض نہین دی ہی پھر اس زید نے اس ہبہ مذکورہ سے رجوع کیا اور اس عمرو سے بسبب رجوع کرنے کے مطالبہ کیا کہ اس زید کو سپرد کر دے اور جواب مانگا

سجل - این محضر - مقام ثبوت مین لکھے کہ مجھے ان گواہون سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس زید نے اس عمرو کو یہ مال ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور عمرو نے اُس سے یہ مال مجلس ہبہ مین بقبضہ صحیح قبضہ کر لیا اور اس زید نے پھر اپنے ہبہ مذکورہ سے رجوع کر لیا بنا برآنکہ گواہون نے گواہی دی ہی پس مین نے اسکے اس ہبہ سے رجوع کرنے کی صحت کا حکم دیا اور ہبہ فسخ کر دیا اور اس مال ہبہ کو قدیم ملک اس واہب مین عود کر دیا اور اس موہوب لہ کو حکم دیا کہ یہ مال موہوب اسکے اس واہب کو دیدے اور سجل کو بدستور تمام کر دے۔

محضر - در اثبات منع رجوع از ہبہ - اس عمرو نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا اور بات یہ ہی

کہ اس زید نے اس عمرو پر پہلے دعوی کیا تھا کہ مین نے اسکو یہ مال ہبہ کیا تھا الی آخرہ پھر مین نے اُس ہبہ سے رجوع کر لیا پس یہ عمرو اُسکے دعوے کے دفعیہ مین دعوی کرتا ہی کہ یہ مال موہوب اس عمرو کے پاس زیادتی متصلہ زائد ہو گیا ہی اور اسکا رجوع کرنا ممنوع ہو گیا ہی اور محضر کو تمام کر دے۔

محضر - در اثبات رہن - اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آمدہ نے اس عمرو کو اسقدر کپڑے اُنکی صفت بیان کر دے بعوض اسقدر دینار قرضہ واجب کے برہن صحیح رہن دیے ہین اور اس عمرو نے یہ کپڑے جنکا ذکر ہوا ہی اس زید سے بعوض ان دیناروں مذکورہ کے بطور صحیح رہن لیے ہین اور اس زید کے اُسکو سپرد کرنے سے اُنپر قبضہ صحیح کر لیا ہی اور آج کے روز یہ کپڑے مذکور اس عمرو کے پاس رہن ہین اور یہ زید اب اس دینار ہائے مذکورہ کو حاضر لایا ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ ان دیناروں کو وصول کر کے یہ مال مرہون اس زید کے سپرد کرے پس اپنے دعوے کا مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔

محضر - در اثبات استصناع - صورت استصناع یہ ہی کہ ایک شخص دوسرے کو لوہا یا تانبا دے تاکہ اُسکے واسطے برتن ڈھال دے یا اسکے مثل کوئی اور چیز ڈھالنے کے واسطے دے پس اگر وہ چیز اُسکے شرط کے موافق ڈھالی تو صانع کو دینے سے انکار کا اختیار نہوگا اور نہ مستصنع کو جسنے ڈھالنے کے واسطے دیا ہی قبول سے انکار کا اختیار ہوگا اور اگر شرط کے برخلاف ہو تو مستصنع کو اختیار ہوگا چاہے اپنے لوہے کے مثل اُس سے لوہا تاوان لے اور وہ لوہا اُس صانع کا ہو جائیگا اور اُسکو مزدوری کچھ نہ ملیگی اور چاہے برتن لیکر صانع کو اُسکے کام کا اجر المثل دیدے جو مقدار مسمی سے زائد نہوگا - پس اگر اُسنے شرط کے موافق ڈھالا مگر دینے سے انکار کیا تو محضر مین لکھے کہ اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ (یعنی عمرو اجرت بیان کر دی ہی ۱۲) پر دعوی کیا کہ اس زید نے اُسکو اسقدر لوہا اس صفت کا برتن اسقدر اجرت پر بنانے کو دیا تھا اور اُسکو اجرت دیدی تھی اور اسنے اُس لوہے سے موافق شرط کے برتن ڈھالا مگر وہ اسکو یہ برتن دینے سے انکار کرتا ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس زید کو یہ برتن دیدے پس اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے فارسی مین جواب دیا - اور اگر صانع نے شرط مین خلاف کیا اور مستصنع نے چاہا کہ اُس سے اپنے لوہے کے مثل لوہا تاوان لے تو لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید نے اسکو اسقدر تانبا اس صفت کا ایسی صفت کا برتن اس اجرت پر ڈھالنے کے واسطے دیا تھا اور اُسکو اجرت دیدی تھی پس اسنے خلاف شرط مقررہ کے ڈھالا پس یہ زید اس سے راضی نہوا پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اس زید کو اُسکے تانبے اور اجرت کے مثل جنکی مقدار و صفت بیان کر دیگئی ہی واپس دے پس اُس سے مطالبہ کیا اور جواب دریافت کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا کذا فی المحیط

خط - حکمی در دعوی عقار - اگر دعوی عقار کی بابت واقع ہوا اور مدعی نے قاضی سے خط حکمی کی درخواست کی تو اسمین دو صورتین ہین - اول آنکہ عقار مذکور شہر مدعی مین واقع ہو اور مدعا علیہ دوسرے شہر مین ہو اور ایسی صورت مین قاضی اُسکو خط لکھ دیگا اور جب یہ خط مکتوب الیہ کو پہونچیگا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے مدعا علیہ یا اُسکے وکیل کو مدعی کے ساتھ روانہ کرے تاکہ قاضی کاتب اُسپر ڈگری کر کے مدعی کو عقار مذکور سپرد کرا دے اور چاہے خود حکم دیدے کہ حجت موجود ہی اور سجل لکھدے اور فیصلہ تحریر کر کے اُسپر گواہ کر کے مدعی کو دیدے ولیکن عقار مذکور سپرد نکریگا اسواسطے کہ وہ اُسکی ولایت مین داخل نہین ہی پس اُسکے سپرد کرانے پر قادر نہوگا مگر سپرد کرانے پر قادر نہونا سپرد کرانے ہی سے مانع ہی حکم دینے

مانع نہین ہی اسی واسطے فرمایا کہ مدعی کے نام عقار کی ڈگری کردیگا مگر اُسکے سپرد نکریگا - اور جب مدعی حکم قبضہ قاضی مکتوب الیہ کو قاضی کاتب کے پاس جانے اس قبضہ پر گواہ قائم کریگا تو قاضی کاتب اس گواہی کو قبول نکریگا اسواسطے کہ اسکو تنفیذ قضا کی ضرورت ہی اور تنفیذ قضا بمنزلہ قضا کے ہی پس شخص غائب پر جائز نہو گی - اسی طرح دار مذکور بھی مدعی مذکور کے سپرد نکریگا اسواسطے کہ وایر سپرد کرنا قضا ہی پس غائب پر جائز نہوگا لیکن قاضی مکتوب الیہ کو چاہیے کہ جب اُسنے مدعی کے واسطے ڈگری کر کے اُسکے واسطے سجل لکھدیا تو مدعا علیہ کو حکم دے کہ مدعی کے ساتھ اپنا امین بھیجے کہ وہ مدعی کو دار مذکور سپرد کردے اور اگر مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قاضی مکتوب الیہ قاضی کاتب کو ایک خط لکھیگا اُسمین اُسکو آگاہ کریگا کہ اُسکا خط مکتوب الیہ کو پہونچا اور مدعی کے حضور مین مدعا علیہ و مدعی کے درمیان یہ ماجرا واقع ہوا اور مین نے مدعی مذکور کے نام اس عقار کا مدعا علیہ پر حکم دیا اور مدعا علیہ کو حکم کیا کہ مدعی کے ساتھ اپنا امین روانہ کرے تاکہ وہ مدعی کو دار مذکور سپرد کردے اور اُسنے اس بات سے انکار کیا پھر لکھے کہ یہ امر تیرے اوپر ہی اور مدعی نے مجھسے درخواست کی کہ مین تجھکو خط لکھون اور اُسمین آگاہ کرون کہ مین نے اس مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دار مدعویہ کا حکم دلایا ہی تاکہ تو یہ دار مذکور اس مدعی کے سپرد کردے پس تو اسکی کارروائی ملتفت تعالی کے واسطے کردے اللہ تعالی تجھپر و مجھپر سب پر رحم کرے اور عقار مذکورہ محدود در خط ہذا اس مدعی فلان بن فلان رسانندہ خط ہذا کو سپرد کردے پس جب یہ خط قاضی کاتب کو پہونچیگا تو وہ مدعا علیہ کے قبضہ سے دار مذکور نکالکر مدعی کے سپرد کریگا دوم آنکہ عقار مدعویہ شہر مدعی کے سوائے دوسری جگہ ہو اور اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ عقار ایسے شہر مین ہو جہان مدعا علیہ ہی اور ایسی صورت مین بھی قاضی وہان کے قاضی کو خط لکھیگا اور جب مکتوب الیہ کو خط پہونچیگا اور اُسنے مدعی کے واسطے حکم دیدیا تو مدعا علیہ کو حکم دیگا کہ دار مذکور اس مدعی کے سپرد کرے اور اگر اُسنے سپرد کرنے سے انکار کیا تو قاضی مذکور خود سپرد کردیگا اسواسطے کہ دار مذکور اُسکی ولایت مین واقع ہی - اور اگر عقار مذکور کسی دوسری جگہ جہان مدعا علیہ نہین ہی واقع ہو تو بھی قاضی ایسے قاضی کو خط لکھیگا جہان مدعا علیہ موجود ہی پھر مکتوب الیہ کو اختیار ہوگا چاہے مدعا علیہ یا اُسکے وکیل کو مدعی کے ساتھ ایسے قاضی کے پاس روانہ کرے جہان وہ دار واقع ہی اور اُسکو خط لکھدے تاکہ وہ مدعی کے واسطے مدعا علیہ کے روبرو دار مذکور کا حکم دیدے اور چاہے مدعی کے واسطے حکم دیکر اُسکو سجل لکھدے ولیکن عقار مذکور اُسکے سپرد نکریگا جیساکہ ہمنے بیان کردیا ہی کیونکہ عقار مذکور اُسکی ولایت مین نہین ہی

خط حکمی در بارہ غلام گریختہ بنا بر قول ایسے امام کے جو اسکو روا فرماتا ہی - اگر ایک شخص بخاری کا غلام سمرقند کو بھاگ گیا وہان کسی سمرقندی نے اُسکو گرفتار کیا اور اُسکے مولی کو خبر دیگئی اور مولے کے گواہ سمرقند مین نہین ہین بلکہ بخارا مین موجود ہین پس مولی نے قاضی بخارا سے درخواست کی کہ جس امر کی گواہی مولے کے گواہ اُسکے سامنے دیتے ہین اُسکو خط مین لکھدے تو قاضی اسکی درخواست کو منظور کریگا اور اُسکے واسطے ایک خط بنام قاضی سمرقند لکھدیگا جیساکہ ہمنے مرضون کی صورت مین بیان کیا ہی مگر یون لکھیگا کہ میرے سامنے فلان و فلان نے گواہی دی کہ غلام سندھی جسکا نام فلان ہی اور اُسکا حلیہ ایسا ہی اور قد و قامت ایسا ہی ملک اس فلان مدعی کی ہی اور وہ سمرقند کو بھاگ گیا ہی اور آج کے روز وہ سمرقند مین فلان کے قبضہ مین ناحق ہی اور اپنے خط پر ایسے دو گواہون کو گواہ کردے جو بجانب سمرقند شخص ہون اور اُن دونون کو مضمون خط سے آگاہ کردیگا تاکہ قاضی سمرقند کے سامنے خط اور اُسکے مضمون کی گواہی دین پھر جب یہ خط قاضی سمرقند کو پہونچے تو غلام کو معہ اُسکے قابض کے حاضر کرادے تاکہ دونون گواہ

اس خط کی اور اسکے مضمون کی گواہی دین کہ ایسی گواہی بالاجماع قبول ہووے پھر جب قاضی نے انکی گواہی قبول کی اور انکی عدالت اُنکے نزدیک ثابت ہو گئی تو خط کو کھولیگا پس اگر اُسنے غلام مذکور کے حلیہ کو اُسکے برخلاف پایا جیسا گواہون نے قاضی کاتب کے سامنے گواہی دی ہی تو جبکہ ظاہر ہوا کہ یہ غلام اُسکے سواے دوسرا ہی جو خط مین مذکور ہی تو خط کو واپس کردیگا اور اگر اُسکے موافق ہو تو خط کو قبول کریگا اور غلام مذکور اس مدعی کو دیدیگا بدون اسکے کہ اُسکے نام ڈگری کرے اسواسطے کہ گواہون نے غلام کی موجودگی مین گواہی نہین دی ہی اور مدعی سے نفس غلام کے واسطے کوئی کفیل لے لیگا اور غلام کی گردن مین ایک رانگ کی انگوٹھی ڈال دیگا تاکہ راہ مین کوئی اس غلام سے تعرض نکرے کہ اسنے یہ غلام چورایا ہی اور قاضی بخارا کو اس حال کا خط لکھدے اور اپنے ضمن خط پر اور مہر پر دو گواہ کردے پھر جب خط مذکور قاضی کو پہونچیگا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ خط قاضی سمرقند کا اور اسی کی مہر ہی تو مدعی کو حکم کریگا کہ اُن گواہون کو حاضر کرے جنھون نے پہلے اُسکے روبرو گواہی دی تھی پس یہ لوگ غلام کی موجودگی مین گواہی دینگے کہ یہ غلام اس مدعی کی ملک ہی۔ اور جب اُنھون نے ایسی گواہی دی تو پھر قاضی بخارا کیا کریگا پس اسمین امام ابویوسف سے مختلف روایات ہین بعض روایت مین یہ ہی کہ قاضی بخارا اس مدعی کے نام اس غلام کی ڈگری نکریگا اسواسطے کہ خصیم غائب ہی ولیکن دوسرا خط قاضی سمرقند کے نام لکھیگا اور جو کچھ ماجرا اُسکے نزدیک پیش آیا ہی تحریر کرکے مضمون خط اور مہر پر دو گواہ کرکے مدعی کو خط معہ غلام سمیت سمرقند بھیجدیگا تاکہ قاضی سمرقند بحاضری مدعا علیہ اس مدعی کے نام حکم دے پھر جب یہ خط قاضی سمرقند کو پہونچیگا اور گواہ لوگ مضمون خط و خط و مہر کی گواہی دینگے اور گواہون کی عدالت ظاہر ہو جائیگی تو مدعی کے واسطے بحضور مدعا علیہ کے غلام کی ملکیت کا حکم دیگا اور کفیل مدعی کو بری کردیگا۔ اور دوسری روایت مین ہی کہ قاضی بخارا بنام مدعی ملکیت غلام کا حکم دیدیگا اور قاضی سمرقند کو لکھدیگا کہ کفیل مدعی کو بری کردے اور جس روایت کے موافق امام ابویوسف رحمہ نے باندیون کی صورت مین خط حکمی قاضی جائز رکھا ہی اُسکی صورت بھی ایسی ہی جیسی ہمنے غلام کی صورت مین بیان کردی ہی فرق اتنا ہی کہ اگر مدعی مرد ثقہ مامون نہو تو قاضی اس باندی متدعویہ کو اُسکے حوالہ نکریگا بلکہ مدعی کو حکم دیگا کہ ایک مرد ثقہ مامون جسکی عقل و دین پر اعتماد ہو حاضر لاوے جسکے ساتھ اس باندی کو بھیجے اسواسطے کہ باب الفروج مین احتیاط واجب ہی۔

رسوم قضاۃ و حکام در باب تقلید اوقاف لکھے کہ قاضی کورہ بخارا و نواح آن جو اس کورہ کے لوگون مین نافذ القضاء از جانب خاقان فلان ہی کہتا ہی کہ شہر بخارا کے محلہ فلان کوچہ فلان کی مسجد فلان کے لوگون مین سے ایک جماعت نے جو مسمی فلان و فلان و فلان ہین سب نے باتفاق یہ پسند کیا کہ اس مسجد کے واسطے جو چیزین وقف ہین اُسکی درستی کار فلان بن فلان الفلانی کے ذمہ ہو اور وہی متولی رہے کیونکہ ان لوگون نے اُسکا مرد صالح امانت دار ہونا اور تصرفات مین اچھے حال سے بکفایت چلنا معلوم کیا ہی پس مین نے اُسکے اختیار و پسند کرنے کو روان کرکے اُنکے اس پسندیدہ آدمی کو متولی مقرر کردیا کہ یہ اُسکا قیم ہی تاکہ اُسکی حفاظت و نگہداشت و ضائع ہونے سے بچانے اور اُسکے حاصلات کو برعایت شرائط وقف کنندہ اُسکے مصارف مین خرچ کرنے کے کامون مین اچھی طرح مستعد رہے اور مین نے اسکو اس معاملہ مین اللہ تعالے سے ڈرنے اور اداے امانت اور غدر و منکرات ناجائز سے وخیانت مخفی و علانیہ دور رہنے کی وصیت کردی اور مین نے اُسکے پاس مال وقف کے حاصلات سے دہ یازدہ چھوڑ دیا یعنے اختیار دیا کہ فی ڈھائی بیگہ

لے لے تاکہ اُسکو اس کام مین مدد ملتی رہے اور مین نے اُسکو اس کام کے واسطے مقرر کیا پس اُسنے میری طرف سے شرائط حفاظت تقرری قبول کیے اور مین نے اُسکے لیے حجت ہونے کے واسطے اس تولیہ نامہ لکھنے کا حکم دیا اور اہل علم وعدالت جو لوگ میرے پاس حاضر تھے اُنکو اسپر گواہ کر دیا پھر قاضی مذکور اس تحریر کے صدر پر توقیع معروف لکھدے اور آخر مین لکھے کہ فلان بن فلان کہتا ہی کہ یہ سب میری طرف سے میرے پاس جاری ہوا ہی اور مین نے توقیع پیشانی پر لکھی ہی اور یہ سطرین آخر مین میرے خط سے ہین -

خط - قاضی بجانب بعض حکام نواحی دربارہ اختیار متولی اوقاف - اللہ تعالی فلان کا مددگار رہے میرے پاس پیش کیا گیا کہ جو مالہاے وقف تمھاری گانون کی مسجد کے واسطے ہین وہ متولی سے خالی ہین اُنکا کوئی متولی نہین ہی کہ اُنکی پرداخت کرے اور حاصلات جمع کر کے اُسکو مصارف مین خرچ کرے اور ضائع ہونے سے بچاوے پس مین نے بدین غرض تجھکو لکھا کہ کوئی متولی جو اچھی طرح کام دیسکتا ہو صاحب عفت وامانت اور کامون مین اچھی چال سے بکفایت چلتا ہو اور تقوی و دیانت مین نیک ہو پسند کر کے میرے اس خط کی پشت پر مشرح جواب لکھے تاکہ مین اُسپر واقف ہو کر جسکو قیم ہونے کے لیے پسند کیا ہی اُسکو قیم مقرر کر دون بعون اللہ تعالے -

جواب خط از مکتوب الیہ بشیخ القاضی الامام ادام اللہ تعالے ایامہ آپکا خط پہونچا اور مین نے اُسکو پڑھا اور اُسکے مضمون سے واقف ہوا اور آپ کے حکم کی تعمیل مین کہ کوئی قیم اپنے گانون کی مسجد کے واسطے پسند کرین مین نے اور میرے گانون کے مشائخ نے اپنے گانون کی مسجد کے اوقاف کے متولی و قیم ہونے کے واسطے فلان بن فلان کو پسند کیا کیونکہ ہم لوگ اُسکی پرہیزگاری و دیانت و عفت سے واقف ہین اور ہمنے اُسکے واسطے اس وقف کی حاصلات سے دہ یازدہ چھوڑ دیا تاکہ اُسکے واسطے کار وقف مین مصروف ہونے مین مدد ملتی رہے اور مین اللہ تعالے کے فضل سے تندرست شکرگزار ہون

تقلید وصایت - قاضی فلان کہتا ہی کہ میرے پاس مرافعہ کیا گیا کہ فلان مر گیا اور ایک پسر نابالغ چھوڑا اور کسی کو اس صغیر کے کام کی درستی کے واسطے وصی نہین کیا حالانکہ اس صغیر کے واسطے کوئی شخص ضرور ہی جو اُسکے کامون کی درستی کرے اور اسکا ایک چچا فلان شخص ہی اور وہ مرد دیندار پرہیزگار کامون مین بکفایت وچلن چلتا ہی پس مین نے اُسکے حال کی جستجو کی تو مجھے فلان وفلان وفلان ایک جماعت نے خبر دی کہ یہ شخص دینداری و پرہیزگاری و امانت داری مین مشہور ہی اور نیک چال سے خرچ کرنے و بکفایت کام انجام دینے مین معروف ہی پس مین نے اس مرد مذکور کو جو اس صغیر کا چچا ہی صغیر کا قیم مقرر کیا کہ اُسکے اسباب و تمام اموال کی اچھی طرح حفاظت کرے و پرداخت کرے اور ضائع ہونے سے بچاوے اور جو اسباب اُسکا کرایہ پر چلانے کے لائق ہی اُسکو کرایہ پر چلاوے اور اُسکی حاصلات وصول کرے اور حفاظت سے رکھے اور جو اُسکے مصارف کی صورتین ہین اُنمین اور صغیر مذکور کے ضروری حاجات کھانے و پینے و لباس مین بدون بخل یا اسراف کے خرچ کرے اور مین نے اُسکو اس معاملہ مین خفیہ و علانیہ اللہ تعالے سے ڈرنے اور ادائے امانت و پرہیز از غدر و خیانت کی وصیت کی اور مین نے اُسکے واسطے صغیر مذکور کے مال واسباب کی حاصلات سے دہ یازدہ چھوڑ دیا کہ خود لے لیا کرے تاکہ اُسکے واسطے کام مین مدد ملتی رہے اور مین نے اُسکو اس صغیر کے ہر ایک عقار محدود کی بیع سے بدون اطلاع صاحب راے کے منع کر دیا اور مین نے اُسکو اس سب کے شرط پر قیامت تقلید کے

اور اس تحریر وصایت نامہ لکھنے کا حکم دیا کہ اُسکے واسطے حجت رہے اور اپنے پاس کے حاضرین ثقات کو گواہ کر دیا اور یہ واقع فلان تاریخ واقع ہوا۔

خط۔ بجانب بعض حکام نواح برلے قسمت ترکہ و پسندیدگی وصی برائے وارث صغیر۔ یہ میرا خط بجانب شیخ فقیہ حاکم فلان الی آخرہ اطال اللہ تعالی بقاوہ میرے پاس مرافعہ کیا گیا ہے کہ فلان گانون کا فلان شخص وہین مر گیا اور وارثون مین ایک نابالغ چھوڑا ہے جسکا نام فلان ہے اور ایک دختر بالغہ مسماۃ فلانہ چھوڑی اور بہت مال طرح طرح کا چھوڑا ہے اور یہ دختر بالغہ اس تمام مال پر محیط ہو کر اُسکو تلف کرتی ہے اور ضرور ہے کہ اس صغیر کا حصہ الگ کر کے اس دختر بالغہ مذکور کے ہاتھ سے نکال لیا جاوے پس مین تمکو اس معاملہ مین لکھتا ہون کہ تمام ترکہ محدودات غیر منقولات کو اور منقولات و حیوانات کو تحریر کرو اور جو شخص وہان اسکو جانتا ہو اُس سے تفحص حال کر کے سب لکھو اور تمام ترکہ اس صغیر اور اس کبیرہ کے درمیان دونون کے حصہ کے موافق ہر ایک کو تقسیم کر دو اور اس تقسیم مین عدل و انصاف کو کام فرماؤ اور ایک شخص وصی کرنے کے واسطے جو پرہیزگار صاحب عفت و صیانت و دیانت و کفایت و ہدایت ہو پسند کر کے تحریر ترکہ کے ساتھ میرے پاس بھیجدو تاکہ مین اُسکو صغیر کے واسطے وصی قیم مقرر کر دون اور تقسیم کو نافذ کر دون اور حصہ صغیر اُسکے سپرد کرون اور مجھے امید ہے کہ تمکو اس کام کے انجام دینے مین اللہ تعالی کی طرف سے توفیق حاصل ہوگی انشاء اللہ تعالی کذا فی الذخیرہ

خط۔ در باب تقرری حکام در دیہات۔ قاضی فلان کہتا ہے کہ ہرگاہ میرے نزدیک یہ بات ظاہر ہوئی کہ فلان بن فلان مرد صالح اور باوجود ادراک حقائق احکام و علم حلال و حرام سب کامون مین یہ شخص صاحب صیانت و سداد و دیانت و کفایت و ہدایت ہے تو مین نے اُسکو فلان نواح مین حکم مقرر کیا کہ جن دو آدمیون مین خصومت و نزاع ہو [سیدھی چال] [مقدمین] آپس کی باہمی رضامندی سے بطریق مصالحت اُن دونون کے بیچ مین درمیانی تصفیہ کرنے والا ہو جاوے [ہر کام مین ہوشیار ہے اور لیاقت انجام دیتا ہے] بعد ازانکہ اس واقعہ مین اچھی طرح تامل کرے اور یہ نہ کرے کہ کسی شریف کی اُسکی شرافت کی وجہ سے حمایت کرے یا کسی ضعیف پر اُسکے ضعف کی وجہ سے ظلم کرے اور مین نے اُسکو یہ حکم نہین کیا کہ کسی حادثہ مین گواہ سنے اور کسی صورت مین کسی کے واسطے کسی پر حکم قضا جاری کرے اور جب خصومات کا بتراضی فیصلہ کرنا اُس سے ناممکن ہو تو مدعی و مدعا علیہ کو مجلس حکم مین بھیجدے۔ اور مین نے اُسکو حکم کیا کہ جن عورتون کے شوہر نہین مین اور وہ نکاح و عدت سے خالی ہین [مجلس قضا]۔ اور اُنکا ولی نہین ہے اُنکو اُنکے ہمسرون کے ساتھ مہر مثل پر بیاہ دے مگر خوب احتیاط کے ساتھ کرے۔ اور مین نے اُسکو حکم کیا کہ مالہائے وقفی و مالہائے یتیمان کے واسطے قیم ایسا پسند کرے جسکی پرہیزگاری و ثقاہت پر اتفاق ہو اور وہ اسکو انجام دیسکتا ہو اور اختیار کرے اور مین نے اُسکو حکم کیا کہ ہر حال مین پوشیدہ و ظاہر اللہ تعالی کی فرمانبرداری کرے اور اُس سے ڈرے اور اُسکے احکام کو بجالاوے اور اُسکے نہیات سے دور رہے پس مین نے اُس سے یہ عہد لیا ہے۔ اور جو شخص اس تحریر کو پڑھے یا اُسکو پڑھ سنائی جاوے اُسکو چاہیے کہ اس شخص کا حق و حرمت پہچانے اور جو کچھ اُسکو تفویض کیا گیا ہے اُسمین غوض نکرے اور اپنے آپ کو ملامت سے دور رکھے واللہ الموفق للصواب

خط۔ در تزویج۔ بعد دعا کے لکھے کہ شیخ فقیہ فلان ایدہ اللہ تعالی کو معلوم ہو کہ مسماۃ فلانہ بنت فلان کو فلان شخص نے خطبہ کیا کہ اُسکو حرہ بالغہ عاقلہ خالیہ از نکاح و عدت پایا اور یہ خطبہ کرنے والا اُسکا کفو ہے پس اگر اُسکا کوئی ولی حاضر

یا ولی غائب جسکے آجانے کا انتظار ہو نہو وے تو برضامندی سماۃ مذکورہ کے اس فلان کے ساتھ گواہون کے سامنے
اسقدر مہر پر نکاح کردے اور اگر وہ سماۃ صغیرہ ہو مگر ایسی ہو کہ مردون کے لائق ہو گئی پس اگر اسکا کوئی ولی حاضر یا ولی غائب
جسکے حاضر ہونے کا انتظار ہو نہو وے تو خط اس طور سے تحریر کرے جیسا ہمنے بیان کیا ہی اور لکھے کہ اگر تو اس سماۃ کو
ایسی پاوے کہ شوہر کے گھر بھیجنے کے لائق ہو گئی ہی اور اسکا کوئی ولی حاضر یا غائب جسکے حضور کا انتظار ہو نہو وے
اور اس فلان مرد کے ساتھ اس سماۃ مذکورہ کا نکاح کرنا تیری راے مین مصلحت معلوم ہو تو اس سماۃ کو اس مرد کے ساتھ
بر مہر معلوم یا بر مہر مثل بیاہ دے اور جسقدر مہر کے معجل لے لینے کی رسم ہی اُسقدر مہر مین سے بطور تعجیل لیکر اسکو اُسکے شوہر
کے سپرد کردے اور شوہر سے بقیہ مہر کا وثاقت نامہ لکھوا کر اُسپر گواہی کرادے

خط۔ قاضی بجانب نواح کے کسی حکم کے جو مدعی و مدعا علیہ کے درمیان مین حکم ہوا ہی۔ فلان بن فلان نے
میرے پاس مرافعہ کیا اور اُسکا دعوی فلان بن فلان پر ہی اور وہ اسکے ساتھ انصاف کا برتاو نہین کرتا ہی
اور اسکو اسکا حق نہین دیتا ہی اور اسکے ساتھ مجلس حکم مین حاضر نہین ہوتا ہی اور اہلکاران سلطانی سے ملکر اپنا بچاؤ
کرتا ہی پس مین اس مقدمہ مین تجھکو لکھتا ہون کہ دونون کو جمع کرکے دعوی مدعی و جواب مدعا علیہ سنکر دونون کے درمیان
برضامندی حکم ہو کر دونون کا فیصلہ کردے پس اگر اصلاح ہو جاوے تو خیر ورنہ دونون کو میری مجلس حکم مین بھیجدے
تاکہ حکم دیکر دونون مین فیصلہ کردون انشاء اللہ تعالی

خط۔ قاضی بجانب حاکم دیہ براے اینکہ زمین کو متوقف رکھے۔ اسکی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو کی مقبوضہ زمین پر
دعوی کیا اور صحت دعوے کے گواہ قائم کیے اور قاضی ہنوز ان گواہون کی عدالت دریافت کرنے مین مشغول ہی
پس مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ حاکم دیہ کو تحریر فرماوے کہ زمین متدعویہ جو اُس گانون مین ہی اُسمین کسی طرح کا
تصرف زیادتی یا کمی کا نہونے دے تو قاضی لکھیگا۔ بدین صورت کہ پیشانی موافق رسم کے لکھکر اُسکے بعد لکھیگا کہ فلان
بن فلان نے فلان بن فلان پر ملکیت اراضی کا جو ایک چہاردیواری کا باغ انگور مع عمارت مبنیہ اور اسقدر جریب
زمین ہی جو فلان موضع کی زمین فلان جانب جسکے حدود اربعہ یہ ہین دعوی کیا کہ یہ زمین مذکورہ مدعی کی ملک ہی اور
اس مدعا علیہ کے قبضہ مین بغیر حق ہی اور اسپر گواہ قائم کیے ہین اور ہنوز مجھے گواہون کا حال معلوم نہین ہوا ہی
پس اس مدعی نے مجھسے درخواست کی کہ تجھکو تحریر کرون کہ یہ اراضی متنازعہ کو مدعا علیہ کے قبضہ مین متوقف رکھے
کہ اُسکے غلہ مین وہ کچھ کمی یا زیادتی کسی طرح کا تصرف نہ کرے بلکہ اُسکے قبضہ مین موقوف رہے یہان تک کہ گواہون کا
حال ظاہر ہو پس اگر مدعا علیہ مذکور اس حکم پر مان جاوے تو خیر ورنہ مجھے جواب سے آگاہ کر بعون اللہ تعالی

غائب۔ پر قرضہ لینے کی اجازت دینے کی تحریر یہ لکھے کہ قاضی امام فلان فرماتا ہی کہ سماۃ فلانہ بنت فلان قریشی
نے میرے پاس مرافعہ کیا کہ اُسکا شوہر فلان بن فلان کورہ بخارا و اُسکے نواح سے غائب ہی اور اس سماۃ کو بدون
روٹی کپڑے کے ضائع چھوڑ گیا ہی اور یہ سماۃ اس نان نفقہ کے واسطے مضطر ہی حالانکہ فی الحال دونون مین نکاح
قائم ہی اور وہ اپنے ساتھ اپنے پڑوسیون مین سے فلان و فلان و فلان کو لائی اُنکے نام ونسب تحریر کردے پس
ان لوگون نے مجھے خبر دی کہ اول سے آخر تک سب حال ایسا ہی ہی جیسا اسنے دعوی کیا ہی پس اس سماۃ نے مجھسے
درخواست کی کہ مین اسکا نفقہ و کپڑا معین کرکے اُسکو اجازت دیدون کہ اس غائب مذکور پر قرضہ لے پس نے آگے

درخواست منظور کرکے اس مسماۃ کو اجازت دی کہ اس تاریخ سے اپنے نان نفقہ کے واسطے ماہواری اسقدر درم اس غائب پر
قرضہ لے اور اپنے کپڑے کے واسطے ہر ششماہی اسقدر درم اس غائب پر قرضہ لے یہانتک کہ یہ غائب مذکور حاضر آوے
اور جو کچھ اس مسماۃ نے اُس پر قرضہ لیا ہے وہ ادا کردے اور یہ مسماۃ اس تعیین پر راضی ہوگئی اور مین نے اس تحریر کا اس مسماۃ
کے واسطے حکم دیا تاکہ اس معاملہ مین حجت رہے اور اپنی مجلس کے ثقہ لوگون کو اسپر گواہ کردیا۔

عورت کے نفقہ قرض کرنے کی تحریر۔ ایک عورت اپنے شوہر سے نفقہ طلب کرتی ہے اور دعوی کرتی ہے کہ وہ اسکو نفقہ نہین
دیتا ہے اور اُسنے قاضی سے درخواست کی کہ اُسکا نفقہ قرض کردے تو لکھے کہ قاضی فلان کہتا ہے کہ میرے پاس مسماۃ فلانہ بنت
فلان نے مرافعہ کیا کہ اُسکا شوہر اُسکو نفقہ نہین دیتا ہے اور مجھسے اُسنے التماس کیا کہ اُسکا نفقہ مقرر کردون پس مین نے اُسکی
درخواست منظور کرکے اُسکے شوہر پر اُسکے نان نفقہ کے واسطے اس تاریخ سے ماہواری اسقدر درم اور اُسکے کپڑے کے
بدلے ششماہی اسقدر درم مقرر کردیے اور شوہر مذکور پر لازم کردیا کہ اسکو برابر جاری رکھے تاکہ وہ اپنی تن پروری کرسکے اور
یہ مسماۃ مذکورہ اس تقدیر پر راضی ہوئی اور مین نے اس تحریر کا حکم دیا۔ یا لکھے کہ قاضی فلان نے فلان بن فلان پر اسکی زوجہ
مسماۃ فلانہ بنت فلان کا نان نفقہ ماہواری اسقدر درم اس تاریخ سے اور اسکا کپڑا الی آخرہ۔ اور قاضی مذکور اس تحریر کی
پیشانی پر اپنی توقیع لکھے اور آخر مین لکھدے کہ یہ تحریر میری طرف سے میرے حکم سے لکھی گئی اور تقدیر نان وجامہ جو اسمین
مذکور ہے میری طرف سے ہے کذا فی المحیط۔

تحریر مستورہ بجانب تعدیل کنندہ در بارہ دریافت احوال گواہان۔ قاضی ایک ٹکڑے کاغذ پر بعد تسمیہ کے لکھے کہ اللہ تعالی
فقیہ کی مدد کرے در معاملہ دریافت احوال چند نفر گواہون کے جنھون نے میرے پاس فلان روز فلان بن فلان کے
واسطے فلان بن فلان پر اُسکے اس دعوے کی گواہی دی ہے اور دعوی کو لکھدے پھر لکھے کہ مین ان گواہون کے نام اپنے
فقیہ خط ہذا کے آخر مین مفصل تحریر کرتا ہون تاکہ اُنکا احوال دریافت کرکے مجھکو آگاہ کرو جو کچھ تمھارے نزدیک اُنکا احوال
اور معاملہ عدالت ظاہر ہو تاکہ مین اُسپر واقف ہون اور اُسی پر کارروائی ہوگی انشاء اللہ تعالی۔ پھر گواہون کے نام فلان
بن فلان اور اُسکا حلیہ کہ ایسا ایسا ہے اور اُسکا مقام تجارت کہ فلان بازار ہے اور اُسکا محلے کہ فلان مسجد ہے سب لکھدے

جواب از جانب تعدیل کنندہ۔ تعدیل کنندہ کو چاہیے کہ اُنکے تین درجہ کرے اعلی درجہ جائز الشہادۃ یا عدل۔ شمس الائمہ
سرخسی رہ نے فرمایا کہ فقط عدل کہنے پر اکتفا نکرے بلکہ عادل مقبول الشہادۃ کہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ آدمی عادل ہو مگر مقبول الشہادۃ
نہو اسواسطے کہ عدالت یہ ہے کہ آدمی اُن باتون سے پرہیز رکھے جنکو کرنے سے وہ اپنے دین مین ضرر و حرام جانتا ہے اور یہ
جائز ہے کہ ایک شخص ایسا ہو مگر اُسکی گواہی قبول نہو بایں طور کہ اُسکو حد قذف ماری گئی ہو پھر توبہ کرکے ایسا ہوگیا ہو اور
درجہ دوم مستور اور مستور وہ فاسق ہے اور ثقہ وہ ہے جسکی گواہی مقبول نہو نہ اسوجہ سے کہ وہ فاسق ہے بلکہ اسوجہ سے کہ اُن
مثل غفلت و نسیان وغیرہ کے مانند کوئی امر ہے اور قاضیون مین سے بعضے دو ثقہ کو بجاے ایک عادل کے قرار
دیتے ہین ایسا ہی شیخ حاکم سمرقندی نے ذکر کیا ہے اور مستور ہمارے مشائخ کے عرف مین اُسکو کہتے ہین جسکا حال معلوم
نہو نہ متدین معلوم ہوا اور نہ فاسق معلوم ہو یہ ظہیریہ مین ہے۔

محاضر و سجلات۔ جو کسی خلل کی وجہ سے رد کردیے گئے۔ ایک محضر پیش ہوا جسمین ایک شخص نے جو زعم کرتا ہے
کہ وہ صغیر کا اُسکے باپ کی طرف سے وصی ہے اس صغیر کے واسطے قرضہ کا دوسرے شخص پر دعوی کیا ہے پس یہ محضر رد کردیا

بدین وجہ کہ محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ اس صغیر کے واسطے قرضہ کس وجہ سے ہی حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہی اسواسطے کہ اگر
قرضہ مورثی ہو اور میت کا اس صغیر کے سواے دوسرا وارث ہو تو یہ قرضہ صغیر کے واسطے جبھی ہوگا جب تقسیم جاری ہو
اور قرضہ کی تقسیم باطل ہی اور گواہون نے اپنی گواہی مین باپ کے مرنے اور اس مدعی کو وصی کرنے کی گواہی نہین دی
حالانکہ یہ بھی ضرور ہی۔

محضر۔ دعوی عقار براے صغیر باجازت حکمی۔ اسکی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پس اس زید نے اس
عمرو پر باجازت حکمی یہ دعوی کیا کہ جو دار اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ہی جسکے حدود چنین وچنان ہین ملک فلان صغیر کی ہی
بدین سبب کہ یہ دار اس صغیر کے والد فلان شخص کا تھا جسکا نام محضر مین مذکور ہی اسنے اپنے اس صغیر کے واسطے
جسکا نام محضر مین مذکور ہی اس صغیر کے مال سے بولایت پدری بثمن معلوم جو مثل قیمت دار مذکور ہی خرید کیا تھا اور سارج کے
روز یہ دار محدودہ اس صغیر کی ملک ہی اسی سبب سے جو ذکر کیا گیا ہی اور اس عمرو کے قبضہ مین بغیر حق ہی پس اس عمرو پر
واجب ہی کہ اس حاضر آمدہ کو سپرد کرے تاکہ اس صغیر مذکورہ محضر ہذا کے واسطے قبضہ کرے پس یہ محضر رد کر دیا گیا بدین سبب
کہ اسمین یہ مذکور نہین ہی کہ اجازت حکمی اس قاضی کی طرف سے اسکو حاصل ہوئی ہی یا کسی دوسرے قاضی کی طرف سے حاصل
ہوئی ہی و بر تقدیریکہ اسکو اجازت حکمی دوسرے قاضی کی طرف سے حاصل ہوئی ہی تو ضرور ہی کہ اجازت حکمی اس قاضی کے نزدیک
ثابت کرے تاکہ اسکی خصومت کی سماعت کرے۔ اور بدین وجہ کہ محضر مین یہ مذکور نہین ہی کہ اس مدعی کو اجازت قبضہ کرنے کی بھی
حاصل ہی اسمین صرف اسقدر مذکور ہی کہ اسنے باجازت حکمی دعوی کیا اور اسمین احتمال ہی کہ شاید اسکو دعوی وخصومت کی اجازت ہو
قبضہ کی اجازت نہو پس اگر اسکو قبضہ کی اجازت حاصل نہو گی تو اسکو حق قبضہ امام زفر رح کے نزدیک حاصل نہوگا اسواسطے کہ
جسکو دعوی وخصومت کی اجازت ہو وہ بمنزلہ وکیل خصومت کے ہی اور وکیل خصومت کو امام زفر رح کے نزدیک قبضہ کا اختیار
نہین ہوتا ہی [illegible] پر فتوی ہی۔ پس ضرور ہی کہ یہ ذکر کرے کہ اسکو قبضہ کی اجازت حاصل ہی یا ایسا امر ذکر کرے
جس سے اسکا وصی ہونا ثابت ہو کیونکہ وصی ہونے سے اختیار قبضہ کرنے کا ثابت ہو جاتا ہی۔ اور بدین وجہ کہ اسنے
محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ ثمن مذکور وقت عقد کے بھی اس دار کی قیمت کے مثل تھا حالانکہ اس عقد کے صحیح ہونے کے
واسطے یہ ضرور ہی کہ وقت عقد کے ثمن مذکور اسکی قیمت کے مثل ہو کذا فی المحیط

محضر۔ درینکہ جورو کا وارث شوہر پر میراث کا دعوی کرتا اور دارث کا یہ دعوی کرنا کہ اس عورت نے اپنے تمام حصہ
میراث سے اور تمام دعوی وخصومات سے صلح کر لی ہی اور بدل صلح پر قبضہ کر لیا ہی۔ پس محضر اسوجہ سے رد کر دیا گیا
کہ محضر مین ترکہ کا بیان نہین ہی اور جائز ہی کہ ترکہ مین قرضہ ہو اور اس تقدیر پر صلح جائز نہوگی الا اس صورت مین کہ صلح مین
قرضہ کا استثنا کر دیا ہو۔ اور اگر ترکہ مین قرضہ نہو تو احتمال ہی کہ شاید ترکہ مین جنس بدل صلح سے نقد مال اسقدر ہو کہ
بدل صلح مین جو نقد اس عورت کو ملا ہی وہ میراث کے اسکے نقدی حصہ کے برابر یا زیادہ ہو اور ایسی صورت مین
بسبب ربو ہونے کے صلح جائز نہوگی۔ اور اگر ترکہ مین جنس بدل صلح سے نہو تو جائز ہی کہ اسمین خلاف بدل صلح کے
نقد ہو اور ایسی صورت مین مجلس بدل صلح پر قبضہ شرط ہوگا۔ اور فقیہ ابو جعفر فرماتے تھے کہ ایسی صلح جائز ہی اور فرماتے
تھے کہ جائز ہی کہ ترکہ مین قرضہ نہو اور نہ جائز ہی کہ ترکہ مین جنس بدل صلح سے نہو اور اگر ہو تو جائز ہی کہ اس عورت کا حصہ
میراث مثل بدل صلح کے یا کم نہو بلکہ زائد ہو اور جائز ہی کہ ترکہ مین کوئی چیز نقد سے نہو پس جو کچھ ذکر کیا ہی یہ سب وہم ہی

اور وہم سے ابطال صلح نہین ہوسکتا ہے یہ فصول استروشنی و محیط مین ہے۔

محضر بدعوی تجہیل ودیعت۔ ابراہیم حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس ابراہیم نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ مین نے اس عمرو کے باپ فلان کو ایک تھیلی سر بمہر جسپر لکھا تھا کہ توکلت علی اللہ بضاعۃ ابراہیم الحاجی ودیعت دی تھی اور اسمین پانچ صد لعل بدخشانی تھے جسمین ہر ایک کا وزن سات درم اور ہر ایک کی قیمت اسقدر تھی اور اس عمرو کے باپ فلان نے سب لیکر بقبضہ صحیح اپنے قبضہ مین کر لی تھی اور وہ قبل مجھے واپس کرنے کے مرگیا اور تجہیل کے ساتھ بدون بیان کرنے کے مرا ہے پس اس ودیعت کی سب قیمت مذکورہ اسکے ترکہ پر قرضہ ہوئی اور گواہون نے اسکی گواہی دی۔ پس یہ محضر باین وجہ رد کر دیا گیا کہ مدعی نے اپنے دعوے مین اور نیز گواہون نے اپنی گواہی مین یہ بیان نہ کیا کہ تجہیل کے روز ان جواہرات کی کیا قیمت تھی بلکہ فقط دینے کے روز کی قیمت بیان کی ہے حالانکہ ایسی صورت مین واجب اس قیمت کا بیان کرنا ہوتا ہے جو تجہیل کے روز ہو اسواسطے کہ ایسی صورت مین سبب ضمان یہی تجہیل ہے پس روز تجہیل کی قیمت کا لحاظ کیا جائیگا واللہ تعالے اعلم۔

مین کہتا ہون کہ امام محمد نے کفالۃ الاصل مین ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کو مال عین ودیعت دیا اور مستودع نے اس سے انکار کیا اور وہ مستودع کے پاس تلف ہو گیا پھر مودع نے ودیعت دینے کے اور روز انکار کی قیمت کے گواہ قائم کیے تو مستودع پر روز انکار کی قیمت کی ڈگری کیجائیگی اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم روز انکار کی اسکی قیمت نہین جانتے ہین مگر ودیعت دینے کے روز کی قیمت جانتے ہین کہ وہ اسقدر تھی تو قاضی مستودع پر بحکم ایداع قبضہ کرنے کے روز کی قیمت کی ڈگری کریگا اور یہ اسوجہ سے ہے کہ مستودع پر ضمان واجب ہونے کا سبب درصورت انکار ودیعت کے انکار ہے بشرطیکہ روز انکار کی ودیعت کی قیمت معلوم ہو اور اگر روز انکار کی قیمت معلوم نہو اور روز ایداع کی قیمت معلوم ہو تو سبب ضمان اسکے حق مین بحکم ایداع قبضہ کرتا ہے اور یہ اسوجہ سے کہ ضمان مستودع پر بسبب انکار و قبضہ سابق کے واجب ہوتی ہے کیونکہ اگر مثلاً وہ ودیعت سے انکار کر جاوے اور کہے کہ میرے پاس تیری ودیعت کچھ نہین ہے اور بات یہی ہو جیسی وہ کہتا ہے باینطور کہ اسنے قبضہ نکیا ہو تو ضمان واجب نہو گی (باوجودیکہ انکار پایا گیا) اور اگر اسنے قبضہ کیا ہو اور انکار نکیا تو بھی ضمان واجب نہو گی اسی وجہ سے جو ہمنے بیان کر دی ہے ولیکن ان دونون سببون مین سے انکار بحسب وجود پیچھے ہے پس ضمان تا امکان اسی پر ڈالی جائیگی پس جب گواہون نے روز انکار کی قیمت کی گواہی دی تو ضمان اسپر ڈالنا ممکن ہوا پس ہمنے مستودع کے حق مین سبب ضمان یہی انکار قرار دیا اور اسپر روز انکار کی قیمت واجب کر دی اور جب گواہون نے روز انکار کی قیمت کی گواہی نہ دی بلکہ روز ایداع کی قیمت کی گواہی دی تو انکار پر ضمان کا احالہ کرنا متعذر ہو گیا پس ہمنے اسکو قبضہ سابق پر احالہ کیا اور سبب ضمان اسکے حق مین قبضہ سابقہ قرار دیا۔ اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم اسکی قیمت بالکل نہین جانتے ہین نہ قیمت روز انکار اور نہ قیمت روز ایداع۔ تو مستودع مذکور پر اسی قدر قیمت کی ڈگری کیجائیگی جسقدر وہ روز انکار کے قیمت خود بیان کرے جیسا کہ غاصب کی صورت مین ہوتا ہے کہ اگر مال مغصوب غاصب کے پاس تلف ہو گیا اور اسکی روز غصب کی قیمت معلوم نہوئی تو اسپر اسی قیمت کا حکم دیا جائیگا جسکا خود بروز غصب ہونے کا اقرار کرے پس بقیاس اس مسئلہ کے مسئلہ تجہیل مین یون کہنا چاہیے کہ اگر گواہون نے روز تجہیل کے قیمت بضاعت کی گواہی نہ دی بلکہ جس روز اسنے بضاعت دی ہے اس روز کی قیمت کی گواہی تو اسپر روز ایداع کی قیمت کی ڈگری کیجائیگی اور اگر گواہون نے بالکل اسکی قیمت جاننے کی گواہی نہ دی تو روز ایداع جسقدر قیمت ہونے کا خود اقرار کرے اسقدر کی ڈگری

کیجائیگی اور یہی صحیح ہے۔

سجل۔ ایسا پیش ہوا جسمین آخر مین حکم کے وقت یون نہین لکھا کہ مین نے اس حکم کو اپنی مجلس قضا کورہ فلان مین صادر کیا ہے یعنے کورہ کا ذکر کرنا چھوڑ دیا تو یہ سجل اسوجہ سے رد کر دیا گیا کہ نفاذ قضا کے واسطے ظاہر الروایۃ کے موافق شہر ہونا شرط ہے۔ اس طعن کے دفع کرنے والون نے فرمایا کہ کیا بات موجود نہین ہے کہ اُسنے ابتدائی سجل مین لکھا ہے کہ میری مجلس قضا واقع کورہ فلان مین حاضر ہوا پس اسکے جواب مین کہا گیا کہ یہ پہلے دعوی کی حکایت ہے اور یہ جائز ہے کہ دعوی شہر مین واقع ہوا اور حکم وقضا شہر سے خارج صادر ہو پس ذکر حکم وقضا کے وقت شہر کا ذکر کرنا ضروری تاکہ یہ احتمال جاتا رہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ طعن فاسد ہے اسواسطے کہ روایت نوادر کے موافق نفاذ قضا کے واسطے شہر شرط نہین ہے پس اگر قاضی نے شہر سے باہر کسی امر کا حکم نافذ کیا تو اُسکی قضا ایک صورت مجتہد فیہ مین واقع ہوئی اور صورت مجتہد فیہا مین جو حکم قضا واقع ہو وہ بالاتفاق نافذ ہو جاتا ہے پس سجل صحیح ہوگا اور اتفاقی ہو جائیگا۔

سجل۔ ایک قاضی کے پاس ایک سجل آیا جسنے اُسکے آخر مین لکھا تھا کہ فلان قاضی کہتا ہے کہ یہ سجل میری طرف سے میرے علم سے لکھا گیا ہے اور اسکا مضمون میرا حکم ہے کہ چنین وچنان پس مشائخ نے اُسپر مواخذہ کیا اور کہا کہ اُسکا یہ کہنا کہ اسکا مضمون میرا حکم ہے خطا ہے اسواسطے کہ مضمون سجل مین تحریر بسم اللہ الرحمن الرحیم وسکاتب دعوی مدعی والکا بمدعا علیہ وشہادت گواہان ہے اور ان سب مین کوئی حکم قاضی نہین ہے اور حکم قاضی صرف بعض مضمون سجل ہے پس یون لکھنا چاہیے کہ اسکے مضمون مین میرا حکم ہے یا یون لکھے کہ جو حکم اسمین مذکور ہے وہ میرا حکم ہے یا یون لکھے کہ اسمین جو قضا مذکور ہے وہ میری قضا ہے جسکو مین نے ایسی حجت کی وجہ سے جو میرے نزدیک واضح ہوئی ہے نافذ کیا ہے۔

محضر۔ بدین مضمون وارد ہوا کہ راس المال شرکت کے دینار ہائے مکیہ کا دعوی کیا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو کے ساتھ شرکت عنان بدین شرط اشتراک کیا کہ دونون مین سے ہر ایک کا راس المال اسقدر عدالی اس ضرب کے ہون وبدین شرط کہ ہر ایک دونون مین تنہا سے اور غیر دونون ملکر متاع وقماش مین سے جو رائے مین آوے اسکو خرید وفروخت کرین اور دونون اپنا اپنا راس المال حاضر لائے اور دونون نے اُسکو مخلوط کر کے اس عمرو کے قبضہ مین رکھا پھر اس عمرو نے کل راس المال عدالیات سے ایسے اسقدر سامان خرید کے پھر انکو بعوض اسقدر دینار ہائے مکیہ موزونہ بوزن مکہ کے فروخت کیا پس اسپر واجب ہے کہ ان دینار ہائے مکیہ سے اس زید کا حصہ جو اسقدر ہوا ادا کرے اسلیے کہ یہ بعینہ اسکے پاس موجود ہین اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔ پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ دعوی مذکورہ دینار ہائے مکیہ مین واقع ہوا ہے اسواسطے کہ ثمن کر ابیس مین دعوے واقع ہوا ہے اور ثمن کرابیس یعنے دینار ہائے مکیہ مال منقولہ ہے اور مال منقولہ پر دعوی وگواہی درحالیکہ وہ سامنے موجود نہو غیر مسموع ہوتا ہے۔ اقول رد ہمارے نزدیک صحیح نہین ہے اور اس علت کی وجہ سے محضر کا رد کرنا جائز نہین ہے اسواسطے کہ مال منقول مین اسکا حاضر وسامنے موجود ہونا اسی واسطے مشروط ہوتا ہے کہ اسکی طرف اشارہ کر دیا جاوے اور دینارون کے مانند چیز مین اشارہ نا ممکن ہے اسواسطے کہ بعض دینار بعض سے مشابہ ہوتے ہین کہ جنمین فصل وتمیز ممکن نہین ہوسکتی ہے پھر واضح ہو کہ ایسا عقد امام اعظم رحمہ اللہ وامام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک موافق مشہور قول ان دونون امامون کے شرکت نہوگا اسواسطے کہ عدالی جو ہمارے زمانہ مین ہین وہ بمنزلہ فلوس کے ہین اور ان دونون امامون سے مشہور قول کے موافق فلوس عقد شریک کا راس المال نہین ہوسکتے ہین۔ پھر اسکے بعد

دیکھا جاوے کہ اگر دراہم عدالیہ دینے والے نے اپنے شریک سے عدالیات دینے کے روز یہ کہا ہو کہ انکے عوض پے در پے خرید و فروخت کر تو جب شریک نے بعوض عدالیات کے تھان خریدے اور انکو دینار ہائے مکیہ کے عوض فروخت کیا پھر دینار ہائے مکی کے عوض کوئی چیز خریدی - اور پھر اسکو فروخت کیا اسی طرح پے در پے خرید و فروخت کی تو سب معاملات بیع نافذ ہونگے اور جو چیز ہر بار خریدی ہی وہ دونون مین ہر بار مشترک ہوگی اور ثمن معہ نفع ہر بار اسی طرح مشترک ہوگا اسواسطے کہ یہ تصرفات از جانب شریک اگرچہ دینے والے پر بحکم شرکت نافذ نہونگے کیونکہ شرکت صحیح نہین ہوئی ہی لیکن بحکم وکالت نافذ ہونگے کہ اُسنے حکم دیا ہی - اور اگر دینے والے نے اپنے شریک سے فقط یہ کہا کہ ان عدالیات کے عوض خرید کر و فروخت کر اور یہ نہ کہا کہ پے در پے خرید و فروخت کر پھر اُسنے ان عدالیات کے عوض تھان خریدے اور پھر انکو فروخت کر دیا تو وکالت تمام ہوجائیگی اور شریک پر واجب ہوگا کہ ان دینار ہائے مکیہ مین سے دینے والے کو بقدر اُسکے حصہ راس المال کے معہ حصہ نفع کے دیدے اور اگر اسکے بعد اُسنے کوئی چیز خرید لی. تو اپنے وارث کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر اُسنے ان دینار ہائے مکیہ مین سے اسکا ثمن ادا کیا تو دینار ہائے مکیہ مین سے حصۂ دہندہ مذکور کا غاصب ہوگا پس اُسکے حصہ کے قدر ضامن ہوگا۔

محضر - جسمین تہائی مال کی وصیت کا دعوی ہی زید حاضر آمدہ نے عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس عمرو کے باپ نے اس حاضر آمدہ کے واسطے اپنے تمام مال سے تہائی کی وصیت کی تھی اور یہ وصیت اپنی صحت و ثبات عقل کی حالت مین وصیت صحیحہ کی تھی اور اس زید نے بعد موت اس عمرو کے باپ کے اُسکی اس وصیت مذکورہ کو بقبول صحیح قبول کیا تھا پس بحکم اس وصیت کے اس عمرو کے باپ کے تمام ترکہ کی تہائی اس زید کے واسطے ہوگئی اور اس عمرو کے باپ کے ترکہ مین اس عمرو کے پاس چنین و چنان مال ہی پس بحکم وصیت مذکورہ اس عمرو پر واجب ہی کہ اسقدر اس زید کو دیدے تاکہ وہ اپنے واسطے اُسپر قبضہ کرلے - پس یہ محضر اسوجہ سے رد کر دیا گیا کہ اسمین یہ نہین لکھا ہی کہ اُسنے بہمہ وجوہ اپنے نفاذ تصرفات کی حالت مین وصیت کی ہی بلکہ فقط یہ مذکور ہی کہ اُسنے اپنی حیات و صحت و ثبات عقل کی حالت مین وصیت کی ہی حالانکہ صحیح و ثابت العقل ہونے کے واسطے یہ ضرور نہین ہی کہ اُسکی وصیت بھی صحیح ہو اسواسطے کہ بقول ایسے امام کے جو آزاد کا مجحور کرنا روا فرماتا ہی اُسکی وصیت جائز نہوگی اور کتاب الحجر مین مذکور ہی کہ جو مرد سفیہ اپنے مال کو باسراف برباد کرتا ہو اگر اُسنے وصیتین کین تو قیاساً جائز نہونگی اور استحساناً جائز ہونگی مگر اُسی قدر وصیتین جائز ہونگی جو اہل صلاح کی وصیتون کے موافق ہون اور ایسی وصیت کو لوگ موصی کی طرف سے اسراف نہ شمار کرین اور اپنے درمیان اسکو بیہودہ خرچ نہ جانین - اور نیز محضر مین یہ مذکور نہین ہی کہ اُسنے بطوع خود وصیت کی حالانکہ یہ لفظ ذکر کرنا ضرور ہی اسواسطے کہ جو شخص وصیت کرنے پر مجبور کیا گیا ہو اُسکی وصیت ہمارے نزدیک صحیح نہوگی - اور ہمارے بعضے مشائخ نے ایک اور وجہ اس محضر کے رد کرنے کے واسطے خیال کی ہی وہ یہ ہی کہ موصی کا آزاد ہونا مذکور نہین ہی اور یہ وہم ہی اسواسطے کہ آزاد ہونا اسی سے مستفاد ہوا کہ اسنے اپنے تہائی مال کی وصیت کی -

محضر - دعوی کفالت - صورت اُسکی یہ ہی کہ اس حاضر آمدہ زید نے اس حاضر آوردہ عمرو پر دعوی کیا کہ اس عمرو نے میرے واسطے نفس خالد کی کفالت باین شرط کی تھی کہ اگر مین اُسکو فلان روز تجھے سپرد نکرون تو جو مال اس زید کا اُس خالد پر ہی وہ مجھپر ہوگا اور یہ ہزار درم تھے اور مین نے اسکی کفالت کی اجازت دیدی پھر اس عمرو نے مجھے اس خالد کو بروز معین سپرد نہ کیا اور جو مال میرا اُسپر تھا اُس مال کا کفیل ہوگیا اور یہ ہزار درم ہین اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا

اور جواب طلب کیا۔ پس یہ محضر بدین وجہ رد کر دیا گیا کہ محضر مین اسکا ذکر نہین ہو کہ یہ ہزار درم مال کفالت جسکا دعوی کرتا ہی کس وجہ سے مکفول عنہ پر واجب ہوے ہین حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہی اسواسطے کہ بعض مال کی کفالت صحیح نہین ہوتی ہی جیسے بدل کتابت و دیت وغیرہ پس ضرور ہوا کہ اسکو بیان کرے تاکہ دیکھا جاوے کہ آیا کفالت صحیح ہوئی تھی یا نہین اور دعوی کفالت آیا صحیح ہی یا نہین۔ اور وجہ دیگر یہ ہی کہ اُسنے یہ ذکر نہین کیا کہ مدعی نے مجلس کفالت مین اسکی کفالت کی اجازت دیدی تھی حالانکہ یہ ضرور ہی کہ مجلس کفالت مین کفالت کی اجازت دیدے چنانچہ اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے کسی غائب کے واسطے کفالت کر لی اور مجلس کفالت مین اسکی طرف سے کسی نے اجازت ندی اور نہ کسی اجنبی نے اُسکی طرف سے خطاب کیا پھر غائب مذکور کو خبر پہونچی اور اُسنے اس کفالت کی اجازت دیدی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک کفالت صحیح نہوگی اور امام ابو یوسف رح کا قول اول بھی یہی ہی۔ اور ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ کفالت مین دعوی اجازت کچھ شرط نہین ہی اور دعوے کفالت خود متضمن دعوی اجازت ہی چنانچہ دعوی بیع متضمن دعوی خریداری ہی۔ پھر جسنے دعوی اجازت شرط کیا ہی اُسکے قول پر دعوے اجازت کا مجلس کفالت مین واقع ہونا شرط ہی اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے اُسکی کفالت کی اپنی مجلس مین اجازت دیدی اور یہ نہ کہا کہ مجلس کفالت مین اجازت دیدی تو یہ کافی نہین ہی اسواسطے کہ شاید مکفول لہ نے کفالت کی اجازت نہ دی ہو یہانتک کہ کفیل اس مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا پھر اُسنے اجازت دیدی تو یہ اجازت مجلس مکفول لہ مین اجازت ہو گئی حالانکہ یہ بالاجماع معتبر نہین ہی اور اگر اُسنے ایک بار کفالت کرنے کا دعوی کیا اور اسکے ساتھ اجازت کا دعوی نہین کیا پھر ذکر کیا کہ اُسنے دوبارہ کفالت کی اور دعوی کیا کہ مین نے مجلس کفالت مین اسکی کفالت کی اجازت دیدی تو یہ صحیح ہوگا۔

محضر دعوی مہر بحکم ضمان۔ صورت یہ ہی کہ مسماۃ ہندہ نے زید پر دعوے کیا کہ یہ عورت منکوحہ عمرو تھی کہ اُسنے اس عورت کو بعوض ہزار درم مہر کے بنکاح صحیح نکاح مین لیا تھا اور اس زید نے اس ہندہ کے واسطے اُسکے تمام مہر کی ضمانت صحیحہ کر لی تھی اور اس ہندہ نے اسکی ضمانت کی مجلس ضمانت مین اجازت دیدی تھی پھر یہ ہندہ اپنے شوہر عمرو کو بحرمت غلیظہ حرام ہو گئی اور اسکا مہر اسکے شوہر عمرو و اس زید پر جسنے مہر کی ضمانت کر لی تھی فی الحال دینا واجب ہو گیا پس اسپر واجب ہی کہ تمام مہر اُسکا اسکو ادا کر دے اور یہ ہزار درم ہین پھر اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس یہ محضر بدین وجہ رد کر دیا گیا کہ اُسنے سبب حرمت بیان نہ کیا کہ وہ کس وجہ سے اپنے شوہر پر حرام ہو گئی ہی اور حرمت کے سبب دو طرح کے ہین ایک متفق علیہ و دوم مختلف فیہ پس احتمال ہی کہ اُسنے ایسے سبب سے حرمت کا زعم کیا ہو جسمین اختلاف ہی اور مفتی و قاضی کے نزدیک اسکے برخلاف ہو اور بدین وجہ کہ سبب حرمت غلیظہ کبھی عورت کی طرف سے کوئی بات ہوتی ہی اور ایسی صورت مین اگر دخول سے پہلے اُسنے ایسا کیا ہو تو شوہر و کفیل دونون کے ذمہ سے پورا مہر ساقط ہو جائیگا اور کبھی شوہر کی جانب سے اسکا موجب ہوتا ہی اور ایسی صورت مین اگر دخول سے پہلے ہو تو شوہر و کفیل کے ذمہ سے نصف مہر ساقط ہوگا حالانکہ عورت مدعیہ نے کچھ نہ بیان کیا کہ آیا سبب حرمت از جانب شوہر ہی یا از جانب عورت مدعیہ ہی آیا دخول سے پہلے ہی یا بعد دخول کے ہی پس بدون بیان کے اُسکا تمام مہر کا دعوے کفیل پر ٹھیک نہین ہی۔

محضر۔ دعوی کفالت چیزے از مال مہر بدین شرط کہ اگر شوہر سے جدائی واقع ہو تو کفیل مال مہر مین سے اسکا ضامن ہی

صورت یہ ہی کہ ایک عورت مسماۃ ہندہ نے زید پر دعوی کیا کہ تو نے میرے شوہر عمرو کی طرف سے میرے واسطے میرے مہر سے جو میرا میرے شوہر عمرو پر ہی ایک دینار سرخ جید کی کفالت بدین شرط کر لی تھی کہ اگر تم دونون مین جدائی واقع ہو تو مین ایک دینار سرخ جید کا تیرے واسطے ضامن ہون اور مین نے تیری ضمانت کی مجلس ضمانت مین اجازت دیدی تھی اور اب میرے اور میرے شوہر کے درمیان جدائی واقع ہو گئی بدین سبب کہ میرے شوہر نے امر طلاق کا اختیار میرے قبضہ مین بدین شرط دیدیا تھا کہ جب وہ میرے پاس سے ایک مہینہ غائب ہو تو مجھے اختیار ہی کہ اپنے تئین ایک طلاق بائن دیدون اور وہ اختیار دینے کی تاریخ سے میرے پاس سے ایک مہینہ غائب ہوا ہی اور مین نے بحکم اس اختیار کے اپنے تئین طلاق دیدی اور تو میرے واسطے میرے مہر مین سے ایک دینار کا کفیل ہو گیا پس تجھپر واجب ہی کہ یہ دینار مجھے ادا کر دے پھر اس عورت مذکورہ نے اس سب دعوی پر اپنے گواہ قائم کیے۔ تو مشائخ نے اس محضر کی صحت کا فتوی دیا اور فرمایا کہ اسکے گواہ قبول کیے جاوین اور کفیل پر ایک دینار کا حکم قضاء نافذ کیا جاوے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم قضاء اسکے شوہر پر بھی حکم تفرقت ہوگا اسواسطے کہ عورت مذکورہ نے کفیل پر ایسے امر کا دعوی کیا ہی جسکے توصل بدون اسکے ممکن نہین ہو سکتا ہی کہ شوہر پر ایک دوسرا امر ثابت کیا جاوے اور وہ یہ ہی کہ اُسنے امر طلاق اس عورت کے اختیار مین دیا اور اس عورت نے بحکم اس اختیار کے شرط پائی جانے کے وقت اپنے آپ کو طلاق دیدی۔ پس اس بات مین کفیل مذکور اُسکے شوہر کی طرف سے خصم مقرر ہو جائیگا اور یہ اصل قوم اعد شرع مین ممہد ہی۔ لیکن میرے نزدیک اسمین اشکال ہی اسواسطے کہ دعوی مین دو باتین ہین کہ غائب پر فرقت کا دعوی ہی اور حاضر پر مال کا دعوے اور غائب پر جو دعوے ہی وہ اُس دعوے کے ثبوت کا جو حاضر پر ہی سبب نہین ہی بلکہ اُسکے واسطے شرط ہی اور ایسی صورت مین شخص حاضر از جانب غائب خصم نہین ہو جاتا ہی اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہی۔ پس چاہیے کہ حاضر پر مال کا حکم دیدے اور شوہر پر فرقت کا حکم نہ دے۔

محضر - ملکیت زمین ایسے شخص پر جسکے قبضہ مین اسمین سے تھوڑی زمین ہی۔ اسکی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو پر ایک زمین کا جو اُسکے قبضہ مین ہی دعوی کیا کہ یہ زید کی ملک ہی اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہی اور مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے بعد ازانکہ مدعا علیہ نے اُسکے دعوے سے انکار کیا اور قاضی نے مدعی کے واسطے زمین مذکورہ کا حکم دیدیا جیسا کہ رسم ہی پھر ظاہر ہوا کہ یہ زمین جسکا مدعی نے دعوی کیا ہی اس مدعا علیہ کے اور ایک شخص خالد کے قبضہ مین ہی تو بعض نے فرمایا کہ مسئلہ کی دو صورتین ہین کہ اگر یہ بات مدعی کے اقرار سے ظاہر ہوئی تو ظاہر ہوا کہ حکم قضاء باطل ہی اسواسطے کہ مدعی نے اسطرح اقرار کرنے سے بعد حکم قضاء کے اپنے گواہون کی بعض شہادت مین تکذیب کی اور بعد قضاء کے مدعی کا اپنے گواہون کی بعض شہادت مین تکذیب کرنا موجب بطلان قضاء ہوتا ہی جیسا کہ اشارات اصل وجامع سے واضح ہی اور اگر مدعا علیہ نے اس بات کے گواہ قائم کرنے چاہے کہ جس زمین کا میرے قبضہ مین ہونے کا دعوی کیا گیا ہی وہ دعوے کے وقت میرے اور فلان کے قبضہ مین تھی تو اسکے گواہ قبول نہونگے کہ وہ دعوی کے چیز کا انکے قبضہ مین ہونے کی نفی کرتے ہین بعد ازانکہ یہ امر مدعی کے گواہون سے ثابت ہو گیا ہی پس ایسے گواہ قبول نہونگے اور اس سے حکم قضاء کا باطل ہونا ثابت نہوگا کذا فی المحیط۔

محضر - دعوی حصہ شائع از اراضی - مثلاً کسی زمین کے اسقدر سہام مین سے اتنے سہام کا دعوی کیا اور گواہ

ومدعی نے یہ ذکر کیا کہ یہ تمام زمین مدعا علیہ کے قبضہ مین ہی تو اسمین مفتیون کے جواب مختلف ہین بعضون نے جواب دیا کہ یہ فاسد ہی اسواسطے کہ جب ان لوگون نے مدعا علیہ کے قبضہ مین پوری زمین کا ہونا بیان نکیا تو درصورتیکہ حصہ مشاع کا دعوی ہی تو یہ بھی ثابت نہوگا کہ یہ بعض مشاع اسکے قبضہ مین ہی رتاکہ مدعا علیہ پر مطالبہ وارد ہو) اور بعض نے اسکی صحت کا فتوی دیا ہی اسواسطے کہ ایک چیز مین سے بعض شائع پر اپنا قبضہ جمادینے کے واسطے یہ شرط نہین ہی کہ پوری چیز پر اپنا قبضہ جمادے پس قول اول مین اشارہ ہی کہ مال عین مین سے نصف شائع کا غصب کرنا متصور نہین ہی اور ایسا ہی رکن الاسلام ابو الفضل رح نے اپنے اشارات مین اور صدر الشہید رح نے ذکر فرمایا ہی اور قول دوم مین یہ اشارہ ہی کہ مال عین مین سے نصف شائع کا غصب کرنا متصور ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ دو آدمیون کا ایک غلام کو غصب کر لینا متصور ہی اور ایسی حالت مین ہر ایک غاصب نصف غلام شائع کا غصب کرنے والا قرار دیا جائیگا اور آیا نہین دیکھتا ہی کہ اگر دو آدمیون نے ایک مکان کرایہ پر لیا یا اسکو خرید کیا اور دونون نے اسکو اپنی متاع مشترک سے گھیر لیا تو دونون مین سے ہر ایک اسکے نصف شائع پر اپنا قبضہ جمانے والا ہوگا اور امام محمد رح نے جامع مین چند مقام پر صریح فرمایا ہی کہ مال عین کے نصف شائع کا غصب متصور ہی یہ فصول استروشنی مین ہی۔

محضر۔ چیز محدود کا والد قابض سے خرید نیکا دعوی۔ اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ حویلی محدود (زمین ودار وغیرہ منہ) بحدود چنین وچنان واقع مقام فلان اس حاضر آوردہ کے والد فلان کی ملک وحق تھی اور اُسنے اپنی حیات وصحت ونفاذ تصرفات کی حالت مین میرے ہاتھ اسقدر دامون کو فلان روز فلان ماہ فلان سنہ مین فروخت کی اور ایسا ہی اُسنے میرے واسطے اپنی حیات مین اس محدودہ کی اس تاریخ فروخت کرنے کا اقرار کیا ہی اور چند گواہ لایا جنھون نے قابض کے والد فلان کی اس بیع مذکور کے اقرار کی گواہی دی اور گواہون نے کہا کہ آج کے روز یہ حویلی بسبب مذکورہ محضر ہذا اس مدعی کی ملک ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین بغیر حق ہی۔ پس بعض مفتیون نے زعم کیا کہ اس محضر مین دو وجہ سے خلل ہی ایک یہ کہ گواہون نے بائع کا اس بیع کے اقرار کی گواہی دی جو دعوے مدعی مین مذکور ہی اور دعوے مدعی مین اقرار بائع مضاف بتاریخ بیع مذکور ہی اور وہ فلان روز ہی۔ پس شاید یہ اقرار اُس روز واقع ہوا ہو لیکن احتمال ہی کہ اُس روز بیع واقع ہونے سے پہلے واقع ہوا ہو پس اقرار بتاریخ بیع ہوگا لیکن بیع سے پہلے ہوگا اور اس تقدیر پر گواہون کی گواہی اور اقرار بیع کی بیع واقع ہونے سے پہلے ہوگی۔ اور قبل بیع کے اقرار بیع باطل ہی تو قبل بیع کے اقرار بیع کی گواہی بھی باطل ہوگی۔ اور اسوجہ سے کہ گواہون نے اپنی گواہی مین کہا کہ آج کے روز یہ حویلی اُس سبب سے جو اس محضر مین مذکور ہی اس مدعی کی ملک ہی اور اس محضر مین جو سبب مذکور ہی (یعنی دوم یہ کہ ۱۲ منہ) وہ بیع ہی نہ اقرار بیع اسواسطے کہ اقرار سبب ملک ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہی اور بیع پر اُنکی گواہی نہین ہی بلکہ اُنکی گواہی اقرار بیع پر ہی۔ لیکن یہ زعم فاسد ہی۔ پس وجہ اول دو وجہون سے فاسد ہی ایک یہ کہ مطلق کلام عاقل اور اسکا تصرف بروجہ صحت محمول کیا جائیگا بحکم فقیہ الاصل اور یہ اس مقام پر باین طور ہی کہ دعوی مدعی باقرار بیع بتاریخ مذکور اُسکے دعوی اقرار بیع بتاریخ مذکورہ پر بعد بیع کے واقع ہونے کے محمول کیا جاوے اور گواہی مین بھی یہی صورت ہی اور دوم آنکہ مطلق کلام عاقل ایسی صورت پر محمول کیا جاتا ہی جیسی لوگون مین عادت ہو اور لوگ اپنی عادت کے موافق ایسے بول چال مین ایسے کلام سے یہی مراد لیتے ہین کہ بیع کے بعد اس تاریخ مین بیع کا اقرار کیا۔ سو جواب وجہ دوم یہ ہی کہ ہان یہ اقرار بیع کی گواہی ہی اور بیع

سبب ملک ہو اور یہ صحیح ہی۔

محضر- باندی پر ملک کے دعوی کرنے کے مقدمہ مین - زید حاضر آیا اور اپنے ساتھ ایک باندی کو حاضر لایا اور دعوی کیا کہ یہ باندی اُسکی ملک ہی حالانکہ باندی اس سے منکر ہو پھر زید چند گواہ لایا جنھون نے گواہی دی باین عبارت (روزے مردے بیامد و این جاریہ حاضر آورد و را باین حاضر آمدہ بفروخت بہ بہاے معلوم و بوے تسلیم کرد)- پس یہ محضر دو علتون سے رد کر دیا گیا دونون مین سے ایک یہ ہی کہ گواہون نے مدعی کے واسطے ملک کی بطریق انتقال گواہی دی یعنی دوسرے کی ملک سے منتقل ہوکر اس مدعی کی ملک مین بوجہ بیع کے آئی ہی پس ضرور ہی کہ پہلے اُس بائع کی ملک ثابت کیجاوے تاکہ انتقال ملک مذکور بجانب مدعی ثابت ہو حالانکہ اس صورت مین ایسی گواہی سے ملک بائع ثابت نہوگی کیونکہ بائع مجہول ہی اور مجہول کے واسطے ملک کا اثبات متحقق نہین ہوتا ہی اور جبکہ اس صورت مین اس گواہی سے بائع کے واسطے ملک ثابت نہوئی تو اس گواہی سے مدعی کے واسطے کیونکر انتقال ملک ثابت ہوگا حتے کہ بائع اگر مرد معلوم ہوتا تو یہ گواہی مقبول ہوتی اور مدعی کے واسطے باندی کی ملک کا حکم نہ دیا جاتا - اور دوسری علت یہ ہی کہ گواہون نے فقط یہ گواہی دی ہی کہ ایک شخص نے اس مدعی کے ہاتھ فروخت کی اور یہ گواہی نہین دی کہ اس مشتری نے بھی اُس سے خریدا ہی اور یہ ہوسکتا ہی کہ بائع مذکور نے باندی مذکور اس مدعی کے ہاتھ فروخت کی ہو مگر مدعی مذکور نے اسکو نہ خریدا ہو اور فقط بیع سے بدون خرید کے ملک ثابت نہین ہوتی ہی - لیکن علت دوم صحیح نہین ہی اسواسطے کہ ذکر بیع متضمن ذکر خرید ہی اور نیز ذکر خرید متضمن ذکر بیع ہوتا ہی - آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر کسی نے دوسرے پر دعوی کیا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ باندی اسقدر ثمن کے عوض فروخت کی اور اُس سے ثمن کا مطالبہ کیا تو اُسکا بیع کا دعوے صحیح ہوگا اگرچہ مدعا علیہ پر اُسنے یہ دعوی نہین کیا کہ اُسنے خریدی ہی - اور اسی طرح اگر کسی نے دعوی کیا کہ میرے ہاتھ اس مرد نے یہ باندی فروخت کی ہی تو اُسکا دعوے صحیح ہوگا اگرچہ اُسنے یہ دعوے نہین کیا کہ مین نے اسکو اس سے خرید کیا ہی اس امر کو امام محمد رحمہ نے بہت جگہ ذکر کیا ہی - اور نیز ایک محضر باندی پر دعوی کرنیکے مقدمہ کا پیش ہوا کہ زید حاضر ہوا اور ایک باندی کو حاضر لایا اور دعوی کیا کہ یہ میری باندی ہی مین نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہی پس میری اطاعت اسپر واجب ہی اور باندی مذکورہ اس سے منکر ہی پھر یہ زید مذکور چند گواہ لایا جنھون نے یہ گواہی دی کہ اس مدعی نے اس باندی کو فلان شخص سے خریدا ہی - تو اسمین مفتیون کے جواب مختلف ہوے بعضون نے فتوی دیا کہ ملکیت کا حکم دینے کے واسطے یہ دعوی صحیح ہی اور اطاعت واجب ہونے کی قضا نافذ کرنے کے واسطے صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اطاعت جب واجب ہوگی کہ جب بائع نے باندی مذکور اس مدعی کے سپرد کردی ہی اور اسکا سپرد کرنا بعد ادائے ثمن کے ہوگا اور مدعی نے اپنے دعوے مین یہ ذکر نہین کیا ہی کہ اُسنے ثمن ادا کر دیا ہی - اور بعضون نے دعوی بالکل صحیح نہونے کا فتوی دیا ہی اور یہی صحیح ہی - اسواسطے کہ گواہون نے ملک بائع کی صریحاً یا دلالۃً کسی طرح گواہی نہین دی اور بدون اسکے مشتری کی ملک کا حکم نہ دیا جائیگا اور یہ مسئلہ کتاب الشہادہ مین ہی۔

محضر- دربارہ دعوی ولاء عتاقہ پیش ہوا کہ زید مر گیا پھر عمرو آیا اور دعوے کیا کہ میت مذکور میرے والد بکر کا آزاد کیا ہوا ہی کہ اُسکو میرے والد نے اپنی زندگی مین آزاد کیا تھا اور اُسکی میراث مجھے چاہیے ہی کیونکہ مین اُسکے آزاد کنندہ کا بیٹا ہون میرے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی پس بعضے مشائخ نے اسکے فاسد ہونے کا فتوی دیا ہی اور بعض نے

اس دعوی کی صحت کا فتوی دیا ہی ادصحیح یہ ہو کہ یہ دعوی فاسد ہو اسواسطے کہ مدعی نے اپنے دعوی مین یہ نہین کہا کہ میرے والد نے اسکو اپنی زندگی مین آزاد کیا درحالیکہ میرا والد اسکا مالک تھا اور غیر مالک کا آزاد کرنا باطل ہو اور جو ہمنے بیان کیا ہو اسکی صحت کی دلیل وہ ہو جو امام محمد رہ نے دعوی الاصل مین باب دعوی العتق مین ذکر فرمایا کہ اگر کسی غلام نے گواہ قائم کیے کہ اسکو زید نے آزاد کر دیا ہو اور زید اس سے منکر ہی یا اسکا مقر ہو اور عمرو نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہو تو قاضی عمرو کے نام ڈگری کر دیگا اسواسطے کہ آزادی کے گواہون نے عتق باطل کی گواہی دی ہو کیونکہ انھون نے اپنی گواہی مین یہ نہین بیان کیا کہ اُس حالت مین زید اُسکا مالک تھا اور بدون گواہی کے زید کی ملک ثابت نہو گی اور عتق بلا ملک باطل ہو اور ہمارے اس قول کی کہ گواہون نے عتق باطل کی گواہی دی ہو یہی معنی ہین پس ایسی گواہی کا وجود و عدم یکسان ہو اور اگر بالفرض ایسی گواہی موجود نہ ہوتی تو عمرو کے واسطے ملک کی ڈگری کیجاتی پس ایسا ہی درصورت موجود ہونے ایسی گواہی کے بھی یہی حکم ہوگا۔ اسی طرح اگر عتق کے گواہون نے غلام کے واسطے اسطرح گواہی دی کہ زید نے اسکو آزاد کیا درحالیکہ یہ غلام اُسکے قبضہ مین تھا تو بھی عمرو کے واسطے جسنے اپنی ملک ہونے کے گواہ قائم کیے ہین ملک کا حکم دیا جائیگا اسواسطے کہ اعتاق صحیح ہونے کے واسطے ملک معتبر ہو قبضہ کا اعتبار نہین ہو اور گواہون نے ملک کی گواہی نہین دی ہو۔ اور اگر عتق کے گواہون نے یون گواہی دی کہ زید نے اسکو درحالیکہ زید اسکا مالک تھا آزاد کیا ہو اور عمرو کے گواہون نے گواہی دی کہ یہ اس عمرو کا غلام ہو تو عتق کے گواہون پر حکم ہوگا اسواسطے کہ غلام کا اپنے آزاد کنندہ کی ملک ثابت کرنا مثل آزاد کنندہ کے اپنی ملک ثابت کرنے کے ہو۔ اور اگر آزاد کنندہ بالفرض گواہ قائم کرے کہ یہ میرا غلام سابق ہو مین نے اسکو اپنی ملک کی حالت مین آزاد کردیا ہو تو عتق کے گواہون پر حکم ہوگا اسواسطے کہ دونون فریق گواہ ملک ثابت کرنے کے حق مین یکسان ہین مگر ایک فریق مین اثبات عتق زائد ہو پس ایسا ہی اس صورت مین جبکہ غلام نے ایسے گواہ قائم کیے ہین یہی حکم ہوگا پس یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہو کہ غیر کی طرف سے عتق کا دعوی کرنے مین اس غیر کی ملک کا ذکر کرنا ضرور ہو۔

محضر دربارۂ دعوی دفعیہ پیش ہوا جسکی صورت یہ ہو کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ غلام کی نسبت عمرو پر دعوی کیا کہ مین نے اسکو خالد سے ۱۲ تاریخ محرم سنہ ۱۲۰۱ ہجری کو خریدا ہو اور مدعا علیہ نے اسکے دعوی سے انکار کیا پس زید نے اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے اور حکم قضاء بربناء گواہان زید کے واسطے عمرو پر اس غلام کی ملک کی نسبت متوجہ ہوا پھر مدعا علیہ نے اس دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا کہ یہ شخص جسکی طرف سے تو ملک حاصل ہونے کا دعوی کرتا ہو اسنے تیری خرید کی تاریخ سے ایک سال پہلے بطوع خود یہ اقرار کیا ہو کہ یہ غلام میرے بھائی بکر کی ملک وحق ہو اور اُسکے بھائی بکر نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق کی ہو اور مین نے یہ غلام اُسکے بھائی بکر سے خریدا ہو پس اس سبب سے تیرا دعوی مجھپر باطل ہو۔ تو مفتیون نے بالاتفاق جواب دیا کہ یہ دفعیہ صحیح ہو پھر اسکے بعد فتوی طلب کیا گیا کہ اگر زید نے مدعی دفعیہ عمرو سے اس اقرار کا وقت طلب کیا کہ کس روز کس شہر مین واقع ہوا ہو پس آیا قاضی اُسکو اس بیان کی تکلیف دیگا تو یہی بالاتفاق جواب دیا کہ قاضی اُسکو یہ تکلیف نہ دیگا اسواسطے کہ اُسنے ایکبار بقدر ضرورت یہ بیان کردیا کہ تیری تاریخ خرید سے یا تیری خرید سے پہلے اقرار کیا ہو۔

محضر دربارۂ دعوی میراث پیش ہوا جسکی صورت یہ ہو کہ مجلس قضاء مین زید و عمرو و ہندہ حاضر ہوے اور یہ سب اولاد بکر ہین پھر ان سب نے خالد پر جسکو حاضر لائے ہین ایک دار محدود کا اپنی ماد سلیمہ میت کی میراث اپنے واسطے ہونے کا دعوے کیا اور محضر مین یہ لکھا ہو کہ یہ دار محدود ملک مسماۃ سلیمہ والدہ ان ہر دو مدعیون کا اور اسی کا حق تھا اور

برابر تادم موت اُسکے قبضہ مین رہا یہانتک کہ وہ مر گئی اور اُسکے فرزندون کے واسطے میراث رہگیا۔ تو یہ محضر دو غلطیون سے رد کر دیا گیا ایک یہ کہ محضر مین یون لکھا ہے کہ ان دو مدعیون کی والدہ حالانکہ چاہیے کہ ان سب مدعیون کی والدہ لکھا جاوے اور دوم آنکہ محضر مین لکھا ہے کہ مر گئی اور اُسکے فرزندن کے واسطے میراث رہگیا اور اسمین یہ مذکور نہین ہے کہ کیا بتر فرزندون کے واسطے میراث رہگئی اور یون لکھنا چاہیے کہ یہ دار محدود اُسکے فرزندون کے واسطے میراث رہگیا یا یون لکھنا چاہیے کہ یہ اُسکے فرزندون کے واسطے میراث رہگیا تاکہ مال متروک بصریح یا بکنایہ مذکور ہو جاوے اور بدون صریح یا کنایہ ذکر کرنیکے جسمین دعوی واقع ہوا اُسکی خبر میراث تمام نہو گی۔ اور شیخ امام نجم الدین عمر نسفی نے حکایت کی کہ مین نے خبر میراث مین ایک فتوی لکھا اور اُسکے شرائط صحت بیان کرنے مین خوب مبالغہ کیا لیکن اتنی بات تھی کہ اس قول کی جگہ کہ اسکو میراث چھوڑا ضمیر چھوڑ دی تھی صرف یہ لکھا تھا کہ اور میراث چھوڑا تو شیخ الاسلام علی بن عطار بن حمزہ السغدی رحنے اُسکی صحت کا فتوی ندیا اور مجھسے کہا کہ اسمین ضمیر لکھدے اور یون کر دے کہ اسکو میراث چھوڑا تب مین صحت کا فتوی دونگا۔ امام زاہد نجم الدین نسفی نے فرمایا کہ میرے سامنے ایک محضر پیش ہوا جسمین زید نے عمرو پر ایک زمین کا دعوی کیا تھا کہ یہ زمین اس مدعی کی ملک وحق ہے اور اس مدعا علیہ کے مورث فلان نے اُسپر بغیر حق اپنا قبضہ کر لیا اور برابر اپنے قبضہ مین رکھا یہان تک کہ مر گیا پھر اسکے وارث اس حاضر آوردہ کے قبضہ مین بھی ناحق ہے پس اسپر واجب ہے کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کر کے اس مدعی کو سپرد کر دے اور مدعا علیہ نے اسکے دعوے کے دفعیہ مین کہا کہ میرے مورث فلان نے اسکو اس مدعی کے مورث سے بطور بیع قطعی خرید کیا تھا اور باہمی قبضہ طرفین سے ہو گیا تھا اور میرے مورث کے قبضہ مین تاحیات اُسکے بحق رہی یہان تک کہ اسنے وفات پائی پھر میرے واسطے بحق اُسکے میراث رہی پس مدعی نے اس دفعیہ کے دفع مین کہا کہ اس مدعا علیہ کے مورث نے اقرار کیا کہ جو بیع ہمارے درمیان مین جاری ہوئی ہے وہ بیع وفا ہے کہ جب بائع مجھکو ثمن دیدے تو مجھپر اس زمین کا واپس کرنا لازم ہو گا اور اسپر گواہ قائم کر دیے پس آیا اس طور سے دفعیہ کا دفع کرنا صحیح ہے تو شیخ نجم الدین رح نے فرمایا کہ قاضی القضاۃ عماد الدین علی بن عبد اللہ اور شیخ امام علاء الدین عمرو بن عثمان معروف بعلا بدر نے جواب دیا کہ صحیح ہے اور مین جواب دیتا ہون کہ صحیح نہین ہے کیونکہ مدعی نے اولاً دعوی کیا کہ اس مدعا علیہ کا قبضہ بغیر حق ہے پھر جب بیع وفاء کا اقرار کیا تو اقرار کیا کہ اسکے قبضہ مین بحق ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ دعوی دفعیہ کا صحیح ہونا واجب ہے بنا بر قول ایسے امام کے کہ بیع الوفاء رہن کے حکم مین ہے اسواسطے کہ مدعی نے اس دفعیہ مین مدعا علیہ کے واسطے جس بات کا ابتدا مین بالکل انکار کیا تھا یعنے یہ زمین جو اسکے قبضہ مین ناحق ہے اسمین سے تھوڑے کا اقرار کیا اور یہ بدین طور کہ جب اس بیع کو حکم رہن حاصل ہے تو مبیع مدعی کی ملک رہی لیکن مدعا علیہ کو روکنے اور اپنے پاس رکھنے کا استحقاق حاصل ہے حالانکہ مدعی نے اس اراضی محدودہ کی اپنی ملک ہونے کا اور مدعا علیہ کے قبضہ مین بغیر حق ہونے کا دعوی کیا ہے پھر جب اسکے بعد مدعا علیہ کے واسطے بیع بالوفاء کا اقرار کیا تو اپنے واسطے محدود مذکور کی ملکیت کا دعوی اور مدعا علیہ کے واسطے بحق قبضہ رکھنے کا اقرار کیا اور یہی ہمارے اس قول کے معنی ہین کہ جس امر کا مدعا علیہ کے حق مین اولاً انکار کیا تھا اسمین سے بعض بات کا اقرار کیا۔ اور بنا بر قول عامہ مشائخ کے نزدیک اگر وفاء عقد بیع مین مشروط نہو تو بیع صحیح ہو گی پس دعوی مدعی کی سماعت نہو گی اور اگر وفاء عقد بیع مین مشروط ہو تو بیع فاسد ہو گی پس اگر اسنے فسخ عقد کا دعوی کیا تو دعوی دفعیہ صحیح ہو گا ورنہ نہین کذا فی المحیط

محضر شیخ نجم الدین نسفی رح کے سامنے پیش کیا گیا جسمین مذکور ہے کہ زید نے عمرو پر ایک باغ انگور کا استحقاق ثابت کیا اور

اُسکے حاصلات کا مطالبہ کیا اور اسکو بیان کر دیا ہی پس اس محضر مین مدعا علیہ نے اُسکے دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا کہ مدعی نے اس سے بدل معلوم پر صلح کر لی ہی اور مقدار بدل کا ذکر نہین ہی اور نہ قبضہ مذکور ہی پس آیا یہ دفعیہ صحیح ہوگا تو فرمایا کہ یہ دفعیہ نہین صحیح ہی اور اگر بدل صلح پر قبضہ کرنا مذکور ہو تو صحیح ہوگا اگرچہ مقدار بدل مذکور نہو اسواسطے کہ مقدار بدل کا بیان ایسی صورت مین ترک کرنا جسمین اب قبضہ کرنے کی ضرورت نہین باقی ہی مضر نہین ہی سو واضح ہو کہ یہ مسئلہ دو طرح پر ہی اگر فقط باغ انگور سے صلح واقع ہوئی اور بدل معلوم ہی یا نہین معلوم ہی لیکن گواہون نے بدل الصلح پر قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو صلح صحیح ہوگی اور دعوی دفعیہ صحیح ہوگا اور اگر صلح باغ انگور اور اُسکی حاصلات غلہ سے جسکو مدعا علیہ نے تلف کر دیا ہی بعوض ایسے بدل کے واقع ہوئی جو اس مال کے برخلاف ہی جو تلف کرنے کی وجہ سے واجب ہوا ہی اور بدون قبضہ کے دونون جدا ہو گئے تو حق پیداوار غلہ مین صلح صحیح نہوگی خواہ بدل صلح معلوم ہو یا نہو پس یہ دعوی حق غلہ مین دفعیہ نہوگا یہ فصول استروشنی مین ہی محضر۔ جسمین وارث نے ترکہ کی زمین کے دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا ہی اسکی صورت یہ ہی کہ زید نے ترکۂ میت عمرو مین سے ایک زمین کا اُسکے وارث بکر پر دعوی کر کے استحقاق ثابت کیا پس بکر نے اُسکے دعوے کے دفعیہ مین کہا کہ تو اس دعوی مین مبطل ہی اسواسطے کہ تو نے مجھسے ایکبار کہا ہی کہ تو نے باپ سے میراث پائی ہی یا یون دعوی کیا کہ تو نے مجھسے ایکبار کہا ہی کہ تو نے باپ کے مرنے کے پیچھے بہت مال پا لیا ہی مین نے کہا کہ مین نے کون مال پا لیا ہی کون مال میراث پایا ہی تو تو نے کہا کہ فلان زمین پس یہ تیری طرف سے میری ملک ہونے کا اقرار ہی اور تیرا دعوے باطل ہی پس آیا اس کلام سے حجت پکڑ سکتا ہی اور یہ اُس دعوی کا دفعیہ ہو سکتا ہی تو اسمین شیخ نجم الدین نسفی رحمہ نے یہ جواب دیا ہی کہ زید کے اس کلام مین کہ میراث پایا ہی حجت ہی اور دفعیہ ہو سکتا ہی اسواسطے کہ یہ بات اُسکی طرف سے بکر کے واسطے ملکیت کا اقرار ہی اور اس کلام مین کہ تو نے پا لیا ہی اس سے دفعیہ نہین ہو سکتا ہی اسواسطے کہ یہ ملکیت کا اقرار نہین ہی اور یہ جواب ظاہر ہی۔ اور نیز ایک محضر پیش ہوا جسمین مذکور ہی کہ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ باغ انگور چہار دیواری والا جو فلان مقام پر واقع ہی اور اُسکے حدود یہ ہین وہ اس مدعی کی مان کے قبضہ مین تھا اور اُسکی مان نے اقرار کیا تھا کہ وہ اس مدعی کی ملک ہی اور بعد اس اقرار کے اس مدعا علیہ نے یہ باغ مذکور اس مدعی کی مان سے خریدا پس اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ یہ باغ مذکور اس مدعی کے سپرد کرے۔ پس ائمہ سمرقند مین سے ایک جماعت نے جواب دیا کہ یہ دعوی صحیح ہی اور امام نجم الدین نسفی نے جواب دیا کہ فاسد ہی اور فساد کی وجہین ظاہر ہین۔ لیکن بیان نہین فرمائین اور شاید منجملہ وجوہ فساد کے ایک یہ بات ہی کہ مدعی نے اپنے واسطے ملک کا دعوی نہین کیا اور اگر اپنے واسطے ملک کا دعوی بھی کرتا اور دعوے کرتا کہ اُسکی مان نے اُسکے واسطے اس باغ مذکور کا اقرار کیا ہی تو بھی دعوی کی سماعت نہوتی اسواسطے کہ اُسنے اپنی ملک کو ایسی چیز کی طرف مضاف کیا جو سبب ملک ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہی اور وہ اقرار ہی حتے کہ اگر وہ اپنی ملک کو ایسی چیز کی طرف مضاف کرے جو سبب ملک ہونے کی صلاحیت رکھتا ہی مثلاً یون کہے کہ یہ باغ انگور میری ملک ہی مین نے اس مدعا علیہ کے خریدنے سے پہلے اسکو اپنی مان سے خریدا ہی تو اُسکا دعوی صحیح ہوگا محضر۔ دعوی میراث مع عتق پیش ہوا جسمین یہ مذکور ہی کہ زید نے ایک شخص مسمے عمرو پر دعوی کیا کہ یہ غلام میرے چچا زاد بھائی بکر کا غلام تھا اور وہ مر گیا اور جسوقت مرا ہی اُسوقت یہ اُسکی ملک تھا اور مین اُسکا وارث ہون اور میرے سوا اُسکا کوئی وارث نہین ہی پس یہ غلام اُسکی طرف سے میرے واسطے میراث ہو گیا حالانکہ یہ غلام میری اطاعت سے انکار کرتا ہی پس مدعا علیہ نے اُسکے دعوے کے دفعیہ مین دعوی کیا کہ اسکے مورث مذکور نے مجھکو اپنے مرض الموت مین آزاد

کردیا تھا اور مین اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہون اور آج کے روز مین آزاد ہون اُسکے واسطے مجھپر کوئی راہ نہین ہی اور اسپر گواہ
قائم کردیے پھر اس مدعی نے دوبارہ دعوی کیا کہ مین نے اس غلام کو اپنے چچازاد بھائی فلان مذکور سے اُسکی صحت مین خرید کیا ہی تو
شیخ نجم الدین نسفی رح نے جواب دیا ہی کہ دوسرا دعوی اُسکا صحیح نہین ہی اسواسطے ہر دو دعوی مین تناقض واقع ہوتا ہی اور توفیق نہین ممکن
ہی کیونکہ اُسنے پہلے میراث پانے کا دعوی کیا پھر مورث مذکور کی زندگی مین اُس سے خرید نے کا دعوی کیا اور یہ جواب صحیح ہی اور علت
مذکورہ ظاہر ہی اور امام محمد رح نے آخر جامع کبیر مین ذکر فرمایا ہی کہ زید کا باپ عمرو مر گیا پس زید نے بکر کے مقبوضہ دار پر دعوی کیا
کہ یہ دار میرا ہی مین نے اسکو اپنے باپ سے اُسکی حیات وصحت کی حالت مین خرید کیا ہی اور اسپر گواہ قائم کیے مگر اُنکی تعدیل نہوئی
یا اسکے پاس گواہ تھے اور اُسنے مدعا علیہ سے قسم لے لی پھر اُسنے گواہ قائم کیے کہ یہ دار اسکے باپ کا ہی وہ مر گیا اور اسکو اُسکے واسطے
میراث چھوڑ گیا ہی اور گواہ لوگ کہتے ہین کہ ہم اسکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین جانتے ہین تو قاضی بنام مدعی اس دار کی
ڈگری کردیگا اسواسطے کہ پہلے باپ سے حالت حیات وصحت مین خرید نے کے دعوی اور پھر دوبارہ اُس سے میراث پانے کے دعوی
مین تناقض نہین رہتا ہی اسواسطے کہ وہ کہہ سکتا ہی کہ مین نے اُس سے خرید اتھا جیسا کہ مین نے پہلے دعوی کیا تھا لیکن مین اپنی خرید
ثابت کرنے سے عاجز ہوا اور بسبب ظاہر یہ دار میرے باپ کی ملک مین رہا پس بظاہر وہ میرے باپ کے مرنے کے بعد میرے
واسطے میراث ہوا اور اگر ایسی صورت مین پہلے اُسنے باپ سے میراث پانے کا دعوی کیا پھر اسکے بعد اُس سے خرید نے کا دعوی
کیا تو دعوی خرید کی سماعت نہوگی اسواسطے کہ پہلے میراث پانے کے دعوے اور پھر خرید نے کے دعوی مین تناقض ہی اسواسطے کہ وہ یہ نہین
کہہ سکتا ہی کہ مین نے اپنے باپ سے میراث پایا جیسا کہ مین نے پہلے دعوی کیا ہی پھر جب مین میراث ثابت کرنے سے عاجز ہوا تو مین نے
اُس سے خرید ا اور اسکی توضیح یہ ہی کہ باپ سے جو چیز خریدی ہی وہ کبھی میراث ہوسکتی ہی بایں طور کہ مثلاً اُسکی زندگی مین دونون کے
درمیان بیع فسخ ہو جاوے یا بعد موت کے فسخ ہو کہ وارث اُسمین کوئی عیب پاکر اُسکو واپس کردے پس تناقض متحقق نہین ہوسکتا ہی
اور جو چیز باپ کی طرف سے میراث ملی ہو وہ اُسکی طرف خرید شدہ نہین ہوسکتی ہی پس تناقض متحقق ہوگا۔

محضر۔ دعوی میراث۔ اُسکی صورت یہ ہی کہ زید مر گیا پھر ایک شخص مسمی عمرو آیا اور چچازاد بھائی ہونے کی وجہ سے عصبہ ہونے کا
دعوی کیا اور نسب پر گواہ قائم کیے کہ دادا تک نام ونسب ذکر کیے پھر اس نسب واس میراث کے منکر نے گواہ قائم کیے کہ میت
کا دادا فلان شخص ہی اور یہ سوائے اُس شخص کے ہی جسکو مدعی نے دادا ثابت کیا ہی پس آیا یہ دعوی مدعی اور اُسکے گواہون کا دفعیہ
ہوگا یا نہین تو شیخ نجم الدین نسفی رح نے جواب دیا کہ اگر پہلے گواہون کے موافق حکم قضا نافذ ہوچکا ہی تو دفعیہ نہوگا اور اگر پہلے
گواہون کے موافق حکم قضا نافذ نہین ہوا ہی تو بسبب تعارض کے کسی فریق گواہ کے موافق حکم دینا جائز نہین ہی اور فرمایا کہ
یہ نظیر مسئلہ طلاق جورو وعتاق غلام ہی کہ ایک فریق گواہون نے گواہی دی کہ اُسنے کوفہ مین اس سال کی قربانی کے روز
اپنی جورو کو طلاق دی ہی اور دوسرے فریق گواہون نے غلام کے واسطے گواہی دی کہ ایسے شخص نے اسی سال کی قربانی کے
روز مکہ مین اس غلام کو آزاد کیا ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ چاہیے کہ مدعی کے گواہون کا دفعیہ نہو اور مدعا علیہ کے گواہ قبول
نہون کیونکہ اگر مدعا علیہ کے گواہ ہون تو یا تو دادا کے نام کے اثبات پر قبول ہونگے اور اسکی کوئی وجہ نہین ہی اسواسطے
کہ وہ اسمین خصم نہین ہی اور یا دعوی مدعی کی نفی پر قبول ہونگے اور اسکی بھی کوئی راہ نہین ہی اسواسطے کہ نفی پر گواہی
قبول نہین ہوتی ہی اور یہ نظیر اس صورت کی ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اس مدعی نے اس مدعا علیہ کو فلان
روز ہزار درم قرضہ دیے ہین اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ یہ شخص اس روز فلان شہر مین تھا کسی دوسرے شہر کا نام لیا تو

مدعا علیہ کے گواہ قبول نہونگے اسواسطے کہ یہ گواہ درحقیقت نفی پر قائم ہوئے ہین

محضر - درمقدمہ دعوی دویرہ وسرا بچہ پیش ہوا اور گواہون نے بلفظ خانہ گواہی دی تو محضر مذکور بدین علت رد کردیا گیا کہ جس چیز کی گواہون نے گواہی دی ہو وہ تحت دعوی داخل نہین ہی اسواسطے کہ دعوی سرا بچہ کا ہی اور گواہون نے خانہ کی گواہی دی ہی حالانکہ سرا بچہ اور ہی اور خانہ اور ہی اور یہ جواب ایسی صورت مین صحیح ہوسکتا ہی کہ جب دعوی بزبان عربی اور گواہی بزبان عربی ہو اور اگر دعوی فارسی مین اور گواہی فارسی مین ہو تو دعوے وگواہی دونون صحیح ہونگی اسواسطے کہ فارسی مین خانہ کا اطلاق سرا بچہ پر ہوسکتا ہی ہان عربی مین ایسا نہین ہی -

محضر - درمقدمہ دعوی بیع مسکنی جسمین لکھا تھا کہ اُسکو معہ اُسکے حدود وحقوق کے فروخت کیا اور یہ محضر شیخ الاسلام سغدی کے سامنے پیش کیا گیا تو شیخ رح نے اسکو رد کردیا کہ سکنی نقلی ہی اور نقلی کے واسطے حد نہین ہوتی ہی - اور نیز شیخ رحمہ اللہ کے سامنے لکھکر دوسرا محضر پیش ہوا جسمین مدعا علیہ کے دادا کا نام مذکور نہ تھا جسکی صورت یہ تھی کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا - تو شیخ رح نے اسکی صحت کا فتوی دیا اسواسطے کہ مدعا علیہ حاضر ہی اور حاضر مین اشارہ کافی ہی اُسکے اور اُسکے باپ کے نام کی ذکر کی ضرورت نہین ہی پس دادا کے نام بیان کرنے کی بدرجہ اولی ضرورت نہوگی اور اگر مدعا علیہ غائب ہو تو دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہی اور یہ امام اعظم رح وامام محمد رح کا قول ہی اسی طرح حدود کے بیان مین صاحب حد کے دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہی اسی طرح ہر دو متخاصمین کی شناخت مین دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہی اور قاضی امام رکن الاسلام علی بن حسین سغدی ابتدا مین اُسکی شرط نہین فرماتے تھے کہ دادا کا نام ذکر کرنا ضرور ہی پھر آخر عمر مین اسکی شرط کرنے لگے اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی -

محضر - پیش ہوا جسمین شفعہ کا دعوی ہی - اور اسمین بہر سہ طریق شفعہ کا طلب کرنا مذکور ہی پس یہ محضر اس علت سے رد کیا گیا کہ دعوی وگواہی مین یہ مذکور نہین ہی کہ شفیع نے طلب کے گواہ وقت قدرت مین فی الفور کیے ہین اور اُسنے اس محدود کے شفعہ طلب کرنے پر گواہ کر لیے ہین اور محدود مذکور بہ نسبت بائع ومشتری کے شفیع سے زیادہ نزدیک تھا حالانکہ اسکا بیان ضرور ہی اسواسطے کہ شرط یہ ہی کہ ایسے پر گواہ کرے جو شفیع سے زیادہ نزدیک ہو خواہ محدود ہو یا بائع ہو یا مشتری ہو - اور جاننا چاہیے کہ طلب اشہاد کی مدت بالتقدیر اسیقدر ہی کہ بخلاف تحویت بائع یا مشتری یا محدود ان تین مین سے ایک کی حاضری مین فورا گواہ کرلے اور مشتری سے طلب کرنا ہر حال مین صحیح ہی خواہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور بائع سے طلب کرنا جب صحیح ہی کہ جب دار اُسکے قبضہ مین ہو اور اگر دار اُسکے قبضہ مین نہو تو شیخ الاسلام نے بھی شرح مین ذکر کیا کہ استحسانا اُس سے شفعہ طلب کرنا صحیح ہی قیاسا صحیح نہین ہی اور شیخ ابو الحسن قدوری نے اپنی شرح مین اور ناطفی نے اپنی اجناس مین اور عصام نے اپنی مختصر مین ذکر کیا کہ یہ صحیح نہین ہی اور استحسان وقیاس کا کچھ ذکر نہین کیا اور اگر شفیع نے بغرض طلب اشہاد ان تین مین جو زیادہ قریب ہی اُسکو چھوڑکر دوری والے کے پاس جانے کا قصد کیا پس اگر یہ سب ایک ہی شہر مین ہون تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین اور عصام نے اپنی مختصر مین ذکر کیا ہی اسواسطے کہ شہر واحد باوجود تباین اطراف کے حکم مین مثل مکان واحد کے ہی اور خصاف نے ادب القاضی مین ذکر فرمایا کہ اگر وہ نزدیک کو چھوڑکر دور والے کے پاس گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور ایسا ہی صدر الشہید نے اپنے واقعات مین ذکر کیا ہی اور اگر یہ سب متفرق دو یا زیادہ شہرون مین ہون پس اگر انمین سے کوئی ایک اسی شہر مین موجود ہو جسمین شفیع ہی پھر شفیع اسکو چھوڑکر دوسرے شہر مین طلب اشہاد کے واسطے گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر شفیع ودار محدود ومشتری وبائع ان سب

مین سے ہر ایک علٰحدہ علٰحدہ شہر مین ہو پس وہ نزدیک والے کو چھوڑ کر ایسے کے پاس گیا جو بہ نسبت اُسکے دور ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعض نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایسا ہی عصام نے اپنی مختصر مین ذکر کیا ہو اور بعض نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل نہوگا اور ایسا ہی ناطقی نے اجناس مین ذکر کیا ہو اور اسکی وجہ یہ ہو کہ گاہے ایسا اتفاق ہوتا ہو کہ شفیع کسی سبب سے نزدیک والے کے پاس نہین جا سکتا ہو پس دور والے کے پاس جانا اسکے شفعہ کا مبطل نہوگا اور علٰے ہذا اگر نزدیک والے کے پاس پہونچنے کے دو راستہ ہون پس شفیع نے نزدیک کا راستہ چھوڑ کر دور کا راستہ اختیار کیا تو بقیاس اُسکے جو عصام رح نے ذکر کیا ہو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور بقیاس اُسکے جسکو ناطقی نے ذکر کیا ہو اُسکا شفعہ باطل نہوگا۔ پھر جس شہر مین ان سب سے زیادہ قریب موجود ہو جب اُس شہر مین پہونچا تو طلب صحیح ہونے کے واسطے یہ شرط ہو کہ اس چیز کے حضور مین طلب ہو خواہ یہ شی دار ہو یا بائع ہو یا مشتری ہو سب کا حکم یکسان ہو یہی مشہور و معروف ہو اور قاضی امام ابوزید کبیر فرماتے تھے کہ بائع و مشتری مین اور دار مین فرق ہو کہ صحت طلب کے واسطے بائع یا مشتری کا حضور شرط ہو اور دار اگر زیادہ قریب ہو تو اُس شہر مین پہونچکر دار کا حضور شرط نہین ہو بلکہ اُس شہر مین جسمین دار ہو بدون تاخیر کے جہان چاہے شفعہ طلب کرنے کے گواہ کرے تو طلب اشہاد صحیح ہو جائیگی اور فرماتے تھے کہ اسی طرف امام محمد رح نے باب شفعہ اہل البغی مین اشارہ فرمایا ہو اور علٰی ہذا اگر دار مذکور اُسی شہر مین ہو جہان شفیع موجود ہو تو طلب اشہاد کی صحت کے واسطے بنابر اختیار امام ابوزید کبیر رح کے دار مذکور کا بطلب اشہاد شفعہ طلب کرنے کے واسطے اس دار کا سامنے ہونا شرط نہوگا اور اگر بائع و مشتری شہر شفعہ مین ہون تو اُسکے حضور مین طلب اشہاد بالاتفاق شرط ہو کذا فی المحیط۔

محضر۔ اس مقدمہ مین پیش ہوا کہ مادہ خر خرید کردہ پر استحقاق ثابت کر کے لے لیے جانے کے بعد مشتری نے اپنا ثمن واپس لینے کا دعوے کیا۔ اسکی صورت یہ ہو کہ مجلس قضاء بخارا مین سے حیدر حمیری حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک شخص مسمی عثمان حمیری کو حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ نے میرے ہاتھ ایک مادہ خر پورے جثہ کی اسقدر ثمن کے عوض فروخت کی اور یہ فروخت ماہ فلان سنہ فلان مین واقع ہوئی اور مین نے اس مادہ خر کو اس سے خرید لیا اور ہم دونون مین باہمی قبضہ واقع ہو گیا پھر مین نے یہ مادہ خر بدست احمد بن خالد بثمن معلوم فروخت کی اور اُسنے مجھسے اس ثمن معلوم کے عوض خرید لی اور ہم دونون مین باہمی قبضہ ہو گیا پھر احمد بن خالد نے یہ مادہ خر بدست علی بن محمد دہقان فروخت کی پھر مسمے زید نے اس مادہ خر کو علی بن محمد کے ہاتھ سے مجلس قضاء کورہ نسف مین قاضی معین الدین بن فلان کے سامنے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا اور قاضی معین الدین اسوقت مین از جانب قاضی امام علاء الدین عمر بن عثمان متولی احکام قضاء کورہ سمرقند و اکثر شہر ماوراء النہر کے کورہ نسف و اسکے نواح کا قاضی تھا اور یہ استحقاق بذریعہ گواہان عادل کے جو قاضی معین الدین کے حضور مین ظاہر ہوئے تھے ثابت کیا اور قاضی معین الدین کی طرف سے زید کے واسطے علی بن محمد دہقان پر اس مادہ خر کا حکم جاری ہوا اور قاضی موصوف نے اس مادہ خر کو اُسکے ہاتھ سے نکالکر اس مستحق کو دیدیا پھر قاضی امام سدید الدین ظاہر کی طرف سے جو بخارا مین از جانب متولی احکام قضاء شہر بخارا و نواح آن قاضی امام صدر الدین احمد بن محمد کے ثابت الحکم ہو اس مستحق علیہ دہقان علی بن محمد کے واسطے اپنے بائع احمد بن فلان سے اپنے ثمن ادا کردہ شدہ واپس لینے کا حکم جاری ہوا پس اُسنے اپنے بائع سے اپنا ثمن تمام و کمال واپس لیا پھر اس قاضی سدید الدین کی طرف سے اس احمد بن فلان کے واسطے حکم جاری ہوا کہ اپنے بائع سے اپنا ادا کردہ شدہ ثمن واپس لے پس اسنے مجھسے اپنا تمام و کمال ثمن واپس لے لیا اور مجھے استحقاق

حاصل ہوا کہ مین نے جو ثمن اس حاضر آوردہ کو ادا کیا ہی سب اس سے واپس لون پھر اس مدعا علیہ سے جسکو مدعی حاضر لایا ہی جواب مانگا گیا تو اُسنے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس مدعی کو کچھ دینا نہین پھر یہ مدعی اپنے دعوی پر چند گواہ حاضر لایا۔ پس اس دعوی کی صحت کا فتوی طلب کیا گیا تو بعض نے جواب دیا کہ اس دعوی مین چند طرح سے خلل ہی۔ اول آنکہ مدعی نے یہ نہین بیان کیا کہ قاضی علاء الدین کے خلیفہ کرنے کی اجازت حاصل تھی حالانکہ یہ شرط ہی کیونکہ اگر اُسکو خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت نہو گی تو اُسکا خلیفہ کرنا صحیح نہوگا اور معین الدین قاضی نہوگا اور دوم آنکہ اُسنے قاضی معین الدین کے قاضی مقرر ہونے کی تاریخ نہین لکھی تاکہ دیکھا جاے کہ قاضی علاء الدین اُسکو قاضی مقرر کرنے کے وقت خود قاضی تھا یا نہ تھا تاکہ معلوم ہو کہ قاضی معین الدین اُسکے مقرر کرنے سے قاضی ہوگیا اور نیز اُسنے صریحاً یہ ذکر نہ کیا کہ قاضی سمرقند کو نسف پر ولایت حاصل تھی بلکہ یہ ذکر کیا کہ اکثر شہرہاے ماوراء النہر حالانکہ ماوراء النہر مین بہت سے شہر مین پس اتنی بات ذکر کرنے سے نسف داخل نہو جائیگا۔ اور نیز اُسنے یہ بیان کیا کہ قاضی معین نے عادل گواہون پر حکم دیدیا اور یہ بیان نکیا کہ یہ گواہ مدعا علیہ کے روبرو قائم ہوے تھے لانکہ جب تک گواہی وحکم روبرو مدعا علیہ کے نہو تب تک حکم صحیح نہین ہوتا ہی۔ اور نیز اُسنے صرف یہ بیان کیا کہ قاضی معین الدین کے روبرو اسکے گواہ عادل قائم ہوے اور یہ بیان نہ کیا کہ آیا گواہون نے اس بات کی گواہی دی کہ مشتری نے اس مدعی مستحق کی ملک ہونے کا اقرار کیا ہی کہ ایسی صورت مین اُسکو اپنے بائع سے ثمن واپس لینے کا استحقاق نہوگا یا گواہون نے مستحق کی ملک ہونے کی گواہی دی ہی کہ ایسی صورت مین ثمن واپس لینے کا استحقاق ہوتا ہی حالانکہ دونو صورتون مین حکم مختلف ہوا جاتا ہی۔ پھر اُسنے بیان کیا کہ قاضی امام سدید الدین ثابت الحکم شہر بخارا کی طرف سے اس مستحق علیہ کے واسطے اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لینے کا حکم جاری ہوا اور یہ نہ بیان کیا کہ یہ بیع قاضی سدید الدین کے نزدیک ثابت تھی اور قاضی سدید الدین نے اسکے فسخ کا حکم دیا اور اس سے خلل پیدا ہوتا ہی اسواسطے کہ ثمن واپس لینے کا حکم جبھی صحیح ہوتا ہی جب حاکم کے نزدیک بیع ثابت ہو جاوے پھر بیع فسخ کرنے کا حکم دیدے پھر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لیگا خواہ قاضی اُس سے ثمن واپس لینے کا حکم دے یا نہ دے اور نیز یہ بھی ذکر نہ کیا کہ قاضی امام صدر الدین کو خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت حاصل تھی حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہی جیسا کہ ہمنے بیان کر دیا ہی اور نیز یہ وجہ ہی کہ مدعی اپنے ثمن کا دعوی کرتا ہی اور دعوی مین نہین کہتا ہی کہ ایسے دراہم شہر مین رائج ہین اور اگر ایسے درم شہر مین نپائے جاتے ہون یا پائے جاتے ہون لیکن رائج نہون تو چاہیے کہ قیمت کا دعوی کرے اور کہے کہ مدعا علیہ پر واجب ہی کہ ایسے درمون کی قیمت جو امروز اسکو دینے واجب ہین مجھے دیدے اور ثمن کا دعوی ایسی حالت مین صحیح نہین ہی اور منقول ہی کہ قاضی امام لامشی جب سمرقند کے قاضی مقرر ہوے تو اگلے قاضیان سمرقند کی سجل پر عمل نہین کرتے تھے پس اُنسے دریافت کیا گیا کہ اسکی کیا وجہ ہی تو فرمایا کہ اس وجہ سے کہ اُسنی اپنی سجل مین لکھا ہی کہ وہ آج کے روز سمرقند و ماوراء النہر مین قاضی القضاۃ ہی حالانکہ قاضی سمرقند بخارا کا قاضی نہین ہی پس یہ محض دروغ ہی اور جھوٹا کیونکر قاضی ہو سکتا ہی اور ہمارے زمانہ کے بعضے مشائخ اسکا جواب یون دیتے ہین کہ قاضی سمرقند اکثر شہرہاے ماوراء النہر کا قاضی ہی اور احکام شرع مین اکثر کے واسطے کل کا حکم ہی پس قاضی ماوراء النہر کہنا جائز ہوگا۔

محضر۔ در معاملہ فروخت سہم واحد شائع بحدود خود بحضور شیخ نجم الدین نسفی رح پیش کیا گیا۔ تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ سمرقند فرماتے تھے کہ اسمین فساد ہی اسواسطے کہ اس سے افراز کا وہم ہوتا ہی کہ مفرز کے حدود ہوتے ہین اور جو مشاع ہو یعنے مقسوم علیحدہ نہو اُسکے نہین ہوتے ہین اور فرمایا کہ میرے نزدیک یہ موجب فساد نہین ہی اور شیخ ابو جعفر طحاوی رح نے اپنے

یعنے علیحدہ جدا کیا ہوا ۱۲ مقسوم جدا ۱۲

شروط مین ایک مقام پر لکھا ہی کہ مشتری نے اُس سے نصف دار بحدودہا ینصف خرید کیا - اور فرمایا کہ مین نے سید امام محمد بن ابی شجاع بلخی سے سنا کہ فرماتے تھے کہ مین اس مسئلہ مین اپنے والد مرحوم سے کچھ یاد نہین رکھتا ہون اور ہمارے اصحاب سے اسمین کوئی روایت نہین ہی پس مین نے اُسکو جو امام طحاوی نے ذکر کیا ہی بیان کیا تو انھون نے اسکو مستحسن جانا اور اسکو لے لیا اور یہ اسوجہ سے ہی کہ حدود کے ذکر کرنے مین ایسی کوئی بات نہین ہی جو افراز پر دلالت کرتی ہو آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ سہم و ٹکڑے کا ذکر کرنا افراز پر دلالت نہین کرتا ہی پس اسی طرح اُسکے حدود کے ذکر مین بھی ایسا ہی ہی -

محضر - در دعوی اجارہ طویلہ - جسمین لکھا تھا کہ اول نفاذ اس اجارہ کا روز چہارشنبہ چھٹی ماہ شوال ہی اور اسکے بعد لکھا اور دونون نے تاریخ مذکور مین باہمی قبضہ کر لیا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ تاریخ مذکور مین قبضہ کر لیا بیان کرنا خطا ہی اسواسطے کہ یہ مشعر ہی کہ تقابض جو حکم عقد ہی وہ عقد کے ساتھ زمانہ واحد مین واقع ہوا ہی حالانکہ ایسا نہین ہوتا ہی اسواسطے کہ تقابض جو حکم عقد ہو وہ بعد عقد کے ہوتا ہی پس یون لکھنا چاہیے کہ دونون نے تقابض اُسی روز کر لیا جسدن عقد واقع ہوا یا یون لکھے کہ جسدن عقد کر دیا ہی اُسی روز باہمی قبضہ کر لیا تاکہ تقابض بعد عقد کے ثابت ہو اور میرے نزدیک صحیح یہ ہی کہ یون لکھے کہ عقد قرار دینے کے بعد دونون نے باہمی قبضہ اُسی روز کر لیا جسدن عقد واقع ہوا ہی -

محضر - در دعوی مال اجارہ مفسوخہ - (جو اجارہ فسخ ہو گیا) اسکی صورت یہ تھی کہ اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس عمرو کے والد مسمی بکر نے مجھے ایک حویلی محدودہ بحدود چنین وچنان بعوض اسقدر مال کے باجارہ طویلہ مرسومہ کرایہ دی تھی پھر وہ مر گیا اور اُسکی موت سے اجارہ فسخ ہو گیا اور بقیہ مال اجارہ اُسکے ترکہ پر میرا قرضہ ہو گیا - پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ محضر مین یہ مذکور نہین ہی کہ موجر نے مال اجارہ یعنے کرایہ پر قبضہ کر لیا تھا حالانکہ جب تک موجر مال کرایہ وصول نہ پا وے تب تک اُسکی موت سے اُسکے ترکہ مین اسکا کچھ بھی قرضہ نہوگا اور نیز اُسنے اجارہ کی اول تاریخ و آخر تاریخ ذکر نہین کی حالانکہ اسکا ذکر ضروری ہی تاکہ دیکھا جاوے کہ مال اجارہ مین سے کچھ باقی رہا ہی یا نہین - اور بعضے مشائخ رہ نے فرمایا کہ مال اجارہ پر قبضہ کرنے کی تصریح کرنی چاہیے اور اسپر اکتفا نکرنا چاہیے کہ دونون نے بقبضہ صحیحہ باہمی قبضہ کر لیا اسواسطے کہ اگر مستاجر مال اجارہ لایا مگر موجر کو دیا نہین اور جو چیز اجارہ پر لی ہی اُسپر قبضہ کر لیا بتسلیم موجر اور موجر نے مال اجارہ پر قبضہ کر لیا بدون تسلیم مستاجر کے تو یہ قول کہ تقابض واقع ہو گیا ہی صحیح ہوگا بدین اعتبار باوجودیکہ ہر دو بدل مین سے ایک پر قبضہ نہین پایا گیا اور ہمارے بعضے مشائخ نے اس قول کی تزئیف کی ہی اور فرمایا کہ یہ کچھ بات نہین ہی اسواسطے کہ نظیر شرع و قواعد شرع مین لوگون کے مفہوم کا اعتبار ہی اور اس قول سے کہ دونون نے باہمی قبضہ کر لیا یہی مفہوم ہوتا ہی کہ موجر نے اجرت پر اور مستاجر نے جو چیز اجارہ لی ہی اُسپر قبضہ کر لیا اور بعض نے فرمایا کہ پٹہ مین یون نہ لکھنا چاہیے کہ علی ان یزرع المستاجر مابدالہ یعنے بدین شرط کہ مستاجر اسمین جو اُسکی راے مین آوے زراعت کرے اسواسطے کہ کلمہ علے کلمہ شرط ہی اور ظاہر ہی کہ مستاجر کا بنفس خود زراعت کرنا مقتضاے عقد مین سے نہین ہی پس یہ لازم آئیگا کہ اس عقد مین ایسی بات مشروط ہی جو مقتضاے عقد نہین ہی ہان یون لکھے کہ لیزرع مابدالہ تاکہ جو اُسکی راے مین آوے زراعت کرے اور یہ موجب فساد نہین ہی اسواسطے کہ اسکا مرجع بیان غرض مستاجر ہی شرط کی جانب نہین ہی لیکن یہ قول میرے نزدیک نہایت ضعیف ہی اسواسطے کہ اجارہ دراصل مستاجر کی نفع حاصل کرنے کی ضرورت کے واسطے مشروع ہوا ہی پس اُسکا بنفس خود انتفاع حاصل کرنا مقتضاے عقد سے ہوا اور اگر مانا کہ مستاجر کا بنفس خود نفع اٹھانا مقتضاے عقد نہین ہی لیکن غیر مقتضاے عقد کے عقد مین شرط لگانا موجب فساد عقد جبھی ہوتا ہی جبکہ دونون عاقدین مین سے

کسی کے واسطے اسمین نفع ہو بالاجماع یا دونون مین سے کسی کے واسطے مضرت ہو بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے پس جبکہ دونون مین سے کسی کے واسطے نفع یا ضرر نہو تو عقد فاسد نہوگا چنانچہ اگر اناج خریدا اور بائع نے مشتری پر یہ شرط لگائی کہ اسکو کھاوے تو فاسد نہین ہی اور اس مقام پر بھی دونون مین سے کسی کے واسطے اس شرط مین نہ نفع ہی اور نہ ضرر ہی اور اگر عقد اجارہ مین جو چیز زراعت کریگا وہ بیان نکیا تو جامع صغیر مین ذکر کیا کہ اجارہ فاسد ہی اور دوسرے مقام پر ذکر کیا کہ استحساناً اجارہ جائز ہی کذا فی الذخیرہ

محضر - در مقدمہ دعوی اجارہ و دریںکہ موجر نے جو چیز اجارہ پر لی ہی اُسپر قبضہ کرلیا - اس زید حاضر آمدہ نے اس عمر حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس عمرو نے مجھے دس کھیت زمین از اراضی فلان جسکے حدود یہ ہین اجارہ پر دی تھی اور مجھے سپرد کردی تھی پھر اسنے اس زمین پر بغیر حق اپنا قبضہ کرلیا پس اسپر واجب ہی کہ اس اراضی سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور تعرض چھوڑکر مجھے سپرد کرے پس یہ محضر بدین علت رد کردیا گیا کہ اسمین یہ ذکر نہین کیا کہ اسنے مجھے یہ اراضی اجارہ پر دی درحالیکہ وہ اس اراضی کا مالک تھا اور اسکا ذکر کرنا ضروری ہی اسواسطے کہ مالک کے سوا دوسرے کا اجارہ دیدینا صحیح نہین ہی اگرچہ اسکے بعد اسکا مالک ہوجاوے اور نیز یہ ذکر نہ کیا کہ اُسنے یہ اراضی مجھے اجارہ پر دی اور اُسوقت یہ اُسکے قبضہ مین تھی حالانکہ اسکا بیان کرنا ضروری ہی اسواسطے کہ ہوسکتا ہی کہ اراضی خرید کردہ ہو مگر ہنوز اُسپر قبضہ نکیا ہو اور قبضہ سے پہلے اراضی خرید کردہ شدہ کا اجارہ دینا صحیح نہین ہی یا تو باختلاف نہین صحیح ہی جیسا کہ قبضہ سے پہلے عقار کے فروخت کرنے مین ہی بنا بر قول بعضے مشائخ کے یا بالاتفاق نہین صحیح ہی جیسا کہ بعضے مشائخ نے فرمایا ہی - اور نیز اسوجہ سے کہ اُسنے یہ ذکر نکیا کہ یہ اراضی لائق زراعت تھی حالانکہ صحت عقد کے واسطے ضرور ہی کہ وقت عقد کے اراضی لائق زراعت ہو اور اس قول پر کہ باستیجار صحیح اجارہ لی اکتفا کیا جائیگا اسواسطے کہ ہوسکتا ہی کہ اراضی وقت عقد کے لائق زراعت نہو لیکن ایسی ہو کہ مستاجر کے درست کرلینے سے قابل زراعت ہوجاوے پس گمان کیا جاوے کہ جو زمین ایسی ہو کہ مستاجر کی محنت و درستی سے قابل زراعت ہوجاوے صحت عقد کے واسطے کافی ہی -

محضر - دعوی بقیہ مال اجارہ مفسوخہ - زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور یہ شخص حاضر آمدہ اپنی بہن بالغہ مسماۃ فلانہ کی طرف سے دعوی مذکورہ محضر کے واسطے وکیل ہی اور اپنی بہن صغیرہ مسماۃ فلانہ کی طرف سے باجازت حاکم دعوی مذکورہ محضر کے واسطے وصی ہی اور یہ سب اولاد فلان بن فلان ہین پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر اپنی ذات کے واسطے بطریق اصالت اور بالغہ بہن کی طرف سے بطریق وکالت اور بہن صغیرہ کے واسطے باجازت حکمی اُس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ نے ہمارے باپ فلان کو تمام اراضی محدودہ بحدود چنین وچنان بعوض اسقدر دیناروں کے باجارہ طویلہ مرسومہ اجارہ دی تھی اور ہمارا باپ قبل اسکے کہ یہ اجارہ فسخ ہو اور قبل اسکے کہ مال اجارہ مذکورہ مین سے کچھ وصول کرے مرگیا اور اُسکی موت سے اجارہ فسخ ہوگیا اور یہ مال اجارہ جو اسقدر دینار ہین اُسکے ان وارثون مذکورین کے واسطے اُسکی میراث ہوگیا سوائے ایک دینار کے کہ اسمین سے کسی قدر کچھ مدت اجارہ گذرنے سے گیا اور کسی قدر اسوجہ سے گیا کہ ہمارے باپ نے اپنی زندگی مین اس سے اسکو بری کردیا تھا پس اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ یہ دینار مذکورہ سوائے ایک دینار کے سب ادا کرے تاکہ مدعی اپنا حصہ بطریق اصالت اور مسماۃ فلانہ اپنی بہن بالغہ کا حصہ بطریق وکالت اور فلانہ اپنی بہن صغیرہ کا حصہ باجازت حکمی وصول کرے پس یہ محضر بدین وجہ رد کردیا گیا کہ اسمین مذکور ہی کہ مال اجارہ اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہوگیا سوائے ایک دینار کے کہ اُسمین سے کسی قدر اسوجہ سے جاتا رہا کہ ہمارے

باپ نے اس موجر کو اپنی زندگی مین اُس سے بری کر دیا تھا حالانکہ اس صورت سے دعوی ابراء فاسد ہی اسواسطے کہ ابراء فقط بعد وجوب کے یا بعد سبب وجوب کے صحیح ہوتا ہی اور مستاجر کی زندگی مین مال اجارہ موجر پر واجب نہین ہی درحالیکہ اجارہ قائم ہو اور ہنوز فسخ نہوا ہو۔ اور نیز سبب وجوب بھی پایا نہین گیا اسواسطے کہ سبب وجوب یہ ہی کہ اجارہ فسخ ہو جاوے اور اجارہ ہنوز فسخ نہین ہوا ہی اور رد دوسری علت اسمین یہ ہی کہ دعوی مین مذکور ہی کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ مال اجارہ اس مدعی کو دیدے تاکہ وہ اپنا حصہ بطریق اصالت اور اپنی بہن بالغہ کا حصہ بطریق وکالت وصول کرے حالانکہ جو شخص خصومت کے واسطے وکیل ہو وہ امام زفر رح کے نزدیک قبضہ کرنے کا مختار نہین ہوتا ہی اور اسی پر فتوی ہی پس بنا بر مفتی آ کے اُسکا حصہ موکلہ کا مطالبہ صحیح نہوگا۔ اور واضح ہو کہ پہلی وجہ رد محضر کے واسطے صحیح نہین ہی اسواسطے کہ دعوی ابراء اگرچہ صحیح نہوا لیکن یہ ایسی بات ہی کہ اُنکے ذمہ لازم آئے اور اس سے باقی مال اجارہ کے دعوی مین کچھ خلل نہوگا کیونکہ یہ مال تو اُنکا حق بذمہ موجر لازم آیا ہی۔

محضر۔ دعوی مال اجارہ مفسوخہ از وارثان مستاجر بسبب موت موجر۔ اور اس محضر مین وارثان مستاجر کی طرف ٹھیک تھا اُسمین کوئی خلل نہ تھا پھر لکھا کہ مدعا علیہ نے دفع دعوی مدعی کے واسطے بیان کیا کہ تیرے باپ نے میرے باپ سے میرے باپ کی زندگی مین اسقدر من گیہون بعوض مال اجارہ کے جسکا تو دعوی کرتا ہی وصول کیے ہین پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ مال اجارہ کے عوض گیہون دینا جبھی ہو سکتا ہی کہ جب مال اجارہ واجب ہو جاوے حالانکہ موجر کی زندگی مین موجر پر مال اجارہ واجب نہوگا اسواسطے کہ موجر کی زندگی مین اجارہ برحال خود قائم تھا اور مال اجارہ جبھی واجب ہوتا ہی کہ جب اجارہ فسخ ہو جاوے پس ایسی حالت مین مال اجارہ کے عوض مستاجر کا گیہون وصول کر لینا کیونکر متصور ہو سکتا ہی اور دوسری علت یہ ہی کہ اُسنے یہ بیان نکیا کہ اُسنے گیہون عوض مین دیے ہین بلکہ یہ ذکر کیا کہ تیرے باپ نے عوض مین گیہون وصول کر لیے ہین اور اُسکے عوض مین وصول کرنے سے گیہون عوض نہو جاوینگے جب تک کہ گیہون کے مالک کی طرف سے بطور عوض دینا ثابت نہو

اجارہ نامہ پیش کیا گیا جسمین لکھا تھا کہ فلان نے فلان کو اراضی محدودہ بحدود چنین و چنان جو لائق زراعت ہی اس شرط پر اجارہ دی کہ مستاجر اُسمین اس چیز کی زراعت کرے تو بعض نے فرمایا کہ یہ اجارہ نامہ باطل ہی اسواسطے کہ کسی خاص چیز کی زراعت کی حراعت مین شرط کرنا مقتضیات عقد مین سے نہین ہی پس اُسی عقد مین ایسی شرط لگائی جو مقتضاے عقد نہین ہی حالانکہ اسمین ہر دو عاقدین مین سے ایک کے واسطے نفع ہی اور وہ موجر ہی اور ایسی شرط بالاتفاق موجب فساد عقد ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ اتنی بات سے تجویز فاسد نہوگی اسواسطے کہ اسکے بنسبت اسواسطے کہ بعض ... مقام پر یہ کہنا کہ علی ان یزرع فیہا کذا کہ اُسمین یہ چیز زراعت کرے اور یہ کہنا لیزرع فیہا کذا تا کہ اسمین اس چیز کی زراعت کرے دونون یکسان ہین اور ظاہر ہی کہ لیزرع فیہا کذا کہنا شرط نہین ہی بلکہ یہ بیان سبب کے واسطے ہی پس موجب فساد نہوگا اور موجب فساد کیونکر ہو سکتا

محضر۔ در بیان شناخت مملوک شیخ الاسلام علی سغدی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک محضر کے اول مین لکھا ہی کہ روزبہ بن عبداللہ ہندی نے فلان پر دعوے کیا تو جواب دیا کہ یہ صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اسطرح نسبت کرنے سے آگاہی و شناخت

نہین ہوتی ہی اور واجب ہی کہ یون لکھا جاوے کہ وہ فلان کا غلام ہی یا فلان کا مولی ہی یعنے آزاد کیا ہوا غلام ہی۔ اور نیز محضر مین
لکھا تھا کہ قرضدار فلان نے اُسکے واسطے اسکا اقرار بطوع خود کیا تو فرمایا کہ یہ ضرور بیان کرنا چاہیے کہ روزبہ بن عبد اللہ
آزاد ہی اُسکو اُسکے مولے نے آزاد کیا ہی تاکہ اقرار اُسکے واسطے اور مال اُسکے واسطے ہو یا یہ بیان نکرے کہ وہ اپنے مولی کا
غلام محجور ہی تاکہ اقرار اُسکے مولی کے واسطے واقع ہو اور مال اُسکے مولی کا ہو یا یون بیان کرے کہ ماذون مدیون ہی پس
اقرار اُسکے واسطے ہوگا اور مال اُسکے مولی کی ملک ہوگا اور حکم اقرار باختلاف اقوال مختلف ہوتا ہی اسواسطے اسکا بیان کرنا
ضرور ہی اور فرمایا کہ آزاد شدہ کی شناخت اُسکے مولی کی طرف نسبت کرنے سے ہوتی ہی اور اگر اُسکا مولی بھی آزاد کیا ہوا ہو
تو ضرور یون کہنا چاہیے کہ وہ فلان کا آزاد کیا ہوا ہی اور اگر تیسرا مولی بھی آزاد کیا ہوا ہو اور اُسکو اُسکے مولی آزاد کرنے والے
کی طرف منسوب نکیا تو مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ تیسرا مولی ایسا ہی جیسے نسب مین دادا ہوتا ہی پس اُسپر اقتصار کرنا جائز ہی
(یعنے جسطرح نسب مین دادا ہوتا ہی ۱۲ منہ)

سجل ـ پیش کیا گیا جسمین قاضی سمرقند کے نائب کا حکم ہی۔ پس وہ چند وجوہ سے رد کر دیا گیا اول آنکہ اسمین لکھا تھا
کہ فلان نے حکم کیا اور وہ قاضی سمرقند فلان کا نائب ہی اور اسمین یہ ذکر نکیا کہ قاضی سمرقند کو خلیفہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہی
دوم آنکہ اسمین لکھا تھا کہ قاضی سمرقند از جانب سلطان سنجر قاضی تھا حالانکہ بخلاف واقع تھا بلکہ قاضی سمرقند از جانب خاقان
قاضی تھا اور خاقان محمد از جانب سلطان سنجر والی تھا لیکن یہ امر مفسد نہین ہی اسواسطے کہ قاضی سمرقند جب خاقان محمد کی طرف سے
قاضی ہوا اور خاقان محمد سلطان سنجر کا نائب ہی تو قاضی سمرقند از جانب سلطان سنجر قاضی ہوگا آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ ولایت
سلطان سنجر کی اہل سمرقند پر ابتدا مین ظاہر تھی وسوم آنکہ گواہون نے اپنی گواہی مین فقط اسقدر بیان کیا کہ جس چیز کی
نسبت دعوی واقع ہوا ہی اس مدعی کی ملک ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی اور یہ نکہا کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہی
کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے اس دعوی کی چیز کو اس مدعی کے سپرد کرے تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے
فرمایا کہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہی اور رسم اگرچہ ایسا نہین کہتے ہین لیکن اسکا لکھ دینا ضرور چاہیے تاکہ اسمین کوئی طعن نہ کر سکے
چہارم آنکہ اُسکے آخر مین لکھا تھا کہ مین نے اپنے اس حکم کو قاضی فلان کے نافذ کرنے پر موقوف رکھا اور قاضی فلان وہ ہی
جسنے اُسکو قاضی مقرر کیا ہی اور یہ اس حکم کو حکم ہونے سے خارج کرتا ہی اسواسطے کہ جو کسی چیز پر موقوف و معلق ہو وہ اُسکے
پائے جانے سے پہلے ثابت نہین ہوتا ہی اور یہ خلل قوی ہی بشرطیکہ حکم اسی طور سے پایا گیا ہو اور اگر یہ حکم مطلقاً پایا گیا ہو
لیکن لکھنے والے نے اسطور سے لکھا تو یہ حکم مین خلل نہوگا بلکہ تحریر مین اس سے خلل ہوگا یہ فصول استروشنی مین ہی

محضر ـ جسمین غلام اجارہ پر دینے کا دعوی مذکور ہی۔ اسکی صورت یہ مذکور ہی کہ زید نے ایسے شخص کے پاس جو غلام ہی اُسکا
دعوے کیا کہ مین نے یہ غلام اس قابض کو ایک درم روزانہ پر اجارہ پر دیا تھا اور اتنے ایام گذر گئے ہین پس اسپر
واجب ہی کہ یہ غلام مع اسقدر اجرت کے مجھے سپرد کرے۔ پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اُسنے یہ ذکر کیا ہی کہ مین نے
ایک درم روزانہ پر اجارہ پر دیا اور مدت اجارہ کی کوئی انتہا بیان نہ کی ہر روز جو آتا ہی اُسمین نیا اجارہ منعقد ہوتا ہی اور یہ
روز جسمین دعوے واقع ہوا ہی اسمین اجارہ منعقد ہوا اور مستاجر کو اُس سے انتفاع حاصل کرنے اور روک رکھنے کا اختیار ہوا
پس کیونکر مدعی کی طرف سے مستاجر پر اُسکے سپرد کر دینے کا مطالبہ صحیح ہوگا اور اگر اسکے واسطے کوئی مدت بیان کی ہو لیکن
یہ دعوے کا روز منجملہ مدت مذکور کے ہو تو بھی یہی ہوگا اسواسطے کہ جب یہ روز دعوی منجملہ مدت اجارہ کے ہو تو عقد اجارہ
مین داخل ہوگا اور مستاجر کو اختیار ہوگا کہ غلام کو اپنے پاس روک رکھے اور اُس سے انتفاع حاصل کرے اور بدیوجہ

کہ اُسنے کذا وکذا اجرت کا دعوی کیا اور محضر دعوی مین لکھا ہی کہ اُسنے غلام اجارہ پر دیا اور بعد بہت سے کلمات لکھنے کے بیان کیا اور اُسکے سپرد کر دیا اور یون بیان نکیا کہ اور یہ غلام اُسکے سپرد کر دیا پس ایسی تحریر سے غلام کا سپرد کر دینا ثابت نہین ہوتا ہی واسواسطے کہ جائز ہی کہ اُسنے کوئی اور چیز سپرد کی ہو اور جب تک غلام کا سپرد کر دینا ثابت نہو تب تک اجرت واجب نہوگی پس اجرت کا مطالبہ کرنے کا دعوی ٹھیک نہوگا

خط صلح و ابراء - ایک خط پیش ہوا جسمین صلح و ابراء کا ذکر تھا اور اُسمین لکھا تھا کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان پر مال معدوم کا دعوی کیا پس فلان نے اُس سے ہزار درم پر صلح کر لی اور فلان نے بدل الصلح پر قبضہ کر لیا اور اُسکے آخر مین لکھا کہ مدعی نے مدعا علیہ کو اپنے تمام دعوی و خصومات سے با براء صحیح عام بری کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ صلح صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اُسمین مقدار مال مدعویہ مذکور نہین ہی حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہی تاکہ معلوم ہو کہ صلح باسقاط واقع ہوئی یا بمعاوضہ اور تاکہ معلوم ہو کہ صلح صرف ہی کہ جسمین مجلس صلح مین بدل الصلح پر قبضہ شرط ہی یا نہین شرط ہی اور یہ ذکر کیا ہی کہ بدل صلح پر مجلس مین قبضہ ہوگیا اور یہ بیان نکیا کہ مجلس صلح مین قبضہ ہوگیا پس باوجود اس احتمال کے صلح کے صحیح ہونے کا حکم نہین دیا جاسکتا ہی اور چونکہ ابراء السبیل عموم واقع ہوا ہی یعنے بطور عام اُسنے بری کر دیا ہی اسوجہ سے مدعی کا کوئی دعوے اسکے بعد مدعا علیہ مذکور پر مسموع نہوگا اور نا مسموع ہونا اسوجہ سے نہین ہی کہ صلح صحیح ہی

محضر - میت کے وارثون کے حضور مین میت پر مال مضاربت کا دعوی - مذکور ہی بدین صورت کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلان و فلان کو جو سب اولاد فلان ہین حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے ان سب پر جنکو حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ مین نے اِنکے مورث فلان کو ہزار درم بطریق مضاربت دیے تھے اور اُسنے ان درمون مین تصرف کر کے طرح طرح کا نفع حاصل کیا پھر وہ قبل تقسیم مال کے اور قبل اسکے کہ رب المال کو اُسکا راس المال دیدے اور نفع تقسیم کر کے دیدے اس مال کو تجہیل چھوڑ کر مر گیا یعنے بیان نکیا اور یہ اسکے ترکہ مین قرضہ ہوگیا الی آخرہ پس بعض نے فرمایا کہ اگر دعوی راس المال و منافع دونون کا ہی تو مقدار نفع بیان کرنا ضرور ہی اور اسکے چھوڑنے مین خلل پیدا ہوگا اور اگر فقط راس المال کا دعوے ہی تو مقدار نفع کا بیان چھوڑنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی -

محضر جسمین قیمت اعتاقی مستہلکہ کا دعوے ہی - زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر ہزار دینار قیمت اپنے مالہائے عین مین سے کسی مال عین تلف کردہ کا جسکو سمرقند مین تلف کیا ہی دعوے کیا - تو یہ محضر بچند وجوہ رد کر دیا گیا اول آنکہ اُسنے مال تلف کردہ کو بیان نہین کیا حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہی کیونکہ بعض مال عین ایسے ہوتے ہین جنکے تلف کرنے پر انکی قیمت واجب ہوتی ہی اور بعض ایسے ہین کہ تلف کرنے پر اُسکے مثل ضمان واجب ہوتی ہی اور شاید یہ مال تلف کردہ ایسا ہو جسکی ضمان بمثل واجب ہوتی ہی تو مطلقاً دعوی قیمت کسطرح ٹھیک ہوگا - اور اس وجہ سے کہ امام اعظمؒ کے اصول مین سے یہ ہی کہ فقط تلف کرنے سے مالک کا حق اس مال عین سے منقطع نہین ہوتا ہی اور اسی واسطے امام رحنے جو مال مغصوب تلف کر دیا ہی اُس سے اسکی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا جائز رکھا ہی اور اُسکا حق مال عین سے منقطع ہو کر قیمت کے ساتھ جبھی متعلق ہوتا ہی کہ جب حکم قاضی جاری ہو یا باہم دونون اسپر رضامند ہون اور قبل اسکے مالک کا حق متعلق بعین ہوتا ہی پس اسکا بیان کرنا ضرور ہی - اور اسوجہ سے کہ اُسنے بیان نہ کیا کہ مقدار اس مال عین تلف کردہ کی قیمت سمرقند یا بخارا مین یہی ہی جہان اُسکو تلف کیا ہی اور مختلف شہرون مین ایک ہی چیز کی قیمت مختلف ہوجاتی ہی

اور معتبر اُسی مقام کی قیمت ہوجہان اُسکو تلف کردیا ہی۔ پس اسکا بیان کرنا ضرور ہی۔

محضر جسمین گیہون کا دعوی ہی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ کے بھائی بکر نے اس حاضر آمدہ سے ہزار من گیہون لیکر اپنے قبضہ مین اسطرح لیے تھے کہ انکا واپس کرنا واجب تھا اور گیہون کے اوصاف بیان کردیے اور ایسا ہی اس حاضر آوردہ کے بھائی بکر نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین ان گندم موصوفہ پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا ہی کہ اُسنے فارسی مین کہا ہی۔ کہ ترا ہزار من گندم آبے پاکیزہ میانہ سرخ ترا بوزن اہل بخارا بامن ست۔ اور یہ اقرار صحیح کیا جسکی اس حاضر آمدہ نے خطابًا تصدیق کی ہی پھر اس بکر نے قبل اسکے کہ ان گیہوؤن مین سے کچھ ادا کرے وفات پائی درحالیکہ ان گیہوؤن کو وہ تجہیل چھوڑکر بدون بیان کرنے کے مرا ہی پس یہ گیہون مذکورہ اس حاضر آمدہ کے واسطے اُسکے ترکہ مین مضمون ہوے اور وارثون مین اپنا یہ بھائی چھوڑا ہی اور ترکہ مین اس بھائی کے قبضہ مین طرح طرح کا مال چھوڑا جسمین ہزار من گیہون بھی اسی وصف مذکورہ کے ہین پس اس حاضر آوردہ پر واجب ہی کہ اس مدعی کو مثل گندم متدعویہ کے ترکہ کے گیہون سے جو باوصاف مذکورہ ہین ادا کردے اور گواہون نے مدعا علیہ کے ایسے اقرار کی گواہی دی۔ پس یہ محضر تین وجہ سے رد کردیا گیا اول آنکہ اُسنے پہلے دعوی کیا کہ میرا مال اسطرح اپنے قبضہ مین لیا ہی جسمین واپس کرنا واجب ہی اور قبضہ مطلق اور علی الخصوص جسمین یہ وصف بھی بیان ہو کہ اُسکا رد کرنا واجب ہی راجع بجانب غصب ہوتا ہی اسی طرح مطلق لے لینا بھی یہی حکم رکھتا ہی پھر اُسنے کہا کہ ایسا ہی مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ اُسنے فارسی مین کہا۔ کہ ترا ہزار من گندم الخ جیسا کہ تحریر ہوا اور یہ اقرار مدعا علیہ ایسا نہین ہی جیسا مدعی نے دعوی کیا ہی کیونکہ مدعا علیہ نے کہا کہ ترا بامن ست۔ اور یہ مدعا علیہ کی طرف سے ودیعت ہونے کا اقرار ہی اور گواہون نے اقرار مدعا علیہ کی گواہی دی ہی اور اقرار مدعا علیہ ودیعت ہونے کا ہی پس انکی گواہی ودیعت ہونے کی ہوئی پس گواہی موافق دعوی مذکورہ کے نہوئی۔ دوم آنکہ مدعی نے اُسپر بوزن و من دعوی کیا ہی اور گیہون کی ضمان طلب کی ہی اور تاوان ادا کرنے پر جسکا تاوان ادا کیا ہی وہ ضامن کی ملک ہوجاتا ہی پس ان وزن کیے ہوے گیہوؤن مین اور اسکی ضمان مین مقابلہ ہوا اور گیہون کیلی ہین وزنی نہین ہین پس ایسی صورت مین وزن و من کے ساتھ اُسکا دعوی صحیح نہوگا۔ سوم آنکہ اُسنے کہا کہ اسپر اسکے مثل ترکہ مین ادا کرنا واجب ہی حالانکہ وارث پر عین ترکہ مین سے قرضہ ادا کرنا لامحالہ واجب نہین ہوتا ہی بلکہ وارث کو اختیار ہوتا ہی چاہے ترکہ مین سے ادا کرے اور چاہے اپنے مال سے ادا کردے اور وارث کے قبضہ مین ترکہ ہونے کی شرط اسواسطے ہی کہ اُسپر مطالبہ قائم ہوسکے اسواسطے نہین ہی کہ اُسمین سے لامحالہ ادا کرے اور واضح ہو کہ تیسرا اعتراض صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اصل وجوب ترکہ مین ہوتا ہی لیکن وارث کو یہ اختیار دیا جاتا ہی کہ اپنے مال سے قرضہ ادا کرکے ترکہ بچالیوے اور ہرگاہ ثابت ہوا کہ اصل وجوب ترکہ مین ہوتا ہی تو نظر بر اصل مذکور ترکہ سے ادا کرنے کا دعوی ٹھیک ہوا

محضر۔ عدالیات پر بغیر حق قبضہ کرکے تلف کردینے کے دعوی مین۔ اسکی صورت یہ ہی کہ زید نے حاضر ہوکر عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ نے اس حاضر آمدہ سے بغیر حق دراہم عدلیہ (انکے عدد و صفت وجنس بیان کردی ہی) اپنے قبضہ مین لیکر انکو تلف کردیا ہی پس اسپر واجب ہی کہ مثل ان دراہم عدلیہ کے اگر انکے مثل پاسکے جاوین یا انکی قیمت اگر انکے مثل نہ پاسکے جاوین اس حاضر آمدہ کو ادا کرے اور قبضہ کے روز ان عدالیکی قیمت اسقدر تھی اور آج کے روز اسقدر ہی پس بعض مشائخ نے گمان کیا کہ اس دعوی مین ایکطرح کا خلل ہی

بدینوجہ کہ اُسنے یوں ذکر کیا کہ اسنے ان درمون پر بغیر حق قبضہ کیا اور انکو تلف کر دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اُسنے بغیر حق و بغیر حکم مالک تلف کر دیا ہی اور اسمین احتمال ہی کہ شاید تلف کرنا باجازت مالک تھا یا بدون اجازت مالک تھا- اور اس اعتراض کا جواب اسطرح دیا گیا کہ اگر مانا کہ تلف کرنا موجب ضمان اسوجہ سے نہین ہوسکتا ہی کہ اُسمین احتمال ہی تو غصب سابق پر ہی اتلاف ضمان واجب کرنے کے واسطے کافی ہی پھر اس جواب کا جواب اسطرح دیا گیا کہ غصب سابق کی وجہ سے ضمان کا واجب کرنا ممکن نہین ہوسکتا ہی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ شاید مالک ان درمون کے قبضہ کرنے پر راضی ہو گیا ہو اور مالک جب غاصب کے قبضہ کرنے پر راضی ہو جاوے اور غاصب نے بغرض حفاظت قبضہ کیا ہو تو ضمان سے بری ہو جاتا ہی اسکو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے آخر کتاب الصرف مین ذکر کیا ہی- اور اکثر مشائخ کے نزدیک اصل خلل مذکور و رحقیقت کچھ خلل نہین ہی اسوجہ سے کہ غصب و قبضہ ناحق فی نفسہ وجوب ضمان کے واسطے صالح ہی اسی طرح تلف کر دینا بھی فی نفسہ وجوب ضمان کے واسطے سبب صالح ہی لیکن مالک کا قبضہ غاصب کی یا تلف کرنے کی اجازت دیدینا غاصب کو ضمان سے بری کرتا ہی مگر مدعی پر اسکے نفی یا اثبات سے تعرض کرنا کچھ واجب نہین ہی لیکن اگر اسمین سے مدعا علیہ نے کسی چیز کا دعوی کیا تو ایسی صورت مین یہ مدعی کے دفعیہ کا دعوے ہو جائیگا ان اگر مدعی کے ذمہ اسکے بیان کی شرط کیجاوے تو اُسپر اس تفصیل کا بیان کرنا لازم ہوگا پھر واضح ہو کہ اگر مدعی نے اس دعوی مین تلف کر دینے کا ذکر نکیا بلکہ فقط ناحق قبضہ کر لینے کا ذکر کیا تو چاہیے کہ مدعا علیہ سے پہلے بعینہ ان درمون کے واپس دینے کا مطالبہ کرے اسواسطے کہ دراہم اگر بعینہ قائم ہون اور اُنپر ناحق قبضہ کرنا ثابت ہو تو مدعا علیہ پر بعینہ ان درمون کا واپس دینا واجب ہوگا کیونکہ سابق مین معلوم ہو چکا ہی کہ درم و دینار غصب کی صورت مین متعین ہو جاتے ہین پس مدعی بعینہ ان درمون کے واپس دینے کا مطالبہ کرے پس جب وہ بعینہ ان درمون کے دینے سے عاجز ہوگا تو انکے مثل واپس دیگا پھر اگر مثل دینے پر بھی قادر نہوا تو انکی قیمت دیگا- اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ مدعی کو چاہیے کہ پہلے ان درمون کے حاضر لانے کا مدعا علیہ سے مطالبہ کرے تاکہ اُنپر گواہ باشارہ قائم کرے پھر اُس سے ان درمون کے اپنے سپرد کرنے کا مطالبہ کرے جیسا کہ دیگر اموال منقولہ مین حکم ہی و لیکن ہم کہتے ہین کہ اس صورت مین مطلقاً یہ مطالبہ کہ حاضر لاوے ٹھیک نہین ہوسکتا ہی بخلاف باقی منقولات کے اسواسطے کہ منقولات مین حاضر لانے کا مطالبہ اسی غرض سے ہوتا ہی کہ جب گواہ گواہی دین تو مدعی بہ کی طرف اشارہ کرین اور اس مقام پر گواہون سے اشارہ (جس چیز کا دعوی ہی) ممکن نہین ہوسکتا ہی کیونکہ دراہم ایک دوسرے سے مشابہ ہوتے ہین پس ہوسکتا کہ اشارہ دوسرے درمون کی طرف واقع ہو بخلاف باقی منقولات کے کہ بظاہر اُنکی شناخت ہوسکتی ہی لیکن اگر ان درمون پر ایسی کوئی علامت ہو جس سے اپنے جنس کے دوسرے درمون سے اِنکی تمیز ہوسکتی ہی تو ایسی صورت مین البتہ حاضر لانا شرط ہوگا

محضر- دعوی ثمن- صورت اسکی یہ ہی کہ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ مین نے اسکے ہاتھ تین گز اطلس عدنی کا ٹکڑا (اسکا طول و عرض بیان کر دیا ہی) بعوض ثمن معلوم کے فروخت کیا اور یہ ثمن بھی بیان کر دیا ہی اور اسنے مجھسے یہ ٹکڑا اطلس کا مجلس بیع مین اسی ثمن معلوم کے عوض جو بیان کیا گیا ہی خرید اور دو کلاہ عراقی و انار و تکمہ اسقدر ثمن کے عوض فروخت کیے اور (ثمن کو بیان کر دیا ہی) اور اس مشتری کے سپرد کر دیے ہین اور اسنے مجھسے لیکر قبضہ مین کر لیے ہین

مگر ثمن نہین دیا ہی پس اسپر واجب ہی کہ ثمن مذکور ادا کرے اور محضر مین شرائط خرید وفروخت بلوغ وعقل وغیرہ سب بیان
کردیے ہین پھر ثمن مذکور کا مطالبہ کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے خرید کرنے سے انکار کیا اور اپنے اوپر ثمن واجب ہونے
سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوی کے موافق گواہ قائم کردیے جیسے شرائط چاہییے ہین سب گواہی مین موجود تھے پھر
محضر تحریر کرکے فتوی طلب کیا گیا تو بعضے مفتیون نے زعم کیا کہ اس دعوی مین خلل ہی ازین جہت کہ اُسنے محضر مین یہ
نہین ذکر کیا کہ آیا مبیع بائع کی ملک تھی یا نہ تھی کیونکہ جائز ہی کہ اُسنے غیر کی ملک بدون اُسکی اجازت کے فروخت کردی ہو پس
ثمن کا مطالبہ کرنے کا استحقاق حاصل نہوگا اور اس وجہ سے کہ اُسنے محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ یہ انداز ناپ کی اہل بخارا کے
گزون سے ہی یا اہل خراسان کے گزون سے ہی اور ان دونون مین تفاوت ہی پس مبیع مجہول رہیگی۔ لیکن قائل کا زعم موجب
خلل نہین ہوسکتا ہی اور دونون کی تفصیل یہ ہی کہ اول اسوجہ سے نہین ہوسکتا ہی کہ اُسنے دعوی مین ذکر کیا کہ بائع نے اس
مبیع کو مشتری کے سپرد کردیا اور یہ سپرد کردینا بمنزلہ اس قول کے ہی کہ یہ میری ملک تھی اور یہ مسئلہ کتاب الشہادات مین بیان ہوا
دوم اسوجہ سے نہین ہوسکتا ہی کہ اُسنے دعوی مین ذکر کیا ہی کہ اُسنے مشتری کے سپرد کردی اور بعد سپرد کرنے اور قبضہ
کرنے کے مدعی بہ درحقیقت وہ ثمن ہی کہ عقد سے واجب ہو کر اُسکے ذمہ قرضہ ہوگیا ہی اور ثمن مین کچھ جہالت نہین ہی
دو خلل اس دعوے مین دوسری وجہ سے ہی کہ دعوی مین یہ مذکور ہی کہ اُسنے اُسکے ہاتھ اطلس کا ٹکڑا اس صفت کا اور دو
ٹوپیان اس صفت کی فروخت کین اور مشتری نے انکو اُس سے خرید کیا اور بائع نے اُسکو مشتری کے سپرد کیا اور یہ نہین
کہا کہ بائع نے انکو فروخت کیا اور مشتری نے انکو خریدا اور بائع نے انکو سپرد کیا یا بعد از انکہ بائع نے اس سب کو فروخت کیا
مشتری نے اس سب کو اُس سے خرید لیا اور بائع نے اس سب کو مشتری کے سپرد کیا اور اسنے سب پر قبضہ کرلیا تاکہ یہ سب بیان صیغے
ہر ایک سے متعلق ہو ورنہ شاید یہ ہو کہ اسنے اطلس کا ٹکڑا اور ٹوپیان فروخت کین اور مشتری نے فقط اطلس کا ٹکڑا خریدا ٹوپیان
نخریدین یا اطلس کا ٹکڑا اسپرد کیا ٹوپیان سپرد نہین کین غایۃ مافی الباب یہ ہی کہ کلمہ یا ضمیر یعنے اس۔ جائز ہی کہ ہر ایک کی طرف
راجع ہو (پس قولہ اسکو سپرد کیا یہ معنی ہوے کہ اس ہر ایک کو سپرد کیا)۔ لیکن یہ بھی جائز ہی کہ ایک ہی کی طرف راجع ہو پس
یہ احتمال دور نہوگا۔ پس ضرور ہی کہ ایسا کوئی لفظ ذکر کیا جاوے جس سے یہ احتمال مذکور زائل ہو اور وہ لفظ ان ہی یا سب ہی
اور بدون اسکے یہ احتمال زائل نہوگا تو مبیع اور جو چیز سپرد کی ہی سب مجہول رہی پس بعض کا دعوی درست نہوگا پس سب
دعوی رد ہوگا کیونکہ جو کچھ سپرد کیا ہی وہ معلوم نہین ہی تاکہ اسی کے قدر دعوی ثمن مستقیم ہو۔

محضر جسمین وکیل نے اپنے موکل کی ودیعت کا دعوی کیا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے پر بحکم وکالت کے جو اسکو اُسکے
باپ کی طرف سے ثابت ہی یہ دعوی کیا کہ اُسکے باپ نے اس حاضر آوردہ کو تحتہ دیباج اتنے عدد اور اُسکی صفت ایسی
اور نرخ ایسا ہی اور ہر دیباج کا طول اسقدر عرض اسقدر ہی بطریق امانت کے دیے تھے اور اُسکے باپ کو اسپر قابو نہ ملا کہ
اس سے لے اور اُسکے والد نے اس حاضر آمدہ کو وکیل خصومت کیا کہ جب اس حاضر آوردہ کو پاوے اُس سے اس حال
مین خصومت کرے اور اس سے اس مال کے وصول کرنے کا بھی وکیل کیا ہی اور یہ وکالت اُسکے حق مین مجلس قضاء مین
ثابت ہوئی ہی پس اس مدعا علیہ پر دعوی کیا کہ یہ مال مجلس قضاء مین حاضر لادے تاکہ وکیل اُسپر گواہ قائم کرے پس مدعا علیہ
نے سرے سے قبضہ کرنے سے انکار کیا اور مدعی نے گواہ قائم کیے کہ اس مدعا علیہ نے اقرار کیا ہی کہ مین نے اسکے والد سے
اس مال مذکور کو بیچ قبضہ مین لیا تھا لیکن اسکے والد کو واپس کیا ہی پھر محضر لکھا گیا اور مفتیون سے فتوی طلب کیا گیا بعض مفتیان

جواب لکھا کہ اسمین خلل ہی اور شاید وجہ خلل یہ ہی کہ اُسنے محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ مدعی نے اُسکے اس قول کی کہ باز ردہ کردم تکذیب نہین کی ہی اور یہ اسوجہ سے کہ مدعی نے اگر اُسکے اس قول کی کہ مین نے اسکے والد کو پھر واپس دیے ہین تصدیق کی تو پھر اُسکو حق خصومت باقی نہ رہیگا پس ضرور ہی کہ رد کرنے مین تکذیب کرنا بیان کرے تاکہ اُسکی طرف سے مجلس قضا مین حاضر لانے کا دعوی ٹھیک ہو۔ اور میرے نزدیک یہ بات خلل نہین ہی اسواسطے کہ جب اُسنے تختہاے مذکور مجلس قضا مین حاضر لانے کا مطالبہ کیا تو یہ اُسکے قول واپس کرنے کی تکذیب ہی۔

محضر۔ درینکہ ایک عورت نے ایک مرد کی مقبوضہ حویلی کا جسکو اس عورت نے اپنے والد سے خریدا ہی دعوی کیا۔ ایک عورت نے ایک مرد پر ایک حویلی کا جو اُسکے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور کہا کہ یہ حویلی (اور اُسکی جگہ و حدود بیان کرتی ہی) میرے والد فلان کی ملک و حق تھی اور اُسنے میرے ہاتھ بعوض اسقدر ثمن کے فلان مہینہ مین درحالیکہ وہ نافذ التصرف تھا فروخت کی ہی اور مین نے اسکو بعوض اسقدر ثمن مذکور کے ایسی مجلس بیع مین بحالت اپنی صحت تصرفات کے خریدی ہی اور آج کے روز بدین سبب مذکور یہ تمام حویلی میری ملک و حق ہی اور اس قابض حاضر آوردہ نے اُسپر اپنا قبضہ جدید ناحق کر لیا پس اسپر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے اور مجھے سپرد کرے پس مدعا علیہ نے جواب دیا کہ این منزل ملک من ہست باین مدعیہ سپردنی نیست باین سبب کہ دعوی میکند۔ پھر مدعیہ مذکورہ چند نفر حاضر لائی اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین پھر ہر ایک گواہ نے بعد درخواست گواہی کے اسطرح گواہی دی کہ گواہی میدہم کہ ابن فلان بن فلان والد این مدعیہ اقرار کرد برحال اداے اقرار وگفت من آنخانہ کہ حدود وے درین محضر مذکور ست باین دختر خویش فلانہ فروختہ ام ووے این خانہ از من خریدہ است بہمین بہا کہ درین محضر مذکور ست بہمین تاریخ کہ درین محضر مذکور ست فروختنی وخریدنی درست وامروز این خانہ ملک این فلانہ است باین سبب کہ اندرین محضر یاد کردہ شدہ است واین مدعا علیہ ست لوکردہ است واین خانہ بناحق اور مفتیون سے استفتا طلب کیا پس بعض نے زعم کیا کہ اسمین خلل ہی ازین جہت کہ اُسنے دعوے مین ذکر کیا ہی کہ اُسنے اس مدعیہ کے ہاتھ بتاریخ فلان فروخت کی اور ایسا ہی اقرار بائع کا اس تاریخ بیع کا مذکور ہی اور یہ موجب خلل ہی اسوجہ سے کہ اُسنے اقرار کی اضافت بسوے تاریخ بیع بروز فلان کی ہی اور شاید یہ اقرار قبل بیع واقع ہونے کے ہو۔ مگر یہ زعم فاسد ہی اسوجہ سے کہ اقرار اگر بیع سے پہلے ہونے پر محمول کیا جاوے تو باطل ہوگا اور اگر بیع کے بعد ہونے پر محمول کیا جاوے تو صحیح ہوتا ہی اور عاقل کے تصرف مین اصل یہ ہی کہ اُسکی تصحیح کی جاوے نہ یہ کہ اُسکو باطل کیا جاوے۔ اور نیز اُسی زعم کرنے والے نے زعم کیا کہ الفاظ شہادت مین بھی خلل ہی کہ گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ اُسنے بیع کا اقرار کیا اور اُسکے اقرار کی گواہی دی پھر کہا کہ آج کے روز یہ حویلی اس سبب سے جو محضر ہذا مین مذکور ہی اس مدعیہ کی ملک ہی اور محضر مین سبب مذکور بیع ہی اور اقرار بیع سبب ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہی حالانکہ اُنھون نے بیع پر گواہی نہین دی ہی پس گواہی باطل ہوگی۔ اور اسکا جواب دو طرح سے ہی ایک یہ کہ یہ امر اُنکی گواہی مین موجب فساد و خلل نہین ہی اسواسطے کہ جب گواہون نے اقرار بائع مبیع کی اور اقرار مدعیہ تحریر کی گواہی دی تو گواہون کی گواہی سے خرید و فروخت ثابت ہوگئی لیکن بر بنا ر اقرار ثابت ہوئی۔ اور بیع سبب ملک ہی۔ اور دوم یہ کہ گواہون نے بائع کے اقرار بیع کی گواہی دی اور ہمکو یہ علم نہین ہی کہ ابتداے بیع پر اُنکی گواہی نہین ہی اور شاید گواہ لوگ ابتداے بیع پر گواہ ہوے ہون لیکن جبکہ اُنھون نے اقرار بائع بیع کی اولاً گواہی دی پھر بیع کی گواہی دی اور یہ سبب موجب ملک ہی تو گواہی مین کوئی خلل نہوا۔

محضر - دعوی ثمن روغن سمسم - ایک شخص نے دوسرے پر چندین دینار نیشاپوری جید کا حق واجب و دین لازم بسبب صحیح شرعی
ہونے کا دعوی کیا اور سبب انکا بیان کر دیا اور مدعا علیہ نے ان دینارون مذکورہ کا اپنے اوپر بسبب صحیح ہونے کا کہ اُسنے
اس مدعی سے اسقدر روغن سمسم (یعنی تیل ۱۲ منہ) صاف اور سب اوصاف بیان کر دیے بخرید صحیح خریدا اور اس سے لیکر بقبضہ صحیح قبضہ کر لیا ہی
اقرار کیا پس اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ یہ دینار ہاے مذکورہ اس مدعی کو ادا کرے اور محضر مین جواب مدعا علیہ با نکار بیان
کیا پھر اسکے بعد گواہون کی گواہی کہ مدعا علیہ نے اسقدر روغن سمسم صاف باوصاف مذکورہ خرید کرنے کا اقرار کیا ہی بیان
کی اصلح کہ ہر گواہ نے فارسی مین یون گواہی دی کہ گواہی میدہم کہ این مدعا علیہ - اور باُسکی طرف اشارہ کیا - مقر آمد بحال صحت
و روا ے خویش بطوع و رغبت و چنین گفت بخریدم ازین مدعی - اور باُسکی طرف اشارہ کیا - ہفت صد من روغن کنجد
پاکیزہ صافی خریدنی درست و قبض کردم قبضے درست - پھر اس دعوی کی صحت کا فتوی طلب کیا گیا تو بعض نے کہا
کہ یہ دو وجہ سے فاسد ہی اور گواہی مطابق دعوی کے نہین ہی - پس ہر دو وجہ فساد دعوی مین سے ایک یہ ہی کہ مدعی نے دعوے
کیا ہی کہ مدعا علیہ نے اس مال کا اقرار کیا ہی اور دعوی اقرار مال عامہ علمار کے نزدیک دو وجہ سے نہین صحیح ہی ایک کہ دعوی
اقرار دعوی حق کے واسطے صحیح نہین ہی اسواسطے کہ حق مدعی مال ہی نہ اقرار پس جب اقرار کا دعوے کیا تو ایسی چیز کا دعوی کیا
جو اُسکا حق نہین ہی - دوم آنکہ اس دعوی مین وجہ کذب ظاہر ہوئی اسواسطے کہ نفس اقرار وجوب مال کا سبب نہین ہی
بلکہ وجوب مال کا سبب کوئی دوسرا امر مثل مبایعت یعنے خرید و فروخت یا قرضہ کا دین لین دین وغیرہ ہوگا پس اگر مدعی کا حق اُس
سبب سے ثابت ہوتا تو وہ اسکا دعوی کرتا اور سبب بیان کرتا اور جب اُسنے اس سے اعراض کیا اور اقرار کی طرف جھکا تو معلوم
ہوا کہ وہ اس دعوی مین جھوٹا ہی - اور وجہ دوم فساد دعوے کی یہ ہی کہ ہر گاہ اُسنے سبب وجوب مال یعنے تیل خریدنا بیان
کیا تو ضرور بیان کرنا چاہیے کہ اسقدر تیل جسکی بیع کا دعوی کرتا ہی اُسکے پاس وقت بیع واقع ہونے کے موجود تھا تا کہ بیع صحیح
واقع ہو اسواسطے کہ اگر بر تقدیر تمام یا تھوڑا معدوم ہونے کے انعقاد بیع ہوا تو کل یا بعض کے حق مین بیع منعقد نہوگی
پس ثمن مدعا علیہ پر واجب نہوگا تو بسبب خرید و فروخت کے دعوی ٹھیک نہوگا غایۃ ما فی الباب یہ ہی کہ اُسنے بیان
کیا کہ مشتری مذکور نے بقبضہ صحیح قبضہ کر لیا ہی لیکن یہ امر صحت بیع و وجوب ثمن کے واسطے کافی نہین ہی بدو وجہ ایک یہ
کہ اسقدر تیل وقت بیع کے موجود نہ تھا اور نہ اُسنے در واقع قبضہ کیا ہی لیکن کاتب نے ایسا ہی تحریر کیا اور دوم آنکہ
احتمال ہی کہ وقت بیع کے موجود نہ تھا پھر بائع نے اُسکو تیار کر کے مشتری کے سپرد کیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا
اور حال یہ ہی کہ اُسنے یہ بیان نہین کیا ہی کہ مجلس خرید و فروخت مین اُسنے اس مبیع پر قبضہ کیا ہی اور مجلس خرید سے
اُٹھ جانے کے بعد اور بر تقدیریکہ وہ وقت بیع کے معدوم تھا پھر سپرد کرنا کچھ نافع نہوگا اسواسطے کہ ایسی صورت مین
عقد بیع باطل واقع ہوا ہی اور بیع باطل پر تسلیم و سپرد کرنا کچھ مفید نہین ہی پس یہ بیع تعاطی بھی نہوگی اسواسطے یہ سپردگی
بربنا بیع باطل ہی اور بیع تعاطی ایسے مقام پر اعتبار کیجاتی ہی جہان سپردگی بربناے عقد فاسد ہو اور یہ نظیر اُسکی ہی
جو ہمنے اجارہ مین بیان کیا ہی کہ اگر اپنا دار یا زمین دوسرے کو اجارہ پر دی حالانکہ وہ دار اسباب موجر سے یا
وہ زمین موجر کی کھیتی سے گھری ہوئی ہی پھر موجر نے اسکو خالی کر کے سپرد کیا تو اجارہ مذکورہ منقلب ہو کر جائز نہوجائیگا
پس اُن دونون مین از سر نو اجارہ بتعاطی بھی منعقد ہوگا اسواسطے کہ سپردگی بربناے اجارہ فاسد واقع ہوئی ہی پس
ایسا ہی اس مقام پر بھی ہی - اور بعضے مشائخ نے اس دعوی مین وجہ قیاس سے انکار کیا اور ہر دو وجہ فساد دین

ہر ایک کے واسطے جواب ذکر کیا پس اول کا جواب یہ فرمایا کہ ہم کہتے ہین کہ دعوی اقرار بمال جبھی نہین صحیح ہوتا ہی کہ جب دعوے مال فقط بحکم اقرار واقع ہو مثلاً مدعی نے کہا کہ میرے تجھپر اسقدر درم ہین کیونکہ تو نے میرے واسطے اسقدر درم کا اقرار کیا ہی یا کہا کہ یہ مال عین میری ملک ہی کیونکہ تو نے میرے واسطے اسکا اقرار کیا ہی اور اس مقام پر دعوی مال بحکم اقرار نہین ہوا بلکہ دعوے مال مطلقاً ہی لیکن اُسنے دعوی مال کے ساتھ مدعا علیہ کے اقرار بمال کا بھی دعوی کیا اور یہ موجب خلل نہین ہی آور قولہ اس دعوی مین ایک وجہ دروغ کی ظاہر ہوئی ہی یہ بھی ممنوع ہی اور قولہ اُسنے سبب کا دعوی نکیا اقول سبب کا دعوی نکرنا اسوجہ سے نہین ہی جو تم کہتے ہو بلکہ اسوجہ سے ہی کہ مدعی کو ایسے گواہ نہ ملے جو سبب پر گواہی دین اور ایسے گواہ ملے جو مدعا علیہ کے اقرار مال کی گواہی دین آور وجہ دوم کے جواب مین فرمایا کہ قولہ یہ ضرور ہی کہ بیان کرے کہ اسقدر تیل وقت انعقاد بیع کے موجود تھا اقول اسکی ضرورت ایسی گواہی مین ہی کہ جہان گواہ لوگ مثلاً یون گواہی دین کہ اس مدعی نے اس مدعا علیہ کے ہاتھ اس مقدار تیل کو فروخت کیا اور یہ اس صورت مین گواہ لوگون نے بیع کی گواہی نہین دی ہی بلکہ اقرار بیع کی گواہی دی ہی اور اُسکا خرید صحیح کا اقرار واقع ہوا اور جب کسی آدمی کا اقرار بتصرف صحیح پایا گیا تو اُسکا حکم اُسکے حق مین ثابت ہوگا اگرچہ محتمل فساد ہو بخلاف گواہی کے کہ اُسمین ایسا نہین ہوتا ہی اور گواہی و اقرار مین جو فرق ہی وہ اپنے مقام پر مذکور ہی - اب باقی رہا بیان اس بات کا جو ہمنے کہا ہی کہ گواہی و دعوی مین مطابقت نہین ہی سو اسطرح ہی کہ گواہی مین صرف یہ مذکور ہی کہ مدعا علیہ نے قبضہ کا اقرار کیا اور یہ نہین ہی کہ مبیع پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا چنانچہ گواہون نے کہا کہ مقر آمد این مدعا علیہ کہ بخریدم از این مدعی ہفتصد من روغن کنجد صافی پاکیزہ و قبض کردم قبضے درست - اور دعوی قبضہ باشارہ مذکور ہی چنانچہ مدعی نے کہا کہ بائع سے لیکر اُسپر قبضہ صحیح کیا - پس گواہون کو چاہیے تھا کہ اقرار مدعا علیہ کی گواہی مین یون بیان کرتے کہ قبض کردم قبضے درست

محضر - تہائی مال کی وصیت کے دعوی مین جسکی صورت یہ ہی کہ موصی لہ نے کسی ایک وارث پر دعوے کیا کہ میت نے اپنی زندگی مین اپنے عاقل بالغ ہونے کی حالت مین میرے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہی اور مجلس حکم مین ایک انگوٹھی سونے کی لایا جسکا نگینہ فیروزہ ہی اور وارث پر دعوی کیا کہ یہ انگوٹھی منجملہ مال ترکہ سے ہی جسکو میت نے چھوڑا ہی اور یہ تیرے قبضہ مین ہی پس تجھپر واجب ہی کہ اسمین سے تہائی مشاع بحکم وصیت مجھے سپرد کردے پس وارث نے وصیت سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوی کے موافق گواہ قائم کیے پھر دعوی کی صحت کا فتوے طلب کیا گیا پس مفتیون نے فساد دعوی ہذا کا فتوی دیا مگر وجہ فساد مین باہم اختلاف کیا بعض نے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ اُسنے محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ موصی نے برضا و رغبت وصیت کی پس احتمال ہی کہ اُسنے باکراہ یعنی مجبور کیے جانے پر وصیت کردی ہو اور وصیت باکراہ باطل ہی اور بعض نے کہا کہ یہ وجہ ہی کہ اُسنے انگوٹھی مین سے تہائی مشاع کا مطالبہ کیا ہی اور یہ متصور نہین ہی مگر صحیح اول ہی اسواسطے کہ تسلیم جزو شائع کی تسلیم کل سے ہی -

محضر - دعوی نکاح ایک عورت پر بدین صورت - کہ فلان مرد نے فلانہ عورت پر یہ دعوی کیا کہ وہ عورت اسکی منکوحہ و حلالہ ہی بسبب اسکے کہ اس مرد نے اس عورت سے مہر معلوم پر بحضور ی گواہان عادل بسبب اس عورت کے اپنے نفس کو اس مرد کے نکاح میں دینے کے نکاح کر لیا ہی اور یہ عورت اس مرد کی اطاعت سے خارج ہو گئی ہی پس اس عورت پر احکام نکاح مین اس مرد کی اطاعت واجب ہی اور جواب عورت مذکورہ یہ ہوا کہ مجھپر احکام نکاح مین اسکی اطاعت واجب نہین ہی اسوجہ سے کہ اسنے تین طلاق اس عورت کو دلائی ہین اور یہ عورت اُسپر بسبب طلاق حرام ہی

اور عورت مذکورہ نے اس بات کو بطریق دفعیہ دعوی نکاح مرد مذکور کے گواہوں سے ثابت کر دیا پھر مرد کی طرف سے اُسکے دفعیہ میں یہ دعوی مذکور ہی کہ مرد نے دعوی کیا کہ یہ عورت اپنے دعوی دفعیہ مین مبطل ہی اور اسکا یہ دعوی دفعیہ ساقط ہی اسوجہ سے کہ اس عورت نے اپنے اس دعوی دفعیہ سے پہلے اقرار کیا ہی کہ اس عورت نے ان تین طلاق کے بعد اسکی عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اس دوسرے شوہر نے اسکے ساتھ دخول کیا پھر اِسکو طلاق دیدی اور اسنے اُسکی عدت بھی پوری کی اور دونون عدتون کے پوری کرنے کی مدت اسقدر بیان کی کہ جسمین دونون عدتون کا گذر جانا متصور ہی پھر اس شوہر سے بمہر معلوم بحضوری گواہان عدول نکاح کیا اور آج کے روز یہ اُسکی جورو ہی۔ پس اس محضر پر بڑے بڑے مشائخ سمرقند کا جواب یہ لکھا تھا کہ صحیح ہی اور مشائخ بخارا نے اتفاق کیا کہ محضر صحیح نہین ہی اور اسکی ایک یہ وجہ بیان کی کہ شوہر نے عورت کی ان باتون کے اقرار کا دعوی کیا ہی اور مدعا علیہ پر کسی چیز کے اقرار کا دعوی مدعی کی طرف سے صحیح نہین ہوتا ہی یہ شرح ادب القاضی مین مذکور ہی۔ اور میرے نزدیک جو وجہ فساد اُنھون نے ذکر کی ہی وہ صحیح نہین ہی اُسکی وجہ یہ ہی کہ شوہر اُسکے اقرار پر دعوی نکاح کا مدعی نہین ہی بلکہ اُسپر نکاح کا دعوی مطلقاً کرتا ہی اور دعوی اقرار فقط بدین بیان ہی کہ وہ اپنے دفعیہ کے دعوی مین مبطل ہی اور یہ صحیح ہی اور اسی طرف آخر جامع مین اشارہ کیا ہی اور ہمنے یہ مسئلہ قبل اسکے مشرح بیان کیا ہی کذا فی الذخیرہ۔

سجل۔ در اثبات ملکیت حمل شہر مرو سے آیا جسمین لکھا ہی کہ قاضی فلان صاحب مظالم واحکام شرعیہ شہر مرو و نواح آن از جانب سلطان فلان عز نصرہ کہتا ہی کہ مجلس حکم اینجا مین بتاریخ فلان ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اُسکا نام فلان ہی اور اپنے ساتھ ایک خصم کو حاضر لایا جسنے بیان کیا کہ اُسکا نام فلان بن فلان ہی پس اُسپر اُسکے حضور مین دعوی کیا۔ پس مشائخ نے فرمایا کہ اس محضر مذکور مین یہانتک دو خلل ہین ایک یہ کہ اُسنے لکھا کہ مجلس حکم اینجا مین اور اس سے پہلے ذکر ہوا ہی کہ وہ مرو کا اور اُسکے نواح کا قاضی تھا پس اُسکے قول اینجا مین احتمال ہی کہ مرو مراد ہی یا نواح مرو پس نواح مرو کی صورت مین حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق صحت قضاء کے واسطے شہر شرط ہی اور اسی طرف اکثر مشائخ نے میل کیا ہی یہ ادب القاضی للخصاف مین مذکور ہی۔ اور میرے نزدیک یہ خلل نہین ہی اسواسطے کہ موافق روایت نوادر کے شہر شرط نہین ہی پس اگر قاضی نے خارج شہر مین حکم قضاء دیا تو اُسکی قضاء ایک صورت مختلف فیہ مین ہوگی پس نافذ ہو جائیگی اور دوم آنکہ اُسنے ذکر کیا کہ اسنے اُسکی حضوری مین اُسپر دعوے کیا حالانکہ ضرور تصریح چاہیے بلفظ اس حاضر آمدہ واس حاضر آوردہ کے پس اسطرح لکھنا چاہیے کہ پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا۔ کیونکہ اُسکی تحریر پر احتمال ہی کہ شاید اس مدعی کے سوائے دوسرے سے یا اس مدعی سے اس مدعا علیہ کے سوائے دوسرے پر صادر ہوا ہو اور نیز یون لکھے کہ بحضوری اس مدعا علیہ کے تاکہ یہ احتمال نہ رہے کہ اس مدعا علیہ کی غیبت مین اُسپر دعوے کیا ہی۔ پھر اس سجل مین لکھا کہ دعوی کیا ایک حمل کا جسکی صفت یہ ہی اور سن اسقدر ہی اور قیمت اُسکی اسقدر ہی بحضوری مجلس قضاء کے اور اُسکی طرف اشارہ کیا کہ یہ اُسکی ملک و اُسکا حق ہی۔ تو مشائخ نے فرمایا کہ ان الفاظ مین خلل ہی کہ بعض کے بیان کی ضرورت نہین ہی چنانچہ صفت و سن و قیمت کے بیان کی کچھ حاجت نہین ہی اسواسطے کہ وہ مجلس حکم مین موجود ہی اور قولہ اور اُسکی طرف اشارہ کیا کہ یہ اُسکی ملک و اُسکا حق ہی اسمین خلل ہی یون بیان کرنا چاہیے کہ اس بچہ کو سفیدی مائل جو حاضر ہی اشارہ کیا کہ یہ مدعی کی ملک و اُسکا حق ہی۔ پھر لکھا کہ اور مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی۔ اسکو ضرور اسطرح

لکھنا چاہیے کہ اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہو۔ پھر لکھا کہ اسپر واجب ہو کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے۔ ایسکو یون
لکھنا چاہیے کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہو کہ اپنا ہاتھ اس بچہ گوسفند متدعویہ سے کوتاہ کرے۔ پھر لکھا کہ اسکا اعادہ اسکے قبضہ
مین کرے۔ اور اسمین احتمال ہو کہ شاید اول مین مدعی مذکور کے قبضہ مین نہ آیا بلکہ مثلاً اسکا وارث ہوا ہو اور ہنوز قبضہ
نکیا ہو کہ مدعا علیہ مذکور نے غصب کر لیا ہو پس ایسے احتمال کی صورت مین لفظ اعادہ لکھنا نہ چاہیے بلکہ بجائے اسکے
لفظ تسلیم لکھے کہ اس بچہ گوسپند کو اس مدعی کے سپرد کرے۔ پھر بعد بیان درخواست جواب مدعی و انکار مدعا علیہ کے
لکھا کہ پس مدعی ایک جماعت کو حاضر لایا مگر یون لکھنا چاہیے کہ یہ مدعی ایک جماعت کو حاضر لایا پھر گواہون کی گواہی یون
لکھے کہ انھون نے گواہی دی کہ حمل متدعویہ ملک مدعی ہو اور مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہو۔ مگر ضرور ہو کہ یون لکھے کہ
گواہی دی کہ یہ بچہ گوسفند متدعویہ ہٰذا (یعنی یہ بچہ گوسپند) اس مدعی کی ہو اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہو۔ اور اسکے بعد لکھا
کہ اور گواہون نے متدعیین کی طرف اشارہ کیا حالانکہ یہ لفظ دونون مین سے ہر واحد کو شامل ہو پس ہر واحد کے
ذکر کے وقت اشارہ کرنے کا بیان تحریر کرنے کی حاجت اس لفظ سے دفع نہوگی کہ شاید انھون نے مدعا علیہ کی طرف
اشارہ کرنے کی ضرورت کے وقت مدعی کی طرف کیا ہو اور بچہ گوسفند کے ذکر کے وقت بچہ گوسفند کی طرف اشارہ کرنا
تحریر کرنا چاہیے ہو لیکن اگر یہ ذکر کر دیا کہ انھون نے اس مشہود بہ کی طرف اشارہ کیا اور اگر لفظ اس ذکر نکیا تو بھی خیر
ہو سکتا ہو اور بڑی احتیاج تو محضر و سجل مین یہ ہوتی ہو کہ الفاظ شہادت دعوی مین انھون نے مقامات اشارہ مین اشارہ
کیا تاکہ اشتباہ رفع ہو جاوے اور دعوی صحیح ہو۔ اور اپنے اس قول کے بعد کہ مجھسے اس مدعی نے حکم کی درخواست کی
یون بیان کیا کہ پس مین نے مدعا علیہ کو آگاہ کیا اس حکم سے جو اسپر متوجہ ہوا ہی۔ مگر مدعا علیہ کے ساتھ لفظ ہٰذا یعنے اشارہ
ذکر نکیا اسی طرح آخر سجل تک مدعا علیہ کے ساتھ کہین (اس) کا لفظ کہ اس مدعا علیہ نہین کیا لیکن ان جگہون مین اسکا لفظ
ذکر نکرنے مین تساہل کیا اور اسکا لفظ ذکر کرنے مین فقط دعوی و گواہی مین مبالغہ کیا جاتا ہو یعنے دعوی و گواہی مین ضرور
ذکر کرنا چاہیے اور نیز اس سجل مین لکھا کہ مین نے ہر دو متخاصمین کے حضور مین مدعی کے واسطے ملکیت مذکورہ کے
ثبوت کا اور مدعا علیہ کے قبضہ مین بناحق ہونے کا حکم کیا اور یہ ذکر نکیا کہ اس بچہ گوسفند کے سامنے موجود ہونے کی حالت
مین حالانکہ اسکا ذکر کرنا لامحالہ ضرور ہو اسواسطے کہ مال منقول کا حکم دینے کے وقت قاضی کو اشارہ کی ضرورت ہوتی ہو
جیسا کہ گواہ کو وقت گواہی کے ضرورت ہوتی ہو لیکن اگر اولاً قیمت کا دعوے ہو تو اس صورت مین اس قیمت کے حاضر
کرنے کی ضرورت نہین ہو جیسا کہ استحقاق مین رجوع کرنے کی حالت مین ہوتا ہو کہ قاضی بدون چیز مستحق حاضر کرنے کے رجوع
کا حکم دیتا ہو پس ایسا ہی قیمت کے دعوے مین بھی ہو اور قاضی مذکور نے آخر سجل مذکور مین لکھا کہ فلان سے صادر
ہوا اور یہ نہین لکھا کہ مین نے ان گواہون کی گواہی پر یا ایسی دلیل سے جو میرے نزدیک ظاہر ہوئی یا اور اسکے
مانند الفاظ جو اس معنی مین ہون حکم دیا حالانکہ اسکا لکھنا ضرور تھا تاکہ معلوم ہو کہ یہ دعوی و گواہی اسکے سامنے ہوئی
ہو کیونکہ احتمال ہو کہ شاید دعوی و گواہی اسکے نائب کے حضور مین ہوئی اور متولی حکم خود آپ ہو گیا اور ایسی صورت
مین قضاء جائز نہوگی پس ایسا کلام بیان کرنا ضرور ہو جو اسپر دلالت کرے اور قاضی بخارا نے آخر اس سجل مین
لکھا کہ اسکی جانب بگواہی دو عادلون کے حکم صادر ہوا اور یہ نہ لکھا کہ خصم کے حضور مین۔ پس شاید خصم کی غیبت مین
صادر ہوا ہو پس صحیح نہوگا اور اگر وہ یون لکھتا کہ مین نے اس سجل کے ثبوت کا اسکے شرائط کے ساتھ حکم کیا تو بھی کافی

تھا اسواسطے کہ قاضی شرائط پر واقف نہیں ہوتا ہے پس بیان کرنا ضرور ہے جیسا کہ ہمنے اس صورت مین لکھا ہی کہ اگر قاضی نے کہا کہ گواہوں نے موافق دعوی کے گواہی دی تو یہ کافی نہیں ہی اسواسطے کہ قاضی دعوی و گواہی کی موافقت کو نہین جانتا ہے پس ایسا ہی اس صورت مین بھی ہی

محضر۔ تہائی مال کی وصیت کرنے کے اثبات مین۔ اور موصی ایک عورت مسماۃ ہندہ بنت استاد محمد بخاری سمرقندی معروف باستاد منارہ تھی کہ اُسنے اپنے تہائی مال کی وصیت اسطرح پر کی تھی کہ اسکی تہائی سے گیہون خرید کر اسکی نمازہائے فوت شدہ کے واسطے فقیرون کو بانٹ دیے جاوین اور ایک تہائی سے ایک بکری خرید کر ایام قربانی کے اول روز قربانی کردیجاے اور ایک تہائی سے نان گردہ و حلوا و کوزہ وغیرہ چیزین موافق لوگون کی عادت کے جو ایام عاشورا مین خریدتے ہین خریدی جاوین اور اُسنے اپنی بہن کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور اُسکو حکم دیا تھا کہ ان وصیتون کو نافذ کرے پس اُسکی بہن نے اُسکے شوہر پر بحضوری شوہر مذکور دعوے کیا اور محضر کی تحریر مین وصیت کرنے کا بیان لکھا اور اور آخر مین لکھا کہ اُسکے شوہر اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ایک زین پوش ہی جسکا طول اسقدر و عرض اسقدر اور اُسکی قیمت ڈیڑھ دینار ہی پس اسپر واجب ہی کہ اسکو مجلس حکم مین حاضر کرے تاکہ اُسمین سے تنفیذ وصیت کا قابو ہاتھ آوے بشرطیکہ اُسکے حاضر کرنے پر قادر ہو اور اگر اُسکے حاضر لانے سے عاجز ہو اور اُسکو تلف کر ڈالا ہو تو اسپر واجب ہی کہ نصف دینار ادا کرے اور یہ اُسکی تہائی قیمت ہی تاکہ اُس سے وصیت نافذ کیجاوے۔ اور اس تحریر سے خلل پیدا ہوا ہو بوجہ اسکے کہ مذکور فقط قیمت ہی اور یہ مذکور نہین ہی کہ یہ قیمت اُسکے قبضہ کے روز کی یا تلف کرنے کے روز کی ہی اور اسمین شک نہین ہی کہ بظاہر یہ زین پوش اس شوہر کے قبضہ مین بطور امانت ہوگا جبکہ یہ ذکر نہین کیا گیا کہ اُسنے بغیر حق قبضہ کرلیا ہی پس ایسی حالت مین اُسکے ذمہ ضمان جبھی واجب ہوگی کہ جب اُسنے تلف کردیا ہی پس جس دن تلف کردیا ہی اُسی روز کی قیمت کا اعتبار ہوگا پس فی الحال اُسکا مطالبہ نصف دینار کا صحیح نہو گا تاوقتیکہ یہ معلوم نہو جاے کہ تلف کرڈالنے کے روز بھی اُسکی قیمت ڈیڑھ دینار تھی اور چاہئے یہ تھا کہ یون بیان کرتی کہ اسپر اس زین پوش کا حاضر لاکر اس وصیہ کے سپرد کرنا واجب ہی تاکہ یہ وصیہ اُسکو فروخت کرکے اُسمین سے تہائی لے لیوے اور اگر وہ اس زین پوش مقبوضہ کا اس موصیہ کی ملک ہونے سے انکار کرتا ہی تو بدین غرض کہ مدعیہ اُسپر گواہ قائم کرنے پر قادر ہو پس حاضر لانے کا مطالبہ کرنے کی وجہ صحیح درصورتیکہ شوہر مذکور مقر ہو تو تنفیذ وصیت کے واسطے اسی طور ہو سکتی جیسا ہمنے بیان کیا کہ اُسکو فروخت کرکے اُس سے تنفیذ وصیت کرے اور درصورتیکہ منکر ہی تو اُسپر گواہ قائم کرے۔

سجل۔ در اثبات وقفیت۔ جسمین تحریر ہی کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا اور بجاے اپنے مقرر کیا درین باب کہ اُسکے حقوق کا جن لوگون پر ہے تعین مطالبہ کرے اور اُسکے واسطے انکو وصول کرے اور یہ توکیل ایسی شرط پر معلق تھی جو قبل اس توکیل کے متحقق ہوگئی اور وہ یہی وقف ہی اور اُسنے توکیل مین یون کہا کہ اگر فلان نے یہ موضع اپنے برادر و خواہر فلان و فلانہ پر بدین شرائط وقف کیا ہی اور بروز وقف جسکو متولی مقرر کیا تھا اُسکے سپرد کیا ہی اور اُسکا وقف ہونا لوگون مین مشہور ہوگیا ہی اور یہ وقف اوقاف قدیمہ مشہورہ سے ہوگیا ہی تو تو اُن قرضون کے وصول کرنے کا جو لوگون پر ہین وکیل ہی اور حال یہ ہی کہ اس موضع کا وقف ہونا بدین شرائط مذکورہ ثابت ہوگیا

اور یہ وقف اوقاف مشہورہ مین سے ہوگیا اور شرط وکالت جو لوگون سے قرضہ فلان وصول کرنے سکے واسطے تھی متحقق ہوگئی اور فلان موکل کا اس حاضر آوردہ پر ایسا ایسا قرضہ ہے پس خصم نے جواب دیا کہ بلے فلان ترا وکیل کردہ است بران وجہ کہ دعوی میکنی وکالتے معلوم بان شرط کہ یاد کردی ومرا بفلان چندین کہ دعوے میکنی دادنی ہست ولیکن مرا ازہ وقفیت این موضع معلوم نیست واز شہرت واستفاضت او خبر نے ومرا بتو باین وجہ کہ دعوی میکنی دادنی نیست۔ پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ اُسکے گواہ ہین کہ اسکے وقف ہونے پر گواہی دیتے ہین پس گواہون نے اسکی گواہی جیسی چاہیے ہے ادا کی اور گواہی کی طریق پر گواہی کو روان کیا اور بیان کیا کہ فلان نے اس موضع مذکورہ کو فلان فلانہ پر بدین شرائط وقف کیا ہے اور قاضی نے اس وقفیت کے اور تحقیق شرط وکالت کے اور مدعی پر یہ مال لازم ہونے کے ثبوت کا حکم دیدیا اور اُسکو حکم دیا کہ یہ مال مدعی مذکور کو ادا کردے اور اس سجل کی تحریر کا حکم دیا پس یہ لکھا گیا اور قاضی نے صدر سجل پر اپنی توقیع لکھی اور اخیر مین برسم معتاد تحریر کیا۔ پھر اس سجل کی صحت کا فتوے طلب کیا گیا۔ پس بعض مشائخ نے اسکی صحت کا فتوی دیا اور محققین نے جواب دیا کہ یہ فاسد ہے پھر وجہ فساد مین باہم اختلاف کیا بعض نے کہا کہ اس وجہ سے فاسد ہے کہ گواہون نے اصل وقف و اُسکے شرائط پر بشہرت و استفاضت گواہی دی حالانکہ اصل وقف پر بشہرت گواہی دینا جائز ہے اور شرائط وقف پر بشہرت گواہی دینا نہین جائز ہے اور جب شرائط پر گواہی مقبول نہوئی حالانکہ گواہون نے دونون کی گواہی دی ہے تو اس صورت مین اصل وقف کی گواہی بھی مقبول نہوگی خواہ بدین وجہ کہ گواہی ایک ہے پس جب بعض گواہی باطل ہوئی تو کل باطل ہوگئی یا بدین وجہ کہ جب گواہون کو شرائط پر بشہرت گواہی دینا حلال نہ تھی پھر بھی اُنھون نے اسکی گواہی دی تو ایسا فعل کیا جو انکو حلال نہ تھا اور یہ اُنکے فسق کا موجب ہے اور فسق مانع شہادت ہے۔ اور اگر گواہ لوگ ناد انستگی کا عذر کرین کہ جانتے نتھے تو یہ عذر مقبول نہوگا اسواسطے کہ یہ امر احکام مین سے ہے اور دار الاسلام مین احکام کی نادانستگی کا عذر نہین قبول ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ گواہون کا اس معاملہ مین سنی ہوئی گواہی دینا کیونکر ثابت ہوا اسوجہ سے معلوم ہوا کہ اُنھون نے وقف قدیمی کی گواہی دی ہے جسپر بہت برسین گذر گئی ہین اور یہ وقف قدیمی شمار کیا جاتا ہے جس سے قطعاً معلوم ہے کہ یہ لوگ اس وقف کرنے والے کی زندگی مین موجود نہ تھے اور انھون نے اُس سے نہین سنا ہے۔ اسی طرح ہر جگہ جہان کسی وقف قدیم پر جسپر بہت برسین گذر گئی ہین جس سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ وقف کرنے والے کی زندگی مین نہ تھے اور انھون نے اس سے نہین سنا ہے گواہی دین تو یہ بات ضرور معلوم ہوگی کہ ان لوگون نے سنی سُنائی گواہی دی ہے۔ اقول میرے نزدیک یہ بات کوئی چیز نہین ہے اسواسطے کہ گواہون نے اگرچہ ایسے وقف قدیمی کی گواہی دی جسپر بہت برسین گذر گئی ہین لیکن اس سے یہ بات ثابت نہین ہوتی ہے کہ اُنھون نے سنی سنائی گواہی دی ہے اسواسطے کہ جائز ہے کہ گواہون نے بچشم خود کسی قاضی کو دیکھا ہو کہ اُسنے اس موضع کا بشرائط مذکورہ وقف ہونے کا حکم دیا۔ اور ایک طریقہ اور ہے جس سے یہ بات ثابت ہو کہ گواہون نے سنی سُنائی گواہی دی ہے وہ یہ ہے کہ گواہ لوگ یون کہین کہ ہمنے یہ گواہی دی اسوجہ سے کہ ہم مین یہ بات مشہور ہوگئی ہے اور یہ مقبول ہوگی بخلاف اسکے اگر اُنھون نے کہا کہ ہمنے اسوجہ سے گواہی دی کہ ہم نے لوگون سے یہ بات سنی ہے تو ظاہر جواب کے موافق قبول نہوگی چنانچہ اگر اُنھون نے کہا کہ ہمنے اس مال عین کی اس فلان کے ملک ہونے کی گواہی دی کیونکہ ہمنے اسکو اس فلان کے قبضہ مین اسطرح دیکھا کہ وہ اسمین مالکانہ تصرف کرتا تھا یہ شہادات مختصر عصام رح مین ہے اور

ایک روایت مین ہی۔ کہ [illegible] گواہی مقبول ہوگی اگرچہ وہ لوگون سے سننے کو بیان کردین اس روایت کو کتاب الاقضیہ
مین ذکر کیا ہی۔ اور بعض محققین نے فساد محل کی یہ وجہ بیان کی کہ متولی کا نام ونسب بیان نہین کیا گیا ہی بلکہ ایک
مرد مجہول ذکر کیا ہی اور مجہول کو سپرد کرنا متحقق نہین ہوسکتا ہی اور سپرد کرنا وقف صحیح ہونے کی شرط ہی لیکن یہ علت
قابل اعتماد نہین ہی اور اعتماد اُسی پہلی علت پر ہی اور میرے نزدیک وکیل کی طرف سے اس موضع کے وقف
ہونے کا دعوی جسطرح بیان کیا ہی صحیح نہین ہی اگرچہ دعوی وجہ دیگر سے جو ذکر کی ہی خالی ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اس
دعوی مین وکیل اپنے حق کی شرط اسطور سے ثابت کرنا چاہتا ہی کہ ایک شخص غائب پر ایسا فعل ثابت کرتا ہی جس سے
اُسکی مملوک چیز سے اسکا حق باطل ہوا جاتا ہی حالانکہ کوئی آدمی اُسکی صلاحیت نہین رکھتا ہی کہ اپنے حق کی شرط
اسطرح ثابت کرے کہ کسی غائب پر ایسا فعل ثابت کرے جس سے اُسکے حق کا ابطال ہو۔ آیا تو نہین دیکھتا ہی
کہ اگر زید نے اپنے غلام کی آزادی کو اس بات پر معلق کیا کہ عمرو اپنی جورو کو طلاق دے پھر غلام نے گواہ قائم کیے
کہ عمرو نے اپنی جورو کو طلاق دی ہی تو قاضی اس غلام کے دعوی کی سماعت نکریگا اور اُسکے گواہ قبول نکریگا۔ یہ مسئلہ
طلاق جامع اصغر مین اسی طرح مذکور ہی اور بعضے متاخرین نے ایسے دعوی کی سماعت اور قبول گواہی پر فتوی دیا ہی
مگر اول اصح ہی۔

محضر۔ جسمین مذکور ہی کہ مدعی نے مدعا علیہ کو چیزین فروخت کرنے کے واسطے بھیجی تھین اور اُنکے ثمن کا دعوی کرتا ہی
اور صورت یہ مذکور ہی کہ زید بن عمرو مخزومی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ بکر کو حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ
پر دعوے کیا کہ اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ کے پاس اپنے امین خالد کے ہاتھ اتنے تھان زندنیچی بخاری
ممسوح جنکے ہر واحد کا طول اسقدر و عرض اسقدر تھا بدین غرض بھیجے تھے کہ اسکے خریدار کے ہاتھ اسکو بعوض اسقدر
درمون کے جو اسکے دانا کار اندازہ کرین فروخت کرے اور خالد امین نے یہ تھان اس حاضر آوردہ کو پہونچا دیے اور
اس حاضر آوردہ نے ان سب پر امین کی طرف سے لیکر قبضہ کر لیا اور انکو دانائے کار کے انداز پر خریدنے والے مشتری
کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کر لیا اور یہ ثمن اسقدر ہی پس اس حاضر آوردہ پر واجب ہی کہ یہ ثمن اس مدعی کو
سپرد کرے اگر بعینہ اُسکے پاس موجود ہو اور اگر اُسکو اُسنے تلف کر دیا ہو تو اسپر واجب ہی کہ ان دینارون مذکورہ کے
مثل اس مدعی کو ادا کرے پھر اس دعوی کا جواب مانگا پس اس مدعا علیہ مذکور سے جواب طلب کیا گیا تو اسنے بانکار
جواب دیا پس مدعی گواہ حاضر لایا۔ اس دعوی کی صحت کا فتوی طلب کیا گیا تو بعض نے فرمایا کہ یہ دعوی ٹھیک نہین
ہی اور اسمین دو طرح سے خلل ہی ایک یہ کہ مدعی نے مدعا علیہ پر اُن تھانون کے ثمن دینے کا دعوی کیا ہی جنکا ذکر اس
دعوی مین ہی اور دعوی مین مذکور ہی کہ اس مدعا علیہ نے یہ تھان مذکورہ اسقدر دامون کو فروخت کیے اور ثمن وصول
کیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اُسنے یہ تھان بیچکر مشتری کے سپرد کیے ہین پس احتمال رہا کہ شاید یہ تھان مشتری کو سپرد کرنے سے
پہلے اس بائع کے پاس تلف ہوگئے ہون اور اس تقدیر پر تھانون کے مالک کے واسطے یہ ثمن نہوگا بلکہ بیع باطل
ہوجائیگی اور مشتری کو اُسکا ثمن واپس ملیگا اور ثمن مذکور مالک تھان کے واسطے جبھی ہوگا جب بائع مذکور نے یہ تھان
فروخت کرکے مشتری کے سپرد کر دیے ہون پس جب تک یہ ذکر نہ کرے کہ بائع مذکور نے یہ تھان اُسکے مشتری کو سپرد کر دیے
تھے تب تک بائع سے تھانون کے ثمن سپرد کرنے کا مطالبہ صحیح نہوگا۔ اور وجہ دوم یہ ہی کہ اُسنے دعوے مین کہا کہ اس

حاضر آوردہ پر واجب ہو کہ اس مدعی کو یہ ثمن سپرد کرے حالانکہ ایسے دعویٰ کی صورت مین اسطرح کا مطالبہ دو وجہ سے ٹھیک نہین ہو سکتا ہو ایک یہ کہ اُسنے ذکر کیا کہ واجب ہو۔ حالانکہ بر تقدیریکہ بیع صحیح ہوئی اور بائع مذکور نے ان تھانون کو مشتری کے سپرد کر دیا ہو تاہم یہ ثمن اس مدعا علیہ کے پاس بطور امانت رہا کیونکہ وہ بیع کا وکیل تھا اور امین پر مالک امانت کو امانت تسلیم کرنا واجب نہین ہوتا ہو بلکہ اُسپر فقط تخلیہ اور روک دور کر دینا واجب ہوتا ہو پس تسلیم کا مطالبہ کرنا ٹھیک نہین ہو۔ اور دوم آنکہ ثمن مذکور اگر امین مذکور کے پاس قائم ہو تو متعین ہو گا اور جو مال منقول متعین ہو اُسکے واسطے اسطرح مطالبہ کرنا کہ مجلس حکم مین حاضر لاوے تاکہ مدعی اُسکی موجودگی مین دعویٰ اور گواہ قائم کر سکے ٹھیک ہوتا ہو اور یہ مطالبہ کہ دعوے کہ اُسکو سپرد کرے ٹھیک نہین ہوتا ہو۔ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ فساد کی دونون وجہون مین سے دوسری وجہ جو بیان کی ہو صحیح نہین ہو اور قولہ بر تقدیریکہ بیع صحیح ہوئی اور بائع نے ان تھانون کو مشتری کے سپرد کر دیا تاہم یہ ثمن اس مدعا علیہ کے پاس امانت ہو گا اور امین پر امانت تسلیم کرنا واجب نہین ہو اقول امین پر اگرچہ امانت کا حقیقۃً تسلیم کرنا واجب نہین ہو۔ مگر مجازاً تسلیم کرنا واجب ہو یعنی تخلیہ کر دے اور روک دور کر دے پس تسلیم کا دعویٰ کرنا اسی تخلیہ پر محمول کیا جائیگا تاکہ حتے الامکان دعویٰ صحیح رہے۔ اور قولہ ثمن مذکور اگر امین مذکور کے پاس قائم ہو تو متعین ہو گا پس اشارہ کرنے کے واسطے حاضر لانا واجب ہو گا اور تسلیم کرنا واجب نہو گا اقول اس مقام پر حاضر لانا کچھ مفید نہین ہو اسواسطے کہ حاضر لانا اشارہ کرنے کے واسطے ہوتا ہو اور گواہون سے یہ بات ناممکن ہو کہ دراہم کی طرف جو اثمان ہین یعنے متمیز نہین ہوتے ہین اشارہ کرین۔ اور کچھ بیان اسکا پہلے گذر چکا ہو۔

محضر۔ دعویٰ ملکیت خر۔ جسکی صورت یہ ہو کہ زید نے عمرو پر ایسے گدھے کی ملکیت کا جو مجلس حکم مین حاضر کیا گیا ہو دعویٰ کیا کہ یہ گدھا جو اس مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہو مین نے اسکو بکر سے خریدا ہو اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہو پس اسپر واجب ہو کہ مجھے سپرد کرے اس دعویٰ کی صحت کا فتویٰ طلب کیا گیا پس جواب دیا گیا کہ یہ دو وجہ سے فاسد ہو ایک یہ کہ اُسنے بکر سے خریدنے کا ذکر کیا اور ثمن نقد دینا بیان نہ کیا اور ہمنے اس کتاب مین بیان کر دیا ہو کہ مشتری نے اگر خریدی چیز کو دوسرے کے قبضہ مین پایا اور وہ ثمن ادا نہین کر چکا ہو تو اُسکو قابض کے ہاتھ سے نکلو لینے کا اختیار نہو گا اور ہمنے اسکی تائید مسئلہ مذکورہ منتقی سے کر دی ہو اور دوم آنکہ بسبب خرید کے ملک کا دعویٰ کرنے مین ضرور کہنا چاہیے کہ فلان بائع نے میرے ہاتھ فروخت کیا درحالیکہ وہ اسکا مالک تھا یا یہ ذکر کرے کہ اُسنے سپرد کر دیا یا یہ کہے کہ یہ میری ملک ہو مین نے اسکو فلان سے خریدا ہو اور یہان انمین سے کوئی بات نہین پائی گئی اور حاصل یہ ہو کہ ہر دو جانب مین سے کسی جانب سے ملک کا ذکر کرنا خرید کی وجہ سے دعویٰ کرنے کی صحت کے واسطے کافی ہو۔

محضر جسمین یہ دعویٰ مذکور ہو کہ ایک شخص نے اپنی دختر کے باقی مہر کا اُسکے شوہر پر بسبب طلاق واقع ہو جانے کے کہ شوہر کی طرف سے قسم کھانے اور حانث ہو جانے سے اُسپر طلاق پڑ گئی ہو دعویٰ کیا۔ اور صورت دعویٰ یہ ہو کہ زید بن عمرو کے میرے داماد پر اسقدر دینار بدین سبب قرضہ تھے اور اُسنے اسمین سے اسقدر ادا کر دیے اور اسقدر اسپر باقی رہے اور قرضخواہ کے پاس میرے داماد کا اس مضمون کا خط اقراری تھا پھر میرے داماد مقر نے ایک روز اس خط اقراری پر قابو پاکر اُسکو چاک کر ڈالا پھر قرضخواہ نے اُسکو ایک روز گرفتار کیا اور باقی مال کا اُس سے مطالبہ کیا اور اسنے انکار کیا پس قرضخواہ نے اُس سے قسم لی کہ اگر اسمین سے کچھ مال تجھپر ہو تو تیری عورت پر تین طلاق ہین پس اسنے

اپنی عورت پر تین طلاق کی قسم کھائی کہ اسپر کچھ نہیں ہی پھر اُسنے اسکو دھمکایا اور قید کیا تو اُسنے باقی مال کا جو اسپر واجب تھا اقرار کیا اور اُسکو اس مضمون کی دستاویز لکھدی اور ایسا ہی مدعا علیہ نے قسم کھانے اور خط دینے اور باقی مال کا جو اُسپر قرضخواہ کا تھا اقرار کرنے کا اقرار کیا پس اس معاملہ کی اُسکی جورو و اُسکے خسر کو خبر دیگئی پس اُنھون نے اسکا مرافعہ قاضی کے پاس کیا پس اُسکے خسر نے بذریعہ وکالت از جانب دختر خود کے اُسکے باقی مہر کا بسبب وقوع طلاق بوجہ قسم مذکور کے اُسپر دعوی کیا پس مرد مذکور نے قسم سے اور اُسکے بعد اقرار کرنے سے انکار کیا پھر مدعی گواہ لایا جنھون نے ان الفاظ سے گواہی دی کہ اس شوہر نے اقرار کیا کہ مین نے تین طلاق کی اس بات پر قسم کھائی ہی کہ فلان کے واسطے مجھپر اسقدر قرضہ نہیں ہی اور یہ وہ ہی جسکا وہ مجھپر دعوے کرتا تھا کہ میرا باقی قرضہ ہی پھر مین نے اُسکو اسقدر مال کی اقراری دستاویز لکھدی - اس دعوی کی صحت اور گواہی مطابق دعوی کے ہونے کا استفتا کیا گیا پس جواب دیا گیا کہ یہ گواہی موافق دعوے کے نہیں ہی اسواسطے کہ دعوی مین یہ ہی کہ اُسنے قرضخواہ کے واسطے بعد قسم کھانے کے باقی مال کا جو قرضخواہ کا اسپر تھا اور اُسکو اس مضمون کی دستاویز لکھدینے کا اقرار کیا اور گواہی مین گواہون نے اسطرح گواہی دی ہی کہ اُسنے بعد قسم کھانے کے اُسکو اسقدر مال کی دستاویز لکھدینے کا اقرار کیا اور یہ گواہی نہیں دی کہ اُسنے دستاویز اُسی مال کی لکھدی ہی جو قرضخواہ کا اُسپر تھا پس احتمال ہی کہ شاید اُسنے صلحنامہ لکھدیا ہو اور یہ بالکل اقرار نہوگا اور شاید اُسنے اقراری خط مال کا لکھا ہو مگر کسی دوسرے مال کا اقرار کر کے لکھدیا اُس مال کا نہو جسپر قسم کھائی ہی پس اس سے اُسکی قسم جھوٹی نہوگی پس یہ گواہی بدین وجہ موافق دعوی کے نہیں ہی اور ایک وجہ اسمین یہ ہی کہ مرد مذکور اس اقرار مین مکرہ تھا یعنے مجبور کیا گیا تھا اور مجبور کے اقرار سے مال واجب نہیں ہوتا ہی پس قسم جھوٹ نہو گی پس اس مقام پر یہ خلل ظاہر ہی -

محضر - دعوی اسیجار طاحونہ - اور اسمین حدود کے ذکر مین لکھا کہ حد اول معترف آب نہر و حد دوم وہ مقام جہان وادی سے نہر مین پانی گرتا ہی - اور یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ یہ نہر کی حد بیان ہوئی طاحونہ کی نہوئی حالانکہ دعوی فقط طاحونہ کا ہی اور اگر دعوی طاحونہ و نہر دونون کا ہو تو جو بیان کیا ہی یہ نہر کی حد ہو سکتی ہی واللہ تعالے اعلم

محضر - دعوی اجارہ محدودہ باجرت معلومہ - پس یہ محضر اسوجہ سے رد کر دیا گیا کہ اسمین اجرت مطلقاً ذکر کی گئی ہی پس شاید اجرت کیلی چیز ہو پس جبکہ اجرت کیلی یا وزنی ہو تو اُسکے ادا کرنے کی جگہ بیان کرنا شرط ہی حالانکہ محضر مین اسکا ذکر نہین ہی -

محضر - در دعوی اجارہ جو مضاف بزمانہ معلوم معین ہی - اور اس اجارہ کے واسطے ایک دستاویز اس وقت معین کے آنے سے پہلے لکھی گئی اور اُسمین لکھا کہ دونون نے بقبضہ صحیح باہم قبضہ کر لیا تو جواب دیا گیا کہ یہ کہنا کہ دونون نے باہمی قبضہ صحیحہ کر لیا صحیح نہین ہو سکتا ہی اسواسطے کہ اس زمانہ معین کے آنے سے پہلے عقد کا وقوع نہوگا اور اس سے پہلے قبضہ صحیح نہوگا -

محضر - در استحقاق کنیز مسماۃ دلبر - پس جب مشتری نے چاہا کہ اس استحقاق واقع ہونے کو قاضی کے نزدیک ثابت کرے تاکہ بائع سے اپنا ثمن واپس لے تو باندی کا نام بنفشہ بیان کیا پس بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ایسی کوئی باندی نہین بیچی جسکا نام بنفشہ ہو فقط مین نے تیرے ہاتھ باندی مسماۃ دلبر فروخت کی ہی تو کہا گیا ہی کہ قاضی دعوی مشتری کی طرف التفات نکریگا اور وہ بائع سے اپنا ثمن واپس نہین لے سکتا ہی اسواسطے کہ بائع ایسے نام کی باندی جسکا مشتری مدعی ہی مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کرتا ہی اور بعض نے کہا ہی کہ قاضی اُسکے دعوی کی سماعت کریگا بشرطیکہ ...

یون کہا ہو کہ مین تجھسے اُس باندی کا ثمن جو مین نے تجھسے خریدی ہو واپس لونگا اسواسطے کہ جائز ہو کہ اُس باندی کے دو نام ہون نقشہ اور سہلیر۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ مین تجھسے اُس باندی کا ثمن جو مین نے تجھسے خریدی ہو اور وہ استحقاق ثابت کر کے لے لیگئی ہو واپس لونگا تو اُسکے دعوی کی سماعت ہوگی اور جب اُسنے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اُسکے نام ثمن کی ڈگری کر دیجائیگی

محضر۔ در اثبات استحقاق و رجوع ثمن۔ اس محضر مین مذکور ہو کہ قاضی فلان سے فلان شخص پر حکم ایک حمار کے استحقاق ثابت ہونے کا جو اُسنے خریدا تھا بسبب گواہی گواہون کے صادر ہوا۔ یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اُسنے یہ ذکر نہین کیا کہ جس شخص پر استحقاق ثابت کیا گیا ہو اُسکے اقرار کے گواہ کہ اُسنے صاحب استحقاق کے واسطے اقرار کر دیا ہو قائم ہوئے یا صاحب استحقاق کے فقط دعوی پر گواہ ہوے کہ یہ چیز اس مدعی کی ہو۔ حالانکہ حکم مختلف ہو جاتا ہو اور محضر مین اُسنے یہ بیان نہ کیا کہ استحقاق بذریعہ ملک مطلق ہوا یا کسی سبب سے ملک کا استحقاق ثابت کیا ہو۔

محضر۔ مال عین خرید کردہ کے ثمن کا مشتری پر دعوے ہو۔ اور اس محضر مین آخر دعوی مین مذکور ہو کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہو کہ ثمن مذکور اس مدعی کو سپرد کرے۔ یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ محضر دعوی مین اُسنے یہ ذکر نہ کیا کہ اُسنے مبیع کو مشتری کے سپرد کر دیا تھا حالانکہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہو تاکہ تسلیم ثمن کے مطالبہ کا دعوی ٹھیک ہو کیونکہ اگر سپرد کرنے سے پہلے مبیع تلف ہو گئی تو بیع ٹوٹ جاویگی اور ثمن بذمہ مشتری واجب نہ رہیگا اور دوم آنکہ آخر دعوی مین مذکور ہو کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہو کہ ثمن مذکور اس مدعی کے سپرد کرے حالانکہ ثمن بر تقدیر صحت بیع کے مدعا علیہ کے پاس امانت ہوگا اور امانات و ودائع مین یہ واجب ہو کہ مستحق کے واسطے امانت لینے سے روک ٹوک دور کر دے یعنے تخلیہ کر دے اور تسلیم و سپرد کرنا واجب نہین ہو۔ اقول میرے نزدیک یہ سب تقریر فاسد ہو پس اول اسوجہ سے کہ جب مال عین بعوض دراہمون کے فروخت کیا جاوے تو حکم شرع کے موافق پہلے مشتری سے ثمن سپرد کرنے کا مطالبہ کیا جائیگا۔ اور دوم اسوجہ سے کہ ثمن بذمہ مشتری واجب ہوتا ہو اور جو چیز اُسکے ذمہ واجب ہو وہ امانت کیونکر ہوگی اور یہ قول درست کیونکر ہو سکتا ہو حالانکہ اگر مشتری کا تمام مال تلف ہو جاوے تب بھی یہ ثمن اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگا۔

محضر۔ پیش ہوا جسمین کھرے سرخ دینار ہاے نیشاپوری کا دعوی باین طور تھا کہ ثمن روغن مقدار معلوم ہو جسکو مدعا علیہ نے مدعی سے خریدا اور روغن خریدہ شدہ پر قبضہ کر لیا ہو اور گواہون نے بھی اس سب کی گواہی دی اور قبضہ کرنا گواہی و دعوی سب مین مذکور ہو پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ مدعی نے اپنے دعوی مین اور گواہون نے اپنی گواہی مین یہ بیان نہین کیا کہ اسقدر تیل آیا وقت بیع کے بائع کی ملک مین تھا اور بر تقدیریکہ اسکی ملک مین اُسوقت نہ تھا تو بیع جائز نہوگی اور مشتری پر ثمن واجب نہوگا۔ اور یہ امر درحقیقت کچھ خلل نہین ہو اسواسطے کہ یہ دعوی درواقع دعوی قرضہ ہو اسواسطے کہ تیل پر قبضہ کرنا ثابت ہو گیا ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر مقدار تیل ذکر نہ کیجاوے تو دعوی صحیح ہوگا اگرچہ اُسکا قبضہ ذکر نہ کیا ہو پس اسی وجہ سے دعوے صحیح ہوتا ہو کہ درحقیقت یہ قرضہ کا دعوی ہو۔

محضر۔ پیش ہوا جسکی صورت یہ ہو کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ تو نے مجھسے اسقدر گیہون بعوض پچاس دینار کے خریدے ہین اور مدعی دو گواہ لایا جنمین سے ایک نے پچیس دینار کے عوض بیع واقع ہونے کی اور دوسرے نے بتیس دینار کے عوض بیع واقع ہونے کی گواہی دی سپس کہا گیا ہو کہ یہ گواہی صحیح نہین ہو کیونکہ دونون گواہون نے

باہم اختلاف کیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر دعوی بشرائط خود صحیح ہو تو بیس دینار پر گواہی مقبول ہوگی کیونکہ دونون نے بیس دینار ثمن پر لفظاً و معنیً اتفاق کیا ہے۔ لیکن اول قول اصح ہے کہ ہر ایک گواہ نے ایسے عقد کی گواہی دی جو اُس عقد کا غیر ہے جسکی دوسرے نے گواہی دی ہے اسواسطے کہ پچیس دینار کے عوض جو عقد ہے وہ اُس عقد کا غیر ہے جو بعوض بیس دینار کے ہوا آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر ایسا اختلاف ہر دو متبایعین کے درمیان واقع ہو تو دونون سے باہم قسم لیجائیگی۔

محضر۔ پیش ہوا جسمین مذکور ہے کہ زید نے عمرو پر چندین قفیز گیہون کا دعوی کیا اور اپنے دعوی مین کہا کہ یہ مدعی علیہ میرے مستاجر کی زمین سے اتنے گیہون ناحق اُٹھا لیگیا ہے پس اگر یہ گیہون بعینہ قائم ہون تو اسپر واجب ہے کہ مجھے انکو واپس دے اور اگر تلف ہوگئے ہون تو اسپر اُنکے مثل واپس دینا واجب ہے اور یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اُسنے دعوی مین یہ بیان نہین کیا کہ اتنے گیہون میرے مزرعہ سے لیگیا ہے یا میرے کاشتکار کے مزرعہ سے لیگیا ہے حالانکہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہے تاکہ واپس دینے کا حکم صحیح ہو اسواسطے کہ جائز ہے کہ کھیتی کسی دوسرے کی زمین مین ہو پس کھیتی اس غیر کی ہوگی نہ اس مدعی کی اور جب یہ بیان کر دیا کہ یہ اُسکے کاشتکار کی مزرعہ ہے تو آیا کاشتکار کا نام و نسب بیان کرنا ضرور ہے یا نہین ہے تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے

محضر۔ فتاوی نسفی مین مذکور ہے کہ ایک محضر پیش کیا گیا کہ جسمین چار ہزار دینار کا دعوی لکھا تھا اور گواہی مین چار دینار مذکور تھے تو شیخ علی سغدی نے فرمایا کہ دعوی و گواہی مین مخالفت ظاہر ہے تو اُسنے کہا گیا کہ ہزار کا لفظ لکھنے بھول گیا ہے تو فرمایا کہ اگر بھول گیا ہے تو تحریر فاسد ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ چار دینار پر گواہی مقبول ہونی چاہیے اور ہمنے اسی جنس کی صورت پہلے بیان کر دی ہے۔

محضر۔ پیش ہوا جسمین چند مال عین کا جنکی جنس و نوع و صفت باہم مختلف ہے دعوی مذکور ہے۔ اور ان سب کی قیمت اکٹھا مذکور ہے اور ہر ایک مال کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہین ہے تو شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اسمین مشائخ نے اختلاف کیا بعضون نے مجمل قیمت پر اکتفا کیا اور بعضون نے شرط لگائی ہے کہ صحت دعوی کے واسطے تفصیل بیان کرنا چاہیے۔ اور اس مسئلہ کے حاصل مین دو صورتین ہین کہ اگر یہ اموال اعیان بعینہ قائم ہون تو دعوے کے وقت انکا حاضر لانا ضرور ہوگا پس ایسی حالت مین اُنکی قیمت بیان کرنے کی کچھ حاجت نہوگی اور اسکی جنس کا مسئلہ گذر چکا ہے اور اگر انکو تلف کر دیا ہو تو ہر مال عین کی قیمت بیان کرنی ضرور ہوگی اسواسطے کہ بسا اوقات ایسی صورت مین مدعا علیہ بعض کے تلف کرنے کا اقرار کرتا ہے اور بعض سے انکار کرتا ہے تو ایسی حالت مین قاضی کو اپنا حکم دینے کے واسطے ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس مقدار کا حکم دیگا اور باوجود اسکے اگر اُسنے اسکا بیان نکیا تو اس کے دعوی مین کچھ خلل نہین آتا ہے اسواسطے کہ اُسنے قرضہ کا دعوی کیا ہے اور قرضہ کی مقدار بیان کر دی ہے۔

محضر۔ اُٹنی کے دعوی کا پیش ہوا۔ اور محضر مین لفظ جمل مذکور ہے اور یہ موجب فساد ہے کیونکہ وصف کی جہالت لازم آتی ہے اور اسی وجہ سے اگر اُسنے ایک اُٹنی اور ایک اونٹ کا دعوی کیا اور محضر مین دو اُٹنیان یا دو اونٹ لکھے تو محضر اسوجہ سے رد کر دیا جائیگا جو ہمنے بیان کی ہے اور یہ علت درصورتیکہ دعوی قرضہ ہو ٹھیک ہے اور اگر بعینہ اس اُٹنی کا دعوی ہو تو اسمین اشارہ کی حاجت ہوگی پس مجلس حکم مین حاضر لانا ضرور ہوگا اور اشارہ کے وقت کسی وصف کے بیان کی حاجت نہین ہے پس مال عین کے دعوی کی صورت مین یہ علت ٹھیک نہوگی۔

محضر۔ پیش ہوا جسکی یہ صورت ہے کہ فلان نے فلان پر دعوی کیا کہ اسنے میرے باغ انگور مین سے اتنے گٹھے لکڑی کے

جسکی قیمت اسقدر ہی کاٹ لیے ہین اور اسقدر ٹوکرے انگور غصب کر لیے ہین - پس محضر اس وجہ سے رد کر دیا گیا کہ اسمین نوع انگور و ہیزم کا بیان نہین ہی - پس بعض نے فرمایا کہ یہ جواب انگور کے حق مین ٹھیک ہی اسواسطے کہ انگور مثلی ہی اور ہیزم کے حق مین ٹھیک نہین ہی اسواسطے کہ ہیزم قیمتی چیزون مین سے ہی پس اُسنے اسکی مقدار قیمت بیان کر دی ہی اسپر اکتفا کیا جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ اول اصح ہی اسواسطے کہ قیمت بتفاوت نوع و صفت مختلف ہوتی ہی چنانچہ اخروٹ و شہتوت کی لکڑی کی قیمت بہ نسبت بید کی قیمت کے زیادہ ہوتی ہی - اسی طرح سوکھی لکڑی کی قیمت بہ نسبت گیلی لکڑی کے زیادہ ہوتی ہی پس ضرور ہی کہ نوع ہیزم معہ مقدار قیمت بیان کرے تاکہ معلوم ہو کہ آیا مدعی اسقدر کا دعوی کرنے مین سچا ہی -

محضر - پیش ہوا جسمین ایک عورت کا اپنے شوہر پر دعوے مذکور ہی - اور صورت یہ مذکور ہی کہ عورت نے دعوی کیا کہ اسنے میرے مال سے کذا و کذا بغیر حق اسطور سے لیا ہی کہ جسمین اسپر یہ واجب ہی کہ مجھے واپس دے اور اسنے بطوع خود اسقدر مال اس عورت سے لے لینے کا اقرار صحیح کیا ہی ساور اقرار کے ذکر مین یہ نہین مذکور ہی کہ اسنے بغیر حق لے لینے کا اور اسطور سے قبضہ کر لینے کا جسمین اسپر واپس کرنا واجب ہو اقرار کیا ہی شیخ امام سغدی رح نے فرمایا کہ مدار امر اس اقرار پر ہی حالانکہ اس اقرار مین بغیر حق قبضہ کرنا مذکور نہین ہی اور نہ اس اقرار کی اضافت بسوے مال مذکور ہی کہ اُسنے یون کہا ہو کہ اُسنے اسی مال کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا تاکہ یہ اقرار راجع بجانب اول ہو بلکہ یہ اقرار از سر نو اقرار مطلق ہی اور اس سے خواہ مخواہ ضمان واجب ہونا ضرور نہین ہی پس دعوی صحیح نہو گا - اور بعض نے کہا کہ دعوے صحیح ہونا چاہیے اور یہی قول اشبہ ہی اسواسطے کہ مطلق قبضہ کر لینا ضمان اور رد عین دونون کا سبب ہوتا ہی پس اُسکے مطلق اقرار سے رد کرنے کا واجب ہونا مثل صریح ذکر کرنے کے ہو گیا آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اصل و جامع صغیر مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ کپڑا غصب کر لیا ہی اور مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے تجھسے ودیعت کے طور پر لیا ہی تو مقر لہ کا قول قبول ہو گا اور مقر ضامن ہو گا باوجودیکہ مقر نے اس صورت مین بطور ودیعت قبضہ کرنے کی تصریح کر دی ہی تاہم ضامن ہوا پس صورت مذکور مین بدرجہ اولی ضامن ہو گا -

محضر - شیخ الاسلام علی سغدی کے حضور مین پیش ہوا جسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر اعیان مال کا دعوی کیا از انجملہ ایک قمیص ہی کہ اُسکی جنس و نوع و صفت و قیمت بیان کر دی ہی اور پائجامہ ہی کہ اُسکی نوع و جنس و صفت و قیمت بیان کر دی ہی - تو شیخ الاسلام رح نے فرمایا کہ صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اُسنے محضر مین یہ ذکر نکیا کہ مردانہ ہی یا زنانہ ہی چھوٹی ہی یا بڑی ہی اور اس مسئلہ مین دو صورتین ہین کہ اگر یہ چیزین بعینہ قائم ہون تو محضر حکم مین انکا حاضر لانا انکی طرف اشارہ کرنے کے واسطے ضرور ہی اور ایسی حالت مین ان باتون کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی اور اگر تلف کردہ شدہ ہون تو قیمت کے ساتھ ان باتون کا بیان کرنا ضرور ہو گا -

محضر - پیش ہوا جسمین شکستہ تانبے کا دعوی ہی - اور غصب کرنا شہر مرو مین واقع ہوا اور دعوی بخارا مین واقع ہوا - اور جاننا چاہیے کہ مال غصب دو طرح کا ہوتا ہی بعض مال غصب ایسا ہوتا ہی کہ اُسکا مثل موجود ہی یعنی مثلی ہی اور بعض ایسا ہوتا ہی کہ وہ مثلی نہین ہی اور ہر قسم کی بھی دو قسمین ہین - ایک قسم وہ کہ اُسکے واسطے بار برداری و خرچ چاہیے دوم وہ کہ اُسکی بار برداری و مؤنت نہین ہی - پس اگر مال مغصوب مثلی نہو جیسے چوپایہ و خادم وغیرہ اور مغصوب منہ کسی دوسرے شہر مین غاصب سے ملا اور مال مغصوب اس غاصب کے پاس موجود ہی پس اگر مال

مغصوب کی قیمت اس شہر مین اسی کے برابر ہو جو اُس شہر مین تھی جہان غصب کیا ہی یا زیادہ ہو تو مغصوب منہ اپنا عین
مال لے لیگا اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ غاصب سے قیمت کا مطالبہ کرے اسواسطے کہ اُسکو اپنا عین حق بدون کسی ضرر لاحق
ہونے کے مل گیا اور اگر جائے غصب سے اس شہر کا نرخ گھٹا ہوا ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے مال مغصوب
لے لے اور زیادہ اُسکو کچھ نہ ملیگا اور چاہے اُس سے مقام غصب مین قیمت لے لے اور چاہے انتظار کرے یہانتک کہ
غاصب اسکو لیکر مقام غصب مین واپس جاوے پس وہان غاصب سے یہ مال عین لے لے اور یہ اسواسطے ہی کہ اگر اُسنے
اپنا مال عین لے لیا تو اُسکو اُسکا عین مال پہونچ گیا لیکن ضرر کے ساتھ جو اُسکو غاصب کی طرف سے لاحق ہوا کیونکہ چیزون
کی قیمت جگہون کے اختلاف سے مختلف ہو جاتی ہی اور یہ تفاوت اُسکے مال مین غاصب کی طرف سے ایک فعل صادر
ہونے سے لاحق ہوا ہی اور وہ فعل یہ ہی کہ غاصب اُسکے مال کو اس مقام پر منتقل کر لایا ہی پس اُسکو اختیار ہی چاہے مال
عین لیکر اس ضرر کا التزام کرے اور چاہے التزام نکرے اور مقام غصب کے روز خصومت کی قیمت لے لے
یا انتظار کرے بخلاف اسکے اگر غاصب سے اسی شہر مین ملا جہان غصب واقع ہوا ہی حالانکہ اسوقت نرخ گھٹ گیا ہی
تو اُسکو خیار حاصل نہوگا اسواسطے کہ نقصان ہو جانے مین غاصب کے فعل کا دخل نہین ہی بلکہ اسکا مرجع لوگون کی
رغبت کی طرف ہی پس غاصب ضامن نہوگا۔ اور درصورتیکہ غاصب اُسکو دوسری جگہ لے گیا تو یہ نقصان فعل غاصب
کی جانب مضاف ہوا یعنے اُسنے منتقل کر کے نقصان کیا پس اُسپر ضمان واجب کرنا ممکن ہوا۔ اور اگر غاصب کے ہاتھ
مین مال مغصوب تلف ہو گیا پھر مغصوب منہ اُس سے دوسرے شہر مین ملا پس اگر مقام غصب مین اُسکی قیمت بہ نسبت
اس شہر کے زائد ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہی چاہے مقام غصب مین اُسکی قیمت جو بروز خصومت ہووے اُسکا مطالبہ
کرے اور اگر اس شہر مین جسمین خصومت کرتا ہی اُسکی قیمت بہ نسبت مقام غصب کے زائد ہو تو غاصب اُسکو اُسکی قیمت
مقام غصب مین دیگا اسواسطے کہ مالک کو واپس لینے کا استحقاق اسی شہر مین ہی جہان غصب واقع ہوا ہی۔ اور اگر مال غصب
مثلی چیزون مین سے ہو اور اُسکے واسطے باربرداری و خرچہ ہو جیسے ایک کر گیہون یا جو یا شکستہ تانبا وغیرہ پس اگر یہ مال
اپنے غاصب کے پاس قائم ہو اور مغصوب منہ اُس سے دوسرے شہر مین ملاقی ہوا پس اگر اس شہر مین نرخ وہی ہو جو مقام
غصب مین ہی یا زائد ہو تو مغصوب منہ اپنا عین مال لے لیگا اور اس سے زائد اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اس شہر مین نرخ کم ہو تو مغصوب منہ
کو اختیار ہی چاہے عین مال مغصوب لے لے اور چاہے بروز خصومت جو اس مال کی قیمت ہو مقام غصب مین لے لے اور چاہے
انتظار کرے۔ اور اگر یہ مال غصب غاصب کے پاس تلف ہو گیا ہو پس اگر مقام غصب کا نرخ مثل شہر
خصومت کے نرخ کے ہو تو غاصب اُسکے مثل دینے سے بری ہو جائیگا اور مغصوب منہ بھی اُس سے مثل مال غصب
واپس دینے کا مطالبہ کریگا کیونکہ اس صورت مین دونون کے حق مین کوئی ضرر نہین ہی اور اگر مقام غصب مین
اُسکا نرخ زائد ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے اُس سے مثل واپس دینے کا مطالبہ کرے یا بروز خصومت
مقام غصب مین قیمت کا مطالبہ کرے اور چاہے انتظار کرے۔ اور اگر شہر خصومت مین اُسکی قیمت زائد ہو
تو غاصب کو اختیار ہی چاہے اُسکو اُسکا مثل دیدے اور چاہے اُسکو مقام غصب مین قیمت دیدے کیونکہ مالک کو
مقام غصب ہی مین اُسکے واپس لینے کا استحقاق ہی پس اگر ہم غاصب کے ذمہ فقط مثل واپس دینا لازم کرین تو
اس سے غاصب کے حق مین ضرر پہونچیگا کہ اُسکو کچھ قیمت زائد دینی پڑیگی جسکا مغصوب منہ مستحق نہ تھا اسواسطے

ہمنے اُسکو مختار کیا کہ چاہے فی الحال اُسکا مثل دیدے یا مقام غصب مین قیمت دیدے لیکن اگر مغصوب منہ انتظار کرنے پر راضی ہوجاوے تو اُسکو ایسا اختیار ہی اور اُسکو یہ اختیار ہی کہ بمقام غصب کی قیمت فی الحال نہ لے جب ان صورتون کا حکم معلوم ہوگیا تو جواب محضر اس سے نکلا کہ اگر تانبے کی قیمت بخارا مین وہی ہو جو مرو مین ہی تو مغصوب منہ کا حق اُسی تانبے سے متعلق ہوگا پس اگر اُسنے مثل کا دعوے کیا تو صحیح ہوگا ورنہ نہین۔ اور اگر اُسکی قیمت مرو مین بہ نسبت بخارا کے زائد ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے مثل کا فی الحال مطالبہ کرے اور اگر چاہے تو مرو مین قیمت بروز خصومت کا مطالبہ کرے پس جو بات اسمین سے اُسنے اختیار کی اور معین کرکے اُسکا دعوی کیا تو اُسکا دعوی صحیح ہوگا اور اگر اُسکی قیمت بخارا مین بہ نسبت مرو کے زائد ہو تو دونون باتون مین سے غاصب نے جسکو اختیار کی اُسکا مطالبہ غاصب سے کیا جائیگا اور قاضی اُس سے کہیگا تیرا جی چاہے اُسکی قیمت مرو مین ادا کر اور چاہے اُسکا مثل فی الحال دیدے۔

محضر۔ پیش ہوا جسکی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو بن بکر کو حاضر لایا اور محضر مین عمرو کے دادا کا نام مذکور نہین ہی تو صحت کا فتوی دیا گیا ہی اسواسطے کہ مدعا علیہ حاضر ہی اور حاضر کی طرف اشارہ کافی ہی نام ذکر کرنے کی بھی حاجت نہین ہی پس دادا کا نام ذکر کرنے کی بدرجہ اولے احتیاج نہوگی۔ اور غائب کی صورت مین امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک دادا کا نام ذکر کرنا ضرور ہی اور یہی صحیح ہی۔

محضر۔ پیش ہوا جسکی صورت یہ ہی کہ ایک عورت نے وارثان شوہر پر اپنے باقی مہر کا جو اُسکے شوہر پر باقی ہی اور اُسکے شوہر نے اُس عورت کے واسطے اس مہر کا اقرار کیا ہی اور بطوع خود اقرار کیا ہی اور قبل اسکے ادا کرنے کے مرگیا اور ترکہ مین ان وارثون کے ہاتھ مین اسقدر چھوڑا ہی کہ جس سے قرضہ مذکور بخوبی ادا ہوکر کچھ بچ رہتا ہی۔ پس شیخ نجم الدین نسفی رح نے جواب دیا ہی کہ یہ فاسد ہی اسواسطے کہ اُسنے اعیان ترکہ کی جو وارثون کے قبضہ مین ہین تفصیل نہین کی ہی حالانکہ اسکا بیان اسطرح کرنا ضرور ہی جس سے شناخت ہوجاوے مثلاً محدودات مین حدود ذکر کردے و علی ہذا القیاس۔

لیکن یہ صورت ایسی ہی کہ جسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور بعض نے اعیان ترکہ مین ہر ایک چیز تفصیل وار بیان کرنے کی شرط لگائی ہی اور حاکم احمد سمرقندی نے اپنے شروط مین لکھا ہی کہ سجل اثبات قرضہ مین اگر باجمال تحریر کیا تو کافی ہی اور اگر تفصیل سے بیان کردیا تو احوط ہی اور فقیہ ابو اللیث رح نے بیان اعیان ترکہ شرط نہین کیا ہی اور اسپر اکتفا کیا ہی کہ یہ بیان کردے کہ اسقدر چھوڑا ہی جس سے قرضہ ادا ہوجائیگا اور خصاف رح نے ادب القاضی کے باب قسم علم مین بھی مثل اسکے ذکر کیا ہی جیسا فقیہ ابو اللیث نے بیان کیا ہی اور فتوی کے واسطے مختار یہی ہی کہ اثبات قرضہ اور اُسکا حکم ہونے کے واسطے اعیان ترکہ کا بیان کرنا شرط نہین ہی لیکن وارث کو قاضی ادائے قرضہ کا حکم اُسی وقت دیگا جب وارثون کو ترکہ وصول ہونا ثابت ہوجاوے اور اگر اُنھون نے وصول ترکہ سے انکار کیا تو مدعی کو اُسکا اثبات کرنا ممکن نہوا الا جبکہ وارثون کے قبضہ مین اعیان ترکہ ہونا اسطرح بیان کردے جس سے شناخت ہوجاوے اور ایسا ہی شمس الاسلام اوزجندی کا فتوی منقول ہی۔

محضر۔ پیش ہوا جسکی صورت یہ ہی کہ اُسمین اقرار بمال مذکور ہے پس اُسکو امام نسفی رح نے بدین علت رد کردیا کہ اُسمین یہ ذکر نہین ہی کہ اُسنے بطوع خود اقرار کیا ہی اور فرمایا کہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ ضرور نہین ہی بلکہ از قبیل احتیاط ہی اور لازم نہین ہی اسواسطے کہ لوگون مین اکراہ کا وقوع ظاہر نہین ہی بلکہ بطریق ندرت کہین واقع ہوتا ہی

اور جو چیز بطریق ندرت واقع ہوتی ہو اُسپر احکام شرعیہ مین التفات نہین کیا جاتا ہو۔

محضر جسمین دو شخصون نے مشترکہ باندی کے مہر کا دعوی کیا ہو۔ اور اُسکی صورت یہ ہو کہ مسماۃ فلانہ ترکیہ دونون مین مشترک ہو اور اس مسماۃ مذکورہ کا اس مرد پر اُسکے دین مہر کا اسقدر مال ہو اور ایسا ہی اس مرد نے اقرار کیا ہو اور گواہون نے اگر اس مسماۃ ترکیہ کے واسطے اس مدعا علیہ کی اس مہر مذکور کے اقرار کرنے کی گواہی دی پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اسمین نکاح کرنے والے کا ذکر نہین ہو پس احتمال ہو کہ شاید غیر کی طرف سے ہبہ یا ارث یا صدقہ یا وصیت وغیرہ کی وجہ سے یہ باندی ان دونون کی ہو گئی ہو اور احتمال ہو کہ اسی غیر نے اسکا نکاح کر دیا ہو پس اگر بائع یا واہب یا صدقہ دہندہ کی طرف سے تزویج ہو گی تو مہر اُسکا ہو گا نہ ان دونون مدعیون کا پس دونون کا دعوی صحیح نہو گا اور اگر بوجہ ارث کے انکی ہو گئی ہو اور انکے مورث نے اُسکا نکاح کر دیا ہو تو مہر مذکور اولاً مورث کے واسطے واجب ہو گا پس بیان حق میراث ضرور ہو۔ اور بدین علت رد کر دیا گیا کہ مدعیون نے کہا کہ اس مسماۃ کا اس مدعا علیہ پر اسقدر دین مہر ہو حالانکہ مہر واسطے مالک باندی کے واجب ہوتا ہو نہ واسطے باندی کے اور نیز بدین علت کہ گواہون نے یہ گواہی دی ہو کہ مدعا علیہ نے اس مسماۃ کے واسطے اپنے اوپر مہر کی گواہی دی ہو اور یہ گواہی نہین دی ہو کہ یہ مسماۃ ان دونون مدعیون کی مملوکہ ہو پس جب تک بحجت یہ بات ثابت نہو کہ یہ باندی ان دونون مدعیون کی مملوکہ ہو تب تک دونون مدعیون کے واسطے مہر مذکور انکے سپرد کیے جانے کا حق مطالبہ ثابت نہو گا۔

محضر پیش ہوا جسمین ایک طفل کا دعوی مذکور ہو پس بدین علت رد کر دیا گیا کہ طفل کا دعوی صحیح نہین ہو۔ اور یہ علت ایسے طفل کے حق مین صحیح ہو جو محجور ہو اور اگر طفل ماذون ہو تو اُسکا دعوی صحیح ہو اور نیز اگر اُسپر دعوی کیا جاوے تو اُسکا جواب بھی صحیح ہو۔

محضر جسمین ایک شخص کا دوسرے پر یہ دعوی مذکور ہو کہ اس شخص نے اس مدعی کو خطا سے گھونسا مارا جو اُسکے چہرہ پر پڑا اور بشدت ضرب سے اسکے اگلے دو دانتون مین سے داہنا ایک دانت جڑ سے ٹوٹ گیا پس اس مدعی کے واسطے اُسپر پانچ سو درم واجب ہوے اور اُس سے جواب کا مطالبہ کیا تو یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ جب ضرب بخطا تھی تو اسکی دیت عاقلہ پر ہو گی نہ فقط مارنے والے پر اگرچہ اسمین اختلاف ہو کہ آیا مارنے والا منجملہ مددگار برادری کے دیت ادا کرنے مین شامل ہو یا نہین ہو اور اختلاف اس صورت مین دو طرح پر ہو ایک یہ کہ آیا ابتدا مین مارنے والے پر واجب ہوتی ہو پھر مددگار برادری اسکو برداشت کر لیتی ہو یا ابتدا سے مددگار برادری پر واجب ہوتی ہو دوم آنکہ مارنے والا آیا منجملہ مددگار برادری ادا کرنے مین حصہ رسد ادا کرتا ہو یا نہین پس تمام دیت کا اس مارنے والے سے مطالبہ کرنا ٹھیک نہو گا۔

محضر پیش ہوا جسمین ضمان کا دعوی ہو۔ اور بایں علت رد کر دیا گیا کہ مدعی نے اپنے دعوی مین بیان کیا ہو کہ اس شخص نے مال مذکور کی ضمانت کر لی اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے۔ حالانکہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہو تاکہ مدعی کا اُس سے مطالبہ کرنا بحکم اس ضمانت کے صحیح ہو۔ اور میرے نزدیک یہ کوئی خلل نہین ہو۔

محضر پیش ہوا جسمین دفعیہ کے طور پر دعوے ہو صورت یہ ہو کہ ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا چھوڑا اور طرح طرح کا مال چھوڑا پھر ایک عورت نے میت کے پسر پر دعوے کیا کہ اسکے باپ اس میت نے اس عورت سے اسقدر مہر پر نکاح

کیا تھا اور قبل اسکے کہ اس عورت کو اسمین سے کچھ ادا کرے مر گیا اور اس پسر کے ہاتھ مین چنین و چندین ترکہ چھوڑا اور یہ
مال اسقدر ہے کہ یہ مہر ادا کرنے کے بعد بچ رہیگا پس پسر نے انکار کیا کہ اس عورت کا میرے باپ پر کچھ مہر نہین چاہیے ہو
پس عورت مذکورہ نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے۔ پھر پسر نے اسکے دعوی کے دفعیہ مین کہا کہ تو نے میرے باپ
کو اسکے مرنے کے بعد اس دعوی سے بری کر دیا ہے اور اس دعوی پر گواہ قائم کیے۔ پھر عورت مذکورہ نے پسر مذکور کے دفعیہ
دفعیہ کا دفعیہ اس طور سے کیا کہ تو بری کرنے کے دعوے مین مبطل ہے کیونکہ تو نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد مجھسے
اسقدر عوض پر صلح کی درخواست کی تھی پس بعض نے فرمایا ہے کہ اسمین شک نہین کہ عورت مذکورہ کے دعوے کا دفعیہ
پسر مذکور کی طرف سے صحیح ہے باوجودیکہ پسر نے اپنے باپ پر اسکا کچھ مہر ہونے سے انکار کیا ہے اسواسطے کہ توفیق ممکن ہے کیونکہ
پسر یہ کہہ سکتا ہے کہ اس عورت کا میرے باپ پر کچھ مہر نہ تھا لیکن ہرگاہ اسنے دعوی کیا تو مین نے اسکے پاس سفارش کرائی
تاکہ یہ اسکو بری کر دے پس اسنے بری کر دیا اور عورت نے جو اسکے دفعیہ کا دفعیہ کیا ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر عورت مذکورہ نے
یہ دعوی کیا ہے کہ اسنے میرے دعوی سے صلح کر لی تو یہ دفعیہ بجاے خود دفعیہ نہوگا اسواسطے کہ کسی چیز کے دعوے سے صلح
کرنا مدعی کے واسطے اس چیز کا اقرار نہین ہوتا ہے اور نیز اگر اس سے اس طور سے صلح کرے کہ دعوی نکرے تو بھی اقرار
نہین ہوتا ہے پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہوگا کہ پسر کا اسکے دعوی مہر سے صلح کرنا اسکے واسطے مہر کا اقرار نہوگا اور اگر عورت
مذکورہ نے یون دعوی کیا کہ اسنے میرے مہر سے مجھسے صلح کی درخواست کی تو اس مسئلہ کا حکم باختلاف ہونا چاہیے کہ
امام ابو یوسف رح کے نزدیک دفعیہ صحیح نہو اور امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہو اسوجہ سے کہ کسی چیز سے صلح کرنا اس چیز
کا مدعی کے واسطے اقرار ہے پس عورت کے گواہون سے یہ بات ثابت ہوگی کہ پسر نے اپنے باپ پر اس عورت کے مہر کا
اقرار کیا ہے اور پسر کے گواہون سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عورت نے میت کو مہر سے بری کیا ہے اور ان دونون کی تاریخ معلوم
نہین ہوئی پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا دونون ایک ساتھ واقع ہوئے یعنے بری کرنا اور صلح طلب کرنا ایک ساتھ واقع
ہوئے ہین پس پسر اس عورت کے بری کرنے کا رد کرنے والا ہوگا جبکہ اسنے مہر سے صلح کرنے کی درخواست کی اور قرضخواہ
نے اگر میت کو قرضہ سے بری کیا اور وارث نے اس بری کرنے کو رد کر دیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک رد
کرنا صحیح ہے اور اسکا بری کرنا رد ہو جائیگا اور موافق قول امام محمد رح کے اسکے رد کرنے سے رد نہوگا اور جب
رد نہوگا تو دفعیہ صحیح ہوگا۔

سجل۔ خوارزم سے در مقدمہ اثبات حریت پیش ہوا جسمین الفاظ شہادت ذکر نہین کیے گئے بلکہ یہ
لکھا ہے کہ گواہون نے موافق دعوی کے گواہی دی۔ پس ہمارے بعض مشائخ نے گمان کیا کہ یہ خلل ہے۔ حالانکہ ہمنے
اول محاضر مین ذکر کر دیا ہے کہ محضر دعوی مین لفظ شہادت کا ترک کرنا خلل ہوتا ہے سجل مین مخل نہین ہے۔ اور نیز اسمین
لکھا تھا کہ مین نے فلان کے واسطے فلان پر یہ حکم دیا اور یہ ذکر نکیا کہ دونون کی موجودگی مین۔ تو بعض مشائخ نے
گمان کیا کہ یہ خلل ہے حالانکہ یہ خلل نہین ہے کیونکہ حتے الامکان اسکے حکم قضا کو صحت پر رکھنے کے واسطے یہ حکم اس
حالت پر محمول کیا جائیگا کہ اسنے دونون کی موجودگی مین ایسا کیا ہے۔ اور نیز اس تحریر مین یہ غلطی ہے کہ موکل کی جگہ
وکیل کا نام اور وکیل کی جگہ موکل کا نام یعنے دونون مین ایک دوسرے کا نام بدل کر لکھا ہے پس بعض مشائخ نے گمان
کیا کہ یہ خلل ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ خلل نہین ہے اسواسطے کہ وکیل و موکل دونون صاحب خصومت ہین اور اشارہ

پایا گیا ہو پس تام کی کوئی حاجت نہیں ہی۔

سجل۔ پیش ہوا جسکے آخر مین لکھا تھا کہ میرے نزدیک ثابت ہوا اور یہ نہیں لکھا کہ مین نے حکم کیا پس اس علت سے یہ سجل رد کر دیا گیا حالانکہ یہ سہو ہی کیونکہ قاضی کا یہ کہنا کہ میرے نزدیک یہ ثابت ہوا بمنزلہ اس قول کے ہی کہ مین نے حکم دیا۔

سجل۔ وقف ہونے کے دعوی مین پیش ہوا اُسکی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو اپنے ساتھ حاضر لایا اور یہ حاضر آمدہ از جانب قاضی فلان اجازت یافتہ ہی کہ فلانہ اور اُسکی اولاد و اُسکی اولاد کی اولاد پر اس زمین کی جسکے حدود یہ ہین وقف ہونا ثابت کرے کہ اُسکو فلان نے اپنی دختر فلانہ پر پھر اُسکی اولاد پر پھر اسکی اولاد کی اولاد پر اور بعد اُنکے نابود ہو جانے کے فلان مسجد جامع پر وقف کیا ہی پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ نے اس زمین محدودہ پر جو فلانہ عورت و اُسکی اولاد پر وقف ہی ناحق اپنا قبضہ کر لیا ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کے یہ زمین مجھے سپرد کرے تاکہ مین باجازت حکمی اُسپر قبضہ کرون۔ پس بعض نے فرمایا کہ یہ سجل فاسد ہی اسواسطے کہ مدعی نے اپنے دعوے مین یہ ذکر نہین کیا کہ یہ اس زمین فروخت کا دعوے بدین غرض کرتا ہی کہ غلہ فلانہ و اُسکی اولاد پر صرف کرے یا اسکا غلہ جامع مسجد مذکور کی درستی مین صرف کرے حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہی اسواسطے کہ بر تقدیریکہ فلانہ یا اُسکی اولاد مین سے کوئی باقی ہوگا۔ تو اسکا غلہ اصلاح جامع مسجد مین صرف نکیا جائیگا اور بر تقدیر ان سب کے نابود ہو جانے کے مدعی اسکا خصم نہین ہو سکتا ہی اسواسطے کہ قاضی نے اسکو اسی واسطے مقرر کیا ہی تاکہ ان لوگون کے واسطے اس زمین وقف ہونے کا دعوے کرے جامع مسجد کے واسطے دعوے کرنے کے لیے مقرر نہین کیا ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ سجل صحیح ہی اور یہ خلل کی وجہ کچھ نہین ہی اسواسطے کہ وقف واحد ہی البتہ اُسکے مصارف مختلف ہین جنمین سے بعض سے بعض مقدم ہین پس بعض مصارف کے واسطے اس مدعی کے لیے قاضی کی طرف سے اس زمین کے وقف ثابت کرنے کی اجازت سب مصارف کے واسطے اسکے وقف ثابت کرنے کی اجازت ہوگی پس سب کے واسطے وقف ثابت کرنے کے لیے اجازت یافتہ ہو جائیگا پس دعوی مین اُسکو کسی مصرف کے معین کرنے کی حاجت نہین ہی بلکہ اُسکی طرف اصل وقف ہونے کا دعوی کافی ہی پس جب در اصل اُسکا وقف ہونا ثابت ہو گیا پس اگر اس فلانہ کی اولاد مین سے کوئی باقی ہوگا تو غلہ اُسکے مصارف مین صرف کر دیا جائیگا ورنہ مصالح جامع مسجد مین صرف کیا جائیگا۔

سجل۔ حریت اصلی کے دعوی کا پیش ہوا۔ اور دعوے مین مذکور ہی کہ مدعی حر الاصل ہی اور اُسکا نطفہ آزاد قرار پایا ہی اور فراش آزادی پر متولد ہوا ہی اور مدعی کی یہ مان آزاد شدہ ہی پس گواہون نے گواہی دی کہ یہ حر الاصل ہی فراش آزادی پر پیدا ہوا ہی اور یہ گواہی نہین دی کہ اسکا نطفہ آزاد قرار پایا ہی یا گواہون نے فقط اُسکے اصلی حر ہونے کی گواہی دی اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس ہمارے بہت مشائخ نے اسکی صحت کا فتوی دیا ہی اسواسطے کہ امام محمد رح نے کتاب الولاء مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر گواہون نے گواہی دی کہ یہ شخص حر الاصل ہی تو اسپر اکتفا کیا جائیگا اور بعض مشائخ نے اس سجل کے فاسد ہونے کا گمان کیا ہی اسواسطے کہ اگر بچہ کا نطفہ مان کے آزاد ہونے کے بعد قرار پایا تو بچہ آزاد ہوگا اور اگر اس سے پہلے قرار پایا ہی تو آزاد نہوگا پس جب دعوی و گواہی مین یہ بیان نکیا تو بچہ کی آزادی کا حکم کیونکر دیا جائیگا اور کیونکر صحت سجل کا حکم کیا جاوے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ہکذا فی المحیط۔

کتاب الشروط

اسمین چند فصلین ہین

فصل اول - حلی وشیات کے بیان مین - حلی کا اطلاق آدمیون مین ہوتا ہی یعنی فلان آدمی کا حلیہ - وشیات باقی حیوانات مین بولا جاتا ہی مثلاً شیۃ فرس یہ محیط مین ہی - اور انسان جب تک رحم مادر مین ہوتا ہی جنین کہلاتا ہی - اور جب پیدا ہوگیا تو ولید کہلاتا ہی پھر جب تک دودھ پیتا رہے تب تک رضیع ہی پھر جب سات راتین پوری گذر جاوین تو صدیغ بغین معجمہ کہلاتا ہی پھر جب اُسکا دودھ بڑھایا جاوے تو فطیم ہی - پھر جب رینگنے لگے اور نمو ہو تو دارج کہلاتا ہی پھر جب پانچ بالشت کا لنبا ہو جاوے تو خماسی کہلاتا ہی - پھر جب اُسکے دودھ کے دانت گرین تو مثغور کہلاتا ہی پھر جب دودھ کے دانت گر کر اناج کے دانت نکلین تو متغیر کہلاتا ہی - پھر جب دس برس سے تجاوز کرے تو وہ مترعرع وناشی کہلاتا ہی اور جب قریب بلوغ پہونچے تو بالغ ومراہق کہلاتا ہی پھر جب اُسکو احتلام ہوا اور اُسکی قوت مجتمع ہوئی تو وہ حزور ہی اور ان سب حالتون مین اُسکا نام غلام ہی (غلام بمعنی لڑکا نہ بمعنی مخروف یعنی لڑکا کہلاتا ہی) پھر جب اُسکے مونچھین ہرائین اور سبزہ آغاز ہوا تو جبہ ہی اور جب صاحب فتا ہوگیا تو فتی وشارخ کہلاتا ہی پھر جب اُسکے ڈاڑھی بھر آئی اور انتہاے شباب کو پہونچ گیا تو وہ مجتمع کہلاتا ہی پھر جب تک تیس وچالیس برس کے درمیان رہتا ہی تب تک شاب ہی پھر ساٹھ برس ہونے تک کہل کہلاتا ہی پھر اشمط ہوتا ہی پھر جب بالکل بال سپید ہو گئے تو مخلس ہی پھر بجال بفتح البا و الجیم یعنے بوڑھا پھوس - اور جب کہل ومجتمع کے درمیان ہی اسوقت اُسکا حلیہ یون بیان کیا جائیگا کہ وخط الشیب ہی یعنے شباب شروع ہو گیا ہی اور مملوکون کو انکی اجناس ترکی وسندی وہندی وغیرہ کی طرف منسوب کر کے پھر اسی طور سے جسطرح ہو بیان کیا ہی اُسکا حلیہ بیان کیا جاوے سر کا حلیہ اگر سر بڑا ہو تو کہے اراس ہی یا رواسی ہی - اور اگر اُسکی کنپٹیان بیٹھی ہوئی ہون اور عقبین نکلی ہوئی ہون جیسے خوارزمیون کا سر ہوتا ہی تو مصفح ہی اور اگر ہر دو جانب جبہہ کے اوپر کی طرف بال نہون تو وہ انزع ہی - اور اگر پیشانی سے اوپر چار انگل بال نہون تو اصلع کہلاتا ہی - اور اگر تمام چہرہ بالون نے گھیر لیا تو ازعم کہلاتا ہی اور اگر اکثر سر کے بال جاتے رہے ہون تو اعط ہی اور رحب الجبہہ چوڑے جبہہ والے کو کہتے ہین - اور بولا جاتا ہی کہ بجبہتہ عضون یعنے اُسکی جبہہ پر عضون ہین اور عضون جمع عضن کی ہی بفتح ضاد وبسکون ضاد دونون طرح مستعمل ہی اور اسکے معنی ہین کھال کی شکنین (جسکو ہندی مین جھری کہتے ہین اور فارسی مین آژنگ کہتے ہین) اور بولتے ہین کہ بین حاجبیہ انتشار یعنی اُسکی دونو ابروین انتشار ہین جبکہ دونون مین تفاوت ہو اور اگر دونون ابرو مین کشادگی ہو تو ابلج بولتے ہین اور اگر تنگی ہو تو ابرخ بولتے ہین اور مقوس الحاجبین اُسکو کہتے ہین جسکے ابرو کمان کے مشابہ ہون اور اعین اسکو کہتے ہین جسکی آنکھین بڑی بڑی ہون اور جاحظ العینین اُسکو کہتے ہین جسکی آنکھین باہر کو اُبھری ہوئی ہون اور غائر العینین وہ ہی جسکی آنکھین اندر کو گھسی ہوئی ہون - اور ناتی الوجنتین جسکے رخسارے اُبھرے ہوے ہون - اسیل الخدین جسکا رخسارہ ہو - مجدر وہ ہی جسکے چیچک کا داغ ہو - اکحل العینین جسکی آنکھ ایسی معلوم ہو جیسے اسمین سرمہ دیا ہوا ہی اور امرہ اسکی ضد ہی - احور جسکی آنکھ کی سپیدی خوب سفید اور سیاہی خوب سیاہ ہو - اشہل جسکی آنکھ کی سیاہی مین سرخی

ہو۔ اور۔ اشکل جسکی آنکھ کی سپیدی مین سرخی ہو۔ احول مشہور ہی یعنے بھینڈا۔ اقبل جسکی نظر اُسکے ناک کے نتھنون پر
پڑتی ہو۔ اعمش جسکی پلکین سرخ ہوگئی ہون اور بال پلکون کے گرگئے ہون۔ اہدب جسکی پلکون مین بہت بال ہون
ازرق العینین آنکھ سبزی مائل یعنے کرنجا۔ مکوکب العینین جسکی دونون آنکھون مین سپید نقطہ ہو۔ اعمص جسکی آنکھون
کے کویہ سے کیچر بہا کرتا ہو۔ ارمص جسکی آنکھون مین ایسا کیچڑ جمار ہتا ہو۔ آفنا جسکی پشت بنی خمیدہ پشت ہو۔ اشم
جسکی ناک باوجود لنبائی کے اُسکا بانسا اونچا ہو۔ ازلعت چھوٹی ناک والا۔ افطس جسکی ناک جڑ سے آدھی دور تک
بیٹھی ہو۔ اخنس جسکا ارنبہ بیٹھا ہو۔ اجدع جسکی ناک کا کنارہ کٹا ہوا ہو۔ آفوہ جسکا منھ چوڑا دانت ظاہر ہون۔ اہدل
جسکے نیچے کا ہاتھ لٹکا ہوا ہو۔ الغس جسکے لبون کا رنگ گندم گون ہو۔ افلح نیچے کا ہونٹھ شق ہو اور اعلم اسکی ضد ہی
اضم جسکا منھ اُسکے کسی کنارہ کی طرف جھکا ہوا ہو۔ مقنع الاسنان جسکے دانت اندر کی طرف بڑھے ہوے ہون۔ آلدرد
جسکے دانت لنبے ہون۔ الکس اسکی ضد ہی۔ آضر بولنے کے وقت جسکا تالو اوپر نیچے سے لگتا ہو۔ افلج و مفلج جسکے دانتون
مین جھری ہو۔ آدرد جسکے دانت جاتے رہے ہون۔ اہتم جسکے اگلے دانت گر کر جاتے رہے ہون۔ آقصم جسکے دانت
ٹوٹکر ٹکڑے رہگئے ہون۔ انعل جسکے دانت پر دانت جما ہو۔ مشطب الوجہ جسکے چہرہ پر تلوار کے زخم کا نشان ہو۔ اخیل
جسکے چہرہ پر خال ہو۔ آشیم جسکے تن پر خال ہو۔ اثمش جسکے چہرہ پر تل ہو۔ اصہب اللحیۃ جسکے ڈاڑھی کے بالون مین
سرخی ہو۔ اثطع کوسہ جسکے ڈاڑھی نہ نکلتی ہو۔ کث اللحیۃ گھنی ڈاڑھی ہو۔ آذانی بڑے کانون والا۔ اصمع چھوٹے
کانون والا۔ انافی بڑی ناک والا۔ اہلیفہ و شفاہی جسکے ہونٹھ بڑے موٹے موٹے ہون۔ آشدق جسکے منھ کا پھٹاو
زیادہ ہو۔ اصرم کان کا کنارہ کٹا ہوا ہو۔ آجید دراز گردن یا آنکہ مستوی ہو یعنے خوبصورتی کے ساتھ درازی ہو
آوقص اسکی ضد ہی۔ اصعر جسکی گردن کسی طرف جھکی ہوئی ہو۔ مدید القامۃ دراز قد۔ قصیر القامۃ پست قد۔ مربوع الخلق
میانہ قد۔ نوع دیگر خیل کی شبہات مین خیل کا لفظ چند انواع کو شامل ہی اور فرس خاص عربی گھوڑے کو کہتے ہین
برذون عجمی گھوڑے کو کہتے ہین۔ ہجین جسکا باپ عربی اور مان دوسرے ملک کی ہو۔ مقرف مان عربی ہو اور باپ
کسی اور ملک کا ہو۔ فرس اقمر جسکا رنگ برنگ قمر ہو۔ ادغم بغین معجمہ دیزہ و بعین مہملہ جسکے سینہ پر سپیدی ہو۔ فرس
ورد جسکا رنگ برنگ گل گلاب ہو۔ وردا غبس جسمین زردی چھاگئی ہو معہ خفیف سبزی کے۔ مفلس جسکی کھال مین
ٹپا مثل فلوس کے ہو۔ مدنر جسکی کھال پر سیاہ و سپید ٹپے مثل دینار کے ہون۔ آدبس جسکا رنگ سیاہی و سرخی
کے درمیان ہی کہ مثل دبس کے اُسکا رنگ ہو۔ آورق جسکا رنگ برنگ خاکستر ہو۔ ارثم جسکا جحفلہ بالائی سپید ہو
آرثط جسکا جحفلہ زیرین سپید ہو۔ افرح خفی جسکے چہرہ کی سپیدی ایک درم تک نہ پہونچی ہو اور جب پورے درم تک
پہونچگئی ہو تو افرح کہلاتا ہی۔ آغر مبرقع جسکا پورا چہرہ سپید ہو گویا برقع پڑا ہوا ہی اور جب سپیدی زیادہ بڑھی ہوئی
ہو تو اغر سائل کہتے ہین۔ برذون دلول وہ ہی جو کرایہ پر چلایا جاتا ہی اور جموح و شموس اسکے برخلاف ہی۔ برذون
مذمی جسکا رنگ برنگ خون ہو۔ مغرز بضم میم و فتح راے مہملہ جسکی پلکین سپید ہون۔ لطیم جسکے چہرہ مین سے آدھا سپید ہو
ارخم جسکا سر سپید ہو۔ اصقع جسکا بیچ سر سپید ہو۔ اقنف جسکی گدی سپید ہو۔ آذن جسکے کان مین سپیدی ہو۔ آسفی
جسکی پیشانی باریک و چھوٹی ہو۔ معرف کثیر العرف۔ آودع سینہ و گردن سپید رکھتا ہو۔ ارحل پیٹھ سپید ہو۔ ابیط
پیٹ سپید ہو۔ انصف پٹھا سپید ہو۔ محجل چارون ہاتھ پانون سپید ہون۔ اعصم دونون ہاتھ سپید ہون۔ ارجل

ارجل دونون پانون مین سے ایک سپید ہو۔ اور اگر دونون ہاتھون مین سے ایک ہاتھ سپید ہو تو اعصم الیمنی یا اعصم الیسری
کہتے ہین۔ اور برذون کو اعور نہین کہتے ہین بلکہ یون کہتے ہین کہ قابض العین الیمنی او الیسرے۔ اور عرف دم کی راہ سے
کمیت واشقر مین فرق ہوتا ہی پس اگر سرخ عرف درم ہو تو اشقر ہی اور اگر سیاہ ہو تو کمیت ہی محجل الید الیمنی او الیسری مطلق
الید الیمنی او الیسری پھر جب دونون ہاتھ یا پانون سپید ہون تو کہتے ہین کہ محجل الیدین یا محجل الرجلین ہی۔ اور اگر
تین ٹانگین سپید ہون تو کہینگے محجل الثلث ومطلق الیمنی او الیسری۔ اور اگر سپیدی ایک ہی طرف ہاتھ و پانون مین ہو
تو کہتے کہ ممسک الایامن مطلق الایاسر یا ممسک الایاسر مطلق الایامن۔ اور تجحیل اُس سپیدی کو کہتے ہین کہ سب پہونچے سے تجاوز
کرکے آدھے وظیف یا تہائی تک پہونچی ہو۔ اور اگر فناک ووظیف سے سپیدی کم رہے اور فقط اُسکے دونون پانون مین
گول گھوم گئی ہو ہاتھون مین نہووے تو برذون محذم کہلاتا ہی۔ اور اگر بیاض مذکور ایک ہاتھ یا ایک پانون مین ہو تو
کہا جائیگا کہ فلان پانون سے یا فلان ہاتھ سے منعل ہی۔ گھوڑے کے بچہ کو مہر بولتے ہین یہانتک کہ اُسپر ایک سال گذر جاوے
اور اُسکی جمع افلا ہی۔ اور جب چھ مہینہ یا سات مہینہ گذر جاوین تو حروف کہتے ہین ایسا ہی اصمعی نے لکھا ہی اور جب سال
گذر جاوے تو حولی کہتے ہین اور جب دو برس پورے ہوجاوین تو جذع ہی اور جب تین برس گذر جاوین تو ثنی ہی اور
جب چار برس پورے ہون تو رباع ہی پھر قارح ہی اور بعد قروح کے اُسکا کوئی سن نہین ہی بلکہ اُسکو مزکی کہتے ہین اُسکی جمع
مزاکی آتی ہی اور بیس برس مین ہرم کہلاتا ہی اور بعض نے کہا ہی کہ اُسکی عمر تیس برس ہوتی ہی اور بعض نے کہا کہ تنتیس برس
ہوتی ہی اور دانت اُسکے چالیس ہوتے ہین بیس اوپر اور بیس نیچے۔ اور اگر نہایت سیاہ ہو تو ادہم دجوجی بولتے ہین اور
سبزی وسیاہی کے درمیان ہو تو اکہب کہتے ہین۔ اور سپیدی چمکدار ہو تو اشہب قرطاسی بولتے ہین اور اگر اُسکے بالون
مین سپید بال مختلط ہون تو صنابی کمیت یا صنابی اشقر بولتے ہین منسوب بصناب یعنے خردل۔ اور اگر ایک طرف کے
ایک ہاتھ اور دوسرے طرف کے پانون مین سپیدی ہو تو شکال بولتے ہین اور جسکی دم دونون جانب مین سے کسی طرف
مائل ہو تو اعزل بولتے ہین۔ اور جسکی دم وسر سیاہ یا سرخ ہو اُسکو ابلق مطرف بولتے ہین۔ اونٹ وگاے وبکری کے
اسنان۔ واضح ہو کہ اونٹ مین ابن مخاض وہ ہی جسپر ایک سال گذر گیا ہی پھر ابن لبون۔ پھر حقہ۔ پھر جذعہ۔ پھر ثنی
پھر رباع۔ پھر سدیس۔ پھر بازل۔ پھر مخلف۔ پھر مخلف عام پھر مخلف عامین علے ہذا القیاس اگرچہ بہت برس اسپر
زیادہ ہوجاوین۔ اور گاے مین جسپر ایک سال گذرا ہو وہ تبیع ہی۔ پھر جذع۔ پھر رباع۔ پھر سدیس۔ پھر صالغ۔ پھر
صالغ یک سال۔ پھر صالغ دو سال علے ہذا القیاس جہانتک زائد ہون۔ اور بکری مین چھ مہینے سے کم یا پورے چھ
مہینے کا بچہ حمل ہی اور جسپر سات مہینہ گذرے ہون تا ایک سال کامل جذع کہلاتا ہی۔ پھر ثنی۔ پھر رباعی پھر سدیس۔
پھر صالغ اور بعد صالغ کے کسی سن کا نام نہین ہی اور واضح ہو کہ اونٹ وگاے کے واسطے اور شیات ہین جنکو اپنین
اونٹ وگاے والے اس زمانہ مین بولتے ہین (اور ہر زمانہ مین اسکا تغیر و تبدل ہوسکتا ہی) اور یہ الفاظ شناخت کے
سمجھتے ہین پس اُنکی دانست کے واسطے اُنھین لوگون کی طرف رجوع کیا جائیگا۔ نوع دیگر وہ الفاظ جو شروط مین استعمال
کیے جاتے ہین۔ طاحون وطحانہ وہ چکی جو پانی کے زور سے چلتی ہی اور بعض نے فرمایا کہ طحانہ اُسکو کہتے ہین جسکو چوپایہ
چلاتے ہین اور طاحونہ پن چکی کو کہتے ہین اور یون بولتے ہین کہ فروخت کیا طاحونہ واقع دیہ فلان بر نہر فلان بحدود
آن وہر دو حجر آن ومعتق آن ودلو ابیت ان وقطب آن وناوق آن ومواعیر جمعہ اجنحہ آن پس معتق اُسکا دلو ہی اور قطب سے مراد

وہ لوہے کا کیلا ہی جسپر چکی گھومتی ہی - ناوق معروف ہی - نواعیر جمع ناعورہ وہ لکڑی وغیرہ ہی جسپر پانی گرنے سے چکی گھومتی ہی
حمام کا لفظ عرب لوگ اپنی زبان مین بولنے لگے ہین ایسا ہی عین التحلیل مین مذکور ہی اور یہ بروزن فعال مشتق از حمیم ہی
واستحم الرجل اُسوقت بولتے ہین جب آدمی حمام مین داخل ہوا اور حقیقی معنی یہ ہین کہ گرم پانی سے نہادے تو یون ہیلپنے
سیاک والدہ پہلا درجہ حمام کا جسکو مسلخ کہتے ہین اور اکثرون نے فرمایا کہ مشہور ساک وارہ بدون یاے تحتانیہ ہی قصنبور
باصرہ جسکو میزاب یعنے پرنالہ بھی کہتے ہین - فنجانات جمع فنجان کی معرب پنکان یعنی طاس ہی - قدس یعنی سطل عتیدۃ المرأۃ
دعاے آن - آواری جمع آری یعنی حوض حمام - اَتون بتشدید تاے مثناۃ فوقانیہ جسمین آگ روشن کی جاتی ہی -
قرطالہ کوارہ - خنیوع خنیہ کا معرب ہی - ملاحۃ بتشدید لام جہان نمک پیدا ہوتا ہی کشتی کے ساتھ کتاب مین مذکور ہی
کہ سفینہ معہ اپنے الواح وعوارض ودقل وشراع وطلل وسکان ومرادی ومجادف وقلوس کے - عوارض وہ لکڑیان
جو الواح کے اوپر چوڑان مین اُسپر جڑی ہوئی ہوتی ہین - دقل لنبی لکڑی جو اُسکے ساتھ معلق ہوتی ہی جسکو فارسی
مین تیر کشتی کہتے ہین - شراع بادبان - طلل السفینۃ بطاے مہملہ ایسا سائبان جو اُسپر مثل چھت کوٹھری کے چھاتے ہین
اُسکی جمع اطلال آتی ہی - سکان دنبالہ کشتی - مُردی بالضم میم وتشدید یاے تحتانیہ جس لکڑی سے اُسکو کھینتے ہین - مجدف
وہ ہی جسکے سرے پر لوح ہوتی ہی قلس بفتح قاف وسکون لام موٹا رسا - انجر ومرساۃ لنگر - بیت الطراز جولاہون کا کارخانہ -
کتاب العین مین لکھا ہی کہ طراز وہ جگہ جہان عمدہ کپڑے بنے جاتے ہین - توہدہ وہ گڑھا جسمین جولاہہ اپنا پانون لٹکا کر
بیٹھتا ہی - الطشت عجمی لفظ مونث ہی اسواسطے کہ عربی مین طا وتا ایک کلمہ مین جمع نہین ہوتی ہی - اور بعضے طس بولتے
ہین اور اُسکی جمع طاس وتصغیر طسیسۃ اور کہا گیا ہی کہ اطساس وطسوس بھی اُسکی جمع آتی ہی - رقاق بالضم جمع رقاقہ چپاتی روٹی
رغیف نان گردہ جمع آن رغفان - مبنف بکسر میم منسغہ وفارسی مین پیہ بولتے ہین - محور وسورہ فارسی و دُھرا ہندی -
مراح جسمین بکریان آرام دینے کو بٹھائی جاتی ہین اور رات مین سولائی جاتی ہین - معالیق جمع معلاق جس کانٹے مین
گوشت لٹکایا جاتا ہی - وضم اللحم خوان گوشت - غضائر جمع غضارہ بڑا پیالہ - طنجیر پاتیلہ - سطامہ معلقہ - مہراس ہاون
اور اُسکے دستہ کو قائمہ بولتے ہین - قولہ اشتری کذا اوقیہ رباعیۃ وکذا اوقیہ نصفیہ وبشارہ کبیرۃ وبشارہ صغیرۃ
اوقیہ وزن چہل درم - بشارہ بالضم بطۃ الدہن یعنے ایک چیز تانبے یا پیتل کی ہوتی ہی جسکی گردن دراز ہوتی ہی اور
اُسمین ٹونٹی اور سونڈ بنی ہوتی ہی - کانون ذو وطیس کانون انگیٹھی وطیس تنور - وبعض نے کہا کہ جس گڑھے مین روٹی
لگائی جاتی ہین اور اُسمین گوشت بھونا جاتا ہی - ہدید لبن خاثر یعنی صقراط قلت یعنے جغرات یعنے دہی کو کہتے ہین در اصل
ہدابد تھا اسمین قصر کر دیا گیا ہی - مماخض جمع ممخضہ جسمین دودھ متھا جاتا ہی - مرکن لگن - مداک وصلوۃ جسکا واحد
صلایہ آتا ہی وہ پتھر جسمین خوشبو پیسی جاتی ہی اور اُسکے دستہ کو مدوک کہتے ہین - اور بعضے یہ گمان کیا ہی کہ صلایہ ومداک
ایک ہی چیز ہی اُس سے سہو واقع ہوا ہی - ادوات فقاعی مین بولتے ہین خنزرانات اربعہ - خطاطیف اربعہ پس خنزرانات
جمع خنزران فارسی معرب ہی - خطاطیف جمع خطاف لنبی لکڑی ہوتی ہی جسکے سرے پر مڑا ہوا لوہا لگا ہوتا ہی جس سے
برف کھینچتے ہین - لوہار کے آلات مین کیر دھونکنی - کور بھٹی - منفخ ومنفاخ پھکنی - سعلات سندان یعنے نہائی - مطرقہ
ہتھوڑی وفطیس بڑا ہتھوڑا - کلالیب جمع کلوب لوہے کا لنبا جسکے سر پر پیالہ بنا ہوتا ہی یا لکڑی کا جسکے سرے پر لوہے
کا نول چڑھا کر اُسکا سرا موڑ دیتے ہین اُس سے انگارے کھینچتے ہین - نشاستہ معروف ہی اُسکو گا ہے نشتہ بھی بولتے ہین

قولہ الکرم بحائط مبنی بسافین او ثلث سافات - اقول کرم باغ جسکے گرد دیوار ہو - ساف جسکی جمع سافات ہی کچی اینٹ یا مٹی کی دیوار کو کہتے ہین - رہص جس دیوار مین نیچے پشتہ ہو اور رمص اسکی ضد ہی اور عرق دونون کو شامل ہی شاخورہ حمدان - اطینہ حمدان کوزہ - زراجین جمع زرجون درخت انگور اور بعضے اُسکے داتون کو کہتے ہین - آوہات جمع وہط زمین مستوی اُسکو وہطہ بھی کہتے ہین - عریش الکرم جو انگور کے چڑھنے کے واسطے بنائے جاتے ہین اُسکی جمع عرائش ہی - مقصبہ جہان نرکل اُگتے ہین اُسکی جمع مقاصب ہی اور قصباء بھی بدین معنی ہی - اراضی کی خرید مین اگر اُسکے گرد دیوارین ہون تو لکھتے ہین محوطۃ بالحوائط یعنے دیوارون سے گھری ہوئی اور اگر محوطہ نخس ہو تو اُسکو بیان کردے اور قولہ ماکبس من التراب مقدار ذراع من وجہ الارض یعنے روے زمین بقدر ایک ہاتھ کی مٹی سے بھرا دیگئی اور برابر کی گئی ہی اور اس مٹی کو جسے پاٹی گئی اور بھرا دیگئی ہی کبس بکسر کاف بولتے ہین - قولہ طارمات جمع طارمہ کی ہی وقولہ اذن لہ ان یبنا ولہ من انزالہ ومن رطابہ پس انزال جمع نزل خوشہاے انگور و رطاب جمع رطبہ اور وہ قریب تازہ ہی - اور وقف النسفی مین مرقوم ہی تم راے الواقف لنفسہ فی انتقاص وحبسہ فی کلال وانتکاص پس انتکاص مصدر از باب افتعال ہی از نکوص بمعنی اُلٹے پاؤن پھر جانا وقولہ ذہبت قواہا وانقصت عراہا پس انقصت ماخوذ از قص بمعنے کسر مراد یہ ہی کہ انکسرت یعنے لوٹ گئی - اور قولہ فی کراء السفینۃ ویرفی او ارفی الناس ویسیر اذا ساروا اور صحیح یہ ہی کہ یرفا اذا رفا الناس او یرفا چنانچہ بولتے ہین کہ رفا السفینۃ ویرفا رفا و ارفا جبکہ کشتی کو کنارہ سے قریب کرکے ٹھہرا دیتے ہین - اور بلا ہمزہ تو نگری کبح بضم کاف وسکون با و حاء مہملہ رحبین و متصل نزف قولہ دفع الکرم الیہ لیقوم بکسح النہر یعنے نہر کو کھود کر اُسکی جدولین صاف کرے و لتشذیب الزراجین یعنے درختان انگور کا چھانٹنا یعنے جو اُنکی شاخین بے ترتیب بڑھگئی ہین اُنکو پیراستہ کرے و قولہ و انا منہا یعنے اُنکو دفن کرے اور چھپا دے بطریق استعارہ - اور دبرہ بسکون با موحدہ مشارہ

یعنے موضع کراب از قطعات اراضی یعنے کیاری کذا فی الظہیریہ -

فصل - در نکاح - اگر باپ نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح کیا تو اسطرح لکھے یہ تحریر اس مضمون کی ہی کہ فلان مرد نے فلانیہ عورت کے ساتھ تزویج اُسکے ولی فلان شخص کے جو اُسکا باپ ہی برضامندی عورت مذکورہ اور اجازت اور اپنے باپ کو حکم دینے کے بعوض اسقدر مہر کے بطریق نکاح صحیح جائز نافذ کے سامنے ایک جماعت عادلون کی اپنے نکاح مین لیا اور یہ شوہر اُسکا حسب وغیرہ مین اُسکا کفو ہی اور اُسکے مہر و نفقہ کے ادا کرنے پر قادر ہی اور ان دونون مین کوئی ایسا سبب نہین ہی جو نکاح کے ٹوٹنے یا اُسکے فاسد ہونے کی جانب مقتضی ہو اور جو مہر مسمی اس تحریر مین لکھا گیا ہی وہ اس عورت کا مہر المثل ہی اور یہ عورت اس نکاح موصوف کی وجہ سے اُسکی جورو ہی اور یہ مہر اس عورت کے واسطے اس مرد پر حق واجب اور دین لازم ہی اور یہ سب اُس تاریخ مین واقع ہوا - صورت دیگر یہ وہ تحریر ہی کہ جسپر گواہون نے جنکا نام اس تحریر کی آخر مین بیان کیا گیا ہی سبون نے یہ گواہی دی کہ فلان شخص نے اپنی بالغہ دختر کا جسکا نام فلانتہ ہی اُس دختر کی رضامندی کے ساتھ گواہان عادل کے روبرو فلان شخص کے ساتھ نکاح صحیح کر دیا بالعوض اسقدر مہر کے اور یہ گواہی دی کہ فلان مرد نے عورت مذکور سے اسقدر مہر مذکور پر اسی مجلس مین نکاح صحیح کر لیا اور اس تزویج مذکور کی وجہ سے فلانہ عورت فلان مرد کی جورو ہوگئی اور یہ سب فلان تاریخ مین واقع ہوا پس اگر شوہر کے باپ نے اپنی بیٹی کے واسطے یہ عقد قبول کیا حالانکہ یہ بیٹا مانع ہی تو یون تحریر کرے کہ فلان ابن فلان نے جو اس شوہر مسمے فلان کا باپ ہی اُسنے اپنی

بیٹی کے واسطے بعوض اسقدر مہر مذکور کے یہ عقد اس مجلس مین اپنی بیٹی کے حکم سے قبول صحیح کیا۔ صورت دیگر اسطرح کہ شوہر کا اقرار نکاح تحریر کرے اور جورو کی طرف سے اسکے قول کی تصدیق اور جورو کی طرف سے اقرار نکاح اور شوہر کی طرف سے اقرار یہ کی تصدیق تحریر کرے یا ولی کی طرف سے اقرار نکاح اور شوہر و زوجہ کی طرف سے اُسکے اقرار کی تصدیق تحریر کرے۔ کذا فی الذخیرہ اور اسمین احتیاط زیادہ ہی اسواسطے کہ بدون ولی کے نکاح جائز ہونے مین علما کا اختلاف ہی۔ صورت دیگر در تزویج بکر بالغہ۔ اسطرح لکھے کہ اس شوہر کے ساتھ اُسکے نکاح کر دینے کا ولی اُسکا باپ ہوا بعد ازانکہ باکرہ مذکورہ سے شوہر کا نام بیان کر دیا اور مہر مذکور سے اُسکو آگاہ کر دیا پس وہ چپ ہو گئی یا لکھے کہ پس وہ رونے لگی حالانکہ وہ باکرہ عاقلہ بالغہ عقل و بدن سے صحیح و تندرست تھی اور باپ کا اُس سے یہ ذکر کرنا اور اُسکا چپ ہونا فلان و فلان کے سامنے ہوا اور یہ دونون آدمی باکرہ کے نام و نسب سے واقف ہین اور فلانہ بنت فلان اس عقد مذکور کی وجہ سے فلان شخص کی جورو ہی۔ اور شوہر کا نام لکھنا اور باکرہ مذکور کو مہر سے آگاہ کرنا بیان کرنا امر ضروری ہی اسواسطے کہ بدون اسکے اس بات مین اختلاف معروف ہی کہ باکرہ مذکورہ کا سکوت کرنا آیا اُسکی طرف سے رضامندی ہی یا نہین ہی کہ اگر دختر صغیرہ ہو تو یون تحریر کرے کہ فلان شخص فلانہ عورت کے ساتھ اُسکے باپ کے بولایت پدری نکاح کر دینے سے اپنے نکاح مین لیا اور اگر شوہر بھی نابالغ ہو تو اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے اپنی دختر صغیرہ مسماۃ فلانہ کو بولایت پدری فلان ابن فلان نابالغ کے ساتھ اسقدر مہر پر بہ تزویج صحیح جائز نافذ لازم سامنے گواہان عادل کے بیاہ دیا اور اس نکاح کے اس مہر پر اس مرد نابالغ کے واسطے اُسکے باپ فلان شخص نے بولایت پدری اس عقد کی مجلس مین قبول صحیح کیا اور یہ نابالغ اس نابالغہ کا کفو ہی اور مہر مذکور اُسکا مہر مثل ہی پھر اگر باپ نے اپنے نابالغ پسر کی طرف سے مہر کی ضمانت کر لی ہو تو یون تحریر کرے کہ اس شوہر نابالغ کے والد فلان شخص نے اپنے پسر نابالغ کی طرف سے اس تمام مہر کے واسطے اس عورت نابالغہ کی ضمانت صحیحہ قبول کر لی اور اس نابالغہ کے والد نے اسکی اجازت دی اور اس مجلس مین مشافہۃً قبول کیا۔ اور اگر باپ نے اپنے مال مین سے کچھ مہر معجل ادا کیا ہو تو یون تحریر کرے کہ اس شوہر صغیر کے والد فلان شخص نے منجملہ مہر مذکور کے اسقدر دینار اپنے ذاتی مال سے براہ احسان اس نابالغہ عورت کے والد فلان شخص کو ادا کیے اور اُسنے بولایت پدری نابالغہ مذکورہ کے واسطے ان دینارون پر قبضہ صحیحہ کیا اور اس شوہر کے واسطے منجملہ اس مہر مذکور کے اس مقدار سے بریت ہو گئی اور اسقدر ادا کرنے کے بعد اُس پر نابالغہ کے واسطے اتنا باقی رہا۔ اور اگر باپ نے مہر مین سے کچھ بطور معجل ادا کر کے باقی کی ضمانت کر لی ہو تو اسطرح لکھے کہ اس نابالغ کے والد فلان نے منجملہ اس مہر کے اسقدر دینار اپنے ذاتی مال سے بطور احسان ادا کر کے اس نابالغ کی زوجہ کے واسطے مہر مین سے جو کچھ اس نابالغ پر باقی رہا اور وہ اسقدر دینار ہین ضمانت صحیحہ کر لی اور شرع مین جسکی ولایت رضامندی ہی وہ راضی ہوا اور جسکی ولایت اجازت ہی اُسنے اجازت دی فقط۔ اور اگر عورت کے باپ نے کسی قدر مہر کی ہبہ کی یا اُسکے مہر پانے کے اقرار کی درخواست کی تو وصول پانے کا اقرار باطل ہی جبکہ یہ اقرار مجلس عقد مین واقع ہوا اسواسطے کہ اہل مجلس جانتے ہین کہ یہ درحقیقت جھوٹ ہی اور اگر دوسری مجلس مین وصول پانے کا اقرار ہو پس اگر عورت نابالغہ ہو تو اقرار وصول صحیح ہی اور اگر باکرہ بالغہ ہو تو بھی صحیح ہی اور اگر بالغہ ثیبہ ہو تو اُسکی اجازت اور رضامندی ضروری ہی اور رہا ہبہ پس اگر عورت نابالغہ ہو تو یقیناً ہبہ نہین صحیح ہی اور اگر بالغہ ہو پس اگر اُسکی اجازت اور رضامندی سے ہو تو ہبہ صحیح ہی پس یون تحریر کرے کہ اس عورت کے والد فلان شخص نے اپنی دختر کی اجازت سے مجلس عقد مین منجملہ اس مہر کے اس شوہر کو اسقدر درم ہبہ کیے اور اس شوہر نے اس باپ کی طرف سے یہ ہبہ اپنے واسطے بطور

صحیح قبول کیا اور عورت مذکورہ کے اُسپر اسقدر دینار باقی رہے کہ مطالبہ کے وقت اُنکا مطالبہ کرسکتی ہی- اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب قاضی کو اُس عورت کا اپنے باپ کو ہبہ کی اجازت دینا گواہونکی گواہی سے ثابت ہوا ور اگر فقط باپ کے کہنے سے معلوم ہو تو یون لکھے کہ عورت کے باپ نے بیان کیا کہ میری اس دختر نے اس مہر مین سے اس شوہر کے واسطے اسقدر ہبہ کرنے کی اجازت دی ہی اور وہ اُس عورت کی اجازت سے ہبہ کرتا ہی اور اگر عورت کی طرف سے اجازت ہبہ سے انکار ثابت ہو تو اُسکے واسطے درک کا ضامن ہوتا ہی اور یہ فلان تاریخ مین واقع ہوا- تو اس معاملہ مین زیادہ احتیاط کے واسطے یہ بات ہی کہ عورت مجلس نکاح مین حاضر ہوا ور اُسکا اُسکی اجازت سے نکاح کرے اور وہ خود اپنے شوہر کو کچھ مہر ہبہ کرے واللہ اعلم صورت دیگر باپ اپنی دختر صغیرہ کا نکاح کرے اور شوہر بالغ ہو- اسطرح تحریر کرے- کہ فلان مرد نے فلانہ بنت فلان سے اُسکے باپ فلان شخص کے نکاح کر دینے سے کہ جسنے اپنی ولایت پدری سے اُسکا نکاح کیا ہی نکاح کرلیا اب باپ کی ولایت اسوجہ سے ہی کہ وہ عورت نابالغہ ہی خود اپنے کام کی متولی نہین ہوسکتی اُسکا متولی بولایت پدری اُسکا باپ ہی ہوگا پس اُسکے باپ اس شخص نے اس فلان شخص سے اسقدر مہر پر بدین شرط کہ مہر مذکورہ مین سے اسقدر نقد معجل ہی اور اسقدر میعادی بوعدہ ایک سال ہی اور بدین شرط کہ عورت مذکورہ کے معاملہ مین اللہ تعالے سے ڈرتا رہے اور اُسکی صحبت اور معاشرت مین بطور معروف طریقہ نیک اختیار کرے جیسا کہ اللہ تعالے کا حکم اور اُسکے نبی صلعم کا سنت طریقہ ہی اور شوہر مذکور پر اس عورت کے بالغ ہونے کے بعد جسقدر اُسپر باقی ہی واجب ہوگا- بعد ازان کہ مہر مذکورہ بالا بوصف معجل و موجل کے اسقدر ہو کہ جیسا اُسکے مثل عورتون کا مہر ہی اور اُسکی مقدار مہر کے واسطے اُسکے مثل عورتون کے مہر کی مقدار دیکھی جائیگی سا ور فلان شخص نے اس نکاح کو جسطرح اُسمین مذکور ہی کہ مہر معجل اور موجل ہی فلان شخص کے مواجہ مین جسنے اُس سے ایسا خطاب کیا ہی سب قبول کیا اگر نابالغہ کا نکاح کرنے والا اُسکے باپ کا باپ یعنے سگا دادا ہو تو اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلانہ بنت فلان کو اُسکے باپ فلان شخص کے مرنے کے بعد اُسکے دادا فلان شخص نے بولایت جدی الی آخرہ اور اگر نکاح کرنے والا بھائی ہو خواہ اُسکا مان اور باپ کی طرف سے یا فقط باپ کی طرف سے تو یون تحریر کرے- کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے اپنی بہن فلانہ بنت فلان ابن فلان کو بولایت برادرانہ از جانب مادر و پدر نکاح کر دیا بشرطیکہ اس صغیرہ کا اس بھائی سے زیادہ کوئی قریب نہو اور بعد خصومت معتبرہ کے جو اس معاملہ مین ہوئی ہی کسی حاکم عادل جائز الحکم نے اس بھائی کی ولایت کی صحت کا حکم دیدیا ہو اور حاکم کا حکم اس معاملہ مین اسوجہ سے لاحق کیا گیا کہ سواے باپ اور دادا کے نابالغہ کا نکاح کر دینا دوسرے ولی کی طرف سے جائز ہونے مین علما کا اختلاف ہی اور اگر نکاح کر دینے والا اُسکا چچا ہو تو یون تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے اپنے بھائی فلان شخص کی دختر مسماۃ فلانہ کو بولایت عمومت از جانب مادر و پدر یا فقط از جانب پدر الی آخرہ اور ہے غصے آخر مین بھی جو حکم بھائی کی صورت مین لاحق کیا گیا ہی لاحق کیا جاوے- اور اگر عورت کا کوئی ولی نہو اور اُسنے قاضی کی اجازت سے خود نکاح کیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان مرد نے فلانہ عورت سے اسقدر مہر پر دو بردو گواہان عادل کے باجازت قاضی فلان کے اُسکے خود نکاح کرنے سے نکاح صحیح کیا اور اُسکا کوئی ولی حاضر یا غائب نہ تھا- اور اگر وہ عورت بلا اجازت قاضی خود نکاح کرے تو آخر مین عبارت زیادہ کر دے کہ حکام مسلمین سے اسکی صحت کا حاکم نے

حکم دیا۔ اور لکھے کہ مین نے اس شوہر سے منجملہ اس مہر مذکور کے اسقدر درم وصول پائے اور اسقدر اُسپر باقی رہے۔ اور غلام کے
نکاح مین تحریر کرے کہ یہ بدین مضمون ہی کہ فلان غلام فلان نے یا مملوک فلان نے فلانہ بنت فلان ابن فلان سے
جو حرہ بالغہ ہی اپنے مالک فلان شخص کی اجازت سے جسنے اُسکو اس عقد مذکور کی اجازت دی ہی عادل گواہون کے
سامنے اسقدر مہر پر بہ تزویج اُسکے پدر فلان ابن فلان کے جسکو اُس عورت نے اپنی رضامندی سے اجازت دی تھی
بعقد صحیح نافذ لازم و تزویج صحیح نکاح کر لیا فقط۔ اور اگر یہ عورت صغیرہ ہو تو آخر مین حاکم کی اجازت تحریر کرے اسواسطے
کہ باپ کو اپنی دختر نابالغہ کا غلام کے ساتھ نکاح کر دینے مین امام اعظم رح اور صاحبین رح کے درمیان اختلاف معروف
ہی۔ اور باندی کے نکاح کرنے مین تحریر کرے کہ فلان شخص نے فلانہ مملوکہ فلان ابن فلان کو یا کنیز فلان ابن
فلان کو بتزویج اُسکے مالک فلان ابن فلان کے اُسکے ساتھ اسقدر مہر پر نکاح کر لیا الی آخرہ (یعنی آخر تک بدستور ۱۲)۔ اور دیہاتون مین
یہ عادت جاری ہی کہ شوہر یا اُسکا باپ مال غیر منقولہ اور زمین عورتون کے ہاتھ ثمن معلوم کے عوض فروخت (بیچتے) کرتے ہین
اور اس ثمن کو مہر کا بدلا قرار دیتے ہین تو کاتب کو چاہیے کہ تسمیہ کے بعد اگر شوہر سے خرید واقع ہوئی ہو تو لکھے کہ یہ
فلانہ بنت فلان نے اپنے شوہر فلان ابن فلان سے تمام زمین جو ایک باغ انگور احاطہ دار ہی معہ اُسکی عمارت کے
یا پانچ کھیت زمین قابل زراعت جو فلان گانون مین واقع ہی یا تمام حویلی دو چھتون دار یا ایک چھت والی جسمین
اسقدر بیوت ہین خریدی اور مبیعہ کے حدود اربعہ بیان کرے اور ثمن کو مفصل بیان کرے اور جو کچھ بیعنامون مین
لکھا جاتا ہی وہ سب لکھے یہانتک کہ جب ثمن وصول کرنے کے بیان تک پہونچے تو لکھے کہ پھر ان دونون بائع
و مشتری نے یہ تمام ثمن مذکور بعوض پورے مہر کے جو اس عورت مشتریہ کا اپنے شوہر اس بائع پر آتا ہی اور اُسکا
مہر اس ثمن کے برابر ہی باہم مقاصہ کر لیا اور یہ عورت مشتریہ اس ثمن سے بہ برائت مقاصہ بری ہو گئی اور اُسکا شوہر
یہ بائع بھی بسبب اس مقاصہ کے اُسکے پورے مہر سے بری ہو گیا پھر لکھے کہ اس عورت مشتریہ نے وہ تمام مبیع کہ جسکی
خرید بیان کی گئی ہی بائع کے سپرد کرنے سے بطور صحیح اپنے قبضہ مین کر لی۔ اور بائع اُسکے واسطے ضمان درک کا بطور
صحیح ضامن ہوا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا ہی۔ اور اگر یہ بیع تھوڑے مہر کے عوض ہو یعنے نکاح مین قبل زفاف
کے جسکی تعجیل شرط کی گئی ہی جسکو فارسی مین۔ دست پیمان۔ کہتے ہین تو یون لکھے کہ دونون نے تمام ثمن کو
منجملہ مہر کے جسقدر کی تعجیل شرط کی گئی تھی اُس سے مقاصہ کر لیا پھر مبیع پر عورت مذکورہ کا قبضہ کرنا بیان کرے
پھر لکھے کہ اس عورت مشتریہ کا اپنے شوہر اس بائع کے ذمہ اپنے مہر مین سے اس اس قدر دین لازم و حق واجب
و مہر ثابت بسبب نکاح کے جو دونون مین فی الحال قائم ہی باقی رہا اور یہ فلان تاریخ کا واقعہ ہی۔ اگر یہ خرید
شوہر کے والد سے واقع ہو تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلانہ عورت نے اپنے شوہر کے والد مسمی فلان سے
یہ چیز خریدی الی آخرہ۔ اور مقاصہ کے بیان کے وقت لکھے کہ پھر ان دونون بائع اور مشتری نے تمام ثمن کا بعوض
تمام مہر عورت مذکورہ کے جو عقد نکاح مین بیان ہو کر اُسکے شوہر فلان پر واجب ہوا تھا اور وہ اسقدر درم یا دینار
ہین باہم مقاصہ صحیح کر لیا حالانکہ اس شوہر کے والد نے عورت مسطورہ کے واسطے اُسکے تمام مہر کی جو اُسکے پسر
یعنے عورت مذکورہ کے شوہر فلان پر واجب ہوا تھا اپنی طرف سے اُسکی اجازت سے بطور صلہ رحم اور تحمل
مؤنت کے ضمانت صحیحہ قبول کر لی تھی اور عورت مشتریہ اس ثمن سے بری ہو گئی اور والد شوہر اور شوہر بھی

اس مقاصہ کی وجہ سے اسکے تمام مہر سے بری ہوگئے فقط واقع تاریخ فلان کذا فی المحیط

فصل سوم۔ در طلاق - اگر ایک مرد نے اپنی عورت سے بعوض مہر کے جو عورت کا اسپر آتا ہی اور بعوض نفقہ عدت کے خلع کر دینا قبول کیا پس اگر عورت اسکی مدخولہ ہو اور مرد نے اس خلع کی تحریر لکھنی چاہی تو اسطرح لکھے کہ یہ تحریر فلان ابن فلان کے واسطے ہی یعنے شوہر کے واسطے از جانب فلانہ بنت فلان اور امام ابوحنیفہ اور انکے اصحاب سب اسی طرح لکھتے تھے اور خصاف اور طحاوی اور سمتی اور ہلال اور ابوزید شروطی اس عبارت پر کچھ بڑھاتے تھے اور اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر فلان ابن فلان یعنے شوہر کے واسطے ہی جسکو فلانہ بنت فلان نے اسکے واسطے تحریر کیا ہی جسمین لکھے کہ مین نے تیری صحبت کو مکروہ جانا اور تیری جدائی چاہی ایسا ہی امام ابوحنیفہ رح اور انکے اصحاب لکھتے تھے اور خصاف اور ہلال اور سمتی اور عامہ اہل شروط اسطرح لکھتے تھے کہ تو نے میرے ساتھ نکاح صحیح جائز بولایت اسی ولی کے جو میرا سب سے قریب تر عصبہ ہی اور سامنے گواہان آزاد مسلمان عادل بالغ کے اور بعوض مہر مسمی معجل کے کیا اور مین نے تجھے اپنا وہ مہر جسپر تو نے مجھسے نکاح کیا تھا وصول نہین کیا اور اسمین سے کچھ بھی وصول نہین کیا اور تو نے میرے ساتھ دخول کیا اور میرے ساتھ مجامعت کی اور مین نے بدون اس بات کے کہ تیری طرف سے میرے حق مین کوئی ضرر رسانی یا بدی ہو تیری صحبت کو مکروہ جانکر تجھسے جدائی چاہی پھر لکھے کہ مین نے تجھسے یہ درخواست کی کہ مجھے بعوض میرے پورے دین مہر کی جو تجھپر آتا ہی اور سواے اس قدر درم مین خلع کر دے ایسا ہی امام ابوحنیفہ رح اور انکے اصحاب لکھتے تھے اور عامہ اہل شروط یون لکھتے تھے۔ کہ مین نے بعد اس خوف کے کہ ہم اللہ تعالے کے حدود پر قائم نرہینگے تجھسے درخواست کی کہ تو مجھے ایک طلاق بائن بعوض میرے تمام دین مہر کے جو میرا تجھپر آتا ہی اور وہ اس اس قدر درم ہین دیدے۔ اور عامۂ اہل شروط نے یہ عبارت کہ بعد اس خوف کے کہ ہم اللہ تعالے کے حدود پر قائم نرہینگے تبرکا بجناب اللہ تعالی بڑھائی ہی چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا (فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ) یعنے پس اگر خوف کرو تم لوگ اس بات کا کہ شوہر و زوجہ دونون اللہ تعالی کے حدود پر اچھی طرح قائم نرہینگے۔ اور ان لوگون نے لفظ خلع کو چھوڑکر لفظ طلاق کو اختیار کیا ہی چنانچہ لکھا کہ تو مجھے ایک طلاق بائن دیدے اور یہ نہ لکھا کہ مجھے خلع کر دے اسوجہ سے کہ مال کے عوض طلاق کے حکم پر اجماع ہی کہ وہ بالاجماع طلاق بائن ہی اور حکم خلع مین صحابہ اور سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اختلاف ہی اور اسمین شک نہین ہی کہ مختلف فیہ کو چھوڑکر متفق علیہ کا لکھنا اولے ہی۔ اور ان لوگون نے اسطرح کہ بعوض میرے پورے دین مہر کے جو میرا تجھپر آتا ہی اور وہ اسقدر درم ہین اسواسطے لکھا تا کہ خلع کی وجہ سے جو مقدار ساقط ہوئی ہی معلوم ہو جاوے تا کہ اختلاف سے نکل جاوے اسواسطے کہ ساقط کا مجہول ہونا صحت تسمیہ کا مانع ہی پس اسکو بیان کر دے کہ بالاجماع خلع صحیح ہو جاوے۔ پھر لکھے اور بعوض میرے پورے نفقہ کے جب تک مین اپنی عدت مین رہون۔ اسواسطے کہ بائنہ ہمارے نزدیک مستحق نفقہ ہوتی ہی خواہ حاملہ ہو یا حائلہ ہو۔ اور فقط مہر و نفقہ عدت لکھنے پر اقتصار کیا اور کچھ مال زائد نہ لکھا اگرچہ مال زائد لکھنا بھی ایسی صورت مین صحیح ہو سکتا ہی اسواسطے کہ اس صورت مین موضوع یہ ہی کہ نافرمانی عورت کی جانب سے ہی اور جب نافرمانی عورت کی جانب سے ہو تو شوہر کو جسقدر اسنے دیا ہی روایت جامع کے موافق اس سے زیادہ لینا دیانۃً و قضاءً حلال ہی لیکن روایت کتاب الطلاق کے موافق زیادہ لینا دیانۃً حلال نہین ہی اگرچہ نافرمانی عورت کی جانب سے ہو پس ان لوگون نے فقط مہر اور نفقہ پر

اقتصار کیا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ باتفاق الروایات شوہر کو فدیہ لینا حلال ہی۔ پھر لکھے کہ مین نے انکو قبول کیا۔ اور یہ اسواسطے لکھے تاکہ شوہر کی طرف سے ایجاب ثابت ہوجاوے کیونکہ طلاق جبھی واقع ہوتی ہی کہ جب ایجاب شوہر کی طرف سے ہو۔ پھر لکھے کہ تو نے مجھکو بعوض میرے پورے دین مہر کے جو میرا تجھپر آتا ہی اور وہ اسقدر ہی اور بعوض میرے پورے نفقہ عدت کے جب تک مین عدت مین رہون خلع کردیا۔ اس عبارت کا اعادہ واسطے تاکید کے ہی۔ پھر لکھے کہ مین اسپر راضی ہوئی اور مین نے اسکو قبول کیا۔ تاکہ اسکا خلع قبول کرنا ثابت ہوجاوے پس سب روایتون کے موافق خلع تمام ہوجاوے۔ پھر لکھے پس مین نے تجھسے خلع پالیا پھر اب میرا حق تیری طرف نہین ہی اور نکچھ دعوے ہی اور نہ مہر اور نہ نفقہ وغیرہ کا مطالبہ ہی۔ اس عبارت کو بغرض تاکید اور اتباع سلف کے تحریر کرے۔ پھر جبکہ خلع اس دین مہر کے عوض واقع ہو جو شوہر کے ذمہ ہی تو آیا ضمانت درک کی تحریر کریگی یا نہین سو ہمارے اصحاب رحمہ اللہ اسکو نہین لکھا کرتے تھے اور ابوزید شروطی اسطرح لکھا کرتے تھے۔ بہرین کہ مین اُس درک کی ضامن ہون جو تجھکو کسی طرف سے پہونچے۔ طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اسکا سبب وہی ہوسکتا ہی جو عورت کی طرف سے سوائے شوہر کے دوسرے کے ساتھ مال مہر مین کوئی تصرف ہو اور سوائے شوہر کے دوسرے کے ساتھ اُسکا تصرف مال مہر مین صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اسمین دین کا مالک کرنا ایسے شخص کو لازم آتا ہی جسپر وہ دین نہین ہی پس ایسی صورت مین ضمانت درک کے ذکر کرنے کے کچھ معنی نہین ہین ہان ضمانت درک کا ذکر کرنا اُسوقت صحیح ہوسکتا ہی کہ جب بدل خلع مال عین ہو پس اُسمین عورت کی جانب سے کسی سبب سے درک متحقق ہوسکتا ہی۔ اور امام محمد رہ اور اہل شروط مین سے کسی نے یہ نہین کہا کہ عورت یون لکھے کہ تو نے مجھے وقت سُنت مین خلع کردیا ہی لیکن بعضے متاخرین نے اسکو اختیار کیا ہی اسواسطے کہ وقت سنت مین خلع مباح ہی اور غیر وقت سنت مین مکروہ پس اُسکو لکھدے تاکہ معلوم ہو کہ یہ خلع بصفت اباحت واقع ہوا ہی بلکہ بصفت کراہت یہ محیط مین ہی۔ صورت دیگر عورت کے حق مین مضبوطی کے واسطے لکھے کہ فلان ابن فلان قرشی نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود یہ اقرار کیا کہ مین نے اپنی زوجہ مسماۃ فلانہ بنت فلان کا بطلاق واحد بعوض اُسکے مہر کے اور وہ اسقدر درم ہین اور بعوض اُسکے نفقہ عدت کے اور بعوض عورت مذکورہ کے ہر حق کے جو عورت کا اُسپر آتا ہی اور بعوض اسقدر مال کے بشرطیکہ دونون نے کچھ مال مشروط کیا ہو اور بدین شرط کہ دونون مین سے ہر ایک دوسرے کے سب دعوی اور خصومات سے بری ہی خلع کردیا ایسا خلع کہ صحیح اور جائز اور نافذ ہی اور استثنا اور تمام معنی مبطلہ سے خالی ہی اور یہ کہ عورت مذکورہ نے بھی ان شرائط مذکورہ پر اپنا خلع باختلاع صحیح منظور کیا اور یہ فلان تاریخ کا واقعہ ہی۔ اور عورت کی طرف سے شوہر کی مضبوطی کے واسطے لکھے کہ فلانہ بنت فلان نے بطوع خود یہ اقرار کیا کہ اُسنے اپنے شوہر فلان شخص سے اپنے اسقدر مہر پر بطلاق واحدہ بائنہ یا اُسکا باقی مہر تحریر کرے کہ اسقدر رہ ہی بطلاق واحدہ بائنہ کے اور پورے نفقہ عدت پر جب تک وہ عورت عدت مین ہی اور ہر حق پر جو عورت مذکورہ کا اُسپر آتا ہی اپنا خلع کرالیا اور اپنے تمام دعوی اور خصومات سے بابراء صحیح اُسکو بری کردیا پس عورت مذکورہ کا اُس مرد پر کچھ دعوی نہ رہا اور نہ مرد مذکور کا اس عورت پر کچھ دعوی رہا اور ان دونون مین نکاح باقی نہ رہا اور علائق نکاح مین سے بھی سوائے عدت کے کوئی علاقہ نہ رہا اور اُسکے شوہر نے اُسکے کلام کی خطاباً تصدیق کی فقط۔ اور اگر خلع مین مہر سے زائد کے مال پر باہم شرط کی ہو تو اسطرح تحریر کرے کہ مرد مذکور نے عورت مذکورہ کو اُسکے تمام مہر پر اور اسقدر درم یا دینارون پر خلع کردیا اور اگر خلع مین کوئی مال عوض زائد ہو تو لکھے اور اس چیز پر پھر اُس چیز کے اوصاف بیان کرے اور اچھی طرح بیان کرے

اور اُسکا طول وعرض بیان کرے اور اگر قیمتی چیزون مین سے ہو تو اُسکی قیمت بیان کرے اور بیان کرے کہ عورت مذکورہ نے مجلس خلع مین شوہر کی طرف سے اسکو قبول کیا اور شوہر نے مال عین مسمے عورت مذکورہ کے سپرد کرنے سے اپنا قبضہ کرلیا اور عورت مذکورہ نے شوہر کو اپنے تمام دعوی سے بری کردیا فقط- اور اگر خلع مین کوئی زمین پڑجاتی ہو تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ احوط یہ ہی کہ درم یا دینار زیادہ کرے پھر خلع تمام ہونے کے بعد مرد اس زمین کو ان درم یا دینارون مشروطہ کے برابہکے عوض خریدے پھر دونون اس زیادتی کے عوض ثمن کا مقاصہ کرلین تاکہ اگر مبیع استحقاق مین لے لیجاوے اور شوہر اُس عورت سے اسکا عوض لینا چاہے تو جھگڑا نہ واقع ہو پس اسطرح تحریر کرے کہ فلان شخص نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے اپنی عورت مسماۃ فلان کا اُسکے تمام مہر یا باقی مہر پر جسکے لکھے اور اُسکے نفقہ عدت پر اور اس شرط پر کہ عورت مذکورہ اُسکو اپنے خالص مال سے اسقدر دینار نیشاپوری مثلاً پچاس دینار دیوے خلع کیا اور عورت مذکورہ نے مجلس خلع مین اسکو قبول کیا الیٰ آخرہ- پھر اس خلع کرنے والے نے اس خلع چاہنے والی عورت سے تمام زمین جو چہار دیواری کا باغ ہی یا دس جریب زمین یا تمام دار ہی جسمین اسقدر بیوت ہین پس اُسکی جگہ اور اُسکے حدود اربعہ بیان کردے بعوض پچاس دینار نیشاپوری کے بخرید صحیح خرید کیا اور اس عورت مذکورہ نے اس مرد مذکور کے ہاتھ اس مبیع کو بہ بیع صحیح فروخت کیا پھر ان دونون بائع مشتری نے اس ثمن مذکورہ بالا کا بعوض اس مال کے جو خلع کے عوض مرد مذکور کا اُسپر واجب ہوا ہی مقاصہ صحیحہ کرلیا اور بسبب مقاصہ کے دونون مین باہم برائت ثابت ہوگئی اور اس مرد خلع کردینے والے مشتری نے اس مبیع پر جسکی خرید بیان کی ہی کہ زن بالغہ کی اجازت سے قبضہ کرلیا اور دونون مین سے کسی کا کچھ حق وخصومت ودعویٰ دوسرے پر باقی نرہا فقط- اور اگر عورت کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے خلع واقع ہو- تو اسطرح تحریر کرے کہ عورت کے ساتھ دخول کرنے اور خلوت کرنے کے پہلے عورت نے اُس سے بطلاق واحد اُس مہر پر جو عورت مذکورہ کا مرد مذکور پر طلاق قبل دخول کے بعد واجب اور وہ نصف مہر مسمےٰ یعنے اسقدر ہی- اور اس امر پر کہ ہر ایک دونون مین سے دوسرے کے تمام معاملات نکاح وغیرہ کے خصومات ودعوی سے بری ہی خلع لے لیا اور مرد مذکور نے بھی انھین شرائط مذکورہ پر بالمواجہ خلع کردیا فقط- اور ایسی صورت مین نفقہ عدت کا ذکر نہ لکھے اسواسطے کہ جو خلع قبل دخول کے واقع ہوا اُسمین عدت نہین ہی- اور شوہر کی جانب سے لکھے کہ اُسنے اپنی زوجہ فلانہ بنت فلان کا خلع کردیا اور بیان قبول مین لکھے عورت کی طرف سے کہ اُسنے ان سب شرائط پر خلع قبول کیا- اور اگر نکاح مین مہر بیان نکیا گیا ہو اور قبل دخول اور خلوت کے خلع واقع ہوا تو اسطرح لکھے کہ جو مال عورت مذکورہ کا اس مرد مذکور پر ثابت ہوا- اور مہر کا نام نہ لکھے اسواسطے کہ ایسی صورت مین متعہ واجب ہی یا اسطرح تحریر کرے کہ مرد کے اُسکے ساتھ دخول کرنے اور خلوت کرنے سے پہلے ہر حق پر جو عورتون کا اپنے شوہر پر ایسے نکاح مین جسمین مہر بیان نہین کیا گیا ہی واجب ہوتا ہی مرد مذکور سے خلع صحیح لے لیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- اگر والد نے اپنی دختر صغیرہ مسماۃ فلانہ کا اُسکے شوہر سے بعد دخول کرنے کے خلع کرایا- تو اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے یہ اقرار کیا کہ اُسکی دختر صغیرہ مسماہ فلانہ (اور اُسکا سن وغیرہ بیان کردے) فلان شخص کے نکاح مین تھی اور یہ عورت اُس شخص پر بنکاح صحیح حلال تھی جسکو عورت مذکورہ کی طرف سے اُسکے والد نے بولایت پدری گواہون کے سامنے قرار دیا تھا اور یہ کہ مرد مذکور نے اُسکے ساتھ دخول کیا اور

صحبت کی اور یہ عورت بھی ایکمدت تک اُس مرد کی صحبت مین رہی پھر اس شوہر نے اسکی صحبت کو اپنے واسطے مکروہ جانا اور عورت
مذکورہ کے والد نے اسکے واسطے مرد مذکور کی صحبت مکروہ جانی اور اُسکے والد نے اُسکے مہر مین سے اسقدر وصول کر لیا تھا اور اُسکے
اس شوہر نے بطلب اُسکے والد اس شخص کے بطلاق واحد اُسکے باقی مہر پر جو اسقدر ہی اور اس مہینہ کی تاریخ سے تین مہینہ
تک نفقہ عدت پر جو اسقدر ہوا خلع کر دیا ایسا خلع جو صحیح اور جائز ہی اُسمین کسی طرح کا فساد نہین ہی اور نہ تعلیق بالخطر ہی اور نہ زمانہ
آیندہ کی طرف اضافت ہی اور والد نے بدین شرط خلع کرایا ہی کہ وہ اپنے مال سے اس سب کا ضامن رہے کہ اُسکی تخلیص کریگا
یا اپنے مال سے اسقدر اسکو تاوان دیگا پس یہ مسماۃ بوجہ خلع مذکور کے اُس مرد مذکور سے بائن ہو گئی اور مرد مذکور کو اُس عورت
کی جانب کوئی راہ نہین ہی اور نہ استحقاق رجعت ہی اور نہ کوئی کسی وجہ سے مطالبہ ہی اور مجلس خلع مین دونون مین سے
ہر ایک نے دوسرے سے یہ خلع بالمواجہ و بالمشافہ قبول کیا - اور شوہر کی بریت تحریر نکریگا اسواسطے کہ شوہر ایسی
صورت مین بقیہ مہر سے بری نہوگا بلکہ خلع باپ کے مال کے عوض واقع ہوا ہی پس گویا شوہر نے اس عورت مذکورہ
کو بدون ذکر مہر و نفقہ کے باپ کے مال کے عوض طلاق دیا اور خلع مین بقیہ مہر اور نفقہ عدت کا ذکر کرنا اس غرض
سے ہی کہ باپ کی ضمانت سے باپ پر جسقدر مال واجب ہی اُسکی مقدار معلوم ہو جاوے اور یہ غرض نہین ہی کہ شوہر کے
ذمہ سے اسکی وجہ سے اسقدر ساقط ہو جاوے اور علی ہذا تمام لوگ سواے باپ کے جو صغیرہ کے ولی ہون سب
کا یہی حکم ہی اور نیز ولی کے سواے اور لوگون کا بھی یہی حکم ہی اور باپ اور دوسرے لوگون مین جو ولی ہون فرق اسبات
مین ہو جاتا ہی کہ مہر مین سے کچھ وصول پانے کا اقرار باپ کی طرف سے صحیح ہی باقی لوگون کی طرف سے جو ولی ہین ایسا اقرار
صحیح نہین یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر ایسا خلع عورت مذکورہ کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے واقع ہو تو لکھے کہ اس عورت
کے باقی مہر پر اور یہ نہ لکھے کہ اُسکے نفقہ عدت پر اور ایسے خلع کا حکم یہ ہی کہ دونون مین جدائی واقع ہو جاتی ہی اور حرمت
ثابت ہو جاتی ہی لیکن صغیرہ جسوقت بالغ ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ شوہر سے اپنا باقی مہر واپس لے پھر شوہر اسکو صغیرہ
مذکورہ کے باپ سے واپس لیگا کیونکہ وہ ضمان درک کا ضامن ہوا ہی اور بعضے اہل شروط خلع صغیرہ مین یہ اختیار
کرتے ہین کہ باپ اُسکے مہر اور نفقہ عدت کے وصول پانے کا اقرار کرے بعد ازانکہ نفقہ عدت کی کوئی مقدار معلوم
مقرر ہو جاوے پھر شوہر کا اقرار تحریر کرے کہ اُسنے عورت کو بطلاق واحدہ بائنہ طلاق دی ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ یون
لکھے کہ فلان ابن فلان یعنے والد صغیرہ نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود یہ اقرار کیا کہ اُسکی دختر صغیرہ
مسماۃ فلانہ بنت فلان منکوحہ جورو فلان ابن فلان کی تھی پھر اُسکے شوہر اس فلان نے بسبب اُسکی صغر سنی کے اُسکی
صحبت کو اچھا نہ جانا اور اُسکو ایک طلاق بائن دیدی اور وہ اس طلاق دینے سے اُس سے بائن ہو گئی اور اُسکے
شوہر پر اُسکے اس مہر سے اسقدر درم اُسکے لیے واجب تھے اور نفقہ عدت کے اسقدر واجب تھے پس مین نے یہ سب
اپنی دختر نابالغہ کے واسطے بولایت پدری اُسکے اس شوہر کے یہ سب مال مجھے ادا کرنے سے بقبضہ صحیحہ وصول کیا
اور اس صغیرہ کا اپنے شوہر اس شخص پر کوئی دعوے اور خصومت کی وجہ اور کسی سبب سے باقی نہ رہا یہ سب اُسنے
با قرار صحیح اقرار کیا اور صغیرہ کے شوہر اس شخص نے اُسکے اس اقرار کی خطابًا تصدیق کی - پھر جب اسطرح پر لکھا گیا
اور بعد اسکے وہ صغیرہ بالغ ہوئی تو اُسکو اپنے مہر اور نفقہ عدت مین اپنے شوہر کے ساتھ کچھ حق خصومت نہوگا اسواسطے
کہ باپ نے اس سب کے وصول پانے کا اقرار کیا ہی - اُسکو اس سب کے وصول کرنے کا اختیار ہی کذا فی المحیط

اور علی ہذا اگر مولی نے اپنی باندی کا اُسکے مہر اور نفقہ عدت پر خلع کرالیا تو بھی یہی صورت ہی مگر فرق اسقدر ہی کہ باندی کی صورت مین
یہ نہ کہا جائیگا کہ بدین شرط کہ مولی اس سب کا اپنے مال سے ضامن ہی کیونکہ مولی کو اختیار ہی کہ شوہر کو تمام مہر سے بری کردے
بخلاف باپ کے کہ وہ ایسا نہین کرسکتا ہی اور اگر مولی نے چاہا کہ یہ سب باندی کے سوا سے اُسپر قرضہ رہے تو اُسکی تحریر
اسی طرح لکھی جاے جیسے والد کا اپنی دختر صغیرہ کے خلع کرانے مین بیان ہوئی ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر شوہر اور زوجہ
مین کوئی صغیر بچہ ہو پس مرد نے اُس عورت کے ساتھ اس شرط پر خلع کیا کہ عورت اس بچہ کو اپنے پاس رکھے اور برس یا دو برس
اُسکی حضانت کرے اور مدت حضانت مین اُسکا خرچہ اپنے مال سے اُٹھا دے تو بعضے اصحاب شروط کے نزدیک یہ جائز ہی
اور فقیہ ابو القاسم صفار فرماتے تھے کہ یہ نہین جائز ہی اسواسطے کہ نفقہ کی مقدار اور جو کھانے پینے کی چیز صغیر کے واسطے ضروری ہی
وہ مجہول ہی پس ایسی صورت مین حیلہ یہ ہی کہ جسقدر اس صغیر کے واسطے کافی ہو درم اور دینار سے اُسکا تخمینہ لگا دے
اور خلع مین اسقدر مال عورت کے ذمہ شرط کرے پھر شوہر اُس عورت کو حکم دے کہ مدت حضانت مین یہ مال صغیر کی حاجات
ضروریہ مین خرچ کرے یا یہ مقدار مدت حضانت تربیت کی اُجرت عورت کے واسطے مقرر کردے پھر مرد اُس عورت کو وکیل
کردے بدین طور کہ صغیر کے مرجانے کے وقت یا دوسرے شوہر اجنبی سے مدت حضانت کے اندر نکاح کرنے سے
جو مال اس اقبال کردہ شدہ سے اُسکے ذمہ باقی رہجاوے اُس سے وہ بری ہی پھر اگر اسکی تحریر لکھنی چاہے تو یون لکھے
کہ فلان یعنے شوہر نے اقرار کیا کہ اُسنے اپنی زوجہ مسماۃ فلانہ کو بطلاق واحدہ بائنہ کے اُسکے باقی مہر اور نفقہ عدت پر
اور اُسکے ہر حق پر جو بجانب مقر ہو اور سو دینار سرخ کھرے نیشاپوری پر کہ جنکو عورت مذکورہ اپنے مال سے اُسکو دیگی
خلع کردیا ایسا خلع کہ صحیح ہی۔ اور استثنا اور شروط فاسدہ سے خالی ہی اور اس خلع کرنے والے کا اس عورت مختلعہ
کرنے والی کے بطن سے ایک دودھ چھوٹا ہوا بچہ ہی پس اس مرد نے اس عورت سے یہ درخواست کی کہ اس بچہ کو اپنے
ساتھ رکھے اور فلان تاریخ سے فلان تاریخ تک جو کامل ایک سال ہی اُسکی تربیت کرے اور سو دینار جو عقد خلع کی وجہ سے
اُسپر واجب ہوے ہین اُنکو مدت تربیت کے اندر بچہ مذکور کی حاجات ضروری مین خرچ کرے پس عورت مذکورہ نے
یہ سب بقبول صحیح قبول کیا۔ یا اسطرح لکھے کہ اس خلع کرنے والی عورت کا اس خلع کردینے والے مرد سے ایک چھوٹا
بچہ ہی پس اس مرد نے اس عورت کو اس بچہ صغیر کی تربیت اور پرورش کے واسطے ایک سال کامل تک
جو فلان تاریخ سے فلان تاریخ تک ہی بعوض اُن سو دینار کے جو اُس عورت پر اُسکے شوہر مذکور کے واسطے واجب
ہوے ہین باجارہ صحیح اجارہ لیا اور عورت مذکورہ نے اپنے تئین اسقدر مال مذکور پر مرد مذکور کو باجارہ صحیح اجارہ پر دیا
اور اگر بچہ دودھ پیتا ہوا ہو تو اسطرح تحریر کرے کہ اس خلع کرنے والے مرد نے اس خلع کرنے والی عورت سے اس
دودھ پیتے بچہ کا دودھ پلانا اور اُسکی تربیت اور پرورش کرنا ایک سال کامل تک بعوض اُن سو دیناروں کے جو مرد
مذکور کے عورت مذکورہ پر واجب ہوے ہین طلب کیا۔ یا اسطرح لکھے کہ اس عورت مذکورہ کو ایک سال تک اس
بچہ کے دودھ پلانے اور تربیت کرنے پر اجارہ پر مقرر کیا اور وہی عبارت لکھے جو ہمنے بیان کردی ہی پھر لکھے کہ اس
خلع کردینے والے مرد نے عورت مذکورہ کو وکیل کیا اور اس بات مین اپنے قائم مقام کیا کہ اگر مدت تربیت گذرنے سے
پہلے بچہ مذکور مرجاوے تو اسمین سے جو کچھ اُسپر باقی رہے اُس سے وہ بری ہی اور یہ وکالت صحیح لازمہ اس
شرط کے ساتھ کردے کہ ہرگاہ مرد مذکور عورت مذکورہ کو اس وکالت سے معزول کرے تو اس سب کی بدستور

وکیل رہیگی - اور اسطرح توکیل ہمنے اسواسطے لکھی کہ اسمین عورت کے حق مین خرابی نہ پڑیگی کیونکہ اگر ایسا نہ لکھا جاوے
تو مدت تربیت گذر جانے سے پہلے بچہ مذکور مرجانے کی صورت مین اُسکا شوہر بحساب باقی مدت کے سو دینارون مین سے جو حصہ ہوگا
واپس لیگا پس ہمنے اسطور پر تحریر کردیا تاکہ اگر مدت گذرنے سے پہلے بچہ مذکور مرجاوے تو شوہر اُس سے کچھ واپس
نہین لے سکتا ہی کیونکہ اُسنے اپنی بریت کرلی ہی - اور نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر یہ شرط کی مدت
تربیت گذرنے سے پہلے اگر بچہ مذکور مرجاوے تو عورت مذکور باقی مدت کے حصہ سے بری ہی تو یہ جائز ہی - پس اگر
بعد اجارہ لینے کے ذکر کے یون لکھا کہ اس عورت نے یہ شرط لگائی کہ اگر یہ بچہ مدت تربیت گذرنے سے پہلے
مرجاوے - تو اِن سو دینارون سے جو حصہ باقی مدت کے پڑتہ مین پڑتا ہی اُس سے بری ہی اور یہ نہ لکھا
کہ مرد نے اُسکو اپنے بری کرنے کا وکیل کیا تو بھی درست ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر بچہ پیٹ مین ہو اور شوہر نے
چاہا کہ خلع مین اُسکی رضاعت کی شرط لگاوے تو مشائخ متقدمین سے مثل خصاف اور ابوزید وغیرہ کا یہ حکم محفوظ ہی
کہ یہ جائز ہی پس بدل خلع کے ذکر مین اتنا بڑھادے کہ اور بدین شرط کہ عورت مذکورہ اُس بچہ کو جو اُسکے اس شوہر کا
اُسکے پیٹ مین ہی اگر اُسکو زندہ جنی تو وقت ولادت سے دو برس تک اُسکو دودھ پلاوے خواہ وہ ایک ہو یا دو ہون
خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو بشرطیکہ اگر بچہ مذکور اسکے بعد مدت رضاعت پوری ہونے سے پہلے مرجاوے تو عورت
مذکورہ بری ہی - اور یہ روایت ہمارے علماے ثلاثہ سے محفوظ نہین ہی اور امام ابوالقاسم صفار فرماتے تھے کہ میرے
نزدیک اصح یہ ہی کہ یہ حکم جنین مین ہی اسواسطے کہ تصرف اُسیر حکم نفقہ مین ہی حالانکہ یہ صحیح نہین ہی اور یہ اُسکے باقی نفقہ
پر قیاس ہی کذا فی الظہیریہ - اور حیلہ اس بات مین یہ ہی کہ مال کی کوئی مقدار معلوم عقد خلع مین عورت پر مقرر کردے
پھر عورت مذکورہ کو اجارہ پر لے لیکن اُسکی اضافت ولادت کے بعد کرے پس عورت مذکورہ اُس بچہ کو جو اُسکے
پیٹ مین ہی بعد وضع حمل کے دودھ پلائیگی - اور خلع کا وکالت نامہ تحریر کرے تو کاغذ کی پیشانی پر پہلے لفظ توکیل
لکھے پھر لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے فلان شخص کو وکیل کرکے اِس باب مین اپنے قائم مقام کیا
کہ وہ اُسکی جورو مسماۃ فلانہ کو بطلاق واحدہ بائنہ اُن شرائط پر جو اس وکالت نامہ سے کچھ پیچھے اسی کاغذ مین تحریر
خلع مین مذکور ہین خلع کردے اور یہ توکیل صحیحہ وکیل کیا اور فلان مذکور نے اس توکیل کو اُسکی طرف سے اسی مجلس مین
خطاباً قبول کیا واقعہ تاریخ فلان - پھر خلع کو اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان ابن فلان یعنی وکیل
نے جسکا ذکر اسی کاغذ کے اوپر وکالت نامہ مین ہی بوکالت خلع کے جو وکالت نامہ مین مذکور ہی اپنے موکل فلان سے
جو یہ شخص ہی اُسکی جورو مسماۃ فلانہ بنت فلان کو بعد اسکے کہ موکل مذکور نے عورت مذکورہ کے ساتھ دخول کرلیا ہی بطلاق
واحدہ بائنہ کے اُس مال پر جو عورت مذکورہ کا مرد مذکور پر باقی مہر اور نفقہ عدت سے جب تک وہ اُسکی عدت مین رہے
واجب ہی اور ہر حق پر جو عورتون کا اپنے شوہرون پر قبل جدائی یا بعد جدائی کے واجب ہوتا ہی خلع کردیا اور اس مسماۃ فلانہ
مذکورہ نے اس خلع کو بعوض اس بدل کے بقبول صحیح بالمشافہہ بعد ازانکہ عورت مذکورہ نے وکیل مذکور کے اُسکے
شوہر اس شخص کی طرف سے اس خلع کے واسطے وکیل ہونے کی تصدیق کرلی ہی قبول کیا فقط - اور اگر وکیل از جانب
عورت ہو تو کاغذ کی پیشانی پر اولاً توکیل لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلانہ بنت فلان نے فلان شخص کو وکیل
کرکے اس بارہ مین اپنا قائم مقام کیا کہ اُسکو اُسکے شوہر فلان شخص سے خلع کرادے پھر بعد اختلاع لکھنے کے لکھے

کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے یعنے وکیل نے جسکا ذکر وکالت نامہ مین مذکور ہی اپنی موکلہ فلانہ بنت فلان کو اُسکے شوہر فلان شخص سے الی آخرہ — اور اگر شوہر نے چاہا کہ عورت کے وکیل کو اُسکے مہر اور نفقہ عدت کے درک کا ضامن کرلے اور درک اسطرح سے ہوسکتا ہی کہ عورت مذکورہ وکیل کرنے سے منکر ہوجائے اور گواہ لوگ مرجائین یا غائب ہوجائین پھر وہ اپنے شوہر سے مہر او نفقہ عدت کا دعوی کرے تو اسطرح تحریر کرالے کہ اس فلان شخص وکیل عورت نے فلان شخص یعنے شوہر کے واسطے اسطرح ضمانت کرلی کہ اگر فلانہ عورت کے مہر مین جو اسقدر درہم ہین اور اُسکے نفقہ عدت مین جو اسقدر ہی کوئی درک پیدا ہو تو وکیل مذکور ضامن ہی حتے کہ شوہر مذکور کو اس سے چھوڑا دیگا یا اُسکو عورت مذکورہ کا تمام مہر جو اسقدر ہی اور تمام نفقہ عدت جو اسقدر ہی اپنے مال سے دیگا واللہ اعلم — صورت در ذکر خلع فضولی۔ اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ جن گواہون کا نام آخر مین اس تحریر کے مذکور ہی یہ گواہی دی کہ فلان شخص یعنے فضولی نے زید سے یہ درخواست کی کہ اپنی عورت ہندہ کو اس فضولی کے مال سے ہزار درم پر خلع کردے بدین شرط کہ یہ فضولی اس خلع کو بعوض اس مال کے بغیر حکم ہندہ بغیر اسکے کہ ہندہ وکیل اسکو کرے خود قبول کرتا ہی بدین شرط کہ یہ فضولی ضامن ہی کہ اسقدر مال اپنے ذاتی مال سے زید کو دیدیگا پس زید نے اسکی درخواست منظور کی اور اپنی عورت ہندہ کو بعوض اس مال کے خلع کردیا اور اس فضولی نے یہ خلع بعوض اس مال کے زید کی طرف سے بالمواجہ منظور کیا اور ہندہ اپنے شوہر سے اس خلع کی وجہ سے بائنہ ہوگئی اور دونون مین نکاح باقی نہ رہا اور زید نے یہ مال مذکور اس فضولی کے دینے سے وصول کرلیا اور یہ فضولی اس مال سے جو اس خلع کی وجہ سے اسکی طرف واجب ہوا تھا زید کے قبضہ کرنے اور پھر پانے سے بری ہوگیا لیکن ایسے خلع کی وجہ سے ہندہ کے مہر سے زید بری نہوگا اور ہندہ کو اختیار رہیگا کہ جب چاہے زید سے اپنے مہر کا مطالبہ کرے پس اگر زید کو یہ منظور ہو کہ ہندہ کے مہر کی بابت جو درک اُسپر پیش آوے اُسکا فضولی کو ضامن کرے تاکہ جب ہندہ اپنا مہر اُس سے لے تب زید اسکو فضولی سے واپس لے تو اسطرح تحریر کراوے — اور زید کو جو درک ہندہ کی مہر کے بابت پیش آوے اُسکا یہ فضول ضامن ہوا کہ ہندہ نے اپنا مہر ایک بار وصول پایا ہی پھر جب دوبارہ وصول کریگی تو ناحق وصول کرنے والی ہوگی — اور یہ بات ٹھیک ہی کیونکہ فضولی نے جب یہ اقرار کیا کہ ہندہ نے اپنا مہر وصول پایا ہی تو اُسکے زعم پر یہ بات ضرور ہی کہ اگر ہندہ دوبارہ وصول کرے تو ناحق وصول کرنے والی ہوگی اور یہ مال مقبوضہ ناحق مقبوض ہوگا کہ جسکا تاوان ہندہ پر واجب ہوگا پس یہ کفالت زمان وجوب کی طرف مضاف ہی اور ایسی کفالت صحیح ہی مثل ایسی کفالت کے جو تیرا فلان شخص پر ثابت ہو اُسکا مین کفیل ہوان — صورت در طلاق عورت پیش از دخول خلوت۔ اگر طلاق واحد ہو تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ اُن گواہون نے جنکا نام اس تحریر کے آخر مین مذکور ہی یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی عورت مسماۃ ہندہ بنت فلان کو قبل اُسکے ساتھ دخول وخلوت کرنے کے بطلاق واحدہ بائنہ طلاق دی جسمین نہ رجعت ہی اور نہ مثنویت اور نہ تعلیق بشرط اور نہ اضافت بسوے زمانہ آیندہ اور نہ اشتراط عوض ہی پس زید سے اس طلاق کی وجہ سے ہندہ بائنہ ہوگئی اور اگر طلاق ایک سے زائد ہو تو دو طلاق مین لکھے کہ اُسنے ہندہ کو دو طلاق دیدیے ہین اور تین طلاق مین لکھے کہ اُسکو پوری تین طلاق دیدی ہی پس وہ بائنہ ہوگئی اور تین طلاق کی صورت مین یہ بھی لکھے کہ ہندہ مذکورہ زید پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی کہ زید کے واسطے حلال نہین ہوسکتی ہی یہانتک کہ زید کے سوا دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور وہ اُسکے ساتھ دخول کرے اور پھر اُسکو جدا کرے اور اسکی

عدت پوری ہو جاوے ۔ صورت در طلاق صریح بعد دخول لکھے کہ زید نے ہندہ اپنی جورو سے بعد اُسکے ساتھ دخول کرنے کے کہا کہ تجھکو ایک طلاق بائن دی اور پھر اِسکے بعد زید سے رجعت نہوگی اور ہندۂ مذکورہ اس عدت مین ہی جو اس طلاق کی وجہ سے اُسپر واجب ہوئی اور زید نے گواہ کرنے کا اس سب کا اقرار کیا واقع تاریخ فلان ۔ صورت در طلاق قبل دخول و بعد خلوت صحیحہ ۔ لکھے کہ تحریر بدین مضمون ہی کہ جن گواہون کا نام اس تحریر کی آخر مین لکھا ہی یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی جورو ہندہ کو بعد ازانکہ اُسکے ساتھ خلوت صحیحہ خالیہ از تمام موانع شرعیہ وطبعیہ کر لی ہی ایک طلاق واحدہ بائنہ جائزہ دیدی پس اس طلاق کی وجہ سے ہندہ اُسپر حرام ہو گئی ۔ اور ہندہ کا زید پر تمام مہر مسمے جو اسقدر درم ہی اور اُسکا نفقہ عدت جو اسقدر ہی واجب ہوا فقط ۔ پس اگر زید کا یہ مذہب ہو کہ مہر واجب ہونے اور نفقہ عدت واجب ہونے کے واسطے خلوت صحیحہ کے قائم مقام دخول کے نہ سمجھتا ہو پس اُسنے عورت کے مطالبہ کے بعد اِسکے ادا کرنے سے انکار کیا تو ہندہ کو چاہیے کہ اپنا مقدمہ ایسے قاضی کے یہان پیش کرے جو ایسا سمجھتا ہو یا کہ وہ زید پر پورے مہر و نفقہ عدت کا حکم دیدے پھر اِسکے بعد طلاق نامہ مین تحریر کرے پھر اس ہندہ نے جسکو بعد خلوت صحیحہ کے طلاق دیگئی ہی اپنے شوہر زید سے اپنے پورے مہر اور نفقہ عدت کا مطالبہ کیا لیکن زید نے اِسکے دینے سے انکار کیا کیونکہ اُسکا یہ مذہب ہی کہ خلوت صحیحہ ان دونون حکمون کے واسطے دخول کے قائم مقام نہین ہی پس ہندہ اُسکو فلان قاضی کے پاس لیگئی یا بلا تعین اسطرح لکھے کہ ہندہ اُسکو ایسے قاضی عادل کے پاس لیگئی کہ جسکا حکم مسلمانون کے درمیان جائز اور نافذ ہی اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور خلوت صحیحہ کا اور اُسکے بعد طلاق کا دعوی کیا پس زید نے خلوت مذکورہ کا اقرار کیا لیکن مہر مسمی کامل اور نفقہ عدت کے واجب ہونے سے انکار کیا پس ہندہ کے واسطے زید پر قاضی نے پورے مہر مسمے اور نفقہ عدت کا حکم دیدیا ۔ کیونکہ اُسکا یہی مذہب تھا اور اُسکا اجتہاد یہ تھا کہ عورت منکوحہ کے ساتھ خلوت کرنا پورا مہر اور نفقہ عدت واجب ہونے کے حق مین مثل دخول کے ہی پس اُسنے دونون کے روبرو مرد مذکور پر عورت مذکورہ کے لیے اِسکا حکم دیا اور اُسکو جاری و نافذ کر دیا اور اپنے سامنے اس بات پر گواہ کر دیے واقعہ تاریخ فلان ۔ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنی جورو کا کار طلاق اُسکے اختیار مین دیدے تو اُسمین چند انواع ہین ایک یہ کہ تفویض مطلق ہو معلق بشرط نہو اور اِسکی دو قسمین ہین ایک موقت دوم مطلق پس موقت کی تحریر اسطرح ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ جن گواہون کا نام اس تحریر کی آخر مین مذکور ہی وہ اس بات پر شاہد ہوے کہ فلان شخص نے اپنی جورو مسماۃ ہندہ کا کار طلاق ایک مہینہ یا ایک سال تک جسکا شروع فلان روز سے اور آخر فلان روز ہی اُسکے اختیار مین دیدیا بدین شرط کہ اس مہینہ یا اس سال مین جسوقت چاہے اپنے آپ کو ایک طلاق بائن یا تین طلاق دیوے اور اُسکا اختیار اُسکے سپرد کر دیا اور عورت مذکورہ نے اُسکی طرف سے یہ اختیار اپنی مجلس مین قبل اِسکے کہ عورت مذکورہ دوسرے کام مین مشغول ہو یا مجلس سے اُٹھ کھڑی ہو بقبول صحیح قبول کیا واقعہ تاریخ فلان اور اِسکی صورت مطلق مین لکھے کہ گواہ ہوے کہ زید نے اپنی جورو ہندہ کا کار طلاق اُسکے قبضہ مین بدین شرط دیدیا کہ جب چاہے ایک یا تین طلاق اور جسوقت چاہے ہمیشہ تک اپنے آپ کو دے لے اور عورت مذکورہ نے یہ اختیار اُسکی طرف سے الی آخرہ ۔ دوم تفویض معلق بالشرط اور اِسمین چند اقسام ہین ایک یہ کہ تفویض بغیبت ہو اور اُسکی تحریر یون ہی کہ زید نے اپنی عورت مسماۃ ہندہ کا امر طلاق اُسکے قبضہ مین اس شرط کے ساتھ معلق کیا

دیا کہ جب زید اُسکے پاس سے فلان موضع یا فلان جگہ سے جسمین وہ دونون رہتے ہین بمسافت سفر غائب ہو جاوے اور
اُسکے غائب ہونے پر ایک مہینہ یا جسقدر مدت دونون مشروط کرین گذر جاوے اور زید اس مدت مین لوٹ کر اُسکے
پاس نہ آوے تو اسکے بعد ہندہ کو اختیار ہی ہمیشہ جسوقت چاہے اپنے آپ کو طلاق واحدہ بائنہ دیدے اور اس امر کا
اختیار اُسکے سپرد کر دیا اور ہندہ نے اُسکی طرف سے یہ اختیار مجلس تفویض مین بقبول صحیح قبول کیا فقط۔ قسم دوم آنکہ
کسی میعاد تک مہر معجل ادا نکرنے پر تفویض طلاق ہو اور اسکی تحریر یون ہی کہ زید نے ہندہ کو طلاق واحدہ بائنہ کا اختیار
معلق بدین شرط دیدیا کہ اگر ایک مہینہ جسکا اول فلان روز سے اور آخر فلان روز ہی گذر جاوے اور زید اُسکو تمام وہ مہر جسکا
اُسنے بطور معجل دینا قبول کیا ہی ادا نکرے اور وہ اسقدر ہی ادا نکرے تو اُسکو اختیار ہی کہ ہمیشہ جب چاہے اپنے آپ کو طلاق واحدہ
بائنہ دیدے اور اس امر کا اختیار اُسکے سپرد کر دیا اور ہندہ نے مجلس تفویض مین اُسکے طرف سے یہ اختیار قبول کیا قسم
سوم تفویض طلاق بشرط قمار یا بشرط آنکہ مرد شراب پیے یا عورت کو ایسا مارے جسکا اثر اُسکے بدن پر ظاہر ہو اور اُسکے تحریر
کی وہی صورت ہی کہ جیسی ہمنے بیان کر دی ہی۔ سوم آنکہ ہر عورت کا طلاق جسکو مرد اس عورت موجودہ کے بعد اپنے نکاح مین
لاوے عورت موجودہ کے اختیار مین دیدے۔ گواہ ہوے کہ زید نے ہر ایسی عورت کے امر طلاق کا اختیار جسکو کسی طریق
سے وہ اپنے نکاح مین لاوے خواہ وکیل نکاح کر دے یا فضولی جسکے نکاح کی زید اپنے قول یا فعل سے اجازت دے
یا خود نکاح کرے اپنی عورت مسماۃ ہندہ کو جو فی الحال موجود ہی تین طلاق تک دیدیا اس شرط پر کہ ہندہ اس عورت
کو جو اُسکے نکاح مین داخل ہوئی ہمیشہ جب چاہے طلاق دیدے اور اُسکا اختیار اُسکے سپرد کیا یا یون لکھے کہ ہندہ
اُسکو تین طلاق مین سے جتنے چاہے دیدے اور ہندہ نے اس مجلس تفویض مین اُسکی طرف سے اِسکو بقبول صحیح
قبول کیا۔ اور جو تفویض بشرط ہو تو جب شرط پائی جاوے اور عورت اپنے تئین طلاق دینا چاہے تو اُسکو اختیار ہوگا۔
اور اگر اُسنے طلاق لے لی تو اولی یہ ہی کہ مضبوطی کے واسطے تفویض نامہ کی پشت پر لکھا دے گواہ ہوے کہ فلان یعنے
شوہر نے اُس شرط کو جسپر طلاق معلق تھی جیسا کہ تفویض نامہ مین مذکور ہی پورا کیا اور اُسکی زوجہ کو اس تفویض کی وجہ
سے اپنے تئین طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوا اور ان گواہون کے سامنے جنکی گواہی درج کاغذ ہی اپنے تئین طلاق

دی واقعہ تاریخ فلان واللہ اعلم یہ محیط مین ہی۔

فصل چہارم۔ در عتاق۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا اور چاہا کہ اُسکو اس مضمون کی تحریر دیدے تو
لکھے کہ فلان ابن فلان قریشی نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے اپنے مملوک مسمی کلو کو آزاد کر دیا
یا اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ جن گواہون کا نام اس تحریر کے آخر مین مذکور ہی گواہ ہوے کہ فلان ابن
فلان نے اُسکے سامنے اقرار کیا اور اپنے اقرار پر جوانی صحت جسم اور ثبات عقل اور جواز اقرار کی حالت مین جبکہ اُسکو کوئی
مرض وغیرہ جو صحت اقرار کا مانع ہی نہ تھا اقرار کیا ہی انکو گواہ کیا کہ اُسنے اپنے غلام اور مملوک اور رقیق مسمے کلو ہندوستانی کو جو
نوجوان آدمی ہی آزاد کیا اور غلام مذکور کا سن اور حلیہ بیان کر دے اور لکھے کہ اپنے خالص مال اور ملک سے بعتاق صحیح
نافذ لازم پورا پورا آزاد کیا جسمین نہ رجعت ہی اور نہ مثنویت اور نہ تعلیق بشرط کذا فی الذخیرہ۔ اور نہ تعلیق بخطر اور نہ اضافت
بزمانہ مستقبل ہی مفت آزاد کیا کذا فی الظہیریہ اور نہ اشتراط عوض ہی اسطرح پر اُس غلام کو اللہ کے واسطے بغرض ثواب
الٰہی اور تحصیل رضاے الٰہی اور بخوف عذاب سخت الٰہی اور برغبت وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ

فرمایا جو شخص کہ گردن آزاد کرے اللہ تعالیٰ اُسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو آتش دوزخ سے چھوڑتا ہی آزاد کیا۔ پس یہ کلو ہندوستانی اپنے اس مولی کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگیا ہی کہ نہ فروخت کیا جا سکتا ہی اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہی اور نہ میراث ہو سکتا ہی اور نہ کسی وجہ سے مملوک ہو سکتا ہی اور نہ اسکے کسی پر اور نہ کسی کی اسپر کوئی راہ ہی سوائے ولاء کے کہ اسکی ولاء اسکے آزاد کرنے والے اس مولے کی ہی جب تک یہ زندہ ہی اور اسکے بعد اسکے عصبات مذکر کی ہوگی اب بعد عتاق کے اُسکا یہ نام رکھا اور اس آزاد شدہ نے اپنے اس آزاد کرنے والے کی اس بات مین بالمشافہہ تصدیق کی کہ اعتاق کے وقت وہ اُسکا مملوک تھا واقعہ تاریخ فلان۔ اور بعضے اہل شروط بعد اس قول کے کہ (بخوف سخت عذاب الٰہی کے) یون لکھتے ہین اور تاکہ اللہ تعالےٰ اسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو آگ سے چھوڑا دے بعتاق صحیح وجائز آزاد کیا اور اپنے ملک ورق سے خارج کر دیا اور محرر کر دیا پس وہ اپنے اختیارات مین آزاد ہوگیا کسی پر اُسکا کچھ حق نہین ہی اور نہ اُسپر کسی کا کچھ حق ہی سوائے حق ولاء کے اور جو شخص اللہ تعالےٰ ورسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہی اُسکو روا نہین ہی کہ اُس سے کار غلامی واسترقاق طلب کرے اور اُسکو دوبارہ رقیق وغلام بناوے اور آزاد شدہ نے وقت اعتاق کے اُسکا مملوک ہونے کا اقرار کیا واقعہ تاریخ فلان اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب یون لکھتے تھے کہ یہ تحریر از جانب فلان یعنے از جانب مولی واسطے اُسکے مملوک فلان ہندی کے ہی کہ تو میرا مملوک تھا یہانتک کہ مین تجکو آزاد کرون پس مین تجھے اللہ تعالےٰ کے واسطے اسکے ثواب کی خواہش سے آزاد کرتا ہون اور مین اسوقت بدن سے تندرست اور عقل سے صحیح ہون اور مجھ مین کوئی مرض وغیرہ علت نہین ہی میرے تصرفات جائز ہین تجھے بعتق جائز نافذ البتہ آزاد کرتا ہون تیرے ذمہ کوئی شرط نہین کرتا ہون اور نہ تجھسے کچھ مال عوض مین طلب کرتا ہون پس تو اس آزاد کرنے کی وجہ سے آزاد ہوگیا جو آزادون کو اختیار ہی وہ تجھے حاصل ہوا اور جو اُنپر واجب ہی وہ تجھپر واجب ہوا میرے واسطے یا کسی کے واسطے تجھپر کوئی راہ نہین ہی اور میرے واسطے تیری اور تیرے آزاد کردہ کی ولاء ہی واقعہ ماہ فلان سنہ فلان۔ (اور اللہ تعالیٰ کے واسطے) اسوجہ سے لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہین کہ اگر اللہ کے واسطے آزاد نہ کیا بلکہ دکھلانے کو آزاد کیا تو آزاد نہوگا۔ اور مین اسوقت بدن سے تندرست اور عقل سے صحیح ہون اور مجھ مین کوئی مرض وغیرہ علت نہین ہی یہ اسواسطے لکھا کہ مریض کا آزاد کرنا اُسکے تہائی مال سے معتبر ہوتا ہی اور صحیح کا آزاد کرنا پورے مال سے معتبر ہی اور قولہ وغیرہ یہ مراد ہو کہ جنون اور حماقت اور بسبب خانہ بربادی کے محجور نہین اسواسطے کہ حماقت اور جنون بالاجماع صحت عتاق سے مانع ہین اور بسبب فساد کے محجور ہونا بعض علماء کے نزدیک مانع ہی۔ اور قولہ عتق نافذ البتہ۔ اسواسطے لکھا تاکہ مولی اُسپر ایسے امر کا دعوے نکرے جو عتق کے متوقف ہونے کا موجب ہی یا تعلیق بشرط کا دعوے نکرے۔ قولہ تیرے ذمہ کوئی شرط نہین کرتا ہون اور تجھسے کچھ مال عوض نہین طلب کرتا ہون اسواسطے لکھا کہ سب دعوی اور جھگڑے منقطع ہوجاوین قولہ پس تو اس آزاد کرنے کی وجہ سے آزاد ہوگیا جو آزادون کو اختیار ہی وہ تجھے حاصل ہوا اور جو اُنپر واجب ہی وہ تجھپر واجب ہوا یہ بطریق تاکید کے لکھا ہی قولہ میرے واسطے تیری اور تیرے آزاد کردہ کی ولاء ہی یہ باتباع سلف تحریر کیا ہی اور تاکہ حکم ایک ثابت ہو اور یہ جو لکھا کہ تیری آزاد کردہ کی ولاء ہی یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہی اور امام طحاوی رحمہ اللہ یہ نہین لکھتے تھے۔ اور اگر عتق بعوض مال ہو تو بعد لکھنے عتاق بجائز ونافذ کے لکھے کہ اسقدر دینار پر آزاد کیا اور اس غلام نے یہ عتق بعوض

اس مال کے قبول کیا پھر اسکے بعد اگر مولی نے اس مال پر قبضہ کیا ہو تو لکھے کہ آزاد کرنے والے نے یہ مال بدین طور کہ آزاد شدہ نے اسکو ادا کیا ہی وصول پایا اور آزاد شدہ اس سب سے بوجہ آزاد کنندہ کے قبضہ کرنے اور بھر پانے کے بری ہو گیا اور اگر اسنے مال پر قبضہ نہ کیا ہو تو لکھے کہ یہ سب مال اس آزاد شدہ پر اس مولی کا قرضہ ہی کہ بدون اس سب مال کے مولی کو ادا کرنے کے اس آزادہ شدہ کی بریت نہین ہی اور اس مولی کے واسطے سواے ولاء اور مطالبہ مال مذکور کے اس آزاد شدہ پر کوئی راہ نہین ہی واقعہ تاریخ فلان کذافی الذخیرہ - اگر اپنی باندی اور اپنے غلام کو جن دونون مین نکاح ہی اور ان دونون کی اولاد کو اکٹھا آزاد کیا تو لکھے کہ زید نے اپنے غلام فلان کو اسکا نام اور حلیہ بیان کر دے اور اپنی باندی فلانہ کو اور اسکا نام اور حلیہ بیان کر دے آزاد کیا اور یہ دونون جورو وشوہر ہین اور ان دونون کے ساتھ انکی اولاد فلان اور فلان وفلانہ کو آزاد کیا اور وہ آزاد کرنے کے وقت ان سب کا مالک تھا پس ان سب کو بغرض حصول رضامندی الٰہی وطمع ثواب آخرت الی آخرہ - جیسا کہ سابق مین بیان کیا گیا ہی سب لکھے - اور اگر ایک غلام دو یا زیادہ آدمیون مین مشترک ہو اور سبھون نے اسکو آزاد کیا تو لکھے کہ یہ تحریر زید ابن عمرو قریشی اور بکر ابن خالد قریشی کی طرف سے ان دونون کے مملوک مسمی کلو کے واسطے بدین مضمون ہی کہ تو ہمارا مملوک تھا اور ہمنے تجھکو البتہ آزاد کر دیا پھر دونون مین سے ہر ایک کا حصہ جسقدر اس غلام مین ہی بیان کر دے تاکہ جسقدر ہر ایک کے واسطے اسکی ولاء پہونچتی ہی معلوم ہو جاوے باقی تحریر اسی طرح ہی جیسی ہمنے ایک ہی شخص کے غلام کے حق مین بیان کی ہی - اور اگر مالکان غلام کسی شخص کو اسکے آزاد کرنے کے واسطے وکیل کرین تو لکھے کہ گواہ لوگ جنکا نام اس تحریر کی آخر مین مذکور ہی سب اس بات کے گواہ ہوئے کہ زید وعمرو وبکر کے وکیل خالد نے انکے غلام مسمی کلو کو جو ان سب مین برابر مشترک ہی آزاد کیا اور اس وکیل نے اسکو مفت بلا عوض یا اسقدر مال پر بعتاق صحیح انکے خالص مال و ملک سے آزاد کر دیا پس انکے اس وکیل کے آزاد کرنے سے یہ غلام آزاد ہو گیا کہ فروخت نہین ہو سکتا ہی اور نہ ہبہ اور نہ میراث اور نہ کسی وجہ سے مملوک ہو سکتا ہی اور ان موکلون یا کسی آدمی کے واسطے اسپر کوئی راہ نہین ہی سواے ولاء کے کہ اسکی ولاء ان موکلون کی زندگی مین انکے واسطے اور انکے مرنے کے بعد انکے عصبات کے واسطے ہو گی - اور اگر عتق بعوض مال ہو اور وکیل نے اس غلام سے انکے واسطے مال کو وصول کیا تو اسطرح لکھے کہ غلام نے یہ عتق بعوض اس مال کے منظور کیا پھر لکھے کہ وکیل نے ان لوگون کے واسطے یہ مال اس سے وصول کر لیا اور اگر وکیل نے وصول نکیا ہو تو جسطرح ہمنے ایک شخص کے غلام کے حق مین بیان کیا ہی اسی طرح تحریر کرے اور اگر غلام مشترک مین سے دو شخصون مین سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جسنے آزاد نہین کیا ہی اسکو تین طرح کا اختیار ہی بشرطیکہ آزاد کرنے والا خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو دو طرح کا اختیار ہی اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک اگر آزاد کرنے والا خوشحال ہو تو جسنے آزاد نہین کیا ہی اسکو اختیار ہی کہ اپنے حصہ کی ضمان لے اور اگر تنگدست ہو تو اسکو غلام مذکور سے سعایت کرانے کا اختیار ہی اور دونون صورتون مین غلام مذکور آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور پوری ولاء اسی کو ملیگی - پس اگر اس شخص نے جسنے آزاد نہین کیا ہی اس مضمون کی تحریر لکھوانی چاہی اور موافق مذہب امام اعظم رح کے تحریر چاہی تو لکھے کہ گواہ لوگ اس بات کے گواہ ہوئے کہ زید نے فلان مملوک مین سے کہ جسکا یہ نام اور یہ حلیہ ہی اور وہ زید اور عمرو کے درمیان

مشترک ہی اپنا پورا حصہ آزاد کردیا اور زید مذکور نے اپنا حصہ بدون اجازت اپنے شریک عمرو کے باعتاق صحیح آزاد کیا ہی اور زید وقت آزاد کرنے کے خوشحال تھا اور عمرو کو امام اعظم رہ کے قول کے موافق تین طرح کا اختیار حاصل ہوا ہی پس عمرو نے اپنے شریک زید آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت تاوان لینا اختیار کیا اور جن لوگون کو قیمت اندازہ کرنے مین بصارت ہی اُنکے اندازے سے عمرو کے حصہ کی قیمت دس دینار تھی اور یہ اندازہ کرنے والے لوگ عادل ہین پس عمرو نے فلان قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا اور زید پر اس مقدار کا دعوی کیا پس قاضی نے اُسکے واسطے اس مقدار کا حکم دیدیا کیونکہ اُسکے اجتہاد مین یہی آیا اور زید پر ان دس دینار کا ادا کرنا اس مدعی کو لازم ہوا پس زید آزاد کنندہ پر اسقدر مال اپنے شریک اس مدعی کے واسطے قرضہ لازم ہی- اور اگر آزاد کرنے والے نے یہ مقدار ادا کردیا تو لکھے کہ آزاد کنندہ نے اسقدر مال بوجہ قاضی کے لازم کرنے کے اپنے شریک کو ادا کردیا اور پورا غلام اس آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد ہوگیا اور اُسکی پوری ولاء اس آزاد کنندہ کی ہوئی فقط۔ اور اگر شریک ساکت نے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو لکھے کہ شریک مذکور عمرو نے اپنے حصہ کی نصف قیمت کے واسطے جو اسقدر ہی سعایت کرانا اختیار کیا اور قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا اور قاضی نے غلام پر سعایت لازم کردی پس غلام پر واجب ہی کہ اُسکے واسطے سعایت کرے اور جب وہ سعایت پوری کردیگا تو دونون کی طرف سے آزاد ہوجائیگا اور اُسکی ولاء دونون مین مشترک ہوگی۔ اور اگر شریک نے اپنا حصہ آزاد کرنا اختیار کیا تو لکھے کہ پھر شریک نے اپنا حصہ آزاد کرنا اختیار کرکے اُسکو آزاد کردیا پس وہ دونون کی طرف سے آزاد ہوگیا اور اُسکی ولاء دونون مین مشترک ہوئی۔ اور اگر شریک آزاد کنندہ تنگدست ہو حتے کہ دوسرے شریک کو موافق قول امام اعظم رہ کے دو طرح کا اختیار حاصل ہوا پس شریک نے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو لکھے کہ یہ آزاد کنندہ تنگدست تھا کہ اسکا حال سب لوگون کو معلوم تھا حتے کہ دوسرے شریک عمرو کے واسطے موافق قول امام اعظم رہ کے دو طرح کا اختیار حاصل ہوا پس اُسنے اپنے حصہ کی نصف قیمت کے واسطے غلام سے سعایت کرانی اختیار کی اور یہ قیمت اسقدر ہی پس قاضی فلان نے اُسکے اختیار کا حکم جاری کردیا اور غلام کے ذمہ یہ سعایت لازم کردی اور بعد سعایت کے غلام مذکور دونون کی طرف سے آزاد ہوجائیگا اور اُسکی ولاء دونون مین مشترک ہوگی۔ اور اگر اُسنے اپنا حصہ آزاد کرنا اختیار کیا تو اسی طرح لکھے جیسا شریک کے خوشحال ہونے کی صورت مین مذکور ہوا ہی پھر جس صورت مین اُسنے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا اور غلام کے ذمہ قسط بندی مقرر کی تو لکھے کہ پس قاضی نے اُسکا اختیار نافذ کردیا اور غلام کے ذمہ اُسکے حصہ کی قیمت جو اسقدر ہی لازم کی اور اُسکی تین قسطین تین مہینہ مین مقرر کردین تاکہ ہر مہینہ گذرنے پر اسقدر ادا کرے فقط- پھر اگر غلام مذکور نے اُسکے حصہ کی قیمت سے اُس سے کم مقدار پر صلح کرلی تو لکھے کہ اُسنے اپنے حصہ کی قیمت سے اسقدر مال پر بوعدہ اسقدر مدت کے صلح کرلی- پس اگر قسط بندی مقرر کی اور ایک مہینہ گذر گیا اور اُسنے ایک قسط ادا کردی اور چاہا کہ اسکی تحریر کرادے تو لکھے کہ ایک مہینہ گذرا اور اُسنے ایک قسط ادا کی اور وہ اسقدر مال ہی اور باقی اسقدر مال ہی موافق قسطون کے اُسپر واجب الاداء رہیگی تو اُس سے مطالبہ کریگا پھر سب قسطون کے ادا ہونے کے بعد لکھے کہ فلان شخص نے اپنا غلام جو اُسکے اور فلان کے درمیان مین مشترک تھا جسکا یہ نام ہی آزاد کردیا- اور اگر آزاد کنندہ تنگدست ہو پس شریک نے اس غلام مین سے اپنے حصہ کی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرانی اختیار کی اور اُسپر اس قیمت کی تین مہینہ مین

تین قسطین مقرر کردین ہر مہینہ مین اسقدر پھر ایک مہینہ گذرا پس اُسنے اسقدر وصول کیا حتی کہ بعد تیسرے مہینہ کے سب اسقدر وصول کیا اور یہ آخری قسط تھی پس اُس غلام پر اور اُسکی جانب اور اُسکے پاس اور اُسکے ساتھ قلیل وکثیر کچھ باقی نرہا اور پورا غلام دونون کی طرف سے آزاد ہوگیا پس وہ دونون کا مولی ہے اور اُسکی ولا دونون کے درمیان مین نصفا نصف ہے فقط - اور اگر موافق مذہب امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے تحریر چاہی تو لکھے کہ زید نے مسمی کلّو مملوک مین سے جو اُسکے اور اُسکے شریک عمرو کے درمیان مشترک تھا اپنا پورا حصہ آزاد کر دیا حتے کہ پورا غلام زید کی طرف سے آزاد ہوگیا بنا بر قول ایسے امام کے جسکی یہ رائے ہے اور وہ امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح ہین اور آزاد کرنے والا خوشحال تھا جو لوگون مین خوشحال مشہور تھا عمرو نے اُس سے اپنے حصہ کی قیمت کا مطالبہ کیا اور فلان قاضی کے سامنے مقدمہ پیش کیا اُسنے اسکو نافذ کر کے آزاد کنندہ کے ذمہ عمرو کے حصہ کی قیمت لازم کی اور زید کی طرف سے پورا غلام آزاد ہونے کا حکم دیا فقط - اور اگر آزاد کنندہ تنگدست ہو تو لکھے کہ آزاد کنندہ تنگدست لوگون مین معروف تھا حتے کہ عمرو کو غلام سے اپنے حصہ کی قیمت کی سعایت کا حق حاصل ہوا پس اُسنے غلام کو ماخوذ کر کے فلان قاضی کے پاس مرافعہ کیا اُسنے اسکو نافذ کر کے غلام کو حصہ عمرو کی قیمت کی سعایت کرنے کا حکم دیا پس یہ قیمت غلام پر عمرو کا قرضہ ہے اور پورا غلام زید کی طرف سے آزاد قرار دیا اور اُسکی ولاء کامل زید کے واسطے قرار دی فقط یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر ایک غلام دو آدمیون مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکو آزاد کرنا چاہا اور دونون کو خوف ہوا کہ اگر مین پہلے آزاد کرتا ہون تو شاید دوسرا شریک مجھسے اپنے حصہ کا تاوان لے تو احتیاط یہ ہے کہ دونون اُسکے آزاد کرنے کے واسطے ایک شخص کو وکیل کرین اور سب سے زیادہ احتیاط یہ ہے کہ ہر ایک شریک اپنے حصہ کی آزادی کو دوسرے شریک کے آزاد کرنے پر معلق کرے حتی کہ اگر وکیل دونون مین ایک حصہ آزاد کرے تو نافذ نہوگا اور جب وکیل نے اُسکو آزاد کر دیا تو لکھے کہ تحریر بدین مضمون ہے کہ زید نے اقرار کیا کہ مین عمرو اور بکر کی طرف سے اُن دونون کے غلام مسمے کلّو کے آزاد کرنے کے واسطے وکیل ہون اور اُسنے دونون کے غلام مسمے کلّو کو جو دونون مین برابر مشترک ہے مفت یا اسقدر مال پر باعتاق صحیح دونون کے خالص ملک و مال سے آزاد کیا پس یہ غلام دونون کے وکیل زید کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگیا پھر آخر تک وہی عبارت لکھے جو ہمنے اصالتاً آزاد کرنے کے بیان مین لکھی اسی طرح اگر دونون اُسکو غلام مذکور کے مدبر کرنے کا وکیل کرین تو بھی یہی تحریر ہے یہ ظہیریہ مین ہے - اور اگر اپنے غلام کو ایک سال تک اپنی خدمت کرنے کی شرط پر آزاد کیا ہے تو لکھے کہ گواہ لوگ اس بات کے شاہد ہوے کہ زید نے اپنے غلام مسمی کلّو کو جسکا یہ حلیہ ہے باعتاق صحیح جائز نافذ اس شرط پر آزاد کیا کہ ایک سال کامل بارہ مہینہ جسکا اول فلان روز سے اور آخر فلان روز ہے برابر اُسکی خدمت کرتا رہے کہ جو خدمت اُسکی مولی کے رائے مین آوے اور جس قسم کی خدمت پیش آوے جہان چاہے جسوقت چاہے اور جسطرح چاہے جو شرع مین حلال ہے رات دن مین بقدر طاقت وقت معتاد مین خدمت لے پس مسمی کلّو نے اس آزادی کو بعوض اس خدمت کے قبول کیا اور اُسکی خدمت کرنے کا بروجہ مذکور ضامن ہوا پس کلّو خالصتہ لوجہ اللہ آزاد ہوگیا زید کو اُسکی طرف سوا سولاء اور طلب خدمت مشروطہ مذکورہ کے اور کوئی راہ نہین ہے فقط اور بدل عتق کا وثاقت نامہ یون لکھے کہ گواہ لوگ جنکا نام اس تحریر کی آخر مین مذکور ہے اس بات کے شاہد ہوے کہ کلّو ہندوستانی نے بطوع خود یہ اقرار کیا کہ وہ بملک صحیح واجب لازم زید کا مملوک تھا اور مدت تک اُسکی خدمت کی پھر اُسکو اپنی آزادی کی خواہش ہوئی پس اُسنے زید سے درخواست کی کہ مجھے اسقدر عوض پر آزاد کر دے اُسنے اُسکی درخواست کو منظور کر کے اُسکو اسقدر مال کے عوض مین صحیح آزاد کر دیا

جسمین نہ رجعت ہی اور نہ مثنویت اور نہ تعلیق بخطر اور نہ اضافت بزمانہ مستقبل پس اُس غلام نے اُسکی طرف سے یہ لفظ اُسکے مخاطب کرنے کے ساتھ جدا ہونے اور اُسکے سوائے دوسرے کام مین مشغول ہونے سے پہلے قبول کیا پس اس سبب سے آزاد ہوگیا اور اپنے نفس کا مالک ہوگیا اور یہ بدل اُسکے اوپر قرضہ رہا کہ جسکے واسطے کچھ میعاد نہین ہی جب چاہے اُس سے لیلے کلو مذکور کو اِس سے کوئی انکار نہوگا ۔ اِس سب مال کے ادا کرنے کے کسی طرح اُسکی برائت بھی نہوگی اور مقرلہ نے اسکی تصدیق کی ہی فقط یہ محیط مین ہی۔ وصی ہونے کے اختیار سے غلام کو آزاد کرنے کی تحریر یون ہی گواہ لوگ اس بات کے شاہد ہوے کہ زید پسر میت نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکے باپ فلان شخص نے اپنی حیات مین اُسکو وصیت کی تھی کہ اُسکے غلام اور مملوک مسمی فلان کو اس غلام کا نام اور حلیہ بیان کردے اسکی وفات کے بعد خالصتہً لوجہ اللہ تعالے آزاد کردے اُسمین کوئی شرط نہ لگا وے اور نہ غلام مذکور پر کچھ مال کا عوض قرار دے اور اس زید نے اپنے باپ فلان کی طرف سے یہ وصیت قبول کی تھی اور اُسکے باپ فلان نے مرتے وقت تک اس پوری وصیت یا اسمین سے کسی قدر سے رجوع نہین کیا اور اس زید نے اپنے باپ کی موت کے بعد یہ وصیت نافذ کی اور فلان مذکور کو آزاد کردیا اور یہ وہی غلام ہی جسکے آزاد کرنے کی اُسکو اُسکے باپ نے وصیت کی تھی پس غلام مذکور اسوجہ سے خالصتہً لوجہ اللہ تعالے آزاد ہوگیا اُسکو وہی استحقاق حاصل ہی جو آزادون کو ہوتا ہی اور اُسپر وہی بات لازم ہی جو آزادون پر ہوتی ہی اس زید کو اُسپر غلام بنانے یا خدمت لینے یا سعایت کرانے کا کوئی استحقاق نہین ہی پس اُسکے ہاتھ مین اپنے باپ کے ترکہ سے دوچند قیمت اس غلام کی جسکو آزاد کیا ہی حاصل ہوگئی اب زید کو اُس غلام پر کوئی راہ نہین ہی سوائے سبیل ولاء کے جو شرع مین آزاد کرنے والے کو اپنی زندگی مین اور اُسکے پس ماندگان کو اُسکی وفات کے بعد حاصل ہوتی ہی پھر تحریر کو ختم کردے ۔ اور اگر اپنی باندی کو آزاد کرنے کے بعد آزادی کے اُس سے نکاح کیا تو لکھے کہ زید نے اپنے جواز اقرار کی حالت بطوع خود اقرار کیا کہ اِسنے اپنی باندی مسماۃ فلانہ ترکیہ یا ہندیہ کو باعتاق صحیح آزاد کیا آخر تک وہی عبارت لکھے جو عتاق نامہ مین لکھی جاتی ہی پھر تحریر عتق کے بعد لکھے کہ پھر اس زید نے بعد اس عتق مذکور کے اپنی اس آزاد کی ہوئی باندی کے ساتھ گواہان عادل کے حضور مین اسقدر دینار مہر پر بہ تزویج صحیح نکاح کرلیا اور اس باندی مذکورہ نے بھی جو آزاد ہوگئی ہی اسی مجلس مین اسی مہر مذکور پر تزویج صحیح اپنے آپ کو اُسکے نکاح مین دیا پھر تحریر کو ختم کردے ۔ واللہ تعالے اعلم یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔

فصل پنجم ۔ تدبیر کے بیان مین ۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اسطرح لکھے کہ یہ تحریر زید ابن عمرو کی جانب سے واسطے اپنے مملوک مسمی کلو ہندوستانی کے بدین مضمون ہی کہ مین نے تجھکو اپنی موت کے بعد خالصتہً لوجہ اللہ تعالے اور بطلب ثواب الہی آزاد کردیا اور مین اسوقت صحیح ہون (اور اس سے مراد صحت بدن ہی) آیا نہین دیکھتا ہی تو کہ امام محمد رح نے اسکے بعد فرمایا کہ مرض وغیرہ کی کوئی علت مجھ مین نہین ہی ۔ اس تحریر کی کوئی حاجت نہین ہی اسواسطے کہ صحیح اور مریض دونون کا مدبر کرنا اس بات مین یکسان ہی کہ دونون مین سے ہر ایک کی تدبیر کل اعتبار مال سے ہوتا ہی اور امام طحاوی رح اسطرح لکھتے تھے کہ مین نے تجھکو اپنی زندگی مین مدبر اور اپنی موت کے بعد آزاد کردیا اور فرمایا کہ مین نے دونون لفظون کو اسواسطے جمع کیا کہ بعضے علما کا مذہب یہ ہی کہ جب تک دونون لفظون کو جمع نہ کرے تب تک وہ مدبر نہین ہوتا ہی پس مین نے اس مذہب سے احتراز کرنے کے واسطے دونون لفظون کو جمع کردیا پھر لکھے کہ میرے واسطے تیری ولاء اور تیرے بعد تیرے آزاد کیے ہوؤن کی ولاء ہوگی اور امام طحاوی رح لکھتے تھے اور میرے واسطے جو کچھ

تب تجھے بسبب تدبیر مذکورہ تحریر ہذا کے آزاد ہو جاوے اُسکی ولاء ہوگی اسواسطے کہ بعض علما کا یہ مذہب ہی کہ اگر مولے مرجاوے اور اُسپر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے تمام ترکہ کو محیط ہو تو اُسکا مدبر آزاد ہوگا بلکہ رقیق ہوگا کہ اُس قرضہ کے عوض کہ جو اسکے مولی پر ہی فروخت کیا جاویگا۔ اور ایسی حالت مین اُسکے مولی کے واسطے اُسکی ولاء نہوگی پس اگر ہم علی الاطلاق اسطرح لکھین کہ میرے واسطے تیری ولاء ہوگی تو اس مذہب کے موافق یہ غلط ہوگا حالانکہ جہانتک ممکن ہو تحریر کو غلطی سے محفوظ رکھنا واجب ہی اور بعض اہل شروط اسطرح لکھتے ہین کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ زید نے اپنے غلام و رقیق و مملوک ہندی یا ترکی یا رومی مسمی فلان کو اور اُسکا حلیہ بیان کر دے مدبر کر دیا پھر لکھے اور اپنی موت کے بعد اُسکو آزاد کر دیا اور یہ تدبیر مطلق غیر مقید صحیح و نافذ مدبر کیا ہی کہ نہ فروخت کیا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور نہ میراث ہو سکے اور نہ مہر ہو سکے اور نہ ایک ملک سے دوسری ملک مین منتقل ہو سکے اور اس تدبیر مین نہ رجعت ہی نہ مثنویت پس یہ غلام اپنے مولی کا مدبر ہی جب تک اُسکا یہ مولے زندہ ہی کہ اس سے وہ انتفاع حاصل کر سکتا ہی جیسا غلامون سے نفع لیا جاتا ہی سوائے بیع اور اُسکے مانند امور کے اور یہ غلام مذکور اسکی وفات کے بعد آزاد ہی کہ اُسکے وارثون مین سے کسی کو اسپر کوئی راہ نہوگی سوائے اُسقدر حصہ کی سعایت کے کہ جو تہائی سے برآمد نہو اور سوائے سبیل ولاء کے کہ اُسکی ولاء اسکی مولی کے وفات کے بعد اُسکے عصبات کے واسطے اور اس مدبر نے وقت تدبیر کے اُسکے مملوک ہونے کی تصدیق کی اور یہ امر اس مدبر کی صحت اور ثبات عقل اور جواز اقرار کی حالت مین مدبر سے صادر ہوا ہی کہ جسکے ساتھ حکم حاکم لاحق کرے پس لکھے کہ پھر اس مولی نے فلان شخص کے ہاتھ اس مدبر کے فروخت کرنے کا قصد کیا پس اس مدبر نے قاضی عادل نافذ القضاء کے سامنے اسکی نالش کی پس قاضی نے اس مدبر کے واسطے اُسکے مولی پر یہ حکم دیدیا کہ بحکم اس تدبیر کے مولائے مذکور کو اُسکی بیع کا اختیار نہین ہی بعد از انکہ یہ حکم قاضی کی رائے اور اجتہاد مین واقع ہوا کہ اُسنے ایسے عالم کا قول اختیار کیا جسکا یہ مذہب ہی اور اُس حدیث پر عمل کیا جو اس باب مین وارد ہی اور قاضی نے اپنے حکم پر اپنے مجلس کے حاضرین کو گواہ کر دیا واقعہ تاریخ فلان اور اگر ایک غلام دو شریکون مین مشترک ہو پھر دونون مین سے ایک نے اپنا حصہ مدبر کر دیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ زید نے اپنا سب حصہ جو مثلاً نصف ہی پورے غلام ہندی مسلے کلو مین سے جو زید اور عمرو کے درمیان نصفا نصف مشترک ہی مدبر کیا اور اُسمین سے اپنا حصہ جو نصف ہی اپنی حیات مین مدبر مطلق کر دیا اور بعد اپنی وفات کے اپنا حصہ آزاد کر دیا پھر اس تحریر کو جسطرح ہمنے بیان کیا ہی تمام کر دے اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر زید خوشحال ہو تو عمرو کو تین طرح کا اختیار ہوگا (یعنے چاہے زید سے اپنے حصہ کا تاوان لے یا غلام سے اپنے حصہ کے واسطے سعایت کرا دے یا اپنا حصہ بھی مدبر کر دے) اور اگر زید تنگدست ہو تو دو طرح کا اختیار ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک اگر زید خوشحال ہو تو اُس سے تاوان لے سکتا ہی اور اگر تنگدست ہو تو غلام سے سعایت کرا سکتا ہی پھر اگر اُسنے موافق قول امام اعظم رح اور صاحبین رح کے لکھنا چاہا تو درصورتیکہ عمرو نے بھی مدبر کرنا اختیار کیا تو اُسی طرح لکھے جیسا ہم بیان کر چکے ہین اور اگر اُسنے تاوان لینا اختیار کیا تو لکھے کہ عمرو نے مدبر مذکور سے روز تدبیر کے اپنے حصہ کی قیمت طلب کی اور وہ اندازہ کرنے والون کی اندازہ سے اسقدر دینار ہین اور اُسکو قاضی عادل اور جائز الحکم کے پاس لیگیا پس قاضی نے مدبر کے ذمہ یہ قیمت لازم کر دی پھر عمرو نے مدبر سے یہ قیمت پوری وصول کر لی اور عمرو کے قبضہ کرنے اور پھر پانے سے مدبر اس قیمت سے بری ہو گیا پس یہ پورا اکلو اس زید کی طرف سے مدبر ہو گیا نہ عمرو کی طرف سے اور نہ باقی تمام جہان کے

آدمیون کی طرف سے اور اسکے بعد اس عمرو کو اس زید پر کوئی دعوی نہین ہی اور نہ غلام پر کوئی دعوی ہی اور جب اس زید کو حادثہ موت پیش آوے تو یہ پورا مدبر خالصۃً لوجہ اللہ آزاد ہی اور زید کو اور نہ اُسکے وارثون مین سے کسی کو اس مدبر پر کوئی راہ نہین ہی سواے سبیل ولا کے اور سواے سبیل سعایت کے بقدر اُس قیمت کے جو تہائی سے برآمد نہو- اگر غلام دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکے مدبر کرنے کے واسطے ایک شخص کو وکیل کیا تو اسی طرح لکھے جیسا ہمنے آزاد کرنے کے واسطے دونون کے ایک شخص کو وکیل کرنے کی صورت مین بیان کیا ہی لیکن فرق یہ ہی کہ صورت اعتاق مین اگر وکیل نے کہا کہ مین نے اسکو دونون کی طرف سے آزاد کیا یا کہا کہ یہ دونون کی طرف سے آزاد ہی یا کہا کہ دونون مین سے ہر ایک کا حصہ اپنے مالک کی طرف سے آزاد ہی تو یہ کافی ہی اور غلام مین سے دونون مین سے ہر ایک کا حصہ فی الحال آزاد ہو جائیگا اور تدبیر کی صورت مین یہ ضرور ہی کہ یون بیان کرے کہ مین نے اس مملوک مین سے دونون مین ہر ایک کا حصہ کیا- اور ہر ایک کا حصہ اُسکی موت کے بعد آزاد کیا حتے کہ ہر ایک کی موت کے بعد آزاد ہو جائیگا اور اگر وکیل نے کہا کہ مین نے دونون کی طرف سے اسکو مدبر کیا یا کہا کہ دونون کی موت کے بعد یہ دونون کی طرف سے آزاد ہی تو جبھی آزاد ہوگا کہ جب دونون مر جاوین اور جو شخص پہلے مرے اُسکی موت سے اُسکا حصہ آزاد نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی-

فصل ششم- تحریر استیلاد کے بیان مین- اگر ام ولد کے واسطے تحریر لکھنی چاہے تو یون لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہ لوگ جنکا نام اس تحریر کی آخر مین مذکور ہی شاہد ہوے ہین بدین مضمون ہی کہ زید نے اقرار کیا کہ اُسکی باندی ترکیہ یا رومیہ یا ہندیہ جسکا نام اور حلیہ اور سن بیان کردیوے اُسکی ام ولد ہی کہ اُسکی ملک اور فراش سے اُسکے پسر مسمے عمرو کو یا اُسکی دختر مسماۃ ہندہ کو جنی ہی پس یہ اُسکی حیات مین اُسکی ام ولد ہی کہ اُس سے مثل مملوک کے نفع اُٹھا سکتا ہی لیکن اُسکو فروخت نہین کر سکتا ہی اور نہ کسی وجہ سے اُسکو غیر کی ملک مین دے سکتا ہی اور وہ بعد وفات زید کے آزاد ہی اُسکے وارثون مین کسی کو اُسکی طرف کوئی راہ نہین ہی سواے سبیل ولا کے کہ اُسکی ولا واسطے زید کے ہی اور اُسکی موت کے بعد اُسکے وارثون کے واسطے ہوگی- اور اسکے ساتھ حکم حاکم اور ام ولد مذکورہ کی تصدیق لاحق کرے اور اس مقام پر سبیل سعایت کے استثنا کی ضرورت نہین ہی کہ اسواسطے کہ اس ام ولد پر سعایت واجب نہوگی اگرچہ اُسکے تہائی مال سے برآمد نہو لیکن اگر مولی سے یہ اقرار اُسکے مرض الموت مین ہوا ہو اور کوئی بچہ موجود معلوم نہو تو ایسی صورت مین تہائی مال سے آزاد ہوگی پس ایسی صورت مین اسطرح لکھنا ہوگا کہ سواے سبیل سعایت کے اگر تہائی مال سے برآمد نہو اور اگر باندی مذکورہ ایسا پیٹ ڈال گئی ہو کہ جسکی خلقت یا بعض خلقت ظاہر ہو گئی ہو تو لکھے زید نے ان گواہون کے سامنے اقرار کیا اور اپنے اقرار پر ان لوگون کو بخوشی گواہ کیا کہ اُسکی باندی مسماۃ فلانہ اُسکی ام ولد ہی جو اُسکے نطفہ سے ایسا پیٹ ڈال گئی ہی جسکی پوری خلق یا بعض خلق ظاہر تھی پس اُسکی ام ولد ہوئی پھر آخر تک بدستور مذکور لکھے جیسا ہمنے ذکر کر دیا ہی- یہ ذخیرہ مین لکھا ہی-

فصل ہفتم- تحریر کتابت کے بیان مین- جاننا چاہیے کہ اہل شروط نے ابتداے تحریر کتابت مین اختلاف کیا ہی پس امام ابو حنیفہ رح اور اُنکے اصحاب اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر اُسکی ہی جسپر فلان نے اپنے مملوک مسمی فلان منسوب بفلان کو مکاتب کیا ہی اور امام طحاوی و خصاف اور بہت سے مشائخ کبار اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر فلان ابن فلان منسوب بفلان کی جانب سے اُسکے مملوک فلان منسوب بفلان کے واسطے ہی اور شیخ یوسف ابن خالد یون لکھتے تھے کہ یہ تحریر وہ ہی

جسپر زید مخزومی نے اپنے مملوک کلو ہندی کو مکاتب کیا ہی۔ اور ابو زید شروطی لکھتے تھے کہ یہ تحریر ہی جسپر گواہ لوگ جنکا نام آخر
تحریر کی آخر مین مذکور ہی بدین مضمون گواہ ہوے ہین کہ زید ابن عمرو نے اُنکے سامنے بخوشی اقرار کیا۔ کہ مین نے
اپنے غلام کلو کو مکاتب کیا ہی اور ہم لوگ اُسکو اپنی آنکھون سے بمعرفت صحیحہ پہچانتے ہین اور اُسکا نام و نسب جانتے ہین
اور زید مذکور نے اپنی صحت عقل و بدن و جواز اقرار کی حالت مین گواہ کیا الی آخرہ پس علما نے ابتداے تحریر کتابت
مین اسطرح سے اختلاف کیا ہی اور عامہ اہل شروط نے خرید کی تحریرات مین اتفاق کیا ہی کہ اسطرح لکھا جاوے کہ یہ
اُس چیز کی تحریر ہی جسکو خرید کیا الی آخرہ بخلاف بصرہ کے اہل شروط کے کہ وہ اسطرح نہین لکھتے ہین۔ اور تحریرات
خلع مین اسطرح لکھنے پر اتفاق کیا ہی کہ یہ تحریر از جانب فلان ہی الی آخرہ۔ اور اقرارات کی تحریر مین اسطرح لکھنے پر اتفاق
کیا ہی کہ یہ تحریر وہ ہی جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے ہین الی آخرہ پھر اسکے بعد امام ابو حنیفہ رح اور اُنکے
اصحاب نے فرمایا کہ عقد کتابت بمعنی خرید فروخت ہی حتے کہ باپ اور وصی کی طرف سے صغیر کے غلام کا مکاتب کرنا
صحیح ہی جیسا کہ دونون کا اُسکو فروخت کرنا صحیح ہی اور فسخ کتابت بھی صحیح ہی جیسا کہ فسخ بیع صحیح ہی پھر چونکہ خرید فروخت مین
اسطرح لکھا جاتا ہی کہ یہ اُس چیز کی تحریر ہی الی آخرہ۔ پس ایسا ہی کتابت مین بھی جو بمعنی بیع ہی یون لکھا جاوے کہ یہ اُسکی
تحریر ہی جسپر مکاتب کیا الی آخرہ۔ اور یوسف بن خالد بھی ایسا ہی کہتے ہین کہ کتابت بمعنی خرید فروخت ہی لیکن اُنکے
نزدیک تحریر خرید مین بھی یون لکھا جاتا ہی کہ یہ تحریر وہ ہی جسکو خرید کیا الی آخرہ پس کتابت مین بھی یون ہی لکھا
جاوے کہ یہ تحریر وہ ہی جسپر مکاتب کیا۔ اور طحاوی و خصاف فرماتے ہین کہ کتابت ایسا عقد ہی جسمین امر متقدم
کے اختیار کی حاجت ہی پس لکھا جاوے کہ فلان نے اپنے مملوک فلان کو مکاتب کیا پس مثل خلع کے ہوگا۔ کہ
خلع مین بھی امر متقدم کے اختیار کی حاجت ہی پس یون لکھتے ہین کہ فلان نے اپنی جورو فلانہ کا خلع کر دیا پس چونکہ
خلع مین لکھتے ہین کہ یہ تحریر از جانب فلان ہی پس اسی طرح کتابت مین بھی لکھنا چاہیے کہ یہ تحریر از جانب فلان ہی
بخلاف خرید کے کہ خرید مین امر متقدم کے اختیار کی ضرورت نہین ہی کیونکہ خرید کی تحریر مین ملک بائع اور اسکا قبضہ
جسپر مدار صحت خرید ہی ذکر نہین کیا جاتا ہی اور ابو زید شروطی فرماتے تھے کہ کتابت ہر طرح سے بیع کے معنی مین نہین ہی
تاکہ بیع سے لاحق کیجاوے اسواسطے کہ بیع مبادلہ مال بمال ہی اور کتابت مبادلہ مال ہی بعوض ایسی چیز کے جو
مال نہین ہی اور کتابت مین معاوضہ قرضاً اُسکے ذمہ ثابت ہوتا ہی اور بیع مین ایسا نہین ہوتا ہی اور نیز ہر طرح سے
مثل خلع کے بھی نہین ہی تاکہ اُسکے ساتھ لاحق کیا جاوے اسواسطے کہ خلع بعد واقع ہونے کے محتمل فسخ نہین ہی
اور کتابت بعد واقع ہونے کے بھی محتمل فسخ ہی پس خلع و خرید دونون کے ساتھ اُسکا لاحق کرنا متعذر ہوا پس
ہمنے اُسکو اقرارات کے ساتھ لاحق کیا اور اقرارات مین یون لکھا جاتا ہی کہ یہ وہ تحریر ہی جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر
ہذا شاہد ہوے ہین اور اسمین کوئی اختلاف نہین ہی پس ایسا ہی کتابت مین بھی لکھا جائیگا صورت جو ہمارے
اصحاب نے تحریر فرمائی ہی کہ یہ تحریر اُسکی ہی جسپر فلان ابن فلان مخزومی نے اپنے مملوک مسمی کلو ہندی کو مکاتب
کیا بدینطور کہ اُسکو وزن سبعہ کے ہزار درم پر مکاتب کیا کہ ان درمون کو قسطون سے پانچ برس مین ہر سال دو سو درم کے
حساب سے ادا کرے اور یہ نہین لکھا کہ بدین شرط کہ ان درمون کو فی الحال ادا کرے یا ایک ہی قسط مین ایک
سال یا ایک مہینہ کے بعد ادا کرے اور یہ نہ لکھنا اسوجہ سے ہی کہ امام شافعی رح کے قول سے احتراز ہو جاوے کیونکہ

امام شافعی رہ کے نزدیک فی الحال ادا کرنے کی کتابت جائز نہین ہی اسی طرح جس کتابت مین قسط ہو لیکن ایک ہی قسط ہو وہ بھی
امام شافعی رہ کے نزدیک ناجائز ہی پس ہمنے چند قسطین قرار دیکر لکھا تاکہ امام شافعی کے قول سے احتراز ہو - اور یہ لکھا کہ پانچ برس
مین ہر سال دو سو درم کرکے ادا کرے یہ اسواسطے لکھا تاکہ مقدار اقساط او حصہ ہر قسط معلوم ہوجاوے پھر فرمایا کہ لکھے اور پہلی
قسط کا وقت فلان سال کے فلان مہینہ کا چاند ہی جب چاند نکلے اور یہ اسواسطے لکھا کہ پہلی قسط کا وقت معلوم ہوجاوے پھر فرمایا کہ لکھے اور
فلان ہملوگ مذکور پر اللہ کا عہد و میثاق ہی کہ وہ ضرور اچھی کوشش کرے حتی کہ پورا مال کتابت جسپر اسکو مکاتب کیا ہی ادا کردے
اور یہ تحریر غلام مذکور کی کمائی پر برانگیختہ کرنے کے واسطے ہی تاکہ وہ مال کتابت ادا ہی کرے اور یہ عبارت بیعنامہ مین نہین لکھی جاتی
اسواسطے کہ مشتری ادائے ثمن پر مجبور کیا جاتا ہی پس اسکو برانگیختہ کرنے کی حاجت نہین ہی اور مکاتب مجبور نہین کیا جاتا پس اسکو برانگیختہ
کرنے کی حاجت ہی پھر امام اعظم اور انکے اصحاب کتابت نامہ مین یہ نہین لکھتے تھے کہ بدین شرط کہ مکاتب جب تک مکاتب ہی بدون
اجازت مولی کے نکاح نکرے اور امام طحاوی اور خصاف اسکو لکھتے تھے اور یہ بھی لکھتے تھے کہ جب تک مکاتب ہی خشکی
اور تری مین جہان چاہے سفر کرے اور ان دونون نے یہ بات کہ جب تک مکاتب ہی بدون اجازت مولی کے نکاح نکرے
اسواسطے لکھی کہ شیخ ابن ابی لیلی کے قول سے احتراز ہو کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ مکاتب کو بدون اجازت مولی کے نکاح
کر لینے کا اختیار ہی الا اس صورت مین نہین ہی کہ جب عقد کتابت مین یہ بات مشروط ہوجاوے اور سفر کا اختیار اسواسطے
تحریر کیا کہ بعض علماء مدینہ کے قول سے جو یہ فرماتے ہین کہ اگر عقد کتابت مین مسافرت کی اجازت مشروط نہو تو مکاتب کو
سفر کا اختیار نہین ہی احتراز ہوجاوے پھر فرمایا کہ لکھے پس اگر مکاتب مذکور ان اقساط کے ادا کرنے سے عاجز ہوا یا اسکی میعاد
سے تاخیر کردی تو وہ رقیت مین واپس ہوگا اور یہ بات ہمنے اسواسطے لکھی حالانکہ یہ بات بدون شرط کے ثابت ہی تاکہ
حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے قول سے احتراز ہو کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ اگر کتابت مین یہ شرط کرلی کہ جب
مکاتب عاجز ہوگا تو رقیق کردیا جائیگا تو عاجز ہونے کے وقت وہ رقیق کردیا جائیگا خواہ وہ اس بات پر راضی ہو یا نہو
اور اگر عقد کتابت مین یہ شرط نہ کی ہو تو عاجز ہونے کے وقت بدون رضامندی غلام مذکور کے وہ رقیق نہ کیا جائیگا
پس یہ عبارت اس قول سے احتراز ہونے کے واسطے لکھدی جاوے اور شیخ شمنی اور ابو زید شروطی لکھتے تھے کہ اگر ان
اقساط مین سے کسی کے ادا کرنے سے یا دو قسطون کے ادا کرنے سے عاجز ہوا تو رقیق ہوجائیگا اور یہ ہمنے اسواسطے تحریر کیا
کہ امام ابو یوسف رہ کے قول سے احتراز ہوجاوے کیونکہ امام ابو حنیفہ رہ و امام محمد رہ کا مذہب یہ ہی کہ جب مکاتب پر کوئی
قسط ادا کرنے کا وقت آیا اور مولے نے اس سے اسکا مطالبہ کیا اور قاضی کے پاس مرافعہ کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر مکاتب
کا کچھ مال حاضر موجود ہو تو اسکو اسکے مولی کو دیدیگا جبکہ مولے کے حق کی جنس سے ہو اور اگر اسکا مال غائب ہو لیکن
اسکے حاصل ہوجانے کی امید ہو تو قاضی اسکو دو دن یا تین دن بحسب اپنی راے کے اس بارہ مین اسکو مہلت دیگا -
پس اگر اسنے اس قسط کا مال جو اسپر واجب الادا ہوا ہی ادا کردیا تو خیر ورنہ اسکو رقیق کردیگا اور امام ابو یوسف رہ نے فرمایا
کہ جب تک اسپر دو قسطین پے درپے نگذر جاوین تب تک اسکو رقیق نہین کریگا پس یون لکھا جاوے کہ پھر اگر یہ غلام ان
قسطون مین سے کسی قسط کے ادا کرنے سے یا دو قسطون کے ادا کرنے سے عاجز ہوگیا تو رقیت مین واپس کردیا جائیگا تاکہ
یہ واپسی اجماعی ہوجاوے پھر فرمایا کہ لکھے کہ اور جو کچھ فلان نے اس سے لیا ہی وہ اسکو حلال ہوگا - اور یہ اسواسطے لکھنا
تاکہ کوئی وہم کرنے والا یہ وہم نکرے کہ عقد ہر گاہ فسخ ہوا اور معقود علیہ یعنے غلام پھر اپنے مولے کے ملک مین عود کرگیا

تو مولی پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسنے بدل کتابت مین سے وصول کیا ہی اُسکو واپس کردے ورنہ بدون تحلیل اُس غلام کے اُسکے ہونے کے واسطے حلال نہوگا اور طحاوی رہ اسکو نہین تحریر فرماتے تھے اسواسطے کہ جو کچھ اُسنے لیا ہی وہ اُسکے واسطے بدون ذکر کرنے کے حلال ہی اسواسطے کہ اُسکے غلام کی کمائی ہی۔ پھر لکھے کہ اور اگر اُسنے جمیع وہ مال جسپر اُسکو مکاتب کیا ہی ادا کردیا تو وہ خالصۃً لوجہ اللہ تعالی آزاد ہی ایسا ہی امام ابوحنیفہ اور اُنکے اصحاب تحریر کرتے تھے اور امام طحاوی رہ اسکو نہین لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا یہ مذہب ہی کہ مکاتب جسقدر ادا کردے اُسی قدر آزاد ہوجاتا ہی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ کا یہ مذہب ہی کہ اگر مکاتب نے تہائی یا چوتھائی بدل کتابت ادا کردیا تو آزاد ہوجائیگا اور مولی کے قرضداروں مین شمار ہوگا کہ باقی بدل کتابت کے واسطے اُسکا قرضدار رہا اور حضرت زید بن ثابت رضہ و عبداللہ بن عمر رضہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تک اُسپر کچھ بدل کتابت باقی رہیگا تب تک اُسمین سے کچھ آزاد نہوگا اور یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہی اور یہی عامہ علماء کا مذہب ہی پس اگر ہم یون لکھین کہ اگر اُسنے تمام وہ مال جسپر اُسکو مکاتب کیا ہی ادا کردیا تو وہ خالصۃً لوجہ اللہ تعالی آزاد ہی حتے کہ اُسکا عتق پورے بدل کتابت ادا کرنے سے متعلق ہو تو حضرت علی کرم اللہ وجہ و حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ شرط خلاف مقتضاے عقد ہوگی پس شاید اسکا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور مین ہو جو اُن دونوں رضی اللہ عنہما کے مذہب کے موافق اعتقاد رکھتا ہی اور اُسکے نزدیک کتابت ایسی چیز ہی جو بشروط فاسدہ فاسد ہوجاتی ہی تو وہ اسکو باطل کردیگا پس اِسکا ذکر کرنا مضر ہوگا اور ذکر نہ کرنا مضر نہین ہی اگرچہ اِسکا ترک کرنا اولی ہی پھر لکھے کہ فلان یعنی آزاد کنندہ کے واسطے اُسکی ولاء اور اُسکے عتق کی ولاء ہوگی۔ اور یہ تحریر باتباع سلف ہی۔ اور امام طحاوی رہ صرف اسقدر لکھتے تھے کہ اُسکی ولاء ہی اور یہ نہین لکھتے تھے کہ اُسکے عتق کی ولاء ہی اسواسطے کہ اُسکے عتق کی ولاء کبھی اُسکے آزاد کرنے والے کے واسطے نہین ہوسکتی ہی چنانچہ اگر اس معتق نے کسی باندی سے نکاح کیا اور اُس سے اسکے اولاد ہوئی پھر اولاد مذکور کو باندی کے مولی نے آزاد کردیا تو اس اولادِ آزاد شدہ کی ولاء باپ کے آزاد کرنے والے کے واسطے نہوگی بلکہ ماں کے آزاد کرنے والے کے واسطے ہوگی پھر تحریر کو ختم کرے۔ اور بہت متاخرین اہل شروط اُسی طور سے لکھتے ہین جیسے شیخ ابوزید شروطی تحریر کرتے ہین چنانچہ کتاب بالا مین لکھتے ہین کہ یہ وہ مضمون ہی جسپر گواہ لوگ جنکا نام اس تحریر کی آخر مین ہی مذکور ہی شاہد ہوے ہین اور سب اس بات کے شاہد ہوے کہ فلان بن فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے اپنے مملوک فلان ہندی کو مثلاً اُسکا نام و حلیہ بیان کردے اسقدر درمون پر کتابت صحیحہ جائزہ نافذہ حالہ مکاتب کردیا جسمین فساد نہین ہی اور نہ میعاد ہی اسپر واجب ہی کہ جو کچھ مولی نے اُسپر شرط کیا ہی بدون تاخیر کے ادا کردے بدین شرط کہ اگر اُسنے اسمین زیادتی کی کہ تین روز تک مال اُسکو ادا نکردیا یا بعض ادا کیا اور بعض ادا نکیا تو اسکے بعد مولی کو اختیار ہوگا کہ اُسکو پھر رقیق کردے اور جو کچھ مولی نے اُس سے وصول کیا وہ اُسکو حلال ہوگا اور اگر اُسنے تمام مال مذکور اس طریق پر مہلاے مذکور گویا ایسے شخص کو جو اُسکی زندگی مین یا اُسکی وفات کے بعد اُسکے حقوق وصول کرنے کا قائم مقام مجاز ہی ادا کردیا تو وہ آزاد ہی پھر مولے یا اُسکے وارثون کو اس غلام کی جانب کوئی راہ نہوگی سواے ولاء کے کہ اُسکی ولاء اُسکے مولے کے واسطے اُسکی زندگی تک ہوگی اور بعد وفات مولے کے اُسکے وارثون کے واسطے ہوگی اور اس مکاتب نے اس سے بالمواجہہ یہ کتابت قبول کی اور اس مکاتب نے اس بات مین اُسکی تصدیق کی کہ یہ مکاتب روز کتابت اُسکا مملوک تھا اور ... کتابت

کی صحت پر سلمانون کے قاضیون مین سے کسی قاضی نے حکم دیدیا پھر تحریر کو ختم کرے کذا فی الذخیرہ والمحیط۔ اور اگر بہل کتابت کیلی یا فضی یا مجدود یا مزروع یا حیوان ہو تو ایسا ہی حکم ہو لیکن حیوان کی صورت مین اسکے اسنان و صفات بیان کر دے اور اگر اوصاف مبہم ہون لیکن اسی جنس سے ہو جو کتابت مین بیان ہوئی ہو تو ہمارے نزدیک جائز ہو اسمین بعض لوگون نے خلاف کیا ہو اور اگر اس کتابت کے ساتھ حکم حاکم لاحق کیا جاوے تو بالاتفاق جائز ہو ظہیریہ مین ہو اور درصورت کتابت میعادی کے لکھتے ہین کہ بکتابت صحیحہ جائزہ نافذہ منجملہ بدہ نجوم تا دہ ماہ پے در پے کہ ابتدا اسکی غرہ ماہ فلان و انتہا سلخ ماہ فلان اور ہر قسط اسقدر ہو مکاتب کیا کہ اسمین سے ہر مہینے کے گذشتے پر ایک قسط ادا کرے اور اس مکاتب پر اللہ تعالی کا عہد و میثاق ہو کہ ہر قسط اپنے وقت پر اپنے اس مولی کو ادا کرنے کی کوشش کرے اسمین کوتاہی نہ کرے اور اس سے روپوش ہو جاوے و بدین شرط کہ اگر یہ مکاتب اس مال کو ان قسطون پر ادا کرنے سے عاجز ہوا یا کسی قسط کے آجانے پر تین روز تک دینے سے تاخیر کی تو اسکے اس مولی کو اختیار رہوگا کہ اسکو رقیق کر دے یا لکھے کہ وہ رقیت مین واپس ہو جائیگا اور اسمین زیادہ وثوق ہو اسواسطے کہ صورت اول مین مولی کو حکم قاضی یا رضامندی غلام کی ضرورت ہوگی اور دوسری تحریر مین اسکی کچھ حاجت نہین ہو بلکہ فقط عاجز ہونے سے وہ رقیت مین واپس ہو جائیگا۔ اور جو کچھ مولے نے اس سے بدل کتابت لیا ہو وہ اسکو حلال ہوگا اور اگر اسنے یہ سب قسطین بدون تاخیر کے مولی کو یا ایسے شخص کو جو مولی کی زندگی و بعد وفات کے اسکے حقوق پر قبضہ کرنے مین اسکے قائم مقام ہو ادا کر دین تو وہ آزاد ہو اسکے مولی کو اسکی جانب کوئی راہ نہوگی اور نہ اسکے بعد اسکے وارثون کو یا کسی آدمی کو اسکی جانب کوئی راہ نہوگی سواے ولاء کے کہ مولی کی زندگی مین مولی کے اور بعد اسکے اسکے وارثون کے واسطے ہوگی اور تحریر کو ختم کر دے۔ اور اگر اپنے غلام و باندی کو دونون زوج و زوجہ مین مکاتب کیا تو لکھے گواہ ہوے کہ فلان نے اپنے فلان غلام کو مکاتب کیا اسکا نام و حلیہ بیان کر دے اور اپنی باندی فلانہ کو مکاتب کیا اسکا نام و حلیہ بیان کر دے اور یہ باندی اس غلام کی جورو ہو ان دونون کو اسنے بکتابت واحدہ یکجا مکاتب کیا اور اسقدر روپون پر مکاتب کیا اور دونون کی قسطین ایک ہی وقت مقرر کین اور وہ چنین و چنان میعاد تک ہین کہ اسکی ابتدا ایسے وقت سے اور انتہا ایسے وقت پر ہو اور ہر قسط اسقدر ہو اور دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کے واسطے دوسرے کے حکم سے تمام اس مال کی جو دونون کے اس مولی کا اسپر ہو بضمانت صحیحہ جائزہ جو شرع مین لازم ہو ضمانت کرلی و فلان و فلانہ پر اللہ تعالی کا عہد و میثاق ہو اور دونون اس مال کتابت کو اپنے مولی فلان کو ادا کرنے کے واسطے کوشش کرین اور یہ واقعہ تاریخ فلان ماہ فلان مین واقع ہوا۔ اور بعض اہل شروط مین سے بعد اس قول کے کہ ہر قسط اسمین سے اسقدر ہو یہ لکھتے ہین کہ اور بدین شرط کہ دونون مین کوئی سب یا کچھ بدون تمام مال کتابت ادا کرنے کے آزاد نہوگا اور بدین شرط کہ مولی کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے ہر ایک سے جس سے چاہے پوری بدل کتابت کا مواخذہ کرے۔ اور یہ لوگ کفالت و ضمانت کا ذکر چھوڑ دیتے ہین تاکہ کوئی طعن کرنے والا یہ طعن نہ کرے کہ یہ کفالت مکاتبہ ہو کفالت بدل کتابت صحیح نہین ہو اور یہ طریقہ اچھا ہو۔ اور علی ہذا اگر اپنے دو غلامون کو مکاتب کیا۔ تو لکھے کہ اسنے اپنے دو غلام فلان و فلان کو بکتابت واحدہ اسقدر مال پر مکاتب کیا بدین طور کہ دونون کی قسطین ایک وقت پر مقرر کر دین آخر تک موافق مذکورہ بالا تحریر کرے اور لکھے کہ بدین شرط کہ مولی کو اختیار ہوگا کہ دونون

مین سے ہر ایک کو جسکو چاہے پورے اس مال کے واسطے ماخوذ کرے اور بدین شرط کہ دونون مین سے کوئی سب یا کچھ
بدون اس تمام مال کتابت کے ادا کرنے کے آزاد نہوگا اور جب کوئی اسمین سے کچھ بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز
ہوا تو مولی کو اختیار ہوگا کہ دونون کو رقیق کردے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام واپنی باندی کو جو دونون زوج و
زوجہ ہین اور اُنکے ساتھ انکی اولاد صغیر کو مکاتب کیا تو لکھے کہ فلان نے اپنے غلام فلان کو اور اپنی باندی فلانہ کو جو
اس غلام کی جورو منکوحہ ہے اور ان دونون کے ساتھ انکی اولاد فلان وفلان وفلانہ کو جو صغیر اپنے والدین کے گود مین
پرورش پاتے ہین سب کو بکتابت واحدہ اسقدر درمون پر اتنی قسطون پر کہ ہر قسط اسقدر ہے مکاتب کیا پس اگر فلان یعنے
غلام مذکور یا اس مال کے ادا کرنے سے یا اسمین سے کچھ ادا کرنے سے عاجز ہوا یا کسی قسط کو اپنے وقت سے دینے مین تاخیر کی
یہانتک کہ پانچ روز یا چندین روز دیر ہوگئی تو اس مولی فلان کو اختیار ہوگا کہ اُسکو اور اسکی جورو کو اور انکی اولاد ان
سب کو رقیق کردے اور اس سے پہلے جو کچھ مولی نے بدل کتابت لیا ہو وہ سب اسی کا ہوگا اور اگر اُسنے یہ سب مال
اپنی قسط مقررہ سے ادا کردیا تو یہ سب آزاد ہونگے پھر انکے مولی اس شخص کو سواے استحقاق ولاء کے اور کوئی استحقاق نہوگا
اور پھر تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر اپنے غلام مدبر کو مکاتب کیا تو لکھے کہ اپنے غلام مدبر مسمے فلان کو مکاتب کیا۔ اور اگر اپنی
ام ولد کو مکاتب کیا تو لکھے کہ اپنی ام ولد مسماۃ فلانہ کو مکاتب کیا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اپنے اور دوسرے کے درمیان
مشترک غلام کو باجازت اپنے شریک کے مکاتب کیا۔ تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہے کہ زید نے تمام غلام ہندی مسمی فلان کا
حلیہ بیان کردے جو اُسکے اور عمرو کے درمیان مشترک نصائی تھا باجازت اپنے شریک عمرو کے بدین شرط مکاتب کیا کہ اگر
اس غلام نے یہ مال کتابت اپنے ان دونون مولاؤن کو ادا کردیا تو یہ آزاد ہے اور شریک عمرو نے اس زید مکاتب کنندہ کو
اجازت دیدے کہ بدل کتابت مین اُسکا حصہ بھی وصول کرے اور اُسکو مباح کردیا بدین شرط کہ ہرگاہ اُسکو اسکے وصول
کرنے سے منع کرے تو وہ ان سب مین باجازت جدید اجازت یافتہ ہے اور ان سب باتون مین اُسکے شریک نے اور
اس غلام نے اُسکی بالمشافہہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر باجازت شریک کے غلام مشترک مین سے اپنا حصہ
مکاتب کیا تو ہم کہتے ہین کہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک دو شریکون مین سے ایک شریک کا اپنا حصہ غلام
مشترک مین سے باجازت شریک دیگر مکاتب کرنا بمنزلہ پورا غلام مکاتب کرنے کے ہے اسواسطے کہ صاحبین رح کے نزدیک
کتابت متجزی نہین ہوتی ہے پس کتابت مین نصف کا ذکر کرنا کل کا ذکر ہوگا پس لکھے کہ زید نے تمام غلام ہندی مسمی
فلان کو باجازت اپنے شریک عمرو کے آخر تک بدستور مذکورہ بالا تحریر کرے۔ اور اگر بدون اجازت اپنے شریک
کے مکاتب کیا تو یہ صورت اور درصورتیکہ باجازت شریک کے کل مکاتب کیا ہے دونون یکسان ہین اور اُس
صورت مین اپنے شریک کے حصہ کا مالک ہوجاتا ہے پس اس صورت مین بھی ایسا ہی ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک
کتابت متجزی ہوتی ہے پس کتابت فقط حصہ مکاتب کنندہ پر رہیگی پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے بدون اجازت
شریک کے مکاتب کیا ہے تو شریک کو اُسکے فسخ کردینے کا اختیار ہوگا اور اگر شریک کی اجازت سے مکاتب کیا ہے
تو شریک کو فسخ کا اختیار نہوگا۔ اور اگر بنا بر قول امام اعظم رح کے تحریر کرنی چاہے تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہے جسپر فلان
بن فلان نے اپنا پورا حصہ جو نصف اُس غلام کا ہے جو اُسکے اور فلان کے درمیان مشترک ہے اسقدر دراہم پر مکاتب
کیا اور اگر مکاتب کنندہ نے غلام مذکور سے کچھ مال کتابت وصول کیا تو شریک دیگر کو اختیار ہوگا کہ اسمین سے نصف

لیوے بشرطیکہ کتابت بدون اجازت شریک دیگر ہوا ور اگر اُسکی اجازت سے ہو تو بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ شریک دیگر نے
اسکو اپنا حصہ وصول کرنے کی اجازت نہ دی ہو اور اگر شریک دیگر نے اُسکو اپنا حصہ وصول کرنے کی اجازت دی ہو تو
شریک دیگر کو اسمین سے کچھ لینے کا اختیار نہوگا پس تحریر کرے یہ تحریر کتابت جسپر فلان نے اپنا پورا حصہ آخر تک موافق
مذکورہ بالا تحریر کرے پھر لکھے کہ اس مکاتب کنندہ کو اُسکے شریک فلان نے اپنا حصہ بھی مکاتب کرنیکی اجازت دیدی
اور اپنے حصہ کی بدل کتابت وصول کرنے کی اجازت دیدی پھر تحریر کو ختم کرے - اور اگر پورا غلام ایک ہی شخص
کا ہو اور اُسنے اسمین سے نصف مکاتب کیا تو ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک کتابت متجزی نہین ہوتی ہے پس جب
نصف مکاتب کر دیا تو کل مکاتب ہو جائیگا پس لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہے کہ زید نے اپنا غلام فلان ہندی الی آخرہ اور
امام اعظم رح کے نزدیک کتابت متجزی ہوتی ہے پس لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہے کہ فلان نے اپنا غلام فلان کا نصف جو پورے
غلام کے دو سہام مین سے ایک سہام ہے اسقدر درمون پر بکتابت صحیح مکاتب کیا بدستور اس عبارت تک لکھے کہ جب یہ
مکاتب نے یہ مال کتابت ادا کر دیا تو یہ نصف حصہ جو اسمین سے مکاتب کیا گیا ہے آزاد ہو گا - اور اس صورت مین یہ نہ لکھے
کہ مولی کو اُسکی جانب کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ مولی کو باقی نصف کے واسطے دو طرح کا اختیار ہے چاہے باقی نصف کو آزاد
کر دے اور چاہے باقی کے واسطے اُس سے سعایت کرا دے پس اسکا بیان ترک کر دے پھر دیکھا جائیگا کہ آخر مولی کس
بات کو اختیار کرتا ہے تو اُسکے موافق دوسری تحریر لکھیگا کذا فی المحیط[نصف قیمت] - اور ایام کتابت نصف مین باقی نصف کی کمائی اُسکے
مولی کی ہوگی لیکن مولی اُس سے خدمت نہین لے سکتا ہے اور نہ اسمین تملیک یعنے غیر کو مالک کر دینے کا تصرف کر سکتا
ہے اور اگر باندی ہو تو اُس سے وطی نہین کر سکتا ہے اور اس سے حکم حاکم لاحق کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے - اور اگر اس صورت
مین مکاتب نے بدل کتابت ادا کر دیا تو اُسکے واسطے تحریر کرے کہ فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے اپنے غلام فلان کا نصف
اسقدر مال پر اتنی قسطون پر ادا کرنے کی شرط سے مکاتب کیا تھا اور اُسنے سب قسطین ادا کر دی ہین اور اسمین سے اُسکا
نصف مکاتب کردہ شدہ آزاد ہو گیا اور اس نصف کے بدل کتابت سے یہ غلام ادا کرنے کی بربت سے بری ہو گیا
اور تحریر کو ختم کر دے - اور جب باقی نصف کسی بات پر مقرر ہوا تو اُسی کے موافق اُسکے لیے تحریر لکھے - اور اگر باپ نے
اپنے صغیر کا غلام مکاتب کیا تو اس معاملہ مین تحریر کرے کہ یہ تحریر کتابت ہے کہ فلان نے اپنے صغیر فرزند مسمی فلان کا
غلام مسمی فلان پس غلام کا نام و حلیہ بیان کر دے اُسکی جانب سے اسقدر دینار پر جو اُسکی قیمت امروزہ کے برابر ہین
نہ اسمین کمی ہے نہ بیشی ہے مکاتب کر دیا اور اس عقد مین اس صغیر کے واسطے بہبودی ہے اور اس صغیر کے مال کا اچھے طور
پر برقرار رکھنا ہے اور یہ مالک صغیر ہے اپنے کام کو خود انجام نہین دیسکتا ہے بلکہ اسکی طرف سے یہ اُسکا باپ بحکم ولایت پدری
اُسکے کام کا متولی ہے پھر جب ادا سے کتابت تک پہونچے تو لکھے کہ اگر اس غلام نے یہ مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو
سوائے سبیل ولاء کے اور کسی طرح کا کسی کو اسپر اختیار نہوگا لیکن اُسکی ولاء اس صغیر کی زندگی مین اسکے واسطے اور اسکی
وفات کے بعد اسکے پس ماندگان کے واسطے ہوگی پھر تحریر کو ختم کر دے - اور اگر وصی نے یتیم کا غلام مکاتب کیا تو لکھے
کہ یہ تحریر کتابت ہے کہ فلان نے جو فلان کا مقرر کیا ہوا وصی ہے یعنے یتیم کے باپ کا لکھے کہ اُسنے اپنے صغیر فلان کے واسطے
وصی کیا ہے اور یہ یتیم صغیر ہے اس وصی کی گود مین پرورش پاتا ہے اور صغیر اپنے کام کا خود متولی نہین ہو سکتا ہے بلکہ اسکے کام
کا یہ وصی بحکم وصی ہونے کے متولی ہوتا ہے پس اس وصی نے اس یتیم کا غلام فلان جو شاب ہے یعنے جوان ہے اور اسکا حلیہ

ع بسبب اختلاف صاحب محیط ۱۲ وارد نہ ہوگا ۱۲ منہ

بیان کر دے اسقدر مال پر بکتابت صحیحہ مکاتب کیا پھر جسطرح باپ کی صورت مین جب اُسنے اپنے صغیر کا غلام مکاتب کیا ہے
تحریر کیا گیا ہے اسی طور سے اسمین بھی تحریر کو لکھکر ختم کرے - اور اگر مکاتب نے اپنا غلام مکاتب کیا تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت
فلان مکاتب کی جو فلان کا مکاتب ہے بدین تقریر ہے کہ اس فلان مکاتب نے اپنے ذاتی غلام مسمی فلان ہندی کو مکاتب کیا اور
اس غلام کا حلیہ بیان کر دے اُسکو اسقدر مال پر بتمیز المالکہ مکاتب کیا اور یہ مال اُسکی قیمت کے مثل ہے اور بر مکاتبت صحیحہ
مکاتب کیا برابر بدستور سب شرائط لکھتا جاوے یہانتک کہ لکھے کہ پس اگر اس مکاتب دوم نے مال کتابت پورا مکاتب اول کو
ادا کر دیا در حالیکہ مکاتب اول ہنوز مکاتب ہے تو اسکی ولا راس مولا مکاتب اول کے واسطے اسکی زندگی مین اور اُسکی وفات
کے بعد اُسکے پس ماندگان کے واسطے ہوگی اور اگر مکاتب اول کے آزاد ہو جانے کے بعد اسنے ادا کی تو اسکی ولاء اس
مکاتب اول کے واسطے اور اسکے مرنے کے بعد اسکے پس ماندگان کے واسطے ہوگی یہ محیط مین ہے -

فصل ہشتم - موالات کے بیان مین - لکھے کہ یہ وہ تحریر ہے جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے کہ زید نصرانی
یا یہودی یا مجوسی یا حربی پرستندۂ صنم یا وثن تھا پس اللہ تعالے نے اُسکو اسلام برحق کی جانب ہدایت فرمائی اور اُسکو
اپنے اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے کے ساتھ مزین کیا پس اسکے دل مین ملت کفر کی کراہت
ڈال دی اور اسکو پرہیزگاری و تقوے کے ساتھ مکرم کر دیا اور اسکے تن سے لباس شرک کو دور کر کے حلہ توحید سے
آراستہ و پیراستہ کر دیا اور اسپر یہ احسان و فضل کیا کہ اسنے اُسکے ربوبیت و الوہیت و وحدانیت کا اور تمام اُن باتون کا
جسکو محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکے پاس سے فرماتے ہین اقرار کیا اور اسکی دل سے تصدیق کی اور جن باتون مین
کفر و طغیان ہے اُنسے بیزار ہوا اور اسکی زبان پر کلمۂ اخلاص شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ و رسولہ جاری فرمایا
اور اُسکو کفر و ضلالت و پرستش طاغوت سے دور کر دیا - اور اُسکو اُس صراط مستقیم کے جسکو اپنے بندون
کے واسطے پسند کیا ہے راہ بتائی اور اُسکو عذاب سخت سے نجات دیدی اور اُسکا اسلام فلان کے ہاتھ پر روزی کیا پھر یہ
اُسکے ہاتھ پر اسلام لایا پھر اسکے بعد اسکے ساتھ موالات کی اور عقد موالات قرار دیا تاکہ اگر یہ نومسلم کوئی جنایت کرے جسکا
ارش مددگار برادری پر واجب ہوتا ہے اور وہ پانچ سو درم یا اس سے زیادہ ہین اُسکا یہ عاقلہ ہو اور حکم حاکم جسقدر سزا جب
کرے اُسکو یہ برداشت کرے اور جسوقت یہ نومسلم مر جاوے تو یہی شخص اُسکا وارث ہوگا پس یہ مرد اُسکی زندگی و موت
مین اُسکے حق مین بہ نسبت دوسرون کے اولی ہے اور اسکی ولا اُسی کی ہے اور بعد اُسکے اُسکے پس ماندگان کی ہے بشرطیکہ اس
نومسلم کا کوئی حقدار وارث نہو پس اُس سے اس قرارداد پر موالات کی اور عقد کیا بموالات صحیحہ جائزہ اور فلان مذکور نے اسکی
اس موالات مذکورہ موصوفہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور اس فلان نے اس نومسلم پر جو اُسکے ہاتھ پر ایمان لایا ہے اور اُس سے
موالات کی ہے اور عقد موالات قرار دیا ہے اللہ تعالے کا عہد و میثاق اور اُسکے رسول کا ذمہ قرار دیا کہ یہ اسکے اس ولاء
سے دوسرے کی طرف برگشتہ نہو جاوے اور اپنے نفس پر موافق اس موالات معقودہ کے جو دونون مین قرار پائی ہے
اس نومسلم کے واسطے یاری و مددگاری لازم کی اور اُسکے واسطے اس سب کی وفاداری کی ضمانت کر لی تاوقتیکہ اسکی
ولاء سے دوسرے شخص کی طرف برگشتہ نہو جاوے اور دونون نے اپنے اپنے اوپر گواہ کر لیے اور تحریر کو ختم کر دے
تحریر دیگر اندرین معاملہ بسبیل ایجاز - یہ تحریر اس مضمون کی ہے جسپر گواہان مسمیان - تا این عبارت کہ فلان شخص فلان کے ہاتھ
پر اسلام لایا اور اُسکا اسلام اچھا ہوا جیسا چاہیے ہے اور اُسکا کوئی وارث قریب یا بعید اُسکے عصبات یا ذوی الفروض

یا ذوی الارحام مین مسلمان نہ تھا پس اُسنے اس شخص سے جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہی موالات کی بموالات صحیحہ اور اُس سے بعقد جائز معاقدہ کیا بدینکہ اگر یہ اسلام لانے والا کوئی ایسی جنایت کرے جسکو شرعًا مددگار برادری برداشت کرتی ہو تو یہ اُسکا عاقلہ ہوا اور یہ نومسلمان مرجاوے اور کوئی وارث قریب یا بعید نچھوڑے تو یہ شخص جس سے موالات کی ہو اُسکا وارث ہوا اور فلان نے اس موالات کو اور اس معاقدہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور یہ امر دونون کی صحت بدن اثبات عقل وجواز تصرفات کی حالت مین بطوع ورغبت خود درحالیکہ دونون مین کوئی ایسی علت نہ تھی کہ تصرف واقرار سے مانع ہووے واقع ہوا اور اس شخص نے جو مسلمان ہوا ہو اپنے نفس پر اللہ تعالی کا عہد ومیثاق قرار دیا کہ اس شخص کی موالات سے جسکے ساتھ عقد موالات کیا ہو دوسرے کسی ولاء کی جانب برگشتہ نہو گا اور دونون نے اپنے اپنے اوپر گواہ کرلیے اور تحریر کو ختم کرے اور اس تحریر مین موالات لازمہ کا لفظ لکھنا نچاہیے کیونکہ اسلام لاکر موالات کرنے والے کو اختیار ہو کہ جب تک اُسنے جس سے موالات کی ہو اسکی طرف سے عقل ندیا ہو یعنے عاقلہ نہوا ہو تب تک اسکی موالات سے دوسرے کی طرف رجوع کرجاوے اور اگر ایک شخص نے جو خود مسلمان ہوا ہو کسی شخص پر جسکے ہاتھ پر مسلمان نہین ہوا ہو موالات کی تو صحیح ہو اور یون لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا اس بات پر شاہد ہوے کہ فلان مسلمان ہوا اور اُسکا اسلام جیسا چاہیے ہو اچھا ہوا اور اُسکا کوئی وارث قریب یا بعید مسلمان نہ تھا پس اُسنے فلان سے بموالات صحیحہ جائزہ موالات کے روز اُسکے ساتھ اس بات پر معاقدہ کیا کہ اُسکی طرف سے عاقلہ ہوا الی آخرہ۔ اور اگر ایک شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوا مگر اُس سے موالات نکی بلکہ غیر سے موالات کی تو صحیح ہو اور اسکی تحریر مین لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا اس امر پر شاہد ہوے کہ فلان شخص فلان کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اُس سے موالات نہین کی اور نہ معاقدہ کیا بلکہ فلان سے موالات ومواقدہ اسطور پر کیا کہ آخر تک بدستور سابق تحریر کرے۔ اور اگر اس شخص نے جو اسلام لایا ہو ایسی جنایت کی کہ جسکا ارش پانچ سو درم یا زیادہ ہو اور مولاے اعلی اور اسکی عاقلہ نے اسکی مددگاری کرکے ادا کیا تو اسکی تحریر اسطرح لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر اس امر پر شاہد ہوے کہ فلان تاریخ فلان اسلام لایا اور اُسنے فلان سے موالات کی تھی بدین شرط کہ اگر وہ کوئی ایسی جنایت کرے جسکا ارش پانچ سو درم تک پہونچتا ہو تو یہ مولی اعلی اُسکا عاقلہ ہو اور اگر یہ مرجاوے تو یہ مولاے اعلی اُسکا وارث ہو پس یہ شخص بہ نسبت اور لوگون کے اسکے حق مین اُسکی زندگی وموت مین اولی ہو اور اس فلان نے اُس سے یہ معاقدہ قبول کیا تھا اور ہم نے دونون کے واسطے اسکی تحریر لکھدی تھی اور اُسکا نسخہ یہ ہو اور چاہیے کہ کاتب یون لکھے کہ ہنے دونون کے درمیان اسکی تحریر بتاریخ فلان بگواہی فلان وفلان لکھدی تھی جسکا نسخہ یہ ہی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اول سے آخر تک تحریر سابقہ کو نقل کردے پس اسی سے متصل نیچے لکھے اور اس فلان نے جو اسلام لایا ہی جنایت کی جسکا ارش پانچ سو درم ہی اور اگر اس سے زائد ہو تو اُسکی مقدار بیان کردے اور یہ جنایت ایسی حالت مین واقع ہوئی جبکہ یہ موالات کرنے والا اسکی ولاء سے منتقل وبرگشتہ بجانب غیر نہین ہوا تھا پس فلان واسکی قوم نے اسکے اس مال کو اسکی طرف سے بحکم قاضی کے جو مسلمانون کی قضات مین ہو جسنے ان لوگون پر اسکا حکم کیا ہو درحالیکہ وہ نافذ القضا تھا ادا کیا ہو پس اس سبب سے یہ موالات لازم ہوجانے کے بعد اس فلان اسلام لانے والے کو یہ اختیار نہین ہو کہ اسکی ولاء سے دوسرے کی طرف برگشتہ ہوجاوے۔ اور اگر دو ذمی مسلمان ہوے اور باہم ایک نے دوسرے سے موالات کرلی۔ تو لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے کہ فلان وفلان

دونوں نصرانی تھے پس اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اسلام کی ہدایت کی پس دونوں مسلمان ہوئے اور جیسا چاہیے دونوں کا اسلام اچھا ہوا پھر دونوں نے اسلام لانے کے بعد ہر ایک نے دوسرے سے معاقدہ و موالات صحیحہ جائزہ کر لی کہ جب تک دونوں زندہ ہیں ہرگز کوئی دونوں میں سے ایسی جنایت کرے جسکا ارش پانچ سو درم یا زیادہ ہو تو ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کے واسطے ادا کرنے کی مددگار برادری اور اسکا متحمل ہو اور جب دونوں میں سے کوئی مر جاوے تو دوسرا اسکا وارث ہو پس جو پہلے مرے اسکی اور اسکے عتق کے جو اسکے بعد ہو میراث دوسرے زندہ کے واسطے ہو بشرطیکہ اس میت اور اسکے عتق کا کوئی وارث مسلمان قریب یا بعید عصبہ یا ذوی الفروض یا ذوی الارحام میں سے نہو پس دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے اس شرط پر معاقدہ جائزہ و موالات صحیحہ کر لی اور دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے اس معاقدت و اس موالات کو بقبول صحیح قبول کیا اور ہر ایک نے دوسرے کے واسطے اپنے اوپر اس بات میں اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق کر لیا کہ اسکی ولاء سے برگشتہ ہو کر دوسرے کی طرف نجاویگا اور اسکے واسطے اسکی وفا کرنے کی ضمانت کر لی اور دونوں نے گواہ کر دیے پھر تحریر کو ختم کرے کذا فی الذخیرہ۔

فصل نہم بیعناموں کے بیان میں۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خریدنا چاہا اور اسکا بیعنامہ لکھوانا چاہا تو کاتب اسطرح لکھے کہ یہ خریدیہ میں مضمون ہے کہ فلان بن فلان مخزومی نے فلان بن فلان مخزومی سے تمام دار مشتملہ پر بیوت نحو جنکو بائع نے اپنی ملک و حق و اپنا مقبوضہ بیان کیا ہے خریدا اور وہ فلاں شہر کے فلاں محلہ فلاں کوچہ و فلاں زقاق میں فلاں مسجد کے سامنے واقع ہے اور وہ اس زقاق کے مکانات میں سے تیسرا مکان ہے یا چوتھا ہے اور وہ کوچہ میں جانے والے کے داہنے ہاتھ یا بائیں ہاتھ پڑتا ہے اور اس دار کو چار حدیں شامل ہیں اول آنکہ [illegible] سے ملزق ہے جو فلان کا دار معروف ہے یا فلان بن فلان کی طرف منسوب ہے یا لکھے کہ حد اول تصیق دار معروفہ برائے فلاں ہے یا لکھے کہ متصل دار معروفہ برائے فلاں ہے یا لکھے ملاصق یا لکھے کہ ملازق دار معروفہ برائے فلاں ہے پھر دوسرے و تیسرے و چوتھے اسی طور سے لکھے اور چہارم میں لکھے کہ منتہی این کوچہ ہے اور اسی طرف سے اسکا دروازہ و مدخل ہے پس اس مشتری نے جسکا نام اس تحریر میں مذکور ہوا اس بائع سے جسکا نام اس تحریر میں مذکور ہوا ہے یہ تمام دار محدودہ تحریر ہذا با جملہ حدود و حقوق و عمارت بالائی و زیرین و راستہ دار و مسیل آب از حقوق آن و مرافق آن جو اسکے حقوق سے اسکے واسطے ثابت ہیں و معہ ہر قلیل و کثیر کے جو اسمیں اسکے حقوق سے ہیں و معہ ہر حق کے جو اسکے واسطے اسکے حقوق سے داخل ہے یا اس سے جو خارج ہے اور معہ ہر اسکے حقوق کے جو اسکی طرف معروف و منسوب ہے بعوض اسقدر ثمن کے اور ثمن کی جنس و نوع و قدر و صفت وغیرہ اس طور سے بیان کرے جس سے جہالت مرتفع ہو جاوے۔ جسکے نصف اسقدر ہوتے ہیں خرید صحیح جائز نافذ قطعی خالی از شروط مفسدہ و معانی مبطلہ و عدۃ موہنہ جسمیں نہ خلابہ ہے نہ جنایت ہے نہ وثیقہ بمال ہے اور نہ مواعدہ ہے نہ رہن ہے نہ تلجیہ ہے بلکہ بیع برغبت ہے و ازالہ ملک از یکے بدیگرے ہے اور خرید بمد ہے خرید کیا اور اس بائع سے مذکورہ تحریر ہذا نے اس مشتری سے مذکورہ تحریر ہذا سے تمام یہ ثمن جسکی جنس و نوع و قدر و صفت اس تحریر میں لکھی ہوئی ہے تمام و کمال اس مشتری مذکور کے اسکو سب ادا کرنے سے وصول پایا اور بائع مذکور کے سب پا جانے سے مشتری مذکور اس سے بری ہو گیا یہ بریت استیفاء اور یہ بریت اسقاط و ابراء بری نہیں ہوا اور اس مشتری مذکور نے تمام وہ چیز جس پر عقد بیع واقع ہوا ہے بائع مذکور کے سب سپرد کرنے سے درحالیکہ اسمیں ہر مانع و منازع سے خالی سپرد کیا ہے

قبضہ کر لیا اور دونون اس مجلس عقد سے بعد صحت عقد و تمام ہونے و اُسکے نافذ و مبرم ہونے و مستقر و مستحکم ہونے کے بتفرق ابدان جدا ہوے اور یہ سب بعد اسکے ہوا کہ دونون عاقدین نے اقرار کیا کہ ہمنے اس سب کو دیکھا و پہچانا و اس سے راضی ہوے ہین پس اس مشتری کو جو اسمین یا اسکے حقوق مین سے کسی چیز مین کوئی درک پیش آوے تو اس بائع پر جو اس بیع مذکور کی وجہ سے واجب ہوا ہی اُسکا تسلیم کرنا واجب ہوگا اور دونون نے اپنے اوپر ان لوگون کو گواہ کر دیا جنکا نام آخر مین مذکور ہی بعد ازانکہ یہ تحریر اُنکو ایسی زبان مین پڑھ سُنائی گئی جسکو دونون نے پہچان لیا اور دونون متعاقدین نے اقرار کیا کہ ہم اسکو سمجھ گئے ہین اور ہمنے اسکو بخوبی جان لیا ہی اور یہ سب دونون کی حالت صحت بدن و ثبات عقل مین بطوع خود واقع ہوا کہ درحالیکہ دونون پر کوئی اکراہ و اجبار نہ تھا اور دونون ایک کے ساتھ کوئی ایسی علت مرض وغیرہ کی نہ تھی جو صحت اقرار و نفاذ تصرف سے مانع ہو اور یہ سب بتاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان مین واقع ہوا - پس یہ بیعنامہ تمام بیعنامون کے واسطے اصل ہی اور اختلاف باعتبار احوال کے الفاظون مین ہو جائیگا - پھر امام محمد رہ نے اصل مین فرمایا کہ اگر کوئی شخص دار خریدنا چاہے تو لکھے کہ یہ خرید بدین مضمون ہی کہ فلان نے خریدا اور یہ نہین فرمایا کہ یون لکھے کہ یہ بیع بدین مضمون ہی باوجودیکہ دونون مین سے ہر ایک کو اپنے تاکید حق کی ضرورت ہی اور دونون لفظون مین سے ہر ایک دوسرے کو شامل ہی اسواسطے کہ خرید بدون بیع کے اور بیع بدون خرید کے متحقق نہین ہو سکتی ہی - پس ایسا اسواسطے کہا کہ فعل سنت کے موافق ہو تبرکاً کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عداء بن خالد بن ہودہ سے غلام خریدا تو لکھا کہ ہذا ما اشتری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عداء بن خالد بن ہودہ یعنے یہ وہ ہی جو خرید کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عداء بن خالد بن ہودہ سے خریدا اور یہ حکم نکیا کہ ہذا ما باع عداء بن خالد بن ہودہ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - اور نیز امام محمد رہ نے ذکر کیا کہ یون لکھے کہ ہذا ما اشتری اور یہ نہین کہا کہ لکھے کہ ہذا کتاب ما اشتری یہ تحریر خرید ہی اور اہل بصرہ یون ہی لکھتے ہین کہ ہذا کتاب ما اشتری اسواسطے کہ ہذا اس بیع ما عقد کی طرف اشارہ ہی جسپر تحریر خرید ہی نہ حقیقۃً خرید ہی الا یہ کہ امام محمد رہ نے تبرکاً بسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی اختیار کیا کہ ہذا ما اشتری اور اسوجہ سے کہ ہذا کتاب ما اشتری مین لفظ ما محتمل ہوتا ہی کہ نافیہ ہو اور محتمل ہی کہ اثبات کے واسطے ہو پس اس احتمال سے ایک طرف ہونے کے واسطے یہی لکھا کہ ہذا ما اشتری - اور نیز امام محمد نے بیان کیا کہ بائع و مشتری کے ذکر کے وقت اُنکا نام اور اُنکے باپ کا نام لکھے اور اُن دونون نے دادا کا نام بیان نہین کیا اور یہ امام ابو یوسف رہ کا قول ہی اور بنا بر قول امام ابو حنیفہ رہ و امام محمد رہ کے دادا کا نام ذکر کرنا ضرور ہی - اور اگر بائع و مشتری اپنے نام سے مشہور لوگون مین ہون جیسے طاوس و عطاء و شریح اور اسکے مثل لوگ تو فقط اُنکا نام ایک کافی ہی اور نسب کے ذکر کرنیکی حاجت نہین ہی - اور اگر بائع و مشتری کا نام و باپ کا نام ذکر کیا اور بجاے دادا کے اُسکا قبیلہ ذکر کر دیا پس اگر چھوٹا قبیلہ ہی یا فخذ خاص ہی کہ لامحالہ اُسمین اس فلان بن فلان کے نام سے دوسرا اسمین نہ پایا جائیگا تو کافی ہی اور اگر قبیلہ اعلیٰ کا ذکر کیا تو یہ کافی نہین ہی بلکہ اسکے ساتھ دادا کا بیان کرنا ضرور ہی اور اگر دادا کا نام بھی ذکر کیا لیکن پھر بھی اُس قبیلہ مین اس نام و نسب کا دوسرا بھی ہی تو یہ کافی نہین ہی پس اسکے ساتھ کسی اور بات کا ذکر کرنا ضرور ہی اور اگر اُسکا اور اُسکے باپ کا نام ذکر کیا اور اُسکے دادا و قبیلہ کو ذکر کیا بلکہ اُسکی صناعت ذکر کر دی پس اگر اُسکی صناعت ایسی ہو کہ اُسمین دوسرا اُسکا شریک نہو مثلاً یون کہا کہ فلان بن فلان خلیفہ فلان بن فلان قاضی شہر تو یہ تعریف کے واسطے کافی ہی اور اگر اُسکی صناعت مین اُسکا دوسرا شریک ہو سکتا ہو تو امام اعظم رہ کے نزدیک شناخت کے واسطے کافی نہین ہی - اور حلیہ

ان اسباب شناخت بروجہ تعریف نہین ہی اسواسطے کہ ایک حلیہ دوسرے سے مشابہ ہوتا ہی لیکن اگر باوجود ذکر ایسے امور کے
جنسے تعریف حاصل ہوتی ہی حلیہ بھی ذکر کیا ہو تو یہ اولے ہی اسواسطے کہ اس سے زیادہ تعریف حاصل ہوتی ہی اور اسی طرح
سب باتین جو اسباب تعریف مین سے نہین ہین انکا یہی حکم ہی کہ اگر انکو تحریر کیا تو یہ اولی ہی۔ اور اگر اسکی کنیت تحریر کی اور
سوائے اسکے کچھ نہین لکھا پس اگر وہ اس کنیت سے لامحالہ پہچانا جاتا ہی تو یہ کافی ہی جیسے ابوحنیفہ رح اور انکے امثال
اور اگر بلفظ مین فلان لکھا حالانکہ وہ لامحالہ اس سے پہچانا جاتا ہی جیسے ابن ابی لیلی تو یہ تعریف کے واسطے کافی ہی۔ اور
اگر بائع یا مشتری آزاد کردہ فلان ہو تو لکھے کہ فلان ہندی و ترکی آزاد کردہ فلان بن فلان۔ اور اگر وہ شخص جسنے
اسکو آزاد کیا خود بھی کسی کا آزاد کیا ہوا ہو تو لکھے کہ فلان ہندی عتیق فلان ترکی آزاد کردہ امیر فلان بن فلان
اور اگر بائع یا مشتری کسی شخص کا مملوک ہو تو لکھے کہ فلان ہندی یا ترکی مملوک فلان بن فلان بن فلان جو کچھ اپنے
مولی کی طرف سے تمام انواع تجارت کے واسطے ماذون ہی یا بجاے مملوک کے غلام فلان لکھے اور باندی کی صورت
مین لکھے کہ فلانہ ہندیہ باندی فلان بن فلان بن فلان۔ اور مکاتب مین لکھے کہ فلان ہندی مکاتب فلان بن
فلان بن فلان۔ اور مکاتبہ باندی کو لکھے کہ فلانہ ہندیہ مکاتبہ فلان بن فلان بن فلان پھر تحریر کرے جو دار
خرید اگیا ہی اسکے حدود اربعہ سب اگرچہ یہ دار معروف مشہور ہو اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح نے فرمایا
کہ اگر دار معروف و مشہور ہو تو اسکے حدود تحریر کرنے کی ضرورت نہین اور یہ نہ لکھے کہ یہ دار ملک بائع ہی کہ یہ
تحریر کرنا مشتری کے حق مین اچھا نہین ہی اسواسطے کہ اگر یہ تحریر کیا تو مشتری ملک بائع کا مقر ہو جائیگا پھر اگر
کسی وقت مشتری کے ہاتھ سے یہ دار استحقاق مین لے لیا گیا تو امام زفر اور اہل مدینہ کے قول کے موافق مشتری بائع
سے اپنا ثمن واپس نہین لے سکیگا اسواسطے کہ مشتری کی طرف سے بائع کی ملکیت کا اقرار اسپر ثمن واپس نہ لینے کے حق
مین حجت ہوگا پس ایسا نہ لکھنا چاہیے کہ یہ دار بائع کی ملک ہی تاکہ نظر بجانب مشتری ان لوگون کے قول سے احتراز ہو
اور یہ بھی نہ لکھے کہ وہ بائع کے قبضہ مین ہی اور یہ ہمارے علماء و عامہ اہل شروط کے نزدیک ہی اور شیخ ابوزید شروطی کو
تحریر کرتے تھے کہ وہ بائع کے قبضہ مین ہی اور ہمارے علماء نے اُس تحریر سے حجت پکڑی ہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے غلام کی خرید مین تحریر فرمائی ہی کہ آپ نے عداء بن خالد بن ہوذہ سے غلام خرید اور اُسمین یہ تحریر نہین فرمایا
کہ یہ غلام اسکے قبضہ مین ہی اور یہ حجت ہی کہ شاید دونون ایسے قاضی کے پاس مرافعہ کرین تو بائع کے قبضہ کا اقرار اسکی
ملکیت کا اقرار چاہتا ہی کیونکہ قبضہ ظاہری دلیل ملک ہی پس درحالیکہ مشتری سے یہ دار استحقاق مین لیا جاے مشتری
اپنے بائع سے اپنا ثمن بنا بر قول امام زفر و ابن ابی لیلی و علماے مدینہ اختیار کرنے کے واپس نہ لے سکیگا پس نظر
بجانب مشتری اس بات سے جو ہمنے بیان کی ہی احتراز کے واسطے ایسا تحریر نکرے ولیکن یہ لکھدے کہ بائع نے بیان
کیا کہ یہ دار اسکی ملک اور اسکے قبضہ مین ہی جیسا کہ ہمنے اول فصل مین ذکر کیا ہی۔ پھر امام محمد رح نے اصل مین یہ
ذکر نہین فرمایا کہ تحریر مین کس حد سے شروع کیا جاوے اور شیخ یوسف بن خالد و ہلال دونون فرماتے تھے دروازہ دار
کی حد سے شروع کیا جاوے پھر وہ حد بیان کرے جو اندر جانے والے کے داہنے ہاتھ پڑتی ہی پھر جو اسکے متصل ہی
آخر تک اسی لحاظ سے بیان کرے اور امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف فرماتے تھے کہ پہلے جو نزدیک قبلہ بجانب مشرق
ہو لکھے پھر جو نزدیک قبلہ بجانب مغرب ہو پھر قبلہ کے داہنی طرف کی حد پھر قبلہ کے بائین طرف کی حد تحریر کرے اور

بعضے علماء نے کہا کہ جانب غربی سے شروع کرے اور اگر اس ترتیب کو ترک کرکے اسی طور سے لکھا جیسا اس زمانہ مین تحریر
کرتے ہین تو کچھ مضائقہ نہین ہی کیونکہ مقصود معرفت ہی وہ ان حدود اربعہ کے ذکر سے حاصل ہوجاتی ہی - اور شمس الائمہ
دونون تحریر حد مین لکھتے تھے کہ حد اول تا دار فلان منتہی ہوتی ہی اور امام محمد رح فرماتے تھے کہ یلے الی دار فلان یعنی
نزدیک بدار فلان میرے نزدیک پسندیدہ ہی اسواسطے منتہی کا لفظ (اور کہ) فرجہ کو واسطہ کی نفی نہین کرتا ہی اور یلی لکھنا واسطہ
کی نفی کرتا ہی اگرچہ فرجہ کی نفی نکرتا ہو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلینی منکم اولوا الاحلام والنہی یعنی
نماز کی صف مین تم لوگون مین سے جو لوگ صاحب علم و دانش ہین وہ مجھسے قریب رہین پس یلی سے مراد آپ کی
قرب ہی اتصال نہین ہی - اور بعضے لوگون نے فرمایا کہ ملاصق و ملازق لکھنا بہترین الفاظ مین سے ہی کہ فرجہ و واسطہ
دونون کی نفی کرتا ہی یہ محیط مین ہی (اسواسطے کہ اتصال الزام سے نہین ہوسکتا ہی ۱۲ منہ) - اور اگر ہر دو دار کے درمیان گلی ہو تو امام طحاوی نے ذکر فرمایا کہ کاتب کو
اختیار ہی (وہو الصحیح ۱۲ منہ) چاہے یون لکھے کہ اسکی حد اول اُس گلی تک منتہی ہی جو اس دار کے اور معروف بدار فلان کے درمیان ہی اور چاہے
یون لکھے کہ حد اول اُس گلی تک منتہی ہی جو اس دار کے اور معروف بدار فلان کے درمیان حاصل ہی اور امام طحاوی رح
نے فرمایا کہ اول سے یہ دوسری تحریر اولی ہی اسواسطے کہ اول سے وہم ہوتا ہی کہ شاید گلی ہر دو دار مین سے ہو پس بعض اس
دار مبیعہ مین داخل ہوگی حالانکہ محدود مین اُسکی حد داخل نہین ہوتی ہی پس یون لکھے کہ منتہی اُس گلی تک ہی جو اس دار
اور دار معروف بفلان کے درمیان فاصل ہی پھر بعضے اہل شروط یون لکھتے ہین کہ حد اول منتہی تا دار فلان ہی اور ہمارے
اصحاب نے اسکو مکروہ جانا ہی اور فرمایا کہ یون لکھنا چاہیے کہ منتہی تا دار معروف بفلان ہی تا دار منسوب بفلان ہی کیونکہ
اگر یون لکھا کہ منتہی تا دار فلان ہی تو یہ بائع و مشتری کی طرف سے اس بات کا اقرار ہوگا کہ یہ دار ملک فلان ہی پھر اگر
بائع یا مشتری نے یہ دار اس فلان سے خریدا اور پھر کبھی مشتری کے ہاتھ سے کسی نے استحقاق ثابت کرکے لے لیا
تو اپنا ثمن فلان سے واپس نہ لے سکیگا بنا بر اختیار قول زفر و ابن ابی لیلے و اصحاب مدینہ کے لہذا اسی طور سے
لکھنا چاہیے جیسا ہمنے بیان کیا ہی تاکہ اس سے احتراز ہو اور ہمنے یہ عبارت کہ اسکی حد اول منتہی تا دار فلان یا ملازق
بدار فلان ہی اسواسطے اختیار کی اور یہ نہ لکھا کہ اُسکی حد اول دار فلان ہی کہ امام ابو یوسف رح سے دو روایتون مین
سے ایک روایت یہ ہی کہ بیع کی صورت مین محدود مین حد داخل ہوجاتی ہی پس بنا برین اگر مسجد یا عام راستہ
حد قرار دیجائیگی تو مودی بفساد بیع ہوگا کیونکہ وہ ایسی دو چیزون کا جمع کرنے والا ہوگا جسمین سے ایک کی بیع
جائز اور ایک کی ناجائز ہی باوجود اجمال ثمن کے اور نیز اگر حد دار فلان قرار دیگی اور فلان نے اپنا دار اس بیع مین
اُسکے سپرد نہ لیا تو مشتری کے واسطے خیار حاصل ہوگا (یعنے ثمن میں کمی ۱۲ منہ) اور بائع کے واسطے ثمن مین کمی آجا دیگی اسواسطے کہ بعض ثمن
بمقابلہ دار فلان کے ہوجائیگا اسی واسطے ہمنے اختیار کیا کہ منتہی ملازق ملاصق یہ الفاظ لکھے اور ہمنے بعد ذکر حدود دار
کے لفظ خرید کا اعادہ کیا برخلاف بعضے اہل شروط کے کہ وہ اعادہ نہین کرتے ہین اسواسطے اعادہ کیا کہ اہل
زبان کی عادت ہی کہ جب خبر و مخبر عنہ کے درمیان عبارت زائد آجاتی ہی تو بھر نظر تاکید و زود فہمی کی خبر کا اعادہ
کرتے ہین پھر امام محمد رح نے کتاب مین ذکر کیا کہ اُس سے وہ دار خریدا جو مقام فلان مین واقع ہی اور اہل شروط
لکھتے ہین کہ وہ تمام دار خریدا اسواسطے کہ ہوسکتا ہی کہ دار کا لفظ ذکر کیا جاوے اور اُس سے بعض دار مراد ہو کہ کل
کا نام اُسکے ٹکڑے پر اطلاق کرنا جائز ہوتا ہی پس اُنھون نے لفظ تمام یا کل اس وہم کے دور کرنے کے واسطے

لکھدیا - اور امام محمد رح نے بھی کتاب مین لکھا ہی کہ وہ دار جو ہماری اس تحریر مین محدود مذکور ہی خریدا - اور ہلال و طحاوی فقط
یون لکھتے تھے کہ جو اس تحریر مین محدود مذکور ہی اور دونون نے اسکی وجہ یون بیان کی ہی کہ ہماری اس تحریر مین تحریر
کی اضافت بجانب بائع و مشتری ہوتی ہی پس یہ دونون کی طرف سے اقرار ہوگا کہ یہ تحریر دونون کی ملک ہی پس ایسا
نہو کہ بائع اُس سے جھگڑا کرے کہ یہ تحریر بائع کے پاس رہے اور مشتری کے پاس رہنے مین ملغی ہو جاوے پس اس
وہم کے دور کرنے کے واسطے یون لکھا کہ جو اس تحریر مین محدود مذکور ہی - اور نیز ذکر کیا کہ اسطرح تحریر کرے کہ دار محدود
بجمیع حدود آن خرید کیا اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ و امام محمد تحریر کرتے تھے اور امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ بحدود آن
تحریر نہ کرے اسواسطے کہ اگر اُسنے اسطرح تحریر کیا تو حد بیع مین داخل ہو جائیگی اور اسمین فساد ہی جیسا کہ ہمنے بیان کر دیا ہی اور
امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاس یہی ہی جو امام ابو یوسف رح نے بیان کیا لیکن ہمنے قیاس کو بسبب عرف
کے ترک کیا کیونکہ عرف مین ایسا تحریر کرتے ہین اور یہ مراد نہین لیتے ہین کہ بحدود آن کہنے سے حد بیع مین داخل ہی
بلکہ یہ مراد ہوتی ہی کہ ماسواے حد کے بیع مین داخل ہی - اور ابو زید شروطی نے اپنی شروط مین ذکر کیا کہ بحدود آن کہنے
سے حدود کی بیع مین داخل ہونے یا نہونے مین قیاس و استحسان جاری ہی پس قیاس یہ ہی کہ حد بیع مین داخل
ہو جاوے اور استحسان یہ ہی کہ داخل نہو گی پس جب بحکم استحسان بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے باوجود ذکر بحدود
آن کے حد بیع مین داخل نہوئی تو بدون ذکر اس قول کے بنا بر قول امام ابو یوسف رح بدرجہ اولی حد بیع مین داخل
نہو گی پس یہ جو شیخ ابو زید نے ذکر کیا ہی یہ ایک روایت امام ابو یوسف رح سے ہو گی کہ استحساناً حد بیع مین داخل نہو گی (بحدود آن ۱۲)
اور مین نے بعض نسخہاے شروط مین دیکھا کہ جب اسطرح تحریر کرے کہ اس دار کی حدود مین سے ایک حد دار فلان کی
اور اسی طرح دوم و سوم و چہارم کو ذکر کرے تو ایسی حالت مین یون نہ لکھے کہ مشتری نے یہ دار بحدود آن خرید کیا اسواسطے
کہ حد بیع مین داخل ہو جائیگی اور جب اسطرح لکھے کہ اسکے حدود مین سے ایک حد منتہی تا دار فلان ہی یا ملازق دار فلان
ہی تو یون لکھے کہ اس دار کو بحدود آن خرید کیا - اور ہمارے بعضے محققین مشائخ نے شرح کتاب الشروط مین ذکر
کیا کہ اسطرح لکھتے ہین کہ اسکے حدود مین سے ایک حد ملازق دار فلان یا ملاصق دار فلان ہو احتیاط نہین ہی بلکہ اسمین
ترک احتیاط ہی اسواسطے کہ جب امام ابو حنیفہ و امام محمد رح کے نزدیک اور دو روایتون مین سے ایک روایت کے
موافق امام ابو یوسف رح کے نزدیک حد بیع مین داخل نہوئی تو طرف ملازق بدار فلان ملک بائع پر باقی رہیگی
پس مشتری اسمین عمارت بنانے وغیرہ کا کچھ تصرف نہ کر سکیگا اور بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری اسمین جو کچھ
تصرف کرے اسکو توڑ دے اور جو اسمین عمارت بنا دے اسکو گرا دے اور اسمین جیسا ضرر عظیم مشتری کے حق
مین ہی وہ ظاہر ہی اور نیز اس سے شفعہ بجوار کا حق باطل ہوگا اسواسطے کہ دار مبیعہ و دار جوار مین ایک کندہ فاصل
رہگیا ہی جو ہنوز داخل بیع نہین ہوا ہی اور اگر دار جوار فروخت کیا گیا اور اسکی حد مین لکھا گیا کہ لزیق دار فلان ہی
تو یہ کذب ہوگا پس اسمین ترک احتیاط ہی - اور اگر ہمنے اسطرح تحریر کیا کہ اس دار کی حدود مین سے ایک حد
(یعنی لزیق و ملاصق وغیرہ لکھنے مین ۱۲ منہ)
دار فلان ہی تو امام ابو یوسف رح سے دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق اسمین بھی ترک احتیاط ہی کہ حد
بیع مین داخل ہوئی جاتی ہی اور اس جہت سے بائع و مشتری دونون فلان کے واسطے اس دار کی ملکیت کے
مقر ہوے جاتے ہین کہ اگر کبھی دونون مین سے کوئی اس دار کو خریدے اور وہ مشتری کے پاس سے استحقاق ثابت کرکے

لے لیا جاوے تو بنا بر اختیار قول زفر و ابن ابی لیلی و علماے مدینہ کے مشتری اپنا ثمن بائع فلان سے واپس نہین لے سکتا ہی پس ثمن واپس لینے کا دروازہ بند ہوا جاتا ہی لیکن بات اتنی ہی کہ یہ امر موہوم ہی۔ اور نیز امام محمد رح نے ذکر کیا کہ لکھے کہ اس دار کی زمین اور اسکی عمارت۔ پس امام محمد رح نے زمین کا لکھنا ذکر کیا حالانکہ لفظ دار لامحالہ اس اراضی پر اطلاق کیا جاتا ہی پس اسکو بطریق تاکید بیان کیا ہی۔ رہا عمارت کا ذکر لکھنا سو اسکا ذکر کرنا ضروری ہی اسواسطے کہ لفظ دار کا اطلاق خواہ نخواہ عمارت پر نہین ہوتا ہی۔ اور امام محمد رح نے یہ ذکر نکیا کہ اسکی عمارت بالائی و زیرین کے ساتھ اور متاخرین نے یہ اختیار کیا ہی کہ اسکو ذکر کرے اور یہی صحیح ہی اسواسطے کہ جب اسنے عمارت بالائی کا ذکر کیا تو یہ وہم دور ہوگا کہ شاید عمارت بالائی غیر بائع کی ملک ہو اور جب عمارت زیرین کا ذکر کیا تو یہ وہم دور ہوگا کہ شاید دار کے نیچے سرداب ہو وہ غیر بائع کی ملک ہو۔ پھر واضح ہو کہ شیخ ہلال و سمتی رح لکھتے تھے کہ سفلہ و علوہ اور یہ نہین لکھتے تھے کہ سفلہا و علوہا اور دونون نے اسکی وجہ یہ بیان فرمائی ہی کہ علوہ و سفلہ مین ضمیر مذکر راجع بجانب بنا ہی اور یہ معلوم ہی کہ یہ دونون بائع کی ملک ہین پس اپنی ملک فروخت کرنے والا ہوگا اور سفلہا و علوہا مین ضمیر مؤنث راجع بجانب دار ہی اور دار نام اس زمین کا ہی پس شاید کوئی وہم کرنے والا وہم کرے کہ اسکا علو یعنی بالائی تا آسمان مراد ہی پس ہوا کا فروخت کرنے والا ہوگا اور ہوا کی بیع جائز نہین ہی پس اسواسطے دونون نے علوہ و سفلہ لکھنا اختیار کیا اور ان دونون کے سواے اور علماء نے سفلہا و علوہا لکھنا اختیار کیا ہی اور ایسا ہی شیخ ابو زید شروطی تحریر فرماتے تھے اور ان علماء نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ بسا اوقات زمین دار کے نیچے تہ خانہ ہوتا ہی اور سفلہ لکھنے مین ضمیر راجع بجانب بنا ہوگی اور بنا کا لفظ تہ خانہ کو شامل نہین ہی پس یہ معلوم نہوگا کہ آیا سرداب اسکا ہی یا نہین اور آیا بیع مین داخل ہوا ہی یا نہین۔ اور سفلہا کی ضمیر مؤنث راجع بجانب عرصہ دار ہی پس معلوم ہوگا کہ تہ خانہ اسکا ہی اور بیع مین داخل ہو گیا ہی اور رہا علوہا کو بضمیر مؤنث اسواسطے لکھا کہ یہ وہم دور ہو جاوے کہ شاید علو دوسری عمارت پر ہو اور دوسرے کو اسپر بالاخانہ قائم کرنے کا استحقاق ہو۔ اور یہ جو وہم بیان کیا کہ بالائی تا آسمان بیع مین داخل ہونے کا وہم ہو یہ فاسد ہی اسواسطے کہ ہر ایک اس بات کو جانتا ہی کہ اس سے جو چیز بیع مین داخل ہوا کرتی ہی اسکے سواے مراد نہین ہوتی ہی بلکہ وہی مراد ہوتی ہی جو داخل عقد بیع ہوتی ہی اور وہ عمارت ہی پھر امام محمد رح نے صرف اسکا راستہ ذکر کیا اور اسکے آخر مین یہ نہ لگایا کہ اسکا راستہ جو اسکے حقوق سے ہی اور اہل شروط اس لفظ کو بھی آخر مین لاحق کرتے ہین کہ راستہ جو اسکے حقوق سے ہی کذا فی الذخیرہ اور امام طحاوی نے ذکر کیا کہ اکثر اہل شروط طریق کا لفظ ذکر کرتے ہین اور مختار ہمارے نزدیک یہ ہی کہ یہ ترک کیا جاوے اور اسی طرح مسیل کا بھی ذکر ترک کرنا ہمارے نزدیک مختار ہی اسواسطے کہ اگر انھون نے طریق کو مطلقاً ذکر کیا تو یہ عام راستہ کو بھی شامل ہوا جسکی بیع جائز نہین ہی اسی طرح مسیل مین بسا اوقات ایسا ہوتا ہی کہ پرنالہ عام راستہ کے جزو مین لگایا جاتا ہی پس جب اسکو مطلقاً ذکر کیا تو بیع مین ایسی چیز داخل ہو جائیگی جسکی بیع جائز نہین ہی پس عقد بیع فاسد ہوگا اور اگر یون کہا کہ اس دار کا راستہ اور اسکی مسیل آب جو اسکے حقوق مین سے ہی تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہی کہ دار کا کوئی خاص راستہ ایسا نہین ہوتا ہی جو اسکے حقوق مین سے ہو پس عقد بیع مین معدوم و موجود کا جمع کرنے والا ہوگا اور اس سے عقد فاسد ہوتا ہی پس نہایت بہتر یہ ہی کہ طریق و مسیل کا بالکل ذکر ہی نکرے اسواسطے کہ مقصود لفظ

مرافق ذکر کرنے سے حاصل ہو کہ اگر اس دار کا خاص راستہ و خاص سیل آب ہو گی تو مرافق کے ذکر کرنے سے بیع مین داخل
ہو جاینگی اور اگر نہو گی تو لفظ مرافق ان دونون کے سواے باقی مرافق کی طرف راجع ہو گا یہ مبسوط مین ہو اور بعضے
متاخرین اہل علم نے فرمایا کہ اگر اس دار کا بالکل کوئی راستہ نہو یا دار کا دروازہ عام راستہ پر ہو تو جسطرح امام طحاوی رح
نے فرمایا ہو احتیاط اسی مین ہو کہ ذکر طریق ترک کرنا چاہیے تاکہ ایسی چیز کا بائع نہو جاوے جسکا وہ مالک نہین ہو
اور دروازہ دار عام راستہ پر نہو تو طریق کے ذکر کرنے ہی مین احتیاط ہو اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق راستہ بدون
ذکر کرنے کے داخل بیع نہین ہوتا ہو سواے ایک روایت کے جسکو امام خصاف نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا
ہو پس احتیاط اسی مین ہو کہ طریق کا ذکر کر دیا جاوے ولیکن اُسکے آخر مین یہ لفظ ذکر کر دیا جاوے کہ جو اُسکے حقوق مین سے ہو
اور اگر اُسکا راستہ بجانب راستہ عام نافذ ہو تو لکھے کہ مع اُسکے راستہ کے جو راستہ عام تک نافذ ہو اور اگر اسکے ساتھ یہ ملایا جاے
کہ جو اُسکے حقوق سے ہو تو یہ اولے ہو اور اُسکے سیل آب کا بھی ذکر کرے اور اُسکے آخر مین جو اُسکے حقوق سے ہو لاحق نکرے
اور بعضے اہل شروط مسیل آب کے ساتھ بھی جو اُسکے حقوق سے ہو یہ لفظ لاحق کرتے ہین اور بعضے متاخرین نے مسیل آب
مین بھی ویسا ہی بیان کیا ہو جیسا طریق کے ساتھ بیان کیا ہو کہ اگر اس دار کے واسطے سیل آب بالکل نہو یا ہو مگر پرنالہ
عام راستہ پر ہو تو مسیل آب کا ذکر نکرے اور اگر پرنالہ عام راستہ پر نہو تو لکھے کہ معہ اُسکے مسیل آب کے اور اُسکے آخر مین یہ
ملاوے کہ جو اُسکے حقوق مین سے ہو اسواسطے کہ جائز ہو کہ مسیل آب اس جگہ سے عام راستہ تک ہو پس عام راستہ کا
فروخت کرنے والا ہو جائیگا اور اسواسطے کہ بسا اوقات موضع مسیل آب یعنے رقبہ پرنالہ و موری بائع کی ملک نہین ہوتا ہو
بلکہ اسکو فقط پانی بہانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہو پس اگر آخر مین جو اُسکے حقوق مین سے ہو یہ لفظ نہ ملایا جاوے تو توہم
ہو گا کہ داخل بیع رقبہ ہو اور یہ جائز نہین ہو اور مرافق کا بھی ذکر کرے اسواسطے کہ دار کے واسطے سواے سیل آب و طریق
کے اور بھی مرافق ہوتے ہین پس اگر مرافق کا ذکر چھوڑ دیا تو جسقدر ذکر کیا ہو راستہ و مسیل آب کے سواے باقی مرافق
بیع مین داخل نہین ہونگے پس منافع دار اُسکے حق مین معطل ہو جاوینگے - اور امام محمد رح نے مرافق کے ساتھ حقوق کو
لاحق نہین کیا اور اہل شروط لاحق کرتے ہین پس یون لکھتے ہین کہ معہ اُسکے مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین کیونکہ یہ
احوط ہو - اور نیز امام محمد رح نے ذکر کیا کہ وکل قلیل او کثیر ہو فیہا او منہا یعنے معہ ہر قلیل و کثیر کے جو اُسمین یا اُس سے ہو اور
اہل شروط او نہین لکھتے ہین بلکہ واو لکھتے ہین یعنے کل قلیل ہو فیہا و منہا یعنے ہر قلیل و کثیر جو اُسمین اور اُس سے ہو اور
وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ کلمۂ او تشکیک کے واسطے آتا ہو پس دونون مین سے ایک چیز غیر معین کو شامل ہوا اور یہ مجہول
رہی اور اسطرح مجہول رہی جو جھگڑے مین ڈالتی ہو پس بیع مین خلل واقع ہونے کی موجب ہوئی لیکن امام محمد رح نے لفظ او حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کی تحریر وقف کی اتباع کرکے اختیار کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حصہ خیبر کے وقف مین تحریر کیا ہو
کہ لاجناح علی من ولیہ ان یاکل او یوکل صدیقا لہ غیر متمول یعنی اس وقف کے متولی پر کچھ گناہ نہین ہو کہ خود کھاوے
یا اپنے دوست کو کھلاوے درحالیکہ اُسکو متمول نکردے اور اسکی وجہ سے او اختیار کیا کہ کلمہ او کبھی بمعنی واو آتا ہو چنانچہ
بولتے ہین جالس الحسن او ابن سیرین یعنی حسن و ابن سیرین کے ساتھ ہمنشین ہوا اور کتاب اللہ تعالی اسکی موئد ہو
قال اللہ تعالی وارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون و معنی آیت کے یہ ہین کہ اور ہمنے اُسکو بھیجا بجانب ایک لاکھ اور زیادہ
یعنے حضرت یونس علیہ السلام کے ۱۲
آدمیون کے - اور امام ابو یوسف رح سے بحرف واو مروی ہو جیسا کہ اہل شروط لکھتے ہین اور امام محمد رح نے معہ

ہر قلیل وکثیر کے جو اُسمین یا اُس سے ہو اس جملہ کے ساتھ جو اُسکے حقوق سے ہی یہ لفظ لاحق نہین کیا اور اہل شروط لاحق کرتے ہین پس لکھتے ہین کہ معہ ہر قلیل وکثیر کے جو اُس سے یا اُسمین ہو جو اُسکے حقوق سے ہی اور ایسا ہی ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہی اسواسطے کہ لفظ تمام اُس چیز کو شامل ہی جو دار مین موجود ہی خواہ اُسکی بیع جائز ہو یا جائز نہو بنا بر قول امام زفر رح کے حتی کہ بیع فاسد ہو جائیگی - اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تمام اُن چیزون کو شامل ہی جو دار مین ایسی ہین جنکی بیع جائز ہی از قسم متاع ولکڑی وغیرہ کے - اور مثل شراب وسور وغیرہ کے جسکی بیع جائز نہین ہی اسکو شامل نہین ہی بہرحال احتیاط اسمین ہی کہ یہ لفظ کہ جو اُسکے حقوق سے ہی ذکر کر دیا جاوے تاکہ بالاتفاق یہ چیزین داخل بیع نہون - اور زمین کی بیع مین پھل وکھیتی داخل نہین ہوتی ہی اسواسطے کہ یہ حقوق زمین سے نہین ہی - اور نیز ذکر کیا کہ معہ ہر حق کے جو اس دار کے واسطے ثابت ہی اسمین داخل ہی یا اس سے خارج ہی - اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد و اُنکے بعد یوسف بن خالد وہلال لکھا کرتے تھے اور انکے سوائے ہمارے اصحاب اسطرح لکھتے ہین کہ معہ ہر حق کے جو اسکے واسطے ثابت ہی اسمین داخل ہی اور ہر حق کے جو اسکے واسطے ثابت اس سے خارج ہی اور ان لوگون نے وجہ یہ بیان کی کہ اگر بطرز اول لکھا جاوے تو ایسے حق کو شامل ہوگا جو اُسمین داخل اور اُس سے خارج ہی حالانکہ حق واحد مین یہ متصور نہین ہی کہ داخل بھی ہو اور خارج بھی ہو پس یون لکھنا چاہیے کہ معہ ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُسمین داخل ہی اور معہ ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُس سے خارج ہی تاکہ جسکو داخل ہونے کے ساتھ موصوف کیا ہی وہ جدا ہو اور جسکو خارج ہونے کے ساتھ موصوف کیا ہی وہ جدا ہو - اور جسکو امام محمد رح نے ذکر کیا ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ عطف مقتضی ہی کہ جو اول مذکور ہوا ہی اُسکا تقدیراً یا اعتباراً اعادہ ہو چنانچہ کہتے ہین کہ یہ حر ہی اور رد - اور اسکے معنی یہ ہین کہ وہ حر ہی پس بحسب تقدیر عبارت یہی ہو گیا کہ گویا یون کہا کہ معہ ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُس سے خارج ہی کذا فی الذخیرہ اور طحاوی رح نے ذکر کیا کہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہی کہ یون لکھا جاوے کہ معہ ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُسمین داخل ہی اور معہ ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُس سے خارج ہی یہ مبسوط مین ہی - اور امام محمد رح نے اسکے بعد یہ نہین لکھا کہ معہ اُسکی فناء کے - اور اہل شروط اسکو لکھتے ہین اور امام محمد رح نے اسواسطے اسکو ذکر نہین کیا کہ امام اعظم رح کے نزدیک فناء کے ذکر سے بیع فاسد ہوتی ہی اور یہ مسئلہ نوادر بن سماعہ مین مذکور ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ فناء دار بائع کی مملوک ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اُسکو اختیار ہی کہ اُسمین کنوان کھودے اور اپنے چوپایہ باندھے اور بیع مین ایسی دو چیزو کا جمع کرنا کہ دونون اسکی مملوک ہون مفسد بیع نہین ہی اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ فناے دار اُسکی مملوک نہین ہی بدین دلیل کہ اگر عامہ کے حق مین کنوان کھودنا مضر ہو تو اُسکو اس سے ممانعت کی جائیگی پس اگر اسی وجہ سے مملوک بائع تصور کیا جاوے جسکو صاحبین رح نے بیان کیا ہی تو اس اعتبار سے جبکہ عامہ کے ضرر ہونے کی صورت مین اُسکو ممانعت کی جاتی ہی لازم آتا ہی کہ وہ عامہ کی مملوک جگہ ہو پس وہ بائع اور غیرون کے درمیان مشترک کے مثل ہو جائیگی - پھر امام محمد رح نے ثمن کا ذکر کیا اور کہا کہ [illegible] ہین - اور جاننا چاہیے کہ ثمن ضرور ہی کہ موزون ہوگا یا مکیل یا معدود یا مذروع یا عروض یا حیوان یا عقار - پس اگر موزون ہو تو ضرور ہی کہ یا تو نقود مین سے ہوگا جیسے دراہم ودینار وفلوس یا غیر نقود مین ہوگا جیسے زعفران وحریر وروئی وغیرہ ورشیات - پس اگر نقود مین سے ہو پس اگر دراہم ہون تو لکھے کہ اتنے درہم اور اُسکی نوع تحریر کرے کہ وہ بالکل چاندی ہی یا اُسمین میل ہی اور میل جست ہی یا رانگا ہی دراہم غلہ ہین یا نقد بیت المال ہی - اور اُسکی

صفت بیان کردے کہ جید ہین یا ردی ہین یا درمیانی ہین اور اُنکی قدر بیان کرے کہ چندین درم موزون بوزن سبعہ
یعنی اسمین سے ہر دس درم بوزن سات مثقال ہین اور اگر بعض مذکور کی تحریر چاہے پس اگر شہر مین درمون مین ایک
ہی نقد ہو تو مطلق بیع اُسی طرف راجع ہوگی اور یہ مثل بیان کردہ کے ہو جائیگا پس صفت ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہین
ہی اور اگر شہر مین نقود مختلفہ موجود ہون پس اگر سب کا رواج یکسان ہو اور بعض کو بعض پر فضیلت نہو تو بیع جائز
ہی اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ بائع کو جو قسم چاہے دیدے ولیکن کاتب کو کوئی قسم ضرور تحریر کرنا چاہیے و اسکا وزن و
قدر تحریر کرے اور اگر سب کا رواج یکسان ہو لیکن بعض کو بعض پر فضیلت ہو جیسا کہ غطریفیہ و عدالیہ تھے تو بیع جائز
نہوگی الا بعد بیان ایک قسم کے پس کاتب اُسکو تحریر کردے جسپر بیع واقع ہوئی ہی اور اُسکی صفت و قدر و وزن تحریر کردے
اور اگر نقود مین سے کوئی نقد زیادہ رائج ہو تو بیع مطلق اُسی طرف راجع ہوگی اور یہ مثل ملفوظ کے ہوگا اور اُسکی صفت
بیان کرنے کی حاجت نہوگی لیکن اُسکی مقدار و وزن بیان کرنے کی حاجت ہوگی۔ اور اگر ثمن دینار ہون تو لکھے کہ
چندین دینار اور لکھدے کہ بخاری ہین یا نیشاپوری یا ہروی علی ہذا القیاس جیسے ہون بیان کردے اور یہ بھی بیان
کردے کہ منا صفہ ہین یا قراضات ہین یا پورے ثابت ہین اُنمین کسر نہین ہی اور لکھے کہ جید ہین یا درمیانی یا ردی ہین
اور اُنکی قدر بیان کردے اور کیفیت وزن بھی بیان کرے کہ موزون بوزن مثاقیل مکہ ہین یا بوزن مثاقیل خوارزم
یا سمرقند علی ہذا القیاس جہان کے وزن پر موزون ہون بیان کردے اسواسطے کہ مثقال اکثر شہرون کے مختلف
ہین۔ اور اگر ثمن خالص سونا یا خالص چاندی ہو تو سونا یا چاندی لکھدے اور اُسکی نوع و صفت و وزن ضرور بیان
کردے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی لیکن اسمین درم و دینار کا نام نہ لے اسواسطے کہ درم و دینار کا لفظ غیر مضروب پر نہین
بولا جاتا ہی پس سونے کی صورت مین یون لکھے کہ خالص طلاے سرخ جید خالی از آمیزش کے اسقدر مثقال اور اگر
سونے مین میل ہو تو اسکو بیان کردے کہ وہ دہی ہی یا دہ نہی ہی علی ہذا القیاس اور اسی طرح چاندی کی صورت مین
لکھے کہ اسقدر درم وزن چاندی خالص بے میل کھری جید اور باوجود اسکے لکھے کہ طمغاچی ہی یا کلیچہ ہی کیونکہ چاندی
ان دو قسمون کی ہوتی ہی اسی طرح باقی ذر نیات مین جسپر عقد واقع ہوا ہی اسکو اور اُسکی نوع و صفت و قدر بیان کردے۔ اور
اگر ثمن کیلی ہو تو جسپر عقد واقع ہوا ہی اُسکو تحریر کرے مثلاً گیہون پر عقد ہوا تو گیہون لکھے اور اُسکی نوع کہ سقیہ
ہین یا بخاری ہین یا مختلف ہین اور اُسکی صفت بیان کرے کہ سرخ ہین یا سپید ہین جید ہین یا درمیانی ہین یا
ردی ہین اور اُسکی مقدار لکھے کہ فلان قفیز سے اسقدر پیمانہ ہین اور جَو کی صورت مین بھی اسی طرح نوع و صفت و مقدار
بقفیز فلان بیان کردے اور گیہون و جو مین وزن نہ لکھے اسواسطے کہ یہ دونون نص سے کیلی ہین اور حکم منصوص کا
تغیر کرنا جائز نہین ہی اور کتاب البیوع مین کیلی چیزون کی بیع سلم بحساب وزن کے اور وزنی چیزون کی بیع سلم
بحساب کیل کے قرار دیکر دراہم دینے مین ہمارے اصحاب سے دو روایتین ہین حسن رح نے روایت کی ہی کہ یہ جائز
اور طحاوی نے روایت کی ہی کہ یہ جائز نہین ہی پس احتیاط اسی مین ہی کہ کیل کا ذکر کیا جاوے تا کہ اختلاف سے نکلجاوے
اور یہ اُس صورت مین ہی کہ گیہون یا جو فی الحال دینا ٹھہرے ہون اور اگر اُنکے واسطے میعاد ٹھہری ہو تو باوجود
ان باتون کے جو ہمنے ذکر کر دی ہین مدت کی مقدار بھی ذکر کرے اور ادا کرنے کی جگہ بھی ذکر کردے تا کہ امام اعظم
کے قول سے احتراز ہو بارے ادا۔ اگر ثمن معدودات مین سے ہو پس اگر یہ چیز اثمان مین سے ہو یعنی غیر معین متعین

ثمن ہو جیسے غطارف و عدلیات تو غطارف مین لکھے کہ اتنے درم غطر لفیہ بخاریہ معدودہ سیاہ جید۔ اور عدلیات مین لکھے کہ اتنے درم عدلیہ رسمیہ رائجہ بخاریہ معدودہ۔ اور انکی نوع بھی بیان کردے بشرطیکہ انواع مختلفہ ہون اور اگر یہ نقد مختلف شہرون مین مختلف ہو تو لکھدے نقد شہر فلان۔ اور اگر ثمن ذرعیات مین سے ہو جیسے کرباس و کتان وغیرہ پس اگر معین ہو تو اُسکے عوض بیع جائز ہی اور اُسکی طرف اشارہ کردینا ضرور ہی پس اسکو تحریر مین ذکر کرے اور اسکی صفت بیان کردے اور لکھدے کہ معین اس عقد کی مجلس مین حاضر کردہ شدہ جسکی طرف اشارہ کردیا گیا ہی۔ اور اگر غیر معین ہو پس اگر فی الحال دینا ٹھہرا ہو تو نہین جائز ہی اور اگر میعاد سے ٹھہرا ہو تو مثل سلم کے جائز ہی پس جسپر عقد واقع ہوا ہی مثلاً کرباس پر اُسکو ذکر کردے اور اُسکی نوع اور اسکی موٹائی و باریکی بیان کردے اور اسکا تانا کہ بالشتی ہی یا چھ صدی وغیرہ ہی بیان کردے اور اسکی مقدار ذکر کرے اور مقدار اُسکے گزون کی بیان سے ہوتی ہی اور ذراع کو بیان کردے کہ ذراع ملک یا ذراع کرباس یا ذراع ساحت وغیرہ مثلاً اور مدت اور مقدار مدت بیان کرے اور اگر اُسکے واسطے بار برداری و خرچہ ہو تو ادا کرنے کی جگہ بیان کردے تاکہ امام اعظم رہ کے قول سے احتراز ہو۔ اور اگر ثمن کوئی ایسا اسباب ہو یا حیوان ہو جسکے دینے کے واسطے مدت مقرر کرنا بالکل جائز نہین ہی اور وہ بطور قرضہ کے ذمہ نہین ثابت ہوسکتا ہی تو اُسکا ثمن ہونا جبھی صحیح ہی کہ اُسکو معین کردے یعنی حاضر کردے اور جس صورت مین ثمن معین ہی وہان اشارہ ضرور چاہیے ہی اسواسطے کہ حاضر معین کا اعلام اشارہ سے ہوتا ہی پس اس بات کو تحریر مین بیان کردے پس اسکی صفت بیان کرے اور بیان کردے کہ یہ چیز مجلس عقد ہذا مین حاضر اور اسکی طرف اشارہ کیا گیا ہی۔ اور اگر ثمن محدودات مین سے ہو جیسے دار و ارض وغیرہ تو اُسکا اعلام اُسکے حدود کے بیان سے ہوگا پس لکھے کہ دار واقعہ موقع فلان اُسکے حدود بیان کردے بعوض دار واقعہ موقع فلان اُسکے حدود بھی بیان کردے خرید کیا۔ اور جب قبضہ کا ذکر کے مقام تک پہونچے تو لکھے کہ اور ہر ایک نے ان دونون متعاقدین مین سے وہ تمام دار جسکو اُسنے خرید کیا ہی بنابر مذکور تحت ہذا کے دوسرے سے لیکر اُسکے سپرد کرنے سے قبضہ کرلیا۔ اور درک کے تذکرہ کے وقت لکھے کہ ان دونون متعاقدین مین سے جسکو کچھ درک اُس چیز مین لاحق ہوا جسکو اُسنے اس دوسرے سے خرید ا ہی۔ تو چنین و چنان ہوگا جسکا بیان آگے آتا ہی۔ پھر واضح ہو کہ امام اعظمؒ و اُنکے اصحاب امام ابو یوسف رہ و امام محمد رہ و نیز اُنکے بعد ہلال رہ اس تحریر کے بعد یہ نہین لکھتے تھے کہ خریداری صحیح خرید کیا اور ابو زید شروطی اور اُنکے بعد بعضے اہل شروط اسکے بعد لکھتے تھے کہ بخریداری صحیح خرید کیا جو قطعی ہی جسمین کوئی شرط نہین ہی اور نہ خیار ہی نہ فساد ہی نہ عدت و فا ہی اور نہ بطریق رہن ہی نہ بطور تلجیہ ہی بلکہ ایسی بیع ہی جیسے مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے ہاتھ فروخت کرتا ہی اور یہ اسواسطے لکھتے تھے کہ بخریداری صحیح خرید اکہ ان دونون کی غرض خرید صحیح ہی پس بر وجہ تاکید مقصود لکھدیتے تھے اور قطعی ہونے کی صفت اسواسطے بیان کردیتے تھے تاکہ معلوم ہو کہ یہ بیع دوسرے کی اجازت پر موقوف نہین ہی اور کوئی شرط نہونا اسواسطے لکھدیتے تھے کہ دونون مین سے کوئی پیچھے یہ دعوی نکرسکے کہ بیع مذکور بشرط فاسد تھی کیونکہ اگرچہ ظاہر الروایۃ کے موافق منکر شرط کا قول قبول ہی لیکن نوادر کی روایت کے موافق قول مدعی فساد کا مقبول ہی پس احتیاطاً اسکو لکھدینا چاہیے اور نیز یہ تحریر کہ اسمین فساد نہین ہی اور نہ وعدہ وفا اور نہ سوا اسکے اسواسطے ہی کہ روایت نوادر کے موافق مدعی فساد کا قول قبول ہی کیونکہ وہ اپنی ملکیت زائل ہونے سے منکر ہی پس احتیاطاً اسکو لکھنا چاہیے۔ اور امام طحاوی فرماتے تھے کہ یہ نہ لکھا جاوے کہ اسمین خیار نہین ہی کیونکہ بعضے علماء کے قول پر بائع و مشتری جب تک ایک مجلس مین موجود رہین تب تک انکو خیار باقی رہتا ہی پس بنابر اس قول کے

ف ۵

مطلب بائع ثمن ادا کرے اور مشتری مبیع اسکو دیدے۔ ۱۲ مترجم

یہ شرط کہ اسمین خیار نہین ہی شرط خلاف مقتضاے عقد بلکہ مقتضاے عقد کے تغیر کرنے والی ہوگی پس اگر یہ شرط تحریر کی
توشاید واقعہ ایسے حاکم کے پاس پیش ہو جسکا یہی مذہب ہی تو وہ اس بیع کو باطل کردیگا اور امام طحاوی رح نے فرمایا لیکن یہ
لکھا جاوے کہ ایسی بیع ہی جیسے مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے ہاتھ فروخت کرتا ہی یہ تبرکاً ہی سنت لکھی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرگاہ عدا ابن خالد بن ہووہ سے خرید غلام کی تحریر لکھوائی تو حکم دیا کہ یہ لفظ تحریر کرے
کذا فی الذخیرہ اور ہمارے اصحاب نے خرید صحیح و بیع مسلمان بدست برادر مسلمان و نیز اسمین فساد نہین ہی وغیر ذلک
اسواسطے نہ لکھا کہ اگر یہ عبارت لکھی جاوے تو مشتری کی طرف سے صحت بیع اور مبیع ملک بائع ہونے کا اقرار ہوگا
پھر اگر اسکے بعد مشتری کے پاس مبیع استحقاق مین لے لیگئی تو بنا بر قول زفر و ابن ابی لیلی و علماے مدینہ کے مشتری
کو بائع سے ثمن واپس لینے کا استحقاق نہوگا اور اگر دونون مین بیع فسخ ہوئی پھر وہ عود کرکے مشتری کے قبضہ مین آئی
تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ بائع کے سپرد کرے پس اسکو تحریر نہ کریگا جیسے ملک بائع ہونا تحریر نہین کرتا ہی۔ پھر امام محمد رح نے
فرمایا کہ فلان بن فلان یعنی مشتری نے تمام ثمن نقد ادا کیا اور بائع کو ادا کرکے اس سے بری ہوگیا اور وہ اسقدر یعنی
درم وزن سبعہ کے ہین۔ اور صرف اس تحریر پر اکتفا نکیا کہ فلان نے ثمن ادا کردیا اسواسطے کہ اگر بائع کا قبضہ کرنا تحریر نکیا
اور پھر اسکے بعد بائع نے کہا کہ تو نے مجھے نقد دیے تھے لیکن مین نے اُنپر قبضہ نہین کیا تو امام ابو یوسف رح کے قول
کے موافق اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی پس امام ابو یوسف رح کے قول سے احتراز کے واسطے بائع کا قبضہ کرلینا تحریر
کرے۔ پھر امام محمد رح نے اختیار کیا کہ بری الیہ منہ یعنی مشتری کی جانب سے ثمن مذکور بائع کو دیکر مشتری کو بریت حاصل
ہوگئی اسواسطے یہ اختیار کیا کہ یہ لفظ جامع و اوجز ہی کہ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ بریت کی ابتدا مشتری کی طرف اور انتہا
بائع پر ہوئی اور یہ دینے اور قبضہ کرنے سے ہوگی اور اس سے قبضہ صحیح ہونا بھی ظاہر ہوتا ہی کیونکہ اگر بائع کسی کی
طرف سے بیع کا وکیل ہو تو بعضے علماء کے قول کے موافق مشتری اُسکو ثمن دیکر ثمن سے بری نہوگا تاوقتیکہ وکیل مشتری کا دینا بائع کا قبضہ
مذکور اپنے موکل کی طرف سے ثمن وصول کرنے کا مختار نہو اور جب یہ لکھا گیا کہ مشتری بائع کو ثمن دیکر بری ہوگیا تو یہ
قبضہ اور صحت قبضہ کا اقرار ہی۔ اور یوسف بن خالد یون لکھتے تھے کہ فلان یعنے مشتری فلان یعنے بائع کو تمام ثمن
جو اس تحریر مین مذکور ہی دیکر بری ہوا درحالیکہ فلان بن فلان نے اُس سے لیکر بھرپور اُسپر قبضہ کرلیا اور وہ اسقدر
ایسے دراہم وزن سبعہ ہین اور اسطرح اسواسطے لکھتے تھے کہ بری الیہ منہ کہنے سے اگرچہ از راہ معنی بائع کا قبضہ
ثابت ہوتا ہی لیکن بحسب نص ظاہر ثابت نہین ہوتا ہی اور معنی پر ہر شخص کو وقوف حاصل نہین ہی پس چاہیے کہ اسطرح
لکھدے کہ بائع نے ثمن پر قبضہ کیا تاکہ صریح قبضہ کرنا اور معنیً قبضہ کرنا ثابت ہوجاوے کہ یہ امر واضح ہو اور جھگڑے
کے دور کرنے کے واسطے ظاہر ہی۔ اور ابو زید شروطی رح اسطرح لکھتے ہین کہ فلان بن فلان یعنے بائع نے فلان بن
فلان یعنے مشتری سے تمام ثمن جو اس تحریر مین مذکور ہی بھرپور وصول پایا باین طور کہ فلان بن فلان نے اُسکو
دیا اور مشتری اس ثمن کو اُسکو دیکر بری ہوگیا اور وہ چندین درم وزن سبعہ ہین یہ محیط مین ہی۔ کیونکہ ہرگاہ قبضہ
کی تصریح واجب ہوئی تو دینے کی تصریح بھی واجب ہی تاکہ بائع کا قبضہ مشتری کے دینے سے ہو کیونکہ بنا بر قول شیخ
بن ابی لیلی کے جس شخص نے اپنے قرضدار کے مال سے اپنے حق کی جنس پر قابو پایا تو اُسکو لے لینا روا نہین ہی اور
اگر لے لیا تو مالک نہوگا بلکہ غاصب ہوگا پس مشتری کا دینا تحریر کرے تاکہ قول بن ابی لیلے سے احتراز ہو۔ اور طحاوی

تحریر فرماتے تھے کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان کو تمام ثمن سب بھرپور دیا کہ اُس سے لیکر فلان نے قبضہ کر لیا اور اُسکو
پورے ثمن سے بری کر دیا کیونکہ ہرگاہ قبضہ اور دینے دونون کی تصریح واجب ہوئی تو دینا قبضہ سے مقدم ہونا چاہیے ہی
اسواسطے کہ قبضہ کرنا دینے کا حکم ہی اور حکم چاہیے کہ سبب سے موخر ہو پس واجب ہی کہ دینا قبضہ سے پہلے ہو۔ لیکن جو
امام طحاوی نے ذکر کیا ہی اسمین ایک طرح کا خلل یہ ہی کہ قولہ اور اُسکو پورے ثمن سے بری کر دیا یہ ابتداءً برئیت کا مقتضی ہی
نہ برئیت بقبضہ کا اور بائع اگر مشتری کو ثمن سے بعد ثمن وصول کرنے کے بری کرے تو بری کرنا صحیح ہوگا اور بائع پر واجب
ہوگا کہ جو ثمن اُسنے وصول کیا ہی اُسکو واپس کر دے پس اصوب یہ ہی کہ یون تحریر کرے کہ فلان نے ثمن تمام بھرپور فلان کو دیا
اور فلان نے اُس سے لیکر قبضہ کر لیا اور فلان اُسکو دیکر اس سے بری ہو گیا اور وہ چندین درم وزن سبعہ ہین پس
دینا قبضہ سے مقدم ہوگا اور برئیت اُسکو دیکر حاصل ہونے سے صحت قبضہ ثابت ہو جائیگی اور برئیت ابتدائیہ کا وہم بھی دور
ہو جائیگا اور تمام سب بھرپور لکھنا تاکید کے واسطے ہی اور ایسی تحریر مین تاکید کے واسطے زوائد عبارات لکھی جاتی ہین۔ اور
امام محمد رح نے تحریر مین قبضہ مبیع نہین لکھا حالانکہ جسطرح قبضہ ثمن تحریر کرنے کی ضرورت ہی کہ مشتری کے واسطے حجت ہو اسی
طرح قبضہ مبیع تحریر کرنے کی حاجت ہی کہ بائع کے واسطے حجت ہو پس اُسکا لکھنا ضرور ہی اور اہل شروط نے اسکی عبارت مین اختلاف
کیا ہی پس سمتی وہلال وابو زید شروطی اسطرح تحریر کرتے تھے کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان کو تمام دار محدودہ مذکورہ تحریر ہذا
سپرد کیا اور امام طحاوی اسطرح لکھتے تھے کہ فلان نے فلان کو تمام وہ چیز جسپر عقد واقع ہوا ہی جسکا بیان اس تحریر مین ہی سپرد کیا اور یہ حسن ہی
اور لفظ سپرد کر دینا اختیار کیا اور یہ نہ لکھا کہ فلان نے قبضہ کیا اسواسطے کہ قولہ فلان نے قبضہ کیا اس سے یہ نہین سمجھا جاتا ہی کہ
بائع نے مشتری کو قبضہ دار کی اجازت دی ہی اور بعضے لوگون کا یہ مذہب ہی کہ مشتری بعد ادائے ثمن کے مبیع پر قبضہ کرنے کا مختار
نہین ہی تاوقتیکہ بائع اُسکو اجازت نہ دے اور اگر بغیر اُسکی اجازت کے قبضہ کر لیا تو مثل غاصب کے ہوگا اور بائع کو اختیار
ہوگا کہ اُسکے قبضہ سے نکال لے پس علماے موصوف نے سپرد کر دینے کا لفظ اختیار کیا کہ یہ لکھا جاوے کہ اس سے بائع
کا قبضہ کی اجازت دینا سمجھا جاتا ہی تاکہ اس قائل کے قول سے احتراز ہو جاوے اور نیز امام محمد رح نے تحریر مین متبایعین
کا مبیع کو دیکھ لینا تحریر نہین کیا ہی۔ حالانکہ اسکا لکھنا ضرور ہی اسواسطے کہ بعضے علماے مجتہدین نے بے دیکھی ہوئی چیز
کا بیچنا اور خریدنا جائز نہین فرمایا ہی اور بعض نے بے دیکھی چیز کا بیچنا جائز رکھا ہی اور بے دیکھی چیز کا خریدنا جائز نہین فرمایا
ہی اور بعضون نے دونون کو جائز فرمایا ہی لیکن اُنکے نزدیک مشتری کو خیار حاصل ہوتا ہی جب دیکھے اور بائع کو نہین
ہوتا ہی اور بعض نے کہا کہ بیع مین بائع کو اور خرید مین مشتری کو خیار حاصل ہوتا ہی پس اسکا لکھنا یہ ضرور ہی تاکہ بالاتفاق
بیع جائز اور خیار منتفی ہو جاوے یعنی ثمن مین ۱۲ پھر اسکی عبارت مین یعنی مبیع مین ۱۲ اہل شروط نے اختلاف کیا ہی پس سمتی رح اسطرح لکھتے تھے کہ اور
فلان و فلان دونون نے اقرار کیا کہ ہم دونون نے تمام دار محدودہ مذکورہ تحریر ہذا مع اُسکے حدود و حقوق کے اور جو
اُسمین داخل اور جو اُس سے خارج ہی اور ان دونون کو سب کو بیان کر دے اور تمام جو کچھ اُسمین ہی قلیل و کثیر سب
دیکھ لیا ہی اور پہچان کر لیا ہی اور ہم دونون نے اُسکو وقت عقد بیع کے جو اس تحریر مین مذکور ہی اور اس سے پہلے دیکھ لیا
ہی اور اسی حال پر ہم دونون نے باہم خرید فروخت کی ہی اور شیخ ابو زید رح لکھتے تھے کہ اور مشتری فلان نے تمام دار محدودہ
تحریر ہذا کی طرف نظر کر لی ہی اور اُسکو دیکھکر راضی ہو گیا ہی۔ اور جو سمتی رح نے بیان کیا ہی وہ احسن و اصح ہی۔ اور یہ جو
سمتی رح نے بیان کیا کہ دونون نے اُسکو عقد بیع کے وقت دیکھا ہی یہ امر ضروری ہی اسواسطے کہ بعضے علما کا یہ مذہب ہی

یعنی مبیع کو ۱۲

فوائد سمتی یعنی سمت بن ... ویحیی بن ... وقولہ ہلال ابن ... یحیی بن یوسف بن خالد سمتی ۱۲ منہ

کہ جو چیز خریدی یا فروخت کی اور اُسکو بیع سے پہلے دیکھا تھا اور وقت بیع کے اُسکا معائنہ نہین کیا بلکہ وہ آنکھون کے
سامنے سے غائب تھی تو جائز نہین ہی پس ہمنے اس قول سے احتراز کیا اور یون لکھا کہ عقد بیع کے وقت اُسکو دونو
نے دیکھا ہی اور یہ جو بیان فرمایا کہ قبل اسکے بھی دیکھا ہی سو اسکی حاجت نہین ہی بلکہ اسکو بغرض تاکید ذکر کیا ہی- اور یہ
جو فرمایا کہ دونون نے تمام دار معہ اُسکے حدود و حقوق و قلیل و کثیر کے جو اُسمین داخل اور اُس سے خارج ہی سب دیکھ
لیا ہی تو یہ امر ضروری ہی اسواسطے کہ ہمارے علما کا مذہب یہ ہی کہ اگر مشتری نے دار کے باہر سے نظر کی یعنے باہر کو دیکھ
لیا اور اسکے سوائے نہین دیکھا تو اُسکا خیار رویت باطل ہو جائیگا اور بنا بر قول زفر رہ کے جب تک وہ پورے
خارج کو اور پورے داخل کو اور بعض زمین کو نہ دیکھ لے تب تک اُسکو خیار حاصل رہیگا اور حسن بن زیاد کے نزدیک
جب تک تمام قلیل و کثیر اُسکا اور تمام اُسکی زمین اور تمام عمارت وغیرہ جو اُسمین ہی- نہ دیکھ لے تب تک اُسکو خیار
حاصل رہیگا پس ہمنے ان اختلافات سے بچنے کے واسطے ان چیزون کا ذکر کر دیا- اور نیز امام محمد رہ نے عاقدین
کا بابدان متفرق ہونا بھی بیان نکیا اور امام خصاف بھی ایسا نہین لکھتے تھے اور عامہ اہل شروط اسکو لکھتے ہین
یعنے دونون از راہ جسم متفرق ہونے ... اور از راہ کلام متفرق ہونا بیع مین اصحاب حنفیہ کے نزدیک معتبر ہی ۱۲ منہ
اسواسطے کہ امام شافعی رہ کے نزدیک جب تک متعاقدین بعد فراغ گفتگوے خرید فروخت کے از راہ بدن جدا
نہو جاوین تب تک اُنکو اُسی مجلس مین اختیار رہتا ہی اور ہمارے نزدیک بعد ختم گفتگوے خرید و فروخت کے اُنکو
خیار مجلس نہین رہتا ہی پس شاید اُن دونون مین جھگڑا واقع ہو باین طور کہ دونون معتقد مذہب شافعی رہ ہون
پس ایک کہے کہ مین نے قبل تفرق کے عقد فسخ کر دیا تھا اور دوسرا اجازت کا دعوی کرے اسواسطے ہمنے تفرق بابدان کو تحریر
کر دیا کہ بعد نفاذ اس بیع کے دونون بابدان متفرق ہو گئے تھے تاکہ یہ جھگڑا منقطع ہو جاوے اور اہل شروط نے اسکی عبارت
مین باہم اختلاف کیا ہی پس شیخ ابو زید اسطرح لکھتے تھے کہ بعد اس بیع مذکورہ تحریر نامہ کے اور اُسکے صحیح ہو جانے اور واجب
ہو جانے کے باہم رضامندی کے ساتھ پھر متفرق بابدان ہو گئے اور طحاوی یون لکھتے تھے کہ بعد وقوع اس بیع مذکورہ
تحریر نامہ کے تمام اس بیع پر باہمی رضامندی اور دونون سے اسکے نافذ کرنے کے پھر دونون متفرق بابدان ہو گئے اور جو امام
طحاوی نے ذکر کیا ہی اسمین مشتری کے حق مین زیادہ احتیاط ہی کہ اس سے مشتری صحت خرید کا مقر نہین ہوا جاتا ہی تاکہ
بروقت استحقاق مبیع کے بنا بر قول بعضے علما کے وہ اپنا ثمن بائع سے واپس نہ لے سکے- پھر امام محمد رہ نے فرمایا فما ادرک
یعنے مشتری کے پاس سے مبیع استحقاق ثابت کر کے لے لیجاوے ۱۲
فلان بن فلان من درک فی ہذہ الدار فعلے فلان بن فلان خلاصہ حتے یسلمہ لہ یعنے اسکے بعد پھر اگر فلان بن فلان کو اس
دار کی بابت کوئی درک پیش آوے تو فلان بن فلان پر واجب ہوگا کہ اُسکو خلاص کر کے مشتری کو سپرد کرے اور علماء
امام محمد کے قول کہ فما ادرک فلان بن فلان اسکی ترکیب مین اختلاف کیا ہی کہ آیا فلان نصب ہی یا بہ رفع ہی لیکن نصب زیادہ
واضح ہی اور معنی یہ ہین کہ فلان کو جو درک لاحق ہو- اور قولہ تو فلان بن فلان پر واجب ہوگا کہ اُسکو خلاص کرے یہان تک
کہ مشتری کے سپرد کرے اس سے امام محمد رہ کی یہ مراد نہین ہی کہ لامحالہ مبیع کو خلاص کر کے مشتری کے سپرد کرے اسواسطے کہ
ایسی شرط ہی کہ شاید اسکے پورے کرنے پر وہ قادر نہو سکے بلکہ یہ مراد ہی کہ اگر صاحب استحقاق اس بیع کی اجازت دیدے تو مبیع
کو خلاص کر کے مشتری کے سپرد کرے یا اگر وہ اجازت نہ دے تو ثمن مشتری کو واپس کرے اور اس شرط کا وفا کرنا ممکن ہی-
اور بعض نسخہ شروط مین جسطرح ہمنے بیان کیا ہی اسی طرح صریح عبارت مذکور ہی کہ فعلی فلان خلاص ذلک حتے یسلمہ الیہ او یرد الثمن
علیہ یعنے پس بائع پر واجب ہوگا کہ اس مبیع کو چھوڑا کر مشتری کے سپرد کرے یا مشتری کا ثمن اُسکو واپس دے اور ہم

مقام پر فرمایا کہ اور ایسا ہی امام ابوحنیفہ رہ و ابویوسف رہ لکھا کرتے تھے۔ اور یوسف بن خالد سمتی و ہلال دونون اسطرح تحریر
فرماتے تھے کہ پھر اگر اس دار محدودہ تحریر ہذا کی بابت یا اسمین کسی کی بابت یا اسکے کسی حقوق مین کوئی درک تمام لوگون مین
سے کسی کی طرف سے پیش آوے تو فلان بن فلان پر واجب ہوگا کہ اس سب کو فلان بن فلان کے واسطے خلاص کرے
یہان تک کہ اُسکے سپرد کرے یا اُسکو مشتری کے واسطے ہر درک و مشقت سے خلاص کردے اور شیخ ابوزید شروطی یون
لکھتے تھے کہ فلان بن فلان کو جو اسکی بابت یا اسمین سے کسی جزو کی بابت یا اسکے حقوق کی بابت یا حقوق مین سے کسی کی بابت
کچھ درک پیش آوے تو فلان یعنی بائع پر واجب ہوگا کہ فلان یعنی مشتری کے وہ سپرد کرے جسکو اُسکے سپرد اُسکو بیع مذکورۂ تحریر ہذا نے
مشتری کے واسطے واجب کیا ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ شیخ ابوزید کی تحریر ہمارے پسند ہے بہ نسبت تحریر یوسف بن خالد و
ہلال کے اسواسطے کہ یوسف و ہلال نے درک کو مضاف بجانب مشتری تحریر نہین کیا ہے بلکہ مطلق رکھا ہے پس اس مشتری
کو اور نیز ہر ایسے شخص کو شامل ہے جو اس مشتری سے اس دار مذکورہ کی ملکیت کسی سبب سے مثل خرید و ہبہ و صدقہ وغیرہ کے
حاصل کرے پس ضمان درک ان لوگون کے واسطے جو مشتری سے ملکیت حاصل کرین اس بائع پر مشروط ہوگی اور
اگر مشتری سے خریدنے والے کے ہاتھ سے کسی مستحق نے استحقاق ثابت کرکے یہ دار لے لیا اور مستحق نے بیع کی اجازت ندی
تو اس شرط تحریر کے موافق مشتری دوم کو بھی اسی بائع سے ثمن واپس لینے کا اختیار ہوگا حالانکہ استحقاق ثابت ہونے کے
وقت مشتری کو اپنے بائع سے ثمن واپس لینے کا استحقاق ہوتا ہے بائع کے بائع سے واپس لینے کا اختیار نہین حاصل ہوتا ہے
اور وارث مشتری کو اپنے مورث کے بائع سے ثمن واپس لینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے باوجودیکہ یہ اُسکا بائع نہین ہے سو اسوجہ سے
حاصل ہوتا ہے کہ وہ مورث کا قائم مقام ہے اسی واسطے اس ثمن سے مورث کا قرضہ ادا کیا جاتا ہے اور اسی واسطے اگر مشتری
میت پر اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام ترکہ کو محیط ہے تو درصورتیکہ دار مذکور پر استحقاق ثابت ہو تو ثمن واپس لینے کا اختیار
وصی میت کو ہوتا ہے نہ وارث کو پس اگر اسی طور پر لکھا جاوے جسطرح یوسف و ہلال لکھتے ہین تو بہت ممکن ہے کہ اسکا وہم ہوسکتا ہے
کہ بیع مین یہ ایسی شرط ہے جسکو عقد بیع مقتضی نہین ہے پس وہ فساد بیع کا حکم دیگا اسواسطے ہمنے اس سے احتراز کرنے کی غرض
سے درک کی اضافت بجانب مشتری کردی ہے۔ اور بعضے لوگ اسطرح لکھتے ہین کہ جو درک فلان بن فلان کو اور ہر کسی کو
اسکے سبب سے پیش آوے تو فلان بائع پر اُسکا خلاص واجب ہے۔ اور اسطور سے نہ لکھنا چاہیے اسواسطے کہ اسباب مین
اُسکے وارث لوگ اور اُس سے خریدنے والے اور اُسکی طرف سے صدقہ یا ہبہ پانے والے اور نیز تمام لوگ جو اس مشتری
کی جہت سے ملکیت دار مذکورہ حاصل کرین سب لوگ ہوسکتے ہین حالانکہ ہمنے بیان کردیا ہے کہ وقت استحقاق وارد
ہونے کے ان لوگون کو اس بائع سے ثمن واپس لینے کا اختیار نہوگا پس اگر اسطور سے تحریر کیا تو بائع کے ذمہ ایسی
شرط لگائی جسکو عقد بیع نہین چاہتا ہے پس بیع فاسد ہوگی۔ اور بعضے لوگ لکھتے ہین کہ پس فلان یعنی بائع پر اسکا عہدہ ہے
اور اسطور سے بھی نہ لکھنا چاہیے اسواسطے کہ امام اعظم رہ کے نزدیک عہدہ قدیم دستاویز کو کہتے ہین حالانکہ استحقاق ثابت
ہونے کے وقت بائع پر مشتری کا قدیمی دستاویز کا استحقاق نہین ہوتا ہے پس اگر ایسی شرط بائع کے ذمہ لگائی تو خلاف مقتضائے
عقد شرط لگائی پس بیع فاسد ہوجائیگی۔ اور متاخرین اہل شروط نے فرمایا کہ اسطرح نہ لکھنا چاہیے کہ جو درک فلان مشتری کو
پیش آوے پس فلان بائع پر اسکا خلاص کرکے مشتری مذکور کے سپرد کرنا واجب ہے۔ بلکہ اُس طور سے لکھے جسطرح شیخ ابوزید
نے تحریر کیا ہے کہ مشتری کو جو اسکی بابت یا اسمین سے کسی جزو کی بابت یا اسکے حقوق یا حقوق مین سے کسی کی بابت کچھ درک

پیش آوے تو بائع پر واجب ہوگا کہ فلان مشتری کو وہ سپرد کرے جو بیع مذکورہ تحریر ہذا نے مشتری کے واسطے اُسپر
واجب کیا ہو اسواسطے کہ جب مشتری کے پاس سے مبیع استحقاق ثابت کرکے لیجاوے اور مستحق اس بیع کی اجازت نہ دیوے
تو علما کے درمیان اس امر مین اختلاف ہو کہ مشتری کے واسطے بائع پر بحکم بیع کیا واجب ہوگا پس ہمارے نزدیک اسپر
واجب ہوگا کہ مشتری کو اسکا ثمن واپس کرے اور عثمان لیثی و سوار بن عبداللہ عمری نے فرمایا کہ دار مبیعہ کے مثل بلندی و پستی و قیمت و عمارت
و گزون کی ساحت کا اُسی مقام پر دوسرا دار سپرد کرنا واجب ہوگا اور بعض نے کہا کہ اسپر واجب ہوگا کہ دار مبیعہ کی قیمت واپس کرے
خواہ ثمن اُسکے برابر ہو یا کم ہو یا زیادہ ہو اور جبکہ علماء نے اسطور سے اختلاف کیا ہو تو احوط یہی ہو کہ استحقاق کے وقت
جو واجب ہوگا وہ بیان نہ کیا جاوے تاکہ جو قاضی اسکے برخلاف اعتقاد رکھتا ہو وہ اسکو باطل نہ کرے اور جو تحریر ہی اسکو
خلاف مقتضاے عقد نہ خیال کرے - اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ صاحب استحقاق نے بیع مذکور کی اجازت نہ دی
اور اگر صاحب استحقاق نے استحقاق ثابت کرنے کے بعد اس بیع کی اجازت دیدی تو بعضے علما کا قول ہو کہ یہ اجازت
بالکل کارآمد نہوگی بنابرین کہ اُنکے نزدیک فضولی کی بیع منعقد نہین ہوتی ہو اور نہ اجازت مالک پر موقوف ہوتی ہو
اور ہمارے نزدیک اگر قاضی نے صاحب استحقاق کے واسطے اس عین کا حکم نہین دیا ہو اور حکم دینے سے پہلے صاحب
استحقاق نے اجازت دیدی تو اُسکی اجازت کارآمد ہوگی پس بائع پر بھی مال عین مشتری کو سپرد کرنا واجب ہوگا - لیکن
امام اعظم رح سے ایک روایت مین اسکے برخلاف یون مروی ہو کہ مستحق کا خصومت کرنا اور قاضی سے حکم کی درخواست
کرنا بیع کے نقض کی دلیل ہو پس اس سے بیع ٹوٹ جاویگی جیسے کہ صریح توڑ دینے سے ٹوٹ جاتی ہو پھر اسکے بعد مستحق کا اجازت
دینا کچھ کارآمد نہوگا - اور اگر بعد حکم قاضی صادر ہونے کے صاحب استحقاق نے اجازت دی تو بعض مواضع مین مذکور ہو
کہ بنابر قول امام اعظم رح کے اسکی اجازت کارآمد نہوگی اسواسطے کہ مستحق کے واسطے مال عین کا حکم قاضی کی طرف سے صادر ہونے سے
بیع فسخ ہوجائیگی - اور صاحبین رح کے نزدیک اجازت کارآمد ہوگی اسواسطے کہ صاحبین رح کے نزدیک استحقاق ثابت
اور مستحق کے واسطے مال عین کا حکم قاضی کی طرف سے صادر ہونے سے بیع فسخ نہین ہوتی ہو ایسا ہی بعض کتب مین
مذکور ہو اور شرح زیادات مین لکھا ہو کہ ظاہر الروایت کے موافق بیع فسخ نہوگی اور اجازت کارآمد ہوگی - اور امام ابو یوسف رح
سے مروی ہو کہ مال عین قاضی کے حکم سے مستحق کا لے لینا دلیل شکست بیع ہو پس اس سے بیع ٹوٹ جاویگی پھر اسکے بعد
مستحق کا اجازت دینا کارآمد نہوگا پس بنابر قول ایسے عالم کے جو فرماتا ہو کہ بیع فسخ ہوجائیگی اور صاحب استحقاق کی اجازت
کارآمد نہوگی اگر بائع کے ذمہ وقت ثبوت استحقاق کے دار مبیعہ سپرد کرنے کی شرط لگائی تو بائع اس دار کو جبھی سپرد
کرسکتا ہو کہ جب صاحب استحقاق سے اسکو خرید لے پھر مشتری کے سپرد کرے اور ایسے طور سے شرط لگانا عقد کو فاسد
کرتا ہو پس احوط یہ ہو کہ یون لکھا جاوے کہ ایسی حالت مین اسپر اُس چیز کا سپرد کرنا واجب ہوگا جسکو بیع مذکورہ تحریر ہذا
نے اُسپر واجب کیا ہو اور اسی طرح یہ بھی نہ لکھے کہ اُسپر ثمن واپس کرنا واجب ہو اسواسطے کہ اگر پورے دار پر استحقاق ثابت
ہوا تو ہمارے نزدیک پورا ثمن واپس کرنا واجب ہوگا اور بعضے مخالفین کے نزدیک اُسپر اس دار کے مثل جو صورت
و معنی مین اسکا مثل ہو واپس کرنا واجب ہوگا اور بعض کے نزدیک اگر پورے دار کا استحقاق ثابت ہو تو اس دار
کی قیمت واپس کرے اور اگر تھوڑے دار کا استحقاق ثابت ہو تو اسمین دو صورتین ہین اگر استحقاق کسی غیر معین ٹکڑے
کا ثابت ہوا جیسے تہائی و چوتھائی وغیرہ تو ہمارے نزدیک مشتری کو اختیار ہو چاہے باقی بائع کو واپس کرکے اُس سے

اپنا پورا ثمن واپس لے اور چاہے باقی کو رکھ لے اور جسقدر استحقاق مین لے لیا گیا ہو اُسکے حساب سے بائع سے ثمن واپس لے ۔ اور اگر کسی معین ٹکڑے کا استحقاق ثابت ہوا پس اگر قبضہ سے پہلے استحقاق مذکور ثابت ہوا تو مشتری کو ایسا ہی اختیار ہوگا جیسا ہمنے بیان کیا ہو اور اگر قبضہ کے بعد ایسا واقع ہوا تو مشتری کو خیار نہوگا بلکہ جسقدر استحقاق مین لیا گیا ہو اُسی قدر ٹکڑے کا ثمن بائع سے واپس لیگا اور یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہوگا کہ جیسے اُسنے دو چیزین خریدین پھر قبضہ کے بعد ایک استحقاق مین لے لیگئی ایسا ہی طحاوی نے اپنے شروط مین ذکر کیا ہو ۔ اور خصاف رہ نے فرمایا کہ مشتری کو اختیار ہو چاہے باقی کو رکھ لے اور جسقدر استحقاق مین لیا گیا ہو اُسکا ثمن واپس لے اور چاہے باقی کو واپس کرکے بائع سے اپنا پورا ثمن واپس کر لے ۔ اور بعضے علماء کے نزدیک کل مبیع کی بیع فاسد ہو جائیگی اور بائع پر پورا ثمن واپس دینا واجب ہوگا پس بنا بر قول ایسے عالم کے جو اس دار کے مثل واپس دینا واجب کہتا ہو اور بنا بر قول ایسے عالم کے جو قیمت دار واپس دینا واجب کہتا ہو بیعنامہ مین ثمن واپس کرنے کی شرط تحریر کرنا ایسی شرط ہوگی جو مقتضاے عقد نہین ہو پس اس سے عقد فاسد ہوگا پس ان لوگون کے قول سے احتراز ہونے کے واسطے اسکو تحریر کرے اور ہمارے نزدیک بھی بعض صورتون مین پورا ثمن اور بعض صورتون مین تھوڑا ثمن واپس کرنا واجب ہوتا ہو پس اگر ہم بیعنامہ مین مطلقاً پورا ثمن واپس کرنا شرط کرین تو یہ شرط خلاف مقتضاے عقد ہو کر موجب فساد ہوگی اور اگر ہمنے اسطرح تحریر کیا کہ پس بائع پر وہ چیز واجب ہوگی جو بیع مذکورہ تحریر ہذا نے مشتری کے واسطے اُسپر واجب کردی ہو تو درصورت استحقاق ثابت ہونے کے اور صاحب استحقاق کا بیع کی اجازت نہ دینے کے جس چیز کا حکم قاضی کی طرف سے اُسپر صادر ہو وہ سب کے نزدیک بموجب اس بیع کے ہوگی جیسا کہ بیعنامہ مین شرط تحریر ہوئی ہو پس قاضیون مین کسی قاضی کو خواہ کسی قول کا معتقد ہو اس بیع کے باطل کردینے کا اختیار نہوگا جبکہ اُسکے پاس یہ مقدمہ پیش ہو پس اسوجہ سے یہی لکھنا احوط ہو اور امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رح بعد تحریر واقعہ درک کے یون لکھا کرتے تھے کہ پس فلان پر اُسکا خلاص کرنا واجب ہوگا حتیٰ کہ اسکو مشتری کے سپرد کرے یا اُسکو اُسکا ثمن معہ قیمت اُس چیز کے واپس کرے یعنے بائع جو عمارت و درخت و زراعت وغیرہ بائع کے حکم سے مشتری نے خود ایجاد کی ہون یا اُسکے واسطے نو ایجاد کی گئی ہون ۔ اور ہمنے ان چیزون کی قیمت کی ضمان اسواسطے تحریر کردی کہ بنا بر قول بعضے علماء کے استحقاق ثابت ہونے کے وقت مشتری کو بائع سے ان چیزون کی قیمت واپس لینے کا اختیار جبھی ہوتا ہو کہ جب بائع نے اسکی ضمانت قبول کرلی ہو اور اگر ضمانت قبول نکی ہو تو نہین ۔ اور ہمنے بائع کے حکم سے اسواسطے تحریر کیا کہ بعضے علماء مدینہ منورہ کہتے ہین کہ بائع نے اگرچہ مشتری کے واسطے ان چیزون کی قیمت کی ضمانت کرلی ہو تاہم مشتری اُس سے اس قیمت کو جبھی واپس لے سکتا ہو کہ جب بائع نے ایسا حکم کیا ہو پس ہمنے بائع کا ضمانت کرنا اور اُسکا یہ حکم دینا ان علماء کے قول سے احتراز کرنے کے واسطے تحریر کردیا ۔ اور بعضے لوگ یون تحریر کرتے ہین کہ معہ ضمانت اُس چیز کے جسکو مشتری عمارت و درخت وغیرہ سے نو ایجاد کرے ۔ اور یہ صحیح نہین ہو اسواسطے کہ مشتری کبھی دار مین ایسی چیز ایجاد کرتا ہو کہ استحقاق ثابت ہونے کے وقت اُسکی قیمت لینے کا اختیار بائع سے اُسکو حاصل نہین ہوتا ہو جیسے کنوان اکھاڑنا اور چہ بچہ صاف کرنا و موری صاف کرنا ایسی چیزین جنکو بائع کے سپرد نہین کرسکتا ہو پس اگر انکی ضمانت بھی بائع کے ذمہ شرط کی تو ایسی شرط اُسکے ذمہ لگائی جسکو عقد مقتضی نہین ہو اور اُسمین ہر دو عاقدین مین سے ایک کے واسطے نفع ہو ۔ اور امام طحاوی فرماتے تھے کہ احوط یہ ہو کہ یہ نہ لکھا جاوے کہ معہ قیمت اُس چیز کے جسکو مشتری پیدا کرے بلکہ یون لکھا جاوے کہ فلان

ف قولہ نفع ہو اور ایسی شرط ہو استحقاق موجب فساد بیع ہو ۱۲ منہ

بن فلان بن فلان کو اس دار محدودہ یا اسکے حقوق مین سے کسی حق مین یا ایسی چیز مین جسکو ایجاد کرے مثل عمارت و درخت
وزراعت کے کوئی درک پیش آوے تو بائع پر بحکم بیع مذکورہ بیعنامہ ہذا جسکا سپرد کرنا واجب ہی اُسکو تسلیم کرے اور وجہ یہ ہی
کہ جب دار مبیعہ کا استحقاق ایسی حالت مین ثابت ہو کہ مشتری اُسمین کوئی عمارت بنا چکا ہی یا درخت لگا چکا ہی یا اُسمین کھیتی بوئی ہی
تو اسمین علما کا اختلاف ہی پس ہمارے اصحاب سے اسمین دو روایتین ہین ایک روایت شاذہ مین فرمایا کہ اگر بائع حاضر ہو تو مشتری
بائع سے ان چیزون کی قیمت اسطرح قائم کے حساب سے لیگا اور یہ عمارت اور پودے اور زراعت بعوض اُس مال قیمت
کے جو بائع نے تاوان دیا ہی بائع کے ہو جاوینگے پھر اسکے بعد صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے بائع سے مواخذہ
کرے کہ ان چیزون کو اُسکی زمین سے اُکھاڑے اور دور کردے اور چاہے بائع کو انکی قیمت اُکھڑی ہوئی اور توڑی ہوئی
کے حساب سے دیکر انکو اپنے واسطے رہنے دے اور اگر بائع غائب ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا کہ مشتری سے مواخذہ
کرکے ان چیزون کو اپنی زمین سے دور کرا دے اور بائع کے آنے تک کا انتظار نکرے۔ پھر جب اُسکو مشتری نے اُکھاڑ لیا
تو جب کبھی بائع پر قابو پاوے تو اُسکو دیکر اسی طرح اُکھڑی ہوئی کی قیمت اُس سے تاوان لے کیونکہ اُسنے بائع کو ایسا ہی
سپرد کیا ہی اور اگر صاحب استحقاق چاہے تو مشتری کو انکے اُکھاڑنے سے منع کرے اور اپنے واسطے رہنے دے اور
مشتری کو اُکھڑی ہوئی کے حساب سے اسکی قیمت دیدے پھر مشتری بائع سے سوائے اپنے ثمن کے (جو بائع کو دیا ہی) اور کچھ واپس نہین لے سکتا ہی
اور ظاہر الروایۃ مین فرمایا کہ اگر مشتری سے ان چیزون کے دور کرنے کا مواخذہ کیا گیا تو مشتری اُسکو دور کردیگا پھر ٹوٹن مشتری
کی ہوگی پھر اُسکو اختیار ہوگا چاہے یہ ٹوٹن (یا درختان علاوہ) بائع کو دیکر اُس سے ثابت کی قیمت لے لے اور چاہے ٹوٹن اپنے واسطے رہنے
دے اور بائع سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی پس جب ہمارے نزدیک یہ حکم ہوا کہ بعضی صورتون مین مشتری بائع سے
عمارت کی قیمت لیتا ہی اور بعض صورتون مین نہین پس اگر بیعنامہ مین یہ لکھین کہ واپس لیگا مطلقاً تو ہمنے مشتری کے واسطے
ہر حال مین قیمت واپس لینے کا اختیار ثابت کر دیا حالانکہ یہ شرط خلاف مقتضاے عقد ہی اور ہر دو عاقدین مین سے ایک
یعنے مشتری کے واسطے اسمین نفع ہی پس ہمارے نزدیک ایسی شرط موجب فساد عقد ہوئی اور بعضے علماے مدینہ نے زعم کیا
کہ اگر مشتری نے عمارت بنائی اور اُسکو یہ معلوم نہین ہی کہ یہ دار صاحب استحقاق کی ملک ہی حتے کہ اُسنے دھوکے و نادانستگی
مین بنایا پھر صاحب استحقاق ظاہر ہوا تو قاضی اس مستحق سے کہیگا کہ تجھکو اختیار ہی چاہے مشتری کو اُسکی ثابت عمارت کی قیمت
دیدے کیونکہ اُسنے دھوکے اور نادانستگی مین بنائی ہی اور یہ عمارت تیری ہوگی اور اگر چاہے تو اسکی قیمت نہ دے اور مشتری
تیرا شریک رہیگا اور مشتری کو عمارت دور کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا اور وہ بائع سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر مشتری
جانتا ہو کہ یہ دار ملک مستحق ہی اور باوجود اسکے اُسنے عمارت بنائی تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے مشتری کو اس
عمارت کے منقوضہ (توڑی ہوئی) کی قیمت کے حساب سے قیمت دیکر مشتری سے یہ عمارت لے لے اور مشتری بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی
پس اگر ہم بیعنامہ مین یہ شرط تحریر کرین کہ مشتری بائع سے واپس لے تو بنا بر قول ان علماء کے ہمنے ایسی شرط لگائی جو
خلاف مقتضاے عقد ہی پس موجب فساد عقد ہوگی اور نیز امام شافعی رح کا یہ مذہب ہی کہ جو چیز مشتری نئی ایجاد کرے
اُسکی قیمت بائع سے واپس نہین لے سکتا ہی پس اُنکے قول کے موافق بھی ایسی شرط خلاف مقتضاے عقد ہوگی پس
ایجاد مشتری کی قیمت کی ضمان کی شرط بائع پر کرنے سے احتراز واجب ہی تاکہ ہمارے قول و غیرون کے قول کے موافق
عقد بیع فساد سے محفوظ رہے لیکن یہ تحریر کرے کہ بائع پر وہ چیز مشتری کو سپرد کرنا واجب ہوگی جو اس بیع مذکورہ بیعنامہ

ہذا نے اُسپر واجب کیا ہی حتی کہ اگر یہ بیعنامہ کسی قاضی کے پاس پیش کیا جاوے تو وہ اس بیع کے فاسد ہونے کا حکم نہین دیگا
بلکہ اُسکے مذہب کے موافق جو چیز بحکم اس بیع کے بذمہ بائع واجب ہوگی اُسکا حکم بائع پر صادر کریگا - اور واضح ہو کہ یہ تقریر
امام طحاوی کی اگرچہ عقد بیع کو فساد سے بچاتی ہی لیکن اسمین حق مشتری کی صیانت ان چیزون سے جو عمارت و درخت
و زراعت اُسنے ایجاد کی ہین نہین ہی اسواسطے کہ امام طحاوی نے یہ تحریر نہین کیا کہ جو درک اُسکو ان چیزون مین سے انمین
سے کسی چیز مین جو اُسنے بحکم بائع ایجاد کی ہین پیش آوے - حالانکہ اسکا ذکر کرنا بعضے اہل علم کے قول سے بچنے کے واسطے
ضروری ہی - اسی طرح اُسنے مقدار ضمان جو اسپر انکی قیمت مین پیش آویگی بیان نکی حالانکہ ابن ابی لیلے کے قول کے موافق ضمانت
صحیح ہونے اور مشتری کے بائع سے رجوع کرنے کے واسطے اسکا ذکر کرنا ضروری ہی کیونکہ شیخ ابن ابی لیلے رح کے نزدیک جب تک مقدار
مضمون بہ کی معلوم نہو تب تک ضمان صحیح نہین ہی پس اسکا حیلہ یہ ہی کہ ان چیزون کا ضمانت نامہ علیحدہ تحریر کرے یا ان چیزون
کی ضمانت کا ذکر بیعنامہ مین تحریر کرے اور لکھدے کہ یہ ضمانت بائع کی طرف سے اس بیع مین مشروط نہ تھی بلکہ اُسنے بعد بیع
اسکی ضمانت کر لی ہی اور ان چیزون کی مقدار قیمت ایسی ذکر کرے کہ اس امر کا یقین اُسکو ہو کہ ان چیزون کی قیمت اس سے
نہین بڑھیگی مثلاً ایک درم سے ہزار درم تک یا دو ہزار درم تک علے ہذا القیاس پس عقد فاسد ہونے سے بھی احتراز ہو جائیگا
اور حق مشتری کی حفاظت بھی ان چیزون مین جنکو وہ ایجاد کریگا از قسم عمارت و درخت و زراعت حاصل ہو جائیگی یہ ذخیرہ مین ہی
پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ گواہ ہوے یعنے گواہان مسمیان گواہ ہوے - اور بعضے اہل شروط اس عبارت کو اول تحریر مین
لکھتے ہین یعنے یہ وہ ہی جسپر گواہ لوگ گواہ ہوے اور ہمارے نزدیک احسن یہ ہی کہ اسکو اخیر مین تحریر کرے اسواسطے کہ گواہ لوگ
اپنی گواہی آخر مین تحریر کرتے ہین پس اس لفظ کا ذکر کرنا بھی وہین بہتر ہی جہان گواہ لوگ اپنے اپنے نام ثبت کرین یہ مبسوط مین ہی
اور امام محمد رح نے اسی پر اقتصار کیا اور کچھ اور ذکر نکیا اور امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف بھی اسی پر اقتصار کرتے تھے یعنی گواہ
ہوے اور اہل شروط یوسف بن خالد و ہلال و ابو زید نے اسپر عبارت بڑھائی ہی پس یوسف بن خالد و ہلال یون تحریر فرماتے
تھے کہ گواہان مسمیان تحریر ہذا فلان و فلان تمام اُس چیز کی جو اس تحریر مین ہی اور دونون کے اس اقرار کی کہ دونون نے
جو کچھ اس تحریر مین بیان ہی سمجھ لیا ہی درحالیکہ دونون صحیح تھے اور دونون کے تصرفات جائز تھے گواہ ہوے اور یہ ماہ فلان
سنہ فلان مین واقع ہوا - اور شیخ ابو زید اسطرح لکھتے تھے کہ گواہان مسمیان گواہ ہوے فلان و فلان کے تمام اُس چیز
کے اقرار پر جو ہماری اس تحریر مین مذکور و موصوف ہی اور اس اقرار پر کہ دونون نے تمام اُسکو جو اسمین مذکور ہی سمجھ لیا
بعد ازانکہ دونون کو یہ تحریر پڑھ کر سنائی گئی اور دونون نے اقرار کیا کہ ہم دونون نے اسکو حرفاً حرفاً سمجھ لیا ہی اور دونون نے
ان گواہون کو تمام اُس چیز کا جو اس تحریر مین ہی اپنے اوپر گواہ کر لیا اپنی صحت عقول و ابدان و جواز تصرفات کی حالت
مین درحالیکہ بطوع خود بدون اکراہ و اجبار کے ایسا کیا اور درحالیکہ ان دونون کے امور مین انپر کوئی متولی نہ تھا بلکہ یہ
دونون خود اپنے مالون کے مختار تھے یہ دونون کسی بات مین مجبور نہ تھے اور نہ ایک مجبور تھا اور دونون کو مرض وغیرہ کی
کوئی علت نہ تھی اور یہ تحریر ماہ فلان سنہ فلان مین لکھی گئی اور یوسف بن خالد و ہلال نے گواہون کی گواہی باثبات
تمام مرقومہ بیعنامہ اختیار کی اور شیخ ابو زید نے دونون متبائعین کے تمام مرقومہ بیعنامہ کے اقرار کی گواہی اختیار کی - اور ہمارے
بعضے متاخرین مشائخ فرماتے ہین کہ تحریر مین بعضی ایسی بات ہوتی ہی جسپر گواہ لوگ حقیقۃً واقف ہوتے ہین چنانچہ خرید و
فروخت و قبضہ ثمن و قبضہ مبیع و تفرق متبایعین بابدان و ضمان درک وغیرہ اور بعضی ایسی بات ہوتی ہی جسپر گواہون کو

حاشیہ: یعنی ایک درم سے ہزار درم تک یا دو ہزار درم تک ۱۲ منہ
حاشیہ: جدائی [illegible] ۱۲

حقیقۃً وقوف نہین ہوتا ہی چنانچہ بیع مین معنی تلجیہ نہونا و شبہہ نہونا اور مقدار ثمن واقعی کیونکہ احتمال ہی کہ دونون نے درپردہ قرار داد
کرلی ہو کہ بیع بطور تلجیہ ہی اور ظاہر مین دکھلانے سنانے کو بیع کرتے ہون اور نیز درپردہ قرارداد ہو کہ بیع بعوض ہزار درم کے ہی اور
ظاہر او دو ہزار درم کہتے ہین اسی طرح متبایعین کا مبیع دیکھ لینا یہ بھی ایسی بات ہی کہ حقیقۃً اسپر گواہ واقف نہین ہوسکتے ہین اسلیے
کہ آدمی دوسرے کے دیکھ لینے کو کیونکر جان سکتا ہی ہان یہ دیکھ سکتا ہی کہ وہ اُسطرف آنکھ سے متوجہ ہی اور بسا اوقات آدمی آنکھ
ایک چیز کی طرف کرتا ہی اور اُسکو نہین دیکھتا اور نہ واقف ہوتا ہی اور اسیطرح تحریر کتابت مین جو کچھ ہی اُسپر دونون متعاقدین
کا علم ہوجانا بھی ایسا ہی ہی کہ گواہ لوگ حقیقۃً اس سے واقف نہین ہوسکتے ہین مگر یہ باتین ایسی ہی ہین کہ متعاقدین کے اقرار
ہی سے لوگون کو وقوف ہوتا ہی اور گواہ ہونا اور اس گواہی کو اپنے ذمہ لینا اُسی قدر صحیح ہی جتنا گواہ کو وقوف ہو پس جسکو گواہ
نے حقیقۃً معلوم کیا ہی اُسمین اُنکی گواہی باثبات لکھنی چاہیے کیونکہ اُس سے وہ لوگ حقیقۃً واقف ہوے ہین اور جس سے
حقیقۃً واقف نہین ہوے ہین اُسمین متعاقدین کی اقراری گواہی تحریر کرے پس یون لکھنا چاہیے کہ گواہان سمیان تمام
مرقومہ بیعنامہ کے باین طور شاہد ہوے کہ جسکا اُنکو حقیقۃً وقوف ہوا ہی اسکے باثبات اور جنکا حقیقۃً وقوف نہین ہوا ہی
اُسکے باقرار متعاقدین پھر یوسف بن خالد و ہلال نے یون لکھا کہ دونون کی حالت صحت و جواز تصرفات مین - اور ابوزید
نے لکھا کہ دونون کی صحت بعقل و جواز تصرفات کی حالت مین اور طحاوی نے لکھا کہ دونون کی صحت عقل و جواز تصرفات کی حالت
مین اور جو طحاوی نے تحریر فرمایا ہی یہ اوثق و احوط ہی - اور آیا گواہون کا متعاقدین کی روشناسی و نام و نسب سے پہچاننا
بھی تحریر کیا جاوے - اور سمتی و ہلال اسکو تحریر نہین فرماتے تھے اور ان دونون کے سواے اہل شروط تحریر فرماتے تھے
اور بعضے متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ اگر دونون متعاقدین لوگون مین مشہور ہون تو اِسکے لکھنے کی حاجت نہین ہی اور اگر مشہور
نہون تو اسکا لکھنا ضرور ہی کیونکہ گواہون کو دونون کے مواجہہ مین اداے گواہی کی ضرورت ہی پس دونون کی روشناسی ضرور ہی
تاکہ دونون پر گواہی دیسکین اور نیز دونون کے غیبت مین اور دونون کی موت کے بعد اداے شہادت کی ضرورت ہوتی ہی
تو انکا نام و نسب پہچاننا ضرور ہی اور متعاقدین کے اقرار پر کہ ہمارا یہ نام و نسب ہی اعتماد کرنا جائز نہین ہی شاید ہر ایک اپنا نام و
نسب غیر کا نام و نسب بیان کرے تاکہ گواہون کو فریب دے بدین غرض کہ غیر کی ملک سے مبیع نکال لے پس شاید متعاقدین
کے قول پر اعتماد کرنا غیر متعاقدین کی ملک کھو دے اور یہ ایسی بات ہی کہ اس سے بہت لوگ غافل ہین کہ وہ لفظ بیع و شرا و
و اقرار بقبضہ باہمی ایسے دو شخصون سے سُن لیتے ہین جنکو پہچانتے نہین ہین پھر جب بعد موت صاحب بیع کے اُنسے گواہی طلب
کیجاتی ہی تو اسی نام و نسب پر گواہی دیتے ہین حالانکہ اُنکو اسکا علم نہین ہی پس اِس سے احتراز کرنا چاہیے تاکہ لوگون کی املاک
باطل ہوجانے سے بچین اور خود خداع و مجازفت سے محفوظ رہے - پھر گواہ کو نسب کا حال معلوم ہونے کا طریقہ یہ ہی کہ جتنے لوگ
اُسکو خبر دین جنکا جھوٹ بات پر اتفاق کرنا غیر متصور ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک دو عادل یا ایک
مرد اور دو عورتین اس بات کی گواہی دین - پس اگر نسب کی گواہی برداشت کرنے کا قصد کیا اور ایسی جماعت کا حاضر کرنا دشوار
ہوا جسکی امام اعظم رح نے شرط کی ہی کہ علم نسب اسطرح سے حاصل ہونا چاہیے تو یہ کرنا چاہیے کہ گواہون کے پاس دو گواہ
اس نسب کی گواہی دین پس ان گواہون کی گواہی پر یہ گواہ ہون تاکہ جب اداے شہادت کی حاجت پیش آوے تو
نسب پر ان گواہون کی گواہی پر گواہی دین اور جو بیعنامہ مین تحریر ہی اُسکی اپنی ذاتی گواہی دین - اور کسی عورت کی گواہی
برداشت کرنے کے واسطے بعضے مشائخ کے نزدیک اُسکا چہرہ دیکھنا ضرور ہی اور فقط اتنے پر کہ گواہون کو بھیجوا دیا کہ فلانہ کو

گواہون کو اسپر گواہی حلال نہین ہے۔ اور درحالیکہ وہ عورت غائب ہو یا مر گئی ہو اور گواہون کو اُسپر گواہی دینے کی ضرورت پیش آئی کہ نام و نسب کی گواہی ادا کرین تو نام و نسب کی گواہی برداشت کرنا صحیح ہونے کے واسطے وہی طریقہ ہے جو ہمنے مرد مجہول کی صورت مین بیان کیا ہے کہ امام اعظم رہ کے نزدیک ایک جماعت گواہی دے جسکا دروغ پر اتفاق کرنا متصور نہو اور صاحبین رہ کے نزدیک دو گواہ گواہی دین اور ہمنے یہ صورت پوری کتاب الشہادات مین ذکر کر دی ہے۔ اور اگر درک کا کوئی کفیل ہوا تو فرمایا کہ اگر درک کے واسطے مشتری نے بائع سے کوئی ضامن مانگا تو کیونکر تحریر کرنا چاہیے تو مسئلہ دو طرح پر ہے۔ یا تو فقط درک کا کفیل لیا اور کسی بات سے تعرض نکیا۔ یا تمام اُس حق کا جو اس بیع کی وجہ سے مشتری کا بائع پر واجب ہوا یعنے ثمن و قیمت ایجاد عمارت و زراعت و درخت وغیرہ سب کا کفیل لیا پس چاہیے جسطرح کفالت لی ہو بہرحال جائز ہے اسواسطے کہ یہ ایسے قرضہ کی کفالت ہے جو عنقریب واجب ہوگا اور ایسی کفالت جائز ہے یہ کتاب الکفالۃ مین معلوم ہو چکا ہے لیکن پہلی صورت مین کفیل پر وقت ورود استحقاق کے فقط ثمن واپس کرنا واجب ہوگا اور قیمت عمارت و زراعت و درخت مین سے کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ جب درک مطلقاً بیان کیا جاوے تو عرف مین اس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ استحقاق کے وقت ثمن واپس کرے پس کفالت بدرک اسی طرف راجع ہوگی اور کسی طرف راجع نہوگی۔ پس خرید کی تحریر لکھنے کے بعد یون لکھیگا کہ جو کچھ اس دار کی بابت درک پیش آوے تو فلان یعنے بائع پر و فلان یعنے کفیل پر اسکا خلاص واجب ہے پس مشتری کو اختیار ہے چاہے دونون کو ماخوذ کرے یا دونون کو متفرق ایک بعد دوسرے کے ماخوذ کرے یہان تک کہ دونون اُسکو یہ دار سپرد کرین یا اسکا ثمن جو چنین و چنان ہے واپس کرین اور ایسا ہی امام محمد رہ نے کتاب مین ذکر کیا ہے اور دونون کے ماخوذ کرنے کا اختیار اسواسطے لکھا کہ ابن ابی لیلی کے قول سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ ابن ابی لیلی کا یہ مذہب ہے کہ کفالت مثل حوالہ کے اصیل کو بری کر دیتی ہے لیکن اُس صورت مین بری نہین کرتی ہے کہ جب کفالت مین یہ شرط کر لیجاوے کہ اُسکو اختیار ہے کہ دونون مین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے اور دونون کا متفرق ایک بعد دوسرے کے ماخوذ کرنا اسواسطے لکھا کہ ابن شبرمہ کے قول سے احتراز ہو کہ ابن شبرمہ کے نزدیک کفالت موجب برءت اصیل نہین ہے لیکن حقدار نے اگر اصیل و کفیل دونون مین سے کسی کا دامن پکڑا اور اس سے مطالبہ کیا تو دوسرا مطالبہ سے بری ہو جائیگا لیکن اُس صورت مین بری نہوگا کہ جب کفالت مین یہ شرط کر لی کہ اُسکو اختیار ہے کہ ایک بعد دوسرے کے دونون سے مطالبہ کرے کذا فی الذخیرہ اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ مشائخ نے فرمایا کہ اس مقام پر اور شرطین بھی ہین جنکا ذکر کرنا ضروری ہے از انجملہ یہ ہے کہ کفیل نے کفالت کی بدون اسکے کہ یہ بات بیع مین شرط کیجاوے اسواسطے کہ بیع بشرط کفیل قیاساً نہین جائز ہے اور اسی کو زفر رہ نے اختیار کیا ہے پس شیخ زفر کے قول سے احتراز ہونے کے واسطے اسکا لکھنا ضروری ہے اور از انجملہ یہ لکھے کہ کفالت بحکم بائع تھی یعنے کفیل لیفے اسواسطے کہ عثمان لبتی رہ کا مذہب یہ ہے۔ کہ بدون حکم مکفول عنہ کے کفالت صحیح نہین ہوتی ہے پس بائع کا حکم اس قول سے احتراز ہونے کے واسطے تحریر کر دے۔ از انجملہ یہ لکھے کہ مکفول لہ یعنے مشتری نے مجلس کفالت مین اس کفالت کی بمخاطبت اجازت دیدی اسواسطے کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ غائب کے واسطے کفالت جائز نہین ہے جبکہ اُسکی طرف سے قبول نہ پایا جاوے یعنے بمخاطب کردن ۱۲ سوائے ایک خاص صورت کے اور یہ سب کتاب الکفالت مین معلوم ہو چکا ہے پس مشتری کا بمخاطبت مجلس کفالت مین اجازت دینا دونون اماموں کے قول سے احتراز ہونے کے واسطے لکھنا ضروری ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ یہ بھی لکھنا چاہیے کہ بائع و کفیل اجنبی ان دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی اجازت سے دوسرے کے نفس کا بھی کفیل ہے اسواسطے کہ

بسا اوقات دونون مین سے ایک غائب ہوتا ہی اور دوسرا تنگدست ہوتا ہی پس اُس سے مشتری کو اپنا حق وصول نہین ہوسکتا ہی
پس اُسکو دوسرے کے نفس کا کفیل کردے تاکہ ایسی حالت مین اُس سے دوسرے غائب کے حاضر لانے کا مواخذہ کرے
پس اس غائب کی طرف سے اپنا حق وصول پا دیگا اور کفالت بحکم بائع بغرض احتراز از قول عثمان لیثی رہ تحریر کرے
یہ ہی کہ یہ لکھدے کہ اس بیع کی وجہ سے بائع یا کفیل کسی پر جو دعوی مشتری اپنی زندگی مین یا موت کے بعد کرے یا
کہ وارث مشتری دعوی کرے اُس دعوی کی خصومت کا ہر ایک ان دونون مین سے دوسرے کی طرف سے وکیل
ہو وکالت صحیحہ بدین شرط ہی کہ جب اس وکالت کو فسخ کرے تو پھر اسکے بعد وہ وکیل بدستور رہو جائیگا - پس اسکا ذکر کرنا مفید
ہی تاکہ مشتری کو وثوق حاصل ہو اسواسطے کہ جب تک مال اصیل پر واجب نہوگا تب تک کفیل پر واجب نہوگا اسواسطے
کہ کفیل اپنے اصیل کی طرف سے برداشت کرتا ہی اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہی کہ مشتری پر بائع کی غیبت مین استحقاق ثابت
ہوتا ہی حالانکہ کفیل حاضر ہوتا ہی اور مشتری کفیل پر دعوی کرکے اپنا استحقاق بائع پر ثابت نہین کرسکتا ہی اسواسطے کہ
کفیل اس غائب کی طرف سے خصم نہین ٹھہرتا ہی درحالیکہ کفیل اس غائب کی طرف سے وکیل خصومت مقرر نہو خواہ کفالت اسکے حکم سے ہو
یا بدون اسکے حکم کے ہو یہ امام اعظم رہ کے نزدیک ہی ایسا ہی امام ابو یوسف رہ نے امام اعظم رہ سے روایت کی ہی پس کفیل سے مطالبہ
کرنا ممکن نہوگا اور امام ابو یوسف رہ نے املا مین فرمایا کہ اگر کفالت بحکم ہو تو بائع کی طرف سے کفیل خصم ٹھہریگا اور اگر بلا حکم ہو تو بائع کی
طرف کفیل خصم نہ ٹھہریگا - اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ کفیل بہرحال خصم ٹھہریگا خواہ کفالت بحکم بائع ہو یا بحکم نہو - پس ہرگاہ مسئلہ مین
اسطور سے اختلاف ہی تو ہر ایک کے واسطے دوسرے کی طرف سے وکالت بر وجہ مذکور تحریر کرنا چاہیے تاکہ اس اختلاف سے
احتراز ہو اور لازم یہ ہی کہ خصومت مین کفیل از جانب بائع وکیل کیا جاوے تاکہ بائع کی غیبت مین مشتری کو بائع پر اپنا حق ثابت
کرنے کا قابو ہاتھ آوے کہ کفیل سے مطالبہ کرے اور رہا کفیل کو بائع کی طرف سے وکیل خصومت کرنے کی کچھ حاجت نہین ہی اسواسطے
کہ مشتری بسبب بیع مذکورہ بیعنامہ کے جو کچھ اُسپر دعوی کریگا بائع اسکا اصیل ہوگا اور مشائخ نے اسکی وجہ اور فائدہ بیان کیا ہی مگر
ہمکو یہ ظاہر نہین ہوا - یہ سب اُس صورت مین ہی کہ فقط ضمانت درک کا کفیل لیا ہی اور اسکے سوا کسی بات سے تعرض نکیا
ہو اور اگر تمام اُس حق کا جو اس بیع کے سبب سے مشتری کا بائع پر واجب ہوا ہی کفیل لیا تو کفالت کو انھین شرائط پر تحریر کرے
جنکو ہمنے بیان کردیا ہی اور قیمت عمارت و درخت و زراعت مین جس مقدار کی کفالت کی ہی اسکو بیان کردے کہ ایک درم سے
ہزار درم تک مثلاً پس ایسی مقدار ذکر کرے کہ معلوم ہو کہ غالباً قیمت عمارت و درخت و زراعت اس سے زائد نہو جائیگی واللہ تعالی
اعلم بالصواب - اور اگر ایسے شخص سے جسکی طرف سے اس بیع مین جھگڑا کرنے کا خوف ہی یہ اقرار لیا کہ یہ بیع اُسکی رضامندی سے
ہوئی ہی اور اُسکو اسمین کچھ تنازع نہین ہی مثلاً بائع کا بیٹا یا جورو یا باپ ہو کہ جسکی طرف سے یہ گمان ہو کہ مبیع مین بوجہ خرید وغیرہ
کے اسکا کچھ دعوی ہوگا تو بعد تحریر درک کے اسطرح لکھے کہ فلان بن فلان یعنے اس بائع کے پسر نے یا فلانہ بنت فلان
اس بائع کی جورو نے بطوع خود بحالت استجماع شرائط صحت اقرار کے ایسا اقرار جو اس بیع مین مشروط نہین اور ملحق نہین ہی
اسطرح کیا کہ جمیع دار محدودہ مذکورہ بیعنامہ ہذا اس بائع فلان کی ملک و حق تھا اور اسنے اپنی ذاتی ملک کو فروخت کیا ہی اور
میرا اس سب مین یا اسمین سے کسی جز مین کچھ دعوے و کچھ حق نہین ہی اور یہ مشتری اب اس دار مذکورہ کا بہ نسبت میرے
اور بہ نسبت سب آدمیون کے مستحق ہوگیا ہی اور اگر مین اس معاملہ مین اس مشتری پر کبھی کوئی دعوی کرون تو میرا
دعوی باطل و مردود ہی اور اس مقر لہ نے اُسکے اس اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی پھر انھون نے اپنے اوپر اس بات کی گواہ کیا

یا اسطرح لکھے کہ فلان نے بطریق مذکورہ بالا تحریر کر کے لکھے کہ یہ اقرار کیا کہ سب جو کچھ اس تحریر مین بیان کیا ہی بیع و قبضہ ثمن و تسلیم بیع و ضمان
درک از جانب بائع ہذا اندرین بیع یہ سب ایسی حالت مین ہوا کہ میری طرف سے اس بائع کے واسطے حکم و اجازت و رضامندی
تھی اور میرا اس سب مین کچھ حق و کچھ دعوی نہین ہی آخر تک موافق مذکورہ بالا تحریر کرے - یا ابتداے تحریر مین اسطرح لکھنا شروع
کرے کہ فلان مخزومی نے فلان مخزومی سے باجازت فلان و فلان مخزومیان کے خریدکیا - اور قبضہ ثمن کے وقت بھی فلان کا حکم
و اجازت تحریر کرے - اور اگر معقود علیہ دو دار ہون پس اگر دونون متلاصق ہون تو لکھے کہ ہر دو دار متلاصقہ جو شہر فلان کے
محلہ فلان کوچہ فلان مین واقع ہین یعنے مع حدود وغیرہ سب جیسا کہ بیان ہوا ہی تحریر کرے پھر حدود کی تحریر سے فارغ ہو کر
لکھے کہ معہ دونون کے حدود تمام کے و دونون کے حقوق کے دونون کی زمین و دونون کی عمارت اور دونون کے سفل
و دونون کے علو کے و معہ دونون کے سب مرافق کے و معہ ہر حق کے جو دونون کے واسطے ثابت دونون مین داخل ہی
یا دونون سے خارج ہی اور جو کچھ قلیل و کثیر کے جو دونون کے واسطے اور دونون مین اور دونون سے دونون کے حقوق مین سے ہی
پھر تحریر کو موافق بیان مذکورہ بالا ختم کرے - اور اگر دونون دار ایک دوسرے سے جدا ہون پس اگر دونون ایک ہی کوچہ مین
واقع ہون تو لکھے کہ تمام دونون دار علیحدہ علیحدہ جو کہ شہر فلان کے محلہ فلان کوچہ فلان مین واقع ہین - پھر دونون مین سے
ہر ایک کے حدود علیحدہ علیحدہ بیان کردے پھر تحریر کو موافق مذکورہ بالا ختم کردے - اور اگر دونون مین سے ہر ایک دار ایک
ایک علیحدہ کوچہ مین واقع ہو پس اگر یہ دونون کوچہ ایک ہی محلہ کے ہون تو لکھے کہ پس ان دونون مین سے ایک دار شہر فلان
کے محلہ فلان کے کوچہ فلان مین مسجد فلان کے سامنے واقع ہی - اور اُسکے حدود بیان کردے پھر اُسکے حدود سے فارغ ہو کر لکھے
کہ اور ان دونون مین سے دوسرا دار شہر فلان کے اسی محلہ کے فلان کوچہ مین واقع ہی پھر اُسکے حدود تحریر کرے پھر بیعنامہ کو
بدستور سابق ختم کرے اور اگر دونون کوچہ دو محلون کے ہون تو تفصیل کردے کہ پس ان دونون مین سے ایک دار فلان
محلہ مین اور دوسرا دار فلان محلہ مین ہی پھر تحریر کو بدستور سابق ختم کرے - پھر اگر ثمن مین تفصیل ہو تو ہزار درم ثمن ذکر کرنے کے
بعد تفصیل بیان کردے کہ اس ثمن مین سے چھ سو درم اس دار کا حصہ ہی جسکے حدود اولاً بیان کیے ہین اور چار سو درم اُس
دار کا ثمن ہی جسکے حدود پیچھے بیان کیے گئے ہین پھر تحریر کو بدستور سابق ختم کرے - اور اگر معقود علیہ ایک دار مین سے ایک
بیت معین ہو تو لکھے کہ تمام بیت سرائی یا گرمائی یا تمام بیت تابہ یا تمام مطبخ یا تمام بیت مبرز یا تمام بیت الخلاء یا تمام بیت
حساب کو فلان سے خریدا اور اگر معہ اُسکے بالاخانہ کے خریدا ہو تو لکھے کہ تمام بیت فلان معہ اُسکے بالاخانہ کے یا لکھے کہ معہ اُسکے
جو اُسکے اوپر بالاخانہ ہی منجملہ تمام دار کے جو شامل بیوت ہی جو محلہ فلان کوچہ فلان مین واقع ہی پھر حدود دار لکھدے پھر اس دار
مین سے اس بیت کے واقع ہونے کی جگہ کہ وہ اندر جانے والے کے دائین جانب ہی یا بائین جانب یا سامنے ہی جیسا ہو
لکھدے اور یہ کہ یہ بیت داہنی طرف یا بائین طرف ہی بیوت مین سے اول ہی یا ثانی ہی یا ثالث ہی اور اس بیت کے حدود
بھی لکھے پھر لکھے کہ یہ بیت معہ اپنے حدود و حقوق و راستہ کے جو صحن دار سے تا دروازہ فلان ہی سب لکھے اور چاہیے کہ راستہ
کی مقدار لکھدے اگرچہ ہمارے نزدیک راستہ کی مقدار بقدر دروازہ فلان ہوتی ہی لیکن بعضے علماء کے نزدیک اُسکی کوئی
مقدار معتبر نہین ہی پس مجہول ہوئی تو موجب فساد عقد ہوگی پس راستہ کا چوڑاؤ تحریر کردے تاکہ ان علماء کے قول سے احتراز
ہو اور اگر فقط سفل خریدا ہو بالاخانہ نخریدا ہو تو لکھدے کہ مبیع فقط سفل ہی اسکا علو فلان یعنے بائع کا ہی اسمین سے کچھ بیع
مین داخل نہین ہوا ہی اور قولہ اسمین سے کچھ بیع مین داخل نہین ہوا ہی یہ ذکر کر دیا حالانکہ بالاخانہ بدون تصریح ذکر کے بیت کی

بیع مین داخل نہین ہوتا ہی پس اسواسطے ذکر کردیا کہ کوئی وہم کرنے والا وہم نکرے کہ جسطرح دار کی بیع مین بالاخانہ داخل ہوجاتا ہی
اسی طرح شاید بیت کی بیع مین داخل ہوا ہو پس اس وہم کے دور کرنے کے واسطے بیان کردیا واللہ تعالی اعلم بالصواب -
اور اگر معقود علیہ دار کا کوئی ٹکڑا مقدر ہو تو لکھے کہ دلدین سے پورا حصہ مقدرہ مقسومہ معلومہ خریدا اور دار کے حدود بیان
کردے اور یہ ٹکڑا اس دار مین سے نصف ہی اور اس دار کے دروازہ سے اندر جانے والے کے دائین جانب ہوتا ہی
اور وہ اتنے بیت وصفہ و اس دار کے صحن سے اتنا ٹکڑا ہی اور مساحت مین اسقدر گز طول و اسقدر عرض ہی اور اسکے
حدود اربعہ یہ ہین کہ ایک حد ملازق اس دار کی بیت سرماوی سے ہی اور دوسری اس دار کی بیت گرماوی سے ملازق ہی
اور اسی طرح سوم وچہارم برحسب موقع بیان کردے - اور اگر دار مثلاً خرید کردہ شدہ مین سے کوئی بیت وقت خرید کے استثنا
کیا گیا ہی تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بیوت کو سواے بیت واحد معہ اسکے بالاخانہ کے یا ماسواے بیت واحد معہ اسکے علو
یا بدون بیت واحد کے خریدا اور یہ دار فلان جگہ واقع ہی اور اسکے حدود بیان کرے اور یہ بیت جو استثنا کیا گیا ہی اس
دار کے فلان جگہ پر واقع ہی اور اسکے حدود بیان کردے - اور بیت مستثنی کے حدود بیان کرنے کی حاجت اسواسطے ہوئی
اگرچہ وہ مبیع نہین ہی کہ اگر وہ مجہول رہے تو اسکی جہالت موجب جہالت مستثنی منہ ہوگی جو مبیع ہی - پس اس مشتری مسمی مذکورہ
تحریر ہذا نے اس بائع مسمی مذکورہ تحریر ہذا سے تمام یہ دار محدودہ مذکورہ تحریر ہذا معہ اسکے سب حدود و حقوق زمین و عمارت
وسفل و علو و راستون کے و معہ ہر قلیل و کثیر کے جو اسمین اسکے حقوق سے ہی اور معہ اسکے ہر حق کے جو اسمین داخل و اس
سے خارج ہی سواے اس بیت کے جو اسمین سے مستثنی کیا گیا ہی کہ سواے اس بیت معہ اسکے حدود و حقوق زمین و عمارت
و اس بیت کی راہ تا دروازہ کلان کے الی آخرہ اسقدر ثمن کے عوض خریدا اور بیت کا راستہ اسواسطے ذکر کرنا ضرور ہی
کہ بدون اسکے بائع اپنے بیت تک آمد رفت رکھنے کا مختار نہوگا پس اسکو ضرر پہونچیگا اور یہ امر ایسی چیز مین واقع ہوا جسپر
بیع نہین واقع ہوئی ہی پس موجب فساد بیع ہوگا جیسا کہ چھت کی ایک دھنی فروخت کرنے کی صورت مین ایسی نزاع کی
وجہ سے بیع فاسد ہوتی ہی کذا فی المحیط اور معائنہ کرلینے کا بیان تحریر کے وقت لکھے کہ مشتری نے اس بیت مستثنی کو بھی دیکھ
لیا اور پہچان لیا - اور اسکا لکھنا ضرور ہی اور ایسا ہی امام محمد رح نے اصل مین ذکر کیا ہی اور یہ اسوجہ سے ہی کہ مستثنی کا دیکھنا
ضرور ہی تاکہ خیار رویت باقی نرہے اور تاکہ باتفاق علماء بیع جائز ہوجاوے اور بیوت مین باہم از راہ منافع کے تفاوت
ہوتا ہی پس بدون مستثنی دیکھنے کے مستثنی معلوم نہوگا اور جب مستثنی مجہول رہا تو مستثنی منہ مجہول ہوجائیگا اور وہ مبیع ہی
پس اسوجہ سے مستثنی کو دیکھنا شرط کیا گیا اور یہ مسئلہ شروط الاصل کے مختصات سے ہی کیونکہ باقی کتب شروط مین صرف مبیع
کا دیکھنا شرط کیا گیا ہی - اور بعضے اہل شروط ایسی صورت مین یون لکھتے ہین کہ مشتری نے بائع سے خرید کیا تمام وہ دار
جو فلان مقام پر واقع ہی بعوض اسقدر ثمن کے بدین شرط کہ اسمین سے ایک بیت بائع کے واسطے ہی - اور یہ تحریر خطا ہی
اسواسطے کہ بیع تمام دار کی بدین شرط کہ اسمین سے ایک بیت بائع کے واسطے ہی فاسد ہی کیونکہ ثمن دار مجہول ہوگا اسواسطے
کہ ایسی صورت مین مشتری دار کو ماسواے بیت مذکور کے بعوض اسقدر ثمن کے جو در صورت باقی دار و بیت مذکور پر ثمن
تقسیم کرنے کے باقی دار کے حصہ مین پڑے خریدنے والا ہوجائیگا بخلاف بیع تمام دار کے سواے ایک بیت کے بعوض اسقدر
ثمن کے کہ یہ فاسد نہین ہی اسواسطے کہ ایسی صورت مین باقی دار کو بعوض پورے ثمن کے خریدنے والا ہوگا اور یہ جائز ہی
اسی طرح اگر غرفہ مستثنی ہو تو اسکی بھی ایسی ہی صورت ہی کہ اگر اس غرفہ کے ساتھ دوسرا غرفہ بھی ہو تو غرفہ کی حد بھی بیان کرے

اور اگر دوسرا غرفہ نہو تو فقط اُس بیت کی حد بیان کرے جسمین یہ غرفہ ہو کذا فی الذخیرہ - اور اگر معقود علیہ دار مین سے ایک حصہ غیر مقسومہ ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہو کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے دو سہام مین سے ایک سہم خریدا اور وہ نصف حصہ مشاع منجملہ اس چیز کے ہو یا تمام سہم واحد منجملہ تین سہام کے خریدا اور وہ تہائی حصہ مشاع منجملہ اس چیز کے ہو یا تمام سہم واحد از چہار سہام خریدا اور وہ چوتھائی کل مشاع منجملہ اس چیز کے ہو - پھر جسمین یہ حصہ مبیع واقع ہو اُسکے حدود بیان کر دے اور حصہ مبیع کے حدود بیان نکرے بخلاف اسکے اگر مبیع دار مین سے کوئی حویلی معین یا بیت معین یا زمین مین سے کوئی معین ٹکڑا ہو تو ایسی صورت مین جسطرح دار کے حدود بیان کریگا اسی طرح منزل معین مذکور کے جو مبیع ہو حدود بیان کرنے ضرور ہونگے - اور فرق یہ ہو کہ منزل تو دار مین سے ایک جگہ معلوم ہو آنکھون سے معائنہ ہو پس اُسکے حدود معلومہ ہونگے جیسے کہ دار کے ہین - اور دار مین سے حصہ شائع یعنے غیر مقسوم نظر سے معائنہ نہین ہو پس اُسکے حدود معلوم نہونگے اور نیز یہ وجہ ہو کہ دار کے حدود بیان کر دینا وہی حصۂ مذکورہ کے واسطے ہونگے اسواسطے کہ نصیب مذکور تمام دار مین شائع ہو پس حصہ کے حدود بیان کرنے کی حاجت نہین ہو - اور منزل معلوم تمام دار مین شائع نہین ہوتی ہو پس دار کی تحدید اُس منزل کی تحدید نہو گی - پھر جب قبضہ کا ذکر آوے تو لکھے کہ تمام دار پر قبضہ کر لیا اسواسطے کہ یہ حصہ پورے دار مین شائع ہو پس اُسپر قبضہ کرنا بدون قبضہ تمام دار کے ممکن نہین ہو بخلاف اسکے اگر مبیع منزل معین ہو تو اس صورت مین لکھیگا کہ اُسنے تمام اُس چیز پر جسکے حق مین بیع مذکورہ بیعنامہ ہذا واقع ہوئی ہو قبضہ کر لیا اسواسطے کہ حویلی تمام دار مین سے ایک جگہ معین ہو پس بدون قبضہ تمام دار کے اُسپر قبضہ کرنا ممکن ہو اور بعضے محققین مشائخ نے فرمایا کہ یون لکھے کہ اُسنے حصۂ مذکور پر قبضہ کر لیا یا لکھے کہ اُسنے تمام اُس چیز پر جسپر بیع مذکورہ بیعنامہ ہذا واقع ہوئی ہو اور وہ دار محدودہ مذکورہ کے دو سہام مین سے ایک سہم ہو قبضہ کر لیا اسواسطے کہ بیع سے بائع پر مبیع کا سپرد کرنا واجب ہوا ہو نہ غیر مبیع کا سپرد کرنا - اور نصف شائع پر قبضہ کرنا متصور ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ حصہ شائع کا غصب متصور ہو چنانچہ امام محمد رح نے بہت کتابون مین تحریر فرمایا ہو کہ اگر دو شخصون نے غلام غصب کیا اور وہ موجب ایک چیز کو غصب کرینگے تو ہر ایک اُنمین سے نصف غیر مقسوم کا غاصب ہوگا پس معلوم ہوا کہ غیر مقسوم کا قبضہ متصور ہو پس اُسپر قبضہ کرنا یون ہی بیان کرے جسطرح ہمنے بیان کیا ہو - اور جب متبایعین کے مبیع دیکھ لینے کے ذکر تک پہونچے تو لکھے کہ متبایعین نے تمام دار کو دیکھ لیا ہو اور در صورتیکہ منزل معین خریدی ہو تو فقط منزل کا دیکھ لینا تحریر کرے اسواسطے کہ منزل تمام دار مین سے ایک جگہ معین ہو پس فقط اُسکا دیکھ لینا ممکن ہو اور نصیب تو تمام دار مین شائع ہو پس اُسکا دیکھ لینا بدون تمام دار دیکھنے کے ممکن نہین ہو یعنے تمام دار دیکھنے کے ضمن مین اُسکا دیکھنا بھی آجائیگا - یہ سب اُس صورت مین ہو کہ تمام محدود بائع کی ملک ہو - اور اگر بائع کی ملک اُسی قدر ہو جو اُسنے فروخت کی ہو تو لکھے کہ فلان بن فلان نے اُس سے تمام اُس مقدار کو جسکو بائع اپنی تمام ملک و حق و اپنا حصہ منجملہ تمام اُس چیز کے جسکے حدود بیان کیے گئے ہین بیان کیا ہو خرید کیا اور یہ ایک سہم منجملہ دو سہام کے ہو - اور تمام ملک اسواسطے لکھے کہ زفر رح کے قول سے احتراز ہو جاوے کیونکہ شیخ زفر رح کا یہ مذہب ہو کہ اگر دو شریکون سے ایک شریک نے منجملہ دو سہام کے ایک سہم فروخت کیا تو بیع ہر دو شریک کے حصہ مین سے ایک سہم کی جانب راجع ہو گی پس بائع اپنے نصف حصہ کا فروخت کرنے والا ہوگا اسواسطے تمام ملک و حصہ لکھدے تاکہ باتفاق علماء اپنے ہی تمام ملک کا فروخت کرنے والا ہو وے واللہ تعالے اعلم -

اور اگر نصف باقی اسی مشتری کا ہووے۔ تو لکھے کہ اور نصف باقی غیر مقسوم اس محدود مین سے اس مشتری کا بوجہ خرید سابق یا میراث وغیرہ کے تھا پس اب تمام یہ محدود اسی مشتری کی ملک ہو گیا۔ اور اگر اس مشتری نے نصف شائع کو خرید کیا اور نصف باقی کو باجارہ لیا ہو تو نصف شائع کا بیعنامہ جس طرح ہم نے بیان کیا لکھکر گواہی کرانے سے پہلے لکھدے کہ اس بائع نے اقرار کیا ایسا اقرار کہ اس بیع مین مشروط نہیں ہے اور نہ اسکے ساتھ ملحق ہے کہ مین نے اس دار محدودہ مین سے نصف مشاع جو میری ملک باقی رہا ہے بدان حدود کہ جسپر یہ عقد اجارہ واقع ہوا ہے اس مشتری کو ایک سال کامل کے لیے اسقدر درمون پر اجارہ دیا تاکہ اسکی نفع حاصل کرنے کی صورتون سے اس سے نفع اُٹھاوے اور اجرت پیشگی لینا اور اُسمین جو تصرف ہوا ہوا ور ضمان درک سب تحریر کردے پھر تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر معقود علیہ کسی بیت کا بالاخانہ ہو اُسکا سفل نہو تو لکھے کہ خرید لیا اُس سے وہ تمام غرفہ جو بیت سرائی یا گرماوی پر واقع ہے یا اتنا منجملہ دار مشتمل بیوت ہے اور دار کے حدود بیان کردے پھر اُس بیت کی جسپر علو ہے حدود بیان کرے پھر اس بیت کے حدود بیان کرے اور علو کے حدود بیان نکرے پس بیت کے حدود بیان کرنے کی ضرورت تو اسوجہ سے ہے کہ وہ ایک وجہ سے مبیع ہے اسواسطے کہ علو کا قرار اُسی پر ہے پس اُسکے حدود بیان کرنے ضرور ہین اور علو کے حدود نہ بیان کرنے اسوجہ سے کہ بیت کے حدود بیان کرنے سے علو کے حدود بیان کرنے کی ضرورت نہین رہتی ہے۔ پس تمام یہ علو یا یہ غرفہ جو اس بیت محدودہ مذکورہ پر جو اس دار محدودہ مین سے ہے معہ اُسکی پوری عمارت کے بدون اس غرفہ کے سفل کے خرید اکہ سفل اس غرفہ کا اس بیع مین داخل نہین ہوا اور اس غرفہ کا راستہ کچی یا لکڑی کی سیڑھی سے ہے۔ جو اندر جانے والے کے داہنی جانب اس دار کے صحن مین قائم ہے اور لکھدے کہ اس دار کی دہلیز مین جیسا کہ اس دار کے دروازہ کلان مین ہوتی ہے اور لکھدے کہ اسکے داخل مین ہے یا خارج مین ہے۔ پس اگر اس غرفہ کے گرد اور غرفہ ہون تو اسکے حدود بھی بیان کرنے چاہیے ہین کہ ایک حد اس غرفہ کی غرفہ فلان ہے اور دوم وسوم وچہارم چنین وچنان ہے۔ اور امام محمد رحمہ نے شروط الاصل مین جس بیت پر غرفہ ہے اُسکی مقدار مساحت کے گزون کا بیان ذکر نہین کیا اسی طرح امام طحاوی رحمہ نے بھی اپنے شروط مین اسکا ذکر نہین کیا اور امام خصاف رحمہ اُس بیت کے گزون کا بیان کرنا جسپر علو واقع ہے طول وعرض وبلندی کی ناپ شرط کرتے تھے اور ایسا ہی شیخ نجم الدین نسفی سے منقول ہے تاکہ جسوقت سفل منہدم ہو تو اُسکی مقدار حق کی بابت دونون مین نزاع نہو اور مشائخ رحمہ اللہ نے کہا کہ بالاخانہ کے گزون کا ذکر کرنا بھی ضرور ہے اسواسطے کہ بالاخانہ کبھی بقدر سفل کے ہوتا ہے اور کبھی اس سے کم ہوتا ہے پس اسکا ذکر کرنا چاہیے تاکہ بالاخانہ منہدم ہو جانے کے بعد دوبارہ بنانے مین دونون مین جھگڑا نہو۔ امام محمد رحمہ نے اصل مین فرمایا کہ پھر لکھے کہ بتمام حدود آن۔ اور بعضے اہل شروط نے امام محمد رحمہ پر اسکا عیب لگایا ہے اور کہا ہے بحدود آن لکھنے کے کچھ معنی نہین ہین اسواسطے کہ علو کی کوئی حد نہین ہے۔ لیکن یہ عیب کچھ نہین ہے اسواسطے کہ جیسے سفل کی حد ہے ویسی علو کی حد ہوتی ہے اسواسطے کہ حد نام ہے نہایت کا پس جیسے سفل کی نہایت ہے ویسے ہی علو کی نہایت ہے لیکن بات یہ ہے کہ سفل کی تحدید سے علو معلوم ہو جاتا ہے پس علو کی تحدید کی حاجت نہین رہتی ہے اور سفل ہی کی تحدید علو کی تحدید ہو جاتی ہے اور یہ نہین ہے کہ علو کے واسطے تحدید نہو۔ پھر امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اسکی زمین سے لکھے کہ معہ اسکی عمارت وزمین سے۔ اور شیخ خصاف رحمہ اسکو نہین لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ علو کے واسطے زمین نہین ہے بلکہ وہ ہوا پر ہے۔ آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر قبضہ سے پہلے علو گر جاوے تو بیع باطل ہو جاویگی اور آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر بنیان علو

بعد اُسکے منہدم ہو جانے کے فروخت کرے تو نہین جائز ہی پس اُسکی زمین تحریر کرنے کا کچھ فائدہ نہین ہی اور اُسکے واسطے زمین ہی
نہین ہی ولیکن ہم کہتے ہین کہ ارض الشئے وہ ہوتی ہی جسپر اس چیز کا قرار ہو اور علو کا قرار سفل پر ہی پس اسطور سے سفل اُسکے
واسطے زمین ہوا پس یہ جائز ہوا کہ یون لکھا جاوے کہ معہ اُسکی عمارت اور زمین کے۔ یہ سب اُسوقت ہی کہ پورے علو کا قرار
سفل بائع پر ہو اور اگر بعض علو بائع کے سفل پر اور بعض دوسرے اجنبی کے سفل پر ہو تو لکھے کہ ایسا علو خریدا جسمین سے بعض
کا قرار اس بائع کے سفل پر ہی اور بعض کا قرار سفل فلان پر ہی اور جتنی عمارت جس جس سفل پر ہی اُسکی مقدار بیان کر دے اسی
طرح اگر یہ علو اس دار کے دو بیتون پر واقع ہو تو لکھے کہ ایسا علو خریدا جسمین سے بعض علو بیت گرما وی پر اور بعض
علو بیت سرماوی پر اس دار کے بیتون مین سے دو بیتون پر ہی پھر دونون بیتون کے حدود بیان کر دے اور جس قدر
عمارت علو کے ہر ایک بیت پر ہی اُسکی مقدار بیان کر دے واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر معقود علیہ ایسا دار ہو جسکے
ساتھ ایک چھتا ہو تو لکھے کہ اُسنے تمام دار مشتمل بیوت و تمام اُسکا ساباط جسکی لکڑیون کا ایک کنارہ اسی دار پر ہی اور دوسرا
کنارہ ایک دوسرے دار پر ہی جو اس دار مبیعہ کے مقابل ہی اور اس چھتے کا طول بذراع پیمائش جو فلان شہر مین
رائج ہی اسقدر اور عرض اسقدر اور زمین سے بلندی اسقدر اور اُسمین لکڑیان اتنی عدد ہین معہ اُسکے سب
حقوق و مرافق کے الے آخرہ تحریر کو ختم کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر معقود علیہ فقط ساباط ہو۔ تو لکھے کہ فلان
بن فلان نے تمام ساباط جسکی لکڑیون کا ایک کنارہ فلان شخص کے دار پر ہی اور دوسرا کنارہ دار فلان پر ہی اور
یہ فلان جگہ واقع ہی اور مثل مذکورہ بالا کے مفصل بیان کر دے۔ اگر یہ چھتا کوچہ کے اندر لکڑیان قائم کر کے بنایا گیا
ہی تو اسکو بیان کر دے اور طول و عرض ساباط کی مقدار بیان کر دے اور لکڑیون کی تعداد بیان کر دے
جسطرح ہمنے اوپر ذکر کیا ہی۔ اور اگر معقود علیہ علو بدون سفل کے اور سفل بدون علو کے ہو تو لکھے کہ فلان بن فلان
سے ایک دار مشتمل بیوت مین سے اور اس دار کے حدود اربعہ بیان کر دے دو بیت خریدے کہ ایک بیت سفل ہی اور
اُسکا علو اس بائع کا ہی اور دوسرا علو ہی کہ اُسکا سفل اس بائع کا ہی جس سفل کو خریدا ہی اور جس سفل کا علو
خریدا ہی دونون سفل کے حدود علیحدہ علیحدہ بیان کر دے جیسا تنہا سفل یا علو خریدنے کی صورت مین
مذکور ہوا ہی۔ اور اگر دار مبیعہ مشتمل ہو ایک اصطبل و بھوسے کی کوٹھری و پائین باغ کو۔ تو لکھے کہ
تمام دار جسمین بھوسے کی کوٹھری و اصطبل و پائین باغ شامل ہی جو فلان جگہ واقع ہی خریدا اور اگر اُسمین حمام
شامل ہو تو لکھے کہ تمام دار مشتمل بیوت و حمام واقع مقام فلان خریدا اور مرافق دار ذکر کرنے کے بعد مرافق حمام بھی بیان
کرے۔ اور اگر دار مین چکی گھر شامل ہو تو لکھے کہ تمام دار مشتمل بیوت و آسیا خانہ جسمین ایک چکی دو پاٹون کی اور
دو چکیان یا تین چکیان وغیرہ ہین جو فلان مقام پر واقع ہی خریدا اور بعد ذکر مرافق دار کے مرافق آسیا خانہ بھی
ذکر کرے اور اگر اناج پیسنے کے واسطے ہی تو اسکو بیان کر دے اور تیل نکالنے کے واسطے ہو تو اسکو بیان کر دے
اور علے ہذا القیاس ہر شی جو دار مین ہو بیان کر دے واللہ اعلم۔ اور اگر معقود علیہ دار کی فقط ایک دیوار ہو تو پہلے
جاننا چاہیے کہ دیوار کی خرید تین حال سے خالی نہین ایک یہ کہ دیوار کو معہ اُسکی زمین کے خریدے پس ایسی
صورت مین یون لکھے کہ تمام دیوار واقع مقام فلان محدود بحدود اور حدود دیوار بیان کر دے۔ مین
نے پوری دیوار جو اس چیز سے بنائی گئی ہی خریدی۔ پھر لکھے کہ یہ دیوار اس دار کے فلان جگہ واقع ہی اور فلان

ملازق ہی اور اس دیوار کا طول اسقدر اور عرض اسقدر اور بلندی اسقدر ہی اور اُسکی ابتدا فلان جگہ سے اور انتہا فلان
جگہ تک ہی پس اس دیوار کو معہ اُسکے حدود و حقوق و زمین و عمارت و معہ ہر قلیل و کثیر کے آخر تک موافق بیان سابق
تحریر کرے - اور آیا یہ بھی لکھے کہ معہ اُسکے راستہ کے سو امام طحاوی نے فرمایا کہ اگر دیوار مذکور ملازق بدار مشتری یا متصل
بطریق کلان ہو تو اسکو نہ لکھے کیونکہ اس صورت مین راستہ کی ضرورت نہین ہی اور اگر ایسا نہو تو راستہ کا لکھنا ضروری ہی
دوم آنکہ دیوار کو بدون زمین کے بدین شرط خریدے کہ اُسکو منتقل کر لیگا اور ایسی صورت مین اسی طور سے لکھے جسطرح
اُسنے دیوار معہ اُسکی زمین خریدنے کی صورت مین بیان ہوا ہی لیکن اُس صورت مین یہ لکھے کہ اس دیوار محدودہ مذکورہ
کی زمین چھوڑ کر فقط اسی کو خریدا ہی پس یہ زمین یا اسمین سے کچھ اس دیوار کی بیع مین داخل نہین ہی اور اس صورت
مین راستہ کا ذکر لکھنا ضرور نہین ہی اسواسطے کہ جب مشتری اُسکو منتقل کر لیگا تو اُس دیوار تک آمد و رفت کی ضرورت اسکے
واسطے نہین رہیگی اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و اُنکے اصحاب لکھتے تھے اور بعضے اہل شروط یون لکھتے ہین کہ فلان بن
فلان سے تمام دیوار کی ٹوٹن خریدی تا کہ اس بات کی دلیل ہو کہ مشتری کو اُسکے توڑنے اور منتقل کر لیجانے کا اختیار ہی
اور طحاوی رح فرماتے تھے کہ یہ خطا ہی اسواسطے کہ اگر اُسنے لکھا کہ تمام دیوار کی سب ٹوٹن خریدی اور دیوار ہنوز ٹوٹی ہوئی نہین
ہی تو غیر موجود چیز کا خریدنے والا ہوا اور یہ جائز نہین ہی چنانچہ اگر اس گیہون کا آٹا خریدا یا اس تلی کا تیل خریدا تو جائز نہین
ہی جبکہ ہنوز آٹا و روغن خارج موجود نہین ہی - لیکن اسی طور سے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی ایسے الفاظ سے لکھے کہ جس
سے معلوم ہو کہ مشتری کو اُسکے توڑنے کا اختیار ہی - وجہ سوم آنکہ دیوار کو مطلقاً خریدے تو اس صورت مین حکم یہ ہی
کہ اُسکے نیچے کی زمین بدون ذکر کے بیع مین داخل ہو جائیگی یہ حکم سب کے نزدیک ہی سوائے قول خصاف رح کے پس
دیوار معہ زمین کا خریدنا تحریر کرے اور آخر مین کسی حاکم کا حکم لاحق کر دے کذا فی المحیط - اور اگر مبیع فقط عمارت بدون
زمین کے ہو تو لکھے جمیع عمارت دار اور دار کے حدود بیان کر دے - پھر لکھے کہ فلان بن فلان سے تمام عمارت
اس دار کے بیوت و دروازے کی جوڑیان و چھتین و دیوارین و سقوف و دھنیان و عوارض و سہام دیواری و
ہر ادی اور سب جو کچھ اسمین پختہ و خام اینٹین و مٹی ابتدائے نیو سے لیکر انتہائے بلندی تک ہی بدون زمین کے خریدی
اور اگر زمین کا استثنا ذکر نکیا تو بھی جائز ہی اسواسطے کہ عمارت کے تابع زمین نہین ہوتی ہی کذا فی الظہیریہ - ولیکن اسواسطے
تحریر کر دی جاتی ہی کہ اسمین زیادہ وثوق ہی اور یون لکھنا بھی جائز ہی کہ تمام دار منجملہ بیوت واقع مقام فلان اور اسکے
حدود بیان کر دے خریدا پھر بعد ذکر حدود کے لکھے کہ پس یہ دار محدودہ مذکورہ معہ اپنی سب عمارت سفل و علو کے
سوائے زمین کے خریدا کیا کہ زمین اس بیع مین داخل نہین ہوئی ہی اور اس صورت مین معہ حدود کے تحریر کرے
پھر ایسی صورت مین یا تو اس دار کی زمین اسی مشتری کی ہو گی اور اُسکے قبضہ مین ہو گی تو ایسی صورت مین آخر
تحریر مین گواہی کرانے سے پہلے تحریر کر دے اور اس بائع نے اقرار کیا کہ اس دار کی زمین مین میرا کچھ حق نہین ہی اور
یہ اپنے تمام حدود و حقوق کے ساتھ اس مشتری کے قبضہ مین ہی نہ میرے قبضہ مین اور نہ اور سب لوگون مین سے
کسی کے قبضہ مین ہی اور سب جو کچھ میرا اس زمین ہی یا اسمین سے کسی مقام پر قبل وقوع اس بیع مذکورہ کے تھا اور
یہ سب ذکر کر دے یہ سب حق واجب لازم اس مشتری کا ہو گیا جو اُسکے حق مین معروف و معلوم ہوا ہی اور مین نے
اس مشتری کے واسطے کر دیا تمام وہ حق جو اس دار مین میرے واسطے واجب ہی یا واجب ہو میری زندگی یا میری فا

کے بعد اور مین نے اس مشتری کو اسمین اپنے قائم مقام کر دیا بدین شرط کہ ہر گاہ مین اسمین سے جسکو مین نے اس مشتری کے
واسطے کر دیا ہی اور اُسکو بیان کر دیا ہی کہ فسخ کرون تو وقت فسخ اور بعد فسخ کے وہ اس مشتری کے واسطے ویسا ہی ہو جیسا کہ قبل
فسخ کے تھا - اور اس مشتری نے جو کچھ بائع نے اُسکے واسطے اقرار کیا ہی اور سب جو کچھ اُسکے واسطے کر دیا ہی جو کہ مذکور ہوا ہی سب
بالمشافہہ و بالمواجہہ قبول کیا اور اگر اس دار کی زمین اس مشتری کی نہو اور نہ اسکے قبضہ مین ہو بلکہ غیر کی زمین ہو حالانکہ مشتری
نے اس عمارت کے خریدنے سے یہ ارادہ کیا ہی کہ مین اس دار مین رہا کرون تو ایسا کوئی سبب ضرور ہونا چاہیے جس سے اس
دار کی زمین سے انتفاع حاصل کر سکے اسواسطے کہ اس دار کی سکونت بدون اس دار کی زمین مین رہنے کے نہین ہو سکتی ہی
پس اسکا طریقہ یہ ہی کہ یا تو زمین بطور عاریت لے یا اجارہ لے تو خوب ہی اسواسطے کہ عاریت لازم نہین ہوتی اور مالک زمین کو
دم بدم اختیار رہیگا کہ مشتری کو اپنی زمین سے نکال دے پس اُسکا قصد پورا نہوگا پس اُسکو چاہیے کہ اجارہ لینے کی فکر کرے
کیونکہ اجارہ لازمی ہوتا ہی پس جب تک چاہتا ہی تب تک اُسمین رہ سکیگا پھر اسکے بعد ضرور ہی کہ یا تو یہ زمین کسی مالک معروف
کی ہوگی یا زمین وقف ہوا اور دونون حالتون مین اُسکا اجارہ پر لینا جائز ہی لیکن اگر مالک سے اجارہ پر لے تو لکھدے
کہ فلان بن فلان مالک سے اجارہ پر لی اور اسمین یہ بیان کرنے کی ضرورت نہوگی کہ اجرت مذکورہ اس زمین کی اجر المثل
ہی اور جس مدت تک چاہے لے جائز ہی اور اگر زمین وقفی ہو کہ اُسکو متولی سے اجارہ پر لیا تو بیان کر دے کہ یہ زمین
فلان مسجد پر یا فلان جہت پر وقف ہی اور اسنے اُسکے متولی سے اجارہ پر لی ہی اور ہمارے عام متاخرین مشائخ کے نزدیک
اجارہ وقف کی مدت طویل نہین ہو سکتی ہی اور یہ بھی تحریر کرے کہ یہ اجرت آج کے روز اس زمین کا اجر المثل ہی اسواسطے
کہ متولی کو فاش نقصان پر اجارہ دینے کا اختیار نہین ہی اور مدت اجارہ کی ابتدا و انتہا بیان کر دے - یہ سب اُس صورت
مین ہی کہ عمارت دار کو اپنے واسطے خریدا ہو اور اگر توڑ کر منتقل کر لینے کے واسطے خریدی تو جسطرح دیوار توڑ کر منتقل کر لینے
کی صورت خرید مین مذکور ہوا ہی اسی طرح اسمین بھی تحریر کرے - اور اگر معقود علیہ اس دار مین سے راستہ ہو تو اسمین دو صورتین
ہین اوّل آنکہ دار مین سے بقعہ معین بقدر چوڑائی دروازہ کلان کے تا دروازہ کلان خریدے پس ایسی حالت مین پہلے
حدود دار لکھے پھر اس بقعہ کے حدود لکھے جسطرح دار مین سے بیت معین خریدنے کی صورت مین مذکور ہوا ہی اور اگر دار اس
کے طول و عرض کے پیمایشی گز بھی تحریر کرے تو اسمین زیادہ وثوق ہی اور وجہ دوم آنکہ ساحت دار مین سے بقدر راستہ
کے بطور شائع غیر مقسوم خریدے اور ایسی صورت مین حدود دار لکھکر پھر ساحت دار کے حدود لکھے اور حدود طریق لکھنے کی
حاجت نہین ہی اسواسطے کہ طریق جبکہ تمام ساحت دار مین شائع غیر مقسوم ہی تو مثل نصیب شائع کے ہوا اور دار مین سے
اگر نصیب شائع خریدا تو دار کے حدود بیان کیے جاتے ہین نہ نصیب شائع کے پس ایسا ہی اس مقام پر ہی اور اگر راستہ
کی چوڑائی بیان کر دی تو زیادہ وثوق ہی اور اگر بیان نہ کی تو مشتری کو بقدر چوڑائی دروازہ کلان کے استحقاق ہوگا - اور بعض
اہل شروط نے طریق کے پیمایشی گزون کا ذکر ترک کرنا جائز نہین رکھا ہی اسواسطے کہ دروازہ کلان کی مقدار پر چھوڑ دینے مین
ایک طرح کا ایہام ہی کہ شاید دروازہ تبدیل کر کے دوسرا دروازہ مقرر کیا جاوے اور امام محمدؒ نے اسکو جائز رکھا ہی جو اس
صورت مین ہی کہ رقبہ طریق خرید کیا ہو اور اگر فقط حق مرور یعنی آمد و رفت کا استحقاق خرید کرنا چاہا اور رقبہ طریق نہ خریدنا چاہا
تو اسمین دو روایتین ہین بنا بر روایت زیادات کے ایسی بیع جائز نہین ہی اور ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی
کہ یہ جائز ہی پس اگر ایسے عالم کے قول پر جو جائز رکھتا ہی حق مرور خرید کر کے اُسکی تحریر چاہی تو لکھے کہ [illegible] مشتری کو

شدہ دو انہ فلان کے حق مرور حاصل ہی اور مسیل آب کی بیع لینے جس راہ سے پانی بہتا ہو اسی طرح سے ہو اور بغیر حق مسیل
ب کا فروخت کرنا باتفاق روایات جائز نہین ہی اور شروط الاصل مین لکھا ہی کہ بیع دار بدین غرض فروخت کیا کہ
زمین سے پانی جاری ہو پس اگر جگہ محدود بیان کر دیے تو جائز ہو ورنہ نہین ہی اور اگر معقود علیہ ایسے دار کی زمین ہو جسکی
عمارت مشتری کی ہو تو لکھے کہ ہذا ما اشتری یعنی وہ ہی جسکو خرید کیا ہی آخر تک جملہ عمارت کے ساتھ خریدنے مین لکھا جاتا ہی تحریر
ہے لیکن یا عقد فرق ہی کہ اس صورت مین یہ نہ لکھے کہ یہ دار مع اسکی عمارت کے اسواسطے کہ عمارت مشتری کی ملک ہی پس اپنی
ملک وہ کیونکر خرید سکتا ہی - ایسا ہی امام محمدؒ نے اصل مین ذکر کیا ہی اور بعضے اہل شروط نے کہا کہ احسن یہ ہی کہ لکھے کہ زمین
دار جسکی عمارت اس مشتری کی ہی اس مشتری نے خریدی اسواسطے کہ عرف مین دار کا لفظ علی الاطلاق تعمیر شدہ کی طرف
راجع ہوتا ہی اور مقصود تحریر سے توضیح ہی پس ایسے الفاظ سے لکھنا چاہیے کہ جہانتک ممکن ہی مبیع کی شناخت ہو جاوے
تاکہ اس سے کمال وثوق حاصل ہو جاوے اور اگر معقود علیہ نصف دار ہو اور باقی نصف دار مذکور مشتری کا ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہی
کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے خریدا ہی کہ اس سے تمام سہم واحد منجملہ دو سہام کے اور وہ تمام دار کا نصف
مشاع خرید کیا ہی جس واسکی نسبت اس بائع نے بیان کیا کہ اسکے ان دو سہمون مین سے ایک سہم اسی مشتری کی
ملک ہی اور دوسرے ایک سہم کی نسبت اس بائع نے بیان کیا کہ یہ میری ملک وحق و میرے قبضہ مین ہی اور مین
اس سہم کو جسکو مین نے اپنی ملک بیان کیا ہی اس مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ دار فلان مقام پر واقع ہی اسکے
حدود اربعہ یہ ہین - اور نصف مبیع کے تحدید کی حاجت نہین ہی کیونکہ اسنے پہلے بیان کر دیا ہی کہ نصف شائع کی تحدید
سے ضمن تحدید کل حاصل ہو جاتی ہی واللہ تعالی اعلم - اگر ایک وارث نے باقی وارثون کے حصے خریدے تو لکھے
کہ یہ وہ ہی کہ خرید کیا فلان بن فلان نے اپنے بھائی فلان و اپنی بہن فلانہ سے اور یہ سب فلان کی اولاد ہین اور اپنی والدہ
فلانہ بنت [illegible] سے جمیع حصص تمام دار سے جو فلان مقام پر واقع ہی اور اسکے حدود اربعہ یہ ہین - پس اس
مشتری نے اس دار محدودہ مذکورہ مین سے منجملہ اس دار کے چالیس سہام کے چھتیس سہام جو ان لوگون کے سب
حصے ہین موروثی از جانب فلان بن فلان ہین درحالیکہ وہ ایک زوجہ مسماۃ فلانہ و ایک دختر مسماۃ فلانہ
و دو پسر فلان و فلان یعنی بائع و مشتری کو چھوڑ کر مرگیا اور یہ ترکہ اسکا ان وارثون مین بسہام مذکورہ مشترک ہوا
کہ اسکی اس جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور باقی اسکی اولاد مذکور کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب
سے مشترک ہوا پس اصل فریضہ (۸) سے اور اسکی تقسیم چالیس سے ہوئی کہ جورو کے واسطے اسمین سے (۵) سہام ملے
اور ہر پسر کو (۱۴) سہام اور دختر کو (۷) سہام ملے اور یہ دار اس عقد بیع واقع ہونے کے روز تک ان لوگون کے
قبضہ مین انھین سہام پر مشترک غیر مقسوم ہی اور اس مشتری فلان کا حصہ کہ چودہ سہام ہین اسکے قبضہ مین مسلم ہی کہ ان
باقی وارثون کا کچھ حق نہین ہی اور ان فروخت کرنے والون نے اپنے حصے اس مشتری کے ہاتھ بعوض ثمن مذکورہ کے بدین
شرط فروخت کیے کہ یہ ثمن ان لوگون مین بقدر اپنے اپنے سہام کے مشترک ہوگا - پس اس مشتری نے ان لوگون
سہام محدودہ ان سہام کے جنمین عقد واقع ہوا ہی خرید کیے آخر تک بطریق مذکورہ سابق تحریر کرے - دار موروثی از
[illegible] کی تحریر یہ ہے کہ یہ خرید فلان بن فلان مخزومی کی از فلان و فلان و فلانہ اولاد فلان بن فلان
[illegible] فلانہ بنت فلان بن فلان ہی کہ ان سب سے اسنے بمعقد واحد جسکو ان چارون بائعون نے بیا

کیا ہی کہ یہ ہمارے درمیان مین مشترک ہی بشرکت میراث از جانب فلان بن فلان کہ وہ مرگیا اور مرتے وقت اپنی زوجہ
مسماۃ فلانہ یہ عورت اور دو پسر مسمے فلان و فلان یہ دونون اور ایک دختر مسماۃ فلانہ یہ عورت وارث چھوڑی کہ انکے سوا
اسکا کوئی وارث نہین ہی اور ترکہ مین اُسنے تمام دار چھوڑا جو فلان مقام پر واقع ہی اور اسکے حدود چنین و چنان ہین اور یہ دار
محدودہ مذکورہ ان وارثون مین بفرائض اللہ تعالےٰ میراث ہوگیا کہ اُسکی اس جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور
باقی اُسکی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے مشترک ہوا اصل فریضہ (۸) سے اور اُسکی تقسیم
چالیس سے ہوئی کہ جورو کے واسطے (۵) سہام اور ہر پسر کے واسطے (۱۴) سہام اور دختر کے واسطے (۷) سہام ہوئے
اور یہ دار اس بیع واقع ہونے کے روز ان وارثون کے قبضہ مین اسی سہام پر مشترک غیر مقسوم ہی اور یہ لوگ اس سب
کو بعقد واحدہ بعوض ثمن مذکور کے اس مشتری کے ہاتھ اس قرارداد پر فروخت کرتے ہین کہ یہ ثمن مذکور ان سب مین
انھین سہام کے حساب سے مشترک ہوگا پس آخر تک بدستور سابق لکھے واللہ تعالےٰ اعلم۔ اور اگر معقود علیہ
دوکان ہو تو لکھے کہ فلان نے فلان سے تمام حانوت واقع شہر فلان محلہ فلان زقیق فلان یا لکھے بازار فلان یا
کوچہ فلان کے سرے پر فلان سراے کے سامنے جسکے حدود اربعہ یہ ہین پس یہ دوکان معہ اُسکے حدود و حقوق
و زمین و عمارت و تختون کے جو دوکان بند کرنے مین لگائے جاتے ہین و غلق و مغلق کے اور اگر اُسکے ساتھ
بالاخانہ بھی ہو تو لکھے اور اُسکا علو و سفل یا معہ علو کے جسکا یہ علو ہی خرید کیا۔ اور اگر نہر عامہ پر بنی ہو تو لکھے کہ تمام
دوکان جو نہر عامہ معروف بنام چنان پر بنی ہی جو فلان مقام پر واقع ہی جسکی ایک حد اس نہر کی ہوا سے ہی پانی بہنے
کی جانب ملاصق ہی اور دوسری ملاصق دوکان فلان ہی اور تیسری ملاصق ہوائے نہر از جانب گذرگاہ آب ہی
اور اگر معقود علیہ کوئی سراے ہو تو لکھے کہ اُس نے تمام سراے بنی ہوئی معہ اُسکی چہار دیواری جو اسکو محیط ہی اور
پوری پختہ اینٹون کی ہی اور وہ مشتمل اِتنے عدد دوکانون کو ہی جو اسکے اسفل مین واقع ہین اور اِتنے عدد انبار خانہ
و حجرہ وغیرہ جو اُسکے اوپر ہین اور چار دوکانون کو جو اسکے دروازہ پر ہین معہ اُنکے علو کے شامل ہی پھر لکھے کہ پس یہ سراے
معہ اُسکے حدود و حقوق و زمین و عمارت و حجرات و غرفہ و دوکانہاے و دروازہ و اسکے راہون و مسالک کے
جو اُسکے حقوق سے ہین آخر تک بدستور معلوم تحریر کرے۔ اور اگر اسکے دو علو ہون ایک کے اوپر دوسرا ہو تو لکھے کہ پوری
سراے معہ اپنی تین چھتون کے جو اُسکے سفل پر اور دوسرے اُسکے نیچے والے بالاخانہ پر اور تیسرے اوپر والے
بالاخانہ پر ہی الی آخرہ۔ یعنے آخر تک بدستور مذکور تمام کرے۔ اور اگر معقود علیہ رباط مملوک ہو۔ تو لکھے کہ پورا رباط
مبنیہ مشتمل بصحن دار و چندین عدد مرابط و اداری جو اُسکے سفل مین ہین و مشتمل بر ترتیب جسمین رباطی رہتا ہی اور سب
اس صحن کے گرداگرد ہین و مشتمل بحجرات و غرفات جو اسکے علو مین ہین پھر آخر تک بدستور معلوم ختم کرے۔ اور اگر
معقود علیہ برج کبوتران ہو یعنے کبوترون کی ڈھابلی ہو تو لکھے کہ پوری ڈھابلی کبوترون کی بنی ہوئی جسکے منھ و کھڑکیان
بند ہین اسطرح کہ بدون صید کے کبوترون کا پکڑنا ممکن ہی معہ سب کبوترون و جمیع بچون و بچون و انڈون و ہراوی وغیرہ
کے جو اسمین ہی آخر تک بدستور لکھے اور منھ و کھڑکیان بند ہونا اسواسطے تحریر کیا تاکہ اُسمین جو کبوتر ہین انکا
سپرد کرنا مشتری کو ممکن ثابت ہو تاکہ اُسکی بیع جائز ہو جاوے اسواسطے کہ جس چیز کے سپرد کرنے پر قادر نہو اُسکی بیع
جائز نہین ہوتی ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ کبوترون کی ڈھابلی رات مین خریدنی چاہیے کہ کبوتر رات مین بسیرا لیتے ہین

اور سب آکر مجتمع ہو جاتے ہین پس بیع اسکو شامل ہو جاویگی اور دن مین دانہ پانی کے واسطے باہر نکل جاتے ہین پس سب کو بیع شامل نہوگی اور بدین اعتبار مبیع کا اختلاط غیر مبیع سے اسطرح ہوگا کہ تمیز متعذر ہوگی - اور اگر معقود علیہ تیل نکالنے کا گھر ہو تو لکھے کہ اُس سے تمام بیت جو تیل پیرنے کے واسطے ہی جو سہام منصوبہ فاتحہ اور اقفاص وادوات کو شامل ہی جو فلان مقام پر واقع ہی اُسکے حدود بیان کر دے پھر لکھے کہ پس یہ بیت مع اُسکے سب حدود و حقوق و زمین و عمارت و ہر چہار سہام و آسیا سے تیل کے جو مشتمل ہی ایک کھڑے پتھر کو جسکو سنگ سرخ کہتے ہین اور دوسری چکی کو جسکو سنگ پشت کہتے ہین سب کو مع اسقدر اقفاص کے مع اُسکے جو اُسمین پتھر و لوہے کی کڑاہیان ہین جو اُسکے اندر بنی ہوئی بھٹی پر رکھی ہین جنمین تل جوش دیے جاتے ہین آخر تک بدستور - اور اگر معقود علیہ پن چکی گھر ہو تو لکھے کہ تمام طاحونہ مشتمل برآسیا واقع دیہ فلان بر نہر فلان اور اُسکے حدود بیان کر دے پھر لکھے کہ پس یہ طاحونہ مع اُسکے سب حدود و حقوق و زمین و عمارت اور ہر دو حجر اعلی و اسفل کے اور مع اُسکے ڈول و توابیت و قطب و باقی آلات لوہے کے و مع آلات لکڑی کے تا دقیق و نواعیر اجناح خود و مع اُسکے شرب یا مجاری و مسائل کے جو اُسکے حقوق سے ہین اور مع اُسکے تختون کے جو اُسکی زمین مین بچھے ہین اور مع اُس جگہ کے جہان اُسکے اناج کی گونین ڈالی جاتی ہین اور مع اُسکے چوپاؤن کے کھڑے کرنے کی جگہ کے اور مع ان جگہون کے جہان اُسکا اناج صاف کیا جاتا ہی اور دانہ جدا کیا جاتا ہی اور مع اُسکے برج کی زمین و درخت و پودے و پانی جاری ہونے اور بہنے کی موریون سمیت جو اُسکے حقوق سے ہین خرید کیا پھر اسکے بعد دیکھا جاوے کہ اگر یہ طاحونہ نہر عام پر واقع ہو تو لکھے کہ اسکی ایک حد اسکے واسطے جہان سے نہر مین سے پانی لیا جاتا ہی اُس سے ملازق ہی اور دوسری حد اس طاحونہ کی نہر کے کنارے عام راستہ سے ملازق ہی اور تیسری اُس جگہ سے ملازق ہی جہان نہر مین اسکا پانی گرتا ہی اور چہارم ملازق اراضی فلان ہی اور اگر نہر مملوک پر واقع ہو جو اس بیع مین داخل ہوتی ہی تو لکھے کہ یہ طاحونہ ایک نہر خاص پر ہے جو اسکے واسطے ہی بنا ہوا ہی اور یہ نہر فلان نہر سے پانی لیتی ہی - اور اگر معقود علیہ حمام ہو تو لکھے کہ فلان سے پورا حمام واحد جو عورتون و مردون دونون کے واسطے رکھا گیا ہی خرید کیا اور اگر دو حمام ہون کہ جسمین سے ایک مردون کے واسطے اور دوسرا عورتون کے واسطے ہی تو لکھے کہ اُس ہر دو حمام باہم متلازق ہین کہ دونون مین سے ایک مردون کے واسطے ہی اور دوسرا عورتون کے واسطے ہی اور دونون فلان مقام پر واقع ہین اور ایک حمام جسمین مرد و عورت دونون داخل ہوتے ہین لکھدے کہ مرد اول دن مین جاتے ہین اور عورتین باقی آخر روز مین جاتی ہین اور لکھدے کہ وہ مشتمل ہی سیا گوارہ ایک لکڑی ایک چھت دار ہی اُسمین ایک تخت لکڑی کا ہی اور دوسرا تخت حمامی کے بیٹھنے کا ہی اور اُسمین ایک بیت خاص خانہ ہی کہ اُسمین نہانے والون مین سے معزز لوگ جاتے ہین اور اُسمین اتون ہی کہ ایک حمامی کی آمدنی جمع کرنے کے واسطے اور دوسرے ثیابی کے فتانات رکھنے کے واسطے ہی اور بعد ذکر حدود کے لکھے کہ پس یہ حمام مع اُسکے سب حدود و حقوق اور زمین و عمارت و دیگہاے مسی جو پانی گرم کرنے کے واسطے اُسمین جڑی ہین و مع اُسکے کنوئین کے جسکی جگت پتھر و پختہ اینٹون سے بنی ہی و مع اسکے چرخ و ڈول و رسی کے و مع اُن حوضون کے جو اُسکے اندر بنے ہین اور لکھدے اور مع اُن ظروف کے جو پانی لینے کے واسطے معمول ہین اور مع اسکے اتون و راکھ ڈالنے کی جگہ و پانی بہنے کی موری اور مع تابہ ہاے مفروشہ و مع اُسکے جامے خشش و تخفیف کے خرید کیا آخر تک بدستور - اور اگر معقود علیہ بیت الطحانہ ہو - تو لکھے کہ تمام بیت الطاحونہ جسمین ایک بیل کی چکی چلتی ہوئی ہی مع سب آلات چکی کے جو اُسمین جڑے ہوے ہین لوہے اور لکڑی کے و مع اُسکے دونون پاٹون کے اور سواے اسکے اور چیزین جو باندیون کے پیسنے مین کارآمد ہین

اور لکھدے کہ ان دونون متعاقدین نے یہ ادوات (آلات) ایک ایک کرکے دیکھ لیے اور انکے حال سے بخوبی بہ نظر واقف ہو گئے
کہ کسی طرح کی جہالت نرہی اور دونون نے اس سب کی معرفت اقرار صحیح کیا اور اگر معقود علیہ بیت خنبق (مرتب) ہو تو لکھے کہ اسمین ایک
خنبہ لکڑی کا یا دو یا تین ہین اور ہر خنبہ کے دو چشمہ ہین اور ان خنبون کے ساتھ متصل (لگے ہوئے) مٹی کے خنبہ (تغنیہ) ہین پھر بعد ذکر حدود بیت کے
لکھے کہ یہ بیت معہ اسکی لکڑی و مٹی کے خنبون کے جنمین سے اتنے بڑے اتنے عدد اور درمیانی اتنے عدد اور چھوٹے اتنے عدد ہین
اور یہ سب بعینہا اس بیت خنبہ مین موجود ہین اور انکو ان دونون متعاقدین نے ایک ایک کرکے خوب دیکھ سمجھ لیا ہی اور
تحریر کو بدستور تمام کرے۔ کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر معقود علیہ مجمدہ ہو۔ تو لکھے کہ تمام مجمدہ جو فلان مقام پر واقع ہی
(جہان برف جمایا جاے ۱۲ منہ)
معہ تمام اس چیز کے جو اسکی طرف منسوب ہی از غدیرہاے ثلثہ یا دو غدیر یا ایک غدیر و معہ غازفین کے خرید کیا اور اس
مجمدہ کا طول اتنے گز اور عرض اتنے گز ہی اور مجمدہ اور غدیرون و غازفین کے حدود بیان کردے۔ اور اگر معقود علیہ
مثلجہ ہو تو لکھے کہ تمام مثلجہ معہ اس سب کے جو اسکی طرف اسکے جوانب سے منسوب ہی خرید کیا اور اسکے حدود بیان کردے
(جہان برف رکھا جاتا ہی ۱۲ منہ)
اور اگر معقود علیہ ملاحہ ہو یعنے نمک سار تو لکھے کہ پورا ملاحہ معہ تمام اس چیز کے جو اسکی طرف منسوب ہی اسکے حوضون و
تالاب و جو اسمین نمک جمع کرنے کی جگہ وغیرہ ہی خریدا اور اسکے حدود بیان کردے۔ اور اگر معقود علیہ ایسی زمین ہو
جسمین نفط یا قیر کے چشمہ ہون تو لکھے کہ اراضی معروف بنام چنان اور چشمہاے نفط و قیر جو اس زمین مین ہین خریدے
پس یہ زمین معہ ان چشمون کے باین نفط و قیر موجودہ کے خرید کیا اور ہمنے چشمون کے خاصکر تحریر کردیا اسواسطے کہ
بعضے علماء کے نزدیک چشمہ زمین کی بیع مین داخل نہین ہوتے ہین اسواسطے کہ براہ زراعت اُنسے انتفاع نہین حاصل
ہو سکتا ہی اور یہ جنس زمین سے برخلاف ہین پس اس اختلاف سے احتراز ہونے کے واسطے ہمنے خاصتہ تحریر کردیا
اور جو قیر و نفط انمین موجود ہی اسکو اسواسطے تحریر کردیا کہ وہ مثل نمک کے ان چشمون مین مانند ودیعت کے رکھی ہوئی ہی
پس بدون ذکر کے بیع مین داخل نہوگی اور پانی جو کنوئین و چشمہ مین ہوتا ہی اگرچہ وہ بھی ایسا ہی ہی حالانکہ اُس پانی کو ذکر
نہین کرتے ہین اور نفط و قیر کو ذکر کیا لیکن اسمین اور نفط و قیر مین اسوجہ سے فرق ہی کہ کنوئین و چشمہ مین جو پانی ہی وہ کنوئین
کے مالک کی ملک نہین ہوتا ہی پس اسکو کیونکر فروخت کر سکتا ہی اور نفط و قیر کا یہ حال نہین ہی۔ پھر اگر چشمہ و کنوئین کا
کوئی نام ہو تو یہ نام بیان کردے اور نہر و چشمہ کی حد بیان کرنا ضرور ہی واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر نہر جاری کا رقبہ فروخت کیا
تو اُسکا مفتح و منتہی اُسکا طول و عرض و عمق تحریر کردے کہ ہر جانب اُسکے اسقدر گز ہین اور اگر نہر کا کوئی نام ہو تو یہ نام بیان
کردے اگر اسکے حدود ذکر و بیان کرے اور اگر فقط حدود بیان کرنے پر اکتفا کیا تو گزون کی مقدار ترک کرنے مین کچھ
مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ تحدید سے اسکی شناخت ہوگئی اور یہی مقصود ہی۔ اور اگر نہر معہ اراضی کے خریدی تو نہر
کو اور اسکا طول و عرض و عمق اور نہر کا نام اور ہر طرف اسکے حریم جسقدر ہی اسکے گزون کی تعداد تحریر کرکے پھر اسکے ساتھ
جو زمین ہی اسکو تحریر کرے اور اسکے حدود بیان کرے اسواسطے کہ پوری شناخت حدود بیان کرنے سے ہوتی ہی پھر تحریر کو
بدستور ختم کرے کذا فی المحیط۔ اور اگر معقود علیہ کاریز ہو تو لکھے کہ بنام کاریز جو فلان موضع مین واقع ہی اور اسکا مفتح فلان
مقام سے اور مصب فلان مقام پر ہی اور اسکا حریم دونون طرف سے اتنے گز ہی معہ اسکے حدود و حقوق و زمین و بناء
و سفل و علو کے خریدی اور یہی صورت نہر مین ہی لیکن نہر کا علو نہین ہوتا ہی ولیکن نہر مین اسکا طول و عرض و عمق گزون
سے لکھدے اور گزون کی ناپ سے اسکے دونون جانب اسکے حریم کی مقدار بھی بیان کردے۔ اور اگر معقود علیہ فقط شرب ہو

بدون زمین و بدون بقیہ نہر کے ۔ تو ایسی بیع جائز نہین ہی اسواسطے کہ شرب حصہ آب سے مراد ہی اور یہ پانی قبل حیازت کے
ملک نہین ہوتا ہی اور جو چیز مملوک نہو اُسکی بیع جائز نہین ہی اور نیز اسوجہ سے کہ پانی گھٹتا بڑھتا رہتا ہی پس مبیع مجہول ہوگی
اور یہ موجب فساد بیع ہی اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر لوگون مین اسکا عرف جاری ہو تو جائز ہوگی جیسا کہ نواحی
بلخ و نسف وغیرہ مین لوگون مین ایسی بیع کا معمول ہی اور وہ لوگ اسکو جائز سمجھتے ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ جسکو سب مسلمان بہتر جانین وہ اللہ تعالے کے نزدیک بہتر ہی اور قاضی ابو علی الحسین النسفی رح اسی پر
فتوی دیتے تھے اور سوائے شیخ ابو علی موصوف کے اور مشائخ نے اسکو جائز نہین رکھا ہی اور یہی صحیح ہی اسواسطے کہ قیاس
صحیح جبھی ترک کیا جاتا ہی کہ جب تمام شہرون مین ایک بات کا معمول پایا جاوے اور بعض شہرون مین ہونے سے ترک
نہوگا اور اگر معقود علیہ قطعہ زمین معہ ایک ٹکڑے پانی کے جو ایک دیہ کے واسطے ہو اور اُنکے درمیان پانی معہ زمین
کے فروخت کرنے کا رواج ہو تو لکھے کہ فلان گانون کے پانی کے اتنے جزون مین سے ایک جزو خریدا اور اُسکا سب
پانی اتنے جزون پر تقسیم ہی اور یہ پانی اُسی گانون کے چشمون سے ماخوذ ہی اور یہ اُس گانون والون کے نزدیک معروف
و معلوم ہی اور وہ باہم انہین بقدر اُسکی زمین مذکورہ کے ان لوگون کے نزدیک بقسمت معلومہ منقسم ہی کہ ان لوگون پر انمین
سے کچھ پوشیدہ نہین ہی پس اس گانون کے پانی کے منجملہ اتنے جزون کے یہ جزو معہ اس گانون کی زمین مین سے جسقدر
حصہ اس جزو پانی کے مقابل ہی خریدا اور یہ پانی ان گانون والون کے درمیان اس گانون کی زمین مذکورہ مشترکہ
پر جو انہین مشترک ہی بتقسیم معلومہ و معروفہ بحساب اراضی دیہ مذکورہ کے انہین باہم منقسم ہی پس اس جزو پانی کو معہ اسکے
حصہ زمین کے اور جسپر اس بیع کا عقد واقع ہوا ہی اسکے حدود و حقوق کے خرید کیا پھر تحریر کو ختم کرے ۔ اور بعضے گانون
مین اسطرح لکھی جاویگی ۔ کہ فلان اراضی معہ اُسکے حصہ پانی کے خریدی اور وہ اتنے طاس بھر کے یا فلان روز سے فلان
روز تک دن رات کے ساتھ جو منجملہ اُس پانی کے ہی جو فلان گانون کی نہر مین جاری ہی اور یہ پانی اصل ثابت و بواقی خراجی
ہی معہ اس پانی کے مجاری و مسایل و حقوق و اخلہ و خارجہ کے اعلی چشمہا سے وادی جنگل سے تا انتہائے حدود آن بنا بر
اُس عرف کے جو اس نہر کے سینچنے والون مین اپنے شرب مین پانی سے بمقادیر معروف و معلوم ہین ۔ اور بعضے گانون مین
اسطرح لکھی جاویگی ۔ فلان نے فلان سے تمام زمین واقع موضع فلان مین سے اُسکا پورا حصہ جو اُسنے اپنی خود ملک
بیان کیا ہی اور اسقدر حصہ پانی غیر مقسوم منجملہ اسقدر حصون کے جو اس گانون کے پانی کے اس گانون والون مین مشاع
غیر مقسوم ہین خرید کیا اور اس گانون کے پانی کے سہام کی مقدار کی شناخت یون معمول رکھی گئی ہی کہ غرفہ سے پہچان ہوتی ہی
کہ ہر غرفہ اسقدر سہم ہی اور یہ تمام اراضی مقامات متفرقہ مین ہی ازانجملہ ہر دو کنارہ ہائے نہر پر اسقدر ہی اور ازانجملہ حسینیت فلان ازانجملہ
تینیان ہی اور نسف کے بعضے دیہات مین محدودات مفرزہ و محدودات غیر مقسومہ معہ اُسکے حصہ پانی کے خریدنے مین یون
ہین کہ تمام قطعہ کمیت مشتملہ بچہار دیواری و اراضی حسین سے بعضی خراجی غیر مقسومہ اور بعضی خراجی مقسومہ ہی جو نسف کے دیہات
مین سے فلان دیہ مین واقع ہی اور تمام و کمال اُسکے بیان کیا کہ یہ میرا ملک و حصہ ہی اور اسقدر حصے پانی کے منجملہ اس دیہ کے
اسقدر حصون پانی کے خرید کیا اور اس گانون کے پانی کا ہر حصہ بمثل جریب مساحت کے سینچنے کا ہوتا ہی اور یہی معروف
ہی اور انمین سے منجملہ اتنے سہام کے اسقدر سہام اس گانون کی ایک جماعت کے واسطے مین مشاع غیر مقسوم ہین کہ
ان لوگون مین قرح کے حساب سے کہلاتے ہین اور یہ اسقدر قرح ہین اور ہر قرح کے اسقدر سہام ہین اور یہ ان لوگون

مین معروف ہی پس اسمین سے اسقدر سہام قرح فلان کے واسطے ہین اور اسقدر سہام قرح فلان کے واسطے و نوائب سلطان وخراج اسی حساب سے سب پر پھیلایا جاتا ہی اور اس گانون کا پانی جو اصل وادی سے اسکی نہر مین جاری ہوتا ہی اُسپر منقسم ہوتا ہی اور غیر خراجی مین کھیت چہار دیواری کا اور باغ انگور واراضی چنین وچنان ہین اُنکے حدود بیان کردے اور انکا شرب فلانی نہر سے ہی واللہ تعالے اعلم - اور اگر معقود علیہ بیت طراز ہو تو لکھے کہ تمام بیت طراز بنا ہوا جسمین یہ چیزین شامل اگر اور اتنی کارخانے ہین جسمین جولاہے کام کرتے ہین یا یون لکھے کہ تمام کارگاہ مبنیہ جسمین یہ یہ چیزین شامل ہین اور اتنی کارخانے ہین جسمین جولاہے کام کرتے ہین پھر موضع وحدود بیان کردے - اور اگر معقود علیہ ایک کارخانہ معین ہو تو لکھے کہ تمام ایک کارخانہ داہنے یا بائین یا سامنے سے منجملہ بیت طراز کے جسمین اسقدر کارخانے ہین کہ انمین سے ایک کارخانہ یہ معقود علیہ ہی اور اس بیت طراز کے حدود بیان کردے اور جگہ بیان کردے پھر جس کارخانہ کا عقد قرار پایا ہی اسکے حدود بیان کردے یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر زمین زراعت یا گانون خریدا اور حقوق کا ذکر چھوڑ دیا تو عمارت ودرخت ودرختان خرما سب داخل ہوجائینگے جیسے باغ انگور ودرختان سیب وامرود معہ سب انواع کے اور قصب وحطب وجھاؤ لیکن ایک روایت مین جو امام ابو یوسف رح سے بشر بن الولید نے روایت کی ہی قصب فارسی نہین داخل ہوتا ہی اور قصب سکر وقصب الذریرہ بالاتفاق نہین داخل ہوتے ہین وقصب الذریرہ وہ ہی جو کوٹ کر بیت پر چھڑکا جاتا ہی اور جو درخت ایسے ہوتے ہین کہ انمین پھل نہین آتے ہین جیسے چنار وبید ارکہ ہمیشہ کاٹے جاتے ہین انمین متاخرین نے اختلاف کیا ہی بعض نے کہا کہ بدون ذکر کے داخل نہونگے جیسے کھیتی اور بعض نے کہا کہ داخل ہوجائینگے اور یہی اصح ہی اور بادنجان کا درخت مشتری کا اور پھل بائع کے ہونگے اور یہی حکم درخت کپاس وکسم مین ہی کہ اسکا درخت بدون ذکر حقوق کے داخل ہوگا اور جو پیداوار اس درخت پر موجود ہی وہ بدون ذکر کے داخل نہوگی اور علے ہذا القیاس جس درخت کی پیداوار توڑلی جاتی اور اسکی جڑ نہین کاٹی جاتی ہی اسکا یہی حکم ہی اور جو پھل درختون پر لگے ہین وہ بدون ذکر وحقوق ومرافق کے داخل نہونگے اور حقوق ومرافق ذکر کرنے سے امام ابو یوسف رح کے نزدیک داخل ہونگے اور ظاہر الروایۃ کے موافق اور یہی امام محمد رح کا قول ہی کہ بدون انکے صریح ذکر کرنے کے داخل نہونگے یا اسطرح ذکر کرے کہ ہر قلیل وکثیر جو اسمین یا اس سے ہی تو داخل ہونگے لیکن یہ لفظ نہ لکھے کہ جو اُسکے حقوق مین سے ہین اور رطبہ اور جو خودرو ہو کر پھل دار ہوگیا ہی اُسکے پھل بائع کے اور اصل مشتری کی ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایسی زمین فروخت کی جسمین زعفران ہی تو زعفران کی بونڈی بائع کی اور درخت مشتری کے ہونگے اور یہی حکم کتان وحبہ دانہ اور تمام ڈالون کا ہی مثل چنا وباقلا ومسور کے اور یہ سب بمنزلۂ زراعت کے ہین - اور اگر مبیع قیطون ہو تو یہ الفاظ بڑھاوے معہ اُسکے وسون خنبہ وشکون کے اور وہ اسقدر عدد ہین جنمین سے بڑے اتنے عدد اور درمیانی اتنے عدد اور چھوٹے اتنے عدد ہین اور وہ سب امر اپنے رکھنے کی جگہ رکھے ہین اور معہ سب گیہون وجو واناج کے جو اُسمین موجود ہی بشرطیکہ متعاقدین کے صریح ذکر کرنے پر بیع مین داخل ہوگئے ہون اور اہراء خنبات اور بعضے کہتے ہین کہ کشادہ بیت اور بعضے کہتے ہین انبار خانہ اور مین نے یہ لفظ کتاب لغت مین نہین پایا لیکن جس سے مین نے پڑھا ہی اُس سے ایسا ہی سنا ہی - اور اگر مبیع باغ انگور یا پھلواری ہو تو اُسکے حقوق بیان کرنے کے وقت لکھے کہ معہ اُسکے درختان وپودے وتاک انگور وقضبان وعرائش وادوا مد کے ومعہ اُسکے شرب ومشارب وسواقی ودعائم وانہار کے خرید اور ادوا مد وہ لوہی

جلانے کی لکڑی ۱۲ منہ
نرکل جو
نیشکر
بینگن ۱۲
یعنی روئی وکسم ۱۲
شل درخت بینگن
السی ۱۲
یعنی بیت
جو سے نہریہ
جسمین دانے بھرتے ہین یعنی مٹی کے گھڑے ۱۲ منہ

اور اعمدہ منجنین - اور دعائم جنپر عرائس نصب کیے جاتے ہین اور عرائش دو شبلہ نرکل سے بناکر انگور چڑھانے کے واسطے
قائم کرتے ہین اور پھلواری داخل دیوار شہر پناہ ہو تو لکھے کہ داخل شہر پناہ فلان متصل دریہ فلان بر ساقیہ نہر فلان اور
اگر گانون مین ہو تو لکھے کہ وہ بہ فلان از سواد فلان　اور اگر اسمین پھل یا زراعت یا رطبہ ہو تو لکھے کہ معہ اسکے پھل و زراعت
و رطبہ کے اور پھلون کے ذکر کے وقت اسقدر بڑھاوے کہ انکی صلاحیت ظاہر ہو گئی ہے - اور اگر اسمین کاٹی ہوئی کھیتی
یا توڑے ہوے پھل یا بھوسا یا لکڑی ایندھن کی رکھی ہو اور یہ بیع مین داخل ہو گئی ہون (یعنے قابل فی الحال استعمال کے ہین) تو اس سب کو ذکر کر دے
اور بیان کر دے کہ متعاقدین نے اس سب کو دیکھ بھال لیا ہے یہ ظہیریہ مین ہے - اور باغ انگور چہار دیواری دار مین جو
درا ہین انکی تحریر اسطرح ہے کہ اس احاطہ مین ایک چھوٹا قصر ہے اور اسکے بیوت سفل و علو سمیت اور معہ ہر چہار دیواری
باغ اور پر سے بیچے تاک اور اتنے عدد درختان انگور اور تمام ربط جو کنارہ حوض یا سامنے قصر کے ہے اور چندین و چندان
درخت انار و اخروٹ و شمش و فرلک یعنے شفترنگ اور علی ہذا تمام ساق میان شجر و تاک انگور سب لکھے - اور گرد اراضی
مین پچاس جداول و دس مسنات و چندین لوگرست کھاد کے جو اس اراضی کے کنارے پڑے ہین اور معہ تمام اُن درختون
کے جو اسکے گرد اور اسکے مسناتون پر واقع ہین اور معہ تمام اُس چیز کے جس سے زمین کے گڑھے پٹائے گئے ہین بقدر ہاتھ دو
ہاتھ کے جیسی ہو اور اس سب کی تحریر کے ساتھ یہ عبارت لاحق کرنا واجب ہے کہ دونون متعاقدین نے انکے واضع و مقادیر
دیکھ بھال لیے ہین اور ایک ایک کرکے ان چیزون کو دیکھ لیا ہے یہ ظہیریہ مین ہے - اور اگر معقود علیہ کاریز ہو جسپر چکی گھر بنی
چکی ہے - تو امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ اسکی تحریر مین یون لکھے کہ یہ وہ ہے کہ خرید کیا فلان نے فلان سے تمام
کاریز جسکا نام یہ ہے اور وہ فلان پرگنہ کے فلان نواح مین یا دیہ مین واقع ہے اور جو بیت اس کاریز پر واقع ہے وہ فلان چیز سے
متصل ہے اور اسمین ایک چکی ہے اور اسکو بیان کر دے جسطرح مذکور ہوا ہے اور اس کاریز کا مفتح یعنے ابتدا فلان مقام سے
اور مصب جہان گرتی ہے فلان جگہ ہے اور اسکا طول و عرض و عمق بیان کرے اور امام محمد رح نے حریم کاریز کی مقدار
بیان کرنے کا ذکر نہین کیا اور امام طحاوی رح نے اسکو ذکر کیا ہے کہ اتنے گز ہر جانب سے ہے کہ دائین جانب سے اتنے
گز اور بائین جانب سے اتنے گز حریم ہے اور اسکا عرض اتنے گز و عمق اتنے گز ہے اور گز درمیانی سے اسکی ناپ ہے یعنی
درمیانی ہاتھ اتنے اتنے ہاتھ ہے اور فلان شخص نے دونون متعاقدین کی رضامندی سے اسکو اپنے ہاتھ سے ناپا ہے
اور ایسا ہی ناپ مین نکلا ہے جیسا بیان ہوا ہے اور دونون متعاقدین نے اسکو دیکھ بھال کر خوب جان بوجھ لیا ہے اور شیخ ابو زید
شروطی فرماتے تھے کہ یون لکھے کہ یہ کاریز معہ اسکے حریم کے خریدی - اور امام طحاوی رح نے فرمایا کہ جو ہمنے لکھا ہے یہی
احوط ہے اسواسطے کہ اس باب مین علماء کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ امام اعظم رح کے نزدیک کاریز کا حریم نہین ہوتا ہے
اور صاحبین رح کے نزدیک اسقدر حریم ہوتا ہے کہ اسکی مٹی نکالکر ڈالی جاسکے پس بیع بہرحال صحیح نہوگی اسواسطے کہ امام
اعظم رح کے نزدیک تو ظاہر ہے کہ حریم ہوتا ہی نہین ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اگرچہ حریم ہوتا ہے (یعنے اتنی جگہ جسپر مٹی نکالکر ڈالی جاوے) لیکن اسقدر کہ جتنے پر
اسکی مٹی نکالکر ڈالی جاسکے اور یہ مقدار مجہول ہے کہ اسپر درحقیقت وقوف نہین ہوتا ہے پس وہ مجہول و معلوم دونون کا
ایک ہی صفقہ مین فروخت کرنے والا ہو گیا - اور نیز اسوجہ سے کہ جتنے کاریز کے واسطے حریم قرار دیا ہے اُسنے زمین موات مین
قرار دیا ہے اور غیر کی مملوکہ زمین مین قرار نہین دیا ہے پس بدین اعتبار جبکہ کاریز کے واسطے حریم نہو تو صفقہ واحدہ مین موجود
و معدوم دونون کو جمع کرکے فروخت کرنے والا ٹھہرا اور یہ جائز نہین ہے پس اس سے احتراز واجب ہے اور احتراز

اسطور سے ہو سکتا ہی جسطرح ہمنے تحریر کی ہی اور اگر پانی کا حال جسطرح ہمنے پہلے بیان کیا ہی ذکر کردے تو یہ احسن و اوثق
پھر حدود اربعہ ذکر کردے پھر لکھے کہ یہ کارخیز معہ اپنے سب حدود کے اور بیت جو اس کارخیز پر واقع ہی معہ چکی کے جو اسمین
چلتی ہی اپنے ادوات و آلات سنگین و لکڑی و لوہے کے ادوات و آلات سمیت معہ چرخ و دولاب و خنوف و قوابیت و
قواعیر معہ پنجہ و معہ ان الواح کے جو اسکی زمین مین بچھے ہوے ہین اور معہ اس جگہ کے جہان اناج کی گونین ڈالی جاتی
ہین اور اسکے جانورون کے کھڑے کرنے کی جگہ کے جو اسکے حقوق مین سے ہی اور تحریر کو بدستور تمام کرے واللہ تعالی اعلم- یہ محیط
مین ہی- اور اگر معقود علیہ اجمہ ہو قال اجمہ نیستان- تو لکھے کہ اس سے اجمہ خریدا جو فلان مقام پر واقع ہی اسکے حدود چنین
و چنان ہین اس اجمہ کو معہ اسکے نرکل کے جو موجود ہین اور معہ نرکل کے اصول کے- اور اگر وہان نرکل کے بوجھ کاٹے ہوے
رکھے ہون اور وہ بیع مین داخل ہوے ہون تو انکو بھی ذکر کردے کہ معہ اسکے نرکلون کے بوجھ کے جو کاٹے ہوے اسمین
رکھے ہین یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر کشتی ہو تو لکھے کہ اس سے تمام کشتی جسکو یہ کہتے ہین اور وہ ایسی لکڑی کی کشتی ہی اسکے تختہ
اتنے ہین اور عوارض اتنے ہین اور طول اسکا اتنا اور عرض اتنا ہی پس اس کشتی کو معہ اسکے عوارض و الواح و دنبالہ و نیز
کشتی و مرادی و لنگر اور پردہ اسکے جتنے مردی ہین اور معہ اسکے مجادیف کے جو اتنے مجداف ہین لکڑی و تعداد بیان کردے اور
معہ اسکے سب ادوات و آلات کے جو اسمین استعمال کیے جاتے ہین اسمین داخل ہون یا اس سے الگ ہون اور معہ
اس بادبان و بند کے اتنے کو خریدا درحالیکہ دونون متعاقدین نے پہلے اسی کو اور اسمین سے ہر ہر چیز کو خوب دیکھ بھال
لیا ہی یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر معقود علیہ کوئی کنوان یا چشمہ ہو اور اسکے ساتھ کوئی زمین نہو جو اس سے سینچی جاتی ہو بلکہ
صرف چوپایون کے پانی پلانے کے واسطے ہو تو لکھے کہ فلان سے کنوان یا چشمہ جو فلان مقام پر واقع ہی اور اسکے حدود بیان
کردے اور یہ بیان کرے کہ یہ چشمہ مدور ہی جسکی گولائی اتنے ہاتھ ہی اور ہاتھ کو بیان کردے کہ درمیانی ہاتھ یا کیسے گزون
سے ہی اور اسکا عمق اتنے گز ہی اور اسی طرح کنوئین کی صورت مین اسکی گولائی اور عمق ہاتھون کے ناپ سے بیان
کردے اور نیز مثلاً اگر اسکی جگت پختہ اینٹون کی ہون تو بیان کردے اور چشمہ کی صورت مین اسکا مبدا و منتہا بیان
کرے اور لکھے کہ یہ کنوان یا یہ چشمہ مع اس اراضی کے جو اسکے گرداگرد کی ہی جو ہر جانب سے اوسط ہاتھ سے اتنے ہاتھ ہی
اور اگر اسکا پانی بیان کردے کہ اسکا پانی غائر شیرین پاکیزہ خوشگوار ہی بدبودار کھاری ناگوار نہین ہی تو یہ احفظ و احسن ہی
اور یہ نہ لکھے کہ کنوئین و چشمہ مین جو پانی ہی وہ داخل مبیع ہی اسواسطے کہ یہ اسکا مملوک نہین ہی پس اسکو کیونکر فروخت
کریگا واللہ تعالے اعلم کذا فی الذخیرہ- اور اگر مبیع کوئی قطعہ زمین ہو اور اسکے حدود باعلام قائم ہون- جیسے
مثلاً درختان معلومہ ہون تو پہلے حدود بیان کرے پس لکھے کہ اس قطعہ زمین کی ایک حد متصل درختان فلان ہی
اور دوم و سوم و چہارم اسی طور سے بیان کردے اور چونکہ اس طریقہ کی تحدید مین جھگڑے کا احتمال ہی کہ جب یہ درخت
کاٹ ڈالے جاوین تو فساد ہوگا تو اسکا دوسرا طریقہ ہی کہ اس سے سب جھگڑون کی خود بنیاد کٹ جاتی ہی اور نیز اگر اس
زمین کے واسطے اعلام نہون تو بھی یہی طریقہ ہی کہ اس قطعہ زمین کلان کے حدود بیان کرے پھر اسکا شمالی یا جنوبی
یا کسی جانب شرقی یا غربی ہونا بیان کردے پھر اسکی طولی و عرضی پیمائشی گز بیان کردے اور اسی طرح اگر قطعہ
کلان مین سے کوئی چھوٹا ٹکڑا استثنے کیا تو بھی یہی بیان کرے- اور اگر مبیع مملوک ہو تو اسکی جنس و نام و حلیہ
بیان کردے جسطرح ہمنے بارہا بیان کردیا ہی اور اگر وہ بالغ ہو تو بیان کردے کہ وہ غلام و مملوک ہونے کا مقر ہی

بیان کرے اور اسمین کوئی داء و غائلہ و خبثہ نہین ہی اور اگر یہ لفظ بھی بڑھا دیا جاوے کہ اسمین کوئی عیب نہین ہی تو یہ عام ہی اور احوط ہی و لیکن داء و غائلہ و خبثہ کے معنی جاننا چاہیے پس داء یہ عیب باطنی کو کہتے ہین خواہ اسمین سے کچھ ظاہر ہو یا ظاہر نہو ازانجملہ تلی و جگر و پھیپھڑے کی بیماری ہی اور کھانسی و فساد حیض و برص و جذام و بواسیر و ذرد یعنے فساد معدہ و صفرہ یعنے پیٹ مین زرد آب جمع ہو جاتا و تیمری و فتق یعنے ریح امعاء و درد عرق النسا وہ ایک رگ ران مین ہی و ناسور و خارش و خنازیر وغیرہ انکے مثل جو بیماریان ہون - اور جنون و وسواس و بچھونے پر پیشاب کر دینا اور آنکھ کا جالا اور زائد انگلی اور بہرا ہونا و شبکوری اور شل ہونا اور لنگڑا ہونا و سر کے زخم کا داغ و داغ دینے کا داغ و شامہ یہ سب عیب ہین داء نہین ہین اور بھگوڑا ہونا اور چور ہونا اور باندی کا چھنال ہونا اور غلام کا گرہ کٹ یا کفن چور یا راہزن ہونا یہ سب غائلہ ہی اور یہ فقط رقیق مین ہوتے ہین اور داء سب حیوانات مین ہوتی ہی اور خبثہ سے مراد زنا اور اسکے مانند امور ہین اور عوار بفتح عین جو فقط کپڑون کے اقسام مین پایا جاوے وہ پھٹا ہونا اور کنگی ہی - اور اگر مبیع کسی باغ انگور یا دیہ کے پھل یا زراعت ہو تو لکھے کہ تمام پھل جو اسکے باغ انگور مین ہین پھر اس چہار دیواری کے باغ کے حدود بیان کر دے پھر لکھے کہ اس سے تمام پھل موجودہ جو تمام اس باغ محدودہ مذکور مین ہین پھر سب پھلون کا بیان کر دے کہ اخروٹ و انگور و کشمش وغیرہ جو جو اسمین ہون اور لکھدے کہ یہ پھل ایسے ہین کہ انمین صلاحیت آگئی ہی یا اس کھیتی کی اصلاح ظاہر ہو گئی ہی چندین درم بیع صحیح خرید لیا تاکہ انکو توڑ و کاٹ لے بدون تقصیر و تفریط کے پھر اسکے بعد اگر مشتری نے یہ چاہا ہو کہ ان پھلون یا کھیتی کو پختہ ہونے تک باقی رکھے تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ ہی چاہیے یون ذکر کرے کہ فلان بائع نے اس مشتری کو مباح کر دیا کہ ان پھلون کو جنکو فروخت کیا ہی ان درختون پر تا وقت فلان چھوڑ رکھے بدون اسکے کہ یہ بات بیع مین شرط قرار دی جاوے مگر ایسی صورت مین بائع مذکور کو اس اجازت سے رجوع کر لینے کا اختیار ہوگا پس اسکی پوری مضبوطی یون ہی کہ اسطرح لکھا جاوے کہ بائع مذکور نے اسطرح اجازت دی کہ جب بائع مذکور اس اجازت سے اس درمیان مین رجوع کرے تو مشتری ان پھلون یا کھیتی کو تا وقت معلوم باجازت جدید چھوڑ رکھنے کا ماذون ہوگا - اور دوم یہ کہ زمین کو باجرت معلومہ مدت معلومہ تک کے واسطے اجارہ پر لے پس لکھے کہ پھر اس مشتری نے اس بائع مذکور سے یہ تمام زمین اپنے واسطے اس کھیتی خریدنے کے بعد اجارہ پر لی اور بائع مذکور سے لیکر اسپر قبضہ کر لیا بدون اسکے کہ یہ امر اس بیع مین شرط کیا گیا ہی پس اس زمین کو معہ اسکے سب حدود و حقوق کے اتنے مہینون پے درپے کے واسطے اس تاریخ سے باجارۂ صحیحہ نافذہ اجارہ لیا جسمین کچھ فساد نہین ہی اور نہ خیار ہی تاکہ مشتری اس خریدی ہوئی کھیتی کو اس زمین مین اس مدت تک باقی رکھے پھر اجرت کا و زمین کا باہمی قبضہ کرنا ذکر کر دے مگر یہ دوسری وجہ فقط کھیتی کی صورت مین ہو سکتی ہی درختون مین نہین ہو سکتی ہی اسواسطے کہ درختون پر پھل باقی رکھنے کے واسطے درختون کا اجارہ لینا جائز نہین ہی پس اسمین وہی صورت اول ہی کہ بائع اجازت دیدے و مباح کر دے بطرز مذکورہ بالا - اور اگر کسی شخص نے اپنے نابالغ فرزند کے واسطے اپنی حویلی آپ بائع ہو کر اسکے واسطے خریدی تو لکھے کہ یہ وہ خرید ہی کہ فلان بن فلان نے اپنی ذات سے اپنے فرزند صغیر فلان کے واسطے جو اتنے برس کا لڑکا ہی بولایت پدری مبیع کے مثل قیمت پر جسمین نہ کمی ہی نہ بیشی ہی یا قیمت سے کم داموں پر تمام حویلی بنی ہوئی خریدی پھر حویلی کا سب وصف بیان کر دے اور اسکے بیوت کی تعداد و جہان واقع ہی اور حدود

سب بیان کردے پھر برابر یہ ستور لکھتا جاوے یہان تک کہ ثمن وصول کرنے کے مقام تک پہونچے پس اگر اُسنے فرزند
صغیر کے مال سے ثمن وصول کیا ہو تو اسکو تحریر کردے کہ اس عاقد نے اپنے اس فرزند صغیر کے مال سے یہ تمام ثمن مذکور
لیکر بقبضہ صحیح قبضہ کر لیا اور اس صغیر کے واسطے جسکے لیے یہ حویلی خریدی گئی ہو اس ثمن مذکور سے بائع کے بھرپانے اور
قبضہ کرنے کے طور سے بریت حاصل ہو گئی اور اس عاقد نے اپنے فرزند صغیر مذکور کے واسطے یہ تمام حویلی مذکور خالی از تعلق
غیر بقبضہ صحیح قبضہ کر لی پس اب اسکا قبضہ اُسپر قبضہ امانت وحفاظت ہوا کہ بولایت پدری اپنے اس صغیر مذکور کے واسطے اسنے
قبضہ کیا ہو بعد ازانکہ اُسکے قبضہ مین بقبضہ ملکیت تھی اور یہ عاقد بعد اس عقد کے صحیح وتمام ہونے کے اس مجلس سے
کھڑا ہوا اور بدنی جدائی کر لی اور اس سب کا اقرار صحیح کیا ۔ اور اگر باپ نے اُسکو اس ثمن سے بری کر دیا ہو تو لکھے کہ
اس عاقد پدر نے اپنے اس فرزند صغیر کو جسکے واسطے حویلی خریدی گئی ہو تمام ثمن مذکور سے با برا صحیح بری کر دیا از راہ صلہ
رحم وعطا وشفقت پدری ونیکوئی درحق اولاد کے اور اس صغیر کو جسکے واسطے خرید واقع ہوئی اس ثمن سے بریت
بطور بریت اسقاط کے حاصل ہوئی کذا فی الظہیریہ - اور اس سے صریح یہ بات ظاہر ہوئی کہ باپ کو اپنے فرزند نابالغ
کے ہاتھ فروخت کرنے یا اُسکی چیز اپنے واسطے خریدنے مین کسی غیر کی ضرورت نہین ہو یہ مبسوط مین ہو - اور اگر باپ نے
اپنے فرزند صغیر کا دار اپنے واسطے خریدا تو لکھے کہ اپنی ذات کے واسطے اپنی ذات سے تمام دار جو اُسکے فرزند فلان
کا ہو اُسکے مثل قیمت پر خریدا اور اُسکا فرزند آج کے روز نابالغ ہو اسکی پرورش مین ہو اور اُسکا ولی اُسکا یہی باپ ہو یہان تک
کہ قبضہ ثمن کے مرکز تک پہونچے تو لکھے کہ اپنے مال سے اپنے فرزند فلان کے واسطے تمام اس ثمن پر قبضہ کیا اور تمام
اس دار پر اپنے واسطے قبضہ کیا اور کھری بات اس صورت مین یہ ہو کہ ثمن کو گواہون کے سامنے وزن کرکے اپنے فرزند
مذکور کے واسطے اُسپر قبضہ کرے آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر اُسپر اُسکے نابالغ فرزند کا قرضہ ہو اور اُسنے چاہا کہ مین بری ہو جاؤن
تو جس قدر سے بریت چاہتا ہو اُسکو گواہون کے سامنے وزن کرے اور کہے کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مجھپر میرے نابالغ فرزند فلان
کا اسقدر قرضہ تھا اور مین نے یہ مال اپنے مال سے نکال کر اب اُسپر اپنے فرزند مذکور کے واسطے قبضہ کر لیا ہو - اور بعضے
علما نے فرمایا کہ باپ اپنے فرزند نابالغ کے قرضہ سے اپنا مال الگ کرے اور گواہ کرنے سے بری نہوگا اور قرضہ مذکور
اسی طرح باقی رہیگا - اور اسی طرح اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے واسطے خریدا تو اُسمین بھی یہی صورت ہو جو باپ کے خریدنے
مین مذکور ہوئی فقط فرق یہ ہو کہ وصی کے خریدنے مین یہ شرط ہو کہ اُسکی قیمت سے زیادہ کے عوض خریدے اور اُسکے
آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اسواسطے کہ اسمین اختلاف ہو - اور اگر صغیر نے اپنے باپ کا مال اُسکی اجازت سے خرید کیا
اور اس صورت مین اس سے زیادہ احتیاط ہو کہ اپنا مال صغیر کے واسطے اپنی ذات سے فروخت کرے اور خود ہی اُسکی
جانب سے مشتری ہو تو لکھے کہ یہ وہ خرید ہو کہ صغیر نے جسکو فلان کی جانب سے اس خرید کی اجازت ملی ہو مبیع کے مثل
قیمت کے عوض جسمین نہ کمی ہو نہ بیشی ہو اپنے باپ فلان سے خرید کیا پھر بیعنامہ کو اسی طور سے تمام کرے جسطرح
اجنبیون کا بیعنامہ تمام کرتا ہو یہ ظہیریہ مین ہو - اور اگر متولی وقف نے مال وقف سے کچھ خریدا تو لکھے کہ یہ وہ خرید ہو
کہ فلان شخص قیم وقف کذا نے یا لکھے متولی وقف کذا نے جو فلان قاضی کی جانب سے متولی وقیم مقرر ہو اُسنے مال وقف
سے جو وقف کی آمدنی اُسکے پاس مجتمع ہوئی ہو اس وقف کا مال بڑھانے کی غرض سے اور تاکہ اس وقف کے اخراجات
ادا کرنے مین مدد ملے فلان بن فلان سے تمام یہ چیز الیٰ آخرہ اور احوط یہ ہو کہ اسمین یہ زیادہ کیا جاوے اور یہ وقف

قال العبد المترجم ... ونقل بعد ما نقل ... من الظہیریہ ... ۱۲ منہ

کرنے والے نے اپنے اس وقف مین یہ شرط کر دی تھی کہ جب ممکن ہو سکے تو اسکی اس وقف کی آمدنی سے جو مجتمع ہو جاوے تو دوسری چیز آمدنی کے لائق خرید کر کے اُسکے اس وقف مین شامل کر دیجاوے یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر ایک شخص نے بعوض ثمن معلوم کے کوئی چیز خریدی پھر قبضہ کرنے کے بعد اُسنے چاہا کہ کسی دوسرے شخص کو یہ چیز بطور بیع تولیہ دیدے اور اسکی فروخت کا بیعنامہ لکھنا چاہا تو لکھے کہ یہ وہ ہی جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے ہین سب اس بات کے گواہ ہوے ہین کہ فلان بن فلان نے ان گواہون کے سامنے اپنی صحت بدن وثبات عقل وجواز تصرفات کی حالت مین بطوع رغبت خود درحالیکہ اُسمین کوئی ایسی علت مرض وغیرہ کی نہ تھی جو اسکی صحت اقرار سے مانع ہو یہ اقرار کیا کہ اُسنے فلان شخص سے تمام وہ چیز خریدی تھی جو اس بیعنامہ کے اندر مندرج ہی جسکا نسخہ یہ ہی پس تمام بیعنامہ نقل کرے یہانتک کہ گواہ کرنے کا ذکر آوے تو لکھے کہ پھر فلان نے فلان کے ہاتھ تمام وہ چیز جسپر بیع مذکور واقع ہوئی بعوض اُسی ثمن کے جسکے عوض خریدی ہی جو اسمین مذکور ہی بطور بیع تولیہ صحیحہ فروخت کی جسمین شرط وخیار نہین ہی اور فلان نے اس بیع تولیہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور ثمن مذکور تمام وکمال اُسکو دیدیا اور اُسکو یہ ثمن دیکر اُسکے قبضہ کرنے سے بطور بریت قبضہ و استیفاء کے بری ہو گیا پھر مبیع پر قبضہ کرنا اور اُسکا دیکھ بھال لینا اور دونون کا بابدان متفرق ہونا اور بیع تولیہ فروخت کرنے والے کا جسکے ہاتھ بیع تولیہ فروخت کی ہی اِسکے لیے اس بیع مین درک کا ضامن ہونا تحریر کرے پھر گواہ کر لینا تحریر کرے اور اگر کسی کو اسمین شریک کیا تو بھی اسی طور سے لکھے فقط اسقدر فرق ہی کہ بجاے ذکر بیع تولیہ کے اُسی تہائی وچوتھائی وغیرہ جسقدر حصے کی شرکت واقع ہوئی ہو بعوض نصف یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ ثمن کی تحریر کرے اور بیع مرابحہ مین بھی اسی طور سے لکھے لیکن بجاے تولیہ کے یون لکھے کہ اُسکے ہاتھ بیع مرابحہ اسقدر نفع پر فروخت کی یہ ظہیریہ مین ہی۔

فصل دہم۔ تحریر بیع سلم کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ بیع سلم مین بیعناموں کی مثال کی تین صورتین ہین۔ ایک یون ہی کہ یہ وہ سلم ہی کہ فلان نے فلان کو اسقدر درم۔ اور اس نقد کو مفصل بیان کر دے پھر لکھے۔ جو مال عین مجلس سلم مین حاضر ہین اتنے قفیز گیہون سپید صاف جو آب جاری کے سینچنے سے پیدا ہوے ہون جید ہون بہ پیمانہ ایسے قفیز کے جسکا رواج فلان شہر مین ہی اتنی مدت کے وعدہ پر جسکی ابتدا اس تحریر کی تاریخ سے ہی بطریق بیع سلم صحیح جائز کے جسمین کوئی شرط نہین ہی اور یہ سلم فاسد نہین ہی اس شرط پر دیے کہ یہ مسلم فیہ گیہون اس رب المال کو میعاد آنے پر جو اس تحریر مین بیان ہوئی ہی اسکی حویلی واقع شہر فلان پر سپرد کرے اور اس مسلم الیہ نے یہ عقد سلم از جانب رب السلم بالمواجہہ قبول کیا اور اس سلم مذکور کے راس المال اُن سب درمون مذکورہ پر قبضہ کر لیا قبل اِسکے کہ دونون متفرق ہون اور قبل اسکے کہ اس عقد کے سواے کسی دوسرے کام مین مشغول اور اس عقد کی صحت کے بعد وموجب عقد ہذا و اسکے انعقاد کے ساتھ باہم راضی رہکر دونون اس مجلس عقد سے بتفرق ابدان متفرق ہوے پھر تحریر کو تمام کرے۔ اور اسمین ضمان درک کو تحریر نکرے اسواسطے کہ مبیع پر قبضہ نہین ہوا ہی۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہی کہ اُن دونون کا اقرار تحریر کرے پس لکھے کہ یہ وہ ہی جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا اشاہد ہوے کہ زید وعمرو نے اُنکے سامنے اقرار کیا کہ زید نے عمرو کو بیع سلم مین اسقدر درم آخر تک موافق تحریر وجہ اول کے تمام کرے اور طریقہ سوم یہ ہی کہ پہلے مسلم الیہ کا اقرار لکھنا شروع کرے پھر رب السلم کی طرف سے مسلم الیہ کے اس اقرار کی تصدیق تحریر کرے۔ اور واضح ہو کہ ہم نے فقط صاف ہونا تحریر کیا اور مانند متقدمین

اصحاب شروط کے بھوسے و کنکر و جو کے میل سے صاف ہونا تحریر نہین کیا اسواسطے کہ بسا اوقات گیہون ان چیزون سکے میل سے صاف ہوتا ہی لیکن ان چیزون کے سواے دوسری چیزون سکے میل سے جنکا میل عیب شمار کیا جاتا ہی صاف نہین ہوتا ہی اور مطلق صاف ہونا ان سب کو شامل ہی - اور نیز بعضے اس سال سکے پیداوار کے گیہون نہین لکھے جسطرح بعضے علماء تحریر کرتے ہین اسواسطے کہ اسمین ایہام ہی کہ شاید اُسنے ایسے گیہون کی بیع سلم ٹھہرائی ہی - جو ہنوز موجود نہین ہوے ہین - اور اگر دو نوع مختلف کی بیع سلم قرار دی تو امام اعظم رح کے نزدیک دونون کا راس المال علیحدہ بیان کرنا ضرور ہی - اور جو بیع سلم اختلافی ہی اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرنا ضرور ہی تاکہ بالاتفاق صحیح ہوجاوے بنابر اسکے ہمنے سابق مین بیان کر دیا ہی - اور جن اجناس مین بیع سلم صحیح ہوتی ہی آنرا جملہ ظروف صفریہ و شبہیہ وغیرہ مین لکھے کہ اسقدر عدد شمع دان تانبے کے بنے ہوے منقش بر ساخت بخارا جنکا وزن بوزن بخارا اسقدر ہی یا اسقدر عدد شمع دان تانبے کے جو معروف بخزران ہین - اور اگر قمقمہ ہون تو لکھے اتنے عدد جسمین قمقمہاے برنجی اسقدر عدد بنے ہوے جسمین سے کلان اتنے عدد ہر ایک کا وزن بوزن بخارا اسقدر ہر ایک قمقمہ مین اسقدر پانی سماوے اور نیز قمقمہاے کلان معروف بقمقمہ سمرقندی اتنے عدد اور اسمین سے خورد اتنے عدد اور وزن ہر ایک کا بوزن بخارا اسقدر اور اسمین اسقدر پانی سماتا ہو - اور علے ہذا القیاس طاس و طشت کا بھی یہی طریقہ ہی - اور لوہے کے اوزار مین مثلاً کلید آہنی ساختہ از فولاد اتنے عدد اور ساختہ از آہن نرم اتنے عدد جو کار زراعت کے لائق ہو اسمین سے ہر کلند کا وزن بوزن بخارا اسقدر ہو اور مسحات مین بھی یہی صورت و حکم ہی - شیشہ کے برتنون مین سے طابقات الطارم مین جائز ہی لکھے کہ اتنے عدد طابقات شیشے کے جو طارم کے لائق ہون انمین سے ہر ایک کا قطر ایک بالشت ہو انمین سے ہر دس کا وزن دو سیر یا تین سیر جیسے ہوتے ہون اور از طابقات مشہورہ بطابقات کلیدانی کے اتنے عدد کہ ہر دس کا وزن چار سیر بوزن اہل بخارا اور قطر ہر ایک کا نصف گز اہل بخارا کے گزون سے اور پنج سیری مین سے اتنے عدد اور اُسکا وصف اسی طور سے بیان کرے جسطرح شیشہ گرون مین معروف ہو اور اسمین سے ہر دس کا وزن اسقدر ہو اور انمین سے ہر ایک مین اتنے سیر اشیاے مائعات مین سے سماوین - اور قرابات مین اتنے عدد قرابات زجاجیہ جسمین سے ہر ایک کا وزن آدھ سیر یا دس چھٹانک یا پورا سیر بھر ہو اور ہر ایک مین اتنے سیر مائعات مین سے سماوے - اور قارورات مین پس چندین عدد قارورات زجاجیہ جسمین ہر ایک آدھ سیر کا ہوتا ہی بطریق مذکورہ بالا تحریر کرے اور قباب مین اتنے عدد پس چندین عدد قبہاے کلان معروفہ بشش تانگی کہ جسمین سے ہر ایک کا قطر گز بھر یا آدھ گز جیسا ہوتا ہو اور چندین عدد قبہاے درمیانی معروف بچہار تانگی جسمین سے ہر ایک کا قطر ایک گز ہوتا ہی سب مفروغ عنہ ہون اور خرد اسقدر بطریق مذکورہ بالا تحریر کرے اور مٹی کے برتنون مین پس چندین عدد کوزہ ہاے گلین ورکشی معروف بطبیاق اور چندین عدد کوزہاے معروفہ بدوکانی یا سہ کانی اور چندین عدد از کوزہ ہاے درمیانی معروف بکاسفراک و چندین عدد کوزہاے خرد معروف بدین اسم - اور یہ سب عددیات متقاربہ ہین انمین تفاوت فاحش نہین ہوتا ہی - اور غطار کی سلم اور غطار سے مراد وہ جو تنور پر ڈھانکی جاتی ہی جائز ہی پس یون لکھے کہ اتنے عدد غطار گلین ورکشی جو تنور کا مُنہ ڈھانکنے کے لائق ہوتے ہین ہر ایک کا قطر اسقدر گز اہل بخارا کے گزون سے اور اُسکی مقدار اسی طور سے بیان کرے جسطرح ہمنے کوزون مین بیان کر دی ہی اور اسی طرح گھڑون و مٹکون مین اسی طور سے لکھے یہ ظہیریہ مین ہی -

فصل یازدہم - تحریر شفعہ کے بیان مین - اصل مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک دار خرید کرکے اُسپر قبضہ کرلیا اور ثمن دیدیا اور اس دار کا ایک شفیع ہی اُسنے اس دار کو شفعہ مین لے لیا اور اسکی تحریر لکھوانی چاہے تو کیونکر لکھے سو ہم کہتے ہین کہ شفیع کو بھی شفعہ لے لینے کا اختیار جبھی ہی کہ جب اُسنے بطلب صحیح طلب شفعہ کرلیا ہو اور طلب شفعہ تین طرح کی ہوتی ہی طلب مواثبہ و طلب اشہاد و تقریر و طلب تملیک پس جب ان سب طرح کے طلبون سے طلب کرے (یعنی تینون طرح ۱۲ منہ) تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دار مذکور کو شفعہ مین لے لے پس جب اُسنے طلب مواثبہ سے طلب کیا اور اس طلب کی تحریر چاہی تاکہ اُسکے واسطے حجت ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہی جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے ہین کہ فلان نے فلان سے تمام دار واقع مقام فلان جسکے حدود اربعہ یہ ہین اتنے ثمن کے عوض بخرید صحیح خرید کیا اور دار مذکور پر قبضہ کرلیا اور ثمن دیدیا ہی اور فلان اس دار کا شفیع بدین سبب ہی اور سبب استحقاق شفعہ کو مفصل بیان کردے پس اس شفیع نے جبھی اُسکو اس دار کی بعوض اسقدر ثمن کے خرید کی پہلی خبر پہونچی ہی فوراً بلا درنگ و تاخیر کے بطلب صحیح طلب مواثبہ کے ساتھ شفعہ طلب کیا اور کہا کہ مین اس دار محدودہ مذکور کے اپنے شفعہ کا بدین سبب خواستگار ہون - پس یہ پوری تحریر طلب مواثبہ کی ہی - اور اس تحریر مین امام محمد نے مشتری و بائع کا نام تحریر کیا ہی اور اگر اس صورت مین بائع کا نام تحریر نکیا جاوے تو بھی ہمارے نزدیک جائز ہی اسواسطے کہ قبضہ کے بعد خصومت مشتری کے ساتھ ہی اور بائع بمنزلہ اجنبی آدمی کے ہی لیکن بعضے لوگ کہتے ہین کہ قبضہ کے بعد شفعہ مین لینا دونون سے ہوتا ہی پس انہنے اس قول سے احتراز ہونے کے واسطے دونون کا نام لکھدیا - اور اس تحریر مین سبب استحقاق شفعہ بھی ذکر کیا اسواسطے کہ اسباب شفعہ مختلف ہین اور علما نے اسمین اختلاف کیا ہی بعض نے کہا کہ شفعہ بالجوار ہی اور بعض کے نزدیک بجوار مقابلہ ہی اور ہمارے نزدیک بجوار ملاصقہ ہی اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جوار سے شفعہ کا استحقاق بالکل نہین ہوتا ہی اور ہمارے نزدیک استحقاق شفعہ کے چند مراتب ہین اول آنکہ بسبب عین بقعہ مین شرکت کے پھر بسبب ملک کے حقوق مین شرکت ہونے کے اور وہ راستہ ہی (یعنی راستہ حقوق ملک مین سے ہی اس مین شریک ہو ۱۲ منہ) پھر شفعہ کا استحقاق بسبب جوار کے ہوتا ہی پس (عین بقعہ کے شریک کا شفعہ اعلی درجہ ہی پھر جو راستہ کا شریک ہی دوم درجہ ہی پھر جوار کے درجہ کے نیچے سوم درجہ کا استحقاق ہی) سبب شفعہ بیان کردے تاکہ قاضی کو معلوم ہوجاوے کہ آیا یہ شخص کسی مستحق درجہ اول کی وجہ سے محجوب ہی یا نہین ہی - اور یہ تحریر کیا کہ جبھی اسکو اس دار کے بعوض اس ثمن کے خرید کے پہلی خبر پہونچی اور یہ نہ لکھا کہ جبھی اسکو اس بات کا علم ہوا اسواسطے کہ حقیقۃً علم بدون خبر متواتر کے حاصل نہین ہوتا ہی حالانکہ شفعہ مین یہ حکم ہی کہ اگر خبر متواتر کی تعداد و شمار سے گھٹ کے لوگ خبر دین اور شفعہ طلب نہ کرے تو حق شفعہ ساقط ہوجائیگا چنانچہ اگر خبر دہندہ ایلچی ہو خواہ وہ عادل ہو یا فاسق ہو آزاد ہو یا غلام ہو یا صغیر ہو یا بالغ ہو اور ایلچی نے پیغام پہونچا دیا اور شفیع نے شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر خبر دہندہ نے اپنی طرف سے خبر دی تو حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اگر شفیع کو دو مرد یا ایک مرد و دو عورت نے جو عادل ہون بیع کی خبر دی اور اُسنے شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور امام محمد رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اگر خبر دہندہ مین گواہی کی دونون چیزون مین سے خواہ عدالت یا تعداد ایک بات پوری پائی گئی اور شفیع نے شفعہ طلب نکیا - تو اُسکا شفعہ باطل ہوگا اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے اگر اسکو ایک شخص نے خبر دی خواہ یہ شخص واحد کسی صفت کا ہو اور شفیع نے شفعہ طلب نکیا پس اگر اس

خبر کا سچا ہونا ظاہر ہوگا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا پس ہمنے یون تحریر کیا کہ جبھی اُسکو پہلی خبر پہونچی تاکہ کوئی وہم کرنے والا یہ وہم نہ کرے کہ اُسنے ایک شخص یا دو شخصون کی خبر پر شفعہ طلب نکیا اور خبر متواتر پہونچنے تک طلب شفعہ کے واسطے انتظار کیا جبکہ علم الیقینی حاصل ہو جاوے حتے کہ اسکا شفعہ باطل ہو گیا اور نیز یہ لکھدیا کہ پہلی خبر تاکہ کوئی وہم نکرے کہ ایکبار خبر دینے پر اُسنے طلب نہین کیا پھر دوبارہ خبر دینے پر اُسنے طلب کیا حالانکہ یہ طلب صحیح نہین ہوئی پس اس وہم کے دور کرنے کے واسطے ہمنے پہلی خبر کا لفظ لکھدیا - اور ہمنے یون لکھا کہ فوراً بلا درنگ و تاخیر کے بطلب صحیح طلب مواثبہ کے ساتھ شفعہ طلب کیا اسواسطے کہ علماء نے طلب مواثبہ کی مقدار مدت مین اختلاف کیا ہے بنا بر ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ اگر اُسنے فی الفور بلا درنگ شفعہ طلب نہ کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ہشام رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ خبر پہونچنے کی مجلس تک اُسکی مقدار ہے اور اسی کو شیخ ابو الحسن کرخی نے اختیار کیا ہے اور حسن بن زیاد سے روایت ہے کہ تین روز تک اُسکی مدت ہے اور یہی شیخ بن ابی لیلے کا قول ہے اور امام شافعی رح کے اقوال مین سے بھی ایک قول یہی ہے پس اگر ہم اسی قدر تحریر کرین کہ اُسنے بطلب صحیح اُسکو طلب کیا تو بہت احتمال ہے کہ اسکا وہم ہو کہ اُسنے فی الفور طلب نہین کیا بلکہ اسکے بعد طلب کیا اور کاتب نے یہ جو لکھا کہ بطلب صحیح طلب کیا تو بتاویل قول بعض علماء کے تحریر کیا ہے - پھر ہمنے طلب شفعہ کا لفظ تحریر کیا اور علماء نے اسمین بھی اختلاف کیا ہے مگر عامہ علماء کے نزدیک اگر اُسنے کسی ایسے لفظ سے شفعہ چاہا جیسے لوگون کے عرف مین یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ شفعہ طلب کرتا ہے مثلاً کہا کہ مین نے طلب کیا یا طلب کرتا ہون یا طالب شفعہ ہون یا مثل اسکے تو درست ہے (مگر بعض نے اسمین اختلاف کیا ہے) اور طلب مواثبہ کے واسطے گواہ کر لینا شرط نہین ہے اور نیز یہ بھی شرط نہین ہے کہ طلب مواثبہ بائع یا مشتری یا دار انمین سے کسی کے حضور مین ہو - پھر طلب مواثبہ کے بعد طلب اشہاد و تقریر کی ضرورت ہے اور اس طلب کی صحت کے واسطے یہ شرط ہے کہ یہ طلب یا مشتری یا بائع یا دار خرید شدہ کے حضور مین ہو - لیکن اس طلب کی ضرورت جبھی ہے کہ جب طلب مواثبہ کے وقت ان تینون مین سے کوئی سامنے موجود نہو اور اگر طلب مواثبہ کے وقت انمین سے کوئی حاضر ہو تو یہ کافی ہے پھر اسکے بعد کسی دوسری طلب کے سوائے طلب تملیک کی ضرورت نہین ہے اور اس طلب اشہاد و تقریر کی مدت کی اندازہ یہ ہے کہ ان چیزون مین سے کسیکے حضور کو حاصل کر پاوے حتے کہ اگر اُسنے قابو پایا و باین اُسنے طلب اشہاد و تقریر نہ کی تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اس طلب کے وقوع پر گواہ کر لینا امر لازم نہین ہے حتے کہ اگر اُسنے گواہ نکر لیے اور خصم نے اس طلب کے وجود کا اعتراف کر لیا تو کافی ہے اور یہ چاہیے کہ یہ طلب ان تینون مین سے ایسے کے حضور مین ہو جو شفیع سے سب سے زیادہ قریب ہے اور یہ حال کتاب الشفعہ مین مفصل معلوم ہو چکا ہے اور اگر شفیع نے چاہا کہ طلب اشہاد واقع ہونے کے وثوق کے واسطے تحریر کرا دے تو یون تحریر کرنا چاہیے - کہ یہ تحریر ہے جسمین یہ مذکور ہے کہ فلان نے فلان سے خرید کیا پھر بیعنامہ کو اول سے آخر تک نقل کر دے پھر اسکے بعد لکھے کہ فلان یعنے شفیع کو جبھی اس دار محدودہ کی بعوض ثمن مذکور خرید سے جانے کی پہلی خبر دیگئی اُسی وقت فوراً اُسنے بطلب مواثبہ شفعہ طلب کیا جیسا ہمنے بیان کیا ہے پھر لکھے کہ اسکے بعد اُسنے بدون تاخیر و تقصیر کے بحضوری اُس چیز کے جو سب سے زیادہ اُس سے قریب تھی بطلب اشہاد و تقریر شفعہ طلب کیا پھر اُس چیز کو بیان کر دے کہ بائع و مشتری و دار ان تینون مین سے کون چیز تھی مگر احوط یہ ہے کہ بائع اور مشتری کے حضور مین طلب کرنا تحریر کرے اسواسطے کہ اسمین علماء کا اختلاف ہے پس ابن ابی لیلی فرماتے ہین کہ شفیع مشتری کے قبضہ سے پہلے و اسکے بعد بائع سے لیگا اور اُس سے خصومت کریگا او [illegible]

بیع شفعہ بھی بائع پر ہوگا اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ ہر دو صورت میں مشتری سے لیگا اور اُسی کے ساتھ خصومت
کریگا اور اسکا عہدہ بھی مشتری کے ذمہ ہوگا اور ہمارے نزدیک قبضہ سے پہلے خصومت بائع سے کریگا اور بائع پر عہدہ
ہوگا اور قبضہ کے بعد مشتری سے خصومت اور اُسی پر عہدہ ہوگا لہذا احوط یہ ہے کہ بائع و مشتری دونوں سے لینا تحریر
کرے پھر جب شفیع نے ہر دو طلب سے طلب کر لیا پس اگر خصم نے اسکو سپرد کرنے پر اتفاق کیا تو کام پورا ہو گیا اور اگر
اُسنے سپرد کرنے سے انکار کیا تو شفیع اس معاملہ کو بحضور قاضی پیش کریگا اور اُس سے درخواست کریگا کہ میرے واسطے
ملک کا حکم بوجہ شفعہ کے نافذ فرمادے۔ پس اگر در صورتیکہ خصم نے اسکے سپرد کرنے پر اتفاق کیا ہے شفیع نے مضبوطی کے
واسطے اسکی تحریر لکھوانی چاہی تو موافق تحریر امام محمد رح کے اُسکی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر از جانب فلان بن فلان یعنے مشتری کی
طرف سے واسطے فلان بن فلان یعنے شفیع کے بدین مضمون ہے کہ مین نے فلان بن فلان سے تمام دار واقع موقع
فلان محدودہ بحدود چنان و چنین بعوض اسقدر ثمن کے خریدا تھا پھر تحریر خرید کو آخر تک بیان کر دے پھر لکھے کہ تو
اس دار مذکورہ کا بسبب شرکت یا خلط یا جوار کے شفیع تھا اور تو نے جسوقت تجھکو پہلی خبر اس دار مذکور کے بعوض
ثمن مذکور خریدے جانیکی پہونچی تھی تو نے فی الفور بطلب مواثبہ و پھر بطلب تقریر و اشہاد بطلب صحیح شفعہ طلب کیا تھا
اور طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کو مفصل جسطرح ہمنے بیان کیا ہے تحریر کرے اور لکھے کہ ایسی طلب صحیح کے ساتھ طلب
کیا تھا کہ جو اس علم کی موجب تھی کہ مین تجھے یہ دار بسبب شفعہ کے سپرد کر دون اور دیدون پس مین نے تجھکو یہ دار
سپرد کیا پھر تحریر کو اُسی طور سے تمام کرے جسطرح ہمنے بیان کیا ہے۔ یہ امام محمد رح کا عنوان تحریر ہے اور متاخرین مشائخ رح
نے ایسی تحریر کی صورت یہ اختیار کی ہے کہ یہ وہ ہے جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے ہیں سب اس بات کے
گواہ ہوئے ہیں کہ فلان نے فلان کے ہاتھ تمام دار واقع موقع فلان فروخت کیا تھا پس بنا سر اول سے آخر تک
نقل کرے پھر بعد ازین اگر مشتری نے دار پر قبضہ نہ کیا ہو تو قبضہ دار کا بیان نہ لکھے پس یہ لکھے کہ اور فلان اس دار محدود
کا شفیع جوار بسبب اُس دار کے تھا جو اس دار خرید شدہ کی ایک حد سے متصل ہے یا لکھے کہ شفیع بشفعہ شرکت تھا کہ اس دار
محدودہ مذکورہ مین سے نصف دار اسکی ملک ہے پس اس شفیع نے ہرگاہ اسکو اس دار محدودہ کے خریدے جانے کا
علم ہوا بدون تفریط و تقصیر کے بطلب صحیح بمواجہہ آن ہر دو متعاقدین فلان و فلان کے اسطرح اپنا شفعہ طلب کیا کہ جو
موجب اس علم کا ہے کہ یہ دار بحق شفعہ اسکو دیا اور سپرد کیا جاوے پس ان ہر دو متبائعان نے اُسکے [illegible] اتفاق کر کے
دونون نے اسکو تمام وہ چیز جسپر عقد بیع واقع ہوا بعوض پورے ثمن مذکور کے باعطاء صحیح [illegible]
اور نہ خیار اور نہ فساد ہے اور اس بائع نے تمام اس ثمن مذکور کو اس شفیع سے اُسکو ادا کرنے سے [illegible] قبضہ [illegible]
و وصول پایا اور شفیع مذکور کے اُسکو دینے سے قبضہ کرنے سے شفیع مذکور اس [illegible] اور باجازت
اس مشتری مسمی مذکور کے جسنے اسکو اس سب کی اجازت دی ہے یہ سب کیا اور اس [illegible] جسپر عقد
بیع واقع ہوا اور شفعہ مین دیگئی ہے اس بائع کے یہ سب اسکو سپرد کرنے سے [illegible]
سپرد کیا ہے باجازت اس مشتری مذکور کے اُسپر قبضہ صحیح کر لیا پس اس شفیع کو [illegible] آوے تو اس بائع کو
اُسکا خلاص کرنا آخر تک بدستور معلوم تحریر کو ختم کرے اور در صورتیکہ اسکو [illegible] قاضی
کا حکم لاحق کرے اسواسطے کہ مختلف فیہ ہے اور ضمانت درک مین [illegible] نہ کرے

اسواسطے کہ اسکی ضمانت ان دونون پر درصورت شفعہ واجب نہین ہوتی ہی - اور اگر مشتری نے دار پر قبضہ کرلیا اور ثمن ادا
کردیا ہو تو بائع کے ساتھ کچھ خصومت نہوگی بلکہ خصومت مشتری سے ہوگی تو یہ تحریر بر بناء اقرار مشتری بخریدکے و شفیع کے
اُس سے شفعہ مین لینے کی ہو - اور یہ اُسوقت ہی کہ بحق شفعہ لینا بغیر حکم قاضی ہوا ور اگر بحکم قاضی ہو تو بجاے اس عبارت
کے کہ دونون نے اس شفیع کے ساتھ اتفاق کیا یہ تحریر کرے کہ ان سب نے یہ مقدمہ فلان قاضی کے سامنے پیش کیا
پس اُسنے بعد خصومت صحیحہ کے جو ان متخاصمین مین جاری ہوئی اس حق شفعہ کے ثبوت کا حکم دیا اور ان دونون پر
حکم نافذ فرمایا کہ یہ دار محدودہ بحق شفعہ اِسکے سپرد کرین پس دونون نے اُسکو تمام وہ چیز جسپر عقد بیع واقع ہوا ہی دیدی
آخر تک بدستور تمام کرے اور اگر باپ یا وصی نے صغیر کے واسطے شفعہ طلب کیا ہو تو لکھے کہ فلان صغیر اس دار کا شفیع
تھا - اور درصورتیکہ حکم قضاء بسبب نکول کے جاری ہوا ہو تو لکھے کہ یہ سب بعد اُسکے واقع ہوا کہ اس مشتری نے اس
شفیع کے دعوی شفعہ سے جو اُسپر کیا تھا انکار کیا پس اس قاضی نے اُس سے اس دعوی پر قسم لی - اور اُسنے چند
بار اس قسم سے قاضی کے سامنے انکار کیا پس اس قاضی نے اُسپر اس شفعہ کے ثبوت کا حکم دیدیا بعد ازانکہ اس
شفیع نے قسم کھالی کہ واللہ مین نے یہ شفعہ اس مشتری کو سپرد نہین کیا ہی اور اُسنے اُسی مجلس مین جسمین اُسکو خبر پہونچی
تھی طلب شفعہ کیا اور اُسکے طلب مین مشغول رہا ہی - اور اگر ثمن درم یا دینار یا کیلی یا وزنی یا عددی متقارب ہو تو
اُسکو بیان کرے اور تحریر کردے کہ شفیع نے اُسکے مثل بائع یا مشتری کو دیا اور اگر خرید مذکور بعوض غلام یا کسی اسباب
وغیرہ کے جو قیمتی ہوتی ہی واقع ہوئی تو شفیع کا لینا بعوض اس چیز کی قیمت کے ہوگا پس اس وثیقت نامہ مین تحریر
کرے کہ حکم قاضی نے لیعنی بعوض اس قیمت کے لینا لازم کیا اور اسکی قیمت پرہیزگار و امانت دار عدول کے جنہیں ایسے امور
کی قیمت اندازہ کرنے کا مدار ہی اندازہ کرنے سے اسقدر دراہم غطریفیہ جیدہ ہوے اور احوط یہ ہی کہ ان اندازہ کرنے والون
کا نام تحریر کردے اور یہ بیان کردے کہ بائع و مشتری نے اقرار کیا کہ قیمت اسی قدر ہی - اور اگر دار کے واسطے چند
شفیع ہون اور ایک شفیع نے حاضر ہوکر پورا دار بحق شفعہ لے لیا پھر دوسرے نے حاضر ہوکر اپنا استحقاق شفعہ ثابت
کیا پس اُسکا حصہ اُسکو دیا تو تحریر کرے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان
سے تمام دار محدودہ بحنین وچنان بعوض اسقدر کے خرید کرکے دونون نے باہمی قبضہ کیا اور دونون متفرق ہوگئے
پھر فلان حاضر ہوا اور وہ اس دار کا شفیع تھا پس اُسنے حاضر ہوکر اپنا حق شفعہ بشرائط شفعہ طلب کیا پس اُسکے نام
حکم ہوگیا اور قاضی نے بائع یا مشتری کو دار مذکور اُسکے سپرد کرنے کا حکم کیا پس اُسنے حکم کی تعمیل کی پھر فلان بن فلان
حاضر ہوا اور گواہون سے ثابت کیا کہ وہ اس دار کا شفیع ہی اور اُسنے جسوقت اُسکو خبر پہونچی اپنا شفعہ دار مذکور بشرائط
طلب شفعہ طلب کیا اور قاضی سے درخواست کی کہ مجھے میرا حصہ اس دار مین سے بعوض اُسقدر کے حصہ ثمن کے
جو اُسکا ہوتا ہی بسبب میرے شفعہ مذکورہ کے دلایا جاوے پس قاضی نے بائع اور شفیع اول پر لازم کیا کہ اس ثمن کو
وصول کرین اور اس دار مین سے اِسکا حصہ اِسکے سپرد کرین پس دونون نے حکم کی تعمیل کی پس فلان یعنے شفیع دوم
نے یہ ثمن ادا کرنے کے بعد دار مین سے اسقدر پر قبضہ کیا اور تحریر کو بدستور تمام کرے - کذا فی المحیط ۔

فصل دوازدہم - تحریر اجارات و مزارعات کے بیان مین - اجارات مین سے ایک قسم بنام اجارہ طویلہ رسمیہ
اہل بخارا ہی اُسکی صورت تحریر یہ ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان مخزومی نے اُسکا حلیہ و معروفیت و مسکن

بیان کر دے تمام حویلی مذکورہ ذیل مشتمل دار و دو بیت کو اسمین رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا اور اسمین دو صحنین ہین - اور اس کرایہ پر دینے والے نے بیان کیا کہ یہ سب اُسکی ملک و حق و اُسکے قبضہ مین ہی اور یہ سب شہر فلان محلہ فلان کوچہ فلان پیش مسجد فلان واقع ہی محدود بحدود اربعہ جسکی ایک حد ملازق حویلی فلان و دوم و سوم چنین و چنان و چہارم اُسکی طرف جانے و داخل ہونے کے رستہ سے ملازق ہی پس یہ حویلی مذکور معہ اپنے سب حدود و حقوق کے اور معہ سب حقوق کے جو اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت ہین زمین و عمارت و سفل و علو اور معہ ہر حق کے جو اُسکے لیے ثابت اُسمین داخل اور اُس سے خارج ہی واسطے اکتیس برس پے درپے کے سوائے دس روز آخر ہر سال واحد کے تیس سال مین سے از ابتداے روز دوم تاریخ تحریر ہذا سے بعوض اجرت اسقدر دینار کے اس شرط سے اجارہ لی کہ ابتدا سے تیس سال پے درپے مین سے ہر سال کے سوائے دس روز منہا شدہ کی اجرت ان دیناروں مین سے ایک دینار مین سے بقدر ایک جو کے ہو اور اس اجرت مذکورہ مین سے باقی اجرت بمقابلہ سال اخیر کے جو اس مدت کا تتمہ ہی ہو بدین شرط کہ دونون مین سے ہر واحد کو استحقاق فسخ بقیہ عقد اجارہ مذکورہ ان ایام مستثنیٰ شدہ مین حاصل ہی دونون مین سے جو چاہے فسخ کرے بدین قرارداد مذکور یا ستیجار صحیح اجارہ لی - اور اجارہ دہندہ مذکور نے تمام وہ چیز جسکا اجارہ اسمین مذکور ہوا ہی معہ اُسکے حدود و حقوق و مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہی بعوض اس اجرت مذکورہ کے باجارہ صحیحہ ہر وجہ خالی از معانی مبطلہ و وجوہ مفسدہ کے اجارہ پر دی بدین شرط کہ یہ مستاجر اسمین خود رہے اور اپنا اسباب و متاع رکھے اور جسکو چاہے اسمین بسا دے اور جسکو چاہے اجارہ پر دے اور جسکو چاہے عاریت دے - اور اس مستاجر نے خود اس تمام حویلی مذکور محدود پر بقبضہ صحیحہ اس اجارہ دہندہ کے سب اُسکے تسلیم صحیح فارغ سپرد کرنے سے قبضہ کر لیا اور اس اجارہ دہندہ نے اس مستاجر سے تمام اجرت مذکورہ بقبضہ صحیح بطور معجل اس مستاجر کے بوجہ تعجیل و پیشگی ہو سب اُسکے سپرد کرنے سے تمام و کمال وصول کر لی اور اس اجارہ دہندہ نے اس مستاجر کے واسطے تمام اُس چیز کی درک کی جسکا اجارہ اس تحریر مین ثابت ہوا ہی بضمانت صحیحہ ضمانت کر لی اور دونون بحالت نفوذ اپنے سب تصرفات کے بطوع خود ایسا کرکے اس سب کا اقرار کرکے اور اپنے اوپر اس سب کے گواہ کرکے ایسے حال پر دونون متفرق ہو گئے اور یہ سب فلان تاریخ مین واقع ہوا اور یہ تحریر جو ہمنے اجارہ طویلہ مین تحریر کر دی ہی اسی پر اسکے نظائر کو قیاس کرنا چاہیے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور متاخرین نے تحریر اجارہ مین یہ نسخہ اختیار کیا ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان مخزومی نے فلان بن فلان مخزومی سے تمام دار مشتملہ بر بیوت مملوکہ و مقبوضہ اُسکا واقع موقع فلان جسکے حدود چنین و چنان ہین معہ اُسکے سب حدود و حقوق زمین و عمارت و سفل و علو کے و معہ سب مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین اور معہ اُسکے ہر حق کے جو اسمین داخل اور اُس سے خارج ہی اور معہ ہر قلیل و کثیر کے جو اُسکے حقوق سے ہی ایک سال کامل قمری بارہ مہینے پے درپے کے واسطے جسکی ابتدا غرہ ماہ فلان سنہ فلان و انتہا آخر ماہ فلان سنہ فلان ہی بعوض اسقدر درمون کے جسکے نصف اسقدر ہوتے ہین اور اس اجرت مین سے ماہواری اسقدر درم اجرت ہوتی ہی باجارہ صحیحہ نافذہ جائزہ قطعیہ خالی از شروط مفسدہ و معانی مبطلہ اجارہ پر لیا اور یہ اجرت مذکورہ تمام اُس چیز کی جسپر عقد اجارہ جس روز واقع ہوا ہی اُسدن اُسکی اجرت مثل ہی جسمین نہ کمی ہی اور نہ بیشی ہی بدین شرط اجارہ لیا کہ تمام اُس چیز مین جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہی اس تمام مدت مذکورہ مین خود مستاجر سکونت رکھے اور جسکو چاہے جسطرح چاہے جو چاہے اسمین رکھے اور بطور

معروف اسکے منافع کے طریقون سے اس سے نفع حاصل کرے۔ پھر اسکے بعد اگر مستاجر نے اجرت دیدی ہو تو لکھے کہ و
بدین قرارداد کہ اس مستاجر نے یہ تمام اجرت مذکورہ جو تمام مدت مذکورہ کے واسطے ہی پیشگی دیدی۔ اور اس اجارہ دہندہ
نے اس سب کو پیشگی اُس سے وصول کر لیا اور یہ مستاجر اس تمام اجرت مذکورہ سے جو اس تمام مدت مذکورہ کے واسطے
ٹھہری ہی اس موجر کو دیکر اُسکے قبضہ کرنے سے بریت قبض و استیفا و بری ہو گیا اور اگر مستاجر نے اجرت ادا نکی ہو تو بدین
قرارداد کہ یہ مستاجر اس تمام اجرت مذکورہ کو اس تمام مدت مذکورہ گذر جانے پر اس موجر کو ادا کرے یا لکھے کہ بدین شرطکہ اس
اجرت مین سے اس مدت کے ہر مہینہ کے حصہ مین جسقدر اجرت پڑتی ہی اُسقدر ہر مہینہ گذرنے پر ماہ بماہ ادا کیا کرے۔ اور
اس مستاجر نے اس موجر سے تمام وہ چیز جسپر عقد اجارہ جسطرح بشرائط خود واقع ہوا ہی تمام اس موجر کے اُسکو ہر مانع و منازع
سے خالی سپرد کرنے سے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اس اجارہ کے صحیح و تمام ہو جانے کے بعد اور اس مستاجر کے اس اقرار کے بعد
کہ اُسنے یہ سب دیکھ بھال لیا ہی اور اس سے راضی ہو گیا ہی اور دونون کے اپنے اوپر اس سب معاملہ کے گواہ کرنے کے بعد
دونون مجلس عقد سے بتفرق ابدان و اقوال جدا ہو گئے اور تحریر کو بدستور ختم کر دے۔ اور شیخ امام نجم الدین نسفی رحمہ نے
فرمایا کہ جس صورت مین اُجرت وصول نہین ہوئی ہی موجر کی طرف سے ضمانت درک تحریر نہ کرے اور جس صورت مین بطور
تعجیل اجرت وصول کی گئی ہی ضمانت درک تحریر کرے اور اگر تھوڑی اجرت پیشگی وصول کی گئی ہو تو بقدر وصول شدہ
کی ضمانت درک تحریر کرے اور اصل اجرت کی ضمانت مثل دوسرے قرضون کے ہوتی ہی پس جسطرح دوسرے قرضون
مین لکھتا ہی اُسی طرح اسمین بھی تحریر کرے۔ اور بعضے مشائخ سمرقند نے اس صورت مین لفظ قبالہ لکھنا اختیار کیا بدین طور
کہ یہ وہ قبالہ ہی کہ فلان نے بقبول صحیح قبول کیا اور اس متقبل نے قبضہ کیا اور اس متقبل نے سپرد کیا اور دونون اس مجلس قبالہ سے متفرق ہوئے
اور اگر دوکان یا زمین یا حمام یا پن چکی یا بیل و اونٹ چکی یا اور کوئی محدود وہ اجارہ پر لے تو اسمین بھی صورت تحریر
یہی ہی لیکن حدود و حقوق لکھنے کے وقت اُس چیز کی جو خاص مرافق ہون اُنکو تحریر کرے جیسا کہ تحریر خرید مین ہمنے
ہر ایک کے مرافق مخصوصہ بیان کر دیے ہین واللہ تعالےٰ اعلم کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر چہار دیواری کا باغ انگور
اجارہ لیا تو چاہیے کہ اصل کرم یعنے باغ احاطہ دار کا اجارہ تحریر کیا جاوے درختون و قضبان و تاک ہاے انگور کا
اجارہ تحریر نکیا جاوے اسواسطے کہ انکا خاصۃً اجارہ لینا باطل ہی اور اسی طرح زمین کے اندر جو کھیتی ہی اُسمین
بھی یہی حکم ہی پس یون لکھے کہ فلان بن فلان نے اصل زمین جو احاطہ دار باغ انگور ہی بشرطیکہ اس باغ کا احاطہ
ہو یا اتنی جریب زمین فلان اجارہ لی کہ جسکی نسبت موجر نے بیان کیا کہ یہ میری ملک و حق اور میری مقبوضہ ہی
اور وہ فلان گانون کی زمین جو دیہات شہر ضلع بخارا پرگنہ وزارا یا پرگنہ قرعدیا پرگنہ سامجن ماذون مین سے
ایک گانون ہی پھر اُسکے حدود جیسے ہون بیان کر دے پھر لکھے کہ یہ اراضی باغ یا کھیت معہ اپنے حدود و حقوق
و مرافق کے جو اُسکے واسطے ثابت ہین اجارہ لیا بعد ازانکہ اس موجر نے اس مستاجر کے ہاتھ تمام وہ چیز جو اس
باغ انگور چہار دیواری دار مین ہی از قسم درختان و قضبان و درختان انگور و پودون کے یا جو اس زمین مین کھیتی
و درختان خربزہ و درختان کپاس ہین معہ سب کی جڑون و عروق کے بعوض ثمن معلوم کے جو اسقدر ہی بیع صحیح فروخت
کیا اور اس مستاجر نے اُس سے اس سب کو بعوض اس ثمن مذکور کے بخرید صحیح خرید کیا اور دونون نے باہمی قبضہ
صحیح کر لیا پھر اُس سے تمام وہ چیز جسکا اجارہ اسمین مثبت ہی اکتیس ۳۱ برس پے درپے کے واسطے سوا تین دن کے

آخر ہر سال واحد سے اجارہ لیا آخر تک بدستور مذکورہ تحریر کرے اور اگر اجارہ ایسے وقت مین ہو جبکہ درختون پر پھل اور
انگور کے درختون مین انگور لگے ہون تو تمام درختان و درختان انگور و پودون کے لکھنے کے بعد یہ بھی زیادہ کرے
کہ اور معہ تمام اُن پھلون کے جو ان درختون پر موجود ہین - اسواسطے کہ درختون کے پھل بدون ذکر کے بیع مین
داخل نہین ہوتے ہین اور اگر اس باغ مین بید کے درخت ہون تو لکھے کہ اور معہ تمام درختان بید کے جو اس باغ
مین ہین اسواسطے کہ بید کے درخت کی پالو بمنزلہ پھل کے ہو کہ بدون ذکر کے بیع مین داخل نہین ہوتی ہو اور یہی مختار ہو - اور اس قسم کا اجارہ ایک مسئلہ سے استخراج کیا گیا ہو جسکو امام محمد رح نے ذکر کیا ہو اور وہ یہ ہو کہ اگر ایک
شخص نے دو شخصون سے ایک دار دس برس کے واسطے اجارہ پر لیا اور اسکو خوف ہوا کہ یہ دونون بیع مین مجھکو
اس مکان سے شاید اُٹھا دین پس اُسنے مضبوطی چاہی تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ دار مذکور کو تمام مدت کی اوائل کے ہر ایک
مہینہ کے واسطے ایک درم کے عوض اجارہ سے اور ماہ اخیر کو بعوض باقی سب اجرت کے کرایہ لے تو اس حالت مین جبکہ
بہت اجرت بمقابلہ اخیر مہینہ کے ہوگی تو دونون اسکو مکان سے باہر نہ کرینگے - اور منقول ہو کہ ابتدا مین لوگ بیع المعاملۃ
کیا کرتے تھے - پس جب فقیہ محمد بن ابراہیم میدانی رح کا زمانہ آیا تو انھون نے اسکو مکروہ جانا کہ اسمین ربو کا شبہہ ہو اور
اس قسم کا اجارہ ایجاد کیا تا کہ لوگون کو اپنے مال سے نفع حاصل ہو اور اُنکو منفعت زمین و دار اسطرح حاصل ہو کہ
مال مقصود مین سے کچھ ضائع ہونے کا بھی خوف نہ رہے پس فقیہ موصوف رح نے سالہاے اول کے مقابلہ مین
بہت قلیل اجرت رکھی اور باقی اجرت بمقابلہ سال اخیر کے رکھی اور ہر سال سے تین روز اخیر مستثنے کر دیے اور
دونون مین سے ہر ایک کے واسطے ان ایام مین فسخ کا اختیار شرط کر دیا اور یہ اختیار اسواسطے ثابت کر دیا تا کہ وہ
فسخ کر سکے اور جب اسکو اپنے مال کی حاجت پڑے تو وصول کر سکے اور تین ہی روز کا اختیار اسواسطے شرط کر کے
مستثنی کیا کہ عقد مین تین روز سے زیادہ خیار نہو جو موجب فساد عقد ہو امام اعظم رح کے نزدیک اور تا کہ امام اعظم رح
و امام محمد رح کے قول کے موافق صحت فسخ کے واسطے دوسرے کا حضور شرط نہ رہے لیکن غیر ایام عقد مین خیار
کی شرط کی ہو اور مقدار مدت کے اکتیس سال اسواسطے مقرر کیے ہین کہ غالبا ہر سہ ماہی کی آخر سے تین روز مستثنی
کرتے ہین اگرچہ مہینے اس تحریر مین ہر سال کے آخر سے تین روز مستثنے کیے ہین پس تمام ایام مستثنے شدہ اس تمام
مدت مین تین سو ساٹھ روز ہوے اور یہ ایک سال ہو پس عقد اجارہ تیس سال کے واسطے باقی رہا اور مقدار
مدت اجارہ تیس سال مقرر کی اور اس سے زیادہ نکیا اسواسطے کہ شرع مین تیس سال آدھی عمر ہو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی عمرین ساٹھ ستر کے درمیان ہین اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ موتون کی توجہ ساٹھ ستر کے درمیان ہوتی ہو پس ان مشائخ نے نصف عمر سے زیادہ کرنا مکروہ
جانا اسواسطے کہ اس سے زیادہ اکثر عمر ہوگی اور اکثر در حکم کل ہو جیسے کہ اکثر رکعت کا پالینا بمنزلہ کل رکعت پالینے کے ہو
اور ایسی حالت مین ہمیشگی کا شبہہ ہوتا ہو کہ دائمی اجارہ ہو حالانکہ اجارہ کے واسطے مقدار مدت موقت ہونا شرط
ہو - پھر اس اجارہ کے جائز ہونے کے قول مین فقیہ محمد بن ابراہیم رح کے ساتھ فقیہ ابو بکر محمد بن الفضل نے اتفاق
کیا اور نیز انکے پیچھے جو ائمہ بخارا ہوے ہین اُنھون نے بھی اتفاق کیا اور اسی پر آج جو لوگ ائمہ فتوی موجود ہین
اسی پر فتوے دیتے ہین کہ ایسا اجارہ جائز ہو اور ہمارے زمانہ کے مشائخ مثل شیخ ابو بکر بن حامد اور شیخ ابو حفص سفکردری

وغیرہ اس اجارہ کو جائز نہین فرماتے ہین اور فرماتے ہین کہ اسمین شبہہ ربوا ہی اور ہمنے اس کتاب کی کتاب الاجارات مین فساد کی وجہین بیان کردی ہین اور امام استاذ شیخ ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ ہمنے اسکی صحت کی وجہین اور شبہہ ربوا دور ہونے کے وجوہ بیان کردیے ہین اور اگر اس طریق پر اجارہ جائز نہ کیا جاوے تو لوگون کا کاروبار بذریعہ غیر کے مال کے اپنی حاجات دفعہ کرنے کا مسدود ہو جائیگا اسواسطے کہ ایسا شخص جو غیر کو مال کثیر قرض دے بدون طمع کچھ نفع مالی حاصل ہونے کے بہت نادر ہی اور ایسے نادر سے حاجات دفع نہین ہو سکتے ہین اور مصلحتون کا انتظام نہین ہو سکتا ہی پس اس اجارہ کے جائز ہونے کے قول مین جانبین کے واسطے بہبودی و انصاف کی نظر ہی اور اسی نظر سے حمام مین باجرت داخل ہونا جائز کیا گیا ہی اگرچہ اجرت مجہول اور جسقدر پانی بہادیگا اسکی مقدار مجہول اور جہان بیٹھیگا وہ جگہ مجہول اور جتنی دیر تک ٹھہریگا اسکی مدت مجہول ہوتی ہی۔ پھر جن مشائخ نے اس اجارہ کو جائز کہا ہی انھون نے ایک صورت مین اختلاف کیا ہی اور وہ یہ ہی کہ اگر ہر دو متعاقدین مین سے ایک کا سن اسقدر ہو کہ غالباً وہ تیس سال تک زندہ نرہیگا تو ایسی صورت مین یہ اجارہ جائز ہوگا یا نہین سو بعض نے فرمایا کہ جائز نہوگا اور انھین مشائخ مین سے قاضی امام ابو عاصم عامری ہین اور بعضون نے اسکو جائز رکھا ہی اسواسطے کہ متعاقدین کے کلام کے صیغہ کا اعتبار ہوتا ہی اور صیغہ مقتضی تاقیت ہی پس اجارہ صحیح ہوگا اور اسکی نظیر یہ ہی کہ اگر کسی عورت سے سو برس کے واسطے نکاح کیا تو یہ متعہ ہوگا اور نکاح صحیح نہوگا اور ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایات مین یہی حکم مذکور ہی اگرچہ یہ دونون غالباً اس مدت تک زندہ نرہینگے لیکن چونکہ الفاظ کلام کا اعتبار ہی اسواسطے سو برس کا ذکر کرنا مبطل نکاح ہوا یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر نصف شائع غیر مقسوم اجارہ لیا تو لکھے کہ فلان بخاری نے فلان سمرقندی سے تمام وہ چیز جسکو اسنے اپنی ملک وحق بیان کیا ہی منجملہ اس تمام چیز کے جسکے حدود و وصف ذیل مین بیان کیے گئے ہین اور وہ دو سہام مین سے ایک سہم مشاع تمام دار مشترکہ کا ہی جو ان دونون متعاقدین کے درمیان نصفا نصف مشترک ہی اور یہ وہ دار ہی جو فلان موضع پر واقع ہی اور تحریر کو بدستور ختم کرے۔ پس اگر شریک کے سوائے دوسرے کو نصف مشاع اجارہ دیا تو امام اعظم کے نزدیک نہین جائز ہی اور صاحبین رہ کے نزدیک جائز ہی پس اگر بالاجماع جائز ہو جانا چاہا تو لکھے کہ اس سے منجملہ دو سہام تمام دار محدودہ ذیل سے اجارہ لیا جسکو اسنے بیان کیا کہ یہ سب میری ملک وحق و میرے قبضہ مین ہی اور یہ دار وہ ہی جو فلان مقام پر واقع ہی آخر تک بدستور لکھکر آخر مین حکم قاضی لاحق کردے کہ ہر دو عاقدین کے درمیان خصومت صحیحہ سامنے قاضی فلان کے جاری ہوئی جسنے اس خصومت پر اس اجارہ کے صحیح ہونے کا حکم دیدیا کذا فی الذخیرہ اور وجہ دیگر یہ ہی کہ عقد اجارہ پورے دار پر دو چند مال اجارہ کے عوض قرار دے پھر نصف کا اجارہ بعوض نصف اجرت کے فسخ کردے پس نصف کا اجارہ بعوض اسقدر مال کے جسپر دونون نے اتفاق کیا ہی باقی رہیگا پس یہ شیوع بعد وقوع عقد کے طاری ہوگا جس سے عقد فاسد نہین ہوتا ہی اور اسمین حکم قاضی کی بھی ضرورت نہوگی۔ اور اگر حامیون کی سرکار کرایہ پر لی تو مدت اجارہ اکتیس سال سے کم لکھے اسواسطے کہ حامیون کی سرکار تیس سال تک بحال خود نہین رہتی ہی پس اسقدر مدت لکھے جو راے صواب مین آوے پس عربی یا فارسی مین جسطرح ہمنے بیان کیا ہی کرایہ نامہ تحریر کرے پھر اسکے بعد یہ لکھے کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے تمام یہ سرکار معہ ادوات و آلات کے جنکا ذکر اس تحریر عربی یا فارسی مین اوپر گذر چکا ہی پے درپے پانچ برس کے لیے سوائے تین روز اول کے متواتر چار برسون کے

ہر شش ماہی کے اجارہ پر لی جسکا اول روز اس تاریخ تحریر سے دوسرے روز سے ہی بعوض اسقدر دینار کے اور دیناروں کا جو صفت
جسطرح ہمنے بتلایا ہی تحریر کردے بدین شرط کہ اُسکے چار سال متواتر سوائے اُن ایام کے جو اُسکے ہر شش ماہی کے آخر سے مستثنیٰ
کرکے ہوتے ہین اور بدون سال اخیر کے ہر سال یا ہر شش ماہی بعوض ایک دینار کے ایک جو سونے کے ہو اور سال
اخیر جو اس مدت کا تتمہ ہی بعوض باقی اجرت مذکورہ کے ہو اور تحریر کو بدستور سابق تمام کردے اور اگر مال اجارہ کا کوئی
ضامن ہو تو تحریر اجارہ تمام ہونے کے بعد لکھے کہ فلان بن فلان فلانے نے جسکا حلیہ و شناخت و مسکن لکھدے
اس موجر کی طرف سے اس مستاجر مذکور کے واسطے اس مال اجارہ کی درصورت عدم تروج کے اجارہ فسخ ہونے
کی ضمانت صحیحہ کرلی اور یہ مستاجر اسپر راضی ہوا اور مجلس ضمان مین اُسکی اس ضمانت کی اجازت صحیحہ دیدی پھر تحریر کو آخر تک (یعنی حمام کا کام نہ چلے ۱۲)
تمام کردے۔ اور اگر موجر کو کوئی شخص ضمانت کرنے والا نہ ملا اور مستاجر نے اُس سے درخواست کی کہ مجھکو یا کسی دوسرے
کو اس امر کا وکیل کردے کہ درصورت فسخ اجارہ کے اگر موجر مال اجارہ ادا نکرے تو وہ وکیل ہو کہ اس سرکار کو باتفاق
اہل البصر کسی قدر ثمن پر فروخت کرکے اُسکے ثمن سے باقی مال اجارہ ادا کردے تو تحریر مین اسطرح لکھے کہ پھر اس موجر مذکور نے
فلان بن فلان فلانے کو وکیل کیا۔ اور اسے قائم مقام اس بات مین کیا کہ درصورتیکہ اس موجر مذکور و اس
مستاجر کے درمیان یہ اجارہ (یعنے ہماری) فسخ ہوجاوے (بعد فسخ یا وغیرہ) تو اس سرکار کو کسی خریدار کے ہاتھ بعوض اُسقدر ثمن کے جسپر دو آدمی اہل
بصارت متفق ہون فروخت کردے اور مشتری سے ثمن مذکور (یعنے حمام ۱۲) وصول کرے اور معقود علیہ اُسکے سپرد کردے اور مشتری
کے واسطے اس موجر کی طرف سے ضمان درک کا ضامن ہو اور بعد فسخ اجارہ کے جسقدر مال اجارہ مذکورہ مین سے
اس مستاجر کے واسطے واجب ہو وہ اس مستاجر کو دیدے اس سب کا توکیل صحیح اُسکو وکیل کیا بدرخواست اس
مستاجر کے اور وکیل بوکالت ثابتہ لازمہ کیا بدین شرط کہ جب کبھی اس وکیل کو یہ موجر اس وکالت سے معزول کرے
تو وہ جدید طور پر اس سب کا وکیل ہو جیسا کہ پہلے تھا اور اس وکیل نے مجلس وکالت مین اُسکی طرف سے اس وکالت
کو بقبول صحیح بخطاب قبول کیا پھر تحریر کو آخر تک ختم کردے اور اگر مستاجر نے اُس سے یہ بھی اجازت چاہی کہ بوقت ضرورت
اس حمام خانہ کی اپنے مال سے تعمیر کرے بدین شرط کہ اس موجر کے مال سے اُسکو واپس کرلے۔ تو لکھے کہ اس موجر
نے اس مستاجر کو اجازت دی کہ اسکے بعد اس حمام خانہ مین جس چیز کی عمارت کی ضرورت ہو کوئی عمارت ہو اپنے مال
سے بدون اسراف و تبذیر کے بحضوری دو آدمیون کے اسکے پڑوسیون سے صرف کرے بدینکہ یہ مال جو اُسنے اسکی
عمارت مین صرف کیا ہی اس موجر کے مال سے واپس لے یہ اجازت باجازت صحیحہ دیدے یا اسکی جنایت و مؤنت دیوانی
اگر واقع ہو تو پیادگان سلطانی کو اپنے مال سے بدین شرط دیدے کہ اسکے مثل اس موجر کے مال سے واپس لے
اس سب کی اجازت صحیحہ بدین شرط دیدی۔ کہ جب کبھی موجر اسکو اس اجازت سے معزول کرے تو وہ باجازت جدید
اُسکی طرف سے اسکا اجازت یافتہ جیسا تھا ویسا ہی ہوجائیگا اور اِسنے اُسکی طرف سے یہ اجازت بقبول صحیحہ قبول
کرلی اور اگر اجارہ بر اجارہ واقع ہو تو پہلے کرایہ نامہ کی پشت پر لکھے کہ فلان بن فلان یعنے مستاجر نے جسکا نام
و نسب اس تحریر کی باطن مین مذکور ہی درحالت اپنے جواز اقرار کے بطوع خود اقرار کیا کہ اسنے استیجار مذکور بر جو اسکے
باطن مین مذکور ہی یہ چیز خود اجارہ پر دی کہ یہ چیز معہ اپنے حدود و حقوق و مرافق کے جو اسکے حقوق سے ہین اس تاریخ
سے تا انتہائے مدت اجارہ اولیٰ جو باطن مین مذکور ہی سوائے اُن ایام کے جو اسکے باطن مین مستثنے کیے گئے ہین

بعوض اسقدر دینار کے انکا وصف جسطرح ہمنے بیان کیا ہی ذکر کردے بدین شرط اجارہ پر دی - کہ سواے سال اخیر کے باقی سالہاے مذکورہ علاوہ ایام مستثنیٰ شدہ کے ہر ایک سال اجرت مذکورہ مین سے ایک دینار کے ایک ایک جزو کے عوض ہو اور سال اخیر جو اس مدت مذکورہ کا تتمہ ہی بعوض باقی اجرت کے ہو باجارہ صحیحہ دی اور اس فلان نے اسکو اس سے معہ سب حدود و حقوق و مرافق کے جو اسکے حقوق سے ہین بعوض اجرت مذکورہ کے بر شرائط مذکورہ باستیجار صحیح اجارہ لی - اور باہمی تسلیم و قبضہ ان دونون کے درمیان جو اس اجارہ مین ثبت ہوا ہی موافق شرع کے ہو گیا اور اس موجر نے یہ تمام اجرت بھر پور بقبضہ صحیح وصول کر لی اور ہر ایک نے ان دونون متعاقدین مین سے دوسرے کو اختیار بطور صحیح دیا کہ ان ایام مستثنیٰ شدہ مین جو باطن مین مذکور ہین باقی مدت کا اجارہ جب چاہے فسخ کر دے پھر آخر تک تحریر کو تمام کرے یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر کسی شخص کے نفس کو اجارہ لیا تو لکھے کہ فلان مخزومی نے فلان ترکی کے نفس کو سال کامل کے واسطے از ابتداے غرۂ ماہ فلان تا انتہاے ماہ فلان بعوض اسقدر اجرت کے اس شرط پر اجارہ لیا کہ یہ مستاجر اسکو اس مدت مین ہر کام مین جو اسکو پیش آوین جس کام مین چاہے لگا وے اسکو اسکے حکم سے انکار نہوگا اور اس اجیر نے بحکم اس عقد کے اپنے تئین اسکے سپرد کیا کہ جس کام مین چاہے لگا وے اور جس مہینہ مین کام لیگا اس مہینہ کی مزدوری اسکو وہ مہینہ گذرنے پر دیگا - اور اگر کسی خاص قسم کے کام و حرفہ کے واسطے اجیر مقرر کیا ہو تو لکھے کہ اسکو ہر قسم کے کپڑے سینے کے کام کے واسطے اور تمام جو سیا جاتا ہی جسطرح اسکی راے مین آوے پسند کرے سینے کے واسطے مزدور مقرر کیا - یا اس کام کے واسطے مزدور مقرر کیا کہ اسکے واسطے کنوان کھودے اور اسکی جگہ و چوڑائی و عمق بیان کر دے کہ گزون کے حساب سے اسقدر ہی - یا - اپنے اتنے معین اونٹون کے چرانے کے واسطے اور ادنٹون کی صفت و تفصیل بیان کر دے اگر باہم مختلف ہون اتنی مدت کے واسطے بدین شرط اجیر کیا کہ انکو چراوے و حفاظت کرے اور انکو پانی پلا دے اور تالاب پر لیجاوے اور انکو انکے رہنے کی جگہ کر جاوے اور انمین سے خارشتیون کی دوا کرے اور دودھ والی اونٹنیون کا دودھ دوہے جسوقت ایسی اونٹنیان دوہی جاتی ہون اور بعد دوہنے کے اسکے تھنون کو صاف کر دے اور انکی اور بچون کی حاجات ضروری مین غور و پرداخت کرے او جو گم ہو جاوے اسکو تلاش کرے بعوض اتنے درمون کے آخر تک بدستور سابق تمام کرے اور اجرت پیشگی یا بمیعاد جسطرح ٹھہری ہو بیان کر دے اور اگر اونٹ غیر معین ہون تو اسکو بیان کر دے اور درصورت غیر معین ہونے کے یہ شخص اجیر خاص ہوگا پس اسکو یہ اختیار نرہیگا کہ کسی دوسرے کی بھی اجیر گری یعنے چرواہا ہونا قبول کرے اور جو ان اونٹون مین سے ضائع ہو بالاجماع یہ اسکا ضامن نہوگا اور درصورت اونٹون کے معین ہونے کے وہ اجیر مشترک ہوگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے شخص کے گلہ چرانے کے واسطے بھی اپنے تئین اجارہ پر دیدے اور ان اونٹون مین سے جو ضائع ہو جاوے امام اعظم رہ کے نزدیک اسکا ضامن نہوگا اور صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہی - اور اگر اسواسطے مزدور کیا کہ مثلاً سمرقند سے بخارا کو خط لیجاوے اور فلان کو دیکر اس سے جواب لیکر مستاجر کے پاس لا وے تو لکھے کہ فلان نے فلان کو اپنے تئین اسواسطے اجارہ پر دیا کہ اسکا خط جو اسنے فلان کے نام لکھا ہی فلان شہر مین فلان مقام سے لیجاوے اور وہان سے اسکا جواب اس کاتب کے پاس لا دے بعوض اتنے درمون کے باجارہ صحیحہ اجارہ دیا اور اس اجیر نے اس مستاجر سے تمام اجرت مذکورہ پیشگی بقبضہ صحیح

وصول کرلی اور اس سے یہ خط بجانب اس مکتوب الیہ کے جانب کورہ بخارا سے کورہ سمرقند کو لیجا کر اس مستاجر کو جواب لا دینے کے واسطے اپنے قبضہ مین سے لیا اور تحریر کو تمام کرے اور اگر غلام کو خدمت کے واسطے اجارہ پر لیا تو لکھے کہ فلان نے فلان سے اُسکا غلام ہندی مسمی کلو جسکو اس شخص نے بیان کیا کہ یہ میرا مملوک ورقیق اور میرے قبضہ مین ہی اور وہ کشیدہ قامت جوان اُسکا سب حلیہ بیان کردے ایک سال کامل از ابتداے تاریخ ماہ فلان تا انتہاے ماہ فلان بعوض اسقدر درمون کے باجارہ صحیحہ اس شرط سے اجارہ لیا کہ اس مدت مین جو خدمت اُسکی راے مین آوے اور مستاجر کو وہ حلال ہو اور اسکو یہ مملوک اُٹھا سکے ہر طرح کی خدمتون سے اس مستاجر کی خدمت کرے اور جسکی خدمت کے واسطے چاہے اسکو اجارہ پر دیدے اور جسکو چاہے جسکی اس سے خدمت کراوے اور اُسکی راے مین آوے تو اُسکو ساتھ سفر مین لیجاوے اور اسمین اپنی راے پر عمل کرے اور اگر اسکے سواے کوئی خاص خدمت ہو تو اُسکو بیان کردے پھر اجرت کا میعادی یا معجل ہونا بیان کردے اور معقود علیہ کا دیکھ بھال لینا ذکر کردے اور تحریر کو ختم کرے۔ اور مستاجر کو بدون شرط کر لینے کے اُسکو سفر مین لیجانے کا اختیار نہوگا اور جن خدمات کا ایسی تحریر مین وہ غلام سے مطالبہ کرسکتا ہی وہ تڑکے سے بعد عشا تک اپنی خدمت اور اپنے عیال کی خدمت اور اپنے مہمانون کی خدمت ہی کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر خدمت تو اعمال وصناعات سب کے واسطے ہو تو اسکو بیان کردے پھر اجرت کا میعادی یا ہمیشگی ہونا و مقدار وقت و دیکھ بھال لینا بیان کردے۔ اور دوسرے مقام پر ذکر فرمایا کہ صغیر یا وقف کا مال محدود اسقدر مدت طویل کے واسطے اجارہ دینا نہین جائز ہی اور مقاطعہ پر دینا جائز ہی اُسکی تحریر اسطرح ہی کہ یہ وہ ہی کہ فلان نے بسبیل مقاطعہ فلان سے جو فلان صغیر کے درستی کار کے واسطے قیم ہی اور ثابت القوامۃ ہی اجارہ لیا اور اس قیم مذکور نے اس مستاجر کے ہاتھ بحکم اس ولایت قوامت مذکورہ کے بعوض اسقدر اجرت کے جو آج کے روز اسکی معقود علیہ کی اجرت مثل ہی جسمین کمی ہی اور نہ بیشی ہی اجارہ پر دیا اور محدود مذکور کے حدود بیان کردے اور تحریر کو بدستور تمام کردے بنظیریہ مین ہی۔ اور اگر صغیر کو اُسکے باپ سے اجارہ پر لیا تو لکھے کہ اُس سے اسکا نابالغ بیٹا مسمی فلان اس کام کے واسطے اتنی مدت کے واسطے اسقدر درمون پر باجارہ صحیحہ اس شرط سے اجارہ لیا کہ اس مستاجر کے واسطے یہ صغیر مذکور یہ کام مذکور اس تمام مدت مذکورہ مین انجام دے اور ہر مہینہ کی اجرت اُس مہینہ کے گذرنے پر ادا کریگا اور باپ نے اس صغیر کو بولایت پدری اس مستاجر کے سپرد کیا اور اس مستاجر نے اُس سے لیکر قبضہ کیا پھر دونون متفرق ہوگئے اور تحریر کو تمام کرے۔ اور اگر صغیر کو اُسکے کسی ذی رحم محرم سے اجارہ لیا تو جائز ہی اور اسمین اختلاف ہی پس اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے جیسا کہ ہمنے کئی بار بیان کردیا ہی۔ اور اگر اجیر کو بعوض کھانے و کپڑے کے اجارہ لیا تو لکھے کہ فلان نے اپنے نفس کو فلان کے ہاتھ سال یا دو سال کے واسطے اس شرط سے اجارہ دیا کہ اُسکے واسطے ایسا کام اور جو کام اُسکی راے مین آوے بقدر اپنی طاقت کے جسکا یہ مستاجر اُسکو حکم کرے کیا کرے بدین شرط کہ اُسکی ماہواری اجرت اسقدر درم ہون اور اس اجیر نے اس مستاجر کو اجازت دیدی کہ اُسکو جو میرے واسطے لازم ہو اُکرے میرے کھانے و کپڑے و باقی حوائج ضروریہ مین صرف کیا کرے باجازت صحیحہ اجازت دیدی بدین شرط کہ جب کبھی اُسکو اس اجازت سے ممانعت کرے۔ تو مستاجر مذکور اُسکی طرف سے باجازت جدید اس سب کا اجازت یافتہ ہوجائیگا اور اپنے نفس کو تسلیم صحیح اس مستاجر کے سپرد کیا۔ اور اگر دائی کو اجارہ لیا تو لکھے کہ یہ تحریر اس مضمون کی ہی کہ فلان بن فلان نے فلانہ بنت فلان سے اُسکے نفس کو پے درپے دو سال کے واسطے از ابتداے ماہ فلان سنہ فلان تا انتہاے ماہ فلان سنہ فلان اس شرط پر کہ

اس مستاجر کے فرزند مسمی فلان کو اُسکے گھر مین دودھ پلاوے اسطرح کہ دائی گیری کے کام مین کوئی قصور و کوتاہی نہ کرے
بعوض اسقدر درمون کے جسمین سے ماہواری اسقدر درم ہوے باجارہ صحیحہ اجارہ لیا اور اس فلانہ بنت فلان نے اُسکی
طرف سے یہ عقد اسی مجلس عقد مین بالمواجہ قبول کیا اور اُسنے اس لڑکے کو معائنہ کر لیا اور پہچان لیا اور اپنے تئین اس مستاجر
کے سپرد کیا کہ اس سب مدت مین رضاعت کریگی اور بچہ کی پرورش کریگی اور مستاجر مذکور اُسکو اُسکی پوری اجرت مدت تمام
ہوجانے پر دیگا یا لکھے کہ ہر مہینہ کے تمام ہونے پر اُسکا حصہ دیدیگا یا لکھے کہ اسنے اپنی اجرت پیشگی وصول کر لی ہے اور اُسکے شوہر
فلان نے اس عقد اجارہ کی اجازت دیدی اور اس بات سے راضی ہو کر اس دائی کو اس مستاجر کو اس رضاعت مذکورہ
کے واسطے سپرد کیا اور اُسکو اجازت دیدی کہ اس مستاجر کے گھر رہے پس اُسکے حق مین اُس کام دائی گیری کے واسطے راضی
ہوا پھر دونون متعاقدین متفرق ہوے اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر اُسنے بدون اجازت شوہر کے ایسا کیا ہو تو شوہر کو
منع کرنے اور اجارہ فسخ کر دینے کا اختیار ہوگا واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر اپنے لڑکے کو کوئی حرفہ سکھلانے کے واسطے اس
حرفہ کے استاذ کو اجارہ پر لیا تو لکھے کہ اُسکو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ مستاجر کے بیٹے مسمے فلان کو یہ حرفہ تمام سب طرح تعیین
اتنی مدت مین بعوض اتنے درمون کے سکھلا دے تاکہ اُسکی اوقات تعلیم مین اس لڑکے کی تعلیم مین مشغول ہوا اور یہ لڑکا اُسکے
سپرد کر دیا اور پوری اجرت اُسکو پیشگی دیدی اور تحریر کو ختم کرے اور صورت ذیل مین اس سے زائد تحریر آتی ہے اسطرح اس
صنعت کے لوگ لکھا کرتے ہین اور یہ ٹھیک نہین ہے صورت یہ ہے کہ یون لکھا جاوے کہ اُسکو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ
اتنی مدت اُسکو مثلاً بننا سکھانے کے کام پر بحفاظت قائم ہووے بدین شرط کہ اُسکو ولی طفل ماہواری اسقدر دیگا اور
اگر اُسکے ذمہ بننا سکھلا دینے کی شرط کر دی اور یون نہ کہا کہ اسپر قائم ہووے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ اجارہ اس صورت مین
سکھلا دینے پر واقع ہوگا اور سکھلا دینا اجیر کا کام نہین ہے بلکہ سیکھنے والے کی سمجھ ہے پس اسپر اجارہ جائز نہوگا جیسے کہ تعلیم قرآن
یعنے سکھلا دینے کا اجارہ جائز نہین ہے اور اگر اُسکو اسواسطے اجارہ پر لیا کہ اُسکی پرداخت پر قائم ہووے تو اجارہ اُسکی
پرداخت وحفاظت کرنے پر واقع ہوگا ولیکن بننا ذکر کر دیا کہ ولی کو رغبت ہو کہ اثنائے عقد مین اُسکو یہ بنائی کا کام آجاوے
اور بسا اوقات طفل اُسکو اپنی فہم و ذکا سے سیکھ جاتا ہے پس یہ تابع کے طور پر جاری ہوا اور مقصود اصلی وہی پرداخت و
حفاظت رہی اور اسکا ایفاء استاد کی وسعت مین ہے۔ یہ اُسوقت ہے کہ اجرت دراہم ہون۔ اور اگر دونون نے اس امر پر
اتفاق کیا کہ ایک سال مین اسکا لڑکا یہ حرفہ سیکھ جاوے اور دوسرے سال بھر تک استاد کے واسطے کام کر دے تو اسکی
صورت یہ ہے کہ استاد کو اسواسطے اجیر کر لے کہ ایک سال اُسکی بنائی سکھلانے مین پرداخت وحفاظت کرے بعوض سو
درم کے مثلاً پھر دوسرے سال مین استاد اس طفل کو اپنے واسطے اسی حرفہ کا کام کرنے پر سو درم کے عوض اجیر کر لے
اور یہ دراہم مثل اول کے ہون پس دونون باہم مقاصہ کر لین اور ان دونون عقدون کی تحریر اسطرح ہے کہ یہ تحریر بدین
مضمون ہے کہ فلان بخاری نے فلان بخاری کو اجیر کیا کہ اوقات تعلیم درزی گری لباس ہر قسم مین ہر طرح کی سلائی مین اُسکے
فرزند مسمی فلان کی پرداخت وحفاظت کرے اور جو باتین اس فن مین سے اور اس سے متصل و ملحق و داخل ہین اوقات تلقین
مین اُنکو تلقین کرے اور یہ لڑکا عاقل ممیز ہے جو اُسکو تلقین کیا جاوے اُسکو اخذ کر سکتا ہے ایک سال کامل ابتدائے تاریخ
ماہ فلان سنہ فلان سے آخر ماہ فلان سنہ فلان کے واسطے بعوض سو درم غطریفیہ کے بدین شرط اجارہ پر مقرر کیا
کہ اسمین اپنی کوشش مین کمی نکرے اور اپنی نصیحت اُس سے دریغ نرکھے بدین شرط کہ یہ والد اس اجرت مذکورہ کو یہ کام

ر یہ مدت تمام ہونے پر اس استاد کو دیدیگا اور یہ فرزند اسکے سپرد کیا اور اسنے یہ عقد قبول کیا اور اسکی حفاظت پرداخت کا
س سب سکھلانے مین ضامن ہوا اور دونون متفرق ہو گئے - پھر یہ استاد اس والد سے یہ ولد دوسرے عقد مین دوسری
جلس مین اس سال مذکور کے متصل دوسرے سال کامل کے واسطے بدون اسکے کہ یہ اجارہ پہلے اجارہ مین مشروط یا اُس
سے ملحق یا پہلا اس دوسرے مین مشروط یا ملحق ہو اس شرط سے اجارہ لے کہ یہ طفل اس استاد کے واسطے کار درزی گری (جو اجارہ اول مین مذکور ہوا ہی)
نجام دے کہ استاد جو کپڑا سینے کا اسکو حکم کرے وہ استاد کے واسطے سی دے اور جو اس کام سے متصل اور داخل ہو اسکو انجام
دے اس تمام مدت مین بعوض سو درم عطریفیہ کے باجارہ صحیحہ اجارہ لے بدین شرط کہ اس مدت کے تمام ہونے پر استاد
س والد کو یہ اجرت ادا کریگا اور تحریر کو ختم کرے - ایک مکاری سے اُسکے گدھے اپنا بار لاد کر پہونچانے پر کرایہ لیے تو تحریر
رے کہ یہ تحریر اکترار از فلان تاجر از فلان مکاری ہی کہ اُس سے اسکے پانچ گدھے معین (جو گدھے صحیح تیز قدم کرایہ پر چلانا ہو ۱۲ منہ) اسواسطے کرایہ پر لیے کہ اُسکے بار ہاے
گندم ہر گدھے پر اتنے من گندم لادکر شہر سمرقند سے بخارا مین بعوض اتنے درم کے پہونچا دے باکتراء صحیح کرایہ لیے اور اس
مکاری نے اُسکو یہ گدھے معین دکھلا دیے اور اس مستاجر نے اُسکو پسند کر لیا اور اس مستاجر نے اس مکاری کو یہ بارہا
گندم جو اتنے عدد اتنے من ہین سپرد کیے اور اس مکاری نے اُنپر قبضہ کر لیا اور اس مکاری نے یہ بار شہر سمرقند سے
بخارا تک پہونچا کر اس مستاجر کو بخارا مین سپرد کرنا قبول کیا اور اس مستاجر کی یہ تمام اجرت اُسکو پیشگی دینے سے اس
مکاری نے اس تمام اجرت پر اُس سے لیکر قبضہ صحیحہ کر لیا اور اس مکاری نے اس مستاجر کے واسطے تمام اُسکی ضمانت
صحیحہ کر لی جو اسمین درک پیش آوے اور یہ تاریخ فلان سنہ فلان مین واقع ہوا اور اگر یہ گدھے غیر معین ہون
تو امام اعظم رحمہ اللہ و اُنکے اصحاب نے اسکو جائز فرمایا ہی اور شیخ ابو القاسم صفار اور شیخ دبوسی نے ذکر کیا ہی کہ یہ فاسد ہی اسواسطے
کہ یہ مجہول ہی اور تحریر ان معاملہ مین ان دونون کے نزدیک صحیح ہی کہ بدین طور لکھے کہ یہ قبالہ فلان بن فلان ہی کہ اُسنے
اسکی جانب سے قبول کیا کہ اسقدر من روئی یا اتنے عدد اخروٹ یا اتنے قفیز گیہون یا اتنے تھان کپڑے کے اسکی جنس
و بوجھ بیان کردے فلان شہر سے اتنے گدھون پر یا شتران بار برداری چالاک قوی دو دانت والے پر کہ ہر اونٹ اتنے من
سے اسقدر بار اُٹھائیگا بقبول صحیحہ قبول کیا جسمین فساد نہین ہی اور نہ خیار ہی بعوض اتنے درم کے بدین شرط کہ اسکو بغداد
سے فلان تاریخ از ماہ فلان لادکر منزل بمنزل لوگون کے عرف کے موافق روانہ ہوگا اور رات و دن اُسکی حفاظت کریگا (اتنے رطل از رطل عراقی ۱۲ منہ)
اور اسکو فلان شہر مین فلان مقام پر سپرد کر دیگا اور اس متقبل نے تمام یہ اجرت اُس سے وصول کر لی اور اس متقبل نے
یہ سب معقود علیہ اُسکے سپرد کیا اور یہ سب بذریعہ اس قبالہ کے اُسکے قبضہ مین ہو گیا اور تحریر کو تمام کرے یہ ذخیرہ
مین ہی - اور حج کے واسطے کرایہ کرنے کا وثیقت نامہ یون تحریر کرے کہ یہ تحریر قبالہ فلان از فلان ہی کہ اُسنے قبول کیا کہ
تین محملون کو لادکر پہونچا دیگا جسمین سے ہر ایک محمل مین دو سواریان ہین جنکو اس متقبل نے دیکھ لیا و بطور معین پہچان لیا ہی
اور ہر ایک محمل کے واسطے اتنے بچھونے اور اوڑھنے اتنے رطل وزن بر رطل عراقی ہین اور اتنے پردہ و چادرین اتنے
رطل ہین اور لٹکانے کی چیزون مین گھی اور روغن زیتون اتنے رطل اور پانی اسقدر و گیہون جو اسقدر اور ستو و
کشمش و مسکہ و حلوا اسقدر ہی تاکہ اسکو تین راحلون مین رکھکر اُنکے جوان فربہ چالاک قوی اونٹون پر لادے اور یہ
سب بعد اسکے کہ دونون نے تمام یہ اوڑھنے و بچھونے و پردہ و چادرین و سواریان وغیرہ دیکھ بھال لی ہین اوجوض
بیس دینار کے اور دینارون کا وصف بیان کردے بقبالہ صحیحہ جائزہ جسمین فساد و خیار نہین ہی قبول کیا تاکہ انکو فلان

روز از ماہ فلان سنہ فلان سب لادکر شہر فلان سے روانہ ہوگا بدین شرط کہ اُنکو منزل بمنزل لے چلیگا اور اوقات نماز مین
اُنکو اونٹ پر سے اُتاریگا اور اُنکے ساتھ حج مین رہیگا اور اُنکو راہ مناسک حج بتلادیگا اور بعد سفر کے تین روز تک اُسکے ساتھ
ٹھہریگا پھر چوتھے روز اُنکو لیکر روانہ ہوگا اور منزل بمنزل اُنکو لے چلیگا اور اوقات نماز مین اُنکو اُتارتا لاویگا یہانتک شہر
فلان مین اُنکو اُنکے گھر پہونچادیگا اور اسکو دونون نے پہچان لیا ہی و بدین شرط کہ ان سواریون کو اختیار ہی کہ اس بار ہمراہی
فرش و بچھونے وغیرہ کو جنکا مفصل بیان کیا گیا ہی بدل ڈالین اور انکی جگہ اپنی رائے کے موافق دوسرا بار لادین بشرطیکہ اُسی
ہو جسقدر بیان کیا گیا ہی اور تحریر کو تمام کرے یہ محیط مین ہی۔ پس اگر اونٹ معین ہون تو اُنکو بیان کردے جیسے گدھون
معینہ کی صورت مین مذکور ہوا ہی اور اسکا حکم یہ ہی۔ کہ اگر یہ جانوران معین تلف ہوجاوین تو اجارہ ساقط ہوجائیگا اور اگر
غیر معین ہون تو ساقط نہوگا۔ اور اگر مکاری کسی شہر مین مرگیا تو اجارہ ساقط ہوجائیگا اور اگر جنگل مین مرگیا تو استحساناً
اجارہ باقی رہیگا۔ اور روانہ ہونے کا وقت بیان کرنا ضرور ہی اور اگر یہ سال گذر گیا تو اجارہ باطل ہوجائیگا اور اُسکو
یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے سال اُنکو سوار کرکے لیجاوے الا اُس صورت مین کہ دونون باہم راضی ہون اور نیا عقد قرار دین
اور اگر کشتی سواری یا بار برداری کے واسطے کرایہ کی تو لکھے کہ اُس سے کشتی ایسی لکڑی کی بنی ہوئی جسکو ... مین مع اُسکے
الواح و دقل و مجادیف و مرادی و شراع و ظلل و سکان و حصر اور مع اُسکے تمام آلات کے ایک مہینے کے واسطے از
ابتداے تاریخ فلان تا تاریخ فلان بدین شرط کہ اُسمین ایسے ایسے گیہون جنکی مقدار بحساب ایسے قفیز کے اسقدر ہوتی ہی
لادکر فلان مقام سے فلان مقام تک پہونچادے بعوض سو درم کے کرایہ لی بدین شرط کہ لوگون کے ساتھ یہان سے روانہ
ہو اور اُنکے ساتھ چلے اتنی مدت مذکورہ تک اور لوگون کے ساتھ سوار ہو اور اُنکے چلنے پر چلے۔ اور اس مواجر نے تمام یہ
اجرت مذکورہ اس مستاجر کے اُسکو پیشگی ادا کرنے سے لیکر قبضہ کرلی اور اس مستاجر نے تمام وہ چیز جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہی اس
موجر کے ہاتھ سے اُسکے اس مستاجر کو تمام و کمال فارغ خالی از موانع و منازع سے سپرد کرنے سے لیکر قبضہ کرلی اور دونون
بعد دیکھ بھال لینے اور موجر کی ضمان درک کرلینے کے متفرق ہوے اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر کشتی غیر معین ہو تو لکھے
کہ فلان نے فلان سے ایسا بار اسقدر وزن کا یا اسقدر کیل کا اس شہر سے تا شہر فلان کشتی مین لیجانا قبول کیا اور یہ کشتی
فلان قسم کی کشتیون مین سے اس لکڑی کی صحیح سالم ہی کوئی عیب اسمین نہین ہی۔ بدین شرط کہ اس بار مذکور کو
اپنے مزدورون و مددگارون سے جنکو پسند کرے اور خود ملکر لادکر آخر تک مثل اول کے سب امور تحریر کرکے ختم کرے۔ اور
اگر دستاویز اجارہ لکھوانے کے واسطے ہر دو عاقدین مین سے ایک حاضر ہوا تو کاتب اُسکا اقرار تحریر کرے کہ اُسنے فلان
چیز فلان کو اجارہ دینے اور اُس سے اجرت وصول کرلینے کا اقرار کیا لیکن خطر ہی کہ اگر اس مقر لہ نے آکر اجارہ لینے سے
انکار کیا اور جس مال وصول پانے کا اس موجر نے اقرار کیا ہی وہ اُس سے واپس لینا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا پس اسمین دو
طرح سے ایک طور پر لکھنا چاہیے یا تو یون لکھے کہ اس موجر نے یہ اجرت وصول پانے کا اقرار کیا لیکن یہ نہ لکھے کہ فلان
سے وصول پانے کا اقرار کیا پس وصول پانا صحیح ہوگا اور اجرت ساقط ہوجائیگی اور اگر مستاجر نے آکر مطالبہ کیا تو یہ کہسکتا ہی
کہ مین نے تجھسے نہین وصول پائی ہی یا یون تحریر کرے کہ اور یہ اجرت اس مستاجر کے ذمہ سے ایسی وجہ سے ساقط ہوگئی
کہ جس وجہ سے ساقط ہونا صحیح ہوتا ہی اور قبضہ کرنے کا بیان نہ لکھے اور ایسا ہی بیعنامہ و ثمن مین بھی اسی طور سے لکھنا چاہیے
یہ ذخیرہ مین ہی۔ متولی وقف سے زمین اجارہ لینا۔ وقف منسوب بجانب فلان کے متولی فلان سے جو از جانب قاضی فلان

متولی ہی فلان نے تمام زمین باغ انگور جو منجملہ اس وقف کے ہی جسکا یہ متولی نیز متولی ہی اور اسکے حدود بیان کر دے معہ
سب حدود و حقوق کے قبول کے بدون اسکے درختان و درختان انگور و قضبان و جدران کے کہ یہ چیزین قبل اس قبالہ
اس متقبل کی ہو گئی ہین بوجہ ملک ثابت و حق لازم کے اور اس بات کو یہ دونون متعاقدین جانتے ہین اور یہ عقد
فقط اسی زمین پر ایک سال کامل کے لیے از ابتدا ہے کذا تا انتہا ہے کذا بعوض اسقدر دراہم کے جو اس معقود علیہ کی اجرت
مثل ہی قرار دیا ہی اور قبول کیا ہی اور اس متولی نے تمام اجرت اس چیز کی جسپر عقد واقع ہوا ہی پیشگی اس متقبل سے
اسکو یہ سب دیدینے سے وصول کر لی اور اس متقبل نے تمام وہ چیز جسپر عقد واقع ہوا ہی سب اس متولی کے اسکو ہر مانع و منازع
سے خالی سپرد کرنے سے اسپر قبضہ کر لیا پھر دونون متفرق ہو گئے پھر اس متولی نے یہ دراہم اسی متقبل کو دیے اور حکم
دیا کہ اسکا خراج اسی مین سے ادا کرے جب اسکا وقت آوے اور اس زمین کی نہرون و مسنات کے کھارنے اور درست کرنے کی
جب حاجت پڑے تو اسی مین سے بطور معروف اسکو انجام دے اور اسکو ایسی طرح بطور صحیح وکیل کیا کہ جب اسکو اس وکالت
سے معزول کرے تو وہ بوکالت جدید اسکی طرف سے وکیل ہو گا اور اس متقبل نے آپ سے اس وکالت کو بالمشافہہ قبول
کیا اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر دیے اور تحریر کو ختم کرے یہ محیط مین ہی - اور اگر پن چکی گھر ایک نہر خاص پر جو اسکے واسطے
ہو بنایا ہوا ہو اسکو اجارہ پر لینا چاہا اور وہ مشتمل پانچ توابیت پر ہی اور یہ توابیت مرکب ہین لکڑی کے تختون سے
جنمین سے چار توابیت مین چار چکیان گھومتی ہین اور پانچوان تابوت معروف بشامخہ ہی اور اس موجر نے ذکر کیا کہ یہ
تمام طاحونہ میری ملک و حق و میرے قبضہ مین ہی اور یہ طاحونہ شہر فلان پرگنہ فلان کے دیہ فلان کی زمین مین واقع
ہی اور وہ اپنی خاص نہر پر بنا ہوا ہی اور اس نہر مین فلان وادی سے پانی آتا ہی اور نہر اس طاحونہ مین گرتی ہی اور اسکی حد
معہ نہر خاص کے پنجم و دوم و سوم و چہارم جنمین چکیان ہین پس یہ طاحونہ مذکورہ معہ اسکے سب حدود و حقوق کے اجارہ لیا
اور اگر اسکا اجارہ بسبیل مقاطعہ ہو تو بعد ذکر حدود کے لکھے کہ یہ سب اس سے ایک سال یا دو سال یا تین سال متواتر
کے واسطے از ابتدائے غرہ ماہ فلان سے ماہواری یا سالانہ اسقدر درم سال یا اسقدر درم ماہواری پر اجارہ لیا تاکہ یہ مستاجر
بعوض اسکے جسپر اجارہ لیا ہو کرایہ پر چلا کر یا گیہون و جو وغیرہ کے مانند اناج پیسکر منافع اٹھاوے اور ہر سال کی قسط
اس سال کے گذرنے پر ادا کر دے اور اس مستاجر نے تمام وہ چیز جو اجارہ پر لی ہی اس موجر کے اسکو سب خالی از ہر مانع
و منازع سپرد کرنے سے بقبضہ صحیحہ اپنے قبضہ مین کر لی اور بعد صحت اس عقد کے دونون اس مجلس عقد سے بتفرق اقوال
و ابدان جدا ہو گئے - اور اگر مجمدہ معہ فارقین کے اجارہ لیا اور فارقین اس سے متصل ہین تو لکھے کہ یہ تحریر
بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان نے تمام مجمدہ جسکے واسطے دو فارقین ہین جو اس سے متصل ہین معہ فارقین کے
اجارہ لیا اور اس موجر نے بیان کیا کہ یہ سب اسکی ملک و حق اسکے قبضہ مین ہی اور اسکا مقام و حدود بیان کر دے
پھر لکھے کہ معہ دونون کے حدود و حقوق و تمام دونون کے مرافق کے جو دونون کے واسطے انکے حقوق سے ثابت ہین
دو سال یا تین سال کے واسطے اجارہ لیا اور اگر فارقین واحد مشتمل بہت سے مجمدون پر ہو تو لکھے کہ تمام فارقین مع متعلق
بسمجمدہ یا زیادہ جسقدر ہون اجارہ لی - پھر لکھے کہ اس سے تمام یہ مجمدہ معہ اپنے فارقین کے اتنے سال کے واسطے اسقدر
درمون کے عوض باجارہ صحیحہ اجارہ لی - تاکہ برف رکھکر ان مجمدون سے نفع اٹھاوے اور ہر سال کی قسط اس سال کے گذرنے
پر ادا کریگا پھر اس تحریر کو آخر تک تمام کرے اور اگر ایسی زمین وقف کا اجارہ تحریر کرنا چاہا کہ جسکی اصل موقوف ہے جسمین

موالی واقع قضاے شہر بخارا ہو تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلان نے فلان سے تمام اصل زمین جو ایک چہار دیواری کا باغ بنا ہوا ہو جسمین ایک قصر ہو اور پانچ کھیت زمین باہم ملاصق و متصل اُسکے آگے یا پیچھے یا گرداگرد ہین اجارہ ملی اور اس موجر نے ذکر کیا کہ اس زمین مین جو سب گروادات ہین وہ اُسکی ملک و حق و اُسکے قبضہ مین ہین اور اُسکے گروارات اس باغ کے گرد کی چہار دیواری اور قصر کی عمارت و اس زمین کے خرد و کلان درخت پھلدار یا بے پھل اور اس زمین کی مٹی جس سے تمام زمین بقدر آدھے ہاتھ کے پاٹی گئی ہو اور اس پٹی ہوئی مٹی کے نیچے کی روے زمین وقف ہی جو امیر اسماعیل کی جانب منسوب ہی جسکو اُسنے اپنی دو کالونان پر وقف کیا ہی اور یہ اوقاف حانوتیہ کے نام سے مشہور ہی اور اس موجر کے قبضہ مین اس حق سے ہی کہ اسنے اسکو ایسے شخص سے اجارہ لیا ہی جسکو اس زمین کے اُسکے ہاتھ اجارہ پر دینے کا سالہا سال ایک بعد دوسرے سال کے باجرت معلومہ جسکی مقدار اسکے اجر المثل کے برابر ہی اختیار حاصل تھا اور یہ موجر اسکو یہ چیز وقف جو اُسکے اجارہ مین ہی اجارہ پر اجارہ کے طور پر اور یہ اُسکی ملک جو اس زمین مین ہی معہ اصل زمین کے بعقد واحد بحق ملک اجارہ دیتا ہی پھر زمین کی جگہ و حدود بیان کرد ے پھر لکھے کہ معہ حدود اُس چیز کے جسکا اجارہ ثابت مذکور ہوا ہی جو مشتمل ہی ملک و وقف اصل زمین کو اور معہ حقوق و سب مرافق کے جو اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت مین اجارہ لیا بعد ازانکہ اس موجر نے تمام درخت اس زمین کے اور درختان انگور و قضبان بعوض تین درم کے اسکے ہاتھ فروخت کر دیے اور اُس سے اس مستاجر نے اسکو بخرید صحیح خریدا اور باہمی قبضہ صحیح طرفین سے واقع ہو گیا پھر اُس سے اس سب کا اجارہ جو ثبت ہوا ہی معہ اس قصر کے جو اس باغ مین ہی اکتیس سال متواتر کے واسطے سواے تین روز آخر ہر سال ان پہلے تیس سال سے از ابتداے غرہ محرم سنہ فلان بعوض استنے درم یا دینار کے جسکے نصف اسقدر ہوتے ہین انمین سے واسطے اول تیس سال کے سواے ایام مستثنی شدہ کے بعوض پانچ درم اس مال اجارہ کے یا بعوض نصف دینار کے اس مال اجارہ کے واسطے ہر سال کے ان تیس سال مین سے سواے ایام مستثنی شدہ کے جسقدر اُسکے پڑتے ہین ان پانچ درم یا نصف دینار مین سے پڑے اور سال اخیرہ جو تتمہ اس مدت مذکورہ کا ہی بعوض باقی مال اجارہ مذکورہ کے اجارہ لیا پھر تحریر کو بطریق سابق تمام کرے شیخ امام حاکم ابونصر احمد بن محمد سمرقندی نے فرمایا کہ یہ جو ہمنے باپ کے ساتھ لفظ یتیم متیامعین مملوکات مین ذکر کیا ہی اسمین مسامحہ ہی اور یتیمون کے اموال مین یہ حکم ہی کہ اگر باپ یا وصی نے یتیم کا دار اجارہ پر دینا چاہا تو بطور اجارہ رسومیہ طویلہ کے اجارہ دینا جائز نہین ہی اور اگر باپ یا وصی نے یتیم کے واسطے اجارہ لینا چاہا تو اجارہ طویلہ کے سال اخیرہ کے حق مین جائز نہو گا اسواسطے کہ اس سال مین اجارہ بعوض مال کثیر کے جو اجر المثل سے زائد ہی واقع ہوتا ہی اور یہی حکم اموال وقف مین ہی اور فرمایا کہ یتیم کا دار اجارہ دینے کا طریقہ یہ ہی کہ عقد اجارہ اجر المثل پر قرار دے یعنی جسقدر اجر المثل اس مدت طویل کا ہو اسیر اجارہ قرار دے پھر مستاجر کو باپ یا وصی بری کر دے پس امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جبکہ وہ خود مباشر ہوے ہین عقد مین ابرا صحیح ہو گا پھر مستاجر کے واسطے دونون استنے مال کا اقرار کرین جو بقدر مال اجارہ کے ہی اور اسکی میعاد ادا کی انفساخ اجارہ کا وقت قرار دین پھر جب اجارہ فسخ ہو گا تو مستاجر اس مال مقرہ کا مطالبہ کریگا۔ اور امام محمد رح نے فرمایا اسکی ایک دوسری صورت ہی کہ باپ یا وصی مستاجر سے اسکے وصول کرنے کا اقرار کرے پس مستاجر بری ہو جائیگا اور باپ یا وصی ضامن ہو گا اور اگر مستاجر نے چاہا کہ فیما بینہ و بین اللہ تعالے اسکی مضبوطی کرے

اصل سے تعرض ... نہین ... باپ یا وصی ... نفع نہین ہو ... و فیہ خلاف ...

کیونکہ باپ یا وصی نے اگرچہ مال اجارہ وصول پانے کا اقرار کرلیا ہی لیکن مستاجر اس سے فیما بینہ وبین اللہ تعالی بری نہوگا تو اسکا طریقہ یہ ہی کہ اسکے ہاتھ کوئی چیز اتنے درمون کو فروخت کرے جو اس مال اجارہ کے مثل ہون - اور اس معاملہ مین احوط وہی ہی کہ بری کردے کیونکہ اگر اُسنے وصول پانے کا اقرار کیا تو درصورتیکہ اجارہ فسخ کرنے سے یا موت موجر یا مستاجر سے فسخ ہوگا تو دو مال واجب ہونگے ایک وہ کہ جسکا اقرار کیا ہی اور دوسرا مال اجارہ جسکے قبضہ کا اقرار کیا ہی اور بری کردینے سے مال اجارہ مین سے ہنوز کچھ تاوان ادا نہین کیا ہی - اور یہان ایک ایسی بات ہی کہ اُس سے احتراز واجب ہی اور وہ یہ ہی کہ ان بعضی صورتون مین موجر کا ضرر ہی اور بعض مین مستاجر کا ضرر ہی اسواسطے مال مقرر کی مدت اگر انقضاے مدت اجارہ قرار دیجاوے تو مستاجر کے حق مین ضرر ہی اسواسطے کہ شاید اجارہ بسبب موت کے یا مدت خیار مین فسخ کرنے کے فسخ ہوجاوے پس مال تا انقضاے مدت کے میعاد پر باقی رہیگا پس مستاجر ضرر اُٹھاویگا اور اگر اُسکی میعاد وقت فسخ مقرر کیجاوے تو وقت فسخ مجہول ہی پس اُسکی میعاد مقرر کرنا باطل ہی پس مال فی الحال واجب الادا رہیگا پس موجر کے حق مین ضرر ہوگا اسواسطے کہ مستاجر اُس سے فی الحال اداے مال کا مواخذہ کریگا اور جو چیز اجارہ پر لی ہی وہ اُسکے قبضہ مین بحق اجارہ رہیگی بدون کسی عوض کے جو اُسنے ادا کیا ہو پس اسکی راہ یہ ہی کہ اس مال کو تا انقضاے مدت کے میعاد پر رکھے پھر مستاجر کو وکیل کردے کہ اُسکو بوکالت یہ اختیار ملے کہ جب یہ اجارہ کسی وجہ سے فسخ ہو تو وہ اس میعاد کو وکیل ہوکر باطل کردے اور بدین شرط وکیل کرے کہ جب کبھی اُسکو اس وکالت سے معزول کرے تو باجازت جدید جیسا وکیل تھا ویسا ہی وکیل ہوجاوے اور جب ایسا کیا تو دونون کے ذمہ سے ضرر زائل ہوجائیگا اور وکالت کی تعلیق بوقت انتظار صحیح ہی اور وقف مین بھی یہی صورت ہی اور ظاہر الروایۃ مین وقف کی صورت مین مدت طویل وقصیر کی تفصیل نہین فرمائی اور ایسا ہی امام طحاوی نے اپنی مختصر مین مجمل ذکر کیا ہی اور بعض نے مدت طویلہ کا اجارہ وقف باطل کردیا ہی بخوف آنکہ ملک کا مدعی ہوجاوے تو اسکا طریقہ یہ ہی کہ اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کردے - اور اگر یتیم کے واسطے یا وقف کے واسطے اسطرح اجارہ لینا چاہا تو یہ صورت اُسمین بھی جاری ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسمین دوسری صورت ہی کہ مثلاً تیس سال کے واسطے ہزار درم پر عقد قرار دے پھر دیکھے کہ ہر سال اس معقود علیہ کا اجر المثل کیا ہی پس اگر مثلاً پچاس درم ہون تو عقد اجارہ دس برس کے واسطے سالانہ ایک درم کے چھٹے حصہ پر قرار دے اور سال اخیرہ بعوض باقی مال کے قرار دے تاکہ عقد بعوض اجر المثل کے واقع ہو پھر دسوین سال اجارہ فسخ کردے پھر از سر نو عقد دس برس کے واسطے قرار دے علی ہذا تیس برس پر عقد قرار پاوے اور یہ سب وہ ہی جو حاکم امام ابو نصر احمد بن محمد سمرقندی نے ذکر کیا ہی - اور اگر فسخ اجارہ کی تحریر لکھنی چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر فسخ بدین مضمون ہی کہ فلان نے اُس حویلی کا اجارہ جو اُسکے و فلان کے درمیان تھا جسکے حدود اربعہ یہ ہین اور یہ اجارہ طویلہ بعوض اسقدر درمون کے از ابتداے تاریخ ماہ فلان سنہ فلان تا انتہا تاریخ ماہ فلان سنہ فلان تھا پس اُسنے اس اجارہ کو اُن ایام جنمین اُسکے لیے فسخ کا اختیار مشروط تھا اور ان ایام کا اول واوسط وآخر ذکر کردے کہ وہ فلان روز تھا بفسخ صحیح فسخ کردیا اور اسپر اُن لوگون کو جنکی گواہی آخر تحریر ہذا مین ثبت ہی گواہ کردیا - اور اصح فسخ یہ ہی کہ درمیانی روز مین فسخ کرے اسواسطے کہ شاید اول یا آخر بعد مین ایسے وقت فسخ واقع ہو کہ جب اُسکے واسطے خیار ہنوز ثابت نہین ہوا ہی یا مدت خیار ختم ہوگئی ہو پس احتیاط اسمین ہی جو ہمنے بیان کیا ہی اور اگر اجارہ کسی نوع اعمال وصناعات کے واسطے ہو جیسے درزی گری وغیرہ تو اسکو بیان کردے کہ بدین شرط

کہ اُسکو کپڑے کے جملہ اقسام کی سلائی و تمام سلائی کی چیزون مین اپنی راے و پسند کے موافق استعمال کرے اور جسکو چاہے
اجرت پر دیدے اور اگر اُسکو مسافرت کا اتفاق ہو تو ساتھ لیجاوے ان سب باتون مین اپنی راے پر عمل کرے۔ اور اگر خدمت
و اعمال و صناعات سب کے واسطے ہو تو اس سبکو بیان کردے پھر اجرت کے پیشگی یا میعادی ہونے کو اور وقت کا بیان
کرے اور متعاقدین کا دیکھ بھال لینا تحریر کرے۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ صغیر یا وقف کے مال محدود کا بمقدار مدت طویلہ
کے واسطے اجارہ دینا نہین جائز ہی اسمین صرف مقاطعہ (یعنے ماہواری کرایہ پر دینا) جائز ہی اور وہ یہ ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے بر سبیل مقاطعہ
فلان یعنے رب المال سے یا فلان قیم سے جو صلاح و درستی امور نابالغ فلان کے واسطے قیم مقرر و ثابت القوامتہ ہی لیا اور
یہ اس چیز کو اس متاجر سے بدین ولایت و قوامت مذکورہ بعوض ایسی اجرت کے جو امروز اسکا اجر المثل ہی بدون کمی و بیشی کے
باجرت مقاطعہ دیتا ہی اور اس معقود علیہ کے حدود بیان کردے اور تحریر کو آخر تک تمام کرے۔ اور اگر اجارہ لی ہوئی چیز
کا مقاطعہ قرار پایا ہو جیسا کہ معاملات مین جاری ہی باین طور کہ ایک شخص نے اپنی حویلی بعوض مال معلوم کے اجارہ دی پھر
اس موجر نے بر سبیل مقاطعہ باجرت معلومہ متاجر سے اجارہ لی اور موجر اول یعنے مالک حویلی اس اجرت کا جسپر دونون
نے اتفاق کیا ہی متاجر کے واسطے ضامن ہوجاوے پھر اجارہ طویلہ پورا لکھکر چاہے اجارہ مقاطعہ تحریر کرے یا چاہے
تو کرایہ نامہ طویلہ کی پشت پر تحریر کرے کہ یہ تحریر اجارہ فلان ہی کہ اُسنے بر سبیل مقاطعہ فلان یعنے متاجر سے جسکا نام ونسب
استیجار اول مین مذکور ہی تمام یہ حویلی جسکا مقام و حدود اجارہ نامہ اول مین مذکور ہی۔ یہ ایسی صورت مین کہ اجارہ طویلہ کے
تحت مین تحریر کرے اور اگر پشت اجارہ نامہ مذکور پر تحریر کرے تو لکھے کہ یہ تمام حویلی جسکا موقع و حدود اس تحریر کی بطن مین
مذکور ہی مع اُسکے حدود و حقوق و مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین بعد ازانکہ اس موجر ثانی یعنے متاجر اول نے جسکا نام ونسب
اس کرایہ نامہ طویلہ مین مذکور ہی اس حویلی بحدود مذکورہ مین ایسی زیادتی کردی ہی جس سے اُسکو جو کچھ ہر دو اجرتون مین تفاوت
ہی وہ زیادتی اجرت حلال ہوگئی ہی ماہواری کرایہ پر از تاریخ فلان عقد اول کی تاریخ سے ایک تاریخ بعد سے تحریر کرے
تا انتہاے اجارہ اول مذکور سواے ایام مستثنی شدہ کے جو اسمین مذکور ہین اسقدر درم ماہواری پر باستیجار صحیح کرایہ پر لی
تاکہ یہ متاجر جیسے چاہے اسمین خود رہے اور چاہے بمدت اجارہ مین اُسمین دوسرے کو بساوے اور اس موجر ثانی نے
بھی جسکا نام ونسب اسمین مذکور ہی اس مقاطع کو باین اجرت مذکورہ باجارہ صحیحہ خالی از امور مبطلہ اجارہ پر دی اور موافق
شرع کے دونون مین باہمی قبضہ جسکا اجارہ اسمین مثبت ہوا ہی پورا ہوگیا پھر بعد ازانکہ اس موجر اول مذکور کرایہ نامہ یعنی
اس متاجر ثانی نے جو مقاطع ہی اس متاجر اول یعنے اس موجر ثانی کے واسطے جو اسکا اس مقاطع یعنے متاجر ثانی پر اجرت
مذکورہ سے واجب ہوا ہی بضمانت صحیحہ متعلق بلزوم کی ضمانت کرلی اور اس سے متاجر اول راضی ہوا اور اُسکی ضمانت
کی اجازت اپنے آپ اسی مجلس ضمانت مین باجازت صحیحہ دیدی دونون اس مجلس سے متفرق ہوے پھر تحریر کو ختم کرے
واللہ تعالی اعلم یہ ظہیریہ مین ہی۔ قسم دیگر اگر اراضی مزارعت پر دی اور بیج مالک زمین کی طرف سے معین ہی تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون
ہی کہ فلان زمیندار نے فلان کاشتکار کو بطریق مزارعت تمام زمین دی جو کہ اتنی جریب زمین قابل زراعت ہی اور اس
دینے والے نے بیان کیا کہ یہ اُسکی ملک و حق و اُسکے قبضہ مین ہی اور وہ فلان گانون کی زمین فلان جانب واقع ہی
اُسکے حدود اربعہ یہ ہین اس زمین کو مع اُسکے حدود و حقوق و مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ثابت ہین اور اُسکے ساتھ معین
بیجون کو دیا اور یہ بیج بینچے ہوئے پیداوار کے جید سپید پاکیزہ ہین اور فلان قفیز معروف کے پیمانہ سے اتنے قفیز ہین

تین سال متواتر کے واسطے ابتداے تاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان سے آخر تاریخ ماہ فلان سنہ فلان تک مزارعت
صحیحہ جسمین فساد و خیار و مواعدہ نہین ہے دیدی تاکہ یہ کاشتکار اُسمین یہ تخم مذکور بووے اور خود معہ اپنے مزدوران و گاو
بیلون و آلات کاشتکاری سے اس کام پر قیام کرے اور اس سب میں اپنی راے پر کام کرے بدین شرط دی
کہ جو کچھ اللہ تعالی اسمین پیدا کرے وہ سب اناج و بھوسہ سمیت اس زمیندار و اس کاشتکار کے درمیان نصفا نصف
یا تین تہائی جسطرح دونون نے ٹھہرایا ہو مشترک ہو اور اس کاشتکار نے اس زمیندار سے اس عقد مزارعت کو تقبل
صحیحہ قبول کیا اور اس کاشتکار نے تمام یہ اراضی اور تمام یہ تخم اس زمیندار سے یہ سب اُسکے اس کاشتکار کو سپرد
کرنے سے بقبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا اور یہ عقد دونون سے بقول ایسے عالم کے جو علماے سلف مین سے مزارعت جائز
ہونے کا قائل ہے واقع ہوا اور پھر دونون اس مجلس عقد سے بعد اسکے صحیح و تمام ہونے کے بتفرق ابدان و اقوال متفرق
ہوے ازان بعد کہ اس زمیندار نے اس کاشتکار کے واسطے جو کچھ اسمین درک پیش آوے اسکی ضمانت صحیحہ کر لی - اور
اگر دونون کو یہ منظور ہوا کہ یہ حکم اتفاقی ہو جاوے تو اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کردے پس لکھے کہ قاضیان مسلمین سے
ایک قاضی نے اس مزارعت کی صحت کا حکم دیدیا بعد اسکے کہ دونون نے اسکے حضور مین خصومت معتبرہ دائر کی تھی - اور
دونون نے اپنے اوپر گواہ کر لیے اور تحریر کو ختم کرے - اور ہمنے بھوسے کا ذکر اسواسطے کر دیا کہ اگر دونون مین سے کسی نے
اسکا ذکر نکیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق وہ بیجون کے مالک کا ہوگا اور اگر دونون نے باہم شرط کر لی تو وہ دونون مین موافق
شرط کے مشترک ہوگا - اور علے ہذا اگر کسی کو زمین کسی مدت معلوم کے واسطے اس شرط پر دی کہ اسمین درخت لگا دے
جو اسکی راے مین آوین اور جو پیداوار ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہے اور پودے اُسکے ہونگے جسنے
پیڑ لگائے ہین اور پھل دونون مین نصفا نصف ہونگے اور توقیت مثلاً یعنے وقت مقرر کرنا ضرور ہے اور مدت گذرنے پر
اُسکو حکم کیا جائیگا کہ درخت قلع کرلے - اور اگر مزارعت مذکورہ مین بیج معین نہون اور راے زمیندار کی ہو تو ذکر حقوق
تک اسی طور سے لکھے اور یہ نلکھے کہ اس زمین کے ساتھ بیج معین دیے بلکہ یون لکھے کہ یہ زمین اسواسطے دی کہ یہ
کاشتکار اُسکو اس زمیندار کے بیجون سے موافق راے اس زمیندار کے خریف و ربیع کا غلہ بووے اور زمین پر قبضہ
کرنے کے ذکر مین بیجون پر قبضہ کرنا تحریر نکرے - اور اگر کاشتکار کی طرف سے بیج معین ہون تو لکھے کہ بدین شرط کہ
یہ کاشتکار اپنے بیجون سے اسمین زراعت کرے اور وہ ایک کر گیہون سینچے ہوے پیداوار کے سپید پاکیزہ جید ہین
اور اتنے قفیز فلان قفیز سے ہین اور زمین کے قبضہ کے ساتھ بیجون کا قبضہ تحریر نکرے - اور اگر بیج بغیر معین ہون اور
راے کاشتکار کے حوالہ ہو تو لکھے کہ یہ زمین مذکور اُسکو اسواسطے دی تاکہ یہ کاشتکار اُسمین اپنی راے سے خریف و
ربیع کا غلہ بووے - اور اس صورت مین حکم درک دونون کی طرف راجع ہوگا اسواسطے کہ اگر زمین باثبات استحقاق
لے لیجاوے اور ہنوز زراعت پختہ نہین ہوئی ہو تو کاشتکار کو اختیار ہوگا چاہے زمیندار کے ساتھ کھیتی کو اکھاڑ لے
اور دونون نصفا نصف تقسیم کرلین اور چاہے زمیندار سے اپنے حصہ زراعت کی قیمت لے لے اور پوری کھیتی زمیندار
کی ہو جائیگی اور اگر سواے زمین کے کھیتی پر استحقاق ثابت ہوا تو زمیندار کے واسطے کاشتکار پر اپنی زمین کا اجر المثل
واجب ہوگا پس ضمان درک کا حکم دونون کی طرف راجع ہوگا پس ضمان درک کے مقام پر لکھے کہ اس تمام مذکورہ
تحریر ہذا مین جو درک ان دونون مین سے کسی کو لاحق ہوا پس ہر ایک پر دوسرے کے واسطے وہ سپرد کرنا لازم ہوگا

جو ہر ایک کے واسطے دونوں میں سے واجب ہوا ہی اور تحریر کو ختم کرے کذا فی المحیط۔ فرمایا کہ اور اگر زمین دو شریکوں میں
مشترک ہو پس ایک شریک نے چاہا کہ دوسرے شریک کا حصہ مزارعت پر لے تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلاں
نے فلاں کو اپنا تمام حصہ فلاں زمین قابل زراعت سے اور وہ نصف مشاع دو سہام میں سے ایک سہم ہی معہ اسکے
حدود وحقوق کے بمزارعت صحیحہ تین سال متواتر کے واسطے از ابتدائے غرہ ماہ فلاں سنہ فلاں بدین شرط دی کہ اپنے
بیجوں وخرچہ و مزدوروں و مددگاروں سے بوئے پھر جو کچھ اللہ تعالی اسمین پیدا کریگا وہ دونوں میں تین تہائی ہوگا
ایک تہائی دینے والے کی اور دو تہائی بونے والے کی اور تحریر کو بدستور مذکور ختم کرے اور واجب ہی کہ جب پیداوار
دونوں میں مشترک ہو کہ جب بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں اور اگر دینے والے کی طرف سے ہوں تو مزارعت فاسد ہوگی
اور تمام پیداوار بیجوں والے کی ہوگی اور اسپر عامل کے کام کا اجر المثل اور نصف زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اسواسطے
کہ اس صورت میں یہ لازم آیا کہ اُسنے اپنے شریک کو اجارہ پر لیا کہ دونوں کے درمیان مشترک زمین میں زراعت
کردی بخلاف اسکے اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں تو ایسا نہیں ہی بلکہ یہ ہوا کہ اُسنے اپنے شریک کا حصہ زمین
بعوض بعض پیداوار کے اجارہ پر لیا اور حصہ مشترک کا اجارہ لینا جائز ہی اور یہ ایسا ہوا کہ جیسا مشائخ نے فرمایا ہو دربیان
انکہ اُسنے اپنے شریک کا حصہ بعوض بعض پیداوار کے اجارہ لیا۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین بعوض اجرت معلومہ
کے ایک سال کے واسطے اجارہ پر دی پھر مستاجر نے موجر کو یہ زمین مزارعت پر دیدی پس اگر بیج از جانب موجر ہوں تو
جائز نہیں ہی اور اگر از جانب مستاجر ہوں تو جائز ہی۔ مزارعت کا بیان ہو گیا اب معاملت کا بیان سننا چاہیے کہ ہمنے
بیان کردیا ہی۔ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک درختوں و درختان انگور و قضبان و بقول و رطاب و اصول
قصب میں معاملہ کرنا اور جو پھل ہنوز برآمد نہیں ہوئے ہیں اُنمیں معاملہ کرنا اور اسی طرح ہر چیز میں جو اگائی اور کاٹ
بیجاتی ہی معاملہ کرنا جائز ہی اور نیز صاحبین کے مذہب کے موافق اگر نمک بطور سائر کے سائل چیز سے بناکر جمایا جاتا ہو
تو جائز ہونا چاہیے کہ اسمین پانی لانے کی ضرورت ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ قبر ولغط میں معاملہ نہیں جائز ہی اسواسطے
کہ اسمین پانی کی کوئی ضرورت نہیں ہی اور صاحبین کے نزدیک ان سب چیزوں میں جبھی معاملہ جائز ہی کہ جب انکو کسواسطے
عامل کے کام کی ضرورت ہو اور اگر انکے واسطے ضرورت نہو تو جائز نہیں ہی پھر معاملہ میں تحریر کی صورت اسطرح ہی
کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلاں نے فلاں کو تمام وہ رطبہ قائمہ جو فلاں مقام پر واقع ہی یا تمام باغ چہار دیواری
معہ تمام درختان خرما و اشجار مثمرہ کے جو اسمیں ہیں اور اسکے حدود بیان کردے معہ اسکے حدود وحقوق کے ایک
سال کامل بارہ مہینہ متواتر کے واسطے ابتدائے ماہ فلاں سے بمعاملہ صحیحہ جسمیں فساد و خیار نہیں ہی معاملہ پر دیا تاکہ اسمیں
سب کی پرداخت پر قیام کرے اور اسکو سینچے اور اسکی حفاظت کرے اور تاک انگور کو کوڑے سے پاک کرے اور جو
کی زرد ڈالیاں اور خشک کاٹ ڈالے اور کھاد دے اور درختان خرما کی نر مادی لگادے و تابیر کرے یہ سب کام اسکے
ذمہ ہیں اپنے آپ اپنے مزدوروں و مددگاروں سے انجام دے اور اس سب میں اپنی رائے پر عمل کرے بدین شرط
کہ جو کچھ اسمیں اللہ تعالے کے فضل سے پیداوار حاصل ہوگی وہ بدین قرارداد (نصفا نصف یا تین تہائی وغیرہ) دونوں
میں مشترک ہوگی اور اس عامل نے تمام یہ معقود علیہ اس دینے والے کے سب اسکو سپرد کرنے سے اپنے قبضہ میں
کرلی پھر ضمان درک کا بیان لکھدے اور تحریر کو بدستور ختم کرے۔ اور اگر چار دیواری کے باغ مذکورہ میں چند قطعہ

درختان خرما و درختان ثمرہ ہون تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو تمام زمین مشتملہ کرم و مزارع و درختان
خرما و اشجار ثمرہ معاملت و مزارعت بدو عقد متفرق مین جسمین سے کوئی عقد دوسرے عقد مین شرط نہین کیا گیا تھا دیدی پھر زمین
مذکور کے حدود بیان کرے پھر لکھے کہ پہلے اسکو جو کچھ اسمین کرم و اشجار ثمرہ ہین معاملہ مقاطعہ پر پانچ برس کے واسطے
ابتداے ماہ فلان سنہ فلان سے آدھے کی بٹائی پر معاملہ صحیحہ دیدے تاکہ اسکی پرداخت پر خود و بذریعہ اپنے مزدوران و مددگاران
سے آخر تک مثل مذکورہ بالا تحریر کرے اور قبضہ تحریر کرے پھر لکھے کہ پھر اسکو تمام مزارع جو اس زمین مین ہین در
عقد مزارعت مین پانچ برس کے واسطے بدین شرط کہ اسکی زمین کو اپنے بیجون سے غلہ ہاے ربیع و خریف سے اپنی راے
کے موافق کاشت کرے اور شرائط مزارعت موافق مذکورہ بالا کے سب بیان کردے اور ضمان درک کے بیان مین
لکھے کہ پس ان دونون مین سے جسکو اس سب مین یا اسمین سے کسی چیز مین کوئی درک لاحق ہو تو دونون مین سے
ہر ایک پر دوسرے کو وہ چیز سپرد کرنا واجب ہوگی جو اس عقد کی وجہ سے اسپر سپرد کرنا واجب ہوگی اور تحریر کو ختم کرے کذا فی الظہیریہ

فصل سیزدہم۔ شرکتون و وکالتون کے بیان مین۔ شرکت عنان کی تحریر کی یہ صورت ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے
کہ فلان و فلان نے بتقوی اللہ تعالی و اداے امانت و تجنب از منکر و جنایت و پوشیدہ و ظاہر بذل نصیحت از ہر یکے
بہر دیگرے باہم شرکت عنان بقدر اپنے اپنے راس المال کے جو مفصل بیان کر دیا گیا ہے قرار دی اور اپنے درمیان
اس شرکت موصوفہ کا بشرکت صحیحہ جائزہ جسمین فساد نہین ہے معقد شرکت قرار دیا پس اگر دونون تاجر ہون تو لکھے کہ بدین
شرط کہ دونون اس مال سے جو انکی راے مین انواع تجارات سے آوے تجارت کرین اور اس سے اجارہ لین
و اجارہ دین و دونون متفق ہو کر اور دونون علیحدہ علیحدہ اور دونون اکٹھا ہو کر و متفرق فروخت کرین چاہین نقد
و چاہین ادھار اور جو انکی راے مین آوے متفق ہو کر اور جو ہر ایک کی راے مین آوے متفرق خرید کرین اور بدین
شرط کہ دونون اسکو اپنے ذاتی مال سے مخلوط کرین اور لوگون مین سے جسکے مال سے چاہین مخلوط کرین اور بدین
جس آدمی کو چاہین مضاربت پر دین اور جسکو ہر ایک چاہے دیدے اور بدین کہ دونون جسکو چاہین ودیعت دین
خواہ متفق ہو کر یا علیحدہ و تنہا اور چاہین جسکو دونون متفرق ہو کر اسکو وکیل کرین یا متفق ہو کر وکیل کرین اور دار الاسلام
و دار الحرب مین یا خشکی و تری مین جہان چاہین اسکو لیکر سفر کرین اسمین دونون متفق ہو کر کام کرین اور ہر ایک اپنی
راے سے کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالی دونون کو یا ایک کو اس مال مین نفع دے اور بڑھے وہ دونون
مین بقدر ہر ایک کے راس المال کے دونون مین مشترک ہو اور جو کچھ اسمین گھٹی ہو وہ بھی اسی حساب سے دونون
کے ذمہ ہو اور صحت و تراضی کے ساتھ دونون مجلس عقد سے بابدان متفرق ہوے اور اگر شرکت وجوہ کی شرکت کی
اور دونون نے اسکی تحریر چاہی تو صورت تحریر یہ ہے کہ یہ تحریر فلان و فلان کی شرکت کی ہے کہ دونون نے بتقوی اللہ تعالی
و اداے امانت و بذل نصیحت از ہر یکے بہر دیگرے بظاہر و پوشیدہ اپنے بدنون سے شرکت وجوہ اس شرط کے
ساتھ کی کہ اس شرکت مذکورہ تحریر ہذا مین دونون مین سے کسی کا کچھ راس المال نہین ہے دونون نے اسی قسم
کی تجارت مین اس شرط سے شرکت کی کہ دونون اپنی معرفت سے بعوض اس چیز کے جو دونون کے پاس ہو جاوے
دونون کی تجارت و دونون کی اس شرکت سے اس تجارت مین سے جو چیز دونون کی راے مین آوے خریدین
اور ہر ایک دونون مین سے جو اسکی راے مین آوے خود یا اپنے وکیلون کے ذریعہ سے خریدے اور دونون ادھار

اور ہر ایک تنہا اپنی راے سے اسمین عمل کرے اور دونون متفق ہوکر اور ہر ایک تنہا اسکو اپنی راے کے موافق فروخت کرے اور ہر ایک اپنے وکیل سے فروخت کرا دے جسکو اپنی اپنی راے سے وکیل کرے بدین شرط کہ جسکو دونون فروخت کرین یا ہر ایک دونون مین سے فروخت کرے یا اُنکے واسطے دونون کا وکیل یا ہر ایک کا وکیل فروخت کرے اُسکا ثمن دونون مین نصفا نصف ہو پھر تحریر کو ختم کرے - اور ایسی صورت مین دونون مین سے کسی کو نفع زائد یا اُسپر گھٹی زائد بہ نسبت دوسرے کے نہوگی - اور اگر دو آدمیون نے کسی خاص تجارت مین بدون راس المال کی شرکت عنان کا قصد کیا بطور تقبل کے اور اسکو شرکت تقبل بھی کہتے ہین تو اُسکی تحریر کی یہ صورت ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان وفلان نے شرکت کی کہ دونون نے سلائی کے کام مین شرکت عنان اس شرط سے کی کہ دونون اپنے ہاتھون سے کام کرین اور دونون متفق و ہر ایک تنہا لوگون سے یہ کام قبول کرے اور اس شرکت مین اجیرون کے دونون ضرورت دیکھکر باتفاق یا ہر ایک اپنی راے پر اجیر کرے اور دونون باتفاق اور ہر ایک تنہا کام کرے جسکی دونون کو اپنے کام مین احتیاج ہو اور دونون اُسکو فروخت کرین اور جو کچھ دونون کے ہاتھ مین اسکی متاع سے حاصل ہو اور جو دونون مین سے ہر ایک کی بیع سے حاصل ہو پس جو کچھ مجتمع ہو جو اُسمین فاضل ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہو اور جو گھٹی ہو وہ دونون پر نصفا نصف [illegible] پس دونون نے اسطرح پر شرکت کی جسطرح سے اس تحریر مین بیان ہوئی ہی اور دونون نے باہم اسطرح عقد شرکت [illegible] قرار دیا اور تحریر کو تمام کرے - اور علی ہذا دُھولائی ورنگریزی وغیرہ ہر کام مین یہی طرز ہی اور علی ہذا اگر ایک کا کام درزی [illegible] اور دوسرے کا کام دُھولائی ہو تو لکھے کہ دونون نے اس کام واس کام مین شرکت کی اور اس شرکت مین نفع مین ایک کے واسطے بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہونا جائز ہو سکتا ہی اور یہ تین شرکتین ہین اور دوسری تین شرکتین انھین وجوہ مین شرکت مفاوضہ ہی پس اگر شرکت مفاوضہ براس المال ہو تو بجاے شرکت عنان کے شرکت مفاوضہ در ہر قلیل و کثیر و در ہر صنف از اصناف تجارات تحریر کرے اور راس المال بیان کردے پھر لکھے کہ یہ سب ان دونون کے قبضہ مین ہی اور دونون اس سے نقد و اُدھار جو دونون کی راے مین آویگا خریدینگے اور ہر ایک جو اُسکی راے مین آویگا ان اصناف تجارات سے خریدیگا اور تحریر کو ختم کرے اور اس صورت مین یہ نہین جائز ہی کہ نفع کی یا نقصان کی شرط کمی وبیشی کے ساتھ ہو اور نیز یہ بھی نہین جائز ہی کہ دونون مین سے کسی کا راس المال کم وبیش ہو برابر ہونا چاہیے ہی اور مفاوضہ کی شرکت مین شرکت تقبل و شرکت وجوہ کی تحریر کا بھی یہی طریقہ ہی جیسا شرکت عنان مین وجوہ وتقبل کی شرکت کا طریقہ گذرا ہی فرق یہ ہی کہ اس صورت مین شرکت مفاوضہ بجمیع تجارات لکھنا چاہیے ہی اور ہر شرکت مین شرکت نامہ کی دو نقلین تحریر کرے جو دونون مین سے ہر ایک کے پاس رہین - اور اگر شرکت کے فسخ کی تحریر چاہی تو لکھے کہ یہ وہ مضمون ہی جسپر گواہان [illegible] آخر تحریر ہذا شاہد ہوے سب اس بات کے شاہد ہوے آخر تک مثل سابق اقرار وغیرہ تحریر کرے کہ فلان وفلان دونون شرکت عنان یا شرکت مفاوضہ کے شریک تھے اور نوع بیان کردے اور دونون اس شرکت پر اتنے برس تک [illegible] اور فلان کا راس المال اسقدر تھا اور فلان کا اسقدر تھا اور راس تھے دونون نے اتنی مدت تک کام کیا پھر دونون نے اس شرکت کے فسخ کرنے اور تمام مال باہم تقسیم کر لینے کا قصد کیا پھر دونون نے اسکو باہم تقسیم کیا اور ہر ایک نے اسمین سے اپنا حصہ وصول کر لیا بعد اسکے کہ ہر ایک نے دونون مین سے اپنا حساب جسطرح چاہیے ہی ادا کر دیا اور سمجھا دیا یہان تک کہ دونون مین سے ہر ایک اس سب سے واقف ہو گیا اور حقیقۃً اُسکو جان گیا پس دونون نے بقیمت صحیحہ جائزہ جسمین فساد و خیار

نہین ہی در حالیکہ تمام مال حاضر تھا ہمین سے کچھ قرضہ وغیرہ مین مشغول نہ تھا سب تقسیم کرلیا اور ہر ایک دوسرے سے لیکر
قبضہ کرنے اور وصول پانے سے بری ہوگیا پس دونون مین سے کسی کا دوسرے کی طرف بعد اس تحریر کے کچھ دعوے
وحق نرہا اور تحریر کو تمام کرے اور اگر مضاربت مین تحریر کرانی چاہے تو اسکا بھی یہی طریقہ ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر شرکت
مفاوضہ یا شرکت عنان کا قصد کیا اور دونون مین سے ایک کے پاس مال نہین ہی تو اسکی صورت یہ ہی کہ جس شریک
کے پاس مال نہین ہی وہ دوسرے سے جسکے پاس مال ہی مثل اُسکے حصہ کے اُس سے قرض لیوے اور وہ اپنا حصہ
قرار دے اور شرکت نامہ کی تحریر مین بعد اس فقرہ کے کہ دونون راضی برضا متفرق ہوے یہ لکھے کہ پھر فلان نے
اور وہ اس تحریر کی ترتیب مین دوسرا شریک ہی اپنے جواز اقرار و سب طرح اپنے نفاذ تصرفات کی حالت مین جدید
اقرار کیا کہ اُسپر اور اُسکے ذمہ اُسکے شریک فلان کے جو اس تحریر کی ترتیب مین اول مذکور ہی اسقدر دینار قرضہ لازم
وحق واجب بسبب قرض صحیح کے ہین کہ انکو اس شریک نے اس مقر کو اپنے ذاتی مال سے قرض دیا ہی اور اسکو
دیدیے ہین اور اسنے اُس سے لیکر اپنا قبضہ کرلیا ہی اور انکو اس شرکت مین اپنا حصہ قرار دیا ہی اسکا اقرار صحیح کیا جسکی اُسکے
اس شریک مذکور فلان نے خطابًا تصدیق کی۔ اور تاریخ تحریر کردے اور اگر حیوان مین شرکت کرنی چاہی
جسکو فارسی مین گاو بنیم سوداون کہتے ہین اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس گائین یا بکریان ہین اُسنے
چاہا کہ دوسرے شخص کو شرکت پر دیدے تاکہ انکی حاصلات اور انکے بچے دونون مین برابر مشترک ہون تو اسکا طریقہ
یہ ہی کہ گاؤن و بکریون کا مالک جس سے شرکت کا قصد کرے اُسکے ہاتھ ان گاؤون و بکریون مین سے نصف مشاع
بعوض ثمن معلوم کے فروخت کردے پھر سب جانور اُسکے سپرد کردے تاکہ وہ انکی حفاظت کریگا اور انکو چرا دیگا اور
جو کچھ اُنسے حاصلات ہوگی وہ دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی تو اسکی تحریر کا یہ طریقہ ہی کہ جسکے پاس جانور نہین تھا
اسکا اقرار تحریر کرے کہ فلان بن فلان فلانے نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ میرے پاس چندین
گائین اور چندین بکریان ہین پھر ان سب کے ایک ایک کے حلیے تحریر کرے پھر سب کے حلیے تحریر کرنے سے فارغ
ہونے کے بعد لکھے کہ یہ سب میرے پاس ہین اسمین سے نصف بحق ملک ذاتی ہین۔ اور نصف بحق امانت ازجانب
فلان بن فلان یعنے مالک حیوانات مذکورہ ہین اور جو کچھ اللہ تعالے ان جانورون مین زیادتی کریگا خواہ متصلہ یا منفصلہ
وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی۔ اور نیز اس فلان نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ مجھپر
اور میرے ذمہ واسطے فلان اس مالک جانوران کے اسقدر درم قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح ہین اور وہ
ثمن ان آدھے گاؤن کا ہی جو مین نے اُس سے مشاع خریدی ہین موافق شرع کے اور موافق حاکم شرع کے اُس سے
لیکر اُنپر قبضہ صحیح کرلیا ہی اور فلان بائع نے اُسکے اس اقرار کی خطابًا تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے کذا فی المحیط

فصل چہاردہم۔ وکالتون کے بیان مین۔ اگر بیع کی وکالت عام تحریر کرنی چاہی تو چاہیے یون لکھے کہ یہ تحریر
وکالت ہی اور چاہیے یون لکھے کہ یہ وہ تحریر ہی کہ جسپر گواہ ہوے گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا کہ فلان نے وکیل کیا فلان
کو واسطے بیع اپنے دار کے اور دار کے حدود بیان کردے مع اُسکے سب حدود و حقوق و مرافق کے مع اُسکی زمین و عمارت
کے بوکالت صحیح جائزہ نافذہ بدین شرط کہ یہ وکیل اسمین اپنی راے سے کام کرے اور جسکو چاہے اس معاملہ مین وکیل
کردے اور جتنے کو چاہے فروخت کرے اور جو امر اس معاملہ مین کریگا وہ جائز ہوگا اور جب اُسکو فروخت کرے

اُسکے مشتری کو سپرد کرے اُسکا ثمن وصول کرلیگا اور اسکے وصول کرنے کے واسطے جسکو چاہے وکیل کریگا اور اس وکیل نے اس وکالت مذکورہ تحریر ہذا کو اس موکل کی طرف سے قبل دونون کے کسی اور کام مین مشغول ہونے کے اور قبل دونون کے متفرق ہونے کے بالمواجہ قبول کیا اور اس موکل نامبردہ نے تمام وہ چیز جسکی بیع کے واسطے وکیل کیا ہی جو بتفصیل مذکور ہوئی ہی اس وکیل نامبردہ کے سپرد کردیا اور اس وکیل نامبردہ نے اُس سے لیکر خالی از موانع و منازع جو قبضہ کی صحت مین مخل ہو اپنا قبضہ کرلیا پس یہ سب بحکم اس وکالت کے اُسکے قبضہ مین ہی پھر تحریر کو آخر تک بدستور معلوم ختم کرے یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر خرید و فروخت کی وکالت عامہ تحریر کرنی چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر وکالت ہی کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا- پس اُسکو تمام اُس چیز کے واسطے جو مذکور ہوئی ہی بوکالت صحیحہ جائزہ وکیل کیا تاکہ تمام اموال اس موکل کے اور تمام املاک اُسکی جسکی بیع جائز ہی تمام اموال و املاک سونے و چاندی و کپڑے و اسباب و رقیق و حیوان و متاع و عقارات و مستغلات جملہ مکیل و موزون وغیرہ سب جسکا یہ موکل اس توکیل مذکورہ کے روز مالک ہی اور تمام اُسکا جسکا یہ موکل ملک جدید بعد اس وکالت کے تا ابد مالک ہو قلیل و کثیر سے جسکی ملکیت کسی وجہ سے استفادہ کرے تمام اصناف اموال مین سے سب اصناف مین سے جسکی خرید و فروخت اسکی راے مین آوے جب تک وہ اُسکی وکالت پر ہی اس سب کو موافق اپنی راے کے مشاع و مجتمع و متفرق جسطرح چاہے اور جب چاہے اور جس چیز کے عوض چاہے اقسام اموال مین سے خواہ اثمان ہو یا عروض وغیرہ ہون فروخت کرے جو وہ اس معاملہ مین کریگا سب جائز ہوگا اور جسکو چاہے اُسکے فروخت کے واسطے اور قبضہ اثمان کے واسطے وکیل کرے اور جو اسمین سے فروخت کرے اُسکو سپرد کردیگا اور اس سب مین اپنی راے پر عمل کریگا اور اس موکل کے واسطے خرید کرے جسکی خرید اصناف اموال مین سے اُسکی راے مین آوے جسطرح چاہے مشاعًا و مقسومًا و مجتمعًا و متفرقًا اور جب چاہے اور جتنے بار چاہے مرۃً بعد اخریٰ بعوض تمام اصناف اموال کے عروض و اثمان وغیرہ سے جنکا ذکر اوپر مفصل ہوگیا ہی خریدے- اور اسمین جو اُسکی راے مین آوے نقد و اُدھار خرید فروخت کرے اور اس سب مین اپنی راے سے کام کرے اور اس سب مین جسکے واسطے جسکو چاہے وکیل کرے و معزول کرے جب چاہے اور جسطرح چاہے اور جتنی بار چاہے مرۃً بعد اُخریٰ اور اسمین سے جو موکل کے واسطے خریدے اُس سب کو قبضہ مین کرے اور اس سب کا ثمن مال موکل سے ادا کرے یا اپنے مال سے چاہے ادا کرے بدین طور کہ اس موکل سے واپس کرلے پس اُسکو ان سب امور کا وکیل کیا اور اُسکو اسپر مسلط کردیا اور اُسکو ان وجوہ مذکورہ تحریر ہذا کے موافق تصرف کی اجازت دیدی- اور اس وکیل نے اُس سے یہ سب اسی مجلس مین بالمواجہہ و بالمشافہہ قبول کیا کذا فی الذخیرہ- اور اگر چاہا کہ کسی کو ہر چیز کا وکیل کرے تو لکھے کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا واسطے حفاظت تمام اُس چیز کے جو فلان کے واسطے زمین و دور و عقار و مستغلات و امتعہ و رقیق و اوانی وغیرہ صنوف اموال سے ہی اور واسطے کرایہ پر دینے اُس چیز کے جسکا کرایہ پر دینے کی صورتون مین کرایہ پر دینا اسکی راے مین آوے اور جسکی اسمین سے قیمت کی ضرورت ہو اسکی تعمیر کے واسطے اور جسکا اسمین سے اجارہ جسکو اجارہ دینا جسکے عوض اجارہ دینا جتنی مدت کے واسطے اجارہ دینا اسکی راے مین آوے اجارہ دے اور جسکا کوئی حق موکل کی جانب ہی یا موکل کا جسکی جانب ہی اسمین سے جس سے مصالحہ کرلینا اسکی راے مین آوے اُس سے مصالحہ کرلے اور جو کچھ چھوڑ دینا اسکی راے مین آوے اُسکو چھوڑ دے اور جہان بری کرنا اسکی راے مین آوے اسکو بری کردے اور جسکی میعاد مقرر کردینا اسکی راے

ن آوے اسکی میعاد مقرر کرو سے کذا فی المحیط ۔ اور اسی وکیل کی رائے پر چھوڑ دیا کہ اموال فلان موکل کا حوالہ قبول کرے
جس قدر اسمین سے چاہے حوالہ قبول کرے جسپر حوالہ چاہے قبول کرے اور ان اموال کے عوض رہن رکھوا لے اور جس
ں کے عوض اسکی رائے مین رہن دینا مصلحت معلوم ہو رہن دیدے کذا فی الظہیریہ اور اسی کو اختیار دیدیا کہ موکل
ے واسطے اصناف تجارات مین سے جس چیز کی چاہے تجارت کرے اور تمام لوگون مین سے جسکو چاہے اموال فلان
ین شریک کرے ۔ اور اسکو اختیار دیدیا کہ تمام لوگون سے جو اس موکل کا خصم ہو جو اسکی طرف کسی حق کا دعوی کرے
موکل کا اُسپر حق ہو اُس سے خصومت کرے ۔ اور اسکو اختیار دیا کہ تمام لوگون مین سے جسپر یا جسکے پاس یا جسکے ساتھ
س موکل کا حق مالی ہو اسکو وصول کرے اور اس سب مین خصومت کرے اور اس سب مین جو اسکے واسطے یا اُسپر کرے
سکا فعل جائز ہوگا اور فلان وکیل نے اس وکالت مین سب جو کچھ اسکی طرف استاد کی ہے تمام کے ساتھ اس وکالت کو
نطاباً قبول کیا پھر تحریر کو تمام کرے یہ محیط مین ہے طریق دیگر ایسے وکالت نامہ کی تحریر جو امور مذکورہ اور خصومت وغیرہ
ں جامع ہے ۔ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا کہ اسکا ہر حق جو فی الحال لوگون پر آتا ہے
ور جو انپر آیندہ واجب ہو اُنسے طلب کرے اور مال عین و دین و عروض و عقار و قلیل و کثیر سے جو کچھ اسکا لوگون
ے پاس و لوگون کی جانب و لوگون کے قبضہ مین ہو اسکا مطالبہ کرے اور قاضیان اسلام و حکام و سلاطین مین
ے جسکے حضور مین چاہے اس سب کی نالش و خصومت دائر کرے اور اسکو شرعی حجتون و گواہون کو قائم کرکے
ثابت کرے اور جسپر قسم متوجہ ہو اُس سے قسم لیوے اور جسپر قید کرنا واجب ہو اُسکو قید کرا دے اور جسکا قید سے
چھوڑا کر پھر قید مین اعادہ کرنا مصلحت دیکھے اُسکو اعادہ کرا دے اور جو شخص اس موکل کا زمین و عقار و دور و بیوت
و عروض و حیوان و قلیل و کثیر مین جو بروز اس وکالت کے اسکی ملک ہین اور جو آیندہ اسکی ملک مین آوین
اسمین جو اسکا شریک ہو اور اُس سے وکیل مذکور کی رائے مین بٹائی کرا لینا مصلحت ہو اُس سے بٹائی کر لے اور
برائے خود جو اسکا حصہ اسکے وغیرہ کے درمیان بقدر دونون کے حقوق کے شائع غیر مقسوم ہو اُسپر قبضہ کرے اور
جسکی تقسیم موکل کے واسطے کرائی ہے اس تقسیم سے جو حصہ موکل کے واسطے بحق واجب ہوا ہے اُسپر قبضہ کرے ۔ اور ان
اموال مین سے جو اسکے واسطے فروخت کرنے کے جسکے ہاتھ فروخت کرے اُسکے سپرد کر دے اور جو اسکے واسطے فروخت
کی ہے اسکی تحریر کرا دے اور جسکے ہاتھ فروخت کی ہے اُسکے واسطے ضمان درک کا اس فروخت شدہ چیز مین ضامن ہو جاوے
اور اراضی و عقار و املاک و منقولات وغیرہ مین سے جس چیز کا موکل کے واسطے خریدنا مصلحت دیکھے اُسکو
جتنی بار چاہے جب چاہے جسطرح چاہے خریدے اور اسمین سے خرید کردہ چیز کا ثمن جس سے خریدی ہے اسکو ادا کر دے
اور جو چیز اسکے واسطے خریدی ہے اُسپر قبضہ کر لے اور بیعنامہ بنام اسکے باضافت وقوع خرید برائے موکل اسکے مشتری
سے تحریر کرا لے ۔ اور جو چیز فی الحال موکل کی ملک ہے اور آیندہ اصناف اموال قلیل و کثیر سے اسکی ملک مین آوے
اسکی حفاظت کرے اور اسکی پرداخت پر قائم ہو اور املاک کی تعمیر مرمت مین خرچ کرے اور جو لوگ اسکے
کارندہ و پرداخت کنندہ مقرر ہون انکا روزینہ دے اور جو خراج و صدقہ زراعت و ثمر اُسپر فی الحال واجب ہے یا آیندہ
واجب ہو اسکو ایسے شخص کو جو اسکے وصول کرنے کا مستحق ہو ادا کرے اور جو فی الحال موجود ہین اور جو آیندہ
اسکی ملک مین ممالیک آوین اُنکے کھانے کپڑے و تمام اخراجات ضروری مین جو موکل مذکور پر انکے واسطے

بسبب اُنکے مالک ہونے کے واجب ہون خرچ کرے اور جو چیز اجارہ دینے کے لائق زمین وعقار و دور وقلیل وکثیر سے فی الحال موجود ہی اور جو آیندہ اُسکی ملک مین آوے جسکا اجارہ دینا اُسکی راے مین آوے اور جسکو دینا اور جتنی اجرت پر جتنی مدت طویل یا قصیر کے واسطے اجارہ دینا اُسکی راے مین آوے اجارہ دے اور جو چیز انمین سے اُسکے واسطے جسکو اجارہ دے اُسکے سپرد کرے اور کرایہ نامہ وقبالہ جات اُسکے نام سے باضافت تحریر اجارہ بجانب اُسکے تحریر کرادے اور اسپر گواہ کرادے جسکا گواہ کرنا اُسکی راے مین آوے اور جسکی اجرت بتعجیل ہو اور جسکی اجرت بعد انقضاے مدت اجارہ جسطرح ٹھہری ہو موکل کے واسطے وصول کرے اور جنپر موکل کا کچھ حق فی الحال ہی یا آیندہ ہو جاوے اُنمین سے جس سے بطریق چھوڑ دینے و بری کر دینے کے جسطور سے مصالحت کر لینا مصلحت دیکھے اُس سے مصالحہ کرے اور جسکو میعاد مقرر کر دینا مصلحت دیکھے اُسکو میعاد دیدے اور جو مال موکل کے فی الحال لوگون پر ہین اور جو آیندہ ہو جاوین اُنمین سے جسکی بابت جس شخص پر حوالہ قبول کرنا مصلحت دیکھے اُسکا حوالہ قبول کر لے اور اسمین سے موکل کے جس مال سے تجارت کسی قسم کی مصلحت دیکھے اُس سے تجارت کرے اور اُسپر گواہ کر دے اور موکل کے جس مال کے عوض جو فی الحال بروز وقوع وکالت موجود ہین اور جو آیندہ ہو جاوین اگر رہن لینا مصلحت دیکھے اُس سے جسپر موکل کا قرضہ ہے تو رہن لے لے اور جس شخص کا موکل پر قرضہ ہی یا آیندہ واجب ہو جاوے اُسکو اموال موکل مین سے جس چیز کا رہن دینا مصلحت دیکھے اُسکو رہن دیدے اور جسکو رہن دیا ہی اُسکو یہ چیز جو رہن دی ہی سپرد کر دے اور موکل کے اموال موجودہ فی الحال سے یا جو آیندہ اُسکی ملک مین آوین اصناف اموال سے جس سے چاہے جس قسم کی تجارت چاہے۔ جب چاہے موکل کے واسطے تجارت کرے اور جسکو چاہے جس شخص کو چاہے بطور بضاعت موکل کے واسطے دیدے اور جس مال موکل کو جو فی الحال موجود ہی یا جسکا آیندہ مالک ہو جس نفع پر چاہے جسکو چاہے بطور شرکت دیدے اور موکل کے اموال مین سے جو بروز وکالت موجود ہین اور جنکی آیندہ ملک حاصل کریگا جسکو چاہے جس نفع پر چاہے بطور مضاربت دیدے اور جو شخص موکل کی جانب یا موکل پر یا موکل کے پاس یا موکل کے قبضہ مین کسی حق کا دعوی کرے ہرگاہ اُسپر دعوے کرے اُس سے خصومت کرے اور جو کچھ وہ اس مقدمہ مین کرے وہ موکل مذکور پر جائز ہوگا اور بدین شرط وکیل کیا کہ اسمین جو کچھ موکل مذکور پر حکم حاکم نافذ ہو کر واجب ہو اُسکو دیدے اور اس سب مذکور مین اُسکو اپنے قائم مقام کیا اور جو کچھ اُسکی پیروی سے اُسکے واسطے یا اُسپر حکم ہوا اُس سے راضی ہوا اور بدین شرط وکیل کیا کہ جن امور مذکورہ بالا کا اُسکو وکیل کیا ہی چاہے خود بذاتہ انکا سرانجام کرے یا وکیلون مین سے جسکو پسند کرے وکیل کرے اور جب چاہے جسکو چاہے ان وکیلون مین سے تبدیل کرے ایسے امور بدین وکالت مذکورہ موکل کے حق مین جائز ہونگے بدین شرائط مذکورہ مفصلہ بالا اُسکو توکیل مطلقہ عامہ بہمہ وجوہ وکیل کیا اور فلان نے فلان سے تمام اس وکالت مذکورہ کو بالمشافہہ قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے یہ محیط مین ہی نوع دیگر وکالت نکاح کی تحریر اگر عورت نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ اُسکو کسی مرد سے بیاہ دے تو لکھے کہ مسماۃ فلانہ بنت فلان بن فلان نے فلان بن فلان کو وکیل کر کے اپنے قائم مقام کیا اندرین معاملہ کہ اس مسماۃ مذکورہ کو فلان بن فلان سے اتنے درم مہر معجل اور اتنے درم مہر موجل پر بیاہ دے بوکالت صحیح وکیل کیا اور فلان نے اس وکالت کو بقبول صحیح قبول کیا اور یہ بتاریخ فلان واقع ہوا پھر لکھے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلانہ عورت کو اُسکے وکیل فلان کے بعوض مہر مذکورہ بالا کے جو چنین وچنان ہی نکاح کر دینے سے بنکاح صحیح جائز بحضور ایک جماعت گواہان عادل پسندیدہ کے بیاہ لیا اور تحریر کو ختم کر دے - اور درصورتیکہ عورت نے اُسکو اسواسطے وکیل کیا کہ اپنے ساتھ نکاح کرے تو لکھے کہ مسماۃ فلانہ بنت فلان بن فلان نے فلان بن فلان کو اس معاملہ مین وکیل کر کے اپنے قائم مقام کیا کہ اس مسماۃ مذکورہ کو اتنے مہر معجل وموجل پر اپنے نکاح مین لاوے آخر تک بدستور مذکور تحریر کرے پھر لکھے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان وکیل نے اپنی موکلہ فلانہ کو بحکم وکالت مذکورہ بالا سے تحریر ہذا بعوض مہر مذکورہ بالا سے تحریر ہذا بتزویج صحیح بحضور ایک جماعت گواہان عادل پسندیدہ کے اپنے نکاح مین لے لیا اور تحریر کو ختم کر دے - اور درصورتیکہ عورت کسی غیر کی عدت مین ہو - اور اُسنے وکیل کو اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا یا دوسرے مرد سے نکاح کر دینے کا وکیل کیا تو لکھے کہ مسماۃ مذکورہ نے اُسکو اس بات مین اپنے قائم مقام کیا کہ اپنے ساتھ اُسکا نکاح کر لے یا فلان سے اُسکا نکاح کر دے بعد ازانکہ اُسکی عدت جسمین وہ فلان کی جانب سے ہی گذر جاوے واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر تمام آدمیون سے خصومت کرنے مین وکیل کرنا - یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلان کو وکیل کر کے اپنے قائم مقام کر دیا اس امر مین کہ اُسکے حقوق جو تمام لوگون مین سے جسکی طرف یا جسکے ساتھ یا جسکے پاس وجسکے قبضہ مین ہین مطالبہ کرے اور اُن لوگون سے وصول کرے اور اُنسے اسکے واسطے خصومت کرے اور جسپر قسم عائد ہو اُس سے قسم لے اور جو مستوجب حبس ہو اُسکو محبوس کرا دے اور جسکو چاہے چھوڑا دے پھر قید خانہ کی طرف اعادہ کرا دے اور جس سے چاہے کفیل لے اُسکو وکیل مخاصم کیا کہ خود خصومت کرے اور مخاصم کیا کہ لوگون کے خصومت کی اسپر سماعت کیجاوے کہ یہ خود لوگون پر گواہ قائم کرے اور مدعی لوگ اسپر گواہ قائم کرین سوائے اقرار کے کہ موکل پر اسکا کوئی اقرار جائز نہوگا اور اگر اسنے کسی گواہ کی جسنے موکل پر گواہی دی ہی تعدیل کی تو تعدیل جائز نہوگی اور اس وکیل کو اجازت دی کہ اپنے ماتحت اپنے مثل ان سب باتون کا وکیل کرے اسطرح اسکو بوکالت صحیحہ جائزہ نافذہ وکیل کیا اور اس وکیل نے اسی مجلس توکیل مین اس وکالت مذکورہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور دونون مجلس عقد وکالت سے بعد اُسکے صحت وتمام ہونے کے متفرق ہوے آخر تک واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر توکیل بخصومت خاصۃً اسکی عبارت بعینہ عبارت خصومت عامہ ہی جو اوپر مذکور ہوئی ہی فقط فرق اسقدر ہی کہ بجاے عام لوگون کے فلان بن فلان جس سے خصومت و وصول کرنے کا وکیل کیا ہی تحریر کرے - نوع دیگر بیع دار کے واسطے وکیل کرنے کی یہ تحریر ہی کہ یہ تحریر وکالت ہی کہ فلان نے فلان کو اس امر مین وکیل کر کے اپنے قائم مقام کیا کہ اُسکا تمام دار واقع شہر فلان معہ حدود وغیرہ سب لکھدے معہ اُسکے سب حدود وحقوق زمین وعمارت کے اُسکے خریدار کے ہاتھ کسی قدر ثمن کو فروخت کر کے اُسکا ثمن وصول کرے اور جسکو چاہے اس معاملہ مین وکیل کرے اور درک کا ضامن ہو جاوے اور خریدار کو جو فروخت کی ہی سپرد کرے اس سب کے واسطے اُسکو بوکالت صحیحہ جائزہ نافذہ وکیل کیا اور اُسنے مجلس وکالت مین اس وکالت کو علانیہ بالمشافہہ بقبول صحیح قبول کیا قبل اسکے کہ دونون متفرق یا کسی دوسرے کام مین مشغول ہون اور اس موکل نے تمام وہ چیز جسکے فروخت کرنے کے واسطے وکالت واقع ہوئی ہی اس وکیل کو سپرد کی اور وکیل مذکور نے اُس سے لیکر درحالیکہ ہر مانع ومنازع سے خالی تھی سب پر بحکم وکالت مذکورہ قبضہ کر لیا - اور اگر مشتری معین اور ثمن بھی مقدر ومعین ہو تو اسکو بیان کر دے کہ اُسکو

فلان کے ہاتھ بعوض اس ثمن کے فروخت کرے واللہ اعلم - نوع دیگر توکیل بحفظ املاک کی تحریر اسطرح لکھے کہ فلان نے فلان
کو وکیل کر کے اپنے قائم مقام اس بات مین کیا کہ اُسکی تمام املاک و اموال محدودات از قسم اراضی و عقارات و حیوانات و مکیلات
و موزونات و غلامان و کنیزان و عروض و جامہا و صامت و ناطق وغیرہ جمیع اقسام اموال کی حفاظت کرے پس انکی حفاظت
درہم و دینار وغیرہ ۱۲ حیوانات غلام وغیرہ ۱۲
کرے اور انکو کرایہ پر چلاوے اور اراضی کی خود زراعت کرے اور چاہے کسی کو مزارعت پر دیدے اور اُنکے غلات کو وصول
کرے اور اُسکے اسباب و املاک کی نگہبانی رکھے و تعہد کرے اور تعمیر و درستی پر اچھی طرح قیام کرے اور جب تعمیر و خرچہ
کی ضرورت ہو تو موکل مذکور کے مال سے خرچ کرے اور اسمین سے کوئی چیز فروخت نکرے بلاکرایہ رہنے دے اور اُسکی
حفاظت کرے پس سب کے واسطے اُسکو توکالت صحیحہ جائزہ نافذہ وکیل کیا اور اس وکیل نے اس مجلس عقد وکالت
مین اُس سے اس وکالت مذکورہ کو علانیہ خطاباً بالمشافہہ قبول کیا اور یہ بتاریخ فلان واقع ہوا - نوع دیگر در توکیل خرید
یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو بوکالت صحیحہ وکیل کیا کہ تمام دار واقع موضع فلان الی آخرہ کو اُسکے واسطے فلان
سے خریدے (اور احوط یہ ہے کہ یون لکھے کہ ایسے شخص سے اُسکے واسطے خریدے جس سے اُسکی بیع کر دینی جائز ہے) پس یہ
تمام دار معہ اُسکی عمارت و زمین و چنین و چنان کے اُسکے لیے سب انواع اموال و قلیل و کثیر مین سے جسکے عوض
خرید نا پسند کرے خریدے اور اسمین اپنی رائے سے عمل کرے اور جو کچھ اسمین کرے وہ جائز تصور ہوگا اور اُسکو
خرید کر اُسکا ثمن اس موکل کے مال سے ادا کرے اور چاہے اپنے مال سے بدین شرط ادا کرے کہ اُسکو موکل کے مال سے
واپس لے اور اگر اسمین کوئی عیب پاوے تو اس عیب کے واسطے خصومت کرے اور اس عیب کی وجہ سے واپس
کر دے اور اُسکو ندیکھا ہو تو بخیار رویت اُسکو چاہے واپس کر دے پس اس معاملہ خرید مین اُسکے قائم مقام ہوا اور
اس معاملہ کے واسطے جسکو چاہے وکیل مقرر کر دے اور جب چاہے اُسکو معزول کر دے اور اس وکیل نے اس توکیل
کو بالمواجہہ قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے - نوع دیگر در توکیل باجارہ - یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو بوکالت
صحیحہ اس امر کا وکیل کیا کہ اس موکل کا تمام دار واقع مقام فلان جسکے حدود چنین و چنان ہین معہ اُسکے حدود و حقوق
الی آخرہ جتنی مدت کے واسطے لوگون مین سے جسکو چاہے تمام اقسام اموال مین سے خواہ ثمن ہون یا دوسرا مال ہو
جس مال کے عوض چاہے جس طریقہ سے چاہے اجارہ پر دیدے اور جو کچھ اس معاملہ مین کریگا وہ جائز ہوگا اور اسمین
رہنے کے واسطے اُسکو اجارہ پر دیدے اور جسکو اجارہ پر دے اُسکے سپرد کرے اور جسطرح پر اجرت پسند کرے
اُسکو وصول کرے اور اس سب مین اپنی رائے سے عمل کرے اور جسکو چاہے کسی کو اس معاملہ مین وکیل کرے اور جب
چاہے اُسکو معزول کرے اور جسطرح چاہے مرۃً بعد اخریٰ وکیل کرے و معزول کرے جبتک وہ اس وکالت مذکورہ
پر ہے اور دونون کے افتراق سے پہلے اس وکیل نے یہ وکالت مذکورہ بالمواجہہ قبول کی اور اس وکیل نے تمام
یہ دار مذکورہ موکل سے لیکر اس موکل کے اُسکو یہ سب سپرد کرنے سے اپنے قبضہ مین بحکم اس وکالت کے کر لیا
پس اس وکیل کو جو درک اس سب مین پیش آویگا اس موکل پر اُسکے واسطے وہ واجب ہوگا جو حکم شرعی ہے
اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر دیئے واللہ تعالیٰ اعلم - نوع دیگر کسی دار معین کے کرایہ لینے کے واسطے وکیل کرنے کی
تحریر - اُسکو تمام دار واقع موقع فلان محدودہ بحدود چنین و چنان کو معہ اُسکے سب حدود و حقوق الی آخرہ اُسکے واسطے
فلان سے اور جس سے اُسکا اجارہ دینا جائز ہے جب تک یہ وکیل اس وکالت پر ہے اجارہ لے پس اُسکو اس موکل

لینے کے لیے جتنی مدت کے واسطے جس اجرت کے عوض جسطرح چاہے اجارہ پر لے لے اور جو اس معاملہ مین کرے وہ
جائز متصور ہوگا اور اس معاملہ مین اپنی راے پر عمل کرے اور جسکو پسند کرے اس معاملہ کے واسطے وکیل کرے اور
چاہے وکالت سے معزول کرے جب چاہے اور جسطرح چاہے اور جتنی مرتبہ چاہے مرۃ بعد اخری ایسا کرے اور اپنے
وکیلون کو اپنے قائم مقام کرے اور اُنکے واسطے وہی اختیارات دیدے جو اُسکے واسطے جائز ہین اور جب اُسکو اجارہ
پر لے لے تو اس موکل کے واسطے اسپر قبضہ کرے خواہ اُسکو باجرت معجل لیا ہو یا موجل جسطرح اپنی راے کے موافق
لیا ہو پس چاہے اس اجرت کو اپنے ذاتی مال سے ادا کرے تاکہ اس موکل کے مال سے واپس لے اور چاہے اس
موکل کے مال سے ادا کردے اس سب مین اپنی راے پر عمل کرے پھر وکیل مذکور کا قبول کرنا از ضمان درک اور
گواہ کر لینا تحریر کرے اور وکالت نامہ کو ختم کرے - نوع دیگر دار غیر معین اجارہ لینے کی تحریر کی صورت اسطرح ہے کو تحریر
بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا اُسکو تمام اُس چیز کے واسطے جو بیان و مذکور ہوئی ہے بوکالت صحیحہ وکیل کیا
تاکہ فلان مقام پر جو دار و حویلی و بیت موکل کے سکونت کے لائق دیکھے اُسکے واسطے جتنے دنون و برسون و مہینون
کے واسطے جس اجرت پر اثمان وغیرہ سے جتنی کو اُسکی راے مین آوے جسطرح راے مین آوے اجارہ پر لے لے
اور آیندہ مثل اول کے تحریر کرے - نوع دیگر اراضی کو مزارعت پر دینے کے واسطے وکیل کرنے کی صورت تحریر یہ ہے
کہ فلان نے فلان کو اپنی تمام اراضی واقع موقع فلان محدود بحدود چنین و چنان جو کہ اراضی قابل زراعت ہے فی الحال
صالح زراعت ہے مزارعت پر دینے کے واسطے بوکالت صحیحہ وکیل کیا تاکہ اُسکو معہ اُسکے حدود و حقوق کے جتنی مدت
کے واسطے چاہے جس شخص کو چاہے مزارعت پر دیدے بدینکہ جسکو مزارعت پر دے وہ اپنے بیجون سے خریف
و ربیع کا جو غلہ چاہے بووے اور وکیل مذکور کو اختیار ہے کہ جس حصہ پیداوار پر چاہے قلیل و کثیر سے مزارعت پر دے
جو وہ اسمین کریگا وہ جائز متصور ہوگا اور اس سب کے واسطے جسکو چاہے وکیل کرے اور جب چاہے اور جسطرح
چاہے مرۃ بعد اخری ایسا کرے اسمین اپنی راے پر عمل کرے اور جسکو چاہے اس معاملہ مین اپنے قائم مقام کرے
اور جسکو یہ زمین مزارعت پر دے اُسکے سپرد کرے اور اُسکی پیداوار مین جو حصہ در حق موکل کے واسطے واجب ہو اُسکو
وصول کرے اور فلان نے اسکو قبول کیا اور موکل کا سپرد کرنا اور ضمان درک و گواہی کرا دینا سب تحریر کرے اور
اگر بیج موکل کی طرف سے ہون - تو یون لکھدے تاکہ اُسکو اس موکل کے بیجون سے زراعت کرے واللہ تعالی اعلم
نوع دیگر زمین کو مزارعت پر لینے کے واسطے وکیل کرنے کی یہ صورت ہے کہ فلان نے فلان کو اپنے واسطے زمین مزارعت
پر لینے کے واسطے بوکالت صحیحہ جائزہ وکیل کیا کہ اُسکے واسطے تمام اراضی واقع موضع فلان محدودہ بحدود چنین و چنان
اُسکے مالک فلان سے اور جسکو اُسکی مزارعت پر دینے کا اختیار ہو جتنی مدت کے واسطے چاہے مزارعت پر لے تاکہ
یہ موکل اُسمین اپنے بیجون سے جو غلہ خریف و ربیع کا چاہے زراعت کرے اور جتنے حصہ پر یہ وکیل چاہے
لے لے اور اسمین اپنی راے پر عمل کرے اور آگے بطریق سابق تمام کرے اور اگر دینے والے کی طرف سے بیج ہون
تو اسکو بیان کردے - نوع دیگر باغ انگور معاملہ پر لینے کے واسطے وکیل کرنے کی یہ صورت تحریر ہے کہ فلان نے فلان
کو تمام باغ انگور واقع موقع فلان محدودہ بحدود چنین و چنان معہ حدود و حقوق معاملہ پر لینے کے واسطے بوکالت صحیحہ
جائزہ وکیل کیا کہ اس کرم کو اُسکے واسطے اُسکے مالک سے یا جسکو اُسکا معاملہ پر دینا جائز ہے اُس سے جتنی مدت کے لیے

جتنے حصہ قلیل وکثیر پر چاہے معاملہ پر سے بدین شرط کہ یہ موکل اُسکے سینچنے وحفاظت کرنے واسکے تمام مصالح پر قیام کرے اور اس سب کے واسطے جسکو چاہے جسطرح چاہے اور مرۃ بعد اخری جتنی مرتبہ چاہے وکیل کرکے اپنے قائم مقام کردے اور اس سب مین اپنی راے پر عمل کرے اور جو کچھ اس معاملہ مین کریگا وہ جائز متصور ہوگا اور اس وکالت کے حکم سے جو چیز موکل کے واسطے معاملہ پر لے اوسپر قبضہ کرلے اور وکیل کا قبول کرنا وگواہی کرا دینا سب تحریر کرے اور جائز ہے کہ یہ یون تحریر کرے کہ فلان مقام پر جو باغ انگور اور جو درخت جس حصہ بٹائی پر چاہے موکل کے واسطے معاملہ پر دے نوع دیگر اثبات نسب وطلب میراث کے واسطے وکیل کرنے کی صورت تحریر یہ ہے کہ فلان نے فلان کو اسواسطے وکیل کیا کہ اُسکا ہر حق جو اُسکے واسطے بسبب میراث اُسکے والد فلان سے ثابت ہی طلب کرے اور اُسکا نسب ثابت کرے واُسکے والد کی وفات وعدد وارثان ثابت کرے اور اُسکے ہر حق کے اس مقدمہ ثابت کرنے کے واسطے اور تاکہ اس سب مین اُسکے واسطے خصومت ومنازعہ محکمہ مین دائر کرکے فیصلہ کرادے بدین شرط وکیل کیا کہ اس وکیل کا کوئی اقرار اس موکل پر نہین جائز ہی اور اُس سے صلح کرلینا بھی نہین جائز ہی اور جو گواہ موکل پر اُسکے ابطال حق کی گواہی دے اُسکی تعدیل بھی بحق موکل نہین جائز ہی اور فلان نے اس وکالت کو قبول کیا الی آخرہ - نوع دیگر اگر وکیل حفاظت کو موکل نے بری کیا تو اُسکے تحریر کی یہ صورت ہی کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے فلان کو اپنی تمام اراضی وعقار واموال وعمارات کی پرداخت اور اس سب کی اصلاح واتفاق کے واسطے واُسکے نوائب ادا کرنے اور اُسکے غلات وحاصلات وصول کرنے کے واسطے اور سوا اسکے اور امور متعلقہ کے واسطے بوکالت صحیحہ وکیل کیا تھا پس اس وکیل نے اتنی برس اُسکو عدل وانصاف سے انجام دیا پھر چاہا کہ مین اُسکو اس وکالت سے خارج کردون اور جو کچھ اُسکے قبضہ مین ہی اُسپر قبضہ کرلون پس مین نے اُس سے جو کچھ اُسکے قبضہ مین تھا سب کا حساب کتاب فلان تاریخ تک بمحاسبہ صحیح سمجھ لیا اور اس وکیل نے مجھکو جو کچھ اُسکے قبضہ مین اس معاملہ مذکور کا باقی تھا سب ادا کردیا اور اُسکے دینے سے میرے قبضہ کرنے سے وہ بری ہوگیا اور اب مجھ موکل کا اس وکیل پر کوئی حق ودعوی وخصومت کسی وجہ سے نہین رہا اور اس وکیل نے اُسکے اس سب کی بالمواجہہ تصدیق کی اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کردیے اور تحریر کو ختم کرے واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر در اقرار وکیل بقبضہ دین - یہ تحریر وہ ہی جسپر گواہ ہوے تا این قول کہ فلان نے فلان سے تمام وہ چیز جو فلان کی یعنی موکل کی اسپر تھی وصول کرلی - بحکم آنکہ اس فلان یعنے موکل نے اس فلان یعنے وکیل کو اسکے وصول کرنے کا وکیل کیا ہی اور اُسپر قبضہ کرنے پر مسلط کیا ہی بحکم صحیح وتسلیط جائز بدین طور وصول کیا کہ اس موکل کے واسطے تمام وکمال اس مطلوب سے اس وکیل کو تمام وکمال دینے سے وصول کرلیا اور اس مطلوب کو وہ دستاویز جو موکل مذکور کے واسطے بابت مال مذکور کے اس مطلوب نے تحریر کردی تھی مطلوب کو دیدی - اور اب اس موکل کے واسطے اس مال کی بابت اس مطلوب کی جانب اسپر اور اُسکے پاس اور اسکے ساتھ اور اسکے قبضہ مین اور اسکے سبب سے کسی آدمی کی جانب بعد اس تحریر کے کوئی حق وکوئی دعوے وکوئی مطالبہ کسی وجہ سے اور کسی سبب سے باقی نہین رہا اور اس مطلوب کے واسطے تمام اُس درک کو جو موکل مذکور کی طرف یا کسی آدمی کی طرف سے پیش آوے بضمانت صحیح ضامن ہوا کہ اُسکو اس درک سے خلاص کریگا یا بقدر اس درک کے جو مال اُس سے وصول کیا ہی واپس دیگا پھر تحریر کو بدستور تمام کرے - نوع دیگر ایسے طور پر توکیل کہ بعد وقوع کے باطل نہو سکے - ابتدا سے بدستور لکھے پھر توکیل و

قبول کے بعد تحریر کرے کہ یہ توکیل بدین شرط ہے کہ ہرگاہ یہ موکل اس وکیل کو اس وکالت سے معزول کرے تو یہ وکیل تمام امور مذکورہ کا
بتوکیل جدید وکیل ہو جائیگا۔ جیسا پہلے تھا یا وکیل کی طرف سے لکھے کہ بدین شرط کہ یہ وکیل ہرگاہ یہ وکالت اس موکل کو رد
کردے تو وہ بوکالت جدید تمام امور مذکورہ کے واسطے اسکا وکیل ہو جائیگا اور اگر دونون باتون کو جمع کر دیا تو صحیح ہے اور لفظ
اور کے ساتھ عطف کرے پس موکل کی طرف سے لکھے کہ بدین شرط کہ ہرگاہ یہ موکل اس وکیل کو اس وکالت سے معزول کرے
الی آخرہ۔ پھر وکیل کی طرف سے لکھے کہ اور بدین شرط کہ ہرگاہ یہ وکیل اس وکالت کو اس موکل کو واپس کرے الی آخرہ
اور اسکے واسطے دوسرا طریقہ ہے کہ وکیل وکالت سے معزول نہو سکے وہ یہ ہے کہ وکالت کو ایک مدت معلوم کے واسطے باجرت
معلوم اجارہ کر لے پس یون لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو ایک سال کامل بارہ مہینہ متواتر از ابتداے
تاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان لغایت تاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان کے واسطے بعوض استنے درم کے باجارہ صحیح
اجارہ پر لیا جسمین فساد نہین ہے اسواسطے اجارہ پر لیا کہ یہ موجر اس مستاجر کے واسطے اسکے اصناف اموال اراضی و عقارات
و سائر املاک و اعیان و منقول مین سے جنکی بیع جائز ہے جو اسکی راے مین آوے اور نیز جن اموال کا مستاجر مذکور اس
مدت اجارہ کے اندر مالک ہو جاوے انمین سے جو اسکی راے مین آوے اس مستاجر کے واسطے فروخت کرے اور اس
موجر نے تمام اجرت مذکورہ اس مستاجر کے اسکو دینے سے لیکر پوری وصول کر لی۔ اور یہ مستاجر اس سب سے بری ہو گیا
پس اس موجر کو اسمین جو درک پیش آوے آخر تک بدستور تحریر کرے۔ نوع دیگر اگر حاضر نے غائب کو وکیل کیا تو اسطرح
تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو اسواسطے وکیل کیا بدستور معلوم لکھتا جاوے یہانتک کہ وکیل
کی طرف سے قبولیت لکھنے کا ذکر آوے تو لکھے کہ فلان اس مجلس توکیل سے غائب ہے اور موکل اس فلان نے امر ہذا
فلان وکیل کو اس سب کے قبول کا اختیار دیا جبکہ اسکو یہ خبر پہونچے (یعنی موکل نے) اور اسکو اس سب پر مسلط کر دیا اور اپنے اوپر اس سب پر
گواہ کر دیے اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا۔ پھر جب وکیل مذکور کو خبر پہونچی اور اسنے قبول کر لیا تو تحریر کرے کہ گواہ ہوے کہ فلان
یعنے وکیل نے بطوع خود اقرار کیا کہ اسکو فلان تاریخ یہ خبر پہونچی کہ اسکو فلان نے تمام اس بات کا جو وکالت نامہ ہذا مین
مذکور ہے وکیل کیا ہے اور اس وکالت نامہ کی نقل یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پس وکالت نامہ کو اول سے آخر تک نقل کر دے
اور اسکو ہرگاہ فلان کے وکیل کرنے کی خبر پہونچی اور اسنے یہ سب وکالت بقبول جائز قبول کی تو اس سے وہ فلان کا تمام ان امور
مذکورہ کے واسطے وکیل ہو گیا اور تحریر کو ختم کرے۔ نوع دیگر در عزل وکیل۔ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے کہ فلان
یعنے موکل نے بطوع خود اقرار کیا کہ اسنے فلان کو تمام ان امور کا جنکو وکالت نامہ ہذا متضمن ہے وکیل کیا تھا اور وکالت
مذکور کی نقل یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پس وکالت نامہ کو اول سے آخر تک نقل کر دے پھر لکھے کہ اسنے اسکے بعد
اسکو فلان روز بتاریخ فلان اسکے اس سب سے معزول کرنے کا خطاب کیا اور اسکو اس سب سے معزول کر دیا
اور خارج کر دیا اور اسکا ہاتھ اس سب سے کوتاہ کیا بحضوری فلان و فلان کے اور یہ وہ لوگ ہین جنکو اسکے وکیل
کرنے پر گواہ کر دیا تھا اور اسکے کانون نے اسکا وکالت نامہ سنا تھا اور یہ لوگ اس وکیل اور اس موکل کو اچھی طرح
معرفت صحیحہ پہچانتے ہین اور ان دونون کے نام و نسب سے واقف ہین اور انھون نے وکالت نامہ مذکور کی تاریخ
مین اپنے خطون سے اپنی گواہی اسپر ثبت کی تھی تمام اس معاملہ کی جو وکالت نامہ مذکور مین تحریر ہے۔ اور اگر معزول
کرنا بالمشافہ نہو بلکہ اسکے پاس خبر دہندہ و آگاہ کنندہ بھیجا ہے۔ تو بعد اس تحریر کے کہ اسکو اس سے معزول کیا

ع اقوال اسمین ان اموال پر قبضہ [illegible] نہین ہے [illegible] اور [illegible] ہے [illegible]

اور اسکا ہاتھ اس سے کوتاہ کیا یون تحریر کرے کہ فلان وفلان کے ذمہ اسنے یہ کام قرار دیا کہ اس وکیل مذکور کو اسکی خبر دیدین اور اُسکو اس سب سے آگاہ کردین اور اپنے اوپر اسکے گواہ کردیے پھر جب اُسکو اسکی خبر ہوگئی اور وہ معزول ہوگیا تو لکھے کہ گواہ ہوے کہ فلان یعنے موکل نے فلان وفلان کے سپرد یہ کام کیا کہ دونون فلان یعنے وکیل کو یہ خبر پہونچادین کہ اُسکے موکل فلان نے اُسکو تمام اُس چیز سے جسکا اُسکو وکالت نامہ مین وکیل کیا تھا جسکا یہ نسخہ ہے معزول کیا ہے۔ اور وکالت نامہ کی نقل یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پس وکالت نامہ کو اول سے آخر تک نقل کردے پھر لکھے کہ فلان وفلان سے یہ خبر و اعلام بحضور انہی گواہون کے واقع ہوا اور وہ فلان وفلان ہین اور انھون نے اُنکو اپنی آنکھون سے دیکھا اور یہ کانون سے اُنکا کلام سُنا بعد ازانکہ اس موکل نے اُنکو فلان تاریخ اس بات پر گواہ کردیا تھا درحالیکہ وہ بدن وعقل سے صحیح وتندرست تھا کہ مین نے ان دونون کو یہ کام سپرد کیا اور ان دونون کو اپنے قائم مقام کیا اور یہ اس فلان معزول کو بمعرفت صحیح پہچانتے ہین اور اُسکے نام ونسب سے واقف ہین اور اس فلان معزول نے اُسکا معزول کرنا جسطرح اُسنے اسکو اپنی وکالت مذکورہ سے معزول کیا ہے قبول کیا اور انھون نے اپنی گواہیان اپنے لفظ سے آخر تحریر ہذا مین ثبت کردی ہین اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا۔ اور اگر کسی ثابت الوکالت کو معزول کیا جس سے یہ کہا ہے کہ ہرگاہ مین تجھکو اپنی اس وکالت سے معزول کرون تو تو بوکالت جدیدہ مثل سابق میرا وکیل ہے پس آیا اسکا معزول کرنا ممکن ہے یا نہین تو شیخ الاسلام حسن بن عطاء بن حمزہ نے اختیار کیا کہ اس لفظ سے ممکن ہے کہ یون لکھے کہ مین نے تجھے کہا تھا کہ تو میرا اس سب کے واسطے وکیل ہے بدین شرط کہ ہرگاہ مین تجھے معزول کرون تو تو میرا اسواسطے بوکالت جدیدہ وکیل ہوجائیگا اور مین نے تجھکو اب اپنی تمام وکالتون مطلقہ ومعلقہ سے معزول کیا۔ اور اسپر سب کا اتفاق ہے کہ اگر یون کہا کہ ہرگاہ تو میرا وکیل ہوجاوے تو مین نے تجھکو اس سے معزول کیا تو صحیح نہین ہے اسواسطے کہ عزل کو شرط کے ساتھ معلق کرنا باطل ہے اسیطرح طلاق صحیح ہے واللہ تعالے اعلم۔ اور بعض مشائخ اہل بصرہ کے نزدیک اس لفظ سے سب وکالتون سے معزول نہوگا بلکہ یون لکھے کہ مین نے تجھکو وکالت ثابتہ سے معزول کیا اور اپنی وکالات معلقہ سے رجوع کرلیا پس اس سے سب وکالتین باطل ہوجائینگی مگر چاہیے کہ وکالات معلقہ سے رجوع مقدم کیا جاوے پھر وکالات ثابتہ سے معزول کیا جاوے اور یہ کیا بالوکالت مین کہا ہے نوع دیگر اگر قرضخواہ کو وکیل کردیا کہ جس صورت مین اسکا قرضہ ادا نکرے تو قرضخواہ اُسکا دار فروخت کردے ایسطور پر وکیل کیا کہ معزول نہین ہوسکتا ہے تو اسکی تحریر اسطرح ہے کہ فلان نے اقرار کیا کہ فلان کے اُسپر اور اسکے ذمہ اسقدر درم میعادی بوعدہ مدت چنین ہین اور اگر یہ قرضدار مذکور اس قرضخواہ کو یہ مال اُسکے اوائی میعاد آنے پر ادا نکردے اور تین رات دن کی تاخیر ہوجاوے تو فلان نے اس قرضخواہ فلان کو اس بات کا وکیل کیا کہ قرضخواہ مذکور اسکے دار کو جو فلان مقام پر واقع ہے اُسکے حدود بیان کردے جتنے ثمن کے عوض چاہے فروخت کردے یا لکھے کہ بعوض اتنے ثمن کے جس خریدار کے ہاتھ چاہے فروخت کردے اور اسکا ثمن وصول کرلے اور اُس سے اپنا قرضہ لے لے اس بات کے واسطے اُسکو توکیل صحیح اس شرط سے وکیل کیا کہ ہرگاہ اُسکو اس وکالت سے قبل یہ قرضہ وصول ہونے اور اسکے بری الذمہ ہونے کے معزول کرے تو وہ اس وکالت فروخت دار مذکور و وصول ثمن کے واسطے بوکالت جدیدہ مثل سابق کے وکیل ہوجائیگا واللہ تعالے اعلم۔ کذا فی المحیط اور اگر طلب شفعہ کے واسطے وکیل کیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو بوکالت صحیحہ اسواسطے وکیل کیا کہ اُسکا حق شفعہ فلان دار محدودہ بحدود چنین وچنان مین طلب کرے اور اُسکو شفعہ مین لے لے اور اس مقدمہ

مین اُسکی حجتین دلوا ہیان قائم وثابت کرے اور اس سب مین اُسکو اپنے قائم مقام کیا اور اسمین خصومت ومنازعت
دائر کرے اور ثمن اُسکو دیوے اور دار مذکور بحق شفعہ اُسکے واسطے اپنے قبضہ مین کرلے اور اُسکو یہ اختیار نہین دیا کہ
حق شفعہ جو اس دار مین ہو دیدے اور یہ اختیار نہین دیا کہ اسمین اُسپر کچھ اقرار کرے اور یہ اختیار نہین دیا کہ جو گواہ اس
موکل پر ایسی گواہی دے جس سے اُسکا کچھ حق باطل ہوتا ہو تو وہ اسکی تعدیل کرے اور فلان نے اسکو قبول کیا۔ اور اگر
مضاربت کے واسطے تحریر لکھنی چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو اتنے درم یا دینار دیے اور اس
نقد کا وصف ومقدار اچھی طرح بیان کرے یہ درم ودینار بطریق مضاربت صحیحہ اُسکو دیے تاکہ یہ مضارب ان درمون
یا دینارون سے کار تجارت کرے اور جو چیزین تجارت کی اُسکی راے مین آوین اُنسے خریدے پھر جو خریدا ہے اُسکو نقد یا
ادھار جسطرح چاہے فروخت کرے۔ اور مال مضاربت سے انواع تجارات مین سے جس قسم کی تجارت چاہے کرے اور
چاہے مال مضاربت سے خریدنے کے واسطے وکیل کرے اور جسکے ہاتھ یہ مضارب پسند کرے اُسکے ہاتھ فروخت کرے اور
انواع تجارات مین سے جس قسم کی تجارت بہ پسند مضارب اختیار کرے۔ اور اگر مضارب چاہے تو اس مال کے ساتھ
دارالاسلام یا دارالحرب کی طرف سفر کرے اور جب سفر کرے تو اسمین سے بقدر ضرورت اپنے اوپر خرچ کرے اور اس سب مین اپنی
راے سے عمل کرے بدین شرط کہ اللہ تعالے اسمین جو کچھ نفع اور بڑھتی دے وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور
جو کچھ اسمین خسارہ وٹوٹا ہوگا وہ رب المال پر ہوگا بشرطیکہ اسمین نفع شامل نہو اور اگر نفع شامل ہو تو خسارہ بجانب
نفع راجع ہوگا اور اس مضارب نے قبول کرکے یہ تمام مال مضاربت بقبضہ صحیحہ وصول کر لیا اور بعد صحت وتمام ہونے
اس عقد کے دونون اس مجلس سے بتفرق ابدان واقوال جدا ہوے اور بطوع خود دونون نے اسکا اقرار کیا
یہ ظہیریہ مین ہے۔

فصل پانزدہم۔ کفالات کے بیان مین۔ لکھے کہ یہ تحریر وہ ہے جسپر گواہ ہوے تا این قول کہ فلان نے فلان کے
نفس کی کفالت اُسکے حکم سے اُسکے خصم فلان کے واسطے اسطرح کی کہ ہرگاہ اُسکو مانگیگا اور اُسکے نفس کے سپرد کرنے کا مطالبہ
کریگا کسی وقت مین رات مین یا دن مین درحالیکہ اُسکا مطالبہ بحق خود ممکن ہوگا بدون کسی حائل کے جو دونون کے درمیان
حائل ہو اور بدون کسی مانع کے جو اُس سے منع کرے تو اُسکے سپرد کردیگا اور فلان نے اس کفالت کو بالمشافہہ وبالمواجہہ
قبول کیا اور اگر چاہے کاتب یون تحریر کرے کہ فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے نفس فلان کی اُسکے حکم سے واسطے اُسکے خصم
فلان کے کفالت کی ہے تاکہ اُسکو سپرد کرے جبکہ اسکا خصم اُسکے نفس سپرد کرنے کا مطالبہ کرے الی آخرہ۔ اور اگر زیادہ مضبوطی
چاہے تو یون لکھے کہ بدین شرط کہ ہرگاہ یہ کفیل اس مکفول بہ سے اس مکفول لہ کو دیکر بری ہو جاوے تو جب تک اس
مکفول عنہ پر اُسکا کچھ قرضہ باقی رہیگا تب تک یہ بحالہ بکفالت جدید کفیل رہیگا اور قرضہ اسقدر ہے جو کہ بتاریخ فلان دستاویز
مین تحریر ہوا ہے پس جب اُسکو یہ مکفول لہ مانگے اور اُسکے نفس کا مطالبہ کرے کسی وقت مین الی آخرہ۔ یہ محیط مین ہے اور
اگر نفس ومال دونون کا کفیل ہو تو لکھے کہ فلان نے بحالت جواز اقرار اپنے کے بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے نفس
فلان کے واسطے اُسکے خصم فلان بن فلان کی کفالت کی ہے کہ جب وہ اُسکے نفس کا مجھسے مطالبہ کریگا تو مین اُسکو اُسکے
سپرد کرونگا اور اگر بروز طلب سپرد نکرون تو اس مکفول لہ کے واسطے تمام اُس مال کا جو اُسکا اس مکفول عنہ پر ہے اس
مکفول عنہ سے مین ضامن ہونگا اور یہ مال اسقدر درم یا دینار ہین یہ بکفالت صحیحہ کفالت کرلی اور اس سے یہ مکفول لہ

راضی ہوا اور اس کفالت کی بنفس خود اس مجلس کفالت مین باجازت صحیحہ اجازت دیدی - اور خطاب اسکے اقرار کی تصدیق
کی اور اگر کفالت مین کوئی مدت مقرر ہو تو لکھے کہ واسطے اسکے خصم فلان بن فلان کے کفالت کی تا کہ نفس مکفول عنہ
کو اس تاریخ سے ایک مہینہ گذرنے کے بعد جب وہ اسکے نفس کا مطالبہ مجھسے کریگا اسکے سپرد کرونگا یہ ظہیریہ مین ہی
نوع دیگر تعلیق کفالت بمال بشرط عدم سپردگی نفس مکفول عنہ - پس کفالت نفس کی تحریر اسی طور سے لکھے جسطرح مذکور
ہوئی ہی پھر قبول لکھنے سے پہلے لکھے کہ بدین شرط کفالت نفس کر لی - کہ اگر مکفول عنہ کو فلان روز یا جسوقت مکفول لہ مطالبہ
کرے سپرد نکرون تو تمام اُس مال کا جسکا اس مکفول عنہ پر مطالبہ کرتا ہی کفیل ہونگا اور وہ اسقدر درم ہین اور تمام اس چیز کا
جو اُسپر از قسم قرضہ ثابت ہوئی ہی اسمین کوئی علت و حجت نہوگی بدین شرط کہ اسکے بعد اس طالب کو اختیار ہوگا کہ چاہے
ہر واحد کو فلان کفیل و فلان مکفول عنہ کو تمام اس مال کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے دونون کو اسکے واسطے ماخوذ
کرے اور چاہے دونون مین سے ایک کو اس سب کے واسطے ماخوذ کرے جب چاہے اور جسطرح چاہے اور ہرگاہ چاہے
ان دونون کے واسطے اس قرضہ سے بریت نہین ہی اور نہ دونون مین سے کسی ایک کے واسطے اس سے بریت ہی یہانتک
کہ اس قرضخواہ کو اسکا پورا قرضہ پہونچ جاوے یا کسی سبب سے اس سب قرضہ سے بریت واقع ہو جاوے اور یہ
سب کفالت بحکم فلان یعنے اس مطلوب کے حکم سے واقع ہوئی اور اس سب پر ان لوگون نے گواہ کر دیے الی آخرہ
اور اگر ایک شہر مین نفس مکفول عنہ سپرد کرنے کی شرط کر لی پھر اسکو دوسرے شہر مین سپرد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک
بری ہو جائیگا بشرطیکہ ایسے مقام پر ہو جہان اُس سے اپنا انصاف کرا سکتا ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جبتک
مقام مشروط مین سپرد نکرے تب تک بری نہوگا - اسی طرح اگر سپرد کرنے کے واسطے مجلس قاضی کی شرط کی
تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف حکم ہی اور اگر مکفول عنہ نے اپنے تئین کفیل کے سپرد کرنے سے انکار کیا تا کہ وہ مکفول لہ
کے سپرد کرے پس اگر اُسنے اقرار کیا کہ کفیل نے اسکے حکم سے کفالت کی ہی تو اُسپر جبر کیا جائیگا کہ اپنے تئین کفیل کے سپرد کرے تا کہ وہ مکفول لہ
کے سپرد کرے اسی طرح اگر وہ دوسرے شہر مین ہو تو اُسپر جبر کیا جائیگا کہ مکفول لہ کے شہر مین جاوے اور اگر اسنے اپنی اجازت سے
کفالت کرنے سے انکار کیا اور قسم کھا گیا اور گواہ موجود نہین ہین تو اُسپر جبر نکیا جائیگا - وجہ دیگر برائے بیان کفالت بمال بر کفالت
بنفس کفالت صحیحہ جائزہ اور یہ حق کفیل مین احوط ہی کہ یون لکھے کہ بدین شرط کہ فلان کو فلان نے سپرد کر دیا بروز فلان اور اگر بروز
فلان ہرگاہ وہ مطالبہ کرے اور مین سپرد نکرون اسلئے آخرہ اسواسطے کہ شاید مکفول لہ اُسدن خود ٹال جاوے تا کہ مال
بر ذمہ کفیل واجب ہو جاوے اسواسطے ہمنے کفیل کے حق مین رعایت رکھی اور شرط مین یون درج کر دیا کہ در صورتیکہ
مکفول لہ طلب کرے اور وہ سپرد نکرے تو ایسا ہوگا - اور اگر ایک جماعت نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی تو اسکو
بیان کر دے اور یہ بھی تحریر کر دے کہ بدین شرط کہ مکفول لہ کو اختیار ہی کہ ان سب سے یا ہر ایک سے نفس مکفول عنہ کا
مطالبہ کرے اور بدین شرط کہ ہر ایک انمین سے اس طالب کے واسطے اپنے ساتھیون کے حکم سے انکے نفوس کا
بھی کفیل ہی یہانتک کہ فلان کو اس طالب کے سپرد کرین اور تحریر کو ختم کرے - نوع دیگر در کفالت بمال - یہ تحریر
بدین مضمون ہی جسپر گواہ ہوے کہتا این قول کہ مین نے فلان کے واسطے فلان کی طرف سے اُسکی اجازت سے تمام
اُس مال کی جو فلان پر ہی اور وہ اسقدر ہی ضمانت صحیحہ کر لی پس فلان کے واسطے یہ مال فلان پر بسبب ضمانت مذکورہ
کے واجب ہوا پس فلان کو اختیار ہوا کہ فلان کفیل کو اسکے واسطے ماخوذ کرے اور اسمین سے جسقدر کے واسطے

چاہے ماخوذ کرے اور جب چاہے اور جس کیفیت سے چاہے اور ہرگاہ چاہے ماخوذ کرے۔ اور اگر دو کفیل ہون تو لکھے کہ پس
فلان کو اختیار ہوا کہ دونون کو اسکے واسطے ادا مین سے جتنے کے واسطے چاہے ماخوذ کرے چاہے ان دونون کو ماخوذ کرے
و چاہے ایک کو اور چاہے ہر ایک کو جسطرح چاہے اور جب چاہے ایک بعد دوسرے کے دونون کو ماخوذ کرے اور فلان
طالب کے دونون مین سے ایک کے ماخوذ کرنے سے دوسرے کو کچھ بریت نہوگی یہانتک کہ وہ اپنا پورا قرضہ وصول پاوے
اور فلان و فلان مین سے ہر ایک بحکم دوسرے کے دوسرے کی طرف سے وکیل خصومت ہے کہ بمقابلہ فلان طالب کے جس
حق کا وہ اسکے موکل پر مطالبہ کرے خصم ہوگا اور دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کی وکالت کو بالمواجہ قبول کیا اور فلان
یعنے طالب نے دونون کی طرف سے اس کفالت کو بالمشافہہ قبول کیا۔ اگر دونون مین سے ایک کی دوسرے کی طرف سے
کفالت کرنا شرط کی ہو تو لکھے کہ ان دونون کفیلون مین سے ہر ایک اس مکفول لہ کے واسطے دوسرے کے حکم سے دوسرے
کے حصہ کا اس مال مین سے ضامن ہے پس اسکو اختیار ہے کہ دونون سے مطالبہ کرے یا دونون مین سے ہر ایک سے تمام
اس مال کا مطالبہ کرے اگر چاہے اور اگر بغیر حکم دوسرے کے ہو تو لکھدے کہ بدون اسکے حکم کے ہے۔ نوع دیگر اگر پسر نے
بعد موت پدر کے ضمانت کی تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے گواہ لوگ جنکا نام آخر تحریر مین مذکور ہے گواہ ہوے تا این قول کہ
کے اسکے والد فلان پر اسقدر درم قرضہ لازم وحق واجب ہین اور اسکے والد فلان نے وفات پائی اور اسکی میراث اس
پسر کے ہاتھ آئی اور وہ اسقدر درم ہین یا اتنی زمین ہے جسکی قیمت سے یہ قرضہ ادا ہو سکتا ہے اور کچھ بچتا ہے اور اس پسر نے اپنے
والد کی طرف سے اس زید کے واسطے اس تمام مال کی ضمانت صحیحہ جائزہ کر لی اور زید نے اسکی ضمانت کو بالمشافہہ قبول کیا پس
یہ تمام مال زید کے واسطے اس پسر پر بحکم اس ضمان مذکور کے ہوگیا اس پسر کو یہ مال اس زید کو دینے سے ہرگاہ مطالبہ
کرے بسبب ایسے حق کے جو دعوی کرتا ہے بگواہی و قسم کچھ انکار نہین ہے اور اسکو کوئی حجت کسی وجہ سے اسکے ابطال مین
نہین ہے جسکی اسنے زید کے واسطے ضمانت کر لی ہے اور دونون نے اپنے اوپر اسکے گواہ کر لیے آخر تک۔ اور یہ ہمنے لکھدیا کہ
اسکے قبضہ مین پدر متوفی کا ترکہ آگیا ہے اسواسطے کہ امام اعظم رح فرماتے ہین کہ اگر اسنے کوئی ایسا مال نچھوڑا اور پسر نے کفالت
کر لی تو نہین جائز ہے۔ پس اگر اسنے میراث نچھوڑی ہو اور اس کفالت کی ضرورت واقع ہوئی تو لکھے کہ وہ مرگیا اور اسنے
کچھ مال نچھوڑا اور اس پسر نے چاہا کہ اسکی کھال کو آگ سے چھوڑادے اور اسکا ذمہ فارغ کرادے پس اسکی طرف سے
اسکے حق کی رعایت سے اس مال کی ضمانت کرتا ہے اور ایسے حاکم نے جسکا حکم مسلمانون کے درمیان جائز ہے
اس کفالت کی صحت و لزوم کا حکم دیدیا۔ اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر کفیل نے مکفول عنہ کی طرف سے مال ادا کیا اور
مکفول عنہ سے اسکا اقرار بغرض وثاقت تحریر کرانا چاہا تو لکھے کو اہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے کہ فلان نے بطوع
خود اقرار کیا کہ زید کے اسپر اسقدر درم قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح تھے اور فلان نے اسکی طرف سے اس
قرضہ کی کفالت اسکے حکم سے اس زید کے واسطے بطور صحیح کی تھی اور اس کفیل نے اسکی طرف سے یہ مال تمام و کمال
ادا کر دیا اور اس کفیل کے واسطے اسپر یہ مال فی الحال واجب الادا ہے اس مقر کو اس سے کچھ انکار نہین ہے اور نہ کسی وجہ
سے کوئی دعوے ہے جو موجب اسکے ابطال کا ہووے اور اسکی کسی طرح بریت نہین ہے۔ الا بدین طریق کہ یہ سب مال
اسکو ادا کر دے اور یہ مقر آج کے روز اسکے ادا کرنے پر قادر ہے اور اس کفیل مقر لہ نے اسکے اس اقرار کی بالمواجہ
تصدیق کی پھر تحریر کو ختم کرے کذا فی المحیط۔

فصل شانزدہم۔ حوالہ کے بیان مین ۔ یہ تحریر بدین مضمون ہے جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب گواہ ہوے ہین کہ زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے بکر پر اسقدر درم حق واجب و قرضہ لازم بسبب صحیح تھے اور بکر نے اس تمام مال کا اس عمرو کے واسطے اس زید پر حوالہ کیا اور زید نے تمام اس مال کا حوالہ اس عمرو کے واسطے بالمخاطبۃ اسی مجلس حوالہ مین قبول کیا پس تمام مال مذکور اس زید پر بحکم اس حوالہ مذکورہ کے عمرو کے واسطے ہوگیا اس زید کو عمرو کو یہ مال مذکور دینے سے ہرگاہ اُس سے مطالبہ کرے ایسے حق کا جسکا اُسپر گواہی و قسم دعوے کرتا ہے کچھ انکار نہین ہے اور کسی وجہ سے اور کسی سبب سے کوئی حجت اس مال مذکور کے ابطال کی نہین ہے اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر محیل کا محتال علیہ پر مال آتا ہو پس حوالہ بقید اس مال کے ہو تو لکھے کہ زید کا عمرو پر اسقدر قرضہ اور عمرو کا بکر پر اسقدر قرضہ ہے پس عمرو نے زید کو بکر پر حوالہ کر دیا اور بکر نے اس حوالہ کو قبول کیا باینکہ بکر اس زید کو یہ قرضہ اُس مال سے دیدیگا جو عمرو کا بکر پر آتا ہے۔ اور اگر بکر نے عمرو کی طرف سے بشرط بریت اصیل کفالت قبول کی ہو تو یہ ہمارے نزدیک حوالہ ہے پس اسکو بدستور معلوم لکھکر آخر مین حکم حاکم بعد خصومت صحیحہ لاحق کرے اور اگر قرضہ کے واسطے دستاویز تاریخی ہو تو لکھے کہ قرضہ واجب بسبب صحیح جسکے واسطے دستاویز اقراری مورخہ تاریخ فلان تحریر ہے۔ اور اگر قرضہ کسی مبیع کا ثمن یا کسی مال کی ضمانت یا دوسرے سبب سے ہو اور یہ ثابت ہوگیا ہو تو صحیح ہے اور زیادہ واضح ہوگا۔ اور اگر حوالہ بمیعاد ہو تو اسکو تحریر کرے اور یہ محیل بری ہوگیا اور اُسکے ذمہ سے یہ مال ساقط ہوگیا اور یہ مال محتال لہ کے واسطے بحکم اس حوالہ کے اس محتال علیہ پر میعادی اتنے مہینون کی میعاد پر ابتداے تاریخ تحریر ہذا سے انتہاے تاریخ فلان پر واجب الادا ہوا پس بعد میعاد آجانے کے جب چاہے جسطرح چاہے مطالبہ کرے اُسکے واسطے کوئی بریت نہوگی اور اس مال کی ادائی کے وقت اُسکو تمام مال کے ادا کرنے سے کوئی انکار نہوگا اور اگر یہ شرط کر لی کہ اگر محتال علیہ عاجز ہوا تو محیل سے رجوع کریگا تو لکھے کہ اگر یہ مال اس محتال لہ کو نہ پہنچا اور وہ اس محتال علیہ سے وصول کرنے سے عاجز ہوگیا بسبب اُسکی موت کے یا غائب ہوجانے کے یا اعدام و افلاس کے یا سرکشی کے یا اس حوالہ سے انکار کر جانے کے تو اس محیل سے رجوع کریگا اور اُس سے مطالبہ کریگا اور یہ سب اس محیل نے قبول کیا اور ان لوگون مین سے بعض نے بعض کی اس سب مین بالمواجہ تصدیق کی اور اسمین زیادہ توثیق کے واسطے تحریر کر دی۔ اور اس محیل نے اُسکو اسکے وصول کرنے کا اختیار دیدیا اور یہ اختیار دیا کہ حکام مین جسکے پاس چاہے نالش دائر کرے اور اس معاملہ مین اُسکو توکیل کا اختیار دیا کہ جسکو چاہے وکیل کرے اور معزول کرے مرۃ بعد اخریٰ بتوکیل صحیح کذا فی المحیط۔ نوع دیگر زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکے عمرو پر اسقدر درم حق واجب و قرضہ لازم ہے اور اُسنے اپنے قرضخواہ بکر کو اس مطلوب پر اس مال کا حوالہ کر دیا تھا اور اُسنے اس حوالہ کو قبول کیا تھا پھر اس عمرو نے اپنے قرضدار خالد پر اس مال کا بکر کو حوالہ کر دیا اور اس خالد نے اس حوالہ کو قبول کر لیا پھر یہ خالد غائب ہوگیا اور فلان شہر کو چلا گیا پس بکر کو اُس سے اپنا حق وصول نہو سکا اور عاجز ہو کر اُسنے محیل سے رجوع کیا اور محیل بھی غائب ہوگیا پس عاجز ہو کر اُسنے اُسکے محیل سے رجوع کیا اور اُسنے حوالہ مین یہ شرط کر لی تھی پس بکر نے یہ تمام مال زید سے وصول پایا پھر جبکہ عمرو شہر فلان سے حاضر ہوا تو بسبب دونون حوالون کے باطل ہونے کی زید نے اُس سے اس مال کا مطالبہ کیا اور عمرو سے یہ مال تمام و کمال بھر پایا اور زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے عمرو کے یہ سب مال اُسکو ادا کرنے سے سب بھر پایا ہے اور اُسکو تمام دعوی و خصومات سے بری کر دیا ہے باقرار صحیح اقرار کیا جو تمام دعوی و خصومات کا قاطع ہے اور زید کا عمرو کی جانب

یا عمرو پر الی آخرہ کچھ نہین رہا اور عمرو کے واسطے ضمان درک کا بطور صحیح ضامن ہوا اور اس مقرلہ نے اسکے اقرار کی مشافہتہ تصدیق کی اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر لیے واللہ تعالے اعلم کذا فی الذخیرہ - اور اگر محیل کا محتال علیہ پر مال ہو تو لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے ہین بدین مضمون ہے زید کا عمرو پر اسقدر قرضہ بسبب صحیح حق واجب و دین لازم ہے پس زید نے اپنے قرضخواہ بکر مذکور کو عمرو پر حوالہ کیا اور عمرو نے یہ حوالہ قبول کیا بدین شرط کہ یہ مال اُس مال سے جو عمرو پر آتا ہے ادا کریگا الی آخرہ کذا فی الظہیریہ -

فصل ہفدہم - مصالحات کے بیان مین - اگر تمام دعوی و خصومات سے صلح کی تحریر چاہی تو لکھے کہ فلان بن فلان فلانے نے الی آخرہ اقرار کیا کہ مین نے فلان سے اپنے تمام دعوی و خصومات سے جو اُسکی جانب ہین اسقدر دینار پر بصلح صحیح جو تمام دعوی و خصومات کی قطع کرنے والی ہے صلح کی اور اُسنے مجھسے بقبول صحیح قبول کیا اور مجھکو بدل صلح اسی مجلس صلح مین ادا کر دیا اور مین نے اُسپر قبضہ صحیح کر لیا اور بعد اس صلح کے میرا اُسپر کسی سبب اور کسی وجہ سے کوئی دعوی و کوئی خصومت نہ قلیل مین نہ کثیر مین نہ قدیم مین نہ جدید مین نہ مال صامت مین نہ مال ناطق مین نہ حیوان مین نہ اعیان مین نہ منقول مین نہ محدود مین نہ دراہم مین نہ دینار مین نہ ایسی شی مین جسپر مال و ملک کا لفظ بولا جاتا ہے نہین رہی اس سب کا اُسنے اقرار صحیح کیا جسکی اس صلح قبول کرنے والے نے تصدیق کی - یہ صورت تحریر تمام صلحنامون مین اصل ہے - اور اگر صغیر کا کوئی دعوے کسی اجنبی پر ہو اور اس سے صلح واقع ہوئی پس اگر صلح کرنے والا صغیر کا باپ ہو تو لکھے کہ فلان بن فلان نے اقرار کیا کہ مین نے فلان سے ہر خصومت سے جو اُسکے فرزند صغیر کے واسطے جسکا نام فلان ہے اور اُسکا کوئی لڑکا اس نام کا اسکے سواے نہین ہے اتنے درمون پر صلح کر لی بعد اسکے مجھکو اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ صلح اس صغیر کے حق مین اس سے بہتر ہے کہ خصومت طول دیجاوے اسواسطے کہ اس فلاند صغیر کے واسطے گواہ عادل نہ تھے جنکو اس صغیر کے حق کے اثبات کے واسطے قائم کیا جاوے اور مدعا علیہ کے پاس دفعیہ صحیح موجود تھا اور فلان نے اس صلح کو اُس سے بقبول صحیح قبول کیا اور اس صلح کرنے والے نے اس صغیر کے واسطے یہ بدل صلح مجلس صلح مین بقبضہ صحیح وصول کر لیا - اور اگر صلح کرنے والا اجنبی ہو اور قاضی نے اسکو صلح کرنے کی اجازت دیدی ہو تو لکھے کہ فلان بن فلان جو صغیر فلان کی جانب سے اس مصالحہ کرنے کے واسطے از جانب قاضی فلان بن فلان اس صلح کرنے اور بدل صلح وصول کرنے کا اجازت یافتہ ہے سب طرح اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان سے یعنے مدعا علیہ سے ہر خصومت سے جو صغیر فلان کی اُسپر تھی باجازت قاضی فلان کے صلح کر لی جبکہ اس صغیر کے واسطے کوئی وصی نہ تھا نہ از جانب پدر و نہ از جانب غیر اور یہ صلح بعوض اسقدر درمون کے صلح صحیح کر لی بعد ازانکہ یہ بات بیقین معلوم ہو گئی کہ اس صغیر کے واسطے یہ صلح بہتر ہے اور سبب بیان کر دے اور آخر تک تحریر کو ختم کرے یہ ظہیریہ مین ہے - اگر صغیر پر دعوی کیا اور مدعی کے پاس گواہ ہین اور اس دعوی سے صلح کی تو لکھے کہ فلان بن فلان نے اقرار کیا کہ وہ صغیر مسمے فلان بن فلان پر اُسکے والد کے حضور مین یا لکھے کہ اُسکے وصی کے حضور مین اُسکے روبرو یہ دعوے کرتا تھا کہ یہ سب اُسکی ملک و حق بسبب صحیح ہے اور اس باپ یا وصی کے قبضہ مین ناحق ہے اور اُس سے مطالبہ کرتا تھا کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے اس مدعی کو سپرد کر دے اور قابض مذکور اُسکے اس دعوی سے منکر تھا اور کہتا تھا کہ اس صغیر کی ملک و حق اُسکے باپ یا وصی کے قبضہ مین بحق ہے اور اُسپر اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے اس مدعی کے سپرد کرنا واجب

نہین ہی حالانکہ اس مدعی کے واسطے گواہان معروف بعدالت وجواز شہادت موجود تھے اور یہ مصالحہ جو اس صلحنامہ مین مذکور
ہی اس صغیر کے واسطے خصومت طول دینے سے بہتر تھا پس دونون نے بجانب صلح میلان کیا اور اس قرارداد پر صلح کی کہ باپ
اس صغیر کے مال سے اسقدر درم اس مدعی کو دیدے پس مدعی نے اُس سے اس امر پر صلح کر لی اور باپ نے (یعنے باپ نے یا وصی نے بمجلس مشافہہ) اس صلح کو
بالمشافہہ قبول کیا اور مدعی نے یہ بدل صلح اس باپ سے اُسکو مال صغیر سے یہ سب ادا کرنے سے وصول پایا اور اس مدعی
کا اس صغیر پر اس چیز مین کچھ دعوی نہ رہا نہ اس چیز کے عین مین نہ ثمن مین نہ قیمت مین نہ غلہ مین نہ حق قدیم مین نہ جدید مین
اور سوائے اُسکے اس اقرار کی اُس شخص نے جسکو حق تصدیق حاصل ہی بالمشافہہ وبالمواجہہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے
بعد ازانکہ آخر مین حکم حاکم لاحق کردے اور اسکا سبب مکرر بیان ہو چکا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسکی
جورو اور اُسکے وارثون مین صلح ہوئی تو اُسکی تحریر کی یہ صورت ہی کہ یہ تحریر جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے
ہین بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان اس عورت فلانہ بنت فلان کا شوہر بنکاح صحیح تھا اور وہ مرگیا اور وارثون
مین ایک اپنی اس جورو کو چھوڑا اور اولاد مین فلان وفلان وارثون کے نام وتعداد بیان کردے اور ترکہ مین
ان وارثون کے قبضہ مین اراضی فلان اُسکے حدود بیان کردے اور دور وبیوت مین چنین وچنین اور اتنی دوکانین
اور ان سب کے حدود بیان کردے اور غلامون مین اتنے غلام اُنکا نام وحلیہ وجنس وسن بیان کردے
اور کپڑون مین اتنے عدد اُنکی جنس وصفت وقیمت بیان کردے اور چوپایون مین اتنے چوپایۂ ازانجملہ گھوڑے
اتنے اور خچر اتنے اور گدھے اتنے اور ہر ہر مال کو ایسی صفت سے بیان کردے جس سے تمیز ہو جاوے یہ
سب ترکہ چھوڑا پس مہر نکالنے کے بعد اس عورت کے واسطے باقی کا آٹھوان فریضہ ترکہ چاہیے تھا پس اس عورت
نے ان وارثون پر باقی مہر اور حصۂ ہشتمین کا دعوی کیا اور وہ اسقدر ہی اور وارثون نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا
اور صلح اُنکے واسطے بہتر تھی پس اس عورت نے (آٹھوان حصہ) اس سب ترکہ کو ایک ایک دیکھ بھال کر اپنے حق وصداق سے
صلح کر لی اور اسمین سے کچھ مال کسی شخص پر قرضہ نہ تھا اور نہ میت پر قرضہ ہونے کی وجہ سے گھرا ہوا تھا اور نہ سوائے
قرضہ کے وصیت وغیرہ تھی یا لکھے کہ اور جو لوگون پر قرضہ تھا وہ برآمد ہو کر آگیا اور جو میت پر قرضہ تھا وہ برضامندی
تمام وارثون کے ادا کر دیا گیا پس اس عورت نے اپنے آٹھوین حصہ میراث ومہر سے اسقدر پر صلح جائز نافذ کر لی
جسمین نہ شرط ہی نہ مثنویت نہ فساد نہ خیار اور وارثون سے تمام وہ چیز جسپر صلح واقع ہوئی ہی وارثون کے اسکو
سب دیدینے سے اپنے قبضہ مین کر لی اور جس سے صلح واقع ہوئی ہی اُس سب کو اُس عورت نے ان وارثون
کو خالی از مانع ومنازع سپرد کر دیا تمام سب چیزین جو اس تحریر مین مذکور ہوئی ہین بحدود وحقوق وتمام متاع باندی و
غلام ولباس وگھوڑے کی زینین ولگامین اور اُسکا سب سامان اور خچرون گدھون کے اکاف وغیرہ وباغون وبستانون
کے پھل واراضی واشجار وکھیتیان وپودے اور اُنکے تمام غلات ان باقی وارثون کے واسطے بحکم اس صلح
مذکور کے ہو گئے کہ اس عورت کا اسمین کچھ حق ودعوے ومطالبہ قلیل وکثیر مین کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین رہا
اور یہ عورت بعد اسکے جو دعوی ان وارثون کی جانب کرے وہ اسمین جھوٹی ہوگی اور جو گواہ ان لوگون پر قائم کرے
وہ ظلم وعدوان ہوگا اور ان وارثون نے اُس عورت سے اس صلح کو بالمواجہہ وبالمشافہہ مجلس صلح مین قبول کیا
پس ان وارثون کو جس سے صلح واقع ہوئی اُس سب مین یا اُسمین سے کسی چیز مین جو درک پیش آوے تو اس فلانہ

عورت پر جو ان لوگون کے واسطے اسپر واجب ہوگا اُسکا اسپر سپرد کرنا واجب ہوگا حتی کہ اُنکو سپرد کریگی اور سب کے سب
بطوع خود متفرق ہوگئے کذا فی الظہیریہ - اور اگر ترکہ مین کسی پر قرضہ ہو تو ترکہ کے محدودات و اعیان ذکر کرنے کے بعد لکھے
کہ اور نیز ترکہ مین فلان و فلان پر اتنا اتنا قرضہ واجب و لازم ہے اور بعد صلح و وصول پانے کے اقرار کے لکھے کہ اس
عورت کا کوئی دعوی و خصومت بعد اس صلح کے باقی نہ رہا - کیونکہ اُسنے یہ سب وصول پایا سوائے قرضہ کے جنکا اسمین
مذکور ہوا ہے کہ وہ اس صلح مین داخل نہین ہوئے ہین - پس اگر انھون نے یہ چاہا کہ اُسکی خصومت ان قرضون مین
بھی نہ رہے تو بعض کے نزدیک قبل گواہ کرنے کے لکھے کہ ان مسمیان نے ان قرضون مین اس عورت کا تمام حصہ
جو کہ اسقدر ہے اپنے مالون سے ادا کر دیا بدون اسکے کہ یہ امر اس صلح مین شرط ہو یہ ان لوگون کی طرف سے تعجیل و تبرع
ہے پس اس عورت نے اسکو وصول کر لیا پس اب عورت مذکورہ کا ان قرضون مین کوئی حق و دعوی نہ رہا اور
انھون نے اس بات کے گواہ کر لیے الی آخرہ و لیکن یہ بات اچھی نہین ہے اسواسطے کہ قرضدار لوگ اس تعجیل سے
بری ہو جاوینگے اور وارثون و اولاد کے واسطے مطالبہ کا استحقاق باقی نہ رہیگا اور اگر یہ شرط کرین کہ جو کچھ قرضدارون
پر ہے وہ انکا مال ہو جاوے تو یہ صحیح نہین ہے پس بہتر طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھ کر کہ یہ اُسکا حصہ اس قرضون مین سے کسقدر ہے
پس اگر مثلاً سو درم ہون تو لکھے کہ ان وارثان اولاد نے اس عورت کو اپنے مالون مین سے برابر بشرکت سو درم غطریفیہ
سیاہ پورانے جیدہ رائجہ معدودہ جسکے نصف پچاس درم غطریفیہ ہوتے ہین قرض دیے پس اس عورت نے اُنکو ان
سے وصول کر لیا اور ان وارثون کو وکیل کر دیا کہ ان قرضدارون سے اُسکا حصہ ترکہ سو درم وصول کرین پھر یہ بعوض
اُس مال کے جو اُنھون نے عورت مذکورہ کو قرض دیا ہے قصاص ہو جائیگا پس ان وارثان و اولاد نے اُسکی اس وکالت
کو بالمشافہہ قبول کیا اور سب نے اپنے اوپر گواہ کر لیے - اور اگر وارثون مین کوئی نابالغ ہو اور عورت کے اپنے
شوہر کے آٹھوین حصہ ترکہ اور اپنے صداق کے دعوی سے صلح واقع ہوئی تو بدستور لکھے یہانتک کہ اس قول تک
پہونچے کہ اور یہ عورت ان وارثون پر اسقدر اپنے باقی مہر کا جو اُسکے شوہر فلان پر تھا دعوی کرتی تھی کہ اُسنے اسمین سے
کچھ ادا نہین کیا یہانتک کہ مر گیا اور یہ اُسکے ترکہ پر قرضہ ہو گیا اور اُسکے پاس گواہ تھے جو اُسکے دعوی پر گواہی دیتے تھے
اور وارثون کے پاس اسکا دفعیہ اور چھٹکارا نہ تھا پس یہ مصلحت اس صغیر کے حق مین واقع ہوئی کہ لوگ درمیان
مین پڑکر مصالحہ کرا دین پس لوگ درمیان مین پڑے اور مصالحہ واقع ہوا پس عورت مذکورہ کے اور ان وارثان بالغین
و متولی صغیر کے درمیان جو حاکم کی اجازت سے مقرر ہوا ہے عورت مذکورہ دعوی مہر سے جو اسقدر ہے اور اُسکے آٹھوین حصہ
ترکہ کے دعوی سے اس مقدار پر صلح واقع ہوئی اور اس صلح کو ان بالغ وارثون نے خود اور اس صغیر کی طرف سے جو
شخص ولی مقرر ہوا ہے اُسنے بقبول صحیح قبول کیا اور اگر وارثون مین سے ایک وارث نے باقی وارثون سے صلح کی اور سب
بالغ ہین تو لکھے کہ فلان نے اقرار کیا الی آخرہ کہ اُسنے فلان و فلان اپنے دونون بھائی اور فلانہ اپنی بہن جو سگے سب
مان و باپ کے ہین اور اپنی والدہ مسماۃ فلانہ بنت فلان سے ہر خصومت سے جو اُسکے انکی جانب اپنے باپ فلان کے ترکہ
مین ثابت ہے اور ہر حق سے جو اُسکا اس ترکہ مین ہے اسقدر پر صلح کر لی ہے اور ان لوگون نے اُس سے بقبول صحیح قبول کیا
آخر تک بدستور تحریر کرے - اگر دعوی وصیت بحصہ سوم یا چہارم یا ششم سے کسی قدر مال پر صلح واقع ہوئی تو بھی اسی طرح
پر لکھے کذا فی الذخیرہ اور اگر ترکہ مین درم و دینار ہون تو بدل صلح بیان کرنے کے وقت بیان کر دینا چاہیے کہ اسکے حصہ

درم دینار ترکہ سے یہ بدل الصلح زائد ہی یہ ظہیریہ مین ہی امام محمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص دوسرے کے دار مین کچھ دعوی کرتا ہی پس اسنے مدعی سے مصالحہ کرلیا اور وہ اسکا اقرار نہین کرتا ہی پس آیا یہ جائز ہی فرمایا کہ ہان اور یہ صلح بر انکار ہی اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہی بخلاف شافعی رح وابن ابی لیلی رح کے پس اگر مدعا علیہ نے تحریر چاہی تاکہ اسکے واسطے مدعی پر حجت رہے تو لکھے کہ یہ تحریر فلان کے واسطے یعنی مدعا علیہ کے واسطے از جانب فلان ہی یعنی مدعی ہی کہ مین نے تیرے دار مین دعوی کیا تھا اور یہ دار وہ ہی جو فلان مقام پر واقع ہی اور اسکے حدود یہ ہین۔ پس تونے مجھے اپنے دار کے دعوی سے اتنے درم وزن سبعہ پر صلح کرلی بدین شرط کہ مین تجھے تمام وہ چیز جسکا مین دعوی کرتا ہون سپرد کردون اور تو اسپر راضی ہوگیا اور مین نے تجھسے صلح کی اور جسپر صلح واقع ہوئی وہ سب مال تجھسے لیکر وصول کرلیا اور یہ اتنے درم ہین اور تحریر کو ختم کرے اور ایسا ہی امام ابوحنیفہ رح و امام ابویوسف رح و امام محمد رح تحریر کرتے تھے او شیخ یوسف بن خالد اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر واسطے فلان کے از جانب فلان بن فلان بدین مضمون ہی کہ مین نے تجھپر تیرے مقبوضہ دار مین جو فلان مقام پر ہی جسکے حدود چنین و چنان ہین دعوی کیا تھا اور یہ نہ لکھے کہ مین نے تیرے دار مین دعوی کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر یون لکھا کہ اُس دار مین جو تیرے قبضہ مین ہی تو یہ امر مدعی کی طرف سے مدعا علیہ کے حق دار کے ملک کا اقرار نہوگا کہ دعوی ملک اپنے واسطے صحیح ہوسکتا ہی پس صلح صحیح ہوگی اور جو امام محمد رح نے ذکر کیا ہی اُسکی وجہ یہ ہی کہ امام محمد رح نے صورت مسئلہ اسطرح مفروض کی تھی کہ اسکے دار مین کچھ دعوی کیا اور یہ ذکر نہین کیا کہ کس چیز کا دعوی کیا اور جائز ہی کہ دعوی کسی طریق یا مسیل آب مین حق کا ہو پس مدعا علیہ اُس سے اس بنا پر صلح کرتا ہی کہ اپنا یہ دعوی چھوڑ دے اور مدعا علیہ کے واسطے ملکیت دار کا اقرار مدعی کی طرف سے اس دعوی سے مانع نہین ہی پس امام محمد کی تحریر اسوجہ پر محمول کیجائیگی بنا بر این کہ مراد اُسکی اس دعوے سے اپنے واسطے کوئی حق ہی نہ دعوی رقبہ دار کذا فی المحیط اور اگر صلح ایسے دو آدمیون مین واقع ہو جنمین سے ہر ایک دوسرے پر دعوی کرتا ہی تو لکھے کہ سب گواہ ہوے کہ زید نے عمرو پر مجلس حکم مین اسقدر درمون کا دعوی کیا اور عمرو نے انکار کیا اور عمرو نے اس زید پر اتنے دینار کا بسبب صحیح دعوی کیا اور زمانہ دراز تک دونون مجلس حکم مین دوڑ دھوپ کیا کیے اور دونون مین خصومت بڑھ گئی اور نزاع شدید پیدا ہوگیا پس درمیانی لوگ دونون کے بیچ مین پڑ گئے اور نظر بکتاب اللہ تعالی دونون کو صلح پر آمادہ کیا چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ الصلح خیر پس دونون نے اسکو منظور کیا اور صلح کی اجازت دی پس دونون نے اسطور سے صلح کی کہ فلان کو فلان اسقدر درم دیدے پس اُسنے اس سے بالمشافہہ اسکو قبول کیا اور صلح صحیح جائز نافذ قاطع خصومت کرلی اور اُسنے اس سے اسکے اسکو یہ سب مال دینے سے لیکر قبضہ صحیح کیا اور دینے والا اس سب سے اسکے قبضہ کرنے سے بریت قبضہ و استیفاء بری ہوگیا اور اُسنے اقرار کیا کہ میری کوئی خصومت اسکی جانب نہین رہی اور اسکو اپنے سب دعوی سے بری کردیا اور دوسرے نے اُسکے قول کی اس سب مین تصدیق کی اور دوسرے نے بھی اُسکو ہر دعوی سے جو اُسپر کرتا تھا بری کردیا اور دونون مین سے کسی کی دوسرے پر کچھ خصومت و کوئی دعوے و کچھ مطالبہ نرہا اور بعد اس صلح کے جو دعوی ان دونون مین سے کوئی دوسرے پر کرے آخر تک بدستور ختم کرے واللہ تعالے اعلم۔ اگر وکیل نے دعوی ترکہ سے اپنی موکلہ کی طرف سے بعد تقسیم واقع ہونے کے دعوی کرکے پھر صلح کی۔ لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوے کہ زید نے جو وکیل سماۃ ہندہ کا اُسکی طرف سے تمام دعوی و قبضہ و صلح و اقرار و ضمان کے واسطے بوکالت مطلقہ عامہ سب صورتون مین ثابت الوکالت ہی اپنی موکلہ مذکورہ کے واسطے مجلس قضا مین بحضور قاضی فلان بن فلان کے دعوی کیا فلان و فلان و فلان

وارثون پر کہ اسکی یہ موکلہ ان لوگون کے باپ فلان کی جورو تھی و بنکاح صحیح بمہر معلوم اسکی حلالہ تھی اور جب وہ مرا ہی تو یہ موکلہ مذکورہ اسکے نکاح مین تھی اور اُسنے ترکہ مین چنین وچنان مال چھوڑا اور یہ لوگ تمام اس ترکہ پر ناحق مستولی ہوگئے اور اس عورت نے ان لوگون سے اپنا مہر و میراث آٹھوان حصہ طلب کیا پس ان لوگون نے جواب دیا کہ ہمنے تمام ترکہ حصہ بابت کر دیا اور اس عورت کا حصہ اسکو پورا دیدیا ہی پس اس وکیل نے زعم کیا کہ یہ قسمت فاسد واقع ہوئی صحیح نہین ہوئی کیونکہ اسمین خلل رہا اور تفاوت ہوگیا اور غبن فاحش ظاہر ہوا اور ترکہ مین بعض خفیہ چیز ظاہر ہوئی اور ان سب کے درمیان مدت دراز تک خصومت رہی بس شہر فلان کے بزرگ و مشائخ علما جمع ہوے اور انھون نے اس حادثہ مین تامل کرنے کے واسطے ایک مجلس بمقام فلان منعقد کی اور چاہا کہ بحضوری قاضی فلان کے درمیانی ہوکر باہم صلح کرادین پس بعد رضامندی فریقین کے سب اس بات پر متفق ہوے کہ یہ برادر لوگ اس فلانہ موکلہ کو اسکے اس ترکہ مین تمام دعوی و خصومات کے عوض اسقدر دیدین پس یہ لوگ باہم راضی ہوے پس اس وکیل نے بحکم وکالت مذکورہ اس عورت کے تمام دعوی سے جو مہر و حصہ ہشتم ترکہ شوہر مین تھے ان اولاد وارثان سے اسقدر مال پر بصلح صحیح جائز قاطع خصومات صلح کر لی اور ان لوگون نے اس وکیل سے یہ صلح اسقدر مال پر قبول کر لی اور سبھون نے بطوع خود اس مال یعنے بدل الصلح کا اس موکلہ کے واسطے اس ترکہ مین واجب ہونے کا اقرار کیا اور ان لوگون نے اس عورت کے لیے اس مال کے بدلے تمام دار سفتملہ بیوت واقع مقام فلان محدود بحدود چنین وچنان وتمام باغ انگور واقع مقام فلان محدود بحدود چنین وچنان معہ سب حدود و حقوق و چنین وچنان کے عوض دیا اور قیمت اس دار مذکورہ کی اسقدر اور اس باغ مذکور کی اسقدر ہی اور اس وکیل نے اس سب کو قبول کیا اور ان دونون پر وکیل نے ان وارثون کے اسکو یہ دونون تمام و کمال فارغ از موانع و منازع تسلیم کرنے سے لیکر قبضہ کر لیا اور ان وارثون کو بدل الصلح مذکور سے ابراء جائز بری کر دیا اور سبھون نے اقرار کیا کہ یہ ہر دو محدود اس موکلہ کی ملکیت ہین ان وارثون یا انمین سے کسی وارث یا کسی اور آدمی کا اسمین کچھ حق و دعوی و چنین وچنان الی آخرہ نہین ہی پس ہرگاہ انمین سے کوئی اسمین کچھ دعوی کرے الی آخرہ - اور سبھون نے اس عورت کے واسطے ان دونون محدودین درک کی ضمانت کر لی اور وکیل نے اپنی موکلہ کی طرف سے اسکے باقی سب ترکہ مین جو ان وارثون کے پاس رہا درک کی ضمانت کر لی اور اس سب کی صحت کا قاضیان اسلام مین سے ایک قاضی نے حکم دیدیا اور سبھون نے گواہ کر لیے الی آخرہ - اگر کسی دار معین مین سکونت کی وصیت سے چندے درمون پر صلح ہوئی تو لکھے کہ گواہان سمیان گواہ ہوے کہ تا این قول کہ زید نے دعوی کیا کہ عمر اس مدعا علیہ کے والد نے اس مدعی کے واسطے تمام دار واقع موقع فلان و محدود وہ بحدود چنین وچنان کے سکونت کی ہمیشہ کے واسطے جب تک زندہ رہے یا اتنی مدت کے واسطے وصیت کر دی تھی اور اس وصیت سے رجوع و تغیر نہین کیا یہانتک کہ مرگیا حالانکہ یہ دار اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہی - اور اس مدعی نے اسکی اس وصیت کو بعد اسکی موت کے قبول کیا اور مرنے کے بعد اُسنے ایک وارث چھوڑا وہ یہی مدعا علیہ ہی اسکے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہی پھر اس سے اس اپنے تمام دعوی سے اسقدر درمون پر صلح جائز قاطع خصومت دافع منازعت کر لی اور اُسنے اس صلح کو اس بدل کے عوض منظور و قبول کیا الی آخرہ - اور اگر دار معین کی سکونت کی وصیت سے دوسرے دار کی سکونت پر صلح کی تو ابتدا مثل تحریر مذکورہ بالا کے لکھے پھر بدل الصلح کے ذکر کے وقت لکھے کہ پھر اُس سے اپنے تمام دعوی سکونت دار ہذا سے دوسرے دار کی سکونت پر جو اس ترکہ مین سے ہی اور فلان مقام پر واقع ہی محدود بحدود چنین وچنان ہی معہ

حدود و حقوق دینیین و چنان کے ایک سال کامل یا دو سال کامل یا تین سال کے واسطے از ابتداے ماہ فلان سنہ فلان تا انتہاے ماہ فلان سنہ فلان صلح صحیح جائز کرلی اور سے لیا تاکہ اسمین خود رہے اور جسکو چاہے رکھے اور اسمین اپنی راے پر عمل کرے پھر قبضہ اور بری کرنا اور ضمان و درک سب تحریر کرے - اور یہ امر ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک صحیح ہی اور بعضون کے نزدیک نہین جائز ہی جیسے سکونت دار کا اجارہ لینا اور احوط یہ ہی کہ ایسی صلح کے آخر مین حکم حاکم لاحق کردے اور اگر دعوی عین یا دین سے کسی دار کی سکونت یا دوسری منفعت پر صلح قرار پاوے تو لکھے کہ یہ وہ ہی جسپر گواہ ہوے تا این قول کہ فلان نے فلان پر تمام اُس دار کا جو فلان مقام پر واقع ہی یا اسقدر ہزار درم غطریفیہ سیاہ کھنہ رائجہ جیدہ معدودہ کا دعوی کیا پھر دونون نے اس دعوی سے تمام اُس دار کی سکونت پر جو فلان مقام پر واقع ہی اور اُسکے حدود بیان کردے ایک سال کامل تک سکونت رکھنے پر یا اپنی زمین جو فلان مقام پر واقع ہی اور اُسکے حدود بیان کردے اُسمین ایک سال کامل ہر طرح بیج وخریفی غلہ کی زراعت کرنے پر یا اپنے غلام مسمے فلان کی ایک سال کامل خدمت پر یا اپنے گھوڑے کی سواری لینے پر اور اُسکی جنس وصفت بیان کردے اور مدت کی ابتدا و انتہا کی تاریخ لکھے بصلح صحیح جائز صلح کی اور دوسرے کی طرف سے قبول و قبضہ کرنا اور جانبین سے ضمانت درک کا ضامن ہونا اور اپنے اوپر گواہ کردینا سب تحریر کرے - اور اگر کسی عورت کے ترکہ مین اُسکے شوہر اور باپ کے درمیان صلح ہوئی تو لکھے کہ گواہ ہوے کہ زید یعنے اُسکا باپ اور عمرو یعنی اُسکے شوہر دونون نے بطوع خود اقرار کیا کہ فلانہ عورت یعنی مسماۃ ہندہ نے وفات پائی اور وارثون مین اپنے شوہر اور اپنے باپ کو چھوڑا اور وہ یہی ہر دو مذکورہ بالا ہین اور اُس نے ترکہ چھوڑا جسکے یہ دونون وارث ہوے اور ان دونون کے سواے کوئی وارث نہین چھوڑا اور چونکہ وہ لاولد مری ہی اسواسطے اُسکا نصف ترکہ اس شوہر کو پہونچا اور چھٹا حصہ اپنے والد کو بحکم فرض اور باقی بحکم عصوبت پہونچا اور اُسنے مال مین وہ تمام دار جو فلان مقام پر واقع ہی اور تمام فلان چیز سب بتفصیل بیان کرے چھوڑا ہی اور یہ اُسکا تمام مال متروکہ اُسکے اس شوہر کے قبضہ مین ہی اُسکے باپ کے قبضہ مین نہین ہی پھر ان دونون نے اس تمام مال کو ایک ایک کرکے دیکھا اور اچھی طرح بمعرفت صحیح جان پہچان لیا کہ ان دونون کے نزدیک اُسمین کچھ شک نہ رہا اور نہ کم و بیش کچھ پوشیدہ رہا پھر بعد ازانکہ دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کے قول کی جسکا نام اسمین مذکور ہی اس شوہر نے اُسکے اس باپ سے اس باپ کے تمام حق و حصہ سے جو اسکا اپنی بیٹی کے ترکہ مین پہونچتا ہی بعد ازانکہ تمام مال عین سونا اور چاندی زیور جو اسمین مذکور ہی ان دونون کے حضور مین موجود تھا اسطرح کہ دونون اپنے ہاتھ سے اُسکو لے سکتے تھے اس حال مین اس بات پر صلح قرار دی کہ منجملہ تمام ان درمون کے جنپر صلح قرار پائی ہی اتنے درم اُن درمون کی صلح مین ہین جو باپ کے واسطے اُسکی دختر میت کے ترکہ کے درم مذکورہ مین سے واجب ہوے ہین اور وہ اسقدر ہین اور ان درمون مین بہ نسبت اُن درمون کے جنپر اُنکے عوض صلح قرار پائی ہی کچھ زیادتی نہین ہی اور اس بات پر صلح قرار دی کہ منجملہ اُن درمون کے جنپر یہ صلح واقع ہوئی ہی اتنے درم بعوض اُس حق واجب کے ہین جو باپ کے واسطے اپنی دختر میت کے ترکہ سونے اور جواہرات مین سے واجب ہوا ہی اور وہ اسقدر ہی - اور اس بات پر کہ منجملہ اُن درمون پر کہ جنپر صلح واقع ہوئی ہی اسقدر باقی درم اس باپ کے واسطے بعوض اُس حق کے ہین جو باپ کا اپنی دختر میت کے ترکہ کی باقی اشیاے مذکورہ مین واجب ہوا ہی یہ صلح بدین شرط کہ تمام مال جو باپ کے واسطے بحق وراثت اپنی دختر میت کے ترکہ مین واجب

ہوا ہی اُسکے شوہر کے واسطے بسبب صلح مذکورہ کے ہوجاوے پس اس شوہر نے تمام یہ صلح مبنیہ مذکورہ بالمشافہہ قبول کی اور
شوہر نے اس باپ کو تمام بدل صلح ہذا قبل اسکے کہ دونون اس مجلس سے بابدان متفرق ہون دیدیا اور اس باپ
نے اس شوہر کو تمام وہ مال جو اسکے واسطے واجب ہوا تھا بحکم صلح مذکورہ کے سپرد کر دیا اور اس شوہر نے اس باپ سے
یہ سب مال بسبب اسی صلح کے اُسی مجلس مین جسمین دونون نے یہ صلح قرار دی ہی قبل جدا ہونے کے قبضہ کر لیا اور یہ سب
اس باپ اور اس شوہر کے اس اقرار کے بعد ہوا کہ ہم دونون نے یہ سب دیکھ لیا ہی اور وہ یہ ترکہ مذکورہ ہی اور باہمی صلح
قرار دینے کے وقت اس سب کو اندر و باہر سے معائنہ کر لیا ہی اور اسی حال پر باہم دونون نے صلح قرار دی ہی اور
بعد تمام ہونے اس صلح کے اسپر دونون کی رضامندی کے ساتھ دونون جدا ہوے اور دونون نے اسکے بعد
تمام وہ دار جو اس ترکہ مین ہی اُسی ہیئت پر دیکھا جیسا اس صلح باہمی واقع ہونے سے پہلے دیکھا تھا اور یہ تمام
ترکہ اس شوہر کے واسطے بسبب اس حق میراث کے جو اسکا اپنے اس جورو کے ترکہ مین واجب ہوا تھا اور بسبب
اس صلح کے جو اُسنے اس باپ کے ساتھ اسکے تمام حق سے جو اس باپ کا اپنی دختر میت کے ترکہ مین واجب ہوا تھا
صلح کی ہی اس شوہر کا ہو گیا پس جس چیز کا شوہر اس ترکہ مین سے اس باپ کے مالک کرنے سے مالک ہوا ہی اُسمین
یا اُسمین سے کسی جزو مین یا اُسکے حقوق زمین و دار مین سے کسی حق مین کسی آدمی کی طرف سے شوہر مذکور کو کوئی درک
پیش آوے تو جس چیز کا شرع اور حاکم فیصلہ کرے اسکا اُس باپ پر اس شوہر کو سپرد کرنا واجب ہوگا اور دونون
مین سے ہر ایک نے بتطوع خود اقرار کیا کہ اس عورت میت کے ترکہ مین سے اُسکا کوئی حق دوسرے کی جانب اور
دوسرے پر اور دوسرے کے پاس اور دوسرے کے قبضہ مین نہین ہی بعد ازانکہ دونون مین سے ہر ایک نے بتطوع
خود اس بات کو سمجھ لیا کہ اس سب کے متعلق اُسکا کوئی حق دوسرے کی جانب نہین ہی اور اگر اس عورت وفات یافتہ
کے ترکہ کے اموال مذکورہ مین کسی مال کی نسبت دونون مین کوئی شخص دوسرے کی جانب کچھ دعوی کرے یا اسکی
طرف سے کوئی آدمی دعوی کرے خواہ اسکی حیات مین یا اسکی وفات کے بعد اور گواہ لوگ گواہی دین تو یہ سب باطل
و مردود ہوگا پھر بدستور تحریر کو ختم کرے اور اگر فضولی نے صلح کی تو لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوے تا این قول کہ زید
نے عمرو پر دعوی کیا تھا پس اس دعوی سے اس مدعی کے ساتھ اس مقر نے براہ تبرع و احسان بدون حکم اس مدعاعلیہ
کے اتنے درمون پر صلح کر لی بدین شرط کہ وہ اس مدعی کے واسطے اس مال صلح کا اپنے ذاتی مال سے ضامن ہوا ہی بدین
شرط کہ اس مدعی نے اس مدعاعلیہ کو اس دعوی سے بری کیا اور اس مقر نے بدل صلح اُسکو دیدیا اور بدین شرط کہ مدعی
تمام اُس چیز کا جو اس مدعاعلیہ کو اس باب مین اس مدعی کی جانب سے اور اسکے سبب سے اور کسی آدمی کی طرف سے کوئی درک
پیش آوے تو اس سب کا یہ مدعی ضامن ہی پس ان شرائط مذکورہ پر یہ صلح جائز قاطع خصومت دونون نے صلح کی اور اس
صلح کو جو بقدر اس مال کے ہی اس مدعی نے اسکے صلح کرنے سے قبول کیا اور اس مدعاعلیہ کی طرف سے براہ
تبرع و احسان یہ مال مدعی کو مقر کے ادا کرنے سے مدعی نے وصول پایا پس تمام وہ چیز جسکے دعوی سے یہ صلح واقع
ہوئی ہی اس مدعاعلیہ کی ملک ہو گئی اس مدعی یا کسی آدمی کی ملک نرہی اور یہ ملک بملک صحیح و حق واجب ہوئی اور اس
مدعاعلیہ کی جانب اس مدعی کا کوئی حق و دعوی نرہا پھر تحریر کو بدستور تمام کرے اور فرمایا کہ اگر ایسی صلح فضولی کی جانب
سے اس شرط پر واقع ہو کہ شی متدعویہ فضولی کی ملک ہو نہ مدعاعلیہ کی تو بعد اس تحریر کے کہ اتنے درمون پر صلح کی

یون لکھنا چاہیے کہ بدین شرط کہ یہ دار محدودہ متدعو یہ اس صلح کرنے والے کی ملک ہوئی نہ اس مدعا علیہ کی
اور نہ کسی آدمی کی رہی پھر گواہی کرانے سے پہلے لکھے اور اس مدعی نے اس صلح کرنے والے کو اپنی زندگی مین
اپنا وکیل کیا کہ اس سب دار کو اس مدعا علیہ سے اور جسکے قبضہ مین پاوے اس سے لیکر اپنے قبضہ مین کرے
اور اس معاملہ مین خصومت اور نالش کرنے کا بھی وکیل کیا باین طور کہ چاہے اس کار وکالت کو بنفس خود
انجام دے یا جسکو چاہے یکے بعد دیگرے وکیل مقرر کرے اور وکیلون مین جسکو چاہے یکے بعد دیگرے
تبدیل کرے اور اس معاملہ مین اپنی راے پر عمل کرے اور اس مدعی کا قائم مقام ہوگا اور اس معاملہ مین
جو کچھ کریگا جائز ہوگا اور اس معاملہ مین جسکا اسکو وکیل کیا ہی اپنی وفات کے بعد اس سب کا فقط اسی کو وصی کیا اور لوگون مین
سے کسی کو نہین کیا اور اس صلح کرنے والے نے یہ سب جو مدعی نے اسکے واسطے قرار دیا ہی بالمشافہہ قبول کیا پھر اگر
اس دار کو قابض سے لینے پر قادر نہو تو بدل صلح کو مدعی سے واپس کرے پھر تحریر کو تمام کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر
صلح از دعوی امانت ہو تو لکھے کہ اسنے اسپر فلان چیز کا جسکو اسنے اسکے پاس ودیعت رکھایا تھا اور اسنے قبضہ کر لیا تھا
دعوی کیا باین وجہ کہ مالک ودیعت نے اس سے اپنی ودیعت واپس مانگی اور اسنے سرے سے ودیعت رکھنے کا انکار کیا
یہانتک کہ یہ امانت اسکے ذمہ مال مضمون ہو گئی کہ اگر وہ مثلی چیزون مین ہو تو اسکے مثل ضمانت اور قیمتی چیزون مین سے
ہو تو اسکی قیمت تاوان لازم آئی پس مالک ودیعت نے اسکا دعوی کیا پس مدعا علیہ سے اس دعوی سے اسقدر روپون
پر صلح صحیح کر لی اور اسنے اس صلح کو اس عوض پر باوجود اپنے انکار کے بقبول صحیح قبول کیا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر قتل عمد
سے کسی قدر مال پر صلح کی تو لکھے کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ عمرو نے اسکے باپ بکر کو لوہے کے ہتھیار سے عمداً ناحق
وظلماً وعدواناً قتل کیا اور اس مقتول نے کوئی وارث سواے اس زید کے نہین چھوڑا اور اس زید کے واسطے اس
مدعا علیہ پر قصاص کا استحقاق ہی اور اس عمرو پر اسکے سامنے اپنی گردن جھکانا اور اپنی جان اسکے سپرد کرنا اور اسکو قصاص حاصل
کر لینے دینا واجب ہوا پھر اس زید نے اپنے اس دعوے سے اسقدر مال پر اس سے صلح کر لی پس اسنے اس سے اس
صلح کو بالمشافہہ قبول کیا اور یہ صلح ایسی صلح صحیح ہی جو قاطع خصومت ہی اور مدعی نے اس سے یہ بدل صلح مدعا علیہ کے ادا
کرنے سے لیکر قبضہ کر لیا اور اسکو اپنے اس تمام دعوے سے بری کر دیا اور اسی کے واسطے تمام اس چیز کی درک کا
ضامن ہوا جو اسکو کسی دوسرے وارث کی طرف سے الظاہر ہو اور قرضخواہ اور موصی لہ اور حاکم اور صاحب سلطنت
وغیرہ کے آدمی کی طرف سے لاحق ہو حتی کہ اسکو اس درک سے چھوڑا دیگا یا بقدر اس درک کے اس مال صلح مین سے
جو اسنے وصول کیا ہی واپس دیگا پس اس درک کی ضمانت صحیحہ جائزہ کر لی پس اس صلح اور بری کر دینے کے سبب سے
اسکا کوئی حق و دعوی۔ آخر تک مثل مذکورہ بالا کے لکھے واللہ تعالی اعلم کذا فی المحیط۔ اور اگر جان تلف کرنے سے
کم سے قصاص سے صلح کی۔ تو لکھے کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ عمرو نے اسکا دہنا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے عمداً ناحق براہ تعدی
وظلم کاٹ ڈالا اور وہ (یعنے ہاتھ کی انگلیون وغیرہ کا معالجہ کیا جس سے جان کا تلف نہ ہوتی ۱۲) بعد اسکے اس زخم سے اچھا ہو گیا اور اسپر اپنے اس ہاتھ کے قصاص کا بسبب اس جنایت
کے دعوے کیا پس مدعا علیہ نے اس سے اس دعوی سے اسقدر مال پر صلح کر لینے کی درخواست اور اسنے اسکو
منظور کر کے اس مال پر اسکے ساتھ صلح کر لی پھر اسکو مثل تحریر اول کے تمام کرے واللہ اعلم۔ قتل خطا سے صلح
کرکے تحریر اسطرح لکھے کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ عمرو نے اسکے باپ مسمے فلان کو خطا سے ناحق قتل کیا اور اس سے

یت طلب کی اور اُسنے درخواست کی کہ اس دیت سے اسقدر درمون پر تین سال کی میعاد پر اس تحریر کی تاریخ سے
کی ابتدا ہوگی اس شرط پر صلح کر لی کہ اُسکو اپنے اس دعوی سے بری کردے بدین شرط کہ ان تین سالون مین
ے ہر سال ان درمون مذکورہ سے ایک تہائی ادا کریگا پس بصلح صحیح صلح کر لی آخر تک بدستور معلوم تحریر کرے اور
س تحریر کے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے۔ اور اگر عمداً غلام قتل کرنے کے دعوے سے صلح کی تو لکھے کہ گواہان مسمیان
ا این قول کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکے غلام ترکی یا ہندی مسمی فلان کو یا اُسکی ترکی باندی مسماۃ فلانہ کو
وہے کے ہتھیار سے عمداً براہ ظلم و تعدی قتل کیا اور نیز اُسپر دعوی کیا کہ قاضی عادل جائز الحکم نے جسکا حکم مسلمانون
کے درمیان جاری ہے اس قاتل پر بسبب اس غلام کے قتل کرنے کے بذریعہ گواہون کے جنھون نے اُسکے پاس گواہی
دی یا بوجہ اقرار مدعا علیہ کے جیسی صورت واقع ہوئی ہو قصاص کا حکم بنا بر اختیار قول ایسے عالم کے جو مرد آزاد پر غیر کا
غلام قتل کرنے سے قصاص ہونا فرماتا ہے دیدیا پس اُسنے مدعا علیہ سے بذریعہ اپنے اس دعوے کے قصاص مانگا
پس مدعا علیہ نے اُسکے اس دعوی سے اسقدر درمون پر صلح کرنے کی درخواست کی پس اُسنے اس درخواست کو منظور کر
اُسکے ساتھ صلح کر لی آخر تک بدستور سابق تحریر کرے اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے تاکہ ایسے حادثہ مین قصاص
کا دعوی بالاتفاق صحیح ہو جاوے پھر حاکم حکم اسکے جائز ہونے کا تحریر کرے کیونکہ بدون اُسکے اقرار کے اسکا وقوع
ہوا ہے اور کتاب الشروط مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میرے
بھائی کو عمداً قتل کیا ہے اور مین اُسکا وارث ہون میرے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہے پھر مدعا علیہ نے اس قصاص
سے دیت لینے پر صلح کر لی اور تین سال مین اُسکے ادا کی قسطین مقرر کین تو یہ صلح جائز ہے اسی طرح اگر دیت سے کم پر صلح
کی تو بھی جائز ہے لیکن بعض لوگون کے قول کے موافق نہین جائز ہے اور اسکا بیان پہلے گذر چکا ہے اور فرمایا کہ اگر اُسکے واسطے
تحریر لکھنی چاہیے تو ولی مقتول کے واسطے قاتل کی طرف سے لکھے کہ مین نے تیرے بھائی فلان ابن فلان کو قتل کیا
اور تو اُسکا وارث ہے تیرے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہے اور تو نے اپنے بھائی کے خون سے اسقدر پر صلح کر لی ہے
پھر تحریر کو بدستور تمام کرے اور اگر قصاص کا استحقاق وارثان صغیر و کبیر دونون کو حاصل ہو تو بالغون کی صلح
بالاتفاق جائز ہے پس امام اعظم رح کے نزدیک اسی وجہ سے جائز ہے کہ بالغ کو قصاص حاصل کر لینے کا اختیار ہے پس
اُسکو صلح کا بھی اختیار ہے اور صاحبین رح کے نزدیک بالغ کی صلح فی نفسہ صحیح ہے پس قصاص ساقط ہو جائیگا اور باقی
نابالغون کا حصہ قصاص سے منقلب ہو کر مال پر آجائیگا پس اگر اس صلح کی تحریر لکھنی چاہی تو امام اعظم رح کے
نزدیک بالغ کی طرف سے صلحنامہ تحریر کرے جیسا ہمنے بیان کیا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک فقط حصہ بالغ کا
صلحنامہ تحریر کرے اور اسمین لکھدے کہ بسبب عفو واقع ہونے کے نابالغون کا حصہ منقلب بمال ہو گیا۔ اور اگر
کسی نے ایک غلام کو قتل کیا تو امام المسلمین کو اختیار ہے کہ اُسکے خون سے قاتل سے صلح کرے اور یہ حکم بھی اتفاقی ہے
پس امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اسوجہ سے کہ اُسکو قصاص لے لینے کا اختیار ہے پس صلح کر کے قصاص
ساقط کر دینے کا بھی اختیار ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسوجہ سے کہ امام مثل وصی کے ہے اور وصی کو صلح
کرنے کا اختیار ہوتا ہے پس ایسا ہی امام کو بھی اختیار ہے اسوجہ سے اسمین عامہ مسلمین کے واسطے نفع ہے پس اگر اسکا
صلحنامہ لکھنا چاہے تو اُسی طور سے لکھے جیسا ہمنے بیان کر دیا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ خریدی ہوئی چیز کے عیب سے

صلح کرنے کی تحریر اسطرح ہی گواہ لوگ گواہ ہوے کہ فلان و فلان یعنی بائع و مشتری دونون نے بطوع خود اقرار کیا کہ فلان نے فلان سے یہ غلام مسمی فلان ہندی جسکا یہ حلیہ ہی بعوض اتنے درم کے خریدا تھا اور دونون مین باہمی قبضہ واقع ہوگیا پھر یہ مشتری اس غلام کے چنین و چنان عیب پر مطلع ہوا جسکو اُسنے خرید کے وقت نہین دیکھا تھا اور نہ بائع نے اُسکے عیوب سے بریت کرلی تھی پھر اسکے بائع سے بحالت موجودگی غلام کے بائع پر اس عیب کی نالش کی پس بائع نے اس عیب کا اقرار کیا اور مشتری کے قول کی تصدیق کی اور ثمن مین سے حصہ عیب کی مقدار پر دونون نے اتفاق کیا اور وہ اسقدر ہی پھر اسکے بعد دونون نے اس عیب سے ثمن مذکور مین سے اس مقدار پر بدین شرط صلح کرلی کہ یہ بائع اسقدر اس مشتری کو بدین شرط دیدے کہ یہ مشتری اس عیب سے اُسکو بری کردے پس دونون نے ایسا کیا اور باہم صلح صحیح کرلی اور اس مشتری نے اس بائع سے یہ عوض وصول کرلیا اور اُسکو بری کردیا پھر دونون جدا ہوگئے اور تحریر کو تمام کرے اور اس صلح نامہ کی دو نقلین بائع اور مشتری کے واسطے تحریر کردے - مجہول سے معلوم پر صلح کرنے کی تحریر اسطرح لکھے گواہ لوگ اس بات پر گواہ ہوے کہ فلان نے بیان کیا کہ اسکے اور فلان کے درمیان لین دین اور خلط ملط تھا اور اُسکا اُسپر اس معاملہ مین کچھ مال نکلتا ہی جسکی مقدار نہین معلوم ہی پس اُسنے درخواست کی کہ اس سے کسی چیز پر صلح کرلے پس دونون نے اتفاق کیا کہ اس سب سے اسقدر مال پر مصالحہ کیا اور اُسنے بالمواجہہ اس صلح کو قبول کیا پھر تحریر کو مثل مذکورہ سابق تمام کرے اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اسواسطے کہ مجہول سے صلح کرنا امام شافعی رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور ہمارے نزدیک اگر عوض معلوم ہو تو جائز ہی - دعوی رقیت سے صلح کرنے کی تحریر - اسطرح لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوے کہ فلان ابن فلان نے زید ابن عمرو پر جو ایک شخص اپنے نسب سے مجہول ہی کہ سواے اسکے نام کے اُسکے نسب سے وقوف نہین ہوتا ہی یہ دعوی کیا کہ یہ شخص بملک صحیح میرا مملوک و مرقوق ہی اور یہ میری تابعداری سے باہر ہوگیا ہی پس بحکم مملوکیت اُس سے تابعداری اور فرمانبرداری کا مطالبہ کیا پس مدعا علیہ نے اس دعوی سے کسی چیز پر صلح کرلینے کی درخواست کی پس مدعی نے اسکو منظور کیا اور اس دعوی سے اسقدر مال پر بصلح صحیح صلح کی اور اُسنے اسکو بالمواجہہ قبول کیا اور تمام بدل پر مدعا علیہ کے اُسکے دینے سے لیکر قبضہ کرلیا پس بعد اس صلح کے اس مدعی کا اس مدعا علیہ پر کچھ حق خصومت و دعوی نرہا - اور ایسی صورت مین اگر کسی حیوان پر جسکا وصف بیان کرکے اُسکے ذمہ قرار دیا ہو صلح کرنا جائز ہی اسواسطے کہ یہ مثل مال پر آزاد کرنے کے ہی اور اسمین ولاء نہوگی اسواسطے کہ مدعا علیہ نے مملوک ہونے کا اقرار نہین کیا ہی اور بجاے تحریر بدل کے لکھے کہ بعوض ایک غلام ترکی جوان عیب سے پاک کے یا ایک باندی ترکیہ جوان عیب سے پاک کے صلح کی اور نیز اگر کپڑون پر اُنکا وصف بیان کرکے ذمہ قرار دیکر صلح کی تو بھی جائز ہی لیکن اس صورت مین کپڑون کی جنس اور صفت اور مدت اداے اور مقام اداے بیان کردے - اور اگر دعوی نکاح سے مال پر صلح کی تو صلحنامہ اسطور سے لکھے کہ زید نے ہندہ پر دعوی کیا کہ ہندہ اُسکی جورو ہی وحلالہ بنکاح صحیح ہی اور یہ زید کی فرمانبرداری سے قبل زید کے اسکے ساتھ دخول کرنے کے یا بعد دخول کرنے کے باہر ہوگئی ہی اور اس ہندہ پر طرح طرح کے مالون مین سے چند چیزون کا دعوی کیا اور ہندہ نے اُسکے اس دعوی سے جو ہندہ کی جانب کرتا ہی انکار کیا اور اُس سے درخواست کی کہ کسی چیز پر صلح کرلے پس اسنے درخواست کو منظور کرکے نکاح اور ان مالون کے دعوی خصومات سے اسقدر درہمون پر بصلح صحیح مصالحہ کیا اور بقبول صحیح اسکو قبول کیا

اور اس صلح کا سب معاوضہ ہندہ کے اُسکو دینے سے لیکر بقبضہ صحیح قبضہ کیا اور اب اس زید کا ہندہ پر دعوے
نکاح اور ان باتون مین سے کسی چیز کا دعوی نرہا پس یہ صورت کتب سلف مین موجود ہو اور ہمارے بعض مشایخ
نے اس صورت کو باطل کر دیا ہو کیونکہ یہ نکاح کا عوض ہو یا بطریق باطل مال کا لینا ہو پس اس مسئلہ مین مختار یہ ہو کہ
دعوی مال سے صلح کرے اور بدون درخواست کے طلاق دیدے اور اُسکی تحریر کی صورت یہ ہو کہ زید نے ہندہ پر
دعوی کیا کہ اسنے میرے مال سے چنین وچنان مال پر قبضہ کیا ہو اور یہ میری جورو ہو اور یہ میری فرمانبرداری سے انکار
کرتی ہو اور ہندہ نے اس سب سے انکار کیا پھر دونون نے دعوی بالیہ اور خصومت مالیہ سے اسقدر پر باہم صلح کی آخر
تک تمام اُسکے شرائط تحریر کرے اور لکھے کہ زید اُسپر نکاح کا دعوی کرتا تھا اور وہ اُسکے دعوی سے منکر ہو اور دوسرے
مرد کے نکاح مین ہونے کا اقرار کرتی ہو اور وہ دوسرا مرد مذکور اُسکے قول کی تصدیق کرتا ہو پس اس مدعی نے بعد ان کے
ہندہ کے تنزہاً و احتیاطاً ہندہ کو ایک طلاق بائن دیدی پھر تحریر کو ختم کرے۔ صورت دیگر تحریر صلح دعوی نکاح معہ
زیادتی دعوی حرمت از جانب عورت۔ زید نے ہندہ پر دعوی کیا کہ یہ میری زوجہ وحلالہ ہو۔ اور اس سے میرا ایک لڑکا
ہے فلان ہو اور یہ میری اطاعت سے باہر ہو گئی ہو اور اسنے ناحق عمرو سے اتفاق پیدا کیا ہو اور مطالبہ کیا کہ یہ
عورت احکام نکاح مین اُسکی اطاعت و انقیاد کرے پس ہندہ نے جواب دیا کہ وہ اُسکی جورو حلالہ تھی لیکن اسنے
یہ قسم کھائی تھی کہ اگر اسکے پاس سے سفر کر جاوے اور ایک مہینہ غائب رہے تو اسپر طلاق ثلثہ واقع ہون اور بدون اسکی
اجازت کے اس شہر سے باہر نجاویگا حالانکہ اسنے بعد اس قسم کے بلا اجازت سفر کیا اور ایک مہینہ سے زیادہ
غائب رہا پس قسم مین جھوٹا ہوا اور عورت مذکورہ اُسپر بسہ طلاق حرام ہو گئی پھر اُسکی عدت کے تین حیض گذر گئے پھر
اسنے اس عمرو سے نکاح کیا اور اس عورت نے قاضی فلان کے سامنے یہ حرمت گواہان عادل قائم کر کے ثابت
کر دی درحالیکہ قاضی مذکور ضلع فلان کا قاضی تھا اور اسکا حکم قضا بر وجہ ولشہادہ بر قضاے مذکور جاری ہو گیا پھر
ان دونون مین اسنے پر صلح واقع ہوئی پھر تحریر کو جسطرح ہمنے بیان کیا ہو ختم کرے کذا فی الذخیرہ۔ اگر دعوی ختان
مین خطا واقع ہونے سے صلح کر لی تو اُسکی تحریر اسطرح ہو کہ زید بن عمرو نے درحالت صحت اقرار بہمہ وجوہ اقرار کیا کہ
بکر بن خالد پر دعوی کیا تھا کہ اسنے میرے پسر سے شعیب کا جو پانچ برس کا لڑکا ہو اور وہ مجلس دعوی مذکور مین حاضر
مشارالیہ تھا بدون اجازت اُسکے والد مذکور کے ختنہ کیا اور استرہ سے اُسکا حشفہ کاٹ ڈالا جس سے اُسکے عضو کی
منفعت بالکل زائل ہو گئی کہ اُسکے عود کرنے کی بظاہر امید نہین رہی ہو اور یہ منفعت احبال وا طلاق و تناسل
اور اُسکا پیشاب برابر جاری رہتا ہو منقطع نہین ہوتا ہو اور اسپر حاذق جراحون و حجامون نے اس فن مین کامل
مشہور ہین اتفاق کیا ہے کہ اسپر دیت کاملہ بوجہ اس فعل موجودہ کے واجب ہوئی پس مدعی اس سے اسکے جواب کا مطالبہ
قاضی فلان کے حضور مین کرتا تھا اور یہ مدعا علیہ ختنہ کرنے کا مقر تھا اور اپنے فعل سے اس منفعت کے زائل ہونے
سے منکر تھا بلکہ یون زعم کرتا ہو یہ منفعت اُسکے فعل کے بعد کسی دوسرے سبب سے زائل ہوئی ہو پس ان دونون مین خصومت
دراز ہوئی اور والد صغیر مذکور سے اپنا دعوی اس مدعا علیہ پر ثابت کرنا متعذر ہو گیا پس خصومت کے تمادی و طول دینے
سے صلح کرنا بہتر ہوا پس اس سے والد صغیر مذکور نے بولایت پدری اس دعوی سے اتنے وزن خالص چاندی کھری
قابل سکہ ڈھلنے پر صلح کر لی اور بعد اس صلح کے اس صغیر کا اس مدعا علیہ پر کوئی دعوی و خصومت قلیل و کثیر مین

باقی نرہی اور اس مدعا علیہ نے خطا یا اُسکی تصدیق کی اور جس شخص کو علم مین مہارت و سمجھ ہو اُسکے واسطے اسقدر کافی ہے
کذا فی الظہیریہ

فصل ہشت دہم۔ قسمت کے بیان مین۔ متاخرین مشائخ اصطلح لکھتے ہین کہ تحریر بدین مضمون ہے جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوئے ہین کہ فلان وفلان نے اقرار کیا الی آخرہ کہ تمام دار مشتملہ بیوت واقع مقام فلان محدود بحدود چنین وچنان معہ اپنے حدود و حقوق و مرافق و زمین و عمارت و ہر قلیل و کثیر کے جو اُسمین اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت ہے ان سب مین مشترک تھا اور ان سب کے قبضہ مین تین تہائی یا جیسا ہو تھا کہ فلان کا اسقدر وفلان کا اسقدر وفلان کا اسقدر پھر ان لوگون نے اسکو ایک قاسم عادل کی تقسیم سے جسکو باہمی رضامندی سے مقرر کیا اور اُسکی تقسیم کی اپنے اوپر اجازت دیدی تھی باہم تقسیم کرایا پس اس قاسم عادل نے انکی باہمی رضامندی سے بعدل و انصاف بقسمت تقویم و اصلاح اس دار کو انمین تقسیم کردیا پس فلان کے حصہ مین اُس جانب کا آیا جو دروازہ سے اندر جانے والے کے دائین ہاتھ پڑتا ہے اور اُسکا دروازہ بجانب شرق ہے اور اُسمین تین بیوت ہین ایک بیت کا یہ نام اور دوسرے کا یہ نام اور ان دونون پر دو غرفہ مین اور ان دونون کے درمیان ایک صفہ ہے اور انکے آگے صحن ہے جسکا طول اُن گزون سے جنسے فلان شہر مین پیمائش کی جاتی ہے اتنے گز اور عرض اتنے گز ہے۔ اور فلان کے حصہ مین اس دار مین سے دروازے سے اندر جانے والے کے بائین ہاتھ کی جانب کا کنارہ آیا اور بطریق مذکورہ اسکو بھی مفصل بیان کردے۔ اور فلان کے حصہ مین دروازہ سے اندر جانے والے کے سامنے کا کنارہ جو منتہائے دار ہے آیا اور نواحی ثلثہ مین سے ہر ایک ناحیہ کے حدود اربعہ یہ ہین پس ناحیہ جانب راست کی ایک حد لزیق چنین الی آخرہ اور ناحیہ جانب چپ کی ایک حد متصل چنین الی آخرہ۔ اور جانب مقابل کی ایک حد ملازق چنین الی آخرہ ہے پس ہر ایک کے پورے حصہ مین وہ ناحیہ جو اُسکے واسطے بیان ہوئی ہے معہ اپنے سب حدود و حقوق کے آئی اور لکھدے کہ اس دار کی دہلیز تقسیم سے نکال لی گئی ہے وہ تمام حصص مذکورہ کی گذرگاہ ہے ان سب مین مشترک ہے وجہ دیگر آنکہ اگر ہر ایک نے تقسیم سے اپنا دروازہ بڑے رستہ کی طرف یا راہ مشترک کی طرف پھوڑ لیا تو تحریر کردے کہ وہ فلان مقام پر ہے بنابرین تقسیم صحیحہ جائزہ کرلی جسمین فساد و خیار نہین ہے اور ہر ایک نے اپنا تمام حصہ جو تقسیم مین اُسکے حصہ مین آیا ہے اپنے اصحاب کے اسکو یہ سب خالی از منازع و مانع تسلیم کرنے سے اُسپر قبضہ کرلیا اور اس تقسیم کی صحت و تمام ہونے کے بعد یہ سب اس قسمت کی مجلس سے بتفرق ابدان و اقوال جدا ہوئے بعد ازانکہ ہر ایک نے اس سب کے دیکھ بھال لینے اور اُس سے راضی ہوجانے کا اقرار کرلیا پس انمین ہر ایک کو جو درک اس سب مین یا اسمین سے کسی قدر مین یا اسکے کسی حق مین لاحق ہوگا تو ہر ایک حصہ دار پر وہ واجب ہوگا جو مقتضائے شرع ہے اور ہر ایک کے واسطے اس حصہ مین جو دوسرے کے حصہ مین آیا ہے کوئی حق و دعوے و مطالبہ نہین ہے اور بعد اسکے جو کوئی انمین سے کچھ دعوے کرے تو وہ مردود و باطل ہے اور سب نے اپنے اوپر اس امر کے گواہ کرلیے الی آخرہ کذا فی المحیط۔ تقسیم چہار پایان۔ گواہان مسمیان آخر تحریر الے آخرہ۔ سب اس امر کے گواہ ہوئے کہ فلان و فلان وفلان نے اُنکے سامنے اقرار کیا اور اپنے اقرار پر سبھون نے جو بطوع خود بحالت صحت ابدان و قیام عقول و جواز تصرفات کے کیا ہے ان سب کو گواہ کرلیا کہ انکا باپ فلان مرگیا اور اُسنے چنین و چنان گھوڑے ان سب مین

درمیان کچھ زمین میراث مشترک چھوڑے اور لڑکے سواے کوئی وارث نہین چھوڑا اور یہ سب ان سب کے
ہوگیا کہ برابر مین تہائی و مشترک ہوا اور انکی عمرین و رنگ مختلف ہین ازانجملہ جذاع اسقدر مین
وثنیہ اسقدر مین و قوارح اسقدر مین ان سب کے شیات بیان کردے۔ پس ان وارثون نے اپنے
درمیان انکی تقسیم کرلینی چاہی حالانکہ یہ ایسی میراث ہی کہ جسپر کچھ قرضہ نہین ہی اور نہ وصیت ہی پس ان
سب کو حاضر لائے دبعدل و انصاف انکی قیمت اندازہ کرائی۔ پس انکی قیمت اسقدر ٹھہری پھر بدون ظلم
وغبن کے بعدل و انصاف انکے حصے لگائے پس فلان کے حصہ مین یہ آیا اور فلان کے حصہ مین یہ آیا جنکے ذات
ایسے اور قیمت اسقدر ہی اور فلان کو جو اسکے حصہ مین آیا ہی وہ اسکے نصیب مشاع مسمی مذکورہ تحریر ہذا مین
اس تقسیم مذکورہ سے ملا ہی اور ہر ایک نے اپنا نصیب پورے ترکہ مین سے جان لیا اور جو کچھ بعد
تقسیم کے اسکے حصہ مین پڑا ہی اسکو جان پہچان لیا اور یہ بعد اسکے واقع ہوا کہ سبھون نے باہمی رضامندی
سے قرعہ ڈالا ہی۔ اور اگر سبھون نے باہمی رضامندی سے قرعہ نہ ڈالا ہو تو اسکے لکھنے سے سکوت کرے
اور ہر ایک نے تمام وہ حصہ جو تقسیم مین اسکے حصہ مین آیا ہی اپنے دوسرے شریکون سے اسکو تمام و کمال
بدون مانع و منازع کے سپرد کرنے سے لیکر اسپر قبضہ کرلیا اور ہر ایک نے دوسرے کو اپنے ہر دعوے
وخصومت و مطالبے سے اس سب مین بری کردیا اور اقرار کیا کہ اس سب مین اسکا کوئی حق و دعوے
بجانب شریکون کے یا کسی شریک کے باقی نہین رہا۔ اور ہرگاہ وہ کچھ دعوے کرے تو باطل و مردود
ہوگا۔ اور سب حصہ دار راضی برضا بتفرق ابدان و اقوال متفرق ہوے پس جو کچھ درک ان حصہ دارون
مین سے کسی امین یا اسمین سے کسی قدر مین لاحق ہو تو اسکے شریکون پر اسکو وہ تسلیم کرنا واجب ہوگا جو مقتضاے
شرع ہی اور سبھون نے اپنے اوپر اس بات کے گواہ کرلیے آخر تک بدستور۔ اور اونٹون و گاؤن و بکریون
وغیرہ کی تقسیم کی تحریر بھی اسی طور سے ہی اور ہر ایک کے ساتھ اسکے شیات والوان و صفات بیان کردے۔ اور رقیق
یعنی غلام و باندی سوا امام اعظم رح انکی تقسیم مین خیر نہین جانتے ہین یعنی مکروہ جانتے ہین اور صاحبین رح کے نزدیک
جائز ہی۔ پس اگر قاضی نے اسپر جبر کیا اور اپنا حکم قضا ایک مسئلہ مختلف فیہ سمجھکر حکم دیا تو اجماعی ہوجائیگا پس اسکے
تحریر کی صورت یہ ہی کہ یہ وہ تحریر ہی کہ گواہ ہوے تا آخر قول کہ اور انکے باپ نے چندین باندیان و چندین
غلام چھوڑے انمین سے ایک غلام کا نام یہ ہی اور اسکی صفت و حلیہ یہ ہی اور دوسرے کا چنین و چنان ہی
سب کا بیان کردے اور ایک باندی کا نام و حلیہ صفت چنین و چنان اور دوسری کا علی ہذا القیاس اور یہ غلام بالغ
ہوگئے اور یہ باندیان بالغہ ہوگئی ہین پس ان سبھون نے باہمی رضامندی سے انکی تقسیم چاہی یا لکھے کہ قرعہ ڈالکر
چاہی یا لکھے کہ سبھون نے قاضی کے حضور مین مرافعہ کیا یا لکھے کہ پس ایک نے قاضی فلان سے مرافعہ کیا اور دعوا
کی کہ باقی وارثون پر تقسیم کے واسطے جبر کرے اور یہ قاضی اسکو جائز جانتا تھا پس اسنے انکو اس تقسیم پر مجبور
کیا اور فلان کو بھیجا جسنے انکو بانصاف اندازہ کیا پس انکی قیمت اسقدر آنکی گئی اور یہ تقسیم ان لوگون مین
قرعہ سے تھی پس اسنے انمین قرعہ ڈالا پس فلان کو چنین پہونچا اور فلان کو چنان پہونچا۔ اور اگر یہ غلام و
باندیان ان لوگون مین سواے میراث کے بوجہ مشترک خرید وغیرہ کے مشترک ہون تو اسکو بیان کردے

اور اگر میراث مین امتعہ ہون یا ظروف ہون یا کیلی یا وزنی چیزین ہون تو اسی قیاس پر جو اوپر مذکور ہوا ہی تحریر کرے
لیکن مثلی مین قیمت تحریر نکرے ۔ اور اگر میراث مین چند انواع و اقسام کا مال ہو تو اُسکے تقسیم کی تحریر اسطرح ہو کہ یہ تحریر
بدین مضمون ہی جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے ہین تا این قول کہ اُنکا یہ باپ جسکا نام اس تحریر مین
مذکور ہوا ہی مرگیا اور اُسنے چند اقسام کا مال ان لوگون مین تین تہائی میراث چھوڑا یعنی حیوانات مین خیل اسقدر جسمین
عربی گھوڑے اتنے جنکا سن و شیہ یہ ہی اور باقی چینین و چنیان اور ابل اتنے جسمین سے اونٹ اتنے اور اونٹنیان
اتنی اور خچرون کو بھی اسی طور پر تحریر کرے اور گدھے اتنے اور گائین اتنی اور بکریان اتنی اُن سب کے شیات وغیرہ
بیان کردے اور عقارات اتنے اُنکے مواضع و حدود بیان کردے اور اراضی و دوکانون کو بھی اسی طرح بیان کردے
اور فروش اتنے اور ظروف چینین و چنیان اور سادے ریشمی کپڑے اتنے اور نقود چینین و چنیان یہ سب ترکہ چھوڑا ۔ اور
وارثون مین یہی تین پسر چھوڑے اور اُسکا ترکہ ان سب مین تین تہائی ہوا اور اگر اُسنے مختلف حصص کے وارث
چھوڑے مثلاً مادر و پدر و دو پسر و ایک دختر و ایک زوجہ اور انکے مثل تو لکھے کہ وارثون مین مادر و پدر فلانہ و فلان
و جورو مسماۃ فلانہ و دو پسر فلان و فلان و ایک دختر مسماۃ فلانہ چھوڑی اور یہ سب مال ان سب مین بر فرائض اللہ تعالے
میراث ہوا کہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ و مادر و پدر کے واسطے دو چھٹے حصے اور باقی اولاد کے درمیان مرد کو عورت
سے دو چند کے حساب سے ہوا پس اصل فریضہ چوبیس سہام سے اور اُسکی تقسیم ایک سو بیس سہام سے ہوئی جسمین
سے جورو کو (۱۵) اور والدین کو (۴۰) ہر ایک کو بیس بیس اور ہر پسر کے واسطے (۲۶) اور دختر کے واسطے
(۱۳) سہام ہوے اور تمام یہ ترکہ ایسے لوگون کے انداز کرنے سے جنکو آلکھے کا ملکہ ہی انداز کرایا گیا
تو دو ہزار چار سو درم کا ہوا جسمین سے جورو کے واسطے تین سو درم اور باپ کے واسطے (۴۰۰) چار سو درم
اور مان کے واسطے بھی اسی قدر اور ہر پسر کے واسطے پانچ سو بیس درم اور دختر کے واسطے دو سو ساٹھ درم ہوے
پس جورو کو اُسکے حصہ کے عوض تمام وہ دار جو فلان مقام پر واقع ہی دیدیا گیا اور باپ کو تمام باغ انگور واقع
موضع فلان دیدیا گیا اور علی ہذا القیاس باقیون کو آخر تک تحریر کرے کذا فی الذخیرہ ۔ اگر میراث مین حیوانات
ہون تو لکھے اور سبھون نے پسند کیا کہ باہم اسکو رضامندی کے ساتھ تقسیم کرلین بعد ان سب کے ان حیوانات
کے اعیان و صفات و قیمت کی معرفت و انکو دیکھ لینے و نظر کر لینے اور اس سب سے واقف ہو جانے کے بعد
عورت کے مہر و عدت کے نفقہ کے لگا کر تقسیم کیا اور حال یہ ہی کہ یہ میراث ان لوگون کو ہر طرح کے قرضہ و وصیت سے
(یعنی حصہ مین یہی اٹھایا) خالی حاصل ہوئی ہی پس ان سبھون نے اسکو باہم تقسیم کیا پس فلان کو اُسکے تمام حصہ میراث مین چند ہزار درم
اور تمام گھوڑا اسمی چینین و تمام چنیان حاصل ہوا اور فلان کو اُسکے تمام حصہ میراث مین تمام چینین و تمام
چنیان حاصل ہوا علی ہذا القیاس یہ سب تقسیم انکی باہمی رضامندی سے قسمت صحیحہ جائزہ نافذہ انکے درمیان جاری
ہوئی اور کبھی ایسی صورت مین ایسا کرتے ہین کہ گھوڑون کی ایک قسم صحیح قرار دیتے ہین اور علے ہذا پس لکھے کہ
انھون نے گھوڑون کی ایک قسم صحیح قرار دی اور اونٹون کی ایک قسم اور گایون کی ایک قسم اور باہم راضی ہوے
کہ یہ سب انمین قرعہ ڈال کر بانٹ دیا جاوے پس سب نے اپنے درمیان قرعہ ڈالا پس فلان کو چنان پہونچے
اور فلان کو چنان علے ہذا اور ہر ایک کو جو کچھ پہونچا ہی اُسنے بتسلیم صحیح از جانب دیگران اُسپر قبضہ کرلیا اور ہر ایک نے

بریت کردی کہ اُسنے تمام اپنا حصہ ترکہ وصول پایا اب اُسکا اپنے شریکون مین سے کسی کی جانب کچھ نہین رہا اور ہر ایک نے
ہر دعوی سے اس ترکہ مین بریت کردی اور اس ترکہ مین کسی کا کچھ قرضہ نہ تھا اور اسمین سے کچھ کسی کا قرضہ نہ تھا اور اگر کوئی
وہ اسکی بابت کچھ اُسپر دعوی کرے تو باطل ومردود ہوگا اور سب متفرق ہوے اور سب نے ایک دوسرے کے واسطے
درک کی ضمانت کرلی اور گواہ کرلیے اور تحریر کو تمام کرے اور ایک جماعت مشائخ کے نزدیک یہ امام اعظم رح و امام محمد رح
و امام ابو یوسف رح کے قول کے خلاف ہی کہ اصناف مختلفہ مین قرعہ ڈالکر تقسیم نہین جائز ہی اسواسطے کہ تقسیم مثل بیع کے ہی اور بیع
الشرط قرعہ ڈالنے کے مثل کنکری پھینکنے وغیرہ کے ہی پس چاہیے کہ ایسی تقسیم کے آخر مین حکم حاکم لاحق کیا جاوے یہ محیط مین ہی
اگر وارثون کے درمیان تقسیم واقع ہو اور بعض اُنمین سے غائب ہو تو لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوے تا این قول کہ فلانہ عورت
مرگئی اور اُسنے وارثون مین ایک شوہر غائب مسمی فلان بن فلان اور ایک پسر صغیر مسمے فلان بھی چھوڑا اور ترکہ مین چنین و چنان
مال جسکی قیمت بانداز کرنے سے اسقدر ہوئی ہی چھوڑا اور فلان شخص بطریق نظر شرعی کے از جانب فلان حاکم اس غرض سے
نائب مقرر ہوا کہ ترکہ مقسومہ میان وارثان مین سے حصہ غائب پر قبضہ کرے اور اسکے حاضر ہونے تک اُسکی حفاظت کرے
اور ترکہ ان وارثون مین بفضل اللہ تعالی تقسیم کیا گیا اور قسمت صحیحہ تمام محدود واقع موقع فلان اس شوہر غائب اور
اس صغیر مذکور کے حصہ مین آیا اور فلان غائب کے حصہ مین تمام چنین و چنان آیا پس اس نائب نے حصہ غائب مذکور
بحکم نیابت مذکورہ بطور صحیح اپنے قبضہ مین کرلیا اور یہ بتاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان واقع ہوا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

فصل نوزدہم - ہبات وصدقات کے بیان مین - اہل شروط نے ہبہ وصدقہ کی ابتدا تحریر کرنے مین اختلاف کیا ہی
پس امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر فلان بن فلان بخاری کی ہی اور شیخ یوسف بن خالد لکھتے ہین کہ
یہ تحریر اسکی ہی کہ ہبہ کیا فلان بن فلان نے اور طحاوی رح لکھتے تھے کہ ہذا ما وہب فلان بن فلان - اور متاخرین اہل شروط
اسی طرح لکھتے ہین جسطرح امام طحاوی لکھتے ہین کہ ہذا ما وہب فلان بن فلان انہ وہب من فلان اور امام محمد رح ہبہ
وصدقہ مین ہبہ محوزہ وصدقہ محوزہ نہین لکھتے ہین اور عامہ اہل شروط اسکو لکھتے ہین اور اسکا لکھنا ضرور ہی اسواسطے
کہ ہبہ بدون اسکے کہ مقبوضہ محوزہ ہو ہمارے نزدیک نہین جائز ہی جبھی جائز ہی کہ جب مقبوضہ محوزہ ہو سکتے کہ جو چیز محتمل قسمت
اُسمین ہبہ مشاع ہمارے نزدیک نہین جائز ہی بخلاف قول امام شافعی رحمہ اللہ کے اور صحت ہبہ وصدقہ کے واسطے عام
علما کے نزدیک قبضہ شرط ہی بخلاف قول ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے کہ وہ فرماتے ہین کہ اگر صدقہ کا اعلام کردیا تو جائز ہی اگرچہ
اُسپر قبضہ نہوا ہو سوا اسکے لکھے کہ یہ ہبہ صحیحہ جائزہ ہی پھر اسکے بعد دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسا ہبہ جس سے ہبہ کرنیوالا رجوع نہین
کرسکتا ہی جیسے جورو وخاوند مین سے ایک نے دوسرے کو ہبہ کیا یا اپنے ذی رحم محرم مین سے کسی کو ہبہ کیا جیسے بالغ پسر
کو یا بالغہ دختر یا اپنی مان یا بھائی یا بھائی کے بیٹے یا اپنی بہن کو ہبہ کیا یا نواسہ یا ہمشیر کو یا دادا یا دادی یا چچا یا پھوپھی - یا
ماموں یا خالہ کو ہبہ کیا تو ایسی صورت مین بعد لکھنے ہبہ صحیحہ جائزہ کے لکھے بتۃ و بتلۃ یعنی قطعی ہی اور اس ہبہ سے واہب
رجوع نہین کرسکتا ہی - اور اگر ایسا ہبہ ہو جس سے رجوع کرسکتا ہی تو فقط بتۃ و بتلۃ لکھے اور اس سے زیادہ نہ لکھے - اور
شرح شروط الاصل مین لکھا ہی کہ ایسی صورت مین بتۃ و بتلۃ کا لفظ بھی نہ لکھے - صورت تحریر ہبہ بنا بر اختیار متاخرین کے یہ ہی کہ یہ
تحریر ہبہ فلان بن فلان ہی کہ فلان نے اسکو تمام دار مشتملہ بیوت واقع مقام فلان و اسکے حدود بیان کردے پس
اس واہب مذکور تحریر ہذا نے اس موہوب لہ مذکور تحریر ہذا کو تمام یہ دار محدودہ مذکورہ مع اسکے تمام حدود و حقوق

وزمین و عمارت و سفل و علو کے و معہ اسکے راستون و ہر قلیل و کثیر کے جو اُسمین اسکے حقوق سے ہی اور معہ ہر چیز کے
جو اُسمین داخل اُسکے حقوق سے ہی اور معہ ہر چیز کے جو اُس سے خارج اُسکے حقوق سے ہی ہبہ کیا ہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ محوزہ
مقسومہ فارغہ جسمین کسی طرح فساد نہین ہی بدون شرط عوض کے براہ صلہ و تبرع از نہ عہدہ کی موہوب لہ بر سبیل تلجیہ و
او مواعدہ ہبہ کیا اور یہ اُس ہبہ کو اُس موہوب لہ نے بالمواجہہ اس مجلس ہبہ مین قبول کیا اور اس مجلس ہبہ مین
اس موہوب لہ نے اُسپر ایسی حالت مین قبضہ کیا کہ اس واہب نے یہ تمام اسکو ہر مانع و شاغل و منازع سے خالی
ہونیکے سپرد کر کے اُسکے قبضہ پر موہوب لہ کو مسلط کر دیا پس یہ دار مذکورہ اس موہوب لہ کے قبضہ مین بسبب اس ہبہ مذکورہ کے
ہی۔ اور ہبہ نامہ و صدقہ نامہ مین یہ نہین لکھیگا کہ دونون مجلس عقد سے بتفرق ابدان متفرق ہوے واللہ تعالی اعلم۔
اور چاہیے اسطرح تحریر کرے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان کو تمام دار مشتملہ بیوت اسکے حدود بیان کر کے
ہبہ کیا بایں طور کہ اسکو ہبہ صحیحہ جائزہ الی آخرہ یہ تمام دار مذکورہ معہ اُسکے سب حدود و حقوق کے آخر تک بدستور مذکور
لکھے واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر موہوب باغ انگور ہو تو لکھے کہ معہ اُسکے سب حدود و حقوق و عمارت و اشجار مثمرہ و غیر مثمرہ
و درختان انگور و پودے و داوالی و اطواف اُس و انہار و سواقیہ و شرب معہ اُسکے مجاری و مسائل کے جو اُسکے حقوق سے ہی
سب ہبہ کیا اور اگر درختون پر پھل موجود ہون یا کسی درخت پر ایسے پتے ہون جنکی قیمت ہوتی ہی جیسے فرصاد کے پتے
تو اسکا ذکر کر دینا ضرور ہی اسواسطے کہ بدون ذکر کے داخل نہونگے اور نہ داخل ہونے کی صورت مین ہبہ فاسد ہوگا اسواسطے
کہ وہ صحت تسلیم سے مانع ہونگے۔ اور اگر ہبہ بشرط عوض ہو تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلان براے فلان بشرط عوض ہی جسمین
مذکور ہی کہ فلان نے اسکو تمام دار واقع موضع فلان محدود بحدود چنین و چنان ہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ محوزہ مقبوضہ جسمین
رجوع نہین ہی بدین شرط ہبہ کیا کہ موہوب لہ اسکو تمام باغ انگور واقع موضع فلان محدود بحدود چنین و چنان تعویض
جائز نافذہ محوزہ مفرغہ مقبوضہ جس سے رجوع نہین ہی عوض دے پس موہوب لہ نے جسکو دار ہبہ کیا گیا ہی اس دار کے
ہبہ کو بدین شرط مذکور قبول کیا اور دونون مین سے ہر ایک نے جو چیز اُسکے واسطے اس ہبہ و تعویض مذکور کی وجہ سے
ہوگئی ہی دوسرے کے یہ سب اسکو خالی از موانع تسلیم و بکر مسلط کرنے سے اپنے قبضہ مین کر لی پس تمام یہ دار بوجہ
اس ہبہ کے واسطے اس فلان کے ہوا اور تمام یہ باغ انگور بوجہ تعویض مذکور کے اس فلان کا ہوا اور دونون مین سے
کسی کو دوسرے سے جو چیز اُسکے قبضہ مین اس ہبہ و تعویض مذکورہ سے ہوگئی ہی رجوع کرنے کا اختیار نہین ہی دونون نے
اس سب کا اقرار کیا اور دونون نے اپنے اقرار پر ان لوگون کو گواہ کر دیا جنھون نے اپنا نام اس تحریر کے آخر مین ثبت
کیا ہی اور یہ تاریخ فلان از ماہ فلان سنہ فلان واقع ہوا واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر ہبہ بدون شرط عوض کے ہو
لیکن موہوب لہ نے واہب کو اُسکے ہبہ کا عوض دیا ہو تو یون لکھے کہ یہ تحریر اُس عوض کی ہی جو فلان نے فلان کو اسکے
دار کے بدلے مین دیا ہی جو اُسنے اسکو ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہی اور اسکی بابت دونون نے ایک تحریر لکھی ہی جسکی نقل یہ ہی بسم اللہ
الرحمن الرحیم پس ہبہ نامہ کو اول سے آخر تک نقل کرے پھر لکھے کہ پھر اس موہوب لہ فلان نے اس فلان واہب کو اُسکے
اس ہبہ کے عوض یہ مال دیا اور واہب مذکور نے اسکی طرف سے قبول کر کے اُسکے سپرد کرنے سے اسپر قبضہ کر لیا پس
اس واہب کو اس موہوب مین رجوع کرنے کا اختیار نہ رہا اور اس موہوب لہ کو اس عوض مین جو اُسنے دیا ہی رجوع کرنے کا
اختیار نہین رہا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا۔ اور اگر موہوب ایسی چیز ہو جو قابل قسمت نہین ہی اور اُسمین سے کسی قدر شائع ہبہ کی گئی

جیسے رقیق و حیوان و موتی وغیرہ تو اُسکا ہبہ بلا خلاف جائز ہی اور لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلان براے فلان ہی کہ اسنے فلان چیز سکے دو سہام مین سے سہم واحد مشاع اور وہ نصف ہی آخر تک بطور معلوم تحریر کرے - اور اگر قابل قسمت چیز مین سے نصف مشاع مطلقاً ہبہ کیا جیسے اراضی و باغ انگور و دار وغیرہ تو ہمارے نزدیک اُسکا ہبہ فاسد ہی بخلاف قول امام شافعی رحمہ اللہ کے کہ اُنکے نزدیک جائز ہی پس اگر ایسے ہبہ کی تحریر لکھے تو اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے کہ فلان حاکم نے حکام مسلمین میں سے بخصوص معتبرہ کے جو اُسکے سامنے ان دونون متعاقدین سکے درمیان واقع ہوئی ہی اس ہبہ کی صحت کا حکم دیدیا ہی - اور اگر ایک شخص سنے اپنا دار دو آدمیون کو ہبہ کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک خواہ مساوی ہبہ کیا ہو یا بتفاوت ہبہ کیا ہو جائز نہین ہی اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اگر مساوی ہبہ کیا تو جائز ہی اور اگر بتفاوت ہبہ کیا تو نہین جائز ہی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک دونون طرح جائز ہی اور اسکی تحریر کی صورت یہ ہی کہ یہ تحریر ہبہ فلان براے فلان و فلان ہی کہ اُسنے تمام دار مشتملہ بیوت و حجرات واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین و چنان معہ اُسکے سب حدود و حقوق کے الی آخرہ بصفقہ واحدہ نصفا نصفا دونون کو ہبہ جائزہ نافذہ محوزہ مقبوضہ ہبہ کیا اور دونون ایک ساتھ اُس سے اس دار محدودہ مذکورہ کا ہبہ قبول کیا اور دونون سنے ایک ساتھ اس دار محدودہ مذکورہ پر اس واہب کے اُسکو ان دونون کو سپرد کرنے اور دونون کو اُسپر مسلط کرنے سے مجلس ہبہ مین قبضہ کر لیا پس یہ دار بحکم اس ہبہ کے ان دونون کے قبضہ مین دونون مین نصفا نصف مملوک ہی اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے - اور اگر دو آدمیون سنے ایک دار بصفقۂ واحدہ ایک شخص کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلان و فلان براے فلان ہی کہ دونون نے اُسکو تمام وہ چیز ہبہ کی جسکی نسبت دونون سنے بیان کیا کہ یہ ہماری آدھی آدھی یا برابر یا تہائی مملوک ہی کہ تہائی فلان کی اور دو تہائی فلان کی ہی اور یہ چیز تمام دار واقع مقام فلان ہی اسکو ہبہ صحیحہ محوزہ مقبوضہ دونون نے ہبہ کیا اور موہوب لہ نے ان دونون مجموع سے یہ ہبہ قبول کیا اور دونون سے لیکر اس دار مذکورہ پر اسطرح قبضہ کیا کہ دونون نے ایکبارگی یہ دار مذکور اُسکو سپرد کیا اور اسپر قبضہ کرنے پر مسلط کیا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا - اور اگر کسی سنے کسی صغیر اجنبی کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلان براے صغیر فلان بن فلان ہی کہ اسکو یہ چیز ہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ محوزہ مقبوضہ ہبہ کی اور اس صغیر کے باپ فلان بن فلان نے یہ ہبہ واسطے اپنے صغیر پسر مذکور کے بولایت پدری قبول کیا - اور اگر اس صغیر کا باپ نہو ماں ہو تو لکھے کہ اس صغیر کی ماں فلانہ نے یہ ہبہ اپنے اس صغیر کے واسطے جو اُسکی پرورش مین ہی اور اُسکا باپ مر گیا ہی اور اُسکا کوئی وصی نہین ہی قبول کیا اور اگر صغیر کی ماں بھی نہو اور وہ اپنے چچا یا ماموں کسی قریب کی پرورش مین ہو تو لکھے کہ صغیر کے چچا فلان سنے یا ماموں فلان سنے صغیر کے واسطے یہ ہبہ قبول کیا اور حال یہ ہی کہ اسکا باپ نہین ہی اور نہ وصی ہی جو اُسکے امور کا متولی ہی اور اگر صغیر مذکور عاقل ممیز ہو تو لکھے کہ اس صغیر نے یہ ہبہ قبول کیا درحالیکہ وہ عاقل ممیز ہی اور اُسکا باپ مر گیا ہی اور اُسکا کوئی وصی نہین ہی جو اُسکے امور کا متولی ہو اور نہ اُسکا کوئی ایسا قریب ہی جسکی پرورش مین ہو اور اس موہوب لہ سنے یہ مال ہبہ اس واہب کے اُسکو خالی از مانع و منازع سپرد کرنے سے اپنے قبضہ مین کر لیا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا - اگر کسی شخص سنے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلان واسطے اپنے فرزند صغیر فلان کے ہی کہ اُسکو تمام دار واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین و چنان الی آخرہ یہانتک کہ قبضہ کا ذکر آوے تو لکھے کہ اس باپ نے ہبہ

صغیر کے واسطے یہ سب بولایت پدری اپنی ذات سے لیکر قبضہ کر لیا اور امام نجم الدین نسفی رحمہ نے اپنے شروط مین باپ کا قبضہ کرنا ذکر کیا ہی اور امام محمد رحمہ نے شروط الاصل مین باپ کا قبضہ ذکر نہین کیا ہی اور شیخ رحمہ نے فرمایا کہ اسواسطے ذکر نہین کیا ہے کہ ہبہ باپ کے قبضہ مین ہی اور باپ کا قبضہ صغیر کے قبضہ کا نائب ہوگا اور ہبۃ الاصل مین فرمایا کہ یہ صورتا ذکر قبضہ ہو اسواسطے ہوتا ہی کہ معلوم ہو جاوے کہ کیا ہبہ کیا ہی اور اسی طرح امام محمد رحمہ نے اس ہبہ مین باپ کا قبول کرنا بھی ذکر نہین کیا اسواسطے کہ آدمی جو کچھ اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کرے اسمین قبول شرط نہین ہی۔ اور شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ اسی طرح اگر مان نے ہبہ کیا اور باپ مرچکا ہی تو قبضہ مان کا ذکر کرے اور کتابت کی یہی صورت ہی واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر ایک شخص نے اپنا قرضہ قرضدار کے سوائے دوسرے کو ہبہ کیا تو لکھے کہ تحریر ہبہ زید برائے عمرو ہی کہ زید نے عمرو کو اپنا تمام قرضہ جو اسکا بکر پر آتا ہی جسکی بابت بتاریخ فلان بگواہی فلان و فلان دستاویز لکھی ہی یہ سب قرضہ اسکو ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور عمرو کو مسلط کر دیا کہ بکر سے اسکا مطالبہ کرے اور اسکی بابت اس سے مخاصمہ کرے اور اگر وہ منکر ہو تو اسکو اسپر ثابت کرے اور اپنے واسطے اسکو اس سے یا اس شخص سے جو ادائے قرضہ مذکور مین بکر کے قائم مقام ہو وصول کرنے اور عمرو نے یہ ہبہ اور تمام وہ امور جو اسکی طرف اس ہبہ نامہ مین سونپے گئے ہین قبول کیے۔ اور اگر قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ ہبہ فلان برائے فلان ہی کہ اسکو اپنا تمام قرضہ جو اسپر بتاریخ آتا ہی اور وہ اسقدر ہی ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور فلان نے اس سے یہ ہبہ بقبول صحیح قبول کیا۔ اور اگر عورت نے اپنا مہر اپنے خاوند کو ہبہ کیا تو لکھے کہ فلانہ عورت نے اپنا تمام مہر جو اسکا اسکے شوہر فلان پر ہی اور وہ اسقدر ہی ہبہ صحیحہ بطور صلہ و مراعات حق شوہری بدون شرط عوض کے ہبہ کیا اور اسکو اس سے ابراء صحیح بری کیا پس اسنے اس عورت کا یہ ہبہ اور یہ ابراء بالمواجہ قبول کیا اور عورت مذکورہ کا اس شوہر پر بعد اس ہبہ و ابراء کے اس مہر مین سے کچھ قلیل و کثیر نہین رہا پس اگر بعد اسکے کبھی اسمین سے کچھ دعوے کرے تو اسکا دعوی باطل و مردود ہوگا پس شیخ نجم الدین رحمہ نے اپنے شروط مین اسکی تحریر اسی طریق سے لکھی ہی اور جسپر قرضہ ہی اسکا ہبہ قبول کرنا شرط کیا ہی اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی اور ایسا ہی واقعات ناطفی مین مذکور ہی۔ اور عامہ مشائخ نے شرح کتاب الکفالت اور شرح کتاب الہبۃ مین ذکر کیا کہ قرضہ اسی قرضدار کو ہبہ کرنا بدون قبول کے تمام ہو جاتا ہی۔ اور یہ سب حق اصیل مین ہی اور حق کفیل مین بالاتفاق یہ بات ہی کہ جو قرضہ اسپر ہی اگر اسکو ہبہ کیا تو بدون قبول کے ہبہ تمام نہوگا۔ اور اگر اپنا دار یا کوئی اور چیز کسی فقیر کو صدقہ دے تو لکھے کہ یہ تحریر تصدق فلان بر فلان ہی کہ اپنا پورا دار واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین و چنان معہ اسکے حدود و حقوق کے بصدقہ صحیحہ جائزہ نافذہ اسکو صدقہ دیدیا جسمین فساد نہین ہی اور نہ رجعت ہی اور نہ شرط عوض ہی خالصۃ لوجہ اللہ تعالی و طلب رضائے او تعالی و باامید ثواب و خوف عقاب صدقہ دیدیا ہی۔ اور اس متصدق علیہ نے تمام اس دار محدودہ پر بحکم صدقہ مذکورہ اس متصدق کے سپرد کرنے سے قبضہ کر لیا اور ہمنے متصدق کے سپرد کرنے سے متصدق علیہ کا قبضہ کرنا شرط کیا اسی وجہ سے جو ہمنے ہبہ کی صورت مین بیان کر دی ہی پھر لکھے کہ بعد اس صدقہ و سپرد کرنے کے اس متصدق کا اسمین کوئی حق و دعوی و خصومت و مطالبہ کسی وجہ سے نہین رہا اور بعد اسکے اگر کبھی یہ متصدق اسمین کوئی دعوے کرے تو وہ باطل و مردود ہوگا آخر تک کذا فی الذخیرہ پس صدقہ کی صورت مین وہی تحریر کرے جو ہبہ مین تحریر کرتا ہی اسقدر زیادہ لکھے کہ خالصۃ لوجہ اللہ تعالی و طلب رضائے او تعالی و امید ثواب الٰہی کذا فی الظہیریہ۔

فصل بستم - وصیت کے بیان مین - وصیت در معنی ہبہ وصدقہ ہی اسواسطے کہ وصیت یا تو فقیر کے واسطے ہوگی
یا غنی کے واسطے ہوگی - پس اگر فقیر کے واسطے ہو تو بمعنی صدقہ ہوئی - اور اگر غنی کے واسطے ہوئی تو بمعنی ہبہ ہوگی
پس انھین دونون کے ساتھ لاحق کیجائیگی پس ہم کہتے ہین کہ اگر وصیت کی تحریر لکھنی چاہی - تو اُسکا طرز یہ ہی - امام
امام اعظم رحمہ اللہ نے ایک شخص کو جسنے اسکی درخواست کی تھی بالبداہتہ لکھوا دیا تھا وہ یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم
یہ تحریر اسکی ہی کہ جسکی وصیت کی کہ فلان بن فلان نے اور وہ شہادت دیتا ہی کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لم یلد ولم یولد ولم یتخذ
صاحبۃ ولا ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وہو الکبیر المتعال وان محمدا عبدہ ورسولہ وامینہ علے
وحیہ وان الجنۃ حق وان النار حق وان الساعۃ آتیۃ لاریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور مبتہلا الی اللہ تعالی ان یتم علیہ
فی ذلک نعمتہ وان لایسلبہ ما وہب لہ فیہ وما من بہ علیہ حتے یتوفاہ الیہ فان لہ الملک وبیدہ الخیر وہو علے کل شئ قدیر اور
اس فلان نے اپنی اولاد واہل وقرابت وبرادری کو اور جو اُسکے حکم کی اطاعت کرے اُس چیز کی وصیت کی جسکی حضرت
ابراہیم ویعقوب علیہما السلام نے اپنے فرزندون کو وصیت کی تھی کہ اے میرے بیٹو البتہ اللہ تعالی نے برگزیدہ کیا ہی تمھارے
واسطے دین کو پس ہرگز نہ مرنا تم الا در حالیکہ تم مسلمان ہو اور ان سب کو وصیت کی اللہ تعالی سے جیسا ڈرنا چاہیے ہی
اسطرح ڈرین اور اپنے پوشیدہ وظاہر معاملات مین اللہ تعالی کی اطاعت کرین اپنے قول مین اور اپنے فعل مین
سب مین اور اسکی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کرین اور اُسکی نافرمانی سے دور رہین اور دین کو اچھی طرح
قائم رکھین اور اُسمین متفرق ومختلف نہون - اور اللہ تعالے کی اطاعت واُسکے حکم کے ساتھ تمسک
سے باز نہ رہین اور فلان نے اقرار کیا کہ اُسپر فلان کا اسقدر و فلان کا اسقدر قرضہ ہی پس قرضخواہ کا نام اور اُسکے
باپ ودادا کا نام بیان کردے اور وصیت کی کہ اگر اُسکو حادثہ موت پیش آوے تو اُسکی تجہیز وتکفین سے فارغ ہونے
کے بعد اُسکے تمام قرضہ ادا کیے جاوین پھر اُسکے باقی ترکہ مین سے تہائی مال چنین وچنان مین صرف کیا جاوے پھر بعد
قرضہ وانفاذ وصیتون کے جو باقی رہے وہ میرے وارثون کے درمیان میراث ہی اور وہ فلان وفلان ہین امین بر
فرائض اللہ تعالی جو اُسنے ہر ایک کے واسطے مقرر کی ہی مشترک ہوگا اور مجھے اختیار ہی کہ تہائی مال مین جو مین نے
وصیت کی ہی اُسمین تغیر وتبدل کرون اور جو مین چاہون اُس سے رجوع کرون اور اپنی راے کو شکست کردون اور
موصی لہ لوگون مین سے جسکو چاہون بدل دون پس اگر مر جاؤن تو میری وصیتین اُسی طور پر نافذ ہونگی جس حال پر
چھوڑ کر مرا ہون - اور مین نے فلان کو اپنی وفات کے بعد اپنے تمام امور کے واسطے وصی کیا اور فلان نے اس
وصیت کو بالمواجہہ قبول کیا اسکے گواہ کر لیے گئے ہین یہ پوری وصیت کی تحریر ہی کذا فی الظہیریۃ - تحریر وصیت جامع
یہ تحریر اُس وصیت کی ہی جو بندہ ضعیف فی نفسہ محتاج رحمت پروردگار مسمی فلان نے اپنی حالت ثبات عقل
وبہمہ وجوہ جواز تصرفات مین وصیت کی ہی اور وہ گواہی دیتا ہی کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک
ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لایموت بیدہ الخیر وہو علے کل شئ قدیر ولم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد لم یتخذ صاحبۃ
ولا ولدا ولم یکن لہ شریک فی حکمہ احد ویشہد ان محمدا صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم عبدہ وصفیہ ورسولہ وامینہ
علے وحیہ وارسلہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون اور گواہی دیتا ہی کہ جنت حق ہی اور
دوزخ حق ہی اور راہ صراط حق ہی اور قیامت ضرور آنے والی ہی اسمین کچھ شک نہین ہی اور اللہ تعالی قبر والون

سے مردون کو اٹھا دیگا وانہ قد رضی باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلے اللہ علیہ وسلم نبیا و بالقرآن اماما و بالکعبۃ
قبلۃ و بالمومنین اخوانا علے ذلک حیٰ و علی ذلک یموت - و علی ذلک یبعث انشاء اللہ تعالے - مبتہلا الی اللہ
ان یتم علیہ فی ذلک نعمتہ وان لا یسلبہ ما وہب لہ وما انعم بہ علیہ حتے یتوفاہ الیہ فان لہ الملک و بیدہ الخیر وہو
علے کل شی قدیر ویشہد ان یخرج من ہذہ الدنیا الغدارۃ المکارۃ الخداعۃ تائبا الی اللہ تعالے نادما علے ما فرط فیہا
متاسفا علے ما قصر فیہ مستغفرا من کل ذنب ذاتہ بدرت منہ سوا کلا من خالقہ ورازقہ تبارک اسمہ قبول توبتہ
واقالۃ عثرتہ راجیا عفوہ وغفرانہ اذ وعد ذلک عبادہ فیما انزل علے نبیہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال وہو الذی
یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیات وقولہ صدق ووعدہ حق وسبقت رحمتہ غضبہ وہو الغفور الرحیم - اور
اپنے پس ماندگان وارثان و دوستان و اولیاء کو اور جو میری بات کو مانے یہ وصیت کرتا ہون کہ تم لوگ اللہ تعالے
کی عبادت عابدون مین شامل ہوکر کرو اور اسکی حمد اسکی حمد کرنے والون مین داخل ہوکر کرو اور جماعت مسلمین
کے واسطے خیر خواہی کرو اور ڈرو اللہ تعالے سے جیسا چاہیے ہے اور اپنے درمیان اصلاح رکھو اور اللہ تعالی
و اُسکے رسول کی فرمانبرداری کرو اور مومنین امانت دار ہوجاؤ اور رہو تمکو وہی وصیت کرتا ہون جو ابراہیم
و یعقوب علیہما السلام سے اپنے فرزندون کو کی تھی کہ اللہ تعالے نے ہمارے واسطے دین برگزیدہ کیا ہے
اور وہ اسلام ہے پس تم نہ مرنا الا در حالیکہ تم مسلمان ہو - اور مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ پوشیدہ و ظاہر و قول
و فعل مین اللہ تعالے کی اطاعت کرو اور اسکی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کرلو اور اسکی نافرمانی سے باز رہو
اور دین کو اور نماز کو اچھی طرح قائم کرو اور دین مین مختلف نہو - اور وصیت کرتا ہون کہ اگر مجھکو حادثہ موت
پیش آوے جسکو اللہ تعالی نے اپنے بندون کے درمیان بعدل مقرر کیا ہے اور اپنی مخلوقات پر حتمی
کردیا ہے کسی کو اُس سے چھٹکارا و نجات نہین ہے بلکہ اللہ تعالے نے بندہ کے واسطے سب سے بہتر دن وہی
رکھا ہے جسدن وہ اپنے پروردگار سے ملیگا تو تم لوگ پہلے میرے ترکہ مین سے تجہیز و تکفین و تدفین کرو اور
تین روز تک اہل تعزیت کو بطور معروف موافق سنت کے بدون اسراف و تبذیر و بخیلی کے نفقہ دو اور
پھر لوگون کے جو قرضہ مجھپر ہین وہ ادا کرو پھر لوگون سے میرے قرضہ وصول کرو اور ودیعتین و امانتین جن
لوگون کی میرے پاس ہین سب واپس کردو اور میرے تہائی مال سے میری وصیتین نافذ کرو اور اسمین کچھ تغیر
و تبدل نکرو فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علے الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم اور مین اقرار کرتا ہون کہ مجھپر
فلان کا اتنے درم قرضہ بدستاویز قبالہ مورخہ تاریخ فلان ہے اور فلان کا اسقدر قرضہ بغیر قبالہ ہے اور فلان کا
اسقدر بدین سبب ہے اور میرے جو قرضے لوگون پر ہین از انجملہ فلان پر اسقدر بذریعہ دستاویز مورخہ تاریخ
فلان ہے و فلان بن فلان پر اسقدر ہے اور اعیان اموال جو اُسکی ملک مین ہین پس دار واقع مقام فلان
اُسکے حدود بیان کردے اور باغ انگور واقع مقام فلان اسکے حدود بیان کردے اور اراضی واقع دیہ فلان
او سکے حدود بیان کردے اور دو کانین واقع بازار فلان اور اُنکے حدود بیان کردے اسی طرح تمام
عقارات کو بیان کردے اور غلامون مین سے اتنے اور باندیون مین سے اتنی باندیان ان سب کے
نام و حلیہ بیان کردے اور سونے و چاندی مین اتنا اتنا اور حیوانات مین چنین و چنان از مال تجارت کا

و مجزہ مین اتنا اتنا اور دار مین ظروف پیتلی و برنجی اور خشب کے اتنے اتنے ہین اور فروش و بساط و متاع بیت
و کیلی و وزنی سب بیان کر دے پس اُسکا تمام مال یہ اعیان مذکورہ مفصلہ ہین انکے سواے نہین ہین پس وصیت
کرتا ہون کہ اسمین سے پہلے میرا قرضہ ادا کیا جاوے پھر لوگون پر جو میرا قرضہ آتا ہے وہ وصول کیا جاوے پھر مبلغ
ترکہ دیکھا جاوے کہ اہل عدل و امانت و صدق مقال مین جو لوگ مشہور ہین کہ انکو اندازہ کرنے کا ملکہ ہے انسے
قیمت اندازہ کرائی جاوے پس اسمین سے پوری تہائی نکالی جاوے یا لکھے کہ اسمین سے اسقدر درم اُسکی وصیتون
کے واسطے نکالے جاوین پس انمین سے فلان شخص کو جسنے اپنی طرف سے حج و عمرہ کیا ہو دیا جاوے تاکہ وہ
موصی کی طرف سے حج و عمرہ بوصف قران ادا کرے یا لکھے کہ حج و عمرہ بوصف تمتع ادا کرے یا لکھے کہ حج و عمرہ
بافراد ادا کرے اور اسقدر دیا جاوے کہ موصی کے گھر سے جا کر واپس آنے تک اسکے طعام و لباس و سواری و تمام اخراجات
ضروریہ کے واسطے جنکی حاجیون کو ضرورت ہوتی ہے کافی ہووے یا فلان کو دیے جاوین کہ وہ اس موصی کی طرف سے حج
کرے پس اگر فلان مذکور اس سے انکار کرے تو وصی کو چاہیے کہ لوگون مین سے جسکو پسند کرے اُس سے یہ کام لے
کہ وہ موصی کی طرف سے حج کرے پس ایسا شخص اختیار کرے جو اسکے لائق ہے کہ وہ مرد عفیف ثقہ ہو جسنے حج اور عمرہ
ادا کیا ہے پس اُسکو آمد و رفت کا خرچہ بطور معروف بدون اسراف و بخیلی کے دیدے اور بنفقہ اسقدر درم دے پس اگر
اسمین سے کچھ باقی رہجاوے تو وہ اُسکے واسطے وصیت ہوگا اور اگر چاہے کہ مامور حج کو گنجائش دے تو لکھے کہ اور مامور
حج کو اجازت دیدی کہ جب اُسکو کوئی مرض یا مانع ایسا پیش آجاوے جو اسکو پورا کرنے سے مانع ہو تو وہ باقی مال اُس
شخص ثقہ کو دیدے جو اس کام کو پورا کر سکتا ہے پس اُسکو حکم کرے کہ جو کام اسپر پورا کرنا تھا وہ پورا کر دے اور اسمین اُسکو
اپنے قائم مقام کر دے جو وہ کریگا وہ جائز تصور ہوگا۔ اور اُسکو اجازت دیدے کہ اُسکا جی چاہے ان درمون کو اپنے یا اپنے
رفیقون کے درمون مین ملا دے یہ امر اسکے تفویض کر دے اُسپر تنگی نکرے۔ اور اگر موصی پر اتنی مدت کے نماز ہاے
فریضہ ہین انمین سے ہر نماز کے واسطے نصف صاع گندم یا ایک صاع شعیر یا ایک صاع خرما یا اسقدر نقد
جو انمین سے کسی کی قیمت پوری ہوتی ہو مسلمان مسکینون کو دیدے اور جو اسپر زکوۃ باقی ہے اسکے واسطے اسقدر
درم فقیرون کو دیدے اور اسقدر درمون سے اتنے رقبات سالم از عیوب خریدے اور انکو موصی کی کفارات قسم
یا لکھے کہ کفارات ظہار یا کفارات شکست روزہ رمضان کے واسطے آزاد کرے اگر وصیت کی کہ فلان پل بنایا اسقدر درم فلان
رباط بن اسقدر و فلان مسجد کے بوریے و پیالہ روغن چراغ کے واسطے اسقدر صرف کیا جاوے اور اتنی بکریان
یا گائین یا اونٹ سالم از عیوب خریدے جاوین پس بروز بقرعید انکی قربانی کر دیجاوے اور انکا گوشت و پوست و
چربی و سری و پایہ و اوجھڑی وغیرہ جس سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہے فقیر و مسکینون کو صدقہ دیدیے جاوین
اور جالب و ذابح و سلاخ کی اجرت علیحدہ دیجاوے اور وصی کو گنجائش دیدے کہ وصی کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے دے
اور جسکو چاہے ندے اور جسکو چاہے زیادہ دے اور جسکو چاہے کم دے بعد از انکہ اُسکا قصد بطلب ثواب و حصول ثواب
ہو اور وصی کو اختیار ہے چاہے خود اسمین سے بطور معروف کھاوے اور اپنی عیال مین سے جسکو چاہے
کھلاوے اور اتنے من روٹیان خریدے اور اُسکی وفات کے وقت فقیرون و مسکینون کو صدقہ کر دے اور
ایام گرما مین ہر جمعہ کے روز فلان سقایہ مین برف کا پانی رکھے اور ہمیشہ وہان پانی رکھے کہ راہ گیر و مسافر اُس سے پئین

اور فلان مدرسہ کے طالب علمون کو اسقدر درم تقسیم کرے اور وہان کے مدرس کو کم و بیش دینے کا اختیار ہے اور اسقدر
کپڑے خرید کر فقیرون و مسکینون کو بانٹ دیوے اور فلان کو اتنے درم دیدے اور فلان کو اُسکا وہ جبہ دیدے جو پہنا
اور فلان کو اُسکا عمامہ کو کہ یہ دیدے اور فلان کو اُسکا بچھونا و لحاف دیدے اور چٹیرہ وہ بیٹھا کرتا تھا وہ قالین وغیرہ
فلان مسجد مین لیجا کر وقف رکھے تاکہ جس روز فلان وعظ فرماتا ہے منبر پر اُسکے نیچے بچھایا جاوے اور اسی واسطے رکھا چھوڑا
جاوے اور اس فلان واعظ کے بعد بھی جو شخص اُس مسجد مین وعظ فرمانے کے واسطے ہو اُسکے لیے رکھا جاوے۔
پس یہ سب صورتین بھی اگر مجتمع ہون تو انکو تحریر کرے اور اگر کوئی بات اسکے زیادہ ہو تو تحریر مین بڑھائی جاوے اور اگر
کم ہو تو تحریر مین گھٹائی جاوے۔ اور اُسکے عقد وصایا کے بعد لکھے کہ اس موصے کو اختیار ہے کہ اپنی وصیتون مین جو اُسنے
تہائی مال مین کی ہین تغیر کرے اور جس سے چاہے رجوع کرے اور جسمین چاہے جسقدر کمی کردے اور جن لوگون کے
واسطے وصیت کی ہے اُنمین سے جسکو چاہے بدل دے پھر اگر مرگیا تو جس حالت پر چھوڑ کر مرا ہے اُسی موافق اُسکی
وصیتین نافذ کردی جائینگی اور مال وصیت کے بعد جو کچھ اُسکا مال باقی رہجاوے وہ اُسکے وارثون فلان و فلان
کے حصہ پر فرائض الٰہی تقسیم ہوگا کہ فلان کو اتنا اور فلان کو اتنا یعنے سہام معلومہ شش و سوم و چہارم و ہشتم
و نصف و باقی۔ اور اُسنے اس سب کے واسطے اور اپنی وفات کے بعد اپنے تمام امور کے واسطے اور اپنی اولاد
خرد سال یا ولد خرد سال یا دو فرزند خرد سال جیسا ہو اُسکے امور کے واسطے فلان شخص کو وصی مقرر کیا جسکی دیانت
و صیانت و امانت و کفایت و شفقت اُسکے ذہن نشین ہے اور فلان نے اُس سے اس وصایت کو بالمواجہہ و
بالمشافہہ بقبول صحیح قبول کیا اور دونون نے اپنے نفس پر اس سب کے گواہ کرلیے جنکا نام آخر تحریر مین ثبت ہے
اور گاہے اس مقام پر یہ عبارت بڑھائی جاتی ہے کہ اور اُسکو وصیت کی کہ اس سب مین وہ موصی اور اپنے واسطے
نظر رکھے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اُسکے غضب کا خیال رکھے اور اپنے پوشیدہ و ظاہر پر اللہ تعالیٰ کو نگہبان
جانے اور اس موصی نے جو کچھ اُسکی طرف عہد کیا ہے اور جسکا اُسکو حکم کیا ہے خلاف نہ کرے اور اس موصی نے بیان کیا کہ
یہ اُسکی آخر وصیت ہے اور جو وصیت اُسنے اس سے پہلے کی ہو رجوع کیا اور اُسکو باطل و فسخ کردیا اور یہ وصی آخری
وصی ہے جسکو مقرر کیا ہے اسکے سوائے اُسکا کوئی وصی نہین ہے اور ہر وصی جو اس سے پہلے ہو مین نے اُسکو وصایت سے
خارج کردیا اور اس موصے نے اقرار کیا کہ اُسنے فلان کو اپنے وصی اس فلان پر مشرف کیا ہے حتے کہ بدون اُسکے علم
اجازت کے کوئی کام و کوئی تصرف نکرے اور اگر اُسنے کوئی بات اُسکے بدون علم و اجازت کے صادر کی تو وہ باطل و مردود
ہوگی اور اس سب کے اپنے نفس پر گواہ کردیے اور تحریر کو ختم کردے۔ اور کبھی اسمین مبالغہ کیا جاتا ہے پس اسطرح لکھا
جاتا ہے کہ اُسنے اپنی یہ وصیتین بجانب فلان مسند کین اور اُسکو بعد اپنی وفات کے اپنے تمام ترکہ کا اور اپنے
قرضہ وصول کرنے کا اور جو اُسپر قرضہ ہین اُنکے ادا کرنے کا اور اپنی وصایائے مذکورہ کے نافذ کرنے کا جنکا نافذ
کرنا اُنمین سے اُسکے ترکہ مین سے واجب ہو اور اپنے ہر خرد سال اولاد کے متولی ہونے کا وصی کیا اور جن امور
کی اُسکو وصیت کی ہے جنکا ذکر کیا گیا اُنمین جسطرح اپنی زندگی مین خود ہی بعد وفات اپنے کے اُسکو اپنے قائم مقام
کیا اور ان باتون مین سے جس بات کے واسطے چاہے اپنی حیات مین اور اپنی وفات کے بعد جسکو چاہے
وکیلون و وصیون مین سے اپنی پسند رائے پر مقرر کرے اور جب چاہے مقرر کرے جتنی دفعہ چاہے مقرر کرے

اور اس سب مین اُسکے امور جائز متصور ہونگے اور بدین شرط کہ جسکو ان امور مذکورہ مین سے کسی امر کی ولایت بعد
موت اس موصی کے حاصل ہوئی وہ از جانب موصی مذکور ہوگی پس وکیلون اور وصیون مین سے جسکو اس وصی
نے متولی مقرر کیا اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے وکیل و وصی مقرر کرے اور اُسکو وکیلون و وصیون کے بدل
دینے کا بھی اختیار ہوگا اُسکے تصرفات اُسی طرح جائز ہونگے جیسے اس وصی کے ہین جسکو اُسنے مقرر کیا ہے حتی کہ
وہ مابقی قرضہ ادا کریگا اور لوگون پر جو باقی قرضہ رہ گئے ہونگے انکو وصول کریگا اور مابقی ترکہ پر قبضہ کریگا پس اس
سب وصیت کو اس وصی نے بالمواجہ خطاباً قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے۔ اور اگر کسی شخص نے واسطے وصایت
کی کہ اگر اُسکا بیٹا فلان بالغ ہونے پر صالح ہو تو وہ وصی ہوگا تو وصی کے اسکو قبول کرنے سے پہلے تحریر کرے
کہ وصیت کی کہ اگر اُسکا بیٹا فلان جب بالغ ہو تو صالح ہو اور اس وصایت کی صلاحیت رکھتا ہو کہ اُسکا متولی ہو اور
اُسنے اس وصایت کو جسطرح اُسکے باپ نے وصیت کی ہے قبول کیا تو وہی اس سب کا وصی ہوگا۔ اور اگر دو شخص
وصی مقرر کیے تو لکھے کہ فلان و فلان کو اسکا وصی مقرر کیا کہ اُسپر جو قرضہ ہین انکو ادا کرین اور اُسکی وصیتین نافذ کرین اور
اُسکے تمام امور کے اُسکی موت کے بعد متولی ہون کہ دونون اکٹھا اس سب کو انجام دین اور تنہا تنہا انجام دین پس ہر ایک
ان دونون مین سے جائز الوصیت و نافذ الوصیۃ و نافذ الامر اس سب مین ہوگا اور اگر کہا کہ دونون اسکو انجام دین
پس اگر ایک نے اعیان مین اور دوسرے نے دیون یا ایک نے بعض امور مین اور دوسرے نے بعض امور
مین یا ایک نے اس بیٹے کے تولی کا اور دوسرے نے دوسرے بیٹے کے تولی کا کام انجام دیا پس اگر اُسنے مطلق
چھوڑا ہو تو دونون امین وصی ہونگے اور اگر اُسنے خصوصیت کر دی تو تخصیص کے موافق ہوگا اور اسکو یون
لکھنا چاہیے کہ فلان کو اپنے قرضہ ادا کرنے کے واسطے خاصۃً وصی کیا کہ بعد اُسکی موت کے اسکے قرضہ ادا کرے
سوائے دوسرے کامون کے اور فلان کو وصی کیا کہ خاصۃً اُسکی وصیتین نافذ کرے سوائے دوسرے امور کے تاکہ
ہر ایک اُس کام مین بعدل و انصاف قیام کرے جسکی اُسکو وصیت کی ہے پس دونون نے اس بات کو بالمواجہ قبول
کیا اور فلان کو بعد موت اپنی کے ہر مال عین کی حفاظت کے واسطے اور اُسکے مصالح کی پرداخت کے واسطے خاصۃً
وکیل کیا نہ اسکے سوائے دوسرے امور کے لیے۔ اور فلان کو اپنے تمام مقبوضہ شہر فلان کے عین دین کے واسطے
اور اُسپر قبضہ و وصول کرنے و اُسکے حفاظت کرنے و اُسکی درستی و اصلاح پر قائم ہونے کی وصیت کی اسکے سوائے
دوسرے امور کی نہین۔ ایسا ہی شیخ نجم الدین نسفی رحمہ نے ذکر فرمایا ہے اور جاننا چاہیے کہ اگر کسی شخص کو اپنے مال
مین وصی کیا تو وہ اُسکے مال و اولاد کا وصی ہوگا اور اگر ایک شخص حاضر کو وصی کیا پھر ایک غائب کو جب وہ آوے وصی
کیا تو لکھے کہ اُسنے فلان کو اپنی موت کے بعد اپنے قرضہ ادا کرنے اور اپنے قرضہ وصول کرنے اور اپنی وصیتین
نافذ کرنے اور تمام امور کے واسطے وصی کیا تاکہ بعدل و انصاف اسپر قیام کرے یہان تک کہ فلان جگہ سے فلان
غائب آجاوے اور جب وہ آجاوے تو وہی وصی ہوگا یہ حاضر نہوگا پس وہی اپنے آجانے کے بعد بعدل و انصاف
کام کریگا یہ حاضر نکریگا۔ اور اگر وصیت کئی آدمیون مین بدین طور ہو کہ فلان و فلان کو وصی کیا تاکہ یہ سب جبتک
زندہ ہین اُسکے ترکہ کے امور مین کام انجام دین اور یہ سب حاضر ہین تندرست ہین اور امین ہین کوئی بدون دوسرے
کے کام نکرے اور امین سے جو کوئی مرجاوے یا مریض ہو کر عاجز ہو جاوے یا سفر کر جاوے تو امین سے باقی کو

بوصیت پوری ولایت تصرف حاصل ہوگی وہ اس سب امور مین بعدل وانصاف کام انجام دے اور سبھون نے اس
سے اس وصایت کو قبول کیا۔ نوع دیگر اگر ایک شخص نے حضر مین ایک شخص کو وصی کیا پھر اس موصے نے سفر کیا اور سفر
مین مرگیا اور ایک دوسرے شخص کو وصی کیا تو لکھے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے حضر مین چند وصیتین کی تعیین لو
عمرو کو اپنی موت کے بعد اپنے تمام امور کے انجام دہی کے واسطے وصی کیا تھا اور اُس نے اس وصایت کو بالمواجہ قبول
کیا تھا اور اس وصایت کا ایک وصیت نامہ بتاریخ فلان بگواہی جماعت گواہان عادل تحریر کیا تھا پھر اُسکو سفر پیش آیا اور
اپنے وصی مذکور کے پاس سے غائب ہوا اور سفر مین اُسکو موت پیش آئی پس اُسکو ضرور ہوا کہ کسی دوسرے کو وصی کرے
پس اُسنے بکر کو وصی کیا کہ اُسکو تمام امور متعلقہ سفر ہذا کے درستی مین قیام کرے اور اُسکے قرضہ ادا کرنے کے بعد اُسکے اس
سفر کے مال سے تہائی مین جو اُسنے وصیت کی نافذ کرے پھر باقی کی حفاظت کرے اور اُسکو اُسکے پہلے وصی کو جسکو حضر مین
وصی کیا ہی سپرد کر دے تاکہ وصی اول بدون تغیر وتبدل کے بعدل وانصاف اُسکی وصیت پر قیام کرے اور اس وصی نے
اُسکو اس سے بالمواجہ قبول کیا۔ نوع دیگر ایسے دار کے خرید کے بیان مین جسکے خرید نے کے واسطے موصی نے خرید کرکے
اُسکی طرف سے وقف کر دینے کی وصیت کی تھی۔ زید وصی عمرو نے جو اُسکی موت کے بعد اُسکے تمام امور کے واسطے بوصیت
صحیحہ ثابتہ وصی ہی اس موصی کے تہائی مال سے اُسکی طرف سے وقف کرنے کے واسطے بحکم اُسکی وصایت کے فلان سے
تمام چیز مذکورہ ذیل خریدی تاکہ موصی کی طرف سے اُسکو بر وجوہ معلومہ جنکے واسطے اس موصی نے وصیت کی ہی وقف
کرے اور وہ تمام دار مشتملہ چنین وچنان واقع مقام کذا محدودہ بحدود کذا وکذا ہی پس اس مشتری وصی مذکور نے اپنے
موصی کے واسطے بحکم اُسکی وصیت کے اُسکے تہائی مال سے یہ تمام دار محدودہ مذکورہ اس بائع سے معہ اُسکے حدود
وحقوق۔ یہانتک کہ باہمی قبضہ کے بیان تک پہونچے پس لکھے کہ اور اس بائع نے اس مشتری سے تمام یہ ثمن مذکور
اس مشتری سے یہ سب اپنے موصی کے تہائی مال سے ادا کرنے سے لیکر قبضہ کیا آخر تک بدستور معلوم تمام کرے۔ اور
کاہے اس تحریر مین مشتری کے اقرار سے شروع کیا جاتا ہی کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب گواہ ہوے کہ زید نے عمرو
کو اپنی موت کے بعد اپنے تمام امور کے واسطے بوصیت صحیحہ وصی کیا اسنے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان سے تہائی
مال اس موصی سے بوجہ اُسکی وصیت کے کہ بوجوہ معلومہ جنکا اُسنے اپنے وصیت نامہ مین ذکر کیا ہی وقف کیا جاوے
تمام دار واقع مقام فلان خریدا۔ اور اس وصی نے اقرار کیا کہ مین نے اس بائع سے تمام یہ دار معہ اُسکے حدود کے
تہائی مال اس موصے سے بوجہ اُسکی وصیت وقف کے خریدا اور اس بائع نے اس سب مین اُسکی تصدیق کی اور تحریر
کو تمام کرے اور کبھی اس تحریر مین اقرار بائع سے شروع کیا جاتا ہی کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے تمام دار واقع
مقام فلان کو فلان وصی فلان کے ہاتھ جو اُسکی موت کے بعد اُسکے تمام امور کا بوصیت صحیحہ وصی ہی فروخت کیا اور
اس موصے نے اس وصی کو وصیت کی تھی کہ یہ دار اُسکے تہائی مال سے خرید کرکے اُسکی طرف سے اسکو وقف کر دے اور تحریر
کو ختم کرے۔ وجہ دیگر آنکہ فلان وصی فلان نے جو ثابت الوصایت ہی اپنے اس موصی کے مال سے بوجہ اُسکے حکم کے کہ
اُسنے اپنی زندگی مین اسکو حکم دیا تھا کہ اُسکی وفات کے بعد اُسکی طرف سے اسکو بوقف صحیح دائمی فقیرون پر وقف کرے
خرید کیا بنا بر شرط اس وقف کرنے دار کے جسطرح اُسنے اپنے وصیت نامہ مین تحریر کیا ہی بدون اسکے کہ یہ وقف اس
بیع مین شرط ہو فلان سے خریدا پس اس وصی نے اسکو وقف کے واسطے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی بدون اسکے کہ یہ

وقف اس بیع مین شرط ہووے تمام دار واقع موقع فلان اور اُسکے حدود بیان کردے یہانتک کہ اس تحریر تک
پہونچے کہ اور اس بائع نے تمام یہ ثمن اس مشتری کے اُسکو یہ سب اس موصی کے مال سے ادا کرنے سے لیکر وصول کرلیا
اور تحریر کو تمام کردے - نوع دیگر اگر وصی نے کوئی بردہ واسطے تقرب کے خریدا - فلان وصی فلان نے بحکم اپنے موصے کے
جنے اُسکو حاکم کیا تھا کہ اُسکے تہائی مال سے خریدے فلان سے اسکو خرید کیا اور حال یہ ہو کہ فلان نے اُسکو وصیت کی تھی
کہ اُسکے واسطے ایک بردہ واسطے ثواب کے غلام یا باندی بعوض اسقدر ثمن کے جو اسمین مذکور ہو خرید کرکے اُسکی طرف سے
آزاد کرے پس اس وصی نے فلان سے اس وصیت کی وجہ سے اس غرض سے تمام مملوک مسمی فلان اور اسکا حلیہ
بیان کردے موصی کے تہائی مال سے خریدا تاکہ اُسکو آزاد کردے پھر باہمی قبضہ و تفرق و ضمان درک تحریر کرے - نوع
دیگر وصی کے غلام فروخت کرنے کی تحریر اسطرح ہو کہ زید نے عمرو سے جو بکر کا وصی ہو اُس سے تمام مملوک مسمی فلان خریدا
اور یہ مملوک اس موصی کا تھا اور حال یہ ہو کہ اس موصی نے اس وصی کو وصیت کی تھی کہ اسکو بطور نسمہ عتق فروخت کرے پس
یعنی جو اسکو آزاد کرے
اسکو اُسکے ہاتھ اسی طور پر فروخت کیا جسطرح کہ اسمین مذکور ہو پس اس مشتری نے اس بائع سے تمام یہ مملوک مسمی معین بعوض
درم کے عوض بطور بیع صحیح مثل بیع مسلمان کے بدست برادر مسلمان خریدا تاکہ اُسکو آزاد کرے پھر باہمی قبضہ کا ذکر کرے و
تحریر کو ختم کرے - نوع دیگر اگر دار معین کے واسطے شخص معین کی وصیت کی تو لکھے کہ یہ تحریر وصیت فلان برائے فلان ہو
کہ اُسکے واسطے اپنے تمام دار واقعہ شہر فلان کے مفصل مع حدود بیان کردے مع اُسکے تمام حقوق الی آخرہ - یہ وصیت
صحیحہ مطلقہ قطعیہ جائزہ خالیہ از شروط مفسدہ و معانی مبطلہ وصیت کی در حالیکہ یہ دار مذکور اُسکے تہائی مال سے برآمد ہو اور
ہر طرح کے قرضہ سے خالی ہو اور ایسے حق غیر سے خالی ہو جسکہ اُسکی صحت سے مانع ہو اور یہ وصیت بغرض صلہ قرابت
و احسان بجانب موصی لہ و تقرب بہ پروردگار تعالے شانہ بذریعہ ایسے عمل کے جسکے واسطے اُسنے ترغیب کی ہو کہ اقرباؤن
کے واسطے وصیت کرے اور بامید حصول ثواب روز قیامت ہو اور اس موصے لہ نے اس وصیت کو مجلس وصیت ہذا
مین بالمشافہ بقبول صحیح قبول کیا اور حال یہ ہو کہ اگر اس موصے کو امروز موت آوے تو یہ موصے لہ امروز اُسکا وارث نہین
ہوسکتا ہو اور اس موصے نے وصی یا وارث کو جو اُسکی موت کے بعد اُسکے قائم مقام ہوگا حکم کیا کہ یہ کل دار اس موصی لہ
کو بحکم اس وصیت کے بتسلیم صحیح سپرد کرے اور اس بات پر اُن لوگون کو گواہ کردیا جنھون نے آخر تحریر مین اپنی گواہی
ثبت کی ہو بعد ازانکہ یہ وصیت نامہ اُنکو ایسی زبان مین پڑھ سنایا گیا کہ انھون نے جان لیا اور اقرار کیا کہ اسکو
سمجھ لیا ہو ایسی حالت مین اقرار کیا کہ اُسکی عقل ثابت اور اُسکے تصرفات بہمہ وجوہ جائز تھے اور یہ تحریر کو ختم کرے - نوع دیگر
اگر وصی نے کسی شخص کو مال دیا کہ میت موصے کی طرف سے حج ادا کرے - تو لکھے کہ یہ تحریر وہ ہو کہ جسپر گواہان مسمیان آخر
تحریر ہذا اسب شاہد ہوے ہین کہ زید وصی عمرو نے جو عمرو کی طرف سے ثابت الوصایت ہو بطوع خود اقرار کیا کہ اس متوفی
عمرو نے اسکو وصیت کی تھی کہ اُسکی وفات کے بعد اُسکے تہائی مال سے اتنے درم نکالکر ایسے مرد عفیف امین کو دیوے جسنے
اپنے واسطے حج اسلام ادا کیا ہو تاکہ اس موصی کی طرف سے اسکے گھر سے جو فلان مقام پر واقع ہو حج کرے پس ان درمون
مین سے اپنی آمد و رفت مین خرچ کرے - اور اس وصی نے اس فلان کو دو عفیف امین حج ادا کرنے پر قادر پایا
اور یہ اپنے واسطے حج کرچکا ہو پس یہ مال اسکو دیا کہ اس میت کی طرف سے بروصف مذکور حج کرے اور اس فلان حاجی
نے یہ امر اور یہ دینا اُسکی طرف سے بقبول صحیح قبول کیا اور اس موصے کے وارثون نے جو فلان و فلان ہین باقرار صحیح اقرار کیا

کہ یہ سب جو اسمین مذکور ہی حق و درست ہی اور ان لوگون نے اس فعل کی جو اس موصی میت اور اس وصی نے کیا ہی حق
جانکر اجازت دیدی اور یہ اقرار کیا کہ یہ مال میت کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہی اور ان سب لوگون نے اپنے اوپر اس
سب معاملہ کے گواہ کردیے اور تحریر کو تمام کرے۔ وجہ دیگر سب گواہ ہوئے کہ زید وصی عمرو نے جو عمرو کی طرف سے
بوصایت صحیحہ ثابت الوصایت ہی اس موصی کے تہائی مال سے اسقدر مال بکر کو دیا اور اس موصی نے اس زید کو وصیت
کی تھی کہ اسقدر مال کسی مرد امین عفیف ثقہ کو خود پسند کرکے جسنے اپنی طرف سے حج کیا ہو اسقدر مال دیدے تاکہ وہ اس
موصی کی طرف سے بروصف مذکور حج ادا کرے اور یہ موصی اسی وصیت پر مر گیا اور تا دم مرگ اس سے رجوع نہین کیا
اور نہ اسمین کچھ تغیر کیا اور یہ اسقدر دراہم اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہین پس اس وصی نے اس شخص کو جسکو یہ
درم دیے ہین پسند کیا کیونکہ اسکو اسنے اسی صفت کا پایا جو مذکور ہوئی ہی پس اسکو یہ دراہم دیے کہ اس موصے
کی طرف سے فلان شہر سے حج کرے اور یہ شہر اس موصی کا وطن ہی جسمین وہ مرا ہی پس ان درمون مین سے اپنی آمد و رفت
مین اس شہر تک بطور معروف بدون اسراف و تنگی کے اپنے کھانے پینے و لباس و سواری و جملہ ضروری چیزون
مین خرچ کرے اور میقات سے احرام باندھے اور تمام مناسک حج موافق فریضہ اللہ تعالے و سنت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادا کرے بدین شرط کیا اگر اسنے اس قرارداد سے مخالفت کی تو بقدر مخالفت کے اسمین
سے ضامن ہوگا پس اسنے اسی شرط پر اس سے لیکر ان درمون پر قبضہ کرلیا اور بدین شرط کہ اگر ان درمون مین اسکو
اس موصی کے قرضخواہ یا کسی وصی یا وارث یا حاکم یا کسی زبردست وغیرہ کسی آدمی کی طرف سے کوئی درک پیش آوے
تو اس وصی پر واجب ہوگا کہ اسکو اس سے خلاص کرے یا بقدر اس درک کے اسکے واسطے ضامن ہو بضمانت صحیحہ
ضمانت کرلی اور بدین شرط کہ اگر یہ حاجی بسبب دشمن یا مرض وغیرہ کے جو بسبب احصار کے ہوتے ہین کسی سبب سے
محصور ہوا تو اس وصی پر واجب ہوگا کہ ایسی صورت مین جسطرح ہدی وغیرہ بھیجکر چھوڑاتے ہین چھوڑاوے تاکہ امر
واجب سے ذبح کرکے خلاص ہو جاوے اور اس حاجی پر اللہ تعالے کا عہد و میثاق ہی کہ اپنی طرف سے خیرخواہی
کے ساتھ کوشش کرے کہ یہ حج بروصف مذکور ادا ہوجاوے پھر دونون نے قبل افتراق و اشتغال بکار دیگر
کے ہر ایک نے دوسرے سے بوجہ مذکور یہ ضمان درک پوری قبول کی پس یہ تمام درم اس حاجی کے قبضہ مین
بدین وجہ مذکور ہین بدین شرط کہ اگر ان درمون مین سے اس حاجی کے فارغ ہوکر اس شہر تک واپس آنے کے بعد
کچھ باقی رہا تو اس وصی کو واپس کردیگا کہ وہ میت کی طرف سے میراث مین داخل ہونگے اور اگر ان درمون مین اس
حاجی کے نفقہ مین کمی پڑے تو اپنے مال سے بدین شرط خرچ کریگا کہ اس موصے کے تہائی مال مین سے اس وصی
سے واپس لیگا اور تحریر کو تمام کرے۔ اور اگر بچے ہوئے درم حاجی کے واسطے کردیے ہون تو لکھے کہ جو کچھ ان درمون مین سے
اس حاجی کے واپس آنے کے بعد باقی رہین وہ موصی مذکور کی طرف سے اس حاجی کے واسطے بطور وصیت ہونگے
اور اگر اس حاجی کے واسطے وصی کی طرف سے اسکے حکم سے کسی نے کفالت کی تو لکھے کہ فلان اس وصی کی طرف سے
اسکے حکم سے اس حاجی کے واسطے تمام اس چیز کا جو بوجہ درک مذکور اس وصی پر واجب ہو ضامن ہی بدین شرط کہ ان
دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے دوسرے کے حکم سے تمام اس درک کا بضمانت صحیحہ ضامن ہوا اسمین
فساد و خیار نہین ہی بدین شرط کہ اس حاجی کو اگر یہ درک پہونچے تو چاہے دونون کو اس سب کے واسطے ماخوذ کرے

اور چاہے دونون مین ہر ایک کو جس طرح چاہے اور ہر گاہ چاہے عمرہ بعد اخری ان دونون میں سے کسی کو بہ نیت عمل الا جیک یہ سب اس حاجی کو پہونچ جاوے اور ہر ایک نے دوسرے سے قبل افتراق کے سب سے ایک دوسرے کے مواجہہ مین یہ سب قبول کیا ہے اور اگر حاجی کی طرف سے کوئی شخص ضامن ہو بصورتیکہ حاجی مذکور خلاف فرما کرے تو لکھے کہ اس حاجی کی طرف سے اُسکے حکم سے اس وصی کے واسطے فلان شخص تمام اُس چیز کا جو بوجہ مخالفت مذکورہ کے اس حاجی پر واجب ہو بضمانت صحیحہ جائزہ جسمین فساد و خیار نہین ہی ضامن ہوا بدین شرط کہ ان دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے بحکم اسکے اس سب کا کفیل ہی آخر تک بدستور اول تحریر کرے ہے اور اگر میت کی طرف سے حج قران ادا کرنے کا حکم دیا ہو تو اپنے موقع پر یہ لکھے کہ تاکہ اس میت کی طرف حج و عمرہ دونون کا قران کرکے ادا کرے اور اپنی ذات پر آمد و رفت مین خرچ کرے ہے اور میقات سے دونون کا احرام باندھے اور پہلے افعال عمرہ اُسکے طریق ادا کرے پھر مناسک حج بطریق شریعت الٰہی پورے کرے اور قران کے شکریہ مین جو ہدی اُسکو میسر آوے اپنے مال بکری گاے یا اونٹ ذبح کرے۔ اور اگر میت کی طرف سے حج تمتع کا حکم کیا تو لکھے کہ اور اس موصی نے وصیت کی تھی کہ جس شہر مین اُسکا مکان ہی یہان سے اُسکی طرف سے کوئی شخص عمرہ و حج ادا کرے اور ایام حج مین ان دونون کو اُسکی طرف سے بتمتع ادا کرے پس پہلے عمرہ تنہا ادا کرے پھر بعد اسکے تنہا حج ادا کرے ہے اور اسکے واسطے یہ وصی کوئی مرد صالح امین ثقہ جسنے اپنی طرف سے حج و عمرہ ادا کیا ہو پسند کرے پس اُسکے وصی نے اس فلان کو پسند کیا اور اُسکو یہ مال دیا تاکہ میت کی طرف سے عمرہ کا احرام باندھکر ادا کرکے پھر حج ادا کرے اور ایام حج مین عمرہ سے بجانب حج سودمند ہو اور اسمین سے اپنی رفت و آمد مین اپنے کھانے پینے و لباس وغیرہ حوائج ضروریہ مین بطور معروف بدون اسراف و بخیلی کے خرچ کرے پس جب میقات تک پہونچے تو وہان سے تنہا عمرہ کا احرام باندھے اور اسکے افعال اُسکے طریق پر ادا کرے پھر اُس احرام سے حلال ہو کر اُسکی طرف سے تنہا حج کا احرام باندھے اور موافق شریعت اللہ تعالی کے اُسکے مناسک ادا کرے ہے اور تمتع حاصل ہونے کے شکریہ مین اُسکو جو قربانی میسر آوے اُسکی قربانی کا اُسکو اختیار دیا جاتا ہی چاہے اپنے مال سے قربانی کرے یا اپنے رفیقون و ساتھیون کے مال سے۔ اور اگر دوسرے کو اس حج و عمرہ کے ادا کرنے کی اجازت دینے کا اختیار دیا ہو تو تحریر کرے کہ اور اس میت کی طرف اس حج کرنے والے کو اس وصی نے اجازت دیدی کہ اگر اُسکو مرض یا آفت یا ایسا کوئی سبب پیش آیا جس سے وہ اس کام کو پورا کرنے سے عاجز ہوا تو اُسکو اختیار ہی کہ جو مال مذکور اُسکو دیا گیا ہی اُسمین سے جو باقی رہا ہو وہ معینہ یا جو کچھ اُسکے عوض کپڑا وغیرہ اپنی ضروریات مین سے خریدا ہو وہ سب ایسے شخص کو دیدے جو اس لائق ہو جسکو وہ پسند کرے کہ وہ میت کی طرف سے حج و قران و تمتع ادا کر سکتا ہی پس اُسکو دیکر حکم کرے کہ وہ ادا کر دے اور اسکو اپنے قائم مقام کر دے اور اُسکو اجازت دیدے کہ بصفت مذکور اپنی ذات پر خرچ کرے ہے اور اس شخص نے اس سب کو بالمواجہہ منظور و قبول کیا اور تحریر کو تمام کر دے کذا فی المحیط

فصل بست و یکم - عاریتون و التقاط لقطہ کی تحریرات مین - اگر زید نے عمرو سے ایک دار مستعار لیا اور عمرو نے چاہا کہ لکھکر اپنی مضبوطی کرے تو امام محمد رحمہ نے کتاب الاصل مین اسکی صورت یون تحریر فرمائی ہی کہ یہ تحریر ہے فلان بن فلان یعنی معیر مسمی زید بن خالد از جانب عمرو بن بکر مستعیر کے بدین مضمون ہی کہ تو نے مجھکو اپنے گھر مین بعاریت لیا

یا جو کہ تیری ملک واقع شہر فلان محدودہ بحدود چنین وچنان ہے۔ ایسا ہی امام ابو حنیفہ رح وانکے اصحاب تحریر فرماتے تھے
اور امام خصاف رح وطحاوی رح یون لکھتے تھے کہ تو نے مجھے اپنے دار مملوکہ مین بدین شرط ساکن کیا کہ مین خود اسمین
رہون اور دوسرے کو بساؤن۔ اور فرمایا تا کہ اجنبی مستعیر کو دوسرے شخص کے ساکن کرنے کا اختیار بالاجماع حاصل
ہوجاوے اسواسطے کہ معیر نے اگر مستعیر سے یہ نکہا کہ تجھے اختیار ہے کہ دوسرے کو بساوے تو امام شافعی رح کے نزدیک
اسکو دوسرے کے بسانے کا اختیار نہوگا اسواسطے کہ امام شافعی کے نزدیک مستعیر کو بدون اجازت معیر کے غیر کو عاریت دینے کا
اختیار نہین ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک اگر عاریت مطلقہ ہو مثلاً کہا کہ مین نے تجھے عاریت دیا اور یہ نکہا کہ تا کہ تو ہی اس سے
انتفاع حاصل کرے تو مستعیر کو اختیار ہوگا چاہے خود انتفاع کرے اور چاہے غیر کو عاریت دیدے کہ وہ انتفاع حاصل
کرے خواہ مستعار ایسی چیز ہو کہ اُس سے انتفاع حاصل کرنے مین لوگون کا حال متفاوت ہو یا سب لوگ اس سے
ایک ہی طور سے نفع حاصل کرتے ہون اور عاریت مقیدہ ہو مثلاً اُس سے کہدیا کہ تا کہ تو ہی اس سے انتفاع حاصل کرے پس
اگر مستعار ایسی چیز ہو جس سے لوگ ایک ہی طور سے نفع حاصل نکرتے ہون بلکہ مختلف طور سے جیسے سواری و کپڑا پہننا وغیرہ
تو مستعیر کو دوسرے کو عاریت دینے کا اختیار نہوگا اور اگر ایسی چیز ہو جس سے ایک ہی طور سے انتفاع حاصل کرتے ہین
تو مستعیر کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کو عاریت دیدے جیسے سکونت دار وغیرہ۔ پس جبکہ مسئلہ مین اسطرح اختلاف ٹھہرا
تو امام خصاف رح وطحاوی رح نے اسطرح لکھنا اختیار کیا تا کہ مسئلہ اجماعی ہوجاوے۔ پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ لکھے کہ
تو نے مجھے دیا اور مین نے تجھسے لیکر قبضہ کر لیا اور یہ قبضہ بتاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان واقع ہوا پس
امام محمد رح نے تحریر مین قبضہ کے وقت سے ذکر تاریخ لکھا اور اسواسطے ایسا کیا کہ حکم عاریت مین علما مختلف ہین
پس ہمارے علما رح کے نزدیک عاریت امانت ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک مضمون ہے پس وقت قبضہ سے
تاریخ تحریر کرے تا کہ اگر ایسے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہو جسکے نزدیک عاریت مضمون ہوتی ہے تو اسکو معلوم
ہوجاوے کہ کس وقت سے یہ چیز اُسکی ضمانت مین داخل ہوئی تھی۔ اور اگر مستعیر نے چاہا کہ معیر سے اپنی سکونت
کے واسطے تحریر کرا لے جو اُسکے پاس رہے تو کیونکر تحریر کریگا سو مشائخ نے فرمایا کہ مستعیر کو تحریر کی حاجت فقط اس
غرض سے ہوتی ہے کہ معیر اُسپر یہ دعوی نکرے کہ تو بدون عقد کے اسمین ساکن ہوا ہے اور دونون ایسے قاضی
کے سامنے مرافعہ کرین جسکا مذہب یہ ہو کہ بدون عقد کے بھی منفعت کی تقویم ہوتی ہے یعنی اُنکی قیمت لگائی جاتی ہے
پس وہ مستعیر پر اجر المثل کا حکم دیدے اسی طرح اگر اُسکی سکونت سے منہدم ہوا تو مالک اُس سے ضمان لیگا اگر
اُسکی سکونت سے منہدم ہوا ہے پس اس تحریر کی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر از جانب فلان بن فلان یعنی معیر کی طرف
سے فلان بن فلان یعنی مستعیر کے واسطے بدین مضمون ہے کہ مین نے تجھکو اپنے اُس دار مین جو فلان محلہ مین
واقع ہے جسکے حدود اربعہ یہ ہین بعاریت اس شرط پر ساکن کیا ہے کہ تو خود اُسمین رہے اور جسکو چاہے ساکن کرے
اور مین نے تیرے سپرد کیا اور تو نے مجھسے لیکر قبضہ کر لیا فلان تاریخ فلان ماہ فلان سنہ مین قبضہ ہوا
اور متاخرین اہل شروط لکھتے ہین کہ یہ تحریر وہ ہے جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے ہین کہ فلان بن فلان
فلان سے تمام دار واقع موضع فلان محدودہ بحدود چنین وچنان ایک سال کامل غرہ ماہ فلان سنہ فلان سے
آخر ماہ فلان سنہ فلان تک کے واسطے اس غرض سے مستعار لیا کہ اس دار مذکورہ مین یہ مستعیر خود رہے اور جو چاہے اپنی چیز رکھے

اور کسی اجنبی کو نہ دے اور اُسکو اپنے قبضہ سے خارج نکرے اور بمقام غیر مضبوط و محفوظ کی طرف بلاضرورت منتقل نکرے بدین شرط کہ اگر اُسکو تلف کردیا یا ضائع کردیا یا اسمین مخالفت کی تو وہ ضامن ہوگا اور اُسنے تمام یہ ودیعت اُسکی اسکو بطریق حفاظت سپرد کرنے سے اُسپر قبضہ کرلیا اور بدین شرط کہ جب یہ مودع اُسکو طلب کریگا تو اُسکو بعینہ واپس دیگا چاہے جسوقت طلب کرے خواہ دن یا رات مین کوئی تعلل نکریگا اُسکو واپس ہی دیدیگا اور یہ بتاریخ فلان ماہ فلان واقع ہوا واللہ تعالے اعلم کذا فی الذخیرہ۔

فصل بست وسوم۔ اقاریر کے بیان مین۔ اس فصل مین چند انواع شامل ہین اول آنکہ دین مطلق جارہ کا اقرار ہو۔ زید نے بطوع و رغبت خود اپنی صحت و ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین جبکہ اُسکو کوئی مرض و علت وغیرہ مانع صحت اقرار نہ تھا یہ اقرار کیا کہ اُسپر و اُسکے ذمہ عمرو کے اسقدر درم یا دینار جسکے نصف اسقدر ہوتے ہین قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیح حالہ غیر موجلہ ہین کہ انکا جب چاہے جسطرح چاہے مطالبہ کرے زید کو اسنے کوئی برأت نہوگی الا اسی طرح کہ یہ مال مذکور زید کی طرف سے اس عمرو کو یا جو اُسکے قائم مقام ہو وکیل یا وصی یا وارث کو پہونچ جاوے اور زید کی کوئی حجت جس سے اُسکے ذمہ سے اس مال کا دفعیہ ہو سماعت نکیجائیگی الا اُسوقت کہ زید کی طرف یہ مال مذکور بطور مذکور عمرو کو حاصل ہوجاوے اور اس مقرلہ نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق صحیح بالمواجہ و بالمشافہہ کی اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا یا اسطرح تحریر کرے اور اُسکی طرف سے اس مقرلہ نے یہ اقرار اُسکے واسطے اس مال مذکور کا بقبول صحیح قبول کیا اور دونون نے اپنے اوپر اس سب کے وہ لوگ گواہ کرلیے جنھون نے اپنا نام آخر تحریر ہذا مین ثبت کیا ہی بعد ازانکہ یہ مضمون اُنکو ایسی زبان مین پڑھ سنایا گیا جسکو اُنھون نے جان لیا اور اقرار کیا کہ ہم دونون نے اسکو سمجھ لیا ہی اور اچھی طرح اسکو جان گئے ہین اور یہ بتاریخ فلان واقع ہوا۔ اور اگر بیان سبب لکھنا چاہا تو کاتب اسکو تحریر کردے اور سبب بہت ہوا کرتے ہین ازانجملہ یہ مال ثمن کسی دار یا فرس یا متاع یا غلام کا ہو جسکو قرضدار نے اُس سے خرید اہی تو قرضہ لازم و حق واجب لکھنے کے ساتھ لکھے کہ یہ ثمن فرس یا دار یا غلام ہی جسکو اس مقر نے اس مقرلہ سے بعوض صحیح خرید کر اُس سے لیکر قبضہ کرلیا ہی اور اسکو دیکھ لیا ہی اور اُسپر راضی ہوگیا ہی اور اُسپر ثمن متقرر ہوگیا ہی اور اُسکو اچھی طرح دیکھ بھال لینے کے بعد اپنے بائع کو تمام عیوب مبیع سے بری کردیا ہی یہ ثمن حالہ غیر موجلہ ہی۔ اور اگر ثمن موجل ہو تو لکھے کہ موجل تا ماہ فلان یا تا سال فلان یا تا دو سال کامل قمری جب واقع ہوا اور اس مقرلہ کو یہ اختیار نہین ہی کہ اس میعاد کے اندر اُس سے مطالبہ کرے اور بعد میعاد آجانے کے اُسکو اختیار ہی کہ جب چاہے جسطرح چاہے مطالبہ کرے اس مقر کو اس سے کسی طرح برأت الی آخرہ۔ اور اس مقر نے اس مقرلہ سے اس مبیع کو جسوقت عقد بیع واقع ہوئی ہی بلا مانع وصول کرلیا اور قبضہ کرلیا۔ اور مینے عقد بیع واقع ہونے کے وقت قبضہ مبیع واقع ہونے کا تذکرہ اسواسطے لکھدیا کہ امام اعظم رح کا مذہب یہ ہی کہ اگر کسی نے کوئی چیز کسی قدر درمون کے عوض بوعدہ ایک سال خریدی اور سال معین نکیا تو میعاد کا اعتبار اُسی وقت سے شروع ہوگا جسوقت مبیع پر قبضہ واقع ہوا اگرچہ قبضہ ایک سال کے بعد واقع ہو وقت بیع کے واقع نہو۔ اور اگر ثمن قسط وار ادا کرنا ٹھہرا ہو تو اسکو تحریر کرکے

مثلاً لکھے کہ موجل تا شش ماہ چھ قسطون مین کہ ہر قسط پر بائع کو اسقدر ادا کریگا - اور اگر یہ چاہا کہ کسی قسط مین تاخیر ہونے کے وقت باقی مال فی الحال واجب الادا ہو جاوے تو لکھے کہ بدین شرط کہ ہرگاہ کسی قسط کے ادا کا وقت آیا اور اسنے تاخیر کی اور ایک قسط کو دوسری قسط مین داخل کر دیا تو سب مال اُسپر فی الحال واجب الادا ہو جائیگا اور قسط بندی باطل ہو جائیگی اور یہ لکھدے کہ بدون اسکے کہ یہ بات بیع مین شرط ہو اسواسطے کہ بیع مین اگر ایسی شرط ہو تو بیع کو فاسد کریگی - اور منجملہ اسباب کے قرض ہی پس لکھے کہ قرضہ لازم وحق واجب بسبب قرض صحیح کے کہ مقر نے اُس سے یہ مال قرض لیا اور مقر لہ نے اُسکو اپنے مال سے یہ اُسکو دیا اور اُسکے سپرد کر دیا اور مقر نے یہ مال اُس سے لیکر اپنے قبضہ مین کر لیا اور اُسکو اپنی ضرورت مین صرف کیا اور اس مقر لہ نے خطاباً اسکی تصدیق کی اور قرض کی صورت مین موجل ہونا تحریر نہ کرے اسواسطے کہ قرض میعاد کو قبول نہین کرتا ہی کذا فی المحیط - سوائے ایک مسئلہ کے جسکو طحاوی رحمہ نے ذکر کیا ہی کہ اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد فلان بن فلان کو ہزار درم بوعدہ ایک سال قرض دیے جاوین تو اس مدت کا تقرر صحیح ہی کذا فی الظہیریہ - اور منجملہ اسباب کے غصب ہی تو لکھے کہ قرضہ لازم وحق واجب بسبب غصب کے کہ اس مقر لہ سے مثل ان درمون کے غصب کیے تھے - اور ازانجملہ حوالہ وکفالت ہی پس حوالہ کی صورت مین لکھے کہ بسبب قبول حوالہ فلان کے جسنے اس مقر پر اسقدر مال اس مقر لہ کے واسطے حوالہ کیا تھا اور کفالت مین لکھے کہ بسبب اسکے کہ اس مقر نے اس مقر لہ کے واسطے فلان کی طرف سے جسپر اس مقر لہ کا قرضہ تھا کفالت کی ہی - اور اگر عورت کے باقی مہر کا اقرار تحریر کیا تو لکھے کہ اس عورت کا قرضہ لازم وحق واجب بسبب اس عورت کے باقی اس مہر کی جسپر اس نے نکاح کیا ہی اور تھوڑا ادا کیا ہی کہ یہ عورت اس مقر سے اسکا مطالبہ کریگی ہرگاہ کہ شرعاً اس عورت کا اس مال کا مطالبہ اس مقر پر متوجہ ہو - اور اگر مقر نے اس مال کے عوض اعیان منقولہ کو رہن بھی کیا ہو تو بعد اقرار مقر وتصدیق مقر لہ کے تحریر کرے کہ اور اس مقر نے اس قرضہ کے عوض اس مقر لہ کو اپنے اعیان مال سے ایک مندیل تعدادی جدید جسکا طول اسقدر وعرض اسقدر وقیمت اسقدر ہی اور ایک تختہ دیبا جسکا طول اسقدر وعرض اسقدر ونقش ایسا ہو قیمت اسقدر ہی اور مغفوری اُسکا طول اسقدر وعرض اسقدر ورنگ ایسا وقیمت اسقدر ہی یہ سب چیزین رہن دین اور مقر لہ کو سپرد کر دین اور اُسنے ان سب پر قبضہ کر لیا پس یہ سب چیزین بعوض اُسکے اس قرضہ کے اُسکے پاس رہن ہین کہ انکو تا استیفا ئے قرضہ مذکور روک رکھیگا اور یہ سب ان گواہون کی آنکھ کے سامنے واقع ہوا جنکا نام آخر تحریر مین ثبت ہی - اور اگر اُسنے مقر سے اس قرضہ کی بابت کوئی کفیل لیا ہو تو اقرار قرضہ وتصدیق مقر لہ کے بعد تحریر کرے کہ اور فلان نے اس مقر کی طرف سے تمام اس مال مذکور کی اس مقر لہ کے واسطے کفالت صحیح جائزہ نافذہ کر لی جسکی اس مقر لہ نے اس مجلس کفالت مین اجازت دیدی اور قبول کیا بدین شرط کہ اس مقر لہ کو اختیار ہی چاہے اس کفالت کے حکم سے اس کفیل سے مطالبہ کرے اور چاہے اس اصیل سے بحکم اصالت مطالبہ کرے - اور اگر صغیر پر مہر کی تحریر چاہی پس اُسپر اس مہر کے اقرار کی تحریر صحیح نہین ہی پس نکاح کی حکایت تحریر کرے پس اس سے مہر اس صغیر کے ذمہ قرضہ ہو جائیگا اور اسکی صورت یہ ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان نے اپنی دختر صغیرہ کا نکاح بولایت پدری ساتھ صغیر کے گواہان عادل کے سامنے نکاح صحیح کر دیا اور اس صغیر فلان کے باپ مسمے فلان نے جسکے فلان بن فلان ہے اپنی اس صغیر کے واسطے یہ نکاح بولایت پدری بقبول صحیح قبول کیا پس یہ صغیرہ اس صغیر کی جورو ہو گئی اور یہ مہر

اس صغیرہ کے واسطے اس صغیر پر لازم ہوگیا۔ نوع دیگر دو آدمیون نے ایک شخص کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا اور دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے اس مال کا کفیل ہوا۔ تو تحریر کرے کہ زید و عمرو نے بطوع و رغبت خود اپنی صحت ابدان و ثبات عقول و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین درحالیکہ دونون کو یا دونون مین سے کسی کو کوئی مرض و علت وغیرہ ایسی نہ تھی جو دونون کی صحت اقرار سے مانع ہو یہ اقرار کیا کہ ان دونون پر اور ان دونون کے ذمہ بکر کے واسطے اسقدر درم قرضہ واجب و حق لازم ایسے سبب صحیح سے ہین جسکو دونون بخوبی جانتے ہین اور دونون پر بکر کے واسطے ایسا اقرار لازم آیا ہو اور یہ دونون آسودہ بھرے خوش حال مالدار ہین اسقدر اعیان و اموال کے مالک ہین جس سے یہ قرضہ پھر پورا ادا ہو کر زیادہ باقی رہتا ہو بدین شرط کہ ہر ایک دونون مین سے اس سب قرضہ کا ضامن و کفیل ہو اور اس مقر لہ کو اختیار ہو چاہے دونون کو اس مال کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے تنہا ہر ایک کو بعد دوسرے کے ماخوذ کرے یہانتک کہ یہ سب مال وصول کرلے اور دونون مین سے کسی کو بدون مقر لہ کو ادا کرنے اس سب مال کے وقت مطالبہ اس مقر لہ کے کسی طرح بریت و خلاص نہین ہو اور دونون کے اس مقر لہ نے اس سب مین بالمواجہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے۔ نوع دیگر اگر دستاویز مین قرضہ بنام ایک شخص کے ہو پس اُسنے چاہا کہ اقرار کردے کہ یہ قرضہ درحقیقت فلان شخص کا ہو اور میرا نام اسمین عاریت ہو تو اسکی تحریر کی یہ صورت ہو کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ میرے نام سے عمرو پر اسقدر مال بذریعہ دستاویز ہو جسکی نقل یہ ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم پھر اس دستاویز کو اول سے آخر تک معہ تاریخ تحریر نقل کردے پھر لکھے کہ فلان نے اقرار کیا کہ یہ سب مال جو میرے نام سے عمرو پر اس دستاویز مین تحریر ہو یہ بکر کا ہو میرا نہین ہو اور نہ اور سب آدمیون مین سے کسی کا ہو۔ اور اگر اسمین سے تھوڑا بکر کا ہو تو لکھے کہ اس سب قرضہ مین سے اسقدر درم بکر کے ہین میرے نہین ہین اور نہ تمام آدمیون مین سے کسی اور کے ہین اتنے درم مذکور بکر کے بملک صحیح و حق ثابت بسبب حق لازم واجب کے ہین جسکو زید جانتا ہو کہ اُسکے ذمہ اسکا اقرار لازم آیا اور یہ مال ہمیشہ سے بکر کا اور اُسکی ملک ہو اور اس زید کا نام اسمین بطور عاریت و بغرض معنویت بلکہ ہو اور اقرار کیا کہ زید کے واسطے جو کچھ عمرو نے دستاویز مین بوصف مذکور اقرار کیا ہو اُسکا عمرو پر کچھ حق و دعوی و مطالبہ کسی وجہ سے نہین ہو اور یہ بکر اس مال مین تصرف کا مستحق ہو یہ زید یا تمام لوگون مین سے کوئی اور مستحق نہین ہو اور بکر ہی کو استحقاق ہو کہ اُس سے بری کردے اور اُسکو وصول کرے اور اسکے عوض کچھ خرید لے اور اُسکو ہبہ کردے یا صدقہ دیدے اور عمرو کو مہلت دیدے اور وہی اسپر مسلط ہو اور وہی اسکا ماذون لہ ہو اور اسمین خصومت کرنے کا ماذون ہو اگر مطلوب منکر ہوجاوے خواہ اس مقر کی زندگی مین یا اسکی وفات کے بعد اور بکر کو اختیار ہو چاہے اسمین بذات خود تصرف کرے اور چاہے کسی غیر کے ذریعہ سے تصرف کرے اور جسکو پسند کرے اس کام کے واسطے وکیل کرے اور جسکو چاہے اسواسطے مقرر کرے اسمین اپنی رائے کے موافق عمل کرنے کا مختار ہو جیسا چاہے کرے سب اُسکو روا ہو جب چاہے جسطرح چاہے اور ہرگاہ چاہے مرۃ بعد اخری تصرف کرے اس مقر کا اس سب مین یا تنہا سے کسی جزو مین کوئی حق نہین ہو اور اس مقر کو اُسکے بری کرنے و وصول کرنے و ہبہ کرنے وغیرہ کسی بات کا اختیار اسمین ہو اور نہ کسی وجہ سے کوئی قدیم و جدید دعوے ہو اور جو تصرف اسمین مقر کی طرف سے ثابت ہوا ہو وہ باطل و مردود ہو اور مطلوب پر قرضہ مذکور بحالہ ثابت ہوگا اور اگر اس قرضہ مذکور یا اسمین سے کسی جزو پر استحقاق ثابت ہو

تو یہ مقر اس مقر لہ کے واسطے ضامن ہوگا اسواسطے کہ استحقاق امین جبھی ہو سکتا ہو کہ اس مقر کی طرف سے امین کو کوئی سبب
حادث ہوا ہو اور بکر نے اُسکے اس سب اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی اور تحریر کو تمام کردے۔ نوع دیگر اقرار وصول یابی
قرضہ۔ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکا فلان پر اسقدر حق واجب بسبب صحیح تھا اور ہم دونون نے اسکے واسطے
ایک دستاویز مزین بگواہی گواہان عادل بدین مضمون اُسپر گواہ کردینے کے واسطے لکھی تھی اور وہ اسکے پاس تھی
اور اسنے اس فلان سے تمام یہ مال جو اُسمین مذکور تھا تمام وکمال پورا پورا بھر پایا بدین طریق کہ اس قرضدار نے اُسکو
یہ سب مال تمام وکمال دیدیا اور اسنے قبضہ کرلیا اور بعد اس وصول یابی کے قرضدار مذکور بالکل بری ہوگیا اور یہ
دستاویز اس مال کی جو اُسکے پاس اس مال کی اس شخص کی اقراری تھی اسکے پاس سے ضائع ہوگئی ہی پس اگر اُسکو
کبھی کسی وقت نکالے تو وہ باطل ہوگی اسکے ذریعہ سے اسکے واسطے اس فلان پر کوئی حجت نہوگی اور اگر اسنے کسی دن
کبھی یا اسکے وکیل یا وصی یا وارث نے اس دستاویز کے ذریعہ سے اس سب مال کا یا اسمین سے کچھ مال کا اس فلان
پر دعویٰ کیا تو یہ خود اس دعویٰ مین اور جو اسکے قائم مقام ہو اس دعویٰ مین اس فلان کی جانب بذریعہ اس
دستاویز کے مبطل اور جھوٹا ہوگا اور فلان بن فلان نے اس مقر کے اس سب اقرار و ابرار کی مقر لہ نے اُسکو اس سب
کے ساتھ خطاب کرنے کی حالت مین القبول جائز قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے۔ نوع دیگر اگر دو قرضدارون مین
سے ایک سے وصول پانے کا اقرار کیا حالانکہ دونون مین سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو تو لکھے کہ زید نے
بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکا عمرو و بکر پر اسقدر دینار برابر قرضہ تھا اور ہر ایک دونون مین سے دوسرے کے حکم سے
دوسرے کا کفیل اس پورے قرضہ کا تھا اور اسکے حکم سے زید کے واسطے اسکا ضامن ہوا تھا بدین شرط کہ زید کو
اختیار ہو کہ دونون مین سے ہر ایک کو اس پورے قرضہ کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے دونون کو ماخوذ کرے
ایک کو یا دونون کو جب چاہے جسطرح چاہے ہرگاہ چاہے مرۃ بعد اخری ماخوذ کرے اور فلان نے یعنے عمرو
نے یا بکر نے یہ پورا قرضہ جو دونون پر واجب تھا ادا کیا حالانکہ وہ دوسرے کی طرف سے اُسکے حصہ کا کفیل
تھا پس یہ قرضہ دونون کے ذمہ سے ساقط ہوگیا اور دونون اس سے بری ہوگئے اور زید کا اس شخص پر
جسنے ادا کیا ہی اور اسکے ساتھی دوسرے پر اس قرضہ مذکورہ مین سے قلیل وکثیر کچھ باقی نہین رہا اور نہ ان
دونون کی جانب اس قرضہ کے تھوڑے یا بہت کی بابت قدیم وجدید کوئی دعوے نہین رہا اور اس مقر لہ نے
زید کے اس اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی اور دونون نے گواہ کرلیے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے فقط
اپنا حصہ ادا کیا ہو تو لکھے کہ دونون مین سے ایک یعنے فلان نے فقط اپنا حصہ ذاتی ادا کیا اور وہ اس سے
بری ہوگیا اور اُسکا ساتھی بھی اسکی کفالت نفس سے بری ہوگیا اور اس قرضخواہ کے واسطے اُسکے ساتھی پر
اسقدر اُسکا حصہ ذاتی باقی رہگیا اور اس ادا کرنے والے پر بھی اس جہت سے رہا کہ اسنے اُسکی طرف سے
کفالت کی ہی واللہ اعلم۔ نوع دیگر در اقرار گندم زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے اُسپر اور اُسکے ذمہ اتنے قفیز گندم
سپید ستھرے ہوے پیداوار کے پاکیزہ جید صافیہ خریفیہ بہ پیمانہ قفیز عشاری متعارف اہل بخارا سے قرضہ لازم و
حق واجب بسبب صحیح ہین اور چاہے سبب متعین کردے کہ بسبب اسکے کہ زید نے عمرو سے انکو قرض لیا تھا
اور عمرو نے اُسکو یہ گیہون قرض دیے تھے یا لکھے کہ بسبب بیع سلم صحیح کے جو مستجمع شرائط صحت واقع ہوئی

اور اتنا اور بڑھا دے کہ موجل بمیعاد کذا بدین شرط کہ بمقام فلان انکو ادا کرے۔ اور اس مقر لہ نے اسکے اقرار کی بالمواجہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے۔ اور علے ہذا باقی مکیلات وموزونات وعدد یات متقاربہ کے اقرار کی تحریر اسی طور پر ہے جیسے ہمنے گیہون مین بیان کی ہے اور جس چیز کے قرضہ ہونے کا اقرار کیا ہے اسکا وصف وقدر بخوبی بیان کر دے چنانچہ چینہ دانہ مین لکھے کہ اتنے من چینہ دانہ درمیانی سرخ پاکیزہ موزون بوزن اہل بخارا یا اتنے من چینہ دانہ درمیانی سپید پاکیزہ موزون بوزن اہل بخارا اور ذرہ کی صورت مین لکھے کہ اتنے من کاورس درمیانی پاکیزہ موزون بوزن اہل بخارا۔ اور تل کی صورت مین لکھے کہ اتنے من سیاہ تل پاکیزہ یا اتنے من سپید تل درمیانی پاکیزہ۔ اور روئی کی صورت مین لکھے کہ اتنے من روئی درمیانی صاف مع دراہم موزون بوزن اہل بخارا اور آٹے کی صورت مین لکھے کہ مثلاً اتنے من گندم سپید کا آٹا پن چکی کا پیسا ہوا موزون بوزن اہل بخارا اور اگر چھنا ہوا ہو تو لکھے کہ چھنا ہوا معروف بیک ویز موزون بوزن اہل بخارا اور کتابون مین بہلہ ہے اور برہان قاطع مین بمعجمہ ہے۔ اور کنج مین لکھے کہ اتنے من کنج ترش درمیانی موزون بوزن اہل بخارا اور صابون مین لکھے کہ اتنے من صابون درمیانی ساختہ روغن کنجد موزون بوزن اہل بخارا اور انگور مین لکھے کہ اتنے من انگور رزمی سرخ یا سپید یا خر یا نی سرخ یا سپید موزون بوزن اہل بخارا یا طائفی سرخ یا سپید موزون بوزن اہل بخارا۔ اور دوشاب عنبی مین لکھے کہ دوشاب انگوری شیرین صاف ساختہ از انگور کنادرمیانی از راہ رفت وصورت موزون بوزن بخارا اور اسی طرح اتنے من روغن جلانے کا سرسون یا السی سے نکالا ہوا موزون بوزن اہل بخارا اور روغن قرطم مین لکھے کہ اتنے من روغن قرطم خوشبودار درمیانی موزون بوزن اہل بخارا اور علی ہذا القیاس باقی مکیلات وموزونات مین بھی اسی طور سے تحریر کرے۔ نوع دیگر عورت نے اقرار کیا کہ اسکے شوہر نے اسکے واسطے اسکے مہر کے عوض چیزین خریدی ہین ہندہ نے بطوع خود اقرار کیا کہ وہ زید کی جورو وحلالہ بنکاح صحیح ہے کہ زید نے اس سے گواہان عادل کے سامنے اسقدر دینار پر بنکاح صحیح نکاح کیا ہے اور زید نے اسکے واسطے اسکے تمام مہر مذکور کے عوض متفرق اقسام کی چیزین خریدی ہین اور ان چیزون کو ایک ایک کر کے بیان کر دے اور ہندہ نے اسکو ان چیزون کو خریدنے کے واسطے بوکالت صحیح وکیل کیا تھا اور ہندہ نے ان چیزون کو زید سے لیکر اسی ہیأت کے ساتھ جسطرح اس زید کے اس خرید کرنے وقبضہ کرنے کے روز تھین قبضہ مین کر لیا ہے اور اس زید کے اسکو یہ سب سپرد کرنے سے لیکر قبضہ کرنے تک یہ سب اسکے قبضہ مین ہو گئی ہین ایسا ہی شیخ نجم الدین عمر والنسفی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور اسمین اعتراض ہے اسواسطے کہ اسکا حاصل یہ ہے کہ جورو نے اپنے شوہر کو بعوض اس مہر کے جو جورو کا اسپر ہے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور جو شخص کسی قرضدار کو وکیل کرے کہ میرے واسطے اس قرضہ کے عوض جو میرا تجھپر ہے خرید دے تو بنا بر قول امام اعظم رح کے توکیل جائز نہو گی الا اس صورت مین کہ بائع کو معین کر دے مثلاً یون کہے کہ میرے واسطے کپڑا فلان سے خرید دے یا مبیع معین کر دے باین طور کہ میرے واسطے یہ غلام خرید دے اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح وامام محمد رح کے ہر حال مین وکالت جائز ہے پس بنظر قول امام اعظم رح کے احتیاط اسمین ہے کہ تحریر مین کچھ بڑھایا جاوے پس لکھے کہ ہندہ کے واسطے بعوض اسکے اس تمام مہر کے فلان بن فلان بائع سے خریدی ہیں یا لکھے کہ اور حال یہ ہے کہ ہندہ نے اسکو ان چیزون کو فلان بن فلان سے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا یا لکھے کہ حال یہ ہے کہ ہندہ نے اسکو ان معین

چیزون کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا کہ بعوض اُسکے اس مہر کے بعینہ یہ چیزین خرید دے - نوع دیگر دو آدمیون مین قرضہ کے لین دین کا معاملہ تھا ان دونون نے طرفین سے اپنے حقوق بھر پانے کا اقرار کیا - اسکی صورت تحریر یہ ہو کہ سب گواہ ہوے کہ زید و عمرو دونون نے بطوع خود اقرار کیا کہ ان دونون مین سے کسی کے واسطے دوسرے پر یا اسکے پاس یا اسکی جانب یا اسکے ساتھ یا اسکے قبضہ مین یا اسکے نام سے یا بعد اسکے کسی وکیل کے نام سے یا کسی کی جانب اسکے سبب سے اس تمام معاملہ مین جو دونون کے درمیان تھا اسکے سب طریقون سے کوئی حق نہین رہا اور نہ کوئی دعوے اور نہ کوئی خصومت و نہ مطالبہ نہ کسی وجہ و کسی سبب سے خواہ قدیم ہو یا جدید ہو نہین رہا بلکہ حال یہ ہے کہ اس معاملہ مین ہم دونون مین سے جسکا حق جو کچھ تھا اُسنے دوسرے سے اپنا سب حق بھر پایا بدین طور کہ دوسرے نے اُسکو یہ سب حق بھر پور تمام و کمال دیدیا پس ہرگاہ ان دونون مین سے کوئی دوسرے پر یا اسکی جانب یا اسکے پاس یا اسکے قبضہ مین یا اسکی سبب سے کسی اور کی طرف یا اسکے نام سے یا اسکے وکیل کے نام سے کچھ دعوی کرے و حق کا خواستگار ہو یا سب وجوہ مین سے کسی وجہ سے قدیم یا جدید کوئی مطالبہ کرے جسطرح بیان کیا گیا ہے اور سوا اسکے اور جو کچھ مطالبہ کرے خواہ قسم طلب کرے یا اسکے گواہ قائم کرے اور اسمین سے کسی چیز کی وجہ سے اسکے جانب کے حق کا دعوی کرے بعد اس تحریر کے تو وہ دعوی باطل و ظلم ہے اور جسپر دعوے کریگا اُسکا ساتھی اس سب سے بری ہے اور وہ دنیا و آخرت مین حلت مین ہے اور دونون مین سے ہر ایک نے یہ برأت مذکورہ دوسرے سے قبول کی - اور اسکی دو نقلین تحریر کرے اور دونون مین کچھ تفاوت نہو تاکہ ہر ایک کے پاس ایک نقل رہے - اور اگر ان دونون مین سے ایک کا دوسرے پر قرضہ ہو اور حال یہ ہو کہ اُسنے سب بھر پایا تو بدین الفاظ تحریر کرے ولیکن دونون جانب مین ایک جانب سے فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے دوسرے سے دوسرے کے دینے سے تمام اپنا قرضہ و حق سب جو کچھ تھا وصول پایا پس اسکا اُس پر یا اسکے پاس یا اسکی جانب یا اسکے قبضہ مین یا اسکے سبب سے کسی اور پر الی آخرہ - اور اگر اُسنے بدون وصول کرنے کے اُسکو بری کر دیا ہو تو لکھے کہ اور فلان نے فلان کو اپنے ہر حق سے جو اسکی جانب یا اسکے پاس الی آخرہ - ابراء صحیح بری کر دیا اور فلان نے اس ابراء کو بالمواجہہ بقبول صحیح قبول کیا اور اگر تھوڑا وصول کر لیا اور تھوڑے باقی کو معاف کر دیا تو لکھے کہ اُسنے فلان سے اس تمام مین سے جو اسکے پاس یا اسکی جانب یا اُسپر الی آخرہ اسقدر بھر پایا اور باقی سے اُسکو بری کر دیا اور فلان نے اس ابراء کو قبول کیا - اور اگر تھوڑا وصول پایا اور باقی کی مدت مقرر کر دی تو لکھے کہ اور اسکا فلان پر اسقدر تھا پس اُس سے اتنا وصول پایا پس اُسکا اقرار کیا اور باقی کے واسطے جو اسقدر ہے فلان وقت تک بطور صحیح میعاد دیدی اور فلان نے اس مہلت کو قبول کیا اور اگر تھوڑے قرضہ کو معاف کر دیا اور باقی کی مدت مقرر کر دی تو لکھے کہ اور اسکو تمام اُس مال مین سے جو اسکا اس فلان پر تھا اور وہ اسقدر تھا اسقدر معاف کر دیا یا لکھے کہ تمام اُس مال سے جسکا اُسپر دعوی کرتا تھا اور وہ اسقدر ہے اسمین سے اسقدر معاف کر دیا اور باقی اسقدر کے واسطے اتنی مدت مقرر کر دی - پس یہ باقی مال مذکور اُسپر اس میعاد پر واجب الادا ہوگا اسمین سے کچھ بھی مقدار معاف شدہ مین داخل نہین ہوا ہے واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر در اقرار انسان بعقار - زید نے اقرار صحیح کیا کہ تمام دار واقع ۔ تمام فلان محدودہ بحدود چنین و چنان معہ اُسکے حدود و حقوق و جملہ مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین اور جملہ ان چیزون کے

جو اسکی جانب اُسکے حقوق سے منسوب ہین واسطے عمرو کے ہی ملک ثابت وحق واجب ولازم پس یہ سب اس عمرو کا
ہی نہ زید کا اور نہ تمام آدمیون مین سے اور کسی کا ہی اور یہ عمرو اسمین تصرف کا مستحق ہی نہ زید اور نہ زید کے سوا
سب آدمیون مین سے کوئی اور آدمی اور اس زید کا اسمین کچھ حق نہین ہی اور نہ اسکی جانب زید کے واسطے کوئی راہ
اور نہ کسی وجہ وکسی سبب سے کوئی حق ہی اور نہ مطالبہ اور نہ خصومت ہی آخر تک بدستور مذکور لکھے اور فلان یعنی
عمرو نے اُسکے اس سب اقرار کی تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر چاہے تو معہ اُسکے حدود وحقوق ومرافق
الی آخرہ کے بعد لکھے کہ یہ سب ملک عمرو اسی کا حق ہی اور اس مقر کے قبضہ مین بطریق عاریت ہی اور عمرو مقر لہ لفظاً ازراہ
ملک وقبضہ وتصرف اسکا مستحق ہی اس مقر اور اسکے سوا دوسرے کا اسمین کچھ حق نہین ہی سوائے اس مقر لہ عمرو کے اور مقر لہ
عمرو نے اسکے اس سب اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی۔ اور علی ہذا اگر کسی دوسری محدود چیز مین اسطرح کا اقرار
واقع ہو تو یون ہی تحریر کرے۔ اور اگر کسی دار یا زمین کا اقرار کیا اور یہ اقرار کیا کہ یہ مقر کے قبضہ مین ہی اور چاہا کہ
یہ بیان کردے کہ مقر لہ کو اسکا تسلیم کرنا مقر پر واجب ہی تو لکھے کہ تمام یہ دار ویہ زمین اس مقر کے قبضہ مین ہی اور اس
مقر کے قبضہ مین اسطرح ہی کہ فلان کے واسطے اسکی ضمان اس مقر پر واجب ہی یعنے بطور امانت اسکے قبضہ مین نہین
ہی اور مقر پر اسکا تسلیم کرنا مقر لہ کو واجب ہی ولازم ہی بسبب واجب وحق کے کہ جسکو یہ مقر جانتا ہی اور جسکے سبب سے یاد
مقر پر ایسا اقرار کرنا لازم آیا ہی یہ اُسوقت تک مضمون ہی کہ جب تک فلان کو سپرد نکرے پس اُسپر یہ مضمون ہی یہانتک
کہ اسکو معہ اُسکے سب حدود وحقوق کے تسلیم صحیح بدون مانع ومنازع کے فلان کو دیدے وسپرد کردے۔ تو یہ جائز ہی
اور مقر پر اسکا تسلیم کر دینا واجب ہوگا پس اگر اُسنے سپرد کیا تو خیر ورنہ مقر پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور قیمت بیان
کرنے مین مقر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر اقرار مین اُسکی قیمت بیان کردے مثلاً یون کہے کہ مقر پر اسکا تسلیم کرنا واجب ہی

(Interline note: اور اگر مقر لہ نے زیادہ قیمت کا دعوی کیا تو وہ گواہ لاوے ۱۲ منہ)

پس اگر مقر نے اسکو سپرد کردیا تو خیر ورنہ مقر پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور وہ سب اسقدر ہی تو یہ احوط واصوب ہی اور
اگر دار مذکور اُسکے قبضہ مین نہو اور اُسنے یون تحریر کرنا چاہا کہ مقر پر اس دار کا فلان کو سپرد کرنا واجب ہی یا اسکی قیمت
سپرد کرنا واجب ہی بشرطیکہ مین دار سپرد کرنے سے عاجز ہو تو یہ بھی جائز ہی لیکن اس صورت مین یہ نہ لکھے کہ دار مذکور
اُسکے قبضہ مین ہی۔ اور اگر ایسے اقرار مین مقر نے اپنی جانب اور اپنے سبب یا کسی شخص کی طرف سے یا خاص
خاص چند آدمیون کی طرف سے جنکے نام بیان کردیے ہون درک کی ضمانت کرلی تو لکھے کہ فلان کے واسطے فلان
نے تمام اُس درک کی جو اس دار محدودہ مین یا اسمین سے کسی چیز مین اسکی جانب یا اسکے سبب یا فلان کی جانب
اور اسکے سبب سے پیش آوے ضمانت صحیحہ کرلی کہ فلان کو اس سب سے چھوڑا دیگا اور اس سب دار مذکور کو اُسکے
سپرد کردیگا یا اُسکو اس دار کی قیمت واپس دیگا اور فلان نے تمام اس اقرار وضمان کو قبول کیا۔ اور اگر اُسنے تمام
لوگون کی طرف سے درک پیش آنے کی ضمانت کرلی تو طحاوی نے عیسی بن ابان سے روایت کی ہی کہ عیسی
بن ابان نے فرمایا کہ ہمکو ایک عقار کی بابت جو ہمارے قبضہ مین تھا ایک شخص کے واسطے اقرار کرنا پڑا
پس اُسنے ہم سے ضمانت درک طلب کی پس ہمنے اسکو اپنی جانب اور اپنے سبب سے ضمانت درک کو کہنا قبول
کیا مگر اُسنے اس سے انکار کیا اور اسی پر حکم کیا کہ ہم سب لوگون کی طرف سے ضمانت درک کے ضامن ہون
پس مین نے امام محمد بن الحسن سے ذکر کیا تو فرمایا کہ اگر تمنے اسکو منظور کیا اور اسکے کہنے کے موافق ضامن ہوسکے

تو ضمان باطل ہوگی اور شیخ خصاف رحمہ تمام لوگون کی طرف سے درک کا ضامن ہونا جائز رکھتے تھے پس یون
لکھے کہ از جانب مقر واسکے سبب سے اور تمام سب آدمیون کی طرف سے درک کا ضامن ہوا - اور اگر دار
مذکور اسکے پاس ودیعت ہو تو لکھے کہ یہ دار محدودہ اس مقر کے پاس اس مقر لہ کی طرف سے ودیعت ہی کہ جب
وہ طلب کریگا اسکو سپرد کریگا مقر کو اس سے کچھ انکار نہوگا - اور اگر اپنے فرزند کے واسطے عقار کا اقرار کیا پس
اگر بیٹا جوان یعنی بالغ ہو تو اس صورت مین بھی اسی طرح لکھے جسطرح اجنبی کی صورت مین تحریر کرتا ہی اور اگر
لڑکا صغیر ہو تو لکھے کہ یہ دار محدودہ مذکورہ مقر کے فرزند صغیر مسمی فلان کے جو اتنے برس عمر کا ہی ملک وحق ہی
اور اس مقر کا قبضہ بولایت پدری بغرض حفاظت ہی کہ اسکی طرف سے یہ مقر لہ تا اسکے بلوغ وصلاح کی پہونچنے
کے حفاظت کرتا ہی اور اس اقرار مین اس مقر کی اس شخص سے تصدیق کی جسکو تصدیق کرنے کا استحقاق ہی
نوع دیگر اگر دار کا معہ اس سب چیز کے جو اسمین ہی کسی کے واسطے اقرار کیا - تو ابتدا سے مثل مذکورہ بالا
تحریر کرنے کے بعد دار کے معہ حدود ذکر کرنے کے وقت لکھے کہ یہ دار معہ سب حدود وحقوق کے اور سب
کپڑون وامتعہ وعروض وکیلی وموزون وفرش وبساط واثاث البیت اور بیوت کی ٹوٹن وسونا وچاندی
کے ومعہ ظروف پیتل وبرنجی وتانبے وجست ومٹی وشیشہ کے اور معہ آٹے وحیوانات وغیرہ سب اقسام اموال کے
کثیر وقلیل کے جو اس دار مین ہی واسطے فلان کے ہی اور تحریر کو تمام کرے اور علی ہذا اگر باغہائے انگور واراضی
مزروعہ کا جسمین انگور وزراعت موجود ہی کسی شخص کے واسطے اقرار کیا تو مثل اقرار ایسے دار کے ہی جسمین اسباب
موجود ہی کہ زراعت وپھلون کو مفصل بیان کرنا چاہیے اسواسطے کہ باغہائے انگور واراضی کا اقرار کرنے
مین کھیتی وپھل نہین داخل ہوتے ہین جیسے کہ دار کے اقرار مین متاعہائے دار داخل نہین ہوتی ہین پس
اگر اصل اراضی وباغہائے انگور کا اقرار ہو تو اسی طرح تحریر کرے جیسے اصل دار کا اقرار تحریر کیا جاتا ہی اور اگر
اراضی وباغہائے انگور کا معہ اس چیز کے جو اسمین موجود ہی اقرار کیا تو اسطرح لکھے جیسے دار معہ اسکی متاع کے اقرار
کرنے مین تحریر ہوا ہی اور اگر اس چیز کا جو دار مین ہی بدون دار کے اقرار کیا تو لکھے کہ دار واقع مقام فلان محدودہ بحدود
چنین وچنان کے اندر جملہ اقسام اموال مین کپڑے وعروض وامتعہ وفرش وبساط وسونا وچاندی وباندی
وغلام وگائے وبکری واونٹ وکیلی ووزنی واطعمہ واشربہ وحویلی گری ہوئی کا لوٹن وپیتل وتانبے وکانسہ وشیشہ
وغیرہ کے برتن یہ سب فلان کی ملک وحق ہی اسی طرح اگر باغہائے انگور کے پھلون کا سوائے اصل باغ کے اقرار
ہوا اور اگر زمین کی زراعت کا بدون زمین کے اقرار ہو تو کھیتی کی صورت مین تحریر کرے کہ اراضی واقع مقام فلان
محدودہ بحدود چنین وچنان مین سے اتنی جریب مین جو زراعت گندم ہی اور اسمین بالین آگئی ہین قریب کاٹے
جانے کے ہی یا لکھے کہ وہ کھیتی کاٹ لی گئی ہی اور گندم جو اس زمین مذکور محدودہ مین ہی وہ سب فلان کی ملک و
حق ہی بدون رقبہ اراضی مذکور کے اور تحریر کو تمام کرے اور پھلون کی صورت مین لکھے کہ باغہائے انگور واقع مقام
فلان محدودہ بحدود چنین وچنان مین تمام پھل جو اس باغ کے درختان سے پیدا ہو کر انھین درختون پر موجود
ہین فلان کی ملک وحق ہین بدون درختان انگور وباغہائے مذکور وبدون اراضی باغہائے مذکور کے اور تحریر کو
ختم کرے واللہ تعالی اعلم نوع دیگر اگر اموال اعیان کا جنکی اضافت مکان کی طرف نہین کی ہی اقرار کیا تو چاہیے کہ

ایسی صورت مین ان اموال اعیان کی فہرست ایک کاغذ مین اوپر تحریر کرے اور کیلی کا کیل و وزنی کا وزن اور ذرعی کا طولی وعرضی پیمائشی گز اور قیمتی کی قیمت تحریر کر دے اور جو مثلی ہی اُسکی مثل ذکر کرنے کی حاجت نہین ہی پھر اس فہرست سے فارغ ہو کر تحریر کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان بن فلان بن فلان نے اپنے جواز اقرار وبہمہ وجوہ نفاذ تصرفات کی حالت مین بطوع خود ورغبت خود اقرار کیا کہ یہ تمام اعیان مذکورہ بالائے تحریر اقرار ہذا جنکے صفات ومقدار وپیمائش طولی وعرضی بیان کر دی گئی ہی اور قیمتی کی قیمت تحریر کر دی گئی ہی فلان کی ملک وحق ہین وہی ان چیزون کا مالک ومستحق تصرف ہی یہ مقر یا کوئی آدمی تمام سب آدمیون مین سے انکا کسی وجہ وکسی سبب سے مستحق نہین ہی اور تحریر کو تمام کر دے - نوع دیگر دار مین سے ایک حویلی کا اقرار کرنا - یون تحریر کرے کہ دار معروفہ کذا محدودہ بحدود کذا و کذا مین ایک حویلی جو اس دار مین جانے والے کے داہنے ہاتھ یا بائین ہاتھ یا سامنے پڑتی ہی جسمین بیوت سرائی یا گرماوی ہی جسکی ایک حد ملازق صحن دار نہا ہی اور دوسری حد اس دار کی بیت سرماوی یا گرماوی سے ملازق ہی اور تیسری اس دار کی صفہ سے ملازق ہی اور چوتھی اس دار کی متوضی سے متصل ہی یہ تمام منزل حویلی معہ اپنے سب حدود وحقوق وزمین وعمارت وسفل وعلو کے اور معہ اپنے راستہ کے دہلیز دار نہ اسے تا دروازہ کلان اس دار کی ہی اور معہ اپنے ہر قلیل وکثیر کے جو اسمین اسکے حقوق سے ہی فلان کی ملک وحق ہی اور تحریر کو تمام کرے اور اگر دار کی منزل کے علو کا اقرار کیا تو لکھے کہ تمام دار مشتمل بیوت واقع کوچہ فلان محدود بحدود چنین وچنان کے بیت گرماوی یا سرماوی جسکے حدود چنین وچنان ہین جو دار مین جانے والے کے داہنے ہاتھ پڑتا ہی اُسپر ایک غرفہ واقع ہی پس اس مقر نے اقرار کیا کہ یہ تمام غرفہ مذکورہ بدون اسکی سفل کے ملک فلان ہی اور تحریر کو تمام کرے - اگر زید نے اپنے اور عمرو کے درمیان مشترک دار سے ایک بیت کا اقرار کیا تو جسطرح ہمنے بیان کیا ہی تحریر کرے پھر لکھے کہ اگر بعد تقسیم کے یہ دار اس مقر کے حصہ مین آیا تو سب بیت مذکور مقرلہ کو سپرد کیا جائیگا اور اگر عمرو کے حصہ مین آیا تو زید اس مقرلہ کے واسطے اپنے حصہ مین سے بقدر اُسکے حق کے ضامن ہوگا اور یہ اسطرح ہوگا کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق اور امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق بنا بر دو قولون ایتین مین سے ایک روایت کے تمام حصہ مقر مین مقر بقدر دار کے گزون مین سے نصف تعداد کے اور مقرلہ بقدر بیت مذکور کے گزون کے شریک کیا جائیگا پس جسقدر مقرلہ کے حساب مین آوے اسقدر مقر کے حصہ مین سے لیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دار کے گزون مین سے نصف گزون کی تعداد سے مقر اور نصف بیت مذکور کی تعداد سے مقرلہ شریک کیا جائیگا - نوع دیگر اگر مقر نے اپنے دار مین سے دوسرے کے واسطے راہ کا اقرار کیا تو لکھے کہ زید نے اقرار کیا کہ اُسکے مقبوضہ ومملوکہ دار واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین وچنان مین ایک راستہ ہی اور یہ راستہ اس دار مین فلان موقع پر یا مین کذا لی کذا ہی اور مبدا اس راستہ کا فلان جگہ سے تا دروازہ کلان اس دار کے مسلم اسی دار مین ہی اور مبدا سے تا دروازہ کلان اس راستہ کا طول اتنے گز اور عرض اتنے گز ہی اس راستہ مین ہو کر فلان شخص اپنے دار سے جو اس زید کے دار سے ملاصق ہی اس دار کے فلان مقام سے نکل کر اس راستہ سے ہو کر دار زید کے دروازہ کلان سے ہو کر شارع عام مین آتا جاتا ہی پس زید نے اقرار کیا کہ یہ تمام راستہ مذکورہ معہ اپنے حدود وحقوق کے فلان کی ملک ومقبوضہ ہی اور وہی اس راستہ کا مستحق ہی مقر یا کوئی آدمی تمام سب آدمیون سے اسکا مستحق نہین ہی اور تحریر کو ختم کرے - اور اگر یہ راستہ دونون مین مشترک ہو تو تحریر مین دونون مین مشترک ہونا تحریر ہو جاوے - نوع دیگر کسی کے واسطے دیوار دار کا اقرار کیا ...

تو تحریر مین اس دیوار کے واقع ہونے کی جگہ اور اسکا طول و عرض وانجانی تحریر کرے اور یہ بھی لکھنا واجب ہی کہ یہ دیوار محدودہ معہ اپنی زمین و عمارت کے ملک فلان الی آخرہ کیونکہ ہمنے دیوار کی بابت دو روایتین مختلف بیان کردی ہین کہ دیوار نام ہی عمارت و زمین کا یا فقط عمارت کا۔ نوع دیگر اگر نہر و کاریز کا اقرار کیا تو لکھے کہ نہر واقع مقام فلان موسوم بلکہ اسکا منبع فلان جگہ سے اور اسمین فلان نہر سے پانی آتا ہی اور فلان مقام پر یہ نہر گرتی ہی اور یہ نہر اپنے پانی آنے کی جگہ سے گرنے کی جگہ تک اتنے گز ہی فلان گزون کے حساب ست اور عرض اسکا اتنا ہی اور اس نہر کی پوری لنبائی مین دونون جانب پانچ پانچ گز حریم ہی پس مقر نے اقرار کیا کہ یہ سب نہر معہ اپنے حریم و سب حدود و زمین و ہر حق کے جو اسمین داخل اور اس سے خارج ہی اس مقر لہ کی ہی اور تحریر کو تمام کرے۔ اور کاریز مین اتنا زیادہ کر دے کہ معہ اپنی زمین و تعمیر کے۔ نوع دیگر۔ اگر مشتری نے اقرار کیا کہ خرید شدہ دوسرے کی ملک ہی اور مشتری اس غیر کی طرف سے خریدنے کے واسطے وکیل تھا پس اگر بیعنامہ کی پشت پر اسکو لکھنا چاہا تو لکھے کہ مشتری نے اقرار کیا کہ خرید شدہ غیر کی ملک ہی اور مشتری اس غیر فلان کی طرف سے جسکا نام و نسب اس تحریر کے باطن کی جانب بیعنامہ مین تحریر ہی وکیل خرید تھا پس جواز اقرار وبہمہ وجوہ نفاذ تصرفات کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے تمام زمین محدودہ مذکورہ روے تحریر ہذا یا تمام دار محدودہ مذکورہ روے تحریر ہذا بائع مذکور سے بعوض ثمن مذکور کے واسطے فلان بن فلان کے خرید کیا کہ اسکو اُسکے مال سے مقر کو اپنا وکیل مقرر کرنے سے مقر نے اُسکے واسطے خریدا اور اپنے موکل کے مال سے ثمن نقد ادا کیا اور اس معقود علیہ پر اُسی کے واسطے قبضہ کر لیا اور یہ تمام دار و یہ زمین ملک فلان و اُسکا حق ہی اور اس مقر کا نام جو روے بیعنامہ مین مذکور ہی عاریۃً و وکالۃً ہی استحقاقاً و اصالۃً نہین ہی اور اسکا موکل فلان اس معقود علیہ مذکور مین سب تصرف کرنے کا مستحق ہی اور یہ مقر اور اُسکے سواے تمام سب لوگون مین سے کوئی اسکا مستحق نہین ہی اور اس مقر کو اس سب مین یا اسمین سے کسی جزو مین کچھ دعوی نہین ہی اور اگر اس سب کا یا تھوڑے کا بھی اس مقر نے یا مقر کے قائم مقام نے مقر کی زندگی یا موت کے بعد دعوی کیا تو اُسکا دعوی باطل ہوگا اور مقر لہ مذکور نے اس سب اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی واقعہ تاریخ فلان۔ اور اگر وکیل مذکور کا اقرار علیحدہ ابتداءً لکھا گیا تو لکھے کہ زید نے اقرار کیا کہ اُسنے بکر سے ایک دار واقع مقام فلان محدود بحدود چنین و چنان بعوض اسقدر ثمن کے خریدا اور اُسکے واسطے ایک بیعنامہ لکھا گیا جسکا نسخہ یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم پس نقل بیعنامہ آخر تک تحریر کرے پھر لکھے کہ اقرار کیا کہ اُسنے یہ معقود علیہ مذکور فلان بن فلان کے واسطے خریدا تھا باقی اُسی طور سے تحریر کر دے جیسے بیان کیا ہی۔ اور اگر نصف اپنے واسطے اور نصف دوسرے کے واسطے خریدنے کی تحریر چاہی تو لکھے کہ بطوع خود اقرار کیا کہ ہمکو معلوم ہی کہ اُسنے تمام دار واقع مقام فلان خریدا تو اسمین سے نصف شائع اپنے واسطے اور نصف شائع فلان کے واسطے اُسکے حکم سے اور اُسکے اس مقر کو اسواسطے وکیل کرنے کی وجہ سے خریدا ہی یہ تمام دار مذکورہ اس مشتری اور اس فلان کے درمیان بسبب ایسی خرید کے نصفا نصف مشاع دونون کے قبضہ مین ہی اور اس تمام ثمن مذکورہ کا نصف اس فلان کے مال سے ادا کیا گیا ہی اور اس مقر لہ نے اُسکے اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی۔ اور اگر وصی نے یتیم کے واسطے خرید کر کے اقرار کرنا چاہا کہ خرید شدہ یتیم کے واسطے خریدا ہی۔ تو لکھے کہ بدستور کی طرف سے اُسکے فرزند صغیر بکر کا وصی ہی اقرار کیا کہ اُسنے تمام حویلی جو فلان بائع سے بعوض چند ...

خریدی ہے وہ اس یتیم کے واسطے بحکم اپنی ولایت کے جو اُسپر بحکم اسکے پدر فلان کی جانب سے اُسکے واسطے وصی
ثابت ہونے کی وجہ سے ثابت ہے خریدی ہے کیونکہ اسکے خریدنے مین اُسکے مال کی احتیاط اور اُسکے حق مین حفاظت
و امید حصول نفع مالی و دنیاوی و توفیر سمجھی ہے اور اُسنے اسکا ثمن بحکم اپنی ولایت مذکورہ کے اُسکے مال سے اس بائع کو ادا
کیا ہے اور اس یتیم کے واسطے جمیع چیز اس بائع سے خریدی ہے قبضہ کر لیا ہے پس یہ یتیم اس خریدشدہ کا مستحق ہے یہ مقر یا کوئی دوسرا
آدمی تمام سب آدمیون مین سے اسکا کچھ مستحق نہین ہے اور اس مقر کا نام بیعنامہ مین بطور عاریت ہے اور اس مقر کا اس سب
مین یا اسمین سے کچھ کسی جزو مین کوئی حق نہین ہے اور اس وصی نے یہ امر اس یتیم کے اوپر رکھا کہ بعد بالغ ہونے
کے صلاح کاری ظاہر ہونے اور اپنے مال پر قبضہ کرنے کا مستحق ہونے پر مختار ہے کہ جو چیز اس وصی نے اُسکے واسطے خریدی
ہے اُسپر قبضہ کر لے اور جو شخص اسمین خصومت کرے اُسکے ساتھ خصومت کرے الی آخرہ - نوع دیگر اگر کسی نے اقرار کیا کہ وہ
بعاریت فلان کی خریدشدہ مین رہتا ہے - تو لکھے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ وہ معدم ہے دنیا کے مال سے کسی چیز کا
مالک نہین ہے نہ روے زمین پر اور زمین مین گڑا ہوا مال رکھتا ہے سواے ان کپڑون کے جو اسکے بدن پر ہین جنکی قیمت
چندین درم ہے اور وہ فلان کی عیال مین ہے جو اسکو نفقہ دیتا ہے اور وہ دار منسوبہ بفلان شخص مین بطور عاریت رہتا ہے اور
فلان کے قبضہ مین اُسکا کچھ مال و ملک و صامت و ناطق نہین ہے اصلاً نہ ایسی کوئی چیز ہے جسپر لفظ مال کا اطلاق کیا جا سکے اور
فلان نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق کی - نوع دیگر - اگر محدود خرید کرنے کے بعد مشتری و بائع مین مفاسخہ ہوا اور اسکا اقرار
مشتری نے تحریر کرنا چاہا تو لکھے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے عمرو سے برضا و رغبت و طوع خود ہر بیع جو ان دونون
مین بابت تمام دار واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین و چنان کے جاری ہوئی تھی باہم فسخ کیا اور ہر عقد کو جو ان دونون
مین اس دار مذکور کی بابت رہن و وثیقہ بمال وغیرہ کا ثابت ہوا ہو باہم توڑ دیا اور یہ مفاسخہ بطور صحیح جائز کیا جسمین فساد
و خیار نہین ہے اور نہ کوئی ایسی بات ہے جو اسکے بطلان کی موجب ہو اور زید مذکور نے تمام یہ دار بحکم اس مفاسخہ مذکورہ کے
اس عمرو کو بر وجہ صحیح واپس دیا اور اُسنے عمرو مذکور سے اپنا ہر حق جو بحکم مفاسخہ مذکورہ وغیرہ کے مقر لہ عمرو مذکور پر واجب ہوا تھا
تمام و کمال وصول کر لیا اور عمرو مذکور اسکو دیکر بارا صحیح بری ہو گیا پس اس مقر کا یا کسی دوسرے کا اس مقر لہ پر یا اسکی
جانب یا اسکے پاس یا اسکے قبضہ مین کوئی حق او عین و دین کچھ نہین رہا اور نہ اس دار مین بیع و رہن و وثیقہ بمال
وغیرہ کسی عقد سے کچھ دعوی رہا اور اس مقر لہ نے بالمشافہ اسکی تصدیق کی - نوع دیگر اقرار مفاسخہ رہن - زید نے
بطوع خود اقرار کیا کہ باغ انگور واقع مقام فلان محدود بحدود چنین و چنان اُسکے قبضہ مین از جانب عمرو رہن تھا
بعوض ایسے مال کے جو زید کا اس عمرو پر تھا جسکے عوض زید مذکور کے پاس اسنے رہن کیا تھا اور اس عمرو نے یہ تمام
قرضہ مذکورہ اس زید کو ادا کر دیا اور اس مقر نے اُسکے ساتھ اس باغ انگور کے رہن کا مفاسخہ کر دیا اور اسکو واپس کر دیا
اور اسنے رہن سے چھوڑا کر واپس لیکر قبضہ کر لیا پس اس مقر کا اس مقر لہ پر کچھ قرضہ نہین رہا اور نہ اس مقر لہ کا اس مقر
کے پاس کوئی مال عین رہا اور نہ دونون مین سے ایک کی دوسرے پر کچھ خصومت رہی اور ہر ایک نے دونون مین سے دوسرے
کی اس سب مین تصدیق کی اور دونون نے گواہ کر لیے واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر اقرار فسخ بیع و گم شدگی بیعنامہ زید نے بطوع
خود اقرار کیا کہ اسنے عمرو سے تمام دار واقع مقام فلان محدود بحدود چنین و چنان بطریق بیع الوفاء و وثیقہ کے نہ بر سبیل
تملیک حقیقی کے بعوض اتنے درم کے خریدا تھا اور طرفین سے باہمی قبضہ دونون چیزون مین واقع ہو گیا تھا اور اُس سے

وفا کرنے کا اقرار کیا تھا کہ ہرگاہ وہ اسکو مثل اس ثمن کے نقد دیگا اور اسکے فروخت کر دینے کا مطالبہ کریگا اور ثمن لیکر
مبیع مذکور سپرد کر دینے کا مطالبہ کریگا تو اُسکی درخواست کو منظور کریگا پھر عمرو مذکور نے اس ثمن مذکور کے مثل
اس زید کو نقد دیا اور اس زید سے اسکے فروخت کر دینے کا مطالبہ کیا پھر زید نے یہ دار مذکور اُسکے ہاتھ فروخت
کر دیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور دار خرید شدہ اُسکو واپس کر دیا اور عمرو نے اُس سے بیعنامہ طلب کیا پس وہ بیعنامہ
دینے سے عاجز ہوگیا اور کہا کہ وہ گم ہوگیا ہے پس اُسنے مضبوطی کے واسطے اقراری تحریر مقر سے مانگی پس اس مقر
نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان بائع سے یہ تمام ثمن اور وہ اسقدر ہے بائع مذکور کے اُسکو یہ سب دینے سے
وصول کر لیا اور اسکے وصول و بھر پانے سے بائع مذکور اُسکو دیکر بری ہوگیا اور اس مقر نے اُسکو تمام وہ چیز
جو تحت مبیع داخل ہوئی ہے سپرد کر دی۔ اور یہ سب بعد اسکے ہوا کہ اس مقر نے اسکے ساتھ اسکو فروخت کیا اور اس بائع
نے اُس سے یہ مبیع خریدی۔ اور اس مشتری نے اس سب مین اس بائع کے واسطے ضمانت درک کر لی اور اقرار کر لیا
کہ اس مقر لہ کا اس بائع پر اس سب مین کوئی دعوی و کچھ خصومت نہین رہی نہ اصل محدود مین اور نہ اُسکے
کرایہ مین اور نہ اُسکے ثمن مین اور نہ اُسکی قیمت مین اور یہ تمام دار مذکور اس بائع کی ملک ہے وہی اسکا مستحق ہے
یہ مقر یا کوئی دوسرا آدمی تمام سب آدمیون مین سے اسکا مستحق نہین ہے اور اگر یہ مقر کبھی اس بیعنامہ کو نکالے
تو وہ بیکار ہے اور وہ اس بات پر اپنے گواہ قائم کرنے و ثمن طلب کرنے مین مبطل ہوگا اور اس مقر لہ نے اس اقرار
مین اُسکی تصدیق کی و تحریر کو تمام کرے واللہ تعالے اعلم۔ نوع دیگر اگر ایک شخص نے اپنی دختر کی تجہیز کی اور
باپ و شوہر نے سب جہیز کا اُسکے واسطے اقرار کیا۔ تو لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب گواہ ہوئے کہ فلان
بن فلان نے اپنی دختر فلانہ کو اپنے خالص مال سے بطور صلہ و تعطف و احسان اور اُسکے مہر و عطیہ سے جو
اُسکے شوہر نے اُسکے واسطے روانہ کیا ہے بعد ازانکہ دونون کے درمیان نکاح صحیح موافق شرع کے مستجمع جمیع
شرائط صحت جاری ہوگیا تھا تمام جہیز مذکورہ ذیل وقت اسکے اپنے اس شوہر کے گھر جانے کے دیا ہے اور
سپرد کیا ہے جمع اللہ تعالی بینہما بالخیر والبرکۃ واکثر لہما بالذریۃ الطیبۃ اُسکے شوہر کے کپڑے اسکے سپرد کرے اور انکی
تفصیل بیان کر دے اور ہر ایک کی صفت بیان کر دے اور قیمتی چیزون کی قیمت بیان کر دے اور جو کپڑا گز
کی ناپ ہو اُسکی ناپ گزون سے بیان کر دے۔ اور زنانہ اُس عورت کے کپڑے سپرد کرے اور ہر ایک قسم
کی تفصیل بیان کر دے اور زیور و موتی و جواہرات کی تفصیل و صفت و قیمت بیان کر دے اور علی ہذا فرش
و بچھونے اور علی ہذا پیتل و تانبے و جست و لوہے وغیرہ کے ظروف۔ اور ممالیک مین تفصیل کرے کہ رومی یا ہندی
جسکی قیمت اسقدر و ترکی غلام جسکی قیمت اسقدر و ہندی باندی جسکی قیمت اسقدر ہے و باغ انگور واقع دیہ فلان
محدود بحدود چنین و چنان و تین دوکانین واقع بازار فلان محدود بحدود چنین و چنان اس سب تفصیل کو
تحریر کرنے کے بعد لکھے بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان بن فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ تمام اموال مذکورہ جسکی
اجناس و انواع و صفات و قیمت فہرست بالا مین مذکور ہے اُسمین سے سوائے [illegible] اس شوہر
سے مذکور فہرست کی ملک اس فلانہ کی اور اسکا حق ہے اور اسکے قبضہ و تحت و تصرف مین ہے اور اس مقر کا اسمین
کچھ حق نہین ہے اور یہ مسماۃ مذکورہ اسکی مستحق ہے یہ مقر یا تمام سب آدمیون مین سے کوئی اسکا مستحق نہین ہے اور

اگر کبھی اُسنے اسکا یا اسمین سے کسی چیز کا دعوی کیا کہ یہ اُسکی ملک ہی اور اس مسماۃ کے پاس اسکی طرف سے عاریت ہی تو اسکا دعوی باطل و مردود ہوگا اور اسکے واسطے اپنے اوپر ان لوگون کو گواہ کر دیا جنھون نے آخر تحریر مین اپنے نام ثبت کیے ہین اور تحریر کو تمام کر دے پھر گواہ لوگ اپنے اپنے نام تحریر کرین پھر بعد تحریر اسماء کے تو اہل ان کے شوہر کا اقرار اسمین تحریر کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان بن فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ تمام اموال مذکورہ فہرست پیشانی کاغذ ہذا سوائے جامہائے تن مقر وجو اسکی طرف مضاف کیا گیا ہی باقی سب اسکی اس زوجہ مسماۃ فلانہ کی ملک وحق ہی و اسکے قبضہ و تحت و تصرف مین ہی اور اس سب کو وہ اس مقر کے گھر اسطرح لیے جاتی ہی جیسے عورتین اپنے شوہرون کے گھر لے جاتی ہین بدون اسکے کہ اس مقر کا اس سب مین یا اسمین سے کسی چیز مین کچھ دعوی یا ملک یا حق ہو اور اقرار کیا کہ اگر یہ مقر کبھی اسمین سے کسی چیز مین سوائے اپنے تن کے کپڑون کے جو اسکی طرف مضاف کیے گئے ہین دعوی کرے تو اسکا دعوی باطل و مردود ہوگا اور اقرار کیا کہ اس عورت کے واسطے اس پر اسکے باقی مہر کا اسقدر حق واجب و دین لازم ہی کہ جب شرع سے اسکا مطالبہ اس شوہر پر متوجہ ہو تو مطالبہ کریگی الا اپنے اوپر اس سب اقرار کے گواہ کر دیے پھر اسکے بعد گواہ لوگ اپنے اپنے نام تحریر کرین واللہ تعالے اعلم - اور اگر دختر نے اپنے جہیز کا اپنے باپ یا مان کے واسطے اقرار کیا اور اسکی چند صورتین ہین اول آنکہ فہرست جہیز مثل مذکورہ بالا کے پیشانی کاغذ پر تحریر کرکے پھر لکھے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہ فلانہ بنت فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ تمام اموال جو جنس و صفت و قسم و قیمت کے ساتھ پیشانی کاغذ ہذا مین تحریر ہی اسکے باپ اس فلان کی ملک وحق بسبب صحیح ہی جسکو یہ مقرہ بخوبی جانتی ہی اور اسکا اقرار اسکے واسطے یہ لازم آیا ہی اور اس مقرہ کے قبضہ مین بطریق عاریت کے ہی اور اسکے اس اقرار کی اسکے باپ اس فلان نے بالمشافہہ تصدیق کی اور دونون نے گواہ کر لیے - وجہ دوم آنکہ فلانہ نے اپنی خود اقرار کیا کہ اقسام ثیاب و امتعہ و فرش و بچھونے و زیور سونے و چاندی و جواہر و موتیون و ظروف برنجی و پیتل و شیشے و لوہے و مٹی وغیرہ کے و اقسام امتعہ و اثاث البیت وغیرہ ہر قلیل و کثیر جو اسکے جہیز کے کاغذ مین مذکور ہی اور یہ سب فی الحال اسکے شوہر فلان کے گھر مین موجود ہی اسکے باپ فلان کی بسبب صحیح و لازم ملک ہی جسکو یہ مقرہ اچھی طرح جانتی ہی کہ جس سے اسکو یہ اقرار کرنا لازم آیا اور اسکے اقرار کی اسکے باپ اس فلان نے مشافہۃً تصدیق کی اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر لیے - اور دوسرا طریقہ یہ ہی کہ اسکا باپ اسکو جہیز دینے کے وقت اس جہیز کی فہرست لکھکر اس امر پر گواہ کرے کہ مین نے یہ چیزین اسکو بطریق عاریت دی ہین اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ احوط یہ ہی کہ جو کچھ اس فہرست مین لکھا ہی اس سب کو اسکا باپ بعوض ثمن معلوم کے خرید لے پھر اسکی دختر اپنے باپ کو اس ثمن سے بری کر دے - اور یہ ہمارے نزدیک احوط وہی ہی جو ہم نے اولاً تحریر کیا ہی واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر در اقرار حیوان - اول پیشانی کاغذ پر حیوانات کے تمام وصفات و شیات حلیہ جیسے ہون تحریر کرے پھر فہرست کے بعد اقرار کا بیان اسی طرح لکھے جس طرح ہمنے بیان کیا ہی یعنی لکھے کہ فلان بن فلان نے الی آخرہ اقرار کیا کہ اُسنے فلان کے ہاتھ اتنی عدد بکریان معین انکے اوصاف و شیات بیان کر دے اتنے درہمون کے عوض فروخت کین اور اُسنے یہ بکریان اس مقر سے خریدین اور یہ مقر نے انکا ثمن مذکور سب وصول پایا اور مبیع مذکور اُسکے سپرد نہین کی اور جب وہ طلب کریگا تو یہ فلان بکریان اُسکے سپرد کریگا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی نوع دیگر اگر عورت نے اقرار کیا کہ مین نے اتنی مدت کا نفقہ و کپڑا اپنے شوہر سے وصول پایا - تو لکھے کہ فلانہ بنت فلان

بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے اپنے شوہر فلان سے اپنا تمام چھ مہینہ کا کھانا و کپڑا جو مقررہ کے واسطے اس شوہر پر
واجب تھا جیسا کہ ایسی عورتون کا ہوتا ہی فلان تاریخ سے فلان تاریخ تک چھ مہینہ کا بقبضہ صحیح و استیفاے کامل
وصول پایا اور اسکے شوہر فلان مذکور نے اسکے اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی اور تحریر کو تمام کرے واللہ اعلم - نوع دیگر
غلام نے اپنے مولی کے واسطے اپنے رقیق ہونے کا اقرار کیا تو لکھے کہ فلان ہندی نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین
بطوع خود اقرار کیا کہ وہ فلان کا غلام مملوک ہی اور فلان مذکور اسکے رقبہ کا بملک صحیح جائز ثابت مالک ہی اور فلان کی
خدمت و اطاعت اس مقر پر واجب ہی اور اگر فلان اس سے خدمت لے یا فروخت کرے تو اسکو فلان کے امر سے
کچھ انکار نہین ہی اور فلان پر اس باب مین کسی حق کا دعوی کر کے اسکی ملک سے خارج ہو جانے کا بالکل مستحق نہین ہی
اور اس مقر کا فلان کی جانب کوئی دعوی و حق و مطالبہ کسی وجہ سے اور کسی سبب سے نہین ہی اور فلان نے
اسکے اس سب اقرار پر بعد ازانکہ اسکو ایسی زبان مین پڑھ سنایا گیا اور اسنے سمجھ لیا و جان لیا گواہ کر لیے پس اگر اسکا کوئی
سبب ہو تو اسکو تحریر کر دے اور یہ صحت اقرار کا مانع نہوگا اور اس اقرار مین صحت بدن ہونا شرط نہین ہی اسواسطے کہ
اسکا حکم صحت و مرض دونون حالتون مین یکسان ہی مختلف نہین ہی - نوع دیگر باندی کا اقرار کہ وہ اپنے مولی کی
ام ولد ہی - یون لکھے کہ فلانہ ترکیہ یا ہندیہ نے اقرار کیا اسکا حلیہ بیان کر دے بطوع خود اقرار کیا کہ وہ فلان بن فلان
کی ام ولد تھی اور اسکے قبضہ و تحت و تصرف مین بملک صحیح کامل تھی اور وہ اس سے ایک بیٹا مسمی فلان یا دختر مسماۃ فلانہ
جنی کہ وہ فرزند اس مقرہ کی گود مین موجود ہی اسکے مالک مذکور سے ثابت النسب ہی اور یہ مقرہ اس مولی سے بچہ جننے کی وجہ
سے اسکی ام ولد ہو گئی اور اس مقرہ پر اسکی خدمت اطاعت واجب ہی اور اسکو اس بات سے کوئی انکار نہین ہی جبتک
یہ مولی زندہ ہی اور اسکے مولی فلان مذکور نے بالمشافہہ اسکی تصدیق کی واللہ تعالی اعلم - اور اگر مولی کی طرف سے
اسکے ام ولد ہونے کا اقرار ہو تو اسکی صورت تحریر ہم فصل امہات الاولاد مین ذکر کر چکے ہین اسکا اعادہ نکرینگے - اور اگر
پسر نے اقرار کیا کہ میرے باپ کی باندی میرے باپ کی ام ولد ہی اور اسکی موت سے آزاد ہو گئی ہی - تو لکھے کہ فلان بن
فلان نے بطوع خود اپنی صحت بدن و ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین اقرار کیا کہ فلانہ ترکیہ یا ہندیہ
اسکے باپ فلان کی مملوکہ باندی تھی اور اسکے قبضہ و تصرف مین تھی کہ اسکا بملک صحیح مالک تھا اور اسکے باپ فلان
نے اپنی زندگی مین اسکو ام ولد بنایا اور وہ اسکے باپ فلان سے ایک بیٹا ثابت النسب مسمی فلان جنی یہ بچہ جننے سے
یہ باندی اسکی ام ولد ہو گئی اور اسکے باپ فلان نے بھی اپنی زندگی مین اسکے اپنی ام ولد ہونے کا اقرار کیا ہی اور یہ باندی
اسکے باپ فلان کے مرنے سے اسکے تمام مال سے آزاد ہو گئی اور اس مقر کا اس باندی مذکورہ پر کچھ دعوی و حق نہین
ہی سواے استحقاق ولاء کے کہ بعد اپنے باپ کے اسکی ولاء اس مقر کے واسطے ہی اور اس باندی نے بالمشافہہ اسکی
تصدیق کی - اور اگر پسر نے کسی غلام کے مدبر ہونے کا اقرار کیا کہ اسکے باپ نے اسکو مدبر کر دیا ہی اور وہ اسکے باپ کی موت
سے آزاد ہو گیا تو لکھے کہ فلان بن فلان نے حالت جواز اقرار مین بطوع و رغبت خود اقرار کیا کہ غلام ہندی مسمی فلان
اسکے باپ مسمی فلان کی ملک و حق تھا کہ بسبب صحیح اسکا کامل مالک تھا اور اسکے باپ نے اپنی زندگی مین اس غلام کو
تدبیر مطلق صحیح اپنے خالص مال سے مدبر کر دیا اور ایسا ہی اسکے باپ نے اپنی زندگی مین اقرار کیا اور
اسکا باپ مر گیا اور یہ غلام اسکے ترکہ کے تہائی سے برآمد ہونے کی وجہ سے آزاد ہو گیا اور اس پسر کو اس غلام پر کوئی

استحقاق نہین ہی سواے راہ ولاء کے اور بجہت میراث اسکا اس غلام پر کوئی دعوی نہین ہی اور سعایت کرانے کے واسطے اسکے ساتھ کوئی خصومت نہین ہی اور اس غلام نے اُسکے اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی۔ نوع دیگر اگر وارث نے قرضدار سے قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا تو لکھے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکا باپ فلان مرگیا اور اُسکا عمرو پر اتنے درم قرضہ واجب دحق لازم تھا اور اسکی موت سے یہ مال اُسکے بیٹے اس زید کے واسطے میراث ہوگیا کہ اسکے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور عمرو نے یہ اُسکو ادا کردیا اور پورا دیدیا پس زید نے اس سب کو بھرپور کامل وصول کرلیا اور وصول پانے کے ساتھ اُسکو ابراء صحیح اس سے بری کردیا اور عمرو مذکور کے واسطے اس معاملہ مین ہر طرح کی درک کی اس سب مین ہو یا اسمین سے کسی جزو مین ہو ضمانت صحیحہ جو شرع مین لازم ہوتی ہی کرلی اور عمرو نے اُسکے اس اقرار کو بالمواجہہ قبول کیا اور تصدیق کی۔ اور اگر ایسا اقرار از جانب موصی لہ ہو تو لکھے کہ زید نے اقرار کیا کہ عمرو نے اپنی زندگی مین اپنی صحت عقل وبہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین زید کے واسطے اپنے تمام ترکہ کی اپنی وفات کے بعد وصیت کی تھی اور اُسکا کوئی وارث براہ قرابت یا بزوجیت نہ تھا اور اُسکو اس مہر کا وصی کیا تھا کہ اُسکا ترکہ جہان ہو جسکے پاس ہو اور جسپر ہو طلب کرے اور اسکو بوصایت صحیحہ وصی کیا تھا اور اس زید نے اُسکی وصیت کو جو زید کے واسطے تھی اور اُسکی وصایت کو کہ زید کو وصی مقرر کیا تھا قبول کی تھی اور زید نے بحجت شرعیہ فلان پر اتنے درم اس متوفی کے واسطے قرضہ لازم وحق واجب ہونا ثابت کیے اور بحکم اس وصایت ثابتہ کے اُس نے اس مال کا مطالبہ کیا پس اس فلان نے یہ سب اُسکو دیدیے اور اس مقر نے یہ سب وصول کرلیے اور بھرپور اُس سے وصول پائے الی آخرہ واللہ تعالی اعلم۔ نوع دیگر اگر وصی نے اپنے پاس مال یتیم ہونے کا اقرار کیا تو لکھے کہ زید نے جو حفاظت ترکہ عمرو متوفی اور اُسکے صغیر فلان کے ورستی امور کا وصی بتقرری از جانب قاضی شہر فلان ہی اپنی صحت بدن کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ بحکم وصایت صغیر کا مال اُسکے قبضہ مین ہی اور وہ اتنے درم نقد وچندین اعیان اموال ہین انکو بیان کردے اور اُنکا وصف بیان کردے اور اینر اس وصی نے قبضہ کیا ہی تاکہ انکی حفاظت کرے اور صغیر مذکور کے بالغ ہونے پر اور جبکہ اُس سے آثار صلاحیت ظاہر ہون بدون عذر وتعلل کے اُسکو واپس دے اور وہ اس اقرار مین بطور شرعی تصدیق کیا گیا اور تحریر کو ختم کرے واللہ تعالے اعلم۔ نوع دیگر بالغ ہونے کے بعد یتیم کا اقرار کہ اُسنے وصی سے مال وصول پایا ہی۔ لکھے کہ زید نے مجلس حکم مین بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے عمرو سے جو اُسکے باپ فلان متوفی کی طرف سے حفاظت ترکہ واصلاح امور اس مقر کے واسطے اسکی حالت صغر مین وصی مقرر تھا تمام وہ مال جو اس عمرو کے پاس از منقول وعقار واراضی وحیوان وغلہ ونقدہ اثمان وحاصلات باغ انگور وغیرہ اقسام اموال سے تھا اس وصی کے یہ سب اُسکے سپرد کرنے سے لیکر بقبضہ جائز اپنے قبضہ مین کرلیا پس اب اس مقر کا اس وصی پر کوئی دعوے وخصومت نرہی پھر اگر اسکے بعد اس مقر نے اس وصی پر عین یا دین کا دعوی کیا یا جو اسکے قائم مقام ہو اسکی حیات مین یا وفات کے بعد وکیل یا وصی یا نائب ہو اُسنے ایسا دعوے کیا تو یہ سب باطل ومردود ہوگا اور تحریر کو تمام کرے واللہ اعلم۔ نسخہ دیگر اندرین مضمون۔ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکا باپ عمرو مرگیا اور اُسنے قبل اپنی وفات کے

بکر کو وصی کیا تھا کہ اسکے تمام ترکہ کی حفاظت کرے اور متوفی مذکور کے قرضے ادا کرے اور متوفی کے قرضے جو لوگون پر
ہین انکو وصول کرے اور اُسکی وفات کے بعد اُسکی وصیتین نافذ کرے اور اسی وصایت پر مر گیا اس سب سے یا
ان مین سے کسی بات سے رجوع نہین کیا اور میرے سواے کوئی وارث نہین چھوڑا پھر اس وصی نے اُس تمام کار
کو جنکی بابت اسکو وصیت کی تھی انجام دیا اور ان امور مین موافق اقتضاے حکم شرع کے تصرف کیا کہ قرضہ ادا کیے
اور وصول کیے اور تہائی مال سے وصیتین نافذ کین اور اس مقر پر اسکے مال سے اسکے کھانے و کپڑے و اوڑھنے
و بچھونے مین بطور معروف خرچ کیا اور اس مقر نے یہ بھی اقرار کیا کہ وہ مردون کی حد تک پہونچ گیا ہی اور اسکی
اصلاح کاری ظاہر ہو گئی ہی اور اسنے اپنے اموال پر قبضہ کرنے اور اپنے حقوق حاصل کر لینے کا مستحق ہو گیا ہی اور اس
مقر نے اپنا تمام مال جو اس وصی کے قبضہ مین اُسکے باپ فلان متوفی کے ترکہ کا تھا بحکم ارث وصول کر لیا اور یہ سب
تمام و کمال اس وصی کے دینے سے بھر پایا بعد ازانکہ تمام ترکہ باجناس و انواع ایک ایک کر کے جان پہچان لیا
بدون اسکے کہ انمین سے کوئی چیز اُس پر پوشیدہ رہی ہو اور اس سب سے بخوبی واقف ہو گیا اور اس مقر نے اس
وصی مذکور کو اپنے تمام دعوی و خصومات سے بری کر دیا پس اگر اسکے بعد یہ مقر یا اسکے مثل اس وصی مذکور پر دعوی
کرے کہ اسکے پاس یا اسکے قبضہ مین اس مقر کے پدر متوفی فلان کے ترکہ مین سے قلیل و کثیر قدیم و جدید کچھ ہی یا کوئی
اور اسکی طرف سے ایسا دعوے کرے تو یہ سب باطل و مردود ہی اور جو گواہ اس وصی پر اس مقدمہ مین قائم کرے
یا جس قسم کی حجت پیش کرے یا اس سے قسم طلب کرے اور اس سے اس بات مین منازعہ کرے تو یہ سب بہتان
و دروغ ہوگا اور یہ وصی مذکور اس سب سے بری ہوگا اور یہ وصی دنیا و آخرت مین اس سے حلت مین ہی اور
اس وصی نے اسکا یہ اقرار بالمواجہہ قبول کیا۔ نوع دیگر۔ یتیم کا اقرار کہ اُسنے اپنا مال دوسرے کو دینے کی اجازت
دی تھی۔ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکی عمر کے اٹھارہ برس پورے ہو گئے اور اُنیسوان شروع ہو گیا اور اسکو
احتلام ہوا اور وہ مردون کی حد تک پہونچ گیا اور اسکی طرف احکام شرعی امر و نہی متوجہ ہوے اور اس مقر نے اقرار کیا
کہ اُسنے فلان وصی کو جو اُسکے باپ کے ترکہ کی حفاظت اور اسکی صغر سنی مین اسکی پرداخت کے واسطے وصی تھا حکم
کیا کہ اُسکا تمام مال جو اس وصی پر اور وصی کے پاس اور وصی کی جانب اور وصی کے قبضہ مین ہی اور اُسکا حصہ
اُسکے باپ کی میراث کا سب جو کچھ ہو اُسکی مان فلانہ بنت فلان کے سپرد کرے تا کہ اُسکی مان اس مال کی تا وقت اُسکی
حاجت کے حفاظت کرے اور اُس وصی نے تمام اُسکا مال جو وصی کے ذمہ یا وصی کے پاس تھا سب اسکی مان کو
دیدیا پس اس مقر کا اُسکے وصی کے ذمہ یا وصی کے پاس کچھ مال اُسکے باپ کے ترکہ کا نرہا اور اس مقر کی مان فلانہ
بنت فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے یہ سب مال وصول پایا۔ اگر زمیندار نے اپنے کاشتکارون کو گیہون یا جو بطریق قرض
دیے تا کہ وہ لوگ بیج بو دین اور چاہا کہ اُنسے اسکا اقرار نامہ لکھوا لے تو اسکی صورت یہ ہی کہ کاتب پہلے صدر کاغذ پر
اسامی وار فہرست لکھے کہ انمین سے ایک اسامی کا نام و اسکے باپ و دادا کا نام لکھکر اُسکے مقابل گیہون یا جو وغیرہ
جو اناج اُسنے قرض لیا ہی اُسکی تعداد لکھدے علی ہذا القیاس دوسرے و تیسرے و چوتھے وغیرہ سب کو اسی طرح لکھے
پھر اسکے بعد اقرار نامہ شروع کرے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ان اسامیان مذکورہ فہرست بالا نے اقرار کیا کہ فلان بن فلان
بن فلان کے انمین سے ہر ایک پر اُسقدر گیہون یا جو یا چنوان جو اُسکے نام سے آگے تحریر ہی قرضہ لازم و حق واجب

بسبب صحیح قرض سکے ہی کہ اس زمیندار نے انمین سے ہر ایک کو یہ غلہ قرض دیا ہی تاکہ یہ لوگ اُسکی زمین واقع دیہ فلان مین اپنی اپنی زراعت کرین اور ان لوگون نے اُس سے لیکر قبضہ کر لیا ہی اور مقر لہ نے انکے اقرار کی خطاباً تصدیق کی اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا واللہ تعالیٰ اعلم - نوع دیگر اقرار استاد بحق طفل صغیر جو اُسکو تعلیم عمل کے واسطے سپرد کیا گیا ہی اور نفقہ ولباس کا تذکرہ - یہ تحریر اقرار استاد فلان ہی جسنے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ عمرو نے اپنے پسر صغیر زید کو بولایت پدری اسکو سپرد کیا بعد ازانکہ اس شخص عمرو نے اپنے بیٹے کو اُسکے پاس بولایت پدری تین سال متواتر کے واسطے اجارہ پر دیا کہ ابتدا ان تین سال کی ابتدائے ماہ فلان سنہ فلان ہی اور تنہا اُسکی آخر ماہ فلان سنہ فلان ہی اس غرض سے اجارہ پر دیا کہ استاد مذکور کے واسطے یہ کام بعوض اتنے درم کے کرے بدین شرط کہ یہ صغیر یہ کار مذکور اس استاد کے واسطے دن مین کرے نہ رات مین اور نہ ایام جمعہ مین اور نہ ایام عید مین بقدر اپنی طاقت کے کرے جسطرح اس کام کو اُسکا استاد اُسکو حکم دے اور یہ استاد اسکو نمازون کو اپنی اوقات پر ٹھیک طرح سے ادا کرنے سے نہ روکے بدین شرط کہ اس صغیر کے کام کی اجرت اول سال مین ماہواری اسقدر درم اور دوسرے سال مین اسکے کام کی اجرت ماہواری اسقدر درم اور تیسرے سال اسقدر درم یعنے دوسرے وتیسرے سال اس کام مین اسکی مہارت وہوشیاری زیادہ ہوجانے سے اجرت مین زیادتی ہوگی بدین شرائط باجارۂ صحیحہ اُسکو اجارہ پر دیا ہی اور اس صغیر کے باپ فلان نے اسکے اس اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی پھر صغیر کے باپ کا اقرار تحریر کرے کہ صغیر کے والد نے اس استاد کو اجازت دیدی کہ سال اول مین جو اجرت اُسکی واجب ہو اُسکو اس صغیر کے کھانے وپینے ولباس وباقی مصالح مین بطور معروف بدون اسراف وبخیلی کے خرچ کرے اور دوسرے سال اسکی اجرت مین سے بقدر سال اول کی اجرت کے اُسکے کھانے وپینے ولباس وباقی مصالح مین صرف کرے اور جو باقی رہے وہ اس صغیر کے والد کو دیدے اسی طرح تیسرے سال کی اجرت مین سے بقدر سال اول کے اُسکے کھانے پینے ولباس ومصالح ضروریہ مین خرچ کرے اور جو باقی رہے وہ اُسکے والد کو دیدے اور اس مستاجر استاد نے والد صغیر کی طرف سے یہ اجازت قبول کی اور صغیر مذکور کو اُسکے والد کے سپرد کرنے سے لے لیا پھر اس مجلس عقد سے بتفرق ابدان واقوال جدا ہوگئے اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا واللہ تعالیٰ اعلم - نوع دیگر اقرار ہبہ دار - لکھے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے زید کو تمام دار مشتملہ بیوت محدودہ بحدود وجنین والجنان معہ سب حدود وحقوق وجنین وجنان کے ہبہ صحیحہ جائز نافذہ مستجمعہ شرائط صحت محوزہ مقبوضہ فارغہ کے ہبہ کیا جسمین فساد نہین ہی و نہ خیار ہی اور نہ اشتراط عوض ہی اور نہ تلجیہ ہی اور نہ مواعدہ ہی اور اس موہوب لہ نے اس ہبہ کو مجلس ہبہ مین قبل دونون کے افتراق واشتغال بکار دیگر کے بقبول صحیح قبول کیا اور بمعائنہ گواہون کے اُسپر قبضہ صحیحہ کر لیا بدین طور کہ واجب مذکور نے اُسکو یہ ہبہ بعد التسلیم صحیح فارغ از ہر مانع ومنازع سپرد کیا پھر دونون متفرق ہوگئے اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر لیے واللہ تعالیٰ اعلم -

فصل بست وچہارم - برئیتون کی تحریر مین

برئیت ہر ایسے مال کے لیے جسکے واسطے دستاویز تحریر ہو امام اعظم رہ وانکے اصحاب وشمنی وہلال رازی ایسی برئیت کی ابتدا اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر واسطے فلان بن فلان بن فلان کے یعنی جسپر قرضہ ہی از جانب فلان بن فلان بن فلان ہی وہ شخص جسکا قرضہ ہی اور شمنی وہلال

اسکے آگے اتنا اور بڑھاتے تھے کہ اسکو واسطے فلان کے تحریر کیا ہی۔ اور ابوزید شروطی اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر
جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے ہین بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان یعنی قرضخواہ نے انکے نزدیک
اقرار کیا کہ اسکا فلان پر اسقدر قرضہ تھا اور بعضے اہل شروط اسطرح لکھتے ہین کہ یہ برأت واسطے فلان بن
فلان کے ہی۔ اور متاخرین نے یہ اختیار کیا کہ یہ تحریر جسپر گواہان تا این قول کہ اسکا فلان پر اسقدر درم
قرضہ تھا اور قرضدار مذکور نے اسکو ادا کیا اور تمام و کمال پورا دیدیا پس اُس سے لیکر تمام و کمال وصول
کر لیا بقبضہ صحیح اور قرضدار مذکور اس قرضہ سے اسکو دیکر بہ برئیت قبضہ و استیفاء بری ہو گیا اور اسکا اسپر اس
سبب سے اب کوئی دعوی نہین رہا اور ہرگاہ وہ اسکی جانب یا اسکے سبب سے کسی اور آدمی کی جانب اسکا
یا اسمین سے کسی چیز کا دعوے کرے تو اپنے دعوے مین مبطل ہوگا کہ اُسکے گواہون کی سماعت نہو گی اور نہ اُسکے
واسطے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی اور اُسکا خصم اس سے بری ہوگا اور دنیا و آخرت مین اس سے بری ہوگا اور
اقرار کیا کہ اُسکے پاس اس قرضہ کی دستاویز تھی اور اس ادا کرنے اور بری کرنے سے وہ بیکار ہو گئی اور وہ ضائع
ہو چکی ہی اور اُسکی ہاتھ نہین آئی تاکہ قرضدار بری شدہ کو واپس دے پس ہرگاہ اس دستاویز کو نکالے تو وہ مبطل
ہو گی اس سے کچھ حجت نہو گی اور مقرلہ نے اس سب اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی اور دونون نے اپنے اوپر گواہ
کر لیے آخر تک بدستور مذکور لکھے اور علمائے ہمارے دیار مصر کی یہی صورت ہی۔ برأت از سفتجہ وارده یہ تحریر جسپر گواہان تا
این قول کہ فلان اس سفتجہ کو فلان کے پاس لایا جو از جانب فلان واسطے اسقدر درم کے تھا اور اُسنے خط کو اُس
سے قبول کیا اور یہ مال اسکو دیا اور اسکے سبب یہ مال اسکو دینے سے اُسنے بقبضہ صحیح قبضہ کر لیا اور اسکے واسطے
ہر درک کی جو صاحب سفتجہ کی طرف سے دہندہ کو لاحق ہو بدین شرط ضمانت کر لی کہ اُسکے دعوے سے اسکو چھڑا دیگا
یا جو کچھ وصول کیا ہی وہ واپس دیگا بضمانت صحیحہ ضامن ہوا اور دونون نے اپنے اوپر اسکے گواہ کر لیے الی آخرہ
جن دو آدمیون مین باہم لین دین تھا اُن دونون کے حق مین برئیت جامعہ اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر جسپر
گواہان سمیان تا این قول کہ زید نے اُنکے سامنے اقرار کیا کہ زید و عمرو کے درمیان معاملات لین دین از قسم
خرید یا و فروختہا و حوالات و کفالات و اجارات و ودائع و بضائع و مضاربات و سفتجہا و قرضہا بذریعہ دستاویز
و غیر دستاویز بذریعہ رہن و غیر رہن و ضمانات و امانات اور انکے سواے معاملات از وجوہ مختلفہ و اسباب
متفرقہ جاری ہوے اور زید نے اس سے محاسبہ سچے درست طور پر سمجھ لیا اور زید کا جو کچھ اسپر نکلا وہ اُسکے تمام
ادا کرنے سے لیکر تمام و کمال بقبضہ صحیح وصول کر لیا اور عمرو اسکو دیکر بہ برئیت قبضہ و استیفاء بری ہو گیا پس زید کا
اُسکے اوپر اور اُسکی جانب و اُسکے پاس و اُسکے قبضہ مین و اُسکے ساتھ کوئی دعوی و کوئی مطالبہ و خصومت وغیرہ
کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین رہی پس ہرگاہ زید یا زید کی طرف سے کوئی شخص اُسپر الی آخرہ۔ اور اگر برئیت بدون
قبضہ کے ہو تو قبضہ تحریر نکرے بلکہ یون تحریر کرے کہ زید نے اُس سے محاسبہ سچے درست طور پر سمجھ لیا اور پس
سے اُسکو ابراء صحیح جائز تمام و کمال قاطع دعوی و خصومات سے بری کر دیا بعد ازانکہ سب حساب ایک ایک کر کے
خوب سمجھ لیا اور اسکا اُسپر اسمین سے کچھ باقی نہین رہا آخر تک بدستور تحریر کرے اور اگر اُسپر کچھ باقی رہا ہو تو
تحریر کرے کہ پس زید کا اُسپر و اُسکے ساتھ و اُسکے پاس کچھ باقی نہین رہا الا اسقدر۔ پس جو اُسپر عین یا دین باقی رہا ہو

اسکو بیان کردے ما ابراء مطلق فلان بن فلان بن فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے فلان بن فلان بن فلان کو ہر خصومت سے جو اسکی بجانب اسکے اور اُسپر تھی خواہ خصومت مالیہ ہو یا غیر مالیہ سب سے با براء صحیح کامل قاطع ہمہ خصومات بری کردیا اور بعد اس ابراء کے اسکا اسپر کچھہ نرہا نہ دعوی نہ خصومت نہ قلیل مین نہ کثیر مین نہ قدیم نہ جدید نہ مال صامت مین اور نہ مال ناطق مین نہ محدود مین نہ منقول مین نہ کیلی چیز مین نہ وزنی چیز مین نہ فروش مین نہ ظروف مین نہ کسی چیز مین جسپر لفظ مال اطلاق ہو سکے کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین رہا اسکا اقرار باقرار صحیح کیا اور اس مقر لہ نے اسکی خطابا تصدیق کی اور تحریر کو تمام کردے - ایک شخص نے دوسرے کو ناحق عمداً گھونسا مارا پس وہ مرگیا پس وارثان مضروب نے ضارب پر دیت کا دعوی کیا پھر اُسکو اپنے دعوی سے بری کردیا تو لکھے کہ فلان وفلان وفلان نے جو اولاد فلان ہین درحالت جواز اقرار خود بطوع خود اقرار کیا کہ ان مقران نے فلان بن فلان کو ہر دعوی وخصومت سے جو انکا اُسپر اور اُسکی جانب تھا خصوصاً دعوی دیت پدر سے بری کیا کیونکہ یہ لوگ اس فلان پر دعوے کرتے تھے کہ اُسنے اُنکے باپ فلان کو عمداً ناحق گھونسا مارا جس سے وہ مرگیا اور اس ضارب پر اُنکے واسطے اُنکے باپ کی دیت واجب ہوئی اور وہ ان لوگون کے درمیان میراث ہوگئی اور فلان مدعا علیہ اُنکے اس دعوی سے منکر تھا پس ان لوگون نے اسکو اس دعوی اور تمام دعوی سب خصومات سے با براء صحیح بری کردیا اور اُسنے انکی ضمانت سے یہ ابراء بقبول صحیح قبول کی اور تحریر کو تمام کردے - اور اگر مدعا علیہ نے وارثان میت ہذا پر دعوی کیا کہ ان لوگون نے اسکو ناحق ماخوذ کیا بوجہ اس دعوے کرنے کے پھر اُنکو اپنے اس دعوی سے بری کیا - تو لکھے کہ فلان نے بحال جواز وبطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان وفلان کو اپنے دعوی سے جو انکی جانب کرنا تھا کہ ان لوگون نے اسکو محض دعوی کرکے ناحق ماخوذ کیا ہی بری کردیا اور بات یہ تھی کہ ان لوگون نے اس مقر پر دعوی کیا تھا کہ اسنے اُنکے باپ فلان کو عمداً ناحق گھونسا مار کر مار ڈالا اور اسپر دیت واجب ہوئی اور یہ دیت ان لوگون مین میراث ہوگئی اور اُنکے اس دعوی پر جو اس مقر پر کرتے تھے کوئی حجت اُنکے پاس قابل اعتماد موافق دعوے کے نہ تھی پس ان لوگون نے سرہنگان سلطانی کو بست درم وغیرہ دیکر اسکو ماخوذ کیا پس اس مقر نے ان لوگون کو اپنے اس دعوی سے با براء صحیح بری کیا اور ان لوگون نے اُسکے ابراء کو بقبول صحیح قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے - قرضخواہ ترکہ نے بری کیا تو لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان ثبت ہین قول - کہ اس مقر کے فلان پر اسقدر درہم قرضہ تھے اور وہ مرگیا اور وارثون مین فلان وفلان کو چھوڑا کہ انکے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہے اور اُن وارثون مین سے فلان نے یہ مال اپنے پاس سے بدین شرط ادا کردیا کہ وہ اپنے باپ کے ترکہ مین سے واپس لیگا مقر نے یہ مال تمام وکمال اس وارث مذکور سے اُسکو دینے سے لیکر بھرپور وصول پایا اور فلان نے اپنے باپ کی طرف سے یہ مال اُسکو ادا کردیا تاکہ اپنے باپ کے ترکہ سے واپس لے اور یہ مقر اُسکے واسطے ہر درک کا جو اس سبب سے اُسکی جانب سے یا اسکی وجہ سے دوسرے کسی کی جانب سے لاحق ہو بدین شرط ضامن ہوا کہ اس فلان کو اس درک سے چھوڑا دیگا یا مقبوضہ مین سے جسطرح حکم شرعی جاری ہوگا اُسکو واپس دیگا اور اس مقر کا ترکہ فلان مین کوئی دعوی نہین رہا اور تحریر کو تمام کرے - اور اگر اس وارث نے اُس سے پانچ سو درم پر صلح کی اور قرضہ ہزار درم ہے تو ترکہ مین سے فقط پانچ سو درم واپس لیگا - اور اگر پانچ سو درم قیمت کے اسباب پر صلح کرلی - تو ترکہ مین سے ہزار درم پورے مقدار قرضہ لے سکتا ہے بشرطیکہ ہزار درم سے لینے کی شرط کرلی ہو -

۵ک
[illegible]

اور اگر اُسنے براہ تطوع ادا کر دیا ہو یا کچھ شرط نکی ہو پھر کہا کہ مین نے اسواسطے ادا کیا تھا کہ ترکہ سے واپس لونگا تو اُسکی تصدیق نکیجائیگی اور وہ متبرع ہوگا - اور اگر قرضخواہ نے وصی سے وصول کیا اور وصی نے ترکہ مین سے ادا کیا تو بھی اسی طرح لکھے گا جسطرح صورت اول مین بریت تحریر ہوئی ہے - قتل عمد سے بری کرنا اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر جسپر گواہان مسمیان تا این قول کہ زید نے دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکے باپ بکر کو عمداً لوہے کے ہتھیار سے ناحق براہ ظلم قتل کیا پس عمرو پر قصاص واجب ہوا اور مقتول نے سوائے اس زید کے کوئی وارث نہین چھوڑا پھر اس زید نے اُسکو یہ خون عفو کیا اور اپنے باپ فلان کے خون سے اُسکو بری کر دیا اور جو چیز اس زید کے واسطے عمرو اُسکے باپ کے قتل کرنے سے واجب ہوئی تھی اُس سے بری کر دیا پس زید کا اُسپر اور اسکی جانب اس سبب سے کوئی حق و دعوی و مطالبہ کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین ہے پس ہرگاہ اُسپر کوئی دعوی الی آخرہ - اور قتل خطا کی صورت مین لکھے کہ اُسکو خطا سے قتل کیا عمداً قصد قتل نہین کیا پس اس عمرو اور اسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوئی اور مقتول نے سوائے اس زید کے کوئی وارث نہین چھوڑا پھر اس زید نے اس عمرو کو اور اسکی مددگار برادری کو عفو کیا الی آخرہ - اور قتل نفس سے کم مین مثلاً ہاتھ وغیرہ کاٹا تو لکھے کہ اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اُسکی آنکھ پھوڑ دی یا اُسکا سر زخمی کیا اور اُسپر چنین و چنان واجب ہوا پس اُسکو اس واجب سے عفو کر کے بری کر دیا - اور چوری سے ہاتھ کاٹنے کا عفو تحریر نہ کرے بلکہ یون لکھے کہ اُسپر دعوی کیا کہ اُسنے میری حرز سے اسقدر درم یا اسقدر چاندی چرائی پس اسپر یہ واجب ہوا پھر اُسکو یاد آیا کہ مدعی نے اُسکو اپنے دار مین داخل ہونے کی اجازت دیدی تھی پس اُسپر ہاتھ کاٹا جانا واجب نہین ہوا یا لکھے کہ اُسنے اقرار کیا کہ مقر نے اُسکو با تمام باطل متہم کیا اور اُسنے اُسکا کچھ نہین چرایا ہے اور وہ اُس سے بری ہے جو اُسپر دعوی کیا تھا پس ہرگاہ اُسپر دعوے کرے الی آخرہ - سال محدودہ کے دعوے سے بریت اسطرح لکھے کہ یہ تحریر اقرار فلان ہے کہ اُسنے اقرار کیا کہ اُسکا فلان کی جانب تمام زمین مشتملہ چنین و چنان کی بابت دعوی تھا اور زمین مذکور کی جگہہ و حدود بیان کر دے پھر بیان کر دے کہ یہ زمین معہ اپنے سب حدود و حقوق کے مدعی کی ملک ہے و حق ہے اور فلان کے قبضہ مین ناحق ہے اور مدعا علیہ پر بحق اس دعوی کے مدعی کو سپرد کرنا واجب ہے پھر مدعی نے اُسکو اس زمین کے بعینہ دعوی سے بری کر دیا پس بعد اس ابراء کے اس مدعی کا اس زمین مین بعینہ کچھ حق نہین رہا اور نہ خصومت رہی اور اگر کبھی یہ مدعی یا کوئی اسکا قائم مقام الی آخرہ اور تحریر کو تمام کرے -

واللہ تعالی اعلم کذا فی الذخیرہ -

فصل بست و پنجم

رہن کے بیان مین - زید نے بطوع خود اپنی صحت و ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز اقرار کی حالت مین درحالیکہ اُسمین کوئی ایسا مرض و علت نہ تھی جو اسکے صحت اقرار سے مانع ہو اقرار کیا کہ عمرو کے اُسکے ذمہ چندین درم قرضہ حالہ یا ثمن فلان چیز جو اُس سے خریدی ہے یا بوجہ غصب یا ودیعت مستہلکہ یا ضمان اتلاف فلان چیز یا بوجہ حوالہ فلان یا از کفالت فلان ہین اور زید نے اس قرضہ کے عوض اس قرضخواہ کو تمام دار واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین و چنان معہ سب حدود و حقوق کے برہن صحیح موثق محوز فارغ از مانع و منازع رہن دیا اور اُسکو دیدیا اور عمرو مذکور نے اُس سے لیکر معہ اسکے تمام حقوق و مرافق کے قبضہ کر لیا پس یہ دار مذکورہ اُسکے قبضہ مین بعوض اس قرضہ کے محبوس ہے اس راہن کو جب تک اسی قرضہ

مین سے کچھ باقی رہے اسکے چھوڑ لینے کا اختیار نہین ہی اور راہن و مقرنے اُسکے سب اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی
اور دونون نے گواہ کر لیے - اور اگر اس رہن مین مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا وکیل و امین کر دیا ہو تو بعد
قبضہ کے تحریر کرے اور بدین شرط کہ اگر اس راہن نے یہ قرضہ اس مرتہن کو ادا نکیا اور نہ اسکو یہ قرضہ وصول
ہوا تو غرۂ ماہ فلان سنہ فلان مین یہ مرتہن اسکی بیع کا از جانب راہن مذکور وکیل ہوگا کہ اسکو فروخت کرے اور چاہے
جسقدر اسمین سے فروخت کرے اور چاہے جسقدر ثمن کے عوض فروخت کرے اور اُسکا ثمن اپنے قرضہ کی ادائی مین لے لے
اگر اُسکے قرضہ کے برابر ہو اور اگر ثمن مین کچھ زیادتی ہو تو راہن کو واپس دے اور اگر ثمن مین کچھ کمی ہو تو اسکو قرضہ مین لے لے
اور جسقدر قرضہ باقی رہا وہ بذمہ راہن رہیگا کہ اُس سے اسکا مطالبہ کرے - اور اگر اسکی بیع کا اختیار کسی شخص غیر
کو سوائے مرتہن کے دیا ہو تو لکھے کہ اور بدین شرط کہ فلان بن فلان اسکی بیع کا فلان وقت پر وکیل یا امین
ہی کہ اسکو یا اسمین سے کسی جزو کو جسطرح چاہے فروخت کرکے اُسکا ثمن وصول کرکے اس مرتہن کا قرضہ ادا کر دے
پس اگر اسمین زیادتی ہو تو الی آخرہ مثل اول کے تحریر کرے - اور اگر اسمین یہ شرط ہو کہ مال مرہون کسی درمیانی
عادل کے پاس رکھا جاوے تو بعد اس قول کے کہ یہ رہن صحیح مقبوضہ محوزا مفرغ رہن کیا اسطرح لکھے کہ پھر یہ راہن
اور یہ مرتہن دونون اس امر پر راضی ہوے کہ یہ رہن فلان بن فلان کے قبضہ مین رکھا جاوے وہ ان
دونون کے درمیان عادل ہو اور اسکے قبضہ کرنے مین امین ہو اور اس راہن نے یہ مال مرہون اس عادل
کو دیدیا پس عادل مذکور نے اس راہن سے اسکو یہ مال مرہون فارغ از ہر مانع و منازع سپرد کرنے سے اسپر
قبضہ کر لیا اور یہ مرتہن ضامن ہوا پس یہ عادل ان دونون کے درمیان اس بات مین امین ہی - اور
اگر رہن مین عادل مذکور کی بیع کی شرط ہو تو اس مقام پر تحریر کرے اور دونون نے اسکو اس بات مین امین
کیا کہ غرۂ ماہ فلان مین اس رہن کو فروخت کر دے - اور اگر قرضہ میعادی ہو تو اس مقام پر لکھے کہ وقت
میعاد آنے کے فروخت کرے بدین شرط کہ اسکو فروخت کرے اور اسکا ثمن وصول کرے اور فلان کو اُسکے قرضہ کی ادائی مین
دیدے اور اگر ثمن مین زیادتی ہو تو زیادتی اس موکل کو واپس دے اور اگر ثمن مین کمی رہے تو باقی قرضہ اس راہن پر بحالہ
قرضہ رہیگا کہ مرتہن مذکور اسکا اس راہن سے مطالبہ کریگا واللہ تعالے اعلم - تحریر رہن نامہ دار بعوض قرضہ بر سبیل اختصار
یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلان کے پاس اپنا تمام دار واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین و چنان معہ اپنے
حدود و حقوق کے بعوض اتنے درمون قرضہ کے جو اس مرتہن کے اس راہن پر واجب ہین و حق لازم بسبب صحیح
ہین برہن جائز و نافذ رہن دیا جسمین فساد و خیار نہین ہی اور قبضہ و اشہاد تحریر کر دے واللہ تعالے اعلم - ایسی صورت
مین مرتہن کی جانب سے تحریر کی صورت یہ ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ زید نے عمرو سے تمام دار عمرو واقع مقام فلان تا
این قول کہ بعوض ایسے قرضہ کے جو اس مرتہن کا اس راہن پر بسبب صحیح واجب و لازم ہی اور وہ اسقدر درم ہین
بارہنان صحیح جائز نافذ رہن لیا الی آخرہ - اور اگر رہن مین از جانب راہن اجازت انتفاع مرتہن کو دی گئی ہو تو
لکھے کہ اور اس راہن نے اس مرتہن کو اجازت دیدی کہ اس دار مرہون مین خود رہے اور چاہے دوسرے کو
بساوے اور جس طور سے چاہے اس سے نفع اُٹھاوے اور یہ اجازت اس عقد رہن مین شرط نہین تھی اور مرتہن
کو یہ انتفاع راہن نے مباح کیا بدین شرط کہ ہرگاہ اُسکو اس انتفاع مذکور سے منع کرے تو وہ باجازت جدیدہ اسے

انتفاع کا اجازت یافتہ ہو جائیگا تا وقتیکہ راہن مذکور اس رہن پر اپنا قبضہ نہ کرے اور اس مرتہن سے اُسکو یہ
قرضہ مباح کر دیا اور اس مرتہن نے اُس سے یہ امر بالمواجہہ قبول کیا اور تحریر کو تمام کر دے ہذا اقرار بر رہن مال منقول
زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے اپنا غلام فلان جسکی صفت چنین و چنان و قیمت اسقدر ہی فلان کو بعوض اُسکے
قرضہ کے جو اس راہن پر واجب ہی اور وہ اسقدر ہی بر ہن مقبوض رہن دیا بدین شرط کہ یہ مرتہن اس مال مرہون کو
اپنی حفاظت مین اور اپنے عیال مین سے جسکو امین جانتا ہو اسکی حفاظت مین اپنے قرضہ کے عوض محبوس رکھے اور
اور اُسکو کام مین نہ لگادے اور نہ اُسکو اپنے قبضہ سے خارج کرے اور نہ اُسکو تلف کرے اور اگر اُسکو تلف کر دیا یا ان مین
سے کوئی فعل کیا تو اُسپر اسکی ضمان واجب ہوگی اور اُسکے قرضہ مین سے بقدر اسکے ساقط ہو جائیگا اور مرتہن نے اُسکی
اس سب مین تصدیق صحیح کی اور تحریر کو ختم کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔

فصل بست و ششم اوقاف کے بیان مین۔ اور اس فصل مین چند انواع ہین۔ نوع اول مسجد بنانے مین
جاننا چاہیے کہ اگر مسلمان نے اپنے دار کو مسلمانون کے واسطے مسجد بنایا اور یہ مسجد متولی کو سپرد کر دی اور لوگون کو
اُسمین داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت عام دیدی اور اُسمین ایک قوم نے بجماعت نماز ادا کی تو ہمارے
اصحاب کے نزدیک وہ بالاتفاق مسجد ہو جائیگی بخلاف اسکے جو امام ابو حنیفہ رح باقی اوقاف مین فرماتے ہین چنانچہ
اسکا بیان اپنے مقام پر ہو گیا اور متولی کو سپرد کرنا اور اُسکا قبضہ کرنا مسجد ہو جانے کے واسطے امام اعظم رح و امام محمد
کے نزدیک شرط ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین شرط ہی لیکن امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قبضہ
کے دو طریقہ ہین ایک یہ کہ متولی کو سپرد کر دے دوم آنکہ اسمین نماز ادا کیجاوے پھر ظاہر مذہب امام ابو حنیفہ رح
کا یہ ہی کہ اگر اُسمین وقف کرنے والے نے نماز پڑھی یا غیر نے پڑھی خواہ جماعت سے پڑھی یا بلغیر جماعت پڑھی تو
وہ مسجد ہو جائیگی اور امام محمد رح کے نزدیک مسجد نہوگی جب تک کہ اُسمین جماعت سے نماز نہ پڑھی جاوے اور امام
ابو یوسف رح کے نزدیک جب اُسکو بہیأت مسجد کر دیا تو مسجد ہو جائیگا اور کسی دوسری چیز کی ضرورت نہوگی ایسا ہی
بعضے مشائخ نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی اور امام نجم الدین نسفی نے اپنی شروط مین ذکر کیا کہ امام اعظم رح کے نزدیک مسجد
ہو جانے کے واسطے متولی کے سپرد کرنا یا جماعت سے اُسمین نماز پڑھنا شرط ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسکو مسجد
کی ہیأت پر کر دیا تو وہ مسجد ہو گئی پس اگر لوگون نے اسکی تحریر لکھوانی چاہی تو کیونکر لکھنی چاہیے تو ہم کہتے ہین کہ امام محمد
نے شروط الاصل مین اس نوع کی صورت تحریر نہین فرمائی ہی اور امام طحاوی و خصاف اسطرح تحریر فرماتے تھے کہ یہ
تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان نے اپنی صحت عقل و بدن و جواز امور کی حالت مین بطوع خود و رغبت خود اپنا
تمام دار جو اُسکی ملک و اُسکے قبضہ مین ہی اور ابو زید شروطی اسطرح تحریر فرماتے تھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا
سب شاہد ہوے۔ اور بعضے متاخرین نے فرمایا کہ بنا بر قیاس قول امام ابو حنیفہ رح کے یون لکھنا چاہیے کہ یہ تحریر از
جانب فلان ہی بایں کہ اُسنے زمین کو مسجد بنایا پس زمین کو اُسنے آزاد غیر مملوک کر دیا پس غلام آزاد کرنے پر قیاس کیا جائیگا
اور غلام کے آزاد کرنے مین ہم تحریر کر چکے ہین کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح اسطرح تحریر فرماتے
تھے کہ یہ تحریر از جانب فلان ہی پس اس صورت مین بھی اسی طرح لکھنا چاہیے ہی۔ اور بہت سے متاخرین اس طرح
لکھتے ہین جسطرح شیخ ابو زید نے تحریر کیا کہ یہ تحریر جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے کہ فلان نے اُنکے

نزدیک اقرار کیا اور انکو اپنے اقرار پر جو بحالت صحت بدن وثبات عقل وبہمہ وجوہ جواز تصرفات مین درحالیکہ اسمین کوئی ایسی
علت ومرض نہ تھا جو اسکی صحت اقرار کا مانع ہو صادر ہوا ہی گواہ کر لیا کہ اسنے اپنی تمام زمین یا دار جو اسکی ملک وقبضہ وتحت
وتصرف مین ہی اسکو البتہ بر ہیأت مسجد کر دیا اور وہ شہر فلان محلہ فلان کوچہ فلان مین واقع ہی جسکے حدود اربعہ
چنین وچنان ہین پس اس بقعہ محدودہ مذکورہ کو مع اسکی حدود وعمارات موجودہ کے درحالیکہ وہ ہر طرح کی مشغولیت
سے خالی ہی تماما خالصاً لوجہ اللہ تعالے وطلب ثواب وگریز از عذاب او تعالی مسجد بنایا اور اپنی ملک سے نکالکر اسکو
اللہ تعالے کے واسطے کر دیا پس اسکو خانہ خدا کہا اور اسکے بندون کے واسطے نماز گذارنے کی جگہ بنایا کہ اسمین
بندگان خدا اپنی نمازہاے فریضہ ونوافل ادا کرین اور آناء لیل واطراف نہار مین اللہ تعالی کی یاد کرین اور اسمین ختم
اور قرآن مجید کی تلاوت کرین اور اسمین علم کا درس ہو جو لوگ اسکی اہلیت رکھتے ہین اسمین درس وتدریس کرین
اور اس مسجد ولوگون کے درمیان تخلیہ کر دیا کہ اسکا دروازہ روکنے کے واسطے بند نکیا جائیگا اور لوگون کے اور اس
مسجد کے درمیان آمد ورفت مین کوئی حائل نہوگا اور لوگون کو اس سب کی اجازت عام دیدی اور بعد اسکی اس اجازت
کے ایک جماعت مسلمانون کی اس مسجد مین داخل ہوئی اور انھون نے اذان واقامت کے ساتھ گواہان مذکورین کی
موجودگی وعلم وچشم دید مین جماعت سے اپنی نماز فریضہ ادا کی پس یہ تمام بقعہ مذکورہ خانہ خداے تعالی اور اسکے بندون
کے واسطے مسجد ومعبد ہو گیا اس مقر کی اسمین کچھ ملک وکچھ حق نرہا اور اسمین سے کسی چیز مین کچھ ملک وحق نرہا اور
نہ اس مقر کے سواے کسی دوسرے کا کچھ حق وملک رہا نہ اسکی اصل زمین مین اور نہ اسکی عمارت مین اور اس مقر کو یا
اسکے وارثون مین سے کسی کو اسکے ابطال یا تغیر کا کچھ اختیار نرہا اور اس مقر نے اپنے اقرار پر ان لوگون کو گواہ کر دیا
جنھون نے آخر تحریر مین اپنے اپنے نام ثبت کیے ہین اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا۔ اور اگر اس تحریر مین اسنے لوگون
کا جماعت سے نماز پڑھنا تحریر نکیا بلکہ یون لکھا کہ اس صدقہ کرنے والے نے تمام یہ مسجد اپنے قبضہ سے نکالکر فلان متولی
کے قبضہ مین دیدی اور متولی مذکور نے اسپر مسلمانون کے واسطے قبضہ کر لیا تاکہ اسکے قبضہ مین اسی طور سے رہے
جسطرح اس متصدق نے قرار دیا ہی درحالیکہ اس متصدق نے اسکو ہر طرح خالی از موانع سپردگی سپرد کیا ہی پس یہ تمام
مسجد اس متولی کے قبضہ مین اسی قرارداد پر ہی جو اس صدقہ کرنے والے نے قرار دیا ہی اور کسی کے واسطے اس مسجد
پر کوئی راہ الی آخرہ لیکن جسطرح پہلے لکھا گیا ہی وہ احوط واصح ہی۔ نوع دیگر سیاح ومسافرون کے اترنے کے واسطے
رباط بنانے کی صورت سوم ہم کہتے ہین کہ ظاہر مذہب امام ابوحنیفہ رح کا یہ ہی کہ یہ جائز نہین ہی یعنے لازم نہین ہی حتے کہ وقف
کرنے والے کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے اس سے رجوع کر لے جیسا کہ باقی اوقاف مین ہی اور بنا بر قول امام ابو یوسف
وامام محمد رح کے جائز ہی اور اگر اسکی تحریر کرنی چاہی۔ تو اسطرح لکھے کہ یہ وہ ہی کہ وقف کیا اور صدقہ کیا۔ یا یہ تحریر بدین مضمون
ہی کہ وقف کیا اور صدقہ کیا۔ یا لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے ہین بدین مضمون ہی کہ فلان نے
تمام رباط جسمین منازل وغرفہ وصحن ومرابط ہین جو فلان جگہ واقع ہی صدقہ موقوفہ مقبوضہ صحیحہ جائزہ نافذہ کر دیا تاکہ اللہ تعالی
کی قربت ورضامندی حاصل کرے اور اس صدقہ کرنے مین کسی وجہ سے فساد نہین ہی اور نہ رجعت ہی اور نہ مثنویت ہی
اور نہ تلجیہ ہی اور نہ مواعدہ ہی اور نہ یہ فروخت کیا جا سکتا ہی اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہی اور نہ میراث ہو سکتا ہی۔ اور نہ
کسی وجہ سے مملوک ہو سکتا ہی اور نہ کسی وجہ سے تلف کیا جا سکتا ہی یہ اپنے اصول پر قائم ہی اور اپنی راہ پر جاری ہی

یہانتک کہ اللہ تعالی اسکا وارث ہی جو ذات پاک کہ زمین کا اور جو زمین پر ہی سب کا وارث ہی اور وہی بہترین وارثان
ہی اور بدین شرط اسکو صدقہ کیا کہ اس رباط مین جو منزلین و مسکن ہین وہ سیاحون و راہگیرون و مسافرون کے
واسطے ہین بدین شرط کہ اسکے اُترنے والے کے اُتار رہنے دینے کی راے ہر وقت و ہر زمانہ مین اسکے قوام یعنی کارندون
کے اختیار مین ہی جسکو چاہین رہنے دین اور جسکو چاہین نکال دین بدین شرط کہ جو اس صدقہ کے بہتر و موافق تر ہو وہ کرین
اور اسمین تخصیص جائز ہو سکتی ہی چنانچہ اگر وقف کنندہ نے شرط کر دی کہ اسمین کافر نہ اُترین اسمین فقط مسلمان ہی
اُترا کرین تو لکھدے کہ بدین شرط کہ یہ فقط مسلمانون کے اُترنے کے واسطے ہی اسمین کفار نہین اُتر سکتے ہین - اور
اگر فقط اہل علم کے اُترنے کے واسطے مخصوص کر دیا تو لکھے کہ بدین شرط کہ یہ رباط فقط اہل علم کی سکونت کے واسطے
خواہ پڑھانے والے ہون یا پڑھنے والے ہون دوسرا کوئی نہین اُتر سکتا ہی - اور اگر حافظان قرآن مجید یا قاریون
اُترنے کی تخصیص کر دی تو بھی اسی قیاس پر تحریر کرے - پس اگر وقف کنندہ نے شکست و ریخت تعمیر رباط مذکور کے
واسطے کوئی دوسرا وقف کیا ہو تو تحریر کر دے اور اگر اسکے واسطے دوسرا وقف نکیا ہو تو لکھے کہ کارندون کو ہمیشہ اختیار
کہ اسکی منزلین و مرابط مین سے اسقدر کرایہ پر دیدین کہ جسکے کرایہ سے اسکی تعمیر ہو جاوے اور جب تعمیر پوری ہو جاوے
تو پھر اسکو اُسی حال پر چھوڑ دین جسکے واسطے وقف کنندہ نے اسکو وقف کیا ہی بدین شرط کہ مقدار کرایہ و مدت اجارہ
وغیرہ کا اختیار کارندون کو ہی - اور اگر وقف کنندہ نے اسکی شرط نکی ہو تو جو شخص اُسمین رہے وہی اُسکی تعمیر کرے
اُسی پر لازم ہوگی پھر تحریر کرے کہ اس وقف کرنے والے نے اس مال موقوف مذکور کو اپنے قبضہ سے نکالا اور اپنے
مال سے الگ کیا اور فلان کو متولی کرنے کے بعد اُسکے قبضہ مین دیدیا تاکہ وہ اس وقف کی شرائط پر جب تک جئے
اسکا متولی رہے اور جو اِسکے لائق ہو اُسمین سے جسکو چاہے متولی کر دے اور جسکو چاہے اُسکو وصیت کر دے یعنی وصی
مقرر کر دے پس یہ سب وقف مذکور خالی از ہر مانع و منازع اس وقف کرنے والے کے اس متولی کو سپرد
کرنے سے متولی نے اُسپر قبضہ کر لیا پس یہ صدقہ اس متولی کے پاس بر شرائط مذکورہ وقف ہی پس کسی والی ملک اور
قاضی اور کارکن اور صاحب حکومت کو اسکا متغیر کرنا اپنی راہ سے یا اسکی کسی شرط کا تبدیل کرنا نہین جائز ہی پس
جو ایسا کریگا وہ گنہگاری مین پڑیگا اور اپنے پروردگار کے غضب کا نشانہ ہوگا اللہ تعالی اُسکو جزا و سزا کامل دہندہ
ہی - اور وقف کرنے والے کو اپنی نیت و عمل کے موافق ثواب ملیگا - اور اس مقدمہ مین اس وقف کرنے والے اور
ایک خصم کے درمیان اس وقف مین جھگڑا ہوا اور وہ بحضور حاکم عادل جائز الحکم میان مسلمانان کے مجلس قضا
مین پیش ہوا پس اُسنے ایسے صدقہ کے جائز و لازم ہونے کا حکم دیدیا کہ جسطور پر ہی جائز ہی اور لازم ہی خصم کے حضور مین
بدرخواست ایسا حکم دلایا اور اس حکم مین اپنی اجتہاد و راے پر عمل کیا اور اسپر ایک جماعت گواہان عادل کو جنھون
نے اپنے نام آخر مین ثبت کیے ہین گواہ کر لیا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا - نوع دیگر - مقبرہ بنانے مین - ہم کہتے ہین
کہ ظاہر مذہب امام اعظم رح یہ ہی کہ نہین جائز ہی یعنے لازم نہین ہی حتی کہ وقف کنندہ کو اس سے رجوع کر لینے کا اختیار ہوتا ہی
اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ جس صورت مین کہ اسمین کوئی میت دفن کی گئی ہو تو رجوع نہین کر سکتا ہی
اور اگر ایسا نہوا ہو تو رجوع کر سکتا ہی - اور حاکم ابو نصر مہرویہ سے منقول ہی کہ مین نے نوادر مین امام اعظم سے یہ روایت
پائی کہ امام رح نے مقبرہ و راہ کے وقف کو جائز رکھا ہی بخلاف باقی اوقاف کے - اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح و

امام محمد رحمہ کے مقبرہ کا وقف کرنا جائز ہی اور اُسکو سپرد کردینے کی شرط ہوتی سو اسمین ویسا ہی اختلاف ہی جو مسجد کی صورت
مین گذرا اور اسکا سپرد کرنا بدین طور ہی کہ یا تو متولی کو سپرد کرے یا اسمین مردہ دفن کیا جاوے پھر اگر اسکا تحریر کرنا چاہا
تو لکھے کہ فلان نے اپنی زمین کو اسکی جگہ و حدود بیان کردیے صدقہ موقوفہ بوقف صحیح جائز نافذ کردیا تا این قول کہ وہی
بہترین وارثان ہی پس اُسکو مسلمانون کے واسطے مقبرہ کردیا کہ جسوقت اور جب چاہین ہمیشہ اسمین اپنے مردون کو
مدفون کیا کرین انکو ممانعت نہ کیجائیگی اور اُسنے لوگون کو اذن عام دیدیا کہ اسمین اپنے مردے دفن کرین پس مسلمانون
مین سے ایک جماعت نے اسکے حال سے واقف ہونے کے بعد اپنے مردے اُسمین دفن کیے اور وقف کنندہ نے
انکو دفن کی اجازت دی پس یہ زمین مسلمانون کے واسطے مقبرہ مقبوضہ ہوگئی بنا برآنکہ اس وقف کرنے والے نے وقف
کیا ہی- اور اگر مسلمانون کا اپنا مردہ دفن کرنا تحریر نکیا بلکہ یہ لکھا کہ اس صدقہ کنندہ نے یہ زمین اپنے قبضہ سے نکالکر
متولی فلان کے قبضہ مین دیدے تاکہ اُسکے قبضہ مین انھین شرائط پر رہے جسطرح واقف نے وقف کیا ہی تو یہ کافی ہی
جیسا کہ ہمنے بیان کردیا ہی اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کردے تاکہ اجماعی ہوجاوے کیونکہ اسمین اختلاف ہی پس
بعد حکم حاکم لاحق ہونے کے کوئی اسکے ابطال پر قادر نہوگا اور حاکم کے پاس مرافعہ کرنے کا طریقہ یہ ہی کہ جس شخص نے
اُسمین اپنا مردہ دفن کیا ہی اُسکو حاکم کے حضور مین لیجاوے اور قاضی سے درخوست کرے کہ اسکو حکم دے کہ اُسکی زمین
خالی کردے اسواسطے کہ یہ وقف لازمی نہین ہی پس حاکم اس وقف کنندہ کو حکم دیگا کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور
اس وقف کے صحیح ہونے اور لازم ہونے کا حکم دیگا پس کاتب تحریر کردے کہ ایک حاکم عادل نے جسکا حکم مسلمانون
کے درمیان نافذ ہی اس صدقہ کے لازم و صحیح ہونے کا جسطور پر ہی حکم دیدیا بعد ازانکہ اس وقف کنندہ اور دفن کنندگان
مین سے ایک کے ساتھ اُسکے حضور مین خصومت معتبرہ واقع ہوئی جبکہ اس وقف کنندہ نے اپنے وقف سے رجوع
کرنے کا قصد کیا بنا بر قول ایسے عالم کے جو ایسے وقف کو لازم نہین فرماتا ہی پس حاکم موصوف نے اس وقف کنندہ پر
اُسکے روبرو اُسکے خصم کے حضور مین اس وقف کے لازم ہونے کا حکم دیدیا کیونکہ اُسکا اجتہاد اسی حکم پر مودی ہوا پھر لکھے
کہ کسی والی ملک یا قاضی الی آخرہ - نوع دیگر اگر یہ زمین مین عام مسلمانون کے واسطے راستہ بنایا - تو ہم کہتے ہین کہ ظاہر مذہب
کے موافق اسمین بھی اختلاف ہی - اور موافق روایت حاکم ابو نصر کے جو امام اعظم رح سے روایت کی ہی ظاہر ہوتا ہی کہ اسمین
اتفاق ہی- اور اسکی تحریر لکھنے کا وہی طریقہ ہی جو ہمنے بیان کیا ہی صرف فرق اسقدر ہی کہ راستہ کی صورت مین یون لکھے
کہ اُسنے اپنی زمین کو وقف کرکے عام لوگون کا راستہ کردیا- اسمین کافر بھی شامل ہوگئے اسواسطے کہ راہ سے گذرنے
مین کافر و مسلمان دونون یکسان ہین اور اس حکم مین رباط و راہ یکسان ہین بخلاف مقبرہ کے کہ وہ خاص مسلمانون
کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ کافر و مسلمان ایک مقبرہ مین جمع نکیے جاوینگے اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کردے کذا فی المحیط
نوع دیگر- قنطرہ بنانے کی تحریر اسطرح لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے ہین بدین مضمون
کہ فلان نے جو قنطرہ فلان نہر یا فلان وادی پر بنایا ہی- اور یہ تحریر کردے کہ باجازت سلطان وقت کے بنایا ہی بشرطیکہ
یہ وادی یا نہر عام ہو- اور اگر کسی خاص قوم کی ہو تو لکھے کہ باجازت فلان و فلان سب کا نام لکھدے اور اگر کسی شخص
معین کی ہو تو اسکی اجازت تحریر کرے- اور یہ بھی بیان کردے کہ وہ لکڑی کا ہی یا پختہ اینٹ کا اور یہ بھی بیان کردے
کہ اکہرا ہی یا دو درجہ کا یا تین درجہ کا - تاکہ عام لوگ اس قنطرہ کے اوپر سے آمد و رفت رکھین آخر تک موافق مذکورہ بالا

تحریر کرے واللہ تعالی اعلم یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ نوع دیگر اگر اپنے گھوڑے و اسکا سامان و ہتھیار فی سبیل اللہ تعالے
اردیے تو تحریر کرے بعد ابتدائے تحریر بدستور مذکورہ بالا کے کہ اُسنے اپنے گھوڑون کو اور وہ اتنے عدد چنین و چنان ہین
اور تمام اپنے ہتھیار اور وہ چنین و چنان ہین ان سب کو بوقف دائمی و حبس جائز کہ اپنے حال پر قائم رکھے جاوین
اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کے واسطے وقف کیا کہ اسکو جو لوگ اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرتے ہین ہر وقت و ہر زمانہ
مین جہاد مین استعمال کرین بدین شرط کہ جو لوگ اس وقف کے قوام ہو وین انکو اختیار ہے کہ جسکو چاہین جسطرح چاہین
جتنی دفعہ چاہین جہاد کرنے والون مین سے دیدین اور جس سے چاہین لے لین جب چاہین جسطرح چاہین واپس لین
اور بیان کر دے کہ ہمیشہ اسکا قیم وہی شخص مقرر ہو جو نیکوکار و پرہیزگار مشہور ہو اور بدین شرط کہ جب انمین سے کوئی
چیز بسبب بیماری یا خراب ہو جانے کے یا بڈھے ہو جانے سے یا شکستہ وغیرہ ہو جانے سے جہاد کے کام کی نہ رہے
تو قیم اسکو فروخت کر کے دوسری اُسکے بجائے لائق کار جہاد بدل لے اور ہر وقت و زمانہ مین جو قیم ہو وہ ایسا کرے
کہ جب لائق جہاد کے نہ رہے تو اُسکے بجائے اسی طور سے دوسری بدل لے اور اسکو اپنے پاس رکھے کہ بروقت حاجت
موافق شرائط کے جہاد کرنے کو دیا کرے اور اسی طور پر یہ جاری رہے اور تحریر کو ختم کرے اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے
اور علی ہذا بیل و اونٹ وغیرہ چوپایہ جانور اگر اہل جہاد کی باربرداری و پانی لانے و کھینچنے وغیرہ کام کے واسطے وقف
کیے تو انمین بھی اسی طرح تحریر کرے اور علی ہذا اگر غلامون کو اہل جہاد کی خدمت کے واسطے وقف کیا تو بھی اسی طرح
تحریر کرے اور یہ سب امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے پس تا این قول کہ بدین شرط کہ یہ وقف اپنے حال پر بدستور
رکھا جاوے کہ اللہ تعالی کی راہ مین سامان جہاد رہے کہ غازی لوگ اسپر اپنا بار لادین اور پانی کھینچنے و لانے کے واسطے
اگر وقف کیے ہین تو تحریر کرے کہ فی سبیل اللہ تعالے وقف کیے کہ انکے ذریعہ سے اہل جہاد کو پانی پہونچایا جاوے اور
غلامون کی صورت مین لکھے کہ تا کہ یہ غلام اہل جہاد کی خدمت گزاری کرین۔ اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے
اور اگر مثل اُنٹنیان و گائین و بکریان وغیرہ کے بدین شرط فی سبیل اللہ تعالے وقف کردین کہ انکا دودھ و بچہ و اُون
اللہ تعالے کے واسطے صدقہ کیا جاوے تو حاکم احمد سمرقندی نے اپنی شروط مین ذکر کیا کہ انکے وقف مین کوئی قول
اہل علم کا مسموع نہین ہوا اور مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ امام محمد رح کے قول پر جائز ہونا چاہیے اور فرمایا کہ سیر کبیر مین مذکور ہے
کہ اگر وصیت کی اس چیز کی جو اسکی بکریون کے پیٹ مین ہے یعنے بکریون کے بچون کی وصیت کی یا انکے دودھ یا اون کی
وصیت کی تو وصیت باطل ہے اور ان چیزون کی وصیت مثل وصیت غلہ باغ و ثمر اشجار نہین ہے۔ اور فرمایا کہ یہ مسئلہ
اس بات کی دلیل ہے کہ چوپایون مذکورہ کا اس غرض سے وقف کرنا کہ انکا دودھ و اون و بچہ صدقہ کیے جاوین جائز نہین
ہے۔ اور فتاوی ابو اللیث مین ہے کہ اگر اپنی گائے ایک رباط مین وقف کر دی کہ جو اُسکا دودھ و مسکہ نکلے وہ مسافرین
کو دیا جاوے تو ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسے مقام پر یہ امر ہو کہ لوگون کے وقف بیشتر ایسے ہون تو مجھے
امید ہے کہ یہ جائز ہوگا اور بعض نے اسکو مطلقاً جائز رکھا ہے اسواسطے کہ یہ تمام بلاد اسلام مین متعارف ہے اور اسکی
تحریر کی یہ صورت ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے اتنی عدد اُنٹنیان یا گائین یا اتنی عدد بکریان بوقف اُنکی
جائز نافذ وقف کر دین حبس وقف مین کوئی فساد و جہت و مثنویت نہین ہے اور یہ مال وقفی نہ فروخت نہ کیا جائیگا
اور نہ ہبہ کیا جائیگا الی آخرہ۔ بدین شرط کہ جو کچھ انکا دودھ و بچہ و اون حاصل ہو وہ مسافرون کو صدقہ مین دین

دیجاوے کہ اس معاملہ مین متولی کو اختیار ہوگا کہ جس مسافر کو چاہے اور جسقدر چاہے دے اور یہ سب اس وقف کنندہ نے فلان کو متولی کر کے سپرد کردین اور اسکے آخر مین حاکم کا الحاق کردے - نوع دیگر در وقف عقارات اور اسکی بہت صورتین ہین - ازانجملہ آنکہ اگر اُسنے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی مین اپنا دار مسکینون کے واسطے صدقہ کردے اور اسی بیان کو امام محمد رحمہ نے بھی شروط الاصل کے باب الوقف مین پہلے شروع کیا ہے اور فرمایا کہ مین نے امام ابوحنیفہ رحمہ سے کہا کہ ذرا توجہ فرمایے کہ اگر ایک شخص نے اپنی زندگی مین چاہا کہ اپنا دار مسکینون کے واسطے صدقہ کردے تو یہ جائز ہے تو فرمایا کہ اگر وہ شخص ایسے حال مین مرا کہ یہ دار اُسکے قبضہ مین ہے تو یہ اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہوجائیگا اور یہ نہین فرمایا کہ یہ جائز نہین ہے اور جائز نہین ہے اسواسطے نہ فرمایا کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک وقف اسکو کہتے ہین کہ اصل چیز وقف کنندہ کی ملک رہے اور اُسکا غلہ و پھل و منفعت دار و اراضی صدقہ کیجاوے پس مثل عاریت کے ہوا اور عاریت جائز ہے مگر لازم نہین ہوتی ہے چنانچہ اگر معیر مرگیا اور یہ وقف موجود ہے تو اُسکے وارثون کی میراث ہوجائیگا پس ایسا ہی حال امام اعظم رحمہ کے نزدیک وقف کا ہے - تب مین نے کہا کہ آیا اس باب مین کوئی حیلہ ہے کہ یہ صدقہ جائز ہوجاوے اور کوئی اُسکو باطل نہ کرسکے تو فرمایا کہ یون کہدے کہ اگر وارث یا سلطان کوئی اس صدقہ کو باطل کرنا چاہے تو یہ میرے تہائی مال سے وصیت ہے کہ فروخت کر کے اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ کردیا جاوے - پس اس سے صیانت حاصل ہوجائیگی اسواسطے کہ جو شخص اسکو توڑنا چاہیگا اسکو معلوم ہوگا کہ مجھے اسکے باطل کرنے سے کچھ حاصل نہوگا پس وہ باطل بھی نہ کریگا - پس امام اعظم رحمہ نے حیلہ کی تعلیم مین یہ فرمایا کہ یون لکھے کہ یہ میرے تہائی مال سے وصیت ہے کہ فروخت کر کے اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ دیا جاوے اور یہ نہین فرمایا کہ یون لکھے کہ یہ میری وفات کے بعد وقف و صدقہ ہے کہ اگر وقف مضاف بما بعد زمانہ موت اُنکے نزدیک جائز لازم ہو جبکہ تہائی مال سے برآمد ہو تو وقف مضاف بجانب زمانہ بعد موت کے وصیت کے معنی مین ہوگا حالانکہ ہمین شیخ ابن ابی لیلے کا یہ مذہب ہے کہ غلہ و پھلون کی وصیت جائز نہین ہے پس شاید اسکا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور مین ہو جو مذہب ابن ابی لیلی کا قائل ہے پس وہ اسکو باطل کردیگا اسی واسطے جو کچھ امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے وہ اسی قول سے احتراز ہونے کے واسطے فرمایا ہے - پھر مین نے کہا کہ پھر اسکو کیونکر لکھے تو فرمایا کہ یون لکھے کہ یہ تحریر اُس عہد کی ہے جو فلان نے اپنی زندگی مین عہد کیا کہ اُسنے اپنا دار واقع محلہ فلان کو اللہ تعالے عزوجل کے واسطے صدقہ موقوفہ کردیا ایسا ہی امام اعظم رحمہ و اُنکے اصحاب تحریر کرتے تھے و طحاوی و خصاف یون لکھتے تھے کہ یہ تحریر اُس تصدق کی ہے جو فلان بن فلان نے صدقہ کیا اور شیخ ابوزید شروطی یون لکھتے تھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے ہین کہ فلان نے اپنا پورا دار صدقہ کیا - اور بعضے متاخرین لکھتے ہین کہ یہ تحریر از جانب فلان ہے - اور اکثر متاخرین لکھتے ہین کہ یہ تحریر وقف و صدقہ ہے - اور یہ سب عنوان جائز اور اچھے ہین - اور امام محمد رحمہ نے اپنی تحریر مین دار صدقہ شدہ کو بوصف فارغ تحریر نہین کیا - اور طحاوی و خصاف رحمہ لکھتے تھے کہ یہ دار فارغ ہے - اور یہ اچھا ہے اسواسطے کہ اگر دار وقف شدہ خالی و فارغ نہوگا - تو جسکے نزدیک متولی کو سپرد کرنا صدقہ موقوفہ کی صحت کے واسطے شرط ہے جائز نہوگا پس اثنا

زیادہ کرنا ضرور ہی تاکہ اس قول سے احتراز ہو جاوے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ برعزوجل کے واسطے صدقہ موقوفہ کر دیا اور یہ اسواسطے فرمایا تاکہ یہ صدقہ دوسرے صدقہ مقیدہ سے ممتاز ہو جاوے اور طحاوی و خصاف یون لکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے واسطے صدقہ موقوفہ موبدہ محرمہ محتبسہ بتیلۃ محفوظہ بشروط خویش مسبلہ یعنی اپنے وجوہ مذکورہ تحریر پر فروخت جاری رہے نہ فروخت کیا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور نہ کسی وجہ ملک سے تملک کیا جاوے اور نہ کسی طرح تلف کیا جاوے اپنے حال پہ قائم رہے اور نہ میراث ہووے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ ہی اسکا وارث ہو جسکے واسطے آسمان و زمین کی میراث ہی اور وہی بہترین وارثان ہی۔ پھر فرمایا کہ بدین شرط کہ اسکو اجارہ پر دے۔ اسواسطے کہ اسنے اسکی آمدنی صدقہ کر دینے کی وصیت کی ہی اور آمدنی صدقہ کرنا بدون اجارہ دینے کے نہین ہو سکتی ہی پس امام محمد رح نے اجارہ کو مطلقاً ذکر فرمایا اور یہ اسوقت ٹھیک پڑیگا کہ جب متصدق نے اجارہ مطلقہ کا قصد کیا ہو کہ سال بسال اجارہ پر دیا جاوے تو تحریر مین لکھنا چاہیے کہ بدین شرط کہ سال بسال اجارہ پر دیا جاوے اس سے زیادہ مدت کے واسطے نہ دیا جاوے اور جب ایک سال منقضی ہو جاوے تو دوسرے سال کا اجارہ منعقد کیا جاوے۔ پھر لکھے کہ اسکا کرایہ مساکین کو صدقہ دیدیا جاوے۔ تاکہ مصرف تصریح معلوم ہو جاوے پس ضرور ہی کہ یون تحریر کرے کہ اور اسکا کرایہ ہمیشہ مساکین کو تقسیم کیا جاوے۔ اسواسطے کہ صحت وقف کے واسطے سب کے نزدیک دوام شرط ہی سوائے قول امام ابو یوسف رح کے۔ اور اگر اسنے یہ نہ لکھا کہ اسکا کرایہ مساکین کو صدقہ دیا جاوے تو عام مشائخ کے نزدیک جنھون نے وقف مذکور جائز رکھا ہی وقف جائز ہوگا اور بنابر قول یوسف بن خالد کے جائز نہوگا اسواسطے کہ لفظ صدقہ اس امر پر دلالت نہین کرتا ہی کہ اسنے تمام مسکینون کو مراد لی ہی پس مسکین واحد پر صدقہ کر دینا جائز ہوگا حالانکہ اگر مسکین واحد پر وقف کرے تو یہ وقف جائز نہین ہو سکتا ہی اسواسطے کہ یہ ہمیشہ نہین رہ سکتا ہی۔ اور عامہ مشائخ کے نزدیک جنھون نے ایسا وقف جائز رکھا ہی اس صورت مین یہ ہی کہ لفظ صدقہ دلالت کرتا ہی کہ اسنے جنس مساکین کو مراد لیا ہی کیونکہ اسنے مطلق کہا ہی اور کسی ایک کو معین نہین کیا ہی پس ایسا ہو گیا کہ گویا اسنے تصریح کر دی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ قولہ مالی صدقۃ یعنے میرا مال صدقہ ہی [illegible] اور قولہ مالی صدقۃ فی المساکین یعنے میرا مال مسکینون پر صدقہ ہی ان دونون قولون مین کچھ فرق نہین ہی۔ لیکن ہرگاہ اس مسئلہ مین اختلاف ٹھہرا تو مساکین کے لفظ سے تصریح کرنا ضرور ہوا تاکہ حد اختلاف سے نکل جاوے۔ اور اگر صدقہ کرنے والے نے چاہا کہ مسلمان فقیرون و مساکین پر صدقہ کیا جاوے تو لکھے کہ اسکا کرایہ و آمدنی مسلمانون مین سے فقیرون و مسکینون و اہل حاجت کو ہمیشہ صدقہ دیا جاوے بدین شرط کہ جو اسوقت مین اسکا متولی ہو وہ اپنی رائے مین چاہے ان لوگون کو برابر تقسیم کرے اور چاہے بعض کو زیادہ اور بعض کو کم دے لیکن اسکا مقصد اس صورت مین فضیلت و طلب مزید ثواب ہو۔ اور امام محمد رح نے اس تحریر مین ذکر نہین فرمایا کہ اسکی حاصلات سے متولی پہلے اسکی شکست و ریخت و مرمت و اصلاح کریگا اور جو اسکی آمدنی سے بڑھا ہی اسکی درستی کریگا اور قیم کی اجرت دیگا اور تمام اسکی ضروریات مین خرچ کریگا پھر جو باقی رہیگا وہ مسکینون کو صدقہ دیگا۔ اور عامہ اہل شروط تحریر کرتے ہین کہ جو کچھ اسکی آمدنی حاصل ہو پہلے اسمین سے اسکی مرمت و عمارت و اصلاح مین اور جو اسکی آمدنی سے بڑھا ہی اسکی اصلاح مین اور جو لوگ اسمین

کارندہ ہین انکی اجرت دینے مین خرچ کرے پھر اس سے جو بچے وہ مسلمان فقیرون و مسکینون کو ہمیشہ تقسیم کیا جاوے
اور امام محمد رح نے جو اسکو صریح ذکر نہین کیا ہی سو اسواسطے نہین ذکر کیا کہ اقتضاءً یہ ثابت ہی اسواسطے کہ فرمایا کہ
اُسکی آمدنی ہمیشہ مساکین کو صدقہ تقسیم کیجاوے حالانکہ ہمیشہ اُسکا کرایہ مساکین کو تقسیم کرنا بدون اسکے ممکن
نہین ہی کہ پہلے اُسکی تعمیر و مرمت کیجاوے کہ قابل آمدنی کے ہوجاوے اور جو بات بدلالت اقتضاء ثابت
ہو وہ مثل صریح ثابت ہونے کے ہی - لیکن عامہ اہل شروط کہتے تھے کہ جو بات صریح ثابت ہو وہ اقتضاءً ثابت
ہونے والی سے اقوی ہی - اور متاخرین اہل شروط اراضی و باغ کے وقف مین یون تحریر کرتے ہین کہ بعد
اداے خراج و مؤنت ضروری کے - اسواسطے کہ آمدنی حاصل ہونا بدون اسکے ممکن نہین ہی - اور دار
و دوکانون کی صورت مین تحریر کرتے ہین کہ بعد اداے مؤنت کے اور نوائب سلطانیہ موظفہ کے اسواسطے
کہ یہ نوائب موظفہ بمنزلہ خراج کے ہوگئے ہین - پھر اسکے بعد تحریر کرے کہ کسی شخص کو جو اللہ تعالے و روز قیامت
پر ایمان لایا ہی یہ حلال نہین ہی کہ اس صدقہ کو رد کردے اور باطل کردے اور طحاوی و خصاف رح اس عبارت پر
تاکیداً زیادہ تحریر کرتے تھے کہ کسی شخص کو جو اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لایا ہی خواہ سلطان ہو یا حاکم ہو
یا کوئی اور آدمی ہو حلال نہین ہی کہ اس صدقہ مذکورہ تحریر ہذا مین تغیر و تبدیل کرے یا اسکو باطل کرے یا اسکے
باطل کرنے پر کسی آدمی کی مدد کرے پھر اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ اپنے گناہ مین پھنسیگا اور صدقہ کرنے والے
فلان کا ثواب و مزدوری موافق اُسکی نیت صدقہ و ثواب کے اللہ تعالی کے فضل و کرم پر ہی - اور بعض نے
فرمایا کہ قولہ اور کسی شخص کو جو اللہ تعالے اور روز قیامت پر ایمان لایا ہی حلال نہین ہی کہ یہ صدقہ رد کردے
یہ عبارت نہ لکھنی چاہیے اسواسطے کہ بنا بر قول امام اعظم رح کے اس صدقہ کا توڑ دینا جائز ہی اور جب توڑ
دیا گیا تو مالک کی ملک مین ہوجائیگا جسطرح پہلے تھا اور توڑنے والا گنہگار نہوگا - پس بنا بر قول امام اعظم رح
کے یہ کلمات دروغ ہونگے اور درصورتیکہ یہ امر وقف مین شرط کیا جاوے تو اس سے وقف باطل
ہوجائیگا - پھر اسکے بعد تحریر کرے کہ اور فلان صدقہ کرنے والے نے یہ دار مذکور فلان کو متولی امور صدقہ
مذکورہ کرکے سپرد کیا اور فلان متولی نے اُس سے لیکر اسپر قبضہ کرلیا - اور متولی کے سپرد کرنے کا ذکر کرنا ضروری
ہی - اسواسطے کہ متولی کا سپرد کرنا صحت وقف کے واسطے امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ضروری ہی -
اور امام محمد رح نے اس تحریر کے آخر مین یہ نہین لکھا کہ اس متولی کو اختیار ہی کہ دوسرے وکیلون و وصیون
کو مقرر کرے اور بجاے اُنکے اگر چاہے تو دوسرون کو تبدیل کرے حالانکہ اسکا تحریر کردینا چاہیے اسواسطے کہ بعضے لوگ کہتے
ہین کہ وصی متولی کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے کو وکیل کرے الا اُس صورت مین کہ جب صدقہ کرنے والے نے اُسکو
یہ اختیار دیا ہو جیسا کہ حالت زندگی کے وکیل کے حق مین حکم ہی اور اگر اُسکو وکیل کرنے کا اختیار دیا اور اُسنے دوسرے
کو وکیل کیا تو اُسکو معزول نہین کرسکتا ہی الا اُس صورت مین کہ معزول کرنے کا اختیار اُسکو دیا گیا ہو - اور فرمایا کہ پھر لکھے کہ
پس اگر سلطان وغیرہ نے اسکو رد کیا یا کسی طرح کرنے والے نے طعن کیا تو یہ صدقہ اُسکے تہائی مال سے وصیت ہی کہ فروخت
کیا جاوے اور اسکا ثمن مسکینون کو صدقہ دیا جاوے یہ تحریر اسواسطے ہی کہ یہ وقف اس امر سے محفوظ رہے کہ کوئی اسکو
توڑدے جیسا کہ ہمنے پہلے ذکر کیا ہی - اور نیز اگر اسکے آخر مین کسی حاکم کا حکم لاحق کردیا جاوے کہ اُسنے اس وقف کی

صحت ولزوم کا حکم دیا ہو جسطرح ہمنے پہلے بیان کیا ہو تو اس سے بھی صیانت حاصل ہو جائیگی *صدر تحریر وقف*
جسکو شیخ نجم الدین نسفی رحمہ اللہ نے ایجاد کیا ہو - یہ تحریر اُس وقف کی ہو جسکو وقف کیا اور صدقہ کیا بندہ گنہگار بستیار
بامید قوی امیدوار عفو و رحمت پروردگار فلان بن فلان نے خالصۃً لوجہ اللہ تعالے وطلب ثواب او تعالے و
بامید رضاے الٰہی و نجات از عذاب و شدید عقاب او تعالی ہرگاہ اُسنے نعمتہاے الٰہی سے اپنے آپ کو گرانبار پایا
اور اُسکی بخششون کا اپنے پاس انبار پایا در حالیکہ او تعالے شانہ نے اس ضعیف بندہ کو وہ وہ نعمتین عطا
فرمائی ہین جس سے اُسکی نظائر و اشکال محروم ہین اور وہ ثروتین بخشی ہین جس سے اُسکے ابناے جنس مین سے سب
اقران و امثال محروم ہین - اللہ تعالے نے اسکو عزت و وجاہت مین پیدا کیا اور فراخی و عیش اور وجاہت اور بلند
نامی و مکنت مین اُسکی عمر گذاری اور اُسکا مرتبہ بلند کیا اور اُسکا ہاتھ کشادہ رکھا پھر اب وہ اپنے نفس کو شکستہ پاتا
اور حواس مین کندی پاتا ہو - کہ اوسکے پانون پھرتے ہین کام نہین دیتے ہین اُسکی قوتین جاتی رہین اور بعض
کی چیزین ٹوٹ گئین اور شکر گزاری کم ہوئی اور شکایتین بڑھ گئین اسکے بال سپید ہوگئے اور کمر جھک گئی زوال
کا وقت آگیا اور کوچ کا وقت نزدیک ہوا اور اُسپر واجب ہوا کہ اپنی دنیا سے آخرت کا سامان کرلے اور عاقبت
کا توشہ یہان سے ساتھ لے اور کل کے روز کے واسطے اپنے پاس کی چیزون سے اچھی چیز پہلے پہونچا رکھے تاکہ
اُسکی حاجت کے وقت کا ذخیرہ ہو اور اُسکے فقر و فاقہ کا سامان ہو جاوے اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ لن
تنالوا البر حتے تنفقوا مما تحبون یعنے ہرگز نیکوکاری کے مرتبہ کو نہ پہونچوگے یہانتک کہ جنکو محبوب رکھتے ہو اُنسے
خرچ کرو - اور ہرگاہ اُسکو آثار و اخبار سے ثابت ہوا کہ جنت کے دروازہ پر تین سطرین لکھی ہین - اول
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دوم بلدہ پاکیزہ ہو اور رب غفور ہو سوم آنکہ جو ہمنے کیا تھا وہ پایا اور جو پہلے بھیجا تھا
اُس سے نفع اُٹھایا اور جو چھوڑ آئے وہ خسارہ رہا - اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کہتا ہو کہ یہ میرا مال وہ میرا مال حالانکہ
تیرا مال کچھ مال بھی ہو الا وہی جو تونے کھا لیا سو فنا کر دیا یا جو تونے پہن لیا سو بوسیدہ کر ڈالا یا صدقہ کر دیا سو وہ
باقی بھیج دیا ہو - اور حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جسکا حاصل یہ کہ قیامت کے روز مومن کے واسطے اُسکا صدقہ اُسکا سایہ ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جسکا حاصل یہ کہ صدقہ پروردگار کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہو پس اس بندہ ضعیف نے جو کچھ اُسکو
اللہ تعالے نے دیا ہو اُسمین سے اُسکی رضامندی کے واسطے ابھی سے خرچ کرتا ہو بدین امید کہ اللہ تعالے نے
اُسکو آیندہ ایسے وقت مین عطا فرماوے کہ جب وہ بے دست و پا آخرت مین محتاج ہو جاوے کہ یہ خرچ
کیا ہوا اُسوقت آڑے آوے اور بدین امید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدہ فرمایا ہو وہ اس
ضعیف کو بھی حاصل ہو چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکا حاصل یہ ہو کہ آدمی اپنی موت کے
بعد جو کچھ چھوڑتا ہو اُسمین سے تین چیزین بہتر ہین ایک اولاد صالح جو اُسکے واسطے مغفرت کی دعا کرے اور دوسرا
صدقہ جاریہ کہ برابر جاری ہو اور اُسکا ثواب اس صدقہ کرنے والے کو پہونچتا رہتا ہو اور تیسرا علم کہ اُسکے بعد کے لوگ
اُسکے سکھلانے پر عمل کرتے ہین - پس اس بندہ ضعیف نے تہ دل سے چاہا کہ یہ بھی منجملہ اُن لوگون کے

ہو جاوے جنکے عمل منقطع نہین ہوتے ہین اگرچہ موت آجاوے پس اسنے اپنے خالص مال اور حلال کمائی سے فلان چیز وقف کردی الی آخرہ واللہ تعالی اعلم - وقف نامہ قدیم طویل مدرسہ بنانے اور اسکے خرچ کے واسطے وقف کرنے کے بیان مین - یہ تحریر اُس وقف مین ہے کہ جسکو حسبۃً للہ تعالی خاقان اجل سید ملک مظفر مؤید عدل عماد الدولہ تاج الملۃ طمغاج بغرا خان ابو اسحق ابراہیم بن نصر سیف خلیفہ اللہ تعالے امیر المومنین و اعلی اللہ تعالی امرہ و اعز نصرہ نے بغرض تقرب بسوے رب جلیل و طلب ثواب جزیل و گریز از عقاب و تنکیل و رغبت در وعدہ جمیل کہ محکم تنزیل سے واضح ہے یعنے قول اللہ تعالی سے کہ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ہو خیرًا واعظم اجرا یعنے جو نیک چیز اپنے ذات کے واسطے تم لوگ پہلے بھیج رکھو اُسکو اللہ تعالے کے پاس اس سے بہتر اور برتر پاؤگے اور اخبار مین نبی مختار صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس سے اُسکے اعمال منقطع ہوجاتے ہین الا تین صورتون مین ایک ولد صالح جو اُسکی وفات کے بعد اُسکے حق مین دعاے خیر کرے اور صدقہ جاریہ کہ برابر جاری ہو اور اسکا ثواب صدقہ کرنے والے کو پہونچے اور تیسرا علم جس پر لوگ عمل کرین پس اسنے پسند کیا کہ مین بھی اُن لوگون مین مندرج ہون جنکے عمل منقطع نہین ہوتے ہین اور اپنے نفس کے واسطے کوئی چیز بھیج رکھون جو اللہ تعالے کے نزدیک پاؤن اور آخرت کا توشہ ہو اور قیامت کا ذخیرہ ہو جس روز ہر نیکوکار اپنا کار خیر آنکھون کے سامنے پاویگا پس ایک مدرسہ بنانے کا حکم دیا کہ مجمع اہل علم و دین ہو متصل مشہد ہو مشتمل مسجد و جاہاے درس اور مکتب تعلیم قرآن شریف ہو اور ایک جگہ ایسی ہو جہان لوگ قرآن تلاوت کرین اور ایک جگہ مودب کے واسطے ہو جہان وہ لوگون کو علم ادب سکھلا دے اور چند دار ہاے صغیرہ ہون اور صحن ہو اور باغ ہو اور اُسنے اسمین جو امور موافق علما کے ایسے صدقات کی صحت کے واسطے بروجوہ مذکورہ چاہیے ہین سب جمع کردیے اور یہ سب شہر سمرقند کے اندر ایک جگہ پر جسکو باب الحدید کہتے ہین واقع ہے اور اُسکے حدود اربعہ مین ایک حد شارع عام ہے دوم ملازق میدان منسوب بخاتون ملکہ بنت طرخان ملک و ملازق فارقین ہے جو اسکے مشہد پر وقف ہے اور سوم ملازق ایک منزل کے جو طالب علمون پر وقف ہے اور ملازق منزل احمد المقصص و ملازق منزل ابو القاسم بن عطار و متصل بکاروان سراے منسوب بخاتون ملکہ ہے اور چہارم ملازق منزل منسوب بخاقولی الخبلتاشی و ملازق خانقاہ منسوب بامیر نظام الدولہ و ملازق منزل منسوب بخاتون ملکہ ترکان خاتون و ملازق طریق ہے اور اسی طرف سے اُسمین داخل ہونے کا دروازہ ہے پس اُسنے چاہا کہ یہ خیر اُسکی طرف سے برابر برسون جاری رہے بذریعہ اوقاف صحیحہ کے جو اس مدرسہ پر اور سبیل خیر اور نیک کامون پر وقف ہین پس اُسکی نیت خیر و ارادہ دلی کے موافق جاری رہے پس اُسنے تمام یہ مدرسہ محدودہ مع اُسکی متصلات کے جنکے حدود اس تحریر مین مذکور ہین واسطے کارہاے خیر کے جو اُسمین انجام پاوین اور تمام سراے خالص جسمین دار ہاے خرد و اصطبلات ہین اور مکانات رہنے کی جگہین ہین اور حوضہاے خرد ہین و حجرات و غرفہ و چار دوکانین اُس سے متصل جنمین تین دوکانین اسکے اندر جانے والے کے بائین جانب پڑتی ہین اور ایک دوکان دائین جانب پڑتی ہے اور یہ سراے معروف بسراے نیم بلاس نزد بازار سعد سمرقند در محلہ زرکوبان بکوچہ مفلس ہے اور تمام سراے خالص جو مشتمل ہے پانچ دار ہاے خرد و تین حجرات و تین غرفات اور پانچ بیوت اہار اور تین دوکانین

جو اُسکے دروازہ سے متصل ہین۔ بازار سعد سمرقند سے دائین جانب محلہ راس الطاق کے کوچہ معروف بکوچۂ شیر فروشان
مین واقع ہی اور تمام سراے خالص جو مشتمل ہی آٹھ دارہاے خرد و دارہاے کلان اور پندرہ غرفات اور بیوت اہوار
پندرہ عدد اور دو بیت الخلاء اور چار دوکانین متصل سراے مذکور واقع بازار سعد سمرقند بمحلہ راس الطاق کوچہ عباد
مین ہی اور تمام دارہاے کبیرہ معہ سفل و علو کے جو سراے معروف بسراے خانسامانی مین ہی جو بازار سعد سمرقند کے محلہ
راس الطاق مین شارع درب منارہ مین واقع ہی اور یہ دارہاے مذکورہ اس سراے کے اندر جانے والے کے دائین
ہاتھ پڑتے ہین اور تمام حجرات جو اُسکے اوپر واقع ہین اور پانچ حجرے یکدریہ جو اُسکے وسط مین ہین جو متصل بسراے مذکور ہین اور
تمام حجرات کبیرہ یکدریہ جو اس سراے سے متصل ہین اور اُسکے اوپر چڑھنے والے کے بائین ہاتھ پڑتے ہین اور تمام حمام
معروف بحمام مردان واقع بازار سعد سمرقند محلہ راس قنطرہ عاہرہ کوچہ حماد اور تمام خانہاے کاشتکاران و بیت الطراز و باغ
و مستابرہ و مزارع و مباسات جو کہ سب قریہ حرمجد پرگنہ انبارگر شہر سمرقند مین واقع ہین اور تمام اراضی جو اس دیہ کے کھیتین
کے ٹیکرون سے متصل ہی اور یہ سب شہر سمرقند کے پرگنہ انبارگر کے نواح مین واقع ہی۔ پس سراے معروف نیم بلاس
کی ایک حد اور دوسری و تیسری و چوتھی چنین و چنان اور علی ہذا سب محدودات کے حدود اربعہ بیان کر دیے
گئے ہین پس جناب خاقان الی آخر القابہ موصوفہ تحریر ہذا نے اپنی زندگی و وفات کے بعد تمام یہ محدودات مذکورہ تحریر
ہذا معہ اُسکے سب حدود و حقوق و مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین اور معہ اُسکے رستون و مسالک راہون کے ساتھ
جو اُسکے حقوق سے ہین و معہ اراضی سراہاے مذکورہ و دوکانہاے مذکورہ و توابیت ترکیہ و بیوت اہوار و بیوت الخلاء و
دارہاے خورد و حجرات و غرفات و انکی عمارتین و لکڑی و دیوارین و انکا سفل و علو و چھتین و دھنیان و چھانین و
اسطوانات و دروازے کواڑ و خشتہاے پختہ و زمین حمام و بیوت و اسکی چھتین و لکڑیان و اُسکی دیوارین و پختہ
اینٹین و پانی کی دیگین و انبوبہ جات و راکھ ڈالنے کی جگہ و مزبلہ اور جہان اُسکا پانی گرتا ہی و اُسکا حوض اور اُسکے پانی
بہنے کے مجاری جو اُسکے حقوق سے ہین۔ اور کاشتکارون کے گھرون کی زمین و عملہ اور عقارات مین جو درخت قائم
ہین و درختان انگور و اغراس اور باغ و اراضی کی نہرین و سواقی و انکا شرب معہ مجاری کے جو اُسکے حقوق سے ہین
و مداسات منسوبہ بجانب اراضی و باغ مذکور جو اُسکے حقوق سے ہین اور پانی کے جاری ہونے کی راہین جو اُسکے حقوق سے
ہین اور معہ ہر قلیل و کثیر کے جو ان محدودات مین اور انکی جانب منسوب ہی جو اُسکے حقوق سے ہی اسمین داخل ہی اور اس سے
خارج ہی یہ سب بصدقۂ صحیحہ نافذہ واجبہ بتہ بتلہ موبدہ محرمہ محتسبہ اے حسبۃ للہ عز و جل صدقہ کیا انمین سے کسی چیز مین اس
صدقہ کرنے والے کو رجوع نہین ہی اور نہ یہ سب چیزین فروخت کی جاوین اور نہ ہبہ کی جاوین اور نہ رہن کی جاوین اور
نہ مملوک کی جاوین اور نہ کسی وجہ تلف سے تلف کی جاوین بلکہ اپنے حال پر و اپنی اصل پر قائم و جاری رہین اور اپنے
مصارف و وجوہ مذکورہ تحریر ہذا کے طور پر انکا عملہ آمد ہوتا رہے اور تا انکا کوئی وارث ہو سکے یہانتک کہ اللہ تعالی ہی
جو وارث زمین و اشیاے روے زمین کا ہی انکا وارث ہو اور وہی بہترین وارثان ہی بدین شرط صدقہ کیا کہ یہ سب چیز جو
صدقہ کی گئی ہی جس طرح کہ اس تحریر مین مفصل مذکور ہی اپنے اپنے طریقون سے کرایہ پر چلائی جاوے اور بمقاطعہ یا ادھار
مساقات و مزارعت پر دیجاوے جس سے آمدنی حاصل ہو خواہ ماہواری یا سالانہ لیکن انمین سے کوئی چیز ایک
سال سے زائد کے واسطے نہ دی جاوے اور کوئی عقد مزارعت اٹھارہ مہینے سے زائد کا قرار نہ دیا جاوے نہ ایک

عقد سے اور نہ کسی عقد سے اور بدون اس مدت کے گذرنے کے اسپر کوئی عقد جدید نہ کیا جاوے اسی طرح اسکا کام برابر
جاری رہے اور کبھی کسی ذی شوکت و حشمت کو جسکی طرف سے اس صدقہ کے ابطال کا یا اسکے وجوہ شروط تحریر ہذا کے
متغیر کرنے کا خوف ہوا جارہ پر نہ دیا جاوے پس جو کچھ اللہ تعالے اسکی حاصلات روزی کرے اسمین سے پہلے
اسکے انواع تعمیر و قابل مرمت کے مرمت و مسترادو آمدنی وادا ے مؤنات مین اور موافق راے قیم صدقہ ہذا کے
جدید پودے ان عقارات مین لگائے جاتے ہین اور گرما مین مدرسہ مذکورہ تحریر ہذا کے واسطے بوریہ وچٹائیان
اور سرما مین پیال و گھاس وغیرہ خریدنے مین جسقدر کی ضرورت ہو صرف کیا جاوے اور درختان عقارات داخلہ
صدقہ ہذا مین سے جن درختون کے کاٹنے کی اس مدرسہ مذکورہ یا کسی اور محدود مذکورہ صدقہ ہذا کی تعمیر مین
ضرورت ہو بنا براے قیم صدقہ ہذا کے کاٹے جا سکتے ہین اور جو درخت اسکے خشک ہو جاوین یا خراب ہونے پر ہون
وہ فروخت کیے جاوین اور انکا ثمن بھی اسکی باقی آمدنی مین شامل ہو کر موافق مشروط مذکورہ صدقہ ہذا کے براے
قیم اسکے مصارف مین صرف کیا جاوے پھر باقی آمدنی حاصلہ مین سے ہر شخص کو جو اس صدقہ کے کامون کا کارندہ
ہو اسکو سالانہ ہزار درم موبد بہ عدلیہ اسمیہ نقد شہر سمرقند جو اس صدقہ کے واقع ہونے کے روز ہو دیے جاوین اور جو شخص
فقیہ عالم اس مدرسہ مین حنفی مذہب ہو اور واسطے تعلیم مذہب حنفیہ کے بیٹھے اسکو سالانہ اسی نقد مذکور سے تین ہزار
چھ سو درم کہ ماہواری تین سو درم ہوئے دیے جاوین اور اس مدرسہ کے طالب علمون کے لیے جو مذہب حنفی کی
تعلیم چاہین اس نقد مذکور سے سالانہ اٹھارہ ہزار درم کہ ماہواری ایک ہزار پانچ سو درم ہوے نکالے جائین جنکو مدرس
مدرسہ مذکور اپنی راے سے ان طالب علمون مین تقسیم کرے چاہے مساوی ہر ایک کو دے یا بعض کو زیادہ اور بعض کو
کم دے یا بعض کو دے اور بعض کو محروم رکھے لیکن ان سب صورتون مین کسی طالب علم کو ماہواری تیس درم مذکور سے
زائد نہ دیوے اور جو شخص یہ وظیفہ ان طالب علمون کو تقسیم کرنے پر مامور ہو اسکو سالانہ چھ سو درم مذکور کہ ماہواری پچاس
درم ہوے دیے جاوین جو شخص اس مدرسہ مین تعلیم علم ادب کے واسطے بیٹھے اور وہ ادیب لائق پسندیدہ ہو کہ
طالب علمون کو ادب کی تعلیم کرے اسکو اس نقد مذکور سے سالانہ بارہ سو درم کہ ماہواری سو درم ہوئے دیے جاوین
اور اس مدرسہ کے مکتب مین جو شخص قرآن شریف کی تعلیم کے واسطے ہو اور وہ لوگون کو قرآن مجید کی تعلیم کرے
اسکو سالانہ بارہ سو درم کہ ماہواری سو درم ہوے دیے جاوین و مقری عالم بقرآن و روایات کو جو لوگون اس مدرسہ
مین تعلیم قرآن عزیز کرے اس نقد سے سالانہ ڈیڑھ ہزار درم دیے جاوین کہ ماہواری قسط ایک سو پچیس درم ہوے
اور چار قاریون کو جو اس مشہد مذکورہ تحریر ہذا مین قرآن شریف پڑھین اس نقد سے سالانہ تین ہزار درم کہ ہر ایک
کو سالانہ ساڑھے سات سو درم ہوے دیے جاوین اور اس مدرسہ اور مسجد و مشہد و طالب علمون کے حجرات و
بیت الخلا مین چراغ و قندیلین روشن کرنے کے واسطے تیل خریدنے مین اس نقد مذکور سے سالانہ سات سو
درم خرچ کیے جاوین اور اس مدرسہ کے برف پلانے کے سقایہ مین برف خریدنے مین ہر گرمی مین چار سو
درم صرف کیے جاوین اور اس مدرسہ مین ہر سال کے رمضان شریف کی شبہاے رمضان مین ضیافت کے واسطے
روٹی و گوشت خریدنے مین اس نقد مذکور مین سے تین ہزار تین سو پچاس درم صرف کیے جاوین اور ہر سال کے
ایام قربانی مین اضحیہ خریدنے کے واسطے اس نقد مذکور مین سے ہزار درم خرچ کیے جاوین جسمین سے پہلے سو درم

سے ایسی گائین جو قربانی کے لائق ہین جسقدر اتنے درمون سے ممکن ہو سکین خریدی جاوین اور اس صدقہ کنندہ مذکورہ
تحریر ہذا کی طرف سے نیت کر کے قربانی کی جاوین اور انکا سب گوشت وغیرہ فقیرون ومحتاجون کو بانٹ دیا جاوے
اور باقی پانچ سو درم کے عوض جتنی بکریان لائق قربانی کے خریدی جا سکین خرید کر اس صدقہ کنندہ کے والدین
کی طرف سے نیت کر کے قربانی کر دی جاوین اور انکا گوشت و پوست وغیرہ مسکینون ومحتاجون کو بانٹ دیا جاوے
اور ہر عاشورا مین اس نقد مذکور سے پچاس نفر محتاج ومسکینون کا کپڑا خرید دیا جاوے اور اس مدرسہ مین روز عاشورا
کے شام کی ضیافت کے لیے روٹی وگوشت وغیرہ خریدا جاوے اور سالانہ ہزار درم صرف کیے جایا کرین اور دو شخص
ایسے مامور کیے جاوین جو مدرسہ مذکورہ ومسجد ومشہد مذکور کی خدمت کرین کہ دروازہ بند کیا کرین وکھولا کرین اور جھاڑو دیا
کرین اور جہان مٹی بھرنے کی ضرورت ہو وہان پاٹ دین اور بوریہ وچٹائیان بچھا دین ولیپا کرین اور پنیال وگھاس
ڈالین اور جب انکے اٹھانے کی حاجت ہو تو اسکو اٹھا ڈالین اور بیت الخلا کو پاک کرین اور سحرگاہ وشام چراغ وقندیلین
روشن کیا کرین جہان جہان جسوقت حاجت ہو اور ان دونون کو سالانہ اس نقد سے بارہ سو درم ہر ایک کو چھ سو درم
سال دیے جاوین اور اس مدرسہ کے مدرس کی پسند سے ایک شخص اہل فقہ وصلاح وامانت مین سے ایسا مقرر
کیا جاوے کہ اسکو اس مدرسہ کے مشہد کے امور کی اصلاح سپرد ہو کہ وہ اسکی نگہبانی کرے اور یہین رہا کرے اور اس
مدرسہ کے کتب خانہ کی حفاظت کرے اور اسکی دیکھ بھال وغور وپرداخت رکھا کرے اور جو اس مدرسہ ومشہد کی خدمت
کے واسطے مامور ہین انکا معین ہو اور اسکو اس نقد سے سالانہ بارہ سو درم کہ ماہواری سو درم ہوے دیے جاوین
اور اگر مدرس مدرسہ کی راے مین آوے کہ اس کام کے واسطے دو آدمی مقرر ہون کہ ایک اسکے کتب خانہ کی غور وپرداخت
کرے اور دوسرا باقی امور کی اصلاح کرے اور دونون اس مدرسہ مین رہا کرین تو اسکا اختیار اس مدرسہ کے مدرس کو ہوگا
اور وظیفہ مذکورہ بارہ سو درم باستصواب راے مدرس موصوف ان دونون کو برابر یا کم وبیش دیا جائیگا۔ اور اس نقد
کی قیمت جو اس تحریر مین مذکور ہے بروز وقوع وقف ہذا ہر سینتالیس درم ایک مثقال سونا ابریز خالص ہے پھر اگر کسی
زمانہ مین اس نقد مین کمی وبیشی کا تغیر ہو جاوے تو نقد جدید کو دیکھکر جسقدر نقد جدید بمعاوضہ ہر ایک مصرف کے
نقد مذکور کے ان مصارف سے جو اس تحریر مین مذکور ہین پڑتا ہو اسقدر ان جدید درمون سے دیا جاوے پھر
اگر ان مصارف مین اس وقف کی آمدنی خرچ کرنے کے بعد کچھ بچتا ہو تو جو شخص اس وقف کا قیم ہو وہ اپنی راے
سے اراضی وباغات وغیرہ آمدنی کی چیزین اس وقف مین خرید کر کے بڑھا دے اگر اسکی راے مین یہ امر قرین
صواب ہو پھر اس زیادت خرید شدہ کی آمدنی کا مصرف اسی طریق سے ہوگا جو اصل صدقہ کی آمدنی کا مصرف ہے
اور اگر کسی سال کی آمدنی مین ان وجوہ مصارف کے صرف سے کمی ہوئی تو بقدر کمی کے ہر ایک مصرف سے
حصہ رسد کمی کر دی جاوے اور باوجود اچھی تلاش وجستجو کے ان لوگون مین سے جو اس تحریر مین مذکور ہین بعضے
نہ پائے گئے تو جو مال انکے واسطے بیان کیا گیا ہے وہ باقی مصارف کی مقدار بیان کردہ پر حصہ رسد پھیلا دیا جاویگا
اور اگر قیم وقف ہذا کی راے مین آیا کہ اس سے اور ایسے اسباب پیدا کرے جنکی آمدنی اس اصل صدقہ کی
آمدنی کے موافق اسمین شامل ہو کر خرچ ہوا کرے تو وہ اس مقدار سے ایسا ہی کرے پس اس صدقہ کا کام برابر اسطرح
جاری رہے اسمین کچھ تغیر نہو یہانتک کہ اللہ تعالی ہی اسکا وارث ہو جو زمین وروے زمین کی چیزون کا وارث ہے

اور وہی بہترین وارثان ہی اور اگر کسی وقت مین اس مدرسہ کی ضرورت نہ رہے اور اُسکا اعادہ بہرحال اول ممکن نہو
تو اسکا خرچہ سمرقند کے محتاج طالب علمون کو جو معتقد مذہب امام ابو حنیفہؒ ہون تقسیم کیا جاوے اور اگر طالب علمون
مین ایسے نپائے گئے جنکے صرف مین یہ حاصلات آوے تو ایسی صورت مین ہمیشہ محتاج مسلمانون کو تقسیم
کیا جاوے۔ اور البتہ اس صدقہ کنندہ نے یہ سب مال اپنے قبضہ سے نکالکر ابو طاہر عبد الرحمن بن الحسن الغزالی
کے قبضہ مین دیدیا اور اُسکو اس صدقہ کے امور کا قیم بنایا اور اُسکو نصیحت کی کہ اس معاملہ مین تقوی اللہ تعالی
اپنا شعار کرے اور ادائے امانت اپنا دثار کرے اور خیر خواہی اپنا حصار کرے اور اُسکو مقرر کیا کہ اس صدقہ کے
امور کو اسکے شرائط و طریقہ کے موافق انجام دے اور اسکے ذمہ شرط لگادی کہ ان امور مذکورہ مین کچھ تغیر و تبدل
نہ کرے اور اس قیم مذکور نے اس سب پر قبضہ صحیحہ خالی از موانع تسلیم و قبضہ کے قبضہ کر لیا پھر اگر یہ قیم واصل بحق
ہوا یا بجائے اسکے دوسرے قیم کے قائم کرنے کی ضرورت کسی وجہ سے پیش آئی تو اسکا اختیار اس مدرسہ کے فقیہ
مدرس کو ہی کہ اہل علم کے مشورہ سے جنکے قول پر سمرقند مین مدار فتوی ہی کسی مرد پرہیزگار صالح کو مقرر کردے اور اگر اس
مدرسہ مین کوئی مدرس فقیہ نہو تو قاضی سمرقند کے سپرد یہ کام ہی اور سلطان کو یا کسی قاضی کو یا حاکم ذی اختیار کسی کو ملا
نہین ہی الی آخرہ اور گواہون کی گواہی تحریر ہو آخر تک ختم کرے۔ نوع دیگر اپنی اولاد و پوتے و پروتے وغیرہ پر وقف
کرنے کی صورت تحریر۔ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنی اولاد پر وقف کرے تو اسمین چند صورتین ہین ایک یہ کہ اُسنے یون کیا
کہ یہ میری زمین میری اولاد پر صدقہ موقوفہ ہی پس ایسی صورت مین اس وقف کے مستحق لوگ اُسکی پہلی پشت ہوگی
یعنے اُسکی اولاد صلبی اس وقف کی حاصلات کو پاویگی اور دوسری پشت اسمین داخل نہوگی یعنے اولاد پسر کو نہ ملیگی پس
جبتک اُسکی اولاد صلبی مین سے کوئی باقی رہیگا تب تک اسکی آمدنی اُسی کو ملیگی اور جب کوئی نہ رہیگا تو اُسکی آمدنی فقراء
کو تقسیم ہوگی اور دوسری پشت والون کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اور اگر پہلی پشت والا کوئی نہ تھا اور دوسری پشت والے
پائے گئے تو اسکی حاصلات دوسری پشت والون کو ملیگی اور اس سے نیچے کی پشتون کو کچھ نہ ملیگا اور دوسری
پشت والون اور اس سے نیچون کے درمیان وہی حال ہوگا جو پشت اول و پشت دوم کے درمیان مذکور ہوا ہی
اور اگر پشت اول و دوم مین کوئی نہ تھا اور تیسری اور چوتھی و پانچوین پشت پائی گئی تو تیسری کی ساتھ اُسکے نیچے والی
چوتھی پشت و پانچوین پشت وغیرہ کے اگرچہ کثیر ہون سب شریک ہونگے۔ اور وجہ دوم آنکہ اُسنے کہا کہ میری یہ زمین
میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد پر صدقہ موقوفہ ہی اور ایسی صورت مین پشت اول و دوم اِسکے ساتھ مخصوص
ہوگی اور پشت دوم سے پسر کی اولاد مراد ہی اور ان دونون کے ساتھ تیسری پشت شریک نہوگی۔ اور وجہ سوم آنکہ
کہ اُسنے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد اور میری اولاد کی اولاد کی اولاد پر صدقہ موقوفہ ہی اور
ایسی صورت مین قیاس یہ ہی کہ اس وقف مین بھی تین پشتین شریک ہون خاصۃً اور استحساناً سب پشتین داخل
ہوجاوینگی اگرچہ کتنی ہی نیچی ہون۔ اور وجہ چہارم آنکہ اُسنے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد پر صدقہ موقوفہ ہی حالانکہ اُسکی
پشت سے کوئی ولد موجود نہین ہی اور اُسکے پسر کی اولاد ہی تو ایسی صورت مین اُسکی حاصلات اُسکے پسر کی اولاد مین
صرف کیجاویگی پھر اگر اُسکی پشت سے کوئی اولاد پیدا ہو گئی تو آیندہ سے اسکی حاصلات اُسکی خاص اولاد کو ملیگی۔ اور
وجہ پنجم آنکہ اُسنے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد اور اُن اولاد کی اولاد پر نسلاً بعد

نسلاً ہمیشہ کے واسطے جبتک اُنکی اولاد باقی رہے صدقہ موقوفہ ہے اور ایسی صورت مین اس وقف مین ہر اسکی اولاد
داخل ہوگی جو بروز وقف موجود تھی اور ہر اولاد جو بعد وقف کے حاصلات پیدا ہونے کے موجود ہوئی ہین - اور جو شخص
انمین سے حاصلات پیدا ہونے کے پہلے مرگیا اُسکا حصہ ساقط ہوجائیگا اور جو بعد اسکے مرا ہے اسکا حصہ اسکے وارثون کے
واسطے میراث ہوگا اور بطن اعلیٰ اور بطن اسفل اسمین یکسان ہونگے لیکن اگر اُسنے کہا کہ بدین شرط کہ پہلے بطن اعلیٰ
شروع کیا جاوے پھر اسکے بعد جو بطن اُس سے ملا ہوا نیچے ہے پس اگر ایسا کہا تو جب تک بطن اعلےٰ مین سے کوئی موجود
رہیگا تب تک نیچے والے بطن کو حاصلات مین سے کچھ نہ ملیگا اور اس جنس کے مسائل بہت ہین جنکو ہمنے کتاب الوقف
مین تحریر کیا ہے - پھر جبکہ یہ ارادہ کیا کہ اپنی اولاد و اولاد اولاد پر نسلاً بعد نسل وقف کرے تو وقف نامہ مین اسطرح
نہ لکھے کہ اُسنے اپنی اولاد و اولاد اولاد پر نسلاً بعد نسل ہمیشہ کے واسطے وقف کیا ہے بعد ازانکہ پھر جاوے اسواسطے کہ ایسی
صورت مین اُسکی اولاد صلبی کے واسطے وقف جائز نہوگا کیونکہ یہ بمنزلہ اسکے ہوگیا کہ اُسنے وارث کے واسطے وصیت
کی حالانکہ وارث کے واسطے جو وصیت ہو وہ بدون اجازت باقی وارثون کے جائز نہین ہوتی ہے لیکن اولاد کی اولاد
کے واسطے یہ وقف جائز ہوگا اسواسطے کہ پسر کا پسر بحالت زندگی پسر کے یعنی اپنے باپ کے وارث نہین ہوتا ہے
بلکہ یون لکھنا چاہیے کہ اُسنے اپنی اولاد و اولاد کی اولاد کے واسطے وقف کیا یعنی بدون اسکے کہ اضافت وقف بزمانہ
مابعد موت ہو اور بدون اسکے کہ اُسکے واسطے وصیت ہو پس ایسی تحریر سے یہ وقف بنا بر قول ایسے امام کے جو اولاد صلبی
کے واسطے وقف کو جائز فرماتا ہے بدون اضافت بزمانہ بعد موت کے و بدون وصیت کے جائز ہوگا اور یہ امام ابو یوسف
و امام محمد رح کا قول ہے اسواسطے کہ صاحبین رح کے قول پر اُسکا پسر صلبی وقف کنندہ کی زندگی مین مستحق حاصلات ہے
حالانکہ زندگی کی حالت مین استحقاق بطریق وصیت نہین ہوسکتا ہے پس اُسپر وقف صحیح ہوگا اور بسبب وقف کنندہ کی
موت کے باطل نہوگا اور رہا بنا بر قول امام اعظم رح کے وقف بدون اضافت بزمانہ بعد موت کے جائز نہین ہے یا بعد
موت کے اسکے حق مین وصیت ہوا اور بنا برین یہ وقف وارث کے حق مین وصیت ہوگیا پس امام کے نزدیک
اولاد صلبی پر یہ وقف بالکل صحیح نہوگا لہذا ضرور ہے کہ اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے - پھر جو ہمنے ذکر کیا کہ اُسنے اپنی
اولاد صلبی و اولاد اولاد پر اپنی زندگی مین وقف کیا تو اولاد اولاد کو پوری حاصلات نہ دی جائیگی جبتک کہ اولاد صلبی
موجود ہے اسواسطے کہ وقف کنندہ نے اولاد اولاد کے واسطے پوری حاصلات نہین کی ہے جبتک کہ اولاد صلبی
موجود ہے بلکہ سالانہ حاصلات تعداد اولاد صلبی اور تعداد اولاد اولاد پر تقسیم کیجائیگی پس جو کچھ اولاد اولاد کے حصہ مین
آئیگا وہ اُنکے واسطے بوجہ وقف کے ہوگا اور جو اولاد صلبی کے حصہ مین آئیگا جو اُنکے واسطے بطریق میراث ہوگا -
حتےکہ اُنکے ساتھ وارثان دیگر مثل شوہر یا جورو وغیرہ کے شریک ہونگے اسواسطے کہ میراث کے ساتھ خصوصیت
کسی وارث کی نہین ہوتی ہے پھر اگر اولاد صلبی سب مرگئی تو تمام حاصلات اولاد اولاد کے واسطے بوجہ وقف کے
ہوجائیگی ایسا ہی ہلال رح نے اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ جواب ایسے امام کے قول پر مستقیم
ہے جو کسی وقت مین وقف سے خالی ہونا جائز رکھتا ہے حتےکہ فرمایا کہ اگر اُسنے اپنی ذات پر اور بعد اُسکے فقراء پر
وقف کیا تو وقف جائز ہے - اور بنا بر قول ایسے عالم کے جو وقف سے خالی ہونا کسی وقت مین جائز نہین
فرماتا ہے یہ وقف جائز نہوگا حتےکہ اُسنے اس مسئلہ مین فرمایا کہ فقیرون پر وقف جائز نہوگا - اور چاہیے کہ پوری

حاصلات بعد موت اولاد صلبی کے اولاد اولاد پر وقف ہو جاوے اسواسطے کہ اولاد صلبی کو جو اسکی حیات مین پہونچتا ہو وہ وقف نہین ہی اور وقف جبھی ہوگا کہ جب وہ مر جاوے کہ اسکے مرنے پر اولاد اولاد کے واسطے وقف ہو جائیگا پس ایک زمانہ ایسا رہا کہ جسمین وہ وقف ہونے سے خالی رہا اور اگر اُسنے اپنی اولاد پر حالت زندگی و بعد وفات کے وقف کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اولاد پر وقف صحیح نہین ہی اور یہ ظاہر ہی کیونکہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک حالت زندگی مین وقف کرنا صحیح نہین ہی اسواسطے کہ امام کے نزدیک حالت زندگی مین وقف صحیح ہوتا ہی نہین ہی پس حالت زندگی مین وقف کرنا خارج ہو گیا اور باقی رہا بعد وفات کے وقف کیا سو یہ وارث کے واسطے وصیت ہو گئی اور یہ ناجائز ہی اور بنا بر قول صاحبین رحمہ کے مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے کہا کہ وقف نہین جائز ہی اسواسطے کہ وقف بعد موت کے وصیت ہی اور بعض نے کہا کہ جائز ہی اسواسطے کہ صاحبین رحمہ کے موافق بعد وفات کے وقف کہنا لغو ہی اسواسطے کہ اسکا وہی فائدہ ہی جو مطلق وقف سے ثابت ہی اور اسکا بیان یہ ہی کہ صاحبین کے نزدیک حالت زندگی مین وقف مذکور بطور صحیح لازم واقع ہوا کہ واقف کی موت سے وہ باطل نہوگا جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہی پس اُسکا یہ کہنا کہ بعد وفات کے وقف کیا محض اس امر کی تاکید ہی جو مطلق وقف سے ثابت ہوا ہی پس موجب بطلان وقف نہوگا واللہ تعالے اعلم - نوع دیگر اگر اپنا نصف دار یا نصف زمین بطور شائع غیر مقسوم وقف کی تو بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ کے جائز ہی اور بنا بر قول امام محمد رحمہ کے نہین جائز ہی پس اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرنا ضروری ہی اور اگر زمین وقف کی اور تا حین حیات اپنی اُسکی تمام حاصلات اپنے واسطے شرط کی یا بعض حاصلات اپنے واسطے شرط کی اور بعد کو واسطے فقیرون کے وقف کیا تو امام محمد رحمہ کے نزدیک وقف باطل ہی اور امام ابو یوسف رحمہ کے موافق وقف صحیح ہی اس اختلاف کو ایسے طور سے اکثر مقامات مین بیان کیا ہی اور فقیہ ابو جعفر نے ذکر کیا کہ اگر اُسنے شرط کی کہ حاصلات خود کھائیگا تو امام محمد رحمہ کے نزدیک جائز ہی پس تحریر مین اسطرح لکھے کہ اس واقف نے شرط کی کہ جبتک زندہ ہی تب تک حاصلات خود کھائیگا اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اور اگر چاہا کہ جب تک زندہ وہی خود ہی اسکا متولی رہے تو لکھے کہ اس واقف کو اختیار ہی کہ جبتک زندہ رہے خود ہی اسکا متولی ہو اور اسکی حاصلات کو کار ہاے خیر و ثواب مین موافق اپنی پسند کے صرف کرے تو یہ اختیار اُسی کو ہو دوسرے کسی کے واسطے نہوگا جسطرح چاہے اور ہر گاہ چاہے زندگی بھر ایسا کرے حالانکہ یہ محدود بحال خود صدقہ موقوفہ ہوگا پھر جب وہ مر جاوے تو یہ صدقہ بشرائط مذکورہ جاری رہیگا اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اور اگر اُسنے چاہا کہ اس صدقہ کو یا اسمین سے تھوڑے کو بحالت مصلحت فروخت کر سکے کہ اُسکی قیمت سے دوسری چیز کو زیادہ نافع ہی وقف کے واسطے خرید دے تو لکھے کہ اور اس واقف کو اختیار ہی کہ اس وقف مذکور کو فروخت کر دے یا اسمین سے جسقدر چاہے فروخت کر دے بشرطیکہ اُسکی بیع کو بہتر جانے اور اُسکا ثمن دوسری چیز کی خرید مین صرف کرے جو وقف کے واسطے زیادہ نافع ہووے پس اُسکو خرید کر اسکے بجاے قائم کرے اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اور اگر اسکی راے مین آوے کہ اُسکو اسمین تغیر و تبدل کرنے کا اختیار حاصل رہے تو لکھے کہ واقف کو اختیار ہی کہ اس وقف کے مصارف مین سے جسکے حق مین چاہے کمی کر دے اور جسکو چاہے اسمین بڑھا دے اور جسکو چاہے اسمین سے خارج کر دے اور اُسکی جگہ جسکو چاہے داخل کرے اور اختیار ہی کہ جسکو نکالا ہی اُسی کو پھر اعادہ کر دے اسمین اپنی راے سے عمل کرے اور جو شخص اس وقف کا قیم ہوگا اُسکو یہ اختیارات نہونگے کہ نہین اپنی راے سے عمل کرے سواے اس وقف کے

کے کہ اسکو تا مین حیات اپنے یہ اختیارات ہین اور اگر وقف کنندہ کو حادثہ موت پیش آیا حالانکہ اُسنے اسمین سے کسی کے
حق مین کوئی کمی یا زیادتی نہین کی ہی اور نہ کسی کو داخل و نہ کسی کو خارج کیا ہی اور نہ اسمین کسی امر مین کچھ تغیر و تبدل کیا ہی تو ایسی
صورت مین یہ وقف ایسی حالت پر وقف رہیگا جسپر اُسنے وقف کرنے کے وقت اسکو وقف کیا ہی اور کسی کو پھر یہ اختیار
نہوگا کہ اسمین کچھ تغیر و تبدل کرے اور اگر وقف کنندہ نے اسمین کچھ تغیر و تبدل کر دیا پھر اُسکو حادثہ موت پیش آیا تو جس
حالت پر چھوڑ کر مرا ہی اُسی حال پر یہ وقف ہوگا۔ اور صحت وقف کے واسطے حاکم حاکم تحریر کرنے کی صورت یہ ہی کہ وقف نامہ
کی پشت پر تحریر کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم قاضی فلان جو متولی کار قضاء و احکام واوقاف شہر فلان و اسکی نواح
کا ہی اور اس ضلع کے لوگون مین اُسکا حکم قضاء نافذ و جاری و قطعی ہی ادام اللہ تعالے توفیقہ کہتا ہی کہ مین نے اس
وقف کی صحت کا جو اس کاغذ کے رو کی طرف تحریر ہی اور اس وقف کے جائز و لازم و نافذ ہونے کا حکم دیدیا کہ یہ صدقہ
تمام اُس چیز کے حق مین جسکا موضع و حدود بیان کیے گئے ہین از دوکانہاے و رباط و سراہاے و حمام وغیرہ مع
تمام اُس چیز کے جو اسمین سے شامل ہی از عمارت زیرین و بالائی از حجرات و منازل و غرف و مرابط و صحن وغیرہ کے
اپنے وجوہ و شرائط مذکورہ مفصلہ شرعیہ کے موافق صحیح و جائز و لازم نافذ ہی بنا بر اختیار قول ایسے امام کے علماے سلف
اور ائمہ دین مین سے جو ایسے صدقہ کو جسکے وجوہ و شرائط مفصل تحریر ہوئے ہین جائز فرماتا ہی اور یہ میرا حکم دینا بعد خصومت
صحیحہ معتبرہ کے واقع ہوا کہ اس وقف کنندہ کے اور ایسے شخص کے درمیان جسکو شرعا خصومت کا استحقاق ہی میرے
روبرو دونون مین اسکی صحت جواز مین خصومت معتبرہ واقع ہوئی اور اُسنے اسکی صحت و لزوم سے انکار کرکے بجانب
فساد میل کیا پس مین نے حکم دیدیا اور اسکو مبرم کر دیا اور نافذ کر دیا اور اسکے واسطے حکم مذکور جائز کیا اور اس واقف
اسکے روبرو اسکے خصم کے روبرو اسکا احکام کیا بعد ازانکہ مین نے مواقع اختلاف کو جان لیا ہی پھر میرا اجتہاد اسی امر
پر واقع ہوا۔ اور مین نے اس وقف کنندہ کو حکم دیا کہ ان سب محدودات سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور اُس قیم مذکور کے
سپرد کرے اور ایسا کوئی تعرض نہ کرے جو جواز وقف و صحت صدقہ ہذا کے مقتضا کے خلاف ہو اور یہ سب میری
مجلس قضاء واقع شہر فلان مین واقع ہوا اور مین نے اس وقف نامہ کی پشت پر اس سجل کی تحریر کا حکم دیا
کہ اس معاملہ مین حجت رہے اور اسپر اپنے حاضرین مجلس کے ثقات لوگون کو گواہ کر دیا اور بتاریخ فلان واقع ہوا

واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی المحیط

فصل بست وہفتم در رسوم حکام بسبیل اختصار پس اللہ تعالیٰ کی توفیق پر بیان کرتے ہین کہ رسوم حکام مین سے
اول جو بات شروع کیجاوے وہ تحریر منشور ہی چنانچہ اسمعیل بن عباد سے اگر کوئی شخص کسی کام کو طلب کرتا تھا تو اسکے
سامنے کاغذ سپید ڈالدیتے تھے اور کہتے تھے کہ اسپر عہد عمل تحریر کرے پس اگر وہ تحریر پر قادر ہوا تو اسکو مقرر کیا ورنہ
اپنی مجلس سے دور کر دیا۔ شیخ حاکم سمرقندی نے فرمایا کہ تحریر منشور اسطرح لکھی جاوے کہ یہ تحریر اُس عہد کی ہی جو فلان نے
فلان سے عہد لیا درحالیکہ اسکے علم و دیانت و نزاہت و صیانت سے آگاہ ہوا اور اُسکو چند روز امتحان کیا اور معرفت
احکام مین آزمایا پس اُسکو پیرو راہ اخیار و ابرار پایا اُس سے کوئی زلت ثابت نہوئی اور خلل معلوم نہوا پس اُسپر
اعتماد کرکے اُسکو حاکم شہر فلان مقرر کیا اور اُسکو حکم کیا کہ ظاہر و باطن اللہ تعالےٰ سے ڈرے اور خفیہ و اعلان خوف
خداے تعالےٰ کرے کہ یہ سب سے بہتر توشہ ہی جو اُسنے قبر مین اپنے آگے روانہ کیا ہی اور ذخیرہ عقبی جمع کیا ہی اور اللہ تعالیٰ

وتبارک فرماتا ہی کہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین یعنی اللہ تعالی پرہیزگارون ونیکوکارون کے ساتھ ہی اور اسکو حکم کیا کہ تلاوت
قرآن شریف پر مواظبت رکھے کہ اسکی حجتہاے ظاہرہ ودلیلہاے باہرہ مین تدبر وتامل کرے اسواسطے کہ قرآن مجید
ستون حق ہی وراہ وسیع صدق ہی ومژدہ رسان ثواب وترسانندہ از عذاب ہی الجھی باتون کا کھولنے والا اور
اندھیری وتاریکی کا روشن کرنے والا ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی کہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم
حمید یعنی قرآن شریف محکم وپاکیزہ ہی کہ اسکے دائین بائین کسی جانب سے دروغ کی راہ نہین ہی اسکو دانائے مطلق و
ستودہ برحق کامل نے نازل فرمایا ہی - اور اسکو حکم دیا کہ آثار وسنن رسول اللہ تعالی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی درست
مین لاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث واخبار کا تعاہد کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و
وصایا کا سامان اپنے واسطے جمع کرے اور آنحضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق شریفہ وسجایاے مرضیہ سے اپنے آپکو
حتے الامکان آراستہ کرے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف نے لوگون کو ہدایت کی راہ بتائی کہ کبھی انسانی
خواہش کے موافق اس اشرف بشر صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات صادر نہین ہوتی تھی سو جو شخص انکی فرمانبرداری
کریگا وہ بہت غنیمت لے گیا اور جو انکی ممانعت کی باتون سے باز رہا اسنے صحیح سالم نجات پائی اور البتہ اللہ تعالی نے انکی
فرمانبرداری کو قرآن مجید مین اپنی فرمانبرداری کے ساتھ ملایا ہی اور انکے فرمان ذی شان کی تعمیل کو مثل اپنے حکم عالی
کے قرار دیا ہی - اور اسکو حکم کیا کہ اہل علم ودین کے ساتھ محاسب رکھے واہل فقہ ویقین کے ساتھ مدارست ومشاورت
کرے ان امور مین جنکو وہ لازم وجاری کرنا چاہتا ہی اسواسطے کہ سہو وغلط سے بالکل پاک رہنا وزلل وسقط سے تمام
وکمال مامون ہونا مقتضاے بشر نہین ہی اور شورے سے عقل کی بات بیچ پیدا ہوتی ہی اور چند آراے سلیمہ سے دریافت
کرنے مین راہ صواب دریافت ہوتی ہی اور آدمی کو اپنی راے مین مدد لینا پختگی کی بات ہی اور اپنے بھائی مسلمان کی عقل
سے روشنی لینا ہوشیاری کی تدبیر ہی حالانکہ اللہ تعالے نے اپنے پاک پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو جنکی شان حصول
صواب تھی پھر بھی یہ حکم دیا چنانچہ فرمایا کہ وشاورہم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علے اللہ ان اللہ یحب المتوکلین - اور اسکو
حکم کیا کہ دروازہ کھلا رکھے اور درمیان مین حاجت نہ رہے اور خصوم کے واسطے باہر ظاہر رہے اور علی العموم انسے قریب
متصل رہے اور مدعی ومدعا علیہ دونون پر یکسان نظر رکھے اور فیصلہ کے وقت انمین انصاف کرے اور کسی خصم کو
اسکے خصم پر نظر توجہ وکلام التفات سے فضیلت نہ دے اور کسی قول وفعل سے ایک کو دوسرے پر تقویت نہ دے
کہ اللہ تعالے عز وجل نے حکم کو ترازوے عدل وانصاف قرار دیا در باب انقباض وانبساط اور اسمین وضیع وشریف
کو برابر کیا اور ضعیف کے لیے قوی سے مواخذہ کیا چنانچہ فرمایا کہ یاداود انا جعلناک خلیفۃ فی الارض الآیۃ - اور
اسکو حکم کیا کہ جب مدعی ومدعا علیہ اسکے روبرو مرافعہ کرین تو اس قضیہ کا حکم پہلی کتاب اللہ تعالی کی نص سے تلاش کرے
پس اگر نپاوے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ سے تلاش کرے پس اگر نپاوے تو اجماع مسلمین رضی اللہ
عنہم سے تلاش کرے پس اگر نپاوے تو اپنی کوشش بلیغ حکم صواب حاصل کرنے مین صرف کرکے اپنی راے سے
حکم دے - کیونکہ جسنے کتاب عزیز کے موافق حکم دیا اسنے ہدایت پائی اور جسنے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع
کی اسنے نجات پائی اور جسنے بالاجماع کو لیا وہ خطا سے بچا اور جسنے خود اجتہاد کیا وہ معذور ہی اور اللہ تعالی نے
فرمایا کہ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا الآیۃ - اور اسکو حکم دیا کہ حدود کے معاملات مین تثبت کے ساتھ کام کرے

اور گواہون کی تعدیل سے استظہار حال اور عجلت سے اپنے آپ کو بچاوے جو موقع صحیح سے حکم کا مراہق ہوتا ہی اور بسبب عجلت کے
سے دور رہے جو باوجود ظہور کے روکتا ہے کہ اشتباہ کے وقت بتوقف کام کرے اور ظہور کے وقت حکم نافذ کر دے
ولیکن بدین یقین کہ اُسنے حکم اللہ تعالی پورا کیا ہی اور یہی ہی اندازہ منظور بین ہی اور ہرگز ایسا نکرے کہ تعمیل کر کے کسی بری
کو ماخوذ کرے جس سے خفت اُٹھاوے اور ایسا نکرے کہ کسی مجرم کو ترس کھا کر چھوڑ دے چنانچہ اللہ تعالی کتاب عزیز مین
فرماتا ہی کہ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ہم الظالمون ۔ اور اُسکو حکم کیا کہ جو شخص اُسکے سامنے گواہی دے اُسکے حال
کی تفتیش کرے پس ایسے شخص کی گواہی قبول کرے جو لوگون مین پرہیزگار معروف و خوش سیرت شرعی مشہور ہو
عفیف و لطیف شرعی معروف ہو طامع نہو ۔ اور اُسکو حکم کیا کہ یتیمون کے اموال مین بہت احتیاط رکھے کہ انکی حفاظت
و نگہداشت کے واسطے ثقات لوگون کو جو عفیف و صاحب حفاظت و اہتمام ہون انکو مقرر کرے ۔ اور اُسکو حکم کیا
کہ اوقاف کے انتظام کے واسطے ایسے لوگون کو متولی کرے جو اُسکے مصالح و انضباط کو بحسن تدبیر انجام دے سکین
اور اسکے کام مین کفایت کرین اور اس وقف کے فروع و اصول کے حق مین امانت دار سمجھے جاوین اور پسند
کرین کہ اسکی حاصلات بطور حلال آوے اور اُسکے مصارف مین تخریج کی جاوے اور وقف کرنے والون نے جس طرح
مزارعات و اجارات مین شرط کی ہی اسی کی پابندی کرین اور اُنھین کے حکم استغلال و عمارات کے موافق کاربند ہونا
پسند کرین اور باینہمہ انکو بالکل مطلق العنان نچھوڑے بلکہ خود اُنکے چال چلن اس معاملہ مین دیکھ بھال کرتا رہے
اور اُسکو حکم کیا کہ یتیم و بیوہ و بے خاوند عورتون کو اُنکے ہم کفو مردون کے ساتھ نکاح کر دے بشرطیکہ اُنکے اولیاء
موجود نہون اور اُسکو حکم کیا کہ کسی کاتب کو پسند کرے جو محاضر و سجلات سے واقف ہو اور دعوے و قضاء کے علم سے
ماہر ہو حفاظت شروط و عقود و امور مذکورہ کو اچھی طرح کر سکے اور عقود کی تحریرات سے آگاہ ہو اور اُسکو حکم کیا کہ اپنے مخصوص
اعمال دیوان قضاء کو کسی عادل متدین کے سپرد کرے معہ اُسکے جو اسمین وثیقہ جات و محاضر و سجلات و وکالات و
اسماے محبوسین ہین اور خازنون مین سے اپنے تفرس سے جسمین صلاحیت و پرہیزگاری دیکھے اُسکو اسپر موکل کرے
پھر کاتب لکھے کہ یہ عہد فلان تیری جانب نافع اور تجھپر ہی کہ تجھے راہ راست بتاتا ہی اور سیدھی راہ چلاتا ہی کہ اسنے اعلام
و انداز و تقریب و تحذیر سب کر دی ہی پس اسکو اپنا پیشوا کرے کہ امور قضا مین تیرا مقتدا ہو ۔ اور اپنی اقتدا کے واسطے
آئینہ بنالے اور اللہ تعالے واحد پر اپنا توکل مقدم رکھو اور اسی کی توفیق پر بھروسا کر کہ اُس سے ہمیشہ اپنی توفیق کے
واسطے دعا کر اور نعمت طلب کر کہ وہ تجھکو زیادہ عطا فرمائیگا انشاء اللہ تعالے ۔ پھر جو امر اس سے متصل ہی وہ یہ ہی کہ
جو شخص قاضی مقرر ہوا ہی وہ پہلے قاضی کا دیوان اپنے قبضہ مین لے اور اجارات و رقاع کو مرتب کرے اور یہ بات
محاضر و سجلات کے حق مین اچھی طرح قبضہ کرنے و رکھنے کے واسطے ہی ۔ اور خصاف کے ادب القاضی مین ہی کہ پھر جو
اس سے متصل ہی یہ ہی کہ قاضی کو پیشانی اور آخر تحریرات حجت کا لکھنا موافق اُسکے رسم کے معلوم ہو اور اسکے جمیع انواع مین
ایک وہ کہ جو توقیعات سجل پر کتب ترجیح و اعتبار قوام پر و تحریرات توسط و تعلیلات و ذکر حجج و اطلاق و فصل
و تقلیص و اختصار پر ہوتے ہین اور یہ قاضیون مین سے اپنی اپنی پسند ہی ہر ایک اپنی پسند کے لائق توقیع اختیار کر لیتا ہی
نحو اعتصم بالسمیع و ثقتی باللہ تقتی آمن منہم من آمن باللہ الحق مفروض والباطل مرفوض الحمد ثمرۃ الجنۃ والشاکر قید النعمۃ انتثبت
طریق الاصابۃ الطمع قرین الندامۃ للانعکس خطے العاہر الغضب فصدی العقل ۔ قاضی نے ایک عورت کے

کے واسطے اسکے مرد پر نفقہ مقرر کیا کیونکہ قاضی کو اختیار ہی کہ مرد پر اسکی جورو کے واسطے نفقہ مقرر کرے پس قاضی اُسکو حاضر کریگا اور اُسکو حکم دیگا کہ اسکا نفقہ دیا کرے اور اسکی اولاد کا نفقہ دیا کرے اور اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ یہ مرد اسکو ماریگا اور اسکو نفقہ نہ دیگا تو اُسکے واسطے اُسکی ماہواری خرچہ کے موافق جسقدر اپنی عورتون کا کھانے سے خرچہ ہوتا ہی انداز کرکے اسکی قیمت کے درم لگا کر یہ درم اس مرد پر ماہواری مقرر کردیگا۔ پھر اگر اسکی تحریر چاہے تو لکھے کہ قاضی فلان بن فلان کہتا ہی کہ مین نے فلانہ عورت کے واسطے اُسکے شوہر فلان پر اُسکے روبرو اسقدر درم مقرر کردیے اور اُسکو حکم دیا کہ یہ درم برابر ماہ بماہ اُسکو دیا کرے جسوقت اسکا ادا کرنا واجب ہو اُسوقت دیدے اور یہ مین نے اس عورت کے واسطے اس مرد پر مقرر کردیا اور اس عورت کو اجازت دیدی۔ کہ اگر یہ شخص دینے مین تاخیر کرے تو اسکے اوپر قرض لے لے اور وہ اس عورت کا اس مرد پر قرضہ ہوگا کہ اُس سے واپس لیوے اور مین نے اس عورت کے لیے حجت ہونے کے واسطے یہ تحریر لکھنے کا حکم کیا اور اگر شوہر غائب ہو اور عورت نے آکر نفقہ کی نالش کی اور بیان کیا کہ اُسکا شوہر اُسکے پاس سے غائب ہوگیا ہی اور کچھ نفقہ نہین رکھ گیا ہی اور قاضی سے درخواست کی کہ اُسکے واسطے نفقہ مقرر کردے اور گواہ قائم کیے کہ وہ فلانہ بنت فلان بن فلان ہی اور اُسکا شوہر فلان بن فلان غائب ہی تو امام ابوحنیفہ رحنے فرمایا کہ مین غائب پر حکم نہ دونگا اور امام ابو یوسف رحنے فرمایا کہ مین غائب پر نکاح کا حکم نہ دونگا ولیکن اس عورت کے واسطے نفقہ فرض کردونگا پھر اگر شوہر نے نکاح کا اقرار کیا تو عورت مذکورہ اُس سے اپنے نفقہ کا مواخذہ کریگی اسی طرح اگر اُسنے انکار کیا مگر عورت نے اُسپر نکاح کے گواہ قائم کرکے ثابت کیا تو بھی نفقہ کا مواخذہ کریگی۔ پھر فرمایا کہ بنا بر قول امام ابو یوسف رحکے اگر اُسکے واسطے نفقہ فرض کردیا تو عورت مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ قرضہ لے لے اور اگر خود قاضی نے اُسکو قرضہ لینے کی اجازت دی تو یہ بنا بر اصل ثانی رحکے احوط ہی۔ اور فرمایا اگر اسکی تحریر لکھنی چاہے تو لکھے کہ قاضی فلان بن فلان کہتا ہی کہ۔ بعد تقدیر نفقہ کے جسطرح ہمنے اوپر لکھا ہی یون تحریر کرے کہ مین نے یہ تقدیر مذکور اس غائب مذکور پر اسکی جورو فلانہ کے واسطے مفروض کیا اور اس عورت کو اختیار دیدیا کہ اسکے مال سے اسقدر تناول کرے یا اس غائب پر اسقدر قرضہ لے بشرطیکہ اُسکے مال سے اپنی جنس حق سے بنا دے اور اُسکے واپس آنے پر اُس سے واپس لیگی اور یہ حکم مین نے بنا بر قول ایسے امام کے جاری کیا ہی جو اسکو جائز فرماتا ہی اور مین نے اس عورت کو اس معاملہ مین اللہ تعالے سے ڈرنے و پرہیزگاری کا اور ادائے امانت کا حکم کیا پس مین نے اس عورت کو بشرط وفائے عہد مذکور مختار کیا اور مین نے اس عورت کے واسطے حجت ہونے کے لیے اس تحریر کے لکھنے کا حکم دیا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا۔ اور اسی طرح اور نفقات فرض کرنے مین بھی یہی صورت ہی۔ اور اگر وقف کے واسطے قیم مقرر کرنے کی تحریر لکھے تو لکھے کہ قاضی فلان بن فلان کہتا ہی کہ میرے پاس وقف منسوب بفلان کا مرافعہ کیا گیا کہ اُسکا کام خراب و پریشان و تباہ ہو رہا ہی اور اُسکی آمدنی اُسکے مصارف مشروطہ سے کم پڑتی ہی کیونکہ اُسکا کوئی قیم نہین ہی جو اُسکی آمدنی کی فکر و درستی کرے یا اُسکا فلان قیم نالائق ہی یا بدخصلت ہی کہ اُسنے اپنی بے تدبیری سے خراب کر رکھا ہی اور اسوقت ایسے قیم کی حاجت پیش آئی جو اسکے کام کی درستی و اصلاح وحفاظت وضبط و توفیر مین کوشش کرے اور صدقہ کنندہ کے شروط کو جاری رکھے اور ایک جماعت ثقات نے مجھے خبر دی کہ بات یہی ہی جو مجھسے مرافعہ مین بیان کی گئی ہی۔ پس اس امر پر اسکے

کہ فلان شخص اسکا قیم مقرر کیا جاوے کہ اُسکی صلاحیت وسداد کے اوصاف بیان کیے گئے پس مین نے اُسکو اس وقف کا قیم مقرر کیا بدین شرط کہ اسکی حفاظت و تعہد کرے اور اسکی آمدنی مین بڑھاوے۔ اور آمدنی کی مدین نکالے اور اسکی آمدنی کو اُسکے وجوہ و مصارف مین صرف کرے اور جو زمین اسمین سے مردہ ہوگئی ہو اُسکو زندہ کرے اور جو عمارت منہدم ہوگئی اُسکو تعمیر کرے اور اسکی آمدنی مین جسیر کچھ باقی ہو اُس سے وصول کرے اور جو قیم اسمین پہلے ہو مین نے اُسکو برطرف کر دیا اور اس قیم مامور کو تقوی اللہ عز وجل کا حکم دیا و وصیت کی الی آخرہ۔ وصی و قیم پر مشرف مقرر کرنے کی تحریر کی یہ صورت ہی۔ قاضی فلان بن فلان کہتا ہی کہ میرے سامنے فلان بن فلان قیم وقف فلان یا وصی ترکہ فلان پیش کیا گیا اور مرافعہ کیا گیا کہ یہ ترکہ کسی مشرف کا محتاج ہی کہ جو اس وصی یا قیم کی نگہداشت اور اسکا تفقد کرے پس مین نے ایک جماعت ثقات کی خبر دہی سے بات کہی پائی جو میرے سامنے مرافعہ مین بیان کی گئی ہی کہ اس قیم یا وصی کے واسطے کسی مشرف کی ضرورت ہی کہ اسکے احوال کا تفقد کرتا رہے تاکہ اس ترکہ مین دست طمع دراز نکرنے پاوے پس رائے فلان شخص کے مشرف مقرر کرنے پر قرار پائی۔ کیونکہ اُسکی فطانت و ذکاوت و امانت و سداد معلوم ہوئی ہی پس مین نے اُسکو جو پسند کیا گیا ہی اس قیم یا وصی پر مشرف مقرر کیا اور نافذ کر دیا کہ اس قیم یا جو قیم اسمین ہون سب پر یہ شخص مشرف ہی اور ہر قیم و وصی کو جو اس ترکہ مین ہی ممانعت قطعی کر دی کہ کسی تصرف کی بدون رائے اس مشرف کے مباورت نہ کرے اور اس قیم یا وصی کو حکم دیا کہ اس ترکہ کے امور مین کسی طرح کا حل و عقد بدون دریافت رائے اس مشرف کے نہ کرے اور مین نے حکم کیا کہ اسمین حجت ہونے کے واسطے یہ تحریر لکھدی جاوے اور اس مشرف کو مین نے تقوی اللہ عز وجل کی وصیت کر دی۔ اور شیخ الوانصر صفار فرماتے تھے کہ قاضی ان سب مین نہین لکھیگا کہ مین نے اسکو تقوی اللہ عز وجل و امانت کی وصیت کی بلکہ یون لکھیگا کہ مین نے اسکو بشرط تقوی اللہ عز وجل و ادائے امانت کے مقرر کیا یہ ظہیریہ مین ہی

فصل بست و ہشتم۔ مقاطعات کے بیان مین۔ واضح ہو کہ ان تحریرات مذکورہ مین جب کوئی تحریر لکھی جاوے تو اُسکے آخر مین تاریخ لکھنی ضرور ہی تاکہ اشتباہ و التباس نہونے پاوے اور جاننا چاہیے کہ ہر ملت و اہل ملت کے واسطے ایک ایک تاریخ ہی اور ایسے وقت سے تاریخ کو شمار کرتے ہین جب اُنمین کوئی حادثہ مشہورہ عامہ واقع ہوا ہو اور اہل روم کے واسطے تاریخین متفرقہ تھین بنا بر وقائع و حوادث کے جو اُنمین وقتاً فوقتاً واقع ہوئے یہانتک کہ پھر اُنکی تاریخ اس بات پر قرار پائی کہ جب سے سکندر ذو القرنین مرا ہی اُسوقت سے اُنھون نے تاریخ کا شمار کیا اسی طرح اہل فارس کا حال ہی چنانچہ منقول ہی کہ موبد نے جو زمانہ متوکل مین تھا یہ بیان کیا کہ فارسی لوگ اپنے زمانہ مین اپنے درمیان جو سب سے زیادہ عادل بادشاہ ہوتا تھا اُسکے حساب سے تاریخ لکھتے تھے یہانتک کہ اُنکی تاریخ آخرکار یزدگرد بادشاہ کے ہلاک پر قرار پائی جو سب سے آخر اُنکا بادشاہ تھا اور عرب لوگ عام تفرق کی تاریخ لکھا کرتے تھے یعنے جس سال اولاد اسمعیل علیہ السلام متفرق ہوئی اور مکہ سے خارج ہوئی پھر اُنھون نے سال غدر سے تاریخ لکھنی شروع کی اور اُسکا قصہ معروف ہی پھر عام الفیل سے تاریخ لکھنی شروع کی پھر اسکے بعد اُنکی تاریخ اس بات پر قرار پا گئی کہ اول سال ہجرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تاریخ لکھتے ہین اور اسکی ابتدا کرنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور وجہ یہ پیش آئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف

سے یمن مین جو عامل تھا وہ تشریف لایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ لوگ اپنی تحریرات مین تاریخ نہین تحریر فرماتے مین پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ روز بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریخ قرار دین پھر کہا کہ بلکہ وقت وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تاریخ قرار دین پھر سب کی رائے یہ ہوئی کہ ہجرت کے وقت سے تاریخ قرار دیجاوے کہ اسی وقت سے اسلام ظاہر ہونا شروع ہوا ہی پھر سبھون نے ماہ رمضان سے شروع کی پھر سبھون نے محرم سے سال شروع کیا اور تواریخ عربیہ بحساب لیالی مین اور باقی فرقون کی تاریخین روز پر ہین اور وجہ یہ ہی کہ لوگون نے شمسی حساب رکھا ہی اور وہ روز کے حساب سے ہوا اور عرب نے قمری حساب رکھا ہی۔ وقف نامہ جسکے مال وقف کے مصارف بوجوہ متفرقہ ہین۔ اُسکی صورت یہ ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان نے وقف وصدقہ اللہ تعالے کی راہ مین حبس کیا ہی بدین غرض کہ اللہ تعالے کے نزدیک تقرب حاصل کرے اور اپنے خالق ورازق کی جناب مین توسل پیدا کرے اور اُسکے واسطے حشر ونشر کے لیے ذخیرہ ہو جسدن سب لوگ جناب احدیت جل شانہ مین پیش ہونگے اور جسدن مال و اولاد کچھ کام نہ آویگی سواے قلب سلیم کے جسکے پاس ہوگا وہ نجات پاویگا پس اسنے سلطان جلیل کی بارگاہ مین کوچ کرکے حاضر ہونے کا قصد کیا اور سفر دور دراز کا توشہ تیار کیا اور دنیا کو ایسا تھا جیسے سراے مین مسافر ہوتا ہی پس اُسنے مبادرت واجتہاد وسعی وکوشش سے نہایت خوشی سے سامان چاہا کہ یہ بندہ بھی اُن لوگون مین شامل ہو جنکی مرگ کے بعد اُنکے اعمال خیر منقطع نہین ہوتے ہین جیسا کہ سید البشر وصاحب اللوا ء فی المحشر صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا حاصل آنکہ جب آدمی مرجاتا ہی الی آخر الحدیث اور اُسنے اپنی آسانی کے وقت بحضور اللہ تعالی عزوجل اُسکے وسیلہ حاصل کیا تاکہ جنت کی طرف لیجانے مین اُسکے لیے ذریعہ ہو بنابر آنکہ خالد بن معدان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جسکا حاصل یہ ہی کہ قیامت کے روز معروف ومنکر اپنی صورت پر آوینگے پس معروف یعنے امور ثواب اپنے لوگون کو لیکر جنت کی طرف جائیگا اور منکر اپنے لوگون کو لیکر دوزخ کی طرف جائیگا اور جو لوگ دنیا مین اہل معروف ہین وہی آخرت مین اہل معروف ہین اور جو لوگ دنیا مین اہل منکر ہین وہی آخرت مین اہل منکر ہین لہذا اس بندہ ضعیف نے تمام چنین وچنان بہ نیت خالص وصدق طویت آخر تک بدستور مذکور جیسا کہ ہمنے کتاب الوصایا وکتاب الوقف مین تحریر کیا ہی تحریر کرے لیکن ہم اس مقام پر ایسی باتین تحریر کرتے ہین جو وہان نہین لکھی ہین تاکہ کاتب کو اُسکے تحریر کی قدرت وقوت حاصل ہو اور اُسکے حق مین نافع ہون پس ہم کہتے ہین کہ اگر وقف کرنے والے نے چاہا کہ یہ وقف اُسکی اولاد پر ہو تو جسطرح ہونا وہان تحریر کیا ہی اُسی طرح برابر تحریر کرے یہانتک کہ اس تحریر تک پہونچے کہ پھر جو کچھ اُسکی آمدنی بچے وہ اس وقف کرنے والے کی اولاد کے صرف مین لایا جاوے کہ وہ فلان وفلان ہین اور یہ حاصلات باقی برابر اُنکے مصرف مین نسلاً بعد نسلاً صرف کیا جاوے لیکن جبتک اولاد بطن اعلے مین سے زندہ ہین تب تک انھین کو مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے دیا جاوے اور اگر وقف کرنے والے نے مذکر ومؤنث کے درمیان برابر حصہ رکھنا شرط کیا تو یون تحریر کرے کہ مذکر ومؤنث اس حصہ کے استحقاق مین یکسان ہونگے کہ مذکرون کو مؤنثون پر فضیلت نہ دیجائیگی۔ ولیکن تحریر اول اقرب

بصواب ہی اور اسمین اچھا ثواب ہی پھر اسکے بعد لکھے کہ اگر یہ پشت سب گذر گئی اور کوئی انمین سے باقی نہ رہا تو جو حاصلات انکو دیجاتی تھی وہ مسلمان فقیرون و محتاجون کو دیجائیگی اور اس وقف کرنے والے نے یہ وقف صدقہ اپنے قبضہ سے نکال کر اور اپنی باقی املاک و اسباب سے جدا کرکے فلان متولی کو تسلیم صحیح سپرد کر دیا بعد از انکہ فلان متولی مذکور نے اُسکی طرف سے اسکا متولی اور قیم ہونا بقبول صحیح قبول کیا آخر تک بدستور مذکور لکھے اور اگر یہ ہوئی حاصلات اولاد کے مصرف مین دینے مین اسی طرح تفصیل کی کہ بدین شرط جو شخص ان اولاد مین سے مالدار ہو وہ اس حصہ سے محروم رہے پھر اگر وہ محتاج ہو جائے تو اُسکا حصہ اُسکو دیا جاوے تو یہ بہتر ہی اور اگر اُسنے اپنی اولاد پر وقف کرنا نہ چاہا بلکہ یہ شرط کی کہ جو کچھ بچے وہ اُسکی ذات کے واسطے رہے جیسا کہ ہمنے پہلے بیان کیا ہی اور چاہا کہ اُسکی موت کے بعد اُسکی طرف سے کوئی نیک مرد حج کرے اور جو وجوہ متفرقہ مین صرف کیا جاوے تو یون تحریر کرے کہ پھر اگر اُسکو حادثہ موت پیش آوے کہ جس سے کسی کو نجات و چھٹکارا نہین ہی تو یہ فاضلات جو اُسکی زندگی مین اسکے صرف مین آتی تھی وہ اسطرح صرف کیجائے کہ پہلے اسمین سے کسی نیک مرد کو جو اسکی طرف سے اسکے گھر سے جا کر حج کرے اسقدر دیا جائے جو اُسکی آمد و رفت کے واسطے کافی ہو پھر جو کچھ بچے اُسمین سے اتنی بکریان قربانی کے واسطے خریدی جائین کہ اُنمین سے ایک بکری از جانب سید اولاد آدم رسول رب العالمین صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم قربانی کی جائے اور دوسری اس وقف کرنے والے کے والد فلان مرحوم کی طرف سے اور تیسری اس وقف کرنے والے کی والدہ فلانہ بنت فلان مرحوم کی طرف سے اور چوتھی اس وقف کرنے والے کی طرف سے قربانی کی جاوے پس اُسکی وفات کے بعد ہر سال ایام قربانی مین یہ سب بکریان اسی طرح قربانی کی جایا کرین تاکہ وسیلہ نجات حاصل ہو اور ذبح کرنے والے اور کھال کھینچنے والے کی اجرت اسی فاضلات مین سے دیجائے اور ان قربانی کے جانورون کا گوشت و پوست اور چربی اور پائے مسلمان فقیرون اور محتاجون کو صدقہ دیدیا جائے پھر جو کچھ اس فاضلات مین سے باقی رہے اُسمین سے رسوم یوم عاشورا مین جسطرح نوکرون مین معروف ہی کہ روٹی اور حلوا اور برف وغیرہ خریدتے اور پلاتے ہین بطور معروف خرید کرکے اُسکے حق مین اس قیم کو گنجائش دی جائے پھر جو کچھ اس سے باقی رہے اُسمین سے اس صدقہ کرنے والے کے اتنی نماز ہائے فریضہ اور اتنی زکوۃ ہائے فریضہ کی قضا اور اسکی نذر کفارات مین صرف کیا جائے اور جو شخص اسکا متولی ہو اگر وہ اسمین سے خود کھائے اور جسکو چاہے کھلائے تو بطور معروف ایسا کرنے مین کچھ مضائقہ و گناہ نہین ہی پھر جو کچھ باقی رہے اُسمین سے فلان سقایہ کی اصلاح مین جو فلان محلہ مین واقع ہی اور اُسکے واسطے برف خریدنے مین اور سقون کی اجرت دینے مین صرف کیا جا سکتا اور ایام گرما مین اُسی برف کا پانی رکھا جائے اور جو کچھ اسمین ضرورت ہو اُسکے واسطے صرف کیا جاوے پس یہ صدقہ پیوستہ ہو گیا کہ زمانہ گذرنے سے اسمین کوئی خرابی نہوگی بلکہ تاکید و تشدید ہوگی اور قاضیان و حکام اور والیان ملک وغیرہ مین سے جو شخص اللہ تعالی و روز قیامت پر ایمان لایا ہی یہ حلال نہین ہی کہ اسکی کسی غرض مین کچھ تغیر و تبدیل کرے یا اسکو باطل و بیکار کر دے اور اگر اس سے آگاہ ہونے کے بعد اسکو کوئی شخص تبدیل کریگا تو تبدیل کرنے کا گناہ اُسی پر ہوگا جسنے تبدیل کیا ہی اور اُسپر اللہ تعالی کی لعنت و فرشتون و تمام لوگون کی لعنت ہوگی۔ اور اسمین احوط یہ ہی کہ اسکے آخر مین کسی حاکم اسلام کا حکم لاحق کر دے تاکہ اختلاف جاتا رہے اور حکم جاری کرنے کی تحریر کی

صورت یہ ہو کہ اس وقف نامہ کی پشت پر یون لکھے کہ قاضی فلان بن فلان جو شہر فلان و اسکے نواح کے واسطے کار قضا و احکام کا متولی ہو اور اس شہر و نواح کے لوگون مین اسکا حکم قضا رنافذ و جاری ہو کہتا ہو کہ مین نے اس وقف کا معہ اسکی محدودات کے صحیح و لازم ہونے کا حکم دیدیا کہ جو کچھ اس وقف مین دوکانین و رباطات و سرائے و حمامات وغیرہ معہ اپنے شاملات کے از عمارات سفل و علو و حجرات و منازل و صحن و مرابط وغیرہ کے بیان کیے گئے ہین سب کا وقف صحیح و لازم ہو اور یہ حکم مین نے بنا بر اختیار قول ایسے عالم کے علمار سلف مین سے دیا ہو جو ایسے وقت کو با این شروط مفسرہ و وجوہ مذکورہ وقف نامہ ہذا جائز فرماتا ہو اور یہ حکم مین نے بعد اسکے دیا کہ جب میرے سامنے اس وقف کنندہ اور ایسے شخص کے درمیان جسکو اس وقف کی صحت و جواز مین خصومت کرنے کا استحقاق ہو خصومت واقع ہوئی اور مدعا علیہ نے صحت جواز وقف مذکور سے انکار کیا اور بجانب فساد میل کیا پس مین نے اس وقف کنندہ کے روبرو اور اسکے خصم کے روبرو اس وقف کنندہ پر حکم مبرم و قضاے نافذ اسکی صحت و جواز کا جاری کر دیا بعد ازانکہ مین نے مواضع اختلاف کو جان لیا ہو پھر بھی میرے اجتہاد مین یہ آیا کہ یہ صحیح و نافذ ہو پس مین نے اس وقف کرنیوالے کو حکم دیا کہ ان محدودات سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے یہ سب اس قیم مذکور کے سپرد کرے اور اسکی بابت اس قیم سے کوئی تعرض نہ کرے اور یہ مین نے بطریق شہرت و اعلان کیا نہ بطور خفیہ و کتمان اور مین نے اس سجل کی تحریر کا حکم دیا کہ اس وقف نامہ کی پشت پر لکھا جاوے تاکہ اس مقدمہ مین حجت رہے اور اپنی مجلس کے حاضرین ثقات کو گواہ کر دیا یہ بتاریخ فلان واقع ہوا کذا فی الظہیریہ

کتاب الحیل

اور اسمین چند فصلین ہین

فصل اول - حیل کے جواز و عدم جواز کے بیان مین - ہمارے علمار کا مذہب یہ ہو کہ ہر حیلہ جسکو آدمی اسواسطے کرتا ہو کہ اس سے حق غیر باطل ہو جاوے یا اسمین کوئی شبہہ پیدا ہو جاوے یا بغرض تمویہ باطل کرتا ہو تو وہ مکروہ ہو اور ہر حیلہ جسکو بدین غرض کرتا ہو کہ حرام سے خلاص ہو یا اسکے وسیلہ سے حلال تک پہونچ جاوے یعنے حلت حاصل ہو تو یہ روا ہو اور اس قسم حیل کے جواز کے واسطے اصل یہ ہو جو اللہ تعالے نے فرمایا کہ خذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث یعنی اپنے ہاتھ مین ایک مٹھی لیکر ایکبار مار دے اور قسم مین جھوٹا نہو - اور یہ حضرت ایوب علی نبینا و علیہ السلام کے واسطے تعلیم تھی کہ اپنی قسم مین جھوٹے ہونے پاوین کہ انھون نے قسم کھائی تھی کہ اپنی جورو کو سو عود مارونگا - اور عامہ مشائخ کے نزدیک اسکا حکم منسوخ نہین ہو اور یہی مذہب صحیح ہو کذا فی الذخیرہ -

دوسری فصل - مسائل وضو و نماز مین - ایک خندق کا طول دس گز شرعی سے زیادہ ہو لیکن اسکا عرض دس گز شرعی سے کم ہو اور اسمین پانی ہو تو بنا بر قول بعضے مشائخ کے نزدیک اس خندق کے پانی سے وضو کرنا جائز نہین ہو پس ان مشائخ کے قول کے واسطے حیلہ یہ ہو کہ خندق کے قریب ایک چھوٹا گڑھا کھودے پھر خندق و اس گڑھے کے درمیان پتلی سی نہر کھودے کہ خندق سے اس گڑھے مین پانی جاری ہو جاوے پس پانی خندق کا آب جاری ہو جائیگا

پھر چاہے خندق سے وضو کرے یا اس تلی نہر سے وضو کر لے۔ اور اگر کسی شخص نے وضو کیا پھر دیکھا کہ اُسکے ذکر سے تری بہتی ہے اور شیطان اُسکو بسا اوقات ایسا دکھلاتا ہے تو اس وسوسہ کے قطع کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ پانی چھڑک دے پھر جب اُسکو شیطان ایسا وسوسہ دلاوے تو اس تری کو پانی کی تری پر محمول کرے لیکن یہ حیلہ بھی نافع ہوگا کہ جب تھوڑی دیر ہوئی ہو اور پانی کی نمی خشک نہوئی ہو اور اگر یہ نمی خشک ہو گئی ہو پھر اُسنے اپنے ذکر پر تری پائی تو وضو کا اعادہ کرے اسواسطے کہ اُسکو پانی کی نمی پر محمول نہیں کر سکتا ہے۔ اگر موزہ یا جوتہ میں ایسی نجاست لگ گئی جسکا جرم نہیں ہے جیسے پیشاب و شراب وغیرہ تو اُسکا دھونا ضرور ہے خواہ خشک ہو یا تر ہو اور اسکا حیلہ یہ ہے کہ اگر نجاست تر ہو تو مٹی یا ریگ میں چلے حتی کہ بعض اُسمیں سے مٹی سے ملکر خشک ہو جاوے پھر اُسکو زمین میں رگڑ ڈالے تو پاک ہو جائیگا ایسا ہی فقیہ ابو جعفر رہ نے امام اعظم رہ سے روایت کی ہے اور ایسا ہی امام ابو یوسف رہ سے مروی ہے الا آنکہ امام ابو یوسف رہ نے خشک ہو جانا شرط نہیں کیا ہے۔ ایک شخص مسجد میں گیا اور تین رکعات نماز فرض ظہر پڑھ چکا تھا کہ اتنے میں موذن نے اقامت کہی اور اس مصلی کو معلوم ہوا کہ ہنوز مسجد میں جماعت کی نماز نہیں ہوگئی ہے پس اُسنے چاہا کہ میں امام کے ساتھ فرض ادا کروں اور میرے فرض وہی ہوں جو امام کے ساتھ ادا کروں اور یہ بات اُسنے مکروہ جانی کہ یہ نماز جسکو پڑھتا ہے یہ بالکل برباد جاوے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ چوتھی رکعت کے بعد قعدہ نکرے بلکہ پانچویں رکعت پڑھنے کو کھڑا ہو جاوے پس پانچویں و چھٹی دو رکعات پڑھ لے حتے کہ یہ نماز اُسکی امام اعظم رہ و امام ابو یوسف رہ کے نزدیک نفل ہو جاوے پس اپنی فرض نماز کو امام کے ساتھ ادا کرے یہ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے۔ اور اگر چاہا کہ فریضہ فجر ادا کرنے کے بعد قبل طلوع آفتاب کے بدون کراہت کے سُنت فجر پڑھے یعنے مکروہ نہو تو اُسکو چاہیے یہ حیلہ کرے کہ پہلے سنت شروع کرے پھر اُسکو فاسد کر کے جماعت نماز فرض میں امام کے ساتھ شریک ہو جاوے پھر جب امام نماز فرض سے فارغ ہو تو اُسکو قبل طلوع آفتاب کے پڑھ لے اور مکروہ نہوگی اسواسطے کہ اُسکو فاسد کرنے سے وہ اس شخص کے ذمہ قرضہ ہو گئی یعنے اُسکا قضا کرنا واجب ہوا اور جسکا قضا کرنا اُسکے ذمہ واجب ہو اُسکا ایسے وقت قضا کرنا مکروہ نہیں ہے ایسا ہی شیخ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ سے منقول ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ بات جب ہے کہ اُسنے ایسی عادت نہ کر لی ہو بلکہ گاہ گاہے ایسا کرے اور اگر اُسنے عادت پکڑ لی تو یہ بھی مکروہ ہے۔ اور بعض متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں ایک حیلہ اس سے بہتر ہے کیونکہ اس حیلہ مذکورہ میں ایک کار ثواب آخرت شروع کر کے فاسد کرنا پڑتا ہے حالانکہ یہ خود مکروہ ہے چنانچہ اللہ تعالی نے منع فرمایا کہ لا تبطلوا اعمالکم یعنے اپنے کاموں کو باطل مت کرو پس احسن یہ ہے کہ سنت شروع کرے پھر دوبارہ واسطے فرض کے تکبیر کہے پس اس تکبیر سے سنت سے خارج ہو کر فریضہ نماز کا شروع کرنے والا ہو جائیگا اور عمل کا فاسد کرنے والا بھی نہوگا بلکہ ایک عمل سے دوسرے عمل کی طرف تجاوز کرنے والا ہوگا کذا فی المحیط

تیسری فصل۔ مسائل زکوۃ میں۔ ایک شخص کے پاس اُسکی ملک کے دوسو درم ایسی شرائط کے ساتھ موجود ہیں کہ اُسپر زکوۃ واجب و لازم آتی ہے اور اُسنے چاہا کہ مجھپر زکوۃ لازم نہ آوے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ایک درم صدقہ کر دے تاکہ سال کے تمام ہونے پر نصاب ناقص ہو یا سال تمام ہونے سے ایک روز پہلے ایک درم اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کر دے یا اپنے سب دراہم اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کر دے یا اپنے بعض دراہم اپنی اولاد پر پھیلا دے پس زکوۃ واجب نہوگی اور شیخ امام خصاف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے بعض اصحاب نے

اسقاط زکوۃ کے واسطے حیلہ کرنے کو مکروہ جانا ہی اور بعض نے رخصت دی ہی اور شیخ شمس الائمہ حلوانی نے بیان کیا کہ جسنے مکروہ جانا ہی وہ امام محمد بن الحسن ہین اور جسنے اجازت دی ہی وہ امام ابو یوسف رح ہین اور خصاف رحمہ اللہ نے حیلہ اسقاط زکوۃ ذکر کیا اور فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہی کہ زکوۃ واجب نہونے پاوے اور یہ مراد نہین ہی کہ واجب ہوکر ساقط ہوجاوے کذا فی المضمرات اور نیز امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اسقاط شفعہ و حیلہ دفع ربوا وغیرہ بھی منقول ہین ولیکن حیلہ اسقاط زکوۃ مین صدر الشریعت وغیرہ مشائخ کیار نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر تشنیع کی ہی مگر حق یہ ہی کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ بڑے پایہ کے آدمی ہین اور مجتہد پر تشنیع کرنا بیکار ہی اگرچہ یہ ضرور نہین ہی کہ جو بات مجتہد سے خلاف صریح النصوص پاوے اُسکو خواہ مخواہ اختیار ہی کرے اور تقلید بیجا کو فرض جانے اور اس سے ظاہر ہی کہ جمہور مشائخ رح نے امام محمد رح کا قول اختیار کیا ہی اور حیلہ دفع زکوۃ کو مکروہ جانتا ہی اور یہی مختار مترجم عفا اللہ عنہ ہی اگرچہ وہ یہ بھی پسند نہین کرتا ہی کہ امام ابو یوسف پر طعن کیا جاوے کیونکہ تجویز مجتہد نظر بکمال کوشش و اجتہاد صحیح و حق و صدق ہی کہ امید ہی کہ ثواب ملیگا و نظر برین موئد اسکے وہ حکایت ہی جو افضل علماے زمانہ خود و اکمل عارفان عصر خویش شیخ زین الملۃ والدین ابو بکر تائبادی رحمہ اللہ سے حکایت کی گئی ہی کہ انھون نے خواب مین دیکھا کہ ایک عالم شافعی مذہب نے سیدعالم فخر آدم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس شریف مین ابو یوسف رحمہ اللہ پر طعن کیا کہ ابو یوسف رح نے حیلہ اسقاط زکوۃ کو جائز رکھا ہی تو حضرت افضل البشر صلوات اللہ تعالے علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو ابو یوسف رح نے جائز رکھا ہی وہ حق یا صدق ہی کذا ذکرہ القہستانی واللہ اعلم بالجملہ قول امام ابو یوسف رح مختار نہیں ہی۔ اور ہمارے مشائخ نے امام محمد رحمہ اللہ کا قول اختیار کیا ہی تاکہ فقیرون سے مضرت دور رہے کیونکہ درصورت جواز ایسے حیلہ کے انکو نقدی یا غیر نقدی کسی مال و اسباب کی زکوۃ میسر نہ آویگی اسواسطے کہ جسکے پاس چرائی کے چوپائے ہونگے وہ سال تمام ہونے سے ایک روز پہلے انکو انکی جنس یا غیر جنس کے جانورون سے بدل لینے سے کچھ بھی عاجز نہوگا پس سال کی تمامیت کا حکم منقطع ہوجائیگا یا اس نصاب کو کسی ایسے آدمی کو ہبہ کردیگا جسپر اُسکا اعتماد ہوگا پھر سال کے دن پورے ہونے کے بعد اپنی ہبہ سے رجوع کریگا پس سال کا شمار اُسی وقت سے ہوگا جسوقت اُسنے رجوع کرکے قبضہ کرلیا ہی اور جتنے ایام پہلے گذرے ہین اُنکا اعتبار نہ رہیگا اسی طرح دوسرے سال بھی کریگا کہ جب سال ختم ہونے کو ہوگا تب بھی ایک دو روز پہلے ایسا ہی کریگا علی ہذا ہر سال ایسا ہی کریگا پس اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ فقیرون کو ضرر پہونچے۔ اور شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام محمد رح نے کتاب الایمان مین دو مسئلہ ذکر کیے ہین اور دونون مین حیلہ کی راہ بتائی ہی باوجود آنکہ دونون مین حیلہ سے حق شرع ساقط ہوتا ہی ایک یہ ہی کہ ایک شخص پر کفارہ قسم عائد ہوا اور اُسکے پاس ایک خادم ہی تو اُسکو روا نہین ہی کہ روزے رکھکر قسم کا کفارہ ادا کرے پھر فرمایا کہ اور اگر اُسنے خادم کو فروخت کیا یا ہبہ کردیا پھر کفارہ کے روزے رکھے پھر بیع کا اقالہ کرلیا یا ہبہ سے رجوع کرلیا تو روزے سے اُسکا کفارہ ادا ہوگیا اور خادم اُسکی ملک مین باقی رہا پس امام محمد رح نے وجہ حیلہ کی راہ بتائی دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ ایک شخص پر قسم کا کفارہ ہی اور اُسکے پاس اسقدر اناج ہی کہ جس سے کفارہ پورا دے سکتا ہی اور اُسپر قرضہ بھی ہی تو اُسکو کفارۂ قسم روزے رکھکر ادا کرنا جائز نہین ہی اسواسطے کہ یہ مستحیل ہی کہ اُسکے پاس طعام موجود ہو اور وہ کفارہ کے واسطے روزے رکھے اور نیز مستحیل ہی کہ کھانا دیکر کفارہ سے نجات پاوے حالانکہ اُسپر قرضہ ہی پھر فرمایا کہ اگر اُسنے اناج کو پہلے اپنے قرضہ مین دیدیا پھر کفارۂ قسم کے روزے رکھے تو جائز ہی پس اسمین حیلہ کی راہ بتائی پس اگر یہ امر امام محمد رح

کی طرف سے حیلہ کی اجازت ہو تو باب زکوۃ میں امام محمد رح سے دو روایتیں ہو جاوینگی - ایک شخص کا کچھ مال ایک فقیر پر
آتا ہے پس قرضخواہ نے چاہا کہ جسقدر اُسپر آتا ہے اُسی قدر اپنے مال کی زکوۃ میں سے اُسکو دیا تصور کر کے اپنی زکوۃ میں مجرا
کر لے یعنی تصور کرے کہ جو اُسپر قرضہ ہے وہ میرے مال کی زکوۃ ہو گیا تو ہمارے اصحاب سے معروف ہے کہ زکوۃ مال عین کے
دین سے ادا نہو گی اور نہ دوسرے دین کی زکوۃ اس دین سے ادا ہو گی مگر اسکا حیلہ یہ ہے کہ قرضخواہ اُسکو مال عین میں سے
اُسی قدر مال جسقدر اُسپر آتا ہے بہ نیت اپنے مال کے زکوۃ کے دیدے پھر جب قرضدار مذکور اُسپر قبضہ کرے پھر اُسکو اس قرضہ
کی ادائی میں جو اُسپر آتا ہے اس قرضخواہ کو دیدے تو جائز ہے اور نوادر میں مذکور ہے کہ امام محمد رح سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا
تو فرمایا کہ دوسرے کو دینے سے اسکا دینا افضل ہے - اور ہمارے مشائخ متقدمین اپنے مفلس قرضداروں کے ساتھ اس
حیلہ کا برتاؤ کرتے تھے اور اسمین کچھ مضائقہ نہین سمجھتے تھے اور اگر اُسکو یہ خوف ہو کہ اگر اُسنے قرضدار کو بقدر قرضہ کے
زکوۃ میں سے دیا اور اُسنے ادائے قرضہ سے انکار کیا تو کیا کریگا تو ایسا خوف نہین چاہیے کیونکہ وہ ہاتھ بڑھا کر اُسی وقت
اُس سے یہ مال اپنے قرضہ کی ادائی میں لے سکتا ہے اسواسطے کہ اُسنے اپنے حق کی جنس پر قابو پایا ہے اور اگر قرضدار نے
اُسکو روکا اور نہ لینے دیا تو اُسی دم قاضی کے پاس مرافعہ کر سکتا ہے کہ قاضی اُسکو ادائے قرضہ پر مجبور کریگا اور دوسرا حیلہ
یہ ہے کہ قرضدار مذکور سے پہلے ہی سے کہے کہ تو میرے خادمون میں سے کسی کو اپنا وکیل کر دے کہ وہ تیرے واسطے میرے
مال کی زکوۃ مجھسے وصول کر لے اور اُسکو وکیل کر دے کہ وہ تیرا قرضہ مجھے ادا کر دے پس جب وکیل مذکور قبضہ کریگا تو یہ
مال مقبوض اُسکے موکل یعنے قرضدار مذکور کی ملک ہوگا اور وہی وکیل واسطے ادائے قرضہ کے بھی وکیل ہے پس بحکم
وکالت کے یہ مال اپنے موکل کے قرضخواہ کو ادا کر دیگا - اور شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ سب سے بہتر قول اصح
اس حیلہ میں یہ ہے کہ قرضدار کو اپنے مال عین میں سے زکوۃ میں اسقدر دے کہ جسقدر اُسپر قرضہ ہے اُس سے کچھ زیادہ ہو
تاکہ وہ قرضہ پورا ادا کرے اور اُسکے پاس کچھ باقی رہجاوے جس سے وہ اپنا کام چلاوے پس اُسکے دل میں بدگمانی
نہ آویگی کہ وعدہ کو وفا نہ کرے - اور اگر اس قرضہ میں دو شریک قرضخواہ ہون مثلاً دو آدمیون کا ایک شخص پر
ہزار درم قرضہ ہوا اور ایک قرضخواہ نے اپنے حصہ میں اس حیلہ مذکور کا برتاؤ کرنا چاہا اور قرضدار مذکور سے وصول کیا
پھر دوسرے شریک نے چاہا کہ شریک مذکور نے جو کچھ وصول کیا ہے اُسمین سے اپنا حصہ رسد بٹالے تو اُسکو بٹا لینے کا
اختیار ہوگا - پھر اگر شریک نے یہ چاہا کہ ایسی صورت نکلے کہ شریک دیگر اُسکے وصول یافتہ میں بٹائی نہ کر سکے تو اسکا
حیلہ یہ ہے کہ قرضدار کو بقدر قرضہ کے اپنے مال عین سے زکوۃ کی نیت کر کے دیدے پھر قرضدار کو قرضہ میں سے اپنا
حصہ صدقہ دیدے پھر قرضدار مذکور اسکو جو کچھ اُسنے وصول کیا ہے ہبہ کر دے پس یہ صحیح ہوگا اور جو کچھ شریک نے وصول
کیا ہے اُسمین دوسرے شریک کو شرکت کرنے کا استحقاق نہوگا - اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قرضدار کسی شخص سے بقدر حصہ
اُس شریک کے مال قرض لے اور قبضہ کر کے اس شریک کو ہبہ کر دے پھر قبضہ کر کے یہ شریک اسکو اس قرضدار کو
اپنے مال کی زکوۃ کی نیت کر کے دیدے پھر اس قرضدار کو یہ شریک اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دے پس دوسرے شریک کی
اسکی جانب کوئی راہ نہو گی - مسئلہ اگر ایک شخص پر زکوۃ ہے اُسنے چاہا کہ مال زکوۃ سے کسی میت کا کفن دیدے تو یہ جائز
نہین ہے اور اسکا حیلہ یہ ہے کہ میت مذکور کے اہل میں سے جو فقیر ہو اُسکو زکوۃ کا مال دیدے کہ وہ اُس سے میت کو کفن دیدیگا
پس اس شخص کو ثواب زکوۃ ہوگا اور جسنے کفن دیا ہے اُسکو تکفین میت کا ثواب ہوگا اور علے ہذا جتنے امور خیر ایسے ہین

لطیف لکن علی الاختلاف فلیتأمل ومع ہذا فالحکم من فرق بین اسقاط الزکوۃ وبین ما ذکرہ ہنا فی نفس اسقاط حق الشرع فی الیمین فحق الشرع ہو الزجر عن ارتکاب الیمین والحنث لغۃ باعتبار ثم شئ اسقاط وقد وجد احدہما فکیف یسقط حق الشرع فلیتأمل ۱۲ منہ

جنمین تملیک نہین پائی جاتی ہی یعنی زکوۃ کا مال صرف کرنے مین دوسرے کا مالک کردینا نہین پایا جاتا ہی جیسے عمارت مساجد وپلہا سے عمرو رباطات وغیرہ اور بسبب تملیک نہونے کے زکوۃ کا مال صرف کرنا جائز نہین ہوتا ہی کہ زکوۃ ادا نہین ہوتی ہی توان سب مین یہی حیلہ ہی کہ بقدر زکوۃ کے کسی فقیر کو دیدے پھر اُسکو ان کامون مین خرچ کرنے کا حکم کرے پس دینے والے کو ثواب زکوۃ ہوگا اور اس فقیر کو مسجد و پل وغیرہ بنانے کا ثواب ہوگا اور فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ کنارہ جیحون پر زمین موات ہی اسکو ایک قوم نے زندہ کیا تو سلطان کو اختیار ہوگا کہ اُسکے غلات مین سے عشر لیوے اور یہ حکم فقط امام محمدؒ کے قول پر ٹھیک پڑتا ہی اسواسطے کہ جیحون کا پانی اُنکے نزدیک عشری ہی اور پانی ہی پر حاصلات لینے کا مدار ہی اور اگر وہان کوئی رباط ہو اُسکے واسطے سلطان نے انمین سے کچھ مباح کیا تو جائز نہین ہی اور متولی کو یہ اختیار نہوگا کہ اسکو رباط مین صرف کرے اور حیلہ یہ ہی کہ جسقدر رباط کے واسطے مباح کرتا ہی اس مقدار کو فقیرون کو دیدے پھر فقیر لوگ اسکو متولی کو دیدین پھر متولی اُسکو رباط مین صرف کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔

چوتھی فصل ۔ در مسائل روزہ ۔ اگر کسی نے پے در پے دو مہینے کے روزے اپنے اوپر لازم کر لیے اور رجب وشعبان دونون مہینے پے در پے روزے رکھے پھر ناگاہ آخر شعبان مین ایک دن گھٹ گیا تو اسمین حیلہ یہ ہی کہ بقدر مسافت سفر کے سفر کرے پس پہلا روز ماہ رمضان کا اپنے واجب کیے ہوے روزون مین شامل کرکے بہ نیت نذر روزہ رکھے اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنے باپ کے روزون یا نمازون کا جو قضا ہوگئی ہین فدیہ ادا کردے لیکن یہ شخص فقیر ہی تو اُسکو چاہیے کہ دو سیر گیہون ایک فقیر کو دے پھر اُس سے بطور ہبہ مانگ لے پھر یہی گیہون دوسرے روزہ یا نماز کی قضا مین اسکو دیدے پھر اُس سے ہبہ مانگ کر تیسرے روزہ یا نماز کے واسطے دے علی ہذا القیاس یہانتک کہ سب روزے ونمازین قضا کو پورا کردے یہ فتاوے سراجیہ مین ہی عیون مین ہی کہ ایک شخص زید نے قسم کھائی کہ اگر زید اس رمضان مین روزے رکھے تو اُسکی جورو پر تین طلاق ہین پھر اُسنے چاہا کہ قسم مین حانث نہو تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ اس ماہ مین برابر سفر کرے اور افطار کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔

پانچوین فصل ۔ مسائل حج مین ۔ اگر آفاقی یعنی مکہ کے کسی اور جگہ کے رہنے والے نے یہ چاہا کہ مکہ معظمہ مین بدون احرام کے داخل ہو کر میقات سے بغیر احرام باندھے مکہ مین داخل ہو تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ حرم شریف کے باہر کسی ایسی جگہ کسی کام کے واسطے جانے کا قصد کرے جو میقات سے آگے ہی جیسے بستان بنی عامر وغیرہ کہ بستان بنی عامر ایسی جگہ ہی جو میقات سے آگے ہی اور حرم سے خارج ہی پس ایسی ہی کسی جگہ کا قصد کرکے کسی کام کے واسطے داخل ہو پھر جب اس جگہ پہونچ جاوے تو وہان سے بغیر احرام باندھے مکہ معظمہ مین داخل ہوسکتا ہی ۔ یہ ذخیرہ مین ہی۔

چھٹی فصل ۔ مسائل نکاح مین ۔ ہندہ نے زید پر دعوی کیا کہ اسنے میرے ساتھ نکاح کیا ہی اور زید اس سے منکر ہی اور عورت مذکورہ کے پاس گواہ نہین ہین اور امام اعظمؒ کے نزدیک نکاح مین قسم نہین لی جاتی ہی اور عورت مذکورہ نے قاضی سے کہا کہ مین نکاح نہین کرسکتی ہون اسواسطے کہ یہ شخص میرا خاوند ہی مگر نکاح سے انکار کرتا ہی پس آپ اسکو حکم کرین کہ یہ مجھے طلاق دیدے تاکہ مین دوسرا نکاح کرلون اور زید اسکو طلاق نہین دیسکتا ہی اسواسطے کہ طلاق دینے سے وہ اس امر کا مقر ہوا جاتا ہی کہ اُسنے نکاح کیا ہی پس ایسی صورت مین کیا کیا جاے

تو امام زاہد علی بزدوی سے منقول ہی کہ قاضی اُسکے شوہر سے یون کہے کہ تو اس عورت سے کہدے کہ اگر تو میری عورت ہی
جو تجھپر تین طلاق ہین کہ اس تقدیر پر شوہر اُسکے نکاح کا مقر نہوگا پس اُسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر وہ اُسکی جورو ہوگی
تو اُسکے نکاح سے باہر ہو جائیگی اور اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ اپنا نکاح کر لے یہ ذخیرہ مین ہی - زید نے ہندہ پر
نکاح کا دعوی کیا اور قاضی نے بنا بر قول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے ہندہ سے قسم لینی چاہی تو ہندہ کے
واسطے اپنی ذات سے یہ قسم دور کرنے کا حیلہ یہ ہی کہ ہندہ مذکورہ کسی دوسرے شخص سے اپنا نکاح کر لے کیونکہ جب اُسنے
دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہی تو مدعی کے واسطے قسم نہ لیجائیگی اسلیے کہ قسم لینے کا فائدہ یہ کہ وہ قسم سے نکول کرے
کہ جس سے مدعی کے واسطے اُسکا اقرار نکاح ثابت ہو حالانکہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لینے کے بعد اگر اُسنے مدعی
کے واسطے نکاح کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار صحیح نہین ہی پس قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ اُسکا کچھ فائدہ نہوگا - اگر ایک شخص
نے چاہا کہ اپنی جورو کے نکاح کی تجدید کرے یعنے باوجودیکہ نکاح دونون مین ہی مگر اُسنے مکرر از سر نو ایجاب و قبول
کے ساتھ تجدید نکاح چاہی مگر اسطرح کہ اُسپر دوسرا مہر جدید بلا خلاف لازم نہ آوے تو کیا کرنا چاہیے سو جاننا چاہیے
کہ اگر زید نے مثلاً ہندہ سے کسی قدر مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوبارہ اُس سے دوسرے مہر پر نکاح کیا تو اُسکے ذمہ
دوسرا مہر واجب ہونے مین اختلاف ہی اور یہ مسئلہ کتاب النکاح مین گذر چکا ہی پس اگر اُسنے چاہا کہ اسطرح نکاح کی
تجدید کرے کہ بلا خلاف اُسکے ذمہ دوسرا مہر لازم نہ آوے تو یہ کرنا چاہیے کہ نکاح کی تجدید کرے یعنی ایجاب و قبول
کرے اور مہر کا ذکر نہ کرے یا یون کرے کہ مہر اول ہی پر تجدید نکاح کرے پس اُسکے ذمہ دوسرا مہر لازم نہ آویگا - اگر
باپ نے اپنی دختر کا نکاح کسی مرد کے ساتھ کیا اور شوہر والون نے باپ سے یہ درخواست کی کہ کسی قدر مہر کے وصول
پانے کا اقرار کرے تو وصول پانے کا اقرار کرنا باطل ہی اسواسطے کہ مجلس نکاح کے لوگ جانتے ہین کہ یہ بات درحقیقت
جھوٹ ہی اور اگر ہبہ کرنے کی درخواست کی پس اگر دختر مذکورہ بالغہ ہی اور باپ نے کہا کہ مین اپنی دختر مذکورہ کی اجازت سے
اسقدر مہر ہبہ کرتا ہون پھر شوہر کے واسطے دختر کی طرف سے درک کا ضامن ہو یعنے یون کہے کہ اگر دختر مذکورہ نے
ہبہ کی اجازت دینے سے انکار کیا اور تجھسے پورا مہر لیا تو مین بقدر ہبہ کے اُسکی جانب سے تیرے واسطے ضامن
ہون تو یہ ضمانت صحیح ہوگی بسبب اسکے کہ یہ ضمانت بجانب سبب وجوب مضاف ہی - اور اگر دختر مذکورہ صغیرہ ہو تو
ایسی صورت مین ہبہ کے ذریعہ سے حیلہ نہین ہو سکتا ہی لیکن چاہیے کہ تھوڑا مہر جسقدر بہ ہبہ وغیرہ سے ساقط کرنا منظور
تھا اسقدر مہر کو شوہر اپنی جورو کے واسطے اس دختر کے باپ پر اُتار دے اور حوالہ کر دے بشرطیکہ دختر کا باپ بہ نسبت
شوہر کے توانگر ہو پس شوہر کا ذمہ چھوٹ جائیگا یا یہ کرنا چاہیے کہ جسقدر مہر کا ہبہ وغیرہ سے ساقط کرنا منظور تھا اسقدر
اصل مہر سے کم کرکے باقی پر عقد نکاح قرار دین چنانچہ اگر پانچ سو درم مین سے سو درم کے ہبہ واقع ہونے پر اتفاق کیا
تو چاہیے کہ اصل مین ابتدا سے مہر فقط چار سو درم قرار دین - اور اگر ایک شخص نے اپنی دختر بالغہ کے مہر مین سے تھوڑا
معجل اور تھوڑا موجل اور تھوڑا ہبہ قرار دیا جیسا کہ معہود ہی اور شوہر والون نے باپ سے ضمانت طلب کی اور باپ کا
ارادہ یہ ہی کہ اُسکے ذمہ کچھ لازم نہ آوے تو اُسکو یون کہنا چاہیے کہ مین اسقدر مہر ہبہ کرتا ہون پھر اگر دختر مذکورہ نے
ہبہ کی اجازت نہ دی تو یہ مجھپر ہوگا - اور یون نہ کہے کہ مین دختر مذکورہ کی اجازت سے ہبہ کرتا ہون جیسا کہ ہمنے
مسئلہ اولی مین ذکر کیا ہی پس [illegible] ایسا کرنے سے اُسکے ذمہ کچھ لازم نہ آویگا - ایک شخص کا ایک غلام ہی اُسنے درخواست کی

کہ باندی یا آزاد عورت سے اسکا نکاح کر دے اور مولی کو خوف ہوا کہ اگر اُسکے ساتھ نکاح کر دیا تو یہ مولی کے کام مین سستی کریگا یا کوئی مشتری اسکے بعد اِسکی خریداری کی رغبت نہ کریگا تو اِسکا حیلہ یہ ہے کہ اُس سے یہ کہے کہ مین نے اپنی یہ باندی یا یہ عورت آزاد تیرے نکاح مین بدین شرط دی کہ اس عورت کے طلاق کا اختیار میرے ہاتھ مین ہے جب چاہونگا اِسکو طلاق دیدونگا پس اگر غلام نے اِسکو قبول کر لیا تو مولی اُسکی طلاق کا مختار ہو جائیگا جب چاہیگا اُسکو طلاق دے سکیگا ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا اور عورت کو یہ خوف ہوا کہ اُسکو اس شہر سے باہر لیجائیگا یا اُسکے روبرو دوسرا نکاح کریگا پس عورت مذکورہ نے سوائے قسم کے دوسرے طور پر اس امر کی مضبوطی کرنی چاہی تو اِسکا حیلہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ اپنے تئین کسی قدر مہر مسمی پر اُسکے نکاح مین بدین شرط دے کہ اُسکو اس شہر سے باہر نہ لیجاوے اور اگر لیجاوے تو اُسکو اُسکا پورا مہر مثل دیوے اور شوہر اس امر کا اقرار کرے کہ اِسکا مہر مثل ایک لاکھ درم مثلاً ہین یعنے اتنے درم مقدار بیان کر دے جو در واقع اُسکے مہر مثل سے بہت زائد ہے اور وہ شوہر مذکور پر گران ہے اور اپنے اقرار پر گواہ کر لے پس جب شوہر اُس عورت کو شہر سے باہر دوسرے مقام پر لیجانے کا قصد کرے تب ہی اُس سے پورے مہر مثل کا مواخذہ کریگی - اور قاضی ابو علی النسفی رح فرماتے تھے کہ شوہر کی طرف سے یہ اقرار جبھی صحیح ہوگا کہ جب اِسقدر مہر کثیر اسکا مہر مثل ہونا محتمل ہو اور اگر یہ امر محال ہو یعنی عادتاً ایسا نہین ہوسکتا ہے تو یہ اقرار صحیح نہوگا - اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ صورت مذکورہ بالا اُسی امام کے قول کے موافق حیلہ ہوسکتی ہے جو یہ فرماتا ہے کہ شرط دوم مثل شرط اول کے جائز ہے اور بنا بر قول ایسے امام کے جو شرط دوم کو جائز نہین فرماتا ہے اُسکے نزدیک اگر شوہر اُسکو لیکر اسی شہر مین نہ رہا اور باہر لیگیا تو عورت مذکورہ کو صرف اُسکا مہر مثل ملیگا زیادہ کچھ نہ ملیگا اور یہ حیلہ ٹھیک نہوگا پھر درصورتیکہ ایسا اقرار جائز ہوا اور ایسی شرط موافق قول ایسے امام کے جو اُسکو جائز فرماتا ہے جائز ٹھہری حالانکہ وہ عورت بخوبی جانتی ہے کہ جسقدر مہر مثل کا شوہر نے اقرار کیا ہے وہ درحقیقت مہر مثل سے بہت زائد ہے اور شوہر نے اُسکو باہر لیجانا چاہا تو عورت مذکورہ کو حکم قضا کے موافق اس مہر اقراری کا شوہر سے لینے کا اختیار ہوگا ولیکن فیما بینہا و بین اللہ تعالے از راہ دیانت اُسکو مہر مثل سے زائد لینا جائز نہوگا الا اُس صورت مین کہ شوہر مذکور اُسکو بخوشی خاطر اس مقدار زائد کو دیدے - اور اگر عورت مذکورہ نے اُسکے ساتھ بدون حیلہ مذکورہ کے نکاح کیا پھر شوہر نے چاہا کہ اُسکو اس شہر سے باہر لیجاوے پس عورت مذکورہ نے ایسا حیلہ چاہا جس سے شوہر مذکور اُسکو اس شہر سے باہر نہ لیجا سکے تو اُسکی صورت یہ ہے کہ عورت مذکورہ اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی وغیرہ کے واسطے جس شخص پر اُسکو اعتماد ہو اپنے اوپر اُسکے بہت سے قرضہ کا اقرار کر دے اور اسپر گواہ کرا دے حتے کہ جب شوہر یہ چاہے کہ اُسکو اس شہر سے باہر لیجاوے تب جسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہے وہ اُسکو باہر جانے سے مانع ہوگا - ولیکن یہ حیلہ امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق حیلہ ہوسکتا ہے اور امام محمد رح کے قول کے موافق یہ حیلہ کچھ مفید نہین ہے اسواسطے کہ امام محمد رح کے نزدیک عورت مذکورہ کا قرضہ کا اقرار مذکور صرف اُس عورت کے حق مین صحیح ہے اور شوہر کے حق مین کچھ موثر نہین ہے حتے کہ جسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہے وہ شوہر کو اس امر پر مانع نہین ہوسکتا ہے کہ اس عورت کو اپنے ساتھ باہر شہر لیجاوے پھر بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے جب یہ حیلہ درست ہوا اور مقر لہ کو خوف ہوا کہ شاید شوہر اُسکو قسم دلا دے کہ تو قسم کھا کہ درحقیقت اس عورت پر میرا اسقدر قرضہ ہے تو کیونکر جھوٹی قسم کھا سکتا ہے تو اُسکا حیلہ یہ ہے کہ مقر لہ مذکور اس عورت کے ہاتھ اسقدر قرضہ کے عوض مین ایک کپڑا فروخت کر دے حتے کہ اسکے بعد اگر قسم کھا جائیگا تو گنہگار نہوگا - اور اگر اُسنے چاہا کہ ایسا حیلہ کرے جو سب کے

قول کے موافق درست ہو تو اسکی صورت یہ ہو کہ جس شخص پر اس عورت کو اعتماد ہو اُس سے کوئی چیز بہت گران ثمن سے
عوض خریدے یا کسی معتمد علیہ کی طرف سے اُسکے حکم سے یا بدون اُسکے حکم کے کفالت کرے تو بائع و مکفول لہ کو اختیار ہوگا
کہ سب امامون کے قول کے موافق اس عورت مذکورہ کو باہر جانے سے منع کرے یہانتک کہ اُسکا ثمن یا قرضہ ادا کر دے
اور اگر عورت مذکورہ نے کفالت کا اقرار کر لیا تو بھی سب کے نزدیک مکفول لہ کو اختیار ہوگا کہ اسکو باہر جانے سے
منع کرے پس سب کے نزدیک یہ بھی حیلہ صحیح ہو جائیگا - اور حاصل یہ ہو کہ جس صورت مین عورت مذکورہ اقرار
کریگی اور اس مقر بہ کا کوئی سبب بیان کریگی تو اُسکا اقرار سب کے نزدیک مقر لہ وزوج کے حق مین صحیح ہوگا حتے کہ مقر لہ کو
بالاتفاق اختیار ہوگا کہ عورت مذکورہ کو شوہر کے ساتھ باہر جانے سے منع کرے اور جس صورت مین اقرار کریگی اور مقر بہ
کا سبب بیان نہ کریگی تو شوہر کے حق مین اُسکا اقرار موثر ہونے مین ویسا ہی اختلاف ہوگا جیسے مفاد پر بیان کیا ہی
اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام کے ساتھ اپنی دختر کو بیاہ دیا پھر مر گیا تو نکاح فاسد ہو جائیگا اسواسطے کہ دختر مذکورہ
اگر تنہا وارث ہوئی تو پورے رقبہ غلام مذکور کی مالک ہو گئی اور اگر اُسکے ساتھ دوسرا کوئی وارث ہو تو حصہ غلام کی مالک
ہوئی اور بہر حال کسی طرح مالک ہونے سے نکاح فاسد ہو جائیگا پھر اگر مولی نے چاہا کہ اُسکے مرنے کے بعد نکاح فاسد
نہ ہونے پاوے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ غلام مذکور کو پہلے کسی قدر مال پر مکاتب کر دے پھر اُسکے ساتھ اپنی دختر کا نکاح کر دے پس
مولی کے مرنے سے اسکا نکاح فاسد نہو گا یہ محیط مین ہی - ایک مرد نے ایک عورت سے درخواست کی کہ اسکے ساتھ
نکاح کر لے پس عورت نے اسکو منظور کیا لیکن عورت نے اس امر کو مکروہ جانا کہ یہ بات اُسکے ولی لوگون کو معلوم ہو پس عورت
مذکورہ نے اپنے نکاح کرا دینے کا اختیار اسی مرد مذکور کے ہاتھ مین دیدیا تو اُسکا یہ نکاح جائز ہوگا - اور اگر شوہر نے
اس امر کو مکروہ جانا کہ گواہون کے حضور مین اُسکا نام لے تو اسکا کیا حیلہ ہو سو امام خصاف رح نے فرمایا کہ جب عورت
نے اپنے نکاح کرا دینے کا اختیار اُس مرد کو دیا اور دونون نے باہم کسی قدر مہر پر اتفاق کیا تو شوہر خود گواہون سے کہے کہ
مین اگر اُسنے کہ مین نے ایک عورت سے اپنے ساتھ نکاح کرنے کو کہا اور اُسکو اسقدر مہر دیا پس وہ اس امر سے
راضی ہوئی اور اُسنے اپنے اس کام کا اختیار مجھکو دیا کہ مین اُس سے نکاح کر لون پس مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے
اُس عورت سے جسنے اپنے نکاح کا اختیار اسقدر مہر پر مجھے دیا ہی نکاح کیا پس دونون کے درمیان نکاح منعقد ہو جائیگا
بشرطیکہ مرد مذکور اُسکا کفو ہو ایسا ہی امام خصاف رح نے اس حیلہ کو ذکر فرمایا ہی اور شیخ اجل شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ امام
خصاف رح نے جواز نکاح کے واسطے اسی قدر شناخت پر اکتفا کیا ہی - اور بعضے مشائخ فرماتے تھے کہ یہ خصاف رحمہ اللہ کی
ہی اور ایسے نکاح کے جائز ہونے مین کلام ہی اسوجہ سے کہ عورت مذکورہ اتنی بات سے شناخت مین نہین آئی یہ
مشائخ بلخ سے منقول ہی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ امام خصاف رح علم کی کان ہین اور وہ ایسے شخص ہین کہ
انکی پیروی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی - فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رح سے دریافت کیا گیا کہ دو بھائیون نے دو بہنون سے نکاح کیا
پھر شب عروسی کی رات مین لوگون مین نادانستگی مین ہر ایک کی جورو کو دوسرے پاس بھیجدیا اور آگاہ نہونے سے
یہانتک کہ صبح ہو گئی تو یہ معاملہ امام اعظم ابوحنیفہ رح کے پاس پیش کیا گیا تو فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک مرد اپنی
منکوحہ کو ایک طلاق بائن دیدے پھر دونون مین سے ہر ایک اُس عورت سے نکاح کر لے جسکے ساتھ اُسنے دخول کیا ہی
اور مناقب ابوحنیفہ رح مین اس مسئلہ کا ذکر ہی ایک حکایت کے ساتھ کہ کوفہ کے بعضے اشراف لوگون مین یہ سانحہ واقع

ہوا تھا حالانکہ اُنھون نے طعام ولیمہ کی دعوت مین اُس زمانہ کے علماء کو بلایا تھا اور اُنمین امام ابو حنیفہ رح بھی تھے اور اُس
زمانہ مین امام رحمہ اللہ نوجوان آدمیون مین شمار تھے پس سب علماء دسترخوان پر بیٹھے تھے کہ ناگاہ عورتون کا غل غپاڑا سنائی
دیا تو دریافت کیا گیا کہ ان لوگون کو کیا سانحہ پیش آیا پس لوگون نے بیان کیا کہ شب زفاف مین لوگون سے غلطی ہوگئی
کہ دونون بھائیون مین سے غلطی سے ہر ایک کی منکوحہ دوسرے کے پاس بھیجدی اور ہر ایک نے اُس عورت سے دخول
کیا جو اُسکے پاس بھیجی گئی تھی اور لوگون نے کہا کہ عالم لوگ اسوقت دسترخوان پر تشریف رکھتے ہین اُنسے یہ مسئلہ
دریافت کرنا چاہیے پس اُنسے دریافت کیا گیا تو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین حضرت علی
کرم اللہ وجہہ نے یہ حکم دیا ہے کہ دونون شوہرون مین سے ہر ایک پر اُس عورت کا مہر لازم آیا جسکے ساتھ اُسنے دخول کیا ہے
اور ہر ایک عورت پر عدت واجب ہے پھر جب عدت گذر جاوے تو اُسکا شوہر اُسکے ساتھ دخول کرے اور امام ابو حنیفہ رح
دسترخوان کے کونے پر اپنی انگلی مارتے تھے اور خاموش تھے جیسے کوئی شخص متفکر ہوتا ہے پھر اتنے مین جو شخص امام ابو حنیفہ
کے پہلو مین بیٹھا تھا اُسنے یہ حالت دیکھکر اُنسے کہا کہ اگر آپ کے پاس اس معاملہ مین کوئی اور حکم ہو تو اُسکو ظاہر کیجیے۔ تو
امام سفیان ثوری رح یہ بات سُنکر غضبناک ہوگئے اور فرمایا کہ معاملہ وطی شبہہ مین حضرت علی کرم اللہ تعالے وجہہ کے
حکم کے بعد اِنکے پاس کیا حکم ہوگا پھر امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ دونون شوہرون کو میرے پاس بلاؤ پس دونون
بلائے گئے پس دونون سے پوچھا کہ آیا تجھکو وہ عورت پسند ہے جس سے تو نے زفاف کیا ہے تو ہر ایک نے کہا کہ ہان
پھر ہر ایک سے کہا کہ تو اپنی منکوحہ کو طلاق بائن دیدے پھر اسکے بعد ہر ایک کے ساتھ اُسی عورت کا نکاح کر دیا
جسکے ساتھ اُسنے دخول کیا تھا اور کہا کہ اب اپنی اپنی مدخولہ جورو کے پاس جاؤ اللہ تعالے تم مین برکت کرے پھر
سفیان ثوری نے کہا کہ تمنے یہ کیا کیا تو ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ مین نے ایسی بات کی کہ جو سب سے بہتر ہے کہ جس سے
باہمی اچھی محبت برادرانہ باقی رہیگی اور کسی طرح کی عداوت نہوگی تم یہ نہین دیکھتے ہو کہ اگر دونون مین سے ہر ایک
اس امر پر صبر کرتا کہ عدت گذر جاوے پھر اُسکو اپنی جورو بنا دے تو کیا اُسکے دل مین یہ خیال نہ رہتا کہ میری اس جورو
کے ساتھ میرے بھائی نے دخول کیا ہے سو مین نے یہ کیا کہ ہر ایک سے اُسکی منکوحہ کو طلاق دلوا دی۔ اور چونکہ اُسنے
اپنی منکوحہ کے ساتھ دخول نہین کیا اور نہ خلوت واقع ہوئی اور نہ اُسپر طلاق کی عدت لازم آئی پھر مین نے ہر ایک
کو اُسی عورت کے ساتھ تزویج کیا جس سے اُسنے دخول کیا ہے اور وہ اُسکی معتدہ ہے اور اُسکی عدت اُسکے نکاح سے
مانع نہین ہے پس ہر ایک اپنی جورو کو لیکر خوش خوش چلا گیا پس اہل علم نے امام ابو حنیفہ رح کی فطانت اور حسن تامل
سے تعجب کیا اور اس حکایت مین اس مسئلہ کی فقاہت کا بیان ہے جسپر کتاب کو ختم کیا ہے کذا فی المبسوط۔

ساتوین **فصل**۔ در طلاق۔ ایک مرد نے اپنی جورو کو لکھا کہ میری ہر جورو سوائے تیرے اور سوائے فلانہ عورت
کے مطلقہ ہے پھر فلانہ عورت کا ذکر محو کیا اور خط کو اپنی جورو کے پاس روانہ کیا تو فلانہ عورت مطلقہ نہوگی۔ اور مطلقہ
ثلثہ کے واسطے یہ حیلہ جیدہ ہے کہ جب ایسی عورت کو جسکو تین طلاق دیگئی ہین یہ خوف ہو کہ حلالہ کرانے مین دوسرا
شوہر اُسکو رکھ لیگا اور طلاق نہ دیگا تو جس مرد سے تحلیل یعنے حلالہ کرانا منظور ہے اُس سے قبل نکاح واقع ہونے کے
کہا جاوے کہ تو کہہ کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور ایک دفعہ تیرے ساتھ وطی کرون تو پھر تجھپر تین طلاق ہین پس
جب ایسا کہیگا تو بعد نکاح اور ایک مرتبہ وطی واقع ہونے کے بعد ہی وہ مطلقہ ہو جائیگی اور چھٹکارا حاصل ہو جائیگا

اور دوسرا حیلہ اصل مسئلہ مین یون ہی کہ عورت مذکورہ مرد حلالہ کرنے والے سے کہے کہ مین نے اپنے تئین تیرے نکاح مین
اس شرط سے دیا کہ میری طلاق کا اختیار میرے ہاتھ مین ہی جب چاہونگی اپنے آپ کو طلاق دیدونگی پھر وہ مرد اسکو قبول
کرلے تو عورت مذکورہ کو اختیار طلاق حاصل ہو جائیگا جب چاہیگی اپنے آپ کو طلاق دیدیگی - اور اگر محلل یعنے حلالہ
کرنے والے مرد نے ابتدا سے یون کہا کہ مین نے تجھسے اس شرط سے نکاح کیا کہ تیرا کار طلاق تیرے اختیار مین ہی جب
چاہے تو اپنے تئین طلاق دیدے پس عورت نے اسکو قبول کیا تو کار طلاق اس عورت کے اختیار مین نہوگا لیکن
اگر شوہر محلل نے اسطرح کہا کہ مین نے تجھسے اس شرط سے نکاح کیا کہ تیرا کار طلاق تیرے اختیار مین بعد میرے تجھسے نکاح
کرلینے کے ہی جب چاہے تو اپنے آپ کو طلاق دیدے پس عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو عورت مذکورہ کا کار طلاق
اسکے اختیار مین ہو جائیگا - ایک عورت نے جسکو تین طلاق دیگئی ہین چاہا کہ حلالہ کرا کے پہلے خاوند کے پاس جاوے
مگر اسکو یہ امر گران گذرتا ہی کہ کسی مرد سے نکاح کرے اور یہ مشتہر ہو کہ یہ وہی عورت ہی جسنے حلالہ کرایا ہی تو اسکے واسطے
حیلہ یہ ہی کہ اگر اس عورت کے پاس مال ہو تو اس مال مین سے ایک مملوک کا ثمن کسی ایسے شخص کو جسپر اسکو اعتماد ہو
ہبہ کردے پھر موہوب لہ اس ثمن کے عوض ایک غلام صغیر قریب بلوغ جو عورت سے جماع کرنے کے لائق ہو خریدے
پھر وہ اس غلام کو اس عورت مذکورہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے - اور یہ عورت اسکے ساتھ دو گواہان
عادل کے سامنے نکاح کرے پھر جب یہ غلام اسکے ساتھ دخول کرے تو مولاے غلام مذکور اس غلام کو اسی
عورت کو ہبہ کرے اور یہ عورت اسکو قبول کرکے قبضہ کرلے پس نکاح ٹوٹ جائیگا پھر جب عدت پوری ہو جاوے
تو نکاح صحیح کرکے اپنے خاوند اول کے پاس واپس چلی جاوے اور اس غلام کو کسی دوسرے شہر مین بھیجدے
کہ وہان فروخت کیا جاوے پس اسکا بھید پوشیدہ رہیگا ایسا ہی اس حیلہ کو امام خصاف رح نے ذکر فرمایا ہی - اگر
ایک شخص نے چاہا کہ اپنی جورو کو طلاق دے مگر طلاق واقع نہو تو اسکو چاہیے کہ طلاق مین استثنا کرے یعنی
انشاء اللہ تعالے کہے ولیکن یہ چاہیے کہ لفظ استثنا زبان سے کہے اور طلاق کے الفاظ سے ملا ہوا کہے (یعنے
تجھپر طلاق ہی انشاء اللہ تعالے) جدا کرکے نہ کہے کہ جدا کیا ہوا استثنا کارآمد نہین ہوتا ہی جیسے کہ اگر اسنے اپنے دل مین
پوشیدہ رکھا تو وہ کارآمد نہین ہی - اور استثنا کا مسموع ہونا آیا شرط ہی یا نہین ہی سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی
بعضون نے کہا کہ شرط نہین ہی صرف یہ شرط ہی کہ حروف ٹھیک ہون اور الفاظ زبان سے برآمد ہون اور بعضون
نے کہا کہ مسموع ہونا شرط ہی اور یہ مسئلہ کتاب الطلاق مین مذکور معروف ہی پھر جبکہ طلاق یا عتاق کے ساتھ لفظ
استثنا کو متصل کیا تو جس عورت کو طلاق دی یا جس مملوک کو آزاد کیا ہی اسکو طلاق دہندہ یا آزاد کنندہ کہا جائیگا
یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی حالانکہ بالاتفاق طلاق یا عتاق کا واقع ہونا ثابت نہین ہوا پس اگر ایک
شخص نے قسم کھائی کہ واللہ مین آج کے روز اپنی جورو کو ایک طلاق یا تین طلاق دونگا پس اسی روز اس عورت
سے کہا کہ تجھپر تین طلاق ہین انشاء اللہ تعالے یا کہا کہ تجھپر تین طلاق بعوض ہزار درم کے ہین پس عورت نے کہا کہ
مین نہین قبول کرتی ہون تو اس شخص کی قسم پوری ہو جائیگی اور اپنی قسم مین جھوٹا نہوگا اور اسی کو مشائخ بلخ رح
نے اختیار کیا ہی اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہی حتے کہ امام اعظم رح سے صریح اسطرح مروی ہی کہ اگر کسی نے کہا
کہ واللہ آج کے روز اپنی جورو کو تین طلاق دونگا یا کہا کہ ایک طلاق دونگا تو اسمین حیلہ یہ ہی کہ اس سے کہے کہ

تجھکو طلاق ہی اگر اللہ تعالی چاہے یا کہے کہ تجھپر تین طلاق بعوض ہزار درم کے ہین اور عورت اسکو قبول نہ کرے پس وہ مرد اپنی قسم مین جھوٹا نہوگا اور اسکی قسم پوری ہو جائیگی اور اسی طرح اگر فروخت کرنے کی قسم کھائی تو بطور بیع نامہ فروخت کر دے کہ قسم اتر جائیگی پس اسکا فروخت کنندہ ہونا اور موجب ملک ہونا اعتبار کیا جائیگا اگرچہ ملک ثابت نہین ہوئی پس ایسا ہی طلاق مین استغنا ہونے کی صورت مین بھی وہ طلاق دہندہ اعتبار کیا جائیگا اگرچہ اس سے طلاق واقع نہوگی اور ہمارے مشائخ فرماتے ہین کہ وہ طلاق دہندہ نہوگا اور اسکو انھون نے ظاہر الروایۃ کا حکم قرار دیا ہی اور نیز مسئلہ متقدمہ مین فرمایا کہ قسم کھانے والا اپنی قسم مین ظاہر الروایۃ کے موافق سچا نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی ایکمرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر مین آج تجھے تین طلاق ندون تو تجھپر تین طلاق ہین تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ اس سے کہے تجھپر تین طلاق بعوض اسقدر مال کے ہین اور عورت اسکو قبول نکرے پس ایک روایت کے موافق امام اعظم سے مروی ہی کہ طلاق واقع نہوگی اور اسی پر فتوے ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنی جورو کو طلاق بائن دیدی پھر اس سے انکار کیا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ عورت مذکورہ ایسے گھر مین داخل ہو جہان اسکا شوہر ہی پس اسکے شوہر سے کہا جاوے کہ تو نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ اس گھر مین ہی پس وہ کہیگا کہ میری کوئی جورو اس گھر مین نہین ہی پس اس سے کہا جاوے کہ تیری ہر عورت جو اس دار مین ہو اسکو طلاق ہی پس جب وہ ایسی حلف کرلے تو عورت مذکورہ ظاہر ہو جاوے پس اسکی طلاق ظاہر ہو جائیگی۔ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلان شخص سے کلام نکریگا اور اگر اس سے کلام کرے تو اسکی جورو پر تین طلاق ہین تو اسمین حیلہ یہ ہی کہ جورو کو ایک طلاق بائن دیدے اور اسکو چھوڑ دے یہانتک کہ اسکی عدت گذر جاوے پھر فلان شخص سے کلام کرے پھر اسکے بعد اس عورت سے نکاح کرلے یہ سراجیہ مین ہی۔

اور نہ قسم کا کفارہ آوے اگر نیگا ۱۲ منہ

آٹھوین فصل۔ خلع کے بیان مین۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تجھپر تین طلاق ہین اگر تو مجھسے خلع کی درخواست کرے اگر مین تجھے خلع نکردون۔ اور عورت مذکورہ نے اپنے مملوکون کے آزاد ہو جانے پر اپنے مال کے صدقہ کی قسم کھائی اگر اس سے رات ہونے سے پہلے خلع نہ مانگے پس مرد مذکور امام ابو حنیفہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور اسنے دریافت کیا تو امام رحمہ اللہ نے عورت مذکورہ سے فرمایا کہ تو اس سے خلع کی درخواست کر پس اسنے اپنے شوہر سے کہا کہ مین تجھسے درخواست کرتی ہون کہ تو مجھے خلع کر دے پس امام ابو حنیفہ رح نے اسکے شوہر سے فرمایا کہ تو کہہ کہ مین نے تجھے ہزار درم پر خلع دیا کہ تو ان ہزار درم کو مجھے دے پس اسکے شوہر نے یون ہی کہا پھر امام ابو حنیفہ رح نے عورت مذکورہ سے فرمایا کہ تو کہہ کہ مین اسکو نہین قبول کرتی ہون پس عورت مذکورہ نے اس سے کہا کہ مین اسکو نہین قبول کرتی ہون پھر امام رحمہ اللہ نے دونون سے فرمایا کہ تم دونون میان و بیوی جاؤ تم دونون کی قسم اتر گئی۔ اور دوسرا حیلہ جبکہ عورت مذکورہ نے اپنے مملوکون کے آزاد ہو جانے اور اپنے مال کے صدقہ کی قسم کھائی ہو تو عورت مذکورہ کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ عورت مذکورہ اس سب کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جسپر اسکو اعتماد ہو پھر وہ تمام دن گذر جاوے اور رات ہونے سے پہلے شوہر سے خلع کی درخواست نکرے یہانتک کہ جب رات آویگی تو اسکی قسم اتر جاویگی مگر قسم کی جزا کچھ نہوگی اسواسطے کہ اسکی ملک مین کچھ مال ہی نہین ہی پھر اسکے بعد مشتری بیع کا اقالہ کرلے یہ محیط مین ہی۔

نوین فصل قسمون کے بیان مین۔ ایک مرد نے قسم کھائی کہ کوفہ مین تزوج نکریگا تو اسکا حیلہ یہ ہر کہ مرد مذکور و عورت کا ولی دونون کوفہ سے باہر جاکر عقد نکاح قرار دین اور ایجاب و قبول معہ گواہون کے پورا ہو جاوے پس وہ مرد اپنی قسم مین حانث نہوگا۔ اور دوسرا حیلہ یہ ہر کہ مرد مذکور کسی مرد کو وکیل نکاح کردے پھر وکیل اور عورت دونون کوفہ سے باہر چلے جاوین اور وہان جاکر عقد نکاح قرار دین تو موکل مذکور اپنی قسم مین حانث نہوگا و معتبر اس باب مین وکیل کا جانا ہونا ہر نہ موکل کا۔ اگر ایک مرد نے قسم کھائی کہ بخارا مین اپنی عورت کو طلاق ندیگا تو بقیاس مسئلہ نکاح مذکورہ بالا کے یہ حیلہ ہر کہ خود بخارا سے باہر جاکر اسکو طلاق دیدے یا کسی کو وکیل کردے وہ بخارا سے باہر جاکر اسکو طلاق دیدے پس قسم کھانے والا حانث نہوگا۔ ایک شخص نے سفر کا قصد کیا پس اسکی جورو نے اس سے قسم چاہی کہ ہر باندی جسکو وہ خریدے وہ آزاد ہی پس اگر عورت مذکورہ نے اسکو اسطور پر قسم دلائی تو اسکا حیلہ یہ ہر کہ قسم کے جواب مین کہے کہ ہان اور اس ہان کہنے سے دل مین کوئی خاص شہر یا گانون مراد لے پس جب اسطرح ارادہ و نیت مین کر لیا پس اس شہر یا گانون کے سوائے دوسری جگہ باندی خریدے تو وہ آزاد نہو جائیگی۔ اور اس مسئلہ سے یہ اشارہ نکلتا ہر کہ اگر کسی نے دوسرے کو قسم دلائی اور اس دوسرے نے اسکے جواب مین کہا کہ ہان تو یہ کافی ہر اور یہ شخص اس قسم کے ساتھ جو اسکو دلائی ہر قسم کھانے والا ہو جائیگا حالانکہ یہ صورت ایسی ہر کہ اسمین متاخرین مشائخ نے اختلاف کیا ہر بعضون نے کہا کہ ہان کر دینا کافی نہین ہر بلکہ قسم کی تصریح کرنی ضرور ہر اور بعضون نے کہا کہ ہان کر دینا کافی ہر اور یہی مسئلہ مذکورہ دلیل ہر اور یہی صحیح ہر یہ ذخیرہ مین ہر۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر مین ایسا کرون تو میرا غلام آزاد ہر اور تمام میرا مال جسکا مین مالک ہون سب صدقہ ہر تو اسکا حیلہ یہ ہر کہ یہ سب مال ایسے شخص کو جسپر اسکو اعتماد ہو ہبہ کردے اور اسکے سپرد کردے پھر اس فعل کو کرے پھر جسکو ہبہ کیا ہر اس سے ہبہ سے رجوع کرکے واپس لے۔ ایک شخص نے یہ چاہا کہ اپنی باندی کو مکاتب کردے اور اس سے وطی بھی کرے تو وہ شخص اس باندی کو اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کردے پھر اس سے نکاح کرے بشرطیکہ اسکے نکاح مین کوئی عورت حرہ نہو پھر اس سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ آزاد ہوگی یہ سراجیہ مین ہر۔ اور عیون مین لکھا ہر کہ اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنے غلام کو مدبر کرے لیکن اسطرح مدبر کرے کہ اسکو اس غلام کے فروخت کا بھی اختیار رہے تو اس غلام سے یون کہے کہ اگر مین ایسی حالت مین مرون کہ تو میری ملک مین ہو تو تو آزاد ہر تو یہ جائز ہر اور جب وہ مرگیا تو غلام مذکور آزاد ہوگا ایسا ہی حسن بن زیاد نے امام اعظم رہ سے روایت کی ہر کہ ایسے مدبر کی بیع جائز ہر یہ تاتارخانیہ مین ہر۔ اگر زید کے عمرو پر سو درم قرضہ ہون پس زید نے کہا کہ اگر مین آج کے روز ان سو درم کو متفرق لون تو میرا غلام آزاد ہر تو اسکا حیلہ یہ ہر کہ سو درم مذکور مین سے کوئی ٹکڑا متفرق لے یا اکٹھا لے لے۔ اور اگر اسنے کہا کہ اگر مین نے آج کے روز ان سو درم کو سوائے اکٹھا کے وصول کیا تو میرا غلام آزاد ہر پھر اس سے اکٹھا سو درم وصول کیے لیکن اسمین کوئی درم ستوق پایا اور چاہا کہ اسکو بدل لے اور قسم جھوٹی نہو تو اسکا حیلہ یہ ہر کہ اسکو دوسرے روز بدلے پس قسم جھوٹی نہوگی اسی طرح اگر اسنے بالکل تبدیل ہی نکیا تو بھی قسم جھوٹی نہوگی۔ لیکن اگر اسنے اسی روز اس درم کو بدل لیا تو قسم جھوٹی ہو جائیگی۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلان سے اپنا حق لے لیگا یا وصول کریگا پھر اسکو یہ مصلحت پیش آئی کہ خود اس سے نہ وصول کرے تو اسکا حیلہ یہ ہر کہ کسی دوسرے کو وکیل کردے کہ وہ اس سے وصول کرلے پس قسم جھوٹی نہوگی۔ اسی طرح اگر اسکو یہ مصلحت پیش آئی کہ جس فلان سے لینے کی قسم کھائی ہر اسکے ہاتھ سے وصول کر

تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اس فلان کے وکیل کے ہاتھ سے وصول کرے تو بھی قسم جھوٹی نہو گی اسی طرح اگر اُسنے ایسے شخص کے ہاتھ سے
وصول کیا جسنے فلان مذکور کی طرف سے اُسکے حکم سے مال مذکور کی کفالت کی ہو یا ایسے شخص سے وصول کیا جسپر فلان
مذکور نے یہ مال اُترا دیا ہو تو بھی قسم پوری ہو گی ایسا ہی امام قدوری نے ذکر فرمایا ہو اور عیون مین ایک مسئلہ مذکور ہو جو
اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ اُسکی قسم جھوٹی ہو جائیگی اور اُسکی صورت یون مذکور ہو کہ زید نے قسم کھائی کہ آج کے روز اپنا
قرضہ اپنے قرضدار عمرو سے وصول نکریگا پھر اُسی روز عمرو کے وکیل سے وصول کیا تو قسم جھوٹی ہو جائیگی اور اگر مطلوب سے
وصول کیا تو جھوٹی نہو گی اسی طرح اگر قرضدار کے کفیل سے یا ایسے شخص سے جسپر قرضدار نے اُترا دیا ہو وصول کیا تو بھی قسم
جھوٹی نہوگی - اور قدوری مین لکھا ہو کہ اگر قرضدار نے قسم کھائی کہ مین فلان شخص کو اُسکا حق دیدونگا پس اُسنے اپنے وکیل
کو ادا کرنے کا حکم دیا یا کسی پر اُترا دیا جس سے قرضخواہ نے وصول کر لیا تو قرضدار مذکور کی قسم پوری ہو جائیگی اور اگر قرضدار
مذکور کی طرف سے کسی شخص نے بطور احسان ادا کر دیا تو قرضدار مذکور کی قسم جھوٹی ہو جائیگی - اور اگر اُسنے کہا کہ میری یہ مراد
تھی کہ یہ فعل بنفس خود کرونگا تو قضاءً و دیانۃً اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی - اور نیز قدوری مین لکھا ہو کہ اگر قرضدار نے قسم
کھائی کہ اُسکو ندیگا پھر اُسکو ان صورتون مین سے کسی صورت سے دیا تو حانث ہو جائیگا اور اگر اُسنے کہا کہ میری یہ مراد تھی
کہ مین خود بنفسہ اُسکو ندونگا تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نکیجائیگی اور دوسرے مقام پر لکھا ہو کہ اُسکی تصدیق کیجائیگی اور کوئی تفصیل
نہین فرمائی اور صحیح وہی ہو جو ہمنے پہلے بیان کیا ہو یہ ذخیرہ مین ہو - اگر ایک شخص نے دوسرے سے کوئی اسباب خریدا یا اور بائع نے
بارہ درم سکہ کے عوض دینے سے انکار کیا پس مشتری نے کہا کہ اُسکا غلام آزاد ہو اگر وہ بارہ درم کو خریدے پھر مشتری مذکور کی راے
مین آیا کہ اُسکو خریدے تو یہ حیلہ کرنا چاہیے کہ اُسکو گیارہ درم و ایک دینار کے عوض خریدے یا بائع اُسکو گیارہ درم و ایک کپڑے کے عوض
فروخت کرے اور قسم مین حانث نہوگا اور یہ جو مذکور ہوا یہ جواب قیاس ہو اور موافق حکم استحسان کے وہ شخص حانث
ہو جائیگا چنانچہ امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہو کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ اپنا غلام دس درم کو فروخت نہ کریگا الا جبکہ دس سے
اکثر یا زائد کے عوض ہو پھر اُسکو نو درم و ایک دینار کے عوض فروخت کیا تو قیاساً حانث نہوگا اور استحساناً حانث ہو گا اور
اس صورت مین امام محمد رح نے یہ صورت ذکر نہین فرمائی کہ اگر اُسنے نو درم اور ایک کپڑے کے عوض فروخت کیا تو کیا
حکم ہو اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ قیاساً و استحساناً قسم مین حانث ہوگا اسواسطے کہ درم و کپڑا قیاساً و استحساناً دو جنس
مختلف ہین پس کپڑے کے ساتھ ملانے سے درمون مین زیادتی نہو جائیگی پس ایسی بیع قسم مذکور سے مستثنی نہو گی بلکہ قیاساً و استحساناً
قسم کی تحت مین داخل ہو گی - اور اگر یون قسم کھائی کہ اپنا غلام دس درم کو فروخت نہ کریگا حتے کہ زیادہ کیا جاوے پھر اُسکو
ضرورت پیش آئی کہ غلام مذکور کو فروخت کرے اور اُسنے کوئی ایسا مشتری نہ پایا جو اُسکو دس درم سے زیادہ دے تو فرمایا
کہ اُسکو چاہیے کہ نو درم کے عوض فروخت کرے اور قسم مین حانث نہوگا - حالانکہ چاہیے یہ ہو کہ حانث ہو جاوے اسواسطے
کہ اُسنے اپنی پوری قسم یہ ٹھہرائی ہو کہ دس درم سے زائد کے عوض فروخت کریگا حالانکہ یہ غایت پائی نہین گئی پس قسم
باقی رہی پس واجب ہوا کہ حانث ہو جاوے جیسے کہ دس درم کے عوض فروخت کرنے کی صورت مین ہو لیکن اسکا
جواب یہ ہو کہ حانث ہونا بقاے قسم پر نہین آتا ہو بلکہ شرط حانث ہونے کی جب پائی جاوے تو حانث ہوتا ہو لیکن
اس شرط کا پایا جانا بھی ایسی حالت مین ہونا چاہیے کہ جب قسم باقی ہو پس درصورتیکہ اُسنے نو درم کے عوض فروخت
کیا ہو تو حانث ہونے کی شرط نپائی گئی جیسا کہ اوپر بیان گذرا پس حانث ہونے کی شرط نپائی جانے کی وجہ سے حانث

نہوگا اور یہ وجہ نہین ہے کہ قسم نہین باقی رہی ہے اور درصورتیکہ اُسنے دس درم کے عوض فروخت کیا تو حانث ہونے کی
شرط پائی گئی درحالیکہ قسم بھی باقی ہے پس حانث ہوگا اور یہ سب جامع سے منقول ہے اور اسمین سے مسئلہ اخیرہ کو ہشام نے
اپنی نوادر مین امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ قیاس یہ ہے کہ حانث نہو اور ہم قیاس ہی کو اختیار کرتے ہین یہ
محیط مین ہے - اور اگر یہ قسم کھائی کہ فلان شخص کے ہاتھ یہ کپڑا ثمن کے عوض تا ابد فروخت نہ کریگا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ فلان
مذکور اور کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرے پس اپنی قسم مین حانث نہوگا اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ کسی اسباب کے عوض فروخت
کرے - اور حیلہ دیگر یہ ہے کہ کسی شخص کو وکیل کرے کہ وہ وکیل اسکو اُس شخص کے جسکے ہاتھ فروخت نہ کرنے کی قسم کھائی ہے
فروخت کرے تو حانث نہوگا چنانچہ ایمان الاصل مین مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ خرید و فروخت نہ کریگا۔
پس اُسنے دوسرے آدمی کو وکیل کر دیا کہ خرید و فروخت کر دے تو حانث نہوگا لیکن اگر یہ شخص قسم کھانے والا سلطان
ہو کہ ایسے امور کا بنفس خود متولی نہین ہوتا ہے تو وکیل کرکے خرید و فروخت کرنے سے بھی حانث ہو جائیگا اور یہ مسئلہ
معروف ہے - اور حیلہ دیگر آنکہ جسکے ہاتھ فروخت نکرنے کی قسم کھائی ہے اُسکے ہاتھ کوئی فضولی فروخت کرے پھر مالک کو خبر دے
پھر مالک یعنی قسم کھانے والا اسکی بیع کی اجازت دیدے تو بھی قسم مین حانث نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے - اگر کسی نے کہا کہ اگر
مین نے یہ غلام خرید کیا تو وہ آزاد ہے پھر اُسکی رائے مین یہ آیا کہ اس غلام کو خرید کرنا چاہیے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اس شرط
سے خریدے کہ اس بیع مین بائع کو خیار حاصل ہے پس قسم مین حانث نہوگا اور حیلہ دیگر بنا بر قول امام اعظم رح کے یہ ہے کہ اس شرط
سے خریدے کہ مشتری کو اسمین خیار ہے کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک خیار مشتری اس امر سے مانع ہوتا ہے کہ مبیع ملک
مشتری مین داخل ہو پس محض خرید کرنے سے غلام مذکور مشتری کی طرف سے آزاد نہو جائیگا مگر قسم اُتر جائیگی کذا فی المحیط -
اور ایسا ہی امام خصاف رحمہ اللہ نے اس حیلہ کو بیان کیا ہے مگر اسمین ایک طرح کا شبہہ ہے کیونکہ امام محمد رح نے جامع صغیر
مین بیان فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر مین اس غلام کو خریدون تو یہ آزاد ہے پھر اسکو اس شرط سے خریدا
کہ اسکو خیار حاصل ہے تو آزاد ہو جائیگا اور اسمین کوئی اختلاف بیان نہین فرمایا اور ہمارے مشائخ نے سب اماموں کے
نزدیک مسئلہ مذکورہ مین یہی حکم نکالا ہے کہ وہ آزاد ہو جائیگا چنانچہ مشائخ نے فرمایا کہ صاحبین کے نزدیک ظاہر ہے کہ
آزاد ہو جائیگا کیونکہ اُنکے نزدیک مشتری کا خیار ہونا اس امر سے مانع نہین ہوتا ہے کہ مبیع ملک مشتری مین داخل ہو پس
شرط عتق ایسی حالت مین پائی گئی کہ غلام خرید کرنے سے بڑھکر اُسکی ملک مین بھی موجود ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک
اسوجہ سے آزاد ہو جائیگا کہ مشتری کا خیار شرط اگرچہ مبیع ملک مشتری مین داخل ہونے سے مانع ہے لیکن آزاد ہونا ملک
پر معلق نہین ہے بلکہ خریدنے پر معلق کیا گیا ہے اور جو چیز کسی شرط پر معلق ہو وہ شرط پائی جانے کے وقت ایسی ہی ہے جیسے بدون
شرط کے محض مرسل آزاد کیا مثلاً پس گویا اُسنے یہ کہا کہ بعد خریدنے کے یہ غلام آزاد ہے - اور حیلہ دیگر آنکہ کسی دوسرے آدمی کے ساتھ
شریک ہو کر اس غلام کو خریدے - اور حیلہ دیگر آنکہ اس غلام کے سو حصون مین سے ننانوے اپنے واسطے خریدے اور
باقی ایک حصہ اپنے فرزند صغیر کے واسطے یا اپنی جورو کے واسطے جورو کے حکم سے خریدے یا اسمین سے ننانوے حصے اپنے
واسطے خریدے اور باقی حصہ کی نسبت بائع اقرار کر دے کہ یہ حصہ اس مشتری کی ملک ہے - اور علی ہذا اگر کسی دار کی نسبت
یون ہی کہا کہ اگر مین اس دار کو خریدون تو میری عورت کو طلاق ہے پھر اُس دار کے سو حصون مین سے ننانوے حصے اپنے واسطے
خریدے اور باقی ایک حصہ اپنے فرزند صغیر یا جورو کے واسطے خریدے تو بھی حانث نہوگا - اور اگر حصہ باقی اُسکو ہبہ کیا گیا

غلام وغیرہ کے ساتھ جیسے چیزون مین جو محتمل تقسیم نہین ہین یہ ہبہ صحیح ہو جائیگا اور جو محتمل تقسیم ہین جیسے دار وغیرہ وہ ہبہ صحیح نہوگا ولیکن
دونون صورتون مین وہ شخص اپنی قسم مین حانث نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ نوع دیگر کھانے کی صورتون مین۔ اگر
ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو نے اس گردہ نان مین سے کھایا تو تجھے طلاق ہے تو ایسا حیلہ ہے کہ وہ عورت اس
گردہ نان کو کھاوے اور اسپر طلاق واقع نہو امام اعظم رح سے اسطرح روایت کیا گیا ہے کہ عورت مذکورہ کو چاہیے کہ
اس روٹی کو چور کر کے شوربے مین ڈالکر خوب پکاوے کہ بالکل اسمین ملجاوے یعنے مثل لپٹی کے ہو جاوے پھر
اسکو کھاوے تو مرد حانث نہوگا۔ اور قدوری مین ایک اور حیلہ بتایا ہے کہ اگر اسکو خشک کر کے چور کر ڈالے پھر پانی
کے ساتھ پی جاوے تو مرد حانث نہوگا اور اگر اسے تر کر کے اسکو کھالیا تو حانث ہوگا۔ اور اگر ایک شخص نے
قسم کھائی کہ فلان شخص مثلاً زید کا اناج نہ کھائیگا پھر قسم کھانے والے کو ضرورت پیش آئی کہ اسکا اناج کھاوے تو چاہیے
کہ یہ حیلہ کرے کہ زید اس اناج کو جو مہیا کیا تھا اس حالف کے ہاتھ فروخت کر دے پھر حالف اسکو کھاوے تو حانث
نہوگا اسی طرح اگر زید نے اسکو ہبہ کر دیا پھر حالف (قسم کھانے والے) نے اسکو کھایا تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ بیع کر دینے
اور ہبہ کر دینے سے یہ اناج اسکی ملک ہو گیا پس اسنے اپنا اناج کھایا ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ
امام خصاف رح نے اس مقام پر اناج کی بیع مطلقاً جائز فرمائی ہے حالانکہ یہ بیع اسطور سے جائز ہے کہ بیان کرے مشار الیہ
یا بائع کسی مقام کی طرف اشارہ کرے کہ فلان اس خرمن کا یا اس کھیت کا اناج یا اسکے مثل کسی طرح سے
اسکو معروف کر دے اور اگر اسنے مطلقاً رکھا تو بیع جائز نہوگی۔ ایک شخص نے ایک لقمہ اٹھا کر اپنے منہ مین لیا تاکہ
اسکو کھاوے پس زید نے قسم کھائی کہ اگر تو نے یہ لقمہ کھالیا تو زید کی جورو پر طلاق ہے اور عمرو نے یون قسم کھائی کہ اگر
تو نے یہ لقمہ اگل ڈالا تو عمرو کی جورو پر طلاق ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ تھوڑا لقمہ کھالیوے اور تھوڑا اگل دے پس دونون
قسم کھانے والون مین سے کوئی حانث نہوگا اور اگر لقمہ منہ مین لینے والے نے ہنوز کچھ نہ کیا ہو یہانتک کہ بکر نے
اگر اسکے منہ سے لقمہ نکالکر زمین پر ڈالدیا پس اگر بکر نے زبردستی نکال لیا ہے اور جسکے منہ مین ہے وہ اسکو منع
کرتا ہے اور روکے جاتا ہے حتے کہ بکر اسپر غالب آیا اور اسے نکال لیا تو بھی دونون قسم کھانے والون مین سے کوئی
حانث نہوگا یہ محیط مین ہے۔ نوع دیگر زید نے قسم کھائی کہ اگر وہ اس عورت کو نفقہ دے تو اسپر طلاق ہے تو اسکا حیلہ
یہ ہے کہ اس عورت کو کچھ مال ہبہ کر دے تاکہ وہ اسمین سے اپنے نفقہ مین خرچ کرے یا اسکے ہاتھ مال فروخت کر دے
یا اس سے کسی چیز کو بعوض مال کے خرید لے یا کوئی چیز اس سے کرایہ لے اور مال کرایہ پر دیدے کہ وہ اس مال کو
اپنے نفقہ مین خرچ کرے پس زید حانث نہوگا اسی طرح اگر اسکو کوئی دوکان مثلاً ہبہ کر دی جسکے کرایہ سے وہ اپنا
گذارہ کرے یا بہت تھوڑے کرایہ پر اسکو دوکان کرایہ پر دیدی۔ تاکہ اسنے دوکان کو کرایہ پر چلا کر اسکے کرایہ سے
اپنا نفقہ چلایا تو بھی حانث نہوگا اور وجہ دیگر آنکہ عورت مذکورہ اپنے شوہر کو اجارہ پر مقرر کرے کہ اسقدر اجرت
اسکو دیگی اور شوہر اسکے واسطے انواع تجارت مین کوشش کرے پس شوہر کی کمائی تجارت کی اس عورت
کی ہوگی کہ جسمین سے اپنے نفقہ مین اور اپنے شوہر کے نفقہ مین خرچ کریگی اور یہ حیلہ ظاہر ہین۔ اور مسائل نفقہ
کی جنس سے وہ مسئلہ ہے جو حیل الاصل مین مذکور ہے کہ زید نے عمرو کو مال دیا پھر زید نے کہا کہ اگر تو اس مال کو
اپنے اہل و عیال کے خرچ مین کرے تو زید کی جورو پر طلاق ہے پھر عمرو نے چاہا کہ اس مال سے اپنا قرضہ جو اسپر

آتا ہو ہوا کرے اور باقی اپنے اہل وعیال کے خرچہ مین صرف کرے پس آیا زید حانث ہو گا یا نہو گا سو فرمایا کہ نہین حانث
ہو گا جب تک کہ عمرو کل مال مذکور کو اہل وعیال کے سواے دوسری جگہ خرچ نہ کرے یہ محیط مین ہی۔ شیخ الاسلام ابو
سے دریافت کیا گیا کہ زید کی دو جورو ہین ایک ہندہ اور دوسری صالحہ پس ایک نے مثلاً ہندہ نے اُس سے کہا کہ
صالحہ کو طلاق دیدے اور زید کو بہت تنگ کیا کہ زید نہایت مجبور ہوا حالانکہ زید کی نیت مین نہین ہی کہ وہ صالحہ کو
طلاق دے تو اسکا طریقہ یہ ہی کہ صالحہ کے نام کی دوسری عورت سے نکاح کرے پھر ہندہ سے کہے کہ مین نے اپنی
جورو صالحہ کو طلاق دیدی اور اس سے مراد وہ عورت لے جس سے بالفعل نکاح کیا ہی اور وجہ دیگر یہ ہی کہ اس
عورت اور اسکے باپ کا نام اپنی بائین ہتھیلی پر لکھے پھر اپنے داہنے ہاتھ سے اس لکھے ہوے کی طرف اشارہ کرے
اور کہے کہ مین نے اس فلانہ بنت فلان کو طلاق دی پس ہندہ کو وہم ہو گا کہ اُسنے اُسی عورت کو طلاق دیدی جسکی
طلاق کی ہندہ نے درخواست کی تھی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ایک جماعت چند آدمیون کی ایک شخص کے پاس
گھس گئی اور اُسکا سب مال لے لیا اور اُسکو قسم دلائی کہ کسی کو اُنکے نام کی خبر نہ دے تو نامون سے آگاہ کرنے کا یہ طریقہ
کہ اس شخص سے کہا جاوے کہ ہم تیرے سامنے بہت سے نام والقاب بیان کرتے ہین پس جو شخص ان چورون مین
سے نہو اسکے نام پر تو نہین کہنا اور جب ہم چور کا نام لین تو تو خاموش ہو جانا یا کہنا کہ مین کچھ نہین کہتا ہون پس اس طرح
سے بھید ظاہر ہو جائیگا اور وہ شخص اپنی قسم مین حانث نہوگا۔ ایک شخص کو معلوم ہوا کہ امیر شہر کا ارادہ ہی کہ اس سے
قسم لے کہ وہ سلطان کی مخالفت نکریگا تو اُسکو چاہیے کہ اپنی بائین ہتھیلی پر وہ بادشاہ کو لکھے پھر جب اُس سے قسم لیجاوے
کہ اگر تو اس بادشاہ کی مخالفت کرے تو تیرے مملوک آزاد ہین یا تیری عورتون پر طلاق ہی تو اُسکو چاہیے کہ اپنی قسم
کھانے کے وقت اس بادشاہ کی طرف اشارہ کرے جو اُسکی بائین ہتھیلی پر لکھا ہی اور اپنے دونون ہاتھون کو جسکی آستین
مین اندر رکھے اور کہے کہ مین اس بادشاہ کی مخالفت نکرونگا یہ سراجیہ مین ہی۔ دو آدمیون مین سے ہر ایک نے قسم کھائی
کہ مین دوسرے سے پہلے اس دار مین قدم نرکھونگا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ دونون ساتھ ہی معاً اندر قدم رکھین اسی طرح
کلام کرنے مین قسم کھانے کی صورت مین بھی یہی حیلہ ہی کہ اگر دونون مین سے ہر ایک نے قسم کھائی کہ دوسرے سے
پیشتر مین کلام کرنے مین ابتدا نکرونگا تو چاہیے کہ دونون ایک ساتھ کلام کرین پس دونون مین سے کوئی حانث نہوگا
اور اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ زید کے دار مین داخل نہوگا پس وہ زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہوگا لیکن یہ
اس صورت مین ہی کہ جب اُسکو کسی دوسرے نے لاد کر مکان کے اندر داخل کر دیا ہو اور اگر اُسپر جبر کیا کہ اندر داخل ہو
یہانتک کہ وہ مجبور ہو کر اندر داخل ہوا تو ہمارے نزدیک حانث ہو جائیگا۔ اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو کے پاس
داخل نہوگا یعنے عمرو وہان ہووے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ زید پہلے وہان داخل ہو جاوے پھر اسکے بعد اُسکے پیچھے عمرو
داخل ہو تو زید حانث نہوگا یہ محیط مین ہی

دسوین **فصل** عتق و تدبیر و کتابت مین۔ ایک مولی کی ایک باندی ہی اُسنے باندی مذکورہ کو اسکے سامنے عتق و تدبیر
کو پیش کیا مگر اُسنے اسکو مکروہ جانا اور کہا کہ میرے نزدیک بیع نسمہ پسند ہی اور بیع نسمہ یہ ہی کہ ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیجاوے
جو اسکو آزاد کرنے کے واسطے خریدنا چاہتا ہی پس مولی نے چاہا کہ یہ وصیت کر دے کہ یہ باندی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت
کیجاوے جو اسکو بیع نسمہ خریدنا چاہتا ہی اور یہ معلوم ہی کہ ثمن مثل سے کسی قدر گھٹانا ضرور ہی کہ مشتری اسکے خریدنے

مین رغبت کرے حالانکہ اگر مولی اسطرح وصیت کرتا ہو کہ یہ فروخت کی جاوے اور اسکے ثمن سے مشتری کے ذمہ سے کچھ گھٹا
دیا جاوے تو یہ وصیت صحیح نہین ہو اسواسطے کہ یہ وصیت مجہول کے واسطے ہو اور مجہول کے واسطے وصیت جائز نہین ہو تو
اسکا حیلہ یہ ہو کہ موسلے اسطرح وصیت کرے کہ اس باندی کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرو جسکو یہ باندی پسند کرے اور
اُس شخص کے ذمہ سے اسکے ثمن مین سے ہزار درم کم کردو پس جب یہ باندی پسند کریگی کہ اس مرد مثلاً زید کے ہاتھ فروخت
کی جاوے اور اُسکو معین کریگی تو وہی وصیت مذکورہ کے واسطے متعین ہو جائیگا کہ بیع مین اُسی کے ساتھ محابات کیجائیگی
پس اس شخص سے کہا جائیگا کہ فلان شخص نے اس امر کی وصیت کی ہو کہ یہ باندی تیرے ہاتھ بطور بیع نسمہ کے اسکے ثمن
مثل کے عوض فروخت کیجاوے اور تیرے ذمہ سے اسکے ثمن سے اسقدر درم گھٹا دیے جاوین پس اگر تجھکو منظور ہو تو تیرے
ہاتھ فروخت کیجاوے - زید کی ایک باندی ہو اُسنے اپنے موسلے سے درخواست کی کہ مجھکو آزاد کرکے اپنے ساتھ مجھسے نکاح
کرے اور زید نے اسکو مکروہ جانا مگر یہ چاہا کہ اُسکا دل خوش کردے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اُسکو کسی مرد معتمد کے ہاتھ اُسکے خریدنے
سے فروخت کرے یا اسکو ہبہ کردے اور موہوب لہ مذکور اُسپر قبضہ کرے پھر وہ شخص اسکو ہبہ یا بیع کے گواہون کے سامنے
آزاد کردے پھر زید اُنھین کے سامنے اسکے ساتھ نکاح کرلے پھر جسکے ہاتھ فروخت کی ہو اُس سے کہے کہ میرے ساتھ اسکی
بیع کا اقالہ کرلے پس جب وہ بیع کا اقالہ کرلیگا تو نکاح فسخ ہو جائیگا اور باندی مذکورہ اُسکی ملک مین آجائیگی پس اُسکو
اختیار ہوگا کہ اُس سے ملکیت کی وجہ سے وطی کرے اور باندی اسمین سے کسی بات سے واقف نہوگی پس باندی کا دل
خوش ہو جائیگا حالانکہ باندی مذکورہ اُسکی ملک ہوگی یہ محیط مین ہو - ایک غلام زید و عمرو کے درمیان مشترک ہو اسمین سے
ایک شریک نے مثلاً زید نے اپنا حصہ مکاتب کیا تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک پورا غلام مکاتب ہو جائیگا
اور عمرو اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ چاہے پورے غلام کی کتابت کو باطل کردے اور چاہے زید سے اپنے حصہ کی
قیمت لے لے - پس اگر ہر ایک نے چاہا کہ ہر ایک کا حصہ غلام مکاتب ہو جاوے اور کوئی اپنے شریک کے واسطے ضامن
نہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ دونون ایک شخص کو وکیل کردین کہ تو دونون کا حصہ ایک ہی کلمہ کے ساتھ معاً مکاتب کردے پس وکیل
مذکور اس غلام سے کہیگا کہ مین نے تجھکو تیرے دونون مولاؤن کی طرف سے اس اس قدر مال پر مکاتب کیا پس اگر
غلام نے اسکو قبول کرلیا تو وہ دونون مولاؤن کی طرف سے مکاتب ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک اور نیز امام اعظم
کے نزدیک دونون مین سے کوئی مولی اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہوگا پھر جب کوئی مولی اُسکے بدل کتابت مین
سے کچھ وصول کریگا تو اس وصول شدہ مین دوسرا شریک اُس سے بٹائی کرسکتا ہو خواہ دونون مولاؤن کی کتابت کا عوض
ایک ہی جنس سے ہو یا مختلف جنس سے ہو پھر اگر دونون نے چاہا کہ باوجود اسکے کہ ہر ایک کا حصہ مکاتب ہو جاوے
یہ بھی ہو کہ مکاتب سے وصول کردہ مال مین دوسرا شریک بٹائی نکرسکے تو یہ حیلہ ہو کہ دونون ایک شخص کو وکیل کرین
کہ وہ اس غلام کو مکاتب کردے اور وکیل مذکور اس غلام کے ذمہ دونون مین سے ہر ایک کے حصہ کی تفصیل کردے
خواہ معاوضہ کتابت مین دونون کا یکسان حصہ بیان کرے یا مختلف بیان کرے پس وکیل اس غلام سے کہیگا کہ مین نے
تیرے دونون مولاؤن کی طرف سے تجھکو ایک ہزار پانچ سو درم پر مکاتب کیا جسمین سے حصہ زید ہزار درم ہو اور حصہ عمرو
پانچ سو درم ہو اور غلام کہے کہ مین نے اس سبکو قبول کیا یا وکیل مذکور کہے کہ مین نے تجھکو ایک ہزار درم و پچاس دینار
پر مکاتب کیا جسمین سے ہزار درم حصہ زید اور پچاس دینار حصہ عمرو ہین اور غلام کہے کہ مین نے اس سب کو قبول کیا

پس جبکہ وکیل نے اسطرح کیا تو اُسنے معاملہ طے کردی اور دونون مین سے کوئی دوسرے کے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور ہر ایک مولی وصول کریگا اُسمین دوسرا مولی شریک نہین ہوسکتا ہی اور شرکت و بٹائی نہ کرسکنے کے حق مین ایسا ہوگیا کہ جیسے اُسنے مکاتب کرنے مین جدا جدا مکاتب کیا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ زید کا ایک غلام ہی اُسنے چاہا کہ اس غلام کو آزاد کردے مگر زید بیمار ہی اور اُسکو یہ خوف ہی کہ باوجودیکہ یہ غلام اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہی لیکن اُسکا وارث اُسکی وفات کے بعد ترکہ سے انکار کر جاوے حتے کہ یہ غلام تہائی سے برآمد نہو اور وہ اس غلام کو ماخوذ کرے کہ بقدر حق وارث کے وارث کو سعایت کرکے ادا کرے تو امام خصاف رہ نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ غلام مذکور کو اُسی کے ہاتھ بعوض مال کے فروخت کردے اور گواہون کے سامنے یہ مال وصول کرے پس جب غلام نے اپنے آپ کو خرید کیا تو اُسی وقت آزاد ہوجائیگا اور مال سے اسوجہ سے بری ہوجائیگا کہ مولے نے اُسکو اُس سے وصول کرلیا ہی اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصاف رہ نے یہ شرط لگائی کہ مولی ان گواہون کے سامنے مال پر قبضہ کرے حالانکہ اسکی ضرورت نہیں ہی کہ جب مولی پر حالت صحت کا قرضہ ہو حتے کہ حالت مرض مین مولے کا اقرار استیفاے ثمن جو غلام پر واجب ہی صحیح نہووے اور اگر مولی پر حالت صحت کا قرضہ نہو اور اُسنے مرض مین یہ اقرار کیا کہ مین نے وہ ثمن جو غلام پر واجب ہوا ہی بھر پایا تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا۔ اور اصل مسئلہ یہ ہی کہ اگر اپنے غلام کو اپنے مرض مین مکاتب کیا پھر بدل کتابت وصول پانے کا اقرار کرلیا حالانکہ اُسپر قرضہ صحت نہین ہی تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا ولیکن تہائی مال سے معتبر ہوگا یعنے اگر اسقدر مال کتابت جسکے وصول پانے کا اقرار کیا ہی تہائی مال متروکہ ہوگا تو مکاتب بری ہوجائیگا بخلاف اسکے اگر مریض نے حالت مرض مین اُسکو فروخت کیا پھر استیفاے ثمن کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار صحیح ہی اور پورے مال سے معتبر ہوگا پھر واضح ہو کہ اگر غلام مذکور کے پاس کچھ مال نہو تو اِسکا حیلہ یہ ہی کہ مولی کچھ مال اُسکو بقدر ثمن کے پوشیدہ دیدے کہ اس سے وارث لوگ خبردار نہون پھر غلام مذکور گواہان بیع کے سامنے یہی مال اپنے مالک کو دیدیگا پس آزاد ہوجائیگا اور وارثون کو اُس سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ وے لوگ یہ نہین جانتے ہین کہ مولی نے اس غلام کو کچھ دیا ہی اور یہی مسئلہ حیل الاصل مین ذکر کرکے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ مولے اس غلام کو کسی مرد معتمد کے ہاتھ فروخت کرکے گواہون کے سامنے ثمن وصول کرلے پھر مشتری اُسکو آزاد کردے اور اُسکا آزاد کرنا صحیح ہوگا پھر مریض یہ ثمن مشتری مذکور کو خفیہ ہبہ کردے پس وارثون کو غلام یا مشتری سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔

گیارہوین فصل۔ وقف کے بیان مین۔

اگر کسی نے چاہا کہ اپنا دار یا زمین مسکینون کے واسطے صدقہ وقفی قرار دے کہ اُسکی زندگی اور اُسکی وفات کے بعد یون ہی رہے اور اُسکو خوف ہوا کہ شاید اسکا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور مین ہو جو امام ابوحنیفہ کے مذہب کا قائل ہی پس وہ یہ صدقہ اور یہ وقف باطل کردے پس اُسنے اسکے واسطے کوئی حیلہ چاہا تو جاننا چاہیے کہ امام اعظم رہ کے نزدیک وقف مضاف بسوے زمانہ بعد موت نہین صحیح ہی الا بطریق وصیت ایسا ہی امام خصاف رہ نے امام اعظم رہ کا مذہب ذکر کیا ہی اور ہمارے نزدیک اسطرح محفوظ ہی کہ اگر مضاف بسوے زمانہ بعد موت ہو یا بسکی وصیت ہو تو امام اعظم رہ کے نزدیک صحیح ہی پس اسکا حیلہ یہ ہی کہ وقف کنندہ نے جو وقف کیا ہی وہ کسی شخص کو سپرد کرکے اُسکو اس وقف کا قیم قرار دے پھر یہ وقف کنندہ اُسکے حاصلات کو مسکینون کے خرچ مین لانے سے انکار کرے یا کسی مشتری کے ہاتھ اس وقف کو فروخت کرکے سپرد کردے پس درصورت بیع کے مشتری کے ساتھ

اور در صورت انکار صرف حاصلات بالمصارف مساکین کے وقف کنندہ کے ساتھ یہ شخص متولی خصومت کرے یعنے مشتری واقف پر متولی نالش کرے اور اُسکو ایسے قاضی کے پاس لیجاوے جسکے نزدیک ایسا وقف صحیح ہی پس یہ قاضی اس وقف کی صحت کا حکم دیگا اور یہ حکم قاضی کا صحیح ہوگا کیونکہ مدعی کی طرف سے دعوی اور مدعا علیہ کی طرف سے خصومت پائی گئی ہی پھر بعد اس حکم کے کسی قاضی وغیرہ کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ بحکم شرعی اسکو باطل کر سکے اسواسطے کہ قاضی مذکور نے ایک مسئلہ مجتہد فیہ مین یعنے جسمین مجتہدون کا اختلاف رہا ہے بجانب جواز و عدم جواز ہی حکم دیدیا ہی پس اُسکی قضا نافذ ہو کر اجماعی ہو جاویگی یہ محیط مین ہی۔ زید کے واسطے کچھ مال ملک وقف سے ہی جو اُسپر اور غیر پر مثلاً عمرو وغیرہ پر بھی وقف کیا گیا ہی اور زید پر قرضہ واجب ہوا پس اُسنے چاہا کہ اپنے قرضخواہ کو اس امر کا وکیل کر دے کہ ہر سال اس وقف کی حاصلات مین سے جو کچھ اُسکے واسطے ہو اُسکو اپنے قرضہ کی ادائی مین لے لیا کرے پس قرضخواہ نے کہا کہ مجھے اس بات سے اطمینان نہین ہی کہ تو مجھے اپنی وکالت سے خارج کر دے پس مین چاہتا ہون کہ مجھے اسطرح وکیل کر دے کہ تا ادائی میرے قرضہ کے جو تجھپر ہی تو مجھکو اپنی وکالت سے خارج نکر سکے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ قرضدار مذکور اس امر کا اقرار کرے کہ وقف کنندہ نے اپنی ذات کے واسطے یہ شرط لگائی تھی اس اصل وقف مین سے کہ جبتک وہ زندہ ہی اُسکی ذات اور اُسکے اہل و عیال کے واسطے اس وقف کی حاصلات مین سے اس اس قدر سالانہ نفقہ دیا جاوے اور اُسکی وفات کے بعد پہلے اُسکے قرضہ کی ادائی اس وقف سے کی جاوے پھر باقی حاصلات ان لوگون کے واسطے ہو جنپر یہ وقف ہی اور اس فلان بن فلان یعنے اپنے قرضخواہ کا فلان بن فلان یعنے وقف کنندہ پر اسقدر درم قرضہ صحیحہ ہی اور مین نے اس قرضخواہ کے واسطے اُسکی طرف سے اس تمام مال کی ضمانت صحیحہ جائزہ قطعیہ قبول کر لی تھی اور اس وقف کنندہ نے اس فلان بن فلان یعنے قرضخواہ کو اپنی زندگی مین اس وقف کا متولی کیا تھا کہ اس وقف کی آمدنی سے اپنا قرضہ سب وصول کر لے اور جب سب بھر پاوے تو پھر اسکے بعد یہ کچھ متولی نہ رہیگا اور نیز تحریر کرے کہ مین نے اس قرضخواہ کو وکیل کیا کہ اس وقف مین سے میرا حصہ حاصلات برابر وصول کرے یہانتک کہ تمام وہ مال جسکی مین نے وقف کنندہ کی طرف سے اسکے واسطے ضمانت کی ہی بھر پاوے پس جب اُسنے اسطور سے اقرار کیا تو بعد اسکے اُسکو یہ اختیار نہ رہیگا کہ قرضخواہ مذکور کو وکالت سے خارج کرے اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ اس حیلہ مین ایک نوع کا اشتباہ ہی اسواسطے کہ اُسنے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ شرط لگائی ہی کہ پہلے اس وقف کی حاصلات سے اُسکا اور اُسکے عیال کا نفقہ دیا جاوے اور اُسکے قرضون کی ادائی مین صرف کیا جاوے پس یہ کسی قدر وقف کا اپنے واسطے استثنا کر لینا ہوا اور یہ امام ابو یوسف رہ کے نزدیک جائز نہین ہی اور امام محمد رہ کے نزدیک جائز ہی پس یہ بھی لکھنا چاہیے کہ اس قرضدار نے اقرار کیا کہ کسی قاضی نے اس وقف کی صحت کا حکم دیدیا ہی تاکہ متفق علیہ ہو جاوے پھر اس حیلہ مین فرمایا کہ اس فلان یعنے قرضخواہ کے واسطے فلان یعنے وقف کنندہ پر اسقدر مال قرضہ واجب ہی پس یہ اقرار اس مقر کے صحیح ہی اسواسطے کہ وہ حق غیر کے مقدم ہونے کا اقرار کرتا ہی پس اس اقرار مین اُسکی تصدیق کی جاویگی جیسے وارث نے اگر اپنے مورث پر قرضہ کا اقرار کیا تو اسی وجہ سے صحیح ہوتا ہی کہ اُسنے تقدیم حق غیر کا اقرار کیا ہی اور صاحب قرضہ بہ نسبت وارث کے مقدم کیا جاتا ہی پس ایسا ہی اس صورت مین ہوگا۔ پھر اس حیلہ کے اقرار مین فرمایا کہ مین نے اس تمام مال کی ضمانت صحیحہ ضمانت کر لی تھی اور اسمین بھی ایک طرح کا شبہہ ہی

کیونکہ ضمانت مذکورہ بھی صحیح ہوگی کہ جب وقف کنندہ بحالت تونگری مر گیا ہو اور اگر بحالت مفلسی مرا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ایسی ضمانت صحیح نہوگی پس اسکے واسطے بھی حکم حاکم لاحق کرے تاکہ متفق علیہ ہو جاوے پھر اس حیلہ مین فرمایا کہ اس وقف کنندہ نے اس صدقہ کا متولی ہونا اس فلان یعنی قرضخواہ کے سپرد کیا اور یہ زمین اس فلان کے قبضہ مین دیدی — اور یہ اقرار بھی اس مقر کی طرف سے صحیح ہے اسواسطے کہ اسنے اپنے ذاتی حق پر حق غیر کو مقدم کیا ہے پس اقرار صحیح ہوگا پھر تحریر کیا کہ اور جب یہ قرضخواہ اسقدر اپنا قرضہ کامل وصول کر چکے تو پھر اسکے واسطے اسکی ولایت کچھ نہ رہیگی — یہ بدین غرض تحریر کیا کہ تاکہ وہ اپنے قبضہ مین ہونے کی وجہ سے اسپر اپنے استحقاق کا مدعی نہو جاوے یہ ذخیرہ مین ہے —

بارھوین فصل — شرکت کے بیان مین — زید و عمرو نے چاہا کہ باہم شرکت کرین اور ایک کے پاس مثلاً زید کے پاس سو دینار ہین اور دوسرے عمرو کے پاس ہزار درم ہین تو شرکت جائز ہے اگرچہ دونون مال مختلط نہونگے اور یہ جواز اس وجہ سے ہوا کہ ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک مختلط ہوجانا شرط نہین ہے اور یہ مسئلہ کتاب الشرکت مین مذکور معروف ہے پھر اگر دونون مالون مین سے کوئی مال قبل اسکے کہ خرید واقع ہووے ضائع ہو گیا تو اپنے مالک کا مال گیا اور یہ بھی معروف ہے — پس اگر دونون نے چاہا کہ قبل خرید واقع ہونے کے ہر دو مال مین سے کسی مال کے ضائع ہونے کی صورت مین نقصان دونون کے حق مین عائد ہو تو اسکا حیلہ کیا ہے تو امام خصاف رح نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ دینارون کا ایک اپنے نصف دینار درمون والے کے ہاتھ اسکے نصف درمون کے عوض فروخت کر دے پس دونون مال دونون کے درمیان مشترک ہو جاوینگے پھر اسکے بعد دونون عقد شرکت قرار دین جیسا انکی باہمی قرارداد ہو — اور اگر ایک شریک کے پاس متاع اور دوسرے کے پاس مال نقد ہو اور دونون نے شرکت چاہی تو یہ شرکت بعروض ہوگی اور یہ جائز نہین ہے اور امام خصاف رح نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ متاع والا اپنی نصف متاع کو مال نقد والے کے نصف مال نقد کے عوض فروخت کر دے پس مال و متاع دونون مین مشترک ہو جاویگی پھر دونون اپنی مراد کے موافق عقد شرکت قرار دینگے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصاف کا فرمانا کہ پھر دونون اپنے ارادہ کے موافق عقد شرکت قرار دینگے یہ امر نقد کے حق مین ٹھیک ہے کہ اگر نقد کے حق مین ارادہ یہ کیا کہ نفع کمی و بیشی کے ساتھ شرط کرین تو جائز ہے اور اگر راس المال اس متاع کو قرار دیا تو نفع مین کمی و بیشی شرط کرنا جائز نہین ہے بلکہ نفع بقدر راس المال کے ہوگا پس امام خصاف کا قول نقدی مال کے حق مین محمول کیا جائیگا نہ متاع کے حق مین — یعنے انھون نے اس قول سے حصہ نقد مراد لیا ہے نہ متاع — اور اگر دونون کے پاس متاع ہو اور دونون نے شرکت کرنی چاہی تو امام خصاف رح نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ دونون مین سے ہر ایک اپنی نصف متاع کو بعوض دوسرے کی نصف متاع کے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے پھر دونون اپنے ارادہ کے موافق باہم عقد شرکت قرار دین اور یہ حکم اسوقت ہے کہ ایک کی متاع کی قیمت دوسرے کی متاع کی قیمت کے برابر ہو اور اگر ایک کی متاع کی قیمت بہ نسبت دوسرے کے زائد ہو مثلاً ایک کی متاع کی قیمت چار ہزار درم ہون اور دوسرے کی متاع کی قیمت ہزار درم ہون تو کم قیمت والا اپنی متاع کے چار پانچوین حصے دوسری کی متاع پانچوین حصے کے عوض فروخت کر دیگا پس تمام متاع ان دونون کے درمیان

پانچ حصون پر مشترک ہوگی اور جو کچھ نفع حاصل ہوگا وہ بھی دونون مین بقدر راس المال کے مشترک ہوگا - دو شخص زید و عمرو مین سے زید کے پاس ہزار درم او عمرو کے پاس دو ہزار درم ہین پس اگر دونون نے اسطرح شرکت چاہی کہ نفع دونون مین نصفا نصف اور گھٹی دونون پر نصفا نصف ہو تو یہ جائز نہین ہے اسواسطے کہ گھٹی بقدر راس المال کے ہوگی جیسا کہ کتاب الشرکت مین معلوم ہو چکا ہے اور امام خصاف رح نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ عمرو اپنے ہزار درم زائد مین سے نصف یعنے پانچسو درم زید کو قرض دیدے تاکہ دونون کا راس المال برابر ہو جاوے پس ایسی حالت مین گھٹی کی اسطرح شرط کرنا روا ہو جائیگی - اسی طرح اگر ایک کے پاس مال ہو اور دوسرے کے پاس کچھ مال نہو اور دونون نے اسطرح شرکت چاہی کہ مال والے کے مال سے دونون کام کرین تو یہ جائز نہین ہے اور اسکا بھی یہی حیلہ ہے کہ مال والا اپنے مال مین سے کسی قدر مال دوسرے کو قرض دیدے تاکہ جائز ہو جاوے - اگر دو شریکون مین سے دوسرے کے غائب ہونے کی حالت مین ایک نے شرکت کو توڑنا چاہا تو جائز نہین ہے - اور امام خصاف رح نے فرمایا کہ اسکا یہ حیلہ ہے کہ جو شرکت توڑنا چاہتا ہے وہ غائب کے پاس کوئی ایلچی یا خط بھیجدے تاکہ اُسکو خبر کر دے کہ شریک نے شرکت توڑ دی یا کسی شخص کو وکیل کر دے کہ وہ جا کر شریک سے شرکت توڑ دے اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ وکیل کو معزول کرنے اور غلام ماذون کو مجبور کرنے و مضاربت فسخ کرنے وغیرہ ہر عقد مین جو لازم نہین ہوتا ہے یہی حیلہ ہے - یہ محیط مین ہے -

تیرھوین فصل - خرید فروخت کے بیان مین - ایک شخص کے پاس دار یا زمین ہے وہ چاہتا ہے کہ اسکو ایک مشتری کے ہاتھ فروخت کرے مگر وہ مشتری کے سپرد نہین کر سکتا ہے پس اُسنے چاہا کہ ایسا حیلہ نکالے کہ اگر ممکن ہوا تو مشتری کو سپرد کر دیگا ورنہ مشتری کو اُسکا ثمن واپس کر دیگا اور مشتری یہ نہ کر سکے کہ خواہ مخواہ بائع کو مبیع سپرد کرنے پر ماخوذ کرے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مشتری اس امر کا اقرار کرے کہ بائع نے جسوقت اس زمین کو فروخت کیا ہے اُسوقت یہ زمین ایک ظالم کے قبضہ مین تھی جسنے اُسکو غصب کر لیا تھا اور وہ غصب کا اقرار کرتا ہے اور مبیع بائع کے قبضہ مین ہر وجہ سے نتھی اور اس اپنے اقرار کے گواہ کر دے پھر بیعنامہ تحریر کیا جاوے اور اُسمین مبیع پر قبضہ کرنے کا ذکر نہ کرے اور یہ تحریر کرے کہ بائع نے ثمن وصول پانے کا اقرار کیا پس اگر مبیع سپرد کرنے پر قادر ہوا تو اُسکو مبیع سپرد کریگا ورنہ مشتری کو اُسکا ثمن واپس دیگا - اور یہ اُس صورت مین ہے کہ غصب کرنے والا غصب کا مقر ہو اور اگر غاصب اپنے غصب کا مقر نہو بلکہ منکر ہو تو اسی مقام پر ذکر کیا کہ بیع باطل ہوگی اور اسکو بھاگے ہوے غلام کی بیع پر قیاس کیا ہے پھر خصاف رحمہ اللہ نے اس حیلہ کی تعلیم مین فرمایا کہ مشتری اقرار کرے کہ یہ زمین مبیعہ ایسے غاصب کے قبضہ مین تھی جو اسکے غصب کرنے کا اقرار کرتا ہے اور یہ اسوجہ سے کہ اگر مشتری نے ایسا اقرار نہ کیا تو شاید وہ بائع سے اس مبیع کے سپرد کر دینے کا مطالبہ کرکے قاضی سے درخواست کرے کہ یہ قید کیا جاوے تو قاضی اُسکو قید کریگا اور اگر قاضی کو یہ معلوم ہو جائیگا کہ مشتری نے ایسا اقرار کیا کہ اُسنے زمین مغصوبہ خریدی ہے تو قاضی اُسکے بائع کو قید نہ کریگا اسواسطے کہ مشتری کی طرف سے قبضہ کرنے مین تاخیر دینا تا وقت امکان تسلیم ثابت ہوا پھر فرمایا کہ بائع اُسکے اقرار پر گواہ کر لے تاکہ بوقت انکار مشتری گواہون کے ذریعہ سے قاضی کے سامنے بائع اسکو ثابت کر سکے یہ ذخیرہ مین ہے - زید نے چاہا کہ عمرو سے اُسکا دار خرید کرے مگر اُسکو اطمینان نہین ہے کہ شاید

عمرو نے اس بیع سے پہلے اس دار مین کوئی اور معاملہ کر رکھا ہو یعنے مثلاً پہلے کسی کے ہاتھ بیع وغیرہ کر چکا ہو پس زید نے چاہا
کہ یہ شرط کرے کہ اگر یہ دار مبیعہ اسکے پاس سے استحقاق مین لے لیا گیا تو وہ بائع سے اپنے ثمن کا دو چند واپس کر لیگا
اور یہ اسکو حلال بھی ہو تو اسکا حیلہ کیا ہے تو فرمایا کہ عمرو کے ہاتھ مشتری اپنا ایک کپڑا مثلاً سو دینار کو فروخت کرے پھر اس
سے دار مذکور کو بعوض سو دینار کے خریدے اور اسکو اور سو دینار کو جو جامہ مذکور کا ثمن ہے اسکو دیدے پس دار کا ثمن
دو سو دینار ہو جائیگا پس اگر دار مذکور استحقاق مین لیا گیا تو بائع سے دو سو دینار واپس لیگا اور یہ اسکو حلال ہونگے اور
دوسری صورت یہ ہے کہ دار کا خریدار اپنا ہزار درم کا کپڑا مالک دار کے ہاتھ بعوض دو ہزار درم کے فروخت کرے اور کپڑا
اسکو دیدے پھر دار کا خریدار بائع دار سے اسکا دار جو ہزار درم کا ہے دو ہزار درم کو خریدے اور دار پر قبضہ کرکے دونون مقاصہ
کرلین کہ ہر ایک پر جو دوسرے کا واجب ہوا ہے اسکا قصاص کر لین پس جب دونون نے ایسا کیا پھر کسی نے گواہون سے
دار پر اپنا استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو دار کا خریدار اسکے بائع سے دو ہزار درم واپس لیگا حالانکہ جسکے عوض اسکو دار
حاصل ہوا ہے یہ اسکا دو چند ہے اور امام محمد رح نے یہ مسئلہ کتاب الاصل کی حیل مین ذکر کرکے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ بائع
دار مشتری کے ہاتھ اپنا دار بعوض ہزار درم کے فروخت کرے پھر پورے ثمن کے عوض مشتری ایک کپڑا پانچ
سو درم قیمت کا بائع کے ہاتھ فروخت کرے اور بائع دار اسپر قبضہ کر لے پھر بائع دار اس کپڑے کو مشتری مذکور کے
ہاتھ پانچ سو درم کے عوض فروخت کر دے پھر اگر دار مذکور استحقاق مین لیا گیا تو مشتری اپنے بائع سے اپنے دیے ہوئے
درمون کا دو چند واپس لیگا کیونکہ اسنے بائع کو در اصل فقط پانچ سو درم دیے ہین اور وقت استحقاق کے اس سے ہزار
درم واپس لیگا اور یہ اسکو حلال ہونگے ۔ ایک شخص نے چاہا ۔ کہ اپنا دار یا باندی یا کوئی دوسری چیز
فروخت کرے اور چاہتا ہے کہ اسکے ہر عیب سے بریت کر لے الا چوری یا جزیہ سے ولیکن بائع کو اطمینان نہین ہے کہ شاید
مشتری اسکو واپس دے اور کہے کہ عیب کا نام نہین لیا اور اسپر ہاتھ نہین رکھا اور ایسے قاضی کے پاس مرافعہ
کرے جو تمام عیوب سے بریت کا قائل نہین ہے جب تک کہ بریت کے وقت اسپر ہاتھ نہ رکھے اور بیان نہ کرے تو
اسکا حیلہ کیا ہے تو جاننا چاہیے کہ اگر کسی نے کوئی غلام وغیرہ فروخت کیا اور اسکے عیوب سے بریت کر لی تو یہ جائز ہے اور
اسکے سب عیوب سے بری ہو جائیگا اگرچہ اسنے عیوب کا نام نہ لیا ہو اور بعض لوگون نے کہا کہ جبتک عیوب بیان نکرے
تب تک جائز نہین ہے اور بعضون نے کہا کہ عیوب کو بیان کرنے کے باوجود یہ بھی شرط ہے کہ عیب کی جگہ پر ہاتھ رکھکر یون
کہے کہ مین اس عیب سے بری ہوتا ہون جسکو مین نے بیان کیا اور اسپر اپنا ہاتھ رکھدیا ہے اور بدون اسکے بریت
صحیح نہین ہے اور یہی ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے پس اگر اسنے عیوب کو بیان نکیا اور عیب کی جگہ ہاتھ نہ رکھا تا کہ اسکو عیبون کے
ناموں سے اطلاع نہو یا تمام عیوب جو مبیع مین ہین اسکو معلوم نہون اور اسکو خوف ہوا کہ شاید مشتری اسکا مرافعہ
ایسے قاضی کے پاس کرے جو بدون بیان عیوب و بدون محل عیب پر ہاتھ رکھنے کی بریت کر لینا صحیح نہین جانتا ہے
اور اسنے اس امر کا حیلہ طلب کیا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مبیع کا مالک کسی مرد مسافر کو حکم کرے کہ وہ اس مبیع کو مشتری کے
ہاتھ فروخت کر دے بدین شرط کہ مالک مبیع مشتری کے واسطے اسکے ہر طرح کے درک کا اور چوری و جزیہ کا ضامن ہے
پھر مرد مسافر بعد بیع کرنے کے جہان چاہے چلا جاوے پس بائع کو وثوق حاصل ہو جائیگا اسواسطے کہ اگر مشتری
نے سوائے چوری و جزیہ کے کوئی عیب پایا تو واپس کرنے کے واسطے وہ مالک عین سے خصومت نہین کر سکتا ہے

اسواسطے کہ عقد بیع کے حقوق بجانب عاقد راجع ہونگے اور مالک عین اسکا عاقد نہین ہی بلکہ عاقد مرد مسافر ہی اُسکا
پتا نہین معلوم ہی اور ایسا ہی امام محمد رح نے اس حیلہ کو حیل الاصل مین بنا بر روایت ابو حفص ذکر فرمایا ہی اور ابو سلیمان
کی روایت مین اسطرح ہی کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ مالک باندی کسی مرد مسافر کو جسنے بائع سے یہ باندی
خریدی ہی حکم کرے کہ اسکو مشتری کے ہاتھ فروخت کردے بدین شرط کہ باندی کا مولی ہر طرح کے درک دزدی وغیرہ
کا خاصۃً مشتری کے واسطے ضامن ہی پھر مرد مسافر غائب ہو جاوے پس اگر مشتری نے ان دونون عیبون کے سوا سے
اسمین کوئی عیب پایا تو وہ مشتری اول یعنی مرد مسافر کو واپس نہین کر سکتا ہی اسواسطے کہ وہ غائب ہی اور مشتری اول کے
بائع کو بھی واپس نہین دے سکتا ہی اسواسطے کہ مشتری نے اُس سے نہین خریدی ہی پس بائع کا مقصود حاصل ہو جائیگا
اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جسطرح روایت ابو سلیمان مین مذکور ہی وہ مولاے باندی کے حق مین زیادہ مضبوطی کے ساتھ ہی
اسواسطے کہ روایت ابو حفص کے موافق اگر اُسکو وکیل کرکے فروخت کرائے تو حقوق عقد اگرچہ ہمارے نزدیک وکیل کی جانب
راجع ہوتے ہین لیکن بعضے علماء کے نزدیک موکل کی جانب راجع ہوتے ہین پس شاید مشتری ایسے قاضی کے حضور مین
مرافعہ کرے جو ایسی صورت مین موکل کو واپس دینا جائز سمجھتا ہی پس مالک مبیع کا مقصود حاصل نہو گا۔ ایک شخص نے چاہا
کہ اپنی باندی کو ایک شخص کے ہاتھ بطور بیع نسمہ فروخت کرے مگر بائع کو یہ خوف ہوا کہ شاید مشتری اُسکو آزاد نہ کرے
اور اگر بائع بذمہ مشتری اس بیع مین یہ شرط کرتا ہی کہ اسکو آزاد کرے تو بیع فاسد ہوئی جاتی ہی تو اسکا کیا حیلہ ہی سو
فرمایا کہ بائع اس مشتری سے یہ کہے کہ تو اپنے اوپر اس امر کے گواہ کرلے کہ اگر تو اس باندی کو خریدے تو یہ آزاد ہی پس اگر
مشتری نے ایسا کیا تو [illegible] بعد مشتری کی طرف سے آزاد ہو جائیگی اور یہ جائز ہی اسواسطے کہ آزادی کو بجانب
خرید مضاف کرتا ہمارے نزدیک جائز ہی۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ یہ امر مجھے گران گذرتا ہی کہ مین اسکو اپنے حین حیات آزاد
کردون بلکہ مجھے یہ ضرورت ہی کہ وہ میری خدمت کرے مگر مین اسکو فروخت نکرونگا پس بائع نے اسکے واسطے بھی مضبوطی
چاہی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مشتری یون کہے کہ اگر مین اسکو خرید کرون تو یہ میری موت کے بعد آزاد ہی یا یون کہے کہ اگر مین اسکو
خرید کرون تو یہ مدبرہ ہی پس اگر اسکو مشتری نے اس کہنے کے بعد خرید کیا تو یہ مدبرہ ہو جائیگی پس زندگی بھر اُس سے خدمت لیگا
اور اسکو فروخت نہین کر سکتا ہی اسواسطے کہ مدبر کی بیع بدون حکم قاضی کے جائز نہین ہوتی ہی پس بائع و مشتری
دونون کا مطلب حاصل ہو جائیگا۔ زید نے عمرو کی زمین غصب کرلی اور اسکو واپس دینے سے انکار کرتا ہی اور کہتا ہی
کہ اسکو میرے ہاتھ فروخت کردے اگر پوشیدہ یہ کہتا ہی اور علانیہ اس سے انکار کرتا ہی پس عمرو کو منظور ہوا کہ اس سے
کسی حیلہ سے اپنی زمین نکالے پس عمرو کو چاہیے کہ کسی معتمد آدمی کے ہاتھ خفیہ یہ زمین فروخت کرکے اسپر گواہ کرے
پھر اسکو غاصب کے ہاتھ فروخت کرے اور دونون بیع مین زیادہ مدت قرار دے جو اسقدر ہو کہ دونون بیع کی تاریخ
گواہون پر مشتبہ نہووے پس جب ایسا کریگا تو مشتری اول اگر اپنے گواہ قائم کریگا کہ میرا خریدنا اس سے پہلے واقع
ہوا ہی پس وہ غاصب سے لے لیگا اور ایسے مغصوب کی خرید مین جسکا غاصب منکر ہووے دو روایتین مختلف ہین منجملہ
دونون کے روایت نادرہ کے موافق جائز ہی پس بروایت نادر مذکورہ کے موافق اُس صورت مین بھی یہ حیلہ ہو سکتا ہی
اور اگر کوئی باندی خریدے تو لازم ہی کہ اسکا استبراء کرادے یعنی حیض مقررہ کے ساتھ معلوم کرے کہ اسکو حمل نہین ہی
اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس استبراء کے ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور امام محمد رح

اسکو جائز نہین فرماتے ہین اور مختار یہ ہی کہ جس صورت مین یہ معلوم ہو کہ بائع نے اس باندی سے اس طہر مین جماع نہین کیا ہی
تو امام ابو یوسف رح کا قول لیوے اور جس صورت مین معلوم ہو کہ بائع نے اُس سے اس طہر مین قربت کی ہی تو امام محمد رح کا قول
لیوے یعنی امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق حیلہ نکرے اور وہ حیلہ یہ ہی کہ جبکہ مشتری کے نکاح مین کوئی حرہ عورت
نہو تو قبل خریدنے کے اُس سے نکاح کرلے پھر اسکو خرید لے اور اگر اُسکے نکاح مین کوئی آزاد عورت ہو تو حیلہ یہ ہی کہ بائع
یا قبضہ سے پہلے مشتری اُسکا نکاح کسی ثقہ کے ساتھ کردے پھر اسکو خرید کر اُسپر قبضہ کرے پھر شوہر مذکور اُسکو طلاق
دیدے پس استبرا ساقط ہوگا اسواسطے کہ وجود سبب کے وقت یعنی ملک مؤکد بقبضہ حاصل کرنے کے وقت جبکہ اُسکی
فرج اُسکو حلال نہ تھی تو اسکا استبرا اسپر واجب نہوا اگرچہ اسکے بعد حلال ہوگئی کیونکہ معتبر یہی وقت ہی جس وقت سبب پایا گیا ہی
جیسا کہ غیر کے معتدہ ہونے کی صورت مین ہی یہ ہدایہ مین ہی - ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور چاہا کہ اُسپر اُسکا استبرا
کرانا لازم نہ آوے تو اسکا کیا حیلہ ہی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ بائع اُسکو کسی معتمد ثقہ کے ساتھ بیاہ دے جسکے نکاح مین کوئی عورت
آزاد نہو پھر اُسکو مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پس اُسپر مشتری قبضہ کرے پھر اسکا شوہر اُسکے ساتھ دخول کرنے سے پہلے اُسکو
طلاق دیدے پس مشتری کے ذمہ استبرا واجب نہوگا اسواسطے کہ استبرا واجب ہونے کا سبب یہ ہوتا ہی کہ ملک وطی
بملک یمین حاصل کرنے کے حاصل کرے خواہ بذریعہ خرید کے یا اور کسی سبب سے ملک یمین حاصل کرے پھر خریدنے
کے وقت اُس باندی کی فرج اُسکو حرام تھی پس اس حالت مین اُسپر اسکا استبرا کرانا واجب نہ تھا پس اسکے بعد بھی واجب
نہوگا لیکن یہ شرط ہی کہ اُسکے مولی نے جسنے اُسکا نکاح کردیا ہی پہلے ایک حیض سے اُسکا استبرا کرا کے تب نکاح کیا ہو کیونکہ
اگر اُسنے ایسا نکیا تو یہ لازم آویگا کہ ایک ہی طہر مین دو مردون نے ایک عورت سے اجتماع کیا - اور اسی طرح اگر ایک شخص
نے اپنی باندی سے وطی کی پھر چاہا کہ کسی مرد سے اُسکا نکاح کردے تو چاہیے کہ ایک حیض سے استبرا کرا دے پھر اُسکا
نکاح کردے تاکہ دو منیون کا اجتماع لازم نہ آوے ایسا ہی خصاف رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہی اور جامع صغیر مین لکھا ہی
کہ اگر بائع نے قبل اُسکا نکاح کردینے کے اُسکے ساتھ وطی کی ہی پھر اُسکا نکاح کردیا تو شوہر کو روا ہی کہ اُسکا استبرا کرانے
سے پہلے اُس سے جماع کرے یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مجھے پسند
نہین ہی کہ قبل استبرا کے اُسکے ساتھ وطی کرے پھر واضح ہو کہ خصاف رحمہ اللہ نے حیلۂ مذکورہ مین یون فرمایا کہ مشتری
اُسپر قبضہ کرے پھر شوہر اُسکو طلاق دیدے پس قبضہ کے بعد طلاق ہونا اسواسطے شرط کیا کہ اگر مشتری کے قبضہ سے
پہلے اُسنے طلاق دیدی پھر مشتری نے قبضہ کیا تو مشتری پر استبرا واجب ہوگا چنانچہ امام محمد رح سے دو روایتون مین سے
اصح روایت یہی ہی اسوجہ سے کہ قبضہ مشابہ عقد کے ہی اور اسی پر احکام کا دار و مدار ہی خصوصاً ایسے احکام جنکی بنا احتیاط پر ہی
پس اگر مشتری ایسی حالت مین اُسکو خریدے تو اُسپر استبرا واجب ہی پس جب ایسی حالت مین قبضہ کیا جو مشابہ عقد
خرید کے ہی تو بھی استبرا لازم ہوا لہذا بعد قبضہ کرنے کے طلاق شرط کیا گیا - اور بیوع الاصل مین لکھا ہی کہ اگر شوہر دار
باندی خریدی حالانکہ شوہر نے اُسکے ساتھ دخول نہین کیا ہی پھر قبل قبضہ مشتری کے شوہر نے اُسکو طلاق دیدی - تو
مشتری پر لازم ہی کہ ایک حیض سے اُسکا استبرا کرا دے اور حیل الاصل مین لکھا ہی کہ مشتری پر استبرا واجب
نہین ہی پس روایت حیل مین وقت خرید کا اعتبار کیا کہ اُسوقت باندی مذکور مشغول بحق غیر تھی اور روایت بیوع
مین قبضہ کا وقت اعتبار کیا کہ اُسوقت وہ حق غیر سے فارغ تھی اور یہی صحیح ہی - پس اگر بائع نے بیع سے پہلے

اسکا نکاح کر دینے سے انکار کیا تو کیا حیلہ ہے تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ مشتری اسکو خرید کر کے ثمن دیدے اور باندی پر قبضہ نکرے ولیکن
کسی معتمد ثقہ کے ساتھ جسکے نکاح مین عورت آزاد نہو اسکا نکاح کر دے پھر نکاح کر دینے کے بعد اُسپر قبضہ کرے پھر بعد
(یعنی جسپر اسکو بھروسا ہو کہ وہ باندی مذکورہ سے وطی نکریگا اور بعد قبضہ مشتری کے طلاق دیگا ۱۲ منہ)
قبضہ مشتری اُسکے شوہر مذکور اُسکو طلاق دیدے تو مشتری پر استبرا واجب نہوگا اسواسطے کہ جسوقت اُسکی ملک مین شامل
ہوئی ہے اُسوقت اسکی فرج اس مشتری پر حرام تھی اور جسوقت حلال ہوئی ہے اُسوقت کوئی ملک جدید حادث نہین ہوئی
پس استبرا واجب نہوگا لیکن ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ امام محمدؒ سے دو روایتون مین سے ایک روایت کے
موافق ایسی صورت مین مشتری پر استبرا واجب ہے اسواسطے کہ جسوقت اُسنے باندی مذکور کو خریدا ہے اُسوقت حکماً
اُسپر استبرا واجب ہوا تھا کیونکہ ملک حادث ہوئی تھی پس یہ استبرا واجب اس سے پیچھے اُسکا نکاح کر دینے سے ساقط
نہوگا اور جب شوہر نے اُسکو طلاق دی تو استبرا واجب ہوگا لیکن اگر بعد نکاح کے قبل طلاق کے مشتری کے پاس
اُسکو ایک حیض آگیا ہو تو ایسی صورت مین بالاتفاق استبرا واجب نہوگا اسواسطے کہ استبرا ایک دفعہ ہو چکا ہے پھر اگر
مشتری کو یہ خوف ہوا کہ شاید شوہر اُسکو طلاق ندے تو اسکا کیا حیلہ ہے تو یہ حیلہ ہے کہ اُسکا نکاح اس شوہر کے ساتھ اس شرط
سے کرے کہ اس باندی کا امر طلاق بعد اُسکے نکاح کر دینے کے اس شوہر کے ساتھ اُسکے مولی کے ہاتھ مین ہے جب چاہے
اُسکو طلاق دیدے پس جب اس شرط سے اس مرد کے ساتھ اُسکا نکاح کر دیا تو اُسکے طلاق کا اختیار اُسکے مولی کے قبضہ مین رہیگا
اور حاصل ہو کہ جب چاہے اُسکو طلاق دیدے اُسکو اختیار ہے یہ شرط اسواسطے کی ہے کہ اگر اُسنے یہ نکہا کہ جب چاہے تو صرف
اختیار مذکور اسی مجلس تک رہیگا جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہو چکا ہے پس شاید ایسا اتفاق پیش آوے کہ اُسی مجلس مین
وہ طلاق ندیسکے تو اختیار مذکور اُسکے ہاتھ سے نکل جائیگا اسواسطے یہ لفظ اختیار کیا تاکہ یہ خرابی پیش نہ آوے اور جب چاہے
طلاق دیسکے۔ اور اگر مشتری نے خود اس باندی سے نکاح کر لیا پھر اسکے بعد اُسکو خریدا اور قبضہ کر لیا تو اُسپر باندی مذکور
کا استبرا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ نکاح کی وجہ سے اُسکو باندی کے تحت مین لانے کا استحقاق حاصل ہوا اور جب اُسکو
خریدا ہے تب وہ اُسکے فراش کے استحقاق مین تھی اور فراش کا استحقاق اُسپر ثابت ہونا اُسکے رحم کی نطفہ غیر سے بری ہونے
کی ظاہرا دلیل ہے۔ یہ ذخیرہ مین ہے۔

چودھوین فصل ۔ ہبہ کے بیان مین۔ ایک عورت حاملہ نے چاہا کہ اپنے شوہر کو اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کر دے
کہ اگر ولادت مین مر جاوے تو شوہر اُسکے مہر سے بری ہوا اور اگر زندہ رہے اور بچہ جننے سے صحیح سالم بچ جاوے تو اُسکا مہر
اُسکے شوہر پر عود کرے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ شوہر سے ایک کپڑا بہت کم قیمت بعوض اپنے مہر کے جو شوہر پر ہے خریدے اور عورت
مذکورہ اُسکو ندیکھے پھر اگر وہ اپنے بچہ جننے مین مر گئی تو اُسکا شوہر اُسکے مہر سے بری ہو گیا اور اگر صحیح و سالم رہے تو بخیار رویت یہ
(بعوض مہر کے)
کپڑا اپنے شوہر کو واپس کر دے پس اُسکا مہر اُسکے شوہر پر عود کریگا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ اسی طرح اگر ایک قرضخواہ نے
جسکا دوسرے پر قرضہ آتا ہے غائب ہونا یعنی سفر کو جانا چاہا اور اُسکو منظور ہے کہ اگر اپنے سفر سے واپس نہ آوے تو اُسکا قرضدار
قرضہ سے بری ہو جاوے اور اگر واپس آوے تو قرضہ بحال خود اُسپر عود کرے اور وہ قرضدار سے وصول کر سکے تو اسکا
بھی یہی حیلہ ہے کہ قرضدار سے بعوض قرضہ کے کوئی چیز خریدے اور اُسکو کسی عادل کے قبضہ مین رہنے دے پس اگر واپس
آوے تو بخیار رویت اپنے بائع کو واپس دے پس اُسپر قرضہ بحال خود عود کریگا اور اگر مر گیا تو بیع مذکور لازم ہو جاویگی
اور قرضدار مذکور اُسکے قرضہ سے اسقدر قلیل قیمت کے کپڑے کو فروخت کر کے بری ہو جائیگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا

کہ یہ صورت حیلہ بھی ٹھیک پڑیگی کہ جب وہ کپڑا اپنے حال پر باقی رہے تو اُسکو واپس کرسکتی ہی اسواسطے کہ خیار رویت کے
واسطے کوئی مدت مقررہ نہین ہی اور اس خیار کی وجہ سے واپس کرنے سے خرید فروخت مذکور جڑ سے فسخ ہو جائیگی پس مہر
اُسپر عود کریگا جیساکہ پہلے واجب تھا لیکن اسمین یہ خدشہ ہی کہ شاید کپڑا اُسکے پاس عیب دار ہو جاوے یا تلف ہو جاوے
تو پھر اُسکو واپس نکر سکیگی تو اسکی راہ یہ ہی کہ کپڑے کو خرید لے اور اسپر گواہ کرلے بدون اسکے کہ اسکو شوہر سے لیکر اپنے قبضہ
مین لاوے تاکہ جب ولادت مین صحیح سالم بچ جاوے تو کسی وجہ سے اُسکو واپس کرنا متعذر نہو۔ زید نے اپنی جورو
سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر آج کے روز مجھے ہبہ نکردے تو تجھپر تین طلاق ہین پس عورت مذکورہ نے اپنے باپ سے اسکا تذکرہ
کیا پس اُسکے باپ نے کہا کہ اگر تونے اپنا مہر اُسکو ہبہ کیا تو تیری مان کو تین طلاق ہین تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ عورت مذکورہ
اسی روز اپنے شوہر سے ایک چیز کسی کپڑے وغیرہ مین لپٹی ہوئی بعوض اپنے مہر کے خریدے اور شوہر سے لیکر اس
چیز پر قبضہ کرلے پھر جب یہ روز گذر جاوے تو قسم کا وقت آگذر گیا اور ایسی حالت مین گذرا کہ شوہر کے ذمہ اُسکا مہر
کچھ نہ تھا پس قسم ساقط ہو جائیگی اور زید حانث نہوگا کہ اُسنے ہبہ نکیا پھر اس خریدی ہوئی چیز کو کھولے اور خیار رویت کے
حکم سے واپس کردے پس اُسکا مہر اُسکے شوہر پر عود کریگا۔ اور اُسکی مان پر بھی طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اُسنے اپنا مہر
ہبہ نہین کیا یہ محیط مین ہی۔

پندرھوین فصل۔ معاملہ کے بیان مین۔ زید نے عمرو سے مثلاً آٹھ سو درم طلب کیے اور عمرو نے انکار
کیا لیکن ہمطور سے دینا منظور کیا کہ اُسکو دو سو درم نفع حاصل ہو پس عمرو نے چاہا کہ زید کے ہاتھ کوئی چیز بعوض ہزار
درم کے ایک سال کے وعدہ پر فروخت کرے پھر اُس سے یہی چیز بعوض آٹھ سو درم کے خرید کرکے فی الحال اسکا ثمن
ادا کردے پس زید کو آٹھ سو درم حاصل ہو جاوینگے اور عمرو کے زید پر ہزار درم قرضہ رہینگے پس دونون کا مقصود حاصل
ہو جائیگا تو ہم کہتے ہین کہ یہ جائز نہین ہی اسواسطے کہ ایسی صورت مین عمرو نے جو چیز زید کے ہاتھ فروخت کردی تھی اُسی چیز
کو جو اپنے حال پر باقی ہی زید سے قبل زید کے اُسکے دام ادا کرنے کے بعوض کم دامون کے خریدنے والا ہوا جاتا ہی اور یہ
جائز نہین ہی جیساکہ کتاب البیوع مین خوب معلوم ہو چکا ہی پھر اگر دونون نے اسکا حیلہ طلب کیا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ زید اس
چیز مین خفیف نقصان کردے پھر عمرو کے ہاتھ اسکو بعوض آٹھ سو درم کے فروخت کردے پس ثمن کی کمی بمقابلہ اُس
نقصان جزو کے ہوگی جو مشتری کے پاس سے جاتا رہا ہی پس بیع جائز ہو جائیگی اگرچہ یہ جزو قلیل ہو کیونکہ جزو قلیل کے
مقابلہ مین ثمن کثیر ہونا جائز ہو سکتا ہی ایسا ہی امام خصاف رحمہ نے اس حیلہ کو بیان فرمایا ہی اور یہ امر خصاف رحمہ کی طرف
سے ایک طرح کی آسانی کردینی ہی کہ انھون نے جزو قلیل کے مقابلہ مین بہت سا ثمن قرار دیا ہی اور ایسا اسوجہ سے کیا
کہ جو چیز فروخت کی ہی اُسکا ثمن وصول پانے سے پہلے اُسکو کم دامون پر خریدنے مین علماء کا اختلاف ہی کہ یہ جائز ہی یا نہین
جائز ہی پھر جب ادنی سی علت پائی گئی کہ مشتری کے نزدیک اسکا کوئی جزو جاتا رہا ہی تو اسی پر حکم کی بنیاد قرار دی اور
اسی پر تکیہ کیا۔ اور دوسرا حیلہ یہ ہی کہ مشتری اس متاع مین سے تھوڑا سا جزو رد کرلے اور باقی کو خرید کردہ دامون
پر فروخت کردے اور یہ جائز ہی اور نقصان ثمن بمقابلہ اُس جزو کے قرار دیا جائیگا جو مشتری کے پاس رہگیا ہی
اور اگر مبیع ایسی چیز ہو جسکا عیب دار کردینا ممکن نہو یا اسمین سے کوئی جزو رد کر چھوڑنا ممکن نہو مثلاً مبیع ایک موتی ہی
یا ایک غلام ہی یا ایک گھوڑا ہی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ بائع اس چیز کے ساتھ کوئی کم قدر چیز ملاکر فروخت کردے پھر مشتری

کم قدر چیز رکہ لے اور متاع مذکور کو بائع کے ہاتھہ کم دامون پر فروخت کردے اور نقصان ثمن بتابلہ اس کم قدر چیز کے ہوگا پس بیع مذکور جائز ہوگی اور حیلہ دیگر یہ ہی کہ مشتری تمام اس چیز کو جو اُسنے خریدی ہی بائع کے فرزند کو ہبہ کردے یا کسی معتمد علیہ کو ہبہ کردے اور موہوب لہ اسکو بائع کے ہاتھ قبضہ کرنے کے بعد فروخت کردے اور جس ثمن کو مشتری نے خریدی تھی اُس سے کم پر فروخت کرے پس بیع جائز ہوجائیگی اسواسطے کہ عقد کنندہ مختلف ہوگیا اور ملک بھی مختلف ہوگئی پس اسمین بیچی ہوئی چیز کا کم دامون پر خریدنے کا کچھ دخل ہی نہوگا یہ محیط مین ہی۔

اور جو ثمن وصول کرے وہ ہبہ کرنے والے کو ہبہ کردے ۱۲ منہ

سولھوین فصل مداینات کے بیان مین۔ زید کا عمرو پر کچھ مال آتا ہی مگر اُسکے گواہ نہین ہین پس عمرو نے اُسکے اسقدر مال اپنے اوپر ہونے کا اقرار کرنے سے انکار کیا لیکن یہ کہا کہ اگر میعاد و مہلت مثلاً سال دو سال کی دیدے تو اقرار کرتا ہون یا مجھسے کسی قدر حصۂ مال لے لینے پر صلح کرلے اور زید نے چاہا کہ ایسا حیلہ کرے جس سے وہ اس مال کا مقر ہوجاوے اور مہلت دینا اور صلح کرنا جائز نہوجاوے تو جاننا چاہیے۔ کہ اگر قرضدار نے قرضخواہ سے کہا کہ مین تیرے مال کا اقرار نکرونگا یہانتک کہ تو مجھے میعاد دیدے یا تیرے واسطے اقرار نکرونگا یہانتک کہ تو مجھسے صلح کرے یا تیرے واسطے اقرار نکرونگا یہانتک کہ جسقدر تو دعوی کرتا ہی اُس سے کچھ ساقط کردے پس آیا ایسا اقرار اُسکی طرف سے اقرار مال ہی یا نہین ہی سو بعضے علماء کے نزدیک اقرار مال ہی پس بنا برین قرضخواہ کو کسی حیلہ کی احتیاج نہین ہی اور امام محمد رح نے اس مسئلہ کو کتاب الاقرار مین ذکر کرکے فرمایا کہ یہ اقرار نہوگا پھر اگر قرضخواہ نے ایسا حیلہ چاہا کہ جس سے وہ بالاتفاق مقر ہوجاوے اور قرضخواہ کا مہلت دینا اور صلح کرنا صحیح نہونے پاوے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ قرضخواہ مثلاً زید کسی اپنے معتمد علیہ مثلاً خالد کے واسطے اس مال کا اقرار کردے اور اپنے اوپر اس امر کے گواہ کردے کہ اس قرضہ مین میرا نام عاریتی ہی در اصل یہ مال اس خالد کا ہی پھر اس خالد کو اس مال کے وصول کرنے کا وکیل کردے جسطرح ہمنے سابق مین بیان کیا ہی پھر خالد مذکور قاضی کے پاس حاضر ہو اور زید کو بھی ساتھ لیجاوے اور کہے کہ عمرو پر میرا مال اس زید کے نام سے اس اس قدر ہی پھر جب زید نے قاضی کے حضور مین اسکا اقرار کرلیا تو خالد بعد اسکے قاضی سے کہے کہ اس زید کو اس مال کے وصول کرنے سے منع کردے اور اس امر سے بھی ممانعت فرماوے کہ یہ اُس مال مین کوئی تصرف جدید نکرنے پاوے یا اسکو اس معاملہ مین مجبور فرماوے اور یہ درخواست اسواسطے کرنی پڑی کہ زید ہی اسکے وصول کرنے کا اختیار رکھتا ہی چنانچہ اسکے بعد انشاء اللہ تعالے بیان ہوگا پس اسکے مجبور و ممنوع کرانے کی ضرورت ہوئی ہی کہ قاضی اُسکو مجبور کردے پس جب اُسنے قاضی سے اس امر کی درخواست کی تو قاضی اُسکو مجبور کردیگا اور اُسکو وصول کرنے سے منع کردیگا اور ہر قسم کے تصرف سے منع کردیگا۔ پھر زید مذکور اسکے بعد عمرو قرضدار کے پاس آوے اور اُس سے صلح کرے یا اُسکو مہلت دیدے حتے کہ وہ اس قرضہ کا مقر ہوجاوے اور گواہ لوگ سُن لین پھر جب اُسکے قرضہ کا اقرار کرلے پھر خالد مذکور قاضی کے حضور مین حاضر ہوکر اس ماجرے کے جو پہلے گذرا ہی گواہ قائم کرے اور زید کے ساتھ اُسکا صلح کرنا یا مدت مہلت دینا سب باطل کراکے اس مال کو فی الحال اُس سے نے لے اور یہ مسئلہ مبسوط مین نہین پایا جاتا ہی بلکہ امام خصاف رح کی جانب سے مستفاد ہوا ہی اور ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ اس حیلہ مین ایک طرح کا اعتراض ہی اور وہ یہ ہی کہ قاضی کو چاہیے تھا کہ زید کو مجبور نکرتا اسواسطے کہ زید کو مجبور کرنے مین عمرو کے حق کا ابطال ہی اسواسطے کہ زید کو عمرو قرضدار حق ادا کرنے اور اُسکے بری کرنے سے یا مہلت دینے سے مستحق بریت و تاجیل ہی پس اس حجر کے جائز ہونے مین مطلوب کے حق کا ابطال ہی اور قاضی ایسے موقع پر مجبور نہین کرتا ہی۔ اور شاید خصاف رح نے اس حکم کو اس مسئلہ

قرضدار عمرو ۱۲

جواب اعتراض ۱۲ منہ

سے لیا ہی جسکو امام محمد رح نے کتاب الحجر کے آخر مین ذکر کیا ہی کہ اگر قاضی نے کسی شخص کو تصرف کی اجازت دی پھر جب اُسنے
تصرف کیا اور لوگون سے لین دین قرض اُدھار کا معاملہ کیا تو وہ مفسد یعنی تباہ کار ہوگیا تو امام محمد رح کے نزدیک مجحور ہو جائیگا
اگرچہ قاضی نے ہنوز اسکو مجحور نہ کیا ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بدون قاضی کے مجحور کرنے کے مجحور نہوگا اور جب قاضی
نے اُسکو مجحور کیا تو مجحور ہو جائیگا اور قاضی کا مجحور کرنا صحیح ہوگا حالانکہ ایسی صورت مین بھی اُسکا قرضدار اس مجحور کو ادا کرنے اور
اس مجحور کے بری کرنے سے بری ہونا چاہیے پس اسکو مجحور کرنے مین اُسکے مدیون کے حق کا ابطال ہی اور باوجود اسکے اسکو
جائز رکھا ہی اور کتاب الحجر مین ایسی دلیلین بہت پائی جاتی ہین پس اس مقام پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے پھر خصاف رح نے اسکے
بعد فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ جسکے نام سے یہ مال ہی اُسکے اقرار کرنے کے بعد بھی اُسکو اختیار ہی کہ مال مذکور وصول کرے
اور اُسکا مہلت دینا اور بری کرنا اور ہبہ کرنا اور ہر طرح کا تصرف جو کچھ کرے سب جائز ہی اور اس قول مین امام ابو حنیفہ رح
کی خصوصیت اسوجہ سے کی ہی کہ امام اعظم رح مجحور کرنے کو جائز نہین جانتے ہین پس جب اُنکے نزدیک مجحور کرنا صحیح نہوا تو مجحور
کرنے کے بعد بھی ویسا ہی حال رہیگا جیسا مجحور کرنے سے پہلے تھا اور قبل مجحور کیے جانے کے اُسکے تصرفات اس قرضہ اقراری
کی بابت جائز تھے اور کتاب الاقرار مین معلوم ہو چکا ہی کہ اگر کسی نے اقرار کیا کہ جو قرضہ اُسکا لوگون پر ہی وہ فلان شخص کا مال ہی
تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا اور وصول کرنے کا استحقاق اسی مقر کو ہوگا کیونکہ اس قرضہ کا معاملہ اسی مقر نے کیا ہی اور عقد معاملہ
قرار دینے والے یعنی عاقد کو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک یہ اختیار ہوتا ہی کہ وہ مہلت دے اور بری کر دے اور یہ مسئلہ
معروف ہی۔ زید کا عمرو پر مال آتا ہی پھر عمرو نے چاہا کہ یہ مال جو زید کا اُسپر آتا ہی یہ تحویل ہو کر بکر کا ہو جاوے تو اسکا حیلہ یہ ہی
کہ عمرو اس شخص بکر سے کہے کہ تو اپنا غلام یا کوئی متاع زید کے ہاتھ بعوض اُسکے اُس ہزار درم قرضہ کے جو زید کا مجھپر آتا ہی فروخت
کر دے پس جب بکر اپنا غلام زید کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو عمرو پر آتا ہی فروخت کر دیگا اور زید اس بیع کو بکر سے قبول کریگا
تو قرضہ تحویل ہو جائیگا یعنے یہ قرضہ مذکورہ زید سے تحویل ہو کر بکر کے واسطے اس عمرو پر ہو جائیگا کیونکہ بیع کا تعلق اسی قرضہ سے
نہوگا اسواسطے کہ دراہم و دینار عقد مین متعین نہین ہوتے ہین خواہ بطریق دین ہون یا بطریق عین ہون بلکہ تعلق عقد ایسے
درم و دینار سے ہوتا ہی جو ذمہ ثابت ہوتے ہین پس ایسا ہو گیا کہ گویا اُسنے بکر سے یون کہا کہ اپنا غلام زید کے ہاتھ بعوض مثل
اُس قرضہ کے جو زید کا مجھپر آتا ہی فروخت کر دے پھر اسکا ثمن اس قرضہ کے ساتھ جو اُسکا مجھپر آتا ہی قصاص کر دے اور یہ جائز ہی
پس ایسی حالت مین یہ مال تحویل ہو کر بکر کے واسطے ہو جائیگا اور اس مسئلہ کو جامع صغیر مین ذکر کیا ہی اور اُسکے دو حیلہ ذکر فرمائے
ہین پس ایک تو یہی ہی جو ہمنے بیان کیا اور دوسرا یہ ہی کہ قرضدار عمرو مذکور اس شخص بکر کو حکم کرے کہ زید سے اس قرضہ کے عوض
جو اُسکا مجھپر آتا ہی اپنے اس غلام پر صلح کر لے پس جب اُسنے ایسا کیا تو جو مال عمرو پر ہی وہ اس بکر کے واسطے ہو جائیگا لیکن فرق
یہ ہی کہ اس حیلہ صلح کی صورت مین غلام کی قیمت واپس لینے کا مستحق ہوگا اور اسکی وجہ یہ ہی کہ صلح کا وقوع اس غلام پر جو ہی
بدل صلح پر نہین ہوا ہی کیونکہ صلح جب مضاف بعین ہوئی تو اُسکا تعلق بعین ہوتا ہی نہ بمثل جو دین ہو کر بذمہ واجب ہوا اسی واسطے
اگر دین پر صلح کی پھر دونون نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ اُسپر قرضہ نہ تھا تو صلح باطل ہو جاتی ہی اور جب صلح غلام پر واقع
ہوئی تو ادائی قرضہ بعین غلام ہوئی پس قرضدار اُس ادا کرنے والے سے اُسکے غلام کا قرض لینے والا ہو گیا اور غلام کا قرضہ
لینا اس غلام کی قیمت کو واجب کرتا ہی اور حیلہ بیع کی صورت مین عقد بیع متعلق بدین دین نہین ہوا بلکہ اُسکے مثل سے
متعلق ہوا جو اُسکے ذمہ دین واجب ہوا اسی واسطے اگر طالب نے مطلوب سے اپنے قرضہ متدعویہ کے عوض کوئی چیز خریدی

پھر دونون نے باتفاق اقرار کیا کہ اس مطلوب پر کچھ قرضہ نہ تھا تو بیع باطل نہوگی۔ پس ہرگاہ حالت یہ ٹھہری تو مامور اپنے غلام
کے ثمن سے اس قرضدار حکم دہندہ کا قرضہ ادا کرنے والا ہوگیا گویا اُسنے غلام کو درمون کے عوض فروخت کر کے پھر اُسکے ثمن کو قرضہ
مذکورہ کا جو مشتری کا قرضدار حکم دہندہ پر تھا قصاص کر دیا پس جب ایسی حالت ہووے تو مامور مذکور اپنے حکم دہندہ سے اپنے
غلام کا ثمن واپس لیگا اور وہ مثل قرضہ کے ہی پس ایسا ہی یہان بھی ہی اور اگر قرضدار نے ایسا نچاہا بلکہ طالب قرضہ نے ایسا چاہا
تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ قرضخواہ مالک غلام یا متاع سے اُسکا غلام یا متاع بعوض ہزار درم کے مطلقاً خریدے اور یہ نہ کہے
کہ بعوض آن ہزار درم کے جو اُسکے فلان قرضدار پر ہین اسواسطے کہ اگر ایسا کیگا تو لازم آئیگا کہ اُسنے قرضہ کا مالک ایسے
شخص کو کیا جسپر قرضہ نہین ہی یعنی سواے قرضدار کے دوسرے کو قرضہ کا مالک کر دیا اور یہ جائز نہین ہی پس وہ مطلقاً
ہزار درم کے عوض خریدے پھر بائع کو اس ثمن کی اُترائی اپنے قرضدار پر کرادے پس یہ قرضہ اس بائع کا ہو جائیگا۔ پھر
اگر قرضدار نے اس حوالہ کو قبول نہ کیا تو آیا تمام ہوگا تو فرمایا کہ نہین اسواسطے کہ مطالبہ و تقاضا کرنے مین لوگون کی عادتون
مین فرق ہی کوئی سخت تقاضا کرتا ہی اور کوئی آہستگی سے مطالبہ کرتا ہی اور مطالبہ کی تحویل و اُترائی غیر شخص پر بدون اُسکی
رضامندی کے نہین ہو سکتی ہی پس اگر اُسنے چاہا کہ ایسا کوئی حیلہ نکلے کہ بدون حوالہ کے یہ مال اس بائع کا ہو جاوے
تو اُسکی صورت وہی ہی جو ہمنے بیان کر دی کہ قرضخواہ مذکور اس قرضہ کا اقرار اس بائع کے واسطے کر دے اور بائع
کو اُسکے وصول کرنے کا وکیل کر دے جسطرح کہ ہمنے اوپر بیان کیا ہی پھر مالک غلام اُسکو اپنے غلام کے ثمن سے بری کر دے
اور اگر بائع مقر لہ کو یہ خوف ہوا کہ شاید یہ شخص مشتری مقر مجھکو اپنی وکالت سے معزول کر دے تو اسکی مضبوطی کی
صورت حیلہ بھی سابق مین ہمنے بیان کر دی ہی اور نیز بات یہ ہی کہ مقر لہ یعنے بائع نے اگر مقر کو اپنے غلام کے ثمن سے
بری کر دیا تو اُسکو کیا اطمینان ہو سکتا ہی کہ مقر اُس سے کہے کہ تو اس قرضہ کے وصول کرنے مین میرا وکیل ہی اور
اُس سے اس امر پر قسم لے تو کیونکر قسم کھا سکتا ہی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مقر سے اپنے واسطے اس قرضہ کے اقرار کا اقرار نامہ
لکھوالے جسکی صورت ہمنے پہلے بیان کر دی ہی اور نیز اس تحریر مین یہ بھی لکھے کہ طالب یعنے مقر نے اقرار کیا کہ مین نے
قاضیان اسلام مین سے ایک قاضی کے سامنے اس مقر لہ پر یہ دعوی کیا تھا کہ تو اس قرضہ کے وصول کرنے مین
میرا وکیل ہی اور مین نے اس سے قسم لی تھی پھر اسکے بعد اس دعوی مین میرے واسطے اسپر قسم عائد نہین ہی۔ پس جب
اُسنے اسطور سے اقرار کر کے اقرار نامہ تحریر کر دیا تو پھر اس مقر کے واسطے اس مقر لہ پر اور اس قرضدار پر اس مال کی بابت
کوئی راہ نہوگی۔ زید کا عمرو پر مال آتا ہی پس عمرو نے زید سے درخواست کی کہ فلان وقت معلوم تک مجھے اسکے ادا کرنے
کی مہلت دے یا اسکی قسط مقرر کر دے اور زید نے اسکو منظور کیا مگر عمرو کو خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ زید اس امر مین یہ حیلہ
نکالے کہ اس مال کا کسی شخص غیر کے واسطے پہلے اقرار کر دے پھر مجھے مہلت دے یا قسط مقرر کر دے پس بنا بر قول
امام ابو یوسف رح کے اُسکا مہلت دینا یا قسط مقرر کرنا صحیح نہووے پس اُسنے ایسا حیلہ طلب کیا جس سے اُسکا مہلت دینا
یا قسط مقرر کرنا بالاتفاق سب کے نزدیک صحیح ہو جاوے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ طالب یعنی زید سے اقرار کرادے کہ یہ مال
جب سے عمرو پر واجب ہوا ہی تب سے اسی طور سے واجب ہوا ہی کہ اسکی میعاد ادائی فلان مدت تک ہی اور اگر اُسکی
قسط بندی چاہتا ہی تو اُس سے اقرار کرادے کہ یہ مال جب سے واجب ہوا ہی تب سے اسی طور سے واجب ہوا ہی
کہ اسکی میعاد ادائی تا وقت فلان بطور قسط بندی ہی اور قسطون کی تعداد و وقت ادائی وغیرہ سب مفصل بیان کر دے

اور باصطلاح تحریر کرانے کی وجہ یہ ہی کہ علماء نے باہم اختلاف کیا ہی کہ جو شخص بیع کے واسطے وکیل ہو وہ بیع تمام ہو جانے
کے بعد مہلت دینے یا قسط بندی کرنے کا مختار ہی یا نہیں ہی لیکن سب نے اس امر پر اتفاق کیا ہی کہ اسکو یہ اختیار ہی کہ بیع کرتے
وقت ادھار میعادی ثمن یا ثمن قسط بندی کے ساتھ ادا کرنے کی شرط پر فروخت کرے ملیں چاہیے کہ اُس سے اسی طور سے
اقرار کراوے چنانچہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہی کہ قرضہ مطلقاً ثابت ہونے کے بعد مہلت دینا و قسط مقرر کرنا جائز نہیں ہی
اور امام ابو یوسف رح نے یہ جائز رکھا ہی کہ وہ پہلے سے یہ اقرار کرے کہ یہ مال میعادی یا قسط بندی پر ادا کرنے کے ساتھ ہی
واجب ہوا ہی اور یہ نظیر اس مسئلہ ذیل کی ہی کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر قرضہ کے دو قرضخواہ شریک ہوں پس ایک قرضخواہ
نے اپنے حصہ کے واسطے مہلت دینی چاہی اور دوسرے نے انکار کیا تو ایسی مہلت دینا بالکل جائز نہوگا [یعنی کسی کے حصہ میں جائز نہوگا] - اور اگر دونوں میں
سے ایک نے کہا کہ یہ قرضہ جسوقت واجب ہوا ہی تبھی سے میعادی واجب ہوا ہی اور دوسرے نے اس سے انکار کیا تو مقر
کے حصہ کے حق میں مہلت ثابت ہو جائیگی اسی طرح حد القذف کی صورت میں اگر حد قذف کسی تہمت لگانے والے پر [یعنی فلان وقت تک]
واجب ہوئی پھر جسکو تہمت لگائی ہی اُسنے چاہا کہ اسکو معاف کردے تو معاف کرنا کچھ کارآمد نہوگا اور اگر تہمت زدہ نے اسطرح
اقرار کیا کہ میں اپنے دعوی میں مبطل تھا تو حد ساقط ہو جائیگی پس اس سے ظاہر ہوا کہ اگر کسی شخص نے کسی چیز کے سبب کا اقرار
کیا تو اسکا ثبوت اُسی طور سے ہوگا جسطرح اُسنے اقرار کیا ہی اور اگر کسی شخص نے اپنے اقرار سے کسی سبب کے بدل ڈالنے کا
جو ثابت ہو چکا ہی قصد کیا تو اسکا اقرار کارآمد نہوگا پس ایسا ہی ہمارے اس مسئلہ میں ہی شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ یہ
سب اُس صورت میں ہی کہ جب اُسنے ایسی مدت کا اقرار کیا جو لوگوں میں متعارف ہی اور اگر اُسنے ایسی مدت کی مہلت کا
اقرار کیا جو لوگوں کے عرف و رواج کے خلاف ہی تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک اسکا یہ اقرار صحیح نہوگا اور
یہ مسئلہ کتاب الوکالۃ میں [illegible] معروف ہی کہ وکیل بیع نے اگر مبیع کو میعادی ادھار فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک
صحیح ہی چاہے جیسی میعاد قرار دی ہو اور صاحبین رح کے نزدیک ویسی ہی میعاد صحیح ہوگی جیسی لوگوں میں رائج و معروف ہو
اور نیز یہ بھی چاہیے کہ طالب اس مطلوب کے واسطے اسطرح ضمانت کرے کہ اس مطلوب کو جو کچھ اس معاملہ میں درک پیش
آوے اس طالب کی جانب یا سبب سے بطریق اقرار و تلجیہ و ہبہ و تملیک و توکیل کے یا کسی تصرف کی وجہ سے جو اُسنے
اس مال میں اسطرح کیا ہو جس سے اس مطلوب کی مہلت میعادی جسکا وہ مستحق ہوا ہی باطل ہوتی ہو تو یہ طالب اسکا ضامن
ہی کہ اس مطلوب کو اس سے خلاص کرائیگا یا جو کچھ اسپر لازم آئیگا وہ اس مطلوب کو واپس دیگا - پس اگر دونوں نے
اسطرح حیلہ کر لیا پھر ایک شخص ثالث آیا جسکے واسطے اس طالب نے اس مطلوب کو مہلت دینے سے پہلے اس مال
کا اقرار کیا ہی پس اُسنے مطلوب سے مال کا مواخذہ کیا اور مہلت دینے میں اسکی تکذیب کی تو امام ابو یوسف رح کے قول
کے موافق مہلت ثابت نہوگی ولیکن مطلوب کو یہ استحقاق حاصل ہوگا کہ وہ طالب سے اس چیز کے واسطے جسکا وہ
ضامن ہوا ہی رجوع کرے اسواسطے کہ اُسنے ضمانت کر لی تھی کہ جو کچھ اسکو درک لاحق ہوگا اُسکا میں ضامن ہوں پس
اسکو یہ درک لاحق ہوا پس مطلوب اُس سے رجوع کریگا پھر یا تو طالب اسکو چھڑائیگا یا جو کچھ اُسکے واسطے ضمانت کی ہی
اسقدر مال اسکو دیدیگا کہ وہ مطلوب پر تا میعاد مذکورہ و قسطہاے مقررہ قرضہ رہیگا زید کا عمرو پر مال آتا ہی پھر عمرو مر گیا
اور اسکے وارث نے زید سے درخواست کی کہ تو اس مال کے واسطے فلان وقت تک مہلت دیدے تو فرمایا کہ یہ مہلت
ناجائز ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ مسئلہ امام خصاف رح کی جانب سے مستفاد ہی اور اسکا ذکر مبسوط میں نہیں ہی

ولیکن مبسوط مین اسقدر مذکور ہی کہ اگر قرضدار مرگیا تو اُسکے مرتے ہی میعاد جاتی رہیگی اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو جائیگا
اور اسمین حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی ہی اور اس صورت کو اس مقام پر ذکر نہین
فرمایا ہی اور خصاف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وارث کے حق مین قرضہ کی میعاد جو مقرر تھی ثابت نہوگی اسواسطے کہ قرضہ
اسپر نہ تھا پس اُسکے حق مین میعاد بھی ثابت نہوگی پھر اسکے بعد اگر میعاد ثابت ہو تو یا تو میت کے واسطے ثابت ہوگی
یا مال قرضہ کے حق مین ثابت ہوگی ولیکن میت کے حق مین ثابت نہین ہوسکتی ہی اسواسطے کہ اُسکی موت سے قرضہ اسکے ذمہ سے
ساقط ہوگیا پس اُسکی موت کے بعد اُسکے حق مین ابتداءً کیونکر میعاد ثابت ہوگی اور مال کے حق مین بھی مہلت ثابت
ہونا جائز نہین ہی اسواسطے کہ وہ عین ہی اور اعیان میعادون کو قبول نہین کرتے ہین اسی واسطے ہمنے کہا ہی کہ مہلت
میعادی ثابت نہوگی۔ اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو کتاب مین مذکور ہی یہ امام محمد رح کا قول ہی اور بنا بر قول
امام ابو یوسف رح کے مہلت ثابت ہونی چاہیے اور اسکا مرجع انھون نے مسئلہ ذیل قرار دیا ہی اور وہ یہ ہی کہ قرضخواہ
نے اگر میت کو اپنے قرضہ سے بری کر دیا اور وارث نے اسکو رد کر دیا تو وارث کا رد کرنا امام محمد رح کے نزدیک
کلام مین کچھ خلل انداز نہوگا اسواسطے کہ قرضہ اُسپر نہین ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا رد کرنا خلل انداز ہوگا
اسواسطے کہ قرضہ کا مطالبہ اب اُسی سے ہی پس جبکہ اُسکا رد کرنا خلل انداز ہوا اور ایسا قرار دیا گیا کہ گویا قرضہ اسی پر ہی
تو میعاد بھی اُسکے حق مین کارآمد ہوگی پس اُسکے واسطے میعاد ثابت ہوگی پس ایسا ہی ان مشائخ نے فرمایا ہی ولیکن صحیح
یہ ہی کہ جو کتاب مین مذکور ہی وہ اتفاقی حکم ہی۔ پھر جبکہ وارث کے حق مین میعاد ثابت نہوگی تو اسکا حیلہ کیا ہی تو فرمایا کہ اسکا حیلہ
یہ ہی کہ وارث یہ اقرار کرے کہ مین نے میت کی زندگی مین میت کی طرف سے اس قرضخواہ کے واسطے اس مال کی ضمانت
اس طور سے کر لی تھی کہ فلان وقت کی میعاد تک اسکی ادائی کا مین ضامن ہون اور قرضخواہ مذکور یہ اقرار کرے کہ یہ مال بعد
میت پر اور اُسکے اس کفیل پر فلان مدت تک میعادی تھا اور نیز قرضخواہ مذکور یہ بھی اقرار کرے کہ اس وارث کو مال میت سے
کچھ نہین ملا ہی پس جب اسطرح اقرار دونون کا پایا گیا تو ایسی حالت مین یہ مال مذکور اس وارث پر میعادی ہو جائیگا
اور یہ اسواسطے ہوا کہ مدت میعادی اگرچہ اصیل کے حق مین اُسکی موت کی وجہ سے ساقط ہوگئی ہی لیکن کفیل کے حق مین
ساقط نہوگی پس وارث کے حق مین میعادی قرضہ رہیگا ایسا ہی ظاہر الروایۃ مین مذکور ہی اور یہ جو کتاب مین فرمایا کہ قرضخواہ
اس امر کا اقرار کرے کہ اس وارث کو مال میت سے کچھ نہین ملا ہی وہ اسواسطے ہی کہ اصیل پر یہ قرضہ بسبب اُسکی موت کے فی الحال
واجب الادا ہوگیا پس اُسکو اختیار رہا کہ اُسکا مال فروخت کرا دے اور جہان کہین پاوے وصول کرلے پس اُس سے
اسطرح کا اقرار کرا لیا تاکہ وہ وارث سے رجوع نکر سکے اور نیز کتاب مین فرمایا کہ یون اقرار نکرے کہ یہ میت قرضدار مفلس مرگیا
اور وارث نے اسکے بعد اُسکی طرف سے ضمانت کی ہی بلکہ یون اقرار کرے کہ اُسنے میت کی زندگی مین اُسکی طرف سے
ضمانت کی تھی کیونکہ امام اعظم رح کا مذہب یہ ہی کہ مفلس میت کی طرف سے قرضہ کی کفالت کرنا صحیح نہین ہی پس اس قول
سے احتراز ہونے کے واسطے اسی طور سے اقرار کرے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

سترھوین فصل ۔ اجارات کے بیان مین ۔ امام محمد رح نے اجارات اصل مین فرمایا کہ زید نے عمرو سے ایک حمام اجارہ
پر لیا اور مالک حمام عمرو نے زید کے ذمہ حمام کے مرمت کی شرط لگائی تو اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مقدار مرمت داخل اجرت
ہوگی حالانکہ وہ مجہول ہی پس اگر اسکے واسطے حیلہ چاہا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ دیکھنا چاہیے کہ مرمت مین کسقدر خرچ ہوگا پس اسکا اندازہ

کرے کہ یہ مقدار اُسکی اجرت مین بڑھا دے پھر عوض اُسکو حکم دے کہ اجرت مین سے اسقدر مال اسکی مرمت مین خرچ کرے
چنانچہ اگر کرایہ کی مقدار دس درم ہو اور مرمت کے واسطے خرچہ کی مقدار ضروری بھی مثلاً دس درم ہو تو مالک حمام اُسکو بیس
درم کے عوض اجارہ پر دے پھر اُسکو حکم کرے کہ اسمین سے دس درم اسکی مرمت مین خرچ کرے پس مستاجر اُسکی طرف سے
اُسکے حمام کی مرمت اُسکے مال سے کرنے کا وکیل ہو جائیگا اور یہ معلوم ہے پس جائز ہوگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حیلہ
بنا بر قول صاحبین رح کے ٹھیک ہے اور بنا بر قول امام اعظم رح کے ٹھیک نہین ہے اسواسطے کہ اجرت قرضہ ہے حالانکہ
ایک مجہول چیز مین صرف کرنے کا حکم کیا ہے اور یہ مانع جواز ہے اسواسطے کہ مرمت و اجرت امام اعظم رح ہی کے قول پر مانع
جواز وکالت ہے جیسے کہ اگر مدیون سے قرضخواہ نے کہا کہ جو میرا تجھپر ہے اُسکو فلان چیز کی بیع سلم مین دیدے یا کہا کہ میرے
واسطے فلان چیز بعوض اُسکے جو میرا تجھپر ہے خرید دے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہے بلکہ یہ حیلہ بالاتفاق سب
کے قول کے موافق ٹھیک ہے لیکن باہم اس امر مین اختلاف کیا کہ وجہ جواز کیونکر ہے سو بعض نے کہا کہ وکیل کرنے کے وقت
اجرت واجب نہ تھی تاکہ یہ لازم آوے کہ اُسنے مجہول چیز مین قرضہ کے صرف کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ جواز وکالت سے مانع ہے
آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر اُسکو قبل اجارہ کے اس امر کا وکیل کرے تو وکالت جائز ہے پس اسی وجہ سے جائز ہے جو ہمنے بیان
کردی ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ اس صورت مین وقت وکالت کے قرضہ واجب تھا پس جب اُسنے اس امر کے واسطے وکیل
کیا اور مسلم الیہ کو معین نہ کیا تو اُسکو اس امر کا وکیل کیا کہ جو قرضہ اسپر واجب ہے اُسکو مجہول کی جانب صرف کرے اور یہ جائز
نہین ہے جیسے اگر یون کہا کہ جو میرا تجھپر ہے اُسکو کسی کو دیدے تو یہ جائز نہین ہے اور اس مسئلہ مذکورہ بالا مین اسکے بخلاف
ہے حتے کہ اگر وقت وکیل کرنے کے اجرت واجب ہوتی تو بنا بر قول امام اعظم رح کے جائز نہوتی تاوقتیکہ وہ اینٹون وغیرہ
آلات کو معین نکرتا جیسے کہ مسئلہ سلم مین ہے اور بعضون نے کہا کہ امام اعظم رح قرضہ خرچ کرنے کا وکیل کرنا بھی جائز رکھتے ہین
کہ جب وہ چیز جسکی طرف صرف کیا جاوے یعنی محل صرف مجہول ہو اور اگر معلوم ہو تو ناجائز نہین فرماتے ہین آیا تو نہین
دیکھتا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک گھوڑا یا غلام کرایہ پر لیا اور موجر نے مستاجر کو وکیل کیا کہ اس اجرت مین سے
اسقدر اس جانور یا غلام کے دانہ و خوراک مین صرف کرے تو جائز ہے اسواسطے کہ محل صرف یعنے گھوڑا یا غلام معلوم
ہے اور اس صورت مین بھی محل صرف یعنے مرمت حمام معلوم ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ اسمین محل صرف یعنی مسلم الیہ
مجہول ہے حتے کہ اگر وہ معلوم ہو مثلاً یون کہے کہ جو میرا تجھپر آتا ہے اُسکو فلان شخص کو فلان چیز کی بیع سلم مین دیدے یعنے
مسلم الیہ کو معین کر دے تو امام اعظم رح کے نزدیک بھی جائز ہے۔ پھر اگر مستاجر نے کہا کہ مین نے اتنے مال سے اس حمام
کی مرمت کی ہے تو بدون حجت کے اُسکا قول قبول نہوگا اسی طرح اگر مالک حمام نے اس امر پر گواہ کر دیے کہ مستاجر
اسکی مرمت مین خرچ کرنے مین جو کچھ دعوی کرے اُسکی تصدیق ہوگی تو بھی مستاجر کا قول بدون حجت کے قبول
نہوگا یعنی اگر اجارہ دینے کے وقت اور مستاجر کے ذمہ حمام کی مرمت کی شرط کرنے کے وقت مالک حمام نے اس امر کے
گواہ کر دیے کہ اسکے بعد یہ مستاجر جو کچھ دعوی کریگا کہ مین نے اسکی مرمت مین اسقدر خرچ کیا ہے تو اُسکے قول کی تصدیق
کیجائیگی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مستاجر مذکور اس مرمت کے خرچہ کے دعوی مین اس امر کا مدعی ہے کہ جو اجرت اُسپر واجب
ہوئی تھی وہ اُسنے ادا کر دی ہے اور مالک حمام اس سے منکر ہے پس اُسی کا قول قبول ہوگا لیکن اگر مستاجر اپنے
دعوی پر جسطرح دعوی کرتا ہے گواہ قائم کرے تو اُسکا دعوی ثابت ہوگا جیسے کہ اگر اُسنے حقیقۃً ادا کرنے کا دعوی کیا ہوتا

حکم ہو پھر اگر مستاجر نے چاہا کہ ایسا حیلہ کرے کہ جس سے بدون حجت کے اُسکی مرمت مین صرف کرنے کا قول قبول ہو تو حیلہ یہ ہو کہ بقدر مرمت کے مستاجر مذکور اس موجر کو پیشگی دیدے پھر مالک حمام اسکو وصول کر کے مستاجر کو دیدے اور اُسکو حکم کرے کہ اسکو مرمت حمام مین خرچ کرے پس اسکے خرچ کرنے مین مستاجر امین کا قول قبول ہوگا پھر گواہون کی ضرورت نہوگی اسواسطے کہ پیشگی ادا کرنے سے جو کچھ ادا کیا ہو وہ مالک حمام کی ملک ہو جائیگی پھر جب وصول کر کے اُسکو دیدیگا تو اسکے بعد مستاجر مذکور اسمین اُسکا امین ہوگا اور امانت کو امانت کی جگہ صرف کر دینے مین امین کا قول قبول ہوتا ہے اور حیلہ دیگر بدین غرض کہ مستاجر کے ذمہ سے گواہ ساقط ہون یہ ہو کہ بقدر مرمت کے خرچہ کسی درمیانی عادل کے پاس رکھے حتی کہ جسقدر خرچ ہو اُسکی مقدار کی بابت اسی عادل کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ عادل مذکور امین ہوگا۔
اگر ایک شخص نے دوسرے سے میدان دار بعوض اجرت معلومہ کے مدت معلومہ تک کرایہ لیا اور اسکو مالک دار نے حکم دیا کہ اسمین ایسی ایسی عمارت بنوادے اور اُسکا خرچہ اسکے کرایہ سے محسوب کرے تو یہ جائز ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک حمام کرایہ پر لیا اور مالک حمام نے اُسکو حکم دیا کہ اس حمام کی شکست و ریخت کی مرمت کرے اور اسکے کرایہ مین سے محسوب کرے تو جائز ہو پس جب یہ امر جائز ٹھہرا اور اُسنے عمارت مین خرچ کیا تو کرایہ مین سے بقدر خرچہ کے محسوب کریگا اسواسطے کہ اُسنے مالک دار کے حکم سے عمارت بنوائی ہو اور کرایہ اُس مستاجر کے ذمہ قرضہ ہو پس دونون کی مقدار اگر برابر ہو کچھ کمی بیشی نہو تو قصاص کر لینگے اور اگر کمی و بیشی ہوگی تو بقدر اسکے ایک دوسرے سے واپس لیگا اور یہ عمارت اس دار کے مالک کی ہوگی۔ اور اگر مالک حمام نے یہ ذکر نہ کیا کہ عمارت کا خرچہ اسکے کرایہ مین سے محسوب کرنے بلکہ فقط یہ حکم کیا کہ اسمین ایسی ایسی عمارت بنوا دے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا کہ جو کچھ تو اسمین صرف کرے وہ کرایہ مین سے محسوب کر لے پس اُسنے عمارت بنوائی تو یہ عمارت کسکی ہوگی سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعضون نے فرمایا کہ عمارت اُسی شخص کی ہوگی جسکی زمین ہو اور اسکی دلیل اُس سے نکالی جو امام محمد رح نے ضمان الاجارات مین ذکر کیا ہو کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک حمام کرایہ پر دیا اور مستاجر کو حکم دیا کہ اسکی شکست و ریخت کی اور ضروری چیز کی تعمیر کرے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ عمارت مالک حمام کی ہوگی اور بعضون نے کہا کہ یہ عمارت اس مستاجر کی ہوگی اور اسکی دلیل اُس سے نکالی جو کتاب العاریہ مین مذکور ہو کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار عاریت لیا اور اسمین عمارت بنائی حالانکہ مالک دار کے حکم سے بنائی ہو تو یہ عمارت اُس مستعیر کی ہوگی۔ پس بنا بر قول ایسے عالم کے جو کہتا ہو کہ اس صورت مین عمارت مذکورہ مستاجر کی ہوگی مستاجر کو یہ اختیار نہوگا کہ جو کچھ اُسنے تعمیر مین خرچ کیا ہو وہ موجر سے واپس لے پس اگر مستاجر کو خوف ہوا کہ اگر اُسنے عمارت بنائی اور ان سالون کے تمام ہونے سے پہلے مدت اجارہ گذر گئی تو شاید اسکا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور مین ہو جو ایسی صورت مین بنا بر قول بعضے مشائخ کے مستاجر کے واسطے موجر سے خرچہ واپس لینے کا استحقاق جائز نہین جانتا ہو پس اُسکا خرچہ جاتا رہیگا اور اُسکو ضرر ہوگا پس اُسنے اسکے واسطے حیلہ طلب کیا تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ مالک دار سے یون کہے کہ وہ جب اجازت عمارت دیتا ہو تو اسکے ساتھ یہ بھی کہے کہ مین تیرے خرچہ تعمیر کا حساب اسکے کرایہ سے کر دونگا پس جب اُسنے ایسا کیا تو ہرگاہ ان سالون کے تمام ہونے سے پہلے اجارہ ٹوٹ جائیگا تو اسکو اختیار حاصل ہوگا کہ جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہو وہ موجر سے واپس لے۔ اور حیلہ دیگر یہ ہو کہ اس خرچہ کی مقدار کو دیکھکر کہ اسقدر تخمینہ سے ہوتی ہو اسکو دار مذکور کے آخر سال کے کرایہ مین ملادے اور اسکو ملا کر

اسکا آخر سال کا کرایہ قرار دے پھر مالک دار اس امر کا اقرار کرے کہ مستاجر نے مجھکو اس دار کے کرایہ مین سے سال آخرہ کا کرایہ
اس اس قدر پیشگی دیا ہے اور مین نے اسکو مستاجر سے وصول پایا ہے حتے کہ اگر اس مدت کے گذرنے سے پہلے اجارہ منتقض
ہوا تو مستاجر مذکور اُسقدر مال جسکی بابت موجر نے اقرار کیا ہے کہ مین نے بابت کرایہ سال اخیرہ کے وصول کیا ہے موجر سے
واپس لیگا اور اگر اجارہ مذکور اپنی پوری مدت تک رہا تو اجارہ کا مقصود حاصل ہوجائیگا اور پھر مستاجر کو اس موجر سے یعنی مالک
دار سے اسکے واپس لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر مستاجر کو خوف ہوا کہ شاید موجر اُس سے قسم لے کہ تو
قسم کھا کہ مین نے اسکو اسقدر اجرت بابت سال اخیرہ کے پیشگی دی ہے تو وہ قسم نہ کھا سکیگا پس کوئی دوسرا حیلہ چاہیے ہے
تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مستاجر مذکور اس موجر کے ہاتھ کوئی چیز کم قدر بعوض اسقدر مال کے فروخت کرکے موجر کو ہوا کردے
پس اگر اس مدت مقررہ کے گذرنے سے پہلے اجارہ فسخ ہوا تو مستاجر مذکور اُس سے اس چیز کا ثمن واپس لے سکتا ہے
اور وہ اس امر پر قسم کھا سکتا ہے کہ اس موجر پر میرا اسقدر مال واجب ہے۔ اور اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنی زمین جسمین
کھیتی ہے کسی کو اجارہ پر دے تو اسمین کوئی حیلہ نہین نکل سکتا ہے سوائے ایک صورت کے اور وہ یہ ہے کہ کھیتی اسکے
ہاتھ فروخت کرکے زمین اُسکو اجارہ پر دیدے اسواسطے کہ جواز عقد اجارہ کی شرط یہ ہے کہ بعد عقد اجارہ کے مستاجر اس
زمین سے انتفاع حاصل کرسکے اور جب اُسکے ہاتھ کھیتی فروخت کی پھر زمین اُسکو اجارہ پر دیدی تو وہ زمین مذکور سے
انتفاع حاصل کرسکتا ہے کہ اُسمین اپنی کھیتی کی تربیت کریگا اور اگر کھیتی اُسکے ہاتھ فروخت نہ کی تو مستاجر اس زمین سے
انتفاع حاصل نہین کرسکتا ہے کیونکہ وہ موجر کی کھیتی مین پھنسی ہے اور نیز مستاجر کو سپرد نہین کرسکتا ہے بدون اسکے
کہ اپنی کھیتی اُسمین سے اُکھاڑ لے اور اسمین اُسکے حق مین کھلا ہوا ضرر ہے اسواسطے عقد فاسد ہوگا اور علے ہذا
اگر زمین مین درخت یا کوئی عمارت ہو اور چاہا کہ زمین کرایہ پر دیدے تو بھی چاہیے کہ درخت و عمارت پہلے اُسکے
ہاتھ فروخت کردے پھر زمین کو اجارہ پر دے یہ مبسوط مین ہے۔ زید نے چاہا کہ عمرو کی زمین جسمین عمرو کی کھیتی ہے اجارہ
پہلے تو جائز نہین ہے اور مشائخ نے اسکے عدم جواز کی وجہ بیان کرنے مین اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ اسوجہ سے
جائز نہین ہے کہ اُسنے ایسی زمین اجارہ پر دی ہے جس سے مستاجر انتفاع نہین حاصل کرسکتا ہے پس عقد اجارہ ایسا ہوا کہ گویا
اُسنے ایسی زمین اجارہ پر دی جو بونیا ہے یا ایسی زمین اجارہ پر دی جسمین سے پانی رستا ہے۔ اور بعضون نے کہا کہ یہ وجہ ہے کہ
حکماً مالک زمین کا قبضہ قائم ہے اسواسطے کہ اسمین اُسکی کھیتی موجود ہے پس اُسنے ایسی چیز اجارہ پر دی جسکو سپرد نہین کرسکتا ہے
اور ایسا اجارہ صحیح نہین ہوتا ہے پس اگر اُسنے اسکے جواز کا حیلہ چاہا تو حیلہ یہ ہے کہ جسکو اجارہ پر دینا چاہتا ہے اُس مستاجر کے
ہاتھ پہلے اپنی کھیتی فروخت کردے پھر اسکے بعد یہ زمین اجارہ پر دیدے تو اجارہ جائز ہوگا اسواسطے کہ کھیتی مذکور بوجہ مستاجر کے
خریدنے کے اُسکی ملک ہوجائیگی پس مستاجر اس زمین سے انتفاع حاصل کرسکیگا اسطرح کہ اُسکی کھیتی اس زمین مین تربیت
پادیگی پس اس صورت مین ایسا ہوگا کہ اُسنے ایسی چیز اجارہ پر دی جس سے مستاجر انتفاع حاصل کرسکتا ہے اور اس
وجہ سے کہ جب کھیتی مذکور مستاجر کی ملک ہوگئی تو زمین سے موجر کا قبضہ حکمی و خلیفی سب دور ہوگیا پس ایسی چیز اجارہ
پر دی جسکو بخوبی سپرد کرسکتا ہے پس اجارہ صحیح ہوگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اس حیلہ سے اسی مین
کا اجارہ جبھی صحیح ہوگا کہ جب اُسنے اپنی کھیتی کو بیع رغبت و جدید فروخت کیا ہو اور اگر بطور بیع ہزل و تلجیہ فروخت
کیا ہو تو اجارہ جائز نہوگا کیونکہ جب بیع ہزل ہوگئی تو زراعت مذکور ملک بائع سے خارج نہوگی پس بعد بیع

بھی وہی حال رہیگا جو بیع سے پہلے تھا اور بیع رغبت وجد کی پہچان یہ ہے کہ زراعت مذکور بعوض اتنے داموں کے فروخت کی جاوے جو اُسکی قیمت کے برابر یا زیادہ ہین یا اسقدر کم ہین کہ جسقدر لوگ اپنے اندازہ مین خسارہ اُٹھا لیتے ہین اور بیع ہزل ہونے کی پہچان یہ ہے کہ زراعت کے دام اتنے ہون جو قیمت زراعت سے اسقدر کم ہین کہ لوگ اپنے اندازہ مین ایسا خسارہ نہین اُٹھاتے ہین اور بعضے مشائخ کے نزدیک اگر بیع مذکور بعوض اتنے داموں کے ہو جو کہ قیمت سے اسقدر کم ہین کہ جسقدر لوگ اپنے اندازہ مین خسارہ نہین اُٹھاتے ہین تو وہ بھی امام اعظم رح کے نزدیک بیع رغبت ہے پس اجارہ جائز ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بیع ہزل ہے پس اجارہ جائز نہوگا اور بعضوں نے فرمایا کہ اگر یہ بیع قیمت سے کم داموں کے عوض ہو تو بھی باتفاق بیع جد و رغبت ہے پس جواز اجارہ سے مانع نہوگی اور اسکا بیان یہ ہے کہ دونوں نے اس بیع سے عقد اجارہ کا صحیح ہونا چاہا ہے اور صحت اجارہ بدون اسکے نہین ہو سکتی ہے کہ پہلے زراعت فروخت کی جاوے اور یہ بیع رغبت و جد فروخت کی جاوے پس بظاہر یہی ہے کہ اپنی غرض پورا کرنے کے واسطے دونوں نے یہ بیع رغبت و جد بیع کی ہے۔ اگر زید نے اپنی زمین عمرو کو اجارہ پر دی اور عمرو کے ذمہ باوجود کرایہ کے اُسکا خراج بھی شرط کیا تو یہ جائز نہین ہے اسواسطے کہ اجرت مجہول ہوئی جاتی ہے بدینوجہ کہ خراج کبھی بڑھ جاتا ہے اور کبھی گھٹ جاتا ہے پس یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہے کہ زید نے عمرو کو اپنا دار ایک سال کے واسطے اجرت معلومہ پر بدین شرط اجارہ دیا کہ اسکی مرمت اپنے مال سے کرے تو یہ نہین جائز ہے اسواسطے کہ خرچہ مرمت مجہول ہے پس اجرت معلومہ مذکورہ بھی مجہول ہو جائیگی اور بدین وجہ کہ خراج زمین بذمہ مالک زمین ہوتا ہے پس جب مالک نے یہ خراج بذمہ مستاجر شرط کیا تو تقدیراً گویا اُسنے یون کہا کہ مین نے تجھے اپنی یہ زمین اس سال کے واسطے اتنے درمون پر بدین شرط اجارہ پر دی کہ جو خراج سلطان کا میرے ذمہ سال عائد ہوگا اُسکا تو حوالہ قبول کرے حالانکہ ایسا کہنے مین عقد اجارہ صحیح نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ اس عقد اجارہ مین حوالہ شرط ہے پس عقد اجارہ فاسد ہوگا۔ پھر اس امر کا حیلہ کہ ایسا اجارہ جائز ہو جاوے فاسد نہونے پاوے یہ ہے کہ اُسکو یہ زمین کسی قدر اجرت معلومہ پر اجارہ پر دے اور اس اجرت مین جسقدر اندازہ سے خراج لازم آتا نظر آوے بڑھا وے اور اس سب کے عوض اُسکو اجارہ پر دے پھر مستاجر کے واسطے گواہ کرا دے کہ موجر نے اُسکو اجازت دی ہے کہ وہ اس زمین کا خراج اس زمین کی اجرت مین سے اسقدر درمون تک ادا کرے اور فرمایا کہ یہ بات ویسی ہے جیسی ہمنے پہلے ذکر کر دی ہے اور اجارہ جائز ہو جائیگا اسواسطے کہ اجارہ بعوض اجرت معلومہ واقع ہوا ہے پس صحیح ہوگا پھر موجر نے مستاجر کو اجرت مین سے ادائے خراج کی اجازت دی ہے پس مستاجر مذکور اجرت واجبہ مین سے اسطرح ادا کرنے کا موجر کی طرف سے وکیل ہو جائیگا پس یہ وکالت بھی صحیح ہوگی جسطرح علماء نے مرمت دار مین فرمایا ہے کہ اگر اپنا دار ایک شخص کو باجرت معلومہ اجارہ پر دیا اور موجر نے اُسکو حکم دیا کہ اس سال اسکی قابل مرمت چیز کی مرمت اسی اجرت مین سے کرے تو یہ توکیل وعقد اجارہ صحیح ہے اسی طرح یہ بھی صحیح ہے لیکن بات یہ ہے کہ یہ حیلہ ضعیف ہے اسواسطے کہ موجر و مستاجر نے اگر خراج کے ادا کرنے مین اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ مین نے اس زمین کا خراج و پیداوار زمین سے ادا کر دیا ہے اور موجر نے اسکی تکذیب کی یا دونون نے مقدار ادا کرنے مین اختلاف کیا تو قول موجر کا قبول ہوگا اور مستاجر اپنے دعوی ادائے خراج اہای زمین مذکور مین تصدیق نکیا جائیگا اسواسطے کہ مستاجر مذکور ضمین ہے امین نہین ہے پس وہ اس دعوی سے یہ چاہتا ہے کہ ضمانت اجرت سے بری الذمہ ہو اور موجر اس سے منکر ہے کہ اُسکے حق مین بھر پایا نا ثابت ہوا ہے پس

زمین بذمہ مالک ... قوله بالاستقلال ... ۱۲ منہ

اس منکر کا قول قبول ہوگا اسی طرح مرمت دار مین بھی درصورت اختلاف کے موجر ہی کا قول قبول ہوگا جیسا کہ ہمنے پہلے بیان کر دیا ہی پس قوی و مضبوط حیلہ یہ ہی کہ مستاجر اُسکو تمام اجرت پیشگی ادا کر دے پھر مالک زمین اسکو وصول کر کے اسی مستاجر کو دیدے اور اُسکو وکیل کر دے کہ میری طرف سے والی خراج کو خراج ادا کر دے پھر اگر مستاجر نے دعوی کیا کہ مین نے خراج ادا کر دیا ہی تو موجر اُس سے گواہ طلب نہین کر سکتا ہی بدون گواہون کے اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ ہرگاہ مستاجر نے اجرت پیشگی ادا کر دی تو اجرت سے بری ہو گیا پھر اسکے بعد جب اُسکو مالک زمین نے یہ اجرت کا مال دیا اور اُسکو وکیل کیا کہ میری طرف سے والی خراج کو خراج ادا کر دے تو مستاجر اس ادا کرنے مین امین و وکیل ہوا پس جب وہ کہیگا کہ مین نے ادا کر دیا ہی تو مانند اور امینون کے اس امین کے قول کی بھی تصدیق کیجائیگی اور ایسا ہی جواب ہر دار مین ہی کہ اگر مستاجر نے کرایہ پیشگی ادا کر دیا پھر موجر نے اُسکو دیدیا کہ اس اجرت مقبوضہ مین سے دار جہان جہان لائق مرمت ہو اُسکی مرمت کر دے اور مستاجر نے کہا کہ مین نے مرمت کر دی ہی اور اسقدر خرچ کیا ہی تو بدین وجہ مذکور اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی۔ پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے یہ شرط لگائی ہی کہ والیان خراج کو خراج ادا کر دے یعنی نائب سلطان کو یا جو شخص سلطان کی طرف سے تحصیل خراج کے واسطے مقرر ہو اُسکو ادا کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ اس امر کی دلیل ہی کہ اگر مستاجر مذکور یا کسی ایسے شخص نے جسپر خراج ہی اہل دیہ مین سے کسی آدمی کو خراج دیدیا تو بری نہوگا اور دوبارہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر حاکم دیہہ یا امین دیہہ کو ادا کر دیا تو بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ وہ از جانب سلطان مقرر نہین ہی اور نہ اُسکا نائب ہی پس اُسکو ادا کرنے سے بری نہوگا الا اُس صورت مین کہ یہ شخص حالی نائب سلطان ہو یا سلطان کی طرف سے مامور ہو تو ایسی صورت مین اُسکو ادا کرنے سے بری ہو جائیگا۔ اور از جنس مسئلہ خراج ایک دوسرا مسئلہ ہی جسکو امام محمد رح نے حیل الاصل ذکر فرمایا ہی جسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے ایک گھوڑا اجارہ لیا اور موجر نے کرایہ کے ساتھ مستاجر کے ذمہ اُسکا دانہ گھاس بھی شرط کیا تو یہ جائز نہین ہی اور اسکا حیلہ یہ ہی کہ دیکھنا چاہیے کہ اُسکے دانہ گھاس مین کتنے درم خرچ ہونگے اُنکا تخمینہ کر کے یہ مقدار بھی اجرت مین ملائی جاوے پس اس مجموعہ کے عوض اُسکو کرایہ پر لے پھر موجر اُسکو وکیل کر دے کہ اس مقدار زائد کردہ سے اسکا دانہ چارہ دے لیکن ایسی صورت مین مستاجر کے دعوی خرچہ کی تصدیق بدون گواہون کے نہوگی تو احتیاط یہ ہی کہ بقدر زیادہ کردہ کے موجر کو پیشگی دیدے پھر موجر اسکو مستاجر کو دیکر گھوڑے کے دانہ چارہ مین خرچ کرنے کا حکم دے اسی طرح اگر کسی نے ایک شخص کو مزدور کر لیا اور اُسکا کھانا دینا مستاجر کے ذمہ شرط کیا گیا تو یہ نہین جائز ہی اور اسکا حیلہ یہ ہی کہ مقدار طعام کو دیکھکر اُسکا تخمینہ کر کے اجرت مین ملایا جاوے جیسا کہ مذکور ہوا ہی۔ زید نے ایک مکان ماہواری کرایہ لیا اور مستاجر کو خوف ہوا کہ اگر وہ اسمین مہینہ سے زیادہ دو مہینہ رہا تو جب دوسرے مہینے کا ایک روز یا دو روز گذر جاوینگے درحالیکہ وہ اسمین ساکن ہوگا تو اُسپر اس تمام مہینے کا کرایہ لازم آویگا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مکان مذکور کو یومیہ کرایہ پر لے کہ روزانہ اسقدر کرایہ پر ہی پس جب چاہیگا اُسکو خالی کر دیگا اور اسپر اُسی قدر کرایہ لازم آئیگا جتنے دن وہ رہا ہی اور واضح ہو کہ اس قول سے کہ جب دوسرے مہینہ کا ایک یا دو روز گذر جاوینگے تو اُسپر تمام اس مہینہ کا کرایہ لازم آویگا یہ مراد نہین ہی کہ حقیقۃً کرایہ لازم آویگا اسواسطے کہ کرایہ درحقیقت تو بعد مہینہ پورا ہونے کے واجب ہوگا لیکن یہ مراد ہی کہ جب مہینہ آجائیگا اور ایک دو روز گذر جاوینگے تو اس مہینہ کا اجارہ اُسکے ذمہ لازم آجائیگا۔ اور جامع الفتاوی مین ہی کہ اگر ایک زمین اجارہ

بدلی اور چاہا کہ موجر کی موت سے اسکا اجارہ نہ ٹوٹے تو موجر اس امر کا اقرار کرے کہ یہ اراضی دس برس تک فلان شخص کی ہو اسمین جو چاہے زراعت کرے اور جو کچھ پیدا ہوگا وہ اسی کا ہوگا - اور وجہ دیگر آنکہ مستاجر اقرار کرے کہ مین اسکو ایک مرد مسلمان کے واسطے اجارہ لیتا ہون اور موجر اقرار کرے کہ مین اسکو ایک مرد مسلمان کی وکالت سے اسکی طرف سے اجارہ پر دیتا ہون پس ان دونون مین سے کسی کی موت سے اجارہ مذکور منتقض نہوگا - اور اگر زمین اجارہ مین نقط یا قیر کا چشمہ ہو اور مستاجر نے چاہا کہ یہ مجھے ملے تو مالک زمین اس امر کا اقرار کرے کہ چشمہ مستاجر کا ہو دس برس تک بلکہ اسکو دس برس تک انتفاع کا استحقاق حاصل ہو تو جائز ہوگا اور سراجیہ مین لکھا ہو کہ اگر اپنی زمین اجارہ پر دی اور اسمین درختان خرما ہین اور چاہا کہ اسکے پھل مستاجر کو دیدے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ یہ درخت مستاجر کو معاملہ پر دے بدین شرط کہ اسکے پھلون کے ہزار حصون مین سے ایک حصہ مالک کا ہو اور باقی مستاجر کے ہین اور عیون مین لکھا ہو کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک مکان کرایہ لیا اور مالک مکان نے اسکو حکم کیا کہ اسکے کرایہ سے اسکی مرمت مین خرچ کرے پس اگر اسنے خرچ کیا تو بدون گواہون کے صرف اسکا قول قبول نہوگا کہ مین نے خرچ کیا ہو پس اسنے چاہا کہ مین اس امر مین امین ہو جاؤن تو چاہیے کہ اجرت پیشگی دیدے پھر مالک مکان اس اجرت کو وصول کرکے اسی مستاجر کو دیدے اور حکم دے کہ اسکو اسکی مرمت مین خرچ کرے تو وہ امین ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔

اٹھارھوین فصل - دعوی کے دفعیہ مین - زید کے قبضہ مین ایک اراضی یا مکان وغیرہ ہو اسکی بابت کسی شخص نے دعوی کیا حالانکہ مدعی ظالم ہو ناحق دعوی کرتا ہو اور مدعا علیہ قسم کھانے کو مکروہ جانتا ہو پس اسنے حیلہ دفع قسم کا چاہا تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہو کہ اس چیز مدعو یہ کا اپنے فرزند صغیر یا معتمد اجنبی کے واسطے اقرار کردے تو اسکے ذمہ سے خصومت و قسم دفع ہو جائیگی ایسا ہی امام خصاف رہ نے اپنی حیل مین ذکر فرمایا ہو اور شیخ نے ادب القاضی مین ذکر کیا ہو کہ مشائخ نے اس مسئلہ مین اختلاف کیا ہو بعضون نے اسی طرح فرمایا جیسا امام خصاف رہ نے ذکر فرمایا ہو اور بعضون نے فرزند صغیر کے واسطے اقرار کرنے اور اجنبی کے واسطے اقرار کرنے دونون صورتون مین تفصیل و فرق بیان کیا ہو کہ اگر اسنے اپنے فرزند صغیر کے واسطے اقرار کردیا تو اسکے ذمہ سے قسم دور ہو جائیگی اور اگر اجنبی کے واسطے اقرار کیا تو قسم دفع نہوگی اور بعضون نے فرمایا کہ چونکہ ایسی صورت مین حیلہ جاری ہو سکتا ہو اسواسطے اس حیلہ کے دور کرنے کے واسطے اسکے ذمہ سے قسم دونون صورتون مین دور نہوگی - پھر امام خصاف رہ نے فرمایا کہ اگر مدعی نے کہا کہ مدعی علیہ نے اس اراضی کا اپنے فرزند صغیر یا اجنبی کے واسطے اقرار کردیا تو اسنے میرے حق و مال کو تلف کردیا اور میرے واسطے اسپر قیمت واجب ہوئی کہ مین اس سے یہ قسم لے سکتا ہون کہ واللہ تیرے واسطے مجھپر اس زمین کی قیمت واجب نہین ہوئی تو فرمایا کہ بنابر قول امام اعظم رہ و دوسرے قول امام ابو یوسف رہ کے اسپر قسم عائد نہوگی اور بنابر اول قول امام ابو یوسف رہ اور قول امام محمد رہ کے اسپر قسم عائد ہوگی ایسا ہی امام خصاف رہ نے ذکر فرمایا ہو اور وجہ یہ ہو کہ بنابر قول دوم امام ابو یوسف رہ و قول امام اعظم رہ کے عقار کا غصب کرنا موجب ضمان نہین ہوتا ہو اور بنابر قول امام محمد رہ و اول قول امام ابو یوسف رہ کے موجب ضمان ہوتا ہو پھر ہمارے بعض مشائخ رہ نے فرمایا کہ یہ اختلاف حقیقی غصب مین ہو اور در صورتیکہ منکر ہو جاوے تو بالاتفاق ضمان واجب ہوتی ہو اور بعضون نے کہا کہ منکر ہو جانے کی صورت مین امام اعظم رہ سے دو روایتین ہین اور اکثر مشائخ کا یہ قول ہو کہ سب مین اختلاف

یکسان ہی۔ اور یا ہیئے کہ اس صورت مذکورہ مین بالاتفاق ضمان واجب ہووے اسواسطے کہ یہ صورت تو یہ ہی کہ اُسنے
عقار کو تلف کر دیا اور عقار تلف کرنے سے بالاتفاق ضمان واجب ہوتی ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر کسی گواہ نے
دوسرے گواہ کے ساتھ کسی مدعی کے واسطے عقار کی گواہی مدعا علیہ پر دی پھر اپنی گواہی سے رجوع کیا تو بالاجماع
ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ملک کو تلف کر دیا ہی۔ اور اگر چیز متدعویہ کوئی اسباب یا باندی وغیرہ مال منقول ہو عقار
نہو تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مدعا علیہ اس چیز متدعویہ کو ایسی ہیئات سے رکھے کہ مدعی اُسکو نہ پہچانے پھر اس مدعی کے
سامنے پیش کرے تا کہ مدعی مذکور اُسکو خریدنے کے واسطے چکاوے پس اُسکا دعوی باطل ہو جائیگا کیونکہ ہرگاہ اُسنے
چکایا تو یہ مدعی کی طرف سے اس امر کا اقرار ہی کہ اسمین مدعی کی کچھ ملک نہین ہی پس اُسکا دعوی باطل ہو جائیگا
یہ ذخیرہ مین ہی

اُنیسوین فصل ۔ وکالت کے بیان مین ۔ اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ زید کے واسطے فلانہ باندی معینہ
بعوض ہزار درم یا سو دینار کے خریدے پس وکیل نے اس وکالت کو قبول کیا پھر جب اس باندی کو دیکھا تو چاہا
کہ اپنے واسطے خرید لے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ جس جنس کے عوض موکل نے اُسکو خریدنے کا حکم دیا ہی اُسکے خلاف
جنس سے خریدے مثلاً اُسکو ہزار درم کے عوض خریدنے کا حکم دیا ہی تو اُسکو سو دینار کے عوض خریدے اور اگر اُسکو
دیناروں کے عوض خریدنے کا حکم کیا تو درموں کے عوض خریدے یا جس جنس سے خریدنے کا حکم کیا ہی اُسی جنس سے
خریدے لیکن بڑھا کر خریدے مثلاً سو دینار سے خریدنے کا حکم کیا تو ایک سو پانچ دینار کے عوض خریدے تا کہ اُسکے
(اور اگر کمی سے خریدا تو مخالف ہوگا لیکن مخالف بخیر ہوگا اسواسطے کہ یہ بحق موکل نافع ہوئی تو اسنے)
حکم کے برخلاف کرنے والا ہو جاوے پس یہ بیع صحیح وکیل کا نافذ ہو جاویگی اور موقوف نہ رہیگی اسواسطے کہ خرید وکیل متوقف نہین
رہتی ہی جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہو چکا ہی۔ اور اگر وکیل مذکور نے اُسی جنس سے جسکے عوض خریدنے کا حکم کیا ہی اور اُسی قدر
سے جسقدر کا حکم دیا ہی خریدی اور خریدنے مین تصریح کر دی کہ اپنے واسطے مین نے خریدی ہی پس اگر موکل کی موجودگی
مین ہو تو اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر موکل کی غیبت مین ہو تو اپنے واسطے خریدنے والا نہوگا اسواسطے کہ جو
شخص کسی معین چیز کے خریدنے کا وکیل ہی وہ اپنے واسطے نہین خرید سکتا ہی الا بعد اسکے کہ اپنے آپ کو وکالت سے
معزول کرے اور موکل کی غیبت مین اپنے آپ کو معزول نہین کر سکتا ہی اسواسطے کہ یہ عزل قصدی (اختیاری) ہی پس اسمین حضور
موکل شرط ہی پس جب وہ معزول نہوا تو موکل کے واسطے خریدنے والا ہو جائیگا اسی طرح اگر اسنے قبل خریدنے کے اس امر پر
گواہ کر لیے (بغیر علم موکل کے) کہ مین اسکو اپنے واسطے خریدتا ہون پھر اُسی دم اُسکو خرید لیا اور کچھ نہ کہا پس اگر اُسکا موکل مجلس اشہاد مین
حاضر ہو تو وہ اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر مجلس مذکور سے غائب ہو تو اگر موکل کو اسکا علم ہو گیا کہ وکیل نے
ایسا ایسا کیا اور گواہ کر لیے ہین قبل اسکے کہ باندی مذکورہ کو خریدے تو وکیل مذکور اپنے واسطے خریدنے والا ہو جائیگا
اور اگر اُسکو گفتگوے وکیل و اشہاد سے آگاہی نہوئی ہو یہانتک کہ وکیل نے خریدی تو وہ موکل کے واسطے خریدنے والا
ہوگا۔ اور اس مسئلہ مین امام محمد رحمہ نے درم و دینار کو دو جنس مختلف قرار دیا ہی اور جنس واحد نہین قرار دیا اسواسطے کہ اگر
دونون کو ایک جنس قرار دیا ہوتا تو درصورتیکہ موکل نے درموں سے خریدنے کا حکم کیا اور وکیل نے دینارون
سے خریدی یا اسکے برعکس کیا تو وہ اپنے موکل کے واسطے خریدنے والا ہو جاتا اور شرح جامع صغیر کے
باب المساومۃ مین مذکور ہی کہ حکم ربوا کے حق مین از روے قیاس درم و دینار دو جنس مختلف قرار دیے گئے ہین

حتےکہ ایکسکی بیع بعوض دوسرے کے زیادتی کے ساتھ جائز ہی اور سواے حکم ربوا کے استحساناً دونون ایک جنس قرار دیے
گئے ہین حتی کہ باب زکوۃ مین ایک سے دوسرے کا نصاب پورا کیا جاتا ہی اور نیز تلف کردہ شدہ چیزون مین قاضی مختار
کیا گیا ہی چاہے درمون سے اُسکی قیمت اندازہ کرادے یا دینارون سے اور نیز جو شخص بعوض درمون کے فروخت
کرنے پر مجبور کیا گیا اور اُسنے دینارون کے عوض مجبوراً فروخت کیا یا اِسکے برعکس کیا تو یہ بیع باکراہ رہیگی اور نیز
درمون کے حقدار نے اگر اپنے قرضدار کے دینارون پر قابو پایا تو اُسکو اختیار ہی کہ اپنی جنس حق مین سے لے جیسے
اُسنے درمون پر قابو پایا مگر ایک روایت شاذہ امام محمد رح سے اِسکے برخلاف مروی ہی اور نیز اگر درمون کے
عوض کوئی چیز فروخت کی پھر مشتری سے ثمن ادا کرنے سے پہلے اُسکو دینارون سے خرید لیا یا اِسکے برعکس کیا
حالانکہ ثمن اول کی بہ نسبت دوسرا ثمن کم ہی تو استحساناً بیع فاسد ہوگی ولیکن جو ہمنے اس مقام پر مذکور پایا ہی اس
سے ظاہر ہوا کہ ماسواے حکم ربوا کے درم و دینار دو جنس مختلف بھی اعتبار کیے گئے ہین اسی طرح باب شہادت
مین بھی دونون دو جنس مختلف اعتبار کیے گئے ہین حتے کہ اگر ایک گواہ نے درمون کی گواہی دی اور دوسرے نے
دینارون کی گواہی دی اور مدعی درمون کا یا دینارون کا مدعی ہی تو گواہی مقبول نہوگی اسی طرح باب اجارہ
مین بھی دونون دو جنس مختلف اعتبار کیے گئے چنانچہ اگر ایک نے دوسرے سے درمون کے عوض اجارہ لیا اور
دوسرے کے ہاتھ دینارون کے عوض اجارہ پر دیدیا یا اِسکے برعکس کیا اور دوسرے نقد کی قیمت بہ نسبت اول
کے زائد ہی تو مستاجر کو یہ زیادتی حلال ہوگی پس جو حکم شرح جامع مین مذکور ہی کہ ماسواے حکم ربوا کے یہ دونون ایک ہی
جنس قرار دیے گئے ہین یہ علی الاطلاق صحیح نہین ہی۔ اور حیلہ دیگر یہ ہی کہ اس باندی کو بمثل اُس چیز کے جسکے عوض
خریدنے کا حکم دیا ہی اور بچیز دیگر اُسکے خلاف جنس کے دونون سے خریدے مثلاً اُسکو ہزار درم کے عوض خریدنے کا
حکم کیا تو وکیل اُسکو ہزار درم اور ایک کپڑے کے عوض خریدے یا کپڑے کے مانند کوئی اور چیز ملادے پس اس صورت مین وکیل
مذکور اپنے واسطے خریدنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر موکل نے اُسکو خریدنے کا حکم کیا اور کچھ ثمن اُس سے بیان نکیا تو ہمارے علماے
ثلاثہ رح کے نزدیک اگر وکیل نے اُسکو درم یا دینار مین سے کسی کے عوض خریدا تو موکل کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر
ان دونون کے سواے کسی چیز کے عوض خریدا تو اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین
ایک دوسرا حیلہ اور بھی ہی کہ وکیل مذکور کسی دوسرے شخص کو وکیل کردے کہ وہ اس وکیل کے واسطے اس باندی کو خریدے
پس وہ وکیل کی غیبت مین وکیل کے واسطے اسکو خریدے اور جاننا چاہیے کہ اس مسئلہ کی دو صورتین ہین کہ
موکل نے وکیل اول سے یا تو یہ لفظ کہا ہوگا کہ اسمین اپنی راے سے کام کر اور جو کچھ تو اسمین کریگا وہ میرے حق مین
جائز ہوگا یا یہ لفظ نہین کہا ہوگا پس اگر کہا ہی تو بھی اسمین دو صورتین ہین کہ یا تو وکیل دوم نے بحضوری وکیل اول اُس باندی
کو خرید کیا پس اس صورت مین اگر وکیل دوم نے اُس باندی کو اُسی جنس سے خرید کیا جسکے عوض خریدنے کا اُسکے
موکل نے حکم دیا ہی خواہ اُسی قدر کے عوض جسقدر کا حکم دیا ہی خریدی یا اس سے کم مین خریدی تو یہ خرید بحق موکل یعنی
موکل اول نافذ ہوگی اور اگر اُسکو اس جنس کے برخلاف دوسری جنس کے عوض خرید کیا یا اسی جنس کے عوض اس
مقدار سے زائد کے عوض خرید کیا تب بھی اُسکے موکل کے حق مین بیع نافذ ہوگی اسواسطے کہ دوسرے وکیل کا بحضوری
وکیل اول خریدنا بمنزلۂ وکیل اول کے خود خریدنے کے ہی اور اگر وکیل اول نے اُسکو خود خریدا تو اُسکا حکم اسی تفصیل سے ہی

جو ہمنے پہلے بیان کردی ہی۔ اور اگر وکیل دوم نے وکیل اول کی غیبت مین اُسکو خرید کیا پس اگر وکیل اول نے وکیل دوم کو مقدار ثمن بیان نہین کردی ہو تو دوسرا وکیل پہلے وکیل یعنے اپنے موکل کے واسطے خریدنے والا ہوگا اسواسطے کہ یہ خرید پہلے موکل کے حکم کے تحت مین داخل نہین ہوئی بدین وجہ کہ حکم موکل اول مشروط بحضوری رائے وکیل اول تھا اور اس خرید مین استطلاع رائے وکیل اول نہین ہوئی ہی اور اگر وکیل اول نے وکیل دوم کو کوئی مقدار ثمن بیان کرنے کے ساتھ حکم دیا ہی پس اس ثمن کے عوض وکیل دوم نے بغیر موجودگی وکیل اول کے خرید کیا تو اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین یہ خرید بحق موکل اول نافذ ہوگی اور دوسری روایت مین بحق وکیل اول نافذ ہوگی۔ زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ اُسکی باندی فروخت کر دے اور عمرو نے وکالت کو قبول کر لیا پھر وکیل نے چاہا کہ اُسکو اپنے واسطے خرید لے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ عمرو زید سے یون کہے کہ مجھے اس باندی کے فروخت کرنے کا وکیل کر دے اور اسکے معاملہ مین میری رائے و کام اور جو کچھ مین کرون سب جائز کر دے پس جب زید نے ایسا کیا تو عمرو کو چاہیے کہ کسی شخص کو اس باندی کے فروخت کرنے کے لیے وکیل کر دے پھر وکیل اول اس وکیل دوم سے اپنے واسطے خرید لے پس خرید جائز ہوگی اسوجہ سے کہ مالک باندی نے فعل وکیل اول کو جائز کیا ہی اور توکیل بھی اُسکا فعل ہی پس اُسکا وکیل کرنا بھی جائز ہوا پس دوسرا وکیل از جانب مولائے کنیز مذکورہ وکیل ہوگیا نہ از جانب وکیل اول آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر مولائے کنیز مذکورہ مر جاوے تو دونون وکیل معزول ہو جاوینگے اسی طرح اگر مولائے کنیز مذکورہ دونون کو معزول کر دے تو دونون معزول ہو جاوینگے اور اگر فقط دوسرے کو معزول کرے تو معزول ہو جائیگا اور اگر وکیل اول نے وکیل دوم کو معزول کیا تو بنا بر روایت کتاب الحیل و ادب القاضی مصنفہ امام خصاف کے معزول ہو جائیگا مگر اسوجہ سے نہین معزول ہوا کہ وہ پہلے وکیل کا وکیل تھا بلکہ اسوجہ سے کہ موکل مذکور نے وکیل اول کے فعل کو جائز کر دیا ہی اور وکیل دوم کا معزول کرنا بھی اُسکا فعل ہی اسواسطے نافذ ہو جائیگا۔ پھر جب دونون وکیل مولائے کنیز مذکورہ کے وکیل ہوگئے تو دوسرے وکیل کو اختیار رہا کہ وہ پہلے وکیل کے ہاتھ فروخت کرے جیسے کہ اگر خود مولائے کنیز مذکورہ نے باندی مذکورہ کو وکیل کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی۔ اور اگر مالک کنیز نے وکیل کے فعل کو جائز نکیا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ وکیل مذکور اس باندی کو کسی مرد معتمد علیہ کے ہاتھ اُسکی قیمت کے برابر دامون پر خرید کرے تاکہ بیع بالاتفاق جائز ہو جاوے اور اُسکو مشتری کے سپرد کرے پھر اُس سے بیع کا اقالہ کرلے تو یہ اقالہ بحق وکیل خاصۃً نافذ ہوگا یا مشتری مذکور سے درخواست کرے کہ میرے ہاتھ بطور بیع تولیہ فروخت کر دے یا درخواست کرے کہ ابتداءً میرے ہاتھ فروخت کر دے پس یہ باندی اس وکیل کی ہو جائیگی زید نے جو شہر دہلی مین ہی عمرو کو جو اس شہر کے سوائے دوسرے شہر مین ہی خط لکھا کہ میرے واسطے فلان قسم کی متاع جسکا وصف ایسا ایسا ہو خرید دے حالانکہ عمرو کے پاس اس جنس کی متاع موجود ہی خواہ اُسی کی ملک ہی یا کسی دوسرے کی ملک ہی جسنے اسکو حکم دیا ہی کہ اسکو فروخت کر دے تو وہ کیا حیلہ کرے کہ جس سے یہ متاع اس زید کی ہو جاوے تو فرمایا کہ یہ حیلہ ہی کہ عمرو اس متاع کو کسی مرد معتمد علیہ کے ہاتھ بطور بیع صحیح فروخت کر کے اسکے سپرد کر دے۔ پھر اُس سے یہ متاع اس زید کے واسطے خرید لے اور یہ اسوجہ سے کرنا پڑا کہ وہ خود اس متاع کو اس شخص زید کے واسطے نہین خرید سکتا ہی اسواسطے کہ ایک ہی شخص دونون طرف سے عقد بیع کا متولی نہین ہو سکتا ہی پس وہ اسی طور پر کرے جیسے ہمنے بیان کیا ہی پس بیع جائز ہو جائیگی اسواسطے کہ عقد بیع دو آدمیون کے درمیان جاری ہوا

زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک گھر یا متاع وغیرہ خرید دے پس وکیل نے چاہا کہ اس متاع کا ثمن اسکے بائع کا مجھپر کسی میعاد معلوم تک اُدھار رہے اور موکل پر اسکا ثمن فی الحال واجب ہو کہ اُس سے فی الحال وصول کر لے حالانکہ بائع اس وکیل کو اسطرح اُدھار دینے پر راضی ہے تو اسکا کیا حیلہ ہے تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ وکیل اس چیز کو جس ثمن کے عوض خریدنا چاہتا ہے خریدے پھر جب دونون نے عقد بیع کو باہم واجب کر لیا تو بائع کا ثمن وکیل پر واجب ہوا اور وکیل کا موکل پر واجب ہوا کہ اُس سے فی الحال وصول کر لے پھر بائع مذکور اس وکیل کو مدت معلومہ تک مہلت و تاخیر دیدے پس وکیل کے حق مین مہلت مذکورہ جائز ہوگی اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ موکل سے فی الحال ثمن لے لیوے اسوجہ سے کہ مطلق بیع سے فی الحال ثمن واجب ہوتا ہے اور وکیل کو اختیار ہوتا ہے کہ بائع کو ثمن ادا کرنے سے پہلے اپنے موکل سے لے لے پس وکیل کا قرضہ اپنے موکل پر فی الحال واجب الادا ہوا اور بائع کا وکیل کو مہلت و تاخیر دینا متعدی بحق موکل نہوگا اسواسطے کہ تاخیر دینا ابراء موقت ہے جو برقیاس ابراء موبد ہے اور ابراء موبد کی صورت مین مثلاً بائع نے وکیل کو ثمن سے بالکل بری کر دیا یا اُسکو ثمن ہبہ کر دیا تو یہ ابراء بحق موکل متعدی نہین ہوتا ہے پس ایسا ہی ابراء موقت بھی متعدی بحق موکل نہوگا بخلاف اسکے اگر بائع نے بعض ثمن وکیل کے ذمہ سے کم کر دیا یہ متعدی بحق موکل ہوگا کہ اسقدر موکل کے ذمہ سے بھی ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ ثمن مین سے کم کر دینا اصل عقد سے لاحق ہوتا ہے پس ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اسی قدر باقی پر عقد واقع ہوا ہے اور پورے ثمن سے بری کر دینا ملتحق باصل عقد نہین ہوتا ہے جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہو چکا ہے پس یہ بحق موکل متعدی نہین ہوتا ہے اور یہ حکم نظیر اس مسئلہ ذیل کی ہے کہ اگر بائع نے مشتری کو پورے ثمن سے بری کر دیا تو شفیع دار مشفوعہ کو بعوض پورے ثمن کے لیگا اور اگر بائع نے مشتری کے واسطے کچھ ثمن کم کر دیا ہو تو جو کچھ باقی ثمن ہے اُسکے عوض مین شفیع لیگا پس یہان بھی ایسا ہی ہے۔ وکیل بیع نے اگر وہ چیز جسکی فروخت کے واسطے وکیل کیا گیا ہے فروخت کی اور مشتری نے چاہا کہ وکیل اسکے ثمن مین سے کچھ کم کر دے اور وکیل نے اُسکی خواہش کے موافق کیا تو یہ جائز ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان دونون اماموں کا یہ مذہب ہے کہ اگر وکیل بیع نے مشتری کو ثمن سے بری کیا یا ثمن اُسکو ہبہ کر دیا یا ثمن مین سے اُسکے واسطے کچھ گھٹا دیا تو صحیح ہے اور اسکے مثل اپنے موکل کو اپنے مال سے تاوان دیگا اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے اسمین سے کچھ جائز نہین ہے پس اگر اُسنے ایسا حیلہ چاہا کہ بالاتفاق یہ بات جائز ہو جاوے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ جسقدر مال ثمن کا ہبہ کرنا یا گھٹانا چاہتا ہے اُسقدر اپنے مال سے وکیل اس مشتری کو درم یا دینار ہبہ کر دے اور مشتری لے پھر مبیع اُسکے ہاتھ فروخت کرے جتنے ثمن کے عوض فروخت کرنا چاہتا ہے پھر جو کچھ مشتری نے بحکم ہبہ وصول کیا ہے وہ ثمن کی ادائی مین اس وکیل کو واپس دیدے اور یہ امر مشتری کے حق مین بمنزلہ ثمن گھٹا دینے کے ہو جائیگا اور دونون کا مقصود حاصل ہو جائیگا۔ پھر واضح ہو کہ اگر وکیل بیع نے مشتری کو اُس سے ثمن وصول کر لینے سے پہلے پورے ثمن سے یا تھوڑے ثمن سے بری کیا یا پورا ثمن یا تھوڑا ثمن اُسکو ہبہ کر دیا تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہے اسی طرح ثمن وصول کرنے سے پہلے مشتری کے واسطے تھوڑا ثمن گھٹا دینا بھی دونون اماموں کے نزدیک صحیح ہے ولیکن سب ثمن وصول کرنے سے پہلے پورا ثمن مشتری کے ذمہ سے گھٹا دینا امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح نہین ہے اور امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہے کہ وہ بمنزلہ ہبہ کر دینے کے قرار دیتے ہین۔ زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ میرے واسطے

جہان کہین کسی شہر مین ایسی متاع یا وے خریدے پس وکیل کو بعد خرید سے کے خوف ہوا کہ اگر وہ اس متاع کو کسی دوسرے کے ہاتھ بھیجتا ہی تو ضامن ہوگا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ اپنے موکل سے یہ اجازت لے کہ جو کچھ یہ وکیل کرے وہ جائز ہی پس جب موکل نے ایسی اجازت دیدی تو دوسرے کے ہاتھ بھیج سکتا ہی اور ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ ایسا امین ہوگیا جسکے افعال بحق موکل جائز ہین اسی طرح اگر اُسنے چاہا کہ خریدی ہوئی متاع کو کسی غیر کے پاس ودیعت رکھے اور ضامن نہو تو اُسکا بھی یہی حیلہ ہی یہ ذخیرہ مین ہو

بیسوین فصل شفعہ کے بیان مین شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصاف رح نے اس فصل مین بہت سے مسائل جمع کیے ہین جنمین سے بعضی اس امر کا حیلہ ہین کہ شفعہ کا وجوب ساقط ہو جاوے اور بعضے بدین غرض ہین کہ شفعہ کی رغبت کم ہو جاوے ازانجملہ یہ مسئلہ ہی کہ بائع اس دار کو مشتری کو ہبہ کردے اور اسپر گواہ کرلے پھر مشتری مال ثمن اپنے بائع کو ہبہ کردے اور گواہ کرلے اور حیل الاصل مین مذکور ہی کہ پھر مشتری اُسکو بقدر ثمن کے عوض دیدے پھر جب دونون نے ایسا کرلیا تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ حق شفعہ مختص بمعاوضات ہی اور ہبہ جبکہ بشرط عوض نہو تو اسکے وقوع کے بعد پھر عوض دینے سے معاوضہ نہو جائیگا اسی واسطے ایسے ہبہ مین احکام مبادلہ ثابت نہین ہوتے ہین جیسے موہوب کا بوجہ عیب کے واپس کردینا وغیرہ اور جب یہ مبادلہ نہوا تو محض ہبہ ٹھہرا پس اُسمین حق شفعہ واجب نہوگا لیکن یہ حیلہ ایسا ہی کہ اسکو بعضے لوگ کرسکتے ہین اور بعضے نہین کرسکتے ہین اسواسطے کہ اسمین تبرع ہی اور بعضے لوگ جو خریدار ہوتے ہین وہ تبرع نہین کرسکتے ہین جیسے صغیر کے واسطے اُسکے باپ یا وصی نے خریدا یا ان دونون کے سوائے وکیلون کا بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر ہبہ دار بشرط عوض ہو تو اسمین دو روایتین مختلف ہین چنانچہ شفعۃ الاصل اور چند مقامات مبسوط مین مذکور ہی کہ یہ بمعنی بیع کے ہی کہ اسمین شفیع کے واسطے حق شفعہ ثابت ہوتا ہی اور بعض روایات نوادر مین مذکور ہی کہ ایسا ہبہ بمعنی بیع نہین ہی اور بعض جگہ مذکور ہی کہ ہبہ بشرط عوض کی صورت مین امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے درمیان اختلاف ہی پس جب یہ مسئلہ مین اختلاف ٹھہرا یا دو مختلف روایتین پائی گئین تو یہ ابطال شفعہ کے واسطے حیلہ نہین ہوسکتا ہی لیکن ایسے ہبہ سے ایک حیلہ یہ نکل سکتا ہی کہ شفیع کے حق مین تاخیر ہو جاوے بدین طور کہ مشتری سوائے ایک جزو کے اس دار پر قبضہ کرے یعنی اسمین سے ایک جزو پر قبضہ نکرے اور نیز ثمن مین سے بھی ایک جزو کے سوائے باقی ثمن سپرد کردے پس شفیع کو بحق شفعہ لے لینے کا اختیار نہوگا اسواسطے کہ ہبہ بشرط عوض جبھی بمعنی بیع ہو جائیگا کہ جب پورے معقود علیہ پر قبضہ ہو جاوے اور بدون قبضہ تمام معقود علیہ کے وہ بمعنی بیع متحقق نہوگا حتی کہ امام محمد رح سے مروی ہی کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ ہبہ بشرط عوض مین جبتک موہوب لہ پورے معقود علیہ پر قبضہ نکرے تب تک واہب کو اختیار ہی کہ بدون حکم قاضی اور بدون رضامندی موہوب لہ کے اپنے ہبہ سے رجوع کرلے اور منجملہ حیل کے یہ حیلہ ہی کہ مالک دار اس دار کو جسکو فروخت کرنا چاہتا ہی مشتری کو صدقہ دیدے پھر مشتری اُسکے ثمن کے مثل اس بائع کو صدقہ دیدے جیسا کہ ہمنے ہبہ مین بیان کیا ہی اور ہبہ اور صدقہ مین فقط فرق یہ ہی کہ ہبہ مین رجوع کرسکتا ہی اور سوائے اسکے دونون کا حکم سب باتون مین یکسان ہی اور منجملہ حیل کے یہ ہی کہ بائع دار اس دار کا واسطے اُس شخص کے جو خریدنا چاہتا ہی اقرار کردے کہ یہ دار اسکا ہی پھر مشتری اس ثمن کا اس بائع کے واسطے اقرار کردے پس اسمین شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اور یہ امام محمد رح سے مروی ہی لیکن بات یہ ہی کہ یہ اقرار سچا نہین ہی اور جب اقرار سچا نہوا تو آیا ملک منتقل ہوتی ہی یا نہین ہوتی ہی سو اسمین اختلاف ہی چنانچہ

کتاب الاقرار مین مذکور ہی پس یہ حیلہ بنا بر اُسی کے دہیگا - اور منجملہ حیل کے یہ حیلہ ہو کہ دار مذکورہ مین سے کوئی جگہ جدا کرے اور
وہان علامات اور نشان خط کاٹ دے اور اتنا ٹکڑا معہ اُسکے راستہ کے مشتری کو صدقہ دیدے یا ہبہ کر دے پھر مشتری باقی دار
وخریدے پس شفیع کے واسطے حق شفعہ حاصل نہوگا اور یہ جو فرمایا کہ علامات ونشان خط کاٹ دے یہ اسواسطے فرمایا کہ یہ
ہو کہ یہ ہبہ مشاع غیر مقسوم ایسی چیز مین ہی جو قابل تقسیم ہی اور اس صورت مین شفیع کے واسطے حق شفعہ اسواسطے ثابت نہوا کہ مشتری
اس دار کا شریک ہوگیا اور شریک کا استحقاق بہ نسبت پڑوسی کے مقدم ہوتا ہی اور یہ شرط کہ معہ راستہ کے صدقہ دیدے
اسواسطے لگائی کہ اگر معہ راستہ کے اُسکو صدقہ ندیا تو متصدق علیہ اس دار کا پڑوسی قرار دیا جائیگا پس وہ دوسرے پڑوسی
سے مقدم نہوگا ولیکن یہ حیلہ ایسا ہی کہ اس سے پڑوسی کا حق شفعہ ثابت نہو سکیگا اور جو شخص اس دار کا خلیط ہو یعنی شریک ہو
اُسکے حق کو باطل نہین کر سکتا ہی - اور منجملہ حیل کے یہ ہی جو امام محمد رح سے مروی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ جب شخص کے ہاتھ دار
بیچنا چاہتا ہو اُسکو دار مین سے ایک جزو شائع غیر مقسوم ہبہ کر دے درحالیکہ وہ دار ایسا ہو کہ قابل قسمت ہو پھر دونون
ایسے قاضی کے حضور مین مرافعہ کرین جو قابل قسمت چیز مین ہبہ مشاع جائز جانتا ہو پس وہ اسکو جائز کر دیگا پھر اسکے
بعد دوسرا قاضی اُسکو باطل نکر سکیگا اور حکم قاضی کی ضرورت ایسی ہی چیز مین ہی جو محتمل قسمت ہو حتی کہ اگر ایسی چیز ہو جو محتمل قسمت
نہین ہی جیسے بیت صغیر و دوکان تو اُسمین قضاے قاضی کی حاجت نہین ہی پس ایک جزو شائع خریدار کو ہبہ کر دے پھر باقی
اُسکے ہاتھ فروخت کر دے پس شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا پھر ایسا حیلہ ذکر کیا جس سے شفیع کی بحق شفعہ لینے کی رغبت کم ہو جاوے
چنانچہ فرمایا کہ پہلے عمارت کو ہلکے دامون کو خریدے پھر میدان زمین کو بھاری دامون کے عوض دوسرے صفقہ مین
خریدے پس شفیع کو عمارت مین حق شفعہ حاصل نہوگا اسواسطے کہ وہ مال منقول ہی اور اراضی کی خرید مین رغبت نکریگا کیونکہ اُسکا
ثمن گران ہی اور اگر مشتری نے عمارت کو معہ اصل و بنیاد کے خرید کیا ہے کہ جو زمین زیر دیوار ہی وہ اُسی کی ہو گئی تو وہ اس
مین شریک ہو جائیگا پس پڑوسی کو حق شفعہ حاصل نہوگا پس یہ حیلہ پڑوسی کے حق شفعہ واجب ہونے سے مانع ہو جائیگا
اور منجملہ حیل کے یہ ہو کہ اگر مشتری کو عمارت معہ اُسکی بنیاد و اصل کے پہلے ہبہ کر دے پھر اسکے بعد اُسنے اراضی خریدی
تو شفیع کے واسطے حق شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ جب اُسنے عمارت معہ اصل کے اُسکو ہبہ کر دی تو جو زمین زیر عمارت ہی
وہ موہوب لہ کی ہو گئی پس وہ شریک دار ہو گیا پس وہ پڑوسی سے استحقاق مین مقدم ہوگا اور باغہاے انگور و کھیتون کی
فروخت مین اگر وجوب شفعہ سے مانع ہونے کا حیلہ چاہا تو پہلے درختون کو معہ اصل کے فروخت کر دے یا درختون کو معہ
اصل کے ہبہ کر دے پس وہ شریک ہو جائیگا پھر اُسکے ہاتھ باقی کو فروخت کر دے - اور اگر چاہا کہ شفیع کی رغبت جاتی رہے
تو پہلے ان درختون کو ہلکے دامون کے عوض فروخت کر دے پھر مشتری اُس سے اراضی کو بھاری دامون کے عوض
خریدے - حیلہ دیگر آنکہ دار مین سے ایک سہم بھاری دامون کے عوض خریدے پھر دوسرے صفقہ مین باقی دار کو
ہلکے دامون کے عوض خریدے پس پڑوسی کو دوسرے صفقہ مین حق شفعہ حاصل نہوگا اسواسطے کہ دوسرے صفقہ
کی بیع کے وقت شریک دار ہی ولیکن پہلے صفقہ مین اُسکو حق شفعہ حاصل ہوگا مگر وہ اسکے لینے مین رغبت نکریگا اسواسطے
کہ مشتری نے اسکو بھاری دامون کے عوض خریدا ہی - پھر اگر مشتری نے کہا کہ مجھے اس امر کا خوف ہی کہ اگر مین نے اس
یہ سہم بعوض بھاری دامون کے خرید کیا تو شاید باقی کو بائع میرے ہاتھ فروخت نکرے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ بائع مذکور مشتری
کے واسطے ہزار سہام مین سے ایک سہم مشاع غیر مقسوم کا اقرار کر دے پھر مشتری اُس سے باقی کو خریدے

۵ قال اسواسطے کہ یہ مشتری اس دار مین شریک ہوگیا پس اسکا شفعہ سب سے مقدم ہی ۱۲ منہ

اور شیخ ابوبکر خوارزمی رح اس مسئلہ اقرار میں امام خصاف رح کا تخطیہ کرتے تھے کہ امام خصاف رح سے اس مسئلہ میں خطا
ہوئی ہے کہ وہ ایک سہم مشاع کے بائع کے مشتری کے واسطے اقرار کرنے سے شفیع کا شفعہ باطل کہتے ہیں اور خود فتوی
دیتے تھے کہ پڑوسی کا حق شفعہ واجب ہوگا اسواسطے کہ شرکت سوائے بائع کے اقرار کے اور طرح ثابت نہیں ہوئی
اور کسی شخص کا اقرار دوسرے کے حق میں حجت نہیں ہوتا ہے اور اپنے قول کی دلیل میں وہ مسئلہ پیش کرتے تھے
جسکو امام محمد رح نے ذکر کیا ہے کہ اگر مالک دار نے اقرار کیا کہ جو دار میرے قبضہ میں ہے وہ فلان شخص کا ہے تو مقر لہ ایسے
اقرار کی وجہ سے مستحق شفعہ نہوگا اور اسکا طریقہ وہی ہے جو ہمنے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اگر بائع نے کہا کہ مجھے خوف ہے
کہ وہ میرے اقرار سے میرا شریک ہو جاوے پھر مجھسے باقی کو نخریدے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ دونوں اپنے درمیان
میں ایک تیسرے مرد ثقہ کو جسپر دونوں کو اعتماد ہو ڈالیں اور یہ اقرار اسی درمیانی ثقہ کے واسطے ہو پھر یہ مقر لہ باقی
دار کو خریدے تو دونوں کو مضبوطی حاصل ہو جائیگی اور حیلہ دیگر آنکہ اگر اُسکو دار کی خریداری بعوض سو درم کے منظور ہے
تو ظاہر میں اُسکو بعوض ہزار درم کے خریدے یا اس سے زیادہ کے عوض خریدے پھر بائع کو بعوض ان ہزار درم کے
ایک کپڑا دیدے جسکی قیمت سو درم ہے یا دس دینار دیدے جسکی قیمت سو درم ہے پھر جب شفیع آویگا تو وہ دار لیگا
لیکن اسی ثمن ظاہر کے عوض لے سکتا ہے مگر ظاہر ثمن چونکہ بہت گران ہے اسواسطے اسکے لینے میں رغبت نکریگا حیلہ
دیگر آنکہ مشتری اس شفیع سے کہے کہ اگر تجھکو پسند آوے تو میں نے جسقدر داموں کو خریدا ہے اُسی قدر کے عوض تجھکو بطور
بیع تولیہ دیدوں پس اگر شفیع نے کہا کہ ہاں میں اُسکو بطور بیع تولیہ لینا چاہتا ہوں تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا
اسواسطے کہ اُسنے شفعہ سے اعراض کر کے خریدنا چاہا کیونکہ اُسنے بطور بیع تولیہ لینا چاہا ہے حالانکہ بحق شفعہ لینا پہلی
خرید پر ہوتا ہے اور تولیہ دوسری خرید ہے پس جب شفعہ سے اعراض پایا گیا تو بحق شفعہ لینا باطل ہو جائیگا اسی طرح اگر
مشتری نے شفیع سے کہا کہ اگر تو پسند کرتا ہے تو میں تجھکو اگر چاہے تو پہلے ثمن سے کم داموں کے عوض فروخت کردوں
پس اگر اُسنے کہا کہ ہاں میں چاہتا ہوں تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور عیون میں لکھا ہے کہ چاہیے ایسا فعل طلب
شفعہ سے پہلے کیا یا اسکے بعد کیا ہو بہر حال شفعہ باطل ہو جائیگا اسی طرح اگر مشتری نے شفیع کے پاس ایک ایلچی بھیجا
جسنے شفیع سے یہی پیغام دیا اور شفیع نے اسکے جواب میں اسی طرح کہا کہ ہاں مجھے منظور ہے تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا
اور حیلہ دیگر آنکہ بائع و مشتری دونوں باتفاق اس امر کا اقرار کریں کہ یہ بیع بطور فاسد یا تلجیہ تھی یا بائع کے واسطے
اسمیں خیار مشروط تھا پس دونوں کا قول قبول ہوگا اور جب ہمنے دونوں کا قول قبول کیا تو شفیع کے واسطے
شفعہ واجب نہوگا کیونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ ثبوت حق شفعہ کے واسطے ملک بائع بسبب صحیح زائل ہونا مقدم ہے اور یہ بات
پائی نہیں گئی۔ و حیلہ دیگر آنکہ مشتری کسی شخص سے کہے کہ تو شفیع سے کہہ کر میں نے یہ دار اسکے بائع سے قبل اس مشتری
کے خریدنے کے خرید کیا ہے پس جب شفیع نے اسکے جواب میں کہا کہ آپ نے درست فرمایا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا
کیونکہ جب اُسنے یہ اقرار کیا کہ مشتری کی خرید اس مقر کی خرید کے بعد واقع ہوئی ہے تو یہ اقرار کیا کہ خرید مشتری صحیح
نہیں ہوئی پس بطلان شفعہ کا مقر ہو گیا کیونکہ حق شفعہ چاہتا ہے کہ خرید صحیح واقع ہو۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے
شفیع سے کہا کہ یہ دار تیرا ہے فلان بائع کا نہ تھا پس شفیع نے کہا کہ ہاں تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ
اس امر کا مقر ہوا کہ خرید مشتری صحیح نہیں ہوئی ہے پس اپنے شفعہ کے باطل ہونے کا مقر ہوا۔ اسی طرح اگر مشتری

کہا کہ مین نے یہ دار بعوض سو دینار کے خریدا ہی پس اگر تجھکو پسند ہو تو مین اُسکے ثمن سے دس دینار گھٹا دون پس شفیع نے
کہا کہ اچھا مجھے پسند ہی تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور شیخ ابو علی نسفی رح فرماتے تھے کہ اُسکا شفعہ جبھی باطل ہوگا کہ جب اُسنے
اسطور سے کہا کہ اگر تو چاہے تو تیرے واسطے اُسکے ثمن سے دس دینار گھٹا دون اور تیرے ہاتھ اُسکو نوے دینار کو فروخت
کرون اور شفیع نے جواب دیا کہ ہان مجھے منظور ہی کیونکہ جب اُسنے سو دینار سے کم کے عوض خریدنے کی رغبت کی تو حق
شفعہ لینے سے اعراض کرنے والا ہوا اور اگر اُسنے یون نہ کہا کہ اور تیرے ہاتھ نوے دینار کو فروخت کرون تو اُسکا شفعہ
باطل نہوگا کیونکہ حق شفعہ لینے سے اعراض کرنا اُسکی طرف سے پایا نہین گیا کیونکہ جائز ہی کہ اُسنے یہ قصد کیا ہو کہ دس
دینار گھٹا کر بعد اول اُسکو شفعہ مین لے لے ۔ اور اسی طرح اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ میرے لیے دس درم گھٹا دے
پس اگر اسکے بعد کہا کہ اور باقی نوے دینار کے عوض میرے ہاتھ فروخت کردے تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا ورنہ نہین
اور وجہ دیگر آنکہ مشتری خرید ے اور شفیع کو اس بیع مین ثمن کا یا عہدہ بیع کا کفیل کرے تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا
یہ تاتارخانیہ مین ہی ۔

اکیسوین فصل

کفالت کے بیان مین ۔ زید نے چاہا کہ عمرو سے ایسا کفیل لے جو مکفول بہ کو سپرد کرنے کے
بعد کفالت سے بری نہوجاوے تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ کفیل یون لکھے کہ مین نے تیرے واسطے نفس عمرو کی
کفالت بدین شرط کی کہ ہرگاہ مین اُسکو تیرے سپرد کرون تو پھر مین اُسکے نفس کا کفیل بکفالت جدیدہ ہون تو یہ جائز
ہی اور یہ حسن بن زیاد سے مروی ہی اور ہمارے اصحاب یعنے امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح سے اسمین
کوئی روایت نہین ہی اور وکالت مین اسکی نظیر مین مشائخ اہل شروط کا اختلاف ہی یعنے اگر کسی کو کسی معاملہ مین وکیل
کیا اور وکیل سے کہا کہ ہرگاہ مین تجھکو معزول کرون تو تو بوکالت جدیدہ میرا وکیل ہی پس بنا بر قول عامہ مشائخ کے
وکالت جدیدہ ثابت نہوگی اور ابو زید شروطی رح نے فرمایا کہ وکالت جدیدہ ثابت ہوگی اور یہی کفالت کا قیاس ہی اسی پر ...
واللہ تعالی اعلم یہ تاتارخانیہ مین ہی ۔

بائیسوین فصل

حوالہ کے بیان مین ۔ ایک شخص کا دوسرے پر مال آتا ہی مثلاً زید کا عمرو پر مال آتا ہی اور عمرو
نے چاہا کہ زید کو یہ مال بکر پر اتر ادے بدین شرط کہ اگر بکر مفلس مرجاوے تو زید کو عمرو سے یہ مال لینے کا اختیار رہے
تو اُسکی صورت یہ ہی کہ عمرو زید کو ایک شخص مجہول پر یہ مال اترا دے اور کتابتہ الحوالہ مین اسکو تحریر کرے پھر
لکھے کہ اس محتال علیہ یعنے مجہول نے اس زید کو یہ مال اس بکر پر اترا دیا پس جب اسطرح سے کرینگے پھر بکر مفلس مرگیا
تو زید کو عمرو سے رجوع کرنے کا اختیار نہوگا اسواسطے کہ عمرو نے اُسکو بکر پر یہ مال نہین اترایا تھا بلکہ دوسرے شخص نے
اترایا تھا اور اُسکا مفلس مرنا ثابت نہین ہوا ہی ۔ اور اگر عمرو قرضدار نے چاہا کہ زید قرضخواہ کو مال کے واسطے اپنے
قرضدار بکر پر اترائی کردے پس زید نے کہا کہ میرے نزدیک تجھپر مال رہنے مین بہ نسبت بکر کے زیادہ اعتماد ہی بلکہ بکر پر اترائی
کرنے مین مجھے خوف ہی کہ شاید میرا مال ڈوب جاوے پس زید نے ایسا حیلہ چاہا کہ جس سے اصیل یعنے عمرو بری الذمہ نہو
پاوے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ بکر از جانب عمرو اس مال کی جو عمرو پر ہی زید کے واسطے ضمانت کرلے پس اصیل بھی بری نہوگا
اور زید کو اختیار رہیگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے مواخذہ کرے پس دونون کا مقصود حاصل ہوجائیگا اور
اسمین دوسری صورت یہ ہی کہ عمرو اپنے قرضخواہ زید کو اپنے قرضدار بکر سے اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کرے اور

الغرض کہ بعد وصول کر لینے کے اسکو اپنے قرضہ مین قصاص کر لے تو یہ جائز ہے کیونکہ قرضہ وصول کرنے کی وکالت تو ظاہر ہے
کہ جائز ہے اور رہا وصول شدہ مال کا اپنے قرضہ مین قصاص کر لینا سو یہ بھی ظاہر ہے کہ جائز ہے اسواسطے کہ اوسے قرض کا
یہ طریقہ ہے جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہو چکا ہے پھر اگر عمرو نے کہا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ شاید زید میرے قرضدار بکر سے قرضہ
وصول کر کے یہ کہے کہ قبل اسکے کہ مین اُسکو اپنے قرضہ کا قصاص کرون وہ میرے پاس سے ضائع ہو گیا اور اس
دعوی مین قول اُسی کا قبول ہوگا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ جب عمرو نے زید کو اپنے قرضدار بکر سے اپنا قرضہ وصول
کرنے کا وکیل کیا اور یہ نہ کہا کہ اپنے واسطے وصول کرے تو زید کا وصول کر لینا پہلے واسطے عمرو کے واقع ہوگا پھر زید کو اپنے
ادا سے قرضہ مین لینے کے واسطے جدید قبضہ کرنا پڑیگا تاکہ یہ مقبوضہ مال زید کا ہو جاوے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ زید نے جب
پہلے وصول کیا تو بطور امانت اُسکے قبضہ مین رہا اور اُسکا ذاتی قبضہ کرنا قبضۂ ضمان ہے اور ایک ہی قبضہ دونون کے
واسطے کافی نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ قبضہ امانت نائب قبضۂ ضمانت نہین ہوتا ہے اسواسطے اُسکو اپنے واسطے
جدید قبضہ کرنے کی ضرورت ہوگی پس اگر اُسنے دعوی کیا کہ مال مقبوضہ قبل اسکے کہ مین اُسپر اپنے واسطے قبضہ کرون تلف
ہو گیا ہے تو اسنے سبب ضمانت پیدا ہونے سے پہلے امانت کا مال تلف ہو جانے کا دعوی کیا پس قول اسی امین کا معتبر
ہوگا پس جب اس مسئلہ کی کیفیت مفصل معلوم ہو چکی تو ہم کہتے ہین کہ اس خوف کے دفع کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ عمرو اپنے قرضدار
بکر کو حکم دے کہ زید کے واسطے عمرو کی طرف سے اس مال کی ضمانت کرے بدین شرط کہ زید مختار ہے کہ دونون مین سے
جس سے چاہے وصول کرے پس جب بکر نے ایسا کیا تو مال مذکور ان دونون پر ہو گیا پھر اگر زید اس مال کو سب یا تھوڑا
بکر سے وصول کریگا تو اپنے واسطے لینے والا ہوگا پھر اگر بعد وصول کے اُسکے پاس تلف ہوا تو اُسی کا مال تلف ہوگا
یہ ذخیرہ مین ہے۔

تیئسوین فصل صلح کے بیان مین ۔ امام محمد رح نے حیل الاصل مین فرمایا کہ زید کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہین کہ
اُسنے اُس سے اس شرط سے باہم صلح کی کہ زید کو فلان مہینہ سنہ فلان کا چاند دیکھنے پر سو درم ادا کر دے اور اگر اُسنے
ایسا نکیا تو اُسپر دو سو درم ہونگے تو ایسی صلح ہمارے قول و امام ابو یوسف رح کے قول مین جائز ہے۔ پس یہ مسئلہ
اس صورت و وضع کے ساتھ امام محمد رح نے کتاب الصلح مین ذکر نہین فرمایا بلکہ یہ مخصوص کتاب الحیل مین مذکور ہے اور
(یعنے امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح و خود ۱۲ منہ)
اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ اگر عمرو نے اس وقت مشروط پر یہ سو درم ادا کر دیے تو باقی سے بری ہو جائیگا اور اگر اُسنے ادا نکیے
تو اُسپر دو سو درم واجب ہونگے اور کتاب الصلح مین اس جنس کی تین صورتین مذکور ہین اول آنکہ زید کے عمرو پر ہزار درم
قرضہ ہین پس زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم گھٹا دیے تاکہ تو پانچ سو درم کل کے روز مجھے ادا
کر دے یا کہا تاکہ تو پانچ سو درم مجھے کل کے روز ادا کر دے اور عمرو نے اسکو قبول کیا تو فرمایا کہ صلح کرنا و ساقط کرنا جائز ہے خواہ
عمرو اسکو کل کے روز پانچ سو درم ادا کر دے یا نکرے۔ دوم آنکہ زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم
بدین شرط ساقط کیے کہ تو مجھے پانچ سو درم فی الحال دیدے اور اگر تو نے فی الحال ندیے تو ہزار درم تجھ پر اپنے حال پر ثابت
رہینگے اور عمرو نے اسکو قبول کیا تو فرمایا کہ اگر عمرو نے پانچ سو درم فی الحال ادا کر دیے تو باقی پانچ سو درم سے بری ہوگا اور
اگر فی الحال ادا نکیے تو ہزار درم اُسپر بحال خود ثابت رہینگے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ ہزار درم اُسپر بحالہ
ثابت رہین خواہ پانچ سو درم فی الحال ادا کرے یا نکرے اور بعضے لوگون نے قیاس ہی کو اختیار کیا ہے۔ سوم آنکہ

اُسنے کہا کہ مین نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم بدین شرط ساقط کیے کہ تو پانچ سو درم فی الحال ادا کردے اور اس سے
زیادہ کچھ نکہا تو فرمایا کہ اسمین اختلاف ہی امام اعظم رح کے قول کے موافق اگر اُسنے پانچ سو درم فی الحال ادا کیے تو باقی
پانچ سو درم سے بری ہوگیا اور اگر ادا نکیے تو ہزار درم اُسپر بحال خود رہینگے اور صلح باطل ہوجائیگی اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ
صلح باطل نہوگی اور قرضدار پر پانچ سو درم ہونگے خواہ فی الحال پانچ سو درم ادا کیے یا نکیے - پس اس سب کو امام محمد رح
نے کتاب الصلح مین بیان کیا ہی - اب ہم مسئلہ کتاب کی طرف رجوع کرتے ہین تو اُسکی صورت وحکم تو ہمنے بیان کر دیا
اور امام محمد رح نے اس مسئلہ مین امام ابو یوسف رح کا قول تصحیح کیا اسواسطے بیان کر دیا کہ ظاہر ہوجاوے کہ یہ مسئلہ اتفاقی
ہی اسمین اختلاف نہین ہی جیسے کہ مسئلہ کتاب الصلح مین ایسی صورت مین ہی لیکن مسئلہ کتاب الحیل مین خلاف بھی ہی
سو بعض نے کہا کہ خلاف زفر رحمہ اللہ ہی اور بعض نے کہا کہ خلاف ابن ابی لیلی رحمہ اللہ ہی پس اگر دونون نے ایسا حیلہ
چاہا کہ بلا خلاف یہ جائز ہوجاوے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ جسکی طرف امام محمد رح نے اشارہ کیا ہی چنانچہ فرمایا کہ قرضخواہ اپنے
قرضدار کے ذمہ سے آٹھ سو درم ساقط کردے اور رہے اُسپر دو سو درم سوان دو سو درم سے صلح کرے گا اتنے پر صلح ہی اگر
بوقت فلان ادا کرے اور اگر ایسا نکیا تو دونون مین صلح نہین ہی اور ایسی صلح بلا اختلاف جائز ہی اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا
کہ اس حیلہ مین اعتراض ہی اسواسطے کہ اسمین سو درم سے زائد دو سو درم تک کی برأت کی تعلیق بھی ہی - اور شیخ الاسلام نے
شرح کتاب الحیل مین ذکر کیا کہ ایسی صلح بالاتفاق جائز ہی - اور واقعات ناطفی مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص کے
دوسرے پر ہزار درم قرضہ ہون اُسنے اُس سے سو درم پر ایک مہینہ تک ادا کرنے پر صلح کی مگر اسطرح کہ اگر ایک مہینہ تک
سو درم نہ دیوے تو اُسپر دو سو درم ہونگے - تو یہ صلح جائز نہین ہی اگرچہ یہ صلح بحط ہی یعنے ساقط کرنے پر صلح ہی اور وجہ
یہ ہی کہ مقدار المحطوط یعنے ساقط کردہ کی مقدار مجہول ہی کیونکہ اگر اُسنے ایک مہینہ تک ادا کیے تو مقدار المحطوط نوسو درم ہی اور اگر ادا
نکیے تو بمقدار المحطوط آٹھ سو درم ہی اور محطوط کا مجہول ہونا صحت حط کا مانع ہی پس مسئلہ کتاب الحیل مین بھی ایسا ہی جواب
ہونا چاہیے اسواسطے کہ دونون مسئلون مین کچھ فرق نہین ہی پس اس مسئلہ مین دو روایتین ہوگئین - ایک شخص مر گیا
اور اُسنے اپنا پسر و جورو وارث چھوڑے اور ان دونون کے قبضہ مین ایک گھر ہی پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا
کہ یہ میرا دار ہی پس دونون نے اسکے دعوے سے کسی قدر مال پر صلح کر لی تو اس مسئلہ مین دو صورتین ہین اگر دونون نے
اسکے دعوی کا اقبال نہین کیا اور صلح کر لی ہی تو مال صلح دونون پر آٹھ حصے ہوکر واجب ہوگا اور دار مذکور بھی دونون
مین آٹھ حصے ہوگا اور اگر دونون نے باقبال دعوی مدعی صلح کی ہی تو دار مذکور دونون مین نصفا نصف اور مال صلح
دونون پر نصفا نصف ہوگا پھر اگر دونون نے ایسا حیلہ طلب کیا کہ صلح باقرار دعوی ہو اور دار مذکور دونون مین آٹھ
حصے ہو اور مال صلح دونون پر آٹھ حصے ہوکر واجب ہو تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ کوئی مرد اجنبی ان دونون کی طرف سے
باقبال دعوی صلح کرے بدین شرط کہ عورت کو آٹھوان حصہ ملے اور پسر کو سات حصے ملین تو اسطور پر صلح واقع ہونا
صحیح ہی اور دار مذکور دونون مین آٹھ حصے ہوگا پھر اگر دونون نے اس اجنبی کو صلح کی اجازت دی ہو تو وہ بدل صلح
ان دونون سے آٹھ حصے کرکے واپس لیگا اور یہ سب اسوجہ سے ہوا کہ اجنبی کا اقرار ان دونون کے حق مین صحیح
نہوا اور اُسکا صلح کرنا دعوے مدعی کا ساقط کرنے والا ہوا پس جب مدعی کا دعوی ساقط ہوگیا تو دار مذکور بوجہ میراث
کے ان دونون کا مملوک رہا پس دونون مین آٹھ سہام پر مشترک ہوگا اور بدل صلح بھی ایسا ہی رہا اور شمس الائمہ حلوانی

فتح حیل الاصل مین یہ مسئلہ ذکر کیا اور فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ دونون اس مدعی کے واسطے اس دار کا اقرار کرکے پھر دونون
اس سے کسی قدر مال معین پر اس شرط سے صلح کرین کہ عورت کے واسطے دار مذکور کا آٹھوان حصہ اور پسر کے واسطے
سات حصے ہون پس جب دونون اس امر کی تصریح کر دینگے تو دار مذکور دونون مین دونون کی تصریح کے موافق مشترک
ہوگا اور بدل الصلح بھی اسی حساب سے واجب ہوگا بمنزلہ ایسے کہ گویا دونون نے ایک دار کو بدین شرط خریدا کہ
ایک کے واسطے آٹھوان حصہ اور دوسرے کے واسطے سات حصے ہون — ایک شخص مرگیا اور اُسنے درم و دینار یا عروض
ترکہ چھوڑا پس اُسکی جورو سے اُسکے وارثون نے جورو کے ترکہ کے حصہ سے درم یا دینار پر صلح کرنی چاہی تو جاننا چاہیے
کہ یہ مسئلہ دو صورتون سے خالی نہین ہے اول آنکہ ترکہ مین قرضہ نہو اور شوہر نے دراہم و عروض چھوڑے اور درمون پر
صلح واقع ہوئی پس اگر عورت مذکورہ نے اپنے حصہ ترکہ کے درمون سے زیادہ درمون پر صلح کی تو جائز ہے اور
بدل الصلح کے درمون مین جسقدر درم اُسکے حصہ کے واجب ہین اُسقدر اُسکے مقابلہ مین برابر برابر مساوی قرار
دیے جائینگے اور باقی درم بمقابلہ حصہ عروض کے ہونگے لیکن جسقدر درم بدل الصلح کے بمقابلہ دراہم حصہ کے ہین اُسقدر مین
شرط بیع صرف مرعی ہوگی کہ ہر دو بدل کا مجلس صلح مین قبضہ ہونا ضرور ہوگا بشرطیکہ وارث لوگ مقر ترکہ ہون و جورو کے
حصہ ترکہ سے مانع نہون اسواسطے کہ جورو کا حصہ ترکہ ایسی حالت مین تو وارثون کے قبضہ مین بطور امانت ہوگا اور قبضہ
امانت نائب قبضہ ضمانت نہین ہوتا ہے اور اگر اُسکا حصہ ترکہ وارثون پر مضمون ہوگیا مثلاً اُسکے حصہ ترکہ سے منکر
ہوگئے یا منکر نہوے اقرار کیا لیکن اُسکے حصہ ترکہ کے دینے سے انکار کیا تو ایسی حالت مین مجلس صلح مین ہر دو بدل پر
قبضہ کرنے کی حاجت نہوگی اسواسطے کہ قبضہ غصب نائب قبضہ ضمانت ہوتا ہے بلکہ فقط بدل الصلح کے قبضہ کی ضرورت
ہوگی — اور اگر عورت مذکورہ نے اُسی قدر درمون کو لیا جو اُسکے حصہ کے برابر ہین تو صلح جائز نہوگی اسواسطے کہ حصہ عروض
عوض سے خالی رہا جاتا ہے اسی طرح اگر کم درم لیے تو بھی جائز نہین ہے اسواسطے کہ عروض معہ بعض درمون کے بغیر عوض
رہے جاتے ہین پس یہ صلح بطریق معاوضہ نہین ہوسکتی ہے اور نیز بطریق ابرا بھی نہین ہوسکتی ہے کہ باقی سے اُسنے بری کر دیا
کیونکہ ترکہ مال عین ہے اور عین سے بری کرنا باطل ہے اور حاکم ابو الفضل رح نے فرمایا کہ عورت مذکورہ کے حصہ دراہم
برابر عوض پر صلح جبھی باطل ہوگی کہ جب صلح بحالت تصادق ہو اور اگر حالت انکار مین صلح کی تو صلح جائز ہوگی اسواسطے
یعنی وارث عورت کے حصہ کے منکر ہون ۱۲ منہ
کہ حالت انکار مین مال دینے والا اسی غرض سے مال دیتا ہے کہ منازعت دور ہو جاوے اور اسکی قسم کا فدیہ ہو جاوے پس
یعنی اسی معاوضہ مین ۱۲
ربوا کی گنجائش نہوگی اور اسی طرف امام محمد رح نے کتاب الصلح مین اشارہ کیا ہے اور اگر عورت مذکورہ کے شوہر کے ترکہ
سے درمون کے حصہ کی مقدار معلوم نہو تو صلح جائز نہوگی اسواسطے کہ یہ صلح دو وجہ سے فاسد اور ایک وجہ سے صحیح ہوگی
پس جانب فساد کا اعتبار ہوگا اور اگر عورت مذکورہ سے عروض یا دینارون پر صلح کی گئی تو جائز ہے اگرچہ بدل صلح قلیل ہو
کیونکہ خلاف جنس سے صلح کرنے مین سود متحقق نہین ہوتا ہے اور یہی اس باب مین حیلہ ہے — اور اگر ترکہ شوہر دینار و عروض
ہون پھر اُس سے دینارون پر صلح کی گئی تو اسمین وہی صورتین ہین جو ہمنے درم کی صورت مین بیان کر دی ہین اور
اگر بعوض درمون کے صلح کی گئی تو ہر حال مین جائز ہے — اور اگر ترکہ شوہر مین درم و دینار و عروض ہون پس اُس سے درمون
پر یا دینارون پر صلح کی گئی تو جائز نہین ہے الا اُس صورت مین جائز ہوگی کہ جس بدل پر صلح کی ہے اسکی مقدار اسکے حصہ
کی اسی جنس کی مقدار سے زائد ہو حتی کہ اس نقد مین سے جسقدر اُسکا حصہ ہے اُسکا مثل اس بدل مین آجاوے پس

مثل بمثل ہوجاوے اور جو باقی رہا وہ بمقابلہ دوسرے نقد وعروض کے ہو اور اگر صلح مین درم و دینار دونون دیے تو بہر حال صلح جائز ہی اور ہر جنس کو اسکے برخلاف جنس کے معاوضہ مین رکھا جائیگا اور یہی اس باب مین حیلہ ہی۔ لیکن واضح رہے کہ جو کچھ بدل دراہم حصہ کا دینار سے اور دینار کا دراہم سے ہو اُسمین بیع صرف کے شرائط مرعی ہونگی پس مجلس صلح مین ہر دو بدل پر قبضہ ہونا شرط ہوگا اور جو کچھ بمقابلہ عروض کے ہو وہ بیع صرف کے معنی مین نہونگے پس اُسمین ہر دو بدل پر مجلس مین قبضہ شرط نہوگا۔ مگر یہ حیلہ ہمارے علمائے ثلثہ رحمہم اللہ تعالے کے قول کے موافق ٹھیک ہی کہ ہر جنس کو اُسکے برخلاف جنس کے مقابلہ مین ڈالتے ہین مگر شیخ زفر رح کے قول کے موافق نہین ٹھیک پڑتا ہی کیونکہ وہ ایک جنس کو اسکے برخلاف جنس کی جانب راجع نہین کرتے ہین چنانچہ مسئلۃ الاکراہ مین معلوم ہوچکا ہی پس سب عالمون کے قول کے موافق مضبوطی چاہے تو حیلہ یہ ہی کہ وارث لوگ تمام ترکہ شوہر سے اُسکے پورے حصہ سے ایک عرض واحد معین پر صلح کرلین پھر جس موضع مین یہ صلح جائز ہو تو عورت مذکورہ کے پورے حصہ سے تمام ترکہ سے معرفت ہوجانا کچھ ضرور نہین ہی اور اس امر مین اشکال ہی اور دفعیہ یہ ہی کہ اس صلح کا جائز ہونا بطریق بیع کے ہی لیکن یہ بیع ایسی ہی کہ اسمین سپرد کرنے کی حاجت نہین ہی اور ایسی چیز کی بیع جسکی مقدار سے بائع و مشتری کو آگاہی نہو اگر اسمین سپرد کرنے کی حاجت نہو تو جائز ہوتی ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ اُسنے فلان شخص سے ایک چیز غصب کی ہی یا اقرار کیا کہ فلان نے اُسکے پاس ودیعت رکھی ہی پھر مقر نے مقرلہ سے یہ چیز خریدلی تو جائز ہی اگرچہ دونون اُسکی مقدار نجانتے ہون پس ایسا ہی یہان بھی ہی اور اگر ترکہ مجہول ہو کہ یہ معلوم نہو کہ ترکہ مین کیا چیز ہی تو شیخ محقق ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ نے شرح کتاب الشروط مین فرمایا کہ کیلی و وزنی چیزون پر صلح جائز نہوگی کیونکہ اسمین یہ احتمال ہی کہ شاید ترکہ مین کیلی و وزنی مال ہو اور اسمین سے اس عورت کا حصہ اسی قدر ہو جس پر صلح ہوئی ہی یا اس سے زیادہ ہو اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ ایسی صلح جائز ہی کیونکہ اسمین یہ احتمال ہی کہ شاید ترکہ جنس بدل الصلح سے کچھ نہو اور اگر ہو تو احتمال ہی کہ اس عورت مذکورہ کا حصہ اس بدل الصلح سے زائد ہو اور احتمال ہی کہ کم ہو پس اسمین احتمال الاحتمال ہی اور ایسا احتمال معتبر نہوگا۔ اور اگر مال ترکہ عقار یا اراضی و حیوان و امتعہ ہون اور یہ سب مدعا علیہ لوگون کے قبضہ مین ہو لیکن مدعی کو معلوم نہین ہی کہ مال ترکہ کیا چیز ہی پس اُسنے ان لوگون سے مکیل یا موزون پر صلح کرلی تو جائز ہی۔ اور وجہ دوم یہ ہی کہ ترکہ مین قرضہ ہو پس اگر وارثون نے عورت مذکورہ سے اسطور سے صلح کی کہ قرضہ کو بھی صلح مین داخل کیا مثلاً اُسکے حصہ عین و دین سے کسی قدر مال پر صلح کی یا یہ کہا کہ اس شرط سے صلح کی کہ عورت مذکورہ تمام قرضہ وصول کرلے اور باقی اموال سے اپنا حق چھوڑدے تو یہ سب باطل ہی اسواسطے کہ اس صورت مین قرضہ کا مالک کرنا ایسے شخص کو ہی جسپر یہ قرضہ نہین ہی اور جبکہ حصہ دین کی صلح باطل ہوئی تو حصہ عین کی صلح بھی باطل ہوئی اسواسطے کہ عقد ایک ہی ہی اور اگر انھون نے دین کو حکم مین داخل نکیا بلکہ اُسکے حصہ عین سے صلح کرلی اور قرضہ کو اپنے درمیان بفرائض اللہ تعالے مشترک چھوڑدیا تو یہ صلح جائز ہوگی پس ایسی صلح کے جائز ہونے کے واسطے یہ ایک نوع کا حیلہ ہی کہ قرضہ کو نکالکر باقی پر صلح کرین اور صلح نامہ مین تحریر کرین کہ ماسوائے قرضہ کے صلح کی ہی۔ اور اگر وارثون نے چاہا کہ قرضہ بھی داخل صلح ہوجاوے تو اسکی صورت یہ ہی کہ عورت مذکورہ ان وارثون سے بقدر اپنے حصہ دین کے قرض لے پھر ان وارثون کو قرضداران میت پر اُترائی کردے کہ اسکا حصہ قرضہ ان لوگون کو دیدین اور قرضداران میت اسکو قبول کرلین پھر وارثان مذکور اس عورت سے باقی مال متروکہ سے صلح کرلین پس تمام مال عین و دین ان

وارثون

وارثون کا ہوجائیگا یا وارث لوگ یہ کرین کہ قرضداریت کی طرف سے بطور تطوع اس عورت کو اُسکا حصہ قرضہ اپنے
مالون سے ادا کردین کیونکہ ادائے قرضہ غیر کی طرف سے بطور تطوع جائز ہی پھر باقی سے اس عورت کے ساتھ صلح
کرلین ولیکن وارثون کے حق مین عورت مذکورہ کو قرض دینا مفید ہی کیونکہ اگر اُنکو قرضدارون سے حصۂ عورت مذکورہ
وصول نہوا تو جو کچھ اُنھون نے عورت مذکورہ کو ادا کیا ہی وہ اُس سے واپس لینگے بخلاف اسکے اگر اُنھون نے قرضدار
کی طرف سے بطور تطوع حصۂ عورت مذکورہ اپنے مالون سے ادا کیا تو درصورتیکہ قرضدارون سے کچھ وصول نہوا
تو نہ قرضدارون سے واپس پاوینگے اور نہ عورت مذکورہ سے واپس لے سکینگے اسواسطے کہ بطور تطوع ادا کرنے والا
کسی سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر وارثون نے عورت مذکورہ کا حصہ قرضہ اُسکو قرض دینے سے انکار کیا تو حیلہ
یہ ہی کہ کوئی قرضدار بقدر حصہ عورت کے قرض لیکر عورت مذکورہ کو پہلے ادا کردے پھر وارث لوگ اُس سے باقی مال
سے صلح کرلین ۔ اور اگر قرضدار نے اُسکا حصہ قرض لیکر ادا کرنے سے انکار کیا تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ سب وارث یا ایک وارث
اپنا کوئی عرض اس عورت کے ہاتھ دس درم قیمت کا بعوض پچاس درم کے جو کہ قرضہ مین سے اُسکا پورا حصہ ہی فروخت
کردے اور وارث کبھی بغرض اس کے منافع کے اور بغرض جواز صلح کے ایسا کرتا ہی پھر عورت مذکورہ اس عرض کا ثمن اس [illegible]
قرضدار پر اُتار دے پھر وارث لوگ عورت مذکورہ سے باقی مال عین سے صلح کرلین اور اگر عورت مذکورہ نے اس امر کو
منظور نکیا بدین خوف کہ شاید قرضدار پر قرضہ ڈوب جاوے وصول نہو تو وارث بائع اس ثمن کو مجھسے واپس لیگا تو اسکا
حیلہ یہ ہی کہ عورت مذکورہ اقرار کرے کہ اُسنے قرضدار سے فقط اپنا حصہ قرضہ بھر پایا ہی اور اس بات کے گواہ کردے
پھر وارث لوگ اُسکے ساتھ مال عین کے حصے سے صلح کرلین جسطرح کہ ہمنے بیان کیا ہی ۔ اور منتقی مین لکھا ہی کہ ہشام نے
اپنی نوادر مین فرمایا کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال
کی خدمت کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور وارثون نے چاہا کہ زید سے اُسکا حق وصیت جو غلام مین ہی خرید کرین تو فرمایا
کہ یہ نہین جائز ہی کیونکہ جب وہ مرگیا تو اُسکا حق وصیت میراث نہین ہوسکتا ہی جیسا کہ شفعہ مین حق شفیع میراث
نہین ہوتا ہی کیونکہ اُسکے حق کی کچھ مالیت اور کچھ ثمن نہین ہی اور عقد بیع وشرا عقد مخصوص ایسی چیزون کے ساتھ
ہی جسکی مالیت وثمن ہو اور اسی سے ہمنے کہا کہ منافع کی بیع باطل ہی اور اجارہ بلفظ بیع وشرا منعقد نہین ہوتا ہی کیونکہ
بیع وشرا ایسا عقد ہی جو خاص ایسی چیزون پر واقع ہوتا ہی جنکی مالیت ہی اور منافع کی کوئی مالیت نہین ہی پس اسپر
بیع واقع نہوگی اور یہی حال ہمارے اس مسئلہ مذکورہ مین ہی اور حق شفعہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ اگر مشتری نے شفیع سے
حق شفعہ بعوض مال کے خریدا تو خرید باطل ہوگی اور اگر شفیع نے فروخت کیا تو اُسکی طرف سے یہ تسلیم شفعہ ہوگا اور اپنے حق
ابطال ہوگا ۔ اور امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مین نے اس مسئلہ کو ایسا مشکل پایا کہ مین امت کے لوگون مین کوئی
ایسا نہین دیکھتا ہون جو اسکو حل کرے اور اس مسئلہ کا اشکال اسکی اصل کی وجہ سے ہی کہ بیع کا عقد فقط ایسی ہی چیزون
پر وارد ہوتا ہی جسکے واسطے مالیت وثمنیت ہو بدلیل مسائل مذکورہ ولیکن اسمین مسئلہ طلاق سے اشکال وارد ہوتا ہی
کہ اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین نے مجھسے اپنی طلاق بعوض اسقدر مال کے خریدی پس شوہر نے کہا کہ مین نے
فروخت کی تو صحیح ہی اور طلاق واقع ہوجائیگی اسی طرح اگر شوہر نے اس عورت کی طلاق اُسکے ہاتھ فروخت کردی یا اُسکی
بضع کو اُسکے ہاتھ بعوض مال کے فروخت کیا اور عورت مذکورہ نے اُس سے خرید کیا تو صحیح ہی اور معاوضہ واجب ہوگا

حالانکہ اُسکی بضع مین کچھ مالیت وثمنیت نہین ہی و نیز اُسکی طلاق مین بھی کچھ مالیت وثمنیت نہین ہی اور باوجود اسکے بلفظ بیع
یہ عقد صحیح ہوا اور طلاق تھا بلفظ بیع صحیح ہونا مقتضی ہی کہ عقد اجارہ بھی بلفظ بیع صحیح ہو اور منافع کا بیع کرنا جائز ہی اور
بیع وصیت جائز ہو اور شمس الائمہ حلوائی رہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے ان دونون مین فرق بیان کرنے مین تکلف
کیا ہی حالانکہ اُسنے فرق ممکن نہوا چنانچہ امام کرخی رحمہ اللہ جب فرق نکالنے سے تھک گئے تو انھون نے قول علماء سے
رجوع کر کے فرمایا کہ اجارہ بلفظ بیع منعقد ہوتا ہی پس بقیاس قول کرخی در انعقاد اجارہ بلفظ بیع یہ کہا جا سکتا ہی کہ موصی لہ
کا منافع وصیت بدست وارث فروخت کرنا بعوض مال کے جائز ہی لیکن ظاہر مبسوط مین اسکے برخلاف موجود ہی۔ پس
جبکہ وارث کے حق مین یہ جائز نہوا کہ وہ موصی لہ سے اُسکا حق وصیت بعوض مال کے خریدے تو پھر کیا حیلہ ہی تو حیلہ یہ ہی
کہ وارث مذکور موصی لہ سے اُسکے حق وصیت سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کر کے اُسکو دیدے تو جائز ہی اور صاحب خدمت
کا حق باطل ہو جائیگا اور غلام مذکور مسلم وارث کا ہو جائیگا کہ بیع وغیرہ جو چاہے کرے اور چاہیے یہ تھا کہ یہ صلح جائز نہو اسواسطے
کہ یہ صلح بخلاف جنس حق واقع ہوئی ہی اور صلح جبکہ برخلاف جنس حق واقع ہوتی ہی تو وہ معاوضہ وتملیک شمار
کی جاتی ہی ولیکن اس صلح کا تملیک شمار کرنا متعذر ہی اسواسطے کہ موصی لہ اس خدمت کا بغیر عوض مستحق ہوا ہی
اور جو شخص منفعت کا بغیر عوض مستحق ہو وہ اس منفعت کو دوسرے کی ملک مین بعوض نہین کر سکتا ہی جیسے مستعیر
اور اسکا جواب یہ ہی کہ جب یہ صلح تملیک نہ شمار ہو سکے تو پھر یہ اسقاط شمار ہوگی یعنی صلح باسقاط حق ہی کذا فی المحیط

چوبیسوین فصل - رہن کے بیان مین - ایک شخص نے اپنا نصف دار یا نصف کھیت غیر مقسوم رہن کرنا
چاہا تو ہمارے نزدیک ایسا رہن جائز نہین ہی اور یہ مسئلہ معروف ہی پھر اگر دونون نے اسکے جواز کا حیلہ چاہا تو یہ حیلہ
ہی کہ نصف دار یا نصف کھیت بعوض اُسقدر مال کے جسکا قرض لینا چاہتا ہی فروخت کردے بدین شرط کہ مشتری کو
اسمین تین روز کا خیار ہی پھر جب دونون باہمی قبضہ کر لین تو مشتری اس عقد کو فسخ کر دے پس یہ مبیع اُسکے قبضہ مین
اسی طرح رہجائیگی جیسے رہن کا حکم ہوتا ہی کہ اگر تلف ہوئی تو اسی قدر ثمن کے عوض تلف شدہ قرار دیجائیگی اور اگر اسمین کچھ
نقصان آیا تو ثمن مین سے اسی قدر جاتا رہیگا ایسا ہی امام خصاف رہ نے اس حیلہ کو ذکر کیا ہی پس یہ مسئلہ اس امر کی
صریح دلیل ہی کہ جو چیز بخیار شرط خریدی گئی ہو کہ اسمین مشتری کا خیار ہو وہ بعد فسخ عقد کے مشتری کے پاس بعوض ثمن کے
مضمون ہوتی ہی بعوض قیمت کے مضمون نہین ہوتی ہی اور ایسا ہی امام محمد رہ نے بیوع جامع مین باب القبض فی البیع
مین ذکر کیا ہی اور جو چیز بائع کے خیار شرط پر خریدی گئی ہو وہ بعد فسخ عقد کے مشتری کے پاس بعوض قیمت کے مضمون ہوتی
ہی نہ بعوض ثمن کے جیسے کہ فسخ سے پہلے ہوتی ہی اور بخیار رویت وبوجہ عیب کے بحکم قاضی رد کرنے کی صورت مین ویسا ہی
حکم ہی جیسا کہ مشتری کے واسطے خیار شرط کی صورت مین حکم ہی۔ اور یہ مسئلہ حیل الاصل مین ذکر کر کے فرمایا کہ حیلہ یہ ہی کہ مستقرض
اپنا نصف دار مقرض کے ہاتھ بدین شرط فروخت کرے کہ مجھکو ایک مہینہ یا زیادہ فلان وقت تک خیار ہی پھر اگر اس مدت مین
مال واپس کر دیا تو دونون مین بیع نرہیگی اور اگر واپس نکیا تو خیار باطل ہو کر بیع لازم ہو جائیگی اور مثل اس مسئلہ کے کتاب البیوع
مین معلوم ہو چکا ہی لیکن یہ حیلہ بنا بر قول امام اعظم رہ کے نہین ہو سکتا ہی اسواسطے کہ امام اعظم رہ کے نزدیک تین روز سے
زیادہ خیار جائز نہین ہی اور نیز اگر بائع کے واسطے خیار کی شرط کی پھر بائع نے بعد باہمی قبضہ واقع ہونے کے بیع کو رد کر دیا تو بھی
ایک ہی حکم ہی لیکن فرق یہ ہی کہ یہ مبیع بعد فسخ کے مضمون بقیمت ہوگی کہ اگر وہ تلف ہو گئی یا اسمین نقصان آگیا تو قرضہ مین

سے بطریق قصاص ساقط ہو جائیگا بشرطیکہ قرضہ مثل قیمت کے ہو اور اگر کمی بیشی ہو گئی تو باہم ایک دوسرے سے واپس لینگے
زید نے چاہا کہ عمرو سے رہن لیوے اور یہ بھی چاہا کہ رہن سے انتفاع حاصل کرے جیسے مرہون زمین ہو کہ اسمین زراعت کرے
یا دار ہو کہ اسمین مرتہن نے رہنا چاہا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اس چیز کو رہن لیکر قبضہ کر لے پھر راہن سے اسکو مستعار لے لیں
جب راہن اسکو مستعار دیدے اور اس سے انتفاع حاصل کرنے کی اجازت دیدے تو اسکو انتفاع حاصل کرنا حلال
ہوگا اور عاریت مانع رہن نہین ہے یعنے رہن ہونے سے خارج نہو گی ولیکن یہ ہوگا کہ جبتک وہ عاریت مین رہیگی
تب تک حکم رہن ظاہر نہوگا یعنی اگر وہ عاریت کی حالت مین تلف ہو گئی تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اور پھر جب وہ انتفاع
سے فارغ ہو گئی تو رہن ہو جائیگی جیسی تھی بخلاف اجارہ کے کہ اجارہ مبطل رہن ہے اور یہ مسئلہ معروف ہے پھر خصاف
رح نے ذکر فرمایا کہ اگر اسنے دار مرہون سے انتفاع ترک کیا اور اسکو خالی کر دیا تو عود کر کے رہن ہو جائیگا پس امام
خصاف نے بیان کیا کہ ترک انتفاع کے ساتھ خالی کر دینا رہن ہو جانے کے واسطے شرط ہے اور مبسوط مین لکھا ہے کہ جب
انتفاع ترک کیا تو وہ رہن ہو جائیگا پس جو مبسوط مین مذکور ہے وہ بظاہر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اگر مرہون کوئی دار ہو
اور اسکو مرتہن نے مستعار لیکر اسمین اپنا اسباب رکھا پھر اسکے بعد اسکی سکونت چھوڑ دی تو وہ رہن ہو جائیگا اگرچہ اسکو
خالی نکیا ہو اور امام خصاف رح نے خالی کر دینا شرط کیا ہے پس چاہیئے کہ یہ شرط امام خصاف رح کی جانب سے یاد رکھی
جاوے - زید کے قبضہ مین رہن ہے اور راہن غائب ہے پس مرتہن نے چاہا کہ قاضی کے حضور مین رہن ہونا ثابت کرے
تاکہ قاضی اسکے واسطے اسکا نوشتہ دیدے اور حکم دے کہ یہ چیز اسکے قبضہ مین رہن ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مرتہن کسی مرد
اجنبی کو حکم دے کہ وہ اس رہن کے رقبہ کا دعوی کرے اور مرتہن قاضی کے حضور مین حاضر ہو کر قاضی کے سامنے اس
امر کے گواہ پیش کرے کہ یہ چیز میرے پاس رہن ہے پس قاضی اسکے رہن ہونے کے گواہون کی سماعت کر کے اسکے پاس رہن
ہونے کا حکم دیدیگا اور خصومت اجنبی اسکے مقابلہ سے دور کر دیگا پس یہ حکم امام خصاف رح کی جانب سے اس بات کی تصریح
ہے کہ رہن ہونے کے گواہون کی سماعت کی جاتی ہے اگرچہ راہن غائب ہو اور امام محمد رح نے یہ مسئلہ کتاب الرہن مین
ذکر فرمایا مگر جواب مین اضطراب ہے چنانچہ بعضے مقام پر گواہی کی سماعت ہونے کے واسطے راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہے
اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ جو حکم کتاب الرہن مین مذکور ہے وہ کاتب کی غلطی ہے اور صحیح یہ ہے
کہ ایسے گواہ مقبول ہونگے جیسے کہ اگر قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ چیز میرے پاس فلان کی ودیعت ہے یا مضاربت یا غصب
یا اجارہ پر ہے تو گواہ مقبول ہوتے ہین اور بعضون نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین جسمین سے ایک روایت
کے موافق گواہ مقبول ہونگے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب اسنے رہن رکھ لیا تو اسکی حفاظت کرنے کو قبول کیا اور جب
اسکی حفاظت کرنا متعذر ہوا بدین وجہ کہ وہ گواہ قائم کر کے راہن کی ملک ثابت کرے تو وہ اس بات کے واسطے
خصم ہوگا جیسے ودیعت وغیرہ کے مانند مین ہے اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ مقبول نہونگے یعنے غائب راہن
کے ذمہ اس امر کے ثابت کرنے کے گواہ کہ اسنے رہن کیا ہے مقبول نہونگے اور اسی جانب شمس الائمہ سرخسی رح نے میل
کیا ہے اور یہ اسوجہ سے ہے کہ اثبات رہن کے واسطے ایسے گواہون کے قبول کرنے مین غائب پر حکم قضا جاری کرنا ہوتا ہے
اور قابض کو اپنی ذات سے دفع خصومت کے واسطے اثبات رہن کی حاجت نہین ہے اسواسطے کہ مجرد قبضہ سے اسکی
ذات سے خصومت مندفع ہے جیسے کہ اسنے گواہ قائم کیے کہ یہ میرے قبضہ مین ودیعت ہے تو ایسا ہی ہے اور ایسا ہی جبکہ

ف قال المترجم هکذا فی الاصل ولعل الصحیح فیما لا ینفک عن الرهن ... ظاهره فیما ذکر ... واقول ... تعلیقات لانہ ... عن الرهن ... قال الامام الحلوانی رحمہ اللہ ... لم یتعرض لذلک

ادعی الراهن الرهن فانکر المرتهن فان ذلک یعرض فی قضاء الغائب ویتضمن اثبات المال علیہ لان الرهن انما یکون بدین واجب من دین فلینا من ذخیرہ ۱۲ منہ

سیر کبیر مین اسکے نظائر مین لکھا ہی چنانچہ فرمایا کہ اگر غلام مرہون قید ہوا اور غنیمت مین آیا اور قبل تقسیم غنیمت کے مرتہن نے اسکو پایا اور گواہ قائم کیے کہ یہ میرے پاس فلان شخص کا رہن ہی اور اُسکو لے لیا تو یہ قضاء علی الغائب اسطرح نہین ہی کہ غائب پر رہن کرنا ثابت کیا گیا ہو کیونکہ اُسکو رہن ہونا ثابت کرنے کی حاجت نہین ہی اسلیے کہ وقت قید کیے جانے کے غلام مذکور اُسکے پاس ہونا اُسکے وسطے کافی ہی پس اس سے ظاہر ہوا کہ ہمارے مسئلہ مذکورہ مین غائب پر رہن ثابت کرنے کے واسطے گواہون کے قبول کرنے کی کچھ حاجت نہین ہی- اور جامع الفتاوی مین لکھا ہی کہ اگر مرتہن نے چاہا کہ مرہون تلف ہونے سے قرضہ باطل نہو تو چاہیے کہ اس قرضہ کے عوض اُس سے غلام خرید لے اور اُسپر قبضہ نکرے پھر اگر غلام مرگیا تو اُسکا قرضہ باطل نہوگا اور اگر قرضدار مرگیا تو یہ طالب بہ نسبت مطلوب کے باقی قرضخواہون کے اس غلام کا زیادہ حقدار ہوگا یعنی وہ اسی کو ملیگا اور اگر اُسنے زندگی مین اسکا قرضہ ادا کر دیا تو اُس سے بیع کا اقالہ کرے اور اگر کسی نے چاہا کہ اپنا مال مضاربت پر دے اور وہ مضارب کے پاس اُسپر مضمون رہے اور منافع دونون مین مشترک ہو تو چاہیے کہ رب المال اُسکو تمام مال سوائے ایک درم کے قرض دیدے پھر درہم باقیہ سے اُسکے ساتھ مشارکت کرے بدین شرط کہ دونون کام کرین پھر ایک کا کام کرنا جائز ہوگا اور منافع دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگا واللہ تعالی اعلم کذا فی التاتارخانیہ

بیچھیسوین فصل - مزارعت کے بیان مین- واضح ہو کہ امام اعظم رح کے نزدیک مزارعت فاسد ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور امام خصاف رح نے فرمایا کہ سب امامون کے نزدیک جائز ہوجانے کا حیلہ یہ ہی کہ کاشتکار و زمیندار عقد مزارعت قرار دینے کے بعد ایسے قاضی کے پاس جو مزارعت کو جائز جانتا ہی مقدمہ دائر کرین پس جب وہ اسکے جواز کا حکم قضاء دیگا تو بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہوجائیگا- اور حیلہ دیگر یہ ہی کہ دونون ایک اقرار نامہ لکھین پس اُسمین دونون یہ اقرار کرین کہ یہ زمین فلان شخص کی ملک ہی یعنے اسکے مالک کا نام لکھین (یعنے عقد زراعت) اور نیز دونون اقرار کرین کہ اور یہ زمین فلان کاشتکار کے قبضہ مین ہی اور اسکی زراعت کا اُسکو اتنے سال تک اختیار ہی کہ ربیع و خریف کا جو غلہ چاہے اپنے بیجون و نوکرون و مددگارون سے اُسمین زراعت کرے اور جو کچھ اللہ تعالی کے فضل سے اُسمین پیداوار ہو وہ سب اتنے برسون مذکورہ تک اسی کی ہوگی- اور نیز یہ بھی اقرار کرین کہ اس زمین مین یہ حق اس کاشتکار کو اتنے برس تک کے واسطے بسبب صحیح واجب لازم حاصل ہوگیا ہی- پس جب دونون نے اسطور سے اقرار کیا تو ان دونون کا اقرار ان دونون کے حق مین نافذ ہوگا پس پورا غلہ اس کاشتکار کا ہوگا پھر یہ کاشتکار آدھے غلہ کو مالک زمین کو دینے کے واسطے بھی کوئی ہبہ وغیرہ کا حیلہ نکالے- اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصاف رح نے پہلے حیلہ مین یہ جو ذکر فرمایا کہ ایسے قاضی کے پاس مقدمہ دائر کرین جو مزارعت کو جائز جانتا ہی پس جب وہ اسکے جواز کا حکم قضاء دیگا تو بالاتفاق جائز ہوجائیگا اس کلام مین اس امر کی دلیل ہی کہ اسمین محکم کا حکم نافذ نہوگا اور قاضی ابو علی نسفی رح فرماتے تھے کہ ہمارے بعضے مشائخ نے ان مسائل مختلفہ اجتہادیہ مین محکم کے حکم کی تجویز سے اعراض کیا ہی اور فرمایا کہ ان مسائل مختلفہ اجتہادیہ کے اتفاقی ہونے کے واسطے محکم کا حکم کافی نہین ہی بلکہ ضرور ہی کہ جو شخص قاضی مقرر ہو وہ حکم دے اسی طرح طلاق مضاف مین بھی محکم کے تجویزی حکم سے اعراض کیا ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مذہب صحیح یہ ہی کہ ایسے مجتہدات مسائل مین محکم کا حکم جائز ہی اور اسپر دلیل یہ ہی کہ کتاب الصلح کے چند مقامات مین ذکر فرمایا کہ محکم کا حکم ہر مسئلہ مین جائز ہی سوائے حدود و قصاص و لعان کے ولیکن عام لوگون کو یہ فتوی ندیا جائیگا تا کہ عام لوگ خبط ہو کر حد

تجاوز نکرین مگر حاکم قاضی کے حق مین محکم کا قول لازم نہوگا حتے کہ اگر محکم کے حکم کا مرافعہ کسی قاضی کے پاس کیا گیا جو مقرر اور اُسکی رائے مین آیا کہ یہ حکم باطل ہو اور اُسنے باطل کر دیا تو باطل کرنا صحیح ہوگا۔ اور اگر دونون نے مزارعت مین یہ شرط کی کہ جسکے بیج مین وہ پیداوار مین سے بقدر اپنے بیجون کے نکال لے اور باقی دونون مین موافق شرط کے مشترک ہو تو ایسی مزارعت فاسد ہو اسواسطے کہ مزارعت مین یہ شرط ہو کہ پیداوار مین دونون کی شرکت پائی جاوے اور ایسی شرط سے احتمال ہو کہ پیداوار کی شرکت متحقق نہو کیونکہ شاید اسی قدر پیدا ہو جسقدر بیج تھے پس ایسی شرط موجب فساد مزارعت ہو پس اسکا حیلہ یہ ہو کہ بیجون کی مقدار دیکھی جاوے اور دیکھا جاوے کہ عادت کے موافق ایسی زمین مین کسقدر پیدا ہوتا ہو تاکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ پیداوار کے لحاظ سے یہ بیج اُسکا کون حصہ ہوتے ہین پس اگر مثلاً اُسکا دسوان حصہ ہوتے ہون تو اپنے واسطے دسوان حصہ شرط کر لے اور اگر تیسرا حصہ ہوتے ہون تو اپنے واسطے تہائی شرط کر لے اور اسی قیاس پر سمجھ لینا چاہیے۔ اور قدوری مین لکھا ہو کہ اگر ایک شخص کو بیج دیے کہ آدھے کی بٹائی پر اپنی زمین مین زراعت کرے تو مزارعت فاسد ہو لیکن ایک روایت مین امام ابو یوسف رحمہ سے جائز ہو پس اگر دونون نے ایسا حیلہ چاہا کہ بالاتفاق جائز ہو جاوے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ مالک زمین مالک بیج سے اُسکے آدھے بیج خرید لے پھر بیجون کا مالک اُسکو ثمن سے بری کر دے پھر بیجون کا مالک زمین کے مالک سے کہے کہ اپنی زمین مین ان سب بیجون سے زراعت کر بدین شرط کہ پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی کذا فی الذخیرہ

چھبیسوین **فصل** وصی و وصیت کے بیان مین۔ زید نے عمرو کو اپنے مال کوفہ کا وصی کیا اور عمرو کو اپنے مال شام کا وصی کیا اور بکر کو اپنے مال بغداد کا وصی کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ یہ سب لوگ میت کے تمام ترکات کوفہ و شام و بغداد کے وصی ہونگے اور بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ کے ہر ایک جس جگہ کے واسطے اُسکو وصی کیا خاصۃً وہین کا وصی ہوگا اور امام محمد رحمہ کا قول کتابون مین مضطرب ہو پس حاصل یہ ہو کہ وصایت امام اعظم رحمہ کے نزدیک نوع واحد و مقام واحد و زمان واحد کی تخصیص قبول نہین کرتی ہو بلکہ تمام انواع و امکنہ کے واسطے عام ہو جاتی ہو اور بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ کے مخصوص بنوع و مقام واحد ہو سکتی ہو اور قول امام محمد رحمہ مضطرب ہو ایسا ہی شیخ شمس الائمہ حلوائی نے شرح حیل الخصاف مین ذکر کیا ہو اور شیخ الاسلام نے شرح حیل الاصل مین قول امام ابو یوسف رحمہ مثل امام اعظم رحمہ کے بیان کیا اور امام محمد رحمہ کا قول یہ بیان کیا کہ مخصوص بنوع و مقام وصی ہو سکتا ہو پھر بنا بر قول امام ابو حنیفہ رحمہ کے جب ہر ایک وصی و قیم تمام ترکہ کا ہوا تو کسی کو تنہا تصرف کرنے کا اختیار نہوگا اگرچہ وصایت متفرقہ واقع ہوئی ہو پس اگر اُس نے چاہا کہ وصیون مین سے ہر ایک وصی پورے ترکہ کا وصی ہو اور تنہا تصرف کر سکے اور کسی امام کے نزدیک اُسمین اختلاف نہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ سب کو اپنی سب ترکات مین وصی کر دے بدین شرط کہ جو شخص انمین سے حاضر ہو وہ اُسکے تمام ترکات کا وصی ہو وبدین شرط کہ ہر ایک کو انمین سے اختیار ہو کہ تنہا اُسکی وصایت کا کام کرے اور اُسکا فعل اُسمین نافذ ہوگا۔ پس جب اُسنے اسطور سے وصی کیا تو ہر ایک انمین سے بالاتفاق عام وصی ہو جائیگا کہ ہر ایک کو تنہا تصرف کا اختیار ہوگا بوجہ اعتبار شرط موصی کے پھر اگر موصی نے یہ چاہا کہ ہر ایک انمین خاصۃً اُسی چیز کا وصی ہو جسکے واسطے اُسکو وصی کیا ہو اور کسی قول کے موافق وہ دوسرے وصی کے ساتھ بالکل داخل نہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ یون کہے کہ مین نے زید کو فقط اپنے مال بغداد کا خاصۃً وصی کیا نہ کسی اور شہر کے مال کا اور مین نے عمرو کو خاصۃً فقط

مال شام کا وصی کیا نہ اور کسی شہر کے مال کا پس جب اُسنے اسطور سے کہا تو اُسکی شرط کا اعتبار کر کے بالاتفاق یہ ایک
وصی خاص اُسی مال کا وصی ہوگا جہان کے واسطے اُسکو وصی کیا ہی قال المترجم پس ہماری زبان کے موافق اسطرح
الفاظ وصایت کہنے سے بلاشبہہ وہ مخصوص وصی ہوجائیگا اور اگر عربی زبان مین کہا کہ اوصیت الی فلان فی
مالی ببغداد خاصۃ یعنے وصی کیا مین نے فلان کو اپنے مال کا جو بغداد مین ہی خاصۃً تو شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا
کہ ایسے حیلہ مین ایکطرح کا اعتراض ہی اسواسطے کہ قولہ اوصیت الی فلان یہ لفظ عام ہی کہ اسکا اقتضا یہ ہی کہ فلان
کو ولایت تصرف عام مال حاصل ہو پھر اُسکا مال بغداد کے ساتھ تخصیص کرنا بمعنی حجر خاص یعنے تخصیص کر کے مجبور
کرنا ہوگا اور حجر خاص جبکہ اجازت عام پر وارد ہوتا ہی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہوتا ہی یعنے عام اجازت دیکر پھر مخصوص کسی
امر سے مجبور کرنا غیر معتبر ہی چنانچہ ماذون مین لکھا ہی کہ اگر مولی نے اپنے غلام کو تجارت کے واسطے اذن عام دیا پھر
اُسکو بعض تجارت سے مجبور کیا تو یہ حجر صحیح نہین ہی پس ایسا ہی اس مقام پر بھی تخصیص صحیح نہونی چاہیے بلکہ اُسکا
وصی عام ہونا چاہیے ہی اور نیز ایک دوسرا مسئلہ ہی جسمین مشائخ متردد ہین وہ یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو
وصی کیا اور جو کچھ اُسکا لوگون پر ہی اُسکا قیم کیا اور جو کچھ اُسپر لوگون کا ہی اُسکا قیم نکیا تو بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ
تقیید صحیح ہی اور اکثر مشائخ کے نزدیک یہ تقیید صحیح نہین ہی اور وہ کل امور کا وصی ہوجائیگا پس اس تقریر سے
ثابت ہوا کہ اس حیلہ مین ایکطرح کا شبہہ ہی۔ زید نے اس شرط سے عمرو کو وصی کیا کہ اگر عمرو اُسکی وصایت کو
قبول نکرے تو بکر اُسکا وصی ہی تو یہ ہمارے نزدیک جائز ہی اسواسطے کہ وصایت نیابت ہی پس مثل وکالت
ہوگی اور وکیل کرنا اسطور سے جائز ہی الا یہ کہ اُسکو معزول کر سکے وکیل کو جبتک معلوم نہو وہ معزول نہین ہوتا ہی
اور وصی معزول ہوجاتا ہی اگرچہ اُسکو معلوم نہو اور فرق اپنے مقام پر مذکور ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔

ستائیسوین فصل۔ افعال مریض کے بیان مین۔ امام خصاف رح نے فرمایا کہ ایک مریض ہی اُسکے بعضے وارثون
کا قرضہ ہی اور چاہا کہ اُسکے قرضہ کا اقرار کرے مگر ہمارے اصحاب کا اصول معلوم ہی کہ مریض کا اپنے بعضے وارثون
کے واسطے اقرار کرنا صحیح نہین ہی پس ایسا حیلہ کہ جس سے بالاتفاق سب کے نزدیک اس اقرار کا مقصود حاصل
ہوجاوے یہ ہی کہ مریض مذکور اس قرضہ کا کسی اجنبی کے واسطے اقرار کرے جسپر اُسکو اعتماد ہو اور اس اجنبی سے
کہدے کہ وہ وصول کر کے اس وارث کو دیدے اور اگر اجنبی نے کہا کہ مجھے خوف آتا ہی کہ شاید حاکم مجھسے قسم لے
جیسے قرضخواہون میت سے قسم لیجاتی ہی کہ واللہ تیرا یہ قرضہ اس میت پر واجب ہی تو نے میت کو اُس سب سے
یا اسمین سے کسی قدر سے اُسکو بری نہین کیا ہی تو مین کسطرح قسم کھا سکتا ہون تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ اس اجنبی کو حکم
کرے کہ تو کوئی اپنا مال عین وارث کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو وارث کا مریض پر آتا ہی فروخت کر دے پس
جب اُسنے فروخت کیا اور وارث نے اُسکو قبول کیا تو جو قرضہ وارث کا مریض پر تھا وہ اجنبی کے واسطے ہوگیا پھر
اگر اُسکو حاکم قسم دلاویگا تو اُسکی قسم صحیح ہوگی پھر امام خصاف رح نے ذکر فرمایا کہ قاضی اس اجنبی سے قسم لیگا۔ کہ
واللہ تیرا یہ قرضہ میت پر واجب ہی تو نے اس سے اُسکو بری نہین کیا ہی پس اسطرح قسم لیگا اگرچہ کوئی شخص قسم
طلب کرنے والا نہووے اسوجہ سے کہ یہ قسم میت کے واسطے ہوگی اور قاضی میت کی طرف سے نائب ہی پس
احتیاطاً اُسکے واسطے قسم لیگا اگرچہ کوئی شخص طالب قسم نہو اور قاضی ابو علی نسفی رح فرماتے تھے کہ اسی طرح ہمکو

معلوم ہوا ہی کہ جب قرضہ واجب ہونے کا زمانہ دراز ہوجاوے حتی کہ وہم ہو کہ وہ ان اسباب سے شاید ساقط ہوگیا ہو تو قرضخواہ میت سے قسم لیجائیگی کہ واللہ تیرا سب یا تھوڑا قرضہ کسی وجہ سے ساقط نہین ہوا ہی اسی طرح ہمکو بجزئیات شرعی یہ بات معلوم ہوئی ہی کہ اگر قرضہ مریض کے اقرار مرض سے جسمین وہ قریب مرگ تھا ثابت ہوا تو قرضخواہ سے قسم نلیجائیگی بلکہ بدون قسم کے اُسکا حق دیدیا جائیگا کیونکہ مبسوط مین چند مقامات مین مذکور ہی کہ اگر مریض نے اپنے مرض مین قرضخواہون کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا تو فرمایا کہ اُن لوگون کو اُنکا قرضہ دیدیا جائیگا اور قسم کی شرط نہین لگائی اور خصاف رحمہ نے ایسی صورت مین قسم کی شرط لگائی ہی پس یہ شرط از جانب امام خصاف رحمہ مستفاد ہی - فرمایا کہ اور اگر اجنبی کی ملک مین کوئی ایسی چیز ہو جسکو وارث کے ہاتھ فروخت کرے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ وارث اپنے مال عین مین سے کوئی چیز اس اجنبی کو ہبہ کردے پھر بعد قبضہ کے اجنبی اسکو وارث کے ہاتھ بعوض قرضہ مذکور کے فروخت کردے جیسے ہمنے بیان کردیا ہی - اور حیلہ دیگر اس مسئلہ مین یہ ہی کہ وارث مذکور اپنے مال سے کوئی متاع یا کوئی چیز ایسی لاوے جسکی قیمت اُسی قدر ہو جسقدر وارث کا مریض پر قرضہ ہی اور گواہون کے سامنے مریض کے ہاتھ اس چیز کو اُسکے مثل قیمت کے عوض فروخت کردے اور اُسکے سپرد کردے پس وارث کا مال مریض پر گواہون کے حضور مین ثابت ہوجائیگا پھر مریض مذکور یہ مال خرید کردہ کسی غیر معروف آدمی کو خفیہ ہبہ کردے اور وہ موہوب لہ اس مال کو اس وارث کو ہبہ کردے پس وارث کو اُسکی متاع پہونچ جائیگی اور اُسکا قرضہ مریض پر بگواہی گواہان ثابت ہوگا پس وارث اسکو مریض سے مثل اجنبی کے وصول کرلیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حیلہ عمدہ ہی مگر ایک طرح کا شبہہ ہی اسواسطے کہ اسمین وجوب قرضہ مکرر ہوتا ہی اسواسطے کہ قبل بیع کے میت پر قرضہ واجب تھا اور بیع کی وجہ سے دوسرا قرضہ واجب ہوا اور وارث نے یہ قرضہ جدید وصول کیا ہی جو گواہون سے ثابت ہوا ہی اور وہ قرضہ جو قدیمی تھا وصول نہین پایا ہی پھر جب یہ قرضہ اسی ترکہ مین باقی رہا تو وارثون کو قبل ادا سے قرضہ کے ترکہ سے انتفاع حاصل کرنا حلال نہوگا پس یہ حیلہ بظاہر حیلہ ہوسکتا ہی باطن مین حیلہ نہین ہی اور شاید خصاف رحمہ نے بناے کار بر ظاہر رکھی ہی **قال المترجم** وارث کو اپنا قرضہ حاصل ہوا اور مال بھی ملگیا اور اگر فروخت نکرتا اور مال قرضہ وصول ہوجاتا تو بھی اسی قدر حاصل ہوتا جواب حاصل ہوا ہی پس مراد خصاف کی یہ ہی کہ بعد اسطرح کی وصول یابی کے وارث اُسکو اپنے قرضہ سے بری کردے پس کوئی شبہہ نرہیگا فلیتامل پھر خصاف رحمہ نے اس حیلہ کے اول مین فرمایا کہ وارث اپنے عین مال مین سے کوئی مال عین مریض کے ہاتھ مثل اُس قرضہ کے فروخت کرے جو اُسکا مریض پر ہی اور اسمین کوئی خلاف بیان نکیا پس یہ اس امر کی دلیل ہی کہ وارث کے اموال عین سے کوئی مال عین خریدنا مریض کو جائز و بلا خلاف بیع صحیح ہوگی اور ایسا ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب المزارعة کے باب مزارعة المریض مین بیان کیا ہی کہ مریض کا اپنے وارث کے اعیان مال سے کوئی مال عین خریدنا صحیح ہی اور اسمین کوئی خلاف ذکر نہین کیا - اور فتاوی صغری مین خریدنے اور فروخت کرنے دونون مین اختلاف بیان کیا ہی - اور باب اقرار العبد لمولاہ مین اسکے بیان مذکور ہونے کا حوالہ دیا ہی اور حیلہ دیگر اس مسئلہ کے واسطے جسکو خصاف رحمہ نے ذکر نہین فرمایا یہ ہی کہ ایسے قاضی کے پاس مرافعہ کرے جو وارث کے واسطے مریض کا اقرار قرضہ صحیح جانتا ہی کیونکہ عالمون کے درمیان اس مسئلہ مین اختلاف ہی چنانچہ ہمارے نزدیک یہ اقرار نہین جائز ہی اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک جائز ہی پھر جب قاضی مذکور نے اس اقرار کی صحت کا حکم قضا جاری کردیا تو یہ اقرار بالاتفاق صحیح ہوجائیگا جیسا کہ بہت سے مختلف

مین معلوم ہو چکا ہی۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی دختر صغیرہ کے واسطے کوئی متاع یا زیور وغیرہ اسکی ملک کر دی اور
اسپر گواہ نہ کیے یہانتک کہ وہ مریض ہو گیا اور اسکو وارثون کی طرف سے اس بات کا خوف ہی کہ شاید وہ لوگ اسکی
وفات کے بعد صغیرہ مذکورہ کو یہ چیزین ندین تو فرمایا کہ اگر زیور وغیرہ کوئی مال منقول ہو تو اسکو خفیہ کسی ثقہ معتمد کو دیدے
اور اسکو آگاہ کر دے کہ یہ مال میری دختر فلانہ کا ہی اور اسکو وصیت کر دے کہ اس دختر کے واسطے اسکو اپنے پاس
حفاظت سے رکھے پھر جب وہ بڑی ہو جاوے تو اسکو دیدے اور اگر دار و اراضی وغیرہ مال غیر منقول ہو اور وہ مریض کی
ملک معروف ہو تو وہ اس مال کے ساتھ ایسا نکر سکیگا جیسا اسنے زیور وغیرہ کے ساتھ کیا ہی لیکن یہ کرے کہ کسی ثقہ معتمد علیہ
کو اپنے مال سے اس غیر منقول کی قیمت کے برابر مال خفیہ دیکر اسکو حکم کرے کہ یہ مال میری دختر فلانہ کا ہی سو اسکے واسطے
اس مال سے مجھسے یہ عقار خرید لے پھر گواہون کے سامنے اس شخص کے ہاتھ یہ عقار فروخت کر دے اور یہ شخص مذکور بوقت
خرید کے یہ نہ کہے کہ مین یہ عقار اسکی دختر کے واسطے خریدتا ہون اسیطرح مریض بھی یہ نہ کہے کہ مین نے اسکو اپنی دختر کے
واسطے فروخت کیا بلکہ دونون کلام کو مطلق رکھین پھر جب دختر مذکورہ بالغ ہو جاوے تو مرد ثقہ مذکور یہ عقار اسکو
دیدے۔ اور مشائخ نے ایک صورت مین اختلاف کیا ہی وہ یہ ہی کہ اگر ایک شخص نے اپنی دختر صغیرہ کو چیز
دیا مگر سپرد نکیا اور نہ اسپر گواہ کیے یہانتک کہ بیمار ہوا پھر اگر اسنے کسی مرد ثقہ کو یہ اسباب چیز خفیہ دیا کہ اسکو اسکی
دختر کے واسطے اپنے پاس حفاظت سے رکھے جیسے ہمنے بیان کیا ہی پس آیا اس مرد ثقہ کو جائز ہی کہ اس سے لیکر حفاظت
سے رکھے تو اکثر مشائخ کا یہ مذہب ہی کہ اس ثقہ کو لینا حلال نہین ہی اسواسطے قاضی اس پدر صغیرہ کی اس قول مین
تصدیق نکریگا کہ یہ مال اس صغیرہ کی ملک ہی اسی طرح اس مرد ثقہ کی بھی تصدیق نکریگا پس اس ثقہ کو گنجائش نہین ہی
کہ اس مال کو اس سے لیکر رکھے کہ جس سے باقی وارثون کا حق مارا جاوے لیکن امام خصاف رح نے زیور و متاع
کی صورت مین اشارہ کیا ہی کہ اس ثقہ کو جائز ہی کہ اس سے لیکر حفاظت سے رکھے۔ اور درصورتیکہ مریض نے اپنی
دختر صغیرہ کو مال خفیہ ہبہ کر کے خفیہ مرد ثقہ کو دیا کہ اس مال سے اسکے واسطے خرید لے اگر مرد ثقہ کو یہ خوف ہوا کہ اسکے
ذمہ قسم لازم آویگی تو فرمایا کہ اسکے ذمہ قسم مین کچھ نہین ہی۔ اسیطرح اگر مریض نے کسی آدمی سے مال قرض لیا پھر اسکو اپنی
دختر صغیرہ کو ہبہ کیا پھر اسکو اسی شخص کو دیدیا تاکہ اسنے اس مال سے اسکی دختر مذکورہ کے واسطے اراضی مریض سے
خرید دی۔ تو جائز ہی اور قسم اس شخص کے ذمہ کچھ نہوگی بنابر آنکہ مبسوط مین معلوم ہو چکا ہی کہ عقد بعینہا درہمون سے
متعلق نہین ہوتا ہی بلکہ اسکے مثل سے جو بذمہ دین واجب ہوتے ہین متعلق ہوتا ہی پس وہ خریدنے کی قسم کھانے سے
حانث نہوگا اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حیلہ بنا برقول صاحبین کے صحیح ہوگا اور بنا برقول امام اعظم رح کے مریض
کا اپنے وارث کے ہاتھ یا اپنے وارث کے وکیل کے ہاتھ فروخت کرنا صحیح نہین ہی پس یہ حیلہ امام اعظم رح کے نزدیک صحیح
نہوگا۔ اور اگر ایک مریض کے قبضہ مین اسکے وارث کا دار یا زمین ہو اور اسکو خوف ہی کہ اگر مین وارث کے واسطے اسکا
اقرار کرتا ہون تو صحیح نہوگا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ کسی اجنبی معتمد علیہ سے کہے کہ یہ تیرا دار ہی اور وہ اجنبی کہے کہ یہ دار تیرے وارث
فلان کا ہی میرا نہین ہی۔ فرمایا کہ اگر مریض کی جورو یا دوسرے وارث کے اسپر سو دینار قرضہ ہون اور مریض کو
خوف ہوا کہ اگر مین اسکا اقرار کرتا ہون تو وارث کے واسطے اقرار جائز نہوگا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ وارث مذکور کسی اپنے معتمد علیہ
کو مریض کے پاس لاوے اور گواہون کے سامنے مریض مذکور اقرار کرے کہ مجھے میرے وارث فلان نے وکیل کیا تھا

کہ مین اُسکے دینار جو اس شخص پر آتے تھے وصول کرون اور مین نے اس سے یہ سو دینار اپنے وارث فلان کے واسطے وصول کر لیے پھر وارث مذکور اس امر سے انکار کرے کہ مین نے اسکو وکیل نہین کیا تھا پھر وارث مذکور اس مرد اجنبی مذکور سے رجوع کرے پس جب اُسنے اس اجنبی سے رجوع کیا تو اجنبی مذکور کو اختیار ہوگا کہ مریض سے واپس لے۔ پھر اگر مرد معتمد علیہ مذکور کو خوف ہوا کہ اُسکے ذمہ قسم عائد ہوگی تو اسکی صورت یہ ہو کہ وارث مذکور اس اجنبی مذکور کے ہاتھ اسقدر مال کے عوض کوئی چیز فروخت کرے جیسے کہ ہمنے بیان کیا ہو کذا فی المحیط

اٹھائیسوین فصل متفرقات کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے چاہا کہ اُسکی قضا نمازون کے واسطے اُسکی وفات کے بعد صدقہ دیا جاوے اور اُسکو اپنے وارث پر اطمینان نہین ہو کہ شاید وارث اُسکی وصیت کو نافذ نکرے اگر وہ وصیت کرے اور اگر اُسنے تہائی مال کی اس سے پہلے وصیت کی ہو تو یہ خیال کرتا ہو کہ اگر اسکی بھی وصیت کرونگا تو یہ بھی تہائی مین داخل ہو جائیگا حالانکہ وہ چاہتا ہو کہ یہ تہائی سے خارج رہے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اپنی املاک مین سے کوئی چیز اپنی صحت وحیات مین ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جسکو ثقہ ومعتمد جانتا ہو اور اسکو مبیع سپرد کرے پھر اُسکو ثمن سے بری کر دے حتے کہ یہ مشتری اس چیز کو اُسکی وفات کے بعد فروخت کرکے اُسکے ثمن سے یہ صدقہ دیدے پس امید ہو کہ انشاء اللہ تعالے یہ جائز ہوگا اور اگر اُسکو خوف ہوا کہ شاید یہ شخص ایسا نکرے اور اس چیز کو اپنی ذات کے واسطے رکھ چھوڑے اور فروخت نکرے اور نہ اسکا ثمن اس راہ مین صرف کرے تو فرمایا کہ اسکی صورت یہ ہو کہ یہ شخص اس مال عین کو عوض ایسی چیز کے فروخت کرے جو کپڑے مین لپٹی ہوئی ہو اور اُسمین تھوڑا سا عیب ہو اور بائع اس ملفوف چیز کو نہ دیکھے اور نہ عیب پر راضی ہو جاوے اور کسی شخص کو وصی کر دے کہ وہ اُسکی موت کے بعد اس عیب والی لپٹی ہوئی چیز کو دیکھے پھر اگر مشتری مذکور بوجہ مذکور اس مبیع کو فروخت کرکے اسکا ثمن صرف کرنے سے انکار کرے تو اس ملفوف کو دیکھکر بوجہ عیب کے اس مشتری کو واپس کر دے پس مبیع مذکور اسکے وارثون کی ملک مین عود کریگی اور واضح ہو کہ ہمنے اس مسئلہ مین خیار عیب اسوجہ سے تجویز کیا کہ خیار عیب بعد موت کے باقی رہتا ہو اور خیار رویت باقی نہین رہتا ہو۔ وصی نے اگر وارثون کے درمیان حصہ بانٹ کر دیا حالانکہ سب وارث صغیر ہین اُنمین کوئی بالغ نہین ہو تو یہ تقسیم جائز نہوگی اسواسطے کہ قسمت مین بیع کے معنی ہین حالانکہ اگر وصی بعضے نابالغون کا مال دوسرے بعض نابالغون کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہین ہو پس اسی طرح تقسیم بھی جائز نہوگی پس وصی کے واسطے حیلہ یہ ہو کہ اگر صغیر مثلاً دو ہون تو وصی ان دونون مین سے ایک کا حصہ کسی شخص کے ہاتھ شائع غیر مقسوم فروخت کرے پھر مشتری سے دوسرے صغیر کے واسطے جسکا حصہ فروخت نہین کیا ہو مقاسمہ کرلے پھر مشتری سے جس صغیر کا حصہ فروخت کیا ہو پھر اُسکا حصہ خرید کرلے پس دونون صغیر مین سے ہر ایک کا حصہ ممتاز جدا جدا ہو جائیگا اور یہ تقسیم اسوجہ سے جائز ہو جائیگی کہ یہ دو آدمیون کے درمیان جاری ہوئی ہو۔ اور حیلہ دیگر آنکہ ان دونون کا حصہ ایک شخص کے ہاتھ فروخت کرے پھر اُس سے ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا ہوا جدا جدا خرید لے۔ اگر مریض نے کہا کہ میرے تہائی مال سے میری طرف سے ایک حج کرا دو یا کہا حج کرا دو اور ایک کا لفظ نہ کہا پھر وصی نے ایک شخص کو مال بمقدار آنکہ آمد ورفت مکہ معظمہ کی ہو دیا کہ اپنی ذات پر خرچ کرے دیا پس اُسنے خرچ کیا اور کچھ قدر قلیل ایسا رہگیا کہ جس سے مامور کو احتراز ممکن نہین ہو تو قیاس یہ ہو کہ وہ اسقدر کا ضامن ہو جسقدر اُسنے اپنی ذات پر خرچ کیا ہو اور استحساناً ضامن نہوگا اور مامور

واجب ہی کہ جو اُسکے پاس باقی رہا ہی اُسکو وصی کو واپس کردے اور اگر میت نے وصیت کی کہ باقی اُسی شخص کو دیدیا جاوے جو اس حج کے واسطے مامور ہو پس اگر اُسنے کسی مرد کو معین کردیا ہو کہ وہ اسکی طرف سے حج کرے تو باقی کی وصیت اسکے حق مین جائز ہوگی کیونکہ وہ ایک شخص معلوم کے واسطے واقع ہوئی ہی اور اگر اُسنے کسی شخص کو معین نکیا ہو تو وصیت باطل ہوگی اور اسکا حیلہ یہ ہی کہ موصی اپنے وصی سے کہے کہ جسقدر نفقہ باقی رہے وہ جسکو تو چاہے دیدے پھر جب وصی نے مامور کو باقی نفقہ دیدیا تو جائز ہوگا بمنزلہ اسکے کہ اگر مامور نے کہا کہ میرا تہائی مال تو جسکو چاہے دیدے تو یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔

انتیسوین فصل - استعمال معاریض کے بیان مین - قال معاریض سخنہاے پوشیدہ غیر صریح - فی الکتاب جاننا چاہیے کہ اگر جھوٹ سے بچنے کے واسطے معاریض کو استعمال کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہی وہ جائز ہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ فرمایا کہ معاریض کلام ایسے ہین کہ اگر اُنکو استعمال کرے تو آدمی کو جھوٹ بولنا نہ پڑے اور نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ معاریض کلام مین بہت گنجائش ہی۔ اور اسکے استعمال کے دو طریقہ ہین ایک یہ ہی کہ آدمی ایک کلمہ بولے اور اُس سے سوائے اس معنی کے مراد لے جنکے واسطے وہ کلمہ موضوع کیا گیا ہی سبب ظاہر لیکن بات اتنی ہو کہ جو معنی اسنے مراد لیے ہین وہ اس لفظ کے محتملات سے ہوں اور دوسرا طریقہ یہ ہی کہ کلام مین شاید یا دور نہین ہی یا اسکے مانند الفاظ ملادے اور یہ بمنزلہ ان شاء اللہ تعالیٰ کہنے کے ہی کہ اس سے کلام بالجزم ہونے سے خارج ہو جائیگا اور استعمال معاریض مین مضائقہ نہونے کی دلیل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے معاریض مین سے بعض ایسا جائز فرمایا ہی جہان صریح جائز نہین فرمایا ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لاجناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء پھر فرمایا ولکن لاتواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا چنانچہ اگر ایک عورت عدت مین ہو تو کسی کو یہ حلال نہین ہی کہ اُسکو صریحاً خطبہ کرے لیکن اگر تعریض کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہی مثلاً یون کہے کہ تم تو بارشاء اللہ حسین خوبصورت ہو اور تم سی عورت میرے واسطے لائق ہی اور عنقریب اللہ تعالیٰ کی مشیت مین جو بات ہوگی پیش آجاوے گی اور شیخ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ جب وہ استراحت کے واسطے گھر مین جاتے تھے تو اپنے خادم سے فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص میرے پاس آنے کی اجازت مانگے تو کہنا کہ شیخ یہان نہین ہین اور یہ مراد لینا کہ جہان تو کھڑا ہی وہان نہین کھڑے ہین اور نیز ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ جب کوئی شخص اُنسے اُنکے پاس آنے کی اجازت مانگتا اور اُنکو ملنا منظور نہوتا تو تکیہ وغیرہ جو اُنکے پاس ہوتا اُسپر سوار ہو بیٹھتے اور اپنے خادم سے کہتے کہ کہدے کہ شیخ سوار ہو گئے ہین حتے کہ سامع کے خیال مین یہ آتا کہ شیخ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے کسی کام کو گئے ہین پس وہ لوٹ جاتا۔ اور نیز ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ اگر کوئی شخص اُنسے کوئی چیز مستعار مانگتا اور اُنکو دینا منظور نہوتا تو اپنا ہاتھ زمین پر رکھدیتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ شی یہان نہین ہی اور مراد یہ ہوتی کہ اس جگہ جہان ہاتھ رکھا ہی نہین ہی حالانکہ سننے والے کو یہ گمان ہوتا کہ اُنکے پاس یا اُنکے گھر مین نہین ہی واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الذخیرہ۔

کتاب الخنثی

اور اسمین دو فصلین ہین

فصل اول - جاننا چاہیے کہ خنثی اُس آدمی کو کہتے ہین کہ جسکے مقعد کے سواے دو مخرج ہون ذکر اور فرج یا اُسکا دونون مین سے کوئی مخرج نہو اور پیشاب اُسکا ایک چھید سے نکلے اور خنثی کے حق مین اعتبار مبال کا ہو کذا فی الجوہرہ پس اگر وہ ذکر سے پیشاب کرے تو مرد ہو اور اگر فرج سے پیشاب کرے تو عورت ہو اور اگر دونون سے پیشاب کرے تو جس سے پہلے پیشاب نکلے وہی ہوگا کذا فی الہدایہ اور اگر دونون سے ایک ہی ساتھ پیشاب نکلے تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ خنثی مشکل ہو اور کسی آلہ سے زیادہ پیشاب نکلنے کا کچھ اعتبار نہین ہو اسواسطے کہ کسی شی کا اُسکی جنس سے کثرت ہونے سے ترجیح نہین ہوتی ہو اور صاحبین رحمہما نے فرمایا کہ جس آلہ سے زیادہ پیشاب برآمد ہوا اسی کی طرف منسوب کیا جائیگا اور دونون سے جو پیشاب نکلتا ہو وہ بھی برابر نکلے تو وہ بالاتفاق خنثی مشکل ہو کذا فی الکافی - اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اشکال بالغ ہونے سے پہلے ہو اور جب بالغ ہوگیا اور پورا ہوگیا تو یہ اشکال جاتا رہیگا کہ اگر اُسنے بالغ ہوکر ذکر سے جماع کیا تو وہ مرد ہو اسی طرح اگر اُسنے جماع ذکر سے نکیا ولیکن اُسکے ڈاڑھی نکل آئی تو وہ مرد ہو کذا فی الذخیرہ اسی طرح اگر اُسکو مثل مردون کے احتلام ہوا یا اُسکی چھاتیان مثل مردون کے سینہ سے اُٹھی ہوئی نہوین بلکہ برابر رہین تو مرد ہو اور اگر مثل عورتون کے اُسکی چھاتیان اُبھر آئین یا اُسکی چھاتیون مین دودھ اُتر آیا یا اُسکو حیض آیا یا حمل رہا یا اُسکی فرج سے اُسکے ساتھ جماع کرنا ممکن ہوا تو وہ عورت ہو اور اگر ان علامات مین سے بھی کوئی ظاہر نہوئی تو وہ خنثی مشکل ہو اسی طرح اگر یہ علامات مردون و عورتون دونون کی ظاہر ہوئین تو بھی خنثی مشکل ہو کذا فی الہدایہ اور خروج منی کا کچھ اعتبار نہین ہو اسواسطے کہ منی جیسے مرد کے نکلتی ویسی کبھی عورت کی بھی نکلتی ہو یہ جوہرہ نیرہ مین ہو اور فرمایا کہ یہ نہین ہو کہ خنثی بعد بالغ ہونے کے بھی کسی حال مین مشکل رہے اسواسطے کہ یا تو اُسکو حمل رہیگا یا حیض آویگا یا اُسکے ڈاڑھی نکلیگی یا مردون کے مثل اُسکے چھاتیان نکلینگی اور اس سے اُسکا حال ظاہر ہوجائیگا اور اگر انمین سے کوئی بات نہوگی تو وہ مرد ہو اسواسطے کہ عورتون کے مانند چھاتیان نہونا اس امر کی دلیل شرعی ہو کہ وہ مرد ہو یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہو -

دوسری فصل - احکام خنثی کے بیان مین - خنثی مشکل کے بارہ مین اصل یہ ہو کہ امور دین مین جو احوط و اوثق ہو اُسکے حق مین اختیار کیا جاوے اور جس حکم کے ثبوت مین شک ہو اُسکے ثبوت کا حکم نہ دیا جاوے پس اگر وہ امام کے پیچھے نماز کی جماعت مین کھڑا ہو تو عورتون و مردون کی صف کے بیچ مین کھڑا کیا جاوے اور مردون کے بیچ مین کھڑا نکیا جاوے تاکہ اُنکی نماز فاسد نہو بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت ہو اور عورتون کے بیچ مین کھڑا نکیا جاوے تاکہ اُس کی نماز فاسد نہو بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ مرد ہو پس اگر وہ عورتون کی صف مین کھڑا ہو گیا تو احتیاطاً اپنی نماز کا اعادہ کرے بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ مرد ہو اور اگر مردون کی صف مین کھڑا ہو گیا تو اُسکی نماز پوری ہوگئی لیکن جو شخص اُسکے داہنے اور بائین اور اُسکے پیچھے اُسکے مقابلہ مین ہو یہ سب مرد

اپنی نماز کو احتیاطاً اعادہ کر لین بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت ہو۔ اور وہ اپنی نماز کے قعدہ مین مثل عورتون
کے بیٹھے یہ کافی مین ہے۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ قناع کے ساتھ نماز پڑھے
یعنی بالغ ہونے سے پہلے ایسا کرے اور اگر اُسنے بغیر قناع کے نماز پڑھی تو اسکو اعادہ کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا لیکن استحباباً
ایسا حکم دیا جا سکتا ہے۔ یہ سب اُسوقت ہے کہ خنثی مذکور مراہق ہو بالغ نہو اور اگر اُسکی عمر اسقدر ہو گئی کہ جو شرع مین بالغ
ہونے کا سن ہے اور مردون و عورتون کی کوئی علامت ظاہر نہوئی پس اگر خنثی مذکور آزاد ہو تو بغیر قناع کے اُسکی نماز
جائز نہوگی۔ اور فرمایا کہ اسکو زیور پہننا مکروہ ہے اور مراد یہ ہے کہ سن بلوغ تک پہونچ جانے کے بعد مکروہ ہے جبکہ اُسمین کوئی ایسی
بات ظاہر نہو کہ جس سے اُسکے عورت ہونے یا مرد ہونے پر استدلال کیا جاوے اور اُسکو ریشمی کپڑا پہننا بھی مکروہ ہے
یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اُسکے حق مین یہ بھی مکروہ ہے کہ وہ مردون یا عورتون کے سامنے اپنا بدن کھولے اور مکروہ ہے کہ جو
مرد یا عورت اسکی ذی رحم محرم نہو اُسکے ساتھ خلوت مین بیٹھے اور مکروہ ہے کہ وہ بغیر ذی رحم محرم کے سفر کرے۔ اور اگر
ایسے خنثی نے احرام باندھا حالانکہ اُسکا سن قریب بلوغ ہے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مجھے اسکا علم نہین ہے کہ اسکا لباس
کیونکر ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ عورتون کا لباس پہنے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر خنثی مذکور اپنے ذی رحم محرم کے ساتھ
مین رات و دن کا سفر کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہے اور یہ محیط مین ہے۔ پھر مین نے کہا کہ اس خنثی کا ختنہ عورت کریگی یا مرد
کریگا تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وہ سن قریب بلوغ تک پہونچ گیا ہوگا یا نہ پہونچا ہوگا پس اگر نہ پہونچا ہو
تو چاہے مرد ختنہ کرے یا عورت ختنہ کرے کچھ مضائقہ نہین ہے کیونکہ خنثی مذکور یا لڑکی ہوگی یا لڑکا ہوگا پس اگر لڑکا
ہو تو مرد کے ختنہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے اگرچہ وہ قریب بلوغ پہونچ گیا ہو پس جبکہ وہ قریب بلوغ نہین پہونچا ہے
تو بدرجہ اولی کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر وہ لڑکی ہے تو بھی مرد کے ختنہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے جبکہ وہ قریب بلوغ
نہین پہونچی ہے اسواسطے کہ وہ قابل شہوت نہین ہے اور شہوت ہی کے سبب سے فرج کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور
عورت کے ختنہ کرنے مین بھی کچھ مضائقہ نہین ہے اسواسطے کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے پس اگر لڑکی ہے تو عورت کے ختنہ
مین کچھ مضائقہ نہین ہے اگرچہ وہ قریب بلوغ پہونچ گئی ہو کہ قابل شہوت ہو اور جبکہ وہ قریب بلوغ نہین پہونچی ہے
لائق شہوت نہین ہے تو بدرجہ اولے کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر وہ لڑکا ہے تو بھی یہی بات ہے کیونکہ وہ لائق شہوت نہین
ہے اور شہوت ہی کے سبب سے عورت کو مرد اجنبی کے جسم نہانی کا دیکھنا حرام ہے۔ اور اگر وہ قریب بلوغ پہونچ
گیا ہو تو اُسکا ختنہ نہ مرد کریگا اور نہ عورت کریگی پس مرد اسوجہ سے نکریگا کہ شاید وہ عورت ہو تو مرد کو اُسکا ختنہ کرنا
اور اُسکی فرج کی طرف دیکھنا مباح نہوگا اسواسطے کہ وہ قریب بلوغ پہونچ گئی ہے اور قریب بلوغ عورت لائق
شہوت ہوتی ہے پس مثل بالغہ عورت کے ہوگی اور بالغہ کا ختنہ مرد نہین کرتا ہے پس ایسا ہی حکم اسمین ہے اور عورت
اسواسطے ختنہ نکریگی کہ شاید وہ مرد ہے حالانکہ وہ قریب بلوغ ہے پس عورت اجنبیہ کو ایسے لڑکے کا ختنہ کرنا اور اسکا جسم
دیکھنا حلال نہوگا کیونکہ وہ مثل بالغ مرد کے ہے۔ ولیکن اسکا حیلہ وہ ہے جو امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر خنثی مذکور
مالدار ہو تو اُسکا ولی اُسکے واسطے ایک ایسی باندی خریدے جو کار ختنہ جانتی ہو کہ وہ اُسکا ختنہ کر دے پھر جب اسکا ختنہ
کر دے تو پھر ولی اُسکو فروخت کر دے اور اگر وہ تنگدست ہو تو اُسکا باپ اُسکے واسطے اپنے مال سے ایسی باندی خریدے
تاکہ اُسکا ختنہ کر دے اور اگر اُسکا باپ بھی تنگدست ہو تو امام المسلمین اُسکے ختنہ کے واسطے بیت المال سے ایسی باندی

خرید فرماویگا پھر جب اُسکا ختنہ کر چلے تو امام المسلمین اُسکو فروخت کر اکر اُسکا ثمن بیت المال مین داخل کر دیگا اور اگر
اس خنثی مذکور کا نکاح کر دیا جاوے تاکہ اُسکی جورو اُسکا ختنہ کر دے تو یہ کچھ مفید نہین ہی اسواسطے کہ جبتک اسکا حال ظاہر
نہو کہ یہ مرد ہی یا عورت ہی تب تک نکاح موقوف رہیگا کیونکہ احتمال ہی کہ وہ مرد ہو تو ایسی صورت مین نکاح جائز ہوگا
اور شاید وہ عورت ہو تو نکاح ناجائز ہوگا اور در حالیکہ اُسکا حال مشتبہ ہی تو نکاح موقوف رہیگا اور نکاح موقوف
سے یہ امر مباح نہوگا کہ جسم نہانی کی طرف نظر کرے اسی واسطے یون فرمایا کہ اُسکے واسطے ایک باندی خریدی جاوے تاکہ
وہ ختنہ کرے اور یہ نفرمایا کہ اُسکے مال سے اُسکا نکاح کیا جاوے تاکہ اُسکی عورت اُسکا ختنہ کر دے ایسا ہی شیخ الاسلام
نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ امام محمد رح نے یون نفرمایا کہ اُسکے مال سے اُسکے واسطے
ایک عورت نکاح مین لائی جاوے یہ اسوجہ سے نفرمایا کہ جبتک اُسکا حال ظاہر نہو تب تک ہم اُسکے نکاح کے صحیح
ہونے کا یقین نہین کر سکتے ہین ولیکن اگر باوجود اِسکے ایسا کیا تو ٹھیک ہوگا اسواسطے کہ اگر خنثی مذکور عورت ہوگا تو جس
عورت سے اُسکا نکاح کیا گیا ہی اُسکا دیکھنا عورت کا عورت کو دیکھنا ہوا اور نکاح لغو ہوا اور اگر وہ مرد ہی تو یہ دیکھنا ایسا ہوا
کہ جیسے جورو اپنے خاوند کے جسم نہانی کو دیکھے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکا حال کھلنے سے پہلے وہ مرگیا تو اُسکو نہ مرد غسل
دیگا اور نہ عورت بلکہ اُسکو تیمم کروایا جائیگا پس اگر اسکو اجنبی نے تیمم کرایا تو ایک خرقہ سے تیمم کراوے اور اگر اُسکے ذی رحم
محرم نے اسکو تیمم کرایا تو بدون خرقہ کے اُسکو تیمم کراوے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ایک کوارہ دین کر کے اُسکو غسل
دیا جاوے اور یہ سب اُسوقت ہی کہ وہ قابل شہوت ہو اور اگر طفل ہو یعنی اسکو دیکھکر شہوت نہ آتی ہو تو چاہے اُسکو مرد غسل دے اور چاہے عورت کچھ
مضائقہ نہین ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ نوع دیگر در مسائل نکاح اور اگر اس خنثی کے بالغ ہونے سے پہلے اُسکے باپ
نے اُسکو کوئی عورت بیاہ دی یا کسی مرد سے اُسکا نکاح کر دیا تو نکاح موقوف رہیگا نہ نافذ ہوگا اور نہ باطل ہوگا اور
دونون ایک دوسرے کے وارث بھی نہونگے یہانتک کہ خنثی مذکور کا حال ظاہر ہو پھر اگر اُسکے باپ نے کسی عورت سے اُسکا
نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوا اور اُسمین مردون کے علامات ظاہر ہوے اور اُسکے نکاح کے جائز ہونے کا حکم دیا گیا ولیکن
وہ اس عورت سے وطی نکرسکا تو اُسکو ایک سال کی مہلت دی جائیگی جیسے اور مردون کو جو اپنی عورت سے جماع نہین
کر سکتے ہین ایک سال کی مہلت دیجاتی ہی۔ مین نے پوچھا کہ ایک خنثی مشکل نے جو قریب بلوغ ہی ایسی ہی دوسرے خنثی مشکل
سے باہم دونون نے نکاح کیا بدین شرط کہ ایک انمین سے مرد ہی اور دوسرا عورت ہی تو فرمایا کہ جب یہ معلوم ہی کہ دونون مشکل
ہین تو نکاح موقوف رہیگا یہانتک کہ دونون کا حال کھلے کیونکہ جائز ہی کہ دونون مرد ہون پس مرد کا مرد سے نکاح ہوا
اور ایسا نکاح باطل ہی اور نیز جائز ہی کہ دونون عورت ہون پس عورت کا عورت سے نکاح ہوا اور یہ بھی باطل ہی۔
اور جائز ہی کہ ایک مرد اور دوسرا عورت ہو تو نکاح جائز ہوگا پس جب دونون مشکل ہین اُنکا حال معلوم نہین ہوتا ہی
تو نکاح کے جواز اور عدم جواز مین توقف کیا جائیگا یہانتک کہ دونون کا حال کھلے اور اگر دونون مین سے ایک
مرگیا یا قبل اشکال دفع ہونے کے مرگیا تو باہم وارث نہونگے اسواسطے کہ حال کھلنے سے پہلے نکاح موقوف ہوا اور
نکاح موقوف کی وجہ سے میراث ثابت نہین ہوتی ہی کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر یہ معلوم نہو کہ یہ دونون مشکل ہین تو
مین دونون کا نکاح جائز رکھونگا بشرطیکہ اِن دونون کے باپون نے نکاح کر دیا ہو اسواسطے کہ دونون مین سے
ایک کے باپ نے خبر دی کہ یہ مرد ہی اور دوسرے کے باپ نے خبر دی کہ یہ عورت ہی اور ان دونون مین سے ہر ایک

کی خبر شرعاً مقبول ہی تا وقتیکہ اسکے برخلاف ظاہر نہو بنا برین واجب ہوا کہ صحت نکاح کا حکم دیا جاوے اور اگر دونون
کے باپ مرگئے پھر یہ دونون مرگئے اور ہر ایک کے وارث نے گواہ قائم کیے کہ میرا ہی مورث شوہر تھا اور دوسرا زوجہ تھا
تو مین اسمین سے کسی بات کا حکم نہ دونگا یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہی - پس مین نے پوچھا کہ اگر ایک فریق کے گواہ پہلے
قائم ہوے کہ اُنکے موافق حکم ہوگیا پھر دوسرے فریق کے گواہ حاضر ہوے تو فرمایا کہ دوسرے فریق کے گواہون کو باطل کردونگا
اور پہلا حکم قضا بحال خود ثابت رہیگا اور اگر کسی مرد نے خنثیٰ مشکل کا شہوت سے بوسہ لے لیا تو اس مرد کو جب تک اس خنثیٰ
مشکل کا حال ظاہر نہو تب تک اسکی مان سے نکاح کرنا حلال نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی - نوع دیگر در حدود و قصاص اگر کسی نے
اس خنثیٰ مشکل کو قبل بالغ ہونے کے تہمت لگائی یعنے قذف کیا یا خنثیٰ مذکور نے کسی مرد کو قذف کیا تو قاذف پر حد شرعی
واجب نہوگی پس اگر خنثیٰ مذکور قاذف ہو تو اُسپر اسوجہ سے حد واجب نہوگی کہ وہ لڑکا یا لڑکی نابالغ ہونے کی وجہ سے
مرفوع القلم ہی اور اگر قاذف مرد ہو تو اُسپر اسوجہ سے حد واجب نہوگی کہ اُسنے غیر محصن کو قذف کیا ہی اسواسطے کہ شرائط
احصان قذف مین سے ایک شرط بالغ ہونا ہی جیسے اسلام - اور اگر خنثیٰ مذکور بعد سن بلوغ تک پہونچنے کے قذف
کیا گیا ولیکن ہنوز کوئی ایسی علامت ظاہر نہوئی ہی جس سے استدلال ہوسکے کہ وہ مرد ہی یا عورت ہی پھر خنثیٰ نے کسی مرد کو
قذف کیا یا خنثیٰ کو کسی مرد نے قذف کیا تو کتاب مین فرمایا کہ یہ اور صورت اول دونون یکسان ہین اور ہمارے مشائخ نے
فرمایا کہ یکسان ہونے سے مراد یہ ہی کہ حق قذف خنثیٰ مین یکسان ہین کہ قاذف خنثیٰ پر حد واجب نہوگی نہ قبل بلوغ کے اور
نہ بعد بلوغ کے اسواسطے کہ خنثیٰ مذکور اگرچہ بوجہ بلوغ کے محصن ہوگیا لیکن ہنوز اُسمین کوئی ایسی علامت ظاہر نہوئی
جس سے اُسکے مرد ہونے یا عورت ہونے پر استدلال کیا جاوے پس جائز ہی کہ وہ عورت ہو اور جائز ہی کہ مرد ہو پس اگر مرد
ہوا تو بمنزلہ مجبوب کے ہی اور اگر عورت ہوا تو بمنزلہ عورت رتقاء کے ہی اسواسطے کہ مثل عورت رتقاء کے اُس سے بھی
جماع نہین کیا جا سکتا ہی - اور جو شخص کہ مرد مجبوب یا عورت رتقاء کو قذف کرے اُسپر حد واجب نہین ہوتی ہی اور یکسان
ہونے سے یہ مراد نہین ہی کہ اگر خنثیٰ خود قاذف ہو تو بھی یکسان ہی اسواسطے کہ اگر خنثیٰ قاذف ہو اور قبل بلوغ کے اُسنے
کسی کو قذف کیا تو اُسپر حد واجب نہوگی اور اگر بعد بلوغ کے قذف کیا تو اُسپر حد واجب ہوگی اسواسطے کہ مجبوب بالغ
ہی یا رتقاء بالغہ ہی اور مجبوب بالغ و رتقاء بالغہ نے اگر کسی کو قذف کیا تو اُسپر حد واجب ہوگی - پھر مین نے پوچھا کہ اگر خنثیٰ
مذکور نے بعد بالغ ہونے کے چوری کی تو فرمایا کہ اُسپر حد واجب ہوگی اور اگر کسی دوسرے نے اُسکا دس درم قیمت کا مال
چورایا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ محیط مین ہی پھر مین نے پوچھا کہ اگر ایسے خنثیٰ کے بالغ ہونے اور اُسکا حال ظاہر ہونے
سے پہلے کسی مرد یا عورت نے اُسکا ہاتھ کاٹا تو فرمایا کہ اُسکے ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص عائد نہوگا بخلاف اسکے اگر خنثیٰ
مذکور کو کسی مرد یا عورت نے عمداً قتل کر دیا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا - پھر مین نے پوچھا کہ اگر اس خنثیٰ نے کسی
مرد یا عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو فرمایا کہ اسکی مددگار برادری پر اسکا ارش واجب ہوگا - اور اُسپر قصاص واجب نہوگا
خواہ وہ صغیر یا سن بالغ ہو کہ ہنوز اُسکا حال ظاہر نہوا ہو پھر اگر ہنوز وہ نابالغ ہو تو اسکا ارش اُسکی مددگار برادری پر
واجب ہوگا اور اگر سن بلوغ کو پہونچ گیا ہو اور ہنوز اُسکا حال نہ کھلا ہو اور اُسنے عمداً ہاتھ کاٹا ہو تو اسکا ارش اُسکے
مال سے واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر ایسا خنثیٰ جہاد کے غازیون مین مفروض کیا گیا تو جب تک اُسکا حال کھلے
نہین جائز ہی اور اگر لڑائی مین حاضر ہوا تو اُسکو ایک سہم بطور رضخ دیا جائیگا یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہی - پھر

مین نے پوچھا کہ اگر وہ جہاد مین قید ہوکر آیا ہی تو فرمایا کہ قبل بلوغ کے اور بعد بلوغ کے قتل نکیا جائیگا یہانتک کہ اُسکا حال ظاہر ہو پھر مین نے کہا کہ اگر وہ اسلام سے مرتد ہوگیا تو فرمایا کہ بالاتفاق سب کے نزدیک قبل بلوغ کے اور بعد بلوغ کے قتل نکیا جائیگا پھر مین نے کہا کہ اگر وہ ذمی ہو تو فرمایا کہ اُسپر اُسکی ذلت کا خراج قائم نکیا جائیگا یہانتک کہ وہ بالغ ہو اور اُسکا حال کھلے۔ پھر مین نے کہا کہ وہ قسامت مین داخل کیا جائیگا تو فرمایا کہ قسامت مین داخل نکیا جائیگا نہ بالغ ہونے سے پہلے اور نہ بالغ ہونے کے بعد یہ ذخیرہ مین ہی۔ نوع دیگر در ایمان وایمان جمع یمین بمعنی قسم ہی ایک شخص نے اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھائی اور کہا کہ اول ولد جسکو تو جنیگی اگر وہ لڑکا ہو تو تجھپر طلاق ہی یا اپنی باندی سے کہا کہ اول ولد جسکو تو جنے اگر وہ لڑکا ہو تو تو آزاد ہی پس وہ یہ خنثی مشکل جنی تو فرمایا کہ اُسکی عورت پر طلاق نہ پڑیگی اور نہ اُسکی باندی آزاد ہوگی جبتک کہ اُسکا حال نہ کھلے یہی ہمارے علماء کا قول ہی پھر اگر اُسکے بعد ظاہر ہوا کہ وہ لڑکا ہی تو اُسکی عورت پر طلاق ہوگی اور اُسکی باندی آزاد ہوجائیگی اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ لڑکی ہی تو باندی آزاد نہوگی اور عورت مطلقہ نہوگی۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میرا ہر غلام آزاد ہی اور اُسکا ایک غلام خنثی مشکل ہی تو آزاد نہوگا اسی طرح اگر کہا کہ میری ہر باندی آزاد ہی تو یہ خنثی مشکل آزاد نہوگا اور اگر اس شخص نے دونون قولون پر قسم کھائی یعنے ہر باندی و ہر غلام آزاد ہی تو یہ خنثی مشکل آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر مین کسی غلام کا مالک ہون تو میری عورت کو طلاق ہی پس اُسنے اس خنثی مشکل کو خریدا تو اُسکی عورت کو طلاق نہوگی اور اگر اُسنے غلام و باندی دونون کے خریدنے پر طلاق معلق کیا تو پھر ایسے خنثی کے خریدنے سے اُسکی جورو پر طلاق ہوجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ نوع دیگر در اقرار خنثی کہ وہ مرد ہی یا عورت ہی یا اُسکے باپ یا وصی نے ایسا اقرار کیا۔ اگر اس خنثی مشکل نے کہا کہ مین مرد ہون یا کہا کہ مین عورت ہون تو اُسکا قول قبول نہوگا اور جبتک اُسکا خنثی مشکل ہونا معلوم نہین ہوا ہی تب تک اگر اُسنے کہا کہ مین مرد ہون یا عورت ہون تو اُسکا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ آدمی اپنی ذات کے واسطے امین ہوتا ہی اور جب تک امین کے قول کے خلاف ظاہر نہو تب تک امین کا قول قبول ہوتا ہی پس جب اُسکا خنثی مشکل ہونا معلوم نہین ہوا ہی تو اُسکے قول کے خلاف معلوم نہوا۔ اور اگر اس خنثی کا باپ زندہ ہو اور اُسنے کہا کہ یہ مرد ہی اور یہ بات فقط اُسکے قول سے ثابت ہوتی ہی تو فرمایا کہ اسی کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ یہ باندی ہی تب بھی یہی حکم ہی تا وقتیکہ یہ بات ثابت نہو کہ یہ خنثی مشکل ہی۔ اور اگر یہ خنثی قریب بلوغ پہونچا ہی اور اُسکا باپ نہین ہی اور اُسکا وصی موجود ہی پس وصی نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا ہی یا لڑکی ہی تو اُسکا قول قبول ہوگا بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ یہ خنثی مشکل ہی اور اگر اُسکا خنثی مشکل ہونا معلوم ہو تو وصی کے اقرار کی تصدیق نکیجائیگی۔ یہ محیط مین ہی۔

مسائل شتی

یعنے ابواب وکتب متفرقہ کے مسائل جنکا تعلق کسی خاص کتاب سے نہین ہی فرمایا کہ خنثی کی گواہی جائز نہین ہی یہانتک کہ وہ بالغ ہو جاوے اسواسطے کہ وہ لڑکا یا لڑکی ہی اور بعد بالغ ہوجانے کے اگر اُسکا حال نہ کھلے تو گواہی کے حق مین اُسکی گواہی مین توقف کیا جائیگا یہانتک کہ یہ ظاہر ہو کہ یہ مرد ہی۔ مین نے پوچھا کہ اگر ایک شخص نے اُسکے واسطے جو فلان عورت کے پیٹ مین ہی ہزار درم کی وصیت کی بشرطیکہ لڑکا ہو اور پانچ سو درم کی وصیت کی اگر وہ لڑکی ہو پھر وہ عورت خنثی مشکل جنی تو فلان

کہ اُسکو پانچ سو درم دیے جاوینگے اور باقی پانچ سو درم رکھ چھوڑے جاوینگے یہانتک کہ اسکا حال ظاہر ہو یا حال ظاہر ہونے
سے پہلے وہ مرجاوے پس اگر ظاہر ہوا کہ وہ مرد ہی تو باقی پانچ سو درم اُسکو دیدیے جاوینگے اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ عورت ہی
تو یہ پانچ سو درم وارثان موصی کو واپس دیے جاوینگے اسی طرح اگر حال ظاہر ہونے سے پہلے وہ مرگیا تو بھی باقی پانچ سو
درم وارثان موصی کو واپس دیے جاوینگے اور یہ ہمارے علماء کا قول ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ گونگے آدمی کا اشارہ ولکھدینا
وصیت ونکاح وطلاق وبیع وشراء وقصاص مین مثل بیان کے ہی اور حد شرعی مین مثل بیان کے نہین ہی بخلاف
ایسے آدمی کے جسکی زبان بند ہوگئی ہو اُسکے حق مین ایسا نہین ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ اگر گونگے کو اُسکا وصیت نامہ لکھکر
پڑھ سنایا گیا اور اُس سے کہا گیا کہ ہم لوگ اس بات کے جو اس تحریر مین ہی تجھپر گواہ رہین پس اُسنے اپنے سر سے اشارہ
کیا یعنے ہان یا اُسنے لکھدیا کہ ہان پس جب اُسکی طرف سے کوئی ایسی بات پائی جاوے جس سے سمجھا جاوے کہ یہ اقرار کرتا ہی
تو یہ جائز ہی اور اگر کسی شخص کی زبان بند ہوگئی اور اُسکو وصیت نامہ پڑھ سنایا گیا پس اُسنے سر سے اشارہ کیا کہ ہان
یا نعم ہان تحریر کردیا تو یہ باطل ہی۔ اور گونگے کا نکاح وطلاق وعتاق وخرید وفروخت جائز ہی اور جائز ہی کہ اُس سے
قصاص لیا جاوے اور جائز ہی کہ اسکے واسطے قصاص لیا جاوے مگر یہ سب اس شرط سے کہ وہ تحریر کرے یا ایسا اشارہ کرے جس سے مضمون
سمجھ لیا جاوے لیکن اُسکی تحریر واشارہ پر اُسکو حد شرعی نہماری جائیگی اور نہ اُسکے واسطے دوسرے کو حد شرعی کی سزا دیجائیگی۔ پھر واضح ہو
کہ تحریر کرنا تین طرح کا ہوتا ہی اوّل مستبین مرسوم یعنی معنون ہو اور اُسکے نقوش موافق رسم کے ظاہر ہون اور ایسی کتابت بنا بر قول
مشائخ وعلماء کے حاضر وغائب کے حق مین بمنزلہ گفتگو وبیان کے ہی اور دوسری تحریر مستبین غیر مرسوم جیسے دیوار
یا درختون کے پتون پر تحریر کیا سو ایسی تحریر بدون بیان وگواہی کے حجت نہین ہی اور سوم تحریر غیر مستبین جیسے ہوا
یا پانی پر تحریر کیا اور ایسی تحریر بمنزلہ کلام غیر مسموع کے ہی پس اس سے کوئی حکم ثابت نہوگا۔ اور اگر ایک شخص ایک
روز یا دو روز کسی امر عارض کی وجہ سے خاموش رہا پس اُسنے انمین سے کسی بات کا اشارہ کیا یا تحریر کیا تو تصرفات
مین سے کسی تصرف کے حق مین اُسکی طرف سے اس تحریر یا اشارہ کا اعتبار نہوگا۔ مسئلہ ذبح کی ہوئی بکریون مین
مردار بکریان بھی شامل ہین پس اگر ذبح کی ہوئی بکریان بہت ہون تو انمین تحری کرکے کھاوے اور اگر مردار بکریان
زیادہ ہون یا دونون برابر ہون تو تحری سے نکھاوے اور یہ حکم درصورت اختیار کے ہی بایں طور کہ اُسکو یقین ذبح
کی ہوئی بکری دستیاب ہوتی ہو اور اگر حالت ضرورت ہو تو تحری کرکے کھاوے خواہ ذبح کی ہوئی زیادہ ہون یا دونون
برابر ہون یا مردار زیادہ ہون یہ کافی مین ہی۔ مسئلہ گیلا نجس کپڑا ایک سوکھے پاک کپڑے مین لپیٹا گیا کہ اُسکی تری
اس پاک کپڑے مین ظاہر ہوئی لیکن ایسی نہین ہی کہ اگر اُسکو نچوڑا جاوے تو نچڑے تو پاک کپڑا نجس نہوگا۔ مسئلہ ایک
سری بکری کی خون مین لتھڑی ہوئی ہی کہ وہ آگ مین ڈالدی گئی یہانتک کہ اُسکا خون جلکر جاتا رہا پھر اُس سے شوربا پکایا
گیا تو جائز ہی اور جلا دینا مثل دھو ڈالنے کے ہی۔ مسئلہ سلطان نے مالک زمین کو خراج زمین دیدیا یعنی معاف کردیا تو
جائز ہی اور اگر عشر اراضی اُسی کا کردیا تو نہین جائز ہی یہ کنز مین ہی اور یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام ابو حنیفہ
وامام محمد رح نے فرمایا کہ خراج وعشر دونون صورتون مین جائز نہین ہی مگر فتوی امام ابو یوسف رح کے قول پر ہی۔ مسئلہ
خراج گذار لوگ اگر زراعت اراضی وادائے خراج سے عاجز ہوگئے تو امام المسلمین اس اراضی کو دوسرون کو اجرت پر دیدیگا
یعنی جو لوگ زراعت کرنے پر قادر نہین انکی یہ اراضی اجارہ پر دیدیگا اور اُسکی اجرت سے اپنا خراج وصول کرلیگا پھر اگر اجرت

مین سے کچھ باقی بچا تو وہ مالکان اراضی کو دیدیگا اور اگر امام نے اس اراضی کا اجارہ پر لینے والا کوئی شخص نپایا تو اس اراضی کو ایسے خریدار کے ہاتھ فروخت کردیگا جو زراعت کرنے پر قادر ہو پھر جب فروخت کردیا تو پہلا خراج اسکے ثمن سے وصول کرلیگا اگر پہلا خراج باقی ہو اور جو کچھ بچے وہ مالکان اراضی کو دیدیگا - پھر بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہے اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک قاضی کو اختیار ہے کہ مدیون کا مال بعوض قرضہ و نفقہ کے فروخت کردے اور امام اعظم رح کے نزدیک ایسا اختیار نہین ہے پس قاضی اُسکو فروخت نکریگا بلکہ مالکان اراضی کو حکم دیگا کہ وہ خود اسکو فروخت کرین اور بعض نے فرمایا کہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہے یہ تبیین مین لکھا ہے - مسئلہ اگر روزہ رکھنے مین قضاے رمضان کی نیت کی اور دن کا تعین نکیا تو صحیح ہے اگرچہ دو رمضانون سے ہو جیسے قضاے نماز صحیح ہے اگرچہ اُسنے قضاے اول نماز یا آخر نماز جو اُسپر ہے نیت نکی ہو یہ کنز مین لکھا ہے - اور یہی قول مشائخ کا ہے اور اصح یہ ہے کہ ایک ہی رمضان سے صحیح ہوگا اور دو رمضان سے صحیح نہوگا تاوقتیکہ وہ نیت مین اسطرح تعین نکرے کہ یہ فلان سنہ کے رمضان کا ہے اسی طرح نماز مین بھی مطلقاً قضاے نماز کی نیت سے جائز نہوگی تاوقتیکہ نماز کی اور دن کی تعیین نکرے باین طور کہ نماز ظہر روز چہارشنبہ مثلاً اور اگر اُسنے اسطرح نیت کی ہے کہ یہ قضا اُس ظہر کی ہے جو سب سے اول اُس سے قضا ہوکر اُسپر واجب ہی ہے یا سب سے آخر قضا ہوکر اُسکی قضا اُسپر واجب ہے تو یہ جائز ہوگی یہ تبیین مین ہے - مسئلہ روزہ دار کے مُنہ مین بہت سے آنسو پھر ہوے یہانتک کہ اُسنے انکی نمکینی کا مزہ زبان پر پایا پھر وہ انکو نگل گیا تو روزہ فاسد ہو جائیگا اور اگر تھوڑے آنسو ہین جیسے قطرہ دو قطرہ تو فاسد نہوگا - مسئلہ اگر کوئی شخص صائم اپنے معشوق کا تھوک نگلگیا تو روزہ توڑنے کا کفارہ ادا کرے اور اگر محبوب کا تھوک نہو کسی غیر کا ہو تو کفارہ نہوگا - مسئلہ بعضے حاجی اگر حج مین قتل کیے گئے تو ایسے شخص کے لیے جسپر حج فرض ہوا ہے حج ترک کرنے کا یہ عذر ہے - مسئلہ اگر باندی خرید فروخت کی تو بیع مین اُسکا بچہ داخل نہوگا - مسئلہ جس عقار مین تنازع ہے وہ قابض کے قبضہ سے نہ نکالا جائیگا جب تک کہ مدعی گواہ پیش نہ کرے - مسئلہ جو عقار جس قاضی کی ولایت مین نہین ہے اُسکی بابت اس قاضی کا حکم قضا صحیح نہوگا - مسئلہ اگر قاضی نے کسی مقدمہ مین بگواہی گواہان حکم دیا پھر فرمایا کہ مین نے اپنے حکم قضا سے رجوع کیا یا مجھے اسکے سوا اور امر ظاہر ہوا ہے یا مین گواہون کی تلبیس مین پڑگیا یا مین نے اپنا حکم باطل کردیا ایسے ہی اور الفاظ کہے تو اسکا کچھ اعتبار نہوگا اور جو حکم اُسنے دیا ہے اگر بعد دعوی صحیحہ و گواہی مستقیمہ کے حکم دیا ہے تو برابر نافذ رہیگا - مسئلہ چند لوگون کو چھپا دیا پھر ایک شخص سے کوئی بات پوچھی اور اُسنے اسکا اقرار کیا اور یہ لوگ اُسکو دیکھ رہے ہین اور اُسکا کلام سنتے ہین حالانکہ جو شخص اقرار کر رہا ہے وہ ان لوگون کو نہین دیکھتا ہے تو ان لوگون کو گواہی دینا جائز ہے اور اگر انھون نے اُسکا کلام سنا اور اُسکو دیکھتے نتھے تو انکو گواہی دینا جائز نہین ہے - مسئلہ ایک شخص نے ایک عقار فروخت کیا درحالیکہ اُسکے بعضے اقارب حاضر تھے کہ بیع واقع ہونے کو جانتے تھے پھر ان اقارب مین سے کسی نے مبیع مذکور کا دعوی کیا تو سماعت نہوگی - مسئلہ ایک عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کردیا پھر وہ مرگئی اور اُسکے وارثون نے شوہر سے اُسکے مہر کا مطالبہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہبہ اسکے مرض الموت مین واقع ہوا اور شوہر نے دعوی کیا کہ نہین بلکہ اُسنے صحت مین ہبہ کیا ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا - مسئلہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو فلان چیز کی بیع کے واسطے وکیل کیا پس وہ خاموش رہا تو وہ وکیل ہوگیا - مسئلہ اپنی جورو کو خود اپنی طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا تو اسکو وکالت سے معزول نہین کرسکتا ہے - مسئلہ ایک شخص نے دوسرے

یعنی جورو اپنے آپ کو طلاق دیدے ۱۲ منہ

سے کہا کہ مین نے تجھکو فلان کام کے واسطے بدین شرط وکیل کیا کہ جب مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہو تو ایسے وکیل کے معزول کرنے کے واسطے یون کہے کہ مین نے تجھے معزول کیا پھر تجھے معزول کیا یہ کنز مین لکھا ہی۔ اور اگر یون کہا کہ بدین شرط کہ ہرگاہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہی تو معزول کرنے مین یون کہے کہ مین نے اپنی وکالت معلقہ سے رجوع کیا اور تجھکو اپنی وکالت منجزہ سے معزول کیا اور بعض نے فرمایا کہ اُسکے معزول کرنے مین یون کہے کہ ہرگاہ مین تجھکو وکیل کرون تو تو معزول ہی۔ ولیکن قول اول اوجہ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ مسئلہ شرط فاسد موجود ہونا اور عوض کا مجہول ہونا اگر عقد بیع و اجارہ و بٹوارہ و دعوی مال سے صلح مین ہو تو انکو باطل کرتا ہی اور اگر عقد و نکاح و خلع و قتل عمد سے صلح مین ہو تو انکو باطل نہین کرتا ہی اور عقد کتابت بسبب عوض مجہول ہونے کے فاسد ہوجاتی ہی بشرطیکہ عوض مین جہالت حد سے گذر گئی ہو اور شرط فاسد لگانے سے کتابت باطل نہین ہوتی ہی پس یہ سب تین قسم کے عقود ہوے پس اگر دو چیزون کو جمع کیا اور عقد قبول کرنے والے نے دونون مین سے ایک مین عقد قبول کیا پس قسم اول کے عقود مین یہ عقد صحیح نہوگا خواہ دونون چیزون مین سے ہر ایک چیز کا عوض بیان کردیا ہو یا بیان نکیا ہو اور دوسری قسم کے عقود مین بہرحال صحیح ہوگا اور تیسرے قسم کے عقد مین اگر ہر ایک کا عوض علٰحدہ بیان کردیا تو صحیح ہوگا ورنہ صحیح نہوگا مثال ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ دونون غلام ہزار درم کے عوض بیچے یا اس سے زیادہ کہا کہ بدین قرارداد کہ ان دونون مین سے ہر ایک غلام بعوض پانچ سو درم کے ہی پس اُسنے دونون مین سے ایک کا عقد قبول کیا تو صحیح نہین ہی۔ اسی طرح اگر اُسنے دو چیزون کو اجارہ دیا پس اُسنے ایک کا عقد قبول کیا یا کہا کہ مین نے تجھسے اس قرارداد پر مقاسمہ کیا کہ یہ اور وہ میرے واسطے اور یہ اور وہ تیرے واسطے ہی پس اُسنے ایک مین عقد قبول کیا تو صحیح نہین ہی اور اسی طرح اگر بیع و اجارہ مین یا بیع و قسمت یا اجارہ و قسمت مین جمع کیا یا سب مین جمع کیا یا مجمل رکھا یا تفصیل کردی۔ پس اُسنے ایک مین عقد قبول کیا تو صحیح نہین ہی اسواسطے کہ یہ عقود فاسد شرط لگانے سے باطل ہوجاتے ہین اور جید کے ساتھ ردی کے ملانے کی عادت جاری ہی پس ایک کا قبول کرنا دوسرے کے صحت قبول کے واسطے شرط ہوا پس جب اُسنے فقط ایک کا عقد قبول کیا تو یہ شرط فاسد ہوئی۔ اور اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنی یہ دونون باندیان بعوض ہزار درم مہر کے تیرے نکاح مین دین پس اُسنے فقط ایک باندی کا نکاح قبول کیا یا اُسنے اپنی دو عورتون سے کہا کہ مین نے تم دونون کو ہزار درم پر خلع کردیا پس فقط ایک جورو نے قبول کیا یا اُسنے اپنے دو غلامون سے کہا کہ مین نے تم دونون کو بعوض ہزار درم کے آزاد کیا پس دونون مین سے فقط ایک نے قبول کیا یا دو شخصون کا ایک شخص پر قصاص واجب ہوا پس دونون نے اُس سے کہا کہ ہم دونون نے تجھسے ہزار درم پر صلح کی پس اُسنے فقط ایک کی صلح قبول کی تو صحیح ہی کیونکہ یہ عقود شرط فاسد لگانے سے باطل نہین ہوتے ہین اور اگر اُسنے اپنے دو غلامون سے کہا کہ مین نے تم دونون کو ہزار درم پر مکاتب کیا پس دونون مین سے ایک نے عقد قبول کیا تو صحیح نہین ہی اور اگر اُسنے مال کی تفصیل کردی پس دونون مین سے ایک نے قبول کیا تو اُسکا عقد کتابت صحیح ہوجائیگا۔ اور اگر اُسنے درمیان نکاح و بیع یا اجارہ کے جمع کیا پس قبول کرنے والے نے ایک کو قبول کیا پس اگر اُسنے نکاح کو قبول کیا تو صحیح ہی اور اگر بیع یا اجارہ کو قبول کیا تو نہین صحیح ہی اور علیٰ ہذا ان دونون کا سواے اس قسم کے دوسرے عقود کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ اور اگر اُسنے کتابت و طلاق یا اعتاق کو جمع کیا پس اگر اُسنے طلاق یا اعتاق کو قبول

تو صحیح ہی خواہ عوض مجمل رکھا ہو یا تفصیل کردی ہو اور اگر اُسنے کتابت کو قبول کیا پس اگر عوض کی تفصیل کردی ہی تو
صحیح ہی اور اگر مجمل رکھا ہی تو نہین صحیح ہی۔ مسئلہ ایک شخص کے پاس زمین ہی کہ وہ اسمین زراعت کر کے اُسکا غلہ
حاصل کرتا ہی یا دوکان ہی کہ اُسکا کرایہ حاصل کرتا ہی اور یہ حاصلات اُسکے اور اُسکی عیال کے واسطے کافی ہی تو اُسکو
زکوۃ لینی حلال نہین ہی ورنہ حلال ہی۔ مسئلہ ایک عورت نے اپنے خاوند کو اپنے پاس آنے سے از راہ سرکشی
منع کیا اور روکا پس خاوند نے اُسکو دو طلاق دیدین پھر اُسکو تین طلاق بعوض ہزار درم کے دیدین تو پورے
ہزار درم بمقابلہ ایک طلاق باقی کے ہونگے۔ مسئلہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ ای میرے سردار یا اپنی باندی سے کہا
(یعنی دو طلاق کے بعد جو باقی رہی تھی منہ)
کہ مین تیرا غلام ہون تو وہ آزاد نہوگی۔ مسئلہ اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر مین ایسا فعل کرون مادامیکہ مین بخارا مین
ہون تو میرا غلام آزاد ہی پھر وہ بخارا سے باہر چلا گیا پھر بخارا مین لوٹ آیا پھر یہی فعل کیا تو قسم جھوٹی نہوگی۔ مسئلہ
اگر ایک مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین پھر وہ گواہ لایا یا گواہون نے کہا کہ ہمارے پاس اس بات کی گواہی
نہین ہی پھر اُنھون نے گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نہین قبول ہوگی ولیکن اصح قول
امام ابو حنیفہ رح کا ہی۔ مسئلہ زید نے عمرو کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا پھر زید نے کہا کہ مین اپنے اقرار مین جھوٹا تھا
تو عمرو سے قسم لیجائیگی کہ تو قسم کہا کہ زید نے جو کچھ تیرے واسطے اقرار کیا ہی اُسمین وہ جھوٹا نہ تھا اور تو جو کچھ اُسپر دعوی
کرتا ہی یہ ناحق نہین ہی یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک زید کو حکم دیا جائیگا
کہ جو کچھ اُسنے عمرو کے واسطے اقرار کیا ہی وہ عمرو کو سپرد کرے ولیکن فتوی امام ابو یوسف رح کے قول پر ہی یعنی
عمرو سے قسم لیجائیگی۔ مسئلہ اگر ایک شخص نے کہا کہ علی عشرۃ دراہم الا ثلثۃ الا درہما یعنی مجھپر دس درم الا تین درم الا ایک
درم ہین تو اُسپر آٹھ درم واجب ہونگے اور اگر کہا کہ الا سبعۃ الا خمسۃ الا ثلثۃ الا درہما یعنی مجھپر دس درم الا سات
درم الا پانچ درم الا تین درم الا ایک درم ہین تو اُسکے ذمہ چھ درم لازم ہونگے۔ مسئلہ اگر ایک نانبائی نے بزازون کے بیچ
مین اپنی دوکان رکھی تو اُسکو منع کر دیا جائیگا اسی طرح جو ضرر عام نظر آتا ہو اُسمین یہی حکم ہی۔ مسئلہ اگر عام راستہ
سے کچھ مسجد کر دیا گیا یا مسجد مین سے کچھ عام راستہ کر دیا گیا تو صحیح ہی۔ مسئلہ ایک شہر کے لوگون نے ختنہ کرانا چھوڑ دیا۔ تو
امام المسلمین اُنسے لڑیگا۔ مسئلہ دسترخوان پر بھرے ہوئے ہاتھ یا چھری کو روٹی سے رگڑ کے صاف کرنا مکروہ ہی اور
پیالہ و نمکدان کے نیچے روٹی رکھنا مکروہ ہی اور اگر روٹی آگئی ہو تو سالن کا انتظار کرنا مکروہ ہی اور گرم کھانا کھانا اور
کھانے کو سونگھنا اور اُسکو پھونکنا مکروہ ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ مسئلہ بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط ہی بشرطیکہ جس
صلح واقع ہوئی ہی وہ دین ہو یعنے ایسی چیز ہو جو معین نہین ہی ذمہ ثابت ہی اور جس چیز سے صلح واقع ہوئی ہی
وہ بھی دین ہو مثلاً دینارون یا اور کسی چیز سے جو ذمہ ثابت ہی درمون پر صلح واقع ہوئی تو قبضہ دراہم شرط ہی اور
اگر دین بمقابلہ دین نہو تو قبضہ شرط نہین ہی۔ مسئلہ ایک شخص نے ایک طفل پر دار کا دعوی کیا پس طفل کے
باپ نے مدعی سے بعوض کسی قدر مال طفل مذکور کے صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ ہون تو صلح جائز ہی بشرطیکہ
دار کی قیمت کے برابر مال پر یا اسقدر زیادتی کے ساتھ صلح کی ہو جیسے لوگ اپنے اندازہ کرنے مین برداشت کر جاتے
ہین تو صلح جائز ہوگی اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہون یا ہون مگر گواہ عادل نہون تو صلح جائز نہوگی اور اگر صغیر
کی طرف سے اُسکا باپ مدعی ہو پس اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو چاہیے جسطرح صلح کرے جائز ہی اور اگر اُسکے پاس

گواہان عادل ہون تو بھی صلح جائز ہوگی کہ جب اس چیز متدعویہ کی قیمت کے برابر مال ہو یا صرف اسقدر کمی ہو کہ جیسے لوگ اپنے اندازمین برداشت کرجاتے ہین صلح واقع ہوئی ہو اور باپ کے وصی کا حکم اس بارہ مین مثل باپ کے ہو مسئلہ جس شخص کو خلیفہ نے مسلمانون کا امام مقرر کیا ہو اُسکو اختیار ہو کہ راستہ کے رفیقون مین سے کسی شخص کو کاٹ دے بشرطیکہ راستہ ایسا تنگ ہو جاوے جو آنے جانے والون کے حق مین مضر ہو۔ مسئلہ اگر کسی شخص کو سلطان نے مصادرہ کیا مگر اُسکے ساتھ تعیین یہ نہین کہا کہ اپنا مال فروخت کردے اور اُسنے اپنا مال فروخت کیا تو بیع صحیح ہوگی مسئلہ ایک مرد نے اپنی جورو کو مارپیٹ سے دھمکایا ہے کہ اُس عورت نے اُسکو اپنا مہر ہبہ کردیا تو صحیح نہوگا بشرطیکہ شوہر اُسکے مارنے پر قادر ہو اور اگر جورو کو خلع کرانے پر باکراہ مجبور کیا تو طلاق واقع ہوجائیگی اور مال واجب نہوگا اور اگر جورو نے کسی شخص کو اپنے قرضخواہون مین سے اپنے شوہر پر مال کی اترائی کردی پھر شوہر کو اپنا مہر ہبہ کردیا تو صحیح نہین ہو۔ مسئلہ اگر کسی نے اپنی ملک مین کنوان کھودایا چہبچہ بنایا جس سے اُسکے پڑوسی کی دیوار سیل گئی اور حاکم کے حضور مین اس سے مطالبہ کیا کہ کنوان یا چہبچہ اس جگہ سے تبدیل کرکے دوسری جگہ بناوے تو وہ ایسا کرنے پر مجبور نکیا جائیگا اور اگر اس سے پڑوسی کی دیوار گرگئی تو وہ ضامن نہوگا۔ مسئلہ شوہر نے اپنے مال سے اپنی جورو کی اجازت سے جورو کے دار مین عمارت بنائی تو عمارت اُسکی جورو کی ہوگی اور جو خرچ پڑا ہو وہ اُس عورت پر قرضہ ہوگا اور اگر شوہر نے اپنے واسطے بدون اجازت جورو کے بنائی ہو تو عمارت اس شوہر کی ہوگی اور اگر عمارت مذکورہ بدون اجازت جورو کے جورو کے واسطے بنائی تو عمارت مذکورہ جورو کی ہوگی اور اُسکا شوہر اس کام مین متطوع ہوگا پس اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی جورو سے اسکا خرچہ واپس لے۔ مسئلہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضدار کو پکڑا اور اُسکے ہاتھ سے قرضدار مذکور کو کسی شخص نے چھوڑا دیا (یعنی بطور احسان اُسنے ایسا کیا ہو) پس قرضدار کے بھاگ جانے سے چھوڑانے والا ضامن نہوگا۔ مسئلہ ایک شخص کے ہاتھ مین دوسرے کا مال ہو اُس سے سلطان نے کہا کہ تو یہ مال دیدے ورنہ تیرا ہاتھ کاٹ ڈالونگا یا تجھکو پچاس کوڑے مارونگا پس اُسنے دیدیا تو دینے والا ضامن نہوگا۔ مسئلہ ایک شخص نے جنگل مین منجل لگایا تاکہ اُس سے حمار وحشی کو شکار کرے اور اُسنے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ دیا پھر دوسرے روز آیا (واضح ہو کہ دوسرے روز کی قید اتفاقی ہو چاہے تیسرے روز آوے) اور حمار وحشی کو اُس مین مرا ہوا پایا تو حلال نہوگا اسواسطے کہ اسکی شرط نہین پائی گئی اور اگر اُسکو مجروح مردہ پایا تو کھایا جائیگا یہ تبیین مین ہو۔ مسئلہ بکری کے جنس سے حلال کرنے کے بعد مادہ کی فرج و خصیہ و غدہ و مثانہ و پتہ و خون مسفوح و ذکر و حرام مغز کھانا مکروہ ہو یہ کنز مین ہو۔ مسئلہ قاضی کو روا ہو کہ وہ غائب و طفل کا مال اور لقطہ کو کسی کو قرض دیدے۔ مسئلہ ایک لڑکا ایسا ہو کہ اُسکا حشفہ کھلا ہوا ہو کہ اگر اُسکو کوئی دیکھے تو گمان کرے کہ یہ ختنہ کیا ہوا ہو اور ایسی حالت ہو کہ اگر اُسکی کھال کاٹی جاوے تو بڑی سختی ہوگی تو اُسکا ختنہ کرنا چھوڑ دیا جائیگا جیسے کہ جوان آدمی مسلمان ہوا اور اہل بصیرت نے کہا کہ یہ ختنہ کرانے کی ایذا کا متحمل نہوگا تو اُسکا ختنہ چھوڑ دیا جاتا ہو۔ اور ختنہ کا وقت سات برس ہو اور عورت کا ختنہ کرنا سنت نہین ہو بلکہ یہ مردون کے واسطے مکرمت ہو کہ اس سے جماع مین زیادہ لذت حاصل ہوتی ہو اور بعض نے کہا کہ سنت ہو۔ مسئلہ صغیر کو داغ دیکر یا قرحہ وغیرہ چیر کر علاج کرنا جائز ہو اور نیز لڑکیون کے کان چھیدنا جائز ہو مگر لڑکون کے کان چھیدنا نہین جائز ہو۔ مسئلہ حاملہ عورت ایسا فعل نکرے جو بچہ کو مضر ہو اور اُسکو پچھنے لگوانا نچاہیے جبتک کہ

بچہ پیٹ مین نہ بھرے اور جب پیٹ مین بچہ پھرنے لگے تو مضائقہ نہین ہے لیکن زمانۂ ولادت قریب نہو اور جب زمانہ ولادت
قریب ہو تو پچھنے نہ لگوائے۔ اور جبتک حاملہ رہے تب تک فصد بالکل نہ کرانے۔ اسی طرح بہائم کا داغ دینا اور نشتر دینا
وغیرہ جو علاج اُنکو نافع ہو جائز ہے۔ اور جو جانور ضرر پہونچاتا ہو جیسے کٹہا کتا اور بلی اگر کبوتر و مرغیان کھا جاتی ہو تو اُسکو
مار ڈالنا جائز ہے مگر بلی کو ذبح کرے اسطرح نہ مار ڈالے۔ مسئلہ مسابقہ یعنے آگے نکل جانے و جیت جانے کی بازی لگانا
گھوڑے یا اونٹ یا پیدل دوڑنے مین یا تیراندازی مین جائز ہے مگر دونون طرف سے مال دینے کی شرط کرنا حرام ہے
لیکن ایک طرف سے حرام نہین ہے اور جانبین سے مال کی شرط کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ اگر تیرا گھوڑا
آگے نکل جاوے تو میرے واسطے تجھپر سو درم ہونگے اور اگر تیرا گھوڑا آگے نکل جاوے تو تیرے واسطے مجھپر سو درم ہونگے
تو یہ قمار ہے پس نہین جائز ہے اور اگر ایک طرف سے شرط کی مثلاً کہا کہ اگر مین جیت جاؤن تو میرا تجھپر کچھ نہوگا اور اگر تو جیت جاوے
تو تیرے واسطے مجھپر سو درم واجب ہونگے تو یہ استحساناً جائز ہے مگر سواے ان چار مذکورہ بالا کے خچر وغیرہ مین ایسی بازی
نہین جائز ہے اگرچہ مال کی شرط ایک ہی طرف سے ہو پھر مذکورہ بالا مین جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ جو انتہا رکھی ہے وہ ایسی ہو
کہ گھوڑا وہانتک پہونچنے کا احتمال رکھتا ہو مثلاً سو کوس کی دھاپ نہو اور نیز یہ شرط ہے کہ دونون گھوڑون کی نسبت
یہ احتمال ہو کہ شاید یہ نکل جاوے یا وہ نکل جاوے اور اگر ایسا ہے کہ یہ بات معلوم ہو کہ دونون مین سے ایک گھوڑا
فلان ضرور آگے نکل جائیگا تو یہ جائز نہوگی۔ اور اگر زید و عمرو نے چاہا کہ دونون طرف سے مال کی شرط کرین اور انھون
نے تیسرے شخص بکر محلل کو اپنے درمیان ڈال دیا کہ اُسکے ساتھ دونون طرف سے مال شرط کیا تو اس حیلہ سے جائز ہوگا
بشرطیکہ بکر کا گھوڑا ان دونون کے گھوڑون کے ہمسر ہو کہ شاید آگے نکلجاوے یا شاید پیچھے جاوے اور اگر یہ معلوم ہو
کہ خواہ مخواہ آگے نکل جائیگا یا پیچھے جائیگا تو جائز نہوگا۔ اور تیسرے شخص کے درمیان مین داخل کرنیکی یہ صورت ہے کہ
دونون ایک تیسرے سے یہ کہین کہ اگر ہم دونون سے آگے نکل گیا تو ہم دونون کے مال تجھکو ملینگے اور اگر ہم دونون
تجھسے آگے نکل گئے تو ہمارے واسطے تجھپر کچھ نہوگا ولیکن جو شرط ہم دونون مین ہے وہ بحالہ باقی رہیگی اور وہ یہ ہے کہ ہم
دونون مین سے جو شخص آگے نکلجائیگا اُسکے واسطے دوسرے پر اسقدر مال ہوگا پس اگر بکر دونون پر غالب ہوا تو دونون مال لے
لیگا اور اگر یہ دونون غالب ہوے تو اُسپر کچھ نہوگا لیکن دونون مین سے جو غالب ہوا وہ دوسرے سے مال مشروط لیگا۔ مسئلہ اور
اگر کسی شخص نے چند سوارون یا دو سوارون سے یہ کہا کہ تم مین سے جو شخص آگے نکلجائیگا اُسکو اپنے مال سے اسقدر دونگا یا اُسنے
تیراندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشانہ پر پڑیگا اُسکو اسقدر دونگا تو یہ جائز ہے اور علی ہذا اگر فقیہون نے کسی مسئلہ مین باہم بحث کی
پھر اُنکے واسطے یہ شرط کی گئی کہ جو شخص اُنمین سے حکم صواب پائیگا اُسکو اسقدر پیش کیا جائیگا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ دو فقیہ دونون
طرف سے ایسی شرط نکرین اور واضح رہے کہ باب مسابقہ مین جواز سے یہ مراد ہے کہ یہ حلال ہے اور یہ مراد نہین ہے کہ جیت جانیوالے
کو استحقاق حاصل ہوگا یعنی دوسرے پر مال واجب ہوگا حتی کہ اگر ہار جانیوالے نے مال دینے سے انکار کیا تو قاضی اُسپر جبر نکریگا
اور اُسپر مال کی ڈگری نکریگا۔ مسئلہ سواے انبیاء و ملائکہ کے دوسرے پر درود نہ بھیجا جائیگا لیکن انبیا کی تبعیت مین ہو سکتا ہے
مثلاً یون کہے کہ اللھم صل علی محمد و آلہ و صحبہ اور مثل اسکے دوسری مثالین ہو سکتی ہین۔ مسئلہ علماء نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین ترحم کی دعا کرنے مین اختلاف کیا ہے مثلاً یون کہے کہ اللھم ارحم محمداً صلی اللہ علیہ وسلم سو بعض
نے فرمایا کہ یہ جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین اولی یہ ہے کہ رضی اللہ عنہم کہکر دعا کرے

اور تابعین کے حق مین رحمت کی دعا کرے کہ رحمہم اللہ تعالی اور جو تابعین کے بعد ہین اُنکے واسطے مغفرت و تجاوز کی دعا کرے کہ غفر اللہ لہم وتجاوز عنہم۔ مسئلہ باسم نوروز و مہرگان عطا کرنا جائز نہین ہی اور صاحب جامع اصغرؒ نے فرمایا کہ اگر نوروز کے روز دوسرے مسلمان کو ہدیہ بھیجا مگر اُسنے اس روز کی تعظیم کی غرض سے نہین بھیجا بلکہ لوگون کی عادت کے طور پر بھیجا تو اُسکو کافر نہ کہا جائیگا ولیکن اس روز خاصۃً ایسا نکرنا چاہیے اس روز سے پہلے ایسا کرے یا اسکے بعد ایسا کرے تاکہ اس قوم ناہنجار کے ساتھ مشابہت نہو۔ مسئلہ ٹوپی پہننے مین کچھ مضائقہ نہین ہی۔ مسئلہ سیاہ کپڑا پہننا اور عمامہ کا چھور پیٹھ کی طرف دونون کندھون کے بیچ مین آدھے پیٹھ تک لٹکانا مندوب ہی اور جو شخص چاہے کہ اپنا عمامہ پھر سے باندھے تو اُسکو چاہیے کہ اُسکا ایک ایک پیچ کھولتا جاوے یہانتک کہ سب کھلجاوے پھر باندھے اسواسطے کہ یہ بات اس سے اچھی ہی کہ اُسکو اپنے سر پر سے ایکبارگی اُتار کر زمین پر ڈالدے۔ مسئلہ کسم و زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مکروہ ہی۔ مسئلہ مردون کو چاہیے کہ اچھے کپڑے پہنین اور امام ابو حنیفہ رحمہ اپنے شاگردون کو اسکی وصیت کرتے تھے۔ عالم نوجوان کو بوڑھے جاہل کے آگے چلنا جائز ہی اور حافظ قرآن کو روا ہی کہ ہر چالیس دن مین ایک بار ختم کرے واللہ تعالی اعلم بالصواب یہ تبیین مین ہی۔

کتاب الفرائض

اسمین پندرہ باب ہین

باب اول۔ فرائض کی تعریف و متعلقات ترکہ کے بیان مین۔

فرائض جمع فریضہ کی ماخوذ از فرض ہی اور فرض کے معنی لغت مین تقدیر و قطع و بیان کے ہین اور شرع مین فرض اُسکو کہتے ہین جو بدلیل مقطوعہ ثابت ہو یعنے قطعی دلیل سے ثابت ہوا اور اس نوع فقہ کو فرائض اسوجہ سے کہتے ہین کہ یہ سہام مقدرہ مقطوعہ ہیں جو بدلیل قطعی ثابت ہوے ہین پس یہ معنی لغوی و شرعی دونون کو شامل ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی اور ارث لغت مین بمعنی بقاء ہی اور شرع مین ایک شخص کے مال کا انتقال بجانب دوسرے کے بطریق خلافت کے ارث کہلاتا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ترکہ سے چار طرح کے حق متعلق ہوتے ہین میت کی تجہیز و تکفین۔ قرضہ۔ وصیت۔ میراث۔ پس پہلے ابتدا اسطرح کیجائیگی کہ میت کا کفن و دفن معہ اُسکی ضرورات کے بطور معروف کیا جاوے کذا فی المحیط ولیکن اس سے ایسا حق مستثنے ہی جو کسی عین سے متعلق ہو جیسے مال مرہون یا ایسا غلام جسنے جنایت کی ہی پس میت کی تجہیز سے اس مال مین مرتہن اور ولی جنایت کا حق مقدم ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور بنظر مقدار ترکہ ایسے کپڑون مین کفن دیا جائیگا جیسے حلال کپڑے وہ اپنی زندگی مین پہنتا تھا بدون اسکے کہ اسمین اسراف کیا جاوے یا بخل کیا جاوے یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ پھر قرضہ میت ادا کیا جاوے اور یہ تین حال سے خالی نہین یا تو سب قرضہاے صحت ہونگے یا سب قرضہاے مرض ہونگے یا بعضے قرضہاے صحت و بعضے قرضہاے مرض ہونگے پس اگر سب قرضہاے صحت ہون یا سب قرضہاے مرض ہون تو سب یکسان ہونگے کہ بعض مقدم بر بعض نہونگے اور اگر بعضے قرضہاے صحت اور بعضے قرضہاے مرض ہون پس جو قرضہاے مرض فقط باقرار مریض ثابت ہون اُنسے قرضہاے

صحت مقدم ہونگے اور جو قرضہا ے مرض بگواہی گواہان عادل ثابت ہون یا معاینہ ثابت ہون تو ایسے قرضہاے
مرض اور قرضہاے صحت یکسان ہین یہ محیط مین ہے پھر بعد تجہیز و تکفین میت کے اور ادا ے قرضہاے میت کے
جو کچھ مال ترکہ باقی رہا ہے اُسکی تہائی سے اُسکی وصیتین نافذ کیجائینگی اور اگر وصیتین اس تہائی سے زائد ہون اور وارث
لوگ اجازت دین تو تہائی سے زائد سے نافذ کیجائینگی پھر جو مال باقی رہا وہ وارثون مین بر فرائض اللہ تعالی میراث
تقسیم ہوگا اور یہ ایسی صورت ہے کہ میت نے کسی خاص چیز کی وصیت کی ہو اور اگر وصیت شائع ہو مثلاً تہائی مال
یا چوتھائی مال وغیرہ کی وصیت کی ہو تو میراث سے وصیت مقدم نہ ہوگی بلکہ اس صورت مین موصی لہ بھی وارثون کے
ساتھ شریک ہوگا کہ ترکہ میت کی زیادتی سے اُسکا حق بڑھیگا اور کمی سے کم ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور استحقاق
میراث تین وجہون سے ہر ایک سے ہو سکتا ہے یا تو نسب ہو یعنے قرابت ہو یا سبب ہو یعنی زوجیت و ولاء ہو اور ولاء
دو طرح کا ہوتا ہے ولاء عتاقہ و ولاء موالات اور ان دونون قسمون مین سے ہر ایک قسم مین اسفل کا وارث اعلےٰ
ہوتا ہے اور اعلیٰ کا وارث اسفل نہین ہوتا ہے لیکن اگر ولاء موالات مین یہ شرط کر لی ہو کہ اعلےٰ نے کہا ہو کہ اگر مین
مرجاؤن تو میرا مال تیرے واسطے میراث ہے تو ایسی حالت مین اعلی کا وارث اسفل ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے
وارث تین قسم کے ہوتے ہین ذوی الفرائض و عصبات و ذوی الارحام کذا فی المبسوط۔ اور مستحقان ترکہ
دس اصناف مرتبہ ہین۔ کذا فی الاختیار شرح المختار۔ پس پہلے اصحاب فرائض پھر عصبہ نسبیہ پھر عصبہ سببیہ
یعنے مولاے عتاقہ پھر عصبہ مولاے عتاقہ پھر رد علی اہل الفرض یعنی نسبی ذوی الفروض کو بقدر اُنکے حقوق کے یکجا ہوا دوبارہ دیا جاوے
پھر ذوی الارحام پھر مولی الموالات پھر جس غیر کے واسطے نسب کا اقرار کیا و اُسکا نسب اس غیر سے بدین اقرار
ثابت نہین ہوا تو جبکہ یہ مقر اپنے اس اقرار پر اڑا رہا اور مر گیا تو مقر لہ اس مرتبہ پر وارث ہوگا مثلاً کسی کی نسبت اقرار
کیا کہ یہ میرا بھائی ہے یا یہ میری بہن ہے پھر موصی لہ جسکے واسطے تمام مال کی وصیت کی ہو پھر بیت المال ہے یہ
کافی مین ہے۔

دوسرا باب۔ ذوی الفروض کے بیان مین۔ ذی فرض ہر ایسے وارث کو کہتے ہین جسکا حصہ اللہ تعالی کی کتاب مجید مین
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مین یا باجماع امت مقدر ہو کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور اصحاب فرض بارہ نفر
ہین جنمین سے دس نسبی ہین اور دو سببی ہین پس دس نسبی مین تین مرد ہین اور سات عورتین پس مردون مین اول باپ ہے
اور اسکی تین حالتین ہین اول فرض محض سو باپ کے واسطے مفروض چھٹا حصہ ہے پس جبکہ میت کے پسر کے ساتھ باپ ہو
یا پسر کے پسر کے ساتھ یا کتنا ہی نیچا ہو تو باپ کو چھٹا حصہ فرض ملیگا و دوم تعصیب محض یعنے عصبہ قرار دیا جائیگا سو یہ
جب ہے کہ جب میت نے سواے باپ کے کوئی خلف نچھوڑا ہو تو باپ کو سب مال بوجہ عصبہ ہونے کے ملیگا اسی طرح اگر باپ کے
ساتھ سواے ولد کے یا ولد پسر کے کوئی صاحب فرض وارث ہو جیسے شوہر یا مان یا نانی تو صاحب فرض اپنا حصہ فرضی لے لیگا
اور باقی باپ کو بوجہ عصبہ ہونے کے ملیگا۔ سوم فرض و تعصیب معاً اور یہ اُسوقت ہوتا ہے کہ باپ کے ساتھ میت کی دختر
یا اُسکے پسر کی دختر موجود ہو تو باپ کو چھٹا حصہ بطور فرض کے ملیگا اور ایک دختر ہو تو اُسکو آدھا اور دو یا زیادہ ہون تو
دو تہائی ملیگی پھر باقی باپ کو بوجہ عصوبت کے ملیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے دوم جد اور جد سے مراد جد صحیح ہے کذا فی الاختیار
شرح المختار اور جد صحیح وہ ہے جسکی میت کی جانب قرابت مین مان داخل نہو جیسے باپ کا باپ یا باپ کے باپ کا باپ اور

اگر میت کی نسبت کرنے مین مان داخل ہو تو وہ جد فاسد ہی جیسے باپ کی مان کا باپ یا باپ کے باپ کی مان کا باپ یا باپ کے باپ کی مان کے باپ کا باپ پھر واضح ہو کہ باپ کے نہونے کی صورت مین جد صحیح مثل باپ کے ہی سواے اس چار مسئلے کے کہ یہ نہین ہوتا ہی کہ اسکے ہونے سے مان کو باقی کی تہائی ملے یا باپ کی مان محجوب ہو جاوے مگر تمام بھائی و بہن امام اعظم رح کے نزدیک اسکی ذات سے محجوب ہو جاتے ہین اور اسی پر فتوی ہی یہ کافی مین ہی - سوم اخیافی بھائی یعنے فقط مان کی طرف سے بھائی ہو پس اگر ایک ہو تو اسکو چھٹا حصہ اور اگر دو یا زیادہ ہون تو انکو تہائی ملیگی - اور اگر مذکر و مؤنث جمع ہون تو تہائی مین مساوی ہونگے اور عورتون مین سے اول دختر صلبی - پس اگر تنہا ہو تو اسکو آدھا ترکہ ملیگا اور اگر دو یا زیادہ ہون تو انکو دو تہائی ملیگا کذا فی الاختیار شرح المختار - اور اگر پسر و دختر دونون موجود ہون تو دخترون کو پسر عصبہ کر دینگے پس میراث اسطرح تقسیم ہوگی کہ پسر کو دختر سے دوچند ملیگا یہ تبیین مین ہی دوم دختر پسر پس اگر ایک ہو تو اسکو آدھا اور اگر دو یا زیادہ ہون تو دو تہائی ملیگا - پس اولاد صلبی نہونے کے وقت دختران پسر مثل دختران صلبی کے ہین یہ اختیار شرح مختار مین ہی - پس اگر اولاد صلبی و اولاد پسر مجتمع ہوئی پس اگر اولاد صلبی مین کوئی مذکر موجود ہو تو اولاد پسر مین سے کسی کو کچھ نملیگا خواہ اولاد پسر مذکر ہون یا مؤنث ہون یا دونون ہون - اور اگر اولاد صلبی مین کوئی مذکر نہو اور نہ اولاد پسر مین کوئی مذکر ہو پس اگر اولاد صلبی مین فقط ایک دختر ہو تو اسکو نصف ملیگا اور ایک چھٹا حصہ دختر پسر کو ملیگا خواہ ایک دختر پسر ہو یا زیادہ ہون اور اگر دختران صلبی دو یا زیادہ ہون تو انکو دو تہائی ملیگا اور دختران پسر کو کچھ نملیگا - اور اگر اولاد صلبی مین کوئی مذکر نہو اور اولاد پسر مین مذکر ہو پس اگر اولاد پسر مین خالی پسر ہون تو دختران صلبی کا حصہ مفروضہ نصف یا دو تہائی دیدینے کے بعد نصف یا ایک تہائی جسقدر رہا وہ انکو ملیگا اور اگر اولاد پسر مین مذکر و مؤنث دونون ہون تو ہم کہتے ہین کہ اگر دختران صلبی دو یا زیادہ ہون تو انکو دو تہائی دیکر باقی سب اولاد پسر مین مذکر و مؤنث کے درمیان مذکر کو مؤنث سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قول ہی - اور یہی جمہور علمار کا مذہب ہی - اور اگر دختر صلبی فقط ایک ہو تو اسکو نصف دے کر باقی اولاد پسر مین مذکر کو مؤنث سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص مر گیا اور اسنے اپنی صلبی دو دختر چھوڑین اور پسر کی ایک دختر اور پسر کے پسر کی ایک لڑکی و ایک لڑکا چھوڑا تو اسکی ہر دو دختران صلبی کو دو تہائی ملیگا اور باقی ترکہ پسر کی دختر اور نیچے وارثون کے درمیان مذکر کو مؤنث سے دوچند کے حساب سے ملیگا - اور اگر ایک شخص مر گیا اور اسنے تین دختران پسر جو بعض سے بعض اسفل ہی اور پسر کے پسر کی تین دختر جو بعض سے بعض اسفل ہی اور پسر کی پسر کے پسر کی تین دختر جو بعض سے بعض اسفل ہی چھوڑین اور اسکی صورت یہ ہی کہ میت کے پسر کا ایک بیٹا و ایک بیٹی ہو اور اسکے پسر کے پسر کا ایک بیٹا و ایک بیٹی ہو اور اسکے پسر کے پسر کے پسر کا ایک بیٹا و ایک بیٹی ہو پھر سب پسر مر گئے اور دختر سب باقی رہین اور - اسی طرح پسر کے تین بیٹیان ہون اور اسی طرح پسر کے پسر کے تین بیٹیان ہون اور اسی طرح پسر کے پسر کے پسر کے تین بیٹیان ہون بدین تصویر ذیل

میت

فریق اول	فریق ثانی	فریق ثالث
(۱) پسر بنت	(۱) پسر	(۱) پسر
(۲) پسر دختر ۱ بنت	(۲) پسر بنت	(۲) پسر
(۳) پسر دختر ۲ بنت	(۳) پسر دختر ۱	(۳) پسر
(۴) پسر دختر ۳ بنت	(۴) پسر دختر ۲	(۴) پسر دختر ۱
	(۵) پسر دختر ۳	(۵) پسر دختر ۲
		(۶) پسر دختر ۳

[illegible]

میت

فریق اول	فریق دوم	فریق سوم
پسر	پسر	پسر
پسر دختر ۱	پسر	پسر
پسر دختر ۲	پسر دختر ۱	پسر
پسر دختر ۳	پسر دختر ۲	پسر دختر ۱
	پسر دختر ۳	پسر دختر ۲
		پسر دختر ۳

پس فریق اول کی درجۂ اول کی دختر کے مقابلہ مین فریق دوم وسوم مین کوئی دختر نہین ہی اور فریق اول کی درمیانی کے
مقابلہ مین دوسرے فریق کی اول دختر ہی اور سب سے نیچی دختر فریق اول کے مقابلہ مین فریق ثانی کی درمیانی دختر
اور فریق سوم کی اول دختر ہی اور فریق دوم کی تیسرے درجہ کے مقابلہ مین فریق سوم کی درمیانی دختر ہی اور فریق سوم کی
تیسرے درجہ کی دختر کے مقابلہ مین کوئی دختر نہین ہی پس فریق اول کے درجہ اول کی دختر کے واسطے نصف ملیگا اور
فریق اول کی درمیانی دختر اور فریق دوم کی اول دختر دونون کو ایک چھٹا حصہ دیا جائیگا کہ دو تہائی پوری ہوجاوے
اور دونون کو اسوجہ سے دیا جائیگا کہ دونون درجہ مین برابر ہین اور باقی دخترون کو کچھ نملیگا- اور اگر فریق اول کی
درجہ اول کی دختر کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو تمام میراث اس پسر و اس دختر کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب
سے تقسیم ہوگا اور باقیات سب محروم ہونگی اور اگر فریق اول کی درمیانی کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو نصف مال فریق اول
کی درجہ اول کی دختر کو ملیگا اور باقی اس پسر اور جو دختر اسکے مقابلہ ہی اُسکے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب
سے تقسیم ہوگا اور اگر فریق اول کی سب سے نیچے کے درجہ کی دختر کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو فریق اول کے درجہ اول کی دختر کو نصف
مال ملیگا اور چھٹا حصہ دو تہائی پوری کرنے کے واسطے درمیانی دختر کو اور جو اُسکے مقابلہ مین ہی دونون کو ملیگا اور باقی مال
اس پسر کے اور جو دختر اسکے ساتھ و مقابلہ مین ہی سب کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا
اور باقی محروم ہونگی- اور اگر فریق دوم کی سب سے نیچی دختر کے ساتھ لڑکا ہو تو فریق اول کی درجۂ اول کی دختر
کو نصف ملیگا اور دو تہائی پوری کرنے کے واسطے ایک چھٹا حصہ فریق اول کی درجہ دوم کی دختر کو معہ اُسکے جو اُسکے مقابلہ
مین ہی ملیگا اور باقی مال اس پسر کے اور اسکے مقابلہ کی اور اوپر کی دختر کے جسکے واسطے فریضہ حصہ نہین ہی سب کے درمیان کو
عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور باقی ساقط ہوجائینگی اور علی ہذا القیاس اور صورتون کو بھی سمجھنا چاہیے
اور حاصل اس باب مین یہ ہی کہ پسر کی دختر کے ساتھ اگر پسر کا پسر ہو تو دختر مذکور اسکے ساتھ عصبہ ہوجاتی ہی خواہ یہ پسر اُسکے
درجہ مین ہو یا اس سے نیچے درجہ مین ہو بشرطیکہ دختر کے واسطے فریضہ حصہ نہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی- اور تیسری صاحب
فریضہ عورتون مین سے مان ہی اور اُسکے واسطے تین حال ہوتے ہین کہ اگر مان کے ساتھ میت کی اولاد ہو یا اولاد کے پسر
ہو یا دو بھائی و بہن کسی جہت سے ہون تو اُسکو چھٹا حصہ ملیگا- دوم اگر یہ لوگ نہون تو اُسکو تہائی حصہ ملیگا- سوم اگر جو

مری تو شوہر موجود کا حصہ نکالنے کے بعد اور اگر زنا فندمرا تو جورو موجودہ کا حصہ نکالنے کے بعد جو باقی رہا اُسکی تہائی ملیگی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور تیسری صورت دو جگہ ہوتی ہی کہ شوہر و مادر و پدر باقی رہے یا جورو و مادر و پدر باقی رہے تو شوہر یا جورو کا حصہ نکال دینے کے بعد مان کو باقی کی تہائی ملیگی اور باقی سب باپ کو ملیگا یہ جمہور کا مذہب ہی اور اگر بجاے باپ کے دادا ہو تو مان کو پورے مال سے تہائی ملیگی یہ کافی مین ہی۔ چہارم جدہ صحیحہ۔ جیسے مان کی مان اگرچہ کتنے ہی اونچے درجہ مین ہو اور باپ کی مان اگرچہ کتنے ہی اونچے درجہ کی ہو اور جس جدہ کی نسبت بیان کرنے مین دو مان کے درمیان باپ آوے وہ جدہ فاسدہ ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی اور جدہ صحیحہ کے واسطے چھٹا حصہ ہی باپ کی طرف سے یا مان کی طرف سے ہو ایک ہو یا زیادہ ہون پس سب چھٹے حصہ مین شریک ہو جاوینگے بشرطیکہ ثابت ہون اور درجہ مین ایک دوسرے کے مقابلہ مین ہون یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ایک جدہ ایسی ہو کہ اُسکا رشتہ نسبی دو طرف سے ہو اور دوسری ایسی ہو کہ اُسکا رشتہ ایک ہی طرف سے ہو تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ چھٹا حصہ دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور یہی امام اعظم رح سے بھی مروی ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی المضمرات۔ اسکی مثال یہ ہی کہ ایک عورت نے اپنی دختر کی دختر کا نکاح اپنے پسر کے پسر سے کر دیا اور ان دونون سے ایک بچہ پیدا ہوا تو یہ نکاح کر دینے والی عورت اس بچہ کی مان کی مان کی مان ہوئی اور نیز اس بچہ کے باپ کی باپ کی مان ہوئی اور اس بچہ کی دوسری جدہ اور موجود ہی کہ وہ فقط اس بچہ کے باپ کی مان کی مان ہی۔ اور اگر اس بچہ نے اس نکاح کر دینے والی کی اور نتنی سے نکاح کیا اور دونون سے اولاد پیدا ہوئی تو اس اولاد کی یہ نکاح کر دینے والی تین وجہ سے جدہ ہوگی اور اگر اس بچہ نے بھی اُسکی دوسری نتنی سے نکاح کیا اور دونون مین بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کی یہ نکاح کر دینے والی عورت چار وجہ سے جدہ صحیحہ ہوگی علے ہذا القیاس اسی طرح سمجھنا چاہیے یہ کافی مین ہی۔ پنجم مان و باپ کی طرف سے سگی بہنین ہین پس اگر ایک ہو تو ایک کو نصف اور دو ہون یا زیادہ ہون تو دو تہائی ترکہ ملیگا کذا فی خزانۃ المفتین۔ اور اگر انکے ساتھ مان و باپ کی طرف سے سگا بھائی ہو تو مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے ترکہ تقسیم ہوگا اور اگر دختران صلبی یا پسر کی دختر ہون تو ایسی بہنون کو باقی ترکہ ملیگا یہ کافی مین ہی۔ ششم فقط باپ کی طرف سے جو بہنین ہون انکا حال یہ ہی کہ سگی بہنین یعنی ایک مان باپ کی طرف سے نہونے کی صورت مین مثل سگی بہنون کے ہی کذا فی الاختیار شرح المختار۔ پس ایک ہو تو اُسکو آدھا اور اگر دو یا زیادہ ہون تو دو تہائی ملیگا بشرطیکہ مان و باپ کی طرف سے سگی بہن موجود نہو اور اگر مان و باپ کی طرف سے ایک سگی بہن موجود ہو تو اُسکو آدھا دیکر دو تہائی پوری کرنے کے واسطے چھٹا حصہ ایسی بہنون کو ملیگا اور اگر سگی بہنین دو ہون تو ایسی بہنین وارث نہونگی لیکن اگر انکے ساتھ انکا کوئی بھائی موجود ہو تو وہ انکو اپنے ساتھ عصبہ کر لیگا پس میت کی ایک مان و باپ کی سگی بہنون کو دو تہائی دیا جائیگا اور باقی مال ترکہ باپ کی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر میت کی صلبی دختر یا میت کے پسر کی دختر ہون تو انکو اُنکا حصہ دیکر باقی ملیگا یہ کافی مین ہی۔ ہفتم فقط مان کی طرف سے بہنین۔ پس اگر ایک ہو تو اسکے واسطے چھٹا حصہ اور اگر دو یا زیادہ ہون تو تہائی ہی۔ یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور تمام بھائی و بہنین درصورتیکہ میت کا بیٹا موجود ہو۔ یا پسر کا پسر ہو اگرچہ کتنا ہی نیچے درجہ کا ہو گا ساقط ہو جائینگی اور باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق ساقط ہو جاوینگے اور دادا کے ہوتے ہوئے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک ساقط ہونگی۔ اور فقط باپ کی اولاد درصورتیکہ یہ لوگ موجود ہون

اور درصورتیکہ مان وباپ کی طرف سے سگا بھائی موجود ہو ساقط ہوجاتی ہو اور فقط مان کی اولاد درصورتیکہ میت کی اولاد
موجود ہو اگرچہ دختر ہو ساقط ہوجاتی ہو اور درصورتیکہ پسر کی اولاد ہو یا باپ یا دادا موجود ہو تو بھی بالاتفاق ساقط ہوجاتی
ہو یہ کافی مین ہو - اور باقی رہے دو صاحب فرض جو سببی ہوتے ہین وہ شوہر وزوجہ ہین پس شوہر کو درصورتیکہ میت یعنی
جورو کی اولاد نہو اور اُسکے پسر کی اولاد نہو تو نصف ملتا ہو اور اگر اُسکی اولاد ہو یا اُسکے پسر کی اولاد ہو تو چوتھائی ملتا ہو
اور زوجہ کو اپنے شوہر میت کے ترکہ مین سے ان دونون وارثون کے موجود نہونے کی صورت مین چوتھائی ملتا ہو اور ان
دونون مین سے کسی کے ہونے کی صورت مین آٹھوان حصہ ملتا ہو اور اگر کئی جورو ہون تو وہ چوتھائی یا آٹھوین حصہ مین
برابر کی شریک ہوجاینگی اور اسپر اجماع ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو - اللہ تعالی کی کتاب مجید مین جو حصص مفروض
ہین وہ چھ ہین آدھا و چوتھائی و آٹھوان اور دو تہائی و تہائی و چھٹا - پس آدھا حصہ پانچ قسم کے وارثون کا ہو شوہر کا
جبکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد نہو اور صلبی دختر کا ہو اور پسر کی دختر کا جبکہ دختر صلبی موجود نہو اور مان وباپ
کی طرف سے سگی بہن کا ہو اور فقط باپ کی طرف سے بہن کا درصورتیکہ سگی بہن ایک مان وباپ کی طرف سے موجود نہو - اور
چوتھائی حصہ دو قسم کا ہو شوہر کا جبکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد ہو اور زوجہ یا زوجات کا جبکہ میت کی اولاد یا
میت کے پسر کی اولاد نہو اور آٹھوان حصہ پس یہ فریضہ زوجہ یا زوجات کا ہو جبکہ میت کی یا میت کے پسر کی اولاد ہو
اور دو تہائی حصہ سو چار قسم کے وارثون کا ہو دو یا دو سے زیادہ دختران صلبی کا ہو اور پسر کی دو دختر یا دو سے زیادہ
دختر کا جبکہ دختران صلبی مین سے کوئی نہو اور مان وباپ کی طرف سے سگی دو بہنون یا دو سے زیادہ بہنون کا ہو اور
فقط باپ کی طرف سے دو بہنون یا زیادہ کا ہو درصورتیکہ مان وباپ کی طرف سے سگی بہن کوئی نہو اور تہائی حصہ
دو قسم کا ہو مان کا تہائی حصہ ہو جبکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد نہو اور نہ دو بھائی و بہنین ہون اور
فقط مان کی طرف سے دو یا دو سے زیادہ بھائی یا بہنون کا ہو اور چھٹا حصہ سو سات قسم کے وارثون کا ہو - باپ کا
چھٹا حصہ ہو درصورتیکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد ہو اور دادا کا ہو جبکہ باپ موجود نہو اور مان کا ہو درصورتیکہ
میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد یا دو بھائیون و بہنون مین سے ہون اور جدہ یا جدات کا چھٹا حصہ ہو درصورتیکہ
وہ وارث ہوسکتی ہون اور دختر صلبی کے ساتھ دختر پسر کا چھٹا حصہ ہو تاکہ دو تہائی پوری ہوجاوے اور ایک مان و
باپ کی طرف سے سگی بہن کے ساتھ فقط باپ کی طرف سے بہن کا چھٹا حصہ ہو تاکہ دو تہائی پوری ہو اور فقط مان
کی ایک اولاد کا چھٹا حصہ ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔

تیسرا باب۔ عصبات کے بیان مین - ہر ایسے وارث کو عصبہ کہتے ہین جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہو اور اصحاب فرائض
کا حصہ دیکر جو باقی رہتا ہو وہ سب لے لیتا ہو اور اگر تنہا ہوتا ہو تو سب مال لے لیتا ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو اور
عصبہ دو قسم کے ہوتے ہین ایک عصبہ نسبی اور دوم عصبہ سببی پس عصبہ نسبی تین طرح کے ہوتے ہین عصبہ بنفسہ یعنی
خود بخود عصبہ ہو اور وہ ہر ایسا مذکر ہو جسکی میت کی جانب نسب بیان کرنے مین مؤنث بیچ مین نہ آوے اور وہ چار صناف
ہین جزء میت (جیسے بیٹا) اور میت کی اصل (باپ و دادا وغیرہ) - اور اُسکے باپ کا جزو (سگا بھائی) اور اُسکے دادا
کا جزو (سگا چچا) کذا فی التبیین - پس ان عصبات مین سے سب سے اقرب بیٹا ہو پھر پسر کا پسر اگرچہ کتنا ہی نیچے
درجہ کا ہو پھر باپ ہو پھر باپ کا باپ یعنے دادا ہو اگرچہ کتنا ہی اونچے درجہ کا ہو پھر ایک مان وباپ سے سگا بھائی ہو

پھر فقط باپ کی طرف سے بھائی ہو پھر سگے بھائی کا بیٹا پھر باپ کی طرف سے بھائی کا بیٹا ہو پھر ایک ماں باپ سے سگا چچا پھر فقط باپ کی طرف سے چچا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر فقط باپ کی طرف چچا کا بیٹا پھر باپ کا سگا چچا جو ایک ماں و باپ کی طرف سے ہو پھر باپ کا چچا جو فقط باپ کی طرف سے ہو پھر باپ کے سگے چچا کا بیٹا پھر باپ کے فقط باپ کی طرف سے چچا کا بیٹا پھر دادا کا چچا علیٰ ہذا القیاس کذا فی المبسوط - اور اگر عصبات مین سے ایک جماعت ایک ہی درجہ مین پائی گئی تو مال ترکہ اُنکو باعتبار ابدان کے تقسیم کیا جائیگا یعنی جتنے عدد ہین ہر ایک کو ایک نفر وارث شمار کیا جائیگا اور اُنکے اصول کے موافق کہ اتنے عدد ایک کی اولاد ہین ایک شمار نکیا جائیگا اسکی مثال یہ ہے کہ میت کے ایک بھائی کا ایک بیٹا ہے اور دوسرے بھائی کے دس بیٹے ہین یا ایک چچا کا ایک بیٹا ہے اور دوسرے چچا کے دس بیٹے ہین تو مال کے دو حصے نہونگے بلکہ مال کے گیارہ حصے کرکے سب کو تقسیم کیے جاوینگے کہ ہر ایک کو ایک حصہ دیا جائیگا - یہ اختیار شرح مختار مین ہے - اور دوم عصبہ بغیرہ یعنی غیر کے سبب سے عصبہ ہو جاوے اور وہ ہر ایسی عورت ہے جو ایسے مذکر کے سبب سے عصبہ ہو جاوے جو اُسکے درجہ مین ہے اور وہ چار عورتین ہین ایک دختر بوجہ پسر کے اور دوم دختر پسر بوجہ پسر پسر کے سوم سگی بہن بوجہ اپنے بھائی کے چہارم باپ کی طرف سے جو بہن ہو وہ بوجہ اپنے بھائی کے عصبہ ہو جاتی ہے - یہ حاوی قدسی مین ہے - اور باقی عصبات مین مرد لوگ تنہا میراث کو لے لیتے ہین اُنکے ساتھ اُنکی بہنون کو نہین ملتی ہے اور وہ بھی چار ہین چچا اور چچا کا بیٹا اور بھائی کا بیٹا اور آزاد کنندہ کا بیٹا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - سوم عصبہ مع غیرہ یعنی جو غیر کے ساتھ عصبہ ہو جاوے اور وہ ہر عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ عصبہ ہو جاوے جیسے ایک ماں و باپ کی سگی بہنین یا فقط باپ کی طرف سے بہنین کہ میت کی بیٹیون یا میت کے پسر کی بیٹیون کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہین - کذا فی محیط السرخسی - اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک دختر چھوڑی اور ایک سگی بہن ایک ماں و باپ سے چھوڑی اور ایک بھائی یا کئی بھائی فقط باپ کی طرف سے چھوڑے تو نصف اُسکی دختر کو ملیگا اور باقی نصف اُسکی سگی بہن کو ملیگا اور باپ کی طرف سے جو بھائی ہین اُنکو کچھ نہ ملیگا کیونکہ جب بہن مذکورہ عصبہ ہوگئی تو بمنزلہ سگے بھائی ایک ماں و باپ کی طرف والے کے ہوگئی اور اگر ایک میت نے چچا کے دو پسر چھوڑے انمین سے ایک ماں کی طرف سے اُسکا بھائی ہے تو اس بھائی کو چھٹا حصہ دیکر باقی پھر ان دونون مین آدھا آدھا تقسیم ہوگا اسی طرح اگر چچا کے دونون بیٹون مین سے ایک اس میت عورت کا شوہر ہو تو شوہر کو پہلے آدھا دیکر باقی پھر دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے قال المترجم اگر ایک مرد نے اپنی جورو کی نسبت دعوی کیا کہ مین نے اسکو غیر کے ساتھ زنا مین مبتلا پایا ہے حالانکہ گواہ نہین ہین پس اگر شرائط لعان پائے جاوین توجسطرح باب اللعان مین مذکور ہوا ہے ان دونون جورو و مرد مین ملاعنت کرائی جاویگی اور بعد ملاعنت کے قاضی ان دونون مین تفریق کردیگا پس یہ مرد ملاعن ہوا اور یہ عورت ملاعنہ ہوئی اور اگر اس عورت سے بدون دوسرے شوہر کے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگا - قال فی الکتاب ولد زنا اور ولد ملاعنہ جبکہ مرجاوے تو اُسکے عصبات اُسکی ماں کے موالی ہونگے اسواسطے کہ اُسکا باپ نہین ہے پس اُسکی ماں کے قرابت دار اُسکے وارث ہونگے اور یہ بھی اُنکا وارث ہوگا پس اگر اُسنے اپنی دختر چھوڑی اور ماں چھوڑی اور ملاعن چھوڑا تو دختر کو نصف اور ماں کو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی پھر ان دونون پر بقدر ہر ایک کے حصہ کے رد کردیا جائیگا اور ملاعن کو کچھ نہ ملیگا گویا اُسکا کوئی باپ نہین تھا اسی طرح اگر ان دونون [illegible]

کے ساتھ شوہر یا زوجہ ہو تو اُسکا فریضہ حصہ اُسکو دیکر باقی ان دونون مین بطریق فرض و رد کے تقسیم ہوگا اور اگر ملاعنہ نے
مان چھوڑی اور مان کی طرف سے ایک بھائی چھوڑا اور ملاعن کا بیٹا چھوڑا تو مان کو تہائی اور مان کی طرف سے بھائی کو
چھٹا حصہ ملیگا اور باقی پھر انھین دونون پر اسی حساب سے رد کیا جائیگا اور ملاعن کے بیٹے کو کچھ نملیگا اسواسطے کہ باپ
کی طرف سے اُسکا کوئی بھائی نہین ہی اور اگر ملاعنہ کے پسر کا فرزند مرگیا تو اُسکے باپ کی قوم یعنے بھائی وارث ہونگے اور اُسکے
دادا کی قوم یعنی چچا اور اُنکی اولاد وارث نہونگے اور اسی سے اسکے باقی مسائل معلوم ہو سکتے ہین اور یہی حکم ولد الزنا کا ہی
لیکن ان دونون مین ایک بات مین فرق ہی وہ یہ ہی کہ اگر ولد زنا کے ساتھ جوڑیا بھائی پیدا ہوا اور وہ مرگیا تو ولد زنا
اس بھائی کی میراث اس طریق سے پاویگا کہ مان کی طرف سے بھائی مرگیا اور یہ اسکا وارث ہوا ہی اور اگر ولد ملاعنہ
کا جوڑیا پیدا ہوا بھائی مرگیا تو وہ ایک مان و باپ سے سگے بھائی کی میراث پاویگا یہ اختیار شرح مختار مین ہی اگر
چند عصبات مجتمع ہوے کہ بعضے عصبہ بنفسہ ہین و بعضے عصبہ بغیرہ اور بعضے مع غیرہ ہین تو ان عصبات مین ترجیح
اسطرح ہوگی کہ جو میت سے زیادہ قریب ہو وہی وارث ہوگا اور عصبہ بنفسہ ہونے کی وجہ سے ترجیح نہوگی حتی کہ
اگر عصبہ مع غیرہ میت سے زیادہ قریب ہو تو وہی اولی ہوگا چنانچہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک بیٹی چھوڑی
اور ایک مان و باپ کی طرف سے بہن چھوڑی اور فقط باپ کی طرف سے ایک بھائی کا بیٹا چھوڑا تو آدھی میراث
دختر کو ملیگی اور آدھی بہن کو ملیگی اور بھائی کے بیٹے کو کچھ نملیگا اسواسطے کہ بہن مذکورہ اُسکی دختر کے ساتھ عصبہ ہوگئی ہی
حالانکہ وہ بہ نسبت بھائی کے بیٹے کے میت سے زیادہ قریب ہی اسی طرح اگر بھائی کا بیٹا ہوا اور چچا ہو تو چچا کو کچھ نملیگا
اسی طرح اگر صورت مذکورہ بالا مین بجاے فقط باپ کی طرف سے بھائی کے بیٹے کی جگہ بھائی فقط باپ کی طرف سے ہو
تو ایسے بھائی کو کچھ نملیگا یہ محیط مین ہی۔ اور عصبات سببیہ آزاد کرنے والا ہوتا ہی پھر آزاد کرنے والا زندہ نہو تو اُسکے
عصبات اسی ترتیب سے جیسے عصبات نسبیہ مین مذکور ہوے ہین وارث ہونگے یہ کافی مین ہی

چوتھا باب۔ حجب کے بیان مین۔ اور حجب دو طرح کا ہوتا ہی حجب نقصان و حجب حرمان۔ پس حجب نقصان
یہ ہی کہ حصہ زائد سے محجوب ہو کر بجانب کم حصہ کے راجع ہو۔ اور حجب حرمان یعنی بالکل محروم ہو جانا سو ہم کہتے ہین کہ
چھ وارث ایسے ہین کہ وہ بالکل محجوب نہین ہوتے ہین اور وہ باپ بیٹا شوہر جورو و مان و بیٹی ہی اور انکے سواے جو وارث
ہین اُنمین یہ حال ہی کہ جو میت سے زیادہ قریب ہوتا ہی وہ بعید کو محجوب کردیتا ہی جیسے بیٹا کہ وہ پسر کی اولاد کو محجوب
کرتا ہی اور مان و باپ کی طرف سے سگا بھائی کہ فقط باپ کی طرف والے بھائیون کو محجوب کردیتا ہی اور جو شخص دوسرے
سے کسی شخص کی وجہ سے قربت حاصل کرے وہ اس شخص کے موجود ہوتے ہوے وارث نہین ہوتا ہی۔ سواے
اولاد مان کے کہ یہ لوگ مان کے ہوتے ہوے وارث ہوتے ہین۔ اسکی مثالین ایک جورو مرگئی اور اُسنے شوہر چھوڑا
اور ایک مان و باپ کی طرف سے سگی بہن چھوڑی اور فقط باپ کی طرف سے ایک بہن چھوڑی تو شوہر کو نصف
ملیگا اور سگی بہن کو نصف ملیگا اور علاتی بہن کو چھٹا حصہ ملیگا تاکہ دو تہائی پورا ہو جاوے پس اصل مسئلہ چھ سے
ہوگا اور اسکا عول سات سے ہوگا پس اگر علاتی بہن کے ساتھ کوئی علاتی بھائی ہو جو اُسکو عصبہ کردے تو علاتی بہن
کو کچھ میراث نملیگی پس ایسا ہی بھائی منحوس ہی۔ ایک عورت مرگئی اور اُسنے شوہر چھوڑا اور مادر و پدر چھوڑے و دو دختر
چھوڑی اور پسر کی دختر چھوڑی پس اصل مسئلہ بارہ سے ہوگا اور اسکا عول (۱۵) سے ہوگا پس شوہر کو چوتھائی

یعنے (۳) ملیگی اور مادر و پدر کو چھٹا چھٹا حصہ دو دو یعنی (۴) ملینگے اور دختر کو نصف یعنی چھ ملینگے اور پسر کے دختر کو چھٹا حصہ یعنی دو ملینگے اور اگر پسر کی دختر کے ساتھ اسکا کوئی بھائی ہو جو اسکو عصبہ کردے تو یہ ساقط ہو جائیگی اور مسئلہ کا عول (۱۳) سے ہوگا اور ایسا بھائی بھی اسکے حق مین منحوس ہے- میت نے حقیقی دو بہنین اور علاتی ایک بہن چھوڑی تو حقیقی بہنون کو دو تہائی فریضہ دیکر باقی بھی انھین دونون پر رد کر دیا جائیگا اور علاتی بہن کو کچھ نہ ملیگا اور اگر علاتی بہن کے ساتھ اسکا کوئی بھائی ہو جو اسکو عصبہ کردے تو باقی ایک تہائی اس بہن و بھائی کو ملیگا جو دونون مین مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور ایسا بھائی مبارک ہے- اور جو شخص محروم ہو وہ کسی کو محجوب نہین کرتا ہے جیسے کافر وقاتل و رقیق پس ایسے محروم سے کوئی وارث محجوب نہین ہو سکتا ہے نہ بحجب حرمان و نہ بحجب نقصان کذا فی الاختیار شرح المختار- ولیکن جو وارث محجوب ہوا وہ دوسرے کو بالاتفاق محجوب کر سکتا ہے جیسے کہ دو بھائی یا دو بہنین یا زیادہ ہون خواہ کسی جہت سے ہون یہ باپ کے ہوتے ہوے محجوب ہونگے ولیکن میت کی ماں کو بحجب نقصان محجوب کرینگے کہ اسکو تہائی چھوڑ کر چھٹا حصہ ملیگا یہ کافی مین ہے- اور میت کا بیٹا یا پوتا یا باپ موجود ہونے کی حالت مین اسکے حقیقی بھائی یعنے ایک ماں و باپ کی طرف سے جو بھائی ہون ساقط ہو جاتے ہین اور دادا کے موجود ہونے کی صورت مین انکے ساقط ہونے مین اختلاف ہے اور علاتی بھائی ان وارثان مذکورہ کے ہوتے ہوے اور نیز حقیقی بھائیون کے ہوتے ہوے ساقط ہو جاتے ہین اور اخیافی بھائی یعنی فقط ماں کی طرف سے جو بھائی ہون وہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد یا باپ ہوتے ہوے یا دادا کے ہوتے ہوے بالاتفاق ساقط ہو جاتے ہین یہ اختیار شرح مختار مین ہے- اور سب جدات خواہ ماں کی طرف سے ہون یا باپ کی طرف سے ہون ماں کے ہوتے ہوے ساقط ہو جاتی ہین اور باپ کے ہوتے ہوے جو جدہ باپ کی طرف سے ہوتی ہے ساقط ہو جاتی ہے جیسے باپ کے ہوتے ہوے دادا ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح جو جدات کہ دادا کی طرف سے ہون وہ دادا کے ہوتے ہوے ساقط ہو جاتی ہین اور دادا کے ہوتے ہوے باپ کی ماں ساقط نہین ہوتی ہے اسواسطے کہ وہ دادا کی طرف سے نہین ہے اور جو جدات از جانب ماں ہون وہ باپ کے ہوتے ہوے ساقط نہین ہوتی ہین پس اگر میت نے باپ چھوڑا اور باپ کی ماں چھوڑی اور ماں کی ماں چھوڑی تو باپ کی ماں بوجہ باپ کے محجوب ہوگی اور اسمین اختلاف ہے کہ ماں کی ماں کو کیا حصہ ملیگا تو بعض نے فرمایا کہ اسکو چھٹا حصہ ملیگا اور بعضے نے فرمایا کہ اسکو چھٹے حصہ کا آدھا ملیگا اور جو جدہ قریبہ ہو وہ بعیدہ کو محجوب کر دیتی ہے خواہ خود وارث ہو یا محجوب ہو اسکی مثال یہ ہے کہ میت نے باپ چھوڑا اور باپ کی ماں چھوڑی اور ماں کی ماں کی ماں چھوڑی تو بعض نے فرمایا کہ سب ترکہ اکیلے باپ کو ملیگا اسواسطے کہ باپ نے اپنی ماں کو محجوب کیا اور اسکی ماں نے میت کی ماں کی ماں کو محجوب کیا اسواسطے کہ خود بنسبت میت کے پرنانی کے میت سے زیادہ قریب تھی- اور اسمین اختلاف ہے کہ جدہ اپنے پسر کے ساتھ جو میت کا چچا ہو وارث ہوگی یا نہوگی تو عامہ مشائخ کا یہ قول ہے کہ جدہ مذکورہ اپنے پسر کے ساتھ جو میت کا چچا ہوتا ہے وارث ہوگی اور جدات کے چند مراتب ہین اول مرتبہ مین دو ہین میت کی ماں کی ماں اور میت کی باپ کی ماں اور یہ دونون جدات وارث ہوتی ہین اور جب یہ نہون تو دوسرے مرتبہ مین چار جدات ہین میت کے باپ کی دادی و نانی اور میت کے ماں کی دادی و نانی پس پہلے دو تو یہ ہین کہ میت کے باپ کے باپ کی ماں اور میت کے باپ کی ماں کی ماں اور دوسری دونون یہ ہین کہ میت کی ماں کی ماں اور میت کے ماں کی باپ کی ماں اور یہ سب وارث ہوتی ہین سواسکے اخیر وسے

یعنے میت کے مان کی باپ کی مان وارث نہین ہوتی ہو کہ وہ جدہ فاسدہ ہو۔ اور تیسرے مرتبہ مین آٹھ جدات ہین
جنمین سے دو جدہ تو میت کے باپ کے باپ کی جدہ ہین یعنے میت کے باپ کے باپ کے باپ کی مان اور دوسری
میت کے باپ کے باپ کی مان کی مان اور یہ دونون وارث ہوتی ہین اور دو جدہ میت کے باپ کے مان کی جدہ ہین
یعنی میت کے باپ کی مان کی مان کی مان اور یہ جدہ وارث ہوتی ہو اور دوسری میت کے باپ کی مان کے باپ کی
مان اور یہ ساقط ہوتی ہو۔ اور دو جدہ میت کی مان کے باپ کی ہین یعنی میت کے مان کی باپ کی باپ کی مان اور
میت کی مان کے باپ کے باپ کی مان کی مان اور یہ دونون ساقط ہین اور دو جدہ میت کی مان کی مان کی ہین
یعنی میت کی مان کی مان کی مان اور یہ جدہ وارث ہو اور دوسری میت کی مان کی مان کے باپ کی مان
اور یہ جدہ وارث نہیں ہو اور اگر ان جدہ مین سے ہر ایک کے واسطے دو جدہ ہون تو سولہ ہو جائینگی اور یہ چوتھا
مرتبہ ہو اور سا گر ان جدات مین سے بھی ہر ایک کے واسطے دو جدہ ہون تو سولہ کی دو چند یعنے بتیس جدات ہو گئین
علےٰ ہذا القیاس سمجھ لینا چاہیے پھر واضح ہو کہ جدات ثابتات دو طرح پر ہین اول آنکہ متحاذیات ہون اور درجہ مین مساوی
ہون اور دوم آنکہ درجہ مین تفاوت ہو اور متحاذیات وارثات کی شناخت اسطرح ہوسکتی ہو کہ اُنکے بیان تعداد کی طرف
دیکھا جاوے پس اسمین ہر مرتبہ مین گنا کر ان کے الفاظ رکھے جاوین اور ہر مرتبہ کے آخر مین اخیر مان بدل جایا کریگی
یہانتک کہ کوئی باقی نرہیگی سوائے ایک مان کے اور یہ امر پانچ جدات متحاذیات مین متصور ہو اول میت کی مان کی مان
کی مان کی مان کی مان۔ دوم میت کے باپ کی مان کی مان کی مان۔ سوم میت کے باپ کے باپ کی
مان کی مان کی مان۔ چہارم میت کے باپ کے باپ کے باپ کی مان کی مان۔ پنجم میت کے باپ کے باپ کے باپ کے
باپ کی مان۔ اور جو جدہ کہ درجہ مین متفاوت ہو تو ہمیشہ اُسکو جو اُس سے قریب ہوگی وہ محجوب کریگی یہ خزانۃ المفتین
مین ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ مان کی طرف سے سوائے ایک جدہ کے دوسرے کا وارث ہونا متصور نہین ہو اسواسطے
کہ جدہ صحیحہ فقط وارث ہوسکتی ہو اور مان کی طرف سے جدہ صحیحہ وہی ہوگی جسکے نسب بیان کرنے مین دو مان کے
درمیان باپ نہ آوے پس مان کی طرف سے جب شمار کیا جائیگا تو یہی صورت ہوسکتی ہو کہ مان کی مان یا مان کی
مان کی مان ہو علےٰ ہذا القیاس چاہے جتنے اونچے مرتبہ تک جاوے یہی ایک سلسلہ ہوگا ولیکن اسمین دو وارث
نہین ہوسکتی ہین اسواسطے کہ قریب مرتبہ والی جدہ بعید مرتبہ والی کو محجوب کریگی اور جو جدات کہ باپ کی جانب سے
ہون پس اُنمین اکثر کا وارث ہونا متصور ہو جیسا کہ صورت مذکورۂ بالا سے ظاہر ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو۔

پانچوان باب موانع کے بیان مین۔ رق مانع ارث ہو یعنے کسی طرح کی مملوکیت اگر وارث مین ہو تو
تو وہ مورث کی میراث نہین پا سکتا ہو خواہ یہ رقیق محض اقن ہو یعنی اُسکی آزادی کا سبب بالکل منعقد نہین
ہوا اور خواہ ایسا مملوک ہو جسکا سبب حریت منعقد ہوا ہو مگر ہنوز آزاد نہین ہوا جیسے مدبر اور مکاتب اور
ام ولد اور نیز امام اعظم رح کے نزدیک معتق البعض یہ تینین مین ہو اور جس غلام کو راہن تنگدست نے
آزاد کیا اور اُسپر واجب ہوا کہ وہ سعایت کرکے مرتہن کو بقدر اپنی قیمت کے ادا کرے تو وہ بحکم آزاد ہو کہ وہ خود
اپنے مورث کا وارث ہوگا اور نیز اسکے وارث اُسکی میراث پاوینگے یہ کافی مین ہو۔ اور اگر کسی نے بغیر حق
دوسرے کو قتل کیا تو ہمارے نزدیک اُسکو مقتول کی میراث سے کچھ نملیگا خواہ اُسنے عمدا قتل کیا ہو یا

خطا سے قتل کیا ہو اسی طرح ہر ایسا قاتل جو خطا سے قتل کرنے والے کے معنی مین ہی جیسے ایک شخص سوتا ہوا تھا اور
وہ اپنے مورث پر اُلٹ پڑا کہ جسکے صدمہ سے اُسکا مورث مرگیا تو یہ اُسکا وارث نہوگا اسی طرح اگر چھت پر سے
اپنے مورث پر گرا اور وہ مرگیا یا گھوڑے پر سوار تھا کہ مورث کو گھوڑے نے کچل ڈالا تو وارث نہوگا یہ مبسوط مین ہی
اور نابالغ و مجنون و معتوہ و مبرسم و موسوس کا قتل کرنا موجب حرمان میراث نہین ہی اسواسطے کہ محروم ہونا
جزاے قتل حرام ہی اور ان لوگون کے افعال مین یہ بات (یعنے مورث کو قتل کیا ۱۲) نہین ہی اسواسطے کہ یہ لوگ مکلف نہین ہین) اور جو شخص
قتل کا سبب برانگیختہ کرے وہ میراث سے محروم نہوگا مثلاً کسی نے کنوان کھودا اور اسمین اُسکا مورث گرکر مرگیا یا اُسنے
راہ مین پتھر ڈالدیا جس سے ٹھوکر کھاکر اُسکا مورث مرگیا یا اُسنے راہ مین پانی چھڑک دیا کہ پھسل کر اُسکا مورث
گرکر مرگیا یا اسکے مانند کسی سبب ہلاکت کا بانی ہوا تو یہی حکم ہی پس جو قتل ایسا ہو کہ جسکی وجہ سے قصاص یا کفارہ واجب
ہو وہ قتل کا فعل کرنا ہوگا فقط سبب برانگیختہ کرنا نہوگا پس اُس سے میراث سے محروم ہوگا اور جو قتل اس قصاص
یا کفارہ کا موجب نہو وہ قتل کا فعل کرنا نہوگا بلکہ سبب برانگیختہ کرنا ہوگا کہ جس سے میراث سے محروم نہوگا اور
جو شخص چوپایہ کو آگے سے کھینچے لیے جاتا ہو یا پیچھے سے ہانکتا ہو اور اس چوپایہ نے اُسکے مورث کو قتل کیا ہو تو
ہانکنے والا یا چلانے والا قاتل نہوگا بلکہ سبب قتل کا برانگیختہ کرنے والا کہلائیگا۔ اور اگر مسلمانون مین سے باغی نے
عادل کو قتل کیا یا اسکے برعکس واقع ہوا تو اسمین تفصیل و اختلاف ہی جو سیر مین مذکور ہی یہ اختیار (یعنے میراث سے محروم نہوگا ۱۲) شرح مختار مین
لکھا ہی اگر باپ نے اپنے پسر کا ختنہ کیا یا پچھنے لگائے یا اُسکا قرحہ چیرا اور وہ اس سے مرگیا تو باپ اُسکی میراث سے
محروم نہوگا اور اگر اپنے فرزند کو تادیب کے واسطے مارا پس وہ ضرب سے مرگیا تو بنابر قول امام اعظم رہ کے اُسکی
دیت کا ضامن ہوگا اور میراث سے محروم ہوگا اور بنابر قول امام ابویوسف رہ و امام محمد رہ کے کچھ ضامن نہوگا
اور میراث سے محروم نہوگا اور اگر معلّم نے طفل کو باجازت اُسکے باپ کے مارا تو بالاتفاق کچھ ضامن نہوگا یہ مبسوط
مین ہی اور دین مین اختلاف ہونا بھی مانع ارث ہی اور اس سے مراد یہ ہی کہ دونون مین اسلام و کفر کا اختلاف ہو
اور کفر کی ملتین مختلفہ مراد نہین ہین پس اگر ملتہاے کفر کا اختلاف ہو جیسے یہودی و نصرانی ہو و مجوسی ہو۔ یا
بُت پرست ہو تو یہ مانع میراث نہین ہی حتی کہ اگر ایک یہودی اور دوسرا نصرانی یا مجوسی ہو یعنی ایسے ملتون
مین باہم اختلاف ہو تو باہم ایک دوسرے کے وارث ہونگے اور اختلاف دار ہونا بھی مانع ارث ہی یعنی
دار الکفر مین ایک ہو اور دار الاسلام مین دوسرا ہو تو میراث باہمی جاری نہوگی یہ تبیین مین ہی۔ ولیکن یہ حکم
کافرون کے حق مین ہی مسلمانون کے حق مین نہین ہی حتے کہ اگر ایک مسلمان دار الحرب مین مرگیا تو اُسکا بیٹا
جو دار الاسلام مین ہی اُسکا وارث ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ اختلاف الدار دو قسم کا ہی ایک حقیقی جیسے ایک حربی
دار الحرب مین مرگیا اور اُسکا باپ یا بیٹا دار الاسلام مین ذمی ہی پس یہ ذمی اس حربی کا وارث نہوگا اسی طرح اگر
دار الاسلام مین ایک ذمی مرگیا اور اُسکا باپ یا بیٹا دار الحرب مین ہی تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہوگا۔ اور
دوم اختلاف حکمی جیسے مستامن و ذمی حتی کہ اگر حربی مستامن (جو حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا ۱۲) ہمارے دار الاسلام مین مرگیا تو اُسکا وارث جو ہمارے
یہان ذمی ہی اُسکی میراث نہ پاویگا اور دار کا اختلاف باعتبار اختلاف منعہ کے ہوتا ہی (یعنے ۱۲) لشکر و بادشاہ کے
اختلاف سے اختلاف ہوتا ہی کہ ان دونون کے درمیان باہم عصمت جان و مال منقطع ہوتی ہی یہ کافی مین ہی

اور اگر مستامن حربی ہمارے ملک مین مرگیا اور اُسنے مال چھوڑا تو واجب ہی کہ اُسکا مال اُسکے وارثون کو بھیجدیا جاوے اور اگر کوئی ذمی مرگیا اور اُسنے کوئی وارث نچھوڑا تو اُسکا مال بیت المال مین داخل ہوگا یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔

چھٹا باب - میراث اہل کفر وغیرہ کے بیان مین - کافر لوگ بھی باہم انھین اسباب سے ایک دوسرے کے وارث ہونگے جن اسباب نسبی وسببی سے اہل اسلام باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہین اور کافر بھی دو سببون سے میراث پاویگا جسطرح اہل اسلام دو سبب سے وارث ہوتے ہین مثلاً ایک عورت مرگئی اور اُسنے دو بھائی چچازاد چھوڑے کہ انھین سے ایک اُسکا از جانب مادر بھائی بھی ہی یا اُسکا شوہر ہی (تو اس بھائی یا شوہر کو اُسکا حصہ فریضہ پہلے ملیگا پھر باقی مال دونون مین نصفا نصف ہوگا) یہ کافی مین ہی - اور اگر ایک کافر مین دو قرابتین مجتمع ہوئین یا متفرق دو شخصون مین ہوئین پس اگر ایک دوسرے کے لیے حاجب ہی تو جس سے حاجب ہی اُس سے وارث ہوگا اور اگر کوئی محجوب نہو تو دونون قرابتون سے وارث ہوگا مثلاً ایک مجوسی نے اپنی مان سے نکاح کیا اور اُس سے ایک بیٹا پیدا ہوا تو یہ بیٹا اس عورت کا بیٹا بھی ہوگا پس جب یہ عورت مرجائیگی تو یہ بیٹا اسطور سے وارث ہوگا کہ یہ اُسکا بیٹا ہی اور اس جہت سے وارث نہوگا کہ اُسکا پوتا ہی - اور اگر اُس سے لڑکی جنی لڑکا نہین جنی تو یہ لڑکی اُسکی بیٹی ہی اور پوتی بھی ہی پس عورت مذکورہ کی میراث سے دو تہائی پاویگی یعنی نصف بوجہ دختر ہونے کے اور چھٹا حصہ بوجہ دختر پسر ہونے کے تاکہ دو تہائی پوری ہوجاوے اور دختر اپنے باپ کی وارث اس جہت سے ہوسکتی ہی کہ اُسکی دختر ہی اور اس جہت سے نہین ہوسکتی ہی کہ اُسکی مان کی طرف سے بہن ہی اسواسطے کہ دختر کے ہوتے ہوے اخیافی بہن ساقط ہوتی ہی اور اگر رستم مجوسی نے اپنی دختر سوداوہ سے نکاح کیا اور اُس سے ایک دختر شتابہ پیدا ہوئی تو شتابہ اپنی مان کی میراث اس جہت سے نصف پاویگی کہ وہ اُسکی دختر ہی اور باقی کو بوجہ عصبہ ہونے کے پاویگی اسواسطے کہ شتابہ اپنے باپ کی جانب سے اپنی مان سوداوہ کی بہن ہی پس دختر کے ساتھ بہن عصبہ ہوتی ہی اور اگر اُسکا باپ رستم مرگیا تو اُسکی میراث سے نصف اس جہت سے پاویگی کہ اُسکی دختر ہی اور اس جہت سے نہ پاویگی کہ اُسکی دختر کی دختر ہی اسواسطے کہ نتنی ذوی الارحام مین سے ہوتی ہی پس صاحب فرض یا عصبہ کے ہوتے ہوے وہ وارث نہین (اور اس مقام پر خود ہی صاحب فرض ہی) اور یہی قول عامہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہی اور اسی کو ہمارے علما نے اختیار کیا ہی - اور واضح ہو کہ جو عورتین ایسی ہین کہ اُنسے نکاح کرنا ہمیشہ کے واسطے حرام ہی پس اگر کسی کافر نے ایسی عورت سے نکاح کیا تو بوجہ نکاح کے اُسکا وارث نہوگا یعنی شوہری کا ورثہ نہ پاویگا مثلاً کسی مجوسی نے اپنی مان یا بہن یا دختر وغیرہ سے نکاح کیا تو نکاح کی وجہ سے اُسکی میراث نہ پاویگا یہ تبیین مین ہی۔

فصل - در میراث مرتد - جو شخص مرتد ہوگیا وہ مسلمان کا وارث نہوگا اور نہ اپنے مثل دوسرے مرتد کا وارث ہوگا یہ محیط مین ہی - مرتد اگر حالت ارتداد مین قتل کیا گیا یا مرگیا یا دار الحرب مین جا ملا پس جو کچھ اُسنے حالت اسلام مین کمایا ہی وہ اُسکے مسلمان وارثون کے واسطے میراث ہوگا اور انھین سے اُسکی زوجہ وارث ہوگی بشرطیکہ مسلمان ہو اور مرتد ایسے حال مین مرا ہو کہ وہ عدت مین ہو اور اگر مرتد کے مرنے سے پہلے اُسکی عدت پوری ہوگئی یا مرتد نے اُسکے ساتھ دخول ہی نہین کیا تو عورت مذکورہ کو اسمین سے میراث نہ ملیگی اور اگر عورت مذکورہ بھی اُسکے ساتھ مرتدہ ہوگئی تو اس عورت کو اس مرتد سے کچھ میراث نہ ملیگی جیسے اُسکے اور اقارب جو مرتد ہوگئے ہون وارث نہونگے پس اگر شوہر وجورو دونون ساتھ ہی مرتد ہوگئے پھر عورت اُس سے بچہ جنی پھر مرتد مرگیا تو عورت مذکورہ کو اس مرتد سے میراث نملیگی اگرچہ دونون مین نکاح

باقی رہا ہے اور رہا بچہ سو اگر مرتد مذکور کے مرتد ہونے کے وقت سے چھ مہینہ سے کم مین بچہ مذکور جنی ہے تو بچہ کو اُسکی میراث ملیگی اور اگر مرتد ہونے سے چھ مہینے سے زیادہ مین جنی ہے تو بچہ وارث نہوگا پھر بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح کے اُسی مال مرتد کا وارث ہوگا جو اُسنے حالت اسلام مین کمایا ہے اور جو مال اُسنے حالت ارتداد مین کمایا ہے وہ فئی ہوگا کہ بیت المال مین داخل کیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک حالت ارتداد کی کمائی بھی مثل حالت اسلام کی کمائی (یعنی بلا اختلاف حاصل ہوئی ۱۲ منہ) کے میراث ہوگی یہ مبسوط مین ہے - اور اگر جورو مرتد ہوئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر جورو مذکورہ ایسی حالت مین مرتدہ ہوگئی کہ جب وہ صحیح سالم تھی تو اُسکا شوہر اُسکے مال کا وارث نہوگا اور اگر حالت مرض مین مرتدہ ہوئی ہے پس اگر مرتدہ مذکورہ ایسی حالت مین مرگئی کہ ہنوز اُسکی عدت پوری نہین ہوئی ہے تو وہ قیاساً فارہ نہوگی اور شوہر اُسکا وارث نہوگا ولیکن استحساناً وہ فارہ ہوگی اور شوہر اُسکا وارث ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے - اور جب مرتدہ عورت مرجاوے تو اُسکا مال اُسکے وارثون کے درمیان بر فرائض اللہ تعالی تقسیم ہوگا خواہ اُسکے اسلام کی حالت کی کمائی ہو یا حالت ارتداد کی کمائی ہو اُسکی دونون کمائیان اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہونگی یہ محیط مین ہے -

فصل - در میراث حمل - جو بچہ پیٹ مین ہے وہ وارث ہوتا ہے اور اُسکا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اسپر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے پس اگر دو سال تک وہ زندہ پیدا ہوا تو وارث ہوگا اور یہ اُسوقت ہے کہ یہ حمل میت کا ہو اور اگر غیر میت کا حمل ہو مثلاً وہ مرا اور اُسکی مان اُسکے باپ کے سوائے دوسرے سے (دوسرے شوہر سے ۱۲) حاملہ ہے اور اُسکا شوہر زندہ ہے پس اگر چھ مہینے سے زیادہ مین بچہ جنی تو وہ وارث نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید یہ حمل بعد موت کے حادث ہوا ہو پس شک کے ساتھ وہ وارث میت (تو یہ میت کا اخیافی بھائی یا بہن ہوگا ۱۲ منہ) نہوگا - لیکن اگر وارث لوگ اقرار کرین کہ میت کی مان کو بروز موت حمل موجود تھا تو وارث ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم مین بچہ ہوا تو وہ وارث ہوگا پھر یہ حمل دو حال سے خالی نہین یا تو ایسے وارث موجود ہونگے کہ اس حمل کی نسبت یہ احتمال ہوگا کہ یہ انکو بحجب حرمان یا بحجب نقصان محجوب کریگا یا ایسا نہوگا ولیکن وارثون کے ساتھ حصہ مین شریک ہوگا پس اگر وارثان موجود کو بحجب حرمان محروم کرتا نظر آوے پس اگر سب کو محجوب کرتا ہو جیسے برادران و خواہران (بھائی) و چچا و اولاد چچا ہون تو تمام ترکہ موقوف رکھا جائیگا یہانتک کہ عورت مذکورہ اس حمل کو جنے کیونکہ احتمال ہے کہ شاید لڑکا جنے تو فقط وہی وارث ہوگا اور باقی یہ سب محروم ہو جائینگے اور اگر فقط بعض کو محجوب کرتا ہو جیسے بھائی ہون اور جدہ ہو تو جدہ کو چھٹا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی موقوف رکھا جائیگا اور اگر بحجب نقصان محجوب کرتا ہو جیسے شوہر یا زوجہ کا دونون حصون مین سے جو کمتر حصہ ہے مثلاً شوہر کا وقت ولد ہونے کے چوتھائی ہے ورنہ نصف ہے اور زوجہ کا وقت ولد ہونے کے آٹھوان ہے ورنہ چوتھائی ہے تو کم حصہ یعنی شوہر کو چوتھائی اور زوجہ ہو تو آٹھوان دیا جائیگا اور باقی موقوف رکھا جائیگا اسی طرح باپ کو بھی فقط چھٹا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی رکھ چھوڑا جائیگا کیونکہ شاید پیٹ مین لڑکا ہو یعنی بیٹا ہو اور اگر یہ حمل مذکور کسی وارث موجود کو محجوب نکرتا ہو جیسے جد و جدہ موجود ہون تو انکو انکا حصہ دیدیا جائیگا - اور باقی رکھ چھوڑا جائیگا - اور اگر وارثان موجود کو محجوب نکرتا ہو ولیکن انکے ساتھ شریک ہوتا ہو مثلاً میت نے بیٹے یا بیٹیان چھوڑین اور حمل چھوڑا تو امام خصاف رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ ایک پسر کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اور یہی خصاف رح کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے - اور اگر مردہ پیدا ہوا تو اسکا کچھ حکم نہین ہے اور نہ وہ وارث ہوگا اور اُسکا زندہ پیدا ہونا اس طور سے معلوم ہوگا کہ وہ پیدا ہوتے ہی سانس لیوے یا استہلال کرے یعنی اُسکی آواز

سنائی دے یا چھینک لے یا کوئی عضو اُسکا حرکت کرے مثلاً آنکھین یا ہونٹھ یا ہاتھ۔ اور اگر آدھے سے زیادہ زندہ نکلا پھر مرگیا تو وہ وارث ہوگا بدینکہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہو اور اگر اسکے برعکس واقع ہوا تو نہین وارث ہوگا پس اگر سیدھا نکلا تو درصورتیکہ اُسکا سینہ نکل آیا ہو تو وارث ہوگا اور اگر اُلٹا نکلا تو اُسکی ناف تک نکل آنے کا اعتبار ہو اور اگر استہلال کے بعد مرگیا تو وارث ہوگا اور اسکی میراث بھی اُسکے وارثون کو ملیگی یہ اختیار شرح مختار مین ہو۔ اور جب حمل مردہ برآمد ہوا تو جبھی وارث نہوگا کہ جب وہ خود جدا ہوا ہو اور اگر وہ جدا کیا گیا ہو تو وہ منجملہ وارثون کے قرار دیا جائیگا اسکا بیان یہ ہو کہ عورت حاملہ کے پیٹ مین کسی آدمی نے اسطرح کی ضرب پہونچائی کہ جس سے اُسکا حمل جنین ساقط ہوا تو یہ جنین منجملہ وارثون کے ہو اسواسطے کہ شرع نے اس صدمہ پہونچانے والے پر غرہ دیت واجب کیا ہو اور ضمان کا واجب ہونا جبھی ہوتا ہو کہ جب زندہ پر جنایت کرے مردہ پر جنایت کرنے سے واجب نہین ہوتا ہو پس جب اُسکے زندہ ہونے کا حکم دیا گیا تو اُسکو میراث پہونچیگی اور اُسکا حصہ اسکے وارثون کو اُسکی میراث ملیگا جیسے کہ اُسکی جان کا بدلا یعنی غرہ دیت اُسکے وارثون کے واسطے اُسکی میراث ہوتا ہو یہ شرح مبسوط مین ہو

فصل۔ در مفقود و اسیر و غرقی و حرقی۔ واضح ہو کہ مفقود وہ شخص ہو جو کسی طرف کو نکل گیا کہ اُسکی تلاش کی گئی مگر اُسکا پتہ معلوم نہوا اور اُسکا زندہ ہونا یا مردہ ہونا کچھ ظاہر نہین ہوا یا دشمن اُسکو لیگیا کہ اُسکی موت و قتل ہونا ظاہر نہین ہوا یہ محیط مین ہو۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ہدا یہ مسئلہ مفقود کا ایک باب ہو کہ وہ اپنے مال کے حق مین زندہ اعتبار کیا جاتا ہو اور مال غیر کے حق مین مردہ اعتبار کیا جاتا ہو یہانتک کہ اتنی مدت گذر جاوے کہ یہ معلوم ہو کہ وہ اتنی مدت تک زندہ نہین رہسکتا ہو یا اُسکے ہم عمر لوگ سب مرجاوین پھر اسکے بعد جبکہ یہ مدت پوری ہو جاوے یا اُسکے ہم عمر لوگ مرجاوین تو اپنے مال کے حق مین مردہ اعتبار کیا جائیگا اور مال غیر کے حق مین اسطرح مردہ اعتبار کیا جائیگا گویا وہ اُسی روز مرگیا جسدن گم ہوا ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ پس اگر اُسکے مفقود ہونے کی حالت مین ایسے لوگ مرے جنکا یہ مفقود وارث ہوتا ہو تو مفقود کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا یہانتک کہ اُسکا حال کھلے کیونکہ احتمال ہو کہ شاید وہ زندہ ہو پھر جب اسقدر مدت گذر جاوے جسکا بیان اوپر گذرا ہو اور ہم اُسکی موت کا حکم دین تو اُسکا سب مال اُسکے وارثان موجود کے درمیان تقسیم کیا جائیگا اور ترکہ غیر سے جو مفقود کا حصہ رکھ چھوڑا گیا ہو وہ اس غیر کے وارثان کو واپس دیا جائیگا اور انھین وارثون مین تقسیم ہوگا گویا کہ مفقود کا وجود ہی نتھا اور اصل اسمین یہ ہو کہ اگر مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو اس سے محجوب ہوسکتا ہو تو اس موجود کو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر محجوب نہوتا ہو مگر اُسکا حصہ کم ہوا جاتا ہو تو موجود کو کمتر حصہ دیا جائیگا اور باقی رکھ چھوڑا جائیگا اسکی مثال یہ ہو کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو دختر اور ایک پسر مفقود اور ایک پسر پسر و ایک دختر پسر چھوڑی تو ہر دو دختر کو نصف مال دیدیا جائیگا اسواسطے کہ اسقدر انکا حق یقینی ہو اور باقی نصف رکھ چھوڑا جائیگا اور اولاد پسر کو کچھ نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ یہ لوگ درصورت زندگی مفقود کے اُسکی وجہ سے محجوب ہو جاتے ہین پس شک کے باوجود انکو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر مفقود کے ساتھ ایسے وارث ہون جو محجوب نہین ہوسکتے ہین جیسے جد وجدہ تو انکو اُنکا پورا حصہ دیدیا جائیگا جیسے حمل کی صورت مین بیان ہوا ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو۔ اور اسیر یعنی جسکو کافرون نے قید کیا ہو اُسکا حکم میراث مین مثل اور مسلمانون کے ہو جبتک کہ اُسنے اپنا دین نہ چھوڑا ہو اور اگر اُسنے دین اسلام چھوڑ دیا تو اُسکا حکم مثل مرتد کے ہو اور اگر اُسکا مرتد ہونا معلوم نہوا اور نہ اُسکی موت اور نہ اُسکی زندگی کا حال معلوم ہوا تو

حکم مثل مفقود کے ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ **قال المترجم** غرقی وہ جماعت جو ڈوب کر مرگئی ہے حرقی وہ جماعت جو جلکر مرگئی ہے پس اگر ایک جماعت جلکر یا ڈوب کر مرگئی اور یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کون مرا ہے تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وے سب ساتھ ہی مرے ہین پس انمین سے ہر ایک کا مال اُسکے وارثون کو ملیگا اور انمین کوئی دوسرے کا وارث نہوگا لیکن اگر انمین موت کی ترتیب معلوم ہو تو پہلے مرنے والے کا پیچھا مرنے والا وارث ہوگا۔ اسی طرح اگر چند آدمیون پر دیوار گری اور سب مرگئے یا معرکہ مین مقتول ہوے اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ پہلے کون مرا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ تبیین مین ہے اسکی مثال یہ ہے کہ دو بھائی ڈوب مرے اور ہر ایک کے پاس نوے دینار ہین اور ہر ایک نے ایک دختر و مان و چچا وارث چھوڑے تو عامہ علما کے نزدیک ہر ایک کا مال ترکہ اُسکے زندہ وارثون کے درمیان تقسیم ہوگا اور وہ دختر و مان و چچا ہین اور ان دونون مین سے کوئی دوسرے کا وارث نہوگا پس وارثان زندہ کے واسطے ہر ایک کے مال کے حصے کیے جاوینگے اور اگر یہ معلوم ہوا کہ ان دونون مین سے ایک پہلے مرگیا ہے مگر یہ نہین معلوم کہ کون بھائی تھا جو پہلے مرا ہے تو ہر ایک وارث کا حصہ یقینی دیدیا جائیگا اور مشکوک رکھ چھوڑا جائیگا یہانتک کہ حال ظاہر ہو یا باہم صلح کرلین یہ خزانۃ المفتین مین ہے

فصل در میراث خنثی۔ اگر بچہ کے فرج ہو اور ذکر بھی ہو تو وہ خنثی ہے پس اگر وہ ذکر سے پیشاب کرے تو لڑکا ہے اور اگر فرج سے پیشاب کرے تو وہ لڑکی ہے اور اگر دونون سے پیشاب کرے تو جس سے پہلے پیشاب نکلے اسی کے موافق حکم ہوگا اور اگر اس امر مین بھی یکسان ہو تو وہ خنثی مشکل ہے اور درصورتیکہ ایک ساتھ دونون سوراخ سے پیشاب نکلتا ہے تو کثرت پیشاب کا کچھ اعتبار نہوگا بخلاف قول صاحبین رح کے۔ پھر جب خنثی مذکور بالغ ہوا اور اُسکے داڑھی نکلی یا عورتون سے اُسنے جماع کیا تو وہ مرد ہے اسی طرح اگر مردون کی طرح اُسکو احتلام ہوا یا اُسکی چھاتیان مردون کی طرح سپاٹ ہوئین تو بھی مرد ہے اور اگر اُسکے چھاتیان مثل عورتون کے برآمد ہوئین یا اُسکی چھاتی مین دودھ اُتر آیا یا حیض آیا یا حاملہ ہوئی یا فرج سے اُسکے ساتھ جماع کیا جانا ممکن ہوا تو وہ عورت ہے اور اگر ان علامات سے کوئی ظاہر نہوئی یا یہ علامتین باہم معارض ہوئین تو وہ خنثی مشکل ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اصل اسمین یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رح اُسکو میراث کے حصہ مین سے کمتر حصہ دیتے ہین کیونکہ اسمین احتیاط ہے پس اگر اُسکا باپ مرگیا اور اُسکو چھوڑا اور ایک بیٹا چھوڑا تو اس خنثی کو ایک سہم اور پسر کو دو سہم دیے جاوینگے اور اگر اس خنثی مشکل کو اور ایک دختر کو چھوڑا تو مال ان دونون کو بطریق فرض و رد کے نصفا نصف دیدیا جائیگا۔ میت نے حقیقی بہن چھوڑی اور باپ کی طرف سے خنثی مشکل چھوڑا اور ایک عصبہ چھوڑا تو حقیقی بہن کو آدھا دیا جائیگا اور خنثی مذکورہ کو چھٹا حصہ تاکہ دو تہائی پوری ہوجاوے جیسے باپ کی طرف سے بہن ہونے کی صورت مین ہوتا اور باقی مال عصبہ کو ملیگا۔ میت نے شوہر چھوڑا اور مان چھوڑی اور خنثی مشکل چھوڑا جو کہ میت کی مان و باپ کی طرف سے اُسکا بھائی ہے یا بہن ہے پس میت کے شوہر کو نصف دیا جائیگا اور مان کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اور باقی خنثی کو دیا جائیگا اور وہ مذکر قرار دیا جائیگا کیونکہ حصہ باقی اقل ہے۔ میت نے شوہر چھوڑا اور حقیقی بہن چھوڑی اور باپ کی طرف سے خنثی چھوڑا پس اگر خنثی مونث قرار دیا جاتا ہے تو اُسکو چھٹا حصہ ملتا ہے اور اگر مذکر قرار دیا جاتا ہے تو وہ عصبہ ہے اور اُسکو کچھ نہ ملیگا پس یہی حال اصل مذکور کے لائق ہے اسواسطے وہ عصبہ قرار دیا جائیگا اور ساقط ہوجائیگا یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور اگر ایک شخص مرا اور ایک ولد خنثی اور ایک عصبہ چھوڑا پھر خنثی مذکور قبل اسکے کہ اُسکا حال ظاہر ہو مرگیا تو بنا بر قول امام اعظم و امام محمد رح کے خنثی کا حصہ

دختر لگایا جائیگا اور یہ نصف مال ہوا اور باقی مال عصبہ کو دیا جائیگا اور یہی امام ابو یوسف رحمہ کا پہلا قول ہے اور اگر باوجود اس میت کا کوئی پسر معروف ہو تو بنا بر قول امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے مال ترکہ اس خنثیٰ اور اس پسر کے درمیان بحساب مرد کو عورت سے دو چند کے تقسیم ہوگا۔ اور در صورتیکہ خنثیٰ زندہ رہا اور ہنوز اسکا حال ظاہر نہیں ہوا ہے تو دونوں مین مال کس طرح تقسیم ہوگا اسمین مشائخ نے گفتگو کی ہے پس بعض نے یون فرمایا کہ تہائی مال خنثیٰ کو دیا جائیگا اور نصف مال پسر کو دیا جائیگا اور ایک چھٹا حصہ روک رکھا جائیگا جیسا کہ حمل و مفقود کی صورت مین ہے کہ ان دونوں کا حصہ رکھ چھوڑا جاتا ہے یہانتک کہ انکا حال ظاہر ہو اور اکثر مشائخ نے فرمایا کہ یہ بھی پسر کو دیا جائیگا پس جبکہ پسر کو دو تہائی دیا گیا پس آیا پسر سے کوئی شخص کفیل لیا جائیگا تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اسمین وہی اختلاف معروف ہے کہ اگر قاضی نے وارث معروف کو مال دیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اس سے کوئی کفیل نہ لیگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک احتیاطاً کفیل لے لیگا اور بعض نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس مقام پر سب کے نزدیک بالاجماع احتیاطاً اس سے کفیل لے لیگا پھر اگر ثانی الحال ظاہر ہوا کہ خنثیٰ مذکور مرد ہے تو چھٹا حصہ اپنے بھائی سے واپس لیگا اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ مونث ہے تو جو کچھ پسر معروف نے لیا ہے وہ اسکو مسلم رہیگا ایک میت نے اپنے بھائی کی دختر خنثیٰ اور بھائی کے پسر کی دختر خنثیٰ اور بھائی کے پسر کے پسر کا پسر معروف چھوڑا تو ہمارے اصحاب کے قول کے موافق تمام مال ان سب مین تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر ان دونوں خنثیٰ کے سوائے میت کا کوئی وارث نہو تو ہمارے قول کے موافق تمام مال اول خنثیٰ کو دونوں مین سے ملیگا اسواسطے کہ وہ دونوں دختر ہین اور بھائی کی دختر کے حق میراث مین بہ نسبت بھائی کے پسر کی دختر کے مقدم ہے اور اگر میت نے دختر خنثیٰ اور بہن خنثیٰ چھوڑی اور دونوں قبل ان دونوں کے حال ظاہر ہونے کے مر گئین تو امام ابو حنیفہ رحمہ و امام محمد رحمہ و اول قول امام ابو یوسف رحمہ کے موافق دختر کو نصف اور باقی بہن کو ملیگا اسواسطے کہ یہ دونوں دختر کے حکم مین ہین اور دختر کے ساتھ جو بہن ہو وہ عصبہ ہوتی ہے اور اگر میت نے ایک عصبہ اور بہن خنثیٰ چھوڑی اور بھائی کی دختر خنثیٰ چھوڑی تو ہمارے قول کے موافق بہن کو نصف اور وارث عصبہ کو نصف ملیگا اسواسطے کہ ہر دو خنثیٰ ہمارے نزدیک مونث ہین پس بہن کو نصف ملیگا اور باقی عصبہ کو ملیگا اور بھائی کی دختر کو کچھ نملیگا اور اگر میت کا کوئی عصبہ نہو تو سب مال بطریق فرض و رد کے بہن کو ملیگا اور بھائی کی دختر کو کچھ نملیگا اسواسطے کہ بھائی کی دختر ذوی الارحام مین سے ہے اور صاحب فرض کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام کو کچھ نہین ملتا ہے اسی طرح اگر میت نے دختر خنثیٰ اور بھائی کی دختر خنثیٰ چھوڑی ہو اور اسکا کوئی عصبہ وارث نہین ہے تو بھی وہی حکم ہے جو ہمنے بہن خنثیٰ کی صورت مین بیان کیا ہے یعنی سب مال بطریق فرض و رد کے اسکی دختر خنثیٰ کو ملیگا اور بھائی کی دختر خنثیٰ کو کچھ نملیگا۔ اور اگر میت نے دختر خنثیٰ چھوڑی اور پسر کی دختر خنثیٰ چھوڑی ہو اور پسر کے پسر کی دختر خنثیٰ چھوڑی ہو اور ایک عصبہ وارث چھوڑا تو ہمارے قول کے موافق یہ سب خنثیٰ بحکم مونث ہین پس اول درجہ والی کو یعنی میت کی دختر خنثیٰ کو نصف ملیگا اور اوسط درجہ والی کو دو تہائی پوری کرنے کے واسطے ایک چھٹا حصہ ملیگا اور باقی مال عصبہ کو ملیگا اور نیچے والی دختر خنثیٰ کو کچھ نملیگا۔ اور اگر میت کا کوئی وارث عصبہ نہو تو باقی مال درجہ اول والی اور درجہ اوسط والی دونوں خنثیٰ کو بحساب دونوں کی میراث کے رد کر دیا جائیگا یعنے چار حصہ کر کے تین حصے اول والی کو اور ایک حصہ اوسط والی کو دیا جائیگا۔ اور اگر میت نے ایک دختر صلبی چھوڑی اور پسر کی تین دختر سب خنثیٰ چھوڑی جو بعض سے بعض نیچے درجہ مین ہے اور ایک عصبہ چھوڑا تو ہمارے نزدیک دختر کو نصف ملیگا اور دو تہائی پوری کرنے کے واسطے درجہ اول کے خنثیٰ کو چھٹا حصہ ملیگا۔ اور باقی

عصبہ کو ملیگا اسواسطے کہ سب خنثی بحکم مؤنث ہین تاوقتیکہ انکا حال اسکے خلاف ظاہر نہو اور اگر میت مذکور کا کوئی عصبہ نہو تو باقی کے چار حصے کرکے تین حصے دختر کو اور ایک حصہ درجہ اول کی دختر خنثی کو دیا جائیگا اور اگر ان دختران خنثی سے نیچے درجہ مین کوئی لڑکا معروف مذکر ہو تو ہمارے نزدیک دختر میت کو نصف دیا جائیگا اور درجہ اول کی خنثی دختر پسر کو چھٹا حصہ واسطے دو تہائی پورا کرنے کے دیا جائیگا اور باقی اس لڑکے مذکر اور خنثی دختر درمیانی و زیرین کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اسواسطے کہ خنثی بیچ کے درجہ کے اور خنثی نیچے درجہ کے دونون حکم مؤنث مین دختران ہین اور اولاد ابن مین جو مذکر ہو وہ اپنے ساتھ اور اپنے اوپر درجہ کے اُن مؤنثون کو جنکو فریضہ ترکہ کچھ نہین پہونچا ہو اپنے ساتھ عصبہ کرلیتا ہے - ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنی جورو چھوڑی اور فقط مان کی طرف سے دو بھائی چھوڑے اور مان و باپ کی طرف سے ایک خنثی بہن چھوڑی تو ہمارے نزدیک جورو کو چوتھائی ملیگا اور مان کی طرف سے اخیافی بھائیون کو تہائی ملیگا اور جو باقی رہا وہ خنثی بہن کو ملیگا اور اگر باوجود انکے میت نے مان چھوڑی ہو تو مان کو بارہ سہام مین سے چھٹا حصہ دو سہام ملینگے - اور جورو کو چوتھائی کے تین سہام اور اخیافی دونون بھائیون کو چار سہام اور باقی خنثے کو ملینگے کہ وہ عصبہ قرار دیا جائیگا کیونکہ ایسی صورت مین اُسکو مرد قرار دینے مین سب سے کم حصہ ملتا ہے یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہے -

ساتوان باب - ذوی الارحام کے بیان مین - ذوی الارحام ہر ایسے قریب نسبی کو کہتے ہین جسکے واسطے کوئی حصہ فریضہ نہین ہے اور نہ وہ عصبہ ہے اور درحالیکہ فقط ذوی الارحام مین سے کوئی ہو اور اسکے سوا بے کوئی وارث نہو تو وہ سب مال لے لیگا پس وہ مثل عصبات کے ہین یہ اختیار شرح مختار مین ہے - اور ذوی الارحام چار صنف ہین صنف اول فروع منسوب بجانب میت ہون جیسے میت کی دختران کی اولاد اور میت کے پسری دخترون کی اولاد اور صنف دوم جنکی طرف میت منسوب ہو اور وہ اجداد فاسدہ و جدات فاسدہ ہین اور صنف سوم جو میت کی مادر و پدر کی جانب منسوب ہون جیسے حقیقی بھائیون کی بیٹیان یا علاتی بھائیون کی بیٹیان اور اخیافی بھائیون کی اولاد اور سب بہنون کی اولاد اور صنف چہارم جو منسوب بجانب جد و جدہ میت ہون جیسے مادری چچا اور انکی اولاد اور پھوپیان و انکی اولاد اور ماموں اور خالائین و انکی اولاد اور حقیقی یا علاتی چچاؤن کی بیٹیان پس یہ لوگ اور جو انکے رشتہ مین ہو یہ سب ذوی الارحام ہین پس انمین اعلے درجہ صنف اول کا ہے اگرچہ وہ میت سے کتنا ہی دور ہو پھر دوسری صنف پھر تیسری صنف پھر چوتھی صنف جیسے کہ عصبات مین ترتیب تھی ویسے ہی انمین ملحوظ ہے اور یہی ماخوذ و مختار ہے یہ کافی مین ہے اور رضی الدین نیشاپوری نے اپنے فرائض مین ذکر کیا ہے کہ اگر صنف اول کے ذوی الارحام مین سے کوئی موجود ہو اگرچہ وہ کتنا ہی نیچی پشت مین ہو جب تک وہ ہوگا تب تک صنف دوم مین سے کوئی وارث نہو گا اگرچہ وہ کتنا ہی نزدیک پشت مین ہو اسی طرح دوسرے صنف کے ہوتے ہوئے تیسرے صنف کا حال ہے اور یہی تیسرے صنف کے ہوتے ہوئے چوتھے صنف کا حال ہے اور فرمایا کہ اور فتوی کے واسطے یہی مختار ہے اور یہی مشایخ کی طرف سے عملدرآمد مین ہے کہ صنف اول مطلقاً مقدم ہے پھر دوم پھر سوم پھر چہارم اور فرمایا کہ ایسا ہی استاذ صدر الکوفی نے اپنے فرائض مین ذکر کیا ہے پس بنابرین دختر کی دختر اگرچہ کیسی پشت نیچی ہو وہ مان کے باپ سے مقدم ہوگی یہ اختیار شرح مختار مین ہے - اور ذوی الارحام جبھی وارث ہونگے کہ جب اصحاب فرائض مین سے کوئی ایسا نہو جسکو باقی ترکہ بطور رد کے

دیدیا جاتا ہی اور نہ کوئی عصبہ موجود ہو اور اس امر پر اجماع ہی کہ شوہر و زوجہ کے ہونے سے ذوی الارحام محجوب نہونگے بلکہ ان دونون کے ساتھ وارث ہونگے کیونکہ یہ ایسے ذوی الفروض نہین ہین جنکو باقی ترکہ بطور رد دیا جاوے پس زوج کو یا زوجہ کو اُسکا حصہ دیدیا جائیگا پھر باقی ترکہ ذوی الارحام کے درمیان تقسیم ہوگا جیسے کہ اگر تنہا ذوی الارحام ہوتے توانمین تقسیم ہوتا ہی اور اسکی مثال یہ ہی کہ ایک عورت مرگئی اور اُسنے شوہر چھوڑا اور دختر کی دختر چھوڑی وخالہ و چچا کی دختر چھوڑی تو شوہر کو نصف دیا جائیگا اور باقی دختر کی دختر کو ملیگا پھر واضح ہو کہ صنف اول مین سے مستحق میراث وہی ہوگا جو سب سے زیادہ میت سے قریب ہی چنانچہ دختر کی دختر بہ نسبت دختر کی دختر کی دختر کے مقدم ہوگی پس اگر صنف اول مین سے ایسی دو ہون جو میت سے نزدیک ہونے مین برابر ہین توانمین جو وارث کی اولاد ہی وہ مقدم ہوگی خواہ اولاد عصبہ ہو یا اولاد صاحب فرض ہو چنانچہ اگر پسر کی دختر کی دختر ہو تو وہ دختر کی دختر کے پسر سے مقدم ہی اور پسر کی دختر کا پسر بہ نسبت دختر کی دختر کی پسر کے مقدم ہی یہ کافی مین ہی اور وارث کے ولد کے ولد کے مقدم ہونے مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ مقدم نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر میت سے نزدیک ہونے مین وہ سب برابر ہون اور انمین کوئی وارث کی اولاد بھی نہو تو مال ترکہ ان سب مین برابر تقسیم کیا جائیگا بشرطیکہ سب مذکر ہون یا سب مؤنث ہون اور اگر مرد و عورت دونون قسم کے ہون تو مرد کو عورت سے دوچند ملیگا اور یہ بلاخلاف ہی بشرطیکہ اُنکے اباء و امہات کی صفت ذکورت و انوثت مین متفق ہو اور اگر اباء و امہات کی صفت مختلف ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ابدان فروع کا اعتبار کرکے تمام مال انپر برابر تقسیم کیا جائیگا بشرطیکہ یہ سب مذکر ہون یا سب مؤنث ہون اور اگر مرد و عورت ملے ہوے ہون تو مرد کو عورت سے دوچند ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک عدد تو اُنکے ابدان سے لیا جائیگا اور وصف اُس بطن سے لیا جائیگا جسمین اختلاف واقع ہوا ہی حتے کہ اگر اُسنے دختر کا پسر اور دختر کی دختر چھوڑی تو مال ترکہ ان دونون مین باعتبار ابدان کے مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اسواسطے کہ اصول کی صفت متفق ہی اسی طرح اگر دختر کی دختر کی پسر کا پسر چھوڑا اور دختر کی دختر کی دختر کی دختر چھوڑی تو بھی مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا کیونکہ اصول مین اتفاق ہی اور یہ صورتین بلاخلاف ہین اور اگر دختر کی دختر کی دختر چھوڑی اور دختر کی پسر کی دختر چھوڑی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک تمام مال دونون مین باعتبار ابدان کے نصفا نصف تقسیم ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک مال دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی دختر کے پسر کی دختر کو ملیگا اور ایک تہائی دختر کی دختر کی دختر کو ملیگا کیونکہ انکے اصول مین اسی طرح کا اختلاف ہی یعنے ایک کا باپ مرد ہی اور دوسرے کی مان عورت ہی پس ایسا ہوا کہ گویا میت نے دختر کا بیٹا اور دختر کی بیٹی چھوڑی ہی پس جو کچھ دختر کی پسر کو پہونچا وہ اُسکی دختر کو ملا اور جو کچھ دختر کی دختر کو پہونچا وہ اُسکی دختر کو ملا ہی۔ اور اگر دختر کی دختر کے دو ولد اور دختر کی پسر کے دو ولد چھوڑے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مال دونون مین باعتبار ابدان کے چھ حصے ہونگے جسمین سے ہر ایک مذکر کو دو سہام اور ہر ایک مؤنث کو ایک سہم ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک باعتبار اصول کے تقسیم ہوگا پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا اُسنے ایک دختر کی دختر اور ایک دختر کا پسر چھوڑا ہی پس دختر کی پسر کو دو تہائی ملیگا اور ایک تہائی دختر کی دختر کو ملیگا پھر جو کچھ پسر کو ملا ہی وہ اُسکی ہر دو اولاد کے درمیان تین حصون پر تقسیم ہوگا اور جو دختر کی دختر کو ملا ہی وہ اُسکی ہر دو اولاد کے درمیان تین حصون پر تقسیم ہوگا پس مرد کو دو حصہ اور عورت کو ایک حصہ ملیگا لہذا کل مال کے نو حصے کیے جاوین۔ اور اگر دختر کے پسر کی دو دختر اور دختر کی دختر کا پسر چھوڑا تو امام ابو یوسف رح کے

نزدیک ظاہر ہی اور امام محمد رح کے نزدیک تمام مال ترکہ انکے درمیان پانچ حصون پر تقسیم ہوگا جسمین سے ایک پانچوان
حصہ دختر کی دختر کے پسر کو ملیگا اور چار پانچوین حصہ دختر کے پسر کی دو دختر کو ملینگے گویا میت نے دختر کی دختر اور دختر کے دو پسر
چھوڑے ہین پس جو دختر کی دختر کو پہونچا وہ اُسکی اولاد کے واسطے ہوا اور جو پسر کو پہونچا وہ اُسکی اولاد کے واسطے ہوا- اور اگر
دختر کی دختر کی دختر کے دو پسر اور دختر کی دختر کی پسر کی دختر اور دختر کی پسر کی دختر کی دو دختر چھوڑی تو امام ابو یوسف رح کے
نزدیک مال ترکہ ان فروع کے درمیان باعتبار ابدان کے سات حصے ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک مال ترکہ سب سے اوپر
کے اختلاف یعنی بطن ثانی کے اختلاف پر بصفت اصول سات حصون پر تقسیم ہوگا جسمین سے چار حصے دختر کی پسر کی دختر کی
ہر دو دختر کو اپنے نانا کا حصہ ملیگا اور تین حصے نصیب ہر دو دختر مین موافق تیسری پشت کے اُنکی اولاد مین تقسیم ہوگا
جسمین آدھا دختر کی دختر کی پسر کی دختر کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اور نصف دیگر دختر کی دختر کی دختر کی ہر دو پسر کو اپنی مان کا حصہ
ملیگا پس اس تقسیم کی تصحیح اٹھائیس سے ہوگی اور واضح ہو کہ امام ابو حنیفہ رح سے اسمین دو روایتین ہین اور دونون مین سے
مشہور تر روایت تمام ذوی الارحام کے حق مین یہی ہے جو امام محمد رح کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے اور شیخ اسبیجابی رح نے
مبسوط مین فرمایا کہ امام ابو یوسف رح کا قول اصح ہے اسواسطے کہ یہی اسہل ہے اور صاحب محیط نے فرمایا کہ مشائخ بخارا نے
ایسے مسائل مین قول امام ابو یوسف رح اختیار کیا ہے یہ کافی مین ہے- اور اگر بعضے ذوی الارحام کی قرابت دو جہت سے یا
زیادہ سے ہو تو اُسکے واسطے دو یا زیادہ جہات کا اعتبار کیا جائیگا پس وہ ہر جہت سے وارث ہوگا لیکن اختلاف یقدر
ہے کہ امام ابو یوسف رح اسکو انھین فروع موجودین مین اعتبار کرتے ہین اور امام محمد رح اصول مین بھی اعتبار کرتے ہین بخلاف
جدہ کے کہ وہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک فقط ایک ہی جہت سے وارث ہو سکتی ہے اور ذی رحم اُنکے نزدیک صحیح
روایت کے موافق دو جہت سے وارث ہو سکتا ہے یہ تبیین مین ہے- اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اُسکی دختر کے
پسر کا پسر موجود ہے اور یہ پسر اُسکی دختر کی دختر کا بھی پسر ہے اور ایک دختر کی دختر کی دختر چھوڑی اور یہ اسطرح ہو سکتا ہے
کہ ایک شخص کی دو دختر تھین کہ وہ مرگئین اور ایک نے ایک بیٹا چھوڑا اور دوسری نے ایک بیٹی چھوڑی پھر اس بیٹا
و بیٹی مین باہم نکاح ہوا پس وہ ایک بیٹا جنی پھر اس دختر سے کسی دوسرے شخص نے نکاح کیا کہ اُس سے ایک دختر جنی
پس پہلا لڑکا اس شخص کی دختر کی پسر کا پسر ہوا اور نیز اسکی دختر کی دختر کا پسر ہوا اور دوسری دفعہ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہ
اسکی دختر کی دختر کی دختر ہوئی پھر اگر جورو و خاوند مرگئے پھر انکے بعد اس اولاد کا نانا مرا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک
مال ترکہ نانا انمین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے ایک پانچوان حصہ دختر کی دختر کی دختر کو ملیگا اور چار پانچوین
حصے پسر کو جو دو قرابت والا اور مذکر ہے ملینگے اور امام محمد رح کے نزدیک مال کا چھٹا حصہ دختر کی دختر کی دختر کو ملیگا- اور
پانچ حصے چھ حصون مین سے دو قرابت والے کو ملینگے- صنف دوم یعنی اجداد فاسد و جدات فاسدہ پس انمین سے
مستحق میراث مقدم وہ ہوگا جو میت سے زیادہ قریب ہے چنانچہ اگر مان کا باپ ہو اور مان کی مان کا باپ ہو اور باپ
کی مان کا باپ ہو تو مال ترکہ اول کو ملیگا اسواسطے کہ وہ سب سے زیادہ قریب ہے اور اگر نزدیکی مین سب برابر ہو ویسے
تو کسی کی اولاد کے وارث ہونے سے باہم ترجیح نہوگی اور یہی اصح روایت کا حکم ہے اسواسطے کہ استحقاق کا سبب قرابت ہے
نہ وارث کے جہت سے نزدیکی حاصل کرنا- اسکی مثال یہ ہے کہ مان کی مان کا باپ چھوڑا اور مان کے باپ کا باپ چھوڑا
تو یہ دونون برابر ہین اور اگر نزدیکی مین دونون برابر ہون اور انمین کوئی ایسا نہو جو وارث سے ترجیح رکھتا ہو تو دیکھا جائیگا

کہ اگر جانب واحد سے ہون فقط مان کی طرف سے یا باپ کی طرف سے اور جنکی وجہ سے انجرار بجانب میت ہو انکی صفت
متفق ہو تو تقسیم ترکہ تعداد ابدان ہوگی پس اگر سب مذکر ہون یا سب مونث ہون تو تقسیم کے حصے برابر ہونگے اور اگر مرد
و عورت مخلوط ہون تو مرد کو عورت سے دو چند ملیگا اور اگر ان لوگون کی صفت جنکی وجہ سے انجرار بجانب میت ہو
مختلف ہو تو مثل صنف اول کے میت سے جو سب سے قریب اپشت مختلف ہوئی اُسکے حساب سے ترکہ تقسیم کرکے
دیا جائیگا اور اگر دونون جانب سے ہون تو دو تہائی واسطے قرابت پدر کے اور ایک تہائی واسطے قرابت مادر کے
دیا جائیگا پھر جو کچھ ہر ایک فریق کے حصہ مین پڑا ہو وہ اُنکے درمیان بحساب مذکورہ بالا تقسیم ہوگا جیسے تنہا اُنکے ہونے
کی صورت مین ہوتا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ باپ کی باپ کی مان کا باپ ہے اور باپ کی مان کی باپ کا باپ ہے پس یہ دونون از
جانب پدر ہین اور مان کی باپ کی مان کا باپ ہے اور مان کی مان کی باپ کا باپ ہے اور یہ دونون از جانب مادر ہین پس
مال کے تین حصے کیے جاوینگے جسمین سے دو حصے قرابت پدر کو اور ایک حصہ قرابت مادر کو دیا جائیگا پھر جو کچھ قرابت پدر کو
ملا ہے وہ تین حصہ کیا جائیگا جسمین سے دو حصہ جد از جانب پدر یعنی باپ کے باپ کی مان کے باپ کو دیا جائیگا اور تہائی
از جانب مادری قرابت کو یعنی باپ کی مان کے باپ کے باپ کو دیا جائیگا اور جو کچھ قرابت مادر کو ملا ہے وہ بھی اسی طور سے ان دونون
مین تقسیم ہوگا کہ جد از جانب پدر کو یعنی مان کے باپ کی مان کے باپ کو اور ایک تہائی اُسکے مان کی از جانب مان کے قرابت
کو اور وہ مان کے مان کی باپ کا باپ ہے دیا جائیگا اور یہ جواب بنا بر قول ایسے عالم کے ہے جو وارث کے ہونے کے ساتھ قرابت
کی ترجیح نہین اعتبار فرماتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ صنف سوم ذوی الارحام اور اسکی تین قسمین ہین اول اعیانی یعنی ایک
مان و باپ کے بھائیون کی بیٹیان و بہنون کی اولاد اور انکی اولاد کی اولاد اور دوم علاتی بھائیون کی بیٹیان و بہنون کی
اولاد اور انکی اولاد کی اولاد اور سوم اخیافی بھائیون اور بہنون کی اولاد اور اولاد کی اولاد۔ پس اگر قسم اول و دوم مین سے
ہون تو وہ مثل صنف اول کے ہین کہ درجہ مین یکسان ہوتے ہین اور نزدیکی میت و اولاد وارث تقسیم مین مثل صنف اول
کے انمین بھی اعتبار ہوگا اور اگر اسمین باہم مختلف ہون تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک تقسیم مین ابدان کا اعتبار ہوگا اور امام
محمد رح کے نزدیک ابدان کے ساتھ اُنکے اصول کے وصف کا اعتبار ہوگا یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ بہن کی دختر
بہ نسبت بہن کی دختر کی دختر کے مقدم و مستحق ہوگی اسواسطے کہ وہ میت سے زیادہ نزدیک ہے اور بھائی کے پسر کی دختر مقدم ہوگی
بہ نسبت بھائی کی دختر کی دختر کے اسواسطے کہ وہ وارث کی اولاد ہے ایک میت نے بہن کی بیٹی اور بہن کا بیٹا چھوڑا تو مال ترکہ
ان دونون مین مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ میت نے بھائی کے پسر کی دختر اور بھائی کی دختر کا پسر
اور بہن کی دختر کی دختر چھوڑی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک عدد ابدان کا اعتبار کیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک بہن کی دختر
کی دختر کو پانچوان حصہ اور بھائی کی دختر کے پسر کو چار پانچوین حصہ مین سے دو تہائی اور بھائی کے پسر کی دختر کو چار پانچوین حصہ
مین سے ایک تہائی ملیگا اور حقیقی بہن کا بیٹا ہے اور حقیقی بہن کی بیٹی ہے تو امام ابو یوسف رح ابدان کا اعتبار کرتے ہین اصول
کا اعتبار نہین کرتے ہین پس اُنکے نزدیک تہائی مال دختر بہن کو اور دو تہائی مال بہن کے پسر کو ملیگا۔ اور علاتی بھائی و بہنون
کی اولاد کا حال درصورتیکہ حقیقی بھائی و بہنون کی اولاد موجود نہو تو ایسا ہی حال ہے جیسا کہ حقیقی بھائی و بہنون کی اولاد کا ہوا ہے۔ یہ
خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اخیافی بھائی بہنون کی اولاد ہے یعنے تیسری قسم ہو تو مال اُنمین برابر تقسیم ہوگا اُنکے مرد و عورت یکسان
ہین باعتبار اُنکے اصول کے کہ اُنکے اصل کا بھی یہی حال ہے اور اسمین کچھ خلاف نہین ہے لیکن ایک شاذ روایت امام ابو یوسف رح سے

مروی ہو کہ مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے انمین ترکہ تقسیم کیا جائیگا اور اگر ذوی الارحام سب انواع کے موجود ہون اور
درجہ مین برابر ہون تو جسکی اصل وارث ہو وہ مقدم ہوگا پھر امام ابو یوسف رح کے نزدیک جو شخص حقیقی کی اولاد ہو وہ مقدم
ہوگا پھر جو شخص علاتی کی اولاد ہو وہ مقدم ہوگا پھر تیسرا مرتبہ اخیافی کی اولاد کا ہو اور امام محمد رح کے نزدیک مال ترکہ اُنکے اصول
پر تقسیم کرکے ہر ایک کی اصل کا حصہ اُسکی فرع کو منتقل کیا جائیگا اسکی مثال یہ ہو کہ متفرق انواع کے تین بہنون کی تین بیٹیان
ہین تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب مال حقیقی بہن کی دختر کو ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک حقیقی بہن کی دختر کو تین
پانچوین حصے ملینگے اور علاتی بہن کی دختر کو پانچوان حصہ اور اخیافی بہن کی دختر کو پانچوان حصہ ملیگا جیسا کہ اُنکے اصول کا فرض
حصہ ہو باعتبار فرض ورد کے ۔ اور ایک میت نے متفرق تین قسم کے بھائیون کی تین دختر چھوڑین تو امام ابو یوسف رح کے
نزدیک سب مال حقیقی بھائی کی دختر کو ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک اخیافی بھائی کی دختر کو چھٹا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی سب
مال حقیقی بھائی کی دختر کو ملیگا - ایک میت نے علاتی بہن کی دختر اور اخیافی بہن کی دختر چھوڑی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک
سب مال علاتی بہن کی دختر کو ملیگا اسواسطے کہ وہ اعلی درجہ مین ہو - اور امام محمد رح کے نزدیک بطریق فرض ورد کے دونون کے
اصول کے اعتبار پر پہلی کو تین چوتھائی اور دوسری کو چوتھائی مال ملیگا - میت کے حقیقی بہن کے دو پسر اور اخیافی بہن کی ایک
دختر ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب مال ہر دو پسر کو ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک حقیقی بہن کے دونون پسر مثل اپنی
مان کے مستحق ہین پس سب مال انمین پانچ حصہ ہو کر تقسیم ہوگا - اور انکی اولاد مثل انکے اصول کے ہوگی - اور جو انمین سے مدلی
بوارث ہو وہ در صورت سب کے اور باتون مین مساوی ہونے کے اولاء بوارث ہونے کی راہ سے مقدم ہوگا اسکی مثال یہ ہو
کہ اخیافی بھائی کے پسر کا پسر اور حقیقی بھائی کی دختر کا بیٹا اور علاتی بھائی کے پسر کی دختر ہو تو سب مال اسی دختر کو ملیگا اسواسطے کہ اسکا
باپ وارث ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو - صنف چہارم اگر انمین سے کوئی منفرد ہو تو وہ کل مال کا مستحق ہوگا اور یہ حکم تمام صناف
مین جاری ہو - اور اگر چند ہون اور اُنکی قرابت متحدہ ہو باینکہ سب ایک جنس کے ہون تو جو اقوی ہو وہ بالاجماع اولی ہوگا یعنے
جو از جانب مادر و پدر ہوگا وہ بہ نسبت اُسکے جو فقط باپ کی جانب سے ہو اولی و اقوی ہوگا اور جو از جانب پدر ہوگا وہ مان کی
جانب والے سے اولی و اقوی ہوگا خواہ مذکر ہون یا مونث ہون کذا فی الکافی - پھر وارث کا ولد اولی ہوگا - پس اگر دونون
مین سے ایک ولد وارث ہو لیکن اُسکی قرابت ایک ہی جہت سے ہو اور دوسرا اگرچہ ذوی الرحم کا ولد ہو لیکن اُسکی قرابت دو جہت
سے ہو تو صحیح یہ ہو کہ دو جہت کی قرابت والا اولی ہوگا اسکی مثال یہ ہو کہ باپ کی جانب سے چچا کے پسر کی دختر ہو اور حقیقی پھوپھی کے
پسر کا پسر ہو تو دوسرا اولی ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو - اور اگر چند ذکور و چند اناث مجتمع ہون اور اُنکی قرابت یکسان ہو تو مرد
کو عورت سے دوچند ملیگا مثلاً چچا و پھوپھی دونون از جانب مادر ہین یا ماموں و خالہ دونون از جانب مادر و پدر ہین یا دونون
از جانب پدر ہین یا دونون از جانب مادر ہین تو انمین مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے ترکہ تقسیم ہوگا اور اگر اُنکی قرابت مختلف
ہو مثلاً پھوپھی از جانب مادر و پدر ہو اور خالہ از جانب مادر ہو یا ماموں از جانب مادر و پدر اور پھوپھی از جانب مادر ہو تو انمین
ترکہ انکے اصول کے لحاظ سے تقسیم ہوگا کہ قرابت پدری والے کو دو تہائی ملیگا جو حصۂ پدر ہو اور مادری والے کو ایک تہائی ملیگا جو
حصۂ مادر ہو اور یہی حکم انکی اولاد مین ہوگا کہ میراث کے واسطے اولی وہ ہوگا جو میت سے زیادہ قریب ہو خواہ کسی جہت سے ہو
اور اگر قرابت مین سب برابر ہون اور اُنکی قرابت ایک ہی جنس کی ہو تو عصبہ کی اولاد اولی ہوگی جیسے چچا کی دختر اور پھوپھی کا بیٹا
جو دونون از جانب مادر و پدر ہین یا از جانب پدر ہین تو پورا مال چچا کی دختر کو ملیگا اور اگر دونون مین سے ایک از جانب مادر و پدر ہو

ف
مدلی اسم فاعل از ادلاء بمعنی نزدیکی حاصل کرنا ۱۲ منہ

جنمین ایک از جانب مادر و پدر ہی اور دوسری از جانب پدر ہی اور تیسری از جانب مادر ہی اور تین خالائین چھوڑین جنمین ایک از جانب مادر و پدر ہی اور دوسری از جانب پدر ہی اور تیسری از جانب مادر ہی تو کل مال ترکہ مین سے دو تہائی پھوپھیون کے واسطے اور ایک تہائی مال خالاؤن کے واسطے ہوگا پھر پھوپھیون کا دو تہائی مال فقط اُس پھوپھی کو ملیگا جو از جانب مادر و پدر ہی اور خالاؤن کا ایک تہائی مال فقط اُس خالہ کو ملیگا جو از جانب مادر و پدر ہی کیونکہ انھین دونون کی قرابت قوی ہی۔ ایک میت نے ایک خالا از جانب مادر و پدر اور ایک مامون از جانب مادر و پدر اور ایک پھوپھی از جانب مادر و پدر اور ایک پھوپھی از جانب پدر چھوڑی تو ترکہ مین سے دو تہائی مال اُس پھوپھی کو ملیگا جو از جانب مادر و پدر ہی کیونکہ اُسکی قرابت قوی ہی۔ اور باقی ایک تہائی مال از جانب مادر و پدر کی خالہ اور مامون کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا پس فرض مسئلہ تین سے اور اسکی تصحیح نو سے ہوگی۔ ایک میت نے مامون از جانب مادر و پدر کے دختر اور پھوپھی از جانب مادر کی دختر چھوڑی تو پھوپھی کے لڑکی کو دو تہائی مال ملیگا اور مامون کی لڑکی کو ایک تہائی مال ملیگا۔ ایک میت نے خالہ از جانب مادر و پدر کی دختر اور چچا از جانب مادر کی دختر چھوڑی تو چچا کی لڑکی کو دو تہائی اور خالہ کی لڑکی کو ایک تہائی ملیگی۔ اور اگر چچا از جانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر چھوڑی تو پورا مال چچا کی دختر کو ملیگا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے اولی ہی۔ اور اگر پھوپھی از جانب پدر کی دختر اور پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر چھوڑی تو پورا مال پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر کو ملیگا کیونکہ اُسکی قرابت قوی ہی۔ اور اگر خالہ از جانب مادر و پدر کی دختر اور خالہ از جانب پدر کی دختر چھوڑی تو سب مال خالہ کی دختر کو ملیگا کیونکہ اُسکی قرابت قوی ہی یہ کافی مین ہی۔ اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جاننا چاہیے کہ پھوپھیون اور ماموون اور خالاؤن کی اولاد مین سے جو اقرب ہو وہ استحقاق میراث مین بعید سے مقدم ہوتا ہی خواہ جہت ایک ہی ہو یا مختلف ہو اور قریب و بعید کا تفاوت باعتبار پشت کے ہوتا ہی پس جسکی ایک ہی پشت ہو وہ ایسے شخص سے جو دوسری پشت مین ہو نزدیک ہوگا اور دوسری پشت والا باعتبار تیسری پشت والے کے قریب ہوگا اور اسکا بیان یہ ہی کہ اگر ایک میت نے خالہ کی دختر اور خالہ کی دختر کی دختر یا خالہ کے پسر کی دختر یا خالہ کے پسر کا پسر چھوڑا تو سب مال میراث خالہ کی دختر کو ملیگا اسواسطے کہ وہ ایک درجہ نزدیک ہی اسی طرح اگر پھوپھی کی بیٹی اور خالہ کی بیٹی کی بیٹی چھوڑی تو مال میراث پھوپھی کی بیٹی پاویگی اسواسطے کہ وہ ایک درجہ قریب ہی اگرچہ دونون مختلف جہتون سے ہین اور اگر پھوپھی کی بیٹیان چھوڑین اور اُنکے ساتھ خالہ کی ایک دختر چھوڑی تو پھوپھی کی بیٹیون کو دو تہائی ملیگا اور خالہ کی ایک دختر کو ایک تہائی ملیگا۔ اور اگر انمین بعض کی دو قرابتین ہوان اور بعض کی ایک ہی قرابت ہو تو در صورت اختلاف جہت کے اسوجہ مذکور سے ترجیح نہین ہوسکتی ہی اور اگر جہت ایک ہی ہو تو جو از جانب پدر ہی وہ مادر کی جانب والے سے اولی ہوگا خواہ مذکر ہو یا مونث ہو اور اسکا بیان یہ ہی کہ میت نے متفرق تین تین پھوپھیون کی تین بیٹیان چھوڑین تو سب مال پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر کو ملیگا اگر متفرق تین خالاؤن کی تین بیٹیان چھوڑین تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اُسنے خالہ از جانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر چھوڑی تو پھوپھی کی دختر کو دو تہائی اور خالہ کی دختر کو ایک تہائی ملیگا۔ اور نیز اگر دونون مین سے ایک اولاد عصبہ یا اولاد صاحب فرض ہو تو ایک جہت ہونے کی صورت مین عصبہ یا صاحب فرض کا فرزند مقدم ہوگا اور جہت مختلف ہونے کی صورت مین اس امر مذکور کی وجہ سے ترجیح نہین

ہو سکتی ہو بلکہ میت سے نزدیک ہونے کا اعتبار کیا جائیگا اور اسکا بیان یہ ہو - کہ میت سنے چچا از جانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی کی دختر چھوڑی تو سب مال چچا کی دختر کو ملیگا اسواسطے کہ وہ فرزند عصبہ ہو اور اگر اُسنے چچا کی دختر اور ماموں یا خالا کی دختر چھوڑی تو چچا کی دختر کو دو تہائی اور خالا یا ماموں کی دختر کو ایک تہائی ملیگا اسواسطے کہ اس صورت مین جہت مختلف ہو پس فرزند عصبہ ہونے کی وجہ سے ترجیح نہوگی اور یہ حکم ابن ابی عمران نے امام ابو یوسف رہ سے روایت کیا ہو ولیکن ظاہر المذہب کے موافق فرزند عصبہ مقدم ہوگا خواہ جہت مختلف ہو یا متحد ہو اسواسطے کہ فرزند عصبہ وارث میت سے بہت متصل ہو پس گویا وہ میت سے بہت متصل ہو - اور اگر ان ذوی الارحام مین سے چند آدمی میت کی ماں کی جانب سے ماموں یا خالاؤں کی بیٹیاں موجود ہوں اور چند آدمی باپ کی جانب سے چچا اور پھوپھیوں از جانب مادر کی بیٹیاں موجود ہوں تو مال ترکہ دونوں فریق مین تین تہائی تقسیم کیا جائیگا خواہ ہر جانب سے دو قرابت والی ہوں یا ایک ہی جانب سے ایک قرابت والی ہوں پھر جو کچھ ہر فریق کو ملا ہو وہ اُس فریق والوں مین تقسیم ہوگا پھر اُس فریق مین جو دو قرابت والی ہوں اُنکو ایک قرابت والی پر ترجیح دیجائیگی اور نیز اسمین جو باپ کی طرف سے قرابت والا ہو اُسکو ماں کی طرف سے قرابت والے پر ترجیح ہوگی اور اگر قرابت مین سب برابر ہوں تو امام ابو یوسف رہ کے دوسرے قول کے موافق اُنکے ابدان کے اعتبار سے اُنمین مال تقسیم کیا جائیگا اور امام محمد رہ کے نزدیک اُنکے اصول مین جہان پہلا اختلاف پڑا ہو اُسکے اعتبار سے مال تقسیم ہوگا اور یہ امام ابو یوسف رہ کا پہلا قول ہو اور اسکا بیان یہ ہو کہ میت نے ایک پسر خالہ اور ایک دختر خالہ چھوڑی تو ان دونوں مین مال ترکہ مرد کو عورت کے دوچند کے حساب سے باعتبار ابدان کے تقسیم ہوگا اسواسطے کہ ان دونوں کی اصل متفق ہو یعنے دونوں خالا کی اولاد ہین اور اُسنے ماموں کی دختر اور خالہ کا پسر چھوڑا تو امام ابو یوسف رہ کے دوسرے قول کے موافق خالہ کے پسر کو دو تہائی اور ماموں کی دختر کو ایک تہائی ملیگا اور امام محمد رہ کے قول کے موافق اسکے برعکس ہو - اور اگر پھوپھی کا لڑکا اور پھوپھی کی لڑکی چھوڑی تو ان دونوں مین مال ترکہ مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر پھوپھی کا بیٹا اور چچا کی بیٹی چھوڑی پس اگر چچا از جانب مادر و پدر یا از جانب پدر ہو تو اُسکی دختر سب ترکہ پاویگی اسواسطے کہ عصبہ کی بیٹی ہو اور پھوپھی کا بیٹا فرزند عصبہ نہین ہو اور اگر چچا از جانب مادر ہو تو بنا بر دوسرے قول امام ابو یوسف رہ کے مال ترکہ ان دونوں مین موافق اُنکے ابدان کے تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی پھوپھی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی چچا کی دختر پاویگی اور امام محمد رہ کے نزدیک ان دونوں کی اصل کا اعتبار کر کے مال ترکہ اسکے برعکس تقسیم ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ پھوپھی از جانب مادر کا بیٹا ہو اور اگر پھوپھی از جانب مادر و پدر کا بیٹا ہو تو وہ سب مال کا مستحق ہوگا اسواسطے کہ اُسمین دو قرابتین ہین اسی طرح اگر پھوپھی از جانب پدر کا بیٹا ہو تو بھی یہی حکم ہو اسواسطے کہ وہ بقرابت پدر نزدیک ہوا ہو اور عصبہ ہونے کی راہ سے جو استحقاق ہوتا ہو اُسمین قرابت پدری کو قرابت مادری پر تقدیم و ترجیح ہوتی ہو اور اگر میت نے خالا اپنی مادر کی یا ماموں اپنی مادر کا چھوڑا تو میراث اُسی کو ملیگی بشرطیکہ اُسکے ساتھ کوئی اور نہو اور اگر دونوں کو چھوڑا تو مال ترکہ دونوں کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے باعتبار ابدان کے تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر میت نے ماں کی خالا اور ماں کی پھوپھی چھوڑی تو ابو سلیمان نے ہمارے اصحاب سے روایت کی ہو کہ مال دونوں مین تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین دو تہائی پھوپھی کو اور ایک تہائی خالا کو ملیگا پھر ظاہر الروایۃ کے موافق اسمین کچھ فرق نہین ہو کہ دونوں مین سے ہر ایک یا ایک کے واسطے دو قرابتین ہوں اور دوسرے کے واسطے ایک ہی قرابت ہو - اور اگر میت نے باپ کی پھوپھی اور باپ کا چچا چھوڑا تو سب مال باپ کے چچا کو ملیگا بشرطیکہ چچا از جانب مادر و پدر یا از

جانب پدر ہو کیونکہ وہ عصبہ ہوگا اور اگر چچا از جانب مادر ہو تو مال دونون مین تین تہائی موافق ابدان کے تقسیم ہوگا یہ امام ابو یوسف
کا دوسرا قول ہے اور موافق اصل کے بنا بر پہلے قول کے تقسیم ہوگا اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر باپ کی پھوپھی اور باپ کی خالا ہو تو بموجب
روایت ابو سلیمان کے مال ترکہ ان دونون مین مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر ہر دو فریق مجتمع ہون
یعنے باپ کی پھوپھی اور باپ کی خالا اور مان کی پھوپھی اور مان کی خالا تو باپ والے فریق کو دو تہائی اور مان والے فریق کو ایک
تہائی ملیگا پھر جو مال ہر فریق کے حصہ مین پڑا ہو وہ اُس فریق کے درمیان اسی طرح تقسیم ہوگا جیسے پورے مال کی تقسیم سابق
مین مذکور ہوئی ہے اور اختلاف جہت ہونے کی صورت مین ایک کی دو قرابت والے ہونے اور دوسرے کی ایک ہی قرابت
والے ہونے کی وجہ سے تقسیم مال مین کچھ فرق نہوگا لیکن ہر فریق کے درمیان اُسکے حصہ کا مال تقسیم کرنے مین دو قرابت والی کو
ترجیح دیجائیگی جیسے کہ ہمنے صورت مذکورہ سابقہ مین بیان کیا ہے اور ان لوگون کی اولاد کی میراث پانے کا حال بمنزلہ ان لوگون
کے ہے لیکن اپنی اولاد کے ساتھ ان لوگون کا موجود ہونا شرط ہے اور اگر انمین سے کوئی موجود ہوا تو اُسکی اولاد کو کچھ نہ ملیگا
حتے کہ میت کی پھوپھیان اور خالاؤن مین سے کسی پھوپھی یا خالا کے موجود ہونے کی صورت مین اُسکی اولاد کو کچھ نہین ملتا ہے اور
اس جنس مین ایک ایسا شخص متصور ہو سکتا ہے جسکے واسطے دو قرابتین ہون اور اسکا بیان یہ ہے کہ ایک عورت کا ایک مادری
بھائی ہے اور ایک پدری بہن ہے پھر اُسکے اس مادری بھائی نے اُسکے اس پدری بہن سے نکاح کیا اور ان دونون سے ایک
لڑکا پیدا ہوا پھر یہ لڑکا مر گیا تو یہ عورت مذکورہ اس لڑکے کی خالا از جانب پدر ہے اور نیز اس لڑکے کی پھوپھی از جانب مادر ہے یہ
مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہے

آٹھوان باب - حساب فرائض کے بیان مین - سہام مقدرہ چھ ہین چھٹا و تہائی و دو تہائی اور یہ سب ایک جنس ہین
اور آٹھوان و چوتھائی و آدھا یہ سب ایک جنس ہین اور ان سہام مین سے ہر سہم کا ایک مخرج ہے پس آدھا تو دو سے
نکلتا ہے اور آدھے کے سوا ہر سہم اپنے نام سے نکلتا ہے چنانچہ آٹھوان آٹھ سے اور چوتھائی چار سے اور تہائی اور دو تہائی
تین سے اور چھٹا حصہ چھ سے نکلتا ہے پس اگر چوتھائی ایک جنس کا دوسری جنس کے سب کے ساتھ یا بعض کے ساتھ جمع ہوا ہو
تو اُسکی اصل بارہ سے ہوگی اور اگر آٹھوان دوسری جنس کے سب یا بعض کے ساتھ جمع ہوا تو اصل مسئلہ چوبیس سے ہوگا
یہ محیط مین ہے - اور اگر آدھا حصہ دوسری جنس کے سب یا بعض کے ساتھ مجتمع ہوا تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا یہ خزانۃ المفتین
مین ہے - اور جب فریضہ صحیح ہوا یعنی ہر فریق کے سہام تقسیم ہوگئے تو پھر ضرب دینے کی کوئی حاجت نہین ہے اور اگر کسر واقع ہوئی
تو جن نفر وارثون مین کسر واقع ہوئی ہے اُنکی تعداد کو اصل مسئلہ مین ضرب دے اور اُنکا عول کر دے اگر وہ معول ہوتا ہو
پس جو حاصل ہو اُس سے مسئلہ صحیح ہو جائیگا اسکی مثال یہ ہے کہ میت نے ایک جورو اور دو بھائی چھوڑے پس اصل مسئلہ چار سے
ہوا کہ جسکا چوتھائی ایک سہم عورت کو ملا اور تین سہام باقی رہے جو دو بھائیون پر پورے تقسیم نہین ہوتے ہین اور تین اور
دو مین توافق نہین ہے پس دو کو چار مین ضرب دیدے تو مسئلہ آٹھ ہو جائیگا پس اس سے سب سہام صحیح نکل آوینگے اور
اگر اُنکے سہام اور تعداد مین توافق ہو تو وفق سے جو عدد نکلتا ہے اُسکو اصل مسئلہ مین ضرب دینا چاہیے اسکی مثال یہ ہے
کہ میت نے ایک جورو اور چھ بھائی چھوڑے پس جورو کو چوتھائی یعنے چار مین سے ایک دیدیا جائیگا اور تین باقی رہے جو چھ
بھائیون پر پورے تقسیم نہین ہو سکتے ہین مگر تین مین اور چھ مین توافق بثلث ہے پس ان وارثون کا عدد وفق (یعنے دو کو) اصل
مسئلہ یعنے چار مین ضرب دیا جائے پس آٹھ ہونگے تو اُس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی کہ جورو کا ایک سہم دو مین ضرب کیا جائیگا

تو اُسکے واسطے دو سہام ہونگے اور بھائیون کے تین سہام دو مین ضرب کیے جائینگے تو چھ ہونگے پس ہر ایک کے واسطے ایک سہم ہوگا مثال دیگر میت نے ایک جورو اور ایک مان و باپ سے چھ بھائی اور تین بہنین چھوڑین پس اصل مسئلہ چار سے ہوگا پس جورو کو ایک سہم ملیگا اور باقی تین سہم رہے جو پندرہ پر پورے تقسیم نہین ہوتے ہین لیکن تین اور پندرہ مین موافقت بثلث ہے پس پندرہ یعنی تہائی یعنے پانچ کی طرف رجوع کریگا پس اس پانچ کو اصل مسئلہ چار مین ضرب دے کہ بیس ہو جائینگے کہ جس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی - اور دو فریق وارثون کے سہام مین کسر واقع ہوئی پس ہر فریق کے سہام و عدد وارثان مین موافقت دیکھنا چاہیے پھر ہر دو عدد کو دیکھنا چاہیے پس اگر دونون متماثل ہون تو ایک کو اصل مسئلہ مین ضرب دینا چاہیے اور اگر دونون متداخل ہون یعنے دونون مین تداخل ہو تو جو عدد فریق دونون مین سے زیادہ ہو اُسکو ضرب دینا چاہیے اور اگر دونون مین توافق ہو تو دونون کا عدد وفق نکالکر اُسکو انمین سے ایک مین ضرب دیا جاوے اور حاصل ضرب کو اصل مسئلہ مین ضرب دینا چاہیے اور اگر دونون مین تباین ہو تو ایک کو دوسرے مین ضرب دیکر پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ مین ضرب دینا چاہیے اسکی مثال یہ ہے کہ تین چچا اور تین دختر چھوڑین پس اصل مسئلہ تین سے ہوا جسمین سے دو تہائی دخترون کا حصہ ہوا یعنے دو سہام اور ایک باقی رہا وہ چچاؤن کا حصہ ہوا لیکن ہر دو فریق کے حق مین کسر واقع ہوئی اور دونون عدد مین تماثل ہے پس ایک کے عدد (۳) کو اصل مسئلہ (۳) مین ضرب دیا جاوے کہ (۹) ہوے پس اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی مثال دیگر پانچ جدات اور پانچ بہنین حقیقی اور ایک چچا چھوڑا پس اصل مسئلہ چھ سے ہوگا اور اعداد و سہام مین موافقت نہین ہے لیکن اعداد متماثل ہین پس ایک کو یعنے (۵) کو اصل مسئلہ (۶) مین ضرب دیا جاوے تو (۳۰) ہوے اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی مثال دیگر ایک جدہ اور چھ بہنین حقیقی اور نو بہنین اخیافی یعنے از جانب مادرین اصل مسئلہ (۶) سے ہوا اور اسکا عول (۷) سے ہوا جسمین سے جدہ کا ایک سہم ہوا اور اخیافی بہنون کے (۲) دو سہام ہوے اور انمین موافقت نہین ہے اور حقیقی بہنون کے واسطے (۴) سہام ہین اور انکی تعداد و سہام مین توافق بالنصف ہے پس اسکی تعداد نے نصف کی طرف رجوع کیا تو (۳) ہوے اور ۳ اور ۹ مین تداخل ہے پس ۹ کو اصل مسئلہ ۷ مین ضرب دیا جاوے کہ (۶۳) ہوے پس اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی مثال دیگر - دختر و چھ جدات و چار دختران پسر و چچا چھوڑا اور اصل مسئلہ (۶) سے ہے ولیکن سہام و اعداد وارثان مین توافق نہین ہے لیکن اعداد ورثہ مین باہم توافق ہے کیونکہ ۶ اور چار ہین جنمین توافق بالنصف ہے پس ایک کے نصف کو دوسرے مین ضرب دیا جاوے تو ۱۲ ہوے پھر ۱۲ کو اصل مسئلہ مین ضرب دیا جاوے تو ۷۲ ہوے پس اس سے تصحیح ہوگی - مثال دیگر زوجہ و سولہ اخیافی بہنین اور پچیس چچا جسمین چوتھائی و تہائی و باقی کی ضرورت ہے پس اصل مسئلہ بارہ سے ہوا اور بہنون کے سہام اور انکی تعداد مین توافق بربع ہے پس سولہ نے چوتھائی کی طرف رجوع کیا تو ۴ ہوے اور چچاؤن اور اُنکے سہام مین توافق بخمس ہے پس پچیس راجع بجانب ۵ ہوا اور چار و پانچ مین موافقت نہین ہے پس انکو باہم ضرب دینا چاہیے تو (۲۰) ہوے پس اُسکو اصل مسئلہ مین ضرب دیا تو (۲۴۰) ہوے اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی - اور اگر تین فریق یا زیادہ مین کسر واقع ہوئی تو بھی اسی طرح سے پہلے سہام اور عدد وارثان مین توافق دیکھنا چاہیے پھر عددون بعضون مین توافق دیکھنا چاہیے پھر اُسی طور سے کرنا چاہیے جیسا کہ دو فریق مین کسر واقع ہونے مین کیا ہے یعنے تداخل و تماثل و توافق و تباین کی نسبتین لحاظ کرنی چاہیے ہین اور چار فریق سے زیادہ مین کسر واقع ہونا فرائض مین متصور نہین ہے اور فریقون و اُنکے سہام مین

دینے سے جو حاصل ہوتا ہی اُسکو جزء السہم کہتے ہین پس اُسکو اصل مسئلہ مین ضرب دینا چاہیے - اسکی مثال یہ ہی کہ چار زوجہ اور تین جدات اور بارہ چچا چھوڑے پس اصل مسئلہ ۱۲ سے سب زوجہ کو چوتھائی کے ۳ سہام سب جدات کے چھٹا حصہ ۲ سہام اور چچاؤن کے باقی سات سہام ہوے اور ظاہر ہی کہ اعداد و سہام مین موافقت نہین ہی و لیکن باہم اعداد متداخل ہین پس سب سے بڑا جو عدد ہی یعنے ۱۲ کو اصل مسئلہ مین ضرب دیا تو (۱۴۴) ہوے پس اس سے تصحیح ہوگی پس زوجات کے ۳ کو بارہ مین ضرب دیا ۳۶ ہوے پس ہر جورو کے واسطے ۹ ہوے اور جدات کے ۲ کو بارہ مین ضرب دیا (۲۴) ہوے کہ ہر ایک جدہ کے واسطے ۸ ہوے اور چچاؤن کے واسطے ۷ تھے انکو بارہ مین ضرب دیا تو ۸۴ ہوے کہ ہر ایک چچا کے واسطے ۷ ہوے - مثال دیگر چھ جدات - نو دختر - پندرہ چچا چھوڑے پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوا پس جدات کے واسطے ۱ سہام جو تقسیم نہین ہو سکتا ہی اور نہ موافقت ہی اور دخترون کے ۴ بھی ایسے ہی ہین اور چچاؤن کا ایک سہم وہ بھی ایسا ہی ہی و لیکن اعداد وارثان مین باہم توافق ہی پس جدات کی تہائی یعنے دو کو تعداد دختران یعنے ۹ مین ضرب دیا تو ۱۸ ہوے پھر اسکے فریق کو یعنے ۶ کو تعداد چچا یعنے ۱۵ مین ضرب دیا تو ۹۰ ہوے پھر ۹۰ کو اصل مسئلہ ۶ مین ضرب دیا تو (۵۴۰) ہوے پس اس سے تصحیح ہوگی - مثال دیگر دو زوجہ اور دس جدات اور (۲۰) بہنین اخیافی اور ۳۰ چچا چھوڑے پس اصل مسئلہ ۱۲ سے جسمین سے ہر دو زوجہ کو چوتھائی کے ۳ ملے جو منقسم نہین ہوتے ہین اور نہ موافقت ہی اور جدات کو چھٹے حصہ کے دو سہام ملے جو منقسم نہین ہو سکتے ہین لیکن دونون مین موافقت بالنصف ہی پس یہ اپنے نصف کی طرف راجع ہوے پس ۵ ہوے اور بہنون کو تہائی کے چار ملے وہ بھی نہین منقسم ہوتے ہین و لیکن دونون مین توافق بربع ہی پس اپنی چوتھائی کی طرف رجوع کیا تو ۱۰ ہوے اور چچاؤن کے واسطے باقی یعنے ۳ ہی مگر تقسیم نہین ہو سکتا ہی اور نہ توافق ہی و لیکن پانچ اور دس دونون ۲۰ مین داخل ہین یعنی باہم تداخل ہی - پس بیس کو اصل مسئلہ مین ضرب دینا چاہیے تو بیس کو ۱۲ مین ضرب دینے سے ۲۴۰ ہوے جس سے تصحیح ہوگی - مثال دیگر - ۴ زوجہ ۱۵ جدہ - ۱۸ دختر - ۶ چچا چھوڑے پس اصل مسئلہ ۲۴ سے پس زوجات کو آٹھوین حصہ کے ۳ کہ تقسیم نہین ہو سکتے ہین اور نہ توافق ہی اور جدات کو چھٹے حصہ کے ۴ وہ بھی ایسے ہی ہین اور دخترون کو دو تہائی کے ۱۶ مگر انمین توافق بالنصف ہی پس اسنے نصف کی جانب رجوع کیا تو ۹ ہوے اور چچاؤن کے واسطے ایک سہم رہا اب ہمارے پاس جو اعداد ہین وہ یہ ہین ۴ و ۱۵ و ۹ و ۶ پس ۶ اور ۹ مین توافق بالثلث ہی پس ایک کی تہائی کو دوسرے مین ضرب دیا تو ۱۸ ہوے پس اسمین اور ۱۵ مین توافق بالثلث ہی پس ایک کی تہائی کو دوسرے مین ضرب دیا تو ۹۰ ہوے اور اسمین اور چار مین توافق بالنصف ہی پس دو کو ۹۰ مین ضرب دیا تو ۱۸۰ ہوے پس اسکو اصل مسئلہ ۲۴ مین ضرب دیا تو ۴۳۲۰ ہوے پس اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی - مثال دیگر دو زوجہ اور دس دختر اور ۶ جدات اور سات چچا چھوڑے اصل مسئلہ ۲۴ سے پس ہر دو زوجہ کو آٹھوان حصہ ۳ ملے جو تقسیم نہین ہو سکتے ہین اور نہ توافق ہی اور دخترون کو دو تہائی مین ۱۶ ملے جسمین توافق بالنصف ہی پس اُسنے نصف یعنی پانچ کی طرف رجوع کیا اور جدات کے واسطے چھٹے حصہ مین ۴ ملے اسمین بھی توافق بالنصف ہی پس اسنے ۳ کی طرف رجوع کیا اور چچاؤن کے واسطے باقی ایک سہم رہا اب ہمارے پاس ۲ اور ۵ اور ۳ اور ۷ ہی اور ان سب مین باہم تباین ہی پس دو کو پانچ مین ضرب دیا تو ۱۰ ہوے اسکو ۳ مین ضرب دیا تو ۳۰ ہوے اسکو سات مین ضرب دیا تو ۲۱۰ ہوے پھر اسکو اصل مسئلہ ۲۴ مین ضرب دیا تو ۵۰۴۰ ہوے اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی

یا تعداد چچا ۱۵ کے وفق تین کو اسمین ضرب دیا تو بھی ۹۰ ہوے ۱۲ منہ

یہ اختیار شرح مختار میں ہے مثال دیگر ۵ بہنیں علاتی اور تین بہنیں اخیافی اور ستّات جدات اور چار زوجات چھوڑیں تو اصل
مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۷ سے ہوا پس علاتی بہنوں کو دو تہائی کے ۸ ملے جو انپر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے اور اخیافی
بہنوں کو تہائی کے ۴ ملے جو انپر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے اور جدات کو چھٹے حصہ کے دو سہام ملے جو انپر تقسیم
نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے اور زوجات کو چوتھائی کے ۳ ملے جو انپر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے پھر پانچ میں
اور تین میں توافق نہیں ہے پس ضرب دینے سے ۱۵ ہوئے اور ۱۵ اور چار میں توافق نہیں ہے پس ضرب دینے سے ساٹھ ہوئے
اور ۶۰ اور ستّات میں توافق نہیں ہے پس باہم ضرب دینے سے ۳۶۰ ہوئے پھر اسکو اصل مسئلہ ۱۷ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب
۶۱۲۰ ہوئے پس اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی یہ تبیین میں ہے۔

نواں باب - توافق و تماثل و تداخل و تباین کے پہچاننے کے بیان میں - واضح ہو کہ ہر دو عدد ان چار قسموں سے خالی
نہیں ہو سکتے ہیں یعنی یا تو متماثل ہونگے یا متداخل ہونگے یا متوافق ہونگے یا متباین ہونگے پس متماثل وہ دو عدد ہیں جو باہم
برابر ہوں جیسے تین تین اور پانچ پانچ اور یہ بات بالبداہتہ معلوم ہوتی ہے اور متداخل وہ دو عدد ہیں جن دونوں میں سے
ایک دوسرے کا جزو ہو اور چھوٹا بڑے کے نصف سے زائد نہوگا جیسے ۳ اور ۹ - اور جیسے ۴ و ۱۲ پس ۹ کی ۳ تہائی ہے
اور ۱۲ کا چار تہائی ہے اور ۸ کا چار آدھا ہے اور اسی طرح ۶ کا ۳ نصف ہے اور اسکے پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ جو عدد دونوں میں سے
بڑا ہے اسمیں جو عدد کم ہے وہ ساقط کیا جاوے پس اگر ساقط کرتے کرتے اور طرح دیتے دیتے بڑا بالکل فنا ہو جاوے تو یہ دونوں
عدد متداخل ہونگے جیسے پانچ اور بیس یا چار و بیس کہ اگر بیس میں سے پانچ کو چار دفعہ طرح دیا اور نیز چار کو بیس میں سے
پانچ مرتبہ طرح دیا تو بیس بالکل فنا ہو گیا پس یہ دونوں متداخل ہیں یا یوں کہنا چاہیے کہ دو عدد جنمیں سے اگر بڑا چھوٹے
پر پورا تقسیم ہو جاوے تو وہ دونوں متداخل ہیں جیسے مثال مذکورۂ بالا میں اگر بیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو چار حصے پورے
پورے نکلینگے اسی طرح اگر چار پر تقسیم کیا تو پانچ حصے پورے پورے نکلینگے اور متوافق وہ دو عدد ہیں کہ کوئی دوسرے کو فنا
نکرے اور نہ کوئی دوسرے پر پورا تقسیم ہو جاوے ولیکن دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے پس یہ دونوں متوافق ہونگے اور
جس عدد سے دونوں فنا ہوتے ہیں اُسی کے جزو کے حساب سے دونوں میں توافق کی نسبت ہوگی جیسے ۸ اور ۱۲ کہ ان
دونوں کو ۴ فنا کرتا ہے پس ان دونوں میں توافق بالربع ہے اسی طرح ۱۵ اور ۲۵ - کہ دونوں کو پانچ فنا کرتا ہے پس دونوں میں
توافق بخمس ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو عددوں کو کئی عدد فنا کرتے ہیں جیسے ۱۲ و ۱۸ کہ انکو ۶ بھی فنا کرتا ہے اور ۳ اور ۲
بھی پس جزو وفق سب سے بڑے فنا کرنے والے عدد کے حساب سے لیا جاوے تاکہ ضرب کرنے میں اختصار ہو اور
حساب میں آسانی ہو اور توافق کے پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ ایک کو دوسرے سے برابر گھٹایا جاوے پس آخر میں جو عدد باقی
رہے اُسی سے جزو موافقت لیا جاوے جیسے ۱۵ و ۲۵ میں ہے کہ جب ۲۵ میں سے ۱۵ گھٹایا گیا تو ۱۰ رہے اور جب ۱۵ میں
سے ۱۰ گھٹانے لگے تو ۵ رہے اور جزو موافقت پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ واحد کو اس عدد باقی کی طرف نسبت کیا جاوے پس جو
اس عدد کا حصہ ہوتا ہو وہی جزو موافقت ہے چنانچہ مثال مذکورہ میں پانچ رہے ہیں پس ان پانچ کی طرف ایک کو نسبت
کیا تو ایک اُسکا پانچواں حصہ ہے پس معلوم ہوا کہ ۱۵ - ۲۵ میں توافق بخمس ہے - اور اگر ہر دو عدد کا فنا کرنے والا دس سے زیادہ
ہو جیسے ۲۶ و ۳۹ میں ہے کہ انکا عدد مفنی ۱۳ ہے یا جیسے ۲۲ و ۳۳ کہ انکا عدد مفنی ۱۱ ہے اور جیسے ۳۴ - اور ۵۱ کہ انکا مفنی
۱۷ ہے تو نظر کرنا چاہیے کہ اگر فنا کرنے والا عدد فرد مفرد ہو اور عدد فرد مفرد اسکو کہتے ہیں جسکا جزو صحیح نہو یعنی وہ ایسے دو عدد ہوں

سے مرکب نہو جنکے باہم ضرب دینے سے یہ عدد حاصل ہو جیسے گیارہ تو یون کہنا چاہیے کہ انمین توافق گیارھوین جزو کے ساتھ ہی
اسواسطے کہ سوائے اسکے اور طور سے اسکی تعبیر نہین ہوسکتی ہی اور اگر اسمین توافق ایسے عدد سے ہو جو زوج ہی جیسے ٣٦ و ٥٤
مین ١٨ یا فرد مرکب ہو اور فرد مرکب وہ ہی جسکے دو جزو صحیح یا زیادہ ایسے نکلتے ہون جنکے باہمی ضرب سے یہ عدد حاصل ہوتا ہو جیسے
١٥ کہ ٣ اور ٥ اسکے دو جزو صحیح ہین کہ ایک اسکا پانچوان حصہ ہی اور دوسرا اسکا تیسرا حصہ ہی اور ایسا عدد فرد مرکب کہلاتا ہی
کہ یہ ٣ و ٥ دو عددون کے باہمی ضرب سے مرکب ہی پس ایسی صورت مین تعبیر جزو وفق کے واسطے چاہیے اسی طور سے کہ
جیسے فرد مفرد مین مذکور ہوا ہی یعنی توافق دونون پندرھوین یا اٹھارھوین جزو کے ساتھ ہی اور چاہیے واحد کو اسکے دو ٹکڑون
کی طرف منسوب کرکے ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کرے مثلاً پندرہ مین کہے کہ توافق ثلث الخمس ہی اور اٹھارہ مین کہے
کہ توافق ثلث السدس ہی اور باقی پر اسکے نظائر کو قیاس کرنا چاہیے اور متباین وہ عدد ہین کہ جو متماثل نہون اور متداخل
نہون اور سوائے ایک کے انکو کوئی عدد فنا نکرسکے جیسے ٥ اور ٢ یا ٣ اور ٩ یا ١١ اور ٤ اور نیز اسکے مانند سمجھ لینا چاہیے
یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور جبکہ ان طریقون سے جو ہمنے بیان کیے ہین مسئلہ کی تصحیح ہوگئی پھر یہ قصد ہوا کہ ہر فریق کا حصہ اس
تصحیح سے نکالکر معلوم کیا جاوے تو چاہیے کہ جس عدد سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا ہی اُس سے ہر فریق کے اُس حصہ کو جو اُسکو اصل
مسئلہ سے پہونچا ہی ضرب کرے پس حاصل ضرب اس فریق کا حصہ ہوگا اور ہر وارث کا حصہ پہچاننے کا یہ طریقہ ہی کہ اسکے سہام
اسی عدد مین ضرب کرے جسمین اصل مسئلہ کو ضرب کیا ہی پس حاصل ضرب اس وارث کا حصہ ہوگا اسکی مثال یہ ہی کہ ٤
زوجہ اور ٦ بہنین حقیقی اور ١٠ چچا ہین پس اصل مسئلہ ١٢ سے ہوا جسمین سے سب چارون زوجہ کو ٣ سہام ملے جو تقسیم نہین
ہوسکتے ہین اور نہ انمین توافق ہی اور بہنون کے واسطے دو تہائی کے ٨ ہوے جو تقسیم نہین ہوسکتے ہین ولیکن انمین توافق
ہی اور توافق بالنصف ہی پس ٣ کی طرف راجع ہوے اور چچاؤن کے واسطے ایک ہی پس اعداد ٤ و ٣ و ١٠ ہین اور ٤ و ١٠ مین
توافق بالنصف ہی پس ایک کے نصف کو دوسرے مین ضرب دیا تو ٢٠ ہوے پھر ٢٠ کو ٣ مین ضرب دیا تو ٦٠ ہوے پس
اسکو اصل مسئلہ ١٢ مین ضرب دیا تو ٧٢٠ ہوئے اسی سے تصحیح ہوگی پھر اگر تو نے ارادہ کیا کہ ہر فریق کا حصہ دریافت کرے تو
ہم کہتے ہین کہ زوجات کے ٣ سہام تھے انکو ٦٠ سے ضرب دیا جس سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا ہی تو ١٨٠ ہوے اور بہنون کے
٨ تھے انکو ٦٠ مین ضرب دیا تو ٤٨٠ ہوے اور چچاؤن کا ایک سہم تھا اسکو ٦٠ مین ضرب دیا تو ٦٠ ہوے پھر اگر چاہا کہ ہر وارث
کا حصہ دریافت کرے تو ہر زوجہ کے واسطے تین چوتھائی سہم تھا اسکو ٦٠ مین ضرب دیا تو ٤٥ ہوے اور ہر دختر کے واسطے
ایک سہم و ایک تہائی سہم تھا اسکو ٦٠ مین ضرب دیا تو ٨٠ ہوے اور ہر چچا کے واسطے سہم کا دسوان حصہ تھا تو اسکو ٦٠ مین
ضرب دینے سے ٦ حاصل ہوے پس یہ بیان تصحیح مسائل اور شناخت حصہ ہر فریق و ہر وارث تھا پس اسی پر اسکے امثال
کو قیاس کرنا چاہیے اور چند طریقے ظاہر کردیے گئے ہین انھین کے موافق عمل کرنا چاہیے انشاء اللہ تعالی ہمیشہ مقصود حاصل
ہوگا اور دوسرا طریقہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ ہی کہ جس عدد سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا ہی اسکو جس فریق
کی تعداد پر چاہے تقسیم کرے جو حاصل تقسیم آوے اسکو اس فریق کے سہام مین جو باعتبار اصل مسئلہ کے حاصل ہوے
ہین ضرب کرے پس حاصل ضرب اس فریق کے ایک وارث کا حصہ ہوگا۔ چنانچہ مثال مذکورۂ بالا مین جس عدد کو ضرب
دیا ہی وہ ٦٠ ہی اور زوجات کے عدد چار ہین پس چار پر تقسیم کرنے سے ١٥ حاصل ہوے اسکو زوجات کے سہام
٣ مین ضرب دیا تو ٤٥ ہر زوجہ کا حصہ حاصل ہوا اور اگر بہنون کی تعداد ٦ پر تقسیم کیا تو دس حاصل ہوے اسکو

سہام خواہران ۸ مین ضرب دیا تو ۸ ہر ایک بہن کا حصہ حاصل ہوا - اور اگر ۳۰ چچا پر تقسیم کیا تو ۶ حاصل ہوے اسکو اپنے حصہ مین جو ایک ہی ضرب دیا تو ہر ایک چچا کا حصہ ۶ حاصل ہوا - اور دوسرا طریقہ یہ ہو کہ ہر فریق کو جو سہام اصل مسئلہ سے حاصل ہوے ہین اسکو انکی تعداد کی طرف نسبت کر کے دیکھے کہ کیا نسبت حاصل ہوتی ہو پھر اسی نسبت سے جس عدد کو اصل مسئلہ مین ضرب دیا ہو اسمین سے ہر وارث اُس فریق کو دیدے چنانچہ مسئلہ مذکورہ بالا مین زوجات کے سہام ۳ تھے اور تعداد ۴ تھی پس نسبت تین چوتھائی ہوئی پس ۶۰ مین سے تین چوتھائی یعنے ۴۵ ہر زوجہ کا حصہ ہوا اور یہی عمل بہنون و چچاؤن کے حصہ دریافت کرنے مین کرنا چاہیے کذا فی الاختیار شرح المختار قال المترجم اور ایک طریقہ جدید واسطے دریافت ہر حصہ فریق کے اور واسطے دریافت حصہ ہر فرد کے مترجم کی طرف سے یاد رکھنا چاہیے اور وہ یہ ہو کہ جب وہ عدد جس سے تصحیح مسئلہ ہوتی ہو بقواعد متذکرہ بالا معلوم ہو گیا تو اُس عدد کو بجاے اصل مسئلہ کے عدد کے تصور کرے پس اُس سے ہر ذوی فرض فریق کا حصہ مثل اصل مسئلہ کے نکالے اور جو ہر فریق کے واسطے حاصل ہوا اسکو اُس فریق کی تعداد پر تقسیم کر دے ہر فرد فریق مذکور کا حصہ بھی معلوم ہو جائیگا چنانچہ مثال مذکورہ بالا مین تصحیح مسئلہ کا عدد ۷۲۰ ہو پس اسکو بجاے اصل مسئلہ کے تصور کر کے اسمین سے چوتھائی حق زوجات ہو اسکو چار پر تقسیم کیا تو ۱۸۰ حاصل ہوے یہ جملہ زوجات کا حصہ ہو پھر اگر ہر زوجہ کا حصہ جداگانہ منظور ہی تو تعداد زوجات ۴ ہی اسکو چار پر تقسیم کیا تو ۴۵ ہر زوجہ کا حصہ ہوا پس اس قاعدہ سے ہر فریق کا مجموعی حصہ اور ہر فریق کے ہر فرد کا تفصیلی حصہ دونون معلوم ہو جائینگے - فلیکن منک علی ذکر فان وجدت ہذہ السانحۃ من المترجم تنفعک فی شئی فما مولہ منک ان لا تنساہ فی دعائک لہ بالمغفرۃ عن ظہر قلب معفرۃ تامۃ لا تغادر ذنبا ان اللہ تعالیٰ لا یضیع اجر المحسنین وانہ ہو التواب الرحیم -

دسوان باب - عول کے بیان مین شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاننا چاہیے کہ فرائض تین طرح کے ہوتے ہین فریضہ عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ - پس فریضہ عادلہ وہ ہو کہ جسمین اصحاب فرائض کے سہام اور مال کے سہام ٹھیک برابر اُترین مثلاً ایک شخص نے دو بہنین از جانب مادر و پدر یعنے خواہران اعیانی چھوڑین اور دو بہنین از جانب مادر یعنی خواہران اخیافی چھوڑین تو خواہران اخیافی کو ایک تہائی مال ملیگا اور باقی دو تہائی مال اُسکی دونون حقیقی بہنون کا فریضہ حصہ ہو اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے حصے مال کے حصون سے کم ہون لیکن وارثون مین کوئی عصبہ ہو کہ اصحاب فرائض سے بچا ہوا سب مال لے لے تو یہ فریضہ بھی فریضہ عادلہ ہو - اور فریضہ قاصرہ یہ ہو کہ اصحاب فرائض کے سہام بہ نسبت مال کے سہام کے کم ہون اور یہان کوئی عصبہ نہو تو بچا ہوا مال لے لے مثلاً اُسنے دو بہنین از جانب مادر و پدر چھوڑین اور ایک مان چھوڑی تو ہر دو خواہر کو دو تہائی اور مان کو ایک چھٹا حصہ دیے جائینگے اور پھر بھی ایک چھٹا حصہ باقی رہا اور یہان کوئی عصبہ نہین ہو جو اس باقی کو لے لے پس اس صورت مین حکم یہ ہو کہ بچا ہوا مال اصحاب فرائض کو رد کر دیا جائیگا - اور فریضہ عائلہ یہ ہو کہ اصحاب فرائض کے سہام مین سے مال کے سہام کم ہون مثلاً اصحاب فرائض مین دو تہائی کے اور نصف کے مستحق ہون جیسے حقیقی دو بہنون کے ساتھ میت کا شوہر بھی ہو یا دو نصف و تہائی ہو جیسے میت کا شوہر ہو اور اُسکی ایک بہن حقیقی ہو اور مان ہو تو ایسی صورت واقع ہونے کی حالت مین حکم یہ ہو کہ عول کیا جاوے اور یہی اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول ہو از انجملہ حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی و حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور یہی مذہب فقہاء کا ہو یہ مبسوط مین ہو - عول یہ ہو کہ سہام مفروضہ مسئلہ پر

کچھ بڑھا دیا جاوے پس عول مسئلہ بجانب فریضہ ہو جائیگا اور یہ نقصان ان لوگوں پر بقدر انکے حقوق کے پڑیگا کیونکہ بعض کو بعض پر ترجیح نہیں ہے تاکہ بعض مرجوح کے ذمہ نقصان ڈالا جاوے جیسے دیون و وصایا میں ہوتا ہے کہ جب میت کے ترکہ میں سب قرضوں وغیرہ کے ادا کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی ہے تو جو کچھ مال موجود ہے وہ سب پر بحساب ہر ایک کے حق واجب کے حصہ رسد تقسیم کر دیا جاتا اور نقصان سب کے ذمہ ہوتا ہے پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ جاننا چاہیے کہ اصل مسئلہ جو مفروض ہوتے ہیں وہ سات ہیں دو اور تین اور چار اور چھ اور آٹھ اور بارہ اور چوبیس پس انمیں سے چار میں عول نہیں ہوتا ہے اور وہ دو و تین و چار و آٹھ ہیں اور تین میں عول ہوتا ہے اور وہ چھ و بارہ و چوبیس ہیں پس چھ کا عول دس تک ہوتا ہے طاق یا جفت جیسا موقع ہو اور بارہ کا عول ۱۳ و ۱۵ و ۱۷ ہوتا ہے اور چوبیس کا عول فقط ۲۷ ہوتا ہے اور اسکی مثالیں جس سے قواعد مذکورہ بالا معلوم ہوں اسطرح ہیں کہ جنمیں عول نہیں ہوتا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ میت نے شوہر اور حقیقی بہن چھوڑی یا شوہر و علاتی بہن چھوڑی تو شوہر کو نصف ملیگا اور بہن کو نصف ملیگا اور یہ دونوں مسئلہ یتیمیہ کہلاتے ہیں اسواسطے کہ مال ترکہ بدو فریضہ متساویہ سوائے ان دونوں مسئلوں کے کسی میں نہیں ملتا ہے میت نے دختر و عصبہ چھوڑا تو نصف ما بقی کی ضرورت ہوئی پس مسئلہ (۲) سے ہوگا۔ میت نے دو مادری بھائی اور ایک حقیقی بھائی چھوڑا تو تہائی اور باقی کی ضرورت ہے اور میت نے حقیقی دو بہنیں اور علاتی بھائی چھوڑا پس دو تہائی و ما بقی کی ضرورت ہے پس ان دونوں میں اصل مسئلہ (۳) سے ہوگا اور نیز جب دو بہنیں حقیقی اور دو بہنیں اخیافی چھوڑیں تو دو تہائی اور تہائی کی ضرورت ہے پس اسمیں بھی مسئلہ (۳) سے ہوگا۔ میت نے شوہر و دختر و عصبہ چھوڑا تو چوتھائی و نصف و ما بقی کی حاجت ہے پس اصل مسئلہ (۴) سے ہوگا میت نے زوجہ و دختر و عصبہ چھوڑا تو آٹھویں و نصف و ما بقی کی حاجت ہے اصل مسئلہ (۸) سے ہوگا۔ میت نے زوجہ و پسر چھوڑا تو آٹھویں و باقی کی ضرورت ہے اصل ۸ سے ہوگی اور مسائل عائلہ کی مثال یہ ہے کہ میت نے جدہ اور اخیافی اور حقیقی بہن اور علاتی بہن چھوڑی تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور اسی سے صحیح نکل آویگا اور اگر اخیافی دو بہنیں ہوں اور حقیقی ایک بہن اور علاتی ایک بہن اور جدہ ہو تو تہائی و نصف و چھٹا حصہ و چھٹا حصہ چاہیے ہے پس اصل ۶ سے اور عول ۷ سے ہوگا۔ میت نے شوہر و ماں و دو بھائی اخیافی چھوڑے تو نصف و تہائی و چھٹے حصے کی ضرورت ہے اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور اسکو مسئلہ الزام کہتے ہیں کیونکہ یہ مسئلہ بر مذہب ابن عباس رضی اللہ عنہما الزام ہے اسواسطے کہ اگر انھوں نے یوں فرمایا جیسے ہمنے بیان کیا ہے تو ماں تہائی سے محجوب ہو کر چھٹے حصہ کی پانے والی رہی بسبب ہر دو خواہر کے اور یہ انکا قول نہیں ہے اور اگر ماں کا تہائی قرار دیا اور ہر دو خواہر کا چھٹا حصہ تو اولاد مادر کے حق میں کمی آگئی اور یہ انکا مذہب نہیں ہے اور نیز خلاف نص ہے اور اگر ہر دو خواہر کے واسطے تہائی قرار دیا تو یہ عول کا اقرار ہے۔ میت نے شوہر و ماں و حقیقی بہن چھوڑی تو نصف و تہائی و نصف کی ضرورت ہے اصل مسئلہ چھ سے ہوا اور اسکا عول ۸ سے ہوگا اور یہ پہلا مسئلہ عول اسلام میں واقع ہوا تھا چنانچہ زمانۂ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں یہ صورت واقع ہوئی تھی پس حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا کہ بقدر انکے سہام کے انپر مال تقسیم کر دیا جاوے پس سبھوں نے اسکو اختیار کیا شوہر و ماں و حقیقی دو بہنیں ہیں اصل مسئلہ ۶ سے اور عول ۸ سے ہوا شوہر و ماں و تین بہنیں متفرق ہیں یعنے ایک حقیقی و ایک علاتی اور ایک اخیافی ہے پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور عول ۹ سے ہوا کہ شوہر کو ۳۔ اور ماں کو ایک اور اخیافی بہن کو ایک

اور حقیقی بہن کو تین اور علاقی بہن کو دو تہائی پوری کرنے کے واسطے چھٹا حصہ ایک دیا جائیگا۔ شوہر و ماں و اخیافی دو بہنیں اور
حقیقی دو بہنیں تو آدھے و تہائی و چھٹے حصہ کی اور دو تہائی کی ضرورت ہے اسکی اصل ۶ سے اور عول ۱۰ تک ہوگا اور اس
مسئلہ کو ام الفروخ کہتے ہیں اسواسطے کہ مسائل میں سے اسمیں سب سے زیادہ عول ہے پس چار زائد کو فروخ کے ساتھ تشبیہ
دی اور نیز اسکو مسئلہ شریحیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ شریح رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو قاضی تھے پہلے پہل اسطور پر حکم قضا دیا ہے۔ زوجہ و حقیقی
دو بہنیں اور برادر علاقی چھوڑا تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور اسی سے اسکی تصحیح ہوگی۔ زوجہ و جدہ و حقیقی دو بہنیں ہیں یعنی چوتھائی
و چھٹا حصہ و دو تہائی چاہیے ہے کہ اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوگا اور عول ۱۳ سے ہوگا۔ زوجہ اور اخیافی دو بہن اور حقیقی دو بہن ہیں پس
چوتھائی و تہائی و دو تہائی چاہیے ہے اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۵ سے ہوگا۔ زوجہ و ماں اور اخیافی دو بہن اور حقیقی دو بہن
ہیں پس چوتھائی و چھٹا حصہ اور دو تہائی چاہیے ہے اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۷ سے ہوگا۔ ۳ زوجہ ۲ جدہ ۴ اخیافی بہن
۸ حقیقی بہن۔ اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۷ تک ہوگا اور اس مسئلہ کو ام الارامل کہتے ہیں اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ میں سب
عورتیں ہیں اور یہ مسئلہ امتحاناً دریافت کیا جاتا ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اسنے ۱۷ دینار چھوڑے اور ۱۷ عورتیں وارث
چھوڑیں کہ جسمیں سے ہر عورت کو ایک ایک دینار ملا تو بتلاؤ کہ اسکی کیا صورت ہے سو اسکی صورت یہی ہے۔ زوجہ و مادر و پدر و پسر
چھوڑا تو اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوگا اور اسی سے صحیح ہوگا۔ زوجہ و دو دختر و مادر و پدر تو آٹھویں و دو چھٹے حصے اور دو تہائی کی ضرورت
ہے پس اصل مسئلہ ۲۴ سے اور عول ۲۷ سے ہوگا اور اسکو مسئلہ منبریہ کہتے ہیں اسواسطے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و
رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا اور آپ اسوقت منبر پر خطبہ پڑھتے تھے پس جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فی الفور جواب فرمایا
کہ عورت کا آٹھواں نواں ہوگیا اور اپنا خطبہ پڑھنے لگے اور اگر بجائے مادر و پدر کے جد و جدہ ہو یا باپ و جدہ ہو تو بھی یہی حکم ہے
اور اسی طرح بجائے ہر دو دختر کے دختر اور پسری دختر ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ زوجہ و ماں و اخیافی دو بہن اور حقیقی دو بہن اور بیٹا
کافر یا قاتل یا رقیق چھوڑا تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ہرگز نہ ہوگا جیسا کہ سابق میں گذرا ہے اسواسطے کہ بیٹا جو محروم ہے وہ
محجوب نہ کریگا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسا بیٹا زوجہ کو چوتھائی سے محجوب کرکے اسکا حصہ ناقص
کر دیگا کہ آٹھواں حصہ رہ جائیگا پس اصل مسئلہ ۲۴ سے اور اسکا عول ۳۱ سے ہوگا کہ زوجہ کو آٹھویں کے ۳۔ اور ماں کو چھٹے
کے ۴۔ اور اولاد مادر کو تہائی کے ۸۔ اور حقیقی بہنوں کو دو تہائی کے ۱۶ ملے اور یہ مسئلہ ثلاثیہ ابن مسعود کہلاتا ہے۔ اور جاننا
چاہیے کہ اصل مسئلہ جب ۶ سے ہو اور اسکا عول ۱۰ سے ہو تو یقینی جاننا چاہیے کہ میت عورت ہے اور جب عول ۷ سے
ہو تو احتمال ہے کہ شاید مذکر ہو یا مؤنث ہو یعنے دونوں میں ایسا ہو سکتا ہے اور ہرگاہ ۱۲ کا عول ۱۷ سے ہو تو میت مذکر ہے
اور اگر ۱۳ یا ۱۵ سے ہو تو احتمال ہے کہ میت مذکر ہو یا مؤنث ہو اور ۲۴ کا عول ۲۷ سے ہو تو میت مذکر ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے

گیارھواں باب رد کے بیان میں

اور رد ضد عول ہے واضح ہو کہ ذوی الفروض کے سہام سے جو فاضل ہو تو انہیں
ذوی الفروض پر بقدر انکے سہام کے رد کر دیا جائیگا سوائے شوہر و جورو کے کہ انپر رد نہیں کیا جاتا ہے اور اسی کو ہمارے
اصحاب رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور واضح ہو کہ جن ذوی الفروض پر فاضل ترکہ رد کیا جاتا ہے وہ سب سات
ہیں ماں۔ جدہ۔ دختر و پسر کی دختر و حقیقی بہنیں اور علاقی بہنیں و اولاد مادر۔ اور رد کرنا ایک جنس پر ہوتا ہے اور دو جنس پر ہوتا ہے
اور تین پر ہوتا ہے اور اس سے زیادہ نہیں ہوتا ہے اور وہ سہام جنپر رد واقع ہوتا ہے چار ہیں دو اور تین اور چار اور پانچ یہ
اختیار شرح مختار میں ہے۔ پھر دیکھا جائیگا کہ اگر رد کرنا ان سب پر ہو جو مسئلہ میں ہیں تو زائد ساقط ہوگا۔ اسکی مثال یہ ہے جدہ و

اور اخیافی بہن ہو تو جدہ کو چھٹا حصہ اور بہن کو چھٹا حصہ اور باقی انھین دونون پر بقدر انکے سہام کے رد کیا جائیگا قال المترجم یعنے مسئلہ ۶ سے ہوگا اور ایک جدہ کو اور ایک سہم بہن کو دیا جائیگا اور باقی چار سہام رہے اور ان دونون کا حصہ برابر ہی پس چار باقی ہو دونون کو مساوی دیا گیا پس جب دونون کا حصہ مساوی ہوا تو مسئلہ ۲ سے ہوا چنانچہ کتاب مین فرمایا کہ اصل مسئلہ ۶ سے اور رد کی وجہ سے دو سہام کی طرف عود کیا تو مال دونون مین برابر تقسیم ہوگا۔ مثال تین کی جدہ اور اخیافی ۲ بہن اصل مسئلہ ۶ سے پس جدہ کو چھٹا حصہ ایک سہم اور ہر دو خواہر کو دو سہام اور چونکہ باقی انھین پر رد ہی اسواسطے مسئلہ ۳ سے ہوگا اور چار کی مثال یہ ہی کہ دختر و مان ہی مسئلہ ۶ سے پس دختر کو نصف کی ۳۔ اور مان کو چھٹا حصہ ۱ ملا پس مسئلہ ۴ سے ہوا اور پانچ کی مثال یہ ہی کہ چار دختر و مان ہی پس مسئلہ ۶ سے جسمین سے دو تہائی دخترون کی ۴۔ اور مان کا ایک ہوا جملہ ۵ ہوے پس مسئلہ ۵ سے ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مسئلہ مین کوئی ایسا ہو جسپر رد نہین کیا جاتا ہی جیسے شوہر یا زوجہ پس اگر جنس واحد ہو توجس ذی فرض پر رد نہین کیا جاتا ہی اُسکا حصہ اُسکے حصہ کے کمتر مخرج سے نکالکر اُسکو دیدے پھر باقی کو دیکھ کہ اگر باقی وارثون پر جنپر رد کیا جائیگا پوری تقسیم ہوتی ہی تو خیر تقسیم کردے جیسے میت نے شوہر اور تین دختر چھوڑین تو شوہر کو اُسکا چوتھائی مخرج چار سے دیا تو باقی تین رہے پس تین بیٹیون پر پورے تقسیم ہوسکتے ہین اور اگر پوری تقسیم نہوسکے پس اگر باقی مین اور وارثون کی تعداد مین توافق ہو تو عدد وفق کو ان مخرج مین ضرب دے جو ایسے وارث کے واسطے نکالا ہی جسپر رد نہین کیا جاتا ہی چنانچہ شوہر اور چھ دختر چھوڑین تو شوہر کے واسطے ۴ سے مسئلہ فرض کیا گیا اور اُسکو چوتھائی کا ایک دیا گیا اور باقی ۳ رہے جو ۶ بیٹیون پر تقسیم نہین ہوسکتے ہین ولیکن ۳۔ اور ۶ مین توافق بالثلث ہی پس عدد وفق یعنے ۲ کو اُس مخرج مین جو شوہر کے واسطے نکالا ہی یعنے ۴ مین ضرب دیا تو ۸ ہوے جسمین سے چوتھائی ۲ شوہر کو دیے اور باقی ۶ رہے وہ ۶ دخترون پر تقسیم ہوگئے اور اگر باقی اور تعداد وارثون مین توافق نہو جیسے شوہر اور پانچ دختر ہون تو پوری تعداد ۵ کو اُس مخرج مین ضرب دے جو ایسے وارث کے واسطے نکالا ہی جسپر رد نہین کیا جاتا ہی اور وہ مخرج چار ہی پس ۲۰ ہوے پس اس سے مسئلہ صحیح ہوگا۔ اور اگر ایسے شخص کے ساتھ جسپر رد نہین کیا جاتا ہی دو جنس یا تین جنس ہون کہ جنپر رد کیا جاتا ہی تو جسپر رد نہین کیا جاتا ہی اُسکو اُسکا حصہ اُسکے مخرج سے نکالکر دیدے پھر باقی کو اُن لوگون پر جنپر رد کیا جاتا ہی تقسیم کرے پس اگر ٹھیک تقسیم ہوجاوے تو خیر ورنہ جنپر رد کیا جاتا ہی اُنکے پورے فرض کو اُس شخص کے مخرج فرض مین جسپر رد نہین کیا جاتا ہی ضرب دے پس حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی پھر جسپر رد نہین کیا جاتا ہی اُسکے سہام کو جنپر رد کیا جاتا ہی اُنکے مسئلہ مین ضرب دے اور جنپر رد کیا جاتا ہی اُنکے سہام کو جنپر نہین کیا جاتا ہی اُسکے مخرج سے اُسکا حصہ نکال لینے کے بعد جو باقی رہا ہی اُسمین ضرب دے چنانچہ اول کی مثال یہ ہی کہ زوجہ و ۳ جدات و ۶ اخیافی بہنین ہین پس زوجہ کو چوتھائی کا ایک سہم ملا اور باقی ۳ سہام رہے اور جنپر باقی رد کیا جائیگا اُنکے سہام مسئلہ بھی ۳ ہین پس اُنکے سہام پورے ہین اور دوم کی مثال یہ ہی کہ ۴ زوجات اور ۹ دختر اور ۶ جدات ہین پس زوجات کو آٹھوین کا ایک سہم ملا اور باقی سات سہام رہے اور سہام رد پانچ ہین کہ وہ پورے صحیح تقسیم نہین ہوسکتے ہین اور نہ باہم توافق ہی پس سہام رد کو جو پانچ ہین زوجات کے مخرج مسئلہ مین جنپر رد نہین کیا جاتا ہی اور وہ آٹھ ہی ضرب دے تو ۴۰ ہوے پس اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی پھر جسپر رد نہین ہوتا ہی اُنکے سہام کو اور وہ ایک ہی اُنکے مسئلہ مین جنپر رد ہوگا اور وہ پانچ ہی ضرب دے تو ۵ ہوے اور جنپر رد ہوگا اُنکے سہام یعنے ۵ کو جنپر رد نہین کیا جاتا ہی اُنکے باقی مخرج مین ضرب دے اور وہ سات ہی تو ۳۵ ہوے اسمین سے دخترون کا حصہ چار پانچوان ہوا یعنے ۲۸ ہوے اور جدات کا پانچوان حصہ یعنے ۷ ہوے

مثال دیگر زوجہ و دو دختر و تیسری دختر و جدہ ہی پس زوجہ کو آٹھوین حصہ کا ایک ملا اور باقی سات رہے اور رد کے سہام ۵ ہین اور وہ پورے تقسیم نہین ہوتے ہین اور نہ باہم توافق ہو پس جنپر رد کیا جاتا ہی اُنکے سہام یعنے ۵ کو مخرج اُس وارث مین جسپر رد نہین کیا جاتا ہی ضرب دے اور وہ آٹھ ہی تو چالیس ہوے کہ اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور اگر یہ منظور ہو کہ ہر فرد وارث کا حصہ بھی صحیح نکلے تو موافق قواعد مذکورہ بالا کے عمل کرنا چاہیے واللہ تعالی اعلم یہ اختیار شرح مختار مین ہی

بارھوان باب - مناسخہ کے بیان مین - اور مناسخہ اسکو کہتے مین کہ ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے بعضے وارث مر جاوین - یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر ایک شخص مرگیا اور ہنوز اُسکا ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اُسکے بعضے وارث مر گئے تو دو حال سے خالی نہین یا تو میت ثانی کے وارث فقط وہی لوگ ہونگے جو میت اول کے وارث ہین یا دوسرے میت کے وارثون مین ایسے بھی ہونگے جو میت اول کے وارث نہین ہین پھر دو حال سے خالی نہین کہ یا تو تقسیم ترکہ دوم اور ترکہ اول کی یکسان ہوگی یا دوسرے ترکہ کی تقسیم پہلے ترکہ کے تقسیم کے بہ نسبت دوسرے طور سے ہوگی - پھر دو حال سے خالی نہین ہی یا تو حصۂ میت دوم جو اُسکو ترکہ میت اول سے ملا ہی اُسکے وارثون پر صحیح بدون کسر کے تقسیم ہو جائیگا یا اُسمین کسر واقع ہوتی ہوگی - پس اگر وارثان میت ثانی وہی ہون جو وارثان میت اول ہین تو ایک ہی تقسیم کر دیجائیگی اسواسطے کہ مکرر تقسیم کرنے مین کچھ فائدہ نہین ہی - اور اسکا بیان یہ ہی کہ ایک شخص اپنے چند پسر و چند دختر چھوڑ کر مرگیا پھر تقسیم ترکہ سے پہلے اُسکے پسر و دختر مین سے کوئی مرگیا اور اس میت دوم کا کوئی وارث سواے اُسکے بھائی و بہنون کے نہین ہی تو باقی لوگون مین ترکہ بصفت واحدہ یعنے مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم کر دیا جائیگا پس ایک ہی تقسیم پر اکتفا کیا جائیگا اور اگر میت دوم کے وارثون مین کوئی ایسا ہو جو میت اول کا وارث نہین ہی تو پہلی میت کا ترکہ پہلے ہی تقسیم کیا جائیگا تا کہ میت دوم کا حصہ ظاہر ہو پھر میت دوم کا ترکہ اُسکے وارثون کے درمیان تقسیم کیا جائیگا پھر اگر حصہ میت ثانی جو اُسکو ترکہ اول سے ملا ہی اُسکے وارثون کے درمیان بدون کسر کے صحیح تقسیم ہو جاتا ہو تو ضرب دینے کی کوئی حاجت نہین ہی اور اسکا بیان یہ ہی کہ میت نے پسر و دختر چھوڑی اور ہنوز دونون مین ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اسکا پسر مرگیا اور اُسنے ایک دختر اور بہن وارث چھوڑی تو ترکہ میت اول تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی یعنے دو سہام حصۂ میت ثانی یعنے پسر ہی اور اُسنے دختر و خواہر وارث چھوڑی تو دختر کو نصف اور باقی خواہر کو بوجہ عصبہ ہونے کے ٹھیک تقسیم ہو جاتا ہی کوئی کسر واقع نہین ہوتی ہی اور اگر دوسری میت کا حصہ اُسکے وارثون کے درمیان صحیح تقسیم نہو بلکہ اُسکے وارثون کا فریضہ دوسرا صحیح ہو پس یا تو اس فریضہ اور حصہ کے درمیان موافقت ہوگی یا نہوگی پس اگر ہو تو اُس فریضہ مین سے فقط جزو موافق پر اقتصار کر کے اُسکو فریضہ اول مین ضرب دیا جاوے پس حاصل سے جو حصہ میت ثانی ہوگا وہ اُسکے وارثون پر بطور صحیح تقسیم ہو جائیگا ولیکن میت اول کے ہر وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ اُسکا حصۂ سابق اس میت ثانی کے جزو موافق مین ضرب دیدیا جاوے اور وارثان میت ثانی مین سے ہر ایک کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ میت ثانی کے پورے فریضہ اور میت اول کے اُسکے حصہ حاصل شدہ مین جس جزو سے موافقت اُسکے جزو موافق مین اُسکا حصہ ضرب دیا جاوے پس حاصل ضرب اُسکا حصہ ہوگا - اور اگر حصہ میت ثانی اور اُسکے مسئلہ کے درمیان موافقت بالکل نہو تو فریضۂ میت ثانی کو فریضہ میت اول مین ضرب دیا جاوے حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور ہر وارث میت اول کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہوگا کہ اُسکے حصہ کو فریضہ میت ثانی مین ضرب دیا جاوے - اور میت ثانی کے ہر وارث کا حصہ اسطرح دریافت ہوگا کہ اُسکا حصہ میت ثانی کے اُس حصہ مین ضرب دیا جاوے جو اُسکو ترکہ میت

اول سے ملا ہی پس میت ثانی کے حصہ مین ضرب کرنے سے اُسکا حصہ حاصل ہوگا اور مثال اسکی درصورتیکہ دونون مین موافقت ہو یہ ہی کہ میت نے بیٹا و بیٹی چھوڑی اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ بیٹا ایک بیٹی و جورو اور پسر کے تین پسر چھوڑ کر مرگیا پس فریضہ میت اول ۳ سے ہوا جسمین سے ۲ پسر کو ملے ہین پھر اُسکی وارث جورو و دختر و پسر کے تین پسر ہین۔ پس اُسکا فریضہ ۸ سے ہوا جسمین سے عورت کا آٹھوان ایک سہم اور دختر کا آدھا ۴ سہام اور باقی ۳ سہام تین پوتون کے ہوے ولیکن اُسکے حصہ ۲ سہام کی تقسیم ۸ پر نہین ہوسکتی ہی مگر دونون مین موافقت بالنصف ہی پس فریضہ میت ثانی فقط چار رکھا جاوے اور اُسکو فریضہ میت اول ۳ مین ضرب دیا تو ۱۲ ہوے اس سے تصحیح ہوگی اور اسمین سے پسر کا حصہ اسطرح دریافت کیا جاوے کہ اُسکا حصہ ۲ سہام اُسکے مفروضہ ثانی ۴ مین ضرب دیا تو ۸ ہوے یہ اُسکا حصہ ہی اور میت اول کی دختر کا حصہ ایک تھا اُسکو فریضہ میت ثانی ۴ مین ضرب دیا تو ۴۔ اُسکا حصہ ہوا اور وارثان میت ثانی مین سے ہر ایک کا حصہ اسطرح دریافت کیا جاوے کہ میت ثانی کے حصہ ترکہ میت اول مین اور اُسکے مفروضہ کامل مین جس جزو سے موافقت ہو اُس جزو مین اُسکے ہر وارث کا حصہ ضرب دیا جاوے چنانچہ دونون مین توافق بواحد ہی اور اُسکی دختر کا حصہ اُسکے فریضہ کامل مین سے چار ہی پس چار کو جزو موافق ایک مین ضرب دیا تو چار سہام حصہ دختر ہوا اور اُسکی جورو کا حصہ ایک ہی اُسکو جزو توافق ایک مین ضرب دیا تو ایک رہا پس یہ حصہ زوجہ ہی اور باقی رہے ۳ سہام وہ تینون پوتون کو ایک ایک تقسیم ہوا اور درصورتیکہ توافق نہو تو اُسکی مثال یہ ہی کہ ایک شخص بیٹا و بیٹی چھوڑ کر مرگیا اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اُسکا بیٹا ایک بیٹا و ایک بیٹی چھوڑ کر مرگیا پس فریضہ میت اول ۳ ہی پھر بیٹا ۲ سہام چھوڑ کر مرگیا اور اُسکا فریضہ بھی ۳ ہی اور ۲ سہام کی تقسیم ۳ پر نہین ہوسکتی ہی اور نہ باہم موافقت ہی پس فریضہ ثانی کو فریضہ اول مین ضرب دیا تو ۹ ہوے اسمین سے میت اول کے پسر کا حصہ دریافت کیا کہ اُسکا حصہ ۲ سہام تھا اُسکو فریضہ دوم مین ضرب دیا تو ۶ ہوے پس یہ حصہ پسر میت ہی اسمین سے اُسکے وارثون کا حصہ دریافت کیا پس اُسکے پسر کا حصہ اسطرح دریافت کیا کہ اُسکا حصہ ۲ سہام تھے اُنکو میت ثانی مین جو اُسکو ترکہ میت اول سے ملا تھا اور وہ بھی ۲ سہام تھے ضرب دیا تو ۴ اُسکا حصہ ہوا اور اُسکی دختر کا حصہ اسطرح دریافت کیا کہ اُسکا حصہ ترکہ میت ثانی سے ایک تھا اُسکو میت ثانی کے حصہ ترکہ میت اول مین جو ۲ تھا ضرب دیا تو ۲ ہوے یہ اُسکی دختر کا حصہ ہی۔ اسی طرح اگر میت ثانی کے بعضے وارث قبل تقسیم ترکہ کے مر گئے تو اُسکی تقسیم اسی طور سے ہوگی جسطرح ہونے کا قاعدہ بیان کیا ہی اور اگر وارثان میت ثالث مین کوئی ایسا ہو جو ہر دو اول کا وارث نہ تھا تو طریقہ یہ ہی کہ فریضہ ہر دو اول مثل فریضہ واحدہ کے اُسی طریقہ سے قرار دیا جاوے جیسے ہمنے بیان کیا ہی پھر دیکھا جاوے کہ جو کچھ میت ثالث کا حصہ ہر دو اول کے ترکہ مین سے اگر وہ تیسرے کے وارثون پر بلاکسر پڑے تقسیم ہوتا ہو تو تقسیم کر دیا جاوے اور اگر کسر پڑتی ہو تو اُسکے حصہ ہر دو ترکہ کو اور اُسکے فریضہ کو دیکھا جاوے اگر دونون مین کسی جزو سے موافقت ہو تو اُسکے فریضہ مین سے فقط جزو موافق پر اقتصار کیا جاوے پھر میت ثانی و اول کے فریضہ کو اسی جزو موافق مین ضرب دیا جاوے پس جو مبلغ حاصل ہو اُس سے تصحیح مسئلہ ہوگی اور ہر دو میت کا حصہ ہر دو ترکہ اول سے معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ اُسکے حصہ کو اُس جزو موافق مین ضرب دیدیا جاوے حاصل ضرب اُسکا حصہ ہوگا۔ اور میت ثالث کے ہر وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ اُسکا حصہ در جزو موافق از نصیب میت ثالث از ترکہ ہر دو اول مین ضرب کیا جاوے پس حاصل ضرب اُسکا حصہ ہوگا اور اگر دونون مین موافقت نہو تو مبلغ ہر دو فریضہ کو

میت ثالث کے فریضہ مین ضرب دیا جاوے حاصل ضرب مبلغ سے تصحیح ہوگی اور اسمین سے میت ثالث کا حصہ دریافت
کرنے کا یہ طریقہ ہو کہ اُسکا حصہ اُسکے فریضہ مین ضرب دیا جاوے حاصل ضرب ہر دو ترکہ سے اُسکا حصہ ہوگا قال المترجم اسکی
وجہ یہ ہو کہ مبلغ اول اسی قدر بڑھایا گیا ہو جسقدر اسکا فریضہ ہو یعنے اتنے ہی گونہ کر دیا گیا ہو پس جتنے گونہ مبلغ بڑھایا گیا ہو اُتنے
گونہ مبلغ مین سے اسکا حصہ بھی بڑھ جائیگا اور واضح ہو کہ جزو موافق کی صورت مین ہر بیع افہم ہر ایک حصہ وارث ثالث دریافت
کرنے کا بیان یہ ہو کہ پس میت ثالث کے ہر ایک وارث کا حصہ وہی ہوگا جو اُسکے پورے فریضہ سے نکالا گیا ہو اسواسطے کہ
توافق کی صورت مین فریضہ فقط اُسی قدر زیادہ کیا گیا ہو جس سے اسکا حصہ بقدر اُسکے فریضہ کے ترکہ سابق سے ہو جاوے
اور ظاہر ہو کہ اگر ترکہ سابق سے اُسکا حصہ اسی قدر ہوتا جسقدر اُسکا فریضہ ہو تو کوئی حاجت نہ تھی پس بیان مذکورہ کتاب صرف
بپابندی قاعدہ ہو فافہم واللہ تعالے اعلم - اور میت ثالث کے ہر ایک وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہو کہ اُسکا حصہ
میت ثالث کے حصہ ہر دو ترکہ مین ضرب دیا جاوے حاصل ضرب اُسکا حصہ ہوگا اور اسکا بیان یہ ہو کہ ایک شخص مرگیا اور
دو پسر چھوڑے اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ دونون مین سے ایک پسر مرگیا اور اُسنے اپنا یہ بھائی چھوڑا اور اپنی ایک دختر چھوڑی
پھر یہ دختر بھی مرگئی اور اسنے اپنا یہ چچا چھوڑا اور اپنا شوہر و مان چھوڑی پس فریضہ میت اول ۲ سے ہوگا پس اُسکا بیٹا ایک سہم
چھوڑ مرا ہو حالانکہ اُسکا فریضہ بھی ۲ سے ہوگا جسمین سے نصف اُسکی دختر کا اور باقی اُسکے چچا کا ہوگا اور ایک سہم کی تقسیم
دو پر صحیح نہین ہو سکتی پس دو کو دو مین ضرب دیا تو چار ہوئے پھر چونکہ اُسکی دختر ایک چچا و مان و شوہر چھوڑ مری ہو پس اُسکا
فریضہ ۶ سے ہوگا کہ شوہر کو نصف کے ۳ - اور مان کو تہائی کے ۲ - اور باقی چچا کو ایک ملیگا ولیکن ایک سہم کی چھ پر تقسیم
مستقیم نہین ہو سکتی ہو اور موافق ہونا یہان نہین ہو پس چار کو چھ مین ضرب دیا تو ۲۴ ہوئے اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی
پس میت اول سے پسر کا حصہ ۱۲ ہوا اور میت ثانی سے ۶ ہوا کہ مجموعہ ۱۸ ہوا اور دختر کا حصہ ۶ ہو کہ اُسکا حصہ کہ وہ ایک
سہم ہو اُسکے فریضہ ۶ مین ضرب دیا گیا تو چھ ہوئے اور حصہ زوج (شوہر ۱۲) معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہو کہ اُسکا حصہ ۳ میت ثالث کے
فریضہ اولے کے حصہ مین جو ایک ہو ضرب دیا تو ۳ ہوئے پس ۳ - سہام شوہر کے ہوئے اور مان کے دو سہام اسی طرح سے
ہوئے اور باقی ایک سہم وہ چچا کا ہوا اور دونون سہام مین توافق ہونے کی مثال یہ ہو کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے جورو و مان
و تین متفرق بہنین (اعیانی و علاتی و اخیافی ۱۲ منہ) چھوڑین پھر مان مرگئی اور شوہر و چچا چھوڑا جنکو میت اول نے چھوڑا ہو مگر انمین سے میت اول کی حقیقی بہن
اور مادری بہن اس میت ثانی کی بیٹیان ہین اور اسکی پدری بہن اس میت ثانی سے اجنبی ہو پھر ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ میت
اول کی حقیقی بہن مرگئی اور اُسنے شوہر و دختر چھوڑی اور اُن لوگون کو چھوڑا جنکو میت اول و ثانی نے چھوڑا ہو یعنی اپنی پدری بہن
و مادری بہن تو اسکا طریقہ یہ ہو کہ میت اول کا فریضہ ۱۲ سے فرض کیا جاوے جسمین سے جورو کے چوتھائی کے ۳ ہوئے
اور مان کے چھٹے حصہ کے ۲ ہوئے اور حقیقی بہن کے نصف کے ۶ ہوئے اور مادری بہن کے چھٹے حصہ کے ۲ ہوئے اور
پدری بہن کے چھٹے حصہ کی دو تہائی پوری کرنے کے واسطے دو سہام ہوئے پس ۱۲ کا عول ہو کر ۱۵ سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی
پھر مان دو سہام چھوڑ کر مرگئی اور اُسنے شوہر و چچا و دو دختر چھوڑین تو اُسکا فریضہ ۱۲ سے ہوا جسمین سے شوہر کو چوتھائی کے
۳ - اور ہر دو دختر کو دو تہائی کے ۸ - اور باقی چچا کو ایک سہم ملا مگر ۲ سہام کی تقسیم ۱۲ پر مستقیم نہین ہو ولیکن دونون مین توافق
بالنصف ہو پس جزو موافق یعنے چھ پر اقتصار کیا جاوے پس فریضہ میت اول ۱۵ کو جزو موافق فریضہ میت دوم ۶ مین ضرب
کیا تو ۹۰ ہوئے اور اسمین سے حصہ مان یعنے میت کا اسطرح معلوم کیا کہ اُسکے حصہ سابقہ ۲ کو اُسکے فریضہ جزو موافق

چھ مین ضرب کیا تو ۱۲ ہوے جو اُسکے وارثون کے درمیان باستقامت تقسیم ہوے پھر حقیقی بہن مری ہی اور اُسنے شوہر و دختر
و مادری بہن و پدری بہن چھوڑی ہی پس اُسکا فریضہ ۴ سے ہوا کہ شوہر کو چوتھائی کا ایک سہم ملا اور دختر کو نصف کے ۲ سہام
اور پدری بہن اور مادری بہن کو باقی ایک سہم ملا پس چار سے تقسیم ہوگی پھر اس میت کا حصہ ہر دو ترکہ بالا سے دیکھنا چاہیے
تو ہم کہتے ہین کہ ترکہ اولی سے اُسکا حصہ ۶ تھا اُسکو ۶ مین ضرب دیا یعنی جزو موافق میت ثانی مین تو ۳۶ ہوے اور ترکہ
ثانیہ سے اُسکا حصہ ۴ تھا اُسکو ہمنے جزو موافق از حصہ او از ترکہ اوسکے مین ضرب دیا اور وہ ایک ہی تو ۴ ہوے پس
مجموعہ ہر دو حصہ ترکتین (۴۰) ہوا پس اُسکے وارثون کے درمیان یہ سب باستقامت تقسیم ہوسکتا ہی - اور اگر میت نے
دو پسر و مادر و پدر چھوڑے پھر ایک پسر ایک دختر چھوڑ کر اور جسکو میت اول نے چھوڑا ہی اُسکو چھوڑ کر مرا اور وہ بھائی و دادا
و دادی ہی تو ہم کہتے ہین کہ میت اول کا فریضہ چھ سے ہوا جسمین سے کہ ہر دو مادر و پدر کو دو چھٹے حصہ اور باقی ۴ سہام ہر دو
برادر کے درمیان برابر ہین پھر ایک بھائی ۲ سہام چھوڑ مرا اور دختر و جدہ و جد و بھائی چھوڑا تو فریضہ چھ سے ہوا کہ دختر کو نصف
کے ۳ اور دادی کو چھٹے کا ایک اور باقی دو سہام دادا و بھائی کے درمیان بمقاسمہ نصف نصف بنا بر قول حضرت زید بن
ثابت رضی اللہ عنہ کے ہوے ولیکن ۲ سہام کی تقسیم ۶ پر مستقیم نہین ہی مگر ان دونون مین توافق بالنصف ہی پس نصف
یعنے تین پر اقتصار کر کے اسکو فریضہ اول مین ضرب دیا تو ۶ مضروب ۳ کے ۱۸ ہوے اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی انہین
سے میت دوم کے حصہ کی پہچان یہ ہی کہ اُسکے حصہ ترکہ اول یعنے ۲ کو جزو موافق فریضہ دوم یعنے ۳ مین ضرب دیا تو ۶ ہوے
اور دختر کے حصہ کی شناخت یہ ہی کہ اُسکے حصہ کو یعنے ۳ کو جزو موافق نصیب میت ثانی یعنے ایک مین ضرب دیا تو (۳) ہوے
پس یہ اُسکا حصہ ہی اور ایک سہم دادی کا ہی اور باقی دو سہام دادا و بھائی کے درمیان بمقاسمہ نصفا نصف کا ایک ایک
سہم ہوا - ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک جورو اور دو دختر جو اسی جورو سے ہین و مادر و پدر چھوڑے پھر ایک دختر اپنا
شوہر اور اُن لوگون کو جنکو میت اول نے چھوڑا ہی چھوڑ کر مرگئی اور وہ ایک اُسکا دادا ہی اور ایک دادی ہی و ایک
اُسکی مان ہی اور ایک سگی بہن ہی پس فریضہ میت اول کی اصل ۲۴ سے اور تقسیم ۲۷ سے ہوگی اور وہ مسئلہ منبریہ
ہی پھر ایک دختر ۸ سہام چھوڑ مری ہی اور اُسکا فریضہ اصل ۶ سے تقسیم ہوگا کہ شوہر کو نصف کے ۳ - اور مان کو تہائی کی
دو اور دادا کو چھٹے کا ایک اور بہن کو نصف کے ۳ ملینگے پس عول ہو کر ۹ سے تقسیم ہوگی پھر جو دادا و بہن کو ملا ہی وہ دونون
مین تین تہائی تقسیم ہوگا پس ۹ کو ۳ مین ضرب کیا تو ۲۷ ہوے اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی ولیکن ۸ - اور ۲۷ - مین توافق
نہین ہی تو فریضہ اولی کو فریضہ ثانیہ مین ضرب دیا کہ اس حاصل ضرب مبلغ سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور ہر ایک کا حصہ
نکالنے کا وہی دستور ہی جو ہمنے مکرر بیان کر دیا ہی - ایک شخص مرگیا اور جورو چھوڑی اور مادر و پدر اور تین متفرق
بہنین چھوڑین اور ہنوز اُسکا ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اُسکی مان بھی مرگئی اور انھین وارثون کو چھوڑا جنکو میت اول نے چھوڑا ہی
اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اُسکا باپ مرگیا اور جورو چھوڑی اور ان لوگون کو چھوڑا جنکو میت اول نے چھوڑا ہی اور ہنوز
ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اُسکی حقیقی بہن مرگئی اور اُسنے شوہر چھوڑا اور ان لوگون کو چھوڑا جنکو پہلون نے چھوڑا ہی اور ہنوز
ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ پدری بہن مرگئی اور اُسنے شوہر و دو دختر و ان لوگون کو چھوڑا جنکو پہلون نے چھوڑا ہی اور
ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ مادری بہن مرگئی اور شوہر اور تین دختر و مادر و پدر چھوڑے قال واضح ہو کہ قولہ مادری بہن
مرگئی اور تین دختر و مادر و پدر چھوڑے یہ مادر کا لفظ غلط ہی کاتب کی غلطی سے تحریر ہوا ہی - کیونکہ اُسنے وضع مسئلہ

مین پہلے بیان فرمایا کہ مان پہلے مرگئی ہے-پھر اسکے بعد کیونکر یہ قول درست ہوسکتا ہے کہ اُسنے مادر و پدر چھوڑے بلکہ صحیح یہ ہے کہ شوہر و تین دختر و پدر چھوڑا-پھر تخریج کی صورت یہ ہے کہ فریضہ میت اول ۱۲ سے ہوگا جورو کو چوتھائی کے ۳-اور مان کو چھٹے حصے کے ۲-اور باقی سات سہام باپ کو ملینگے-اور بہنون کو کچھ نہ ملیگا-پھر مان مری ہے اور شوہر و دو دختر چھوڑی ہین کیونکہ میت اول کی حقیقی و مادری بہن اس میت ثانی کی دونون بیٹیان ہین-پس ان دونون کو دو تہائی اور شوہر کو چوتھائی ملیگا-اور اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوگا ولیکن میت کے حصہ دو سہام اور فریضہ ۱۲-مین توافق بالنصف ہے-پس ۶ پر اقتصار کیا گیا-اور اسکو ۱۲ مین ضرب دیا گیا تو ۷۲ ہوے اور چونکہ میت دوم کے ۲-سہام تھے اسکو جزو موافق ۶ مین ضرب دیا تو ۱۲-ہوے جسمین سے شوہر کے ۳ ہوے اور شوہر مذکور کو اول فریضہ مین سے ۷ ملے تھے پھر اصل مسئلہ ۶ مین ضرب دیا گیا ہے اسواسطے ۷ کو ۶-مین ضرب دیا تو ۴۲-ہوے اور اب ۳ ملے ہین پس جملہ ہر دو ترکہ سے اُسکو ۴۵ سہام ملے پھر یہ شخص جو میت اول کا باپ ہے ۴۵ سہام چھوڑکر اور ایک جورو اور دو بیٹیان چھوڑکر مرا ہے اور یہ دو بیٹیان وہی ہین جو میت اول کی ایک حقیقی بہن اور ایک مادری بہن ہے پس اسکا فریضہ ۲۴ سے ہوا ولیکن اسکے سہام باستقامت تقسیم نہین ہوسکتے ہین مگر ۲۴-اور ۴۵ مین توافق بالثلث ہے پس فریضہ مین سے ایک تہائی یعنے آٹھ پر اقتصار کیا گیا اور ۷۲-کو ۸ مین ضرب دیا تو ۵۷۶ ہوے اسی طرح ہر میت کے ترکہ مین اقتصار و ضرب وغیرہ قواعد مذکورۂ بالا جاری کرتے جاوینگے یہانتک کہ آخرکار مبلغ کی تعداد اس مسئلہ مذکور مین (۳۹۳۱۲) پہونچیگی اور اسی سے تصحیح مسئلہ ہوگی یہ مبسوط مین ہے-

تیرھوان باب-تقسیم ترکات کے بیان مین-اگر ترکۂ میت درم و دینار ہون اور چاہا کہ اسکو وارثون کے سہام پر تقسیم کرین تو تصحیح سے ہر وارث کے سہام لیکر اُنکو ترکہ مین ضرب دین پھر حاصل ضرب کو مسئلہ پر تقسیم کرین اور اگر تعداد ترکہ اور تعداد تصحیح مین توافق ہو تو وارث کے تعداد سہام کو وفق ترکہ مین ضرب دالے اور حاصل کو وفق تصحیح پر تقسیم کرے پس ہر دو صورت مین وارث کا حصہ ترکہ نکل آویگا اور یہی عمل ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے مین کیا جائیگا اور چاہے وارث یا فریق کا حصہ تعداد ترکہ مین سے بطریق نسبت دریافت کرے اور چاہے بطریق قسمت دریافت کرے جیسے کہ پہلے ہمنے دونون قاعدے بیان کردیے ہین-اور اگر منظور ہوا کہ یہ معلوم کرین کہ عمل مین خطا تو نہین ہوئی ہے تو اسکے امتحان کرلینے کا یہ طریقہ ہے کہ متفرق حصہ ہاے ترکہ کو جو ہر ایک کے واسطے نکلا ہے جمع کرے پس اگر مجموعہ اُسی قدر آجاوے جسقدر کل ہے تو عمل صحیح ہے ورنہ اسمین خطا ہوئی پس چاہیے کہ مکرر عمل کرے تاکہ انشاء اللہ تعالے صحیح ہوجاوے اسکی مثال یہ ہے کہ میت نے شوہر و پدری بہن اور مادری بہن چھوڑی پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور عول ۷ سے ہوا اور ترکہ مین پچاس دینار ہین-پس شوہر کا حصہ ۳-سہام کو ۵۰ مین ضرب دے تو (۱۵۰) ہوے اور اسکو مسئلہ کی تعداد یعنے ۷ پر تقسیم کرے تو اکیس دینار اور تین ساتوان حصہ دینار برآمد ہوا اور اسی قدر پدری بہن کا بھی حصہ ہے اور وہ اسی طور سے نکل بھی سکتا ہے اور مادری بہن کا ایک سہم ہے اُسکو پچاس مین ضرب دیکر سات سے تقسیم کیا تو سات دینار و ساتوان حصہ دینار نکلا اور جب ان سب کو جمع کیا تو پورے پچاس دینار ہوگئے پس عمل صحیح ہوا ہے-اور بطریق نسبت کے یہ ہے کہ شوہر کے سہام

کو کل سہام کی طرف نسبت کیا تو معلوم ہوا کہ تین ساتوان حصہ ہے یعنے سات حصون مین سے تین ہین پس اسکو ترکہ کے پچاس دینار مین سے تین ساتوان حصہ چاہیے ہے جسکے اکیس دینار و تین ساتوان حصہ دینار ہوا اور یہی طریق باقی مین کرنا چاہیے ہے اور طریق قسمت یہ ہے کہ ترکہ کو سات پر تقسیم کر دیا تو سات دینار و ساتوان حصہ دینار ایک سہام نکلا پس شوہر کے تین سہام اسکا سہ چند ہے پس اکیس دینار و تین ساتوان حصہ ہوا اور ایسا ہی باقی کے ساتھ کرنا چاہیے۔ مثال دیگر شوہر و مادر و پدر و دو دختر ہین پس اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۵ سے ہوا اور ترکہ مین چوراسی دینار ہین پس ۱۵ اور (۸۴) مین توافق بالثلث ہے پس دخترون کے سہام ۸ کو وفق ترکہ یعنے ۲۸ مین ضرب دیا تو ۲۲۴ ہوے اسکو وفق عدد تصحیح یعنے اسکی تہائی یعنے ۵ پر تقسیم کیا تو (۴۴) دینار و چار پانچوان حصہ دینار حاصل ہوا پھر ہر دو مادر و پدر کے چار سہام کو بھی ۲۸ مین ضرب دیکر پانچ پر تقسیم کیا تو ۲۲ دینار و دو پانچوین حصہ دینار ہوے پھر شوہر کے ۳ سہام کو بھی ۲۸ مین ضرب دیکر پانچ پر تقسیم کیا تو ۱۶ دینار و چار پانچوان حصہ دینار حاصل ہوے اور مجموعہ سب کا ۸۴ دینار ہوا پس مسئلہ صحیح ہوا ہے اور طریق قسمت یہ ہے کہ وفق ترکہ یعنے ۲۸ کو وفق مسئلہ یعنے ۵ پر تقسیم کیا تو ۵ دینار و تین پانچوان حصہ دینار ایک سہم حاصل ہوا پس اگر اسکو شوہر کے سہام مین ضرب دیا جاوے تو ۱۶ صحیح و چار پانچوان حصہ حاصل ہوگا و اگر سہام مادر و پدر مین ضرب دیا تو ۲۲ صحیح دو پانچوین حصے حاصل ہوے اور جب سہام دختران مین ضرب دیا تو چوالیس صحیح چار پانچوین حصے حاصل ہوے اور سب کا مجموعہ ۸۴ ہوا پس تقسیم صحیح ہوئی۔ اور طریق نسبت یہ ہے کہ شوہر کے ۳ سہام کل ۱۵ سہام کا پانچوان حصہ ہے پس اسکو ترکہ کا پانچوان حصہ یعنے ۱۶ صحیح چار پانچوین حصہ دینار حاصل ہوے و ہر دو مادر و پدر کو ۱۵ مین سے ۴ سہام چھٹا حصہ و سوان حصہ ہے پس انکو ۸۴ مین سے چھٹا اور دسوان حصہ دیا گیا تو ۲۲ صحیح دو پانچوین حصے دینار ملے اور ہر دو دختر کو ۱۵ سے ۸ ملے ہین کہ پانچوان اور تہائی ہے پس دونون کو ترکہ مین سے پانچوان و تہائی دینا چاہیے پس ۴۴ صحیح چار پانچوان حصہ ہوا اور مجموعہ کے ۸۴ ہوے پس مسئلہ کا عمل صحیح ہوا۔ اور اگر سہام مسئلہ کوئی عدد اصم ہو یعنی اسکی تقسیم آخر تک بغیر کسر کے صحیح نہوتی ہو پس جو طریقہ یعنے ضرب کا ذکر کیا ہے اسی کے موافق عمل کرنا چاہیے پھر جب اسقدر باقی رہجاوے جو مقسوم علیہ پر تقسیم نہین ہو سکتا ہے تو اسکو بیس مین ضرب دیکر اسکی قیراط بناوے کیونکہ ۲۰ قیراط کا ایک دینار ہوتا ہے اور اسکو تقسیم کرے پھر جب قیراط مین سے بھی کچھ بچا تو تین مین ضرب دیکر اسکی حبات بناوے اور تقسیم کرے پھر جب کچھ بچا تو اسکو چار مین ضرب دیکر چانول بناوے پھر اگر بچے تو اسکو چانولون کی طرف نسبت کرکے کسر لکھدے اور اسکی مثال یہ ہے کہ میت نے شوہر و جد و جدہ و دختر چھوڑی اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۳ سے ہوا اور ترکہ مین ۳۱ دینار ہین پس شوہر کے ۳ سہام کو ۳۱ ترکہ مین ضرب دیا تو ۹۳ ہوے اسکو ۱۳ پر تقسیم کیا تو سات حاصل ہوے اور ۲ باقی رہے جو ۱۳ پر تقسیم نہین ہو سکتے ہین پس انکو ۲۰ مین ضرب دیکر قیراط بنایا تو ۴۰ ہوے پھر انکو ۱۳ پر تقسیم کیا تو ۳ نکلے اور ایک باقی رہا اسکے اجزاء چانول بنائے تو ۱۲ ہوے انکو ۱۳ کی طرف منسوب کیا پس شوہر کے واسطے سات دینار و تین قیراط۔ اور چانول کے ۱۲ جزء ملے اور جد کے دو سہام ہین انکو ۳۱ مین ضرب دیا تو ۶۲ ہوے انکو ۱۳ پر تقسیم کیا تو چار نکلے اور ۱۰ باقی رہے انکے قیراط بنائے تو ۲۰۰ ہوے انکو ۱۳ پر تقسیم کیا تو ۱۵ قیراط نکلے اور ۵ باقی رہے پس انکے حبات ۱۵ ہوے اور ۱۳ پر تقسیم کرنے سے ایک حبہ نکلا اور ۲ باقی رہے جسکے ۸ چانول ہوے کہ ۱۳ کی طرف نسبت کر دیا پس جد کو ۴ دینار و ۱۵ قیراط اور ایک حبہ اور ایک چانول کے تیرہ جزون مین سے ۸ جزو حاصل ہوے اور جدہ کو بھی اسی کے مثل

حاصل ہوے اور دختر کو شوہر سے دو چند یعنے ۱۴ دینار و سات قیراط اور ایک چانول اور چانول کے ۲۳ جزون مین سے ۱۱ جزو حاصل ہوے اور سب کا مجموعہ ۱۳۰ دینار ہوے پس مسئلہ صحیح ہوا اور اسی طرح قرضخواہون مین بھی ترکہ تقسیم کیا جاتا ہی پس مجموعہ قرضون کا مثل عدد تصحیح مسئلہ کے اور ہر قرضہ مثل سہام وارث کے قرار دیا جاتا ہی

فصل - اور اگر قرضخواہون یا وارثون مین سے کسی نے ترکہ کی کسی چیز پر صلح کرلی تو اسکو ترکہ مین سے طرح دیدے گویا وہ در اصل نہ تھی پھر باقی کو باقی وارثون کے سہام پر تقسیم کرے اسکی مثال یہ ہی کہ میت نے شوہر و مان و چچا چھوڑا پس شوہر نے اپنے حصہ ترکہ سے اُس مقدار پر جو اسکی میت کا مہر ہو وارثون سے صلح کرلی تو اسکو طرح دیدے گویا وہ نہ تھا پھر باقی کو باقیون کے سہام پر تقسیم کردے کہ مان کو اُسکا حصہ دیدے اور باقی مال میت کے چچا کا ہوا یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔

چودھوان باب - فرائض متشابہ کے بیان مین جنکو امتحاناً دریافت کرتے ہین - سوال ایک شخص مرگیا اور حقیقی بھائی اور اپنی جورو کا بھائی چھوڑا پس اُسکی جورو کا بھائی تمام مال کا وارث ہوا اُسکا حقیقی بھائی نہوا تو اسکی کیا صورت ہوگی جواب دیا گیا ہی کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی جورو کی مان سے نکاح کیا اور اُسکا باپ زندہ ہی پس اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر یہ شخص مرگیا اور اُسکا باپ بھی اسکے بعد مرگیا اور اُسنے اپنے پسر کا پسر چھوڑا حالانکہ وہ اسکی جورو کا بھائی ہی اور اُسکا ایک حقیقی بھائی بھی ہی پس اُسکی میراث اُسکے پسر کے پسر کو جو اسکی جورو کا بھائی ہی ملیگی اور اُسکے حقیقی بھائی کو نہ ملیگی - سوال ایک شخص مرگیا اور اپنا سگا چچا چھوڑا اور ماموں ایسا چھوڑا جو فقط مان کی جانب سے ہی یعنے اسکی مان کا مادری بھائی ہی پس یہ ماموں اسکا وارث ہوا چچا نہوا تو اسکی کیا صورت ہی - جواب ایک شخص نے اپنے علاتی بھائی کی مان سے نکاح کیا اور اُس سے بیٹا پیدا ہوا پھر یہ شخص مرگیا جسنے اپنے علاتی بھائی کی مان سے نکاح کیا تھا پھر اسکے بعد اُسکا یہ بھائی مرا اور اپنا سگا چچا چھوڑا اور اپنے علاتی بھائی کا بیٹا چھوڑا جو اسکا ماموں بھی ہی پس اسکی میراث اسکے بھائی کے بیٹے کو ملیگی نہ اُسکے چچا کو - سوال ایک شخص مرگیا اور اپنے سگے چچا کا بیٹا اور اپنے سگے بھائی کا بیٹا چھوڑا پس چچا کا بیٹا وارث ہوا بھائی کا بیٹا وارث نہوا - تو اسکی کیا صورت ہی - جواب دو بھائی تھے اور دونون مین سے ایک کا بیٹا تھا پھر دونون نے ایک باندی خریدی پھر اُس سے ایک لڑکا ہوا پس دونون نے ساتھ ہی اُسکا دعوی کیا کہ یہ میرا ہی تو وہ دونون کا بیٹا ہوگا پھر دونون بھائی مرگئے پھر دونون کی فوت کے بعد دونون مین سے جسکا بیٹا تھا وہ بیٹا بھی مرا اور اُسنے کوئی وارث نچھوڑا سواے اُس طفل کے جو اسکے باپ اور اُسکے چچا کے درمیان تھا حالانکہ اُسکے سگے بھائی کا بیٹا بھی ہی تو اسکی میراث اُسکے اس بھائی کو ملیگی جو اُسکے باپ کا بیٹا ہی اور نیز چچا کا بیٹا ہی اور اُسکے سگے بھائی کا بیٹا ساقط ہو جائیگا - سوال ایک شخص مرگیا اور اُسنے سگے چچا کا بیٹا چھوڑا اور علاتی بھائی کا بیٹا چھوڑا پس مال کا وارث اُسکے چچا کا بیٹا ہوا اور علاتی بھائی کا بیٹا نہوا تو اسکی کیا صورت ہی - جواب اسکی صورت یہ ہی کہ دو بھائی تھے اور دونون مین سے ایک کا ایک بیٹا تھا پھر دونون نے ایک باندی خریدی اور اُس سے ایک بیٹا پیدا ہوا اور اُسکا نسبی دعوی دونون نے ساتھ ہی کیا کہ وہ دونون کا بیٹا ہوا پھر یہ باندی آزاد کی گئی پھر اُس باندی سے اُس شخص نے دونون مین سے نکاح کیا جسکا بیٹا موجود ہی

پھر اُس سے دوسرا بیٹا پیدا ہوا پھر دونون بھائی مرگئے پھر وہ لڑکا مرا جسکو باندی مذکورہ بعد نکاح کے جنی ہو اور اُسنے ایک
بھائی حقیقی چھوڑا جو اُسکے چچا کا بیٹا بھی ہوا اور ایک اپنا بھائی از جانب پدر چھوڑا تو اُسکی میراث اُسکے چچا کے پسر کو ملیگی جو اُسکا
حقیقی بھائی ہے۔ سوال۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے تین دختر چھوڑین انمین سے ایک کو سب مال کی تہائی ملی اور دوسری
کو سب مال کی دو تہائی ملی اور تیسرے کو کچھ نہ ملا تو اسکی کیا صورت ہے جواب ایک شخص کسی کا غلام تھا اور اُسکی تین بیٹیان
تھین پس ایک نے اپنے باپ کو خرید اور دوسری نے اپنے باپ کو قتل کیا پس قاتلہ محروم ہوئی اور جن دونون نے نہین
قتل کیا اُنکو دو تہائی ترکہ ملا کہ ہر ایک کے واسطے ایک تہائی ہوا پھر باقی ایک تہائی مال اُسکو بحکم ولاء ملا جسنے خرید کیا تھا
سوال ایک مرد ہے اور اُسکی مان ہے دونون ترکہ کے وارث ہوے اور دونون کو برابر مال نصفا نصف ملا تو اسکی کیا صورت ہے
جواب زید کی ایک دختر ہے اُسکی دختر سے اُسکے بھائی کے پسر نے نکاح کیا اور اُس سے ایک بیٹا پیدا ہوا پھر بھائی کا بیٹا
مرگیا پھر اسکے بعد زید مرا اور اُسنے اپنی دختر اور بھتیجی کا بیٹا چھوڑا اور یہ دختر اس طفل کی مان ہے پس نصف مال دختر کو ملا اور
باقی مال اس طفل کو جو بھتیجی کا بیٹا ہے ملا پس نصف مال اس طفل کا ہوا اور نصف مال اُسکی مان کا ہوا۔ سوال ایک مرد اور اُسکی
مان و اُسکی خالہ کسی مال ترکہ کی باہم تینون تہائی وارث ہوئین تو اسکی کیا صورت ہے جواب زید کی دو بیٹیان ہین کہ ایک دختر سے
اُسکے بھائی کے پسر مسلے عمرو نے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر عمرو مرگیا پھر اسکے بعد زید مرا اور اُسنے دو دختر اور
ایک بھتیجے کا بیٹا چھوڑا پس ہر دو دختر کو دو تہائی مال یعنے تہائی تہائی ہر ایک کو ملا اور اس بھتیجے کے پسر کو باقی مال ایک
تہائی ملا پس طفل کو ایک تہائی اور اُسکی مان کو تہائی اور اُسکی خالہ کو تہائی ملا۔ سوال تین بھائی ایک مان و باپ سے
ہین کہ ایک کو سب مال کی دو تہائی ملی اور باقی دونون مین سے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملا تو اسکی کیا صورت ہے
جواب ایک عورت ہے کہ اُسکے تین بھائی چچازاد ہین جنمین سے ایک نے اس سے نکاح کیا پھر وہ مری تو اصل
مسئلہ ۶ سے ہوا جسمین سے ۳۔ اُسکے شوہر کو نصف کے ملے اور باقی ۳ سہام ان تینون مین برابر تقسیم ہوے
کہ ہر ایک کو ایک ایک سہام ملا۔ سوال ایک شخص مرا اور چار جورو چھوڑین جسمین سے ایک جورو کو چوتھائی مال
و آٹھوین حصہ کا نصف ملا اور دوسرے کو نصف مال اور آٹھوین حصہ کا نصف ملا اور تیسری و چوتھی کو مال کا
آٹھوان حصہ ملا تو اسکی کیا صورت ہے جواب ایک مرد نے اپنی مان کی مادری بہن کی بیٹی اور اپنی مان کی پدری
بہن کی بیٹی سے نکاح کیا اور اپنے باپ کی پدری بہن اور مادری بہن دونون کی دو بیٹیون سے نکاح کیا پھر مرگیا
اور سوائے انکے کوئی وارث نہ چھوڑا تو ہر چہار زوجہ کو چوتھائی مال ملا اور مان کی پدری بہن کی بیٹی کو باقی کی تہائی ملی
اور جو کچھ باقی رہا وہ پھوپھی از جانب پدر کی بیٹی کو ملا پس مسئلہ ۳۲ سہام سے ہوا جسمین سے چار سہام زوجات کو اور
باقی کی تہائی یعنے چار سہام پدری خالہ کی دختر کو اور باقی ۸۔ سہام پدری پھوپھی کی دختر کو ملے پس میت کی مان
کی مادری بہن کی اور باپ کی مادری بہن کی لڑکیون کو ۳۲ مین سے ۴ سہام جو کل مال کا آٹھوان حصہ ہے ملے ہر ایک
کو ایک ایک سہم ملا اور مان کی پدری بہن کی دختر کو پانچ سہام ملے جو کل مال کا چوتھائی اور آٹھوین حصہ کا آدھا ہے
اور باپ کی پدری بہن کی لڑکی کو ۹ سہام ملے جو کل مال کا آدھا اور آٹھوین حصہ کا نصف ہے۔ سوال ایک شخص
مرگیا اور اُسنے اپنی جورو کے سات بھائی چھوڑے پس اُسکی جورو اور ساتون بھائیون مین سے ہر ایک نے برابر
مال پایا تو اسکی کیا صورت ہے جواب زید نے اپنے باپ عمرو کی جورو یعنی اپنی سوتیلی مان کی مان سے نکاح کیا

پس اُس سے سات پسر پیدا ہوئے پھر زید مر گیا پھر اسکے بعد عمرو مرا اور اپنی جورو چھوڑی اور اپنے پسر کے سات پسر چھوڑے تو مسئلہ ۸ سے ہوا کہ اُسکی جورو کو ایک سہم ملا اور باقی سات سہام ان پسرون میں برابر تقسیم ہوئے کہ ہر ایک کو ایک ایک سہام ملا اور یہ ساتون اس میت کی جورو کے بھائی مادری ہین۔ سوال ایک شخص مر گیا اور اُسنے بیس دینار چھوڑے پس اسکی عورت کو ایک دینار ملا تو اسکی کیا صورت ہی جواب ایک شخص مر گیا اور اُسنے بیس دینار چھوڑے اور دو حقیقی بہن اور دو مادری بہن و چار جورو چھوڑین تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۵ سے ہوا جسمین سے ہر چہار زوجہ کو ۳ سہام ملے اور یہ پندرہ کا پانچوان حصہ ہی پس بیس دینار مین سے پانچوان حصہ یعنے ۴ ہر چہار زوجہ کے واسطے ہوئے پس ہر زوجہ کو ایک دینار ملا۔ سوال ایک عورت کو اپنے چار شوہرون سے میراث ملی یہانتک کہ اُسکے واسطے نصف مال ہوگیا تو کیا صورت ہی جواب ایک عورت ہی اُس سے چار بھائیون نے ایک نے بعد موت دوسرے کے نکاح کیا اور پورا مال ۱۸ دینار تھے کہ اول کے ۸- اور دوسرے کے ۶- اور تیسرے کے ۳- اور چوتھے کا ایک دینار تھا پس اول آٹھ دینار چھوڑکر مرا اور یہ عورت مذکورہ اور یہی تینون بھائی وارث چھوڑے پس عورت مذکورہ نے اسمین سے ۲ دینار لیے اور ہر بھائی نے بھی دو دو دینار لیے پھر دوسرے بھائی کے پاس ۸ دینار ہوگئے پس جب اُسنے اس عورت سے نکاح کیا پھر مر گیا تو عورت مذکورہ نے اُس سے بھی دو دینار ترکہ مین سے لیے پس اُسکے پاس چار دینار ہوئے اور باقی دو بھائی نے تین تین دینار لیے پس تیسرے بھائی نکاح کرنے والے کے پاس ۸ دینار ہوگئے پھر جب وہ بھی مر گیا تو عورت نے اُسکے ترکہ مین سے دو دینار لیے پس اُسکے پاس چھ دینار ہوئے اور باقی چھ دینار چوتھے بھائی کے واسطے رہے پس سب اُسکے پاس ۱۲ دینار ہوئے پھر جب وہ مرا تو عورت نے اسکی چوتھائی مین ۳ دینار لیے پس عورت کے پاس ۹ دینار ہوگئے جو نصف مال ہی اور باقی عصبہ کو ملیگا۔ سوال وارث لوگ میراث تقسیم کرتے تھے پس ایک وارث آیا اور اُسنے کہا کہ جلدی نکرو کہ میری عورت غائب ہی اگر وہ زندہ ہوگی تو وہی وارث ہوگی اور مین وارث نہونگا اور اگر وہ مر گئی ہی تو مین ہی وارث ہونگا وہ وارث نہوگی تو اسکی کیا صورت ہی جواب ایک عورت مر گئی اور اُسنے دو حقیقی بہنین و مان اور ایک اخیافی بہن و ایک علاتی بھائی چھوڑا اور اس علاتی بھائی نے اُسکی اخیافی بہن سے نکاح کیا ہی اور یہی قول مذکور کا کہنے والا ہی کیونکہ اسی کی جورو جو میت کی اخیافی بہن ہی غائب ہی پس اگر وہ زندہ ہوگی تو دو تہائی دونون حقیقی بہنون اور چھٹا حصہ مان کو اور باقی چھٹا حصہ اس اخیافی بہن کو ملیگا اور یہ علاتی بھائی محروم رہیگا اور وہ مر گئی ہوگی تو باقی چھٹا اس علاتی بھائی کو ملیگا۔ سوال ایک عورت آئی اور اُسنے کہا کہ میراث تقسیم کرنے مین جلدی نکرو کہ مین حمل سے ہون پس اگر لڑکا ہوگا تو کچھ وارث نہوگا اور اگر لڑکی ہوگی تو وارث ہوگی تو اسکی کیا صورت ہی جواب ایک عورت مر گئی اور اُسنے شوہر و مان و دو اخیافی بہنین چھوڑین پس اُسکے باپ کی جورو آئی یعنے سوتیلی مان آئی اور کہا کہ اگر مجھے لڑکا ہو تو اس میت کا پدری بھائی ہوگا پس کچھ وارث نہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو میت کی پدری بہن ہوگی پس اُسکے ساتھ نصف کی وارث ہوگی اور فریضہ کا عول ۹ تک ہوگا۔ سوال اگر ایک عورت آئی اور اُسنے میراث تقسیم کرنے والون سے کہا کہ تم لوگ میراث تقسیم کرنے مین جلدی نکرو کہ مین پیٹ سے ہون اگر لڑکا ہوا تو وارث ہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو وارث نہوگی تو اسکی کیا صورت ہی جواب ایک مرد مر گیا اور اُسنے حقیقی دو بہنین چھوڑین پس اُسکے باپ کی جورو آئی یعنے سوتیلی مان آئی اور کہا کہ تم لوگ میراث تقسیم کرنے مین جلدی نکرو کہ مین حمل سے ہون پس اگر لڑکا ہوا تو میت کا پدری بھائی ہوگا پس حقیقی دونون بہنون کو دو تہائی ملیگا اور باقی اُسکے پدری بھائی کو ملیگا اور اگر لڑکی ہوئی تو میت کی پدری بہن ہوگی پس اسکی

دونون حقیقی بہنون کو دو تہائی ملیگا اور جو باقی رہا وہ عصبہ کو ملیگا اور پدری بہن کو کچھ نہ ملیگا - اور اگر عورت مذکورہ نے آکر کہا کہ تم
لوگ میراث تقسیم کرنے مین جلدی نکرو کیونکہ مین حمل سے ہون اگر لڑکا یا لڑکی ہوئی تو کچھ وارث نہوگی اور اگر لڑکا و لڑکی ہوئی (یعنے ذوی الارحام کے)
تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق دونون وارث ہونگی تو اسکی کیا صورت ہے پس جواب یہ ہے کہ ایک مرد مر گیا اور
اور اُسنے ماں و حقیقی بہن و دادا چھوڑا پس اُسکے باپ کی جورو یعنے سوتیلی ماں آئی اور اُسنے کہا کہ تقسیم میراث مین جلدی نکرو
کہ مین حمل سے ہون پس اگر لڑکا ہوا تو میت کا پدری بھائی ہوگا پس ماں کو چھٹا حصہ ملیگا اور جو باقی رہا وہ بھائی و بہن و
دادا کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا پھر جو کچھ پدری بھائی کو ملیگا وہ سب میت کی حقیقی
بہن کو دیدیگا اور خود خالی رہجائیگا اور اگر لڑکی ہوئی تو میت کی پدری بہن ہوگی تو ماں کو چھٹا حصہ اور باقی ان سب مین چار
حصون پر تقسیم ہوگا پھر پدری بہن کے پاس جو کچھ ملا ہے وہ سب میت کی مادری بہن کو رد کر دیگی اور خود ہاتھ خالی رہجائیگی
اور اگر لڑکا و لڑکی دونون ہوے تو میت کے پدری بھائی و بہن ہوے پس ماں کو چھٹا حصہ اور بھائی کو باقی کی تہائی اور
حقیقی بہن کو نصف ملیگا اور جو باقی رہا وہ پدری بھائی و بہن کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے
تقسیم ہوگا - اور اگر عورت نے آکر کہا کہ تم لوگ تقسیم مین جلدی نکرو کیونکہ مین حمل سے ہون پس اگر لڑکا پیدا ہوا تو مین
اور لڑکا دونون وارث ہونگے اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو مین اور لڑکی کوئی وارث نہوگی پس جواب یہ ہے کہ زید نے اپنے
پسر کے پسر مسمی عمرو کا نکاح اپنے دوسرے پسر کی دختر مسماۃ ہندہ سے کر دیا پھر عمرو مر گیا اور اُسکی جورو مسماۃ ہندہ جو زید کی
دختر پسر ہے حمل سے ہے پھر زید مر گیا اور اُسنے دو دختر اور عصبہ چھوڑے پس مسماۃ ہندہ مذکورہ آئی اور کہا کہ تقسیم میراث مین
جلدی نکرو کہ مین حمل سے ہون پس اگر لڑکی پیدا ہوگی تو میت کی ہر دو دختر کو دو تہائی ملیگا اور باقی عصبہ کو ملیگا اور اُسکے
پسر کی دختر کو کچھ نملیگا اور نہ اس لڑکی کو ملیگا اور اگر لڑکا پیدا ہوا تو ہر دو دختر کو دو تہائی ملیگا اور باقی اُسکے پسر کی دختر
مسماۃ ہندہ مذکورہ اور ہندہ کے پسر کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا - سوال اگر کسی شخص
سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص مر گیا اور اُسنے اپنی پھوپھی کے پسر کا ماموں اور اپنے ماموں کے پسر کی پھوپھی چھوڑی تو حصہ
کیونکر تقسیم ہوگا تو اُس سے دریافت کرنا چاہیے کہ آیا اس میت کی پھوپھی کے بیٹے کا ماموں دوسرا بھی ہے اور ماموں کے بیٹے
کی پھوپھی کوئی دوسری بھی ہے یا نہین ہے پس اگر اُسنے کہا کہ دوسرا ایسا ماموں اور پھوپھی نہین ہے تو جواب دینا چاہیے کہ مال
میراث ان دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا کیونکہ اُسکے پھوپھی کے بیٹے کا ماموں اس میت کا باپ ہے اور ماموں کے بیٹے
کی پھوپھی اُسکے ماں کے بھائی کی بہن ہے اور جبکہ سواے ایک کے دوسری نہین ہے تو اس میت کی ماں ہے اسی واسطے یہ ہوا
کہ باپ کو دو تہائی اور ماں کو ایک تہائی مال ملا - سوال اگر ایک عورت نے میراث تقسیم کرنے والون سے کہا کہ تم لوگ میراث
تقسیم کرنے مین جلدی نکرو کہ مین حمل سے ہون پس اگر لڑکا ہوگا تو وارث ہوگا اور اگر لڑکی ہوگی تو وارث نہوگی اور اگر لڑکا
و لڑکی دونون ہوے تو لڑکی وارث نہوگی فقط لڑکا وارث ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ سواے باپ و بیٹے کے ہر عصبہ کی زوجہ
ہو سکتی ہے - اور اگر اُسنے کہا کہ اگر لڑکا و لڑکی دونون ہوے تو دونون وارث ہونگے اور اگر لڑکی ہوئی تو وارث نہوگی تو اسکا
جواب یہ ہے کہ باپ کی جورو ہے درحالیکہ وارثون مین حقیقی دو بہنین ہون یا پسر کی جورو ہے درحالیکہ وارثون مین دو دختر
صلبیہ ہون - اور اگر عورت نے آکر کہا کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو وارث نہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو وارث ہوگی تو یہ پسر کی زوجہ ہے (یعنے سوتیلی ماں ہے)
درحالیکہ وارثان موجودہ مین شوہر و مادر و پدر و دختر میت ظاہر ہون - یا باپ کی زوجہ ہے درحالیکہ وارثان موجودہ

مین شوہر و مادر و مادری دو بہن ظاہر ہوں - اور اگر عورت مذکورہ نے کہا کہ اگر لڑکا یا لڑکی ہوئی تو کوئی وارث نہوگا اور اگر دونون
پیدا ہوسے تو دونون وارث ہونگے تو جواب یہ ہی کہ یہ میت کے باپ کی جورو ہی درحالیکہ باپ اس سے پہلے مر گیا ہی اور ظاہر
مین مان و جد و حقیقی بہن موجود ہین کیونکہ ایسی حالت مین اگر ولڑکا یا لڑکی جنی تو وہ میت کا پدری بھائی یا بہن ہی پس حصہ مادر
نکالنے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ دادا و حقیقی بہن اور اس مولود کے درمیان تقسیم ہوگا پھر حقیقی بہن اس مولود سے جو اسکو ملا ہی
لے لیگی پس خالی رہجائیگا اور اگر لڑکا و لڑکی دونون جنی تو مان کا حصہ نکالنے کے بعد باقی کی تہائی دادا لے لیگا پھر باقی مین سے
حقیقی بہن بقدر نصف کے لے لیگی پھر جو کچھ رہا وہ اس لڑکا و لڑکی کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم
ہوگا - اور اگر عورت مذکورہ نے کہا کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو مجھے آٹھوان حصہ ملیگا اور باقی اسکو ملیگا اور اگر لڑکی ہوئی تو مال ترکہ میرے و اسکے درمیان
آدھا آدھا ہوگا اور اگر مردہ پیدا ہوا تو مجھکو پورا مال ملیگا تو جواب یہ ہی کہ یہ ایسی عورت ہی جسنے ایک غلام کو آزاد کر کے
اُس سے نکاح کیا ہی پھر وہ غلام فقط اپنی عورت کو حاملہ چھوڑ کر مر گیا ہی - سوال ایک عورت اور اُسکے شوہر دونون نے
میت کے مال سے تین چوتھائی پایا اور دوسری عورت و اُسکے شوہر نے ایک چوتھائی پایا تو اسکی کیا صورت ہی جواب
میت کی مادری بہن ہی اور ایک پدری بہن ہی اور میت کے دو چچازاد بھائی ہین مگر دونون مین سے ایک بھائی میت کا
مادری بھائی ہی اور اس مادری بھائی نے اُسکی پدری بہن سے نکاح کیا ہی اور دوسرا بھائی اسکی مادری بہن کا شوہر ہی
پس پدری بہن کو نصف ملا اور مادری بھائی و بہن کو تہائی مال ملا اور باقی مال ہر دو چچازاد بھائیون مین برابر تقسیم ہوا -
قال المترجم پس پدری بہن کو ۱۲ مین سے ۶ ملے اور اُسکے شوہر مادری بھائی کو فریضہ کے ۲ - اور عصوبت کا ایک ملا
پس مجموعہ ۹ ہوا کہ یہ تین چوتھائی مال ہی اور باقی ایک چوتھائی دوسری بہن اور اُسکے شوہر کو ملا ہی فافہم - سوال ایک جورو و خاوند
نے تہائی مال پایا اور دوسری جورو و خاوند دونون نے دو تہائی مال پایا تو صورت بتلاؤ - جواب میت کے مادر و پدر رہین
اور میت کے پسر کے پسر کی دختر میت کے پسر کے پسر کے پسر کے نکاح مین ہی - قال المترجم پس مادر و پدر کو ایک تہائی یعنی
چھٹا چھٹا حصہ ملیگا اور باقی دوسرے دونون جورو و خاوند کو ملیگا فافہم - سوال ایک مرد و اسکی زوجہ نے مال میت تین تہائی
پایا تو صورت بتلاؤ جواب میت کے پسر کی دو دختر میت کے برادر زادہ یا میت کے پسر دیگر کے پسر کے پسر کے نکاح مین ہین
سوال دو بھائی از جانب مادر و پدر رہین ان دونون مین سے ایک شخص نے میت کا تین چوتھائی مال پایا اور دوسرے نے
چوتھائی پایا تو صورت بتلاؤ - جواب اسکی صورت یہ ہی کہ میت کے دو برادر زادہ ہین کہ دونون مین سے ایک چچازاد بھائی میت
کی دختر کا خاوند ہی قال المترجم میت کی دختر کا نصف اور ہر ایک برادر زادہ کا چوتھائی چوتھائی ہوا قال وفیہ نظر فانہ لم یرث عنہ
احدہما فقط ثلثۃ ارباع المال تامل فیہ - سوال ایک صحیح و تندرست آدمی ایک مریض کے پاس گیا اور کہا کہ میرے واسطے کچھ وصیت
کر دے تو اُسنے جواب دیا کہ مین تیرے واسطے کیونکر وصیت کر سکتا ہون کیونکہ میرے وارثون مین تو ہی اور تیرے دونون بھائی
اور تیرے مادر و پدر و تیرے دونون چچا ہین جواب یہ ہی کہ یہ صحیح آدمی اس مریض کا مادری بھائی ہی اور چچا کا بیٹا ہی اور
اسکے دونون بھائی مریض کے مادری بھائی ہین اور اسکے مادر و پدر مریض کے مادر و چچا ہین و اسکے دونون چچا مریض کے
دو چچا ہین پس حاصل یہ ہی کہ مریض کے تین برادر مادری ہین اور مان ہی اور تین چچا ہین - اور اگر کہا کہ میرے وارث تیرے
دونون چچا مادر و پدر رہین تو یہ مرد صحیح اس مریض کے مادری بھائی کا بیٹا ہی اور اسکے دو بھائی مادری اور ہین - اور اگر کہا کہ میرے
وارث تیری ہر دو جدہ و تیری ہر دو بہن و تیری ہر دو زوجہ و تیری ہر دو دختر ہونگی پس یہ مرد صحیح کے ہر دو جدہ اس مریض کی ماں ہی

زوجہ مین ہو ... اسکی مادری دو بہن مریض کی پدری دو بہن اور صحیح کے ہر دو زوجہ مین سے ایک مریض کی مان ہی اور دوسری اسکی
بہن از جانب پدر ہی اور صحیح کی ہر دو دختر مریض کی مادری بہن ہین کہ مریض کی مان اس صحیح سے جنی ہی پس حاصل یہ ہی
کہ دو زوجہ ہین اور تین پدری بہنین ہین اور دو مادری بہنین ہین۔ سوال میت نے چوبیس دینار چوبیس عورتون
کے واسطے چھوڑے کہ ہر ایک نے ایک ایک دینار پایا صورت بتلاو جواب صورت یہ ہی کہ ۳ زوجہ و ۴ جدہ اور
۱۶ دختر و ایک پدری بہن ہی۔ سوال دو مرد ہین کہ دونون مین ہر ایک دوسرے کا چچا ہی۔ جواب صورت یہ ہی کہ عمرو زید مین
سے ہر ایک نے دوسرے کی مان سے نکاح کیا اور ہر ایک سے ایک بیٹا پیدا ہوا پس ہر ایک بیٹا دوسرے کا از جانب
مادری چچا ہی۔ سوال دو مرد مین سے ہر ایک دوسرے ماموں ہی جواب عمرو و زید مین سے ہر ایک نے دوسرے کی دختر سے
نکاح کیا اور ہر ایک کا ایک بیٹا پیدا ہوا پس ہر ایک پسر دوسرے کا ماموں ہی۔ سوال دو مرد مین سے ہر ایک دوسرے
کے باپ کا چچا ہی جواب زید و عمرو مین سے ہر ایک نے دوسرے کی باپ کی مان سے نکاح کیا اور دونون کے بیٹا پیدا ہوا
سوال دو مردون مین سے ہر ایک دوسرے کی مان کا چچا ہی جواب دو مردون مین سے ہر ایک نے دوسرے کے
پسر کی دختر سے نکاح کیا اور ہر ایک سے ایک بیٹا پیدا ہوا سوال دو مردون مین سے ہر ایک دوسرے کے باپ کا ماموں
ہی۔ جواب زید و عمرو مین سے ہر ایک نے دوسرے کی مان کی مان سے نکاح کیا پس دونون کے فرزند پیدا ہوا۔
سوال دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی مان کا ماموں ہی جواب زید و عمرو مین سے ہر ایک نے دوسرے کی
دختر کی دختر سے نکاح کیا اور ہر ایک کا بیٹا پیدا ہوا۔ سوال زید عمرو کا چچا ہی اور عمرو زید کا ماموں ہی۔ جواب صورت
یہ ہی کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اسکے پسر نے اس عورت کی مان سے نکاح کیا اور دونون کے
فرزند پیدا ہوا تو باپ کا پسر اسکے پسر کے پسر کا چچا ہی اور پسر کا پسر اسکے باپ کے پسر کا ماموں ہی۔ سوال ایک شخص
ماموں بھی ہی اور چچا بھی ہی جواب مادری دو بھائی ہین انمین سے ایک نے دوسرے کی مادری بہن سے نکاح کیا
اور ایک بیٹا پیدا ہوا تو دوسرا بھائی اس پسر کا باپ کی طرف سے چچا ہی اور مان کی طرف سے ماموں ہی اور نیز اگر مادری
دو بھائیون مین سے ایک نے دوسرے کی پدری بہن سے نکاح کیا اور بیٹا پیدا ہوا تو دوسرا بھائی اس پسر کا باپ
کی جانب سے ماموں ہی اور مان کی جانب سے چچا ہی۔ سوال ایک شخص دوسرے کے باپ کا چچا اور مان کا چچا ہی
جواب صورت یہ ہی کہ زید کے باپ کے باپ نے اسکے مان کی باپ کی مان سے نکاح کیا اور ایک بیٹا پیدا ہوا
تو یہ بیٹا زید کے باپ کا از جانب پدر چچا ہی اور مان کا از جانب مادر چچا ہی۔ سوال ایک شخص زید کے باپ کا ماموں اور
مان کا ماموں ہی جواب اسکی صورت یہ کہ زید کی مان کی مان کے باپ نے زید کے باپ کی مان کی مان سے نکاح کیا
اور ایک بیٹا پیدا ہوا پس یہ بیٹا زید کی مان کا از جانب پدر ماموں ہی اور زید کے باپ کا از جانب پدر ماموں ہی۔ سوال
دو مرد ہین کہ ہر ایک انمین سے دوسرے کی پھوپھی کا بیٹا اور دوسرے کے ماموں کا بیٹا ہی جواب اسکی صورت یہ ہی
زید و عمرو مین سے ہر ایک نے دوسرے کی بہن سے نکاح کیا ہی اور ہر ایک کا بیٹا پیدا ہوا اور ہر ایک نے دوسرے کی
بہن سے نکاح کیا اور ہر ایک کا بیٹا پیدا ہوا پس انمین سے ہر ایک دوسرے کی پھوپھی اور ماموں کا بیٹا ہی یہ خزانۃ المفتین
مین ہی۔ سوال دو برادر حقیقی مین سے ایک شخص فقط ایک مرد میت کا وارث ہوا دوسرا وارث نہوا تو کیا صورت ہی
جواب میت ان دونون مین سے ایک کا بیٹا تھا پس اسکا باپ سب مال کا وارث ہوا اور چچا وارث نہوا یہ محیط سرخسی مین ہی

سوال زید اور اُسکا بیٹا ہو کہ دونون کو مال ترکہ نصفا نصف ملا تو کیا صورت ہو جواب یہ میت ایک عورت ہو جسکے ساتھ اُسکے چچا کے پسر نے نکاح کیا حالانکہ اُسکا چچا زندہ ہو پھر یہ عورت مری تو اسکا نصف مال اُسکے شوہر کو ملا اور باقی اُسکے شوہر کے باپ یعنے اُسکے چچا کو ملیگا۔ سوال ایک مرد ہو اور اُسکی دختر دونون نصفا نصف مال کے وارث ہوے تو کیا صورت ہو جواب یہ ہو کہ ایک عورت ہو کہ جسکے ساتھ اُسکے چچا زاد بھائی نے نکاح کیا پس اُس سے ایک دختر پیدا ہوئی پھر یہ عورت مری تو اُسکی دختر کو نصف مال ملا اور اُسکے شوہر کو نصف مال کا چوتھائی فریضہ مین ملا۔ اور باقی بوجہ عصبہ ہونے کے ملا ہی یہ مبسوط مین ہو

پندرھوان باب ۔ مسائل ملقبہ کے بیان مین یعنے جن مسائل کے نام رکھے گئے ہین۔ مسئلہ مشرکہ۔ میت نے شوہر و مان و مان کی دو اولاد اور حقیقی بھائی و بہنین چھوڑین تو نصف زوج کو اور چھٹا حصہ مان کو اور تہائی اولاد مادر کو ملیگا اور باقی سب ساقط ہو جاوینگے۔ اسی طرح اگر بجاے مان کی نانی ہو تو بھی یہی حکم ہو اور یہ قول حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا ہو اور یہی ہمارے علماء کا مذہب ہو اور حضرت ابن مسعود و حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اولاد مادر و پدر مین جو عصبہ ہوتے ہین وہ تہائی مین اولاد مادر کے ساتھ شریک ہو جاتے ہین اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول ہو چنانچہ اُنھون نے پہلے اُسی طور پر فیصلہ فرمایا تھا جو ہمارا مذہب ہو پھر دوسرے سال ایسا ہی ترکہ کا مقدمہ پیش ہوا تو چاہا کہ مثل پہلے فیصلہ کے اسمین بھی حکم دین پس ایک مان و باپ کے بھائیون مین سے ایک نے کہا کہ اے امیر المومنین خیال فرمایے کہ کیا ہمارا باپ گدھا تھا کیا ہم سب ایک مان کی اولاد نہین ہین پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ باجتہاد ان لوگون کو اُنکے ساتھ تہائی مین شریک کر دیا اور فرمایا کہ ہمارا پہلا حکم قضا اپنے حال پر رہیگا اور یہ حکم قضا اپنے حال پر ہوگا پس یہ مسئلہ مشرکہ کہلایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باہم شریک کر دیا ہو اور نیز اسکو حماریہ بھی کہتے ہین کہ اُنھون نے گفتگو مین کہا کہ خیال فرمایے کہ کیا ہمارا باپ حمار یعنے گدھا تھا۔ اور واضح ہو کہ اگر بجاے ایک مان و باپ کے بھائیون کے فقط باپ کی طرف سے بھائی ہون تو بالاجماع ساقط ہو جاوینگے اور مسئلہ اختلافی مین ہمارا مذہب صحیح ہو۔ مسئلہ خرقاء۔ مادر و جد و خواہر چھوڑے اور اس مسئلہ کو خرقاء اسواسطے کہتے ہین کہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو گویا خرق کر دیا ہو چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مان کو چھٹا حصہ اور باقی دادا کو ملیگا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مان کو تہائی ملیگی اور باقی دو تہائی دادا و بہن کے درمیان تین حصے ہو کر تقسیم ہوگی اور حضرت علی کرم اللہ تعالے وجہہ نے فرمایا کہ مان تہائی اور بہن کو نصف اور باقی دادا کو ملیگا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو روایتین ہین ایک روایت مین بہن کو نصف اور باقی دادا و مان کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور دوسری روایت مین بہن کو نصف اور مان کو تہائی اور باقی دادا کو ملیگا اور یہی قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہو اور اسکو عثمانیہ بھی کہتے ہین اسواسطے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک قول اسمین منفرد ہوا جسنے اجماع کو خرق کر دیا یعنے توڑ دیا کہ اُنھون نے فرمایا کہ مان کو تہائی اور باقی دادا و بہن کے درمیان نصفا نصف ہوگا اور علماء نے کہا کہ اسی وجہ سے اسکو خرقاء کہتے ہین اور مثلثہ عثمان رض و مربعہ ابن مسعود رض کہتے ہین اور مخمسہ الشعبی بھی کہتے ہین اسواسطے کہ حجاج نے شعبی رحمہ اللہ تعالے سے یہ مسئلہ پوچھا تو اُنھون نے فرمایا کہ اسمین

پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف واقع ہوا ہے کہ اُنکے ساتھ قول حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ملایا جاوے تو چھ ہونگے مسئلہ مروانیہ صورت یہ ہر کہ چھ بہنیں متفرق اور شوہر چھوڑا پس نصف شوہر کو اور حقیقی دو بہنوں کو دو تہائی اور مادری دو بہنوں کو تہائی ملیگا اور پدری دو بہنیں ساقط ہو جائینگی۔ پس اصل مسئلہ ۶ سے اور عول ۹ تک ہوگا اور اسکو مروانیہ اسوجہ سے کہتے ہین کہ یہ مروان بن الحکم کے زمانہ مین واقع ہوا تھا اور اسکو غراء بھی کہتے ہین کیونکہ یہ باہم اُنمین مشتہر ہوگیا تھا مسئلہ حمزیہ صورت یہ ہر کہ تین جدات متحاذیات اور ایک جد اور تین بہنین متفرقہ چھوڑین تو حضرت ابوبکر و ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جدات کو چھٹا حصہ اور باقی مال جد کو ملیگا پس اصل مسئلہ ۶ سے اور تصحیح ۱۸ سے ہوگی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ حقیقی بہن کو نصف ملیگا اور دو تہائی پوری کرنے کے واسطے علاتی بہن یعنے پدری بہن کو چھٹا حصہ ملیگا اور جدات کو چھٹا حصہ اور جد کو چھٹا حصہ ملیگا اور یہی قول حضرت بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہی اور حضرت بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شاذ روایت یہ بھی ہر کہ جدہ جو ماں کی ماں ہر اُسکو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی سب جد کو ملیگا اور زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جدات کو چھٹا حصہ اور باقی مال دادا و حقیقی بہن اور پدری بہن کے درمیان چار حصوں پر تقسیم ہوگا پھر پدری بہن نے جو کچھ پایا ہر وہ حقیقی بہن میت کو واپس دیگی پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا اور اسکی تصحیح ۲۱۶ سے ہوگی کو اختصار کرنے سے ۳۶ سے رہیگی جسمین سے جدات کو ۶ سہام اور حقیقی بہن کو اُسکے حصہ اور اُسکے پدری بہن کے حصہ کے سب ۱۵ سہام اور دادا کو پندرہ سہام ملینگے اور اسکو حمزیہ اسواسطے کہتے ہین کہ شیخ حمزہ الزیات سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو اُنھون نے اسی طور سے جو ہمنے ذکر کیے ہین سب جوابات دیے تھے مسئلہ دیناریہ صورت یہ ہر کہ میت نے زوجہ و جدہ و دو دختر اور حقیقی بارہ بھائی و ایک بہن چھوڑی اور ترکہ مین چھ سو (۶۰۰) دینار چھوڑے پس جدہ کو چھٹے حصہ کے سو دینار اور ہر دو دختر کو دو تہائی کے چار سو دینار اور زوجہ کو آٹھوین حصہ کے ۷۵ دینار اور باقی رہے ۲۵ دینار سو ہر ایک بھائی کو دو دو دینار اور بہن کو ایک دینار ملیگا اور اسی دیناروں کی وجہ سے اسکو دیناریہ کہتے ہین اور اسکو داؤدیہ بھی کہتے ہین اسواسطے کہ شیخ داؤد طائی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا پس اُنھون نے اسی طور سے تقسیم کیا تو میت کی بہن حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آئی اور کہا کہ میرا بھائی مر گیا اور اُسنے چھ سو دینار چھوڑے پس مجھے اُسمین سے سوائے ایک دینار کے کچھ نہ دیا گیا تو امام رحمہ اللہ نے پوچھا کہ ترکہ کسنے تقسیم کیا ہر اُسنے کہا کہ آپ کے شاگرد شیخ داؤد طائی نے تو امام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ ایسا نہین ہر جو ناحق ظلم کرے مین تجھسے پوچھتا ہون کہ بھلا تیرے بھائی نے جدہ چھوڑی ہر اُسنے کہا کہ ہان پھر فرمایا کہ بھلا دو دختر چھوڑی ہین اُسنے کہا کہ ہان پھر فرمایا کہ بھلا زوجہ چھوڑی ہر اُسنے کہا کہ ہان پھر فرمایا کہ بھلا تیرے ساتھ بارہ بھائی چھوڑے ہین اُسنے کہا کہ ہان۔ پس امام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پس ایسی حالت مین تیرا حق ایک ہی دینار ہر اور اس مسئلہ کے حل کرنے سے فضیلت امام ابو حنیفہؒ کی ظاہر ہر کیونکہ یہ مسئلہ معایاة سے ہر کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ ایک میت نے چھ سو (۶۰۰) دینار چھوڑے اور مرد و عورت ملا کر سترہ وارث چھوڑے جنمین سے ایک وارث کو فقط ایک دینار ملا ہر فافہم۔ مسئلہ امتحان صورت یہ ہر کہ ۴ زوجات اور ۵ جدات اور ۷ دختر اور ۹ پدری بہنین پس اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوا جسمین سے زوجات کو آٹھوین کے ۳ سہام ملے اور جدات کو چھٹے حصہ کے ۴ سہام ملے اور دختروں کو دو تہائی کے ۱۶ اسہام ملے اور بہنوں کو باقی ایک سہم ملا اور اس صورت مین ہر فریق کی تعداد سہام و تعداد وارثان مین توافق نہین ہر اور فریق وارثون کی تعداد مین بھی باہم توافق نہین ہر پس یہ ضرورت پیش آئی کہ فریق وارثون مین ایک کی تعداد کو دوسرے مین ضرب دیا جاوے پس چار کو پانچ مین ضرب دیا تو ۲۰ ہوئے

پھر اسکو سات مین ضرب دیا تو ۱۴۰ ہوئے پھر اسکو ۹ مین ضرب دیا تو (۱۲۶۰) پھر اسکو اصل مسئلہ یعنی ۲۴ مین ضرب دیا
تو (۳۰۲۴۰) ہوئے اسی سے تصحیح مسئلہ ہوگی اور اس سے امتحان کرنے کی صورت یہ ہو کہ یون کہا جاوے کہ ایک
شخص مرگیا اور اُسنے چند اصناف وارثان چھوڑے کہ ہر صنف کی تعداد دس سے کم ہو مگر تصحیح مسئلہ بدون اسکے نہین
ہوسکتی ہو کہ مبلغ تصحیح تیس (۳۰) ہزار سے بڑھ جاوے تو تعداد و اصناف وارثان بتلاؤ* مسئلہ ماموینہ صورت یہ ہو کہ میت
نے مادر و پدر و دو دختر چھوڑین پھر ہر دو دختر مین سے ایک دختر مری اور وہ وارث چھوڑے جو میت اول نے چھوڑے
ہین اور اسکو ماموینہ اسواسطے کہتے ہین کہ مامون رشید نے چاہا کہ کسی کو بصرہ کا قاضی مقرر کرے پس اُسکے سامنے یحییٰ
بن اکثم پیش کیے گئے تو اُسنے انکو حقیر جانا اور اُنسے یہی مسئلہ دریافت کیا پس یحییٰ بن اکثم نے کہا کہ ای سلطان مجھکو بتلا
کہ میت اول مرد تھا یا عورت تھی پس مامون رشید کو معلوم ہوگیا کہ یہ شخص عالم ہو پس انکو عہدہ دیکر قاضی مقرر کیا
اور بات یہ ہو کہ میت اول کے مرد ہونے اور عورت ہونے کے اختلاف سے اس صورت مین جواب مختلف ہوتا ہو
کیونکہ اگر میت اول مذکر ہوگا تو مسئلہ ۶ سے ہوگا جسمین سے ہر دو دختر کو دو تہائی اور ہر ایک مادر و پدر کو چھٹا حصہ
حصہ ملیگا پھر جب ایک دختر مری تو اُسنے ایک بہن چھوڑی اور جد صحیح یعنے دادا اسکا یعنے باپ کا باپ چھوڑا اور
سگی دادی یعنے باپ کی ماں چھوڑی پس چھٹا حصہ دادی کو ملیگا اور باقی دادا کو ملیگا اور بہن ساقط ہوجائیگی یہ بنا بر
قول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہو اور حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دادی کو چھٹا حصہ
ملیگا اور باقی سہام دادا و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہونگے اور تصحیح مناسخہ انھین قواعد کے موافق ہوگی جو
پہلے مذکور ہوے ہین اور اگر میت اول عورت ہوگی تو جبکہ دختر مری ہو یعنے میت ثانی تو اُسنے ایک بہن چھوڑی
اور جدہ صحیحہ یعنے ماں کی ماں چھوڑی اور جد فاسد یعنی ماں کا باپ تو اُسکی نانی کو چھٹا حصہ ملیگا اور بہن کو نصف ملیگا
اور باقی بھی انھین پر رد کردیا جائیگا اور بالاجماع جد فاسد ساقط ہوگا کذا فی الاختیار شرح المختار و ہذا اخر ما اردنا من اتمام ترجمۃ المجلد السادس
من الفتاوی الہندیۃ بحمد اللہ تعالےٰ وحسن توفیقہ فی غایۃ الاستعجال مع ما لی من تفرق الحال و تشتت البال ضحوۃ الاربعاء سبع
وعشرین خلت من ربیع الاول سنہ ۱۲۹۳ من الہجرۃ علے صاحبہا الف الف صلوۃ و تحیۃ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

خاتمۃ الطبع فتاوے ہندیہ

ترجمہ فتاوی عالمگیریہ جلد چہارم

الحمد للہ والمنۃ کہ مدت سے جس نعمت باقیہ صالحہ کی تمنا تھی آج اسے اپنے سایۂ دولت سے اہل الدارین کو سرفراز کیا یعنی جلد
چہارم کتاب مستطاب فتاولے عالمگیریہ از کتاب الشفعہ۔ تا کتاب الفرائض۔ جو استجماع جزئیات از معتبرات مانند فتاوی قاضیخان
و قدوری و ہدایہ و دیگر متون و شروح و مسائل متوسطات مثل مشاہیر فتاوی مختصر کرخی وغیرہا اور احتواء مسائل تسافلات مانند محیط برہانی وغیرہ
مع تصحیح تنقید باقوال مشائخ مین بےنظیر اور غایت شہرت اور نہایت تداول و اعتبار علماء عصر سے مزید توضیح کو بھی متحمل نہین بلکہ غایت وضوح
اجلی التعاریف اسکے حق مین بالاخفی ہین سنامی گرامی مطبع اودھ اخبار لکھنؤ مین بار اول بماہ اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ع طبع ہوکر رونق بخش انظار
مشتاقان ہوئی کتاب موصوف پر اگر تمام نظر ہو تو بلا مبالغہ فقاہت کی لیاقت والا ہو جائے اور اگر باصول خاص مقدمہ ہو تو ہمین
کچھ امید ہو اہل اسلام اس دولت لازوال کو ہاتھ سے جانے نہ دینگے بلکہ ہاتھون ہاتھ لے لینگے واللہ تعالےٰ ہو الموفق والمعین
والحمد للہ رب العالمین۔

غلطنامہ فتاوی ہندیہ ترجمہ فتاوی عالمگیریہ جلد چہارم بمطابقہ اصل مطبوعہ کلکتہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٢	١١	تفسیر ۔	تفسیر شرائط	١٧٩	٢٤	نرہیگا ۔	رہیگا ۔
١٠	٩	نکیا	کیا ۔	١٩١	١٧	کاریز ۔	بندآب ہندی باندھ ۔
١٢	٨	تو بڑی ہی ۔	تو بڑی ہی اور اگر دوچھتی ہو تو چھوٹی ہی ۔	١٩٥	٣	جب ۔	جیسا ۔
				١٩٦	٢٩	پیدا ہوئے ۔	پیدا نہ ہوئے ۔
٢٣	٢٨	دو ۔	وہ ۔	٢٠١	٢٧	اُسنے ۔	اوسکے ۔
٢٩	١٥	ہونگے ۔	سے ۔	٢٠٢	٣	دونون ۔	دنون ۔
٣٢	٩	عقد بیع ۔	عقد بیع اول ۔	٢٠٦	٢٦	توانہین ۔	تو زمین حکم قرار دیجائیگی ۔
٣٤	٨	زمین کے	ثمن کے ۔	٢٠٨	٢٨	مستحق ۔	مسمّی ۔
″	″	ہوگا ۔	نہوگا ۔	٢١٠	١٧	اسکا ۔	اسپر ۔
٤٣	١٠	اور ۔	ادا ۔	٢١٧	١٩	قمل ۔	فیل ۔
٥٠	٧	بیت ۔	بیت مع راستہ ۔	٢١٨	٢٤	تھے ۔	ہی ۔
٧٩	٢١	کردیگا ۔	نہ کریگا ۔	٢٢٢	١٠	تنگدست ۔	فراخ دست ۔
٩٥	٢٥	جائز نہین ہی ۔	جائز ہی ۔	″	١١	فراخ ۔	تنگ ۔
١٠٧	١١	نہوگا	ہوگا ۔	٢٢٩	١٠	تب ۔	تب تک ۔
١١٥	٢٢	قیاس ہوگی ۔	واجب ہوگی ۔	٢٣١	١٣	اجباس ۔	اجناس ۔
١٢٠	٦	اور مقراس بیت کے گزون کی تعداد پر	اور مقراس دار کی نصف مساحت پر بعد منہائی اس بیت کی مساحت کے ۔	٢٣٢	٥	وکثیر ۔	و ۔
				″	٢٣	اسمین جسکی کا نام نتھا	جسکی ٹہڈیون مین گودنہو ۔
				″	٢٤	تاتارخانیہ ۔	مبسوط ۔
١٣٧	٢٦	لے لے ۔	لے سے یا نہوگی کہ خراج مقاسمہ لے ۔	٢٤٥	١٢	مراد ہی ۔	مراد ہی تو وہ بالاتفاق جائز ہی کیونکہ ہرایک نے پوری بکری قربانی کی اور اگر اول مراد ہی ۔
١٥٠	٢	سبب ۔	عیب ۔				
١٥١	١٠	لی ۔	بشرکت لی ۔				
١٦٠	٨	مشائخ ۔	مشائخ متاخرین ۔	٢٤٩	٢٤	نہو ۔	ہو ۔
″	١٦	انکار ۔	بلا عذر انکار ۔	٢٥٢	٢٣	کے ۔	نے ۔
١٦٩	١٩	عاسث ۔	وارث ہو ۔	٢٥٨	٢٨	ٹڑوسیون ۔	یا ٹڑوسیون ۔
١٧٠	٥	صورت ۔	صورت مین ۔	٢٦٠	١	قتل ۔	عمدًا قتل ۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶۱	۲۰	فے۔	سے۔	۳۴۶	۱۶	سکونت نہ کرے	سکونت کرے۔
۲۷۶	۱۵	مرتبہ ہی۔	مرتبہ ہی اور فقہ اس سے بلند ہے	۳۷۱	۲۴	ساید۔	شاید
〃	۱۶	قابوت۔	تابوت۔	۳۷۷	۲۷	شغفو۔	شغفہ۔
۲۸۸	۹	اختلاج۔	احتلام۔	۴۳۲	۱-۲	نہین ہی بیان سے جائز نہین ہی تک	یہ عبارت مکرر ہی۔
۲۸۹	۲۹	حریر۔	حریر خالص۔				
۲۹۳	۲۷	سریرو۔	سریر۔	۴۳۵	۲۱	طبہ۔	رطبہ۔
۲۹۹	۳	یہ خلاصہ مین ہی۔	اور اگر بھوک سے مضطر ہوا اور طعام کا مالک اسکو دینے سے روکتا ہی تو اسکو لے لینا روا ہو مگر اس سے قتال نہ کرے اور اگر نہ لیا یہانتک کہ مرگیا تو گنجائش ہی یہ خلاصہ مین ہی	۴۳۶	۸	سورم۔	سو ورم۔
				۴۳۷	۱	عاریت۔	عاریت لیا۔
				۴۵۷	۸	آسے۔	آسنے۔
				۴۵۸	۶	بزبان۔	زبان۔
				۴۶۲	۲	اپنی مہر۔	اپنے مہر
				〃	۱۴	راہن۔	مرہون۔
۳۰۵	۲۲	زجو۔	زجر۔	۴۸۹	۲۰	خیانت۔	خبایت۔
۳۱۵	۱۸	نقل۔	نفل۔	۵۰۵	۲۰	ما	یا۔
۳۲۶	۲۰	ہولی۔	دیوالی۔	〃	۲۹	دوسکے۔	دوسگے۔
۳۲۸	۱۴	الخلق۔	الحلق۔	۵۰۹	۲۹	کیواسطے الخ۔	کیواسطے ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا۔
۳۳۲	۲۱	تو وہ۔	اور بچہ مرا تو وہ۔				
۳۳۴	۱۲	آگ۔	کشتی مین آگ۔				
۳۴۱	۲	افضل ہی۔	افضل ہی اگرچہ تیمم بدل کفایت ہی حاصل ہو۔	۵۷۳	۲۶	ہوکا۔	ہوگا۔
				۶۲۸	۲۹	نبوفیس۔	نبو قلیس۔

الہ نخبہ - مع ملحقات فقہ امامیہ -

کتب فقہ عربی

لمکارم - شرح مختصر وقایہ -
بہ المصلی - غیر مطبع -
وائے عالمگیری - چار جلدمین کامل -
القدیر - مع تکملہ نتائج الافکار کامل در چار جلد -
فی شرح ہدایہ - در شش جلد کامل -
لمختار فی شرح تنویر الابصار -
یہ مع الکفایہ - چار جلدمین کامل
جلد اول و ثانی مطبوعہ سنہ ۱۸۶۶ء
جلد ثالث مطبوعہ سنہ ۱۸۶۹ء
جلد رابع مطبوعہ سنہ ۱۸۸۱ء
وائے قاضی خان - چار جلدمین کامل - مصنفہ
امام حسن بن منصور قاضی خان بہت مقبول و مستند اول ہے
الدقائق - خرد محشی -
ایضاً - کلان -
تلخیص الحقائق - شرح کنز الدقائق -
مع الصغیر - مع رسالہ تاریخ الفقہاء، رسالہ اثنا عشریہ مطبوعہ
مصطفائی -
شرح کنز الدقائق - جلدین اولین -
یضاً - جلدین آخرین -
شرح وقایہ - محشی -
جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ -
حاشیہ - حاشیہ شرح وقایہ مصنفہ ملا اخوند دلہ کتاب البیوع سے
ب الوصایا بہ تحشی جدید -
مدی - شرح مختصر وقایہ
ح وقایہ - مع رسالہ دائرہ ہندیہ جلدین اولین -
یضاً - کلان مع حاشیہ چلپی دُہرا حاشیہ چڑھا ہوا -

ذخیرۃ العقبی - حاشیہ شرح وقایہ -
عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ -
ہدایہ عربی - بہ تحشی جدید کامل چار جلدمین مطبوعہ سنہ [illegible]ء
ایضاً - جلدین اولین عبادات مین -
ایضاً - جلدین آخرین معاملات مین -
قدوری محشی -
کنز الدقائق محشی - مصنفہ عبد اللہ صاحب
شرح الیاس - دو جلدمین کامل -
مختصر نافع - فقہ مذہب امامیہ -
ہدایۃ الہدایہ - ایضاً

کتب اصول فقہ

حسامی -
غایۃ التحقیق - شرح حسامی -
اصول الشاشی - مع تعلیق حصول الحواشی -
توضیح تلویح کلان - مع سہ رسالہ -
اشباہ النظائر - شرح حموی -
شرح مسلم الثبوت -
مجموعہ نور الانوار -
مبادی الاصول -
معالم الاصول - فی علم الاصول موافق مذہب اثنا عشری -
النافع یوم المحشر - فی شرح باب الحادی العشر موافق مذہب اثنا عشریہ -

کتب متفرقات دینیہ فارسی

تذکرۃ المعاد -
فتوح الحرمین - منظوم مع نقشجات -
ہفت تماشائے قتیل -
تحقیق الانساب -

رسالہ قاضی قطب۔
تذکرۃ الجمعہ۔
شمائل السعادت۔ مطبوعہ ۱۳۰۸ھ
گلدستۂ عقائد۔
تطہیر الاسلام۔
تبیان۔ فی احکام الدخان۔
روضۃ الشہدا۔
کربلائے معلی۔ معروف
شرح اوراد فتحیہ۔ مع شرح دعائے رقاب و خلاصۂ اوراد۔
اسرار الاولیا۔
حج اکبر۔ مسمے بہ غایت الشعور
میزان الفرقان۔
نقوش معظم۔ دافع ہر درد و غم و حفاظت اطفال۔
دعائے گنج العرش۔ مع شکل قفل۔
شرح سفر السعادت۔ از شاہ عبدالحق دہلوی۔
مجموعۂ اوراد و وظائف۔ شامل گنج دعا۔
جواہر القرآن۔ مترجم مطبوعہ ۱۲۸۶ھ۔
رسالۂ تنبیہ النسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔
شواہد النبوت۔
معارج النبوۃ
مدارج النبوۃ۔ دو جلدمین کامل۔
اسرار محبت۔
دوا الشفاء جدید۔ شرح قصیدہ بردہ۔
جامع طیبی۔ حالات حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
یعنے پیدائش نور محمدی سے تا وفات شریف۔
شرح قصیدہ بردہ۔
مقامات الصوفیہ۔
سفینۃ الاولیا۔ از شاہزادہ داراشکوہ۔
وصیت نامہ۔ مع رسالۂ دانشمندی۔

مولود النبی۔
تحریر الشہادتین۔ شرح سر الشہادتین۔
مجموعۂ وظائف۔ شامل تین رسالہ در مذہ
مقصود نجات۔
زاد المعاد۔ مع ترجمہ فارسی۔
جامع عباسی۔ بست بابی مع رسالۂ ترجمۃ الصلوٰۃ
امامیہ۔
اوراد فتحیہ۔ مع دعائے رقاب۔
جوشن صغیر و کبیر۔ مترجم با ترجمہ فارسی

کتب حدیث

سنن ابی داؤد۔ ہر چہار جلد کامل دو جلد بہ
ابوداؤد سلیمان بن اشعث۔
اصول الکافی۔ مستند مذہب امامیہ
الفروع من جامع الکافی۔ کامل۔
مذہب امامیہ۔
ایضاً۔ جلد اول۔
ایضاً۔ جلد ثانی۔ مع جزو الثانی کتاب العتق
ایضاً۔ جلد ثالث۔ مع جزو الثالث کتاب
تیسیر الوصول۔ الی جامع الوصول من حد
دو جلدمین کامل۔
جامع ترمذی۔ مع رسالۂ اصول حدیث۔
قسطلانی۔ مسمی بہ ارشاد الساری شرح
کامل المتن دس جلدمین کامل۔
زاد السبیل۔ الی الجنۃ و السلسبیل۔
حصن حصین۔ مع دو شرح حاشیہ پر۔
دلائل الخیرات مترجم فارسی مع نقشہ خواص
عناصر الخیرات۔ با ترجمہ اردو۔